بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

# مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

١٢٧٤ھ / ١٨٥٨ء — ١٣٣٧ھ / ١٩١٩ء

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ
٣٢-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

# مواہب الرحمٰن


بحرُالعلوم علّامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء



مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

اس تفسیر کی خصوصیات اور محاسن و کمالات بیان کرنے کیلئے بیسیوں صفحات بھی ناکافی ہیں المختصر یہ کہ یہ تفسیر ایک ایسا گلدستہ ہے
کہ جو کہنے کو تو تفسیر ہے لیکن درحقیقت بیک وقت جامع تفسیر ہزارہا احادیث و آثار کا ترجمہ اور بہترین شرح حدیث ائمہ اربعہ کے
فقہی مسائل کے استنباط و استخراج اور ان کے طریق استدلال کا انمول خزانہ گنجینۂ علم کلام معدن سلوک و معرفت ہزاروں ہزار
مواعظ کا مجموعہ نیچریت رفض اعتزال اور خارجیت کا مکمل مدلل اور احسن رد عقائد و اعمال صحیحہ کا پیمانہ صحابہ کرامؓ تابعینؒ
ائمہ محدثینؒ و مجتہدینؒ کے مسلک و مشرب کا بطریق ترمذی شریف آئینہ اور تشنگان علم و معرفت و متلاشیان راہ حق کے لیے
فیض کا ایسا سرچشمہ ہے جس سے ہر کوئی اپنے اپنے ذوق و نظر اور ظرف کے مطابق سیراب ہو سکتا ہے۔


نام کتاب ــــــــ تفسیر مواہب الرحمٰن

مؤلفہ ــــــــ علامہ سید امیر علیؒ

ناشر ــــــــ مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور

مطبع ــــــــ [ انٹرنیشنل سیرت پرنٹنگ پریس باغبانپورہ لاہور
نعمت علی پرنٹرز۔ نیا بازار لاہور

جلد اوّل ○ محرم ۱۳۹۷ھ ــ جنوری ۱۹۷۷ء ○ بار اوّل

○

رجسٹریشن نمبر ۷۰ مطابق ایکٹ مجریہ ۱۹۷۳ء

( اغلاط سے مبرّا قرآن پاک )

○

تعداد ــــ ۱۱۰۰

# تفسیر و مؤلّفِ تفسیر

حضرت علامہ سیّد امیر علیؒ جو تفسیر مواھب الرّحمٰن کے مؤلف ہیں۔ عام لوگوں کو ان میں اور جسٹس امیر علی میں التباس ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے ہمیں خطوط بھی لکھے کہ تم ایک شیعہ مذہب رکھنے والے شخص کی تفسیر شائع کر رہے ہو۔ تو یہاں اس کا اظہار ضروری ہے کہ جسٹس امیر علی اور علامہ سیّد امیر علی (ہمارے ممدوح) دو علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں۔

مولانا سیّد امیر علی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام معظم علی اور وطن ملیح آباد تھا۔ حدیث و علمِ رجال اور تفسیر میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ سن ولادت ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء ہے۔ مولانا حیدر علی مہاجر، مولانا بشیر الدین قنوجی اور مولانا سیّد نذیر حسین دہلوی سے خاص تلمذ تھا عرصہ تک منشی نول کشور کے مطبع میں تصحیح و مقابلہ کا کام کیا پھر اس سے مستعفی ہو کر کچھ عرصہ مدرسہ عالیہ کلکتہ اور پھر جدہ میں عرصہ تک تدریس کے فرائض انجام دیے۔ آخر کار ندوۃ العلماء لکھنؤ کی درخواست پر ندوۃ کی صدر مدرسی قبول فرمائی۔ یہ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء کا قصہ ہے۔ سن وفات ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔ آپ نے بہت علمی کام کیا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کا ترجمہ کیا اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ کیا۔ یہ بھی کوئی کم کام نہ تھا لیکن آپ کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ "تفسیر مواھب الرّحمٰن" ہے جو تقریباً نو ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کے متعلق اس کے طابع اوّل نول کشور لکھنؤ نے بجا لکھا :

"تفسیر مواہب جس کا مثل و نظیر نہ اب تک ہوا ہے اور نہ غالباً آئندہ ہوگا ——— اس جامعیت کے ساتھ کوئی تفسیر قرآن شریف جس میں کُل اقوالِ مفسرین جمع ہوں۔ آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔"

حضرت علامہ "علیکم بالسواد الاعظم" "ما انا علیہ و اصحابی" کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور کسی ذیلی گروہ میں ان کو شامل کرنا شاید مشکل ہو۔ اسی انداز میں انھوں نے تفسیر مواھب الرّحمٰن لکھی ہے جس میں انھوں نے تمام اہلسنّت والجماعت کی ترجمانی کی ہے۔ اگر کہیں کوئی مسئلہ آیا ہے تو تمام فقہی مذاہب بیان کر دیے ہیں اور تعامل صحابہؓ، تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین و محدثین کے اختلاف و مذاہب کا ذکر کر دیا ہے۔ وہ صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین کے اختلاف کو رحمت قرار دیتے ہوئے اس اختلاف کو وجہ نزاع، مخالفت اور جنگ و جدال کا موضوع بنانے والے افراد کے سخت خلاف ہیں۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں ایک جگہ لکھتے ہیں :

اور یہ انوار و اسرار جب ہی حاصل ہوتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بہ قدم صحابہ رضی اللہ عنہم کے چلے یا آپ کی شریعت پر قائم ہو کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم قمرِ رسالت کے روشن تارے ہیں کہ ان کی اقتدار سے منزلِ مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ ان ستاروں کی طرح ہمہ تن روشن نہ ہو۔ پس ہر ایک کے اجتہادی طریقہ میں نور ہے اور اسی طریقہ پر علمار مجتہدین ہیں کہ سب کا مرکز قرآن وحدیث وجماعتِ صحابہ واجماعِ اُمّت ہے اور کوئی اس مرکز سے متفرق و خارج نہیں ہوا بلکہ اسی جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر قائم ہیں بخلاف روافض وخوارج وغیرہ کے کہ یہ پھوٹ کر نکل گئے اور ہم لوگ بحمد اللہ سبحانہ وتعالیٰ راہِ سُنّت وجماعت پر قائم ہیں۔ اسی واسطے ہمارے علمار مجتہدین حضرت جعفر صادق وابوحنیفہ ومالک وشافعی واحمد وسُفیان ثوری وداؤد ظاہری وبخاری ومسلم وسابقین ولاحقین سب بالاتفاق حق پر ہیں کیونکہ سب کا مرکز قرآن وحدیث وصحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ پس ہر ایک نے بحکمِ الٰہی جو اجتہاد کیا وہ ثواب موعود کا مستحق ہے اور اس میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ ہاں فضلِ الٰہی سے زیادتی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ پس خلوصِ نیت ثواب کے لیے جس پر عمل ہو اللہ تعالےٰ قبول فرمائے گا۔" (سورۃ الفاتحہ ص۳۶)

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

"لیکن اس زمانہ میں یقین ومعرفت میں یہاں تک کمی ہوئی کہ لوگوں نے ظاہری صورتِ شریعت اختیار کی اور نورِ یقین کی کمی میں تاریکی چھائی تو اندھیرے میں ان کو مکرِ شیطان نظر نہ آیا حتیٰ کہ ان مقلدوں نے باہم حنفیہ وشافعیہ کو لڑایا اور ایک دوسرے سے دل میں غبار لانے لگے بلکہ بعض نے ایسے مسائل نکالے جس سے باہم ایک دوسرے کے پیچھے نماز میں تردد کرنے لگے جو دین کا رکن اعظم ہے اس سے بھی بڑھ کر اس زمانہ میں مقلدوں وغیر مقلدوں کا نفاق بدرجہ عداوت پہنچا جو شرعاً حرام ہے حالانکہ یہ اختلاف چند مستحبات کے پیچھے واقع ہوا۔ پس یہ جہالت غور کے قابل ہے کہ حرام کے مرتکب ہونے میں کچھ تردد نہ ہوا اور یہ بھی نہیں سمجھے کہ یہ افعال تو راہ میں ذخیرۂ ثواب حاصل کر کے مقصود تک پہنچنے کے لیے تھے تو ان کی یہ مثل ہے کہ دو شخص گھاٹ پر پانی لینے کے واسطے جاتے ہیں اور راہ میں باہم سامان پر تکرار کر کے گھڑے پھوڑے اور وہیں بیٹھ کر لڑنے لگے۔ پس ان لوگوں کو لازم ہے کہ اپنا یقینِ آخرت درست کریں تاکہ نورِ ایمان سے یہ فساد رفع ہو اور اپنی موت کے واسطے سامان مہیا کریں کیونکہ عذابِ آخرت ومنزلِ گور سخت خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ کل عذاب سے نجات عطا فرمائے (حوالہ ایضاً)

پھر چونکہ قرآن پاک کا مقصودِ اصلی تزکیۂ نفس اور معرفتِ الٰہی ہے۔ لہٰذا اس راہ کے سالکین صوفیار کرام کے حوالے جگہ جگہ لاتے ہیں بلکہ یہاں تک کہ متقدّ

قرآن میں تمام متقدمین صوفیاء کا نام بنام ذکر کیا ہے" کتاب العرائس" جو تصوف کی بڑی معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ اس کے بکثرت حوالے دیتے ہیں۔ انہی خصوصیات کی وجہ سے یہ تفسیر اہل سنت والجماعت کے تمام فرقوں کے نزدیک مقبول و معتبر ہے۔

برصغیر کے شہرۂ آفاق مطبع نول کشور لکھنؤ نے اس کو دو دفعہ شائع کیا۔ آخری دفعہ ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔ اب بڑی دیر سے نایاب تھی۔ اہل علم کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہم نے عربی کی مشہور ضخیم تفسیر روح المعانی کی تکمیل اشاعت کے بعد اس کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی تکمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

بعض احباب نے ہمیں مشورہ دیا کہ تفسیر کی از سر نو کتابت بھی کراؤ اور زبان بھی آج کے روزمرہ اور محاورہ کے مطابق تبدیل کرو۔ ہمارا خیال ہے کہ حضرت علامہ کے اپنے الفاظ میں نور اور برکت ہے اور آج نبوت کے زمانہ سے بُعد ہونے کی وجہ سے تاریکی ہے۔ لہٰذا ہم اصل کا فوٹو لے کر شائع کر رہے ہیں اور تصحیح میں پوری کوشش کی ہے۔ تاہم اگر کوئی غلطی نظر آئے تو قارئین مطلع فرمائیں۔

دعا کا خواستگار

عبدالرشید ارشد

مینجنگ ڈائریکٹر مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور

تفسیر کے مضامین اور مسائل و احکام کی جامع فہرست تقریباً بارہ صد صفحات پر مشتمل مستقل گیارھویں جلد ہوگی۔ جسے اس تفسیر کا دائرہ معارف (انسائیکلوپیڈیا) کہنا چاہیے۔ یہ جناب محمد خواص خان صاحب آف ہیڑاں ضلع مانسہرہ کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے جنہوں نے تین دفعہ پوری تفسیر پڑھ کر فہرست مرتب کی۔ ان کی یہ محنت جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ادارہ خانصاحب موصوف کا شکریہ ادا کرتا ہے اور ساتھ ہی برادر مکرم قاری فیوض الرحمٰن صاحب ایم اے کے بھی شکرگزار ہیں کہ یہ دولت ان کے توسط سے ہمیں ملی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم سبحانہ وتعالی عما یشرکون والصلوۃ والسلام علی صفوۃ اولیائہ
وخاتم انبیائہ الذی انزل علیہ الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون وقال فیہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من
خلفہ وانا لہ لحافظون وعلی الہ واصحابہ خیر امۃ اخرجت للناس جعلھم ائمۃ یھدون بامرہ لما صبروا وکانوا بایاتہ یوقنون
الذین قال فیھم امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون واولئک ھم المؤمنون حقا ورضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واولئک ھم المفلحون ان
ربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین **اما بعد** علم تفسیر اشرف العلوم ہے
کیونکہ جب قرآن پاک علی الاطلاق افضل اور جمیع حکمت وخوبیوں کا منبع ومعدن ہے تو اسکی تفسیر بھی اشرف واحسن ہے اور عاقل کی غرض اصلی یہی کہ سعادت
حقیقیہ نصیب ہو تو وہ مراد اسی علم سے حاصل ہوتی ہے **فضائل القرآن** یہامر بدیہی ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی عزوجل ہے پس اسکی فضیلت کا
اندازہ قلب بشری سے غیر ممکن ہے اور یہان صرف عام فہم فضائل جو احادیث مین وارد ہوئے فی الجملہ بیان ہونگے اور بوجہ کثرت اخبار کے سب کا احاطہ
دشوار ہے اور ایک جماعت علماء رحمہم اللہ تعالی نے اسمین مفرد کتابین تصنیف فرمائی ہین پھر مختصر فضائل دو قسم مین ایک وہ کہ جملہ قرآن کے واسطے وارد ہین
اور دوم وہ کہ بعض سورتون کے بارہ مین ہین **قسم اول** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرفوعا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپنے فرمایا
کہ عنقریب فتنے برپا ہونگے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس سے محفوظ رہنے کی کیا سبیل ہے فرمایا کہ کتاب اللہ یعنی قرآن کو مضبوط پکڑ لینا اسمین تم سے
اگلون کے اخبار اور تم سے پچھلون کے انبا اور تمھارے درمیان کا حکم ہے یہ فصل ہے ہزل نہین ہے جو سرکش اسکو چھوڑے اللہ تعالی اسکی پیٹھ توڑیگا اور جس نے
اسکے سوائے کہین سے ہدایت ڈھونڈی اسکو اللہ تعالی نے راہ راست سے دور فرما دیگا یہی حبل اللہ المتین ہے یہی ذکر حکیم ہے یہی صراط مستقیم ہے اسکی اہوا کج نہونگی اور
یہی ہے کہ جسکے ساتھ باتین مشتبہ نہین ہونگی اور یہی ہے کہ جسکے ساتھ علماء سیر نہین ہوتے ہین اور بار بار تلاوت سے پرانا نہین ہوتا اور اسکے عجائب کبھی ختم نہونگے
جس نے اسکے ساتھ قول کہا وہ سچا رہا اور جس نے اسکے ارشاد پر عمل کیا ثواب پایا اور جس نے اسکے موافق حکم دیا اسنے انصاف کیا اور جس نے اسکی دعوت مانی نے راہ راست
پائی۔ رواہ الترمذی والدارمی وغیرہما حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مرفوعا کہ اللہ تعالی کو آسمان وزمین اور انکے درمیانی چیزون مین سب سے

زیادہ محبوب ہے۔ رواہ الدارمی حدیث حضرت ابن اوس رضی اللہ عنہ مرفوعاً کہ جب کسی مسلمان نے بستر پر جا کر سوتے وقت قرآن کی کوئی سورت پڑھی
تو اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ ایک فرشتہ متوکل فرماتا ہے کہ کوئی موذی اسکے قریب نہین ہونے پاتا یہانتک کہ وہ جاگے جب جاگے۔ رواہ احمد والترمذی حدیث
عبداللہ بن عمرو مین ہے کہ جسکے سینہ مین قرآن ہے اسکے اندر نبوت مندرج کی گئی سوائے اتنی بات کے کہ اسکو وحی نہین کیجاتی ہے۔ رواہ الحاکم وغیرہ معنی یہ کہ نبوت
کے افضال مین سے یہ تھا کہ یہ قرآن نازل کیا گیا پس یہ تمام وحی پاک اس حافظ قرآن کے دل مین ہے پس ظاہری صورت کے لحاظ سے تشبیہ فرمائی
کہ فرق صرف یہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام جنکو اللہ تعالیٰ نے ازل مین برگزیدہ فرمایا ہے انپر زمانہ مین وحی بھیجی جاتی ہے پس انکے قلب مین کتاب الٰہی عزوجل حاصل
ہوتی ہے پس حافظ قرآن مین وحی نہین مگر وہ چیز موجود ہے پس اسمین بڑی فضیلت ارشاد فرمائی ہے حدیث انسؓ مین ہے کہ جس گھر مین قرآن پڑھا جاوے
اسمین خیر کی کثرت ہوتی ہے اور جسمین نہ پڑھا جاوے اُسمین خیر کی قلت ہوتی ہے۔ رواہ البزار حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین ہے کہ تین شخص ایسے ہین کہ جنکو
قیامت کے فزع اکبر کا ہول نہوگا اور نہ وہ حساب مین روکے جاوینگے بلکہ وہ مشک کے چبوترے پر ہونگے یہانتک کہ خلائق کو حساب سے فراغت ہو
ازانجملہ ایک وہ شخص جسنے خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے قرآن پڑھا اور اسکے ساتھ ایک قوم کی امامت کی کہ وہ لوگ اُس سے راضی رہے الحدیث رواہ الطبرانی
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ قرآن ایسی تونگری ہے کہ اُسکے بعد محتاجی نہیں ہے اور بدون قرآن کے تونگری ہیچ ہے۔ رواہ ابو یعلی والطبرانی حدیث
عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مین ہے اگر کسی کھال مین قرآن ہو اسکو آگ نہین کھاویگی۔ رواہ احمد وغیرہ شیخ ابو عبیدؒ نے کہا کہ مراد یہ کہ جس مومن کے دل مین
قرآن ہو وہ آگ سے محفوظ ہے اور طبرانیؒ نے اسی کے مانند حدیث عصمہ بن مالکؓ و سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور ابن الانباری نے ذکر
کیا کہ حدیث دیگر مین ہے کہ مین نے تجھپر ایسی کتاب اتاری جسکو پانی نہین دھو سکتا معنی یہ کہ وہ قلوب مین محفوظ کردی کہ اوراق دھل جانے
سے کچھ خطرہ نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے مفہوم ہوا کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے بارہ مین فرمایا انا لہ لحافظون ہم خود اسکے محافظ ہین یعنی
اگلی کتابون توریت و انجیل کیطرح اسمین کوئی تحریف نہین کرنے پاویگا تو حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ منجملہ ارادات حفظ کے یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم
وتابعین رحمہم اللہ تعالیٰ و مابعد طبقات مین آج تک برابر مومنین کے قلوب مین اسکو محفوظ فرمایا اور یہی معنی حدیث واناجیلہم فی صدورہم الخ
مین ہین یعنی کتاب سابق مین صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل مین وارد ہے کہ انکی اناجیل انکے سینون مین ہونگی معنی یہ کہ وہ لوگ حافظ کتاب الٰہی عزوجل
ہونگے فاحفظہ حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے قرآن پڑھا کہ اُسکے ساتھ اوقات شب و روز مین قیام کرتا اسکے حلال کو حلال رکھتا اور اسکے
حرام کو حرام رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے خون و گوشت کو آگ پر حرام فرماویگا اور اُسکو سفرۃ الکرام البررۃ کا ساتھی فرماویگا حتی کہ جب قیامت کا دن ہوگا
تو قرآن اسکے لیے حجت ہوگا۔ رواہ الطبرانی فی الصغیر حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ قرآن شافع و مشفع و ماحل مصدق ہے جسنے قرآن کو آگے کر لیا اُسکو
قرآن جنت کو لیجاویگا اور جسنے اُسکو پیچھے کر لیا تو اُسکو جہنم کو لیجاویگا رواہ ابو عبیدؒ حدیث انسؓ مین ہے کہ حاملان قرآن عرفاء اہل الجنۃ ہین رواہ الطبرانی
حدیث انسؓ مین ہے کہ اہل القرآن ہی اہل اللہ خاصان حق ہین۔ رواہ النسائی وابن ماجہ والحاکم مراد یہ کہ قرآن مجید کے علم و عمل والے خاصان
حق ہین واللہ تعالیٰ اعلم حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی آدمی بھلا یہ آرزو کرتا ہے
کہ جب اپنے گھر مین آوے تو وہان تین بچہ ناقہ توانا و فربہ پاوے یہ اُسوقت عرب کے واسطے نعمت غیر مترقبہ تھی ہم نے عرض کیا کہ جی ہان
پس ارشاد فرمایا کہ تم مین سے جو کوئی کسی نماز مین تین آیات قرآنی پڑھے تو یہ اُسکے واسطے تین بچہ ناقہ توانا و فربہ سے بہتر ہے۔ رواہ مسلم وغیرہ حدیث
جابر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ خیر الحدیث کتاب اللہ۔ رواہ مسلم یعنی کتاب الٰہی سب حدیث سے بہتر ہے کیونکہ وہ نور محض ہے اور سوائے اسکے ہر حدیث
اگر خیر و خوب ہو تو مستلزم ثواب ہے حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے فی سبیل اللہ قرآن کی تلاوت کی یعنی جہاد مین بھی تلاوت کی تو وہ

صدیقین وشہدا وصالحین کے ساتھ لکھا جائیگا وحسن اولئک رفیقا رواہ احمد حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ جسنے اپنے فرزند کو
قرآن پڑھایا وہ بالضرور قیامت کے روز جنت مین تاج پہنایا جائیگا۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ جس شخص نے
قرآن پڑھا اور اسکو کامل حاصل کیا (یعنی مع معنی وتفسیر کے سمجھ لیا) اور اسکے موافق عمل کیا تو قیامت کے روز اسکے باپ کو ایک تاج مکرمت پہنایا
جائیگا کہ اگر وہ دنیا مین ہوتا تو اسکی روشنی بہ نسبت نور آفتاب کے جو گھرون مین ہی بہتر ہوتی پس خود اس شخص کے مرتبہ کی نسبت تمہارا کیا گمان ہی
جسنے اسپر عمل کیا۔ رواہ ابوداود واحمد والحاکم یعنی دنیا مین آفتاب کی روشنی جیسے گھرون مین بے مثل چمکتی ہی وہ نور تاج اس سے زیادہ منور وبہتر ہوگا
اور یہ ظاہر ہی اسواسطے کہ نور آفتاب ہرچند بے نظیر ہی مگر کسی ترکیب سے یہ خوبی میسر نہین آتی ہی بعضی اسمین ایک طرح کی تمازت ہوتی ہی اور نور تاج مزبور سراسر نور
وخوشگوار اور محض عالم روحانیت بغیر کدورت ہی واللہ سبحانہ تعالی اعلم ؀ حدیث علی رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے قرآن پڑھا اور تہ دل سے استظہار کیا پس اسکے حلال
کو حلال رکھا اور اسکے حرام کو حرام رکھا تو اللہ تعالی اسکو جنت مین داخل فرماویگا اور اسکی شفاعت اسکے خاندان کے ایسے دس آدمیون کے حق مین قبول
فرماویگا کہ جنکے سب کے حق مین آگ مستحق ہو چکی تھی۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ واحمد حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ جسنے کتاب الٰہی عزوجل
کی ایک آیت سیکھی تو یہ بھی قیامت کے روز اسکے روبرو ہنستی ہوئی سامنے آویگی۔ رواہ الطبرانی سبحان اللہ وبحمدہ اسوقت یاس واضطراب مین یہ مددگار
صمیم خالص اس سلسلۂ رحمت سے تطفی دستگیری خندان صورت عین حیات ہی اللھم ارزقنا ذلک یا رؤف بفضلک انت مولانا ارحم الراحمین ؀ حدیث
عائشہ رضی اللہ عنہا مین وارد ہی کہ جو قرآن سے ماہر ہو وہ ملائکہ سفرۃ کرام البررۃ کے ہمراہ ہی اور جو قرآن پڑھتا اور اسمین تتبع کرتا حالانکہ اسپر دشوار
ہوتا ہی تو اسکے لیے دو ثواب ہین۔ رواہ البخاری ومسلم حدیث جابرؓ مین ہی کہ جسنے قرآن جمع کیا تو اللہ تعالی کے نزدیک اسکے لیے ایک دعا مستجاب ہی چاہے دنیا مین
اسکو جلدی دے اور چاہے اسکو آخرت کے لیے ذخیرہ رکھے رواہ الطبرانی فی الاوسط اور مترجم کے نزدیک یہان جمع قرآن اسکے ظاہر شرعی احکام وتفاسیر کا علم ہی
اور ایسی حالت مین طلبہ کو چاہیے کہ اُسی کی موافقت عمل تلاوت چاہین یا کرام ابرار کی مرافقت مانگین کہ یہ عین مقصود ہی واللہ ذو الفضل العظیم ؀ حدیث
ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ جو مومن کہ قرآن پڑھتا ہی اسکی مثل مانند ترنج کے ہی کہ مزہ خوشگوار وخوشبو خوشگوار ہی اور جو مومن کہ قرآن تلاوت
نہین کرتا اسکی مثل مانند چھوہارے کے ہی کہ اسکا مزہ خوشگوار ہی مگر خوشبو نہین مہکتی ہی اور جو فاجر کہ قرآن پڑھتا ہی اسکی مثل مانند ریحانہ کے ہی کہ اسکی خوشبو
مہکتی ہی مگر مزہ تلخ ہی اور جو فاجر کہ قرآن تلاوت نہین کرتا اسکی مثل جیسے حنظلہ (اندرائن یا تھوہر) کہ مزا تلخ اور خوشبو بھی نہین ہی رواہ البخاری ومسلم اور
حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین افضل وہ کہ جسنے قرآن سیکھا اور سکھلایا۔ رواہ البخاری ومسلم اور کلام اللہ تعالی
کی فضیلت کل کلامون پر ایسی ہی جیسے اللہ تعالی کی فضیلت اپنی خلق پر ہی رواہ البیہقی مین کہتا ہون کہ حضرت باری تعالی جل شانہ کو کمال الکل ہی اور مخلوق کو شان پاک سے کسیطرح
کوئی نسبت ہی نہین اسی طرح کسی کلام کو قرآن پاک سے کوئی نسبت ہی نہین ہوسکتی ہی **التنبیہ** اس زمانہ مین بوجہ غلبۂ جہل کے مسلمانون مین یہ بہت بیجا
کہ اکثر کفار انسے معارضہ کرتے اور کہتے ہین کہ فلان شخص کی عبارت عربیہ نہایت بلیغ ہین پس تمنے جو قرآن پاک کو معجزہ مانا وہ دعوی بلا دلیل ہی
اور یہ جہلا بیچارے سوائے غصہ کرنے کے کچھ جواب نہین دے سکتے ہین حالانکہ ان کافرون کا معارضہ محض غلط مغالطہ ہی اور یہ کافر نصرانی یا
یہودی وغیرہ عربی فصیح سے محض بے بہرہ ہو کر ایسا مغالطہ دیتا ہی پس آسان جواب اور یقینی استدلال یہ ہی کہ ہر زبان کی بلاغت وکمال
بلاشبہ وہ جانتا ہی جسکی یہ زبان ہو جیسے سنسکرت کو پنڈت اور فارسی ایرانی اور انگریزی کو یورپی وغیرہ پس قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت کو عرب سے
بڑھکر کوئی نہین سمجھ سکتا اور خوب معلوم ہی کہ عرب کفار فصحا بلغا مدتون لڑا لیان لڑے حالانکہ انسے قرآن مین ادنی سورۃ کے مثل بنانے کا معارضہ
کیا گیا تھا بقولہ فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔ حتی کہ کہا گیا کہ فاتوا بآیۃ من مثلہ پھر یہانتک کہا گیا کہ فان لم تفعلوا

ولن تفعلوا

ولن تفعلوا - یعنی ہرگز کبھی نہین لاوینگے لاباتون بمثلہ ولوکان بعضہم لبعض ظہیراً بلکہ کفار عرب باوجود اس طمطراق دعوی فصاحت وبلاغت
کے یہی کہتے رہے کہ ہذا سحر مبین یہ توکھلا ہوا جادو ہے اور شک نہین کہ ان کرورون عرب مین یہودی ونصرانی واکثر بت پرست تھے پس اگر
لاسکتے یالائے ہوتے تو برملا تکذیب کرتے حالانکہ کہین نشان نہین ملا - بلکہ بہت سے اعراب جنکی فصاحت اب تک عام معروف ہے بار ہا کوئی آیت
سنتے تو اسکو سجدہ کرتے اور اُنکے ہمقوم کفار کہتے کہ کیا توصابی ہوگیا تو وہ کہتا کہ نہین قسم لات وعزی کی مگر مین اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہون
پس ہم کہتے ہین کہ یہ قطعی دلیل ہے کہ کرورون عرب قرنا بعد قرن ہمیشہ مقر رہے کہ یہ بشر کی طاقت نہین اور جبتک مسلمان نہین ہوے تو کہتے کہ یہ خالص
جادو ہے تو قطعاً معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی فصاحت وبلاغت کا معجزہ قطعی بشہادت کرورون عرب العربا ہے پھر یہ بیچارہ جو خالی زبان عربی ہی
کی فصاحت نہین جانتا اسکی جہالت خود اسپر ہنستی ہے اور وہ کس شمار مین ہے فاحفظوہ ۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مین ہے کہ جسکے جوف
مین قرآن سے کچھ نہین وہ خرابہ کھنڈل کی مثال ہے رواہ الترمذی والحاکم حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ اگر تو صبح سے جاکر اللہ تعالی کی کتاب پاک
سے ایک آیت سیکھے تو وہ سو رکعات نماز پڑھنے سے تیرے لیے بہتر ہے رواہ ابن ماجہ ۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے کتاب الہی
عزوجل کا علم حاصل کرکے اسکی پیروی کی تو اللہ تعالی اسکو گمراہی سے ہدایت پر لاویگا اور قیامت کے روز اسکو حساب کی برائی سے بچاویگا - رواہ الطبرانی
حدیث ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ قرآن پاک ایک حبل متین ہے جسکا ایک کنارہ قبضہ پاک حق عزوجل مین ہے اور دوسرا کنارہ
تمھارے ہاتھ مین ہے پس اسکو مضبوط پکڑو کہ پھر تم کبھی گمراہ نہوگے یا فرمایا کہ پھر تم کبھی برباد نہوگے ۔ رواہ ابن ابی شیبہ حدیث علی رضی اللہ عنہ مین ہے
کہ حاملان قرآن اُس دن سایہ الہی عزوجل مین ہین جس دن سوائے اسکے سایہ کے کہین سایہ نہین ہے ۔ رواہ الدیلمی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے
کہ قیامت کے روز صاحب القرآن آویگا پس قرآن جناب الہی عزوجل مین عرض کریگا کہ ای رب اسکو آرائش دے پس اللہ تعالی اسکو تاج کرامت
پہناویگا پھر عرض کریگا کہ ای رب اسکو مزید عنایت سے سرفراز کر اسکو رضوان عطا کر پس اللہ تعالی اُس سے راضی ہوگا اور صاحب القرآن کو حکم
ہوگا کہ تو تلاوت کرتا اور چڑھتا جا اور ہر آیت کے شمار سے اُسکو حسنات عطا ہونگے رواہ الحاکم اللہ تعالی نے قرآن مین فرمایا ۔ ورضوان من اللہ
اکبر الآیہ پس جنت سے بھی افضل رضوان الہی ہے حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مین ہے کہ روزہ وقرآن دونون بندہ کے لیے شفاعت کرینگے ۔ رواہ
الحاکم حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ تم لوگ قرآن پڑھا کرو کہ وہ قیامت مین اپنے لوگون کے لیے شفیع ہوگا - رواہ مسلم واضح ہو کہ قرات
قرآن ایک کرامت خاصہ اہل ایمان ہے حتی کہ یہ ملائکہ کو عطا نہین ہوئی حالانکہ ملائکہ لیےدوار ہین کہ آدمیون کی قرات سے سنین - ابن الصلاح
اُس سے ظاہر ہوا کہ قولہ تعالی ان قرآن الفجر کان مشہودا یعنی نماز فجر کی قرات مین ملائکہ حاضر ہوتے ہین تو انکی آرزو سے شوق اسی جہت سے ہے کہ اہل
ایمان کی قرات سے قرآن پاک سنین ہم حدیث ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ مین ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن کی تلاوت نے میرے ذکر ودعا
سے باز رکھا مین اُسکو دعا مانگنے والون سے افضل عطا کرونگا اور کلام اللہ تعالی کی بزرگی جملہ کلامون پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالی کی بزرگی تمام مخلوق
پر ہے رواہ الترمذی والدارمی حدیث ابوہریرہ مین ہے کہ تم لوگ قرآن کا علم حاصل کرو اور اسکی تلاوت کرو کیونکہ قرآن مجید کی مثال اُس شخص کے حق مین جسنے
اُسکو حاصل کرکے تلاوت وقیام کیا جیسے ظرف پر از مشک خالص ہے کہ اسکی پاکیزہ خوشبوئین ہر طرف مہکتی ہین اور اس شخص کی مثل جسنے قرآن حاصل
کیا مگر سوتا رہتا ہے جیسے ظرف پر از مشک ہے جسکے دہن پر بندش کی گئی ہے ۔ رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن حبان ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
ای گروہ اسلام تم کیونکر یہود ونصاری سے پوچھتے ہو حالانکہ تمھاری کتاب جو تمھارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ تر وتازہ ہے کہ تم اُسکو تلاوت کرتے ہو حالانکہ
وہ خالص ہے جسمین کچھ خلط کا نام نہین ہے اور اللہ تعالی نے تمکو اہل کتاب سے آگاہ کردیا کہ انھون نے اپنی کتاب کو تبدیل وتغیر کیا اور اپنے ہاتھون سے لکھکر کہا کہ یہ اللہ تعالی کی

طرف سے ہے بھلا جو ہمارے پاس خالص ہے یہ تمکو ان لوگون سے پوچھنے سے مانع نہین ہے۔ رواہ البخاری۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ نہین مجتمع ہوئی کوئی قوم کسی بیت الٰہی مین کہ کتاب الٰہی عزوجل کی تلاوت کرتے اور باہم درس دیتے ہین مگر آنکہ انپر سکینت کا نزول ہوتا اور رحمت انکو چھالیتی ہے اور ملائکہ انکو ہر طرف سے گھیر لیتے ہین اور اللہ تعالیٰ انکو یاد فرماتا ہے اپنے اہل قرب والون مین۔ رواہ ابوداؤد۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ تم مین سے کون شخص ہے کہ وہ اس امر کو پسند کرے کہ ہر روز بطحان یا عقیق کو جاکر دو ناقہ بزرگ کوہان بغیر گناہ و قطع رحم کے لایا کرے ہمنے عرض کیا کہ ہم سبھی اس امر کو دل سے پسند کرتے ہین پس فرمایا کہ پھر کیون نہین تم مین سے ہر کوئی صبح کو مسجد مین جاکر کتاب اللہ عزوجل سے دو آیتین سیکھتا یا پڑھتا ہے کہ وہ اسکے لیے دو ناقہ بزرگ کوہان سے بہتر اور تین آیات ایسی تین ناقہ سے اور چار آیات ایسی چار ناقہ سے مع انکے شمار تر اونٹون کے بھی بہتر ہین۔ رواہ مسلم وابوداؤد۔ یہ سمجھانے و تعلیم و ترغیب کے طور پر ہے جیسے کہا جاوے کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ ہر روز اس دریا کے کنارے جاکر دو موتی و لعل بیش قیمت بدون کسی کی رہزنی و جور و ظلم کے محض بعطاے حق عزوجل لایا کرے پس کچھ شبہہ نہین کہ دو آیات کا علم و اتقان اس سے ہزار درجہ افضل ہے م ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ جسنے کتاب الٰہی عزوجل مین سے کوئی حرف پڑھا اسکے واسطے حسنہ ہے اور حسنہ دس گونہ ہے۔ مین نہین کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ کہتا ہون کہ الف حرف اور لام حرف اور میم حرف ہے۔ رواہ الترمذی وقال صحیح پس الم کی تلاوت مین ۳۰ نیکیان ہین م حدیث ابوہریرہ رضی سے مستنبط ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کسی کی طرف ایسی نظر رحمت نہین فرماتا جیسے خوش آواز سے قرآن پڑھنے والے کیطرف توجہ فرماتا ہے والحدیث فی صحیح مسلم وغیرہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مین ہے کہ دقیامت کے روز صاحب قرآن کو ترحم سے ارشاد فرمایگا کہ تلاوت شروع کر اور درجات منزلت پر عروج کر اور اسی ترتیل سے پڑھ جیسے تو دنیا مین تلاوت کرتا تھا کہ تیرا درجہ عالی تیری تلاوت کے آخر آیت پر ہے۔ رواہ البخاری والترمذی واضح ہو کہ اس باب مین آیات و احادیث و آثار کثیرہ ہین اور قدر مذکور مین صاحب عقل کے واسطے کفایت ہے وما یتذکر الا اولوا الالباب اور صاحبان عقل ہی کو فہم و منفعت حاصل ہوتی ہے

(قسم دوم) وہ احادیث جو خاص خاص سورتون کے بارہ مین وارد ہین اور واضح ہو کہ ہر آیت و سورت کے واسطے علاوہ فضائل عامہ مذکورہ کے انواع خاص و اسرار بالاختصاص ہین لیکن اول تو وہ فہم عوام سے عالی متعالی ہین باوجودیکہ انکے انوار کا ادراک جب ہے کہ قلب نورانی ہوجاوے لہٰذا زیادہ اہتمام اس جانب چاہیے کہ صلاحیت حاصل ہو ورنہ خالی بیان سے انکو کچھ حاصل نہوگا دوم خالی بیان جو اسرار معرفت سے ہو وہ بعضے قلوب مین منجر اسکے ہوتا ہے کہ فی الحال انکو وہ فہم حاصل نہین اور بدون فہم کے خوف انکار ہے لیکن بقدر فہم ایمان عام کے جو فضائل خاص وارد ہین انکو بیان کیا جاتا ہے

(الفاتحۃ) حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مین وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت یا انجیل کسی مین ام الکتاب کا مثل نہین نازل فرمایا اور یہی سبع المثانی ہے رواہ الترمذی والنسائی والحاکم واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا احسان عظیم ظاہر فرمایا کہ ہمنے تجھے سبع المثانی و قرآن عظیم عطا فرمایا ہمارے شیخ عارف قدس سرہ نے مطالب مین ذکر فرمایا کہ قرآن مجید کے واسطے بطون و ظہور جنکا ذکر حدیث شریف کی بعض روایات مین آیا ہے انوار خاصہ ہین کہ اگر بداہۃً ظہور ہو تو بدون استعداد کے روح پرواز کر جاوے کیونکہ جذب متجانس ہے اور جب ہی تحمل ہوتا ہے کہ درجہ بدرجہ بقدر استعداد ظہور ہو اور کمال ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے لیے بمقابلہ توریت و انجیل سے قرآن پاک مین مدارج معارف بہت زیادہ عطا فرمائے یعنی آنکہ خط معارف ختم و کامل کردیا اور یہ معنی قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی سے مستنبط ہین ولہٰذا المعنی انبیاء سابقین اولوالعزم علیہم السلام کی خواہش تھی۔ پھر حسن بصری رح سے باسناد صحیح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتب سابقہ کے علوم معارف کو قرآن مین جمع فرمایا یعنی انکے معارف کے ساتھ مین قرآن عظیم کا کمال کیا اور قرآن مجید کے علوم معارف کو سورۂ فاتحہ مین جمع کیا ولہٰذا سورۂ فاتحہ کا مثل کسی کتاب سابق مین ممکن نہین ہے فلیتفکروا والی اللہ تعالیٰ المصیر م حدیث جابر رض مین ہے کہ قرآن مین بہتر سورۂ الحمد للہ رب العلمین ہے

یعنی شیخ کامل اکمل حضرت عارف ... ۱۲

رواہ احمد وغیرہ اور حدیث انس مین بروایت بیہقی والحاکم اور حدیث ابو سعید بن المعلی مین بروایت بخاری سورۂ فاتحہ کو اعظم القرآن و افضل القرآن
فرمایا ہے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ سورۂ فاتحہ دو تہائی قرآن کے موازنہ مین ہے رواہ ابو عبید واضح ہو کہ اس دار فانی مین جو معرکہ امتحان و محل اختفاء
معانی ہے حقائق اشیا پر اطلاع نہین سوا اُسکے جسکو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا وقد قال تعالیٰ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیۃ حالانکہ احادیث کثیرہ مین دنیا
کی ظاہری صورت رنگ آمیز و باطنی حقیقت قبیح نفرت انگیز بیان کی گئی لیکن اس قبیح پر اہل القلب مطلع ہوتے ہین اور اہل غرور و کفر اسکی ظاہری صورت پر
فریفتہ ہین و اسی طرح حسن خوب اعمال صالحہ نماز و روزہ وغیرہ کے حقائق مخفی کیے گئے ورنہ امتحانی حکمت باقی نہ رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت اُسی بندہ کے لیے
مخصوص فرمائی کہ اسی کی بندگی کرے پس اگر انکا حسن حقیقی عیان ہوتا اور دنیا کی صورت قبیح کھلی ہوتی تو ہر شخص اُس حسن حقیقی کی طرف راغب ہوتا اگرچہ وہ خالق عزوجل
کی بندگی کا مقر بھی نہوتا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی حضوری کے مشتاق بندون کے لیے یہ انعام و مہمانی خاص فرمائی اور یہ وہی بندے ہین جو اس حسن کو بغیر
دیکھے اسکی بندگی کے مقر ہین تو یہ انکی صدق عبودیت کی دلیل ہے کیونکہ انھون نے ان چیزون کے حسن حقیقی کو دیکھا نہین تاکہ اُسکا اشتیاق مشتبہ ہو پس وہ
خالص اپنے رب عزوجل ہی کے رضوان اکبر کے طالب ہین حتی کہ یہ رضوان اکبر ایسی کرامت ہے جسکا طفیل ضمنی یہ انوار حسن حقیقی اعمال ہین فتفکروا واللہ یہدی من یشاء
الی صراط مستقیم م **سورۃ البقرۃ و سورۃ آل عمران** حدیث انس مین ہے کہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی گئی جب اسکو شیطان سنتا ہے تو وہان سے
نکل جاتا ہے رواہ ابو عبید منجملہ اسرار کے یہ کہ اس سورہ مین اسقدر کثیر حیات سے انوار ہین کہ شیطان جو نور سے بالکل خالی یعنی محض سیاہی تاریکی ہے وہ بالکل
ضد ہے تو جیسے عالم اجسام مین ضدین مجمع نہین ہوتی ہین حتی کہ آگ گرم و خشک کے ساتھ جب سرد و تر پانی جمع ہوا تو آگ فنا ہو گئی اسی طرح عالم ارواح مین نور سے
تاریکی مرجاتی ہے پس شیطان فوراً نکل بھاگیگا کیونکہ یہ تو اسکی جان پر سوہان ہے اسی واسطے جب ہی دل مین یاد آلہی کا نور آیا اور شیطان کھسک گیا چنانچہ حدیث شریف
مین ہے کہ شیطان کی خرطوم آدمی کے دل پر ہوتی ہے حتی کہ جب ہی نے اللہ تعالیٰ کی یاد کی تو وہ کھسک کر چھپ گیا۔ اللّٰہم وفقنا لذکرک وشکرک وحسن عبادتک
مع الایمان والامن والعافیۃ وانت القریب المجیب وعلی کل شیء قدیر م اور اس باب مین حضرت ابن مسعود و ابو ہریرہ و عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم سے روایات
ہین۔ حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ مین ہے کہ قیامت کے روز قرآن پاک و اسکے موافق عمل کرنے والے لائے جاوینگے درحالیکہ انکے آگے آگے سورۃ
البقرہ و آل عمران ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون سورہ کے واسطے تین مثالین فرمائین کہ مین انکو پھر نہین بھولا چنانچہ فرمایا کہ
یہ دونون گویا چمکدار ابر ہین یا ظلتان جنمین برق چمک رہی ہے یا پرندون کا جھنڈ پر کھولے ہوے باہم برابر ملائے ہین پس یہ دونون اپنے قاری کے لیے
رحمت کی حجت کرینگے۔ رواہ مسلم والترمذی (یعنی کا بادل ۱۲) حدیث شریف مین صریح افادت ہے کہ وہان اُن حقائق حقہ کا ظہور ہو جائیگا م حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ
مین ہے کہ سورۂ بقرہ سیکھو کہ اسکا لینا برکت و چھوڑنا حسرت ہے اور مردمان بطال کو اسکی استطاعت نہوگی و سورۂ بقرہ و آل عمران سیکھو کہ یہ دونون زہراوین
ہین کہ قیامت کے روز اپنے قاری پر سایہ فرماوینگے گویا دونون غمامہ یا غیایہ یا پرندگان صواف کے دو قطار پر ملائے ہین رواہ احمد حدیث سہل بن سعد
رضی اللہ عنہ مین ہے کہ ہر چیز کے واسطے ایک سنام ہے یعنی ذروۂ اعلیٰ و چوٹی ہوتی ہے اور قرآن مجید کے سنام یہ سورۂ بقرہ ہے جسنے اسکو اپنی کوٹھری مین دن مین
پڑھا تین دن تک شیطان اسمین نہین داخل ہوگا اور جسنے اسکو رات مین اپنی کوٹھری مین پڑھا تین رات تک وہان شیطان نہین آویگا۔ رواہ
ابن حبان وغیرہ۔ حدیث مین ہے کہ جسنے سورۂ بقرہ پڑھ لی وہ تاج جنت سے سرفراز فرمایا جائیگا۔ رواہ البیہقی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
جسنے ایک رات مین سورۂ بقرہ و آل عمران کو تلاوت کیا وہ اہل قنوت مین لکھا جائیگا۔ رواہ ابو عبید یہ حدیث موقوف بمنزلہ مرفوع کے ہے کیونکہ اسمین
اجتہاد کو دخل نہین تو لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر بیان فرمایا ہے م مکحول نے روایت کی کہ جسنے جمعہ کے روز سورۂ آل عمران پڑھی پس رات تک ملائکہ
درود پڑھتے ہین رواہ البیہقی مرسلاً **آیۃ الکرسی** حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مین ہے کہ کتاب الٰہی مین سب سے اعظم آیت آیۃ الکرسی ہے۔ رواہ مسلم

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہو کہ ہر چیز کے واسطے ذروۂ اعلیٰ و چوٹی ہو اور قرآن کے لیے ذروۂ اعلیٰ سورۂ بقرہ ہو اور اسمین ایک آیت ہو جو آیات
کی سردار ہو اور وہ آیۃ الکرسی ہو - رواہ الترمذی والحاکم حسن سے مرسل روایت ہو کہ افضل القرآن سورۂ بقرہ ہو اور اسمین سب بزرگ آیت آیۃ الکرسی ہو
رواہ الحارث بن ابی سامہ حدیث ابوامامہ مین ہو کہ جسنے ہر فریضہ کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اسکو جنت مین داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہین سوا اسکے کہ موت آوے
رواہ النسائی وابن حبان حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آیۃ الکرسی چہارم قرآن ہو رواہ احمد **خواتیم البقرۃ** یعنی آمن الرسول سے آخر تک
حدیث ابو مسعود رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جسنے کسی رات مین آخر بقرہ کی دونون آیات پڑھین تو دونون اسکو کافی ہوگئین - رواہ البخاری ومسلم والاربعۃ
حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانون وزمین پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی جسمین سے دو آیتین نازل فرمائین جنکے
ساتھ سورۂ بقرہ کو ختم کیا اور انکی شان یہ ہو کہ نہین پڑھی جائینگی کسی مکان مین کہ پھر تین رات تک اس سے شیطان قریب ہوسکے - رواہ الحاکم **خاتمۂ
ال عمران** یعنی آخری رکوع حدیث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جسنے آخر آل عمران کو رات مین پڑھا تو اسکے لیے قیام شب لکھا جائیگا رواہ
البیہقی **سورۃ الانعام** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۂ انعام از نواجب القرآن ہو رواہ الدارمی وغیرہ اسکی مشایعت مین ایک گروہ عظیم ملائکہ کا تسبیح کے
ساتھ آنا مروی ہو اور انشاء اللہ آویگا **السبع الطوال** حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین ہو کہ جسنے سبع الطوال کو لیا وہ بہتر ہو رواہ احمد والحاکم **سورۂ ہود**
حدیث علی رضی اللہ عنہ مین وارد ہو کہ کسی منافق کو سورۂ براۃ وہود ویس ودخان وعم یتساءلون محفوظ نہین ہوتی ہین رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ ضعیف
**اخر اسراء** حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آیۃ العز قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل
وکبرہ تکبیرا **سورۂ کہف** حدیث ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جسنے جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھی اسکے لیے دونون جمعہ کے درمیان
نور روشن ہوگا رواہ الحاکم حدیث ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جسنے اول سورۂ کہف سے دس آیات حفظ کین تو وہ دجال سے محفوظ ہوا رواہ مسلم
حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جسنے سورۂ کہف کا اول و آخر پڑھا اسکے واسطے سر سے قدم تک نور ہوگا اور جسنے کل سورہ پڑھا اسکے لیے
آسمان سے زمین تک نور ہوگا - رواہ احمد حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جسنے رات مین قولہ تعالیٰ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ
ربہ احدا - پڑھا اسکے لیے عدن سے مکہ تک نور ہوگا رواہ البزار **سورۂ الم السجدہ** مرسل مسیب بن رافع مین ہو کہ قیامت کے روز سورۂ
الم تنزیل السجدہ آویگا اس شان سے کہ وہ اپنے دونون بازو کے سایہ مین اپنے قاری کو لے لیگا یہ فرماتا ہوا کہ تیرے اوپر کسی کے واسطے کچھ نہین ہو
رواہ ابو عبید ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ الم تنزیل السجدہ وسورۂ تبارک یعنی الملک دیگر سورتون پر ساٹھ درجہ بلند ہین رواہ ابو عبید **سورۂ یس**
حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہ مین ہو کہ یس قلب القرآن ہو جو شخص اللہ تعالیٰ ودار الآخرت کو چاہتا ہو وہ جب ہی اسکو پڑھیگا البتہ اللہ بخشدیگا
اسکو بخشیگا اور تم اسکو اپنے مردون پر پڑھو - رواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان وغیرہم - حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہو کہ ہر چیز کے لیے قلب ہو اور
قرآن کا قلب سورۂ یس ہو اور جسنے سورۂ یس پڑھا اللہ تعالیٰ اسکی قرات کے ساتھ دس بار قرآن کی قرات لکھیگا - رواہ الترمذی والدارمی -
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جسنے خالص رضاے الٰہی عزوجل کے واسطے سورۂ یس کسی رات مین پڑھا تو اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت فرماتا ہو - رواہ الطبرانی
والدارمی حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جسنے ہر رات مین یس پڑھنے پر مداومت رکھی پھر مرا تو شہید مرا - رواہ الطبرانی - **سورۃ حوامیم** - ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر چیز کے واسطے لباب ہو - رواہ ابو عبید - ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حوامیم دیباج القرآن ہو - رواہ الحاکم **سورۃ الدخان**
حدیث ابو ہریرہ مین ہو کہ جسنے حم الدخان کسی رات پڑھی تو صبح تک ستر ہزار ملائکہ اسکے لیے استغفار کرتے ہین رواہ الترمذی وغیرہ **المفصلات** ابن مسعود
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر چیز کے واسطے لباب ہو اور مفصلات قرآن کا لباب ہین - رواہ الدارمی **سورۃ الرحمٰن** حدیث علی رضی اللہ عنہ

مین ہی کہ عروس القرآن سورۃ الرحمن ہی۔ رواہ البیہقی **المسبّحات** عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہر رات خواب سے پہلے مسبحات پڑھتے اور فرماتے کہ انمین ایک آیت ہی جو ہزار آیات سے بہتر ہی۔ رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی و النسائی۔ شیخ
ابن کثیر نے تفسیر مین لکھا کہ جس آیت کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ قولہ تعالیٰ ہو الاول و الآخر و الظاہر و الباطن و ہو بکل شیٔ علیم ہی **سورۃ الحشر**
حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت فرمائی کہ جب خواب کے لیے اپنے بستر پر جاوے تو سورۃ الحشر پڑھے
اور فرمایا کہ اگر تو اس رات مین مرا تو شہید مریگا (رواہ ابن السنی) حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے صبح ہونے کے بعد آخر سورۃ الحشر سے
تین آیات پڑھین تو اللہ تعالیٰ اسپر ستر ہزار فرشتے موکل فرماتا ہی جو برابر اسکے لیے استغفار کرتے ہین یہانتک کہ شام ہو اور اگر وہ اس روز مرا تو شہید مرا
اور اگر اسنے شام کو یہ آیات پڑھین تو رات مین اسکے لیے یہی منزلت ہی (رواہ الترمذی) حدیث ابو امامہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے خاتمہ سورۃ الحشر کو
رات یا دن مین پڑھا پھر وہ اس رات یا دن مین مرا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے واسطے جنت واجب کردی (رواہ البیہقی) **سورۃ تبارک**
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ قرآن مین سے ایک سورہ ۳۰ آیات ہین جسنے ایک شخص کے واسطے شفاعت کی یہانتک کہ وہ بخشدیا گیا وہ
تبارک الذی بیدہ الملک ہی (رواہ الاربعۃ و ابن حبان و الحاکم) حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ یہ سورہ مانعہ و منجیہ ہی کہ عذاب القبر سے نجات دیتا ہی
(رواہ الترمذی) اور حدیث ابن عباس مین سورہ تبارک یعنی الملک کی نسبت ہی کہ مجھے آرزو ہی کہ یہ ہر مومن کے قلب مین ہو (رواہ الحاکم) اور حدیث
ابن مسعود رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے سورہ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھا اللہ تعالیٰ اسکو عذاب قبر سے محفوظ فرماتا ہی۔ رواہ النسائی **سورۃ سبح اسم
ربک الاعلیٰ** حدیث ابو تمیم رضی اللہ عنہ مین اسکو افضل المسبحات فرمایا۔ رواہ ابو عبید **سورۃ لم یکن الذین کفروا** حدیث اسمٰعیل
المزنی رضی اللہ عنہ مین اسکے قرات والے کی نسبت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہی کہ تجھے بشارت ہو کہ تجھکو جنت مین جگہہ دونگا کہ تو راضی ہوجاو۔ رواہ
ابو نعیم **الزلزال** حدیث انس رضی اللہ عنہ مین سورۂ اذا زلزلت کی قرات کو نصف قرآن کا معادل فرمایا۔ رواہ الترمذی **سورۃ
العادیات** حسن سے مرسل روایت مین سورۂ زلزلت اور سورۂ عادیات مین سے ہر ایک کو نصف قرآن کے معادل فرمایا۔ رواہ ابو عبید
**سورۃ الہٰکم التکاثر** حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ مین اسکی قرات کو ہزار آیات کے برابر فرمایا۔ رواہ الحاکم **سورۃ الکافرون** حدیث انس رضی اللہ
عنہ مین اسکو چہارم قرآن کے معادل فرمایا۔ رواہ الترمذی۔ حدیث نوفل رضی اللہ عنہ مین ہی کہ قل یا ایہا الکافرون پڑھکر اسکے خاتمہ پر سورہ کہ
وہ شرک سے برات ہی۔ رواہ احمد و الحاکم۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مین خواب کے وقت اسکی قرات کو شرک سے نجات فرمایا۔ رواہ
ابو یعلی **سورۃ اذا جاء نصر اللہ** حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ اذا جاء نصر اللہ کی قرات چہارم قرآن کے برابر ہی۔ رواہ الترمذی
**سورۃ الاخلاص** حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ قل ہو اللہ احد مساوی ثلث القرآن ہی۔ رواہ مسلم وغیرہ۔ اور اس باب مین
ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہی حدیث عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جسنے اپنے مرض الموت مین یہ سورہ اخلاص پڑھا تو وہ
قبر مین فتنہ سے اور ضغطہ سے محفوظ ہوا اور قیامت مین اُسکو ملائکہ اپنے ہاتھون پر پل صراط سے پار کرینگے۔ رواہ الطبرانی۔ حدیث مین ہی کہ جسنے قل ہو اللہ
احد نماز وغیرہ مین سو بار پڑھا اللہ تعالیٰ اسکے واسطے دوزخ سے برات لکھتا ہی۔ الطبرانی۔ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے قل ہو اللہ احد
دس بار پڑھا اسکے لیے جنت مین ایک محل بنایا جاتا ہی اور جسنے بیس مرتبہ پڑھا اسکے لیے دو محل اور جسنے تیس مرتبہ پڑھا اسکے لیے تین محل
بنائے جاتے ہین۔ الطبرانی۔ اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ جسنے نماز صبح کے بعد بارہ مرتبہ قل ہو اللہ پڑھا گویا اسنے چار
مرتبہ قرآن ختم کیا اور اہل زمانہ سے بہتر ہی بشرطیکہ تقوی رکھے۔ الطبرانی فی الصغیر۔ حدیث مین ہی کہ ایک شخص اپنی نماز مین بعد الحمد و سورہ کے

قل ہو اللہ احد بھی پڑھا کرتے حتی کہ دوسرون کو نماز پڑھاتے تو بھی اسی طرح پڑھتے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا آپنے ارشاد فرمایا کہ اسسے دریافت کرو کہ کیون ایسا کرتا ہو اسنے تبلایا کہ یہ سورہ حضرت باری تعالی کی توحید ہو تو مجھے نہایت محبوب ہو پس آپ سے عرض کیا گیا تو فرمایا کہ اسکو آگاہ کرو کہ اللہ تعالی اسکو محبوب رکھتا ہو۔ کما فی الصحیح - اور روایت ہو کہ جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کو تشریف لے گئے اور رومیون نے مقابلہ نہ کیا اور آپ نے وہان چند روز قیام فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ فلان صحابی نے مدینہ مین انتقال کیا ہو کیا آپ اسکے جنازہ کی نماز پڑھنا پسند فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان پس آپ کھڑے ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم جنکی تعداد ستر ہزار تھی آپ کے پیچھے صف بستہ کھڑے ہوئے حتی کہ آپ نے نماز تمام کی جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ سوائے ستر ہزار اصحابہ رضی اللہ عنہم کے دو صفین ملائکہ کی ہین ہر صف مین ستر ہزار ملائکہ ہین پس آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اسنے یہ مرتبہ کس وجہ سے پایا جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شخص قل ہو اللہ احد کو بہت محبوب رکھتا تھا حتی کہ اٹھتے بیٹھتے اسکو تلاوت کرتا تھا۔ کما فی الصحیح ایضا تنبیہ یہان سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہونے مین اول سے آخر تک برابر ہو اور یہ جو بعض آیات کے واسطے فضیلت ہو اسکے معنی بوجہ مذکور کے ہین یعنی جس آیت مین مثلاً توحید و صفات باری تعالی جل شانہ کا بیان ہو تو ذکر مین مذکور اعلی و اجل ہو اور بعض آیات مین مثلاً شیطان و اسکی سرکشی و لعنت یا فرعون و اسکی رعونت وغیرہ مذکور ہو پس کلام الٰہی و ذکر پاک ہونے سے نور ہو لیکن مذکور اسمین شیطان و فرعون کو کچھ فضیلت نہین ہو ناخفظم

## سورۃ الفلق و سورۃ الناس

حدیث عقبہ رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہؓ کو فرمایا کہ بھلا مین تجھے ایسی سورتین سکھلاؤن جنکی مثل توریت یا زبور یا انجیل مین اللہ تعالی نے نازل نہین فرمائین عقبہ نے عرض کیا کہ ضرور حضور تعلیم فرماوین آپ نے فرمایا کہ قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس - رواہ احمد حدیث ابن عابس مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز جس سے پناہ چاہنے والون نے پناہ چاہی سب سے افضل تجھے بتلاؤن مینے عرض کیا کہ جی ہان آپ نے ارشاد فرمایا کہ قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس ہین - رواہ احمد۔ حدیث عبد اللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ تو وقت شام و وقت صبح کے تین مرتبہ قل ہو اللہ احد و معوذتین پڑھ لیا کر کہ یہ تجھے ہر چیز سے کفایت کرینگی - رواہ ابو داؤد والترمذی التنبیہ واضح ہو کہ نوح بن ابی مریم اور میسرہ بن عبد ربہ اور بعضے صوفیہ نے ہر سورہ کے فضائل مین اپنی طرف سے روایت بنائی اور جب اہل الحدیث نے انسے مطالبہ کیا کہ تم جنکا نام لیتے ہو انکے ہزارون اصحاب و شاگرد اہل تقوی و دیانت مین سے کوئی روایت نہین کرتا ہو تمنے کہان سے پائی تو آخران لوگون نے اقرار کیا کہ ہمنے دیکھا کہ لوگ فقہ ابو حنیفہؒ و فتوح الشام وغیرہ و روایت محمد بن اسحق وغیرہ مین مشغول ہین اور تلاوت قرآن نہین کرتے ہین تو ہمنے نیک نیتی سے یہ روایات بنائین شیخ سیوطیؒ نے فرمایا کہ یہ روایات موضوع باطل ہین لیکن واحدی وغیرہ بعضون نے اپنی کتب تفسیر مین انکا ذکر کرنے مین بڑی غلطی کی - مترجم کہتا ہو کہ کشاف سے تعجب ہو کہ وہ اعتزال کی بیماری سے صحیح احادیث چھوڑ جاتا اور موضوعات لاتا ہو پھر وہ تو معتزلہ ہو زیادہ عجب علامہ بیضاویؒ سے ہو کہ کشاف کی تقلید مین یہ موضوعات نقل کرتے ہین اور علامۂ خطیبؒ نے سراج مین خوب کیا کہ بیضاوی سے نقل کرکے تنبیہ کی کہ یہ روایت موضوع ہو پھر الحمد للہ کہ صحیح روایات و طریقہ نقل سے جو فضائل ثابت ہو وہ مذکور ہوئے اور انہین کفایت ہو **فصل** واضح ہو کہ قرآن مجید کے واسطے خواص ہین اور بعض کا ذکر احادیث و آثار مین وارد ہو اور اکثر انمین سے اولیائے صالحین کے تجربہ سے مستند ہین و لیکن خوب واضح ہو کہ یہ انوار و برکات صدق الیقان و حسن ایمان و صدق مقال و اکل حلال پر مبنی ہین ورنہ بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہین کہ قرآن انکے حلقوم سے نیچے نہین اترتا ہو جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہو اور صالحین کی زبان سے ہر آیت شفا ہو۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مین ہو کہ تم دو شفا کو لازم کرلو شہد کو اور قرآن کو رواہ ابن ماجہ وغیرہ حدیث علی رضی اللہ عنہ مین ہو کہ بہترین دوا قرآن ہو

رواہ ابن ماجہ حدیث واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درد حلق کی شکایت کی تو آپ نے
اسکو قرأت قرآن کا حکم دیا رواہ البیہقی اور اسی کے مانند در دمینہ میں ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت کی۔ حدیث جابر رضی اللہ
عنہ میں ہے کہ سورۂ فاتحہ سوائے موت کے سب بیماریوں کی دوا ہے رواہ سعید بن منصور والبیہقی وغیرہ۔ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں ہے کہ
ہم لوگ ایک سفر میں ایک قوم پر اُترے اور انھوں نے ہماری مہمانی نہ کی ناگاہ رات کو لونڈی دوڑتی آئی کہ ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا وہ بہت
تکلیف میں ہے کیا تم میں سے کوئی جھاڑنا جانتا ہے پس ہم میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا حالانکہ ہم اسکو جھاڑنے والا نہیں جانتے تھے لیکن اسنے کہا کہ تم لوگوں
نے ہماری مہمانی نہیں کی پس میں نہیں جھاڑونگا جبتک تم اجرت نہ ٹھہراؤ پس ان لوگوں نے منظور کیا تیس بکریاں پس جاکر پھونک دیا کہ وہ اچھا
ہو گیا اور انھوں نے اجرت بھرپور ادا کی در ہمنے کہا کہ ہم آپکو راقی نہیں جانتے تھے اسنے کہا کہ واللہ میں نہیں جانتا اور میں نے تو صرف سورۂ فاتحہ دم کیا
پھر ہم لوگوں نے اس اجرت کے کھانے سے تامل کیا حتی کہ مدینہ میں پہنچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپنے اجازت دی۔ اور طویل قصہ صحیح بخاری
وغیرہ میں مروی ہے۔ حدیث سائب بن یزید میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فاتحۃ الکتاب کے دم کے ساتھ تعوذ فرمایا کما فی الطبرانی حدیث
انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب تو نے بستر پر پہلو رکھا اور سورہ فاتحہ وقل ہو اللہ احد پڑھا تو سوائے موت کے سب سے محفوظ ہو گیا۔ رواہ البزار۔ حدیث ابوہریرہؓ
میں ہے کہ جس مکان میں سورۂ بقرہ پڑھی جاوے اسمیں شیطان داخل نہیں ہوتا ہے۔ رواہ مسلم حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حضوری میں موجود تھا کہ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا ایک بھائی بیمار ہے آپ نے فرمایا کہ کیا بیماری ہے اسنے عرض کیا
کہ اسکو لمم ہے آپ نے فرمایا کہ اسکو میرے پاس لا پس اعرابی نے لاکر آپکے روبرو رکھا پس آپ نے اسپر پڑھکر پھونکا اسطرح کہ سورہ فاتحۃ الکتاب اور
اول آیہ سورۂ بقرہ اور قولہ تعالیٰ والٰہکم الٰہ واحد دو آیتیں اور آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقرہ سے تین آیات اور سورہ آل عمران سے شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو
الآیہ اور سورۂ اعراف سے ایک آیت ان ربکم اللہ الآیہ اور سورۃ المؤمنین کا آخر فتعالی اللہ الملک الحق الآیہ اور سورۃ الجن میں سے ایک آیت وانہ تعالیٰ
جد ربنا الآیہ اور سورۃ الصافات سے دس آیات اور آخر سورۃ الحشر سے تین آیات اور قل ہو اللہ احد و معوذتین پڑھکر تعوذ فرمایا پس وہ شخص اُٹھ بیٹھا گویا
کچھ بیماری نہ تھا۔ رواہ عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند باسناد حسن اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں صدقۃ الفطر کے جنی چور کے قصہ میں جو اپنی محتاجی کے
عذر سے چھوٹ جاتا اور ہر بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے پھر آویگا اور یہی ہوتا حتی کہ تیسری بار حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ
تجھے ضرور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیجاؤنگا پس اسنے التجا کی کہ چھوڑ دے اور سکھلایا کہ تو بستر پر جاکر آیۃ الکرسی پڑھ لیا کر کہ ہمیشہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی
طرف سے حافظ ہوگا اور شیطان تجھسے قریب نہوگا پھر صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ وہ خود جھوٹا ہے مگر یہ بات اسنے تجھسے سچ کہی
رواہ البخاری۔ اور مترجم نے آیۃ الکرسی کی تفسیر میں مع دیگر احادیث الباب کے ذکر کیا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی چیز تعلیم فرمائیے کہ نافع ہو آپنے فرمایا کہ تو آیۃ الکرسی پڑھ کہ وہ تیری ذات و تیری اولاد کی حفاظت کریگی اور تیرے گھر
کی حفاظت کریگی حتی کہ تیرے گرد گھروں کی حفاظت کریگی۔ رواہ المحاملی عن الحسن مرسلاً جب بستر پر جاوے تو آیۃ الکرسی پڑھے کہ کید الجن سے محفوظ ہو۔ الدیلمی عن
وعن ابن عباسؓ جب تم میں سے کسی کا جانور سرکش ہو تو اسکے کان میں یہ آیت پڑھے افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرہا والیہ یرجعون
البیہقی اور اس باب میں اسقدر کثرت آثار ہے کہ انکے بیان میں اصل مقصود میں تاخیر ہوگی حالانکہ مترجم نے اکثر اپنے اپنے مواقع تفسیر میں ذکر کیے ہیں

**فصل** جب آدمی بیان سے مستفید ہو کر مرضیات الٰہی عز وجل میں مستقیم ہوا اور اسکے کلام پاک کی تلاوت و اسکے اوامر و نواہی بجا لایا اور اسکے معانی کی
ہدایت پر مکر شیطان و نفس سے محترز ہوا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسکی جسمانی تاریک حجاب مرتفع ہوتے و انوار روحانی ظہور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

اسکو اس کتاب پاک سے وہ علم عطا فرماتا ہی جو اسنے نہین سیکھا اور نہ وہ سیکھ سکتا تھا چنانچہ طبرانی کی حدیث مین ہی کہ جب آدمی نے علم کے موافق عمل کیا
تو اللہ تعالیٰ اسکو ایسی چیز کا علم عطا کرتا ہی جو اسنے جانا نہین ہی پس ضرور ہوا کہ آدمی قرآن پاک کے حسب استعداد تفسیر و تاویل و علوم سے واقف ہو واضح ہو کہ
تفسیر چار طرح پر ہی ایک وہ کہ عرب اپنی زبان مین جانتے ہین مثلاً قولہ تعالیٰ واوتیت من کل شئی ولها عرش عظیم یعنی ملکہ سبا دی گئی ہی ہر چیز سے اور اسکے
واسطے تخت بزرگ ہی پس عرب ہر ایک اپنی زبان مین ہر لفظ کے معنی جانتا ہی دوم وہ تفسیر کہ جسکو علما جانتے ہین اور وہ مثلاً ملکہ کے متعلق حالات ہین
اور یہ فہم کہ کل چیز سے یہان مراد اسکی لیاقت کے کل چیزین ہین جو بادشاہون کے واسطے ہوا کرتی ہین چنانچہ اسکو آسمان یا ستارون وغیرہ مین سے
کچھ نہین دیا گیا تھا پس وہ تفسیر اسطرح بیان کرینگے کہ ملکہ سبا اپنے لائق ہر چیز دی گئی تھی سوم وہ تفسیر کہ بمقتضاے علم حاصل سکے
ظاہر معنی جو دو وجہ کو محتمل ہین اسمین سے ایک وجہ با قتران دلیل لیجاوی مثلاً قولہ المطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء اور قروء بمعنی حیض و طہر مشترک
ہی لیکن مثلاً بدلیل حدیث کہ باندی کے طلاق دو ہین اور اسکی عدت دو حیض ہین کما رواہ الترمذی - تو معلوم ہوا کہ آیت عدت مین قروء
بمعنی حیض ہین پس آزاد مطلقات تین حیض تک عدت بیٹھین اور اسی قسم سے وہ تفسیر جو علماے راسخین یعنی خاص سمجھتے ہین چہارم وہ تفسیر
کہ سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہی اور کبھی ایک ہی آیت مین دو جہت ہوتی ہین ایک جہت سے اسکو عام یا علما سمجھتے ہین اور دوسری جہت سے اسکو
سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہی مثلاً جنت کی راحت و خیر ہے کہ قدرت بالغہ الٰہیہ سے یہ عیش و نعمت ہمکو معلوم و یقینی ہی لیکن اسکی کیفیت و لذت ابھی
مخفی ہی اور اُسوقت معلوم ہوگی کہ جب فضل الٰہی عزوجل سے یہ نعمت نصیب ہو اور واضح ہو کہ منجملہ اسرار الٰہیہ عزوجل کے جو عقل و حکمت ہین ایک یہ امر کہ عالم
تمام جو قبضۂ قدرت حق عزوجل مین ہی اور وہ رائی سے کم حقیقت رکھتا ہی اسمین سے ہر چیز بذات خود مختار و مؤثر نہین ہو سکتی ہی بلکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز
کو جس صفت و اثر سے چاہتا ہی ظاہر فرماتا ہی صرف اتنی بات ہی کہ عموماً بندون کے لیے آثار معلومہ ہین بیان یہ کہ مثلاً ابر سیاہ نمودار ہوا تو عادت سے
تجربہ ہوا ہی کہ جھوم کر پانی برسیگا لیکن مطمئن نہونا چاہیے کہ قوم فاسق پر اُس سے آگ برسے جیسے قوم ہود کے واسطے ہوا اور اسیطرح فلان مہینہ
و موسم برسات ہی حالانکہ محتمل ہی کہ اسوقت قطرہ نہ برسے اگرچہ بادل اُٹھے چنانچہ بارہا قحط کے مواسم مین لوگون کو تجربہ ہو چکا اور اسی قبیل سے
سنگریزہ و درخت ہین کہ انکا نطق و گویائی معروف نہین ہی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو بارہا متواتر انھون نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے
گواہی دی اور اسیطرح جن چیزون کو اللہ تعالیٰ نے اس عالم مین نظر سے مخفی کر دیا ہی انکا اظہار کسی کے اختیار مین نہین ہی اور اسی قسم سے غار اصحاب کہف
ہی اور اس قسم کے امور بہت معلوم ہین اور مترجم نے بالفعل انکا بیان اسوجہ سے موخر کیا کہ اہل جہالت و کفر اسمین مرتاب و ورطۂ ضلالت مین
پڑینگے حالانکہ پارسیون کو آگ مین کودنے و نظر بندون کے تماشے کو دیکھکر اقرار کرتے اور متحیر ہوتے ہین اور یہ تنبیہ نہین ہوتی کہ حقیقی حکمت الٰہیہ اسی کہین اعلیٰ
و اشرف و الطف ہی اور اسمین کچھ وجہ ارتیاب نہین ہی لیکن جب نور نہو تو تاریکی لازمی ہی - واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب پاک مین اعجاز بلیغ
فرمایا کہ ایک ہی خطاب قدرت مین ہر درجہ کی تعلیم موجود ہی حتی کہ عامی سے لیکر پیغمبر تک ہر ایک درجہ کا آدمی اپنی استعداد کے لائق معانی و معارف
سمجھ لیتا ہی پس عامی ابتدا مین یہ جانتا ہی کہ اسمین صرف یہی معانی ہین جو مین نے سمجھ لیے پھر جب اسپر عمل سے وہ نور مزید حاصل کرتا ہی
تو عجب دیکھتا ہی کہ گویا مینے یہ آیت ہی نہین پڑھی تھی اسیواسطے حدیث علی رضی اللہ عنہ مین وارد ہوا کہ لا تنقضی عجائبہ - اسکے عجائب کبھی
منقطع نہین ہوتے ہین - اور بھید یہ کہ اسرار معارف غیر متناہی ہین پس کسی حد پر انتہا نہین ہی پس معلوم ہوا کہ یہ اعجاز مقدور بشری سے خارج ہی
اور ابتداے خطاب ایسے طور پر ہی کہ ہر عام اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہی اور اسی وجہ سے ہر پیغمبر اسکی قوم کی زبان مین آتا تھا اور یہ دلیل ہی کہ زبان عجم
کل قوم عجم پر لازم ہی اور واضح ہو کہ تفسیر کی ضرورت یہ کہ قرآن پاک علم الٰہی مین ازل سے معجزہ باقیہ دائمہ تھا لہٰذا ایسے وقت پر نازل ہوا

کہ عرب کے بلاغت و فصاحت مین نہایت غرہ تھا حتی کہ جب نازل ہوا تو اسکی بلاغت و فصاحت کے مقابلہ مین تمام عرب چپ ہو گیا حتی کہ جو ایمان بھی نہین لائے وہ اسکے سحر کے قائل ہوے پس یہ معلوم کہ وہ تو کلام الٰہی ہے اور سحر کہنا انکی جہالت تھی لیکن یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن اعلای بلاغت و فصاحت پر ہے جب صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے ظواہر اور بہت سے دقائق معانی پر خود متحیر ہوتے اور اللہ تعالی نے انکی ارواح کو کامل ظہور پر کیا تھا کہ انکی عقول نہایت صافی اور انکے اسرار نہایت وسیع تھے کیا نہین دیکھتے ہو کہ انھون نے عجم مین جو مساجد اپنی انظار نورانیہ سے قبلہ رخ بنائی ہین آج مہندس کامل انکی ٹھیک جہت پر حیران ہے اور باوجود اسکے بہت سے علوم و دقائق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے اگرچہ ابتدا مین سوال سے منع کیے گئے تھے حتی کہ علوم جیدہ و معارف دقیقہ خود انکو منکشف ہوے اور باوجود اسکے بعض امور دریافت کیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے واسطے تفسیر فرمائی اور واضح ہو اور خوب متنبہ ہو کہ اس زمانہ مین بعض سفہا ہین کہ بوجہ حماقت کے علوم قرآن کی قدر نہین جانتے اور قرآن مین دنیا کی آرایش و بیان کی زندگی و آخرت سے اعراض ڈھونڈھتے ہین بھلا یہ محض حماقت نہین تو کیا ہے حالانکہ انکو سنانے دنیا کی دلیل قطعی قرآن سے دیکھکر آخرت پر کامل توجہ چاہیے اور اسوقت معلوم ہوتا کہ راہ آخرت نہایت باریک اور بہت ہی دقیق ہے تو وہ اپنے آپ کو نہایت مشکل مین دیکھتا اور اسوقت قرآن مین تفکر و تدبر سے جانتا کہ سبحان اللہ نہایت آسانی سے مجھے نجات دی اور اسوقت جو علوم ظاہر ہونگے انکو جان سے زیادہ عزیز جانیگا کیونکہ جو شخص آگ سے جل گیا اور جان سے مایوس ہوا پھر اسکو ایک اکسیر اعظم و تریاق اکبر مل گئی جس سے وہ اس درد و تکلیف سے چھوٹ گیا تو اسے اس چیز کی قدر پوچھو اور یہ جہلا تو اسوقت کے منتظر ہین کہ بعد موت کے سب طرف سے آگ گھیرے حالانکہ اسوقت نجات کی کوئی راہ نہین ہے۔ اور تجھے معلوم ہو چکا کہ قرآن ایک عجیب کلام معجز ہے کہ اسکے معارف کا ادراک عامی سے لیکر منتہی تک کے واسطے غیر متناہی ہے لہذا شیخ جوینیؒ نے کہا کہ علم التفسیر آسان سخت ہے اور یہ لطیفہ صحیح ہے اور عامی کے واسطے مدارج عالیہ پر ترقی کی سبیل دو طرح ہے اول یہ کہ ظاہر تفاسیر کو سمجھکر عامل ہو اور وقتاً فوقتاً فضل الٰہی عزوجل دیکھتا جاوے حتی کہ اسکو انکشاف شروع ہو اور دوم یہ کہ ظاہر تفسیر سمجھکر عمل کے ساتھ قلب کی حفاظت کرے کہ یہ بہت جلد عروج کا طریقہ ہے۔ بالجملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عشرت سیر اب غیر ممکن ہے کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض برکت سے جو انکو حصول ہوتا تھا اب نہین ہو سکتا لیکن فیض مسدود نہین اور حاصل کرنا اسکی راہ ہے اور اللہ تعالی نے اسکو آسان کر دیا۔ بقولہ تعالی ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر۔ اور اللہ تعالی نے لوگون کی توجہ نکرنے پر توبیخ فرمائی۔ بقولہ تعالی افلا یتدبرون القرآن۔ وقولہ تعالی فتکون لہم قلوب یعقلون بہا۔ اور اہل غور کی مدح فرمائی۔ بقولہ تعالی یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ اور بظاہر آیات و احادیث بہت کثیر ہین۔ اور اسی علم سے فقہ و حکمت حاصل ہوتی ہے وقال تعالی یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ اور ہمارے زمانہ کے سفہا سے عجب ہے کہ وہ لوگ حکمت کے معنی کو جو فلسفہ مین مذکور ہین کہ اعیان موجودات کو بقدر وسعت انسانی دریافت کرنا بڑی جستجو سے لیتے ہین حالانکہ خود اپنی ابتدا و انتہا و اپنی ذات سے بے خبر و آغاز و انجام سے بے فکر محض گمراہی مین پڑے ہے جو چند روز بعد مر جاتے ہین اور جو کچھ دریافت کیا سب طاق پر چھوڑ جاتے ہین حالانکہ وہ بھی اٹکل و قیاس تھا کیونکہ علم کے معنی قطعی ہین جیسے کوئی عدد نہین کہ وہ طاق و جفت دونون ہو۔ اور ممکن نہین کہ زید اسی حالت و اسی وقت مین موجود و معدوم دونون ہو۔ حالانکہ انکی دریافت مین یہ بات حاصل نہین ہے خصوص اجرام سماوی مین کچھ قیاسی استدلال قائم کرتے ہین جنمین سے کوئی دلیل قطعی بدیہی نہین ہے بلکہ جیسے اللہ تعالی نے فرمایا۔ وما یتبع اکثرہم الا ظنا یعنی اکثر انمین صرف اٹکل کی اتباع کرتے ہین۔ وقال ان ہم الا یخرصون یعنی یہ لوگ تو اٹکل ہی لگانے والے ہین التنبیہ کیا وجہ ہے کہ جہلا جنکی عالی ہمت صرف حیات دنیا پر مقصور ہے کیون اٹکل پر جھپٹے ہین اور کیون علوم و معارف حقہ سے بھاگتے ہین حالانکہ علما ربانی جو انکے فلاسفہ وغیرہ فنون سے متوجہ ہے اور وہ علوم آلیہ حقیقیہ سے بھی آگاہ ہے اسکی نظر مین گویا بدیہی حماقت ان لوگون کی عیان ہے اور وہ انکی جہالت پر تعجب کرتا ہے کیونکہ اعتقادا

نہین بلکہ عقلاً اسکی نظر مین انکی جہالت عیان ہے۔ اسکی وجہ بیان کرتا ہون جسکو غور سے سمجھ لینا چاہیے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالی نے آدمی کو قواے جسمانیہ و روح خاص سے بحکمت بالغہ مرکب فرمایا پھر قواے جسمانیہ مین حواس ظاہری و باطنی حرکات دماغی سے اشیا کا ادراک کرتا ہے اور ہر جسم اپنے منافع و مضار کو جانتا اور اپنے حواس سے اسکے اسباب بہم پہونچاتا ہے حتی کہ جانورون مین بھی یہ ادراک موجود ہے کہ بکری اپنے دشمن سے بھاگتی اور شریفہ کی پتی نہین کھاتی ہے اور (بَیا) اپنے واسطے نہایت خوب جھونجھ بناتا ہے کہ جو آدمی کی ساخت سے نہین بن سکتا اور آدمی بھی اپنے حواس کو عمدہ عمدہ اسباب کی ساخت مین کام مین لاتا ہے اور مجموعی حواس ملاکر آدمی مین بہ نسبت جانورون کے زیادہ قوی و مفید ہین اگرچہ بعض حواس بعضے خاص جانورون مین آدمی سے بہتر ہوتے ہین مثلاً گدھ کی نظر و شیر کی قوت وغیرہ لیکن مجموعہ حواس سے انسان ہی ابر غالب ہے چنانچہ وہ ایسے الآت و اوزار و کلین بناتا ہے کہ سب جانورون کو مطیع کرلیتا ہے اور روے زمین پر اسی کی حکومت غالب ہے۔ پھر ان حواس کی ترکیب و ادراک صرف مادیات سے متعلق ہوتی ہے اسیواسطے یہ اوزار و کلین و فنون ریاضیہ جسقدر ہین عمر نمو مین خوب حاصل ہوتے ہین کیونکہ دماغ مین تر و تازگی سے اشکال و صورتون کی ترکیب جمتی ہے اسیواسطے زیادہ عمر مین جس شخص کو ریاضی پڑھائی جاوے باوجودیکہ بچون کا فن ہے اس بوڑھے کو نہین آتی ہے اور یہ بدیہی مشاہدہ موجود ہے۔ پھر یہ حواس جن سے مادیات کا ادراک ہے جس شخص مین جسقدر قوی ہون اور جسمین انکا تجربہ زیادہ ہو وہ سب مین ممتاز ہوتا ہے اور سب ہی اسمین شریک ہین لیکن یہ شخص ممتاز بھی ہنوز جانورون مین داخل ہے اور اسکو ایسی ترقی نصیب نہین ہوئی کہ وہ عقل کے مرتبہ کو پہونچے۔ یہان بعض جانورون کو تعجب ہوگا کہ یہی تو عقل ہے جسکا بیان ہوا اور ہمنے آدمی مین کوئی عقل دیگر نہین دیکھی۔ مین کہتا ہون کہ بیشک اللہ تعالی نے جسکو جسم سے عروج نہین دیا وہ عقل سے دور ہے اور عقل تو انوار روح کی قوت اور قلبی حواس ہین اور نور روحی کا ظہور نہین ہو سکتا جب تک حیات حقیقی حاصل نہو کیونکہ جسم درحقیقت مردہ ہے و اسکے حواس گورہ بیکار ہین لیکن اگر روح کے انوار سے عقل حاصل ہوا اور اس عقل کے موافق آدمی اس جسم و اسکے حواس سے کام لے تو وہ نعمت غیر مترقبہ حاصل کرتا ہے جسکی نظیر نہین ہے اور اگر یہ عقل نہین تو جسم اپنے حواس سے صرف اپنی راحت و آرام تن پروری کے اسباب ایک اجل محدود تک لیے حاصل کرتا اور تن پروری سے محظوظ ہوتا ہے اور جب اجل محدود آگئی تو یہ تن خاسر و اسپر عذاب پائدار ہو جاتا ہے اور اس حالت مین یہ شخص صرف جسم و اسکے حواس کے احاطہ مین ہے تو ان حواس کا عروج انتہا درجہ مادیات عالم ہین لیکن انتہا اسکی نازل ہے کیونکہ جسم اپنے مرکز ثقل کی جانب مائل ہے اور وہ زمین ہے کیونکہ اسکی ترکیب خاک و باد و آب و آتش سے ہے پس وہ مادیات و اسکے متعلق خواص و حرکات و مکنات سب قیاسات و اٹکل کو بوجہ طبعی مجانست کے مان جائیگا اور اسی مین اسکی رغبت کامل ہے لہذا وہ ان حواس و اٹکل کے لیے حقیقت امور کو ماننے مین دریغ نہین کرتا اور اگر وہ ان حواس سے عروج کرگیا اور حقیقی حیات تک فائز ہوا اور وہ اسطرح کہ اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم۔ پر صدق محبت ایمانی سے ایمان لایا اور حی القیوم سے زندہ ہوا تو وہ عقل کے مرتبہ پر فائز ہوا اسیواسطے اللہ تعالی نے اسکو زندہ فرمایا اور کفار کو مردہ فرمایا۔ وقال تعالی یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے زندہ کرنے کے امور کی جانب بلادین تو فوراً مانو پس جب یہ زندہ اور عاقل ہوا تو تاریکی سے خارج ہوتا جائیگا۔ قال تعالی اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور۔ حتی کہ اسکے تمام جسم کو طاعات کے انوار سے منور فرماتا ہے اور وہ شمع ایمان جو قلب مین روشن ہے تمام جسمانی رگ و ریشہ مین اسکی روشنی فائز ہوتی ہے چنانچہ تفسیر قولہ تعالی اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیہ کے تحت مین دیکھو۔ اور قولہ تعالی افمن جعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس الآیہ کی تفسیر مین دیکھو۔ پس یہ عقل ہے کہ جو باطن کی جانب سے انوار روحانیہ کی روشنی ہے قال تعالی وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ و یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون چنانچہ شرک و کفر کی پلیدی اللہ تعالی نے ان لوگون پر ڈالی جو عقل نہین رکھتے ہین۔ کیونکہ روے زمین تمام کافرون سے بھری ہے اور انکی باتون پر غرہ نہو کہ وہ سواے

ان حواس کے عقل کے معنے نہین جانتے ہین بھلا وے کب اقرار کرینگے کہ ہمین عقل نہین ہے کیونکہ قوت حواس کے سواے وہ لوگ عقل کی صورت سے کبھی آگاہ نہین ہوئے ہین پس یہ بیچارے معذور ہین کہ جس شخص نے جنسی کبھی لذت جماع نہین پائی وہ کیا جانے اور جس نے کبھی شیرینی نہین چکھی وہ کیونکر بیان کرے ۔ اور اس سے تجھے معلوم ہو گیا کہ آدمی مین یہی عقل کا نور ہوتا ہے حالانکہ حواس مین قوت نہین ہوتی ہے مثلاً جسم ہی ضعیف ہو وقال تعالی ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الامن سفہ نفسہ یعنی ملت توحید سے وہی منہ موڑیگا جو سفیہ النفس بےعقل ہو ۔ اسیواسطے ابوحنیفہؒ نے استنباط فرمایا کہ مومن کبھی سفیہ نہین ہوتا حالانکہ یہ گروہ کفر ہر ایسے شخص کو بے وقوف جانتے ہین جو انکے مانند حواس رکھتا ہو کیونکہ انکی اصطلاحی عقل تو یہی حواس ہین اور بیشک اُس شخص کے حواس مین قوت کفر نہین ہے تو وہ بیشک کافرون کی عقل نہین رکھتا حالانکہ بحمد اللہ سبحانہ تعالی وہ حقیقی عقل رکھتا ہے اور معارف حقیقیہ مین وہ ایسے معارج عالی پر ہے کہ وہان کسی کافر کا نشان ہی نہین ہے پھر اسکو ان جانورون کے استعجاب وطعن سے کچھ باک نہین ہونا چاہیے وقد قال تعالی ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم آذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل واولئک ہم الغافلون پس درحقیقت گروہ کفر وشرک جانورون سے بدتر اور محض غافل لوگ ہین جنکی ہمت دنی صرف اسی حیات دنیاوی مین منحصر ہے لا جرم یہین ہی انکا مستقر ہے کیونکہ اس پستی سے عروج نہین اور عقل مرد کہ اس ناگاہ کو دیکھین ۔ قال تعالی واضرب لہم مثل الحیوٰۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض الآیہ یعنی ان کافرون کے واسطے حیات دنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے ہمنے آسمان سے پانی نازل فرمایا جس سے زمین کے پیداوار گنجان نکلے پھر دیر نہ گذری کہ وہ ہوا مین تنکے اُڑے پھرتے ہین ۔ اسیطرح آدمیون کی پیدایش وقوت مین بہت کم فرق ہے پھر ان لوگون کی ہمت جس چیز کی جانب بدنارت سے مائل ہے سو کچھ بھی عقل ہے اعاذنا اللہ من ذلک الضلال ۔ **فصل اصحاب عقل سے خطاب ہے** کہ ای بندگان حق تم تو کلام ربانی سے مستفید ہو اور عقل کی نعمت سے حکمت حاصل کرو ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حکمت معرفت قرآن ہے کہ اسکے محکم ومتشابہ ومقدم ومؤخر وحلال وحرام وامثال وعبرت سے آگاہ ہو ۔ رواہ ابن ابی حاتم ۔ قولہ من یؤت الحکمۃ ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ یعنی تفسیر القرآن ۔ کیونکہ تلاوت تو ہر شخص کرتا ہے ۔ رواہ ابن مردویہ من طریق جویبر عنہ ابو الدرداءؓ نے کہا کہ حکمت مع تلاوت وفکرت ہے رواہ ابن ابی حاتم ۔ یہی قول مجاہد وابو العالیہ وقتادہؒ کا ہے ۔ رواہ ابن جریر قال تعالی وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون یعنی یہ سب تو لوگون کے لیے ہم ضرب المثل بیان کرتے ہین اور سواے عالمون کے اسکو کوئی عقل مین نہین لاتا ۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ لوگ مطلقاً تلاوت کرتے ہین اور اسکو معانی وحقائق تفسیر سے معلوم کرنا علما کو نصیب ہے پس جسنے اسکی تفسیر جان لی وہ زمرہ علما مین داخل ہے ۔ عمرو بن مرۃؒ سے روایت ہے کہ جب مین کسی آیت پر گزرتا کہ جسکی تفسیر مجھے نہین معلوم ہے تو مین غمگین ہوتا تھا اسواسطے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ۔ وما یعقلہا الا العالمون رواہ ابن ابی حاتم ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو شخص قرآن تلاوت کرتا اور اُسکی تفسیر نہین جانتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اعرابی شعر پڑھتا رہتا ہے ۔ رواہ ابو ذر الہروی ۔ اور اسی باب مین صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے کثیر روایات ہین ۔ بالجملہ قرآن الٰہی منبع ہر حکمت ومعدن ہر فضیلت ہے اور اسی کی تفسیر جاننا حصول نعمت ہے **فصل کیفیت تفسیر وآداب مفسر** علما نے کہا کہ جو شخص کتاب الٰہی عزوجل کی تفسیر چاہے تو اولاً اسکو خود کتاب الٰہی سے تلاش کرے کیونکہ جو ایک جگہ مجمل ہے وہ دوسری جگہ مفسر ہے اور جو ایک جگہ موجز ہے وہ دوسری جگہ مبسوط ہے پھر اگر یہ اسکے ادراک سے باہر ہو تو اسکی تفسیر کو حدیث سے تلاش کرے کیونکہ حدیث بالکل تفسیر قرآن ہے ۔ حتی کہ شافعیؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ حکم فرمایا وہ آپنے قرآن مجید سے معلوم کیا ہے بدلیل قولہ تعالی انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ الآیہ ۔ اور حدیث مین ہے کہ مجھے قرآن مجید اور اسکے مثل عطا کیا گیا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ عکرمہؒ نے بحر ابن عباسؓ سے حدیث کے واسطے قرآن سے اصل دریافت کی او بارہا خود بیان کی چنانچہ انشاء اللہ تعالی مواقع آیات مین معلوم ہوگا ۔ اگر

سنت مین نہ پاوے تو اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم جو شاہد مشاہد الوحی ہین انکی تفسیر بمنزلہ مرفوع ہے کما ذکرہ الحاکم الشیخ ابو طالب الطبری نے اوائل تفسیر مین فرمایا
کہ منجملہ شروط مفسر کے یہ کہ اعتقاد صحیح ولزوم سنت پر مستقیم ہو ورنہ جسکے اعتقاد مین نقص ہو اسکو دنیاوی معاملات مین ماموں نہین رکھتے ہین تو کیونکر دین
واسرار الٰہی مین اسکی بات پر اعتماد ہوگا اور شک نہین کہ وہ فتنہ برپا کریگا جیسے باطنیہ و روافض کا حال ہے۔ اقول صاحب کشاف معتزلی نے بارہا
ذیل مین بطور ضلالت معتزلہ ایسی خفی تفسیر کی کہ بہت سے عوام اسمین دھوکا کھاتے ہین اور اس زمانہ مین فرقہ نیچر ایک فرقہ ہے جو ہر طرح عوام پر
اپنا نام و دعوی اسلام ظاہر کرتے اور اعتقاد و اقوال مین محض ملحد ہین انکے اعتقادات باطلہ مین سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکمال عقل کے
اسوقت کے خیالات کے موافق یہ احکام جاری کیے اور بہت سے امور اسمین موافق اسوقت کے خیالات کے بیان کیے جو فی الواقع نہین ہین
جیسے آسمان ندارد ہے اور زمین گرد آفتاب گھومتی ہے اور ملائکہ وجن وغیرہ غیر محسوسات کوئی چیز نہین ہین اور یہ سب کفر والحاد و زندقہ ہے اور
بحمد اللہ تعالیٰ مترجم نے آیات کی تفاسیر مین تحقیقات کی اور انکے اقوال فاسدہ کے بطلان کے لیے علیحدہ رسالہ لکھا ہے اور عجب کہ انمین سے بعض نے قرآن کی
تفسیر کے نام سے الحادی کتاب لکھی اور اسکی غرض اصلی یہ کہ عوام مسلمانون کے اعتقاد مین فتور پیدا کرے اعاذنا اللہ تعالیٰ وجمیع المومنین من فتنۃ تلک
الدجاجلۃ۔ اور حدیث صحیح کا معجزہ صادق آیا کہ بہت سے گروہ میری امت کے ملحدین و مشرکین مین شامل ہو جاوینگے ثم قال الشیخ وازانجملہ مفسر پر
واجب ہے کہ وہ اس تفسیر پر اعتماد کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا صحابہ رضی اللہ عنہم یا انکے حاضرین تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے
وارد ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ تبع تابعین مثل سفیان الثوری وغیرہ سے بھی جو قول آیا وہ انکے تقوی و ورع سے اسی پر محمول ہے کہ انھون نے کسی تابعی سے
بطور وثوق حاصل کیا ہے کیونکہ قرآن مجید مین راے سے کہنا کبیرہ گناہ ہے ثم شیخ نے کہا کہ جدید قول وحدث و بدعت سے اجتناب کرے۔ اور
اگر اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم متعارض نظر آوین توانمین جہانتک جمع کرنا ممکن ہو توفیق دے مثلاً الصراط المستقیم کے معنی مین سب اقوال کا مرجع
ایک ہی معنی کے جانب ہے اگرچہ عبارات مختلف ہین پس ایسا قول اختیار کرے جسمین سب داخل ہین کیونکہ طریقہ قرآن وسنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم و ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما مین کچھ بھی مخالفت نہین ہے کیونکہ تمام صحابہ وتابعین متفق ہین کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سیرت عین موافق
بسیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے پھر انکے بعد البتہ جو کچھ فتنہ پھیلا وہ پھیلا اور وہ بھی آخر زمانہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا
پھر اگر ان اقوال مین موافقت ممکن نہو تو اس باب مین جو تفسیر مسموع مرفوع ہے اسی پر اکتفا کرے اور اگر مرفوع حدیث نہو تو موافق قواعد اصول کے ان اقوال
مین سے کسیکو ترجیح و تقویت دے۔ مترجم کہتا ہے کہ مجھے بعض محققین کا قول درست معلوم ہوا کہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم مین کہین تعارض نہین ہے اور مترجم نے
بہت سے مقامات پر وفاق کا اشارہ کیا لیکن بعض وجوہ کا معلوم کرنا ضرور ہے ازانجملہ یہ کہ کبھی بعض سلف سے بعض روایت ثبوت نہین ہوتی ہے
لیکن بعضے متاخرین بحذف اسناد اسکو ذکر کرتے ہین حالانکہ انمین ضعف معروف تھا پھر متاخرین پر اسکا مفہوم دشوار ہوگیا اور کبھی اسناد صحیح ہوتی ہے
لیکن راوی نے اسکے مفہوم مین خطا کی اور اپنی مفہوم کو روایت کیا اور کبھی مفہوم مین خطا نہین مگر تفسیر مذکور مواقع ومحل کے بطور جواب ہوتی ہے
جسکو راوی نے عموماً روایت کیا اور کبھی اصل تفسیر بطور نص کے صحیح ہے اور دوسرے عالم سے بطور اشارہ و دلالت کے دوسرے معنی مروی ہین حالانکہ ان
دونون مین درحقیقت کچھ منافات نہین ہے حتی کہ اکثر ایک ہی صحابی سے ایسی دو تفسیرین وارد ہوتی ہین اور اسی قبیل سے اسباب نزول مین
ہوتا ہے کہ آیت کے نزول کے وقت ایک واقعہ خاص تھا جسکا حکم اس آیت کریمہ سے لیا گیا اور یہ حکم خاص ایک صحابی نے روایت کیا پھر آیت کریمہ
کا حکم قیامت تک جسطرح امت پر لازم ہے وہ دوسرے صحابی نے روایت کیا تو دونون مین کچھ منافات نہین ہے ازانجملہ تفسیر مین اختلاف کبھی بربناے
لغت عرب بمعنی اجتہاد ہے مثلاً قولہ تعالیٰ ثلثۃ قروء اس قرء لغت مین کبھی بمعنی حیض آتا اور کبھی بمعنی طہر آتا ہے پس اول پر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ

مطلقہ عورتین تین حیض تک انتظار کرین اور دوم پر معنی یہ کہ تین طہر تک انتظار کرین از انجملہ ایک مقام پر حکم مطلق ہے مثلا بردہ آزاد کرنیکا حکم ہے اور ظاہر یہ کہ بردہ یعنی لونڈی غلام کبھی کافر کبھی مومن ہوتا ہے اور کفارہ قتل مین بردہ مومنہ آزاد کرنیکا حکم ہے پس اگر مطلق کو مقید پر محمول کرین تو اول مقام پر بھی یہی معنی ہونگے کہ بردہ مومن یعنی ایمان والا بردہ آزاد کرو بالجملہ جمیع امور چنین وجوہ اجتہاد جاری ہین وہ اختلافات نہین ہین اور نہ از قبیل تفسیر ہین کیونکہ کلام الٰہی عزوجل کے واسطے کوئی مجتہد یہ نہین کہہ سکتا کہ کلام کے یہی معنی ہین از انجملہ نہایت ضروری تنبیہ وہ ہے جو مترجم نے شروع فصل تفسیر مین بیان کی کہ تفسیر کے چار مراتب ہین اور یہ معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سعید بن منصور نے سنن مین بسند صحیح روایت کیے ہین لہذا کہا گیا کہ متشابہات حروف مانند قولہ تعالیٰ الٓمٓ مین یہ معنی منصوص ہین کہ لایعلم تاویلہ الا اللہ اور یہان وقف کر کے شروع کیا کہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ اور یہی حضرت ابن عباس وغیرہم سے مروی ہے اور باوجود اسکے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے الٓمٓ کی تفسیر بھی باسناد صحیح مروی ہے پس وجہ یہ ہے کہ تاویل کے معنی خاص ہین یعنی مآیؤل الیہ الامر اور یہ ایک قسم تفسیر ہے جسکی نسبت ابن عباس رضی نے فرمایا کہ وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے پس تاویل کی اس معنی پر قراءت مین الا اللہ تعہ پر وقف ہے اور دوسرے معنی تاویل کے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مراد تک وصول نہین لیکن علماے راسخین اسکے مفہوم سے کچھ اشارات سمجھتے ہین کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ جسنے علم کے موافق عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو ایک ایسا علم عطا فرماتا ہے جو اُسنے نہین جانا اسیواسطے راسخین فی العلم کی تفسیر مین وارد ہوا کہ وہ عالم جسنے اپنے علم کے موافق عمل کیا پس معلوم ہوا کہ راسخین فی العلم کو بعض علوم اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے تو الٓمٓ مین بھی انکو بعض معانی کا علم ہو لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے الٓمٓ کی تفسیر مین بھی روایت صحیح ہے بلکہ بعض اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے پس یہ تاویل نہین بلکہ تفسیر ہے و لہذا ایک قراءت مین بھی وقف فی العلم پر ہے یعنی لایعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم تعہ پھر قولہ تعالیٰ یقولون آمنا بہ الآیہ شروع ہے پس دونون قول کے موافق آیت کریمہ یون لکھی جاتی ہے لایعلم تاویلہ الا اللہ تعہ والراسخون فی العلم تعہ یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا الآیۃ پس دونون قول اپنی اپنی وجہ پر حق ہین اور دونون مین کچھ منافات نہین ہے اور مدار یہ کہ تاویل سے اگر حقیقت و مآل مراد ہے تو یہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور اگر تفسیر بعطاے الٰہی مراد ہے تو اللہ تعالیٰ یہ بھید اپنے بندون مین سے راسخین فی العلم کو عطا فرماتا ہے کہ وہ بعض اسرار سمجھتے ہین جو عوام نہین سمجھتے ہین و لہذا ضرورت ہے کہ تفسیر کیواسطے اسلام ہو جو راسخ فی العلم ہے اور کچھ شک نہین کہ قلب منور و محفوظ مین جب وساوس شیطانیہ و ہواجس نفس کا خطور نہین تو جو علم اسمین حاصل ہو وہ از جانب حق عزوجل تفہیم ہے اور بھید یہ ہے کہ افعال عباد سب مانند بندون کے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہین تو تفہیم بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے حاصل ہوگی چنانچہ بکریون کے کھیت کھا جانے کے معاملہ مین جو محاکمہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا تھا فرمایا ففہمناہا سلیمان یعنی اس واقعہ کا حکم ہمنے سلیمان کو تفہیم فرمایا پس معلوم ہوا کہ باوجود نبوت حضرت داؤد علیہ السلام کے تفہیم حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوئی حالانکہ یہ داؤد علیہ السلام کے پسر ہین و حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ فہم اعطی الرجل فی القرآن یعنی فہم جو آدمی کو کتاب الٰہی سمجھنے مین عطا ہوتی ہے کما فی البخاری حتی کہ جب اللہ تعالیٰ نہین چاہتا تو قبل مین کتاب الٰہی ہونے سے بھی کچھ نفع نہین پاتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ تونے نہین دیکھا کہ یہود و نصاریٰ ہین کہ انکو توریت و انجیل سے کچھ نفع نہین حاصل ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ مفسر کے شرائط سے یہ کہ قلب صالح رکھتا ہو چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ یہ مضغہ جب صلاحیت پر ہوتا ہے تو تمام جسم صالح ہو جاتا ہے اور اسکے فساد سے تمام جسم فاسد ہوتا ہے اور قلب کی اعلیٰ اصلاح یہ ہے کہ اسمین اعتقاد راسخ موافق سنت نبوت و اجماع سلف رضی اللہ عنہم ہو کہ یہی نور ربانی ہے اور اسی سے بندہ عالم ربانی ہوتا ہے قال تعالیٰ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب بما کنتم تدرسون اور خوب متنبہ ہو کہ یون تو ہر شخص مدعی ہے کہ مین مومن صادق الایمان ہون لیکن اسکے واقعی حال سے سوائے اللہ تعالیٰ عزوجل کے کوئی آگاہ نہین کیونکہ وہ مقطعین مومنین سابقین کہ جنکو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا و راضی ہوا ہے نہین معلوم کہ

یہ انمین سے ہو یا نہین ہو بلکہ ہم خوب جانتے ہین کہ یہ اس مرتبہ کمال پر نہین ہین لیکن ہم قطعاً جانتے ہین کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے یہ اوصاف کمال قطعی
حاصل تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے قرآن مین منصوص فرمایا بقولہ اولٰئک ہم الصادقون و اولٰئک ہم المومنون حقا و رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ
اور بکثرت آیات و دلائل و اضحہ مثل آفتاب کے روشن ہین تو جس شخص نے اعتقاد مین انسے اختلاف و تغیر نہین کیا وہ بھی قطعاً اعتقاد کی راہ سے اعلیٰ صلاحیت پر ہے
پس حاصل یہ نکلا کہ مفسر کی شرط یہ کہ اعتقاد مین سلف صالحین کے مطابق ہو اور اعمال مین ثقہ ہو شیخ نے لکھا کہ مقصود بہتری و سداد ہو اور اسمین جہد بلیغ مد نظر
رکھے یعنی تفسیر سے غرض اصلاح و نفع اسلام و صلاح مومنین ہو و قال تعالیٰ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا یعنی جنھون نے ہمارے بارہ مین جہد کیا ہم ضرور انکو
اپنی راہون کی ہدایت فرماوینگے مترجم کہتا ہے کہ ان راہون سے مراد ہر شخص کی مرتبت و وصول بقدر سعادت ازلی ہے جنید نے فرمایا کہ ہر نفس کے واسطے اللہ تعالیٰ تک
اسکی راہ خاص ہے ہم شیخ نے کہا کہ پھر یہ مقصود اسکو جب ہی خلوص کے ساتھ حاصل ہوگا کہ جب وہ شخص مفسر دنیا سے بے رغبت ہو ورنہ شیطان اس
راغب دنیا کے واسطے کمینگاہ رکھتا ہے کہ مقصود صواب سے روک دے شیخ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسطرح صحابہ رضی اللہ
عنہم پر قرآن پاک تلاوت فرمایا اسیطرح انکو معانی تعلیم فرمائے اور قولہ تعالیٰ لتبین للناس ما نزل الیہم الآیہ مین تلاوت و تعلیم معانی دونون شامل ہین بلکہ
تعلیم معانی خصوصاً عرب کے واسطے اولیٰ و اقدم ہے اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے کہا کہ ہمکو حدیث پہونچی کہ حضرت عثمان و عبد اللہ بن مسعود وغیرہ جو قرآن پڑھاتے تھے
وہ خود جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات پڑھتے تو آگے نہین پڑھتے حتی کہ جو کچھ اسمین علم و عمل ہے سب حاصل کر لیتے چنانچہ انھون نے فرمایا
کہ ہمنے علم و عمل ساتھ ہی حاصل کیا ہے لہذا حفظ سورہ مین انکو مدت گذر جاتی تھی مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ لتبین للناس ما نزل الیہم مین تنبیہ
بلیغ ہے کہ آنحضرت صلعم کو بندون کی تعلیم کا حکم فرمایا اور آپ کی دعوت تمام عرب و عجم سب کے واسطے عام ہے پس عجم کے واسطے یہ تعلیم آپ کی نیابت
مین بذریعہ خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم پوری کی گئی پس قطعاً یہ خلافت نبوت و خلافت حقہ تھی پس فرقہ رافضہ سخت جاہل و منکر احکام قرآن ہے
ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم مین جب کوئی شخص سورہ بقرہ و آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری آنکھون مین بزرگ ہو جاتا تھا۔ رواہ احمد
حالانکہ محض حفظان سبکو ایک ہفتہ مین بہت آسان تھا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آٹھ برس مین سورہ بقرہ حفظ فرمائی۔ رواہ الموطا یہ صرف تدبر و تفکر
معانی و علوم نفیسہ جسبہ کثیرہ عظیمہ مین کہ انکی انتہا تک وصول غیر ممکن ہے و قد قال تعالیٰ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد
کلمات ربی۔ یعنی کہدے کہ اگر تمام سمندر میرے رب عزوجل کے کلمات کے لیے روشنائی ہو جاوے تو میرے رب عزوجل کے کلمات تمام ہونے سے
پہلے یہ روشنائی سمندر ختم ہو جاویگا و قد قال تعالیٰ و لو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیہ۔ بجمال حسن بلاما بالقیاسی یعنی مین نص ہے پس جہد
تفسیر کے واسطے عمر قلیل ہے اور معنی یہ نہین کہ آٹھ برس مین سورہ بقرہ پوری کر لی بلکہ معنی یہ کہ اسی قدر پر اکتفا کیا کہ آیندہ سب کا حاصل کرنا چاہیے
ہے پس بقدر کفایت لیا جاوے کہ عمر کوتاہ ہے و قد قال تعالیٰ کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاتہ یعنی ہمنے تیری جانب یہ کتاب مبارک نازل
فرمائی تاکہ اسکی آیات مین تدبر کرین اور مشرکین پر ملامت فرمائی بقولہ تعالیٰ افلا یتدبرون القرآن یعنی قرآن مین صدق دل سے کیون غور و فکر نہین
کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے اس تدبر کا نتیجہ ان لوگون کے حق مین فرمایا کہ فتکون لہم قلوب یعقلون بہا یعنی تدبر کی توفیق پاتے تو انکے واسطے ایسے
قلوب حاصل ہوتے کہ جنکے ذریعہ سے انکو عقل ہوتی مترجم کہتا ہے کہ یہ زندگی ہے بذریعہ حیات انوار روحی بحیات الحی القیوم اور اسکی توضیح اوپر گذر چکی بالجملہ
صحابہ رضی اللہ عنہم جو خلاصۃ الامم واسطے خلاصۃ الانبیا خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ازل مین مختار و ممتاز ہوئے تھے
انکی توجہ تفسیر القرآن کی جانب بشان مذکور بکمال اہتمام راجح تھی اور یہ امر ظاہر ہے کہ آدمی کسی فن طب وغیرہ کی کتاب پڑھتا تو اسکے شروح و
معانی مین سعی و کوشش کرتا ہے حالانکہ وہ صرف اسی چند روزہ زندگی کے لیے ہے اور بعد الموت کچھ نہین پھر یہ کیونکر ہوگا کہ آدمی عین

قرآن مین کوشش نکرے اور خصوص صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب یہ گمان کرنا محض غلطی ہو حالانکہ قرآن پاک عین الحیات و روح مومن و حبل المتین و دنیا مین بطور خفا اور بعد موت کے عیانا اسکا سر تاج حامی ہو اور یکے سایۂ عاطفت مین جو سلطنت اسکے مومن کو حاصل ہو گی بس خرابۂ دنیا مین اسکی شان بتلانا مشکل ہو واضح ہو کہ مترجم نے بفضل الٰہی عزوجل سابق مین ذکر کیا کہ محققین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر مین جو اختلاف منقول ہوا اگرچہ بہت کم ہو وہ بھی درحقیقت اختلاف نہین بلکہ بعضے افہام ہم لوگون کے بوجہ نقص کے ادراک نہین کرتے ہین اور علماء راسخین ادراک کر لیتے ہین اور واضح ہو کہ تفسیر بالرای کبیرہ گناہ ہو اور مثال یہ کہ مثلاً قولہ تعالیٰ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ یعنی پھر ہمنے کتاب پاک انکو میراث دی جنکو ہمنے اپنے بندون سے برگزیدہ فرمایا سو بعض انمین سے اپنے نفس پر ظالم ہین اور بعض معتدل ہین اور بعض باذن اللہ نیکیون کے ساتھ سبقت کرنے والا ہے مترجم کہتا ہو کہ اگر کوئی شخص ظالم کی تفسیر کرے کہ وہ فرائض و واجبات مین عاصی ہو تو یہ تفسیر جہالت و باطل ہو گی و در صحیح مرفوع مین آیا کہ تینون قسم والے بہتری پر ہین مترجم کہتا ہو کہ خود آیت کریمہ مین فرمایا کہ جنکو ہمنے برگزیدہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ نفس پر ظلم بحق شرعی ہو نہ بمعصیت شرعی اور اس کلام معجز کی تفسیر مین جو علوم و حقائق محتوی ہین ایک کتاب کبیر مین آوین اور پھر بھی اپنی کوتاہی پر ندامت ہو گی در روح مومن انکی حلاوت و لذت سے پرواز کرے تو عجب نہین ہو فسبحان اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم وہو العلیم الخبیر۔

**فصل** ۔ طبقات مفسرین کے بیان مین معلوم ہو چکا کہ مرجع تفسیر خود بعض آیات بعض ہو یا حدیث یا تفسیر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم پس یہان اسی سلسلہ سے طبقات کا بیان ہو واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین درباب تفسیر قرآن پاک کے غایت حفظ و احتیاط مرعی تھی اور بدون کمال رعایت کے قرآن پاک کی تفسیر مین کوئی حرف زبان سے نہین نکالتے تھے حتی کہ بعض اکابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ مجھے کون آسمان اپنے نیچے چھپا دیگا اور کون زمین اٹھا دیگی اگر مین نے قرآن مین کچھ زبان سے نکالا جسکا مجھے علم حاصل نہین ہوا ہو کما روی فی السنن اور حدیث مرفوع ہو کہ جسنے قرآن مین رائے سے کہا وہ کافر ہوا۔ الصحاح و السنن اور طریقہ تفسیر آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ یہان غرض یہ کہ بوجہ کمال احتیاط و خوف کے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت قلیل تفسیر مروی ہو اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے تفسیر فرمائی وہ مشہورین دس ہین چارون خلفاے راشدین یعنی حضرت ابوبکر الصدیق و عمر فاروق و عثمان ذی النورین و علی رضی اللہ عنہم و عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عباس و ابی بن کعب و زید بن ثابت و ابو موسیٰ اشعری و عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم پھر خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم مین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے قلیل تفسیر کی روایت ہو اسوجہ سے کہ بعد وفات آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسیلمہ کذاب وغیرہ نے دعوی نبوت کیا اور اعراب کوہ و بیابان پھر مرتد ہو گئے اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ بزور شمشیر ان لوگون کو مسلمان کیا اور وہ عنایات الٰہی عزوجل جو ان جہادون مین شامل حال ہوئین ایک معجزۂ عظیمہ صدق رسالت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و برہان قطعی صدق خلافت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہو اور اعراب مرتدین ایک جماعت عظیم تھے کہ انکو اللہ تعالیٰ نے مغلوب کیا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت اول تو بہت قلیل قریب دو سال تھا۔ دوم وہ ان مرتدون کے مسلمان کرنے مین مصروف ہوا اور بعد اسکے آپنے عرب کو جلد و شام و عراق پر روانہ فرمایا حتی کہ دمشق تک آپ کی حیات مین فتح ہوا۔ سوم آپ کی حضوری مین اکثر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر تھے پس بہت کم بذات خاص تعلیم کی طرف کوئی امر باعث ہوا بلکہ امر اہم خلافت اعلاے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ازہاق کلمہ شرک و نصرانیت تھا اور اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک مین تمام بلاد شام و فارس و مصر وغیرہ فتح ہوئے اور کمال عنایت جانب اعلاے کلمۃ اللہ تعالیٰ مصروف رہی حالانکہ خلیفہ برحق رضی اللہ عنہ کی حضوری مین اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے جو لوگون کو تعلیم فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو فیض عطا فرمایا اسکے دعوت ختم رسالت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ آپ کے خلیفۂ اول و دوم کے تمام ملکون مین پھیل گئی

اور اسی طرح باقی بلاد اسلام خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک مین فتح ہوے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک مین وعدہ فرمایا تھا
اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی پورا کیا لیکن حضرت خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضور مین زمانہ فتن کو ترقی ہوگئی اور
خود آپ کو خوارج و روافض سے آگاہی ہوچکی تھی پس باوجود ان مشاجرات کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضور مین سائلین علم بہت ہوے کیونکہ زمانہ صحابہ
رضی اللہ عنہم قریب گزرنے کے آگیا اور کثرت شہادت سے سرفراز ہوئے پس تابعین کو دریافت سے چارہ نہ تھا و اکثر خطابات خطبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ
عنہ مین یا دو ہائی زمانہ مبارک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و تثبت و استقامت کی نصیحت ہے اور یہی خطبات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع مشاورت
نظام عدل شریعت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین بوجہ فتن متوحشہ کے ضرورت اعلام زائد ہوئی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتن کا ذکر
کیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا امیر المومنین آپ کو ان فتنون سے کیا غرض ہے کیونکہ دروازہ بند ہے حالانکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت
کرتے ہین کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسطرح جانتے تھے جیسے آج کے پیچھے کل ہونا معلوم ہے اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس
مین قس نصرانی سے پوچھا کہ تونے مجھے کیونکر پہچانا کہ مین حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ دوم ہون حتی کہ تونے مجھے دیکھکر شہر سپرد
کر دیا اُسنے عرض کیا کہ ہماری کتابون مین حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفا کے اوصاف و حلیہ موجود ہین پھر آپنے پوچھا کہ میرے
بعد کون خلیفہ ہوگا اُسنے کہا کہ ایک شخص آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت سے ہوگا اور اسنے سب حلیہ و حالات بیان کیے تو آپ نے کہا
کہ رحم اللہ عثمان پھر پوچھا کہ بعد اسکے کون خلیفہ ہوگا پس اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان کیا اور کہا کہ وہ خون مین پیرتا
ہوگا تو آپ نے اُسکے سر پر دھپ ماری اور کہا او گندے او گندے تو مذمت کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ علی پر رحم کرے اسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین
میری غرض مذمت نہین ہے بلکہ میری غرض یہ کہ وہ ایسے وقت خلیفہ ہوگا کہ تلوار کھنچی ہوئی اور خون روان ہوگا اور خلیفہ چہارم خود مرد صالح ہوگا
تب آپ کا غصہ فرو ہوا۔ پس یہ آثار صحیح ہین کہ اُن حضرات کے قلوب مین علم کثیرہ تھے اور کچھ حاجت اُنکے بیان کی نہین تھی اور وہ حاجت زمانہ
خلافت علی رضی اللہ عنہ مین پیدا ہوگئی لہذا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین شہر علم ہون اور علی اُسکا دروازہ ہے۔ السنن پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم تک اس مدینہ کا دروازہ کھولنے و علوم معلومہ نکالنے کی ضرورت اس وجہ سے نہین تھی کہ
سب مدینہ کے اندر عارف معارف اسرار حقہ آلہیہ تھے کہ افشا کی حاجت نہ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک مین دروازہ کھولنے
اور ان علوم کو افشا کرنے کی ضرورت پڑی۔ اسی وجہ سے آپ نے تابعین کی استقامت کے لیے بہت سے اخبار ایسے ارشاد فرمائے کہ لوگون کو
صدق رسالت و صدق خلافت پر طمانیت ہوئی اور تابعین مین ایمان راسخ ہوا برخلاف عبداللہ بن سبا وغیرہ کے جو ازلی مرتد تھے کہ انھون نے بجاے
فائدہ کے اُسکو فساد کا آلہ بنایا اور لوگون کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق مین یہ اعتقاد دلایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مین اصلی نبوت کا استحقاق تھا
اور کبھی کہا کہ آپ مین الوہیت ہے اور اسی قسم کے بہت سے شرک و کفر کے اعتقادات عوام مین پھیلانے شروع کیے اور چونکہ مشیت ایزدی جاری
ہوچکی تھی آخر ایک فرقہ اُسکے دام فریب مین مبتلا ہوکر جس جماعت پر لوگ متفق تھے پھٹ کر الگ ہوگیا اور خوارج کی طرح یہ بھی جماعت سے خارج و گمراہی
مین مبتلا ہوگئے۔ بالجملہ انھین وجوہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تفاسیر کی روایات بہت ہین کیونکہ باب رحمت اُسوقت کھلنا مقدر ہوچکا تھا۔
اور یہ فیض رحمت تا قیامت اس امت کے واسطے کشادہ ہوا اور نہ علم مدینہ تک رہتا اور یہ عجب صنعت حق عزوجل ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی مر پیدا کرکے
ایک قوم کے واسطے باعث رحمت کرتا ہے اور وہی مر دوسرے گروہ کے واسطے باعث نقمت و خسارت کرتا ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ خود جہاد فریضہ مین
دونون باتین موجود ہین۔ بالجملہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایات تفسیریہ ہین ابو الطفیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ

خطبہ پڑھتے اور فرماتے تھے کہ مجھسے جو چاہو پوچھو کہ واللہ جو کچھ مجھسے پوچھوگے تمکو بتلاؤنگا اور مجھسے کتاب اللہ پوچھو کہ واللہ جو کوئی آیت نازل ہوئی مگر آنکہ مین خوب جانتا ہون کہ رات مین نازل ہوئی کہ دن مین نازل ہوئی اور پہاڑ مین اُتری کہ زمین سہل مین اُتری ہے۔ ابو نعیم نے حلیہ مین ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قرآن کا نزول سات حرف پر ہوا اور ہر حرف کے واسطے ظاہر و باطن ہے اور علی بن ابیطالب کے نزدیک ظاہر و باطن کا علم ہے۔ سلیمان الاحمسی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ جو کوئی آیت نازل ہوئی مجھے ضرور معلوم ہے کہ کس بارہ مین نازل ہوئی اور کہان نازل ہوئی۔ میرے رب نے مجھے قلب عقول (سمجھدار ۱۲) و زبان سئول (خوب پوچھ لینے والا ۱۲) عطا فرمائی تھی۔ رواہ ابو نعیم۔ پھر واضح ہو کہ باوجود اسکے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ روایت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اسوجہ سے کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو اول باغیون پھر خوارج سے قتال مین زیادہ مشغولی رہی۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ والذی لا الٰہ غیرہ ایسا نہین ہوا کہ کوئی آیت نازل ہوئی مگر آنکہ مجھے ضرور علم ہے کہ کس شخص کے بارہ مین و کہان نازل ہوئی اور اگر مین جانون کہ کوئی شخص مجھسے زیادہ آگاہ بکتاب اللہ تعالیٰ ہے کہ لوگ اسکی خدمت مین سفر کرکے جاتے ہین تو مین جاؤن رواہ ابن جریر وغیرہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ حبر الامہ و ترجمان القرآن ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ کو دعا دی کہ اللھم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل یعنی الٰہی اسکو دین کا فقیہ کردے اور اسکو تاویل کا علم دیدے۔ اور ایک روایت مین عطاے حکمت کی دعا ہے اور تیسری روایت مین تعلیم حکمت کی دعا ہے۔ اور ابو نعیم نے متعدد روایات دربارہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کین اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن عباس اچھا ترجمان القرآن ہے رواہ البیہقی۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے بھی بزرگان بدر کے ساتھ شامل کرتے یعنی انکے جلسہ مین داخل کرتے تھے پس شاید بعض نے کچھ اپنے دل مین پایا یعنی ناگوار ہوا تو کہا کہ یہ طفل کیون ہمارے ساتھ مین داخل کیا جاتا ہے حالانکہ ایسے ہمارے لڑکے موجود ہین پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ طفل اُنمین سے ہے کہ تم جانتے ہو پس ایک روز مجھے بلا کر اُنمین بٹھلایا پس مین یہی گمان کرتا ہون کہ مجھے اسواسطے بلایا تھا کہ اُنکو دکھلاوین پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ لوگ قولہ تعالیٰ اذا جاء نصر اللہ مین کیا کہتے ہین پس بعض نے کہا کہ بروقت نصرت و فتح کے ہم کو حمد و استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ اور بعض نے سکوت کیا اور کچھ جواب نہین دیا پس مجھسے فرمایا کہ اے ابن عباس تو بھی یہی کہتا ہے۔ مین نے عرض کیا کہ جی نہین۔ تو فرمایا کہ پھر تو کیا کہتا ہے مین نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل ہے جس سے آپ کو آگاہ فرمایا یعنی جب آئی اللہ تعالیٰ کی نصرت و فتح تو یہ آپ کی علامت موت ہے پس اپنے رب کی حمد و تسبیح کیجئے اور اُس سے استغفار کیجیے کہ وہ تواب ہے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو تو کہتا ہے وہی مین بھی جانتا ہون۔ رواہ البخاری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ آپ لوگ کس شخص کے بارہ مین یہ آیت نازل جانتے ہین۔ ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من نخیل و اعناب الآیہ۔ تو انھون نے کہا کہ اللہ اعلم پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ خشمناک ہوگئے اور فرمایا کہ کہو کہ ہم جانتے ہین یا نہین جانتے ہین پس ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ میرے دل مین اس آیت کے علم مین سے کچھ ہے تو خوش ہوکر فرمایا کہ اے بھتیجے اسکو بیان کر اور اپنے آپکو حقیر مت سمجھ پس ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ عمل کی مثل بیان فرمائی گئی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کس عمل کی مثل ہے پھر فرمایا کہ یہ ایک مرد کی مثال ہے جسنے طاعت الٰہی پر عمل کیا پھر اسکے واسطے شیطان اُٹھا دیا گیا کہ اس شخص نے یہانتک معاصی کیے کہ گناہون نے اسکے اعمال غرق کر دیے۔ رواہ البخاری والترجمۃ مختصر۔ اور ابو نعیم نے اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جماعت مہاجرین رضی اللہ عنہم مین بیٹھے پس لیلۃ القدر کا ذکر ہوا پس ہر ایک کے پاس جو کچھ علم تھا اُسنے بیان کیا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن عباس تو کیون خاموش ہے تو بھی کلام کر اور تیری کم عمری تجھے مانع نہو پس مین نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ طاق و وتر کو محبوب رکھتا ہے چنانچہ اسنے ایام الدنیا سات مین دائر کیے اور انسان کو سات اطوار سے مخلوق فرمایا اور ہمارے ارزاق سات سے پیدا کیے اور ہمارے

اور پر سات سمٰوات پیدا کیے اور ہمارے تحت مین سات زمینین پیدا فرمائین اور مثانی مین سے سات عطا فرمائین اور اہل قرابت سے سات کا نکاح حرام کیا
اور سات پر میراث کی تقسیم کی اور ہمارے اجسام سے سات اعضا پر سجود لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کا طواف خانہ کعبہ و صفا و مروہ
ادا کیا اور رمی الجمار سات رکھا پس میری راے مین لیلۃ القدر بھی رمضان کے سات آخری راتون طاق مین ہے پس عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوے اور فرمایا
کہ سواے اس بچہ کے میرے ساتھ کسی نے موافقت نہین کی - ابو نعیم پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر کے روایات بے شمار وارد ہین لیکن اسناد مین طریقہ
اعتماد کی ملحوظ رکھنا چاہیے (طریق جید) جملہ طرق الاسانید مین طریق علی بن ابی طلحۃ الہاشمی عن ابن عباس ہے - احمد بن حنبل نے کہا کہ مصر مین
ایک صحیفہ تفسیر بروایت علی بن ابی طلحہ موجود ہے اگر کوئی شخص خاص اسی کے قصد سے سفر مصر اختیار کرے تو اُسکی مشقت بمقابلہ اس نعمت کے کچھ بڑی بات
نہوگی - ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ نسخہ ابو صالح ہے اور ابو صالح کاتب لیثؒ نے معاویۃ بن صالح عن علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباسؓ روایت کیا - امام بخاریؒ نے
صحیح مین ابو صالح کے جہت سے لیا اور اکثر اسی پر اعتماد کیا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر نے بھی اپنی درمیانی وسائط سے ابو صالح کی روایات
اسناد کین - ایک قوم نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے خود ابن عباسؓ سے نہین سنا بلکہ بواسطہ مجاہد یا سعید بن جبیرؒ لیا ہے - ابن حجرؒ نے کہا کہ جب واسطہ عالم ثقہ
معلوم ہو گیا تو کچھ حرج نہین رہا - بالجملہ اسی طریقہ پر ائمہ حفاظ نے اتفاق کیا اور دیگر طول طویل تفاسیر جو کہ جویبر عن الضحاک وغیرہ روایات کیجاتی ہین انکی
اسانید مین مجہول لوگ غیر ثقہ ہین - (طریق دیگر) ابن جریجؒ سے بھی تفسیر مروی ہے جو امام مالک کے طبقہ مین ثقات محدثین سے ہین لیکن روایت محمد
بن ثور و حجاج بن محمد کی ابن جریجؒ سے البتہ صحیح ہے ورنہ دیگر اسانید پر وثوق نہین ہے - (طریق دیگر) ابن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباس
یہ بھی قریب الصحۃ ہے - (طریق دیگر) عطاء بن دینار عن ابن عباس - یہ بھی قابل حجت ہے - (طریق دیگر) ابو روق نے جو ابن عباسؓ کی تفسیر
قلیل روایت کی وہ بھی صحیح ہے - (طریق دیگر) اسماعیل السدیؒ مختلف اسانید سے ابن عباس و ابن مسعودؓ سے تفاسیر مروی ہین اور سدیؒ قابل
حجت ہین چنانچہ سدیؒ سے ائمہ حفاظ مثل سفیان ثوری و شعبہ وغیرہ نے روایت کی لیکن سدیؒ سے جو تفسیر مروی ہے وہ اسباط بن نصر نے جمع کی
اور اسباط کے ثقہ ہونے پر اتفاق نہین ہے - اور واضح ہو کہ ابن جریجؒ نے خالص صحیح روایات کا قصد نہین کیا بلکہ ہر آیت کے بارہ مین جو اقوال ملے
انکو جمع کیا ہے - (طریق دیگر) مقاتل بن سلیمان نے تفاسیر روایت کین پس ہر چند کہ مقاتلؒ مین کلام کیا گیا لیکن امام شافعیؒ نے اشارہ کیا کہ
مقاتل کی تفسیر اچھی ہے اور مقاتلؒ نے کبار تابعین کی ملاقات پائی ہے - سدیؒ کی تفسیر بواسطہ ابو مالکؓ و ابو صالح عن ابن عباس اور بواسطہ مُرّہؒ عن
ابن مسعودؓ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ابن جریجؒ نے بہت روایات لین اور ابن ابی حاتم نے تھوڑی روایات لین اسواسطے کہ انھون نے التزام کیا کہ جو صحیح
اسناد ہو وہ لاوین - واضح ہو کہ حاکم نے کتاب مستدرک مین مُرّہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت سی تفاسیر کین اور اُنکو صحیح کہا لیکن شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا
کہ سدیؒ کی اس اسناد سے بکثرت ایسے امور مروی ہین جنمین غرابت و نکارت ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک مقدمہ ضروری علیحدہ فصل مین بیان کرتا ہون

**فصل** یاد رکھنا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (۲۳) سال مین تھوڑا تھوڑا کر کے بحسب وقائع و نوازل
اُترتا رہا اور مجموعہ کتاب ایکبارگی نزول نہین ہوا اور اسکا بھید انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ معلوم ہوگا - اور یہ قرآن مجید ہمکو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندون کے
ذریعہ سے پہونچایا اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہین پس یہ برہان قطعی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے محبوب و عادل و حجت بندگان خالصین مخلصین سے
ہین کہ اُنکے ذریعہ سے کتاب مجید ہمکو عطا فرمائی پس اگر خوارج و روافض کا قول باطل دیکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے صرف معدودے چند ایمان پر
رہے تو لازم آویگا کہ قرآن بطور متواتر ہمکو نہین ملا اسواسطے کہ متواتر قطعی کے واسطے تمام دنیا کے لوگ یہ شرط کرتے ہین کہ ایسے بے شمار لوگون نے نقل کیا ہو
کہ عقل ان سب کا متفق ہونا محال جانے اور یہ اُسی وقت ہے کہ خلفاے راشدین و صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب عادل ثقات اللہ تعالیٰ کے محبوب ہین

حتی کہ تمام عالم پر اسکا نقل کرنا حجت ہے اور قیامت مین کوئی یہ عذر نہین کر سکتا کہ ہمکو پروردگار کی کتاب بطور قطعی نہین پہونچی - اور یہ امر معلوم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوا کر تمام ملکون مین بھیجدیے اور انھین پر متواتر عمل ہا پس قرآن و ایمان سب ہمکو صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہونچا پس قرآن اگرچہ و عقاید تو متواتر ہین - اور قرآن کی باقی تفاسیر متواترات نہین بلکہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفاسیر منقول ہین تو ضرور ہے کہ درمیانی ناقلین کو دیکھا جاے کہ انکے حافظہ مین بھول نہو بلکہ انکا ثقہ حافظ ہونا معلوم ہو - کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اکثر قریب کل کے صرف دل مین تفاسیر کو مثل قرآن کے حفظ رکھتے تھے اور یہی حال تابعین رحمہم اللہ تعالی مین تھا پھر جب آخر زمانہ تابعین مین روافض و خوارج کی ٹکڑیان نظر آئین تو اُسوقت سے جماعت اعظم کے اہل عدل نے احتیاط کی کہ یہ شخص جو روایت بیان کرتا ہے چھپا ہوا رافضی تقیہ کیے ہوے تو نہین ہے لہذا تبع تابعین مین عموماً تصنیف شروع ہو گئی اور انھون نے پرکھ کر روافض و خوارج کو نکال دیا بلکہ جماعت اعظم جسطرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے سب ایک اعتقاد پر ایکدل تھے اور اسی طرح تابعین تبع سواے بعض ٹکڑیون کے جو پھوٹکر خارجی یا رافضی ہو گئے پس جماعت اصلی مین بھی اگر راوی کے حفظ مین خرابی ہوئی تو اُسکی روایت مین بھی تامل کیا پھر تبع تابعین کے بعد انکے اتباع کے طبقہ نے جو طبقہ چہارم ٹھہرا اس طبقہ والون نے صحیح و ضعیف کو علحدہ کر دیا جیسے انکے اوپر طبقہ سوم مین امام مالک نے صحیح مؤطا تصنیف کی پس طبقہ چہارم مین صحیح بخاری و صحیح مسلم پر اتفاق ہو گیا لیکن بہت سے سنن و مسانید مین صحیح و ضعیف روایات مختلط بھی رہین پھر انکے بعد طبقہ پنجم مین بھی تصانیف ہین پھر طبقہ ششم و مابعد مین بہت کثرت ہو گئی - شیخ مشائخنا مولانا ولی اللہ دہلوی نے ان کتب کے چار طبقے کیے اول مؤطا و صحیحین - دوم سنن ابوداؤد و ترمذی و نسائی اور کہا کہ مسند احمد بھی اسی مین شامل کیا جاوے اگرچہ اسکی بعض روایات مین بہت ضعف ہے سوم وہ کتب جو بخاری و مسلم وغیرہ کے ہمعصر یا متقدمین نے بغیر التزام صحت کے تصنیف کین یا التزام صحت کیا مگر وہ کتابین مشتہر نہین ہوئین مانند مسند شافعی وغیرہ کے اور اسی قسم مین زمانہ مابعد یعنی طبقہ پنجم کے صحیح مجرد کے التزام سے تصانیف ہین حالانکہ مشتہر نہوئین جیسے صحیح ابن حبان وغیرہ - چہارم طبقہ مین وہ کتب ہین جنمین ایسی روایات معلوم ہین کہ طبقہ متقدمین حتی کہ طبقہ پنجم والون نے بھی انکو روایت نہین کیا لیکن اس طبقہ ششم وغیرہ نے انکو لیکر جمع کر دیا تو ان روایات پر اعتماد نہین ہو سکتا جبکہ منفرد ہو جیسے مستدرک حاکم و کتب ثعلبی و ابن شاہین وغیرہ اور لکھا کہ ان کتابون مین بہت سے روایات تفسیر مناقب و مثالب وغیرہ ملتی ہین جنکا نشان طبقات سابقہ مین نہین ہے پس لازم ہے کہ ہر طبقہ و کتاب کی روایت کو اپنے موقع پر رکھنا چاہیے - (**فصل**) اب پھر رجوع کرو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو روایات کی گئی ہین تو ابن عباسؓ سے جن طریقون سے روایت آئین انکا بیان اوپر گزرا - اور شیخ ابن کثیرؒ نے مستدرک حاکم کی روایات کو جو سدیؒ کی اسناد سے حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سے مروی ہین کہا کہ ان روایات مین بہت سی نکارت و غرابت ہے یعنی روایت منفرد یا خلاف ثقات ہے - ابن عباسؓ سے منجملہ جید طرق کے روایت عطاء ابن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ہے - اسی طرح محمد بن اسحق عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ و سعید بن جبیر عنہ یہ اسناد حسن ہے

(**بیان طرق ضعیفہ بطور اختصار**) روایت کلبی اگر تنہا ہو تو قابل اعتبار نہین ہے - اور وہ ابوصالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے اور ابوصالح معتمد ثقہ ہین لیکن کلبی نے جھوٹ کہا یا غلطی کی - روایت محمد بن مروان الصغیر ضعیف ہے - روایت مقاتل بن سلیمان ضعیف ہے اور کہا گیا کہ کلبی سے بھی زیادہ ضعیف ہے - روایت بشر بن عمارہ عن ابی روق - روایت جویبر عن الضحاک - اسواسطے کہ بشر بن عمارہ و جویبر قابل اعتماد نہین ہین - روایت ضحاک عن ابن عباس مین صرف یہ کلام ہے کہ ضحاک بن مزاحم نے ابن عباسؓ سے ملاقات نہین پائی لیکن مترجم کے نزدیک ثقہ کا قول معتمد ہے پس ضحاک نے جب اعتماد کیا تب ابن عباس کا قول بیان کیا ورنہ کذب ہوتا جو ثقہ کی شان نہین ہے جیسے علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس مین کہا گیا ہے - روایت عوفی عن ابن عباس مین صرف عطیۃ العوفی کے حفظ مین خلل ہے بلکہ ترمذیؒ نے بعض مواضع مین روایت عطیہ کو حسن کہا یعنی جبکہ دوسرے طریقہ سے توثیق ہو گئی - شافعیؒ سے منقول ہے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر کی روایات

ہین فقط قریب تو حدیث کے ثبوت کو پہونچی ہین - (**بیان روایات ابی بن کعب رضی اللہ عنہ**) ایک نسخہ کبیرہ ابو جعفر الرازی عن الربیع بن انس عن ابی العالیہ عن ابی بن کعب روایت کیا گیا شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے - مترجم کہتا ہے کہ سیوطیؒ نے ابو جعفر الرازی کی توثیق معتمد سمجھی اور یہی ٹھیک ہے چنانچہ کتاب النکاح ترجمہ ہدایہ مسمی بعین الہدایہ مین مترجم نے مفصل ذکر کیا ہے فاحفظہ - پھر واضح ہو کہ سوائے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے دیگر صحابہ مانند حضرت انسؓ و ابو ہریرہ و ابن عمر و جابر و ابو موسیٰ اشعری وغیرہم رضی اللہ عنہم سے بھی خفیف قلیل روایات ہین اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چند روایت متعلق قصص و فتن وغیرہ مروی ہین جنکی بابت ٹھیک بات یہ نظر آتی ہے کہ اُنھون نے یہ باتین یہود و نصاریٰ سے لین - مترجم کہتا ہے کہ یہی شیخ ابن کثیرؒ نے افادہ فرمایا ہے اور لکھا کہ جہاد شام مین جنگ یرموک کے فتح کے بعد عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دو زاملہ کتابین نصرانیون کی ہاتھ آئین اور بہت سے قصص غالباً ان کتابون سے نقل ہوئے حالانکہ انپر وثوق نہین ہو سکتا ہے خصوص جبکہ انکا تعلق امور آخرت سے ہو - یہ سب تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر کا ذکر ہوا اور اسسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام بھی معلوم ہو گئے اور انسے روایت کرنے والے تابعین کا نام بھی معلوم ہو گیا اور مترجم نے صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ سے بھی اشارہ کر دیا ہے کہ صحیح شناخت ہو جاوے (**فصل**) طبقۂ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہین کبھی تو صحابی سے تفسیر روایت کرتے ہین اور کبھی بدون اسناد کے تفسیر بیان کرتے ہین لیکن یہ امر متعین ہے کہ انھون نے علم حاصل کیا کیونکہ راے سے تفسیر حرام ہے اسیواسطے جسمین اجتہاد کو دخل نہین وہ بمنزلۂ حدیث مرفوع کے ہے کیونکہ لامحالہ انھون نے کسی صحابی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پایا ہے شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ تابعین مین تفسیر کے زیادہ عالم وہ تابعین ہین جو اہل مکہ ہین کیونکہ یہ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہین جیسے مجاہد بن جبیر و عطا ابن ابی رباح و عکرمہ مولی ابن عباس و سعید بن جبیر و طاؤس وغیرہم اور اسی طرح کوفہ والے جو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہین و اسی طرح اہل المدینہ مانند زید بن اسلم و انکے پسر یعنی عبد الرحمن بن زید بن اسلم و مالک بن انس - ھ - واضح ہو کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے حفظ مین کلام ہے لیکن امید ہے کہ تفسیر مین انکی روایت معتمد ہے - ھ - پھر تابعین مین مجاہدؒ کو سبقت و تقدم ہے اور کیون نہو کہ آپنے (۳۰) مرتبہ قرآن مجید کو ابن عباسؓ کو سنایا اور روایت ہے کہ مینے تین مرتبہ ہر آیت پر توقف کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکے نزول و کیفیت کو دریافت کیا - خصیفؒ نے کہا کہ مجاہدؒ سب مین زیادہ عالم تفسیر تھے - سفیان ثوریؒ نے کہا کہ جب تجھکو مجاہدؒ سے صحیح اسناد سے تفسیر پہونچے تو وہ تیرے واسطے کافی ہے - ابن تیمیہؒ نے کہا کہ اسی وجہ سے شافعی و بخاری وغیرہ علماء نے مجاہدؒ کی تفسیر پر اعتماد کیا ہے - سفیان ثوریؒ نے کہا کہ تفسیر کو چار علماء سے لو اور وہ مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و ضحاک ہین قتادہؒ نے کہا کہ عطاء بن ابی رباح علم مناسک مین زیادہ عالم تھے اور سعید بن جبیر علم تفسیر مین فائق تھے اور عکرمہؒ علم السیر مین مقدم تھے اور حسن بصریؒ علم حلال و حرام مین سابق تھے عامر بن شراحیل جو شعبی کے لقب سے معروف ہین کہا کہ اب تو کتاب اللہ کی تفسیر کا کوئی عالم عکرمہؒ سے بڑھکر نہین باقی رہا عکرمہؒ نے کہا کہ جو کچھ مینے تمسے قرآن مین روایت کی وہ سب ابن عباسؓ سے ہے منجملہ اہل سبقت کے حسن بصریؒ و عطاء بن ابی رباح و عطاء بن ابی سلمۃ الخراسانی و محمد بن کعب ابو القرظی و ابو العالیہ و ضحاک و عطیۃ العوفی و قتادہ و زید بن اسلم و مرۃ الہمدانی و ابو مالک ہین - اور بعضے انکے قریب ربیع بن انس و عبد الرحمن بن زید بن اسلم و ایک جماعت و دیگر ہین - پس یہ سب لوگ تو قدماء مفسرین ہین اور انکے اکثر اقوال ماخوذ از تلقین صحابہ رضی اللہ عنہم ہین - (**فصل**) پھر اس طبقۂ تابعین قدماء کے بعد ایک طبقہ آیا کہ جنہے تفاسیر مین کتابین تصنیف کین جنمین اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو جمع کیا جیسے تفسیر سفیان بن عیینہ و وکیع بن الجراح و شعبہ بن الحجاج و یزید بن ہارون و عبد الرزاق و آدم بن ابی ایاس و اسحق بن راہویہ و روح بن عبادہ و عبد بن حمید و سعید و ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہم - پس انہون نے اسناد کے ساتھ اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو جمع کیا لیکن بوجہ وفور

علم و معرفت کے ضعیف اسانید بھی بغیر تنبیہ کے لکھیں اسواسطے کہ انہیں قوی وضعیف کی معرفت بخوبی معروف تھی پھر انکے بعد ایک طبقہ آیا کہ جنھوں نے سب کا استیعاب کیا اور بعض نے صرف اسانید صحیحہ کا التزام کیا پس شیخ ابن جریر الطبریؒ نے تفسیر مع اسناد تالیف کی اور یہ تفسیر سب سے بڑی تفسیر جامع ہے کہ اسکے مثل نہیں ہوئی۔ اول ابن ابی حاتم نے التزام صحت سند کے ساتھ تالیف کی اور ابن ماجہ و حاکم و ابن مردویہ و ابو الشیخ بن حبان و ابن المنذر وغیرہم نے تالیفات کیں اور ان سب میں اسناد بجانب صحابہ و تابعین و تبع تابعین مذکور ہیں اور ابن جریرؒ نے باوجود اسکے ترجیح اقوال و توجیہ کی جانب بھی توجہ فرمائی پھر ایک زمانہ شروع ہوا کہ اسمیں لوگوں نے اسانید حذف کردیں اور خالی اقوال نقل کرنے لگے جس سے قوی وضعیف و صحیح و مریض سب خلط ہو گئے پھر اسکے بعد اس سے بھی زیادہ خرابی یہ شروع ہوئی کہ جسکو کوئی مضمون ظاہر ہوا اسنے اپنی رائے بھی درج کردی اور پچھلوں نے اسکو نقل کرنا شروع کردیا اور یہ نہیں دیکھا کہ اسکی اصل کہاں ہے بلکہ یہ گمان کرلیا کہ شیخ بہت محقق شخص تھا اسنے خواہ مخواہ ایسا ہی قول نقل کیا ہوگا جسکی اصل صحیح ہوگی اور ایسے ہی اقوال پر مدار کار بڑھتا گیا اور یہ نہیں دیکھا کہ سلف صالحین سے اس بارہ میں کیا تفسیر مروی ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر میں مجھے دس اقوال ملے حالانکہ صرف صحیح تفسیر مغضوب علیہم کی یہود اور ضالین کی نصاریٰ ہے۔ یہی تفسیر ہے اور یہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور یہی جمیع صحابہ و تابعین و اتباع سے ماثور ہے حتیٰ کہ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں اسمیں کوئی قول اختلاف درمیان مفسرین کے نہیں جانتا ہوں۔ پھر اسکے بعد ایک زمانہ آیا کہ جسنے جس فن و علم میں تبحر حاصل کیا اسنے قرآن مجید کی تفسیر میں اسی فن پر اقتصار کیا مثلاً نحوی کو دیکھو کہ وہ تفسیر لکھنے بیٹھا حالانکہ اعراب و اسکے وجوہ محتملہ بکثرت نکالتا چلا جاتا ہے اور قواعد و مسائل نحویہ لکھتا جاتا ہے قطع نظر اسکے کہ فنون بلاغت و معانی مقصود میں کلام معجز کس مرتبہ پر ہے۔ اسی طرح جسکو تاریخ کے فن میں توغل ہے وہ ہر طرح کے رطب یابس وغیرہ قصص تاریخ ہی جمع کرتا جاتا ہے خواہ صحیح ہوں یا نہوں چنانچہ ثعلبی کی تفسیر میں یہ بہت ملیگا۔ اسی طرح فقیہ اسمیں کتاب الطہارۃ سے آخر تک ابواب فقہ و اصول و ادلہ لکھتا جاتا ہے اور اختلافات مجتہدین کے جوابات و خلافیات لاتا ہے جیسے تفسیر قرطبی میں ہے اور اسی طرح علم کلام و مباحث عقلیہ والا اسی قسم کے مباحث کہ فلاسفہ کے اقوال و رد و قدح سے بھرتا ہے جیسے امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر میں ہے حتیٰ کہ بعض محققین نے کہا کہ اسمیں سوائے تفسیر کے بہت کچھ موجود ہے۔ اسی طرح مبتدعین کو دیکھو کہ وہ ہر مقام پر اپنی بدعت باطلہ ہی کی بحث لاتا ہے حالانکہ آیت کریمہ کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ شیخ بلقینیؒ نے فرمایا کہ میں نے کشاف میں بہت جگہ سے اسکا اعتزال سمجھ لیا مثلاً قولہ تعالیٰ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز۔ یعنی جو شخص آگ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ اپنی مراد پر فائز ہوا۔ اسکے بعد کشاف لکھتا ہے کہ (جنت سے بڑھکر کون فوز ہوگا) اسکا مطلب یہ کہ دیدار باری تعالیٰ نہیں ہے حالانکہ اہل السنت والجماعۃ کے نزدیک جنت کا فوز اسی وجہ سے کمال مرغوب ہے کہ وہاں دیدار باری تعالیٰ شانہ نصیب ہوگا۔ اسی طرح ملحد کو دیکھو تو وہ آیات الٰہی میں وہ افترا باندھتا ہے جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا مثلاً قولہ تعالیٰ ان ہی الا فتنتک۔ یہ نہیں مگر تیرا فتنہ۔ ملحد لکھتا ہے کہ بندوں پر انکے پروردگار سے زیادہ مضر کوئی چیز نہیں ہے۔" اسی طرح دیگر اقوال کفر و الحاد ہیں۔ پس ایسے ہی لوگوں کی نسبت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک قوم ہوگی جو قرآن کو نثر الدقل کے مانند نثر کرینگے اسکو اسکی تاویل کے خلاف تاویل کرینگے۔ کما رواہ ابو یعلی وغیرہ۔ اگر سوال کیا جاوے کہ پھر ہم کون تفسیر معتمد سمجھیں تو میں جواب دونگا کہ تفسیر امام ابو جعفر ابن جریر الطبری المدنی کیونکہ علماء معتبرین جنمیں امام نووی بھی ہیں سب نے اتفاق کیا کہ اسکے مثل کوئی تفسیر تالیف نہیں ہوئی ہے۔ ہذا ملخص الاتقان۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر ہمارے دیار میں نادر الوجود ہے اور میں نے تفسیر امام ابن کثیر کو دیکھا کہ اس باب میں نفیس ہے اور اکثر روایات مع الاسناد ہیں اور جن اسانید کو حذف کیا انکا حوالہ دیا اور خود حافظ الحدیث معتمدین سے ہیں چنانچہ کشف الظنون میں اس تفسیر کی تعریف مذکور ہے اور مترجم نے زیادہ اعتماد اسی پر ہے

رکھا اور عمدہ مطالب کو کتب صحاح وسنن و دیگر تفاسیر مانند معالم التنزیل و سراج المنیر وغیرہ سے ملتقط کیا اور جن قصص و حکایات کی نسبت علمائے محققین نے لغویات کا
اشارہ کیا ہے اُنکو ترک کیا کیونکہ صحیح و عین ایمان وہ ہے جو کتاب آلہی عزوجل مین فرمایا کہ اسی قدر سے کمال نفس متعلق ہے اور جہانتک قوی ثابت ہوئے
ہین وہ زائد کیے گئے لیکن کہین کہین سراج کے قصص کسی فائدہ خاص سے منقول ہین جبکہ حتی الوسع اُنکی تحقیق و تنقید کر لی گئی۔ اور بعض قواعد
ان شاء اللہ تعالیٰ آیندہ مذکور ہونگے۔ (فصل) اتقان مین فرمایا کہ کلام الصوفیہ کچھ تفسیر نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے مینے تفسیر سے علیحدہ
کرکے عرائس کی بعض عبارات کو بلفظ اشارات لکھکر ترجمہ کیا۔ م۔ ابن الصلاح نے کہا کہ مینے شیخ ابو الحسن الواحدی المفسر کی تحریر پائی کہ شیخ ابو عبد الرحمن
اسلمی نے حقائق التفسیر لکھی پس اگر سلمی رح کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ تفسیر ہے تو یہ کفر ہے۔ ابن الصلاح نے کہا کہ میرا قول یہ ہے کہ صوفیہ مین سے جو لوگ اعتماد کے لائق
ہین جب بعضے کوئی کلمہ کہا تو اُسکو تفسیر کے طور پر نہین کہا اور نہ انکا یہ خیال ہے کہ آیت مین یہ مقصود نص ہے ورنہ ملاحدہ باطنیہ کا مذہب ہو جاتا۔
باوجود اسکے اُس سے سکوت بہتر تھا اور کاش یہ لوگ ان فوائد کو علیحدہ بیان کرتے کیونکہ اسمین ایک طرح کا التباس ہو گیا۔ علامہ نسفی رح نے عقائد
مین لکھا کہ نصوص قرآن و حدیث اپنے ظاہر معنی پر ہین اور ظاہر سے پھیر کر ایسے معانی جنکا باطنیہ فرقہ دعوی کرتا ہے محض الحاد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ باطنیہ
ملحد ایسے معانی کی جانب تحریف کرتے ہین جو حقیقی یا مجازی کچھ نہین ہین چنانچہ علامہ تفتازانی رح نے لکھا کہ یہ ملحدین مدعی ہین کہ نصوص مین
ایسے معانی ہین کہ سوائے معلم کے انکو کوئی نہین جانتا ہے یعنی دعوی کرتے ہین کہ جس پیر سے بیعت کی ہے وہی انکو خوب جانتا اور تعلیم کرتا ہے
اور اس سے ان ملحدون کی غرض یہ کہ شریعت کو بالکل مٹا دین اور یہ لوگ ملحد زندیق ہین۔ ہان محققین مشائخ جو کہتے ہین کہ
نصوص سے ظاہر معنی مراد ہین اور باوجود اسکے نصوص مین بعضے ایسے اشارہ ہین کہ انہین اور ظاہر معنی ہین جو مقصود ہین تطبیق ممکن ہے تو یہ قول
کمال ایمان و محض عرفان ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مینے قدمائے مشائخ و اولیائے معروفین کے کلمات کو تتبع کیا تو بے شبہہ وہ اشارات عین معرفت ہین بلکہ وہ
نصوص سے خود مستفاد ہین لیکن اُنکے ساتھ ضرور ہے کہ آدمی نے قلب سے متوجہ الی اللہ تعالیٰ ہوا اور ہوا سے جدا ہوا اور باوجود اسکے بعضے اشارات
کا استفادہ نصوص کثیرہ کے افادات کو ترتیب لطیف کے ساتھ جمع کرنے سے نکلتا ہے اور بعض لطائف کا استفادہ آسان ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے ایمان
کی خوبی ہر بندہ کی شناخت مین اسطرح رکھی کہ اُسکو موت محبوب ہو اور قدمائے مشائخ سے ماثور ہے کہ ولی کے واسطے موت نعمت غیر مترقبہ ہے پس اسکا
استفادہ بوجوہ متعددہ ہے اول قولہ تعالیٰ قل ان کانت لکم الدار الآخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ اور مذمت فرمائی
یہود وغیرہ کی بقولہ یود احدہم لو یعمر الف سنۃ لیکن کمال رحمت سے یہ امر مومنون پر بظاہر منصوص نہین فرمایا کیونکہ قبل کمال کے موت سے کراہت طبعی ہوتی ہے
علاوہ برین خوف آلہی عزوجل عین ایمان ہے کیونکہ یہ کوئی بندہ تکبر نہین کر سکتا کہ اسکے واسطے دار آخرت ہے بلکہ وہ صرف محبت صادقہ رکھتا ہے۔ سعید بن جبیر
رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجاج ظالم سے کہا تھا کہ تو میرے قتل سے پریشان ہوگا اور تجھے یہ غرہ نہو کہ تونے مجھے اچھے قتل کیے کیونکہ وہ لوگ موت کے منتظر تھے
اور مترجم کہتا ہے کہ قال تعالیٰ منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون
اور جب اللہ تعالیٰ نے یہودیون کی حرص حیات دنیاوی پر مذمت فرمائی تو ہم لوگون کو کان لگانا چاہیے۔ وفی الحدیث السعید من وعظ بغیرہ۔ یعنی مرد سعید وہ
ہے کہ دوسرے کو دیکھکر نصیحت پاوے۔ وقد قال تعالیٰ وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمنائے موت سے منع فرمایا بدین معنی
کہ نیک کی نیکیان زیادہ ہونگی اور بدکار شاید توبہ کی توفیق پاوے پس یہ حکم حق ہے اور کسی کو روا نہین کہ کسی دکھ درد کی وجہ سے موت کی تمنا کرے کیونکہ
یہ امر آخرت سے بیباکی ہے کیونکہ مومن خائف موت سے فقط اپنے گناہون و ندامت سے ہراسان ہوتا ہے باوجود جزم اس امر کے کہ مغفرت آلہی عزوجل
کے ساتھ دار آخرت ہی دار کرامت و عیش ہے اور جو شخص وصول مراد کو اس دار فانی سے نکل جانے پر معلق دیکھے وہ جذب محبت مین آرزومند ہوگا حالانکہ

اسمین اور جس شخص کو دکھ درد سے تمنائے موت ہو تفاوت علم وجہل ہو اور تفاوت آسمان وزمین ہو پس یہ اشارہ تو نصوص کے ساتھ آسانی سے مفہوم ہو
اور بیان اشارات دقیقہ ہین کہ طول تدبر وتفکر کے ساتھ حاصل ہوتے ہین وما یذکر الا اولوا الالباب - اور یہی محققین حکماء ربانیین ہین بخلاف ملاحدہ
باطنیہ کے کہ جو عین وسوسۂ شیطان ونفس مین شیطانی خیالات کے متبع ونصوص کے معانی سے منکر ہین اور خوب جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا
ان الشیاطین لیوحون الی اولیائهم - اور بایں معنی یہ لوگ اکثر امور سے لوگون کو بدعوی کشف والہام آگاہ کرتے اور اپنے دام مین پھنساتے ہین حالانکہ
عوام یہ نہین جانتے کہ انکو الہام شیطانی ہو اور کوئی شخص پاؤگے جو اپنے قیاسات سے الہام وکرامت مین اور استدراجات شیطانیہ مین اپنی قوت سے فرق
کرے اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے ہمکو نہایت آسانی سے فرق کرنیکا طریقہ بتلادیا کہ جو شخص عین اتباع سنت وشریعت پر مستقیم ہو وہ ولی ہو اور جو اس سے
خارج ہو ہر چند وہ کرشمہ دکھلاوے ہرگز اسپر ایمان نہ لاؤ کیونکہ صراط مستقیم سے جب باہر ہو تو کیونکر جانوگے کہ لطف الٰہی عزوجل سے سعدور رکھا گیا ہو یا وہ
شیطان کے تابع کرکے مطرود کیا گیا ہو پس جو لوگ لباس صوفیہ مین پیرنے ہوئے لاکھون مرید رکھتے ہین جب دیکھو کہ وہ شریعت واتباع سنت سے خارج ہو
تو ہرگز مطمئن نہو کہ وہ شیطان کی اتباع مین کمال رکھتا اور وحی شیطانی سے بہت سے استدراجات دکھلاتا ہو اور مترجم نے اس قسم کے چند مدعیون کو
دیکھا کہ وہ شریعت مین الحاد اور معانی نصوص سے جاہل اور اقوال مین تحریف کرتا ہو - اعاذنا اللہ تعالی من ذلک - م - قال اللہ تعالی ان الذین یلحدون
فی آیاتنا لا یخفون علینا - اسکی تفسیر مین ابن عباسؓ نے کہا کہ الحاد آیات یہ کہ کلام الٰہی عزوجل کو بے موقع رکھے - رواہ ابن ابی حاتم - اور ابن مسعودؓ نے فرمایا
کہ ہر آیت کے شان ہو کہ اسکے موافق ایک قوم نے عمل کیا اور اسکے واسطے ایک قوم آویگی جو اسپر عمل کرے - رواہ ابن ابی حاتم - مترجم کہتا ہو کہ اسمین
حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عمل کرنے والے قیامت تک ماضی ومستقبل داخل ہین علاوہ ازینکہ حضرت آدم سے لیکر تا زمانۂ اسلام جو لوگ گزرے جہانتک
کسی کا حال معلوم ہو سکتا ہو معتمد وہ کہ خود قرآن پاک مین بیان ہو اور عجائبات سے یہ کہ قرآن پاک کی تاویلات آیات ہر ایک قوم مابعد مین مشاہدہ
ہوتی جاتی ہو اور دلیل اسپر یہ کہ خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اولین وآخرین کا علم چاہے وہ قرآن سے منور ہو - ذکرہ فی الاتقان
اور بعض نظائر بطور آسان مثال کے یہ ہین کہ قال تعالی یا ایها الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیہ - یعنی اللہ تعالی نے مومنون کو
خطاب فرمایا کہ اے اہل ایمان بہت سے علمائے یہود اور درویشان نصاری البتہ باطل ذریعہ سے لوگون کے مال کھاتے اور بہکاتے ہین علماء مفسرین نے کہا کہ
مومنین کو احبار ورہبان کا حال اس تنبیہ کے واسطے سنایا کہ تم مین ایسے لوگ نہونا چاہئین - حالانکہ اسوقت اہل ایمان مشاہدہ کرتے ہین کہ بہت لوگ عالم بنے
ہوئے یہی وتیرہ رکھتے ہین کہ بدعات ومنکرات کے ذریعہ سے عوام کو اپنی طرف راغب کرتے ہین اور علمائے ربانیین کی نصائح سے انکو بہکاتے ہین حتی کہ عوام اہل
حق کے دشمن ہوجاتے ہین اور اس قسم کے درویشون کو ہر جگہ پاؤگے قولہ تعالی واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة یعنی ایسے فتنہ سے بچو جو تم مین سے
ظلم کرنے والون ہی کو خاصة نہین پہونچیگا یعنی وہ فتنہ جب نازل ہوا تو عام ہو کہ ظالم ومتقی سب کو گھیر لیگا - حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہو
کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت مین ایک قوم نے ظلم کیا اور اسکے بعد مسلمانون مین فتنہ پھیل گیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس آیت کو پڑھکر
فرماتے کہ ہم نہین جانتے تھے کہ اسکی تاویل ہم ہی لوگون مین واقع ہوگی یعنی افسوس کرتے کہ ہم سب کو اسیوقت ان ظالمون کو گرفتار کرنا واجب تھا
ولیکن امر الٰہی قدر مقدور ہو - حدیث مین ہو کہ تم لوگ ظالمون کے ہاتھ روکوگے ورنہ اللہ تعالی تم مین پھوٹ پیدا کریگا حتی کہ تم مین سے مرد صالح دعا کریگا اور قبول
نہوگی - اور تمام تفسیر کتاب مین دیکھو - اسمین تنبیہ ہو کہ اس ملک مین سلاطین وامرا نے ظلم کیا طرح طرح کے شہوات پر کمر باندھی اور اسوقت علماء وعوام
صالحین نے کچھ نہ کیا یا وہ نہ مانے آخر سب ہی مغلوب کردیے گئے حتی کہ کوئی مردول متفق نظر نہین آتے ہین - اسی قسم سے حدیث اشراط الساعة مین ہو
بکریون کے چرانے والے عمارات عالیہ مین تطاول کرینگے اور اسوقت صم بکم ملوک الارض ہونگے - تاویل واللہ تعالی اعلم اب نظر آتی ہو کہ اقوام تاتاری نے

ملکون پر قبضہ کیا اور دنیاوی آرایش مین مبتلا ہوگئے حتی کہ اسلام جو آخرت کی تعمیر و زراعت تھا چھوٹا اور دنیا کی جانب مرجع ہوگیا اور اسوقت روے زمین کے بادشاہون کی یہ کیفیت ہے کہ دنیاوی تدابیر و آرایش بہت کثیر مگر اللہ تعالی کی معرفت مین محض گونگے بہرے ہین اور مؤید اسکی وہ حدیث ہے کہ فرمایا کہ قریب قیامت کے نصاری تمام روے زمین پر غالب و بکثرت ہونگے اور لوگ انکی اتباع کرینگے۔ اسوقت آنکھون کے سامنے یہ منظر موجود ہے حالانکہ حدیث اسوقت صحیح ہوئی کہ نصرانیون کی قلت و ضعف سے کوئی نہین سمجھتا تھا کہ یہ لوگ کیونکر ایسے عروج پر ترقی کرینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین جسطرح ظلم و فسق و فجور اقوام روم وغیرہ مین تھا وہ معلوم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ اس امت والے بھی یہود و نصاری کے قدم بقدم چلینگے چنانچہ جو لوگ علم تاریخ سے واقف ہین وہ بعینہ مطابق پاتے ہین کہ جو افعال ان مین شائع تھے وہ ہی آخر مسلمانون مین پھیل گئے اور اگر مترجم چاہتا تو جو اسنے حدیث سے نقل کیا اسکی آیت قرآن سے سورہ بنی اسرائیل سے لاوے ولیکن مثال مین قدر مذکور کافی ہے۔ بالجملہ یہ ثبوت ہوا کہ قرآن مجید مین آیات کریمہ جیسے اگلون کے حالات مین ہین اسیطرح آیات کریمہ قیامت تک قومون کے بیانات ہین اور یہ امر اعجاز سواے حضرت خلاق علیم عز و جل کے مقدور بشری نہین ہے اور احادیث گویا تفسیر آیات ہین اور حدیث مین آیا کہ اس امت کے فساد و زوال کے وقت مین یہ لوگ اتباع و طریق سنت چھوڑ کر دیگر ذرائع سے عروج و ترقی کی خواہش کرینگے حالانکہ اس چال سے انکو کچھ حصول نہوگا۔ اصل حدیث سنن ابن ماجہ وغیرہ مین ہے۔ حالانکہ اسوقت تم دیکھتے ہو کہ بالکل یہی مشاہدہ ہے۔ منجملہ علامات کے روایت ہے کہ اسوقت قریب مصر کے ایک شخص اسلام کے واسطے قتال کریگا اور وہ آخر مغلوب ہو جائیگا۔ اور اس روایت مین حاکم مصر کا حلیہ و مدت مذکور ہے اور یہ سب مشاہدہ ہو چکا۔ یہ سب آسان نمونہ علم الکتاب کا ہے اور معلوم ہوا کہ قرآن پاک مین علم اولین و آخرین موجود ہے اور یہ خلاف ظاہر تفسیر نہین ہے۔ م۔ شیخ نے اتقان مین لکھا کہ اسی سے قرآن کے علوم غیر متناہی و عجائب بے شمار معلوم ہوگئے لیکن پہلے ظاہر تفسیر کا حفظ اور اسپر مستقیم ہونا ضروری ہے اسواسطے کہ ظاہر کو محکم کرنے سے پہلے باطن تک پہونچنے کی کوئی امید نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ دلیل منصوص یہ کہ حدیث مین ہے کہ جسنے عمل کیا اسپر جو جانتا تو اللہ تعالی اسکو ایسے امر کا علم دیتا ہے جو اسنے نہین جانا۔ اس سے بتحقیق مستفاد ہوا کہ جسنے ظاہر تفسیر پر عمل کیا اسکو تاویلات باطن کا علم حاصل ہوتا ہے اور روایت حدیث کہ قرآن کے واسطے ظہر و بطن ہے۔ اس سے یہی مراد کہ ظاہر تفسیر پر استحکام و استقامت سے تاویلات و علوم باطنہ حاصل ہوتے ہین پس جب کسی شخص کو اول درجہ بطن پر علم ہوا تو یہ بطن اسکے حق مین ظہر ہوگیا یعنی یہ اسکے حق مین ظاہر تفسیر ہوگیا پس جب وہ اس بطن پر مستقیم رہا و عمل کیا تو آیندہ اسکو درجہ دوم جو اس سے اعلی ہے ظاہر ہوا اور بعد ظہور کے وہ بھی اس شخص کے حق مین ظہر ہوگیا و علی ہذا القیاس اور مراتب کی کوئی انتہا نہین ہے۔ م۔ شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے کتاب لطائف المنن مین لکھا کہ مشائخ صوفیہ نے جو کلام الہی عز و جل و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر بیان کی اور وہ معانی عجیبہ غریبہ ہین تو یہ ظاہر نصوص سے اعراض نہین ہے بلکہ وہ لوگ کہتے ہین کہ ظاہر معانی جنتک مراد ہین اور باوجود اسکے آیت یا حدیث سے یہ معنی باطن بھی اس شخص کو مفہوم ہوتے ہین جسکا سینہ اللہ تعالی نے کھول دیا۔ ھ۔ مترجم کہتا ہے کہ بدین معنی مترجم نے بعض اشارات عرائس کو فائدہ کے ذیل مین ترجمہ کیا تاکہ صاحب نصیب اپنے حال کو شریعت و تقوی سے آراستہ کرکے ان معانی کا شائق ہو واللہ سبحانہ و تعالی الموفق للسداد۔ م۔ **فصل**۔ اتقان مین نفائس علوم القرآن بہت بسط کے ساتھ ذکر فرمائے جسمین سے مترجم نے بطور لباب لینا ضروری و احسن سمجھا واللہ المستعان۔ واضح ہو کہ قرآن مجید کے اشرف علوم مین سے یہ کہ اسکے نزول و اسباب نزول و ترتیب نزول و نازل بمکہ و نازل بمدینہ مع ترتیب نزول ہر مقام اور مکی کا حکم مدنی و برعکس اور مکی کا حکم متعلق بمدینہ و مدنی کا حکم متعلق بمکہ اور مکیہ مشابہ بمدنی و برعکس اور نازل بجحفہ و بیت المقدس یا تبوک و طائف و حدیبیہ اور آیات لیلی و نہاری و صیفی و شتائی وغیرہ جانے اور معلوم کرے کہ کس کلام کے مشایعت مین گروہ ملائکہ آیا کہ نہین اور جانے کہ مکیہ سورتون مین کون آیات

مدنیہ ہین اور مدنیہ سورتون مین کون آیات مکیہ ہین یعنی اکثر سورہ کا نزول مدنیہ مین ہوا مگر بعض آیات سابق مین ہجرت سے پہلے مکہ مین نازل ہوئین۔ اور پہچانے کہ کس کلام کو مکہ سے حبش یا مدنیہ لے گئے اور کس کلام کو مدنیہ سے نقل کیا اور کون کلام مجمل اور کون مفسر اترا او کن آیات کے مکیہ یا مدنیہ ہونے مین مجتہدین کے اقوال ہین۔ ھ۔ بالجملہ انواع کثیرہ مفیدہ ہین لہذا ہر ایک کو نوع علحدہ مین بیان کرنا مناسب ہے۔ (**النوع الاول بیان مکیہ و مدنیہ**) واضح ہو کہ اصطلاح مکی و مدنی داخل قرآن مجید نہین اور نہ آنحضرت صلعم اسواسطے مامور تھے اور نہ اللہ تعالی نے اسکا جاننا امت پر فرض کیا بلکہ اسکا پہچاننا بطریق اجتہاد اور تتبع روایات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ قرآن کا نزول مکہ و مدنیہ و شام مین ہوا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شام سے تبوک مراد ہے یعنی جب آپ غزوۂ تبوک کو تشریف لے گئے اور وہان قرآن مجید نازل ہوا۔ اور وہ پارہ یازدہم کے آیات کثیرہ ہین۔ مین کہتا ہون کہ مکہ و مدنیہ سے ان دونون کی حالت قیام مراد ہے لہذا اشہر اصطلاح یہ کہ مکیہ وہ سورہ یا آیت جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی خواہ مکہ مین ہو یا طائف وغیرہ سفر مین ہوا اور مدنیہ وہ کہ بعد ہجرت کے نازل ہوئی خواہ مدنیہ یا سفر مین اگرچہ مکہ مین ہو۔ وعلی ہذا جو تبوک یا حج وغیرہ مین نازل ہوئی وہ مدنی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے قسم کے ساتھ بیان کیا کہ مین ہر آیت کے سبب نزول کو اور مقام نزول کو جانتا ہون ذکرہ رواہ البخاری پس یہ علم مرغوب ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایات اس باب مین نہین بلکہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حفظ پر مبنی ہے۔ بعض اکثر علماءؒ اس بارہ مین منقول روایت پر اعتماد کرتے ہین اور بعضونے سیاق و احکام وغیرہ سے بھی استنباط کیا۔ (بیان مکیہ و مدنیہ) واضح ہو کہ آج کل جس ترتیب سے قرآن مجید تلاوت ہوتا ہے یہی ترتیب لوح محفوظ ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا قطعی اجماع ہے اور اسی پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو حفظ تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورتون کو طویل و وسط و قصیر کے لحاظ سے دوسری طور پر جمع کیا لیکن ترتیب لوح محفوظ مین اُنسے کچھ اختلاف ماثور نہین ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۂ انعام پوری یکبارگی مکہ مین نازل ہوئی باستثناے تین آیات قل تعالوا الخ۔ اور اس سے پہلے جو سورہ ہین دبقرہ و آل عمران و نساء و وہ مدنیہ مین نازل ہوئین اور مکہ مین نازل ہوا سورۂ اعراف و یونس و ہود و یوسف و رعد و ابراہیم و سورۂ حجر و نحل سوا آخری تین آیات کے کہ وہ مدنیہ مین غزوۂ احد سے واپسی کے وقت نازل ہوئین۔ و سورۂ بنی اسرائیل و کہف و مریم و طہ و انبیاء و سورۂ حج سوائے تین آیات ہذان خصمان اختصموا فی ربہم الخ کے کہ یہ آیات مدنیہ مین نازل ہوئین۔ و سورۃ المومنین والفرقان و سورۂ شعراء سوا آخری پانچ آیات یعنی الشعراء یتبعہم الغاوون الخ کے و سورۃ النمل والقصص والعنکبوت والروم و سورۂ لقمان سوائے قولہ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام الخ کے کہ مدنیہ مین نازل ہوئین۔ و سورۃ السجدہ سوا تین آیات افمن کان مومنا الخ کے۔ و سورۂ سبا و فاطر و یٰس و الصافات و ص و سورۂ زمر سوائے تین آیات قل یا عبادی الذین اسرفوا الخ کے کہ وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارہ مین نازل ہوئین۔ سورتہای سبعہ حوامیم یعنی ساتون سورہ حٰم بھی مکی ہین۔ سورۂ ق والذاریات والطور والنجم والقمر و سورۃ الرحمن والواقعہ والصف و سورۃ التغابن سوا چند آیات آخری کے کہ وہ مدنیہ مین نازل ہوئین۔ و سورۃ الملک و سورۂ ن و الحاقہ و سورہ سال و سورۂ نوح والجن والمزمل سوائے دو آیات ان ربک یعلم انک تقوم الخ کے و سورۃ المدثر سے آخر قرآن تک بھی سب مکیہ ہین سوا سورۂ اذا زلزلت و اذا جاء نصر اللہ و قل ہو اللہ احد و قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس کے کہ یہ مدنیہ مین نازل ہوئین اور اسی طرح مدنیہ مین نازل ہوئے سورۂ انفال و براءۃ و نور و احزاب و سورۂ محمد والفتح والحجرات والحدید و اسکے مابعد کی سورتین سب سورہ تحریم تک کہ یہ سب مدنیہ ہین۔ رواہ ابو جعفر النحاس باسناد جید رجالہ کلہم ثقات من علماء العربیۃ المشہورین۔ اور بیہقی نے عکرمہ و حسن بن ابی الحسن سے مرسلاً اور بطریق مجاہد عن ابن عباس موصولاً اسکے مثل روایت کیے۔ (**بیان ترتیب نزول**) یعنی مثلاً مکیات سورتون مین اول کون سورت اُتری پھر آخر تک اسی طرح مدنیات مین نزول کی ترتیب کیونکر ہے کیونکہ اللہ تعالی نے کمال رحمت و عین حکمت سے اسی ترتیب لوح محفوظ پر جو موجود ہے

نازل نہین فرمایا بلکہ بحسب مواقع وضرورات کے نازل فرمایا اور اسمین بعضے لطائف اسرار ہین جوآئندہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہونگے لہذا تلاوت کی موجودہ ترتیب تو معلوم ہے۔ رہا علم ترتیب نزول تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی سورہ کا ابتدا مکہ مین نازل ہوا تو وہ مکہ مین لکھا جاتا تھا پھر اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا تو اسمین زیادت ومحو فرماتا تھا اور قرآن مین سے جو اول نازل ہوا وہ اقرا باسم ربک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ طول کے ساتھ ابن الضریسؒ نے بسند ضعیف روایت کیا اور مین نے دو وجہ سے اسکا ترجمہ چھوڑا ایک یہ کہ اسناد قوی نہین ہے اور دوم یہ کہ ابتدا کے لحاظ سے سورہ لکھا گیا جیسا کہ خود ابن عباسؓ سے مروی ہے اگرچہ ابتدا مین چند آیات کا نزول ہوا پھر باقی تمام سورہ مدینہ مین نازل ہوا پس بلحاظ کثرت کے سورہ مدنی ہے اور بلحاظ ابتدا اسکے مکی مین شمار ہوگا پس عوام کو خلط ہوجائیگا۔ شیخ ابن الحصارؒ نے فرمایا کہ کوئی سورہ مکیہ ومدنیہ نہین مگر آنکہ اسمین سے آیات مستثنیٰ ہین۔ اسکا حاصل یہی کہ سورہ کا مکی یا مدنی نام بوجہ کثرت آیات کے ہے ورنہ مدنی مین سے جو آیات قلیلہ کہ مکہ مین نازل ہوئین انکے لحاظ سے وہ مکیہ ہوگا۔ یا مکیہ سے جو آیات مدینہ مین نازل ہوئین انکے اعتبار سے وہ مدنی ہوگا لیکن اکثر وزائد کے لحاظ سے نام رکھا گیا۔ شیخ ابن الحصارؒ نے کہا کہ (۲۰) سورہ بالاتفاق مدنی ہین اور (۱۲) سورہ کے مکی ومدنی ہونے مین اختلاف ہے اور باقی بالاتفاق مکی ہین۔

(فصل) جن سورتون کے مکی ومدنی ہونے مین اختلاف ہے ازانجملہ۔ **الفاتحہ**۔ ابوعبیدہ وفریابیؒ نے بسند صحیح حضرت مجاہدؒ سے روایت کیا کہ وہ مدنی ہے اور ابن عطیہ نے بھی قول زہری وعطاء وسوادہ وعبداللہ بن عبید بن عمیر نقل کیا اور طبرانیؒ نے بسند صحیح مجاہدؒ کے طریق سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان ابلیس رن حین انزلت فاتحۃ الکتاب وانزلت بالمدینۃ یعنی جب سورہ فاتحۃ الکتاب نازل ہوا تو ابلیس بچک کر رویا اور وہ مدینہ مین نازل ہوئی۔ بعض علماءؒ نے کہا کہ شاید آخری جملہ کہ "وہ مدینہ مین نازل ہوئی" مجاہدؒ نے اپنا کلام ملا دیا یعنی ایسے طور کہ بیان فرمایا کہ وہ ابوہریرہؓ کے کلام سے مل گیا حتی کہ راوی نے اسکو کلام ابوہریرہؓ سمجھا۔ کیونکہ جمہور علماءؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ مکیہ ہے اس دلیل سے کہ اول تو شرع مین معہود نہین کہ کوئی نماز بغیر فاتحہ ہو۔ دوم یہ کہ قولہ تعالیٰ السبع المثانی والقرآن العظیم۔ کی تفسیر صحیح بخاری وغیرہ مین سورۂ فاتحہ ہے اور آیت کریمہ سورۃ الحجر مین ہے جو بالاتفاق مکیہ ہے تو سورۃ الحجر سے پہلے نزول ہوا جس سے احسان رکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ دلیل اول کا ضعف ظاہر ہے اور دلیل دوم کا جواب یہ ہے کہ محققین کے نزدیک سبع مثانی سات سورۂ طوال ہین چونکہ سات سورہ مع باقی قرآن کا علم اس سورۂ فاتحہ مین جمع فرمایا جیسا کہ حسن بصریؒ وغیرہ سے بسند صحیح مروی ہے اور اتقان کے نوع فاضل ومفضول مین توضیح مذکور ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ سے تفسیر فرمائی کیا نہین دیکھتے ہو کہ سبع مثانی وقرآن عظیم۔ دونون کی یہ تفسیر ہے اور یہ نہین دیکھتے ہو کہ بالاتفاق آپ نے یہ تفسیر مدینۂ منورہ مین فرمائی ہے۔ پس یہ دونون دلائل ضعیف ہین ہان ابتدا مین جو اثر کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے اس سے بھی مدنیہ ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ سورۂ انعام سے پہلے جملہ سورتون کو مدنی فرمایا ہے بعض علماء نے دونون قول مین اسطرح توفیق دی کہ سورۂ فاتحہ دو مرتبہ نازل ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے آیت وضو مین اشکال ہے کہ وہ بالاتفاق سورۂ مدنیہ مین ہے حالانکہ نماز بغیر طہارت کے ماثور نہین ہے۔ اور جسنے یہ زعم کیا کہ سورۂ نساء مکیہ ہے اسکا زعم خلاف حدیث صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زعم غلط ہے۔ (ازانجملہ **سورۂ یونس**) بقول مشہور مکیہ ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوے تو کفار عرب نے تعجب سے انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اعلیٰ ہے کہ آدمی اسکا رسول ہو پس نازل ہوا۔ اکان للناس عجبا الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قدر صرف ثبوت ہوا کہ مکہ مین نزول شروع ہوا اور یہ منافی نہین کہ زائد سورہ کا نزول مدینۂ منورہ مین واقع ہوا ہو فافہم۔ (**سورۂ رعد**) مجاہد وعلی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباسؓ مین مکیہ ہے اور روایت دیگر کے اور دیگر روایات مین مدنیہ ہے اور وفاق یہ کہ باعتبار اکثر آیات کے مکیہ اور بعض آیات مانند قولہ تعالیٰ اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ الآیۃ مدنیات ہین۔ (سورۂ ...

اثر ابن عباسؓ مین جو اوپر گزرا مکیہ ہے باستثناے چند آیات کے اور دیگر آثار مین مدنیہ ہے اور جمہور کے نزدیک اس سورہ مین آیات مکیہ و مدنیہ مختلط ہین یعنے اکثر کے لحاظ سے مکی یا مدنی نہین کہہ سکتے ہین۔ (**سورۃ الفرقان**) جمہور کے نزدیک مکیہ ہے اور قول ضحاک مین مدنیہ ہے۔ (**سورۂ یٰسٓ**) مشہور یہ کہ اتفاقاً مکیہ ہے اور بعض نے قول غریب مدنیہ ہونے کا نقل کیا۔ اسی طرح (**سورۂ صٓ**) کا حال ہے۔ جیسے سورۂ محمد و حجرات مدنیہ ہین اور قول غریب مکیہ کا نقل کیا گیا۔ (**سورۃ الرحمٰن**) جمہور کے نزدیک مکیہ اور یہی صواب ہے بدلیل روایۃ الترمذی والحاکم در بارۂ حسن جواب الجن حالانکہ قصۂ جن مکہ مین واقع ہوا تھا۔ وعن اسماء بنت ابی بکر قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو یصلی نحو الرکن قبل ان یصدع بما یومر والمشرکون یسمعون فبای آلاء ربکما تکذبان۔ رواہ احمد باسناد جید۔ (**سورۃ الحدید**) بقول جمہور مدنیہ ہے لیکن خلاف نہین کہ اسمین آیات مکیہ ہین ظاہراً وہ ابتدائی ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب یہ کہ آپ اپنی بہن کے یہان گئے تو ایک صحیفہ دیکھا جسمین اول سورۂ حدید مکتوب تھی اسکو پڑھا اور یہی سبب اسلام ہوا۔ کما رواہ البزار وغیرہ۔ (**سورۃ الصف**) بقول جمہور مختار و مرجح یہ مدنیہ ہے۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ ہم لوگ چند اصحاب رضی اللہ عنہم بیٹھے ذکر کرتے تھے کہ اگر ہم جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون عمل زیادہ محبوب ہے تو اسپر عمل کرتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قولہ سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وہو العزیز الحکیم یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون الخ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر سورۃ تک سنائی۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ (**سورۃ الجمعۃ**) بقول صحیح وہ کل مدنیہ ہے بدلیل حدیث ابی ہریرۃ عند البخاری و قصۂ انفضاض بحالت خطبہ بروایت صحاح۔ (**سورۃ التغابن**) ایک قول مین صرف آخر مدنیہ ہے اور دوم مین کل مدنیہ ہے۔ (**سورۃ الملک**) مشہور قول اتفاقی یہ کہ مکیہ ہے و غریب قول مجہول یہ کہ مدنیہ ہے اور صواب اول ہے (**سورۃ الانسان**) بعض نے آیت واحدہ لا تطع منہم کو مکیہ کہا اور بعض نے کل کو مدنیہ۔ (**سورۃ المطففین**) بروایت نسائی عن ابن عباس مدنیہ ہے والاسناد صحیح۔ پس یہی معتمد ہے۔ (**سورۃ الاعلیٰ**) بقول جمہور مکیہ ہے بتائید حدیث البخاری عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ اور شاید کہ سفر ہجرت مین نزول ہو۔ (**سورۃ الفجر**) بقول جمہور مکیہ ہے۔ (**سورۃ البلد**) اظہر یہ کہ مکیہ ہے یہی سیاق ہے۔ (**سورۃ اللیل**) بقول اشہر مکیہ ہے اور قصۂ اسباب نزول سے مدنیہ ظاہر ہوتی ہے وقیل مختلط۔ (**سورۃ القدر**) اکثر کے نزدیک مکیہ ہے اور ترمذی و حاکم نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا کہ بنو امیہ آپکے منبر پر ہین تو آپکو ناگوار ہوا پس نازل ہوا انا اعطیناک الکوثر۔ و نازل ہوا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ لیکن مزنیؒ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ (**سورۃ لم یکن**) بقول اشہر مکیہ ہے اور مدنیہ کی تائید بروایت ابو حبۃ البدری رضی اللہ عنہ کہ جب سورۂ لم یکن نازل ہوئی تو جبرئیلؑ نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ آپ کا رب پروردگار آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ ابی بن کعب کو یہ سورہ پڑھا دین۔ رواہ احمد۔ اسی دلیل سے شیخ ابن کثیرؒ نے جزم کیا کہ یہ مدنیہ ہے۔ مین کہتا ہون کہ سنن و فضائل ابی بن کعبؓ مین مرفوع وارد ہے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ مین تجھ پر سورۂ لم یکن پڑھون پس ابی بن کعب نے عرض کیا کہ کیا رب عز وجل نے میرا نام لیا آپنے فرمایا کہ ہان پس ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روئے۔ (**سورۃ الزلزال**) مین مکیہ و مدنیہ کے دونون قول ہین اور حدیث ابو سعید الخدری بروایت ابن ابی حاتم دلیل ہے کہ وہ مدنیہ ہے۔ (**سورۃ العادیات**) دونون قول ہین سے مدنیہ ہونے کی دلیل روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے۔ رواہ الحاکم وغیرہ (**سورۃ الہٰکم**) مختار یہ کہ مدنیہ ہے کیونکہ ابن ابی حاتم نے ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اسکا نزول انصار کے دو قبائل کے حق مین ہوا جنھون نے تفاخر کیا تھا۔ اور بخاری نے ابی بن کعب سے روایت کی کہ ہم اسکو قرآن سے جانتے تھے کہ لو کان لابن آدم وادیا من ذہب الخ۔ یہانتک کہ سورۂ الہٰکم نازل ہوئی۔ اور روایت ترمذی از علی رضی اللہ عنہ در باب عذاب القبر بھی دلیل ہے۔ (**سورۃ ارایت الذی**) مین بھی دو قول ہین۔ اور مرجح مکیہ ہے۔ (**سورۃ الکوثر**) صواب یہ کہ مدنیہ ہے

الدہر

دلیل حدیث مسلم عن انس رضی اللہ عنہ واللہ ارحجہ النووی (**سورۃ الاخلاص**) اسمین دو قول اور دلائل متعارض ہین شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ میرے نزدیک
مدنیہ ہونے کو ترجیح ہے چنانچہ مینے کتاب اسباب النزول مین بیان کیا ہے۔ (**سورۃ الفلق وسورۃ الناس**) مختار یہ کہ دونون مدنیہ ہین۔
اسمین اشارہ ہے کہ انکی مکیہ ہونے کی دلیل بھی موجود ہے مین کہتا ہون کہ شیخ سیوطی نے بعض آثار ابتدائے اتقان مین اسکے مؤید روایت کیے ہین۔
(**التنبیہ**) بیہقی وابن الحصار نے کہا کہ ہر سورہ مین آیات مدنیہ ہین لیکن بعضے لوگ اسمین صرف اجتہاد پر اعتماد کرتے ہین اگرچہ سلف سے روایات بغور
(**الضوابط**) جنسے مکی و مدنی کی شناخت ہوتی ہے اور بعض محققین نے کہا کہ عند التحقیق یہ ضوابط کلیہ نہین ہین۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ جہان یا ایہا الذین
آمنوا ہے وہ مدینہ مین اتارا گیا اور جہان یا ایہا الناس ہے وہ مکہ مین اترا۔ رواہ الحاکم والبیہقی والبزار۔ اور ابو عبیدؒ نے اسکو علقمہؒ سے جو ابن مسعودؓ کے اصحاب مین سے
ہین روایت کیا اور میمون بن مہرانؒ نے کہا کہ جہان قرآن مین یا ایہا الناس یا بنی آدم ہے وہ مکی ہے اور جو یا ایہا الذین آمنوا ہے وہ مدنی ہے۔ رواہ ابو عبید۔
ابن الحصارؒ نے اشارہ کیا کہ حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کی اسناد ضعیف ہے اگرچہ ناسخ منسوخ بیان کرنے والون نے اسپر اعتماد کیا اور مترجم کے نزدیک تلخیص
یہ کہ قول عبد اللہ بن مسعودؓ کی تاویل دو طرح ہو سکتی ہے اول یہ کہ نزول سے معنی متعارف مراد ہون پس وارد ہوگا کہ سورۂ بقرہ مدنیہ ہے حالانکہ اسمین یا ایہا الناس
اعبدوا ربکم الذی خلقکم موجود ہے اور سورۂ نساء مدنیہ کے اول ہی مین یا ایہا الناس موجود ہے اسیطرح بہت سی مکیہ سورتون مین یا ایہا الذین آمنوا موجود ہے
پس بعض نے زعم کیا کہ یہ ضابطہ کلیہ نہین بلکہ اکثر یون ہی واقع ہوا۔ تاویل دوم یہ کہ مکہ مین یا مدینہ مین نازل ہونے سے یہ غرض کہ اسکا حکم ان لوگون سے
متعلق ہے پس اس تاویل پر معنی یہ ہوے کہ نزول کسی مقام پر ہو یا ایہا الناس و یا بنی آدم خطاب باہل مکہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اسوقت مین ابتداء خطاب
اہل مکہ کو ہوا اگرچہ تبلیغاً تو دنیا بھر کے کافرون کو خطاب ہے لیکن یہ امر ظاہر ہے کہ جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات شریف خود موجود تھے اُنپر اتباع
اولاً و بالذات فرض متحتم ہے پس مقصود یہ کہ خطابات قرآنی مین ایہا الناس سے اولاً و بالذات مخاطب اہل مکہ ہین پھر تمام عرب کے بُت پرست پھر تمام روے زمین کے
کفار ہین اگرچہ اہل ایمان کو خود نصیحت برابر محفوظ رکھنا لازم ہے کیونکہ مومنین تو ایمان ہی لائے پس اُنھین کو اصل نفع اور وہی برابر ایمان پر جمے رہینگے اور
یا ایہا الذین آمنوا خطاب اہل مدینہ کو ہے بمعنی آنکہ یہ خطاب ان لوگون کو ہے جو ایمان لائے اور معلوم ہوا کہ ظہور ایمان بغیر مغلوبی کے مدینہ مین ہوا اگرچہ
ایک جماعت عظیم مکہ مین مسلمان ہو چکی تھی پس اس خطاب سے مومنین مقصود ہین اور انمین اولاً و بالذات تو مہاجرین و انصار ہین پھر تمام عرب پھر روے زمین کے
اور یہ تاویل اولی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض قرآن مکہ مین نازل ہوا اور وہ متعلق باہل مدینہ ہے یعنی مہاجرین و انصار اس سے اولاً مخاطب ہین اور بعض کا
نزول مدینہ مین ہوا اور مومنین تو اسپر ایمان لا چکے پس حکم خطاب اولاً متعلق باہل مکہ ہے کیونکہ اہل مکہ پر سب سے مقدم ایمان لانا واجب تھا
اسیواسطے انھین پر اولاً جہاد ہوا۔ (**مثلہ متعلقۃ ہذا الباب**) واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی نزول
مکہ مین بروز فتح مکہ ہوا یعنی بعد ہجرت کے آٹھوین سال جب مکہ فتح ہوا تو وہان یہ آیت نازل ہوئی حالانکہ بنا بر اصطلاح مذکور کے یہ آیت مدنیہ ہے۔ اسی طرح
قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم بمقام عرفہ بحجۃ الوداع اور قولہ تعالیٰ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الآیہ بحق عثمان بن طلحۃ الحجبی بھی نازل بمکہ اور
حکماً مدنیہ ہین۔ اور اسکے برعکس سورۃ الممتحنہ کا نزول مدینہ مین مگر حکم متعلق باہل مکہ ہے چنانچہ تفسیر دیکھو۔ قولہ تعالیٰ فی سورۃ النجم الذین یجتنبون کبائر
الاثم والفواحش الا اللمم۔ پھر یہ سورہ مکیہ ہے لیکن مشابہ بمدنی ہے کیونکہ فواحش جنمین حد واجب ہو حالانکہ حدود کی سزا فقط مدینہ مین ہوئی ہے۔ سورۂ
والعادیات اگرچہ مدنی ہے مگر شابہ بنزول مکہ ہے۔ مثال جو قرآن کہ مکہ سے مدینہ لائے وہ سورۂ یوسف و اخلاص و سبح اسم ربک الاعلی ہے۔ مثال جو مدینہ سے
مکہ لائے قولہ تعالیٰ یسالونک عن الشہر الحرام قتال فیہ۔ اور آیت الربوا۔ اور ابتداے سورۂ براءۃ وغیر ذلک چنانچہ تفسیر مین اپنے اپنے مقام پر معلوم
ہوگا۔ مثال جو حبشہ کو بھیجے گئے قولہ تعالیٰ قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء الآیات۔ شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ ان آیات کو روم بھیجا نا بھی صحت کو

پہونچا - اور صحیح ہوا کہ جعفر بن ابی طالب نے نجاشی حبشہ کو سورۂ مریم سنائی تھی - (**النوع الثانی**) در بیان حضری و سفری حضر کی حالت مین قرآن
کثیر نازل ہوا اور یہ ظاہر ہے پس سفری کی مثالین ذکر کرنا مناسب ہے - اول قولہ تعالیٰ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی - کیونکہ سال حجۃ الوداع مین حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ ہم خلف المقام نماز طواف ادا کرین تب نازل ہوا - (دوم) قولہ تعالیٰ لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا - عمرۂ حدیبیہ
مین بروایت ابن جریر عن الزہری - (سوم) قولہ تعالیٰ واتموا الحج والعمرۃ للہ - چنانچہ ابن ابی حاتم نے صفوان بن امیہ سے حجۃ الوداع مین ایک شخص زعفرانی
لباس کے سوال احرام عمرہ مین روایت کی - مین کہتا ہون کہ مختصر حدیث صحیح مسلم مین موجود ہے - (چہارم) قولہ فمن کان منکم مریضا الآیہ - بحق کعب
بن عجرہ رضی اللہ عنہ در سفر حج بروایت احمد بلکہ صحیحین - (پنجم) قولہ تعالیٰ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح الآیہ - حمراء الاسد کے مقام پر
نازل ہوئی - رواہ البیہقی عن ابن عباس باسناد صحیح یعنی غزوۂ احد کے بعد جب آپ لشکر لیکر حمراء الاسد تک گئے - (ششم) قولہ تعالیٰ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات
الی اہلہا الآیہ غزوۂ فتح مکہ مین جوف کعبہ کے اندر نازل ہوئی - کما رواہ ابن مردویہ اور صحاح مین فتح مکہ مین نزول مذکور ہے - (ہفتم) قولہ تعالیٰ اذا کنت فیہم
فاقمت لہم الصلوۃ الآیہ - عسفان مین درمیان ظہر و عصر کے نازل ہوئی کما اخرجہ احمد عن ابی عیاش الزرقی رض - (ہشتم) قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ
عرفات مین بعد ظہر کے بیوم الجمعہ حجۃ الوداع مین نازل ہوئی کما فی الصحیح عن عمر رض - (نہم) آیت تیمم کا نزول بیداء یا ذات الجیش مین نازل ہوئی
کما فی الصحیح عن عائشہ رض - (دہم) اذ تستغیثون ربکم الآیہ کا نزول بدر مین ہوا بروایت الترمذی - (یازدہم) اول انفال کا نزول بدر سے مراجعت
مین ہوا - بروایت احمد - (دوازدہم) قولہ لو کان عرضا قریبا و سفرا قاصدا لاتبعوک ولکن بعدت علیہم الشقۃ الآیات - کا نزول غزوۂ تبوک مین ہوا - بروایت
ابن جریر - (سیزدہم) قولہ ولئن سالتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب الآیہ - غزوۂ تبوک کے سفر مین بروایت ابن ابی حاتم - (چہاردہم) خاتمۃ النحل کا
نزول غزوۂ احد مین جب حضرت حمزہ رض کے شہید پر تھے - بروایت بیہقی والبزار لیکن بروایت ترمذی و حاکم بروز فتح مکہ - (پانزدہم) قولہ اذن للذین
یقاتلون بانہم ظلموا الآیہ بعض نے جانا کہ سفر ہجرت مین نازل ہوا بدلیل آنکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان
لوگون نے اپنے پیغمبر کو نکالا ہے واللہ یہ لوگ ہلاک ہونگے پس یہ حکم نازل ہوا - رواہ الترمذی عن ابن عباس لیکن مترجم کہتا ہے کہ صحاح مین روایت
ہے کہ جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین پہلے ہی جانتا تھا کہ یہی ہوگا - (شانزدہم) سورۂ انا فتحنا بعد صلح حدیبیہ کے خواہ
حدیبیہ یا اسی کے قریب نازل ہوئی کما فی الصحیح - (ہفدہم) قولہ سیہزم الجمع ویولون الدبر الآیہ - یوم بدر مین نازل ہوئی - (ہیژدہم) اذا جاء
نصر اللہ - اوسط ایام تشریق مین نازل ہوئی پس آپنے وداع سمجھکر خطبہ معروفہ پڑھا - رواہ البیہقی والبزار - اور اس باب مین روایات دیگر ہین - (**نوع
ثالث**) معرفت لیلی و نہاری اور اسکی مثالین بہت ہین اور اکثر قرآن کا نزول دن مین ہوا اور بعض رات مین نازل ہوا چنانچہ (۱) قولہ ان فی خلق السموات
والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الخ - کی تفسیر مین دیکھو کہ رات کو نزول ہوا کما فی صحیح ابن حبان (۲) قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک
من ربک الی قولہ واللہ یعصمک من الناس - رات مین نازل ہوئی - رواہ الترمذی والحاکم - (۳) سورۂ انعام ابن عباس رض نے کہا کہ مکہ مین رات مین نازل ہوئی اس
شان سے کہ اسکے ساتھ ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے ہوئے مشایعت مین تھے - رواہ الطبرانی وابو عبید - (۴) قولہ تعالیٰ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیہم الارض الآیہ
آخری تہائی رات باقی تھی کہ آیت توبہ نازل ہوئی کما فی الصحیح من حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) سورۂ مریم - چنانچہ ابو مریم الغسانی
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے حضور مین عرض کیا کہ رات میرے یہان لڑکی پیدا ہوئی تو فرمایا کہ رات مجھپر سورۂ مریم نازل ہوئی پس اسکی
کا مریم نام رکھو - رواہ الطبرانی - (۶) آیت حجاب نازل ہونے کے بعد عورتون کو پردہ کے ساتھ اپنی ضرورت مین نکلنے کی آیت رات مین نازل
ہوئی چنانچہ صحیح بخاری مین ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کے قصہ مین ہے اور چونکہ ازواج مطہرات رات ہی مین بضرورت پاخانہ وغیرہ کے

نکلا کرتی تھین جیسا کہ قصۃ الافک مین حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح مین ہے (۷) سورۂ انا فتحنا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے فرمایا کہ رات مجھپر ایسی سورت نازل ہوئی کہ جسپر آفتاب چمکتا ہے اس سے زیادہ محبوب ہے پس سورۂ انا فتحنا تلاوت فرمائی۔ اور تمام حدیث صحیح البخاری
مین ہے۔ (۸) سورۂ والمرسلات۔ کہ وہ شب عرفہ یعنی نوین ذی الحجہ کو رات مین غار منی مین نازل ہوئی۔ رواہ الاسماعیلی فی مستخرجہ اور صحیحین مین
بدون ذکر شب عرفہ موجود ہے۔ اور اس نوع کے امثلہ دیگر ہین۔ (التنبیہ) آیۃ التیمم سفر مین وقت صبح کے نازل ہوئی کما فی حدیث عائشہ
رضی اللہ عنہا فی الصحیح۔ آیۂ لیس لک من الامر شیٔ او یتوب علیہم الآیۃ۔ بھی صبح مین نازل ہوئی بلکہ یہ عجیب ہے کہ نماز مین نزول ہوا چنانچہ صحیح کی
حدیث مین ہے کہ جب نماز صبح کی دوسری رکعت مین آپ چاہتے تھے کہ اہل مکہ مین ابوسفیان وغیرہ پر قنوت مین بددعا فرماوین کہ یہ آیت نازل
ہوئی جسمین آپ کو اس سے منع فرمایا گیا۔ (التنبیہ) حاکم نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ زیادہ سچا خواب وہ ہوتا ہے جو دن مین ہو
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دن مین وحی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے رواہ الحاکم فی التاریخ۔ اس سے لازم آیا کہ وحی خاصۃً دن ہی مین نازل ہوئی ہے
جواب یہ کہ روایت مذکور صحیح نہین بلکہ منکر ہے قابل حجت نہین ہے۔ (فائدہ جلیلہ) وحی کبھی ایسی حالت مین نہین ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اپنی ازواج مطہرات مین سے کسی کے لحاف مین ہون سوائے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چنانچہ صحاح مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے آگاہ فرمایا کہ عائشہؓ کے بارہ مین کوئی شخص مجھے تکلیف نہ دے کہ کسی زوجہ کے ساتھ مین مجھپر وحی نازل نہین ہوتی سوائے عائشہؓ کے یہ بھی مثل آیۂ لیس لک
من الامر شیٔ الآیہ کے بے نظیر ہے اور اس سے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بے مثل فضیلت ظاہر ہے۔ المترجم۔ (نوع رابع) آیات گرما و سرما
کی مثالون مین سے (۱) کلالہ کی میراث مین دو آیتین ہین۔ واحدیؒ نے کہا کہ انمین پہلی آیت جو سورۂ نساء کے اول مین ہے وہ سرما مین نازل ہوئی اور
دوسری آیت جو سورۂ نساء کے آخر مین ہے وہ گرما مین نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی امر مین
بار بار اسقدر عرض نہین کیا جسقدر کلالہ کے بارہ مین عرض کیا اور آپنے بھی کسی بارہ مین اسقدر درشتی نہین فرمائی جسقدر اسکے بارہ مین مجھپر درشتی
فرمائی حتی کہ انگلی سے میرے سینہ مین چونکا اور فرمایا کہ اے عمر تجھے وہ آیت گرما کافی نہین ہوئی جو سورۂ نساء کے آخر مین ہے۔ رواہ مسلم۔ اسی طرح
مستدرک کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین اس آیت کو آیۃ الصیف فرمایا۔ رواہ الحاکم۔ اور واضح ہو کہ جو قرآن کہ سفر حجۃ الوداع مین نازل ہوا
وہ سب گرما مین شمار ہے جیسے اول مائدہ و قولہ الیوم اکملت لکم دینکم۔ و قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔ و آیت دین و سورۃ النصر۔ اور اسی طرح
جو آیات کہ غزوۂ تبوک مین نازل ہوئین وہ بھی گرمائی ہین اسواسطے کہ غزوۂ مذکور شدت گرما مین واقع ہوا تھا۔ (بیان امثلہ سرمائی)
یعنی جو سرما مین نازل ہوئین۔ (۱) قولہ ان الذین جاؤا بالافک الآیات۔ چنانچہ صحیح کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین وارد ہے کہ سرد روز مین نازل
ہوئی۔ (۲) جو آیات غزوۂ احزاب مین نازل ہوئین وہ بھی سرمائی ہین کیونکہ حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ مین ثبوت ہے کہ سخت جاڑا تھا کما رواہ
البیہقی وغیرہ۔ اور اسمین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود الآیات۔ (نوع
خامس) امثلہ فراشی و نومی یعنی جو بستر و خواب مین نازل ہوا کیونکہ آپ کا خواب بیداری سے بہتر تھا چنانچہ صحیح و سنن مین احادیث اس بابمین
مصرح ہین بلکہ خواب انبیاء علیہم السلام وحی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرزند خواب مین دیکھا اور اسی پر عمل واجب ہوا چنانچہ قرآن مجید مین مذکور ہے
(مثال اول) قولہ تعالیٰ واللہ یعصمک من الناس۔ اسوقت نزول ہوا کہ آپ بستر خواب پر تھے چنانچہ اوپر گزرا۔ (۲) قولہ تعالیٰ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا۔
چنانچہ صحیح مین ہے کہ تہائی آخر رات باقی تھی کہ نزول ہوا اور حالیکہ آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ معنی یہ کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
اس حالت مین پاس سے ہٹ جاتی تھین۔ چنانچہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصریح فرمائی کہ مجھے۔ (۹) خصال عطا ہوئے۔ الخ۔

ازانجملہ ایک خصلت یہ ذکر فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی حالت مین وحی نازل ہوتی کہ آپ اپنی ازواج مین سے کسی کے لحاف مین ہوتے پس یہ بی بی آپ سے الگ ہٹ جاتی تھی اور مین آپکے لحاف ہی مین رہتی اور آپ پر وحی کا نزول ہوتا تھا - رواہ ابو یعلی - مترجم کہتا ہے کہ کہ اصل حدیث مین (عند ام سلمہ) کا لفظ ہے اور اسکی دو تفسیرین ہو سکتی ہین (۱) ام سلمہؓ کے پاس تھے - جیسا کہ ترجمہ کیا گیا - (۲) ام سلمہ کے یہان تھے - اور یہ محاورہ معروف ہے جیسے کہتے ہین کہ فرسی ودیعۃ عند فلان - یعنی فلان کے پاس میرا گھوڑا ودیعت ہے یعنی اسکے یہان ودیعت ہے اور یہ مراد نہین کہ اس سے ملا ہوا ساتھ ہے پس شاید کہ آپ اسوقت نماز تہجد مین ہون جب وحی نازل ہوئی حالانکہ آپ اُس رات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہان تھے - اسی طرح واضح ہو کہ خواب مین نزول قرآن کی مثال بھی درحقیقت موجود نہین ہے اگرچہ خواب انبیاء بھی وحی ہوتا ہے - امام رافعیؒ نے کہا کہ یہ تو صحیح ہے لیکن قرآن مجید کے بارہ مین موجود یہ کہ کل قرآن حالت بیداری مین نازل ہوا ہے - المترجم - خوابی کی مثال مین کہا گیا کہ سورۃ الکوثر ہے چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگون کے درمیان تشریف رکھتے تھے کہ یکایک اغفاء کیا پھر مسکراتے ہوے سر اُٹھا کر فرمایا کہ ابھی مجھپر ایک سورہ نازل کیا گیا پھر بسم اللہ کے ساتھ انا اعطیناک الکوثر آخر تک پڑھی - رواہ مسلم - اغفاء ایک خفیف اُونگھ جیسے سر ڈالکر ہوتی ہے - رافعیؒ نے کہا کہ یہ خواب نہین بلکہ وہ حالت ہے جو آپ پر وحی کے وقت طاری ہوتی تھی شیخ سیوطیؒ نے قول رافعیؒ کو احسن واصح کہا اور بیان کیا کہ رافعی کے قول پر وقوف سے پہلے مین خود اسی جانب مائل تھا - مترجم کہتا ہے کہ اس ضعیف کو بھی اغفاء کی یہی تاویل ظاہر ہوئی تھی کہ یہ حالت وحی کا بیان ہے یعنی آنکہ نزول مین کوئی شدت نہین ہوئی بلکہ خفیف اغفاء کے ساتھ قلب متمکن ہو گیا - پھر مین نے دیکھا کہ آخر مین امام رافعیؒ نے بھی تاویل مختصر ذکر فرمائی ہے فالحمد للہ علی ذلک - (**نوع سادس**) شیخ ہبۃ اللہ المفسرؒ نے کہا کہ سورہ صافات کی تین آیات یعنی قولہ وما منا الا لہ مقام معلوم الآیات مکیہ یا مدنیہ نہین ہین - ابن العربی نے کہا کہ شاید مراد یہ کہ آسمان و زمین کے درمیان فضاء مین نزول ہوا شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ مجھے اسکی کوئی دلیل ظاہر نہین ہوئی - مترجم کہتا ہے کہ شاید بدون روایت کے صرف معانی کے لحاظ سے قرار دیا کہ شب معراج مین نزول ہوا ہے کہ وہان ملائکہ کی طرف سے اللہ تعالی نے وحی فرمائی کہ ہر ایک کے واسطے اسکے رتبہ کا مقام معین ہے کیونکہ شیخ موصوف نے علاوہ تین آیات کی چوتھی آیت زخرف واسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآیہ - اور آخر سورہ بقر کی دو آیات آمن الرسول الخ کو بھی اسی مین داخل کیا پس قولہ واسأل من ارسلنا الآیہ کے معنی یہ کہ پوچھ لے ان لوگون سے جنکو ہمنے تجھسے پہلے رسول کر کے بھیجا تھا الخ پس ان رسولون سے پوچھنا اسی طور پر کہ معراج مین سب سے مواجہہ ہوا تھا - تو وہین آیت کا نزول ہوا اور شیخ سیوطیؒ نے آخر سورۂ بقرہ کا استدلال بحدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پیش کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج مین لے گئے الخ - اسمین مذکور ہے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزین عطا ہوئین (۱) پانچون نمازین - (۲) خاتمہ سورۂ بقرہ (۳) جسنے آپ کی امت مین سے اللہ تعالی کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہین بنایا اسکی مغفرت کما رواہ مسلم - واضح ہو کہ اسی طرح تحت زمین نازل ہونے کے معنی بھی صرف مجازی مشابہت کے طور پر ہین یعنی غار مین نزول ہونا چنانچہ غار منی مین نزول سورۂ والمرسلات - بدلیل حدیث البخاری - مترجم کہتا ہے کہ غار حرا مین ابتدا سورۂ اقرأ باسم ربک - کا نزول صحیح وغیرہ مین معروف ہے حالانکہ وہ زیر زمین کے مشابہ نہین بلکہ اسکو بالاے زمین کی مثال مین لیا گیا ہے - اور مترجم نے اسمین طول اسواسطے نہین دیا کہ سوائے ایک لطیف معرفت کے اسکا فائدہ بہت کم ہے (**نوع ہفتم**) اول کیا نازل ہوا صحیح قول یہ کہ سب سے اول سورۂ اقرأ کا اول نازل ہوا چنانچہ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ابتداے ظہور وحی سے یہ ہے کہ خواب صادق دیکھنے لگے پس آپ جو کوئی خواب دیکھتے وہ سپیدہ صبح کی طرح عیان ہو جاتا (یعنی بعینہ ظہور ہوتا تھا -) پھر آپکو تنہائی پسند ہو گئی پس آپ حرا پر تشریف لے جاتے پس وہان چند راتین عبادت مین مشغول ہوتے اور اسکے لیے توشہ مہیا کر لیتے تھے پھر آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے تو پھر

خدیجہ رضؓ اتنی ہی راتون کا توشہ مہیا کردیتی تھین یہانتک کہ ناگاہ آپ پر وحی آگئی درحالیکہ آپ غار حرا مین تھے چنانچہ آپکے پاس فرشتہ آیا یعنی جبرئیل علیہ السلام آخر تک کمافی الصحیحین وغیرہما - اور اسمین نزول اقرا باسم ربک تا قولہ مالم یعلم ہے - اور بیہقی وحاکم نے حضرت ام المومنین سے مصرح روایت کی کہ قرآن سے اول اقرا نازل ہوا اور بیہقیؒ نے اسناد کو صحیح کہا - اور طبرانی نے بسند صحیح ابو موسی رضی اللہ عنہ سے اور سعید بن منصور نے عبید بن عمیر سے اور ابو عبیدؒ نے مجاہدؒ سے یہی روایت کیا ہے - اور واضح ہو کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ مین اول نزول یا ایہا المدثر - بروایت صحیحین وغیرہ کے معنی یہ کہ سورۂ کاملہ سب سے اول یہی سورہ مدثر ہے کیونکہ اقرا کا نزول کامل نہین ہوا تھا - عمرو بن شرحبیل تابعی نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین خدیجہؓ سے کہا کہ جب مین تنہا ہوتا ہون تو آوازین سنتا ہون پس مجھے خوف ہے کہ یہ کوئی امر ہو (یعنی میرے حق مین ضرر وجان کا خوف ہو) پس حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ معاذ اللہ ہرگز اللہ تعالی آپکے ساتھ ایسا نہین فرماویگا کیونکہ آپ امانت ادا کرتے اور اہل قرابت سے سلوک کرتے اور سچ بولتے ہین - پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت خدیجہؓ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بیان کیا اور کہا کہ آپ محمدؐ کو ساتھ لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس جاؤ پس ابوبکرؓ آپکے ساتھ مین ورقہ کے پاس گئے اور ورقہ سے یہ حال بیان کیا کہ جب مین تنہا ہوتا ہون تو یا محمد یا محمد کی آوازین سنتا ہون تو مین بھاگ آتا ہون پس ورقہ نے کہا کہ آپ ایسا نکرین بلکہ ثابت قدم رہین حتی کہ سنئے کہ وہ کیا کہتا ہے پھر مجھے بھی آگاہ فرمائیے گا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائی مین سنا کہ یا محمد تو ثابت رہ پس کہا کہ یا محمد کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین آخر تک رواہ البیہقی وغیرہ وہذا مرسل جید - بیہقی نے کہا کہ محتمل یہ کہ بعد اقرا والمدثر واقع ہوا - مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ امر ثبوت ہو گیا کہ سورۂ فاتحہ کا نزول قدیم ہے اور وہ مکیہ ہے اور اسکے ساتھ بسملہ کا بھی نزول ہوا اور توضیح واقعات اسطرح ظاہر ہوتی ہے کہ اول نزول غار حرا مین اقرا کے ساتھ جب آپ خوفناک واپس ہوئے اور خدیجہؓ سے واقعہ بیان کیا اور ام المومنینؓ نے آپکے خصائل حمیدہ سے استدلال کیا کہ اللہ تعالی ایسے نیک شخص کے حق مین آفت نہین مقدر فرماویگا اور وہ آپ کو لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس گئین اور ورقہ نے سنکر تشفی دی کہ یہ ناموس اکبر دلیل نبوت ہے کاش مین اسوقت تک اس بوڑھاپے مین زندہ رہتا کہ جب آپکو آپ کی قوم نکالیگی تو آپ کی کامل مدد کرتا - ف - جیسا کہ صحیح مین ہے - پھر ایک مدت تک وحی منقطع ہونے کے بعد سورۃ المدثر نازل ہوئی پھر یہ واقعہ سورۃ الفاتحہ کا ہوا - یہ تو کلام بیہقیؒ کی تفسیر ہے اور ظاہر سورۃ المدثر سے پہلے سورۃ الفاتحہ کی تعلیم ہوئی پھر سورۃ المدثر مین حکم ہوا کہ اٹھیے اور پیغام الہی سے انذار کیجیے یعنے قوم کو دعوت کیجیے کہ عذاب الہی سے ڈرین - ف - یہ مین نے اسواسطے کہا کہ حدیث جابرؓ مین ہے کہ مدثر کے بعد برابر وحی کا تار ہو گیا پس اسکے بعد آوازے توحش کے معنی بعید ہین واللہ تعالی اعلم - م - حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اول اللہ تعالی نے مفصلات مین سے ایسی سورت نازل فرمائی جسمین جنت و دوزخ کا ذکر ہے پھر اسلام کی جانب لوگ رجوع ہوئے تو احکام حلال و حرام نازل ہوئے - کما رواہ البخاری ومسلم شیخ سیوطیؒ نے ذکر کیا کہ معنی یہ کہ اول نازل مین سے یہ سورت ہے - مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ معنی ہین کہ حرام وحلال کے احکام سے اول صرف اعتقادی سورت کا نزول ہوا - حاصل یہ کہ اول وعید عذاب اور وعدۂ ثواب سے اعتقاد توحید کی جانب رجوع فرمایا اسکے بعد پھر احکام کی فی الجملہ مشقت رکھی - اور یہ مراد نہین کہ نزول مین اول یہ ہے کیونکہ اول اقرا کا نزول خود حضرت عائشہؓ نے روایت فرمایا ہے فافہم حفظہ - م - فتح الباری شرح بخاری مین ہے کہ روایات متفق ہین کہ مدینہ مین سب سے اول سورۂ بقرہ کا نزول ہوا - سیوطیؒ نے کہا کہ واحدیؒ نے علی بن الحسینؒ سے روایت کی کہ مکہ مین اول اقرا اور آخر سورۃ المومنون نازل ہوئی اور مدینہ مین اول ویل للمطففین - اور آخر مین سورۂ براءۃ نازل ہوئی اور مکہ مین جس سورۃ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا وہ سورۃ النجم ہے - مترجم کہتا ہے کہ اس قسم کے آثار مین وجہ یہ واقع ہوئی کہ موقع وسوال کی راہ سے اولیت بیان کی گئی ہے جیسے حضرت ام المومنینؓ نے نزول کی راہ سے اول اقرا کی روایت کی پھر ہدایت وارشاد کی راہ سے اول ایسی صورت مفصل بیان کی جسمین ذکر جنت و دوزخ ہے

م - (فروع) جہاد مین اول آیت بقول ابن عباسؓ اذن للذین یقاتلون الآیہ ہے - بروایت مستدرک حاکم - اور بقول ابو العالیہ قولہ تعالیٰ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم الآیہ - بروایت ابن جریر - مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ کہ اول جارح بقول ابن عباسؓ ہے اور اسکے مؤید حدیث ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے کہ مین پہلے جانتا تھا کہ عنقریب جہاد کا حکم ہوگا کما فی السنن - اور احکام جہاد مین شروع بقول ابو العالیہ ہے کیونکہ اس سے یہ حکم نکلا کہ جو لوگ تم سے قتال نکرین خلاصلح کرین تو انکے واسطے دوسرا حکم ہے جیسے ترغیب جہاد مین اول آیت یہ ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم الآیہ کما فی الاکلیل للحاکم - حرمت خمر مین اول یسألونک عن الخمر والمیسر الآیہ پھر قولہ تعالیٰ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ الآیہ - پھر قولہ تعالیٰ یاایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر الآیہ - اور تفسیر مین انکی توضیح آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ طعام مین اول آیت قولہ تعالیٰ قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرما علی طاعم الآیہ - سورۂ انعام مین مکہ مین نازل ہوئی پھر قولہ تعالیٰ فکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا الآیہ سورۃ النحل آخر تک - پھر مدینہ مین سورۂ بقرہ کی آیت انما حرم علیکم المیتۃ الآیہ - پھر سورۂ مائدہ کی آیت حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیہ - سجدہ کے بارہ مین اول سورہ یعنی کامل سورہ جسمین سجدہ ہے سورۃ النجم ہے - رواہ البخاری عن ابن مسعودؓ - اس سے معلوم ہوا کہ سورہ اقرأ کا تکملہ بعد نجم کے نازل ہوا ہے - م - (نوع ثامن) آخر آیت سورت باعتبار نزول کے - واضح ہو کہ شیخ ابو بکر بن العربیؒ نے کہا کہ اسمین اجتہاد سے ہر ایک نے آخر بیان کیا ہے - بعض علماءؒ نے کہا کہ بعض نے آخر باعتبار سورت کے اور بعض نے باعتبار آیت کے پھر آیات مین آخر باعتبار خصوص احکام کے مراد لیا چنانچہ صحیحین مین براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ آخر جو آیت اُتری وہ قولہ تعالیٰ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ - اور آخر جو سورہ نازل ہوا وہ براءۃ ہے - اس روایت مین آخر آیت اس لحاظ سے کہ مواریث مین یہ آخری آیت ہے - ابن عباسؓ نے کہا کہ آخر جو آیت نازل ہوئی وہ ربوا کی آیت ہے رواہ البخاری - اور یہی حضرت عمرؓ و ابو سعید خدری سے صحیح ہوا اور مراد قولہ تعالیٰ یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مؤمنین - اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ کل قرآن سے آخری آیت واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ماکسبت وہم لایظلمون - ہے کہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نو راتین زندہ رہے - اور ابن عباس کی روایت اسکے مانند ہے لیکن اسمین (۸۱) روز کی زندگی مذکور ہے - اور یہی اقرب ہے کیونکہ گزرا کہ نزول حجۃ الوداع مین تھا اور شاید کہ سعید بن جبیرؒ نے - تسع لیال کے بجائے تسع فی تسع کہا یعنی (۸۱ دن) اسکو راوی نے تسع لیال کر دیا - کیونکہ ابن عباسؓ کی روایت خود سعید بن جبیر کے طریق سے مروی ہے - اور ابن جریرؒ نے بطریق زہری عن سعید بن المسیب روایت کی کہ سب سے آخری نزول آیۃ المداینہ ہے تو مرسل صحیح - یعنی قولہ تعالیٰ یاایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الآیہ شیخ ابن حجرؒ نے کہا کہ قرآن مجید مین آیۃ الربوا و آیۃ واتقوا یوما و آیۃ المداینۃ سب متوالی موجود ہین پس ان آثار مین کچھ اختلاف نہین ہے اور معنی یہ ہین کہ سب سے آخری نزول یہ ہوا کہ آیۃ الربوا سے لیکر آیۃ المداینۃ آخر تک نزول ہوا مترجم کہتا ہے کہ پھر یہی آخری نزول باعتبار احکام کے ہے جیسے ان روایات مین ربوا مین آخری اور معاملات مین آخری ہونا مقید کیا پس توحید مین آخری اسکے بعد یہ آیتین ہین لقد جاءکم رسول من انفسکم چنانچہ عبد اللہ بن احمد و ابن مردویہ وغیرہ نے ابی بن کعبؓ سے روایت کی - اور یہ لحاظ باعتبار آیات کے ہے - اور نظیر پوری سورہ کی ابن عباسؓ نے کہا کہ آخری سورہ اذا جاء نصر اللہ الخ ہے کہا رواہ مسلم - اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے قول مین آخر سورۂ مائدہ و اذا جاء نصر اللہ ہے کما فی الصحیحین اور معنی یہ کہ اطعمہ حلال و حرام مین آخر مائدہ ہے اور واضح ہو کہ سلف کے اقوال مین کبھی آخری نزول بدین معنی آیا کہ اُسکے بعد کوئی ناسخ نازل نہین ہوا - بیہقی و ابن العربیؒ نے جزم کیا کہ اس بارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی وحی نہین ہے بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین جسکے نزدیک حفظ و اجتہاد سے جو آخر معلوم ہوا اُسنے بیان کیا - (نوع تاسع) در بیان سبب نزول - یہ نوع نفیس ہے جسمین بخاریؒ کے استاد شیخ علی بن المدینی کی مفرد تصنیف ہے اور واحدیؒ نے اور شیخ ابن حجرؒ نے بھی تالیفات فرمائین اور شیخ سیوطیؒ نے کتاب لباب النقول

اس باب مین عمدہ تصنیف کی ور اس نوع کے فوائد کثیرہ علماء پر مخفی نہین ہین از انجملہ حکم مشروع ہونے کی حکمت اور اسکے متعلق فوائد کثیرہ مفہوم ہوتے ہین - از انجملہ کبھی کلام عام ہوتا ہے اور سبب نزول معلوم ہونے سے تخصیص کی دلیل مل جاتی ہے - از انجملہ شیخ امام ابن دقیق العید وابن تیمیہ نے کہا کہ سبب نزول معلوم ہونا فہم قرآن کے واسطے قوی مدد ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیہ - جسکا حاصل یہ کہ جو لوگ اپنی حرکات پر بغیر فعل شایستہ کے اتراتے ہین انکو عذاب سے دور مت خیال کر - مروان بن الحکم کی سمجھ مین دشوار ہوا کہ ہم لوگ ایسی حالت اپنے نفوس مین پاتے ہین پس ہم خوفناک ہین کہ عذاب سے نہین بچینگے یہانتک کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ اہل کتاب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پوچھا تو انھون نے چھپا کر جھوٹ بتلایا اور اپنی تعریف چاہی پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انکی تفضیح کی چنانچہ صحیحین مین مفصل مذکور ہے - مترجم کہتا ہے کہ اس سبب نزول سے سمجھ مین آگیا کہ مفاد کلام مجید یہ ہے کہ جس شخص نے شایستہ فعل نہ کیا بلکہ لوگون کی نگاہ مین ایسے طور پر یہ فعل کیا کہ وہ شایستہ سمجھے حالانکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب کے نزدیک وہ پوشیدہ نہین ہے پھر یہ شخص جاہل اپنے نفس کے فریب مین آیا اور اُسنے لوگون کے استحسان پر اپنے نفس مین خوشی پائی تو وہ عذاب سے دور نہین ہے کیونکہ اسکی غفلت و بداعتقادی تو ظاہر ہوگئی کہ اُسنے اللہ تعالیٰ سے خوف نہ کیا اور یہ نہین سمجھا کہ آخر کار میرا معاملہ میرے نامہ اعمال سے ہوگا اور لوگون کی تحسین سے مجھے کچھ فائدہ نہو گا بلکہ اگر یہ نیک ہوتا اور لوگ اپنی جہالت سے اسکو بد کہتے تو اس سے ہزار درجہ بہتر تھا کہ درحقیقت بد ہے اور لوگ نیک سمجھتے ہین - اسی قسم سے قولہ تعالیٰ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا الآیہ - یعنی جو لوگ ایمان لائے و کارہاے نیک کیے تو جو کچھ اُنھون نے کھایا اُسمین گناہ نہین ہے بعض نادانون نے سمجھا کہ مومنین صالحین پر جو کچھ کھاوین گناہ نہین ہوتا حتی کہ بعضون نے اپنی جہالت رائج کرنے کے لیے اسکو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا حالانکہ یہ بہتان کے قریب ہے اور یہ نہین سمجھا کہ جس مومن نے مثلاً شراب پی حالانکہ اُسنے ممانعت ہے تو اُسنے کار نیک کہان کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو عملوا الصالحات کی قید فرمائی ہے پس معنی یہ ہین کہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین مثلاً شراب حرام ہونے سے پہلے جسنے شراب پی تھی اُسپر کچھ گناہ نہین ہے چنانچہ سبب نزول مین وارد ہے کہ بعد حرمت شراب کے لوگون نے کہا کہ قبل ازین جو لوگ ہم مین سے شہید ہوے انکا کیا حال ہوگا پس یہ حکم نازل ہوا پس معنی معلوم ہونے کے بعد کچھ مستفاد ہوا کہ امت مین جس عالم مجتہد کے نزدیک قرآن و حدیث سے مثلاً طوطا حلال ثابت ہوا اور اُسنے کھایا تو کسی کے نزدیک اُسپر کچھ گناہ نہین ہے اور جس مجتہد کے نزدیک وہ ممنوع ظاہر ہو اور وہ کھاوے تو اُسپر گناہ ہے اور اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک بالاجماع انکے علماء ربانی وائمہ مجتہدین مثل امام جعفر صادق و اوزاعی و ثوری و ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد وغیرہم سب متمسک بسنت و جماعت ہین حالانکہ حلال جانورون مین اجتہادی اختلاف ہے لیکن کسی کے نزدیک حلال جاننے والے پر کچھ گناہ نہین ہے اور سب علماء صالحین ہین اسی قبیل سے قولہ تعالیٰ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ - یعنی جدھر پھرو اُسی طرف وجہ اللہ تعالیٰ ہے یعنی قبلہ ہے پس اگر کوئی شخص بغیر غور کے سمجھے کہ کعبہ کی جانب خصوصیت نہین بلکہ ہر طرف قبلہ ہے تو خلاف اجماع کے گمراہ ہو جاوے اور جب غور سے سبب نزول دیکھا اور دیگر آیات مانند قولہ فول وجہک شطر المسجد الحرام - پر متوجہ ہوا تو جان لیا کہ آدمی پر فرائض مین استقبال قبلہ فرض ہے اور اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت مسائل کا علم عطا فرمایا - اول آنکہ خانہ کعبہ کی جانب استقبال کرنا ایک جہت عبادت ہے ورنہ اُس مکان کا قصد نہین چاہیے حتی کہ اگر مکان کی عمارت نہو تو بھی قبلہ کی وہی جہت باقی ہے - دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے جہت نہین ہے بلکہ اسکی شان پاک جمیع جہات سے پاک ہے اور ہر طرف اسکی عبادت کے واسطے فی نفس الامر یکسان ہے لہذا نوافل سفر مین سواری پر جدھر جاتا ہو پڑھتا رہے چنانچہ صحاح کی احادیث و اجماع علماء اسپر دلیل ہے اور اسی طرح جہان آدمی کو جنگل وغیرہ مین قبلہ مشتبہ ہوا اور تحری کی ضرورت واقع ہو تو جزم تحری سے پڑھے اور یہی جہت اسکے واسطے عین قبلہ ہے حتی کہ خطا ہو جاری نہین ہے بخلاف اسکے کہ اگر مقتدی نے عمداً امام سے مخالفت کی تو نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتداء مین اسپر موافقت لازم ہے چنانچہ اگر بغیر اقتداء کے اپنے تحری سے دوسری طرف پڑھی تو دونون کی نماز صحیح ہے کیونکہ دوسرے کی نماز مستقل ہے باقتداء نہین ہے چنانچہ عین الہدایہ مین مدلل دیکھ لو - اسی قسم سے

قولہ تعالیٰ فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ یعنی صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے مین اسپر کچھ گناہ نہین ہے۔ بظاہر بغیر غور کے آدمی یہ سمجھیگا کہ سعی صفا و مروہ
ایسی چیز ہے کہ کرے تو خیر کچھ گناہ نہوگا۔ اور جو شخص غور کرے وہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے صفا و مروہ کو شعائر اللہ فرمایا تو یہ معنی نہین ہوسکتے ہین بلکہ یہ کہ
شعائر اللہ کی تعظیم مین عین ثواب ہے اور کافرون کے وہان بت رکھنے سے شعائر اللہ مین فرق نہوگا تو کافرون کے خیال سے گناہ مت سمجھو چنانچہ
اسکے سبب نزول مین یہی پایا کہ وہان کافرون نے بت رکھے تھے اور انھین کے قصد سے دوڑتے تھے تو اسلام مین صحابہ رضی اللہ عنہم نے گناہ کا
خوف کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اور منجملہ علوم کثیرہ کے اسسے معلوم ہوا کہ جو امور کہ تعظیم الٰہی عزوجل سے ہین اگر مشرکون نے انھین شرک بنالیا ہو
تو مشرکون کا فعل مردود ہے اور شعائر الٰہی عزوجل مین کچھ خلل نہوگا کیونکہ مخلوق کے فعل کا اثر وہان کچھ نہین ہوسکتا ہے جیسے خانہ کعبہ مین مشرکون
نے سیکڑون بت رکھے تھے مگر طواف خانہ کعبہ وہی تعظیم ہے اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام مین مشرکون نے فرزند کا شرک بنایا تو انکا قول مردود ہے اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحال خود بغیر صادق ہین۔ اسی قسم سے قولہ تعالیٰ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الآیہ۔ کیونکہ بغیر غور کے آدمی سمجھیگا کہ بس حرام
غذا صرف انھین چیزون مین منحصر ہے جو اس آیت مین مذکور ہین حالانکہ جسنے قاعدۂ بلاغت سے غور کیا تو سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر مشرکون کی مذمت
فرمائی کہ انھون نے حلال الٰہی کو حرام کرلیا اور حرام کو حلال کرلیا پس انکی تردید کے واسطے ایجاز بلیغ یہ کہ اسکا نقض کردیا جاوے چنانچہ انکی محرمات کو توڑدیا
کما قال الشافعیؒ مترجم کہتا ہے کہ انکی تحریم کو توڑا اور تحلیل کو نہین توڑا جسمین بلاغت یہ کہ اصل مین حلت ہے سوائے ان چیزون کے جنکو اللہ تعالیٰ نے
بندون کی عبودیت و ثواب کے واسطے عین حکمت بالغہ کے ساتھ حرام کردیا پس مشرکون پر تشنیع ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے طیبات رزق اپنے بندون کے
واسطے حلال کیے ہین تو تم حرام کرنے والے کون ہو۔ قال تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق۔ پس اسمین طیبات رزق
کے حرام کرنے والے کو رد کردیا کہ وہ کون ہے جو حرام کرے لہٰذا محقق ہوا کہ تحریم کی دلیل شرعی چاہیے اور حلت تو اصل منصوص ہے۔ بالجملہ حاصل قول شافعیؒ
یہ ہوا کہ آیت مذکورہ مین حرام چیزون کا انحصار مقصود نہین ہے بلکہ مشرکون کی تحریم توڑدینے کا قصد ہے۔ از انجملہ سبب نزول جاننے مین یہ فائدہ ہے
کہ آدمی اپنی گمراہی و جہالت سے قرآن پاک مین بعض خاص لوگون پر محمول نکرے جیسے مروان بن الحکم نے زعم کیا قولہ تعالیٰ لا تقل لہما اُف۔ اور والدین
کے واسطے اُف کہنے کی آیت کا محل عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ الصدیق ہین اور یہ زعم باطل تھا چنانچہ ام المومنین عائشہؓ نے سبب نزول بیان فرماکر
مروان کا قول رد کردیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر لوگ جنکے قلوب مین کجی و مرض ہے مانند روافض و خوارج کے یونہی اللہ تعالیٰ کی آیات مین بیجا اخراج کرتے
ہین اور جسکی یہ حالت ہو وہ فہم قرآن سے بے نصیب رہتا ہے۔ م۔ (المسئلہ) سوال یہ ہے کہ آیت کا نزول جب سبب خاص مین ہوا کیا اسی معنی
خاص کا اعتبار ہے یا نظم کلام کے معنی عام کا اعتبار ہے۔ جواب صحیح ہمارے نزدیک یہ کہ عموم معنی کا اعتبار ہے اگرچہ سبب نزول خاص ہو اور جہان سبب
خاص پر انحصار ہوا تو کسی دلیل دیگر سے واقع ہوا ہے۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ حدثنی محمد بن ابی معشر قال انبانا ابو معشر نجیح قال سمعت سعید المقبری یذاکر
محمد بن کعبؓ الخ۔ یعنی سعید المقبری نے محمد بن کعبؓ سے مذاکرہ مین کہا کہ بعض کتب مین آیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین بعضے ایسے لوگ ہین کہ انکی زبانین شہد سے زیادہ
شیرین ہین اور انکے دل ایلوے سے زیادہ تلخ ہین وہ لوگ بھیڑون کے بالون کے لباس پہنتے اور دین کے عوض دنیا کھینچتے ہین۔ پس محمد بن کعبؓ نے کہا کہ
کتاب الٰہی مین اسکی تصدیق موجود ہے قال تعالیٰ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشہد اللہ علیٰ ما فی قلبہ وہو الد الخصام۔ سعید المقبریؒ نے کہا کہ یہ
آیت تو مجھے معلوم ہے کہ جس شخص خاص کے حق مین نازل ہوئی تھی پس محمد بن کعبؓ نے فرمایا کہ آیت ایک شخص کے بارہ مین نازل ہوتی پھر وہ عام ہوتی ہے
مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ کہ جس شخص کے بارہ مین حکم کی ضرورت ہوئی پس آیت نازل ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ اس شخص کا حکم یہ ہے اور اسی طرح جو
شخص ایسا ہوگا اسکا یہی حکم ہوگا او[ر] مترجم نے اوپر بیان کردیا کہ قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیہ۔ کس طرح عام ہے اور مروان نے

اسکے سمجھنے مین خطا واقع ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو اسکو اہل کتاب کے بارہ مین محمول کیا اس سے تخصیص مراد نہین بلکہ بیان سبب نزول سے معانی سمجھانا مقصود ہے۔ م۔ شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ اکثر روایات مین صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے وارد ہوا کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی خصوص جب کسی شخص خاص مین ہو مثلاً وارد ہوا کہ خلع کی آیت دربارہ زوجۂ ثابت بن قیس نازل ہوئی اور آیۃ الکلالہ دربارۂ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نازل ہوئی تو اس سے انکا یہ مقصود نہین کہ حکم آیت انھین خاص لوگون مین مخصوص ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ ایسے واقعہ مین یہ حکم الٰہی عام ہے چنانچہ فلان شخص کا جب ایسا واقع ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ (التنبیہ) ہان اگر آیت کا کلام ہی عام نہو بلکہ خاص ہو تو یہ خود ظاہر ہے کہ اسی شخص خاص کے بارہ مین نزول ہے جیسے قولہ تعالیٰ سیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی۔ کیونکہ الاتقی معرفہ خاص ہے اور بالاجماع صحابہ و تابعین متفق ہین کہ یہ منقبت و مدح شریف خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین وارد ہوئی اور جس شخص نے زعم کیا کہ آیت عام ہے اُسنے غلط کیا اسواسطے کہ اول تو اس آیت مین کوئی صیغہ عام نہین ہے اور دوم اجماعاً صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے خاص ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا حالانکہ وہ خوب سمجھنے والے تھے پس اگر آیت عام ہوتی تو اسمین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے مدح نہوتی ہے کیونکہ بلا خلاف مدح خاص ہوتی ہے تو آیت سے مخالف ہوجائیگا پس عام سمجھنا قطعاً غلط ہے (فائدہ) اسی سے امام فخر الدین رازیؒ نے استدلال کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین اللہ تعالیٰ نے اس امت مین اتقی فرمایا اور دوسری آیت مین آیا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی تم مین سے بزرگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کہ جو تم مین سب سے زیادہ متقی ہے تو ثابت ہوگیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ بزرگ مین۔ مترجم کہتا ہے کہ توضیح سمجھو کہ تقوی کے مراتب ہین اور انمین متقی سے لیکر اتقی تک مدارج ہین جیسے درجۂ نبوت مین نبی سے لیکر خاتم الانبیاءﷺ تک درج ہین پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بعد انبیاء علیہم السلام کے امت مین اتقی فرمایا اور اتقا کو سب سے بزرگ فرمایا تو ہمکو آگاہ کیا کہ اس امت مین ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے اکرم ہین اور دوسری آیت مین فرمایا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یعنی ولاد آدم مین یہ امت محمدیہ سب سے بہتر ہے تو ہمنے قطعاً جان لیا کہ سب امتون مین یہ امت افضل ہے اور اس امت مین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ افضل ہین اور یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی صحابی وغیرہ کے واسطے اتقی نہین فرمایا تو معلوم ہوا کہ تقوی کا اعلیٰ مرتبہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا ہے جیسے تقوی نبوت کا مرتبہ اعلیٰ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اور اسکے مقابلہ مین اشقی ہے کہ انتہائے شقی کا مرتبہ ابلیس لعین کو دیا اور اسکے بعد اسکے توابع ذریات ہین حتی کہ آدمیون مین سے جنھون نے کفر و شرک والحاد کیا یہبھی شقی ہوکر اسکے تابع ہین چنانچہ قوم صالح علیہ السلام مین سے ناقہ کا قتل کرنے والا اشقی تھا چنانچہ فرمایا۔ اذ انبعث اشقاہا۔ اور یہ معنی حدیث مین بھی منصوص ہین۔ واضح ہو کہ اتقی مطلقاً بعد انبیاء علیہم السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین اور بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اتقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہین اور اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے درجہ پر اتقی ہین پس کل صحابہ رضی اللہ عنہم نسبت باقی امت کے اتقی ہین اور باقی امت بہ نسبت دیگر امم کے اتقی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن وحی سے اتقی بتلا دیا اور باقی ہمنے آیات و احادیث وغیرہ سے نکالا ہے فاحفظ۔ (التنبیہ) اجماع ہے کہ قرآن مجید کے آیات کا نزول اپنے اپنے اوقات مین ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی عنایات خاصہ جو اس امت کے اعلیٰ طبقہ پر مبذول تھی بحسب واقعہ اسکا حکم نازل فرمایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جہان اسکا موقع جس سورۃ مین ہے بتلایا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے کہ یہ آیت جو اسوقت نازل ہوئی ہے فلان سورۃ کے اس مقام مین لکھو پس اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب کبار کو قرآن پاک محفوظ تھا اور چونکہ کل سورتین یکجا مکتوب نہین تھین اسی واسطے جب بعد وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل یمامہ مرتد ہوئے اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے بحکم حضرت خلیفہ برحق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اکابر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ اُنسے قتال کیا اور آخر اس کثیر جماعت پر اللہ تعالیٰ نے غلبہ دیا و مسیلمہ کذاب مردود مارا گیا تو اسوقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ جنگ یمامہ مین قراء قرآن اکثر شہید ہوئے اور مجھے خوف ہے کہ دیگر مواقع مین ایسا ہی

ہوجائے

ہو تو قرآن مجید مین سے جاتا رہے لہذا آپ حکم فرماوین کہ قرآن پاک جمع کیا جاوے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بعد الہام الٰہی عزوجل کے جمع کرکے یکجا لکھنے کا حکم فرمایا۔ کما فی الصحیح مطولاً۔ بالجملہ یہ شہادت ہے کہ قرآن اسوقت یکجا مکتوب نہین تھا بلکہ حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینہاے پاکیزہ پر لکھا تھا۔ اور جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان مبارک مین نازل ہو کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے حتی کہ سال حجۃ الوداع مین دوبارہ دور کیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ اس سال میری وفات ہے چنانچہ صحیح مین یہ حدیث مطول موجود ہے۔ م۔ (التنبیہ) واحدیؒ نے کہا کہ اسباب نزول مین کلام کرنا بدون روایت یا سماع کے حلال نہین ہے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے نزول کو مشاہدہ کیا اور سماع سے اسباب نزول کو جانا اور رائے بلاتعین کی روایات سے علم ہوا۔ محمد بن سیرینؒ نے کہا کہ مین نے عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب مین سے ثقہ معتمد ہین ایک آیت کو پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے تقوی کر بس واللہ وہ لوگ گزر گئے جو جانتے تھے کہ کس سبب مین یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ بعض علماؒ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے بھی بعض کی یہ شان تھی کہ جزم سے نہین کہتے چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب ایک انصاری نے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین مخاصمہ کیا اور آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کے موافق حکم دیا اور انصاری اسوقت بمقتضاے بشریت رنجیدہ ہوا حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت حکم دیا تو زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ میرا خیال ہے کہ اسی بارہ مین نازل ہوا قولہ تعالیٰ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم۔ تا قولہ ویسلموا تسلیما یعنی نہین قسم ہے تیرے رب کی کہ نہین مومن ہونگے جب تک یہ نکرین کہ جو جھگڑا انمین واقع ہوا اسمین تجھکو حاکم بناوین پھر جو کچھ تو حکم فرماوے اس سے اپنے دلون مین تنگی نہ پاوین اور اسکو ایمان سے دل مین مان لین کما فی الصحیحین وغیرہ۔ پس دیکھو کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے احتیاط کے ساتھ یون فرمایا کہ میری دانست یا میرے خیال مین یہ آیت اسی بارہ مین نازل ہوئی ہے۔ حاکمؒ نے علوم الحدیث مین لکھا کہ جو صحابی کہ وحی و تنزیل مین حاضر ہوا ہے جب اسنے کسی آیت قرآن کی نسبت آگاہ کیا کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی تو یہ قول بمنزلہ حدیث سند ہے۔ یہی قول ابن الصلاحؒ نے اختیار کیا چنانچہ صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہودی کہتے تھے کہ جو مرد اپنی عورت سے الٹا کرکے دُبُر یعنی پھونڈے کی طرف سے فرج مین جا کرے تو بچہ احول یعنی بھینگا پیدا ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اسکی تردید مین نازل فرمایا۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم الآیۃ یعنی تمھاری جوروین تمھاری کھیتی ہین سو جیسے تمھارا جی چاہے انکے پاس آؤ۔ خواہ چت یا پٹ۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے معلوم ہوا کہ عورت سے جماع کرنے مین کوئی تنگی نہین رکھی گئی کہ مثلاً چت ہی ہو ورنہ بھینگا ہوگا۔ اور یہود نے بداعتقادی پھیلانی چاہی تھی کہ بچہ احول ہوگا پس اسکو دور کر دیا کہ اللہ تعالیٰ جسطرح چاہے پیدا فرماتا ہے اور اسمین کسی وضع کو دخل نہین ہے لیکن یہ حکم دیا کہ ذکر الٰہی عزوجل کے ساتھ نیک نیت اولاد کو مقدم کرو یعنی محض شہوت مقصود نہو بلکہ اس کھیتی سے اولاد صالح کے امیدوار ہو۔ چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم مرد و عورتین کامل الایمان تھے تو انمین یہ امر ممکن نہین تھا۔ اور یہود کے تجربہ مین غالباً ایسا آیا ہوگا اسواسطے کہ یہ قوم صرف شہوت پرست بدکار تھی اور اطباء کے قاعدہ مین مقرر ہوا کہ جماع کے وقت جب چت ہو اور انزال کی لذت سے مرد و عورت کی آنکھین چڑھ جاوین تو بچہ مین یہ اثر ظاہر ہوتا ہے اور پٹ جماع کی صورت مین عورت بوقت انزال کے کبھی داہنی طرف اور کبھی بائین طرف نگاہ پھیر لیگی تو بچہ احول ہوگا۔ چونکہ طبیب صرف تن پروری کے قواعد جانتا ہے اور تن پروری کفار ہوتے ہین جو نفس کی جسمانی شہوات مین منہمک ہوتے ہین تو اللہ تعالیٰ انکے حق مین انکی بداعتقادی کی سزا پوری کر دیتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا ہے اور کسی شخص یا شکل یا کسی چیز کو اسمین کچھ دخل نہین ہے اور اہل ایمان کا اعتقاد صرف اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ہے اور وہ ایسی شہوت مین منہمک نہین ہوتے ہین پس انکی کھیتی سے اللہ تعالیٰ بندہ مومن پیدا کرتا ہے کیونکہ وہی پیدا کرنے والا ہے۔ بیان سے معلوم ہوا کہ بعض فرقہ گمراہ جنھنے اس آیت سے سمجھا کہ عورت کے پچھانہ کے مقام مین وطی کرنا جائز ہے وہ شہوت پرست و نجس و بداعتقاد ہے کیونکہ مقصد سے آج تک کسی نے پیدا وار نہین سنی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کو انکی کھیتیون مین ہر طرح کی اجازت دی اور وہ

محل فرج ہے جس سے اولاد کی پیدا وار ہوتی ہے اور اہل السنۃ میں سے بعض نے شاذ قول بعض اہل السنۃ کا نقل کیا حالانکہ باطل و غیر صحیح ہے بلکہ اجماعاً اہل السنۃ
کے نزدیک سلف و خلف سب کے نزدیک مقعد بازی حرام ہے حتی کہ اگر کسی نے عورت سے یہ حرکت کی تو اسپر توبہ فرض ہے اور سیاست کے طور پر سزا دیجاویگی
اور اگر کسی نے لونڈون سے یہ حرکت کی تو قتل کیا جائیگا۔ کیا نہیں سمجھتے کہ عورتون سے حالت حیض مین وطی کرنا بوجہ نجاست کے حرام کیا یہانتک کہ پاک
ہوجاوین حالانکہ مقعد کی نجاست انتہائی نجس ہے تو اسکے قطعی حرام ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہے۔ (**الفائدۃ الجلیلۃ**) شیخ ابن تیمیہؒ نے کہا کہ جب
صحابی یا ثقہ تابعی نے کہا کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی ہے تو کبھی یہ مراد ہوتی ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ واقعہ تھا۔ اور کبھی یہ مراد ہوتی ہے کہ
سبب نزول تو امر دیگر ہے لیکن یہ امر بھی اس آیت کے حکم مین داخل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے تاکہ تفسیر مین جو اسباب نزول مذکور ہوئے
انمین بعض نے ایک امر سبب نزول بیان فرمایا اور بعض نے امر دیگر فرمایا پس سمجھ لیا جاوے کہ درحقیقت کچھ اختلاف نہین ہے بلکہ ایک نے حقیقی سبب نزول
بیان کیا اور دوسرے نے اسکے عام حکم کے تحت مین جو افراد داخل ہین انمین سے ایک فرد بیان کی ہے۔ (**الفائدۃ**) مترجم کہتا ہے کہ اکثر علماءؒ نے کہا کہ آیت
مکرر نازل ہوئی۔ یعنے معنی مین بعض نے کہا کہ اس سے تکریم و تشریف کا فائدہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض صورتون مین مکرر نزول مین
یہ مقصود ہوتا ہے کہ اس آیت مین جو پہلے نازل ہو چکی ہے۔ اسکا حکم مذکور ہے مثال یہ کہ قولہ تعالیٰ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیہ کے
سبب نزول مین ایک تو ابوطالب کے لیے استغفار۔ دوم ایک انصاری کا اپنے والد کے لیے استغفار۔ سوم آنحضرت صلعم کا اپنی والدہ شریفہ کے بارہ مین
استغفار کی درخواست کرنا روایات ہین۔ پس ان روایات کے معنی مین موافقت اسطرح ہے کہ دراصل یہ ابوطالب کے استغفار سے ممانعت مین وارد ہوئی
اور قولہ ما کان استغفار ابراہیم لابیہ الآیہ شاید پہلے نازل ہوا اور شاید کہ انصاری کے واقعہ مین نزول ہو کیونکہ انصاریؓ نے استغفار ابراہیم علیہ السلام سے
استدلال کیا تھا۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ شریفہ کے لیے دعا کی درخواست کی یعنی مجھے اجازت دی جاوے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے
نازل ہو کر یہی آیت تلاوت کر دی لہٰذا یہ روایت نہین کہ آپ پر کیفیت وحی طاری ہوئی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ م۔ (**التنبیہ**) صحابی نے
جو سبب نزول بیان کیا وہ بمنزلہ مسند مرفوع کے ہے اسی طرح جب تابعی ثقہ نے بیان کیا تو وہ بمنزلہ حدیث مرسل ہے حتی کہ ائمہ حنفیہؒ کے نزدیک مانند
جمہور علماء کے مقبول ہے اور شافعیہ کے نزدیک جب دوسری روایت مرسل سے تائید ہوجاوے تو مقبول ہے۔ واضح ہو کہ جب سبب نزول مین روایات
مختلفہ وارد ہون تو انکے اسانید پر غور کرنا چاہیے پس اگر ایک اسناد صحیح اور دوسری ضعیف ہو تو صحیح پر اعتماد ہے اور اگر دونون اسناد صحیح ہون تو
دیکھا جاوے کہ اگر ایک مین صرف یہ روایت ہو کہ یہ آیت دربارۂ امر ہذا نازل ہوئی ہے اور دوسری مین ایک واقعہ ذکر کیا اور کہا کہ جب یہ واقعہ پیش آیا
تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پس اصل سبب نزول مین اسی پر اعتماد ہے اور اگر دونون روایتون مین واقعات کے بعد نزول مذکور ہو یعنی ہر ایک روایت
مین ایک واقعہ مذکور ہے مثلاً قولہ تعالیٰ علم اللہ انکم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروہن الآیہ۔ دربارۂ اجازت اکل و شرب تا وقت سحری
حالانکہ پہلے صرف خواب تک کھانا و پینا جائز تھا پس سبب نزول مین مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی زوجہ سے
رات مین وطی کی اور بعد اسکے ہوشیار ہو کر صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور دوسری روایت مین ہے کہ ایک
صحابی انصاری دن بھر باغ مین کام کر کے شام کو آئے تو کھانا تیار نہ تھا پس انکی زوجہ اس انتظام مین گئین جب تیار کر کے لائین تو یہ سو گئے تھے پس
دوسرے روز انکو غش آ گیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور معلوم ہے کہ یہ سورہ مدنیہ اور دونون واقعہ بھی مدنی ہین پس اعتماد کیا جائیگا کہ یہ دونون
متصل واقع ہوے اور انکے بعد ہی نزول ہوا تو یہ واقعہ اسکا سبب نزول ہو گیا کیونکہ آیت مین جماع و اکل و شرب دونون کی اجازت سحری تک ہے
اور اگر دونون واقعات مین سے ایک مکہ مین اور دوسرا مدینہ مین ہو تو محمول ہوگا کہ سبب نزول اول ہے اور دوسرے واقعہ کا حکم اس سے نکالا گیا ہے

اور اسکی مثال قولہ تعالیٰ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی القربیٰ الآیۃ۔ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن شیخ سیوطیؒ نے ذکر کیا کہ اگر دونون روایتون کی اسنادون سے ایک اصح ہو تو اسی کو ترجیح ہو گی خصوص جبکہ راوی خود اس واقعہ مین حاضر ہوا اور اسکی مثال یہ کہ یہود سے قریش نے کہلا بھیجا کہ ہم کو کوئی سوال بھیجو کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کرین پس یہودیون نے کہلا بھیجا کہ روح کو دریافت کرو پس نازل ہوا قولہ تعالیٰ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ رواہ الترمذی عن ابن عباس وصححہ۔ اور بخاریؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی جس سے ظاہر ہوا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موجودگی مین یہود نے یہ سوال کیا تھا اور آپ کھڑے ہو گئے پس ابن مسعودؓ نے جانا کہ آپ پر وحی کی جاتی ہے پھر اٹھا کر یہ آیت پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت کا نزول مدینہ مین ہوا ہے شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ روایت بخاری کو ترجیح ہے کیونکہ اسناد قوی ہے اور ابن مسعود خود حاضر تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک صواب یہ کہ سورۂ مکیہ مین یہ آیت موجود ہے اور اصل نزول بنا بر روایت ترمذی کے مکہ مین ہوا اور مدینہ مین یہود کے سوال کے وقت اللہ تعالیٰ نے مکرر اسی آیت کا حکم بھیجا کہ اسی کو تلاوت کرین لہٰذا وحی کے وقت جو شدت آپ پر طاری ہوتی تھی وہ نہین ہوئی بلکہ کھڑے رہے پھر سر اُٹھا کر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے اس آیت مین مکرر نزول قرار دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ مکرر نزول کے معنی بھی میرے نزدیک یہی ہین کہ اول مرتبہ بطور وحی کے نزول ہوا اور دوسری مرتبہ صرف یاد دلا کر اسی آیت مین حکم شامل ہونا جتلایا جاتا ہے۔ (تنبیہ) کبھی سبب واحد کے واسطے کئی آیات کا نزول متعدد سورتون مین نازل ہوا جیسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ مین دیکھتی ہون کہ اللہ تعالیٰ نے مردون کا ذکر فرمایا اور عورتون کا ذکر فضیلت ہجرت مین نہین ہے تو نازل ہوا قولہ تعالیٰ ان المسلمین والمسلمات الآیہ۔ اور نازل ہوا قولہ انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثیٰ الآیہ رواہ الحاکم۔ (نوع عاشر) اسباب نزول کی قسم مین سے یہ کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان پر قرآن نازل ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے قبل نزول کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان پر جاری کر دیا اور اصل اسمین موافقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہین چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق جاری کر دیا ہے اور عمر کے قلب مین حق رکھدیا ہے۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ جب کبھی لوگون مین کوئی واقعہ پیش آیا اور لوگون نے ایک بات کہی اور عمرؓ نے دوسری بات کہی تو یہی ہوا کہ عمرؓ کے قول کے موافق قرآن نازل ہوا۔ رواہ الترمذی اور مترجم نے موافقات عمر رضی اللہ عنہ کو قولہ تعالیٰ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ کے تحت مین ذکر کیا ہے اور خلاصہ یہ کہ مقام ابراہیم مین مصلی بنانا و حجاب و قولہ عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الآیہ۔ و قیدیان بدر۔ و قولہ تعالیٰ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موافق قرآن نازل ہوا عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی ملا اور کہنے لگا کہ تمھارے صاحب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیلؑ کا ذکر کرتے ہین وہ تو ہم لوگون کا دشمن ہے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ و اسکے ملائکہ و رسولون و جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے کافر کا دشمن ہے پس اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ من کان عدوا للہ وملائکتہ الآیہ۔ نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ۔ مترجم کہتا ہے کہ دوسری روایت مین آیا کہ یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا پس آیت کا نزول ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ دونون روایتین متحد ہین اور ابن مردویہ کی روایات سے اصل قصہ معلوم ہو گیا کہ یہودی مردود نے در اصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جبرئیل وحی لاتا ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے ورنہ ہم مسلمان ہو جاتے پس راوی نے مختصر کر کے اسقدر بیان کیا کہ یہود نے کہا کہ جبرئیل ہمارا دشمن وحی لاتا ہے ورنہ ہم اسلام لاتے۔ م۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار ہین جب انھون نے سنا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ کے نسبت افک کا قصہ اسطرح بیان کیا گیا ہے تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے برأت کی آیات نازل فرمائین تو اسمین سخت زجر و توبیخ فرمائی اور مسلمانون کو بھی ملامت سے جھڑکا بقولہ تعالیٰ لولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بہذا

سبحانک ہذا بہتان عظیم - پس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اسقدر مین موافقت کی - اسی قبیل سے قولہ تعالیٰ ویتخذ منکم شہداء ہے چنانچہ عکرمہؓ سے روایت ہے کہ جب جنگ احد مین اصحاب بھاگ کر مدینہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر آنے مین دیر ہوئی تو صحابیات عورتین نکلکر جانب احد روانہ ہوئین تاکہ دریافت کرین پس ہر ایک سے پوچھتی تھین ناگاہ اونٹ پر دو شخص آتے تھے بس انسے پوچھنے لگین تو انھون نے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہین تو یہ عورتین خوش ہوئین اور کہنے لگین کہ اب کچھ تردد نہین ہے ویتخذ اللہ من عبادہ الشہداء یعنی بندون مین سے کچھ تو اللہ تعالیٰ شہید بنا لیگا - اسی قبیل سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قبل نزول کے بوقت شہادت یہ پڑھنا شروع کیا تھا - وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الآیہ - حتی کہ یہ آیت بعد اسکے یون ہی نازل ہوئی - مترجم کہتا ہے کہ بعید واللہ تعالیٰ اعلم یہ ہے کہ حضرت مصعب اسوقت اس دار فنا سے جانب آخرت جاتے تھے اور محض سکون و ثبات قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدہ رضوان پر متیقن تھے اور کل صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو یقین کمال حاصل تھا اب تمام عمر کی عبادت سے نہین ہوتا پس ببرکت فیض سالت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آیت علم الٰہی عزوجل مین تھی اسوقت انکے قلب و زبان پر جاری ہوئی اور یہ حق صریح تھا جیسے موافقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہین ج اور مترجم نے ایک اشارہ کیا جسکا ادراک صرف موقنین صادقین مومنین کے قلوب پر ہوگا -

(نوع حادی عشر) مکرر نزول کی نسبت ایک جماعت متقدمین و متاخرین کا قول ہے تاکہ تذکیر و موعظت ہو یعنی یاد دلانا و دل مین اسکے معنی مثبت کرنا و تفخیم شان مقصود ہے - از انجملہ خاتمہ سورۂ نحل و اول سورۂ روم و آیۃ یسئلونک عن الروح و قولہ تعالیٰ اقم الصلوٰۃ طرفی النہار - اور اسی طرح سورہ اخلاص مکہ مین مشرکون کا جواب تھا اور مدینہ مین یہود و نصاریٰ کا جواب ہوا اور اسی طرح قولہ تعالیٰ ماکان للنبی والذین آمنوا الآیہ اور اس مین حکمت یہ ہے کہ کوئی واقعہ یا سوال ایسا پیش آیا کہ اسمین حکم قرآن نازل ہے حالانکہ قبل ازین ایسی آیت نازل ہو چکی کہ جو اسکے حکم و جواب کو متضمن ہے پس اللہ تعالیٰ نے بعینہ اس آیت یا سورہ کو وحی فرمایا تاکہ یاد دلانے و تفہیم کا افادہ ہے مترجم کہتا ہے کہ مترجم نے سابق مین یہی معنی اپنی طرف سے نقل کیے فالحمد للہ تعالیٰ علی الوفاق - م -

(نوع ثانی عشر) بعض قرآن نازل ہوا حالانکہ اسکے حکم کا وقت اسکے بعد پیش آیا مثال یہ کہ مکہ مین نازل ہے قولہ تعالیٰ سیہزم الجمع ویولون الدبر اس آیت سے مفہوم ہوا کہ کافرون کا جماؤ منہزم ہوگا اور پیٹھ دیگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین اسوقت اپنے دل مین کہتا کہ وہ کون جماعت اور کہان ہے پھر بعد ہجرت کے جب بدر کا روز ہوا اور قریش کا لشکر جرار بھاگا تو مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے تعاقب مین دیکھا کہ آپ تلوار کھینچے ہوئے انکے تعاقب مین یہ پڑھتے ہین سیہزم الجمع ویولون الدبر پس یہ آیت واسطے واقعہ بدر کے تھی - رواہ الطبرانی فی الاوسط - قتادہؒ نے کہا کہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب لشکر مشرکین کو بھگا دیگا بقولہ تعالیٰ جند ما ہنالک مہزوم من الاحزاب - پس بدر کے روز اسکی تاویل واقع ہوئی - رواہ ابن ابی حاتم - اور اسی قسم سے قولہ تعالیٰ قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید اور قولہ تعالیٰ قل جاء الحق وزہق الباطل الآیہ - چنانچہ انکا نزول مکہ مین ہوا اور تاویل خواہ جہاد ہو جیسا کہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے رواہ ابن ابی حاتم خواہ فتح مکہ ہو کیونکہ فتح مکہ کے روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونون آیات پڑھتے اور بتون کو گراتے تھے کما فی الصحیحین - بالجملہ حکم متاخر ہے ابن الحصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مین بہت سی مکیات سورتون مین صریح ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حسب وعدہ غالب فرماویگا اور اسکا دین سب پر عالی ہو جائیگا اور بار ہا بطور کنایہ و لوازم کے ذکر فرمایا مثلاً مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ والذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ الآیہ - اور قولہ تعالیٰ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم الآیہ - اور جیسے قولہ تعالیٰ ہم للزکوٰۃ فاعلون حالانکہ زکوٰۃ کا فرض ہونا بعد ہجرت کے واقع ہوا ہے - اور اسی طرح دیگر شرائع اسلام کا ذکر قبل فرضیت کے مکیہ سورتون مین ہے جیسے سورۂ مزمل مین قولہ وآخرون یقاتلون فی سبیل اللہ - اور قولہ واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ - قسم دوم یہ کہ حکم پہلے جاری ہوا اور آیت اسکے بعد نازل ہوئی اور ایسکی

شالون مین سے علماءؒ نے بیان کیا کہ (۱) آیۃ الوضوء ہے کہ مکہ مین نماز کے ساتھ وضو کا حکم تھا اور ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ سوائے جاہل کے کوئی شخص منکر نہین ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ وضوء سے نماز پڑھی ہے اور جمیع اہل السیر پر متفق ہین حالانکہ آیۃ الوضوء مع حکم تیمم کے مدینہ مین سفر جہاد سے واپسی کے وقت بیداء مین حضرت عائشہؓ کے قلادہ گم ہونے پر صبح کے وقت نازل ہوئی کما فی الصحیح - (۲) شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ جمعہ کی فرضیت مکہ مین ہوئی حالانکہ آیۃ الجمعہ مدینہ مین نازل ہوئی - بدلیل حدیث عبدالرحمن بن کعب کہ جب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی آنکھین جاتی رہین اور مین انکو جمعہ کی نماز کو لیجاتا تو جب اذان سنتے تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے واسطے ترحم سے استغفار کرتے پس مین نے پوچھا تو فرمایا کہ ای فرزند عزیز اسی شخص نے ہمکو اول جمعہ پڑھایا قبل اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے تشریف لاوین - رواہ ابن ماجہ - (۳) قولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء الآیہ کا نزول ہجرت کے نوین سال ہوا حالانکہ زکوۃ کی فرضیت تو ابتدائے ہجرت ہی مین ہو چکی تھی - توضیح یہ کہ اس آیت مین جہان مذکورہ صرف کیجاوے انکا بیان ہے حالانکہ زکوۃ پہلے سے انھین مصارف مین صرف ہوتی تھی - (**نوع ثالث عشر**) بعض سورتین پوری ایکبارگی نازل ہوئین اور بعض متفرق نازل ہوئین اکثر یہی کہ نجماً نجماً متفرق نازل ہوا چنانچہ اول سورۂ اقرأ مین سے مالم یعلم تک نزول ہوا اور اسکی مثالین بکثرت ہین بیان قسم اول کہ یکبارگی نزول ہوا پس اسی قسم مین سے سورۂ فاتحہ واخلاص وتبت ویداولم یکن والنصر وسورۂ فلق وسورۂ ناس ہین اور بروایت مستدرک عن ابن مسعودؓ سورۂ مرسلات ہے اور اسی قسم سے سورۂ صف وسورۂ انعام ہے لیکن ابن الصلاحؒ نے کہا کہ سورۂ انعام کے بارہ مین کوئی اسناد صحیح نہین ملی اور بعض روایات مین آیا کہ اسکی چند آیات مدینہ مین نازل ہوئین - (**نوع رابع عشر**) بعض قرآن کے وقت نزول مین ملائکہ کی مشایعت تھی اور بعض مین نہین - چنانچہ ابن حبیبؒ وابن النقیبؒ نے کہا کہ سورۂ انعام کی مشایعت مین ستر ہزار فرشتے تسبیح پڑھتے تھے - اور فاتحۃ الکتاب کے ساتھ مین اسی ہزار فرشتے اور آیۃ الکرسی کی مشایعت مین تیس ہزار فرشتے جیسے سورۂ یونس کے ساتھ مین تھے اور آیۃ واسأل من ارسلنا قبلک من رسلنا الآیۃ کی مشایعت مین بیس ہزار فرشتے تھے اور باقی قرآن بغیر مشایعت کے تنہا جبرئیل علیہ السلام لائے - شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ ذہبیؒ نے سورۂ انعام کی روایت کی نسبت موضوع ہونے کا شبہہ کیا اور باقیون کی بابت مجھے روایت نہین ملی ولیکن امام احمد نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ سنام القرآن وذروہ ہے جسکی ہر آیت کے ساتھ مین اسی فرشتہ نازل ہوے اور آیۃ الکرسی تحت العرش سے لیکر ملائی گئی ہے - سعید بن منصور نے سنن مین ضحاک سے روایت کی کہ خواتیم سورۂ بقرہ کو جبرئیل لائے ایسی شان سے کہ مشایعت مین جسقدر فرشتے اللہ تعالیٰ نے چاہے ساتھ تھے - مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے یہان سورۂ فاتحہ وآیۃ الکرسی وخاتمہ سورۂ بقرہ وسورۂ کوثر کے فضائل مین بہت سی صحیح احادیث وروایات ذکر فرمائین لیکن کسی مین مشایعت کا ذکر نہین ہے حالانکہ اس نوع مین صرف یہی بیان ہے - **نوع خامس عشر** قرآن مین سے بعض وہ معارف ہین کہ انبیاء سابقین پر نازل ہوئے اور بعض وہ کہ سابق کسی پر نازل نہین ہوئے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ آپکو بشارت ہو کہ دو نور آپکو عطا ہوے جو کسی نبی کو آپ سے پہلے عطا نہین ہوئے ایک فاتحۃ الکتاب اور دوم خواتیم سورۂ بقرہ (آخر کی آیات) رواہ مسلم فی الصحیح - اس حدیث مین اہل العلم کے واسطے تنبیہ ہے کہ قرآن مجید کے ہر سورہ وآیت کے ساتھ مین نور معرفت خاص ہے جو خاص بندون کے واسطے ظاہر ہوتا ہے جب شریعت پر استقامت حاصل ہو - مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے بعض آثار اس قسم کے ذکر کیے جن سے معلوم ہوا کہ انبیاء سابقین کے واسطے بعض آیات خاص تھین لیکن مترجم کے نزدیک اول تو اس اسناد مین ضعف ہے اور دوم یہ امر مخالف روایات صحیحہ ہے کیونکہ قرآن مجید جامع کتب سابقہ ہے پس کوئی صورت نہین کہ قرآن سے کچھ باہر ہو پس میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ خصوصیات کی مثال بیان کرنا چاہیے یعنی وہ معارف توحید جو اللہ تعالیٰ نے مکنون فرمائے حتی کہ خاتم المرسلین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے اور یہ امر ثابت ہوا کہ محامد ومعارف عالیہ ہین جو آپ کو مقام محمود مین القا ہوے ہین م - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبع طوال مین سے موسی علیہ السلام کو فقط دو سورتین عطا ہوئین اور سوائے اسکے کسی نبی کو انمین سے کوئی عطا

نہین ہوئی ۔ رواہ البیہقی ۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے واسطے توریت بھی شریعت تھی لہذا یہی حضرت عیسی علیہ السلام کے واسطے معارف ہین اگرچہ نزول کتابی تو سابق ہو چکا تھا ۔ م ۔ ابن عباس کی حدیث مین ہے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ بروقت مصیبت کے جو میری امت کو عطا ہوئی کسی امت کو سابق مین عطا نہین ہوا ۔ الطبرانی ۔ سبح اسم ربک الاعلی ۔ آخر تک صحف ابراہیم و موسی مین موجود ہے ۔ رواہ ابن عباس عند الحاکم و سعید بن منصور ۔ قولہ تعالی ہذا نذیر من النذر الاولی ۔ یہ آیات صحف ابراہیم و موسی مین ہین ۔ قولہ تعالی ان ہذا لفی الصحف الاولی صحف ابراہیم و موسی ۔ دلیل صریح ہے کہ یہ صحف ابراہیم و موسی مین موجود ہین ۔ کعب احبار سے روایت ہے کہ سورۂ انعام کا شروع ہی توریت کا شروع ہے اور خاتمہ ہود یہی توریت کا خاتمہ ہے ۔ اور اس باب مین آثار کثیرہ ہین اور صحیح الاسناد اکثر اپنے اپنے مقام پر تفسیر مین مذکور ہین ۔ (**نوع سادس عشر**) قرآن مجید نازل ہونے کی کیفیت کے بیان مین اس باب مین عجائب علوم و اسرار ہین اور بعض عام فہم امور انشاء اللہ تعالی مذکور ہونگے واضح ہو کہ یہ امر بدیہی ہے کہ جیسے اللہ تعالی نے قرآن مجید کو معجزۂ دائمی قرار دیا حتی کہ ہر زمانہ مین ہر شخص کے واسطے قرآن پاک معجزہ موجود ہے اسی طرح اسکے نازل فرمانے مین بھی کتب سابقہ سے علیحدہ طریقہ عطا فرمایا ۔ ہان قرآن کے معجزہ ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ خود زبان عربی مین ماہر ہو جیسے عصاے موسی کے اژدہا بن جانے کے لیے یہ شرط تھی کہ آدمی آنکھون والا ہو اور حضرت عیسی کے پرندہ بنا کر اڑانے مین بھی آنکھین شرط تھین ورنہ کیونکر دیکھتا مگر آنکہ وہ عقلی طور پر استدلال کرتا یعنی باطن سے اندھا نہو تا تو ضرور ظاہری آنکھین یا عقلی آنکھین شرط تھین اسی طرح قرآن مجید کے واسطے یا تو عربی زبان کی مہارت بلیغ ہو کہ وہ انتہاے بلاغت کو دیکھے یا عقلی آنکھین ہون کہ وہ دلیل سے سمجھ جاوے اور دلیل عقلی یہ کہ تمام عرب جو مدتون جان دینے کی لڑائیان لڑے وہ ہمیشہ اسوقت یہ کہتے رہے کہ یہ قرآن مجید جادو ہے یعنی آدمی کا کلام نہین ہے پھر جب اسلام لائے تو اعجاز کا اقرار کیا جیسے اللہ تعالی کے ساتھ پہلے منکر تھے حالانکہ اللہ تعالی کی صدق بالکل ظاہر ہے پھر جب ایمان لائے تو اقرار کیا پھر یہ لوگ کرورون تھے اور ممکن نہین کہ اسقدر کرورون ایک امر غلط پر متفق ہو جاوین حالانکہ قاطبۃً طبقہ بطبقہ سیکڑون کرور برابر اسکے معجزہ ہونے پر متفق ہین تو عقلاً قطعی دلیل ہے کہ وہ نظم کلام عربی مین درجہ اعجاز ہے کہ اسکے مثل محال ہے ۔ م ۔ کیفیت نزول مین اصح قول یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہم ۲ ۔ تاریخ رمضان کی لیلۃ القدر مین قرآن پاک کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایکبارگی نازل فرمایا پھر آسمان دنیا سے بحسب وقائع و نوازل کے حسب الحکم الہی عز و جل نجماً نجماً نازل ہوتا رہا حتی کہ ۲۳ ۔ برس مین پورا کیا گیا ۔ یہی معنی حاکم و بیہقی و نسائی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بوجوہ متعددہ روایت کیے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا یعنی کفار تیرے پاس کوئی مثل نہین لاوینگے مگر آنکہ ہم تیرے پاس حق کو اور بہتر تفسیر لاوینگے ۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یعنی مشرکین جب کوئی امر جدید لاتے تو اللہ تعالی اسکے جواب مین امر حق و معرفت حقہ نازل فرماتا تھا ۔ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کی کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ قرآن مجید کو لوح محفوظ سے جدا کر کے آسمان دنیا کے بیت العزۃ مین رکھا گیا ۔ طبرانی کی روایت مین ہے کہ قرآن شریف رمضان کی لیلۃ القدر مین ایکبارگی آسمان دنیا پر نازل فرمایا ۔ یہ سب اسانید صحیحہ ہین شیخ ابن حجر رح نے کہا یہی قول صحیح معتمد ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا یعنی اللہ تعالی نے یہ معنی ارشاد فرمائے کہ ہمنے یہ قرآن تجھے عطا کیا نجم نجم کر کے تاکہ تو اسکو لوگون پر ٹھہراؤ کے ساتھ تلاوت فرماوے اور ہمنے اسکو احسن طور پر نازل فرمایا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے تنبیہ ہو گئی کہ قرآن پاک کے اسطرح نازل فرمانے مین کیا خوبی و لطافت ہے ۔ حاصل یہ کہ منجملہ اسرار حکمت کے اول تعظیم قرآن ۔ دوم اظہار کرامت خاتم المرسلین ۔ سوم تکمیل امت مرحومہ ۔ چہارم تثبت و اتقان ۔ پنجم اظہار معجزات ۔ ششم تکمیل قوای روحانی ۔ ہفتم حفظ اتقانی ۔ (توضیح بیان امر اول) یہ کہ شیخ ابو شامہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے لوح محفوظ سے اس رحمت کاملہ کے نزول کے واسطے اہل السموات کو تنبیہ کی جنھون نے جانا کہ یہ آخری کتاب کامل معجز نازل ہونے والی ہے اور اللہ تعالی نے شیاطین کی راہین مسدود اور انکے تصرفات

بیان

باطل کردے کیونکہ جب نور کا ظہور ہوا تو نار مضمحل ہو گئی۔ پس اگر حکمت الٰہی اسکی شان کبیر کو مقتضی ہوتی تو وہ دیگر کتب آسمانی کی طرح لکھا ہوا کتاب مین نازل ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو توریت و انجیل وغیرہ کتب سابقہ سے امتیاز دیا حتی کہ مجموعاً آسمان دنیا پر نازل کیا اور نجماً نجماً اسکو زمین پر نازل فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ نور کلام ربانی خالص بقلب تقی واطہر نازل ہوا بدون پردۂ کتابت وتحریر کے اور اسکو قلب سلیم سے سمجھو کیا نہین سمجھتے ہو کہ اگر ایک شخص کے سینہ مین قرآن محفوظ ہو اور دوسرے شخص کے سینہ پر لکھا ہوا قرآن رکھا ہو تو ان دونون کے انوار و برکات مین بہت فرق ہے۔ اسی سے (امر دوم) سمجھ سکتے ہو کہ نور خالص کے نزول کے واسطے قابلیت بدرجۂ کمال ضروری ہے پس ظاہر فرمایا کہ اس نور کو پردۂ لباس مین اُتارنا اخفا ہے لہذا ظاہر فرمایا کہ اتقی قلب پر نور خالص وحی نازل کیا گیا ہے لہذا صحیح مین روایت ہے کہ ہر پیغمبر کو وہ دیا گیا کہ اسکے مثل پر بشر ایمان لایا اور مجھے جو دیا گیا وہ وحی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی پس مین امیدوار ہون کہ قیامت کے روز میرے اتباع زیادہ ہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو فائدے مفہوم ہین اول آنکہ ہر پیغمبر کے واسطے اسکا معجزہ صرف اسی ساعت کے لیے تھا اور کلام پاک کا معجزہ بلباس کتاب تھا تو اسوقت کی امت اسی قابلیت پر مخلوق ہوئی تھی۔ دوم۔ آپ کا معجزہ دائم تا قیامت ہے اور خالص نور ہے تو اس سے خود ظاہر ہے کہ امت کو ابھی اس فہم کی قابلیت عطا ہوئی ہے تو ضرور ہوا کہ جب انہین معرفت کی قابلیت وسیع ہے تو تابعین بھی زائد ہونگے کیونکہ تابع تو درحقیقت وہ شخص ہے کہ عین توحید پر ہو اور الحمد للہ کہ اہل اسلام مین خلوص توحید والے بکثرت گزرے ہین بخلاف نام کے تابع کے جیسے یہودی مجسم اور نصرانی جسمانی کہ انمین سے ہر ایک کو آج تک سمجھ مین نہین آتا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات کاملہ جو اہل اسلام بیان کرتے ہین اسکے معنی کیا ہین حالانکہ اہل اسلام مین سے غریب جاہل کے قلب پاکیزہ مین بے دغدغہ وہ معنی موجود ہین۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ جو کہ خیر الامم فرمائی گئی ہے ہر ایک نے اپنی معرفت قلبی سے جان لیا کہ سبحان اللہ ہمارے پیغمبر خاتم النبیین سید المرسلین ایسے کمال اعلیٰ پر ہین کہ وحی آلٰہی مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا نزل بہ الروح الامین علی قلبک باذن اللہ۔ تو آپ ہی کا قلب تھا کہ جسنے اس امانت و نور خالص کو برداشت کیا اللھم صل علی سیدنا و مولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ اور اس سے صاف واضح ہوا کہ جب نور وحی خاص قلب پر بلا حجاب نازل ہوا تو وہ قلب جس درجۂ عالیہ پر فائز ہوگا اسکا اندازہ کون کر سکتا ہے کیونکہ کتاب سے نور کا قلب پر ظہور کرنا بدقت و تدریج ہے جسکے واسطے مجاہدہ و مشقت طویل چاہیے اسیواسطے احادیث صحیحہ مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے نزول مین شدت برداشت فرماتے تھے۔ پس باوجود اس کمال کے یہ شدت اُٹھاتے تو عقل نورانی سے سمجھ دیکھو کہ کتابی لباس سے نور کے ظہور مین کیا مشقت و جہد بلیغ ہے اور وہ بھی بذریعہ اپنے فعل کے ہے۔ لہذا فرمایا۔ کذلک لنثبت بہ فوادک۔ یعنی کافرون کی جہالت ہے کہ بے عقلی سے انھون نے چاہا کہ کتاب کیون نہین نازل ہوئی اور کمال کو چھوڑ کر ناقص کے طالب ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے رد کیا کہ ہمنے یون ہی نجماً نجماً نازل فرمایا ہے تاکہ اس نور سے تیرے باطن کو تمکن و تثبت عطا فرماوین۔ ظاہر ہے کہ انوار خالصہ کے ظہور سے قلب کو کس درجہ تثبت حاصل ہوگا حتی کہ لائق معراج کر لیا۔ اسی سے (امر سوم) کا بیان واضح ہوا کہ جب قلب پر نازل ہوا اور انھین انوار کو صاحب نور نے اپنے اصحاب پر تلاوت کیا تو انکے قلوب مین ایک واسطہ سے وہ نور منتقل ہوا اور انکے قلوب مین صلاحیت کاملہ پیدا ہونے لگی۔ اسی واسطے اکابر اولیا رحمہم اللہ متفق ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت ایک ساعت سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا اب نہین ہو سکتا حتی کہ تمام عمر شب و روز کی عبادت سے آخر مین وہ بات حاصل نہوگی اور اسی پر اہل السنۃ کلیۃً متفق ہین اور یہی احادیث و آثار مین مصرح و مبین ہے چنانچہ ترجمہ عقائد مقدمہ عین الہدایہ مین مترجم نے مشرح لکھا ہے۔ اب سنو کہ جس شخص نے صفائی قلب خلوص نور ایقان کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی تو وہ جس درجہ قبولیت پر فائز ہے دوسرا شخص جسمین یہ نور ایقان و خلوص نہین اسکی ہزار بلکہ دس ہزار رکعت بھی اسکا مقابلہ نہین کر سکتی ہین۔ اے شخص عاقل ذرا غور کر کہ اہل جنت کو بعد دخول جنت کے کہا جائیگا کہ کچھ اور چاہتے ہو تو اہل جنت حیران ہونگے کہ اب کیا باقی ہے اسوقت حکم ہوگا کہ یہ نعمت عظمیٰ کہ مینے اپنا رضوان تمکو عطا کیا کہ کبھی تم

ناخوشی نہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مین بعد ثواب جنت کے فرمایا۔ ورضوان من اللہ اکبر یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضوان حاصل ہونا اس
سے بڑھکر ہے پس رضوان آلہی کا یہ مرتبہ اعلی ہے اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیاہی مین عطا کردیا بقولہ تعالیٰ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ
پس یہ شان کمال انکے واسطے اسی عنوان سے عطا ہوئی۔ اس سے (امر چہارم) کی توضیح معلوم ہوئی کہ جب کسی عزیز وافرتمیز کی تعلیم مین کامل
توجہ ہوتی ہے تو ہر علم وفن سے تھوڑا تھوڑا لیکر روزانہ اسکو تعلیم کرتے ہین اور جب وہ ہر روزہ کے سبق کو محفوظ کرلیتا ہے اور اچھی طرح سمجھ جاتا ہے اور
اسکے دل مین یہ مضمون جم جاتا ہے تو آیندہ سبق دیتے ہین تاکہ وہ دل جمکرے حتی کہ وہ اس علم مین کامل ہوجاتا ہے اور اگر ایکبارگی اسکو تمام کتاب
القا کردی جاوے تو اول ہی اچاٹ ہوگا اور ظاہر ہے کہ کیا حاصل کریگا۔ لہذا حدیث حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا مین وارد ہے کہ اول مفصلات مین سے ایک سورہ
نازل ہوا جسمین جنت ودوزخ کا ذکر تھا پھر جب اسلام کی طرف لوگ دوڑے تو حلال وحرام نازل ہوا۔ اگر اول ہی پنجوقتی نماز وروزہ وجمعہ وجماعت
وزکوۃ وحج ومنع غیبت وشراب وتحریم زنا وبیاج وغیرہ احکام کثیرہ نازل ہوتے تو انکی اتباع مین بعض مضمحل ہوجاتے اور تثبت حاصل نہوتا کیا تم نہین دیکھتے ہو
کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام سے مدت تک معجزات دیکھے اور مدت سے دین نبوت سے واقف تھے پھر جب ان پر یکبارگی توریت نازل ہوئی
تو قبول سے انکار کرنے لگے کما قال تعالیٰ واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ الآیۃ۔ پس واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے طبقہ اعلی کی تکمیل مین ایسی عنایت
خاصہ مبذول فرمائی کہ اپنے کلام پاک کے انوار سے بواسطہ اپنے پیغمبر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے تثبت وکمال کامل عطا کیا حتی کہ انکو اپنے
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت سے سرفراز کیا اور بعد انکے یہ خلافت نبوت نہین رہی بلکہ خلافت سلطنت ہوگئی۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے
تین طریقے سے تثبت عطا فرمایا۔ اول یہ کہ نور کلام کا القا انپر بواسطہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نور خاص تھا اور دوم ہر موقع نزول
انکے واسطے زیادت ایمان تھا کما قال تعالیٰ زادتہم ایمانا۔ اور سوم یکے بعد دیگرے فرایض سے نفس متمرن ہوجاتا یعنی پہلے قلب مین ہر وقت
توحید آلہی کی یاد اور خوف عذاب دوزخ اور امید ثواب جنت مین مع ایمان خالص کے مشق ہوا پھر اعمال مین سے ایک فرض کا حکم ہوا حتی کہ اسکے ساتھ
انکے نفوس مستقیم وثابت ہوئے اور جو نور حاصل ہوا تھا وہ بڑھتا گیا اسی طرح جب یہ ملکہ حاصل ہوگیا تو دوسرا فرض نازل ہوا علی ہذا القیاس
جانب ممانعت مین بھی تعلیم فرمائی اور اس سے ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ جو رحمت وعنایت ازلی بحال قرن اول صحابہ رضی اللہ عنہم مبذول تھی ایسی
ہوس آیندہ کسی قرن کو نہوگی وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ ولہذا حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ایک گروہ جہاد کریگا پس پوچھا
جائیگا کہ کیا تم مین کوئی شخص ہے جسنے حضرت رسول اللہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو پس کہا جائیگا کہ ہان تو اسکے واسطے فتح کیا جائیگا پھر ایک
گروہ جہاد کریگا تو پوچھا جائیگا کہ کیا تم مین ایسا شخص ہے جسنے ایسے شخص کو دیکھا ہو جسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے پس کہا جائیگا کہ ہان
پس انکے واسطے فتح کردیا جائیگا۔ یہ نص صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل مین قرن صحابہ رضی اللہ عنہم وہ امت رکھی تھی جسکو اپنے حبیب خاص
خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مبعوث فرماوے اور اس سے ہر شخص جسکے دل مین اللہ تعالیٰ نے نور عقل رکھا ہے انکے شرف ومنزلت کو
سمجھ سکتا ہے اور جو شخص اس نور عقل سے بے نصیب ہے اور صرف حواس دماغی سے ادراک چاہے وہ جاہل ہے اور غالباً اپنے قیاسات بیہودہ سے گمراہ ہوگا
الحاصل یہود کو توریت یکبارگی عطا ہوئی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث الفتون مین مروی ہے کہ پھر جب موسی
علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا تو انھون نے الواح توریت کو لیا اور جو حکم اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے واسطے دیا تھا وہ بنو اسرائیل کو پہونچایا یعنی وظائف
عبادات اوامر ونواہی پس یہ امر بنو اسرائیل پر گران گزرا اور انھون نے اسکی تعمیل کے اقرار سے منہ موڑا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انپر پہاڑ مثل سائبان کے
رفع فرمایا اور وہ انکے سرون کی جانب جھکا حتی کہ انکو اپنی موت نظر آنے لگی پس سجدہ مین گرے اور اسکی قبولیت کا اقرار کیا۔ رواہ النسائی وغیرہ

اور یہی تفسیر ابن ابی حاتم نے ثابت بن الحجاج سے روایت کی - اور اسمین دیگر آثار باسانید صحیحہ مروی ہین بلکہ مترجم کہتا ہے کہ خود قرآن مجید مین منصوص ہے - پھر بجامر ظاہر ہے کہ اگر احکام آہستہ آہستہ نازل ہوتے تو قبول مین تردد نہوتا - اور یہ معلوم ہے کہ جملہ احکام آسانی سے ادا ہو سکتے ہین اور انکار و تردد صرف شرارت نفس سے ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے استطاعت و آسانی سے زائد کوئی حکم نہین دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ایک رحمت مزید فرمائی کہ یکبارگی احکام نازل نہین کیے حالانکہ کافرون کو شیطان نے ابھارا کہ انھون نے کہا - لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ یعنی ایکبارگی قرآن کیون نہین نازل ہوا - شیطان کی عین تمنا تھی کہ آہستہ نزول کی رحمت عظیمہ سے یہ اُمت محروم ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو خوار کیا اور کافرون کو جواب دیا - کذلک لنثبت بہ فوادک الآیۃ - یعنی ہمنے یون ہی تدریج نازل فرمایا ہے تاکہ اس سے تیرے قلب و اسرار باطن کی تثبیت فرماوین - جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تثبیت مقصود ہے تو آپ کے طفیل مین آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کے قلوب و اعضا کی تثبیت حاصل ہے اور اس رحمت عظیم کی قدر وہ شخص پہچانے جو اپنے قلب کی اصلاح مین کچھ مدت سعی کرے اور عوام کے واسطے تو سمجھنے کے لیے ایک نظیر البتہ موجود ہے اور وہ سابق مین مذکور ہوئی کہ حلیہ علم سے آراستہ ہونے کے لیے اگر اطفال کو آہستہ آہستہ ایک ایک حرف و فقرہ و سبق وغیرہ تدریج کے ساتھ ترقی کیجاوے تو طفل اس علم مین بدرجہ کمال پہونچ جائیگا اور اگر ایکبارگی القا کر دیا جاوے تو ناقص رہیگا اگر کہا جاوے کہ پھر بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے تو سب کو ایکبارگی ملا - جواب یہ ہے کہ بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو تابعین پیدا ہوئے انھونے ابتداء سے ہر طرف سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز تلقین پائی اور سات برس سے نماز مین لگائے گئے اور سن تمیز سے فراغت کے ساتھ علوم مین مشغول ہوے اور اپنے زمانہ کے کمال پر فائز ہوے اور یہ انکے حق مین تدریج ہے اور باوجود اسکے وہ درجہ کمال جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا تھا ممکن نہوا اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبرون کے مانند امتیون مین بھی مراتب لکھے ہین ولہذا حدیث مین وارد ہے کہ تم مین سے جو شخص امور معروفہ کا دسوان حصہ چھوڑ دے اُسپر [illegible] ہوگی اور ایک زمانہ آویگا کہ جسنے دسوان حصہ ادا کیا نجات پاویگا - اور ایک حدیث مین ہے کہ آج عمل بہتر ہے یعنی تم مین علم حاصل اور عمل کی فراغت ہے اور ایک زمانہ آویگا کہ اسوقت عمل سے علم بہتر ہوگا - مترجم کہتا ہے کہ غالباً یہ وقت وہی ہے یا کئی سو برس پیشتر سے شروع ہوچکا کیونکہ علم سے دلائل بینات و صدق نبوت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آدمی پر آئینہ ہوجاتے ہین اور تصدیق ہی عین ایمان ہے اور بہت سے بے علم دیکھے گئے کہ وہ اعمال نوافل وغیرہ مین کثرت کرتے حالانکہ جناب باری تعالیٰ مین مناجات نماز سے غافل ہین یعنی یہ توجہ نہوئی کہ حضور حق عزوجل مین الحمد یا سورہ سے کیا عرض کیا کیونکہ اسکے معنی نہین جانتے ہین اور اکثر لوگ نوافل صدقات مین بہت دیتے ہین حالانکہ والدین و اقارب بلکہ فرض نفقہ والے محروم ہین اور بہتیرے ہر کام مین کسی قدر دنیا کا کام مدنظر رکھتے ہین اور بہت لوگ نوافل ادا کرتے اور فرائض چھوڑتے ہین پس یہ بے علمی کا نتیجہ ہوتا ہے جیسے کبھی علم والا اپنی وجاہت و نام و لوگون کی عقیدت و دنیاوی ہوس مین بدنام ہوتا ہے - اعاذنا اللہ تعالیٰ بفضلہ من کل ذلک مما لیس بخیر و نسألہ تعالیٰ العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ وهو ربی حسبنا اللہ ونعم الوکیل (الوصل) صحیح مین ثابت ہے کہ وحی کبھی مثل صلصلۃ الجرس آتی تھی - علماءؒ نے کہا کہ یہ آواز فرشتہ کی آمد سے تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوجاتے اور حدیث مین ہے کہ ہر بار ایسی وحی مین گمان ہوتا کہ گویا میری جان قبض ہوجائیگی - صحیح کی روایت مین ہے کہ یہ طریقہ وحی مجھپر بہت سخت ہوتا ہے - حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ شدت جاڑے مین وحی آتی اور بعد افاقہ کے آپکی پیشانی مبارک سے اسطرح پسینا جاری ہوتا جیسے فصد کھل گئی ہو کبھی قلب پر القا کیا جاتا - شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ شاید یہ پہلی حالت کا بیان ہو اور شاید طریقہ سوم ہو کہ کبھی آدمی کی صورت مین فرشتہ آیا اور کلام القا کیا کہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حفظ فرماتے تھے جیسا کہ صحیح مین ہے اور فرمایا کہ یہ صورت مجھپر آسان ہے اور یہان وجوہ دیگر ہین جنکا بیان شرح صحیح بخاری مین انشاء اللہ تعالیٰ پاؤگے - (فائدہ) ابن ابی حاتمؒ نے سفیان الثوریؒ سے روایت کی کہ انبیائے سابقین مین سے ہر ایک پر بھی

وحی عربی ہی مین نازل ہوئی پھر ہر پیغمبر نے اپنی قوم کے واسطے ترجمہ کی۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنی یہ ہین کہ وحی الٰہی عزوجل لوح محفوظ سے عربی مین ہے پھر ہر پیغمبر کے واسطے اسکی قوم کی زبان مین لکھی گئی۔ (فائدہ) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے ایک حرف پر پڑھایا پس مین نے مراجعت کی اور برابر مین نے زیادتی چاہی یہانتک کہ سات حرف پر نوبت پہونچی۔ رواہ البخاری ومسلم۔ یعنی ایک طور پر ختم کیا جاتا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ مین درخواست کی کہ میری امت پر آسانی دی جاوے پس دو حرف یعنی دو طور پر ہوا پھر آپنے زیادتی چاہی حتی کہ سات طور پر ہوا۔ چنانچہ بعض روایات مین مصرح ہے پھر واضح ہو کہ ابتداء سے ان حرفون کا مفاد متعلق تلاوت ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حارث بن ہشام کو ایک سورہ اپنی قرارت سے کچھ مختلف پڑھتے سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پکڑلے گئے اور عرض کیا کہ یہ دوسری طور پر پڑھتا ہے آپنے کہا کہ ای عمر اسکی گردن چھوڑ دو پھر فرمایا کہ پڑھ تو حارثؓ نے اسی طور پر جیسے حضرت عمرؓ نے سنی تھی پڑھی۔ آپنے فرمایا کہ ہان یون ہی نازل ہوئی ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پڑھو پس عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی قرارت پر پڑھی تو فرمایا کہ ہان اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر فرمایا کہ ای عمر یہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا ہے پس جسکو جو میسر ہو وہ پڑھے کما فی الصحیح۔ مترجم کہتا ہے کہ صحابہ وتابعین وما بعد ائمہ سلمین سب متفق ہین کہ مصحف مجید مین جو قرارات متواترہ معروفہ ہین اور وہ تابعین کے وقت سے برابر سات قرارات متواترہ ہین انکے سوائے دوسری قرارت نماز مین نہین جائز ہے اور تین قرارات دیگر بدرجہ مشہور ہین پس انکا بھی جواز کہا گیا ہے اور حق یہ کہ یہ تین قراتین درحقیقت انھین سات مین داخل ہین اگرچہ سب مین ملا کر ہون۔ م۔ حدیث سات حرف مین یہ بھی آیا کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہر قرارت شافی کافی ہے جب تک کہ آیۂ عذاب کو رحمت پر یا آیۂ رحمت کو عذاب پر ختم نکرے۔ رواہ احمد باسناد صحیح۔ مترجم کہتا ہے کہ یون ہی جب تغیر نص ہو جیسے مترجم نے ایک حافظ سے سنا کہ اپنے خطا سے پڑھا یخرجہم من النور الی الظلمات۔ اور اسکے آگے آیت مین پڑھا کہ یخرجونہم من الظلمات الی النور پس نص مین تبدیل ہو گئی کیونکہ آیت یہ کہ یخرجہم من الظلمات الی النور۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ولایت سے اپنے بندوان مومنین کو تاریکیون سے نور مین لاتا ہے۔ اور آگے آیت یون ہے کہ یخرجونہم من النور الی الظلمات یعنی کافرین جنکو بتون سے محبت ہے انکے شیاطین انکو نور سے تاریکیون مین لیجاتے ہین۔ واضح ہو کہ ابتداے کفر مین کافر ایک تاریکی مین جاتا ہے پھر جب پھر رہا اور کفر کے موافق عمل کیا تو زیادہ تاریکی مین گیا گویا پہلے کچھ روشنی تھی وہ جاتی رہی اور جب تیسرے طبقہ مین گھسا تو دوسرے طبقہ کی جو کچھ روشنی تھی جاتی رہی حتی کہ جب مرا تو محض تاریکی بلا نور ہے اسیواسطے حدیث مین وارد ہے کہ جہنم نہایت سخت سیاہ و تاریک ہے اور اگر موت سے پہلے وہ ایمان کی طرف پھرا تو تاریکی سے نور کی طرف پھر زیادہ نور پھر اُس سے بھی زیادہ حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سراپا نور فرماتا ہے کما قال تعالیٰ نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔ (نوع سابع عشی) اسماے قرآن۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے عرب کے قصیدہ و دیوان وغیرہ اباطیل نامون سے مباین اس کتاب پاک کے نام ذکر فرمائے۔ جیسے کتاب مبین۔ قرآن کریم۔ کلام اللہ۔ نور مبین۔ ہدی۔ رحمۃ المومنین۔ فرقان۔ حق۔ شفاء المومنین۔ موعظہ شفاء الصدور۔ ذکر مبارک۔ علی حکیم۔ حکمۃ بالغہ۔ کتاب حکیم۔ مہیمن۔ حبل اللہ۔ صراط مستقیم۔ بعض علمانے۔ (۵۵) نام بیان کیے جنکو شیخ سیوطیؒ نے استقصا کیا ہے۔ اور وہ سب قرآن مجید مین خود موجود ہین۔ کعب احبار رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ توریت مین ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا کہ ای محمد مین تجپر ایک توریت جدید نازل کرنے والا ہون جو اندھی آنکھین کھولیگی اور بہرے کانون کو اور ڈھکے دلون کو کھول دیگی۔ رواہ ابن الضریس۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے توریت لی تو عرض کیا کہ ای رب مین الواح کے علم مین پاتا ہون کہ تیرے بندون مین ایسی امت ہے جنکی انجیلین انکے سینون مین ہونگی پس ای رب انھین کو میری امت کردے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ای موسیٰ یہ امت جسکا تونے اظہار کیا یہ امت احمدؐ ہے رواہ ابن ابی حاتم باسناد صحیح۔ (فائدہ) قرآن کی سورتون کے نام کچھ اپنی راے وقیاس سے نہین ہین اور نہ نام رکھنا جائز ہے بلکہ

جو نام معلوم ہین یہ سب صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثبوت ہوئے ہین اور صحیح مین ابن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے جسمین ابن مسعودؓ نے کہا کہ
یہ اس سردار کا مقام ہے جسپر سورۃ البقرہ نازل ہوئی - اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۃ البقرہ کا نام لینا ثبوت ہوا ہے لہذا جمہور علماء کے نزدیک
صحیح یہ کہ ان نامون کو اطلاق کیا جاوے - (فائدہ) بعض سورتون کے متعدد نام ہین جنسے سورۃ کا شرف ظاہر ہے شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ سورۂ
فاتحہ کے کچھ اوپر بیس نام مجھے معلوم ہوئے - حدیث ابو ہریرہؓ مین ہے کہ یہ سورۃ (۱) ام القرآن و یہ (۲) فاتحۃ الکتاب و یہ (۳) سبع مثانی ہے - رواہ
ابن جریر (۴) فاتحۃ القرآن (۵) القرآن العظیم (۶) ام الکتاب (۷) وافیہ - کیونکہ یہ پوری پڑھی جاتی و رحمد و ثناء الٰہی و ربندہ کی حاجات کے واسطے
وافی ہے (۸) الکنز (۹) الکافیہ (۱۰) اساس (۱۱) نور (۱۲) سورۃ الحمد (۱۳) سورۃ الشکر (۱۴) سورۂ حمد اولی (۱۵) سورۂ حمد قصوی (۱۶) الرقیہ
کیونکہ بعض صحابہ نے اسے رقیہ کیا (۱۷) شفاء - کیونکہ شفاء حاصل ہوئی (۱۸) شافیہ (۱۹) سورۃ الصلوۃ - کیونکہ حدیث مین ہے کہ قسمت الصلوۃ
بینی و بین عبدی نصفین یعنی سورۂ فاتحہ کی شان مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ میرے درمیان و میرے بندے کے درمیان نصفا نصف ہے - (۲۰)
الصلوۃ (۲۱) سورۂ دعاء (۲۲) سورۂ سوال (۲۳) سورۂ مناجات (۲۴) سورۂ تفویض - اور شیخ سیوطیؒ نے بعض نام دیگر لکھے ہین -
اور سوائے فاتحہ کے دوسری سورتون کے نامون کو انشاء اللہ تعالیٰ موقع تفسیر مین فی الجملہ بیان کیا جائیگا - (نوع ثامن عشر) خطابیؒ نے
کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید اسواسطے جمع نہین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نسخ تلاوت و زیادت کا وقت آپ کی حیات تک رکھا تھا
اور آپ جانتے تھے کہ جب اسکو کتاب کریم فرمایا ہے تو خود اپنی حفظ و رعایت سے اسکو کتاب محفوظ فرما دیگا حالانکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینون
مین محفوظ تھا - ابن ابی داؤد نے عبد خیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے باسناد صحیح روایت کی کہ مین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر
رحمت فرماوے کہ قرآن جمع کرنے مین سبسے زیادہ ثواب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پایا کیونکہ ابو بکرؓ نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا - ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ اثر صحیح معتمد ہے
مترجم کہتا ہے کہ یہ اول جمع برابر باقی رہا اور اسی سے عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوا کر آفاق مین بھیجدیے اور اول جمع کے وقت اسلام مین
زیادہ وسعت نہین تھی اسواسطے کہ اوراق چھوٹے و بڑے نئے و پُرانے سب طرح کے تھے اور بعد اسکے اللہ تعالیٰ نے اسلامی بیت المال معمور کر دیا -
تو اچھے کاغذ پر مصاحف لکھوائے گئے - روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر مین بیٹھے تو حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ گھر مین بیٹھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کی بیعت حضرت علی کو ناگوار ہوئی پس آپنے حضرت علی کو بلوا کر پوچھا کہ کیا
میری بیعت ناگوار ہوئی ہے - حضرت علیؓ نے کہا کہ واللہ ہرگز کچھ بھی ناگوار نہین آپنے پوچھا کہ پھر آپ گھر کیون بیٹھ رہے حضرت علیؓ نے کہا کہ یا خلیفہ
رسول اللہ میرے دل مین خیال آیا کہ کوشش کے ساتھ کتاب الٰہی کو جمع کرون کہ سوائے نماز کے چادر نہ اُٹھاؤن پس آپنے فرمایا کہ آپ کی رائے خوب ہے -
ابن حجرؒ نے کہا کہ اس اثر کی اسناد ضعیف ہے - روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُن رقعات کو تلاش کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود املا فرمائے تھے پس حضرت عمر و زید بن ثابت کو حکم دیا کہ دونون مسجد کے دروازہ پر بیٹھو پس جو شخص دو گواہ لاوے تو اسے قبول کرو
کما رواہ ابن داؤد - اسکی اسناد مین سب راوی ثقات ہین - مترجم کہتا ہے کہ اُسوقت کیفیت یہ تھی کہ تمام عرب مرتد ہو گیا تھا سوائے
اصحاب رضی اللہ عنہم کے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بسرداری خالد بن الولید کے ان مرتدون سے قتال کے لیے
روانہ کیا اور مسیلمہ کذاب و سجاح کی قومین ساٹھ ہزار سے زیادہ جمع ہو کر لڑین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تھوڑی تھی اور انمین سے جو لوگ شہید ہوئے
تو قراء بھی شہید ہوئے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بعد الہام الٰہی عز و جل کے یہ حکم دیا پس جب صحابہ مہاجرین و انصار
رضی اللہ عنہم مع بعض اصحاب یمن وغیرہ کے جو اسلام پر قائم تھے ان مرتدون سے قتال کو گئے تھے تو مدینہ منورہ مین کافی جماعت نہین تھی لہذا

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوائے ہوئے رقاع جہان جہان موجود تھے انکو لوگ لاتے تھے تو یہ اطمینان کرنا منظور تھا کہ یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھوایا ہوا ہے کیونکہ خود اسے دوسرون نے نقل کیا تھا پس مزید طمانینت کے لیے دو گواہ طلب کیے کیونکہ اب کئی آدمی متفق ہوگئے کہ یہ وہی تحریر ہے جو خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی ہے اور ظاہر ہوا کہ فقط حفظ پر اکتفا نہین فرمایا بلکہ لکھوائے ہوئے سے مقابلہ کیا۔ کیا نہین دیکھتے ہو کہ صحاح کی روایت مین ہے کہ آخر سورہ براۃ فقط خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ لکھو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رضہ کی اکیلی گواہی کو دو گواہون کے معادل کیا ہے۔ اسکے یہی معنی ہین کہ حفظ تو خود ان لوگون کو حاصل تھی لیکن لکھی ہوئی فقط حضرت خزیمہ رضہ کے پاس ملی اور کثیر احادیث در روایات مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین جب آپ لکھواتے تو شانہ و تختیون و چمڑے کے ٹکڑون وغیرہ پر ہوتا تھا چنانچہ صحاح روایات مین آیا کہ زید رضی اللہ عنہ نے عسب و لخاف و رقاع و قطع ادیم و اکتاف سے جمع کیا عسب جمع عسیب وہ جرید النخل ہے کہ اسکے چوڑی طرف کو لکھا کرتے تھے۔ لخاف جمع لخفہ یعنی پتلا پتھر کہ اسپر بھی لکھا کرتے تھے۔ اور بعض روایت مین صحائف ہے اور اسکے بھی یہی معنی ہین۔ رقاع جمع رقعہ یعنی ٹکڑا و پارہ خواہ چمڑے کا ہو یا کاغذ وغیرہ کا قطعہ ادیم چمڑے کا ٹکڑا۔ اکتاف جمع کتف یعنی بکری یا اونٹ کا شانہ چنانچہ جب وہ خشک ہو جاتا تو اسپر بھی لکھا کرتے تھے۔ بخاری مین ابن عمر رضہ سے بروایت ابن وہب اور نسائی و موسی بن عقبہ مین زہری رح سے باسناد صحیح روایت ہے کہ جب یمامہ کی لڑائی مین مسلمان شہید ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حفاظ کی وفات سے قرآن جاتے رہنے کا خوف کیا پس جمع کا حکم دیا تو جو کچھ جسکے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھوایا ہوا تھا وہ لایا جاتا تھا یہانتک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مین وہ اوراق مین جمع کیا گیا پس اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے مصحف مین جمع کیا ہے۔ اور اس باب مین روایات صحیحہ متواترہ ہین۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ مصحف مجھے بھیجیے کہ مین اس سے مصاحف لکھوا کر اصل مصحف آپکو واپس دونگا چنانچہ یہی ہوا اور شیخ سیوطی رح نے آثار کثیرہ وارد کیے جنمین یہ امر ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے اہتمام سے مصاحف لکھوائے۔ سوید بن غفلہ سے بسند صحیح روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہم لوگون کو جمع کرکے فرمایا کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ قرات متعددہ ہین بعضے لوگ باہم کہتے ہین کہ میری قرات تیری قرات سے اچھی ہے اور یہ تو قریب کفر کے نوبت پہونچتی ہے پس ہمنے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری رائے ہے کہ ہم لوگ ایک امام لکھوا دین جسپر لوگ متفق ہو جاوین پس ہم سب نے اتفاق کیا کہ یہ اچھی رائے ہے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ ہم سب کی جماعت سے کیا ہے۔ رواہ ابن ابی داود۔ پھر قرات مین زبان قریش مقدم رکھی گئی اور جہان تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم کرنا کسی شخص کے حق مین ثبوت ہوا اسکو دوسرے سے ملوا کر اسی کی قرات پر ملا، ہوا۔ حارث محاسبی رح نے لکھا کہ لوگون نے مشہور کرنا چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع کیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ قرآن تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وقت مین جب عراق و شام وغیرہ کے لوگون مین قرات کی بابت تفرقہ واقع ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے انکو ایک ہی قرات پر جمع فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین قرات سبعہ کے واسطے بھید یہ تھا کہ عرب مین لغات کثیرہ ہین اور انھین کے حفظ و ابلاغ سے اللہ تعالی کو یہ دین تمام آفاق مین ظاہر کرنا تھا پس انکو اپنے لغات پر آسانی دی گئی چنانچہ بعض روایات مین آسانی ہے اسکی حکمت مصرح ہے پھر جب آفاق مین دین و شریعت کا اعلام ہوگیا تو وہ ضرورت باقی نہین رہی اور اسوقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا کہ جب اختلاف قرات سے انمین کفر و تفرقہ کا خوف ہے تو انکو قرات واحدہ پر جمع کر دیا فافہم واللہ تعالی اعلم۔ (**الفائدۃ**) آیات کے ترتیب مین بھی رائے کو کچھ دخل نہین بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول پر متوقف ہے اور اسپر نصوص متواترہ اور اسی پر اجماع موکد ہے۔ قاضی ابوبکر رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ آیات کی ترتیب امر واجب و حکم لازم ہے چنانچہ جبرئیل

علیہ السلام وحی کے ساتھ مین یہ حکم لاتے کہ اس آیت یا آیات کو فلان موضع مین لکھوا اور ہم سب کے نزدیک بالاجماع ثبوت ہو کہ سب قرآن جو اللہ تعالیٰ نے
نازل فرمایا اور اسکے مرسوم کا حکم دیا اور اسکی تلاوت نہین اُٹھائی ہو وہ اُسی مصحف مین ہو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آفاق مین بھیجے اور اسمین
کچھ کمی یا کچھ زیادتی نہین ہو اور اسکی ترتیب ونظم موافق ترتیب آلٰہی عزوجل ہو اسمین کوئی تقدیم وتاخیر نہین ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ یعنی یہ قرآن ہم ہی نے اُتارا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہین پس یہ آیت قطعی ہو اور بعد حفاظت آلٰہی
عزوجل کے ممکن نہین کہ اسمین تغیر ہو سکے پس جسنے کوئی تغیر جانا وہ قرآن سے کافر اور اللہ تعالیٰ سے منکر ہو۔ دلیل دوم اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم قطعی ہو
حالانکہ ان سب نے اسی پر اجماع کیا اور انھین سے ہمکو دین وقرآن پہونچا ہو پس جسنے اُنسے اتفاق نہ کیا وہ سوائے شیطان کے کہین سے نہ پاویگا اور بحمد اللہ کہ سوائے
فرقہ غالی رافضہ کے سب امت نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن لیا۔ دلیل سوم متواتر قطعی ہو اور اسپر سب امت متفق بلکہ جمیع مخلوقات پر حجت لازم ہو
اسواسطے کہ متواترات عقلاً قطعیات ہین اور مین نے بعض شیعہ کی تالیف دیکھی جسمین صریح اقرار ہو کہ یہ قرآن بغیر کمی وبیشی کے وہی ہو اور انے بعض
فرقہ شیعہ کا صرف یہ قول نقل کیا کہ بعض دعائین وغیرہ سوائے قرآن کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے نازل ہوئی تھین اور انکو قرآن
سے تعلق نہین ہو۔ پس نص قرآنی ودلیل اجماع وتواتر ثبوت ہوا کہ قرآن مجید بعینہٖ بحفظ آلٰہی عزوجل مطابق لوح محفوظ مرتب ہو اور حدیث عثمان رضی اللہ عنہ
مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کچھ قرآن نازل ہوتا تو آپ اپنے بعض کاتبون کو بلاتے اور فرماتے کہ اسکو فلان سورہ کے اس مقام مین رکھو
رواہ احمد وابوداود وغیرہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہو کہ ابن الزبیر سے فرمایا کہ ای برادر زادہ مین قرآن مین سے کسی چیز کو اسکے
مقام سے متغیر نہین کرونگا یعنی جسطرح جہان جو آیت ہو اسکو اسی طرح لکھو۔ کما رواہ البخاری۔ اور بکثرت نصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت
مین وارد ہین کہ سورہ بقرہ وآل عمران ونساء وقد افلح وروم ومرسلات وہل اتی والٓمٓ تنزیل جمعہ وقٓ ومنافقون وغیرہ سورتین پڑھین پس وہ
اسی ترتیب پر تھین اور فضائل سورتون وآیات مین نصوص کثیرہ وارد ہین پس ترتیب خود معلوم ہو اور ممکن نہین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے خلاف
ترتیب کرین۔ پھر واضح ہو کہ کلام اس ترتیب مین ہو جو لوح محفوظ مین ہو اور جسطرح آیات کی ترتیب انکے ساتھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
سورتون کی ترتیب بیان فرمائی تھی اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ترتیب نزول کے لحاظ سے جمع کرنا چاہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تلاوت
تہجد سے جمع کیا اور شیخ سیوطیؒ نے بہت سے اخبار وآثار مع اقوال ائمہ علماء نقل کیے جنمین دلیل ہو کہ یہ ترتیب سورتون کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے حاصل کی گئی ہو اور مترجم کے نزدیک یہی صحیح اور حدیث عثمان رضی اللہ عنہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہو جو سورۃ براءۃ کے بارہ مین ہو۔ (نوع
تاسع عشر) تعداد سورت وآیات۔ جملہ سورتین (۱۱۴) ہین اور آیات (۶۶۱۶) اور حروف (۳۲۳۶۷۱) اور اکثر اوقات مین نے تفسیر مین ہر سورہ
کی آیات کے ساتھ مین اسکے حروف بھی نقل کیے ہین سو واضح ہو کہ شیخ سیوطیؒ نے بعض آثار ایسے نقل کیے جنمین بعض سورتین ظاہر ہوتی ہین جو
قرآن مجید مین نہین ہین اور اسی طرح بعض آیات وقراءات نقل کین اور مجھے خوب معلوم ہو کہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو
پس بعد اسکے یہ احتمال باطل ہو کہ یہ سورتین قرآن مین سے تلاوت ہین پس متواتر کے مقابلہ مین سوائے متواتر کے قبول نہین ہو بلکہ اصل یہ ہو کہ بعض صحابہ
رضی اللہ عنہم نے اپنی تالیفات مین بعض تفاسیر جیسی صلوٰۃ الوسطیٰ کی تفسیر صلوٰۃ العصر سے اور بعض احادیث خاص اپنے اپنے موقع پر اور بعضی نے آخر مین
لکھی تھین اور راوی نے انکو منجملہ قرآن خیال کرکے روایت کر دیا اور اسی طرح رضاعت کی تفسیر رضاعت شرعی کے ساتھ خمس رضعات لکھی تھی حالانکہ بعد اسکے
مطلق رضاعت کی تحریم ہو گئی۔ ہان قراءات مین ممکن ہو اسواسطے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وصحابہ اکابر رضی اللہ عنہم نے سب کو ایک ہی قرأت پر
جمع کیا تو بعض قراءات سابقہ موجود تھین۔ (نوع عشرون) حفاظ قرآن مجید کے بیان مین حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم بہت کثیر ہین از انجملہ آنحضرت صلعم نے

چار کی تفصیل دی جنمین دو مہاجرین ہین عبداللہ بن مسعود و سالم مولی حذیفہ اور دو انصاری ہین معاذ بن جبل و ابی بن کعب چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری مین ہے پھر سالم رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ مین شہادت پائی اور معاذ بن جبل نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ مین اور ابی و ابن مسعود نے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ مین انتقال فرمایا رضی اللہ عنہم اجمعین - اور غزوہ بیر معونہ مین ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جنکو قرا کہتے تھے اور یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین واقع ہوا - اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف چار کا جمع کرنا بیان کیا تو مراد یہ کہ قبیلہ خزرج مین سے صرف چار تھے یا مراد یہ کہ نہایت عمدہ حفظ مع تفسیر کاملہ کے انھین کو حاصل تھا اور جمع کا لفظ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے یعنی قرآن مع تفسیر کا جمع کرنا انھین مین کامل تھا - رہا حفظ تو شیخ سیوطی رح نے احادیث و آثار کثیرہ نقل کیے جس سے صرف ظاہر ہے کہ بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم حفاظ تھے - اور منجملہ عورتوں کے ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احاطہ کی عورتوں کا امام بنایا تھا اور فرماتے کہ چلو ایک شہیدہ کی زیارت کرین چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین جب ام ورقہ کو اسکے مدبر غلام و باندی نے قتل کر کے کملی مین باندھدیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرماتے تھے کہ چلو شہیدہ کی زیارت کرین - والحدیث فی الصحیح والتمام فی الطبقات - (الفائدۃ) ذہبی رح نے طبقات مین ذکر کیا کہ قرآن پڑھانے مین مین سات صحابہ مشہور ہین - (۱) عثمان (۲) علی (۳) ابی بن کعب (۴) زید بن ثابت (۵) ابن مسعود (۶) ابو الدرداء (۷) ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہم - ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم مانند ابوہریرہ و ابن عباس و عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہم نے حاصل کیا اور ابن عباس نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی حاصل کیا - اور ان لوگون سے تابعین کی ایک مخلوق کثیر نے لیا از انجملہ اہل مدینہ مین سعید بن المسیب و عروۃ بن الزبیر و سالم و عمر بن عبدالعزیز و سلیمان بن یسار و عطاء بن یسار و معاذ القاری و عبدالرحمن الاعرج و ابن شہاب الزہری و مسلم بن جندب و زید بن اسلم ہین اور اہل مکہ مین سے عبید و عطاء بن ابی رباح و طاؤس و مجاہد و عکرمہ و ابن ابی ملیکہ ہین - اور اہل کوفہ مین علقمہ و اسود و مسروق و عبیدہ و عمرو بن شرحبیل و حارث بن قیس و ربیع بن خثیم و عمرو بن میمون و ابو عبدالرحمن السلمی و زر بن حبیش و سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی و عامر الشعبی وغیرہم ہین - و اہل بصرہ مین سے ابو العالیہ و ابو رجاء و نصر بن عاصم و یحیی بن یعمر و حسن بصری و ابن سیرین و قتادہ وغیرہم ہین و اہل الشام مین سے مغیرہ بن ابی شہاب المخزومی و خلیفہ بن سعد وغیرہم ہین - پھر ایک قوم نے ضبط قرات و اسکے اہتمام کے واسطے تمام ہمت مصروف کی حتی کہ ایسے امام ہوے کہ دور دور سے انکے پاس لوگ حاصل کرنے کیلیے آتے تھے - چنانچہ مدینہ مین ابو جعفر یزید بن القعقاع پھر شیبہ بن نصاح پھر نافع بن ابی نعیم ہوئے اور مکہ مین عبداللہ بن کثیر و حمید بن قیس الاعرج و محمد بن محیصن ہین - اور کوفہ مین یحیی بن وثاب و سلیمان الاعمش و عاصم بن ابی النجود پھر حمزہ پھر کسائی ہین - اور بصرہ مین عبداللہ بن ابی اسحق اور ابو عمرو بن العلاء اور عیسی بن عمر اور عاصم الجحدری پھر یعقوب الحضرمی - اور شام مین عبداللہ بن عامر و عطیہ بن قیس الکلابی و اسمعیل بن عبداللہ بن المہاجر پھر یحیی بن الحارث الذماری پھر شریح بن یزید الحضرمی ہین لیکن ان سب مین سے سات شخص ائمہ مشہور آفاق ہوے - ۱ - نافع جنھون نے ستر تابعین سے جنمین ابو جعفر ہین قرات حاصل کی (یعنی قاری حافظ متبع سنت عالم ہین) - ۲ - ابن کثیر جنھون نے عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ صحابی سے حاصل کیا - ۳ - ابو عمرو بن العلاء جنھون نے ایک جماعت تابعین سے لیا - ۴ - ابن عامر جنھون نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور شاگردان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا - ۵ - عاصم جنھون نے تابعین رحمہم اللہ تعالی سے لیا - ۶ - حمزہ جنھون نے عاصم و اعمش و ابو اسحق السبیعی و منصور بن المعتمر وغیرہم سے حاصل کیا - ۷ - کسائی جنھون نے حمزہ و ابوبکر بن عیاش سے لیا - اور یہ امام محمد رح کے خالہ زاد بھائی ہین - پھر انھین سات ائمہ کے طریق سے قراء تمام آفاق مین منتشر ہوے اور ہر ایک سے متعدد راویون نے روایات کین چنانچہ - نافع سے قالون و ورش - ابن کثیر سے قنبل نے اور بزی نے انکے شاگردون سے - ابو عمرو سے دوری و سوسی بالواسطہ - ابن عامر سے ہشام نے و ابن ذکوان نے بالواسطہ اور عاصم عن ابی بکر بن عیاش

وحفص عنہ

وحفص عنہ۔ اور ہندوستان مین عموماً قراءت حفص رحمہ اللہ معروف ہے۔ حمزہ سے خلف نے وخلاد بالواسطہ۔ کسائی رح سے دوری وابوالحارث نے
روایات کین۔ لیکن روایات کثیرہ وفروع عدیدہ سے قراءات مین خلط وخبط واقع ہونے لگا کہ صحیح وسقیم کی تمیز نہین ہوتی تھی پس
جہابذۃ الامۃ نے قائم ہوکر صحیح وسقیم ومتواتر ومشہور وشاذ کو متمیز کیا پس اول ابوعبیدہ قاسم بن سلام نے پھر احمد بن جبیر کوفی پھر قالون کے شاگرد
اسمٰعیل بن اسحٰق مالکی پھر شیخ ابن جریر الطبری وغیرہم نے اس باب مین تصانیف کین اور طبقات القراء کو امام حافظ الاسلام ذہبی پھر ابوالخیر جزری
مصنف حصن حصین نے تالیف فرمایا۔ (**نوع حادی وعشرون** اسانید قراء) عالی سند طلب کرنا سنت ہے اور اسکے پانچ مراتب ہین
اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب سے قریب واسطہ ہو اور وسائط عادل ثقات ہون جنمین ضعف نہو۔ اور یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اور باقیون کو
شیخ سیوطی رح نے مفصل بیان کیا۔ (**نوع ۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷**) دربیان متواتر ومشہور وآحاد وشاذ وموضوع ومدرج۔ واضح ہو کہ
قراءات قراء سبعہ رحمہم اللہ تعالیٰ متواترات ہین یعنی یہ کہ جیسے قرآن مجید متواتر قطعی ہے اسی طرح یہ قراءات سبعہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس کثرت سے متصل ہین کہ بیان وہم وگمان وغیرہ کسی چیز کو دخل نہین بلکہ عقلاً قطعی ہین۔ شیخ ابن الجزری رح نے فرمایا کہ ہر قراءت جو صحیح اسناد
سے ثابت ہوئی اور وہ زبان عربیت سے کسی وجہ پر متوافق ہے اور وہ مصاحف عثمانیہ مین سے کسی مصحف سے بھی موافق ہے تو یہ قراءت صحیحہ ہے پس اسکو
رد کرنا یا اس سے انکار کرنا جائز نہین ہے بلکہ یہ قراءت منجملہ سات حروف کے ایک حرف ہے جنکے ساتھ قرآن نازل ہوا یعنی حدیث مین گذرا کہ قرآن مجید
کا نزول سات حروف پر ہوا پس جسکو جو میسر ہو پڑھے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو شخص کچھ زبان عربی سمجھتا ہے اسکے واسطے مین ایک تمہید بیان کرتا ہون
جس سے وہ سمجھ جائیگا تمہید یہ کہ عرب کی زبان واحد ہے لیکن اسمین اعراب ہوتے ہین اور ان اعراب مین بعض لغات مین تفاوت ہے چنانچہ اہل حجاز مکہ
مدینہ مثلاً بولتے ہین۔ ما زیدٌ قائماً۔ اور نواح تمیم مین کہتے ہین۔ ما زیدٌ قائمٌ۔ اور اسیطرح اعاریب مین باہم تفاوت ہے اور اسی طرح بعض الفاظ
بعض زبانون مین ایک معنی کے واسطے ہین اور دوسری زبان مین دوسرا لفظ خاص ہے حالانکہ دونون لفظ انمین شائع ہین لیکن بسبب محاورہ
وموقع خصوصیت لفظ خاص ہے جیسے اردو کے محاورات سے جو واقف ہو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ جب یہ امر معلوم ہوا تو شیخ جزری رح نے کہا کہ قراءت صحیحہ کے واسطے
تین امور ہین ایک یہ کہ اسناد صحیح ہو۔ دوم یہ کہ زبان عربیت مین کسی وجہ پر موافق ہو۔ سوم یہ کہ جو مصاحف کثیرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آفاق مین
بھیجے تھے انمین سے کسی مین اس قراءت کی خبر ہو نچی ہو۔ تو یہ قراءت صحیحہ ہے۔ اسکا قبول کرنا واجب ہے خواہ یہ قراءت ائمہ سبعہ سے متواتر ہو یا ان ساتون
کے ساتھ تین قراءات دیگر مین سے کسی مین ہو یا انکے سوائے کسی صحابی یا تابعی سے ثبوت ہو پس یہ اگر متواتر یا مشہور نہو تو اس سے کم نہین کہ صحیح ہے۔
اور جب کوئی قراءت ایسی ہے جسمین ان تین باتون مین سے کوئی امر نہو مثلاً اسناد صحیح نہو یا وجہ عربیت سے بالکلیہ مخالف ہو یا وہ کسی مصحف مین ثبوت نہو
تو ضعیف یا باطل یا شاذ ہوگی خواہ یہ قراءت قراء سبعہ سے بیان کیجاوے یا انسے اوپر کسی بزرگ سے لائی جاوے اور یہی قول ائمہ تحقیق سلف
و خلف کے نزدیک صحیح ہے اور اسمین سلف مین کسی سے خلاف نہین پایا گیا ہے شیخ ابوشامہ رح ودانی رح ومکی وغیرہم نے اسکی تصریح کی اور ابوشامہ رح نے کہا کہ
ہر قراءت پر جو قراء سبعہ کی طرف نسبت کیجاوے مغرور نہو جانا چاہیے کہ اسکو خواہ مخواہ صحیح کہنے لگے اور جزم کرے کہ یون ہی نزول ہوا ہے بلکہ جو ضابطہ
کلیہ بیان کیا گیا اسی پر منطبق کرنا ضرور ہے پس صحیح قراءت تو اس ضابطہ سے خارج نہوگی۔ اور صحت کچھ اسی پر موقوف نہین کہ انھین قراء سبعہ سے منقول ہے
بلکہ اگر غیرون سے اسی ضابطہ کے ساتھ منقول ہو تو وہ بھی صحیح ہے اور اگر قراء سبعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے اس ضابطہ کے ساتھ نہو تو وہ صحیح نہین ہے کیونکہ
اعتماد تو ان اوصاف کے جمع ہونے پر ہے پس جس قراءت مین یہ تینون اوصاف جمع ہون وہ صحیح ہے اور اگر کسی صفت مین خلل ہو تو اعتماد نہین ہے
تو مدار ان اوصاف پر ہے اور کسی شخص کی طرف نسبت کرنیکا اعتبار نہین ہے حتیٰ کہ قراء سبعہ وغیرہم مین سے ہر ایک کی قراءت مین اجاگی

وشاذ موجود ہے لیکن اتنی بات تجربہ سے معلوم ہوئی کہ قراء سبعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی قراءات مین قراءت صحیحہ اجماعیہ بکثرت ہین اور شاذ بہت شاذ
لہٰذا جو قراءت کہ ائمہ سبعہ سے منقول ہوتی ہے اسکی جانب میلان بوجہ مذکورہ زیادہ ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ اسکے ساتھ وجہ دیگر بھی عارض ہوئی
کہ ان ائمہ کے زمانہ مین انکی شہرت زیادہ ہوئی تو زمانہ مابعد مین لوگون نے انھین کی قراءات کی تلاش کی اور گویا انھین کی قراءت کا ذکر
عموماً رہگیا حالانکہ انھین سے شاذ کے پہچاننے والے زمانہ دراز گزرنے سے مفقود ہوتے گئے حالانکہ انکی شاذ قراءۃ سے دوسرون کی صحیحہ قراءۃ معتمد
وصحیح ہے اور واضح رہے کہ یہی امر فقہی مسائل و اجتہاد مین واقع ہوا کہ امام ابوحنیفہ ومالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے اجتہادات وانکے شاگردون کی
کثرت سے آفاق مین انکے اقوال شائع ہو گئے حالانکہ اجتہادات مین جو معنی منصوص ہین کہ مجتہد کبھی خطا کرتا ہے۔ یعنی منصوص ضرور ہے کہ
کہ انکے اجتہادات مین محتمل ہون ورنہ انکا اجتہادی باقی نرہے کیونکہ اجتہاد کی یہ صفت تو منصوص ہے یعنی اجتہادی وہی جسمین صواب وخطا کا احتمال
ہو اور جب یہ صفت باقی نرہے تو فقط صواب یا فقط خطا ہوگا لیکن فقط خطا تو وہ شخص کہے جو ان اماموں کے وفور علم سے جاہل ہو اور عین صواب
وہ ہے جو انکے اقوال کو نصوص ٹھہراوے اور کافر ہو جاوے پس معلوم ہوا کہ یہان بھی اصل صحیح معتمد یہ ہے کہ جو استنباط واجتہاد کہ اصول یعنی قرآن
وسنت واجماع سے برطبق اجتہاد ہو وہ مسئلہ اجتہادی کا جواب صحیح ہے خواہ ان ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی مجتہد دیگر مانند سفیان الثوری وغیرہم
سے ہو لیکن ایک امر مین قراءت واجتہاد مین فرق ہے وہ یہ کہ قراءات مین وہ تلاوت بقراءات متعددہ کر سکتا ہے اور اجتہادات مین مقلد صرف
ایک پر عمل کریگا لیکن واجب ہے کہ وہ باین معنی عمل کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل الذکر سے پوچھ لینے کا حکم دیا تو مین نے ایک مجتہد سے دریافت کر لیا پس اسپر
عمل کرتا ہون اور یہ نہین کہ مین اس قول کے صواب کا غالب گمان رکھتا اور دوسرون کی خطا کا زیادہ گمان کرتا ہون اسواسطے مجھپر یہی
قول لینا واجب ہے یہ گمان باطل وکذب ومحض نفس کی خواہش ہے اسواسطے کہ اس شخص عامی کے گمان کا کچھ اعتبار نہین کیونکہ شرع مین اجتہاد کا گمان
معتبر ہے جو دلائل شرعیہ سے پیدا ہوا اور یہ شخص جاہل ہے تو اسکا گمان صرف نفسانی گمان ہے اور نفس پر وہ اعتماد کرے جو شیطان کے پھندے مین
پڑے پس وہ سب مجتہدون کے ساتھ ادب رکھے اور یہی بات کہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے عالم بندے تھے اور وے خود نہین کہہ سکتے تھے کہ میرا اجتہاد صواب
اور دوسرے کا اجتہاد خطا ہے بلکہ اجتہاد کے واسطے جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہی اعتقاد کرتے تھے تو جب وہی یہ گمان نہین کرتے تھے
تو یہ بیچارہ انسے مخالف ہو کر یہ گمان کہان سے لایا لہٰذا حنفیہ وشافعیہ وغیرہ باہم عین خلوص محبت سے ملے رہین اور تعصب وشیطانی وسوسہ چھوڑ دین
واللہ تعالیٰ الہادی الی سبیل الرشاد۔ م۔ شیخ ابن الجزری رح نے کہا کہ قراءۃ کے ضابطہ مین یہ جو لکھا کہ زبان عربیت سے کسی وجہ کے ساتھ موافق ہو
اس سے یہ مراد کہ زبان عرب جس قاعدہ پر ہے اس سے موافق ہو خواہ افصح ہو یا فصیح ہو یعنی فصیح ہونا ہر کلمہ پر ضروری نہین ہے اور اگر اس وجہ مین کسی (صاحب شرح حصن حصین ۱۲)
نحوی نے اختلاف کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر قراءت ہی شاذ ہو تو ظاہر ہے اور اگر یہ قراءت صحیحہ یا اس سے زائد مشہورہ ہو تو کسی نحوی کا انکار معتبر نہوگا
اسواسطے کہ صحیح اسناد کے ساتھ اماموں کا قبول کرنا اور انمین شائع ہونا ہی رکن عظیم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ دلیل قطعی اسپر یہ ہے کہ نحویون نے زبان عرب کے
قواعد پیچھے بنالئے ہین اور زبان عرب سابق سے موجود اور قرآن مجید پہلے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم جسطرح زبان عرب سے جو انکی اصلی زبان ہے اور اسکے
بلیغ فصیح محاورات سے واقف تھے وہ وقوف کسیکو میسر نہوگا اگرچہ وہ مابعد نسل عرب سے کیون نہو اسواسطے کہ زبان قدیم محض خالص اور اسوقت مین نہایت فصاحت پر تھی
اور زمانہ مابعد مین روم وفارس ومصر وغیرہ کے لوگون کی آمدفت سے اختلاط شروع ہوا بلکہ مترجم اسوقت کا حال لکھتا ہے کہ زبان عرب کے محاورات عام لوگون مین
خصوصاً شہرون مین ایسے مختلط ہین کہ فصاحت قدیم سے گویا خارج ہین پس جب یہ معلوم ہوا تو ہم کہتے ہین کہ اس قراءت مشہورہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے
پڑھا اور برابر وہ شائع ہوئی حتی کہ تابعین واتباع تک پہونچی پس وہ عین بلاغت پر ہے تو نحوی کو چاہیے کہ جب اسکو معلوم ہوا کہ خاص بلاغت سے یہ قراءت ہے (منہ ۱۲)

تو وہ اپنے قاعدہ کو اسی کے موافق ترمیم کرے۔ م۔ شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ اسی اصل اعظم ورکن احکم کی وجہ سے بہت سے نحویون کا قاعدہ جو خلاف بعض
قراءات متواترہ تھا قبول نہوا مثلاً قولہ تعالیٰ بارئکم بیامرکم۔ مین اسکان کی ایک قرأت مشہورہ ہے اور نحویون کے قاعدہ مین نہین تو نحو کا قاعدہ ناقص سمجھا گیا
اسی طرح والارحام۔ بالجر پڑھنا لیجزی قوما۔ بنصب پڑھنا اور قتل اولادہم شرکاءہم۔ مین مضافین کے درمیان فصل کی قرأت۔ یہ سب صحیح ہین
اور یہان قاعدہ نحو کو ناقص سمجھا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے اوپر دلیل قطعی بیان کی کہ عرب عرباء افصح فصحا نے اسکو اپنی فصاحت وبلاغت مین قبول کیا
حالانکہ انھین پر قرآن کے اعجاز بلاغت کا دعوی تھا تو معلوم ہوا کہ یہ عین فصاحت وبلاغت پر ہے پس پچھلے زمانہ مین نحوی بیچارہ کس منھ سے دعوی کریگا
جبکہ اہل کمال واہل زبان فصحائے اسکے دعوی کو رد کردیا۔ م۔ اسی وجہ ائمہ قراء رحمہم اللہ تعالیٰ نے نحوی قیاس پر مدار نہین رکھا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
اصح واتقن طریقہ پر ثبوت ہونا اصل معتمد ہے یعنی انکی قراءات وہ ہین جو صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے انکو پہونچین اور اس بارہ مین انکو قیاس نحوی کا لحاظ بالکل
نہین تھا کہ جب قرأت سلف ثابت ہوئی تو وہی قرأت ہے۔ اور اسی کو لینا فرض متحتم ہے چنانچہ سعید بن منصور نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت
کی کہ قرأت سنت متبعہ ہے یعنی یہ کہ قرأت کا طریقہ قیاسی نہین بلکہ طریقہ اتباعی ہے پس جو مصحف وسلف سے ثابت ہو اسی کی اتباع فرض ہے پس مصحف امام وقراءات
مشہورہ سے مخالفت جائز نہین ہے اگرچہ کسی شخص کے ذہن مین کسی آیت مین بجائے ایک کلمہ کے دوسرا کلمہ بقیاس نحوی ولغت کے عمدہ نظر آوے۔
مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے دوسرا کلمہ وہان عمدہ سمجھا یہ اسکی جہالت ہے اور عقل دلیل ہے سفاہت کیونکہ آیت مین جو معنی اسکے نگاہ مین آئے ہین وہ اس
اعتبار سے دوسرا کلمہ عمدہ سمجھتا ہے اور سابق مین مترجم نے واضح بیان کیا کہ جہانتک ابتدائی عام فہم ہدایت مقصود ہے وہ عام کے واسطے آسان کردیا
گیا ہے اور قرآن کی ہر آیت مین جو علوم آلہی عز وجل مضمر ہین انپر نظر عام نہین پہونچی حالانکہ عامی نے جس کلمہ کو عمدہ خیال کیا تھا اس سے ان معانی مین
خلل ہو جاتا ہے پس اگر عامی کی رائے ہوتی تو علمائے ربانی کو آیندہ ان علوم سے محرومی ہوتی علاوہ برین جب صدق اعتقاد ہے کہ یہ کلام آلہی عز وجل ہے
تو قطعاً معلوم کہ جو کلمہ وطرز بیان آیت ہے وہ نہایت اعلائے کمال پر ہے کیونکہ عجز وجہل محال ہے تو عالم ربانی مانند تقدیرات آلہیہ کے خوب سمجھتا ہے کہ
تمام جن وانس وملائکہ مین کوئی نہین کہ جو اس کلمہ کے بجائے اس سے عمدہ لاسکے اور اپنی جاہل اس وجہ سے نہین سمجھتا کہ اسکا علم نہایت قلیل ہے اور علم اللہ عز وجل
غیر متناہی ہے بعض مشائخؒ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون یعنی ان منکرون کے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ امر ظاہر ہوا کہ
وہ خیال نہین کرتے تھے۔ یعنی انکے خیال کو بھی وہانتک رسائی نہین تھی۔ یہ آیت دلیل ہے کہ بعد موت کے علوم ترقی کرینگے مترجم کہتا ہے کہ
اسمین نصوص متظافرہ ہین۔ اور حدیث مین گذرا کہ قاری قرآن کے واسطے حکم ہوگا کہ ترتیل وآہستگی سے جسطرح دنیا مین تلاوت کرتا تھا تلاوت
کرے اور چڑھے کہ مدارج عالیہ جنت مین آیت پر اسکا درجہ ہے۔ پس جس شخص نے اپنے ناقص خیال سے یہ امر تجویز کیا کہ کوئی عمدہ کلمہ ہو سکتا ہے اس سے زیادہ
کج فہمی متصور نہین ہے کہ نے نور عقل چھوڑ کر صرف خیالات کی پابندی کی وہ ہرگز صواب نہ پاویگا۔ م۔ شیخ جزریؒ نے کہا کہ کسی مصحف سے موافقت
ہونے کے یہ معنی ہین کہ جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آفاق مین بھیجے ہین انمین بعض حکمت نفیسہ کے ساتھ قراءات حروف سبعہ سے ایک ہی
قرأت پر متفق کرنے مین جو وسعت جاتی رہی تھی اسکا بدل اسطرح دیا کہ بعض قراءات کو باقی رکھا چنانچہ سورۂ بقرہ مین قالوا اتخذ اللہ۔ بغیر واو کے مصحف
شامی مین ہے اور یہی ابن عامر کی قرأت ہے۔ اور آخر سورۂ براءۃ مین تجری من تحتہا الانہار۔ یعنی (من) کے ساتھ ابن کثیرؒ کی قرأت مین آیا تو یہ
مصحف مکی مین موجود ہے۔ اسی طرح بالزبر وبالکتاب مصحف شامی مین ہے پس اگر کسی مصحف مین ہو تو اجماعی مصحف سے مخالف قرأت نہین لی جائیگی
کہ وہ شاذ ہے۔ واضح ہو کہ ملک یوم الدین۔ جمیع مصاحف مین بغیر الف مرسوم ہے (ملک) پس جب قرأت بجائے مالک کے مَلِک یعنی سلطان ثابت ہوئی
تو یہ بھی ایک وجہ سے مصحف سے موافق ہے۔ پھر یہ جو ہمنے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہو یعنی یہ کہ عادل ضابط ثقہ اپنے مثل سے روایت کرے اسی طرح اوپر تک

منتہی ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کل عادل ثقہ ضابط ہین اور باوجود اسطرح صحت سند کے یہ بھی ہو کہ یہ قرارت اس فن کی ائمہ مین مشہور ہو اور شاذ نہو
شیخ ابو شامہ وغیرہ نے ہر قرارت کی نسبت تواتر کی شرط نہین لگائی اور یہ صحیح ہے اسواسطے کہ قرآن کل متواتر ہے اور قرارت متواترہ معروف ہین اور چونکہ
اللہ تعالی نے بعض قرارت مین وسعت دی تو ہر قرارت کا تواتر مشروط نہین ہے پھر واضح ہو کہ اگر قرارت بنقل آحاد صحیح ہو لیکن معروف مشہور نہو تو اکثر علماء
کے نزدیک اسکو پڑھنا جائز نہین ہے۔ اسکی مثال یہ کہ سند صحیح سے پہونچا کہ قولہ یاخذ کل سفینۃ غصبا۔ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ یاخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا۔
پڑھتے یعنی صالحہ کا لفظ بڑھاتے تھے اور معنی واحد ہین لیکن قرارت مشہورہ نہین ہے پس تلاوت و نماز مین اسکو نہ پڑھے اسواسطے کہ شاید آخری دور مین
یہ نسخ ہوا یعنی محو کیا گیا ہو یا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بیان یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطور تفسیر کے آیت کو
مع تفسیر کے پڑھ دیا اور راوی نے سمجھا کہ انکی قرارت مین یہ کلمہ زائد ہے۔ توضیح یہ کہ اس قصۂ خضر و موسیٰ علیہ السلام مین ہے کہ خضر علیہ السلام نے دو تیمون کی
کشتی کو عیبدار کر دیا پھر آخر مین موسیٰ علیہ السلام سے تبلایا کہ آگے ایک بادشاہ ظالم ہے کہ وہ کشتی کو بیگار پکڑتا ہے پس مین نے عیبدار کر دی تو مراد یہ کہ درست
کشتی کو بیگار پکڑتا ہے پس سفینہ صالحہ پڑھ دیا تاکہ معلوم ہو کہ عیبدار کرنے سے فائدہ مترتب ہوا اسواسطے کہ اگر مطلقاً کشتی پکڑتا تو وہ عیبدار کشتی بھی پکڑتا
او عیبدار کرنے سے کچھ فائدہ نہوتا اور صالحہ کہنے سے معلوم ہوا کہ وہ ظالم صرف درست کشتی پکڑتا تھا لہذا عیبدار کرنے سے ان تیمون کی کشتی بچ گئی۔
(التنبیہ) ابو الفضل الخزاعی نے امام ابو حنیفہؒ کی قرارات جمع کین اور اس کتاب کو ابو القاسم الہذلی نے نقل کیا۔ اسکی اسناد ضعیف ہے اور دارقطنی
و ایک جماعت نے لکھا کہ یہ کتاب جھوٹ بنائی ہوئی ہے اسکی کچھ اصل نہین ہے اور شیخ سیوطیؒ نے موضوعات مین اسی کی مثال دی۔ (تکملہ)
رہا بیان مدرج تو اسکے یہ معنی ہین کہ تفسیر ایسے طور پر بیان کی کہ وہ قرآن سے ملی ہوئی ہے پس راوی کو شبہہ ہوا کہ یہ قرارت ہے جیسے قولہ تعالی ولہ اخ او اخت
فلکل واحد۔ اسکی تفسیر مین سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بڑھا ولہ اخ او اخت (من ام) فلکل واحد الآیہ۔ رواہ سعید بن منصور۔ قولہ تعالی لیس علیکم
جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم۔ ابن عباسؓ نے زیادہ کیا۔ فی مواسم الحج یعنی موسم حج مین اجازت تجارت ہے رواہ البخاری۔ پس ملانے سے مشتبہ
ہوتا ہے کہ یہ کلمہ زائد قرارت ہے۔ قولہ تعالی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و یستعینون باللہ علی ما اصابہم۔ ابن الزبیرؓ نے
تولہ و یستعینون الخ بطور موعظت تفسیر کے بڑھا دیا حتی کہ راوی نے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ یہ انکی قرارت تھی یا بطور تفسیر زیادہ کیا ہے۔ رواہ
سعید بن منصور۔ لیکن ابن الانباری کی روایت مین جزم ہے کہ یہ کلمہ بطور تفسیر بیان فرمایا۔ اور واضح ہو کہ ایک جماعت شاگردون سے اگر ایک
شخص نے سمجھا تو اسکی ناسمجھی سے غلط واقع ہوا کیونکہ شیخ نے تو مصحف امام پر اعتماد کیا کہ خواہ مخواہ اسکی آیت سے میرے تفسیری الفاظ علیحدہ ہونگے لیکن
راوی نے اسکو قرارت سمجھ لیا۔ ابن الانباریؒ نے کہا کہ حسن بصریؒ نے پڑھا۔ وان منکم الا واردہا الورود الدخول۔ یعنی تم مین کوئی نہین مگر آنکہ وہ اس
جہنم مین وارد ہونے والا ہے ورود بمعنی دخول ہے۔ شیخؒ نے کہا کہ الورود الدخول یعنی ورود بمعنی دخول ہے۔ یہ کلمہ حسن بصری نے بطور تفسیر کے بیان کیا حالانکہ
بعضے راویون نے غلط فہمی یہانتک کی کہ اسکو قرآن مین ملا دیا۔ شیخ ابن الجزریؒ نے کہا کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اکثر اوقات بعض الفاظ کو تفسیر کے
طور پر آیت کے ساتھ ملاتے تھے کیونکہ انکو قرآن کے ساتھ اپنے بیان کے لاحق ہونے مین کچھ التباس نہ تھا بلکہ بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم تو لکھ لیتے تھے۔ مترجم
کہتا ہے کہ اسی قسم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ انہون نے واسطے مصحف لکھوایا اور فرمایا کہ جب اس آیت پر پہونچے کہ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ
الوسطی و قوموا للہ قانتین۔ تو مجھے آگاہ کیجیو۔ پس جب آگاہ کیا تو لکھوایا۔ والصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر و قوموا الخ۔ کما فی الصحیح۔ یہ صریح ہے کہ
بعد اس تفسیر کو جو حضرت صلعم سے سنی تھی بطور حفظ کتابت کے بیان لکھوا دی کیونکہ انکو آیت مین کچھ التباس نہ تھا۔ لہذا علماء متفق ہین کہ ما بعد
ہر ایک کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے تنبیہ فرمائی کہ قرآن کو مجرد رکھو یعنی اسمین کوئی کلمہ سوائے قرآن کے نہ لکھو حتی کہ علماء رحمہم اللہ تعالی نے

اتفاق کیا کہ سورۃ الحمد کے آخر مین (آمین) نہ لکھی جاوے اور اسی طرح کسی مقام پر وقف و وصل وغیرہ نہین لکھا جاتا بلکہ بجاے اسکے اشارہ پر اکتفا کیا گیا ہے کیونکہ عوام کو قرآن مین تمیز نہین ہے۔ (التنبیہ ۸) واضح ہو کہ جو کچھ قرآن سے ہے وہ بالضرور اپنے اصل و اجزا مین متواتر منقول ہونا واجب ہے اور محل و وضع و ترتیب مین بھی تواتر واجب ہے اسی پر محققین اہل السنۃ متفق ہین۔ لہذا قراءت صحیحہ غیر متواترہ کا پڑھنا نہین جائز ہے اگرچہ فقہا نے مشہور قراءت سے اعمال و احکام عملی استنباط کیے کیونکہ عمل نیک کے واسطے تو خبر واحد کافی ہوتی ہے اور یہ تو مشہور ہے لیکن قطعی اعتقاد کے لیے متواتر ہونا شرط ہے پس جو متواتر منقول نہو تو اسکی نسبت قرآن ہونیکا یقین قطعی نہین ہوگا۔ اور چونکہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن متواتر منقول ہے تو قطعی حکم ہوا کہ جو اس اجماع و تواتر مین نہو وہ قطعاً قرآن نہین ہے۔ اسی وجہ سے مالکیہ و حنفیہ نے کہا کہ ہر سورۃ کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم متواتر نہین پس وہ جزو سورۃ نہین ہے۔ شیخ سیوطیؒ نے جواب مین تکلف کیا۔ اور اسی قدر جواب کافی ہے کہ ہم اسکو قطعاً قرآن و ہر سورہ کا جزو نہین کہتے ہین بلکہ عمل کرنے کے واسطے ہر سورہ کے اول مین پڑھ لینے کا حکم نکالتے ہین اور نماز مین بہتسی دعائین سوائے قرآن کے جائز و مسنون ہین (التنبیہ) واضح ہو کہ بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے بعضے اقوال نقل کیے گئے کہ مثلاً فلان کے نزدیک یہ کلام بھی قرآن سے ایک سورہ تھا اور فلان کے نزدیک یہ سورہ قرآن مین سے نہین تھا۔ چنانچہ فخر رازیؒ نے لکھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورۂ فاتحہ و معوذتین کی نسبت کہتے کہ قرآن مین سے نہین ہین چنانچہ بعض کتب قدیمہ مین مذکور ہے۔ یہ لکھکر کہا کہ اس سے نہایت سخت اعتراض وارد ہوتا ہے جسکا جواب بہت دشوار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ائمہ محدثین جنپر نقول کی تنقید کا مدار ہے از انجملہ ابن حزم و نووی وغیرہ نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول صحیح نہین ہوا اور شیخ ابن حجرؒ نے بروایت احمد و ابن حبان و الطبرانی و البزار وغیرہ نقل کیا کہ ابن مسعودؓ نے معوذتین کے کتاب اللہ مین ہونے سے انکار کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایات صرف روایت واحدہ ہین اور ہر ایک محدث نے اپنی کتاب مین نقل کیا لیکن روایت واحدہ ہے اور قرآن کے مصاحف مین اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم حاصل ہے اور وہ متواتر ہے پس متواتر و اجماع کے مقابلہ مین متواتر چاہیے تو البتہ کچھ ثبوت ہو اور کمتر یہ کہ مشہور ہو حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہزارون شاگردون و دیکھنے والون مین سے کوئی نقل نہین کرتا سوائے ایک راوی کے حالانکہ آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ آپ نے معوذتین کو نماز مین پڑھا اور خود قراءت فاتحہ نماز مین متواتر اور خود سبع المثانی و القرآن العظیم۔ اسی کی تفسیر معروف ہے پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس معنی کی نسبت کرنا عجیب ہے حالانکہ عاصم نے زر بن حبیش سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت روایت کی اور یہ مشہور قراءت بلکہ متواتر ہے اور اسمین فاتحہ و معوذتین موجود ہین پس اسکے مقابلہ مین روایت آحاد مذکور باطل ہے اور واضح رہے کہ بہت سے بد باطن لوگون نے ایسی روایات وضع کین جنہین ثقہ لوگون کا سلسلہ ملا یا اور یہان یہ احتمال نہو تو اس سے خالی نہین کہ ان متواترات سے معارضہ فقط راوی کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ یہ بدیہی کے مخالف ہے اور اسکی مثال ایسی جیسے ریل کے شرکا سے ایک شخص روایت کرتا ہے کہ ہم تو اس گاڑی کو تیز رفتار گھوڑون سے چلاتے ہین حالانکہ سوار ہونے والے و حصہ دارون سے متواتر اسکے خلاف ثبوت ہے تو یہ روایت لامحالہ غلط فہمی ہے۔ (التنبیہ) زرکشیؒ نے لکھا کہ جمہور کے نزدیک قراءات سبعہ جو اس زمانہ مین موجود ہین سب متواتر ہین اور بعض نے کہا کہ مشہور ہین۔ (التنبیہ) شیخ ابو شامہ وغیرہ نے کہا کہ بعض لوگون نے زعم کیا کہ حدیث مین جو ہفت حرف مذکور ہین انسے یہی قراءات سبعہ مراد ہین اور یہ غلط محض ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ تو صحیح ہے لیکن حدیث کے ہفت حرف۔ سے اگر قراءات موافق تیسیر قبائل عرب ہو تو یہ امر ظاہر ہے کہ ہر ایک کی آسانی سے اسمین حصہ آگیا ہوگا لیکن شیخ سیوطیؒ نے محامل حدیث وجوہ کثیرہ بیان کیے ہین اور شک نہین کہ حدیث کلمہ جامعہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بالجملہ حدیث کی تفسیر یہ قراءات سبعہ نہین ہین ابو عبیدؒ نے فضائل القرآن مین لکھا کہ تفسیر احاد ذ

کی تبع سے مقصود یہ ہے کہ قرارت مشہورہ کے معانی واضح ہون جیسے قولہ تعالیٰ فاقطعوا ایدیھما۔ متواتر ہے اور قرارت ابن مسعودؓ فاقطعوا ایمانہما۔
یعنی داہنے ہاتھ کاٹو بہ سبب تفسیر ایدی۔ کی مل گئی کہ داہان مراد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ بدون مشہور کے قرآن پر زائد معنی جائز نہین رکھتے (چور کی سزا)
تو انکے طور پر کہا جاوے کہ قرارت شاذ بمنزلہ خبر الواحد ہے پس جب خبر الواحد سے تفسیر مل جاوے تو وہ آیت کی طرف نسبت ہوتی ہے گویا آیت سے
داہان کاٹنا ثابت ہے لیکن مخفی نہین کہ اسوقت حکم قطعی نہین رہتا تو چور کے حق مین داہان ہاتھ قطع کرنے مین بدون قطعی کے جواز کیونکر ہوا
اور میرے نزدیک یون کہا جاوے کہ سزاے قطع عملاً متواتر ہے تو داہان کاٹنا مشہور تھا فافہم۔ **نوع ثامن وعشرون)** تلاوت مین وقف
وابتدا کا بیان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ قرآن مین مقامات وقف وابتدا کا جاننا واجب ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما
کے کلام مین برہان صریح ہے کہ اسکے سیکھنے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور ہمارے نزدیک تواتر اسکا عملدرآمد صحیح ہوا اور سلف صالحین نے اس جانب
توجہ کامل رکھی چنانچہ اماموں کی تصریحات اس بارہ مین مشہور معروف ہین۔ شعبیؒ نے کہا کہ جب تو پڑھے۔ کل من علیہا فان۔ تو سکوت مت کر یہانتک کہ
ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔ پڑھ لے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور مترجم کہتا ہے کہ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین اہل عجم کے واسطے
وقف تام ولازم وحسن وغیرہ لکھدیے ہین پس وقف لازم پر توقف ہے اور جہان وقف نہین ہے وہان وقف بیجا ہے۔ اور جہان (ج) ہے وہان وقف
ووصل دونون جائز ہین۔ اور اسکے اقسام کی تفصیل ایسے لوگون کے کار آمد نہین بلکہ غیر مفہوم ہے جو عربی نہین جانتے ہین۔ م۔ ابن ابی الہذیل نے
فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس امر کو مکروہ جانتے کہ آیت مین سے کچھ پڑھی جاوے اور کچھ چھوڑی جاوے۔ رواہ سعید بن منصور باسناد صحیح۔ اور
سانس ٹوٹنے کا سکتہ جائز ہے لیکن چاہیے کہ دراز بقدر وقف نہو اور جہان وصل چاہیے وہان وصل کرے۔ **نوع تاسع وعشرون)** واضح ہے
کہ قرآن حفظ کرنا اس امت پر فرض کفایہ ہے۔ امام جوینیؒ نے فرمایا کہ اسمین بھید یہ ہے کہ تواتر منقطع نہو اور تحریف وتبدیل کا شبہہ نہونے پاوے پس
اگر اسقدر کثیر جماعت نے حفظ کر لیا تو باقیون پر گناہ نہین ہے اور اسی طرح قرآن پڑھانا وپڑھنا بھی فرض کفایہ وافضل القربات ہے۔ حدیث مین ہے
کہ تم مین بہتر وہ جسنے قرآن پڑھا اور پڑھایا کما فی الصحیح۔ اور زمانہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے برابر یہی چلا آتا ہے۔ **النوع الثلثین** حروف
مین سے ہر ایک کے لیے علحدہ مخرج ہے لیکن بعض حروف باہم متقارب ہین لہذا قاریون وقدماء نحویون کے نزدیک صحیح یہ کہ سترہ یا سولہ ہین جنکا مختصر
بیان یہ کہ (اول جوف) اور یہ الف وواو ویا کے لئے جب الف سے پہلے فتحہ اور واو سے پہلے ضمہ اور یاء سے پہلے کسرہ ہو۔ (دوم انتہاے حلق) ہمزہ
وہا کے لیے ہے۔ (سوم وسط حلق) عین وحاء مہملہ کے لیے ہے۔ (چہارم اول حلق) غین وخاء نقطہ دار کے لیے ہے۔ (پنجم انتہاے زبان متصل حلق)
قاف کے لیے ہے مع اُس مقام کے اوپر تالو کے (ششم وسط زبان واسکے اوپر تالو) جیم وشین ویاء کے لیے ہے (ہفتم زبان کا کنارہ بائین جانب
داڑھون سے متصل) حرف ضاد منقوطہ کے لیے ہے (ہشتم شروع کنارہ زبان وتالو) حرف لام کے لیے ہے (نہم مخرج لام سے کچھ نیچے) حرف نون کے لیے ہے
(دہم مخرج نون کے قریب) حرف راء مہملہ کے لیے لیکن زبان کی پشت مین دخل زیادہ ہے خصوص جبکہ متحرک بغیر پڑھی جاوے۔ (یازدہم کنارہ زبان
اول واوپر کے اگلے دانتون سے چڑھا کر مقابل کے تالو سے) حرف طاء وتاء ودال کے لیے ہے۔ (دوازدہم درمیان کنارہ زبان اول ونیچے کے
اگلے دانتون سے کچھ اوپر) حرف صاد وسین وزاء کے لیے ہے (سیزدہم ابتداے زبان کا کنارہ اور اوپر کے اگلے دانتون کا کنارہ) یہ
مخرج ظاء وذال وثاء کے لیے ہے (چہاردہم نیچے ہونٹ کے اندرونی رخ اور اوپر کے اگلے دانتون کے کنارے) حرف فاء نکلتا ہے۔ (پانزدہم دونون
ہونٹون کے درمیان سے) باء ومیم وواو غیرہ نکلتے ہین (شانزدہم غنہ کے لیے بانسہ) ادغام ونون ومیم ساکن کا مخرج ہے۔ واضح ہو کہ اہل دل
وبندگان حق محض خلوص سے خوبی قرارت وترتیل کے قواعد حاصل کرتے ہین (تنبیہ) جس قاری نے امراء کے واسطے تجوید حاصل کی تاکہ مخلوق

ے ہاتھ فروخت کرکے کچھ حقیر دنیا حاصل کرے وہ جہنم مین جلایا جائیگا۔ واضح ہو کہ لوگون نے قرآن پڑھنے مین راگ کی آوازین نکالی ہین
یہ معصیت شدید ہے اور ایسے ہی لوگون کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ اور جو کوئی انکو پسند کرے انکے دل فتنہ مین ڈوبے
ہین۔ (فائدہ) قرآن کی تعلیم پر اجرت جائز ہے بدلیل حدیث بخاری رح کہ جسپر تم اجرت لو تو احق کتاب اللہ ہے۔ بعض نے کہا کہ ٹھہرانا نہین جائز ہے
بعض نے کہا کہ مطلقاً نہین جائز ہے اور یہی قول ابوحنیفہ رح ہے کیونکہ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اہل الصفہ مین سے ایک کو قرآن تعلیم کیا پس اُسنے
عبادہ رض کو ایک کمان ہدیہ بھیجی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تجھے آگ کا طوق پہننا خوش آتا ہو تو اسکو قبول کرلے۔ رواہ
ابوداؤد۔ مترجم کہتا ہے کہ متاخرین مشائخ نے دیکھا کہ ظالم بادشاہون نے بیت المال پر غلبہ کرلیا اور عیش وعشرت مین اُڑانا شروع کیا اور
علماء وحفاظ قرآن اپنی محنت مزدوری پر رہے حتی کہ اگر پڑھانے مین رہ جاوین تو کھانے کو نہ پاوین پس فتوی دیا کہ تعلیم القرآن کی اجرت
جائز ہے کما فی القاضی خان والعالمگیریہ والدر وغیرہ۔ (فائدہ) اللہ تعالی نے قرارت قرآن کے ساتھ مومنین کو خاص کیا اور یہ کرامت عالیہ ہے
اور ملائکہ اُسکے سننے کے مشتاق رہتے ہین اور حلقۂ ذکر مین حاضر ہوتے ہین۔ (النوع الحادی والثلثین) آداب تلاوت قرآن
کی تلاوت وقرارت مین جہانتک ممکن ہو کثرت کرنا بہت خوب ہے۔ قال تعالی یتلون آیات اللہ آناء اللیل الآیہ۔ حدیث ابن عمر رض مین ہے کہ ایک
وہ شخص جسکو اللہ تعالی نے قرآن دیا پس وہ اوقات شب وروز مین اُسکی تلاوت کرتا ہے (الصحیحین) حدیث ابن مسعود رض مین ہے کہ جسنے کتاب اللہ
مین سے ایک حرف پڑھا اسکے واسطے ایک نیکی ہے اور دس گونہ ہے اور مین (الم) کو ایک حرف نہین کہتا بلکہ الف ایک حرف اور لام ایک حرف اور میم ایک
حرف ہے۔ حدیث ابوسعید الخدری رض مین ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن کی تلاوت نے اپنی طرف مشغول کرکے مجھسے دعا وذکر سے روک لیا ہو
مین اسکو سب دعا کرنے والون سے افضل عطا فرماؤنگا اور کلام الہی کا درجہ سب کلام سے اسقدر بلند ہے جیسے اللہ تعالی کا درجہ اپنے مخلوق پر
بلند ہے۔ (الترمذی) یعنی کلام الہی عزوجل کے مقابلہ مین کوئی کلام نہین ہوسکتا نہ کوئی دعا ہے کیونکہ اللہ تعالی کی جناب مین کسی مخلوق کو کچھ
نسبت نہین ہے۔ م۔ حدیث ابوامامہ رض مین ہے کہ تم لوگ قرآن پڑھو کہ وہ قیامت مین اپنے پڑھنے والون کے لئے شفیع ہوگا (رواہ مسلم) حدیث عائشہ رض مین ہے
کہ جس گھر مین قرآن پڑھا جاتا ہے آسمان والے اسکو اسطرح باہم دیکھتے ہین جیسے زمین والے ستارون کو باہم دیکھتے ہین۔ حدیث انس رض مین ہے کہ اپنے
گھرون کو نماز وتلاوت قرآن سے منور کرو۔ حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ میری امت کی سب سے افضل عبادت قرآن کی تلاوت ہے (البیہقی)
(فصل) مقدار تلاوت۔ سلف سے اس بارہ مین مختلف روایات ہین اور انتہا ذیادت کی روایت یہ کہ بعض نے دن مین چار ختم اور رات
مین چار ختم کئے اور اسکے بعد بعض سے شب وروز مین چار ختم اور بعض سے تین ختم اور بعض سے دو اور بعض سے ایک ختم مروی ہے حالانکہ ابن ابی داؤد رح نے حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسے ختم کی مذمت روایت کی چنانچہ مسلم بن مخراق نے پوچھا کہ اے ام المومنین بعض آدمی رات ودن مین دو یا تین ختم کرتا ہے
فرمایا کہ اسکا پڑھنا اور نہ پڑھنا برابر ہے حالانکہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین تمام رات نماز مین قیام کیا اور آپ نے سورۂ بقرہ وآل
عمران ونساء پڑھی اور جس آیت رحمت پر آتے تو دعا ورغبت کرتے اور جس آیت عذاب پر آتے تو پناہ مانگتے ودعا کرتے تھے۔ واضح ہو کہ حدیث عبداللہ
ابن عمرو رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے تین شب وروز سے کم مین قرآن ختم کیا وہ سمجھ نہین پاتا ہے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وصححہ۔ لہذا علماء کے نزدیک
تین روز مین ختم خوب ہے اور اوسط یہ کہ سات روز مین ختم کرے اور یہ بہت خوب ہے واسی پر اکثر صحابہ وتابعین کا عمل تھا۔ اور صحیحین مین یہی عبداللہ
ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو حکم دیا تھا۔ ابن ابی داؤد رح نے مکحول رح سے روایت کی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین قوی لوگ سات روز مین ختم کرتے تھے
اور بعض ایک ماہ وبعض دو ماہ اور بعض اس سے زیادہ مدت مین ختم کرتے۔ فقیہ ابواللیث نے بستان مین کہا کہ سال مین دو بار ختم کرنا چاہیے اگر اس سے

زیادہ نہو سکے - حسن نے ابو حنیفہؒ سے روایت کی کہ جسنے سال مین دو بار ختم کیا تو اسنے قرآن کا حق ادا کیا کیونکہ سال وفات مین جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوبار دور کیا تھا - دیگر علماء نے کہا کہ چالیس روز سے زیادہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث عبد اللہ بن عمرو مین ہے کہ کس مدت مین قرآن ختم کیا جاوے فرمایا کہ چالیس روز مین (ابوداؤد) لیکن مترجم کہتا ہے کہ اس سے زیادت مین کراہت نہین نکلتی ہے کیونکہ سیاق حدیث تو کثرت مین ہے - م - نوویؒ نے کہا کہ مختار یہ کہ مقدار تلاوت وختم بلحاظ لوگون کے مختلف ہے پس جس شخص کو لطائف علوم ظاہر ہوتے ہون وہ صرف اسقدر پڑھے جسمین تدبر وتفکر وتذکر خوب ہو - اسی طرح جو شخص علم پڑھانے وغیرہ مین مشغول ہو وہ اسی قدر پر اکتفا کرے کہ مہمات دینی کا مقصود ہاتھ سے نجاوے اور جس شخص مین یہ بات نہو وہ اسقدر پڑھے کہ ملال داُکتا نا ظاہر نہو - (مسئلہ) قرآن بھولنا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ مجھپر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے پس مین نے اسمین سے بڑھکر گناہ نہین دیکھا کہ کسی کو قرآن سے سورۃ یا آیت دی گئی تھی اُسنے بھلائی (ابوداؤد وغیرہ) جسنے قرآن پڑھا پھر بھلایا تو اللہ تعالیٰ سے ملیگا ایسی حالت سے کہ مجذوم ہوگا - ابوداؤد وغیرہ) حدیث مین ہے کہ قرآن کا تعاہد رکھو قسم اسکی جسکے قبضہ مین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ وہ قلوب سے نکل جانے مین اس سے بڑھکر ہے کہ اونٹ اپنے بندان سے نکل جاوے (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ علماء حنفیہؒ نے کہا کہ بھول جانے کی حد یہ کہ قرآن مجید کو مصحف مین دیکھکر نہ پڑھ سکے کما صرح بہ فی الفتاوی - م - (المسئلہ) تلاوت قرآن کے لئے وضو مستحب ہے کیونکہ حدیث مین ثبوت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ذکر الٰہی عزوجل حتی کہ سلام کے واسطے طہارت پسند فرماتے حالانکہ قرآن مجید کی تلاوت تو سب اذکار سے افضل ہے لیکن بے وضو کے بھی تلاوت جائز ہے کیونکہ سلف سے یہ امر ثبوت ہوا ہے - (المسئلہ) جنب وحائض یعنی جس آدمی پر طہارت غسل واجب ہے یا جو عورت حالت حیض ونفاس مین ہو اسپر تلاوت حرام ہے اور پوری تفصیل عین الہدایہ وغیرہ مین ہے - (المسئلہ) مستحب ہے کہ تلاوت کے واسطے پاکیزہ جگہ مین خشوع کے ساتھ قبلہ رخ ہوکر سکون ووقار کی ہیات سے بیٹھے اور مسواک سے مُنھ صاف کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ تمھارے مُنھ قرآن کی راہ ہین پس انکو مسواک سے پاکیزہ کرو - (البزار باسناد جید وابن ماجہ وقفا) ور قرات سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - پڑھلے اور نوویؒ نے کہا کہ یہی صیغہ مختار ہے اور اسی کے مانند صاحب الہدایہ کا مختار ہے اور اگر کسی قوم پر گزر ہوا تو انکو سلام کرکے قرات کرنے لگے اور بہتر یہ کہ تعوذ پڑھلے - جزریؒ نے کہا کہ ائمہ قرات کے نزدیک مختار یہ ہے کہ تعوذ کو جہر سے پڑھے - اور ایک جماعت نے کہا کہ آہستہ پڑھے پھر انمین سے جمہور کے نزدیک آہستہ کے معنی یہ کہ خود سنے اور بعض نے کہا کہ بدون تلفظ کے دلی ذکر مراد ہے سوائے سورہ براۃ کے ہر سورہ کے اول مین بسم اللہ پڑھنا لازم سمجھے کیونکہ بعض علما کے نزدیک وہ سورہ کی آیت ہے تو ختم مین خلل ہوگا اگر درمیان سورہ سے پڑھے تو بھی شافعیؒ سے منصوص ہے کہ بسم اللہ پڑھلے - قراءؒ نے کہا کہ بعض مقامات ایسے ہین کہ وہان ضمیر بجانب حق تعالیٰ ہے جیسے قولہ تعالیٰ پارہ ۲۵ - علیہ یرد علم الساعۃ الخ - اور - وہو الذی انشاء جنات معروشات الآیۃ - پس یہان بسملہ پڑھ لینا موکد ہے کیونکہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے بعد ہی شروع کرنے مین مبہم ضمیر ناگوار ہے - مترجم کہتا ہے کہ دیگر آداب عین الہدایہ وفتاوی ہندیہ کی کتاب الکراہت وآداب سے تلاش کرو - م - تلاوت کے واسطے مانند دیگر اذکار کے نیت کی ضرورت نہین ہے - ترتیل سنت ہے - حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قرات صاف صاف حرف حرف ہے - (ابوداؤد وغیرہ) حدیث انسؓ مین صفت تلاوت بالمد ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم - مین اسم اللہ کھینچکر اور الرحمن دراز کرکے اور الرحیم کشیدہ مد سے (صحیح البخاری) اسی طرح ختم آیت پر دراز کرنا مسنون ہے - ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک نے کہا کہ مین مفصلات کو ایک رکعت مین ختم کرتا ہون فرمایا کہ اشعار کی طرح روان دوان ہوتا ہے ایک قوم قرآن پڑھینگی جو انکے حلق سے نیچے نہین اُتریگا ولیکن جب دل مین پڑتا ہے تو نفع دیتا ہے - (الصحیحین) قیامت مین قاری سے ارشاد ہوگا کہ تلاوت شروع کر

اور درجات جنت پر چڑھ اور جیسے دنیا مین ترتیل کرتا تھا اسی طرح ترتیل کر کہ تیرا مقام عالی آخر آیت پر ہوگا۔ (السنن وغیرہ) شرح المہذب
مین ہی کہ علما نے اتفاق کیا کہ قرات مین افراط کی تیزی مکروہ ہی اور بالاتفاق ایک پارہ ترتیل کے ساتھ پڑھنا دو پارہ بغیر ترتیل سے افضل ہی۔
اقول پس شیخ جزری نے جو بعض علماے نقل کیا کہ دونون برابر ہین قول ضعیف خلاف اجماع ہی۔ اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین ماہ مبارک رمضان
مین تراویح کے ختم مین مختلف طریقے جاری ہین اور حفاظ بوجہ لالچ مال کے بہت تیزی کے ساتھ تین چار ختم کرتے ہین گویا اصل مقصود مال ہی حالانکہ
اس مبارک وقت مین کہ ثواب حسنات سات سو گونہ زیادہ ہی تو روا نہین کہ اسکو اتنی حقیر دنیا کے عوض فروخت کیا جاوے لیکن جنھون نے مال دیا وہ
درجات ثواب مین اچھے رہے وامام حافظ محروم ونعوذ باللہ من ذلک اللھم وفقنا لما تحب وترضی وانت الولی الحمید۔ اور بعضے بہت تیزی کرتے اور
بعضے رات مین ختم کرتے ہین حالانکہ مقتدی نظم الفرقان سننے ہی سے محروم ہی تو معانی سمجھنے کا کیا ذکر ہے۔ اور احسن واعلی یہ تھا کہ ترتیل کے ساتھ ایک
ختم ہو یا خاص مقتدیون کے اتفاق وقوت سے دو ختم زائد وقت مین ہون اور فرائض ووتر کا اہتمام مزید رکھا جاوے اور ہر ایک مقتدی کمزور
واجیر و پیشہ ور کا لحاظ ہو اور ترحم سے انکو خوشدل وعبادات الٰہی مین انکی اعانت کیجاوے تا کہ اہل اسلام کی کثرت وباہم موافقت کا ثواب عظیم حاصل ہو
واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ م۔ حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ ایک رات مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد پڑھی پس آپ نے سورۂ بقرہ شروع کر کے ختم کی پھر
نسا پھر سورۂ آل عمران آہستہ ترتیل سے پڑھتے جاتے تھے جب آیت تسبیح پر پہونچے تو تسبیح کرتے اور جب دعا و سوال پر آتے تو دعا کرتے اور جب
پناہ مانگنے کی آیت پر پہونچتے تو پناہ مانگتے (صحیح مسلم) اسی کے مانند حدیث عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مین ہی (ابو داؤد ونسائی وغیرہ) حدیث
مین ہی کہ جب کوئی سورۂ والتین والزیتون پڑھے اور آخر آیت یعنی الیس اللہ باحکم الحاکمین۔ پر پہونچے تو کہے "بلی وانا علی ذلک من الشاہدین"
یعنی مین بھی گواہ ہون کہ البتہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہی۔ اور جو لا اقسم کے ختم پر پہونچے الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی۔ تو کہے کہ "بلی" یعنی کیون نہین
یعنی بیشک اللہ تعالیٰ قادر ہی کہ مردون کو زندہ کرے اور جو شخص والمرسلات کے ختم۔ فبای حدیث بعدہ یومنون پر پہونچے تو کہے۔ آمنا باللہ یعنی
ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ (ابو داؤد والترمذی) اور حدیث مین سورہ الرحمن کی قرات مین فبای آلاء ربکما تکذبان" مین آیا کہ کہے لا بشیء
من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد یعنی ہمارے پروردگار ہم تیرے بندے کسی نعمت کو نہین جھٹلاتے ہین پس تیرے ہی واسطے سب شکر وحمد ہی
(الترمذی وغیرہ) واضح ہو کہ اچھے اہل تلاوت وہ ہین کہ خشوع وخضوع سے روتے ہین چنانچہ قولہ تعالیٰ ویخرون للاذقان الآیہ اور احادیث
کثیرہ سے ثابت اور خود ظاہر ہی۔ (**مسئلہ**) خوش آوازی سے بطرز عرب پڑھنا مستحب ہی۔ (**مسئلہ**) راگ ولحن سے پڑھنا ہمارے
نزدیک وبقول صحیح شافعیہ کے نزدیک حرام وفسق ہی۔ (**مسئلہ**) قرات قرآن کا سننا مسنون ہی اور اسوقت باتین چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذا قریٔ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون مترجم کہتا ہی کہ ہمارے علما کے نزدیک سننا واجب ہی کیونکہ آیت مین جو
حکم ہی اسکو وجوب سے پھیرنے کی کوئی وجہ نہین اسیطرح شیخ نے آیات سجدہ پر سجدہ کرنا مسنون لکھا اور وہ بھی ہمارے نزدیک واجب ہی اور وہ چودہ مقام مین سورۂ
اعراف۔ ورعد۔ نحل۔ اسری۔ مریم۔ حج۔ فرقان۔ نمل۔ الم تنزیل سورہ ص فصلت۔ النجم۔ اذا السماء انشقت۔ اقرا باسم ربک
(**مسئلہ**) تلاوت قرآن اگر نماز مین ہو تو فریضہ سے افضل ہی پھر رات مین پھر مغرب وعشا کے درمیان پھر بعد صبح کے پھر جس وقت چاہے
پڑھے۔ ایام مین سے یوم عرفہ پھر جمعہ پھر دوشنبہ پھر پنجشنبہ افضل ہین رمضان کا عشرہ اخیر اور ذی الحجہ کا عشرہ اول افضل ہی جیسے مہینون مین ماہ
رمضان افضل ہی۔ ابتداے شب جمعہ سے شروع کرے اور پنجشنبہ کی رات کو ختم کرے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے ہی کرتے تھے۔
رواہ ابن ابی داؤد۔ اور افضل یہ ہی کہ شروع دن مین یا شروع رات مین ختم کرے کیونکہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہی

کہ قرآن جب اول رات مین ختم کیا تو صبح تک ملائکہ اوسکے حق مین دعا کرتے ہین اگر آخر رات مین ختم کیا تو شام تک ملائکہ اُسکے حق مین دعا کرتے
ہین۔ رواہ الدارمی باسناد حسن۔ (مسئلہ) ختم کے وقت اہل وعیال واحباب کو جمع کرنا مستحب ہے چنانچہ طبرانی نے ابن عباسؓ اور ابن
ابی داؤد نے ایک جماعت تابعین سے ایسا کرنا روایت کیا مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سلف رضی اللہ عنہم ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے اور
مجاہد نے فرمایا کہ اُسوقت رحمت نازل ہوتی ہے اور دعا قبول ہوتی ہے رواہ ابن ابی داؤد۔ اور طبرانی نے عرباض بن ساریہؓ سے حدیث روایت کی
کہ جنے قرآن ختم کیا اُسکے واسطے ایک دعاے مقبول ہے اور بیہقی نے اسکو حدیث انسؓ سے روایت کیا ہے۔ (مسئلہ) ختم کے بعد ہی چاہیے کہ
دوسرے دورہ کو شروع کرے کیونکہ ابی بن کعبؓ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قل اعوذ برب الناس تک پہونچتے تو سورۃ الحمد
پڑھکر سورۂ بقرہ کو الم سے اولئک ہم المفلحون تک پڑھ لیتے پھر دعا فرماتے تھے رواہ الدارمی باسناد حسن۔ (مسئلہ) ختم کے وقت سورۂ
اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد تین بار پڑھنا لوگون کا معمول ہے (مسئلہ) قرآن مجید کو کمائی کا پیشہ بنانا مکروہ تحریمی ہے بخاری نے تاریخ کبیر مین بسند
صالح یہ حدیث روایت کی کہ جسنے دنیادار ظالم کے پاس اس نیت سے قرآن پڑھا کہ کچھ رفعت حاصل کرے تو اُسپر بجاے ہر حرف کے دس
دس لعنت ہونگی (مسئلہ) حدیث صحیحین مین منع ہے کہ آدمی کہے کہ مین فلان آیت بھولا بلکہ یون کہنا چاہیے کہ مجھے بھولائی گئی (مسئلہ)
امام ابو حنیفہ ومالک واحمد رحمہم اللہ کے نزدیک میت کو تلاوت قرآن کا ثواب پہونچتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہین پہونچتا ہے۔ مترجم کہتا ہے
کہ مالی صدقہ کا ثواب بالاجماع پہونچتا ہے۔ (فصل) واضح ہو کہ زمانۂ اسلام سے پہلے فصحاے عرب قرآن کی فصاحت اور بلاغت کے
متعجب تھے اگرچہ وہ لوگ ایمان نہ لائے ہون جنکی تعداد ارب در ارب تک پہونچی تھی پھر زمانۂ اسلام مین اکابر علما وفصحا وبلغا نے برابر اُسکی
فصاحت کے آگے سر جھکایا اور غایت کوشش اُنکی یہ تھی کہ انتہاے بلاغت کے فنون قرآن سے حاصل کرین پس اعجاز قرآن مین اسقدر
تواتر کے بعد سواے احمق یا مجنون کے کسیکو کچھ تردد نہین ہو سکتا شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان مین بہت تطویل کے ساتھ وجوہ بلاغات کو
جمع کیا جو اکابر بلغا وفصحا نے حاصل کیے تھے۔ چونکہ ہر شخص کو جو عربی نہ جانتا ہو اسسے استفادہ نہوگا لہذا مترجم نے ناچار اسکا ترجمہ ترک کیا
اور حق یہ ہے کہ ترجمہ اُسکو برداشت بھی نہین کر سکتا۔ (النوع الثانی والثلثین) جاننا چاہیے کہ قرآن مین اللہ عزوجل نے جملہ علوم
رحمت جمع فرمائے ہین قال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ یعنی ہمنے قرآن مین کچھ کمی نہین رکھی قال تعالیٰ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ
یعنی ہمنے تجپر یہ کتاب نازل فرمائی حالانکہ اسمین ہر چیز مجمود کا بیان ہے حدیث مین ہے کہ میرے بعد عنقریب فتنے واقع ہونگے عرض کیا گیا
کہ اُنسے نجات کی کیا صورت ہے فرمایا کہ کتاب اللہ عزوجل کو مضبوطی سے لو کہ اسمین تمسے اگلون وپچھلونکی خبر اور تمہارے درمیان حکم ہے رواہ الترمذی
وغیرہ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جسکو علم نافع مقصود ہو اُسپر لازم ہے کہ قرآن لے رواہ سعید ابن منصور۔ شافعیؒ نے کہا کہ حدیث شرح قرآن ہے
سعید بن جبیر نے فرمایا کہ مجھے جب کوئی حدیث پہونچی تو مینے قرآن مین اُسکا مصداق پایا رواہ ابن ابی حاتم۔ بعض علما نے کہا کہ جو کچھ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قرآن مین موجود ہے جسنے سمجھا اُسنے سمجھا اور نہ اپنا قصور ہے اور اُسیقدر ملتا ہے جس قدر اُسکی کوشش اور سمجھ ہو پھر صحابہ
رضی اللہ عنہم واکابر مانند خلفاے راشدین وابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم کے اس علم کے وارث ہوے حتی کہ اُنسے یہ آثار صریح ہین پھر تابعین
محسنین نے اپنی قوت وہمت کے لائق حاصل کیا پھر اُسکے بعد ہمتین کم ہوگئین اور عزم آخرت مین فتور آگیا حتی کہ جو کچھ صحابہ وتابعین نے اٹھایا تھا اُسکے
اُٹھانے سے عاجز ہوتے گئے اور بجاے اُسکے جہل پیدا ہوتا گیا الحاصل قرآن مجید مین جمیع علوم موجود ہین لیکن جاہل کا انکار بوجہ اپنے جہل کے ہے
(النوع الثالث والثلثین) بعض خواص آیات کے بیان مین۔ سابق مین مترجم نے فی الجملہ خواص بیان کیے ہین معاذ اللہ

قرضدار تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو دعا تبلائی جسکو صبح وشام پڑھا کرین قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء
وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئی قدیر تولج اللیل فی النہار و تولج النہار فی اللیل
وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشاء بغیر حساب اسکے بعد پڑھا کرین یا رحمن الدنیا ورحیم الآخرۃ تعطی من تشاء منہما وتمنع من تشاء ارحمنی
رحمۃ تغنینی بہا عن رحمۃ من سواک (رواہ الطبرانی) ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ اگر تم سے کسیکا گھوڑا سرکش ہو تو اسکے دونون کانون مین
پڑھے افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرہا والیہ یرجعون (رواہ البیہقی) حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
سمندر مین سوار ہو تو پڑھے بسم اللہ مجریہا ومرسہا الآیۃ وما قدروا اللہ حق قدرہ الآیہ غرق سے محفوظ رہے (رواہ ابن السنی) حدیث انس مین ہے کہ
جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو مال واولاد عطا فرماوے تو پڑھے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ پس سوائے موت کے نظر بد وغیرہ سے
محفوظ رہیگا۔ (رواہ البیہقی) حدیث سعد بن ابی وقاص مین ہے کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ کو جو مسلمان کسی مہم مین پڑھے
اللہ اسکو قبول فرماتا ہے (رواہ الترمذی والحاکم) یعنی وہ اس غم سے چھوٹ جاتا ہے چنانچہ ابن السنی کی روایت مین مصرح ہے جس شخص کے دل مین
سختی ہو وہ یٰس کو زعفران سے پیالے مین لکھکر پیے تو فائدہ ہو (رواہ الحاکم عن محمد بن علی ابن الحسین) جو شخص اپنے دل مین وسوسہ پاوے تو پڑھے
ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شئی علیم۔ اللہ تعالیٰ نجات عطا فرماویگا۔ (رواہ ابو داؤد عن ابن عباس) ابن مسعود رضی نے کہا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس کے تعویذ مکروہ رکھتے تھے (رواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان) مسئلہ
کسی برتن مین آیت قرآن لکھکر مریض کو پلانا حسن بصری ومجاہد وابو قلابہ واوزاعی کے نزدیک مضائقہ نہین اور نخعی رحمہ اللہ کے نزدیک
مکروہ ہے شیخ نے کہا کہ ہمارے مذہب مین بھی مضائقہ نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ ہمارے بعض فتاوی مین بھی یہی لکھا ہے۔ (النوع الرابع
والثلاثین) واضح ہو کہ قرآن کی تفسیر کے واسطے پندرہ علوم کی ضرورت ہے اور بغیر علم و دلیل کے تفسیر کرنا حرام بلکہ قریب کفر ہے
جیسے قولہ تعالیٰ مرج البحرین یلتقیان کی تفسیر مین روافض کہتے ہین کہ دونون سمندر سے مراد علی وفاطمہ ہین اور قولہ تعالیٰ یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان
مین لولو سے مراد حسن اور مرجان سے مراد حسین ہین پس یہ ویسا ہی کفر ہے جیسے کسی نے کہا کہ الرا مین الف سے اللہ اور لام سے لچھمن و را سے رام
حالانکہ بالاختلاف یہ کفر ہے پس تفسیر حق کے واسطے ان علوم کی احتیاج ہے اول لغت تاکہ مفردات کی شرح جانے مجاہد نے فرمایا کہ کسی مومن کو حلال نہین کہ
تفسیر کتاب اللہ مین کلام کرے جبتک وہ لغات عرب سے واقف نہو اور اسی کے مانند امام مالک سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین معتمدین اہل
تفسیر پر اکتفا کرنا بہتر ہے لہذا مترجم نے متقدمین اہل سنت پر اکتفا کیا باوجودیکہ حضرت ابن عباس رضی سے کلمات کی تفسیر خود مروی ہے دوم علم نحو کیونکہ اعراب
کے اختلاف سے معانی بدل جاتے ہین حسن بصری رحمہ اللہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ وہ زبان عربی یعنی نحو اسواسطے طلب کرتا ہے کہ زبان درست اور
قرات ٹھیک ہو تو فرمایا کہ نیک کام ہے (رواہ ابو عبید) سوم علم صرف کیونکہ جو شخص اس سے غافل ہے وہ جہالت کرتا ہے چنانچہ زمخشری نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ
یوم ندعو کل اناس بامامہم مین بعض جاہلون نے امام جمع ام یعنی مان لیا یعنی قیامت مین لوگ اپنی مان کے نام سے پکارے جاوینگے حالانکہ یہ تفسیر [illegible]
بالکل غلط ہے کیونکہ ام کی جمع امام نہین آتی ہے چہارم علم اشتقاق کیونکہ مختلف مادہ سے مشتق ہونے مین معانی بدلتے ہین [illegible] پنجم علم معانی ششم علم بیان ہفتم علم بدیع ہے
زمخشری نے کہا کہ اعجاز کلام اللہ کی تفسیر کرنے والا انہی کا لحاظ رکھے کہ نظم خوب وبلاغت کامل ہے اسکی تفسیر مخالف نہو ہشتم علم قرات اور اسکی ضرورت ظاہر ہے
نہم علم اصول دین تاکہ ظاہر آیات بلیغہ سے جاہل کو بد اعتقادی کا وہم نہو جیسے کہ ناواقف لوگ مجسمہ وغیرہ گمراہ ہوگئے دہم علم اصول فقہ تاکہ آیات احکام سے طریقہ
شرع واصول کے موافق حکم نکالے۔ یازدہم علم اسباب نزول اور اس کا فائدہ سابق مین مذکور ہو گیا دوازدہم علم ناسخ ومنسوخ تاکہ جو حکم

محکم باقی ہے وہ معلوم ہو سیزدہم علم فقہ تاکہ سنت سے مخالفت نہو۔ چہاردہم علم احادیث تاکہ مجمل و مبہم کی تفسیر معلوم ہو ان سب کے بعد پانزدہم علم وہبی ہے چنانچہ حدیث مین آیا کہ جو شخص علم کے موافق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکو ایسا علم دیتا ہے جسکو وہ نہین جانتا تھا تو صحیح یہ ہے کہ جو علوم ابتدا مین اُسنے حاصل کیے وہ ان قواعد پر مبنی تھے جو مذکور ہوئے گویا اُسنے ٹھیک راہ پر قدم رکھا اور آئندہ وہ علوم مین جو کوئی قاعدہ برداشت نہین کرتے بلکہ وہ انعام الٰہی عزوجل ہین لیکن وہ کبھی اس اصل سے مخالف نہونگے برخلاف باطنیہ وغیرہ گمراہون کے جو ظاہر شرع سے مخالف امور وہمی و خیالی کا دعوی کرتے اور گمراہ ہوتے ہین شیخ ابن ابی الدنیا نے فرمایا کہ علوم قرآن ایک سمندر ناپید اکنار ہے اور یہ چند علوم جو بیان ہوئے مفسر کیواسطے بمنزلہ الآلات و اسباب ہین یا کہو کہ زینہ سیڑھی ہین کہ بدون انکے وہ تفسیر کی راہ مستقیم مین نہین پہونچیگا حتی کہ بدون انکے اپنی رائے کی تفسیر گمراہی ہے اگر کہو کہ علم وہبی آدمی کے مقدور مین نہین ہے اسکا جواب یہ کہ ایسا گمان غلط ہے بلکہ جو علم شریعت دیا گیا اُسکے موافق عمل کرے اور دنیا سے بیزار ہو تو اُسکو یہ نور حاصل ہوگا برہان مین مذکور ہے کہ جسکے دل مین دنیا کی محبت یا بدعت یا تکبر ہو یا گناہ پر مصر ہو یا ایمان محقق نہو یا کسی گمراہ و بدعتی کی رائے پر اعتماد ہو یا عقل پر بھروسا کرے وہ علوم و اسرار قرآن سے محجوب ہوگا مترجم کہتا ہے کہ عقل سے مراد انسانی حواس ہین اور عقل حقیقی جو انوار روحی و فہم قلب ہے وہ اُسی شخص کو حاصل ہوتی ہے جو ان ذمائم و رذائل سے پاک ہو اگر کہا جاوے کہ لوگ عقل کے یہی معنی جانتے ہین جنکو تمنے حواس کی ترکیب بیان کیا جواب یہ ہے کہ اسکا عقل نام رکھنا کچھ مضر نہین کیونکہ اہل کفر جنکی یہ شان ہے کہ لیس لہم قلوب یعقلون بہا جب وہ قلب نہین رکھتے تو خواہ مخواہ ایسی عقل سے انکار کرینگے پس شیخ کی مراد یہ ہے کہ جو شخص اہل قلب نہو وہ ان علوم سے محجوب ہوگا وقال تعالیٰ ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق یعنی جو لوگ اس دنیا مین ناحق اتراتے ہین اُنکو اپنی آیات سے پھیر دونگا سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا یعنی قرآن کی سمجھ چھین لونگا (رواہ ابن ابی حاتم) ابن عباسؓ نے کہا کہ تفسیر چار طرح پر ہے اول وہ کہ عرب اپنی زبان مین جانتے ہین دوم وہ ظاہر جسکے نہ جاننے پر کوئی معذور نہین ہے سوم وہ تفسیر جسکو علماء جانتے ہین چہارم وہ تفسیر جسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہین جانتا ہے۔ (رواہ ابن جریر و سعید بن منصور) شافعیؒ نے فرمایا کہ متشابہات کی تفسیر کسی حدیث یا آثار صحابہ یا علماء سے صحیح نہین ہے (ملتقط الاتقان) شیخ امام ابن کثیرؒ نے مقدمہ تفسیر مین لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سرور عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو جن و انس کل کی جانب رسول فرمایا لہذا حدیث مین وارد ہے کہ بعثت الی الاحمر والاسود (الصحیح)۔ مجاہدؒ نے تفسیر فرمائی کہ احمر و اسود سے جن و انس مراد ہین پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو کتاب مجید نازل فرمائی اسکی تعلیم و تفہیم کی جانب کل کو ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اور دوسری آیت مین فرمایا کتاب انزلناہ الیک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب۔ اور دیگر آیات ہین جنمین تعلم قرآن سے غفلت کرنے پر مذمت و انکی بدبختی بیان فرمائی گئی ہے مترجم کہتا ہے کہ عقل کے نزدیک بھی اس سے زیادہ بدبختی کیا ہوگی کہ ایک شخص کو نعمت بے زوال حاصل کرنے کو کہا جاوے اور وہ اسکو چھوڑ کر متاع حقیر جو چند ہی روز مین وبال کے ساتھ زائل ہوجائیگی اختیار کرے جیسے احمق لوگ روپیہ پیسے کمانے و جمع کرنے مین اسقدر منہمک و مستغرق ہوتے ہین کہ اس نعمت لایزال سے بالکل غافل و منہ موڑتے ہین اور آخر چند روز کے بعد خالی ہاتھ قبر کے غار مین ڈالدیے جاتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون پس واجب یہ ہے کہ علم کے ساتھ اس کتاب مجید کے معارف و کمالات سمجھنے و حاصل کرنے مین ہمت کے ساتھ آمادگی کرین اور ہوشیار ہون کہ انکی حالت مانند یہود کے نہو جاوے کہ انھون نے توریت سے منہ موڑا اور قصص و حکایات و باہمی فرقون کی عداوات سے تحریف کرنا انکا شیوہ رکھا اور بالکلیہ دنیا کے جمع کرنے پر متوجہ ہوگئے اللہ تعالیٰ نے مومنون کو اس بدخصلت و اتباع شیطانی سے بتاکید منع کردیا ہے قال تعالیٰ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا تکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون

نہیں

یعنی مومنون کے واسطے کیا وہ وقت نہین آگیا کہ ذکر الٰہی اور قرآن حق کے واسطے اُنکے دل نرم ہون اور انکو اگلے اہل کتاب کے مانند نہونا چاہیے جنکو کتاب دی گئی تھی سو انپر مدت دراز ہوئی تو اُنکے دل سخت ہوگئے اور اُنمین بہتیرے فاسق ہین۔ یہ آیت اہل ایمان و علماے اسلام کے واسطے ہدایت و موعظت بلیغہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے بعد تنبیہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ فرماتا ہے یعنی اسی طرح معاصی و غفلت کے بعد اللہ تعالیٰ دلون کو حیات حقیقی سے زندہ کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام اوزاعیؒ وغیرہ سے روایت ہے کہ امت اسلامیہ مین جب خرابی ہوگی تو سلاطین و علما و درویشون سے پیدا ہوگی پس سلاطین تو شرع کی ہتک حرمت و علانیہ فسق و فجور کرینگے اور علما مانند علماے یہود کے ہوجائینگے اور درویش مانند رہبان نصاری کے ہونگے۔ یہ علم ماثور اس زمانہ والون کے واسطے بدیہی مشاہدہ ہے جسمین زیادہ توضیح کی ضرورت نہین ہے۔ پس جسکو اللہ تعالیٰ توفیق ایمانی عطا فرماوے اُسکو چاہیے کہ ہدایت الٰہی یعنی قرآن مجید کو سمجھکر مضبوطی کے ساتھ اسپر مستقیم ہو اور تفسیر قرآن مجید سے علم و فہم حاصل کرے۔ م۔ شیخؒ نے لکھا کہ اگر پوچھا جاوے کہ تفسیر کا عمدہ طریقہ کون ہے۔ جواب یہ کہ اصح واصوب یہ کہ آیات قرآنیہ کی تفسیر خود قرآن سے ہو کیونکہ ایک مقام کی آیات خود دوسرے مقام کی آیات سے تفسیر موجود ہین یعنے مثلا ایک جگہ اجمالی بلاغت ہے تو دوسرے مقام پر تفصیلی اعجاز موجود ہے۔ ہان اگر تجھکو اسکے سمجھنے مین اشکال ہو تو حدیث شریف سے مدد لے کیونکہ احادیث خود قرآن مجید کی تفسیر ہین کیونکہ احادیث بھی آپ پر وحی ہوتی تھین اسیواسطے حدیث مین فرمایا کہ مجھے قرآن عطا ہوا اور اسکے ساتھ مین اسکے مثل عطا ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید شیطان وسوسہ لاوے کہ خود قرآن ہی مین تفصیل کیون نہوئی تو جواب مین غور سے نظر کرنا چاہیے اور اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو درجہ کتابت مین نازل نہین کیا بلکہ اپنا کلام پاک بذریعہ جبرئیل علیہ السلام کے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اسی واسطے قرآن مجید کے معانی و نظم کلام دونون اعجاز ہین اور تلاوت مین بھی ثواب عظیم ہے اور سابق پیغمبرون پر توریت و انجیل وغیرہ جو نازل ہوئین وہ درجہ کتابت مین نازل ہوئین اور انمین صرف معانی مقصود تھے اسی واسطے شام و یونان وغیرہ کی مختلف زبانون مین تراجم سے بلکہ سریانی و عبرانی کے متعدد اختلافات سے جب باہم فرقون کی عداوت جمع ہوئی تو ہر ایک نے دوسرے کی غلطی ثابت کرنے کو مقامات خاصہ مین ایسی تبدیل و تحریف کی جس سے اسکا مقصود یہ تھا کہ اسکے مخالف فرقہ کی غلطی ثابت ہو حالانکہ اس سے کتاب کا اعتماد مرتفع ہوگیا۔ اور کیونکر اعتماد باقی رہیگا حالانکہ صرف ایک کتب خانہ مین مجلدات کے مقابلہ سے دو ہزار غلطیان مخالف نکلین اور متعدد کتب خانون کے مقابلات سے جو غلطیان نکلین اُنکا مجموعہ حسب تصریح اہل کتاب کے ایک لاکھ سے زائد ہے اور مترجم نے یہ بہت کم مقدار لکھی ورنہ خود یہود و نصاری کی تصریحات اس سے بہت زائد ہین اور انکا دعوی ہے کہ یہ صرف پڑھنے کی غلطی ہوئی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اچھا وہ کسی طرح ہوئی ہو بہرحال یہ اعتماد باقی نہین رہا کہ اصل مین کیا لفظ تھا اب جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نظم و معانی دونون طرح سے اعجاز فرمایا حتی کہ وہ زمانہ صحابہ و تابعین سے برابر امت کے صدور مین حفظ چلا آتا ہے جسمین کچھ اختلاف نہین ہے اسیواسطے اگلی کتابون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی صفت مین یہ بھی آیا کہ انکی انجیل انکے سینون مین محفوظ ہوگی پس اللہ تعالیٰ نے اعجاز سے قرآن پاک کو قابل حفظ فرمایا اور اسکی تفسیر مشکلہ کے واسطے سنت سے وحی فرمائی حتی کہ کاملین علماء رحمہم اللہ تعالیٰ بغیر حدیث کے اسکی تفسیر سمجھ سکتے ہین اور کم درجہ والون کے واسطے ضرورت ہے اسی واسطے محققین علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تفسیر کے واسطے حدیث پر توقف نہین ہے یعنی کسی مقام کی تفسیر اس امر پر موقوف نہین ہے کہ بغیر حدیث کے اسکا علم ظاہر نہ ہو اسیوجہ سے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اصح طریقہ تفسیر یہ ہے کہ قرآن کی آیات کو خود دیگر آیات قرآنیہ سے تفسیر کیجاوے اور واضح ہو کہ بعض مقام پر تفسیر مجمل کے واسطے مفصل ہے اور بعض مقامات پر ایک معنی کی تفسیر کے لیے دوسرے مقام کا حکم کافی ہے۔ م۔ پھر اگر کسی شخص سے آیات کی تفسیر کا ادراک نہو سکے

تو وہ حدیث مین تتبع کرے اور حدیث کی سند کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی امت کے واسطے خصوصیت فرمائی ہے کیونکہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ مین اسناد ایسے گم تھے کہ بہت سے پریشان قصص و واہیات حکایات بناکر داخل کی گئین اسی واسطے اہل کتاب کے قصص مہملات واہیہ ہین چنانچہ تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ بعضے مقامات پر اسی تنبیہ کی غرض سے بعضے حکایات و قصص نقل کیے جاوینگے ۔ اور یہ سلسلہ کذب زیادہ تر ان لوگون سے شائع ہوتا ہے جو وعظ گوئی اپنا پیشہ کر لیتے ہین ۔ اور وہ عوام کی دلچسپی و رونق مجلس کی غرض سے اور کبھی رولانے اور کبھی خوش کرنے کے مطلب سے بہت سی حکایات بناکر یا انمین اپنی طرف سے حسب موقع و محل کی مشی کرکے بیان کرتے ہین اور بہت سے عابد و زاہد لوگ اس بلا مین اسوجہ سے مبتلا ہو جاتے ہین کہ وہ اسمین بھلائی خیال کرتے ہین چنانچہ اسکے مفصل وجوہ کو مترجم نے مقدمہ شرح صحیح بخاری شریف مین بیان کیا ہے اور یہ آفت اس امت مین بھی پھیلی اور اب بھی مشاہدہ تو موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس امت مین علماء متقنین پیدا کیے جنھون نے ہر ایک بیان کرنے والے سے اسکی بات کو قبول نکیا جبتک اسنے اسناد سے نہین تبلایا کہ اسنے کس بزرگ کے ذریعہ سے پائی تاکہ انتہا پر معلوم ہو کہ یہ کسی صحابی کا قول ہے یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان شریف ہے پھر اسپر بھی بعضے ایسے جھوٹے لوگ پیدا ہوے جنھون نے یہ اسناد بھی دروغ بنائی لیکن جب اس شخص کا حال دریافت ہوا کہ عادل نہین ہے اور سوا اسکے کوئی ثقہ شاگرد وہ بیج نقل نہین کرتا اور ثابت ہوا کہ یہ شخص تو فلان بزرگ کے شاگردون مین سے بھی نہین ہے پس رد کر دیا گیا ۔ غرض کہ نہایت حفظ و اتقان و عدالت و ثقہ حالت کے ساتھ انھون نے حدیث و آثار کو قبول کیا ورنہ رد کر دیا اور اسکا مفصل بیان مع توضیح و مثالون کے مقدمہ شرح الصحیح سے حاصل کرو ۔ م ۔ پھر جب قرآن مجید کی تفسیر جسکو دیگر آیات قرآنی یا حدیث سے حاصل نہوئی تو ہمنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال تلاش کیے اور انکو بھی اسی طرح صحیح اسانید کے ساتھ پرکھ لیا پس جب اسناد صحیح سے معلوم ہوا کہ بیشک صحابی نے یہ تفسیر بیان کی تو ہمنے اسپر اعتماد کیا اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اول تو خود نزول وحی کے وقت حاضر تھے اور موقع و محل سے واقف تھے ۔ دوم فیض برکت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکو معارف و اسرار قرآن کے واسطے فہم خاص حاصل تھی اور خود انکے اعمال صالحہ مقبول جناب باری عز و جل تھے ۔ سوم اللہ تعالیٰ نے انکے مومنین کاملین و مقبولین ہونے پر نص فرمائی ہے بقولہ تعالیٰ اولئک ہم المومنون حقا ۔ اور بقولہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ۔ اور بکثرت آیات انکے کمالات ایمانی کے بارہ مین منصوص ہین اور انکے سوا طبقہ تابعین مین یعنی تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ مین بلکہ تبع تابعین مین بھی فی الجملہ نصوص حدیث وارد ہین لیکن کمال ایمانی و خصوصیت اعیانی نہین نہین ہے پس اقوال صحابہ و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم تو نص قرآنی سے مومنین کاملین کے اقوال و اجماع ہین اور مترجم نے تحت قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین ۔ وغیرہ مین توضیح مزید لکھی ہے بالجملہ یہان یہ غرض ہے کہ جب تفسیر آیت و حدیث نہو تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال معتبر ہین خصوص خلفاے اربعہ و باقی عشرہ مبشرہ و ائمہ صحابہ مثل حضرات عبد اللہ بن مسعود و ابن عباس و ابن عمر وغیرہم کے اور سابق مین مترجم نے اتقان سے مفسرین صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو نقل کیا ہے ۔ شیخ نے لکھا کہ ابو عبد الرحمن السلمی سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو ہمکو قرآن پڑھاتے تھے وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید حاصل کرتے اور جب دس آیات پڑھ لیتے تو آگے نہین پڑھتے یہانتک کہ ان آیات مین جو حکم عمل ہے اسپر عمل کرتے پس فرماتے تھے کہ ہمنے علم و عمل ساتھ ہی حاصل کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ دربارۂ تفسیر کے معروف ہین چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت آئی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا ترجمان القرآن ابن عباس ہے ۔ شیخ نے لکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنہ ۳۲ ہجری مین انتقال کیا حالانکہ اسی زمانہ مین ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق مین یہ مدح فرمائی تھی پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ بعد اسکے چھتیس ۳۶ برس تک زندہ رہے پس خیال کرنا چاہیے کہ بعد اسکے اسقدر

مدت دراز مین کسقدر مہارت وعلوم حاصل کیے ہونگے۔ مترجم کہتا ہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین لڑکے تھے اور بعد آپ کے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصار مین سے جس بزرگ کے پاس جو علم تھا ہر ایک سے لیکر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جمع کیا علاوہ برین قرآن مجید کے اسرار حرفاً حرفاً کثرت مزاولت کے بعد کھلتے جاتے ہین چنانچہ سلوک مین یہ توضیح گزر چکی ہو اسیواسطے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ اسکو اسقدر بار بار تلاوت سے نہین گھبراتے بلکہ شوق روز بروز بڑھتا جاتا ہو۔ م۔ اعمش رح نے ابو وائل رح سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت مین موسم حج مین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حاجیون کا سردار مقرر فرمایا تھا پس خطبہ حج مین ابن عباس رض نے سورہ بقرہ یا سورہ نور تلاوت کرکے اسکی ایسی خوب تفسیر بیان فرمائی کہ اگر اسکو نصاریٰ روم اہل ترک و دیلم سنتے تو مسلمان ہوجاتے۔ مترجم کہتا ہو کہ ایسی خوبی سے تفسیر فرمائی کہ توحید مین کسی وسوسہ شیطانی کو دخل کی گنجایش نہین رہی پھر اگر یہ لوگ مسلمان نہوتے تو انکی ازلی بدبختی سے چارہ نہین تھا ورنہ کسی وسوسہ شیطانی کو مجال باقی نہین رہی۔ م۔ پس معلوم ہوا کہ زیادہ تحقیق سے تفسیر کی تعلیم مین حضرت ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہما معروف ہین اسیواسطے اسمعیل بن عبد الرحمن جو بنام سدی معروف ہین اور تابعین مفسرین مین سے ہین یہ غالباً انھین دونون صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر لاتے ہین اگرچہ بعضے اوقات مین سدی نے ابن عباس رض سے بعضے وہ حکایات و اقوال نقل کیے جو ابن عباس رض نے یہود وغیرہ اہل کتاب سے سنے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے انکی روایات لینے مین اجازت دی ہو۔ (کما فی صحیح البخاری) اسیواسطے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے جنگ یرموک کے جہاد مین نصرانیون سے جو کتابین پائی تھین انمین سے بعض مضامین روایت کیے۔ مترجم کہتا ہو کہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہان ایک مسئلہ کا مع جواب کے اشارہ کیا مسئلہ یہ ہو کہ اگر یہود و نصاریٰ کے علماء نے اپنے یہان کی کتابون سے بیان کیا کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وعظ مین یون بیان کیا ہو کہ دنیا مانند ایک رنگین پرند کے ہو جو کر اندر سے بدبودار ہوگئی مگر اوپر سے خوشنما ہو کہ ناواقف آدمی اسکی خوبصورتی دیکھکر بے اختیار اسکو لے لینا چاہتا ہو پھر جب اسکے پر نوچ ڈالے اور اندر سے گندہ بو آئی تو پریشان ہوکر تھوکتا اور پھینک دیتا ہو۔ یہ روایت اگر صحیح ہو تو نصیحت ہو اور دین حق سے کچھ مخالف نہین ہو اور اگر درحقیقت یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہین فرمایا تو جس عالم نصرانی نے اسکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا اسنے جھوٹ کہا لیکن یہ کلام نصیحت سے خالی نہین ہو پس بہرحال ہمکو اس نصیحت سے فائدہ کے سوائے ضرر نہین ہو پس مسئلہ یہ ہوا کہ اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ مین سے کسی نے کوئی ایسی نصیحت روایت کی جو دین حق سے مخالف نہین ہو یا انبیاء سابقین کا نسب نامہ نقل کیا تو کیا انکی روایت لیجاوے۔ اسکا جواب یہ ہو کہ ابتدا مین حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے منع فرمادیا تھا تاکہ یہودی عالم لوگ جو جھوٹ بولنے وغیرہ بداعمالیون مین بیباک تھے خواہ مخواہ جھوٹی باتون سے مسلمانون کے خیالات پراگندہ نکرین پھر جب قرآن مجید کامل نازل ہوچکا اور صحابہ رضی اللہ عنہم انوار ولایات سے درجہ کمال کو پہونچ گئے اور کسی شیطانی مکار کو یہ مجال نہین رہی کہ شیطانی حکایات سے دھوکا دے تو آپنے اجازت دیدی اور اسوقت اہل کتاب بھی مایوس ہوچکے تھے پس سوائے سچ کے دروغ سے انکو فائدہ بھی نہین تھا لہذا بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اہل کتاب کی روایات وعظ و نصائح وغیرہ مین نقل کین پھر یہان دو صورتین پیدا ہوئین اول یہ کہ انھون نے یہ بیان کردیا کہ اہل کتاب اس بارہ مین یون بیان کرتے ہین۔ دوم یہ کہ انھون نے فقط روایت بیان کی اور اہل کتاب کا نام نہین لیا پس دوسری صورت مذکورہ مین ناواقف کو یہ اشتباہ ہوتا ہو کہ شاید اس صحابی نے یہ روایت خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو لیکن عالم واقف اسکو پہچان لیتا ہو پس شیخ رح نے آگاہ کیا کہ سدی رح نے بعض اوقات ابن عباس رض وغیرہ سے اہل کتاب کی بعضی روایات نقل کین جو عالم محقق کے نزدیک اہل کتاب کی روایات ہین۔ چنانچہ شیخ رح نے مواقع تفسیر مین ان روایات کے ساتھ تنبیہ کردی ہو کہ صحابی نے یہ روایت

اہل کتاب سے بیان کی ہو- پھر شیخ رحمہ اللہ نے روایات اہل کتاب کے بارہ مین تفصیل ذیل بیان فرمائی- واضح ہو کہ اہل کتاب یہود و نصاری کی روایات صرف اسواسطے لائی جاتی ہین کہ جو امر حدیث سے ثبوت ہوا اسکے ساتھ مین سابق انبیاء علیہم السلام کی گواہی بروایت اہل الکتاب موجود ہے اور یہ روایات کسی صورت مین کوئی حکم ثابت کرنے کے واسطے نہین لائی جاتی ہین کیونکہ اہل الکتاب کی روایات تین حال سے خالی نہین ہین- اول ایسی روایت ہے کہ جو قرآن مجید یا حدیث حمید مین آیا اسکے موافق ہے تو جو امر ثبوت ہوا وہ قرآن یا حدیث سے ثبوت ہوا اور اہل کتاب کی یہ روایت صرف بطور مزید آگاہی کی لی گئی کہ شریعت سابقین مین بھی یہ امر موجود تھا اور ایسی روایت کی نسبت صدق معلوم ہے- دوم اہل کتاب کی ایسی روایت جو قرآن و حدیث سے مخالف ہو تو یہ صریح کذب معلوم ہے چنانچہ مثلاً یہود نے اپنے بیان کی کتاب سے نقل کیا کہ عزیر علیہ السلام فرزند خدا تھا پس یہ صریح جھوٹ ہے اور جس شخص نے نقل کیا کہ فلان کتاب مین لکھا ہے تو شاید وہ نقل مین سچا ہو کہ اس کتاب مین لکھا ہو لیکن دروغ تو اگلون نے باندھا جنھون نے یہودیون مین یہ عقیدہ پھیلایا اور غرض یہ تھی کہ جب یہودیون نے دیکھا کہ نصرانی تو اپنے یہان خدا کا بیٹا بتلاتے ہین اور یہودی فقط موسی علیہ السلام بندہ رسول کے اوپر ایمان لائے ہین تو نصرانیون کے مقابلہ کے واسطے انھون نے عزیر علیہ السلام کو بنایا اور جیسے عیسی علیہ السلام سے انکار کر کے یہ لوگ کافر ہو چکے تھے یون ہی اس حرکت سے کہ عزیر علیہ السلام کو بیٹا بنایا مکرر کفر ہوا جیسے نصرانیون نے بعد ایمان کے بیٹا اعتقاد کر کے کفر کیا پھر آنحضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے کفر شدید مین پڑے اور آئندہ سورۂ بقرہ کی تفسیر مین معلوم ہوگا کہ عزیر علیہ السلام کی نسبت موقع بہتان کیونکر پایا جیسے نصرانیون نے حضرت عیسی علیہ السلام کی نسبت آسمان پر اٹھائے جانے سے بہتان شیطانی قبول کر لیا اور یہان سے معلوم ہوا کہ جس قوم نے حضرت الٰہی عزوجل وحدہ لاشریک کی جناب مین ایسے عظیم بہتان سے کچھ پاک نکیا تو انکو روایات و قصص و حکایات دروغ مین کچھ بھی ڈر نہین ہو سکتا ہے لیکن جب وہ نصوص حق سے مخالف ہے تو صریح کذب ہونا ظاہر ہو گیا پس ایسی روایت مردود ہے- سوم اہل کتاب کی ایسی روایت جسکا قرآن و حدیث مین ذکر نہین آیا یعنی نہ موافق اور نہ مخالف بلکہ سکوت ہے مثلاً نوح علیہ السلام کا نسب نامہ مذکور نہین ہے اور یہود کی کتابون مین اسکا ذکر ہو تو ایسی روایت کی نسبت ہم کسی جانب قطع نہین کر سکتے ہین بلکہ محتمل ہے کہ سچ ہو جیسے محتمل ہے کہ جھوٹ ہو لہٰذا ایسی روایت سے کوئی امر ثابت نہ کیا جاوے بلکہ ذکر کر کے سکوت ہوگا- م- یعنی شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایسی روایت نقل کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن غالباً محض بیفائدہ ہین اسواسطے کہ انسے کوئی ایسی بات حاصل نہین ہوتی جسکا دین مین کچھ نفع عائد ہو بلکہ اسکے نقل مین علماء اسلام رحمہم اللہ تعالی کو جب فائدہ نہین تو عوام کو کیا فائدہ ہوگا بلکہ مترجم کے نزدیک عوام کو اس سے ایک طرح کا ضرر عائد ہونیکا وہم ہے اور وہ اسطرح کہ مثلاً اصحاب کہف رحمہم اللہ تعالی کے نام مین اہل کتاب سے مختلف نقول ہین جیسے عصائے موسی علیہ السلام کس درخت سے تھا اور جن پرندون کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے زندہ کیا گیا وہ کون کون چڑیان تھین یا ذبح بقرہ مین گائے کا نام یا کس عضو سے مقتول کو مارا کہ وہ زندہ ہو گیا تھا یا کس قسم کا درخت تھا جس سے حضرت موسی علیہ السلام کو تجلی ہوئی یا الواح توریت کس چیز سے تھین و مانند اسکے جن امور کو اللہ تعالی نے قرآن مین مبہم رکھا پس اہل کتاب سے انکے بارہ مین مختلف و پریشان روایات ہین اور اکثر علمائے اسلام انکو اپنی کتب تفاسیر مین نقل کرتے ہین جس سے عوام کو دھوکا ہوتا ہے کہ شاید ہمارے یہان ایسے پریشان اقوال ہین حالانکہ واجب تھا کہ انکو اہل کتاب کے نام سے نقل کرتے تاکہ یہ وہم نہوتا- پھر واضح ہو کہ اہل کتاب کی روایات نقل کرنے مین جب انکے نام سے ہون تو کیا طریقہ مستحسن ہے- جواب یہ کہ انکے مختلف اقوال سب نقل کرنا چاہیے بدلیل آنکہ اصحاب کہف کی تعداد مین کوئی عدد خاص نہین ذکر کیا بلکہ فرمایا بقولہ تعالی سیقولون ثلثۃ رابعھم کلبھم ویقولون خمسۃ سادسھم کلبھم رجما بالغیب ویقولون سبعۃ وثامنھم کلبھم قل ربی اعلم بعدتھم ما یعلمھم الا قلیل فلا تمار فیھم الا مراء ظاہرا ولا تستفت فیھم منھم احدا- یعنی اہل کتاب تجھے کہنے لگینگے کہ اصحاب کہف تین تھے چوتھا انکا کتا تھا؛ اور کہینگے کہ پانچ تھے چھٹا انکا کتا تھا بطور رجم بالغیب کے اور کہینگے کہ سات تھے آٹھوان انکا کتا تھا تو کہدے کہ میرا رب انکے

شمار سے خوب آگاہ ہے سو اصحاب کہف کے بارہ مین تو ان اہل کتاب سے سوائے ظاہر کے مرادت کر اور انکے بارہ مین اہل کتاب سے کچھ مت پوچھ۔ یہ آیت دلیل ہے کہ اگر اہل کتاب کے مختلف اقوال لکھنا چاہے تو سب کو نقل کرے ورنہ ترک بہتر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس آیت مین عجیب بلاغت و معالم حکمت ہین۔ توضیح یہ ہے کہ اہل کتاب و مشرکین قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امتحان کے طور پر اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا کیونکہ وہ ایک پرانا قصہ تھا کہ جسکو بہت سے یہودی خود نہین جانتے تھے اور خصوص عرب کے واسطے تو سوائے وحی کے اسکا علم کسی طور پر ممکن نہ تھا پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی سے اصحاب کہف کا حال نازل فرمایا کہ اس سے اہل ایمان کو بہت معارف ظاہر ہوئے اور اہل کتاب کو انکا جواب مل گیا پھر آخر مین اللہ تعالیٰ نے انکی تعداد نہین فرمائی۔ اسمین یہ حکمت لطیف ہے کہ اہل کتاب باہم عناد سے مختلف ہین بعضے تین اور بعضے پانچ اور بعضے سات تعداد بیان کرتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے انکی تعداد صحیح پر انحصار نہ کیا تاکہ شیاطین یہود مین سے جو اسکے کم و بیش کہتا تھا وہ اختلاف کرنا اور جب انکے اقوال بیان کیے تو انکو سوائے تصدیق کے کوئی چارہ نہوا اور یہ ظاہر ہے کہ انکی تعداد سے کوئی اصلی مقصود متعلق نہین ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی بیان مین تعلیم فرمائی کہ لایعنی امور کی طرف توجہ نکرین۔ ہان ایک لطیف اشارہ کردیا کہ تین و پانچ کا قول غلط اور رجم بالغیب ہے تو اشارہ ہوتا ہے کہ غالباً سات کا قول صحیح ہے اور اگر اللہ تعالیٰ فرماتا کہ وہ سات تھے تو معلوم ہوتا کہ ایسے امور مین صحیح تعداد تلاش کرکے بیان کرے اسواسطے کہ خود اللہ تعالیٰ نے بیان کی لہذا اللہ تعالیٰ نے اس اعجاز سے تعلیم فرمائی کہ مرادت پوچھو کیونکہ اس امر سے کوئی غرض متعلق نہین ہے لہذا حدیث مین آیا کہ آدمی کی خوبیٔ ایمان سے یہ ہے کہ لایعنی امور چھوڑ دے۔ (الصحیح)۔ سبحان اللہ کلام الٰہی عزوجل مین عجائب ظاہری سقدر ہین کہ قلوب بھرے ہوکر لہلہاتے ہین پھر اسرار باطنی کی کیفیت قیاس کرو۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تفسیر سے فائدہ اٹھانے والون کو چاہیے کہ امور لایعنی کی تلاش نہ کیا کرین حتی کہ جو امور دین و دنیا مین نافع ہون انکو ڈھونڈین اور سوائے اسکے دیگر امور مانند شمار اصحاب کہف کے یا الواح توریت کس چیز سے تھین یا جس درخت سے موسیٰ علیہ السلام کو تجلی ہوئی کس قسم کا درخت تھا ویسے امور کا تلاش کرنا فضول ہے۔ شیخؒ نے فرمایا کہ جیسے جملہ اقوال کو نقل کرنا مناسب ہے اسی طرح چاہیے کہ اقوال مین سے راجح کی تنبیہ کرے یعنی ان اقوال مین سے فلان قول راجح یا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ غالباً شیخؒ کی مراد یہ ہے کہ اہل کتاب کے اختلافات حکایات مین سے کسی سے تعرض نکرے اور سوا اسکے دیگر اقوال مین سے راجح کا اشارہ کرے۔ کیونکہ حکایات بنو اسرائیل مین سے کسی قول پر اعتماد نہین بلکہ انکے نقل سے صرف تاریخی طور پر ایک غیر ضروری امر ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے حتی کہ اگر اسکو بیان نکرے تو کچھ حرج نہین بلکہ اکثر اوقات فضول بیان کا ترک کرنا بہتر ہوتا ہے بلکہ بعض روایات اہل کتاب محض غلط ہوتی ہین جیسے داؤد علیہ السلام کا حلیہ یہودیون نے بوجہ عداوت کے بدشکل بیان کیا حالانکہ داؤد علیہ السلام خوبصورت تھے۔ م۔ شیخؒ نے لکھا کہ پھر جب آیت کی تفسیر خود قرآن مین یا حدیث و قول صحابی مین نہ ملے تو اقوال تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے لیجاوے اور بہت سے علماء نے اس جانب رجوع قرار دیا ہے اسواسطے کہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ خاص تلامذہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہین۔ سفیان الثوریؒ نے فرمایا کہ جب تمکو حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے تفسیر پہونچے تو کافی وافی ہے اور ایسے ہی ائمہ تابعین مین سعید بن جبیر و عکرمہ و عطاء بن ابی رباح و حسن بصری و مسروق و سعید بن المسیب و ابو العالیہ و ربیع بن انس و قتادہ و ضحاک وغیرہم ہین۔ (التنبیہ) شیخؒ نے لکھا کہ بسا اوقات ائمہ تابعین و تبع تابعین کے اقوال کسی آیت کی تفسیر مین مختلف عبارات سے مذکور ہوتے ہین پس بے علم آدمی سمجھتا ہے کہ انمین باہم اختلافات ہین لہذا وہ اپنے زعم کے موافق اقوال کو بطور اختلاف کے نقل کرتا ہے حالانکہ یہ زعم غلط ہوتا ہے اور سب کی مراد واحد ہوتی ہے لیکن صرف اتنی بات ہوتی ہے کہ بعض نے خود وہ چیز بیان کی جو مقصود ہے اور بعض نے اس چیز کا لازم بیان کیا اور یہ بات معلوم ہے کہ جو چیز لازم ہے وہ بغیر ملزوم کے نہین ہوتی ہے مثلاً صفت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپانے والے یہود و نصاریٰ کو

فاسقین کہا گیا پس بعض نے کہا یعنے کافرین مشرکین ہین اور بعض نے کہا کہ یعنے صفت چھپانے والے منکر ہین پس سمجھ لیا گیا کہ جسنے چھپایا و
نہ مانا وہ کافر ہے۔ (التنبیہ) شیخ نے لکھا کہ تبع تابعین مین سے شعبہ بن الحجاج وغیرہ نے کہا کہ جب تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ
نے آیت کی تفسیر مین اختلاف کیا تو بعض کا قول دوسرون پر حجت نہوگا شیخ نے لکھا کہ یہ قول صحیح ہے لیکن جب تابعین سب ایک امر پر اتفاق کرین
تو اسکی حجت ہونے مین شک نہونا چاہیے۔ اور اختلاف کی صورت مین دیکھا جاوے کہ جس تابعی کا قول موافق حدیث یا قول صحابی یا
موافق لغت عرب ہے وہ راجح ہے مترجم کہتا ہے کہ مثلاً قولہ تعالیٰ لامستم النساء تمنے عورتون کو ملامسہ کیا۔ پس ملامسے کیا مراد ہے آیا عورتون کا بدن چھونا
حتی کہ وضو ٹوٹ جاوے اور تیمم یا وضو کرنا لازم آوے یا مراد جماع ہے کہ اُسسے طہارت لازم آوے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ محاورۂ عرب کیونکر ہے پھر دیکھا
جاوے کہ حدیث کیونکر ہے اور اس صورت مین حدیث دونون طرف ہو تو حدیث ہی کی بحث پر مدار ہے۔ چونکہ فقہ مین یہ بحث مع اصول کے بیان ہے
لہذا عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ سے کامل توضیح حاصل ہوگی ورنہ بیان اسکی تطویل کے باوجود اچھی طرح مفہوم سمجھ مین نہ آویگا۔ البتہ آیات احکام
مین طریق استدلال کے ضمن مین ضروری اصول وقواعد کا ذکر آیا ہے۔ م۔ (فائدہ) مترجم نے سورتہائے مکیہ و مدنیہ کے واسطے ابتداے مقدمہ مین اتقان سے
نقل کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شیخ ابوبکر بن الانباریؒ نے کہا کہ حدثنا اسمعیل بن اسحق القاضی نا حجاج بن منہال نا ہمام عن قتادۃ قال نزل فی
المدینۃ الخ یعنی قتادہؒ نے بیان فرمایا کہ مدینہ مین نازل ہوا۔ البقرۃ۔ آل عمران۔ النساء۔ المائدۃ۔ البراۃ۔ الرعد۔ النحل۔ الحج۔ النور۔ الاحزاب۔ سورۂ
محمد۔ الفتح۔ الحجرات۔ الرحمن۔ الحدید۔ المجادلۃ۔ الحشر۔ الممتحنۃ۔ الصف۔ الجمعۃ۔ المنافقون۔ التغابن۔ الطلاق۔ یا ایہا النبی لم تحرم اور راس
العشر تک۔ اذا زلزلت۔ اذا جاء نصر اللہ۔ پس ان سب کا نزول مدینہ مین ہوا اور باقی قرآن مکہ مین نازل ہوا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اسناد قوی ہے
اور مترجم نے وہان بعض فوائد کی جانب اشارہ کیا ہے (فائدہ) قرآن کی آیات چھ ہزار ہین پھر بعض نے ۲۰۴۔ اور بعض نے ۲۱۴۔ اور بعض نے
۲۱۹۔ اور بعض نے ۲۲۵۔ یا۔ ۲۲۶۔ اور بعض نے ۲۳۶ زائد بیان کین۔ عطاء بن یسار تابعیؒ سے روایت ہے کہ کلمات قرآن ۷۷۴۳۹
ہین۔ اور حروف قرآن بقول مجاہدؒ (۳۲۱۱۸۰) اور بقول عطاءؒ (۳۲۳۰۱۵) ہین اور جن لوگون نے حجاج ثقفی کے کہنے سے شمار کیا انکے
قول پر (۳۴۰۷۴۰) ہین کذا ذکرہ ابن کثیرؒ۔ (فصل) مترجم احسن اللہ تعالیٰ الیہ فی الاولیٰ والآخرۃ اس تفسیر مین خاص التزامات مرعی
رکھتا ہے اور خود اُسکو بیان کرنا انسب ہے تاکہ اہل استفادہ خصوص فوائد کے لیے اسی طریقہ کو منضبط رکھین۔ اول تفسیر منقول کے واسطے مترجم نے
اسانید صحیحہ سے روایات کو تفسیر امام ابن کثیرؒ ومعالم وغیرہ وکتب احادیث سے تتبع کیا اور بلا سند اقوال جنکو کتب تفسیر والے بغیر نشان ذکر کرتے ہین
انمین یہ تفصیل ہے کہ اگر شیخ امام ابن کثیرؒ کی نقل ہے تو البتہ اعتماد کیا کیونکہ حافظ محدث ہین جیسے شیخؒ نے روایت امام ابن ابی حاتم پر اسوجہ سے
اعتماد کیا کہ اُنھون نے اسکو ثابت کا التزام کیا ہے پس ظاہر ہوا کہ جس روایت کی نسبت کہا جاوے کہ (رواہ ابن ابی حاتم) یا داسکو ابن ابی حاتم
نے روایت کیا) اسکو معتمد سمجھو اور جن احادیث وآثار کو شیخؒ نے مع اسناد نقل کیا اور اُسکی نسبت خود صحیح کہا یا کسی محدث سے نقل کیا مترجم نے اسکی
اسناد حذف کرکے صرف تصحیح پر اکتفا کیا کیونکہ صحت اصل مقصود ہے لیکن بعض احادیث کی اسانید بھی نقل کین اور یہ مخصوص اُن احادیث مین ہے
جنکی نسبت شیخؒ نے لکھا کہ اسکو امام احمدؒ نے منفرد روایت کیا اور وہ صحاح الستہ مین نہین ہے یا کسی دوسری کتاب حدیث سے اسی تفرد کے ساتھ
نقل کیا ہے۔ اگر بعض اقوال کسی مقصد خاص کے لیے کسی تفسیر مانند مدارک وسراج وغیرہ سے نقل کیے اور تتبع سے بھی مترجم کو اسکی تخریج نہین ملی
تو وہان اشارہ کیا گیا ہے۔ دوم۔ قصص جو اہل کتاب سے منقول ہین اگر شیخؒ یا کسی عالم معتمد نے اس حکایت اہل کتاب کو واہی ومہمل
کہا تو بسا اوقات اسکو متروک کیا جبکہ عوام مین مشہور نہوا اور اگر عوام مین بذریعۂ قصہ خوانون وپیشہ ور واعظون کے مشہور ہو چکا تو ملخص

نقل کے بعد اسکے مہمل و موضوع ہونے کا اشارہ کیا اور مقدمہ شیخؒ اہم ہے اوپر مذکور ہوا کہ اہل کتاب و اسرائیلی حکایات کا نقل کرنا فی الجملہ جائز ہے لیکن اس سے کوئی
حکم شرعی کسی صورت مین استنباط نہین کیا جائیگا لہذا مکرر تنبیہ کی جاتی ہے کہ جہان کہین اسرائیلی حکایات مین سے کوئی حکایت مذکور ہو
اس سے عقائد اسلام و شرائع احکام سے مخالف کوئی نتیجہ نہ نکالین۔ واضح ہو کہ عقائد و احکام اسلام مرجع تین امور عین مقصود ہین جنمین سے
بعض سے بعض اعلی و مرتب ہے۔ اول عقائد اسلام اور یہ اعلی و اصل ہے اسی واسطے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے رسالہ عقائد کا نام فقہ اکبر ہے۔ دوم
افعال قلوب خصائل نفس و مکارم اخلاق کے ملکات اور یہ فقہ اوسط ہے اور سوم اعمال جوارح کے متعلق احکام مانند طہارت و صوم و صلوۃ کی صورت
ظاہری و حیض و نفاس وغیرہ کے احکام اور یہ فقہ اصغر ہے اسواسطے کہ اعمال جوارح مین سے کوئی عمل نہین جو فعل قلبی پر متوقف نہو اور وہ نیت ہے چنانچہ
اعمال کا مدار بحکم حدیث نیات پر ہے اور نماز مثلاً علاوہ نیت عبادت خاصہ کے جب ہی مثمر ثواب ہے کہ قرات و ارکان قیام و رکوع و سجود وغیرہ کو سمجھ کر
ادا کرے چنانچہ حدیث ابوداؤد وغیرہ مین مصرح ہے کہ بندہ کی نماز مین سے اسکے لیے کچھ نہین سوا اس مقدار کے جو اسنے تعقل کے ساتھ ادا کی پس نماز کی
صورت ظاہری بدون تعقل و فعل قلبی کے رائگان ہے اور بہت سے افعال قلبی ہین کہ انکا ثواب ملتا ہے حالانکہ ظاہری اعمال مین سے کوئی عمل اسکے لیے
شرط نہین ہے مثلاً کسی نے دل سے نیت کی کہ آج اللہ تعالی کے واسطے چار رکعت نماز پڑھونگا یا فلان مسلمان کی دستگیری کرونگا یا باہم مسلمانون مین
اتفاق و اصلاح کی کوشش کرونگا تو بحکم حدیث صحیح مسلم وغیرہ اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے پھر اگر وہ اسکو عمل مین لایا تو اسکے لیے دس نیکیان ہین
ورنہ ایک نیکی بہرحال موجود ہے۔ اسیطرح جانب خلاف مین اگر کسی نے دل مین مسلمانون کی جانب سے بحیثیت اسلام عداوت رکھی و تحقیر کی نگاہ
سے دل سے دیکھا اور انکے حق مین خواری و نفاق چاہا تو وہ مستوجب عذاب ہوا اگرچہ یہ دلی فعل بدون ظاہری ارتکاب کے ہے بقولہ تعالی ان
الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا الآیۃ اس آیت مقدس مین صرف مسلمانون کی بدی کی خواہش پر عذاب کی وعید فرمائی
گئی ہے۔ اور اثر معروف مین وارد ہے کہ مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔ بالجملہ یہ امر محقق ہوا کہ دلی افعال کو ظاہری عمل پر ترجیح ہے۔ لہذا
مترجم نے تفسیر آیات قدسیہ مین چودہ باتونکا التزام رکھا۔ التزامات کے شمار سوم مین ان باتونکا بیان کرتا ہون۔ اول توحید۔ کیونکہ یہ اصل طاعت ہے
اور واضح ہو کہ بعضے لوگون نے زعم کیا کہ توحید آلہی کے معنی یہ ہین کہ کسی آدمی کے دل مین خواہ مخواہ ایک امر جم جاوے حالانکہ یہ وہم باطل ہے بلکہ
دلی تصدیق چاہیے اور اگر شیطان اسمین وہم دلاوے تو لاحول پڑھکر اسکو رد کرے اور دل کو صدق کے ساتھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر جماوے
اور یہ فعل قلبی کو شامل ہے اسیواسطے جو شخص ایمان لایا اور کلمہ طیبہ کی شہادت کے ساتھ فرایض نماز روزہ و حج زکوۃ و جمیع واجبات و سنن
ادا کرنے کی نیت کی اسکو ان سب اعمال و افعال کا ایک ثواب مل گیا پھر جب انکی اوقات آنے پر انکو ادا کریگا تو ہر ایک کا ثواب عظیم بھی
حاصل ہوگا۔ لہذا عجائب صنائع موجودات کو دیکھکر ہر دم اپنے یقین کو تازہ کرنا سلف صالحین سے منقول ہے لہذا مترجم نے اول توحید اور دوم
موجودات مین اللہ تعالی کی وحدانیت کے دلائل بیان کیئے۔ مثلاً قل ہو اللہ احد۔ توحید خالص ہے اور قولہ تعالی اولم ینظروا الی السماء الآیہ مین
دلائل توحید ہین۔ پھر جب توحید دلی تصدیق کا فعل ہے تو شیطان اسمین وسوسہ دلاتا اور شکوک لاتا ہے اور احادیث صحیحہ مین شیطان کے وساوس
دفع کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے پس ان احادیث کو بھی جابجا جمع کیا گیا اور کبھی ایسا کیا کہ سب کو یکجا نہین بلکہ ہر بارہ آیات کے ساتھ نئے طور پر
افادہ ہے تاکہ ابتدائے حال مین مسلمان کو مکرر ہونے سے بے رغبتی نہو۔ اور ہر آیت کے سیاق مناسب کے لائق بیان ہے۔ دلائل توحید بیان کرنے
مین بھی یا متکلمانہ طریقہ متروک کیا بلکہ خالص اہل حق و صدق و صفا کا طریقہ ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے لیکن اسوقت مین بہت سے گمراہون
نے زمین کے آفتاب کے گرد گھومنے اور آسمان کا وجود نہونے وغیرہ پر یقین کر لیا پس مترجم نے انکے خیالات کو تفسیر مین لانا مکروہ جانا اور مقدمہ مین

اس بحث کو ختم کرنا موزون خیال کیا لہذا عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ بحث آتی ہے۔ واضح ہو کہ جن لوگوں نے دلائل سے باری تعالیٰ عزوجل کو ثابت کرنا چاہا
اہل حق علمائے ربانیین کے نزدیک غلط طریقہ اختیار کیا کیونکہ اسکا خلاصہ یہ کہ "خدائے تعالیٰ کو دلیل سے ثابت کرنا" حالانکہ اہل حق کے نزدیک
ثابت کرنا وغیرہ جملہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پس یہ معنی ہوگئے کہ "خدائے تعالیٰ کو خدائے تعالیٰ کے فعل سے موجود کرتا" کیونکہ بالاتفاق
ثبوت اور وجود کے ایک معنی ہیں حالانکہ یہ محض غلط و کفر ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ذرہ برابر بھی نور عقل دیا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کل
عالم کا ثابت کرنے والا موجود کرنے والا اظاہر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی چیز ایسی ممکن نہیں جو اللہ تعالیٰ کو ثابت کرے پس حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا
وجود اور ثبوت بذات خود کل مخلوق سے زیادہ ظاہر ہے بلکہ کمال ظہور اسی واسطے ہے اور آنکھوں کا متحمل نہونا اور اندھاپن اس مخلوق کے لیے ہے
لہذا فرمایا۔ ہو الاول والآخر والظاہر والباطن الآیہ۔ اور عجائب قدرت الٰہی عزوجل سے یہ ہے کہ بندہ مومن کو دل سے یقین ہوتا ہے اور یہ معرفت بھی
حق تعالیٰ ہی عزوجل کے فعل سے ہے کیونکہ افعال اسکے مخلوقات ہیں لہذا بدون خلق الٰہی عزوجل کی تصدیق ایمانی کا فعل نہیں پیدا ہوتا ہے قال تعالیٰ
وما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لایعقلون۔ اور بعضے عارفین نے کہا کہ میں نے اسکو اسی سے پایا۔ لہذا قرآن پاک میں
وجود کے دلائل نہیں ہیں کیونکہ ابھی ثابت ہوا کہ یہ تو محال و غیر ممکن ہے ورنہ شرک متحقق ہو پس اے مومن غافل تجھے اپنے رب عزوجل کے آیات
یعنی مخلوقات و مصنوعات پر نظر چاہیے جو تمام آفاق و تیری خود ذات میں موجود ہیں ولہذا قال تعالیٰ سنریہم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم حتی
یتبین لہم انہ الحق الآیہ۔ اور جس شخص نے سرسری زعم میں فلاسفہ کے مانند دلائل قائم کرنے پر کمر باندھی وہ شرک میں پڑ گیا اور کبھی فلاح نہیں
پاویگا لیکن بعضے علمائے متکلمین نے بھی یہ شیوہ اختیار کیا اور شاید کہ انھوں نے کافروں و فلسفیوں کی ہدایت کے واسطے یہ اختیار کیا ہو۔ اگر یہی
مقصود ہو تو بھی مذموم ہے اور بعید یہ ہے کہ اہل کفر جو ازلی علم الٰہی عزوجل میں گمراہ ہیں انکی پیدائش میں قلب مقفل و اسپر غلاف ہے جہاں نور روحی
نہیں پہونچتا تو عقل نادر ہے اسواسطے کہ عام لغت میں عقل صرف ظاہری و باطنی حواس و انکے تجربات کا نام ہے اور حقیقی عقل اس نور کی حیات سے
دلی زندگی ہے اور وہ بدون لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حاصل نہیں ہوسکتی ہے حالانکہ کافر مردہ اور سیاہ چیونٹی کی مثال ہے وقال تعالیٰ لہم قلوب
لایفقہون بہا۔ اور فرمایا ویجعل الرجس علی الذین لایعقلون پس شرک صرف غیر عاقل پر ڈالا گیا۔ وقال تعالیٰ ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ
یعنی ملت ابراہیم سے فقط وہی منہ موڑیگا جو اپنے نفس کا سفیہ ہے پس مومن اگر حواس و تجربہ میں ناقص و بھولا بھالا ہو بلکہ دماغ کی چوٹ سے مثل حبان
بن منقذ انصاری رضی اللہ عنہ کے مختل ہو کسی صورت میں وہ بے عقل حقیقی نہیں ہے مگر عوام کی عقل نہیں رکھتا ہے اور کافر اگرچہ عوام کی عقل میں
یعنی حواس و تجربہ میں کامل ہو در حقیقت وہ بے عقل ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جسنے اپنی ذات کے پیدا کرنے والے خالق عزوجل ہی سے جہالت اختیار کی
اس سے زیادہ جاہل و بے عقل کون ہوگا۔ یہ وہم نہو کہ میں نے عقل کے معنی جدید بتلائے ہیں۔ ہاں شرع الٰہی میں عقل کی حقیقت یہی ہے اور لغت عوام تو لغت
کفر ہے اور جب کافر کو بغیر ایمان کے یہ عقل نصیب ہی نہیں ہوئی تو وہ بیچارہ یہ معنی کہاں سے بیان کرے پس تو معنی پر نظر کر اور خالی لفظی بحث سے
کیا فائدہ ہوگا۔ (مسئلہ) امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی ہے کہ اگر فلاں مومن سفیہ یعنے بے عقل ہو تو اس شخص کی
زوجہ طالقہ ہے پس فتوی دیجیے کہ کیا حکم ہو آپ نے جواب دیا کہ اُسکی زوجہ طالقہ نہیں ہوئی کیونکہ مومن سفیہ نہیں ہوتا ہے۔ یہ جواب امامؒ کے
تبحر و وسعت علم و فطانت کی دلیل ہے یہ آپ نے اسی آیت ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الآیہ سے استنباط لطیف فرمایا۔ بالجملہ واضح ہوا کہ ازلی
کافر محض بے عقل ہوتا ہے اگرچہ اسنے خود جس چیز کا عقل نام رکھا ایسی عقل میں بہت وافر ہو۔ پھر جب وہ حقیقی عقل سے جو لازم ایمان ہے بالکل
محروم ہوا تو اسکے سامنے لاکھ دلائل پیش کیجئے وہ سمجھ ہی نہیں سکتا ہے پس وجود باری تعالیٰ پر دلیل لانا جو محال و شرک ہے ہرگز ارتکاب محال نکرے

لہذا قرآن پاک مین نص فرمایا گیا ہے کہ کفار ازلی کے واسطے اگر کل آیات لاؤ تو بھی وہ لوگ ایمان نہین لاوینگے یہانتک کہ عذاب الیم دیکھین پس واضح ہو کہ آیات توحید جو مخلوقات مین موجود ہین لطائف صنعت وقدرت واحادیث وآثار کے ساتھ اپنے اپنے موقع پر بموعظت حسنہ مرتب ہین۔ سوم جہان رسالت کا بیان ہے اسکی حکمت چہارم قطعی دلائل رسالت اور یہ دلائل قاہرہ ہین کہ سوائے غبی واحمق ازلی کے کوئی انکار نہین کریگا۔ اور اسمین مترجم نے موافق فہم عام کے براہین تقریر فلسفیانہ کے صدق وصفا کے ساتھ کلام کیا اور معجزات قاہرہ کا وجود اب بھی موجود ہے اور اگر سبب صورت اخفا ہوا تو اسکے عوض مین اخبار غیب جو اہل نہین سمجھے وہ اس وقت موجود ہین پس تلافی ہو گئی اور بعد اسکے جس کافر نے انکار کیا وہ ازلی مطرود ہے کہ اسکے واسطے کوئی معجزہ وآیت کافی نہین ہے۔ پنجم احکام عبادت خالصہ یعنی صوم وصلوۃ واذکار آلہی عزوجل وغیرہ ذلک پس ابواب فقہ مین طہارت سے آخر تک جس مسئلہ کا جہان حکم آیا وہ خوبصورت تقریر کے ساتھ مدلل بیان کیا گیا اور تحریر دلائل حقیقیہ کے ساتھ دلائل شافعیہ وغیرہم بھی مذکور ہین پھر متعلق ہر باب کے فضائل وفروع فقہ جنکی ضرورت ہے ساتھ ہی ذیل کر دیے گئے تاکہ فائدہ تام حاصل ہو۔ ششم احکام معاشرت دنیا کے متعلق احادیث وآثار نفیسہ ہین۔ ہفتم منہیات وانکے ساتھ مکائد نفس ووساوس شیطان کو بھی بیان کیا اور اہل علم کے نزدیک ایمان بڑی نعمت ہے اور شیطان کی عداوت بہت اسی نعمت کے زوال مین بہت مصروف ہے پس وہ ہر طرح کے وساوس کے ساتھ آدمی سے اسکے زوال مین سعی کرتا ہے لیکن اس چور سے اپنی نعمت کے بچانے والے وہی لوگ ہین جو حفاظت خطرات ووساوس کو جانتے ہین اور قرآن پاک مین کمال اعجاز سے ہر ایک کے واسطے حفظ کا طریقہ منصوص ہے اور بھید یہ ہے کہ بقول شیخ جنید رحمہ اللہ تعالی ہر آدمی کی راہ حضرت باری عزاسمہ تک مانند انکی شکل کے دوسرے آدمی سے متمایز ہے اور ہر ایک کا نفس اسکے شیطان کے وساوس قبول کرنے مین علحدہ ہے پس کسی آدمی اور فرشتہ کا کام نہین ہے کہ قیامت تک ہر نفس کے مفید طریقہ بیان کر سکے بلکہ فقط حضرت باری تعالی جل شانہ ہی کی شان عالی ہے کہ جو اپنی مخلوقات کے ہر ذرہ سے تا قیامت بعلم محیط آگاہ ہے لہذا ہر نفس کے واسطے یہ قرآن مجید ہدایت عجیب ونعمت بے مثل ہے لیکن حمقا وجہلا جو شیطان کے متبع ومطیع ہوں وراہ مستقیم سے خارج ونعمت ایمان کی قدر سے غافل ہوں وہ کہان اس فضیلت کو دیکھ سکتے ہین اور عجب کہ بہت سے منطقی جہلا جو اسلام کے لباس مین عالم کہلاتے ہین حالانکہ شیطان انکے خطرات پر محیط ہے وہ اس نعمت سے منزلون دور پڑے ہین اللہم انت الولی الحمید فانصرنا علی القوم الکافرین۔ ہشتم نصائح ومواعظ کا خوب طریقہ انہی آیات کی تفسیر مین ہے اور انسان کے واسطے اصل واعظ وہادی یہی قرآن پاک ہے جنے اسکی نصیحت قبول کی وہ خوب رہا اور جنے اسکے سوائے کسی کی بات سنی وہ بھٹکا۔ خصوص اس زمانہ مین واعظی کے پیشہ والے بہت ہین جو لوگون کے واسطے واعظ بنتے ہین اور اپنے نفس کو بھول چکے ہین اور ایسے غافل پر شیطان مسلط ہے تو وہ قوم کو سوائے بری کے کیا نصیحت کریگا اور اسکی نصیحت اگرچہ عوام کے کان مین روزہ ونماز کی آواز ہو لیکن مخفی مکر شیطان انکے ادراک سے باہر ہے پس سوائے فساد کے اسکا انجام کبھی بہتر نہوگا اور جنے قرآن مجید کے مواعظ ونصائح پر کان دھر کر توجہ کی وہ صراط مستقیم کے نور مین آیا اور تاریکی سے خارج ہوا۔ نہم مکارم اخلاق جنکے فضائل سکے نام سے ظاہر ہین اور خود حدیث مین ہے کہ مین اسیواسطے مبعوث ہوا کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کرون۔ کما فی الصحاح۔ اور صدق ایمانی ان مکارم اخلاق کے ساتھ لازم وملزوم ہے اسیواسطے منافق مین حسن خلق ودینی سمجھ نہین ہوتی ہے۔ کما فی الحدیث اور منافق کی بدعہدی وبدزبانی وغیرہ حدیث مین مصرح ہے اور خوب جان لینا چاہیے کہ مکارم اخلاق وخصائل حمیدہ جس قوم مین ہون اگرچہ وہ کافر ہو دنیا ہی مین اسکے نتائج پسندیدہ سے سرفرازی ہو گی پس اگر ایمان کے ساتھ ہون تو کس درجہ کرامت پر پہونچیگا اور جس قوم مین یہ اخلاق گم ہون جنمین سے عدل سب کا مرکز ہے تو وہ قوم باہمی نفاق وبدعہدی وبے دیانتی وفسق وفجور بے حیائی وکم ہمتی وذلت دنیاوی وبزدلی ونامردی وغیرہ سے خوار وذلیل ہو گی و اہل حکمت کا قول ہے کہ سلطنت کفر کے ساتھ قائم رہتی ہے اور ظلم کے ساتھ قائم نہین رہتی ہے۔ ظلم یہ کہ بے محل تصرف کرے حتی کہ اگر کوئی شخص شیر کے مقابلہ مین خالی ہاتھ کھڑا ہو تو یہ شجاعت نہین بلکہ تہور ہے اور وہ نامردی سے بہتر ہے پھر اخلاق سے مانند عدل وعلم وحلم وشجاعت وسخاوت وغیرہ کے اور انکے مقابل اخلاق مانند

ظلم وجہل و انتقام عجلت و نامردی و بخل وغیرہ کے مقصود ہین اور قرآن مجید مین انکی تکمیل فرمائی گئی اور یہ جو اس زمانہ کے منافق باہم مجالس مین مانند اہل لکھنؤ کے برتاؤ کرتے ہین جنمین بعضے عورتون کے خصائل تک پہونچے ہین یہ سب زمانہ ہین جبتک کہ اخلاق مذکورہ کی حد مین نہون - دہم عبرت باحوال وحوادث زمانہ ماضی وحال لہذا اللہ تعالی نے آدمیون کے واسطے اقسام عبرت کو شب و روز کی گردش و ماہ و سال کی روش سے لیکر آخر تک مصور فرمائی فاعتبروا یا اولی الابصار - یازدہم قصص جو عوام کی نظر مین حضرت آدم وحوا کا قصہ یا موسی و فرعون کا تاریخی واقعہ ہے اور اہل علم انکے معارف و اسرار کے عجائبات پر سرتاپا فریفتہ ہین اور حق عزوجل نے انمین کمال رحمت سے امت مرحومہ کو سرفراز کیا اور اسکی مثال بیان کرنے مین کلام دراز ہوجائیگا اور بحمد اللہ سبحانہ تعالی اکثر مواقع مین اسرار منقولات و مستنبطہ سے انتباہ لیا گیا ہے - دوازدہم امثال اور انمین بھی حسب مذکورہ بالا حسن مقال ہے - سیزدہم احوال آخرت اور اس باب کی خوبی ولطافت کو ہر مومن سے پوچھیے کیونکہ دار آخرت مومن کا وطن مالوف ہے اور اسکی خیریت دریافت کرنے مین جو رغبت دل کا دامن پکڑتی ہے دنیا کے مسافرون سے معلوم کیجیے جنکو مجازی وطن سے نکلے مدت گزری ہو - والی اللہ المصیر - چہاردہم اسرار و حقائق یعنی چودھوین کا چاند جنکے سامنے ماند ہے مترجم کو ان مقامات مین کلام کرتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن جب اس نور کی انتہا نہین تو مترجم ضعیف اگر ذرہ کا ہزاروان حصہ بلکہ ستر ہزاروان حصہ اٹھا سکے تو رحمت حق عزوجل سے مایوسی نہین ہے اور اہل حق اسی مین مستغرق ہین - غافل البتہ زرق برق مین شاغل ہین

(التنبیہ)

تفسیر شریف سمجھنے کے واسطے شوق ایمانی و استقامت شریعت کی کوشش چاہیے تاکہ جواہر معارف سے دامن مالامال ہو وہ جواہر جنکی مثال مین یہ لعل و زمرد سنگریزہ سے بدتر ہین اور عجلت سے بچنا چاہیے کیونکہ آہستگی و تکرار نظر سے ہر بات تند مکرر ہو جاتی ہے -

(فصل)

اس زمانہ مین ایک جماعت کثیر بلکہ عموما مادی خیالات کے لوگ ہین جو محسوسات سے تجاوز نہین کرتے ہین اور آفتاب کے ذریعہ سے دن و روشنی ہونا انکے نزدیک غیر واقعی مضمون ہے اسواسطے کہ آفتاب و روشنی محسوس ہے اور علت ہونا غیر محسوس تو یہ انکے نزدیک امر واقعی نہین ہے اور معدہ سے غذا ہضم ہونا انکی سمجھ سے خارج ہے کیونکہ محسوس صرف جسم معدہ وطعام ہے اور جمعیت مشترک انمین بعض اوہی سے سنا کہ فلان فلسفی نے لکھا ہے کہ انگلی سے دیکھنا و سننا ممکن ہے - عجب کہ فلان فلسفی کی تقلید اسکو کفایت کرتی ہے اور عقل سلیم سے احتراز اور کیون نہو کہ یہ قوم سوائے حواس کے عقل سے بے بہرہ ہین اسیواسطے فن ریاضی یعنی اقلیدس و جبر و مقابلہ و پیمایش و حساب و علم مثلث و علم طبعیات مین انکو غلو و مہارت زیادہ ہے اور اس ملک کے لوگ بوجہ بے علمی و جہالت کے انکی پیروی مین غریب بھیڑی کی طرح احمقانہ چال چلے جاتے ہین اور مترجم انشاء اللہ تعالی انکی ہدایت کے لیے علیحدہ رسالہ تمام توضیح سے لکھیگا اور اللہ تعالی عزوجل اسکو کامل و مفید فرماوے - آمین - اور یہان صرف ان جہلاء کے چند خیالات کی تردید منظور ہے -

(مسئلہ) کیا سطح غیر متناہی ممکن الوجود ہے یعنی جو چیز کہ مساحت کے قابل ہے کیا بالفعل اسکا وجود غیر متناہی موجود ہو سکتا ہے یا نہین - غیر متناہی سے یہ مراد کہ مثلا اسکا طول کسی حد پر محدود نہو حتی کہ اگر مہاسنکہ کوس پر کوئی شخص قیامت تک مہاسنکہ صفر ہر منٹ مین بڑھاتا جاوے تو بھی اسکی انتہا نہو بلکہ جسقدر ہر منٹ کے حساب سے اتنے صدہا برس بلکہ کروڑون برس تک بڑھائے ہین اور اب جو عدد ہوا اس عدد کو کروڑون برس تک باہم ضرب دیتے رہین اور مجذور کا مجذور کرتے رہین تو بھی اسی سطح غیر متناہی کی حد و مقدار نہو اور بعید یہ کہ عدد مذکور اگرچہ بہت شمار سے باہر ہے تاہم وہ محدود اور متناہی ہے اور یہ سطح غیر محدود مانی گئی ہے - جواب ایسی سطح موجود ہونا بقاعدہ ریاضی باطل ہے - اگر نہین مانتے ہو تو فرض کرو کہ ایک سطح غیر متناہی موجود ہے پس ہم کہتے ہین کہ سطح مین جہان چاہین خط و نقطہ فرض کرین پس ہمنے ا نقطہ فرض کیا جو خط غیر متناہی مین ہے اور برابر گز گز بھر کے فاصلہ پر ب ج د وغیرہ نقاط غیر متناہی ہین پھر ہمنے اس خط کے متوازی دوسرا خط س فرض کیا جسکا نقطہ س محاذی ا واقع ہے اور

ا ب ج د
س ط ع

برابر اس خط مین بھی گز گز کے فاصلہ پر نقطہ ص - ط - ع - وغیرہ غیر متناہی ہین - پھر ہمنے خط س مین سے بقدر س ص یعنی ایک گز چھوڑ کر

نقطہ ص سے اس خط کو خط آ پر منطبق کیا تو نقطہ ص واقع ہوا ۲ - پر اور - ط - واقع ہوا - ب پر اور ع واقع ہوا ج - پر علی ہذا القیاس برابر
انطباق ہوا پھر ہم پوچھتے ہین کہ کیا خط ص برابر خط ۲ - پر منطبق ہو گیا یا دونون خطوط مین کمی بیشی واقع ہوئی پس اگر کہو کہ دونون برابر
منطبق ہو گئے تو یہ محال ہے اسواسطے کہ صریحاً ہمنے خط س مین سے بقدر س ص کے کم کر دیا تھا تو لازم آیا کہ کل و جز برابر ہو جاوین اور یہ بدیہی
باطل ہے اور اگر کہو کہ خط س مین بقدر س ص کے کمی واقع ہوئی تو کمی کے مقام پر اسکی انتہا ہو گئی اور خط س کی انتہا ہوئی تو خط ۲ - اس سے بقدر
س ص کے زائد تھا تو اسکی بھی انتہا ہو گئی - پس ثابت ہوا کہ جسکو غیر متناہی فرض کیا تھا وہ باطل ہے بلکہ اسکی انتہا ہے - دلیل دوم فرض کرو کہ سطح
غیر متناہی موجود ہے پس ہمنے اسمین نقطہ آ فرض کر کے اُس سے دو خط س اور ص جانب سطح فرض کیے جو زاویہ منفرجہ بناتے ہین - ۲ س
اب ہم کہتے ہین کہ جو فاصلہ درمیان س - اور ص - کے ہے وہ متناہی ہے یا غیر متناہی ہے پس اگر یہ فاصلہ متناہی ہو تو خطوط س و ص متناہی ہین اور
وہین اس سطح غیر متناہی کی حد ہو گئی اور اگر فاصلہ مذکور غیر متناہی ہو تو ماننا پڑیگا کہ ایک غیر متناہی درمیان دو گھیرنے والون کے ہو سکتا ہے اور یہ
باطل ہے اسواسطے کہ غیر متناہی غیر محدود ہے - دلیل سوم - اگر سطح غیر متناہی موجود ہو تو اقلیدس کی تحریر کے موافق اسکے حدود خطوط ہونگے کیونکہ سطح کے
کنارے خط ہین پس یہ سطح محدود بخطوط ہے حالانکہ غیر متناہی کبھی محدود نہین ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ سطح غیر متناہی کا وجود ہی متصور نہین ہے -
(نتیجۂ اول) جب یہ مسئلہ ثابت ہوا تو دہری مادی کا یہ اعتقاد باطل ہو گیا کہ زمین کے اوپر چارون جانب خلاے غیر متناہی موجود ہے
اور آسمان کا وجود نہین ہے - اسکا باطل ہونا چند وجوہ سے بدیہی ہے - اول یہ کہ خلاے غیر متناہی کا وجود ہو حالانکہ ابھی ثابت ہوا کہ خلاے
غیر متناہی جو سطح غیر متناہی ہے باطل ہے - دوم آسمان کا وجود بدیہی موجود ہے کیونکہ پانی و آئینہ مین اسکا عکس بلا تفاوت منعکس ہے اور جبتک
جسم ٹھوس نہو تو عکس مرئی نہین ہوتا ہے - دہری نے اعتراض کیا کہ دوربین سے ہرگز نظر نہین آتا تو معلوم ہوا کہ نظر خطا کرتی ہے اور یہ تاریکی
منتہاے نظر ہے - جواب دوربین ہزار دو ہزار دس ہزار کوس سے زیادہ قوت نہین رکھتی حالانکہ آسمان بہت دور ہے - اعتراض کیا کہ ستارے نظر
آتے ہین - جواب علم المناظر مین مقرر ہوا کہ آنکھ کی روشنی اور اس چیز کی نورانیت اصلی یا عارضی سے نظر ہے اور ستارہ خود منور ہے لہذا نظر آتا ہے اور
آسمان شفاف آئینہ کی نظیر ہے تو نظر نہین آتا جیسے اندھیری گھٹا رات مین دور کا درخت نظر نہین آتا اور درخت پر چراغ دکھلائی دیتا ہے -
اعتراض - سورج کی روشنی مین نظر آوے - جواب کیون اسواسطے کہ شفاف کا ادراک خود سورج مین پوشیدہ ہو جاتا ہے اور آنکھ مین اسقدر قوت نہین ہے
اعتراض آخر آسمانون کے بعد تو آپ کے نزدیک بھی خلاے غیر متناہی موجود ہے لہذا ہمکو دوربین سے نظر نہ آیا ہمنے ابھی سے انکار کر دیا - جواب
یہ خیال خبط ہے کہ آسمان کے بعد خلاے غیر متناہی موجود ہے اور ابھی سے خلاف دلیل کے آسمان سے انکار کرنا سطح محال کا اعتقاد باطل اور
بدیہی سے انکار ہے - اور یہ وہی مثل ہے کہ دہری اپنے مکان کی چھت کے بعد خلاے غیر متناہی کا قائل ہے تو ہم ابھی سے چھت ندارد اسکے
مکان کے کھنڈل ہونے کے قائل ہو جاوین - (نتیجۂ دوم) جب ثبوت ہوا کہ سطح غیر متناہی کا وجود محال ہے اور آسمان کا وجود
بدلائل قطعیہ ثبوت بلکہ محسوس بدیہی ہے کہ دلیل اسکی خفا کو زائل کرتی اور منکر کی علت نظر کو دور کرتی ہے تو یہ بھی ثبوت ہوا کہ نیچریون کا یہ دعوی
کہ "زمین گرد آفتاب کے حرکت کرتی ہے" محض باطل ہے - اور یہان اس دعوی کے باطل ہونے کے واسطے دوسری دلیل موجود ہے - اور تقریر دلیل سے
پہلے اس فرقہ کے بعض اصول موضوعہ بیان کرنا ضرور ہے - اول محیط زمین اس قوم کے نزدیک ۲۵ پچیس ہزار میل ہے دوم چوبیس ۲۴ گھنٹہ مین زمین کی حرکت محوری
صرف ایک بار ہے اور وہی شب و روز ہے - سوم زمین سے آفتاب تک ساڑھے نو کروڑ میل کا فاصلہ ہے - چہارم اس فرقہ کا دعوی ہے کہ زمین گرد آفتاب
کے ۳۶۵ - دن کسرے زائد مین ایک دورہ پورا کر لیتی ہے اور آفتاب جو بطور مرکز ہے اسکے گرد زمین کی گردش سے دائرہ کامل نہین بلکہ ناقص شکل

بیضاوی بنتا ہے۔ مترجم کو بیان مدحکم دیگر بیان کرنا ضروری ہین اول یہ کہ جسم گردی جب متحرک ہو پس اگر اسکا محور کسی جگہ جما ہو تو یہ کرہ اسی محور پر چکر کھاویگا بدون اسکے کہ کوئی مسافت طے کرے جیسے چرخہ و چرخ و سلائی کی کل وغیرہ مین گول پہیہ اپنے محور پر چکر اتا ہے اور اگر جما ہوا نہو تو وہ چکر اتا ہوا آگے بڑھیگا جیسے انجن ریل کا پہیہ چکر اتا ہوا آگے بڑھتا اور مسافت طے کرتا جاتا ہے خواہ اس سے مسافت مستقیم طے کرو خواہ مستدیر خواہ منحنی جیسے اکثر مواقع پر ریل کے پہیے تینون قسم کی مسافت طے کرنیکا کام لیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اگر کیمو زمین پر ڈال کر نیزہ چونک کر کھینچا جاوے تو وہ بدون اپنی مقتضائی حرکت کے کھینچا چلا آویگا اور اگر اسکو ذاتی حرکت سے روکا نہ جاوے مثلا نیزہ سے ٹھوکر دیا جاوے تو وہ مستدیر حرکت سے بڑھیگا پس جسم مدور کی حرکت مستدیر ہے۔ حکم دوم۔ ایک ہی جسم پر وقت واحد مین دو حرکت متضاد جمع ہونا غیر ممکن ہے مراد یہ کہ حرکت مستوی یا مستدیر جہت واحد یا مضادہ۔ مین جمع نہونگی جبکہ وقت واحد ہو۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو ہم کہتے ہین کہ زمین کا آفتاب کے گرد متحرک ہونا بلا دلیل بلکہ منقوض ہے اور ہمنے بلا دلیل اسواسطے کہا کہ دلیل ایسی تقریر کا نام ہے کہ جسمین تخمینہ و گمان نہو بلکہ قطعی ہو کہ اسمین مخالف احتمال کو گنجائش نہو اور جو بات نکالو وہ لازمی ہو جیسے آفتاب نکلنے کو دن ہونا لازم ہے پس بعض تجربیون نے استدلال کیا کہ آفتاب جرم کلان ہے تو لازم ہے کہ وہ زمین کے گرد متحرک نہو بلکہ زمین کا جسم صغیر اسکے گرد متحرک ہو لہذا ثابت ہوا کہ زمین اسکے گرد متحرک ہے اسی طرح گلوب و حرکت جہاز وغیرہ کی لایعنی تقریرین ہین کیونکہ عقل قطعی مین یہ امر لازم نہین کہ صغیر ہمیشہ کبیر کے گرد متحرک ہو کیا نہین دیکھتے ہو کہ گھڑی مین ایک محور کے پہیہ کے گرد بڑے پہیہ حرکت کرتے ہین۔ (تقریر نقض) اگر ہم فرض کرین کہ آفتاب مرکز ہے اور زمین اسکے گرد ٣٦٥ دن مین سالانہ دورہ پورا کرتی ہے تو دو حال سے خالی نہین کہ یا تو محور کے گرد گھومنے کی حرکت سے آگے بڑھتی جاتی ہے جیسے ریل کا پہیہ اپنے محور پر چکر اتا اور آگے بڑھتا جاتا ہے جس سے مسافت طے ہوتی ہے پس اگر یہ صورت مانتے ہو تو زمین ہر روز و شب مین ایک چکر کھائیگی اور اس چکر سے اسی قدر طے ہوگا جسقدر کرہ زمین کا محیط ہے اور وہ ٢٥ ہزار میل ہے اور چونکہ سال ٣٦٥ دن مین دورہ پورا ہو جاتا ہے تو آفتاب کے گرد اسنے جو دائرہ بنایا اسکی مسافت دونون کا حاصل ضرب یعنی ٣٦٥×٢٥٠٠٠=٩١٢٥٠٠٠ سے کچھ زائد ہے پس سال مین زمین اسقدر مسافت طے کرتی ہے۔ اب ہم دوسرے طریق سے اس دائرہ کی مسافت نکالنا چاہتے ہین۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ زمین سے آفتاب تک ساڑھے نو کرور میل کا فاصلہ ہے اگر اسکو نصف قطر تو پورا قطر ١٩ کرور ہوا اور قطر و محیط مین ٧، ٢٢ کی نسبت لگانے سے محیط ٥٧ کرور سے زائد ہوا اور اگر دائرہ بیضاوی شکل کی رکھو تو بھی پچاس کرور سے کسی طرح کم ہونا ممکن نہین ہے حالانکہ تمنے صرف اکیا نوے لاکھ بیان کیا ہے یہ محض خبط ہے۔ اگر تم کہو کہ زمین اپنے محور پر مغرب سے مشرق کو حرکت کرتی ہے اور مختلف جذبات کی وجہ سے وہ شمال کی جانب بڑھکر قطع مسافت سالانہ کرتی ہے اسطرح کہ آفتاب کی کشش اپنی طرف اور زمین کی نفرت اپنی طرف اور دیگر کردی سیارات کے جذبات اپنی طرف کھینچتے ہین لہذا زمین دائرہ کی شکل مین روان ہوتی ہے اور ایک منٹ یا اس سے کم مین ٦٠ ہزار میل بڑھ جاتی ہے۔ مین کہتا ہون کہ اول تو یہ اعجوبہ سننے کے قابل ہے کہ جذب آفتاب باوجود اس قدر قوت شدیدہ کے جسکے سامنے زمین و سیارات ملاکر اس سے زیادہ نہین کہ جیسے تنکے کے مقابلہ مین گولی پھر زمین کی طبیعت کیا مقابلہ کر سکتی ہے اور آندھی کے مقابلہ مین مچھر و تنکے پر دون کی کیا اثر پیدا کریگی لیکن ہم اس تجوبہ کو چھوڑ کر بدیہی چند طور سے بطلان ظاہر کرتے ہین۔ اول یہ کہ ہمنے مانا کہ زمین ان مختلف جذبات سے مستقیم رفتار نہین چل سکتی بلکہ مستدیر صورت مین ہو جاتی ہے لیکن زمین کی ذاتی حرکت مستدیرہ ہے جب اسنے شمالا جنوبا مستدیر حرکت کی تو شرقاً غرباً اسی ساعت مین محوری حرکت محال ہے جیسا کہ حکم دوم مین مذکور ہو چکا اور زمین کا محور حرکت منجمد نہین کہ اسکو مقتضائے ذاتی سے روکے حالانکہ سامنے کوئی بیچر صورت اسکو کھینچنے والی نہین ہے اور اگر ہوتی تو بھی غیر منجمد محور مین وہ ذاتی حرکت مستدیرہ سے اسکی جانب روان ہوتی پس محال ہے کہ اسپر دونون حرکت متضادہ جمع ہون دوم یہ کہ کرہ زمین اسطرح پانی و مٹی کے مجموعہ کا نام ہے یعنی قلیل خشکی جس سے سات گونہ سے زائد پانی اس خشکی کے

گرد محیط ہو اور مجموعہ کرہ مذکور صرف شرقاً غرباً متحرک اور شمالاً جنوباً منجمد ہو تو کوئی وجہ نہین ہے کہ پانی متصل رہے بلکہ واجب ہے کہ بحر کی خلاے غیر متناہی
مین ٹپک جاے۔ کہا گیا کہ تیزی حرکت سے پانی ٹپکنے نہین پاتا۔ جواب یہ کہ ۲۴ گھنٹہ مین صرف مستدیرہ حرکت ۲۵ ہزار میل ہے تو فی گھنٹہ
ایک ہزار میل کے قریب ہوئی اور وہ اس عظیم جسم کے مقابلہ مین محض سست حرکت ہے اور شمالاً جنوباً البتہ فی لمحہ ۶۸ ہزار میل مانتے ہین کہ وہ مستدیرہ
ہو کر محوری کے ساتھ جمع ہونا محال ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے علاوہ ازین وہ پانی جانب شمال یا جنوب سے بہ جاوے کہ وہان حرکت نادر ہے
کہا گیا کہ ہوا کا بوجھ دابے ہوئے ہے۔ جواب یہ کہ ان سمندرون پر ہوا کی عنایت مقید ہوئی لیکن بہ ترجیح ثقیل پانی پر کچھ اثر نہوا۔ اگر کہو کہ مرکز
ثقل سے پانی حرکت کرتا ہے تاکہ پیالہ سے بہ جاوے اور ہوا نہین روک سکتی۔ جواب دیا جایگا کہ پانی کا مرکز بالطبع سافل ہے تو سمندرون کے نزول کو
آندھی بھی نہین روک سکتی ہے۔ مترجم کو افسوس ہوتا ہے کہ ایسے احمقانہ خیالات کو رد کرنے مین زیادہ وقت رائگان کیا جاوے۔ وجہ سوم یہ کہ جب شمالاً جنوباً
ایک لمحہ مین ۶۸ ہزار میل رفتار ہے تو ہم ایک لمحہ مین اسکا امتحان کیے لیتے ہین اور وہ اسطرح کہ ہنے توپ سے ایک گولہ جانب آسمان چھوڑا اور
وہ گولہ اب زمین سے علحدہ ہو کر اسی خلا مین ہے اور زمین اسی خلا مین متحرک ہے پس اگر وہ گولا ایک لمحہ تک ٹھہر امثلاً چڑھتے اور گرتے اسکو
ایک منٹ صرف ہوا تو زمین اتنی دیر مین ۶۸ ہزار میل پہونچ گئی حالانکہ بالکل دروغ کیونکہ گولا صرف دس پانچ قدم فاصلہ پر گرتا ہے وہ بھی
بھی چھوڑنے مین کجی اور کچھ ہوا کی مزاحمت کا اثر ہے اور خود ان لوگون نے کیمبرج کالج مین اسکی آزمایش مین ایسا اقرار کیا کہ گرنے مین بہت کم تفاوت ہوا۔
اگر کہو کہ زمین کے گرد کرہ کے ساتھ کرہ ہوا متحرک ہے جواب یہ کہ تمام ہوای خلا یعنے جوف کو طبقہ بہ طبقہ یکسان تعلق ہے۔ اگر کہو کہ زمین کا جذب اس
گولے کو کھینچتا ہے۔ تو جواب یہ کہ زمین شمالاً جنوباً ۶۸ ہزار میل سے کم نہین ہے اور جذب زمین ہر جگہ یکسان ہے تو مان لینے پر بھی شمال مثلاً لندن مین
جو گولا چھوڑا وہ ایک منٹ کے بعد کالے پانی کے جزیرہ مین ملتا۔ یہ محض دروغ و مہمل خیالات ہین اور مترجم کو ایسے مہمل خیالات کی تردید مین وقت
رائگان کرنے مین افسوس ہوتا ہے مگر واے برعقل قوم کہ انھون نے علم کھو کر جہل مین یہانتک کمال پیدا کیا کہ نیک بد کا امتیاز نہین اور غلط و صحیح مین اور
حق و باطل مین تمیز نہین کر سکتے بلکہ جانورون کی طرح چرائے جاتے وہانکے جاتے ہین (دساوس شیطانی) منجملہ وساوس شیطانی کے جس سے یہ قوم گمراہی مین جکڑی
پڑی ہے ایک یہ ہے کہ اپنی سلطنت و حکومت مین انھون نے علم حق چھوڑا اور شاعری مین توغل کیا۔ دنیا پر مطمئن ہو کر آخرت سے منہ موڑا امر معروف
و نہی منکر سے ہاتھ اٹھایا او ظالم کو روکنے کی جگہ اسکا ساتھ دیا اور زنا و فسق و فجور کے ساتھ حلال کا برتاؤ کیا۔ آخر وہ نتیجہ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایسی حالت مین فرمایا تھا کہ تمھارے دلون مین باہمی نفاق و عداوت ڈالی جائیگی حتی کہ جو شخص تم مین سے نیک ہوگا اسکی دعا بھی
قبول نہوگی۔ (دیکھو تفسیر قولہ تعالے واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ) اخلاق شریفہ چھوڑ کر رذائل سے متصف ہوے۔ نامردی کا جامہ پہنا
اور عورتون بچون کو پوربی ہنود کی خوشنودی مین قتل کیا جو کبھی جائز نہ تھا اور مردون کے روبرو پیٹھ دکھلائی کچہریون مین قاضی فاسق و گواہ کاذب
لعین جان و مال کی حفاظت کے آثار نظر مین نہ تھے ظلم و فسق و فجور و بد دیانتی کا بازار گرم تھا غرضکہ نور ایمان سے اندھے ہوئے بیٹھے تھے کہ اللہ تعالے نے
انپر موجودہ قوم کو حاکم کیا جسنے انکے ظالمانہ ناخن کاٹ دیے۔ اور علم ریاضی کے حواس سے اس قوم کی ترقی جیسے کلون وغیرہ کی ایجاد مین ظاہر ہوئی
انکے حسن انتظام مین واضح ہے۔ جب اس جاہل قوم نے دیکھا تو اپنی جہالت سے نتیجہ نکالا کہ جس قوم کی دانائی اس حد تک ہو وہ جو بات کہے ضرور
حق ہوگی لہذا اسکی تقلید مین پورے دہریہ بلکہ پورے احمق ہو گئے کیونکہ سوا سادہ تقلید کے انہین خود کچھ حواس نہین ہین ورنہ ضرور سمجھتے کہ
ریاضی کے فنون کا کمال صرف قوت حواس و اہمہ کا کام ہے لہذا بچون کو اسمین جلد تر مہارت ہو جاتی ہے جو جوانون کو مشکل سے حاصل ہوتی ہے
اور معجزات حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو معدن نبوت سے صادر ہوے تھے اب انکا ظہور عیان ہے از انجملہ یہ کہ تم لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح بلکہ انسے

بدتر ہو جاوینگے (اسوقت کے یہود و نصاریٰ کے ظلم و بدکاریون کی ایسی ہی کیفیت تھی) اور باہمی نفاق و دینی فساد ہوگا اور علما بانی فساد ہونگے۔ دنیا مین منہمک ہونگے۔ نصاریٰ تمام روے زمین پر مال و اولاد مین بکثرت قوت مین اور غالب ہونگے۔ رومی تمکو گانون گانون کرکے نکالینگے۔ ایسے فتنہ ہونگے کہ مرد حلیم حیران رہ جائیگا۔ سلطنت ایسی قومون کو حاصل ہوگی جو عقل کے نور سے اندھے بہرے ہین۔ میری امت کے قبائل مشرکون و بت پرستون مین ملتے جاوینگے مہدی رضی اللہ عنہ کے قرب زمانہ مین قریب مصر کے ایک شخص دین کے واسطے لڑیگا مگر آخر پست ہوجائیگا۔ مصر کے حاکم کا حلیہ کوتاہ قد اصلع کرنجا بدکار مذموم آیا ہے۔ مسلمانون کے قبضہ مین سوائے حیرہ و عرب اور قریب مصر کے ایک قطعہ زمین کے کچھ خود مختار نہین رہیگا۔ اور قوم اضلع
مفسد کے بداخلاق و دیگر معجزات کثیرہ بہت تفصیل کے ساتھ مبین ہین ازانجملہ بخل کے موافق کار بند ہونا و خواہش نفس کی پیروی کرنا اور دنیا کو آخرت پر اختیار کرنا اور اپنی اپنی راے پر نازان ہونا۔ کذا فی الصحیح۔ اور یہ سب امور اسوقت معائنہ ہین اور اہل ایمان کے واسطے انکی طمانینت یقین کے منور کرنے والے ہین باوجودیکہ انکو یہ رنج بھی ہوتا ہے کہ اسوقت مین یہ بھی بشارت ہے کہ انکی اصلاح نہوگی یہانتک کہ حضرت امام حق مہدی رضی اللہ عنہ پیدا ہون اور قوم کی پیشوائی کرین۔ لیکن امید ہے کہ انمین جماعات اہل صلاح و یقین باقی رہین کیونکہ دین حق عزوجل کی نسبت بشارت ہے کہ انپر ایسا شخص مسلط نہوگا جو انکو استیصال کرسکے اور برابر باقی و حجت مین غالب رہیگا لہذا مترجم بھی بارگاہ حضرت باری تعالیٰ جل شانہ مین امیدوار ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندگان صالحین مومنین کے ساتھ مین مجھکو بھی اعتقاد و دین حق پر مستقیم فرماوے اور ایمان پر خاتمہ بخیر کرے آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر واضح ہو کہ مترجم نے آسمان و زمین کے بارہ مین اہل شرک کے خیالات باطلہ کو بدیہی دلائل سے باطل ظاہر کردیا اور اسقدر بیان انشاء اللہ تعالیٰ اہل باطل کے سکوت و انکے بطلان کے واسطے کافی ہے اور اہل حق کی طمانینت و ایقان کے واسطے وافی ہے اور امید ہے کہ فرقہ نیچریہ سے اہل انصاف بھی اپنی ہٹ چھوڑ دین تو لامحالہ دین حق کی جانب رجوع کرینگے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت کے ساتھ ایمان عطا فرماوے پھر جب اس تفسیر شریف سے تبحر حاصل ہو تو امید ہے کہ اسرار شریعت منکشف ہون اور امور حق کی راہ پاوین اور اوہام شیطانی مطرود ہوجاوین

(التنبیہ) جس امر حق مین کسیکو وسوسہ شیطانی عارض ہو اسپر فرض ہے کہ اسوقت شیطان کو مطرود کرے یہ یقین کرکے کہ حق یہی ہے لیکن میری سمجھ قاصر ہے پھر اسکو علماے محققین سے حل کرے

(التنبیہ) قرآن مجید مین جو طریق دنیا بسر کرنے کے شرائع مین ہے وہ محض لہو فقیر سے لیکر سلطان تک کے واسطے عام ہے پس امر دنیاوی مین اسکو فقیر زاہد سے منطبق کرے اور امر آخرت مین ابرار صالحین سے اور امر عقائد مین ہر فرد مستقل ہے اور واضح ہو کہ بعضے رموز انشاء اللہ تعالیٰ ہر پارہ کے ساتھ لاحق کیے جائینگے۔

**خاتمہ**۔ منجملہ امور ضروریہ کے جنکی ضرورت اکثر مستفیدین کو فہم قرآن پاک مین ظاہر ہے یہ کہ امم عاد و ثمود وغیرہ کے مقدم و مؤخر قرون کی ترتیب بھی تشخیص ہے تاکہ قرآن پاک مین جن امتون کے قصص عبرت مذکور ہین ہر ایک کے حالات عبرت سمجھنے مین بصیرت حاصل ہو اور اس ذیل مین مخلوق محسوس و غیر محسوس کے بعضے دلائل و آثار کا بھی ذکر آویگا اور تتمہ مین بعضے اکابر سلف و اولیاے خلف و صلحاء امت کے بھی مراتب تقوی و مقامات علیہ و کرامات جلیہ و اقوال حکمت ربانیہ کا نمونہ درج ہوگا تاکہ اہل سعادت انکی اقتدا سے اپنے معاملہ مین اتباع سنت کی رفتار سیکھین اور دنیا پرست قوم ناہنجار کی پیروی سے شرم کرین اور جن بزرگون سے بعض لطائف اشارات بذیل آیات قدسی درج ہوے ہین بنظر تکریم مطالعہ کرین واللہ تعالیٰ ہو الموفق للصدق والصواب

(التنبیہ) بدء خلقت کا تفصیلی حال جسقدر قرآن پاک و حدیث صحیح مین آیا وہ مقطوع و متمم ہے اور خوب جان لینا چاہیے کہ ہمکو جسقدر ضرورت ہے وہ اس یقینی نصوص سے حاصل ہے اور زائد قصص تاریخ جنمین ظاہری الفاظ پر تنفر ہو یہ اکثر ایسے لوگون کے لیے موزون ہے جنکے نفوس اس دار فانی کے تماشا و اپنی موت سے غافل ہوکر دنیاوی زندگی کے دل لگانے پر مطمئن ہوگئے ہین حالانکہ جسدن آدمی پیدا ہوا اسی دن سے اسنے دنیا کی طرف پیٹھ کی اور آخرت کی طرف منہ کیا تو ہر روز یہان سے دور اور وہان سے

نزدیک ہوتا جاتا ہو یا کہو کہ اسی دن سے موت اُسکے استقبال کو روانہ ہوتی ہو پھر کسقدر قریب ہو کہ وہ اچانک آجاوے کیونکہ عاقل تو ہر آنیوالے کو قریب اور ہر ماضی کو بعید جانتا ہو اور غافل کو ہر دم زمانہ طفولیت یاد ہو حالانکہ کبھی نہ دیکھیگا۔ جب یہ کیفیت ہو تو ان الفاظ قصص و حکایات سے کیا غرض ہو اور معانی البتہ مقصود ہین تو وہ موت کے بعد خود پیش نظر ہونگے کیونکہ روح پاکیزہ کے لیے کچھ دور و نزدیک کا تفاوت نہین ہوتا ہو برخلاف اُسکے یہ جسم مکدر ایک دیوار کے پار نہین دیکھتا۔ پھر ہر طرح کی روایات بیان تواریخ سابقین مین لانا خواہ اپنے قلم کو دروغ کا مشاق بنانا ٹھہرا کیونکہ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کوئی سلسلہ اسناد نہین ہو کہ یہ خبر ہمکو فلان بزرگ سے جسنے فلان سے اُسنے فلان سے آخر تک حاصل کی۔ بلکہ جن لوگون نے ایسی روایات کو لکھا جو کتب احادیث مین موجود نہین ہین انھون نے نصاری سے اور نصاری نے یہود سے اور یہود نے اقوام سابقہ سے لیا ہو۔ لیکن اس سلسلہ پر ذرا بھی مغرور مت ہو کیونکہ زمانہ اسلام سے پہلے قطعاً بالاتفاق کوئی تاریخ لکھنے کا دستور نہین تھا چنانچہ ہنود سے شروع کرو کہ راجاؤن کے یہان کب یعنے شعرا تھے کہ اگر راجا کی فاش شکست بھی ہوئی تو انھون نے ایسے بہادرانہ پیرایہ مین بیان کیا کہ ہزار فتح کے برابر ہو پھر کاش اسی قدر ہوتا۔ بلکہ دشمن کے دس سر اور بیس ہاتھ پاؤن کا خیالی عفریت بنایا جیسے کسی شاعر نے شاہ کی تعریف مین حضرت یوسف علیہ السلام کی قد بالا کو ساٹھ ہاتھ کہکر اپنے حق مین کفر سمیٹا۔ الغرض چند روز تک یہ کبت لوگون کی بیاض و زبان پر رہا اور مدت دراز کے بعد لوگون مین سچ مچ یہی خیال جم گئے جیسے ایرانیون کی تواریخ کا کہین وجود نہ تھا لیکن آخری شاہ مجوس یزدگرد نے باستان نامہ لکھوایا اور ہفتخوان رستم و دیو سفید و لاکھون دیوان مازندران وغیرہ کے واقعات سے عجائب المخلوقات کا دفتر بنایا اور عجیب حرکت کو ملاحظہ کرو کہ جب شاہزادہ اسفندیار بمقابلہ باغی رستم کے قتل ہوا تو شاعران شاہی و خادمان خاص نے اُس شکست کے لیے سیمرغ کا تیر گز لانا اور رستم کا روز اول قریب المرگ ہوکر دوسرے روز صاف تندرست ہوجانا وغیرہ خوب گڑھا غرضکہ کوئی سانحہ روزگار اور انقلاب چرخ دوار کبھی واقعی صورت سے لکھا پڑھا نہین جاتا تھا اور محققین کے نزدیک ایران و ہندوستان کے قدیم بیانات و حکایات جو اسوقت مذہبی اعتقادات کے پیرایہ مین دفاتر نظم و نثر مین موجود ہین خود صریح دلیل ہین اور یہودیون کے بیان تو باوجود تعلیم نبوت و ہدایت کے گویا احبار یہود کا فخر تھا کہ اصلی وقائع مین طرح طرح کی نمک مرچ ملا کر عجیب و غریب قصے بنا دین اور شاہی قصہ خوان کو سنا دین۔ جیسے انھین کے قدم بقدم آخر دیکھو کہ مسلمانون مین داستان امیر حمزہ وغیرہ کس حالت سے شائع ہو کہ لاکھون مسلمان اسکے واقعی ہونے پر دل سے یقین کیے بیٹھے ہین۔ اور اگر اسکو لاکھون نے غلط بھی جانا تو شاہنامہ فردوسی سام نامہ وغیرہ کے مہمل ہونے پر سوائے خاص ہی خاص لوگون کے کمتر ایسے لوگ ہونگے جو کان دھرین حالانکہ خود فردوسی نے یوسف زلیخا کے دیباچہ مین بہت افسوس کیا کہ مین نے عمر عزیز اس لغویت مین برباد کی جسکی اصلیت و بنیاد نہین ہو اور یہ مصرع کہا ع دو صد زان نیرزد بیک مشت خاک + یعنے اسکی دو سو داستانین ایک مٹھی خاک کے برابر نہین ہین" اور یہ کہا اسواسطے کہ خاک آخر سچی خاک تو ہو اور وہ تو محض نفو دروغ ہو۔ پھر لکھا کہ اب مین توبہ کے بعد چاہتا ہون کہ سچا قصہ یوسف زلیخا نظم کرکے تلافی کرون۔ رہے نصرانی بیچارے تو انکا مایہ بساط سوائے روایات یہود کے کہان سے آویگا۔ اقوام یورپ جنھون نے تعصب چھوڑا اور نفو حمیت سے منھ موڑا بالاتفاق اقرار کرتے ہین کہ تاریخ کا فن فقط اہل اسلام سے سیکھا گیا ہو اور اقرار کرتے ہین کہ سچی تاریخ جو انمین موجود ہو کسی قوم مین نشان نہین۔ مترجم کہتا ہو کہ باوجود دیکھنے اور سعی موفور کے بھی آج تک وہ صدق نابود ہو کیا نہین دیکھتے ہو کہ اخبارات سے مجموعہ تاریخ ہو۔ یہ نہین بہی بلکہ تار برقیات سے مجموعہ تاریخ ہو حالانکہ جن لوگون کو امور مملکت و علمی حکمت سے کچھ بھی واقفیت ہو وہ خزانہ سلطنت کی تاریخ کے سوائے ایک زمانہ کی دیگر تواریخ پر نگاہ حقارت سے دیکھینگے اور جب اسی قرن مین یہ سب تواریخ مشتہر ہون تو خود بخود تاریخ غیر معتبر ہوجائیگی اگرچہ درحقیقت وہی صحیح ہو۔ پھر تاریخ اہل اسلام سے اقوام یورپ کی مراد خاصۃً وہ تاریخ ہو جو گروہ اعظم اہل السنۃ والجماعۃ

مین معروف ہے کیونکہ وہی ہر وجہ مادہ صدق ہے اور حدیث اسے بدرجہا اوثق واحق ہے کیونکہ حدیث صرف ایسی ہی متقی سے قبول کرتے تھے جو دین
مین مستقیم اور شاہون کی ملازمت سے دور اور بدعات خروج وتشیع ورفض وغیرہا سے نفور ہو اور وہ وقت تھا کہ بسا اوقات مجمع اہل ایمان مین بردم
ہوتا تھا حتی کہ زن و فرزند ہر فاسق سے نفرت کرتے تھے حتی کہ صلاحیت دینی مین ہمسری کو نکاح مین اعتبار کرنا پڑا اور راوی کے حالات زندگی سے
بزار تفتیش جاری تھی پس جب کبھی شائبہ کذب معلوم ہوا تو ترک کیا گیا گویا اسوقت کے برعکس معاملہ تھا بلکہ اس زمانہ مین جہل کا غلبہ شدید یہانتک
ہوچکا کہ فاسق بدکار بیہودہ گو اور گانا سننے والا انکے نزدیک ولی کہلاتا ہے حالانکہ وہ لوگ ایسے شخص کو تعزیر دیکر تبعید کرتے تھے (**تنبیہ مفید**)
اکابر صوفیہ کے کلام بلاخلاف متفق ہین کہ ولایت محمدیہ سب سے اعلی ہے یعنی جو بندہ کہ کمال ایقان ایمانی کے ساتھ شرع وسنت پر مستقیم ہو وہ ولی بے نظیر ہے
اور کشف وکرامات یہان کوئی چیز نہین چنانچہ سابقین ولاحقین حتی کہ شیخ عارف حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالے نے بھی لکھا کہ کشوف رجوی بچی خزید اور
اسکی مانند شاہ ثناء اللہ صاحب وغیرہم نے لکھا ہے اور حضرت مولانا شاہ تراب علی صاحب قدس سرہ نے مطالب میں اسی کے مانند لکھا ہے شاہ ابو الحسنؒ نے
لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اسی مرتبہ مین تھے ہر ایک مرتبہ ولایت مین کامل تھا کہ بالاجماع کسیکے مرتبہ کو غوث وقطب نہین پہونچ سکتا اور وہان کچھ کشف
وکرامت کی تلاش نہ تھی بلکہ رزق حلال کی تلاش کے ساتھ اتباع سنت انکا شعار تھا اسی طرح جو عالم کہ دنیا کی خواہش نفس سے بیزار ہو کر آخرت کا
طالب وعالم ربانی ہو وہ اسی مرتبہ مین ہے۔ کل ائمہ صوفیہ متفق ہین کہ مجذوب جو درحقیقت صالح مجذوب ہو وہ بھی محض بیفائدہ ہے اگرچہ اپنے حق مین
مغفور ہو۔ اور کبریت احمر واکسیر اعظم تو ولی اول ہے اور ماسوائے اسکے اقسام کثیر غیر محصور ہین لیکن ولایت بعد یقین کامل ایمانی کے ہوتی ہے پس جو کوئی
عقائد اہل السنۃ مین ناقص ہو یا مبتدع ہو وہ ولی نہین اگرچہ عوام کو اسکی کرامت سوجھے بلکہ وہ شیطان کا مسخرہ ہے اور جسکو کرامت سمجھتے ہین وہ
شیطانی استدراج ہے کیا انکو یقین نہین کہ دجال کے خرق عادات مشہور ہین۔ اس تنبیہ سے یہ بھی غرض ہے کہ اس زمانہ مین عوام نے اپنے ولی شیطانی پر
اعتقاد کرکے نور حق وولی حقیقی کی شناخت سے اور اولیائے راہ دین کے مراتب پہچاننے سے اندھاپن اختیار کر لیا۔ حالانکہ راویان احادیث بہت معروفین
اولیائے محمدیہ سے تھے بخصوص جبکہ صحیح بخاری وصحیح مسلم واکثر صحاح کی احادیث کثرت طرق سے بدرجہ شہرت فائزہ اور یقین موجود ہے خصوص جبکہ تسلیم کیا
کے بعد جمیع اولیائے عارفین وامت نے انکی صدق پر اجماع کیے ہین اور امت محمدیہ کا اجماع ببرکت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول ومفید
یقین ہے۔ جب یہ امر معلوم ہوچکا تو بیان تاریخ مین جہان نص قرآنی یا حدیث سے افادہ ہوا اسکو بدون جہل تعصب کے غور سے سمجھو اور جہان
روایت اہل تاریخ یہود ونصاری ہے اسکو بلفظ روایت یا تواریخ وغیرہ ذکر کیا جائیگا تو ہم اسکی تصدیق یا تکذیب دونون سے احتراز کرتے ہین کیونکہ
اہل کتاب مین مثلا یہود مین جماعات کثیرہ وطبقات عدیدہ ایسے گذرے جو شریعت توریت پر ٹھیک قائم تھے جیسے سابقین نصاری مین اہل
حق گزرے ہین جو قسطنطین کے متوافق جماعت کے شرک سے بری وپاک تھے لیکن بالیقین ان اقوام مین اسناد کا کوئی سلسلہ نہین تھا اسوجہ سے جب انمین اہل علم
دنیا پرست ہونے لگے تو انھون نے امرا اور رؤسا کے دل خوش کرنے کے لیے واقعی امور مین نمک مرچ لگانا شروع کیا اور آخر والون نے تو بڑا غضب کیا
کہ بے اصل امور کا قصہ باندھا۔ اور وہ بغیر اسناد کے انمین قبول ہوگیا جس سے اصلی کتب وجعلی قصص مین امتیاز متعذر ہوا اور اسکی مثال فرضی کی
ضرورت نہین بلکہ اسکے مانند مسلمانون مین بہت سے تواریخ وقصص ہین۔ تواریخ مین تو بغیر امتیاز کے ہر قسم کی روایات کا مجموعہ ہے اور قصص مانند یوسف زلیخا
کے بکثرت اخبار یہود سے مملو ہے بلکہ محض لغو دروغ قصص داستان امیر حمزہ کے نام سے شائع ہے لیکن الحمد للہ کہ اس امت کے واسطے اللہ تعالے نے
ثقات کی اسناد تعلیم فرمائی لہذا دروغ گویان بے عقل نے خلط کی مجال نہین پائی۔ حتی کہ ہزارون بلکہ لاکھون روایات بنام احادیث بنا کر قرنہائے
متبعین وزنادقہ نے پھیلائین جنکو علمائے ربانیین نے پرکھکر موضوع بتلا دیا اور بکثرت بنانے وگڑھنے والے فرقہ رافضہ ہین پھر انسے کم شیعہ پھر انسے کم زیدیہ

ہین اسی طرح مبتدعین نے بنا کر اپنا فروغ چاہا مگر دروغ سے فروغ غیر ممکن ہے سوائے ان قلوب کے جو خود فاسد ہین قبول کرکے تباہ ہوتے ہین۔ بالجملہ حق عزوجل نے حفظ شریعت محمدی کے لیے ایک فرقہ مین امر حق کو زر خالص کی طرح مصئون رکھا اور خلط نہین ہوا۔ لہذا بیان تاریخ مین اسکا لحاظ ضرور ہے اور واضح ہو کہ بیان حقائق مین جسطرح ابتداے مقدمہ مین مترجم نے اہل نجوم وغیرہ کے اوہام فاسدہ کو رد کر دیا ہے اسی طرح ذیل بیان مین بھی تردید وتحقیق مرعی ہوگی اور علیحدہ تردید مناسب تھی لیکن بخوف تطویل اسکو ملتوی کرکے تذئیل وتنبیہ پر اکتفا کیا گیا اور واضح ہو کہ سابق مین گذرا کہ اہل کتاب کے روایات جو مخالف نہون انکا ذکر کرنا جائز ہے اگرچہ تصدیق وتکذیب نہین کر سکتے اور نہ اسکی بناپر کوئی حکم شرعی نکال سکتے ہین اور نہ ہمکو ان غیر ضروری امور کی حاجت ہے بلکہ قرآن مجید وحدیث مبارک خوب کافی شافی ہے علما نے نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے اس زمین مین جن آباد تھے اور انکی خلقت بحکم قولہ تعالی۔ خلق الجان من مارج من نار۔ آتشی ہے یا دخانی ہے جیسے ملائکہ کی خلقت نور سے ہے اور جو فرق نار ونور مین ہے وہی تفاوت بعینہ جن وملک مین ہے اور یہ خلقت جنی بنظر فطرت کے صفات خالق عزوجل مین سے مظہر صفات غضبی کے واسطے لائق ہے جیسے خلقت ملائکہ بسبب فطرت مظہر صفات لطافت وطاعت ہے کیونکہ جب ملائکہ مین مادۂ اشتہا نہین تو معصیت کا صدور بنظر خلقت محال ہے ہان اگر اللہ تعالی بنظر ابتلا وامتحان انمین سے کسی فرد کو ماہیت سے تبدیل فرمادے تو اسکو اپنے مخلوق کا ہر طرح اختیار ہے اور وہ خوب علیم حکیم ہے کیونکہ کسی چیز کی ماہیت منقلب کرنا کسی مخلوق سے ممکن نہین اسیواسطے کیمیا محال ہے کہ چاندی کی ماہیت بدلکر سونا کر سکے سوائے اللہ تعالے کے کہ وہ ہر چیز کی ماہیت اپنے قبضۂ قدرت مین قائم ومسخر رکھتا ہے وھو القاھر فوق عبادہ وھو الحی القیوم۔ اور یہ سحر سے بھی غیر ممکن ہے کیا تم نہین دیکھتے کہ ساحران موسی باوجودیکہ فن سحر مین کامل استاد تھے فرعون سے خواستگار تھے کہ اگر ہم غالب ہون تو ہم لوگ ضرور انعام کے مستحق ہونگے۔ پس اگر کسی حیلہ سے وہ تانبے کو سونا بناتے یا کنکریون کو لعل جواہر کر سکتے تو انکو انعام فرعون کی خواہش نہوتی پھر یہی لوگ میدان مین لاٹھیان ورسیان ڈالکر بہت بڑے اژدہے لائے جنکی ہیبت سے تمام لوگ تھرائے قال تعالی سحروا اعین الناس واسترھبوھم وجاؤا بسحر عظیم۔ حتی کہ حضرت موسی علیہ السلام ٹھٹھکے کہ دیکھیے اُس پاک پروردگار کو کیا منظور ہے شاید کہ مظہر غضبی کا غلبہ ہو لہذا ارشاد ہوا کہ نہین بلکہ تو ہی غالب کیا گیا ہے اور اپنا عصا ڈال دے یہ عصا حقیقت مین بدلکر اژدہا ہوگیا کہ ساحرون کی تمام لاٹھیان ورسیان نگل گیا اور سب ہضم ہوکر اور آخر دست موسی مین پھر وہی عصا ہوگیا۔ اسی وقت ان کامل ساحرون نے یقین کر لیا کہ ہرگز جادو نہین ہو سکتا اور یہ از جانب خالق عزوجل معجزہ ہے کیونکہ انکو علم سحر سے ادراک موجود تھا بخلاف جاہلون کے لہذا تو نے دیکھا کہ فرعونیون کو کچھ بھی نفع نہوا۔ بلکہ فرعون نے جہالت سے کہا کہ موسی تم لوگونکا استاد ہے اور یہ کسقدر فضیحہ جہالت تھی۔ آخر ایسے ہی احمق جو اپنے خالق عزوجل کی بدیہی معرفت تک نہین جانتے ومحض بے عقل ہوتے ہین یہی جہنم کے لائق ہین اسیواسطے حدیث مین علامات قیامت سے آیا کہ گونگے بہرے روے زمین کے بادشاہ ہونگے یعنے دنیاوی سلطنت کے اسباب مین بڑے دانا مگر معرفت حق مین بالکل جانور سے بدتر ہونگے الحاصل جن وملک مین کوئی فطرت قابل تبدیل نہین ہے لہذا ملائکہ جب کدورات جسمی نہین رکھتے ہین تو سہو ونسیان وغیرہ اُنسے محال ہے اور طاعت انکی جبلت ہے اور جن نے آخر اس زمین مین فساد شدید کیا پھر خالق عزوجل نے اپنے علم قدیم کے موافق آدم علیہ السلام کو جو جامع مظہر صفات غضب ورحمت وجامع لیاقت طاعت ومعصیت ہین پیدا فرمایا پس آدم مین نار ونور کا اجتماع ہے۔ اور واضح ہو کہ ابلیس بھی از قسم جن ہے۔ لقولہ تعالی کان من الجن الآیۃ۔ اور اس نص سے نکلا کہ ابلیس انکا پدر اول نہین ہے یعنے وہ ابو الجان نہین ہے۔ بیضاوی نے زعم کیا کہ جن مین بھی ترکیب عناصر موجود ہے لیکن جوہر ناری غالب ہے اسی وجہ سے غیر محسوس ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے واسطے ایک عقلی تائید یہ ہو سکتی ہے کہ اناج وگوشت وغیرہ غذاے انسانی ہے جن کے واسطے غذا ہے اور اطبا متفق ہین کہ غذا مشابہ مغتذی کے

ہوتی ہے تاکہ غذا اندکو مستحیل ہوکر مغتذی کا جزو ہو جاوے تو ضرور ہوا کہ ترکیب جن بھی انھین عناصر سے ہو رہا یہ بیان کہ ہڈی اناج و گوشت غذا ہے
جن ہے تو اسکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہڈی سے استنجا منع فرمایا کہ یہ تمھارے برادران جن کی غذا ہے۔ اور قصہ اسلام جن کی روایت صحیحہ مین آیا کہ
ان لوگون نے اپنے واسطے غذا کی درخواست کی تو آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ جس ہڈی وغیرہ پر گذر ہو انکو اسمین مثل سابق کے غذا میسر ہو گویا وہ کھائی
نہین گئی ہے اور ہر لید و گوبر سے انکے جانورون کو دانہ وگھاس حاصل ہو۔ اور نیز روایت صحیح مین وارد ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رمضان کے صدقہ
الفطر پر مامور ہوے جو جمع کیا گیا تھا ناگاہ رات مین ایک جن چوری کرتے ہوے گرفتار کیا اور اسنے فاقہ عیال کی آہ وزاری کی آخر چھوڑا جب صبح ہوئی تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ کے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تیرا رات کا چور کیا ہوا جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپکو معلوم ہے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسنے
اپنی محتاجی شدید بیان کی جسپر مجھے ترس آیا تو مین نے چھوڑ دیا کیونکہ اسنے عہد کیا کہ پھر ایسا نہین کریگا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے پھر آویگا چنانچہ
یہی ہوا آخر تیسری بار اُسنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سکھلایا کہ یہ آیۃ الکرسی پڑھے تو کوئی جن قریب نہین ہو سکتا جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ اسنے یہ بات تجھسے سچ کہی اگرچہ وہ جھوٹا ہے۔ اور اس قصے کے مانند تفسیر آیۃ الکرسی مین تلاش کرو۔
پس معلوم ہوا کہ جنون کی غذا مشارک ہے لیکن یہ لازم نہین آتا کہ بعینہ جسم عنصری کی مثل غذا ہو اسواسطے کہ عنصر ناری خود انمین موجود ہے پس شاید کسی
معنے مین غذا ہوتا ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنون کو اپنی معاش مین آدم سے غذا وغیرہ حصول ہوتی ہے اگرچہ بذریعہ تعدی وحرام ہو شاید اسی وجہ
اسلام لانے والے جنون نے اس سے پرہیز کیا اور اپنے واسطے غذا کی درخواست کی اگر کسی شخص کو وہم ہو کہ آپ تو جن وشیطان کی خلقت بیان
کرتے ہین حالانکہ اس زمانہ قرب قیامت مین علوم دقیق سے جہالت کلی ہو گئی اور صرف جسم پروری وحواس جسمانی پر مدار کار ہے حتی کہ ایک فرقہ انسانی
صورت وشیطانی سیرت جو سوا محسوسات ظاہری کے ہر موجود سے جہالت رکھتے ہین جن وشیطان کے وجود ہی سے منکر ہین۔ جواب دیا جائیگا کہ آپ
امور حق کو بغیر پراگندگی حواس عقلی کے حاصل کرتے جائیے اور عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ صحیح دلائل سے آپ کو انکا وجود معلوم ہو جائیگا اور ہمیشہ معلومات
کے واسطے اس امر کی ضرورت ہے کہ مقدمات ذہن نشین ہون فانتظروا۔ القصہ ابلیس بھی از قسم جن ہے حتی کہ جب وہ بحکم الٰہی عزوجل ملعون ہوا تو اسنے درازی عمر
کے واسطے درخواست کی تاکہ قیامت تک زندہ رہے پس اگر وہ ملائکہ مین سے ہوتا تو اس درخواست کے کچھ معنے نہوتے سنایت فرق یہ کہ ابلیس کے واسطے موت
نہین ہے اور شاید یہ خصوصیت ابلیس ملعون ہی کے واسطے ہے اور محتمل ہے کہ خاص اسکی ذریات بھی دائمی ہون لیکن مخلوق در حقیقت جسکے مطیع اعتقاد ہو اسی کی
ذریت ہے پس انسان سے جمیع اہل شرک اسکی ذریات ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ بحکم قولہ تعالیٰ۔ شیاطین الانس والجن الآیۃ۔ مین انسانون کو
شیاطین بیان فرمائے بلکہ انکو مقدم کیا کیونکہ آدمی کے واسطے آدمی زیادہ مضر ہے اسواسطے کہ وہ بالطبع اسکی جانب میلان کرتا اور اسکی باتون پر کان
دھرتا ہے چنانچہ اسوقت مسلمانون کو اعتقادات حقہ سے بہکانے وشک دلانے مین اہل شرک ظاہری یہود ونصاریٰ وہنود ومجوس کا فتنہ چندان مضر نہین ہے جسقدر
فرقہ نیچریہ معتزلہ وغیرہ سے ضرر ہے کیونکہ اس فرقہ نے ظاہری صورت اسلام ولباس ونام کے پیرایہ مین اپنی جاہلانہ کفر وبداعتقادیون سے بہت سے جاہل مسلمانون کو
دائرہ کفر مین کھینچ لیا اور یہ بدبخت سادہ لوح ظاہری صورت پر فریفتہ ہوکر مطیع ہو گئے نعوذ باللہ من ذلک۔ یہ کلام بطور جملہ معترضہ تھا اور
مقصود بیان خلقت ہے پس روایت ہے کہ جب جنون نے باہم فساد وفسق کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکو پہاڑون ودریاؤن وجزائر مین نکال دیا۔ شیخ سیوطی رح نے
اس روایت پر اعتماد کرکے داخل تفسیر فرمایا۔ پس اگر صحیح ہو تو ابلیس واسکی ذریات بھی داخل ہونگی لیکن انکو تلبیس کے واسطے اختلاط کی اجازت ہوگی۔ اور مترجم کے
نزدیک اسرائیلی روایات مین سے معلوم ہوتی ہے اور میرے نزدیک تحقیق اسکے خلاف ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے جو امور مستفاد ہوتے ہین وہ اس امر کو مقتضی
نہین ہین کہ جن وشیاطین آبادی انسان سے خارج مساکن رکھتے ہین چنانچہ سنن وغیرہ مین خشوش لینے پاخانہ کے واسطے مذکور ہے کہ ان ہذہ الحشوش

محتضرۃ یعنے ان مقامات نجس مین خبائث مذکر و مونث حاضر ہوتے ہین ۔ بعض روایات مین ہے کہ یہ مقامات انکے شب گذاری کے لیے ہین پس
اجنس مین گھورہ وغیرہ گندہ مقامات شامل ہین ۔ گھر کے سفید خرد سانپون کے قتل سے منع فرمایا اور حدیث مین سانپ سے اعلام کرنا کہ اگر اس شکل
مین جن ہے تو چلا جاوے ورنہ ہم قتل کرینگے پھر تیسری مرتبہ کے بعد مار ڈالے ۔ اور حدیث مین سوراخون کے اندر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے بعض سلف نے کہا کہ
کہا جاتا تھا کہ یہ جنون کے مساکن ہین ۔ حدیث مین بعد العصر اور ابتداے غروب مین تحفظ اطفال کا ارشاد بخطر اطلاق شیاطین مذکور ہے اور حدیث معراج کے
بعض روایات مین جو بظاہر معراج معروف سے علاوہ ہے جانب زمین نظر کرنے سے ہجوم بخارات کے مانند تاریکی دیکھی جسکا معنوی سبب حضرت جبرئیل علیہ السلام
نے تلبیس شیاطین کے بعض آثار بیان کیے کہ جس سے بنی آدم اس آسمان کے انوار دیکھنے سے محروم ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ فرقہ ملیدہ گمراہ مادی کی تقریر کہ آسمان کا وجود نہین
کیونکہ اسکو دوربین سے نظر کرنے مین کھنکھجورے و جھاڑ دار درختون کے اشکال نظر آتے ہین اور آسمان نظر نہین آتا ۔ مترجم کو یقین دلاتی ہے کہ ابلیس نے اپنے
ذریات پر تسلط پایا ہے حتی کہ حدیث شریف مین جو کچھ مذکور ہے وہی کرشمہ دکھلایا ۔ واللہ تعالے اعلم ۔ اور حدیث مین بخانہ جانے مین تسمیہ و تعوذ پڑھنے کی علت
یون مذکور ہے کہ جسنے تسمیہ نہین پڑھا تو جن و شیطان سے پردہ نہین ہوتا حتی کہ وہ مقاعد بنی آدم سے مضحکہ کرتے ہین اور اگر تسمیہ پڑھا تو مستور رہتا ہے اور
لوث نجاست سے بھی حفاظت ہے ۔ اور حدیث مین دروازہ بند کرنے مین تسمیہ و برتنون کے ڈھانکنے کے احکام و مانند اسکے معلل ہین کہ تلبیس شیطان
سے حفظ ہے اور واضح ہو کہ اہل العلم جانتے ہین کہ جانورون مین سے نجس و موذیات بھی بسلسلہ غضبی اسی شیطان کے اسباب و آلات ہین ۔ اور حدیث مین جماع زوجہ
کے وقت شیطان کے دور ہونے کی دعا بھی حفاظت نفس و اولاد ہے ۔ اور روایت ہے کہ ایک عورت اپنی فرج مین سوزش پاتی تھی اور بعد اسلام
کے اسنے ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جن کے وطی سے تھا ۔ غرضکہ اس بارہ مین احادیث و آثار بکثرت قریب متواتر المعنی ہین اور مواقع
تفسیر مین ۔ انشاء اللہ تعالے بیان کافی آویگا بعض علماے اسرار کے نزدیک سوال و جواب نفیس ہے اور وہ یہ ہے کہ طبیعت انسانیہ و جنیہ مین طبعی تضاد ہے
حتی کہ مماست جنیہ مورث جنون ہے اور روایات مین مجنون کے حق مین اسی قسم سے وارد ہوا اور مصروع بحکم قولہ تعالے یتخبطہ الشیطان من المس
مس جن کا اثر ہے اور صحاح مین عورت مصروعہ کے حق مین اسی قسم کی تصریح آئی ہے یعنے ایک عورت کو مس جن سے صرع تھا اسنے حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم مین عرض کیا کہ آپ دعا فرماوین کہ اللہ تعالے مجھے شفا عطا فرماوے آپنے فرمایا کہ مین تیرے واسطے دعا کرون کہ تجھے شفا ہو اور اگر تو چاہے تو
صبر کر اور تیرے واسطے جنت ہے پس اسنے عرض کیا کہ مین صبر کرونگی اور میرے واسطے جنت ہو لیکن مین اسقدر چاہتی ہون کہ اس حالت مین بے پردہ
نہوا کرون پس آپنے اسقدر کے لیے دعا فرمائی تو وہ آیندہ بے پردہ نہوتی تھی اور لوگ اسکو جنتی کہا کرتے تھے جیسے ایک انصاریہ عورت کی نسبت فرمایا تھا کہ
تو شہیدہ مریگی تو اسکو لوگ شہیدہ کہا کرتے حتی کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خلیفہ اول و دوم اسکی زیارت کے لیے جایا کرتے آخر اسکا انجام
یہ ہوا کہ حضرت خلیفہ دوم کے عہد مبارک مین اسکے لونڈی غلامون نے جن کو اسنے کہدیا تھا کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو ایک روز رات مین گلا گھونٹ کر
مار ڈالا اور بھاگ گئے ۔ آخر گرفتار ہو کر قصاص مین قتل ہوے ۔ اور مسند دارمی مین ہے کہ سفر مین جاتے ہوے ایک عورت نے راہ مین اپنا بچہ پیش کیا کہ اسکو مس الجن
ہے اور بری حالت بیان کی و بفیض مبارک سے اسنے سیاہ تھکا قے کیا پھر جب آپ لوٹے تو اسی عورت نے شکر گزاری کی کہ اب یہ بچہ بالکل اچھا ہے اور اسکے
نظائر و امثال کثیر ہین پھر آدمی ان جنون کے ہاتھ سے کیونکر بچتے ہین اور وارد ہوا کہ وبا کی نسبت وخز الجن فرمایا اور خون استحاضہ کی نسبت
رکض الجن فرمایا پھر شیطان بدن انسان مین مانند خون کے رگون مین ساری ہے اور عداوت ظاہرہ مین کوئی شک نہین ہے لیکن وخز و رکض و مس
مین اسکو ذاتی قدرت مانند دیگر مخلوقات کے حاصل نہین ہے اور یہ تسلط باذن اللہ عزوجل ہوا کرتا ہے اور نظائر خود جسم انسانی و آفاق مین بکثرت موجود
ہین از انجملہ ترکیب مادہ جسم مین خاک باد آب آتش اور انکے معدات خون صفرا و سودا و بلغم جو ہر جسم مین محسوس موجود ہین باوجود ضد یکدیگر ممکن ہے کہ آدمی کو

مگر جب ہی کہ خالق عزوجل کے تصرفات سے اجازت ہوجتی کہ موت کے وقت مادہ ہوایعنے خون بالکل ہوا ہوجاتا ہے اور صفرا یعنے آگ سے خالی ہوکر بلغم خاک بنے مرکز خاکی مین گل سڑکر خاک ہوجاتے ہین۔ اسی طرح انسانی قوالم مین باوجود وجوہ عداوت کے نفع وضرر کی قدرت ذاتی نہین ہوتی اور مادی طور پر جو اسباب موانع یہان محسوس ہوتے ہین وہان غیر محسوس موجود ہین شلاً حق تعالے نے ہر آدمی کے لیے ملائکہ محافظین کیے ہین کہ انکے اثر سے نار شیطانی بجھ جاتی ہے اور بھید یہ ہے کہ دھوان جو مادیات مین محسوس ہوتا ہے سیاہ تاریک ہے اور وہ قوام ذاتی شیطان کے واسطے مقوم ہے کیونکہ اسکی پیدایش اسی سے ہے اور نور جس سے ملائکہ کی خلقت ہے بالکل اسکے برعکس ہے اسیواسطے مادۂ شیطانی جسطرح بالذات ملازم عصیان ہے ملائکہ اسکے برعکس بالذات مطیع ہین اور بالعرض بھی عاصی نہین ہوسکتے اسواسطے کہ عصیان بدون تاریکی نہین ہوسکتا اور یہ وہان غیر ممکن ہے بخلاف آدمی کے کہ اسمین جسم واسکے متعلق قواے جسمانیہ کی راہ سے کدورت وتاریکی ہے تو اسطرف سے وہ معاصی قبول کرسکتا ہے اور اسمین عقل وروح کی جہت سے نافرمانی نہین ہوسکتی ہے۔ اور اسی سے پتہ مل گیا کہ عوام اقوام کفار جس چیز کو عقل سمجھتے ہین یعنے حواس جسمانی مانند قواے دماغی وغیرہ کے جنکی فکر وغور سے جسم کی ضروریات وآرایش وآسایش کے اسباب حاصل کرنے مین کام لیتے ہین اور اسکو عقل سے کام لینا خیال کرتے ہین اور جو شخص اسمین جسقدر زیادہ قوت رکھتا ہو اسکو زیادہ عاقل سمجھتے ہین یہ محض غلط ہے اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ کافرنے تا دم مرگ نیچے اندر سوائے ان حواس کے کوئی معنے نہین پائے جس سے وہ عقل وحواس مین امتیاز کرتا اور بے عقل رہتا اسکو مع توم کے کبھی مسلم نہ تھا تو وہ بیچارہ سوائے اسکے کیونکر عقل کو پہچانتا کیونکہ عقل تو روح کے ساتھ اس طرح ہے جیسے جسم ساتھ حواس ہین اور روح کے تھے سے وہ بوجہ کفر اختیار کرنے کے محروم کردیا گیا چنانچہ قولہ تعالے ختم اللہ علی قلوبھم الآیۃ۔ کی تفسیر مین توضیح آویگی بیان توم نیچریہ جو اس تجھسے معارضہ کرینگے کہ قواے دماغی ہی ہمکو مسلم نہین ہین بلکہ جسم مین قوت باصرہ وقوت خیال ومدرکہ وغیرہ کوئی چیز نہین ہین بلکہ یہ تو خون کی روح ہے جسکو ہم لوگ گیاس کہتے ہین حتی کہ جب خون نہو تو کچھ کام نہین چلتا ہے جواب دینا چاہیے کہ ہمکو معلوم ہوچکا کہ عقل سے تو کل کفار محروم ہین مگر اکثر لوگ ذی ہوش تھے اور تم اُنسے بھی بدتر درجہ پر پہونچے اور ہمکو حدیث اعجاز سے پہلے ہی آگاہ کردیا گیا تھا کہ علامات قیامت سے ہوگا کہ گونگے بہرے روے زمین پر مسلط ہونگے مع توضیحات کے جو تم لوگون پر صادق ہین اسواسطے کہ تمھارا یہ قول اگر بدحواسی نہین ہے تو ہم پوچھتے ہین کہ اگر یہان قواے مدبرہ نہون بلکہ صرف خون کی گیاس ہے تو وہ انگلی مین بھی موجود ہے چاہیے کہ وہ دیکھنے والی سننے والی مخیلہ مدرکہ ہوجاوے۔ بعض نے اقرار کرلیا کہ ہان یہ بات ممکن ہے لیکن اس سے کہا جاوے کہ جب فم معدہ سست ہوگیا مثلاً شراب زیادہ پی گیا کہ اسکی حرارت سے فم معدہ کو ترہل ہوا تو بھوک کی خواہش ساقط ہے باوجودیکہ اسکی آنکھ مین گیاس کا وجود ہے پھر جب قوت کوئی چیز نہین تو خواہش مذکور بدستور ہونا چاہیے۔ اور جب گیاس مذکور سے بھوک کی خواہش ہے تو خوب پیٹ بھرنے کے بعد بھی بوجہ گیاس کے برابر بھوک موجود رہنا ضرور ہے شاید بر خلاف تمھارے اس گیاس مین حواس ہین کہ تدبیر سے وہ ضرورت کے وقت خواہش کرتی ہے پھر پیٹ بھرجانے پر اشتہا نہین رہتی۔ اسیواسطے وہ گیاس اس طعام کو ہضم کرنے اور غذا لینے کے بعد بچا ہوا بیفائدہ بذریعہ خواہش پاخانہ کے دفع کردیتی ہے لیکن اگر اس گیاس مین ایسے حواس موجود ہین تو ہم اسیکا نام قوت رکھتے ہین پھر تم ناحق بدحواسی کرتے ہو اسی طرح ہضم بذریعہ قواے معدہ ہے اور اہل تحقیق اطبا کے نزدیک نفس مدبرہ جسکو اللہ تعالے نے ہر جسم کی تدبیر کے واسطے مخلوق فرمایا ہے بذریعہ اسکی عادت کے فم معدہ پر سودا گرانے سے اشتہا کو حرکت ہوتی ہے اور معدہ کے قواے اربعہ اسکو وقت معہود تک روک کر ہضم کرکے فضلہ کو قوت دافعہ کے ذریعہ سے دفع کرتی ہے حتی کہ اگر روکنے والی قوت کمزور ہو تو بغیر ہضم کے طعام نکل جاتا ہے اور اگر دافعہ کمزور ہو تو فضلہ خارج ہونے مین پریشانی ہوتی ہے۔ اگر ان اوہام کے موافق قوت مودعہ کوئی چیز نہو تو گیاس جو ذات واحد ہے ان مختلف افعال کو کیونکر کرسکتی ہے اور زبان کی سطح مین ذوق کی قوت مودعہ سے مزہ دریافت ہوتا ہے پس اگر گیاس سے ہو تو سطح جسم بلکہ ہاتھ کی سطح سے ذوق کا ادراک ہوجاوے اور ابتداے نطفہ مین گیاس کیونکر سر دماغ اور ہاتھ وپانون وغیرہ مادے کے لیے مادہ جدا کرتی ہے اور کیونکر اعضا کے مختلف اشکال قائم کرسکتی ہے علاوہ برین یہی گیاس کیونکر

ہر فرد بشری کی شکل صورت دوسرے سے متغائر لاتی ہے علاوہ برین جب تو اے سودہ تمکو اپنی ہر جو اسکی مفہوم نہین تو یہی گیاس ہر ایک گیا وجہ کہ تو نکے طبائع عقلی نیز بری کی
خواہشون مین مختلف ہین باوجود یکہ گیاس متحد ہے اور دماغ کے اندر جب خون و گیاس کے سوا کچھ نہین تو یہ خیال و حافظہ و وہم وغیرہ مختلف امور کیون ہین اور کیون ایک
شخص ایک چیز کو خوب محبوب رکھتا اور دوسرا اسی سے نفرت کرتا ہے اور شک نہین کہ چیزون مین خواہش طبعی امور بدیہی ہین ہے حالانکہ ہمکو محسوس نہین ہوتا اور نہ کوئی
مادہ سوائے معمولی مواد کے موجود ہے اگر کہو کہ ہان وہان کوئی امر ہے اگرچہ ہمکو محسوس نہین ہوا تو جواب یہ کہ ہان یہی ہمارا مطلب ہے کہ تم جہالت سے یون
مت کہا کرو کہ سوائے مادہ کے کوئی چیز موجود نہین ہے جو مادی نہو وہ باطل ہے کیا نہین دیکھتے کہ قلیل پانی اگر باریک سوراخ سے عمق دراز تک جاوے تو اسمین اس عمق
کے انداز سے قوت پیدا ہوجاتی ہے حتی کہ پہاڑ توڑ کر دریا جاری ہوجاتے ہین اور چھت مین دیوار کے اندر چیونٹی کے بل سے جو پانی سماتا ہے تو دور تک
پہونچکر دیوار توڑ دیتا ہے حالانکہ دیوار پر صدہا مشک پانی سے یہ کیفیت نہین ہوسکتی ہے پھر اگر یہ خواص طبعیات مین سے نہو تو یہ قوت نہین بلکہ وہی
گیاس۔ معاذ اللہ تعالی حماقت کی بھی کوئی حد ہے کہ خود اقرار اور اسی سے انکار۔ واضح ہو کہ اوہام مخیلہ نے پانی کے حق مین سیلان بجانب مرکز ثقل قرار
دیا ہے حالانکہ جب ایک نل کو کنوئین مین ڈالو اور کسی ڈاٹ کے ذریعہ سے جسکو سطح پانی سے نل کے اندر اوپر کھینچو حتی کہ ہوا کی رسد باقی نہ رہے
تو پانی سطح سے نل کے اوپر چڑھیگا حتی کہ جہانتک ڈاٹ چڑھی ہے اسکے پیچھے پانی چڑھتا چلا آویگا جب چاہو اس کل کے ذریعہ سے پانی روان کرو
اور وہ اکثر مقامات پر بنی ہوئی موجود ہین تو اعتراض صحیح وارد ہے کہ اقتضاے طبعی پانی کا یعنے مرکز ثقل کی جانب رجوع کرنا یہان ہرگز باقی نہ رہا
اگر عذر کرو کہ خلاء ہو جانے سے پانی چڑھتا تو بھی ہمارا مطلب موجود ہے کہ علاوہ مادہ کے قوت ہر صورت مین موجود ہے بلکہ کوئی بات ہو بیادراک کیا چیز
ہے اگر یہی گیاس خون ہے تو ہر جانور مین موجود ہے اور ہر جانور جانتا ہے کہ پانی ہی نباتات کا سبب ہے اور اگر دماغ انسانی کی خصوصیت ہے تو خاصیت علاوہ
گیاس کے مسلم ہے عجب کہ اس فرقہ کی جہالت سے بدیہی اقرار و انکار جمع ہوجاتا ہے اور خود اسکو شعور نہین ہوتا مثلاً کہتا ہے کہ جو چیز خلاف عادت
پیدا ہو وہ اشیاے خارجی کا اثر ہے پھر جب کہو کہ اثر و قوت امر مسلم ہے تو انکار کرے اور مرنج فہم کے واسطے قدر کفایت اسیقدر بیان کردیے کہ اس فرقہ جاہل کے اوہام
رد کرنے کے لیے ہر عاقل صدہا نظائر نکال سکتا ہے اور خوب جان رکھنا چاہیے کہ جن اوہام پر شیطانی تسلط ہے وہ خلاف عقل بہت سے وہمیات کو جو بدیہی نہو وہ باطل
ہین اسطرح قبول کرتے ہین کہ جیسے اہل عقل امور حق کو لیتے ہین اور شاید حکمت بالغہ الٰہیہ یہی ہے کہ اہل حق کو نور عقل و فراست سے ہر وہم باطل گویا آئینہ کی طرح نظر
آتا ہے تو فوراً اسکو پہچان جاتے ہین اور اہل باطل چونکہ عقل سے بے نصیب ہین تو انکے لیے امر عقل بدریافت کرنیکا کوئی ذریعہ نہین کیونکہ وہ فقط عقل ہے جو انمین معدوم ہے
لامحالہ وہ انکی سمجھ مین ہرگز نہ آویگا اور وہمی ادراک کا ذریعہ خود قوی موجود ہے تو ضرور یہی انکی سمجھ مین سماویگا کیا نہین دیکھتے ہو کہ جاہل گنوار سے جب مسلمات بیان کیے
جاوین تو مرغوب طور پر جلد ادراک کرتا ہے اور اگر دقائق حکمت سے توجہ کرو تو وہ اسکو مہمل جانتا ہے کیونکہ ادراک سے عاجز ہے۔ یہی حال ان تمام کفار مشرکین کے واسطے
خاصہ لازم ہے کیونکہ اللہ تعالے نے آدمی کو مادی جسم و قوی سے اور روحی نور عقل ملکی سے مرکب فرما کر دار دنیا و آخرت مین مختار کیا اور ہر ایک کے واسطے لوازم
خاص ہین پس اگر اسنے آخرت کو اختیار کیا اور ایمان لایا تو اسکے لوازم سے نور عقل ہے جس سے وہ اپنے مقام کے سامان مہیا کرسکے یعنے معرفت و فہم صفات و حقائق قدرت
و حکمت افعال وغیر ذلک تاکہ طاعت ظاہری و باطنی سے اپنا مقام معمور کرے اور اگر اسنے دنیا اختیار کی تو اسکے لوازم سے یہ ہے کہ وہ راہ جس سے نور عقل ظہور کرے
مہر کردی گئی اور اوہام و مادیات حواس و شہوات جسم کا دروازہ کھولدیا گیا تاکہ دنیا دنی کی آرائش و اسکے اعتقادات اوہامی مین راسخ ہو اور زینت دنیا کی طرف
راغب ہوکر ہمہ تن اسکے لیے ساعی ہو اور بذریعہ قوت حواس کے اسکی تدبیرات مین کامل ہو تاکہ وہ اپنے دار جہنم کے اسباب جمع کرسکے لہذا جو شخص ازلی کافر ہے وہ
اپنے حواس مین کیسا ہی ہوشیار و فائق ہو غیر ممکن ہے کہ امور عقل و معارف مین سے جو راہ آخرت سے ہین کوئی بھی جان سکے اسواسطے کہ ضرور انکا ادراک بذریعہ عقل
ہوگا جس سے یہ محروم ہے پس یہ مغالطہ نہو کہ وہ بڑا عاقل ہے مین پہلے بھی تنبیہ کرچکا ہون کہ یہ حواس کی تیزی و تدبیر کو عقل کہتے ہین کیونکہ کفار کو سوا اسکے کبھی عقل کا ظہور ہی

نہیں ہوتا کہ وہ امتیاز کرتا اسی وجہ سے وہ بدبیں ہو رجنکو ضعیف مومن سمجھ جائیگا وہ بڑے ہوشیار کافر کو بھی سمجھ مین نہ آوینگے اور معلوم ہو چکا کہ وہ بیچارہ معذور ہے اگرچہ وہ دنیا اختیار کرکے اس حالت پر پہونچنے مین بدبخت ہے۔ اس تنبیہ سے مقصود یہ ہے کہ اکثر عوام وسوسۂ شیطانی سے مشتبہ ہوجاتے ہین کہ فلان شخص یا فلان قوم باوجود اس دانائی کے جب امور حق سے منکر ہے تو کیا باعث ہے اور یہ معلوم نہیں کہ حالت مذکورہ وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی اور نص صریح مین ہے کہ یہ تمام دنیا اگر اللہ تعالے کے نزدیک مچھر کے پر برابر قدر رکھتی ہوتی تو کافر کو اسمین گھونٹ بھر پانی نہ ملتا۔ اور حدیث مین ہے کہ تم متنبہ ہوکر سنو کہ یہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا مین ہے سب ملعون ہے لیکن یاد الٰہی عزوجل اور عالم و علم سیکھنے والا اسمین نہیں ہین۔ منجملہ اوہام کفار کے یہ مسئلہ ہے کہ زمین کی خشکی ایک خفیف چٹ ہے اور اسکے گرد کھاری سمندر عمیق بدرجہا کثیر زائد بھرے ہین پھر بھی یہ چٹ اس مین نہیں گلتی ہے اور نہ پانی کسی جانب بہجاتا ہے۔ کافر یہی کہتا ہے کہ وہ چکراتی ہے تو سوکھ جاتی ہے اور پانی بھی چکر کر ٹھیرا رہتا ہے۔ استغفر اللہ عزوجل کافرون کی جہالت بھی مضحکہ ہے۔ تم تعجب نہیں کرتے کہ یہ بدبخت کیسے اس باطل وہم کو دل سے مانتا ہے اور قدرت حق عزوجل ماننے سے جانور کی طرح دم اٹھا کر بھاگتا ہے اور اسکا بطلان مدلل سابق مین بیان کردیا ہے۔ جیسے آثار قدرت حق سے یہ ہے کہ خشکی مین آب شیرین خوشگوار ودیعت ہے اور پاس ہی متصل سمندر شور تلخ کہ ہرگز دونون مین اتصال نہیں ہوتا کما قال تعالیٰ ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا۔ یعنے یہ آب شیرین خوشگوار ہے اور یہ شور تلخ ہے اور حق عزوجل نے انکے درمیان مین برزخ وپردہ ممنوع کردیا۔ اور بکثر آیات ہین بس یہ عجائب قدرت خالق جل شانہ سے ہے۔ جو کافرون کی سمجھ مین نہیں آتی ہے جب تجھے معلوم ہو چکا کہ عالم بے انتہا اور غیر محسوس ہین اور جانور حواس کے گیاس نہیں ہین اور صنعت خالق عزوجل غیر متناہی ہے تو جن وانسان کا اختلاط ملائکہ کے بھی نظیر قوی وجسم ہے اور کچھ بھی اوہام باطلہ کو یہان گنجائش نہیں ہے اور کسی چیز کا نظر نہ آنا اور جسم کے ذریعے دریافت نہونا ہرگز اسکی دلیل نہیں کہ وہ کچھ چیز نہیں ہے چنانچہ تحقیق سابق سے معلوم ہو چکا۔

**روایت** ۔ ہے کہ جب جن نے بمقتضائے طبع شرارت کے فساد کیا تو اللہ تعالے نے بذریعہ ملائکہ کے انکو پہاڑون وجزائر مین منتشر کردیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت اسرائیلی مین شاید تحقیق یہ ہے کہ اصل مین ملائکہ نے انکو برزخ سے مجبور کیا اور غالبا انکے مواکز ان جبال وجزائر مین رکھے اور یہ مراد نہیں کہ اس زمین معمورہ سے خارج کردیا کیونکہ صحاح احادیث مین مکہ و مدینہ و نصیبین وغیرہ کے جنون کا ذکر ہے اور وارد ہوا کہ یہ پاخانہ کے مقامات خبائث کے حاضر ہونے کے مقامات ہین اور وارد ہوا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے اور اپنے لشکرون کو روانہ کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ قوم یہود سے ہوگا اور اسکے والدین کا حلیہ اور سابق ولاحق آثار بتلائے اور بہت مفصل طور سے آگاہ فرمایا تھا۔ ناگاہ بعد عرصہ کے یہود مدینہ مین ایک لڑکا ہوا جسکے عجائب حالات تھے اور اسکے والدین کا حلیہ واسکے حالات مطابق فرمان رسالت تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو مشاہدہ اعجاز کے بعد اس طفل کی نسبت جو ابن الصائد کہلاتا تھا غالب یہی گمان ہے اور عجیب نکتہ یہ ہے کہ آپ نے ایک حدیث مین مکاشفات نبوت جو وحی ہوتے ہین فرمایا ہے کہ مین نے خانہ کعبہ کے گرد موسیٰ وعیسیٰ وغیرہم کو طواف کرتے دیکھا اور دجال کو بھی طواف کرتے دیکھا۔ پھر دیکھو کہ یہی ابن الصائد جب بالغ ہوا تو اسنے حج بھی کیا اور راہ مین حضرت ابو سعید سے بہت شکایت کرتا کہ مین لوگون کی بدگمانی سے عاجز ہو کر چاہتا ہون کہ گلا گھونٹ مرون۔ اور تمام حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر مین یہ احادیث اپنے مواقع پر وارد ہونگی یہان اسی قدر اشارہ پر اکتفا کیا جاوے۔ بالجملہ مقدورات آلٰہی عزوجل ہو دجال و کفار وغیرہ کی نسبت اسی طرح علم ازلی مین جیسے مومنون کے حق مین ہین اور تمام عالم عجائب ملک وملکوت سے مالامال ہے لیکن فرقہ گیاس پر افسوس ہے کہ وہ شیطانی فرقہ مین بھی قید مادی اوہام مین مقید ہین کہ عجائبات سحر وطلسم وغیرہ سے بھی محروم ہین اگرچہ کفر کی طرح یہ امور کفریہ بھی مذموم ہین۔ روایت ہے کہ بعد خلقت آدم علیہ السلام کے دس پشت تک توحید الٰہی عزوجل جاری رہی پھر لوگون نے دنیاوی تزئینات کی جانب توجہ کی تو اپنے حق مین خود نفرت کرکے اپنے نیک بزرگون کو یاد کرتے آخر انکے نام دروازہ مسجد پر لکھے تاکہ جب دیکھین تو شرم کرین لیکن وہ مٹ جانے کے قریب تھے تو پچھلی پشتون نے

تصاویر بنائین تاکہ یادگار رہون - شاید اسوقت تصویر بنانا حرام نہوگا - باوجود اسکے اس بدعت کا انجام آخری اقوام مین یہ ہوا کہ انھون نے غرض اصلی چھوڑکر ان تصاویر کو نیک و بد کا فاعل بناکر تعظیم و تکریم سے آخر پرستش تک نوبت پہونچائی اور مواقع تفسیر مین آویگا کہ ہرقل شاہ روم کے پاس ایک صندوق تصاویر انبیا علیہم السلام تھا جسکی نسبت انھنے دعوی کیا کہ یہ حضرت آدمؑ کے وقت سے متوارث ہے اگرچہ محتمل ہے کہ سابق زمانہ مین یہی ہو لیکن بالضرور اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر مبارک بالکل ہو بہو مطابق تھی اور نیز اکثر علماء نصاریٰ کے پاس موجود تھی اور یہ آثار بھی مؤید ہین - اور غرض اس تصویر سے امور دیگر تھے برخلاف اس زمانہ کے جہال کے جو محض خوبصورتی تصاویر دیکھتے ہین اسواسطے کہ ایک پتی جو قدرت حق عزوجل سے موجود ہے ایسی بے مثل ہے کہ دفتر معرفت اسکی تہ مین چھپا ہوا ہے وہ حقیقت ہے مگر اقوام کفر اسے غافل ہوکر اپنے ہاتھ سے بے معنے تصویر پر فریفتہ ہوتے ہین جیسے طفل نادان اصلیات پھل پھول چھوڑکر اور اسکی حکمت سے منہ موڑکر کاغذ کے نقلی پھول و مٹی کے کھلونون سے کھیلتا ہے اور جسنے یہ غفلت حرام اختیار کی اور لوگون کے واسطے اس غفلت کا دروازہ کھول دیا وہ فساد حقیقی مین پورا ہے - روایت - ہے کہ جب عوام ان تصاویر سے گمان نفع و ضرر جاکر شرک مین مبتلا ہوے تو اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو دعوت توحید کے لیے بھیجا چنانچہ قرآن مجید مین آویگا پھر حضرت ہود و صالح و ابراہیم و لوط و یونس و اسمعیل و اسحق و یعقوب و یوسف و موسی و ہارون و یوشع و حزقیل و الیاس و داود و سلیمان و زکریا و عیسی و یحیی علیہم السلام بکثرت انبیاء عرب و شام و مصر و مضافات مین مبعوث ہوے جنکی تعداد صریح کسی نص صحیح مین منقول نہین ہے وقد قال تعالی وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر - یعنے کوئی قریہ نہین مگر اسمین شرک و کفر سے خوف دلانے والا گذر رہا ہے - اور واضح ہو کہ بنو اسرائیل مین اللہ تعالے نے یعقوب علیہ السلام کی بارہ اولاد مین سے ہر فرزند کی نسل مین ایسی کثرت عطا کی کہ بارہ اسباط مانند قبائل اولاد اسمعیل علیہ السلام کے تمام ملک شام و مصر وغیرہ مین پھیل گئے اور ہر سبط کے اندر اللہ تعالے نے ایک ہی وقت جدا جدا پیغمبر بعد موسی علیہ السلام کے مبعوث فرمایا بلکہ ہر سبط مین متعدد پیغمبر قریہ در قریہ مبعوث کیے اور یہ سب انکی نصیحت و امور مشاجرت مین حکم دیتے لیکن سب اسی کتاب توریت کے پابند تھے جو اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی اور برابر اسکی حفاظت کرتے کما قال تعالی یحکم بہا النبیون الآیۃ - یہانتک بنی اسرائیل کے قلوب سخت ہوے کہ دنیاوی فسق و فجور مین مبتلا ہوکر احکام شرع متین سے منہ موڑا اور انبیا علیہم السلام کی فرمانبرداری چھوڑی بلکہ ایک فریق نے جو علم دین کا راغب ہوتا تھا واقعات کی صورتین بناکر احکام پوچھے مثلاً اگر ایسا واقع ہو تو کیا حکم ہے اور اگر مثلاً تانبے مین نمک ملایا جاوے تو کیا حکم ہے اور مانند اسکے بکثرت سوالات کیے پھر احکام نبوت سے اختلاف کیا بلکہ جو واقعہ درحقیقت واقع ہوتا اسمین بھی یہانتک کرید کرتے کہ وہ حکم سخت ہوجاتا تھا چنانچہ سورۂ بقرہ مین انکی قلت معرفت سے بخوبی تنبیہ حاصل ہوگی اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہوا کہ لوگون کے حق مین وہ شخص بہت مضر ہے کہ ایک چیز اصلی اباحت پر حق عزوجل کی رحمت سے مباح تھی پھر اسکے سوال و پوچھ گچھ کرنے سے حرام کردی گئی حضرت ابن عباسؓ وغیرہ صحابہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کامل المعرفۃ اکابر تھے کہ انھون نے صرف بارہ سوال پوچھے وہ کل قرآن مجید مین نازل فرمائے گئے اور حدیث مبارک مین وارد ہے کہ اگلون کی ہلاکت و بربادی اسی جہت سے ہوگئی کہ انھون نے اپنے انبیا علیہم السلام سے بکثرت سوالات کیے پھر انسے اختلاف کیا - بالجملہ حق عزوجل نے روے زمین کی تمام اقوام مین شرک و کفر سے منع کرنے والا اور اسکا عذاب سنانے والا بھیجا ہے جنکی تعداد صرف علم الٰہی عزوجل مین منحصر ہے اور ممکن ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو لیکن ہم لوگون تک کوئی صحیح روایت قطعی نہین پہونچی اور نہ ہم کو اسکی کوئی ضرورت ہے بلکہ اعتقاد تو یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جو کوئی پیغمبر مبعوث فرمایا اور جو کچھ اسپر نازل کیا سب حق ہے اور ہم سب پر ایمان لائے خواہ قرآن مجید مین انکا ذکر ہوا ہو یا نہو کیونکہ آیت مین صریح ہے کہ انبیا علیہم السلام مین سے بعض کو ذکر فرمایا اور بعض کو نہین - پھر جاننا چاہیے کہ جنکو اللہ تعالے نے ذکر فرمایا ہے انکا وجود بذریعہ دلائل کے اسی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے جسطرح مترجم نے اوپر ذکر کیے لیکن حضرت عیسی علیہ السلام و یحیی علیہ السلام ایک ہی عصر مین تھے اور حضرت عیسی مانند موسیٰ کے اور یحیی مانند ہارون علیہم السلام کے تھے اور اسی وقت

سے توریت کے بعض احکام منسوخ ہوئے لیکن یہود نے حمیت وتعصب سے توریت کا نسخ نہایت ناگوار کلمہ جانا غیر ازینکہ موجودہ کتب انجیل و توریت کے ترجمون مین ہے کہ توریت مین پیغمبر آخر الزمان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات موجود ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب وہ قید خانہ مین تھے پوچھا کہ تم وہی ہو تو انکار کیا اور بعض مین ہے کہ میرے بعد سرخ اونٹ کا سوار پیغمبر آویگا کہ وہ اپنی زبان شریعت سے ٹھیک کرنا فرمانون کو آگ مین ڈالیگا اور بعض مین ہے کہ مین اسکی جوتی کا تسمہ باندھنے کے لائق نہیں ہون۔ مترجم نے تفسیر ثقات علما و اولیاء اللہ صالحین سے بھی روایات سے متعدد مقامات پر بھی روایات بشارات کا ایک نسخہ وغیرہ ذکر کیا ہے۔ ہر چند کہ قاطع برہان و معجزات ظاہرہ قرآن کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے لیکن ابتدا مین اکثر اس نور سے منور نہیں ہوتے تو انکی استقامت قلوب کے لیے یہ امور از قبیل حکمت ہین کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالے نے قصص انبیا علیہم السلام نازل فرمانے مین حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تثبیت القلب فرمایا ہے۔ اور یہ خوب یاد رکھو کہ حق تعالے نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بعض امور خاص امتیاز فرمائے ہین جیسے آپکو خاتم المرسلین علیہ السلام فرمایا اسیطرح آپکو خود ہی تعلیم فرمایا اور آپ کی وحی مین کتاب وغیرہ کا نازل مرتبہ نہیں رکھا بلکہ نزول القلب سے وحی بھیجی اور یہ سابق توریت وانجیل کی بشارت عظیمہ مین مذکور ہے بلکہ مانند روایات مذکورہ بالا کے تصریح ہے کہ اس عظیم الشان پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان شریعت ہوگی۔ اور تصدیق اسکی حدیث الحج مین ہے یعنے جب آپ نے آیت حج تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ ہر سال ہے آپنے جواب نہ دیا پھر اسنے تین مرتبہ سوال کیا تو آخر مین فرمایا کہ نہیں اور فرمایا کہ اگر مین کہہ دیتا کہ ہان تو تم پر ہر سال فرض ہوجاتا اور اداکرتے اسیطرح دوسری حدیث مبارک مین صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد کیا کہ جب تک مین تمکو چھوڑون تم مجھے چھوڑو یعنے پوچھو مت پھر جب تمکو حکم دون تو جہانتک ممکن ہو بجالاؤ یعنے قصور واختلاف مت کیجیو اور جب تمکو کسی امر سے منع کرون تو باز رہو۔ اسیسے علما رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ ممانعات سے باز رہنا اصل ضروری ہے۔ بالجملہ کمال وصول قرب سے زبان مبارک عین شریعت تھی اور واضح ہو کہ اسکے یہ معنے ہرگز مت سمجھو کہ آپ جو اپنی خواہش سے چاہے وہ حکم دیتے تھے جاشا و حاشا یہ سمجھنا جہل معرفت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آپکی ذات مبارک مین ارادت بشری کا وجود باقی نہ تھا تو آپ کی جبلت پاک عین ارادت حق عزوجل تھی اسیواسطے حق تعالے نے فرمایا۔ وما ینطق عن الھوی۔ وہ اپنی ارادت سے کوئی بات نہیں بولتا۔ ان ھو الا وحی یوحی۔ اسکی بات سوائے وحی کے کچھ نہیں ہے پس آپ جو کچھ شریعت ارشاد فرماتے تھے وہ عین وحی الٰہی عزوجل ہوتی تھی اور یہان اہل المعرفۃ سمجھتے ہین کہ یہ مقام نہایت ہی بلند ہے کہ قطب وغوث وغیرہ اکابر اولیا اس مقام کے سمجھنے مین کمال تدقیق رکھتے ہین کیونکہ یہ مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معرفت مین آتا تھا اور دوسرونکو یہان مجال کوتاہ ہے پھر بھلا ہم لوگ عوام اس مقام عالی متعالی کو کیا سمجھ سکتے ہین۔ پھر واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے اہل انعام کے چار مراتب کیے جنکی راہ پر ثابت رہنے کے لیے ہم لوگون کو پانچون وقت نماز مین دل سے دعا مانگنے کا حکم ہے بقولہ تعالیٰ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ یعنے ہمکو انکی راہ ہدایت فرما جن پر تونے انعام فرمایا ہے۔ اہل انعام چار مراتب ہین بقولہ تعالیٰ اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ اول انبیا دوم صدیقین سوم شہدا و چہارم صالحین ہین اور انھین صالحین مین مراتب غوث قطب وابدال و اوتاد وغیرہ معروف ہین تو صاحب عقل خود سمجھ سکتا ہے کہ انتہائے مرتبہ صالحین سے اوپر ابتدائے مرتبہ شہدا شروع ہوتا ہے اور انتہائے مرتبہ شہدا پر ابتدائے مرتبہ صدیقین ہے پس صدیق کے واسطے شہادت کچھ کمال نہیں اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ شہید نہوئے اور باقی عشرہ مبشرہ وغیرہم سب شہید ہوئے اور انتہائے مرتبہ صدیقین سے اوپر ابتدائے مرتبہ نبوت ہے اور واضح ہو کہ ہر نبوت جس درجہ پر ہو اسکے مناسب شان سے ماتحت مراتب صدیق و شہدا و صالحین ہونگے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین ہین تو آپ کے امتی صدیق و شہید وغیرہ جمیع انبیا علیہم السلام کے صدیقین وغیرہ سے افضل ہین اور واضح ہو کہ ایمان بندہ کا فعل قلب ہے جیسے کفر کافر کا فعل قلبی ہے اور جبر نہیں اور خود اختیاری

بھی نہین کیونکہ بالاجماع کوئی اپنے افعال سے پیغمبر نہین ہو سکتا لقولہ تعالیٰ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ یعنے اللہ تعالے اپنے ہی علم پاک
سے جانتا ہے جہان وہ رسالت رکھتا ہے اور اسی طرح اہل ایمان کے حق مین فرمایا۔ ماکان لنفس ان تومن الا باذن اللہ۔ یعنے کسی کو یقین پیدا
کرنے کی لیاقت نہین مگر باذن اللہ تعالیٰ۔" پس خوب سمجھ لو کہ معرفت کی مقادیر جو بین نعمت عظمی ہین اللہ تعالیٰ نے ہی اپنی تقدیر سے قلوب کے واسطے
مقدر فرمائی اور وہ افعال طاعت ومعصیت کی بنا پر نہین ہے تم نہین دیکھتے کہ نبوت تو ازل سے ثابت ہے چنانچہ حدیث صحیح مشہور مین ہے کہ میرے واسطے نبوت
خاتم النبیین اسوقت ہو چکی تھی کہ آدم ہنوز آب و گل مین تھے یعنے جسم آدم کا وجود بھی نہوا تھا اسی طرح مراتب باقیہ مین بھی افعال پر مرتبہ مبنی نہین ہے بلکہ مرتبہ
کے موافق افعال سرزد ہوتے ہین تو اصل یہ ہے کہ اللہ تعالی ہر بندہ کی مقدار انعام ومعرفت کو اسکے دل پر نازل فرماتا ہے پھر بندہ کا دل شکر کے ساتھ اس
نعمت کو قبول کرتا ہے اسیواسطے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو خطاب صدیق عطا ہوا اور ہنوز افعال کے واسطے زمانہ دراز باقی تھا اور اسی جہت سے
جن لوگون نے اپنی فہم ناقص کے موافق صحابہ رضی اللہ عنہم مین افعال کی راہ سے اپنی شناخت لگانی شروع کی وہ خلط وخبط مین پڑ گئے اور انکی سمجھ مین
نہ آیا کہ کون افضل ہے اور یہ بربنائے قلت معرفت ہے اگرچہ وہ شخص بڑا منطقی محقق مشہور ہو۔ اور اہل المعرفۃ سمجھتے ہین کہ افعال کا نور وقبول بقدر معرفت
ہوتا ہے سو انکی دو رکعت ہین تیری صد ہزار۔ بلکہ کبھی یہ لاکھ انکی دو رکعت سے برابر نہین ہو سکتی ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ صحیح مشہور حدیث مین تنبیہ
فرمائی کہ کبھی میرے اصحاب کے بارہ مین زبان درازی مت کیجیو کہ اگر تم اس جوف آسمان وزمین بھر کے سونا خیرات کرو تو انکے آدھ سیر آرد جو کے برابر نہین
پہونچیگا۔" سبحان اللہ جب یہ کیفیت مالی صدقات مین ہو تو معرفتی طاعات مین بھلا کس کی مجال ہے کہ انکی دو رکعت کے برابر اپنی لاکھون برس کی عمر کی شب وروز
عبادت کو لاوے۔ ارے ناسمجھ اسکا یہی بھید ہے کہ وہ حصہ انعام ومقدار اکرام جو خالق جل جلالہ نے انکو عطا کی بھلا سکا کروروان حصہ تو کہان سے لاویگا پھر تیری جڑ سے
جو پھل نمودار ہوا وہ کہان اور انکے پاؤن کی گرد کہان۔ مگر جب معرفت نہو تو حواس بیچارہ کیا کرے۔ اب جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدا سے
ظہور نبوت جسکی شان عالی انتہائے مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھی جاوے۔ ابتدائے بطور معارف ملکوت تھی حتی کہ آپکا خواب مثل سپیدہ صبح کے
نمودار ہوتا تھا۔ شاید واللہ اعلم وہ مقادیر جو ملکوتیات سے بحکم قضا جاری ہونے والے تھے آپکو معائنہ ہو جاتے تھے حتی کہ آپنے بیداری مین انوار
دیکھنے شروع کیے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکی شرح مین زبان اہل معرفت اسوجہ سے لرزتی ہے کہ جہان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھنے کی ضرورت ہے تو دوسری کو
کی مجال کہان ہے پھر مترجم بیچارہ کو نقل کرنے مین بھی خوف ہے لیکن اللہ تعالے سے عفو ومغفرت کی درخواست کے بعد بصورت نفع اہل ایمان تاکہ نعمت عظمی کی
قدر کرین بعض کلمات لکھے جاتے ہین درحق سبحانہ تعالے عفو فرماوے اور مترجم اہل ایمان سے درخواست کرتا ہے کہ ان مقامات کی فہم بلکہ کروڑوین نمونہ کی
نظیر کی فہم کے لیے اپنے نور روح سے مدد لین اور اسکے لیے حق عزوجل کی بارگاہ عزت مین درخواست کرین تاکہ جو ظہور لائق شان حضرت سید عالم صلی اللہ
علیہ وسلم تھا اسکو ہرگز اپنے نفوس پر بلکہ اولیا بلکہ صدیقین کے نفوس پر قیاس نکرین بلکہ وہ ظہور مختص بشان مقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تھا پھر بعد چھ ماہ کے
نزول وحی عظمی ہوا۔ وحی کا درجہ وشان بھلا کون بیان کر سکتا ہے لیکن وحی کرامت تو صفات فعلیہ بارگاہ عظمت جل سلطانہ سے ہے۔ یہان نور فراست
کی ایک روایت ذکر کرتا ہون۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت وخلافت مین لوگ حاضر تھے کہ اتنے مین ایک شخص آئے بعد اسکے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
نے خشمناک ہو کر عام طور پر خطاب کیا کہ لوگو کیا حال ہے کہ تم مین سے بعض آدمی یہان اسطرح آتا ہے کہ اسکی آنکھون سے زنا ٹپکتا ہے پھر اگر باز نہ آوین تو آئندہ مین
درے مارونگا۔ حال یہ تھا کہ ایک شخص نے راستہ مین ایک اجنبیہ عورت کو مکرر نظر شہوت سے دیکھا تھا۔ جب لوگ رخصت ہو گئے تو اسنے بعد توبہ کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
کی خدمت مین عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ اے امیر المؤمنین کیا اب بھی وحی آتی ہے آپنے فرمایا کہ وحی اب غیر ممکن ہے لیکن اللہ تعالے اپنے بندون مین سے جسکو
چاہتا ہے فراست عطا فرماتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعد وحی اول کے دو برس چھ ماہ تک وحی ملتوی رہی پھر قولہ تعالے۔ یا ایھا المدثر قم فانذر الآیات

کا نزول ہو کر متواتر وحی آنے لگی۔ اور حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری و حضرت ابوبکر و علی و بلال وغیرہم رضی اللہ عنہم ایمان لاتے گئے اور حق تعالے نے جو انعام
خاص کے مقادیر ہر ایک کے لیے رکھے تھے وہ ہر ایک کو عطا ہوتے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جس کسی پر ایمان پیش کیا تو اسکو کچھ سوچ ہوا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ بغیر
تفکر کے فوراً ایمان لائے (الصحیح) گویا اسوجہ سے کہ پیغمبر کے درجہ سے صدیقیت ملاصق ہے تو معرفت میں کچھ بھی تفکر نہ تھا۔ روایت ہے کہ اہل عراق نے جب بعض ملاحدہ
کے بہکانے سے دین میں بدعت اختیار کی اور گمان باندھا کہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا بھی یہی حال ہے حالانکہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ
کچھ بھی نہ دیا۔ پھر انہیں سے ایک شخص بخدمت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حاضر ہو کر اپنے زعم باطل کے موافق کہنے لگا کہ آپ ابوبکر کے بارہ میں کیا کہتے
ہیں آپ نے فرمایا کہ تو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت پوچھتا ہے وہ کہنے لگا کہ ہیں آپ انکو صدیق کہتے ہیں پس آپ اٹھ بیٹھے اور قبلہ رخ ہو کر فرمانے لگے کہ ہاں
بہت ہی خوب صدیق ہیں ہاں بہت ہی خوب صدیق ہیں ہاں بہت ہی خوب صدیق ہیں اللہ تعالی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو صدیق کہا اب
جو کوئی انکو صدیق نہ کہے اللہ تعالی اسکو ایمان میں سچا نکرے اس کلمہ بددعا کو تین مرتبہ مکرر فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ دیکھو یہ شخص جسنے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ کو پوچھا تھا وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا دشمن نہ تھا بلکہ مفسد نے اسکی جہالت میں جمادیا تھا کہ انھوں نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کو بعض
حقوق نہیں دیے ہیں بھلا اسپر تو حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اسقدر غضب و غصہ ظاہر فرمایا پھر ان روافض سے آپ کسقدر بیزار ہونگے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عداوت
باندھتے ہیں اور میں نے تو یہ ایک نمونہ لکھدیا حالانکہ جمیع اہل بیت سے اسکے مانند روایات متواترہ ہیں اور سخت تعجب بیان دو طرح ہے اول یہ کہ حضرت حق سبحانہ و تعالے
کی شان پاک علیم خبیر ہے اسقدر جاہل ہیں کہ انہوں نے صدیق اکبر خطاب عطا فرمایا اور تمام عرب و عجم لاکھوں کروروں کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا
صدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتلایا اور اللہ تعالے ہی سے دین کا غالب کرنے والا تھا مگر اس جاہل کے نزدیک برابر تقیہ رہا اور غایۃ بھی تقیہ کے طور پر ہوا
اور تمام اعجاز کا اثر کرامت سب تقیہ ہی پر ہوا یہانتک کہ تمام ملکوں میں اسلام پھیل گیا اور قدرت میں وہی تقیہ و خوف رہا نعوذ باللہ من ذلک
اور کیونکر تمام امت کے واسطے یہ ضلالت موافق زعم باطل خوارج و روافض کے روا ہو سکتی تھی۔ دوم یہ کہ متواتر کروروں عرب و عجم بزمانہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے آخر خلافت حقہ تک برابر ان حضرات کی صدیقیت و عظمت صحابیت پر متفق تھے اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی بیعت میں جہاد
کر کے فریضہ الٰہی ادا کرتے رہے پھر کیونکر ان خوارج و روافض نے اپنے زعم فاسد پر متواتر قطعی سے منہ موڑا اور کسطرح رسالت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر
بہتان باندھا کہ حضرت موسی و عیسی وغیرہ علیہم السلام انبیاء اولوالعزم کے اصحاب تو جم غفیر کئی قرون تک برابر بکمال ہدایت پر رہے حالانکہ ان گمراہوں نے
باغواء شیطان مان لیا کہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ و علیہم اجمعین کے اصحاب سب منافق و گمراہ تھے نعوذ باللہ من ذلک اسواسطے کہ یہ لوگ صرف
گنتی کے چند آدمیوں کو جنکی تعداد پچاس تک بھی نہیں پہونچتی ہے ہدایت پر رکھا اور باقی سب کو گمراہ سمجھا اور یہ سوائے جہالت کفریہ کے کچھ اور ہے کہ متواتر
اجماع نصوص قرآن و احادیث سب قطعیات بدیہیات کو چھوڑ کر اپنے ظنون و اوہام کو جو وساوس شیطانیہ ہیں اعتقاد بنالیا۔ مترجم نے درمیان میں
اس بحث کو صرف اسواسطے بیان کیا کہ اہل عقل کو لازم ہے کہ جسوقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اسوقت کا نقشہ و کیفیت و عرب کے
حالات پیش نظر رکھیں تاکہ اسکے فضائل و درجات صحابہ رضی اللہ عنہم وانکے لیے مثل مراتب عالیات مثل آفتاب کے ظاہر ہوں اور قطعاً یقین ہو کہ
انکے فضائل و درجات کا ایک شمہ بھی حاصل ہونا بعد انکے طبقہ کے محالات سے ہے۔ واضح ہو کہ ملک عرب تمام ایسے اقوام و قبائل سے آباد تھا کہ جنمیں
اولاد سام بن نوح اصلی عرب تھے اور اولاد اسمعیل علیہ السلام بھی اصل عرب میں شمار ہو گئے اور یہ سب مختلف بتوں کی پرستش کرتے اور بالکل علم دین
سے جاہل مگر شجاع و دلیر و صدق و عہد و امانت کی حقیقت میں معروف و مشہور تھے جو زبان سے کہتے وہی کرتے تھے اور خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے اور
تمام قبائل قریش اس خانہ پاک کے متولی و مجاور اور اسی جہت سے عرب میں ممتاز تھے اور یہ سب اولاد اسمعیل علیہ السلام ہیں اور

ف قول مترجم روافض کا [illegible] بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

الله تعالے نے اس زمانہ مین قدرت کاملہ سے یہ ظہور رکھا تھا کہ خانۂ کعبہ مین جسنے کچھ بھی بے ادبی کی وہ فوراً ابتلاے مصیبت ہوتا تھا چنانچہ پارۂ اکیس کی تفسیر مین فی الجملہ بیان آویگا اور عرب چونکہ ملک ریگستان و خارزار ہے صرف مدار السماء یعنے بارش کے پانی پر انکی بسر اوقات تھی وہ بھی جا بجا خفیف برستا تھا لہذا مختلف قبائل عرب جو ایک دو اکی ولاد ہوتے تھے اپنے مویشی و بالون کے خیمہ لیے ہوے جس میدان یا وادی یا پہاڑ مین چرائی پاتے وہین چند روز بسر کرتے پھر وہان سے دوسری جگہ جاتے اور موٹا اناج قلیل میسر آتا وہ بھی سیری کے لیے کافی نہ تھا حتی کہ اولاد کو بخوف آنکہ یہ بھی ہمارے منھ کا نوالہ بانٹنے والا پیدا ہوا ہے بے رحمی سے قتل کر ڈالتے اور جب کسی گروہ کو کمزور دیکھتے تو چھاپہ مار کر لوٹ لیتے اور دوسرا گروہ جو انسے زبردست ہوتا وہ انکو لوٹ لیجاتا اگرچہ یہ لوگ چچا کی اولاد یا قرابتی کیون نہون اسواسطے کہ جب اپنی ہی اولاد سول بخت کر لیا تو دوسرون کا کیا خیال ہوگا اور پانی وہی جو غارون و گڈھون مین بھر جاتا وہی انکے لیے خوشگوار تھا اور وہ بھی کو سونے بہ مشکل میسر ہوتا تھا۔ لڑکیون کو ہندوستانی چھتریون کی طرح حمیت مین مار ڈالتے اور بجاے پیشاب کے لیے پتھرون پر کفایت تھی بارہا کسی قوم و قبیلہ کے اونٹ بہکانے پر باہم قبائل مین رن پڑ جاتا کہ پشتہا پشت طرفین سے ہزارون لاکھون قتل ہوتے اور طرفین سے فصاحت و بلاغت شاعری کے قصائد بہادری نظم ہوتے اور زبان شل تلوار کے کام دیتی اور یہ فن انھین انکی فصیح زبان خلقی سے خداداد تھا کیونکہ دنیا مین کوئی زبان نہین کہ چ پ ژ گ ک ٹ ڈ ڑ ٹھ ڈھ ڑھ وغیرہ حروف مکروہ و طبائع ثقیل سے خالی ہو سواے زبان عرب کے۔ اور ہر قبیلہ اپنے بتون کے آگے سر جھکاے تھا اور جنون و بھوتون کی منت مانتے بلکہ جہان کہین کوئی خوبصورت پتھر پاتے اسکو پرستش کے لیے معبود بناتے۔ بے علم وحشی جاہل۔ نہ انمین کوئی شاہ ہو نہ رعیت کا قانون۔ نہ طرز تمدن اور نہ ترکیب معیشت۔ قوی انمین ہر کمی سے ضعیف گروہ کو برباد کرتا اور جان و مال ہر حال مین غیر محفوظ و مصئون تھا۔ سواے رجب و ذوالقعدہ و ذی الحجہ و محرم کے کہ چار ماہ حرام مین صدق عہد کے ساتھ بخوف جہان چاہو جاو۔ علم کتاب و شریعت کا انھون نے گویا نام بھی نہین سنا تھا۔ ملک یمن مین البتہ کچھ واقف تھے اور انمین بسبب تعلقات ایرانی شاہان مجوس کے فی الجملہ معرفت علمی آگئی تھی اور انھین حمیر و غسان مین بادشاہ بھی ہوگئے اور اس زمانہ مین پرویز کسری فارس کی طرف سے باذان صوبہ یمن کا حاکم تھا چنانچہ آخر خود مع اولاد صحابی ہوگیا حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ولادت شریف تک ہمیشہ نوع انسانی مین سے اشرف فرقہ مین رکھا حتی کہ قریش مین سے عبد المطلب کو اشرف کیا اور انکے دس بیٹون مین سے عبد اللہ کو جو آپ کے والد ماجد تھے خوبصورت و اشرف ممتاز کیا۔ روایت ہے کہ جب ابرہہ بادشاہ مع ہاتھیون کے خانہ کعبہ گرانے کے لیے چڑھ آیا اور قریش خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے پر آمادہ ہوے تو عبد المطلب انکو لیکر مع جماعت و اولاد کے کوہ ثبیر پر چڑھے کہ ناگاہ نور نکلکر خانہ کعبہ تک منتہی ہوا ظاہر وہ نور حضرت عبد اللہ کی پیشانی سے تھا تو آپنے تسکین دی اور خود دلیری کے ساتھ مع اولاد کے ابرہہ کے پاس گئے وہ انکی ہیبت سے فوراً تخت سے نیچے اُترا اور تعظیم و تکریم پاس بٹھلایا اور ادب سے کہنے لگا کہ آپ کیا فرماتے ہین آپنے کہا کہ تیرے آدمی ناحق میرے اونٹ پکڑ لائے ہین اسنے فوراً حکم دیا کہ سب حاضر لاؤ اور آپ رخصت ہونے لگے تو اسنے کہا کہ مجھکو آپسے ایسی ہیبت معلوم ہوئی کہ اگر آپ فرماتے کہ خانۂ کعبہ ڈھانے کو منع کرتا آپنے فرمایا کہ مجھے اسکی کچھ ضرورت نہین بلکہ اس خانہ کا ایک رب ہے کہ وہ خود اسکی حفاظت فرماتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب ابرہہ مع لشکر کے اس ارادہ سے چلا تو اللہ تعالے نے طیرا ابابیل کو بھیجا جسنے کنکریون سے تباہ کر دیا۔ صحاح مین ایک صحابی سے روایت ہے جن سے پوچھا گیا تھا کہ آپ بڑے ہین یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اس عبارت کو ناگوار سمجھکر فرمایا کہ بزرگی و بڑائی تو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے منحصر ہے اور میرا سن البتہ آپسے اسقدر زیادہ ہے کہ مینے طیر ابابیل کے بیٹ کو اخضر محیل دیکھا ہے" مترجم کہتا ہے کہ ظاہراً چار پانچ برس عمر زیادہ ہوگی کیونکہ عام الفیل ہی کے آخر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے تمام عالم پر رحمت عظیم کا ظہور ہوا ہے (**تنبیہ**) ہونے اس سال واقعہ عجیب کا نام **عام الفیل** رکھا ہے۔ اس زمانہ مین بعضے کور باطن احمق اس واقعہ سے انکار کرتے ہین اور یہ بھی عجب ہے کہ اس احمق کو اتنی سمجھ نہین ہے کہ کروڑون عرب سن واقعہ کے شاہد چشم دید ہین اور

اللہ تعالے نے قرآن میں قولہ تعالی الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل - نازل فرمایا کہ تیرے اصحاب الفیل کو اس طرح طیرا ابابیل سے بھس ڈالا جیسے
جانور کی جگالی کا چبایا ہوا بھس ہوتا ہے - اور یہ برابر اب تک کروڑوں عرب سے متواتر ہو کر سینکڑوں برس سے چلا آیا - اگر نعوذ باللہ یہ نہ ہوتا تو عرب و دیگر
اقوام یہود و نصاری و مجوس جو عرب میں آباد تھے سب قرآن پاک میں لا ریب فیہ - پر اعتراض کرتے لیکن وہ لوگ باوجود کفر و شرک کے ایسے ناپاک
شرمناک کلام سے اپنے آپ کو رسوا کرنا نچاہتے تھے کہ صریح آفتاب سے انکار کر کے بدنام جھوٹے کہلاویں اور لوگ ان پر تھوکیں - کیونکہ متواترات محسوسات تو ایسی
ہیں گویا آج وقوع ہوا - صحیح الاسناد روایات میں ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے ایام حمل کی کچھ گرانی نہ پائی - اور خواب دیکھا کہ مجھ سے ایک نور ظاہر ہوا کہ جس سے
ملک شام تک مکانات روشن ہو گئے - مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارت ہے کہ بعد نبوت کے خلافت نبوت کے بعد جو سلطنت نبوت ہوتی ہے اسکا مستقر ملک شام ہے چنانچہ
توریت وغیرہ اگلی کتابوں کی بشارات میں ہے کہ منزل ولادت حضرت خاتم النبیین مقام تہامہ فاران اور وطن ہجرت مقام طیبہ اور انکا ملک عظیم
شام ہوگا" عام الفیل ماہ ربیع الاول بروز دوشنبہ وقت طلوع صبح صادق کے اس نور کامل رحمۃ للعالمین نے ظہور فرمایا اور اہتمام قدرت رب العزت ارحم الراحمین
جل جلالہ سے اس رات مبارک میں گبران فارس کی آگ جو ہزار سال سے کبھی نہیں بجھی تھی فوراً سرد ہو گئی اور تمام بت سرنگون ہو گئے تھے اور ستارے ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ حرم مکہ سے لٹکے آتے ہیں گویا زمین پر گر آویں گے سبحان اللہ تعالی - گویا اجازت مانگتے تھے کہ قدمبوس ہوں اللھم صل علی سیدنا
فی الدنیا والاخرۃ مولانا محمد رسولک وحبیبک افضل الانبیاء والمرسلین خیر الخلائق اجمعین وعلی الہ واصحابہ وذریاتہ
وجمیع الانبیاء والمرسلین اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین - اس رات کسری فارس کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے جسکو لوگ
اسوقت میں روئے زمین پر سب سے بڑا بادشاہ کہتے تھے - اور واضح ہو کہ اگر مترجم جمیع معجزات و کرامات کو لکھنا چاہے تو بلا مبالغہ کچھ شک نہیں کہ مجلد عظیم ہو جاوے
اور خود تفسیر میں اپنے اپنے موقع پر بکثرت معجزات مذکور ہیں جنکو اہل شوق خود ہر مقام سے چنکر جمع کر سکتے ہیں اور اسوقت تو مختصر بیان کرنا مقصود ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز پیدا نہیں ہوئے تھے کہ آپکے والد ماجد سفر شام سے واپس ہوتے وقت مدینہ میں اپنے ماموں کے یہاں بیمار ہو کے ٹھہرے اور وہیں انتقال
فرمایا - بعد ولادت کے آپنے سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا پھر ثویبہ نے جسکو ابولہب نے بوقت بشارت تولد کے آزاد کیا تھا دودھ پلایا
پھر قوم بنی سعد کی سات عورتیں بوجہ قحط کے قریش کے بچے لینے آئیں تاکہ اپنے یہاں لیجاویں جب دودھ چھڑا کر لاویں تو نقد جنس انعام پاویں لیکن آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو یتیم سمجھکر سبنے تامل کیا سوائے حضرت حلیمہ سعدیہ کے کہ انھوں نے حسن صورت و قبول سیرت پر فریفتہ ہو کر لے لیا اور اسقدر برکات نصیب ہوئیں کہ تمام قوم
رشک کرتی تھی چنانچہ اول تو حلیمہ کی سواری نہایت لاغر و سست تھی جب حلیمہ آپکو لے چلیں تو ناگاہ وہ مادہ خر اسقدر خوش رفتار ہو گئی کہ سب سے آگے
جاتی تھی اور حلیمہ کی بکریاں نہایت فربہ و آسودہ آتی تھیں تو قوم والے اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ہماری بکریاں قحط سے اسقدر لاغر و کمزور ہیں تم بھی
وہاں چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں - آپنے کبھی کپڑے پر پیخانہ پیشاب نہیں کیا بلکہ اوقات مقرر تھے اور کبھی بائیں چھاتی کا دودھ نہ پیا بلکہ حلیمہ کے
بچہ کیلیے چھوڑ دیتے تھے اور بدن مبارک کبھی برہنہ نہ ہوتا بلکہ فرشتے چھپاتے تھے - ابن عباس رض سے روایت ہے کہ چاند آپکے اشارہ سے جھک جاتا اور بہلایا کرتا تھا
صابونی نے کہا کہ اس روایت کی اسناد خوب ہے - مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اس روایت میں اسوجہ سے تردد کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو تمام طائف بلکہ عرب میں مشتہر
ہو جاتا - میں کہتا ہوں کہ یہ خیال باطل اس بنا پر پیدا ہوا کہ اشیائے عالم محض بے اختیار سے متغیر ہوا کرتی ہیں اور ہماری نظر سے ادراک میں آتی ہیں
حالانکہ بکثرت برابر مشاہدہ جاری ہے کہ ساحروں بلکہ اہل شعبدہ کی حرکات کا ادراک نہیں ہوتا ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام مع جماعت اولاد کے موجود تھے پھر جو
ہوا پیراہن یوسف علیہ السلام کی بشارت لائی وہ فقط یعقوب علیہ السلام کو محسوس ہوئی اور باقی لوگ محروم رہے اور یہ منجملہ اسرار لطیف ہے اور ہرگز تجھے
جہلائے نیچری کی گمراہی میں اپنی بربادی نکرنی چاہیے کیونکہ یہ لوگ مثل جانوروں کے سوائے خور و نوش کے کوئی قابلیت انسانی نہیں رکھتے بلکہ جانوروں سے بدتر ہیں بس ؟

جب امام صابونی نے روایت کے اسناد کو حسن کہا اور تحقیق اسرار مین کوئی دغدغہ نہین تو تردید بخیال باطل نہین جائز ہے جب آپ کسی قدر بڑے ہوے تو اپنے بھائی رضاعی کے ساتھ جنگل کو بکریان چرانے تشریف لے جاتے ایک روز تشریف لے گئے تو پسر حلیمہ کو گھر بھیجا اتنے مین دو باز سفید اڑے جاتے تھے دونون دیکھنے لگے کہ ناگاہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہو بہو یہ وہی تو ہے۔ دوسرے نے کہا کہ ہان۔ پس وہ نون اور تڑپے تو بصورت انسانی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دبوچ کر سینہ مبارک چاک کر ڈالا۔ پسر حلیمہ بے اختیار روتا ہوا اپنی مان کے پاس دوڑ گیا وہ نیک طور روتی ہوئی دوڑی تو آپ بہ غمگین بیٹھے تھے لیکن چہرہ مبارک متغیر تھا اور بیان فرمایا کہ دو فرشتون نے میرا سینہ چاک کر کے ایک سیاہ مادہ نکال پھینکا اور ذرہ عالم قدس سے بھر دیا ہے انکے دیکھے وہ اسیوقت درست ہو گئے حلیمہ رضی نے دیکھا کہ بیشک علامات موجود اور سینہ پر ٹانکون کے نشان ہین وہ نہایت متحیر ہو گئی اور آخر اپنے ساتھ لا کر مکہ مین آپ کی والدہ کو سپرد کیا اور یہ حال بیان کیا لیکن آپ کی والدہ ماجدہ کو کچھ تردد نہوا بلکہ فرمانے لگین کہ مین نے اس فرزند کے معاملہ مین ولادت کے وقت بہت عجائب دیکھے ہین (رواہ الدارمی) روایات صحیحہ سے معلوم ہوا کہ بعد اسکے دس برس کی عمر مین اور تیسری بار قبل نزول وحی کے اور چوتھی بار شب معراج مین جملہ چار بار سینہ مبارک شق کیا گیا ہے لہذا مزاج مبارک کبھی لہو ولعب اطفال کی جانب یا نوجوانون کی شہوات کی جانب مائل نہوا اور عین وحی الٰہی کے تحمل بلکہ آیات کبریٰ ملکوت کے دیکھنے والے ہوے اور آپ کو اس طریقہ شق الصدر سے عجائب قدرت کا شاہدہ کرا دیا کہ ہر ذرہ قبضہ قدرت الٰہیہ مین مسخر ہے۔ جب چھ برس کے ہوے تو والدہ ماجدہ نے مکہ و مدینہ کی راہ مین مقام ابوا مین انتقال فرمایا اور دادا عبد المطلب نے پرورش مین اپنی اولاد سے زیادہ جان نثاری فرمائی دو برس بعد عبد المطلب نے بھی وفات پائی اور آپکے چچا ابوطالب نے بکمال محبت وتکریم کفالت کی۔ ہنوز آپ پوری جوانی کو نہ پہونچے تھے کہ مکہ مین قحط شدید ہوا اور ابوطالب نے آپکو میدان حرم مین آگے کر کے اللہ تعالےٰ سے پانی کی دعا مانگی کہ ناگاہ ابر رحمت جوش مین آیا اور اسقدر پانی برسا کہ تمام ساحل سیراب ہو گیا۔ اور تمام قریش آپ کی طلعت مبارک کے شکر گزار ہوے اور برابر آپ کے اخلاق کریمہ وشمائل حمیدہ پر فریفتہ تھے اور آپ صدق وامانت ودیانت مین آیت الٰہی عز وجل تھے حتی کہ قریش مین صادق امین معروف تھے اور لوگ اپنی ودیعت آپ کے پاس رکھنے مین نہایت بے خطر تھے۔ اور مفلس ویتیم وراندون کی خبرگیری فرماتے ایک مرتبہ ابوجہل نے اعرابی کے اونٹ خریدے اور اسکو دھوکا دیا کہ مین دام دے چکا ہون اس غریب نے فریاد کی تو آپ اسکے ساتھ تشریف لے گئے وہ لعین نہایت تند ہو کر کہنے لگا کہ مجبر چاہتی بنکر آئے ہو اور آپ کے سامنے آگیا ناگاہ لوگون نے دیکھا کہ وہ اٹھا بھاگا اور کہنے لگا کہ مین ابھی دام دیتا ہون۔ لوگون نے اُس سے پوچھا تو اسنے کہا کہ مجھے نظر آیا کہ ایک اژدہا منہ پھاڑ کر مجبر دوڑا۔ روایت ہے کہ قریب جوانی کے ابوطالب آپ کو کاروبار تجارت سکھلانے کی غرض سے جانب شام لے گئے سرحد شام مین داخل ہوے تو اتفاق سے بحیرا راہب کے صومعہ کے پاس قیام ہوا اور قوافل کا یہی دستور تھا۔ اُسنے صومعہ سے دیکھا کہ چٹ پٹ دھوپ مین ایک خوبصورت آدمی قطار شتر کو پانی پلا کر لاتا ہے اور ایک ابر رحمت اسپر سایہ کیے ہوے ساتھ ہے۔ گویا اللہ تعالےٰ نے اسکو شرف زیارت کرانا چاہا۔ وہ فوراً قافلہ کی طرف آیا اور اُسنے دیکھا کہ راہ کے کنکریان خود ہٹتی ہین قافلہ والون نے تعجب کیا کہ آج یہ راہب جو نصارائے شام مین معظم ومکرم ہے خلاف معمول ہم پر بہت مہربان ہوا جب آپ آئے تو اسنے سلام کیا اور نام ونشان پوچھکر کہا کہ یہان اسکا کوئی وارث ہے۔ لوگون نے ابوطالب کو خبر کی۔ اُسنے ابوطالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا یتیم ہے۔ کہا کہ ہان۔ پوچھا کہ باپ کا نام عبد اللہ تھا کہا کہ ہان۔ پوچھا کہ تم دادا ہو۔ کہا کہ نہین بلکہ اسنے کہا کہ چچا ہو۔ کہا کہ ہان۔ اُسنے سمجھایا کہ تم کو میرا صدق ظاہر ہو گیا۔ کہ مین نے کیونکر پہچانا اب تم میرا کہا مانو کہ انکو شام مین نہ لیجاؤ اور اس لڑکے کے واسطے ایک شان عظیم ہے۔ اور قافلہ کی ایک روز دعوت کی۔ ابوطالب نے تمام مال یہین فروخت کیا اور قدرت الٰہی سے بہت نفع پایا۔ دوسری مرتبہ پچیس سال کی عمر مین خود قریش کی ایک عورت بی بی خدیجہ کا مال لیکر تجارت کے لیے ملک شام کو تشریف لے گئے اور اس مرتبہ نسطورا راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانکر صاف تبلایا کہ یہی پیغمبر آخر الزمان ہین اور نصارائے شام ویہود برابر انکے بیان کی

روایات پر انکے منتظر ہین اور بہت سے متعصب انکے قتل پر آمادہ ہین اور وہ لوگ تمام راہون پر چھوڑے گئے ہین۔ اس مرتبہ بھی کرامات اعجازی بکثرت وقوع مین آئین اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپکو ابو طالب کے اصرار کے ساتھ میسرہ یا عامر بن فہیرہ کے ساتھ مکہ کو روانہ فرمایا۔ ناگاہ سات سرہنگ نصرانی جو اس راہ پر بیٹھے تھے عرب کے اس قافلہ تک پہونچے اور راہب موصوف نے انکو بعد آہستگی کے سمجھایا کہ تم اس خیال مین کیون سرگردان ہوا اپنے اپنے مقام کو لوٹ جاؤ کیونکہ جب اللہ تعالے کو منظور ہے کہ انکو اس آخری امت کا پیغمبر جلیل فرماوے تو بھلا تمھارے یا تمام عالم کی حرکات سے کبھی یہ امر مٹنے والا ہے حضرت خدیجہ رضی کا غلام میسرہ اس سفر مین آپکے ساتھ تھا اسنے بہت سی کرامات معجزات اپنی آنکھون دیکھے تھے تو جب وہ خدیجہ رضی کی خدمت مین آیا تو اسنے سب حال بیان کیا۔ خدیجہ رضی نے فرمایا کہ تو بیشک سچ کہتا ہے اسواسطے کہ جب تم لوگ مکہ مین داخل ہوے تو مینے بالاخانہ سے خود دیکھا تھا کہ آنحضرت پر پارۂ ابر سفید سایہ کیے تھا۔ میسرہ نے کہا کہ حضور تمام سفر مین یہی حال رہا ہے حضرت خدیجہ رضی نے نکاح کی خواہش کی جب ابو طالب آئے اور مطلع ہوے تو اعیان و اشراف قریش کو لیجا کر نکاح پڑھا۔ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی سے کئی لڑکے و لڑکیان ہوئین از انجملہ کل لڑکون نے انتقال کیا اور دو لڑکیان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح مین دین اور سب سے چھوٹی حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح مین دیا۔ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میری سابق اولاد جو آپسے پہلے شوہر سے تھی اسکا کیا حال ہے فرمایا کہ دوزخ مین ہے حضرت خدیجہ رضی بے اختیار رونے لگین آپنے فرمایا کہ کیون روتی ہے واللہ اگر تو انکی صورت دیکھے تو نہایت نفرت سے بھاگے۔ پوچھا کہ پھر جو اولاد کہ آپسے ہوئی ہے فرمایا کہ وہ سب جنت مین ہین۔ واضح ہو کہ حضرت خدیجہ رضی نے قبل ہجرت کے انتقال فرمایا۔ اور مدینہ مین ایک لڑکا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تولد ہوے اور بحالت رضاعت ہی مین انتقال فرمایا اور آپنے خبر دی کہ ابراہیم کے لیے جنت مین مرضعہ ہے جو اسکے ایام رضاعت کی تکمیل کرتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث بھی منجملہ اسرار ہے جسکو فہم عوام ادراک نہین کر سکتی پھر نزول وحی سے پانچ برس پہلے قریش نے خانہ کعبہ از سر نو تعمیر کیا اور حجر اسود رکھنے مین آپ کو حکم مانا چنانچہ آخر پارۂ اول مین آویگا۔ پھر قریب نزول الوحی کے تنہائی پسند فرماکر غار حرا مین ایام بسر کرتے پھر جب توشہ ختم ہوجاتا تو گھر آتے اور حضرت خدیجہ رضی دوبارہ توشہ تیار کر دیتی تھین پھر غار حرا مین تشریف لیجاتے آخر ربیع الاول بروز دوشنبہ وحی اقرأ باسم ربک تا ما لم یعلم۔ نازل ہوئی۔ آپکو وحی کی حلاوت عجیب پہونچی مگر تکلیف بدن بھی شدید ہوئی حتی کہ آپنے جان کا خوف کیا اور وحی منقطع ہو گئی حضرت خدیجہ رضی آپ کی زبان سے خوف جان سنکر پریشان ہوئین اور عرب مین کوئی علم نجانتا تھا سواے خدیجہ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے جو نصرانی ہو گئے تھے اور انجیل و توریت کو عربی مین ترجمہ کیا کرتے پس خدیجہ آپکو ورقہ کے پاس لے گئین اور ورقہ اس زمانہ مین بڑھاپے مین نابینا ہو چکے تھے پس کہا کہ اے چچا بیٹے چچیرے بھائی تم ذرا اپنے بھتیجے کا حال سنو چنانچہ ورقہ نے سب حال سنکر پہچانا اور آپسے کہا کہ تم اس زمانہ کے پیغمبر ہو اور یہ فرشتہ ناموس اکبر یعنے جبرئیل تھا اور عنقریب تمھاری قوم تمھاری دشمن ہوکر تمکو نکال دیگی۔ اور یونہی کفار اپنے پیغمبرون کے دشمن ہوتے آئے ہین۔ اے کاش مین اسوقت جوان ہوتا کہ جی بھر کے آپ کی مدد مین حاضر رہتا پھر چند ماہ کے بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ورقہ نے کتب سابقہ سے آپ کا ہجرت کرنا معلوم کیا تھا اور آپ کی تسکین کے لیے مدلل بیان کیا کہ یہ دستور پہلے سے چلا آیا ہے پھر دو برس چھ ماہ تک عجائبات کثیرہ ظہور مین آئے اور بعد اسکے دعوت اسلام کا حکم نازل ہوا بقولہ تعالی یا ایھا المدثر قم فانذر پس عورتون مین سب سے اول حضرت خدیجہ ایمان لائین اور آپ حضرت ابو بکر کیطرف چلے اور ادھر سے خود حضرت ابو بکر رضی آتے تھے پس جیسے ہی آپنے فرمایا فوراً حضرت ابو بکر رضی نے تصدیق کی اور ایمان لائے اور غلامون مین سے اول بلال رضی اور اطفال مین سب سے اول حضرت علی رضی جو آٹھ برس کے تھے ایمان لائے اور غلامان آزاد مین سے اول زید بن حارثہ جو آپکے آزاد کردہ تھے ایمان لائے پھر انکے بعد حضرت عثمان و سعد بن ابی وقاص و طلحہ

بن عبیداللہ

بن عبید اللہ و آپ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام و زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔ پھر وحی نازل ہوئی کہ تم جس بات کے رسول ہو اس کو اعلان سے دعوت کرو۔ جب کفار نے سنا کہ انکے بت کچھ چیز نہیں ہیں تو سخت دشمن ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی نے آپکے واسطے اپنی جان کو سپر کیا تھا تو عتبہ بن ربیعہ ملعون نے انکو ایسا تنگ کر ڈالا کہ تمام بدن زخم سے پھوڑا بنجاتا تھا اور بیہوشی طاری ہو گئی جب ہوش آیا تو اول انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر و عافیت پوچھی اور جب کہا گیا کہ ہاں آپ فلاں مکان میں ہیں تو شکر کیا۔ اسی مردود عتبہ کو حضرت حمزہ رضی نے بدر کے روز قتل کر ڈالا۔ حضرت بلال کو امیہ بن خلف نے جسکے غلام تھے سخت تکلیفات پہونچائیں اور گرم ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر پتھر دیکر دباتا تا حتی کہ بیہوش ہو جاتے اور وہ کمبخت لات و عزی و ہبل کا کلمہ پڑھواتا تا مگر حضرت بلال رضی کو جب ہوش آتا تو احد احد کہتے سبحان اللہ کیا اثر مبارک تھا کہ اس نور توحید میں پروانہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب فدا ہو گئے اور جان و مال کا مطلق ہوش نہ رہا۔ واہ کس رحمت کا ظہور تھا اسواے اب سو بار چلہ کشی سے بھی لاکھواں حصہ نصیب نہیں ہوتا ہے ع رنگین کہ کرد پنجۂ فرگانم این چنین + گوہر بجان کہ ریختہ ابدانم این چنین آخر اس ملعون امیہ ابن خلف نے بلال کو غلام خوار سمجھکر لونڈوں کے حوالہ کیا جو گلی در گلی مارتے پھرتے اور وہ بلال رضی وہی صبر سے احد احد پکارتے آخر حضرت ابوبکر رضی نے ابن خلف کو سمجھایا کہ اچھا فروخت کردے اُسنے طمع سے اپنے زعم میں کئی ہزار درم بے انتہا قیمت کہی۔ حضرت ابوبکر رضی نے فوراً قبول کر لیا کہ بیع ہو گئی۔ اب اسکو چارہ نہ رہا اور آپنے یہ مال کثیر دیکر بلال رضی کو خرید کر اس شرط سے آزاد کیا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کریں بلال رضی نے عرض کیا کہ یہ شرط میری جان کی عین مراد ہے اسی طرح حضرت ابوبکر رضی نے اور کئی لونڈی غلاموں کو جو اسلام لائے خرید کر آزاد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان نثاری میں تمام مال سے بخوشی خدمت کی حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات کے خطبہ میں فرمایا کہ مجھے کسیکے مال نے اتنا نفع نہ دیا جسقدر ابوبکر رضی کے مال نے مجھے نفع دیا اور کوئی نہیں رہا کہ میں نے اسکی مکافات نہ کی ہو سوا ابوبکر رضی کے کہ اللہ تعالے آخرت میں جزاے جمیل سے اسکی مکافات فرماویگا۔ اور اگر میں مخلوق میں سے کسیکو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی ہی کو خلیل بناتا و لیکن میں خلیل اللہ ہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ منزلت عظمی یعنے خلت بدون شرکت ہوتی ہے اور خوب غور کرو کہ یہ مرتبہ خاصہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے لیے نہایت اعلی ہے اور اللہ تعالے نے سورۂ والضحی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ اور سورۂ واللیل اذا یغشی میں حضرت ابوبکر الصدیق کی نسبت فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ۔ پس واے بر حال ان جہال کے جو معارف اسرار در کنار۔ ان نصوص آیات سے اندھے ہو کر اپنے نفس کی راہ میں ہلاک ہیں۔ بالجملہ کفار کی عداوت بڑھتی گئی اور بتوں کی محبت اسقدر انکے نفوس خبیثہ میں جمی کہ متواتر بات بات میں معجزات دیکھتے مگر ایمان نلاتے اور عاقل جانتا ہے کہ بتوں کی محبت کا صرف نام ہوتا ہے دراصل نفوس خبیثہ وساوس شیطان کو مانتے ہیں اور ظاہر میں بت یا عیسی کا نام رکھتے ہیں لیکن چونکہ نفس سے غافل ہیں تو انکو ادراک و شعور نہیں ہوتا اسیواسطے بعض سلف نے کہا کہ جسنے نفس کو پہچانا تو وہ رب عزوجل کو پہچان گیا اور یہ عجیب بھید ہے کہ جاننے والا بدیہی سمجھتا ہے اور نجاننے والا ہمیشہ انکار کریگا کہ مثلاً ہم مشک عیسی کی محبت میں پیا کرتے ہیں اور ہم مشک خلاق کی محبت کرتے ہیں حالانکہ قطعاً وہ غفلت نفس میں تاریک جسم کے اندر حیران ہے اور یہ صرف نفسانی تسویل شیطانی ہے لعاذ نا اللہ تعالی من ذلک۔ منجملہ معجزات کے یہ کہ عموماً قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے بہت خوف تھا چنانچہ آپ کی خدمت میں عتبہ بن ابی لہب جو پہلے آپ کا داماد تھا گستاخانہ کلمات کہے تو آپنے بددعا کی کہ الہی اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کردے۔ ابو لہب اسکو لیکر شام کی تجارت کو گیا ایک منزل میں نیستان تھا تو ابو لہب بولا کہ بھائی اس راہ سے مت چلو کیونکہ مجھے اپنے بیٹے عتبہ پر بددعاے مذکور کا خوف ہے لوگوں نے کہا کہ ارے ہم لوگ شیر کو تلوار سے ٹکڑے کرنے والے ہیں اور ہم عتبہ کو درمیان میں رکھینگے۔ چنانچہ رات کو تمام گونوں کا انبار لگا کر بیچ میں عتبہ کو سلایا اور سب طرف سے گھیر کر سوئے۔ رات میں شیر آیا اور عتبہ کا گلا چبا کر خون چوس گیا اور چلدیا۔ واضح ہو کہ خاص

اس طور پر مسلط کرکے ہلاک کرنے مین حجت پوری فرمائی ورنہ کوئی کتا چاڑ ڈالتا۔ کیونکہ وہ لوگ تمام معجزات کو سحر پر محمول کرتے اور یہان غیر ممکن ہی دوم قافلہ والون پر چلتے شیر پھاڑتا لیکن وہ تو مسلط تھا۔ باوجود ان معجزات کے پھر بھی یہ جہنمی لوگ سوائے تسویل شیطانی کے کسی طرح حق نہین قبول کرتے تھے اور یہ ہم لوگون کے لیے تنبیہ حق ہی کہ کمردرون کفار کی کثرت دیکھکر کبھی امر حق مین متردد نہون اور فرمان حق عزوجل یاد کرین کہ یہ لوگ اندھے بہرے گونگے ہین انکے قلوب پر راہ نور کی جانب مہر ہی تو جو ان جسم سے سوائے خطرات نفس و شیطان کے کچھ ادراک نہین کرسکتے ہین اور اسی طرح جو کوئی امر حق مین متردد ہو وہ بھی ہر باطن ہی نعوذ باللہ من ذلک۔ جب کافر روز بروز ظہور نور نبوت سے اپنے عیال و اطفال کو راغب دیکھا اور اہل جنت بلکہ یہ لوگ تو سردار اہل جنت ہین برابر ایمان لانے لگے تو جن شریر لوگون کے بیٹے ایمان لائے انھون نے انکے پائون مین لوہے کی بیڑیان ڈالکر قید کیا اور سب نے مجتمع ہوکر عہد کیا کہ بنو ہاشم سے نکاح بیاہ بلکہ خرید فروخت منقطع کردو اور قتال کرو حتی کہ ابوطالب آپکو لیکر مع بنی ہاشم و بنی المطلب کے شعب کوہ مین چلے گئے اور دو سال سے زیادہ وہان تکلیف اٹھائی اور تمام قریش نے عہد نامہ کو چاندی کی ڈبیا مین بند کرکے خانہ کعبہ مین لٹکایا آخر ابوطالب بہت عاجز ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب زمانہ ختم ہوا اور کیڑے نے سوائے نام الٰہی کے باقی سب عہد نامہ چاٹ لیا۔ ابوطالب اگرچہ ایمان نہین لائے لیکن آپ کی حمایت مین گرم رہے ابوطالب نے قریش کو آگاہ کیا اور کہا کہ اگر یہ سچ نہو تو ہم محمد کو تمھارے حوالہ کرینگے۔ قریش نے منظور کیا اور نکالا تو عہد نامہ بالکل کیڑا کھا گیا لیکن نام الٰہی اسیطرح محفوظ تھا پس قریش نے پھر اپنا قول پورا کیا اور باہم خلط ملط ہوگیا پھر اسکے چند روز بعد ابوطالب نے انتقال کیا اور ہرچند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی کی کہ ایک مرتبہ کلمہ توحید کہدے لیکن بار بار ابوجہل وغیرہ کہتے کہ ابوطالب کیا تم یہ عار گوارا کروگے کہ باپ دادے کا دین چھوڑ دو آخر ابوطالب نے کہا کہ ای بھتیجے قریش میرے پیچھے طعنہ دینگے کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا ورنہ مین تیری آنکھین ٹھنڈی کرتا اور کہا کہ ہان مین عبد المطلب کی ملت پر مرتا ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روتے ہوے باہر آئے اتنے مین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ آپکا گمراہ چچا مر گیا آپ نے کہا کہ جاکر اسکو گاڑ دے اور جب واپس آئے تو نہانیکا حکم دیا اور بہت روئے اور چاہا کہ استغفار کرین مگر ممانعت ہوئی چنانچہ تفسیر مین آویگا۔ اور اسی سال حضرت خدیجہؓ نے انتقال کیا قریش کفار برابر آزار دینے مین حد سے بڑھتے جاتے حتی کہ ابوجہل نے ایک روز آپ سے گستاخی کی اور آپ مکان پر غمگین تھے کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب شکار سے آئے اور حال معلوم کرکے فوراً پھرے اور ابوجہل ملعون کے کمان زور سے ماری وہ بھاگ کر نکل گیا۔ اور ظاہر اسکے بعد خود ایمان لائے اہل ایمان روز روز کی ایذا کفار سے تنگ ہوکر ہجرت پر آمادہ تھے کیونکہ اسوقت قتال کا حکم نہ تھا اور کفار برابر انکو ذلیل و خوار بناتے اور اکثر خفیہ رہتے تھے اور انتالیس آدمیون کا شمار پہونچا تھا کہ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی اسلام کو عمر بن الخطاب یا ابوجہل سے عزت دے۔ ابوجہل کا نام لیا اور اسکی کنیت ابوالحکم تھی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل سے ٹھیک کیا۔ یہ دعا اللہ تعالے نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق مین قبول فرمائی اور دوسرے روز حضرت عمرؓ ایمان لائے درحالیکہ آپ دار ارقم مین تھے صحیح بخاری مین حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ جس دن حضرت عمرؓ ایمان لائے اسدن سے ہم لوگ برابر عزت مین ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ کفار فجار باطل لات وعزی کی پرستش علانیہ کرتے ہین اور ہم وحدہ لاشریک کی بندگی کیون خفیہ کرین۔ اور اسیوقت سب کو ساتھ لیکر مسجد الحرام مین آئے اسوقت ایک جماعت قریش موجود تھی حضرت عمرؓ نے ڈانٹا کہ جسکو اس تلوار کی دھار دیکھنا ہو وہ متعرض ہو اسی طرح جس دن جانب مدینہ ہجرت کی اسدن بھی کفار قریش کو ڈانٹا کہ جسکو اپنی جورو بیوہ کرنا اور بچہ یتیم کرنا منظور ہو وہ متعرض ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ چاند نے آسمان سے نزول کیا اور جانب مدینہ روانہ ہوا اور ستارے اسکے گرد ہین پھر جانب مکہ اس شان سے آیا کہ اسکے گرد ستارون کا ہجوم کثیر ہوا اور مکہ کے تمام گھر اسکے نور سے کم و بیش روشن ہورہے ہین پھر جانب مدینہ روانہ ہوکر عائشہؓ کے حجرہ مین زیر زمین غروب ہوگیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس صحیح خواب کی صحیح تاویل کی ہے

امور معلوم کر لیے از انجملہ ہجرت ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کی عمر چھ برس سے کچھ کم تھی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ صدیقہ رضؓ سے
فرمایا کہ مین نے خواب مین فرشتہ کو دیکھا کہ پارۂ حریر سفید پر تصویر لیے ہے۔ مین نے پوچھا تو فرمایا کہ یہ آپ کی زوجہ دنیا و آخرت مین ہے تب مین نے اس
قطعہ حریر کو کھولا تو دیکھا کہ وہ تو یہی ہو۔ حضرت صدیقہ نے عرض کیا کہ اگر اللہ تعالے کی مشیت ہوگی تو اسی طرح واقع ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ
اس عمر مین بیوا نائی۔ بہت نادر ہے اور کیون نہین کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ زوجہ ہونا بھی شان عظیم ہے۔ حدیث کمال فضیلت
حضرت ام المومنین عائشہ رضؓ سورۂ آل عمران مین آویگی۔ قال المترجم پھر واضح ہو کہ اہل الکفر کی ایذا رسانی روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور کفار فجار کمزور
مومنون کو خصوصًا و سب کو عمومًا لعن و طعن برملا کرتے و ہر طرف سے بیدین و قاطع رحم و باپ دادون سے منحرف و قوم کا دشمن وغیرہ کلمات لا یعنے کہتے
اور اہل اسلام ہر طرح کی جانی و مالی و بھوک ۔ پیاس کی تکالیف اُٹھاتے اور ہر طرف سے عجیب ناگوار مکروہات کا سامنا تھا پس اگر نور معرفت کا ظہور
و تجلی نہوتی تو یہ مصائب شدیدہ برداشت کرنا سخت دشوار بلکہ غیر ممکن تھا اسیواسطے جب حضرت عمار بن یاسر وغیرہ صحابہ کبار
سے بعض تابعین نے عرض کیا کہ آپ نے زمانۂ حضوری پایا اور ہم محروم رہے اگر ہم ہوتے تو اسطرح جان و مال ندا کرتے ۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ
ناخوش ہوے اور فرمایا کہ تم جس عافیت مین ہو غنیمت سمجھکر اسکا شکر کرو کہ وہ سخت محنت کا زمانہ تھا ۔ ہر طرف سے وحشتناک آوازین تھین ۔ دین
و وحی و رسالت کا نام کبھی نہین سنا گیا تھا ۔ تمام زمانہ مخالف تھا آج تم پیدا ہوتے ہی ہر طرف سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آوازین سنتے ہو ۔ تم کیا جانو
کہ اگر تم اسوقت ہوتے تو کس جانب ہوتے اور اس حیرت ناک وقت مین ساتھ دیتے ۔ مترجم کہتا ہے کہ بہت خوب فرمایا اور یہ درحقیقت اسوقت کی
موجودہ کیفیت و حالت کا نقشہ بغیر کھینچے اس خیال کو اپنے نفس مین لاتے ہین اور اگر وہ حالت و قوم کی جہالت و ایذاؤن کی شدت کو سہولت کے
ساتھ ذہن مین لاتے تو اپنے نفس کو اسسے بدرجہا ہیچ سمجھتے کہ جو دعوی کرتے ہین اور مترجم کو ان روایات حضرت عمار رضی اللہ عنہ وغیرہم سے وقوف
ہونے سے پہلے بنظر اپنے مکائد نفس کے خود خیال آتا کہ مین ہرگز اس قابل نہ تھا بلکہ یہ شان انہین حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے منحصر تھی پھر جب
ان روایات سے وقوف ہوا تو مین نے شکر الٰہی عز و جل ادا کیا اور اس اصل عظیم کو دفع اوہام شیطانیہ خراج و رفض مین انشاء اللہ تعالے بہت کفایت ہے
الحاصل کفار قریش کی عداوت بڑھتی گئی اور حق عز و جل نے اہل ایمان کو بھی وہ نور معرفت عطا کیا اور سرتاپا منور کر دیا کہ ان پر ہر ایذا آسان ہوگئی
اور مانند پروانہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار تھے اور اس درمیان مین معراج شریف واقع ہوئی اور یہ بھی حکم ہوا کہ آپ اسکو اعلان سے بیان فرمادین
ابو جہل وغیرہ ملعونون نے اسکو مضحکہ بنایا اور بعضے کچے باطن جو اسلام کی جانب سمجھا بجھا کر راغب کیے گئے تھے یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اصدق الصحابہ
سے کہنے لگے کہ ہم تو آپ کے کہنے پر راغب ہوے تھے اور اب تو آپ کے صاحب یون معراج بیان کرتے ہین جو کسی قیاس مین نہ آوے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ
نے انسے فرمایا کہ ارے احمقو ہم تو تصدیق کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے ایک دم مین وحی آتی ہے تو اسمین کیا عجب ہوا کہ آپ خود تشریف
لے گئے لیکن یہ جاہل اپنے کافرون کے ساتھ مستحکم ہوگئے باوجودیکہ آپنے معجزات کثیرہ دکھلائے چنانچہ پارۂ پانزدہم سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرٰى ۔ کی
تفسیر مین مبسوط آویگا ۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو برکات معراج شریف سے بہت فضائل نصیب ہوے ۔ پھر ایام موسم حج مین شرفاے مدینہ کا ایک گروہ
آیا اور اُنھون نے جب آپکی دعوت اسلام سنی اور قرآن کی حلاوت پائی تو اسلام لاۓ اور کہنے لگے کہ واللہ یہ طلعت مبارک وہی پیغمبر آخر الزمان ہے جسکے
فضائل کو یہودی ہمسے بیان کیا کرتے اور ہمکو ڈراتے تھے کہ اسکا زمانہ آگیا ہے عنقریب ہم لوگ اسکے سایۂ حمایت مین تمکو قتل و خوار کرینگے ۔ دوسرے سال
گروہ عظیم آیا اور بیعت کرکے شرط کی کہ ہم حضور پر مع اصحاب کے جان و مال فدا کرینگے آپ ہمارے ساتھ چلین ۔ آپنے حکم الٰہی عز و جل کا انتظار بیان کرکے عذر کیا
اور ایک صحابی کو تعلیم کیلئے ساتھ کر دیا پھر کچھ صحابہ مانند حضرت عثمان مع زوجہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم

وغیرہم رضی اللہ عنہم کی جانب حبشہ ہجرت کر گئے تھے حتی کہ انکی برکات سے بادشاہ حبش مع جماعت کے مسلمان ہوگیا چنانچہ اسکا قصہ تفسیر مین انشاءاللہ تعالیٰ متفرق مقامات پر آویگا - اور اس درمیان مین کہ یکایک حکم ہجرت نازل ہوا - حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے سے اسکا سامان کر لیا تھا - اور تمام مال نقد سب آپ پر فدا کرنے کے لیے ذخیرہ کر لیا تھا - اسوقت عرض کیا کہ حضور کیا ابوبکر ساتھ کی اجازت پاتا ہے فرمایا کہ ہان - چنانچہ قصہ ہجرت مع فضائل وبرکات کے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ مین نصیب ہوئے ہین اپنے موقع پر آوینگے - اور درمیان سفر مین بکثرت معجزات عجیبہ ظاہر ہوے جو بیان ہونگے - اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بدبخت قریش پر افسوس کیا کہ عنقریب حکم جہاد نازل ہوگا اور گمان فرمایا کہ یہ قوم جو عرب مین اشرف مشہور تھی عنقریب نابود ہو جائیگی پھر حکم جہاد تو بیشک نازل ہوا لیکن حق تعالیٰ نے قریش مین سے ملعونون کو ہلاک کرکے باقیون کو اسلام عطا کر کے انکی خصلت وفاے عہد وامانت کو اپنی راہ مین صرف کرنے کی ایسی توفیق دی کہ انکی جانبازی وجہاد سے بر اعظم مین کلمہ حق بلند ہوگیا اور چونکہ ایک امت کی موت کا ضرور ایک وقت مقدر ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا طبقہ بھی آخر اپنی منزل مقصود کو جانے والا تھا آخر اللہ تعالےٰ نے انکو اپنی ہی راہ مین شہید کرا کے اٹھا لیا - حدیث طویل مین یہ بھی فرمایا کہ میرے اصحاب (مثل ستارون کے ہین) جب تک اس دنیا مین رہین میری امت کے واسطے امن ہے پھر جب چلے جاوینگے تو اس امت پر وعید متوجہ ہوگی جیسے آسمان کے ستارے جب ٹوٹینگے تو آسمان کا وہ وقت آویگا جو وعدہ دیا گیا ہے یعنے قیامت - بالجملہ جب آپ نے ہجرت کا حکم دیا تو کفار قریش نے معارضہ کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ جانب مدینہ روانہ ہوے اور تلوار کھینچکر مہیب آواز سے ڈانٹا کہ آج جسکو منظور ہو کہ اپنی زوجہ کو بیوہ اور اولاد کو یتیم کرے وہ سامنے آوے کفار نے ہیبت سے سکوت کیا اور یہ جماعت مدینہ پہونچ گئی پھر جس وقت حکم آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت صدیق رض کے روانہ ہوکر پہونچ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس جو ودائع وامانات قریش تھین ادا کر کے روانہ ہوکر پہونچ گئے اور حکم جہاد نازل ہوا - اسوقت انصار اہل مدینہ خود بحالت افلاس تھے اور جماعت مہاجرین رضی اللہ عنہم جو آپ کے ساتھ ہجرت کر گئے تھے اکثر بے مال تھے اور حق عزوجل نے اسی کامل معرفت وتجلی ایمانی پر انکے حق مین اہل ووطن ومال واولاد کے مفارقت کو آسان فرمایا تھا ورنہ امر نہایت دشوار ہے - اور قطعاً انمین سے کوئی بھی نفاق کا لگاؤ نہین رکھتا تھا اور یہ خود بدیہی ہے کہ اسوقت تو جان ہاتھ پر لیکر نکلنا ممکن تھا حتی کہ حضرت بلال وجناب عمار رضی اللہ عنہم کو بعد ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کفار نے پکڑکر اسقدر سخت اذیت دی کہ رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور سوائے مساعدت سعادت ونور معرفت کے برداشت کا طریقہ نظر نہین آتا پھر نواح مدینہ کے اعراب مین مانند ابن ابی ابن سلول وغیرہ مین جہاد کے خوف سے نفاق شروع ہوا - اور عبداللہ ابن السرح قریشی پہلے تو اسلام پر مدینہ گیا پھر مرتد ہوکر مکہ مین بھاگ آیا آخر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوگیا - پھر حکم جہاد کے بعد آپ نے صرف تین سو کے قریب آدمیون کو لیکر قافلہ قریش کا تعاقب کیا اور قافلہ آگاہ ہوکر راہ بدل کر ساحل کی طرف نکل گیا اور قریب ہزار جوان مسلح قریش مکہ سے نکلکر آپکے مقابل ہوگئے - سبحان اللہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا ایمان عجب کامل تھا کہ سب آپکے حکم پر آمادہ جہاد ہو گئے حالانکہ بہت سے بے عذر رہ وبغیر سامان تھے اور حق عزوجل نے بتمام معجزات سے قریش کے ابوجہل وعتبہ وغیرہ جماعت کثیر جہنمیون کو دار البوار بھیجدیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم صرف پانچ شہید ہوئے باقی صحابہ جو شوق شہادت مین بھرے ہوئے تھے مظفر منصور آپ کی رکاب مین جماعت کثیر قیدیان قریش کو لیے ہوے مدینہ واپس آئے چنانچہ تفسیر مین مفصل آویگا - امام ابو اسمعیل الازدی نے فتوح الشام مین باسناد صحیح روایت کی جس سے اس بارہ مین صحابہ رضی اللہ عنہم کی معرفت ظاہر ہوتی ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربارہ بیشمار لشکر نصاریٰ کے جو چار لاکھ سے زیادہ جرار فوج تھی مع کثیر جماعت کے جو نصرانیت کی حمایت کے لیے شامل ہوگئے تھے حالانکہ مسلمانون کا لشکر صرف تیس ہزار کے قریب تھا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو نفیس جواب خط لکھا ہے - اسمین یہ بھی تحریر فرمایا کہ "ہم لوگ اگر کفار سے

اپنی قوت کے بھروسے پر قتال کرتے تو ابتک کبھی کا انھون نے ہکو نابود کردیا ہوتا لیکن ہم تو اپنی طاقت وقوت سے بری ہوکر فقط اپنے
حق عزوجل کے حول وقوت پر لڑتے ہین۔ پھر اگر تم لوگ ان کفار بیشمار سے طاقت مقابلہ نہین رکھتے ہو تو ہمارا رب عزوجل جسکے بھروسے پر ہم لڑتے ہین
بالکل پر قادر قاہر محیط ہے۔ اور لکھا کہ یہ کفار فجار جو جناب باری عزوجل مین شرک کرتے ہین اللہ تعالے اُنسے بری ہے اور جس سے اللہ تعالی بری ہے
وہ ہیچ وخوار ہے اگرچہ وہ بیشمار ہو اور تم لوگ توحید الٰہی عزوجل پر مطیع وفرمانبردار ہو اور ہمارا رب عزیز ذو الجلال والاکرام ہمارے ساتھ ہے اور اللہ تعالے جسکے ساتھ ہے
وہ ہرگز قلیل نہین ہے۔ اور اہل ایمان مجاہدین کو تحریر فرمایا کہ اللہ تعالے کی حضوری مین جانبازی کے ساتھ ان اعداء اللہ پر شیرانہ حملہ کرو اور ہم لوگ
جان چکے ہین کہ تعین غالب ومنصور ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ عزوجل کہ ان حضرات ابرار خاصان بارگاہ ذو الجلال کے صدق ویقین وحسن ایمان ومعارف کا
اندازہ ہم لوگون کی طاقت سے باہر ہے۔ بالجملہ بعد اسکے غزوۂ احد واقع ہوا پھر غزوۂ خندق پھر آپ نے چھٹے سال ہجرت مین قریش کے ساتھ دس برس کے
قرار سے صلح کی پھر آپ نے خیبر یہود کو فتح کیا پھر قریش نے بدعہدی کی تو آپنے مکہ فتح کیا اور اعلان کردیا کہ آئندہ قیامت تک کسیکو مکہ مین قتال جائز نہین ہے
پھر ہوازن وغیرہ پر جہاد فرمایا پھر گروہ گروہ عرب داخل اسلام ہونے لگے پھر آپنے حجة الوداع فرمایا اور وہین سورۂ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی جو آپ کی
وفات شریف کا اشارہ ہے حتی کہ بعد حجة الوداع کے بارگاہ قرب مین رب رحیم کی جوار اکرم مین نزول قرار فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم
صل علی سیدنا ومولانا محمد رسولك وحبيبك خاتم النبيين وعلی لہ واصحابہ وجميع الانبياء والمرسلين وعباد اللہ الصالحين
اجمعين كما تحب وترضی ربنا وادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحين آمين يارب انت ارحم الراحمين واضح ہو کہ جب سورۂ مبارک
اذا جاء نصر اللہ مین يدخلون فی دين اللہ افواجا سے فوج فوج لوگونکا دین اسلام مین داخل ہونا اعلام فرمایا تو ساتھ ہی وحی خفی سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جیسے گروہا گروہ داخل ہوے اسیطرح گروہا گروہ خارج ہونگے۔ اس حدیث مبارک کا ظہور دو طرح محتمل ہے اول یہ کہ بعد وفات حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپکے خلیفہ ہوے اور یہ خلافت اجماعا قطعی حق ہے۔ تو آپ کی خلافت
مین اکثر قبائل عرب سواے اہل مکہ ومدینہ کے مرتد ہوگئے اور فرضیت زکوة سے انکار کیا حتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھین قلیل جماعت مہاجرین
وانصار سے اُنپر جہاد کیا اور حق عزوجل نے عجیب فتح ونصرت عطا فرمائی کہ چند ماہ مین یہ قبائل بیشمار مقہور ومطیع ہوگئے۔ گویا حق عزوجل نے ان لوگونکا
اور دونوں غم دیکھکر رحم عظیم فرمایا کہ اپنے نبی اکرم رحمة للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے سخت غمناک و یتیم ہو رہے تھے اور نبوت کی خلافت اور تمام جہان کو اسلام
کی دعوت انھین بزرگون کی جانبازی پر رکھی تھی پس فتح ونصرت کی کرامت عظیم دیدی اور یہ برابر فتوح شام وایران وغیرہ مین متواتر جاری رہی
جس سے دو باتین مین حق کے لیے حجت ہوگئین اول صریح حجت یہ کہ خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حق صریح ہے کہ معجزۂ پیغمبر کا نمونہ جنھے کرامت عطا ہوئی کیونکہ
ولی کی کرامت درحقیقت صدق پیغمبر کا معجزہ ہوتا ہے کیونکہ ولی نے اسکی پیروی سے یہ مرتبہ پایا کہ اللہ تعالی نے اسکے ہاتھ پر کرامت بھیجی۔ دوم یہ جہاد خالص
حق رضاے الٰہی عزوجل تھا حتی کہ اللہ تعالے نے تائیدات اعجازی سے نصرت فرمائی اسواسطے کہ تدبیرات بشری کا یہان کچھ بھی وجود نہ تھا مثلا بنو حنیفہ
قوم مسیلمہ کذاب ساٹھ ہزار کے قریب تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت چار ہزار سے بھی کم تھی اور اسیطرح بادشاہت مجوس ایران وبادشاہت
قیصر روم بہت زبردست سلطنتین تھین حالانکہ کیونکر ان حضرات روحانیین نے بنصرت الٰہی عزوجل انکو تہ وبالا کردیا۔ اب مین اصل مضمون کی طرف
رجوع کرتا ہون کہ حدیث کا محمل دوم یہ ہے کہ ایک جہ شاید یہ قومین ہون جو مرتد ہوگئین تھین حالانکہ آنحضرت صلعم کے حضور مین اطاعت کرلی تھی
لیکن مترجم کہتا ہے کہ یہ خوب موجہ نہین ہے اسواسطے کہ یہ لوگ فوراً عنقریب پھر فوج فوج تابع حق ہوگئے اور حدیث مبارک انکے خروج سے مشعر ہے۔ لہذا
وجہ دوم اصح ہے کہ یہ آخر زمانہ مین واقع ہوگا اور دوسری حدیث مین بھی آیا کہ قیامت قائم نہوگی یہانتک کہ میری امت کے قبائل مشرکون مین شامل

ہوجاوینگے ۔ قبائل یعنے گروہا گروہ اسلام سے بداعتقاد ہوکر دہریہ و نیچر وغیرہ ہوجاوین بلکہ اسلام مین معتزلہ وجہمیہ وروافض وخوارج وغیرہ بہت
ایسے فرقے ہین کہ حکم ظاہر اسلام مین اگرچہ انکی تکفیر نہ کیجاے جیسے ظاہر مین یزید وغیرہ کی تکفیر سے زبان خاموش رکھتے ہین ولیکن جب یہ لوگ اتباع نبوت
سے اسقدر دور ہوگئے اور پھٹ گئے تو عند اللہ تعالیٰ معلوم نہین کہ حساب آخرت مین انکا کیا حال ہے شاید بعض نہین بعض خارج از ایمان ہون واللہ تعالیٰ
اعلم بالصواب ۔ بالجملہ جس اعتقاد پر متواتر سلف صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم تھے وہ قطعی دلیل تواتر سے باطمینان تمام برحق ہے کیونکہ متواتر سواد اعظم کی دلیل
بدیہی حق ہے برخلاف خوارج وروافض وجہمیہ وغیرہ کے کہ یہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیان پھوٹ کر خارج ہوگئین اور انمین سے ہر ایک مدعی ہے کہ سلف اسی اعتقاد پر تھے
حالانکہ خوارج وروافض مین تناقض ہے تو لامحالہ ایک باطل ہے پھر انکا دعویٰ صریح غلط اسواسطے کہ متواتر بدیہی کے خلاف ہے اور جو متواتر سے مخالف ہو
وہ باطل ہے مثلاً متواتر ثابت ہے کہ موسیٰ پیغمبر بنی اسرائیل تھے پھر جو کوئی جماعت دعویٰ کرے کہ نہین بلکہ قبطی قوم مین سے فرعون کے فرزند تھے تو یہ قطعاً
باطل ہے ۔ پھر حق متواتر بدیہی مطمئن یہی سواد اعظم ہے جو سلف صالحین کے قدم بقدم طریق سنت پر ہے اور ان سب کا اعتقاد واحد اور قرآن وحدیث
انکی اصل واحد ہے پھر اللہ تعالے نے انہین علما برابر سلف سے مبعوث فرمائے جیسے بنی اسرائیل مین انبیا ہر قوم مین ہوتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی
متواتر ہے کہ مثلاً ابوہریرہؓ خواب سے پہلے وتر کو پڑھ لیتے کیونکہ آنحضرت صلعم نے انکو اسیطرح ارشاد کیا تھا اور دیگر اکابر بعد تہجد کے پڑھتے پس اعمال ثواب کو
قرآن وحدیث سے نکالکر جسطرح سنت معلوم ہو عمل کرو جبکہ تمہاری اصل یہی قرآن وسنت واحد ہے ہان اس زمانہ مین بعضے جاہل لوگ باہم تعصب
کرتے اور خلاف سلف کے چاہتے ہین کہ رحمت آلٰہی کو اہل اسلام پر ضیق کر کے صرف ایک ہی چال وطریقہ پر مجبور کرین تو یہ البتہ جہالت وباطل ہے اور انکی
جہالت سے اجماع اہل السنۃ والجماعت مین خلل نہین ہو سکتا ہے اسی وجہ سے حدیث مین آیا کہ میرے صحابہ مثل ستارون کے ہین تم جسکی اتباع کرو ہدایت پر قائم رہوگے
لہذا متاخرین متفق ہین کہ انکی اتباع کرنے والے علمائے مجتہدین مانند ابوحنیفہ ومالک وسفیان الثوری وشافعی واحمد وبخاری ومسلم وغیرہم سب اہل الحق ہین ۔ واضح ہو کہ
ایمان اصل نعمت ہے اور یہ اعمال واسطے تزکیہ وطہارت نفس کے ہین پس اعمال باطنہ واخلاق کریمہ تو طہارت تو اے باطن ہین اور اعمال ظاہرہ صوم وصلوٰۃ مع
نیات قلبی کے طہارت جسم وباطن مین پس ہر نیت خالصہ کے ساتھ جو عمل موافق سنت معلوم ہو یا بتلایا جاوے وہ رحمت آلٰہی عزوجل سے مفید تزکیہ نفس وطہارت قلب ہے
جب اسمین کمال طہارت حاصل ہوتی ہے جہان تک اسکی وسعت ہے تو انوار اسرار ظہور کرتے ہین اور اسیکو لوگ حقیقت وعلم باطن نام رکھتے ہین اسیواسطے مترجم
نے بعض اہل اسرار کے کلمات لکھدیے ہین اور جنکا نام مبارک ذکر ہوا انکا مختصر نشان مع بیان یہ ہے کہ امام شعرانی رحمہ نے لواقح الانوار مین لکھا کہ طریق تصوف
وراہ اولیاء اللہ بالکل قرآن وحدیث پر مبنی ہے اور اسمین عمل ظاہر وباطن بروجہ کمال اسطرح ہے کہ ہر دم کے خطرات نفس وواقعات وہمی ودھواجس سے
قلب کو محفوظ رکھے جسطرح کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور جو امور کہ ان بزرگون نے بیان کیے وہ جب ہی مذموم ہو سکتے
ہین کہ صریح قرآن یا حدیث یا اجماع سے خلاف واقع ہون اور جب مخالفت نہین تو انتہا درجہ یہی نکلا کہ یہ فہم نفیس وہ ہے جو قرآن وحدیث مین کسی
بشر کو عطا ہوئی پس جو چاہے اسپر عمل کرے اور جو چاہے باز رہے ۔ پھر واضح ہو کہ علم تصوف ایسے علم کا نام ہے جو اولیاء اللہ کے قلوب مین اُسوقت منکشف
ہوتا ہے جب موافق قرآن وحدیث کے ظاہر وباطن باخلاص تمام عمل کرنے سے انکے قلوب نور خاص سے منور ہوتے ہین پس تصوف تو شریعت پر
عمل کرنیکا نتیجہ ہے جبکہ عمل خالص بدون شائبہ نفس ہو پس جسنے دقیق نظر سے دیکھا وہ خوب جانتا ہے کہ علوم اولیا مین سے کوئی اشارہ ومعرفت ایسے
نہین جو علم شریعت سے خارج ہو حالانکہ شریعت ہی نے انکو اس درجہ عالی پر پہونچایا ہے ۔ شیخ جنیدؒ نے کہا کہ ہمارا علم تعلیم کتاب وسنت ہے ۔ انتہی ملخصاً
شیخ محی الدین بن العربیؒ نے فتوحات مکیہ مین لکھا کہ اس قوم کے علوم تک پہونچنے کا طریقہ یہ ہے کہ خالص ایمان کے ساتھ موافق سنت کے متقی ہو
قال تعالے ۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا الآیۃ اور فرمایا ۔ ولو ان اہل القریٰ امنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء ۔

دالارض الآیۃ - اور فرمایا واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ الآیۃ اور شک نہین کہ ایمان وتقوی کے نتیجہ مین جو علم وبرکت ورزق دیا وہ دو طرح ہے ایک تو اس جسم سے متعلق ہے جسکے ذریعہ سے اعمال صالحہ بجالاوے اور دوم روح سے متعلق ہے جو بعد موت کے باقی ہو اور دوم کی شرافت خود ظاہر ہے پس کوئی وجہ نہین کہ معارف سے انکار کیا جاوے - اور قرآن وحدیث مین یہ قوم جو اشارات بیان کرتے ہین انکو ظاہر سے تحریف وتحویل ست سمجھو کیونکہ ظاہر آیت وحدیث کی تفسیر ظاہری سے انکو انکار نہین اور یہ عام شریعت ہے اور یہ لوگ ہرگز نہین کہتے کہ یہ معنے مقصود ومراد نہین ہین بلکہ کہتے ہین کہ اعجاز قرآنی مین ہر فہم کے لائق معانی واشارات وغیرہ ہین جنکو ہر متقی اپنے درجۂ تقوی کے موافق سمجھتا ہے اور وہ ہرگز ان احکام ظاہر کے خلاف نہین ہین جیسے علم شریعت کے تجربے عالم کو مرتبہ اجتہاد درمیان آیات واحادیث کے حاصل ہوتا ہے بلکہ غیر مذکور کا استنباط بذریعہ قیاس معلوم ہوتا ہے پس ظاہر نصوص مین توفیق دیتے ہین حالانکہ یہ تحریف وتحویل نہین ہے اسی طرح معرفت تقوی سے اللہ تعالے علوم منکشف فرماتا ہے اور وہ جسم ونفس اور عقل وروح کے عجائب تعلقات ہین جو فقیہ عالم کی شان ہے جو ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت ہوجاتا ہے - انتہی ملخصاً مثلاً - مترجم کہتا ہے کہ شرح الصدر وتقوی سے بلاشبہہ معارف علوم حاصل ہوتے ہین اور بکثرت نصوص سے یہ امر مستنبط ہے جنکی تحریر مین تطویل ہے - واضح ہو کہ شیخ شعرانی رح نے لواقح الانوار مین جماعت کثیر علما وتابعین وتبع تابعین ومحدثین واولیاء معروفین وزاہدین کو ائمہ اہل تصوف مین مع حالات واقوال درج کیا ہے اور غالبا انہین علما اولیاء زاہدین راویان احادیث صحاح ہین اور مین ان اکابر رحمہم اللہ تعالے کے نام مبارک یہان مکرر لانیکا فائدہ نہین دیکھتا کیونکہ یہ سب صحیح بخاری ومسلم وباقی صحاح وسنن مین خود مذکور ہین - ہان بعض کو جنسے روایت حدیث بسبب غلبۂ حال کے نہین لی گئی ہے اور صاحب عوارف نے انکے بعض اقوال درج کیے ہین بہت مختصر بیان کرتا ہون اور واضح ہو کہ جو اقوال انکی طرف منسوب ہوے بعض ایسے اقوال بھی ہین جو بسند صحیح انسے ثبوت نہین ہوے اور بعض بیشک انکے اقوال ہین لیکن فہم عوام اسکو ادراک نہین کرتی اور نظیر اسکی یہ کہ آیات متشابہات قرآن وحدیث مین حق ہین اگرچہ معتزلی وجہمی نے اسکے معنے نہ سمجھے یا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت فرمایا - عصی ادم ربہ اور آنحضرت صلعم کی نسبت مغفرت ذنوب سابق ولاحق کی تخصیص فرمائی تو یہ حق ہے لیکن گمراہ فرقون نے زعم کیا کہ انبیا گنہگار قابل مغفرت ہوتے ہین معصوم نہین ہین حالانکہ یہ گمراہ خود فاجر ہے اسی طرح مرد متقی کے معنے ٹھیک ہین لیکن سامع کو وہانتک رسائی نہوئی تو اسنے نئویا غلط معنے لگائے پھر یا تو انکار کیا اور یا اسی گمراہی پر شریعت کا مخالف ہوگیا اور یہ دونون بیہودہ ہین بلکہ اول سے دوم بدرجہا بدتر ہے کیونکہ اول نے غایت یہ کہ قول مذکور چھوڑ دیا بخلاف دوم کے کہ اسنے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خلاف کرکے شیطانی طریقہ لیا گمراہ ہوگیا - شعرانی رح نے سوا صحابہ وکبار واوساط تابعین کے صغار واتباع مین حضرت منصور بن المعتمر وسلیمان الاعمش وخولانی ومکحول ویزید بن میسرہ واوزاعی وحسان بن عطیہ وعبد الواحد بن زید وصالح المری وعطاء وعتبہ بن ابان وسفیان الثوری وابو حنیفہ ومالک وشافعی واحمد وسفیان بن عیینہ وشعبہ ومسعر وابن المبارک وعبد العزیز بن ابی رواد ومحمد بن یوسف وابن اسباط ومسلم بن میمون وابوبکر بن عیاش ووکیع بن الجراح وعبد الرحمن بن مہدی ومحمد بن اسلم الطوسی ومحمد بن اسمعیل البخاری وجماعت ائمہ محدثین وحضرت فضیل بن عیاض وابراہیم بن ادہم وبشر بن الحارث الحافی وداؤد طائی وغیرہم جماعت کثیر اولیاء ثقات علماء محدثین رحمہم اللہ تعالی کو درج کیا جنکی شہرت عام وبرکت تام ہے - رہا یہان بعض اکابر جو احادیث کی روایات مین اسطرح معروف نہین ہین از انجملہ **ذوالنون مصری** رح نام ثوبان بن ابراہیم کہ سنہ ۲۴۵ھ مین وفات پائی جنازہ پر اسقدر کثرت تھی کہ لوگون نے پل ٹوٹ جانیکا خوف کیا اور سبز پرندون نے تابوت پر سایہ کر لیا تھا - شاگرد امام مالک ہین لوگون نے پوچھا کہ حدیث کی روایت مین مشغول نہین ہوتے فرمایا کہ اسکے لیے لوگ موجود ہین اور مجھے اپنے نفس سے فرصت نہین اور افسوس کہ جتنون نقص آگیا ورنہ علمائے حدیث وفقہ اپنے وقت مین سب سے افضل ہوتے - **معروف کرخی** زاہد مستجاب الدعوات مولائے حضرت علی بن موسی الرضا

رضی اللہ عنہم ہیں قریب سنہ ۲۲۷ھ کے بغداد میں مدفون ہوے **بشر بن الحارث الحافی** زاہد محدث کبیر الشان معاصر امام احمد ہیں سنہ ۲۴۱ھ
میں انتقال فرمایا۔ **السری السقطی** اورع وقت شاگرد معروف و حضرت جنیدؒ کے ماموں سنہ ۲۵۳ھ میں مدفون ہو۔ **حارث محاسبی**
جامع علوم المتوفی سنہ ۲۴۳ھ کہتے کہ جو باطن کو مراقبہ و اخلاص سے درست کرتا ہے اسکا ظاہر مجاہدہ و اتباع سنت سے آراستہ ہوتا ہے
**داؤد الطائی** امام کبیر الشان زاہد معروف شاگرد امام ابو حنیفہؒ ثقہ معروف ہیں۔ **شقیق بلخی** از اولیاے معروفین شاگرد ابراہیم بن ادہم
و استاد حاتم اصم ہیں۔ **ابو یزید بسطامی** معروف ہیں فرماتے کہ آدمی پر علم و اسکی پیروی سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں۔ فرماتے
کہ سوائے تجرید توحید کے باقی ہیں علما کا اختلاف رحمت ہے المتوفی سنہ ۲۶۱ھ **سہل بن عبد اللہ التستری**۔ امام رفیع الشان المتوفی سنہ ۲۸۳ھ
**ابو سلیمان الدارانی** علوم حقائق و ورع میں کبیر الشان استاد احمد بن ابی الحواری محدث ثقہ المتوفی سنہ ۲۱۵ھ **فتح الموصلی**
ہمعصر بشر حافی و سری سقطی کبیر الشان نقل عنہ الامام ابن کثیر کلمۃ حکمۃ **حاتم اصم** استاد احمد بن خضرویہ المتوفی سنہ ۲۳۷ھ **یحیی بن معاذ رازی**
امام اوحد الوقت اورع المتوفی سنہ ۲۵۸ھ **احمد بن خضرویہ** صاحب الفتوۃ معروف متوفی سنہ ۲۴۰ھ **احمد بن ابی الحواری** امام محدث معروف
شاگرد ابو سلیمان بن عیینہؒ کہتے کہ دنیا مردار خانہ ہو جسپر کتے جمع ہیں یہ کتوں سے بدتر ہیں المتوفی سنہ ۲۳۰ھ **ابو حفص الحداد**
**نیشاپوری** استاد شاہ شجاع کرمانی امام الوقت المتوفی سنہ ۲۶۵ھ **ابو تراب نخشبی** اجلہ مشائخ سے المتوفی سنہ ۲۴۵ھ
**عبد اللہ** بن خفیف زاہد اورع بطریقہ سفیان الثوری **جنید بغدادی** سید القوم معروف بر مذہب ابو ثورؒ المتوفی سنہ ۲۹۷ھ
**الشیخ ابو بکر الشبلی** شاگرد جنیدؒ امام الوقت معروف **ابو عثمان الحیری** شاگرد یحیی بن معاذؒ المتوفی سنہ ۲۹۸ ہجری
**ابو الحسین النوری** شاگرد سری السقطی و ہمعصر جنیدؒ شیخ القوم المتوفی سنہ ۲۹۵ھ **احمد بن یحیی الجلا** شاگرد ذو النون ابو محمد رویم
بن احمد فقیہ بمذہب داؤد ظاہری اصفہانی المتوفی سنہ ۳۰۳ھ **محمد بن الفضل البلخی** شاگرد احمد خضرویہ از کبار مشائخ مستجاب الدعوات
شعرانیؒ نے لکھا کہ مذہب اہل حدیث رکھتے تھے تو فقہاے بلخ نے انکو نکال دیا تو انپر بد دعا کی پھر بلخ سے کوئی بزرگ نہ ہوا المتوفی سنہ ۳۱۹ھ
انھیں اکابرین سے **ابو بکر الدقاق** مصری و **سمنون** خواص شاگرد سری سقطی و **ابو علی الجوزجانی** و شاہ **شجاع**
کرمانی دراصل شاہزادہ تھے **یوسف** بن الحسین الرازی و حکیم **ترمذی** و **ابو بکر الوراق** و **ابو سعید الخراز** و **مغربی**
و **جریری** و **علی** بن السہل الاصفہانی و **ابن عطا** احمد بن **محمد** و **ابراہیم الخواص** و **ابو بکر الواسطی** شاگرد جنیدؒ و نوری
و **ابو الحسن الوراق** و **ابو الحسن** الدینوری و **ممشاد** دینوری و ابو الحسین النساج و ابو محمد مرتعش و **ابو علی الرودباری** و **ابو یعقوب**
النہرجوری و ابو العباس الدینوری و ابو القاسم ابراہیم بن **محمد النصرآبادی** شیخ اہل خراسان شاگرد حضرت ابو بکر شبلیؒ و **احمد بن عطا** الرودباری و **ابو عبد اللہ محمد**
الدینوری و السید **ابو صالح عبد القادر الجیلانی** و **ابو مدین المغربی** وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سلاطین حکمت و سادات الاولیا بمقام معرفت ہیں اور ہر ایک نے مقامات
معرفت و معاملات میں کلمات حکمت کے ساتھ اہل ارادت کو افادہ فرمایا اور طریقہ سلوک سنت و آداب طریقت کو سمجھایا ہے عجب کہ جماعت کثیر طلبہ کی کفریات یونانیہ
و مزخرفات بوعلی سینا کی جانب مائل ہو رہی ہیں جو محض جہالت ہے جسکا پڑھنا و پڑھانا عین معصیت اعاذنا اللہ تعالیٰ اور اگر کبھی ان کج قلوب کو ان معارف حکمت سے ایک قطرہ
نصیب ہوتا تو اپنی تضییع اوقات جہالت پر ہزار نفرین کرتے اور خاص کر ساتھ معارف قرآن و حدیث کو کلمات حکمت اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے
اللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ آمِينَ اللّٰهُمَّ آمِينَ هٰذَا آخِرُ مَا أَرَدْنَاهُ فِي الْمُقَدِّمَةِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
**تمت** عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ **بالخیر**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

# مواہب الرحمٰن

مصنف

بحر العلوم علامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ○ ۱


مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ **اما بعد** علم تفسیر ہی وہ علم ہو کہ جس پر کمال ایمان ومعرفت موقوف ہی کیونکہ تمام علوم سے اصل مقصود یہ ہے کہ کتاب الٰہی عزوجل مین فہم حاصل کرے تاکہ اعتقادات صحیحہ ومعارف حقہ واخلاق جمیلہ واعمال شریفہ رضیہ سے آراستہ پیراستہ ہوکر لائق حلول دارالسلام ومنزلت اکرام ہو اور ماسوائے اس مقصد کے متاع دنیا ومکانات وروپیہ وآل واولاد کی سعی باطل ہی ہر شخص جانتا ہی کہ جب آنکھ بند ہوئی تو خزانون کے صندوق جو اُس نے تمام عمر جانکاہی سے جمع کیے تھے یون ہی رکھے رہے اور وہ صرف چار گز کفن وتختۂ تابوت پر اُٹھا کر گور مین دفن کردیا گیا اور وہان صرف وہی ساتھ ہی جو اُس نے علم وعمل سے کمایا اور سوائے اس کے تو ساری محنت وجانکاہی ومشقت کو خاک مین ملایا کیونکہ یہ دنیا دار فنا ہی اور باقی تو دارالآخرت ہی اور دار آخرت کے لیے زاد وسامان پہچان لینا چاہیے اور یہ پہچان صرف علم نبوت سے حاصل ہوتی ہے اور وہ علم قرآن مجید ہی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت عہ اس اُمت پر نازل فرمایا اور اپنے حبیب رحمۃ للعالمین کو بحکم یُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ سے معلم حکیم حق کے وصف سے موصوف کیا چنانچہ بالضرورۃ آپ نے عرب کو جو علم کے نام سے واقف نہ تھے ایک بیابانی ملک مین جہان نہرون ودریاؤن کی تازگی نہین پہونچی اور زراعت وسبزی نظر نہین آتی ریگستان خارزار مین اونٹون وبکریون سے بسر کرتے ونکبت وشدت فلاکت مین مانند خانہ بدوشون کے ذرا ذرا سی باتون پر باہم جنگ وجدال کرتے وقوی جرگہ کمزور کو کھاجاتا اور کمزورون کی فریاد پر دوسرا گروہ آکر خون کا پیاسا ہوجاتا اور بتون کی پرستش وشیطانی اوہام مین گرفتار تھے جنون سے فریاد کرتے وبھوتون پریتون کی منتین مانتے اور شعر وشاعری پر نازان تھے اور باہم ڈھال تلوار سے مسلوک ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان ذمائم افعال کے ساتھ اس قوم مین شرائف خصائل مین سے صدق طینت ووفائے عہد وشرافت ذاتی ایسی رکھی تھی کہ اولاد ابراہیم واسمٰعیل بغیر خلط ملط کے خلوص جوہر شرافت پر تھی اور ہر شخص عاقل جانتا ہی کہ کان جواہر سے جو زر خاک آلود برآمد ہو وہ خزف چینی شفاف سے بذات افضل ہی حتی کہ اسوقت جو روم وفارس نفیس پوشاک وقوی اجسام وعمدہ مکانات مین تھے سب ناپاک باطن وبد اخلاق وخبیث طینت تھے گویا اُنکی مثل یہ تھی کہ سور کے کان مین ریشم کا ڈورا یا جواہر کا ٹپہ ہو اور عرب اس حالت مین بھی

گویا گدڑی کالعل تھے لہٰذا جب سرور عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وارشاد مین نور عرفان وعین ایمان سے مشرف ہوئے تو جوہر ذاتی نے ظہور کیا اور بہت ہی جلد عظائم اخلاق واعمال سے متحلی ہو کر تمام عالم کے لیے ہادی کامل ہوگئے کہ ابتک ان کی پیروی ہو جب کمال سعادت ہے اور ہمکو انھین کی بدولت قرآن پاک پہونچا اور راہ حق معلوم ہوئی پس انھین کی شکرگزاری لازم وانھین کی پیروی پر قرآن مجید کے معارف جاننا وعمل کرنا فرض محتم ہے اور انھون نے ہمکو قرآن کے ساتھ اسکی تفسیر سکھلائی واُسپر عمل کرنے کی تاکید سُنائی اور یہ ہمکو طبقۂ تابعین واتباع کے ذریعہ سے متواتر پہونچی پس عمدہ تفسیر وہ ہو جس مین صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفاسیر مسندہین اور انکی ہدایت کے موافق معانی ومدارک متخرج ہین اور مترجم نے مقدمہ مین ایسی تفاسیر نفیس کا حوالہ دیا اور تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ ہجری گویا لباب تفسیر حضرت امام ابن ابی حاتم عبد الرحمٰن بن محمد الرازی الحافظ المتوفی ۲۹۵ھ ہجری اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ ہجری ہے۔ امام نووی نے کہا کہ اُمت نے اجماع کیا کہ مثل تفسیر ابن جریرؒ کے تصنیف نہین ہوئی۔ مترجم نے ان اکابر ائمہ کے افادات کے ساتھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کی جنکا ذکر مقدمہ مین مبسوط ہو چکا از انجملہ اس زمانہ کے مشرکین وباطلین کے اوہام ووساوس شیطانیہ کی تردید ہے اور لطیف پیرایہ سے انکی غلط فہمی وگمراہی کی علت دور کی گئی۔ از انجملہ ہر ضروری ومفید امر جو ادنیٰ درجہ ایمان سے لیکر اعلیٰ درجہ احسان تک مفید ہو درج کیا گیا پس بحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ یہ تفسیر جامع افادات ونفائس اشارات از احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین وآثار حضرات صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین مع افادات فقہاے دین وحکماے ربانیین ہے اور ہر امر حق جسکا ثبوت ان اصول صحیحہ سے ہوا اسکے بعد جھوٹے قصص ودروغ روایات کی حاجت نہین اور صادق الایمان جسکو کذب سے نفرت ہے وہ دین مین جھوٹ بولنے والے سے سخت متنفر ہوتا ہے اور کیون نہو کہ معارف الٰہیہ ومقامات عالیہ کلام عزیز کی کذب کو میسر نہین ہو سکتا بلکہ وہ گمراہی کا باعث ہوتا ہے پس اعتماد بصدق روایات وفقہ ودرایات وعلوم حقہ ومعارف الٰہیہ تفسیر مین جمع ہین ولِلّٰہ الحمد رب العالمین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

## سورة الفاتحه

یہ سورۂ مبارک بالاتفاق سات آیات ہین جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے پھر جن علماء کے نزدیک بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ایک آیت ہے تو انکے نزدیک ساتوین آیت صراط الذین انعمت علیہم سے آخر تک ہے اور جنکے نزدیک بسملہ الگ ہے اور الحمد للہ سے شمار ہے تو ساتوین آیت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ہے۔ تو اس سورۂ مبارک کے کلمات پچیس ہین اور حروف ایکسو تیرہ ہین۔ یہ سورۂ مبارک جامع فضائل وبرکات ودقائق اشارات ہے اور اسکے متعلق بعض احکام خاص ممتاز ہین جو دوسری سورتون کے واسطے عام نہین ہین بلکہ سورہ فاتحہ مین علوم کتب سابقہ مع علم قرآن جمع ہے چنانچہ آیندہ معلوم ہوگا اسی واسطے علماء ربانیین کے نزدیک اس سورہ کی تفسیر تمام قرآن مجید کی تفسیر سے مساوی ہے لیکن جاجدل وتحمل چاہیے پھر بھی ہر آیت کے متعلق ضروری تفسیر لکھی اور مترجم نے بعلی سی کی تتد اک کے بعنوان فوائد تذئیل کی۔ (فائدۂ اولیٰ) سورتون کے نامون مین قیاس کو دخل نہین بلکہ شرع نے جو نام بتلایا اُسی پر اقتصار ہوگا۔ سورۂ فاتحہ کے نامون کی کثرت اسکی فضیلت کی دلیل ہے چنانچہ شیخ سیوطیؒ نے پچیس نام لکھے امام ابن کثیر وغیرہ نے فرمایا کہ اسکو (فاتحة الکتاب) اسوجہ سے کہتے ہین کہ اسی سے نماز مین قرات شروع کیجاتی ہے اور اسکو (اُمّ الکتاب) اسواسطے کہتے ہین کہ مصحف مجید مین پہلے لکھی جاتی ہے اور نماز مین پہلے پڑھی جاتی ہے۔ یہ قول امام بخاریؒ ہے لیکن ابو المسعود نے کہا کہ تسمیہ کا مدار فاتحة الکتاب پر ہے نہ ابتداے قرات پر۔ مترجم کہتا ہے کہ ابتداے کتاب ہی سے ابتداے قرات ہے خصوص نماز مین زیادہ اہتمام ہے پس قول امام بخاریؒ صحیح ہے۔ اسکو (اُمّ القرآن) اسواسطے کہتے ہین کہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ سورۂ الحمد للہ رب العالمین ام القرآن وام الکتاب والسبع المثانی والقرآن العظیم ہے (صحیح) اس سے معلوم ہوا کہ اس سورہ کا نام السبع المثانی اور القرآن العظیم بھی ہے اور اسکو سورۃ الحمد بھی کہتے ہین اور اس کی وجہ ظاہر ہے اور اسکو الصلوٰۃ یا سورۃ الصلوٰۃ اسوجہ سے کہتے ہین کہ حدیث قدسی مین آیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ الصلوٰۃ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان نصفا نصف ہے پس جب میرے بندے نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اُسنے میری حمد کی آخر تک (کمافی الصحیح) اور علماء نے اتفاق کیا کہ صلوٰۃ سے سورہ الحمد مراد ہے چنانچہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل آوے گی۔ اور حاصل یہ ہے کہ سورہ حمد اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی حاجت کی دُعا ہے پس ثنا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور دعا بندہ کے واسطے ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ و بندہ کے درمیان تقسیم ہوگئی۔ اسکو (سورۂ شفا) اسواسطے کہتے ہین کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ فاتحۃ الکتاب ہر زہر سے شفا ہے (رواہ الدارمی) اسکو (سورہ رقیہ) اسواسطے کہتے ہین کہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مین قصہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے بچھو کے کاٹے ہوے کو اس سورۃ سے جھاڑا اور وہ اچھا ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو رقیہ فرمایا چنانچہ فضائل مین انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔ شعبی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سورہ کو (اساس القرآن) فرمایا اور کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ الحمد کی اساس ہے۔ اور سفیان بن عیینہؒ نے اس سورہ کو (واقیہ) کہا۔ اور یحییٰ بن ابی کثیر نے اسکو (کافیہ) کہا۔ کشاف مین مذکور ہے کہ اسکو (کنز) بھی کہتے ہین (فائدۂ ثانیہ) قرآن مین سے سب سے پہلے سورۂ اقرا کا نزول ہوا اور قول دوم یہ کہ سورۂ مدثر کا نزول ہوا اور قول سوم یہ کہ سورۂ فاتحہ کا نزول ہوا لیکن بیہقی کی دلائل النبوۃ مین ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے لیکن شیخ ابن کثیر نے کہا کہ قول اول ہی صحیح ہے یعنی سب سے پہلے سورۂ اقرا کا نزول ہوا (فائدۂ ثالثہ) فضائل سورۂ فاتحہ کا مختصر بیان مقدمہ مین گذرا۔ امام ابن کثیر نے لکھا کہ ابو سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نماز کی حالت مین تھا کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی پس مین نماز تمام کر کے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تجھکو حاضری سے کون امر مانع ہوا مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مین نماز پڑھتا تھا پس آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ عزوجل نے تجھکو حکم نہین دیا بقولہ تعالیٰ۔ يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ پھر فرمایا کہ مسجد سے باہر جانے سے پہلے تجھکو قرآن سے اعظم سورۃ تعلیم کرون گا پھر آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوے باتین کرتے چلے تو مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مین تجھکو قرآن مین سے اعظم سورہ تعلیم کرون گا آپ نے فرمایا کہ ہان وہ الحمد للہ رب العالمین ہے یہی سبع مثانی والقرآن العظیم ہے جو مجھکو عطا ہوا ہے۔ (رواہ احمد والبخاری وابو داؤد ونسائی وابن ماجہ) اور حضرت اُبی بن کعبؓ سے بھی اسی کے مثل روایت ہے جسمین مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مین میرا ہاتھ لیا اور فرمایا کہ مجھے اُمید ہے کہ دروازہ مسجد سے نکلنے سے پہلے تجھکو ایسا سورہ تعلیم ہوگا جسکے مثل توریت یا انجیل مین بلکہ قرآن مین نازل نہین ہوا ابی بن کعبؓ نے کہا کہ مین اسی سورہ کی امید پر آہستہ قدم اُٹھاتا تھا پھر جب مسجد کے دروازہ پر پہونچا تو مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ سورہ مجھے تعلیم فرمایا جاوے جسکا وعدہ دیا گیا ہے تو فرمایا کہ تو نماز شروع کرنے مین کیونکر پڑھتا ہے پس مین نے الحمد للہ رب العالمین آخر تک پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ یہی سورہ ہے اور یہی سبع مثانی والقرآن العظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا (رواہ مالک) شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ حدیث بھی بظاہر منقطع صحیح ہے۔ اور امام احمدؒ نے اسکو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی حدیث سے متصل روایت کیا اور اس مین یہ زیادہ ہے کہ ابی بن کعب نے عذر مین کہا کہ جی ہان بیشک اللہ تعالیٰ نے آیت مین حکم دیا ہے اور اب مین ایسا کبھی نہین کرونگا۔ (رواہ الترمذی والنسائی) اور ایک روایت مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت یا انجیل مین اُم القرآن کے مثل نازل نہین فرمایا اور یہی سبع مثانی ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان نصفا نصف ہے (رواہ النسائی)

مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث مین فقہ یہ ہی کہ ابوسعید بن المعلی نفل نماز پڑہتے تھے اور اسیطرح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی نماز نفل مین تھے پس جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی تو فوراً نماز توڑ کر حاضر ہونا واجب تھا کیونکہ یہ فرض ہی اور قاعدہ نکلا کہ فرض کے معارضہ مین نفل نہین باقی رہتی اسیواسطے فقہاء کے نزدیک اصول مین قرار پایا کہ ہر نفل مستحب جو صحیح ثابت ہو جب وہ ایسی شان پر ہو کہ اُسکے عمل مین لانے سے بدعات پہیل جائینگی تو اُسکو ترک کرنا واجب ہی اور یہ قاعدہ کلیہ شرع مین بہت مفید ہی جو فتاوی عالمگیریہ وغیرہ مین مذکور ہی اور اس سے بہت سے احکام مستنبط ہوتے ہین - جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا اور آپ اُسوقت پیشاب سے فارغ ہوئے تھے تو مین نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ پس آپ نے کچھ جواب نہین دیا پھر مین نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ پھر آپ نے مجھکو کچھ جواب نہین دیا پھر مین نے تیسری بار عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ پھر آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر آپ روانہ ہوئے اور مین آپ کے پیچھے پیچھے چلا یہانتک کہ آپ مکان مین داخل ہوئے اور مسجد مین مغموم غمناک ہو کر بیٹھا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طہارت فرماکر باہر آئے اور فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر فرمایا کہ اے جابر بن عبداللہ مین تجھے قرآن مین سب سے بہتر سورہ بتلاؤن مین نے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ ضرور فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین آخر تک پڑہ (رواہ احمد باسناد جید) مسئلہ) اسکے مانند احادیث دلیل ہین کہ بعض سورتون کو بعض پر فضیلت ہی اور یہ قول بہت سے علماء سے منقول ہی اور دیگر علماء کے نزدیک باہم تفاضل جائز نہین ہی کیونکہ کل کلام اللہ تعالی ہی اور تفضیل دینے مین نقص کا وہم ہوتا ہی - قرطبی نے یہ قول ابوالحسن اشعری وابوبکر باقلانی وابوحاتم وابوحیان ویحیی بن یحیی سے نقل کیا اور یہی امام مالک سے ایک روایت ہی مترجم کہتا ہی کہ تحقیق قول امام ابوحنیفہ رح سے یہ مروی ہی کہ کلام الٰہی ہونے کی راہ سے سب برابر ہی لیکن بعض سورہ مین حمد وثناء الٰہی مذکور ہی جو دوسری سورہ مین نہین ہی تو مذکور کی راہ سے اُسکو فضیلت ہی مثلاً سورہ قل ہو اللہ احد کو اخلاص توحید کی راہ سے سورہ تبت یدا پر فضیلت ہی جسمین ابولہب کی بدانجامی مذکور ہی - ف - ابوسعید خدری رض سے روایت ہی کہ ہم لوگ ایک سفر مین تھے اور ایک منزل پر ہم لوگ اُترے تو اُن لوگون نے ہماری مسافرانہ دعوت نہ کی اتنے مین اس قوم کی ایک لونڈی دوڑی ہوئی آئی کہ ہمارے سردار کو بچھونے کاٹا اور ایک روایت مین ہی کہ اُسکی پیشانی پر بچھونے کاٹا اور ہمارے یہان کوئی جھاڑنے والا اسوقت موجود نہین ہی تو کیا تم مین سے کوئی شخص جھاڑنا جانتا ہے پس ہم مین سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جسکو ہم جھاڑنے والا نہین جانتے تھے اور اُسنے کہا کہ ہان مین جھاڑونگا مگر تم لوگون نے ہماری مہمانداری نہین کی تو مین بغیر عوض نہین جھاڑونگا پس اُسنے تیس بکریان عوض ٹھہرائین اور جاکر اُسکو جھاڑا تو وہ اچھا ہو گیا اور اُس نے تیس بکریان دین اور ہمکو دودھ پلوایا پھر جب وہ آیا تو ہمنے اُس سے کہا کہ کیا تم جھاڑ پھونک جانتے ہو یا تم جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے پس اُس نے کہا کہ مین تو نہین جانتا ہون اور نہ کوئی مین نے جھاڑ پھونک کیا سوائے اسکے کہ سورہ الحمد پڑہدی پس ہم لوگون نے کہا کہ ان بکریون مین کوئی تصرف نکرو یہانتک کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچین یا ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرین پس جب ہم لوگ مدینہ منورہ مین آئے تو یہ حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا پس آپ نے فرمایا کہ وہ جانتا نہ تھا کہ یہ رقیہ ہی تم لوگ یہ بکریان بانٹو اور اُسمین میرا بھی حصہ لگاؤ (رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد) واضح ہو کہ حضرت نے اپنے واسطے حصہ کا حکم صرف اُن کے اطمینان خاطر کے واسطے دیا اور اسی سے نکالا گیا کہ جو کار خیر کہ فرائض وواجبات مین سے نہون اُسپر اُجرت لینا جائز ہی - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک وقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام بیٹھے تھے کہ ناگاہ آسمان کی طرف سے آواز سُنی پس

جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کو اپنی نگاہ اُٹھا کر کہا کہ یہ آسمان کا ایسا دروازہ کھلا جو کبھی نہین کھلا تھا پھر اتنے مین ایک فرشتہ اُترکر آیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپکو بشارت ہو کہ آپ کو ایسے دو نور عطا ہوئے ہین - جو آپ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہین دیے گئے ہین اور وہ فاتحۃ الکتاب اور خواتیم سورۂ بقرہ ہین کہ ان دونون مین سے جو حرف پڑھا جائے نور عطا ہوگا (رواہ مسلم والنسائی) خواتیم سورۂ بقرہ سے آمن الرسول سے آخر تک رکوع مراد ہو - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کجس نے کوئی نماز پڑھی کہ جسمین ام القرآن نہین پڑھی تو وہ ناقص ناقص ناقص ناتمام ہو پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ کبھی امام کے پیچھے ہوتے ہین تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اُسکو اپنے جی مین پڑھ لے کیونکہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہو کہ صلوٰۃ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان نصفا نصف ہو اور میرے بندہ نے جو کچھ مانگا وہ اُسکے واسطے ہو پس جب بندہ نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ میرے بندہ نے میری حمد کی اور جب بندہ نے الرحمن الرحیم کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ میرے بندہ نے میری ثنا کی پھر جب بندہ نے مالک یوم الدین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری تمجید کی یعنے بزرگی کا اقرار کیا پھر جب بندہ نے ایاک نعبد وایاک نستعین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ یہ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان مشترک ہو اور جو میرے بندہ نے مانگا وہ اُسکے واسطے ہو پھر جب بندہ نے اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ یہ میرے بندہ کے واسطے ہو اور بندہ کے لیے وہ ہو جو اُسنے مانگا (رواہ مسلم والنسائی والترمذی وعبداللہ بن احمد وابن جریر والبخاری) مترجم کہتا ہو کہ وجہ تقسیم اسطرح ہو کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین یہ تین آیات تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا وتمجید ہین اور ایاک نعبد وایاک نستعین یہ ایک آیت مشترک ہو اور اہدنا الصراط المستقیم سے آخر تک تین آیات بندہ کے واسطے ہین پس نصفا نصف ہوگئی اور اس صورت مین اہدنا الصراط المستقیم ایک آیت اور صراط الذین انعمت علیہم دوسری آیت اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تیسری آیت اور واضح ہو کہ کسی روایت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور نہین ہو اور اگر اُسکو شمار کیا جاوے تو نصفا نصف نہین رہتی ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ کے واسطے چار آیات ہوئی جاتی ہین فاحفظ - م - (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ سوال یہ ہو کہ کیا نماز مین سورۂ فاتحہ متعین ہو یا سوائے فاتحہ کے دوسری سورہ بھی کافی ہوسکتی ہو اسکا جواب یہ ہو کہ اسمین علماء کے درمیان مین اختلاف ہو امام ابوحنیفہ اور اُنکے موافقین اصحاب وغیرہم کے نزدیک سورۂ فاتحہ متعین نہین ہو بلکہ قرآن مین سے جو کچھ پڑھے جائز ہو اور اسپر دو دلیلین لاتے ہین اول قولہ تعالےٰ - فاقرؤا ما تیسر من القرآن یعنی قرآن مین سے جو میسر ہو پڑھو - اسمین سورۂ فاتحہ کی تخصیص نہین ہو - اور دوسری دلیل یہ ہو کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین بُری طرح نماز پڑھی تھی پھر جب آپ نے اُسکو تعلیم فرمایا تو ارشاد کیا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر قرآن مین سے جو تجھے میسر ہو پڑھ چنانچہ صحیحین مین یہ قصہ مطول مروی ہو پس اس مین آپ نے سورۂ فاتحہ وغیرہ کی تخصیص نہین فرمائی - مترجم کہتا ہو کہ اس سے صاف ظاہر ہو کہ اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز باطل نہوگی لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ واجب ہو کہ اُسکے نہ پڑھنے سے نماز ناقص ہوتی ہو حتی کہ اسکا اعادہ واجب ہو اور بنظر دلیل یہی صحیح وقوی ہو - م - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ دیگر ائمہ مالک وشافعی واحمد وغیرہم کے نزدیک نماز کے لیے سورۂ فاتحہ متعین ہو اور اُنکی دلیل اول یہی حدیث ہو جو اوپر مذکور ہوئی کیونکہ اس حدیث مین جسنے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اُسکی نماز کو ناقص فرمایا - مترجم کہتا ہو کہ ناقص ہونے سے لازم نہین آتا کہ باطل ہو جائے اسی واسطے ابوحنیفہؒ بھی اُسکو ناقص کہتے اور فاتحہ پڑھنا واجب کہتے ہین لیکن دیگر ائمہ نے نماز کو باطل سمجھا اور یہ اُنکے نزدیک باطل ہو اسواسطے کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین بُری طرح نماز پڑھی تھی جب آپ نے اُسسے فرمایا کہ تو نے نماز نہین پڑھی تو صحابہ

رضی اللہ عنہم کو بہت پریشانی ہوئی پھر جب آپ نے اُسکو تعلیم فرماکر آخر مین فرمایا کہ ان اُمور مین سے جس امر مین کمی کرے گا وہی تیری نماز مین نقص ہوگا تو یہ سنکر صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرحت ہوئی کہ نماز بالکل باطل نہوگی بلکہ نقص ہوگا چنانچہ ترمذی کی روایت مین صرح مذکور ہے پس معلوم ہوا کہ نقص سے باطل ہونا مراد نہین ہے - پھر شیخ ابن کثیرؒ نے جمہور ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے واسطے دوسری دلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ذکر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے فاتحۃ الکتاب نہین پڑھی اُسکی نماز نہین ہے (کما فی الصحیحین) اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نماز کافی ادا نہین ہوتی جس مین ام القرآن نہ پڑھی جاوے (رواہ ابن خزیمہ وابن حبان) مترجم کہتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز کافی ادا نہین ہوتی اور اسی طرح جب اُسکا اعادہ واجب ہے تو گویا نماز نہوئی لیکن جو بغیر فاتحہ پڑھی گئی وہ باطل نہین ہے (مسئلہ) کیا سورۂ فاتحہ کل رکعات مین واجب ہے - جواب - اس مین اختلاف ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شافعی اور ایک جماعت علماء کے نزدیک ہر رکعت مین واجب ہے اور دیگر علماء نے کہا کہ جس نماز مین جتنی رکعات ہون اُنمین سے اکثر رکعات مین پڑھ دینا کافی ہے حسن بصریؒ وغیرہ نے کہا کہ صرف ایک رکعت مین کافی ہے - شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ و ثوریؒ و اوزاعیؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنا متعین نہین ہے بلکہ سوا اسکے جو کچھ پڑھ دے کافی ہے - مترجم کہتا ہے کہ ابو حنیفہؒ تو اُسکو کافی نہین کہتے ہین چنانچہ اوپر معلوم ہوا و لیکن اُنکے نزدیک فرض کی دو رکعتون مین اور نفل کی کل رکعتون مین قرات فرض ہے و لیکن فرض کی اول دو رکعتون مین واجب ہے و تمام بحث مترجم نے عین الہدایہ مین لکھی ہے (مسئلہ) مقتدی پر قرات فاتحہ واجب ہے یا نہین اور اس مین علماء کے تین قول ہین - اوّل یہ کہ امام کیطرح مقتدی پر بھی واجب ہے کیونکہ احادیث سابقہ مین مقتدی کے واسطے استثنا نہین ہے دوم مقتدی بالکل قرات نکرے خواہ نماز جہریہ ہو یا سریہ ہو کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جس شخص کا امام ہو تو امام ہی کی قرات اُسکی قرات ہے (رواہ احمد) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد مین ضعف ہے اور یہ حدیث کئی طرق سے روایت کی گئی مگر کوئی صحیح نہین ہے اور امام مالک و ترمذی نے اُسکو جابر رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا - مترجم کہتا ہے کہ طرق متعدد تو درجہ حسن تک پہونچتے ہین اور یہ بھی ثابت ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ اسی پہ فتویٰ دیتے تھے اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور ایک جماعت علماء کا مذہب ہے اور تمام بحث قولہ تعالےٰ - اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ آویگی - شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قول سوم یہ ہے کہ جب نماز سریہ ہو یعنی ظہر و عصر تو مقتدی پر قرات فاتحہ واجب ہے اور اگر نماز جہریہ ہو تو واجب نہین کیونکہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اسی واسطے بنایا جاتا ہے کہ اُسکی اقتدا کیجائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم لوگ تکبیر کہو اور جب پڑھے تو خاموش سُنو (رواہ مسلم و ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ من حدیث ابی ہریرۃ ایضا) کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش سُنو - اور اس حدیث کو امام مسلم نے بھی صحیح کہا ہے - ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ دونون حدیثین دلالت کرتی ہین کہ یہی قول صحیح ہے اور یہی امام شافعیؒ کا قدیم قول تھا اور یہی امام احمدؒ سے ایک روایت ہے - مترجم کہتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہان سکوت مقتدی کی صریح روایت کی تو یہ دلیل ہے کہ سابق حدیث ابو ہریرہؓ جو بغیر فاتحہ کے ناقص ناتمام نماز ہونے کے بارہ مین ہے اُس مین ابو ہریرہؓ نے جو اپنے جی مین پڑھنے کا فتویٰ دیا اُس سے صاف یہ مراد ظاہر ہوتی ہے کہ سورۂ فاتحہ جو حمد و ثناء و دعا ہے اپنے دل سے ادا کرتا جاوے کیونکہ یہ دونون باتین دل سے ممکن ہین پس معلوم ہوا کہ مقتدی اگر محض غافل ہو تو محروم ہوگا بلکہ سورۂ فاتحہ اُسکے حق مین بھی اسطرح لازم ہے کہ جیسے امام زبان و دل دونون سے ثناء و دعا کرتا جاتا ہے اسی طرح مقتدی دل سے حمد و دعا کرتا جائے کیونکہ غافل کے واسطے

نماز مین سے حصہ معین ہوتا بلکہ عاقل کے واسطے بھی نماز مین سے اُسی قدر ہوتا ہی جتنا اُسنے عمل کیا ورنہ غفلت حصۂ شیطان ہے جیسا کہ ابوداؤد
کی حدیث مین مصرح ہی ۔ھ۔ امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ بیان فضائل مین ان مسائل کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہی کہ منجملہ فضائل سورۂ فاتحہ کے ان
مسائل کا اختصاص ہی یہ احکام اسی سورۂ پاک کے ساتھ خاص ہین ۔حدیث انسؓ مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو بستر پر
آوے اور سورۂ فاتحہ و قل ہو اللہ احد پڑھے تو سواے موت کے ہر بلا سے مامون ہوجاویگا ۔ (رواہ البزار) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہی کہ فاتحۃ الکتاب ہر بیماری سے شفا ہی (رواہ سعید بن منصور والبیہقی) اور عبدالملک بن عمیر سے مرسل روایت اسی کے مانند دارمی مین ہی
اور اسکے راوی ثقات ہین ۔خارجہ بن الصلت تیمی نے اپنے چچا سے روایت کی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا پھر
جب مین آپ کے پاس سے اپنے وطن کو لوٹا تو ایک قوم پر میرا گزر ہوا جنکے پاس ایک شخص مجنون زنجیرون مین بندھا ہوا تھا پس اُن لوگون نے
کہا کہ تمھارے پیغمبر بہت سی خوبیان لائے ہین بھلا تیرے پاس اس مجنون کی بھی کوئی دوا ہی تو مین نے تین دن تک اُسپر سورۂ فاتحۃ الکتاب اسطرح
پڑھکر دم کی کہ ہر روز صبح و شام پڑھتا اور اپنی انگلیون کی پور جمع کرکے پھونکتا پس بفضل الٰہی وہ اچھا ہوگیا تو اُن لوگون نے مجھکو سو بکریان دین پس
مین اُن کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ حال ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو کھا کیونکہ جسنے رقیۂ باطل کے ساتھ
کھایا اُسنے بُرا کیا اور تونے تو رقیۂ حق کے ساتھ کھایا (رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن جریر والحاکم) حسنؒ سے مرسل روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورۂ فاتحۃ الکتاب پڑھا گویا اُسنے توریت و انجیل و زبور و فرقان پڑھا (رواہ ابوعبید) حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سفر مین اُترے اور کسی حاجت کے واسطے روانہ ہوے تو آپ کے اصحاب
مین سے ایک شخص آپ کے پہلو مین ساتھ ہوگیا پس آپ نے توجہ فرماکر اُسے دیکھا اور فرمایا کہ تجھکو افضل القرآن تبلاؤن پھر اُسپر الحمد للہ رب
العالمین تلاوت فرمائی (رواہ الحاکم والبیہقی) ۔(**فائدہ رابعۃ**) جمہور علماء کے نزدیک قرات سے پہلے تعوذ پڑھنا سنت ہی بدلیل
قولہ تعالیٰ ۔فاذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ اور جمہور کے نزدیک اسکے معنی یہ ہین کہ جب قرات قرآن کا ارادہ کرے
تو پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہے ۔ اور بعض نے کہا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھے ۔چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اُٹھکر نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے پھر سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ
غیرک پھر تین بار لا الٰہ الا اللہ کہتے پھر اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی
وابن ماجہ) ہمز کے معنے گلا گھوٹنا اور نفخ کے معنے تکبر کرنا اور نفث سے مراد شعر ہے ۔ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز مین داخل ہوتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کبیرا اور تین مرتبہ الحمد للہ کثیرا اور تین مرتبہ سبحان اللہ بکرۃ واصیلا
کہتے پھر اللھم انی اعوذ بک من الشیطان من ہمزہ ونفخہ ونفثہ کہتے (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ) اور حدیث ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ مین ہی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز مین کھڑے ہوتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر لا الٰہ الا اللہ تین مرتبہ کہتے اور سبحان اللہ وبحمدہ تین مرتبہ کہتے
پھر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ کہتے (رواہ احمد) اور حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
قریب دو شخصون مین جھگڑا ہوا حتی کہ غصہ کی وجہ سے ایک شخص کی ناک بدہیئت ہوگئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایسی
چیز معلوم ہی کہ اگر یہ کہے تو اس کی یہ حالت جاتی رہے وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہی (رواہ ابویعلی والنسائی واحمد وابوداؤد والترمذی) اور
یہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہی کما فی الترمذی والنسائی اور بخاری نے اُسکو حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے

ج ۱

روایت کیا ہے) اور معنی یہ ہین کہ غصہ و غضب ایک شیطانی حرکت ہے جس کا مادہ آتشی دھوان ہے اور شیطان اُسکو مغرور کرتا ہے کہ وہ دوسرے کے آزار یا دفع پر قادر ہے حالانکہ سب حول و قوت اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے پس جب اُسنے شیطان کی بدی سے پناہ مانگی یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا تو شیطان بھاگ جائیگا اور وہ شخص اپنے انسانی ہوش مین آجائے گا اسی طرح جب انسان تلاوت قرآن اور اُسکے سمجھنے کا قصد کرتا ہے تو شیطان وسوسہ دلاتا ہے اور کافرون کو امر حق کے برعکس سُناتا ہے اسی طرح آدمیون مین بھی شیاطین ہین جو ہر طرح کے اوہام ڈالنے یا اُس کے ساتھ جھگڑا کرنے پر آمادہ ہوتے ہین پس چاہئے کہ اسوقت اللہ عزوجل سے پناہ مانگے تاکہ ان شیاطین کے شر سے محفوظ رہے اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام جب اول وحی لائے تو پہلے استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہلایا پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی پھر اقرا باسم ربک الذی خلق پڑھائی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اثر غریب ہے اور اسکی اسناد مین ضعف و انقطاع ہے (مسئلہ) جمہور علماء کے نزدیک تعوذ پڑھنا واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور عطا ربن ابی رباح کے نزدیک واجب ہے (مسئلہ) شافعیؒ نے کہا کہ تعوذ چاہے آہستہ پڑھے اور چاہے جہر سے پڑھے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آہستہ پڑھا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جہر سے پڑھا۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تعوذ و تسمیہ دونون آہستہ پڑھے اور اگر اُسنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہہ لیا تو امام ابو حنیفہ و شافعی کے نزدیک کافی ہے اور بعضون نے زیادہ کیا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہے اور سفیان ثوری و اوزاعی نے کہا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ان اللہ ہو السمیع العلیم کہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ احادیث صحیحہ جو سابق مین مذکور ہوئین ان کی اتباع اولیٰ ہے (مسئلہ) نماز مین تعوذ پڑھنا صرف تلاوت کے واسطے ہوتا ہے یعنی جب قرات قرآن کا قصد کرے تب تعوذ پڑھے اور یہی امام ابو حنیفہ و محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نماز کے واسطے پڑھے پس بنا بر قول ابو یوسفؒ کے مقتدی اگرچہ قرات نہین کرے گا مگر تعوذ پڑھیگا اور نماز عیدین مین تکبیر تحریمہ کے بعد عید کی تین تکبیر ون سے پہلے تعوذ پڑھیگا مگر جمہور علماء کے نزدیک تکبیر و ثنا کے بعد قرارت سے پہلے پڑھے (نکتہ) تعوذ پڑھنے مین لطافت یہ ہے کہ جو کچھ اُس نے مُنھ سے لغو بیہودہ بکا اُس سے منھ کی طہارت ہو جاتی ہے اور وہ تلاوت کلام اللہ کے واسطے پاکیزہ ہو جاتا ہے پھر اس مین اللہ تعالیٰ سے استعانت ہے اور اس مین اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار اور اپنی عاجزی کا اقرار ہے کہ مجھکو اس صریح دشمن باطنی یعنی شیطان سے مقابلہ کرنے کی قدرت نہین بلکہ مین رب عز و جل سے پناہ مانگتا ہون جسنے انسان و شیطان دونون کو پیدا فرمایا پس تمام مخلوق اُسی کے قبضۂ قدرت مین مقہور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومنین بندون پر شیطان کو قدرت نہین دی ہے پس جب بندہ اپنے رب عز و جل کی پناہ مین آیا تو شیطان خوار ہو کر بھاگ گیا اور جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ سے کافر ہین اُنپر شیطان مسلط ہو کر ہلاک کرتا ہے اور یہ عجیب لطیفہ ہے کہ جس شخص کو ظاہری دشمن قتل کرے وہ شہید ہوتا ہے اور جسکو یہ دشمن باطنی قتل کرتا ہے وہ مردود کافر ہو جاتا ہے اور چونکہ شیطان نظر نہین آتا لہذا رب عز و جل سے پناہ چاہی جسکو شیطان نہین دیکھ سکتا ہے۔ واضح ہو کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے معنے یہ ہین کہ مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین اُس کے ملعون مخلوق شیطان سے پناہ لیتا ہون تاکہ شیطان مجھکو دین یا دنیا کے کامون مین ضرر نہ پہونچا سکے پس جس بندہ کو اللہ عز و جل نے پناہ دی وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جس نے اپنے آپ کو غافل کیا اُسپر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور اُس کا قلب مر جاتا ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث مین وارد ہوا کہ اے ابو ذر تو انس و جن کے شیطانون سے اللہ تعالیٰ کی جناب مین پناہ ڈھونڈھ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا انس مین بھی شیطان ہین فرمایا کہ ہان (رواہ احمد) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الیٰ بعض زخرف القول غرورا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسانون مین بھی شیاطین ہوتے ہین کیونکہ جو شخص متمرد ہو وہ شیطان ہے

زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عجمی گھوڑے پر سوار ہوئے تو اُس نے آپ کی سواری مین چکنا دمکنا شروع کیا بس آپ نے اُس کو مارنا شروع کیا مگر وہ اور زیادہ چکنے دمکنے لگا تو آپ اس پر سے اُتر پڑے اور فرمایا کہ تم لوگون نے مجھکو ایک شیطان پر سوار کر دیا تھا کہ مین اُس سے اترتے اترتے اپنے قلب سے منکر ہوا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ جب ملک شام فتح ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے واسطے تشریف لائے تو سرداران لشکر شام مانند حضرت ابو عبیدہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے استقبال کو آئے اور چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا بوڑھا اونٹ اور پیوند در پیوند لباس چھوڑ کر یہ ریشمی سفید لباس پہنین اور اس رومی گھوڑے پر سوار ہون کہ اس مین کافرون کے واسطے ہیبت ہو پس آپ سوار ہوے تو یہ واقعہ ہوا کہ اسکو شیطان کہکر اُتر پڑے اور معنی یہ ہین کہ اُس کی چمک وکلیل سے دنیاے فانی کی بعض لذات نظر پڑے اور یہ وسیلہ شیطانی تھا لہذا اسکو چھوڑ دیا اور اس مین لطیفہ یہ ہے کہ بیت المقدس کے راہب وقس اپنی اگلی کتابون مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صفت اسی پیوند پارہ کے لباس مین پاتے تھے بس اگر آپ لباس بدلتے تو شاید وہ لوگ نہ پہچانتے حالانکہ اُنھون نے آپ کو اسی لباس زہد مین دیکھکر فوراً پہچان لیا اور فوراً مطیع ہو کر قلعہ کا دروازہ کھول کر آپ سے امان مانگی۔ ف۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شیطان کو رجیم اسواسطے کہتے ہین کہ وہ مرجوم و مطرود ہے اور جب وہ چوری سے کان لگا کر ملائکہ کی باتین سُننا چاہتا ہے تو شہاب ثاقب سے رجم کیا جاتا ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین۔ وغیرہ آیات کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔ واضح ہو کہ سورۂ فاتحہ کی فضیلت معلوم ہو چکی اور یہ بھی بیان ہوا کہ تلاوت مین پہلے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھے بلکہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک سواے فرائض نماز کے نوافل مین بہتر ہے کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ پڑھ کر تسمیہ شروع کیا جاتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہے جو نہایت بخشش والا بہت مہربان ہے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق کتاب الٰہی یعنی قرآن مجید کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا اور علما متفق ہین کہ سورۂ نمل مین قولہ تعالیٰ انہ من سلیمن وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین بسملہ بعض آیت ہو پھر مسئلہ یہ ہے کہ ہر سورہ کے اول مین بسملہ پوری آیت ہے یا آیت کا جز ہو اور یہ جس سورہ پر لکھی گئی اُس مین شمار ہے یا فصل کے واسطے لکھی گئی ہو پھر وہ سورۂ فاتحہ مین بھی فصل کے واسطے لکھی گئی یا وہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے۔ شیخ نے لکھا کہ علماء کے اختلافی اقوال کتب فقہ وغیرہ مین دلائل کے ساتھ مفصل مذکور ہین اور سُنن ابو داؤد مین باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورتون کا فصل نہین پہچانتے تھے یہان تک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل کی گئی (رواہ الحاکم ایضاً) مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اسی سے استدلال کیا کہ بسملہ کسی سورہ کا جزو نہین ہے بلکہ وہ فصل پہچاننے کے واسطے اتاری گئی ہے لیکن امام شافعیؒ نے اسکی یہ تاویل کی کہ بیشک وہ پہلے جزو نہ تھی پھر جب اتاری گئی تو اس سورہ کا جز ہو گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل لطیف ہو لیکن لازم آتا ہو کہ بسملہ نازل ہونے سے پہلے ہر سورہ ناقص تھا اور اس کا التزام کرنا بعید ہے۔ ف۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا ہو کہ صحیح ابن خزیمہ مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مین سورۂ فاتحہ کے اول بسم اللہ پڑھی اور اسکو ایک ایک آیت شمار کیا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اُسکی اسناد مین عمر بن ہارون البلخی ضعیف ہو لیکن دار قطنی نے دوسری اسناد کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی متابعت روایت کی۔ مترجم کہتا ہو کہ اس مین یہ تصریح نہین ہو کہ بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ مین سے ایک آیت شمار کیا بلکہ وہ ایک آیت ہو اور ظاہر لفظ بھی اُسی کو مفید ہو کیونکہ سورۂ فاتحہ سے پہلے یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوا کہ یہ سورۂ فاتحہ سے علیحدہ

ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و ابوہریرہ و حضرت علی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ سوائے سورۂ براۃ کے ہر سورۃ
مین سے بسم اللہ ایک آیت ہے اور یہی قول تابعین مین سے عطاء و طاؤس و سعید بن جبیر و مکحول و زہری رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے اور یہی مذہب
عبد اللہ بن المبارک و شافعی و اسحٰق و ابوعبید ہے اور امام مالک و ابوحنیفہ و اُن کے اصحاب نے کہا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ وغیرہ کسی مین سے آیت نہین
ہے۔ اور داؤد ظاہری نے کہا کہ بسم اللہ ایک آیت مستقلہ ہے جو کسی سورہ کا جزو نہین ہے بلکہ ہر سورہ پر لائی گئی ہے اور یہی امام احمد سے
ایک روایت ہے اور اسی کو ابوبکر الجصاص الرازی نے ابوالحسن الکرخی سے نقل کیا اور یہ دونون اکابر فقہاء حنفیہ سے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ جصاص
و کرخی کے قول سے یہ لازم نہین آتا کہ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے بلکہ یہ دونون علماء بھی درجہ اجتہاد تک پہونچے ہین بس شاید یہی ان دونون کا مذہب
ہو اور شک نہین کہ یہ مذہب بنظر دلیل قوی ہے اور فقہاء حنفیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے پس حاصل یہ ہے کہ بسم اللہ ایک آیت مستقل نازل کی گئی جو
جو ہر سورہ پر فصل پہچاننے کے واسطے رکھی گئی ہے جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث ابن عباس مین مذکور ہوا اور اس قول پر یہ اعتراض نہین ہو سکتا کہ
بسم اللہ اگر قرآن مین سے نہو تو لازم آوے کہ جو چیز قرآن مین سے نہین ہے وہ مصحف مین داخل ہے اور بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو نہین ہے اسکی
دلیل وہ حدیث ہے جو فضائل فاتحہ مین گزری کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کو اپنے درمیان اور اپنے بندہ کے درمیان نصفا نصف قرار دیا
اور اُس حدیث مین بسم اللہ کو شمار نہین فرمایا چنانچہ وہان اشارہ کیا گیا ہے اور ابن خزیمہ کی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا اگر ثابت ہو تو بھی کچھ
اعتراض نہین کیونکہ بسم اللہ ایک آیت مستقلہ ہے اور اس مسئلہ کے واسطے ان احادیث سے بھی استدلال ملے گا جو نماز مین قراءت فاتحہ
کے بارہ مین وارد ہے کیونکہ جن احادیث سے ثبوت ہوا کہ مغرب و عشاء و فجر وغیرہ کی نماز جہری مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کا جہر نہین
فرماتے تھے تو صریح ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی آیت نہین ہے ورنہ اُسکے کچھ معنی نہین کہ آیت آہستہ پڑھی جاوے اور باقی سورت جہر سے پڑھی جاوے لہذا اس
مسئلہ کو بیان کر دینا چاہئے (مسئلہ) بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ سے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جن علماء کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ
مین سے آیت نہین ہے وہ قراءت فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ کا جہر نہین کرتے ہین اور جنھون نے کہا کہ وہ سورہ مین سے آیت ہے جیسے امام شافعی وغیرہ تو
ان مین اختلاف ہے چنانچہ شافعی کہتے ہین کہ فاتحہ و سورہ ہر ایک پر بسم اللہ جہر سے پڑھے اور یہی ایک جماعت صحابہ و تابعین سے منقول ہے اور خطیب نے
نقل کیا کہ یہی خلفاء راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے لیکن یہ نقل غریب یعنی شاذ ہے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح روایات مشہورہ
کے خلاف ہے۔ ف۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شافعی کی دلیل یہ ہے کہ جب بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے تو کل کی طرح اس کا بھی جہر کرنا چاہئے اور ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگون کو نماز پڑھائی اور قراءت مین بسم اللہ کا جہر کیا اور بعد فراغت کے فرمایا کہ مین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہون (رواہ ابن خزیمہ و ابن حبان والنسائی) اور اس حدیث کو دارقطنی و خطیب و بیہقی نے
صحیح کہا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے استدلال اس طرح ہوا کہ ابوہریرہ نے اپنی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے اشبہ کہا حالانکہ بسم اللہ
کا جہر کیا تھا تو لازم آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جہر فرماتے تھے لیکن اشبہ ہونے کے واسطے ہر جزو کی مشابہت شرط نہین ہوتی علاوہ برین
اس سے معمولی طور پر جہر ثابت نہین ہوتا بلکہ غالباً یہ جہر بطور تعلیم تھا تاکہ لوگ جان لین کہ قراءت سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھنا چاہئے جیسے فقہاء
حنفیہ نے جہر سے آمین کہنے مین یہی تاویل کی چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ ف۔ شیخ نے لکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرتے تھے (رواہ ابوداؤد والترمذی) لیکن ترمذی نے کہا کہ اس کی اسناد
ٹھیک نہین ہے اور حاکم نے بعد روایت کے کہا کہ صحیح ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر صحیح مان لیجاوے تو شاید بطور تعلیم ہو یا حضرت ابن عباس رضؓ نے

لوگون کو آگاہ کیا کہ قرارت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا چاہیے اور اس تاویل کی وجہ آئندہ انشاء اللہ ظاہر ہوگی۔ شیخ نے لکھا ہے کہ حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت پوچھی گئی تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت کشیدہ ہوتی تھی پھر انس
رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس طرح پڑھی کہ بسم اللہ کو مد کیا اور الرحمٰن کو مد کیا اور الرحیم کو مد کیا (رواہ البخاری) مترجم کہتا ہے کہ یہ تو آپکی
قرارت کی مثال ہے اس سے کچھ بھی ثابت نہین ہوتا کہ آپ نماز مین بسم اللہ جہر سے پڑھتے تھے بلکہ جن آیات کو جہر سے پڑھتے ان مین
مقامات مد کی مثال یہ ہے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مین بیان کی پس اس سے جہر بسم اللہ پر استدلال کرنا بہت بعید ہے۔ اسی طرح شیخؒ نے لکھا کہ
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرارت کو مقطع الگ الگ پڑھتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین
الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین (رواہ احمد وابوداؤد وابن خزیمہ والحاکم) اور دارقطنی نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی مثال
قرارت ہے۔ شیخؒ نے لکھا کہ دیگر علماے مجتہدین کا مذہب یہ ہے کہ نماز مین بسم اللہ کو جہر سے نہین پڑھنا چاہیے اور یہی امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وچارون خلفائے راشدین حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی و عبد اللہ بن مغفل اور ایک جماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور یہی امام
ابوحنیفہ وثوری واحمد کا مذہب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو تکبیر سے اور قرارت کو الحمد للہ
رب العالمین سے شروع کرتے تھے (رواہ مسلم) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی
اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی پس یہ لوگ الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے (رواہ البخاری ومسلم) اور صحیح مسلم
کی دوسری روایت مین مصرح ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہ اول قرارت مین جہر کرتے اور نہ آخر قرارت مین (الصحیح) اور عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ
سے بھی اسی کے مثل روایت ہے جس کہ اپنے بیٹے کو جہر بسم اللہ کی نسبت کہا کہ یہ بدعت ہے اور کہا کہ مین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی یہان
کوفہ مین قریب پانچ برس کے نماز پڑھی مگر کبھی بسم اللہ کو جہر سے پڑھتے ہوے نہین سُنا اور یہ روایت سنن مین موجود ہے اور ترمذی نے کہا صحیح ہے
مترجم کہتا ہے کہ جب یہ روایات صریح موجود ہین تو یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء راشدینؓ کا معمولی فعل تھا پس اس کے معارض کوئی روایت
نہوگی اور اگر جہر بسم اللہ کسی روایت مین صریح ثابت ہو تو اس کے یہی معنی ہونگے کہ آپ نے تعلیم کے واسطے جہر کیا واللہ تعالےٰ اعلم (فضیلت
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نامون سے ایک نام ہے اور یہ نام اللہ تعالیٰ کے
اسم اعظم سے اسقدر قریب ہے جیسے آنکھ کی سفیدی وسیاہی مین قربت ہوتی ہے (رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ) اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم کو ان کی مان نے معلم کو سپرد کیا تاکہ وہ عیسیٰؑ کو تعلیم کرے معلم نے کہا کہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو تو عیسیٰؑ نے کہا کہ بسم اللہ کیا ہے معلم نے کہا کہ مین نہین جانتا ہون پس عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ب بہائے الٰہی س
سناء الٰہی م مملکت الٰہی ہے اللہ سب کا معبود ومالک ہے الرحمٰن دنیا وآخرت مین رحمت والا الرحیم خاص آخرت مین رحمت والا (رواہ ابن جریر و
ابن مردویہ) شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ غریب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت نہین ہوتی مگر شاید سلف مین سے کسی کا قول ہو یا
نصرانیون سے روایت ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابو محمد روزبہان شیرازی نے اشارات عرائس مین بھی بسم اللہ کے اشارات مین
اسی روایت کے مانند ذکر کیا پس ظاہر ایہ منجملہ اشارات ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور بنو اسرائیل مین بسم اللہ زمانہ سلیمان علیہ السلام سے معروف تھی
پس شاید کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معلم کو اُسکے بعض اشارات سے متنبہ کیا ہو۔ شیخؒ نے لکھا کہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر ایسی آیت نازل کی گئی جو کسی پیغمبر سابق پر سوائے سلیمانؑ کے نہین اتری اور وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین ابوامیہ عبدالکریم محدثین کے نزدیک ضعیف ہے م۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی تو غیم بجانب مشرق بھاگا اور ریاح کے جھکوڑ ونکو سکون ہوگیا اور سمندر کو ہیجان ہوا اور بہایم نے اپنے کان لگائے اور شیاطین کو آسمان سے رجم کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی کہ جس کسی چیز پر اس کا نام لیا جائےگا ضرور اس مین برکت عطا ہوجائیگی (رواہ ابن مردویہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شخص کو یہ آرزو ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکو ملائکہ زبانیہ سے جو انیس ۱۹ ملائکہ عذاب دوزخ ہین نجات دے تو اسکو چاہئے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کرے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے بسم اللہ کے کل حروف مین سے ہر حرف کو ہر زبانیہ سے سپر کردےگا اس اثر کو ابن عطیہ اور قرطبی نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ بسم اللہ مین انیس ۱۹ حرف ہین اور زبانیہ بھی انیس ۱۹ ہین پس اس کا ہر ایک حرف ایک زبانیہ کے واسطے سپر ہے جیسے حدیث شریف مین ایک مرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو ایک صحابی نے کہا کہ ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام کے فرمایا کہ بیشک مین نے بضع وثلثین ملائکہ کو دیکھا کہ اس کلمۂ پاکیزہ کو لیجانے کے واسطے مبادرت کرتے تھے اور بضع زبان عرب مین تین سے نو تک ہے اور ثلثین تیس ۳۰ ہے پس انتہا اونتالیس ۳۹ ہوئے اور اس کلمہ کے حروف بھی اونتالیس ۳۹ ہین پس ہر حرف کے واسطے ایک فرشتہ ہوا۔ اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف مین تھا کہ اتنے مین سواری نے ٹھوکر کھائی تو مین نے کہا تعس الشیطان یعنے شیطان خوار ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لفظ مت کہہ کیونکہ جب تو یہ لفظ کہے گا تو شیطان پھول کر مکان کے برابر ہوجائےگا اور کہے گا کہ مین نے اپنی قوت سے پچھاڑا بلکہ تو بسم اللہ کہا کر کیونکہ جب تو نے بسم اللہ کہا تو وہ خوار ہوکر مکھی کے برابر حقیر ہوجاتا ہے (رواہ احمد والنسائی فی الیوم واللیلۃ وابن مردویہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بسم اللہ کی تاثیر برکت ہے اسی واسطے ہر قول وفعل سے پہلے بسم اللہ کہنا مستحب ہے اور خطبہ کے اول مین بھی مستحب ہے کیونکہ حدیث مین آیا کہ ہر امر معتد جو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہ کیا جاوے وہ اجذم ہے یعنے جذامی کی طرح مقطوع وبے برکت ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت ابن ماجہ واربعین رُہاوی وغیرہ مین ہے اور اسی کے مانند روایت کو نووی وابن الصلاح نے صحیح کہا اور اُسکو ابن حبان وابوعوانہ نے بھی روایت کیا۔ م۔ پس ہر ایسے کام کے واسطے جو شرعاً مباح ہے خواہ قول ہو یا فعل ہو بسم اللہ کہنا چاہئے حتیٰ کہ پاخانہ جاتے بسم اللہ کہے چنانچہ اس بارہ مین صریح حدیث صحیح وارد ہے پھر اگر وہ کام شرعاً مستحب ہو تو بسم اللہ کہنے کی تاکید مزید ہوجائیگی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ وضو کے اول مین بسم اللہ کہنا مستحب ہے کیونکہ حدیث ابوہریرہ وسعید بن زید وابوسعید خدری رضی اللہ عنہم مین وارد ہے کہ اس شخص کا وضو نہین جس نے اسپر اللہ تعالیٰ کا نام نہین ذکر کیا (رواہ احمد واصحاب السنن) اور یہ حدیث حسن ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ شیخؒ نے لکھا کہ بعضے علماء نے وضو مین بشرط یاد اُس کو واجب کہا ہے اور بعضے علماء نے اس کو مطلقاً واجب کہا ہے اور امام شافعی اور ایک جماعت کے نزدیک ذبیحہ کے وقت بھی بسم اللہ کہنا مستحب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے بلکہ موکد ہے اور دیگر علماء نے اسکو واجب کہا مگر بعض نے بشرط یاد اور بعض نے مطلقاً واجب جانا پھر شیخ نے اس مقام پر تفسیر کبیر وغیرہ کی بعض روایات نقل کرکے کہا کہ یہ بے اصل ہے لہٰذا مترجم نے اس کا ذکر ہی متروک کیا پھر شیخؒ نے لکھا کہ کھانے کے وقت بسم اللہ کہنا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن ابی سلمہ کو کھاتے وقت تعلیم فرمایا کہ بسم اللہ کہہ اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے کی غذا سے کھا (کمافی صحیح مسلم) اور بعض علماء نے اسکو واجب کہا ہے مترجم کہتا ہے کہ اسی نظر سے واجب

[illegible]

ہونا مناسب ہی کہ جب بسم اللہ نہ کہے تو شیطان ساتھ کھاتا ہے اور برکت مٹ جاتی ہی چنانچہ سنن ترمذی وغیرہ کی حدیث مین یہ بات ثابت ہے اور
اگر ابتدا مین بسم اللہ بھول جاوے تو درمیان مین جس وقت یاد آوے اس طرح کہے کہ بسم اللہ اولاً و آخراً جیساکہ ترمذی وغیرہ کی حدیث صحیح مین ثابت ہے
اور واضح ہو کہ بعض احادیث مین وارد ہوا کہ مومن کا شیطان نحیف و نزار و لاغر ہوتا ہی اور کافر کا شیطان موٹا تازہ و قوی ہوتا ہی پس اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ بغیر بسم اللہ کہنے کے جو شیطان ساتھ کھاتا ہی شاید یہ وہی شیطان ہو جو ہمزاد ہی اور بھید یہ ہی کہ جسم انسانی کی ترکیب اسی صورت جسمیہ
محسوسہ سے اور اسی کے مماثل پیکر ہیولانی ہمزاد سے ہی اور روح نورانی اور اُسی کے مماثل پیکر نوری ملکی سے ہی پس انسان جو غذا کھاتا ہی اگر
اُسنے ایمان کے ساتھ بسم اللہ کہکر کھائی تو وہ مثمر نور و برکات طاعت و ذکر الٰہی ہوتی ہی جس سے پیکر نورانی قوی ہوتا ہے یعنی نور کی کثرت ہوتی ہے اور
اگر کفر کیا یا بسم اللہ چھوڑ دی تو وہ غذاے جسمانی ہو کر پیکر ہیولانی کی قوت ہوتی ہی جس سے شر و فساد معصیت حاصل ہو یا کمتر یہ کہ وہ غذا
رائگان ہو کیونکہ یہ جسم آخر کار فانی ہی پس ہمزاد کے ساتھ کھانے کے یہ معنی ہین جو مذکور ہوے اور شاید کہ شیطان سے ابلیس و اُس کی
ذریت مراد ہو جو ہمزاد سے علیحدہ ہی کیونکہ ابلیس در اصل از قسم جن ہی اور اُسکے واسطے غذا معلوم ہی اور جن جاہلون نے شیطان سے انکار کیا اُسکے
پاس کوئی دلیل نہین ہے اور عجب کہ وہ ہمہ تن شیطان کا بندہ بن گیا حتی کہ اُسی کی بندگی مین یہ انکار بھی ہی حالانکہ کمال جہالت سے
اُسکو خبر نہین اور مقدمہ مین مترجم نے فی الجملہ اشارہ کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر اسکی بحث آویگی شیخ نے لکھا کہ جماع حلال کیوقت
بھی بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص اپنی
جورو کے پاس جانا چاہتا ہے اگر اس وقت مین یون کہے بسم اللہ اللہم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا یعنی باسم الٰہی یہ کام کرتا ہون الٰہی
ہم دونون سے شیطان کو دور رکھ اور جو فرزند تو ہم دونون کو روزی فرماوے اُس سے بھی شیطان کو دور رکھ پھر اگر ان دونون کے درمیان کوئی
فرزند مقدر کیا جاوے گا تو شیطان کبھی اُسکو مضرت نہین پہونچا سکیگا (الصحیحین) مترجم کہتا ہی کہ جماع کے وقت بسم اللہ کا استحباب اسواسطے کہا
کہ مومن کو اس فعل مین بھی اپنی نیک نیتی پر ثواب ملتا ہی کیونکہ خالی شہوت پرستی مثل جانورون کے مقصود نہین ہوتی بلکہ وہ حرام سے اپنی حفاظت
اور فرزند صالح کی نیت کرتا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین منصوص ہی کہ جب آپ نے اس فعل پر ثواب فرمایا تو بعض صحابہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ
کیا ہم مین سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اس مین بھی ثواب پاوے پس آپ نے فرمایا کیون نہین دیکھتے ہو اگر وہ حرام کاری کرے تو عذاب پاوے
انھون نے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ اسی طرح حلال کام مین ثواب پاوے گا۔ کما فی الصحیح۔ (مسئلہ) جس طرح جائز افعال پر بسم اللہ مستحب
ہی اسی طرح اس کے برعکس اگر غیر جائز کام ہو تو بسم اللہ کہے تو معصیت ہی حتی کہ فقہاء نے کہا کہ اگر زنا و حرام کاری یا شراب خواری یا قطعی
حرام کھانے پر اُسنے بسم اللہ کہا تو کافر ہو جاوے گا چنانچہ فتاوی ہندیہ کی کتاب الارتداد و احکام مرتدین مین یہ مسائل مذکور ہین (مسئلہ)
اگر کوئی شخص کھانا کھاتا ہو اور دوسرا شخص آیا اور اُس نے کہا کہ آؤ تم بھی کھانا کھاؤ پس اُسنے جواب مین کہا کہ بسم اللہ تو اس کا کیا حکم ہی جواب
یہ ہے کہ اگر کہنے والے کو درحقیقت یہی منظور ہی کہ یہ شخص میرے ساتھ کھانے مین شریک ہو جاوے تو اُسکا کہنا بہتر ہی اور اگر اُسکو یہ منظور نہین ہی تو اُسکا
قول منافقانہ ہی پس اُسکو اس حرکت سے پرہیز کرنا چاہیے رہا وہ شخص جسنے صلاے طعام کے جواب مین بسم اللہ کہا تو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے
اپنے بعض رسائل مین اور نیز فتاوی وغیرہ مین مذکور ہی کہ اُس نے بجاے اپنے کلام کے بسم اللہ کو داخل کیا تو یہ معصیت ہے حتی کہ بعض نے
کفر کا خوف لکھا بلکہ اسکو یون کہنا چاہیے تھا کہ مجھے خواہش نہین ہی یا مین نہ کھاؤنگا یا تم کھاؤ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے یا مانند اُس کے
جو کلمات اس کا جواب ہو سکتے ہین (مسئلہ) اگر کسی شخص کو دو تین دن گزرے اور اس نے کھانا نہ پایا یہان تک کہ مضطر ہو گیا

پھر اسکو مردار کھانا ملا تو ہمارے ائمہ حنفیہ کے اصول پر اسکو بسم اللہ نہین کہنا چاہیئے اس واسطے کہ یہ چیز اپنے حال پر مردار ہی مگر اللہ تعالی نے بقدر بقاے حیات کے کھا لینے مین اس سے گناہ اٹھا دیا ہی لیکن بعض مشائخ نے یہ مقدار اسکے حق مین مباح بھی جتی کہ انکے قول پر بسم اللہ جائز ہی لیکن قول اول ارجح ہی واللہ اعلم۔ حدیث مین ہی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض اصحاب کے کھانا کھاتے تھے کہ اتنے مین ایک اعرابی آکر شریک ہوگیا پس بہت جلد وہ طعام ختم ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے بسم اللہ نہین کہا اور اگر کہتا تو تم کو کافی ہوتا (السنن) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق ضحاک عن ابن عباسؓ روایت کی کہ اول جو چیز جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لائے یہ ہی کہ جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمد کہو استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پھر کہا کہ کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابن عباسؓ نے کہا کہ جبرئیل نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اُس کے یہ معنے ہین کہ اے محمد اقرأ باسم ربک یعنے اپنے رب کے نام پاک کے ساتھ پڑھو اور اپنے رب عزوجل کا نام ذکر کرنے کے ساتھ اٹھو اور بیٹھو۔ (لفظ ابن جریر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے واسطے ننانوے نام ہین جس نے اِن کو حفظ کے ساتھ احصا کیا وہ جنت مین داخل ہوا (الصحیح) اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک بھی معظم و مکرم ہے لہذا کتابت وخطبہ وغیرہ مین باسم الٰہی لکھتے ہین اور رہی قسم تو اس مین اسم اللہ کی قسم معروف نہین ہے۔ کیونکہ قسم کا مدار عرف پر ہے اور عرف مین جیسے واللہ کہتے ہین ویسے والقدوس کے ساتھ قسم معروف نہین ہی۔ اور بعض محققین نے کہا کہ اللہ ہی اسم اعظم ہے کیونکہ اسم ذات جامع صفات ہی اور اللہ تعالیٰ نے اسکو قرآن مین ایک ہزار تین سو ساٹھ جگہ ذکر فرمایا ہی ولیکن سابق مین ابن کثیر سے ایک روایت گذری کہ اس مین اور اسم اعظم مین آنکھ کی سفیدی و سیاہی کے مانند قرب ہے۔ اور صحیح کی بعض روایات مین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اللّٰہم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم اور شروع آیۃ الکرسی اور شروع آل عمران مین ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تفسیر کبیر مین بعض سلف سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہین از انجملہ ایک ہزار قرآن مین اور ایک ہزار سنت صحیحہ مین اور ایک ہزار توریت اور ایک ہزار انجیل و ایک ہزار زبور اور ایک ہزار لوح محفوظ مین ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ قولہ تعالیٰ وللہ الاسماء الحسنیٰ۔ کی تفسیر مین آویگا کہ اسماء الٰہی عزوجل غیر محصور ہین چنانچہ وہان ایک حدیث اس بارہ مین صریح منصوص ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کے بیان مین جو حدیث صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ بیان شفاعت مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ اسم پاک ہی جو کسی لفظ سے مشتق نہین۔ اور قرطبی نے اُسکو امام شافعی وخطابی و امام محمد و امام حرمین وغزالی وغیرہ ایک جماعت علماء سے نقل کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی صحیح ہی۔ اور بعضون نے اُسکو مشتق گمان کیا چنانچہ ابن کثیر و بیضاوی ورازی وخطیب نے وجوہ اشتقاق کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا مگر مین نے اس مین زیادہ فائدہ نہ دیکھا اس لیے متروک کیا اور قولہ تعالیٰ۔ ہل تعلم لہ سمیا۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ بعض تفصیل آویگی۔ تفسیر کبیر مین شیخ رازیؒ نے لکھا کہ خلائق دو قسم ہین ایک وہ جو بحر معرفت کے کنارے پہونچے اور دوم وہ جو تاریکی حیرت وجہالت مین حیران ہین گویا اپنے عقول وارواح گم کر بیٹھے اور قسم اول جو معرفت تک واصل ہوے وہ عرصۂ نور و فسحۂ جلال و کبریا مین پہونچکر اس میدان بے انتہا و بحر ناپیدا کنار مین سائر ہین تو معلوم ہوا کہ کل خلائق اسکی معرفت مین والہ ہین۔

(بیان الرحمٰن الرحیم) یہ دونون اسم پاک رحمت سے مشتق ہین اور یہ اشتقاق مبالغہ ہی جس سے کمال رحمت کا اظہار ہو اور ان دونون مین سے الرحمٰن زیادہ بلیغ ہی اور یہی تفسیر ابن جریر و بعض سلف سے ظاہر ہوتا ہی کہ اسپر علماء متفق ہین اور اثر عیسیٰ علیہ السلام جو سابق مین مذکور ہوا کہ الرحمٰن دنیا وآخرت کی رحمت والا اور الرحیم خاص آخرت کی رحمت والا ہی یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور الرحمٰن بیشک علم ہے چنانچہ اہل یمامہ اپنے مسیلمہ کذاب کو رحمٰن الیمامہ کہتے تھے لیکن قریش اس کو اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہین جانتے تھے اسی واسطے جب قریش کے

ساتھ صلح حدیبیہ مین صلحنامہ کا عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام پاک سے لکھوایا تو سہیل بن عمرو وغیرہ نے اس سے انکار کیا وقال تعالیٰ
قالوا وما الرحمٰن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے واسطے یہ نام نہین جانتے تھے۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف
رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین الرحمٰن ہون اور مین نے رحم کو
پیدا کیا اور اسکے واسطے اپنے نام مین سے نام اشتقاق کیا پس جو شخص رحم کو ملا دے یعنی نسبی ناتا قطع نکرے تو مین اُسکو ملاؤنگا اور جو شخص
رحم قطع کرے مین اُسکو قطع کرونگا (رواہ الترمذی وقال صحیح) قرطبی نے کہا کہ یہ مشتق ہونے کی دلیل ہی شیخ ابو علی فارسی نے کہا کہ الرحمٰن مختص اللہ
کے واسطے ایک اسم ہی جو جمیع اقسام رحمت کو شامل ہی یعنی رحمت صغیر وکبیر وجلیل وحقیر خواہ مومن کے واسطے ہو یا کافر کے واسطے ہو اور خواہ
دنیا مین ہو یا آخرت مین ہو عام ہی اور اسم الرحیم خاص مومنون کے واسطے ہی چنانچہ دنیا مین فرمایا کہ انہ بہم رؤف رحیم۔ اور خصوصیت آخرت کی
دلیل وہ حدیث ہی کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے سو رحمت ہین جن مین سے اس نے ایک رحمت کو مخلوقات مین نازل کیا کہ اسکی مخلوق آپس مین حتی کہ بہیمہ اپنے
بچہ پر شفقت کرتی ہی اور باقی ننانوے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندون پر ظاہر فرماویگا (الصحاح) شیخ ابن المبارک نے کہا کہ الرحمٰن
اس صفت کی شان ہی کہ اگر اُس سے مانگو تو عطا فرماوے اور الرحیم اس صفت کی شان ہی کہ جو نمانگے اُسپر غضب فرماوے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حدیث
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگے اللہ تعالیٰ اُسپر غضب فرماتا ہی (رواہ
الترمذی وابن ماجہ) بعض شاعرون نے خوب کہا ہے آدمی ہی کہ گر مانگو تو ہووہ خشمناک۔ واہ شان حق نمانگو گر تو وہ غصہ کرے۔ اگر کہا جاوے کہ تم نے
الرحیم کو صرف مومنون کے واسطے رحیم الآخرۃ بیان کیا حالانکہ حدیث کی دعا ماثور مین ہی یا رحمٰن الدنیا والآخرۃ ورحیمہما۔ پس رحیم دنیا وآخرت بھی مذکور
ہی مترجم کے نزدیک اسکا جواب یہ ہی کہ مومنون کے واسطے یہ اسم خاص ہی چنانچہ دنیا مین بھی فرمایا کہ انہ بہم رؤف رحیم۔ لیکن چونکہ مومنون پر دنیا مین
رحیم ہونا عموماً کافرون پر ظاہر نہین ہوتا ہی بلکہ کفار اپنی معکوس نگاہ مین مومنون کو دنیا مین جہد ومشقت عبادت کے ساتھ دیکھتے ہین اور آخرت مین
اُس کا قطعی اظہار ہو جائیگا بلکہ ننانوے رحمت ذخیرہ ملکر پوری سو رحمت کے ساتھ کمال ہوگا لہذا رحیم آخرت ہی کہا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عطار
خراسانی سے روایت ہی کہ الرحمٰن سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا نام نہین ہوتا پس الرحیم ملا دیا کہ یہ بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا نام نہین ہے
(رواہ ابن جریر) حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ الرحمٰن اسم ممنوع ہی (رواہ ابن جریر) ابو الاشہب نے حسنؒ سے اسکی یہ تفسیر روایت کی کہ الرحمٰن
ایسا اسم ہے کہ اسکے ساتھ فقط اللہ تعالیٰ کا نام رکھا گیا اور کسی شخص کی یہ طاقت نہین کہ اسکو اپنے اوپر رکھے (رواہ ابن ابی حاتم) واضح ہو
کہ سورۂ فاتحہ کی فضیلت مع تعوذ کے فضائل کے اور بسم اللہ کے فضائل ومسائل کے بیان ہوے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جمہور قرا نے الرحیم کی میم کو کسرہ دیکر الحمد سے ملا دیا

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

سب تعریف اللہ کو ہی جو صاحب سارے جہان کا — بہت مہربان نہایت رحم والا — مالک انصاف کے دن کا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریف ہی اللہ تعالےٰ کے لیے۔ **ف** یعنی جمیع محامد وثنا ازل سے ابد تک جہان کہین اور جب ان کا وجود ہے یا ہو
وہ سب ذاتی حقیقت مین اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین اور یہ سورہ چونکہ قرآن مجید مین سے ہی لہذا کلام قدیم ہے کہ جس وقت مخلوقات کا وجود ہی
نہین تھا اسیواسطے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کی ثنا فرمائی اور اس کے ضمن مین البتہ بندون کو یہ حکم ہے
کہ اسیطرح ثنا کرین گویا بندون کو حکم دیا کہ کہو الحمد للہ اور چونکہ اسم اللہ جامع صفات ہی لہذا کہا گیا کہ اس کلمہ سے اللہ تعالےٰ کے واسطے
جمیع اسماء حسنیٰ وصفات قدسیہ کے ساتھ ثنا ہو جاتی ہی مترجم کہتا ہے کہ پھر جب جملہ صفات آگئین تو (رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) یعنے

عالمون کا پروردگار ہو۔ ف یہ ایک صفت خاص بندون کی تنبیہ و ترغیب کے واسطے بیان فرمائی اگرچہ اسم اللہ مین یہ صفت بھی شامل تھی۔ شیخ
ابن جریر نے کہا کہ الحمد للہ کے معنی یہ ہین کہ حمد و شکر خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو اُسکے سوائے کسی مخلوق کو یا کسی بنائے ہوئے معبود کو بالکل
دخل نہین ہو کیونکہ عالمین کی ربوبیت اُسی کے واسطے ہو کہ اُسنے اپنے بندون کو اُنکی عزیز جان کے مثل بکثرت نعمتین عطا فرمائین جنکا احاطہ و شمار ممکن
نہین حتی کہ اُنکو طاعت کے واسطے اعضا دیے اور اُنکی حفاظت کے واسطے دنیا مین رزق و غذا عطا فرمائی حالانکہ اُنکو کوئی استحقاق نہ تھا
اور دیگر اسباب طاعت مہیا فرمائے اور باوجود اسکے کامل مزید احسان یہ کیا کہ انبیاء و رسل علیہم السلام اُنکی ہدایت کے واسطے بھیجے جن کی
پیروی سے دارالسلام جنت مین بیمثال نعمتون کے ساتھ دائمی مقام ہو پس اللہ تعالیٰ کے واسطے اول و آخر اس کامل انعام پر حمد ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کا احسان اپنے بندون کے ساتھ اُنکے وجود سے پہلے ہوتا ہو کیونکہ کسی مخلوق کو یہ استحقاق نہین کہ وہ پیدا کیا جائے اور شک نہین کہ ہر شخص
اپنی جان کو تمام جہان کی کل نعمتون سے عزیز جانتا ہو پس جان کی نعمت بندہ کے حق مین پہلی نعمت ہو جو اُسکو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی پھر
اُسکے جسم و جان مین جسکو ایک مجمل نعمت سمجھتا ہو اگر غور سے دیکھو تو بیشمار تفصیلی نعمتین ہین حتی کہ اگر مُنہ و زبان مین قصور ہو تو طرح طرح کی غذاؤن اور
اُنکے مزہ سے محروم ہو اور اگر اُسکی پیدائش مین بچانہ کا مقام نہو تو سخت درد و تکلیف کے ساتھ تڑپ کر جان عزیز رائگان کرے اسی طرح
اُس کے جسم مین لاکھون رگون کے ذریعہ سے خون کی روانی اور ہر عضو کی غذا حیوانی عجیب حکمت کے ساتھ جاری ہو ورنہ اعضاء بیکار
و جسم خشک ہو جائے جیسے بغیر نہرون کی زمین اور بغیر نالیون کی کھیتیان پرپٹ ہو جاتی ہین اسی طرح اس خون مین آبی اختلاط اور
بخارات بذریعہ بالونکے مسام کے خارج کیا جاتا ہو کہ اگر خارج نہو تو بخار وغیرہ امراض سے ہلاک ہو جائے پس ہر ہر بال و مسام اُسکے واسطے شکر گزاری
کی نعمت ہو اور ہر جوڑ بند بلکہ ہر سانس کی آمد و رفت پر شکر واجب ہو بلکہ اداے شکر بھی درستی حواس و توفیق الآلات پر میسر ہوا اور یہ خود نعمت عظیم
ہے اور ہر نعمت کا شکر اُسپر فرض ہو لیکن اُسکے ادا سے عاجزی ظاہر ہو پس بندۂ مؤمن اپنے پروردگار رب العالمین کی بے انتہا نعمتین
دیکھتا اور اپنی عاجزی کا اقرار کرتا ہو اور اللہ عزوجل ارحم الراحمین جسنے بے استحقاق اُسپر اپنی نعمتین ارسال فرمائین وہ اسکی عاجزی سے خوب آگاہ ہو
پس اپنے بندہ کی طرف سے درحالیکہ بندہ کے دل مین اپنی عاجزی کا یقین ہو اپنے شکر مین یہی کلمہ قبول فرماتا ہو کہ الحمد للہ رب العالمین حدیث
مین ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندہ کو محبوب رکھتا ہو جو ایک نوالہ کھائے تو کہے الحمد للہ اور ایک گھونٹ پانی پیئے تو الحمد للہ کہے کما فی السنن
اور اسی تاویل پر بعض علماء نے کہا کہ ہر لقمہ پر الحمد للہ کہنا مستحب ہو اور واضح ہو کہ حمد درحقیقت ثناء الٰہی دل و زبان کے ساتھ ہے اور چونکہ اسی
سے شکر ادا ہوتا ہو لہذا شیخ ابن جریرؒ نے لکھا کہ جو لوگ زبان عرب جانتے ہین وہ حمد و شکر مین سے ہر ایک کو دوسری کی جگہ بولتے ہین لہذا الحمد للہ
یعنی الشکر للہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے شکر ہو پس یہ دونون برابر ہین۔ اور شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمی نے حضرت جعفر صادق اور ابن عطار
صوفی سے یہی نقل کیا۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ الحمد للہ ہر شکر گذار کا کلمہ ہو۔ ع۔ (**فضیلت الحمد**) ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کی مجلس مین ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب کیا کہ لا الٰہ الا اللہ اور
سبحان اللہ اور اللہ اکبر تو ہم لوگون مین معروف ہو بھلا بتلاؤ کہ الحمد للہ کیا ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک کلمہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے
اسکو اپنی ذات پاک کے واسطے پسند و محبوب فرمایا اور اسکا کہا جانا محبوب رکھا (رواہ ابن ابی حاتم) یعنی اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہو کہ اُس کے
بندے الحمد للہ کہین۔ ھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب بندے نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میرا شکر
کیا (ابن ابی حاتم) ابن عباسؓ نے کہا کہ الحمد للہ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے شکر ہو اور یعنی اُسکے کمال کا یقین اور اُسکی نعمتون و ہدایت و ایجاد

وغیرہ کا اقرار ہو (ابن جریر وابن ابی حاتم) حکم بن عمیرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو
اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پس وہ تیرے واسطے نعمت بڑھاویگا (ابن جریر) اسود بن سریع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
مین نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے محامد کہے ہین کیا وہ آپکو سناؤن آپ نے فرمایا کہ تو آگاہ ہو کہ تیرا رب اپنے حمد کو محبوب رکھتا ہو (رواہ احمد
والنسائی) مترجم کہتا ہو کہ ظاہرا یہ محامد بطور اشعار تھے تو اس سے ثابت ہوگا کہ حمد وثنا رکے اشعار جائز ہین ولیکن جان رکھنا چاہیے کہ ہر شاعر
جاہل کو یہ لیاقت حاصل نہین ہو کیونکہ بسا اوقات وہ ایک بات کو تعریف خیال کرتا ہو حالانکہ وہ ادب سے خلاف ہوتی ہے پس حمد ونعت مین
کامل ادب لحاظ رکھنا چاہیے اور بعضے جاہل شاعر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مین ایسے اشعار کہتے ہین جو دنیاوی بادشاہون کے واسطے
کہے جاتے ہین یا معراج شریف مین ایسے سامان بیان کرتے ہین جیسے دنیا مین ممکن ہو یا دنیاوی بادشاہون کے یہان موجود ہو یہ محض بے ادبی قریب
کفر ہو نعوذ باللہ من ذلک ۔ ف ۔ جابر بن عبد اللہؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ بہت خوب افضل ذکر ہے اور
الحمد للہ افضل دعا ہو (ترمذی نسائی ابن ماجہ) مترجم کہتا ہو کہ یہ حدیث حسن ہو اور صریح ہو کہ الحمد دعا ہو جسکو مقتدی اپنے دل سے بغیر زبان کے
ادا کر سکتا ہو ۔ ف ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر کوئی نعمت
فرمائی پس اُسنے الحمد للہ کہا تو الحمد اس نعمت سے افضل ہوگی (رواہ البیہقی) یعنی جو نعمت عطا کی وہ اس بندے کو ملی اور جب اس نے
اُسپر شکر کیا تو اُسکے نامہ اعمال مین حمد کا ثواب بنسبت اُس نعمت کے افضل رہا چنانچہ حدیث ابن ماجہ مین مصرح ہو ۔ ف ۔ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر مین
لکھا کہ نوادر الاصول مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری اُمت مین سے کسی کے
قبضہ مین تمام دنیا مع اپنی تمام چیزون کے آجاوے پھر وہ الحمد للہ کہے تو الحمد للہ اُس سب سے افضل ہوگی ۔ قرطبی نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ الحمد للہ
کہنے کی توفیق اُسپر تمام دنیا کی نعمت سے بہت بڑھکر نعمت ہو اور اسکی وجہ یہ ہو کہ وہ ثنا رالٰہی اور یہ نعمت فانی ہو کمترین کہ ثواب حمد دائمی رہیگا
بلکہ اُس کے طفیل مین نعمت دنیاوی بڑھ جاتی ہو حالانکہ دنیا فانی ہو ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے ہم لوگون سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے ایک بندہ نے کہا کہ ای رب تیرے جلال الوجہ وعظیم السلطان کے
واسطے تجھکو حمد ہو جیسے تیری شان کے لائق ہو پس فرشتون کو اسکا لکھنا مشکل ہوگیا حتی کہ اُنھون نے جناب باری عزوجل مین عرض کیا کہ اے
رب تیرے بندے نے ایسا عظیم الشان کلمہ کہا کہ ہم اُسکو لکھنے سے عاجز ہین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندے نے کیا کہا حالانکہ اللہ تعالےٰ خوب
جانتا ہو دونون فرشتون نے عرض کیا کہ اے رب اُسنے یون کہا کہ ای رب تیرے جلال الوجہ وعظیم السلطان کے واسطے تجھکو حمد ہو جیسی تیری
شان کے لائق ہو پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اُسکو یون ہی لکھدو جیسے میرے بندے نے کہا یہانتک کہ جب وہ مجھسے ملیگا تو مین ہی اُس کا
ثواب عطا فرماؤنگا (رواہ ابن ماجہ) شیخ نے لکھا کہ قرطبی نے ایک جماعت علماء سے نقل کیا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے الحمد للہ رب العالمین کہنا
افضل ہوتا ہو کیونکہ اسمین اللہ تعالیٰ کی توحید مع حمد وثنا ہو اور دیگر علماء نے فرمایا کہ نہین بلکہ لا الٰہ الا اللہ افضل ہو کیونکہ یہ کلمہ درمیان کفر و
ایمان کے حد فاصل ہو اور اسی کے واسطے لوگون پر جہاد کیا جاتا ہو حتی کہ جب اُنھون نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو مقبول ہوجاتے ہین کما فی الصحیحین
اور حدیث دیگر مین ہو کہ سب سے افضل کلمہ جو مین نے اور مجھسے پہلے پیغمبرون نے کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ہو اور سابق مین حدیث جابرؓ
مین گذرا کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ اور افضل الدعا الحمد للہ ہو ۔ ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہو ۔ شیخ نے لکھا کہ الحمد مین الف لام استغراق ہو
یعنے حمد کے جمیع اجناس واقسام کل ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین چنانچہ حدیث مین بھی آیا کہ الٰہی کل حمد تیرے ہی واسطے ہو اور

کل سلطنت تیرے ہی واسطے ہو اور کل خیر تیرے ہی ہاتھ مین ہو اور کل امر تیرے ہی جانب راجع ہو آخر تک۔ مترجم کہتا ہو یعنے کل خیر تیرے ہی قبضۂ قدرت
مین ہو۔ شیخ نے لکھا کہ عالمین جمع عالم ہو اور عالم ہر موجود کو کہتے ہین جو سوا ے اللہ عزوجل کے ہو پس یہان اُسکی جمع بیان کرنا باعتبار اقسام مخلوقات
آسمانی و زمینی و خشکی و تری و جن و انس وغیرہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کی تفسیر مین کہا کہ حمد
اللہ تعالی ہی کے واسطے ہی جسکی یہ کل مخلوقات ہین جو آسمانون مین ہو یا زمینون مین ہو یا اُنکے اندر یا اُن کے بیچ مین ہو جنکو ہم جانتے ہین یا نہین
جانتے ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ بحکم قولہ تعالی۔ ما یعلم جنود ربک الا ہو۔ کوئی شخص مخلوقات الٰہی کو نہین جان سکتا لیکن۔ سلف سے اِس بارہ
مین بظاہر اسرائیلی روایات متعدد وارد ہین چنانچہ شیخ نے بروایت ابو العالیہ اٹھارہ یا چودہ ہزار اور زمین کے ہر گوشہ مین تین ہزار پانچسو نقل کیے
بروایت ابن جریر و ابن ابی حاتم ولیکن کہا کہ ایسے کلام غیب کے واسطے دلیل صحیح کی ضرورت ہو اور مترجم کہتا ہو کہ یہی حق ہو حالانکہ کسی حدیث
یا آیت مین تعداد مذکور نہین ہو بلکہ صریح آیت سے اوپر معلوم ہوا کہ سوا ے اللہ تعالی کے کوئی شخص نہین جانتا لیکن یہ ممکن ہو کہ ان روایات
مین یہ مراد ہو کہ جہانتک بندون کو علم ہوا اُسکا بیان ہو اور کل مخلوق الٰہی کا بیان نہین ہو سکتا اور دلیل اسپر یہ ہو کہ ابو العالیہ نے صرف زمین کے
عوالم بیان کیے ہین کیونکہ ہر گوشہ مین تین ہزار پانچسو کے حساب سے چارون گوشون مین چودہ ہزار ہوئے اور اگر اٹھارہ ہزار ہون تو ہر گوشہ مین
ساڑھے چار ہزار ہوتے ہین لہٰذا ان روایات کی نقل مین کوئی حرج نہین ہو تاکہ جہانتک معلوم ہوا اُسکی عظمت دیکھکر تمام مخلوقات الٰہی غیر متناہی پر قیاس
کیا جاوے جس سے عظمت و کبریائی الٰہی کا نور دل مین آوے چنانچہ شیخ نے لکھا کہ تبیع الحمیری سے روایت ہو کہ عالمین ہزار اُمت[ف] ہین ازانجملہ

ف قولہ اُمت جاندارون کی ہر قسم کو اُمت کہتے ہین اور بعرف قرآن گروہ کو بھی اُمت کہتے ہین اور یہان اول مراد ہی ۱۲

سمندر مین چھ سو اور خشکی مین چارسو ہین اسی کے مثل سعید بن المسیب سے منقول ہو بلکہ ایک ضعیف اسناد سے حدیث بھی وارد ہی چنانچہ جابر
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین ایک سال ٹڈیون کی قلت ہوئی کہ نظر نہ آئین تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے دریافت کیا مگر کچھ پتہ نہ پایا پس غمگین ہو کر ایک سوار جانب یمن و دوسرا جانب شام و تیسرا جانب عراق روانہ کیا تاکہ دریافت کرے کہ کہین کچھ
ٹڈیان نظر آئین یا نہین پھر جانب یمن جو سوار گیا تھا واپس آیا اور ایک مٹھی ٹڈیان لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھین جب آپ نے
اُنکو دیکھا تو تکبیر کہی پھر فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے ہزار اُمتین پیدا فرمائین چھ سو سمندر مین
اور چارسو خشکی مین ہین پس ان اُمتون مین سے سب سے پہلے ٹڈیان نیست ہونگی اور جب وہ نیست ہوئین تو اسطرح پے در پے آفت نازل ہوگی
جیسے لڑی ٹوٹ کر دانے گرتے ہین (رواہ ابو یعلی) لیکن اسکی اسناد مین ابن عیسی الہلالی ضعیف راوی ہو۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ اللہ تعالی
کی مخلوق اٹھارہ ہزار عالم ہو جنمین سے ایک عالم یہ تمام دنیا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اس سے معلوم ہوا کہ ابو العالیہ کی روایت سابقہ چودہ ہزار یا اٹھارہ ہزار
فقط ایک عالم کا بیان ہو۔ شیخ نے لکھا کہ مقاتل رازی نے فرمایا کہ عوالم اسی ہزار ہین۔ کعب احبار نے فرمایا کہ عوالم کی تعداد کو سوا ے اللہ عزوجل کے
کوئی نہین جانتا۔ قرطبی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا کہ چالیس ہزار عالم ہین جنمین سے ایک عالم یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ہے۔
زجاج نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالی نے دنیا و آخرت مین پیدا کیا کل کو عالم کہتے ہین۔ قرطبی نے کہا کہ یہی صحیح ہو کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
جب فرعون سے رب العالمین کی اُلوہیت بیان فرمائی تو فرعون نے کہا۔ وما رب العالمین یعنی رب العالمین کون ہو۔ جواب دیا کہ رب السموات
والارض وما بینہما یعنی آسمانون و زمینون و اُنکے مابین کا رب ہو۔ اور عالم مشتق از علامت ہو جو اپنے پیدا کرنے والے پر دلالت کرے کیونکہ عالم جو
عجائب حکمت سے مملو ہو اپنے خالق عزوجل کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہو پھر رب العالمین کی صفت بیان فرمانے کے بعد
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ دو صفت بیان فرمائین جنکا بیان بسم اللہ مین گذرا کیونکہ رب کی ترتیب مین انعام و سزا ملی ہوئی ہوتی ہو جیسے

معلم کبھی تربیت کے واسطے بچہ کو مارتا ہے تو تفصیل فرمائی کہ رب العالمین کی شان بھی رحمت و عذاب کو شامل ہے لیکن رحمت غالب ہے لہٰذا
الرحمٰن اور الرحیم دو صیغہ مبالغہ رحمت کے واسطے بیان فرمائے۔ اور حدیث قدسی مین ہے کہ میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت فرمائی ہے
(کما فی الصحیح) اور خود قرآن مین فرمایا۔ ورحمتی وسعت کل شئ۔ یعنی میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ پھر اسکے بعد خوف دلانے کے لیے فرمایا
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ یعنی روز جزا کا مالک ہے۔ ف حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو عقوبت ہے اگر وہ مومن کو پورے طور پر معلوم ہوجاوے تو کوئی اسکی جنت کی طمع نہ کرسکے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو رحمت ہے
اگر وہ کافر کو معلوم ہوجائے تو کوئی اُسکی رحمت سے مایوس نہو (صحیح مسلم) اور اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ الملک القدوس السلام المؤمن المهيمن الآیۃ مین مومن اپنا اسم صفت فرمایا
اور اپنے بندہ مومن کا بھی یہی نام فرمایا پس مومن بھی صفت غضبی سے متصف ہوتا ہے تو اُسکو نفس و شیطان کے مقہور کرنے کے واسطے کام مین لاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین سے
فتنہ کفر و معصیت مٹ جاوے اور اسیواسطے جہاد مشروع ہے مگر اُسوقت تک کہ کفار توحید الٰہی پر عبادت کرنے والے کو ایذا دین یا مانع ہون حتی کہ اگر جزیہ و طاعت کا
اقرار کرین تو اُن سے تعرض نہین کیا جائیگا بلکہ ترحم کے ساتھ اُنکے جان و مال کی حفاظت کیجائیگی کیونکہ جب اُنھون نے دنیا اختیار کی اور اسکے
پیچھے آخرت کا عذاب دائمی گوارا کیا تو دنیا مین کمی نہوگی اگرچہ اُنکی حماقت پر تاسف کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ترحم ہر چیز کے ساتھ ہے حتے کہ
حدیث شریف مین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ ترحم فرض کیا ہے پس جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ یعنی آہستہ تیز چھری کے
ساتھ راحت دو اور جب تم کسی قاتل سے قصاص لینا چاہو تو خوبی کے ساتھ قصاص لو (السنن) صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا ان جانورون
مین بھی ہمکو ثواب ہے فرمایا کہ ہر جاندار جگر والے کی پرداخت مین ثواب ہے (السنن) اور احادیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک
مرتبہ ایک باغ مین داخل ہوئے تو اُسمین ایک خستہ اونٹ نے آپکو دیکھکر فریاد کی پس آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کسکا اونٹ ہے جب وہ حاضر ہوا
تو اُس سے فرمایا کہ یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ مجھسے کام بہت لیا جاتا اور چارہ بہت کم دیا جاتا ہے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ نہین ہے
بلکہ یتیمون کا ہے اس حدیث مین بھی آپ نے جانورون پر ترحم کی تاکید فرمائی۔ اور احادیث مین ہے کہ ایک شخص جاتا تھا پس اُسنے ایک کنوئین کے گرد ایک
کتا دیکھا جو زبان نکالے کیچڑ چاٹتا ہے اور پیاس سے مضطر ہے اُسنے اپنا موزہ نکالکر اُسکے ذریعہ سے کتے کو سیراب کیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کے
شکریہ مین اس شخص کو بخش دیا (البخاری) اور روایت ہے کہ اگلے زمانہ مین ایک فاجرہ عورت تھی اُسنے بھی اسی کے مانند ترس کھاکر ایک کتے کو
پانی پلایا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اُسوقت کے پیغمبر کو وحی فرمائی کہ مین نے اُسکو بخش دیا (الصحیح) اور احادیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم مین داخل ہوئی جسکو اُسنے بند کردیا تھا نہ اُسکو کھانا دیتی اور نہ چھوڑتی کہ وہ کیڑے مکوڑے کھاوے
یہانتک کہ بھوک پیاس سے تڑپکر مرگئی (الصحیح) اور حدیث مین ایسے شخص کی مذمت وارد ہے جو تھوڑی دور جانیوالا ہو جہان بغیر مشقت کے پیدل
پہونچ سکتا ہے مگر وہ جانور کو تکلیف دیکر اُسکی پیٹھ پر سوار ہو کر جائے (الترمذی وغیرہ) حدیث مین ہے کہ ارحم الراحمین اُنھین بندون پر رحم کرتا ہے جو رحم
کرنے والے ہین پس تم زمین والون پر رحم کرو کہ مالک آسمان تمپر رحم فرماویگا (الترمذی وغیرہ) پس ترحم کے بارہ مین احادیث کثیرہ ہین جن سے بندونکے
درجات بلند ہوتے ہین اور جو لوگ کسی جاندار کو ایذا پہونچاوین وہ دنیا مین بدکرداری کے امتحان مین ڈالے گئے ہین اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے مخلوق پر
قادر ہے کوئی مخلوق اُسکے قبضۂ قدرت سے باہر نہین ہوسکتی لیکن موذی بدکردار لوگ اپنے اعمال مین مبتلا ہین جنکے واسطے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا
دن روز جزا مقرر فرمایا ہے اور اُس دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب مخلوق کا ظاہری اختیار بھی سلب ہوجائیگا اور وہ فقط اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونگے
اسیواسطے مالک یوم الدین فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض قرا نے مَلِكِ یوم الدین پڑھا یعنی بادشاہ روز جزا اور دوسرے قرا نے مالک یوم الدین

پڑھا اور یہ دونون قرائتین صحیح متواتر قراات سبعہ مین سے ہین۔ اور زمخشری نے کہا کہ حرمین مکہ و مدینہ کے لوگ مالک پڑھتے ہین۔ اور ابو بکر بن ابی داؤد نے
امام زہری سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کی قراات مالک یوم الدین تھی۔ ضحاک نے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مالک یوم الدین کے یہ معنے ہین کہ اُس دن کسی شخص کو حکم کی قدرت نہوگی جیسے دنیا مین بادشاہون کو
ہوتی ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مقبوض اور آسمانون کو یمین مین لپیٹ کر کہے
فرمائیگا کہ بادشاہ مین ہون وہ کہان ہین جو زمین کے بادشاہ تھے گردن کش کہان ہین متکبر کہان ہین (الصحیحین) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وخشعت الاصوات
للرحمٰن فلا تسمع الا ھمسا یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے آوازین پست ہوجاوینگی پس سوائے سنناہٹ کے کچھ نہین سُنا جائیگا۔ وقال تعالیٰ۔ لا یتکلمون ا
الا من اذن لہ الرحمٰن یعنی جسکو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی اُسکے سوائے کسی کو بولنے کی مجال نہوگی۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر نام وہ شخص ہے جسکو شاہنشاہ کہا جاوے (الصحیحین) روز جزا مین ہر ذرہ نیکی و بدی ظاہر ہوجاویگی چنانچہ فرمایا فمن یعمل مثقال
ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ پس ہر نیکی و بدی اگرچہ ذرہ برابر ہو آدمی کے سامنے موجود ہوگی لہٰذا حدیث مین وارد ہے کہ دانا دلیر وہ شخص ہے
جسنے اپنے نفس سے دنیا مین حساب کیا اور بعد موت کے لیے کام کیا اور عاجز نادان وہ ہے جو نفس کی خواہش مین پڑا اور اللہ تعالیٰ پر خواہشین باندھیا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے نفوس کا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تمسے حساب لیا جاوے اور اپنے اعمال نفس تول لو قبل اسکے کہ ترازو
مین تولا جاوے اور اُس بزرگ پیشی کے واسطے آراستہ ہو کہ جب اپنے پاک عزوجل کے حضور مین پیش کیے جاؤگے جسپر تمہارے اعمال مین سے کچھ
بھی پوشیدہ نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حساب و وزن اعمال و جزاء افعال کا تفصیلی بیان انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مواقع پر آویگا پس ہر عمل شر رائگان
ہے۔ بعض علماء نے لکھا کہ جب بندہ اس سورہ کی قراات مین مالک یوم الدین تک پہونچا تو گویا اُسنے لوث و بدبختی چھوڑ کر خوف کے ساتھ
اخلاص کا اقرار کیا۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہین اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہین ف بعض
سلف نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ جیسے قرآن کا بھید ہے ویسے ہی سورہ فاتحہ کا بھید یہ آیت ہے پس ایاک نعبد سے بندہ بدبختی و شرک سے بیزار ہے
یعنی ہم خالص تیری ہی عبادت کرتے ہین پھر چونکہ اسمین بھی اپنی قوت کا دعویٰ تھا گویا ہمکو یہ قوت حاصل ہے کہ ہم خالص عبادت کرین اور
یہ بھی شرک مین داخل ہے لہٰذا ایاک نستعین سے یہ دعویٰ بھی چھوڑ دیا یعنی اپنی جانب نسبت کرنے سے بھی بیزار ہو کر تیری ہی جانب تفویض کرتے ہین
کہ جو خالص عبادت ہمسے سرزد ہو وہ تیری ہی عین عنایت ہے اور تیری ہی توفیق قوت سے ہوگی۔ شیخ نے لکھا کہ اس مقام پر بندہ نے
خطاب کے ساتھ عرض کیا تو گویا بھید یہ ہے کہ جب بندہ حضور آلٰہی عزوجل مین حاضر ہوا اور اُسنے حمد و ثنا کی اور جانا کہ وہ مالک روز جزا ہے
جسپر کوئی ذرہ پوشیدہ نہین ہے تو اپنی اس حالت پر متنبہ ہو کر جان گیا کہ مین اُسکے حضور مین اس طرح حاضر ہون کہ میرے ظاہر و باطن ذرہ
ذرہ پر اُسکا علم محیط ہے تو اُسنے اخلاص کی التجا اور توفیق کی دعا کی لہٰذا عرض کیا کہ۔

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۠

چلا ہمکو راہ سیدھی راہ اُنکی جنپر تونے فضل کیا نہ جنپر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے

ع ۱

یعنی اُسنے عبادت کے واسطے دعا مانگی کہ۔ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ یعنی ہمکو راہ مستقیم کی ہدایت فرما۔

ف صراط مستقیم لغت عرب میں سیدھی راہ کو کہتے ہیں جسمیں کجی نہو پھر یہ لفظ انکی زبان میں ہر ایسے قول و فعل کے واسطے بھی مستعمل ہوا جو ٹھیک درست
ہو اور ہدایت کے دو معنے آتے ہیں ایک رہنمائی جیسے کسی نے دوسرے کو مسجد معلی کا راستہ بتایا کہ تم اس طرح ان نشانات پر چلے جاؤ اور راہ میں فلان
فلان مقامات پر فلان فلان قسم کے چور ہیں اور اُنسے بچنے کی فلان فلان ترکیب ہے اور یہ معنی راہ آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہدایت ہے کہ آپ نے لوگون کو جنت و رضوان الٰہی کا راستہ بتلایا اور اس راہ باریک میں جسمیں عقل و حواس کام نہیں کرتے ہیں پوشیدہ چور یعنی شیاطین
جن و انس و ذریات ابلیس وغیرہ سے جو خطرات ہیں اُنسے آگاہ فرمایا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ راہ اصلاح قلب و انوار طاعت سے ہوتی ہے لیکن قلب میں جو نور پیدا
ہوتا ہے وہ شیطان بندہ کو غافل پاکر ضائع کرتا ہے اور اسکی کیفیت احادیث میں مذکور ہے جنکا بیان اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پھر منجملہ آپکی ہدایت کے ایک یہ
بھی ہے کہ تم لوگ پانچون وقت نماز فریضہ میں اور دیگر سنن و نوافل میں بھی اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگو کہ اہدنا الصراط المستقیم تو اس سے ہدایت کے دوسرے معنی مراد ہیں یعنی
مقصود تک پہونچانا پس اگر سوال کیا جاوے کہ جو شخص ایمان لایا وہ صراط المستقیم پر آیا پھر اب وہ کس صراط مستقیم کی درخواست کرتا ہے جواب مترجم کے بیان سے
نکل سکتا ہے اور اسکی توضیح سے پہلے دیگر علماء کا جواب نقل کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمکو راہ مستقیم کی ہدایت کر یعنی راہ مستقیم پر برابر قائم رکھ یہ بھی جواب عمدہ ہے اور عوام کی
فہم کے لائق ہے اور جواب مترجم کی توضیح یہ ہے کہ ایمان و تقوی کے مراتب ہیں اور بعض احادیث میں اسکو ایمان و احسان سے تعبیر فرمایا گیا اور زیادہ تفہیم
کے واسطے یون سمجھنا چاہیے کہ پہلا مرتبہ خلوص یقین مع ادائے فرائض و واجبات ہے اور یہ مرتبہ اُن بندون کے واسطے ہے جنکو عرف میں لوگ اولیاء اللہ
کہتے ہیں لیکن عوام انکے ساتھ کچھ کشف و کرامت دیکھا کرتے ہیں حالانکہ اکابر اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے نزدیک کشف و کرامت کوئی مرغوب
چیز نہیں ہے حتی کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم جنکے مثل ہونا غیر ممکن ہے کشف و کرامت کی تلاش نہیں کرتے تھے کیونکہ معارف الٰہیہ میں انکو مراتب
عالیہ سے عقل کامل حاصل تھی پھر اس سے اعلی مرتبہ شہادت ہے کہ اپنا جان و مال اللہ تعالیٰ کی توحید بلند ہونے کے واسطے خالص اُس کی رضا
میں قربان کیا پھر اس سے اعلی مرتبہ صدیق ہے پھر اُس سے اعلی مرتبہ نبوت ہے لیکن نبوت کے افراد اللہ تعالیٰ نے ازل میں معین فرمائے حتی کہ حضرت
محمد خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمائے اور آپ کے بعد قطعاً کوئی پیغمبر نہیں ہوگا پس کوئی شخص نبوت کے واسطے کوشش نہیں کر سکتا
لیکن راہ نبوت کی کوشش کرنا اس غرض سے ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہمراہی نصیب ہو جیسے خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی حضوری نصیب ہے پس جب بندہ نے نعمت ایمان کی رہنمائی پائی تو وہ ہر وقت نماز میں اللہ تعالیٰ عزوجل سے بہت عمدہ طریقہ پر بعد حمد و ثنا
و اظہار خلوص کے راہ مستقیم پر پہونچائے جانے کی درخواست کرتا ہے اور جو ایک درجہ پر پہونچ گیا وہ اس سے عالی درجہ کی درخواست کرتا ہے الٰہی مجھکو
راہ مستقیم تک پہونچا دے یعنی صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ - اُن لوگون کی راہ تک جنپر تونے انعام فرمایا ہے ف
اور اللہ تعالےٰ نے جن لوگون پر انعام فرمایا انکا ذکر اس آیت میں ہے - اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین
وحسن اولئک رفیقا - یعنی انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین ہی بندے ایسے لوگ ہیں جنپر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور ہمراہی کیواسطے یہ
لوگ کیا خوب ہیں - یعنی جس بندہ کو انکی رفاقت و انکا ساتھ نصیب ہوا وہ نہایت بلند درجات و فردوس جنات میں بے مثل عیش میں
پہونچ گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائی درجہ والون یعنی صالحین کے لیے وہ نعمتیں مہیا فرمائی ہیں کہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور کسی کان نے
نہیں سُنیں اور نہ کسی بشر کے دل پر اُنکا تصور گذرا (کما فی الصحیح) پس جب صالحین کے یہ مراتب ہیں تو اعلیٰ درجات کو کون قیاس کر سکتا ہے پس
حاصل یہ ہوا کہ بندہ ابتدا میں رہنمائی پاتا ہے اور اسی رہنمائی پر مقصود تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے اور پہونچانا ایک فعل ہے جسکا خالق اللہ
عزوجل ہی ہے پس درخواست کرتا ہے کہ الٰہی میں چلتا ہون اور تو ارحم الراحمین ہے تو اپنے فضل سے مجھے صراط مستقیم تک پہونچا دے یعنی اس

راہ تک جن پر تیرے ایسے بندے پہونچے جنپر تونے انعام فرمایا ہی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صراط مستقیم کتاب الٰہی عزوجل ہی (ابن ابی حاتم وابن جریر ورواہ احمد والترمذی موقوفا) اور یہی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہی۔ اور ضحاک ومیمون بن مہران وابو صالح وابو مالکؒ نے ابن عباسؓ سے اور مرۃ الہمدانی نے ابن مسعود ودیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ صراط مستقیم دین اسلام ہی اور یہی قول حضرت جابر ومحمد بن الحنفیہ وعبد الرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہی۔ مترجم کہتا ہے کہ صراط مستقیم درحقیقت یہی اسلام ہی جو قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہی جو آپنے بذریعہ تعلیم حاصل کیا لیکن یہ تعلیم فقط رہنمائی ہی اور اُس کے موافق پہونچنا اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ہی کیونکہ حدیث مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی محافظت پر قائم رہنے کی نصیحت فرمائی تو علماء صحابہ مین سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اسکا خوف نفرماوین کیونکہ ہم پڑھتے ہین اور ہم اپنی اولاد کو پڑھاوینگے اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھاویگی یعنی یہ سلسلہ برابر باقی رہیگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کے طور پر فرمایا کہ مین تجھے فقہاء مدینہ سے جانتا تھا حالانکہ تونے یہ بات کہی کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ ان یہود ونصاریٰ کی بغل مین کتاب ہی پھر کچھ اُنکو فائدہ دیتی ہی (السنن) یعنی ان لوگون کی یہ حالت ہی جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ جیسے گدھا اپنے اوپر کتابون کا بوجھ لادے ہی۔ الحاصل پڑھکر لفظی بحث وجدال مین اور رعونت کے فخرو انتخار مین عمر برباد کرتے ہین اور اہتداء وانوار کچھ نہین پاتے ہین بلکہ حماقت سے اُسکو دنیا کمانے کا آلہ بناتے ہین جیسے ہمارے شیخ اعلی اللہ درجاتہ نے مولوی روم علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا ؎ علم را بر تن زنی مارے بود۔ علم را بر دل زنی یارے بود۔ اسکا حاصل یہ ہی کہ اگر علم کے ذریعے سے افعال ہون جنکا مدار صرف جسمانی زندگی تک ہی تو ایسے عالم کے حق مین اُسکا علم سیاہ سانپ سے بدتر ہی کیونکہ صحیح مین تین فرق آئے ہین جنسے پہلے جہنم کی آگ بھڑکیگی ایک عالم ہی جسنے علم کو بے محل صرف کیا چنانچہ حدیث مذکور آئیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگی جیسے عالم متقی کی فضیلت مین بھی آیات قرآنی آوینگے شیخؒ نے لکھا کہ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی ایک مثل فرمائی یعنے ایک صراط مستقیم بنائی اور صراط کے دونون جانب دیوارین ہین جنمین بغیر کواڑ کے دروازہ ہین اور دروازون پر پردے لٹکتے ہین اور صراط کے سرے پر پکارنے والا کہتا ہی کہ اے لوگو تم سب اس راہ مین داخل ہو اور ٹیڑھی راہ مت جاؤ اور دوسرا پکارنے والا اس راہ کے بالائی سرے پر موجود ہی تو جب کوئی شخص راہ چلنے والون مین سے ان دروازون مین سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہی تو آواز دیتا ہی کہ ارے بیوقوف یہ دروازہ مت کھولیو کیونکہ اگر اسکو کھولیگا تو اسکے اندر جا پڑیگا پھر اس مثل کا بیان فرمایا کہ یہ صراط تو اسلام ہی اور دونون دیوارین حدود الٰہی ہین اور دروازے وہ چیزین ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہی اور صراط کے سرے پر پکارنے والا کتاب الٰہی ہی اور بالائے سرے پر پکارنے والا ہر مسلمان کے دل مین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واعظ ہوتا ہی (رواہ احمد وابن ابی حاتم وابن جریر والترمذی والنسائی واسنادہ حسن صحیح)

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ صراط مستقیم سے مراد حق ہی۔ عاصم احولؒ نے روایت کی کہ حضرت ابو العالیہؒ نے فرمایا کہ صراط مستقیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہین۔ عاصمؒ نے کہا کہ پھر مین نے جا کر حسن بصریؒ سے یہ بات بیان کی تو فرمایا ابو العالیہ نے سچ فرمایا اور بہت اچھی نصیحت فرمائی (رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر) شیخ نے کہا کہ یہ سب اقوال صحیح ہین کیونکہ حدیث مین آیا کہ تم لوگ ان دونون کی اقتدا کیجیو جو میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہین (البزار وغیرہ) پس جسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی اقتدا کی تو وہ حق کا تابع ہوا اور جو حق کا تابع ہوا وہ اسلام کا تابع ہوا اور جو اسلام کا تابع ہوا وہ قرآن مجید کا تابع ہی پس یہ سب اقوال صحیحہ متلازم ہین۔ اسی طرح یہ قول جو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ صراط مستقیم وہ ہی جسپر ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا

(رواه الطبرانی) مترجم کہتا ہے کہ یہ قول نہایت عمدہ ہے لہذا امام ابو جعفر بن جریرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہی تاویل نہایت اولیٰ ہے شیخ ابن کثیرؒ نے بھی اسکو پسند کیا پھر لکھا کہ بندہ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہدایت صراط مستقیم کی دعا کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس سے ثبات و قرار و اعمال صالحہ کی توفیق مراد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین آیا کہ آدمیون کے قلوب قبضۂ قدرت آلہیہ مین ہین وہ اُن کو جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے (الصحیح) لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مین آیا کہ آلہی میرے دل کو اپنے دین پر ثابت برقرار رکھیو (الصحیح) پس حاصل یہ نکلا کہ بعد ایمان کے بندہ جہانتک ممکن ہو اپنے رب عزوجل سے صراط انبیا و صالحین پر قائم رہکر مقصود تک پہونچنے کی درخواست کرتا رہے کیونکہ رہنمائی کے موافق پہونچ جانا لازم نہین ہے کیونکہ پہونچانا بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور کسی مخلوق کو کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہین ہے یہی حق اور یہی صحابہ و تابعین و جمیع اہل سنت کا اعتقاد ہے اسواسطے درخواست کرے کہ رہنمائی کے موافق صراط صالحین مین پہونچایا جاوے۔ **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ** ۔ نہ راہ اُن لوگون کی جنپر تو نے غضب کیا اور نہ راہ اُن لوگون کی جو بھٹکے ہوئے ہین ف یعنی آلہی ہم تجھسے صالحین کی راہ مانگتے ہین کہ جس طرح تو نے اُنکو مقصد پر پہونچا دیا اُسی طرح ہمکو پہونچا دے اور ہم تجھسے ایسے لوگون کی راہ سے پناہ مانگتے ہین جنپر تو نے غضب کیا اور جو گمراہی مین پڑے ہین شیخ نے لکھا کہ اس آیت کو بدون واو عطف کے بیان کرنے مین زیادہ تاکید ہے جس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک راہ صراط المستقیم مانگتے ہین جسکے معنی یہ ہین کہ وہ انبیاء و صالحین علیہم السلام کی راہ ہے برخلاف راہ مغضوب علیہم و ضالین کے پس مغضوب وہ لوگ ہین جنکی ارادت خراب ہوئی کہ اُنھون نے حق کو جان کر اُس سے مُنھ موڑا اور وہ یہودی ہین اور غضب آلہی اُنپر لازم ہو گیا چنانچہ قولہ تعالیٰ - فباؤ بغضب علی غضب - کی تفسیر مین آویگا اور اسی طرح جو لوگ یہودیون کے مشابہ ہون وہ بھی اُن مین داخل ہین اور ضالین سے وہ لوگ مراد ہین جنھون نے حق ہی کو نہین پہچانا اور گمراہی مین بھٹکے پھرتے ہین اور وہ نصاریٰ ہین اور اسی طرح جو لوگ نصرانیون کے مشابہ ہون وہ بھی اُنہین شامل ہین - امام احمد نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوارون نے میری قوم پر جہاد کیا اور میری پھوپھی اور کچھ لوگون کو پکڑ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میری پھوپھی کا حال بیان کیا پس میری پھوپھی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا ایلچی دور گیا اور اولاد منقطع ہو گئی اور مین بہت بڑھیا ہون کہ کسی خدمت کے لائق نہین ہون پس آپ مجھپر احسان کیجیے اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرماوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا ایلچی کون ہے اُسنے کہا کہ عدی بن حاتم ہے آپ نے فرمایا کہ وہی جو اللہ و رسول سے بھاگ گیا میری پھوپھی نے عرض کیا پھر آپ مجھپر احسان فرمادین پھر جب آپ واپس آئے تو آپ کے پہلو مین ایک شخص تھا اور میری پھوپھی کی رائے مین وہ حضرت علیؓ تھے اُنھون نے کہا کہ ای عورت تو سواری مانگ پس اُس نے مانگی تو آپ نے اُسکے لیے سواری دینے کا حکم دیا پھر میری پھوپھی وہان سے میرے پاس آئی اور بولی کہ آپ نے ایسا کام کیا جو تیرا باپ نہین کر سکتا تھا چنانچہ آپکے پاس فلان شخص آیا اور اُسکو بھلائی ملی اور فلان دیگر آیا اور اُسنے بھی نیکی پائی یہ سنکر مین بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور اُسوقت آپ کے پاس ایک عورت اور دو بچے حاضر تھے عدی نے کہا کہ مین نے عظمت نورانی سے پہچانا کہ یہ کوئی دنیاوی کسریٰ و قیصر نہین ہے پس آپ نے فرمایا کہ ای عدی کون چیز تجھکو بھگاتی ہے کہ تو لا آلہ الا اللہ کہے کیا سوائے اللہ تعالیٰ کے تو کوئی معبود جانتا ہے اور کون چیز تجھکو بھگاتی ہے کہ تو اللہ اکبر کہے کیا تو اللہ عزوجل سے کوئی چیز اکبر جانتا ہے عدی نے بیان کیا کہ مین مسلمان ہو گیا پس مین نے دیکھا کہ آپ کا چہرۂ مبارک خوشی سے لہلہانے لگا اور آپ نے فرمایا کہ یہود تو مغضوب علیہم ہین اور نصاریٰ ضالین ہین (رواہ احمد والترمذی) اور یہی معنے عبد الرزاق نے حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور ابن مردویہ نے حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیے اور

یہی حضرت ابن عباس وابن مسعود وجماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہی حتی کہ شیخ ابن ابی حاتم نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ مفسرین کے درمیان اسمین کچھ اختلاف ہو مترجم کہتا ہی کہ جہان تک معلوم ہی یہ اجماعی تفسیر ہی اسی واسطے شیخ سیوطیؒ نے ایسے تفسیر لکھنے والون سے تعجب کیا کہ جنکو حدیث وآثار کا علم نہین ہی اور اپنی راے سے معنے لگاتے ہین چنانچہ اس آیت کی تفسیر مین بعض شخص قریب دس یا زیادہ کے اختلافی اقوال نقل کر گیا حالانکہ سلف صالحین جنپر تفسیر کا مدار ہی اُن مین کچھ بھی اختلاف نہین کہ جنپر غضب کیا گیا وہ یہود ہین اور جنکو گمراہ فرمایا وہ نصاریٰ ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر کہا جاوے کہ جیسے یہود ونصاریٰ کی راہ سے بیزاری مقصود ہی اسیطرح جمیع فرقہ کفر مجوس وہنود وغیرہ کی راہ سے بھی بیزاری مقصود ہی تو یہود ونصاریٰ کی تخصیص سے کیا مطلب ہی اسکا آسان جواب یہ ہی کہ یہ دونون فرقے باوجود آسمانی کتاب ورسول پانے کے گمراہ ہین یا غضب کیے گئے ہین تو دوسرے بت پرست وآتش پرست وغیرہ بدرجۂ اولیٰ گمراہ یا مغضوب علیہم ہین تو وہ بالضرور ان مین شامل ہین کیونکہ جو شخص اندھیری رات کی تاریکی سے پناہ مانگے اور اُسکو پناہ دیجائے تو قبر کی تاریکی سے بالضرور اُسکو پناہ ملیگی کیونکہ یہ تاریکی اُس سے بدرجہا زائد ہی اور دقیق جواب یہ ہی کہ جب بندہ ایمان لایا اور رہنمائی کے موافق یقین کر کے مقصود اصلی کی طرف چلا تو ایمان لاتے ہی وہ کفر وشرک سے الگ ہوگیا کیونکہ کفر وشرک کے واسطے کوئی آسمانی کتاب نہین ہی پس اُسنے آسمانی کتاب کے موافق ہدایت مانگی لیکن یہود ونصاریٰ ایسے دو فرقے موجود ہین جنکو آسمانی کتاب کی ہدایت ملی لیکن ہدایت الٰہی نے مقصود تک پہونچانا اُنکو نصیب نہ ہوا لہذا اُنکی راہ سے پناہ مانگی اور اس سے خوب واضح ہوا کہ جو شخص ایمان لایا ویقین کامل پایا ہرچند کہ وہ علم شریعت مین عالم ہوجاوے تو بھی اُسپر فرض ہی کہ اوقات شب وروز مین خصوصاً پنجوقتی فرائض مین اہدنا الصراط المستقیم سے آخر تک بہت ادب سے دعا مانگتا ہے اور ذرا غور کرو تو معلوم ہو کہ یہی نعمت عظمیٰ ہی جسکے لیے بندہ نے کمال ادب وتملق سے اپنے رب جل شانہ کی حمد وثنا کی واخلاص کا اقرار کیا پھر کمال آرزو سے قبولیت کے وقت اپنی اعلیٰ مراد مانگی اور یہ مراد اُسکو ضرور حاصل ہوجاتی ہی کیونکہ حدیث ابو ہریرہؓ مین روایت ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ صلوٰۃ یعنی سورۂ فاتحہ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان مقسوم یعنی نصفا نصف ہی پس اس سورہ کا نصف میرے واسطے اور نصف میرے بندے کے واسطے ہی اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکے لیے حاصل ہی جب بندے نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ میرے بندے نے میری حمد کی اور جب بندے نے الرحمٰن الرحیم کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ میرے بندے نے میری ثنا کی پھر جب بندے نے مالک یوم الدین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندے نے ایاک نعبد وایاک نستعین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ یہ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہی اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکو عطا ہوا پھر جب بندے نے کہا اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے واسطے ہی اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکو عطا ہوا (صحیح مسلم وغیرہ) اس سے ایک یہ فائدہ ہی کہ جب سمجھکر سورۂ فاتحہ پڑھے تو مراد کامل حاصل ہوتی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عطیہ دیا اور وعدہ مین خلاف نہین ہی اور فائدہ دوم یہ کہ اول کی تین آیات تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا وتمجید ہین اور آخر کی تین آیات بندے کے واسطے ہین اور درمیانی ایک آیت مشترک ہی پس جملہ سات آیات ہین اور اُنکی ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے ہی اور بسم اللہ اسمین داخل نہین واللہ تعالیٰ اعلم (مسئلہ) ولا الضالین مین ضاد کا مخرج مشکل ہی کہ وہ اول کنارۂ زبان اور اُسکے متصل داڑھون سے ہی پس اگر اس حرف کا ادا کرنا مشکل ہو تو کیا اسکے مشابہ ظاء وزاء منقوطہ ہی یا دال بے نقطہ ہی جواب یہ کہ اصل مین ضاد نکالنے کا قصد کرے کیونکہ حرف کی تبدیل جائز نہین ہی لیکن جب اُسنے ضاد کا قصد کیا اور وہ ادا نہوا تو اُسکے مشابہ ظاء منقوطہ نکلے گی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ مین مذکور ہی اور مترجم نے فتاویٰ ہندیہ یعنی الہدایہ مین ترجمہ ذکر کیا ہی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ صحیح مذہب

ہے کہ ضاد کی آواز مین خلل ہو کر ظار منقوطہ کی آواز نکلنا مغفور ومعاف ہے کیونکہ ضاد وظار کا مخرج متقارب ہے تو ایک کو دوسرے کی جگہہ نکالنا معاف ہے جبکہ اُس سے ضاد ادا نہو سکے واللہ تعالیٰ اعلم - اور بعضون نے بیان ایک حدیث بنائی کہ ضاد ادا کرنے مین مین سب سے فصیح ہون شیخ نے کہا کہ یہ موضوع ہے بے اصل ہے - مترجم کہتا ہے کہ اسیطرح دیگر موضوعات مین مذکور ہے اور واضح ہو کہ اس سورۂ مقدسہ مین جو سات آیات ہین بہت سے مدارک عالیہ شامل ہین ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا وتحمید وذکر اسم اللہ واسماء حسنیٰ ہے - دوم ذکر معاد وروز قیامت ہے - اور سوم اللہ تعالیٰ کے واسطے اخلاص عبادت اور اسی سے استعانت ہے اور اپنی قوت سے بیزاری ہے جسمین تنبیہ ہے کہ اُلوہیت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات وافعال مین شریک سے پاک ہے چہارم بندون کو ادب دعائی تعلیم ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ایسے اسماء وصفات کے ساتھ ادا کرین جو رحمت کے نام ہین پھر دعا مانگین اور حدیث مین آیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھین چنانچہ نماز مین بھی آخر مین درود پڑھ کر ختم کرتے ہین - پنجم ارشاد ہے کہ صراط مستقیم سے وصول ہونا ایک مقصد اعلیٰ ہے - ششم واصلین اہل انعام کا جوار ڈھونڈھے جو انبیا وصدیقین وشہدا وصالحین ہین اور معلوم ہوا کہ انکو جو بزرگیان حاصل ہین وہ محض انعام الٰہی عزوجل ہے اور معلوم ہوا کہ انعام دینے والا اور ہدایت سے واصل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ وہی خالق افعال ہے - ہفتم اللہ تعالیٰ کے غضب واضلال سے خوف کر کے مغضوب علیہم وضالین کی راہ سے پناہ مانگے اور جس طرح باطن مین پناہ مانگتا ہے اسی طرح ظاہر مین بھی اُنکے طریقہ ووضع وخیالات سے پناہ چاہے اسیواسطے گمراہون کی مشابہت حرام ہے اور جب ظاہری شکل مین اُنسے مشابہت حرام ہے تو باطنی خیالات مین مشابہت حرام بلکہ کفر ہے اور واضح ہو کہ یہود ونصاریٰ کو توریت وانجیل عطا ہوئی جو ہدایت کے واسطے کافی تھی مگر وہ لوگ مقصد تک نہین پہونچے تو اس سے علماء کو بھی عبرت ہونا چاہیے کہ خالی علم پڑھ لینے سے واصل نہین ہوتا بلکہ جب علم کے موافق اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے تو مراد کو پہونچتا ہے - مع - (مسئلہ) جو شخص سورۂ فاتحہ پڑھے اُسکو بعد ختم کے آمین کہنا مستحب ہے اور اسکے معنے یہ ہین کہ اے رب قبول فرمائے بلکہ ہر دعا کے بعد آمین اولیٰ ہے اور نماز مین بھی بعد فاتحہ کے آمین کہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو اور اسمین ائمہ علماء متفق ہین سوائے اسکے کہ بعض سے منقول ہے کہ امام نہ کہے لیکن صحیح یہ کہ امام بھی کہیگا پھر جہری نماز مین کیا امام ومقتدی آواز سے آمین کہے یا آہستہ کہے جواب یہ ہے کہ اس مین علماء کا اجتہاد مختلف ہے بعض کے نزدیک جہر سے کہے اور بعض کے نزدیک آہستہ کہے لیکن اگر امام کو تعلیم دینا مقصود ہو تو وہ جہر سے کہے تاکہ مقتدیون کو آمین کہنے کا موقع ومحل معلوم ہو جاوے اور اسمین کچھ خلاف نہین ہے - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ آمین مستحب ہونے کی دلیل حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہی اور اسکے ساتھ اپنی آواز دراز کی اور دوسری روایت مین ہے کہ آواز بلند کی (احمد وابوداؤد والترمذی) اور یہ حدیث حسن ہے اور یہی حضرت علی وابن مسعود وغیرہم سے مروی ہے - اور حدیث ابوہریرہ رض مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے حتی کہ صف اول کے لوگ جو آپ سے متصل ہوتے تھے اُسکو سنتے تھے (ابوداؤد) اور ایک روایت مین یہ زائد ہے کہ اس آواز سے مسجد گونج جاتی تھی (ابن ماجہ والدارقطنی) اور کہا کہ اسکی اسناد بھی حسن ہے - اور بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ آمین کہنے مین مجھپر سبقت نفرمایا کرین (رواہ ابوداؤد) اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تب تم بھی آمین کہا کرو کیونکہ جسکا آمین کہنا ملائکہ کے آمین کہنے سے موافق ہوجائیگا تو جو کچھ اُسکے اگلے گناہ ہین وہ بخشے جائینگے (الصحیحین) اور دوسری روایت مین ہے کہ جب تم مین سے کسی نے آمین کہی اور ملائکہ نے آسمان مین آمین کہی پس ایک دوسرے سے موافق پڑی تو جو کچھ اُسکے اگلے گناہ ہین معاف ہونگے (صحیح مسلم) بعض علماء نے کہا کہ موافقت سے یہ مراد ہے کہ دونون ایک ہی وقت واقع ہون - اور بعض نے کہا کہ قبولیت مین دونون یکسان ہون اور

بعض نے کہا کہ اخلاص مین دونون موافق ہون - مترجم کہتا ہو کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مین بلکہ ابو داؤد کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ظاہر
ایسا معلوم ہوتا ہو کہ جب پڑھتے تب آمین کہتے تھے جسکی آواز صرف اس قدر بلند ہوتی کہ صف اول مین سے جو لوگ متصل تھے وہ سنتے تھے اور
احتمال یہ بھی ہو کہ ایک زمانہ تک جب تک تعلیم مقصود تھی تب تک ہر بار پڑھنے مین ایسا کرتے تھے لیکن ظاہر کو چھوڑ کر اس احتمال کی طرف
جانے کے لیے کوئی دلیل ضرور ہی کیونکہ اہل السنۃ کا اجماع ہو کہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر رہینگی جب تک کہ تاویل کے واسطے کوئی دلیل نہو لیکن
بیان ایک دلیل یہ ممکن ہو جو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اور آواز خفی کی (رواہ
الترمذی وغیرہ) لیکن ترمذی نے اسکی سند و متن مین چار جگہ شعبہ رحمہ اللہ کا سہو بیان فرمایا اور تمام بحث مترجم نے عین الہدایہ مین بیان کی ہو اور
سہو پر جزم کرنے کے واسطے کوئی وجہ معتمد نہین ہو - اعتراض دوم یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز پست فرمائی تو وائل رضی اللہ عنہ نے
کیونکر سُنی پس لامحالہ یہی ہوگا کہ آپ نے آواز مثل سابق کے بلند نہین فرمائی کیونکہ وائل رضی اللہ عنہ اپنے وطن سے آکر چند روز مدینہ مین رہتے
پھر واپس جاتے پھر آتے تو حاصل یہ ہوا کہ پہلی مرتبہ جس آواز بلند سے سُنا تھا اگلی مرتبہ اُس سے پست آواز پائی اسیواسطے فتح ابن الہمام نے
شرح ہدایہ مین کہا کہ اگر اجتہاد مین فی الجملہ مجھے حصہ ہوتا تو مین اس مسئلہ مین نصوص کے درمیان اس طرح توفیق دیتا کہ اتنی پست آواز سے آمین
کہے کہ صف اول مین سے قریب کے لوگ سن لین - لیکن شیخ عینی نے کہا کہ شاید وائل بن حجر بالکل قریب ہون تو آہستہ آمین بھی سُن لی ہو
مترجم کہتا ہو کہ یہ توجیہ بعید ہو اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہو کہ وہ لوگ مجھسے متصل رہین جو صاحبان حلم و عقل ہین (کما فی الصحیح) تو ظاہر یہ کہ اکابر
صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم مین سے ایک جماعت آپ کے متصل رہتی تھی تو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے واسطے ایسی
نزدیکی خلاف ظاہر ہو واللہ تعالی اعلم ہان یہ احتمال ضرور ہو کہ بطور تعلیم ہوا اور رہی صحیحین کی حدیث ابو ہریرہ رضی کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی
آمین کہو تو اسمین دو احتمال ہین ایک یہ کہ امام جب آواز سے آمین کہے تو تم بھی کہو اور دوم یہ کہ جب امام موقع آمین پر پہونچکر آہستہ آمین کہے گا تو
اُسوقت تم بھی آمین کہو کیونکہ حدیث ابو موسی رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام ولا الضالین پڑھے تو تم لوگ
آمین کہو کہ اللہ تعالی تمہاری دعا قبول فرماویگا (کما فی صحیح مسلم) بلکہ خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح مسلم مین یہی روایت ہو تو ظاہر یہی ہے
کہ مقتدیون کے واسطے آمین کا موقع فرمایا اور امام اُسکو آہستہ کہیگا کیونکہ اگر جہر سے کہتا تو ولا الضالین پر کہنے کی ضرورت نہ تھی حتی کہ امام مالک
نے اسی حدیث سے نکالا کہ امام آمین ہی نہین کہیگا لیکن صحیحین کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ امام بھی آمین کہیگا
شیخ نے لکھا کہ ہمارے اصحاب مین اختلاف یہ ہو کہ نماز جہریہ مین اگر امام آمین کہنا بھول گیا تو مقتدی جہر سے آمین کہے اور اگر امام نے جہر سے
آمین کہی تو قول جدید یہ ہو کہ مقتدی جہر نکرے بلکہ آہستہ آمین کہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہو - کیونکہ آمین ایک ذکر ہے تو دیگر اذکار کے
مانند اُسکا بھی جہر نہوگا اور شافعی کا قول قدیم یہ ہو کہ مقتدی بھی جہر کرے اور یہی امام احمد کا مذہب ہو - مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ نے جہر
کی احادیث کو طریقہ تعلیم پر محمول کیا کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث ابو موسی و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما جو موقع آمین بیان کرنے کے واسطے ہو اُس سے
ظاہر یہ کہ امام آہستہ آمین کہیگا تو مقتدی بھی آہستہ آمین کہینگے اور یہ دیگر اذکار سے بھی موافق ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین بھی آمین کا اخفاء ماثور ہے
اور آہستہ کہنے مین ہمکو آمین کا استحباب حاصل ہوگیا اور کوئی دغدغہ بھی نہین ہو کیونکہ نماز مین احتیاط کے ساتھ جہر و اخفاء کی رعایت واجب
ہوتی ہو پھر مترجم کہتا ہو کہ جس امام کے نزدیک اجتہاد سے آمین کا جہر ظاہر ہوا اسکو بھی ثواب ملیگا کیونکہ ہمارے جمیع علماء سب اہل السنۃ والجماعۃ
ہین اور سب کا ماخذ ایک ہی قرآن وحدیث ہو پس سب کے واسطے ثواب ہو اور عجب کہ اس زمانہ مین مسلمانون مین آمین کی جہر و اخفاء پر باہم نفاق

دفساد ہوتا ہے جو شرعاً حرام ہے اور افسوس کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا حکم فریضہ چھوڑتے ہین کیونکہ باہمی الفت واجب تھی اور حق یہ ہے کہ جس امام کے نزدیک آمین کا جہر کرنا ثابت ہوا وہ بھی متبع سنت ہے اور ہر ایک اپنی نیت پر ثواب پاویگا پس یہان تو کوئی بھی ایسی وجہ نہین ہے جو نفاق کا باعث ہو شیخ نے لکھا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودیون کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہودیون کو حسد کی کوئی آگ اتنا نہین جلاویگی جتنا اُنکا حسد ہم پر روز جمعہ کے بارہ مین ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت کیا حالانکہ اُنکو نہین ملا اور جتنا قبلہ کعبہ پر جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت فرمایا اور وہ بہکے اور جتنا اُنکو امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پر ہے (احمد وابن ماجہ) یعنی جمعہ وقبلہ وآمین پر یہودی ہم لوگون پر حسد کرکے بہت ہی جلتے ہین اور قولہ تعالیٰ۔ قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون۔ کی تفسیر مین آویگا کہ بعض علماء نے اس سے استنباط کیا کہ جو شخص دعا کرے اور دوسرا اُسپر آمین کرے تو وہ بھی دعا کرنے والے کے مثل ہوتا ہے شیخ نے کہا کہ یہین سے امام ابو حنیفہ وغیرہ نے نکالا کہ سورۂ فاتحہ دعا ہے تو جب امام کی قرات کے بعد مقتدی نے آمین کہی تو گویا اُسنے خود سورۂ فاتحہ پڑھی اسیواسطے حدیث مین وارد ہے کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرات ہی اُسکی قرات ہے (کما رواہ احمد) اور خود بلال رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ آمین مین مجھ پر سبقت نفرماوین تو اس سے نکلا کہ نماز جہریہ مین مقتدی پر قرات نہین ہے واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط خوب ہے لیکن نماز سری مین مقتدی آمین نہین کہتا تو کیا وہ فاتحہ پڑھیگا۔ اور شیخ ابن کثیرؒ اُسکے جواب مین کہینگے کہ ہان کیونکہ اُنکا یہی مذہب ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے لیکن مشہور مذہب یہ ہے کہ مقتدی مطلقاً قرات نہین کریگا اور مترجم کے نزدیک اپنے جی مین پڑھنے کی تاویل یہ ہے کہ دل سے دعا پوری کرے کیونکہ جو شخص نماز کے واسطے کھڑا ہوا اور اسکے کچھ معنی نہین سمجھا تو موافق حدیث ابو داؤد کے اُسکی کچھ نماز بھی نہین ہے شیخ نے لکھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہی پس اہل زمین کی آمین اہل آسمان کی آمین سے موافق ہوئی تو اللہ تعالیٰ بندے کے واسطے اُسکے اگلے گناہ معاف کردیتا ہے اور جسنے آمین نہین کہی تو اُسکی مثل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے ساتھ جہاد کیا پھر اُن لوگون نے قرعہ ڈالا اور اُن لوگون کے حصہ برآمد ہوے اور اس شخص کا حصہ نہین نکلا تو اُسنے کہا کہ میرا حصہ کیون نہین نکلا تو اس سے کہا گیا کہ تونے آمین نہین کہی تھی (رواہ ابن مردویہ) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی قرات نہین کریگا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط ظاہر اسوجہ سے ہے کہ امام ہی کی قرات ولا الضالین تک معتبر فرمائی اور اگر مقتدی پڑھتا ہوتا تو ضرور ہوتا کہ وہ اپنی دعا کے بعد آمین کہتا جیسے امام اپنی قرات کے بعد آمین کہتا ہے اور یہ استنباط لطیف ہے واللہ تعالیٰ اعلم (تنبیہ) آمین بالاجماع قرآن مجید مین سے نہین ہے کیونکہ وہ مصاحف مین نہین لکھی گئی اور بعض علماء نے بدلیل حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو اوپر مذکور ہوئی در باب حسد یہود کے نکالا کہ آمین خاصۃ اسی امت کے واسطے ہے۔ اور واضح ہو کہ اس سورۂ مقدسہ مین رب عزوجل کے واسطے اعظم شان توحید وثنا وتمجید اور بندے کے واسطے اعظم شان بندگی واعظم مقصود وانتہا مرجع ظاہر ہوگیا اور یہی عین مراد ہے فالحمد للہ رب العالمین (تنبیہ) بسم۔ لکھنے مین الف حذف کیا جاتا ہے جیسے پڑھنے مین حذف ہے کیونکہ اسکا استعمال بکثرت ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ بسم اللہ مجریہا ومرسٰہا۔ اور قولہ تعالیٰ۔ وانہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مین بھی صورتی مشابہت کی وجہ سے حذف ہے اگرچہ یہ صرف ایک مقام ہے اور جہان کثرت نہو وہان حذف نہین ہوتا جیسے اقرأ باسم ربک۔ اگر کہو کہ جیسے بسم مین کثرت استعمال سے حذف ہے اسی طرح چاہیے کہ باللہ وبالرحمٰن وبالرحیم مین حذف ہو جواب یہ کہ خط مصحف ایک خط خاص ہے جسکو خط عرفی پر قیاس نہین کرسکتے ہین۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو صاف حرفون مین لکھا تو وہ بخشا گیا (رواہ البیہقی) اور یہ قول بمنزلہ حدیث ہے

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے قیاس سے ایسا نہیں فرما سکتے ہیں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسکے مانند آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم سے روایت کیا بلکہ اُسمیں بشارت ہے کہ جو شخص اس طرح لکھے وہ بخشا جائیگا۔ (ابو نعیم و ابن اشتہ) اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے عاملوں کو
لکھا کہ تم میں سے جو شخص بسم اللہ لکھا کرے تو الرحمٰن کو کھینچکر لکھا کرے (ابن اشتہ) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ تھا کہ
بسم اس طرح لکھے کہ سین کے دندانے ظاہر نہ ہوں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی کے کاتب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط میں بسم اللہ بغیر دندانہ
سین کے لکھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کاتب کو مارا پس جب اُس سے پوچھا گیا کہ تجھکو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے کس بارہ میں مارا تو
اُسنے کہا کہ مجھے سین کے بارہ میں مارا۔ اور ابن سیرین رحمہ اللہ بھی اسکو مکروہ رکھتے تھے (ابن اشتہ) جس کام پر بسم اللہ کہے اُسی کے
موافق وہاں فعل مقدر رہوگا مثلاً بسم اللہ کرکے کھاتا ہوں یا لکھتا یا پڑھتا ہوں جیسے قرآن میں بسم اللہ کے واسطے تلاوت کرنا مقدر ہے۔ مسئلہ
قرآن مجید کے ختم میں بسم اللہ پڑھنے کی محافظت چاہیے کیونکہ جن علماء کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کا جزو ہے تو اُنکے نزدیک ترک بسم اللہ
سے ختم پورا نہوگا اور ہمارے نزدیک بھی نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا احتیاطاً واجب ہے۔ اور فتح القدیر میں کہا کہ یہی
مختار ہے۔ اور طحاوی میں ہے کہ محققین کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسرا سورہ ملانے میں بھی بسم اللہ پڑھ لینا مستحب ہے بشرطیکہ شروع
سے کوئی سورہ ملادے۔ (مسئلہ) اگر بچیسواں پارہ الیہ یرد علم الساعۃ سے شروع کیا تو شروع میں ضمیر بجانب حق عزوجل راجع ہے
اور جب اُسنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھکر اسکو شروع کیا تو ضمیر کے مرجع میں وہم ہوتا ہے لہٰذا ایسے مقام پر پہلے بسم اللہ پڑھنا مؤکد ہے
(السیوطی) حسن بصری سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایکسو چار صحائف کتب نازل فرمائے اور ان سب کے علوم کو توریت و انجیل و زبور
و فرقان میں جمع فرمایا پھر علوم توریت و انجیل و زبور کو فرقان میں جمع کیا پھر علوم فرقان کو مفصل میں جمع کیا پھر علوم مفصل کو فاتحۃ الکتاب
میں جمع کیا پس جو شخص فاتحۃ الکتاب کی تفسیر سے آگاہ ہو تو وہ جمیع کتب آسمانی کی تفسیر سے آگاہ ہوگیا (رواہ البیہقی فی شعب
الایمان) نسفی رحمہ نے یہ روایت لکھکر بڑھایا کہ پھر علوم فاتحہ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں جمع کیا اور بسم اللہ کے علوم کو اسکی بار میں جمع کیا اور بار کے
یہ معنی کہ جو ہوا وہ میرے ہی ساتھ ہوا اور جو ہوگا وہ میرے ہی ساتھ ہوگا۔ المدارک۔ بعض نے کہا کہ بار کے علوم اسکے نقطہ میں جمع ہیں۔
مترجم کہتا ہے کہ ان اسرار کو علماء ربانیین کی سمجھ پر چھوڑنا چاہیے۔ ف بعض اشارات عرائس البیان کا لکھنا بھی مناسب ہے لیکن اسکی سمجھ کے
واسطے کسی مرتبۂ تقویٰ پر پہونچنا ضرور ہے ورنہ عوام کی سمجھ سے بہت سے معارف دقیقہ عالی ہوتے ہیں اور اسکی نظیر یہ ہے کہ جو شخص حساب
و پیمائش وغیرہ سے واقف ہو جاوے تو اُسکے بعد وہ جبر و مقابلہ و اقلیدس کو سمجھ سکتا ہے اور اگر ابتدا سے کسی دیہاتی یا پہاڑی آدمی کو جھلا کر سمجھانا
چاہو تو وہ کسی بیان سے نہیں سمجھیگا لہٰذا ان مضامین کی تحریر میں یہ شرط ہے کہ جو شخص نہ سمجھے وہ اتنی مدت تک خاموش رہے کہ اُسکو سمجھ حاصل ہو
(سورۃ الفاتحۃ) اسکا نام سورہ فاتحہ اسواسطے ہے کہ یہ اسرار کی مفتاح یعنی کنجی ہے حتیٰ کہ جو شخص اسکے انوار تک پہونچا وہ بعض متشابہات کے
اسرار پر واقف ہوگا (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) (ب) جو شخص خودی سے خارج ہو اُسکے واسطے بقا۔ (س) اہل انس کے لیے تو رسنا ء
قدس ہے۔ (م) اہل نعت کے واسطے کشف ملکوت ہے یعنی جو لوگ ابھی اپنی خودی سے بالکل فانی نہوں مگر صفات حق میں مستغرق ہوں
تو اُنکے واسطے عالم ارواح ملکوتی کا کشف ہوجاتا ہے یہ اسرار تو بنظر صفات ہیں اور بنظر افعال یہ ہے کہ (ب) بر و احسان الٰہی جو اولیاء و اعداء
کے لیے عام ہے یعنی کافر و مسلمان سبکو یہ احسان شامل ہے مثلاً اشارہ سے آگاہ کیا کہ رزق و اموال دنیاوی میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی
خصوصیت نہیں رکھی ہے بلکہ وہ کافروں کو بھی دیتا ہے حتیٰ کہ کفر کے ساتھ سلطنت باقی رہتی ہے مگر ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہتی اگرچہ ظالم

مسلمان ہو حتی کہ اگر کافر کے تسلط مین جان و مال کے خطرہ سے حفاظت ہو تو سلطنت باقی رہنے کے آثار ہین اور اگر مسلمان بادشاہ کی سلطنت مین جان و مال خطرہ مین ہو مثلاً قاضی رشوت خوار اور گواہ دو آنہ کا جھوٹا مکار و مانند اسکے تو سلطنت قائم نہین رہیگی پس اہل ایمان اس کلام کے اسرار سے مکر شیطانی سے بچ گئے جو اکثر عوام کو دھوکا دیتا ہے کہ اگر تم حق پر ہوتے تو ساری دنیا تمھارے واسطے جمع کر دیجاتی اور اگر یہ لوگ جنکو تم کافر سمجھتے ہو ناحق پر ہوتے تو انکے واسطے حکومت و غلبہ نہوتا یہ وسوسہ اسوجہ سے دور ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا دنیاوی انعام ہر شخص کے واسطے عام ہے بلکہ جو لوگ معرفت مین ہوشیار ہین وہ دیکھتے ہین کہ حدیث شریف مین آیا تم لوگ جان رکھو کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس دنیا مین ہے وہ ملعون ہے سوا ذکر آلہی اور دین پڑھنے و پڑھانے والے کے (ابن ماجہ وغیرہ) اور حدیث مین ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسمین سے کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (الصحیح) لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود جواہرات و خزائن کے کہ انکو سلطنت فارس و روم و شام و بخارا و مصر و بربر سے جو ہزارون برس کے جمع کیے ہوئے تھے ہاتھ آئے تو انھون نے اس حقیر مال دنیا کو اچھی طرح نظر اٹھا کر نہین دیکھا بلکہ حقیقی نعمتہائے آخرت کے طالب ہوئے انکی مثال یہ ہے کہ بیوقوف بچہ جسکو ابھی عقل حاصل نہین ہوئی مٹی کے پھول پر فریفتہ ہوتا ہے اور ذی ہوش اسکو محض لغو اور رائگان سمجھتا ہے اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اس دنیا کو نجس و خوار سمجھکر بیزار ہوتے اور دل سے موت و آخرت کے طالب تھے پھر اگر کسی شخص کو دیکھا جاوے کہ وہ کافرون کے مال و متاع کو نعمت اعلیٰ سمجھکر دلی حسد سے دیکھتا ہو تو محض نا انصاف ہے گویا وہ آخرت و قرآن پر ایمان ہی نہین لایا جبکہ کافرون کے واسطے عاقبت مین سوائے عذاب شدید کے کچھ نہین ہے حالانکہ یہ بھی مخلوق آلہی ہین تو وہ کیونکر چاہتا ہے کہ نجس و حقیر دنیا بھی انکو میسر نہو پس یہ نشان ہے کہ اسکے دل مین آخرت کا اعتقاد ٹھیک نہین ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے حقارت دنیا کی تنبیہ فرمائی ۔ اور شیخ رح نے یہ اشارہ لکھا کہ (ب) رزق وغیرہ سے احسان عام ہے ۔ (س) سر آلہی و خوشنودی خاص کے لیے ہے یعنی مومنین کے واسطے سرور ایمان ہے (م) محبت آلہی خاص الخاص محبین کے واسطے ہے یہ اشارہ از راہ فعل تھا پھر از راہ قبولیت بھی اشارہ ہے چنانچہ (ب) بدء عبودیت یعنی ابتدائے ظہور عبودیت بندہ مومن ہین (س) سر ربوبیت یعنی مومن پر کشف ربوبیت ہے (م) منت آلہی جو ازلی مقبولین پر ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ بل اللہ یمن علیکم ان ہداکم للایمان یعنی تم لوگ احسان مت جتاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تم پر منت و احسان رکھتا ہے کہ تمکو ایمان کی ہدایت دی ۔ اہل معرفت کے نزدیک ایمان سے بڑھکر کوئی نعمت نہین اور قرآن سے بڑھکر کوئی نعمت نہین چنانچہ حدیث مین ہے کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا پھر اسنے خیال کیا کہ کسی شخص کو اپنے سے بڑھکر نعمت والا گمان کیا تو وہ بیوقوف بڑا ناشکرا ہے (السنن) پھر از راہ کشف کے اسمین اشارات ہین چنانچہ (ب) بہائے حسن ازل سے جلال عظمت مین ارواح عارفین باقی ہین (س) سناء ازل سے ہواء ہویت مین اسرار سابقین منور ہین (م) مجد عظمت سے اہل وجد نازان ہین ۔ بعض روایت مین آیا کہ ب بہاء آلہی ہے س سناء آلہی م مجد آلہی ہے ۔ بعض نے فرمایا کہ بسم اللہ یعنی جن چیزون کا وجود ہوا ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہے اور فنا بھی اُسی کے ساتھ ہے اور اُسی کی بزرگی زینت سے ہر چیز کی خوبی ہے اور اسی کے معیوب کرنے سے قبیح کو قبیح کہتے ہین ۔ شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جب عارفین نے اپنے دلون سے سوائے حق عز و جل کے سب نکال دیا تو انکو خطاب ہوا کہ بسم اللہ کہو یعنی میرے ہی نام کی جانب منسوب ہو کر اللہ والے ربانی ہو جاؤ اور آدم علیہ السلام سے نسبت مت لگاؤ ۔ بعض نے فرمایا کہ جن بندون پر انوار قرآنی کا انکشاف ہے اگر شروع کتاب پاک باسم اللہ نہوتی بلکہ باللہ ہوتی تو انوار عظمت مین فنا ہو جاتے اور سوائے انبیاء و اولیاء صدیقین کے کسی کی بقا ممکن نہ تھی (اللہ) یہ نام پاک اُن اولیا کو منکشف ہوتا ہے جو مقام جمع مین متمکن ہین کیونکہ یہ اسم ذات ہے اور دیگر اسماء حسنیٰ اسم صفات ہین اور معرفت اسم ذات غیر ممکن ہے کہ اسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین

جانتا اُسکا کہنا و سُننا و جاننا اُسی کی ذات مین منحصر ہے اور اسمین (۱) اشارہ انانیت و وحدانیت ہے یعنی خودی اُسی کی ذات کے واسطے حق ہے اور کسی مخلوق کو خودبینی کی مجال نہین ہے اور بیان دو لام مین لام اول اشارۂ جمال ہے اور لام دوم اشارہ جلال ہے اور اسکی معرفت سے سوائے اُسکے کوئی آگاہ نہین ہے (ھ) اشارہ ہویت لا الٰہ الا ہو اور اسکی معرفت خود ہی خوب جانتا ہے اور مخلوقات جیسے اسکی ذات پہچاننے سے معذور ہین اسی طرح ان اشارات سے محروم ہین لیکن الف انانیت سے موحدین کے دل پر تجلی وحدانیت فرمائی کہ وہ لوگ اکیلے اُسی کے واسطے ہو رہے اور لام اول کی تجلی ازلیت عارفون کے دل پر انفراد ہے یعنی اُسی کے واسطے منفرد ہو گئے اور لام دوم کے جلال سے اسرار محبین بحر عظمت مین غرق ہین اور ہا ہویت سے بندگان مقربین مقام حیرت کمال مین ہین مترجم کہتا ہے کہ حیرت عوام تو نفاق و کفر ہے و حیرت مقربین کمال معرفت ہے۔ ھ۔ شیخ شبلیؒ نے کہا کہ اللہ احد سوائے حق عز و جل کے کوئی کہنے والا نہین ہے کیونکہ کمال عرفان مین بھی خطر ہے حالانکہ حقیقت کو خطر کے ساتھ ادراک نہین کر سکتے شبلیؒ نے وقت موت کے اللہ کہا تو کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو فرمایا کہ اسکے ساتھ کوئی ضد باقی نہین رکھتا ہے یعنی جسکو کسی غیر کی اُلوہیت کا وہم ہو تو وہ اُسکو دور کرے اور مین نے اسکا خیال بھی باقی نہین رکھا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے دل مین شرک کا وہم و خیال بھی نہین چھوڑا۔ بعض علماء نے کہا کہ اللہ ایسا نام پاک ہے کہ اس نام تک رسائی محال ہو گی اور جبکا نام ہے پس اُسکی کنہ ذات تک رسائی محال المحال ہے پس مخلوق کو تنبیہ فرمائی کہ ذات وصفات حق کے واسطے شیطانی وسوسہ قبول نکرین جبکہ وہ نام حق سے عاجز ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین آیا شیطان بندۂ مومن کے پاس آکر کہیگا کہ یہ کسنے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کیا حتی کہ کہیگا کہ اگر ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا پس جب وہ یہ وسوسہ لاوے تو لا الٰہ الا اللہ کہنا چاہیے (کما فی الصحاح) یعنے وسوسہ شیطانی کو دور کرکے توحید الوہیت کا نور دل مین لاوے کہ اُسکی ذات وصفات اس سے اعلیٰ ہے کہ کوئی مخلوق بے حقیقت اُسکا ادراک کر سکے اسیوجہ سے بہت سے احمق گمراہ جو تقدیر مین بحث کرتے ہین سخت احمق ہین کیونکہ تقدیر تو حکمت و علم الٰہی عز و جل ہے اور یہ دونون صفات عقلت ادراک سے محال ہین تو وہ کیونکر یہ بعید سمجھ سکتا ہے اور عجب یہ کہ اسمین بحث کرنے والا وہ کافر ہوتا ہے جو نور عقل سے محروم ہے اگرچہ وہ اپنے حواس کو اپنے نزدیک عقل سمجھتا ہے حالانکہ عقل مخلوق نے خوب پہچانا کہ مین بیچارہ ذرۂ ناچیز کسی طرح حضرت خالق جل جلالہ کے افعال حکمت کا ادراک نہین کر سکتی تو صفات مقدس کا ادراک بالکل محال ہے لیکن اس سے ظاہر ہوا کہ اگر یہ کافر عقل رکھتا ہوتا تو اسکی عقل خود صاف یہ عاجزی بتلاوتی اور وہ ایسی واضح و بدیہی بات فوراً سمجھ جاتا حالانکہ یہ بے وقوف خالی جسم خاکی کے حواس پر جانور سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا پس اُسپر لازم ہے کہ پہلے صدق ایمان و توحید کے ساتھ نور عقل حاصل کرتا تاکہ مقامات معرفت مین پہونچتا۔ ھ۔ بعض نے فرمایا کہ الف اشارہ وحدانیت ہے پھر لام سے اشارہ کی نفی ہے یعنی کسی مخلوق کو اُسکی جانب اشارہ کی مجال نہین ہے کیونکہ اشارہ وہان محال ہے اور لام دوم سے محو المحو ہے اور ہا مقام حیرت کا انکشاف ہے بعض نے لطیفہ لکھا کہ نام الٰہی مین الف منفرد گویا اللہ تعالیٰ بذات خود تمام مخلوق سے جدا ہے جیسے الف ابتدا مین کسی حرف سے نہین مل سکتا ہے ہان دوسرے حروف اس سے ملتے ہین جیسے تمام مخلوق کو اُسکی طرف احتیاج ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اسماء الٰہی مین سے اسم اللہ ہی فقط ایسا نام پاک ہے کہ اس سے حرف حرف ساقط کرو پھر الوہیت باقی ہے چنانچہ اللہ سے الف جدا کرو تو للہ رہا پھر ایک لام جدا کرو تو لہٗ رہا پھر دوسرا لام جدا کرو تو ھُو باقی رہا۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ سابق کا تتمہ یہ ہے کہ الف تفرد بعد اُسکے محتاج مخلوق کو پردہ نزول مین اتصال ہے پھر بھی لام ثانیہ پر الف منفرد ہے پس وہ کسی سے نہین ملا اور نہ کوئی اُس سے ملسکتا ہے جیسا اعتقاد مین مصرح ہے حالانکہ مقام حیرت نزول مین نصوص آیات و احادیث متشابہات مین بھی عدل کی راہ مستقیم ہے

حتی کہ درحقیقت وہان اتصال یا انفصال کا تصور ہی محال ہے۔ بعض علماء نے اشارہ ہدایت مین کہا کہ بسم اللہ مین ب باب اسرار ہے تنس
رسالت ہمہ ہے۔ ملک ہے بعض نے فرمایا کہ اسمین اشارہ ہے کہ باسم الٰہی قلوب عارفین نور حیرت مین ہین اور باسم الٰہی عالمون کو معرفت
صفات تک رسائی ہے اور باسم الٰہی مومنون کو آیات وحدانیت مشاہدہ ہین۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ بسم اللہ ایک تریاق ہے جو اللہ تعالیٰ نے
مومنون کو زہر شیطانی دور کرنے کے لیے عطا فرمایا حتی کہ دنیا کا زہر اور کھانے وپینے وغیرہ جمیع اشیا مین سے اثر شیطانی کا زہر دور ہوجاتا ہے
مترجم کہتا ہے کہ بسم اللہ کے فضائل واحکام مین مین نے کچھ اشارہ کیا ہے اُسکو یاد کرکے یہ مقام سمجھ سکتے ہو۔ حضرت سہل بن عبداللہؒ نے فرمایا
کہ اللہ ہی اسم اعظم ہے جسنے سب اسماء وصفات کو گھیر لیا ہے اور اُسکے لام کے درمیان ایک حرف مخفی کہ غیب در غیب ہے یا سر السر ہے
یا حقیقت الحقیقت ہے وہان تک رسائی سوائے اُسکے کسی شخص کو حاصل نہین جو ہر طرح کے میل کچیل سے پاک اور حلال کے سوائے مکروہات
سے دور اور فرائض ایمان پر اچھی طرح قائم ہے یعنی اتباع شریعت وسنت پر مستقیم ہے۔ بعض نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالیٰ کا نام نقط لفظ وحروف مین
کہا تو اللہ تعالیٰ لفظ وحروف واوہام سے پاک ہے پھر اُسکی قبولیت محض رحمت ہے کیونکہ جب اُسکی توحید تک حال وقال سے رسائی نہین تو عین
رحمت سے بندون کا عذر قابل پذیرائی ہے۔ روایت ہے کہ شیخ ابو الحسن النوری برابر ایک ہفتہ تک بے خواب وخورش کے حالت جذب مین
اپنے حجرے کے اندر اللہ اللہ کہتے پھرتے تھے جب یہ خبر شیخ جنیدؒ کو پہونچی تو پوچھا کہ بھلا اوقات نماز کے پابند ہین یا نہین ہین لوگون نے عرض
کیا کہ ہان وہ فرائض اپنے اپنے اوقات پر ادا کرتے ہین لیکن کھانے پینے وغیرہ کا کچھ ہوش نہین ہے یہ سُنکر شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ کہ شیطان
نے اُسپر بالکل قابو نہین پایا پھر لوگون سے کہا کہ چلو اُنکی زیارت کرین شاید ہمے اُنکو یا اُن کو ہم سے کوئی فائدہ پہونچے جب شیخ ابو الحسن
کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ اُسی حال مین آشفتہ ہین شیخ جنید نے پوچھا کہ کیا حال ہے شیخ ابو الحسن نے کہا جو مین کہتا ہون وہ تم بھی کہو
شیخ جنیدؒ نے کہا کہ اس آشفتگی کے کیا معنے ہین ذرا غور کرو کہ اگر تم سے یہ نام پاک کہلایا جاتا ہے تو تم اُسکے کہنے والے نہین ہو
اور اگر اپنے ذوق وشوق سے کہتے ہو تو اُس مین نفس کی خوشی پوری کرتے ہو اور نفس کا ساتھی اخلاص سے دور ہوتا ہے یہ سُنتے ہی شیخ
ابو الحسن جوش سے ہوش مین آگئے اور کہا کہ مین اپنے ادب سکھانے والے کا شکریہ ادا کرتا ہون (الرحمٰن) رحمت عام ہے چنانچہ اولیاء کے
واسطے اس رحمت سے معرفت اسماء وصفات جمال وجلال ہے اور ابدال وصدیقین کے واسطے اُنکے لائق مرتبہ قرب کمال ہے اور عام
مخلوق کے واسطے فیض خلق ہے جس سے اُنکے پیکر جسمانی کی تربیت ہوتی ہے اور مومنون کے واسطے راحت روح ہے اور عارفون کے لیے
فرحت فتوح ہے جیسے اہل محبت کو نزہت اور شائقون کو بہجت اور گنہگارون کو اُمید مرحمت ہے (الرحیم) خاصان حق کے واسطے
خاص موہبت ہے اور اہل قرب کے واسطے مسرت ہے حتی کہ لغزش والون کے لیے عصائے شفاعت ہے الرحمٰن سے امن عذاب ہے
اور الرحیم سے نفیس ثواب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین بھی وارد ہوا کہ کسی شخص کو اُسکے اعمال جنت مین نہین لیجاوینگے (کما فی الصحیح) وقال
تعالیٰ ونجیناہ والذین آمنوا معہ برحمۃ منا یعنی ہمنے اُسکو مع اُسکے ساتھی مومنون کے اپنی طرف سے رحمت کے ساتھ مین نجات دی
ابن عطاءؒ سے روایت ہے کہ الرحیم مین مودت ومحبت ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کے واسطے قبولیت ازلی رکھی ہے
لیکن دنیا مین اُسکا ظہور دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ بدون ارادت کے جذب ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے واسطے واقع ہوا کہ وہ آگ کی غرض
سے گئے تھے اور وہان پیغمبری ملی دوم یہ کہ ارادت ہو اور با اوقات اس مین فضیلت ہوتی ہے پس الرحمٰن الرحیم دونون اقسامون کو
محیط ہے (الحمد للہ) اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد حقیقی خود ادا فرما کر بندون کی عاجزی ظاہر فرمائی کیونکر درحقیقت بندہ اُسکی حقیقی حمد وطاعت سے

عاجز ہے اور اُنکو ادب سکھلایا کہ کوئی مناجات بدون تقدیم حمد کے لائق نہین ہے اور بتلایا کہ اُسکی حمد بندون پر فرض تھی جسکی تعلیم اُنپر احسان مزید ہے واضح ہو کہ اداے حمد کے واسطے تین زبانین ہین ایک زبان جسمانی دوم زبان روحانی سوم زبان ملکی زبانی پس زبان جسمانی تو عام مومنون کے واسطے ہے کہ دلی تصدیق کے ساتھ انعام واکرام الٰہی کا شکریہ زبان سے ادا کرین زبان روحانی خاصان حق کے واسطے ہے کہ وہ زبان قلب سے بیشمار معارف وکرامات اور شکر کرتے ہین اور زبان ملکوتی زبان سِرّی ہے جو خاص الخاص بندون کو مشاہدات قدس ومقامات قرب وانس مین شکر کے لیے حاصل ہوتی ہے پس ان بندون کے شکر مین بھی ایسا ہی عظیم تفاوت ہے جیسا اُنکی زبانون ومدارج کرامت مین ہے- اور حدیث مین وارد ہوا کہ الٰہی مین تیری ثنا وصفت کا احصا نہین کر سکتا بلکہ تیری شان اُس کمال پر ہے جس طرح تو نے اپنی حمد فرمائی- شیخ ابوبکر بن طاہر نے کہا کہ مخلوقات الٰہی مین ایسی کوئی چیز نہین ہے جسکو حمد الہام نہو- ابن عطا نے کہا کہ الحمد للہ کہ اُسنے ہمکو حمد تعلیم کر کے احسان فرمایا- بعض مشائخ نے کہا کہ الحمد للہ کے یہ معنے ہین کہ الٰہی یہ تیری ہی شان ہے کہ تیرے سب صفات کمال وافعال محمود ہین (رب العالمین) واضح ہو کہ عالم کے تین اقسام ہین ایک عالم محسوس یعنے جو حواس سے ادراک کیا جاتا ہے اور اُسکی صفت یہ ہے کہ ایک دوسرے سے بقدرت الٰہی موجود ہوتا اور مرتا ہے پس یہ عالم ایک حال پر نہین رہتا بلکہ متغیر ہوتا ہے- دوم عالم جبروت کہ اُس مین ایک جہت محسوس ہے اور دوسری جہت غیر محسوس ہے جیسے جن وغیرہ- سوم عالم ملکوت جو ایک دفعہ پیدا ہوا اور بغیر کمی بیشی کے اپنے حال پر باقی ہے اسیطرح ترکیب انسانی مین بھی تینون اقسام پائے جاتے ہین اسی واسطے انسان کو عالم صغیر کہتے ہین کیونکہ انسان مین جسم ظاہری محسوس فانی ہے اور روح وعقل وارادہ وغیرہ ملکوتی باقی ہے اور سوم کی مثال ادراکات حواس وقوی ہین پھر اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے بندہ کو اُسکے مرتبہ ومقام کے موافق اپنی معرفت عطا فرمائی حتی کہ اہل ارادت کو بقدر ارادہ کے انوار واسرار سے ترتیب فرمایا اور اہل محبت کو مناجات وخطاب سے سرفراز کیا اور اہل اشتیاق کو حسن وصال سے اور اہل عشق کو کشف جمال سے اور اہل عرفان کو مشاہدۂ بقا وانس سے اور اہل توحید کو مقام عین الجمع وجمع الجمع سے تربیت فرمایا- بعض نے کہا کہ رب العالمین کی تربیت سب سے بہتر یہ ہے کہ اپنی حمد کے ساتھ گویا فرمایا- محمد بن علی الترمذی سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ بندون سے پہلے پے درپے نعمتون کا شکر ادا ہونا محال ہے پس بقدر امکان دن رات پانچ وقت نمازون مین الحمد للہ رب العالمین واجب کیا پھر جب اسپر بھی غفلت طاری ہوئی تو غافلون نے یہ بھی چھوڑ دیا- بعض نے کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مین تنبیہ ہے کہ اُسی کی کمال رحمت سے ابتدا ہے اور الحمد للہ رب العالمین اشارہ ہے کہ اُسی کی طرف انتہا ہے- مترجم کہتا ہے کہ شاید اس بزرگ نے اس آیت سے نکالا کہ- وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین یعنی جب اہل جنت اپنے مقام کرامت پر پہونچکر مطمئن ہونگے تو آخر کلمہ دعا یہی ہوگا کہ الحمد للہ رب العالمین- حارث محاسبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب پاک کو حمد سے شروع کیا تاکہ مومنین ہر کتاب وخطاب ونیک کام پہلے حمد سے شروع کیا کرین کیونکہ یہ سب سے بہتر ہے- بعض نے کہا کہ جسنے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اُسنے حق عبودیت وشکر نعمت ادا کیا- مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہے اور اُسکے معنے یہ ہین کہ حقیقی حمد کے سواے جس طرح حمد کرنا بندہ کے امکان مین ہے اُسنے پورا کیا- روایت ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو اُنھون نے الحمد للہ کہا اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہے (الرحمٰن الرحیم) واضح ہو کہ سورہ الحمد مین یہ کلمہ صرف ایک مقام پر آیا کیونکہ بسم اللہ اسکا جزء نہین ہے اور اگر بقول بعض علما اسکا جزء ہو تو بھی مکرر نہین کیونکہ اسمین اشارہ ہے کہ رحمت بہ نسبت غضب کے مکرر ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جیسے بنام الٰہی شروع کرنا کہ وہ بصفت الرحمٰن الرحیم ہے اسیطرح حمد کا استحقاق الٰہی بھی ان صفات کے ساتھ ہے کہ وہ رب العالمین والرحمٰن الرحیم ہے پھر اسکے ساتھ مالک یوم الدین بھی ملا دیا تاکہ بندون کو خوف ہو- بعض نے کہا کہ الرحمٰن اسم حقیقت اور الرحیم اسم صفت ہے- مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا

یہ مراد ہو کہ الرحمٰن بھی اسم ذات ہو چنانچہ بعض علما کا یہی مذہب ہو۔ ابراہیم خواصؒ سے روایت ہو کہ جسنے اللہ تعالیٰ کو الرحمٰن الرحیم پہچانا تو اپنے واسطے
رحمت پر متوکل ہو کر اُسنے دنیا مین عام خلائق پر رزق وعافیت کی مہربانی فرمائی اور اُسکی صفت قدس مین کچھ تغیر نہین ہوتا تو آخرت مین بھی مغفرت
ورحمت کا تیقن ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر کفار بھی اسپر یقین لاتے تو اُنکے واسطے بھی یہی فضیلت حاصل ہوتی لیکن وہ اسپر ایمان نہین رکھتے ہین۔ اور حدیث
مین ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ مین اپنے بندے کے ساتھ اُسی طرح ہون جسطرح وہ میرے ساتھ آرزو رکھتا ہو (الصحیح) لہٰذا دوسری حدیث مین فرمایا کہ
مرتے وقت گناہون کا افسوس اور مغفرت کی قطعی اُمید جب کسی بندہ کے دل مین جمع ہوتی ہین تو وہ مغفرت سے سرفراز ہوتا ہے (الترمذی)
لہٰذا حدیث دیگر مین تاکید ہو کہ مرتے وقت قطعًا مغفرت کا اُمیدوار ہو جاوے (الصحیح) شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ رحمت دو طرح ہو ایک رحمت لطافت
یعنی کسی شخص پر بوجھ نہ ڈالنا بلکہ نرمی وسہولت کرنا اور دوم رحمت رافت یعنی پیار کے ساتھ برتاؤ کرنا پس الرحمٰن سے رحمت لطف عام ہو اور الرحیم
پیار ورافت ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ تمام چیزون کا پیدا کرنے والا کون ہو تو بعض آیات مین فرمایا کہ الرحمٰن۔ اس سے ظاہر ہو کہ الرحمٰن کا لطف عام ہر مخلوق
کے واسطے ہو اور رافت رحیم خاص مومنون کے حق مین دنیا وآخرت مین ہو بحکم قولہ تعالیٰ۔ انہ بہم رؤف رحیم۔ پس مومنون کے واسطے دنیا مین
عام لطف مین بھی شمول ہو اور خاص رافت بھی ہو جو آخرت مین اُنکے واسطے مخصوص ہو۔ (مالک یوم الدین) اسم مالک حاضرین بارگاہ وساجدین
کے لیے اُمید ہو اور سرکش کافرین کے لیے خوف ہو دنیا مین جو بندے اپنے مالک کی طاعت مین نفس حقیر کی کلفت اُٹھاتے ہین اُن کے لیے
آخرت مین مشاہدہ وکرامت ہو اہل محبت جو دنیا مین درد وغم کا وبال اُٹھاتے ہین مالک جزا نے اُنکے لیے جمال وجلال مہیا فرمایا ہو اہل صدق کو
اگر دنیا مین صدق کی تلخی برداشت کرنا پڑی تو آخرت مین راحت جنت ہو۔ ابن عطا نے کہا کہ قیامت مین ہر قسم کے لوگون کو اُنکی نیت ہمت
کے موافق جزا عنایت ہوگی پس عارفین کے لیے مقام قرب ودیدار ہو اور عابدین کے لیے اُنکے کام سے بہتر عیش جنت کا سامان ہو اور بیضاوی حقیقت
مالکیت دنیا کا ظہور ہو یعنی دنیا مین بھی اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا مالک ہو لیکن کافرون کو نہین سوجھتا مگر آخرت مین ظہور ہوگا کہ اُس مالک نے
اُنکو جہنم کے واسطے پیدا کیا تھا تو دنیا مین بھی مالک کے قبضہ سے تجاوز نکر سکے وقال تعالیٰ۔ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب
لا یفقہون بہا الآیۃ یعنی جہنم کے واسطے ہمنے بہت سے جن وانس پیدا کیے ہین جنکے دل ایسے ہین جنسے کچھ سمجھ نہین پاتے آخر تک
چنانچہ آخر مین فرمایا کہ یہ جانورون سے بھی بدتر ہین بخلاف اُنکے مومنون کے مالک ہونے کا ظہور قیامت مین درجات ہین چنانچہ بعض مشائخ نے
کہا کہ وہی عابدین کا مالک ہو کہ اُنکو اپنی خدمت عبادت مین لگایا کہ قیامت کے روز عطاے جنت کے ساتھ اُسکا اظہار فرمایا اور عارفین کا مالک ہو
کہ اُنکو تجلی عطا فرمائی اور اہل وجد ومحبین کا مالک ہو کہ اُنکو آیات قدرت پر فریفتہ فرمایا اسی طرح اقسام متقین سب اُسکے قبضۂ قدرت مین
ہین کہ امتحان دنیا مین ہر ایک کو اُسکے مرکز کیجانب پھیرا اور آخرت مین کافرون کو بھی مشاہدہ ہوگیا جب سے اُنکو عذاب کے غم نے گھیر لیا قال تعالیٰ۔
ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین چنانچہ اسکی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان آویگا (ایاک نعبد وایاک نستعین) بیضاوی نے لکھا کہ ایاک نعبد
مین بندہ نے عبادت کا کام اپنی طرف منسوب کیا یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین تو اُسکو وہم ہوتا کہ ایک تو یہ فعل مجھسے صادر ہوا دوم
میری قدرت کا شمار ہو تو اسکے بعد ایاک نستعین کہا کہ عبادت بھی بدون تیری توفیق کے ناتمام ہو بلکہ شیخ نے عرائس مین خوب کہا کہ معنے یہ ہین
کہ ہم تیری ہی معونت سے اپنی ہستی کے لائق تیری ہی عبادت کرتے ہین وہ بھی اپنی طاقت وقوت سے نہین کر سکتے ہین بلکہ تجھی سے استعانت
مانگتے ہین بلکہ مترجم کہتا ہو کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین اور چونکہ ہمارا اور ہمارے فعل کا پیدا کرنے والا تو ہی ہو تو تجھی سے استعانت چاہتے ہین
کہ تیری توفیق سے ہم مین نیک کام پیدا ہووین شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت جب ہی خالص ہوگی کہ بدلے کی اُمید نہو یعنی

عبادت اسواسطے ہو کہ ہمکو جنت ملے یا دوزخ سے نجات ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث نقل کی جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک اعرابی نے کہا تھا کہ مین تو اپنے رب کی عبادت اسلیے کرتا ہون کہ جنت پاؤن اور دوزخ سے بچون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو منع نہین کیا پس مراد یہ ہے کہ عبادت تو خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اور اسکے ضمن مین ثواب کی اُمید مضمر ہے اور کوئی شخص دوزخ یا جنت کی عبادت نہین کرتا پس حاصل یہ ہوا کہ جو شخص رضاے الٰہی عزوجل کے واسطے عبادت کرے کہ وہ مستحق عبادت ہے اور یہ بھی اُمید رکھے کہ اُسکی رضامندی سے مجھکو دوزخ سے نجات ہوگی اور جنت ملیگی تو مضائقہ نہین۔ شیخ نے کہا کہ خلوص عبادت مین ضرور ہے کہ دل کی نگہداشت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرنے مین دوسرون کے تصورات نہ گذرین اور اُسی سے مدد چاہے کہ مشاہدہ کا پردہ کھلے تاکہ نفس کے خطرات سے کچھ نجات ہو۔ شیخ سہلؒ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ تیری ہی ہدایت سے تیری عبادت کرتے ہین اور تجھی سے استعانت چاہتے ہین کہ عبادت پر ہماری دستگیری فرمائی جاوے تاکہ ہم ادا کر سکین۔ انطاکیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت چار طرح سے ہوتی ہے رغبت سے خوف سے حیا سے محبت سے اور انمین جو عبادت محبت سے ہو افضل ہے پھر وہ جو حیا سے ہو پھر وہ جو خوف سے ہو پھر وہ جو برغبت راحت ہو۔ شیخ نے کہا کہ عبادت الٰہی بندگان خاص کے واسطے تن کی راحت اور آنکھون کی قوت اور دل کا سرور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین وارد ہوا کہ میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہے۔ (مسئلہ) کیا عارف سے کسی مرتبہ پر پہونچکر عبادت ساقط ہو جاتی ہے جواب یہ کہ بعض گمراہون نے یہی زعم کیا ولیکن اکابر اولیاء الٰہی کے کلمات صریح ہین کہ کبھی ساقط نہین ہوتی ہان بعض نے فرمایا کہ تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اور اسکے یہ معنے ہین کہ عام مومنین تو تکلیف نفس کے ساتھ عبادت ادا کرتے ہین اور عارفین بدون تکلیف کے بلکہ راحت کے ساتھ کرتے ہین کیونکہ عبادت انکے واسطے عین راحت ہے (اہدنا الصراط المستقیم) واضح ہو کہ جو بندہ اپنی خواہش پر قائم ہو وہ اپنے نفس کے ساتھ ہے اور جس شخص نے نفس کا ساتھ دیا وہ مذموم جہنمی ہے چنانچہ علامات قیامت مین سے ایک حدیث مین فرمایا کہ اُسوقت حرص مال پر بخل ہوگا اور خواہش نفس کی پیروی ہوگی اور آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی جاویگی اور ہر شخص اپنے خیالات پر نازان ہوگا یہ ترجمۂ حدیث پورا ادا نہین ہوا کیونکہ حدیث ایک کلام جامع ہے جسکا پورا ادا کرنا محال ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ یعنی بھلا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا یعنی خواہش کا فرمان بردار ہے جو وہ کہتی ہے وہ کرتا ہے جیسے بندہ مومن اپنے رب عزوجل کا فرمان بردار ہوتا ہے کیونکہ اسنے اپنے نفس کو اپنے رب عزوجل کے واسطے فروخت کر دیا بقولہ تعالیٰ۔ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم الآیۃ۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اُسکا نفس خرید لیا تو مومن کی خود کوئی خواہش نہین رہی بلکہ جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اُسی کی فرمان برداری کرتا ہے اور نفس کو اُسی کام مین لگاتا ہے چاہے نفس کو گوارا ہو چاہے ناگوار ہو پس حاصل یہ ہوا کہ اپنی مراد چھوڑنا اور اللہ تعالیٰ کی مراد پر قائم ہونا یہی بیان ہے لہٰذا شیخؒ نے اہدنا الصراط المستقیم کے اشارہ مین کہا کہ یہ ہدایت کی درخواست ہے یعنی الٰہی جو تیری مراد ہے اُس سے ہمکو آگاہ فرما اور راہ دیدے اسلیے کہ راہ مستقیم وہ روش ہے کہ ارادۂ الٰہی کے موافق چلے اور اپنے نفس کا دخل چھوڑے تاکہ معارف عالیہ تک پہونچے لہٰذا خلاصہ اشارہ یہ ہوا کہ الٰہی ہمکو اپنی پسندیدہ مراد پر چلا کر ہمارے نفس کے دام یعنی جنت جو محل دیدار ہے عطا فرما۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے وہ امور مجمل رہے لیکن شیخؒ نے اسواسطے اجمال کیا کہ شریعت سنت مین ان اعمال کا صاف بیان ہے اور یہان سے معلوم ہوا کہ اس صراط المستقیم پر چلنے سے مقصود رضوان حق عزوجل ہے کیونکہ یہ راہ جہان ختم ہوئی وہین مقصود حاصل ہے اور اس راہ مین خاک مٹی نہین ہے بلکہ حصول انوار و اسرار کا ذخیرہ ہے جس سے کدورت جسمانی و نجاست طبیعت زائل ہو کر محل قدس و منزلت کے لائق ہوتا ہے اور یہ انوار و اسرار جب ہی حاصل ہوتے ہین کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے قدم بقدم مانند صحابہ رضی اللہ عنہم کے چلے یا آپکی شریعت پر قائم ہو کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم قمر رسالت کے روشن ستارے ہین کہ انکی اقتدا سے منزل مقصود پر پہونچ جاتا ہے اگرچہ ان ستارون کی طرح ہمہ تن روشن نہو پس ہر ایک کے اجتہادی طریقہ مین نور ہے اور اسی طریقہ پر علما مجتہدین ہین کہ سب کا مرکز قرآن و حدیث و جماعت صحابہ و اجماع اُمت ہے اور کوئی اس مرکز سے متفرق و خارج نہین ہوا بلکہ اُسی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم پر قائم ہین بخلاف روافض و خوارج وغیرہ کے کہ یہ پھوٹ کر نکل گئے اور ہم لوگ بحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ راہ سُنت و جماعت پر قائم ہین اسیواسطے ہمارے علماے مجتہدین حضرت جعفر صادق و ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد و سفیان ثوری و داؤد ظاہری و بخاری و مسلم و سابقین ولاحقین سب بالاتفاق حق پر ہین کیونکہ سب کا مرکز قرآن و حدیث و صحابہ رضی اللہ عنہم ہین پس ہر ایک نے بحکم الٰہی جو اجتہاد کیا وہ ثواب موعود کا مستحق ہے اور اُسمین کچھ کمی نہوگی ہان فضل الٰہی سے زیادتی کی کوئی انتہا نہین ہے پس خلوص نیت ثواب کے لیے جس پر عمل ہوا اللہ تعالےٰ قبول فرماویگا کیونکہ مقلد جو اپنی شامت اعمال سے جاہل رہا اور اُسنے میراث نبوت یعنی علم قرآن و حدیث مین لیاقت حاصل نہ کی تو لا محالہ وہ تقلید کریگا پس اگر بدنیتی سے مختلف اجتہادات لیتا پھرے تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے حتی کہ جو بدنیتی سے نماز پڑھی وہ مردود ہوگی پھر ثواب کہان سے پاویگا اور صراط المستقیم کا فائدہ جاتا رہا اور اگر نیک نیتی ہے تو بقدر خلوص کے جس اجتہاد پر عمل کرے ثواب کا ذخیرہ لیکر آگے بڑھے پس ہمارے نزدیک یہ سب موافق شان مومنین کے بھائی بھائی اور راہ حق کے رفیق اور جنت کے ساتھی ہین کیونکہ یہ سب ایک ہی راہ مین ایک ہی مقصد چاہتے ہین جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم متفق تھے اور ہرگز اُن مین دلی عداوت نہ تھی اور آخر مین اگر کچھ اختلاف ہوا تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے احکام شریعت پر تھا بدون اسکے کہ ایمانی بغض ہو اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے نور ایمان عطا فرمایا اُسکو یہ بات روز روشن کی طرح سامنے نظر آتی ہے پھر افسوس اُن فرقون کے حال پر ہے جو خوارج و روافض کی طرح جماعت سے پھوٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے اور شیطان نے اُنکو دباکر مسمار کر دیا۔ اور حدیث مین ہے کہ جو پھوٹا وہ جہنم مین گیا پھر سواے ان بھٹکے ہوے فرقون کے برابر باقی جماعت متفق چلی آتی تھی لیکن اس زمانہ مین یقین و معرفت مین یہانتک کمی ہوئی کہ لوگون نے ظاہری صورت شریعت اختیار کی اور نور یقین کی کمی مین تاریکی چھائی تو اندھیرے مین اُنکو مکر شیطان نظر نہ آیا حتی کہ ان مقلدون نے باہم حنفیہ و شافعیہ کو لڑایا اور ایک دوسرے سے دل مین غبار لانے لگے بلکہ بعض نے ایسے مسائل نکالے جس سے باہم ایک دوسرے کے پیچھے نماز مین تردد کرنے لگے جو دین کا رکن اعظم ہے اس سے بھی بڑھکر اس زمانہ مین مقلدون و غیر مقلدون کا نفاق بدرجہ عداوت پہونچا جو شرعاً حرام ہے حالانکہ یہ اختلاف چند مستحبات کے پیچھے واقع ہوا پس یہ جہالت غور کے قابل ہے کہ حرام کے مرتکب ہونے مین کچھ تردد نہ ہوا اور یہ بھی نہین سمجھے کہ یہ افعال تو راہ مین ذخیرۂ ثواب حاصل کرکے مقصود تک پہونچنے کے لیے تھے تو اُنکی یہ مثل ہے کہ دو شخص گھاٹ پر پانی لینے کے واسطے جاتے ہین اور راہ مین باہم سامان پر تکرار کرکے گھڑے پھوڑے اور وہین بیٹھ کر لڑنے لگے پس ان لوگون کو لازم ہے کہ اپنا یقین آخرت درست کرین تاکہ نور ایمان سے یہ فساد رفع ہو اور اپنی موت کے واسطے سامان مہیا کرین کیونکہ عذاب آخرت و منزل گور سخت خطرناک ہے اللہ تعالیٰ کل عذاب سے نجات عطا فرماوے اور ہم سب کو صراط المستقیم پر چلاوے آمین بعض مشائخ نے فرمایا کہ اہدنا الصراط المستقیم سے دعا کرنے مین مرکوز ہونا چاہیے کہ آپکی ہمکو راہ معرفت عطا ہو کہ ہم تیری خدمتگذاری پر اچھی طرح قیام کرین۔ اور واضح ہو کہ خلوص سے دعا کرنے والے بندہ کو جب اللہ عزوجل نے صراط المستقیم پر پہونچایا تو راہ شکر و ثناے نفس اور وصول بخدمت اور انقطاع بدعت و نجات شرک خفی و نجات فتنہ حواس سب حاصل ہو جاتا ہے شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ درخواست ہدایت کا بھید یہ ہے کہ جب بندہ پر ایمان کی معرفت سے صفات قدسیہ کا مشاہدہ طاری ہوا تو اُنھون نے آداب عبودیت کی درخواست کی تاکہ کامل بندگی سے درجۂ کمال پر فائز ہو۔ شیخ شبلی وغیرہ نے کہا کہ راہ اولیا و اصفیا کی درخواست کی اور وہ

اسلام ہو۔ شیخ حسین ؒ نے کہا کہ بعد ایمان کے اس درخواست کے یہ معنے ہین کہ جیسے تو نے معرفت توحید عطا فرمائی اسی طرح طاعت توحید
عنایت ہو۔ (صراط الذین انعمت علیہم) یعنی جن لوگون پر تو نے معرفت کا انعام فرمایا کہ اُنھون نے ادب کے ساتھ اچھی طرح خدمت ادا کی اُنھین
کی راہ عنایت ہو اور وہ ایسے لوگ ہین جنکو یقین کامل اور صدق دائم حاصل ہے اور نفس و شیطان کے مکر و مکائد سے آگاہ ہین اور انوار صفات
سے متصف ہین اور عبودیت مین اُنکو استقامت نصیب ہے یہ لوگ انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین ہین۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ اُنپر انعام
اس طرح تھا کہ اُنکو راہ کے مہلکات اور نفس و شیطان کے مکر سے آگاہ کیا۔ بعض نے کہا کہ اُنکو علم معرفت و فقہ اسرار عطا کی گئی تھی کہ اُنھون
نے نعمت سے نظر اُٹھا کر منعم کو پہچانا اور ازلی سعادت پر شکر گذار ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی ہوے اور خواہش نفس چھوڑ کر
عمدہ شریعت پر قائم ہوے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اہل نعمت وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُنکو نفس کی خودی سے فنا
کر کے اپنی طاقت و حیات سے باقی رکھا اور مکر شیطان و نفس اُنپر تسلط پانے سے روکا گیا تھے کہ وہ رضوان حق عز و جل تک پہونچے
اور اُنکی صفات مین سے یہ ہے کہ ہر خدمت مین ادب کی حفاظت کرتے ہین اور ظہور انوار شہود کے وقت احکام عبودیت و ادب مین خلل نہین
ہوتا۔ (غیر المغضوب علیہم) شیخ ابو عثمان ؒ نے کہا یعنی اُن لوگون کی راہ سے پناہ ہو جنپر تو نے غضب کیا پس اُنکے قلوب محفوظ نرہے حتی کہ وہ
یہودی ہوگئے۔ ابو العباس دینوری ؒ نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہین کہ وکالت و ولایت الٰہی نے اُنکو خود اُنکے بھروسہ پر چھوڑ دیا اور جو کوئی
اپنے نفس کے بھروسہ پر چھوڑ اگیا وہ برباد گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین دعا سکھلائی کہ الٰہی ہمکو ہمارے نفس کی وکالت مین
نچھوڑ یو کر وہ ہمکو نیکی سے دور اور بدی سے نزدیک کرے۔ بعض نے فرمایا کہ حرام کمائی والے تو غضب مین گرفتار ہین لیکن جو لوگ حلال کمائی مین
اس غرض سے مشغول ہون کہ اُنکے نفس کی خواہشین پوری ہون تو یہ بھی درحقیقت مکر ہے (ولا الضالین) اور نہ اُن لوگون کی راہ جو بھٹک گئے شیخ
ابو عثمان کے قول مین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین مخلوقات کے قلوب ہین پس جب اُسنے اُنکے قلوب کو اپنے حفظ مین نہین رکھا تو
کج ہوکر برگشتہ و نصرانی ہوگئے۔ شیخ ؒ نے کہا کہ جو لوگ طریقۂ سنت سے مخالف ہوکر اپنے اختراعی طریقہ مین پڑے لیکن استدراج کے
طور پر عالم سفلی یعنے مادیات مین سے اُنپر کشف کیا گیا تو وہ اپنے آپ کو عالی وجہ معرفت مین سمجھے کہ اُنسے کرامت سرزد ہوئی حالانکہ وہ
شیطانی مکر مین گرفتار ہوکر گمراہ ہین اور حقیقت معرفت و مشاہدۂ حق سے محجوب ہین اور اپنی خواہشون کے میدان مین بھٹکتے پھرتے ہین مترجم
کہتا ہے کہ اسمین اشارہ ہے کہ کرامت مقبول و استدراج مردود مین امتیاز کرنا ہر شخص کا کام نہین ہے اور عالم سفلیات مین سے کسی امر کی خبر دینا
مثلاً فلان شخص نوکر ہوجائیگا یا مسافر آجائیگا یا فلان مقام پر یہ واقعہ ہے یا مانند اسکے دیگر اُمور کچھ کرامت کی دلیل نہین ہین بلکہ عالم مادیات
و شیطانی مین یہ ایسے لوگون کو بھی حاصل ہوتا ہے جو فی الجملہ ریاضت کو جوگیون کی طرح شیطانی طریقہ پر بجالاوین اور یہ بکثرت مشاہدہ
مین موجود ہے بلکہ عوام کے واسطے شناخت کا صرف یہ طریقہ ہے کہ جس شخص کی نسبت کرامت کا خیال ہو اُسکو ایک زمانہ تک تجربہ
کرین کہ اگر وہ طریق شریعت و راہ سنت پر قائم ہو تو انوار حقیقت سے سرفراز ہے پس یہ امر اُسکی جانب سے کرامت ہے اور اگر وہ شریعت پر
قائم نہین ہے تو نور حقیقت حاصل ہونا محال ہے شیخ جنید ؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب مین ہر مؤمن کے واسطے راہ ہو مگر ہر راہ مسدود ہے
کسی طرح نہین کھل سکتی جب تک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر قائم نہو اور شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ قول معروف ہے
ع خلاف پیمبر کسی رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ یعنی جس شخص نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راہ اختیار کی وہ ہرگز
کبھی منزل معرفت تک نہین پہونچیگا اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ روافض و خوارج مین سے کوئی شخص مرتبۂ معرفت پر نہین پہونچا کیونکہ

صریح مخالف سنت ہین اور جو شخص خلاف شریعت و سنت ہو اگر اُس سے کوئی خرق عادت ظاہر ہو تو وہی شیطانی استدراج ہی اور چونکہ وہ شخص مردود ہو کر نفس و شیطان کے حوالہ ہو جاتا ہی تو شیطان اُسکو بہت سے کرشمے و صورتین دکھلاتا ہی جنکو وہ اپنے زعم باطل مین عالم ملکوتی کا کشف سمجھتا ہے چنانچہ آیندہ مقامات مین انشاء اللہ اسکی توضیح آویگی (تنبیہ) اس سورۂ مبارک کے اول مین ذکر حمد و ثنائے الٰہی ہی اور آخر مین گمراہون بد مردودون کی راہ سے پناہ مانگنے کا بیان ہی پس اسمین اشارہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مین رجوع کرنا اور اُسکی حمد و ثناء اور اپنی عاجزی و دعا کرنا تمام خوبیون کی اصل ہی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے مُنھ موڑ کرنا فرمانیان کرنا اور اپنے نفس کی خواہشون کے پیچھے پھرنا تمام بدبختی و گمراہی ہی اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہم بندون کو اپنی رحمت سے راہ مستقیم راہ انبیاء و صالحین کی ہدایت فرماوے اور اپنی قوت و قدرت کاملہ سے ہمکو ان یہودیان و نصرانیون و تمام کافرون و گمراہون کی راہ سے بچاوے آمین یا ارحم الراحمین۔

# سورة البقرة

قرطبی و سیوطی وغیرہ نے کہا کہ یہ سورہ مدنیہ ہی اور مدینہ مین ایک مدت کے اندر نازل ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ مدینہ مین اول یہی سورہ نازل ہوا سوائے آیات ربوا کے یعنے بیاج و سود کے احکام مین جو آیات نازل ہوئین وہ قرآن مین سب سے آخر ہین حالانکہ سورۂ بقرہ مین موجود ہین اور اسیطرح قولہ تعالیٰ ۔ واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ الآیۃ ۔ یہ بھی حجۃ الوداع مین یوم النحر کو مقام منیٰ مین نازل ہوا۔ اور اتقان مین مذکور ہے کہ سورۂ بقرہ کا نزول بعد ویل للمطففین کے واقع ہوا اور یہ بھی اتقان مین مذکور ہی کہ سورۂ بقرہ جو دو سو چھیاسی یا ستاسی آیات ہین کل مدنیہ ہین سوائے دو آیتون کے اول قولہ تعالیٰ ۔ فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ ۔ اور دوم قولہ تعالیٰ لیس علیک ہدٰہم الآیہ ۔ (الاتقان) اس سورہ کے فضائل مین یہی کافی ہی کہ قرآن مجید کی ترتیب لوح محفوظ کے موافق یہ سورہ تم سب سے مقدم دیکھتے ہو اور اس سے زیادہ معتمد احادیث و آثار صحیحہ ہین جن سے اہل ایمان کے نور کو ترقی اور دل کو فرحت ہوتی ہی چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البقرہ سنام القرآن اور اسکی چوٹی ہی اُسکی ہر آیت کے ساتھ اسّی فرشتے نازل ہوئے اور آیہ اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم ۔ عرش کے نیچے سے لیکر اسکے ساتھ ملائی گئی اور فرمایا کہ یٰس قرآن کا دل ہی جو شخص کہ رضائے الٰہی و دار آخرت چاہتا ہو وہ یٰس کو پڑھے تو ضرور اللہ تعالیٰ اُسکی مغفرت فرمائیگا اور تم لوگ یہ سورہ اپنے مُردون پر پڑھا کرو (رواہ احمد و ابو داؤد والنسائی و ابن ماجہ) مترجم کہتا ہی کہ جیسے سورۃ البقرہ اسکا نام ہی اسی طرح اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ البقرہ بھی نام ہی اور یہی یٰس و سورۂ یٰس مین ہی ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ ہر چیز کے واسطے سنام ہی اور سنام القرآن سورۃ البقرہ ہی اور اسمین ایک ایسی آیت ہی جو آیات قرآن کی سردار ہی وہ آیۃ الکرسی ہی (رواہ الترمذی) ذروہ یعنی چوٹی اور اسکے قریب سنام کے معنے ہین ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھرون کو قبرین مت بناؤ جس گھر مین سورۃ البقرہ پڑھی جاتی ہی اُسمین شیطان داخل نہین ہوتا (رواہ احمد و مسلم والنسائی والترمذی وقال حسن صحیح) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقابر مین قرأت قرآن نہین ہی اور شاید یہ مراد ہو کہ تم لوگ ایسے مت ہو جاؤ جیسے قبرون کے مردے ہوتے ہین کہ قرآن نہین پڑھتے ہین لیکن اس صورت مین ان لوگون کو تشبیہ دینا لازم آتا ہی یعنی تم لوگ اہل قبور کے مانند مت ہو جاؤ حالانکہ حدیث شریف مین گھرون کو قبور سے تشبیہ ہی لہذا معنے اول اظہر ہین واللہ تعالیٰ اعلم ۔ و حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہی تو جس وقت شیطان اُسکو سنتا ہی گھر سے نکل جاتا ہی ۔ (رواہ ابو عبید) مترجم کہتا ہی کہ اسکا بھید یہ ہی کہ شیطان سیاہ قلب و تاریکی ہی اور یہ اُسکی ذاتی حالت ہی

اور اس سورۂ مبارک کا نور اُسکی ذات کے واسطے سو ہان روح ہو کیونکہ نور سے تاریکی مٹ جاتی ہو لیکن اُسکی ذات اس قابل نہین ہو تو اُسپر یہ بجائے موت
مرگ ہو۔ ف۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ شیطان جس گھر سے سورۂ بقرہ کی آواز سُنتا ہو وہان سے بھاگتا ہو (رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ
وابو عبید والحاکم) اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تم مین سے کسی شخص کو ایسی حالت مین نہ پاؤن کہ
وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے گیت گا دے اور سورۂ بقرہ کا پڑھنا چھوڑے حالانکہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہو اُس سے شیطان بھاگتا ہے اور
سب سے چھوٹا وہ گھر ہو جو کتاب آلہی سے خالی ہو (رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ وابن مردویہ) اور ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ جس گھر مین سورۂ
بقرہ پڑھی جاوے تو سوائے اِسکے نہین کہ وہان سے شیطان بھاگتا ہو ایسی بُری حالت سے کہ اُسکی ریح نکلی جاتی ہو اور فرمایا کہ ہر چیز کے واسطے
سنام ہو اور سنام القرآن سورۃ البقرۃ ہو اور ہر شے کے واسطے لباب ہوتا ہو اور قرآن کا لباب مفصلات ہین (رواہ الدارمی) اور شعبی نے کہا کہ حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۂ بقرہ کی دس آیات کسی رات مین پڑھین تو اس رات اس گھر مین شیطان داخل
نہ ہوگا از انجملہ چار آیات اول سورہ سے اور ایک آیۃ الکرسی اور دو آیتین اسکے بعد اور تین آیتین آخر سورہ سے ہین (رواہ الدارمی) اور دوسری
روایت مین یون فرمایا کہ اس رات اس شخص کے پاس یا اسکے اہل و عیال کے پاس شیطان یا کوئی مکروہ چیز نہین آسکتی اور فرمایا کہ جس مجنون پر یہ آیات
پڑھی جاوین اُسکو افاقہ ہو جائیگا۔ (الدارمی) مترجم کہتا ہو کہ جنون مس شیطان کی ایک قسم ہو کیونکہ شیطانی مادہ دخان ناری سیاہ ہو اور انسانی
مادہ اُسکے مخالف ہو تو جب کسی تقدیر آلہی سے باہم لگاؤ ہوتا ہو تو انسان اس صدمہ سے مجنون ہو جاتا ہے حتے کہ اطبا اُسکے علاج سے
عاجز ہین لیکن اگر ایسا شخص ان آیات کو پڑھکر دم کرے جسکے صدق ایمان سے ان آیات کا نور عطا ہو تو اس نور کے صدمہ سے شیطانی اثر
دور ہو جاویگا کیونکہ وہ اسکو تحمل نہین ہو سکتا جیسا کہ سابق مین بیان ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت
ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کے واسطے سنام ہو اور سنام القرآن بقرہ ہو اور جسنے یہ سورہ رات مین اپنے گھر مین
پڑھا تو تین رات تک شیطان اُسمین داخل نہوگا اور جسنے اسکو اپنے گھر مین دن مین پڑھا تو تین دن تک اُسمین شیطان داخل نہوگا (رواہ الطبرانی
وابن حبان وابن مردویہ) مترجم کہتا ہو کہ تین راتون مع دن ہین اور تین دن مع راتون ہین اور یہ اُس نور کا بقائے اثر ہے پس جس قدر
نور ایقان کے موافق بندہ کو نور تلاوت زیادہ حاصل ہوگا اُسی قدر زیادہ مدت تک شیطان کو مجال نہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۔ حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیون کی ایک جماعت کو جہاد کے واسطے بھیجنا چاہا اور اُنپر سردار
کرنے کے واسطے ہر ایک کو بلا کر اُس سے قرآن پڑھوایا پس جسقدر جسکو یاد تھا اُس قدر اُسنے سُنایا یہانتک کہ ایک نوجوان کی باری آئی جو ان
سب مین چھوٹا تھا تو اُس سے پوچھا کہ اے لڑکے تیرے پاس کیا ہو اُسنے عرض کیا کہ اے رسول اللہ میرے پاس فلان و فلان سورتین ہے
سورۃ البقرہ ہو تو فرمایا کہ کیا تیرے پاس سورۃ البقرہ ہو اُسنے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ جا تو ان سب پر سردار ہو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے
کہا کہ پھر ان مین سے ایک شخص شریف نے کہا کہ واللہ مجھے سورۂ بقرہ کا علم حاصل کرنے سے کوئی چیز مانع نہین ہوئی سوائے اسکے کہ مجھکو
یہ خوف ہوا کہ شاید مین اسکے ساتھ قیام نہ کر سکون یعنی رات کو نماز مین اسکی تلاوت نہ کر سکون پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ
قرآن سیکھو اور اُسکو پڑھو کیونکہ جسنے قرآن سیکھا اور اُسکی تلاوت کی اور اُسکے ساتھ قیام کیا یعنی نماز شب مین پڑھا تو اُسکی مثال ایسی ہو
جیسے ایک تھیلی مین مشک بھرا ہوا ہو کہ ہر جگہ سے اُسکی خوشبو اُڑتی ہے اور جسنے قرآن سیکھا اور وہ اُسکے دل مین حفظ ہے مگر سو رہا
تو اسکی مثال ایسی ہو جیسے ایک تھیلی مین مشک بھرا ہوا ہو مگر اُسکے منہ پر گرہ دی ہوئی ہو (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)

اسید بن حضیرؓ سے روایت ہو کہ ایک وقت ایک شخص رات مین سورۂ بقرہ پڑھتا تھا اور اُسکے پاس اُسکا گھوڑا بندھا تھا کہ ناگاہ وہ گھوڑا جولانی
کرنے لگا تو وہ شخص پڑھنے سے خاموش ہو گیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا پھر وہ پڑھنے لگا تو پھر گھوڑا جولانی کرنے لگا پھر وہ خاموش ہو گیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا
پھر وہ پڑھنے لگا تو گھوڑا جولانی کرنے لگا پس اُس نے سلام پھیرا کیونکہ اُسکا بیٹا جسکا نام یحییٰ تھا اُس گھوڑے کے قریب سوتا تھا تو وہ
ڈرا کہ شاید اُسکو گھوڑے کا صدمہ پہونچے پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال بیان کیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت اُسید
بن حضیرؓ کا خود ہی یہ واقعہ ہو لیکن راوی نے نام ظاہر نہین کیا چنانچہ روایت مین ہو کہ جب صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان
کیا تو آپ نے فرمایا کہ ای ابن حضیر پڑھتا رہتا ابن حضیر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو یحییٰ پر خوف ہوا اور وہ گھوڑے سے قریب تھا
پس مین سلام پھیر کر اُسکو اُٹھانے گیا پھر مین نے آسمان کو نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ مثل ظلۂ ابر کے ایک چیز ہو جسمین مثل شمع سفید کے بہت سے چراغ
روشن ہین پس وہ بلند ہوا یہانتک کہ پھر مین نے اُسکو نہ دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جانتا ہو کہ یہ کیا تھا مین نے عرض کیا
کہ نہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو تیری آواز قراءۃ سُننے کے واسطے قریب ہوئے تھے اور اگر تو پڑھتا رہتا تو برابر
صبح تک رہتے کہ لوگ اُنکو دیکھتے اور یہ اُنسے پوشیدہ نہوتے (رواہ البخاری وابوعبید) مترجم کہتا ہو کہ ایک روایت مین آپ نے فرمایا کہ یہ سکینت
تھا پس اس سے معلوم ہوتا ہو کہ قرآن مجید مین جو سکینہ نازل ہوا کمافی قولہ تعالیٰ فانزل اللہ سکینتہ علے رسولہ الآیۃ ۔ تو وہ ایک جماعت ملائکہ
ہین واللہ تعالیٰ اعلم ۔ اور مجمع البحار مین مذکور ہو کہ تلاوت قرآن مخصوص اہل ایمان کے واسطے ایک نعمت ہو جس سے ملائکہ محروم ہین حتے کہ جب
ملائکہ کسی بندۂ صالح کو تلاوت کرتے سنتے ہین تو آپسمین کہتے ہین کہ جلد آؤ کہ تمھاری مراد ملی اور نہایت خوشی سے سُنتے ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ
ملائکہ کا یہ قول ایک حدیث صحیح مین وارد ہو اور حدیث مزبور مین بھی اشارہ ہو کہ نہایت شوق سے صبح تک سُنتے رہتے اور پوشیدہ نہوتے
چنانچہ بعضے صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا ہی واقع ہوا ۔ چنانچہ شیخؒ نے لکھا کہ امام ابوعبید القاسم بن سلام نے اپنی اسناد کے ساتھ جریر
بن یزید سے روایت کی کہ مجھسے بزرگان مدینہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ثابت بن قیس بن شماس کے
گھر مین آج صبح طلوع ہونے تک برابر مصابیح چمکتے رہے پس آپ دیکھتے ہین کہ یہ کیا بات ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید اُسنے
سورۂ بقرہ تلاوت کی ہو پس بعض لوگون نے جا کر ثابتؓ سے دریافت کیا پس ثابتؓ نے بیان کیا کہ ہان مین نے سورۂ بقرہ پڑھی تھی
شیخ نے کہا کہ یہ اسناد جید لیکن مرسل ہو ۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا پس مین نے سُنا کہ آپ
فرماتے تھے کہ تم لوگ سورۂ بقرہ سیکھو کہ اسکا لینا برکت ہو اور چھوڑنا حسرت ہو اور اہل بطالت اسکی استطاعت نہین پاتے ہین (رواہ احمد
ابن ماجہ) اور اسکی اسناد حسن ہو ۔ اور ابو امامہؓ کی حدیث صحیح مسلم مین بھی یہ فضیلت مذکور ہو ۔ شیخؒ نے لکھا کہ اہل بطالت سے شیطانی ساحر
مراد ہین ۔ ابو منیب نے اپنے چچا سے روایت کی کہ ایک شخص نے سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھی پس جب اُسنے نماز پوری کی تو اُسسے کعب رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ کیا تو نے بقرہ وآل عمران پڑھی تو اُسنے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ ان دونون سورتون مین
اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم موجود ہو کہ جب اُسکے ذریعہ سے دعا مانگی جاوے تو وہ فوراً قبول کیجاتی ہو تو اُسنے عرض کیا کہ آپ مجھے تبلا دیجیے کعب
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ ہرگز نہین تبلاؤنگا اور اگر تجھے تبلاؤن تو شاید تو ایسی دعا کرے کہ جسکی وجہ سے مین اور تو دونون تباہ ہون (رواہ
ابوعبید) ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم لوگ قرآن پڑھو کہ وہ قیامت کے روز اپنے لوگون
کے واسطے شافع ہوگا اور تم زہراوین سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھو کہ یہ دونون قیامت مین آوینگی گویا دو پارہ ابر یا دو چتر ہین یا دو ہوا پڑیون کے

جھنڈ باہم پر ملائے ہوئے ہین کہ اپنے تلاوت کرنے والون کی طرف سے شفاعت و حجت کرینگی پھر فرمایا کہ تم لوگ سورۂ بقرہ پڑھو کہ اُسکا لینا برکت اور چھوڑنا حسرت ہی اور اہل بطالت اُسکی استطاعت نہین پاتے ہین (رواہ مسلم واحمد) اور یہی حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ مین بروایت احمد ومسلم و ترمذی موجود ہی ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھارے ایک بھائی نے خواب مین دیکھا کہ لوگ ایک پہاڑ کے شگاف اور سخت چڑھائی پر چڑھتے ہین اور اس پہاڑ کی چوٹی پر دو درخت ہرے بھرے آواز دیتے ہین کہ بھلا تم مین سے کوئی شخص سورۂ بقرہ پڑھتا ہی اور کوئی تم مین سے سورۂ آل عمران پڑھتا ہی پس جب کسی شخص نے کہا کہ ہان تو دونون درخت اپنی گودھون سمیت اُس سے نزدیک ہوجاتے ہین تا کہ وہ انسے لٹک جاوے پس اُسکو پہاڑ پر چڑھا لیتے ہین (رواہ ابو عبید باسناد جید) ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ ایک شخص نے جسنے قرآن پڑھا تھا اپنے ایک پڑوسی پر حملہ کرکے اُسکو قتل کیا اور خود اُسکے قصاص مین مارا گیا تو قرآن برابر ایک سورہ کرکے اُس سے جُدا ہوتا جاتا تھا یہانتک کہ سورۂ بقرہ و آل عمران ایک جمعہ تک باقی رہین پھر آل عمران بھی اُس سے جُدا ہوگئی اور سورۂ بقرہ ایک جمعہ تک ٹھہری پس سورۂ بقرہ کو حکم پہونچا کہ میرے یہان قول بدلتا نہین اور مین بندون کے واسطے کچھ ظالم نہین ہون پس سورۂ بقرہ بھی نکل گئی گویا ایک ابر عظیم ہی (رواہ ابو عبید بسند جید) اور شیخ ابو عبید نے اسکے یہ معنے بیان کیے کہ یہ دونون سورتین اُسکے ساتھ قبر مین عذاب دفع کرتی تھین لیکن قاتل کے واسطے حکم آلہی بمواخذہ تھا اور وہ بدل نہین سکتا تو ناچار ساتھ چھوڑ دیا واللہ اعلم یزید بن الاسود الجرشی سے روایت ہی کہ جسنے کسی دن سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھی تو شام تک نفاق سے بری ہوگیا اور جسنے رات مین دونون کو پڑھا تو صبح تک نفاق سے بری ہوگیا اسیواسطے یزید بن الاسود ہر روز رات و دن مین ان دونون سورتون کو بھی علاوہ وظیفہ معمولی کے پڑھا کرتے تھے (رواہ ابو عبید بسند جید) اور سعید بن جبیرؓ سے روایت ہی کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جسنے رات مین سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھی تو اولیا رقانتین مین لکھا جائیگا۔ (رواہ ابو عبید) اور واضح ہو کہ سورۂ بقرہ منجملہ اُن سات سورتون کے ہی جنکو سبع طوال کہتے ہین اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجاے توریت کے مجھکو سبع طوال عطا ہوئین اور بجاے انجیل کے مئین عطا ہوئین اور بجاے زبور کے مثانی عطا ہوئین اور باقی مفصلات سے مجھکو فضیلت عطا ہوئی (ابو عبید) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سبع طوال کو حاصل کیا وہ حبر ہی (ابو عبید واحمد) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اُسکے مثل روایت ہی (رواہ احمد) اور ابو عبید نے سعید بن جبیر سے قولہ تعالی۔ ولقد آتیناک سبعا من المثانی کی تفسیر مین روایت کیا کہ یہ سبع طوال ہین یعنی سورۂ بقرہ و آل عمران و نساء و مائدہ و انعام و اعراف و یونس۔ اور مجاہدؒ سے روایت ہی کہ سبع المثانی سبع طوال ہین۔ اور یہی قول مکحول و عطیہ بن قیس و شداد بن اوس و یحیی بن الحارث وغیرہم کا ہی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سورۂ بقرہ بلا خلاف مدنیہ ہی۔ اور خالد بن معدانؒ سورۂ بقرہ کو فسطاط القرآن کہتے تھے بعض علماء نے کہا کہ اس سورہ مین ہزار اخبار و ہزار امر و ہزار نواہی ہین۔ اور شمار کرنے والون نے اسکی دوسو ستاسی آیات کے کلمات چھ ہزار دوسو اکیس شمار کیے جنکے حروف پچیس ہزار پانچ سو ہین۔ اور عقبہ بن مرثدؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مقابلۂ کفار سے پیچھے ہٹتے دیکھکر پکارا کہ اے اصحاب سورۃ البقرہ اور میرا گمان یہ ہی کہ یہ جنگ حنین کے روز واقع ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ اُس روز لشکر کی قطار آگے پیچھے تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اصحاب مہاجرین و انصار تھے اور آپ کے آگے مکہ کے نو مسلم لوگ تھے جنکے دل مین ہنوز ایمان کے معنے نہین سمائے تھے پس اُن لوگون نے خیال باندھا کہ آگے بڑھکر ہم ہی لوگ قوم ہوازن کو بھگا دین تا کہ یہ فتح ہمارے نام لکھی جاوے اور یہ لوگ دو ہزار تھے پس اُنھون نے پیش قدمی کرکے ہوازن پر حملہ کیا اور ہوازن چار ہزار قوم تیر انداز تھے جنھون نے اپنے مال و متاع کو لشکر مین ڈال دیا تھا پس وہ لوگ بھاگے اور وہان موڑ کا راستہ تھا تو نظر سے پوشیدہ ہوگئے اور یہ لوگ لوٹنے مین مصروف

ہوگئے پس انکو کچھ خبر نہوئی یہانتک کہ دوسرے سوٹہ کی طرف سے ناگاہ ہوازن نے نکلکر انپر حملہ کیا اور تیرون کی بوچھاڑ سے زخمی کردیا پس اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو عباس رضی اللہ عنہ نے پکارا کہ اے اصحاب شجرہ اور ایک روایت مین ہو کہ اے اصحاب سورۃ البقرہ پس اُن لوگون نے ہر طرف سے دوڑکر آنا شروع کیا شیخ نے کہا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو حنیفہ قوم مسلیمہ کذاب پر جو مرتد ہوگئے تھے مہاجرین و انصار کا لشکر بھیجا اور قوم بنو حنیفہ بہت کثیر تھی اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سردار تھے اور بنو حنیفہ وغیرہ مین سے بعضے مرتدین توبہ کرکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوگئے تھے پس جب قتال سخت ہو۔ تو یہی لوگ بھاگنے لگے پس صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے باہم پکارنا شروع کیا کہ اے اصحاب سورۃ البقرہ تاکہ مہاجرین و انصار آگاہ رہین کہ اُن مین سے کوئی نہین بھاگا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے اُنکو فتح عطا فرمائی رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے حدیث روایت ہو کہ جسنے آخر سورۃ بقرہ کی دونون آیتین رات مین پڑھین تو وہ اُسکو کافی ہین۔ (الصحاح) یعنے شب بیداری کے بجاے کافی ہین اور انکی فضیلت انشاء اللہ تعالیٰ آخر مین بیان ہوگی جیسے آیۃ الکرسی کے فضائل اپنے موقع پر بیان ہونگے۔ اور حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب الٰہی سے دو آیتین نازل ہوئین جو خاتمہ سورۂ بقرہ ہو پس جب وہ کسی گھر مین تین مرتبہ پڑھی جاوین تو یہ نہوگا کہ پھر شیطان اُس گھر کے پاس پھٹکے (الترمذی) اور صحیح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز شب مین سورۂ بقرہ و آل عمران سے زیادہ ایک رکعت مین پڑھا۔ اور اس قدر فضائل کافی ہین اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے موفق ہے

| | | |
|---|---|---|
| | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | |
| | بنام اللہ الرحمن الرحیم شروع ہے | |
| | الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ | |
| | یہ کتاب ہے اس مین شک نہین ہے | |

الٓمّٓ یعنی الف۔ لام۔ میم۔ کیونکہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کتاب الٰہی مین سے کوئی حرف پڑھا اُسکے واسطے ایک نیکی ہو اور وہ نیکی دس گونہ ہو اور یہ مین نہین کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہو بلکہ الف ایک حرف ہو اور لام دوسرا حرف ہو اور میم تیسرا حرف ہو (رواہ الترمذی وقال صحیح) خلیل و ابو علی نے کہا کہ ہر ایک پر وقف کیا جاتا ہو اور بجاے الف کے ہمزہ مستعار ہو کیونکہ الف سے ابتدا متعذر ہو۔ ت س۔ فرقہ حشویہ نے کہا کہ اسکے کچھ معنی نہین ہین۔ یہ قول مردود ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مہمل سے خطاب نہین فرمایا حشویہ نے کہا کہ یہ حروف ہین بدلیل حدیث ابن مسعودؓ کے جواب دیا گیا کہ یہ مغالطہ ہو کیونکہ حرف سے اصطلاح نحوی مراد نہین جو پچھلے زمانہ مین قرار پائی ہو بلکہ حرف لغوی یعنی کلمہ مراد ہو لہذا مہمل کہنا مردود ہو جب فرقہ مرجیہ نے دیکھا کہ مہمل کہنا ممکن نہین ہو تو اس فرقہ نے کہا کہ ظاہر کے خلاف معنی مراد ہین جیسے مرجیہ فرقہ کے نزدیک عذاب کی آیتون مین فقط دھمکی مراد ہو یہ اعتقاد بھی مردود ہے اسواسطے کہ مرجیہ نے جو معنے قرار دیے وہ موضوع نہین ہین تو معنی حقیقی ندارد ہوئے اور جب معنی حقیقی ندارد ہین تو معنی مجازی بھی ندارد ہین کیونکہ مجاز تو حقیقت کے تابع ہوتا ہو اور رہا یہ کہ خلاف ظاہر جو چاہے بیان کرے تو قرآن مجید کے لیے یہ بات محال ہو کیونکہ ہر ایک کا فر اس قسم کی بغویت بیان کرنے سے عاجز نہوگا۔ مرجیہ نے کہا کہ اگر معنے نہ لیے جاوین تو خطاب مہمل ہوگا جواب یہ ہو کہ خطاب اُسوقت مہمل ہو جب کوئی فائدہ نہ نکلے اور اُن آیات متشابہات سے ایمان مقصود ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاما الذین فی قلوبہم زیغ

زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویلہ ومایعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا ومایذکر الا اولوا الالباب
یعنی جن لوگون کے دلون مین کجی ہے وہ قرآن مین سے متشابہ کے پیچھے پڑتے ہین بخواہش فتنہ انگیزی اور بخواہش تاویل متشابہ کے حالانکہ سوائے
اللہ تعالیٰ کے کوئی اُسکی تاویل نہین جانتا اور جو بڑے علم ایمان مین مضبوط ہین وہ یہی کہتے ہین کہ ہم اسپر ایمان لائے قرآن مین جو کچھ ہے
وہ کل ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہین جو اہل عقل ہین - مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ آیات
متشابہ سے مومنون کا ایمان لانا مقصود ہے اور اسکی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے - اور حدیث حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا مین آیا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی پھر فرمایا کہ جب تم ایسے لوگون کو دیکھو جو قرآن کی آیات متشابہات کے درپے ہوتے ہین تو جان لو
کہ یہ وہی ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے زائغ فرمایا ہے پس اُن لوگون کو دور رکھو (البخاری وغیرہ) اسیواسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص ساکن
بصرہ کو جو عذاب قبر وغیرہ کسی متشابہ مین گفتگو کرتا تھا سر پر دُرّے مارے آخر اُسنے کہا کہ یا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے تو فرمایا کہ مین نے تیرے
سر کے حواس ٹھیک کیے کہ اے کمبخت تو اپنی ہستی سے زائد علم متشابہ مین گفتگو کرتا ہے اور مومنین بصرہ کو لکھ بھیجا کہ اس جاہل کو کوئی اپنے پاس
نہ بٹھلاوے - مترجم کہتا ہے کہ غالباً تم اس سے سمجھ گئے ہوگے کہ متشابہات صرف الٓمّٓ یا الٓمّٓرٰ و حٰمٓ مین منحصر نہین ہین بلکہ عذاب قبر کی کیفیت
اور شہیدون کی حیات آخرت اور جنت کے کھانے پینے وغیرہ راحت کی کیفیت اور اسی طرح عذاب جہنم کی کیفیت سب متشابہات
ہین چنانچہ ایک شخص نے امام مالکؒ سے عذاب قبر کی کیفیت پوچھی تو آپ نے کچھ دیر سر جھکایا اُسکے بعد فرمایا کہ کمبخت عذاب قبر تو معلوم ہے
اور اُسکی کیفیت اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت مین مخفی فرمائی ہے اور اُسکا پوچھنا جہالت کی بدعت ہے پھر حکم دیا کہ اسکو نکال دو - مترجم کہتا ہے
کہ مین ایک مثال بیان کرتا ہون کہ ایک پہاڑ مین ایک مادرزاد اندھا پیدا ہوا اور دوسرا عنین پیدا ہوا اور تیسرا تندرست ہے لیکن اُس پہاڑ مین
سوائے ساگ پات کے کبھی اُسکو ایسا پھل نہین ملا جسکا مزہ شیرین ہو پھر ایک شائستہ شہر کا رہنے والا وہان پہونچا اور اندھے سے ملاقات ہوئی
پس اُسنے کہا کہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کہ تاریکی سے نکل کر نور حاصل کرے اُسنے کہا کہ نور کیا چیز ہوتی ہے پس اُسنے اُس کے حق مین سمجھانا
دشوار پایا سوائے اسکے کہ سردی گرمی اور مزہ کے ذریعہ سے سمجھاوے اور یہ طریقہ حور و قصور ہے پھر عنین سے ملا تو وہان حور و قصور کا بھی
طریقہ چھوڑنا پڑا کیونکہ وہ اس کیفیت سے بھی واقف نہین ہے پھر تندرست کے حق مین یہ سب آسان تھا لیکن وہ شیرینی کی کیفیت سے بالکل
واقف نہین ہے پھر ایک دوسرے شہری نے اُسکو آگاہ کیا تو اُسنے اپنے ہادی سے پوچھا کہ ایک شخص بیان کرتا ہے کہ وہان جلیبی و برفی وقند وشکر
نہایت لطیف بامزہ ہین اور مین تو اُس شخص کو جھوٹا سمجھتا ہون مگر آنکہ آپ مجھکو کچھ کیفیت سمجھا دین اُس مرد عاقل نے اپنے آپ کو متحیر دیکھا کہ
یہ شخص عجب جاہل ہے جو کیفیت کو باتون مین ڈھونڈھتا ہے لیکن اُسنے دوسرے پہاڑ پر لیجا کر ایک بیر اُسکو کھلایا جو اُسنے کبھی نہین کھایا تھا پھر
سمجھایا کہ جیسی کیفیت تو نے اُسکے مزہ مین پائی اُسکو شیرین کہتے ہین اور یہ شیرینی لطیف ترکیب سے شہرون مین بہت عمدہ بنائی جاتی ہے - مترجم کہتا
ہے کہ دار آخرت کی کیفیت ان جاہلون کو کیونکر معلوم ہو سکتی ہے کہ جنھون نے کبھی وہان قدم نہین رکھا ہے اور لامحالہ چند روز کی زندگی کے
بعد قطعاً جان جاوینگے مگر اسقدر بے عقل ہین کہ یہان کفر و شرک و انکار مین مبتلا ہو کر وہان کی عذابی کیفیت دیکھنا چاہتے ہین کہ پھر اُس عذاب سے
رہائی کی کوئی راہ نہوگی اور یہ نہین سمجھتے کہ حضرت خالق عز و جل جسکے عجائب قدرت و صنائع حکمت اس دنیا کے پہاڑون جنگلون و کھنڈل
و غارون و دریاؤن مین بے انتہا ظاہر ہین کہ عقل متحیر ہے بلکہ اُسکے وطن ہی مین ایک گھاس کی پتی اگر خشک ہو تو تمام دنیا مجتمع ہونے سے اُسکا ہرا
ہونا غیر ممکن ہے بلکہ اگر وہ اپنے جسم ہی مین خیال کرے تو جو ناخن کٹ گیا وہ جوڑنا محال ہے اور یہ بیان تو صرف ایک تنبیہ و مثال ہے تاکہ خالق عز و جل

کی کمال حکمت و قدرت سے آگاہ ہون تو صریح عقل یقین دلاتی ہے کہ اللہ عزوجل نے جو کچھ قرآن مجید مین فرمایا وہ حق ہے اور کمال احسان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کے واسطے بھیجا اور آپ نے بدون کسی تعلق دنیاوی کے ہمکو پاکیزہ راستہ بتلایا حتی کہ اہل سعادت و کرامت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم درجۂ قبولیت پر فائز ہوئے جنکی شہادت رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ الآیہ ہے پھر طبقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم وا کابر تابعین رحمہم اللہ کے بعد معتزلہ وغیرہ احمق پیدا ہوئے جنھون نے پہاڑی اندھے وعنین کے موافق اپنی رائے لگائی شروع کی کہ یہ کیونکر ہوگا اور وہ کیسے ہوگا اور تم خوب جانتے ہو کہ مرد عاقل اُن کیفیات کو کس طرح ان لوگون کے حواس مین پیدا کر سکتا ہے اسی واسطے جب خوارج و روافض وغیرہ پیدا ہوئے اور اُنھون نے متشابہات آخرت مین کلام کرکے دیدار باری تعالیٰ عزوجل سے انکار کرنا شروع کیا تو سلف صالحین نے انکو پہچان لیا چنانچہ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ زائغ یہی حروریہ وسبائیہ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ حرورا ایک قصبہ ہے جہان خوارج جمع ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل کر پہلے پہل اسی مقام پر مخالفت کا جھنڈا اُٹھایا تھا آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہؓ سے لڑائی موقوف کرکے پہلے حروریون کی جانب قصد فرمایا اور اُسکی وجہ یہ تھی کہ امیر معاویہؓ و شامیون کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عقائد سُنت مین کچھ کلام نہ تھا اگرچہ دنیاوی اُمور مین رنجش و مخالفت کی وجہ سے بدگوئی کرتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے کنبہ سے دشمنی کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نرغہ کرنے والون سے قصاص نہین لیتے ہین بخلاف حروریون کے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت کہتے کہ یہ قرآن سے پھر گئے اور اُنھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو اعمال حسنہ کیے تھے وہ مٹ گئے حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان مردود گمراہون پر حملہ کرکے تباہ کر دیا لیکن حدیث مین ہے کہ جو بدعت نکلیگی وہ قیامت تک نہین مٹیگی چنانچہ یہ معجزہ صادق ہے کہ اب تک اُنکا نشان موجود ہے۔ اور سبائیہ سے مراد فرقۂ عبداللہ بن سبا یہودی ہے جو ظاہر مین مسلمان ہوگیا تھا اور چاہتا تھا کہ جیسے نصرانیون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مین اُلوہیت اعتقاد کی اسیطرح مسلمانون مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ اعتقاد پھیلاوے اور اتفاق یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج وغیرہ کے معاملہ مین بہت سی غیبی خبرین بطور کرامت اور بطور سماع نبوت بیان فرمائی تھین حتی کہ بہت سے اعراب تعجب کرنے لگے کہ وحی نہین آتی پھر آپ کیونکر یہ باتین بتلاتے ہین پس اس یہودی نے موقع پاکر خفیہ اُن لوگون مین یہ اعتقاد پھیلایا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے غضبناک ہوکر قتل وجلانے کا حکم دیا مگر وہ منکر فرار ہوگیا اور فارس کے پہاڑون مین چھپا رہا مگر چند ہی روز کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک خارجی ابن ملجم مردود کے ہاتھ سے شہید ہوئے تب سے سبائیہ فرقہ معروف ہے چنانچہ طبقۂ تابعین رحمہم اللہ مین خوارج کو حروریہ کہتے اور روافض کو سبائیہ کہتے تھے۔ اور بعض سلف نے فرمایا کہ زائغین مین کل بدعتی داخل ہین جنھون نے اعتقاد سنت مین بدعت نکالی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور معتزلہ وجہمیہ وغیرہ بہتر فرقے سب دیدار باری تعالیٰ عزوجل سے منکر ہین اور اللہ تعالیٰ کا یہ لطف عجیب ہے کہ یہ سب فرقے باہم ایک دوسرے کے نقیض ہین مثلاً خوارج تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منکر ہین مگر خلفاے سابقین رضی اللہ عنہم کا اقرار کرتے ہین اور روافض انکے نقیض ہین اور اہل سنت والجماعۃ سب سے الگ ہین بلکہ وہ اصل جماعت بطریقۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ تعالےٰ سواد اعظم صالحین قائم ہے اور یہ جتبہ جتبہ فرقے پھوٹ پھوٹ کر اپنی ٹکڑیان بناتے گئے الحاصل متشابہات کے بارہ مین اہل سنت اسی اعتقاد پر ہین جو سلف صالحین سے متواتر چلا آتا ہے۔ (تحقیق المقام) واضح ہو کہ متشابہات دو قسم ہین اول کلمات مقطعہ مانند الٓمٓ وحٓمٓ وصٓ وقٓ وغیرہ کے اور دوم وہ آیات جنمین حالات آخرت کا بیان ہے مگر اُنکی کیفیت متشابہ ہے مثلاً میزان اعمال لقولہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ الآیۃ۔ وعذاب قبر واکل وشرب جنت وغیرہ انمین کیفیت کا علم نہین ہو سکتا پس قسم اول سے

مقصود یہ ہے کہ ایمان لایا جاوے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہین جیسا کہ آیت مین منصوص ہوا اور یہ ایمان لایا جاوے کہ انکی تاویل سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا لیکن جان لینا چاہیے کہ تاویل و تفسیر مین فرق ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ تاویل بھی ایک قسم کی تفسیر ہے اور تفسیر چار قسم ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تفسیر چار وجہ پر ہے ایک وہ تفسیر جسکو عرب اپنی زبان مین جانتے ہین۔ دوم وہ تفسیر جسکے نہ جاننے پر کوئی معذور نہوگا۔ سوم وہ تفسیر جسکو علماء راسخین جانتے ہین۔ چہارم جسکو سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے حتی کہ جو جاننے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اس اثر کو عبد الرزاق نے بسند صحیح روایت کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی کے مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل فرمایا رواہ ابن جریر۔ امثال قسم دوم قولہ تعالیٰ۔ ولسان الذی یلحدون الیہ اعجمی الآیہ۔ یعنی ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن عربی ہے اور قسم اول کی مثال جسکو عرب جانتے ہین محاورات عرب ہین جو قرآن مجید مین مذکور ہین حتی کہ اس زمانہ مین بہت سے جاہل نصاریٰ قرآن مجید کے غلط معنے بیان کرتے اور بہتان باندھکر لوگون کو دھوکا دیتے ہین۔ قسم سوم کی مثال علماے راسخین کے اجتہادات ہین۔ اور قسم چہارم حروف مقطعہ کی تاویلات ہین پس کبھی عربی زبان جاننے والا یا عالم راسخ ایک آیت کی تفسیر جانتا ہے لیکن تاویل نہین جانتا ہے کیونکہ تاویل کے حقیقی معنی یہ ہین کہ مایؤل الیہ الکلام یعنے انجام کو جو واقع ہو مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے آفتاب و ماہتاب و گیارہ ستارون کو اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا پس اسکی تفسیر تو معلوم ہے یعنے یہی معنے ہین کہ آفتاب و ماہتاب و ستارے سجدہ کرتے ہین لیکن تاویل معلوم نہوئی بلکہ یہ اسوقت اتنا سمجھا گیا کہ یہ کوئی بزرگی ہے جو یوسف علیہ السلام کو عطا ہوگی پھر جب مصر مین حاکم ہوے اور وہان مان باپ و بھائیون کو بلوایا اور ملاقات کے وقت ان لوگون نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سلطانی تعظیم دی اور انکے سامنے جھکے تو اسوقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ۔ یا ابت ہذا تاویل رؤیای من قبل یعنی اے میرے باپ یہی میرے خواب سابق کی تاویل ہے۔ اور واضح ہو کہ متاخرین فقہا مین تاویل کی اصطلاح بھی شائع ہوئی کہ ظاہر آیت کو کسی دوسری دلیل کی وجہ سے ظاہر سے پھیرنا مثلاً آیت وضو مین۔ اذا قمتم الی الصلوۃ الآیہ سے ظاہر یہ تھا کہ جب نماز کا قصد کرے تب وضو واجب ہے لیکن حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر وضو موجود ہو تو حاجت نہین ہے پس معنی یہ ہوے کہ جب تم بے وضو ہونے کی حالت مین نماز کا ارادہ کرو تو پہلے وضو کرو تب کھڑے ہو جب یہ بات معلوم ہو چکی تو جاننا چاہیے کہ قولہ تعالیٰ۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ۔ اس آیت مین تاویل سے اگر معنے اول مراد لو تو کلمہ الا اللہ پر وقف واجب ہے چنانچہ جمیع علماء اہل سنت اسپر متفق ہین کہ یہ تاویل سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا اور اسمین کچھ بھی اختلاف نہین ہے اور اگر تاویل کے دوسرے معنے لو یعنے رسوخ علم سے ایک طرح کا استنباط کرنا تو کلمہ فی العلم پر وقف کرے یعنے ایسی تفسیر کو اللہ تعالیٰ و اسکے بندگان علماء جانتے ہین اسی واسطے دونون طرح اس آیت کی قراۃ متواتر ہے۔ اور حضرت ابن عباس و مجاہد و ایک جماعت علماے راسخین سے باسانید صحیحہ روایت ہے کہ متشابہات کی تاویل سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور انھین ائمہ صالحین سے باسناد صحیحہ بعض اشارات متشابہات بھی روایت ہین چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (الف) آلاء الٰہی یعنی نعمتہاے غیر متناہی (لام) لطف الٰہی (میم) ملک الٰہی ہے اور دوسری روایت ہے کہ الٓمّٓ کی تفسیر مین کہا کہ انا اللہ اعلم یعنے مین اللہ خوب جانتا ہون۔ اور تیسری روایت مین کہا کہ الٓمّٓ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ جبرئیل کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور اسی طرح حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے بھی بعض اشارات مروی ہین۔ بالجملہ ائمہ علماء کا اجماع ہے کہ متشابہات کی تاویل سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا لیکن بعضے لطائف اشارات ہین کہ عالم راسخ کی سمجھ مین آتے ہین اور عالم راسخ وہ ہے جو اعتقاد صحیحہ جسپر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے بلا تغیر دلی رسوخ کے ساتھ ظاہری اعمال سنت پر مستقیم ہو اور یہ از قسم فراست ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ ان فی ذلک لآیات

طواسین کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی آویگا منجملہ لطائف کے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا کہ حروف مقطعہ جو انتیس سورتون مین ہین بحذف مکرر چودہ حرف ہین - ا - ل - م - ص - ر - ک - ھ - ی - ع - ط - س - ح - ق - ن - جنکا مجموعہ نص حکیم قاطع لہ سر یعنی یہ حکیم حقیقی کی جانب سے کتاب متضمن اسرار ہے - کشاف مین ہے کہ ان چودہ حروف مین غور کیا جائے تو اجناس حروف موجود ہین چنانچہ مہموسہ و مجہورہ مین سے نصف مہموسہ و نصف مجہورہ ہین چنانچہ ص - ک - ھ - س - ح مہموسہ ہین یعنی دس حروف مہموسہ مین سے پانچ مذکور ہین اور - ا ل - م ر ع ط ق - ی - ن - یعنی اٹھارہ حروف مجہورہ مین سے نصف مذکور ہین - اسی طرح قسم شدیدہ و رخوہ مین سے نصف نصف مذکور ہین چنانچہ - ا - ق - ط - ک - چار منجملہ آٹھ کے شدیدہ ہین اور بیس رخوہ مین سے دس یعنی - ل - م ر - ص - ھ - ع - س - ح - ی - ن - رخوہ ہین اسی طرح مطبقہ و منفتحہ مین سے نصف نصف ہین چنانچہ چار مطبقہ مین سے - ص - ط - مذکور ہین اور چوبیس منفتحہ مین سے بارہ - ا ل - م ر - ک - ھ - ح - ع - س - ق - ی - ن - مذکور ہین - اسی طرح مستعلیہ و منخفضہ مین سے نصف نصف مذکور ہین چنانچہ چھ مستعلیہ مین سے - ق - ص - ط - ہین اور بائیس منخفضہ مین سے - ا ل - م ر ہ ک - ھ - ح ی - ع - س - ن - مذکور ہین - اور منجملہ چار حروف قلقلہ کے - ق - ط - مذکور ہین - اور تاریخ بخاری و تفسیر ابن جریر و روایت ابن اسحٰق مین باسناد ضعیف بعض یہودیون سے ایک قصہ آیا کہ اُنھون نے ان حروف کے اعداد سے اس اُمت کی مدت نکالی اور حق یہ ہے کہ ایسے اشارات سے اول تو فائدہ بہت کم ہے دوم یہ کہ کسی قسم کا اعتماد نہین ہو سکتا پس مختار یہ ہے کہ اس قسم متشابہات کی تاویل سواے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا ہے اور ہم یقین کرتے ہین کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے حق ہے اور اسکے نازل فرمانے مین اللہ تعالی و اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان خاص حکمت و اسرار ہین جنکو ہمارے عقول نہین پہونچ سکتے ہین - (**بیان قسم دوم**) یعنی عذاب قبر یا اکل و شرب جنت یا عرش وغیرہ کی کیفیت یا دیدار باری تعالی جل شانہ - پس انکی نسبت اعتقاد صحیح یہ ہے کہ یہ حقائق واقعی موجود ہین اور متواتر احادیث مین صفات حق عزوجل مانند صعود و نزول و ضحک وغیرہ بغیر تاویل منصوص ہین اور علماے سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے بغیر بیان کیفیت کے اسی طرح ثابت رکھا تو ہم بھی اسیطرح ثابت رکھتے ہین پھر اگر وہم ہو کہ تم خالق کو مخلوق سے مشابہ کہتے ہو تو جواب یہ کہ ہرگز نہین کیونکہ ہم ان امور کو صفات الٰہی عزوجل جانتے ہین اور کسی مخلوق کو اُس سے مشابہ نہین مانتے ہین - امام راغب نے مفردات مین لکھا کہ عرش کو کوئی بشر سواے نام کے ازراہ حقیقت نہین جانتا ہے یعنی یہ لفظ عربی بمعنی تخت ہے لیکن یہ لازم نہین آتا کہ اگر مخلوق کو سواے لکڑی و سونے و چاندی کے تخت کے معلوم نہین تو یہ تخت بھی سونے کا ہو کیونکہ مخلوق کا علم بہت قلیل ہے جیسے مخلوق کو سواے محسوسات عالم کے کوئی چیز محسوس نہین تو یہ لازم نہین کہ اللہ تعالی بھی ایسا نہین ہے - تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا - اسی طرح مخلوق حقیر کے تصور مین تخت کی جو ہیئت مصور ہوتی ہے وہ عرش نہین ہے یا جیسے بعضے جاہلون نے گمان کیا کہ فلک اعلی ہے یہ بھی گمان غلط ہے بلکہ اُسکی ماہیت سواے اللہ عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہے پس اس قسم کے متشابہات مین بغیر تشبیہ کے ایمان لانا واجب ہے - اس بیان سے معلوم ہوا کہ جا بجا تفسیر جو حدیث ابن عباسؓ مین مذکور ہین یہ اقسام باہم جمع ہو سکتے ہین چنانچہ عرش کی تفسیر اہل عرب اپنی زبان مین جانتے ہین اور یہ بھی صحیح ہے کہ اسکو سواے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب - ف - بعض اشارات خواص مین ہے کہ الٓمٓ - الف وحدانیت ذات ہے - لام - ازلیت صفات ہے - میم ملک قدیم ہے پس اشارہ ہوا کہ اسکی ذات واحد سے اُسکے ملک قدیم مین صفات قدس کی حکمت خلق و تقدیر وغیرہ جاری ہین پس جو شخص متوحد متفرد ربانی اور متصف بقرب نوافل ہوا وہ ملک قدم کے لوگون مین سے ہے - بعض مشائخ نے کہا کہ الٓمٓ اللہ تعالی و اُسکے رسول علیہ السلام کے درمیان رمز و اشارہ ہے

مترجم کہتا ہے کہ ہمارے شیخ المشائخ دہلوی نے بھی الحجۃ البالغہ مین بعض معرفت متشابہات کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور حاصل یہ کلام کا آخر تو یہ ہے
کہ خاصان حق کو اُسکے بعض معارف حاصل ہوتے ہین لیکن وہ قابل بیان نہین ہین اور اُنکی تاویل سوا حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا ع
فافہم۔ قال تعالیٰ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۔ یہ کتاب ہے اسمین کچھ شک نہین ہے۔ ف۔ ایسی کوئی بات نہین
جسمین ریب کو گنجائش ہے کیونکہ صدق مین سوائے طمانینت کے دغدغہ نہین ہوتا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ صدق تو طمانینت ہے اور
کذب ریب ہے۔ حاصل یہ کہ یہ کتاب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے ہین بے ریب معظم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اسمین کچھ
شک نہین ہے۔ اور واضح ہو کہ ریب کبھی تہمت وحاجت کے معنون مین بھی آتا ہے لیکن یہان ریب کے معنے شک ہین اور یہی حضرت ابن مسعود و
ابن عباس و ابوالدرداء و مجاہد و سعید بن جبیر و ابو مالک و نافع و عطاء و ابوالعالیہ و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان و سدی و قتادہ و اسمٰعیل بن ابی خالد سے
مروی ہے حتی کہ امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ اسمین کوئی روایت اسکے خلاف ہو۔ ع۔ پھر لا ریب فیہ کے معنے یہ ہین کہ اسکے صدق مین
شک مت کرو یا تمکو شک نکرنا چاہیے گویا اعجاز کلام دو صورتون مین انحصار فرمایا اول یہ کہ تمکو نور عقل و فطرت سے اپنے رب عزوجل کا
کلام پہچان کر کچھ شک نکرنا چاہیے اور اسکے معارف وہدایت پہچاننا چاہیے تاکہ کمال حاصل ہو چنانچہ دو رکوع تک اسکا بیان فرمایا پھر
تیسرے رکوع مین دوسری شق بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الآیہ۔ یعنی حق تو یہ ہے کہ تمکو شک نکرنا چاہیے پر اُسکے
ارشاد وہدایت سے منور ہوجاؤ اور اگر دنیاوی کدورات و شیطانی غلبات سے تمکو اسمین شک ہو تو اُسکا دفعیہ بہت آسان ہے کہ تم اسکے
مثل ایک سورہ بنا لاؤ اور اُسکے بنانے پر اپنے معبودون وغیرہ کے ساتھ سب کے سب مجتمع ہوجاؤ حالانکہ کسیطرح نہین لا سکوگے تو
جان لو کہ یہ اعجاز آلٰہی ہے تو بھی شک بالکل نیست ہوگیا پس شق اول کی تقدیر پر کہ اس مین کچھ شک نہین ہے ارشاد فرمایا۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۙ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
راہ بتاتی ہے ڈر والون کو جو یقین کرتے ہین بن دیکھا اور درست کرتے ہین نماز اور ہمارا دیا کچھ
يُنْفِقُونَ ۙ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ
خرچ کرتے ہین اور جو یقین کرتے ہین جو کچھ اُترا تجھ پر اور جو اُترا تجھ سے پہلے اور
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۙ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝
آخرت کو وہ یقین جانتے ہین اُنھون نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہونچے

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۔ یعنی یہ کتاب ہادی ہے ایسے بندون کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہین۔ ف۔ ہادی کے دو معنے آتے
ہین جیسا کہ اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر مین گذرا یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت تو یہ ہے کہ مقصود تک پہونچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم یا قرآن کو ہادی کہنا رہنمائی کے معنے ہین غرضکہ جہان دل مین ایمان پیدا کردینے کے معنے ہون تو وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے
ممکن نہین ہین اور جہان رہنمائی کے معنے ہون پس اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے رہنمائی کی تو یہی معنے ہوسکتے ہین کہ مین نے رسول
وکتاب بھیجے جیسے قولہ تعالیٰ۔ اما ثمود فہدینٰہم فاستحبوا العمیٰ علی الہدیٰ۔ یعنی ہمنے ثمود کو ہدایت کی مگر اُنھون نے اندھے رہنے کو ہدایت سے
پسند کیا۔ تو یہان ہدایت کے یہی معنی ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے حضرت صالح علیہ السلام کو ہدایت کے لیے بھیجا کیونکہ اگر اُنکے
دل مین ہدایت پیدا کرنے کے معنے ہوتے تو اسکے بعد اندھے رہنے کے کچھ معنے نہ تھے اور اسی معنے مین فرمایا۔ انک لا تہدی من احببت

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ تو جسکو پسند کرے اُسکو ہدایت نہین کر سکتا حالانکہ راہ کی نصیحت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی تھی تو رہنمائی کی نفی نہین ہو بلکہ یہ معنے ہین کہ تو جسکو چاہے اُسکے دل مین ہدایت پیدا نہین کر سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہو پس یہان رہنمائی کے معنے یہ ہین کہ یہ کتاب حق ایسے بندون کے واسطے رہنمائی کرنیوالی ہو جو متقی ہین یعنے اللہ تعالیٰ نے اُنکی تقدیر مین متقی ہو جانے والا لکھا ہو اور واضح ہو کہ تقویٰ کا کمتر درجہ یہ ہو کہ شرک سے بچے اور فرائض کی فرمانبرداری کرے لہذا ابن عباسؓ نے کہا کہ متقین یہی مومنون ہین جو شرک سے بچتے اور طاعت الٰہی پر عمل کرتے ہین ۔ اور دوسری روایت مین کہا کہ اُمور ہدایت ترک کرنے مین عذاب الٰہی سے ڈرتے ہین پھر تقویٰ کے مراتب بلند ہوتے جاتے ہین ۔ اسی واسطے حسن بصری نے کہا کہ متقی وہ ہے جو حرام سے بچے اور فرائض ادا کرے اور اعلیٰ درجہ یہ ہو کہ ایسا مباح چھوڑ دے جسکی نسبت شرع مین کہا جائے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین بخوف ایسی چیز کے کہ اُسمین مضائقہ ہو۔ چنانچہ ترمذی کی حدیث عطیہ السعدی رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو کہ متقین مین شمار ہو نہین پہونچتا یہانتک کہ ایسی چیز چھوڑ دے جسمین مضائقہ نہین بخوف ایسی چیز کے جسمین مضائقہ ہو۔ (رواہ ابن ماجہ) ۔ مترجم کہتا ہو کہ شرع مین حرام ومکروہ تحریمی تو ظاہر ہین اور بعض چیزون کی نسبت کہا گیا کہ اسکے استعمال مین مضائقہ نہین ہو تو اس سے ایک اشارہ نکلتا ہو کہ اسمین کچھ مضائقہ کا خوف ہو پس متقی کو چاہیے کہ اسکو ترک کرے اسی طرح فرض وواجب وسنت تو صاف ظاہر ہین اور بعضے اعمال خیر بھی اسی قسم کے ہین جنکی نسبت کہا گیا کہ کچھ مضائقہ نہین مثلاً علما کے درمیان اُسکے جائز یا ناجائز ہونے مین اختلاف ہو تو متقی کو چاہیے کہ اس کام کو چھوڑ کر اسوقت مین کوئی سنت یا مستحب ادا کرے مثلاً محفل عرس کو ایک جماعت علما منع کرتے ہین لیکن صوفیون نے اسکو منعقد کرنا شروع کیا ہو حالانکہ سلف صالحین مین اسکا وجود نہین تھا پس متقی کو چاہیے کہ اسوقت طہارت سے بیٹھکر درود شریف پڑھے کہ بلاخلاف سب کے نزدیک اُسکی فضیلت بہت زائد ہو اور اسی طرح دیگر امور کو قیاس کرنا چاہیے ۔

اور معاذ بن جبلؓ سے روایت ہو کہ قیامت مین لوگ ایک میدان مین جمع کیے جائینگے پھر ایک منادی پکاریگا کہ متقین کہان ہین پس یہ لوگ سایۂ الٰہی مین بلا حجاب لے لیے جائینگے یعنے اُنکے واسطے کچھ حجاب نہوگا اور فرمایا کہ متقی وہ قوم ہو جو شرک وبت پرستی سے بچے اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے عبادت کرے پس یہ لوگ سایۂ الٰہی مین جنت کو چلے جائینگے (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہو کہ خالص عبادت سے ریا وغیرہ بھی خارج ہو گیا اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا درجہ الگ رکھا اور امت کا درجہ الگ رکھا ہو پس صالحین امت مین جو کامل تقویٰ پر پہونچا وہ مرتبہ صدیق تک پہونچا اور صدیقین مین جو کامل ہو وہ نبوت کے قدم تک پہونچا لیکن نبوت کی حد مین داخل نہوگا مگر اپنے پیغمبر علیہ السلام سے متصل ہوگا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ چونکہ تمام انبیاء سے افضل ہو اور آپ کے اصحاب حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ اور دیگر اصحاب صدیقین جو آپ کے ساتھ ہونگے وہ درجہ مین بہت اعلیٰ مقام پر ہونگے اگرچہ وہ پیغمبر نہین ہین اسیواسطے بعضے انبیاء سابقین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یہ فضائل دیکھتے تھے تو آپکی اُمتی ہونے کی آرزو کرتے تھے اور سب ملاح آپ کے اُمتیون کو آپکی برکت اتباع وہدایت قرآنی سے حاصل ہوئے کہ وہ لوگ متقین کے درجہ تک پہونچے چنانچہ قرآن مین فرمایا۔ ولکن البر من آمن باللہ الآیہ یعنے نیکوکار ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ وملائکہ وکتاب الٰہی وانبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت پر قرابتیون ویتیمون ومسکینون ومفلس مسافرون وسائلون کو مال دیتا ہو اور گردنین چھوڑانے مین خرچ کرتا ہو اور نماز ٹھیک ادا کرتا اور زکوٰۃ دیتا ہو اور یہ نیکوکار جب کسی سے عہد کرتے ہین تو پورا کرتے ہین اور حالت سختی وضرر وحالت جہاد مین صابر رہتے ہین ایسے ہی بندے اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین سچے اور یہی متقین ہین ۔ اس آیت سے متقین کی پوری صفت معلوم ہو گئی ۔ اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعبؓ سے پوچھا کہ تقویٰ کیونکر ہو ابی بن کعبؓ نے کہا

کہ جیسے خاردار راستہ مین چلئے تو یہی کیجیے گا کہ دامن سمیٹ کر کوشش کے ساتھ نکل جائے پس یہی تقوی ہے اور بعض نے یہی معنے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیے۔ اور ابوالدرداءؓ نے کہا کہ تمام تقوی یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ تعالےٰ سے خوف حجاب سے بچے اگرچہ ایک ذرہ برابر ہو حتی کہ بعض ایسی چیزین ترک کرے جنکو حلال دیکھتا ہے مگر وغدغۂ حرام کی وجہ سے خوف کرے کہ شاید اُسکے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان حجاب ہو اور یہی معنے ایک جماعت صلحاء تابعین سے مروی ہین پس حاصل یہ ہوا کہ یہ کتاب جلیل ایسے بندون کے واسطے رہنمائی فرماتی ہے کہ جو صفت تقوی سے موصوف ہونا چاہتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے ایسے بندون کے بعض اوصاف ذکر فرمائے کہ۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یعنے ایسے بندے ہین کہ غیب پر یقین لاتے ہین۔ ف غیب اُس چیز کو بولتے ہین جو تیری نظر سے غائب ہو اور یہ بات بلحاظ آدمیون کے مختلف ہوتی ہے چنانچہ اُمت کے واسطے اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کتابون و رسولون و روز قیامت و تقدیر الٰہی و عذاب قبر و دوزخ و جنت و بعث و حشر و صراط و میزان ان سب پر ایمان بالغیب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معراج شریف مین دوزخ و جنت و طوبیٰ و حور و قصور وغیرہ کو دیکھ لیا تو اُسوقت آپ کے واسطے یہ غیب نہین رہا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آپکو انکشاف عطا فرمایا اور آپ نے اُسکی خبر دی تو وہ آپ کے واسطے معائنہ ہے اور ہم لوگون کے واسطے غیب ہے جیسے بعض احادیث مین وارد ہے کہ قریب وفات شریف کے آپ نے مدینۂ منورہ کے بعض ٹیلون سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے بلاد فتنہ کی خبر فرمائی چنانچہ بعد آپ کے لشکر یزید وغیرہ کے فتنے واقع ہوئے لیکن جس امر کو اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا تو وہ غیب رہا اسیواسطے قطعی آیات و نصوص مین وارد ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے غیب کوئی نہین جانتا ہے اور یہی بالاجماع اہل سنت والجماعۃ کا اعتقاد ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کتابون و رسولون و روز آخرت و جنت و دوزخ و حشر یہ سب غیب ہے اور اسپر ایمان لاتے ہین۔ اور یہی حضرت قتادہؓ سے مروی ہے۔ اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو بطور اجمال فرمایا کہ حال جنت و دوزخ وغیرہ جو قرآن مین مذکور اور بندون کی نظر سے غائب ہے وہ سب غیب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک روز فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر تھی اور قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ غیب سے بہتر ایمان نہین ہے پھر یہی آیت پڑھی۔ الذین یومنون بالغیب آخر تک (رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ والحاکم) مترجم کہتا ہے کہ یہ صریح دلیل ہے کہ جن بندون کو اللہ تعالیٰ نے یقین صادق عطا فرمایا اور وہ کشف کے خواہشمند نہین ہین تو اُنکے واسطے ثواب زیادہ ہے کیونکہ جنھون نے کشف کی خواہش کی تو اول یہ خوف ہے کہ شاید اس خواہش نفس کی شامت سے شیطانی دخل ہو تو بربادی ہے اور اگر یہ کشف صحیح ہوا تو بھی ایمان غیب کا ثواب جاتا رہا پھر اگر دیکھا جائے کہ اس غیب کا کیفایدہ ہے تو سوائے اسکے کچھ نہین ہے کہ یقین مین ترلزل نہین ہوتا لیکن یقین پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت مین ہے تو معلوم ہوا کہ جن بندون کے دل مین حق سبحانہ نے بغیر اس کشف کے یقین پیدا فرمایا تو اُن کو افضل عطا فرمایا پس چاہیے کہ بندہ اسی کی خواہش کرے اور کشف ناقص کی خواہش نہ کرے ہان اگر بلا خواہش کوئی امر مکشوف ہو تو مضائقہ نہین۔ امام ابن کثیرؒ نے ابوجمعہؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کے کھانے مین شریک تھے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے بھی کوئی بہتر ہین کہ ہم آپ کے ساتھ ایمان لائے اور آپ کے ساتھ جہاد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان ایک قوم ہے جو تمھارے بعد آویگی کہ وہ مجھپر ایمان لاوینگے حالانکہ اُنھون نے مجھکو نہین دیکھا (رواہ احمد) صالح بن جبیرؒ نے کہا کہ ہمارے یہان ابوجمعۃ الانصاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے کہ بیت المقدس مین نماز پڑھا کرتے اور اس زمانہ مین رجاء بن حیوہ رضی اللہ عنہ ہمارے یہان تھے پس جب ابوجمعہ بیت المقدس سے نماز پڑھکر نکلے تو ہم لوگ اُنکے ساتھ ہوگئے پھر جب آپ نے اپنی منزل کی جانب پھرنا چاہا تو ہم لوگون سے فرمایا کہ تم لوگ جائزہ کے مستحق ہوئے اور تمھارا حق لازم آیا پس مین تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہون جو مین نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی پس ہمنے نہایت خوش ہوکر التجا کی کہ وہ عطا ہو تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس آدمی تھے
جنمین ایک معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے پس ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمسے بڑھکر کسی قوم کو ثواب ملیگا کہ ہم لوگ اللہ تعالی پر ایمان لائے
اور آپکی اتباع ہمکو نصیب ہوئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا رسول تمھارے درمیان موجود ہے اور آسمان سے وحی آتی ہے
تو تمکو کون چیز مانع ہے بلکہ تمھارے بعد ایک قوم آئیگی اُنکو کتاب الٰہی دو دفتیون کے بیچ مین ملے گی کہ وہ اُسپر ایمان لاوینگے اور جو کچھ اُسمین احکام ہین
اُسپر عمل کرینگے تو اُن کے واسطے دونا ثواب ہے (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ اس حدیث شریف مین ہم ناچیز لوگون کے
واسطے اسکو ایمان بالغیب قرار دیکر دونا ثواب عطا ہوا لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی فضیلت اور وہ نور عظیم
جو آسمان و زمین کی وسعت سے بڑھکر تھا ہم لوگون کو نصیب نہین ہوا کیونکہ اللہ جل شانہ نے اپنے علم قدیم سے یہ لیاقت خاص صحابہ رضی اللہ عنہم
کے واسطے مخصوص فرمائی تھی اور وہ اپنی مخلوق کا علیم ہے حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر تک تمام آدمیون مین سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو
اپنے حبیب افضل مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابت کے واسطے خاص فرمایا اور قولہ تعالیٰ۔ وکنتم خیر اُمۃ الآیۃ سے ہمکو آگاہ کیا کہ صحابہ
رضی اللہ عنہم تمام امم بنی آدم سے افضل ہین اور کیونکر نہ ہوگا اسواسطے کہ افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی افضل امم ہونا چاہیے
لیکن ہم لوگ دل و جان سے اُمیدوار ہین کہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا دیدار ہمکو نصیب ہو تو اسکے واسطے ہمکو اس ایمان بالغیب پر دوچند ثواب عطا فرمایا
اور اسکے ساتھ یہ بشارت بھی عنایت ہوئی کہ جو شخص کسی قوم کو محبوب رکھے یعنی ظاہر و باطن اُسکا صاحب ہو اسطرح کہ اُنکے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرے اگرچہ
اُنکو یہ قوت حاصل نہ ہوگی لیکن حق عزوجل اپنے فضل عظیم سے اُنکی معیت عطا فرماویگا چنانچہ حدیث صحیح مین یہ بشارت مصرح ہے تو ہمارے واسطے اس فضل
عظیم کو دوچند ثواب سے ملاکر اس لائق فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اُنکی معیت نصیب ہو کیونکہ جسقدر ہمارا ثواب ہو وہی دوچند ہوگا حالانکہ ہمارے
ثواب مین اور اُنکے ثواب مین زمین و آسمان کا تفاوت ہے پس اس بشارت کے معنے سمجھ مین آئے اور یہ وہم شیطانی بھی دور ہو گیا کہ دوچند
ثواب افضل ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ دوچند ثواب کی روایت حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص و حضرت عمر بن الخطاب و حضرت
انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اور بدیلہ بنت اسلم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمنے ظہر یا عصر کی نماز مسجد بنی حارثہ مین پڑھی
اور اُس زمانہ مین قبلہ بجانب بیت المقدس تھا پس ہمنے ہنوز دو رکعتین پڑھی تھین کہ اتنے مین ایک شخص نے پکارا کہ آگاہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو جانب خانہ کعبہ استقبال کا حکم ہوا کہ آپ نے جانب خانہ کعبہ نماز پڑھی پس ہم لوگون کی صفین فوراً جانب کعبہ پھر گئین حتی کہ
مردون کی جگہ عورتین اور عورتون کی جگہ مرد ہو گئے پس باقی دونون رکعتین ہمنے جانب کعبہ پڑھین پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی
تو آپ نے بشارت فرمائی کہ بیشک یہ وہ لوگ ہین جو غیب پر ایمان لائے (رواہ ابن ابی حاتم) -ع- اور واضح ہو کہ ایمان بالغیب مقبول ہے
اور موت کے وقت جب غرغرہ پر دم آویگا کہ اُسوقت آخرت کا انکشاف ہو جائیگا تو اُسوقت ہر کافر و مومن دیکھ لیتا ہے پس وہ ایمان
قبول نہین ہے اور یہ حکمت الٰہی عزوجل ہے اور اسمین ہمارے واسطے یہ بھید کافی ہے کہ اپنے خالق عزوجل کی بندگی سے منحرف نہون کیونکہ
جو بغیر دیکھے نہین مانتا وہ خالق عزوجل کو نہین پہچانتا اور یہ امر ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز کا دیکھنا اُسکی لیاقت پر موقوف ہے چنانچہ اگر کوئی لڑکا
پڑھایا جائے اور اُسکو علمی حقارتکا وعدہ دیا جائے مگر وہ نہ مانے اور کہے کہ جب تک مین اسکو نہ دیکھون نہ مانونگا تو بیشک وہ جاہل
گمراہ رہیگا اور اگر اُسنے ابتدا مین مان لیا تو انتہا مین خود پہچان جائیگا اسیطرح اہل ایمان کا حال ہے کہ وہ رب عزوجل کی کتاب پاک پر اور
اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد حق پر ایمان بالغیب لاتے ہین۔ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ۔ اور نماز کو قائم کرتے ہین (۲)

ف یعنی نماز کو اُسکے فرائض کے ساتھ ادا کرتے ہین - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی اقامت یہ ہے کہ اُسکا رکوع پورا کرے اور
سجدہ پورا کرے اور اچھی طرح تلاوت کرے اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز مین متوجہ رہے - قتادہؓ نے بڑھایا کہ اُسکے اوقات اور وضو کی حفاظت رکھے
اور مقاتل بن حیان نے زیادہ کیا کہ التحیات و درود بھی پڑھے - ع پس متقین کی صفت مین اول ایمان بالغیب ہے اور اُسکے موافق اعمال صالحہ سے
اقامت نماز ہے لہٰذا حدیث مین وارد ہوا کہ اسلام و کفر کے درمیان مین نماز فارق ہے (کما فی الصحیح) اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہین جانتے تھے سوائے نماز کے (الصحیح) اور یہ انتہائی درجہ کی تاکید
ہے کہ جسنے نماز ترک کی گویا وہ کافر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو ملایا بقولہ تعالیٰ - وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ
اور جو کچھ ہمنے اُنکو رزق دیا اُسمین سے خرچ کرتے ہین - ف چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابتداء سے زکوٰۃ مفروض ہوئی لیکن اُسکی کوئی
مقدار مفروض نہین تھی حتیٰ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ منورہ کو ہجرت فرمائی تو بھی ابتدا مین آدمی کے خرچ سے جو کچھ فاضل ہو
سب صدقہ کر دینا واجب تھا گویا جان و مال دونون کے تعلق سے اُنکو منقطع فرمایا اور جہاد اُنپر مفروض کر دیا پھر ہجرت کے دوسرے سال
تخفیف فرماکر زکوٰۃ کی مقدار معین فرمائی مثلاً دوسو درم مین سے پانچ درم ہین لیکن سوائے زکوٰۃ کے مومن پر اُسکی ذات و زوجہ و اولاد کا
نفقہ واجب ہے لہٰذا آیت کی تفسیر مین ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد یہ کہ اپنے مالون کی زکوٰۃ دیتے ہین - اور حضرت ابن مسعود و ابن عباسؓ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم
نے کہا کہ اپنی زوجہ و اولاد کو نفقہ دیتے ہین - قتادہؒ نے فرمایا کہ اے لوگو یہ اموال تمہارے ہاتھون مین عاریت و ودیعت ہین عنقریب تم اُنکو
چھوڑ جاؤگے پس چاہیے کہ اُنکو اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرو شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کی مدح فرمائی کہ اُنکے اموال مین جو
حقوق شرعی لازم ہوتے ہین وہ اُنکو ادا کرتے ہین خواہ زکوٰۃ ہو یا نفقہ اہل و عیال ہو کیونکہ جو خرچ شرع مین پسندیدہ ہے وہ لائق مدح ہے -
مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین فرمایا کہ جسنے دیا تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے دیا اور روکا تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے روکا تو اُسنے ایمان
پورا کر لیا (کما فی حدیث ابن ماجہ) یعنی اللہ تعالیٰ نے اموال کو بھی امتحان قرار دیا ہے حتیٰ کہ حرام طریقہ سے مال حاصل کرنا معصیت ہے اور اگر مال
حرام سے ثواب کی نیت کر کے صدقہ دے تو فقہا نے اُسکو کفر لکھا ہے پس شرعی طور پر حلال مال حاصل کرنا چاہیے تاکہ زوجہ و اولاد وغیرہ کا نفقہ
واجب ادا کرے تو اسکے حاصل کرنے مین تجارت وغیرہ جس ذریعہ سے کمائی و محنت اُٹھاوے وہ اُسکے واسطے طاعت و ثواب ہے پھر جو کچھ اُسکا خرچ سے بچے
خرچ کرے وہ صدقہ ہے اور جو کچھ زوجہ و اہل و عیال کو کھلاوے وہ بھی نیک نیت سے صدقہ ہے چنانچہ صحیحین وغیرہ کی حدیث سعد بن ابی وقاص وغیرہ
رضی اللہ عنہم مین مصرح ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آویگا - پھر زکوٰۃ و نفقات واجبہ مین درجہ واجب و فرض کا ثواب ہے پھر
اسکے بعد اگر ممکن ہے اور اُسنے محتاج اقارب یا اجانب کے ساتھ سلوک کیا تو درجۂ مستحب کا ثواب ہے اور اگر اُسنے مال کو مذموم شرعی دکارنا جائز
مین صرف کیا جیسے گانے بجانے والون یا بیہودہ شاعرون کو دیا یا مذموم رسوم شادی و موت مین صرف کیا تو گناہ و اسراف ہے اور مسرف کو اللہ تعالیٰ
نے اخوان الشیاطین فرمایا ہے پس اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ اپنی جان کو باطنی اعتقادات حق و ایمان سے منور کرتے اور ظاہری جسم کو خوبی
نماز مین صرف کرتے ہین اور مال کو موافق حکم الٰہی کے حقوق واجبہ و مستحبہ مین خرچ کرتے اور شرعی ممنوعات سے روکتے ہین چنانچہ اُنکی بزرگی شان
کے واسطے اللہ تعالیٰ نے مکرر مدح فرمائی بقولہ تعالیٰ - وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ
مِنْ قَبْلِكَ ۚ اور ایسے بندے ہین کہ یقین لاتے ہین اُس چیز کے ساتھ جو تیری جانب نازل کی گئی اور جو تجھسے پہلے نازل کی گئی
ف پس یہود و نصاریٰ خارج ہوگئے جو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم بھی ایمان لائے اور نماز پڑھتے و زکوٰۃ دیتے ہین کیونکہ یہودیون نے

توحضرت عیسٰی علیہ السلام وانجیل ہی سے انکار کیا اور نصرانیون نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا تو یہ دونون خارج ہوئے اور ایسے بندے اس مدح کے لائق ہین جو قرآن مجید پر ایمان لائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا اور اگلی آسمانی کتابون پر بھی مع کُل پیغمبرون کے ایمان لائے اور یہ نہین کیا کہ بعض پر ایمان لاوین اور بعض سے کفر کرین لہذا علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ آسمانی کتابون کی کوئی تعداد مقرر نہ کرے کیونکہ یہ امر تحقیقًا نہین معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر پیغمبر اور کتنے صحائف وکتب نازل فرمائی ہین بلکہ یون کہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کوئی پیغمبر سابق مین بھیجا جن مین سے حضرت آدم ونوح وابراہیم وغیرہ علیہم السلام قرآن مین مذکور ہین اور جو نہین مذکور ہین اور جو کچھ اُنپر نازل فرمایا ہم سب پر ایمان لائے۔ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۔ اور آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہین ف اور آخرت کو مقدم کرنا اشارہ ہے کہ آخرت اُنکو اسقدر محبوب ہے کہ گویا آخرت ہی پر یقین کرتے ہین۔ اسیواسطے بعض روایات مین وارد ہوا کہ دنیا مومن کے واسطے قیدخانہ اور کافر کے واسطے جنت ہے۔ اور کچھ شک نہین متواتر مشہور ثبوت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو موت وآخرت نہایت محبوب ومرغوب تھی۔ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ایسے ہی بندے اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہین اور ایسے ہی بندے تو فلاح پانے والے ہین۔ ف ابن عباسؓ نے کہا کہ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہین یعنی ایک نور واستقامت پر ہین اور فلاح سے یہ مراد ہے کہ ہر خیر وخوبی جو چاہی تھی پائی اور ہر بدی وبُرائی سے جس سے کہ بھاگے تھے نجات پائی۔ اور واضح ہو کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ مین سے بھی جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُنکے واسطے دوچند ثواب ہے چنانچہ صحیحین کی حدیث ابوموسیٰؓ مین مصرح ہے پس یہ فضیلت عبداللہ بن سلام واصحاب نجاشی وابن قناطر رومی وغیرہم کو حاصل ہے لیکن باہم صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس مقام پر نسبت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وباقی عشرۂ مبشرہ وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم جو اشراف قریش ہین علم کتاب ونبوت سے واقف نہ تھے اور یہود ونصاریٰ مین سے جو ایمان لائے وہ پہلے سے حضرت موسٰی وعیسٰی علیہما السلام کی صریح بشارات سے آگاہ تھے اور نبوت کے معنے جانتے تھے پس دو طرح سے اُنکو سب سے پہلے ایمان لانا چاہیے تھا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقدم ہوئے تو اُنکے درجات مین بے انتہا فرق ہو گیا اور اسی پر صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بشارات کہ توریت وانجیل مین مع تفصیلی بیانات حضرت موسٰی وعیسٰی علیہما السلام کے یہود ونصاریٰ کے پاس متواتر مشہور موجود تھے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے حلیۂ مبارک وحالات مصرح موجود تھے اُنکا بیان قولہ تعالیٰ۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراة والانجیل الآیہ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور فضائل ومسائل نماز وزکوٰة اپنے اپنے موقع پر آوینگے اور قولہ تعالیٰ۔ فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشہوات الآیہ۔ کی تفسیر مین آویگا۔ اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جن بندون کے دل مین ایمان پیدا فرمایا اور اُنھون نے اپنے رب عزوجل کی الوہیت کا یقین کیا تو وہ مومن ہین اور جنکے دلون نے انکار کیا وہ کافر ہین پھر مومنین جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اُسی طرح اُسکے احکام بجا لاتے ہین لیکن اعمال ادا کرنے سے پہلے بھی وہ مومن ہین کیونکہ ایمان تو یقین جاننا اور دل سے ماننا معتبر ہے کیونکہ خالی جاننا بہت سے علماء یہود ونصاریٰ مین موجود تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے تھے لیکن انکے قلوب دار آخرت کے یقین مین سخت ہو گئے تھے اور دنیا کی جانب انکا میلان زیادہ تھا پس دنیاوی لالچ وسلطنت وغیرہ کی ہوس مین مانتے نہین تھے پس جسنے حق جانا اور دل سے مانا وہ مومن ہوا پھر جب تک یہ یقین باقی ہے تب تک وہ کسی عمل کی وجہ سے کافر نہوگا اگرچہ کسی بھائی مومن کو عمدًا قتل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا۔ یاایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ۔ یعنی مومنون مین قاتل پر قصاص کا حکم دیا اور قصاص تو جب ہی واجب ہوتا ہے جب
عمداً قتل کرے تو قاتل ہنوز مومن رہا چنانچہ اسکا بیان آویگا۔ اور اسی طرح قولہ تعالیٰ۔ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الآیۃ۔ یعنی اگر مومنون
مین سے دوگروہ باہم قتال کرین ھ تو معلوم ہوا کہ مقاتلہ سے ایمان خارج نہین ہوتا کیونکہ ایمان تو دلی تصدیق ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اولئک
کتب فی قلوبہم الایمان یعنی اسی صفت کے لوگ ہین جنکے دلون مین اللہ تعالیٰ نے ایمان جمایا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان کا محل دل ہے اور
اسی طرح قولہ تعالیٰ۔ وقلبہ مطمئن بالایمان یعنی اُسکا دل بایمان مطمئن ہے۔ وقولہ تعالیٰ وقالت الاعراب آمنا الی قولہ ولما یدخل الایمان فی
قلوبکم یعنی اعراب نے کہا کہ ہم ایمان لائے تو کہدے کہ تم ایمان نہین لائے ولیکن کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان ابھی تمھارے دلون مین نہین آیا
ہے۔ وقولہ تعالیٰ۔ ولم تومن قلوبہم۔ اور اس بارہ مین نصوص بہت ہین۔ اور قولہ تعالیٰ۔ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا
مصباح الآیۃ۔ کی تفسیر مین بھی آویگا کہ قلب مین یہ شمع روشن ایمان ہے پھر جب اُسنے اعمال صالحہ کیے تو انوار بڑھتے جاتے ہین حتی کہ
وہ کمال پر پہونچتا ہے پس کمی وبیشی از راہ اعمال ہوتی ہے ورنہ نفس ایمان مین اگر کمی ہو تو وہ نفاق یا کفر ہوجاوے اسیواسطے امام شافعیؒ وایک
جماعت علماء نے سلف صالحین کا اجماع نقل کیا کہ ایمان قول وعمل ہے اور کم وبیش ہوتا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے ایک ہزار سے زائد علماء
سے یہی نقل کیا تو معلوم ہوا کہ کمی بیشی از راہ قول وعمل ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے نزدیک نفس ایمان مین کمی بیشی نہین ہوتی ہے پس
درحقیقت کوئی اختلاف نہین ہے جیسا کہ امام غزالیؒ وغیرہ محققین نے بیان کیا ہے۔ اور یہ جو امام نوویؒ وغیرہ نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ نفس تصدیق
مین بھی قوت وضعف ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کمی وبیشی نہین ہے بلکہ دل مین جمنے کی کیفیت ہے کیونکہ جسقدر اعمال صالحہ سے جسم کے
تمام اعضا مین نورانیت ساری ہوگی اُسی قدر شیطان ونفس کی تاریکی مٹ جائیگی تو کوئی روک نہین رہیگی اور اگر اعمال صالحہ مین
کمی ہوئی اور غفلت ومعصیت چھائی تو نور ایمان مستور ہوجائیگا لہٰذا اُسکی کیفیت مین خلل ہوگا اور یہ اسواسطے کہا گیا کہ اگر نفس تصدیق ہی مین
خلل ہو تو اُسکو نفاق کہتے ہین پس ایمان مین خلل نہین ہوسکتا۔ ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ (الذین یومنون بالغیب) یعنی جو چیزین
گوشت وپوست کی بینائی سے غائب ہین وہ بینائی روحی سے اُنکے دل پر منکشف ہین اور روح کو دیدار غیب جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ لطف الٰہی سے
آیات اُلوہیت ظاہر ہون یعنے ابتدا مین آیات وحدانیت سے انکشاف ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تغیرات شمس وقمر سے ان لوگون کا
مجبور مخلوق ہونا ظاہر ہوا اور توحید حق عزوجل کی ہدایت ہوئی پھر ان حواس ظاہری وباطنی کو جو متعلق بمادہ ہین آئندہ قدرت نہین ہوتی
حتی کہ مراتب مشاہدہ مین اللہ تعالیٰ روح کے حواس کھولتا ہے جس سے بندہ امور غیبی کی تصدیق کرتا ہے تو وہ میدان غیب مشاہدہ کرتا ہے اور مرتبہ
حق الیقین مین نور قدسی اُس کا قرۃ العین ہوجاتا ہے لیکن حقیقت یقین جب ہی حاصل ہوتی ہے کہ سر باطن بالکل استدلال سے پاک ہوجاوے کہ
اُسوقت نور فرقان ظہور کرتا ہے حتی کہ وہ حقائق اشیا پہچان کر نور قدس کو فرق کرلیتا ہے اور جلال شہود مین علم شواہد اُسکی نظر سے غائب ہوجاتا ہے
اور وہ پردہائے غیب مین انوار بے پردگی سے سرفراز ہوتا ہے اور آفتاب اسرار طالع ہوکر برہان ومشاہدہ سے خالص کرلیتا ہے تو حق الغیب کی چمک
ظاہر ہوتی ہے اور اُسوقت سر وغیب دونون متحد ہوجاتے ہین حتی کہ سر بعینہ غیب وغیب بعینہ سر ہوجاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے مولوی روم علیہ الرحمۃ
نے اشارہ کیا کہ ؎ علم حق در علم صوفی گم شود + این سخن کے باور مردم شود۔ بالجملہ یہ لائق غیب غرق مشاہدہ ہوکر کسی وقت غائب نہین ہوتا
مترجم کہتا ہے کہ یہ تجلیات سری ہین۔ اور حدیث مین بھی آیا کہ بندون کے واسطے حجاب نور ہے اگر ظہور ہو تو سب سوخت ہوجاوین۔ اور
طبرانی کی ایک روایت مین ستر حجاب ہین اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین یہ مسئلہ مختلف تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کل حجاب رفع ہوگئے یا کیا

باقی رہا اور یہی اظہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور تمام بیان اپنے موقع پر آویگا- اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واسطے علی قدر مراتب حجاب ہین
اور رہے اولیاء تو ہر ولی زیر قدم نبی ہے شیخ واسطی نے فرمایا کہ اہل ایمان غیب پر ایمان لائے ہین پھر قیامت مین جب حق عزوجل معائنہ
کرین گے تو ایمان و مشاہدہ کا تفاوت معلوم ہوگا- مترجم کہتا ہے کہ ایک حدیث مین بھی آیا کہ کشف حجاب کے وقت مومنین درخواست
کرینگے کہ اب ہمکو سجدہ کی اجازت ہو تو ارشاد ہوگا کہ مین نے اس دار آخرت مین بندون کو مکلف نہین فرمایا ہے پس جس طرح تم سجدہ
کر چکے وہ قبول ہوا (مسئلہ) کیا بعد موت کے علم زیادہ ہوتا ہے یا نہین- تو شیخ سمنانی رحمہ اللہ اس سے انکار کرتے تھے اور
شیخ ابن العربیؒ اقرار کرتے بحکم قولہ تعالیٰ- وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکے لیے وہ ظاہر ہوا جو اُنکے خیال
و اعتقاد مین نہ تھا- تو علم بڑھ جاتا ہے- بعض مشائخ نے کہا کہ قلب غیب ہے اور جن چیزون پر ایمان لایا وہ غیب ہین اور اللہ تعالیٰ غائب کرنے والا ہے
پس جب غیب کو غیب کے اتصال ہوا تو خالق غیب پر ایمان حاصل ہوا- شیخ نے کہا کہ غیب پانچ گروہ ہین نفوس و ارواح و عقول
و قلوب و اسرار از انجملہ اہل نفوس اہل شقاوت ہین جنکو سائق قدرت سوار شہوت پر ہانک لیجاتا ہے اور وہ دنیا کی اُمیدین و خواہشین
فانیات ہین جنکی انتہا جہنم کے درکات ہین اور معاملات عقلی و روح اعمال صالحہ و عقائد حقہ ہین پس اصحاب عقول تو زاہد ہین جنکا شرب طاعت
و عبادت ہے اور اصحاب قلوب اہل محبت ہین جو ادب کے ساتھ وجد و حال مین قائم ہین اور اصحاب روح عارفین ہین جو مقام توحید کے
مراقبہ و انس مین معتکف ہین- اور واضح ہو کہ جو اسلام کی شکل مین ولایت کے لمبے چوڑے دعوی کرتے ہین اور لن ترانیان بکتے ہین یہی
اصحاب نفوس ہین شیخ ابو یزیدؒ نے کہا کہ جس شخص کے ساتھ غیب سے چراغ ہدایت نہو وہ ایمان غیب سے محروم ہے قولہ تعالیٰ- ویقیمون الصلوٰۃ
پس اوقات نماز کی نگہداشت و انتظار کرتے ہین تاکہ مشک صفات سے مشام اسرار معطر ہون اور بارگاہ عزت مین اپنی محتاجی ظاہر
کرنے کے لیے آداب عبودیت کے ساتھ حاضر ہو- ابن عطا نے فرمایا کہ ان حدود و آداب کے ساتھ اپنے سر قلبی کی حفاظت رکھے کہ عین
حضوری مین سوائے اُسکی مناجات کے کوئی بات یاد نہ آوے- مین کہتا ہون کہ غزالیؒ نے غافل کی مثال مین کہا کہ وہ بے ادب مستحق
تکریم نہین بلکہ قابل ملامت ہے جو بادشاہ کے حضور مین باتین کرنے لگا اور بادشاہ اُسکی طرف متوجہ ہے پھر اُس بے ادب نے جو باتین
کرتا جاتا ہے مُنہ پھیر کر مکان کی آرائش و اہل دربار کی صورتین و ہر ایک کی زیبائش دیکھنا شروع کی ہے واسطے حدیث مین آیا کہ نمازی سے رحمت حق
متوجہ ہوتی ہے مگر جب وہ دوسرے خیالات مین پڑ گیا تو اعراض فرماتی ہے پھر اگر وہ متنبہ ہو کر متوجہ ہوا تو پھر رحمت کی توجہ ہوتی ہے- مترجم کہتا ہے
کہ یہ رحمت حق عزوجل ہے ورنہ مخلوق بادشاہ تو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے- ومما رزقنٰہم ینفقون) یہ لوگ رزق سے الگ ہوتے اور رزاق
عزوجل کا تقرب چاہتے ہین- کیونکہ جو شخص رزق کی محبت مین پھنسا وہ دور رہا اور جسنے رزاق عزوجل کو چاہا اُسکی سچائی کی پہچان یہ ہے کہ رزق کو
چھوڑ دے اور جسنے رزق عطا فرمایا اُسکا تقرب اسی وسیلے سے طلب کرے اور اسمین یہ بھی فائدہ ہے کہ رازق عزوجل کی صفت قدسیہ نورانیت چاہتے ہین حتی کہ
دوسرون کو دیتے ہین قولہ تعالیٰ (اولٰئک علیٰ ہدی من ربہم و اولٰئک ہم المفلحون) یہ ہدایت انکو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوئی کہ معاونہ شیطان
و نفس در ہوا تو اللہ تعالیٰ ہی کی عنایت سے یہ لوگ مکر و وسواس نفس و شیطان سے نجات پاتے ہین اور اپنی مراد پر پہونچے ہین- یہ تو ایسے بندون کا بیان
تھا جو دوزخ سے بچے اور جنت مین پہونچے اور اُنکی صفت ایمان کامل و اعمال صالحہ ہے پھر انکے برعکس اہل جہنم کا حال بیان کیا

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

وہ جو　منکر ہوئے　برابر ہے　اُنکو　تو ڈراوے　یا نہ ڈراوے　وہ نہ مانین گے

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۟ ع ۱

مہر کردی اللہ نے اُنکے دل پر اور اُنکے کان پر اور اُنکی آنکھون پر ہے پردہ اور اُنکو بڑی مار ہے

واضح ہو کہ کفر چار قسم ہی کفر انکار جو سرے سے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانے دوم کفر جحود جو جان بوجھکر منکر ہو جیسے ابلیس سوم کفر عناد پہچانے مقر ہو مگر نہ مانے جیسے ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت جانی و اقرار کیا مگر ملامت کے خوف سے نہ مانی چہارم کفر نفاق چنانچہ منافقون کا بیان آگے آتا ہی اور اجماع ہی کہ جو شخص اُن مین سے کسی کفر پر مرے وہ اہل دوزخ مین سے ہی کہ اُسکے واسطے ہمیشگی عذاب ہی اور اہل سنت سلف و خلف کا قطعی اعتقاد ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جس مخلوق کو پیدا کیا اُسکے انجام مقدر سے آگاہ ہی کیونکہ جہل و نجاننا اُسکی شان پاک مین محال ہی لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ جو لوگ کافر ہوے اُنپر برابر ہی کہ تو اُنکو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ ایمان نہین لاوینگے۔

ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جن لوگون پر اللہ تعالیٰ نے کفر لکھا ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار کرنا یعنی عذاب الٰہی سے ڈرانا اور نہ ڈرانا اُنپر مساوی ہی یعنے وے ایمان نہین لاوینگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لایومنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم۔ یعنی جن لوگون پر تیرے رب کا کلمہ ٹھیک پڑا وہ ایمان نہین لاوینگے اگرچہ ہر قسم کا معجزہ اُنکے پاس آوے یہانتک کہ وہ لوگ عذاب الیم دیکھین۔ اسیطرح معاندین یہود و نصاریٰ کے حق مین فرمایا۔ ولئن اتیت الذین اوتوا الکتب بکل آیۃ ما تبعوا قبلتک یعنی اگر تو اہل کتاب کے پاس صدق نبوت کا ہر معجزہ لاوے تو بھی تیرے قبلہ کے تابع نہونگے۔ مترجم کہتا ہی کہ اہل کتاب کے یہان برابر چلا آتا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان کے لیے بیت المقدس سے پھیر کر خانہ کعبہ کی طرف قبلہ مقرر ہوگا پس جب مدینہ منورہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے خانہ کعبہ کی جانب استقبال کا حکم ہوا تو یہ بھی یہود و نصاریٰ کے واسطے دلیل کامل تھی لیکن بجاے ہدایت کے اُنھون نے لوگون کو بہکانا شروع کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی سرکشی و شقاوت کا عوض جہنم لکھا تھا وہ اُنکے حق مین پورا ہوا پس اس آیت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تسلی فرمائی اور مومنون کے واسطے معجزہ ہوا کہ جن لوگون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر وحی سے ازلی کافر ہونے کی خبر فرمائی تھی اُنمین سے کوئی ایمان نہین لایا۔ شیخ نے لکھا کہ اسکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ آپ رسالت الٰہی پہونچائیے اور اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کے واسطے بندے پیدا کیے ہین پس جو لوگ اہل سعادت ہین قبول کرینگے کہ اللہ تعالیٰ اُنمین ہدایت پیدا فرمائیگا اور جو لوگ اہل شقاوت ہین وہ سرکشی کرینگے پس اُنپر غمناک مت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہی علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کے انکار و اختیار دوزخ سے غمناک ہوئے اور حرص کرتے کہ سب لوگ ایمان لاوین اور ہدایت کی پیروی کرین پس اللہ عزوجل نے اس آیت مین آپکو آگاہ فرمایا کہ ایمان وہی لاویگا جسکے واسطے ذکر اول مین سعادت لکھی گئی ہو اور وہی گمراہ ہوگا جسکے لیے ذکر اول مین شقاوت لکھی گئی ہی۔ سعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر لوگون میں سے بعضے کہین کہ ہم سابق کتاب پر ایمان لائے یعنے مثلاً یہود کہین کہ ہم توریت پر ایمان لائے اور نصاریٰ کہین کہ ہم انجیل پر ایمان لائے پھر یہ لوگ قرآن کا انکار کرین تو بے ایمان ہین اسواسطے کہ توریت یا انجیل جسپر ایمان لانیکا اقرار کرتے ہین حالانکہ اُسمین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لانیکا عہد لیا گیا پس اُنھون نے کفر جحود کیا تو تیرا ڈرانا اور نہ ڈرانا اُنکے حق مین برابر ہی کیونکہ یہ جان بوجھکر انکار کرنے والے مین ابو العالیہ سے روایت ہے کہ یہ دونون آیتین سرکشان قریش کے حق مین نازل ہوئین جنکے حق مین قولہ تعالیٰ۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا

واحلوا قومہم دار البوار جہنم الآیۃ - نازل ہوا ہے - مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ کے نزدیک یہ آیت قریش ویہود وغیرہ میں سے ہر ایسے کافر کے حق میں نازل ہوئی جو علم الٰہی میں جہنمی ہے - اور اس مقام پر عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو اُسکی آیات سے اُمیدوار ہوتے ہیں پھر پڑھتے ہیں اور بعض آیات آتی ہیں کہ ہم مایوسی کے قریب ہو جاتے ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا میں تمکو اہل جنت واہل دوزخ بتلادوں ہمنے عرض کیا کہ جی ہاں ضرور فرمائیے پس آپ نے الٓمٓ ذالک الکتاب سے ہم المفلحون تک پڑھکر فرمایا کہ یہ لوگ اہل جنت ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اُمیدوار ہیں کہ ہم لوگ بھی انھیں میں سے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے - ان الذین کفروا سواء علیہم سے عذاب عظیم تک پڑھکر فرمایا کہ یہ لوگ اہل جہنم ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو یہ لوگ نہیں ہیں آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایسے نہیں ہو رواہ ابن ابی حاتم - الحاصل اللہ تعالیٰ نے جو لوگ اپنے علم قدیم کے موافق جہنم کے واسطے پیدا فرمائے اُنکے قبیح حالات سے مومنین کو منع فرمایا قال تعالیٰ ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ - یعنے ہمنے جہنم کے واسطے بہت سے جن وانس پیدا کیے جنکے دل ایسے ہیں کہ اُنسے سمجھتے نہیں ہیں اور اُنکی آنکھیں ایسی ہیں جنسے دیکھتے نہیں ہیں اور اُنکے کان ایسے ہیں جنسے سنتے نہیں ہیں یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں بلکہ جانوروں سے زیادہ گمراہ ہیں - اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو فطرت سلیمہ عطا فرمائی اور اپنی آیات قدرت دکھلائی اور سب سے بڑھکر اُسکا وجود ہے کیونکہ سن بلوغ کو پہونچا تو اُسنے اپنے آپکو اپنے خالق عزوجل کا مخلوق پایا اور خالق عزوجل نے بہت بڑا احسان یہ فرمایا کہ اُسکو کتاب ورسول کے ذریعہ سے ہدایت کا طریقہ بتلایا اور شیطان ونفس نے بھی اُسکو دنیا کمانے اور اُسمیں منہمک رہنے کا قانون پڑھایا پس اُس نے ہدایت الٰہی عزوجل سے منھہ موڑ کر قانون شیطانی پر عزم کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں طرح طرح کے شکوک پیدا کیے حتی کہ رحمت الٰہی نے توفیق نصرت چھوڑی یعنے انبیاء علیہم السلام کے سلسلۂ رحمت سے خارج کیا کیونکہ اُس سلسلہ کو قبول نہیں کرتا ہے اور سلسلۂ غضبی کو اُس نے قبول کیا جسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق ملعون شیطان کو مسلط فرمایا ہے پس جو کچھ اس شخص نے اپنے حق میں اختیار کیا وہی اللہ تعالیٰ نے اُسکو دیدیا اور خوب جان لینا چاہیے کہ جس طرح سلسلہ رحمت کے اکابر انبیاء علیہم السلام کو ارشاد وہدایت کا اختیار ہے مگر کسی کے دل میں ہدایت پیدا کر دینے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح سلسلۂ غضبی میں شیطان کو بہکانے و وسوسہ دلانے کا اختیار ہے اور کسی کے دل میں گمراہی پیدا کرنیکا اختیار نہیں ہے لیکن جب کسی شخص نے جسکو اللہ تعالیٰ نے جنت واُسکی راہ بذریعۂ کتاب ورسول کے بتلائی اور ساتھ ہی جہنم اور بالفعل عیش وشہوات دنیا جو اُسکی راہ ہے بذریعۂ شیطان واُسکے وسوسہ کے بتلائی پھر اس شخص نے دنیا واُسکے شہوات کو اختیار کر لیا تو وہ ذریات ابلیس میں داخل ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام سے اُسکا سلسلہ منقطع ہو گیا بشرطیکہ وہ علم الٰہی میں اسی حال پر مرے لہذا فرمایا خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ - مُہر کر دی اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلوں پر اور اُنکے کانوں پر - وَعَلٰٓی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ - اور اُنکی آنکھوں پر موٹا پردہ ہے - وَلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ - اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہے - ف - یعنے آخرت میں اُنکے واسطے جو عذاب ہے وہ ایسا سخت ہے کہ کوئی مخلوق اُسکو قیاس نہیں کر سکتا لیکن سمجھنے والا جان جاتا ہے کہ جسکو اللہ عزوجل نے عظیم فرمایا اُسکو مخلوق حقیر کہانتک قیاس کرے چنانچہ ان لوگوں نے تن پروری وزبانی مزہ کے واسطے خالق عزوجل سے انکار اور اُسکی مخلوق ملعون شیطان کی اتباع کی اور سیر عزم قوی تھا کہ اگر کروڑوں برس زندگی ہو تو بھی دین اسلام سے مضحکہ کریں بلکہ جہانتک ممکن ہو اسلام کو مٹا دیں اور اپنے قانون کو پھیلا دیں اُنھیں اللہ عزوجل نے دائمی جہنم میں رکھا اور اُنکا جسم اسقدر موٹا ہو گا کہ ایک کافر کی داڑھ مثل احد

جیسے

پہاڑ کے ہوگی اور اسی پر اُسکے تمام جسم کو قیاس کرنا چاہیے اور اُنکا روپیہ و اشرفی اُنکے جسم مین مثل آنکھ کے پیوست ہوگا اور جب شدت حرارت سے
کھال گر پڑیگی تو فوراً اُسکے مثل پیدا ہو جائیگی اور شدت پیاس مین اُنکو گرم حمیم جسکی سوزش سے آنتین کٹ گرین یا اُنھین کا بہا ہوا پیپ ملیگا
حتے کہ اس عذاب سخت کے بیان مین اہل یمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے اور زبان کانپتی ہے اور آئندہ اپنے اپنے مقامات پر انشاء اللہ تعالیٰ
واضح بیان آویگا - امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے اس آیت مین فرمایا کہ ان لوگون نے شیطان کی طاعت کی تو وہ اُنپر مستولی ہوگیا
پس اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلون و کانون پر مُہر فرمائی اور آنکھون پر پردہ ڈال دیا کہ ہدایت اُنکو نظر نہین آتی اور حق اُنکو سنائی نہین دیتا اور دل سے
سمجھ و عقل نہین ہے - مجاہدؒ نے فرمایا کہ قلب پر گناہ جمے پس ہر جانب سے محیط ہو کر قلب پر سمٹ گیا تو یہی مُہر ہے - عبداللہ بن کثیرؒ نے فرمایا کہ مین نے حضرت
مجاہدؒ سے سنا کہ قولہ تعالیٰ - کلا بل ران علی قلوبھم - مین فرماتے تھے کہ ران بہ نسبت مُہر کے آسان ہے اور مُہر بہ نسبت قفل کے آسان ہے
اور قفل سب سے سخت ہے - اور اعمشؒ نے فرمایا کہ ہمکو مجاہدؒ نے اپنے ہاتھ سے دکھلایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم قلب کو مثل ہتھیلی کے کشادہ جانتے
تھے پھر کسی بندے نے گناہ کیا تو قلب بھنچا اسطرح کہ چھنگلیا کو بند کر دیا پھر جب اُسنے توبہ نہ کی اور زیادہ گناہ کیا تو اُسکے پاس کی اُنگلی
بند کر کے دکھلایا اسیطرح زیادہ ہوتے ہوتے پوری مٹھی بند ہو گئی اور فرمایا کہ اسکو ران کہتے تھے پھر اگر بڑھا تو اللہ تعالیٰ اُسپر مُہر کر دیتا ہے
رواہ ابن جریرؒ - قرطبیؒ نے کہا کہ اجماع اُمت ہے کہ اللہ عزوجل نے کافرون کے دلون و کانون پر سزاے کفر کے عوض خود مُہر فرمائی ہے
کما قال تعالیٰ - بل طبع اللہ علیھا بکفرھم - اور شیخ نے لکھا کہ اس بارہ مین آیات بہت ہین کقولہ تعالیٰ - فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم - یعنے
عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نصرانیون نے توحید کو چھوڑ کر شرک قبیح کا اعتقاد کر لیا حالانکہ یہ بدیہی باطل ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ لوگ
دین حق سے کج ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکے قلوب کج کر دیے - مترجم کہتا ہے کہ مین نے اوپر اسکا افادہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت انبیاء و اُسکا انجام جنت اور اُسکے
مقابلہ مین قانون شیطان و اُسکا انجام جہنم دونون بندے کے واسطے ساتھ ہی دیے پھر اگر اُسنے ہدایت انبیاء علیہم السلام کو اختیار کیا تو جو اُسکے لوازم
ہین دنیا مین اُسکے ساتھ ہونگے اور آخرت مین بھی سرفراز ہوگا اور اگر اُسنے اتباع شیطان اختیار کی تو اُسکے لوازم اُسکے ساتھ ہونگے جیسے جیلخانہ
مین چور کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے اسی طرح ہدایت کی راہ اُسکے حق مین مسدود ہوگی حتیٰ کہ انوار روحی و عقل نورانی ظہور نہین کریگی اور اُسکے معارف و مدارک
کچھ نہین سمجھیگا اور جسمانی حواس و ہیولانی ترکیبین اچھی طرح باقی ہین حتیٰ کہ دنیاوی آرائش و اُسکے وسائل مین غالباً اُسکو مومنون سے زیادہ
سمجھ ہوگی کیونکہ مومنون نے دنیا اختیار نہین کی بلکہ آخرت کے واسطے ساعی ہین اور کافرون نے دنیاے موجود اور جہنم موعود اختیار کی
تو دنیا اُنکے واسطے کشادہ کر دی جائیگی اور رہا ملک کا غلبہ تو قیامت تک مسلمانون پر کوئی ایسی قوم غالب نہین ہو سکتی جسکو اُنکے استیصال کرنے کی
طاقت ہو اور اگر مسلمانون نے دنیاوی زندگی کے لالچ مین موت و جہاد سے خوف کیا تو کفر کے تابع ہو کر چند روزہ زندگی بسر کرینگے یہ توضیح مقام ہے
واللہ تعالیٰ اعلم پس ثابت ہوا کہ جس شخص نے کفر اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اُسکے لوازم ہین پورے ہوتے ہین حتیٰ کہ اُسکے دل و کانون پر
مُہر کر دی جاتی ہے - اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ قلوب پر فتنے پیش کیے جائینگے پس جس قلب نے اُسکو قبول کر لیا کہ اُسمین سما گیا تو اُس قلب مین ایک
سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے اور جس قلب نے اُس سے انکار کیا اور نہ آنے دیا تو اُسمین ایک سپید نورانی نکتہ پیدا ہوتا ہے پس وہ صاف منور رہتا ہے کہ
اُسکو جبتک آسمان و زمین قائم ہین کوئی فتنہ ضرر نہین کرتا اور دوسرا قلب جسنے قبول کیا ہے وہ کالا سیاہ اوندھے کوزہ کی طرح ہو جاتا ہے کہ
نہ کسی معروف کو نیک پہچانے اور نہ کسی ممنوع کو برا جانے - کذا رواہ مسلم - اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بندۂ مومن نے جب کوئی گناہ کیا تو اُسکے دل مین ایک سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے پھر اگر اُسنے توبہ کی اور گناہ سے باز آیا تو دل صاف و صیقل ہو جاتا ہے

اور اگر اُسنے گناہ مین زیادتی کی تو نکتہ بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ تمام قلب پر چھا جاتا ہے اُسی کو ران کہتے ہین جسکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کلا بل ران
علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ (رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی وھو حسن صحیح) شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
آگاہ فرمایا کہ جب آدمی پے درپے گناہ کرتا ہے تو دلپر اُسکی تاریکی چھاکر اُسکو ڈھانک لیتی ہے اور جب قلب ڈھنک گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر
مہر آجاتی ہے پس اُسوقت ایمان داخل ہونے کی کوئی راہ نہین ہوتی اور نہ کفر سے چھٹکارا ہو سکتا ہے پس یہی وہ مہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ختم اللہ
علی قلوبہم وعلی سمعہم۔ مین بیان فرمائی جیسے ظاہری ظروف مین بند کرکے مہر کردیجاے تو جبتک یہ مہر توڑی نجائے کوئی چیز اُس سے خارج یا اُسمین
داخل نہین ہو سکتی ہے اور حضرت ابن عباس وابن مسعود اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے قولہ تعالیٰ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم۔ کی تفسیر مین فرمایا
کہ پھر اُسوقت نہ یہ لوگ سمجھتے ہین اور نہ سُنتے ہین اور قولہ علی ابصارہم غشاوۃ۔ مین فرمایا کہ اُنکی آنکھون پر پردے ہوجاتے ہین کہ پھر کچھ نہین
دیکھتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ علی سمعہم پر وقف تام ہے۔ اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے بھی روایت کی کہ مہر دلون وکانون پر ہے اور غشاوہ آنکھون پر
ہے اور یہی ابن جریج سے مروی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہی ہین کہ جو امور بذریعۂ نور روح وعقل کے حواس قلب سے ادراک ہوتے ہین اور وہ معرفت
الٰہی وعقبۂ آخرت ہین تو اُنکی سمجھ غیر ممکن ہوجاتی ہے اور اسیطرح کان یا آنکھ کلام معرفت سننے سے بہرا اور آیات قدرت وآثار وحدانیت دیکھنے سے
اندھا ہوجاتا ہے حالانکہ حواس جسم وحواس ہیولانی بہت سے کفار مین نہایت قوی ہوتے ہین اسیواسطے تم اس عجائب حکمت الٰہی کو دیکھتے ہو کہ
بہت سے مومنین کے نزدیک دلائل قدرت وآثار وحدانیت واسرار الوہیت بالکل بدیہی ہین حتی کہ جو کوئی انکار کرتا ہے اُنکو نہایت تعجب معلوم
ہوتا ہے مگر کافرون کے نزدیک یہ باتین کسیطرح سمجھ مین نہین آتی ہین مگر علماے مومنین جانتے ہین کہ اس کافر کمبخت نے یہانتک اپنی نوبت پہونچائی
کہ اُسپر مہر ہوگئی پھر جب عقل نورانی ہی نہین ہے تو وہ کیونکر سمجھ سکتا ہے اور یہان سے یہ تحقیق بخوبی یاد رکھنا چاہیے کہ عقل سے مراد وہ نور ہے جو قلب کے
انوار سے ظہور کرتا ہے مگر جبتک اُسپر مہر نہو تب ہی تک ظہور ممکن ہے لیکن کافرون مین یہ ظہور غیر ممکن ہے تو اُسنے اپنی پیدایش سے موت تک کبھی عقل کو
نہین جانا لہذا وہ حواس جسمانی وہیولانی کو عقل سمجھتا ہے کیونکہ اسکے سواے اُسکو عمر بھر کچھ معلوم نہین ہوا اور اللہ تعالیٰ نے جسمانی ضروریات
حاصل کرنے اور اُسکی تربیت کے لائق ہر شخص کو حواس عطا کیے ہین اور ان حواس کے مناسب قواعد کلیہ تبلا دیے ہین مثلاً جو شخص آگ مین ہاتھ
ڈالے وہ جل جائیگا یا پانی پیے تو ٹھنڈک ہوگی وراسی طرح مادیات کے خواص وآثار طبعی ہین اور اسیطرح دھوئین وپانی ودیگر اشیاے مادی کے
خواص وآثار دریافت کرنا حواس سے متعلق ہے جنکے ذریعہ سے تجارت وزراعت وغذا ولباس وغیرہ تن پروری کے اسباب اور سردی گرمی سے آرام کے
وسائل حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان مادی آثار مین بطور عادت کے ایک ایسا کلیہ رکھا ہے جنکو کفار بطور خود مختار جانتے ہین اور اہل عقل واصحاب
ایمان اُسکو خالق عز وجل کی قدرت مانتے ہین حتی کہ جب کبھی خاص طور پر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ہر چیز کا اثر ظاہر نہین ہوتا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام کے
واسطے نار بجاے سوزش وتکلیف کے راحت ومسرت ہوئی اور حضرت مریم علیہا السلام سے بغیر شوہر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا ہوجاتی تھی اور کچھ شک نہین کہ یہ اخبار متواتر ہین جنکا انکار غیر ممکن ہے لیکن کافر بذریعۂ مادی حواس کے
مثل حیوانات یا جمادات کے ہے کہ وہ اُنکا ادراک نہین کرسکتا اگرچہ قوت حواس کے ذریعہ سے اُسکی مادی ترکیبات عجیب ہون جیسے بعضے حیوانات
کے آثار غریب ہوتے ہین مثلاً بیا بغیر آلات کے جیسا جھوجھ بناتا ہے عمدہ صنعت ہے اور کافرون مین جسطرح حواس ظاہری پر مہر نہین ہوتی اسیطرح
پیکر ہیولانی ہمزاد جو از جنس شیطانی ہے وہ بھی اسی جسم مادی کے ساتھ لازم ہے تو اُسکے حواس بھی مستور نہین ہوتے ہین اور مادیات مین اُسکے صنائع
ترکیبات بھی عجیب وغریب ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تنبیہ کے واسطے حضرت سلیمان علیہ السلام کا حال بیان فرمایا جس سے ظاہر ہے

کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے باوجود اس نبوت کے بلقیس کا تخت لانے یا محاریب و تماثیل بنانے کی صنعت پر وصف نہین کیا گیا بلکہ معارف نبوت اُنکا وصف تھا اور یہ مادی صنائع صرف عفریت و اجنہ کی جانب منسوب فرمائے پس حاصل یہ ہے کہ مادیات مین صنائع ترکیبات صرف قوت حواس کی دلیل ہین اور عقل نورانی کی دلیل ہرگز نہین اور خوب معلوم ہے کہ یہ مادیات سب فانی ہین جیسے کسی طفل نے بہت مشقت سے نہایت نفیس کھلونا یا گھروندا بنایا اگرچہ دیکھنے مین خوبصورت ہے مگر جیسے یہ دیکھنے والی آنکھ ناپائدار ہے اُسیطرح وہ بھی فانی ہے اور کوشش و محنت برباد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فائدہ) اگر کہا جاوے کہ جب یہ لوگ علم آلہی مین ازلی کافر ہین کہ ایمان نہین لائینگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار فرمانا بیکار تھا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ادائے رسالت و تعلیم اُمت پر مدارج نبوت کا ثواب عطا فرمایا اور کسی شخص خاص کی نسبت ازلی کافر ہونا نہین تبلایا بلکہ بطور قاعدہ کلیہ ارشاد کیا کہ جو شخص علم آلہی مین کافر ہے یعنی اُسنے دنیا اختیار کرکے شیطان کی نصیحت مان لی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے دلپر مہر کر دی کہ نور اُسمین داخل نہین ہو سکتا تو وہ آپکی نصیحت نہین مانیگا جیسے نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی - واوحی الی نوح انہ لن یؤمن من قومک الا من قد آمن آلایۃ - یعنی نوحؑ کو وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم سے جو ایمان لا چکا اُنکے سوائے کوئی بھی ایمان نہین لائیگا - ھ - پس ہدایت کرنا حضرت نوح علیہ السلام کیواسطے بلندی درجات تھا اور قوم کفار پر اتمام حجت تھا اسیطرح کہ اُنپر راہ ہدایت اور اُسکا انجام جنت اور اُسکا اثر نورانیت اُنپر پیش کیا گیا مگر اُنھون نے اُس سے منھ موڑ کر دنیا اور کفر اختیار کیا - ف - بعض اشارات عرائس مین ہے قولہ تعالیٰ (ان الذین کفروا سواء علیہم الآیۃ) جو لوگ خواہشات بشری مین تن پروری کے تابع ہوئے اُنپر حجاب سخت ہے جیسے شال مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظلمات بعضہا فوق بعض یعنے اندھیری رات مین بحر ظلمات کے اندر تہ پر تہ بادل ہو تو ہاتھ سے ہاتھ نہین سوجھتا ہے اسیطرح یہ لوگ حجاب غفلت و حجاب خواہش و حجاب جسمانیت و حجاب نفس حجاب شیطان مین مبتلا ہو کر نور معرفت سے بالکل منقطع ہوگئے تو اُنکو نور آیات آلہی سے بہت دوری ہے اور جبتک اُنکو نور نظر نہ آوے وہ اسی خواہش نفس کو سر درجاتے ہین پس وہ اسکے دور کرنیکی فکر بھی نہین کرینگے - بعض نے اشارہ کیا کہ جو لوگ فقط زبانی ایمان رکھتے ہین اور صوم و صلوٰۃ کو ظاہری صورت پر ادا کرتے ہین وہ نور قلب سے بے نصیب ہو کر مشاہدہ غیب تک نہین پہونچتے ہین قولہ تعالیٰ (ختم اللہ علی قلوبہم) بعض نے فرمایا کہ معرفت آلہی نور آلہی ہے اور جنھون نے کفر کیا تو وہ اس سے محروم ہین کہ معارف آلہی کو نور قلب سے پہچانین اور خطاب آلہی کو کانون سے سنین اور صنائع قدرت کو آنکھون سے دیکھین اسیواسطے جو لوگ دلیل سے ثابت کرنا چاہتے ہین وہ محجوب رہتے ہین کیونکہ وہ دلیل سے دلیل پیدا کرنیوالے کو ثابت کرتے ہین پس یہ اُنکے دلپر حماقت کی مُہر ہے - ع س - امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شروع سورہ سے چار آیات تک مومنین کا وصف فرمایا پھر دو آیات مین کافرون کی مذمت بیان فرمائی اور کافرون سے کافر بجاہر مراد ہین یعنے جو لوگ جہر کے ساتھ اپنا کفر ظاہر کرتے اور کسیکو دھوکا نہین دیتے ہین پھر ایسے کافرون کا حال ذکر کیا جو باطن مین کفر رکھتے ہین اور ظاہری زبان سے ایمان کا دعوی کہ دیتے ہین اہل ایسے لوگ اپنے حق مین بدکار اور دوسرون کے حق مین بھی مضر ہین لہذا اُنکے بیان مین بہت توضیح فرمائی حتی کہ انکے حق مین سورہ برأۃ اور سورہ منافقین نازل ہوا اور سورہ نور وغیرہ مین بھی انکے قبیح افعال کا ذکر ہوا اور یہان بھی اللہ تعالےٰ نے واضح بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ -

وقف لازم

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ

اور ایک لوگ وہ ہین جو کہتے ہین ہم یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور اُنکو یقین نہین

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ

دغابازی کرتے ہین اللہ سے اور ایمان والون سے اور کسو کو دغا نہین دیتے مگر آپ کو اور نہین بوجھتے

واضح ہو کہ ایمان جمیع اعتقادات حقہ ہین جو ظاہر و باطن یکسان ہین جیسے اللہ تعالیٰ نے الذین یومنون بالغیب سے چار آیات تک بیان فرمایا ہے
اور جب ایمان کے کسی ضروری مین انکار ہو تو وہ کفر ہو جائیگا کیونکہ ایمان کے جزو نہین ہو سکتے ہین حتیٰ کہ اگر پیغمبر یا کسی کتاب آسمانی یا ملائکہ
وغیرہ کا صاف انکار ہو تو یہ کفر ہے اگرچہ وہ باقی پیغمبرون کا اقرار کرے اور کفر و ایمان مین قطعی ضد و مخالفت ہے اسیواسطے۔ ان الذین کفروا
سے جب کافرون کا ذکر شروع فرمایا تو حرف عطف کلام مین نہین آیا کیونکہ مومنون و کافرون مین ظاہر و باطن کوئی وجہ اتصال کی
نہین ہے حتے کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ ذریات آدم کا جب ظہور ہوا تو ذریات مومنین سفید نورانی ظاہر ہوئین اور ذریات کافرین
سیاہ و قبیح ظاہر ہوئین پھر کافرون کی دو قسم پر دوسری قسم منافقین کا عطف فرمایا بقولہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ اور آدمیون سے بعض ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ و روز قیامت
کے ساتھ ایمان لائے حالانکہ یہ لوگ ہرگز مومن نہین ہین۔ ف بلکہ خالی زبان سے کہتے ہین اور دلونپر وہی مہر غضب ہے جو قسم اول کے
کافرون پر تھی پس باطنی بدبختی مین تو دونون برابر ہین کہ دونون نے دنیا طریقۂ شیطان اختیار کیا لیکن یہ قسم بہ نسبت اول کے بھی
بدتر ہے کیونکہ وہ لوگ دھوکا نہین دیتے اگرچہ کفر پر دلیرانہ لڑتے ہین اور یہ قسم تو حقیر مال دنیا کے پیچھے ڈرتے ہین کہ پھر جہاد نہ کیا جاوے اور
جزیہ نہ باندھا جاوے کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی خاص شخص کی نسبت وحی اتاری کہ یہ شخص منافق ہے
تو اُسکے دل کا نفاق معلوم ہو گیا اور یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ممکن تھا اور بعد آپ کے زمانہ کے ظاہر حال قبول کیا جائیگا
لہذا حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مین ہے کہ نفاق کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھا اور اب تو اسلام ہے یا کفر ہے
(الترمذی وغیرہ) لہذا حدیث مین آیا کہ اسلام یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ اور نماز کو
ٹھیک قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے یعنی جبکہ واجب ہو اور رمضان کے روزہ رکھے اور خانۂ کعبہ کا حج کرے بشرطیکہ استطاعت ہو فقہائے کہا
جو شخص ایسا کرے اُسپر مسلمان ہونیکا حکم دیا جائیگا حتیٰ کہ اگر کوئی فعل لازم اسلام بجا لاوے مثلاً جماعت سے نماز ادا کرے تو اُسکے اسلام کا
حکم ہو جائے گا اور جو برتاؤ مسلمانون کے ساتھ ہوتا ہے مانند نکاح و ذبیحہ کے وہ اُسکے ساتھ ہوگا پھر اگر دل مین یہ اعتقاد نرکھتا ہو تو اُس کا
حساب خود اللہ تعالیٰ کے یہان قیامت مین ہوگا اور اگر اُسنے ظاہر مین اسلام سے پھرنا چاہا تو مرتد کے حکم مین قرار دیا جائیگا پس یہ منافقین
چاہتے تھے کہ جہاد و جزیہ سے بچین اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو کچھ مال غنیمت حاصل کرتے تھے اُس مین شریک ہون چنانچہ انکا سبب نزول
اُس بیان سے معلوم ہوگا جو شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر مین لکھا کہ نفاق کے معنے یہ ہین کہ بھلائی ظاہر کرے اور بُرائی چھپاوے اور اُسکی دو قسمین ہین
اول نفاق عملی یعنے درحقیقت وہ دل سے مومن ہے لیکن ایمان کے موافق برتاؤ نہین رکھتا ہے جیسے حدیث مین ہے کہ منافق کی علامت یہ ہے
کہ جب کوئی بات بیان کرے تو دروغ بولے اور جب اُسکے پاس امانت رکھی جائے تو اُسمین خیانت کرے اور جب کسی شخص سے مخاصمہ ہو تو بدکرداری
عمل مین لاوے یعنی اپنے مدعی یا مدعیٰ علیہ کے ساتھ خواہ زبانی گالی گلوچ کرے یا حاکم کے سامنے جھوٹھ قسم یا جھوٹی بات کی پیروی کرنے
مین بدکردار ہو اور جب کسی سے وعدہ و عہد کرے تو خلاف کرے پس یہ عملی منافق ہے اور یہ بھی گناہ شدید ہے جسکا تفصیلی بیان اپنے موقع پر
انشاء اللہ تعالیٰ آویگا حتیٰ کہ ابن جریجؒ نے فرمایا کہ منافق کا قول و فعل باہم مخالف ہوتا ہے اور ظاہر و باطن و حاضر و غائب مین مخالفت ہوتی
ہے قسم دوم نفاق اعتقادی اور یہ اقسام کفر مین بدتر ہے اور منافقون کے بارہ مین جو آیات ہین اُنکا نزول بعد ہجرت کے مدینۂ منورہ
مین شروع ہوا اسواسطے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین تھے تب تک نفاق نہین تھا بلکہ برخلاف اسکے بعضے لوگ اسلام لاتے مگر

کافرون کی ایذا کے خوف سے دل مین چھپائے رہتے تھے حتی کہ وہ اللہ تعالی کے نزدیک مومن تھے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو یہان دو قبیلہ اوس وخزرج دو بھائیون کی اولاد تھے جو دراصل یمنی تھے اور زمانہ جاہلیت مین مشرکین عرب کے
موافق بت پرستی کیا کرتے تھے اور یہان تین قبائل یہود رہتے تھے بنو قینقاع اور یہ لوگ خزرج کے شریک تھے اور بنو النضیر و بنو قریظہ اور
یہ دونون قبیلے اُس کے شریک تھے اور باہم قبیلہ اوس وخزرج مین زمانہ جاہلیت کے موافق جدال وقتال رہتا تھا چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے چھ برس پہلے اس قدر سخت قتال ہوا کہ چیل کوون نے مردون کا گوشت کھایا اور اُس واقعہ کا نام
یوم البعاث ہے اور اس لڑائی مین یہودی بھی اپنے حلفاء کے شریک رہتے تھے لیکن یہ شرکت بھی کسیقدر دباؤ اور مجبوری کے ساتھ تھی حتی کہ بعضے
اوقات اوس وخزرج سے کہا کرتے کہ اب وہ زمانہ قریب ہے کہ ہم لوگ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ حمایت مین ہو کر تم لوگون کو تہ تیغ کرینگے
اور اوس وخزرج اس گفتگو سے متعجب ہوتے تھے پھر اوس وخزرج بعد اس جنگ شدید کے باہم صلح پر آمادہ ہوے اور چاہا کہ عبد اللہ بن ابی
بن سلول کو جو قبیلہ خزرج مین سے تھا اپنا بادشاہ بناوین اتنے مین حج کا موسم آیا تو قریش سے عہد کے واسطے اوس وخزرج دونون مین سے
بارہ آدمی بھیجے گئے وہان اُنھون نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو تمام قبائل عرب پر پیش کرتے اور راہ حق کی ہدایت فرماتے
جب گروہ اوس وخزرج نے دیکھا تو آپسمین کہا کہ یہ تو وہی شخص معلوم ہوتا ہے جسکی نسبت یہود ہمکو ڈرایا کرتے تھے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
رات مین گھاٹی پر لے گئے اور آپ سے علامات دریافت کر کے تحقیق کر لیا کہ بیشک یہ وہی شخص ہے کیونکہ جو علامات یہود بیان کرتے تھے وہ
موجود ہین اور اللہ تعالی نے اُن لوگون کے دل مین ایمان ڈالا اور اُنھون نے دیکھا کہ نور نبوت چمک رہا ہے پس یہ لوگ بجاے قریش سے معاہدہ
کرنے کے مسلمان ہو گئے اور مدینہ کو واپس آئے اور یہان اوس وخزرج سے بھی عام طور پر اظہار نہین کیا مگر معتمد لوگون سے اظہار کر کے اپنا
شریک کیا حتی کہ دوسرے سال بہتر آدمی حج کے بہانہ سے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہماری تعلیم کے واسطے
اپنے اصحاب مین سے کوئی شخص بھیجین چنانچہ آپنے ایک شخص کو ساتھ کیا جو بنی عبد الاشہل کے باغ مین اُن لوگون کو قرآن مجید وارکان عبادت
تعلیم کرتا تھا ناگاہ ایک روز سردار کو خبر ہوئی اور وہ آیا تو اُسکے خوف سے سب لوگ متفرق ہو گئے اور اُسنے صحابی مہاجر رضی اللہ عنہ سے
کہا کہ تو کس بات سے لوگون کو بہکاتا ہے اُنھون نے حم سے چند آیات سُنائین جنکی ہیبت سے وہ شخص کچھ دیر سکوت مین رہا اور گھر مین
آکر فوراً اپنے ہتھیار و گھوڑا مانگا اور لوگون کو خوف ہوا کہ شاید یہ قتل کر ڈالیگا اور اُسکا بھائی بھی منجملہ مومنین کے تھا پس وہ مرد صالح سخت
غضبناک ہوا اور اُسنے بھی اپنی تلوار اُٹھائی کہ واللہ اگر اسنے صحابی کو قتل کیا تو مین بھی اسکو قتل کر ڈالونگا لیکن یہ سردار جو عنایت ازل سے سعید
تھا نکلکر ایک ٹیکرے پر آیا اور اُسنے قوم کو آواز دی پس وہ لوگ گرد حاضر ہوے اور اُسنے کہا کہ تم لوگ مجھکو کیسا سمجھتے ہو سبھون نے
کہا کہ آپ ہمارے بہتر سردار ہین تب سردار نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کے واسطے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اختیار کیا پس جو شخص چاہے
میرا ساتھ دے اور جو چاہے اپنی راہ اختیار کرے پس سبھون نے ساتھ دیا اور سردار نے اُٹھ کر صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اسلام
مدینہ مین ہر ایک گھر ذکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہو گیا لیکن بہت سے لوگ صرف سردار کے خوف سے ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے
اور یہودیون نے جب یہ سُنا تو اُنکی بدبختی نے اُنکے دلون مین حسد کی آگ بھڑکائی اور اُنھون نے اوس وخزرج کو برعکس علامات سے بہکانا شروع
کیا لیکن اوس وخزرج نے اُنکی شرارت کو پہچان لیا کہ اب یہ لوگ جھوٹ بول کر ہمکو بہکاتے ہین اور اوس وخزرج مع دونون سردارون
کے باہم متفق ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مددگاری پر آمادہ ہو گئے اسیواسطے اوس وخزرج کا نام چھوڑ کر انصار اُنکا نام ہوا لیکن

مددگاران دین الٰہی بھران لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین درخواست بھیجی کہ آپ یہان تشریف لاوین ہم لوگ جان ومال سے آپکی مددگاری اور آپ کے اصحاب کی خدمتگذاری کو موجود ہین۔ شیخ نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نزول حکم الٰہی کے مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ مین تشریف لائے اور مہاجرین اصحاب رضی اللہ عنہم بھی آئے تو اوس وخزرج نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپکے اصحاب مہاجرین کو اپنے یہان جگہ دی اور یہودیون مین سے سوائے حضرت عبداللہ بن سلام وانکے ساتھیون کے کوئی مسلمان نہوا اور انھون نے پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف وعلامات کو بدلنا شروع کیا لیکن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علمائے یہود مین سب سے اشرف مشہور تھے پس انھون نے اُن جھوٹون کی تمہید کی ورنہ یہ جھوٹھ کیونکر چل سکتا تھا جبکہ مدت دراز سے خود یہودیون نے صحیح اوصاف مشہور کر رکھے تھے اگرچہ اوس وخزرج جو نبوت کے سننے سے آگاہ نہ تھے اُنکی باتون پر توجہ نہین کرتے تھے۔ شیخ نے لکھا کہ چند روز تک نفاق اسواسطے شائع نہوا کہ مسلمانون مین ابھی شوکت وقوت نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون اور مدینہ کے گرد والے بہتیرے قبائل عرب سے مصالحہ کرلیا تھا پھر جب اللہ عز وجل نے مقام بدر مین آپ کی قلیل جماعت کو فتح دی اور اُسکی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے چند آدمیون کو لیکر قریش کا تجارتی قافلہ روکنے کے لیے روانہ ہوے اور چونکہ لڑائی کا قصد ظاہر نہین فرمایا تو قبائل اوس وخزرج مین سے سب لوگ ساتھ نہین ہوے لہذا بہت قلیل جماعت سے جب مقام بدر تک پہونچے تو وہان معلوم ہوا کہ سرداران قریش بجماعت کثیر مع ساز وسامان کے لڑنے کو آئے ہین اور ناگاہ دونون لشکر مقابل ہوے اور اللہ تعالےٰ نے مومنون کو فتح کا وعدہ فرمایا چنانچہ یہی ہوا کہ قریش کے بہت سے سردار مارے گئے اور بہت سے قید ہوے جب اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عزت دی تو وہی عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی جسکو انصار نے اپنا بادشاہ بنانا تجویز کیا تھا اور وہ بوجہ اسلام انصار کے اُس سے محروم رہا اور دل مین جل گیا تھا اُسنے بعد واقعہ بدر کے اپنے خاص لوگون سے کہا کہ اب اسلام چل نکلا پس ظاہر مین وہ مسلمان ہوگیا اور اُسیوقت سے اہل مدینہ واُسکے گروہ کے اعراب مین نفاق شروع ہوا لیکن اصحاب مہاجرین رضی اللہ عنہم مین کوئی شخص منافق نہین تھا کیونکہ وہ لوگ اپنا وطن ومال واولاد چھوڑکر ایسی حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرتے تھے کہ تکلیف وفاقہ روکنے کا کوئی سامان نہ تھا اور اسلام کو کوئی قوت نہ تھی اور قریش وتمام قبائل عرب دشمن تھے اور مسلمانون کو دین چھوڑنے پر گالیان دیتے اور کوئی بھی موافقت نہین کرتا تھا اور یہ وقت نہایت مشکل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جسکو ذرہ برابر بھی عقل دی وہ اُسوقت کی حالت وصورت کو قیاس کرسکتا ہے کیونکہ اس زمانہ مین تو پیدا ہوتے ہی دین الٰہی کی آوازین کانون مین آتی ہین اور کرورون مسلمان نظر آتے ہین پس یہ زمانہ اور وہ زمانہ بالکل مبائن تھا پس عاقل صاف جان جائیگا کہ اللہ تعالےٰ نے اصحاب مہاجرین مین جو عظیم نور معرفت رکھا تھا وہی اُنکو مال واولاد ووطن چھوڑنے پر آمادہ کرتا تھا جب یہ بیان ہوچکا تو شیخ رح نے اس آیت قدسی کے سبب نزول مین لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ منافقین قبیلۂ اوس وخزرج مین سے بعضے لوگ تھے جو ظاہر مین اسلام کا اقرار کرتے تھے (رواہ محمد بن اسحٰق) اور یہی قول ابو العالیہ وحسن وقتادہ وسدی وغیرہم سے مروی ہے۔ شیخ رح نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے منافقون کے حالات بیان فرمانے مین اسواسطے مزید توضیح فرمائی کہ مؤمنین صادقین کو اُنکے افعال واقوال سے دھوکا نہو کیونکہ وہ اپنے زعم مین مومن کو فسق وفجور کا مرتکب باور کرینگے چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی مرد صالح کسی فعل ممنوع کا مرتکب نظر آتا ہے تو اُسکے دیکھا دیکھی بہت لوگ مبتلا ہوجاتے ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ لوگ زبانی اقرار کرتے ہین اور انکے دل مین نور ایمانی نہین ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ لوگ دھوکا دیتے ہین اللہ تعالےٰ کو اور اُن لوگون کو جو ایمان

لائے ہین۔ ف چونکہ انھون نے اللہ تعالیٰ کو نہین پہچانا کہ وہ عالم الغیب والشہادہ ہی تو اپنی جہالت سے گمان کیا کہ جیسے مومنون کے
نزدیک ہمارا قول مقبول ہوجاتا ہی ویسے ہی اللہ تعالیٰ بھی آگاہ نہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی لہٰذا فرمایا۔ وَمَا يَخْدَعُونَ
اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ۔ اور یہ لوگ تو سوائے اپنی ذات کے کسیکو دھوکا نہین دیسکتے ہین۔ ف کیونکہ ہر چیز کا خالق اللہ عزوجل ہے
تو جو کچھ اُسکو منظور ہوگا وہی واقع ہوگا اور ان لوگون کا مکر خود انھین کے حق مین وبال ہی تو مکر کا نتیجہ خود اُنھین کی ذات کے واسطے ہوا۔
وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ حالانکہ یہ لوگ شعور نہین رکھتے ہین۔ ف یعنے انتہائے جہالت سے ایسی موٹی بات بھی نہین پہچانتے
ابن جریج نے کہا کہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ ظاہر کرکے چاہتے ہین کہ اُنکے جان و مال محفوظ رہین حالانکہ چند ہی روز کے بعد مرتے ہی وبال
عذاب اُنپر طاری ہوگا جو ہمیشہ اُنپر باقی رہیگا تو خفیف راحت کے پیچھے دائمی رنج اُٹھاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس
مقام پر اپنا نام پاک صرف مومنون کی تکریم کے واسطے ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ جسنے مومن کو دھوکا دیا اللہ تعالیٰ اُسکو سزا دیگا۔ ف ۲
عرائس مین ہی کہ مسلمانون مین سے جو شخص لوگون مین درویش کامل یا عالم فاضل بننے کے واسطے اپنا ظاہر آراستہ کرے اور باطن
بد اخلاق ہو تو مسلمانون کو دھوکا دیکر عاقبت خراب کریگا۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین ہی کہ جس شخص نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا
جو اُسکو حاصل نہین ہے تو وہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مکر کا جوڑا پہنا۔ (الصحیح) اور بعض روایات مین ہی کہ اس اُمت
مین بعضے ایسے لوگ ہونگے جو صوف کا لباس پہنکر میٹھی باتین کرینگے لیکن اُنکا باطن ایلوے سے زیادہ تلخ ہی اور حدیث مین
ثابت ہی کہ جس عالم نے اسواسطے علم پڑھا کہ لوگون مین عالم کہلایا جاوے تو وہ کہلایا جاویگا اور قیامت مین بحکم الٰہی پیشانی کے بال
پکڑکر جہنم مین ڈالدیا جاویگا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان زبانی مقر و باطنی منکرون کے بیان حال مین توضیح فرمائی بقولہ تعالیٰ
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝
اُنکے دل مین آزار ہی پھر زیادہ دیا اللہ نے اُنکو آزار اور اُنکو دکھ کی مار ہی اسپر کہ جھوٹ کہتے تھے۔
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ ان لوگون کے دلون مین روگ ہی۔ ف اور جسم کے روگ سے دل کا روگ بدرجہا بدتر ہوتا ہی
کیونکہ جسم کا روگ تھوڑی تکلیف دیتا اور چند روز بعد زائل ہوجاتا ہی حتیٰ کہ موت کے بعد آدمی جسمی دُکھ سے کچھ تکلیف نہین اُٹھاتا ہی
اور دل کا روگ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ مین جلاتا ہی جسم کے روگ مین اگر آدمی صبر کے ساتھ تقدیر الٰہی پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ
اُسپر رحمت فرماتا اور اُسکے گناہون کا کفارہ ہوجاتا ہی اور دل کا روگ ہمیشہ بدکرداری بڑھاتا اور بارگاہ الٰہی سے مردود کیا جاتا ہی
حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اُنکے دلون مین روگ یعنے شک و نفاق ہی۔ اور یہی تفسیر علمائے
تابعین مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و حسن بصری و قتادہ و ربیع بن انس و ابو العالیہ رح سے مذکور ہی۔ اور واضح ہو کہ کبھی سچے مسلمان مین بھی
ریا کا مرض پیدا ہوجاتا ہی وہ بھی نفاق کے قریب ہی کیونکہ منافق ہمیشہ ریاکار ہوتا ہی۔ چنانچہ طاؤس و عکرمہ نے کہا کہ اُنکے دلون مین
مرض یعنی ریا ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اُنکے دلون مین مرض یعنے روگ ہی اور یہ روگ دینی ہی اور مرض جسمی نہین ہی
اور یہ منافقین ہین جنھین اسلام کے حقائق مین شک کا مرض پیدا ہوگیا۔ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ پس اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے
روگ بڑھادیا۔ ف یعنے اُنکے روگ پر روگ زیادہ کیا کیونکہ آیات قرآنی کے نزول سے جو نور آیا وہ مومنون نے اپنے دل
مین لیا کہ اُنکے نور پر نور بڑھ گیا چنانچہ فرمایا۔ فزادتہم ایمانا وہم یستبشرون۔ اور اُنکے برخلاف منافقون کے دل نے ان آیات سے بھی انکار کیا تو تاریکی پر

سیاہی زیادہ ہوگئی کما قال اللہ تعالیٰ - واما الذین فی قلوبہم مرض فزادتہم رجساً الی رجسہم - یعنی جنکے دلون مین روگ ہے تو آیات قرآنی نے
اُنکی تاریک گمراہی پر گمراہی دیگر بڑھائی - وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ - اور ان منافقون کے واسطے عذاب
الیم ہے بوجہ اُنکے کذب کے یا بوجہ تکذیب کے - ف یکذبون مین دو قراۃ متواتر ہین اول یکذّبون بضم یا و تشدید ذال مشتق از تکذیب
یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو اُمور آخرت کے بیان مین دل سے جُھٹلاتے ہین تو اُنکے سبب سے آخرت مین جہنم کا عذاب الیم
اُٹھاوینگے اور جملہ اسمیہ سے اشارہ ہے کہ یہ اُنکے واسطے مہیا ہے کیونکہ جہنم مثل جنت کے بالفعل مخلوق موجود ہے اور دوسری قراۃ بفتح
یا و کسر ذال منقوطہ بدون تشدید مشتق از کذب ہے یعنے اُنکی دروغ گوئی کی وجہ سے اُنکے واسطے عذاب الیم ہے کیونکہ زبان سے جھوٹھ بولتے ہین
کہ ہم ایمان لائے او دل مین ایمان نہین ہے تو ظاہری کافرون سے بھی یہ لوگ بڑھ گئے کہ اُنھون نے دلی کفر کے باوجود بندگان خدا کو دھوکا دیا
اسی واسطے منافقون کے لیے جہنم کے طبقات مین نیچا طبقہ ہے کما قال تعالیٰ - ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار - اور اس بیان سے
معلوم ہوا کہ خالی کذب اس عذاب الیم کا سبب نہین ہے جیسا زمخشری نے زعم کیا اور بیضاوی نے اُسکی اتباع کی ور دھوکا کھایا کیونکہ زمخشری
تو معتزلہ کی بداعتقادی کا تابع ہے کہ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے بس اُسنے آیت کو بھی اسی پر محمول کیا کہ کذب
کی وجہ سے یہ لوگ عذاب الیم مین مبتلا ہوئے حالانکہ منافق تو ایمان سے منکر و مکار ہوتا ہے پس وہ تو کفر کی وجہ سے دائمی جہنمی ہے اور واضح
ہو کہ کذب درحقیقت ایک قول ہے جو آدمی کی زبان سے نکلتا ہے اور اُسکی بُرائی اسیوجہ سے ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کے حق مین مضر ہوتا ہے
اور اُس سے فساد پھیلتا ہے حتی کہ اگر ایسا موقع پیش آوے جسمین کذب کے ذریعہ سے فساد دور ہو تو وہان کذب مذموم نہوگا بلکہ کبھی مستحب
ہوتا ہے مثلاً دو شخصون مین خلاف شرع کے صرف نفسانی رنجش ہے اور اس رنجش کی وجہ سے شرع مین دونون گنہگار ہوتے ہین کیونکہ حدیث مین
ہے کہ جب دو مسلمانون مین باہم نفسانیت ہوا ور تین دن کے اندر دونون نے مصالحت نہ کی تو اُنکے اعمال خیر مرتبہ قبولیت پر چڑھنے
نہین جاتے بلکہ روکے جاتے ہین یہانتک کہ دونون صلح کرین پھر ایک مرد صالح نے دونون مین ملاپ کا یہی طریقہ پایا کہ ان دونون مین سے
ہر ایک سے ملکر بیان کیا کہ تمکو فلان شخص سے ناحق ملال ہے کیونکہ وہ تمھاری تعریف کرتا تھا حتی کہ دونون یہ سنکر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے تو اس بھلے
آدمی نے نیک کلام کیا کہ نفاق دور کیا اور دونون کو اُنکی نیکیان مردود ہونے سے بچایا اور کسیکا کچھ نقصان نہین کیا پس یہ کلام کذب مستحب ہے حتے کہ
بعض صورتون مین جھوٹھ بولنا واجب ہو جاتا ہے مثلاً حاکم ظالم نے زید کو قتل کے واسطے گرفتار کیا کہ تو نے آج رات مین رہزنون کی شرکت کرکے
ڈاکہ مارا ہے حالانکہ بکر خوب جانتا ہے کہ زید ایک نیکبخت عالم ہے جو کبھی ڈاکہ مارنے کے نام سے بھی واقف نہین ہے اور خصوصاً آج وہ تمام رات
بکر کے بیان مجلس وعظ مین صبح تک وعظ کہتا رہا اور صبح کی نماز کے بعد جب بکر وغیرہ اُسکو گھر تک پہونچانے گئے تو وہ راستہ مین سپاہیون کے
ہاتھ مین گرفتار ہوا پس اگر زید کی رہائی کے واسطے یہی طریقہ ہو کہ بکر کو جھوٹھ بولنا پڑے تو اُسکو قتل ناحق سے بچانے کے واسطے بکر کو جھوٹھ
بولنا واجب ہے پس زمخشری کا خیال باطل ہے - اور حدیث مین ہے کہ جھوٹھ سراسر گناہ ہوتا ہے سواے اُس جھوٹھ کے جس سے کسی مسلمان
کو شرعی نفع پہونچے یا اُسکے دین سے کوئی آفت دور ہو (الطبرانی فی الاوسط) اور آدمی پر ہر جھوٹھ لکھا جائے گا یعنے گناہ ہے سواے
تین کے ایک یہ کہ آدمی جنگ جہاد مین جھوٹھ بولے اسواسطے کہ لڑائی تو چالاکی ہے دوم اپنی زوجہ کو رضامند کرنے کے واسطے کوئی
بات کہدے سوم دو مسلمانون کے بیچ مین جھوٹھ بول کر صلح کراوے - ف واضح ہو کہ بہت سے لوگ فقیر کی صورت بنا کر بہت سے
جاہل مسلمانون کو دھوکا دیتے ہین چنانچہ روایت مین آیا کہ بالون کے لباس پہنکر میٹھی باتین کرتے ہین حالانکہ اُنکے دل ایلوہ سے زیادہ

کڑوے ہین تو اُنکے دل مین بھی یہ روگ ہے کہ مخلوق الٰہی کے نزدیک پسند ہوکر اپنی قبولیت سے خوش ہوتے ہین اور بارگاہ الٰہی عزوجل
مین مردود ہونے سے بے پروا ہین اسیطرح جسکے دل مین دنیاوی غفلت ہو تو یہ ایک مرض ہے اور جب یہ لوگ اللہ عزوجل کی یاد نہین کرتے ہین
تو اپنے نفس سے غافل کیے جاتے ہین جس سے مرض بڑھتا جاتا ہے اسی طرح جو شخص گناہون سے بچنے کی فکر نہ کرے اور توبہ و خوف سے غافل ہو تو ہلاک
کر دیا جاتا اور مرض بڑھ جاتا ہے اسیطرح جو شخص عبادت کرے مگر اپنی عبادت پر نازان ہو تو یہی مرض ہے کہ وہ خوف و خشوع سے محروم ہوکر زیادہ
بیمار ہوجاتا ہے اسیطرح جو شخص سواے حق تعالیٰ و دار آخرت کے دنیاے فانی کی کسی چیز پر دل لگاوے تو وہ اُسکے عیب سے اندھا ہوکر زیادہ بیمار ہو جاتا ہے
کیونکہ حدیث مین ہے کہ آدمی کو کسی چیز کی محبت اُسکے عیب سے اندھا و بہرا کردیتی ہے شیخ سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ ریاکاری و عجب ایک مرض لادوا ہے
سواے اسکے کہ دنیا و مافیہا سے منقطع ہوکر اخلاص کی راہ اختیار کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون کو نہ پہچاننا یا ناشکری کرنا مرض شدید ہے
عس - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرطبی وغیرہ علماء سے پوچھا گیا کہ اس امر مین کیا مصلحت و حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقون کو قتل
نہین فرمایا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض منافقون کو بعینہ خاص طور پر پہچانتے تھے - مترجم کہتا ہے کہ قرآن مجید مین بھی حکم دیا گیا کہ -
یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم الآیۃ - شیخؒ نے لکھا کہ ان علماء نے چند جوابات لکھے ازانجملہ یہ کہ صحیحین مین ثابت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ مین تیری راے کے موافق منافقون کو قتل نہین کرونگا کیونکہ مجھکو یہ امر ناگوار ہے کہ
عرب مین یہ بات مشہور ہو کہ محمدؐ اپنے ساتھیون کو قتل کرتے ہین اسکے معنے یہ ہین کہ اعراب کو قتل منافقین کی حکمت ظاہر نہ ہوگی کیونکہ ہنوز
اُنہین معرفت شریعت و اسلام نہین آئی تو وہ لوگ اسلام لانے سے باز رہین گے اور جہالت سے یہ سمجھین گے کہ بعضے ساتھی قتل کیے جاتے
ہین - قرطبیؒ نے کہا کہ ہمارے ملک کے علماء یہی حکمت خیال کرتے ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے لوگون کو تالیف قلب کے
واسطے بیت المال سے عطا فرماتے حالانکہ اُنکی بداعتقادی کو خوب جانتے تھے اور یہی حکمت بہت سے علماء مالکیہ سے منقول ہے -
مترجم کہتا ہے کہ اس مین تردد یہ ہے کہ اگر کافرون کی طرح اُن پر جہاد کا حکم الٰہی ہوتا تو کچھ شک نہین کہ آپ اُسکو جاری فرماتے پس قطعًا
معلوم ہوا کہ اُن پر قتل کا حکم نہین تھا چنانچہ حدیث معروف بھی آیندہ آتی ہے - ازانجملہ یہ مصلحت تھی جو امام مالک نے بیان فرمائی کہ اُمت کو
یہ بات معلوم ہوجاوے کہ حاکم موافق طریقہ شریعت کے فیصلہ کریگا اور اگر حاکم کو کسی مقدمہ مین اپنے علم سے کوئی بات معلوم ہو تو اُسکے موافق حکم
نہین کریگا مترجم کہتا ہے کہ یہ مصلحت بھی مخدوش ہے اسواسطے کہ جب وحی الٰہی سے اُنکا نفاق معلوم ہوگیا اور ظہور مین فلان فلان شخص بتلائے گئے
تو اس سے بڑھکر کوئی شہادت نہین ہوسکتی - اور بقول قرطبی تمام علماء اس بات پر متفق ہین کہ قاضی اپنے جاننے کے موافق حکم نہین
کرے گا اور یہان تو شہادت الٰہی اُنکے حق مین موجود ہے - ازانجملہ یہ مصلحت ہے جو امام شافعیؒ نے بیان کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقون
کے نفاق کا علم تھا مگر اُنکی جانب سے اسلام کا اظہار کرنا قتل سے مانع ہوتا تھا کیونکہ جب اُنہنے اسلام کا اظہار کیا تو اخلاص مشتبہ ہوگیا
کیونکہ اسلام سے اگلے گناہ مٹ جاتے ہین اور اُسکی تائید مین یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ
لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ لا الٰہ الا اللہ کہین پھر جب اُنھون نے یہ کلمہ کہا تو اُنھون نے اپنی جان و مال محفوظ کرلیے سواے
اُن حقوق کے جو جان و مال سے متعلق ہین اور باقی اُنکا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے یعنی ظاہر مین اُسپر احکام اسلام جاری ہونگے پھر اگر وہ دل سے بھی
معتقد ہین تو اللہ تعالیٰ اُنکو ثواب آخرت عطا فرماویگا اور اگر دل مین منافق ہین تو ظاہری احکام دنیاوی تو نافع نہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ علام الغیب
ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہ وجہ قوی ہے لیکن اتنی بات ہے کہ اظہار اسلام سے صرف اُنھین منافقون کے حق مین شبہہ ہوسکتا ہے جنکا اصلی منافق ہونا

معلوم نہ ہو لہذا اسکے ساتھ یہ وجہ ملائی جاوے جو بعض علمانے بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسواسطے منافقون کو قتل نہین فرماتے تھے کہ اُنکی بدی سے اسلام کو کچھ خوف نہ تھا پھر بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر مسلمانون نے کسی کا نفاق جانا تو اُسکو قتل کر ڈالین گے امام مالک رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین جسکو منافق کہتے تھے آج اُسکو زندیق کہتے ہین۔ شیخ رح نے لکھا کہ زندیق کے قتل کرنے مین علماء کے اقوال تفصیلی کتب فقہ مین مذکور ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک مین بذریعہ وحی کے لوگون کا حال معلوم ہوجاتا تھا کہ یہ دل سے مومن ہے اور وہ دل سے منافق ہے اور اس زمانہ مین کسی کے دل پر حکم نہین ہو سکتا بلکہ جسنے زبان سے اسلام ظاہر کیا تو اُسکے اسلام کا حکم دیدیا جائیگا اگرچہ وہ دل سے مومن نہو اور اگر اُسنے کچھ افعال ناشائستہ اختیار کیے تو یہی کہا جائیگا کہ فاسق مسلمان ہے اور اگر کسی نے منافقانہ کلمات کہے تو ظاہر شرع اُسپر بھی حکم لگاویگی اگرچہ وہ دل سے مومن ہو اور اُسکا یہ قول بطور فسق ہو اور اسیوجہ سے فقہ مین جو اقوال و افعال ایسے مذکور ہین جنکی نسبت فقہاء نے مرتد ہوجانیکا حکم دیا مثلاً کسی نے کمر پر زنار باندھی یا کہا کہ مین شرع وغیرہ نہین جانتا ہون اور مانند اسکے تو بعض فقہاء نے جنمین صاحب بحر الرائق ہین اختیار کیا کہ ایسے شخص کے حق مین کفر کا فتویٰ نہین دینگے کیونکہ امام ابو حنیفہ رح وغیرہ ائمہ اہل سنت والجماعۃ سے صریح روایت ہے کہ ہم لوگ کسی ایسے شخص کی تکفیر نہین کرتے جو ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ جنھون نے ارتداد کا حکم دیا ظاہراً اُنکا مطلب یہ ہے کہ مثلاً بت کو سجدہ کرنا یا کلام الٰہی کی توہین کرنا بیشک افعال کفر ہین اور جب اُسکے مرتد ہونیکا حکم ہے حالانکہ وہ درحقیقت مرتد نہین ہے تو نخواہ نخواہ حاکم اسلام سے توبہ کرکے عذر کرے گا اور آئندہ ایسی حرکت سے خوف کریگا اگرچہ اُسنے یہ حرکت بطور بیباکی و فسق و فجور کے ظاہر کی ہون بخلاف التزام صاحب بحر الرائق وغیرہ کے کہ جب فتویٰ نہین دینے کو خوف اُٹھ گیا لہذا متقدمین ہی کا قول اقرب بفقہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تنبیہ) آیت قدسی جسمین منافقون و کافرون پر جہاد کا حکم ہے انمین جہاد سے پوری کوشش مراد ہے اور یہ کوشش دونون فریق مین ہے ہر ایک کے مناسب حال عمل مین لائی جائیگی چنانچہ کافرون سے بطریق قتال ہے یہانتک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہین اور صرف یہ زبانی اقرار قبول کرلیا جائیگا اور منافقین تو یہ کلمہ کہتے تھے پھر اُنکے ساتھ قتال کی کوئی راہ نہین ہے بلکہ اُنپر جہاد بطور احقاق حق و نصیحت اور اُنکی بد افعالیون پر تشنیع ہے اور اُسکو بھی جہاد بولتے ہین۔ چنانچہ حدیث مین ہے کہ سلطان ظالم کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے پس اسیطرح منافقون کو بھی درشتی سے نصیحت کرنا اُنپر جہاد ہے شیخ رح نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے لوٹے تو پہاڑ کی گھاٹی مین غار کے برابر ایک تنگ راستہ تھا اور تاریک رات تھی پس چودہ منافقون نے قصد کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقہ اس مقام پر پہونچے تو تاریکی مین اُس ناقہ کو چونکوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی الٰہی کے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اُنکے نامون سے اور اُنکے قصد سے آگاہ فرمایا حتی کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بڑھکر گھاٹی پر اُن منافقون کو پایا اور انجام یہ ہوا کہ منافق یہ معلوم کرکے بھاگ گئے پس یہ حدیث دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بعینہ بہت سے منافقون کو پہچانتے تھے حتی کہ جب سب سے مشہور منافق عبد اللہ بن ابی بن سلول مرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے بیٹے کی خاطر سے جو سچا مسلمان تھا اپنی قمیص عطا فرمائی اور اُسنے اپنے باپ کی نسبت عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ کمبخت منافق مرگیا پس اگر آپ نماز پڑھین تو شاید اُسکے حق مین کوئی نجات ہو پس جب آپ نماز کو کھڑے ہوے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامنے آکر عرض کرنا شروع کیا کہ یارسول اللہ آپ اس منافق پر نماز پڑھتے ہین اور بہت اصرار کیا کہ نہ پڑھین پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ۔ لا تصل علی احد منہم مات ابدا الآیۃ پس اس آیت سے دو باتین ظاہر ہوئین اول یہ کہ منافقون کو کوئی چیز مفید نہوگی حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جو مومنون کے واسطے نور عظیم و مغفرت و رحمت ہے اس منافق کے واسطے اللہ تعالیٰ نے

قبول نہ فرمائی اور دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین بتلا دیے گئے تھے کیونکہ حکم آیت کی تعمیل جب ہی ممکن ہو کہ معلوم ہون تاکہ جب کوئی مرے تو اُسکی نماز نہ پڑھین اور نہ اُسکی قبر پر کھڑے ہون پس یہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین بھی معروف تھے اور حضرات مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سب ہی جانتے تھے قال تعالےٰ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ

اور جب کہیے اُنکو فساد نہ ڈالو ملک مین کہین ہمارا کام تو سنوار ہے سُن رکھو وہی ہین

هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝

بگاڑنے والے - پر نہین سمجھتے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ - اور جب کبھی اُنسے کہا جاتا ہو کہ تم زمین مین فساد مت پھیلاؤ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ تو کہتے ہین کہ ہمارا کام تو سنوار ہی ہے - ف یعنے ہم تو بالکل اصلاح ہی کرتے ہین اور ہماری حالت مین فساد بالکل نہین ہو پس یہ لوگ باطنی کفر کے ساتھ کافرون سے ملے رہتے اور ظاہری اسلام اظہار کرکے مسلمانون مین ملنا چاہتے اور اسکو اپنی جہالت سے اصلاح سمجھتے تھے حالانکہ اس سے بہت بڑا فساد یہ تھا کہ کافرون کو ظاہر ہو تا کہ اسلام مین کوئی نور نہین ہے کیونکہ جب یہ شخص جو اسلام مین داخل ہوا برابر معصیت کا مرتکب ہو بلکہ ہماری جانب میل کرتا ہے تو ظاہر ہو کہ ہم لوگ بہ نسبت مسلمانون کے بہتر ہین اور مسلمانون کو بھی انکی ذات سے ضرر پہونچتا کہ ایک شخص کو بیباک دیکھکر دوسرون کے دل سے خوف مٹ جاتا ہو پس منافق نے دونو طرف فساد برپا کر دیا اور اسکا باعث درحقیقت وہی کفر کی تاریکی و جبلی مکاری ہو - امام ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ہو کہ ابن عباس و ابن مسعود و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہ منافقون کا بیان ہو جنسے کہا جاتا ہو کہ تم لوگ زمین مین فساد نہ کرو یعنے کفر و معصیت نکرو - ابو العالیہ نے کہا کہ فساد یہ تھا کہ معاصی کے مرتکب ہوتے تھے کیونکہ زمین و آسمان کی صلاحیت تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے ساتھ ہو اور یہی ربیع بن انس و مجاہد و قتادہؒ کا قول ہو اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جب اُنسے کہا جاتا کہ یہ معاصی جنکا ارتکاب کرتے ہو مت کرو مثلاً کافرون سے دلی دوستی مت رکھو تو جواب مین کہتے کہ ہم تو بالکل اصلاح ہی کرتے ہین شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ جب منافقون نے ملک مین رب عز و جل کی نافرمانی پھیلائی اور جن اُمور سے ممانعت کی گئی ہو اُنکو عمل مین لائے اور فرائض الٰہی کو ضائع کیا اور دین اسلام مین شک پھیلایا اور مسلمانون کو جھوٹا بتایا اور جب کبھی موقع پایا کافرون کی مدد کی تو یہ سراسر فساد ہو جسکو وہ اصلاح سمجھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - والذین کفروا بعضہم اولیاء بعض الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر یعنے کافرون کے فرقے باہم دلی دوست ہین اگر تم اُنسے دلی دوستی قطع نکروگے تو زمین مین فتنہ و فساد کبیر پیدا ہوگا - مترجم کہتا ہو کہ بعض اہل اشارات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قلوب کو مانند آئینہ بنایا ہو کہ ایک کے دل پر دوسرے کا اثر پیدا ہوتا ہو اسیواسطے حدیث صحیح مین بدون کی صحبت سے احتراز کا حکم دیا گیا اور کافرون کی دلی دوستی مین اگرچہ کافرون کے دل پر بھی مسلمانون کا اثر پیدا ہوگا لیکن اُسکا کچھ فائدہ نہین ہو اور مومنون کے واسطے ضرر ہو اور اُسکی مثال یہ ہو کہ ایک گڑھے مین پاک پانی بھرا ہو اور اُسکے قریب دوسرے گڑھے مین پیشاب بھرا ہو پس اگر اُنکی تہ مین باریک سوراخ کرکے دونون کو ملا دیا جاوے تو پانی کے میل سے پیشاب مین کمی آ گئی لیکن پیشاب کے میل سے پانی نجس ہو جائیگا اسیطرح نجس کافرون مین مسلمانون کے دلی عکس سے کوئی فائدہ نہوا اور کافرون کے دلی عکس سے مومن کے دل مین نجس عکس پیدا ہوگا جبکہ وہ دلی دوستی رکھتا ہو اور اگر یہ موافقت صرف دنیاوی غرض سے ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور اسی وجہ سے

اللہ تعالیٰ نے منافقون کی تفضیح مین مومنون کو زیادہ توضیح دی کیونکہ انکے زبانی دعوے پر مومنین اُنکے ساتھ ولی دوستی کرینگے بخلاف ظاہری کافرون کے کہ انکی مضرت خفیف ہے بلکہ اُنکا کفر بھی خفیف ہے کیونکہ کافر اگر اسلام کو سمجھا تو وہ مخلص مومن ہو گیا بخلاف منافقون کے کہ یہ لوگ زمین مین فساد کرتے اور جہل مرکب سے اس فساد کو اصلاح اعتقاد کرتے ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے بتاکید فرمایا۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○ خبردار رہو کہ یہی لوگ مفسد ہین ولیکن شعور نہین رکھتے ف زبان عرب مین شعور ایسی چیز کے واسطے ہوتا ہے جو محسوس ہو اور انکا فساد بھی گویا محسوس تھا لہٰذا مومنون کو تنبیہ فرمائی کہ انکا فساد اسقدر ظاہر ہے گویا یہی مفسد ہین ولیکن اپنی جہالت سے اس کھلے ہوئے فساد کو بھی نہین سمجھتے ہین ف۲ بعضے لوگ دُنیا کی لذات کو دل مین جگہ دیتے ہین جس سے قلب کا فساد ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین تاب کو زمین سے تشبیہ دی ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی پس جو لوگ لذت دنیاوی کی طرف میلان کرتے ہین وہ اپنے قلب کو بگاڑتے ہین اور بسا اوقات ایسے مدعی پیرون سے خرق عادات بھی ظاہر ہوتے ہین جسکو عوام کرامت سمجھتے ہین حالانکہ یہ استدراج ہے اور عوام ول دجالون سے اُنکے تابع ہو کر ایمان کھو بیٹھتے ہین حالانکہ کرامت صرف ایسے شخص مین ہوتی ہے جو راہ ہدایت وطریق سنت پر مستقیم ہو۔ واضح ہو کہ منافقون نے اپنے قول مین مومنون پر طنز کیا تھا جب کہا کہ ہم تو سراسر اصلاح ہی کرنیوالے ہین یعنی اگر کچھ فساد ہے تو تمھاری جانب سے ہے پس اللہ تعالیٰ نے مومنون کی تکریم فرمائی کہ اُنکی طرف سے منافقون کو جواب دیا اور جواب مین کمال بلاغت سے منافقون ہی کو مفسد ٹھہرایا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ

اور جب کہیے اُنکو ایمان مین آؤ جسطرح ایمان مین آئے سب لوگ کہین کیا ہم اُسیطرح مسلمان ہون جیسے مسلمان ہوئے بیوقوف سُنتا ہے

هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○

وہی ہین بیوقوف پر نہیں جانتے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ۔ اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے۔ ف یعنی جب منافقون سے کہا جاتا ہے کہ جیسے بزرگ لوگ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کتابون و رسولون و روز قیامت و جنت و دوزخ وغیرہ پر ایمان لائے ہین اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہین اُسیطرح تم بھی سچے طور پر ایمان لاؤ تو خبیث منافقون نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سفیہ یعنے کم عقل قرار دیا۔ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ۔ تو کہتے ہین کہ کیا ہم ایسے ایمان لاوین جیسے سفیہ لوگ ایمان لائے۔ ف یعنی ہم اُنکی طرح نہین بنین گے یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ وتابعین سے ماثور ہے اور اللہ تعالےٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے مردود منافقون کو جواب دیا۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ خبردار رہو کہ یہ منافقین ہی خود سفیہ لوگ ہین ولیکن جانتے نہین ہین ف یعنے اُنکی کمال حماقت یہ ہے کہ اپنی حالت کو بھی نہین پہچانتے ہین اسی واسطے بعض لوگون نے کہا کہ جو شخص اپنے آپ کو نہ پہچانے وہ اپنے رب عزوجل کو بھی نہین پہچانیگا کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو بندہ جانے وہ خالق کو پہچانے گا۔ وکیع و ابن جریرؒ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جن مفسدون و جاہلون کا آیت مین بیان ہے وہ ابھی تک ظاہر نہین ہوئے شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی یہ مراد نہین معلوم ہوتی کہ اس قسم کا منافق کوئی ابھی تک نہین ہوا کیونکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین منافقون کا وجود معروف ہے اور آیات مین بکثرت مذکور ہے بلکہ انکی مراد یہ ہے کہ اُس امت مین جو منافق پیدا ہونے والے ہین وہ ابھی تمنے نہین دیکھے کہ جب وہ ظاہر ہونگے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین جو منافق تھے اُنسے یہ بدرجہا بدتر ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین یہ امر مشاہدہ ہوگیا چنانچہ فرقہ نیچریہ وغیرہ اُن منافقون سے بدرجہا بدتر ہین اور یہ لوگ سچے اعتقاد والون کو پرانے خیالات کے احمق بتلاتے ہین اور الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے کلام قدیم ہی مین اپنے علم قدیم کے موافق انکا جواب دیدیا کہ یہی لوگ قطعی سفیہ احمق ہین اور اللہ تعالیٰ کی شہادت سے بڑھکر کوئی بھی شہادت نہین۔ اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والون نے اُسوقت کے اکابر مومنین کو بوجہ فقیری ومحتاجی کے سفیہ کہا تھا اسیطرح اس زمانہ کے منافقین نے بھی سچے مسلمانون کو جو بدکاریون سے بچکر تنگدستی کی حالت مین ہین بیوقوف قرار دیا ہے حالانکہ صحیح مسلم مین ہے کہ اسلام غریب شروع ہوا اور جیسے شروع ہوا تھا عنقریب ویسے ہی غریبون مین عود کرے گا پس غرباء کے واسطے مبارکباد ہے (رواہ مسلم) پس یہ معجزہ بھی مسلمانون کے واسطے بشارت عظیم ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ قیامت کے قریب میری امت کے بہت سے فرق مشرکون مین ملجاوینگے (الصحیح) یہ معجزہ بھی اسوقت صادق ہے۔ اور واضح ہو کہ جسوقت مسلمانون کی فتوحات ہندوستان سے لیکر ملک اندلس واسپین تک پہونچی تھین تو اُسوقت نصرانی بالکل جانورون کی طرح گمنام تھے کسی کو گمان بھی نہ تھا لیکن حدیث مین آیا کہ قیامت کے قریب اُمت اسلام بگڑجائیگی اور ظلم وفسق وفجور ودنیاوی اترانے مین یہود ونصاریٰ کیطرح عاقبت بھول جاوینگے اُسوقت اُنپر پے درپے بلائین نازل ہونگی اور اُسوقت نصاریٰ بکثرت اور روے زمین پر غالب ہونگے اور حدیث مین آیا کہ نصارائے روم مسلمانون کو گانون گانون کرکے نکالدینگے اور حدیث مین ہے کہ خروج دجال کے قریب بعد سخت جدال کے قسطنطنیہ کو کفار فتح کرلینگے اور حدیث مین ہے کہ مسلمانون کے قبضہ مین سواے حیرہ وعرب وایک قطعہ دیگر کے کوئی ملک نہین رہیگا چنانچہ سورۂ اعراف مین انشاء اللہ تعالیٰ تفصیلی بیان آویگا۔ اور اُسوقت سے میری مراد یہ ہے کہ یہ حالت خود مومنون کے واسطے نور یقین کے معجزات ہین جو انکے سامنے موجود ہین اور اللہ تعالیٰ ہم سب مومنون کو ایمان پر ثابت قدم رکھے اور فتنۂ گمراہی سے محفوظ فرماکر چندروزہ زندگی کے بعد خاتمہ بخیر فرماوے آمین یا ارحم الراحمین ببرکۃ حبیبک مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ان منافقون کو بھی لازم ہے کہ چندروزہ دنیا پر فریفتہ نہون اور جن خیالات فلسفیہ نے انکو دھوکا دیا مترجم نے مقدمہ مین اُنکا بطلان مدلل بیان کیا ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم اور وہ دلائل اگرچہ صریح حق ہین لیکن جو شخص نظر عداوت سے دیکھے اُسکو حق نہین سوجھتا ہے کیونکہ جسنے کفر اختیار کیا اُسکے دل پر مہر غضب ہوجاتی ہے اور یہی منافقون کی حالت ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ

اور جب ملاقات کرین مسلمانون سے کہین ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے جاوین اپنے شیطانون پاس کہین ہم ساتھ ہین تمھارے۔

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

ہم تو ہنسی کرتے ہین اللہ ہنسی کرتا ہے اُنسے اور بڑھاتا ہے انکو اُنکی شرارت مین بہکے ہوئے

اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے منافقون کا برتاؤ کافرون ومسلمانون کے ساتھ بیان فرمایا اور یہ بھی منجملہ اُنکے افعال قبیحہ کے تھا وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ اور جب یہ منافقین اُن لوگون سے ملے جو ایمان لائے ہین تو کہتے ہین کہ ہم بھی ایمان لائے۔ ف یعنے مومنون کے سامنے مومنون کے خوش کرنے کو اور دھوکا دینے کو تقیہ کرتے اور ایمان ظاہر کرتے ہین

تاکہ اُنکے دلیرانہ جہاد سے بچین اور اہل ایمان جو کچھ مال غنیمت حاصل کرتے ہین ہاتھ پھیلا کر اپنا بھی حصہ مانگین ۔ وَاِذَا خَلَوْا
اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اور جب لوٹ کر اپنے شیاطین کے پاس داخل ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم تمہارے ساتھ ہین ۔
ف بیضاوی نے تجویز کیا کہ خلو بمعنی انفراد ہو سکتا ہے یعنی جب اپنے شیاطین یعنے سردارون کے پاس منفرد اور اکیلے ہوتے ہین کہ وہان کوئی
مومن نہین ہوتا تو اُنسے اظہار کرتے ہین کہ دین مین ہم درحقیقت تمہارے ساتھ ہین ۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ہم تو استہزاء (ٹھٹھا)
کرتے ہین ۔ ف یعنی اگر شیاطین مذکورنے ان دونون سے کہا کہ تم تو مومنون کے پاس جاکر مسلمان ہوئے ہو اور اُنسے ایمان کا عہد کر چکے ہو تو
انکو اطمینان دلاتے ہین کہ یہ تو فقط ہمارا استہزاء ہے جسسے ہم ان بیوقوف لوگون کو بناتے ہین تاکہ انسے محفوظ رہین اور باطن مین ہم تمہارے
ساتھ ہین ۔ ابو مالک نے فرمایا کہ شیاطین سے مراد اُنکے سردار و رئیس مانند احبار یہود وغیرہ کے ہین اور ابن عباسؓ نے کہا کہ منافقون کے ساتھی بھی
اُس مین شامل ہین اور دوسری روایت مین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکے شیاطین دراصل وہ یہودی لوگ ہین جو مالداری کی وجہ سے انکے
سردار بنے تھے اور انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و قرآن پاک مین شک دلاتے اور انکو جھٹلانے پر آمادہ کرتے تھے اور اسی کے مانند ایک جماعت
صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ ہر جنس مین جو سرکش متمرد ہو وہ اُس جنس مین شیطان ہے تو جیسے جنین
ابلیس شیطان ہے اسی طرح انس مین بھی جو لوگ کفر کی راہ مین مغرور ہون وہ شیاطین ہین اور اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کے واسطے جیسے اُسکے
اولیاء مومنین رکھے ہین ویسے ہی اُسکے دشمن بھی رکھے ہین چنانچہ فرمایا ۔ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضهم
الی بعض زخرف القول غرورا یعنی اسیطرح ہمنے ہر پیغمبر کے لیے انس کے شیطانون اور جن کے شیطانون کو پیغمبر کا دشمن بنایا کہ شیاطین
باہم بعض کو بعضے بیہودہ قول غرور کو دلون مین ڈالتے ہین ۔ اس آیت قدسی سے معلوم ہوا کہ آدمیون مین بھی بہکانے والے شیطان
ہوتے ہین حتی کہ انکی بدی سے بھی پناہ مانگنا چاہیے چنانچہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ذر تو اللہ تعالیٰ
کی جناب مین شیاطین انس و شیاطین جن سے پناہ مانگ ابو ذرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آدمیون مین بھی شیاطین ہین آپ نے فرمایا کہ
ہان (رواہ احمد) مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے دنیا و قانون شیطانی اختیار کر لیا اور اسپر جزم کیا تو اسکے لوازم مین سے یہ ہے کہ اُسکے دل پر مہر ہوجاوے
کہ نور عقل ظہور نہین کر سکتا پس جب یہ حالت ہوجاتی ہے تو وہی شیطان ہے پھر اسکا کہنا ہمیشہ اُن لوگون مین اثر کریگا جو ازلی بدبخت ہین
حتے کہ ہدایت و معرفت کی بات کبھی اُسکے دل مین نہین سماوے گی اور اس شیطان کا کہنا فورًا سمجھ جاویگا پس حاصل یہ ہوا کہ منافقین بدبخت جب
مسلمانون کے پاس سے الگ ہوکر انھین شیاطین کے پاس اکیلے ہوتے ہین اور شیاطین اپنی جبلت کے موافق اُنکو بہکاتے ہین تو یہ انکی بات
سمجھ جاتے اور کہتے ہین کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہین اور جب وہ ملامت کرتے کہ تم تو مسلمانون کے پاس عہد کر چکے ہو تو کہتے ہین کہ ہم تو اُن سے
تمسخر کرتے ہین ۔ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اللہ تعالیٰ اُنکے واسطے استہزاء
فرماتا ہے اور ڈھیل دیتا ہے اُنکو انکی سرکشی مین حالانکہ اندھے بھٹکتے ہین ۔ ف اور اگر یہ آیت بددعا ہو تو یہ معنے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ
اُنکے ساتھ استہزاء فرماوے اور استہزاء الٰہی یہ ہے کہ اُنکو ملامت و جھڑکی کے ساتھ سزا دیوے جیسے منافقون کے واسطے قیامت مین بعضے
آثار اس قسم کے ظاہر ہونگے جس سے ملائکہ و اہل ایمان اُن منافقون سے تمسخر کرینگے مثلاً تاریک راہ مین جب مسلمان و کافر پل صراط کی طرف
چلین گے تو مومنون کے آگے نور ہوگا اور منافقون کے واسطے ایک روشنی چمکیگی پس وہ آگے بڑھینگے پھر تاریکی چھا جاویگی کہ کچھ نظر نہ آویگا
اور منافقین آگے بڑھنے سے ٹھٹھک رہینگے اور مومنون سے کہین گے کہ ٹھہر جاؤ ہم تمہارے نور سے اقتباس کرین تو بطور تمسخر جواب دیا جائے گا

کہ پیچھے جاکر نور تلاش کرو پھر اُنکے درمیان مین ایک دیوار حائل ہوجائیگی جسکے باطن مین مومنون کی جانب رحمت ہوگی و ظاہر منافقون کیجانب اُسکی طرف سے عذاب ہوگا اور بعض علماء نے کہا کہ ایسی آیات بر سبیل جواب ہین جیسے ایک شخص دوسرے کے ساتھ مکر کرے لیکن مکار کو کوئی فائدہ حاصل نہو تو وہ شخص کہتا ہے کہ میرا ہی مکر اُسپر غالب رہا حالانکہ اُسنے کوئی مکر نہین کیا اور ان علماء نے کہا کہ قولہ تعالے مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ اور قولہ تعالے اللہ یستہزئ بہم۔ یہ بھی بر سبیل جواب ہے یعنے کافرون کے مکر یا استہزاء کا نتیجہ کافرون کو حاصل نہین ہوا تو گویا جواب مین کہا گیا کہ ہمارا مکر و استہزاء اُنپر غالب ہے۔ اور دیگر علماء نے فرمایا کہ استہزاء یا خداع یا جیسے اللہ تعالے نے فرمایا فیسخرون منہم سخر اللہ منہم۔ اور قولہ تعالی۔ نسوا اللہ فنسیہم۔ اور اسکے مانند دیگر آیات مین جو اللہ تعالی نے فرمایا تو اُسکے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالی اُنکے استہزاء پر انکو سزا دیگا اور اُنکے مکر یا اُنکے بھول جانے پر اُنکو سزا دیگا لیکن اللہ تعالی نے اپنی سزا دینے کو بطور خبر کے بیان کیا تاکہ جس بات پر یہ لوگ سزا کے مستحق ہوئے ہین وہ ظاہر ہوجاوے جیسے اللہ تعالی نے دوسری آیت مین فرمایا۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔ یعنے ہر بدکاری کی سزا اُسکے مثل بدی ہے حالانکہ عذاب جہنم کوئی بدی نہین ہے تو یہ امر بطریق مماثلت ہے جیسے کہتے ہین کہ جیسا کرو ویسا پاؤ اور محتمل ہے کہ جو معاملہ کافرون نے مسلمانون کے ساتھ دنیا مین کیا یا اسلام کے ساتھ تمسخر وغیرہ کیا اُسی کے مانند آخرت مین کافرون کو بطور عذاب برداشت کرنا پڑے گا چنانچہ حدیث مین ہے کہ جنت کا دروازہ کھول کر منافقون کو بلایا جاوے گا حالانکہ وہ حقیقی جنت نہین ہے پھر جب قریب پہونچین گے تو دروازہ بند کر لیا جائے گا اور اسی معنی مین ہے قولہ تعالی۔ فالیوم الذین آمنوا من الکفار یضحکون۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق مقام یہ ہے کہ مثلاً قولہ تعالی۔ مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ مین مکر کفار یہ تھا کہ کافرون نے حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ ایک بندوبست باندھا تھا کہ جسکا نتیجہ اُنکے زعم مین یہ نکلے کہ حضرت عیسی علیہ السلام قتل ہون اور حواریون کو ظاہر نہو اور جو شخص اس قسم کا منصوبہ باندھے وہ نتیجہ پر جزم کرنے مین درحقیقت احمق ہے اسواسطے کہ خالق افعال اللہ تعالی ہے پس کیونکر معلوم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی کیا بات پیدا کرے گا پس جب یہودیون نے ایک منافق کو اپنے ساتھ ملایا جسنے حضرت عیسی علیہ السلام کا پتہ بتایا تاکہ یکبارگی اُس مکان پر ہجوم کرکے حضرت عیسی علیہ السلام کو پکڑ کر سولی دیدین اور وہ منافق اُس مکان مین گھسا اور باہر نکلکر یہودیون کی دوڑ لایا اور پھر اس مکان مین گھس کر دروازہ کھول دیا کہ تم لوگ آکر گرفتار کرو اور ادھر اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیا اور اسی منافق کے چہرہ پر عیسی علیہ السلام کی مشابہت ڈال دی پس یہود کی فوج نے گھسکر اس منافق کے حق مین کچھ بھی شک نہ کیا کہ یہی عیسی علیہ السلام ہین اور فوراً باہر لاکر پھانسی دیدی کیونکہ وہ عیسی علیہ السلام کو جادوگر و دشمن یہود سمجھکر باوجود سخت عداوت کے خوف کرتے تھے کہ وہ جادو کے ذریعہ سے غائب ہوجائیگا پھر جب صبح کو غور سے دیکھا گیا تو چہرہ بیشک حضرت عیسی علیہ السلام کے موافق تھا مگر باقی جسم مخالف تھا اور اُنکا ساتھی منافق درمیان سے گم تھا تو یہ امر یہودیون کے نتیجہ کے بالکل خلاف ہوا کیونکہ اُنکا مکر یہ تھا کہ اُنکے افعال کا نتیجہ نصرانیون کے خلاف واقع ہو حالانکہ وہ یہودیون کے مخالف اور نصرانیون کے موافق واقع ہوا کیونکہ عوام یہ واقعہ دیکھکر حضرت عیسی علیہ السلام کے زیادہ معتقد ہوگئے اور مترجم نے پہلے بیان کیا کہ مکر اسکا نام رکھا جاتا ہے کہ حواس سے پوشیدہ کرکے کسی کے مخالف نتیجہ نکالا جاوے اور یہودیون کے حق مین یہی واقع ہوا اسواسطے جب اُنھون نے یہ واقعہ دیکھا کہ اُنکی تدبیر مکر خود اُنکے حق مین مکر واقع ہوئی تو تین دن کے بعد خفیہ اُس منافق کی لاش اُتار کر ویرانہ مین پوشیدہ کر دی کیونکہ عوام کا اعتقاد بڑھتا جاتا تھا کہ یہودی خود مکر مین گرفتار ہوے اور یہ جسم ہرگز حضرت عیسی علیہ السلام کا جسم نہین ہے اسی طرح کافرون کیواسطے جو مکر قدم بقدم نازل ہوا جاتا ہے اُسکے یہی معنی ہین کہ کفار اس دنیاے فانی کے ظاہر پر فریفتہ ہوکر اپنے زعم مین اپنے حق مین بہت بھلائی

اختیار کرتے ہین مگر مرتے ہی اُسکا نتیجہ اُنکے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور اسی قسم سے وہ معاملہ ہے جو شیخ عرائس وغیرہ نے لکھا کہ بلعم بن باعور و مسیلمہ کذاب وغیرہ کو ظاہر مین خرق عادات دیے گئے چنانچہ مسیلمہ کذاب جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات شریف مین اپنی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اُسکے ہاتھ پر بعضے خرق عادات ظاہر ہوتے تھے چنانچہ وہ اپنے آپکو کسی مرتبہ پر سمجھنے لگا بلکہ یقین کر لیا کہ وہ پیغمبر ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ازلی گمراہونکو بعضے استدراج دیتا ہے ویمدہم نے طغیانہم یعمہون اور کافرونکو اُنکی سرکشی مین مہلت دیتا ہے کہ متحیر پھرتے ہین یعنی اپنے اعتقاد پر تو وہ بہت ٹھیک ہین لیکن درحقیقت راہ معرفت سے دور ہو کر بھٹکتے پھرتے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون واملی لہم ان کیدی متین یعنی ہم درجہ بدرجہ اُنکو ایسی راہ سے لیجائینگے کہ وہ جانتے نہین ہین اور اُنکو ڈھیل دینگے یہ ہماری تدبیر بہت باریک ہے۔ بعض علما نے کہا کہ اسکی نوبت یہانتک پہونچتی ہے کہ جب اُنھون نے گمراہی مین کوئی طریقہ جدید نکالا تو اُسکے منافع دنیاوی بڑھائے جاتے ہین جسکو وہ اپنے حق مین خوبی و نعمت جانتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ غضب کا سامان ہے قال تعالیٰ۔ ایحسبون انما نمدہم بہ من مال وبنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون۔ یعنے ہم اُنکو مال اور اولاد سے جو کچھ زیادتی دیتے ہین تو کیا یہ لوگ خیال کرتے ہین کہ ہم تیزی کے ساتھ اُنکے حق مین نیکیان پہونچاتے ہین یعنے یہ خیال باطل ہے بلکہ یہ لوگ شعور نہین رکھتے ہین۔ حاصل یہ کہ اللہ عزوجل کی بندگی وطاعت مین اگر تکلیف بھی پہونچے تو وہ نعمت عظیم ہے اور کفر ومعصیت کیحالت مین جو مال و دولت بلکہ سلطنت ملے وہ بھی درحقیقت عذاب وغضب ہے اور اسمین بھید یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پیغمبر وکتاب کے ذریعہ سے اُنکو رضاے الٰہی و ایمان آخرت کی ہدایت فرمائی اور آدمی کبھی تکلیف کی حالت مین پراگندہ حواس ہو کر ٹھیک بات نہین سمجھتا ہے تو اُنکو وسعت وفراغت دی مگر جب نہ مانے تو اُنکو قحط وتکلیف مین گرفتار کیا کیونکہ آدمی کبھی مال و دولت مین اترا کر حق بات کی طرف کان نہین لگاتا تو اُنکے انسانی عذر سب دور کر دیے حتی کہ یہ بات اُنپر ثابت ہو گئی کہ اُن لوگون نے عزم جزم کر لیا ہے کہ دنیاے موجود وراہ شیطان کے سوا اپنے خالق عزوجل کی بندگی وراہ آخرت نہین قبول کرینگے تو راہ نور بالکل مسدود کر دیگئی اور راہ تاریک جو جسم وحواس سے متعلق ہے اُنکے واسطے کھول دیگئی اور چونکہ دنیا ہی کے پیچھے اُنھون نے سب چھوڑا اور بیوقوفی سے اسی مایۂ حقیر کو اختیار کیا تو یہ دنیا بقدر مقدر اُنکو دیدی گئی خصوص جبکہ وہ اس زمین کو آراستہ کرنا چاہین چنانچہ فرمایا۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شئی حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون۔ یعنی پھر جب اُنھون نے وہ بات بھلائی جسکی اُنکو نصیحت کی گئی تھی (یعنی کفر پر قطعی عزم کر لیا) تو ہم نے اُنپر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یعنی اُنکی دنیاوی خواہشین پوری کر دین، یہانتک کہ جو کچھ اُنکو دیا گیا تھا اُسپر اترائے تو ہمنے اُنکو اچانک گرفتار کیا تو ناگاہ وہ لوگ ہر اُمید سے مایوس ہو گئے۔ یعنے اچانک موت آئی تو اُنھون نے دیکھا کہ سوائے عذاب کے اُنکے واسطے کوئی نیکی نہین ہے۔ اور قولہ فی طغیانہم یعمہون یعنے اپنے کفر مین بھٹکے پھرتے ہین یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ وابو العالیہ ومجاہد وقتادہ وربیع بن انس وغیرہم سے ماثور ہے۔ بعض علما نے کہا کہ عمی تو آنکھون کے اندھے پن کو کہتے ہین اور عمہ دل کے اندھے پن کو کہتے ہین

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ

وہی ہین جنھون نے خرید کی راہ کے بدلے گمراہی سو نفع نہ لائی اُنکی سوداگری

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى (اور نہ راہ پائی) ۔ ایسے ہی لوگ ہین جنھونے ہدایت کے بدلے گمراہی

خریدی - ف اور مغفرت کی جگہ عذاب لے لیا - فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ○ پس اُن کی تجارت نے اُنکو کچھ نفع نہ دیا اور نہ یہ لوگ ہدایت پانے والے تھے - ف یعنی ہدایت دیکر گمراہی مبادلہ کر لینے کی تجارت مین ان لوگون کو کچھ فائدہ نہوا کیونکہ اس سے کچھ دیر دنیا مین اُنکو سور و شراب وغیرہ کھانے کا فائدہ مل گیا اور نہ آخرت مین سخت خسارہ ہوا کہ جہنم سے کبھی نجات نہوگی اور یہ لوگ اس قابل بھی نہ تھے کہ تجارت مین ہدایت پاوین کیونکہ ابلیس احمق کی تقلید کرتے تھے تو ایسے ڈھنگ سے تجارت ممکن نتھی جس سے دنیا مین نقصان نہ پہونچے اور آخرت مین نفع عظیم حاصل ہو جیسے مومنون کو حاصل ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر چلتے ہین کیونکہ مومنون و کافرون کے ڈھنگ مین جو فرق ہے اگر کفار اُسکو ذرا بھی غور کرتے تو اپنی حماقت جان جاتے کیونکہ اگر دار آخرت ہے جیسا کہ مومنین اعتقاد کرتے ہین تو کافرون ومنافقون کے واسطے کہین ٹھکانا نہوگا سواے جہنم کے اور اگر دار آخرت نہو جیسا کہ کفار اعتقاد رکھتے ہین کہ مرنے کے بعد خاک ہو جائینگے اور کچھ بھی حساب وثواب وعذاب نہین ہے تو مومنون کے واسطے کچھ بھی نقصان نہوا کیونکہ دنیا مین بھی نفیس چیزین کھانے پینے مین مومنون کے واسطے تنگی نتھی ہان البتہ سور وبیاج وشراب وغیرہ بیہودہ چیزین بیشک مومنون کو نہین ملین تو ایسی غلیظ وناپاک چیزون کے نہ ملنے سے کسی نفیس طبیعت کو ملال نہوگا - اگر کہا جاوے کہ اُنھون نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو کیونکر خریدا کیونکہ ہدایت اُنکے پاس موجود ہی نہ تھی اور اگر موجود بھی ہوتی تو بھی وہ گمراہی کا عوض نہین ہوسکتی جواب یہ ہے کہ دنیا مقام تجارت ہے تاکہ یہان اپنا جان ومال رضاے الٰہی مین فروخت کرکے دار آخرت حاصل کرے اور یہ بطریق مجاز ہے اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خریدارون کو یہ خریداری مبارک ہو کہ اُنکو دونون عوض مل گئے یعنے جان ومال بھی درحقیقت اُنھین کے پاس رہا اور رضاے الٰہی عزوجل بھی حاصل ہوگئی لیکن جب کافرون کو یہ ہدایت دیگئی اور ساتھ ہی دنیا اور راہ شیطان بھی پیش کی گئی تو اُنھون نے ہدایت کو چھوڑکر گمراہی کو لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو اُنکے حق مین خرید فروخت کی تجارت قرار دیا جسمین اُنکو سخت خسارہ ہوا - اور یہی حضرت ابن مسعود وابن عباس و ایک جماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے ماثور ہے اور اسمین تنبیہ ہے کہ یہ لوگ اپنے انجام سے اسقدر بے پروائی کرتے ہین کہ کچھ بھی غور نہ کیا اور اتنا بڑا خسارہ اُٹھایا بخلاف اسکے اگر دنیاے فانی کے واسطے ایک روپیہ کی چیز خریدین تو اُسمین ہر طرح نفع ونقصان کا غور کر لیتے ہین - مجاہدؒ نے کہا کہ ہدایت کے بدلے گمراہی لی یعنے ایمان لائے پھر کفر کیا - اور قتادہؒ نے فرمایا کہ ہدایت سے گمراہی کو زیادہ پسند کرکے چھانٹ لیا اور اسی کے مشابہ یہ آیت ہے - وَاَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى - یعنے ثمود کو ہمنے ہدایت دی تو اُنھون نے عمایت کو ہدایت پر پسند کیا - اور حاصل یہ ہے کہ منافقون نے راہ مستقیم سے عدول کیا کہ ہدایت سے مُنھ موڑکر گمراہی کو اختیار کر لیا گویا کمال حماقت سے لعل کو دیکر ٹھیکری مول لی جسمین اُنکو سخت خسارہ ہوا - اور واضح ہو کہ جو فرقہ اسلام لاکر جماعت سے خارج ہوکر گمراہ ہوگیا وہ بھی اسی مین داخل ہے - چنانچہ قتادہؒ نے فرمایا کہ بیشک واللہ تم اُن کو دیکھ چکے کہ وہ ہدایت سے نکلکر گمراہی مین چلے گئے اور جماعت سے نکلکر چھوٹے فرقہ مین چلے گئے اور امن سے نکلکر خوف مین پہونچے اور سُنت سے نکلکر بدعت مین داخل ہوے (رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ قتادہؒ نے ظاہرا اس سے خوارج وروافض ومعتزلہ مراد لیے ہون واللہ تعالیٰ اعلم - بیضاوی وغیرہ نے یہان خرید کی یہ بھی تاویل لکھی کہ اللہ تعالیٰ ہر مولود کو فطرت کی ہدایت پر پیدا کرتا ہے اور وہ یہی ملت اسلامیہ ہے چنانچہ صحیح کی حدیث ابوہریرہؓ مین منصوص ہے پس یہ ہدایت فطرت اُنکے پاس موجود تھی جسکے عوض اُنھون نے گمراہی بدل لی - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے اور فرماتے کہ چاہو یہ آیت پڑھو - فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الآیۃ - پھر وہ اسی فطرت پر رہتا ہے یہانتک کہ اُسکی زبان بولے یعنے بالغ ہو یا سمجھدار ہو پھر اُسکے والدین اُسکو یہودی

یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین (کما فی الصحیحین) یعنے اکثر اوقات جب وہ اس قابل ہوتا ہو کہ اپنے خالق عزوجل کی توحید پر اقرار کرے تو جس حالت پر اُسکے والدین ہوتے ہین اُسی اعتقاد پر اُسکو پھیر لیجاتے ہین اور کبھی دیگر اسباب واقع ہوتے ہین مثلاً شیطان اُسکے قلب پر محیط ہوا اور اُسنے مذہب مادّی و نیچر اُسکو سمجھایا کہ اس دنیا مین تمام مادیات موجود ہین اور یہ آپ ہی آپ خودبخود پیدا ہوتے اور مرتے چلے جاتے ہین اور ہنسے توجب سے دیکھا یون ہی چلا آتا ہو اور ہین تو اُسکا کوئی خالق نہین نظر آتا بس وہ احمق بھی ایسے ہی بکنے لگتا ہی اور مترجم نے مقدمہ مین اسکو بدلیل مردود کیا ہی۔ ف۱۲ بعضے اشارات عرائس مین ہو کہ بعضے مسلمان زہد و عبادت کے صلہ مین کوئی خرق عادت پاتے ہین تو محمی کو اپنے نفس کے واسطے کمال سمجھکر گمراہی مین پڑجاتے ہین حالانکہ منزلت تو قرب و رفع حجاب ہی پس رضوان الٰہی کے بدلے اپنی خرق عادت کے ذریعہ سے دنیاوی جاہ و قبولیت بدل لیتے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو شخص دنیا و مافیہا کو بدلے وہ برباد ہوا کہ عمر بھر رائگان لیلا اور آخر یہ فانی بھی ہاتھ نہ آیا کیونکہ وہ فنا ہو جائے گا عس۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون و منافقون کی حقیقی خصلت بیان فرماکر اسکو ایک مثل مین تعبیر فرمایا تاکہ مذموم عقلی محسوس ہو جاوے کیونکہ اکثر کم عقل لوگ اپنے وہم کے مرید ہوتے ہین تو محسوس مثال سے بیان کرنا اُنکی عقل مین جم جاتا ہی اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن مین امثال بیان فرمائین اور اُنکے بعد غور و فکر کرنے کی ہدایت کی چنانچہ منافقون کے واسطے بھی دو مثلین بیان فرمائین اول قولہ تعالیٰ

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ

انکی مثل جیسے ایک شخص نے سُلگائی آگ پھر جب روشن کیا اُسکے گردکو لے گیا اللہ اُنکی روشنی

وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

اور چھوڑا اُنکو اندھیرون مین نظر نہین آتا بہرے ہین گونگے اندھے سو وہ نہین پھرینگے

ان امثال سمجھنے کے واسطے جو شخص کسی قدر ایمان کے موافق اسرار الٰہی کا علم رکھتا ہو تو وہ بہت خوب سمجھتا ہو لہذا فرمایا۔ وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون۔ یعنے یہ امثال ہم عام لوگون کے واسطے بیان فرماتے ہین حالانکہ انکو وہی خوب سمجھتے ہین جو علم والے ہین۔ چنانچہ اس مثل مین اللہ تعالیٰ نے کافرون کی گمراہی خریدنے اور آخر تاریکی مین پڑجانے کی مثل ایسے شخص سے بیان فرمائی جسنے تاریک رات مین آگ روشن کرکے اُسکی گرمی و روشنی سے جاڑے وغیرہ کا خوف دور کیا مگر یکایک بجھی تو پھر اصلی خوف مین پڑگیا چنانچہ فرمایا۔ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ان منافقون کی مثل ایسی ہو جیسے کسی نے خواہش کرکے آگ روشن کی۔ ف اور اُسوقت اندھیری رات چھائی ہوئی ہو بدلیل آنکہ فرمایا۔ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ پھر جب آگ کی روشنی نے اُسکا گردپیش چمکایا۔ ف حتیٰ کہ سردی و درندہ وغیرہ جس چیز سے خوف تھا مطمئن ہوگیا ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ اچانک اللہ تعالیٰ نے اُنکا نور میٹ دیا اور اُنکو تاریکیون مین چھوڑ دیا کہ کچھ نہین دیکھ سکتے ہین۔ ف شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ یہی مثل منافقون کی ہو کہ کلمہ ایمان ظاہر کرکے دنیا مین اُنھون نے ایک روشنی حاصل کی اور خوف قتل و جزیہ سے مطمئن ہوگئے پھر جب مرے تو وہی کفر کی تاریکی و عذاب قبر و ظلمات آخرت نے ہجوم کیا اور اس مثل مین پہلے ایک شخص کا آگ جلانا مذکور ہوا پھر آخر مین ضمیر جمع لائی گئی اور اسمین کچھ حرج نہین ہو کہ ایک جماعت کی مثال کو ایک شخص کے بیان سے شروع کیا جاوے۔ ھ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہرا شیخ ابن جریرؒ کو اس مقام پر یہ آیت یاد نہین آئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ذلک بانہم ۲۰

آمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبہم فہم لا یفقہون ۔ یعنے منافقون کے حق مین یہ بات اسوجہ سے ہے کہ پہلے وہ لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے تو انکے دلون پر مہر کردیگئی پس وہ لوگ کچھ نہین سمجھتے ہین ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے یہ لوگ ایمان بھی لائے تھے اور اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالی وما ہم بمؤمنین سے نکلتا ہے کہ وہ ایمان ہی نہین لائے تو جواب صواب یہ ہے کہ یہ بیان انکی حالت نفاق کا ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ پہلے وہ لوگ ایمان نہ لائے ہون تو اس مثل کا انطباق اسطور پر ہے جو تفسیر کبیر وغیرہ مین بھی مذکور ہے کہ پہلے ان لوگون نے ایمان لاکر کچھ نور کمایا پھر منافق ہو کر غضب الٰہی اٹھایا تو وہ نور مٹ گیا پس سخت حیرت مین ہوگئے کیونکہ دین کی حیرت سے بڑھکر کوئی حیرت نہین ہے ۔ چنانچہ سدیؒ نے اپنی تفسیر مین ابن عباس و ابن مسعود و چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ قولہ تعالی ۔ مثلہم کمثل الذی استوقد نارا ۔ اس مثل کا بیان یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو اُس زمانہ مین کچھ لوگ اسلام مین داخل ہوے پھر وہ لوگ منافق ہو گئے تو انکی مثل ایسی ہوئی جیسے ایک شخص نے تاریک رات مین آگ جلائی اور جب کوڑے کرکٹ وغیرہ کے جلنے سے اُسکا گرد روشن ہوا تو وہ ہر ایک چیز جس سے خوف کرتا تھا پہچاننے لگا پھر وہ اسی حال مین تھا کہ ناگاہ آگ بجھ گئی تو اب اُسکی یہ حالت ہوگئی کہ کسی موذی چیز سے بچنے کا حیلہ نہین رکھتا ہے پس یہی منافق کا حال ہے کہ وہ شرک کی تاریکی مین پڑا تھا پھر مسلمان ہوا تو حلال و حرام اور نیک و بد پہچاننے لگا پھر وہ اُسی حال مین تھا کہ ناگاہ کفر مین پڑ گیا تو پھر وہ حلال کو حرام سے اور خیر کو شر سے امتیاز نہین کر سکتا ۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ ایسی قوم کی مثل ہے جو پہلے ہدایت پر تھی پھر ایمان اُنسے چھین لیا گیا تو اسکے بعد وہ حدود سے متجاوز ہو گئے پس آگ کی روشنی تو وہ ایمان تھا جسکو زبان سے ادا کرتے تھے پھر آخر مین تاریکی و گمراہی و کفر ہے جسکے ساتھ متکلف تھے ۔ مجاہدؒ نے فرمایا کہ آگ کی روشنی ان منافقون کے حق مین فقط یہی تھی کہ وہ مومنون و اسلام کی طرف متوجہ ہوتے تھے عطاء خراسانی نے کہا کہ یہ منافق کی مثل ہے جو کبھی دیکھتا اور کبھی نہین دیکھتا پھر اُسکے قلب کا اندھا پن چھا لیتا ہے اور اسی کے مانند عکرمہ و حسن و سدی و ربیع بن انس و عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت مین فقط ایسے ہی منافقون کا انحصار نہین ہے جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے بلکہ ایسے منافق بھی شامل ہین جنھون نے ابتدا مین صرف زبان سے اسلام کا اظہار کیا تھا اور دل سے ایمان نہین لائے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جن منافقون کی نسبت یہ گمان ہے کہ وہ پہلے ایمان لائے تھے پھر کافر ہو گئے تو درحقیقت نور ایمان اُنکے سویدا ے دل مین نہین سمایا بلکہ ایک قصد تھا جو حواس مین جما اور اُس سے ایک روشنی ظاہر ہوئی بخلاف قسم دوم کے کہ اُن مین یہ بھی نہ تھا اور درحقیقت دلی تصدیق کا نور ان دونون مین سے کسی کو حاصل نہین ہوا اور اس امر مین کچھ تعجب نہ ہونا چاہیے کہ جنھون نے ایمان کا قصد کیا تھا اُنکے دل مین تصدیق کیونکر نہ ہوگی کیونکہ انسانی حواس و نفسانی خطرات اسطرح خلط ملط ہو جاتے ہین کہ آدمی درحقیقت اپنی واقعی حالت دریافت نہین کر سکتا چنانچہ بسا اوقات کسی شخص کی دوستی اپنے دل مین گمان کرتا ہے مگر جب کوئی معاملہ اپنی جان و مال کے خطرہ کا اُسکی جہت سے پیش آتا ہے تو صاف اُسکی محبت سے گریز کر جاتا ہے کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بحکم قولہ تعالی ۔ ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ الآیۃ کے صحابہ رضی اللہ عنہم شہادت جہاد کی تمنا رکھتے تھے لیکن جنگ احد مین ایک جماعت نے فرار کیا تو فرق ظاہر ہو گیا کیونکہ کمال وہ ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن یکسان ہو حتی کہ عمل بھی موافق ہوتا ہے اسیواسطے ایک جماعت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کمال تقوی سے اپنی ذات پر یہ خوف کرتے تھے کہ ایسا نہو کہ ہم مین نفاق کا مادہ موجود ہو لہذا ان آیات قدسیہ مین جو مثل بیان فرمائی وہ ہر قسم کے منافقون کو شامل ہے ۔ اسیواسطے علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی اللہ تعالی نے منافقون کے واسطے یہ مثل بیان فرمائی جو زبانی اقرار اسلام کی وجہ سے ایک آگ جلانے والے کی طرح اس قدر روشنی پاتے تھے کہ اہل ایمان اس اقرار کلمہ توحید کی وجہ سے انکے ساتھ نکاح بیاہ کرتے اور باہم میراث جاری کرتے اور مال غنیمت

مین سے اُنکو حصہ دیتے تھے پھر جب ایسا منافق مرا تو یہ عزت اُس سے چھین لیگئی جیسے آگ جلانے والے کا نور بجھ گیا۔ ربیع بن انسؒ نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ آگ جبتک جلتی ہے اُسکا نور رہتا ہے اور جب بجھا دیگئی تو جاتا رہا اسیطرح جبتک منافق نے کلمۂ اخلاص اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ زبان سے کہا تب تک اس کلمہ کی روشنی ملی پھر جب مرا تو تاریکی مین پڑ گیا۔ اور عبد الرزاق نے بواسطہ معمرؒ کے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کی کہ منافقون کی مثال یہ ہوئی کہ زبانی لا الٰہ الا اللہ کہنے سے اُنکو اتنی روشنی ملی کہ دنیا مین اسکے ذریعے کھایا پیا و جان و مال سے بیخوف رہے کہ اُنکی عورتون سے نکاح کیا گیا اور چونکہ دل سے یہ کلمہ نہ تھا تو جب مرے تب ہی اللہ تعالیٰ نے اُنکا نور مٹا دیا اور ایسی تاریکیون مین پڑے رہگئے کہ کچھ نظر نہین آتا ہے اسواسطے کہ منافق کے دل مین اُسکی جڑ نہ تھی ورنہ اُسکے عمل کی حقیقت تھی۔ حسن بصریؒ نے کہا کہ تاریکیون مین اُسوقت چھوڑے جائینگے جب مرینگے کیونکہ اُسوقت بدکاریون کا اندھیرا ہجوم کریگا اور تصدیق لا الٰہ الا اللہ کے موافق کوئی عمل نہین پاویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل اشارات کے نزدیک یہان نکتہ یہ ہے کہ جسمانی حیات ایک حکمت الٰہی عز و جل کے ساتھ بذریعہ لطیف بخارات خون کے ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجل مقدر آئی تو جسم فنا و خون ہوا ہو جاتا ہے پس اگر حیات حقیقی نہو تو وہ جنمی موت مین مبتلا ہوتا ہے اور اگر حیات الٰہی سے متصف ہوا جو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے حاصل ہوتی ہے تو اُسکے واسطے حیات ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان آویگا پس جب منافق کو حیات حاصل نہ تھی تو مرتے ہی وہ اصلی تاریکی مین مبتلا ہوگا اور یہان زبانی کلمۂ اخلاص کہنے سے صرف جسم کے نفع تک اُسکا نور حاصل ہوا پس جب جسم فنا ہوا تو اُس نور نے چھوڑ دیا اور زبان دل سے اُسنے کبھی نہین کہا تو نور روحی کے ساتھ اتصال نہین تھا بلکہ دنیا اختیار کرنے کی وجہ سے کافرون کی طرح اُسکے کان و آنکھون و دل پر مہر تھی جسکا بیان اوپر گذر لہٰذا فرمایا۔ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۝ بہرے گونگے اندھے ہین پس وہ نہین لوٹینگے۔ ف۱ یعنے کلام ہدایت سُننے سے بہرے اور اقرار توحید سے گونگے اور آیات حق دیکھنے سے اندھے ہین کیونکہ اُنکے دلون پر مُہرین ہین پس وہ ہدایت اسلام کی طرف نہین لوٹینگے یعنے توبہ کر کے نصیحت حاصل نہین کرینگے یہ تفسیر ابن عباسؓ و قتادہؒ و سدیؒ کا خلاصہ ہے۔ ع ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ بعضے مکار لوگ جو ولی و صاحب کرامت بن بیٹھتے ہین حالانکہ اُنکو ان مقامات و درجات مین سے خود کچھ حاصل نہین ہوتا ولیکن اولیاء اللہ کے جو حالات سُنتے ہین اُنکی تقلید سے اپنے واسطے بھی دعویٰ کرتا ہے یعنے درحقیقت کچھ نہین ہے اور بطور نقلی تقلید کے مدعی ہے اور بعد اس دعویٰ کے عبادت و ریاضت ترک کرتا ہے پس یہ منافق اسی تاریکی مین رہتا ہے چنانچہ جب اُسنے دعویٰ کی آگ روشن کی تو اُسکا آوازہ دور دور پہونچا اور جاہل لوگ ہر طرف سے اُسکی جانب متوجہ ہوے پھر خواہ دنیا مین یا موت کے وقت یہ آگ بجھی اور وہ عذاب آخرت کی تاریکی مین پڑ گیا۔ شیخ ابو الحسن الوراق نے کہا کہ اس آیت کے اشارہ مین ایسے شخص کی حالت موجود ہے جو ہنوز مقام ارادت مین ٹھیک نہین ہوا مگر اُسنے کشف و کرامت کا دعویٰ کیا اور یہ منافق ہے کہ خلاف باطن کے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے یا آخرت سے بداعتقاد ہو کر کمالات اولیاء کو جھوٹ تصور کر کے دنیا کی جاہ و منزلت حاصل کرنے مین مشغول ہوا تو مقام ارادت مین جو نور اُسکو ملا تھا جس سے کچھ لوگون مین وہ مشہور ہوا تھا وہ بھی جاتا رہا اور وہ اندھیرے مین شیطان کے حوالہ ہو گیا حتیٰ کہ اب رجوع نہین کرتا ہے اور نہ طبیب کے سامنے اپنی بیماری بیان کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ لوگ قرآن سُننے سے بہرے ہین اور اقرار ایمان سے گونگے ہین اور آیات قدرت دیکھنے سے اندھے ہین۔ عس۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقون کے واسطے دوسری مثل بیان فرمائی۔

اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ

یا جیسے مینھ پڑتا آسمان سے اُس مین اندھیرے اور گرج اور بجلی ڈالتے ہین اُنگلیان اپنے کانون مین

مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ

مارے کڑک کے ڈرسے موت کے اور اللہ گھیر رہا ہے منکروں کو قریب ہے بجلی کہ اُچک لے انکی آنکھیں

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ

جس بار چمکتی ہے اُسپر چلتے ہیں اُسمیں اور جب اندھیرا پڑا کھڑے رہے اور اگر چاہے اللہ بیجاوے

بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ ۲ع ۲

اُنکے کان اور آنکھیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ مثل دوسری قسم منافقین کے واسطے بیان فرمائی جنکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ کبھی اُنکو حق ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اُسمیں شک کرنے لگتے ہیں تو حالت شک وکفر میں اُنکے قلوب کی مثال ایسی ہے جیسے فرمایا - اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ - یا جیسے سماء سے مینھ - ف پس سماء سے مراد یہان سحاب ہے کیونکہ سماء وہ چیز جو تیرے اوپر سایہ دار ہو اور اسی جہت سے آسمان کو بھی سماء کہتے ہیں جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے - اور شیخ ابن کثیرؒ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے نقل کیا کہ صیب مینھ ہے - اور ضحاکؒ نے کہا کہ صیب سحاب ہے - مترجم کہتا ہے کہ اس صورت میں سماء سے آسمان مراد ہوگا یعنے جیسے آسمان سے سحاب کیونکہ سحاب کی پیدایش اگر بخارات سے ہو جیسا کہ قولہ تعالےٰ - الم تر ان اللہ یزجی سحابا ثم یؤلف بینہ الآیۃ - کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا تو یہ بخارات بترکیب قوائے آسمانی بشکل سحاب ہو جاتے ہیں بہرحال مثال یہ ہوئی کہ جیسے آسمان سے سحاب یا جیسے سحاب سے مینھ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ؕ درحالیکہ اُسمیں تاریکیان ورعد وبرق ہے - ف کیونکہ ابر کے تہ بر تہ ہجوم سے تاریکی چھاجاتی ہے اور اُسمیں سے رعد گرجنے کی آواز آتی ہے اور تیزی سے برق چمکتی ہے تو اس حالت میں میدان کے چلنے والے خوف کھاتے ہیں - يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ بوجہ صواعق کے موت کے خوف سے اپنے کانون میں اپنی اُنگلیان دے لیتے ہیں - ف تاکہ یہ آواز سخت اُنکے کانون میں نہ آوے ایسا نہو کہ اُنکے دل پھٹ جاوین یا حالت متغیر ہو جاوے لیکن آنکھون پر پٹی نہیں باندھ سکتے کیونکہ لاچار یہ راستہ طے کرنا ہوگا حالانکہ کچھ سوجھتا نہیں ہے اور یہ سمجھ باقی نہیں کہ موت سے خوف بیفائدہ ہے کیونکہ موت کا وقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدر ہے - وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ اور اللہ تعالیٰ تمام کافرون کو محیط ہے - ف یعنی اُسکی قدرت میں کل چیزین مقہور ہیں لیکن سوائے کافرون کے کل چیزین یہی سمجھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہے لہذا کافرون کی خصوصیت فرمائی جو جہالت سے ہر چیز کو خود مختار فاعل سمجھتے ہیں اور منافق تو موت کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں کما قال تعالیٰ یحسبون کل صیحۃ علیہم - اور ہر رعد غیرہ کو اپنی موت ہی خیال کرتے ہیں - غرضکہ اس تاریک رات میں جب تہ برتہ بادل سے مینھ گرتا ہے اور بادل گرجتا و بجلی چمکتی ہے تو رعد کے خوف سے اپنے کانون میں گویا پوری اُنگلی ٹھونس لیتے ہیں کہ اُنکے دل دہل نجاوین لیکن آنکھیں لاچاری سے کچھ کچھ کھلی رکھتے ہیں حالانکہ راستہ کچھ نہیں سوجھتا - يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ - قریب ہے کہ برق اُنکی بینائیان اُچک لے - ف کیونکہ دہشت وخوف سے بینائی کا مادہ ہی کم ہو گیا کیونکہ وہ جسمی خون سے متعلق ہے اور خوف کی حالت میں خون کی روانی بند ہو جاتی ہے اور قوت بوجہ خوف کے کام نہیں دیتی تو بینائی میں ضعف ہوتا ہے اور برق کی روشنی قوی ہوتی ہے تو خوف ہے کہ وہ اپنی تیزی قوت سے اپنی ہمجنس نور باصرہ کو جذب کرلے پس منافق اس دہشت میں متحیر کھڑے ہیں - كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ

مَشَوْا فِيْهِ ۔ ہر بار جب اُنکے لیے برق کچھ روشنی کردیتی ہے تو اُسمین چلتے ہین ۔ ف یعنی راستہ سوجھ جاتا ہے تو چند قدم اُٹھاتے ہین
وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۔ اور جب اُنپر تاریکی چھالیتی ہے تو ٹھٹھک رہتے ہین ۔ ف اس مثال مین اللہ تعالیٰ نے
بہت دقیق اسرار کے ساتھ منافقون کی تشبیہ فرمائی اور جامع کلام پاک سے اُنکے مختلف وجوہ کے حالات جمع فرمائے چنانچہ ایک جماعت جیسے
نیشاپوری وسیوطی نے بیان کی کہ یہان تشبیہ مفرد بمفرد ہے اور مجموعہ بمجموعہ ہے چنانچہ نزول قرآن کو جو زندگی جاوید ہے اُسکو مینھ سے تشبیہ دی اور
قرآن مین جو کفر ونفاق مذموم کا بیان ہے وہ تاریکیان ہین اور اُسپر سخت وعید عذاب دوزخ مشابہ برعد ہے اور اسمین وحدانیت الٰہی آیات قدرت
کے روشن دلائل مشابہ ببرق ہین جنکے سُننے سے منافق اپنے کانون مین اُنگلیان دیتے اور اپنی عورتون کو مارتے اس خوف سے کہ ان آیات کو
سنکر ضرور اسلام کی جانب مائل ہو جاوینگی حالانکہ اُسکو وہ اپنے نزدیک موت سمجھتے تھے اگرچہ یہ روشن دلیلین اُنکے دلون کو ہلا کر بے قابو کرتی ہین پھر
جب اُنمین سے کوئی بات اپنی خواہش کے موافق پاتے تو دو قدم اسلام پر چلتے پھر جب اُنکی خواہش کی تاریکی ہجوم کرتی تو رُک جاتے تھے جیسے عرائس
مین شیخ حسینؒ سے نقل کیا کہ جب دینی باتون مین اُنکو دنیاوی مراد ملی تو خوش ہو کر مالوف ہو گئے اور جب اُنکے حواس کے خلاف کوئی امر جو نور عقل سے
دریافت ہوتا ہے جاری ہوا تو مجہول ہو کر ٹھہر رہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تو ایک وجہ کا بیان ہے اور وجوہ دیگر کا بیان امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین باقوال
سلف صالحین رضی اللہ عنہم نقل کیا ولیکن سمجھدار کو چاہیے کہ مختصر بیان پر کفایت کرکے اپنی ایمانی سمجھ کے موافق ہر وجہ کو اپنے موقع پر محمول کرے
چنانچہ شیخؒ نے لکھا کہ نفاق جس قوم مین اللہ تعالیٰ نے رکھا وہ قوم بزدل وموت سے خوفناک ہوتی ہے کما فی قولہ تعالیٰ ۔ ولکنھم قوم یفرقون
اور لکھا کہ برق وہ چمک ہے جو اس قسم کے منافقون کے دلون مین بعض اوقات نور ایمان سے پہونچ جاتی ہے اور برق اُنکی بینائیون کو اُچک
لینے کے قریب ہے اسوجہ سے کہ اُنکی بصیرت کمزور اور ایمان ثابت نہین ہے ۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محکمات قرآنی ان منافقون کے مخفی عیوب پر دلالت
کرتے ہین اور دوسری روایت مین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کلام حق کی روشنی سقدر شدید ہے کہ اُنکی ذاتی بینائی اُچک لے یعنی ذاتی بینائی سے اوہام
وشکوک پیدا کرتے ہین لیکن جب نور کلام کی شدید روشنی اُنکے دل پر چمکی تو مانوس ہو کر کچھ دور اتباع کرتے ہین لیکن انکے قلوب قابل قبول نہین ہین پس
تو پھر وہی شکوک اُنکے دلون پر گھٹا کی طرح چھا جاتے ہین تو پھر متحیر ہو کر ٹھہر جاتے ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تو اعتقاد کی جہت مین ہے اور اعمال کی جہت
مین بھی یہی حال ہے چنانچہ ابن عباسؓ سے تیسری روایت مین ہے کہ جب منافقون کو عزت اسلام مین سے کچھ پہونچا تو مطمئن ہو جاتا ہے اور
جب امر تقدیری سے کوئی تکلیف پہونچی تو منقلب ہو جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ فان اصابہ خیر اطمان بہ وان ۔ اصابتہ فتنۃ انقلب علی
وجہہ ۔ اور سعید بن جبیرؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب نور اسلام سے روشنی چمکی تو اُسکے موافق ہو گئے پھر جب کفر مین گھسے تو تاریکی مین متحیر
کھڑے ہو گئے شیخ نے بھی ایک جماعت صحابہ وتابعین سے نقل کرکے کہا کہ یہی اصح واظہر ہے اور قیامت مین بھی ان لوگون کا یہی حال ہوگا چنانچہ
جب اہل ایمان اپنے نور سے چلینگے تو منافقون مین سے بعض کو کم وبیش مسافت تک نور ملیگا اور بعض بالکل محروم ہونگے غرضکہ منافقون کا نور پائدار
نہوگا اور مومن کا نور ثابت واستوار ہوگا اگرچہ قلیل ہو چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مومنین بقدر اپنے اعمال کے نور کے ساتھ صراط
باریک پر چلینگے پس انمین سے بعض کا نور مثل پہاڑ کے ہوگا اور بعض کا نور مثل درخت خرما ہوگا اور سب سے کمتر اُس شخص کا نور ہے جسکے انگوٹھے پر
کبھی چمکیگا اور کبھی فرد ہو جائیگا (ابن جریر وابن ابی حاتم) اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ مومنون مین سے کوئی نہین خالی ہوگا جسکو قیامت کے
دن کچھ نور نہو اور رہے منافق تو اُنکا نور بجھا دیا جائیگا پس اہل ایمان اُس سے خوفناک ہو کر دعا مانگینگے کہ ربنا اتمم لنا نورنا یعنی الٰہی ہمارا نور پورا کر
(ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ یہ صراط پل جسر جہنم ہے جو اس سے پار ہو گیا وہ جہنم سے چھوٹ گیا ۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ جمیع انواع

کفر و شرک تو پہلے ہی اپنے اپنے پیشواؤن کے پیچھے جاکر جہنم مین پہونچ جائینگے اور مومنین اس پل صراط کی جانب روانہ ہونگے جنکے پیچھے منافقین بھی
ہونگے اور منافقین اس پل سے پار ہونے پاوینگے لہذا ضحاک نے فرمایا کہ دنیا مین جو ایمان ہے وہ قیامت کے دن نور ہو کر ظاہر ہوگا پھر جب یہ لوگ پل
تک پہونچینگے تو منافقون کا نور بجھا دیا جاویگا پس مومنین یہ بات دیکھکر ڈرینگے اور اپنے پروردگار عزوجل سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمارا نور پورا کر دیا جائے -
شیخ نے لکھا کہ جب یہ بات معلوم ہو چکی تو جاننا چاہیے کہ لوگون مین چند اقسام ہین بعض تو مومنین خالص ہین اور اُن کا بیان اس سورہ مبارک کی
اول چار آیات مین ہے - بعض کفار خالص ہین جنکا بیان بعد کی دو آیتون مین ہے بعض منافق ہین - پھر منافق دو قسم ہین جنکا بیان دونون مثل مین ہوا پس
مثل اول مین خالص منافقون کا بیان ہے اور مثل دوم مین متردد منافقون کا بیان ہے جنکا نور کبھی چمکتا اور کبھی بجھ جاتا ہے اور یہ لوگ بہ نسبت خالص
منافقون کے ہلکے ہین - اور واضح ہو کہ سورۃ النور مین قولہ تعالیٰ - اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیۃ - مین بھی فی الجملہ تشبیہ
مذکور ہے پس کوکب دری کی مثال ایسے مومن کا قلب ہے جو ایمان خالص پر مخلوق ہے اور اُسکو شریعت خالصہ سے مدد پہونچتی ہے جسمین کچھ کدورت
و خلط نہین ہے - اور کفار کی مثال جو اپنے آپ کو کسی منزلت پر سمجھتے ہین حالانکہ یہ اُنکا جہل مرکب ہے اسکے بعد بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ والذین کفروا
اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئا الآیہ - یعنے ان کافرون کی مثل مانند سراب ہے کہ دور سے پیاسا اُس کو پانی
سمجھتا ہے یہانتک کہ جب وہان پہونچا تو اُسکو کچھ بھی نہ پایا اسیطرح کفار بھی اپنے جہل مرکب کے موافق اپنے اعمال کو ثمرہ جنت خیال کرتے ہین حالانکہ
وہ کچھ بھی نہین ہین پھر اسکے بعد خالص کافرون کی مثال بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ - او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ
سحاب الآیۃ - اسیطرح سورہ واقعہ و سورہ انسان مین اللہ تعالیٰ نے مومنین کی بھی دو قسمین بیان فرمائین پس حاصل یہ نکلا کہ مومنین کی دو قسمین
ابرار و مقربین ہین اور اسیطرح کافرین کی بھی دو قسمین اصلی و تبعی ہین اسیطرح منافقین کی بھی دو قسمین خالص و متردد ہین - اور واضح ہو کہ کبھی
مومن مین اعتقاد کی راہ سے نفاق نہین ہوتا لیکن اعمال کی راہ سے نفاق ہوتا ہے چنانچہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسمین تین باتین ہون وہ خالص منافق ہے اور جسمین کوئی ایک ہو اُسمین نفاق کی شاخ ہے یہان تک کہ اُسکو ترک کرے
چنانچہ جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب اُسکو امانت سپرد کیجائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے (الصحیحین) اور بعض روایات
مین چار باتین ہین اور چوتھی بات یہ کہ جب مخاصمہ کرے تو بدکاری کا برتاؤ کرے - شیخ نے لکھا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی مین کبھی ایمان کے ساتھ
نفاق کی بھی شاخ ہوتی ہے - اور حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلوب چار ہین قلب اجرد جس مین
شمع کی لو کیطرح روشن ہے اور قلب اغلف جو اپنے غلاف مین مربوط ہے اور قلب منکوس اور قلب مصفح - پس قلب اجرد تو مومن کا دل ہے
جسمین اُسکا نور مانند شمع کا فور کے روشن ہے اور قلب اغلف کافر کا دل ہے اور قلب منکوس منافق خالص کا دل ہے جسنے پہچانا پھر نہ مانا اور
قلب مصفح وہ دل ہے جسمین ایمان کے ساتھ نفاق بھی ہو پس اُسمین ایمان کی مثال مانند بقول کے ہے جو پاکیزہ پانی سے بڑھتا ہے اور اُسمین نفاق
کی مثال مانند قرحہ کے ہے کہ پیلو ہو و پیپ سے بھرتا ہے پس اس قلب مین دونون مادہ مین سے جو غالب ہوا اُسی کا غلبہ ہو جاتا ہے (رواہ احمد
باسناد حسن - ا ع - مترجم کہتا ہے کہ منافقون کی قسم اول کے دل پر بھی بالکل مُہر نہین ہوتی بلکہ وہ اوندھا ہو جاتا ہے اگرچہ قلب کافر کے مانند
اُسکا انجام بھی خراب ہے اور منافقون کی قسم دوم کا دل اس قابل ہوتا ہے کہ اگر وہ نیک صحبت مع مردانہ ہمت کے اختیار کرے تو مراد کو پہونچ جاوے
لیکن اُسنے اپنے کانون کو شیطانی باتین سننے مین لگایا اور حق باتون سے غافل کیا اور آنکھون کو بھی آیات عبرت سے ہٹا کر غفلت مین ڈالا
تو مانند خالص منافق کے بربادی مین مبتلا ہوا - وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اُنکے کانون و آنکھون کو اُنکی سماعت و بصارت کو نیست کرے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے - ف سیوطیؒ نے لکھا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اُنکی باطنی سماعت و بینائی معدوم فرمائی ویسے ہی چاہے تو ظاہری سماعت و بینائی کو بھی نیست فرماوے - ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو جو کہ اپنے بندون کے ساتھ از قسم عقوبت یا عفو منظور ہو سب اُسکے قبضۂ قدرت مین ہے پس جب چاہے اُنکی سماعت و بینائی زائل فرماوے کیونکہ اُنھون نے حق کو پہچاننے کے بعد چھوڑ دیا (تنبیہ) شیخ ابن جریر و قرطبی وغیرہ ایک جماعت مفسرین نے یہان دونون مثالون کو ایک ہی معنے مین محمول کیا یعنے چاہو اندھیرے مین آگ روشن کرنے والے سے منافقون کی مثال دو یا اندھیری رات مین پانی کی گھٹا مین چلنے والے سے مثال دو یعنے دونون مثالین برابر ہین اور یہی زمخشری و بیضاوی وغیرہ کا مختار ہے - اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ دو مثالین دو قسم منافقین کیواسطے بیان فرمائی گئین کیونکہ منافقین کے چند اقسام ہین اور ہر ایک کے احوال و اعمال علحدہ علحدہ ہین چنانچہ سورۂ براۃ مین ہر ایک کے اقوال و افعال کا مفصل بیان ہے - (تنبیہ ثانی) بعض روایات سے ثابت ہے کہ زیر عرش بعض سمندر ہین اللہ تعالیٰ اُنسے باران رحمت کے بادل بھیجتا ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہی بات بنظر جواہر صحیح ہے اسوجہ سے کہ بارش کی کیفیت اور اُسکے آثار اور کثرت و مقدار اور مزہ اسکو مستدعی ہے اسیواسطے بعض مفسرین نے اسی پر جزم کیا اور اسکا انکار وہی شخص کریگا جو سوائے محسوس کے کسی چیز کا قائل نہین ہے حالانکہ محسوسات مادیات پر انحصار کرنا محض احمق کا کام ہے چنانچہ مقدمہ مین اسکی کافی تردید گذری لیکن جب تک قوی روایت سے یہ امر ثابت نہو تب تک اسپر جزم نہین کر سکتے اگرچہ کوئی امر محال نہین ہے جیسا فرقہ ملاحدہ کے مٹی کے تیلون نے قیاس دوڑایا ہے اور چونکہ اُنکا قیاس خود غیر محسوس ہے تو اُسکے اعتقاد کے موافق خود باطل ہے - رعد کو بیضاوی وغیرہ فلسفی متکلمین نے لکھا کہ وہ آواز ہے جو ہوا کے جھونکے سے بادلون کے اجرام مضطرب ہونے سے نکلتی ہے اور یہی فلاسفہ کا قول ہے اور یہ غلط ہے یا یون کہا جاوے کہ جیسے مادر زاد اندھے نے دوپہر کے وقت زمین پر ہاتھ رکھا تو کہا کہ یہ گرمی وہ ہے جو دن مین زمین پر ہاتھ رکھنے سے محسوس ہوتی ہے کیونکہ اُسکو آفتاب کی طپش نظر نہین آتی ہے اسیطرح سحاب مین سوائے ظاہری صورت کے جن لوگون کو کچھ معلوم نہین ہوتا وہ اسیطرح اٹکل دوڑاتے ہین حالانکہ بلا خلاف یہ سحاب ایک مخلوق الٰہی ہے اور ہر مخلوق الٰہی مین قوائے ملکی نے اپنے اقسام پر ہین اور اسیطرح انتظام الٰہی تمام مخلوقات مین جاری ہے چنانچہ حدیث ابن عباسؓ مین ہے کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رعد کو دریافت کیا کہ رعد کیا چیز ہے یعنی یہودیون نے توریت سے لیکر بطور امتحان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رعد کو دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ملائکہ مین سے ایک ملک ہے جسکے ہاتھ مین مخراق ناری ہین جنسے سحاب کو جہان اللہ تعالیٰ چاہتا ہے لیجاتا ہے تو یہودیون نے کہا کہ یہ آواز کیسی ہے جسکو ہم سنتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ سحاب کو زجر ہے تا کہ جہان حکم ہے وہان تک پہونچے یہودیون نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر کہنے لگے کہ ہمکو یہ بتلایئے کہ اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کیا چیز حرام کر لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکو عرق النسا کا مرض ہوا تو اُنھون نے سوائے اونٹون کے گوشت و اُنکے دودھ کے کوئی چیز اس مرض کے مناسب نہین پائی (کہ جس سے اس مرض کے پیدا ہونیکا احتمال ہو) پس اسواسطے اونٹون کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا یہودیون نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح غریب) اور ابن عباسؓ نے کہا کہ رعد اُس فرشتہ کا نام ہے جو سحاب کو چلاتا ہے اور برق اُسکے تازیانۂ نوری کی چمک ہے جس سے سحاب کو زجر کرتا ہے اور یہی اکثر سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے منقول اور یہی علمائے ربانیین کا قول ہے اور جنھون نے فلاسفہ کی بات مانی کہ برق ایک آگ ہے جو بادلون کی رگڑ سے نکلتی ہے تو جہان کا تنگ ملانے کے سوا کوئی علمی بات نہ پائی - اور واضح ہو کہ صواعق ایک لطیف آگ ہے جو مخراق فرشتہ سے بروقت ضرب کے جدا ہوتی ہے اور

بجلی

قولہ تعالیٰ ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رعد وصواعق کی آواز سنتے تو فرماتے اللہم لاتقتلنا بغضبک ولاتہلکنا بعذابک وعافنا قبل ذٰلک یعنی الٰہی ہمکو اپنے غضب سے قتل نفرمائیو اور اپنے عذاب سے ہلاک نفرمائیو اور اس سے پہلے عافیت عطا کیجیو (رواہ الترمذی) پھر اللہ تعالیٰ نے مومن و کافر و منافق سب کی کیفیت بیان فرماکر اہل کفر کو معرفت الٰہی و ایمان کا خطاب کیا بقولہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي

لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور تم سے اگلون کو شاید تم پرہیزگاری پکڑو جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ص وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ

بنا دیا تم کو زمین بچھونا اور آسمان عمارت اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اُس سے میوے

رِزْقًا لَكُمْ ج فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

کھانا تمھارا سو نہ ٹھہراؤ اللہ کے برابر کوئی اور تم جانتے ہو

واضح ہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن مین یاایہا الناس کا خطاب اہل مکہ کے واسطے ہے اور یاایہا الذین آمنوا کا خطاب اہل مدینہ کے واسطے ہے (ابن جریر وغیرہ) یہ خطاب بطریق ندا ہے۔ اور بعض محققین نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول کچھ کلیہ نہین ہے بلکہ اکثر ایسا واقع ہوا ہے کیونکہ سورۂ بقرہ و نساء و حجرات بالاتفاق مدنیہ ہین حالانکہ انمین یاایہا الناس موجود ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ مدنیہ سورۃ مین بھی یہ بات ممکن ہے کہ اہل مکہ کو خطاب کیا جائے کیونکہ جیسے مکہ مین بیٹھکر مکہ والون کی نصیحت منظور تھی ویسے ہی مدینہ سے بھی انکی ہدایت مقصود تھی تو سورۃ کا مدنیہ ہونے سے کوئی اشکال نہین ہوسکتا اور مترجم کہتا ہے کہ یہ سب کلام اس بنا پر ہے کہ جب یہ خطاب نازل ہوا تھا اُسوقت کن لوگون کو مخاطب کیا گیا تھا اور درحقیقت تو یہ خطاب اہل مکہ و تمام عرب و تمام دنیا بلکہ قیامت تک پیدا ہونیوالون کو عام ہے جس سے قیامت تک سبکو نصیحت لینا چاہیے کہ۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ۔ اے لوگو توحید کرو اپنے رب کی۔ ف اور اُسکے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو نہ اعتقاد مین نہ صفت مین نہ فعل مین پس اُسی کے واسطے عبادت کرو کیونکہ وہی خالق اور وہی منعم ہے۔ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ جسنے تمکو پیدا کیا اور اُن لوگون کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے۔ ف پس استحقاق مدلل یہ کہ سابق و لاحق انسانونکا جو اشرف مخلوقات مین وہی خالق ہے اور یہ احسان اُنکی جان عطا کرنیکا اُسوقت ہوا کہ یہ بالکل معدوم تھے پھر اپنی قدرت کے قبضہ مین اُنکو زندہ رکھا اور برابر رزق دیا پس اُلوہیت و عبادت اُسکے واسطے خاص ہوئی جسنے تمکو پیدا کیا اور تمھاری زندگی باقی رہنے کی نعمتین تمکو عطا فرمائین پس ظاہر ہے کہ جو خالق و مالک و منعم ہے وہی اُلوہیت والا مستحق عبادت ہے چنانچہ اول کا بیان یہ کیا۔ الذی خلقکم والذین من قبلکم یعنی جسنے تمکو اور تم سے اگلون کو سبکو پیدا کیا اور پیدا کرنے والا بہ نسبت مالک کے بدرجہا بڑھکر ہے کیونکہ مالک تو کبھی اپنے مثل آدمی کا مالک ہوتا ہے جیسے آدمی اپنے غلام کا مالک کہلاتا ہے اگرچہ حدیث مین منع آیا کہ مالک نہ کہا جاوے بلکہ آقا و سردار کہا جاوے کیونکہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور خالق وہ ہے جسنے نیست سے موجود کیا تو وہ حقیقی مالک ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ خالق ہونیکی قوت و قدرت اُسمین ہوگی جو خود مخلوق نہو اسیواسطے اہل سنت نے کہا کہ کوئی شخص اپنے افعال کا خالق نہین ہوسکتا بلکہ اسکے ارادہ کرنے پر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو وہ کام پیدا کر دیتا ہے اور نہین چاہتا ہے تو نہین پیدا کرتا ہے پس ہماری ذات کا اور ہمارے افعال کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو اُسکی توحید و عبادت کرو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ تاکہ تم اپنے آپ کو بچاؤ۔

ف یعنی آتش جہنم سے واضح ہو کہ لفظ لعل در اصل اُمید کے معنے مین آتا ہے تو یہان ترجمہ یہ ہوا کہ شاید تم اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ پس وہ اگر اسکا معنے اُمید پر رکھا جاوے تو گویا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگون کو تنبیہ فرمائی کہ تم لوگ توحید الٰہی پر قائم ہو کر اُمیدوار رہو کہ اللہ تعالیٰ تمکو آگ سے نجات دے پس اُسمین کئی طرح کی معرفت عطا ہوئی اول یہ کہ اعبدوا ربکم۔ کے لفظی معنے اپنے رب کی عبادت کرو" اس سے مراد" اپنے رب کی توحید کرو" چنانچہ یہی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح ہوئی۔ دوم توحیدی فرمانبرداری پر ذرہ برابر مغرور نہو بلکہ قبولیت کی التجا کرو اور اُمیدوار رہو کہ یہی بندگی ہو بیان اول یہ کہ جو عقائد مین مذکور ہے کہ کسی شخص کو یہ طاقت نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق اُسکی عبادت کر سکے کیونکہ مخلوق سے جو عبادت پیدا ہو وہ بھی مخلوق ہوگی اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان خالق ہے تو اُسکی بارگاہ کبریائی کے لائق جب خود آدمی نہین ہے تو آدمی سے جو چیز پیدا ہوئی یعنی عبادت وہ کہان اُسکی بارگاہ کے لائق ہو سکتی ہے اور اُسکی شان عالی مین کسی قسم کی احتیاج نہین ہے کیونکہ احتیاج تو ایک نقص ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے اور اُسکی سب صفات کامل ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ کی صفت الصمد الغنی الحمید ہے اور اسیواسطے قیامت کے روز تمام انبیا علیہم السلام باوجود کمال طاعت کے نفسی نفسی کہینگے اور اسیواسطے ہر بندہ مومن یہ خوف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ مواخذہ فرماوے سب صحیح ہے کیونکہ اُسکی بارگاہ کے لائق کوئی عبادت ادا ہونا ممکن نہین ہے لیکن اللہ عزوجل نے اپنی رحمت سے جو کچھ بندون سے ممکن تھا یعنے حکم کی فرمانبرداری کرنا اسی پر اکتفا فرمایا چنانچہ جس بندے نے موافق حکم کے روزہ نماز ادا کیا وہ مقبول ہوا اور اس پر مزید رحمت یہ ہے کہ یہ اعمال صالحہ بھی بندون ہی کو دیدیے حتی کہ ہر ایک شخص اپنے اعمال کے موافق آخرت کے درجات پاویگا پس خلاصہ یہ ہوا کہ کسی شخص کو اُسکے اعمال جنت مین داخل نہین کرینگے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُسکی فرمانبرداری قبول فرماکر اُسکے واسطے جنت مین داخل ہونیکا حکم دیگا چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تم مین سے کسی کو اُسکے اعمال داخل جنت نہین کرینگے پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپکو بھی آپ کے اعمال داخل نہین کرینگے تو فرمایا کہ مین بھی نہین مگر آنکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانک لے۔ (صحیحین وغیرہ) پھر رحمت الٰہی عزوجل سے فرمانبرداری قبول ہو کر جنت مین جائینگے تو وہان اپنے اپنے اعمال کے مراتب عالیہ پاوینگے۔ معرفت دوم یہ کہ جب اُنھون نے موافق حکم کے فرمانبرداری ادا کی تو کوئی شخص یہ نہین جان سکتا کہ مین نے خالص نیت کے ساتھ بخشوع وخضوع فرمانبرداری ادا کی یا نہین لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندون کی فرمانبرداری بیان کر کے فرمایا کہ۔ وہم من خشیتہ ربہم مشفقون۔ یعنے اپنے پروردگار کی ناخوشی سے ڈرتے رہتے ہین پس باوجود فرمانبرداری کے اُنکو یہ خوف ہے کہ اُنکے اعمال مردود نہوجاوین لہذا یہان ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اپنے رب عزوجل کی توحیدی عبادت کرو جسنے تمکو اور تمسے پہلے لوگون کو پیدا کر دیا شاید تم عذاب الٰہی سے بچو یعنے اُسکی شان کے لائق عبادت نہین کر سکتے ہو مگر فرمانبرداری جو تمسے ممکن ہے ادا کر کے اُمید لگاؤ کہ شاید نجات پاؤ۔ اور حدیث مین ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعلیٰ ہے کہ بندہ اُسکی طرف اُمید لگاوے پھر وہ محروم کیا جاوے۔ اور حدیث قدسی مین ہے کہ بندہ سچے دل سے جو آرزو میری طرف لگاتا ہے مین اُسی کی آرزو پر ہون۔ اور بعض علما نے کہا کہ لفظ لعل یہان قطعی ہے یعنی توحیدی عبادت کرو تاکہ تمکو نجات ہو پس بندون کے سمجھنے کے واسطے یہی کافی تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی مستحق عبادت ہے جسنے ہم سب کو پیدا کیا پھر اسکے ساتھ بعد پیدایش کے انعام بھی بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا۔ جسنے تمھارے واسطے زمین کو بچھونا بنایا۔ ف کہ وہ بچھونے کی طرح نرم ہے ہلتا ڈولتا نہ دلدل ہے نہ پتھر کے مانند سخت ہے اور نہ اُسکو ہلاتا ڈولاتا ہے کیونکہ پہاڑون سے اُس مشت خاک کو مضبوط کر دیا ہے۔ وَالسَّمَاءَ بِنَاءً۔ اور آسمان کو چھت بنا دیا۔ ف چنانچہ فرمایا۔ وجعلنا السماء سقفا محفوظا وہم عن آیاتہا معرضون یعنی ہمنے آسمان کو محفوظ چھت بنایا حالانکہ کافر لوگ آسمانی آیات قدرت سے منھ موڑے ہین۔ ھ۔ اور لطف یہ ہے کہ

اسی جہت سے انکو طرح طرح کے رزق ملتے ہین اور روشنی وتاریکی کی راحت حاصل ہوتی ہے اور اسکے آیات قدرت کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا
وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۔ اور آسمان سے پانی اُتار دیا پس اسکے ذریعہ سے طرح
طرح کے پھل نکالے حالانکہ وہ تمھارے واسطے رزق ہین ۔ ف یعنی تم اور تمھارے جانور اُس سے رزق پاتے ہو پس جب وہی خالق اور وہی
منعم اور وہی رازق ہے اور یہ صفات کمال جب اُسکی ذات پاک مین ہین تو کوئی ذرہ اُسکی قدرت سے خارج بھی نہین ہو سکتا اور جمیع صفات کاملہ
اُسمین موجود ہین تو وہی مستحق عبادت ہوا ۔ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ پس تم اللہ کے واسطے انداد مت
بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو ۔ ف یعنی عقل رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی ضد وند وشریک نہین ہو سکتا یعنی جب تمنے جانا کہ اللہ
تعالیٰ خالق وقادر وعلیم وحکیم وتمام مخلوقات اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین اور اُسیکے زندہ رکھنے سے انکی زندگی تمام ہے تو ممکن نہین کہ کوئی
دوسری چیز درمیان مین تصرف کر سکے کیونکہ جو چیز مثلاً اللہ تعالیٰ کے قبضہ مین مسخر ہو اُسپر دوسرے کا تصرف کیونکر وارد ہو سکتا ہے اور دوسرا
اپنا تصرف کیونکر لاویگا کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اُسکا تصرف بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے پیدا ہو سکتا ہے تو کسی چیز کا
درمیان مین دخل ممکن نہین کیونکہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے تجاوز نہین کر سکتی پھر اُسکو تصرف کرنیکی مجال نہین حاصل ہو سکتی ہے
پس اہل شرک کے واسطے نفیس تنبیہ ہو گئی کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی شان اعلیٰ پر غور کرو تو صاف جان لوگے کہ بغیر فعل الٰہی عزوجل کے ایک
ذرہ جنبش نہین کر سکتا تو بتون وغیرہ کو اپنا معبود یا متصرف بنانا محض حماقت ہے ۔ (المعرفۃ) اولیائے الٰہی عزوجل از قسم ابدال وغیرہ

جو موافق توضیح حضرت سید جیلانی قدس سرہ کے اپنے ارادات سے فانی و محض ارادات حق عزوجل سے باقی ہین تو انکو تقدیرات الٰہی عزوجل مین کچھ اشتباہ
نہین اور نہ خطرات غیر مین پس انکے افعال وہی ہین جو اللہ تعالیٰ چاہے اور کبھی انکی کرامات کے لیے ظاہر مین خرق عادات پیدا فرماتا ہے پس جسنے
انکو خود مختار قادر جانا وہ احمق گمراہ ہے جیسا کہ شیخ ابو الحسنؒ نے قصہ ابراہیم ادہم مین صرح لکھا ہے پس حق عزوجل ہی خالق و قادر و فاعل مختار ہے کسیکو کچھ
بھی پیدا کرنے کی قدرت نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندگان صالحین سے کرامت پیدا کرتا اور انبیائے کاملین سے معجزات پیدا کرتا ہے (تنبیہ) جس بندے
کے دل مین نیک افعال کی نیت پیدا کی گئی تو صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کمال خوبی سے اسکے
دل مین شوق و نیت ہے اسی طرح کامل ثواب عطا ہوتا ہے پھر اگر وہ اس نیکی کو عمل مین لایا یعنے خالق عزوجل نے خارج مین اسکو خلق فرمایا تو
دس گونہ ثواب سے جہانتک زائد اخلاص وغیرہ ہو لکھا جاتا ہے اسی سے کہا گیا کہ مومن کی نیت اسکے عمل مین لانے سے بہتر ہے۔ اور بدی کا گناہ جب ہی
لکھا جاتا ہے کہ عمل مین لاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ فعل صرف باطنی ہے مثلاً کسی صالح کی نسبت بدگمانی کرنا تو جب تک خطرہ ہے تب تک کچھ نہین ہے حتی کہ
اگر اسنے خطرہ کو دور کر دیا تو بھی موافق حدیث صحیح کے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسنے اس بدگمانی کو جمالیا تو گناہ کا مرتکب ہو گیا اور اگر فعل خارجی
ہے مثلاً شراب خواری تو جب ہی گناہ لکھا جائیگا کہ خارج مین شراب پی لے (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت قدسی مین زمین کو فرش پیدا
کرنے کا بیان فرمایا پس اگر زمین مستوی ہو تو فرش ہونا ظاہر ہے اور اگر مدور ہو تو بھی امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ جرم زمین بہ نسبت ذرہ جسم انسانی کے
بہت کبیر و وسیع ہے پس وہ اسکے واسطے فرش ہو سکتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تمام قومون نے اس امر پر اجماع کیا کہ خشکی سے پانی ہفت گونہ سے زیادہ
ہے پس اللہ تعالیٰ کی قدرت عجیب یہ ہے کہ خشکی کو اسقدر عمیق کثیر سمندر جو محیط ہین نہایت کھاری و تلخ پانی ہے لیکن لطیف حکمت الٰہی عزوجل سے
خشکی مین اسکا اثر ظاہر نہین ہوتا حتی کہ اسکے کنوئین و دریا آب شیرین سے بھرے رہتے ہین۔ دوم یہ کہ یہ خشکی کا ڈھیلا اس کثیر پانی مین نہین گلتا
بلکہ چھوٹے چھوٹے ٹاپو جو سمندرون کے اندر پائے جاتے ہین بدستور رہتے ہین بلکہ کبھی انمین زیادتی ہو جاتی ہے اور اہل حق کے نزدیک انکی
حکمت لطیف قدرت الٰہی عزوجل ہے اور اہل باطل جو کچھ بیہودہ گوئی اس مقام پر کرتے ہین مترجم نے انکے خیالات حماقت کو مقدمہ مین رد کر دیا ہے
(تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے آسمان کو محفوظ چھت پیدا کرنیکا بیان فرمایا اور وہ حسی و عقلی دلائل سے قطعاً موجود ہے مگر بعضے احمق اس بدیہی سے انکار
کرتے ہین جنکی تردید بدلائل قطعیہ مقدمہ مین مذکور ہے اور کچھ شک نہین کہ جو بدیہیات سے منکر ہو اور دلائل عقلیہ کے سمجھنے سے قاصر ہو اُسمین اور
جانور مین بہت کم فرق ہے۔ (حکمت) اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے انواع ثمرات پیدا کرنیکا بیان فرمایا اور ہر ایک شخص دیکھتا ہے کہ آدمیون
و جانورون کی غذا و دوا کے اناج و پھل و میوہ جات و ترکاریان اسی زمین سے پیدا ہوتی ہین اور یہ بات ظاہر ہے کہ ابتدائی وجود کے واسطے زمین سے
خارج آسمان وغیرہ سے کوئی بیج نہین لائے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے حکمت کاملہ کے ساتھ آسمانی پانی و زمینی مٹی کے امتزاج سے ان ثمرات
کے اصول پیدا کیے جیسے جسم آدم علیہ السلام کو قدرت کاملہ کے ساتھ پانی و مٹی کے خمیر سے ترکیب دیا پس عجب شان حکمت ہے کہ جسم آدمی کو
اسی خاکی ترکیب سے ایجاد فرمایا اور اسی خاک سے اُسکے واسطے عجیب عجیب مختلف شکلون مین طرح طرح کے مزہ و آثار و خواص کے ساتھ غذائین پیدا
کین جنسے اس جسم کا بقا ہے اور اسی حکمت کی تعلیم سے طبیبون کو صحت اجسام کے واسطے علاج کی تفہیم ہوئی تاکہ عظیم قدرت الٰہی عزوجل کا شکریہ
ادا کرین مثلاً جسم مین رطوبت کا جزو کم ہو کر خشکی سے مرض پیدا ہوا تو جب اسکی غذا مین ایسا پھل دیا جاوے جس سے رطوبت کثیر پیدا ہو کر جزو
بدن ہوتی ہے تو یبوست کا علاج ہو جائیگا اسیطرح جسم انسانی کی ترکیب سے سونے چاندی و جواہرات و فولاد یا زہریلے جمادات مین سے کوئی
جزو ضعیف ہو تو اسی نباتی یا جماداتی جزو کو خواہ بطور ہضم یا کشتہ کے جزو بدن کرنے سے صحت حاصل ہو جائیگی اور اسکے ساتھ ہی ہضم وغیرہ

کی قوتون اور خون وگوشت وغیرہ کی پیدائشی آثار اور جسم مین رگون سے نہرون کا سلسلہ آثار کمال قدرت وصنائع حکمت آلٰہی عزوجل مین پس ہر شرک
کی بدبختی پر افسوس ہے جو ان صنائع وبدائع سے غافل ہوکر باطل شرک کا معتقد ہوتا ہے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے سمندرون کے کھاری پانی کو اس
زمین سے ممنوع فرمایا تاکہ خشکی کے رہنے والے شیرین پانی سے اپنی زندگی مین آرام اُٹھاوین اور جملہ حیوانات ونباتات تندرستی سے زندہ رہین
اور اُنکی پیداوار ہو پس یہ پانی جب سمندر زمین سے نہین ہے تو ضرور ترکیب سماوی ہے کیونکہ بارش کا پانی تو ایک وقت خاص مین محدود ہوتا ہے
حالانکہ زمین کے اندر سے نہایت شیرین چشمے اُبلتے ہین پس یہ پیدائش خاص ہے جو اللہ عزوجل نے پیدا کرتے وقت اس خشکی کے اندر ودیعت
فرمایا اور یہ سمندرون سے چوسا ہوا پانی نہین ہے کیونکہ وہ محض شور ہے پس جو شخص قلب سلیم کے ساتھ سمجھے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے انسان کو پیدا
کیا حالانکہ وہ محض معدوم تھا اور اُسکو کسی قسم کا استحقاق ممکن نہ تھا اسواسطے کہ اُسوقت اُسکی ذات ہی معدوم تھی تو کسی فعل سے دعوے
استحقاق ممکن نہین پھر بعد پیدا ہونے کے بعضے احمق مشرکون کو دیکھو کہ وہ اپنے واسطے استحقاق ثابت کرتے ہین حتی کہ بعضے کہتے ہین کہ اگر یہ بات
نہو تو ہمارے اوپر ظلم ہوگا اور یہ اُسکی حماقت ہے کیونکہ کسی مخلوق کو جب ذاتی استحقاق نہین ہے تو فعلی استحقاق کہان سے ہوگا بلکہ خالق عزوجل کا
محض احسان ہے جو اُسکے گوشت وپوست وذرہ ذرہ کا مالک ہے پس مخلوق سوائے ہرطرح احسان ماننے وشکر کرنے کے ہرگز کسی طرح کا دعوے
نہین رکھتا اور خالق عزوجل جسطرح چاہے تصرف فرماوے کسی مخلوق کو مجال نہین کہ ظلم کا کلمہ زبان پر لاوے بلکہ اُسپر فرض ہے کہ اپنی ذات سے
احسانات آلٰہی عزوجل شمار کرنا شروع کرے اور سمجھے کہ ہر سانس کی آمد ورفت اُسپر دو چند احسان ہے پھر اُسکی سانسین تمام ہوجائین گی مگر احسانات
آلٰہی عزوجل شمار کرنا محال ہوگا پھر اُسپر یہ بہت ہی بڑا احسان ہے کہ اُنکو دائمی نعمت ودرجات جنت وتہذیب اخلاق وانوار عقول عطا فرمانے
کے واسطے اپنے بندگان خاص انبیا علیہم السلام کو اُنکی ہدایت کے واسطے بھیجا جو خالص اُنکے خیرخواہ ہین اور کوئی اُجرت ومال اُنسے
نہین چاہتے ہین پس اُنھون نے انکے کدورت اوہام ووساوس شیطان وخطرات نفس کا ہجوم اُنکی عقل سے دور فرماکر اُنکو معرفت حق عزوجل وتکمیل
نفس کی تعلیم فرمائی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حق اپنے پیغمبر افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماکر نہایت لطافت کے ساتھ دلائل
معرفت سکھلائے ازانجملہ یہ ہے کہ تم لوگ مخلوق ہو اور مخلوق کے واسطے خالق بدیہی ہے اور خالق وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کا محتاج نہو بلکہ ہر مخلوق ہر بات
مین اُسی کی محتاج ہو اور وہ مخلوق کو عدم سے موجود کرتا ہے پس وہ اُسکے گوشت وپوست ذرہ ذرہ کا مالک ہوتا ہے پس مخلوق کی ذات کو پیدا
کرتا اور جس حکمت کے ساتھ یہ مخلوق اپنی زندگی بسر کرے اور فنا نہو جاوے وہ اسباب عنایت فرماتا ہے پس اُسی کے واسطے اُلوہیت ہے اور مخلوق
کو سوائے اسکے کسی سے ایک ذرہ نہین مل سکتا پس تعلیم فرمایا کہ ای لوگو تم اپنے رب عزوجل ہی کی اُلوہیت مان کر اُسکی فرمانبرداری کرو جسنے تمکو
اور تمسے اگلون کو پیدا فرمایا اور اُسی نے تمھارے واسطے ہرطرح زندگی کا رزق دیا پس اپنے خالق عزوجل کی کسی صفت مین یا کسی فعل مین کسی کو
شریک نہ بناؤ پھر صفت مین شریک بنانیکی یہ صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے واسطے جو صفات مانند خالق ورازق وعلیم وخبیر وغیرہ ہین ان مین سے
کوئی صفت دوسرے مین سمجھے مثلاً خالق چنانچہ اگر کسی نے اعتقاد کیا کہ فلان شخص چاہے تو اُسکے بچہ پیدا کرے یا اُسنے سمجھا کہ مین اپنے افعال کا
پیدا کرنے والا خود ہون تو یہ شرک ہے اسیطرح اگر کسیکو عالم الغیب جانے تو شرک ہے اسیطرح اگر کسی شخص کا حکم بغیر حکم آلٰہی کے بے چون وچرا اپنے
اوپر فرض سمجھے جیسے نصرانی لوگ اعتقاد کرتے ہین کہ جو کچھ پوپ چاہے حکم دے اور وہی ہمپر فرض ہے تو یہ شرک ہے چنانچہ قولہ تعالےٰ۔ اتخذوا
احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اسی طرح پانی برسانے وہوا چلانے وغیرہ افعال حکمت آلٰہیہ
مین اگر کسی چیز کی شرکت سمجھے تو شرک ہے مثلاً اگر فلان درویش چاہے تو پانی برسے یا وہ چاہے تو خشکی موقوف ہوجائے تو یہ شخص شرک بیوقوف

ہے ہان اگر یہ اعتقاد ہو کہ فلان شخص بدلیل اتباع سنت وشریعت کے ہمارے نزدیک درویش ولی نظر آتا ہے پس اگر وہ رب عزوجل کی بارگاہ
مین عاجزی کرے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکی دعا قبول فرماویگا کیونکہ یہ درویش اپنے رب عزوجل کا فرمانبردار ہے اور رب عزوجل اپنے فرمانبردار
بندون کو کرامت عنایت کرتا ہے تو یہ اعتقاد صحیح ہے۔ امام ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
گناہون مین سے کون گناہ عند اللہ سب سے بڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تو ساجھی بناوے حالانکہ اُسنے تجھے پیدا فرمایا الحدیث
(صحیحین) دوسری حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی ہرگز یون نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اور فلان چاہے
(تو ایسا ہوجائے) بلکہ اُسکو یون کہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے پھر فلان شخص چاہے (الصحاح) یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کام کو چاہتا ہے
تو بغیر کسی سبب ظاہری کے پیدا کرتا ہے ولیکن اللہ تعالیٰ نے جو امتحانی تدبیری کی حکمت جاری فرمائی ہے تو اُسمین عام طریقہ یہ ہے کہ مثلاً
کسی شخص کو سو روپیہ وجہ معاش عطا فرمانا منظور ہے تو کسی مخلوق کے دل مین یہ خواہش پیدا کرتا ہے اور صاحب معاش پر طلب کا
فعل لازم کر دیا ہے پس اسمین یہ فعل پیدا فرماتا ہے اور کام پورا کر دیتا ہے اور یہ سب امور اُسکے علم سابق سے تقدیر مین جاری ہو چکے ہین شیخؒ نے لکھا کہ
طفیل بن سنجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ چند آدمیون کی جماعت پر میرا گزر ہوا مین نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو
اُنھون نے کہا کہ ہم یہود ہین۔ مین نے کہا کہ تم البتہ ایک قوم تھے اگر تمھارا یہ قول نہوتا کہ عزیرؑ بیٹا اللہ کا ہے۔ وہ لوگ بولے کہ تم بھی قوم
تھے اگر تم یون نہ کہو کہ ماشاء اللہ وشاء محمد یعنی اللہ و محمد صلعم نے چاہا۔ پھر روانہ ہوا اور میرا گذر ایک جماعت پر ہوا کہ جنھون نے کہا کہ ہم نصاریٰ
ہین تو مین نے کہا کہ تم البتہ ایک قوم ہوتے اگر تمھارا یہ قول نہوتا کہ مسیح ابن اللہ ہے۔ اُنھون نے کہا کہ تم بھی قوم ہو اگر یون نہ کہو کہ
ماشاء اللہ وشاء محمد۔ پھر صبح کو مین نے جس کسی سے کہا ہو اس سے کہا ہو اسکے بعد مین نے حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان
کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تو نے کسی سے یہ خواب بیان کیا ہے۔ مین نے عرض کیا کہ ہان پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوے اور اللہ تعالیٰ
کی حمد وثنا کے بعد بیان فرمایا کہ طفیل نے ایک خواب دیکھا اور تم مین سے جس شخص سے بیان کیا اس سے بیان کر چکا اور تم یہ کلمہ ایسا کہا کرتے تھے
جس سے تمکو منع کرنے سے مجھے ایسے اور ایسے امور مانع تھے اور اب تم لوگ ماشاء اللہ وشاء محمد مت کہا کرو بلکہ ماشاء اللہ وحدہ کہا کرو یعنے فقط
ماشاء اللہ کہو اور کچھ شریک مت کرو۔ رواہ حماد بن سلمہ وقد اخرجہ ابن مردویہ وابن ماجہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے
آنحضرت صلعم سے کہا کہ ماشاء اللہ وشئت یعنے اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ نے چاہا۔ (تو یہ کام ہوا مثلاً) تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تو نے
مجھے اللہ تعالیٰ کا ہمسر بنایا ہے بلکہ تو فقط ماشاء اللہ وحدہ کہا کر (رواہ النسائی وابن ماجہ وابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین اجلح بن
عبداللہ ابو حجیۃ الکندی راوی مین کلام ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ حسن الحدیث ثقہ ہے۔ شیخ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
مشیت سے شرک ارادہ نہین کرتے تھے کیونکہ ایمان توحید بدیہی لیا گیا تھا پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ظاہری کلمہ
بھی ایسی صورت پر نہو جس سے بت پرستون ویہود ونصاریٰ کو شبہہ پیدا ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باب توحید مین اہتمام بلیغ فرماتے
تھے حتیٰ کہ مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وفود مین انکو سید کہنے سے منع فرمایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی سید ہے۔ حالانکہ دوسرون کو منع
نہین فرمایا بلکہ خود حدیث مین ہے کہ مین سید اولاد آدم ہون۔ حاصل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معرفت قلوب عطا ہوئی تھی پس جس قلب
مین ایسے الفاظ سے بارگاہ الٰہی عزوجل سے غفلت دیکھتے تھے اسکو منع فرماتے تھے اور جنمین توحید باری تعالیٰ کا جزم پاتے اور اللہ تعالیٰ ہی کے
فعل سے بندہ مین مشیت دیکھتے یا اللہ تعالیٰ ہی کے عطا کرنے سے سید ہونا دیکھتے اُسکو منع نہین فرماتے تھے اسی طرح انبیاء علیہم السلام مین

تفاضل منصوص ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے نص فرمایا کہ رسولون مین ہمنے بعض کو بعض پر فضل عطا کیا ہے لیکن چاہیے کہ ہر پیغمبر کے حق مین فضل الٰہی پر نظر رکھے اور فاضل و مفضول دونون کی شرافت ملحوظ رکھے اور اگر فضیلت دنیا بنظر تعصب ہو جیسے یہودی حضرت موسیٰ کو اور نصرانی حضرت عیسیٰ کو اور مسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمیت و تعصب سے فضیلت دے تو یہ فعل شیطانی ابھار ہے لہٰذا حدیث مین منع آیا کہ باہم انبیاء علیہم السلام مین تفاضل نہ کیا کرو تو یہ ممانعت اسی تعصب کی وجہ سے ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ تلک الرسل فضلنا بعضہم الآیۃ کی تفسیر مین آویگا غرض نیت و قلب کی حالت معتبر ہے لیکن جو لفظ کہ ظاہر مین شرک کا وہم دلاوے وہ فقہاء کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اگرچہ باطن مین شرک نہو شیخ نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قولہ تعالیٰ فلا تجعلوا للہ اندادا۔ مین فرمایا کہ انداد شرک خفی ہے او جانو کہ وہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال جسقدر مخفی ہوتی ہے شرک مذکور اس سے بھی زیادہ مخفی ہے اور اسکی مثالین یہ ہین کہ آدمی کہتا ہے کہ تیری جان کی قسم او تیرے سر کی قسم۔ اور کہتا ہے کہ اگر یہ کتا نہوتا تو ہمارے یہان بھی چور گھستے۔ اور اگر یہ بط نہوتی تو چورون سے بچاؤ نہوتا۔ اور کہتا ہے کہ اوپر اللہ تعالیٰ ہے اور نیچے تم ہو۔ اور کہتا ہے کہ اگر یہ شخص نہوتا تو ہم مرچکے ہوتے۔ یہ سب شرک خفی ہین۔ (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام نفیس معرفت ہے اور اسمین تفصیل یہ ہے کہ جان و سر کی قسم تو قطعاً حرام ہے اور کتا و بط وغیرہ کا کلمہ بول چال مین جاری ہے لیکن جو لوگ اہل ایمان ہین وہ اللہ تعالیٰ کے توحید سے غافل نہین ہوتے اور مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میرے حق مین جاری ہوئی کہ اسنے میری حفاظت فرمائی جسکا ظاہری عنوان اس بط کا شور واقع ہوا اور فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح دیگر کلمات مثلاً چنے کھائے تھے تو پیٹ مین درد ہوا۔ زیدنے مجھے مارا۔ فلان دوا سے اچھا ہوگیا۔ اگر یہ لڑکا شوق کرتا تو پڑھ جاتا۔ پس ان سب صورتون مین بندہ مومن جملہ امور کو اللہ تعالیٰ عزوجل کے فعل سے جانتا ہے اور وہی مطلب لیتا ہے اور واضح ہو کہ زید سے جو فعل ظلم ظاہر ہوا تو اسکی خواہش فساد پر اللہ تعالیٰ نے اسمین یہ فعل پیدا کیا جس سے زید مین یہ صفت آئی جیسے کسی شیشہ مین گلاب بھرو تو شیشہ مین یہ صفت ہے نہ بھرنے والے مین۔ اسی طرح جس شیشہ مین قارورہ رکھا گیا تو شیشہ نجس ہے نہ بھرنے والا۔ اور رنگریز کے سرخ رنگنے سے کپڑا سرخ ہے نہ رنگریز پھر جب زید مین صفت ظلم آئی حتی کہ وہ ظالم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قاضی شرع سے مخاصمہ کرو جو زید کو سزا دیگا تاکہ آیندہ یہ خواہش او ران اسرار مین زیادہ طویل کی گنجایش نہین ہے بلکہ نور ایمان خود عاقل کردیتا ہے اور بدون اس نور کے خالی بیان مفید نہین ہے۔ حاصل مقام یہ کہ شرک خفی سے احتراز واجب ہے حتی کہ جس شخص نے جانا اور ایمان لایا کہ فرمانبرداری صرف حق عزوجل کے واسطے ہے پس اللہ تعالیٰ نے جس طرح شریعت مین فرمانبرداری مفروض فرمائی حتی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اکابر و والدین وغیرہ کی فرمانبرداری سب بحکم الٰہی عزوجل ہے وقد قال تعالیٰ۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور اسکے جزئیات بیان کرنے سے کلیہ قاعدہ یہ کہ موافق شریعت سنت کے طاعت الٰہی ہے پھر جسنے خلاف شرع کے اپنی خواہش نفس کی تابعداری کی وہ شرک خفی مین پڑگیا حتی کہ اگر عالم و درویش کی تابعداری صرف اسکے قول کو مستقل سمجھے جیسے یہود و نصاریٰ کرتے تھے اور اب بھی نصرانیون مین پوپ کو اختیار ہے کہ ماہ صیام کو جب چاہے بدل دے تو یہ بھی شرک ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ الآیۃ۔ کی تفسیر مین آویگا۔ پس خلاف شریعت کے کسی شخص کی یا اپنے نفس کی پیروی کرنا بھی شرک خفی ہے۔ (مسئلہ) جس جاہل نے زعم کیا کہ فلان بزرگ کے نام کی چوٹی اس بچہ کے سر پر ہے تاکہ زندہ رہے ورنہ جاتا رہیگا یا جب پیدا ہوتا ہے تو فلان بزرگ کے نام پر پکارتے ہین تاکہ زندہ رہے۔ یہ سب شرک جلی و کفر صریح ہے اور ایسا شخص ایسے اعتقاد سے مرتد ہوکر اسلام سے خارج ہوا اور اسکی جورو کا نکاح باطل ہوگیا۔ (مسئلہ) نوروز یا بڑے دن مین کسی مجوس و نصرانی وغیرہ کو اس دن کی تعظیم کے طور پر ڈالی و ہدیہ بھیجا تو مشائخ کبار نے اسکے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری وغیرہ مین مصرح ہے۔ واضح ہو کہ ایمان وہ

بزرگ نعمت ہے کہ کوئی دولت اسکے پاسنگ مین نہین آسکتی ہے اور شیطان اسکا قطعی دشمن ہے اور آدمی کے ساتھ آل اولاد اور ہوا و ہوس لگی ہوئی
ہین جو تقدیری آفت و مرض و مصیبت مین ضرور مبتلا ہوتی ہین اور اسوقت مین طبیعت جسمانی کے جوش حماقت سے آدمی کوشش کرتا ہے کہ
شاید وہ تقدیر کا لکھا بدل ڈالیگا اور شرک جلی و خفی کرنے لگتا ہے حالانکہ عقلی نور سے استقامت یہ تھی کہ تقدیر نہین بدلتی تو شرک مین ایمان کھونا
گناہ عظیم و خسارہ شدید ہے پس لازم ہے کہ شرک جلی و خفی سے بچاؤ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کے جناب مین نماز کے اندر - اہدنا الصراط المستقیم الآیۃ
سے تمام تضرع التجا لاوے - شیخؒ نے اس مقام پر لکھا کہ آیت مکرمہ کے معنے مین حدیث حارث اشعری رضی اللہ عنہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کو پانچ کلمات کی وحی بھیجی کہ خود انپر عمل کرے اور بنواسرائیل کو انپر عمل کرنے
کی تاکید فرماوے اور یحییٰ اس پیغام کی عظمت سے قریب تھا کہ ٹھٹک جاوین پس عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ سے کہا کہ تجھکو پانچ کلمات وحی کیے گئے
کہ خود انپر عمل کر اور بنواسرائیل کو انپر عمل کرنے کا حکم دے پس انکا پیغام یا تو تم پہونچاؤ یا مین پہونچاؤنگا یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے برادر اگر تم پیغام نکو
پہونچانے مین مجھپر سبقت کرو تو مجھے خوف ہے کہ شاید مجھپر عذاب آوے یا مین زمین مین خسف کیا جاؤن پھر یحییٰ نے بنواسرائیل کو بیت المقدس
مین جمع کیا پھر بالاخانہ پر کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ کلمات کا حکم دیا ہے کہ مین انپر عمل خود کرون اور
تمکو بھی انپر عمل کرنے کی ہدایت کرون اول یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسیکو شریک مت بناؤ کیونکہ مشرک کی
مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک غلام خالص اپنے مال روپیہ یا اشرفی سے خریدا پھر اس غلام نے یہ حرکت شروع کی کہ سردار کی روٹی
کھاتا اور جو کچھ کماتا وہ دوسرے شخص کو دیتا تھا مین تمسے یہ بات پوچھتا ہون کہ بھلا تمکو یہ بات پسند آتی ہے کہ تم مین سے کسی کا غلام ایسا ہی ہو
اور سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمکو پیدا کیا اور اسی نے تمکو رزق دیا پس تمپر یہی بات فرض ہے کہ اسکی بندگی کرو اور اسکے ساتھ کسیکو شریک مت
بناؤ دوم یہ کہ مین تمکو نماز کی ہدایت کرتا ہون چنانچہ اسکے فضائل مین سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وجہ ذوالجلال والاکرام کو بندہ کے مواجہہ مین
رکھتا ہے جب تک بندہ کسی دوسری جانب التفات نکرے پس تم لوگ جب نماز پڑھا کرو تو کسی جانب التفات نکیا کرو سوم یہ کہ مین تمکو روزہ کی
ہدایت کرتا ہون چنانچہ روزہ دار کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص کے پاس مشک کا نافہ ہے اور وہ لوگون کی ایک جماعت مین موجود ہے پس ہر شخص اسکے
مشک کی خوشبو پاتا ہے اور تم جان لو کہ روزہ دار کے منہ کی ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے چہارم یہ کہ مین تمکو صدقہ کی ہدایت
کرتا ہون چنانچہ صدقہ دینے والے کی مثال یہ ہے کہ اسکا دشمن اسکو قید کر کے لیگیا اور اسکو طوق و زنجیر سے کسکر گردن مارنے کے لیے آگے بڑھایا
اسوقت اسنے اپنے دشمنون سے کہا کہ بھلا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ مین اپنی جان کو فدیہ دیکر تمسے چھوڑاؤن پس اس شخص نے ہر قلیل و کثیر کو اپنی جان کے
فدیہ مین دیا یہانتک کہ اپنے آپ کو انسے چھوڑا لیا (یعنی زکوٰۃ و صدقہ دینے والا بھی اپنے نفس کو عذاب سے چھوڑاتا ہے) - پنجم یہ کہ مین تمکو کثرت کے
ساتھ اللہ کی یاد کی ہدایت کرتا ہون اور اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کے پیچھے اسکا دشمن بہت تیزی کے ساتھ دوڑا حتی کہ اسکے واسطے
کوئی مفر نہین ہے مگر ناگاہ وہ ایک مضبوط قلعہ کے اندر آگیا کہ جسپر دشمن کا قابو نہین چلتا ہے اور سمجھ لو کہ شیطان سے بندہ سب سے زیادہ محفوظ
اسوقت ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ذکر و یاد مین ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھی تمکو پانچ چیزون کا حکم دیتا ہون جن کا
اللہ تعالیٰ نے مجھکو حکم فرمایا ہے اول جماعت دوم سمع سوم طاعت چہارم ہجرت پنجم راہ الٰہی مین جہاد ہے اور سمجھ لو جو شخص جماعت مین سے
بقدر ایک بالشت کے نکل گیا اسنے ربقۂ اسلام کو اپنی گردن سے نکال ڈالا مگر آنکہ وہ پھر اپنی جماعت مین لوٹ آوے اور جس شخص نے
زمانۂ جاہلیت کی پکار سے پکارا تو یہ جثی جہنم ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگرچہ وہ روزہ رکھتا و نماز پڑھتا ہو تو بھی

اسلام سے خارج اور جہنم مین داخل ہوگا جبکہ جماعت اسلام سے باہر ہو) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان اگرچہ وہ شخص روزہ رکھتا
ونماز پڑھتا ہو اور یہ زعم کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے پس تمکو چاہیے کہ مسلمانون کو اُنھین نامون سے پکارو جن نامون سے اُنکو اللہ تعالیٰ نے پکارا یعنے
مسلمین مومنین عباد اللہ (رواہ احمد وہذا حدیث حسن) مترجم کہتا ہے کہ جماعت سے مراد یہ ہے کہ جس شان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک
مین صحابہ رضی اللہ عنہم ایک جماعت مجتمعہ تھے اُسی پر متفق رہے اور اس جماعت سے خارج نہو اور اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ خارجی و رافضی و
معتزلہ وجہمیہ وشیعہ وغیرہ جو جماعت سنت سے نکل گئے اُنکے حق مین یہ وعید پوری ہے۔ اور سمع سے مراد یہ ہے کہ امام شریعت کا حکم گوش دل سے
سُنے اور طاعت یہ ہے کہ موافق شریعت کے امام کی فرمانبرداری کرے اور اگر وہ خلاف شریعت کوئی حکم دے تو اُسکی فرمانبرداری ہرگز نہ کرے
بلکہ مسلمانون پر واجب ہے کہ سب متفق ہو کر اُسکو مخالفت شریعت وظلم سے روکین حتی کہ اگر نمانے تو اُسکو معزول کرین چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ واتقوا فتنۃ
لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل آویگا پھر ہجرت ابتداے اسلام مین قبل فتح مکہ کے ہر مسلمان پر جانب
مدینہ فرض تھی اور بعد فتح مکہ کے مدینہ منورہ کی خصوصیت نہین رہی بلکہ جس مقام پر ارکان اسلام ادا کرنے مین خلل واقع ہو وہان سے کسی اسلامی سلطنت مین ہجرت
کرے اور رہا جہاد فی سبیل اللہ تو وہ ہر زمانہ مین لازم ہے۔ اور حدیث مین آیا کہ جب تم لوگ جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی کی فکر کروگے تو تمپر ذلت طاری ہوگی اور تمھارا دشمن غالب
ہوجائیگا اور پے درپے بلائین نازل ہونگی اور ایک روایت مین ہے کہ اُمت پابندی شریعت چھوڑ کر فساد کریگی اور حیات دنیا کی ہوس مین مبتلا ہوگی اسوقت اُنپر ذلت
وبلائین نازل ہونگی پھر یہ لوگ اپنی عزت کے واسطے دنیاوی چال سے کوشش کرینگے حالانکہ ہرگز مراد نہ پاوینگے جبتک کہ اپنی شریعت کی جانب پھرین (ابن جریر
وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ یہ معجزہ اہل ایمان کے واسطے بدیہی موجود ہے۔ ف۔ شیخ نے لکھا کہ یہ آیت قدسی وحدانیت الٰہی عزوجل پر دلیل ہے چنانچہ
شیخ رازی وغیرہ بہت سے مفسرین نے اسی آیت سے استدلال کیا اور یہ بات صحیح ہے کیونکہ جتنی موجودات زیر وبالا زمین وآسمان اور اُنکی
درمیانی مخلوقات مختلف اشکال ورنگ وطبیعت ومنفعت وخاصیت وغیرہ موجود ہین سب اس امر کی بدیہی دلیل ہین کہ انکا خالق عزوجل عالم و
قدرت وحکمت واتقان وکمال قوت مین بدیہی ہے شیخ رازی نے امام مالک سے نقل کیا کہ امامؒ سے ہارون رشید بادشاہ نے وجود باری تعالیٰ کا استدلال
پوچھا تو امام مالکؒ نے اُسکو ایک نوع بنی آدم مین جو ایک ہی شکل پر ہین بیشمار افراد مین باہم تشخص امتیاز سے اور مختلف اصناف کی مختلف زبانون سے
اور مختلف آواز ونغمات سے لطیف تنبیہ فرمائی۔ امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ فرقہ زندیق نے جنکو فرقہ مادیہ ودہریہ کہتے ہین امامؒ سے وجود
باری تعالیٰ کی دلیل پوچھی امامؒ نے کہا کہ تم لوگ اپنا جدال اسوقت مجھسے الگ رکھو کیونکہ میرے امتحان کے واسطے مجھکو ایک سوال دیا گیا ہے مین اُسکی
فکر مین ہون اُنھون نے کہا کہ وہ کیا سوال ہے ہم بھی اُسکو سُننا چاہتے ہین امامؒ نے کہا کہ سوال یہ ہے کہ ایک سمندر مین ایک کشتی مین قسم قسم کا اسباب تجارت
لدا ہوا ہے لیکن کشتی کے ساتھ کوئی ناخدا چلانے والا نہین ہے اور باوجود اسکے وہ کشتی خود بخود آتی جاتی اور سمندر کی موجون کو پھاڑتی ہے اور پھر جاتی ہے نکل جاتی ہے
اور جہان ضرورت ہے وہان سے اسباب اُتارتی چڑھاتی ہے پس اس کشتی مین کیا حکمت ہے مین اسکو غور کرتا ہون اُن لوگون نے کہا کہ یہ غور کرنے کے قابل بات نہین کیونکہ
جسکو ذرا بھی عقل ہے وہ یہ بات نہین کہہ سکتا امامؒ نے فرمایا کہ پھر تمھتو یہ نظام موجودات اس حکمت باہرہ کے ساتھ بغیر خالق عزوجل موجود ہے حالانکہ ایک کشتی کی
رفتار بغیر ناخدا کے دیوانگی کا خیال ہے یہ سنکر یہ لوگ چونک پڑے اور اپنے خیالات سے نادم ہو کر توبہ کی اور امامؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تم
لوگ نہین دیکھتے ہو کہ یہی شہتوت کا پتا ایک کیڑا کھاتا ہے تو اُس سے ابریشم پیدا ہوتا ہے اور یہی کھاکر شہد کی مکھی سے شہد بنتا ہے اور گاے بکری کے کھانے سے لید
ومینگنی نکلتی ہے اور ہرن کھاتا ہے تو اُس سے مشک بنجاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اسیطرح نفیس بیانات ایک جماعت ائمہ رحمہم اللہ سے
نقل کیے جو اہل عقل کے نزدیک لاثانی ہین اور وجود باری تعالیٰ عز اسمہ بشمل بدیہی ہے لیکن ہمارے زمانہ مین فرقہ مادیہ بہت کثرت کے ساتھ موجود ہین

مگر یہ لوگ اسقدر احمق ہین کہ سوائے حواس کے جو جسم کے لوازم سے ہے حتی کہ جانورون مین بھی یہی حواس موجود ہین ان لوگون مین جانورون سے امتیاز کی عقل کچھ بھی موجود نہین ہے حتی کہ ان لوگون مین بہت زیادہ ہوشیار وہ شخص ہے جسنے کہا کہ مسلمانون کے قوانین عقائد بہت صاف اور بے لگاؤ ہین لیکن وہ کہتا ہے کہ اُنکے اللہ کا تصور کسی طرح میرے خیال مین نہین آتا ہے مترجم کہتا ہے کہ جب ان مین سے بہت بڑے ہوشیار کی یہ کیفیت ہے تو دوسرون کی حالت کو اہل عقل خود قیاس کر سکتے ہین کیونکہ باوجود اس ہوشیاری کے یہ شخص کچھ بھی متنبہ نہوا کہ آدمی اور اُسکا خیال محض ہیچ ہے کیونکر یہ طاقت رکھتا ہے کہ حضرت باری تعالیٰ اُسکے خیال کے اندر مصور ہو مگر وہ اپنی حماقت سے یہ چاہتا تھا کہ باری تعالیٰ کو جسم محسوس ہی مین مانے معاذاللہ من ذلک - اور یہ کمال حماقت ہے پھر مترجم نے اپنے اپنے موقع کی آیات مین نفیس استدلالات بیان کیے ہین واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم - بیضاوی مین ہے کہ وحدانیت آلٰہی پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت قدسی مین ان مخلوقات مین اپنی حکمت بالغہ اور ان افعال مین اپنی حکمت کاملہ ظاہر فرمائی اُسکو صحیح فکر کے ساتھ غور کرے اور اس سے یہ معرفت بھی حاصل ہوگی کہ بندہ اپنی عبادت سے مستحق ثواب نہین ہوتا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اُسکو پیدا کیا اور زمین و آسمان کے صنائع حکمت و باران رحمت و انواع ثمرات سے رزق دیا تو بندگی ان نعمتون کا شکر ہے جو اُسکو پہلے ہی عطا ہوئین پس وہ تو ایسے مزدور کے مانند ہے جو اپنی مزدوری پہلے ہی لے چکا - مترجم کہتا ہے کہ جسوقت ان آیات قدسی کا نزول ہوا اُسوقت جو لوگ مخاطب موجود تھے وہ خواہ اہل مکہ ہون یا مع منافقین وغیرہ ہون بہرحال کلام آلٰہی عزوجل تمام لوگون کے واسطے قیامت تک عام نصیحت ہے کہ اے لوگو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق مانو اور انھین کی ہدایت کے موافق اپنے رب عزوجل کو پہچانو اور اُسی کی بندگی کرو جسنے تمکو پیدا کر کے لطیف حکمت کے ساتھ تمکو رزق عطا فرمایا اور یہ امر قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت جن صفات پاک سے ہوتی ہے اور جو طریق عبادت ہے وہ کسی طرح ممکن نہین سوائے اسکے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوے اور قرآن مجید کو حق مانے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب رحمت خاص یہ رکھی کہ جیسے اوہام بشری دور کرنے کیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات دیگر عطا فرمائے ویسے ہی قرآن مجید کو بعینہ دائمی معجزہ فرمایا یعنی عرب کے واسطے قرآن مجید خود معجزہ ہے اور جب عرب کے واسطے وہ معجزہ ہوا تو قیامت تک کل کے واسطے معجزہ ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص وَادْعُوْا

اور اگر تم ہو شک مین اس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کی اور بلاؤ

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا

جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرو گے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

تو بچو آگ سے جسکی چھپیان ہین آدمی اور پتھر طیار ہین منکرون کے واسطے

ابتدائے سورہ مین اللہ تعالیٰ نے - ذلک الکتاب لاریب فیہ فرمایا یعنی اس کتاب مین درحقیقت کچھ شک نہونا چاہیے پھر بیان فرمایا وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا - اور اگر تم اس چیز سے شک مین ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری - ف اگر تمکو اس کتاب قرآن مین کچھ شک ہو جو ہمنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی یعنی بدیہی نور عقل کی تو شان یہ ہے کہ یہ کتاب لاریب فیہ ہے کہ کچھ شک نہونا چاہیے اور اگر تمکو اوہام بشری یا وساوس شیطانی سے اسمین کچھ شک پیدا ہو تو

جسمانی اوہام سے مُنھ موڑ کر ذرا قلب سلیم کی جانب رجوع کرو تو نور عقل سے قطعاً بدیہی دلیل پاؤ جو شک کو جلا کر خاک کرے اور اُسکا بیان یہ ہی کہ اگر تمکو اس قرآن مین کچھ شک ہو۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔ تو اسکے مثل ایک سورہ لاؤ۔ ف کیونکہ شک یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب نہین ہی بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بنائی ہی تو تم بھی اسکے مثل ایک سورہ بناؤ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سوائے اپنے کسی مخلوق علم کے بار احسان مین تربیت نہین فرمایا حتی کہ تم خوب جانتے ہو کہ کسی شخص نے بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو لکھنا پڑھنا نہین سکھلایا حتی کہ وہ تمھارے نزدیک محض امی ہین اور تم لوگون نے پڑھ پڑھا کر فصاحت و بلاغت مین دعوے کمال پیدا کیا ہو پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اپنی طرف سے بناتے تو تم باوجود دعوی کمال کے اس سے بہتر فصیح و بلیغ بنا سکتے پس ایک سورہ ہی بنا لاؤ۔ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ اور اپنے شہداء کو پکارو جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہین اگر تم سچے ہو۔ ف ابن عباسؓ نے فرمایا شہداء یعنے مددگار لوگ۔ ابو مالکؒ نے کہا یعنے دوسری قومین جو اس کلام مین تمھاری مددگرین بعض سلف نے فرمایا کہ شہداء کے معنے حاضر ناظر یعنے اپنے آئمہ کو پکارو جنکو اللہ تعالیٰ کے مانند حاضر ناظر سمجھتے ہو تاکہ وہ تمھاری مددگرین حاصل یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو تم لوگ تنہا یہ کلام بنانے کا شک کرتے ہو تو تم لوگ مجتمع ہوکر بناؤ بلکہ دوسری قومون کو اور جنون کو اور بتون کو سب کو اپنا مددگار بنا کر اسکے مثل بنا لاؤ اگر تم سچے ہو کہ یہ کلام الٰہی نہین بلکہ آدمی کا بنایا ہوا ہی۔ شیخ نے لکھا کہ یہ تفسیر بقول مجاہد و قتادہؒ ہی اور اسکو ابن جریر و زمخشری و رازی نے اختیار کیا اور رازی نے اُسکو حضرت عمرؓ و ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و حسن بصری و اکثر محققین سے نقل کیا ہی۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکون کے لیے یہ دلیل مقابلہ متعدد سورتون مین سمجھائی چنانچہ سورۂ اسراء مین فرمایا۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا یعنی ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہدے کہ واللہ اگر انس و جن اس بات پر مجتمع ہون کہ اس قرآن کے مثل لاوین تو ہرگز اسکے مثل نہین لا سکتے اگرچہ باہم بعض کے لیے بعض دل توڑ کر مددگار ہون۔ ھ۔ اس آیت مین مطلقاً قرآن کا مقابلہ محال بتلایا اگرچہ ایک سورہ یا دس آیات یا ایک آیت ہو اور یہ مکہ مین تنبیہ فرمائی تھی اسیطرح سورۂ ہود و سورۂ یونس وغیرہ مین بھی مکہ ہی مین تنبیہ فرمائی پھر مدینہ منورہ مین بھی یہی تنبیہ فرمائی چنانچہ سورۂ بقرہ مدنیہ مین یہ آیت موجود ہی۔ شیخؒ نے لکھا کہ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی اور آپ کے دین کے سخت دشمن تھے باوجود اسکے مقابلہ سے عاجز ہوئے۔ رازی وغیرہ نے لکھا کہ یہ لوگ قصۂ رستم و اسفندیار کی حکایتین لاتے اور ہر طرح سے نور اسلام مٹانا چاہتے تھے باوجود اسکے بلاغت و فصاحت قرآن کے مقابلہ کرنے سے سخت عاجز ہوے اور تلوار سے اپنا خون بہانا اور اپنی آل و اولاد کی گرفتاری اختیار کرتے مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا مگر مقابلہ سے عاجز ہوے چنانچہ ولید بن المغیرہ و عمرو بن العاص وغیرہ صنادید قریش و عرب سے متواتر روایات موجود ہین کہ اُنھون نے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت مین اعجاز تسلیم کیا حتی کہ بعض اعراب سے منقول ہی کہ اُسنے ایک آیت کو سُنکر سجدہ کیا تو اُسکی قوم نے کہا کہ ارے کمبخت تو دین کو چھوڑتا ہی اُسنے کہا کہ واللہ مین دین تو جانتا نہین مگر اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہون حتی کہ ان لوگون نے عاجز ہو کر کہنا شروع کیا کہ۔ ہذا سحر مبین یعنی یہ تو صاف کھلا ہوا جادو ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ سبحان اللہ اس فصاحت و بلاغت کے باوجود دوسرا اعجاز یہ موجود ہی کہ قولہ تعالیٰ۔ لن تفعلوا۔ سے معجزہ دیدیا کہ ہرگز کبھی مقابلہ نہین کر سکو گے۔ چنانچہ آج تک قطعاً کسی فصیح بلیغ عربی سے معارضہ کا دعوی مذکور نہین ہوا پس حاصل استدلال صدق نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ہی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ تعالیٰ کے رسول خاتم النبیین ہین کیونکہ یہ قرآن مجید کلام الٰہی عزوجل بلا ریب ہی کیونکہ اگر یہ کلام الٰہی نہوتا بلکہ کلام بشر ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب محض امی ہو کر اسکو بنا سکتے تو یہ

پڑھے پڑھائے دعوی کمال بلاغت پر ضرور اسکے مثل لاسکتے حالانکہ کروڑون فصحا بلغا عرب خالص نے قطعًا اسکے مقابلہ سے عاجزی کا اقرار کیا تو قطعًا ثابت ہوا کہ یہ کلام بشر نہین بلکہ بندون کا عاجز کرنے والا کلام آلٰہی ہے اور جب یہ کلام آلٰہی ٹھہرا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہین -

مترجم کہتا ہے کہ یہ اعجاز قیامت تک تمام قومون کے واسطے معجزہ خالص موجود ہے اسکا بیان یہ ہے کہ بالاجماع عقلاے جہان کے نزدیک خبر متواتر سے جو بات ثابت ہو وہ قطعی یقینی ہوتی ہے مثلًا خبر متواتر سے شہر قسطنطنیہ کا وجود ثابت ہے اگرچہ زید نے اُسکو آنکھون سے نہین دیکھا اور خبر متواتر سے حضرت موسٰی وعیسٰی علیہما السلام کا وجود ثابت ہے یعنے یہ امر متواتر ہے کہ زمانۂ قدیم مین ایک شخص موسٰی علیہ السلام نے دعوے نبوت کے ساتھ معجزے دکھلائے پس یہ امر قطعی یقینی ہے جسکا انکار ممکن نہین ہے لیکن اُنکی نبوت کو ماننا یا نہ ماننا تو اسکا تو وہی حال ہوگا جو خود اُنکے زمانہ مین پیش آیا کہ بنی اسرائیل نے اُنکو پیغمبر مانا اور فرعونیون نے نہین مانا بہر تقدیر اُنکے وجود سے انکار ممکن نہین جب یہ بات معلوم ہو چکی تو ہم کہتے ہین کہ اس سیکڑون برس سے عرب و روم و شام سے قرآن مجید متواتر ہے اور قرآن مجید کے اندر یہ بات مذکور ہے کہ قرآن مجید کے مثل کسی فصیح بلیغ عرب سے ایک سورہ لانا ممکن نہوا تو یہ امر قطعی متواتر ہے کہ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جسکے مثل ایک سورہ لانا محال ہے تو یہ معجزہ بعینہ ویسا ہی موجود ہے جیسا اُس زمانہ مین بتاجب اُسکا نزول ہوا تو ہر شخص کے واسطے یہ حجت ہوگئی کہ اگر اس کتاب مین شک ہو تو اسکی مثل لاؤ لیکن کوئی شخص اسکے مثل لانیکا دعوٰی نہین کر سکتا کیونکہ یہ امر متواتر ثابت ہوا کہ اہل کمال فصحاء عرب جو بت پرست و یہود و نصارٰی و مجوس تھے سبھون نے اسکے معارضہ سے عاجزی ظاہر کی تو اب کوئی شخص اجنبی سکا دعوی نہین کر سکتا اسیواسطے اللہ عزوجل نے اپنی کتاب پاک مین ارشاد فرمایا - فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ - پھر اگر تم مقابلہ نکر سکو اور ہرگز کبھی نہین کر سکو گے تو آگ سے بچو - ف - یعنی جب تمکو اعجاز کلام سے معلوم ہوا کہ ہم اسکا مقابلہ نہین کر سکتے بلکہ اللہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہرگز کبھی معارضہ نہین کر سکوگے تو قطعًا معلوم ہوا کہ یہ کلام آلٰہی ہے اور بدیہی ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر حق ہین تو اُنسے کفر کرنا موجب عذاب جہنم ہے پس جب تم جان چکے تو آگ سے بچو اور وہ آگ بھی دنیاوی آگ نہین ہے بلکہ - اَلَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ ایسی آگ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہین - ف - یعنے وہ دنیاوی آگ کے مانند نہین ہے اگرچہ دنیاوی آگ کا کوئی شخص تحمل نہین کر سکتا بلکہ جہنم کی آگ بہت سخت شدید ہے کہ جو پتھرون و آدمیون سے روشن ہوگی - بعض علماء نے کہا کہ پتھرون سے بت مراد ہین کیونکہ قولہ تعالیٰ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم الآیۃ مین اللہ تعالیٰ نے بتون کو جو غالبًا پتھر کے ہوتے ہین جہنم کا ایندھن بیان فرمایا - حق یہ ہے کہ پتھرون مین صرف بتون کی خصوصیت نہین ہے بلکہ بتون کو تو فقط کافرون کی توہین و ملامت کے واسطے جہنم مین جھونک دیا جائیگا خواہ وہ پتھر کے ہون یا لکڑی و پیتل وغیرہ کے ہون تاکہ اہل عقل کے واسطے ایک لطیف دلیل حاصل ہو کہ کافرون نے ان بتون کو اپنا معبود بنایا تھا اور جب معبود کسی کام کا نہین ہوا تو اسکے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہو تو جو کفار کہ ان معبودون کے بندے بنے تھے اور صریح مقر تھے کہ اُنکے معبود اُنسے بے انتہا افضل ہین تو یہ لوگ بدرجۂ اولٰے اسی مقام جہنم کے لائق ہین اور یہان جن پتھرون سے جہنم بھڑک کر لپٹ ماریگی وہ کبریت کے سیاہ سخت پتھر ہین جو اسی واسطے پیدا کیے گئے ہین چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آسمان و زمین پیدا کیا تو کافرون کے واسطے کندھک کے یہ پتھر مہیا فرمائے ہین (ابن جریر و ابن ابی حاتم الحاکم) - اور یہی حضرت ابن عباسؓ اور ایک جماعت صحابہ و مجاہد و ابو جعفر الباقر و ابن جریج و عمرو بن دینار وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے - اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ - کی تفسیر مین حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ پتھر واسطے کافرون کے مہیا کیے گئے ہین - اور مشہور تفسیر یہ ہے کہ یہ آگ واسطے کافرون کے مہیا کی گئی ہے - شیخؒ نے کہا کہ دونون قول

گویا متحد ہین کیونکہ یہ پتھر اسی آگ ہی کے واسطے مہیا ہین۔ (تنبیہ) امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر موذی فی النار ہے اور اسکے دو معنے ہوسکتے ہین ایک یہ کہ جسنے ظلم سے لوگون کو ایذا پہونچائی وہ جہنم مین جائیگا اور دوم یہ کہ جو چیزین ایذا دینے والی ہوتی ہین مانند سانپ وبچھو وغیرہ کے وہ جہنم مین بشکل ناری ہونگی تاکہ اہل شرارت کو ہر طرح کا عذاب چکھنا پڑے لیکن قرطبیؒ نے کہا کہ یہ حدیث محفوظ ومعروف نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے اس مقام پر سکوت کیا حالانکہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے اور معنی ثانی کی تائید یہ ہے کہ تمام مکھیان سوائے شہد کی مکھی کے جہنم مین ہونگی تو ظاہر یہی مراد ہے کہ ہر ایذا دینے والی چیز جو دنیا مین بشکل جسمانی ہے وہ جہنم مین بشکل ناری ہوگی اور سورہ نحل مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی (مسئلہ) کتب سماوی جو سابق انبیا علیہم السلام پر مانند توریت وانجیل وغیرہ کے نازل ہوئین وہ جمہور علماء کے نزدیک معجز نہین ہین اسیواسطے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء مین سے کوئی نبی نہین گذرا مگر انکو آیات مین سے وہ کچھ دیا گیا کہ اُسکے مثل پر بشر ایمان لایا اور جو مجھے دیا گیا یہ تو خالص وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے القاء فرمائی پس مین اُمید وار ہون کہ قیامت کے روز مین ہی سب پیغمبرون سے زیادہ تابعین والا ہونگا (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ خالص کلام الٰہی کا تحمل سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا نہین ہوا باوجود اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بروقت وحی کے مردے کے مانند ہوجاتی تھی چنانچہ آئندہ اسکا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اگر کہا جاوے کہ قوم یہود وقوم نصاریٰ کی کثرت معروف ہے حالانکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعین کو زیادہ فرمایا مترجم کہتا ہے کہ تابعین سے یہان شریعت کے بگاڑنے والے مراد نہین ہین بلکہ جو حقیقت مین اپنے پیغمبر کی شریعت پر باعتقاد حق قائم ہون اور یہ بات امت موسیٰ علیہ السلام مین بہ نسبت اُمت عیسیٰ علیہ السلام کے زائد ہے اور فضل الٰہی عزوجل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بہت ہی زائد رہی یہ یہود ونصاریٰ جو محض مشرک ہین ہرگز تابعین موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام نہین ہین (لطیفہ) مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے اہل یمامہ اُسکے تابع ہوے اور اُس زمانہ مین عمرو بن العاص اسلام نہین لائے تھے اور مسیلمہ کے دعوی نبوت سے پہلے عمرو بن العاص اُسکے دوست تھے پس کسی مقصد کیواسطے قریش نے عمرو بن العاص کو مسیلمہ کذاب مذکور کے پاس بھیجا جب یہ وہان پہونچے تو مسیلمہ نے یہی تذکرہ کیا کہ اس زمانہ مین اُس شخص پر کیا نازل ہوا جو تمھارے یہان نبوت کا دعویٰ کرتا ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ مین نے اُسکے اصحاب سے ایک سورہ مختصر فصیحہ بلیغہ سنی ہے پھر سورہ والعصر ان الانسان لفی خسر پڑھکر سنائی پس مسیلمہ نے ایکساعت سر جھکایا پھر اُٹھاکر کہنے لگا کہ ابھی اسکے مثل مجھپر بھی نازل کی گئی ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ وہ کیا ہے تو مسیلمہ نے پڑھا یاوبر یاوبر انما انت اذنان والصدر وسائرک حقرو نقر پھر عمرو بن العاص سے کہنے لگا کہ تمنے دیکھا کہ کیونکہ مجھپر نزول ہوتا ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ واللہ تو خوب جانتا ہے کہ مین تجھکو جھوٹا جانتا ہون۔ ع۔ حدیث مین کہ دوزخ کی آگ دنیاوی آگ سے ستر درجہ تیزی وسوزش مین زیادہ ہے (یعنی بکثرت زیادہ ہے) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہزار برس جلکر سرخ ہوئی پھر ہزار برس جلکر سفید ہوئی پھر ہزار برس جلکر سیاہ ہوگئی پس اب وہ بالکل تاریک سوزان موجود ہے کہ کبھی نہین بجھتی ہے۔ اور ابن مردویہ وبیہقی نے اسکو حدیث انس رضہ سے مرفوع روایت کیا ہے بیضاوی مین ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ ولن تفعلوا۔ معجزہ غیب ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب سے آگاہ فرمایا کہ ہرگز معارضہ نہین لاسکوگے اور یہی واقع ہوا حالانکہ وہ لوگ بکثرت فصاحت وبلاغت مین معروف تھے اور باوجود اسکے انکو ہر طرح کا طعنہ دیا گیا کہ لاؤ اور اپنے شرکاء ومددگار بلاؤ اگر تم کچھ بھی سچے ہو حالانکہ بعضے زبانی دروغ بکتے تھے کہ لو نشاء لقلنا مثل ہذا یعنے اگر ہم چاہین تو اسکے مثل بناسکتے ہین پس سخت طعنہ دیا گیا کہ تم جھوٹے ہو اور یہ عرب کے واسطے زخم نیزہ سے بڑھکر تھا پس حاصل استدلال یہ ہوا کہ صدق نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے دائمی معجزہ یہ کافی ہے کہ وہ قرآن معجز تلاوت کرتے ہین کہ جسکا مثل لانا محال ہے اور اسمین علم الغیب کی خبرین موجود ہین جیسے ایک یہ

کہ کبھی اسکا معارضہ نہیں لا سکتے دوم یہ قولہ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ جس سے لازم آتا ہے کہ یہودی کبھی بادشاہ نہو گا جبتک قانون شریعت قائم ہے سوم وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی یہودیوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہمیشہ غالب رہینگے خواہ وہ اعتقاد حق پر ہانین یا اعتقاد شرک پر ہانین چہارم الٓمٓ غلبت الروم پنجم قولہ قل للذین کفروا ستغلبون یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ان کافرون سے کہدے کہ تم لوگ عنقریب مغلوب ہو جاؤگے ششم قولہ - وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض یعنی صحابہ مومنین رضی اللہ عنہم کو خلافت زمین کا وعدہ دیا چنانچہ وہی واقع ہوا ہفتم امت اسلامیہ مین باہم کشت وخون ہشتم شریعت کو علانیہ بگاڑنا - غرضکہ اس کثرت سے معجزات ہین کہ جنکے جمع کرنے کے واسطے ایک کتاب چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے موقع پر مذکور ہونگے پس معلوم ہوا کہ یہ کتاب آسمانی ہے اور اُسکا معارضہ کسی طرح ممکن نہین ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہین تو جو شخص منکر ہوا اُسکے واسطے جہنم کی آگ مہیا ہے لہذا حدیث مین آیا کہ جس کسی یہودی ونصرانی نے میری رسالت کو سنا پھر ایمان نہ لایا تو قطعی جہنمی ہوگا (الصحیح) اور جیسے کافرون کے حق مین یہ عذاب شدید ہے اہل طاعت مومنین کے لیے ثواب جمیل چنانچہ فرمایا

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

اور خوشی سنا اُنکو جو یقین لائے اور کام نیک کیے کہ اُنکو ہین باغ بہتی نیچے اُنکے نہریان

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ

جس بار ملے اُنکو وہان کا کوئی میوہ کھانے کو کہین یہ وہی ہے جو ملا تھا ہم کو آگے اور اُن پاس وہ آوے گا

مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

ایک طرح کا اور اُنکو ہین وہان عورتین ستھری اور اُنکو وہان ہمیشہ رہنا -

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب اللہ تعالےٰ نے کافرون کا عذاب ونکال بیان کیا تو اُسکے پیچھے مومنین اہل سعادت کا ثواب ارشاد فرمایا - وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ - اور بشارت دے اُن لوگون کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ف - یعنی اللہ تعالےٰ واُسکے کلام ورسول کی تصدیق کی اور حکم کے موافق اعمال صالحہ بجا لائے ایسے لوگون کو بشارت دے اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ - یہ کہ انکے واسطے باغات ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین ف یعنے جنت کے مکانات ودرختون کے نیچے نہرین جاری ہین - حدیث مین آیا ہے کہ یہ نہرین بذریعۂ غار ونالہ کے نہین جاری ہوتین جیسے کہ دنیا مین ہین اور نہر کوثر کے بارہ مین وارد ہوا کہ اُسکے کنارے مجوف موتی کے قبے ہین - شیخؒ نے کہا کہ اُسکا گارا مشک اذفر ہے اور اُسکا سنگریزہ موتی وجوہر ہے - مترجم کہتا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیاوی نہر ومکانات محض بے روح مادیات ہین جو اپنے مناسب وضع پر بحکمت الٰہی جاری ہین اور دار الآخرت مین یہ مردگی نہین ہے اسیواسطے اٹکل وقیاس کے لوگ دار الآخرت کی نسبت قیاس دوڑانے مین خطا کرتے ہین بخلاف اہل ایمان کے کہ حیات روحی سے اُنکو فہم عقلی حاصل ہے اور وہ یقین کرتے ہین کہ دوزخ کی طرح جنت بھی برحق ہے اور اُسکے نیچے نہرین جاری ہین اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی نہرین کوہ مشک کے نیچے سے جاری ہین (رواہ ابن ابی حاتم) اور یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے (ابن ابی حاتم) اور اسمین ہر طرح کے میوہ جات کی نعمت ہے جو اٹکل وقیاس سے باہر ہے - كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ

رزقنا

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۔ ہر بار جب جنت مین سے کسی پھل سے رزق دیے جائینگے تو کہینگے کہ وہی ہے جو ہمکو قبل ازین رزق دیا گیا تھا۔ ف
اور ایک قسم کے پھلون مین انکی خوشدلی وتفریح کے واسطے ہے اور یہ بات کئی طور پر ممکن ہے از انجملہ حضرت ابن عباس وابن مسعود وایک جماعت
صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اہل جنت کے پاس جنت سے ایک قسم کا پھل لایا جائیگا جب اسکی ظاہری صورت پر نظر کرینگے تو آپسمین
یون کہینگے کہ یہ تو ویسا ہی پھل معلوم ہوتا ہے جو اس سے پہلے ہمکو دنیا مین دیا گیا تھا۔ (السدی) اور یہی تفسیر حضرت قتادہ وعبدالرحمن بن زید
بن اسلم سے مذکور ہے اور اسیکو شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اس تقریر پر قبل ازین کے معنے یہ ہین کہ دنیاوی زندگی مین ہمکو ایسا ہی پھل عطا
ہوچکا ہے اور یہ مشابہت صرف ظاہری صورت مین ہوگی اور باطنی مزہ مین کوئی مناسبت نہوگی تو یہ مقام تفریح ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس
سے ظاہر ہوا کہ اہل جنت کے واسطے دنیا مین بھی میوہ جات کی نعمت ممنوع نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل ہی للذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا
خالصۃ یوم القیامۃ یعنے دنیا مین مومنون کے واسطے مشترک ہے مگر دنیا مین عیش وعشرت مقصود نہین بلکہ شکر وطاعت ہے اور آخرت مین محض عیش
ہے از انجملہ یہ صورت ہے جو حضرت عکرمہ وربیع بن انس وغیرہما نے بیان کیا کہ اہل جنت کو رزق جنت ایک وقت عطا ہوگا جسکی لذت ومزہ
سمجھ جائینگے پھر دوسرے وقت اسی صورت کا رزق آویگا جسکو دیکھکر کہینگے کہ یہ تو وہی نظر آتا ہے جو ہمکو پہلے دیا گیا ہے حالانکہ اُسکے مزہ مین بہت
فرق ہوگا۔ وَاُتُوا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۔ اور اہل جنت کو یہ رزق باہم تشابہ دیا جائیگا یعنے صورت مین تشابہ ہوگا مگر مزہ وخوبی مین باہم
مفاضلت ہوگی۔ سعیدؒ نے اپنی تفسیر مین حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے روایت کی کہ اہل جنت مین سے آدمی کے پاس سونے چاندی کی رکاب مین
کوئی چیز لائی جائیگی پس اسمین سے کھائیگا پھر دوسری رکاب مین لائی جائیگی تو کہیگا کہ یہ تو وہی معلوم ہوتی ہے جو ہمکو پہلے عطا ہوا تھا پس ملائکہ کہینگے
کہ آپ کھائیے کہ قسم وشکل ایک ہی ہے مگر مزہ مین بہت فرق ہے۔ اور ابن ابی حاتمؒ نے باسناد قوی حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے روایت کی کہ عشب
جنت زعفران ہے اور اُسکی نشستگاہ مشک کے چبوترے ہین اور غلمان اُنکے پاس طرح طرح کے فواکہ بار بار لاوینگے پس ایک بار کھانے کے
بعد دوبارہ لاوینگے تو اہل جنت کہینگے کہ تم لوگ ابھی اسیکو تو لائے تھے تو غلمان عرض کرینگے کہ نہین آپ کھائین کہ رنگ ایک ہی ہے مگر مزہ مین رنگ
برنگ ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واُتوا بہ متشابہا۔ یعنے بعض سے بعض مشابہ ہوگا اور مزہ مین رنگ برنگ ہوگا (ابن ابی حاتم) اور
یہی معنے ربیع بن انس وابو العالیہ ومجاہد وسدی سے مروی ہین اور یہی ابن جریر نے ایک جماعت صحابہ سے روایت کیا کہ شکل ورنگ مین مشابہت
ہوگی اور مزہ مین مشابہت نہوگی۔ اور سفیان ثوریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ دنیا مین کوئی چیز ایسی نہین ہے جو جنت کی کسی چیز سے
سوائے نام کے مشابہ ہو اور دوسری روایت مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ جنت کی چیزوان مین سے دنیا مین سوائے نام کے کچھ نہین ہے
(ابن جریر وابن ابی حاتم) اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ اسی مشابہت کی وجہ سے اہل جنت وہان ۔ ب کو سیب اور انار کو انار پہچان
لینگے حالانکہ وہ مزہ مین مشابہ نہین ہے۔ (ابن جریر) مترجم کہتا ہے کہ نعمت جنت وآخرت دنیا کی طرح شناخت نہین ہوسکتی کیونکہ حواس تو صرف اسی
حد تک تجاوز کرتے ہین جو از جنس نظائر ہین حتیٰ کہ جس شخص نے شیرینی کا مزہ کبھی نہ پایا ہو وہ خالی بیان سے ادراک نہین کرسکتا
باوجودیکہ ماديات کے نظائر ادراک کرچکا ہے پس نعمت وکیفیت جنت کا ادراک صرف حواس سے کسی طرح نہین کرسکتا کیونکہ حواس تو ماديات
کے تابع ہین ہان عقل سے ادراک کرسکتا ہے اسیواسطے اہل ایمان کو ان مقامات کے سمجھنے مین کوئی دشواری نہین ہوتی ہے بخلاف ایک جماعت
ملحدین کے کہ وہ طرح طرح کی تاویلین کرتا ہے اور نہین سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ حواس سے ایسی چیز کا ادراک کرنا چاہتا ہے جہان اُسکے حواس معطل ہین اور
چودھوین پارہ مین مترجم نے اس مقام کو مدلل بیان کیا ہے وہان رجوع کرنا چاہیے۔ اور واضح ہو کہ دار الآخرۃ ملک زندہ ہے اور کوئی چیز وہان مردہ

نہین ہے اسیواسطے اہل ایمان کے خیالات بھی حقیقی اشیا ہین حتی کہ اگر اُنسے ہوا مین اُڑتے ہوے گھوڑے کو خیال مین مصور کیا تو وہ حقیقی صورت مین نمایان ہوگا اور جس مقام پر اُنسے نہر کا تصور کیا وہین روان ہوگی کیونکہ صفت حیات نے انمین ظہور فرمایا اور رضوان آلہی اُنپر دائمی مبذول ہے اسیواسطے درختان جنت کی شاخین خوبخود جھکین و اُٹھینگی اور جن تختون پر انکا جلوس ہوگا وہ ادب کے ساتھ بدون اسکے کہ ایک دوسرے کی جانب پشت کرے روان ہونگے اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ تحقیق آوے گی۔ وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اور اہل جنت کے واسطے وہان پاکیزہ ازواج ہین۔ ف یعنے حیض و پاخانہ و پیشاب اور ریٹ و تھوک سے پاک ہونگی یہی حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے (الحاکم و ابن مردویہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اُسکی اسناد مین تامل ہے شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ تاریخ مین ابن کثیرؒ نے اسکی اسناد کو حسن کہا ہے اور ایک جماعت صحابہ و تابعین سے یہ تفسیر صحیح ہوئی۔ اور مجاہدؒ وغیرہ نے زیادہ کیا کہ وہ منی و بچہ سے بھی پاک ہونگی۔ اور حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کھائینگے پئینگے مگر پیشاب نہین کرینگے اور نہ پاخانہ پھرینگے اور نہ ناک سے ریٹ جھاڑینگے اور نہ مُنہ سے تھوکینگے یعنے ایسی گندگیون سے پاک ہونگے الخ اُنکو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کا الہام ہوگا جیسے سانس لینے کا الہام ہوتا ہے اُنکا طعام صاف ڈکار ہے یعنے صرف یہی فضلہ ہوگا کہ معدہ سے سانس آوے اور اُنکا پسینا مشک ہے یعنے مثل مشک کے خوشبودار ہوگا (صحیح مسلم) غرض وہ ایسی نعمتون مین سرفراز ہونگے جو صرف حواس کے ادراک سے باہر ہین کیونکہ حواس نے کبھی اُسکی نظیر نہین دیکھی مگر عقل اسکو بخوبی پہچانتی ہے اور جو اس کیفیت کو رضوان آلہی عزوجل کے ساتھ پاوینگے اُنکو مبارکباد ہے اس نعمت کے اثر کے بعد تکلیف کا تصور ہی خارج ہوجائیگا حتی کہ حدیث مین ہے کہ جس شخص نے دنیا مین سخت تکلیف اُٹھا کر جان دی ہے جب وہ ایک بار نعمت جنت مین غوطہ کھائیگا پھر اُس سے پوچھا جائیگا کہ اے شخص کبھی تجھے تکلیف یاد ہے تو وہ انکار کرے گا جیسے اسکے مقابل عذاب جہنم ہے کہ جو شخص نہایت عیش مین بسر کرکے مرا جب وہ جہنم کی یک لپٹ پاویگا پھر اُس سے پوچھا جائیگا کہ اے شخص کبھی تونے راحت پائی تو محض انکار کرے گا۔ نعوذ باللہ من عذاب جہنم و نسال اللہ تعالیٰ الجنۃ۔ اور نعمت جنت ہر روز متزائد ہے کیونکہ قدرت آلہی عزوجل غیر متناہی ہے۔ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ اور اہل جنت اُسمین ہمیشہ رہینگے۔ ف یہ تمام نعمت ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ خالدون یعنی کبھی نہین مرینگے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس مقام پر موت سے مامون اور انقطاع سے محفوظ ہونگے نہ اُنکو خوف کفر ہے نہ موت کا ڈر ہے بلکہ دائمی نعمت سرمد ہے اور ہم اپنے رب غفور رحیم سے عاجزانہ دعا کرتے ہین کہ ہمکو اہل جنت ہی کے زمرہ مین اُٹھاوے ہمارا رب جواد کریم ہے مترحم کرتا ہے آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل جنت جب جنت مین داخل ہوجائینگے اور دوزخی اپنی دوزخ مین ڈالے جائینگے تو پھر اُنکے درمیان مین ایک منادی پکاریگا کہ اے اہل دوزخ اب موت نہین ہے اور اے اہل جنت اب موت نہین ہے ہر ایک جس مقام مین ہے ہمیشہ وہین رہیگا۔ (الصحیحین) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دوزخیون سے کہا جائے کہ دنیا مین جسقدر کنکریان و سنگریزے ہین انکی شمار برابر جہنم مین رہوگے تو وہ خوشی کے مارے پھولے نہ سماوین اور اگر اہل جنت سے کہا جاوے کہ دنیاوی سنگریزون کے شمار پر جنت مین رہوگے تو غمناک ہوکر گھبرا جاوین ولیکن اُنکے واسطے تو ہمیشگی رکھی گئی ہے (الطبرانی و ابن مردویہ و ابونعیم) اور حدیث اسامہ بن زیدؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ کون ہے جو جنت کے واسطے دامن اُٹھا کر کمر کسنے والا ہو کہ جنت ایسی چیز ہے کہ اُسکے واسطے خطر نہین ہے قسم ہے رب کعبہ کی کہ وہ ایک نور ہے کہ چمکتا ہے اور ریحانہ ہے جو لہلہاتا ہے اور قصر پائدار ہے اور نہر لبریز خوشگوار ہے اور انواع ثمرات اپنے رس پر پکے ہین اور زوجات حسینہ جمیلہ اور زیور کثیرہ ہین

وہ مقام ابدی دار السلام ہے اور فواکہ تر و تازہ لہلہاتے ہین الحدیث (ابن ماجہ ابن ابی الدنیا البزار ابن ابی حاتم ابن حبان البیہقی) اور نعمتہاے
جنت کے بیان مین شیخ ابن قیم کی کتاب حادی الارواح نفیس کتاب ہے اور انشاء اللہ تعالی آیندہ آیات مین نعیم جنات کا حسب موقع بیان آتا جائیگا
پھر اس نعمت کے واسطے اصل سامان ایمان ہے کہ جسنے سچے یقین کے ساتھ تا موت یہ نعمت پائی قطعی وہ اہل جنت مین سے ہے یعنے اُسکا اصلی مقام
یہی ہے پھر اگر اعمال صالحہ و گناہون سے توبہ کرتا رہا تو اُسنے جہنم سے بھی بفضل آلہی نجات پائی کیونکہ جہنمی وہ ہے جسنے اللہ تعالی سے انکار
و شرک پر اصرار کر لیا تھا حتی کہ مرتے دم تک ایمان نہ لایا تو اُسکا وطن جہنم ہے اور جو ایمان لایا اگر وہ اپنی بدکرداریون کی سزا بھی پاوے تو بھی
جہنم اُسکا وطن نہین ہے۔ حدیث مین ہے کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے مانے کہ اُلوہیت کا کوئی مستحق نہین سواے اللہ تعالی کے اور مین (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ تعالی کا رسول ہون اُسنے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور موت کے بعد قیامت مین اُٹھائے جائینگے اور خیر و شر مین تقدیر آلہی کی تصدیق کرلے
(الترمذی) حدیث مین ہے کہ جسمین تین باتین ہون اُسنے ایمان کا مزہ پایا (۱) اللہ تعالی و اُسکا رسول اسکو سب سے زیادہ محبوب ہون
(۲) کسی بندے سے خالص اللہ تعالی ہی کے واسطے محبت کرے جس سے محبت کرے (۳) کفر سے نکلنے کے بعد شرک مین پڑجانے کو
ایسا ہی ناگوار سمجھے جیسے کوئی آگ مین گر کر پھر نکالے جانے کے بعد وہ دوبارہ آگ مین ڈالے جانے کو ناگوار جانتا ہے (الصحیحین وغیرہ) حدیث
جابر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دو باتین واجب کرنے والی ہین یعنی جو مرا ایسے حال مین کہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی چیز کو شریک
بتاتا تھا تو دوزخی ہونا واجب ہے اور جو مرا ایسے حال مین کہ اللہ تعالی کے ساتھ کچھ شریک نہین بتاتا تھا تو جنت مین داخل ہوگا (صحیح مسلم) حدیث
ابوہریرہ رض مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے جسنے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہا (البخاری) حدیث ابوہریرہ
مین ہے کہ آپ نے فرمایا قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ اس زمانہ کے لوگون مین سے کوئی ہو یہودی ہو یا نصرانی ہو مجھے سُنے پھر
جسکے ساتھ مین بھیجا گیا ہون ایمان نہ لاوے یہانتک کہ مرجاوے تو سواے اسکے کچھ نہین کہ وہ دوزخیون مین سے ہوگا (صحیح مسلم) حدیث ابوہریرہ
مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو اللہ تعالی کے ساتھ کبھی شرک نہ کیجیو اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا جلا دیا جاوے (الصحیح)
حدیث مین ہے کہ آدمی جب اپنا ایمان اچھا کر لیتا ہے تو وہ جو نیکی کرتا ہے وہ دس گونہ سے سات سو گونہ یا زیادہ تک لکھی جاتی ہے اور جو بدی کرتا ہے وہ
ایک ہی لکھی جاتی ہے یہانتک کہ مرجاوے (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ اس مقام سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوبی ایمان و اسلام کو قیاس کرو کہ جنکے
آدھ سیر جو کے مقابلہ مین کسی شخص کا آسمان و زمین کے بھراو برابر سونا خیرات کرنا قبول نہین فرمایا گیا چنانچہ صحیحین وغیرہ کی حدیث مشہور مین مصرح ہے
حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولہ تعالی فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ الآیۃ - کی تفسیر مین فرمایا کہ سینہ مین
جب نور داخل ہوتا ہے تو وہ نور کے لیے کھل جاتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکی کچھ پہچان ہے آپ نے فرمایا کہ ہان یہ ہے
کہ دار غرور یعنی فریب گاہ دنیا سے کنارہ کرنا اور دار خلود یعنی آخرت کی طرف جھکنا اور موت آنے سے پہلے اُسکا سامان مہیا کرنا (البیہقی)
حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کی پہچان مین فرمایا کہ جنتی ہر ضعیف متضعف ہے کہ اگر وہ اللہ تعالی پر قسم کھائے تو اللہ تعالے
اُسکو سچا کردے اور دوزخیون کی پہچان مین فرمایا کہ وہ ہر شخص جو عتل جواظ متکبر ہے (الصحیحین) ف واضح ہو کہ اہل جنت کے واسطے
جسطرح کھانے پینے وغیرہ کی نعمتین ہین ایسطرح انوار صفات کا ظہور ہے حتی کہ ان انوار کے مقابلہ مین نعمتہاے سابقہ گویا نظر سے ساقط ہو جاتی ہین
حتی کہ دیدار باری تعالی سے بڑھکر اہل جنت کو کوئی نعمت معلوم نہوگی اور ان انوار کا ظہور ہر بندے کے واسطے موافق عبودیت ہے یعنے دنیا مین
عبودیت کی شان ہر بندہ کے ساتھ موافق شرع کے علحدہ علحدہ ہوتی ہے مثلاً بعد فرائض کے کسی بندے کو تلاوت قرآن مجید مین زیادہ شوق ہے

اور کسیکو درود شریف مین اور کسیکو ذکر مین اور کسیکو آیات قدرت کی فکر مین اور کسیکو تعلیم علم مین اور کسیکو تہجد مین اور کسیکو تضرع کے ساتھ دعا کرنے مین غرضکہ ہر ایک کو معرفت و محبت و قرب و مشاہدہ و ذکر و فکر و مناجات و علم و استغراق وغیرہ مراتب عبودیت مین مقامات ہین اور اسکے موافق جنت مین نعمت انوار ہین اور موافق کشف دنیاوی کے ان نعمتون مین مشابہت ہوگی شیخ سری سقطیؒ نے اشارہ کیا کہ جنکے اسرار قلوب مین توکل واذکار کی نہرین جاری ہین اُنکے واسطے جنت مین انوار کی بشارت ہو۔ (عس) واضح ہو کہ اہل ایمان صورت الفاظ و لہجہ زبان گستخص سے قبول نہین کرتے بلکہ اُنکو عین حکمت معانی و بیان مقصود ہوتی ہو جو باقی ہو بخلاف کافرون کے کہ وہ ہر ایسی چیز پر فریفتہ و اُسکے لیے ساعی ہوتے ہین جو آخر فانی ہو اور امثال مین اسکا بیان خوب سمجھ مین آتا ہو اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے منافقون و مشرکون کے حالات و انجام مین امثال کو بیان فرمایا تاکہ یہ حمقا بدیہی مماثلت سے بیدار ہون مگر ان بدبختون نے بجائے نفع کے نقصان اُٹھایا چنانچہ حق عزوجل نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ

اللہ کچھ شرماتا نہین کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر کی یا اُس سے اوپر پھر جو یقین رکھتے ہین سو جانتے ہین

أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ

کہ وہ ٹھیک ہو اُنکے رب کا کہا اور جو منکر ہین سو کہتے ہین کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے گمراہ کرتا ہو اس سے

كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ

بہتیرے اور راہ پر لاتا ہو اس سے بہتیرے اور گمراہ کرتا ہو اُنھین کو جو بے حکم ہین جو توڑتے ہین قرار اللہ کا

بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ

مضبوط کیے پیچھے اور توڑتے ہین جو چیز اللہ نے فرمائی جوڑنی اور فساد کرتے ہین ملک مین

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

اوُنھین کو آیا نقصان

وقف لازم

شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بتون کے ہیچ ہونے کی مثال لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ الآیۃ۔ مین بیان فرمائی یعنے سوا اللہ تعالیٰ کے جس کسیکو پکارتے ہین وہ ایک مکھی بھی نہین پیدا کر سکتے اگرچہ سب کے سب مجتمع ہو جاوین۔ اسیطرح شرک کرنے والون کی مثل مکڑی کے جالے سے بیان کی بقولہ تعالیٰ کمثل العنکبوت اتخذت بیتا الآیۃ۔ یعنے مشرکون کا معاملہ مکڑی کے جالے کی مثال ہو یعنے اسکی اصل حقیقت کچھ نہین بلکہ مشرکون کے دماغی خیالات مین سوا اللہ تعالیٰ کے غیرون کی الوہیت کا اعتقاد جما ہوا ہو جو جسم بکھرتے ہی مٹ جائیگا وہ مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہو۔ چنانچہ سورہ عنکبوت مین اسکی تفسیر آویگی پس یہودیون نے طعن سے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان حقیر چیزون کے ذکر سے کیا مقصود رکھا ہو پس اللہ تعالیٰ نے اُنکی تردید کے واسطے نازل فرمایا کہ۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ اللہ تعالیٰ کچھ شرماتا نہین کہ مثل بیان کرے کوئی ہو مچھر ہو یا اس سے بڑھکر ہو۔ ف شرم کرنا شان الٰہی مین آدمی کی طرح متصور نہین ہو کیونکہ شرم تو دل کے کھچنے سے ہوتی ہو لہٰذا شان الٰہی عزوجل مین استحیا کے دو معنے لیے گئے ایک یہ کہ حقیقی صفت الٰہی عزوجل ہو جسکی کُنہ جاننا غیر ممکن ہو اور وہ اُسکی شان عالی کے لائق ہو بخلاف مخلوق کے کہ مخلوق مین البتہ دل کے کھچنے کو شرم کہتے ہین اور جب ذات و صفات الٰہی عزوجل سے کوئی چیز مشابہ نہین ہو تو وہان یہ معنے نہین ہین۔

بلکہ صفات قدسیہ مین سے ہے۔ دوم یہ کہ حیا سے مجاز الازمی معنی لیے گئے کیونکہ حیا سے آدمی کام ترک کر دیتا ہے تو یہان یہ معنی ہوے کہ اللہ تعالےٰ ترک نہین فرماتا مثل بیان کرنے کو اگرچہ وہ مچھر کے مانند حقیر چیز سے ہو یا اس سے بڑھکر ہو بعض علما نے کہا کہ بڑھکر یہ ہے کہ مچھر سے بڑا جانور ہو بعض نے کہا کہ نہین بلکہ حقارت مین بڑھکر ہو یعنے اگر مچھر سے بھی بڑھکر حقیر ہو تو اُسکے ساتھ بھی مثل متروک نہین کرتا کیونکہ اسمین اللہ تعالیٰ کی حکمتین موجود ہین یہی قول حضرت قتادہؓ کا اور مختار شیخ ابن جریر کسائی و ابو عبیدہ کا ہے اور یہی اکثر محققین کے نزدیک مختار ہے چنانچہ مچھر سے اُسکا پر زیادہ حقیر ہے چنانچہ حدیث سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دنیا کی قدر مچھر کے پر برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (الترمذی) اور اسی طرح حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مین ہے کہ نہین ہوتا کہ کسی مسلمان کو کوئی کانٹا یا اس سے بڑھکر (مثلاً پھانس) لگ جاوے مگر یہی کہ اُسکے واسطے اس صدمہ کے عوض ایک درجہ لکھا جاتا ہے اور اُس سے ایک گناہ محو کیا جاتا ہے (صحیح مسلم) کیونکہ وہ راضی ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا نزول ان یہودیون کی تردید کے واسطے تھا اور شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر سدی سے نقل کیا کہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقون کے واسطے سابق کی دونون مثلین بیان فرمائین یعنے قولہ۔ مثلھم کمثل الذی استوقد نارا۔ اور قولہ۔ او کصیب من السماء الآیۃ۔ تو منافقون نے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالےٰ کی شان اس سے بزرگ ہے کہ وہ ایسی مثل بیان فرماوے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور عبدالرزاق نے قتادہؓ سے روایت کی کہ جب مکھی و مکڑی کی مثل مذکور ہوئی تو مشرکون نے ان دونون پر اعتراض کیا کہ اسکے ذکر سے کیا مراد ہے تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ضرب المثل ایک مچھر سے بیان فرمائی جسکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جبتک بھوکا رہتا ہے تو زندہ رہتا ہے اور جب موٹا ہو جاتا ہے تو مر جاتا ہے اسیطرح اہل دنیا کی مثال ہے کہ جب وہ کفر مین اصرار کرتے ہین اور بحکم قولہ تعالیٰ۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شئ الآیۃ۔ ہر قسم کی دنیا سے مالا مال کر دیے جاتے ہین اور جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو ہلاک کر دیے جاتے ہین اسکے مانند ابو العالیہ سے روایت ہے۔ شیخ ابن جریرؒ نے سبب نزول مین سدیؒ کی روایت اختیار کی۔ ع۔ مترجم کہتا ہے کہ قتادہؓ کی روایت مین بھی مشرکون سے یہود وغیرہ مراد ہو سکتے ہین تو بھی یہ آیت مدنیہ رہیگی بہرحال یہ تو سبب نزول مین کلام تھا اور حکم آیت ہمیشہ کے واسطے عام ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو چیز مچھر یا اُس سے بھی زیادہ حقیر پیدا فرمائی اُسمین اُسکی قدرت عجیب و حکمت بالغہ ظاہر ہے اور وہ اہل عقل کی عبرت کے واسطے کافی ہے چنانچہ مکڑی و مکھی و مچھر وغیرہ سے اللہ تعالیٰ نے سچی مثلین بیان فرمائی ہین لیکن عبرت اُنھین کو حاصل ہوتی ہے جو صاحب عقل ہین چنانچہ فرمایا۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّہِمْ ۚ پس جو لوگ ایمان لائے وہ یقینا جانتے ہین کہ یہ اُنکے پروردگار کی جانب سے حق ہے۔ ف ٹھیک اپنے موقع پر ثابت ہے کیونکہ حقائق سمجھنے کے واسطے معرفت الٰہی کا علم چاہیے اور یہ مومنون کو حاصل ہے اور جسقدر معرفت زیادہ ہوگی اُسیقدر مثل کے اسرار زیادہ معلوم ہونگے۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا ۘ اور رہے وہ لوگ جنھون نے کفر کیا تو وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ساتھ مثل بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا۔ ف کیونکہ ان لوگون کو جہالت سے مفہوم آیت نہین سوجھتا ہے۔ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا ۔ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ سے بہتون کو گمراہ فرماتا ہے اور اسکے ساتھ بہتون کو ہدایت فرماتا ہے۔ ف۔ سدی نے ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جنکو ہدایت فرماتا ہے وہ مومنین ہین کہ اُنکے نور ہدایت پر اس مثل کی تصدیق سے نور دیگر زیادہ ہو جاتا ہے اور جنکو گمراہ فرماتا ہے وہ منافقین ہین کہ اُنکی تاریکی ضلالت مین اس کلام کے انکار سے تاریکی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۔ اور اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ سے کسیکو گمراہ نہین کرتا سوائے فاسقین کے ۔ ف ۔ یعنی فاسقون کو
اس نور تک رسائی نہین دیتا ہے تو وہ بھٹکتے پھرتے ہین ۔ ابو العالیہ وربیع بن انس نے کہا کہ فاسقین یہان منافقین ہین یعنے منافقین ہی ان آیات کے
نور ہدایت تک نہین پہونچتے ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ پھر کفار ومشرکین بدرجۂ اولیٰ نہین پہونچینگے ۔ مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فاسقین
یہان وہ لوگ ہین جنھون نے پہچان کر کفر کیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین منافقین اور علماء یہود ونصاریٰ بھی داخل ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق
جانتے مگر دنیاوی لالچ سے نہین مانتے تھے ۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ حد سے خارج ہوگئے پس اللہ تعالیٰ نے انکو بھٹکا چھوڑ دیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ ہر
امر حق وسنت صحیحہ سے جو باہر ہو وہ فاسق ہے لیکن فسق کے مراتب ہوجائینگے چنانچہ جو شخص عمل سنت سے خارج ہو وہ عملی بدعتی ہے اور جو شخص اعتقاد
سنت سے خارج ہو وہ اعتقادی بتدع ہے اور جو شخص حرام کا مرتکب ہو اُسکو اصطلاح مین فاسق کہتے ہین اور جو شخص عقائد اسلام سے خارج ہو وہ منافق ہے
اور اسمین مشرکین وکفار بھی داخل ہین کیونکہ عقائد اسلام سے خارج ہین ۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی کہ گمراہون سے خوارج مراد ہین ۔
مترجم کہتا ہے کہ خوارج کی بھی یہی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ نے گمراہ فاسقون کے حق مین بیان فرمائی یعنی الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ
بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۔ یعنی گمراہ فاسقین ایسے لوگ ہین جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو اُسکی مضبوطی کے بعد توڑتے ہین ف چنانچہ شعبہ نے عمرو بن مرہ سے
روایت کی کہ مصعب بن سعد نے کہا کہ مین نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین تو فرمایا کہ حروریہ ہین یعنی وہ خوارج ہین جنھون نے جماعت اسلام
مین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر حرورا ونہروان مین خروج کیا ۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے یہ اسناد اگرچہ صحیح ہو یہ
معنی نہین ہین کہ نزول آیت کے وقت یہی لوگ مراد تھے بلکہ آیت قدسی کے عام معنی مین جیسے منافقین ویہود وغیرہ مشرکین داخل ہین اسیطرح خوارج بھی
داخل ہین جنھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میثاق بیعت پورا ہونے کے بعد توڑ دیا اور جو شخص شرائع اسلام سے خارج ہو وہ فاسق ہے ۔ مترجم کہتا ہے
ہر فرقہ جو جماعت اسلام سے خارج ہوا مانند معتزلہ ور وافض وجہمیہ وجبریہ وغیرہ کے قیامت تک اسمین داخل ہین کیونکہ صفات مومنین جو ہے یہ ہے کہ ۔ الذین
یوفون بعهد الله ولا ینقضون المیثاق والذین یصلون ما امر الله به ان یوصل ویخشون ربهم ویخافون سوء الحساب یعنی مومنین ایسے بندے ہین جو اللہ تعالیٰ کا
عہد پورا کرتے اور میثاق کو نہین توڑتے ہین اور ایسے بندے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ملائے رکھنے کا حکم دیا اُسکو ملائے رہتے ہین اور اپنے
رب سے ڈرتے ہین اور قیامت کے بدی حساب سے خوف کرتے ہین (سورة الرعد) اور انکے برخلاف منافقین ومشرکین کا حال ہے جو عہد الٰہی کو بعد
مضبوطی کے توڑ ڈالتے ہین وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ
اور اللہ تعالیٰ نے جسکے ملائے جانے کا حکم دیا اُسکو کاٹتے ہین اور ملک مین فساد کرتے ہین ۔ ف یعنے قرابت کا صلہ رحم نہین
کرتے جیسے اللہ نے فرمایا ۔ فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم ۔ یعنے اگر تم متولی بنائے جاؤ تو تمھاری شان
سے یہی قریب ہے کہ زمین مین فساد مچاؤ اور اپنے قرابات کا ناتا کاٹو یعنے بخوف ہو کر خلاف شریعت عمل کرو اور اپنی قرابات مین
بجائے صلۂ رحم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو ۔ حدیث مین ہے کہ عرش رحمٰن سے رحم معلق ہے التجا کرتا ہے کہ الٰہی تو نے اپنے نام پاک سے مجھے نام
دیا تو جو شخص مجھے ملائے رہے اُسکو ملاوے اور جو شخص مجھے توڑے اُسے ٹکڑے کردے ۔ (الصحیح) مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے جب شاہان اسلام
نے شریعت کو چھوڑ کر باہم قتال کیا تو سلطنت متحدہ کے ٹکڑے ہو کر کفار کا غلبہ شروع ہوا ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
ایسے ہی لوگ خسارہ مین ہین ۔ ف ابن عباسؓ نے کہا کہ ایسا لفظ جب بجائے اہل اسلام کے دوسرون کی جانب منسوب ہوتا ہے
تو اُس سے کفر مراد ہوتا ہے اور جب اہل اسلام کی جانب منسوب ہوتا ہے تو اس سے گناہ مراد ہوتا ہے ۔ مقاتل بن حیان نے کہا کہ یہ خسارہ انکو آخرت مین ہوگا

شیخ نے کہا کہ جیسے سورۂ رعد کی آیت مین فرمایا کہ اولئک لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار یعنے ایسے لوگون کے واسطے لعنت اور انکے لیے جہنم ہے پس قیامت مین جب کمال محتاجی کا وقت ہوگا تو اُسوقت لعنت و جہنم اُنکے حق مین کمال خسارہ ہے نعوذ باللہ من ذلک (تنبیہ) جس عہد شکنی کا ذکر اس آیت مین ہوا اُس سے کون عہد مراد ہے - ابو العالیہ نے فرمایا کہ منافقون مین چھ خصلت ہوتی ہین چنانچہ اگر انکو غلبہ ہوتا ہے تو یہ سب ذمائم ظاہر کرتے ہین کہ جب بات کہتے ہین تو جھوٹھ بولتے ہین اور جب وعدہ کرتے ہین تو خلاف کرتے ہین اور جب اُنکے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتے ہین اور مضبوطی کے بعد اللہ تعالیٰ کا عہد توڑتے اور قرابت کا ناتا کاٹتے اور زمین مین فساد کرتے ہین اور جب مغلوب ہوتے ہین تو صرف تین باتین ظاہر کرتے ہین کہ جب بات کہتے ہین تو جھوٹھ بولتے ہین اور جب وعدہ کرتے ہین تو خلاف کرتے ہین اور جب امانت دیے جاتے ہین تو خیانت کرتے ہین - سدیؒ نے کہا کہ عہد سے وہ عہد مراد ہے جو قرآن مین درباب ایمان آیا ہے - اور شیخ ابن جریرؒ نے منافقون کے ساتھ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو داخل کیا جنسے توریت و انجیل مین عہد لیا گیا ہے اور یہی مقاتل ابن حبان کا قول ہے - اور دیگر جماعت نے کہا کہ آیت مین تمام اہل شرک و کفر و نفاق مراد ہین اور انکا عہد ایک تو وہ ہے جو میثاق ازل مین پشت آدم علیہ السلام سے لیا گیا و دوم دُنیا کی آیات قدرت و پیغام رسالت ہے کیونکہ ان آیات قدرت کے ساتھ جب خود ہی ایمان توحید فرض تھا تو بعد پیغام رسالت کے نہایت مؤکد ہوگیا اسیواسطے فرمایا کہ عہد کو بعد مضبوطی کے توڑتے ہین لہذا فرمایا

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ

تم کسطرح منکر ہوتے ہو اللہ سے اور تھے تم مُردے پھر اُسنے تم کو جلایا پھر تم کو مارتا ہو پھر جلاویگا پھر

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اُس پاس اُلٹے جاؤگے

یعنے آیات قدرت و تاکید رسالت کے بعد تم لوگون سے تعجب ہے کہ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ - کیونکر تم اللہ تعالےٰ سے کفر کرتے ہو - وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا - حالانکہ حالت یہ ہے کہ تم مردے تھے - ف یعنے تم خوب جانتے ہو کہ تم اپنے مان و باپ کے اندر نطفہ تھے جسکو حس و حرکت نہین ہے - فَاَحْيَاكُمْ - پس اللہ تعالےٰ نے تمکو زندگی دی - ف شیخ نے لکھا یعنے تم معدوم تھے پھر تمکو موجود کیا - ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ - پھر تمکو موت دیگا پھر تمکو زندگی عطا کریگا ف چنانچہ قولہ تعالےٰ - ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا الآیۃ - مین مذکور ہے یعنے کفار بعد معائنہ عذاب آخرت کے کہینگے کہ الٰہی تو نے ہمکو دو موتین اور دو حیاتین دین سو ہمنے اپنے گناہون کا اقرار کیا اب یہان سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پہلے مردہ خاک تھے پھر زندہ کیا پھر دوسری موت بوقت اجل دی پھر قیامت مین دوبارہ زندہ فرمائیگا پس یہ دو موتین و دو حیاتین ہوگئین اور یہی حضرت ابن مسعودؓ و ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے - ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ - پھر اللہ تعالیٰ ہی کی جانب تم لوگ رجوع کروگے - ف پھر وہان بدون شرک کے توحید ربوبیت کا اقرار کروگے حالانکہ اُسوقت تمکو کچھ فائدہ نہوگا (تنبیہ) آدمی کی خلقت اپنے مان و باپ دونون کے نطفہ سے ہوتی ہے اور یہی حدیث صحیح سے ثابت ہے پس بعض اطبا کا قول غلط ہے جو گمان کرتے ہین کہ عورت کی طرف سے سوائے نطفہ مرد رکھ لینے کے منی نہین ہوتی ہے - (فائدہ) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث مین ہے کہ آدمی کی خلقت اپنی مان کے پیٹ مین چالیس روز مجموع ہوتی ہے پھر چالیس روز مین خون کا تھکا ہوتی ہے پھر اتنی ہی مدت مین گوشت کا لوتھڑا ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اُسکی طرف چار باتون کے ساتھ ایک فرشتہ

بھیجتا ہو جو اُسکا رزق و عمر و عمل و شقی یا سعید لکھتا ہو پس اللہ تعالی اُسمین روح پھونکتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم
اُس ذات کی جسکے سوائے کوئی الوہیت والا نہین ہو کہ آدمی جنتی لوگون کے کام کرتا ہو (حالانکہ اُسکے حق مین عذاب دوزخ لکھا ہو) یہانتک
کہ اُسمین اور جنت مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہو پھر سابق تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہو کہ وہ دوزخیون کا کام کرکے دوزخ مین داخل ہوتا ہو اور
آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہو یہانتک کہ اُسمین اور دوزخ مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہو پھر سابق تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہو کہ جنتیون کا کام
کرکے جنت مین داخل ہوتا ہو (الصحیحین وغیرہ) اور یہ حدیث توضیح کے ساتھ بعض مقامات مین آویگی انشاء اللہ تعالی - اور حدیث جابرؓ مین ہو کہ
کوئی بندہ مومن نہوگا یہانتک کہ ایمان لاوے تقدیر کا تاکہ یقین کرے کہ جو نیکی بدی اُسکو پہونچی وہ ہرگز اُس سے چوکنے والی نہتھی اور جو اُسکو نہین پہونچی وہ ہرگز اُسکو
پہونچنے والی نہتھی (الترمذی) ف۲ اشارات اسرار مین ہو کہ اضلال و ہدایت صفت الٰہی عزوجل لطائف اسرار حکمت سے ہو - بعض نے فرمایا کہ یہان گویا دو سمندر ہین کہ
بہت سے نجات والے پار ہوجاتے ہین اور بہت سے ڈوبنے والے ڈوب جاتے ہین اور گناہ اگرچہ صغیرہ ہو بیشک گناہ ہو پھر کبھی آدمی غفلت سے مرتکب ہوجاتا
ہو مگر برا جانتا ہو اور دوم یہ کہ غفلت جاتی رہی اور بیباک ہوکر گناہ مین گھسا تو یہ بیباکی اصرار ہو جس سے گناہ کبیرہ ہوجاتا ہو حدیث ابوہریرہؓ
مین ہو کہ جسکو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ اللہ تعالی اُسکے رزق مین کشایش دے اور اُسکی موت مین تاخیر کرے تو اُسکو چاہیے کہ اپنے قرابتیون کے ساتھ
صلہ رحم کا سلوک رکھے (البخاری والترمذی) قطع رحم بھی گناہون مین سے ہو جسکا فساد بہت پھیلتا ہو - حدیث مین ہو کہ باہم پھوٹ ہی نیکیون کی موندنے والی
ہو (السنن) شیخ نے عرائس مین لکھا کہ اصل حیات بنور ازل ہو ورنہ سب مردہ ہین جیسے غفلت کے بعد معرفت سے زندگی ہوتی ہو اسلئے شیخ شبلی نے کہا کہ
تمکو اپنے ساتھ زندہ کیا یعنی بصفت الحی القیوم بعض مشائخ نے تعجب کیا کہ جمادات سے نباتات بہتر اور نباتات سے حیوانات بہتر اور حیوانات سے
انسان اشرف ہو مگر خالق عزوجل کی توحید مین کسیکو نزاع نہین مگر انسان سخت ناشکرا ہو کہ اُسکو جھگڑا ہو جسپر بقدر انعام فرمایا ہو کما قال تعالی

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ

وہی ہو جسنے بنادیا تمھارے واسطے جو کچھ زمین مین ہو سب پھر چڑھ گیا آسمان کو تو ٹھیک کیا اُنکو سات آسمان ع ۳

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

اور وہ ہر چیز سے واقف ہو

اول اللہ تعالے نے بندون کی ذات پیدا کرنا بیان کیا پھر اُنکو رزق دینا بیان فرمایا پس یہ بھی منجملہ دلائل قدرت توحید کے کفر سے
مانع ہو یعنی تم کیونکر اپنے خالق عزوجل سے کفر کروگے حالانکہ اُسنے تمکو عدم سے موجود کیا اور تمھاری زندگی پھر تمکو طرح طرح کا رزق دیا - هُوَ الَّذِي
خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا - وہی ہو جسنے تمھارے واسطے پیدا کیا جو کچھ زمین مین ہو سبکا سب - ف اسیواسطے علماء کا
صحیح مذہب یہ ہو کہ اللہ تعالی نے جو کچھ پیدا فرمایا اُسمین اصل باحت ہو یعنی اصل مین سب مباح ہو پھر جس کسی چیز کی نسبت دلیل خاص قائم
ہو کہ اس چیز کو اللہ تعالے نے حرام کردیا ہو فقط وہی حرام ہوگی اور حلال ہونے کے واسطے دلیل ڈھونڈھنے کی ضرورت نہین ہو کیونکہ وہ تو
اسی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے تمام اشیا کو آدمیون کے نفع کے واسطے پیدا فرمایا ہو پس جبتک کسی چیز کی نسبت بالخصوص حرام
کردینے کی دلیل معلوم نہو تب تک سب مباح ہو چنانچہ کل جانورون کا گوشت حلال ہو سوائے سور وغیرہ کے جنکی حرمت پر دوسری نص
آگئی رہا یہ کہ اُنکے حرام کردینے مین کیا حکمت ہو تو علما نے عوام کی سمجھ کے لائق آسان جواب یہ لکھا کہ فرمانبردار و نافرمان پہچان لیا جائیگا لیکن
درحقیقت اُسمین اسرار حکمت ہین کیا تم نہین دیکھتے کہ نجس خوار سور کے گوشت مین کھانے والے کے نفس مین بھی یہی بیحیائی و گندگی پیدا ہوگی ۱۴

جیسے کتون کے پالنے والے دیناکے کتے ہین توجب خالی اُسکی محبت کا یہ اثر ہے توغذائیت کی سیرت بہت مذموم پیدا ہوتی ہے اور مین سلوکی کے
بیان مین کچھ ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس جولوگ اہل عقل ہین وہ ان محرمات کی حکمت مین اللہ تعالیٰ واُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری
کرتے ہین اور خالی زبان دخواہش نفس کے پیچھے اپنے خصائل کو مثل کتے وسُور کے خراب نہین کرتے اور جب غور سے دیکھو توجسکو بکری وہرن
و نیلو غیرہ کے نفیس گوشت ملے اگر اُسکو سور و کتے کا گوشت نہ ملا تو وہ کچھ بھی پرواکے قابل نہین اور جسکو تیتر و بٹیر وغیرہ کے نفیس گوشت
میسر آئے تو اُسکو کوے وگدھا وچیل کے گوشت نہ ملنے پر کچھ حرج نہوگا پس معلوم ہوا کہ حکمت شریعت تعلیم اخلاق جمیل ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے
جوکچھ روے زمین مین ہے سب انسان کے واسطے پیدا کیا پس کیونکر اُس سے کفر کرسکتے ہین جسنے اُنکی ذات کو پیدا کرکے اُنکے واسطے زمین کے
تمام حیوانات ونباتات وجمادات پیدا کیے جنکو اپنے رزق مین لاتے ہین حتیٰ کہ جاندار جانورون کو مار کر کھاتے ہین پس کیونکہ جائز ہوگا کہ
اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوے جانورون کو کسی غیر کے نام پر مارین یعنے غیر کی بھینٹ چڑھاوین یا غیر کے نام پر اُسکو قربان کرین اور کیونکر جائز
ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے رزق سے پیٹ بھرین اور غیر کا شکریہ ادا کرین حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اُنکے رزق کے واسطے یہ سب زمین اور اُسکا سامان پیدا کیا
ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ ۔ پھر جانب آسمان مستوی ہوا۔ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۔ پس اُنکو ٹھیک کرکے سات آسمان کیا۔
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ اور وہ ہر چیز کے ساتھ خوب آگاہ ہے۔ ف پس جسنے جان دی اور رزق عطا کیا اور اُسکی قدرت آسمان
وزمین کو محیط ہے کہ ایک ذرہ اُسکی قدرت سے باہر نہین ہوسکتا تو اُسکی ناشکری وکفر کیونکر ممکن ہے۔ آیت قدسی مین بہت سے فوائد ہین
(فائدہ اولیٰ) یہ کہ اصل اشیا مین اباحت ہے جب تک کوئی دلیل حرمت قائم نہو جیسا کہ اثناے تفسیر مین گذر چکا۔ (فائدہ ثانیہ) ثم استوی الی السماء
علماء نے کلام کیا کہ یہان استواء کے کیا معنے ہین کیونکہ زبان عرب مین یہ لفظ کئی معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک یہ کہ قصد و توجہ کرنا اور اُسکے واسطے
حرف الی آتا ہے اور وہ یہان بھی موجود ہے پس معنی یہ ہونگے کہ زمین کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کی پیدائش کا قصد کیا کیونکہ حرف ثم
تاخیر پر دلالت کرتا ہے لیکن زمین کے پیدا کرنے سے اُسکا مجمل مادہ مقصود ہوگا اسیواسطے یہان مجمل زمین مذکور ہے کیونکہ تفصیل کے ساتھ سات زمین کا
بچھانا بعد پیدائش آسمانون کے ہے بدلیل قولہ تعالیٰ - أأنتم اشد خلقا ام السماء بناها رفع سمكها فسواها واغطش ليلها واخرج ضحاها والارض بعد ذلك دحاها یعنی جو کفار
تعجب کرتے تھے کہ وہ بعد موت کے کیونکر پیدا کیے جائینگے گویا حماقت سے اُنکو اللہ تعالیٰ کی قدرت مین شک ہے کہ وہ مر کر کیونکر پیدا ہوسکتے ہین پس اُنکو
ملامت کی جھڑکی دی کہ أأنتم اشد خلقا ام السماء الآیۃ یعنی کیا تمھاری خلقت اشد ہے یا آسمان کی اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنایا اُسکی چوٹی اُٹھا کر اُسکو ٹھیک کیا
اور اُسکی رات کو اندھیرا بنایا اور اُسکا نور پیدا کیا پھر اُسکے بعد زمین کو بچھایا اور اُس سے زمین کا پانی و سبزہ نکالا اور پہاڑون کو اُسپر میخ کیا تاکہ تمھارے واسطے
اور تمھارے جانورون کے واسطے تمتع ہو۔ ھ۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ زمین و آسمان کی پیدائش کے بعد زمین کو
بچھونا کیا گیا اور اُسکی تفصیل سورہ حٰم السجدہ مین ہے جہان فرمایا۔ ائنكم لتكفرون بالذي خلق الارض في يومين الآيات - یہ سب تقریر اس پر مبنی ہے
کہ استواء بمعنے قصد و ارادہ ہے۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ استواء بمعنے ارتفاع ہے۔ اظہری نے کہا کہ بلند ہوا بجانب آسمان۔ رازی و زمخشری نے
کہا کہ استواء بمعنے اعتدال و استقامت ہے یعنی ٹھیک جسمین کچھ کجی نہو جیسے آدم علیہ السلام کی خلقت مین فرمایا۔ فاذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له
ساجدین یعنی ملائکہ کو فرمایا کہ جب مین اُسکو مستوی کردون اور اُسمین اپنی روح سے پھونکون تو تم لوگ اُسکے لیے سجدہ مین گر جائیو۔ ھ لیکن اسکے ساتھ
حرف الی نہین آتا ہے اور جب ارتفاع و بلندی کے معنے مین ہوتا ہے تو حرف علی آتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ۔ فاذا استويت انت ومن معك على الفلك اور
جیسے قولہ تعالیٰ فاستوى على ظهوره - لہذا یہان جبکہ حرف الی پایا ہے تو معنی اول یعنے قصد ہی مناسب ہین اور اسیکو شیخ ابن کثیرؒ نے اختیار کیا۔ (فائدہ ثالثہ)

واضح ہو کہ آسمانون کی تعداد سات منصوص ہے اسیطرح زمینون کا شمار بھی سات ہے اور یہ حدیث مین بھی وارد ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کسی دوسرے کی زمین مین سے بقدر ایک بالشت کے ناحق لے لی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسکو ساتون زمین سے طوق پہنا دیگا (الصحیح) پھر بعض روایات مین وارد ہے کہ جیسے ہر دو آسمان کے درمیان پانچسو برس کی راہ ہے اسیطرح ہر دو زمین کے درمیان اسیقدر فصل ہے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر مین آسمانون کے بیان مین فلاسفہ کے اقوال بھی نقل کیے اور اُنکے دلائل کو مجروح کرنے کے بعد فرمایا کہ ان خبطیون کے اقوال نقل کرنے سے مجھے صرف یہ تنبیہ مقصود ہے کہ کسی آدمی کی یہ مجال نہین کہ آسمانون و زمینون کے تعلقات اور اُنکی کیفیت و تعداد اپنے حواس کے ذریعہ سے دریافت کرسکے کیونکہ علم تو اسکو کہتے ہین کہ جو قرار دیا در واقع یہی ہو اور اسکے مخالف کچھ نہو حالانکہ یہ بات کسیطرح ممکن نہین اور سوائے خالق عزوجل کے کوئی شخص اسکو احاطہ نہین کرسکتا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بات نہایت صحیح اور بالکل بدیہی ہے مگر اس زمانہ مین احمقون کا ایک فرقہ ہے جو اپنے آپکو فلاسفہ سمجھتے ہین حالانکہ اُنکو فلسفہ مین سوائے اٹکل کے کچھ بھی حاصل نہین ہے کاش ان لوگون کو اُتنی ہی سمجھ ہوتی جسقدر قدمائے فلاسفہ رکھتے تھے حالانکہ انمین اور اُنمین زمین و آسمان کا تفاوت ہے ان موجودہ لوگون نے تو فقط اٹکل پر چلنے کا فلسفہ نام رکھا ہے حالانکہ قدمائے فلاسفہ کی نسبت تو نے دیکھا کہ امام رازی نے کسطرح اُنکو خبطی بیان فرمایا پھر امام رازی نے نصیحت کی کہ جب یہان کوئی عقل و قیاس کام نہین دیتی ہے تو لامحالہ اسی حد تک اقتصار کرنا چاہیے جہانتک خالق عزوجل نے قرآن یا حدیث سے ہمکو آگاہ فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ شایستہ آدمی کی تنبیہ کے لیے یہ فکر کافی ہے کہ زمین بہ نسبت آفتاب کے ایک شہر ہے جو ایک ٹھلکے کے مقابلہ مین ہو حالانکہ آفتاب کے مانند اگر اس آسمان مین بچھائے جاوین تو کروڑون بیشمار سماوین پھر اس آسمان کے مقابلہ مین زمین کی کوئی نسبت باقی نہین ہے اور خالق آسمان عزوجل نے آسمانون کے محیط جو اجرام عرش و کرسی پیدا فرمائے اُنکے مقابلہ مین آسمان ایک رائی سے کمتر ہے تو زمین کی نسبت کیونکر شمار ہو پھر یہ زمین جسپر ہم آباد ہین اسکی نسبت سوائے اٹکل و قیاسی باتون کے تحقیقی و قطعی علم نہین حاصل کرسکتے اگرچہ بعض اٹکل کے قیاسات اس امر کا شبہہ دلاتے ہین کہ زمین مدور ہے لیکن کوئی قطعی دلیل نہین ہوسکتی پس آسمان کی کیفیت و تعلقات کیونکر قائم کیے جاوین پھر واضح ہو کہ جب زمین اس مخلوقات سماوی کے مقابلہ مین رائی کا ہزاروان حصہ نہین ٹھہرتی ہے تو انسان بے بنیاد اپنی ہستی کو ملحوظ رکھے اور عظمت خالق عزوجل اپنے قلب مین مرکوز کرے بشرطیکہ قلب ضعیف اس تحمل کے لائق ہو اور یہ بھی شان الٰہی عزوجل ہے کہ اُسنے اس انسان ضعیف الخلقت کو اپنی معرفت سے سرفراز فرمایا جو ان اجسام عظیمہ مین نہین ہے لہذا انسان کی تسبیح کو اشرف قرار دیا اور زمین کے حیوانات کو اپنے نام پر اُسکی غذا کر دیا پھر واضح ہو کہ زمین کے بارہ مین حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تفصیل ثابت نہین ہے اور نہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے وارد ہے اور اسکا بھید یہ ہے کہ اصل مقصود نور معرفت و دار آخرت ہے حتی کہ اُس وقت سب کیفیت بھی ظاہر ہو جائیگی بخلاف اسکے اگر معرفت و آخرت سے گم رہا تو زمین کی کیفیت سے اُسکو کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ بسا اوقات ایسے جہل کی حالت مین بہت سے امور حق سے اندھا منکر ہو جاتا ہے ہان بنی اسرائیل کی روایات مین البتہ کچھ حالات وارد ہوے ہین چنانچہ حضرت کعب احبار تابعی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوے تھے و دیگر اہل کتاب سے اسلامیون نے بھی وہ روایات نقل کین لیکن کعب احبار وغیرہ وہی باتین بیان کرسکتے ہین جو اُنکو اپنے یہان کتابون مین ملین حالانکہ اُنمین اسناد ثقات کا سلسلہ نہ تھا چنانچہ مقدمہ مین تصریح گذری لہذا احتمال ہے کہ یہ بیان بزبان انبیاء سابقین علیہم السلام ہو اور محتمل ہے کہ اسرائیلیون مین سے کسی نے بنائی ہو لہذا ہم جزم نہین کرسکتے مگر نقل کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور پانی سے پہلے جو پیدا کیا اُسکے سوائے یہ مخلوقات پیدا نہین فرمائی تھی پھر جب اس خلق کو پیدا کرنا چاہا تو پانی سے دھوان پیدا کیا وہ پانی کے اوپر بلند ہوگیا اسیواسطے سما اُسکا نام ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی آسمان کا مادہ ہے اور

بعض احادیث مین آیا کہ آسمان ایک موج مکفوف ہے - م - پھر اللہ تعالے نے پانی کو خشک کر دیا تو اُسکو ایک زمین بنایا پھر اُسکو پھاڑ کر سینچر و اتوار کے دُو دن مین سات زمینین بنایا پھر زمین کو مچھلی پر رکھا جسکا ذکر - ن والقلم - مین موجود ہے اور یہ مچھلی پانی مین ہے اور پانی پشت صفاۃ پر ہے اور صفاۃ پشت فرشتہ پر ہے اور فرشتہ ایک صخرہ پر ہے اور صخرہ مذکور ہوا مین ہے جو آسمان یا زمین مین نہین ہے پھر مچھلی کی جنبش سے زمین کو اضطراب ہوا تو پہاڑون سے اُسکو بوجھ دیدیا گیا اسی سے پہاڑ افتخار کرتے ہین پھر زمین مین پہاڑون کو پیدا کیا اور زمین والون کی روزی و درخت پیدا فرمائے اور جو کچھ اُسکے واسطے سامان تھا یہ سب منگل و بدھ دو دن مین پیدا کیا پھر آسمان کی جانب قصد فرمایا حالانکہ وہ پانی کا دھوان تھا پس اسکو ایک آسمان بنا کر پھر پھاڑ کر جمعرات و جمعہ دُو دن مین سات آسمان بنائے اور عین جمعہ کے دن آسمان و زمین کی خلقت جمع ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان مین اُسکے امور مین ملائکہ اور سمندر و جبال البرد و دیگر اشیا جنکو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پیدا فرمایا پھر آسمان دنیا کو کواکب سے مزین فرمایا اثر
کہ وہ آسمان کی زینت اور شیاطین سے حفظ ہین پھر جب اپنی مشیت کے موافق پیدائش سے فارغ ہوا تو عرش پر استوا فرمایا - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بیان ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اللہ تعالے نے تراب کو سنیچر کے روز پیدا کیا اور اتوار کے روز اُسنے پہاڑ پیدا کیے اور دوشنبہ کے روز اُسنے درخت پیدا کیے اور مکروہات کو منگل کے اور نور کو بدھ کے روز پیدا کیا اور جمعرات کو جانور منتشر فرمائے اور آدم کو جمعہ کے روز بعد عصر کے جمعہ کی آخر ساعت مین جو عصر سے رات تک ہے پیدا کیا (رواہ مسلم والنسائی ایضاً) شیخ نے کہا کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح مسلم مین موجود ہے اور اسکے رُواۃ ثقہ ہین لیکن یہ حدیث غریب ہے چنانچہ حفاظ حدیث مانند علی بن المدینی و بخاری وغیرہ نے اسکو کعب احبار کا کلام بیان کیا ہے اور ابوہریرہؓ نے اسکو کعب احبار ہی سے لیا تھا لیکن اسناد کے بعض راویون کو وہم ہو گیا تو انھون نے ابوہریرہؓ کا سننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا چنانچہ بیہقیؒ نے اسکو تحقیق اسانید کے ساتھ تحریر فرمایا ہے

(فائدہ) خلق لکم مین افادہ ہے کہ سب جو کچھ زمین مین ہے وہ تمھارے نفع کیواسطے ہے اور اصح یہ ہے کہ کل چیزین کبھی نہ کسی نفع مین آتی ہین حتی خاک و بال بھی کام مین آتی ہے اور زہر بھی زخم کے کیڑے مارنے کے کام مین آتا ہے اور شراب بھی ایسے طور پر نافع ہے اگرچہ پینے مین بوجہ حرام ہونے کے اللہ تعالیٰ اثر نہین دیتا - چنانچہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز تمپر حرام فرمائی اُسمین شفا نہین رکھی ہے - (السنن) خانہ کعبہ مثل سفید ٹیلے کے آسمان سے پہلے پیدا ہوا ہے - عرائس مین اشارہ ہے کہ کل چیزون مین نفع یہ ہے کہ سب امتحان و عبرت ہین اور خالق عزوجل کی دلیل قدرت ہین پس جو شخص اُنسے منفرد ہو کر خالق عزوجل پر بھروسا کرے وہ محقق واصل ہے چنانچہ ابن عطا نے فرمایا کہ خلق سب تیرے لیے ہے اور تو اللہ تعالے کے واسطے ہوا اور جو شخص انھین مشغول ہو کر حق تعالے سے غافل ہوا تو وہ مدعی کاذب ہے - بعض مشائخ بغداد نے کہا کہ ہر شخص بندۂ نعمت ہے تو طرح طرح کی نعمتین عطا فرمائین تاکہ اپنے منعم حقیقی کو پہچانین - شیخ ابن العربی نے کہا کہ عالم سفلی و علوی کی نظیر انسان ہے چنانچہ انسان مین عالم سفلی یہ جسم ہے اور عالم علوی مراتب روحانیات ہین اور وہ سات ہین اول ملکوت ارضیہ و قوائے نفسانیہ و جن ہے دوم عالم نفس سوم عالم قلب چہارم عالم عقل پنجم عالم سر ششم عالم روح ہفتم عالم خفا ہے واضح ہو کہ اللہ تعالے نے ملائکہ کو نور سے پیدا فرمایا پس اُن مین کدورات مادیہ و خواہشات نفسانیہ نہین مین لہٰذا وہ کھانے پینے وغیرہ کی خواہش سے پاک ہین اور اُنکے افعال مین سہو و خلل بھی ممکن نہین ہے کیونکہ عقل خالص خطا نہین کرتی و خطا جب ہی ہوتی ہے کہ اوہام و خیالات ہجوم کرکے عقل پر پردہ کرین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون - یعنی ملائکہ ایسے بندے ہین کہ جو اللہ تعالیٰ انکو حکم دیا اسمین نافرمانی نہین کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہین یعنے جب فرمایا کہ نافرمانی نہین کرتے تو شبہہ ہوتا تھا کہ حکم ہی بجا لاتے ہین مگر ممکن ہے کہ بجا لانے مین اُنسے کام پورا نہو تو نافرمانی نہونے کے باوجود کام پورا نہوا پس تنبیہ کر دی کہ نہین بلکہ ٹھیک وہی پورا ہوتا ہے جو حکم دیا گیا کیونکہ ان مین کوئی

نہین ہی اور دوسری خلقت اللہ تعالے نے جانورون کو پیدا کیا جو محض شہوات و بے عقل ہین پس جمعہ کی آخری ساعت مین اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو کمال حکمت بالغہ سے جامع پیدا فرمایا کہ اُسمین ملکیت و شہوت دونون جمع ہین پس اگر آدمی شہوت کی اتباع کرے تو گناہ مین مبتلا ہوگا اور حد سے باہر ہو جائیگا لیکن ہادی عقل تو بہ کرکے اُسکو اعتدال پر لاویگی یا حاکم شرع اُسکو انصاف سے سزا دیگا تو صفت غضب و عدل و رحمت سبکا ظہور ہوگا پس اس راہ سے کہ شریعت عین حکم آلہی ہی اور حاکم اُسکی فرمانبرداری کرتا ہی تو وہ نائب شرع و خلیفہ آلہی ہی اور ظالم و مظلوم مین سے اول بصفت غضب اور دوم بصفت رحمت متصف ہوگیا لہذا اللہ تعالیٰ نے جامع اسرار و معارف آیات کو نازل فرمایا

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتون کو مجھکو بنانا ہی زمین مین ایک نائب بولے کیا تو رکھیگا اُسمین جو شخص فساد کرے

فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ

وہان اور کرے خون اور ہم پڑھتے ہین تیری خوبیان اور یاد کرتے تیری پاک ذات کو کہا مجھکو

اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

معلوم ہی جو تم نہین جانتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت مین آدمیون پر اللہ تعالیٰ کا احسان ظاہر ہی کہ اللہ تعالیٰ نے قبل ایجاد کے ملاء اعلیٰ مین اُنکا ذکر فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ؕ یعنے ای محمد ذکر فرما اور اپنی قوم کو سنا کہ جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ مین زمین مین خلیفہ پیدا کرنے والا ہون ۔ ف ابن ابی حاتم نے عبد الرحمٰن بن سابط سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ سے زمین بچھائی گئی اور پہلے جنے خانہ کعبہ کا طواف کیا وہ ملائکہ ہین شیخؒ نے کہا کہ اسکی اسناد مین ضعف ہی۔ سدیؒ نے اپنی تفسیر مین ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین زمین مین خلیفہ بنانے والا ہون تو ملائکہ نے عرض کیا کہ ای رب یہ خلیفہ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُسکی ذریات ہونگی جو زمین مین باہم فساد و حسد کرینگے اور آپسمین ایک دوسرے کو قتل کرینگے ۔ امام ابن جریر نے کہا کہ اس تاویل پر آیت کے معنے یہ ہوے کہ مین اپنی جانب سے زمین مین ایک خلیفہ کرنے والا ہون جو میری مخلوق کے درمیان میرے حکم شریعت کے موافق عدل جاری کرنے مین میرا نائب ہو اور یہ آدم علیہ السلام و اُنکی ذریات مین سے جو لوگ موافق شریعت کے عدل کے ساتھ حکم کرنے والے ہوے سب خلیفہ ہین اور رہا فساد و خونریزی کرنا تو یہ خلفاء کے سوائے دوسرون سے واقع ہوا ہی۔ شیخ سیوطیؒ نے اسی تاویل کو اختیار کیا ہی لیکن امام ابن جریر نے بعد اسکے لکھا کہ آیت مین تو خلافت سے باہم آدمیون مین نسلاً بعد نسل قائم مقامی ہی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدہم۔ یعنے ان امم ماضیہ کے بعد ہمنے زمین مین تمکو اُنکا قائم مقام کیا اسی تفسیر کو امام شیخ ابن کثیرؒ نے اختیار کیا بدلیل قولہ تعالیٰ ہو الذی جعلکم خلائف الارض۔ یعنے اللہ ہی ہی جسنے تمکو زمین مین خلیفہ بنایا۔ وقولہ تعالیٰ ویجعلکم خلفاء الارض یعنی اللہ ہی تمکو زمین مین خلفاء بناتا ہی۔ وقولہ تعالیٰ۔ وخلف من بعدہم خلف یعنی پھر ان نیک لوگون کے قائم مقام بدکار لوگ ہوے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ایک گروہ مفسرین کے نزدیک اس مقام پر خلیفہ سے حضرت آدمؑ مراد ہین۔ اور قرطبی نے اسکو حضرت ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و جمیع مفسرین کا قول نقل کیا۔ شیخ نے کہا کہ فقط آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہین ہی کیونکہ اگر آدم علیہ السلام کی خصوصیت ہوتی تو آگے ملائکہ کا یہ قول ذکر فرمایا۔ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۔ ملائکہ کہنے لگے کیا تو زمین مین ایسے شخص کو

پیدا کریگا جو وہان فساد کرے اور خون بہاوے ف پس یہ آدم علیہ السلام کے حق مین نہین ہو سکتا بلکہ یہ دوسرے لوگون کا فعل ہے تو ملائکہ کی مراد یہ ہے کہ اس جنس مین ایسے لوگ ہونگے جو زمین مین فساد پھیلادین اور باہم خونریزی کرین حسن البصری و قتادہؒ نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو خبر دی تو اُنھون نے یہ سوال کیا۔ اور تفسیر سدیؒ مین مذکور ہو چکا کہ ملائکہ نے پہلے ہی دریافت کیا تھا کہ ایک شخص خلیفہ کیونکر ہوگا تو اُنکو تبلایا گیا کہ اُسکی ذریات باہمی حسد سے فساد و خونریزی کرینگی پس ملائکہ نے دو طور سے جانا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو تصریح کے ساتھ آدمیون کا فساد و خونریزی تبلادیا تھا اور دوم یہ کہ اُنھون نے جنون پر قیاس کیا۔ چنانچہ مجاہدؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی کہ آدمؑ سے دو ہزار برس پہلے بنوالجان زمین مین بسائے گئے پس اُنھون نے فساد و خونریزی کی تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ مین سے ایک گروہ بھیجا جنھون نے اُنکو مارا یہانتک کہ سمندرون کے جزیرون مین پہونچایا (ابن ابی حاتم) ابوالعالیہ نے کہا کہ یہین سے ملائکہ کہنے لگے کہ جیسے جنون نے فساد و خونریزی کی اسیطرح یہ خلیفہ ہوگا یعنے بجاے جنون کے اُنکا قائم مقام ہوکر فساد و خونریزی کریگا تو جنون کے مطرود کرنے مین اور اُنکے قائم کرنے مین کیا مصلحت ہے۔ شیخ نے کہا کہ شاید اُنھون نے خلیفہ کی لفظ سے بھی یہ معنی نکالے ہون۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اُسوقت ہو سکتا ہے کہ خلافت سے مراد حکومت عدل کی نیابت ہو پھر شیخ نے کہا کہ یہ قول ملائکہ بطور اعتراض نہ تھا اور نہ بنی آدم کے ساتھ حسد تھا جیسا کہ بعضے مفسرین نے وہم کیا ہے کیونکہ ملائکہ کی شان سے یہ دونون بد اخلاق نص قرآنی دور ہین بلکہ اجازت الٰہی عزوجل کا اشارہ پاکر اُنھون نے اس حکمت کو دریافت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ نکلا کہ پہلے جن آباد کیے گئے پھر جب اُنھون نے فساد و خونریزی کی تو ملائکہ کو بھیجکر نکلوا دیے گئے پھر ملائکہ کو آگاہ کیا گیا کہ دوسرا خلیفہ پیدا کیا جائیگا جسکی ذریات باہم فساد و خونریزی کرینگے تو ملائکہ کو ظاہر نہ ہوا کہ جب فساد و خونریزی ہی کرنے والے زمین مین رہے تو جنون کے نکال دینے مین کیا حکمت تھی کہ اُنکے قائم مقام یہ خلیفہ رکھا جائیگا جو اُسیطرح فساد و خونریزی کرے۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ اور حال یہ ہے کہ ہم بندے تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور تیرے واسطے تقدیس کرتے ہین۔ ف یعنے عبادت کے واسطے ہم لوگ کافی ہین تو اس مخلوق مقصد مین کیا حکمت ہے۔ علماء نے کہا کہ ملائکہ نے جب اُنسے کہا گیا کہ اُسکی ذریات باہم حسد و خونریزی کریگی تو اسکو عموم پر محمول کر لیا گویا جنون کیطرح یہ بھی سب کے سب فسادی ہونگے اور ملائکہ نے ظہور آثار کو نہین جانا کیونکہ جنون مین عاجزی و فروتنی نہین ہے۔ کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جنون کی پیدایش آتش سے ہوئی ہے و قولہ تعالیٰ۔ وخلق الجان من مارج من نار۔ اسپر نص صریح ہے حالانکہ محل رحمت وہ لوگ ہین جو جناب الٰہی مین عاجز ہین۔ چنانچہ حدیث مین جہنم وجنت کے عرض حال مین آیا کہ جنت نے عرض کیا کہ میری کیا حالت ہے کہ مجھ مین ضعفاء و مساکین داخل ہونگے تو ارشاد ہوا کہ تو میری رحمت ہے تیرے ساتھ اپنے بندون مین سے جسپر چاہونگا رحمت کرونگا (کما فی الصحیح) پس قابل رحمت یہی مسکنت ہے جو انسانی جسم خاکی کے لوازم سے ہے پس ان مین عموم فساد نہ تھا اور ظہور رحمت کے آثار تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ملائکہ کو جو ارشاد ہوا یہ ہے۔ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو کچھ مین جانتا ہون وہ تم نہین جانتے ہو۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا یعنے اس خلافت مین جو اسرار حکمت ہین میرے سواے تم نہین جانتے ہو از انجملہ یہ ہے کہ ان مین اللہ تعالیٰ نے انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین پیدا کیے جنمین عابدین و زاہدین و ابرار و اولیاء مقربین و علماء عاملین و بندگان خاشعین و محبین ظاہر فرمائے۔ حدیث مین آیا ہے کہ صبح و عصر کو جو ملائکہ باری سے آتے جاتے ہین جب وہ اعمال صالحہ پہونچاتے ہین تو رب عزوجل دریافت فرماتا ہے کہ تمنے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تو ملائکہ عرض کرتے ہین کہ جب ہم اُنکے یہان گئے تھے تب بھی وہ نماز پڑھتے تھے اور جب ہم آئے تب بھی اُنکو نماز پڑھتے چھوڑ آئے ہین۔ الصحیح یعنی

گویا اُس جواب کی حکمت ہے۔ اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ ہمسے بیان کیا گیا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ جب اللہ تعالے نے آدمؑ کو پیدا کرنا چاہا تو اس سے پہلے ملائکہ نے آپسمین کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو ہمسے زیادہ بزرگ وعالم نہین پیدا فرمائیگا پس آدمؑ کو پیدا کرکے اُنکو مطلع کیا اور عالم مین جس مخلوق کو دیکھو وہ مبتلاے امتحان ہے چنانچہ آسمان وزمین کے واسطے بھی فرمایا۔ ائیتا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین۔ یعنے تم دونون بخوشی خاطر یا ناگواری حاضر ہوان دونون نے عرض کیا ہم دونون بخوشی خاطر تیری فرمانبرداری مین حاضر ہین۔ (ابن جریر وغیرہ) گویا ملائکہ نے۔ نسبح بحمدک ونقدس لک۔ سے اپنی تسبیح وتقدیس کو جامع واشرف خیال کیا تھا عبدالرزاق نے قتادہؒ سے روایت کی کہ تسبیح تو یہی سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور تقدیس سے نماز مراد ہے یہی سدیؒ نے اپنی تفسیر مین ابن عباس وابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ اور حدیث ابو ذرؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ زبان سے کون بات بولنا افضل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی کلمہ جسکو اللہ تعالے نے اپنے ملائکہ کے واسطے پسند فرمایا وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے (صحیح مسلم) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے صرف اسقدر ثابت ہوا کہ اللہ تعالے نے اس کلمۂ پاک سے ملائکہ کو تسبیح کی ہدایت فرمائی لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ جب ملائکہ نے اس کلمہ سے تسبیح کی اور جب انبیاء علیہم السلام نے اس کلمہ سے تسبیح کی تو کلمہ واحد ہے اور تسبیح کرنا دونون مین سے کسکا افضل ہے مترجم کہتا ہے کہ بیشک اُسکی تسبیح افضل ہوگی جو معرفت صفات مین افضل ہو اور شک نہین کہ ملائکہ جامع صفات رحمت ہین اور انبیاء علیہم السلام جامع صفات جمیع ہین تو جمیع صفات پر حمد وتسبیح بہ نسبت بعض کے افضل ہے حتی کہ یہ محبوب تسبیح اُنکو جنت مین بھی الہام ہوگی یعنی بجاے سانس کے تسبیح ہوگی۔ حدیث مین ہے کہ کسی شخص کو مدح اسقدر محبوب نہین ہے جسقدر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اسیواسطے بندون کو اپنی حمد کا حکم دیا (الصحیح) عبدالرحمن ابن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مین ملائکہ کی تسبیح بلند آسمانون مین سبحان العلی الاعلی سبحانہ تعالی۔ سنتے تھے (بیہقی) (مسئلہ) قرطبی وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ خلیفہ مقرر کرنا واجب ہے تاکہ لوگون کے اختلافات وتنازع مین فیصلہ کرے اور مظلوم کی مدد کرکے ظالم سے انصاف لے اور زنا کار وغیرہ پر حدود قائم کرے اور جو لوگ فواحش کے مرتکب ہوتے ہین اُنکو سزاے تعزیر سے زجر کرے اور رہزنی وغیرہ کو روکے۔ اور اسیطرح جمعہ واعیاد قائم کرے کیونکہ جب ان امور مہمہ کا قائم کرنا واجب ہے حالانکہ انکا قیام بذریعہ امام ہوتا ہے تو امام مقرر کرنا بھی واجب ہوا پھر امامت کبھی بذریعہ تصریح حاصل ہوتی ہے جیسے ایک جماعت اہل سنت نے کہا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صریح خلیفہ کیا گیا تھا اور دوسرے گروہ نے کہا کہ خلیفہ بنانے کا اشارہ کیا گیا تھا اسیطرح اگر ایک خلیفہ نے اپنی وفات کے وقت دوسرے کو خلیفہ کیا تو وہ خلیفہ ہو جائیگا جیسے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا اسیطرح اگر جماعت صالحین کی مشورت پر خلافت رکھی تو وہ جسکو خلیفہ کرین وہ خلیفہ ہو جائیگا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افاضل صحابہ مین سے چھ آدمیون کے مشورہ پر خلافت چھوڑی اور اُنھون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا اسیطرح اگر اہل حل وعقد کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے متفق ہوے تو جمہور پر بیعت لازم ہے حتی کہ امام الحرمین نے اسپر اجماع نقل کیا اسیطرح اگر کسی شخص نے بزور شمشیر سلطنت حاصل کی تو احکام شریعت مین اُسکی اتباع لازم ہے تاکہ جماعت اسلام مین شقاق ونفاق نہو پھر امام مین چند صفات ہین چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مذکر آزاد عاقل بالغ مسلمان عادل مجتہد آنکھون سے دیکھنے والا اعضا مین تندرست اور لڑائی کے ڈھنگ سے واقف ہو اور جب اختیار سے مقرر کیا جائے تو قریشی ہونا چاہیے اور مترجم نے مقدمہ عین الہدایہ مین توضیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ شیخ نے لکھا کہ قریش مین سے بنی ہاشم کی اولاد ہونا شرط نہین ہے اور خطاے معصوم ہونا بھی شرط نہین ہے اور اسمین شیعہ بھی متفق ہین لیکن روافض مخالفت کرتے ہین۔ مترجم کہتا ہے عجب ہے کہ ان لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو نہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک رکھا اور آپ کے بعد اپنے زعم مین تجویز کیا کہ اُسکا نام ہی نام رہگیا اور وہ دنیا سے مٹ گئی تا کہ یہود و نصاری و بودھ و ہنود وغیرہ مین سے جو شخص انکے دھوکے مین آیا وہ قیامت مین انکا گریبان گیر ہو اسکا بیان یہ ہو کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسنے امام شریعت تلاش کیا اُسنے روافض کے زعم کے موافق نہین پایا کیونکہ آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ غیر معصوم بلکہ روافض کے زعم کے موافق خطاوار تھے اسیطرح بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی کوئی امام نہین گذرا جو لشکر جہاد کا پیشوا اور سلطنت کی صفات رکھتا ہو بلکہ بعض روافض نے یہانتک غلو کیا کہ ایک شخص امام مہدی پیدا ہوے جو دشمنون کے خوف سے قرآن شریف کو لیکر غار سُر من رآے مین چلے گئے تو کتاب آسمانی بھی گم ہوئی پس اقوام مشرکین مین سے نہ کسی نے امام شریعت پایا اور نہ کتاب آلہی پائی حالانکہ شریعت موسی و عیسی علیہما السلام تہ تک قائم رہی حتی کہ قرآن مجید مین اللہ تعالے نے بنی اسرائیل پر اپنا یہ احسان ظاہر فرمایا بقولہ تعالے ۔ وآتیناہم ملکا عظیما ۔ اور بقولہ تعالے ۔ وجعل نیکم انبیاء الآیۃ ۔ یعنے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا احسان یاد دلایا کہ اُسنے تم مین انبیا پیدا کیے اور تمکو سلاطین بنایا ۔ حالانکہ روافض نے اپنی حماقت سے جو عین وسوسۂ شیطانی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو اور کتاب آلہی کو گم کر دیا نعوذ باللہ من ذلک (مسئلہ) اگر اقالیم وسیعہ ہون تو ہر ایک مین جدا جدا امام جائز ہو یا نہین اسکے جواب مین علمانے تردد کیا اور ابو اسحٰق کے نزدیک وسعت اقلیم کی صورت مین جائز ہو ۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ جیسے ایک وقت مین بغداد مین خلفاے عباسیہ تھے اور مصر مین خلفاے بنی فاطمہ تھے اور قرطبہ و اندلس مین خلفاے بنی امیہ تھے (فائدہ) جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو بعد جسم بنانے کے روح پھونک کر زندہ کیا تو ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جسکو ملعون کر کے نکال دیا گیا چنانچہ اسکا بیان آیندہ انشاء اللہ تعالے آویگا

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ

اور سکھائے آدم کو نام سارے پھر وہ دکھائے فرشتون کو کہا بتاؤ مجھکو نام

هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ

انکے اگر ہو تم سچے بولے تو سب سے نرالا ہے ہمکو معلوم نہین مگر جتنا تو نے سکھایا تو ہی ہے

اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ

اصل دانا پختہ کار کہا اے آدم بتا دے انکو نام انکے پھر جب اُسنے بتا دیے

بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ

نام اُنکے کہا مین نے نہ کہا تھا تمکو مجھکو معلوم ہین پردے آسمان اور زمین کے اور معلوم ہے

مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ان آیات مین اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کی شرافت جس سے ملائکہ پر فضیلت حاصل ہو بیان فرمائی بذریعہ علم یعنے علم سے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر شرف عطا کیا ۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ اور آدم کو اسمار سکھلائے سب کے سب اور یہ ملائکہ سے سجدہ کرانے کے بعد واقع ہوا ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ اسما یہی مین جو لوگون مین متعارف ہین مثلاً انسان و چوپایہ و زمین و آسمان و کوہ

وسیدان وخشکی وتری وگھوڑا وگدھا وغیرہ یہ روایت ضحاک ہے اور سعید بن معبد کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مین دیگ وہانڈی پیالا وغیرہ کا نام بھی مذکور ہے (ابن ابی حاتم وابن جریر) حضرت مجاہد وسعید بن جبیر وقتادہ وغیرہ سلف صالحین نے بھی کہا کہ ہر چیز کا نام سکھلایا۔ ربیع بن انسؒ نے فرمایا کہ ملائکہ کے نام بھی سکھائے۔ اور حمید شامیؒ نے فرمایا کہ ستارون کے نام بھی سکھلائے یعنے زہرہ مریخ مشتری وغیرہ۔ اور شیخ ابن جریر نے اختیار فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اُنکی ذریات وملائکہ وغیرہ سب کے نام سکھائے تھے اور اسمین حکمت یہی تھی کہ اس خلیفہ کو پیدا کرنے مین ملائکہ پر اپنے بعض علم وقدرت کا اظہار فرماوے جو کہتے تھے کہ ہمسے بڑھکر علم والا اللہ تعالیٰ نہین پیدا فرماویگا پس آدم علیہ السلام کو کل اسمار سکھلائے یعنے کل اشیا جو آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہو چکی تھین یا ہونے والی تھین سب کی ذات وصفات وافعال صغیر وکبیر سب پیش کر کے سکھلائے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی صحیح ہے۔ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۔ پھر ان لوگون کو ملائکہ پر پیش کیا ف یعنے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریات انبیا، وغیرہم کو مع دیگر اشیار کے جو انسان کی منفعت کے واسطے مخلوق ہین سب کو پیش کیا اسیواسطے حضرت ابی بن کعبؓ کی قراۃ مین ثم عرضہا علی الملٰئکۃ۔ آیا ہے یعنے ان اشیا کو ملائکہ پر پیش کیا لیکن متواتر قراۃ مین یہ لطافت ہے کہ پہلے تو جمیع اسمار سے کل اشیار کا علم آیا پھر ملائکہ پر پیش کرنے مین اہل عقل کی شرافت اظہار فرمائی گئی کہ۔ عرضہم۔ مین انھین کی جانب ضمیر راجع ہے تاکہ دیگر اشیا انکے تابع معلوم ہون الحاصل پہلے حضرت آدمؑ کو صورت حقیقی ومثالی سے تمام مخلوقات کے نام تبلائے پھر ان مخلوقات کو ملائکہ پر پیش کیا۔ چنانچہ عبدالرزاق نے قتادہ سے اور سدی نے حضرت ابن عباس وابن مسعود وایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی آدم علیہ السلام کو سب مخلوق کے نام سکھلاکر ان مخلوقات کو ملائکہ پر پیش کیا فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ پھر ملائکہ کو فرمایا کہ تم ان کے نامون سے مجھے آگاہ کرو اگر تم سچے ہو ف حسن وقتادہؒ نے کہا یعنے اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمسے بڑھکر علم والا نہین پیدا کریگا تو تم اپنے علم سے ان چیزون کی ذات وخواص وافعال بیان کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کا مقولہ مذکور نہین ہے لیکن بلاغت کلام سے نکلتا ہے اور کلام الٰہی موجز ومعجز ہے۔ اسیواسطے ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی یعنے اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ زمین مین خلیفہ نہین پیدا کریگا بلکہ اس سے بہتر وہ روایت ہے جو سدی نے ابن عباس وابن مسعود وایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ معنے یہ ہین کہ تم ان لوگون کے نام بتاؤ اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اولاد آدم کے سب زمین مین فساد وخونریزی کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ عمدہ تفسیر ہے کیونکہ ملائکہ نے اپنی تسبیح وتقدیس کا ذکر کیا اور بنی آدم کی نسبت کلیہ فساد وخونریزی کا گمان کیا حالانکہ اگر ان مخلوقات کو جانتے اور اُنکے خواص وافعال کو پہچانتے تو انکو معلوم ہوتا کہ تسبیح وتقدیس انبیار واولیا علیہم السلام مظہر جامع صفات ہے اسیواسطے صحیحین وغیرہ کی احادیث صحاح مین وارد ہے کہ صالحین کی قراۃ قرآن وتسبیح الٰہی عزوجل کی مجلس مین ملائکہ کمال خوشی سے اپنی مراد حاصل کرنے کو آتے ہین حتی کہ حضرت اسید بن حضیر وثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہما کی تلاوت تہجد مین ملائکۃ السکینہ مثل پارۂ ابر کے جسمین شمعہاے کافوری روشن ہون بغرض استماع قرارت کے یہانتک قریب ہوے کہ لوگون نے معائنہ کیا اگرچہ اُنھون نے یہ نہین جانا کہ یہ کیا چیز ہے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو آگاہ فرمایا حتی کہ اسید بن حضیرؓ کو فرمایا کہ اگر تو گھبراکر تلاوت کو منقطع نکرتا جسکے بعد وہ بلند ہو کر غائب ہو گئے تو برابر صبح تک ساکن رہتے یہانتک کہ لوگ انکو دیکھتے اس سے ملائکہ کا استغراق ظاہر ہے اور مجمع البحار مین ذکر کیا کہ ملائکہ کو فضیلت تلاوت حاصل نہین ہے شیخ ابن جریرؒ نے بھی اسی تفسیر کو پسند کیا اور کہا کہ ملائکہ کو ارشاد ہوا کہ انکے نام تبلاؤ اگر تم سچے ہو کہ اگر مین نے تمھارے سواے دوسرے کو زمین مین خلیفہ کیا تو اُسکی ذریت مین فساد وخونریزی ہوگی پھر جب تم ان چیزون کے خواص وافعال ہی نہین جانتے ہو جو تمھارے سامنے موجود مین تو پھر جو چیزین آئندہ موجود ہون انکو بطریق اولیٰ

یعنی

نہین جانوگے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو چیزین موجود ہین جب انکے افعال وخواص ہی سے آگاہی نہو تو انکے استعمال و تصرف کیونکر موافق شریعت کے
قائم کرسکتے ہین قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ ملائکہ عرض کرنے لگے
کہ تیری ہی شان پاک ہے ہمکو تو کچھ علم نہین سوائے اسکے جو تو نے ہمکو سکھلایا البتہ تو ہی علیم حکیم ہے ف ملائکہ نے ادب کے ساتھ پہلے تسبیح کہی جس سے معلوم
ہوا کہ ہر عیب و نقص جناب باری عز اسمہ سے دور ہے اور اسکی شان سراسر خوبی و کمال ہے اور جب اللہ تعالی ہی کسی مخلوق مین علم پیدا کردیتا ہے تو وہ
اسقدر جان جاتا ہے جسقدر پیدا کیا اور اسکے سوائے کچھ نہین جانتا ہے پس ملائکہ و دیگر بزرگ مخلوقات کسی مین یہ قدرت نہین کہ اپنے آپ کسی
بات کو جان لے بلکہ اسمین علم پیدا کردینا فقط فعل الٰہی عزوجل ہے اسیواسطے حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام جب بکریون کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے تھے
فرمایا ففہمنا ہا سلیمان الآیۃ۔ یعنے اس واقعہ کی سمجھ ہمنے سلیمان مین پیدا کردی (مسئلہ) کسی بندہ کے واسطے ممکن نہین کہ کسی بات کا علم بیجا
حاصل کرے کیونکہ سوائے اللہ تعالی کے فہم و علم کا پیدا کرنے والا کوئی نہین یہی معنے ہین کہ علم غیب سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہے
لیکن انبیاء علیہم السلام مین جہانتک علم پیدا کردیا وہ بہت کثیر ہے اگرچہ باہم انبیاء علیہم السلام مین مراتب ہین اور اگر خضر پیغمبر نہون تو یہ بھی ثابت ہوگا
کہ سوائے پیغمبر کے بعض آدمیون مین ایسا علم پیدا کرتا ہے جو پیغمبر مین نہین ہوتا مگر اس سے خضر رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت موسی علیہ السلام پر
ظاہر نہین ہوتی ہے کیونکہ کمالات تو معارف الٰہیہ ہین اور یہ جو خضر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا وہ دنیاوی چیزون مین فعل الٰہی جاری ہونیکا علم تھا
حالانکہ علم صفات و مشاہدہ ذات اعلی و اجل ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کو مراتب نبوت کے کمالات تھے مگر تخت بلقیس اٹھالانے کا کام ایک جنی سے
لیا گیا جیسے عفریتون سے محاریب و تماثیل و مکانات و تصور عجیب عجیب بنانیکا کام لیاجاتا تھا (فائدہ) ملائکہ نے علیم و حکیم ہونا جناب باری تعالی
مین منحصر رکھا اور اسمین تنبیہ ہے کہ حکمت الٰہی عزوجل کو سوائے اسکے کوئی نہین جان سکتا کیونکہ جاننا خود کسی مخلوق کے اختیار ہی مین نہین ہے تو وہ
جب اپنی ماہیت ہی نہین جانتا ہے تو بے انتہا حکمت الٰہی کیونکر پہچان سکتا ہے پس جن جاہلون نے حکم لگایا کہ اگر اللہ تعالی ایسا کرے تو عدل ہے اور
ویسا کرے تو ظلم ہے یہ محض جہالت ہے اسواسطے کہ جب وہ حکمت نہین جانتا اور نہ اسکا جاننا ممکن ہے تو یہ حکم لگانا جہالت ہے (مسئلہ دقیقہ)
آدمی جن محالات کا تصور کرتا ہے مثلاً باری تعالی کا مثل وغیر ذلک تو شامت بیہودگی سے مثل افعال خبیثہ کے اسمین یہ صورت پیدا
کردیجاتی ہے کیونکہ وہ کسی فعل الٰہی کی ماہیت سے واقف ہی نہین ہوسکتا تو صفات و ذات اعلی و اجل ہین اور محض ممنوع ہے کہ وہان ایسے
خیالات آوین واللہ علی کل شئی قدیر۔ نص محکم ہے والحمد للہ رب العالمین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکابر اصحاب کے واسطے مجلس علم منعقد فرماتے
تھے تاکہ تابعین اسرار معارف سے آگاہ ہون۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی
و دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ہمنے لا الٰہ الا اللہ پہچانا پس سبحان اللہ کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کلمہ کو اللہ تعالی نے اپنی
ذات پاک کے واسطے پسند فرمایا اور اسکا کہنا محبوب کردیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس لطیفہ مین اشارات ہین کہ الوہیت جب ذات باری عز اسمہ مین
منحصر ہے تو کسی نقص کو وہان گنجایش نہین ہے چنانچہ قاتل نفس مذموم ہے حالانکہ خود فرمایا۔ ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا الآیۃ۔ یعنے
اللہ تعالی کے واسطے کون مانع ہے اگر وہ چاہے کہ عیسی مسیح و اسکی مان اور تمام زمین والون کو ہلاک کردے۔ ھ پس اسکی شان اعلی و اجل ہے مین
کسی فعل کی نسبت ظلم یا نقص کہنے کی گنجایش ہی نہین ہے کیا نہین جانتے ہو کہ اسکو مخلوق سے کوئی مشابہت نہین ہے لہذا فرمایا۔ لا یسئل عما یفعل
وہم یسئلون۔ یعنے اللہ تعالی جو کچھ کرے اس سے پوچھ کچھ نہین ہوسکتی اور یہ بندے ہی ہین جو پوچھے جائینگے۔ الحاصل جب ملائکہ پر اشیا
پیش ہوئین اور انھون نے انکے نامون سے اپنی نادانی کا اقرار کیا اور اصل علم جناب باری عز اسمہ کے واسطے

خاص کیا یعنے خلیفہ پیدا کرنے مین جو حکمت ہے وہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور ہم لوگ نہین جانتے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی لیاقت ظاہر فرمائی - قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ - اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم انکو انکے نامون سے آگاہ کر دے یہین احتمال ہے کہ فقط ملائکہ کو اُنھین کے نامون سے آگاہ کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ معنے ہون کہ اے آدم ان ملائکہ کو ان سب مخلوقات کے نام سے آگاہ کر و علیٰ ہذا اہل عقل کے واسطے ضمیر مذکور ہے اور غیر عاقل انکے تابع ہین اور یہی راجح ہے - چنانچہ زید بن اسلمؒ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سب کے نام تبلانے شروع کیے چنانچہ فرمایا کہ تو جبرئیلؑ ہے اور تو میکائیلؑ ہے اور تو اسرافیلؑ ہے حتی کہ تمام اسماء بتلائے یہانتک کہ حقیر چیزون مانند کوے وغیرہ تک بیان کیے - اور یہی مجاہد و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ سے مروی ہے - فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ پھر جب آدمؑ نے ملائکہ کو اُنکے نامون سے آگاہ کیا ف اور ملائکہ پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو خطاب کیا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۝ فرمایا کہ کیا مین نے تسے نہین کہا تھا کہ مین ہی خوب جانتا ہون غیب سمٰوات و ارض کو اور خوب جانتا ہون جو تم ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہو ف یعنے مین نے تسے پہلے ظاہر کر دیا تھا کہ غیب ظاہر و خفی سواے میرے کوئی نہین جانتا ہے - ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ملائکہ کو اشارہ ہوا کہ تمھارا ظاہر بھی مجھے معلوم ہے اور تمھارے باطن مین جو ابلیس نے چھپایا وہ بھی معلوم ہے - ابن جریرؒ نے کہا کہ یہ کبر و غرور اگرچہ ملائکہ نورانی مین نہین تھا بلکہ فقط ابلیس مین تھا لیکن جب کوئی قوم مجموعہ ہوتی ہے تو اُنمین سے بعض کا فعل سب کی جانب مبہم کیا جاتا ہے مثلاً کہتے ہین کہ یہ لشکر بہت تجربہ کار ہے کہ لڑا بھڑا اور مرا و مارا بھاگا و بھگایا ہوا ہے حالانکہ کل لشکر نہین مرا اسیطرح اس گروہ ملائکہ مین بھی صرف ابلیس ہی نے چھپایا تھا مگر مجمل نسبت فرمایا اور یہی تفسیر سدی مین ابن عباس و ابن مسعود و جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مذکور ہے کہ جو اُنھون نے اظہار کیا وہ یہ قول ہے کہ کیونکر ایسا خلیفہ بنایا جائیگا جو فساد و خونریزی کریگا اور جو کچھ اُنھون نے پوشیدہ کیا اُسے وہ کبر و غرور مراد ہے جو ابلیس کے دل مین تھا - یہی قول سعید بن جبیرؒ و مجاہد و سدی و ضحاک و سفیان ثوری سے منقول ہے اور اسیکو ابن جریرؒ نے اختیار کیا - ابوالعالیہ اور ربیع بن انس و حسن و قتادہ نے کہا کہ جو کچھ ملائکہ نے ظاہر کیا وہ یہی تھا کہ ہم لوگ تسبیح و تقدیس کرتے ہین پھر کیا حکمت ہے کہ ایسی مخلوق خلیفہ ہو جو فساد و خونریزی کریگی اور جو کچھ اُنھون نے چھپایا وہ یہ قول تھا کہ ہمسے زیادہ عالم و بزرگ کوئی مخلوق نہوگی پھر ملائکہ نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے علمیت و کرامت مین آدم کو فرشتون پر فضیلت دی ہے - ابن جریرؒ نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے اسقصہ مین روایت کی کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا کہ جیسے تم لوگون کو ان اشیاء کے نامون سے علم نہین ہے یونہی تم خلافت انسانی کی حکمت نہین جانتے ہو اور مینے تو انکو زمین مین خلیفہ کیا تاکہ بعض فرمان بردار و بعض نافرمان ہون اور سابق علم الٰہی مین جاری ہو چکا کہ وہ جہنم کو جن و انسان سے بھر یگا لیکن ملائکہ بیچارے اس علم کو نہین جان سکتے تھے لیکن جب اُنھون نے آثار سے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو علمی فضیلت عطا فرمائی ہے تو خلافت مین قبح رتی حکمت کا اقرار کیا ملخص ابن کثیرؒ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ

اور جب ہمنے کہا فرشتون کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کر پڑے مگر ابلیس نے قبول نکیا اور تکبر کیا اور وہ تھا

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۝

منکرون مین کا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت کریمہ مین ایک نعمت عظیمہ کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور انکی اولاد پر مبذول فرمائی ہے چنانچہ

آگاہ فرمایا - وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ - اور بیان کردے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ احسان جب ہمنے ملائکہ سے کہا
کہ تم لوگ آدم کے واسطے سجدہ کرو - ف - بعض مفسرین نے تنبیہ فرمائی کہ بیان عطف ترتیبی نہین ہے یعنے یہ مراد نہین ہے کہ پہلی آیات مین جو کچھ مذکور ہوا وہ پہلے
واقع ہوا تھا اور بیان جو حکم سجدہ مذکور ہے اُسکے بعد واقع ہوا بلکہ یہ عطف بطور بیان واقعات ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت پوری ہونے
سے پہلے اللہ تعالے نے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا تھا بدلیل قولہ تعالی - فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین یعنی پھر جب مین اُسکو ٹھیک
کرون اور اُسمین اپنی روح سے پھونکون تو تم اُسکے لیے سجدہ مین گر پڑو - اور یہی قول اصح ہے - سجدہ لغت مین ذلت کے ساتھ سر جھکانے کو کہتے ہین
اور شرع مین عبادت کے طور پر زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے اور ایک قسم سجدہ تحیہ ہے اور وہ تعظیم کے طور پر جھک جانیکو کہتے ہین پھر یہان چند
مقامات ہین اول یہ کہ کس قسم کے سجدہ کا حکم ہوا دوم یہ آدم علیہ السلام کے واسطے تھا یا آدم بطور قبلہ قرار دیے گئے تھے اور اصل سجدہ اللہ تعالے
کے واسطے تھا سوم ملائکہ سے کل مراد ہین یا بعض جماعت خاص مراد ہین چہارم ابلیس از جنس ملائکہ تھا یا غیر جنس ہے جو کسی حکمت سے ملائکہ کے ساتھ
موجود تھا اور قولہ تعالی - و کان من الجن - یعنے ابلیس تو جنون مین سے تھا - ھ - اس آیت کے کیا معنے ہین - (بیان مقام اول) امام رازی کے
نزدیک مختار یہ ہے کہ پیشانی رکھکر سجدہ کا حکم تھا چنانچہ آدمیون مین بھی اسلام سے پہلے اگلی امتین حتی کہ یہود و نصاری وغیرہ بادشاہون کو اسیطرح
تعظیمی سجدہ کیا کرتے تھے اور اس صورت مین سجدہ عبادت و سجدہ تعظیم کے درمیان صرف نیت کا فرق ہے یعنے اگر معبود سمجھکر سجدہ کیا تو کفر ہوا
اور اگر مخلوق مکرم سمجھکر سجدہ کیا تو تحیہ تعظیمی ہے - اور بعض نے کہا کہ - اسجدوا لآدم - یعنی اسجدوا الی آدم ہے یعنی آدم کی طرف ہوکر سجدہ کرو تو آدم بمنزلہ
قبلہ ہوئے اور اصل سجدہ اللہ تعالی کے واسطے ہوا اور یہ تاویل اسواسطے کی گئی کہ سوائے اللہ تعالی کے غیر کو سجدہ کرنا کفر ہے لیکن یہ تاویل ضعیف ہے
اسواسطے کہ غیر کو سجدہ کرنا شریعت اسلام مین دو حکم رکھتا ہے ایک یہ کہ بطور عبادت ہو تو کفر ہے اور دوم یہ کہ بطور تعظیم ہو تو حرام ہے اور یہ اسی امت
مکرم کے واسطے ہے ورنہ ابھی معلوم ہوا کہ اگلون مین تعظیمی سجدہ جائز تھا تو شاید اسی طور پر آدم کے واسطے حکم دیا گیا ہو لیکن اسمین خلاف نہین ہے
کہ آدم کیواسطے بطور عبادت حکم نہین تھا پھر تاویل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ظاہر کے خلاف کسی نص کو تغیر دینا جائز نہین ہے علاوہ برین اگر اللہ تعالی
کے واسطے سجدہ ہوتا تو ابلیس منکر نہوتا حالانکہ اللہ تعالی نے فرمایا - فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط پس ان ملائکہ نے سجدہ کیا سوائے
ابلیس کے - ف یعنے ابلیس نے سجدہ نکیا - اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ ابلیس نے انکار کیا اور اپنے جی مین
تکبر لایا اور حال یہ کہ وہ کافرون مین سے تھا - ف یعنے علم آلہی مین وہ کافر ٹھہر چکا تھا پس اُسکے حق مین وہی اسباب جمع ہوگئے کہ اُسنے
انکار و تکبر کیا - اور بعض نے کہا کہ کان من الکافرین یعنی صار من الکافرین یعنے کافرون مین سے ہوگیا لیکن اُس صورت مین ظاہر کے خلاف
تاویل ہوئی اور پھر یہ تکلف کرنا پڑیگا کہ کافرون مین سے ہوگیا جیسا کہ علم آلہی مین مقدر تھا اسواسطے کہ ہم پوچھتے ہین کہ اللہ تعالی کو انجام ابلیس کا علم تھا
یا نہین اگر کوئی شخص کہے کہ نہین تو وہ کمبخت کافر ہے کہ اُسنے اپنے معبود کو جاہل بنایا پس ضرور ہوا کہ اللہ تعالی جانتا تھا تو یہی معنے ہوئے کہ جیسے اللہ تعالی
جانتا تھا ویسے ہی ابلیس سے واقع ہوا بالجملہ بعض علمانے کہا کہ اگر سجدہ اللہ تعالی ہی کے واسطے ہوتا اور آدم فقط قبلہ ہوتے تو ابلیس انکار
نکرتا - مترجم کہتا ہے کہ جواب تو وہی ہے جو اول مذکور ہوا اور یہ جواب ضعیف ہے اسواسطے کہ قبلہ بھی معظم مکرم ہوتا ہے تو شاید ابلیس نے آدم کو قبلہ بنانے
سے تکبر کیا تو بس ظاہر یہی ہے کہ آدم کے واسطے سجدہ تعظیمی کا حکم تھا اور اسیکو شیخ سیوطی رح نے اختیار کیا ہے - معالم مین بغوی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے
اور حضرت یوسف کو بھی اُنکے والدین و بھائیون نے یہی سجدہ کیا تھا اور یہی مقام دوم کا بیان تھا - (بیان مقام سوم کہ کل ملائکہ مراد ہین یا بعض
مراد ہین و بیان مقام چہارم کہ ابلیس داخل ملائکہ بوجہ جنسیت ہے یا بغیر جنسیت ہے) پس ان دونون مقامات کے بیانات مین اقوال و آثار مختلف ہین

امام محی السنۃ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ ابلیس از جنس ملائکہ تھا - اور شیخ سیوطیؒ کے نزدیک آثار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جیسے بشر کے
باپ آدمؑ ہین اسیطرح جن کا باپ ابلیس ہے بدلیل قولہ تعالیٰ - کان من الجن الآیہ - مترجم کہتا ہے کہ یہ ٹھیک نہین ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ کے تو یہ معنے ہین
کہ جن مین سے ابلیس تھا تو جس طرح یون نہین بولتے کہ بشر مین سے آدم علیہ السلام تھے اسیطرح اگر وہ جن کا باپ ہوتا تو کان ابو الجن کہا جاتا مگر آنکہ
جن سے صفت شرارت مراد لیجاوے یعنے وہ جنس شریر طبیعت مین سے تھا اور یہ بہت تکلف ہے - اور امام محی السنۃ کی مراد یہ ہے کہ جن ایک قسم ملائکہ
مین سے ہے اور اسی قسم مین سے ابلیس تھا پس محتمل یہ ہے کہ اسی قسم کے کل ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا ہو یعنے قسم جن کو سجدہ کا حکم ہوا تو سب نے
سجدہ کیا سوائے ابلیس کے - اور بعض علما محققین کے نزدیک کل ملائکہ کو مع قسم جن کے سجدہ کا حکم ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر
فرمایا ہے فسجد الملائکۃ کلہم اجمعون الا ابلیس الآیہ - یعنے ملائکہ کلہم اجمعین نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے - اور بلاغت عرب مین معلوم ہوا کہ جب
اس طرح کی تاکید لاتے ہین تو وہان صریح ظاہر مقصود ہوتا ہے یعنے مجاز و تاویل کو گنجایش نہین ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ کل ملائکہ مراد ہین لیکن ملائکہ کا
اطلاق اُن ملائکہ پر ہوتا ہے جو نور سے پیدا ہین اور قسم جن کی پیدایش آتشی ظہور ہے تو جب اشرف ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو قسم جن بدرجۂ اولیٰ امین
داخل ہو گئے جیسے قولہ تعالیٰ - عرضہم علی الملائکۃ - کی تفسیر مین معلوم ہوا کہ اہل عقل کے تابع ہو کر بے عقل بدرجۂ اولیٰ داخل ہین - اگر کہا جاوے کہ
حدیث مین آیا کہ ملائکہ نور سے پیدا ہوے اور جن دھوان ملی ہوئی آگ کی لپٹ سے پیدا ہوئے ہین بلکہ خود قرآن مین فرمایا - وخلق الجان من مارج
من نار الآیہ - جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن ہین اور قسم ملائکہ نہین ہین جواب دیا گیا کہ شاید یہ قسم ملائکہ کا بیان ہو - مترجم کہتا ہے کہ ابن عباسؓ سے
آیندہ روایت آتی ہے جس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے لیکن میرے نزدیک اس تکلف سے روایت مذکور کی تاویل کرنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ آیت
یا حدیث مین ایسی تاویل کیجاوے جو ضعیف بلکہ صحیح نہین ہے کیونکہ خود ابلیس کا مقولہ منصوص ہے کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین - اور کچھ خلاف نہین
کہ جن کی پیدایش اسیطرح واقع ہوئی ہے پھر جن اور اس قسم ملائکہ مین کچھ فرق نہ ہوا اور عقائد مین قطعی قرار دیا گیا کہ بحکم قولہ تعالیٰ - لایعصون اللہ ما امرہم
ویفعلون ما یومرون الآیہ - و دیگر آیات کثیرہ سے قطعی قرار پایا کہ ملائکہ ایک خلقت نورانی خالص از وساوس شیطانی و اوہام جسمانی ہین کہ اُنکے نفس
مین خطا نہین اور حکم آلہی مین نافرمانی نہین ہوتی پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ابلیس از قسم ملائکہ ہو اور ایسی نافرمانی کرے جس سے وائمی ملعون ہو گیا اور بعض نے
جواب دیا کہ شاید فرشتون کی جو صفت مذکور ہوئی وہ اسوجہ سے ہے کہ اکثر فرشتے اسی صفت پر ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ بوجہ تخصیص دخلاف عقیدۂ قطعی کے
بلا دلیل باطل ہے پس صحیح یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ کے ساتھ ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم ہوا تھا یا ملائکہ و کل جنون کو سجدہ کا حکم ہوا پھر ملائکہ نے اپنی خصلت
نورانیت کے موافق فرمانبرداری سے سجدہ کیا مگر ابلیس جنی نے نہین مانا اور جھگڑا کیا رہا یہ کہ ابلیس وہان کیونکر پہونچ گیا تھا تو شہاب ثاقب کی حکمت
سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انکو آسمانون سے ممانعت نہین تھی پھر جب زمین مین خلافت آدم علیہ السلام کی حکمت آلہی جاری ہوئی اور ابلیس ملعون ہو کر مع ذریات
کے امتحان و ابتلا ٹھہرایا گیا تو وہ آسمانون سے ممنوع ہو گئے بلکہ سعید بن جبیر تابعیؒ سے روایت ہے کہ یہ لوگ جنت مین کام کیا کرتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم
چنانچہ اس مقام پر تفسیر ابن کثیرؒ کی روایات نقل کرتا ہون لیکن جس طرح مین نے مقدمہ مین توضیح بیان کی ہے اُسکا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جہانتک آیات
و احادیث صحیح مین وارد ہو وہی معتمد ہے اور آثار جو انکے موافق ہون وہی صحیح ہین کیونکہ بعض آثار تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی روایات مین
اور بعض کی اسانید ضعیف ہین پس عقل نورانی سے فہم حاصل کرنا چاہیے شیخ ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ہے کہ امام ابن جریر نے اپنی اسناد کے ساتھ بطریق
بشر بن عمارہ عن ابی روق عن الضحاک روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ملائکہ کی ایک قسم جسکو جن کہتے ہین اسی مین سے ابلیس تھا اور تمام ملائکہ
مین سے اسی قسم کی پیدایش نار السموم سے ہوئی ہے اور ابلیس کا نام حارث تھا اور وہ جنت کے خازنین مین سے تھا اور باقی سب ملائکہ کی پیدایش نور

خالص سے ہوئی ہو سوائے اُس گروہ جن کے جن مین سے ابلیس ہو - ابن عباسؓ نے کہا کہ قرآن مین جن کی خلقت مارج النار سے مذکور ہو
اور زبانۂ آتش کو مارج کہتے ہین اور انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہو پھر جاننا چاہیے کہ زمین مین جو پہلے بسے وہ جن ہین اُنھون نے زمین مین فساد
خونریزیان کین اور بعض نے بعض کو قتل کیا پس اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اُسکے گروہ ملائکہ کے ساتھ کہ اُنکو بھی جن کہتے ہین زمین کی جانب بھیجا جنھون نے
یہان سے جنون کو قتل کرکے پہاڑون وجزیرون مین نکال باہر کیا لیکن ابلیس کو اپنی اس حرکت سے غرور حاصل ہوا کہ جو فعل مجھسے سرزد ہوا وہ
کسی نے نہین کیا ہو لیکن اُسکے اس خیال پر سوائے عالم الغیب عزوجل کے کسی فرشتہ کو آگاہی نہین ہوئی پس اللہ تعالیٰ نے اُسکے ساتھی ملائکہ سے
جنکو جن کہتے ہین ارشاد فرمایا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنیوالا ہون تو ان ملائکہ نے عرض کیا کہ کیا ایسا خلیفہ پیدا کیا جائیگا جو فسق و فساد کرے
جیسے قوم جن نے کیا ہو اور حضور آلٰہی عزوجل سے ہم لوگ اُنھین کی بربادی کے لیے مامور ہوئے تھے حالانکہ ہم لوگ تسبیح و تقدیس مین مستقیم
ہین پس اللہ عزوجل نے فرمایا - انی اعلم مالا تعلمون - گویا اشارہ سے متنبہ فرمایا کہ مجھے ابلیس کے دل کا تکبر و غرور ظاہر ہو جسکو تم لوگ نہین جانتے ہو
یعنے دعوی تسبیح و تقدیس ٹھیک نہین ہو ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر اللہ عزوجل نے خلقت آدمؑ کی خاک لینے کا حکم دیا - مترجم کہتا ہو کہ اسکا ذکر فوائد کے
ذیل مین عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہو - م - پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے قالب کو پاکیزہ طین لازب وحماء مسنون سے بنایا اور اپنے
یدقدرت سے پیدا کیا اور یہ قالب خاکی چالیس دن تک پڑا رہا اور اس درمیان مین ابلیس اس قالب خاکی کے پاس آکر اپنے پانون سے ٹھوکر مارتا
تو اسمین سے کھنکھناہٹ ہوتی اسیکو صلصال کالفخار فرمایا ہو پھر ابلیس اس قالب کے منھ سے گھُستا اور اسفل کی جانب سے نکلتا اور اسفل کیجانب سے
گھُستا اور منھ کیجانب سے نکلتا تھا اور کہتا کہ تو کچھ چیز نہین ہو اور ناکارہ پیدا ہوا ہو اور اگر مین تجھپر مسلط ہوا تو مین تجھکو تباہ کردونگا اور اگر تو مجھپر سردار بنایا گیا
تو مین ہرگز تیرا کہنا نہین مانونگا پھر جب اللہ عزوجل نے اس قالب مین اپنی روح پھونکی تو یہ سر کے جانب سے شروع ہوئی پس جسقدر اس لطیفۂ آلٰہیہ سے
اس قالب مین آتا جاتا وہ فوراً گوشت وخون ہوتا جاتا تھا پھر جب نفخ روح ناف تک پہونچا تو آدمؑ نے اپنے جسم کیجانب دیکھا اور اُنکو ایک قدرت عجیبہ
نظر آئی تو اُٹھنا چاہا مگر اُٹھ نہ سکے اسیواسطے خلق الانسان عجولا - آیا یعنے آدمی پیدائش مین جلدباز ہو - پھر جب نفخ روح پورا ہوگیا تو آدمؑ نے
چھینک لی اور بالہام آلٰہی الحمد للہ رب العالمین کہا پس اللہ عزوجل نے فرمایا یرحمک اللہ یا آدم - پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانی فرشتون کے سوائے
فقط اُن ملائکہ کو جو ابلیس کے ساتھ تھے آدمؑ کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا پس ان ملائکہ نے کلھم اجمعین سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جسنے انکار
و تکبر کیا کیونکہ اسکے دل مین پہلے سے غرور سمایا ہوا تھا چنانچہ اُسنے اپنا قیاس لگایا اور کہنے لگا مین آدم کے واسطے سجدہ نہین کرونگا کیونکہ مین
اس سے بہتر ہون اور سن مین زیادہ ہون اور خلقت مین بھی قوی واشرف ہون کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اسکو خاک سے
پیدا کیا حالانکہ خاک سے آگ قوی و بہتر ہو جب ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا تو اللہ تعالے نے اُسکو ابلاس دیا اور ابلاس کے معنے ہر طرح کی بھلائی
سے مایوس کردینا اسی وجہ سے اُسکا نام ابلیس ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے عقوبت مین اُسکو دائمی ملعون کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سب اسماء
سکھلائے اور وہ یہی سب متعارف آدمی جانور خشکی تری پہاڑ سمندر دریا جھیل گھوڑا ہاتھی گدھا انواع نباتات وجمادات وحیوانات وغیرہ کے
نام ہین پھر اللہ تعالے نے ان اشیاء کو اسی گروہ ملائکہ پر پیش کیا جو ابلیس کے ساتھ تھے جنکی پیدائش نار السموم سے ہوئی ہو اور حکم دیا کہ ان چیزون
کے نام بتلاؤ اگر تم اس قول مین سچے تھے کہ تمکو معلوم ہو کہ مین زمین مین تم سے بہتر خلیفہ نہین کرونگا پھر جب ان ملائکہ کو معلوم ہوا کہ جو بات ہمنے کہی تھی
وہ حضرت عالم الغیب خالق عزوجل کے علم مین عیان ہو جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمپر خشمناک ہو تو اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی یعنے تو پاک ہو کہ
سوائے تیرے کوئی علم غیب جانتا ہو اور ہم لوگ اپنے قول سے توبہ کرتے ہین اور ہمکو سوائے اُسکے کچھ علم نہین جو تونے ہم مین پیدا کردیا یعنے ہم ناہ

مانگتے ہین کہ ہمکو کچھ غیب کا دعوی ہو بلکہ علم تیرے ہی عطا کرنے سے ہوتا ہی تو جیسے تونے آدم علیہ السلام مین علم پیدا کیا اسیطرح جہانتک ہمکو علم دیا ہی اُسکے سواے ہم کچھ نہین جانتے ہین تب اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان لوگون کو اشیاء کے نامون سے آگاہ کرے پھر جب آدم علیہ السلام نے اُنکو اسماے اشیاء سے آگاہ کیا تو اللہ تعالے نے فقط انھین ملائکہ کو جنکا نام جن ہی خطاب فرمایا کہ مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ مین ہی آسمانون و زمین کے غیب سے آگاہ ہون کہ سواے میرے کوئی دوسرا نہین جانتا ہی اور جو کچھ تم ظاہر کرتے یا جو کچھ تم چھپاتے ہو اُسکو مین خوب جانتا ہون یعنے سر و علانیہ مجھکو خوب معلوم ہی یعنے تنبیہ فرمائی کہ ابلیس نے جو کچھ اپنے دل مین تکبر و غرور چھپایا تھا وہ مجھکو خوب معلوم تھا - ھ - شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اثر غریب ہی اور اسمین بعضی باتین ایسی ہین جنکی صحت مین تامل ہی - مترجم کہتا ہی کہ اسناد مین بشر بن عمارہ و ابو روق دونون ضعیف ہین جیسا کہ مقدمہ مین مذکور ہی اور ضحاک کی روایت ابن عباس رض سے محققین کے نزدیک مرسل ہی لیکن اسکے بعض امور کی شہادت تفسیر سدی مین موجود ہی چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ سدی نے ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے مخلوقات مین سے جو کچھ منظور تھا پیدا کر دیا تو عرش پر استوا فرمایا پھر ابلیس کو دنیاوی آسمان پر مقرر فرمایا اور یہ ابلیس ایک گروہ ملائکہ مین سے تھا جنکو جن کہتے ہین کیونکہ جنت کے خازن ہونے سے اُنکا یہ نام ہو گیا ہی پس ابلیس جب اُنکا سردار ہوا تو اپنے دل مین کہنے لگا کہ مجھکو نورانی ملائکہ پر فضیلت ہی جب ہی اللہ تعالی نے مجھکو یہ مرتبہ دیا ہی پس جب اُسکے دل مین غرور آیا جو اللہ تعالے پر پوشیدہ نہین ہو سکتا ہی تو اللہ تعالی نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہون ملائکہ نے کہا کہ یہ خلیفہ کیا ہوگا تو ارشاد ہوا کہ اُسکی ذریات ہونگی جو زمین مین فساد کرین اور باہمی حسد کرکے ایک دوسرے کو قتل کرین تب ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب کیا زمین مین ایسے لوگ ہونگے جو وہان فساد و خونریزی پھیلاوین حالانکہ ہم لوگ تیری بارگاہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہین - اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو کچھ تم نہین جانتے ہو وہ مین جانتا ہون - یہ ابلیس کی حالت کا اشارہ ہی پھر اللہ تعالی نے جبرئیل علیہ السلام کو زمین مین بھیجا کہ زمین سے خاک لاوے پس زمین کہنے لگی کہ اے جبرئیل مین اللہ تعالی کی پناہ لیتی ہون کہ تو مجھے ناقص یا عیبدار کرے - یہ سنکر جبرئیل ع لوٹ گئے اور جا کر جناب باری مین عرض کیا کہ اے رب وہ تیری عزت و جلال مین پناہ لیتی ہی جسسے مین کانپتا ہون پس اللہ تعالی نے میکائیل ع کو بھیجا اور میکائیل سے بھی زمین نے پناہ مانگی تو وہ بھی جناب باری تعالی مین لوٹ کر مثل عرض جبرئیل ع کے عرض کرنے لگا پس اللہ تعالی نے ملک الموت کو بھیجا اور جب زمین نے اُس سے بھی پناہ مانگی تو اُسنے کہا کہ مین اللہ تعالی کی پناہ لیتا ہون کہ مین بغیر نفاذ حکم الٰہی عزوجل کے واپس جاؤن پس ملک الموت نے کل روے زمین سے ایک مشت خاک اُٹھائی اور ایک ہی جگہ سے نہین لی تو سرخ و سپید و سیاہ سب طرح کی خاک آئی اسیواسطے آدم علیہ السلام کی اولاد مین مختلف رنگ ہین پھر یہ خاک تر کی گئی حتی کہ چپکتا ہوا گارا ہو گیا جسکو طین لازب کہتے ہین پھر اللہ تعالی نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین اس طین سے ایک جسم خاکی یعنی بشر پیدا کرنے والا ہون پس جب مین اُسکو ٹھیک کرون اور اُسمین اپنی روح سے پھونکون یعنے اپنی جانب سے روح ڈالون تو تم اُسکے لیے سجدہ مین گر جائیو پھر اللہ تعالی نے اُسکو اپنے ید قدرت سے بنایا تاکہ ابلیس کو تکبر نہو یعنی اللہ تعالی فرماوے کہ تو ایسی چیز سے تکبر کرتا ہو جسکو اللہ تعالی نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہی پھر یہ جسم خاکی چالیس صباح پڑا رہا کہ ملائکہ اُسکی طرف گذرتے اور اُسکو دیکھکر گھبراتے تھے اور سب سے زیادہ گھبراہٹ ابلیس کو تھی پس ابلیس نے اُسکو ٹھوکر ماری جس سے کھنکھناہٹ ہوئی اور منھ کی جانب سے گھسکر اسفل کی جانب نکلا اور اسفل کی جانب گھسکر منھ کی جانب نکلا پھر ملائکہ سے کہنے لگا کہ تمکو اس سے کچھ خوف نہ چاہیے کیونکہ اسکا جوف خالی ہی اور اگر مجھکو اسپر مسلط کیا گیا تو مین اسکو تباہ کر دونگا دیتے جیسے جنون کو فساد کرنے مین مجھکو اُنسے قتال کا حکم دیا گیا تھا اگر اسنے فساد کیا اور مجھے تسلط دیا گیا تو مین اسکو بھی

تباہ کردونگا) پھر جب روح پھونکنے کا وقت آیا تو اللہ تعالٰے نے ملائکہ کو تنبیہ فرمائی کہ جب اسمین روح آوے تو تم لوگ سجدہ کیجیو پھر جب
آدمؑ کے سر مین روح سمائی تو اُنھون نے چھینک لی پس ملائکہ نے کہا کہ الحمد للہ کہو آدمؑ نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالٰی نے فرمایا یرحمک ربک یعنے تیرا
رب تجھپر رحم فرماوے پھر جب آنکھون تک روح پہونچی تو اُنھون نے جنت کے پھل دیکھے پھر جب جوف تک روح پہونچی تو کھانے کی خواہش
کرکے اُٹھ بیٹھے حالانکہ ابھی پیرون تک روح نہین پہونچی تھی اسیواسطے اللہ تعالٰی فرماتا ہو خلق الانسان من عجل الآیۃ۔ پھر موافق حکم آلٰہی عزوجل
سب ملائکہ نے سجدہ کیا سواے ابلیس کے کہ اُسنے تکبر کیا اور سجدہ نہین کیا پس اللہ تعالٰی کا حکم آیا کہ جب مین نے تجھے ایسی چیز کے سجدہ کا حکم دیا جسکو
مین نے اپنے ید قدرت سے پیدا کیا ہو تو تو نے سجدہ سے کیون انکار کیا ابلیس نے عرض کیا کہ تو نے مجھے اس لائق نہین بنایا ہو کہ خلقت خاکی کے واسطے
سجدہ کرون حالانکہ مین اُس سے بہتر ہون کہ تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا ہو پس قہر آلٰہی پہونچا کہ تو یہان سے نکل تجھکو یہان تکبر کرنے کی مجال نہین ہو
پس تو یہان سے ذلیل وخوار ہوکر نکل پھر اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو کل اسما سکھلائے پھر ملائکہ پر مخلوق کو پیش کرکے فرمایا کہ تم لوگ انکے نام بتلاؤ
اگر تم سچے ہو ملائکہ نے عرض کیا۔ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ پھر اللہ تعالٰی نے آدمؑ کو ارشاد فرمایا کہ ملائکہ کو انکے نام بتلادے پھر
ملائکہ سے فرمایا کہ مین نے نہین کہا تھا کہ مین ہی آسمانون وزمین کے غیب کو خوب جانتا ہون اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو اُسکو بھی خوب
جانتا ہون پس ظاہر تو یہی قول تھا کہ زمین مین ایسے شخص کو خلیفہ کیا جائیگا جو اُسمین فساد وخونریزی کرے اور پوشیدہ وہ تکبر تھا جو ابلیس نے
اپنے دل مین چھپایا تھا۔ امام ابن کثیرؒ نے بعد اس روایت کے بیان کیا کہ سدیؒ کی یہ تفسیر اس اسناد کے ساتھ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب
منسوب ہو اور اسمین بہت سے اسرائیلی اقوال واقع ہوجاتے ہین پس شاید سدیؒ وغیرہ نے اسمین ایسے اقوال درج کردیے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا کلام
نہین ہو یا بعض صحابہ نے ان اقوال کو کتب متقدمہ سے لیا ہو یعنے جیسے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو فتح یرموک مین نصرانیون کی کتابون کا
ایک ذخیرہ مل گیا تھا اور بسا اوقات اُن کتابون کے اقوال لیکر بیان کردیتے تھے۔ اور واضح ہو کہ حاکم نے مستدرک مین اسی اسناد سے بہت سی
باتین روایت کرکے کہا کہ یہ اسناد بشرط بخاری ہو۔ شیخ نے کہا کہ حاصل یہ ہو کہ اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کے واسطے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا
اور اُس حکم مین ابلیس بھی اُنکے ساتھ داخل ہوگیا اگرچہ وہ بسبب ذات اُنمین سے نہین تھا لیکن ظاہری عبادت کے افعال اختیار کرلینے سے اُنکے
مشابہ تھا اور قولہ تعالٰی وکان من الجن ففسق عن امر ربہ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالٰی اس مسئلہ کی تحقیق بیان کرونگا۔ پھر شیخ نے محمد بن اسحٰق وابن
ابی حاتم وسنید وغیرہ کی کتابون سے طاؤس ومجاہد وسعید بن جبیر وضحاک وصالح کی روایات ابن عباسؓ سے اور قتادہ کی روایت سعید بن المسیب سے ذکر کی جنکا
حاصل یہ ہو کہ ابلیس ایک قبیلہ ملائکہ مین سے تھا جنکو جن کہتے ہین اور عزازیل اُسکا نام تھا پھر وہ ابلیس ہوگیا پھر امام ابن جریر کی روایت باسناد صحیح حضرت حسن بصری
سے بیان کی کہ ابلیس ایک دم بھی کبھی ملائکہ مین سے نہین تھا بلکہ وہ اصل الجن ہو جیسے کہ آدم اصل الانس ہو اور لکھا کہ یہی عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم کا
قول ہو۔ پھر شہر بن حوشب وغیرہ بعض تابعین کے اقوال نقل کیے جنکا حاصل یہ ہو کہ جب بحکم آلٰہی عزوجل ملائکہ نے زمین کے جنون کو مار کر نکالا
تو ابلیس گرفتار ہوا اور اُسوقت صغیر تھا تو تعلیم کے واسطے ملائکہ مین رہا شیخ نے لکھا کہ محمد بن کعب القرظی نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے پیدائش
ابلیس کو کفر وضلالت پر رکھا تھا اگرچہ اُسنے درمیان مین اعمال ملائکہ اختیار کیے پھر انجام کو اپنی خلقت پر چلا گیا۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی
نے ملائکہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا تو اللہ تعالٰے کے واسطے طاعت ہو اور آدم علیہ السلام کے واسطے اکرام وشرافت ہو پھر شیخ نے لکھا کہ
بعض علما کے نزدیک یہ سجدہ تعظیمی تھا اور یہ ملل سابقہ مین جائز تھا جیسے قصہ یوسف علیہ السلام مین ہو۔ اور معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین شام مین گیا
تو وہین نے نصرانیون کو دیکھا کہ اپنے اساقفہ وعلما کے لیے سجدہ کرتے ہین تو مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ البتہ اسکے سزاوار ہین

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین اور اگر مین کسی شخص کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کے واسطے حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کی عظمت حق کی وجہ سے اُسکو سجدہ کرے - ھ - امام رازی نے اسیکو ترجیح دی اور یہی ظھر و اقوی ہے - قتادہؒ نے فرمایا کہ ابلیس مردود نے آدم علیہ السلام پر حسد کیا جب اُسنے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو یہ کرامت عطا فرمائی ہے پس اُسنے تکبر سے سجدہ نکیا - شیخ نے لکھا کہ حدیث مین آیا کہ وہ شخص جنت مین نہین جائیگا جسکے دل مین دانہ رائی برابر تکبر ہو (الصحیح) اور ابلیس کے دل مین تکبر و کفر و عناد اسقدر تھا کہ جسکی سزا وہی لعنت ہے حتی کہ قولہ تعالیٰ وکان من الکافرین - کی تفسیر مین علماء نے کہا کہ وہ علم الٰہی مین کافر تھا - اور قرطبی نے اسی تفسیر کو ترجیح دی - (مسئلہ) جو شخص پیغمبر نہو مگر اُس سے خوارق عادت ظاہر ہون تو کیا یہ کرامت ہین اور اُسکے ولی ہونے کی دلیل ہین جواب یہ ہے کہ قرطبی نے کہا کہ بعضے صوفیہ کہتے ہین کہ یہ اُسکی ولایت و کرامت کی دلیل ہین اور جمہور علماء و مشائخ صوفیہ کے نزدیک ولی ہونے کی دلیل نہین ہین - شیخ نے لکھا کہ خرق عادت کبھی غیر ولی سے بلکہ فاجر و کافر سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ بعض علماء نے استدلال کیا کہ ابن صیاد کو پانی پر تخت ابلیس نظر آتا تھا اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل مین دخان کو جو آثار قیامت سے ہے اخفار کیا تو اُسنے کہا کہ دُخ ہے اور جب وہ غصہ مین آتا تو اسقدر پھول جاتا تھا کہ تمام رستہ گھیر لیتا تھا چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اُسکی باتون پر غصہ ہو کر اُسکو مارا تو وہ اسیطرح پھول گیا اسیطرح مسیلمہ کذاب و دجال کے خرق عادات مشہور ہین - اور یونس بن عبد الاعلیٰ نے امام شافعیؒ سے کہا کہ لیث بن سعد فرماتے تھے کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ پانی پر چلتا اور ہوا مین اُڑتا ہے تو اُس سے دھوکا مت کھاؤ جب تک اُسکی حالت کو قرآن و حدیث پر پیش نہ کرو پس شافعیؒ نے اسکی تصدیق کی - مترجم کہتا ہے کہ اسی پر کل ائمہ مشائخ و علماء متفق ہین اور انکے نزدیک وہی ولی ہے جو شریعت سنت مقدسہ پر قائم ہو (مسئلہ) بیضاوی نے لکھا کہ سلف سے آجتک اہل عقل و دین کے درمیان وجود ملائکہ مین کچھ خلاف نہین ہے ہان اس بات مین کلام ہے کہ اُنکی حقیقت کیا ہے چنانچہ فلاسفہ یونان گمان کرتے ہین کہ وہ جواہر مجردہ ہین کہ نفوس ناطقہ سے حقیقت مین مختلف ہین اور اہل اسلام کے نزدیک وہ نورانی ہین جو بحکم الٰہی مختلف صورتون مین ظاہر ہو سکتے ہین - مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کو ماننا اور یہ جاننا کہ وہ لوگ حکم الٰہی مین نافرمانی و خطا نہین کر سکتے ہین قطعی اعتقاد ہے کہ اس سے انکار کفر ہے اور ہمارے زمانہ مین بعض ملاحدہ نے شیخ محی الدین ابن عربی کے قول فصوص الحکم سے استدلال کیا کہ شیخ نے قوای مفیضہ و مدرکہ کو ملائکہ کہا ہے لہذا ملائکہ کوئی چیز نہین ہین سوائے ان قوتون کے - مترجم کہتا ہے کہ یہ اُسنے شیخ کی عبارت سمجھنے مین غلطی کی اور دروغ افترا باندھا اور کلام شیخ کے صحیح معنے و صریح تحقیق یہ ہے کہ شیخ نے آدمی کو عالم صغیر بیان کیا اور اُسکی تطبیق مین لکھا کہ اللہ تعالے نے جو تمام عالم پیدا کیا اُسکو مجموعہ تصور کر کے ایک شخص قرار دو پس جیسے اس عالم شخص مین ملائکہ نورانی تدبیر امور الٰہی کرتے ہین مثلاً انبیاء علیہم السلام کے پاس فیض وحی لاتے ہین اسیطرح شخص انسانی مین اُسکے قوائے مدرکہ ہین جو واسطہ ہو کر فیض کو عقل تک پہونچاتے ہین پس یہ تشبیہ طریق مجاز ہے یعنے جیسے انبیاء علیہم السلام کو فیض وحی بواسطہ ملائکہ پہونچتا ہے اسیطرح نفس انسانی کو فیض وصول ہونے مین یہ قوی واسطہ ہین پس وجود ملائکہ قطعی ہے اور دنیا مین تمام اہل عقل و دین اسپر متفق ہین اور قرآن و حدیث مین اور سلف و خلف سے متواتر ہے پس جو چیز عقلاً و نقلاً متواتر ہو اُسکا انکار کفر و حماقت ہے

(تنبیہ) اگر وہم ہو کہ خلیفہ کرنیکی ضرورت تو غائب یا عاجز یا میت کو ہوتی ہے تا کہ نائب اُسکی جگہ کام کرے اور اللہ تعالے لم یزل ولا یزال الحی القیوم ہر نقص و عیب سے پاک عالم الغیب والشہادہ ہے پھر بیان خلافت کے کیا معنے ہین جواب یہ کہ تمنے ایسا خلیفہ و نائب کا حال بیان کیا جسکو خلیفہ کرنے والا اپنے فائدہ کے واسطے مقرر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ الغنی حمید ہے تو اُسکے افعال کسی اپنے فائدہ کے واسطے نہین

ہوتے

کیونکہ جو شخص اپنے فائدہ کا حاجتمند ہو وہ محتاج ہے اور شان الوہیت اس سے پاک ہے۔ تعالی اللہ علوا کبیرا۔ بلکہ یہان خلافت بفائدہ
مخلوق ہے کیونکہ انبیا علیہم السلام کو اللہ تعالی نے خلقت ازلی مین قلب منزہ و قابل پیدا فرمایا اور اُنکا عہد و میثاق بھی بطرز خاص ہے تاکہ
بواسطۂ ملائکہ کے قابلیت فطرت کے ساتھ وحی الٰہی قبول کرین تاکہ مخلوقات کو پیغام الٰہی پہونچاوین اور چونکہ جنس بشری ہین لہذا آدمیون کو
اُنسے کامل فیض حاصل ہوسکتا ہے جو فرشتہ سے غیر ممکن ہے کما قال تعالی۔ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ۔ یعنے اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے
تو اُسکو بھی بشکل آدمی بناتے۔ ھ۔ اور عیانا کسی مخلوق کو تاب نہین ہے کہ بالمشافہہ کلام کرے کیونکہ یہ جسم کسیطرح اسکو تحمل نہین ہوتا ہے
لہذا فرمایا۔ ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب۔ یعنی کسی بشر کو یہ تحمل نہین ہے کہ اللہ تعالی اُس سے کسیطرح کلام فرماوے
سوائے بطور وحی یا پس پردہ۔ ھ۔ اور حدیث ابو موسیٰ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ مین پانچ باتین فرمائین کہ
اللہ تعالی خواب نہین فرماتا اور نہ اُسکی یہ شان ہے اور بندون کے رزق گھٹاتا بڑھاتا ہے اور دن کے اعمال قبل رات کے اُسکی جانب چڑھائے
جاتے ہین اور رات کے اعمال قبل دن کے چڑھائے جاتے ہین اور حق عزوجل کا پردہ نور ہے اگر اُسکو اُٹھادے تو وجہ ذوالجلال کے انوار منتہائے
بصر تک جلادین (صحیح مسلم وغیرہ) امام بیہقی نے کہا کہ یہ پردہ نور فقط مخلوق کی آنکھون پر حاوی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام بیہقی کے اشارہ سے
ظاہر ہوا کہ یہ حال مومنین اہل کمال کا ہے ورنہ کافرون و مشرکون کی نظرون پر تہ بر تہ سیاہ تاریک پردے ہین چنانچہ قولہ تعالی۔ او
کظلمات فی بحر لجی الآیات کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی بیان آویگا۔ اور کلام بیہقی کے معنے یہ ہین کہ اہل کمال کی نظرون پر اللہ عزوجل کے
حجاب نورانی رکھے ہین تاکہ فنا ہونے سے بچ جاوین اور اسی قول پر اکابر اولیا سلف و خلف متفق ہین چنانچہ قولہ تعالے۔ اللہ نور السموٰت
والارض الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی آویگا شیخ علاء سمنانی نے کہا ع قرب اُسکا وصال کہتے ہین + وصل اُسکا محال کہتے ہین (مسئلہ
ملائکہ افضل ہین یا بشر افضل ہین اسکے جواب مین علماء کے درمیان اختلافات ہین اور محققین اہل سنت کے نزدیک انبیاء و اولیاء کو ملائکہ پر
فضیلت ہے اسیواسطے ملائکہ سے تعظیمی سجدہ لیا گیا اور حامل علوم نبوت و باب مدینۂ حکمت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے کلام
حکمت مین ہے کہ ملائکہ محض عقل و بہائم محض شہوت ہین اور آدمی دونون سے مرکب ہین پس اگر تابع عقل ہو کر شہوت کو زیر کیا تو معرفت کے
درجہ پر ملائکہ سے افضل ہے کیونکہ ملائکہ کو کوئی امر مانع نہ تھا اسیواسطے اگر کوئی شخص عنین ہو تو اُسکی یہ تعریف نہین ہوسکتی کہ عفیف پاکدامن
ہے بلکہ باوجود مردی کے اگر پاکدامن رہے تو اُسکی تعریف کیجاتی ہے اور اگر آدمی نے شہوت کے تابع ہو کر عقل کو خوار کیا تو وہ بہائم سے بدتر ہے
کیونکہ بہائم بے عقلی سے معذور ہے اسیواسطے اگر ایک اندھا اور ایک آنکھون والا کنوین مین گرین تو اندھے کو چھوڑ کر آنکھون والے پر ملامت
کیجائیگی اسیواسطے اللہ تعالے نے مشرکون کو فرمایا۔ اولٰئک کالانعام بل ہم اضل۔ یعنے یہ لوگ جانورون کے مثل بلکہ اُنسے بدتر گمراہ ہین
اور یہ بات بوجوہ متعددہ صحیح ہے ازآنجملہ یہ بہائم اپنے لائق اپنے رب عزوجل کی تسبیح کرتے اور کسیکو اپنا معبود نہین بناتے ہین بخلاف مشرک
سرکش کے کہ وہ بےحیت کمینہ اپنے آپ کو کسی مخلوق کا بندہ بناتا ہے بلکہ بعضے مشرکون کو دیکھو کہ وہ گائے و سانپ کو بلکہ نباتات پیپل
وغیرہ کو بلکہ جمادات مین سے پتھر وغیرہ کو پوجتے ہین اور یہ قطعی معلوم ہے کہ پوجنے والا اپنے معبود کا بندہ ہوا تو اُس سے بدرجہا بدتر ہوگا پس
مشرک و کافر سب قسم کی مخلوقات حیوانات و نباتات و جمادات وغیرہ سے بدرجہا بدتر ہے اگر وہم ہو کہ پھر نیچریہ و دہریہ جو کسیکو معبود نہین
بناتے ہین اسمین داخل نہونگے جواب یہ کہ نہین بلکہ یہ لوگ ہر قسم کے مشرکون مین شامل ہین کیونکہ اُنھون نے اپنی شہوت نفس کو
معبود بنایا کما قال تعالی۔ افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ الآیۃ۔ یعنے بھلا ایسے شخص کو تو نے دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا ھ پس اُسکی

شہوت نفس جن خوار چیزون کی جانب جاتی ہے جیسے سور وغیرہ کا گوشت تو یہ لوگ اس سے بدرجہا بدتر ہین۔ پھر واضح ہو کہ عوام بشر سے
ملائکہ افضل ہین اور ظاہر اخواص بشر مین کل اہل ایمان داخل ہین جنکا مقام دار السلام جنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فائدہ) آدم کا لفظ ادیم الارض سے
لیا گیا کیونکہ روے زمین کی خاک سے پیدائش ہے چنانچہ حدیث ابو موسیٰؓ مین آیا کہ آدم علیہ السلام کو ایک مشت خاک سے پیدا فرمایا جسکو تمام زمین سے
مقبوض کیا لہٰذا اولاد آدم باندازۂ زمین حاصل ہوے (یعنی صورت وسیرت مین مختلف ہین) بعضے سرخ و بعضے سپید و بعضے سیاہ و بعضے بیچ بیچ
مین ہین اور بعضے نرم طبیعت و بعضے سخت طینت اور بعضے پاک سرشت و بعضے ناپاک ہین۔ (احمد ابو داؤد و ترمذی) اور حدیث حاکم مین
ثابت ہوا کہ یہ مٹی مختلف پانیون سے گوندھی گئی تھی۔ اور حدیث مرفوع مین ہے کہ آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا اھ
اور بعض حدیث مین ہے کہ آدم علیہ السلام ایسے پیغمبر تھے جنسے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ (صحیح مسلم) مترجم کہتا ہے کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام سے
اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور یہانسے تجھکو ایک تنبیہ حاصل ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ کعب احبار نے استنباط کرکے نکالا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دیدار و کلام کو
حضرت موسیٰ و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین تقسیم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار عطا فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور یہ استنباط ایام حج
مین مقام منیٰ مین حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا تھا چنانچہ صحیح ترمذی وغیرہ مین موجود ہے لیکن تجھے ابھی معلوم ہو چکا کہ کلام مین حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی خصوصیت نہین ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی کلام فرمایا بلکہ محققین علماء کے نزدیک معراج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
وحی بلا واسطہ تھی پس معراج وغیرہ کی خصوصیات فقط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے البتہ خاص ہین اور دیگر فضائل مین شرکت عام ہے وذلک
فضل اللہ یؤتیہ من یشاء پس ہمارے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو بعض رسائل مین لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کو جو فضائل
جدا جدا دیے گئے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جمع کیے گئے۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ فضائل جمع ہونے کے ساتھ دیگر فضائل خاص
کیے گئے ہین چنانچہ حدیث مین چھ امور کی فضیلت منصوص ہے عطاے جوامع الکلم یک ماہہ راہ تک نصرت برعب زمین کا مسجد وطہور رہونا حلت
مغانم وعطاء شفاعت وبعثت عامہ (کما فی الصحیحین وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ ان چھ باتون کی فضیلت آپ مین بلحاظ تعلق نبوت کے بیان فرمائی ہے کیونکہ
عطاے معراج و معجزہ وحی قرآنی و سید اولاد آدم ہونا اور اول حشر قیامت و اول دخول جنت و سب سے اعلیٰ مقام جنت جسکا نام وسیلہ ہے و دیگر بکثرت فضائل خاصہ
صریح ہین والحمد للہ رب العالمین۔ ف مفسرین نے لکھا کہ ملائکہ نے حکمت خلافت کے سوال مین جلدی کی تو جواب مین تعریض نکلتی ہے کہ جب انھون نے
اللہ تعالیٰ کو علیم حکیم جانا تھا جس سے لازم ہے کہ اُسکا کوئی کام خالی از حکمت کاملہ نہو تو انکو سوال مین جلدی نہ چاہیے تھی بلکہ غور کرنا چاہیے تھا اور
یہان چند علوم دیگر حاصل ہوتے ہین اول آنکہ انسان اشرف ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جسکو مین نے اپنے ید قدرت سے پیدا کیا
اُسپر ایسی مخلوق کو فضیلت نہ دونگا جسکو مین نے کُن سے پیدا کیا۔ (مشکوٰۃ) اگر کہا جاوے کہ کفار بھی آدمی ہین تو کیا یہ بھی ملائکہ سے افضل ہین
علماء نے جواب دیا کہ انسان فی الجملہ افضل ہے اگرچہ کلیہ نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر
شرف دیا اور آدم علیہ السلام ہی اس حدیث کا موقع ورود ہین پس جو شخص ابن آدم ہے وہ اس شرافت مین داخل ہے اور یہ فقط انبیاء و اولیاء
مومنین ہین کیونکہ یہ شرافت بحسب جسم خاکی نہین ہے بلکہ بحسب علم معرفت ہے اور مومنین بھی سب کے سب اپنے رب عز وجل کو پہچانتے ہین۔
رہے کفار و مشرکین تو وہ اعداء اللہ ہین اور آدم علیہ السلام سے اُنکا دائمی انقطاع ہوکر ابلیس ملعون سے لاحق کیا گیا پس آدم علیہ السلام ہمیشہ ابد الآباد
مع صالحین اولاد کے جنت مین ہونگے جو کبھی جہنم مین نہین جاوینگے اور کفار و مشرکین ابد الآباد جہنم مین ابلیس کے ساتھ رہینگے جو کبھی جنت نہین دیکھنے
پاوینگے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو کیونکر باپ سے منقطع کیا اور فرمایا کہ۔ یا نوح انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح ۔
۲۰،

یعنے اے نوح وہ تیرے گھر والون مین ہرگز نہین ہے اُسکے کام ناکارہ ہین - ۵- پس کفر کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام سے نسب
منقطع کردیا حالانکہ وہ نسبی بیٹا تھا تو معلوم ہوا کہ آدمی وہی ہے جو آدم علیہ السلام کے ساتھ قائم رہا اسطرح کہ ایمان لایا پس اُسکو ملائکہ پر فضیلت
حاصل ہے اور جو منقطع ہوکر کافرون کے ساتھ ملحق ہوا وہ شیاطین الانس مین داخل اور مردہ ہے تو وہ اس آیت یا حدیث مین شامل ہی نہین ہے
ہذا ما الہم المترجم واللہ تعالیٰ اعلم والحمد للہ رب العالمین - علم دوم یہ کہ ان آیات سے نکلتا ہے کہ علم کو عبادت پر شرف ہے - مترجم کہتا ہے
کہ حدیث مین آیا کہ عالم کی فضیلت عابد پر اسقدر زائد ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت آپ کی امت پر ہے (کما فی الصحاح)
اور اس بارہ مین آیات واحادیث بکثرت ہین - علم سوم یہ کہ خلیفہ جس کام مین نائب ہو اُسمین دیگر اوصاف سے علم اعلیٰ ہے مترجم
کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ خلافت نبوت مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم معرفت سب سے زائد تھا اسیواسطے مرتدین عرب پر جہاد کرنے مین
صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حتماً آمادہ ہوئے اور باقی جمیع صحابہ متزلزل تھے بدین خیال کہ آنحضرت صلعم نے انکی ہدایت مین زمانہ دراز صرف
کیا تھا حالانکہ آخر مین سب صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صواب رائے کا شکریہ ادا کیا چنانچہ ایک جماعت کثیر صحابہ سے اسکی شہادت
صریح موجود ہے اور عجب حکمت آلہی عزوجل ہے کہ قلیل جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو تمام عرب مرتدین پر عجیب فتح ونصرت عطا کی تاکہ یہ بھی اہل حق
کے واسطے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حقیقت خلافت پر دلیل ہو جیسے آیت قرآن مین جو وعدہ دیا تھا کہ عنقریب ہم تمکو زمین مین خلیفہ کرینگے حقیت
وہ بھی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین پورا ہوا اور نہایت سرعت کے ساتھ سات ہی برس مین عرب وشام وروم وفارس وکابل
وکچھ ہندوستان وبخارا ومصر وحبش وبربر واسپین تک مسلمانون کے واسطے فتح کیا اگرچہ تھوڑا حصہ بعد سات برس کے فتح ہوا ہے مگر صدق خلافت کی یہ صریح
دلیل ہے اور توریت وانجیل کتب سابقہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن ہجرت مقام طیبہ یعنی مدینہ منورہ ہے اور آپکا مقام سلطنت شام مذکور ہے
علم چہارم یہ کہ اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو اسما تعلیم فرمائے پس علم پیدا کرنیوالا اللہ تعالے عزوجل ہی ہے لیکن اسکو معلم کہنا اسواسطے جائز نہین
ہے کہ یہ لفظ مکتب کے معلمون پر معروف ہوگیا - مترجم کہتا ہے کہ بحکم قولہ تعالے یعلمہم الکتاب والحکمۃ - اور بحکم حدیث کہ بعثت معلما - آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حقیقی معلم ہین لیکن اسی وجہ مذکورہ سے آپ پر بھی بےضرورت یہ لفظ بولنا جائز نہین ہے - علم پنجم یہ کہ اسماء اشیاء تو مختلف زبانون مین
ہین پس ہر زبان مین تعلیم ہوئی جس سے ظاہر ہوا کہ یہ زبانین کسی کی اصطلاح نہین ہین بلکہ اللہ تعالے کے واقف کرنے سے آدم علیہ السلام
کی ذریات مین جاری ہوئین مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط لطیف دقیق ہے اور اس سے حکمت بالغہ آلہی عزوجل کے متعلق بہت سے علوم نکلتے ہین جنکا بیان
حوصلہ اہل ایمان کے نور معرفت پر حوالہ کیا گیا - علم ششم یہ کہ - انک انت العلیم الحکیم - سے معلوم ہوا کہ علم وحکمت دو صفت ہین - مترجم کہتا ہے کہ
قولہ تعالیٰ یعلمہم الکتاب والحکمۃ الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا - علم ہفتم یہ کہ ملائکہ کے علوم بڑھ سکتے ہین بیضاوی نے کہا کہ فلاسفہ
بھی ارضی وسماوی ملائکہ مین یہ بات جائز کہتے ہین لیکن جن ملائکہ کا نام اُنھون نے عقول عشرہ رکھا ہے اُنمین انکار کرتے ہین - مترجم کہتا ہے
کہ عارف خوب جانتا ہے کہ ان فلاسفہ نے ہزارون برس ضائع کیے اور اپنے زمانہ کے انبیاء سے گریز کیا مگر باوجود اس کوشش کے ہنوز معرفت
کی راہ مین ایک قدم بھی نہین چلے اگرچہ عوام کی سمجھ مین یہ مقام دشوار ہے لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہی حق ہے پس اگر تجھے ہمت ہے تو راہ سنت پر
مستقیم ہو واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم - علم ہشتم یہ کہ آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو اسماء اشیاء وتمام لغات تعلیم فرمائین تو اُستاد حق افضل ہین
کیونکہ وہ علم مین زائد ہے وقد قال تعالیٰ - ہل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون یعنی وہ لوگ جو علم آلہی جانتے ہین اور وہ لوگ جو نہین جانتے ہین
بھلا کہین دونون برابر ہوسکتے ہین - علم نہم یہ کہ ان آیات سے قطعاً معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کل اشیاء وجزئیات کو انکے حادث ہونے سے پہلے ہر طرح انکی

ذات وصفات وافعال وناموں سے جانتا ہے حالانکہ جس وقت آدم علیہ السلام کو اُنکے اسماء ذات وصفات وافعال وغیرہ سکھلائے یہ کل چیزیں موجود نہیں تعیین۔ علم دہم یہ کہ قطعاً معلوم ہوا کہ علم الٰہی ہر ایک جزئیات پر حاوی ہے اور اُسکو مفصل ومشخص بروجہ کمال جانتا ہے لہٰذا جو فلسفی فرقہ علم جزئیات سے منکر ہے وہ کافر ہے وقد قال تعالیٰ۔ ولا یعزب عنه مثقال ذرة فی السمٰوٰت ولا فی الارض۔ یعنے کوئی چیز ذرہ برابر بھی کہیں آسمان یا زمین میں ہو اللہ تعالیٰ سے کسیطرح چھپتی نہیں ہے۔ علم یازدہم یہ کہ تکبر قبیح ہے اور تکبر اُسکو کہتے ہیں کہ اپنے آپکو اپنے ذاتی استحقاق سے دوسرے سے بڑھکر جانے اور دوسرے کو حقیر جانے پس تکبر دلی اعتقاد پر ہے چنانچہ اگر خود مثلاً علم وغیرہ میں افضل ہو تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور دوسرے کو حقیر نجانے۔ علم دوازدہم یہ کہ تکبر کافر کردیتا ہے اور اس سے کم نہیں کہ وہ ابتداءً جنت میں نہ جاویگا چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ جسنے کبریا وعظمت میں مجھسے جھگڑا کیا اُسکو دوزخ میں داخل کرونگا۔ (الصحیح) اور حدیث میں ہے کہ جسکے دل میں رائی کے ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہوگا (الصحیح) یعنے ابتداءً نجاویگا۔ اور علم سیزدہم یہ کہ حکم الٰہی بجالانے پر جلدی کرے۔ اور چہاردہم یہ کہ احکام الٰہی جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں انہیں قیاس سے نہ دوڑاوے اور خوض نہ کرے کیونکہ جو حکمت اسمیں رکھی ہے وہ معلوم ہونا محال ہے کیونکہ یہ تو وہی جانے جو اسقدر حکمت والا ہو اور وہ کوئی نہیں سوائے اللہ عزوجل کے سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون۔ اور پانزدہم یہ کہ اپنے حال پر ہمیشہ خائف رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ مجھکو اپنی صراط مستقیم پر ثابت فرما کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے کیا صحابہ کو نہیں دیکھتے کہ انکا ابتدائی حال کیا تھا پھر آخر کو بعد انبیاء کے سب سے افضل مرے حتیٰ کہ انکے بعد کے تابعین وتبع تابعین وغوث وقطب وغیرہ کوئی انکے مرتبہ کو ہرگز نہیں پہونچ سکتا جیسے کہ صحیح حدیثوں سے ثابت اور عقائد میں مصرح ہے اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہیں جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے لہٰذا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات دعا فرماتے کہ الٰہی میرے دل کو اپنے دین پر ثابت فرمائیو (الصحیح) ف۳ شیخ عزؒ نے بعض اشارات میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ انی جاعل فی الارض خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدایش میں منجملہ اسرار کے تکمیل ملائکہ ہے تاکہ ملائکہ کی طاعت بدرجہ کمال معرفت پہونچے اسیواسطے آدم علیہ السلام کو علم لدنی عطا فرماکر ملائکہ کو تعلیم اسماء کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ محض مظاہر رحمت ہیں اگرچہ انواع رحمت میں سے بھی صرف طاعت بطینت پاکیزہ ہے کیونکہ رحمۃ للعالمین صفت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے ظہور غضبی کی جانب ابلیس کا سلسلہ ہے پس جمیع اسماء وصفات کی قابلیت خلقی ضرور ہے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام میں پیدا فرمائی لہٰذا علم لدنی کی قابلیت انھیں میں تھی اور ملائکہ کی تعلیم جامع حال وقال نہیں ہے کیونکہ بعض قابلیت جس سے صفات غضبی کی معرفت ہو ملائکہ میں موجود نہیں ہے اسیواسطے ملائکہ کے لیے لذات جنات یا عذاب درکات نہیں ہوتا پس یہ وجہ تھی کہ آدم علیہ السلام کو علم لدنی اسماء وصفات عطا ہو کر ملائکہ کی تعلیم کے لیے ارشاد ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ پیدایش خلیفہ کے وقت ملائکہ کو خبر دینا ایک لطافت ہے جس سے ظاہر ہوا کہ ملائکہ اپنی قابلیت تسبیح وتقدیس میں لطیفہ محبت نہیں رکھتے ہیں بلکہ محض عبادت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے علما میں کلام ہے کہ ملائکہ کے واسطے دیدار باری عزوجل ہے یا نہیں ہے۔ شیخ نے لکھا کہ ملائک کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ خواہش ہو تو بنظر محبت نہیں بلکہ تکمیل عبادت ہے۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ملائکہ کا خالق ہے اپنی مخلوق سے آگاہ ہے کہ اُنکو یہ قابلیت نہیں لہٰذا آدم کو پیدا کردیا کہ اسکو دیکھکر سجدہ کرلو۔ مترجم کہتا ہے گویا عبادت کے واسطے معبود کو دیکھنا چاہتے تھے۔ شیخ نے لکھا کہ اسکی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ید قدس سے پیدا کیا اور صورت قدس پر بنایا اور آئینہ روح اسمیں ودیعت رکھا کہ جب اس آئینہ میں نظر کریں تو تجلی حق ظاہر ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا کہ۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ پس شیخ نے جمہور اہل تصوف کے مانند اسکے یہ معنے لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو صورت قدس پر پیدا کیا۔ ھ۔ اور اُسکی توجیہ یہ ہے کہ حق عزوجل کے واسطے

تتمہ۔ ذات ہی اور صورت وشکل وہان محال ہی لیکن تجلیات مین صورت ممکن بلکہ واقع ہی۔ شیخ محمد طاہرؒ نے مجمع البحار مین اسکو مفصل بیان کیا ہی
اور احادیث قیامت مین بکثرت اس تجلی صوری کا ذکر ہوا ہی پس یہ صورت صرف تجلی صوری ہی چنانچہ حدیث مین آیا اتانی ربی فی احسن صورۃ
یعنے مین نے اپنے رب کو نہایت خوب صورت مین دیکھا یہ حدیث طویل آخر تک جامع ترمذی مین موجود ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ترمذی نے
اسکو حدیث حسن صحیح کہا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسکے ثبوت مین کچھ شک نہین ہی چنانچہ ابن الجوزی نے علل متناہیہ مین اسکو حدیث ابن عباس ومعاذ
بن جبل وعبد الرحمن بن عائش وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا اور غالبًا کل اسانید مین کلام کرنے کے بعد مسند احمد سے نقل کرکے اقرار کیا کہ
اسکی اسناد حسن ہی۔ پس یہ تجلی صوری ہی اسیواسطے شیخ نے کہا کہ جب ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام پر نظر کرینگے تو آئینۂ روح سے انکو تجلی صوری نظر
آویگی واللہ تعالی اعلم۔ شیخ نے کہا کہ منجملہ اسرار حکمت کے شاہد محبت ہی کہ ایک خلق کو اپنے ید قدس سے پیدا فرماکر لباس صفات سے مخلع کیا پس
اپنی صفات ہی سے بوجہ اپنی صفات کے محبوب فرمایا پھر نقاب قدس کو چہرۂ آدمؑ سے اٹھاکر تمام عالم کو منور فرمایا تب ملائکہ کو اپنی جہالت پر ندامت
ہوئی کہ ہمنے اسکو اپنی قیاس سے خونریز ومفسد کیون کہا تھا لیکن جاننا چاہیے کہ ملائکہ کا مقولہ از راہ تحریک اعمال تھا اور آدم علیہ السلام کا
ظہور از راہ احوال تھا۔ تو لامحالہ اہل عبادت اس حسن اصطفائیت سے غافل رہے اور چونکہ انھون نے بے محل سوال کیا اسواسطے
محتاج ہوے کہ علم اسماء وصفات کو آدم علیہ السلام سے حاصل کرکے مرتبہ حال وادب مقام حاصل کرین۔ بعض نے سجدہ کا نکتہ یون بیان کیا کہ
ملائکہ نے اپنی عبادت کو موقع کرامت خیال کیا تھا تو اللہ تعالے نے علم معرفت سے آدم علیہ السلام کی بزرگی اظہار فرمائی اور اہل عبادت کو اسکے لیے
سجدہ کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہی کہ اسی مقام سے اہل مقام نے کہا کہ مرید کو شیخ عارف کی تعظیم مین حد ادب ملحوظ ہونا چاہیے حتی کہ اگر شیخ عارف صرف
فرائض پر اکتفا کرتا ہو اور مرید شب و روز عبادت مین معروف ہو تو اس عابد پر کوئی مغرور نہو بلکہ عارف سے عابد تک ابھی زمین وآسمان کا فرق ہی
عابد شبلی کرے یکروزہ راہ + سیر عارف دم مین ہو تا تخت شاہ + انکی دو رکعت وتیری صد ہزار + کب برابر ہو سکین ای خامکار + بعض مشائخ
عراق نے فرمایا کہ خلافت کے شرائط سے ہی کہ اشیاء کو وصل وفصل سے پہچانتا ہو کہ وہان جدائی وملی کچھ نہین ہی کیونکہ حادث کو قدیم سے
وصل غیر ممکن ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ مولوی بحر العلومؒ نے شرح مثنوی مین و دیگر اکابر مشائخؒ نے مصرح بیان فرمایا کہ حوادث ومخلوقات کسی حال مین متصف
بقدم نہین ہو سکتے ہین حتی کہ جسنے یہ اعتقاد کیا وہ اجہل گمراہ دائرۂ کفر مین داخل ہو گیا اور فانی فی اللہ وباقی باللہ کی معرفت یہ ہی کہ جب بندہ
قرب نوافل کے مرتبہ پر پہونچتا ہی تو استغراق حق مین اسکو اپنے نفس کا بھی ہوش نہین رہتا ہی اور اسوقت حق چھا جاتا ہی اور حق عز وجل ہی
اسکے واسطے سمع وبصر وہاتھ وپاؤن ہو جاتا ہی یعنے جیسے عوام اپنے ارادت سے چلتے وقدم اٹھاتے اور ہاتھ کو کام مین لاتے ہین اور اپنی
خواہش سے سنتے و دیکھتے ہین تو انکے خلاف مرد عارف از خود فراموش ہوتا ہی اور اسمین ارادات حق ظہور کرتے ہین پس وہ حق عز وجل کے ارادات
سے چلتا پھرتا اور نماز روزہ وغیرہ ادا کرتا اور وعظ ونصیحت کرتا اور یہ سب بارادت حق عز وجل اس سے ظہور کرتے ہین حالانکہ وہ خود مستغرق ونابود ہی
حتی کہ اس حالت مین اگر وہ کسی کے حق مین کوئی کلمہ کہتا ہی تو بدون اس شخص کے ہوش کے از جانب حق عز وجل ہوتا ہی حالانکہ ظاہر مین یہی نظر آتا ہی
کہ اس شخص نے بد دعا دی یا نیک دعا کی۔ اور یہی ظہور کرامت ہی اور قرب نوافل کا بیان انشاء اللہ تعالی آویگا اور جسنے یہ مقام سمجھ لیا وہ
راہ حق مین خطرات شیطانیہ سے محفوظ ہوگا اور جسنے نہین جانا وہی جاہل صوفیون کے دام فریب مین شکار شیطان ہو جاتا ہی عصمنا اللہ تعالی برحمتہ
وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔ م۔ شیخؒ نے لکھا کہ ابتدا مین ملائکہ کو صفات آدم علیہ السلام سے ناواقفی تھی
حتی کہ حیوان کی طرح اسکی مخالفت کو طاعت سمجھتے تھے پھر حضرت حکیم عز وجل نے انکا فی الجملہ اظہار فرمایا یعنی کہ آدم علیہ السلام کی تعظیم وطاعت عین عبادت

حق عزوجل ہے اور اس سے انکار بعنت ہے۔ شیخ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ خلق پر اُنکے دعوون ہی سے بلائین آتی ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ جب ملائکہ نے اپنی تسبیح و تقدیس کا دعوی کیا تو کیونکر جہالت مین مبتلا کیے گئے حتی کہ آخر اُنھون نے اقرار کیا کہ۔ لاعلم لنا الاما علمتنا۔ یعنے اپنی جہالت کا اقرار کیا شیخ نے کہا کہ تعلیم اسماء مین معرفت افعال و صفات آلٰہی کی حکمت مندرج ہے تاکہ اس علم سے مقام حال پر ترقی ہو۔ شیخ ابن عطاء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے حمد ہے کہ اگر وہ آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم نفرماتا تو وہ ملائکہ سے بھی زیادہ عاجز ہوتے۔ شیخ نے لکھا کہ جب ملائکہ کے واسطے سجدہ کا حکم ہوا تو یہ ملائکہ کے واسطے آدم علیہ السلام مین سر آلٰہی کا انکشاف ہے حتی کہ اُنھون نے آدم علیہ السلام پر خلعت صبغۃ اللہ دیکھی اور ابلیس چونکہ غضبی مظہر تھا اُسکو یہ کچھ نظر نہین آیا۔

وَقُلْنَا يَآدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا

اور کہا ہمنے اے آدم بس تو اور تیری عورت جنت مین اور کھاؤ اُسمین محظوظ ہو کر جہاں جگہ چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ

اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہوگے پھر ڈگا یا اُنکو شیطان نے

عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ

اُس سے پھر نکالا اُنکو وہانسے جس آرام مین تھے اور کہا ہمنے تم سب اُترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو

وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

اور تمکو زمین مین ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک وقت تک

ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے بعد سجدۂ ملائکہ کے آدم علیہ السلام کے واسطے کرامت مقام اور تتمۂ خلافت کا انجام بیان کیا اور آدم علیہ السلام نبی مکلم تھے چنانچہ حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ مین بروایت ابن مردویہ مصرح ہے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہے اور یہی عقائد مین مقرر ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ محمد بن اسحق نے کتاب السیر مین تصریح کی کہ ہمکو علماء اہل کتاب توریت وغیرہ کی روایات بذریعہ حضرت ابن عباس رض وغیرہ کے یون پہونچی ہین کہ جب آدم علیہ السلام ملائکہ کو اسماء اشیاء سے آگاہ فرمایا تو اُسکے بعد آدم علیہ السلام پر نیند غالب کی گئی پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آدم کی پسلیون مین سے بائین پسلی لیکر وہان گوشت بھر دیا گیا اور آدم ہنوز خواب مین تھے کہ اللہ تعالے نے اس پسلی سے حوا کو پیدا کیا کہ وہ اچھی خاصی عورت ہوگئی تاکہ آدم علیہ السلام کو اُنکے ساتھ سکون ہو یہ لوگ بیان کرتے ہین کہ جب آدم علیہ السلام خواب سے جاگے تو اپنے پہلو مین اُسکو بیٹھا دیکھکر فرمایا کہ یہ میرا جوڑا ہے پھر جب اللہ تعالے نے تزویج فرمایا تو آدم علیہ السلام کو خطاب کیا چنانچہ فرمایا بالشانہ وَقُلْنَا يَآدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور ہمنے فرمایا کہ اے آدم تو اور تیری جوڑی جنت مین رہو۔ ف اور یہ حکم بصیغۂ امر ہے جسکی تعمیل ایک ساعت رہنے سے پوری ہوسکتی ہے اور اُسکے ساتھ یہ بھی حکم دیا۔ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور دونون اس جنت مین سے فراخی کے ساتھ جہان تمہارا جی چاہے کھاؤ اور اس درخت خاص کے قریب نہونا کہ دونون ظالمین مین سے ہوجاؤگے۔ ف یعنے اگر اس درخت کے قریب جاؤگے تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہوجاؤگے اور یہ ممانعت بطور تاکید ہے کیونکہ دراصل اس درخت سے کھانا ممنوع تھا نہ اُسکے پاس جانا لیکن محرمات کے پاس جانے سے مبتلا ہوجانیکا خوف ہے لہذا احتیاطاً پاس جانے سے منع فرمایا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ حلال صاف ظاہر ہے اور حرام صاف ظاہر ہے اور ان دونون کے بیچ مین امور

مشتبہ ہین جنکو بہت سے لوگ نہین جانتے ہین پس جو شخص مشتبہ سے الگ رہا وہ اپنے دین و آبرو کو بچا لیگیا اور جو کوئی چراگاہ کے گرد پھرتا ہو وہ اُسمین مبتلا ہونے کے قریب ہو جاتا ہی اور آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کے واسطے چراگاہ ہی اور زمین مین اللہ تعالی کی چراگاہ وہ امور ہین جنکو اُسنے حرام کیا ہی (الصحیحین وغیرہما) اور اللہ تعالے نے حوا کا نام نہین لیا جیسے قرآن شریف مین کسی عورت کا نام مذکور نہین ہی سوائے مریم علیہا السلام کے کہ جنکا نام بار بار مذکور ہی تاکہ نصرانیون کو خفت ہو جو مریم کی نسبت بدگوئی کرتے ہین۔ شیخ نے لکھا کہ محمد بن اسحاق کی روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ جنت مین داخل ہونے سے پہلے حوا کی پیدائش ہوئی ولیکن سدی کی روایت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم مین آیا کہ جنت سے ابلیس نکالا گیا اور آدم علیہ السلام وہان بسائے گئے لیکن بغیر ساتھی کے تنہا پھرتے تھے کہ ناگاہ اُنپر خواب طاری ہوا پھر جب جاگے تو دیکھا کہ ایک عورت اُنکے سرہانے بیٹھی ہی پس ملائکہ نے امتحانًا پوچھا کہ بھلا اسکا کیا نام ہی تو آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اسکا نام حوا ہے اُنھون نے کہا کہ بھلا کیون تو فرمایا اسواسطے کہ یہ حی سے پیدا ہوئی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ محمد بن اسحق نے اپنی روایت مین اشارہ کیا کہ یہ اقوال بھی اسرائیلی روایات ہین پھر واضح ہو کہ علماء کے درمیان کچھ خلاف نہین ہی کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش زمین مین واقع ہوئی پھر یہان جنت سے مراد کیا وہ جنت ہی جسمین اہل ایمان دار الآخرت مین داخل ہونگے یا جنت سے مراد کوئی باغ دنیاوی ہی اور یہان دونون احتمال ممکن ہین اور شیخ ابن القیم نے حادی الارواح مین دونون کے دلائل نقل کرکے سکوت کیا علامۂ ابو السعود نے کہا کہ دلائل نقلیہ متعارض ہونے سے توقف کرنا بہتر ہی لیکن خطیب نے سراج المنیر مین جزم کیا کہ وہ جنت بلند تھی جس سے گرانا واقع ہوا ہی واللہ تعالی اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے جس درخت سے منع فرمایا وہ ایک امتحان حکمت تھا پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ کیا درخت تھا اور سلف نے اس بارہ مین اقوال مختلف ہین چنانچہ سعید بن جبیر و محمد بن قیس و جعادہ بن ہبیرہ و شعبی و سدی نے کہا کہ درخت انگور تھا اور یہی سدی نے ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ یہ درخت انگور تھا اور یہودی کہتے ہین کہ وہ گیہون کا درخت تھا اور یہی ابن جریر و ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بروایت عکرمہ ذکر کیا و عبد الرزاق نے بروایت سعید بن جبیر بیان کیا اور محمد بن اسحاق نے بروایت مجاہد بیان کیا اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباس رض نے ابو الجلد کو لکھا تو اُسنے جواب دیا کہ جس درخت سے ممانعت تھی وہ گیہون کا درخت تھا اور جس درخت کے پاس توبہ قبول ہوئی وہ زیتون تھا اور یہی قول حسن بصری و وہب بن منبہ و عطیۃ العوفی و ابو مالک و محارب بن دثار و عبد الرحمن بن ابی لیلی ہی اور محمد بن اسحق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ وہ گیہون تھا لیکن جنت مین اُسکا دانہ گائے کے گردہ کے برابر اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیرین ہی۔ اور سفیان ثوری نے ابو مالک سے روایت کی کہ وہ درخت خرما تھا اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی کہ وہ درخت انجیر تھا اور یہی قول قتادہ و ابن جریج ہی۔ ابو العالیہ سے روایت ہی کہ وہ ایسا درخت تھا کہ اُسکی غذا سے پاخانہ آوے۔ عبد الرزاق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ وہ درخت ایسا تھا کہ جسکو وہی کھاوے جو ہمیشہ زندہ رہے چنانچہ ملائکہ اُسکا پھل کھاتے تھے۔ مترجم کہتا ہی کہ ملائکہ تو کھانے پینے سے بری ہین پس معلوم نہین ہوتا کہ لفظ ملائکہ سے کیا مراد ہی اور ظاہرا یہ اسرائیلی روایت ہی جنکو وہب بن منبہ بکثرت لے لیتے ہین بلکہ علما تابعین سے مختلف روایات ہین پس شاید اُنھون نے اہل کتاب کے اختلافات نقل فرمائے ہین اور خود اس بارہ مین تفسیر نہین فرمائی ہی لہذا امام ابو جعفر بن جریر نے فرمایا کہ قول صواب اس بارہ مین یہ ہی کہ اللہ تعالی نے درختان جنت مین سے ایک درخت خاص سے ممانعت فرمائی تھی اور اُسکے جاننے سے ہماری کوئی غرض متعلق نہین اور اور نہ اُسپر قرآن یا حدیث سے کوئی دلیل قائم ہی پس چاہیے کوئی درخت ہو مقصود یہ ہی کہ اللہ تعالی نے بحکمت بالغہ اُسکے کھانے سے منع فرمایا

مترجم کہتا ہو کہ جب اُسکے کھانے سے لباس ساقط ہو گیا تو شاید اُسکے کھانے کا اثر ہو اور شاید نافرمانی کا ضرر ہو۔ امام رازیؒ نے بھی اسکو صحیح وصواب ٹھہرایا کہ بیان حکمت اسی سے متعلق ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انکو درخت خاص سے منع فرمایا۔ مترجم کہتا ہو کہ جمہور علماءؒ کے نزدیک یہ جنت آسمانی تھی اور ابلیس بوجہ آدم علیہ السلام کے ملعون کر کے نکالا گیا تھا وہ قیامت تک اولاد آدم کا بھی قطعی دشمن ہو جیسے دو نقیض کا جمع ہونا محال ہو لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان ہذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی یعنی ہمنے آدم سے کہدیا کہ یہ ابلیس تیرا و تیری زوجہ کا دشمن ہو سو تم دونون کو جنت سے نہ نکالے کہ تو شقی ہو جاوے یعنے مصیبت دنیا مین پڑ جاویگا۔ مترجم کہتا ہو کہ سبحان اللہ حکمت خلافت سے ملائکہ کو آگاہ فرمایا اور آدم علیہ السلام سے یہ عہد لیا۔ چونکہ شیطان ازلی مردود ہو لہذا اُسکو کسی مکاری مین کچھ باک نہین ہو پس اُسنے آدم علیہ السلام کو وسوسہ دلایا کہ اگر تم اس دار عافیت مین دوام چاہتے ہو تو مین تمکو ایک درخت بتلاؤن کہ جو کوئی اُسکا پھل کھاوے وہ ہمیشہ یہین رہے پھر اُسنے یہی درخت بتلایا جس سے ممانعت کی گئی تھی و اللہ تعالیٰ کو درمیان دیکر قسم کھائی کہ مین تمہارا خیر خواہ ہون چنانچہ قرآن مجید مین آویگا اور حضرت آدم علیہ السلام شاید اس نام پاک کی عظمت سے عہد آلہی بھول گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فنسی ولم نجد لہ عزما۔ یعنے عزم قوی کے ساتھ عہد یاد نرکھا اور بھول گیا۔ ھ۔ چنانچہ درخت ممنوع کا پھل کھالیا جس سے اللہ تعالے نے انکو جنت سے اُتار دیا۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اگر ضمیر راجع بجنت ہو تو قراءۃ عاصمؒ فَاَزَالَهُمَا کے معنے ہین یعنے پھر دور کر دیا اُن دونون کو شیطان نے جنت سے پس دونون کو نکال باہر کیا اُس نعمت سے جسمین دونون موجود تھے۔ ف یعنی لباس لطیف و منزل شریف و رزق کریم و راحت عمیم سے نکال باہر کیا داؤ کھیلا جو پورا اترا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حواء علیہما السلام کو جنت سے اُتار دیا اور اگر ضمیر عنہا راجع بجانب درخت ہو اور موافق قول حسن بصری و قتادہ کے اَزَلَّھُمَا مشتق زلل سے ہو تو معنے یہ ہین کہ پھر شیطان نے ان دونون کو اس درخت سے لغزش دلائی پس ان دونون کو اُس نعمت سے جسمین دونون موجود تھے نکال باہر کیا۔ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ اور ہمنے کہا کہ تم لوگ اُترو درحالیکہ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہین اور تمھارے واسطے زمین مین قرارگاہ و تمتع ایک وقت تک ہو۔ ف اہبطوا صیغہ جمع ہو جسکے معنے یہ ہین کہ تم لوگ زمین مین اُترو پھر یہ مخاطب بعض مفسرین کے نزدیک حضرت آدم و حواء علیہما السلام مع اولاد ہین اور اسکو شیخ سیوطیؒ نے اختیار کیا یعنے اللہ تعالے نے آدم و حواء علیہما السلام کو بشمول اُنکی اولاد کے حکم دیا خواہ ان اولاد مین سے بعض وہان پیدا ہوگئے ہون جیسا کہ بعض علماء کا قول ہو یا علم آلہی مین موجود ہون تو حاصل یہ ہوا کہ ان ذریات مین باہم بعضے بعضون کے دشمن ہونگے اور باہم ظلم و فساد کرینگے اور ایک وقت تک وہان تمتع پاوینگے یعنے پیداوار زمین سے تا وقت موت اپنی تمتع حاصل کرینگے اور زمین اُنکے واسطے قرارگاہ ہو کہ جسمانی زندگی مین زندگی کی قرارگاہ ہوگی اور بعد موت کے زمین انکے واسطے قبرگاہ ہوگی یہ سب اس بنا پر کہ اہبطوا سے حضرت آدم و حواء علیہما السلام کو مع ذریات خطاب ہو اور بعض کے نزدیک حضرت آدم و حواء علیہما السلام و ابلیس و سانپ ہین امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ایک جماعت علماء تابعین مانند سدی و ابو العالیہ و وہب بن منبہ وغیرہ نے اس مقام پر اسرائیلی قصص روایت کیے جنکا حاصل یہ ہو کہ سانپ کے ذریعہ سے ابلیس نے جنت مین داخل ہو کر حضرت آدم و حواء علیہما السلام کو وسوسہ دلایا جسکو ہم سورۂ اعراف مین انشاء اللہ تعالے مبسوط بیان کرینگے۔ ابن ابی حاتم نے حسن بصری کی اسناد سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی کہ اللہ تعالیٰ ۲۰

نے آدم علیہ السلام کو مردِ دراز قامت پیدا کیا جسکے سر پر بکثرت بال تھے پھر جب اُنھون نے اُس درخت مین سے کھایا جس سے ممانعت تھی
تو لباس گر گیا پس شرمگاہ کھل گئی تو اُنھون نے جنت مین دوڑنا شروع کیا پس ایک درخت نے اُنکے بال پکڑ لیے اور دوسری روایت
مین ہے کہ اُنکے بالون سے درخت لپٹ گیا پس اللہ تعالے نے ندا فرمائی کہ اے آدم مجھسے بھاگتا ہے آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے
ربّ مین تجھسے نہین بھاگتا ہون بلکہ شرماتا ہون حکم پہونچا کہ اے آدم میرے جوار سے خارج ہو مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ یہان وہ شخص
نہین رہ سکتا ہے جسنے میری نافرمانی کی اور اگر مین تیرے مثل اس قدر مخلوق پیدا کرون جس سے ساری زمین بھر جاوے پھر وہ میری نافرمانی کرین تو اُنکو بھی
گنہگارون کے مکان مین بساؤن شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت غریب ومنقطع بلکہ معضل ہے حسن بصریؒ نے کہا کہ جنت مین آدمؑ کا ٹھہرنا دن کی
ایک ساعت ہوا جو دنیا کے حساب سے ایک سو تیس برس ہوتے ہین (عبد بن حمید) ابن عباسؓ نے کہا کہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک
آدم علیہ السلام جنت مین رہے۔ (الحاکم) ربیع بن انس نے کہا کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے نکلے تو اُنکے ساتھ درخت جنت سے ایک
شاخ تھی اور سر پر وہان کی پتیون کا اکلیل تھا۔ سدیؒ نے کہا کہ آدمؑ وہان سے زمین ہندوستان مین اُترے اور انکے ساتھ حجر اسود تھا اور
ایک مٹھی بھر جنت کے پتے تھے جنکو اُنھون نے ہند مین چھڑکا یا اسی سے اکثر خوشبو کی چیزین وہان سے آتی ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ
سراندیپ یعنے لنکا کے پہاڑ پر اُترے جو اب تک کوہ آدم کے نام سے مشہور ہے اور بیشک ہندوستان مین ریاحین خوشبودار بکثرت ہین۔
اور حسن بصریؒ نے کہا کہ آدمؑ کا نزول ہندوستان مین ہوا اور حوا جدہ مین اور ابلیس دشت میسان مین جو سرزمین بصرہ ہے اور سانپ
اصفہان مین گرے (ابن ابی حاتم) اور ابو موسیٰؓ نے کہا کہ جب آدمؑ زمین مین اُترے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو ہر ضرورت کی صنعت سکھلائی اور ثمر جنت کا
توشہ دیا (عبد الرزاق) اور واضح ہو کہ اس مقام پر صحیح حدیث ابو ہریرہؓ مین اسقدر وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر دن جس
مین آفتاب کو طلوع نصیب ہوا وہ جمعہ کا دن ہے کہ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت مین داخل کیے گئے اور اسی دن
وہان سے نکالے گئے (صحیح مسلم۔ النسائی) اور اس حدیث مین حضرت آدمؑ کا جنت سے نکالا جانا بھی اُن کے فضائل مین شمار ہوا اسواسطے
کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نکلنا اسقدر اکابر انبیاء وصالحین علیہم السلام کا ظہور ہے اور یہی خلافت الٰہیہ کی حکمت ہے۔ اور واضح ہو کہ ابن عباسؓ
نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سانپون کا مارنا اس خوف سے چھوڑا کہ وہ پیچھا کرینگے تو وہ ہمسے نہین ہے کیونکہ ہمنے جب سے
ان دشمنون سے محاربہ کیا تب سے کبھی صلح نہین کی ہے (ابوداود) ابن مسعودؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قسم کے
سانپون کو مار ڈالو جو شخص سانپون کے عوض لینے سے خوف کرے وہ مجھسے نہین ہے سوائے ایک قسم کے باریک سانپون کے جو چاندی کی
ڈنڈی کے مانند ہوتے ہین (ابوداود) شاید اس سے یہی چھوٹے چھوٹے سانپ مراد ہین جو گھرون مین رہتے ہین جنکو باجھنی بولتے ہین چنانچہ
حدیث ابو سعید خدریؓ مین بیان ہے کہ ان گھرون مین کچھ بسنے والے ہین پس جب کوئی انمین سے نظر آوے تو تین مرتبہ اُس سے کہدو کہ تمھارے
اسطرح ظاہر ہونے مین ہمارا حرج ہے پس اگر چلا جاوے تو خیر ورنہ اُسکو قتل کرو کہ وہ کافر ہے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ مدینہ مین
کچھ جن ہین جو اسلام لائے ہین پھر جب تم اُنمین سے کسیکو دیکھو تو اُسکو تین دن تک اعلام کرو پھر اگر اسکے بعد ظاہر ہو تو اُسکو قتل کرو کہ
وہ شیطان ہے (ابوداود) ان روایات سے مستنبط ہوتا ہے کہ جن وشیطان دونون سانپ کی شکل مین ظاہر ہوتے ہین شیخ ابن کثیرؒ نے
لکھا کہ جب شیطان نکال دیا گیا تھا تو اُسکے واسطے جنت مین وسوسہ ڈالنیکا امکان کیونکر ہوا بعض نے کہا کہ توریت مین آیا ہے کہ وہ سانپ کے منہ مین
ہو کر جنت مین گیا اور بعض نے کہا کہ یہین کوئی محال نہین کہ شیطان زمین مین رہا ہو اور اُسکا وسوسہ جنت مین پہونچے اور یہ بات صرف ان چیزون کی جہالت پر مبنی ہے

حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ مسمریزم کے ذریعہ سے لکھنؤ کا آدمی ہزارون کوس کے فاصلہ کا حال بیان کرنے لگتا ہے اور آفتاب کا اثر زمین پر پھیلتا ہے اور انسان کا خیال لاکھون کوس دوڑتا ہے پس جب یہ امر معلوم ہو چکا کہ یہ از قسم مادیات نہیں ہے تو اسکو مادیات پر تصور کر کے حکم لگانا محض بیوقوفی ہے۔ خطیب نے نقل کیا کہ شیطان نے عداوت ذاتی سے چاہا کہ آدم علیہ السلام و اُنکی ذریات کے ساتھ عداوت پوری کرے حتی کہ جو حکمت مشیت آلٰہی مین جاری ہوئی تھی اُسیکا ظہور ہوتا گیا کہ ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا اور ملعون ہونے پر درخواست کی کہ آلٰہی قیامت تک میری موت مین مہلت ہو اور یہ بمقتضائے مشیت منظور ہوئی اور اُسنے مصرح اظہار کیا کہ مین آدم علیہ السلام کی ذریات مین سے سوائے ایک گروہ قلیل کے سبکو آدم سے منقطع و برباد کر دونگا اور یہ بھی امر مشیت تھا چنانچہ سورۂ اعراف مین انشاء اللہ تعالیٰ واضح بیان آویگا اور حضرت آدمؑ رحمت آلٰہی مین ایسے مستغرق ہوئے کہ باوجود تنبیہ حق عز وجل کے شیطان سے دھوکا کھایا جب اُسنے کہا کہ۔ یا آدم ہل ادلک علیٰ شجرۃ الخلد و ملک لایبلیٰ۔ یعنی ای آدم مین تمکو شجرۃ الخلد اور ایسے ملک کی راہ بتلاؤن جو فنیت نہ ہوگا۔ وقاسمہما باللہ انہ لہما لمن الناصحین۔ اور حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے اللہ تعالےٰ کے نام کی قسم کھائی کہ وہ قطعی ان دونون کا خیرخواہ ہے۔ چونکہ نام آلٰہی کی عظمت درمیان مین آئی اور اسطرح اُنکے قلوب پر چھائی کہ بھلا اس نام پاک کی قسم کوئی شخص جھوٹی کھا سکیگا پس اس استنباط پر اعتماد کیا اور صریح عہد آلٰہی جو نص محکم تھا بھول گئے کہ یہ شیطان تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہے۔ خطیب نے نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا لیکن حوا رضی اللہ عنہا کو شیطان کی باتون سے خوف ہوا کہ تم یہانسے نکالے جاؤگے اسیواسطے اس شجرۃ الخلد سے منع کیے گئے ہو پس طمع و ہوس دوام کا وسوسہ طاری ہوا تو پہلے اُنھون نے پھل کھایا اور اُنکو کچھ ضرر اسوجہ سے نہوا کہ عہد نبوت حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت آدمؑ کو شراب پلا کر حضرت حوا نے یہ پھل کھلایا اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ اگر حوا نہوتی تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نکرتی اور اگر قوم بنی اسرائیل نہوتی تو کبھی گوشت گندہ نہوتا (الصحیحین) روایت ہے کہ جب پھل کھایا تو جانہ سا بدن متغیر ہو گیا صرف ناخنون پر نشان باقی رہگئے تھے جب آدمؑ اُنکو دیکھتے تو یاد کر کے بہت روتے تھے۔ اور واضح ہو کہ وسوسہ شیطانی نہایت سخت چیز ہے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وسوسہ التناسل سے پناہ مانگنے کا حکم دیا اور حدیث مین ہے کہ شیطان آدمی مین روانی خون کی طرح ساری ہوتا ہے (الصحیح)۔ (مسئلہ) فازلہما الشیطان نص صریح ہے کہ آدم علیہ السلام سے یہ خطا بطور لغزش تھی اور قولہ تعالیٰ فنسی ولم نجد لہ عزما۔ نص محکم ہے کہ یہ بطور نسیان صادر ہوئی اسیواسطے علما نے فرمایا کہ وہانسے نکالا جانا اس خطا کی سزا نہین تھی بلکہ اللہ تعالےٰ نے یہ امر مقدر فرمایا تھا کہ آدم علیہ السلام کے واسطے سکونت جنت صرف اس حد تک ہے کہ یہ پھل کھاوین علاوہ برین گناہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے جو عوام مین بمعنے عقوبت جہنم ہو حالانکہ یہ عوام کے واسطے ہے اور جو لوگ درجہ عالی پر ہین اُنکے واسطے غفلت و نسیان پر بھی مواخذہ ہوتا ہے چنانچہ بحکم قولہ تعالیٰ۔ فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیۃ کے حضرت یوسف علیہ السلام بھی نسیان پر ماخوذ ہوے اور یہان توضیح مین ایک مسئلہ کافی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص کا قصد تھا کہ اپنی زوجہ ہندہ و کریما مین سے فقط ہندہ کو طلاق دیگا اور کریما کو نہین دیگا اور اُسنے کریما سے یہ وعدہ بھی کر لیا تھا پھر اُسنے بھولے سے کریما کو تین طلاقین دین تو یہ حکم ظاہر ہے کہ وہ وعدہ خلافی مین گنہگار نہوگا چنانچہ حدیث شریف مین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا و نسیان کو مرفوع فرمایا ہے۔ لیکن کریما پر طلاقین واقع ہو جائینگی اسیطرح حضرت آدم علیہ السلام پر بھولنے کا گناہ نہین تھا لیکن اس فعل کے ساتھ جو حکم لازم تھا کہ دُنیا مین اتارے جاوین وہ پورا کر دیا گیا۔ (تنبیہ) امام ابن کثیرؒ نے امام رازی سے نقل کیا کہ آدمی کو صغیرہ خطا پر بھی خوف کرنا چاہیے کیونکہ وہ نہین جانتا کہ اسکے ساتھ حکم تقدیری کیونکر متعلق ہے۔ فتح موصلی جو اکابر اولیا مین سے معروف ہین کہتے تھے کہ ہم لوگ

ہے

اہل جنت مین سے ایک قوم تھے ہمکو ابلیس قید کرکے دنیا مین لایا تو سوائے غم و رنج کے ہمارا کچھ کام نہین ہو سکتا یہانتک کہ ہم اپنے گھر لوٹ جاوین (تنبیہ) اس مقام سے یہ قاعدہ مستنبط ہوا کہ جب نص صریح موجود ہو تو اُسکے مقابلہ مین استنباط قیاسی جائز نہین ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو صریح اس درخت سے ممانعت کی گئی اور صریح بتلایا گیا کہ شیطان تمہارا قطعی دشمن ہے پس اُنکو شیطان کی قسم پر اور اُسکے شجرۃ الخلد بتلانے پر ہرگز اعتماد نہین کرنا چاہیے تھا پس آدمی کو لازم ہے کہ دل سے جناب باری مین رجوع ہو کر وسوسۂ شیطانی سے پناہ مانگے اور شرع کی مضبوط
٢٠ ف رسی پکڑے رہے اور بغیر دلیل شرعی کے کسیکا قول نمانے اگرچہ قیاس سے کیسا ہی مضبوط نظر آوے فافہم واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین
عرائس البیان مین شیخ نے اس مقام کے اشارات مین لکھا ہے کہ صاحب ارادت کو چاہیے کہ ہر شخص کا کلام نہ سنے اگرچہ وہ مقام معاملہ کے مرتبہ پر ہو ہر ایک معاملہ بتلانے والے کی بات سن لیتا ہے پس شیطان کو اُسکے بہکانے کا موقع ملجاتا ہے حتی کہ شیطان خود کبھی بشکل انسان ہو کر اُسکو گمراہ کرتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی تاکید مولوی روم علیہ الرحمۃ نے فرمائی ؎ ای بسا ابلیس آدم روے ہست ۔ پس بہر دستے نباید داد دست ۔ اگر ابلیس آدمی کی شکل ہو ۔ پس ہر ایک کے ہاتھ مین مت ہاتھ دو ۔ شیخ نے لکھا کہ اگرچہ وہ شیطان نہو تو بھی بسا اوقات انسان بسیرت شیطان ہوتا ہے کہ جاہل مدعی شریعت الٰہی سے خارج مگر لباس کاملین پہنکر ایسے مقالات سے جو اولیاء اللہ کے کلام مین بیان ہوے ہین جھوٹے دعوے سے عوام کو گمراہ کرتا ہے حتی کہ بسا اوقات مرتے وقت ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ مرتبۂ ارادت سے خارج ہو کر دہریہ دنیچری ہو جاتا ہے اور ان آیات مین تنبیہ ہے کہ کسی چیز کی خواہش کو خلاف شریعت اپنے اوپر غالب نہ کرے کہ یہی خواہش سب فتنون کی جڑ ہے حتی کہ بہت سی خواہشین جو شرع مین مباح ہین وہ بھی مرتبۂ تقویٰ سے گراتی ہین اور مقام قرب و درجات سے محجوب کرتی ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض آیات و احادیث مین قلوب کو زمین سے مشابہ کیا گیا ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ الآیۃ ۔ کے ذیل تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح ہوگی ۔ لہذا شیخ نے اس مقام کے اشارہ مین بیان کیا کہ قلوب مین استقرار چاہیے تاکہ متاع انوار سے مقام مشاہدہ حاصل ہو اور لکھا کہ مشاہدہ نہ ہونے کی حالت مین انھین سے زندگی ہوتی ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ مشاہدہ نہونے سے مراد یہ ہے کہ عین دیدار نہو چنانچہ شیخ عبد اللطیفؒ نے شرح مثنوی مین تصریح کی کہ دنیا مین عین مشاہدہ نہین ہے اور یہی محققین علماء و مشائخ کے کلام مین مصرح ہے بلکہ اسی پر اجماع ہے اور دنیاوی حیات مین صرف مشاہدۂ قرب حاصل ہوتا ہے اور مترجم نے مقدمۂ عین الہدایہ مین شرح ملا علی قاری سے یہ مسئلہ مفصل ذکر کیا ہے ۔ عس ۔ پھر

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا عذر و آیندہ جنت مین عود کرنیکا طریقہ بیان فرمایا

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْنَا

پھر سیکھ لین آدم نے اپنے رب سے کئی باتین پھر متوجہ ہوا اُسپر بر حق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان ہمنے کہا

اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ

تم اُترو سارے یہان سے پھر کبھی پہونچے تمکو میری طرف سے راہ کی خبر تو جو کوئی چلا میرے بتانے پر نہ ڈر ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

اُنکو اور نہ اُنکو غم اور جو منکر ہوے اور جھٹلا ئین ہماری نشانیان وہ ہین

ع ٤ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

دوزخ کے لوگ وہ اُسی مین رہ پڑے

جب آدم علیہ السلام سے یہ لغزش واقع ہوئی اگرچہ وہ بطریق نسیان تھی تاہم اُنکی شان کے لائق نہ تھی پس آدم علیہ السلام نے
جناب باری تعالیٰ مین رجوع کیا چنانچہ عبید بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب یہ خطیہ جو مجھسے سرزد ہوا ہے
کیا تونے میری پیدائش سے پہلے مجھپر لکھدیا تھا یا مین نے اسکو اپنی جانب سے ایجاد کیا ہے فرمایا کہ نہین بلکہ مین نے تیری پیدائش سے پہلے تجھپر
لکھا تھا تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ پھر جیسے مجھپر لکھا تھا ویسی ہی مجھکو بخش دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَتَلَقّٰىٓ اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ
فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ پھر سیکھ لی آدم نے اپنے رب سے کئی باتین پھر متوجہ ہوا اُسپر۔ ف یہ قرات آدم کو رفع و کلمات کو نصب ہے اور ایک
قرات مین آدم کو نصب اور کلمات کو رفع ہے تو منے یہ ہین کہ پھر آدم کو اُسکے پروردگار کی جانب سے چند کلمات پہونچے سو اللہ تعالےٰ
نے اُسپر رجوع کیا یعنی آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی کیونکہ اصل مین توبہ کے منے رجوع کرنا اور اللہ تعالیٰ کا رجوع کرنا قرآن مجید کی آیات
مین صریح واقع ہوا ہے اسی سے محققین علما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رجوع فرماتا ہے تب بندہ توبہ کرتا ہے۔ سدیؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ
سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب کیا تونے مجھے اپنے ید قدرت سے نہین پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیون نہین
پھر عرض کیا کیا تونے اپنی روح سے مجھ مین نہین پھونکا فرمایا کہ کیون نہین پھر عرض کیا میری چھینک پر تونے نہین فرمایا یرحمک اللہ
اور کیا تیرے غضب پر تیری رحمت سابق نہین ہے ارشاد ہوا کہ کیون نہین پھر عرض کیا کیا تونے میری پیدائش سے پہلے مجھپر نہین لکھا تھا
کہ مجھسے یہ خطیہ سرزد ہو فرمایا کہ کیون نہین پس آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی اگر مین توبہ کرلون تو کیا مجھے جنت مین لوٹایا جائیگا
ارشاد ہوا کہ ہان۔ (رواہ العوفی وسعید بن جبیر وسعید بن معبد) اور یہی قول سدی وعطیہ عوفی ہے اور یہان ابن ابی حاتم نے
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اسی منے مین مختصر حدیث روایت کی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی اگر مین توبہ کرکے رجوع کرون تو کیا
مجھے جنت مین پھیرا جائیگا ارشاد ہوا کہ ہان۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب منقطع ہے۔ ابو العالیہ نے کہا کہ آدم علیہ السلام نے بعد خطیہ
مذکورہ کے عرض کیا کہ الٰہی اگر مین توبہ کرکے نیک کام کرون اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین مین تجھے جنت مین داخل کرونگا
بعض علما نے کہا کہ رب عزوجل کی جانب سے جو کلمات پہونچے تھے وہ یہی کلمات ہین۔ اور ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ
آدم علیہ السلام کو جو کلمات پہونچے وہ یہ ہین۔ اَللّٰهُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ اِنَّكَ خَيْرُ
الْغَافِرِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَارْحَمْنِىْ اِنَّكَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَتُبْ عَلَىَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ اور اکثر محققین نے
کہا کہ شاید یہ کلمات بھی ہون جو مذکور ہوئے ہین اور اصل تفسیر کلمات کی قولہ تعالیٰ۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ مین منصوص ہے اور یہی مجاہد وسعید بن جبیر وابو العالیہ وربیع بن انس وحسن وقتادہ ومحمد بن کعب
قرظی وخالد بن معدان وعطا خراسانی وعبد الرحمن بن زید بن اسلم کی تفاسیر مین منقول ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝
بیشک اللہ تعالیٰ ہی تواب رحیم ہے۔ ف جیسے قولہ تعالیٰ۔ الم یعلموا ان اللہ یقبل التوبۃ عن عبادہ الآیۃ یعنے کیا یہ لوگ جانتے
نہین ہین کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور سورۂ نسا مین قولہ تعالیٰ۔ ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیۃ۔ کی تفسیر
مین مصرح ہے۔ بیہقی نے حدیث انسؓ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام کے کلمات یہ ہین۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالٰى جَدُّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ۔ ھ ۔ شیخ سیوطیؒ نے کہا

کہ اصح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ کلمات الہام فرمائے ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ - یہ در اصل امام ابن جریرؒ کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ ان روایات مین موافقت کی صورت ظاہر ہے اسطرح کہ آدم علیہ السلام نے پہلے اپنے نفس کے واسطے تنہا استغفار کیا چنانچہ حدیث ابن عباسؓ وغیرہ مین مفرد اپنے واسطے ضمیر مذکور ہے پھر حواؑ کو ساتھ لیکر استغفار کیا جیسا کہ قولہ تعالے - قالا ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ - کی ضمیر تثنیہ دلیل ہے اگر کہا جاوے کہ تواب بمعنی مبالغہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی جناب مین مبالغہ کیونکر ٹھیک ہو سکتا ہے کیونکہ مبالغہ موجود سے بڑھکر بیان کرنیکو کہتے ہین جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کامل ہین تو اُنمین مبالغہ نہین ہو سکتا - پس شیخ سیوطیؒ نے فرمایا کہ بندون کی کثرت کی وجہ سے تواب فرمایا جیسے رحیم بھی بندون کی کثرت کی وجہ سے آیا - بعض علما نے کہا کہ تواب ورحیم کو جمع کر دینے مین توبہ کرنے والون کے لیے عفو کے باوجود رحمت کا وعدہ ہے - ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے واسطے حکم تقدیری جاری تھا تو یہ خطیہ اُنکے ساتھ پیدا ہوا کہ اگر وہ استغفار سے بفضل الٰہی محو نہو تو برقرار رہے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے بندون کو رحمت سے مشمول فرمایا چنانچہ آدم علیہ السلام نے ان کلمات سے عذر کیا - مترجم کہتا ہے کہ مسئلہ تقدیر عجیب حکمت الٰہی عزوجل ہے جسکی نسبت مین نے بارہا اہل عقل کو تنبیہ کی کہ جب یہ حکمت الٰہی عزوجل کا ظہور ہے تو عقل ضعیف اُسکو کیونکر ادراک کر سکتی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ حکمت الٰہی کا ادراک محال ہے تو سوا جاہل احمق کے کوئی شخص اسکے درپے نہین ہو سکتا اسیواسطے حدیث صحیح مین خوض تقدیر کے بارہ مین بہت شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے اور حدیث ابوہریرہؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمؑ وموسیٰؑ نے اپنے رب عزوجل کے پاس باہم امر حق کی بابت اپنی اپنی حجت ظاہر کی - (یعنی عالم حقیقی مین نہ اس جہان فانی مین) پس آدمؑ نے موسیٰؑ پر غلبہ پایا موسیٰؑ نے آدمؑ سے کہا کہ تم وہ آدم ہو کہ اللہ تعالے نے تمکو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تم مین اپنی روح پھونکی اور تمھارے لیے اپنے ملائکہ سے سجدہ کرایا اور تمکو اپنی جنت مین بسایا پھر تمنے اپنی خطیہ سے لوگونکو زمین پر گرایا آدمؑ نے فرمایا کہ تم وہ موسیٰ ہو کہ اللہ تعالے نے تمکو اپنی رسالت وکلام کے لیے برگزیدہ فرمایا اور تمکو الواح عطا کین جنمین ہر چیز کا کھلا بیان لکھا - یا اور مناجات کے لیے تمکو اپنی درگاہ سے نزدیک کیا تم بتلاؤ کہ تمنے توریت مین نہین پایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کس قدر زمانہ پہلے توریت کو لکھوایا موسیٰؑ نے کہا کہ ہان چالیس برس پہلے لکھوایا تو آدمؑ نے فرمایا کہ کیا تمنے اُسمین نہین پایا کہ آدمؑ نے اپنے پروردگار کا حکم بھلایا تو راہ بھٹک گیا موسیٰؑ نے کہا کہ ہان تب آدمؑ نے فرمایا کہ پھر تم ایسی چیز پر ملامت کر سکتے ہو (یعنے لوگونکا زمین پر اُتارنا میرا فعل بتلاتے ہو) حالانکہ میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھدیا گیا تھا (صحیح مسلم) واضح ہو کہ اس حدیث مین چالیس سال کی مقدار بربناے تحریر توریت ہے ورنہ تقدیر خلائق کی تحریر تو پیدائش آسمان وزمین سے ہزارون برس پہلے واقع ہوئی جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث عبداللہ بن عمرؓ مین مذکور ہے اور اصل تقدیر حتی کہ عاجز وچالاک تک جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث صحیح مسلم مین ہے وہ علم الٰہی ازلی ہے جسکے واسطے کوئی ابتدا نہین ہے - م - شیخؒ نے لکھا کہ بعض مشائخ کے نزدیک کلمات یہ ہین - ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ - مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم - شیخ نے لکھا کہ بعض مشائخ نے کہا کہ کلمات یہ ہین کہ الٰہی مین نے تیری ہی وجہ سے دھوکا کھایا - مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہو کہ جب ابلیس نے اللہ تعالے کے نام پاک کی جھوٹی قسم کھائی تو آدم علیہ السلام نے اُسکی بات مان لی واللہ تعالیٰ اعلم - مترجم کہتا ہے کہ الحمد للہ کہ توبہ کا دروازہ ابھی کشادہ ہے لہٰذا توبہ کے شرائط وفضائل انشاء اللہ تعالے اپنے موقع پر بیان ہونگے واضح ہو کہ اللہ تعالے نے اولاد آدم علیہ السلام کو اُنکی پشت سے مثل چیونٹیون کے نکالا جنمین سے سیاہ صورت کفار تھین وسفید تصویر مؤمنین تھین اور اُنسے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا پس سبھون نے اقرار کیا کہ بیشک تو ہمارا پروردگار ہے اور اسکو میثاق ازل کہتے ہین - اور بعضون نے

لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ذریات پر ساتون آسمانون و زمینون و حضرت آدم کو گواہ کر لیا۔ بعض آثار مین وارد ہے کہ یہ معاہدہ قبل دخول
جنت کے وادی عرفات مین ہوا تھا اور چونکہ مشیت الٰہی متعلق تھی کہ آدم علیہ السلام کی ذریات کو زمین مین خلیفہ کیا جاوے لہٰذا درخت کا
پھل کھانے کی لغزش واقع ہونے کے بعد زمین مین اُتارنے کی حکمت پوری ہوئی اور تمام ذریات کو مکرر تاکید فرمائی۔ قُلْنَا اهْبِطُوا
مِنْهَا جَمِيعًا ۚ یعنے ہمنے فرمایا کہ یہانسے تم سب کے سب اُترو۔ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى - سو اگر تمھارے پاس
میری جانب سے ہدایت آوے۔ ف یعنی کتاب الٰہی و رسول آوے تو اُسکو فضل الٰہی سمجھکر کمال شکر واجب ہے کیونکہ
کوئی استحقاق بعد عہد مذکور کے اور باوجود عبودیت کے ہرگز لازم نہین ہے۔ فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ پس جسنے میری ہدایت کی پیروی کی تو اُنپر کچھ خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے
ف یعنے جو ایمان لایا اور طاعت پر عمل کیا تو اُنپر خوف عذاب نہین اور نہ وے جنت سے محروم ہونے پر غمناک ہووینگے
کیونکہ جو لغزش کہ حضرت آدم علیہ السلام سے واقع ہوئی وہ معاف کر دیگئی۔ حاصل یہ کہ تمام ذریات مین سے جس فریق نے
ہدایت یعنے کتاب و رسول کی پیروی کی اور ایمان لایا تو دنیا مین اُسکو وہی پہونچیگا جو تقدیر ہے مگر آخرت مین وہ غمناک نہوگا بلکہ
کہ جنت مین داخل کر دیا جائیگا رہا دوسرا فریق جو نمانے تو اُسکو فرمایا۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ اور جن لوگون نے نمانا اور ہماری نشانیون کو جھٹلایا تو وہی جہنمی ہین اور وہ وہین ہمیشہ رہنے والے
ہین ف یعنے جو فرقہ ایمان نہ لایا خواہ وہ نیچر دہریہ ہو یا بت پرست ہو یا حضرت عیسیٰؑ مین الوہیت کا قائل ہو یا کسی پیغمبر سے منکر ہو
یا فرشتہ یا شیطان وغیرہ کسی کے وجود سے یا کسی قطعی اعتقادی بات سے انکار کرے تو یہ سب فرقہ کفر ہین جنھون نے اللہ تعالےٰ کی
آیات کو جو آسمانی کتابون مین موجود ہین اور آیات قدرت کو بھی جو عالم مین موجود ہین جھٹلایا اُنکی نسبت فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب النار ہین
یعنے جہنم ہی سے اُنکی خصوصیت ہے تو ظاہر ہے کہ وہی اُنکا مقام ہے لیکن صریح منصوص فرمایا کہ وے جہنم ہی مین ہمیشہ رہینگے نہ مرینگے اور
نہ فنا ہونگے۔ چنانچہ حدیث مین ہے کہ جب اصحاب الجنۃ اپنے مقام جنت مین اور اصحاب جہنم اپنے مقام جہنم مین داخل ہوجاینگے تو موت بشکل
سیاہ مینڈھے کے درمیان مین لاکر ذبح کیجاویگی اور پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت اب ہمیشگی ہے کہ موت نہین ہے اور اے اہل جہنم اب ہمیشگی ہے
کہ موت نہین ہے (الصحیح) یہانسے معلوم ہوا کہ جو لوگ مومنین بوجہ گناہ کے جہنم مین سزا پاوین وہ اصحاب جہنم نہین ہین۔ چنانچہ حدیث
ابو سعیدؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جہنم جو مخصوص وہین کے لوگ ہین تو یہ لوگ نہ وہان مرینگے اور نہ زندہ ہونگے (یعنی
وہ زندگی موت سے بدتر ہے کیونکہ عذاب مین پڑے رہینگے) لیکن گنہگارون مین سے بعض قومون کو بوجہ اُنکے گناہون کے آگ پہونچیگی
تو انکو اللہ تعالیٰ ایک قسم کی موت دیدیگا حتی کہ جب کوئلہ ہو جاوینگے تب شفاعت کی اجازت ہوگی (صحیح مسلم و ابن جریر وغیرہ) مترجم کہتا ہے
کہ شفاعت گنہگارون کے واسطے نصوص قطعیہ و احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور جو گنہگار کہ جہنم مین داخل ہونگے اُنمین سے بعض
اسی حالت مین نکالے جائینگے کہ آگ نے اُنکو پنڈلیون یا کمر وغیرہ تک جلایا ہو چنانچہ احادیث صحیحہ مین ثابت ہے اور یہ آخری
مرتبہ ہے کہ کوئلہ ہو جاوین اور یہین سے بعض علماء نے نکالا کہ یہان لوگون کے واسطے تیسری موت اور تیسری زندگی ہے۔ آیت مین
ہدیٰ سے مراد انبیاء و رسول و کتب ہین یہ قول ابو العالیہ ہے اور یہ تفسیر باعتبار ابتدائے وجود آدمؑ سے قیامت تک ہے اور اب اُسکا حصر صرف
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید ہے اسیواسطے مقاتل بن حیانؒ نے فرمایا کہ ہدیٰ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ اور حسن بصری نے

فرمایا کہ قرآن مجید مراد ہے اور دونون قول صحیح ہین اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید دونون متلازم ہین کیونکہ جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا اُسنے قرآن مجید کو مانا اور جسنے قرآن مجید کو مانا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا (فائدہ) کلمہ اما - دراصل ان ما ہے کہ نون کو میم مین ادغام کردیا گیا ہے اور کلمہ ما تاکیدی ہے اور قرآن مجید مین ہر جگہ اما کے بعد فعل بھی ہو کہ نون تاکید ہے اور یہی قیاس ہے - واضح ہو کہ حرف شرط ایسے مقام پر آتا ہے جسکا واقع ہونا ضروری و قطعی نہو مثلاً کہتے ہین کہ اگر زید آیا تو مین خاطر کرونگا اور یون نہین کہتے کہ اگر آفتاب نکلا تو مین خاطر کرونگا بلکہ یون کہتے ہین کہ جب آفتاب نکلیگا تب خاطر کرونگا لہذا یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ ہدی یعنی کتاب و رسولون کا بھیجنا تو یقینی تھا پھر اُسکو حرف اما شرطیہ کے ساتھ کیون فرمایا یعنے اسمین کیا بلاغت و حکمت ہے بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ اسمین بلاغت لطیفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اُسکی مخلوق پر بالکل ظاہر ہے باوجود اسکے اُنسے عہد بھی لیا گیا تھا تو کتاب و رسول بھیجنا ضروری نہ تھا لہذا سورہ یوسف مین فرمایا - ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون - یعنی حضرت یوسفؑ نے کہا کہ یہ رسالت و ہدایت ہم کو نیز اور تمام لوگون پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہین کرتے ہین - آیت مین کلمہ خوف مرفوع ہے اور حرف لا کی وجہ سے مبنی بر فتحہ نہین چنانچہ لا ہم اسپر شاہد ہے کیونکہ لا نفی جنس معرفہ مین عمل نہین کرتا ہے اور چونکہ - لا ہم - کا عطف لا خوفٌ - پر ہے تو وہ بھی اسیطرح معمول نہوگا علاوہ برین اگر لا نفی جنس ہو تو - لا خوف - سے جنس خوف بالکل مرتفع ہوگی حالانکہ مومنین سے خوف دنیاوی مرتفع نہین ہے حتی کہ ایمان ہی خود خوف و اُمید کے درمیان ہے یعنے مومن وہ ہے کہ خوف عذاب سے مطمئن نہو اور اُمید ثواب سے مایوس نہو کیونکہ عذاب سے نڈر ہونا یا ثواب سے مایوس ہونا دونون کفر ہین پس مومنون سے جنس خوف کی نفی نہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ آخرت مین اُنکو کچھ خوف نہوگا ہان اگر ہدایت یعنی قرآن و رسول کی پیروی مین قصور ہو جیسے گنہگار مومنون سے ہوتا ہے تو اُنکو فی الجملہ قیامت مین بھی خوف ہوگا کیونکہ اُنھون نے پیروی پوری نکی لیکن وہ جلد مرتفع ہوجائیگا - آیات جمع آیہ کہ دراصل اَیَیَہ تھا جسکو خلاف قیاس آیہ کیا یعنے یا کو الف سے بدل کر الف ممدودہ کیا - تبیان مین شیخ عکبری نے زعم کیا کہ قیاس اسطرح جاری نہین ہے کیونکہ جہان دو یا جمع ہون تو دوم بدلتے ہین جواب دیا گیا کہ یہ خلاف قیاس ہے فتلقی - کی فا جملہ معترضہ ہے نہ عطف اسواسطے کہ تاکید سے پہلے معطوف نہین آتا رہا یہ کہ پھر بیچ مین کیون لائے تو جواب یہ ہے کہ اسمین قاعدہ جلیلہ یہ ہے کہ گناہ ظاہر ہونے پر فوراً توبہ کرے اور یہ کہ توبہ خود قابل اہتمام ہے کیونکہ ڈھیل ڈالنا دوسرا گناہ ہے - (فائدہ) ان آیات مین چند علوم ہین اول یہ کہ جنت مخلوق موجود ہے دوم آنکہ جنت اوپر ہے اسیواسطے آیا کہ یہانسے اترو سوم آنکہ توبہ قبول ہوتی ہے جبکہ مع شرائط کے دل سے ہو اور وہ دراصل دلی ندامت ہے چہارم آنکہ توبہ مین جلدی و اہتمام کرنا چاہیے پنجم آنکہ جنکے کفر کے واسطے عذاب آخرت دائمی ہے تو معلوم ہوا کہ مومن گنہگار کے واسطے دائمی نہین ہے ورنہ کچھ فرق نہوتا حالانکہ مومن و کافر مین فرق قطعی ہے - (لطیفہ) مومنین جب جنت مین داخل ہونگے تو وہانسے نہین نکالے جاوینگے لیکن حضرت آدم علیہ السلام قبل وفات کے داخل ہوے اور باہر بھی آئے تو معلوم ہوا کہ بعد وفات کے جو داخل ہو وہ نہین نکلیگا (تنبیہ) حدیث مین ہے کہ میری امت سے خطا و نسیان کا گناہ دور کیا گیا ہے (السنن) یہ آپ ہی کی امت مرحومہ کی خصوصیت ہے ورنہ ابو البشر آدم علیہ السلام پر بھول چوک سے عتاب ہوا اور یہ امتحانات الٰہی ہین چنانچہ حدیث مین ہے کہ سب لوگون سے بڑھکر انبیا علیہم السلام امتحانات مین مبتلا ہوتے ہین پھر جو اُنسے نزدیک تر ہین پھر جو اُنسے نزدیک تر ہون یعنے درجہ بدرجہ (الترمذی وغیرہ) اور ایک روایت مین ہے کہ انبیا علیہم السلام سب سے بڑھکر مبتلائے امتحان ہوتے ہین پھر علماء پھر صالحین (الحاکم) حدیث مین ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے عہد لیا اور بعض کو نصیحت فرمائی کہ امور خیر مین سے کسی فعل کو قلیل نہ سمجھے اور شرعی منکرات مین سے کسی فعل کو حقیر نہ سمجھے

مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کے واسطے شاہد یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کو عزم کے ساتھ خیال نہین فرمایا اور اس قصہ مین تنبیہ ہے کہ عہد الٰہی پر شکر گزاری کے ساتھ قائم رہے ورنہ اسکا انجام خراب ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ یہود و نصاریٰ سے توریت و انجیل مین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے واسطے متواتر عہد لیا گیا لیکن اُن لوگون نے بدعہدی کر کے اپنی عاقبت خراب کی حالانکہ مکرر یاد دلایا چنانچہ فرمایا

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِيٓ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مین نے کیا تمپر اور پورا کرو قرار میرا

أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ وَإِيَّٰيَ فَٱرۡهَبُونِ ۝ وَءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلۡتُ مُصَدِّقٗا لِّمَا

مین پورا کرون قرار تمہارا اور میرا ہی ڈر رکھو اور مانو جو کچھ مین نے اُتارا سچ بتاتا

مَعَكُمۡ وَلَا تَكُونُوٓاْ أَوَّلَ كَافِرِۢ بِهِۦۖ وَلَا تَشۡتَرُواْ بِـَٔايَٰتِي ثَمَنٗا قَلِيلٗا وَ

تمہارے پاس والون کو اور مت ہو تم پہلے منکر اُسکے اور نہ لو میری آیتون پر مول تھوڑا اور

إِيَّٰيَ فَٱتَّقُونِ ۝

مجھی سے بچتے رہو

بنی اسرائیل اولاد یعقوب علیہ السلام کیونکہ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام کو اسرائیل کہتے تھے کیونکہ عبرانی زبان مین اللہ تعالیٰ کا نام ایل اور اسر یعنے بندہ تو اسرائیل یعنے عبد اللہ ہے بالجملہ مفسرین متفق ہین کہ بنی اسرائیل اولاد یعقوب ہین اور جن لوگون کو خطاب کیا گیا وہ بھی یہود ہین جو بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین مدینہ مین موجود تھے شیخ عبد الحق نے سیر مین نقل کیا کہ یہان ان یہودونکی ابتداے سکونت زمانہ حضرت موسیٰ یا سلیمان علیہ السلام سے ہے کیونکہ جب وہ خانہ کعبہ کی زیارت کو آئے توراۃ مین یثرب یعنی مدینہ طیبہ مین وہ آثار پائے گئے جو توریت وغیرہ مین پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن ہجرت کے بارہ مین مذکور ہین اور وحی نبوت سے بھی معلوم ہوا لہٰذا ایک گروہ یہود نے درخواست کی کہ ہم لوگ یہین رہین تاکہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ایمان لاوین چنانچہ انکو اجازت ملی اور یہ لوگ اسی شوق مین یہان رہتے حتی کہ جب کوئی مرنے لگتا تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اگر تمکو زمانہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میسر ہو تو میرا سلام عرض کر کے میرا ایمان لانا ظاہر کیجیو حتی کہ اسی وتیرہ پر ایک زمانہ گذر گیا پھر یمن کے عرب دو بھائی اوس و خزرج بھی یہان آکر آباد ہوئے لیکن یہودیون کی حالت اُسوقت از راہ دیانت خراب ہو گئی تھی حتی کہ یہودیون کی جماعت عظیم ان یمنیون پر ظلم کرتی تھی در آخر اللہ تعالےٰ نے یمنیون کی اولاد مین برکت عطا فرمائی اور رفتہ رفتہ انمین اسقدر کثرت ہو گئی جنھون نے اُن یہودیون کا مقابلہ کر کے اُنکو زیر کیا پھر ایک زمانہ کے بعد اوس و خزرج کی اولاد مین باہم نفاق پیدا ہوا حتی کہ باہم لڑائیان شروع ہوئین اور یہودی بھی خوشامد مین بعضے اوسیون کے اور بعضے خزرجیون کے تابع ہو گئے لیکن یہ گروہ یمنی سب بت پرست تھے اور یہودی اپنے دین پر قائم تھے اور جب کبھی یمنیون سے تنگ ہوتے تو بد دعا کرتے اور کہتے کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل سے ان لوگون کی شرارت سے محفوظ رکھ اور یمنیون سے کہتے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ ہم لوگ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے سایۂ حمایت مین ہوکر تمپر جہاد کرینگے پس قبائل مین اس سے تعجب کرتے کیونکہ یہ علم فقط یہودیون کے پاس کتاب توریت وغیرہ مین موجود تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون پر تشنیع

فرمائی بقولہ تعالیٰ ۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین چنانچہ عنقریب اسکی تفسیر آویگی اور یہ دلیل قطعی متواتر ہے کیونکہ اگر یہودی اس ذریعہ سے دعا نہ کرتے ہوتے تو فوراً جھٹلاتے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک ظاہر ہوئی تو اہل یثرب جو مکہ مین قریش سے معاہدہ حج کرنے کے واسطے گئے تھے اول اُنھون نے یہودیون ہی کے بیان سے پہچانا کہ یہی پیغمبر آخر الزمان ہین جنکے نام سے یہودی ہمکو ڈرایا کرتے تھے پس وہ پہلے ایمان لے آئے جس سے یہودیون کے دلون مین عداوت کی آگ زیادہ بھڑک اُٹھی حتی کہ وہ لوگ انکار پر آمادہ ہوگئے اور گروہ مین سے جو صفات وفضائل بیان کیا کرتے تھے برعکس بیان کرنا شروع کیے مثلاً حلیہ شریف بدل کر کہنے لگے کہ پیغمبر آخر الزمان تو سیہ فام دراز قد پتلے دبلے ہونگے ولیکن اللہ تعالیٰ نے یہ دولت یمنیون کے حق مین ازل سے لکھی تھی انھون نے یہودیون کی عداوت پہچان لی اور ایمان پر ثابت قدم رہکر انصار کہلائے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو یہودیون نے جان بوجھ کر انکار کیا پس اللہ تعالیٰ نے جو نعمتین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے آگے پیچھے اولاد یعقوب پر نازل فرمائی تھین بدین وجہ کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے وہ ان یہودیون کو بھی یاد دلائین چنانچہ فرمایا بقولہ تعالیٰ ۔ یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ ۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو میری اُن نعمتون کو جو مین نے تمپر انعام کی تھین ف یعنے تمھارے باپ دادون پر انعام فرمایا کہ اُنکو عذاب فرعون سے نجات دی اور فرعون کو ہلاک کیا اور اُنکے واسطے دریا کا راستہ کھول دیا اور جنگل مین جہان بھوک سے مرجاتے من وسلویٰ و آب شیرین پہونچایا و دیگر انعامات کثیرہ جنکا بیان آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس اُسی انعام کی بدولت تمھاری نسل پیدا ہوئی پس تم اُن نعمتون کو یاد کرو وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۔ اور پورا کرو میرا عہد مین تمھارا عہد پورا کرونگا ۔ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ۝ اور مجھی سے امید لگائے ہوئے خوف رکھو ۔ ف اور شیطانی وسواس سے کسی غیر سے مت ڈرو کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوجاؤگے تو عوام یہودی تمھاری سرداری چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوجاوینگے پس جو کچھ تمکو نذرانہ دیا کرتے ہین وہ بند ہوجائیگا پس تم حقیر مال کے پیچھے عہد چھپا کر کافر مت بنو اور مجھی سے خوف کرو ایسا نہو کہ جو عذاب بعضے اقوام بنی اسرائیل پر بوجہ نافرمانی کے بندر و سور کی صورت مین مسخ کردینے وغیرہ کا نازل ہوا تھا وہ تمپر بھی نازل ہو جبکہ تم عہد پورا نکرو ۔ فارہبون ۔ دراصل ۔ فارہبونی ۔ تھا کہ یا وقف آیت پر قرارت نہین ہوتی اسیواسطے نون مکسور ہے جیسے ایای فاتقون ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے یہودیون کو انعام وثواب سے رغبت بھی دلائی اور عذاب سے خوف بھی دلایا تا کہ عہد پورا کرین علماء نے کلام کیا کہ عہد سے کیا مراد ہے حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہ عہد قولہ تعالیٰ لقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوۃ وآتیتم الزکوۃ وآمنتم برسلی واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیئاتکم ولادخلنکم جنات تجری من تحتہا الانہار الآیۃ ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور اُنمین بارہ نقیب مقرر فرمائے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مین تمھارے ساتھ ہون اگر تمنے نماز ٹھیک قائم کی اور زکوۃ دی اور میرے رسولون پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیا تو بیشک تمھارے گناہون کو تمپر سے کفارہ کردونگا اور ضرور تمکو ایسے جنات مین داخل کرونگا جنکے نیچے سے نہرین جاری ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کے موافق حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا یہودیون پر قطعی تھا خصوص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک عہد خاص لیا گیا بقولہ تعالےٰ ۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ الآیۃ ۔ و دیگر آیات صریح ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار وصفات لوگون سے بیان کرین

اور بالکل نہ چھپا دین اور بیان عہد مذکور سے یہی مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرین اسیواسطے شیخ ابن کثیر نے لکھا
کہ دیگر علما تابعین نے فرمایا کہ یہ عہد وہی ہے جو اللہ تعالےٰ نے توریت مین یہودیون سے میثاق مؤکد لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب بنی اسمٰعیل مین سے
ایک پیغمبر عظیم پیدا فرماویگا کہ تمام قبائل پر اُسکی اطاعت فرض ہوگی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماویگا جنکی رسالت تمام جہان پر لازم
ہوگی پس جو کوئی اس پیغمبر کی فرمانبرداری کریگا اللہ تعالےٰ اُسکے گناہ بخشیگا اور اُسکو جنت مین داخل کریگا اور اُسکو دوہرا ثواب عطا کریگا
مترجم کہتا ہے کہ توریت و انجیل مین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک مع فضائل و کمالات و مقام ہجرت و بعض احکام شریعت و صفات
و اوصاف خلفاء راشدین اور اپنی کمال رحمت و وعدۂ ثواب عظیم مفصل مذکور ہے اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیاء بنی اسرائیل سے تفصیل تمام تو
ہر حتیٰ کہ جیسے آدمی اپنے بیٹے کو ہر وقت و ہر گھڑی دیکھنے سے بخوبی پہچان جاتا ہے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و آثار ہر زمانہ و
ہر وقت کے پیغمبرون سے بنو اسرائیل کو سنلائے و بتلائے گئے تاکہ فوراً پہچان لین اور کچھ بھی تردد نہو لیکن شان الٰہی عجیب حکمت بالغہ ہے کہ
باوجود اسطرح پہچاننے کے یہودیون نے گمراہی اختیار کی گویا اس سے مسئلۂ تقدیر بدلیل قطعی تعلیم فرمایا کہ ان لوگون نے کسی تردد یا شبہہ
کی وجہ سے کفر نہین کیا بلکہ مشیت تقدیر الٰہی انپر پوری ہوئی تاکہ یہ بھی حجت باقی نرہے کہ ہمکو پہچان مین کچھ شبہہ تھا اور اس سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعظیم شان آپکے خالق عزوجل کی بارگاہ عظمت سے بندون پر کس طرح ظاہر فرمائی گئی ہے کہ انبیاء اولو العزم و کتب آسمانی کے
بیان سے ہر وقت و زمانہ مین عہد و میثاق لیا گیا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام رازی نے انبیاء سابقین علیہم السلام سے حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی بشارات کثیرہ نقل فرمائین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے ہرچند توریت و انجیل مین تحریف کی لیکن ہزارون کتابون
مین تحریف کرتے کرتے زمانۂ دراز گذرا اور بہت سے نسخے مسلمانون کے بھی ہاتھ آگئے مگر جہانتک اُنکے بادشاہ و عوام کی عداوت شدید سے
ممکن ہوا اُنھون نے صریح بیانات کو بگاڑ کر تحریف کر دیا لیکن ہم جانتے ہین کہ بحکم قولہ تعالیٰ ۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ
مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیۃ کے قطعاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت توریت و انجیل مین مذکور ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا
مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد الآیۃ۔ پس صریح نام سے بشارت مذکور ہے چنانچہ آیت سابق کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ عجیب تفسیر شریف آویگی
اور امام رازی وغیرہ نے جو بشارات نقل کیے مع دیگر روایات کے ملخص بیان کرتا ہون حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے خود عبرانی زبان
عبرانی سیکھی تھی پس اُنھون نے روایت کی کہ واللہ توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کثیرہ مین سے بعض وہ ہین جو قرآن مجید
مین مذکور ہین پھر اُنکو مفصل بیان فرمایا جیساکہ سنن ترمذی وغیرہ کی روایت مین مذکور ہے اور ایسکے مثل کعب احبار سے جو علماء یہود
مین سے بہت بڑے عالم تھے مفصل روایت ہے اور وہ بھی سنن ترمذی وغیرہ مین مذکور ہے۔ رازی وغیرہ نے ذکر کیا کہ توراۃ کے سفر اول کی
فصل نہم مین مذکور ہے کہ جب سارہؓ نے ہاجرہؓ پر غصہ کیا تو ہاجرہؓ گھر سے نکلکر بھاگین راہ مین ایک فرشتہ بشکل آدمی انکے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ
ای ہاجرہؓ تم کہان جاتی ہو تو ہاجرہؓ نے کہا کہ مین اپنی بی بی سارہؓ کے پاس سے بھاگی جاتی ہون پس فرشتہ نے کہا کہ نہین تو اپنی مالکہ سارہؓ کے
پاس لوٹ جا اور عاجزی کے ساتھ اُسکی فرمانبرداری مین قائم رہ کہ اللہ تعالیٰ عنقریب تیری کھیتی کی بڑھاو کثیر فرماویگا اور تیری نسل کی ذریات
بہت ہوگی چنانچہ تھوڑے ہی دنون بعد تو حاملہ ہوکر ایک بیٹا جنے گی اور اُسکا نام اسمٰعیل رکھیو اور یہ بات اللہ عزوجل نے اسواسطے تجھپر
رحمت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب تیرا منقطع ہونا جانا اور تیری عاجزی سن لی و راس ذریت مین یہ ایک شخص عین الناس ہوگا اور اُسکا ہاتھ
سبھون پر بالا ہوگا اور سبھون کے ہاتھ عاجزی کے ساتھ اسکی طرف پھیلے ہونگے اور وہ سب بھائیون کے برخلاف اپنے رب عزوجل کا شکر گذار ہوگا امام رازی اس سے

اسطرح استدلال کیا کہ یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خاصۃً صادق ہے اسواسطے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی یہ حالت نہین ہوئی بلکہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام مین سے بھی کسیکو یہ ثروت نہوئی کہ بنی اسرائیل کی قومون پر زبردست ہو اور عاجزی کے ساتھ سب ہاتھ انکی جانب پھیلے ہون حتی کہ وہ لوگ عرب کے جنگلون پہاڑون مین خانہ بدوش کی طرح رہتے تھے انکو یہ بھی طاقت نہ تھی کہ شام و عراق مین داخل ہون اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی جب وہ لوگ مسلمان ہوئے تو اللہ تعالے نے انکو روے زمین مین سے اکثر کا مالک کیا اور تمام قومون کے ہاتھ انھین کیطرف عاجزی کے ساتھ پھیل گئے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام رازی نے جو کچھ عبارت بالفعل توریت مین موجود تھی اُسی سے عمدہ استدلال قائم کیا حالانکہ یہ احتمال ضرور ہے کہ یہود و نصاری نے عداوت سے درمیانی فقرہ حذف کر دیا ہو جسمین صریح نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہو حتی کہ جو شخص غور کرتا ہے اسکو ربط عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جہان یہ فرمایا "اور یہ شخص عین الناس ہوگا" اس سے پہلے ظاہرا کچھ عبارت نکال ڈالی گئی ہے اور امام رازیؒ نے بہت خوب کیا کہ اگر مان لیا کہ عبارت نکالی نہین گئی تو بھی تصدیق توریت کے واسطے فرض لازم ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہو کیونکہ بغیر اسکے عبارت صادق نہین ہوتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس سے خلفاے راشدین کی بھی بشارت نکل آئی کیونکہ یہ زمانہ خلفاے راشدین کے وقت مین حاصل ہوا حالانکہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مین سے شمار کیا گیا۔ دلیل دوم سفر پنجم کی فصل گیارہ مین مذکور ہے کہ تمھارا رب تمھارے واسطے میرے مثل ایک نبی تمھارے درمیان تمھارے بھائیون مین سے قائم کریگا اور اسی فصل مین مذکور ہے کہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام سے فرمایا کہ مین ان لوگون کے لیے یعنے بنی اسرائیل کے لیے تیرے مثل ایک پیغمبر انکے بھائیون مین سے قائم کرونگا (یعنے بنی اسمٰعیل مین سے) اور یہ پیغمبر جو کلمات میرے نام کے ساتھ میری طرف سے ادا کریگا تو جو شخص نہین سنیگا مین اُس سے انتقام لونگا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بشارت بہت قوی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثل قوت و شوکت جہاد کسی پیغمبر کو بعد موسی علیہ السلام کے نہین ہوئی کیونکہ سب اسی توریت کے تابع تھے حتی کہ عیسی علیہ السلام بھی اسی کے تابع تھے اور صاف اشارہ ہے کہ یہ پیغمبر موصوف کوئی کتاب مثل توریت و انجیل کے نہین لائیگا بلکہ کلمات الٰہی اسکے قلب پر وحی کیے جاینگے جنکو وہ اللہ تعالے کے نام کے ساتھ سناویگا یعنے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ وحی الٰہی سناویگا یا اقرأ باسم ربک الذی خلق سناویگا یہ وہ بنی اسرائیل مین سے نہین بلکہ اُنکے بھائیون بنی اسمٰعیل مین سے ہوگا کیونکہ اسرائیل یعنے یعقوب علیہ السلام کا کوئی بھائی سواے عیص کے نہ تھا اور عیص کی اولاد مین سے سواے ایوب علیہ السلام کے کوئی پیغمبر نہین ہوا پھر ایوب علیہ السلام بھی موسی علیہ السلام سے پہلے ہو گئے تھے تو موسی علیہ السلام کو انکی بشارت کیونکر دیجاتی پھر یہ بات ظاہر ہے کہ بعد موسی علیہ السلام کے جو پیغمبر ہوا وہ بنی اسرائیل مین سے تھا سواے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ البتہ بنی اسمٰعیل مین سے ہین تو قطعاً یہ صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہین اگر کہا جاوے کہ عبارت مذکورہ مین تو یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالی اس پیغمبر کو ان لوگون کے درمیان قائم کریگا تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاری مین قائم ہو کر انکو ایمان کی تعلیم فرمائی پس جو ایمان لایا وہ اچھا رہا اور جسنے نہ مانا اللہ تعالی نے اُس سے انتقام لیا۔ دلیل سوم یہ کہ سفر پنجم کی فصل بستم مین مذکور ہے

ان الرب تعالی جاء من طور سیناء وطلع لنا من ساعیر وظهر من جبال فاران صف عن يمينه عنوات القدوسين فمنحهم العز وحببهم الى الشعوب ودعا لجميع قدوسية بالبركة۔ یعنے رب تعالی طور سیناء سے آیا اور ساعیر سے ہمارے واسطے طالع ہوا اور جبال فاران سے ظاہر ہو گیا اور اُسکے داہنی سے عنوات قدوسین کی صف باندھی پس انکو عزت عطا فرمائی و شعوب و قبائل مین انکو محبوب کر دیا اور برکت کے ساتھ پوری قدوسیت کی دعوت فرمائی مترجم کہتا ہے کہ عرب کے جمیع شعوب و قبائل باہم دشمن و خونریز تھے اور اللہ تعالی کی جناب مین شرک و بدگوئی کرتے تھے پھر جب جبال فاران سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور صف

قدوسین قائم ہوئی تو آخر جمیع شعوب وقبائل کو صحابہ رضی اللہ عنہم محبوب ہوگئے اور کمال معرفت مین انکو برکت عطا فرمائی حتی کہ امم سابقہ کے انبیاء علیہم السلام جن علوم ومعارف کو پہونچے تھے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو عطا فرمایا - امام رازی نے لکھا کہ بالاتفاق جبال فاران یہی ہین جو حجاز مکہ مین ہین اور خود توریت مین یہ بات مذکور ہے کہ اسمعیل نے بیابان فاران مین تیراندازی سیکھی پھر یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اسمعیل علیہ السلام نے ایام شیرخوارگی ہی سے مکہ مین سکونت اختیار کی پھر یہ بات معلوم ہے کہ اسمعیل علیہ السلام اسکا مصداق نہین ہوسکتے کیونکہ اسمعیل علیہ السلام کے ایام سکونت مین وہان سوائے جنگلی شکار کے کوئی جماعت بھی کسی طرح قائم نہ تھی تو عزت کہان سے ہوتی اور خانہ کعبہ کی بنیاد بھی مدت بعد بنا ہوئی تو قدوسین کے ربوات یعنی مساجد کہان سے قائم ہوتین کیونکہ عرب مسجد کا نام بھی نہین جانتے پس کچھ شک نہین کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہے اور یہودیون نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ طور سینا و ساعیر و فاران مین آگ لگیگی اور تمام جہان مین منتشر ہوجائیگی - مین کہتا ہون کہ ان جنبیون نے عجیب بے تکے تحریف کے معنے نکالے جو کسی طرح اس کلام سے نہین نکلتے ہین یہ محض جہالت وبددیانتی ہے اور خود کتاب حبقوق مین بیان صریح موجود ہے کہ اللہ تعالی طور سینا سے آیا اور ساعیر سے طلوع ہوا اور قدس جبال فاران سے ظاہر ہوگیا - اگر آسمان بہاء محمد سے کھل جائے اور زمین اسکی حمد سے بھر جائے تو اسکے منظر کی شعاع مثل نور کے ہوگی وہ اپنے شہر کو اپنی عزت سے محفوظ رکھیگا اور امیدین اسکے آگے روان ہونگی اور سباع الطیر اسکے اجناد کے ساتھی ہونگے حتی کہ آخر مین لکھا وترتوی السہام بامرک یا محمد ارتواء وتخور الارض بالانہار ولقد راء تلک الجبال فارتاعت والمحرف عنک شؤبوب السیل ونفرت المہاری نفیرا ورعبا ورفعت ایدیہا وجلا وفرقا وتوقفت الشمس والقمر عن جراہما وسارت العساکر فی برق سہامک ولمعان بیانک تدوخ الارض عضبا وتدوس الامم زجرا لانک ظہرت بخلاص امتک - ھ

یہ بیان بالکل صریح ہے اور کتب نصاری مین یون مذکور ہے - وظہر من جبال فاران لقد تقطعت السماء من بہاء محمد المحمود وترتوی السہام بامرک المحمود لانک ظہرت بخلاص امتک وانقاذ مسیحک - یہ عبارت بھی بالکل صریح ہے اور انقاذ مسیح سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کو کذب یہود ونصاری دونون سے چھڑایا - دلیل چہارم یہ کہ کتاب اشعیا کی نقل بائیس مین مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کو خطاب کرکے فرمایا کہ اٹھ اور اپنے چراغ روشن کر کہ تیرا وقت قریب آیا اور کرامت الٰہی تجھپر طلوع کرنے والی ہے کیونکہ اب زمین پر اندھیر چھا گیا اور استون پر بدلی چھاگئی اور رب عزوجل تجھپر اشراق فرماویگا اور اپنی کرامت تجھپر ظاہر کریگا تیرے نور کے سایہ مین تمام گروہا گروہ آوینگی اور سلاطین تیری روشنی مین روان ہونگے تو اپنی آنکھ اٹھاکر اپنے گردوپیش پر نظر ڈال کہ یہ لوگ تیرے پاس جمع ہونے والے ہین اور تیرے فرزند دور دور سے تیری زیارت کو آوینگے کیونکہ تو ام القری ہے یہانتک کہ آخر مین فرمایا کہ فاران کی بکریان لائی جاوینگی اور میری قربانگاہ مین چڑھائی جاوینگی جس سے مین راضی ہونگا اور اسوقت اپنے بیت حمد کے واسطے ایک حمد نازل کرونگا - ھ - یہ سب صفات شان مکہ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے موجود ہین اور یہ بات بیت المقدس پر کسی طرح صادق نہین آتی - دلیل پنجم یہ کہ توریت کے سفر اول مین ہے کہ اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ اللہ تعالی نے اسمعیل کے بارہ مین تیری دعا قبول کی اور مین اسپر خوب برکت بھیجونگا اور اسکی اولاد مین ایک بزرگ کو امت عظیمہ کے واسطے پیدا کرونگا - اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین کیونکہ سوائے آپ کے کوئی بھی اولاد اسمعیل علیہ السلام مین سے امت عظیمہ کے واسطے نہین ہوا اور خود ابراہیم واسمعیل علیہما السلام نے بعد فراغت بنائے کعبہ کے دعا فرمائی کہ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم آیاتک ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم - اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

کہ مین اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہون بعض علمار نے بیان کیا کہ خود توریۃ
مین مذکور ہے کہ آپکا مولد مکہ ہے اور مسکن طیبہ ہے اور سلطنت شام ہے اور آپکی امت بہت حمد کرنے والی ہوگی۔ دلیل ششم یہ کہ مسیح نے حواریین کو کہا
کہ مین توجاتا ہون اور عنقریب تمہارے پاس فارقلیط روح الحق آویگا جو اپنی طرف سے نہین بولیگا بلکہ وہی کہیگا جو اسے کہا جاویگا۔
رازی نے کہا کہ اسکی تصدیق خود قرآن مجید مین موجود ہے قولہ تعالیٰ۔ ان اتبع الا ما یوحیٰ الی۔ مترجم کہتا ہے بلکہ قولہ تعالیٰ۔ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو
الا وحی یوحیٰ۔ اور فارقلیط کے دو معنے ہین ایک یہ کہ شافع مشفع اور دوم یہ کہ حق و باطل مین تفریق کرنے والا گویا دراصل فاروق لیط تھا
پس لیط کلمہ تحقیق وتاکید ہے۔ دلیل ہفتم یہ کہ دانیالؑ پیغمبر نے بخت نصر کو بطور وحی کے اسکا خواب بیان کیا جسکا ذکر سورۂ بنی اسرائیل مین
انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور اسکے آخر مین ہے کہ پھر اس آخر زمانہ مین اللہ تعالیٰ ایک مملکت قائم کریگا جو قیامت تک رہیگی اور وہ شریعت منسوخ نہوگی
اور بیان دیگر بشارات عجیبہ ہین جنکا بیان آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے موقع پر آویگا اور ان سب کے مجموعہ سے متواتر یہ بات ثابت ہوتی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کتب سابقہ مین توضیح تمام موجود ہے اور یہود و نصاریٰ سے عہد لیا گیا تھا کہ ان بشارات کو ظاہر کرنا
اور ہرگز نہ چھپاوین لہذا ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد دلائی جس سے انکو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت مین
سب کچھ ہے پھر تاکید فرمائی کہ میرا عہد وفا کرو یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات ظاہر کرکے خود ایمان لاؤ تو مین اپنا عہد پورا کرونگا یعنے تمکو ثواب
کے ساتھ جنت مین داخل کردونگا اور تہدید فرمائی کہ مجھی سے ڈرو یعنے دنیا مین جن امور کا خوف کرتے ہو مثلاً جن عوام یہود یون سے تمکو سالانہ نذرانہ
وغیرہ ملتا تھا وہ جاتا رہیگا اور بعد مسلمان ہونے کے فریضہ جہاد مین موت سے ڈرتے ہو اور دنیاوی زندگی پر مرتے ہو یہ سب چھوڑ دو بلکہ جس
رب عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا وہ خود متولی بندگان ہے لہذا حکم فرمایا۔ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ۔ اور ایمان لاؤ
ایسی چیز کے ساتھ جو مین نے نازل فرمائی درحالیکہ وہ تصدیق کرتی ہے اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے۔ ف یعنے ایمان لاؤ قرآن منزل پر جو توریت
وانجیل کی تصدیق کرتا ہے۔ ابوالعالیہ نے کہا کہ یہ اسواسطے کہ وہ لوگ توریت وانجیل مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس لکھا ہوا پاتے تھے
مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام وصفات ونشانات شریعت جس طرح توریت وانجیل مین مذکور ہین انھین کے موافق قرآن مجید
نازل ہوا تو یہ تصدیق ہوگئی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مانند قول ابوالعالیہ کے مجاہد وربیع بن انس وقتادہؒ سے مروی ہے حاصل یہ کہ اہل کتاب کے
ہاتھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے واسطے یہ بہت عمدہ آیت موجود تھی کہ توریت وانجیل مین جو علامات بیان کیے قرآن مجید سے انکی تصدیق ہوگئی
تو نیز ایمان لانا فرض متحتم تھا لہذا حکم دیا کہ تم لوگ ایمان لاؤ باین تصدیق۔ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ۔ اور تم لوگ اسکے ساتھ اول کافر
نہو جاؤ۔ ف بعض نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرنے والون مین سے تم لوگ اول نہو کیونکہ تمکو اسکی شناخت مین وہ علم حاصل ہے جو دوسرون کو
نہین ہے یہی ابن عباسؓ وابوالعالیہؒ سے منقول ہے یعنے جنس اہل کتاب مین سے تم اول نہو اور اسکے مانند حسن وسدی وربیع بن انسؒ سے مروی ہے اور
بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ تم لوگ اس قرآن منزل کے ساتھ اول کافر نہو شیخ ابن جریر نے اسکو اختیار کیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ دونون
قول صحیح ہین یعنے جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اسنے قرآن سے انکار کیا اور جسنے قرآن سے انکار کیا اسنے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے انکار کیا شیخ نے لکھا کہ اول کافر سے یہ مراد ہے کہ بنی اسرائیل کے کافرون مین سے تم اول مت ہو اور یہ تاویل اسواسطے کیگئی کہ یہودیون
سے پہلے قریش وعرب مین سے بہت سے لوگ کافر ہوچکے تھے پھر ہجرت مدینہ کے بعد یہودیون کو خطاب ہوا لیکن انھون نے دنیاوی بات اورزندگی
کی لالچ سے کفر اختیار کیا جسکی بابت اشارۃً پہلے انکو اپنی نعمتین یاد دلائین اور اپنے سوائے غیر سے خوف رکھنے سے ممانعت کی پھر یہان صریح فرمایا

وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴿ - اور میری آیات کے عوض ثمن قلیل مت خریدو ف یعنی میری آیات و رسول پر
ایمان لانے کو ہاتھ سے دیکر تمام دنیاے فانی بہت قلیل ہو کہ اسکی قلت کا اندازہ نہیں ہو سکتا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حدیث صحیح مین دو رکعت
سنت فجر پڑھنے کو دنیا و ما فیہا سے بڑھکر فرمایا پس جب ایمان کے ایک عمل نفل کی یہ فضیلت ہو کہ وہ دنیا و ما فیہا کے برابر نہیں بلکہ بہتر ہو تو تو ن
ایمان کی کیا شان ہوگی اسکو کون قیاس کر سکتا ہو اور یہان تو یہ حال ہو کہ ان لوگون کو تمام دنیا و ما فیہا بھی نہین ملتی تھی بلکہ سالانہ عوام یہود یون
وغیرہ سے کچھ غلہ ملتا تھا پس یہان ایمان کے مقابلہ مین اسکو ثمن قلیل فرمایا تو یہ انکی خواہش کے اعتبار پر ہو اور در حقیقت وہ قلیل ہو حالانکہ وہ
قلت بمنزلہ نفیت کے شمار مین نہین آتی ہو پس ایک گونہ ملامت کے ساتھ انکو منع فرمایا کہ یہ ہیچ پوچ مال دنیاوی جو تلف ہو جائیگا نشانہ ہو اسکو
لیکر عین ایمان بقرآن و رسول کو مت چھوڑو جیسے کوئی شخص لعل و موتی دیکر ایک مٹھی خاک خریدتا ہو تو وہ احمق اشرف الخلق انسان نہین بلکہ
ارذل خلق شیطان ہو سے بدین اے فرومایہ دنیا مخر جو خر بانجیل عیسی مخر حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دنیا تمام و کمال ملکر قلیل مول ہو سعید بن
جبیرؒ نے کہا کہ دنیا اور اسکی خواہشین سب قلیل مول ہین۔ سدیؒ نے کہا کہ انکی طمع ہی قلیل مول ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ شاید یہ اشارہ ہو کہ دنیائے فانی
مین سے انھین سواے طمع کے کیا حاصل ہو یعنی اگر کوئی چاہے کہ مین دین چھوڑ کر دنیا لیلون تو یہ صرف اسکی طمع ہی طمع ہو کیونکہ دنیا مین
سے اسکو اسیقدر ملیگا جو اسکو مقدر ہو پس اُس احمق نے اس طمع کے عوض مین دین کو برباد کیا۔ (تنبیہ) جاننا چاہیے کہ جب بندہ ایمان
و شریعت پر مستقیم ہونا چاہتا ہو تو شیطان اسکو فقر و فاقہ کا خوف دلاتا ہو تاکہ وہ ایمان چھوڑ کر فسق و فجور کا مرتکب ہو بدلیل قولہ تعالیٰ۔ الشیطان
یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء الآیہ۔ لہذا جب کبھی شیطان کا یہ وسوسہ پاوے تو چاہیے کہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل تین بار کہے پس جب تیر کا خوف
کرتا ہو اُس سے محفوظ رہیگا جیسا کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث مین منصوص ہو بالجملہ انکو نصیحت فرمائی کہ دنیاے ناپائدار قلیل کے پیچھے ایمان کو
وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿ اور مجھی سے خوف رکھو۔ ف کیونکہ اللہ تعالیٰ جب نچاہے تو کسیکو ایک ذرہ نہین مل سکتا کیونکہ خالق رازق
وہی ہو طلق بن حبیب نے فرمایا کہ تقوی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے نور پر باامید راحت اسکی طاعت کرے اور اللہ تعالے سے نور پر بخوف
عذاب اسکی معصیت چھوڑے (ابن ابی حاتم) (مسئلہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
علم سے رضاے الٰہی حاصل ہو سکتی ہو اگر اسکو فقط اس غرض سے حاصل کیا کہ دنیا کا کوئی اسباب حاصل کرے تو وہ قیامت کے روز
جنت کی خوشبو نہین پاویگا (ابو داؤد) مترجم کہتا ہو کہ اسکے یہ معنے ہین کہ میدان قیامت مین مومنون کو خوشبوے جنت ہو بختی رہیگی مگر یہ شخص
اس سے محروم ہوگا جیسے حدیث مین آیا کہ جسنے کسی معاہدی کو مار ڈالا وہ جنت کی خوشبو نہین پاویگا اس سے مراد یہ ہو کہ مسلمانون نے مثلاً کافرون کے
ملک کو فتح کیا اور اُن لوگون سے کچھ جزیہ یا مال صلح مقرر کر کے انکو امن دی اور امان یہ عہد ہو کہ تم لوگ یہ مال ادا کرتے رہو اور ہم لوگ تمہاری جان و مال
کے محافظ ہین پھر اگر کسی مسلمان نے ان معاہدین مین سے کسیکو ناحق قتل کیا تو وہ میدان قیامت مین جنت کی خوشبو نہین پاویگا حالانکہ اسکی
خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے آتی ہو۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اجرت لیکر علم پڑھانیکا کیا حکم ہو جواب یہ کہ یہان دو صورتین
ہین ایک یہ کہ اس شخص پر یہ تعلیم متعین ہو جاوے مثلاً شہر مین دوسرا شخص موجود نہین ہو تو ایسی صورت مین اجرت لینا جائز نہین ہو
ہان اگر بیت المال سے اسقدر لے جو اُسکے اہل و عیال کے واسطے کفایت کرے تو جائز ہو اور جاننا چاہیے کہ جو شخص تعلیم کرنے مین اپنی
کمائی سے منقطع ہو جاتا ہو تو اُسپر پڑھانا متعین نہوگا اور ایسی صورت مین اُسکو اجرت لینا بھی جائز ہو یہ امام مالک و شافعی و احمد و جمہور علماء کا قول ہو
بدلیل حدیث۔ اِن احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ (کما فی البخاری) مترجم کہتا ہو کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دینی تعلیم و دینی فعل اذان وغیرہ پر

اجرت لینا جائز نہین ہی بدلیل حدیث ابی بن کعب وعبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کہ اُنھون نے اہل صفہ مین سے ایک شخص کو کچھ قرآن پڑھایا تھا پھر اُسنے انکو ایک کمان ہدیہ بھیجی پس اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے پسند ہو کہ اللہ تعالی تجھکو آگ کی کمان کا طوق پہناوے تو اُسکو قبول کرے پس اُنھون نے واپس کردی (رواہ ابو داود) شیخ ابو عمر ابن عبد البر وغیرہ علماے کثیر نے اس حدیث کو محمول کیا کہ جب پہلے اللہ تعالے کے واسطے پڑھایا تو بعد اسکے جائز نہوا کہ ثواب کے بدلے یہ قوس لیجاوے ہان اگر ابتداء سے اجرت ٹھہری ہو تو صحیح ہی کیونکہ اس صورت مین بقدر اجرت کے ثواب مین کمی ہو گی - مترجم کہتا ہی کہ مشائخ حنفیہ مین سے بھی ایک جماعت متاخرین نے اس زمانہ مین موافق قول جمہور کے فتوی دیا کہ اُجرت لینا جائز ہی کیونکہ مسلمانون کے واسطے بیت المال نہین ہی پس اگر تعلیم قرآن کی اجرت جائز نہو تو علم قرآن اُٹھ جائیگا اور اسی پر تمام ملکون مین عملدرآمد ہے -

(تنبیہ) قولہ - مصدقا لما معکم - سے قرآن مجید کو توریت وانجیل کا مصدق فرمایا پس شیخ سیوطی وغیرہ نے تاویل کی کہ توحید و نبوت جو اصل ہی اُسکی تصدیق کرتا ہی اگرچہ بعض احکام شریعت مین جدائی ہو اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے تاویل کی ضرورت نہین سمجھی کیونکہ مراد یہ ہی کہ پیغمبر آخر الزمان کے صفات ونشانات جسطرح توریت وانجیل مین مذکور تھے قرآن مجید اُنکی تصدیق کرتا ہی اور یہی علماے تابعین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہی اور یہی اظہر وارجح ہی واللہ تعالی اعلم اور قرآن مجید کی صفت دوسرے مقام پر مہیمن فرمائی کیونکہ یہود ونصاری نے اپنی قساوت قلبی ودیگر ہوا وہوس کے وجوہ سے ایک مدت پہلے سے آیات آلہی مین تحریف کردی تھی مثلاً جب اُنمین زنا کثرت سے پھیلا تو جب کسی غریب سے زنا سرزد ہوتا تو اُسکو رجم کرتے اور اگر کسی رئیس ومالدار سے زنا سرزد ہوتا تو اُسکو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ اکثر اسکے مرتکب یہی مالدار ہوتے ہین اسواسطے اُنھون نے کتاب مین تحریف کرکے یہ حکم بنایا کہ جو شخص زنا کرے اُسکا منھہ کالا کرکے گدھے پر سوار کرکے مشتہر کرنے کے بعد اُسکو کوڑے مارے جاوین اگر محصن ہو اسیطرح جب ان مین بہتر فرقے مختلف پیدا ہوے اور اُنمین باہم اختلاف وتعصب پھیلا تو جس مقام پر کتاب آلہی مین کوئی لفظ کسی فرقے کے مفید معلوم ہوتا تو دوسرا فریق اپنے یہان اُس لفظ کو بدل ڈالتا حتی کہ انھین تعصبات وعداوتون سے یہانتک نوبت پہونچی کہ ہزارون بلکہ لاکھون الفاظ مختلف متغیر ہوگئے جسکو موجودہ نصرانیون نے پڑھنے کی غلطی شمار کیا حالانکہ صرف تین سو پچاس نسخون کے قریب مقابلہ کرنے سے کئی لاکھ اختلافات الفاظ برآمد ہوے جنکا اقرار اُن بڑے بڑے پادریون نے کیا جو آگرہ مین مولوی رحمت اللہ صاحب سے مباحثہ کرتے تھے اور یہ اقرار بہت سے فضلاے نصاری سے مولوی رحمت اللہ صاحب نے نقل کیا ہی جسکا انکار غیر ممکن ہی الحاصل کچھہ ہی وجہین کیون نہون یہ امر قطعی ثابت ہوگیا کہ توریت وانجیل کے نسخون مین لاکھون الفاظ مین تغیر واختلاف ہی اور ہندوستان مین جو ترجمہ بنام انجیل پیش کیے جاتے ہین انکا اعتبار نہین ہی علاوہ برین یہ صرف ایک ہی فریق کے نسخے ہین تو قطعی یہ نتیجہ نکلا کہ کوئی یہودی یا نصرانی جب کوئی نسخہ توریت یا انجیل پیش کرے تو اُسپر ہرگز اعتماد نہین ہو سکتا کیونکہ دیگر نسخون مین ہزارون الفاظ اس سے مخالف موجود ہین تو یہ اعتماد ہی نہین ہو سکتا کہ اصل حکم آلہی کیونکر ہی اگرچہ ہم یہ مانے لیتے ہین کہ پڑھنے ہی کی غلطی سہی کیونکہ مقصود تو یہ ہی کہ خواہ پڑھنے کی غلطی سے یا عمداً تحریف سے یہ لاکھون الفاظ مختلف ہین تو امر آلہی معلوم نہین ہو سکتا پس معلوم ہوا کہ یہود ونصاری کے پاس کوئی ایسی کتاب نہین ہی جسکو وہ حکم آلہی بتلا سکین کیونکہ یہ سواے وحی کے نہین معلوم ہو سکتا کہ ان ہزارون نسخون مین جو لاکھون اختلافات موجود ہین انمین وہ کون لفظ ہی جو اللہ تعالے نے نازل فرمایا اور وہ کون الفاظ ہین جو پڑھنے والون وغیرہ کی غلطی سے پیدا ہوے اور اگر کوئی کہے کہ ہم دوسرے قرائن سے یہ بات دریافت کرسکتے ہین تو ہم کہینگے کہ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہارے قرائن کے موافق اس مقام پر یہ لفظ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالی کا اُتارا ہوا ہی تو جو شخص تمہارے قرائن پر ایمان لاتا ہوگا وہ مان لیگا

مگر یہ نہین جان سکتا کہ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کا اُتارا ہوا ہو جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو ان کتابون کے واسطے مہیمن کر دیا پس جو عبارت کہ قرآن مجید کے موافق ہو وہ صحیح ہو اور باقی سب تحریف یا پڑھنے والون کی غلطیان ہین بیان سے ثابت ہوا کہ مسلمانون مین سے کسی شخص کو حلال نہین ہو کہ کسی نسخہ توریت یا انجیل سے جو بالفعل موجود ہین کوئی حکم نکالے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو توریت نازل فرمائی وہ اگرچہ آسمانی کتاب ہو لیکن یہ نسخے جنمین لاکھون اختلاف موجود ہین کسیکی نسبت یہ حکم نہین ہو سکتا کہ یہ آسمانی کتاب ہو اور حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو سوائے میری اتباع کے اُنکو کچھ چارہ نہوتا رواہ احمد وغیرہم پس ہمپر اسقدر ایمان لانا فرض ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی تھی اور وہ حق ہو لیکن اسوقت یہ یہود و نصاریٰ جو نسخے اپنے پاس سے نکالتے ہین جنمین لاکھون اختلاف ہین اُنمین سے کسی کی نسبت ہم یقین نہین کر سکتے کہ یہ وہی توریت و انجیل ہو جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی تھی (تنبیہ) یہود و نصاریٰ جنکو آیت مین خطاب کیا اُنکو اول کافر فرمایا کیونکہ پچھلے لوگ اُنھین کے تابع ہونگے اسیواسطے جس شخص نے اسلام مین سوائے سنت شریعت کے بدعت نکالی اُسپر اُسکا گناہ اور اُسکی پیروی کرنے والونکا بھی گناہ قیامت تک ہو گا حالانکہ اس بدعت پر عمل کرنے والون کے لیے بھی پورا گناہ ہو گا جیسا کہ صحاح سے ثابت ہو (ف۲) واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین جو کچھ نصائح فرمائے وہ تو اہل ایمان کے واسطے رحمت خاص ہین اور جو کفار و مشرکین کی مذمت بیان کی وہ مومنین کے واسطے عبرت ہو کیونکہ السعید من وعظ بغیرہ یعنی اہل سعادت مین سے وہ شخص ہو جو دوسرون کو دیکھکر نصیحت پکڑے - لہذا ان آیات مین بنی اسرائیل کو اپنے نعمتین یاد دلاکر کفر و بدعہدی سے تہدید فرمائی جس سے اہل ایمان کے واسطے ہدایت ہو کہ جو لوگ اعمال صالحہ کرین وہ ان اعمال پر نظر نہ ڈالین بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون کو دیکھین کہ جسنے اُنکو اشرف المخلوقات و تندرست بناکر توفیق طاعت عطا فرمائی تو یہ اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہو - بعض مشائخ نے کہا کہ بنی اسرائیل کے واسطے اذکروا نعمتی - فرمایا یعنے تم میری نعمت یاد کرو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا - فاذکرونی اذکرکم - یعنی تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد کرونگا - اور ان دونون مین بہت بڑا فرق ہو - شیخ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ یہ امت کی فضیلت ایسی ہی ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے فرمایا کذلک نری ابراہیم ملکوت السموٰت والارض - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا - الم تر الی ربک کیف مد الظل الآیۃ مترجم کہتا ہو کہ حاصل یہ ہوا کہ دونون مقامون پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آثار قدرت کو دکھلایا مگر ابراہیم علیہ السلام کے واسطے ملکوت آسمان و زمین سے نظر بجانب مالک عزوجل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مالک عزوجل سے نظر بجانب ملکوت ہو اسیطرح بنی اسرائیل کی نظر نعمت سے بجانب منعم عزوجل ہو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر منعم عزوجل سے بجانب نعمت ہو گویا اُنکی ذاتی خوبی حاصل ہو اور بنی اسرائیل کو صفاتی خوبی اور وہ بھی شرطیہ ہو چنانچہ فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ - اور دوسرون کے واسطے فرمایا - ولو آمن اہل الکتاب لکان خیرا لہم الآیۃ - م - قولہ - اوفوا بعہدی - یعنے بمقتضائے معرفت کے میرے حکم کی فرمانبرداری کرو تو مقام قرب پاؤ گے یا اسرار پر مطلع ہو گے یعنے جیسی لیاقت ہو ویسی منزلت پاؤ گے - بعض مشائخ بغداد نے کہا کہ عہد ازل پورا کرو یعنے کسی چیز کی طرف متوجہ نہ ہو غرضکہ ہر چیز کا عہد اُسکے لائق ہو مثلاً علوم کو چاہیے کہ اُسکے لائق لوگون مین صرف کرے ورنہ زبان بند رکھے تاکہ خزائن اسرار پر مطلع ہو اور طلب رزق مین توکل کرے تاکہ سبب سے اُسکی مہمات پوری ہون - ابو سعید قرشی نے کہا کہ آداب شریعت محفوظ رکھے تاکہ قلوب مین نور حقیقت ظاہر ہو - بعض مشائخ عراق نے کہا کہ احکام شریعت پر عبادت کرے تاکہ درجات روحانیت پر پہونچے - شیخ ابو عمر بیکندی نے کہا کہ وفائے عہد امانت ہو یعنے ظاہر

وباطن یکسان ہو پس اخلاص کے ساتھ عمل کرے شیخ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ-ایای فارہبون-مقام معرفت ویقین ہے
وایای فاتقون مقام علم سابق ومکر واستدراج ہے شیخ نے کہا کہ تقویٰ کی ابتدا یہ ہے کہ عالم ناسوت سے بیزار ہو کر عالم لاہوت کی
جانب رجوع کرے حتی کہ خوف وامید سب اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو بعض نے کہا تقویٰ چار طرح ہے آول عام کے واسطے شرک سے بچنا
دوم خاص کے واسطے گناہ وشرک خفی سے بچنا-سوم عارفون کے واسطے غیر سے توسل کی نظر اٹھانا چہارم اہل تجرید کے واسطے اللہ تعالیٰ
کے واسطے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تقوی کرنا-مترجم کہتا ہے کہ جیسے حدیث مین آیا-اعوذ بک منک-یعنے تیرے خشم وغضب سے تیری ہی پناہ
ڈھونڈھتا ہون-شیخ ابو عبدالرحمن السلمی نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ مخلوق کو ناقص دیکھے یعنے مخلوق خود محتاج ہے کہ اُس سے کچھ نفع وضرر
حاصل ہونا ممکن نہین اگر یہود اسکو سمجھتے تو اللہ تعالیٰ کی نصیحت سے نیکبخت ہو جاتے کہ تم لوگ اللہ تعالےٰ کا عہد پورا کرو اور آیات آلٰہی
کے عوض دنیا مت لو تو جان لیتے کہ کسی مخلوق کو نفع وضرر پہونچانے کی طاقت نہین ہے پھر اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کو فرمایا

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ

اور مت ملاؤ صحیح مین غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر اور کھڑی کرو نماز

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو ساتھ جھکنے والون کے

اللہ تعالےٰ نے یہودیون کو اُنکے مکر شیطانی سے منع فرمایا-وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ-اور مت خلط کرو حق کو باطل کے
ساتھ-ف یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات وبشارات کو اپنے ہاتھون سے گڑھتے ہوئے بہتان مین نہ ملاؤ نہ زبانی تحریف
کیونکہ ان مین سے بعضے لوگ اپنے ہاتھ سے لکھکر کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے رہا یہ امر کہ اصلی توریت کو بھی تحریف کرتے تھے
یا نہین تو بعض علماء نے کہا کہ اُسمین صرف معنے کی تحریف کرتے تھے اور ایک جماعت نے کہا کہ نہین بلکہ عبارت مین بھی تحریف کرتے تھے
اور نصرانیون سے یہ بات بیشک ثابت ہوئی کہ یہ لوگ کتاب مین تحریف کرتے تھے چنانچہ اسکی بحث اوپر گذر چکی ور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے
موقع پر آویگی-وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم جانتے ہو-ف کہ یہ حق ہے یعنے جو علم حق متعلق
شریعت اسلام تمھاری توریت مین دیا گیا ہے اُسکو مت چھپاؤ کیونکہ علم کا چھپانا گناہ ہے حتی کہ چھپانے والے کے منہ مین آگ کی لگام دیجاویگی-کما فی
الحدیث پھر حال یہ ہے کہ تم لوگ اسکو حق جانتے ہو تو جان بوجھ کر چھپانا سخت کبیرہ گناہ ہوگیا اور اسکا ضرر شدید ہے کیونکہ اول تو حق چھپانا گناہ دوم
جان بوجھکر چھپانا سوم اپنے نفس کی محرومی کہ دل سے بخوبی حق جانا ولیکن ایمان نہ لایا چہارم یہ کہ دوسرون کو نہین بتلایا پنجم یہ کہ دوسرون کو
دھوکا دیکر کفر مین ڈالا اور بد عہدی کی اور آیت آلٰہی کو کوڑیون کے مول بیچا اور ملک مین فساد پھیلایا-ف۲ اس سے اہل ایمان کو بھی عبرت حاصل
کرنا چاہیے کہ معاملات آلٰہی مین خلط وخبط نکرین حتی کہ کشف کو خیال سے نہ ملاوین اور فہم کو وہم سے اور فراست کو تیافہ سے اور الہام کو وسواس
سے اور حقیقت کو شک سے اور بندگی کو ربوبیت سے اور حقیقت کو رسم عادت سے اور اخلاص کو ریاکاری سے اور کرامات کو مکاری سے
خلط نکرین بلکہ شیخ سہل نے فرمایا کہ امر آخرت کو امر دنیا سے خلط نہ کرے-وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ
الرّٰكِعِيْنَ ۝ اور ٹھیک کرو نماز کو اور دیا کرو زکوٰۃ کو اور جھکو جھکنے والون کے ساتھ-ف یعنے نماز پڑھو نماز پڑھنے والون کے
ساتھ "الراکعین" الف لام سے معہود صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہین اور حاصل یہ کہ اہل کتاب کو حکم دیا کہ ہمیشہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مین شامل ہو کر اُنکے ساتھ اعمال خیر بجالاوین اور پہلے اقیموا الصلوٰۃ۔ سے فرضیت نماز کا حکم دیا یعنے نماز و زکوٰۃ اپنے اوپر فرض سمجھو پھر نماز کو مومنون کے ساتھ ادا کرو اسیواسطے الصلوٰۃ کو مفرد فرمایا اور اقامت نماز کے یہ معنے ہین کہ خالص اللہ تعالے کے واسطے نیت کرکے طہارت مع شرائط پوری کرے پھر عاجزی و خشوع کے ساتھ نماز مین داخل ہو کر طریقۂ سنت کے ساتھ مؤدب رہے کہ گویا اللہ تعالیٰ اُسکو دیکھتا ہی پھر اذکار مسنونہ ادا کرکے قرأت پر پہونچے تو ترتیل کے ساتھ سمجھ سمجھکر سورۂ الحمد اور اُسکے ساتھ ایک سورہ دیگر پڑھکر رکوع کرکے پھر کم سے کم تین تسبیح یا ایک ہی تسبیح پر ٹھہرے پھر اُٹھکر سیدھا قائم ہو پھر ٹھہر کر آہستگی و وقار سے سجدہ مین جاوے اور بقدر رکوع ٹھہر کر سر اُٹھا کر بیٹھے جسکی مقدار ایک تسبیح سے کم نہو اسیطرح تمام نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ پورا کرے اگر جماعت کا امام اچھی طرح سے ارکان ادا نکرتا ہو تو چاہیے کہ ٹھیک ادا کرنیوالا امام تلاش کرین کیونکہ اس آیت مین بھی جماعت سے نماز کا حکم ہی حتی کہ بعض علماء نے اس سے جماعت واجب ہونے کی دلیل نکالی لیکن اس سے کم نہین کہ بہت فضیلت و تاکید ہی۔ اور حدیث مین ہی کہ تنہا پڑھنے والے سے جماعت کی نماز ستائیس درجہ زائد ہی (الصحیح وغیرہ) مع الساجدین یا مع المصلین کی جگہ مع الراکعین فرمایا تاکہ یہود اپنی نماز کو اسوقت بے اعتبار سمجھین کیونکہ اُنکی نماز مین رکوع نہین ہی اور وہ تنہا پڑھا کرتے تھے اور حاصل یہ کہ تمہاری نماز کا کچھ اعتبار نہین جب تک تم مومنون کے مخالف ہو اور چونکہ یہودی لوگ خسیس بخیل خبیث تھے لہذا زکوٰۃ کی بھی تاکید فرمائی حسن بصریؒ نے فرمایا کہ زکوٰۃ ایک فریضۂ واجبہ ہی کہ بدون زکوٰۃ و نماز کے اعمال کچھ نفع نہین دیتے ہین۔ اور حارث عکلی نے اس سے صدقۃ الفطر نکالا (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ مراد ہی کہ حقوق مالی مین صدقۃ الفطر بھی واجب ہی جیسے سوائے زکوٰۃ محتاج قرابتیون کا نان و نفقہ واجب ہوتا ہی واللہ تعالیٰ اعلم پھر فرمایا

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

کیا حکم کرتے ہو لوگون کو نیک کام کا اور بھولتے ہو آپ کو اور تم پڑھتے ہو کتاب پھر کیا نہین بوجھتے

شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ یہ آیت علماء یہود کے حق مین نازل ہوئی جو اپنے مسلمان قرابتیون کو کہتے کہ تم لوگ دین محمدؐ پر ثابت قدم رہو وہ بھی حق ہی تو اللہ تعالے نے اُنکو عار دلائی کہ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ۔ کیا تم حکم کرتے ہو لوگون کو نیکی کا۔ ف یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ثابت قدم رہنے کا۔ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ۔ اور فراموش کرتے ہو اپنے نفوس کو ف کہ خود اُسپر عمل نہین کرتے ہو۔ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝۔ حالانکہ تم لوگ کتاب توریت کی تلاوت کرتے ہو سو کیا تم سمجھتے نہین ہو۔ ف۔ کہ اپنے نفوس کو بھول کر عذاب مین ڈالنا کیسی بری حرکت ہی کیونکہ اگر سمجھتے ہوتے تو اس حرکت سے باز آتے۔ اس سبب نزول کو واحدی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور اسکا حاصل یہ ہی کہ اے علماء یہود تم لوگ توریت کے عالم ہو کر لوگون کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ توریت مین ایسے شخص کی نسبت لکھا کہ وہ مستوجب عذاب ہی یہ حکم اللہ تعالے نے اسلام مین بھی قائم رکھا چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا۔ یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ یعنے اے ایمان والو تم کیون ایسی بات کہتے ہو جو نہین کرتے ہو ناخوشی کی راہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ امر گران ہی کہ ایسی بات کہو جو نہین کرتے ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ جو سبب نزول واحدی نے روایت کیا اسمین انحصار کی کوئی وجہ نہین ہی بلکہ یہودیون کی یہ حالت

تھی کہ لوگون کو امور خیر تبلاتے اور خود عامل نہین ہوتے تھے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؓ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی یہ حالت تھی کہ لوگون کو طاعت الٰہی و تقویٰ و نیکی کا حکم کرتے اور خود اُسکے خلاف کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے اس آیت مین اُنکو عار دلایا (رواہ عبد الرزاق) اور یہی قول سدیؒ کا ہے یعنے ان لوگون نے لوگون کے دکھلانے اور دنیا کمانے کے واسطے علم پڑھا اور خود اُس سے بد اعتقاد ہین حدیث شریف مین تین گروہ کا بیان ہے جنسے پہلے آگ جلائی جاویگی از انجملہ ایک گروہ اُن عالمون کا ہے جنھون نے دنیا کے واسطے علم پڑھا اور دین کی ہتک کی اور آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ قولہ تعالیٰ - یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان الآیۃ - اور قولہ تعالیٰ - کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ الآیۃ - کی تفسیر توضیح آویگی - م شیخؒ نے لکھا کہ ابن جریرؒ فرماتے تھے کہ اہل کتاب و منافقین کا یہ حال تھا کہ لوگون کو صوم و صلوٰۃ کا حکم دیتے اور خود اُسپر عمل نہین کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اُنکو عار دلایا لہٰذا مسلمانون کو چاہیے کہ جو شخص دوسرون کو نیکی کا حکم دے تو خود سب سے زیادہ اس کام مین پیش قدم ہو - محمد بن اسحٰقؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو عار دلایا کہ توریت مین جو تمھارے پاس عہد نبوت ہے اُس سے کفر کرنے سے لوگون کو منع کرتے ہو حالانکہ توریت مین جو عہد مین نے تمسے لیا کہ میرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیو تم اُس سے انکار کرتے اور عہد توڑتے ہو تو اپنے نفوس کو بھولتے ہو ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اے اہل کتاب لوگون کو تم حکم دیتے ہو کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل ہون اور اعمال نماز وغیرہ پر قائم رہین حالانکہ اپنے آپ کو بھولتے ہو - ابن جریرؒ نے ابو الدرداءؓ سے روایت کی کہ آدمی پورا فقیہ سمجھدار نہین ہوتا جب تک اُسکی یہ شان نہو جاوے کہ اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین تمام لوگون کو دشمن کی نگاہ سے دیکھے پھر وہ اپنے نفس کی جانب رجوع کرے تو سب سے زیادہ اُسکا دشمن ہو جاوے - مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ شان الٰہی عز و جل کے مقابلہ مین تمام جہان کی کچھ ہستی نہ سمجھے بلکہ جو شخص طاعت الٰہی مین روک ٹوک والا ہو اُسکو دشمن سمجھے پھر اسکے بعد اپنے نفس کو سب سے زیادہ دشمن سمجھے - اور شیخ عوارفؒ نے شاید یہین سے لیا چنانچہ لکھا - وما کان تیم الرجل من تعظیم اللہ عز و جل حتی یکون الناس عندہ کالاباعر فی الفلوات ثم یرجع الی نفسہ فیراہا اصغر صاغر - یعنے بندہ سے تعظیم الٰہی پوری نہین ہوتی جب تک کہ اُسکے نزدیک لوگون کی قدر ایسی نہو جائے جیسے میدانون مین مینگنیان پڑی ہوتی ہین پھر وہ اپنے نفس کی جانب متوجہ ہو کر سب ذلیلون سے زیادہ ذلیل جانے - مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام حضرت ابو الدرداءؓ کے ارشاد سے زیادہ مشابہ ہے فافہم - م عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اس آیت کے بیان مین کہا کہ یہودیون کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی اُنکے پاس آکر ایسی کوئی بات پوچھتا جس مین انکا کوئی حق یا موقع رشوت نہو تا تو اُسکو امر حق کی تاکید کرتے پس اللہ عز و جل نے اُنپر تشنیع فرمائی - مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودی اکثر اپنا حق نکالکر یا رشوت لیکر لوگون کو جھوٹی باتین میٹھی میٹھی تبلاتے تھے اور جب کبھی یہ امید نہین ہوتی تھی تو آدمی کو حکم حق تبلاتے اور مثل مشہور ہے کہ حق کڑوا ہوا کرتا ہے اور افسوس کہ اس زمانہ مین بہت سے لوگ جبہ و دستار سے ظاہری صورت مثل عالمون کے بنا کر شہر بشہر وعظ کہتے پھرتے اور یہودیون کی چال پر چلتے ہین تا کہ لوگون سے مال کماوین اور در حقیقت علم سے بے بہرہ ہین اسیواسطے جہان کہین اللہ تعالےٰ نے کوئی بندہ عالم پیدا کیا ہے جو دنیا کی راہ سے قلیل معاش و زاہد ہے اور وہ لوگون سے کچھ خواہش نہین رکھتا لیکن راہ حق تبلاتا ہے تو یہ مکار واعظین اُسکی خدمت مین جانے سے لوگون کو روکتے اور بہکاتے ہین کیونکہ اگر وہان جا کر لوگون کو راہ حق معلوم ہو گئی تو انکی رونق بازار جاتی رہیگی - اور حدیث صحیح مین وارد ہوا کہ تم لوگ بھی یہودیون کے قدم بقدم چلوگے اور حدیث صحیح مین آیا کہ آخر زمانہ مین علما اُٹھائے جائینگے اور لوگ متفق ہو کر کسی جاہل کو اپنا پیشوا بناوینگے تو یہ جہال اپنی جہالت پر فتوی دیکر خود گمراہ اور لوگون کو گمراہ بنائینگے - اور سب سے زیادہ عجب یہ ہے کہ بعضے ایسے لوگ ہین جو معمولی علم کتاب جانتے ہین لیکن کسی تعصب یا حمیت سے باہم علما و عوام مین منافرت

عداوت ڈالتے ہین اور یہ امر ظاہر ہے کہ انمین سفاہت وجہالت ہے اور دین کی سمجھ نہین جیسے حدیث صحیح مین منافق کے بارہ مین آیا کہ منافق
مین حُسن خلق و دینی سمجھ جمع نہین ہوتی ہے اسیطرح یہ بھی دین مین طالب حق وآخرت ہونے سے باہمی نفاق وعداوت اسلام کو کمزور اور مشرکون
کی نظر مین اسلام کی حقارت کراتے ہین اور نہین سمجھتے کہ یہ نفاق قطعی حرام ہے اور انکی تعصب وحمیت سے غایت یہ کہ کرامت ثبوت ہو پس
یہ کون فقہ ہے کہ اسکے پیچھے حرام کا مرتکب ہو بلکہ ضعف اسلام وغیرہ سے محرمات کثیرہ کا ارتکاب لازم آوے ونسال اللہ تعالیٰ الہدایۃ والسداد
والی اللہ المصیر - م - (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تحقیق مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کو صرف اس بات پر تشنیع والائی
کہ اپنے نفس کو کیون بھولتے ہین اور یہ مراد نہین ہے کہ جس بات کو نہین کرتے اُس بات کی نصیحت کیون کرتے ہین کیونکہ نیکی کی نصیحت
کرنا خود نیک کام ہے اور عالم پر یہ بات واجب ہے لیکن عالم کے واسطے بہتر ہے کہ جہانتک ہو سکے خود بھی عوام کا شریک ہو اور علماء سلف
وخلف کے دو قول مین سے اصح قول یہی ہے کہ عالم کو نصیحت کرنا واجب ہے اگرچہ وہ خود یہ کام نہ کرتا ہو - ہان بعض کا یہ قول ہے کہ جو شخص کسی معصیت کا
مرتکب ہو وہ دوسرے کو اس سے منع نکرے لیکن یہ قول ضعیف ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر عالم کسی ممنوع شرعی کا مرتکب ہو تو یہ گناہ ہے پھر اگر
دوسرے کو دیکھکر منع نکرے حالانکہ اُسپر منع کرنا واجب تھا تو یہ دوسرا گناہ ہے - مالکؒ نے ربیعہ سے روایت کی کہ مین نے سُنا کہ سعید بن جبیر
فرماتے تھے کہ اگر شرع مین یہ حکم ہوتا کہ کوئی شخص نیک کام کی نصیحت نکرے اور بدکاریون سے منع نکرے یہانتک کہ اُسمین کوئی بُرائی باقی
نرہے تو لازم آتا کہ دنیا مین کوئی کسیکو نیک کام کی نصیحت نکرے اور نہ بُرائی سے روکے امام مالکؒ نے فرمایا کہ یہ بہت سچ فرمایا کیونکہ
ایسا کون شخص ہے جسمین کوئی بُرائی نہو مترجم کہتا ہے کہ اگر کوئی وہم کرے کہ شاید یہ غرض ہو کہ جس بدی کا خود مرتکب ہے اُس سے منع نکرے اور دیگر
ممنوعات سے البتہ منع کرے یہ وہم لغو ہے اسواسطے کہ اگر ایک شخص نماز نہین پڑھتا لیکن زنا نہین کرتا تو یکسان ہے پس صحیح یہی ہے کہ
منع کرنا اُسپر علیحدہ واجب ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ہان یہ بات ضرور ہے کہ عالم سے جان بوجھ کر گناہ کا مرتکب ہونا سخت شدید ہے اسیواسطے جندب
بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ جو عالم کہ دوسرون کو نیکی سکھلاتا اور خود نہین کرتا ہے اُسکی مثال مانند شمع کے ہے جو لوگون کو نور دیتی ہے
اور خود جلتی ہے (رواہ الطبرانی وہو حدیث غریب) مترجم کہتا ہے کہ مسلمانون کے سلطان پر نماز پڑھانا اور اُنکو نصیحت کا خطبہ سنانا واجب ہے حتی کہ
دور دراز ملکون مین وہ اپنا نائب مقرر کریگا مگر بہت سے سلاطین ظالم مانند حجاج وغیرہ کے ایسے گذرے کہ یہ کام بھی وہ لوگ دنیا ہی کے واسطے
کرتے تھے م - حدیث انس بن مالکؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج مین لے گئے تو میرا گذر ایک قوم پر ہوا کہ آگ کی
قینچیون سے اُنکے ہونٹ کاٹے جاتے تھے مین نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین تو ملائکہ کہنے لگے کہ آپکی امت مین سے یہ لوگ خطیب ہین جو اہل دنیا مین سے تھے
کہ لوگون کو نیکی کا حکم کرتے اور اپنے نفوس کو بھولتے حالانکہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے (رواہ احمد وعبد بن حمید وابن مردویہ وابن حبان وغیرہم)
اور حدیث اسامہؓ مین ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز آدمی کو لا کر دوزخ مین ڈالا جاویگا تو
اُسکی انتڑیان گر پڑینگی وہ اُنکے ساتھ آگ مین چکراتا پھریگا جیسے گدھا اپنی چکی گھماتا ہے پس دوزخی اُسکے گرد ہجوم کر کے کہینگے کہ ای فلان تجھے یہ کیا
مصیبت پہونچی کیا تو ہمکو نیک باتون کی نصیحت اور بدکامون سے ممانعت نہین کرتا تھا وہ کہیگا کہ ہان تمکو نصیحت کیا کرتا تھا اور
خود نہین کرتا تھا اور تمکو منع کرتا تھا اور خود کیا کرتا تھا (رواہ احمد والبخاری) حدیث انسؓ مین ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بے علمون سے جسقدر
معاف کریگا اُسقدر عالمون سے نہین معاف کریگا (امام احمد) اور بعض آثار مین وارد ہے کہ جاہل کو ستر بار معاف کیا جائے تو عالم کو ایکبار معاف کیا جائے
کیونکہ عالم وجاہل برابر نہین ہے اور حدیث مین ہے کہ اہل جنت مین سے کچھ لوگ جھانک کر بعضے دوزخیون کو کہینگے کہ تم دوزخ مین کیونکر آئے حالانکہ واللہ ہمنے

لہ [illegible] اگر نصیحت کرے تو زیادہ وزر ہوگا ۱۲

توجنت مین اُنھین باتون سے جگہ پائی جو بجنے تسے سکھی تھین پس یہ لوگ کہینگے کہ ہم کتے تھے اور کرتے نہین تھے (جریر وابن عساکر)
ایک شخص نے ابن عباسؓ سے آکرکہا کہ مین چاہتا ہون کہ لوگون کو نیک نصیحت کردن اور بدی سے منع کرون ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تو اس درجہ تک پہونچ گیا اُسنے کہا کہ امید تو کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن مجید کی تین آیات سے تجھکو رسوائی کا خوف نہو تو البتہ یہ کام کر اُسنے عرض کیا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ ایک یہ کہ اللہ تعالے نے فرمایا - اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الآیۃ - تو بھلا اس بات مین تو مستحکم ہوگیا اُسنے کہا کہ نہین اور آپ دوسری آیت فرمائیے تو ابن عباسؓ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ الآیۃ تو بھلا تو اسمین مستحکم ہو اُسنے کہا کہ نہین اور آپ تیسری آیت فرمائیے ابن عباسؓ نے کہا قول شعیب علیہ السلام وما ارید ان اخالفکم الی ما انہکم عنہ الآیۃ " یعنی جس چیز سے مین تمکو منع کرتا ہون اُسکے مخالف عمل کرنا نہین چاہتا ہون " تو بھلا تو نے اس آیت کو مستحکم کیا اُسنے عرض کیا کہ نہین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پھر پہلے اپنے نفس سے شروع کر (ابن مردویہ) ابن عمرؓ کی حدیث مین ہو کہ جس نے لوگون کو کسی قول یا عمل کی جانب بلایا حالانکہ خود اسکا عامل نہین ہو تو وہ برابر اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کے سایہ مین رہیگا یہانتک کہ باز رہے یا اپنی نصیحت کے موافق خود عمل کرے (الطبرانی وفی اسنادہ ضعف) ابراہیم نخعیؒ کہتے کہ مجھکو تین آیتون کی وجہ سے وعظ کہنا گوارا نہین ہوتا پھر وہی تین آیات بیان کین جو حضرت ابن عباسؓ کی روایت مین گذرین (ابن کثیر) پھر جس مادۂ مذمومہ کی وجہ سے علماے یہود کی یہ حالت تھی اللہ تعالے نے اُسکی تہذیب وعلاج کیجانب ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ -

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ ﴿٤٥﴾

اور قوت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہو مگر اُنھین پر جنکے دل پگھلے ہین

ربع ع ۵/۷ ۵ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلٰقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رٰجِعُونَ ﴿٤٦﴾

جنکو خیال ہو کہ اُنکو ملنا ہو اپنے رب سے اور اُنکو اُسی طرف اُلٹے جانا

یہان دو قول ہین ایک یہ کہ آیت مین خاص یہودیون کو خطاب ہو دوم یہ کہ یہودی وغیر یہودی سب کو عام خطاب ہو پس اگر علماے یہود کے واسطے خطاب خاص ہو تو اُسکی وجہ یہ ہو کہ علماے یہود کو اپنے عالم ہونیکا غرور چھایا اور دنیاوی وجاہت وحرص مال نے اُنکے دل کو سیاہ کیا یعنے غرور علم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ سے راہ حق سیکھنے کو عار سمجھتے تھے باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل عظیمہ وافضل الانبیا وحبیب اللہ ہونے کو توریت سے جانتے تھے حتی کہ یہ علم یہودیون کے حق مین وبال عظیم ہوا اور دوم یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خود ایمان لاتے تو عوام یہود بھی ایمان لاکر صحابہ مین داخل ہوجاتے پس ان عالمون کی سرداری جاتی رہتی غرضکہ یہ دو مادۂ خبیثہ ان یہودیون کے اندر پیدا ہوئے لہذا اللہ تعالیٰ نے اُنکو صبر وصلوۃ سے استعانت کا حکم فرمایا بقولہ تعالے وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ - اور تم لوگ صبر وصلوۃ کے ساتھ استعانت چاہو - ف شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ صبر سے روزہ مراد ہو کیونکہ وہ خواہشون کو توڑ دیتا ہو یعنے اس سے سرداری ومال کی خواہش ٹوٹ جاویگی اور نماز کا اسواسطے حکم فرمایا کہ اس سے بارگاہ الٰہی مین خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہو تو علم کا غرور جاتا رہیگا یعنے کتابون کے نقوش سمجھنے کا جاہلانہ غرور دور ہوگا اور اگر یہ خطاب عام ہو تو ہر ایک کے واسطے یہی حکم ہو کہ امر آخرت مین صوم وصلوۃ سے استعانت لینا چاہیے اور اسی قول پر اب اعتماد کیا جائیگا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون کو جو دنیا وآخرت کی بھلائی چاہتے ہین صبر وصلوۃ کے ساتھ استعانت کا حکم دیا چنانچہ مقاتل بن حیان نے

کہا کہ معنے یہ ہین کہ تم لوگ آخرت طلب کرنے کے واسطے فرائض ونماز پر صابر رہنے سے استعانت چاہو اور جملہ فرائض مین سے نماز کو
خاصۃً مصرح بیان کیا تاکہ نماز کی عظمت وخوبی معلوم ہو گویا یون فرمایا کہ جمیع فرائض الٰہی پر اسطرح قابو ڈھونڈھو کہ نفس کو صبر کرنے پر
مشاق کرو یعنے کسی تکلیف و ناگوار بات کے وقت نفس گھبرا کر خارج نہو جاوے بلکہ اُسپر ثابت قدم جما رہے اور صبر کے افراد مین سے یعنے جہان
صبر کی زیادہ ضرورت ہو ایک روزہ بھی ہے اسیواسطے مجاہدؒ نے فرمایا کہ صبر یہان روزہ ہے۔ قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اسیوجہ سے ماہ رمضان کو ماہ صبر
کہتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین بھی یہ اطلاق آیا ہے۔ اور بنی سلیم کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدھا صبر
روزہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ ہین کہ روزہ ایسی طاعت ہے کہ گویا نصف صبر سے ادا ہوتی ہے جیسے حیا کی نسبت فرمایا کہ وہ نصف ایمان ہے
حالانکہ دوسری حدیث مین آیا کہ حیا ایک شاخ ایمان ہے تو معنے یہی ہین کہ حیا سے امور ایمان کل ٹھیک رہتے ہین گویا حیا ہی کل ایمان ہے بعض نے
فرمایا کہ صبر سے مراد یہ ہے کہ گناہون سے اپنے آپ کو روکے رہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے بعض محققین نے کہا کہ صبر یہ ہے کہ اپنے نفس کو گناہون
سے روکے اور عبادات پر قائم رکھے اور یہ تفسیر جامع وپسندیدہ ہے اور منجملہ عبادات کے افضل نماز ہے اسیواسطے نماز کو خاصکر بیان کیا۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صبر دو طرح ہے ایک تو مصیبت کے وقت صبر کرنا اور یہ خوب ہے اور اس سے بہتر وہ صبر ہے جو ایسی چیزون کے چھوڑنے مین ہو
جنکو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے (ابن ابی حاتم) اور اسکے مانند حسن بصریؒ سے مروی ہے۔ اور سعید بن جبیر سے مالک بن دینار زاہد نے روایت کی
کہ صبر یہ ہے کہ جو کچھ بندہ کو مصیبت پہونچے اُسمین وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اعتراف کرے اور اللہ تعالیٰ ہی سے اُسکے ثواب کا خواستگار رہو اور
کبھی آدمی کسی مصیبت مین مبتلا ہوتا ہے جسمین گھبرا جاتا ہے مگر اُسکی دلیری ومردانگی کی وجہ سے اُسکی طرف سے سواے صبر کے کچھ نظر نہین آتا ہے
مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کے معارف کسقدر بلند تھے کہ وہ کلمات اب ہم لوگون کے واسطے لعل وگوہر سے بہتر ہین
اور قول سعید بن جبیرؒ - اِنا للہ وانا الیہ راجعون - کی تفسیر ہے اور معرفت بلند جو اسکے اندر مضمر ہے وہ نہایت بہتر ہے - واللہ یہدی من یشاء -
حضرت ابو العالیہ نے فرمایا کہ طاعت الٰہی پر نفس کے صبر سے مدد چاہو اور جان لینا چاہیے کہ یہ صبر بھی طاعت الٰہی ہے (ابن ابی حاتم) شیخ
ابن کثیر نے کہا کہ نماز کی خصوصیت اسواسطے فرمائی کہ بحکم قولہ تعالیٰ - ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر الآیہ - کے نماز ایسی چیز ہے کہ فواحش
ومنکرات سے روکتی ہے - حضرت حذیفہؓ کی حدیث مین ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر گران ہوتا تو آپ فوراً نماز کی جانب مبادرت
فرماتے تھے - (احمد ابو داؤد وابن جریر) چنانچہ غزوۂ احزاب مین جب ہزارون مشرکین عرب مدینہ پر ٹوٹ پڑے تو آپ اُس رات نماز مین مصروف رہے تھے
جیسا کہ محمد بن نصر المروزی نے کتاب الصلوٰۃ مین روایت کی اور حضرت علیؓ نے کہا کہ ہمنے غزوۂ بدر کی رات مین اپنے آپ کو دیکھا کہ
سب سوتے تھے سواے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نماز پڑھتے ودعا کرتے یہانتک کہ صبح ہوگئی (محمد بن نصر ایضاً باسناد صحیح) -
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سفر مین تھے کہ اُنکو اُنکے بھائی قثم بن عباس کے وفات کی خبر پہونچی تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر - راستہ سے ایک
طرف اونٹ بٹھا کر دو رکعت نماز پڑھی جنمین دیر تک بیٹھے رہے پھر اُٹھکر یہی آیت واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ - پڑھتے ہوے اونٹ کی طرف گئے
سعید نے ابن جریج سے روایت کی کہ صبر وصلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہونے کے ذریعہ ہین - وَاِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ - اور یہ نماز
بیشک بھاری کام ہے - ف یعنے ہر چند کہ بہت ہلکا فعل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسمین ایک شان رکھی ہے کہ وہ کافرون ومنافقون پر بہت
ثقیل معلوم ہوتی ہے کہ کوئی اسکو آسان نہین سمجھتا - اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ - سواے خاشعین کے کہ اُنپر بھاری نہین ہوتی - ف ابن عباسؓ
نے فرمایا کہ خاشعین وہ لوگ ہین جنھون نے آیات الٰہی کو سچا جانا ودل سے مانا - مجاہدؒ نے فرمایا یعنے جو سچے مومن ہین ابو العالیہ نے کہا یعنے

جو عذاب الٰہی سے خوف رکھتے ہین مقاتل نے کہا یعنے جو لوگ بارگاہ الٰہی مین تواضع کے ساتھ حاضر ہین ضحاک نے کہا کہ نماز سب پر ثقیل ہے
سوا ایسے لوگون کے جو خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے اور اُسکے وعدہ و وعید کو سچا مانکر اُسکے عذاب سے ڈرتے اور اُسکے
ثواب کے امیدوار ہین حاصل یہ کہ اُنکی صفت یہ ہے کہ **اَلَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّھُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّھِمۡ وَاَنَّھُمۡ اِلَیۡہِ**
**رٰجِعُوۡنَ ۝** - ایسے بندے جو یقین رکھتے ہین کہ وے اپنے پروردگار سے ملنے والے ہین اور وے اُسی کی طرف لوٹ جانیوالے ہین
**ف** یعنے جانتے ہین کہ قیامت مین اُٹھائے جائینگے اور اُسی کی مشیت پر پھیرے جائینگے کہ جو چاہے حکم فرماوے تو اُنپر نماز و روزہ کی عبادت
آسان ہے - (**تنبیہ**) قرآن مجید مین یظنون فرمایا حالانکہ بالاتفاق مفسرین کے نزدیک اسکے معنے گمان غالب کے نہین بلکہ یقین کے ہین
اور قرآن مجید مین بہت جگہ ظن بمعنے یقین آیا ہے کقولہ تعالیٰ - ورأى المجرمون النار فظنوا انهم مواقعوها الآية - وقولہ تعالیٰ - انی ظننت انی ملاق حسابیہ
حتی کہ مجاہدؒ نے فرمایا کہ قرآن مین جہان ظن آیا وہ بمعنی یقین ہے - (ابن جریر باسناد صحیح) مترجم کہتا ہے کہ گویا اسمین نکتہ یہ ہے کہ آدمی جس کام کی
نسبت یقین کرتا ہے وہ درحقیقت گمان ہے اسواسطے کہ خالق تو اللہ تعالیٰ عزوجل ہے پس اسکا یقین صرف اسکے گمان پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم - اور
حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے فرماویگا کیا مین نے تجھے جوڑا نہین دیا کیا تجھے مکرم نہین کیا کیا تیرے واسطے گھوڑے و
اونٹون کو مسخر و مطیع نہین کردیا اور کیا تجھے سردار بناکر چین کرتا نہین چھوڑا پس یہ عرض کریگا کیون نہین یعنے بیشک تو نے یہ سب انعام
فرمایا پس اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ کیا تیرا ظن یہ تھا کہ تو مجھسے ملنے والا ہے یعنے تجھے اسکا یقین تھا پس وہ عرض کریگا کہ نہین تو اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ
جیسے تو نے مجھے بھلایا آج مین تجھے بھلاؤنگا (صحیح) بیضاوی نے کہا کہ ظن بمعنے توقع ہے یعنے ملاقات الٰہی کی توقع رکھتے ہین - رازیؒ نے کہا کہ
ملاقات کنایہ موت سے ہے اور توقع بمعنے انتظار ہے یعنے موت کے منتظر رہتے ہین جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا منهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر
اور ایسے لوگون پر نماز اسواسطے گران نہین ہوتی ہے کہ جس چیز کی توقع رکھتے ہین اُسکے مقابلہ مین یہ مشقت ہیچ ہے بلکہ نماز مین اُنکو مناجات
الٰہی عزوجل حاصل ہوتی ہے اسیواسطے حدیث مین آیا کہ قرة عینی فی الصلوة - یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھاری دنیا مین سے مجھے
تین چیزین محبوب کی گئی ہین عورت و خوشبو اور سب سے بہتر میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہے (النسائی والحاکم وغیرہ) **ف۲** کفر سے ایمان
مین داخل ہونے کے واسطے صبر و صلوٰة سے استعانت ہے تاکہ ایمان حاصل ہو پھر بعد ایمان کے صبر و صلوٰة سے بھی مراتب حاصل ہوتے
ہین چنانچہ اشارات عرائس مین ہے کہ مقامات قرب کے واسطے صبر سے مدد چاہے اور مشاہدات کے لیے نماز سے مدد چاہے اسی طرح جسمانیات پاک
کرنے مین صبر سے مدد لے اور تربیت روحانیات مین نماز سے مدد چاہے تاکہ حقائق حاصل ہون جیسا کہ ابن عطاؒ نے بیان کیا شیخ ابوعثمانؒ نے
کہا کہ غفلت چھوڑکر یاد کی حفاظت کے واسطے صبر و صلوٰة سے مدد لینا چاہیے یعنے جبتک نماز مین داخل یا نماز کے انتظار مین ہے تو یاد مین
رہیگا اور شیطان اپنی غفلت کا تصرف اُسپر نہین کرسکتا - بعض عراقیون نے زیادہ اشارہ کیا کہ رضوان الٰہی حاصل ہونے کے واسطے
سوائے اللہ تعالیٰ کے سب چیز چھوڑنے سے مدد چاہو اور ادب کے ساتھ نماز مین حاضر ہو اور ہدایت کی درخواست کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم مین
معرفت پیدا کرے - بعض نے کہا کہ مردان حق کا روزہ یہی ہے کہ ماسوائے حق کے کل چیزون سے اپنے آپکو روکین جیسے عوام کا روزہ یہ ہے کہ صبح سے شام تک
اپنے آپ کو کھانے پینے و جماع سے روکین اسیطرح کاملون کو نماز مین مناجات الٰہی سے غذائے روح ہے اور یہ اُنھین لوگون کو حاصل ہے جنکا نفس محبت مین بھر
اور خشوع و خضوع مین آراستہ ہوا اور نماز کا رکن اصلی یہی ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالے نے نماز کو خاشعین ہی کی طرف راجع فرمایا - شیخ
ابوعثمان مغربیؒ نے کہا کہ نماز اُنھین کی شان ہے جنکا قلب ہیبت و جلال الٰہی مین حیران ہے جیسے کافرون و منافقون کے دل دنیاوی ہوسات

مین حیران ہوتے ہین۔ بعض نے کہا۔ یظنون۔ اسواسطے فرمایا کہ عوام مومنین بھی شامل رہین جنکو حق الیقین حاصل نہین ہے بلکہ تیقن حاصل ہے
پھر جب بنی اسرائیل نماز و روزہ سے تیقن حاصل کرین تو انعامات الٰہی واعتقادات آخرت پر جمین لہٰذا انکو مکرر تفصیلی نصیحت فرمائی بقولہ تعالیٰ۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ
اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مین نے تم پر کیا اور وہ جو مین نے تم کو بڑا کیا

عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَـيْـــًٔـا وَّلَا
جہان کے لوگون سے اور بچو اُس دن سے کہ کام نہ آدے کوئی شخص کسی کے ایک ذرہ اور

يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا ھُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝
قبول نہو اوسکی طرف سے سفارش اور نہ لین اُسکے بدلے مین کچھ اور نہ اُنکو مدد پہونچے

اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو سابق مین روے زمین کے لوگون پر فضیلت دی اور انھین مین انبیا و رسل بھیجے چنانچہ فرمایا
ولقد اخترناہم علی علم علی العالمین۔ یعنے اپنے علم پر بنی اسرائیل کو تمام عالمین پر برگزیدہ فرمایا۔ یعنی اُنکے زمانہ کے تمام اہل عالم سے
بنی اسرائیل کو چھانٹ کر معرفت وعبادت کے واسطے موافق علم ازل کے منتخب فرمایا حتی کہ سواے بنی اسرائیل کے یورپ وافریقیہ
وامریکہ بلکہ فارس وایشیا کی قومین سب دنیا ہی کے واسطے خوار رہین اور معرفت کی فضیلت صرف بنی اسرائیل کو عطا فرمائی اور یہ بہت بڑی
نعمت ہے لہٰذا یاد دلایا کہ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ
فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ ای اولاد یعقوب یاد کرو میری نعمت کو جو مین نے تم پر انعام فرمائی اور یہ کہ مین نے تمکو تمام عالمین پر
فضیلت دی۔ ف ابن عباسؓ نے کہا کہ یہودیون مین سے ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا تو آپ نے فرمایا کہ
ای یہود تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعقوب ہے تو کہنے لگے کہ ہان واللہ ہم جانتے ہین پس آپ نے نظر اُٹھا کر کہا کہ الٰہی تو گواہ رہیو رواہ ابوداود الطیالسی
ابو العالیہ نے کہا کہ عالمین سے اُنکے زمانہ کے اہل عالم مراد ہین کیونکہ ہر زمانہ کے واسطے عالم ہین پس بنی اسرائیل کو اپنے زمانہ کے عالمین پر
یہ فضیلت عطا ہوئی کہ انھین مین انبیا ورسول بھیجے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی اسیکے مانند مجاہد وربیع بن انس وقتادہ واسمٰعیل
بن ابی خالد سے مروی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی تفسیر ٹھیک ہے کہ وہ لوگ اپنے ہی زمانہ کے عالمین پر فضیلت دیے گئے تھے کیونکہ کل امتون سے
افضل امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے بدلیل قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ الآیۃ۔
کیونکہ یہ آیت صریح محکم ہے کہ انسانی گروہ مین جو لوگ پیدا کیے گئے سب مین یہ امت بہتر وافضل ہے اور حدیث معاویۃ بن حیدۃ القشیریؓ مین
آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگون سے امتون کا شمار ستر پورا ہوتا ہے اور ان سب مین تمھاری امت بہتر اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک
زیادہ بزرگ ہے (السنن والمسانید) قرطبی ورازی نے نقل کیا کہ بعض علماء کے نزدیک بنی اسرائیل کی امت مین انبیا بکثرت ہین اور توریت
وزبور وانجیل تین کتابین اُنکو ملین تو اس راہ سے اُنکو سب پر فضیلت ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول کچھ معقول نہین ہے اسواسطے کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام انسے پہلے گزرے وہ سب انبیاے بنی اسرائیل سے افضل ہین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے بعد ہوے اور آپ تمام مخلوق وجمیع
انبیاے افضل وسید اولاد آدم ہین پس یہی ٹھیک ہے کہ بنی اسرائیل کو اپنے زمانہ کے عالمین پر فضیلت ہے۔ پھر چونکہ باپ دادون کی فضیلت سے
اولاد کو شرافت ملتی یا موجودین یہود کو اسپر فخر تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اُنکو نعمتین وفضیلت یاد دلاکر اور توریت وغیرہ پر یقین دلاکر تنبیہ وتہدید فرمائی کہ ۸۱

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا - اور ڈرو اُس دن سے کہ کوئی نفس کسی دوسرے کو کچھ کفایت
نہین کریگا - ف یعنے بغیر رضاے الٰہی کے کوئی کسی کے کام نہ آویگا اور وہ روز قیامت ہے پس اسمین یہودیون کو تنبیہ فرمائی کہ تمھارے
باپ دادون کو جو فضیلت حاصل ہے وہ یہی کتاب و نبوت ہے اور خود کتاب و نبوت مین صریح موجود ہے کہ بغیر رضاے الٰہی کے کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا
لیکن کلام کو جب اصل مطلق فرمایا کہ کوئی کسیکے کام نہ آویگا اسواسطے کہ یہ لوگ بیوقوفی سے بندون کی نسبت یہ خیال کرتے کہ اُنکو بخشوانیکا مجاز ہے
اور یہ نہین سمجھتے تھے کہ بغیر رضاے الٰہی کے اُس دن کسیکو بولنے کی مجال نہوگی لقولہ تعالیٰ - لایتکلمون الا من اذن لہ الرحمن - یعنی کچھ نہین
بول سکینگے سواے اسکے جسکو رحمن عزوجل نے اجازت دی - ھ - تو درحقیقت یہی رہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر مدار ہے اور کسی بندہ کو دوسرے
کے کام آنیکا کچھ اختیار نہین ہے لہذا فرمایا کہ تم لوگ روز قیامت سے ڈرو کہ جس دن کسیکو دوسرے کے کام آنیکا کچھ مجاز نہین ہے قال تعالیٰ لکل امرء منہم
یومئذ شان یغنیہ یعنی اس خوفناک منظر قیامت کے روز ہر شخص کی ایک حالت ہوگی کہ وہ اُسکو سب سے بے پروا کردیگی - اور فرمایا - ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ
اور کسی گناہ اُٹھانے والے نفس کو دوسرے کے گناہ اُٹھانیکا مجاز نہوگا حتی کہ فرمایا - یاایھا الناس اتقوا ربکم واخشوا یوما لایجزی والد عن ولدہ ولا مولود ھو
جاز عن والدہ شیئا یعنی اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو اور اُس دن سے خوف کرو کہ باپ اپنی اولاد کے کچھ کام نہ آویگا اور نہ اولاد - ھ - تو جب بنی اسرائیل کے
دل مین یقین ٹھیک ہو نہایت خوف کے مارے رضاے الٰہی ڈھونڈھین اور بدکاریون و بے ایمانیون سے ڈرین اور شفاعت و فدیہ پر بھی بھروسا
نہ کرین چنانچہ صریح فرمایا - وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ٥ اور کسی
نفس سے سفارش قبول نہوگی ورنہ اُس سے فدیہ لیا جائیگا اور نہ وے مدد کیے جائینگے - ف یعنے جب بدون رضا و اجازت الٰہی عزوجل کے کسیکو بولنے
کی مجال نہین ہے تو سفارشی نداردہی رہا فدیہ پس اول تو کسیکو وہان کوڑی بھی میسر نہوگی اور اگر فرض کرو کہ میسر ہو تو کسی کافر سے زمین بھر
سونا قبول نہوگا کما قال تعالیٰ - فلن یقبل من احدھم ملء الارض ذھبا ولو افتدی بہ الآیۃ - اور اسیطرح فرمایا - ولو ان لھم ما فی الارض جمیعا ومثلہ
معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیامۃ ما تقبل منھم ولھم عذاب الیم - اور اس سے مراد یہ ہے کہ کسی طرح فدیہ قبول نہوگا اگرچہ بفرض محال اُسکو زمین و آسمان
بھر میسر ہو کما قال تعالیٰ - وان تعدل کل عدل لایؤخذ منھا یعنی کل فدیہ جو کچھ دے قبول نہوگا الحاصل عدل سے مراد فدیہ ہے یہی تفسیر حدیث ابن جریر
مین منصوص اور یہی جمہور صحابہ و تابعین سے ماثور ہے اور رہا مددگاری کرنا تو کسکو یہ طاقت ہے کہ حمایت و مددگاری کرکے عذاب الٰہی سے چھڑا دے حاصل
یہ ہے کہ قیامت کے دن صرف حکم الٰہی و رضاے حق عزوجل پر مدار ہے نہ وہان فدیہ ہے اور نہ سفارش ہے اور نہ رشوت ہے اور نہ حمایت ہے اگر کہا جاوے
کہ قولہ تعالیٰ - لا یقبل منھا شفاعۃ - کے معنے یہ ہین کہ کسی نفس سے شفاعت قبول نہوگی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہان سفارش ہوگی مگر قبول نہوگی
حالانکہ وہان کوئی سفارشی نہوگا کما قال تعالیٰ - فما لنا من شافعین - یعنے کفار کہینگے کہ ہمارا آج کوئی سفارش کرنے والا ہی نہین ہے - تو اُنکے
واسطے سفارشی مع سفارش دونون مفقود ہین ہان اس سے یہ البتہ نکلتا ہے کہ مومنون کے واسطے سفارشی ہونگے کیونکہ کفار تو غضب الٰہی کے
ذیل مین ہین اور مومنین اگرچہ گناہگار ہون شیطانی نہین ہین بلکہ رحمت الٰہی کے سایہ مین ہین تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُنکے واسطے
سفارش کی اجازت فرماویگا کیونکہ کسی بندہ بزرگ کو بولنے کی طاقت اُسوقت تک نہین ہے کہ اجازت نہو اور جب اللہ تعالیٰ اجازت دے تو وہ
اپنے امتیون کی بلکہ بھائیون کی سفارش کرینگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یہ اجازت ہونا قطعی ثابت ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ - عسیٰ
ان یبعثک ربک مقاما محمودا الآیۃ - وغیرہ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل آویگا حتی کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار
ہین اسیطرح آپکی شفاعت کبریٰ تمام امتون کے واسطے عام ہوگی لیکن اسکا مدار بھی برضاے الٰہی عزوجل ہے بدلیل قولہ تعالیٰ -

الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا الآیۃ - کیونکہ اس سے ثابت ہی کہ انبیاء وصالحین اُسی شخص کے حق مین شفاعت فرماوینگے جسکے واسطے کلام کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور یہ بات ایمان پر مبنی ہی یعنے آدمی اگرچہ گنہگار ہو لیکن ایمان کی راہ سے اُسکے دل مین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا یقین صادق ہو تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ مستحق شفاعت ہی اور بعض اعمال اس قسم کے ہین کہ وہ یقین صادق کی دلیل ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا و مانند اسکے دیگر اعمال جن پر اپنی شفاعت کی بشارت فرمائی ہی جیسے اسکے برعکس بعض اعمال کو شرع نے کفر کی علامت قرار دیا ہی جیسے کسی بت وغیرہ کو سجدہ کرنا یا مشرکون کیطرح زنار باندھنا یا شرع کی توہین کرنا وغیرہ جو کتب فقہ کے باب ارتداد مین مذکور ہین پس چاہیے کہ ایمان کو شرک وغیرہ سے محفوظ رکھے اور دل مین یقین صادق رکھے تاکہ شفاعت کا مستحق ہو پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر منجملہ احسانات کثیرہ کے بعض تفصیلی احسانات کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالیٰ -

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ

اور جب چھوڑا دیا ہمنے تمکو فرعون کے لوگون سے دیتے تمکو بڑی تکلیف ذبح کرتے

اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○

تمھارے بیٹے اور جیتی رکھتے تمھاری عورتین اور اس مین مدد ہوئی تمھارے رب کی بڑی

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○

اور جب ہمنے چیرا تمھارے پیٹھنے کے ساتھ دریا پھر بچادیا تمکو اور ڈوبایا فرعون کے لوگون کو اور تم دیکھتے تھے

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ - یعنے واذکروا اذ نجیناکم یعنے اور یاد کرو جب ہمنے تمکو نجات دی - ف یعنے اے بنی اسرائیل وا ے یہود جو نعمتین ہمنے تمپر فرمائین اُنکو یاد کرکے شکر کرو از انجملہ یہ نعمت یاد کرو کہ جب ہمنے تمکو نجات دی مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ - آل فرعون سے - ف یعنے ہمنے تمکو آل فرعون سے چھڑایا اور آل فرعون کل وہ لوگ ہین جو فرعون کی قوم قبطی اور اُسکے تابع تھے اور زبان عرب مین یہ محاورہ شائع ہی کہ جو لوگ کسی شخص کے تابع و مطیع ہوتے ہین وہ اُسکی آل کہلاتے ہین اور اُنمین فرعون بھی داخل ہی تو حاصل یہ ہوا کہ تم لوگ وہ نعمت یاد کرو کہ جب ہمنے تمھارے باپ دادون کو فرعون و اُسکے ارکان سلطنت و قوم قبط سے چھڑایا - يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ - درحالیکہ چکھاتے تھے تمکو بُری تکلیف - ف جسکا تھوڑا بیان یہ ہی - يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ - تمھارے لڑکون کو ذبح کرتے اور تمھاری لڑکیون کو زندہ چھوڑتے تھے - ف یعنے فرعون کے حکم سے اگر بنی اسرائیل کے یہان لڑکا پیدا ہوا تو وہ قتل کیا جاتا تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ چھوڑ دی جاتی تھی و بنی اسرائیل ایک مدت سے اس عذاب سخت مین مبتلا تھے لیکن دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے اور فرعون کی خدائی نہین مانتے تھے حالانکہ اس امتحان سخت کو اُٹھاتے تھے وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○ حالانکہ تمھارے اس معاملہ مین تمھارے رب کی جانب سے بلاء عظیم تھی - ف بلاء کے معنے زبان عرب مین نعمت و امتحان دونون کے آتے ہین لہٰذا اگر آیت مین بلا بمعنی نعمت ہی تو یہ معنے ہوے کہ تمھارے اس معاملہ مین کہ تمکو عذاب فرعون سے نجات دیدی تمھارے پروردگار کی طرف سے بڑی نعمت ہی یہی تفسیر ابن عباسؓ و مجاہد و ابو العالیہ و ابو مالک و سدی وغیرہم سے مروی ہی اور شیخ ابن جریرؒ نے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی اور حاصل یہ کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظیم کو یاد کرو کہ تمھارے باپ دادون کو اُنکی قتل اولاد سے جو فرعونیون کے ہاتھ سے ہوتی تھی نجات دی تاکہ تم لوگ پیدا ہوے - اور اگر بلا بمعنے سخت تکلیف ہی تو

معنے یہ ہین کہ تمھارے باپ دادے اللہ تعالے کے اس امتحان عظیم مین دین توحید پر قائم رہے کہ اللہ تعالے نے اُنپر فرعونیون کو مسلط کردیا تھا جو اُنکے لڑکون کو قتل کرتے اور لڑکیون کو چھوڑتے تھے حالانکہ اللہ تعالی نے اُنسے یہ بہت بڑا امتحان لیا تھا مگر فضل آلٰہی سے وہ دین توحید پر قائم رہے حتی کہ اللہ تعالی نے اُنکو سلطنت مصر و شام و ملک عظیم عطا فرمایا بحکم قولہ تعالی - ان مع العسر یسرا - ہر تکلیف کے بعد راحت ہے بنی اسرائیل کو سلطنت عظیم نصیب ہوئی - قرطبی نے کہا کہ جمہور علماء نے یہی تفسیر کی ہے اور اس صورت مین موجودہ یہودیون کو تنبیہ ہوگی کہ تم لوگ کسقدر ناخلف ہو کہ توریت کی فرمانبرداری و محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا صرف حقیر مال و جاہ دنیا کے پیچھے چھوڑتے ہو حالانکہ تمھارے باپ دادے اس بلاء عظیم مین دین توحید و عہد آلٰہی عزوجل پر قائم رہے حتی کہ اللہ تعالے نے اُنپر اپنی نعمتین نازل فرمائین اور فرعون کی سلطنت چھین کر اُنکو دیدی اور اُنکے ساتھ مین ملک شام کا بھی بادشاہ کیا اور وہ اس طرح ہوا کہ جب وہ لوگ اس عذاب پر قائم رہے اور فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کی رسالت کو کسیطرح نمانا تو اللہ تعالے نے موسٰی علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لیکر راتون رات بجانب ملک شام بھاگین حالانکہ اس سے پہلے حضرت موسی علیہ السلام نے بارہا فرعون سے درخواست کی کہ بنی اسرائیل کو اس تکلیف غلامی سے چھوڑکر میرے ساتھ کردے تاکہ مین اُنکو اُنکے باپ دادون کے ملک یعنے شام کو لیجاؤن لیکن اُسنے نہین مانا اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو ایک مچھر سے فرعون کا سر کچلواتا ولیکن اللہ تعالی نے اپنی آیات قدرت دکھلانے اور بنی اسرائیل مین یہ عقیدہ مضبوط کرنے کے واسطے کہ ہر کام کا نتیجہ اللہ تعالی ہی پیدا کرتا ہے اور دریا کا بہنا اور ہوا کا چلنا اور آگ کا جلنا اللہ تعالی نے اپنے قبضۂ قدرت مین معمولی رکھا ہے حتی کہ جب چاہے اسکو بدل دے لہذا حضرت موسٰی علیہ السلام کو راتون رات بنی اسرائیل کو لیکر جانب شام بھاگنے کا حکم کیا حتی کہ یہ لوگ بھاگتے بھاگتے بحر قلزم کی بالائی شاخ پر پہونچے اور یہ سمندر اس مقام پر دو فرسخ یا کم چوڑا تھا لیکن گذرنا کسیطرح ممکن نہ تھا اور فرعون نے صبح کو لشکر جرار لیکر بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور قریب پہونچ گیا تب اللہ تعالی نے بنو اسرائیل کو اس سمندر مین راستہ دیدیا کہ یہ لوگ پار ہوگئے اور فرعونیون نے بھی اُسی راہ سے فرعون کے پیچھے اُترنا چاہا پس وہ بیچ سمندر مین مع لشکر غرق ہوگیا تاکہ بنی اسرائیل کو اپنی قدرت کاملہ سے ایک نمونہ دکھلاوے چنانچہ اس نعمت عظیمہ کو بھی یاد دلایا بقولہ تعالی - وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ اور یاد کر وجب ہمنے تمھارے سبب سے یا تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا پس ہمنے تمکو نجات دیدی اور آل فرعون کو ہمنے غرق کردیا حالانکہ تم آنکھون دیکھ رہے تھے - ف سیوطی رح نے مبہمات مین لکھا کہ یہ سمندر بحر قلزم ہے جسکو عرب ابو خالد کہتے ہین یہی قیس بن عباد سے روایت ہے مترجم کہتا ہے کہ امام ابن کثیر رح و خطیب وغیرہ مفسرین نے بحر قلزم ہی لکھا ہے اور مین نے کسی محقق مفسر کو نہین دیکھا کہ اُسنے دریائے نیل لکھا ہو پس جس نیچری نے جہالت سے مفسرین پر طعن کیا کہ یہ لوگ نادانی سے دریائے نیل مین فرعون کا غرق ہونا بیان کرتے ہین یہ خود اُس نیچری کی نادانی ہے کہ اُسنے بوجہ بے علمی کے فارسی شاعرون کے شعر مین ایسا مضمون پاکر گمان کیا کہ مسلمانون کے علماء مفسرین کا یہی قول ہوگا اور اگر عربی جانتا ہوتا تو یہ بہتان نہ باندھتا عمرو بن میمون جو کبار تابعین سے ہین و دیگر علماء روایت کرتے ہین کہ جب موسی علیہ السلام بنو اسرائیل کو ساتھ لیے ہوے سمندر پر پہونچے تو وہ بھرا ہوا تھا اور اُسکے پار جانے کی کوئی راہ نہ تھی پس یوشع بن نون نے (جو بعد موسی علیہ السلام کے پیغمبر ہوئے ہین) حضرت موسی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو کدھر حکم دیا ہے حضرت موسی علیہ السلام نے سمندر کی جانب اشارہ کیا پس یوشع نے سمندر مین اپنا گھوڑا ڈالدیا جب دھارہ پر پہونچے تو سمندر کے تھپیڑے سے پھر کنارے آگئے غرض کہ تین بار ایسا ہی واقع ہوا اور بنی اسرائیل نے گھبرانا شروع کیا اتنے مین فرعونیون کا لشکر نظر آیا اور بنو اسرائیل نے کہنا شروع کیا کہ اب ہم پکڑے گئے

تو حضرت موسی علیہ السلام نے جھڑکا اور کہا - کلا ان معی ربی سیہدین الآیۃ - یعنے ہرگز نہین تحقیق میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ عنقریب
میرے واسطے کوئی راہ دیگا پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی - ان اضرب بعصاک البحر الآیۃ - یعنی موسی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کے ساتھ
دریا کو مار - مترجم کہتا ہے کہ اسوقت تک وحی مین تاخیر ہونے کی لطافت ظاہر ہے - پس موسی علیہ السلام نے بنو اسرائیل کے بارہ قبائل کے لیے
سمندر مین بارہ جگہ پاس ہی پاس عصا مارا - فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم - پس سمندر پھٹ گیا کہ ہر ٹکڑا مثل کوہ عظیم کے کھڑا ہو گیا -
بعض روایات مین آیا کہ ہر فرق کے درمیان سوراخ تھے جس سے ہر راستہ والے دوسرون کو دیکھتے جاتے تھے اور بحکم الٰہی درمیانی کیچڑ خشک ہو گیا
کما قال تعالیٰ - یبسا لا تخاف درکا ولا تخشیٰ - یعنے اس راہ یابس وخشک سے پار ہو جاؤ درحالیکہ تجھکو گرفتاری فرعون کا خوف نہین ہے - پس
تمام بنی اسرائیل انھین خشک راہون سے سمندر کے پار ہو گئے اور فرعون دوسرے کنارے پہونچ گیا اور اُسکے وزیر ہامان ملعون نے اُسکو
غرہ دلایا کہ موسیٰ بزور ساحری اس شان سے پار ہوا پس تو بقوت خدائی اُتر چل فرعون اگرچہ پار جانا نہین چاہتا تھا لیکن حمیت سے شرم کھا کر
اسی خشک راہ مین گھوڑا ڈال دیا اور بحکم الٰہی ابھی تک یہ راستے خشک موجود تھے کما قال تعالیٰ - واترک البحر رہوا انہم جند مغرقون - جب
یہ لوگ گھسکر اُن راہون مین پورے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو اوپر مطبق کر دیا اور بنو اسرائیل دوسرے کنارے ہراسان وخائف کھڑے ہوئے
دیکھ رہے تھے حتی کہ جب یہ سب غرق ہو گئے تو بھی بعضے بنی اسرائیل پر خوف طاری تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا نے فرعون کا
جسم ناپاک کنارے پھینکدیا کما یشعر بہ قولہ تعالیٰ - الیوم ننجیک ببدنک الآیۃ - تب بنو اسرائیل مطمئن ہوئے اور یہ مقام قریب طور سینا تھا اور
روز عاشوراء محرم کا واقعہ ہے پس موسی علیہ السلام نے اس دن شکر الٰہی عزوجل کا روزہ رکھا اسیواسطے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی صوم عاشوراء رکھتے ہین پس آپؐ نے دریافت کیا تو انھون نے کہا کہ یہ عاشوراء ایک واقعہ
مبارک ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس روز بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی پس موسی علیہ السلام نے اس روز شکریہ کا روزہ رکھا تھا تو ہم بھی
رکھتے ہین پس آپ نے فرمایا کہ موسیٰ کے ساتھ ہم احق ہین نہ تم پس آپ نے عاشوراء کا روزہ خود رکھا اور لوگون کو حکم دیا (احمد بخاری مسلم) مترجم کہتا ہے کہ
ظاہر روایت سے شبہہ ہوتا ہے کہ صوم عاشوراء شروع ہونیکا یہی سبب واقع ہوا تھا حالانکہ یہ بات نہین ہے کیونکہ دیگر احادیث صحیحہ مین وارد ہے
کہ قریش صوم عاشوراء رکھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل ہجرت کے مکہ سے رکھتے تھے اور واضح ہو کہ مفصل قصہ موسی علیہ السلام کی تفصیل
انشاء اللہ تعالیٰ سورہ شعراء وغیرہ کی تفسیر مین آویگی اور یہان مجمل بیان یہ ہے کہ جیسے بادشاہ فارس کو کسریٰ اور بادشاہ روم کو قیصر اور شاہ چین کو
خاقان کہا کرتے ہین اسی طرح شاہ مصر کا لقب فرعون ہوتا تھا اور دراصل یہ قوم قبط ہے جو عمالقہ کی نسل سے ہے پس جب یوسف علیہ السلام مصر مین
آئے اور اُسوقت جو فرعون یعنے بادشاہ مصر تھا وہ مسلمان ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین مع گیارہ بھائیون کے مصر مین عزت
کے ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ نے اُنکی نسل مین برکت عظیم عطا فرمائی اور فرعون یوسف مر گیا تو اُسکے بعد کسی بادشاہ نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ بت پرستی
(یعنی زمانہ یوسف ۱۲) کیا کرتے تھے اور بنو اسرائیل کے دشمن تھے حتی کہ یہ فرعون بادشاہ ہوا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے بعض کہتے ہین کہ یہ فرعون یوسف کے
بعد ہی بادشاہ ہوا ہے بہرحال اس کمبخت نے خدائی کا دعوی کیا اور امام رازی کے خیال مین یہ شخص فلسفی تھا جسکا خیال یہ ہے کہ ہر نوع کے حیوانات مین ایک
رب النوع ہوتا ہے جسکی تربیت سے اس نوع کی بقا ہوتی ہے پس فرعون کے ناپاک دماغ مین جم گیا کہ قبطیون کا رب النوع کبیر مین ہون اور اُسنے
قبطیون کے واسطے چھوٹے آلہہ مقرر کیے تھے اسیواسطے وارد ہوا قولہ تعالے - ویذرک وآلہتک الآیۃ - یعنی قبطیون نے فرعون سے شکایت کی
کہ تو نے کیون موسی کو چھوڑ دیا کہ وہ تجھکو اور تیرے آلہہ کو چھوڑتا ہے - بالجملہ اس فرعون نے بنی اسرائیل کو جو دین توحید یعنی دین ابراہیم علیہ السلام پر

قائم تھے سخت خوار و ذلیل بنایا تاکہ دین توحید سے پھرین اور بکمال حماقت سے نفیس باغات بنام جنت بنائے اور ایک طرف عذاب خانہ
بنام جہنم بنایا اور اُنکے درمیان مین نہایت باریک پھسلونگا راستہ رکھا جسکا نام پل صراط رکھا غرضکہ زمانۂ یوسف علیہ السلام سے جو حالات
دین توحید مین اللہ تعالیٰ کے عذاب و ثواب کے اُسنے سنے تھے تو اپنی الوہیت کا دعوی کرکے اُسکی نقل بنانی شروع کی اور یہ اُسکی جہالت
قابل مضحکہ ہے اور اس سے زیادہ قبطیون کی حماقت قابل تعجب ہے جو اُسپر ایمان لاتے تھے اور بنی سرائیل مین ظاہر ہوا حضرت یوسف علیہ السلام
کے اخبار نبوت سے یہ علم چلا آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی سرائیل مین جب ایسا اور ایسا وقت آئیگا تب ایک پیغمبر پیدا کریگا جس سے مصریون کا کفر برباد ہو
فرعون ہلاک ہوگا اور اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو سب کا وارث کریگا چونکہ یہ واقعہ اسی فرعون خبیث کی گردن پر تھا لہٰذا اُسکو خوف پیدا ہوا اور اُسکے نجومیون
نے بھی آگاہ کیا کہ بنی سرائیل مین ایک لڑکا ہوگا جو تیری ہلاکت کا باعث ہوگا پس اُسنے بنی سرائیل کے حق مین یہ حکم دیا کہ لڑکے قتل ہون اور لڑکیان
چھوڑی جاوین مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُسکے گھر مین بہت ناز و نعمت سے پرورش کرایا تاکہ ایک آیت قدرت ہو کہ جو کچھ قہر
عزوجل نے مقدر فرمایا وہ کسی بندے کے ٹالے سے نہین ٹل سکتا اگرچہ فرعون ہو جب موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے تو انکے ہاتھ سے ایک قبطی مردود
قتل کرایا تاکہ یہ مصر سے نکلکر مدین مین شعیب علیہ السلام پاس پہونچے اور اُنکی لڑکی سے شادی کرکے بعد دس برس کے مصر کی جانب چلے
اور راہ مین وادی مبارک مین نبوت سے سرفراز ہوکر بنی اسرائیل کی خلاصی اور فرعون کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے اور اُنکی معیت مین
اللہ تعالیٰ نے ہارون علیہ السلام کو پیغمبر نائب مقرر کیا اور ایک مدت تک فرعونیون کو عصائے موسیٰ و ید بیضا و ساحرون سے مقابلہ اور طوفان
باران و ٹڈی و قمل و ضفدع و خون وغیرہ معجزات و آیات قدرت دکھلائین مگر وہ کسیطرح ایمان نہ لائے بلکہ فرعون کو اُبھارا کہ تونے موسیٰ کو
چھوڑ دیا کہ نہ وہ تجھے مانتا ہے اور نہ تیرے مقرر کیے ہوئے آلہہ کو مانتا ہے اور ملک مین فساد پھیلاتا ہے۔ یہ بدبخت لوگ دین توحید و عدل کو
فساد کہتے تھے فرعون نے پھر تکبر کی راہ سے قہر دکھلایا کہ بنی سرائیل کے لڑکے مقتول و لڑکیان چھوٹنی شروع کین اور بنی اسرائیل پر
سخت مصیبت پیش آئی حتی کہ انھون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی مگر آپ نے بحکم الٰہی اُنکو صبر کی نصیحت فرمائی اور کہا کہ عنقریب
اللہ تعالیٰ تمھارے دشمن کو ہلاک کریگا اور تمکو زمین کا وارث کریگا تاکہ تمھارے اعمال ملاحظہ فرماوے پھر جب فرعون نے دیکھا کہ مجھے کچھ خوف نکرنا چاہیے کہ مین نے
برابر انکے بال بچے قتل کیے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ نہ ہو سکا تو اُسکا تکبر زیادہ ہوگیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اُسنے یون کہا
ذرونی اقتل موسیٰ۔ یعنی پس اب مجھے چھوڑو کہ مین موسیٰ ہی کو قتل کردون اور اُسکی قوم والون نے پہلے ہی قرار کیا تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام
سے کہا کہ۔ مہما تاتنا من آیۃ لتسحرنا بہا فما نحن لک بمؤمنین۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے کل معجزات کو جادو پر محمول کیا اور ایمان سے قطعی دائمی
انکار کر دیا اور فرعون کے ساتھ قتل موسیٰ علیہ السلام پر راضی ہوئے پس اللہ عزوجل نے ان بدبختون سے انتقام لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم
پہونچا ان اسر بعبادی لیلا انکم متبعون۔ یعنی راتون رات میرے بندون کو لیکر روانہ ہو بیشک تمھارا تعاقب کیا جائیگا۔ پس تعاقب قوم فرعون بیکار
پر حتمی کر دیا تھا کہ جاکر جہنم مین غرق ہون کہتے ہین کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھ لاکھ بیس ہزار ایسے بنو اسرائیل ساتھ لیے تھے جو لڑائی کے
لائق تھے اور فرعون نے تعاقب کے واسطے شہرون سے لشکر جمع کرائے گویا سب کے غرق ہونیکا حکم ہوگیا تھا کما قال تعالیٰ۔ فارسل فرعون
فی المدائن حاشرین ان ہؤلاء لشرذمۃ قلیلون وانہم لنا لغائظون وانا لجمیع حاذرون۔ گویا اپنے لوگون کو اُبھارتا ہوا لایا پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
سمندر پر حکم ہوا کہ۔ ان اضرب بعصاک البحر۔ یعنے اپنے عصا کے ذریعہ سے سمندر کو مار چنانچہ آپ نے مارا۔ فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم
پس وہ پھٹ گیا تو ہر پارہ مثل بڑی پہاڑی کے کھڑا ہوگیا۔ اور یہ حکم اُسوقت پہونچا کہ جب فرعون مع لشکر قریب پہونچ گیا تھا فلما ترای الجمعان قال اصحاب

موسی انا لمدرکون - یعنے جب دونون فریق آپسمین ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو موسیٰ کے ساتھیون نے کہا کہ ہم پکڑ لیے گئے اُسوقت حکم پہونچا کہ عصا سے دریا کو مار - جب بنی اسرائیل پار ہو گئے تو بھی اُنکو فرعون کا خوف چھایا ہوا تھا حتی کہ حضرت موسی علیہ السلام سے دعا چاہی کہ فرعون پار نہونے پاوے مگر پہلے ہی حکم پہونچا - واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون یعنے اے موسیٰ سمندر کو ایسا ہی چھوڑ دے کہ فرعونی گروہ غرق ہونے والے ہین - چنانچہ جب بیچ سمندر مین پہونچے تو سب غرق ہو گئے - مترجم کہتا ہی کہ اس معجزہ مین تنبیہ ہی کہ ہر چیز مین جو خاصیت رکھی گئی وہ بقدرت الٰہی اُسی طور پر جاری رہتی ہی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے ورنہ جس طور پر وہ چاہتا ہی اُسکے قبضۂ قدرت مین جاری ہوتی ہی چنانچہ پانی جو ہمارے حواس مین سیال چیز ہی بحکم الٰہی مثل پہاڑ کے قائم ہو گیا جیسے قیامت مین گناہگارون کا پسینا کسیکے ٹخنون تک اور کسیکے گھٹنون تک اور کسیکے حلق وغیرہ تک قائم ہوگا اور بعض ملحد جو معجزات انبیا علیہم السلام سے منکر ہی مگر مسلمانون کے نام سے اسلام کا دھوکا دیتا اور کہتا ہی کہ جب موسی علیہ السلام بحر قلزم پر پہونچے تو اُسمین جوار بھاٹا تھا پس اُتار کے وقت حضرت موسی علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اضرب بعصاک البحر اور اسکے معنے مین تحریف کر کے کہتا ہی کہ اپنا عصا لیکر سمندر مین چلے جاؤ یعنے ضرب کو زمین پر چلنے کے معنے مین کہتا ہی اور یہ محض غلط ہی اور کیون نہو کہ اس شخص کو زبان عربی مین صرف ونحو کی بھی لیاقت نہین ہی تو فصاحت وبلاغت کیونکر جانے اور معانی کلام کیونکر سمجھیگا لہذا اُسکی غلطی بیان کرتے ہین آسان وجہون سے جواب دیتا ہون اور ان وجوہ کو ہر شخص عام وخاص بخوبی سمجھکر اس ملحد کی تحریف سے آگاہ ہو جائیگا اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو یعنے - واذ فرقنا بکم البحر الآیۃ - کو بنی اسرائیل پر نعمت عظیم کا احسان رکھنے کے طور پر بیان فرمایا کہ اُنکو سمندر سے نجات دی اور فرعون کو غرق کر دیا پھر اگر یہ واقعہ اسطرح ہوتا جیسے ملحد بیان کرتا ہی تو اسمین انعام واحسان کی کون وجہ پائی جاتی ہی کیونکہ جب جوار بھاٹا آیا تھا تو پانی کے اُتار مین موسیٰ علیہ السلام چلے گئے اور جب فرعون گھسا تو پانی مین چڑھاؤ ہو گیا تو وہ ڈوب گیا دوم یہ کہ - فرقنا بکم البحر - تو ٹکڑے ٹکڑے فرق کر دینے کے معنے مین ہی حالانکہ اس ملحد کی تقریر پر فرق بالکل نہین ہوا سوم یہ کہ ضرب کے معنے چلنے کے جہان آتے ہین وہان حرف فی لازم ہی جیسے قولہ تعالیٰ - واذا ضربتم فی الارض وغیرہ مین ہی چہارم سمندر سے عبور کرنا کہلاتا ہی اور سمندر مین چلنا فصیح زبان عرب کے علاوہ اُردو وغیرہ کسی زبان مین بھی نہین بولتے ہین پنجم چلنے کے معنے ہوتے تو "فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم" کا کچھ بھی ربط نہین ہی کیونکہ اُسکے طور پر یہ معنے ہوتے ہین کہ اپنا عصا لیکر چل پس دریا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا کہ ہر ٹکڑا مثل بڑی پہاڑی کے قائم ہوا اور ہر شخص جانتا ہی کہ اسکو کچھ بھی ربط نہین ہی اور اس جاہل نے زعم کیا تھا کہ - اضرب - کی جزا فانفلق - ہی اور اعتراض کیا کہ اسپر فا نہین آتی ہی اور یہ محض جہالت ہی کیونکہ معنے یہ ہین فضرب فانفلق یعنے موسیٰ نے مارا تو سمندر پھٹ کر الگ ہوا اور اس جاہل کو دوسرے مقام کی آیت نہین سوجھی یعنے قولہ تعالیٰ - فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا - دیکھو یہان ضرب کے معنے ٹھونکنے مارنے کے موجود ہین اور - فانفجرت پر فا داخل ہی یعنے اے موسیٰ اپنے عصا سے پتھر کو مار پس اُس سے بارہ چشمے جاری ہوئے پس یہی معنے ہین فضرب فانفجر حالانکہ یہان اس جاہل سے یہ کہنا ممکن نہین کہ ضرب کے معنے چلنے کے ہین کیونکہ یہ معنے ہو جاوین کہ اپنا عصا لیکر پتھر پر چل پس اُسمین سے بارہ چشمے جاری ہوئے اور اگر وہ اسکا قائل ہو کہ عصا لیکر پتھر پر چلنے سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تو یہ بھی ایک معجزہ ہی پھر اُسکو صحیح طور پر معجزہ واقع ہونے سے کیون انکار ہی ششم یہ کہ اگر جوار بھاٹے کی وجہ سے پانی اُتر گیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام اس دلدل مین کیونکر گھس سکتے تھے کیونکہ ایسے سمندر مین دلدل کی وجہ سے خواہ عصا ہو یا نہو گذر غیر ممکن ہی اور حضرت موسی علیہ السلام کا عصا اس کثیر جماعت بنی اسرائیل خصوصًا عورتون وبچون کے واسطے کیونکر کافی ہوا ہفتم جوار بھاٹے کا دعوی محض غلط ہی اسواسطے کہ جمیع اہل ہیئت متفق ہین کہ جوار بھاٹا عمیق وعریض سمندرون مین آتا ہی اسواسطے جھیلون وتالابون مین نہین آتا ہی اور کسی نے اسمین خلاف نہین کیا ہی چنانچہ یورپیون ویونانیون وغیرہ سب کی کتابون مین یہ بات مصرح ہی نقو کلان

مجید مین اس راستہ کے یابس وخشک ہوجانیکی تصریح موجود ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہین غرض جب بنی اسرائیل پار ہو گئے تو اُنھون نے فرعون کے
خوف سے دعا چاہی کہ سمندر پھر عمیق ہو جاوے تاکہ فرعون اُنتک نہ آ پاوے لیکن حکم آلہی پہونچا کہ یہ خواہش مت کرو اترک البحر رہوا انہم جند مغرقون
اور سمندر کو اسی حالت پر ٹھہرا رہنے دے کہ یہ گروہ فرعونی ڈوبنے والے ہین یعنی ہم اُنکو غرق کرینگے۔ مگر ملحد کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے ہین کہ آہستہ آہستہ بہنے دے
یہ تحریف محض غلط ہے کیونکہ یہ شخص خود مقر ہے کہ بحیرۂ قلزم کی شمالی کھاڑی تھی اور یہ بہنے والا دریا نہین تھا تو یہان آہستہ بہنے کے کیا معنے ہین اور کبھی
کہتا ہے کہ یہ معنے ہین کہ تیز قدم بڑھا کر نکل جا یہ بھی حماقت ہے کہ اُسنے اپنی جاہلانہ زبان پر قیاس کیا جو ہرگز زبان عرب کا محاورہ نہین ہے اور جو شخص کچھ بھی
زبان عرب سے وقوف رکھتا ہے اُسکے حق مین اس شخص کی تحریف سے کچھ خوف نہین ہے بلکہ خوف تو ایسے لوگون کے حق مین ہے جو زبان عرب نہین
جانتے ہین اور رفتار زمانہ یہ ہے کہ مسلمانون مین باہمی نفاق بلکہ نور ایمان کم ہونے سے تعصب وعداوت کثیر پھیل گئی اور علماء یہود کی طرح صرف کتابی بحث
وجدال کی رعونت باقی ہے اور بمعجزۂ حدیث مبارک کے موافق حرص دنیا کا جوش بڑھا ہوا اور ہوا و ہوس کی اتباع چڑھی ہوئی اور علم دین سے محض جہالت
پھیلی ہوئی ہے ایسی حالت مین یہ فرقۂ ملحدین جو دین کی تخریب مین فرعون سے مشابہ اور دنیا کی ہوس مین یہود سے بڑھکر ہے بظاہر مین مسلمان بنکر عوام جاہلون کو
سخت دھوکا دیتا ہے خصوصاً اُن جاہلون کو جو دار آخرت کو امید موہوم جانتے اور دنیا کے مال و دولت کو نقد تصور کرتے ہین اور اُسی کی توقیر اُنکی
نظرون مین چھائی اور جانورون کی طرح اُنھون نے اُسکو اپنی عمر کی کمائی اور اُسکو سرمایۂ انسانی سمجھا ہے تو جب یہ لوگ اس فرقۂ ملحدین کی دنیاوی
وجاہت وظاہری ثروت دیکھتے ہین تو یقین کر لیتے ہین کہ بھلا ان لوگون کی عقل مین خطا ہو سکتی ہے جیسے فرقۂ الحاد نے اہل یورپ کی عجیب عجیب
ریاضی صنعتین وکلین ودنیاوی انتظام وزمین کی پیداوار سونا وچاندی حاصل کرنے کی عمدہ تدبیرین دیکھکر یقین کر لیا کہ جیسی زمین کی تدبیرین
سمجھنے مین ان لوگون کے حواس کامل ہین ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے معارف وصفات مین بھی اگر کچھ ہوتا تو یہ کبھی غلطی نکرتے تو وہ یہ ہونا یا نہ ہونا ہی
ٹھیک بات ہے اور یہ کمینہ پن دونی ہمتی حد سے بڑھی ہوئی ہے اور اگر عالی ہمتی وقلب عاقل وجوہر پاکیزہ ہوتا تو اس بے انتہا مخلوقات آلہی مین
اس ذرہ برابر زمین و اُسکے تمام اموال وجواہرات کو ہیچ سمجھتے اور دنیاوی زندگی کو مثل حباب کے ناپایدار جانتے اور آخری معاملہ پروردگار سے
یقین کرتے تو نور بصیرت وعقل سلیم سے سمجھتے کہ علم عین معرفت آلہی عزوجل ہے اور اس ہستی بے اعتبار کے بعد انجام کار دار الآخرہ کی ہستی پایدار
اس اشرف المخلوقات انسان کے واسطے درختون ومکانات کی پایداری سے بڑھکر ضروری ہے۔ ونسأل اللہ الهداية والثبات على الإيمان ونعوذ باللہ
من الضلال ومن تلبيس هؤلاء الجهال وحسبنا اللہ نعم الوكيل والحمد لله رب العالمين۔ اور مسلمانون کے فرقۂ مقلد وغیر مقلد بلکہ وہابی و بدعتی بلکہ سُنی وشیعہ
سبکو لازم ہے کہ بیہودہ خیالات وکمینہ اختلافات ودنیاوی ہوسات کو عالمانہ وقار ویقین آخرت کی نظر سے دیکھکر دور کرین اور نفاق ظاہر سے اسلام
کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بناوین اور باہمی جدال دور کرین واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین والی اللہ المصیر وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تنبیہ)
اللہ تعالیٰ نے جو احسانات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین بنی اسرائیل پر فرمائے اُنکا احسان ان یہودیون پر رکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین تھے تو اہل اسلام کو سعادتمندی سے عبرت ونصیحت لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک سے بہت بڑا احسان فرمایا
کہ اُنکو جہالت وضلالت سے نکالکر درجہ علم ومعرفت پر پہونچایا ورنہ فرعون کی طرح ضلالت مین ڈوب جاتے کما قال تعالیٰ۔ وكنتم على شفا حفرة
من النار فأنقذكم منها الآية۔ اور باہمی نفاق واختلافات سے نکالکر سب کو یک دل ومتحد بنایا کما قال تعالیٰ۔ والف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته
اخوانا الآیۃ۔ پس اس نعمت کا شکریہ اُنپر حتمی واجب ہے کہ دنیا کو وسیلۂ آخرت بناوین اور علم وعمل سے متحد ہو کر دار الآخرت سنوارین کیونکہ اُنکو
قرآن عظیم عطا فرمایا ہے کہ جسمین اگلون وپچھلون کے آثار وانجام مین نصیحت ہین کیا نہین دیکھتے کہ بنی اسرائیل پر شرک گوسالہ کی مذمت وعطائے توریت کا احسان رکھا

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ۝

اور جب ہمنے وعدہ کیا موسی سے چالیس رات کا پھر تمنے بنا لیا بچھڑا اسکے پیچھے اور تم بے انصاف ہو

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

پھر معاف کیا ہمنے تمکو اس پربھی شاید تم احسان مانو اورجب ہمنے دی موسی کو کتاب

وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝

اور جھگڑتی شاید تم راہ پاؤ

اہل تاریخ نے روایت کی کہ جب بنی اسرائیل کو مصر سے حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھ نکلنے کا حکم ہوا تو بنی اسرائیل نے جشن شادی کے بہانہ سے قبطیون کا بیش قیمت زیور عاریت لیا تھا اور درحقیقت یہ اُنکے واسطے خوشی تھی کہ فرعون سے نجات پاوین اور ملک شام مین جاوین پھر جب فرعون مع لشکر کے دسوین محرم کو بحر قلزم مین غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تو حضرت موسٰی علیہ السلام بجانب شام بڑھے اور انکا گذر ایک قوم عمالقہ پر ہوا جو گائے کی شکل کے بت پوجتے تھے اور بعض روایات مین آیا کہ فرعون نے بھی اپنی قوم کے واسطے اپنی نیابت مین گائے کی شکل کے بت بنوائے تھے تو شاید ان لوگون نے قبطیون ہی کی تقلید کی ہو بہرحال بنی اسرائیل مین سے بعضے احمق جاہلون نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا کہ۔ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ۔ یعنے ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک معبود بنوا دو جیسے اُنکے معبود ہین حضرت موسی علیہ السلام نے اُنکی جہالت پر افسوس فرماکر اُنکو جھڑکا اور وعدۂ آلٰہی عزوجل کے منتظر ہوئے کہ بعد غرق فرعون کے کتاب آسمانی عطا ہو جسپر بنی اسرائیل عمل کرین پس اللہ تعالٰے نے اول ایک ماہ کے روزہ کا حکم فرمایا اور ابھی تک وہ زیورات جو بنی اسرائیل نے فرعونیون سے لیے تھے اُنکے پاس موجود تھے اور چونکہ وہ حربی کافرون کا مال تھا تو وہ مال غنیمت کے حکم مین ہوا لیکن مال غنیمت کسی امت سابق کو حلال نہین ہوا بلکہ یہ فضیلت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے واسطے خاص ہو جیسا کہ صحاح کی احادیث صحیحہ مین صریح منصوص ہو پس وہ سب مال و اسباب ایک گڑھے مین ڈال کر جلا دیا گیا بعض تفاسیر مین مذکور ہو کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص سامری تھا جو سوناری کا پیشہ کرتا تھا اور اسکی پیدایش کی کیفیت مین مذکور ہو کہ جس زمانہ مین فرعونیون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کے بچے قتل ہوتے تھے تو بنی اسرائیل کی عورتین وضع حمل کے وقت جنگلون و غارون مین چلی جاتین پھر اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اُسکو ساتھ لاتین اور اگر لڑکا ہوا تو وہین چھوڑ آتی تھین تاکہ اگر اُنکے پیچھے درندہ کھا جاوے تو اس سے بہتر ہو کہ اُنکی آنکھوں کے سامنے اُسکو فرعونی ذبح کرین لیکن جسکو اللہ تعالی جیاتا وہ وہان بھی پرورش ہوتے تھے اور بنی اسرائیل روایت کرتے ہین کہ جبرئیل علیہ السلام سے اُنکو دودھ ملتا تھا چنانچہ سامری بھی اسیطرح سے پرورش ہوا اور اسرائیلی کہتے ہین کہ وہ جبرئیل علیہ السلام کو جس شکل مین اُسکے پاس پرورش کے لیے آتے تھے پہچانتا تھا اسیواسطے اُسنے غرق فرعون کے وقت نشان قدم کی خاک اُٹھائی تھی اور چونکہ وہ عالم آخرت کا اثر رکھتی تھی لہٰذا جب اُسنے بنی اسرائیل کی حماقت دیکھی کہ وہ لوگ بت پرستی کے واسطے گوسالہ مانگتے ہین تو اُسکے دل مین یہ شرارت سوار ہوئی کہ اُس خاک سے جو نشان جبرئیل علیہ السلام سے اُٹھائی ہو گوسالہ بناوے کہ وہ عالم آخرت کے اثر حیات سے جاندار کے مانند آواز کریگا چنانچہ جب موسی علیہ السلام ایک مہینہ کے روزہ رکھنے اور توریت لانے کے لیے کوہ طور کی طرف گئے تو اُسنے یہان اسی گوسالہ کا سوانگ بنایا اور اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کی میعاد مین دس دن زیادہ کردیے چنانچہ فرمایا۔ واذ واعدنا موسی ثلٰثین لیلۃ و اتممناہا بعشر الآیۃ۔ پس بعد ایک مہینے کے اکثر بنی اسرائیل کو شیطانی اوہام نے گھیرا اور اُنھون نے سامری کے کہنے سے گوسالہ کی پرستش کرنی شروع کی اور ہارون علیہ السلام کا کہنا نہ مانا سوا بارہ ہزار آدمیون کے کہ حضرت ہارون علیہ السلام ٢٦

کے ساتھ رہے حاصل یہ کہ جب موسٰی علیہ السلام کوہ طور کے جنگل مین گئے تاکہ تیس رات روزہ وعبادت مین صرف کرکے مناجات و
عطاے کتاب کے لیے کوہ طور پر جاوین تو یہان سامری نے اُسی قبطیون کے زیور سے جو ایک گڑھے مین جلادیا گیا تھا ایک بچھڑا بنایا اور
اُسکے پیٹ مین اثر جبریلؑ کی خاک ڈالی تو وہ بولنے لگا۔ کما قال تعالٰی۔ فاخرج لہم عجلا جسدا لہ خوار الآیۃ۔ اور سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمھارا
اور موسٰی کا پروردگار ہے لیکن ہارون علیہ السلام نے اُنکو بہت سمجھایا کہ اے لوگو یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ایک امتحان ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف
ایک مہینہ کے واسطے گئے ہین تم اُنکو آنے دو جب تیس دن گذر گئے اور حضرت موسی علیہ السلام نہین آئے کیونکہ اللہ تعالٰی نے اُنکی میعاد مین دس راتین
زیادہ کردین تو بیوقوف اسرائیلیون نے جنھون نے پہلے ہی سے حضرت موسی علیہ السلام سے گوسالہ کی شکل کے بت مانگے تھے جلد بازی کی اور سامری نے
بہکایا کہ تمھارا اور موسٰی کا پروردگار تو یہ ہے اور موسٰی علیہ السلام بھٹک کر کوہ طور کی طرف نکل گئے اسیواسطے وہ ابتک نہین آئے پھر ان بیوقوفون نے حضرت ہارون کا بھی
کہنا نہین مانا اور اُسکی عبادت مین مصروف ہوگئے اور اللہ تعالٰی کی نعمتون کا شکر بجالانے کے بجاے شرک کرنے لگے پس اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
وقت یہودیون کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی قدر نہین کرتے تھے یاد دلایا اور فرمایا۔ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً
اور ایک قراۃ مین۔ وعدنا۔ بدون الف ہے یعنے اور یاد کرو جب ہمنے موسٰی کو چالیس راتون کا وعدہ دیا۔ ف یعنے پہلے تیس رات پھر
دس بڑھا کر پوری چالیس راتون کا وعدہ دیا تاکہ اُنکے گذرنے پر توریت عطا فرمائی جاوے جسمین ہدایت و نور ہے پس موسی علیہ السلام وفق
وعدۂ الٰہی کے کوہ طور کے غار مین روزہ رکھنے وعبادت کرنے کے واسطے گئے۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر تمنے اسکے
بعد گوسالہ کو بنالیا۔ ف یعنے پھر تمنے بجاے شکرانہ کے سامری کے ڈھالے ہوے گوسالہ کو موسٰی علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد
اپنا معبود بنالیا۔ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ حالانکہ تم ظلم کرنے والے تھے۔ ف یعنے اپنی جانون پر سخت ظلم کرنے والے تھے کہ تمنے عبودیت
کو بے محل ایک جسمانی مخلوق جانور گوسالہ کے واسطے صرف کیا حالانکہ وہ تمسے بدتر چیز ہے باوجودیکہ تمنے حضرت موسٰی علیہ السلام سے توحید سیکھی
اور آیات قدرت الٰہی عزوجل کو فرعونیون کے مقابلہ مین معائنہ کیا اور صفات الٰہی سبحانہ وتعالٰی کو جان لیا تھا کہ وہ بے مثل و بے مانند
و کسی مخلوق سے مشابہ نہین ہے اور تمام مخلوقات اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین اُسنے تمکو فلق البحر سے پار کیا اور فرعون کو غرق کیا پھر
بھی تمنے بجاے شکر کے شرک سے ظلم عظیم کیا لیکن ہمنے پھر بھی تمپر احسان فرمایا۔ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝ پھر اس معاملہ کے بعد بھی ہمنے تمکو عفو فرمایا تاکہ تم شکرگذار ہو جاؤ۔ ف یعنے بعد ظلم عظیم کے ہمنے ایک طریقہ
سے تمھاری توبہ قبول فرمائی تاکہ تم ناشکری چھوڑدو اور شکرگذار ہو۔ اسرائیلی کہتے ہین کہ ماہ ذیقعدہ موسٰی علیہ السلام کی میعاد تھی پھر
ذی الحجہ کے دس دن ملاکر تکملہ کیا گیا پھر چالیس راتین پوری ہونے کے بعد جب موسٰی علیہ السلام کوہ طور پر مناجات کے واسطے حاضر ہوے
تو توریت عطا ہوئی لیکن حضرت موسٰی علیہ السلام کو فرمایا کہ وہان ہمنے تیری قوم کو تیرے بعد امتحان مین ڈالا اور سامری نے اُنکو بہکا دیا
ہے چنانچہ تفصیلی قصہ انشاء اللہ تعالٰی آویگا اور توبہ کا بیان بھی آئندہ آیت مین آتا ہے (فائدہ) امام ابن جریر و دیگر مفسرین نے
تصریح کی کہ جب فرعون کی ہلاکت دسوین محرم کو ہوئی اور مناجات دسوین ذی الحجہ کے ختم پر ہوئی تو ہلاکت فرعون ومناجات مین گیارہ مہینے کا
فرق ہوا اور اسوقت تک بنی اسرائیل کوہ طور کے نواح مین مقیم تھے نہ ملک شام مین آئے اور نہ مصر کو لوٹے اور ابن عقیل نے تفسیر مین لکھا کہ
یہ لوگ مصر سے نکلنے کے بعد پھر مصر مین نہین گئے اور بیضاوی نے کشاف زمخشری کے تابع ہوکر وہم کیا کہ مصر مین لوٹ جانے کے بعد
اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام کو مناجات وعطاے توریت کا وعدہ دیا۔ (نکتہ) علماء نے فرمایا کہ چالیس راتون کی تعبیر مین اشارہ ہے کہ دن کو قطع

رات بھی عبادت کے لیے مقصود ہے اور موسیٰ علیہ السلام ان دنون مین روزہ رکھتے اور راتون مین عبادت کرتے تاکہ بدن بھی پاک ہوجاوے
اور فرشتہ صفت ہوکر مناجات کی لیاقت آجائے اور مہینے سے حساب نہین فرمایا کیونکہ وہ کبھی اُنتیس دن کا ہوتا ہے حالانکہ چالیس کا شمار پورا
ہونا ضرور ہے اور یہین سے اکثر مشائخ نے چلّہ نکالا ہے یہ سمجھکر کہ چالیس راتون کی عبادت کو نفس کے پاکیزہ ہونے مین ایک دخل خاص ہے
مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین سلف وخلف صالحین رضی اللہ عنہم سے چلّہ کی کوئی روایت ثابت نہین ہوئی اور
شک نہین کہ مجاہدہ وریاضت جائز ہے لیکن بعضے عوام اس طرح چلّہ کھینچتے ہین کہ بعد چلّہ کے اُس مُنھ سے مردہ کے مانند نکالے جاتے ہین
اور روئی کے گالے وغیرہ سے مُنھ مین دودھ ٹپکا کر پالے جاتے ہین اور ظاہر ہے کہ ایسی حالت مین صوم وصلوٰة بالکل متروک ہوگی اور
یہ حرکت خلاف سنت وخلاف سلف صالحین وجمیع امت ہے ہان سلف وخلف مین بہت سے بزرگ گذرے ہین جو قریب ایک ہفتہ کے بدون غذا کے
صرف نماز وذکر وتسبیح پر بسر کرتے تھے پس اغنین ائمہ دین وبزرگان یقین فرشتہ خصال کی اقتدا حاصل کرنا کمال ہے اور انکی مخالفت مذموم ہے
ف۲ اشارات عرائس مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس میعاد مین صوم وصلوٰة وخلوت کے ساتھ بشری عادت وطبیعت
ورسوم سے پاک کیا تاکہ انوار خطاب کی لیاقت ہوا سیواسطے طالبان معرفت کے لیے چلّہ ایک سنت ہوگیا کیونکہ بعد اس میعاد کے موسیٰ
علیہ السلام مین کلام قدیم سننے کی لیاقت ہوگئی۔ (تنبیہ) آیت مفید امور ہے اوّل یہ کہ شرک ایک ظلم ہے جس سے مشرک ظالم ہوجاتا ہے وقد قال تعالیٰ
ان الشرک لظلم عظیم۔ دوم یہ کہ دین وکتاب الٰہی بڑی نعمت ہے وقال تعالیٰ۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الآیۃ۔ یعنی آج مین نے تمہارے لیے
تمہارا دین کامل کیا اور تمپر اپنی نعمت پوری فرمائی۔ ھ۔ پس اسکا شکر واجب اس طرح ادا کرے کہ قرآن وشریعت پر یقین وعمل مستقیم ہوا اور شرک
سے قطعاً پرہیز کرے سوم یہ کہ ہمجنس کی شرارت سے بچے یعنے آدمی کے واسطے آدمی بھی شیطان سے زیادہ مُضر ہے پس اُسکے قول وفعل کو
غور سے دیکھے اگر وہ اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق کہے تو اُسکی بات مانے اور اگر مخالف ہو تو اُسکو جھوٹا وگمراہ جانے ورنہ
خود برباد ہوگا جیسے سامری کے کہنے سے بنی اسرائیل گمراہ ہوگئے تھے چہارم یہ کہ جو چیز خلاف عادت واقع ہو اُسکو کرامت ہی نہ سمجھنا چاہیے
کیونکہ سامری نے جو بچھڑا بنایا وہ بولتا ہوا جسم تھا حالانکہ وہ کرامت نہین بلکہ فتنہ تھا جسکے ماننے سے بنی اسرائیل مبتلائے ضلالت ہوگئے پنجم
اگر شرک کرکے مرتد ہوجانیکے بعد مشرک نادم ہوکر توبہ کرے تو اُسکی توبہ قبول ہوتی ہے ششم چاہیے کہ ہدایت کو کتاب الٰہی عزوجل سے تلاش کرے یعنے قرآن مجید
وحدیث شریف مین جو شریعت الٰہی مقرر ہے اُسکو ہدایت سمجھے اور جو اس سے خارج ہو وہ گمراہی ہے اور اس ہدایت پر شکر کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے
بنی اسرائیل پر احسان رکھا اور فرمایا وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ○ اور یاد کرو اُس نعمت کو جب
ہمنے موسیٰ کو کتاب اور فرقان عطا فرمائی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔ ف کیونکہ جسنے ہدایت سے راہ سنت حاصل کی وہ رضوان جنت
مین دائمی عیش پر پہونچا تو یہ بہت بڑے شکر کا مقام ہے اور کتاب سے مراد توریت ہے اور اُسیکا نام فرقان اسواسطے فرمایا کہ اُسکے ذریعہ سے
حق وباطل مین اور حلال وحرام مین اور کرامت وجوگ مین اور ولی وشیطان مین فرق کیا جاتا ہے اور فرقان دراصل مصدر مانند رجحان وغفران
کے ہے اور قرآن مجید کا نام بھی اسی وجہ سے فرقان ہے۔ آیت مین بعض علماء نے کہا کہ کتاب سے مراد توریت ہے اور فرقان سے مراد عصا ویدبیضا وغیرہ
معجزات ہین کیونکہ عصائے موسیٰ سے دعویٰ نبوت وسحر مین فرق ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو
توریت عطا فرمائی تاکہ بنی اسرائیل اُس سے اعتقاد صحیح واعمال صالحہ کی ہدایت پاوین اور یہ جہالت مٹ جاوے کہ موسیٰ علیہ السلام
سے بت پرستونکی طرح کوئی معبود بنائے جانے کی درخواست کرین یا ایسے فعل مین مبتلا ہون جو بجائے ثواب کے عذاب ہو یا ایسے فعل مین

عمر اسکمان کرین کہ جسمین بہت قلیل ثواب ملیگا حالانکہ کثیر ثواب کا فعل موجود ہو کیونکہ شیطان بنی آدم کا دشمن ہو تو جہانتک ممکن ہو وہ ثواب کا کام نہین کرنے دیگا اور اگر کوئی شخص آمادہ ہوا تو افعال مین سے ایسے فعل پر آمادہ کرتا ہو جسمین ثواب قلیل ہو حتی کہ اُس فعل مین ایسی نیت بگاڑتا ہو کہ محنت برباد ہو پس علم شریعت عین ہدایت ہے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم تمنے نقصان کیا اپنا بچھڑا بنا لیکر

فَتُوْبُوْۤا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ

اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی جان یہ بہتر ہو تمکو اپنے خالق کے پاس پھر متوجہ ہوا

عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

تمپر برحق وہی ہو معاف کرنے والا مہربان

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بنی اسرائیل کے گمراہ ہوجانے سے آگاہ فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام توریت لیے ہوے بنی سرائیل کے پاس پہونچے تو نہایت غضبناک تھے اور گوسالہ کو جلا کر خاک کیا اور سامری کو خوار کیا کہ وہ دیوانہ کی طرح لامساس کہتا پھرتا تھا اور بنی سرائیل اپنی گمراہی پر افسوس کرنے لگے کما قال تعالیٰ۔ ولما سقط فی ایدیہم وراوا انہم قد ضلوا قالوا لئن لم یرحمنا ربنا ویغفر لنا لنکونن من الخسرین الآیۃ یعنے بنی اسرائیل جب نادم ہوے، اور اُنھون نے جانا کہ وہ گمراہ ہوچکے ہین تو کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب نے ہمپر رحم نکیا اور نہ بخشا تو خوار ہونگے پھر اللہ تعالیٰ نے اُنکی توبہ قبول فرمائی اگرچہ صدق یقین ظاہر ہونے کے واسطے جان کا قتل کرنا شرط کیا کیونکہ جس شخص کو دار آخرت کا یقین واثق ہو تو جب اُسکو مغفرت کا وعدہ دیا جاوے تو وہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار آخرت کو پسند کریگا اور یہ بھی ایک نعمت عظیم ہو اللہ ان یہودیون کو یاد دلایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین موجود تھے تاکہ اپنے باپ دادون کا صدق یقین دیکھین چنانچہ فرمایا وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ۔ اور یاد کر جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ ف یعنے جن لوگون نے گوسالہ کو پوجا تھا جب وہ نادم ہوے تو موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ۔ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ۔ اے قوم تمنے اپنی جانون پر ظلم کیا بسبب معبود بنانے گوسالہ کے۔ ف یعنے تمنے گوسالہ کو معبود بنا کر اپنی جانون پر شرک کے ساتھ ظلم عظیم کیا۔ فَتُوْبُوْۤا اِلٰی بَارِئِكُمْ۔ پس تم لوگ اپنے خالق کی جانب توبہ کرو۔ ف کیونکہ اُسنے تمکو پیدا کیا حالانکہ تمنے غیر کو معبود بنایا پھر یہ توبہ زبانی نہین تھی بلکہ توبہ اسطرح کرو کہ۔ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ۔ اپنی جانون کو قتل کرو۔ ف یعنے اپنی جانون کے قتل پر راضی ہوجاؤ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ یہ بات تمھارے واسطے تمھارے خالق کے نزدیک بہتر ہو ف پس یہ لوگ راضی ہوگئے یہان شان الٰہی دیکھنے کے قابل ہو کہ ہارون علیہ السلام صرف چند روز تامل کرنے کو کہتے تھے کہ ابھی گوسالہ پرستی مین جلدی نکرو یہانتک کہ موسیٰ علیہ السلام آجاوین مگر بنی سرائیل نے نمانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان دینے کا حکم سنایا وہ مان لیا کما قال تعالےٰ۔ وآتینا موسیٰ سلطانا مبینا۔ یعنے ہمنے موسیٰ کو کھلا ہوا غلبہ عطا فرمایا چنانچہ یہ لوگ قتل پر راضی ہوگئے سعید بن جبیرؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ ان لوگون کی توبہ یہ ہو کہ ان مین سے جو شخص اپنے باپ و بیٹے سے ملے اُسکو تلوار سے قتل کر ڈالے اور کچھ پروا نکرے کہ کس مقام پر اُسنے اُسکو قتل کیا پس اُن سب لوگون نے توبہ کی جنکی شناخت حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر مخفی تھی حالانکہ اللہ تعالےٰ اُنکے

گناہون پر مطلع تھا پس اُنھون نے اپنے گناہون کا اقرار کر کے حکم کی فرمانبرداری کی پس اللہ تعالیٰ نے قاتل و مقتول دونون کو بخش دیا (ابن جریر
و ابن ابی حاتم) اور اس روایت مین مراد یہ ہے کہ قاتل وہ لوگ قرار دیے گئے جنھون نے گوسالہ نہین پوجا اور مقتول وہ ہین جنھون نے گوسالہ پوجا
چنانچہ عکرمہؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب یہ حکم آیا کہ قتل نفس اُنکی توبہ ہے تو جن لوگون نے گوسالہ پوجا تھا اُنکو خبر دیگئی پس وہ
لوگ حکم الٰہی کے واسطے سر جھکا کر بیٹھے اور جنھون نے گوسالہ نہین پوجا تھا وہ تلوار لیکر اُٹھے اور اُسوقت ایک تاریکی چھاگئی پس اُنھون نے گوسالہ
پرستون کو قتل کرنا شروع کیا یہانتک کہ تاریکی دور ہوئی - اور سدیؒ کی روایت مین ہے کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے دعا کی کہ ای رب بنی اسرائیل
مٹے جاتے ہین پس اللہ عزوجل نے رفع قتل کا حکم دیا - مجاہدؒ کی روایت مین ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اچھا مین نے اسیقدر پر کفایت فرمائی
تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا کپڑا پھینکا پس وہ تاریکی دور ہوئی اور اُن لوگون نے اپنے خنجر ڈال دیے حالانکہ ستر ہزار قتل ہو چکے تھے (ابن جریر
و ابن ابی حاتم) زہریؒ نے بیان فرمایا کہ جب یہ لوگ قتل ہوتے تھے تو موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہاتھ اُٹھائے تھے یہانتک کہ جب اللہ تعالیٰ نے
توبہ قبول فرمائی تو قتل سے ہاتھ کھینچے گئے اور ہتھیار ڈال دیے گئے پھر موسیٰ علیہ السلام مقتولین کو دیکھکر غمناک ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ای
موسیٰ کس چیز پر غم ہے کیونکہ جو لوگ مقتول ہوئے وہ میرے یہان زندہ اور رزق پاتے ہین اور جو لوگ باقی رہے مین نے اُنکی توبہ قبول فرمائی جب
یہ وحی پہونچی تو موسیٰ علیہ السلام و بنو اسرائیل بہت خوش ہوئے (رواہ ابن جریر باسناد جید) اور محمد بن اسحٰق نے اسطرح روایت لکھی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام
نے گوسالہ جلا کر دریا مین پھینکدیا تو اپنی قوم مین سے کچھ لوگون کو چھانٹ کر مقام مناجات کو نکلے اور یہ وہی لوگ ہین جنکو صاعقہ نے گرفتار
کیا پھر اُٹھائے گئے پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے واسطے توبہ کی درخواست کی لیکن اللہ تعالیٰ نے قبول توبہ سے انکار فرمایا سوائے
اس بات کے کہ اپنے نفوس کو قتل کرین محمد بن اسحٰق نے کہا کہ مجھکو روایت پہونچی کہ اُن لوگون نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگ حکم الٰہی پر
صبر کرینگے پس موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ جنھون نے گوسالہ نہین پوجا وہ اُن لوگون کو قتل کرین جنھون نے گوسالہ پوجا ہو پس یہ لوگ میدانون مین بیٹھ گئے
اور دوسرون نے تلوارین کھینچکر اُنکو قتل کرنا شروع کیا پھر عورتون و بچون نے موسیٰ علیہ السلام کی جانب رونا شروع کیا اور عفو کی درخواست کی پس اللہ تعالیٰ نے
توبہ قبول فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ اُن لوگون سے تلوار اُٹھا لیجائے - عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس
واپس آئے اور ستر آدمی تھے جنھون نے ہارون علیہ السلام کے ساتھ مع گوسالہ سے جدائی اختیار کی تھی پس موسیٰ علیہ السلام نے اُن لوگون سے کہا کہ اپنے رب عزوجل کے
مقام وعدہ پر چلو پس اُنھون نے عرض کیا کہ ای موسیٰ کیا کچھ توبہ نہین ہے آپنے فرمایا کہ توبہ تو ہے ولیکن یہی ہے کہ وہ اپنی جانون کو قتل کرین یہی اُنکے حق مین بہتر ہے
پس ان پاک لوگون نے تلوارین کھینچین اور گنہگار لوگون نے گردنین جھکائین اور اللہ تعالیٰ نے سیاہ بادل کا ٹکڑا بھیجدیا کہ اُسکی تاریکی
مین قتل کرتے حتی کہ آدمی اپنے باپ و بھائی کو قتل کرتا مگر نہین پہچانتا تھا اور آپس مین پکارتے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے پر رحم کرے
جو برابر صبر کیے رہے یہانتک کہ رضائے الٰہی حاصل ہو پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی یعنے جو مقتول ہوئے اُنکو شہید رکھا اور جو باقی رہے اُنکو
عفو کیا انتہا فرمایا - فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ پس اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرمائی بیشک وہ تواب
رحیم ہے - ف ان روایات تفسیر سے ظاہر ہوا کہ جن لوگون نے گوسالہ پوجا تھا سب قتل نہین ہوے بلکہ ستر ہزار قتل ہونے پائے تھے کہ اللہ
تعالیٰ نے زبانی توبہ کو قبول فرمایا حالانکہ سب لوگون کا یقین آخرت اس وجہ سے درست تھا کہ سبھی مقتول ہونے کے واسطے گردن جھکائے تھے
بلکہ جو مقتول ہوئے اُنکے واسطے بہت بڑی مبارکباد ہے کہ وہ بیشک مغفور اور امتحان سے باہر ہو گئے کیونکہ جو شخص دنیا مین زندہ موجود رہے
وہ خوفناک ہے اور نہین جانتا کہ آئندہ اُسپر کیا حکم ہو اللہ تعالیٰ سب اہل ایمان کا خاتمہ بخیر کرے - ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ ان

آیات مین اہل ایمان کے واسطے تنبیہات ہین چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل۔ تمنے تمثال شیطانی کو مشاہدۃ الرحمن پر اختیار کیا
اور ظلم عظیم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ کے کلام مین خود مفید اشارہ ہے کہ دنیا مین مشاہدۃ الرحمن یعنے کشف قرب جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے وہ
بغیر تمثال و بے جہت و مکان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ و جہت و تمثال و تشبیہ سے پاک ہے کہ اُسکے مثل کوئی چیز نہین ہے پس اگر کسی شخص نادان کو کوئی تمثال کا
دعوکا دے تو وہ مکر شیطان ہوگا اُس سے پناہ مانگے جیسے غوث الامۃ سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو پیش آیا چنانچہ یہ حکایت مترجم نے
خاتمہ سورہ روم کی تفسیر مین بیان کی ہے۔ م۔ بعض مشائخ نے کہا کہ ہر انسان کا جسم اپنی خواہش نفسانی مین بھرا ہے جسنے اسکی خواہشون
کی پیروی کی وہ اسکو معبود بنانے والا ٹھہر کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ یعنے تونے اسکو دیکھا جسنے
اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔ اسیواسطے بعض احادیث و آثار مین مصرح وارد ہے کہ سب سے زیادہ تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہے جو دونون پہلو کے
بیچ مین ہے اسیواسطے قتل نفس یہ ہے کہ شریعت سے اُسکو خارج نہونے دے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعضے جہال صوفیہ قتل نفس کے یہ معنے سمجھتے ہین
کہ کھانے پینے سے جسم کو لاغر کرے حالانکہ قتل نفس یہ ہے کہ نفس کی خواہشون کو شرع سے خارج نہونے دے اور جسم کے کمزور کرنے سے صرف
اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ بعض خواہشین کم ہوجاتی ہین لیکن اگر ایک شخص کمزور خلاف شرع خواہش پوری کرے تو ہنوز وہ نفس کا بندہ ہے اور
اگر ایک شخص پر زور اپنے نفس کو شرع سے خلاف نہ کرنے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور یہی معنی شیخ ابن منصور و واسطی و فارس رحمہم اللہ تعالیٰ
سے بنا بر بیان شیخ کے نکلتے ہین۔ م۔ بالجملہ اس آیت سے ظاہر ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین جن لوگون نے گوسالہ پوجا اللہ تعالیٰ
نے اُنپر احسان عظیم فرمایا کہ اُنکو قتل سے باقی رکھا تاکہ جو یہودی موجود ہین پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُنکو حسن توبہ کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ
اللہ تعالیٰ کے فرمان پر جان دینے کے لیے راضی تھے پس جو لوگ موجود ہین اُنکو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون کو یاد کرین اور احکام توریت کے
موافق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین پھر اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر عمدہ جماعت بنی اسرائیل کو بعد موت کے زندہ کرنے کی نعمت یاد دلائی

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ
اور جب تمنے کہا اے موسیٰ ہم یقین نکرینگے تیرا جب تک نہ دیکھین اللہ کو سامنے پھر لیا تمکو بجلی نے
وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
اور تم دیکھتے تھے پھر اُٹھا کھڑا کیا ہمنے تمکو مرگئے پیچھے شاید تم احسان مانو

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کئی بار میقات طور سینا کے واسطے بُلایا چنانچہ اول مرتبہ وہ ہے جب توریت عطا
فرمانے کے واسطے بلایا تھا اور اسکے بعد بنی اسرائیل نے خواہش کی کہ ہم لوگون کو ظاہر ہوجاوے کہ یہ سب احکام الٰہی ہین تو موسیٰ علیہ السلام
انکی پسند کے ستر آدمی ایک میقات کے واسطے ساتھ لے گئے تاکہ یہ لوگ خود سن لین اور ایک مرتبہ گوسالہ پرستی سے توبہ کے معاملہ مین عذر
کرنے کے لیے ستر آدمی لے گئے پھر ان آیات مین ساتھیون کا مرنا پھر زندہ ہونا مذکور ہے تو اہل تاریخ و روایات نے اختلاف کیا کہ یہ میقات
توریت مین واقع تھا یا گوسالہ کی توبہ مین واقع ہوا تھا اگرچہ اس سے کوئی حکم متعلق نہین ہان یہ امر سب کے نزدیک بالاتفاق ہے کہ جنھون نے
دیدار الٰہی کی درخواست کی تھی یہ درخواست کوہ طور ہی کے مقام پر تھی پس بعضے مورخین و صاحب کشاف و بیضاوی کے نزدیک یہ میقات
توریت کا واقعہ ہے اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ بعد غرق فرعون کے جب اللہ تعالیٰ نے توریت عطا فرمانیکا وعدہ دیا اور ایک مہینہ اور دس روز مقرر کیے
تو بنی اسرائیل نے کہا کہ یا نبی اللہ ہم مین سے بھی کچھ لوگ آپ کے ساتھ جاوین تاکہ خداے تعالیٰ کا کلام سنکر ہمکو گواہی دین کہ توریت کلام

الٰہی ہو جب سامری نے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر یہ لوگ گواہی چاہتے ہین تو اُسکو خوب یقین ہوگیا کہ سخت احمق ہین اور اُنسے گوسالہ بنانیکا
قصد تمام کرلیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی چنے ہوے ساتھ لیے کما قال تعالیٰ - واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا
الآیۃ - پھر ایک چلہ روزے و عبادت مین بسر کرنے کے بعد جب کوہ طور پر چڑھے تو موسیٰ علیہ السلام سب سے آگے پہونچے اور حق سبحانہ
تعالیٰ دانائے علیم نے فرمایا کہ موسیٰ تو اُن لوگون سے پہلے کیون آیا موسیٰ نے عرض کیا کہ پروردگار وہ لوگ بھی میرے قدم بقدم آتے ہین کما فی قولہ
تعالیٰ - ہم اولاء علیٰ اثری وعجلت الیک رب لترضیٰ الآیۃ - یعنی مین تیری رضا حاصل ہونے کے لیے جلدی حاضر ہوا - ۵ - پھر انکو امتحان قوم
وگمراہی سے آگاہ فرماکر ایک ابر سفید مین گھیر لیا پھر بعد مناجات کے ابر کھل گیا تو اُن لوگون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم بھی
کلام الٰہی سنین تو گواہی پوری ہو پس اُنھون نے کلام الٰہی سنا لیکن کہنے لگے کہ ہم نہین مانین گے جب تک کہ آنکھون سے نہ دیکھین قرطبیؒ نے
کہا کہ یہی صحیح ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسی کو اظہر ٹھہرایا واللہ تعالیٰ اعلم - اور امام ابن جریر و بغوی و سیوطی وغیرہ نے بروایت محمد بن اسحٰق اسکو
دوسری میقات قرار دیا جو گوسالہ پرستی سے توبہ کے متعلق ہے اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب توبہ مین قتل موقوف فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے ستر آدمی لیکر میقات پر آوین تاکہ وہ لوگ گوسالہ پرستی سے معذرت کرین پس موسیٰ علیہ السلام نے عمدہ عمدہ ستر آدمی
چُنے اور اُنکو پاک صاف کرکے میقات پر لے گئے اور ابر سفید نے گھیر لیا اور ان لوگون کو بھی ابر مین داخل کیا تو یہ سجدہ مین گر پڑے اور حالت
مناجات مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر ایسا نور آجاتا تھا کہ کسیکو دیکھنے کی تاب نہین ہوتی تھی لہذا درمیان مین ایک پردہ
ہوگیا اور انھون نے بھی احکام الٰہی کو سنا لیکن بعد ختم مناجات کے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم یون نہین مانین گے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ
کو عیاناً آنکھون دیکھین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا - وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی
نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً - اور یاد کرو جب تمنے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تیری تصدیق نہین کرینگے یہانتک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو آنکھون دیکھ
لین - ف یعنے تم لوگ وہ واقعہ یاد کرو کہ جب تمھارے باپ دادون نے بجائے شکر و تعظیم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسا گستاخی
کا کلمہ کہا تھا کہ ہم تیری تصدیق نہین کرینگے جب تک اللہ تعالیٰ کو آنکھون نہ دیکھین جسکو تم قطعاً مانتے ہو - فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ
وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ پس تمکو صاعقہ نے گرفتار کیا درحالیکہ تم آنکھون دیکھتے تھے - ف ربیع بن انس نے کہا کہ اُنھون نے
ایک آواز سخت سنی کہ مصعوق یعنے مردہ ہوگئے اور اصل صعق ایسی غشی ہے جو مردہ کے مانند ہو لیکن یہان موت مراد ہے بدلیل قولہ تعالیٰ -
ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ پھر ہمنے تمکو تمھاری موت کے بعد اُٹھایا تاکہ تم شکرگزار ہو
ف یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ مرگئے تھے لیکن جبکہ صاعقہ آواز تھی تو - انتم تنظرون - کے یہ معنے ہین کہ تم دیکھتے تھے اس واقعہ کو جو تمپر نازل ہوا
اور ابن جریر نے سدیؒ سے روایت کی کہ صاعقہ ایک آگ تھی جو آسمان سے نازل ہوئی جسنے انکو جلا دیا و علیٰ ہذا تنظرون کے یہ معنے ہین کہ تم لوگ
اس آگ کو آنکھون دیکھتے تھے جو تمپر نازل ہوئی - اور عروۃ بن رویم نے کہا کہ بعضے بیہوش ہوکر گر گئے اور بعضے دیکھتے رہے (ابن کثیر) بیضاوی مین ہے
کہ اگر صاعقہ آگ تھی تو خود آگ کو دیکھتے تھے اور اگر صاعقہ آواز تھی تو اُسکا اثر دیکھتے تھے جیسے ہوتے ہین کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ حال ہوا سیوطیؒ نے کہا یعنے
تم لوگ یہ حال آنکھون دیکھتے تھے سدی و محمد بن اسحٰق نے بیان کیا کہ جب انکو صاعقہ نے گرفتار کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوکر رونے لگے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے
کہ الٰہی مین بنی اسرائیل سے کیا کہونگا کہ ہزارون وہان مارے گئے اور جو کچھ اچھے اچھے چھانٹے گئے تھے وہ یہان ہلاک ہوے - ولو شئت اہلکتہم من قبل وایای اتہلکنا
بما فعل السفہاء منا ان ہی الا فتنتک الآیۃ - الٰہی اگر تو چاہتا تو انکو پہلے ہی ہلاک کرتا اور مجھکو بھی اور کیا تو ہمکو ایسے کام پر ہلاک فرماویگا جو ہم مین بیوقوفون نے

کیا ہو یہ تو تیرا ہی امتحان ہے۔ ف۵- پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ یہ ستر بھی انھین لوگون مین سے ہین جنھون نے گوسالہ کو معبود بنایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ فرمایا اور وہ ایک ایک کرکے زندہ ہونا شروع ہوئے حتی کہ ایک دوسرے کو دیکھتے جاتے تھے کہ کیونکر زندہ ہوتے ہین۔ ربیع بن انس نے کہا کہ انکا مرنا موت مقدر نہین تھا بلکہ بطور سزا ہی کے واقع ہوا پھر زندہ کیے گئے تاکہ قدرت الٰہی معائنہ کرین اور اپنی موت مقدر پوری کرین اور یہی قتادہؒ کا قول ہے۔ ابن جریر نے محمد بن اسحٰق سے روایت کی جسمین مذکور ہے کہ انکو صاعقہ رجفہ نے گرفتار کیا خلاصۂ مفاد آیت یہ ہے کہ تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے مین ناشکری کرتے اور بیجا سوال کرتے ہو جیسے تمھارے باپ دادون نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا تھا کما قال تعالیٰ فقد سألوا موسیٰ اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جھرۃ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین فرمائی کہ مشرکون وکافرون کے اس سوال سے غمگین مت ہو کہ تجھسے تو یہی سوال کیا حالانکہ موسیٰؑ سے اس سے بڑھکر سوال کیا تھا جب کہا کہ ہمین اللہ تعالیٰ کو آنکھون دکھا دے ف۶ اشارات عرائس مین ہے کہ ان لوگون نے موسیٰ علیہ السلام کی تقلید مین شاہدہ نہین بلکہ معائنہ کی درخواست کی حالانکہ انکو مشاہدہ کی بھی لیاقت نہ تھی لہٰذا تجلی غضبی مین جل گئے لیکن رحمت سابقہ سے بدعاے موسیٰ علیہ السلام انکو زندہ فرمایا تاکہ بعد موت کے زندہ ہونے کی شہادت ادا کرین ورنہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر کی بات کے واسطے کسی شہادت کی ضرورت نہین ہے پس جو شخص بغیر استعداد کے مشاہدہ طلب کرے اُسکا یہی انجام ہے مترجم کہتا ہے کہ استعداد حاصل ہونا اتباع شریعت پر موقوف ہے اور اُسکی توضیح یہ ہے کہ جب بندہ ایمان لاتا ہے تو شمع ایمان قلب مین روشن ہوتی ہے پھر جب اعمال صالحہ کے نور سے مدد پہونچتی ہے تو تمام اعضا منور ہو جاتے ہین جنکی تفصیل قولہ تعالیٰ۔ یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگی اور اس استعداد کے بعد اُسکو مشاہدہ کی لیاقت حاصل ہوتی ہے اور بدون اسکے شیطانی ہوسات ہین جسمین اکثر جاہل صوفی گرفتار ہوکر برباد ہوتے ہین۔ اور لالکائی نے کتاب السنۃ مین روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰ کسی زندہ کو طاقت نہین کہ مجھکو دیکھے مگر آنکہ وہ مرجائیگا اور تر خشک ہو جائیگا (بدور السیوطی) پھر جب بلا استعداد کے مشاہدہ مین کیفیت ہے تو بنی اسرائیل نے بہت بے ادبی کی کہ آنکھون دیکھنے کی درخواست کی حالانکہ سورۂ اعراف مین آویگا کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود شان نبوت کے اسکے متحمل نہین ہوئے۔ بعض مشائخ بغداد نے فرمایا کہ جسنے بغیر حرمت کے مشاہدہ چاہا محروم ہوا اور جسنے حرمت کے ساتھ مشاہدہ چاہا اُسپر عظمت چھا گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ مشاہدہ کی تو یہ کیفیت ہے کہ بغیر حرمت کے محروم اور باوجود حرمت کے خود رفتہ ہو جاتا ہے تو جسنے معائنہ کا دعویٰ کیا وہ سخت بے ادب ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام معائنہ کی تاب نہین لائے اور بنی اسرائیل نے خواہش کی تو صاعقہ سے جلائے گئے غرض دنیا مین معائنہ کی کوئی راہ نہین ہے اور جو شخص دعویٰ کرے جھوٹا ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ نے شرح عقائد مین صریح لکھا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص شب معراج مین دیدار کا قول بعض صحابہ و تابعین سے ماثور ہے اور اسمین اختلاف بھی مشہور ہے جو شرح عقائد مین مذکور ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۖ

اور سایہ کیا ہمنے تمپر ابر کا اور اوتارا تمپر من اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزین جو دیا ہمنے تمکو

وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

اور ہمارا کچھ نقصان نہ کیا پر اپنا ہی نقصان کرتے رہے

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بعد ہلاک فرعون و نزول توراۃ کے بنی اسرائیل کا انتظام درست فرمایا اور ملک مصر و قبطیون کے باغات و مکانات کا

بنی اسرائیل کو وارث فرمایا چنانچہ قبطیون و فرعونیون کی بدبختیون کا بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ ۔ کم ترکوا من جنات وعیون و زروع ومقام
کریم وارثناہا قوما آخرین ۔ چنانچہ وہ بنی اسرائیل کی وراثت مین آ گئے لیکن مفسرین مین اختلاف ہے کہ جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
نکلے تھے وہ لوٹ کر مصر مین آئے یا نہین کیونکہ اُنکو شام کی زمین مقدس مین آباد ہونیکا حکم تھا بالجملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر
بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتین یاد دلائین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا وآتاکم
ما لم یؤت احدا من العالمین ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے قوم تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتین یاد کرو کہ اُسنے تم مین انبیا بنائے اور ملوک بنا دیا
اور تمکو وہ کچھ دیا جو عالمین مین سے کسیکو نہین دیا ہے ۔ بعد اس نصیحت کے اُنکو ملک شام مین داخل ہونے وجہاد کرنے کی ترغیب دی کما قال تعالیٰ
یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علیٰ ادبارکم فتنقلبوا خاسرین ۔ یعنے اے قوم تم زمین مقدس مین داخل ہو جو اللہ تعالیٰ نے
تمھارے واسطے لکھی ہے اور اپنے پاؤن پیچھے مت پھیرو کہ لوٹ کر خاسرین مین سے ہو جاؤ ۔ چنانچہ بنی اسرائیل چلے لیکن جب اُنکو معلوم ہوا کہ
ملک شام مین بڑے بڑے قدآور عمالقہ بستے ہین تو بزدل ہو کر داخل ہونے سے انکار کیا ہرچند حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنکو نصرت الٰہی
فتح کی بشارت دی مگر یہ لوگ فرعونیون کی ماتحتی مین ایسے بزدل ہو گئے تھے کہ لڑنے سے مطلق انکار کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے چالیس برس تک
انپر شام مین داخل ہونا محروم کر دیا اور یہ لوگ مصر واپس جانا چاہتے تھے وہ بھی ممنوع کر دیا کہ اسی تیہ یعنے جنگل مین حیران پھرین کما قال تعالیٰ
فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض الآیۃ گویا نکتہ یہ تھا کہ یہ بزدل لوگ جو فرعونیون کی ذلت کے عادی ہو گئے ہین گذر جاوین
اور اُنکی اولاد باقی رہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت مین بھی ابوجہل و ابولہب وغیرہ ایمان نہ لائے جنمین بت پرستی رچ گئی تھی لیکن
اللہ تعالیٰ نے انکو باوجود سرکشی کے ہلاک نہین فرمایا کیونکہ اُسنے انکی اولاد مین صالحین مقدر فرمائے تھے اسیطرح ان اسرائیلیون کو بھی
اسی جنگل مین محبوس رکھا کہ ہرچند کوشش کرتے تھے مگر نہین نکل سکتے تھے حتیٰ کہ بھوک پیاس سے مرنے لگے آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے بے محنت انکو سامان معیشت عطا فرمایا جسکا احسان ان آیات مین مذکور ہے کما قال تعالیٰ ۔ وَظَلَّلْنَا
عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ ۔ یعنے یاد کرو اس نعمت کو کہ ہمنے تم پر غمام کا سایہ کیا ۔ ف غمام جمع غمامہ کیونکہ وہ آسمان کو غم یعنے مستور کرتا ہے
اور وہ ابر سپید تھا جس سے تیہ مین سایہ کر دیا تاکہ یہ لوگ حرارت آفتاب سے محفوظ رہین (رواہ النسائی عن ابن عباسؓ) اور یہی ابن عمرؓ و ربیع
بن انس و ضحاک و سدی سے منقول ہے (ابن ابی حاتم) امام ابن جریر نے کہا کہ دیگر علمائے سلف نے بیان فرمایا کہ یہ غمام نسبت تمھارے ابر کے
زیادہ خنک و خوشگوار تھا ۔ ھ ۔ مجاہدؒ نے فرمایا کہ یہ غمام صرف انھین لوگون کو حاصل ہوا ہے ۔ (ابن ابی حاتم) اور ابن جریج کی روایت مین ہے کہ
جنگ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو بھی ملائکہ اسی غمام مین آئے تھے (سنید) پس اللہ تعالیٰ نے اُنپر غمام کا سایہ کیا اور روشنی کے واسطے
روایت ہے کہ رات کو ایک عمود بلند قائم ہو جاتا تھا جس سے تمام تیہ روشن رہتا تھا ۔ ا ھ ۔ کھانے پانی کا بیان تو وہ آئندہ آیات مین مذکور ہے چنانچہ
کھانے کی نسبت فرمایا ۔ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۔ اور ہمنے تم پر من و سلویٰ اُتارا ۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے
لکھا کہ من کے بارہ مین عبارات مفسرین مختلف ہین چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ من ایک چیز تھی جو درختون پر
گرتی تھی اور یہ لوگ صبح کو جا کر جسقدر چاہتے تھے کھاتے تھے مجاہدؒ نے فرمایا کہ گویا وہ ایک قسم کا گوند ہے اور عکرمہ نے کہا کہ گاڑھے شیرہ کی شکل
مین اوس کی طرح گرتی تھی سدی نے کہا کہ زنجبیل کے درخت پر پڑتی تھی قتادہؒ نے کہا کہ اسی تیہ مین برف کی طرح گرتی تھی جسکا رنگ
دودھ سے زیادہ سفید اور مزہ شہد سے زیادہ شیرین تھا وہ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک گرتی جسمین سے آدمی اسی روز کی قدر کفایت

ے لیتا حتی کہ اگر زیادہ لیتا تو بگڑ جاتی تھی ہان جمعہ کے روز البتہ جمعہ و سنیچر دو روز کے واسطے لیتا تھا جو سنیچر کو نہین بگڑتی تھی کیونکہ سنیچر اُنھون نے
عبادت کے واسطے اختیار کیا تھا جسمین معیشت کے واسطے نہین اُٹھتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اس لائق یہی تھی کہ پانی مین گھول کر پی جاوے
چنانچہ ربیع بن انس نے کہا کہ وہ شہد کے مانند تھی جسکو پانی مین گھولکر پیتے تھے لیکن وہب بن منبہ کا قول ہے کہ وہ باریک میدہ کے مانند روٹی تھی اور
ابن جریرؒ نے شعبی سے روایت کی کہ یہ تمھارا شہد اُس منّ کے ستر جزو مین سے ایک جزو ہے شیخ ابن کثیر نے اس مقام پر طرق کثیرہ کے ساتھ یہ
حدیث ذکر فرمائی کہ کماۃ بھی منّ مین سے ہے اور اُسکا پانی آنکھ کے واسطے شفا ہے (بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہم) اور حدیث ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے کچھ لوگون نے کہا کہ کماۃ تو زمین کی چیچک ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی
(الترمذی والنسائی) اور حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ مین اسقدر زیادہ ہے کہ عجوہ جنت سے ہے (النسائی) مترجم کہتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ کماۃ یہی ہے جسکو کھنبی یا
دھرتی کا پھول کہتے ہین اور حدیث انس رضی اللہ عنہ مین وارد ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ذہن دوڑایا کہ قولہ تعالیٰ کشجرۃ خبیثۃ (اجتثت من فوق الارض
مالہا من قرار الآیۃ۔ مین شاید یہی کھنبی مراد ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کماۃ تو منّ سے ہے اور اسکا پانی آنکھ کے واسطے شفا ہے اور
عجوہ جنت سے ہے اور اسمین زہر سے شفا ہے (ابن مردویہ) رہا بیان سلویٰ تو ابن عطیہؒ نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ وہ پرند ہے لیکن قرطبیؒ نے کہا کہ یہ
اجماع کا دعویٰ نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ مؤرّج و جوہری وغیرہ بعض نے کہا کہ وہ شہد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جن لوگون نے شہد کہا شاید انھون نے سلوان قمری کی طرف
جو شہد منسوب ہے اُسکو بیان کیا ہے اور آیت مین وہ سلویٰ مراد ہے جو وہان نازل ہوا پس شاید مفسرین متفق ہون کہ آیت مین سلویٰ پرند ہے واللہ تعالیٰ
اعلم۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سلویٰ ایک پرند تھا جو مشابہ سمانی کے تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ سمانی مشہور یہ ہے کہ یہی لوا ہے جو بٹیر کی
قسم سے ہے اور یہی قول سدی نے ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و ایک جماعت صحابہ سے روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے بسند جید ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ سلویٰ یہی سمانی ہے اور یہی مجاہد و شعبی و ضحاک و حسن و عکرمہ و ربیع بن انس رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور عکرمہ سے دوسری روایت
یہ ہے کہ سلویٰ ایک جنتی پرند سے مشابہ تھا جو گوریا سے بڑا ہوتا ہے اور قتادہؒ نے کہا کہ سلویٰ ایک پرند مائل بسرخی تھا جو ہوا جنوب اُنکے پاس
لاتی اور آدمی ایک روز کی مقدار اُسمین سے ذبح کر لیتا اور اگر زیادہ رکھتا تو وہ بگڑ جاتا تھا سوا روز جمعہ کے کہ سنیچر کے واسطے جو کچھ رکھ لیتے وہ نہین
بگڑتا تھا۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ سلویٰ ایک پرند ہوتا ہے کہ اُسکا موٹا تازہ کبوتر کے مشابہ ہوتا ہے اور ایک روایت مین وہبؒ نے کہا کہ بنو اسرائیل نے
موسیٰ علیہ السلام سے گوشت کی درخواست کی (بعض روایت مین ہے کہ ہم منّ کی شیرینی سے اُکتا گئے آپ دعا کرین کہ ہمکو گوشت ملے) تو اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ مین اُنکو بہت ہلکا گوشت دونگا (تاکہ انکے دل نرم ہون) پس اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ سلویٰ اُنکے مساکن مین اُڑا
لائی اور سلویٰ یہی سمانی ہے پس وہ میل در میل طول و عرض مین بچھا دیتی اور ایک نیزہ اُنچائی ہوتی تھی اور حکم تھا کہ ایک ہی روز کے واسطے لیوین مگر
اُنھون نے خیانت کر کے اُسکو جمع کیا تو گوشت سڑنا شروع ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث شریف مین بھی آیا کہ۔ لولا بنو اسرائیل لم یخنز اللحم یعنے
اگر بنی اسرائیل نہوتے تو گوشت گندہ نہوتا (صحیح مسلم) الحاصل اللہ تعالیٰ نے اُنکو بغیر محنت و مشقت کے لطیف غذا منّ و سلویٰ عنایت فرمائی
تاکہ سایۂ غمام مین شکر ادا کرین اور فرمایا۔ کُلُوا مِن طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ۔ کھاؤ طیبات رزق سے جو ہمنے تمکو عطا کیا۔
ف اگر طیبات یعنے حلالات کے ہے تو تاویل یہ ہوگی کہ سمانی کو ذبح کر کے کھاؤ اور مردار نہ کھاؤ یا منّ کو ذخیرہ اور گوشت کو گندہ مت کرو کیونکہ
اُنکو جو چیز میسر تھی وہ کل حلال تھی یا اضافت بیانیہ ہو یعنے یہ رزق جو ہمنے تمکو عطا کیا کہ وہ حلال ہے اسمین سے کھاؤ اور اگر طیبات یعنے لذیذ ہے تو
اضافت بیانیہ ہو یعنے اس رزق مین سے جو کہ لذیذ ہے کھاؤ بہرحال یہ حکم بطور عبادت نہین ہے بلکہ بطور اباحت و احسان ہے جیسے کوئی شخص اپنے

غلامون کو غذاے نفیس کا ڈھیر دیکر کہے کہ لو عزیزو اس غذاے لطیف سے خوب کھاؤ پھر اوپر معلوم ہوا کہ اُنھون نے من وسلوی کا ذخیرہ کرکے
برباد کیا جس سے یہ نعمت منقطع ہو گئی جیسا کہ شیخ سیوطیؒ نے لکھا یا اُنھون نے قدر نہ کی بلکہ گیہون ومسور ولہسن وپیاز وغیرہ مانگا چنانچہ آیندہ
آویگا یا بقول شیخ ابن کثیرؒ ان لوگون کو شکر کرنے وفرمانبرداری کا حکم تھا اُنھون نے اُسمین مخالفت کرکے ظلم کیا قال تعالیٰ وَمَا ظَلَمُونَا
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔ اور ہمارا کچھ نقصان نہین کیا بلکہ یہ لوگ اپنی ہی جانون پر ظلم کرتے تھے ۔ ف کیونکہ سرکشی
یا نافرمانی کرنیکا وبال انھین پر پڑتا تھا اور نہایت آرام سے جو غذا انکو ملتی تھی اُسکو چھوڑ کر گیہون وجو ومسور وپیاز وغیرہ کے واسطے محنت کرکے
تکلیف اُٹھانا اُنھین پر لازم آیا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو لباس اُنکو عطا فرمایا اُسمین واضح کرامت دیدی کہ وہ پھٹتا
نہ تھا اور نہ میلا ہوتا تھا اور بچون کے بدن کے موافق بڑھتا جاتا تھا پانی کا بیان تو سدیؒ کی روایت مین ہے کہ جب اُنھون نے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے
موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا سے پتھر کو مارو تو اُسمین سے بارہ چشمے جاری ہوئے چنانچہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ یعنے قولہ تعالےٰ
واذا استسقی موسیٰ لقومہ کی تفسیر مین اسکا بیان آویگا ۔ (تنبیہ) علما نے فرمایا کہ تیہ کے اندر قید ہونا بنی اسرائیل کے واسطے سرکشی
کی سزا تھی اور موسیٰ وہارون علیہما السلام کے واسطے رحمت تھی اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ ہارون علیہ السلام نے تیہ مین انتقال فرمایا
اور اُنکے ایک سال کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے بھی انتقال کیا اپنے انتقال کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی مجھکو بیت المقدس
سے اسقدر نزدیک کر دیا جاوے جتنی مسافت کہ پتھر پھینکنے کی ہوتی ہے یعنے اگر بیت المقدس سے گوپھن مین پتھر پھینکا جائے تو وہان گرے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مین وہان ہوتا تو اُنکی قبر بتلاتا جو سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔ (کما فی الصحیح) اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے شب معراج کو جاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مین نماز پڑھتے دیکھا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ٹیلہ بیت المقدس سے
مدینہ کی جانب واقع ہے پھر اس میعاد کے اندر بنی اسرائیل مین سے بھی سب وہ لوگ مر گئے جنکی عمر بیس برس سے زیادہ تھی اور باقی نوجوان
دبچے رہگئے جن پر حضرت یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوئے جنھون نے اُنکو ساتھ لیکر کفار عمالقہ پر جہاد کیا یہانتک کہ اُنکو بالکل برباد کر دیا کیونکہ
اُسوقت جہاد مین یہ حکم تھا کہ بعد فتح کے کفار یا تو ایمان لاوین ورنہ بالکل قتل کر دیے جاوین چنانچہ انبیاء بنی اسرائیل مین یہ حکم توریت
دو ہزار برس تک برابر جاری رہا پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہوئے تو منجملہ اُن احکام کے جو انجیل مین منسوخ کیے گئے یہ حکم جہاد بھی ہے اور
باقی احکام توریت بدستور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین بھی جاری رہے (تنبیہ) اونٹ کا گوشت اور دودھ اور چربی وشراب کا
حرام ہونا اور جہاد کا فرض ہونا شریعت انجیل مین منسوخ ہوا مگر تعجب ہے کہ موجودہ نصرانی منسوخ ہونے کے معنے نہین جانتے اور قرآن مجید پر بعض احکام
منسوخ ہونے کا اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ منسوخ ہونا جائز نہین ہے کیا اللہ تعالیٰ پہلے نہین جانتا تھا جو ایک حکم دیا پھر منسوخ کیا حالانکہ
ان نادانون سے کوئی شخص پوچھے کہ توریت تمپر فرض ہے اور کتاب الٰہی مانتے ہو پھر کیا نہین جانتے ہو کہ یہ احکام منسوخ ہو گئے اور بیشک
تم نہین جانتے ہو کیونکہ تمکو نسخ کے معنے ہی نہین معلوم ہوئے بلکہ نسخ تو عین علم الٰہی کی دلیل ہے جسپر کوئی بات پوشیدہ نہین ہے بس اُسنے اپنے علم غیب سے
جانا کہ یہ حکم جو بالفعل دیا گیا ہے اسکے بعد میری قدرت مین فلان وقت آویگا جب مین بندون کی دوسری حالت قائم کرونگا تو اُسوقت
کے واسطے یہ دوسرا حکم ہوگا بس پہلا حکم اُسنے اپنے علم سے ایک مدت تک کے واسطے دیا تھا جب وہ مدت گذری تو دوسرا حکم دیا
جو اسکے علم مین سابق سے موجود تھا اور بندون کو اسکی حکمت کبھی ظاہر کبھی مخفی ہوتی ہے مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین حکم جہاد منسوخ ہونے کی بعض
حکمت یہ ظاہر ہے کہ نبوت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنو اسرائیل سے مخصوص تھی اور وہ لوگ معنی نبوت سے خوب واقف تھے تو اُنپر جہاد کی کوئی

ضرورت نہ تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بعض انجیل موجودہ مین یہ بشارت موجود ہے کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ میرے بعد محمود مقدس آویگا
جسکی جوتی کا تسمہ باندھنے کی مجھ مین لیاقت نہین ہے وہ مختار ہوگا کہ ناکارہ لوگون کو پھٹک کر تلوار سے آگ مین ڈالیگا۔ھ۔ یہ بشارت خاص محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قطعاً ظاہر ہے کہ عرب کی جوتیان تسمہ دار ہوتی ہین اور آپ محمد محمود مختار ہین کہ جہاد سے آپ نے ناہنجار
کفار کو فی النار کیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (تنبیہ) جب معلوم ہوچکا کہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام نے تیہ مذکور مین انتقال کیا
تو ظاہر ہوا کہ جب بنی اسرائیل نے من وسلویٰ جمع کرکے ناشکری کی تو اس ناشکری پر من وسلویٰ کا آنا موقوف نہین ہوا تھا جیسا کہ شیخ
سیوطیؒ نے گمان کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر علی طعام واحد الآیۃ۔ چنانچہ عنقریب اسکی تفسیر مین ظاہر ہوگا کہ انھون نے
اپنی خواہش سے من وسلویٰ کی تبدیل چاہی تھی حتیٰ کہ انکو مصر یعنے ایک شہر مین جانیکا حکم ہوا جہان انکو من وسلویٰ موقوف ہوکر انکی خواہش کی چیزین
مسور وجو وپیاز وغیرہ ملین اور چونکہ یہ خطاب موسیٰ علیہ السلام کو ہے تو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شہر بیت المقدس کے قریب نہین تھا کیونکہ بیت المقدس مین یہ لوگ
بعد موسیٰ علیہ السلام کے داخل ہوئے ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مصر مذکور اسی تیہ کے احاطہ مین تھا بشرطیکہ تیہ مذکور سے نکلنے کی اجازت نہو اور شاید کہ
مصر سے ملک معروف مراد ہو تو ثابت ہوگا کہ پھر یہ لوگ بیت المقدس وشام سے محروم کرکے مصر کو واپس بھیجے گئے لیکن یہ بات صحیح نہین ہے کیونکہ
جب موسیٰ علیہ السلام کا انتقال اسی جنگل مین ہوا تو صحیح یہی ٹھہرا کہ شہر مذکور بھی اسی جنگل کے احاطہ مین تھا اور تحقیق یاد رکھنا چاہیے تاکہ آئندہ تفسیر
آیات مین تحقیقی مدد حاصل ہو واللہ تعالیٰ الموفق والحمد للہ رب العالمین بالجملہ اس تیہ مذکور مین گرفتار کرکے بنی اسرائیل کو عجائب آیات قدرت
دکھلائین اور انکا یقین معرفت الٰہی ان دلائل قدرت سے کامل ٹھیک کردیا تھا باوجود اسکے انھون نے آئندہ بعض نافرمانیان کین اسیواسطے
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بنو اسرائیل نے مصر مین بمقابلہ فرعون کے عجائب آیات قدرت کا معائنہ کیا اور نجات بحر قلزم وغرق فرعون مین غرائب معجزات
دیکھے اور تیہ مذکور مین طرح طرح کی کرامات مشاہدہ کین باوجود اسکے یقین باطن مین تزلزل ہوجاتا تھا اور یہین سے سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب کی فضیلت دیگر انبیاء کے اصحاب پر ظاہر ہے کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ مہالک وخطرات وقلیل جماعت سے
بہت کثیر مشرکین پر جہادات کرتے حالانکہ بھوک پیاس کی شدائد وتکلیفات اٹھاتے مگر کمال معرفت ویقین مین اسقدر مرتبہ عالی رکھتے تھے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین تعنت وسرکشی درکنار کبھی خلاف ادب بھی نہین کیا بلکہ کبھی بدون آپکی مرضی کے کوئی سوال بھی نہین کیا
چنانچہ غزوۂ تبوک مین باوجود سخت گرمی ومحتاجی قحط وسفر دور دراز کے ساتھ حاضر رہے حالانکہ جب طعام کے سخت محتاج تھے حتیٰ کہ ایک چھوہارہ
کئی آدمی باری باری سے اپنے منھ مین چوستے تھے کبھی طعام کا سوال نکیا حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنی زبان مبارک
سے سب کے زادراہ طلب فرمائے اور اس تیس ہزار لشکر نے جب وہ جمع کیے تو صرف ایک گز کے درمیان جمع ہوئے جتنی وسعت مین ایک
بکری بیٹھ جاتی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ چاہی دعا فرمائی اور ایک چادر سے ڈھنک دیا کہ اسکے نیچے سے یہ لوگ اپنے اپنے
تھیلے وظروف بھرنے لگے اور پانی کے سخت محتاج ہوئے تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ایک لوٹا طلب فرمایا جسمین چند قطرات
پانی تھا پھر اسکے منھ پر اپنا مبارک ہاتھ رکھکر جھکایا کہ لشکر والون نے اس سے وضو کیا اور اپنی اپنی مشکین بھر لے گئے حتیٰ کہ جانورون کو بھی سیراب کیا
مترجم کہتا ہے کہ یہ کمال معرفت برکت کمال نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھی کہ آپ کے دیدار مبارک سے جو نور ایمان انکے قلوب مین آتا تھا بکمال
قبولیت ورحمت الٰہی عزوجل اسقدر کامل تھا کہ ہزارون برس کی طاعت وعبادت کے ساتھ بھی کسی زمانہ مین ممکن نہین وذلک فضل اللہ
یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اور کیونکر نہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق محبوب رب العالمین صفوۃ الانبیاء والمرسلین

خیر الخلق اجمعین ہین تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی تمام پیغمبرون کے اصحاب سے افضل ہین اسیطرح آپ کے حقیقی امتی بھی دیگر انبیا علیہم السلام کے حقیقی امتیون سے زائد ہونگے بلکہ جمیع انبیا کی مجموعہ امتون سے سہ چند زائد ہونگے والحمد للہ رب العالمین - پھر اللہ تعالی نے موجودہ یہودیونکی تہدید کے واسطے انکے بزرگون کی نافرمانی پر جو عذاب کیا وہ بھی یاد دلایا تاکہ انعام وتہدید دونون سے انکو تنبیہ کی جاوے کہ اگر یہ لوگ توریت کا عہد ترک کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاوینگے تو قیامت تک انپر غضب الٰہی کی حجت پوری ہو گی

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا

اور جب کہا ہنے داخل ہو اس شہر مین پھر کہاتے پھرو اوس مین جہان چاہو محظوظ ہوکر اور داخل ہو

الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝

دروازے مین سجدہ کرکر اور کہو گناہ اوترے تو بخشین ہم تمکو تقصیرین تمہاری اور زیادہ بھی دینگے نیکی والون کو

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

پھر بدل لی بے انصافون نے بات سوائے اُسکے جو کہہ دی تھی پھر اُتارا ہنے بے انصافون پر

رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

عذاب آسمان سے اُنکی بے حکمی پر

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قریہ سے بقول صحیح ایلیا وبیت المقدس مراد ہے اور لکھا کہ جب بنی اسرائیل ملک مصر سے موسی علیہ السلام کے ساتھ نکلے اور اُنکو ملک شام مین جو زمین مقدس میراث یعقوب علیہ السلام ہے داخل ہونیکا حکم ہوا کہ عمالقہ پر جہاد کرکے اُنکو مسلمان کرین یا نکالین یا قتل کرڈالین اور خود ملک شام مین داخل ہوکر آباد ہون مگر اُنھون نے نامردی کی حتی کہ ایک مدت تک جنگل مین پھنسے رہے اور اسی جنگل مین بنی اسرائیل کے بوڑھے لوگ مع موسی وہارون علیہما السلام کے انتقال کرگئے اور بعد موسی علیہ السلام کے یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوے تو اُنھون نے بعد چالیس سال کے تیہ سے نکلکر بنی اسرائیل کے نوجوان بقیہ جماعت لیکر عمالقہ پر جہاد کیا اور اللہ تعالی نے فتح دی حتی کہ انھون نے جمعہ کے روز قریب غروب آفتاب کے ایلیا وبیت المقدس کو فتح کیا اور اسی مقام پر آفتاب غروب ہوا جاتا تھا اور سنیچر کا دن داخل ہونے کا خوف تھا حتی کہ یوشع علیہ السلام نے دعا کی اور آفتاب ٹھہر گیا یہانتک کہ فتح پوری ہوگئی اور اُنھون نے جماعت عمالقہ کو قتل کرڈالا پھر آفتاب غروب ہوا اور بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ تعظیم کے ساتھ اس قریہ مین داخل ہون چنانچہ فرمایا وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ - اور جب ہنے حکم دیا کہ تم لوگ اس قریہ مین داخل ہو - فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا - پس یہانسے جو کچھ چاہو وسعت کے ساتھ کھاؤ - ف یعنے تپر کچھ ممانعت نہین ہے یہان ہرطرح کے اناج ومیوہ جات کثیرہ تمہارے واسطے مباح ہین وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا - اور داخل ہو دروازے مین درحالیکہ تم سجدہ کرتے ہوئے ہو - ف یعنے رکوع کی طرح جھکے ہوئے ہو یہی عوفی وسعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی (ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم) اور یہ مجاز متعین ہے اسواسطے کہ سجدہ کی حالت مین چلنا ممکن نہین ہوتا بلکہ سجدہ کا اطلاق دونون معنے پر آتا ہے یعنے جھک جانیکو بھی سجدہ کہتے ہین اور سر زمین پر رکھنے کو بھی سجدہ کہتے ہین گویا ابتدائے سجدہ جھکنا اور انتہاء سجدہ زمین پر سر رکھ دینا ہے اسیواسطے جب ہماری شریعت مین سوائے اللہ تعالے کے غیر کے واسطے بطور تکریم بھی سجدہ حرام ہے تو سلام کی حالت مین جھکنا بھی ممنوع ہے جیساکہ حدیث مین مصرح ہے پس یہان سجدہ کے یہی معنے متعین ہین جنکے ساتھ

چلنا ممکن ہو حاصل یہ کہ اُنکو حکم دیا گیا تھا کہ ملک شام فتح ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اس طرح کہ قبلہ بیت المقدس کی جانب باب ایلیا سے داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کے لیے رکوع کرتے ہوئے جاؤ **وَقُولُوا حِطَّةٌ** - اور کہتے جاؤ حِطَّۃٌ - **ف** یعنے آلٰہی ہم سے ہمارے گناہ حط فرما یہی قول حسن و قتادہ ہو اور ابن عباسؓ نے کہا کہ حطہ یعنے مغفرۃ - مترجم کہتا ہو کہ اسکا بھی وہی حاصل ہو یعنے اللہ تعالیٰ نے اُنکو حکم دیا کہ سجدہ کرتے ہوئے یہ کہتے جاؤ کہ آلٰہی ہمارے خطئیات ہم سے حط فرما یعنے مغفرت فرما **نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ** - تو ہم تمھاری خطائین بخشدینگے - **وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ** - اور محسنین کے واسطے ہم مزید فرماوینگے - **ف** یہان دو معنے ہین اول یہ کہ جو لوگ تم مین سے مرتبۂ احسان پر پہونچے ہین یعنے اُنکی خلوص عبادت بمنزلہ کشف و مشاہدہ ہو جیسا کہ صحیحین کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین مرتبۂ احسان کے یہ معنے منصوص ہین تو حاصل یہ ہوگا کہ جو لوگ تم مین سے مرتبۂ احسان پر پہونچے ہین اُنکے خلوص و صفائے نیت پر ثواب مزید و کشف جمیل عطا ہوگا دوم یہ کہ محسنین نیکوکار کے معنے مین ہو تو اُنکے واسطے ترغیب دی گئی کہ جب تم لوگ اس حکم کی فرمانبرداری کروگے کہ سجدہ کرتے ہوئے حطہ کہتے ہوئے داخل ہو تو تم لوگ محسنین ہو جاؤگے اور ہم ایسے محسنین کے واسطے مزید فرماوینگے کیونکہ بحکم قولہ تعالیٰ - لئن شکرتم لازیدنکم - ہر شکر گذار کے واسطے اللہ تعالیٰ نعمتون مین زیادتی فرماتا ہو خصوص جبکہ یہ لوگ گناہون سے پاک ہو گئے تو اُنکے اعمال کا ثواب بڑھ گیا پس اُنکو وعدہ فرمایا کہ تمھاری اس شکرگزاری پر تمھارے واسطے ثواب جمیل و فتوحات دیگر حاصل ہونگے اسیواسطے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات حاصل ہوتی تھین تو جناب آلٰہی عزوجل مین آپکا خضوع و خشوع بڑھتا جاتا تھا چنانچہ سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح - مین بھی تسبیح و استغفار کا حکم ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز بھی غسل فرماکر آٹھ رکعت نماز پڑھین - بعضے کہتے ہین کہ یہ نماز چاشت تھی اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ نماز فتح تھی اور یہی راجح معلوم ہوتا ہو اسیواسطے ان علماء کے نزدیک مستحب ہو کہ جب سلطان کسی ملک کو فتح کرے تو داخل ہوتے ہی آٹھ رکعت شکرانہ فتح ادا کرے چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جب دارالسلطنت کسریٰ کو فتح کیا تو آٹھ رکعت نماز شکرانہ پڑھی اور امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہو کہ ہر دو رکعت کے درمیان سلام پھیرے - اور بعض کے نزدیک کل بسلام واحد ہین آلقصہ بنی اسرائیل کو بطور شکرانہ یون حکم دیا تھا کہ بیت المقدس مین داخل ہوتے وقت تعظیم کی صورت مین رکوع کرتے ہوئے اور زبان سے حطہ کہتے ہوئے داخل ہون تاکہ ہم اُنکی خطائین معاف کرین اور اونکے حق مین نعمت زیادہ کرین لیکن اُنکو بجائے مغفرت و ثواب کے گیہون وغیرہ کی خواہش زیادہ تھی - مترجم کہتا ہو کہ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ شاید جنگل سے جب آبادی مین بھی بھیجے گئے تو بھی وہان گیہون وغیرہ نہین ملے تھے کیونکہ اُنھون نے مسور و لہسن و پیاز وغیرہ مانگا اور من و سلویٰ کو اُس سے مبادلہ کرلیا تو شاید گیہون وغیرہ ممنوع ہو جسکی خواہش بڑھی ہوئی تھی کہ بجائے مغفرت کے اُسکو مانگنے لگے کما قال تعالیٰ - **فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ** - پس بدل ڈالا اُن لوگون نے جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا تھا بات کو سوائے اُسکے جو اُنسے کہی گئی تھی - **ف** یعنے اُنسے سجدہ کرتے ہوئے حطۃٌ کی درخواست کرنے کو کہا گیا تھا سو اُنھون نے اُسکو بدل ڈالا چنانچہ حدیث ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما مین ہو کہ بیٹھ کر چوتڑون کے بل کھسکتے ہوئے اور حبۃٌ فی شعیرۃ" کہتے تھے (بخاری و ترمذی نسائی ابوداؤد) براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سفہاء الناس یہ یہودی ہین کہ انسے کہا گیا تھا کہ اس دروازے مین سجدہ کرتے ہوئے یعنے بحالت رکوع داخل ہو اور حطہ یعنے مغفرۃ کہو مگر یہ لوگ چوتڑون کے بل کھسکتے چلے اور بجائے حطہ کے حنطۃ فی شعیرۃ کہتے تھے یعنے سرخ گیہون ملین جنمین جو ملے ہون - مترجم کہتا ہو کہ زبان عبرانی زبان عرب سے بہت مشابہ ہو چنانچہ عبرانی مین حطہ بمعنے حط و مغفرت ہو جیسے عربی مین یہی معنے لیے جاتے ہین اور جیسے عربی مین گیہون کو حنطہ کہتے ہین ویسے ہی عبرانی مین کہتے ہین اور یہی تفسیر جماعت صحابہ

تابعین سے مروی ہے پس جب انھون نے ایسے مقام تعظیم مین ایسی بے ادبی کی تو اللہ تعالیٰ نے انکو فورًا سزا دی چنانچہ فرمایا۔ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ؁ پس ہمنے نازل کیا اُن لوگون پر جنھون نے ظلم کیا تھا آسمان سے رجز بوجہ اُنکے فسق کرنے کے۔ ف یعنے فرمان سے باہر ہوکر یہ لوگ ظالم ہوئے تو ہمنے ان لوگون پر آسمان سے رجز یعنے عذاب اُتارا اور یہ طاعون تھا۔ سیوطیؒ نے لکھا کہ اس طاعون مین ستر ہزار یا کم ہلاک ہوئے نووی نے لکھا کہ طاعون ہر ایسی وبا کو کہتے ہین جو عادتی امراض کے خلاف ہو اور اُسمین بہت سے لوگ مبتلا ہوجاوین مترجم کہتا ہے کہ طاعون عمواس جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت ملک شام مین پھیلا تھا وہ ایک دانہ مٹر برابر نکلتا تھا جسمین نہایت شدت سے سوزش والتہاب ہوتا تھا اور کبھی اُسکا گرد سیاہ پڑجاتا تھا اور وہ قاتل ہے۔ اور حدیث سعد بن مالک واسامہ بن زید وخزیمہ بن ثابتؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک رجز عذاب ہے جسکے ذریعہ سے تمسے اگلے لوگون کو سزا دیگئی ہے (الصحیحین وغیرہ) اور حدیث حبیب بن ثابت مین ہے کہ جب تم کسی زمین مین طاعون کی خبر سنو تو وہان مت جاؤ اور اگر تم وہان موجود ہو اور اُسوقت یہ طاعون پھیلے تو وہان سے بوجہ طاعون کے مت نکلو (کمافی الصحیحین) علماء نے لکھا کہ شاید شیطان وسوسہ دلاویگا کہ وہ نکلنے سے بچ گیا یا وہان آنے سے مبتلا ہوگیا حالانکہ انکار تقدیر کفر ہے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ کوئی مرض متعدی نہین ہوتا ہے اور یہی حق صحیح ہے امام نووی نے لکھا کہ احادیث دیگر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے طاعون کو اس امت کے واسطے رحمت کردیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو اسمعیل الازدی نے فتوح الشام مین بسند صحیح اسکو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہی حق صریح ہے۔ (تنبیہ) ہان یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جسم کے ساتھ تصوری خواص کا دخل بقدر فرمایا ہے چنانچہ خزم ودہشت کے ساتھ جو تصور انسان پر طاری ہوجائیگا بتقدیر الٰہی جسم مین وہی حالت پیدا ہونے لگتی ہے اور اطباء محققین بھی اسی پر متفق ہین حتی کہ اگر ایک شخص تندرست کو یہ خوف بیٹھ جائے کہ اسکو دق ہوگئی ہے تو آخر اُسکو دق ہوجائیگی اور چاندگہن کے وقت اگر حاملہ عورت کو کٹا ہوا چاند دیکھکر خوف بیٹھ جائے تو کمزور حمل پر اسکا اثر طاری ہوگا حتی کہ اُسکے اطراف مین سے کوئی عضو مقطوع ہوگا اور اگر سفید کبوتر کے انڈے کو سیاہی لگاوین اور اُسکے سامنے سیاہ کبوتر کی شکل بنا دین کہ سیتے وقت برابر اُسکی نگاہ پڑتی رہے تو بچہ مین اثر ہوجاتا ہے اسیواسطے جذامی سے دور رہنے کا حکم ہے کہ اُسکا خوف وتصور بیٹھ جاتا ہے اور علیٰ ہذا کل امراض مین یہی حکم ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور پارۂ ہشتم مین قصہ موسیٰ علیہ السلام مین یہ اثر مدلل مذکور ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون پر بیوقوفی سے ناشکری کرنا اُنکا شیوہ قدیم ہے جیسے تیہ مذکور مین اُنکو دھوپ سے سایہ اور رات مین روشنی اور تن کا کپڑا اور کھانے مین منّ وسلویٰ دیا آخر اُنھون نے ناشکری کی چنانچہ جس طرح اُنکو پانی دیا وہ معجزہ بیان کرنے کے ساتھ اُنکی ناشکری بھی بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ

اور جب پانی مانگا　موسیٰ نے　اپنی قوم کے واسطے تو کہا ہمنے مار اپنے عصا سے پتھر کو پھر بہ نکلے　اُس سے

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا

بارہ　چشمے　پہچان لیا　ہر قوم نے　اپنا گھاٹ　کھاؤ　اور پیو　روزی　اللہ کی

تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ؁ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ

اور نہ پھرو　ملک مین　فساد مچاتے　اور جب کہا تمنے　اے موسیٰ　ہم نہ ٹھہرینگے　ایک کھانے پر

وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا

سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو نکال دے ہمکو جو اُگتا ہے زمین سے زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہون

وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ

اور مسور اور پیاز بولا کیا تم لیا چاہتے ہو ایک چیز جو ادنیٰ ہے بدلے ایک چیز کے جو بہتر ہے

اِهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ ۗ

اُترو کسی شہر مین تو تمکو ملے جو مانگتے ہو

واضح ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور ہر بیٹے کی نسل کو سبط کہتے پس موسی علیہ السلام کے ساتھ بارہ اسباط تھے عصائے موسی مشہور ہے اور اُسکے بارہ مین اسرائیلی روایات ہین شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض روایت مین ہے کہ وہ درخت جنت کا تھا اور اُسکا طول دس ذراع بقدر قامت موسی علیہ السلام کے تھا اور دونون کان کیطرح اُسمین دو شعبہ تھے جو اندھیرے مین چمکتے تھے اور اُسکا نام علیق تھا۔ سراج و معالم مین کہا کہ یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباسؓ نے بھی اسرائیلی روایات نقل فرمائی ہین اور مقاتل نے نقل کیا کہ اُسکا نام نبقہ تھا اور آدم علیہ السلام اسکو جنت سے ساتھ لائے تھے اور وہ انبیاء علیہم السلام مین میراث مین چلا آتا تھا یہانتک کہ شعیب علیہ السلام کو پہونچا شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا کہ اس پتھر کی نسبت بھی یہی روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ساتھ لائے تھے اور وہ متوارث ہو کر شعیب علیہ السلام کو پہونچا اُنھون نے مع عصا کے موسی علیہ السلام کو دیدیا اور بعض روایت مین ہے کہ ایک فرشتہ حضرت شعیب علیہ السلام کو امانت دے گیا تھا اور جب حضرت شعیبؑ اپنی لاٹھیون مین سے موسی علیہ السلام کے دینے کے واسطے ہاتھ ڈالتے تو ہربار یہی عصا ہاتھ آتا تھا اور بنی اسرائیل سے بیان دیگر روایات بھی ہین جنکے نقل کرنے مین کوئی فائدہ نہین ہے صرف اسقدر یقینی ہے کہ وادی ایمن مین حصول نبوت کے وقت موسی علیہ السلام نے انبساط حق عزوجل کے وقت عرض کیا کہ یہ میرا عصا ہے جس پر ٹیکتا ہون چنانچہ آخر تک سورۂ طٰہٰ وغیرہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور اُسی مین اللہ عزوجل نے اژدھا بنانے کا معجزہ دکھاتا تھا اسی جہت سے وہ عصا معروف ہو گیا بالجملہ جب تیہ مذکور مین بنی اسرائیل پانی کے محتاج ہوئے تو موسی علیہ السلام سے درخواست کی کہ دعا کرین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ۔ اور یاد کرو جب موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا۔ ف یعنے جناب باری تعالیٰ مین التجا کی کہ من وسلوی کیطرح ان پیاسون کو پانی بھی عطا ہو تو اظہار کمال قدرت آلہی کیا گیا تاکہ ان لوگون کا اعتقاد درست ہو فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ پس ہمنے فرمایا کہ اپنے عصا کے ساتھ پتھر کو مار۔ ف۔ یہ وہی عصا ہے جسکا ذکر اوپر ہوا اور رہا پتھر تو ابن عطیہ نے کہا کہ مفسرین کے نزدیک بلا خلاف مربع پتھر تھا کہ جب موسی علیہ السلام اُسکو مارتے تو اُسکے ہر جانب سے تین چشمے نکلنے لگتے تھے اور جب اُن لوگون کو پانی کی حاجت پوری ہو جاتی تو خشک ہو جاتے تھے۔ زمخشری نے بعد اس روایت کے زیادہ کیا کہ بنی اسرائیل آپسمین کہنے لگے کہ اگر یہ پتھر گم ہو جائے تو ہم لوگ پیاسے مرنے لگین پس اللہ عزوجل نے وحی ذکی کہ صرف پتھر سے کلام کرین اور عصا نہ مارین تاکہ ان لوگون کو کچھ حاصل ہو یون ہی ابن کثیرؒ کے نسخے مین مذکور ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید صحیح عبارت یہ ہے کہ بنی اسرائیل آپسمین کہنے لگے کہ اگر یہ عصا گم ہو جاوے تو ہم لوگ پیاسے مرنے لگین اور شاید کہ وحی مین یہ ہو کہ ہر ایک پتھر سے کلام کرین کہ پانی نکلیگا تاکہ ان لوگون کو معلوم ہو کہ یہان نہ عصا کی ضرورت ہے اور نہ کسی پتھر کی خصوصیت ہے اور زمخشری نے لکھا کہ

حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام جس پتھر کو چاہتے مارتے کسی پتھر کی خصوصیت نہ تھی اور کہا کہ یہ امر بنظر کمال معجزہ مناسب ہی اور اسمین اظہار قدرت زائد ہی پس اس تقدیر پر معنے یہ ہوئے کہ ای موسی اپنے عصا سے کسی پتھر کو مار پس الحجر مین الف لام جنس ہی اور اسرائیلی روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ الف لام معہود ہی یعنے وہ پتھر معین تھا چنانچہ حدیث الفتون مین ابن عباسؓ سے منقول ہی کہ لشکر بنی اسرائیلی کے درمیان ایک مربع پتھر رکھدیا گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اسی پتھر کو مارین کہ اسکے ہر طرف سے تین چشمے ٹپکنے لگے اور بارہ اسباط مین سے ہر سبط کو جس چشمے سے اسکو پانی ملنا چاہیے تبلادیا گیا (نسائی وابن جریر وابن ابی حاتم) اور عطیۃ العوفی نے کہا کہ اُنکے واسطے ایک پتھر بیل کے سر برابر معین کردیا گیا تھا کہ اسکو اپنے ساتھ رکھتے تھے جب کسی منزل مین اُترتے تو موسی علیہ السلام کے عصا مارنے سے اُسمین سے بارہ چشمے جاری ہوتے تھے پھر جب اس منزل سے روانہ ہوتے تو پانی خشک ہوجاتا اور اُسکو لادکر ساتھ لیجاتے۔ عطاء خراسانی نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ ایک پتھر تھا جو ہارون علیہ السلام کی حفاظت مین رہتا تھا جب پانی کی ضرورت ہوتی تو موسی علیہ السلام اُسمین عصا مارتے تھے اور حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ پتھر کوہ طور سے تھا۔ مترجم کہتا ہی کہ ان روایات کے موافق ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ جب نزول توریت کے بعد جہاد شام کا حکم ہوا تو ان میدانون مین پانی کے اہتمام کے واسطے اللہ تعالے نے اُنکو یہ پتھر دیا ہو لیکن ظاہر سیاق کلام اس امر کو مقتضی ہی کہ یہ معمولی بات نہ تھی بلکہ جب اس جنگل مین پہنچے اور پانی کے محتاج ہوئے تو حضرت موسی علیہ السلام نے ابتدائی درخواست فرمائی واللہ تعالی اعلم اور بعض نے کہا کہ یہ وہی پتھر ہی جسکے ذریعہ سے حضرت موسی علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی بدگمانی دور کیگئی تھی جسکا بیان قولہ تعالی۔ فبرأه اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی آویگا اور یہان سے ایک تنبیہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس پتھر کا واقعہ زمانۂ قیام مصر مین ہوا اگر یہ وہی پتھر ہو کیونکہ تیہ مذکور مین موسی علیہ السلام نے انتقال فرمایا فاحفظہ زمخشری نے نقل کیا کہ جب موسی علیہ السلام اس پتھر کو مارتے تو پانی جاری ہوتا تھا اور جب پانی کی ضرورت نہوتی تو آپ پھر عصا مارتے کہ وہ خشک ہوجاتا تھا واللہ تعالی اعلم مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین اظہار قدرت کی تکمیل زائد ہی کیونکہ اُسی سے پانی جاری ہوا اور اُسی سے منقطع ہوا تو یہ محض قدرت آلہی عزوجل ہی الحاصل جب موسی علیہ السلام نے پانی کی درخواست کی تو اللہ تعالی نے حکم کیا کہ اپنے عصا کو پتھر پر مارین پس موسی علیہ السلام نے حکم کی تعمیل فرمائی اور پتھر کو عصا مارا بعض نے لکھا کہ بارہ دفعہ مارا جیسا کہ سراج مین عطاء سے منقول ہی فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ط پس بہ نکلے اُسمین سے بارہ چشمے۔ ف اور سورۂ اعراف مین فَانْبَجَسَتْ۔ ہی جسکے معنے یہ ہین کہ پسیج کر ٹپکنے لگے۔ زمخشری وامام ابن کثیر وخطیب وغیرہ نے لکھا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ پہلے اُسمین سے ٹپکنا شروع ہوتے پھر کثرت ہوکر روان ہوجاتے اسیواسطے خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اوفق یہ ہی کہ یہ چشمے روان ہوکر ہر سبط بنی اسرائیل کے یہان پہونچتے تھے جس سے ہر سبط کو اپنا چشمہ معلوم ہوجاتا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ط۔ پہچان لیا ہر گروہ نے اپنا گھاٹ۔ ف یعنے ہر سبط بنی اسرائیل کو اپنا چشمہ بخوبی معلوم ہوگیا جہان سے وہ پانی لیوین۔ اب ظاہر ہوگیا کہ اُنکو کھانا کپڑا پانی سایہ روشنی سب اپنے فضل سے عنایت فرمائین اور ارشاد فرمایا کہ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ تم لوگ اللہ تعالی کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور مفسد ہوکر زمین مین فساد مت پھیلاؤ۔ ف اور فساد کے اقسام ہین ازانجملہ یہ کہ اعتقاد توحید مین وسوسۂ شیطان قبول کرکے مثلاً موسی علیہ السلام سے معبود مقرر کرنیکو کہا اور اعمال مین نافرمانیان کین مثلاً احکام توریت قبول کرنے سے انکار کیا یا جہاد سے پہلو تہی کی اور چونکہ

چالیس برس تک اُنپر داخلۂ شام حرام کردیا تھا لہذا اسوقت یہ تاکید نہین فرمائی کہ جاؤ جہاد کرو (تنبیہ) اضرب بعصاک الحجر حکم بصیغۂ امر ہو اور - فانفجرت - بفا تعقیب نسل موسیٰ علیہ السلام پر ہو یعنے نضرب فانفجرت یعنے حکم کے موافق موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو مارا پس چشمے جاری ہوئے اور بعینہ اسکی نظیر قولہ تعالیٰ - اضرب بعصاک البحر فانفلق الآیۃ - واقع ہوئی ہو یعنے اپنے عصا کے ساتھ سمندر کو مار پس موسیٰ علیہ السلام نے مارا تو وہ پھٹ گیا قولہ - تعثوا - مشتق از عثی بمعنے فساد کرنا تو - لاتعثوا - کے معنے تم فساد مت کرو پس قولہ مفسدین بطور تاکید کے حال واقع ہو اب جاننا چاہیے کہ جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جہاد کرنے مین نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انکو ہلاک نہین کیا کیونکہ قدرت الٰہی مین انکی نسل سے فرمانبردار مومنین مقدر فرمائے تھے پس انکو کھانے پینے کو دیا جو بغیر محنت و مشقت انکو حاصل ہوتا تھا اور جس شخص کو فناے دنیا و بجائی آخرت کا یقین ہو اُسکو فارغ البال بندگی کرکے درجات کے حاصل کرنے کا بہت اچھا موقع ہو جبکہ فساد نکرین اور اس نعمت کی قدر نکرنا بھی فساد مین داخل ہو لیکن ان لوگون نے آخر اس پر صبر نکیا اور رحمت الٰہی دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو بھی معاف فرمایا چنانچہ اس احسان کو یاد دلایا بقولہ تعالیٰ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ اور یاد کر جب تمنے کہا اے موسیٰ ہرگز ہم ایک ہی طعام پر صبر نہین کرینگے - ف ایک ہی طعام سے اُنکی یہ مراد تھی کہ ہر روز ہمکو یہی من و سلویٰ ملتا ہو اگرچہ درحقیقت یہ دو طعام ہین - فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا - سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ نکال دے ہمکو جو اُگتا ہو زمین سے زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہون اور مسور اور پیاز - ف - ابن مسعودؓ کی قرأت مین بجاے فوم کے ثوم واقع ہوا یعنے لہسن اور ابن عباس و مجاہد و ربیع بن انس و سعید بن جبیر نے کہا کہ فوم بمعنی لہسن ہو اور دیگر مفسرین نے کہا کہ فوم بمعنی گیہون ہو اور یہی ابن عباس سے دوسری روایت ہو اور ابن عباسؓ نے کہا کہ یہی بنی ہاشم کی زبان ہو اور جوہری نے صحاح لغت مین یہی معنے لکھے ہین پس یہ کل قریش کی زبان ہو اور قرطبی نے عطاء و قتادہ سے نقل کیا کہ فوم ہر ایسے اناج کو کہتے ہین جس سے روٹی پکائی جاوے حسن بصریؒ نے فرمایا کلان لوگون نے نعمت الٰہی کی ناشکری کی اور جس لائق تھے وہی چیزین مانگین مترجم کہتا ہو کہ ان چیزون کو جسم خاکی و زبان کے مزے مین دخل ہو تو یہ لوگ لطافت نورانیت کی نسبت مادی کدورت کی جانب زیادہ میل کرتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم اور من و سلویٰ مین حلوا کی لطافت مناسب نور ایمان ہو بدلیل آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلاوت کو زیادہ پسند فرمایا ہو چنانچہ حدیث مین ہو کہ آپ حلوا و شہد کو پسند فرماتے تھے (بعض الصحاح) اور سلویٰ لطیف گوشت پرند ہو اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست کا گوشت زیادہ پسند فرماتے تھے اور حضرت ام المومنین عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ آپکی پسندیدگی گوشت ذراع کو صرف اسوجہ سے تھی کہ وہ لطیف ہوتا ہو اور جلد گل جاتا اور ہضم ہو جاتا ہو (کما فی الصحیح) پس اُنھون نے اشرف کو چھوڑ کر ادنیٰ کو اختیار کیا لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنکی اس پسند پر انکار فرمایا - قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ - کہا کیا تم لیا چاہتے ہو ایسی چیز کو جو ادنیٰ ہو بدلے ایسی چیز کے جو بہتر ہو - ف یعنے موسیٰ علیہ السلام نے اُنکی راے کا عیب اُنکو بتلایا کہ تم لطیف بابرکت رزق الٰہی کو جو بے محنت و مشقت تمکو ملتا ہو جسکے سے تم ہر طرح درجات آخرت حاصل کرنے کے واسطے فارغ البال ہو اور اُسکا مزہ و لطافت مناسب نورانیت ہو اسکو چھوڑ کر ادنیٰ درجہ کی چیزون کو مانگتے ہو جو صرف اسی جسمانی زبان کے مزے سے متعلق ہین حالانکہ یہ جسم عنقریب فانی ہو جائیگا باوجود اسکے حاصل کرنے مین مشقت و تکلیف اُٹھاؤگے اور عبادت سے مجبور رہوگے پس اپنی راے ناقص سے کیونکر اُسکو پسند کرتے ہو لیکن اُنھون نے نمانا اور آخر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی تو حکم الہی پہونچا کہ **اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ط** - اُترو کسی شہر مین تمکو ملے جو مانگتے ہو۔ ف۔ مصر کے اصل معنے شہر کے ہین اور یہ ایک خاص ملک کا بھی نام ہے جہان فرعون حاکم تھا اور وہین سے بنی اسرائیل نکلکر آئے تھے لیکن عربی زبان مین اُسکو ایسے مقام منصوب مین جیسے آیت مین واقع ہوا ہے مصر بدون الف لکھتے ہین اب دیکھا جاوے کہ آیت کریمہ مین مصر سے کیا مراد ہے یعنے خاص ملک مصر یا بمعنے شہر ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے لکھوائے تھے سب مین مصرًا تنوین کے ساتھ بالف لکھا ہوا ہے اور یہی جمہور سلف و خلف کی قراءۃ ہے یعنے قراءات متواترہ بھی اسی پر متفق ہین حتی کہ امام ابن جریرؒ نے کہا کہ اجماع مصاحف کی دلیل سے مین جائز نہین رکھتا ہون کہ کوئی شخص - اہبطو مصر بغیر الف و تنوین پڑھے اور ابن عباسؓ نے بھی اسکی تفسیر مین کہا کہ معنے یہ ہین کہ شہرون مین سے کسی شہر مین اُترو (ابن ابی حاتم) اور اسکے موافق سدی و قتادہ و ربیع بن انسؓ سے مروی ہے لیکن ابن جریرؒ نے فرمایا کہ ابی بن کعب و ابن مسعودؓ کی قراءۃ مین مصر بغیر الف ہے اور ابو العالیہ و اعمش سے اور ایک روایت ربیع بن انسؓ سے وارد ہوئی کہ اس سے مراد مصر فرعون ہے پھر ابن جریرؒ نے کہا کہ "مصرًا" بتنوین الف کی صورت مین بھی محتمل ہے کہ مراد مصر فرعون ہو کیونکہ کبھی قراءۃ مین اُسکو تنوین دیدیتے ہین جیسے قواریرًا مین قواریرًا کی بھی قراءۃ آئی ہے پھر شیخ ابن جریرؒ نے توقف کیا اور کہا کہ شاید مصر فرعون مراد ہو یا شہر دیگر مراد ہو امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تردد ٹھیک نہین ہے بلکہ حق یہ ہے کہ شہر دیگر مراد ہے جیسے ابن عباسؓ وغیرہ نے تفسیر فرمائی ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اُن لوگون سے کہا تھا کہ جو کچھ تم مانگتے ہو یہ کوئی نفیس چیز قابل تردد نہین ہے بلکہ جس کسی شہر مین اُترو ملیگی - مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے جو اختیار کیا کہ سوائے مصر کے دوسرا شہر مقصود ہے تو یہ محل تحقیق ہے چنانچہ معلوم ہوگا اگرچہ شیخ ابن کثیر کے نزدیک راجح ہے کہ بنی اسرائیل پھر مصر مین داخل نہین ہوئے گویا استدلال کیا کہ اللہ تعالے نے بسبب نافرمانی کے بنو اسرائیل چالیس سال تک زمین مقدس یعنے شام مین داخل ہونا حرام فرمایا اور حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہے کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے اسی تیہ مذکور مین انتقال فرمایا پس اگر یہان مصر فرعون مراد ہو تو لازم آوے کہ یہ لوگ تیہ مذکور سے نکلکر ملک مصر مین گئے حالانکہ یہ درخواست و واقعہ منصوص موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے اور معلوم ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام مصر نہین گئے بلکہ اسی تیہ مذکور مین کسی شہر صغیر مین اُترے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ تیہ مذکور اپنے مضافات مین بہت سے دیہات قصبات کو شامل تھا لیکن چھ لاکھ لشکر کثیر اس قابل نہین تھا کہ وہ کسی شہر خاص مین اوتارا جاوے تاکہ وہان دانہ چارہ کا قحط پڑجاوے لہذا وہ لوگ تیہ مین رہے اور مضافات کے دیہات و قصبات سے نزدیک کر ان چیزون کی کاشت و تردد سے یہ غذائین حاصل کین اور اسی تیہ مین موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے انتقال فرمایا لیکن عند التحقیق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہلاک فرعون کے بعد بنو اسرائیل ایک مرتبہ ملک مصر مین گئے کیونکہ قصہ بقرہ و قتیل کا زندہ ہونا و دیگر واقعات اس امر پر دلالت کرتے ہین اگرچہ مصر سے آکر تیہ مذکور مین پہنچنے کے بعد مصر کو واپس نہ گئے ہون واللہ تعالیٰ اعلم ف ۲ واضح ہو کہ جس طرح عالم محسوس مین ہر ایک کے مشارب علحدہ مخصوص ہین مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اسباط بنی اسرائیل مین سے ہر ایک نے پانی مین اپنا مشرب پہچان لیا تھا اور جیسے افعال و احوال مین ہر ایک کے مشارب ہوتے ہین جیسے کسیکا مشرب تجارت ہے اور کسیکا صناعت ہے اور کوئی شائق ہے اور کوئی خوشنویس حتی کہ شاعری مشارب بھی علحدہ علحدہ ہوتے ہین چنانچہ اہل فصاحت شعرا مین معروف ہین اسیطرح عالم آخرت مین لوگون کے مشارب علحدہ علحدہ ہوتے ہین مثلاً بعضے اہل عبادت ہین اور بعضے اہل علم و معرفت ہین اور یہ باعتبار صفات قدس و افعال الہی عز و جل کے علحدہ علحدہ ہوتے ہین حتی کہ اہل علم مین سے بھی ہر شخص کے واسطے مشرب اجتہاد و تقلید علحدہ علحدہ ہوتا ہے شیخ جنیدؒ نے

فرمایا کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق چنانچہ سابق مین یہ روایت پوری مذکور ہو چکی ہی شیخ نے لکھا کہ یہ حضرت باری تعالیٰ عزوجل کی خطاب مین ہر ایک کی نسبت خاص ہی بعضے مقام حیرت مین ہین اور بعضے مقام منت مین اور بعضے مقام وصلت مین اور بعضے مقام فنا مین اور بعضے مقام بقا مین اور بعضے مقام جلال وجمال مین اور بعضے مقام جبروت اور بعضے عالم ملکوت و بعضے مشاہد قدس و بعضے باغ الانس مین اپنی اپنی سیر کے مقام توقف پر متفاوت ہین اور ہر ایک کے واسطے ہادی تقدیر نے اُسکا لبھانے والا رکھا ہی وہی اُسکا مشرب وگھاٹ ہی اور ابتدائی تفصیل مخلوقات مین دو طرح پر ہی جس سے دو فریق پیدا ہو گئے ہین اول وہ کہ جسکا مشرب نفس امارہ ہی جو اس عالم محسوسات پر فریفتہ اور یہین سے پانی لیتا ہی پس یہ لوگ اہل کفر و اہل دنیا ہین اگرچہ کافرون کے مشارب بھی بکثرت مختلف واقع ہوے ہین لیکن کل اسی گھاٹ مین خوار ہونگے تو انکی تفصیل مین وقت رائگان کرنا بیفائدہ ہی اور فرقہ دیگر وہ ہین جو انفتاح قلب سے عقلی مشارب ملکوت مین ہین جنکی کچھ تفصیل اوپر بیان ہوئی اور وہ سب اپنے اپنے مقام پر بہتر ہین لیکن اُنکے درمیان بھی تفاوت زمین وآسمان ہو جاتا ہی پس جنکا مشرب وانتہا عالم آخرت ہی انہین اور جنکا مشرب رضوان حق ووصلت ہی دونون مین بہت بڑا تفاوت ہی اور سورۂ اعراف مین انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تحقیق و توضیح آویگی (تنبیہ) امام رازی نے لکھا کہ بعضے فلاسفہ اس مقام پر انکار کرتے ہین کہ ایک چھوٹے مربع پتھر سے کیونکر بارہ نہرین جاری ہو سکتی ہین امام رازی نے لکھا کہ شاید اس احمق کو آیات قدرت مین کچھ بھی غور نصیب نہین ہوا کیا نہین دیکھتا ہی کہ بعضے پتھر یہ خاصیت رکھتے ہین کہ بال گرا دیتے ہین اور بعضون پر ڈورا باندھکر جلاؤ تو آگ اثر نہین کرتی ہی اور مقناطیس لوہے کو جذب کرتا ہی پس کیون محال ہی کہ یہ پتھر زمین سے پانی جذب کرکے بہاوے یا ہوا جذب کرکے پانی بناوے - مترجم کہتا ہی کہ مین نے مقدمہ مین تنبیہ کر دی اور یہان بھی دو دلیلین بیان کرتا ہون (اول) یہ کہ بنی اسرائیل چھ لاکھ سے زائد تھے جنپر یہ معجزہ طاری ہوا اور توریت مین اسکا احسان رکھا گیا پھر اُسوقت سے برابر بنی اسرائیل کی کثرت ہوتی گئی اور نقل متواتر چلی آئی تو متواتر قطعی کا انکار کرنا بالکل باطل ہی پس اس امر کا اقرار ضروری ہی کہ یہ محسوس واقعہ بیشک واقع ہوا تھا اور عصائے موسیٰ بیشک اژدہا ہو جاتا تھا اور توضیح یہ ہی کہ گذرے انبیاء و بادشاہ صرف بخبر متواتر ثابت ہوتے ہین مثلاً حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کا وجود بدلیل متواتر ثابت ہی اور شرط تواتر یہ ہی کہ اول یہ امر از قسم محسوسات ہو نہ از قسم اعتقاد دوم یہ کہ جن لوگون کے سامنے موجود ہوا ہو وہ اس کثرت سے ہون کہ عقلاً اُن کا دروغ پر متفق ہونا باطل ہو سوم یہ کہ یہ تعداد کسی زمانہ مابعد مین کم نہو پس حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کا وجود وعصائے موسیٰ و ید بیضا کا معجزہ اور پتھر سے پانی جاری ہونا یہ سب محسوسات قطعاً متواتر ہین کہ جس سے کوئی کافر بھی انکار نہین کر سکتا ہی رہا یہ امر کہ وہ پیغمبر تھے تو یہ امر محسوس نہین ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ جسوقت موجود تھے اُسوقت مین بھی فرعون وغیرہ نے انکار نبوت کیا تھا اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود دنیاوی قطعی متواتر ہی حتی کہ یہود بھی اس سے انکار نہین کرتے ہین اگرچہ اُنکے نبی ہونے سے انکار کرتے ہین اور واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دعوی الوہیت متواتر نہین ہی کیونکہ اول تو یہ غیر محسوس چیز ہے دوم یہ عقیدہ نصرانیون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو برس پیچھے جب قسطنطین بادشاہ روم نے سب کو جمع کرکے حکم دیا تھا کہ اختلاف چھوڑکر ایک قول پر قائم ہون تب سے نکالا ہی حتی کہ جن علمائے نصرانیہ نے اس عقیدہ پر دستخط نہین کیے وہ بیچارے سخت عذاب سے قتل کئے گئے تھے بالجملہ یہ امر ثابت ہو گیا کہ ان معجزات کا واقع ہونا قطعی ہی تو منکر کو اسکے انکار کی مجال نہین ہان اگر گنجایش ہی تو صرف اسقدر ہی کہ یہ معجزہ نہین تھا جیسے نیچری انکار کرتے ہین بلکہ فرعونیون نے اُسی زمانہ مین انکار کرکے جادو قرار دیا تھا (دلیل دوم) یہ کہ انکار کرنے والے دو قسم ہین اول وہ کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو خالق عالم مانتے ہین تو انپر حجت قطعی یہ ہی کہ خالق عالم کی قدرت

ہر چیز مین کمال ہی اور اگر نمانے تو لازم آویگا کہ وہ مجبور وناقص ہی اور اُس سے بالاتر کوئی الوہیت والا ہی جو کسیطرح مجبور نہو اور ہر چیز پر اسکا قبضۂ تسخیر ہر وقت موجود ہی ورنہ لازم آویگا کہ مخلوقات کی چیزین خود مختار ہو اُسکے قبضہ سے باہر ہین پس معلوم ہوا کہ جیسے اُسنے بڑے پہاڑ و ن سے پانی جاری کیا اور یہ حکمت اُسنے محسوس عادت رکھی ہی اسیطرح اُسکو اختیار ہی کہ چھوٹے پتھر سے پانی جاری کرے اور یہ خلاف عادت بطور معجزہ ہی اور قلب ماہیت اُسکے اختیار مین ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ عصاے موسیٰ علیہ السلام اژدھا ہوجاتا تھا دوم فرقۂ منکرہ وہ ہی جو اللہ تعالیٰ سے منکر ہی اور اپنے آپ کو و دیگر مخلوقات کو اتفاقی خودرو گھاس کے مانند بتلاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ مادے تو موجود ہین اور ہم اسکی ابتدا انتہا نہین جانتے حالانکہ باوجود اس جہالت کے ہر چیز کی نسبت اسباب قائم کرتے ہین یعنے یہ چیز اُس سبب سے ہوئی اور وہ چیز اس سبب سے ہوئی تو جب ہمنے ان واقعات کا وجود قطعی ثابت کردیا تو اُسپر لازم ہی کہ انکے اسباب بیان کرے کیونکہ انکے وجود سے انکار کرنا ممکن نہین ہی اور جب وہ انکے اسباب بیان نہین کرسکتا تو اسکو معجزہ قدرت کہتے ہین اور مقدمہ مین مترجم نے مدلل انکا باطل ہونا بیان کردیا ہی جنکا اعادہ اس مقام پر بہت طول ہوگا صرف اسقدر تنبیہ کافی ہی کہ جب اُسکے نزدیک کوئی چیز بے سبب نہین ہوتی ہی تو لازم آئیگا کہ ان مخلوقات کا سبب کسی مقام پر منتہی ہو ورنہ غیر متناہی باطل ہی تو انتہا خالق عزوجل پر لازم ہی کیونکہ ہمنے مقدمہ مین مدلل ثابت کردیا کہ محسوسات غیر متناہی نہین ہوسکتے ہین اور جب یہ مخلوقات اپنی ذات مین ناقص ہین تو دوسرے کے پیدا کرنے کی قدرت بھی نہین رکھ سکتے کیونکہ جب اپنی ذات کا نقصان دور نکرسکے تو دوسرے کا پیدا کرنا اور اُسکا مادہ موجود کرنا بدیہی باطل ہی اور زیادہ تحقیق مقدمہ مین دیکھو القصہ جب بنی اسرائیل نے منّ وسلویٰ اور اس نفیس پانی و نفیس نعمتون پر صبر نہ کیا اور زمین کی ترکاریان وغیرہ مانگنے لگے تو اُنکو آبادیون سے قریب جاکر کاشتکاری وغیرہ کی اجازت دی گئی اور یہ ناشکری اُنپر لازم ہوگئی کہ اُنھون نے عزت چھوڑ کر ذلت اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے اُنکے باپ دادون کو حضرت موسیٰ و یوشعؑ انبیاء بنی اسرائیل کی اتباع مین عالمین پر فضیلت عنایت کی تھی اور ملک شام و یمن و مصر وغیرہ سلطنتین اُنکے سپرد فرمائین پھر اُنمین ایسے ناخلف پیدا ہوے کہ اُنھون نے توحید الٰہی چھوڑ کر سخت دلی اختیار کی اور طاعت و عدل چھوڑ کر انبیاء و صالحین کی قبرین پوجنے لگے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم و قبیلے و ہر شہر مین ایک ہی وقت مین بکثرت انبیاء مبعوث فرمائے جو اُنکو برابر نصیحت کرتے اور اُنکے خاص خاص علماے زہاد جو اُنسے دنیا نہین چاہتے تھے بلکہ خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے نصیحت کرتے تھے اُنکے دشمن ہوگئے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ جو کوئی دین توحید کی نصیحت کرتا اُسکو گمراہ سمجھتے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ انبیاء و صالحین کو قتل کرنے لگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکا انجام بیان فرمایا بقولہٖ

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا

اور ڈالی اُنپر ذلت اور محتاجی اور کما لائے غصہ اللہ کا یہ اسپر کہ وہ تھے

ع ۷ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ

نہ مانتے حکم اللہ کے اور خون کرتے نبیون کا ناحق یہ اس سے کہ بے حکم تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

یعنے اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ و دیگر انبیاء علیہم السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو عزت و ثروت عطا فرمائی لیکن ناشکری کی خصلت نے آخر اُنمین یہانتک نوبت پہونچائی کہ صریح شرک و نافرمانیان کرنے لگے اور انبیاء و صالحین کو قتل کرنے لگے تو اللہ تعالےٰ نے اُنکی فضیلت سلب کی اور فرمایا۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ۔ اور تھپا دیدی گئی اُنپر ذلت و مسکنت۔ ف یعنے ذلیل ہونا و مسکین ہونا اس طرح اُنپر مضروب کردیا گیا جیسے روپیہ و اشرفی پر ٹھپہ ہوتا ہی کہ جہان کہین یہودی پایا جاوے اُسکے ساتھ ذلت

ومسکنت لازم ہو گی چنانچہ حسن وقتادہؒ نے فرمایا کہ یہانتک ذلت پہونچی کہ مجوس فارس نے اُنسے جزیہ لیا اور نصرانیون نے مغلوب کیا
یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے ماننے والے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُنکو اپنے تحت حکومت مین لیکر جزیہ لیا
رکھا (عبد الرزاق) مترجم کہتا ہے کہ فارس کے مجوسی ان یہودیون سے سخت برتاؤ کرتے تھے اور نصارائے روم بھی بوجہ دشمنی کے انکو ذلیل وخوار
کرتے تھے یہانتک کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے نصاریٰ ومجوس کو مغلوب کیا تو انپر سے مصیبت کچھ کم ہوئی اگرچہ ذلت ومسکنت جو انکے ساتھ
لازمی ہے بدستور باقی رہی - ابو العالیہ وربیع بن انسؒ نے فرمایا کہ مسکنت سے مراد محتاجی ہے علماء نے کہا کہ محتاجی کے چھپے دیے جانے سے
مراد یہ کہ جب تم کسی یہودی کو دیکھو تو اُسکی صورت سے ظاہر ہوگا کہ بہت مسکین ہے اگرچہ وہ بہت مالدار ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بخل اُنکے ساتھ
لازم ہوگیا - وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ - اور کما لائے غصہ اللہ کا - ف ضحاک وسعید بن جبیر نے کہا یعنے اللہ تعالےٰ کیجانب
سے غضب کے مستحق ہوئے - ربیع بن انسؒ نے کہا کہ غضب الٰہی اُنپر طاری ہوگیا ابن جریر نے کہا یعنے ان حرکات کا آخری مرجع غضب الٰہی
ہوا - مترجم کہتا ہے کہ مظاہر غضب الٰہی وہی لوگ ہین جو کفار ہون پس ظاہر ہوا کہ جو شخص یہودیون مین سے اپنے بدکار باپ دادون کی
تحسین پر قائم رہے وہ رحمت ایمان سے محروم ہوگا لہذا تم دیکھتے ہو کہ یہودیون مین سے بہت ہی کم مسلمان ہوئے بخلاف نصاریٰ کے کہ
انمین بکثرت مسلمان ہوئے - ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ
یہ اسی جہت سے کہ یہ لوگ آیات الٰہی کا انکار کیا کرتے تھے اور انبیا کو ناحق قتل کیا کرتے تھے - ف یعنے اسکو سزائے شدید سمجھو
بلکہ اُنکا گناہ عظیم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت ومعجزات نبوت وآیات کتابی یعنے توریت سے پے در پے کفر کرتے جاتے اور انبیا
علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے اسیواسطے یعنے اُنکو ذلت ومسکنت اور نزول غضب کی سزا دی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے
کہ مین ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا تو مین نے پایا کہ مالک بن مرارہ رہاوی رضی اللہ عنہ اپنی حالت
عرض کر رہے ہین کہ یا رسول اللہ آپ جانتے ہین کہ مجھکو جسقدر اونٹ عطا ہوئے ہین یعنے فضل الٰہی سے انکی تعداد بہت ہے پھر بھی میرا دل نہین چاہتا
کہ کسیکو دو تسمون کے ساتھ مجھپر فضیلت حاصل ہو تو کیا یہ بغاوت نہین ہے یعنے حد سے تجاوز کرنے مین داخل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ یہ بغاوت نہین کہلاتی ہے بلکہ بغاوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اتراوے اور حق کی توہین کرے اور لوگون کو اپنی نظر مین خوار سمجھے (رواہ احمد)
یعنے حق کو رد کرے اور لوگونکو اپنی نگاہ مین خوار سمجھے لہذا جب بنو اسرائیل نے اس بغاوت کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالےٰ نے انکی ذلت آخرت
کے ساتھ اُنکی دنیاوی ذلت بھی ملائی چنانچہ تم کبھی نہ پاؤگے کہ کوئی یہودی بادشاہ ہو اور اُنکی کوئی جماعت صاحب قوت ومنعت قائم ہو اور
یہ ذلت بمقابلہ اُنکے گناہ کے بہت کم ہے کیونکہ قتل پیغمبر بہت کبیرہ وشدید ہے اسیواسطے حدیث ابن مسعودؓ مین وارد ہے کہ قیامت کے روز سب سے بڑھکر
عذاب اُس شخص کو ہوگا جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا یا اُسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو اور اُس شخص کو جسنے گمراہی کی پیشوائی کی اور اُس شخص کو جسنے مورتین
بنائین (رواہ احمد) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ابی بن خلف کو سخت عذاب ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے
واسطے جنگ احد مین تمنی گھوڑی سے دوڑا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو قتل کر دیا تھا اور اسیطرح ابو جہل ان گمراہون کا پیشوا بنا تھا
جیسے فرعون اپنی قوم کا پیشوا تھا اور واضح ہو کہ کسی پیغمبر کو قتل کرنا سوائے ناحق کے کبھی حق نہوگا پھر آیت مین یہودیون کی فضیحت کے واسطے
مصرح بیان فرمایا کہ انبیا کو ناحق قتل کرتے ہین - اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایکبار بنی اسرائیل نے تین سو پیغمبرون کو ایک دن
قتل کیا اور اسی دن آخر وقت اُنکی ترکاریون کا بازار لگایا (ابو داؤد طیالسی) مترجم کہتا ہے کہ یہ بات متواتر ثابت ہے کہ یہودیون مین ایک ہی قسم تہا ین

ہر ہر محلہ و قریہ و شہر ہر قوم مین متعدد پیغمبر ہوتے تھے جنپر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی تھی لیکن یہ سب کتاب توریت کے تابع ہوتے تھے پس یہ لوگ شہوات دنیا مین ایسے منہمک ہوئے کہ بادشاہ کے اتفاق سے یا بادشاہ کے حکم سے مانند یحییٰ علیہ السلام اور اُنکے باپ زکریا علیہ السلام وغیرہ کے اُنھون نے ایک وقت مین اس قدر کثیر پیغمبر قتل کرڈالے اور بعض مفسرین نے زیادہ کیا کہ جب یہ کیفیت ہوئی تو پہاڑون و جنگلون سے عابدون و زاہدون کی ایک جماعت کثیر نے آکر انکو سمجھایا اور ڈرایا کہ تم لوگون نے بہت بڑا گناہ کیا ہے اب بھی توبہ کرو ورنہ عذاب الٰہی نازل ہوگا پس اِن لوگون نے ان سب کو بھی قتل کرڈالا اور انھین واقعات سے شاہ روم جو فلسفی اعتقاد پر تھا انپر مسلط ہوا اور دوبارہ شاہ ایران جو مجوسی تھا انپر مسلط کیا گیا۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّ كَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ یہ عذاب اسی سبب سے کہ وہ لوگ نافرمانی کرتے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔

ف ان آیات سے موجودہ یہودیون کو تنبیہ فرمائی کہ تم لوگ بھی ہمیشہ ذلت وخواری مین رہو گے کیونکہ تم عہد توریت کے موافق عیسیٰ علیہ السلام کا اقرار نہین کرتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہو کیونکہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُنھون نے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سچا اقرار کیا حتی کہ یہود ونصاریٰ کا بہتان دور ہوا اور یقین کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول برحق تھے جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے پس یہود نے جو بہتان حضرت مریمؑ کی نسبت بدکاری کا لگایا اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جادوگری کا لگایا نعوذ باللہ من ذٰلک اور جو بہتان نصرانیون نے بیٹا ہونیکا لگایا معاذ اللہ منہ یہ سب بہتان دور ہوگئے اور تعجب ہے کہ اس زمانہ مین بہت سے نصرانی یہ بہتان لگاتے ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش یوسف نجار کے نطفے سے ہوئی اور یہ کفر وبے شرمی ہے نعوذ باللہ منہا۔

ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر علٰے طعام واحد الآیۃ۔ یہ لوگ شہوات طبیعت مین گرفتار تھے اور اُسکے مناسب طعام مانگتے تھے اسیوجہ سے ان لوگون نے طعام اہل روحانیت پر کفایت نہ کی۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل طبیعت سے اُنکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان مین ترکیب روحانی وجسمانی رکھی ہے پس جسم سے تعلق جو اس وقیاس سے خواہشات فانیہ ہین کیونکہ جسم خود فانی ہے لیکن جسم کے فنا ہونے کے بعد تعلق روحی جدا ہوجاتا ہے اگرچہ ایک قسم کا لگاؤ باقی رہتا ہے اور تعلق روحانی کے حواس وخواہشات موافق عقل ہین اسیواسطے کمالات حاصل کرنے کے لیے بقاے جسم ضروری ہے چنانچہ شرع مین خودکشی کرنا بھی منع ہے۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی اُنکو نعمتین عطا فرمائین ویسی ہی آزمائش بھی پوری کی لہذا جب اُنھون نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے طعام روحانی کی لذت اُنسے دور کردی یہانتک کہ کہنے لگے کہ ہم اس طعام پر صبر نہین کرسکتے اسیواسطے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو شکریہ کے ساتھ قائم رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اُسکی حالت کو متغیر کردیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ یعنے جو نعمت کسی قوم کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ اُسکو تغیر نہین فرماتا یہانتک کہ وہی لوگ خود اپنی حسن نیت واخلاص کو بدل ڈالین۔ یعنے اللہ تعالے نے جس قوم کو جو نعمت عطا فرمائی جب تک وہ لوگ شکریہ نعمت پر قائم رہتے ہین تو اللہ تعالیٰ اُسمین تغیر وکمی نہین فرماتا پھر جب وہ اُسکو بدلتے ہین اور شرع الٰہی پر قائم نہین رہتے بلکہ ظلم وفسق وفجور کرتے ہین تو اللہ تعالیٰ اُس نعمت کو متغیر فرماتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مسلمانون کو یہ معاملہ خود اپنے بادشاہون وقومون مین دیکھ لینا چاہیے۔ شیخؒ نے لکھا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ آدمی دو طرح کے ہوتے ہین ایک وہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُنسے تدبیر دور فرمائی یعنے عنایت الٰہی خود اُنکے واسطے مدبر ہے اور ان لوگون کی حالت یہ ہے کہ اختلاط سے علیحدہ اور ہر رنج وخوشی مین تقدیر الٰہی کے پابند ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اُنکی کیفیت یہ ہے کہ ہر ساعت مین وہ جسم نورانی کے موافق جسم خاکی کی تکمیل معارف عقل کے موافق کرتے رہتے ہین اور جسمانی تدبیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر چھوڑتے ہین اور قسم دوم وہ ہین جو اپنے پسند کی تدبیر پر چھوڑے گئے ہین یعنے اپنے اختیارات کے

موافق ہر ایک تدبیر کو پسند کرین حتی کہ کبھی ایک بات کو چاہتے اور کبھی دوسری بات کو چاہتے ہین حتی کہ کبھی اس پسندیدگی وتدبیر مین ایسی خبط وخطا کرتے ہین کہ برباد ہو جاتے ہین جیسے بنی اسرائیل نے رزق روحانی چھوڑ کر رزق جسمانی ساگ پات پسند کیا کیا نہین دیکھتے ہو کہ موسی علیہ السلام نے کیونکر اُنپر انکار کیا کما قال تعالیٰ - اتستبدلون الذی ہو ادنی بالذی ہو خیر - اور کیون نہین کہ اُنھون نے مقربین کا کھانا چھوڑ کر شہوت پرستون کا کھانا پسند کیا چنانچہ واسطیؒ نے فرمایا کہ ان لوگون نے من وسلوی جو کسی کو میسر آوے بغیر تکلیف کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُنکو ملتا تھا چھوڑ دیا اور اپنے نفوس کی پیروی کی اور جو کچھ طبیعتین چاہتی تھین وہ مانگا - مترجم کہتا ہے کہ اور حکما سے یعنی عارفین ربانی سے ایک حکمت منقول ہے کہ آدمی کبھی رضائے آلہی عزوجل مین اپنے اختیار و پسند کو دخل نہ دے یعنے ضرورت کے موافق جو اسکے تدبیر کرے اور جو کچھ نتیجہ میسر آوے اُسپر راضی رہے اور یہ ہوس نہ کرے کہ بجائے اسکے اگر ایسا ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ وہ نہین جانتا کہ اگر ایسا ہوتا تو اُسکی حالت مین کیا پیش آویگا ہان اللہ تعالیٰ سے ثبات یقین واستقامت دین کی درخواست کرتا رہے اور جو کچھ حکیم عزوجل نے مقدر فرمایا اُسپر بخوشی راضی ہو بیان اسکا یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب عورتون کے نرغہ مین پڑے تو اللہ تعالیٰ سے اُنکے مکر سے حفاظت چاہی اور اسکے ساتھ بلاء آلہی بھی پسند کی یعنے قال رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ کہا یعنی قید جسکی یہ عورتین مجھسے خواہش کرتی ہین اسمین مبتلا ہونے سے مجھکو قید خانہ زیادہ محبوب ہے حالانکہ قید خانہ مین جا کر گھبرانے لگے لیکن وہان صبر کرنا بھی اُنھین کی شان نبوت کا کام تھا چنانچہ سورۂ یوسف کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا قولہ تعالیٰ - وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ - اللہ تعالیٰ نے سرکشی کی عقوبت مین موجودات سے پہلے اُنپر شیطان کی پیروی کی وجہ سے ذلت کا داغ دیدیا تھا اور دنیا کی محبت کا لباس پہنایا کہ جس سے وہ آخرت سے بخیل تھے کہ رضاء آلہی و آخرت کی جانب رجوع نہین کرتے تھے - بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُنکی مسکینی حرص دنیا کے لباس مین ہے اور ذلت اس مال دنیا کی بخیل کے پیرایہ مین ہے عس - اگر کہا جاوے کہ کیا بنی اسرائیل سب ایسی قسم کے ناکارہ لوگ تھے جواب یہ ہے کہ ہر قوم مین اکثر کا اعتبار ہوتا ہے پس اکثر اوقات اُنمین جاہلون کا غلبہ زیادہ ہوتا تھا جس سے فسق وفجور بڑھجاتا تھا ورنہ جو اُنمین اولیاء وصالحین گذرے وہ بھی بہت ہین قال تعالے -

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

یون ہی جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاری اور صابئین جو کوئی ایمان لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور کام کیا نیک تو انکو ہے اُنکی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ اُنکو ڈر ہو

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اور نہ وہ غم کھاوین

اس آیت کی تفسیر مین مفسرین کے دو قول ہین ایک یہ کہ اسمین موجودہ قومون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکا بیان ہے اور اُسکا حاصل یہ ہے کہ - إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا - جو لوگ ایمان لائے - ف یعنے جن لوگون نے اسوقت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا کہ اُنکا نام مسلم یا مومن کہلایا خواہ اُنے دل سے کہا ہو یا منافق ہو - وَالَّذِينَ هَادُوا - اور وہ لوگ جو یہودی بنے ہین - ف یعنے اپنے آپ کو شریعت موسی علیہ السلام وتوریت پر قائم دیہودی کہتے ہین - وَالنَّصَارَىٰ اور جو نصاری کہلاتے ہین - ف یعنے اپنے آپ کو تابع عیسی علیہ السلام وشریعت توریت وانجیل کہتے ہین - وَالصَّابِئِينَ اور وہ لوگ جو صابئین کہلاتے ہین - ف - غرض کہ اسوقت مین یہ فرقے جو مومنین ویہود ونصاری وصابئین کہلاتے ہین

انکا انجام یہی کہ انہین ہے ۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ جو کوئی سچا یقین لایا اللہ تعالیٰ اور روز قیامت کا اور نیک
کام کیا تو اُنکے لیے اُنکے پروردگار کے یہان انکا ثواب ہے اور اُنپر خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے ۔ ف یعنے ان فرقون مین سے
جو کوئی ایسا ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے اور وہ فقط اسی طور سے ہوگا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو سچے دل سے مانے
تو وہ آخرت مین بےخوف و غم ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ سابق مین جو پیغمبر و جو شریعت ہو وہ اب بالکل منسوخ ہے پس اب جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پر ایمان لایا وہی اللہ تعالیٰ کے یہان مقبول ہوگا ورنہ زبانی منافق بننے یا یہودی و نصرانی و صابی ہونے سے کچھ فائدہ نہین ہے مترجم کہتا ہے
کہ یہ تفسیر ایک قول ہے لیکن اس تفسیر کے موافق دہریہ و بت پرست وغیرہ کسی کا ذکر نہین ہے حالانکہ مقصود تو یہ ہے کہ اب دنیا مین خواہ کافر
بت پرست ہو یا دہری یا نیچری ہو یا کسی پیغمبر و شریعت کا مقر ہو اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو سچے یقین سے مانے اور توحید قرآن کے موافق
آخرت پر یقین لاکر نیک کام کرے تو اُسکے واسطے آخرت مین خوف سے نجات و بلند درجات ہین ۔ دیگر علماء کے نزدیک اس آیت کے معنے
یہ ہین کہ زمانہ سابق مین ہر پیغمبر کے واسطے ایک زمانہ تھا اور اُس زمانہ تک اُسی پیغمبر کی شریعت مقبول تھی جیسے اس زمانہ مین قیامت تک محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی شریعت پر خاتمہ ہے پس زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین جو یہودی درحقیقت اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا اور زمانہ عیسیٰ علیہ السلام مین
جو نصرانی درحقیقت ایمان لایا اور اب زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین جو کوئی درحقیقت مومن ہوا اُسکے واسطے آخرت مین نجات و درجات ہین چنانچہ شیخ
ابن کثیرؒ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیات مین عام طور پر یہودیون کی نافرمانیان و ہتک حرمت و قتل انبیاء علیہم السلام کے افعال شنیعہ و نزول
غضب الٰہی بیان فرماکر اس آیت مین آگاہ فرمایا کہ اگلی امتون مین بھی جس یہودی یا نصرانی یا صابی نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر
یقین کیا جیسے اس زمانہ مین جو لوگ مومن کہلاوین اگر سچے دل سے اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر یقین للوین تو اُنکے واسطے آخرت مین خوف
و غم نہین ہے کیونکہ یہ لوگ اولیاء الٰہی ہین اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۔ آگاہ رہو کہ بیشک اولیاء
الٰہی کا یہ مرتبہ ہے کہ اُنپر خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے ۔ یعنے آخرت مین اُنکے لیے بےخوف درجات بلند ہین ۔ ابن ابی حاتم نے بسند جید
روایت کی کہ مجاہدؒ نے بیان فرمایا کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن راہب نصرانیون کا ذکر کیا جنھون نے مجھکو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب راہ بتلائی تھی یعنے عرب مین ایک پیغمبر آخرالزمان پیدا ہونے والے ہین اور نشانات سے اُنکا یہی زمانہ معلوم ہوتا ہے
پس تم عرب مین جاؤ اگر تم اُنکو پاجاؤ تو تمھاری نہایت خوش قسمتی ہے اور مین نے اُن لوگون کی عبادت کا بھی ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی ۔ ان الذین
آمنوا والذین ہادوا والنصاریٰ والصابئین الآیہ ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول صحیح کے موافق آیت کی تفسیر یہ ہے کہ ۔ ان الذین آمنوا جو لوگ اس
زمانہ مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان مین مخلص و منافق دونون شامل ہین یا جو اسوقت مین بت پرست وغیرہ مومن ہوجاوین ۔ والذین ہادوا
اور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت مین یہودی کہلائے ۔ والنصاریٰ ۔ اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت مین نصاریٰ کہلائے ۔ والصابئین
اور جو اپنے پیغمبر کے وقت مین صابئین کہلائے ۔ تو ان مین صرف زبانی کہلانے کا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ اُنکا حکم یہ ہے کہ من آمن باللہ والیوم الآخر
جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا ۔ وعمل صالحا ۔ اور نیک کام کیا یعنے دل سے ایمان لایا و شریعت کی فرمانبرداری کی ۔ فلہم اجرہم
عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۔ تو اُنکے واسطے اُنکے پروردگار کے نزدیک اُنکا ثواب ہے اور آخرت مین اُنپر خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہودیون کا ایمان یہ ہے کہ اُنھون نے توریت و سنت موسیٰ علیہ السلام کو مضبوط لیا پھر جب عیسیٰ علیہ السلام آئے تو عیسیٰ علیہ السلام ۱

سے انکار نہین کیا اور جسنے انکار کیا وہ تباہ ہوا کیونکہ اُسوقت شریعت موسی علیہ السلام جاتی رہی تھی پھر جو عیسی علیہ السلام پر ایمان لاکر
نصرانی ہوے تو انکا ایمان یہ تھا کہ اللہ تعالی وحدہ لاشریک ہے اور عیسی علیہ السلام بندہ پیغمبر ہین اور اُنسے شریعت انجیل کے موافق توریت
پر بھی عمل کیا یہانتک کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کی وہ برباد ہوا شیخ نے لکھا کہ یہود نام وجہ
ہودینی توبہ کے ہے کیونکہ جب انھون نے مخالفت سے توبہ کی تو باہم یہود مشہور ہوے بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام
یہودا تھا تو انھین کی نسبت یہودی کہلاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید انھین کی جانب نسبت پھیل جانے کی یہ وجہ ہوئی ہو کہ بنی اسرائیل
مین سلطنت اولاد یہودا مین رہی تو سلطان کی خوشامد سے لوگ اپنے کو یہودی کہتے ہونگے جیسے سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے جنکا نام مصلح الدین
تھا اپنے بادشاہ ابوبکر سعد کی جانب نسبت کرکے اپنا تخلص سعدی رکھا اور ابوعمرو بن العلاء نے کہا کہ تہود بمعنی تحرک ہے یعنے ہلنا کیونکہ یہ لوگ توریت
پڑھتے وقت ہلتے جاتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ سراج مین لکھا کہ یہودی دعوی کرتے تھے کہ اللہ تعالی نے جسوقت توریت نازل کی تو زمین وآسمان
کو جنبش وحرکت ہوئی اسی سبب سے یہ لوگ توریت پڑھتے وقت ہلا کرتے تھے۔ شیخ نے لکھا کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام مبعوث ہوے
تو بنی اسرائیل پر انکی اتباع ونصرت واجب ہوئی تو جسنے نصرت کی وہ نصاری کہلایا کما قال تعالی۔ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ اور بعض نے کہا
کہ یہ لوگ قریہ ناصرہ مین بسے اسلیے نصاری کہلائے اور یہی قول قتادہ وابن جریج وروایت ابن عباس ہے پھر جب اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو خاتم النبیین تمام بنی آدم کی جانب بھیجا تو تمام یہود ونصاری وعرب وعجم سب پر آپکی اتباع فرض ہوئی کہ آپ پر ایمان لاوین اور اللہ تعالی نے
آپکی بشارت جمیع اقوام کو اُنکے پیغمبرون کے ذریعہ سے پہونچائی تھی اور آپ کے امتیون کا نام مومنین رکھا کیونکہ انکے ایمان بہت قوی ہین اور اسوجہ
سے کہ یہ لوگ انبیاے سابقین وحالات آخرت پر ایمان لائے ہین رہا بیان فرقہ صابئین تو انمین اختلاف ہے چنانچہ مجاہد وعطا وسعید بن جبیر
وحسن بصری سے روایت ہے کہ یہ لوگ بے دین ہین اور ابوالعالیہ وربیع بن انس وسدی وابوالشعثاء وجابر بن زید اور ضحاک واسحق بن راہویہ نے کہا
کہ یہ لوگ اہل کتاب مین سے زبور پڑھتے ہین اسیواسطے امام ابوحنیفہ واسحاق نے کہا کہ انکا ذبیحہ کھانے وانکی عورتون سے نکاح کر لینے مین مضائقہ نہین ہے
اور ابن جریر نے حسن بصری سے روایت کی کہ زیاد کو خبر پہونچی کہ صابئین پانچون نمازین بجانب قبلہ پڑھتے ہین تو اُسنے چاہا کہ انسے جزیہ موقوف کرے
پھر اُسکو خبر پہونچی کہ یہ لوگ ملائکہ کی پرستش کرتے ہین۔ ابوجعفر رازی نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ یہ لوگ زبور پڑھتے اور قبلہ رخ نماز پڑھتے اور ملائکہ کی پرستش
کرتے ہین اور یہی قتادہ سے روایت ہے ابن ابی حاتم نے ابوالزناد سے روایت کی کہ صابئین ایک قوم ہے جو عراق کے متصل قریہ کوثی مین رہتی ہین اور
یہ لوگ جمیع انبیا کو مانتے اور سال مین تیس دن روزہ رکھتے ہین اور یمن کی جانب متوجہ ہوکر پانچ نمازین ہر روز پڑھتے ہین وہب بن منبہ نے کہا کہ یہ لوگ
لا الہ الا اللہ جانتے ہین اور انھون نے کوئی کفر نہین نکالا اور انکے واسطے کوئی شریعت بھی نہین ہے اور یہی قول عبدالرحمن بن زید سے مروی ہے اور خلیل نے کہا کہ وہ لوگ
اپنے کو دین نوح علیہ السلام پر سمجھتے ہین۔ قرطبی نے کہا کہ بعض علماء کے بیان سے یہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے ہین اور باوجود اسکے نجوم مین تاثیر قدرتی
اعتقاد کرتے ہین اسیواسطے ابوسعید اصطخری نے انکے کفر کا فتوی دیا اور امام رازی نے کہا کہ یہ لوگ کواکب کو قبلہ عبادت سمجھتے ہین یا انکا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالی نے
اس عالم کی تدبیر ان کواکب کے سپرد فرمائی ہے اور یہی قول کشرانیون کا کہلاتا ہے جنکی ہدایت کے واسطے ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوے تھے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ سب
اقوال مین اظہر یہ ہے کہ یہ لوگ صرف لا الہ الا اللہ کہتے ہین اور وہ ان اقوام یہود ونصاری ومجوس ومشرکین کسی مین سے نہین ہین اسیواسطے
مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صابی کہتے تھے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ آیت قدسی کی تفسیر مختار سے یہ بات معلوم
ہوتی ہے کہ وہ لوگ اپنے وقت مین کسی پیغمبر حق پر ایمان لائے تھے اور قول امام رازی سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ لوگ دین ابراہیم علیہ السلام پر ہین او ظاہر

یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ابتدا مین اعتقاد توحید تعلیم فرماتے تھے اور ظہور شریعت سے پہلے اُنھون نے بابل سے ہجرت فرمائی پس شاید اُنھون نے بشارت ابراہیم علیہ السلام سے شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سیکھی پھر زمانہ دراز گذرنے کی وجہ سے ممکن ہے کہ بعضے اُن مین سے ستارے پوجنے لگے ہون جیسے نصرانیون نے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب کو پوجنا شروع کیا پس ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صابی ایک فرقہ اہل دین مین سے ہے اگرچہ پچھلے زمانہ مین شرک ہوگیا ہو اور یہی آیت قدسی کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے پھر مین نے پایا کہ شیخ ابن تیمیہ نے منطقین کے رد مین اسکے مانند فرمایا ہے لہٰذا بقول امام ابوحنیفہ و اسحٰق بن راہویہ کے اُنکا ذبیحہ جائز اور اُنکی عورتون سے نکاح حلال ہوئے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہے اور شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اُنکے تدین شریعت مین اختلاف کی وجہ سے شبہہ پیدا ہوا تو احتیاطاً حلت کا فتویٰ نہین دیاجائیگا واللہ تعالےٰ اعلم۔ (فائدہ) حدیث مین ہے کہ تین شخص ایسے ہین جنکے لئے اجر دوہرا ہے ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تو اُسکو دوہرا ثواب ملیگا اور دوم وہ مملوک جسنے اپنے مولی کا حق خدمت ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کا حق عبادت بھی ادا کیا تو اُسکے لیے دوہرا ثواب ہے سوم وہ شخص جسکے تحت مین لونڈی تھی اسنے اُسکو ایمان و اسلام اچھی طرح سکھلایا پھر اُسکو آزاد کرکے اُس سے نکاح کرلیا تو اُسکو دوہرا ثواب ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی امتون کی نسبت تمھاری بقا قیامت تک مثالاً اتنی ہی سی ہے جیسے عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت اور توریت والون یعنی یہود کو توریت دیگئی اُسپر اُنھون نے عمل کیا یہانتک کہ دوپہر دن آیا پھر عاجز ہوئے پس ایک ایک قیراط انکی اجرت دیے گئے پھر انجیل والون یعنے نصاریٰ کو انجیل دیگئی سو اُنھون نے نماز عصر تک عمل کیا پھر عاجز ہوئے پس ایک ایک قیراط انکی اجرت دیے گئے پھر ہم لوگ قرآن عطا کیے گئے سو ہمنے غروب تک عمل کیا پس ہم دو دو قیراط عطا کیے گئے اسپر پہلے دونون اہل کتاب نے کہا کہ اے پروردگار یہ لوگ دو دو قیراط دیے گئے اور ہم ایک ایک قیراط دیے گئے حالانکہ ہمنے انسے زیادہ کام کیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ کیا مین نے تمھاری اجرت مین تمکو کم کردیا تو انھون نے کہا کہ نہین تو فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہے جسکو چاہتا ہون دیتا ہون (البخاری و الترمذی وصححہ) پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دوسری بدعہدی اور اپنی نعمت یاد دلائی تو فرمایا

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

اور جب لیا ہمنے قرار تم سے اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہم نے دیا زور سے اور یاد کرتے رہو

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

جو اسمین ہے شاید تمکو ڈر ہو پھر تم پھر گئے اسکے بعد سو اگر نہوتا فضل اللہ کا

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

تمپر اور اُسکی مہر تو تم خراب ہوتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو عہد میثاق یاد دلایا یعنے جب اللہ تعالےٰ نے اُنکو توریت بھیجی اور اُنھون نے اسکے احکام دیکھے تو اُسکے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم اسکو نہین لینگے پس اللہ عزوجل یاد دلاتا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور یاد کرو جب ہمنے تمسے عہد لیا ف یہ عہد اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا اور خطاب ان یہودیون کو کیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین موجود ہین کیونکہ یہ لوگ اپنی باپ دادون کے افعال پر فخر کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ قیامت تک انکی اولاد مین سے کوئی عذاب جہنم مین گرفتار نہوگا اور اگر عذاب ہوا تو صرف گنتی کے سات روز عذاب ہوگا۔

جتنے دن گوسالہ پوجا گیا تھا تو یہ لوگ اپنے باپ دادون کے ساتھ اپنے آپ کو ہر عہد و میثاق و وعذاب و ثواب مین داخل کرتے تھے لہذا اُنکو خطاب فرمایا کہ تم وہ وقت یاد کرو جب تمھارے باپ دادون سے ہمنے عہد لیا کہ توریت پر قائم رہین اور اُنھون نے قبول کرنے سے انکار اور عذر کیا کہ احکام بہت سخت ہین تو عذر مقبول نہوا۔ **وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ**۔ اور ہمنے تمھارے اوپر طور کو بلند کیا۔ **ف** طور ہرایسے پہاڑ کو کہتے ہین جسپر سبزہ ہو اور خاص اُس پہاڑ کا بھی نام ہے جسپر موسی علیہ السلام کو مناجات ہوئی اور یہان احتمال ہے کہ بطور اعجاز قدرت کے یہی پہاڑ اُنکے سر پر بلند کیا گیا ہو جیسے کہ ابن عباس و مجاہد و عطاء و عکرمہ و حسن و ضحاک و ربیع بن انس وغیرہم نے بیان فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ توریت بھی کوہ طور پر عطا ہوئی اور اُسی کے نواح مین یہ لوگ پڑے ہوئے تھے تو ظاہر یہی ہے کہ اسی پہاڑ کو اُنپر بلند فرمایا اور حکم ہوا۔ **خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ** لو اس کتاب کو جو ہمنے تمکو عطا کی بقوت۔ **ف** یعنے بعزم قوی و جزم فرمانبرداری اس توریت کو لو۔ **وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ**۔ اور جو کچھ اسمین ہے اُس سے نصیحت حاصل کرو **ف**۔ یعنے اسکے معارف و حقائق سے آراستہ ہو اور اُس سے اخلاق ظاہر و باطن درست کرو۔ **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** شاید تم عذاب سے بچو۔ **ف** یعنے امید رکھو کہ اس طرح طاعت و معرفت سے اللہ تعالے تمکو عذاب سے نجات عطا فرماویگا یا۔ لعلکم تتقون۔ کے یہ معنے ہین کہ ایسا کرو تا کہ تم عذاب سے بچو۔ سدیؒ نے فرمایا کہ جب اُنھون نے انکار کیا تو اللہ عزوجل نے پہاڑ کو حکم دیا جو اُنکے سر پر آیا اور قریب تھا کہ انپر گر پڑے پس گھبرا کر سجدہ مین گر پڑے اور ایک آنکھ کے کنارے سے دیکھتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور عذاب دور کر دیا لہذا یہودی اسیطرح سجدہ کرتے ہین کہ ایک طرف آنکھ کھلی رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ واللہ یہی سجدہ خوب ہے جس سے اللہ تعالے نے عذاب دور کیا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معجزہ قدرت قطعی ثابت ہے اس دلیل سے کہ قرآن مجید مین متواتر منقول ہے اور قرآن مجید مین جس وقت نازل ہوا تو یہودیون کی مذمت کے طور پر نازل ہوا حالانکہ اُسوقت لاکھون یہودی موجود تھے اور کسی نے اسکا انکار نہین کیا کیونکہ خود یہودیون مین حضرت موسی علیہ السلام کے وقت سے برابر متواتر منقول ہے پس کسیکو انکار کی مجال نہین ہو سکتی اور ایسے آیات قرآنی کا لطف ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آیات قدرت اس طور پر نازل فرمائین کہ گویا وہ اس امت مین واقع ہوئی ہین کیونکہ اگر اسوقت کوئی قوم نافرمان بنا کر اُسپر یہ پہاڑ اسطرح سایہ کیا جاتا تو وہ بھی ویسا ہی قطعی ہوتا جیسا نقل متواتر قطعی ہے اور ہمارے زمانہ مین بعض نیچریون نے جب دیکھا کہ اس نقل متواتر کا انکار ممکن نہین ہے تو اُسنے اسکے معنے مین تحریف کی اور کہا کہ۔ ورفعنا فوقکم الطور سے یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ ایک پہاڑ کے نیچے کھڑے کیے گئے تھے اور وہان حکم دیا گیا تھا کہ تم توریت کو مانو تو گویا پہاڑ انکے اوپر تھا جیسے بولا کرتے ہین کہ ہم لوگ پہاڑ کے نیچے پہونچے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بہتان صریح و کذب باطل ہے کیونکہ اول تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے سورہ مین فرمایا۔ واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بہم خذوا ما آتیناکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون۔ یعنے جب ہمنے پہاڑ اُٹھا کر اُنکے اوپر بلند کیا گویا وہ سائبان ہے اور اُنھون نے یقین کیا کہ اُنپر گرنیوالا ہے آخر تک۔ یہ صریح ہے کہ وہ آیت قدرت کے طور پر اپنے مقام سے اُٹھا کر اُنکے سر پر بطور چھتر یا ظلۂ ابر کے آیا تھا اور ڈرتے تھے کہ اُنپر ڈال دیا جاویگا دوم یہ کہ اسیطرح یہود مین متواتر منقول ہے جسطرح ہمنے بیان کیا تو متواتر مین اس نیچری کی تحریف محض باطل ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ خالی پہاڑ کے نیچے کھڑے ہونے مین کیا خوف و تہدید ہے اور جب یہود مین اسی کیفیت کے ساتھ متواتر منقول ہے تو اُسکی تحریف کیونکر رائج ہو سکتی ہے اور اسلیے جب قرآن مجید نازل ہوا تو لاکھون ان یہودیون مین سے کسی نے انکار نہ کیا باوجودیکہ یہ اُنکی مذمت تھی کیونکہ متواترات کا انکار کسی سے

ممکن نہین ہے اور اسکے سچ ہونے مین کسیکو شک نہین ہو سکتا سواے ایسے ہی لوگون کے جو دن دوپہر کو آفتاب سے منکر ہین القصہ اللہ تعالی نے یاد دلایا کہ ای یہود دیکھو توریت تمپر نازل کی گئی اور وہ عین ہدایت ونور تھی پھر تمنے اُسپر عہد کرنے مین اسقدر جھگڑا کیا کہ آخر تم پر ایک پہاڑ بلند کیا گیا تب تمنے اقرار کیا حالانکہ یہ تمھاری سفاہت تھی کہ تمنے عین ہدایت کو لینے مین اسطرح انکار کیا واضح ہو کہ جب اُنھون نے توریت کو قبول کیا تو ایک مدت تک بہت لوگ صلحا وعلما اسی عہد پر قائم رہے حتی کہ اُنمین انبیاء وصالحین گذر رہے۔ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ پھر تمنے اسکے بعد پیٹھ پھیری۔ ف اور توحید ی عہد ومیثاق توریت سے خلاف کرنے لگے لیکن اللہ عزوجل نے حضرت داؤد وسلیمان وانسے پہلے شمویل وغیرہ انبیا علیہم السلام بھیجکر اُنکو نصیحت فرمائی اور اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے پھر اُنکی جماعت مجتمع اور کلمہ بلند رکھا جیسے امت اسلامیہ مین ہر صدی مین بمنزلہ انبیا بنی اسرائیل کے علماے صالحین ہوتے ہین جو اُنکو راہ توحید سمجھاتے رہتے ہین پھر اگر عوام سمجھ جاوین اور مانین تو جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالی کی رحمت ہے چنانچہ بنی اسرائیل کو احسان رکھا اور فرمایا۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور اگر اللہ تعالی کا فضل واُسکی رحمت نہوتی تو تم لوگ خاسرین مین سے ہو جاتے۔ ف یعنے دنیا ہی مین عذاب سے ہلاک ہو کر آخرت کی خواری مین مل جاتے واضح ہو کہ بنی اسرائیل مین اُنکی تنبیہ کے واسطے بہت ایسے امور واقع ہوتے تھے جس سے اُنکو تنبیہ وتہدید رہے چنانچہ روایت ہے کہ جب بنی اسرائیل مین سے کوئی شخص گناہ کرتا تو صبح کو اُسکے دروازے پر لکھا ہوا ملتا کہ فلان شخص نے رات کو ایسا گناہ کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ بعضے خاص گناہون کے بارہ مین تھا اور عموماً ہر گناہ مین نہین تھا یا خاص اہل بیت المقدس یا علماء کے ساتھ خاص ہو واللہ اعلم اسیطرح بعض بدکارون کی نسبت منقول ہے کہ اُسکو دفن کرکے آئے تو دوسرے روز دیکھا کہ اُسکو زمین نے نکال پھینکا ہے پھر اُسکو دفن کیا تو پھر یہی ہوا اسیطرح بار بار ایسا واقع ہوا آخر لوگون نے لاچار ہو کر اُسکو پہاڑ مین ڈال دیا غرض کہ جب کوئی قوم ایسا گناہ کرتی تھی جس سے شریعت کی ہتک حرمت ہو کر عوام مین فساد پھیلے تو ایک تنبیہ کر دیجاتی تھی جس سے لوگون کو تہدید ہو اور اسی قسم سے اصحاب السبت کا قصہ ہے جو زمانہ داؤد علیہ السلام مین واقع ہوا اور وہ یہودیون مین متواتر منقول بلکہ انکی مذمت کے طور پر قرآن شریف مین مذکور ہے چنانچہ فرمایا۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۚ

اور جان چکے ہو جنھون نے تم مین زیادتی کی ہفتے کے دن مین تو ہمنے کہا ہو جاؤ بندر پھٹکارے

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

پھر ہمنے وہ دہشت رکھی اُس شہر کے روبرو والون کو اور پیچھے والون کو اور نصیحت رکھی ڈر والون کو

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کے ساتھ ببرکت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک نظر رحمت رکھی تھی کہ اُس زمانہ کے اہل عالم پر اُنکو فضیلت دی اور انمین ہدایت آخرت کے اسباب قائم رکھے حتی کہ موسی علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی اور وہ برابر بنی اسرائیل مین حضرت عیسی علیہ السلام تک بھی نصرانیون پر قائم رہی باستثناء چند احکام کے جو انجیل مین منسوخ کیے گئے تھے پھر بعد موسی علیہ السلام کے یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوئے پھر کالب ویوقنا وحزقیل پھر بنی اسرائیل کے بت پرست ہو جانے کے بعد الیاس ویسع وغیرہ علیہم السلام پیغمبر ہوتے آئے لیکن اکثر بادشاہون کی فرمانبرداری مین فساد شریعت ہوتا تھا حتی کہ داؤد علیہ السلام مع بادشاہت کے پیغمبر ہوئے

اور انکے عہد مین تمام بنی اسرائیل بزور سلطنت مطیع ہوئے اور جس سرکشی سے انبیا علیہم السلام کو قتل کرتے تھے اُسکی خوب سزا پائی اور انکے زمانہ مین شام کے پچھم جانب سمندر کے کنارے شہر ایلہ مین قریب اسی ہزار آدمی کے رہتے تھے جنکی بڑی تجارت مچھلیان تھین اور سنیچر کے روز اللہ تعالیٰ نے انپر عبادت مفروض کردی تھی کہ سوائے عبادت کے کوئی کام نکرین چنانچہ شہر ایلہ والون پر سنیچر کے روز مچھلیون کا شکار بھی حرام تھا پھر اللہ تعالیٰ نے عجائب قدرت سے بنی اسرائیل کو عبرت دلانی چاہی تاکہ سوائے زور حکومت کے دل سے بھی مسلمان ہون پس اسی شہر والون کو امتحان مین مبتلا فرمایا اور اُسکا واقعہ یہ ہوا جو یہودیون مین متواتر چلا آتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف مین مفصل بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ - واسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذ یعدون فی السبت اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعا ویوم لا یسبتون لا تاتیھم کذلک نبلوھم بما کانوا یفسقون - یعنے یہودیون سے سمندر کے کنارے والے قریہ کا حال دریافت کرے کہ اُنکا کیا حال گذرا جب وے سنیچر کی تعظیم مین فرمان سے بڑھ چلتے تھے جب اُنکی تعظیمی دن سنیچر کو مچھلیان پانی پر اُترائی ہوئی آتین اور جب ہفتہ نہوتا تو نہین آتین یہ دین ہوتا رہتا ہم انکی نافرمانیون پر انکی آزمایش کرتے تھے چنانچہ اس مقام پر بنی اسرائیل کو مختصر یاد دلاکر تہدید فرمائی بقولہ تعالیٰ - وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَھُمْ کُوْنُوْا قِرَدَۃً خٰسِئِیْنَ - اور تحقیق تم خوب جانتے ہو اُن لوگون کو جنھون نے تم مین سنیچر کی بحرمتی کرنے مین حد سے تجاوز کیا سو ہمنے اُنسے کہدیا تم لوگ ملعون بندر ہو جاؤ ف پس یہ لوگ بندر ہوگئے تھے جو تین دن تک سرٹپک کر مرگئے دیکھو اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کے ایک فرقہ مین نازل کیا اور اُسکا علم متواتر سب کے واسطے قطعی کردیا اور اپنے فضل سے پچھلی امتون کو اس عذاب سے محفوظ رکھا مگر متواتر ہونے کی وجہ سے انکے حق مین بھی ویسی ہی عبرت ہو جیسے اُس زمانہ والون کے واسطے عبرت تھا کیونکہ متواترات قطعی ہوتے ہین اسیواسطے فرمایا فَجَعَلْنٰھَا نَکَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْھَا وَمَا خَلْفَھَا وَمَوْعِظَۃً لِّلْمُتَّقِیْنَ - پس ہمنے اس واقعہ کو دہشت ناک عبرت کردیا وہان کے روبرو والون کے لیے اور اُنکے پچھلے والون کے لیے اور عمدہ نصیحت کردیا پرہیزگارون کے لیے ف کیونکہ جنکی قسمت مین پرہیزگاری ہو وہی اس سے نصیحت پکڑتے ہین ورنہ بدبختون کو تو کوئی نصیحت کارگر نہین ہوتی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہودیون کو جو توریت کا عہد میثاق چھوڑکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے تھے قطعی واقعہ سے تہدید فرمائی کہ تم لوگ اُس قریہ کا حال خوب جانتے ہو جنھے توریت کا عہد میثاق دربارۂ تعظیم سنیچر کے چھوڑدیا اور سنیچر کے دن مچھلیون کا شکار کھیلا تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو شکل انسانی سے مسخ کرکے بندرون کی شکل کردیا سدی وقتادہؒ نے کہا کہ وہ لوگ اہل ایلہ تھے اور واضح ہو کہ بالاتفاق یہودیون کے نزدیک یہ لوگ بندر کی شکل ہوگئے تھے لیکن ابن ابی حاتم وابن جریر نے بسند جید حضرت مجاہدؒ سے روایت کیا کہ انکی ظاہری صورت بندر نہین ہوئی بلکہ انکے قلوب مسخ ہوگئے تھے مترجم کہتا ہے کہ امام رازی وابن کثیر وخطیب وغیرہ جمیع علماء ومفسرینؒ نے اس روایت کو کسی راوی کا وہم بیان کیا کیونکہ قطعی آیات ومتواتر روایات کے خلاف ہے مترجم کہتا ہے کہ ظاہر حضرت مجاہدؒ نے اصل ضرر مسخ بیان کیا ہوگا کہ ظاہری صورت کا مسخ ہونا کوئی ایسی چیز نہین ہے بلکہ اصل خوفناک یہ ہے کہ قلوب مسخ ہوکر بندر ہوگئے جیسے کمثل الحمار یحمل اسفارا - مین تہدید ہے کہ عقل سلب ہوکر حمار کی کیفیت ہوجاتی ہے پس راوی نے وہم کیا کہ حضرت مجاہدؒ کا یہ مطلب ہے کہ اُن لوگون کی ظاہری صورت مسخ نہین ہوئی تھی حالانکہ یہ وہم قال تعالیٰ بل لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت الآیۃ - عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انمین سے جوان لوگ تو بندر ہوگئے اور بوڑھے لوگ سور ہوگئے تھے - قتادہؒ نے کہا کہ پہلے مرد وعورتین پیدم دار بندر

ہوگئے جو بندرون کی بولی بولتے تھے۔ محمد بن اسحق نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ہفتہ
مین ایک دن خالص عبادت کے لیے فرض کیا تو اُنھون نے جمعہ چھوڑ کر سنیچر اختیار کیا پھر اُنھون نے عہد و میثاق الٰہی مین نافرمانیان کین
تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو امتحان مین ڈالا اور یہ ایک قریہ قریب مدین کے تھا جو سمندر کے کنارے واقع ہے پھر جب سنیچر کا روز ہوتا تو چھوٹی
بڑی مچھلیان بکثرت سمندر پر منھ نکالتی تھین اور جب سنیچر کا روز گذر جاتا تو نہین معلوم کہ سمندر کی تہ مین کہان چلی جاتی تھین اور یہ خود اُنکے
واسطے عبرتناک واقعہ تھا اسپر ایک زمانہ دراز گذر گیا تو ایک روز انمین سے ایک شخص نے سنیچر کو ایک مچھلی پکڑ کر تاگے سے باندھی اور دریا مین
چھوڑ کر میخ سے وہ تاگا باندھ دیا پھر جب اتوار کا روز ہوا تو اُسکو پکڑ کر کھینچ لیا اسیطرح اُسنے دوسرے سنیچر کو بھی ایساہی کیا اور رفتہ رفتہ
لوگون کو اُسکا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے بھی اسیطرح خفیہ یہ حرکت کرنی شروع کی اور اسپر ایک زمانہ دراز گذر گیا اور اللہ تعالیٰ نے
ہنوز انپر کوئی عقوبت نہین نازل فرمائی تب تو یہ لوگ دلیر ہوگئے اور اُنھونے علانیہ پکڑ کر بازار مین بیچنی شروع کین جب سب لوگون
نے دیکھا تو انمین تین فریق ہوگئے ایک فریق ان شکار کرنے والون کے ساتھ ہوا اور دوسرے فریق نے ان سے نفرت کی اور انکے ساتھ
میل جول ترک کیا اور تیسرے فریق نے انکو منع کرنا شروع کیا ہرچند یہ لوگ منع کرتے تھے وہ نہین مانتے تھے حتی کہ خاموش گروہ نے ان منع
کرنے والون سے کہا کما قال تعالیٰ۔ لم تعظون قوما اللہ مهلكهم او معذبهم عذابا شديدا۔ یعنے تم لوگ کیون ایسی قوم کو نصیحت کرتے ہو جنکو
اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب کرنے والا ہے۔ یہ بات اُنھون نے اس فرقہ کے ہٹ کرنے پر اپنے گمان کے موافق بیان کی
حالانکہ علم الٰہی مین یونہین واقع ہوا تھا غرض کہ اس گانوٴن کے اسّی ہزار آدمیون مین کے تین گروہ مین سے ایک نصف سنیچر کی بےحرمتی کرنی
شروع کی کہ سنیچر کو بےتکلف مچھلیان پکڑ کر بیچنے و کھانے لگے اور بارہ ہزار آدمیون کے گروہ نے اُنکو بتاکید شدید منع کرنا شروع کیا اور
تیسرے گروہ نے سکوت کیا مگر اُنکے اس فعل کو دل سے بُرا جانا پھر جب بیباک گروہ نے نصیحت کرنے والون کا کہنا نہ مانا تو اُنھون نے
کہا کہ واللہ ہم تمھارے ساتھ ایک گانوٴن مین نہین رہینگے پس اُنھونے درمیان مین سے دیوار کھینچ لی اور بیباکون نے سمندر کی جانب اختیار
کی پھر ایک روز نصیحت کرنے والا گروہ اپنے دروازون سے نکلکر کھیتی باڑی و بازارون کے کام کاج کو آئے تو بدکارون مین سے کسیکو نہ
پایا اور اُنکی جانب سے سوائے ناگوار آوازکے اور کوئی آواز بھی نہین سنائی دیتی تھی پس ناصحین نے درمیانی دیوار سے جھانکا اور کچھ لوگون نے
اُنکے دروازے جاکر کھٹکھٹائے مگر دروازے نہ کھلے اور دیوار پر جھانکنے سے معلوم ہوا کہ وہ بندر ہوگئے اور بندرون کی طرح چپا کر روتے
ہین اور اپنی جگہ سے ہل نہین سکتے ہین۔ امام ابن کثیرؒ نے اس مقام پر سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے آثار نقل فرمائے جس سے
یہ بات ظاہر ہو کہ مجاہدؒ سے جس راوی نے یہ روایت نقل کی کہ یہ لوگ باطن مین مسخ ہوئے ظاہر مین مسخ نہین ہوئے تھے یہ کسی راوی کا
وہم ہے جسنے حضرت مجاہدؒ کا قول نہین سمجھا چنانچہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب یہ فریق درمیانی دیوار سے جدا ہوگئے تو ایک عرصہ تک اسی حال پر رہے
اسکے بعد ایک روز منع کرنے والا گروہ نکلکر اپنے راستون و بازارون و مسجدون مین آیا اور وہان اُسنے بیباک گروہ مین سے کسیکو نہ پایا
تو آپسمین کہنے لگے کہ شاید اُنمین کوئی معاملہ پیش آیا ہے تو چلکر دیکھین کہ کیا بات ہے پھر اُنکے دروازون کو جاکر بند پایا کیونکہ جب وہ لوگ
گھرون کو آتے تھے تو اپنے دروازے بند کرلیتے تھے پھر صبح کو یہ لوگ بندر ہوگئے تو وہ کواڑے اُسیطرح بند پڑے رہے پھر جب ان لوگون نے
اُنکی حالت دیکھی تو بندر ہوجانے کے باوجود آدمی جسکو پہچانتا تھا بعینہ اُسکو اس حالت مین بھی پہچانتا تھا حالانکہ وہ بندر کی صورت
مین تھا اور عورتین بندریا کی صورت مین تھین اور بچے بھی بندرون کی صورت مین ہوگئے تھے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ واللہ اگر منع کرنے

والے لوگ منع نکرتے تو وہ بھی بندر ہوجاتے ضحاک نے بھی ابن عباسؓ سے اسکے مانند روایت کیا سدی نے کہا کہ اللہ تعالے نے
یہود پر سنیچر کی تعظیم فرض کردی تھی کہ اُس دن سوائے عبادت کے کوئی کام نکرین پھر سمندر کے کنارے ایک گانْون تھا جو نافرمانیون کے
سبب سے آزمائش مین ڈالا گیا کہ سنیچر کے روز سمندر سے مچھلیان اپنا سر نکالتین اور پانی کی سطح پر اُترائی رہتی تھین اور جب سنیچر کا دن گذر جاتا
تو سب پانی کی تہ مین بیٹھ جاتین اور کوئی مچھلی نظر نہ آتی یہانتک کہ پھر سنیچر کا دن آتا تو پھر اُسیطرح بکثرت ظاہر ہوتی تھین آخر ایک شخص نے
سمندر کے کنارے ایک حوض بنایا اور سمندر تک ایک نالی کاٹی تو سمندر کی لہر سے مچھلیان اُس حوض مین گرتین اور نکل نہین سکتی تھین
پھر وہ دوسرے روز جاکر پکڑ لاتا تھا اور اُسکی خوشبو اُسکے پڑوسیون کو پہونچی تو آخر اُنھون نے پتہ لگا کر یہ بات دریافت کی اور رفتہ رفتہ اُن
لوگون نے بھی مچھلیان پکڑنی شروع کین جب اُنکے علماء کو خبر ہوئی تو اُنھون نے لوگون کو جھڑکا اور ڈرایا کہ اللہ تعالے سے خوف کرو
تو اُنھون نے کہا کہ ہمنے تو انکو اتوار کے روز پکڑا ہے فقہاء نے فرمایا کہ نہین یہ حیلہ بازی تمکو جائز نہین لیکن ان لوگون نے اپنی رائے کو دخل دیا
اور علماء کا کہنا نہ مانا سوائے ایک گروہ کے جنھون نے اجتناب کیا پھر اہل طاعت نے کہا کہ واللہ ہم تمھارے ساتھ ایک گانْون مین نرہینگے پس
اُنھون نے گانْون کا بٹوارہ کرکے درمیان مین ایک دیوار قائم کی پھر ایک روز اہل طاعت اپنے دروازون سے نکلے تو کافرون کا دروازہ نہین کھلا
آخر مسلمانون نے دیوار پر چڑھکر دیکھا تو ناگاہ نظر آیا کہ وہ لوگ بندر ہوگئے ہین مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جن لوگون نے
سنیچر کی بے حرمتی کی تھی وہ اکبارگی بندر ہوگئے پھر یہ لوگ سب مرگئے اور کسی مسخ شدہ کی نسل نہین رہی ضحاک نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی بدکرداریون کی وجہ سے کہ اُنھون نے فرمان الٰہی کی بے حرمتی کی تھی بندر کردیا پھر سوائے تین دن کے زیادہ
زندہ نہین رہے اور فرمایا کہ کوئی مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہین رہی اور نہ اُسنے کھایا اور نہ پیا اور نہ اُسکی نسل ہوئی اور
یہ بندر و سور تو مخلوق پیدا کرنے ہی کے وقت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے تھے اور اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھلانے کے واسطے
بندرون کی صورت مین ہلاک کیا اور اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے کہ جب کبھی جس کسی شخص کے واسطے چاہے اسیطرح صورت بدل سکتا ہے
یہ روایات صریح ہین کہ یہ لوگ ظاہر و باطن دونون طرح مسخ ہوگئے تھے اور یہی صحیح ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسمین کامل عبرت و نصیحت ہے کہ
ہتک حرمت سے باز رہین اور جن چیزون کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اُسکو حلال کرنے مین حیلہ بازی نکرین تا کہ اُنپر بھی یہی بلا طاری ہو
مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و دعا و رحمت الٰہی سے اس امت پر ظاہری صورت یا عام تباہی کا
عذاب نہین آئیگا کیونکہ اسکے بعد کوئی دوسری امت آنے والی نہین ہے جسکے واسطے نصیحت ہو بلکہ قیامت متصل ہے جس مین انکا فیصلہ کردیا جائیگا
لیکن دوسری احادیث مین آیا کہ اس امت مین بھی خسف و مسخ ہے یعنے کچھ لوگ زمین مین دھنسا دیے جاوینگے اور کچھ مسخ کیے جاوینگے (السنن)
اور حدیث مین آیا کہ ایک خسف بجانب مشرق اور ایک خسف بجانب مغرب اور ایک خسف جزیرۂ عرب مین ہوگا (السنن وغیرہ) اسمین علماء سے
دو تاویلین منقول ہین ایک یہ کہ جب قیامت قائم ہونے کے آثار شروع ہوجاوینگے اور قرآن مجید اُٹھا لیا جاویگا اُسوقت خسف و مسخ واقع ہوگا
لیکن مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل مین تردد ظاہر ہے اسواسطے کہ جب شریعت مفقود ہوجاوے تو اُسوقت اس امت مین تہدید نہو گی بلکہ حضرت ام المومنین
عائشہؓ کی حدیث مین ہے کہ خانہ کعبہ پر چڑھائی کرینگے حتی کہ جب بیداء مین آوینگے تو زمین مین دھنسا دیے جاوینگے حضرت ام المومنینؓ نے پوچھا کہ اگرچہ نیک لوگ
زبردستی پکڑکے آئے ہون تو فرمایا کہ وہ لوگ اپنی نیتون پر اُٹھائے جاوینگے (الصحیحین) اس سے ظاہر ہے کہ اُسوقت شریعت و صلاحیت باقی ہوگی
تاویل دوم یہ ہے کہ اس امت مین حالت شریعت مین مسخ ہوگا لیکن مسخ دو طرح ہوتا ہے اول یہ کہ ظاہر و باطن دونون مسخ ہوجاوے لیکن

حدیث اول سے ظاہر ہوا کہ اس امت مین ظاہری عذاب نہوگا تو یہ مسخ باطنی ہے لہذا ایک جماعت کثیر مشائخ کشف و شہود سے منقول ہے کہ انھون نے
بعض روافض و خوارج کو گدھے و بندر و سور کی شکلون مین دیکھا چنانچہ تاریخ امام یافعی و ملا جامی مین یہ روایات مذکور ہین اور امام غزالی
علیہ الرحمتہ نے کتاب الاحیاء مین اسکے تحقیق اسرار کا اشارہ فرمایا ہے اور جس شخص نے روافض و خوارج وغیرہ کے خیالات کو نظر تحقیق سے ملاحظہ کیا
وہ مفسد یہودیون و نصرانیون سے انکی مشابہت کامل پاتا ہے اور حدیث معروف مین خود تہدید موجود ہے کہ اس امت والے بھی یہود و نصاریٰ کے
قدم بقدم ہو جاوینگے پس یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن مبارک سے بہت قریب واقع ہوئی پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے
جو بات فرض فرمائی اُسکی ہتک حرمت سے پرہیز کرے اور وبال مسخ سے خوفناک ہو اور اُسمین حیلہ بازی کو دخل نہ دے اسیواسطے جماعت
کثیر علماء نے شراب کو سرکہ کرنے سے پرہیز کیا اور اسیطرح کسی حکم کے متغیر کرنے کیواسطے شرعی حیلہ کرنا حرام ہے مثلاً بعضے لوگ رہن کی منفعت اُٹھانے مین
جو درحقیقت بیاج و حرام ہے حیلہ بازی کرتے ہین اور بعضے لوگ زکوٰۃ ساقط کرنے کے واسطے حیلہ نکالتے ہین اور یہ سب خوفناک خلاف تقویٰ ہے چاہیے کہ ایسے
حیلہ سے پرہیز کرے قال ابو عبد اللہ بن بطۃ حدثنا احمد بن محمد بن مسلم حدثنا الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی حدثنا یزید بن هارون
حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی هریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترتکبوا ما ارتکبت الیهود فتستحلوا محارم اللہ بادنی
الحیل یعنی ابو عبد اللہ بن بطہ نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اُسکے مرتکب نہو جسکے مرتکب یہود ہوئے
یعنی ادنی حیلہ کے ساتھ محارم الٰہی کو حلال کرنے لگو (ابن کثیر) ہان احکام شریعت مین سے آسان و سہل کا اختیار کرنا جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ حدیث مین ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے واسطے نرم و آسان پسند فرماتے تھے کیونکہ سختی اختیار کرنا ایک وسوسہ شیطانی ہے تا کہ آخر وہ چھوڑ بیٹھے اور
احکام الٰہی مین حیلہ بازی کرنا نفس کا مکر و خیانت ہے جس سے دنیا و آخرت مین رسوائی ہوتی ہے چنانچہ بنی اسرائیل مین ایک شخص نے دنیا و مال کے
پیچھے جو درحقیقت اسکی میراث تھا بے صبری کر کے حیلہ بازی سے اپنے مورث کو مار ڈالا اور اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا مین بھی خوار و محروم ہوا اور عاقبت کا
خوف عذاب باقی رہا اور اُسکے ساتھ کچھ لوگون نے دین کے معاملہ مین اپنے اوپر سختی اُٹھائی آخر اُسکی مشقت مین مبتلا ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے اس متواتر واقعہ کو جسمین عجیب قدرت توحید کا بیان بھی شامل ہے عبرت و نصیحت و تحقیق ایمان توحید کے واسطے بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ
اور جب کہا موسی نے اپنی قوم کو اللہ فرماتا ہے تمکو کہ ذبح کرو ایک گاے بولے کیا تو ہمکو پکڑتا ہے ٹھٹھے مین

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ
کہا پناہ اللہ کی اس سے کہ مین ہون ناوانون مین بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کر دے ہمکو وہ کیسی ہے

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝
کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گاے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی میانہ ہے انکے بیچ اب کرو جو تمکو حکم ہے

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ
بولے کہ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کر دے ہمکو کیسا ہے رنگ اُسکا کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک گاے ہے زرد ڈہڈہا

لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ
رنگ اُسکا خوش آتی ہے دیکھنے والون کو بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو بیان کر دے ہمکو کس قسم مین ہے گایون مین شبہ پڑا ہے

عَلَيْنَا وَإِنَّآ إِن شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُونَ ۝ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ

ہکو اور ہم اللہ نے چاہا تو راہ پالینگے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک گاے ہے محنت والی نہین

تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

کہ باہتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیت کو بدن سے پوری ہے داغ کچھ نہین اُس مین بولے اب لایا تو ٹھیک بات

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝ ع ۸

پھر اُسکو ذبح کیا اور لگتے نہ تھے کہ کرینگے

واضح ہو کہ اس قصہ مین بھی آیات قدرت و دلائل معرفت بہت ہین اور جسقدر قرآن مجید مین مذکور ہوا اور آیندہ روایات مین ابتدا سے قصہ اور اُسکا نتیجہ مذکور ہوگا اسقدر بیان قطعی ہے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ زیادہ تفصیل مین کوئی علم دنیاوی یا معرفت اعتقادی کی ضرورت نہ تھی ورنہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا تو ہمکو تفصیل کی کوئی حاجت نہین ہے لیکن بعض علماے سلف سے تفصیلی روایات ہین شیخ نے کہا کہ یہ تفصیلی روایات جو حضرت عبیدۃ السلمانی و ابو العالیہ و سدی رحمہم اللہ تعالیٰ سے بلکہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہین ظاہرا یہود و نصاریٰ کی کتابون سے ماخوذ ہین اور انکے نقل کرنے مین کوئی مضائقہ نہین ہے اگرچہ ہم اُنکی تصدیق یا تکذیب نہین کرتے جب تک کہ وہ حق صریح سے مخالف نہون پھر شیخ نے ہر ایک کی روایت کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا لیکن مترجم کے نزدیک یہ مناسب معلوم ہوا کہ اس تکرار کو حذف کر کے روایات کا لب لباب لے لیا جاوے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان آیات مین اپنی نعمت یاد دلائی کہ حشر قیامت مین مردون کو زندہ کرنے کا نمونہ قدرت اُنکو بقرہ کے قصہ مین دکھلایا کہ ایک مقتول نے زندہ ہو کر اپنا قاتل بتلایا ۔ مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ مین مذکور ہے کہ اس واقعہ مین تین حکمتین شامل تھین ایک یہ کہ بنی اسرائیل مین سے بعضے لوگون کے دلون مین تردد تھا کہ قیامت مین کیونکر مردے دوبارہ زندہ ہونگے دوم یہ کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص صالح رہتا تھا اور اُسکے پاس ایک گاے کا بچہ پلا ہوا تھا اُسنے مرتے وقت اپنی نابالغ اولاد کو دیکھکر اپنی نیک بی بی کے مشورہ سے اس بچھیا کو ایک جنگل مین اللہ تعالیٰ کی امانت مین چھوڑ دیا اور اس نیک عورت نے اپنے یتیم بچہ کی پرورش کی یہانتک کہ وہ جوان ہوا تو وہ بھی ایسا شائستہ نکلا کہ اپنی بوڑھی ماں کی بہت خدمت گذاری کرتا تھا ۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین اگلی امتون مین سے ایک شخص کا حال مذکور ہے کہ اُسکے پاس ایک گاے تھی جس پر اُسکی بسر اوقات تھی اور وہ اپنی والدہ کی بہت خدمتگذاری کیا کرتا تھا حتیٰ کہ اُسکی والدہ جب دودھ پیکر سیر ہو جاتی تھی تب باقی وہ اپنے بال بچون کو دیتا تھا چنانچہ ایک روز اُسکو آنے مین دیر ہوئی کہ اُسکی والدہ سو گئی اور وہ دودھ لیکر اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھا کہ جب یہ جاگے تب اُسکو پلا کر بال بچون کو دے اور اُسکے بچے بھوک کے مارے اُسکے پیر کے پاس بلبلاتے تھے مگر وہ برابر کھڑا رہا یہانتک کہ صبح ہو گئی (کما فی الصحیح) مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ وہی شخص ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو بہرحال ایک روز اُسکی ماں نے کہا کہ تیرے باپ نے فلان جنگل مین ایک گاے بحفاظت الٰہی ودیعت رکھی ہے پس تو اُسکو اسی امانت کے ساتھ لے آ تو اُسنے جا کر امانت الٰہی عز و جل کا واسطہ دیا تو دیکھا کہ جنگل سے ایک گاے نہایت تندرست و توانا چمکدار رنگ زرد خوشنما بیداغ چھیلا تھا فرمانبردارون کی طرح اُسکے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور وہ اُسکو اللہ تعالیٰ کے نام پر لیکر روانہ ہوا راہ مین بقدرت الٰہی وہ گاے بولی کہ اے مرد نیکوکار اپنی ماں کے خدمتگذار کیون پیدل چلتا ہے مجھپر سوار ہو لے اُسنے یہ سنکر تعجب کیا اور کہا کہ او نیک جانور مجھکو میری ماں نے یہ حکم نہین دیا کہ مین تجھپر سوار ہو لون اُسنے کہا کہ تو نے خوب کیا اور اگر تو مجھپر سوار ہو جاتا تو پھر تیری اطاعت مجھپر لازم ہوتی ورنہ مین چھوٹ کر جنگل مین پہونچتی پھر جب وہ اپنی ماں کے پاس لایا تو اُسنے اجازت دی کہ اسکو بازار مین فروخت

کرکے اپنے اہل وعیال کی پرورش مین مدد حاصل کرے لیکن کہا کہ جو دام لگین بغیر میرے مشورہ کے نہ بیچیو پس یہ لیگیا اور ناگاہ ایک شخص ملا جسنے کچھ دام لگائے تو اُسنے کہا کہ بہتر مین اپنی مان سے دریافت کرلون اُسنے کہا کہ بغیر مشورہ کے مین دوچند دام دیتا ہون اسنے نہ مانا غرض کہ کئی روز تک ایسا ہی اتفاق ہوا کہ وہ بغیر مشورہ کی شرط پر دام بڑھاتا جاتا تھا آخر اسکی مان نے پہچانا اور کہا کہ آج تو اُس سے کہیو کہ ای بندۂ خدا توہمکو اس گاے کے بارہ مین کیا مشورہ دیتا ہے مینے اس نیک بڑھیا نے پہچانا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے یا اولیاء آلہی مین سے کوئی بندہ ہے پس اُس شخص نے کہا کہ اپنی مان سے میرا سلام کہیو اور تاکید کیجیو کہ اس گاے کو اپنے پاس رکھے یہانتک کہ عنقریب بنی اسرائیل کو اسکی ضرورت ہوگی تو اُسکے برابر دام لیکر بیچیو۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم وابن جریر وعبید بن حمید کی تفسیر سے حضرت عبیدۃ السلمانی کی روایت اور آدم بن ابی ایاس کی تفسیر سے ابو العالیہ کی روایت اور ابن جریر کی تفسیر سے ابن عباسؓ کی روایت نقل فرمائی جنکا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص بہت مالدار تھا اور اُسکے کوئی اولاد نہ تھی بلکہ اُسکے بھتیجے کے سوائے اُسکا کوئی وارث بھی نہین تھا اور یہ بھتیجا محتاج تھا اور ابن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بھتیجے کئی بھائی تھے جو آپسمین کہنے لگے کہ کاش یہ مرجاتا تو ہمکو میراث مین اتنا مال ملجاتا جس سے ہماری محتاجی جاتی رہتی آخر شیطان نے آکر اُنکو مشورہ سمجھایا کہ تم لوگ رات مین اُسکو مار کر دوسرے گانوٗن کے ڈانڈے پر ڈال دو تاکہ تمکو میراث مین سب مال بھی ملے اور اسکی دیت بھی دوسرے گانوٗن والون سے تمہارے ہاتھ آوے اور توریت مین قسامت کا حکم تھا کہ جب دو گانوٗن والون کے درمیان مقتول پایا جاوے اور قاتل دریافت نہو حتی کہ وہ لوگ پچاس قسمین کھالین جنکے گانوٗن سے مقتول زیادہ قریب ہے کہ واللہ ہمنے اسکو قتل نہین کیا اور ہم اسکا قاتل بھی نہین جانتے ہین تو سب اہل قریہ ملکر اُسکی دیت ادا کرتے تھے پس ان لوگون نے یہی کیا کہ رات مین اُسکو قتل کرکے پشتارہ باندھکر دوسرے گانوٗن کے دروازہ پر ڈال آئے اور صبح کو اُٹھکر واویلا و شور وغوغا مچایا کہ اُنکا چچا مفقود ہے آخر ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے دوسرے گانوٗن کے دروازہ پر پایا اور دیکھا کہ اُس گانوٗن والے اس بیچارے مقتول پر جمع ہوکر افسوس کرتے تھے کہ ناگاہ ان لوگون نے ہجوم کرکے اُس گانوٗن والون پر دعوی کیا کہ تمھین لوگون نے ہمارے چچا کو قتل کیا ہے اُن لوگون نے انکار کیا اور اپنی برات پر قسمین کھانے لگے لیکن ان لوگون نے ایک طومار باندھکر اُنھین لوگون پر الزام قائم کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ مین مذکور ہے کہ اُن لوگون نے دیت سے بھی انکار کیا حتی کہ دوچند دیت سے بھی زیادہ ہوس کرنے لگے لیکن ان آثار مین صرف اسقدر مذکور ہے کہ جب انھون نے دوسرے گانوٗن والون پر الزام لگایا تو دونون طرف کے لوگ ہتھیار بند ہوکر لڑنے پر آمادہ ہوئے لیکن ان مین سے صاحبان عقل نے متفق ہوکر کہا کہ آپسمین مین کیون خونریزی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ یہ سامنے موجود ہین انسے چلکر کیون نہین دریافت کرتے ہو پس سب متفق ہوکر حضرت موسی علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور بقیہ گانوٗن والون نے عرض کیا کہ ہم لوگون کو ایک دیت دینے مین کوئی دقت نہین ہے لیکن اسکے بھتیجے ہمپر الزام لگاتے ہین سو ہمکو شرم آتی ہے کہ یہ الزام ہمپر ہمیشہ قائم رہیگا اور مقتول کے سبط والے ہم سے دشمنی کرینگے لہذا ہم چاہتے ہین کہ آپ اللہ تعالی سے دعا فرمائین کہ قاتل کا نام دریافت ہو پس موسی علیہ السلام نے جب دعا فرمائی تو وحی آلہی سے گاے ذبح کرنیکا حکم آیا چنانچہ ان آیات مین یاد دلایا **وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً** اور یاد کرو جب موسٰی نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالی تمکو یہ حکم فرماتا ہے کہ تم لوگ ایک گاے ذبح کرو۔ **قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا**۔ قوم والے کہنے لگے کہ کیا آپ ہمکو ٹھٹھول بناتے ہین ف یہ اُنکا کلام بے ادبی مین شامل تھا کہ اُنھون نے پیغمبر خدا علیہ السلام کے کلام کو ٹھٹھول سمجھا اگرچہ اُنھون نے قاتل کا نام پوچھا تھا لیکن اس حکمت کے منتظر رہتے کہ گاے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو اسمین کوئی حکمت ہوگی ورنہ اسکو حسن ادب سے عرض کرتے اور یہ

کہنا گستاخی تھا کہ آپ ہمسے ٹھٹھول کرتے ہو کیونکہ یہ پیغمبر کی شان نہین ہو لہذا موسیٰ علیہ السلام نے سخت انکار کیا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ - موسیٰ نے کہا کہ مین اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہون کہ مین جاہلون سے ہو جاؤن - ف یعنے مین
جاہل نہین ہون کہ ٹھٹھول کرون کیونکہ ایسے موقع پر ٹھٹھول کرنا جہالت ہو - ابن عباسؓ وایک جماعت تابعین نے کہا کہ اگر یہ لوگ کسی گائے کو
لیکر ذبح کر دیتے تو آسانی سے کفایت ہو جاتی اور فرمانبرداری مین بھی جلدی کرنے کا ثواب پاتے لیکن اُنھون نے جب یہ جانا کہ حکم لازمی ہو
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ - تو کہنے لگے کہ ہمارے واسطے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمارے واسطے
ظاہر فرماوے کہ یہ گائے کیا ہو - ف یعنی اُسکا سِن کیا ہوگا پس ان لوگون نے فرمانبرداری مین جلدی چھوڑ کر سختی و دیر کرنا شروع کی -
مترجم کہتا ہو کہ یہانتک سختی کی کہ ایسی گائے بتلائی گئی جو سوائے اُس نیکمرد کے کسیکے پاس نہ تھی جو اپنی والدہ کی بہت خدمتگذاری کرتا تھا
اور سوالات مین یہانتک تاخیر کی کہ مقتول سڑکر خاک ہو گیا اور اسمین حکمت آلٰہی کا نمونہ مضمر ہو جو تھوڑے غور سے ظاہر ہو جاتا ہو بالجملہ جب اُنھون نے
گائے کی عمر پوچھی - قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا
مَا تُؤْمَرُوْنَ ○ موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ یہ ایسی گائے ہو کہ نہ ایسی بوڑھی ہو جسکی نسل منقطع ہو اور نہ ایسی چھوٹی ہو
کہ نر تک نہ پہونچی ہو بلکہ دونون کے بیچ بیچ مین ہو پس جو تمکو حکم دیا جاتا ہو اُسکو پورا کرو - ف ابن جریر نے بسند صحیح ابن عباسؓ سے روایت کی
کہ اگر یہ لوگ کوئی کمتر گائے لیکر قربانی کر دیتے تو انکو کافی ہو جاتی ولیکن اُنھون نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُنپر سخت کر دیا یہی قول
عبیدة السلمانی وسدی ومجاہد وعکرمہ وابو العالیہ ودیگر علمائے تابعین سے مروی ہو اور ابن جریج نے جو تبع تابعین مین ہین بوجہ کمال
وثوق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو تو کمتر گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا
لیکن جب اُنھون نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر سخت کر دیا اور سو اللہ اگر یہ لوگ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہتے تو قیامت تک اُنکو نملتی فارض یعنی
گائے جو اسقدر بڑھیا ہو گئی ہو کہ اُسکے جننے کی امید نہو اور بکر - وہ بچھیا جو گابھن نہوئی ہو یہ قول ابو العالیہ وسدی ومجاہد وعکرمہ وعطیہ
عوفی وعطا خراسانی ووہب بن منبہ وضحاک وحسن وقتادہ رحمہم اللہ کا ہو اور یہی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہو اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ
"عوان" وہ کہ کبیرہ وصغیرہ کے درمیان ہو اور یہ ان چارپایون مین نہایت عمدہ جوانی کا وقت کہلاتا ہو مترجم کہتا ہو کہ اس مرتبہ حضرت موسیٰ نے انکو صریح تاکید
فرمائی یعنے فافعلوا ما تؤمرون - جو تمکو حکم دیا گیا اُسکو پورا کرو - پس دیکھنا چاہیے کہ صیغہ امر - ادبحوا - تو پہلے ہی سے تاکید تھا کیونکہ صیغہ امر سے حکم دینا وجوب
ہو پھر اسپر مکرر وجوب ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بصیغہ امر فرمایا کہ - فافعلوا - لیکن پھر بھی ان لوگون نے نہین کیا بلکہ - قَالُوا ادْعُ
لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا - قوم والے کہنے لگے کہ آپ ہمارے واسطے اپنے رب تعالےٰ سے دعا کیجیے
کہ ہمارے لیے بیان فرماوے کہ اس گائے کا کیا رنگ ہو - ف پس پہلے تو اُسکا سِن دریافت کیا تھا اب اُسکا رنگ دریافت کیا قَالَ اِنَّهٗ
يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ○ موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ یہ جوان گائے بزرنگ زرد ہو
کہ اُسکا رنگ چٹکیلا ہو کہ دیکھنے والون کو سرور دیتا ہو - ف یعنے دیکھنے والون کو بھلا معلوم ہوتا ہو یہ قول سدی وابو العالیہ وقتادہ
وربیع بن انس ہو اور وہب بن منبہ نے کہا کہ اُسکی کھال پر نظر کرنے سے ایسا خوش معلوم ہوتا ہو کہ گویا آفتاب کی شعاع نکلتی ہو مترجم کہتا ہو ع۴ / ۱۰
کہ اسکا رنگ غایت شوخی سے ایسا چٹکیلا تھا کہ اُسپر دوسرے رنگ کی لہر معلوم ہوتی تھی کیونکہ زردی یا سبزی جب نہایت شوخ ہوتی
ہو تو مختلف طور پر روشنی پڑنے سے کبھی سیاہی اور کبھی چمک کی سپیدی اور کبھی دوسری چیز کے عکس پر سُرخی کی جھلک بھی معلوم ہونے لگتی ہو اسواسطے

حسنؒ کی روایت مین سیاہی مائل اور ابن عباسؓ کی تفسیر مین سپیدی مائل آیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ توریت مین سرخی مائل کو زرد کہا
شیخ نے کہا کہ اسکی یہی وجہ ہو کہ اُسکی زردی ایسی گہری تھی کہ کبھی وہ سیاہی یا سرخی مائل نظر آتی تھی مترجم کہتا ہو کہ اپنی چمک کی وجہ سے کبھی
سفیدی مائل نظر آتی تھی آمدم بیان ایک تنبیہ یہ ہو کہ بعد اس واقعہ کے توریت نازل ہوئی ہو تو لامحالہ یہ واقعہ مصر مین ہوا ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم
ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ جو شخص زرد جوتیان پہنے وہ جب تک پہنے رہے برابر سرور مین رہیگا - ع - بالجملہ گاے کا سن و رنگ
بیان ہو گیا پھر بھی اس قوم نے سوال نہ چھوڑا - قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا
وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝ کہنے لگے کہ ہمارے لیے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہمین صاف بتلادے کہ وہ کیا ہو
کہ گائین تو ہم پر مشتبہ ہو گئی ہین اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم مقصد پر پہونچ جاینگے - ف حدیث مین ہو کہ اگر ان شاء اللہ تعالیٰ نہ کہتے تو انکو
قیامت تک نہ ملتی (ابن جریر وغیرہ) امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث غریب ہو اور اظہر قول ابوہریرہؓ ہو بیضاوی نے یہان ایک فائدہ دقیق نکالا
کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم دیدیا تھا پھر یہان ان شاء اللہ تعالیٰ کہا گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسکو حکم دیتا ہو وہ حکم بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر
رہتا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ و مشیت اگرچہ قدیم ہو مگر بندے کے فعل سے متعلق ہوا کرتی ہو تو تعلق البتہ حادث ہو یعنی ازلی ارادہ الٰہی جس وقت
کے واسطے تھا جب وہ چیز پیدا کرتا ہو تب اسکے ساتھ متعلق ہوتا ہو الحاصل اس سوال مین اُن لوگون نے دریافت کیا کہ متوسط عمر کی زرد
رنگ گائین بہت ہوتی ہین تو ہمکو یہ بتلانا چاہیے کہ وہ چرائی کی گاے ہو یا کھیتی باڑی کی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی جب حکم آیا تو انکو بتلایا قَالَ
إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ - موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ وہ گاے
ایسی ہو کہ ذلول نہین کہ زمین جوتتی ہو اور کھیتی سینچتی ہو - ف ذلول جو کام سے مذلل یعنی کام کی محنت مین دبی ہوئی ہو اور
اثارۃ الارض - زمین جوتنا و گوڑنا پس غیر ذلول ہونے کی یہ تفسیر ہو کہ زمین جوتتی نہین اور کھیتی سینچتی نہین ہو اور اُسکے ساتھ یہی فرمایا
کہ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا - یعنے مسلمہ ہو کہ اُسکے بدن مین کوئی نقص نہین ہو ف اور نہ اُسمین کوئی داغ ہو یعنے سوائے اُسکے
رنگ خالص کے کسی دوسرے رنگ کا داغ نہین ہو - قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ - کہنے لگے کہ اب آپ حق کو لائے -
ف قتادہؒ نے کہا یعنے اب آپ نے پورا بیان فرمایا - مترجم کہتا ہو کہ یہ بھی گویا بے ادبی کی تعریض ہو کہ پہلا بیان صاف نہ تھا حالانکہ در اصل
یہ اُنکی ناسمجھی تھی ورنہ کلام نبوت بہت صاف تھا اور بیان سے یہ معرفت نکل آئی کہ امتی لوگ جب کلام نبوت پر فہم سلیم کے ساتھ
عمل کرین تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیگا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آسانی کا حکم دیا اور حکم الٰہی کو اپنے اوپر دشوار کر لینے سے
بہت منع فرمایا ہو چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ و ابوموسیٰ اشعریؓ کو جب اہل یمن کیطرف بھیجا تو یہی فرمایا کہ یسرا ولا تعسرا ، یعنے تم آسانی دیجیو اور سختی
مت کیجیو (الصحاح) اور یہ حکم بہت سی احادیث مین وارد ہو القصہ روایات سلف مین وارد ہو کہ جب اُن لوگون نے یہ حکم پایا تو ایسی گاے کی تلاش مین
پھرنے لگے ایک مدت کے بعد ایسی گاے جسمین یہ تمام صفات موجود ہون اُسی مرد صالح کے پاس ملی جو اپنی مان کی خدمتگذاری مین باوجود محتاجی
کے اپنے بال بچون پر ترجیح دیکر ثابت قدم رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا مین بھی اُسکو اس کار نیک کا کچھ عوض دینا چاہا حالانکہ اہل المعرفت جانتے
ہین کہ جب دو رکعت سنت کا ثواب تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہو تو خدمت والدین جو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائی ہو اُسکا ثواب تمام دنیا و مافیہا
کیونکر ہو سکتی ہو پس نتیجہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دنیا مین آسانی کے ساتھ خدمت کرے پس ان لوگون نے وہ گاے اُس جوان صالح سے
طلب کی اور اُس وقت کی قیمت کے موافق دوگنی چوگنی قیمت دینی چاہی مگر اُسنے منظور نہین کیا آخر اُن لوگون نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی

تو اُنے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر حکم نبوت ہو تو یہ گاے حاضر ہے آپ نے فرمایا کہ نہین تجھکو ہر طرح اختیار ہے اور اسرائیلی
روایات مین وارد ہے کہ ایک فرشتہ نے بشکل آدمی سامنے ہو کر پہلے ہی اُسکو آگاہ کر دیا تھا جب وہ بیچنے جاتا تھا کہ تو ابھی اس گاے کو مت فروخت
کیجیو یہانتک کہ بنی اسرائیل مین ایک مقتول کے واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے یہ گاے خریدی جائیگی خبردار اسکو اسکی کھال بھر
سونے سے کم مت دیجیو غرضکہ اُس شخص نے اسکی قیمت مین اُسکی کھال بھر اشرفیان مانگین اور کسی طرح اس سے کم نہ کیا آخر دونون قومون نے لاچار ہو کر
اسکو اسکی کھال بھر سونا دیکر خریدا۔ **فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝** پھر اس گاے کو ذبح کیا حالانکہ ذبح کرتے نہین
لگتے تھے **ف** یعنے اسقدر گران ثمن تھا کہ اُسکی مشقت سے قریب تھا کہ نافرمانی کرین۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ محمد بن کعب و محمد بن قیس و ابن جریرؒ
نے یہی وجہ بیان کی کہ گرانی ثمن کی وجہ سے ذبح کرتے نہین معلوم ہوتے تھے پھر شیخ نے لکھا کہ یہ تفسیر اس مقام پر معقول نہین ہے اسواسطے کہ
ثمن کی گرانی تو صرف اسرائیلیون کے بیان سے معلوم ہوئی ہے چنانچہ ابو العالیہ و سدی نے نقل کیا اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت
کی اور عبیدۃ السلمانی و مجاہد و وہب بن منبہ و ابو العالیہ و عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ ان لوگون نے اس گاے کو بعوض مال کثیر خریدا
شیخ نے کہا کہ اس سے صرف مال کثیر معلوم ہوتا ہے اور یہ لازم نہین آتا کہ اُسکی کھال بھر سونا ہو اور عبد الرزاق نے بسند صحیح حضرت عکرمہ سے
روایت کی کہ اس گاے کے دام فقط تین اشرفیان تھین ظاہرا یہ بھی اسرائیلیون ہی سے لیا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخؒ کی مراد یہ ہے کہ ثمن یا دام وہی
کہلاتے ہین جو بائع و مشتری کے درمیان قرار پاوین اور جو اسکی مالیت اصلی ہوتی ہے وہ قیمت کہلاتی ہے تو جب معلوم ہوا کہ ثمن تین اشرفیان
تھین تو ظاہر ہوا کہ دس درم کی گاے جب تین اشرفیون کو خریدی گئی تو درحقیقت بہت دام دیے گئے لیکن یہ ایسی گرانی نہین ہے جسکی وجہ سے
تعمیل حکم سے باز رہتے بلکہ صحیح و صواب اس مقام پر وہ تفسیر ہے جو ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ فذبحوہا وما کادوا یفعلون یعنی ان لوگون
نے ذبح کر دیا مگر اُنکے ارادہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کام نکرینگے کیونکہ اُنکی مراد یہ تھی کہ ہم ذبح نکرین یعنے اسقدر سوال و جواب سے اُنکی غرض یہ
نہین تھی کہ حکم کی تعمیل بہت خوبی کے ساتھ ادا ہو بلکہ یہ سوال و جواب سرکشی کا بہانہ تھا کہ اُنکو گاے ذبح نکرنا پڑے اور یہ غرض نہ تھی کہ جو حکم ہے
اُسکو بہت خوبصورتی سے ادا کرین۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ کی تحقیق بہت نفیس ہے کیونکہ اگر گرانی ثمن کی علت رکھی جاوے جیسا کہ شیخ سیوطی
وغیرہ نے اختیار کیا ہے تو لازم آتا ہے کہ تفسیر آیت کے سمجھنے کے واسطے بیان اسرائیلی کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک اسرائیلی بیانات سے یہ ثابت
نہو کہ اُسکا ثمن اسقدر گران تھا تب تک آیت کی تفسیر سمجھ مین نہ آویگی اگر کہا جاوے کہ گاے کا یہ قصہ بنی اسرائیل مین برابر متواتر چلا آتا ہے اور
یہ بات مشہور سے زیادہ متواتر ہے تو جواب یہ ہے کہ اصل واقعہ تو بیشک متواتر ہے پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ اُسکا ہر جزو تفصیلی بھی متواتر ہے تاہم
وہی لوگ اسکو سمجھ سکتے ہین جنکو اس متواتر کا علم ہوا اور یہ بات تمام عرب و عجم کے واسطے لازم نہین ہے پس صواب وہی ہے جو شیخ ابن کثیرؒ
نے اختیار فرمایا ہے (**مسئلہ**) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت سے جانورون کی بیع سلم صحیح ہونے پر استدلال کیا گیا کیونکہ بنی اسرائیل کی گاے
ان صفات و قیود سے متعین ہو گئی یا اُنکے قیود سے معرفت پوری ہو گئی اور جانورون کی بیع سلم صحیح ہونے کے واسطے اسیقدر کافی ہے کہ
جانور کی شناخت ہو جائے اور یہی امام مالک و اوزاعی و لیث بن سعد و شافعی و احمد و جمہور علماے سلف و خلف کا قول ہے بدلیل حدیث آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے آگے کسی عورت کے اوصاف اس طرح بیان نکرے کہ گویا یہ مرد اُس عورت کو دیکھتا ہے۔
(الصحیحین) کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف بیان کرنے سے اس قابل ہو جاتا ہے کہ گویا وہ نظر کے سامنے ہے اور بدلیل حدیث دیگر جسمین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل خطا و شبہ عمد کی دیت مین اونٹون کے اوصاف بیان فرمائے۔ (کما فی السنن) اور امام ابو حنیفہ و سفیان ثوری

ودیگر علماء کوفہ نے کہا کہ حیوانات مین بیع سلم نہین صحیح ہے کیونکہ حیوانات کے حالات منضبط نہین ہوسکتے ہین اور تھوڑے فرق مین ازحد قیمت کے بڑا تفاوت ہوجاتا ہے اور یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود وحذیفہ بن الیمان وعبدالرحمن بن سمرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ع ف۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گاے کا قربانی کرنا ثابت ہے چنانچہ حجۃ الوداع مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی جانب سے گاے کی قربانی کی اور اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی کرنے مین جو جانور زیادہ نفیس وگران ہو وہ بہتر ہے اور اونٹ کے بہ نسبت گوشت مین گاے افضل ہے لیکن ہندوستان کے مسلمان دو فریق ہین بعضے تو گاے کی قربانی بوجہ گرانی ونفاست کے کرتے ہین اور اسمین ثواب زائد ہے اور بعضے بوجہ آسانی کے بھی کرتے ہین کیونکہ ایک گاے مین سات آدمیون کی شرکت جائز ہے اور اُسمین فقراء ومساکین کا نفع مزید ہے اسواسطے کہ اُنکے حصہ مین گوشت زیادہ ملتا ہے پس اداے فرض کے ساتھ مین یہ نیت بھی خوب ہے لیکن اس زمانہ مین ہندوون مین بعضے فریق اس قسم کے ظاہر ہوے جو مسلمانون کے ساتھ گاے کی قربانی مین شدید مناقشہ ومجادلہ کرنے لگے اور جب انصاف کے ساتھ غور کیا جاوے تو یہ بیفائدہ فساد وشرارت طبیعت پر مبنی ہے کیونکہ اس حالت مین جبکہ انگریزی حکومت ہے اور وہ نوع آزادی پر مبنی ہے تو ہر فریق کو لازم تھا کہ اپنے اعتقاد کے موافق اپنے اعمال کو ٹھیک رکھے پس اہل ہنود کو زیبا نہین کہ وہ انگریزی فوجون کی غذا گاؤ بند کرین یا مسلمانون کو اُنکے احکام شریعت سے مانع ہون جیسے مسلمانون کو روا نہین ہے کہ ہندوون یا نصرانیون کو سور یا اعلان کلمہ شرک سے بطور مجادلہ مانع ہون یا شراب کو عموماً لانے یا فروخت کرنے سے مانع ہون ہان باہمی مصالحہ مقتضی ہے کہ اگر درحقیقت ہندوون کو کسی مقام پر گاے کے ذبح ہونے سے نفرت ہوتی ہو تو اُنسے ہٹا کر ذبح کیا جاوے باوجودیکہ ہندوون کو یہ قطعی علم ہے کہ روزانہ غذاے فوج کے واسطے یا غذاے عام کے واسطے اس جانور کا ذبح کرنا جاری ہے پس اُنکے واسطے اسیقدر احتیاط کافی ہے کہ وہ اپنی نظر ایسے مقام سے ہٹادین جہان دوسری قومون کو اُسکے ذبح کی ضرورت ہو یا باہمی مصالحت کے ساتھ مسلمان اپنا ثواب افضلیت ومنفعت فقراء چھوڑ دین اور بجاے اسکے بکری وغیرہ ذبح کرین کیونکہ باہمی ہندوون ومسلمانون مین یہ نزاع کمال بے تہذیبی وجہالت وبدبختی کی دلیل ہے اسیواسطے عقلاء فریقین کو لازم ہے کہ نامردی کے ساتھ باہم لاٹھی پونگے سے اپنے سر نہ پھوڑین جسکی بے تمیزی ایسی کھلی ہوئی ہے کہ اسکے واسطے کسی دلیل کی بھی ضرورت نہین ہے اور اس کشت وخون مین طرفین مین سے کسی کے واسطے بھی شجاعت ودلیری کا گمان نہین ہوسکتا بلکہ قطعی جہالت ونامردی کی دلالت ہے کیونکہ بزدل کتا اپنے گھر ہی والون کو کاٹتا ہے اور نامرد زنانہ اپنے ہی لاتون مین کلہاڑی مارتا ہے فافہم (فائدہ) جنگ بدر کی فتح کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرداران قریش مین سے جو قید ہوے تھے بجاے قتل کے فدیہ لینا اختیار کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیغام پہونچایا کہ دو باتون مین سے افضل اختیار کرو ایک یہ کہ ان سرداران کفر کو قتل کرو دوم یہ کہ انکا فدیہ لیکر انکو چھوڑ دو اور سال آئندہ مین جسقدر چھوڑوگے اُنھین کے شمار پر تمہاری جماعت سے قتل ہونگے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ لیا تو حضرت عمرؓ اور بعض انصار نے انکو قتل کر دینا اختیار کیا اور حضرت ابوبکرؓ و دیگر صحابہؓ نے چاہا کہ سال آئندہ مین شہید ہون اور یہ لوگ فدیہ لیکر چھوڑ دیے جاوین اسی راے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا لیکن اللہ تعالے نے بعد اسکے جو آیات نازل فرمائین اُنسے عتاب ظاہر ہوا یعنے اختیار مناسب یہ تھا کہ صنادید کفار کو قتل کر دیا جاتا لیکن مقدور الٰہی نہین بدلتا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب مین دیکھا کہ میرے گرد گائین ذبح کی ہوئی ہین اور آپ نے تلوار ہلائی تو اُسکا پھیلا اُتر گیا لیکن پھر وہ بدستور درست ہو گئی تو آپنے تعبیر فرمائی کہ میرے اصحاب شہید ہونگے اور میرے اہل بیت مین سے کوئی شخص شہید ہوگا پھر اللہ تعالیٰ بہتری فرمائیگا چنانچہ یہی ہوا کہ جنگ اُحد مین تعداد قیدیان بدر کے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوے اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب شہید ہوے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان آویگا اور اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ جسم انسانی کی تعبیر گاے سے ہوتی ہے لہذا اصحاب عرائس وغیرہ نے اشارہ سے نکالا کہ انسان کو چاہیے کہ مردہ کی حیات حاصل ہونے کے واسطے اپنے نفس کو قربان کرے اور نفس کا قربان کرنا یہ ہے کہ اس جسم کی خواہش کو غور کرے اگر وہ خلاف شریعت کے خواہش کرتا ہے تو اُس خواہش کو قطعًا ترک کرے حتی کہ نفس کو اپنی خواہشوں سے مردہ کردے اور کل خواہشین وہی قائم رکھے جو شرع مین جائز ہین اور اسکو مردہ بناکر شریعت کے قابو مین دیدے کہ وہ اُس سے فرائض وواجبات احکام کی تعمیل کرادے اور اگر اسکی خواہشین موافق شریعت ہوجاوین تو وہ کمال انسانی پر فائز ہونا شروع ہوگا - حدیث مین ہے سب سے بڑھکر تیرا دشمن تیرا نفس ہے جو دونون پہلو کے بیچ مین ہے پس معلوم ہوا کہ پہلے اسی کو مار ڈالنا چاہیے اور یاد رکھو کہ جسنے اس نفس کو اللہ تعالی کے واسطے مار ڈالا یعنے اللہ تعالی کے ہاتھ فروخت کردیا حتی کہ وہ سوائے رضاے الٰہی کے اپنی خواہش پر نہین چل سکتا ہے تو یہ درحقیقت موت نہین ہے بلکہ موت سے بےخوف ہوکر زندہ جاوید ہوگیا اور جسنے اس نفس کو بالارادہ خالی جسم حیوانی ہے جو مرتے ہی فنا ہوجائیگا اور یہ خبیث عذاب جہنم مین جلیگا اور جسنے نفس کو اپنی خواہشوں سے مار ڈالا اور اطاعت واحکام الٰہی پر مستقیم ہوگیا وہ زندہ ہوکر نور فراست ومشاہدۂ غیب تک پہونچا

(تنبیہ) اکابر مشائخ متفق ہین کہ نفس ایک ہے پس بعضے ناواقفون نے جو تین نفس بیان کیے کہ ایک نفس امارہ اور دوسرا نفس لوامہ اور تیسرا نفس مطمئنہ ہے یہ اُنکی غلط فہمی وناوانی ہے بلکہ درحقیقت یہ نفس کے صفات ہین چنانچہ کافرون کے نفس کی صفت نفس امارہ ہے اور یہ صفت نفس کے واسطے لازمی ہے کہ وہ ہمیشہ بدکامون کے واسطے حکم دیتا ہے لہذا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا - وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الآیۃ - اور دعا حدیث مین وارد ہے اللہم لاتکلنی الی نفسی الخ یعنے الٰہی مجھکو میرے نفس کی کفالت مین نہ چھوڑیو کیونکہ اگر تو مجھکو میرے نفس کی کفالت مین چھوڑیگا تو وہ مجھکو بھلائی ونیکی سے دور کریگا اور بدی وجہنم سے نزدیک کریگا - ھ چنانچہ سورۂ مریم مین قولہ تعالی لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عہدا الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی یہ دعا پوری آویگی پھر جب ایمان کے ساتھ آدمی نے نفس کو معصیات الٰہی پر ملامت کرکے مستقیم کیا تو اُسکی صفت نفس لوامہ ہے چنانچہ قولہ تعالی - ولا اقسم بالنفس اللوامۃ - کی تفسیر مین آویگا اور جب دار آخرت کے ساتھ مطمئن ہوا تو اس نفس مطمئنہ کا بیان قولہ تعالی - یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الآیۃ - کی تفسیر مین آویگا - بعض تابعین یا ذوالنون مصری رح کا قول ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ - جسنے اپنے نفس کو پہچانا اُسنے اپنے رب عزوجل کو پہچان لیا - پس قتل نفس سے یہ غرض نہین ہے جو بعضے نادان سمجھتے ہین کہ اُسکو کھانے پینے وغیرہ سے پژمردہ کرے کیونکہ یہ گمراہ راہبون کا طریقہ تھا جیسا جوگیون مین معمول ہے اور اللہ تعالی نے راہبون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالی - ورہبانیۃ ابتدعوہا ما کتبناہا علیہم الآیۃ - یعنی انہون نے رہبانیت اپنی طرف سے بدعت نکالی جسکا اُنپر حکم نہین بھیجا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی نفی شدید فرمائی کہ - لا رہبانیۃ فی الاسلام - یعنی اسلام مین رہبانیت کی جنس ہی نہین ہے - اور حدیث مین ہے - ان لنفسک علیک حقا - بیشک تیرے نفس کا تجھپر حق ہے - اور اس حدیث صحیح کی تفسیر وتفصیل سے خود نکلتا ہے کہ کھانا و پینا و نکاح وحقوق اہل وعیال وحقوق مہمان وغیرہ داخل طریقۂ عبادت ہین کیونکہ مومن کے کل افعال بنیت اتباع شریعت کے داخل عبادت ہین پس قولہ تعالی ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون - یعنے ہمنے جن وانس کو عبادت ہی کے واسطے پیدا کیا - پس خالص مومنین کے کل افعال حتی کہ خواب واستراحت داخل عبادت ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ حدیث سعد مین مصرح ہے کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منہ مین دیوے یعنے اُسکو نفقہ پہونچاوے تو اُسمین تیرے لیے نیکی ہے (کما فی الصحیحین) وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی مرد نیک کے واسطے مال نیک خوب چیز ہے - (صحیح مسلم) کیونکہ وہ اُس سے مرضیات الٰہی بدون ہوس دنیا وتن پروری کے حاصل کرتا ہے حتی کہ اُسکی حفاظت لازم ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ فرمایا من قتل دون مالہ فہو شہید - یعنے اپنے مال حلال کے ناحق چھینے جانے مین جو مارا جاوے وہ شہید ہے - اور اللہ تعالی نے جس طرح انبیا علیہم السلام

کہ بحکم قولہ تعالےٰ - یاایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا الآیۃ سے طیبات کھانے اور اعمال نیک بجالانیکا حکم دیا اسی طرح اہل ایمان کو بقولہٖ تعالےٰ - یاایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون - اکل طیبات واعمال صالحہ کا حکم دیا ہان اگر کوئی شخص دیکھے کہ جب وہ عمدہ غذاؤن کے بعد اپنے نفس کو قابو مین نہین رکھ سکتا تو تقلیل کرے اور برابر اعمال صالحہ پر قائم ہو یہانتک کہ بداخلاق وذمیمہ خصال زائل وضمحل ہوتے جاوین اور اخلاق کریمہ وصفات شریفہ ظہور کرتی جاوین اور اسکے واسطے اللہ تعالےٰ سے ہدایت وصبر وصلوۃ کی درخواست کرے کیونکہ نفس مکار ہے شیخ نے لکھا کہ کبھی وہ عبادت کے لباس مین ظاہر ہوکر آدمی کو اپنی خوبی دکھلاتا ہے یعنی آدمی دیکھنے لگتا ہے کہ میرا نفس تو عبادت پر قائم ہے اور یہ نہین خیال کرتا کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے بس جب ہی تئے نفس کو خوبی کی نظر سے دیکھا کہ اندھیر چھا گیا اسیواسطے اہل حق اپنے نفس کو نیکی مین بھی متہم رکھتے ہین اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہین کہ اُسکی عنایت سے مین نے یہ کار خیر پایا ورنہ نفس مجھکو برباد کرتا - عس - القصہ بنی اسرائیل نے گاے ذبح کرنے مین فرمانبرداری سے گریز وتعلل کیا یہانتک کہ آخر یہ نوبت پہونچی کہ جب سب حیلے ساقط ہوے تو مجبوری وہ گاے ذبح کی پھر اللہ تعالیٰ نے ابتدا قصہ اعجاز قدرت یاد دلایا فقال

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۚ

اور جب تمنے مار ڈالا تھا ایک شخص پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو نکالنا اُسکو جو تم چھپاتے تھے

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ

پھر ہمنے کہا مارو اُس مردے کو اس گاے کا ایک ٹکڑا اسی طرح جلا دے گا اللہ مردے اور دکھلاتا ہے تمکو اپنے نمونے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

شاید تم بوجھو

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا - اور یاد کرو جب تمنے ایک نفس کو قتل کر ڈالا تھا - ف یعنے تم مین سے بعض نے ایک نفس کو خفیہ مار ڈالا اور بنی اسرائیل مین اُسکا واقعہ اس طرح مشہور ہے کہ بھتیجون نے اپنے لاولد چچا کو مال کے واسطے مار ڈالا تھا جیسے اوپر قصہ مذکور ہوا - فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا - پھر تمنے اُسکے بارہ مین اختلاف کیا - ف بخاری نے کہا ادارأتم - ای اختلفتم - اور یہی ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ابن جریج نے کہا یعنے تم مین دو فریق ہوگئے ہر ایک نے دوسرے پر قتل کا الزام لگایا - وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ حالانکہ جسکو تم چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ اُسکو نکالنے والا ہے - ف یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ظاہر فرماویگا کہ کون قاتل ہے چنانچہ اُنسے گاے ذبح کرائی اور ہنوز قاتل کی سمجھ مین بھی نہ آیا کہ گاے کے ذبح کرنے سے اُسکی بدکاری کیونکر ظاہر ہوگی - فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا پس ہمنے حکم دیا کہ تم اس مذبوحہ گاے مین سے بعض ٹکڑے کے ساتھ اس قتیل کو مارو - ف اور بنی اسرائیل مختلف روایتین بیان کرتے ہین کہ دُم کی ہڈی یا زبان وغیرہ کس ٹکڑے سے مارا تھا اور ہمکو اسکی تفتیش کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ یہ تو اعجاز قدرت تھا تو جس ٹکڑے سے مارتے وہ زندہ ہوجاتا - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انھون نے گاے کے ایک ٹکڑے سے مقتول کو مارا تو وہ اُٹھ بیٹھا اس حالت سے کہ اُسکی رگون سے خون جاری تھا حالانکہ اُسکو قتل و دفن ہوکے ایک زمانہ گذر چکا تھا پھر اُس سے پوچھا کہ کس نے تجھکو مارا ہے اُسنے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے قتل کیا ہے سدیؒ نے کہا کہ اپنے بھتیجے کا نام بتلایا ابو العالیہ نے فرمایا کہ نام بتلانے کے بعد بدستور سابق مردہ ہوگیا مترجم کہتا ہے کہ اسمین اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مردہ زندہ کرنے کی قدرت آنکھون سے دکھلائی اور یہ بات بنی اسرائیل مین متواتر ثابت ہے

پس کسی شخص کو اسمین مجال انکار نہین ہے اور نہ کوئی شخص تاویل کر سکتا ہے کیونکہ جو امر محسوس متواتر ثابت ہوا اسمین کسی تاویل کی گنجایش نہین ہوتی ہے لہٰذا
اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۔ یون ہی اللہ تعالیٰ زندہ فرمایگا مُردون کو۔ ف یعنے جیسے اس مقتول کو
زندہ کر دیا اُسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت مین مُردون کو زندہ کریگا پس بنی اسرائیل کو آنکھون دکھا دیا تاکہ انکو حشر قیامت مین شک باقی
نرہے۔ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ تمکو اپنی آیات قدرت دکھلاتا ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کرو۔ ف
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مین پانچ مقام پر آیات قدرت احیاء دکھلانے کا ذکر فرمایا۔ (۱) ثم بعثناکم من بعد موتکم
لعلکم تشکرون۔ (۲) اس قصہ مین۔ (۳) قولہ تعالیٰ الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت الآیۃ۔ (۴) قولہ تعالیٰ
او کالذی مر علی قریۃ وہی خاویۃ علی عروشہا الآیۃ۔ (۵) ابراہیم علیہ السلام و انکے چار پرندون کا قصہ۔ یہ تو خصوص جاندارون کے دوبارہ
زندہ کرنے کے مقامات ہین اور اللہ تعالیٰ نے دلائل آیات سے بھی احیاء موتیٰ کو ظاہر فرمایا چنانچہ خشک زمین کو نباتات سے ہرا کرنا۔
اور حدیث ابو رزین العقیلی مین ہے کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ احیاء موتیٰ کس کیفیت سے ہوگا تو فرمایا بھلا تو خالی وادی مین کبھی گذرا ہے
مین نے عرض کیا کہ جی ہان آپ نے فرمایا کہ پھر تو اُسی وادی مین ایسے وقت گذرا ہے جب وہ سبزہ زار ہو مین نے عرض کیا کہ جی ہان فرمایا کہ یون ہی
نشور قیامت واقع ہوگا (رواہ ابو داؤد و الطیالسی) (تنبیہ) قولہ تعالیٰ ۔ واللہ مخرج ما کنتم تکتمون۔ جملہ اسمیہ ہے جو دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی یہ شان ہمیشہ کے واسطے ہے لہٰذا مسیب بن رافعؒ فرماتے تھے کہ کوئی آدمی اگر سات کوٹھریون کے اندر کوئی نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکو
ضرور ظاہر فرماویگا اور اگر سات کوٹھریون کے اندر کوئی بدی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکو بھی ظاہر فرماویگا اور اسی آیت سے استدلال کیا
(ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت جملہ اسمیہ ہے جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنے اللہ تعالیٰ کی شان پاک یہی ہے کہ
وہ اظہار فرماتا ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ کسی صحیح روایت سے یہ بات ثابت نہوئی کہ کس جزو سے قتیل کو مارا تھا پس اسکی تعیین کرنا بیفائدہ ہے
مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے دُم کی ہڈی جسکو دُم گزہ کہتے ہین یا زبان کو بیان کیا ظاہراً انکے نزدیک یہ امر بظاہر مرجح ہوگا ورنہ درحقیقت
اس بارہ مین کوئی روایت صحیح نہین ہے۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس قصہ مین مذکور ہے کہ جب مقتول مذکور زندہ ہوا اور
اُس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے اُسنے بیان کیا تو مقتول مذکور کا یہ قول قبول ہوا اسی سے امام مالکؒ کے مذہب پر استدلال کیا گیا کہ
اگر مقتول قریب المرگ سے پوچھا جاوے کہ تجھکو کس نے قتل کیا اور وہ بیان کرے کہ مجھے فلان شخص نے قتل کیا ہے یا اُس سے پوچھا جاوے کہ کیا تجھکو
فلان شخص نے قتل کیا اور وہ سر کے اشارہ سے کہے کہ ہان تو اسکا قول قبول ہوگا کیونکہ غالباً وہ ایسی حالت مین سوائے سچ کے جھوٹ
نہین کہیگا اور اس بارہ مین ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے جب کہ ایک یہودی نے زیور کے لالچ سے ایک جاریہ انصاریہ کا سر دو پتھرون کے
درمیان کچل دیا تھا اور لوگون نے اس جاریہ کو ایسی حالت مین پایا کہ اُسمین جان ایک رمق باقی تھی تو اُس سے پوچھا گیا کہ کیا تجھے فلان شخص نے قتل کیا
اور کیا فلان و فلان شخص نے قتل کیا یہان تک کہ جب اُس یہودی کا نام لیا تو اُسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان پس یہودی مذکور اُسکے قصاص مین
قتل کیا گیا اس طرح کہ اُسکا سر بھی دو پتھرون کے درمیان رکھکر کچل دیا گیا اور جمہور علماء نے اس بارہ مین قتیل کا قول قبول نہین کیا
اور اس حدیث کی دیگر روایات مین آیا کہ جب وہ یہودی گرفتار ہوا تو اُسنے اقرار کیا کہ مین نے اسکو قتل کیا ہے پس وہ قصاص مین قتل
کیا گیا اور واضح ہو کہ دونون پتھرون کے درمیان سر کچلنا بطور سیاست و تہدید تھا کیونکہ دوسری حدیث مین وارد ہے کہ لا قود الا بالسیف یعنی
تلوار ہی سے قصاص لیا جاوے اسکی اسناد حسن ہے اور نیز حدیث صحیحین مین آیا کہ جب تم قصاص لو تو رحم دلی و خوبی کے ساتھ قصاص لو یعنی

مقتضی ہے کہ تلوار سے گردن کاٹ دیجاوے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک جس طرح قاتل نے مارا ہو اُسی طرح
قتل کیا جاوے جیسے یہودی مذکور قتل کیا گیا واللہ تعالیٰ اعلم (تنبیہ) بنی اسرائیل مین مقتول کو ابتدا ًزندہ نکرنے مین بہت سے فوائد تھے
(۱) یہ کہ قربانی کرنے اور حکم واجب ادا کرنے مین تقرب آلہی حاصل ہو (۲) اُس یتیم کو جو زرد گاے کا مالک تھا اور اپنی مان کا بہت خدمتگذار
تھا دنیا مین فراغت ونفع کثیر حاصل ہو (۳) بھاری داموں کی قربانی افضل ثابت ہو (۴) لوگون کو معلوم ہو کہ تاثیر دینے والا فقط اللہ تعالےٰ
عزوجل ہے وہ جس چیز مین جو اثر چاہے پیدا کر سکتا ہے اور یہ ظاہری اسباب فقط نشانات قدرت ہین انمین خود کوئی اثر نہین ہے (۵) لوگون
کو تنبیہ ہو کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری مین قتل کرین جو انکو نافرمانی مین قتل کرنا چاہتا ہے اور ایسے زمانہ مین کہ اُس سے
بچپن دور ہوا اور ہنوز بڑھاپا نہین آیا ہے بلکہ عین جوانی ہے اُسکو خدمت آلہی مین مصروف کرے (۶) نفس کو دنیاے فانی حاصل کرنے مین
تذلل یعنی خوار نکرے (۷) شرک وکفر کے لوث سے پاک ہو کہ اُسمین سواے صبغۃ اللہ یعنے رنگ توحید کے دوسرا رنگ نہو (۸) باہمی
مخاصمہ اسطرح دفع کرے کہ نفس کو طاعت آلہی مین قربان کرے اور باہمی مخاصمہ اس طرح ہوتا ہے کہ نفس مذکور اپنی خواہش دنیا مین آدمی کو
مار ڈالتا ہے کیونکہ کفر وبدکاری وغیرہ موت حقیقی ہے پس نفس مذکور درحقیقت اس شخص کے واسطے قاتل ہے پھر اس قاتل سے قصاص لینے مین
عقل ووہم باہم جھگڑا کرتے ہین چنانچہ عقل سلیم اس نفس کو امر آخرت وانجام کار مین لاتی ہے اور وہم اُسکو بقدر غلبہ کے دفع کرتا ہے اور چاہتا ہے
کہ نفس چھوٹا رہے پس چاہیے کہ باہمی مخاصمہ چھوڑ کر نفس کو فرمان آلہی کے موافق اُسکے جسم گاؤ کو ذبح کرے یعنے طاعت آلہی مین لگا دے
اور نفس کی خواہش سے چھڑا دے تاکہ قصاص سے حیات حاصل ہو کما قال تعالیٰ۔ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب الآیۃ (ملخص
بیضاوی وغیرہ) بالجملہ اس واقعہ مین اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو معارف وآیات قدرت دکھلائین پھر بھی وہ مفسد ہوئے چنانچہ فرمایا

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ
پھر تمھارے دل سخت ہوگئے اس سب کے بعد سو وہ جیسے پتھر یا اُن سے بھی سخت اور

الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ
پتھرون مین تو وہ بھی ہین جن سے پھوٹتی ہین نہرین اور اُن مین تو وہ بھی ہین جو پھٹتے ہین اور نکلتا ہے اُنسے

الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ
پانی اور اُنہین تو وہ بھی ہین جو گر پڑتے ہین اللہ کے ڈر سے اور اللہ بے خبر نہین تمھارے کام سے

اللہ تعالےٰ نے یہودیون کو ملامت فرمائی کہ تنے مردہ مقتول زندہ کرنے ودیگر معجزات وآیات آلہی کو اپنی آنکھون دیکھ لیا ثُمَّ
قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۔ پھر تمھارے دل سخت ہوگئے بعد اسکے ف یعنے بعد معائنہ ومشاہدہ ان آیات
کے تمھارے دل نرم نہوے فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۔ پس یہ تمھارے دل مانند پتھر کے یا سختی مین اُس سے
بڑھکر ہین۔ ف یعنے سخت ہوجانے مین تمھارے دل مانند پتھر کے ہین جو کبھی موم کی طرح نرم نہین ہوتا ہے یا پتھر سے بھی بہت سخت
ہے اور یہ بیان بطور شک نہین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان مین شک کرنا محال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص ان لوگون کے حال سے واقف ہو
وہ انکے دلون کو پتھر سے تشبیہ دے یا اس سے بڑھکر لوہے وغیرہ سے تشبیہ دے بیضاوی وعکبری نے کہا کہ یہ بطور اختیار ہے یعنے
چاہو انکے دلون کو پتھر سے تشبیہ دو یا اُس سے بڑھکر سخت قرار دو اور خلاصہ یہ ہے کہ سخت تشبیہ مثل پتھر کے تھی لیکن ان لوگون کے دلون کو اس سے

بھی زیادہ تصور کرنا چاہیے کیونکہ پتھر دن سے تشبیہ کامل نہین ہے اگرچہ بہت سخت تصور کیجاتی ہے۔ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا
يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ حالانکہ پتھرون مین سے بعض ایسا ہے جس سے نہرین جاری ہوتی ہین وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ
مِنْهُ الْمَاءُ ۔ اور پتھرون مین سے بعض وہ ہے جو شق ہوجاتا ہے پس اُس سے پانی نکلتا ہے۔ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ
مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اور پتھرون مین بعض وہ ہے جو خوف آلٰہی سے گر پڑتا ہے ۔ ف پس یہودیون کے دل اس سے
بھی سخت ہین کہ امر حق کے واسطے نرم نہین ہوتے ہین (رواہ ابن اسحٰق عن ابن عباسؓ) اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت
کی کہ جب اُس گاے کے ٹکڑے سے مقتول کو مارا اور اُسنے زندہ ہوکر تبلایا کہ میرے بھتیجون نے مجھکو قتل کیا ہے پھر بدستور مردہ
ہوگیا تو انکو آیات آلٰہی کے واسطے نہایت نرم دل ہونا چاہیے تھا کہ اُنھون نے قدرت عظیمہ کو مشاہدہ کیا مگر بجاے اسکے یہ حال
ہوا کہ جب مقتول مذکور پھر مُردہ ہوگیا تو اُن لوگون نے جھٹلانا شروع کیا کہ واللہ ہمنے تو نہین مارا ہے لیکن یہ قبول نہ ہوا اور وہ لوگ قصاص
مین قتل کیے گئے اور میراث سے محروم ہوئے پس اللہ عزوجل نے متنبہ فرمایا کہ یہ قلوب پتھر سے بھی زیادہ سخت ہین کیونکہ بعضے پتھر دن
سے بحکم آلٰہی عزوجل دریا جاری ہوتے ہین اور بعضے شق ہوجاتے ہین اور بعضے بخوف آلٰہی عزوجل گر پڑتے ہین حالانکہ ان قلوب مین کچھ
بھی اثر نہوا کہ یہ لوگ عہد آلٰہی کو جھٹلانے لگے ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اُن یہودیون کے واسطے بھی تنبیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مبارک مین موجود تھے کہ باوجود ان آیات قدرت ونصوص توریت کے جو قطعی متواتر ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر
ایمان نہین لاتے بلکہ عہد توریت مین تحریف کرتے تھے لہذا تہدید فرمائی۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○ اور جو کچھ تم کرتے
ہو اللہ تعالےٰ اُس سے کچھ بھی غافل نہین ہے ف بلکہ موافق مشیت ازل کے چند دن تمکو عذاب مین تاخیر دی گئی ہے حالانکہ دوام آخرت
کے مقابلہ مین یہ تاخیر نہایت ہی قلیل ہے۔ ابن ابی حاتم نے یحییٰ بن یعقوب سے روایت کی کہ جن پتھرون سے نہرین جاری ہوتی ہین فرمایا
کہ یہ گریہ وزاری کی کثرت ہے اور جن پتھرون سے پھٹکر پانی بہتا ہے فرمایا کہ یہ رونے کی قلت ہے اور جو پتھر کہ خوف آلٰہی سے گر پڑتا ہے فرمایا کہ
یہ بغیر آنسوؤن کے قلب کا رونا ہے (ابن ابی حاتم) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھرون مین یہ بات حقیقی طور پر جاری ہے اور بعضے لوگون نے
گمان کیا کہ پتھر کی نسبت خوف آلٰہی بطور مجاز ہے لیکن امام رازی وقرطبی وغیرہ ائمہ علما نے فرمایا کہ یہ گمان غلط ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات
مین ہر جنس کے واسطے اپنی معرفت کی فہم پیدا فرمائی ہے اور یہی سلف وخلف اہل سنت کا مذہب ہے کہ عاقلون کے سواے دیگر حیوانات ونباتات
وجمادات سب چیزون مین اللہ کی طرف سے ایک علم ہے جس سے ہر ایک مخلوق اپنے خالق عزوجل کو پہچانتی وتسبیح کرتی ہے اور اس مخلوق کے
سواے دوسری مخلوق مین دوسرے طور پر معرفت ہے اور اس پر آیات ونصوص قطعیہ شاہد ہین اول قولہ تعالیٰ۔ انا عرضنا الامانۃ علی السموات
والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا الآیۃ۔ دوم قولہ تعالےٰ۔ ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین الآیۃ۔ سوم قولہ تعالےٰ تسبح لہ
السموات السبع والارض ومن فیہن۔ چہارم قولہ تعالےٰ۔ وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم انہ کان حلیما غفورا۔ پنجم قولہ تعالےٰ
والنجم والشجر یسجدان۔ ششم قولہ تعالیٰ۔ اولم یروا الی ما خلق اللہ من شیٔ یتفیؤ ظلالہ الآیۃ۔ ہفتم آیہ سجدہ شمس وقمر۔ ہشتم قولہ تعالیٰ۔ ولو انزلنا
ہذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ۔ نہم قولہ تعالےٰ۔ الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السموات والارض والطیر صافات کل
قد علم صلوتہ وتسبیحہ الآیۃ۔ دہم قولہ تعالےٰ وسخرنا مع داود الجبال یسبحن والطیر۔ ودیگر آیات کثیرہ ہین مانند شہادت اعضا وغیرہ کے اور حدیث مین کوہ
اُحد کی نسبت آیا کہ یہ پہاڑ ہمکو دوست رکھتا ہے اور ہم اسکو دوست رکھتے ہین (الصحیح) اور ابوجہل مردود کے ہاتھ مین کنکریون نے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر گواہی دی اور زہر ملی ہوئی بکری نے آپکو آگاہ کیا کہ مجھ مین زہر ملا ہوا ہو اور جنگل کے ایک درخت کو گواہی طلب کی تو وہ زمین پھاڑتا ہوا آیا اور گواہی دیکے چلا گیا اور ایک مرتبہ بیدان مین قضاے حاجت کے واسطے دو درختون کو طلب فرمایا تو دونون حاضر ہوئے اور جھک کر پردہ و سایہ کر لیا اور ایک باغ مین اونٹ نے آپ سے اپنی محنت و بھوکھ کی شکایت کی اور ایک شخص کے اونٹ نے آپکو سجدہ کیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ خبر متواتر مشہور ہو کہ ستون حنانہ آپ کے فراق مین بچے کی طرح رویا اور صحیح مسلم کی حدیث مین ہو کہ مین مکہ مین ایک پتھر پہچانتا ہون جو ایام بعثت مین مجھے سلام کیا کرتا تھا علماء نے کہا کہ یہ سواے حجر اسود کے ایک پتھر قریب مکان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واقع تھا اور حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ مکہ کے نواح مین نکلے سو ہم پہاڑون و جنگلون مین جس درخت و پتھر کی طرف گذرتے تو ہر ایک کہتا کہ السلام علیک یا رسول اللہ (الدارمی وغیرہ) اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو لیکر پہاڑ پر گئے تو اسکو جنبش ہوئی پس آپنے ٹھوکر مار کر فرمایا کہ ٹھہر ارہ کہ تجھ پر فقط نبی و صدیق و شہید ہو اور صحیحین وغیرہ کی دیگر احادیث مین اس کثرت سے نصوص وارد ہین کہ بمنزلہ متواتر ہین۔ تفتازانی نے تلویح مین زعم کیا کہ آفتاب کیونکر سجدہ کریگا کیونکہ سجدہ تو زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہین اور آفتاب کی پیشانی نہین جسکو زمین پر رکھے۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ گمان ناسمجھی کی وجہ سے پیدا ہوا کیونکہ آدمی کے سجدہ کرنے کے بیشک یہی معنے ہین کہ وہ زمین پر سر رکھے ورنہ ہر چیز کے واسطے اُسکے لائق سجدہ ہو اور حدیث ابوذرؓ مین صریح وارد ہو کہ آفتاب جاکر زیر عرش سجدہ کرتا ہو پھر اُسکو حکم ہوتا ہو کہ جاکر وہین سے طلوع کرے جہان سے نکلتا ہو (الترمذی حسن صحیح) بالجملہ اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کے واسطے تسبیح و صلوٰۃ معلوم ہو اگرچہ اُسکی کیفیت سے ہم واقف نہین اور یہی اہل سنت کا مذہب ہو۔ (**مسئلہ**) امام رازی نے تفسیر واحدی سے نقل کیا کہ سلف صالحین علماے محققین کے نزدیک ان اشیاء مین انکی جنس کے انبیاء ہین اور اس کے واسطے لطیف استدلال فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہو۔ ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم الآیۃ۔ صریح ہو کہ زمین کے ہر قسم کے چرند و جانور و ہر قسم کے پرند بھی انسانون کے مثل امتین جدا گانہ ہین اور حدیث شریف مین ہو کہ ایک پیغمبر نے ایک درخت کے نیچے نزول کیا جہان چیونٹیون کے جھنڈ تھے پس ایک چیونٹی نے کاٹ کھایا تو اُسنے اپنا اسباب اُٹھوا کر چیونٹیون کے قریات جلا دینے کا حکم کیا پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے سے تنے ایک اُمت کو جلا دیا جو تسبیح کرتی تھی اور اگر قصاص تھا تو ایک ہی چیونٹی سے لیا گیا ہوتا (صحیح مسلم) پس معلوم ہوا کہ چیونٹیان بھی ایک اُمت ہین پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر الآیۃ صریح ہو کہ ہر اُمت مین پیغمبر بھیجا گیا تو ثابت ہوا کہ ان اُمتون مین بھی پیغمبر ہین اسیواسطے علماء نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام مخلوقات عالم کے واسطے عام ہو یہ استدلال نہایت لطیف ہو لیکن جن لوگون کی عقل پر حواس و اوہام غالب ہین انکو ان آیات مین تردد ہوتا ہو اور یہ انکی جہالت و بیماری ہو (فائدہ) آیت سے ثابت ہوتا ہو کہ دل ہی کی سختی و بگاڑ سے آدمی کی صلاحیت بگڑ جاتی ہو اسیواسطے حدیث مین آیا کہ بدن مین ایک مضغہ ہو جب وہ صلاحیت پر ہوتا ہے تو تمام جسم صالح ہوتا ہو اور جب وہ بگڑتا ہو تو تمام جسم مین فساد ہوجاتا ہو آگاہ رہو کہ وہ دل ہو (الصحیح) اور حدیث مین ہو کہ الٰہی میرے قلب کو اپنے دین پر قائم رکھ۔ قرآن مجید مین فرمایا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا الآیۃ یعنے الٰہی ہمارے دلون کو بعد ہدایت کے کج نفرمائیو۔ ف اور یہ قلوب ہر دم قبضۂ قدرت الٰہی مین مسخر ہین جدھر چاہتا ہو پھیرتا ہو۔ (کما فی الصحیحین) اور حدیث شریف مین ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتون کو نہین دیکھتا بلکہ تمہارے دلون کو دیکھتا ہو (کما فی الصحیح) اس سے نکل آیا کہ کامون کا مدار نیت پر ہو چنانچہ حدیث مین خود منصوص ہو کہ۔ انما الاعمال بالنیات (کما فی الصحاح) شیخ ابن العربی نے آیت مین اشارہ لکھا کہ قلوب چار طرح ہین

ایک وہ دل کہ نور الٰہی سے منور اور اُسمین مستغرق ہوگیا پس اس سے علم کی نہرین جاری ہوئین کہ جنسے ان نہرون سے پیاسے ہمیشہ کے لیے زندہ ہوا اور یہ قلوب ویسے ہین جیسے خاصان خدا کے ہین جو درجون مین سب سے آگے ہین یعنے مانند انبیا علیہم السلام و اُنکے اُمتی اولیائے کاملین رضی اللہ عنہم اور انکی ثقلین کی طرف اس کلام سے اشارہ فرمایا۔ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار الآیۃ۔ دوم وہ دل جو کہ اسنے ان علوم سے ایک حظ حاصل کرکے جمع کیا اور اسکو حفظ کیا اور اس سے فہم و استنباط کیا اور پھیلایا کہ اس سے لوگون نے نفع پایا اور یہ مثل علماء محققین کے دلون کی ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا اس کلام سے۔ وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء مترجم کہتا ہے کہ یہ علماء مجتہدین و حکماء ربانیین ہین اور سوم وہ دل ہین کہ خاشع و مطیع ہوئے جیسے مسلمانون مین سے زاہدون و پرہیزگارون کے دل ہین اور انکی طرف اس کلام سے اشارہ فرمایا وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ۔ اور انکا ادنی حال یہ ہے کہ احکام الٰہی کے لیے بدل مطیع ہوتے ہین جو انکو انکے منزل پر پہونچا دیگے پھر اب ایک چوتھا دل باقی رہا جسکو علم کا اثر تک نہین پہونچا اور نہ وہ خوف الٰہی سے نرم ہوا بلکہ ہدایت سے مایوس اور غرور مین پھر اور نفس کی خواہشون سے پُر اور سرکشی مین پورا ہے سو عالم مین جتنی چیزین محسوس موجود ہین کسی سے اسکی مثال نہین ہوسکتی کیونکہ یہ سب چیزین جو اللہ تعالیٰ نے انکو حکم کیا قبول کرتی ہین سو لوہے سے اسکی مثال کیا ہوسکتی ہے کہ وہ تو ظاہر مین پگھل جاتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مثل اس ہدایت و علم کی جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے ایسی ہے جیسے ایک زمین پر بہت پانی نفع دینے والا برسا سو اس زمین مین بعضے ٹکڑے تو پاکیزہ ہین جنھون نے اُس پانی کو قبول کیا اور پی لیا اور بہت ہری ہری گھاس و میوہ و اناج وغیرہ اُگایا اور اُس زمین مین سے بعضے ٹکڑے اجدب ہین کہ انھون نے پانی کو اپنے پاس بھر رکھا سو اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگون کو نفع دیا کہ لوگون نے اُس سے پیا و پلایا اور کھیتی سینچی اور ایک ٹکڑا چٹیل میدان کہ نہ وہ پانی روک رکھتا ہے نہ گھاس اُگاتا ہے الیٰ آخر الحدیث سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر کے تینون قلبون کو بیان فرمایا اور اول انمین سے قلب محمدی ہے قال المترجم جاننا چاہیے کہ افضل تمام قلوب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب شریف ہے پھر درجہ بدرجہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا پھر اُمت مین سے قلوب اس نوع کے نہین ہوسکتے جو انبیاء علیہم السلام کے ہین ولیکن صفت مین انکے مشابہ ہوتے ہین پس قلب محمدی سے ایسے قلوب مراد ہین جو آپ کے قلب مُطہر مقدس سے مشابہ ہون جیسے ولایت محمدی سے مراد یہ ہے کہ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ولایت حاصل ہوئی اور وہ افضل اولیائے وقت ہوتا ہے حتی کہ شان معرفت مین اعلیٰ ہے اگرچہ شان عبادات مین دوسرے لوگ زائد اجتہاد و محنت کرنے والے ہون کیونکہ وہ احکام سُنت پر اپنے کثیر ازواج و اولاد کے ساتھ ہدایت و ارشاد مین کامل ہوتا ہے اور اسی پر کلمات اولیائے اُمت متفق ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ م۔ اور حدیث ابن عمرؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے ذکر الٰہی کے زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ کثرت کلام کی جو سوائے ذکر الٰہی کے ہو دل کو سخت کرتی ہے اور لوگون مین اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہونے والا وہی شخص ہے جسکا دل سخت ہو۔ (الترمذی) اور حضرت انسؓ کی حدیث مرفوع مین ہے کہ چار چیزین شقاوت سے ہین ایک آنکھ کا ٹھہرانا دوم دل کا سخت ہونا تیسرے اُمید کی رسی دراز ہونا چوتھے دنیا پر حرص (البزار) ع۔ اور آیت مین اشارہ ہے کہ ظاہری صورت سالم رہنے کے باوجود باطن مسخ ہوجاتا ہے جیسے ان موجودہ یہودیون وغیرہ مین حالت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مومنون کو ان یہودیون کے حال سے متنبہ فرمایا مع انکے برادر دینی یعنے منافقون کے قال تعالیٰ

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ

اب کیا تم مسلمان توقع رکھتے ہو کہ وہ مانین تمھاری بات اور ایک لوگ تھے اُن مین کہ سُنتے کلام اللہ کا

ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا

پھر اُسکو بدل ڈالتے بوجھ لیکر اور اُنکو معلوم ہے اور جب ملتے ہین مسلمانون سے کہتے ہین

اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

کہ ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے ہوتے ہین ایک دوسرے پاس کہتے ہین تم کیون کہہ دیتے ہو اُنسے جو کھولا ہے اللہ نے تمپر

لِيُحَاجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا نصف

کہ جھٹلا دین تمکو اُس سے تمھارے رب کے آگے کیا تمکو عقل نہین کیا اتنا بھی نہین جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○

چھپاتے ہین اور جو کھولتے ہین

ان آیات مین بھی اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے بعض عیوب بیان فرمائے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادون کے معتقد اور اُنھین کی جبلت کے ثنا خوان ہین۔ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ۔ سو کیا تم آرزو رکھتے ہو کہ یہ موجودہ لوگ تمھاری بات مانینگے وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ حالانکہ ان مین سے ایک فریق ایسا تھا جو کلام الٰہی کو سنتے تھے پھر بعد اسکے سمجھ لینے کے اُسکو تحریف کرتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے۔ ف یعنے انکے بزرگون مین سے حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھ ایک گروہ تھا اور وہ گروہ علما تھا کہ اُنکی یہ حالت تھی کہ کلام الٰہی کو سمجھ لیتے یعنے توریت کو اچھی طرح سُنکر سمجھ لیتے پھر جان بوجھکر تحریف کرتے تھے اور یہ لوگ اُنھین کی تقلید کرتے ہین توجنکے اوائل کی یہ حالت تھی اُنکے اواخر مقلدین سے تم کیونکر ایمان کی طمع رکھتے ہو یعنے اُنسے کچھ طمع مت رکھو کہ یہ لوگ شریر طینت و خبیث جبلت ہین پھر جاننا چاہیے کہ قولہ۔ ان یؤمنوا لکم مین ایمان سے تصدیق یعنے بات مان لینا مراد ہے یا ایمان شرعی مراد ہے پس اگر ایمان شرعی مراد ہو تو۔ افتطمعون۔ کا خطاب دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اور لفظ جمع یا تو بطور تعظیم ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اسوجہ سے شامل کر لیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تلقین کرتے تھے اور حاصل یہ ہوگا کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ یا آپ مع اصحاب رضی اللہ عنہم کے ان یہودیون سے یہ طمع رکھتے ہین کہ یہ لوگ آپ پر ایمان لاوینگے حالانکہ یہ لوگ اپنے باپ دادون کے مقلد ہین جنمین سے ایک فریق کی یہ کیفیت تھی کہ وہ لوگ کلام الٰہی کو سُنکر سمجھ لینے کے بعد جان بوجھکر تحریف کرتے تھے یعنی کسی طرح کا عذر نہ تھا کہ سمجھے نہون یا بھول کر معنے بدل گئے ہون اور یہ سخت بیباکی و کفر ہے۔ اور اگر بات مان لینے کے معنے ہین تو یہ خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ٹھیک ہے یعنے تم ایسی قوم سے اپنی بات ماننے کی کیونکر اُمید کر سکتے ہو جنکے بزرگون مین سے ایک فریق ایسا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بات مین عمداً تحریف کرتا تھا۔ یہ سب اس بنا پر کہ۔ قد کان فریق منہم۔ زمانہ گذشتہ کا حال ہو اور کبھی ایسا کلام زمانہ موجود کے واسطے بھی بولا جاتا ہے تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ تم ان عام یہودیون سے ایمان کی اُمید کیونکر رکھ سکتے ہو جبکہ انہین سے ایسا ایک فریق ہے یعنے انکے احبار علما کا ایک فریق ایسا ہے کہ وہ توریت کو سُنکر سمجھ بوجھکر تحریف کرتا ہے حالانکہ متواتر سُن چکے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے رہا یہ امر کہ کلام الٰہی مین یہ لوگ لفظ و معنے دونون بدلتے تھے یا فقط معنے بدلتے تھے یا اصل توریت کو چھپا کر دوسری کتاب لکھکر کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جنے اپنی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالےٰ کی کتاب تبلایا اور یہ افترا کفر باندھا تو

۲۱

ایسے شخص سے کیونکر اُمید کر سکتے ہو کہ اُسنے کتاب الٰہی کو نہین بدلا کیونکہ جب اس کفر مین اُسکو ڈر نہین ہے تو اُس کفر مین بھی ڈر نہوگا بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ یعنے کلمات توریت کو اپنے ٹھکانے سے متغیر کرتے ہین۔ تو کچھ شک نرہا کہ وہ توریت مین تحریف کرتے تھے
اب رہا یہ کہ خالی معانی مین تحریف کرتے تھے تو یہ خیال صرف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم
صادقین یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ ان یہودیون کو حکم دے کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو توراۃ یہان لا کر پڑھو۔ اس سے معلوم
ہوا کہ اگر توریت کے الفاظ بدل ڈالے ہوتے تو اُسکے پڑھنے سے کیا فائدہ ہوتا۔ مترجم کہتا ہے کہ اُنھون نے ہر مقام نہین بدل ڈالا تھا علاوہ اس کے
عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو سب علماے یہود مین سے افضل زبردست عالم تھے وہ مسلمان ہو چکے تھے تو اُنکے سامنے یہودیون کی تحریف
کچھ کارگر نہین ہو سکتی تھی اور مترجم کہتا ہے کہ اُسوقت کوئی حالت ہو لیکن اس زمانہ مین تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ نصرانیون مین سے ہر فرقہ نے انجیل کو
اپنی مراد کے موافق بدل ڈالا اور یہی غالب حال توریت کا ہو گیا کیونکہ توریت وانجیل کے نسخون مین صرف تین سو سینتالیس کے قریب
ایک ہی کتب خانہ کے نسخے ملانے مین کئی ہزار الفاظ کا اختلاف موجود ہے تو کسی صورت سے یہ معلوم نہین ہو سکتا کہ اصل مین کیا لفظ تھا پس
حکم الٰہی قطعاً گم ہو گیا اسیواسطے اہل اسلام مین یہ امر جائز نہین ہے کہ توریت وانجیل سے کوئی امر ثابت کرین مگر یہود و نصاری کو قائل کرنے کے
واسطے علماء کو نظر کرنا جائز ہے اب یہان بعض آثار سلف کو تفسیر شیخ ابن کثیر سے ملخص کیا جاتا ہے اور چونکہ وجوہ مین نے اوپر نقل کر دیے ہین لہذا
ہر روایت کو اپنی وجہ پر محمول کرنا چاہیے۔ محمد بن اسحٰق نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب مومنین رضی اللہ عنہم کو یہودیون کے ایمان سے مایوس کر دیا اور یہ فریق جسنے کلام الٰہی کو بدلا یہ وہی لوگ ہین
جنھون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دیدار باری تعالیٰ کی درخواست کی تھی محمد ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھسے بعض اہل علم نے بیان
کیا کہ ان لوگون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگون کو دیدار باری تعالیٰ میسر نہین ہو سکتا لیکن آپ درخواست کرین کہ ہم لوگ کلام الٰہی
سُن لین پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اچھا یہ لوگ روزہ رکھین اور طہارت کامل ہون پس جب موسیٰ علیہ السلام میقات پر
گئے تو انکو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور جب پارہ ابر سفید آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنکو سجدہ کا حکم دیا پس یہ لوگ سجدہ مین گر پڑے اور اُنھون نے بھی احکام الٰہی سُنے
پھر جب بنی اسرائیل کے پاس آئے تو جو کچھ سُنا تھا اُسکو متغیر کرکے بیان کیا۔ مع۔ اور خطیب نے لکھا کہ جو کچھ سُنا تھا وہ بیان کرنیکے بعد اپنی طرف سے
اسقدر ملا دیا کہ جہانتک تمسے ہو سکے عمل کرو ورنہ کچھ حرج نہین ہے۔ سم۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت پر لازم آتا ہے کہ کلام الٰہی کی خصوصیت
موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہو بلکہ دوسرون نے بھی کلام الٰہی سُنا ہو حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین ہے شیخ ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ یہ بات نہین لازم آتی
کیونکہ جس طرح موسے علیہ السلام نے سُنا تھا شاید اُس طور پر اُنھونے نہ سُنا ہو جیسے قولہ تعالیٰ۔ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ الآیۃ
مین یہ معنے ہین کہ اگر مشرکون مین سے کوئی شخص تجھسے پناہ مانگے تو اُسکو پناہ دیدے یہانتک کہ وہ کلام اللہ سُن لے پس اُسنے کلام اللہ سُنا اسی طرح فریق
بنی اسرائیل نے بھی کلام الٰہی سُنا ہو گا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ محل تردد ہے اسواسطے کہ اُن لوگون نے یہ درخواست نہین کی تھی کہ ہم لوگ آپکی زبان سے کلام الٰہی
سنین کیونکہ یہ امر تو اُنکو پہلے ہی سے ممکن بلکہ حاصل تھا پس ظاہراً محمد بن اسحٰق نے جن اہل علم سے یہ روایت سُنی وہ یہودی لوگ ہونگے جنکا
نام ظاہر نہین کیا ہے پس یہ اسرائیلیون کی روایات اُنکی نادانی کی حکایات ہین واللہ تعالیٰ اعلم و در اصل بات یہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
توریت کے کلمات سُنکر سمجھ لینے کے بعد تحریف کرتے تھے چنانچہ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ احبار یہود کا حال تھا جو توریت سُنکر خوب سمجھ لینے کے بعد تحریف
کرتے تھے اسیطرح مجاہد نے فرمایا کہ یہ یہودیون کا بیان ہے اور اُنمین سے ایک فریق اسواسطے فرمایا کہ جو لوگ توریت کو سُنتے و سمجھتے تھے وہ احبار ہی تھے یعنے کل یہود ا

نہین فرمائے کہ اصل مین سمجھنے و تحریف کرنے والے صرف وہی لوگ تھے جو علما رو احبار کہلاتے تھے تو یہ ایک فرقہ ہوا سواسطے فرمایا کہ اُن مین سے ایک فرقہ ایسا تھا ابو العالیہ نے فرمایا کہ یہ یہودیون کی مذمت ہے جن پر اللہ تعالےٰ نے توریت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و زانی محصن کو سنگسار کرنے کے احکام نازل فرمائے مگر اُنھون نے عمدًا تحریف کر دیے ابن وہب نے کہا کہ ابن زید نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے یہودیون پر توریت نازل فرمائی تو بجاے شکر کے ان لوگون نے حرام کو حلال کیا اور حلال کو حرام اور حق کو باطل اور باطل کو حق کرنا شروع کیا اور اُسکی صورت یہ ہوئی کہ جب کوئی حق دار کچھ رشوت لیکر آتا تھا تو اُسکے واسطے کتاب اللہ مین سے حق فتویٰ دیدیتے تھے اور جب کوئی جھوٹا مدعی رشوت لاتا تو رشوت لیکر اُسکے موافق فتویٰ دیدیتے تھے مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید و عمدہ ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ - ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ اس کا واضح بیان آویگا اور اُسکے موافق آیت کے معنے ہوئے کہ اللہ تعالےٰ نے مومنون کو آگاہ فرمایا کہ تم ان عوام یہودیون سے ایمان کی کیا توقع رکھوگے جبکہ ان مین سے بڑے بڑے لکھون کی یہ کیفیت ہے کہ سخت دل ہو کر حقیر مال دنیا کے پیچھے کلام الٰہی کی تحریف کرتے ہین کیونکہ انکے دل مین آخرت کا یقین و عذاب الٰہی کا خوف نہین رہا پس یہ ظاہر مین توریت کے ماننے والے بنتے ہین مگر باطن مین انکے قلوب سخت ہو کر غضب الٰہی مین پڑگئے ہین تو تم لوگ انسے ایمان کی توقع مت رکھو اور جو کوئی ان مین سے بظاہر مسلمان ہوا وہ بھی منافق ہے - وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا - اور جب یہ لوگ اہل ایمان سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور ہم کیونکر ایمان نہ لاوین حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک عربی پیغمبر ہین اور انھین کے نام کے طفیل سے ہم لوگ تھوڑا زمانہ ہوا کہ تم لوگون پر فتحمندی کی دعا مانگا کرتے تھے اور حکم توریت کے موافق خود انکے منتظر تھے (محمد بن اسحٰق عن ابن عباس) وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ - اور جب ایک دوسرے کے پاس اکیلے ہوتے ہین - ف تب یہ اقراری لوگ ظاہر کرتے ہین کہ ہمنے تو مومنون سے صرف ظاہر مین ایمان کا اقرار کر دیا ہے اور دل سے ہم لوگ مومن نہین ہین - غرضکہ یہ منافقین جب اپنے بڑے بڑے لکھے گدھون کے پاس اکیلے ہوتے ہین تو اُنکے خوش کرنیکو اظہار کرتے ہین کہ آپ لوگ مطمئن رہین کہ ہم دل سے مومن نہین ہین - قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وہ لوگ کہتے ہین کہ بھلا تم ایسے ایسی باتین بیان کر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمپر کھول دی ہین تاکہ وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے سامنے تمپر حجت قائم کرین سو کیا تم سمجھتے نہین ہو ف کہ تمھارے اس فعل سے تمپر عذاب کی حجت قائم ہو جائیگی خلاصہ یہ کہ منافقون کو انکے احبار جو گدھون کی طرح اپنے اوپر کتابین لادے تھے ایک بات مین ملامت کرتے ہین کہ تم دنیاوی مصلحت سے ایمان ظاہر کرتے ہو اور دل سے نہین مانتے ہو تو یہ خوب ہے لیکن اُنسے یہ باتین کیون ظاہر کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہین اور ہم کو توریت مین انھین پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور ہم مدت سے انکے ظہور کے منتظر تھے اور زمانہ جاہلیت مین ہم انھین کے فضائل تمسے بیان کیا کرتے تھے اور انھین کے نام پاک کا واسطہ و وسیلہ دلاکر اللہ تعالیٰ سے تمپر فتح و نصرت کی دعائین کیا کرتے تھے - بالجملہ منافقین تو مسلمانون سے خوشامد کے لیے یہ باتین اظہار کرتے تھے اور یہان سے جاکر جب اپنے احبار سے اپنا نفاق ظاہر کرتے تو وہ لوگ انکو ملامت کرتے کہ تم یہ باتین اُنسے کیون ظاہر کرتے ہو کیا سمجھتے نہین ہو کہ وہ لوگ انھین باتون سے اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمپر حجت قائم کرینگے کہ اُنھون نے جان بوجھکر کفر کیا ہے تو ہم تم سب کے سب عذاب مین گرفتار ہونگے - مترجم کہتا ہے کہ یہ لوگ اپنی سمجھ کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اسقدر سخت احمق تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انکو جھڑکا اور فرمایا اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ کیا یہ نہین جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز جسکو وہ لوگ چھپاتے اور جسکو ظاہر کرتے ہین سب جانتا ہے ف پس اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُنکی خفیہ

ربع

باتون سے آگاہ فرمایا اور یہی اُنکے واسطے دلیل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اُنکی خفیہ وظاہر سب باتون کو جانتا ہی ولیکن یہود ایک قوم احمق تھے جو اپنی
بیوقوفی سے صفات باری تعالیٰ کو نہین سمجھتے تھے حتیٰ کہ علمائے محققین نے بیان فرمایا کہ یہودی قوم مجسمہ ہی چنانچہ انکے اعتقادات مین سے ایک یہ ہی
کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن تک مخلوقات کو پیدا کیا اور ساتوین روز سنیچر کو استراحت کے لیے پاؤن پھیلا کر عرش پر لیٹا اور یہ اُنکا کفر وجہالت ہی بلکہ
اللہ تعالیٰ کے واسطے جسمانی صورت بیان کرتے ہین - تعالیٰ اللہ عن ذٰلک علوًا کبیرًا - اسیواسطے ان کمبختون کا گمان تھا کہ خفیہ باتون کو اللہ تعالیٰ
نہین جانتا ہی اور باوجود ان تمام معجزات کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ واقع ہوئے اور باوجود معارف توریت کے یہ لوگ ویسے ہی احمق
ونا سمجھ ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے بقولہ تعالیٰ کمثل الحمار یحمل اسفارا الآیۃ - مین انکے عالمون کو ایسے گدھے سے مثال دی جسپر کتابین لدی ہون
اور اسی جہالت کی وجہ سے گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اُنکی پوشیدہ باتون کو نہین جانتا ہی حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی جسکو وہ چھپاتے ہین
یعنی ظاہر مین ایمان لاتے ہین اور باطن مین نہین رکھتے اور اُن کے احبار ان منافقون سے کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ونبوت
جو تمھاری کتاب مین مذکور ہی اور تمپر ایمان لانیکا عہد لیا گیا ہی وہ تم لوگ مومنون سے کیون ظاہر کرتے ہو کیونکہ اگر ایسا کروگے تو یہ لوگ تمھارے رب
عزوجل کے نزدیک تمپر حجت قائم کرینگے یہی ابو العالیہ وقتادہ وغیرہ علمائے تابعین سے مروی ہی اور ایک روایت مین مجاہدؒ سے آیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ فرمایا تو بعض صحابہؓ نے کہا کہ اے بت پرستو اور اے بندر وسور کے بھائیو ہمارے حکم پر اُترو پس اُنکے احبار نے یہ کہین
کہنا شروع کیا کہ یہ تمھاری ہی باتین ہین کہ تمہین نے اُنکو آگاہ کیا ہی تاکہ تمپر قیامت کے روز حجت قائم ہو اور یہ اُنکی جہالت کفر تھی جسکو اللہ تعالیٰ
نے رد فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کو نہین جانتے ہین پھر اللہ تعالیٰ نے عوام وخواص یہودیون کی تفصیلی مذمت بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ

النصف

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ

اور ایک اُن مین ان پڑھے ہین خبر نہین رکھتے کتاب کی مگر باندھ لی اپنی آرزوئین اور اُن پاس نہین مگر اپنے خیال سو خرابی ہی اُنکو جو

يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا

لکھتے ہین کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہین یہ اللہ کے پاس سے ہی کہ لیوین اُسپر مول

قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝

تھوڑا سو خرابی ہی اُنکو اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہے اُنکو اپنی کمائی سے

اُمیون - جمع اُمی جس شخص کو لکھنا نہ آتا ہو یہی قول ابو العالیہ وربیع وقتادہ وابراہیم نخعیؒ وغیرہم ہی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
امی کہتے ہین اور یہ آپ کے حق مین معجزہ کاملہ ہی کما قال تعالیٰ ما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون - یعنی قبل بعثت نبوت
کے تو کوئی کتاب نہین پڑھتا تھا اور نہ اُسکو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتا تھا کہ ایسا ہوتا تو اہل بطالت شک کرتے - یعنے اہل کفر ونفاق کو
کوئی وجہ شک کی باقی نہین چھوڑی گئی حتیٰ کہ خاتم النبیین کو کبھی لکھنا پڑھنا نہین سکھلایا تاکہ کفار کا یہ وہم بھی باطل ہو کہ جو وحی بیان کرتے ہین
شاید یہ پہلے سے لکھ پڑھ کے جانتا ہو پس یہ صریح دلیل ہی کہ جو کچھ آپ بیان فرماتے ہین وہ وحی الٰہی عزوجل ہی اور یہی نکتہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
وتالیٰ کثیرہ وحی فرمائے جو خاصۃ یہودی دشمنون کے پاس تھے اور وہ تفصیلی لکھے ہوئے تھے تاکہ شیطانی وہم بالکل دور ہو پھر اُمی یا تو منسوب بجانب
اُم یعنے ماں ہی کیونکہ ماں کے پیٹ سے بے لکھا پڑھا پیدا ہوتا ہی یا منسوب بجانب امت عرب ہی جو لکھے پڑھے نہین ہوتے تھے اسی واسطے
حدیث شریف مین آیا - انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب - یعنے ہم لوگ امی اُمت ہین کہ لکھتے نہین اور حساب نہین جانتے ہین - ان بات

مین اللہ تعالےٰ نے یہود کی دو قسمین فرمائین ایک احبار جو لکھتے پڑھتے ہین تو وہ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہین دوم بے پڑھے عوام جو اُنکی تقلید مین بغیر علم توریت
کے صرف زبانی خیالات پر جمے ہوئے جھوٹی باتین اعتقاد کرتے ہین چنانچہ فرمایا۔ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّا
أَمَانِيَّ ۔ اور ان یہودیون مین سے بعضے اُمّی ہین جو کتاب کو نہین جانتے سوائے جھوٹی باتون کے۔ ف یعنی یہودیون مین بے جاہل و بے پڑھے
فریق کا یہ حال ہے کہ کتاب توریت تو جانتے نہین ہین لیکن جھوٹی باتین اپنے احبار سے سیکھی ہین جنکا علم نہین رکھتے۔ وَإِنْ هُمْ
إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ اور یہ لوگ تو گمان ہی گمان رکھتے ہین ف کیونکہ توریت سے علم حاصل ہونے کی اُنکو کوئی راہ نہین ہے لیکن احبار سے
سنکر اعتقاد کر لیا کہ توریت مین لکھا ہے کہ دین یہودی قیامت تک رہیگا اور کسی یہودی کو سات دن سے زیادہ عذاب نہوگا اگرچہ کیسا ہی گنہگار ہو
اور جو شخص محصن زنا کرے اُسکا مُنھ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے پھراؤ پھر اُسکو دُرّے مارو اور مانند اسکے بہت سی جھوٹی باتین سنکر اعتقاد کر لین کہ
یون ہی توریت مین مذکور ہین حالانکہ انکے احبار نے عربی یا عبرانی زبان مین اپنی طرف سے کتابین بنائین اور بیحیائی سے اُسمین لکھدیا کہ توریت
مین اسطرح مذکور ہے حالانکہ جو کچھ توریت مین مذکور تھا اُسکو بدل ڈالا مثلاً توریت مین پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و حلیہ مبارک اسطرح مذکور تھا
کہ سرگین آنکھین گداز بدن نکلتا ہوا میانہ قد خوبصورت چہرہ لہردار خوبصورت بال ہونگے آخر تک بہت تفصیل سے صفات مذکور ہین تو ان یہودیون
نے بجائے اُسکے دُبلا پتلا لمبا قد کرنجی آنکھین سیدھے بال والا لکھدیا اور بیاہی مرد یا عورت کے زنا کرنے مین رجم یعنی پتھرون سے سنگسار کرنیکا حکم تھا اور
اُنھون نے بجائے اُسکے مُنھ کالا کرنا لکھدیا تاکہ عوام یہودیون کے پیر بنے بیٹھے رہین اور عوام جہال اُنکو نذرانہ دیا کرین حالانکہ اُنھون نے حقیر دنیا کے
پیچھے اپنی عاقبت برباد کی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ
هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۔ پس ویل یعنے عذاب شدید ہے اُن لوگون کے لیے جو اپنے ہاتھون
کتاب کو لکھتے ہین پھر کہتے ہین کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اسکے عوض حقیر دام لیوین۔ ف پس لکھکر افترا باندھنا گناہ عظیم و کفر تھا
اور اُسکے عوض جو مال لیا یہ بھی حرام خبیث ہوا۔ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝
سو خرابی ہے اُنکو اپنے ہاتھون کی کتاب بنائی سے اور خرابی ہے اُنکو اپنی کمائی سے ف یعنے دونون طرح مستحق ویل ہین چنانچہ بنائی ہوئی
کتاب سے مستحق ویل ہوئے اور جو مال اُسکے عوض کمایا اُس سے بھی مستحق ویل ہین۔ عطاء بن یسار نے فرمایا کہ ویل جہنم مین ایک وادی ہے کہ اگر
اُسمین پہاڑ ڈالے جائین تو گل جائین اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم مین
ویل ایک وادی عمیق ہے کہ کافر اُسکے قعر تک پہونچنے سے پہلے چالیس خریف تک گرتا چلا جائیگا (رواہ الترمذی) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ ویل ایک کوہ آتشی ہے اور یہی یہودیون کے حق مین (سال) موعود ہوا کیونکہ اُنھون نے توریت مین تحریف کی اور اپنی خواہش کے موافق
گھٹایا بڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محو کرنا چاہا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے اُنپر غضب فرمایا (ابن جریر) سدیؒ نے کہا کہ احبار یہود
اپنے ہاتھون سے کتابین لکھکر عوام کے ہاتھ بیچتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے پس اسکے عوض ثمن قلیل حاصل کرتے
تھے اور ابن عباسؓ نے وعظ فرمایا کہ اے گروہ مسلمین کیونکر تم اہل کتاب سے کوئی بات پوچھتے ہو حالانکہ قرآن الٰہی جو تمھارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر
نازل ہوا ہے میل خالص کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بیان فرمایا کہ اہل کتاب نے کتاب الٰہی کو تغیر و تبدل کر دیا اور اپنے ہاتھون سے
کتابین بنائی ہین تاکہ اُسکے عوض ثمن قلیل حاصل کرین پس جو علم الٰہی تمھارے پاس آیا کیا وہ تمکو اس امر سے مانع نہین ہے کہ تم اہل کتاب سے
کوئی بات پوچھو اور واللہ مینے نہین دیکھا کہ اُنمین سے کوئی شخص تم سے ایسی بات پوچھتا ہو جو تمھارے یہان نازل کی گئی ہے (رواہ البخاری) ع ۹

حسن بصری نے فرمایا کہ اگر تمام دنیا و مافیہا ملے تو وہ بھی ثمن قلیل ہے (مسئلہ) مصحف مجید فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں شیخ سیوطی نے درمنثور مین ایک جماعت سلف سے آثار نقل کیے کہ اُنھون نے اسی مقام کی آیت سے نکالا کہ مکروہ ہے کیونکہ ثمن قلیل کے عوض فروخت لازم آتی ہے اور دیگر جماعت سلف سے آثار نقل کیے کہ مکروہ نہین ہے کیونکہ ثمن قلیل کے عوض فروخت کرنا یہ ہے کہ کتاب الٰہی عزوجل سے مُنھ موڑ کر ثمن قلیل حاصل کرے گرچہ تمام دنیا و مافیہا ہو حالانکہ جسنے مصحف مجید لکھکر فروخت کیا وہ قرآن سے مُنھ نہین موڑتا ہے بلکہ وہ اپنی محنت سے کتاب الٰہی لوگون مین پھیلاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی قول ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم حتی کہ اگر ایک شخص نے مصحف مجید لکھکر اپنے پاس رکھا مگر وہ کتاب الٰہی پر عمل نہین کرتا بلکہ حرام طور پر رشوت لیتا ہے تو وہ کتاب الٰہی کو ثمن قلیل کے عوض بیچنے والا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہودیون کا ایک افترا و بہتان نقل فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ

اور کہتے ہین ہمکو آگ نہ لگے گی مگر کئی دن گنتی کے تو کہہ کیا لے چکے ہو اللہ کے ہان سے قرار تو البتہ خلاف

اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

نہ کریگا اللہ اپنا قرار یا جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم نہین رکھتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہودیون نے اپنی ذات کے واسطے بہت سے جھوٹے دعوی باندھے تھے چنانچہ محمد بن اسحٰق نے سیف بن سلیمان عن مجاہد عن ابن عباس روایت کی کہ یہودی کہتے تھے کہ دنیا کی عمر کل سات ہزار برس ہے اور ہم لوگ ہر ہزار برس کے پیچھے ایک دن صرف گنتی کے سات دن دوزخ مین رہینگے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً اور یہودی کہتے ہین کہ ہمکو آگ نہین چھوویگی مگر گنتی کے کئی روز۔ ف اور امام ابوبکر بن مردویہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو آپ کے واسطے ایک بکری پکا کر بھیجی گئی جسمین زہر ملا ہوا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث مین آیا کہ جب آپ کھانے بیٹھے تو آپ نے فرمایا کہ یہ بکری مجھسے کہتی ہے کہ آپ مجھے نہ کھائیے کیونکہ مجھمین زہر ملا ہوا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ یہان جو کچھ یہودی ہین اُنکو جمع کرو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا جد اعلیٰ کون شخص ہے کہنے لگے کہ فلان شخص ہے آپ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ تمھارا باپ فلان شخص ہے کہنے لگے کہ بیشک آپنے سچ کہا پھر آپنے فرمایا کہ اے یہود اگر تم سچ بولو تو مین تم سے کچھ پوچھون کہنے لگے کہ اب ہم سچ ہی بولینگے آپ فرماوین ورنہ جسطرح جد اعلیٰ کے بتلانے مین آپ نے ہمارا دروغ جان لیا اسیطرح اس بات مین بھی پہچان لینگے آپ نے فرمایا کہ اچھا دوزخیون کو بتلا دو کہ تمھارا کیا اعتقاد ہے تو کہنے لگے کہ ہم بہت قلیل چند ایام اُسمین رہینگے پھر بجائے ہمارے آپ لوگ ہونگے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوار پڑے رہو کہ واللہ ہم کبھی اُسمین تمھارے قائم مقام نہونگے پھر آپ نے فرمایا کہ بھلا سچ بولوگے اگر مین تم سے کچھ پوچھون کہنے لگے کہ جی ہان آپ نے فرمایا کہ سچ بتلاؤ تمنے اس بکری مین زہر ملایا ہے کہنے لگے کہ جی ہان آپنے فرمایا کہ تمکو ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا کہنے لگے کہ ہمنے خیال کیا کہ اگر آپ پیغمبر ہین تو آپ کو ضرر نہوگا ورنہ ہم لوگ نجات پاوینگے (احمد بخاری نسائی) حاکمؒ نے فرمایا کہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ ہم لوگ سوائے چالیس روز کے جہنم مین نہین رہینگے اور اُسکے بعد جہنم مین بجائے ہمارے دوسری قوم داخل کیجائیگی اُنکی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ رضی اللہ عنھم تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اُنکا سر ٹھونکا کہ ہرگز نہین بلکہ تم ہی اُسمین ہمیشہ دائم رہوگے کوئی تمھاری نیابت نہین کریگا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی واقعہ سبب نزول ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اس آیت مین انکا قول کی

تردید ہے چنانچہ ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہودی گمان کرتے ہین کہ اُنھون نے توریت مین یہ لکھا پایا کہ جہنم کے دونون کنارون کے درمیان چالیس برس کی راہ ہے یہانتک کہ شجرۃ الزقوم تک پہونچین جو اصل الجحیم مین جما ہوا ہے اور ان یہودیون نے دعویٰ کیا کہ ہم لوگ تو اُسیوقت تک عذاب پاوینگے کہ شجرۃ الزقوم تک پہونچین پھر جہنم جاتی رہیگی اور یہی اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ یعنے یہودی کہتے ہین کہ ہمکو آگ نہین چھوویگی سوائے ایام معدودہ کے ۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہودی کہتے تھے کہ صرف اتنے دن ہمکو عذاب ہوگا جتنے دن ہمنے گوسالہ پوجا اللہ تعالےٰ نے اُسکو رد فرمایا ۔ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۔ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان بدبختون سے کہدے کہ کیا تمنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عہد لے لیا ہے تاکہ ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف نہین فرمائیگا ۔ ف تو باوجود تمھارے شرک و کفر و گناہون کے تمپر بوجہ عہد کے عذاب نہوگا حالانکہ خوب جانتے ہو کہ کوئی عہد نہین ہے ۔ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۔ بلکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جو جانتے نہین ہو ۔ ف یعنے اللہ تعالےٰ پر کذب و افترا باندھتے ہو کیونکہ جو اُمور اللہ تعالےٰ کے علم مین ہین اُنکے معلوم ہونے کی کوئی صورت نہین سوائے وحی آلہی کے جو کتاب آلہی و پیغمبر پر نازل ہو پس یہودیون کو صرف وہی بات کہنی چاہیے تھی جو توریت مین ہو ولیکن جب اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب آیا تو اُنھے بیباکی سے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا جو کفر ہے اور اگر غور کیا جاوے تو یہ محض حماقت ہے کیونکہ اگر درحقیقت یہ لوگ جہنم مین چندہی روز رہنے والے ہوتے تو بھی سے کہنا بیفائدہ کفر و جرم ہے اور اگر درحقیقت یہ نہین ہے تو دعوی سے کیا فائدہ ہوگا کیونکہ عاقل کا یہ کام نہین ہے کہ ایسی بات کہے کہ اگر سچ ہو تو کوئی فائدہ نہین اور اگر جھوٹ ہو تو کفر و جہنم مین پڑے حالانکہ خود جھوٹ کی دلیل موجود ہے کہ وحی آلہی سے جو بات ثابت ہوتی اُسکو اپنے قیاس سے بیان کرتے ہین پھر ایسے کافرون کے واسطے دائمی جہنم خود ثابت ہے مترجم کہتا ہے کہ افسوس یہ ہے کہ اس زمانہ مین مسلمانون مین بھی بہت ایسے لوگ پیدا ہوئے جو ایمان سے بخوف ہو کر اسی قسم کے دعوی کرتے ہین حالانکہ کسی حدیث یا آیت سے کوئی دلیل نہین رکھتے ہین پس معجزہ حدیث شریف صادق آیا کہ تم لوگ یہود و نصاری کے قدم بقدم چلوگے پس اہل اسلام کو لازم ہے کہ اُمور غیب مین سے بلا دلیل کسی بات کا دعوی نکرین اور یہودیون کے حال سے عبرت حاصل کرین جب تک کہ حکم آلہی نہ پاوین دیکھو کیونکر اللہ تعالیٰ نے اُنکو جھڑکا اور رد فرمایا بقولہ تعالیٰ

بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ ج

کیون نہین جسنے کمایا گناہ اور گھیر لیا اُسکو اُسکے گناہ نے سو وہی ہین لوگ دوزخ کے

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ

وہ اُسی مین رہ پڑے اور جو یقین لائے اور عمل کیے نیک وہ لوگ ہین جنت کے

ع ۱۱ ۹ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ع

وہ اُسمین رہ پڑے

جاننا چاہیے کہ زبان عربی مین استفہام مثبت کے جواب مین لا اور نفی کے جواب مین بلیٰ آتا ہے جبکہ تردید مقصود ہو مثلاً یہودی نے کہا کہ کیا ہم جنت مین جائینگے تو جواب لا یعنے نہین جاؤگے اور اگر اُسنے کہا کہ کیا یہودی دوزخ مین نہین جائینگے یا یہودی نے کہا کہ ہم دوزخ مین نہین جائینگے تو جواب بلی یعنے کیون نہین یعنے ضرور دوزخ مین جاؤگے چنانچہ جب یہودیون نے کہا کہ سوائے ایام معدودہ کے ہمکو دوزخ

آگ نہین چھوئیگی تو اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا - بَلٰی - یعنے کیون نہین ضرور تمکو دوزخ کی آگ لگیگی - ف پھر انکا حال بطور کلیہ بیان فرمایا مَنْ
کَسَبَ سَیِّئَۃً - جس شخص نے بری کمائی ف حتی کہ یہ نوبت پہونچائی جو یہود کی حالت ہے - وَاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ -
اور اسکی خطاؤن نے اسکو گھیر لیا - ف حتی کہ اُس مین نیکی نہین سمائی کیونکہ جب خطیئات سب طرف سے گھیر لیتی ہین تو قلب کشادہ نہین
رہتا بلکہ سیاہ ہوکر بند ہو جاتا ہے پھر اُس مین ایمان نہین سماتا ہے بلکہ اگر ایمان لایا ہو تو کافر ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا
السُّوْٓآٰی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یعنے جو لوگ بیدھڑک بدکاریان کر چلے انکا انجام کار یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتون کو جھٹلانے لگے یعنی کافر و
مشرک ہو گئے - فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ پس ایسے لوگ جہنمی ہین وے اُسمین ہمیشہ
پڑے رہینگے - ف حسن بصریؒ نے فرمایا کہ جس بدکاری پر اللہ تعالیٰ نے آگ کی وعید فرمائی وہ خطیئہ ہے - ابن عباسؓ و مجاہدؒ نے فرمایا
کہ خطیئہ یہان شرک ہے مترجم کہتا ہے کہ جسکو سب طرف سے خطیئہ نے گھیر لیا ہو اُسکا انجام کفر ہے کیونکہ ایمان تو بہت بڑی نیکی ہے پس اگر باقی
ہوتا تو سب طرف سے خطیئہ نہ گھیرتی اسیواسطے محمد بن اسحٰق نے بالاسناد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ یہودیون کو خطاب
ہے یعنی جسنے تمہارے مانند اعمال کیے اور تمہاری طرح کفر کیا حتی کہ بدکاری نے اُسکو گھیر لیا تو اُسکے واسطے کوئی نیکی نہین ہے اسی واسطے
ابن عباس و ابو وائل و ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ و حسن و قتادہ و ربیع بن انس نے کہا کہ اُسکے قلب کو شرک نے گھیر لیا - ع - اس سے معلوم ہوا کہ
اگر ایمان باقی ہو اور گناہون کی یہ نوبت نہ پہونچے کہ وہ دل کو گھیر لین جیسے گنہگار مومنون کا حال ہوتا ہے تو وہ ہرگز دوزخی نہین یعنے ہمیشہ
دوزخ مین نہین رہیگا کیونکہ جب ایمان باقی ہے تو ضرور ثابت ہوا کہ خطیئہ نے اُسکو احاطہ نہین کیا - ھ شیخ محی الدین بن العربیؒ نے اشارہ کیا کہ یہود کی
اپنی حماقت سے گناہ کو ظاہری فعل محدود سمجھتے تھے اور یہ نہین جانتے تھے کہ گناہ اپنی شامت سے دل مین جمکر محیط ہو جاتا ہے جس سے
ملکۂ راسخ پیدا ہو جاتا ہے اور اسی سبب سے جب گناہون کی تہا یہانتک پہونچی کہ محیط ہو کر کفر مین داخل کرین تو وہ دائمی دوزخ مین رہتا ہے
کیونکہ ملکہ راسخ دائمی ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہوتا تو ثواب بھی ہمیشہ کے لیے جنت کا باعث نہوتا پس انصاف یہ ہے کہ جب کسی کے دل کو خطیئات
نے محیط ہو کر سیاہ کر دیا اور وہ جم گیا جیسے کپڑے پر سیاہ رنگ جم جاتا ہے کہ وہ کپڑے کو اصلی حالت پر کبھی نہین آنے دیتا ہے تو کافر ہمیشہ کے لیے
اپنے لائق مقام پاویگا اور وہ جہنم ہے جیسے کسی نے ایمان و طاعت سے دل مین ملکۂ نورانی حاصل کیا تو یہی اسکے قلب کے واسطے اصل ہے
چنانچہ فرمایا - وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ
اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنھون نے کارہاے نیک کیے تو ایسے ہی لوگ جنتی ہین وے اُسمین ہمیشہ رہینگے - کیونکہ ایمان انمین ملکہ
راسخ ہے تو کبھی خارج نہین ہو سکتے ہین (تنبیہ) عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ حقیر گناہون سے
ہوشیار و خبردار ہو کہ وے آدمی کے گرد جمع ہو کر اُسکو ہلاک کرتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی
قوم کسی جنگل مین اُترتی ہے تو ہر آدمی جنگل سے ایک ایک لکڑی لا کر ڈال دیتا ہے کہ وہ انبار کثیر ہو جاتا ہے رواہ احمد یعنی گر اُسمین آگ لگجاوے
تو تمام جنگل جل جاوے - ف بعض اشارات حواس مین ہے کہ منجملہ آدمی کی خطیئات کے یہ بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنی طاعت مین ریاکاری و
عجب و غرور پیدا کرتا ہے حتی کہ وہ طاعت اُسکے حق مین معصیت ہو جاتی ہے حالانکہ وہ شخص وسوسۂ شیطانی سے اپنے واسطے فخر سمجھتا ہے کہ اُسنے
اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کی اور جو لوگ اہل عرفان و طاعت ہین وہ اللہ تعالےٰ کی بندگی کو محال جانتے ہین اور جو عبادت ادا کرتے
ہین اُسکو فقط حکم کی فرمانبرداری جانتے ہین اور اُسمین بھی ہزار قصور سے خوفناک ہین اور جو کچھ میسر آیا اُسکو اپنے حق مین نعمت الٰہی

سمجھتے ہین - م س - پھر اللہ تعالےٰ نے یہود کی بعضی بدکاری و بدعہدی بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ -

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ

اور جب ہمنے لیا قرار بنی اسرائیل کا بندگی نہ کریو مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک اور

ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

قرابت والے سے اور یتیمون اور محتاجون سے اور کہیو لوگون سے نیک بات اور کھڑی رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰة

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ۝

پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے تم مین اور تمکو دھیان نہین

ان آیات مین بنواسرائیل کو دوسری بدعہدی یاد دلائی کہ اللہ تعالےٰ نے توریت مین جن احکام شریعت پر عمل کرنے اور جن امور سے باز رہنے کا عہد لیا تھا بنواسرائیل نے عمدًا توڑ دیا - ع - کیونکہ بنواسرائیل ملک شام پر مسلط ہونے کے بعد زمانہ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے بت پرست ومشرک ہو گئے تھے - م س - ظاہرًا انکی بت پرستی نے اکابر کے ساتھ شرک ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم غرض کہ اہل ایمان کی تنبیہ کے ساتھ بنی اسرائیل کو یاد دلایا بقولہ تعالیٰ - وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ - اور یاد کرو جب ہمنے بنی اسرائیل سے عہد لیا ف یعنی توریت مین بنی اسرائیل سے عہد لیا اور اُنسے کہا کہ - لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ - ف امام ابن کثیر وحمزہ وکسائی کی قراءة - لا یعبدون بیائے تحتیہ ہے یعنے یہ لوگ کسی کی عبادت نکرینگے سوائے اللہ تعالیٰ کے - اور امام نافع وابو عمرو وابن عامر وعاصم کی قراءة - لا تعبدون بتائے فوقیہ ہے یعنے - تم لوگ کسی کی عبادت نکروگے سوائے اللہ تعالیٰ کے - مراد یہ کہ تم لوگ شرک مت کیجیو چنانچہ ایک قرءة شاذہ مین لا تعبدوا - آیا ہے اور متواتر قراءة مین صیغہ نہی کو بطور خبر بیان کرنے مین یہ بلاغت ہے کہ گویا تم لوگ اس عہد کے ایسے پابند ہوجاؤ گے کہ تمہارا یہ حال بیان کیا جاوے کہ یہ ایسے لوگ ہین کہ کبھی شرک نہین کرینگے (السیوطی وغیرہ) اور شاید کہ یہ عہد کا بیان ہو یعنے ہمنے توریت مین بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ یہ لوگ سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کی عبادت نکرینگے - وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا یعنے وصیتون بالوالدین احسانًا - یعنے اپنے والدین کے ساتھ خوب برتاؤ کرینگے یا کروگے جیسا چاہیے - ف یعنی انکی خدمتگذاری وفرمانبرداری مین کچھ دریغ نہین کرینگے پس والدین کے ساتھ "احسانًا" ملحق کرکے بہت تاکید فرمائی اگرچہ یہ احسان دوسرون کے ساتھ بھی مقصود ہے چنانچہ فرمایا - وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ - اور احسان کرینگے یا کروگے صاحبان قرابت کے ساتھ اور یتیمون اور مسکینون کے ساتھ ف یعنے والدین کے ساتھ ان لوگون کے بھی حقوق وصلۂ رحم کا لحاظ رکھین اور یہ بھی حکم دیا - وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا - اور لوگون سے قول نیک کہو - ف یعنی لوگون کو نیک باتین بتلاؤ اور بری باتون سے روکو اور اُنپر مہربانی کرو - سیوطی نے لکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بھی لوگون سے سچے اوصاف بیان کرو - وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ - اور نماز کو ٹھیک قائم کرو اور زکوٰة ادا کرو - ف اگرچہ عبادت الٰہی مین یہ دونون طاعت بھی داخل تھین لیکن زیادہ اہتمام کے واسطے انکو صریح علیحدہ بیان فرمایا شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اول حکم توحید تو تمام انبیاء علیہم السلام کی ہدایت اجماعی ہے کما قال تعالیٰ - وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون - یعنے ہمنے تجھسے پہلے کوئی رسول نہین بھیجا مگر اسکو بھی وحی کرتے رہے کہ سوائے میرے کوئی الوہیت والا نہین ہے تم لوگ میری عبادت کرو پس سب سے پہلے اپنا حق بیان فرمایا جو سب سے اَحق واعظم ہے پھر دوم حقوق مخلوق بیان فرمائے

یعنی

جنمین حق والدین اشرف ہے لہٰذا اللہ تعالے اپنے حق کے ساتھ بندہ کے لیے حق والدین شامل فرماتا ہے کما قال تعالیٰ۔ وقضیٰ ربک الا تعبدوا
الا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنی فرض کر دیا تیرے رب نے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نکرو سوائے رب عزوجل کے اور نیکی کرو اپنے والدین کے
ساتھ اچھی طرح وقال تعالیٰ۔ ان اشکرلی ولوالدیک۔ یعنی میری شکرگذاری کرو اور اپنے والدین کی۔ ۵۔ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ
مین ہے کہ مین نے پوچھا یا رسول اللہ سب سے افضل کون کام ہے آپ نے فرمایا کہ نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا مین نے پوچھا کہ اسکے بعد کون کام ہے
تو فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا پھر مین نے عرض کیا کہ اسکے بعد کون کام ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین جہاد کرنا۔ (الصحیحین)
حدیث مین ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب سے اول کون شخص ہے جسکے ساتھ مین سلوک وخدمتگذاری کرون فرمایا
کہ تیری ماں ہے اُسنے عرض کیا کہ پھر اُسکے بعد کون شخص ہے فرمایا کہ پھر تیری ماں ہے اُسنے عرض کیا کہ پھر کون ہے فرمایا کہ پھر تیرا باپ ہے پھر درجہ بدرجہ
جو تجھسے زیادہ قریب ہو یعنی از راہ نسب کے زیادہ قرب رکھتا ہو۔ (الصحیح) اسیواسطے علما نے فرمایا کہ حسن وخدمتگذاری مین
باپ پر ماں مقدم ہے کیونکہ وہ عورت ہے جو بذات خود مال حاصل کرنے کے لائق نہین ہوتی بخلاف باپ کے کہ وہ اپنی قوت بازو
سے مال کماتا ہے اور حکم کی فرمان برداری مین ماں پر باپ مقدم ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یتامیٰ ایسے نابالغ بچے ہین جنکا باپ نہو
اور مساکین ایسے لوگ ہین جنکو قدر کفایت نہ ملتا ہو مترجم کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسکین وہ ہے جسکے پاس کچھ نہو چنانچہ
مصارف زکوٰۃ مین اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آویگی اور لوگون سے نیک بات کہنے مین بقول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے امر معروف
ونہی منکر بھی داخل ہے یعنے لوگون کو ثواب کے کام بتلانا اور بدکاریون سے منع کرنا اور اُنکی بدگوئی سے چشم پوشی کرنا غرض کہ ہر خلق جو اللہ تعالےٰ
کے نزدیک پسند ہو اسکو شامل ہے اور حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرع مین جو اُمور خیر قرار دیے گئے ہین
اُنمین سے کسی کو حقیر مت سمجھیو اور اگر تجھے نہ ملے تو یہی سمجھیو کہ اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی ملیو (احمد مسلم ترمذی) اور حدیث مین اُمور خیر مین مالی سلوک
بدرجہ اولیٰ شامل ہے پس حاصل یہ ہے کہ آدمی اگر اپنے پڑوسی یا دوستون کو بھیجنے کے واسطے ایک ایک چھوہارہ پاوے تو اسکو بھیجنے مین
بھی دریغ نکرے اور حقیر نہ سمجھے پس جسکو بھیجے اُسکے واسطے بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی طرف سے جو کچھ اُسکو پہونچا اگرچہ جلی
کھُری ہو یعنی پائے بھی نہون بلکہ جلی ہوئی کھُری ہو تو اُسکو بھی حقیر نہ سمجھے بلکہ خوشی سے قبول کرے چنانچہ دوسری حدیث مین ہے کہ کوئی
عورت اپنی پڑوسن بہن سے کسی معروف خیر کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ جلی کھُری ہو (الترمذی) پھر اگر سلوک کیواسطے کچھ بھی میسر نہ آوے تو نیکی اُسکے
واسطے نیکی ہے کہ جب اپنے بھائی سے ملاقات ہو تو خندہ پیشانی ملے غرضکہ اُسکا دل خوش کرنا ثواب ہے اور چونکہ آیت مین عموماً لوگون سے نیک کلام
کرنیکا حکم ہے کوئی خصوصیت اہل اسلام کے ساتھ نہین ہے لہٰذا اسد بن وداعہ جب اپنے گھر سے نکلتے تو راہ مین جو کوئی ملتا اگرچہ یہودی یا نصرانی ہوتا
اُسکو سلام کرتے تھے تو پوچھا گیا کہ آپکی یہ کیا شان ہے کہ آپ یہود ونصاریٰ کو سلام کرتے ہین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقولوا للناس حسنا۔ تو مین
اُنسے بھی سلام خوب کلام کرتا ہون ابن ابی حاتم نے اسکو روایت کرنے کے بعد کہا کہ اسیکے مانند عطاء خراسانی سے مروی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا
سُنت معروفہ یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کو سلام کرنے مین پیش قدمی نکرے مترجم کہتا ہے کہ بضرورت جواز ہوگا جیسا کہ قتادہ کی کتاب الادب مین
بھی اشارہ کیا گیا ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالجملہ ان اُمور کے واسطے بنو اسرائیل مامور ہوئے اور اُنھون نے قبول کیا پھر بدعہدی کی چنانچہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ۝ پھر تم لوگون نے پیٹھ پھیری باستثناء قلیل کے تم مین
سے درحالیکہ تم اعراض کرنے والے تھے۔ ف سیوطی وغیرہ نے فرمایا کہ۔ ثم تولیتم الا قلیلا منکم سے وہ لوگ مراد ہین جو ان یہودیون کے

باپ دادے تھے جو بالفعل موجود ہین اور - انتم معرضون - سے یہ لوگ مراد ہین جو بالفعل موجود ہین پس حاصل یہ ہوگا کہ تمھارے باپ دادون نے بھی
عہد الٰہی سے پیٹھ پھیری اور تم لوگ بھی عہد توریت سے منھ موڑتے ہو - بیضاوی نے کہا کہ موجودہ یہودی چونکہ اپنے باپ دادون کی تقلید پر قائم تھے اور
اُنکے افعال کو پسند کرتے تھے تو تغلیبًا سب کو شامل کرکے خطاب فرمایا کہ پیٹھ پھیر کر تم لوگ انکار پر ثابت قدم ہو اور خلاصہ یہ ہوا کہ بدعہدی ان لوگون
کی جبلت ہے حالانکہ ان کو چاہیے کہ عہد الٰہی پر قائم رہین تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین اور اُسمین اہل اسلام کو تنبیہ ہے کہ یہودیون کی
طرح قرآن مجید کے عہد میثاق سے برگشتہ نہون ورنہ یہودیون کی طرح غضب مین گرفتار ہونگے (تنبیہ) علم بلاغت مین کبھی غائب اور کبھی
مخاطب کرنے کی خوبی صنعت مفصل مذکور ہے اور اُسکی تفصیل کا بیان موقع نہین ہے لیکن جو شخص بول چال کے اثر کو سمجھتا ہے وہ خود غور کرنے
سے لطافت پہچانیگا چنانچہ شروع آیت - واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل - مین بنی اسرائیل کو خطاب نہین کیا یعنے یون نہین فرمایا کہ ہمنے تسے
عہد لیا پھر - لایعبدون - کی قراءۃ بھی بصیغہ غائب ہے اور - لاتعبدون - بصیغہ خطاب ہے گویا بالفعل خطاب کرکے عہد لیا جاتا ہے پھر قولہ تعالےٰ
ثم تولیتم - اور - انتم - مین خطاب کیا گویا اُن لوگون کو پیش کرکے تشنیع وملامت فرمائی پس اسکو غور کرو اور وہی خوب سمجھیگا جو زبان کی
بلاغت جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان یہودیون کی دوسری بدعہدی بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ -

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

اور جب لیا ہمنے اقرار تمھارا نہ کروگے خون آپسمین اور نہ نکال دوگے اپنون کو اپنے وطن سے

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ

پھر تمنے اقرار کیا اور تم مانتے ہو پھر تم ویسے ہی خون کرتے ہو آپس مین اور نکال دیتے ہو

فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ

اپنے ایک فرقے کو اُنکے وطن سے چڑھائی کرتے ہو اُن پر گناہ سے اور ظلم سے اور اگر وہی آوین تم پاس

اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ

کسی کے قید مین پڑے تو اُنکی چھڑائی دیتے ہو اور وہ بھی حرام ہے تمپر اُنکا نکال دینا پھر کیا مانتے ہو تھوڑی

الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي

کتاب اور منکر ہوتے ہو تھوڑی سے پھر کچھ سزا نہین اُسکی جو کوئی تم مین یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

دنیا کی زندگی مین قیامت کے دن پہونچائے جاوین سخت سے سخت عذاب مین اور اللہ بے خبر نہین

تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ

تمھارے کام سے وہی ہین جنھون نے خرید کی دنیا کی زندگی آخرت دیکر سو نہ ہلکا ہوگا -

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

اُنپر عذاب اور نہ اُنکو مدد پہونچے گی

ع ۹

جاننا چاہیے کہ مدینہ مین پانچ قبائل رہتے تھے قبیلہ اوس و قبیلہ خزرج اور یہ دونون بُت پرست تھے اور یہی دونون پیچھے ایمان

لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صحابہ انصار رضی اللہ عنہم قرار دیا لیکن زمانۂ جاہلیت میں قبل اسلام کے باہم دونوں قبیلوں میں بکثرت جدال و قتال رہتا تھا اور باقی مین قبائل یہود تھے جن مین سے بنو قینقاع و بنو النضیر دونوں ملکر قبیلۂ خزرج کے ہم قسم و مددگار تھے اور تیسرا قبیلہ بنو قریظہ تھا کہ وہ قبیلہ اوس کا ہم قسم و مددگار تھا لیکن مجموعی طور پر تینوں قبائل یہود دونوں قبیلہ اوس خزرج سے مغلوب رہتے تھے اسیواسطے کبھی کبھی لاچار ہو کر انکو دھمکاتے کہ ہماری توریت میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت پاک مذکور ہے اور انکے پیدا ہونے کے علامات بہت قریب ہیں پس تم لوگ چند روز ہمکو ذلیل کر لو پھر تو ہم انکے سایۂ حمایت میں تمکو قتل و خوار کرینگے لیکن اوس و خزرج بت پرست جاہل تھے کہ وہ نبوت کے معنے نہیں جانتے تھے تو یہودی لوگ جب پیغمبر آخر الزمان کے صفات و فضائل بیان کرتے کہ ایسی شکل ہوگی اور انکی شریعت میں ایسے ایسے احکام ہونگے اور اللہ تعالیٰ انکو غالب کر کے دین مستقیم قائم فرمائیگا اور مانند اسکے دیگر اوصاف بیان کرتے تو یہ سنکر اوس و خزرج کے لوگ تعجب کرتے تھے لیکن یہودیوں کو ذلت دینے سے باز نہیں آتے تھے تو یہودی بددعا کرتے کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل میں فتح دے اور مغلوب ہو کر بنو قینقاع و بنو نضیر نے قبیلہ خزرج سے اور بنو قریظہ نے قبیلہ اوس سے تحلیف کر لی اور جب دونوں میں لڑائی ہوتی تھی تو ہر فریق یہودی اپنے حلیف کے ساتھ ہو کر قتال کرتا اور قتال میں دوسری طرف والے یہودیوں کو قتل بھی کرتا اور جس فریق کو قابو ملتا وہ دوسروں کے گھر لوٹتا و جلاتا اور نکال باہر کرتا اور طرفین میں بہت سے قید ہو جاتے تھے اور جب لڑائی تھم جاتی تو سب یہودی ملکر فدیہ دیکر قیدیوں کو چھڑاتے تھے اور توریت میں بھی انپر یہی حکم تھا کہ بنی اسرائیل میں سے جس کسیکو قیدی پاوین اسکو جس طرح ممکن ہو چھڑاوین اور باہم جدال و قتال نکرین اور نہ کسی بنی اسرائیل کی خانہ ویرانی کرین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ لَا تَسۡفِكُوۡنَ دِمَآءَكُمۡ وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ** ۔ اور یاد کرو جب ہمنے تمہارا عہد لیا کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤگے اور اپنوں کو انکے گھروں سے باہر نکروگے ف یعنے اللہ تعالیٰ ان یہودیوں کو فرماتا ہے یاد کرو کہ جب ہمنے تمہارے باپ دادوں سے توریت میں عہد لیا تھا کہ بنی اسرائیل آپس میں باہم خونریزی نکرین اور کسی فریق پر چڑھائی کر کے انکی خانہ ویرانی نہ کرین ۔ **ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ** پھر تمنے اس عہد کا اقرار کیا ۔ ف یعنے تمہارے باپ دادوں نے اس عہد کو مانا (السیوطی) یا تم لوگوں نے خود اس عہد کو تسلیم کیا ۔ **وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ** اور حال یہ کہ تم لوگ شہادت دیتے ہو ۔ ف یعنے یہ گواہی دیتے ہو کہ تمہارے باپ دادوں سے ایسا عہد لیا گیا جو توریت مین مذکور ہے یا تم لوگ اس بات کو دل سے حق جانتے ہو کہ تمہارے بزرگوں سے یہ عہد لیا گیا تھا اور اور معلوم ہوا کہ یہی عہد لیا گیا تھا کہ جب کسی بنی اسرائیل کو کسی کافر دشمن کی قید میں پاؤ تو اسپر جہاد کرکے یا فدیہ دیکر چھڑاؤ اور اب تم لوگ اس بات پر ناز کرتے ہو کہ تم اپنے باپ دادوں کی تقلید پر قائم ہو اور توریت کے عامل ہو ۔ **ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ** پھر تم لوگ اے یہودیو اپنے نفوس کو قتل کرتے ہو ۔ ف یعنے اے یہودیو تم اپنا حال دیکھو کہ تم اپنے آپس والوں کو قتل کرتے ہو ۔ **وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ** ۔ اور اپنوں میں سے ایک فریق کو انکے گھروں سے نکالتے ہو ف یعنے غلبہ کر کے انکی خانہ ویرانیاں کرتے ہو ۔ **تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ** درحالیکہ گناہ و ظلم کے ساتھ انپر چڑھائی میں مددگاری کرتے ہو ۔ ف یعنے اپنوں میں سے ایک فریق کی خانہ ویرانی کرنا کسی شرعی حکم کے موافق نہیں بلکہ ظلم و معصیت کے طور پر اور وہ بھی خود نہیں بلکہ کافروں کی مدد کر کے انپر چڑھا لاتے ہو پس یہ صریح عہد توریت کے مخالف ہے کیونکہ تم سے توریت میں عہد لیا گیا تھا کہ اپنوں کو قتل نکرین اور نہ انکی خانہ ویرانی کرین پس تم لوگ باوجود اقرار و شہادت کے عہد الٰہی سے صریح مخالفت کرتے ہو ۔ **وَاِنۡ يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ** ۔ اور اگر وہ لوگ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو تم

فدیہ گذاری کر لیتے ہو۔ ف یعنے ملکر فدیہ دیکر اُنکو چھڑا لیتے ہو یعنے یہودیون کا ایک فریق جس دشمن کے ساتھ مددگار ہوتا اگر اُسکے دوسری
جانب کے مددگار یہودیون مین سے کسیکو قید کیا تو اُسکو فدیہ دیکر چھڑانے مین یہ یہودی خود بھی شریک ہو جاتے تھے اور جب پوچھا جاتا کہ ابھی تم
تم انکو لڑائی مین قتل کرتے تھے اور اُنکی خانہ ویرانی کر ڈالی پھر اب چھڑانے مین اُنکی طرف سے فدیہ کیون دیتے ہو تو کہتے تھے کہ ہمارے اوپر توریت
مین یہی حکم فرض کیا گیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ۔ حالانکہ شان یہ کہ تم لوگون پر ان
قیدی یہودیون کا نکالنا بھی حرام کیا گیا تھا۔ ف توجب ان یہودیون سے کہا جاتا کہ پھر تم اُنسے لڑتے کیون ہو تو کہتے کہ ہمکو شرم معلوم
ہوتی ہے کہ ہمارے ہم سوگند اس لڑائی مین ذلیل ہون پس معلوم ہوا کہ اس خیال کے پیچھے یہ حکم آلٰہی چھوڑ دیا کہ آپسمین کسی فریق سے قتال نکرو اور
نہ اُن کی خانہ ویرانی کرو اور رہا فدیہ سے چھڑانیکا حکم تو البتہ لے لیا غرض کہ جو حکم ناگوار معلوم ہوا اُسکو ترک کیا اور چونکہ یہودی مالدار زیادہ تھے
اور نیز غلبہ کرکے دوسرے فریق کے اموال لوٹ لیے تھے تو فدیہ دینے کا حکم اختیار کر لیا لہٰذا اللہ تعالیٰ تشنیع فرماتا ہے بقولہ تعالیٰ۔ أَفَتُؤْمِنُونَ
بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ۔ پس کیا تم تھوڑی توریت پر ایمان لاتے ہو اور تھوڑی توریت سے انکار کرتے ہو۔ ف
کیونکہ توریت مین جیسے فدیہ دیکر چھڑانے کا حکم تھا اسی طرح یہ بھی حکم تھا کہ کسی یہودی فریق سے قتال مت کرو اور نہ اُسکی خانہ ویرانی کرو
مگر اسکو نہین مانا۔ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ پس تم مین سے جو کوئی یہ کام
کرتا ہے اُسکی سزا سوائے اسکے کچھ نہین کہ دنیاوی زندگی مین خوار ہو۔ ف چنانچہ بنو قریظہ تو آخر کو خواری کے ساتھ قتل کیے گئے اور اللہ تعالےٰ
نے قبیلہ اوس ہی کو مسلط کرکے اُنھین کے ہاتھون قتل کرایا جنکی مددگاری مین حکم آلٰہی کی نافرمانی کرتے تھے اور باقی دونون فریق
یہود یعنے بنی نضیر و بنی قینقاع جانب شام نکال دیے گئے اور وہان اُنپر خواری کے ساتھ جزیہ باندھا گیا پس اللہ تعالیٰ نے ان کمبختون کے حق مین
دنیا مین یہ سزا دی اور فرمایا۔ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ۔ اور قیامت کے روز سخت تر عذاب کی جانب
پھیرے جاینگے۔ ف یعنے اسی عذاب دنیا پر کفایت نہوگی بلکہ قیامت کا عذاب جو اُنکو دیا جاویگا وہ بہت سخت ہے۔ وَمَا اللَّهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔ اور اللہ تعالیٰ تمھارے کام سے کچھ غافل نہین ہے۔ ف اس مقام پر اُنکو سخت تہدید و جھڑکی کے واسطے
مخاطب بناکر فرمایا کہ تم لوگ ہوش مین رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے غافل نہین ہے بلکہ اُسنے کافرون کے واسطے اپنی مشیت مین
ایک مہلت رکھی ہے کہ موت تک اُسکو پورا کرینگے حالانکہ یہودی احمق باوجود توریت کے اللہ تعالیٰ کی شان مین جسمیت کا اعتقاد کرتے تھے
پس اپنے افعال کو مخفی خیال کرتے تھے چنانچہ اوپر بھی قولہ تعالیٰ۔ اتحد ثونہم بما فتح اللہ علیکم الآیتہ کی تفسیر مین تنبیہ کی گئی ہے پس یہ نتیجہ
اُسی غضب آلٰہی پر تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کرنے اور احکام آلٰہی کی توہین کرنے سے یہودیون پر
طاری ہوا تھا حالانکہ اُنکے پاس توریت موجود تھی اور اہل عرب باوجودیکہ بے علم و بت پرست تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنکی عقل صاف رکھی
تھی چنانچہ جب فتح مکہ کے روز عکرمہ رضی اللہ عنہ جو ابو جہل لعین کے بیٹے تھے جدہ کی جانب بھاگے تا کہ کشتی مین سوار ہو کر حبش وغیرہ کسی ملک
کو چلے جاوین تو جب کشتی روانہ ہوئی تو ناخدا نے پکارا کہ طوفان کے آثار معلوم ہوتے ہین پس ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے لیکن سوائے
اخلاص آلٰہی عزوجل کے یہان کسی دوسرے سے فریاد نکرے حضرت عکرمہؓ نے جب ہی یہ کلمہ سنا تو ناخدا سے درخواست کی کہ مین کچھ بھول گیا ہون
مجھکو کنارہ پر اُتار دے جب اُسنے اُتار دیا تو اپنی بی بی سے کہا کہ جب سمندر مین اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے تو خشکی مین بھی وحدہ لاشریک ہے
پھر بعد عہد و امان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہو کر کلمہ توحید ادا کیا اور بہت صدق دل سے ایمان لائے اور

منزل ۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت مین جہاد شام مین شہادت پائی سبحان اللہ تعالیٰ شانہٗ کہ کہان وہ باپ ابوجہل ملعون اور کہان
یہ بیٹے شہید مقبول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالجملہ بیوقوف یہودیون کو تہدید فرمائی کہ اے احمقو تم اللہ تعالیٰ کو غافل نہ جانو بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ
خوب جانتا ہے اور یہ مہلت اُسکی حکمت مشیت ہے جسکا ادراک کسی مخلوق کی طاقت نہین ہے پس اگر نیکبختی چاہتے ہو تو ان بد اعتقادیون و بداعمالیون کو
چھوڑو اور عہد توریت کے موافق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر ایمان لاکر سایۂ رحمت مین داخل ہو اور غضب سے نجات پاؤ
ورنہ اللہ تعالیٰ غنی حمید ہے اور قوی عزیز ہے پس تمہین دنیا مین خوار و عاقبت مین فی النار ہوگے (**تنبیہ**) تظاہرون مین دوسری
قراءۃ تظّاہرون بتشدید ظا منقوطہ ہے در اصل تتظاہرون کہ تاء کو ظاء سے بدل کر ادغام کیا گیا۔ اساری۔ دوسری قراءۃ مین اُسریٰ ہے اور دونون
جمع اسیر بمعنے قیدی ہین۔ تفادوہم۔ دوسری قراءۃ مین تفدوہم بمعنی فدیہ دیکر قید سے چھڑانا۔ قولہ۔ وہو محرم علیکم مین ھُو ضمیر شان ہے اور یہ جملہ
متصل بقولہ وتخرجون فریقا منکم من دیارہم ہے اور قولہ تظاہرون علیہم بالاثم والعدوان۔ درمیان مین جملہ معترضہ ہے اور قولہ وما اللہ بغافل
عما تعملون مین ابن کثیر و نافع کی قراءۃ یعملون بیاء التحتیہ ہے۔ (**تنبیہ**) اللہ تعالیٰ نے یہودیون پر تشنیع فرمائی کہ کتاب الٰہی مین سے بعض پر ایمان
لاتے ہین اور بعض سے کفر کرتے ہین کیونکہ اگر ایک نقطہ سے بھی عمداً انکار کرے تو کفر ہے اگر کہا جاوے کہ یہود کے قبائل اپنے آپ کو قتل نہین کرتے اور
نہ گھرون سے نکالتے تھے حالانکہ فرمایا۔ لا تسفکون دماءکم ولا تخرجون انفسکم۔ جواب یہ ہے کہ جو لوگ متحد ہوتے ہین اُن مین ہر ایک کے حق مین
دوسرے کی جان بمنزلہ اپنی جان کے ہوتی ہے لہذا ترجمہ یہ ہوا کہ تم لوگ اپنون کے خون نہ بہاؤ اور نہ اپنون کو نکالو۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اسکی مثال اوپر گذر چکی
بقولہ تعالیٰ فاقتلوا انفسکم۔ یعنے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی کی توبہ مین حکم ہوا کہ اپنے نفوس کو قتل کرو حالانکہ قتل کی صورت یہی تھی کہ جنھون نے گوسالہ
نہین پوجا وہ پوجنے والون کو قتل کرتے تھے اور اسکا بھید یہ ہے کہ جو لوگ ملت واحدہ پر ہون وہ بمنزلہ ایک جان کے ہوتے ہین جنکے قالب
فقط جدا ہوتے ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کی مثال فرمائی کہ مومنین اپنی مودت و مواصلت و باہمی ترحم مین بمنزلہ ایک جسم کے
ہین چنانچہ جب جسم واحد مین سے کسی عضو مین درد ہوتا ہے تو تمام جسم بخار و بیخوابی سے معاون ہوجاتا ہے القصہ محمد بن اسحٰق نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ جب اوس و خزرج کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہودیون مین سے فرقۂ نضیر نکلکر خزرج کے ساتھ ہوتا اور فرقۂ قریظہ نکلکر اوس کے ساتھ ہوتا
اور قتال مین اپنے بھائی یہودیون کو بھی قتل کرتے اور اُنکے گھر اجاڑتے و جلاتے اور قید کراتے حالانکہ توریت اپنے ہاتھون مین لیے ہوئے اُسکے
احکام جانتے تھے اور رہا قبیلۂ اوس و خزرج یعنے جو بعد ایمان لانے کے انصار کہلاتے ہین تو یہ لوگ اُس وقت بُت پرستی کرتے تھے نہ جنت جانتے نہ
دوزخ اور نہ حشر جانتے نہ قیامت اور نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل تھے جسمین حلال و حرام پہچانتے پھر جب لڑائی تھم جاتی تو یہودی لوگ اپنی توریت
کی تصدیق بیان کرتے اور طرفین سے جو یہودی قید ہوتے تو ملکر اُنکا فدیہ دیکر اوس و خزرج سے چھڑا لیتے تھے حالانکہ بُت پرستون کی مدد کرکے
آپسمین بہت سے یہودیون کو قتل کرچکے اور اُنکے گھر اجاڑ چکے پس اللہ عزوجل نے ان آیات مین انپر تشنیع فرمائی کہ کیا تم لوگ تھوڑی توریت
پر ایمان لاتے ہو کہ قیدیون کو فدیہ دیکر چھڑاتے ہو اور تھوڑی توریت سے کفر کرتے ہو کہ اہل شرک کی مدد کرتے اور ایک فریق یہودیون کو
قتل کرتے اور اُنکے گھر اجاڑتے ہو حالانکہ دنیا کی خواہش سے یہ فعل کرتے ہو سدیؒ نے روایت کی کہ فرض یہ ہے جب کوئی یہودی قید ہوتا تو
دونون اُسکا فدیہ دیکر چھڑاتے اور سدیؒ نے عبد خیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ ہم لوگون نے سلمان بن ربیعۃ الباہلی کی سرداری مین بلنجر پر
جہاد کیا اور آخر بعد محاصرہ کے شہر کو فتح کرلیا اور بہت سے کفار مرد و عورتین قید کیے اور اس شہر مین بکثرت یہودی رہتے تھے اور اُسکے قریب
راس الجالوت نامی یہودی بہت مالدار تھا پھر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سات سو درم کو ایک یہودیہ قیدی خریدی اور راس الجالوت

کی طرف گذرے تو اُس سے کہا کہ اے راس الجالوت یہان تیرے دین کی ایک عورت قیدی ہے بھلا تو اُسکو مجھسے خریدیگا کہنے لگا کہ ہان عبد اللہؓ نے کہا کہ مین نے اُسکو سات سو درم کو خریدا ہے راس الجالوت بولا کہ مین اُسکو سات سو درم نفع دونگا یعنے چودہ سو درم کو خریدونگا عبد اللہؓ نے فرمایا کہ مین نے تو قسم کھائی ہے کہ اُسکو چار ہزار درم سے کم نہ بیچون راس الجالوت بولا کہ پھر مجھے اُسکے خریدنے کی کوئی حاجت نہین ہے (عبد اللہ بن سلامؓ علمائے یہود مین سے بہت زبردست مشہور معروف عالم تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین تشریف لاتے ہی مسلمان ہو گئے تھے) پس عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے راس الجالوت تو اس عورت کو خریدیگا یا جس دین کا معتقد ہے اُس سے کفر کرے گا اور قریب بلا کر اُسکے کان مین توریت کی وہ آیت پڑھی جسمین حکم ہے کہ ہر یہودی جس بنی اسرائیل کو مملوک پاوے تو یہی واجب ہے کہ اُسکو خرید کر آزاد کرے (مشہور ہے کہ یہودیون مین کوئی توریت کا حافظ نہ تھا سوائے عبد اللہ بن سلامؓ کے) جب عبد اللہؓ نے اس طرح اُسکو آیت توریت سنائی تو وہ چونک کر کہنے لگا کہ کیا تم عبد اللہ بن سلام ہو اُنھون نے کہا کہ ہان پھر اُسنے لاکر چار ہزار درم ادا کیے پھر عبد اللہؓ نے دو ہزار اس مین سے لیکر دو ہزار اُسکو پھیر دیے آدم بن ابی ایاس نے اپنی تفسیر مین بسند صحیح حضرت ابو العالیہؒ سے روایت کی کہ عبد اللہ بن سلامؓ کا گذر کوفہ مین ہوا تو اُنھون نے راس الجالوت کو دیکھا کہ عرب نے جہاد مین جو یہودیہ عورتین قید کی تھین اُنمین سے جن عورتون کے ساتھ عرب نے جماع نہین کیا تھا اُنکو خریدتا ہے یعنے اپنے زعم مین فدیہ دیکر چھڑاتا ہے اور جن عورتون سے عرب نے جماع کر لیا اُنکو چھوڑتا جاتا ہے یعنے اُنکو فدیہ دیکر نہین چھڑاتا ہے تو عبد اللہؓ نے کہا کہ اے راس الجالوت تیرے پاس جو کتاب ہے اُس مین تو حکم لکھا ہے کہ سب کو چھڑا دے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان آیات قدسیہ کا مفاد یہودیون کی مذمت ہے کہ وہ لوگ زبان سے توریت کی صحت کا دعویٰ کرتے اور اُسکے احکام کی گواہی دیتے مگر اوسکی مخالفت کرتے تھے اسی واسطے یہودی اگر توریت نقل کرتے ہین تو اُنکی نقل پر کچھ اعتماد نہین ہے کیونکہ اُنکی خیانت قطعی ظاہر ہے اور اُنھون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک و صفات و مقام بعثت و مقام ہجرت و نعت شریعت وغیرہ جو کچھ تھا اُنھون نے توریت مین سے نکال ڈالا اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی بشارات جو در بارہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم متواتر متوارث چلی آتی تھین اُنکو چھپایا تو ہرگز ان یہودیون کی تصدیق نہین ہو سکتی مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح نصرانیون نے بھی تحریف کر کے صریح بشارات نکال ڈالین اور دروغ دعوی کیا کہ اُنمین موجود نہین ہین لیکن بعض نسخے انجیل و توریت کے بعض راہبون کے پاس دستیاب ہوئے جو قسطنطین و ہرقل وغیرہ کے خوف سے ملک فارس وغیرہ کے غارون و پہاڑون مین چھپے تھے تو اُنمین بشارات صریح موجود ہین اور باقی جہانتک اُنکے ہاتھ آئے اُنھون نے تحریف کر دیے کیونکہ اول تو حضرت عیسی علیہ السلام کے دو سو برس بعد قسطنطین شاہ روم نے تمام نصرانیون کو جمع کر کے مسیح ابن اللہ کے عقیدہ پر دستخط کرائے اور جنھون نے انکار کیا وہ مقتول و خوار ہوئے سوائے معدودے چند کے جو دور دراز پہاڑون و غارون مین چھپے تھے اور وہ مجوس فارس بھی خوفناک تھے تو کمتر نسخے انجیل اُنکے پاس رہے اور باقی نسخون مین کمیٹی کی رائے سے خوب خوب تحریف کی گئی اور جو عقیدہ قرار دیا اسی کے واسطے صریح الفاظ مین تعبیر کی اور اپنے زعم مین جب عیسیؑ کو ابن اللہ ٹھہرایا تو دین کو دائمی بنایا اور تمام عبارات کے معنی مین تحریف کین۔ واضح ہو کہ تحریف کرنے مین یہودیون سے نصرانی بہت بڑھے ہوئے ہین اور ان تحریفات کی حد نہین رہی حتی کہ پادریون و دیگر فرقہائے نصاریٰ مین ہر ایک نے اپنی موافق تائید مین اور مخالف کی تردید مین تحریف کا دقیقہ نہین چھوڑا اور عجب یہ کہ ۱۸۹۲ع کے اخبارات مین روس کی جانب سے حکم جاری ہوا تھا کہ قرآن مجید مین سے آیات جہاد نکال ڈالی جاوین لیکن اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ ف دیکھنا چاہیے کہ بنی اسرائیل کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ظاہری قید جسمانی سے چھڑانے و فدیہ کرنیکا حکم دیا حالانکہ قید باطنی سے چھڑانا بدرجہا اولےٰ مقصود ہے اسی واسطے بعض اشارات عرائس مین ہے کہ جو لوگ مصنوعات ظاہری کے قیدی ہون یعنے دنیا کی چیزون مین اُنکے دل لگے ہون

تو انکو ان مصنوعات سے چھڑا کر صانع عزوجل کی طرف لاؤ کیونکہ نفس غافل ان مصنوعات دنیاوی مین گرفتار ہو کر صانع عزوجل کو بھول جاتا ہے اور اسی طرح ہر ایک درجہ بدرجہ قیدی ہے یہانتک کہ سب تعلقات کو چھوڑ کر حق عزوجل کے واسطے ہو جاوے پس مصنوعات کی قید سے چھڑانیکا فدیہ یہ ہے کہ آسمان و زمین و اُسکے عجائب کی خلقت مین تفکر کرے کما قال تعالیٰ یتفکرون فی خلق السموات والارض۔ پس صانع قدرت کی مخلوقات مین جو شخص گرفتار ہو اُسکو چھڑا کر صنعت الٰہی کی طرف لاوے پھر جب وہ صنعت یعنے افعال الٰہی مین پابند ہو تو صنعت فعل سے چھڑا کر صفت قدرت کی جانب لاوے اور اسی طرح جو شخص عیب قلب مین گرفتار ہو تو اُسکو انوار غیب کی طرف چھڑا لاوے شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ اگر گناہون کا قیدی ہو تو اُسکو توبہ سے چھڑاوے اور شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ اگر اپنے نیک افعال کے عجب و غرور مین گرفتار ہو تو اُسکو اللہ تعالےٰ کے انعامات و توفیق سے چھڑاوے یعنے اُسکو راہ بتلاوے کہ درحقیقت اُسکے فعل خیر کی کوئی ہستی نہین ہے کیونکہ جو کچھ اُس نے کیا وہ اللہ تعالےٰ کے انعام قدرت و حسن توفیق کا ثمرہ ہے ورنہ اُس سے کچھ نہو سکتا شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ اگر علائق دنیا مین گرفتار لوگ دین تو انکو اسباب و تعلقات سے قطع کر کے حق عزوجل کی طرف لاؤ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ممنوع فرمایا کہ کسی ایسے قلب پر تجلی فرمائے جو سوے حق تعالےٰ کے کسی غیر سے متعلق ہو مترجم کہتا ہے کہ گرفتاران سبب سے مطلب یہ ہے کہ ان لوگون کے ذہن مین جم گیا کہ ہر ایک چیز کا حصول و وجود بغیر ان اسباب کے نہین ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ نے دنیا مین جاری کیے ہین حتی کہ وہ ان اسباب کو مؤثر سمجھتے ہین اور ہنوز انکی سمجھ مین نہین آیا کہ مؤثر صرف اللہ تعالےٰ ہے اور یہ ظاہری اسباب صرف امتحانی ہین انمین خود کوئی تاثیر نہین ہے اور کسی فعل آلٰہی کے واسطے یہ شرط بھی نہین ہین حتی کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو بدون ان اسباب کے پیدا فرما دے لیکن اُسنے اپنی حکمت سے ایک امتحانی سلسلہ رکھا ہے پس جو لوگ ان اسباب کو مؤثر سمجھین جیسے کہ کسی شخص کو یا کسی ولی کو مؤثر جانین تو یہ عبادت و کفر ہے بعض بغدادیون نے فرمایا کہ اگر ایسے لوگ پاؤ جو اپنے افعال و صفات مین گرفتار ہین تو انکو اپنے قید نفس سے چھڑا کر اللہ تعالےٰ کے حسن صنعت و قدرت مین گرفتار کرو مترجم کہتا ہے کہ ان سب کا مآل کار یہی ہے کہ سوائے حق عزوجل کے غیر کی قید تعلق مین نہو حتی کہ جو شخص دنیا کے پھندے مین مستقل ہو وہ کافر ہے حتی کہ بنی اسرائیل کو جسم فانی کی قید سے بھی چھڑانا تھا لیکن انھون نے احکام الٰہی کو دنیا کے پیچھے کھیل بنایا گویا دنیاوی زندگی پر بھروسا کر بیٹھے لہٰذا فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ۔ اسی صفت کے لوگ ہین جنھون نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے عوض خریدا۔ ف یعنے آخرت کو چھوڑ کر دنیا ہی پر بھروسا و اطمینان کیا تو آخرت مین انکے واسطے سوا ے جہنم کے کچھ نہو گا۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۝ پس انپر سے عذاب تخفیف نہ کیا جائیگا اور نہ یہ لوگ نصرت دیے جائینگے ۔ ف یعنے دار الآخرۃ مین اُنکے واسطے سوائے جہنم کے کوئی ٹھکانا نہین ہے اور وہ محل عذاب ہے تو وہان عذاب مین ایک لحظہ فتور نہو گا اور نہ وہان کوئی مددگار ممکن ہے جو انکو عذاب سے چھڑاوے اور یہ سب نتیجہ انکو صرف دنیا کی محبت سے حاصل ہوا اسیواسطے حدیث مین ثابت ہے کہ دنیا کی محبت ہر خطا کاری کی چوٹی ہے (ابو داؤد و رزین) اور اسکی اسناد مین کچھ کلام ہے لیکن یہ معنے بعض حدیث صحیح مین ثابت ہین اور اسکا حاصل یہ ہے کہ جب دنیا کی محبت دل مین سمائی تو خطائین سرزد ہونے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہین حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث مین ہے کہ دنیا ملعونہ ہے اور جو کچھ دنیا مین ہے سب ملعون ہے سوا یاد الٰہی عزوجل اور جو کچھ اُسکی محبت مین ہو اور عالم و متعلم کے (الترمذی) یعنے دنیا مین یہ چار چیزین البتہ ملعون نہین ہین اول عالم اور دوم علم سیکھنے والا اور سوم ہر ایسی چیز جو اللہ تعالیٰ کی بندگی مین مدد کرے جیسے نیک جورو جسکی ذات سے یاد الٰہی مین مدد ملے یا اولاد کی پرورش بہ نیت ثواب یا دینی دوست یا کتاب الٰہی و دیگر کتب شریعت و مساجد وغیرہ چہارم ذکر الٰہی کہ یہ سب سے افضل ہے۔ حدیث سہل بن سعدؓ مین ہے

کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو وہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (ترمذی وغیرہ) لیکن کافرون کو اگر بھلا
جاوے تو آخرت مین جو اُنکے واسطے عذاب شدید ہے اُسکے مقابلہ مین یہ دنیا اُنکے لیے جنت ہے چنانچہ حدیث ابوہریرہؓ مین ہے کہ کافر کے واسطے یہ دنیا جنت
ہے اور مومن کے واسطے قید خانہ ہے (صحیح مسلم و ترمذی) اس سے ظاہر ہوگیا کہ مومن کے واسطے آخرت محل کرامت و آسایش ہے اور واضح ہو کہ
بہت سے لوگ دنیا کے معنے نہیں سمجھتے ہین تو اُسکا مختصر بیان یہ ہے کہ مال و متاع و جورو و لڑکے کا نام دنیا نہیں ہے بلکہ جو شخص ایمان لایا اُس نے
جان لیا کہ دار الآخرت اُس کا اصلی وطن ہے اور دنیا مین وہ ایک وقت تک اسواسطے رکھا گیا ہے کہ اس امتحان کے مقام پر ایمان لاوے
اور اپنی جان و مال کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے ہاتھ فروخت کرے اور اسکے معنے یہ ہین کہ مال کو اسی دنیا مین رہنے کے واسطے خواہش نکرے بلکہ
اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق آخرت کے ثواب کے لیے حاصل کر کے خرچ کرے اور فسق و فجور و خواہش نفس مین اسراف نکرے حتی کہ جورو
و بچون کو نیک نیتی سے کھانا دینا ثواب ہے کیا یہ نہیں سمجھتے ہو کہ ان لوگون کا نفقہ واجب ہے اور فقیرون کو خیرات کرنا مستحب ہے حالانکہ
مستحب سے واجب کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور زناکاری و بدکاری سے بچنے کے واسطے نکاح کرنا سنت و ثواب ہے تو حلال زوجہ کے پاس
جانا کیونکر ثواب نہوگا جبکہ حرام عورت کے پاس جانا گناہ و عذاب ہے پس مومن اپنے مال کو اپنی خواہش نفس مین خرچ نہین کرتا بلکہ آخرت
کے واسطے اُسکو خرچ کر کے ثواب حاصل کرتا ہے اسیطرح اُس نے اپنی جان کو بھی فروخت کیا چنانچہ حکم الٰہی عزوجل کے موافق اُسکو نیک کام
مین لگاتا ہے کہ نماز و روزہ و جہاد وغیرہ جو کام اسپر فرض ہے یا اُس مین ثواب و رضاے الٰہی ہے اُسکے ادا کرنے مین کچھ تعلل نہین کرتا حتی کہ
سردی مین وضو کر کے نماز پڑھتا ہے اور اپنے نفس کی ناگواری پر خیال نہین کرتا کیونکہ وہ اپنے نفس کو خواہش شیطانی و دنیا سے چھڑا کر شریعت
کے ہاتھ فروخت کر چکا ہے پس حاصل یہ نکلا کہ جسنے جان و مال کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی و آخرت کے واسطے کر دیا وہ دنیا کی قید سے چھوٹا
اور جسنے آخرت و رضاے الٰہی کو چھوڑ کر اپنے جان و مال کو اپنی خواہش و حیات دنیا کے واسطے رکھا وہ دنیاے ملعون مین شامل ہے اور آخرت کو
بیچکر دنیا خریدنے والا ہے پس اگر کسی مومن کے پاس مال و دولت کثیر ہو لیکن وہ اپنی جان و مال کو رضاے الٰہی و دار الآخرت کے واسطے
جزم کرے اور دنیا پر مطمئن نہو بلکہ اسکو مسافرخانہ سمجھکر دار الآخرت کو اپنا اصلی وطن سمجھے تو وہ مومن صالح ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت
مالدار تھے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی جان سے جہاد کیا اور مال بھی اللہ تعالیٰ کی راہ مین بہت خرچ کیا حتی کہ مکرر اُنکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
جنت کی بشارات حاصل ہوئین تو تونگری کچھ مضر نہین ہے بخلاف اسکے بہت سے کافرون کو دیکھو کہ دنیا مین خستہ و خوار پھرتے ہین لیکن رضاے الٰہی کو
اور دار آخرت کو نہین چاہتے بلکہ دنیا وی زندگی پر بھروسا کرتے ہین پس دنیا مین بھی مقدر سے زیادہ نہین ملا اور آخرت مین بھی برباد ہونگے اگرچہ
آخرت کا اُنکو یقین نہو اور جو شخص اس تمام بیان مین غور کرے وہ بخوبی جان جاویگا کہ مومن کے تمام افعال سونا جاگنا کھانا پینا وغیرہ اُسکی حسن نیت
سے سب ثواب ہی مین داخل ہین اور کافر کے کل افعال اگرچہ وہ صدقہ و خیرات ہون اُسکی بدنیتی سے سب دنیاے ملعون ہی ہین نعوذ باللہ
من الکفر والضلال پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زیادہ یہودیون کے افعال کا بیان فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنی ہوا و ہوس کے بندے تھے

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ

اور ہمنے دی موسیٰ کو کتاب اور پے در پے بھیجے اُسکے پیچھے رسول اور دیے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور

وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ

قوت دی اُسکو روح پاک سے پھر بھلا جب تم پاس لایا کوئی رسول جو نہ چاہا تمھارے جی نے تم تکبر کرنے لگے

# فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۝

پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو مار ڈالتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان آیات مین بنی اسرائیل کی سرکشی وعناد اور انبیاء علیہم السلام سے مخالفت وتکبر کرنا اور درحقیقت اپنی خواہشون کی پابندی کرنا بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ - وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ - اور ہمنے موسیٰ کو بیشک کتاب عطا فرمائی - ف یعنے توریت عطا کی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ پھر یہودیون نے اس کتاب پاک کو تحریف وتبدیل کیا اور اُسکے احکام کی مخالفت کی اور اپنی خواہش کے موافق بہت سے معانی بدل ڈالے لیکن اللہ تعالیٰ نے متواتر انبیا بھیجے جنھون نے توریت کی محافظت رکھی چنانچہ فرمایا - وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ - اور ہمنے موسیٰ کے بعد رسولون کو پے درپے بھیجا - ف یعنی موسیٰ علیہ السلام کے نشان قدم پر یکے بعد دیگرے برابر رسول بھیجے جو احکام توریت کی پابندی کرتے تھے بلکہ ایک ہی وقت مین ہر قبیلے وشہر کے واسطے جدا جدا رسول ہوتے تھے لیکن شریعت سب کے واسطے متحد تھی کما قال تعالیٰ - انا انزلنا التوراۃ فیہا ہدی ونور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ہادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء - غرض کہ برابر اسی شریعت توریت پر عمل کرنے والے انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد قدم بقدم بھیجا اور اُسوقت تک برابر توریت محفوظ رہی لیکن آخر مین یہودیون نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا شروع کیا اور توریت مین تحریف کرنے لگے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آخر مین بھیجا اور انجیل دیکر توریت کے بعض احکام مانند جہاد وحرمت گوشت شتر وشراب وغیرہ کو منسوخ فرمایا لیکن اسکے ماننے کے واسطے معجزات کی بھی حاجت تھی لہذا فرمایا - وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ - اور ہمنے عیسیٰ ابن مریم کو بینات عطا کیے - ف یعنے کھلے ہوئے معجزات دیے - وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ - اور روح القدس سے اُسکی تائید فرمائی - ف ابن عباسؓ نے کہا کہ منجملہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے یہ تھا کہ باذن اللہ تعالےٰ مردہ کو زندہ کرتے اور مادر زاد اندھے وکوڑھی وغیرہ کو اچھا کرتے اور مٹی کا پرندہ بناکر اُس مین پھونکتے تو وہ اُڑ جاتا اور بنی اسرائیل کو اُنکے گھرون کے کھانے پینے وذخیرون سے آگاہ کرتے سیوطیؒ نے لکھا کہ روح القدس یعنے جبرئیل اُنکے ساتھ رہتے تھے جہان جاتے وہان ساتھ جاتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام کو بوجہ پاکیزگی وطہارت کے روح القدس یعنی مقدس روح فرمایا پس اگر یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابع ہوتے تو بہت آسانی پاتے کیونکہ بہت چیزین جو توریت مین یہودیون پر حرام کی گئی تھین وہ اللہ تعالےٰ نے انجیل مین حلال کر دی تھین اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نیابت مین حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پیغمبر کیا لیکن بنی اسرائیل کے بادشاہ نے اُنکو قتل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن ہو گئے حالانکہ توریت مین دیگر انبیاء علیہم السلام کی بشارت تھی کہ خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومحامد صریح مذکور تھے لیکن یہودیون نے دین آلٰہی سے سخت دلی کری اور اپنی خواہش نفس کے بندے بن گئے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سخت بے ادبی کا برتاؤ کیا کیونکہ دین حق اُنکی خواہش نفسانی کے مخالف ہوتا تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے تشنیع فرمائی بقولہ تعالےٰ - اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ - پھر کیا ہر بار جب کوئی رسول تمھارے پاس ایسی چیز لایا کہ اسکو تمھارے نفوس نہین چاہتے تھے تو تمنے اُسکے ماننے سے تکبر کیا - ف اور یہ تکبر خالی انکار ہی نہ تھا بلکہ بہت گستاخی کی - فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ - پس ان رسولون مین سے ایک فریق کو تمنے جھوٹا بنایا - ف - بلکہ اُسوقت کی حالت غور کرکے دیکھو کہ اُدھر ایک فریق کو تو جھٹلاتے ہو - وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ -

اور دوسرے فریق کو قتل کرتے ہو - ف تقتلون بصیغۂ مضارع جس سے زمانۂ حال مراد ہے اسیواسطے فرمایا کہ اُس حالت کو اپنے پیش نظر کر کے دیکھیں کہ کس قدر نامعقول حرکت کر رہے تھے یعنے گویا اُس حالت کو دیکھ رہے ہیں کہ پیغمبرون کو قتل کرتے ہین حالانکہ یہ بہت سخت گناہ ہے کہ پیغمبر محض خیرخواہی کے ساتھ اُنکو سمجھاتے اور آگ دوزخ سے بچاتے تھے اور اُنھین کو یہ لوگ قتل کرتے تھے صرف اتنی بات پر کہ وہ اُن کی نفسانی خواہش کے خلاف احکام لائے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ لوگ عذاب جہنم سے نجات پاوین اسیواسطے حدیث مین آیا کہ جہنم مین سب سے سخت عذاب اُس شخص پر ہوگا جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا ہو یا اُسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو (الصحیح) اور علما نے اختلاف کیا کہ اس مقام پر روح القدس سے کیا مراد ہے چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ روح القدس وہ اسم اعظم ہے جسکے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو زندہ کرتے تھے (ابن ابی حاتم) اور یہ روایت ضحاک عن ابن عباسؓ منقطع ہے لیکن ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے اور قرطبی نے اسکو حضرت عبید بن عمیر سے بھی نقل کیا اور ابن ابی نجیح نے کہا کہ ملائکہ کے حافظین مین روح ہے اور ربیع بن انسؒ نے کہا کہ روح القدس یعنی روح اللہ ہے اور یہی قول کعب احبار ہے اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قدس یعنے پاکیزہ ہے اور زمخشری نے نقل کیا کہ خود عیسیٰ روح اللہ کا نفس پاکیزہ مراد ہے اور ابن زید نے کہا کہ روح سے مراد انجیل ہے جیسے قرآن مجید کی نسبت فرمایا - وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا - ذکرہ رواہ ابن جریر) لیکن شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس مقام پر صحیح وصواب تاویل یہ ہے کہ روح القدس سے جبرئیلؑ مراد ہے مترجم کہتا ہے کہ تائید جبرئیلؑ مناسب طہارت عیسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی عزوجل جمع ہوئی تو یہ سب باہم متلازم ہین اسیواسطے ہر ایک سے تفسیر ہوسکتی ہے اگرچہ جہت تفسیر علیحدہ ہوگی پس فی التحقیقت کوئی اختلاف نہین ہے اور اظہر یہی ہے کہ روح القدس جبرئیل ہین امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسپر دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و ابن عباسؓ و محمد بن کعب و اسمٰعیل ابن ابی خالد و سدی و ربیع بن انس و عطیہ عوفی و قتادہ نے فرمایا کہ اس مقام پر روح القدس سے جبرئیل مراد ہین اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا - نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین - اور حدیث ابوہریرہ و عائشہ رضی اللہ عنہما مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابتؓ کے واسطے مسجد مین منبر رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کافرون کی ہجو کرتے اور اُنکا جواب دیتے تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی تو حسان بن ثابتؓ کی روح القدس سے تائید فرما جیسے وہ تیرے پیغمبر کی طرف سے کافرون کی ہجو کا جواب دیتا ہے (البخاری و ابوداؤد و الترمذی وقال حسن صحیح) اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی جانب گذرے کہ وہان حسان بن ثابتؓ مسجد مین شعر پڑھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسانؓ کو ترچھی نگاہ سے دیکھا پس حسان نے کہا کہ مین تو مسجد مین اُس زمانہ مین شعر پڑھتا تھا جب مسجد مین آپ سے بہتر موجود تھے پھر ابوہریرہؓ کی طرف ملتفت ہو کر کہا کہ مین تمکو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہون کہ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ ای حسان میری طرف سے جواب دے الٰہی تو روح القدس سے اسکی تائید فرما پس ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہان بیشک مین نے سُنا ہے (الصحیحین) اور بعض روایات مین ہے کہ حسانؓ کو فرمایا کہ تو مشرکون کی ہجو کر اور جبرئیل تیرے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث مین ہے کہ روح القدس نے میرے دل مین پھونک دیا کہ کوئی جاندار نہین مریگا یہانتک کہ اپنا رزق و اپنی عمر پوری کرے پس تم لوگ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ رکھو اور طلب رزق مین اجمال کرو - (صحیح ابن حبان) پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس جبرئیل امین ہین مترجم کہتا ہے کہ اس سے ایک بہت بڑا افادہ ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام کی معیت سے فیض علمی ایک خاص طور پر ہوتا ہے اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام تو جمیع انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتے ہین حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حسان بن ثابتؓ کے ساتھ ہو گئے اگرچہ حسانؓ کے ساتھ اُسیوقت تک رہتے تھے جب تک حسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک سے ہجو کفار کی تردید کرتے تھے چنانچہ

روایت صحیح مین مصرح ہے پس سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت کیون فرمائی کہ تینے اُسکو جبرئیلؑ سے تائید فرمائی تھی جواب یہ ہے
جو شیخ سیوطیؒ نے ذکر کیا کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے جہان جاتے تھے وہان ساتھ جاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ شاید
اسکا بھید یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنے اور لاعلاج امراض سے تندرست کرنیکا معجزہ عطا ہوا تھا اور اُسکی ضرورت ہر تعیین اوقات
مین ہوتی تھی لہذا جبرئیلؑ کی معیت عطا ہوئی تھی ورواضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک کرامت خاص کا ظہور آئندہ بھی ہونے والا ہے
جبکہ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے فتنۂ دجال دور کرنے کے واسطے عنقریب نازل ہونگے اور وہ یہ ہے کہ اُنکی سانس ہے ایک میل تک
کافرون پر مردنی چھا جائیگی اور دجال ایسا گلیگا جیسے پانی مین نمک گلتا ہے اور غالباً یہ کمال بعد زمانہ عروج کے پیدا ہوا کیونکہ ابتدا بعثت مین
یہودی کافرون کی یہ کیفیت نہین ہوتی تھی اور غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کمالات عطا فرمائے کہ معیت جبرئیلؑ کی حاجت
نہ تھی سوائے ابتدا کے کیونکہ صحیح روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ ابتدا مین تین برس تک جبرئیلؑ ساتھ رہے اگر کہا جاوے کہ آپ تو جبرئیل
علیہ السلام کی صورت سے بھاگتے تھے جواب یہ ہے کہ وہ صورت اصلیہ تھی جو آپکی کامل استعداد کی وجہ سے آپ کو دکھلائی جاتی تھی ورجبرئیلؑ کے ساتھ
ہونے کے واسطے اصلی صورت بلکہ ظاہر ہونے کی ضرورت نہین ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد عروج آسمانی وحصول کمال کے دوبارہ نزول
کے وقت جبرئیل علیہ السلام کی ضرورت نہوگی کیونکہ کسی حدیث مین دوبارہ نزول کے بعد جبرئیل علیہ السلام کی معیت معلوم نہین ہوئی واللہ تعالیٰ
اعلم الحاصل اللہ تعالیٰ نے یہودیون کی مذمت فرمائی کہ کمالات روحی واستعداد دارالآخرت کو نہین چاہتے تھے بلکہ دنیا وخواہش نفس کے تابع تھے
اور انھین کے مقلدین جواب موجود ہین انکی بھی یہی حالت ہے کہ محض خواہش نفس کے پابند ہین اور حکم الٰہی کو اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام
کو محض بے قدری کے ساتھ ترک وقتل کرتے تھے پس دیکھو کہ اوپر کی بات مین فرمایا تھا کہ عہد توریت کے خلاف یہ لوگ انہون مین سے ایک فریق کو
قتل کرتے اور انکی خانہ ویرانی کرتے ہین اور ان آیات مین فرمایا کہ یہ قوم ایسی بدکار ہے کہ اپنی قوم والے درکنار رہے دیکھو تو کہ یہ لوگ اپنی خواہش
نفس کے پیچھے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلاتے وقتل کرتے رہے ہین حالانکہ انبیاء علیہم السلام انکی خواہشون مین سے سوائے حرام خوری وحرام کاری
کے کسی عمدہ بات سے نہین روکتے تھے اور کمال خیرخواہی سے انکے حق مین چاہتے تھے کہ دنیائے فانیہ مین سے ہر لطیف وعمدہ چیزون کو لیوین بلکہ
ایسے طرز پر چلین کہ دارالآخرت مین انکی نعمت دائمی برقرار رہے اور شدید عذاب جہنم اور پیپ ولہو بچ جاوین پس نہایت کمینہ وبدطینت وہ
شخص ہے جو نیک خیرخواہ کے ساتھ بدی پر آمادہ ہو بلکہ جانی دشمن ہو جائے اور اس سے اہل ایمان کو نصیحت وعبرت حاصل کرنا چاہیے کیونکہ حدیث شریف
مین ہے کہ نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کا حال دیکھکر نصیحت پکڑے پس اہل ایمان پر فرض ہے کہ انہون کو قتل یا خانہ ویرانی نکرین لیکن افسوس ہے کہ معمورۂ روم
وایران وہندوستان کے سلاطین اسلام باہم خانہ جنگیان کرتے رہے اور فسق وفجور مین کسی حاکم کی تابعداری نکرین اور اپنی خواہش نفس کو حکم الٰہی
وشریعت کے تابع کرین نہ برعکس اور افسوس کہ اس زمانہ مین یہودی عالمون کے مانند مسلمانون مین بہت سے لوگ عالمون کی صورت بنکر عوام کو
اُنکی خواہش نفس وترغیب حیات دنیاوی کے مسائل بتلاتے ہین اور اِدھر اُدھر کی مہمل کتابون کا حوالہ دیتے ہین پس عوام کو یاد رکھنا چاہیے
کہ جنے اُنکے خواہش نفس کے موافق مسئلہ بتلایا جس مین شریعت الٰہی عزوجل سے مخالفت ہے تو اُسکو اپنے حق مین زہر اور بتلانے والے کو دشمن
سمجھین اور حیات دنیاوی کو چند روزہ مسافرخانہ خیال کرکے دارالآخرت کی فکر کرین اور وہان کے عذاب سے نجات حاصل ہونے کی تدبیر
تلاش کرین کیونکہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وانبیاء وصالحین کوئی بھی اُسکی سفارش نکرینگے کیونکہ اللہ تعالیٰ
کے مقبول بندے تو اُسکی خوشی کے موافق کلام کرینگے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کو حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام کے

ذریعہ سے معجزات باہرہ دکھلائے اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت مین جادو و اُسکے کرشمات پھیلے ہوئے تھے لہذا عصا و ید بیضا وغیرہ ایسے معجزات دیے جس سے جادو رد ہوا اور جو لوگ جادو مین کمال رکھتے ہین فوراً پہچان جاوین کہ یہ معجزۂ آلہی ہے اور جادو سے ہرگز ممکن نہین ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جبکہ جالینوس وغیرہ طبیبون کا زور تھا کوڑھی اندھے بلکہ مردے تندرست و جلانے کے معجزات دیے جس سے طبیب عاجز ہو جاوے لیکن یہودیون کی بیوقوفی دیکھو کہ وہ ان دقائق کو کچھ بھی نہ سمجھے حالانکہ یہ معجزات عالم سفلی کے مادیات مین سے ہین تو عالم علوی کے دقائق عقل نورانی کو یہ کودن لوگ کب سمجھ سکتے ہین اور یہ رحمت خاص و کمال اختصاص روز ازل سے حضرت عالم الغیب عزوجل نے اسی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے واسطے کمالات معرفت کی راہ سے مقدر فرمایا تھا اسیواسطے اس امت کو جمیع امم سے بہتر فرمایا ہے بقولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ - چنانچہ اس آیت کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی پس عالم سفلی کے معجزات کے ساتھ شق القمر و معراج اکبر وغیرہ کمال معرفت کے معجزات عطا فرمائے اسی وجہ سے اس امت کے معارف و مدارج عرفان بہت بلند ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ بعد ختم نبوت حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس امت کے واسطے انبیاء کا آنا ممکن نہ تھا پس اللہ عزوجل نے علماء ربانیین کو اسکا قائم مقام فرمایا چنانچہ حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل - جو باسانید کثیرہ مروی ہے بہین معنے صحیح ہے کہ جیسے بنی اسرائیل مین انبیاء علیہم السلام تجدید و تذکیر کے واسطے بھیجے جاتے تھے اسی طرح حدیث مین آیا کہ اس امت مین ہر قرن پر اللہ تعالیٰ ایسا شخص مبعوث فرمائیگا جو اس قرن والون کے لیے دین کی تجدید فرماوے یعنے احکام قرآن و سنت و معرفت ایمان اُنکو یاد دلاوے (کما فی سنن ابن ماجہ وغیرہ) اور اس سے ظاہر ہوا کہ اس اُمت مین اللہ تعالےٰ نے قلوب کی معرفت بلند رکھی ہے اور علماء و اولیاء کے معارف ارجمند ہین جسکی لیاقت یہود و نصاریٰ کو نہین دی گئی تھی اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ اہل ایمان جن معارف توحید بفضل اللہ سبحانہ و تعالیٰ آسان سمجھ کے ساتھ یقین کرتے ہین وہ یہود و نصاریٰ کے بڑے دانشمندون کے سمجھ مین نہین آتے ہین چنانچہ جنے یورپی حکماء کے اقوال دیکھے پائے ہین وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ بیچارے کس عاجزی سے بیان کرتے ہین کہ "مسلمانون کے عقائد دربارہ الوہیت بہت صاف و پاکیزہ ہین لیکن مین جہانتک غور کرتا ہون تو یہ لوگ جس طرح خدائے تعالےٰ کا اعتقاد رکھتے ہین بغیر شکل و صورت و جسمیت وغیرہ کے یعنے ہر طرح کے عیوب و نقائص و خیالات سے پاک اعتقاد کرتے ہین" وہ میرے خیال مین کسی طرح نہین آتا" مترجم کہتا ہے کہ خالق و مخلوق مین یہ شخص امتیاز نہین کر سکتا اور یہ امر ظاہر ہے کہ اسکے تصور مخلوق مین جو مخلوقات غیر محسوس ہین وہ متصور نہونگی پھر سخت عجب ہے کہ وہ خالق کو مخلوق غیر محسوس بھی نہین بلکہ مادی محسوس کی شکل مین بنا کر اپنے چھوٹے سے دماغ مین لانا چاہتا ہے اور جسکو ذرا بھی عقل ہے وہ اس بیوقوفی سے نہایت تعجب کریگا حالانکہ عوام مومنین اپنے قلوب نورانی سے حق عزوجل کو ماوراء محسوسات و غیر محسوسات کے بالیقین جانتے ہین پس اُنکو معرفت مین کچھ شک نہین ہے اور نہ اُنکی معرفت اس امر پر موقوف ہے کہ حضرت خالق جل شانہ کو مخلوق بلکہ محسوس صورت و رنگ کے لباس مین لا کر کافرون کی طرح تصور باندھین بلکہ وہ خوب سمجھتے ہین کہ ہماری عقل بلکہ تمام عالم کو یہ مجال نہین ہے کہ خالق عزوجل کو تصور مین لاوے بلکہ اُسکا تصور محال ہے اور مخلوق مین جو چیز متصور ہو کر پیدا ہو وہ مخلوق کی مخلوق ہے اور خالق عزوجل اس سے پاک برتر ہے تعالیٰ اللہ عما یشرکون پس غور کرو کہ جب اُنکے بڑے دانشمند کی یہ حالت ہے تو عوام کو کیا قیاس کیا جائے اور جب اہل ایمان مین سے معرفت عوام کی یہ شان ہے تو اُنکے علماء کی معرفت کس مرتبۂ عالی پر ہوگی الحمد للہ رب العالمین اور اسکا بھید یہ ہے کہ یہ معرفت متعلق بادراک روح ہے جس سے ان حواس جسمانی کو کچھ مناسبت نہین ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے لطیفہ سِرّی یعنے قلب پر مہر نہین فرمائی تو انوار روحی سے معرفت ہو سکتی ہے جبکہ بندہ نے اس دنیائے فانی سے بیزار ہو کر دار الآخرت و جوار جنت کا جزم کیا ہو اور اگر کسی شخص نے اس سے کفر کیا حتی کہ مہر کردی گئی تو اس معرفت کی کوئی راہ نہین ہے جیسے تمنے نصرانیون کے ایک بڑے دانشمند کا قول سن لیا

اور اُس بیچارے نے کوئی نئی بات نہین نکالی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین یہودیون کی کمی کی بھی یہی کیفیت تھی کیونکہ اُسکا بعید مین نے جتلادیا تو یہ بندہ دنیا کیونکر سمجھیگا اور اسی قسم کے جوابات دیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے بارہ مین نازل فرمایا

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝

اور کہتے ہین ہمارے دلپر غلاف ہے یون نہین لعنت کی ہے اللہ نے انکے انکار سے سو کم یقین لاتے ہین۔

چونکہ یہودی غضب مین گرفتار اور مہر قلبی کی وجہ سے حیات دنیا کی حرص اور کفر آخرت و عناد نبوت مین استوار تھے کسی بیان معرفت کو نہین سمجھتے تھے بلکہ ہمیشہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا معاندانہ جواب دیا۔ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ اور کہنے لگے کہ ہمارے دل تو غلف ہین۔ ف غلف جمع اغلف وہ شخص جسکا ختنہ نہوا ہو پس یہ کنایہ ہے کہ دل اوپرے منڈھے ہین ومؤید اسکا قولہ تعالیٰ۔ قلوبنا فی اکنۃ الآیۃ۔ ہے چنانچہ ابن عباسؓ نے غلف کو اکنہ سے تفسیر فرمایا (ابن اسحٰق) اور مجاہد و سدی و قتادہ نے کہا کہ ان لوگون کی مراد یہ تھی کہ ہمارے قلوب پر غلاف چڑھا ہے تو ہم تمھاری بات نہین سمجھتے ہین اور ابن عباسؓ نے غلف بضم لام پڑھا ہے اور معروف قراءۃ مین بسکون لام ہے تو شاید تخفیف کے واسطے لام ساکن کردیا گیا ہو اور ابن جریر نے حدیث حذیفہؓ جسمین چار قسم کے قلوب کا ذکر ہے بیان روایت کی جن مین سے ایک قسم قلب اغلف مغضوب علیہ ہے اور وہ قلب کافر ہے ھ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان کافرون کی مراد یہی تھی کہ تمسخر کے طور پر کہتے کہ ہم لوگ علماے توریت یعنے زبردست عالم ہین حالانکہ تمھاری بات نہین سمجھتے تو ہمارے دلون پر غلاف ہے اور بعض علما نے کہا کہ غلف سے اُنکی مراد یہ تھی کہ اُنکے قلوب تھیلے ہین یعنے دعوی کرتے تھے کہ ہمارے قلوب مانند اناج و خرما کے گون و تھیلون کے علوم سے بھرے ہوئے ہین تو اب ہمکو تمھاری تعلیم کی حاجت نہین گویا دعوی کرتے کہ باوجود اس علم کے جو ہم سمجھے ہین یہی ٹھیک ہے اور تمھارا بیان ٹھیک نہین تو ہم اسکو نہین سمجھتے اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا کہ یہ انکا گمان باطل ہے۔ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ۔ بلکہ اللہ عزوجل نے انکے کفر کی وجہ سے اُنکو ملعون کردیا ہے ف یعنے انکے قلوب مہر کیے ہوئے ملعون ہین تو اُنمین معارف حق کا ظہور نہین ہوسکتا ہے۔ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ پس بہت ہی قلیل ایمان لاتے ہین۔ ف جیسے سورۂ نساء مین فرمایا۔ وقولہم قلوبنا غلف بل طبع اللہ علیہا بکفرہم فلا یومنون الا قلیلا بعض علما نے فرمایا یعنے بہت قلیل باتون کی تصدیق کرتے مثلاً حضرت موسیٰ و توریت وغیرہ کا اقرار کرتے ہین حالانکہ بہت سے امور سے منکر ہین تو یہ ایمان اُنکو کچھ نافع نہوگا کیونکہ ایمان تو مجموع ہے اسکے ٹکڑے نہین ہوسکتے ہین پس اگر توریت پر ایمان لائے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے۔ بعض نے کہا یہ محاورہ مقام نفی پر بولا جاتا ہے مثلاً در قل مارأیت مثل ہذا قط" یعنے بہت ہی کم تو نے کبھی ایسا دیکھا ہوگا یعنے کبھی نہین دیکھا ہوگا ع۔ پس مراد یہ ہوئی کہ ان لوگون کا ایمان صرف زبان تک متوقف ہے اور دل مین سرایت نہین ہوتا کیونکہ یہ لوگ اپنے نفس کے پابند ہین چنانچہ توضیح فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ

اور جب انکو پہونچی کتاب اللہ کی طرف سے سچا بتاتی اُن پاس والی کو اور پہلے سے فتح مانگتے تھے۔

عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

کافرون پر پھر جب پہونچا انکو جو پہچان رکھا تھا اُس سے منکر ہوے سو لعنت اللہ کی منکرون پر

واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ۔ فقلیلا ما یومنون سے شاید کسی شخص کو شبہہ ہو تاکہ شاید یہ لوگ قلیل ایمان بھی رکھتے ہین تو یہ شبہہ دفع ہوگیا

دو طرح اول یہ کہ ایمان سے یہاں صرف لغوی معنے مراد ہیں کیونکہ اُنکو لعنت فرمائی تو ایمان شرعی و لعنت جمع نہیں ہو سکتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ ومایؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون - پس معنے یہ ہوے کہ بعض کتاب پر ایمان لاتے ہیں جیسے اور فرمایا - افتؤمنون ببعض الکتاب - اور شرع کی راہ سے یہ در حقیقت کفر ہے دوم یہ کہ اس آیت میں اُنکے کفر کی تصریح فرمائی بقولہ تعالیٰ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ - اور جب اُنکے پاس اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کتاب آئی جسکی صفت یہ ہے کہ جو کچھ اُنکے پاس ہے اُسکی تصدیق کرنے والی ہے ف یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اُنکو قرآن مجید حاصل ہوا جو بیان و بشارت توریت سے صریح موافق و مصدق ہے تو کفر کرنے لگے وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - حالانکہ پہلے اُنکی یہ کیفیت تھی کہ کافروں پر فتح کی دعا مانگتے تھے ف کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل سے ان کافروں پر فتح دے - فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ - پھر جب یہ رسول مع اس کتاب کے اُنکے پاس آیا جو اُنھوں نے پہلے پہچانا اُس سے منکر ہو گئے - ف یعنے صریح پہچان کر انکار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نہیں پہچانتے ہیں - فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ - تو کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے - ف مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح سخت تشنیع کے ساتھ لعنت فرمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت پر دائمی معجزہ رکھا کیونکہ جس قوم کو اس طرح سخت تشنیع سے لعنت کی گئی اگر وہ لوگ پہلے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سے کافروں کے ساتھ استفتاح نکرتے تو اسوقت یہ لاکھوں یہودی بلکہ نصرانی بلکہ بت پرست سب دشمن جانی اسکا صریح انکار کرتے حالانکہ متواتر ثابت ہے کہ اُنھوں نے سر جھکایا اور کچھ انکار نکر سکے سوائے اس امر کے کہ وہ پیغمبر آئندہ پیدا ہونگے جنکا ذکر توریت میں ہے اور اس سے یہ بھی صاف معلوم ہو گیا کہ توریت میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مفصل تھا اور یہودی لوگ اُنکے نام سے استفتاح کیا کرتے تھے لیکن بعد ظہور کے انصاریوں کے حسد و عداوت سے اور دنیاوی ریاست مٹ جانے کے خوف سے کافر ہو گئے پھر یہ دعویٰ کرنے لگے کہ دین یہودی ہی قیامت تک دائم ہے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب مشرکین سے قتال ہوتا تو کہتے کہ عنقریب پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہونگے تو اُنکے ساتھ ہم تمکو قوم عاد و ارم کی طرح قتل و برباد کرینگے چنانچہ عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت کی کہ واللہ یہ آیات ہم انصاریوں اور ہمارے پڑوسی یہودیوں کے بارہ میں نازل ہوئیں اور ہمنے زمانہ جاہلیت میں ایک مدت تک یہودیوں کو مقہور کر لیا تھا تو یہودی ہم سے کہتے کہ ایک پیغمبر پیدا ہونے والے ہیں اور اُنکی پیدائش کے آثار سب ظاہر ہو گئے ہیں تو ہم اُنکے ساتھ ہو کر تمکو قوم عاد و ارم کی طرح نیست و برباد کرینگے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے مبعوث فرمایا اور ہم لوگوں نے آپکی پیروی کی تو یہودی جلکر انکار کرنے لگے (محمد بن اسحاق) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہودی لوگ بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ اوس و خزرج پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش عرب میں سے مبعوث فرمایا تو یہودیوں نے حسد و عداوت سے انکار کرنا شروع کیا اور جو کچھ آپکے صفات بیان کرتے تھے سب سے منکر ہو گئے تو معاذ بن جبلؓ و بشر بن برا بن معرور اور داؤد بن سلمہ نے یہودیوں سے کہا کہ اے یہودیو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ ابھی چند روز ہوئے کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ہم لوگوں پر فتح مانگتے تھے حالانکہ ہم لوگ اُسوقت مشرکین میں تھے اور تم لوگ ہم سے کہا کرتے تھے کہ وہ عنقریب مبعوث ہونگے اور یہی صفات بیان کرتے تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اسوقت موجود ہیں تو بنی نضیر کا یہودی عالم جسکا نام سلام بن مشکم تھا ان سے کہنے لگا کہ یہ شخص تو ایسی کوئی چیز نہیں لائے جس سے ہم پہچانیں اور یہ وہ شخص نہیں ہے جسکا ہم تم سے ذکر کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں (ابن اسحاق) اور اسکے مانند مجاہد و ابو العالیہ وغیرہ سے مروی ہے خلاصہ قصہ یہ ہے کہ جب توریت نازل ہوئی اور بنی اسرائیل ایمان لائے اور انھیں میں

آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم وانکی امت مرحومہ کے فضائل اور یثرب یعنے مدینہ مین انکا ہجرت کرکے آنا وغیرہ مفصل مذکور تھا اور نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معلوم کیا تو اہل ایمان بہت شوق مین آئے پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ایک مدت بعد بخت نصر نے ملک شام کو پامال اور بیت المقدس کو خراب کیا تو اس حادثہ مین سوائے دیار عرب کے اُنھون نے کوئی جگہ جانے کی راہ نہ پائی اور انکے علماء و اہل علم جو آگاہ تھے کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ایسے ایک قصبہ مین جسکو ذات النخل کہتے ہین ہجرت فرماوین گے تو یہان اس صفت کا گانو ڈھونڈھتے رہے آخر یثرب پر گذر ہوا تو اسکو اس صفت کا پاکر اسمین رہ پڑے پس اولاد ہارون علیہ السلام سے ایک جماعت یہان اور ایک جماعت خیبر مین رہنے لگی اور قبل انکے عمالقہ اس سرزمین مین تھے جو جہاد بنی اسرائیل مین بعد فتح ملک شام کے ہلاک کیے گئے تھے اور یہود یہان بڑے کروفر سے رہتے تھے یہانتک کہ اوس وخزرج جو اولاد یعرب بن قحطان سے ملک سبا کے رہنے والون مین سے تھے یہان آئے اور اُنھون نے یہود کو جدا اسکے کہ یہود کے ہاتھون ظلم سے تھے ایک مدت پیچھے زیر کیا اور خوب سزا دی تو یہودی دعا کرتے کہ اے پروردگار ہمکو نبی آخر الزمان سے جلد مدد دے اور اوس وخزرج اسکو سنکر تعجب کرتے کہ یہ کیا بات ہے اور یہودی انسے کہتے کہ وہ ایسے ایسے نبی عظیم ہونگے اور ہم تمکو انکی حمایت مین ہلاک کرینگے اور یہ یہودی دو گروہ قریظہ ونضیر باہم متفق تھے آخر کار اوس وخزرج مین نفاق ہوا اور قریب سو برس تک باہم قتال رہا اور یہود انسے اسطرح ہم سوگند ہوگئے تھے کہ جیسے اوپر گذرا اور قریب ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوس وخزرج مین باہم ایسا سخت معرکہ ہوا جسکا نام یوم البعاث ہے کہ بڑے بڑے سرکش سردار دونون طرف سے مارے گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک حکمت وحسن تقدیر آلہی تھی (کما فی الصحیحین) پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اوس وخزرج نے تصدیق کی اور یہودیون نے ان کو بہکانا شروع کیا لیکن یہود کی باتون نے فائدہ نہ دیا اور اولاد اوس وخزرج پہلے مسلمان ہوئی اور یہودی حسد وعداوت سے بدبخت ہوگئے سو یہی اس آیت مین اشارہ ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ اور استفتاح مین سین استفعال تو طلب کے واسطے ہے اور فتح یعنے کھولنا ولیکن علی الذین کے علی سے معنے مدد کو متضمن ہے لہٰذا یستنصرون سے تفسیر کی گئی اور ماعلموا کی تفسیر یا عرفوا۔ ہے کیونکہ انکا علم اس درجہ موکد ہوگیا تھا کہ مثل معرفت ودریافت حواس کے ہوگیا تھا اور مروی ہے کہ ان یہودیون کے آباء واجداد جو مدینہ مین آباد ہوئے تھے اپنی موت کے وقت اپنی اولاد کو وصیت نامہ مفصل پتہ ونشان سے لکھ جاتے کہ پیغمبر آخر الزمان کی بعثت پر جنکے یہ اوصاف ہین انکے تابع ہونا جیسا انکو زندگی مین نصیحت کیا کرتے تھے پس بعثت کا علم انکے نزدیک مثل معرفت کے تھا اور قولہ تعالیٰ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔ ای فلعنۃ اللہ علیہم پس بجائے ضمیر کے اسم ظاہر فرمایا کہ اسمین انکی تقبیح ہے اور یہ دلالت ہے کہ انپر لعنت کا سبب انکا کفر ہے پس الکافرین کا الف لام عہد کا ہوگیا اور جائز ہے کہ الف لام جنس کا ہو اور یہ لوگ پہلے اسمین داخل ہین اسلیے کہ کلام انھین مین ہے اور باقی کافر اسمین بالتبع داخل ہین اور معلوم ہو چکا کہ یہودیون نے خواہش نفس کے تحت عداوت دوطرح جانی اول یہ کہ پیغمبر آخر الزمان کا وجود قریش عرب سے کیون ہوا اور یہود مین سے کیون نہوا۔ دوم یہ کہ اوس وخزرج جن سے خار کھاتے تھے پہلے ہی مسلمان ہوگئے۔ لیکن ایسی سرکشی سے اُنھون نے خود اپنے آپ کو برباد کیا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

**بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ**

برے مول خرید کیا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اُتارے کلام سے اس ضد پر کہ اُتارے اللہ اپنے فضل سے

**عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ**

جسپر چاہے بندون مین سو کما لائے غصہ پر غصہ اور منکرون کو عذاب ہے ذلت کا

مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاک کو چھپایا حالانکہ اُنسے عہد لیا گیا تھا کہ ظاہر کرین پس اُنھون نے اپنی جان کے واسطے حق چھوڑ کر باطل اختیار کیا اور سدیؒ نے فرمایا کہ یہودیون پر واجب تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق وتائید ومددگاری کرین لیکن جب اُنھون نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور عرب وقریش سے ہوا ہے تو اُنکو نہایت گران گذرا اور حسد وبغاوت سے اُنھون نے کفر اختیار کیا پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔ بہت بُری چیز ہے جسکے عوض خریدا اُنھون نے اپنی جانون کو کہ کافر ہوے اللہ تعالے کے اُتارے کلام سے۔ ف سدیؒ نے کہا یعنے بُری چیز ہے وہ جسکو اپنی جانون کے واسطے اُنھون نے عوض لیا اور اُس پر راضی ہوگئے اور وہ کلام الٰہی سے کفر ہے ع۔ کشاف وبیضاوی وسیوطی وغیرہ نے کہا کہ قولہ۔ بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا۔ کی تقدیر یہ ہے۔ بئس الشئ شیئا اشتروا بہ حظ انفسہم کفرہم بما انزل اللہ۔ یعنے یہودیون نے اپنے کفر کو بہتر سمجھا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ درحقیقت وہ چیز بہت بُری ہے جسکے عوض اُنھون نے اپنی جانون کا حصہ خریدا وہ آیات الٰہی سے کفر ہے اور اسکی علت بیان فرمائی۔ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۔ بوجہ بغاوت اس امر کے کہ اللہ تعالے اپنے فضل سے اپنے بندون مین سے جس پر چاہے اُتارے ف یعنے اُنکے کفر کا سبب یہ حسد وبغاوت ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے فضل سے پیغمبر آخر الزمان کو عربی نسل سے کیون پیدا فرما کر قرآن مجید نازل فرمایا حالانکہ یہ اللہ عز وجل کی جناب مین سخت بے ادبی وگستاخی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے اور وہ اپنے علم ازل سے ہر ایک چیز کو مقدر فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ کی جناب مین اعتراض کرنا مذموم ہے اور حسد کرنا مذموم دیگر اور آیات الٰہی سے کفر کرنا مذموم دیگر اور عہد الٰہی توڑنا مذموم دیگر پس اُنھون نے اول عہد توریت کو ضائع کیا اور عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کیا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ووحی الٰہی سے انکار وتوریت مین تحریف کردی۔ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ پس غضب پر غضب کما لائے۔ ف اور غضب کی تنوین تعظیم ہے یعنے غضب عظیم پر غضب عظیم کمایا۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔ اور کافرون کے واسطے عذاب اہانت کرنے والا ہے۔ ف یعنے ایسا عذاب ہے کہ جسمین اہانت وخواری بھری ہوئی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ان لوگون نے تکبر کیا تھا لہٰذا اسکے مقابلہ مین اُنکو خواری کا عذاب دیا گیا چنانچہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگون نے تکبر کیا وہ لوگ قیامت کے روز آدمی کی صورت مین چیونٹیون کی طرح میدان قیامت مین ڈالے جاوینگے اور انکی خواری کی وجہ سے ہر شے انپر چڑھیگی یہانتک کہ جہنم کے قیدخانہ مین جسکا نام بولس ہے داخل کیے جاوینگے پس انپر نار الانیار چھاویگی اور دوزخیون کے نچڑے ہوے پیپ ولہو سے جس وادی مین گارا ہو جائیگا وہی انکو پلایا جاویگا۔ (رواہ احمد) اور اسکے شواہد سنن ترمذی وغیرہ مین موجود ہین ع۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت قدسی مین ظاہرا غضب پر غضب کمانے سے یہ مراد ہے کہ یہ لوگ برابر غضب الٰہی کماتے گئے اور شاید پہلا غضب وہ ہو کہ آیات الٰہی کا انکار کرتے اور انبیا علیہم السلام کو قتل کرتے تھے کما قال تعالیٰ۔ فباؤ بغضب من اللہ ذلک بانہم کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق الآیۃ۔ پس ہمکو معلوم ہوا کہ پہلا غضب اس جگہ سے شروع ہوا اور دوسرا غضب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر وقرآن سے انکار کیا اور یہ بھی متضمن ہے کہ عہد توریت واُسکی آیات سے انکار ہو گیا جاننا چاہیے کہ عذاب مہین مین اشارہ ہے کہ کافرون کو جو عذاب دیا جاتا ہے وہ اُنکی ذلت وخواری کے واسطے ہے بخلاف اسکے بعضے گنہگار مسلمانون کو جو جہنم مین ڈالے جاوینگے اُنکا عذاب بغرض اہانت نہیں ہے بلکہ اسواسطے کہ گناہون کی نجاست سے پاک ہو جاوین اسیواسطے حدیث سے ثابت ہوا کہ اُنکی صورتین مسخ نہ ہونگی اور نہ عذاب کی حالت مین زندہ چھوڑے جاوینگے بلکہ ہر ایک بقدر اپنے گناہون کے آتش جہنم سے پاک کر کے نکال لیا جاویگا

فائدہ

جاویگا اور واضح ہو کہ سابق مین مکرر تنبیہ گذری کہ یہودی درحقیقت توریت پر ایمان نہین رکھتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ لوگ نہین
پہچانتے تھے کیونکہ عموماً یہود و نصاریٰ فرقۂ مجسمہ ہین وقد قال تعالیٰ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیہ پس یہ صریح تنصیص ہے
کہ یہود و نصاریٰ نے جو تصور اپنے ذہن مین گڑھی اُسکو اپنا اللہ تصور کر کے اُسپر ایمان لائے حالانکہ اللہ تعالیٰ قطعاً تصورات سے پاک ہے چنانچہ
انشاء اللہ تعالیٰ - اُسکی تفسیر مین آویگا اسی طرح یہودی دعوی کرتے کہ ہم توریت پر ایمان لائے ہین لیکن اللہ تعالے نے ان آیات مین
جو آئندہ بیان ہوتی ہین صریح اُنکے دعوی کو ایسے طور پر رد فرمایا کہ بندے بھی اُسکو بخوبی سمجھ سکتے ہین کما قال تعالے -

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ق

اور جب کہیے اُنکو مانو اللہ کا اُتارا کلام کہین ہم مانتے ہین جو اُترا ہمپر اور وہ نہین مانتے جو پیچھے آیا اُس سے

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ صلے

اور وہ اصل تحقیق ہے سچ بتاتا اُن پاس والے کو کہہ پھر کیون مارتے رہے ہو نبی اللہ کے پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ

اور آچکا تم پاس موسیٰ صریح معجزے لیکر پھر تمنے بنا لیا بچھڑا اُسکے پیچھے اور تم ظالم ہو اور جب

اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ط خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ط قَالُوْا

ہمنے لیا قرار تمھارا اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہمنے تمکو دیا زور سے اور سُنو بولے

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ق وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ط قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ

سُنا ہمنے اور نہ مانا اور رچ رہا اُن کے دلون مین وہ بچھڑا مارے کفر کے تو کہہ برا کچھ سکھاتا ہے تمکو

اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ایمان تمھارا اگر تم ایمان والے ہو

یہودیون کی یہ حالت تھی کہ اُنکو ایمان قلبی و دعوی نفسانی مین تمیز نہ تھی اور اسکا بھید یہ ہوتا ہے کہ جب کسی قلب پر مہر ہوتی ہے تو وہ قلبی
تصدیق و نور ایمان کی کیفیت سے واقف ہی نہین ہوتا تو یہ سمجھتا ہے کہ خیالی قرار ہی ایمان ہے جیسے مترجم نے عقل کی کیفیت بیان کی کہ وہ نور
روحانی ہے اور کفار جب اُس سے محروم ہوتے ہین تو حواس باطنی کو عقل سمجھتے ہین اور حقیقت عقل سے کبھی واقف نہین ہوتے ہین تو سوائے
حواس کے انکار کرتے ہین کہ عقل کوئی دوسری چیز نہین ہے اسیطرح جس قلب مغضوب مین نور ایمان داخل ہی نہین ہوا وہ زبانی دعوی کو اور حواس کی
تصدیق کو دلی یقین سمجھتا ہے اور اہل اسلام کو بھی عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اُنکا یقین مثل یہود و نصاریٰ کے نہو جو اپنے یقین مین یہی سمجھتے تھے کہ ہم
توریت و انجیل پر ایمان لائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُنکا یقین اُنکے دلون مین نہین تھا بلکہ اندرونی حواس تک رہگیا تھا اور یہ مقام بہت
مشتبہ ہوتا ہے اسیواسطے بہت سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے خوفناک ہوتے تھے (کما رواہ البخاری وغیرہ) لہذا اللہ تعالیٰ نے عبرت
کے واسطے یہودیون وغیرہ کا حال بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ - اور جب ان لوگون سے
کہا جاوے کہ جو اللہ تعالے نے نازل فرمایا اُسکے ساتھ ایمان لاؤ - ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا یعنے جب یہودیون اور اُنکے مانند نصرانیون سے
کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالے نے جو قرآن کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اُسکو مانو اور اُسکی پیروی کرو حالانکہ وہ توریت و انجیل کی بشارت

کے بالکل موافق ہے۔ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا۔ تو کہتے ہیں کہ جو ہم پر نازل کیا گیا ہم اُسکو مانتے ہیں ف چنانچہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم توریت کو مانتے ہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ ہم انجیل کو مانتے ہیں۔ وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ۔ اور اسکے ماسوائے سے منکر ہوتے ہیں ف ای وہم یکفرون بما وراءہ۔ یعنے حال یہ کہ ماسوائے اس کتاب کے جو انکے پیغمبر پر نازل کی گئی ہے سب انکار کرتے ہیں۔ گویا تعصب وحمیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لازم ہے کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا کل مانے اور سب کو حق جانے اگرچہ اعمال ادا کرنے میں وہی شریعت ہوگی جو اپنے پیغمبر پر مقرر کی گئی ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ہر زمانہ وقوم کے واسطے احکام تجویز اور درجات معرفت خاص رکھے ہیں یعنے اصل توحید تو قطعاً متحد ہے لیکن اس اصل پر فروع اعمال خاص خاص ہیں اور یہ حکمت دقیق فی الجملہ علماء راسخین سمجھتے ہیں اور جو تمام قرآن کی تفسیر بغور سمجھے وہ بھی سمجھ جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ لہٰذا مومنین امت محمدی جمیع انبیاء سابقین وکتب وصحف الٰہیہ کو بھی حق جانتے ہیں لیکن توریت وانجیل کے جو ترجمے اسوقت ان یہود ونصاریٰ کے پاس موجود ہیں انسے اسواسطے سکوت کرتے ہیں کہ اول تو یہ ترجمہ ہیں کہ معلوم نہیں انکے مترجموں نے کہاں غلطی کی اور کہاں نہیں۔ دوم توریت عبرانی وانجیل سریانی اگر نکالیں تو یہ قوم اسقدر بیباک ہے کہ انپر اعتماد نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمکو آگاہ فرمایا کہ اہل کتاب نے کتب الٰہی میں تحریف کی اور اپنے ہاتھوں کتابیں لکھکر لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے لہٰذا ہمنے ان لوگوں سے بیزار ہوکر اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر نازل فرمایا تھا یعنے توریت وانجیل وہ حق ہے اور قطعاً انمیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مذکور تھی اور سب صحف انبیاء سابقین وزبور داؤد علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام حق ہیں۔ بخلاف یہود ونصاریٰ کے کہ سب انکار کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ توریت یا انجیل پر ایمان لاتے ہیں حالانکہ قطعاً توریت وانجیل میں حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت عامہ اور نزول قرآن کا ذکر ہے جسپر ایمان لانا انپر قطعاً فرض ہے پس کہاں توریت یا انجیل پر ایمان ہوا جبکہ اُنھوں نے قرآن مجید سے کفر کیا۔ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ۔ حالانکہ قرآن مجید حق ہے درحالیکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان لوگوں کے پاس ہے ف اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبرانی یا سریانی بلکہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تو لامحالہ یہ قرآن وحی الٰہی ہے جسمیں توریت وانجیل کے موافق تصدیق موجود ہے پس یہود ونصاریٰ کے لئے قطعی معجزہ ہے کہ جسطرح توریت وانجیل میں مذکور تھا اسی طرح نازل ہوا تو یہ وہی قرآن ہے جسکی بشارت موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الذین آتیناہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم الآیۃ یعنی جن لوگوں کو ہمنے کتاب عطا فرمائی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقرآن کو اسطرح کامل پہچانتے ہیں جیسے اپنے فرزندوں کو پہچانتے ہیں ھ لیکن جان بوجھکر انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ تو کہدے کہ پھر پہلے سے تم لوگ کیوں انبیاء الٰہی کو قتل کرتے ہو اگر تم ایمان والے ہو ف یعنی جو کوئی پیغمبر کو نہ مانے بلکہ قتل کرڈالے تو وہ اشد کافر ہے اور یہودیوں نے بکثرت پیغمبروں کو قتل کرڈالا حتی کہ حضرت زکریا ویحییٰ کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے گمان میں قتل کیا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ جب یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ توریت جو ہمارے پاس ہے ہم اُسپر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ اُسمیں پیغمبروں صالحین کے قتل سے سخت ممانعت ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان یہودیوں کو عار دلاویں کہ توریت پر تم کہاں ایمان لائے جبکہ تم پہلے سے انبیاء اللہ کو قتل کرتے تھے حالانکہ وہ لوگ اسی توریت کی تعلیم کرتے تھے پھر اگر دعویٰ کریں کہ وہ معجزات نہیں لائے تو اسکو بھی رد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ معجزات لیکے آیا تھا۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ پھر تمنے اسکے پیچھے گوسالہ کو معبود بنالیا حالانکہ تم ظالم تھے۔ ف یعنے معجزات وآیات قدرت عصا و اژدہا وغیرہ بکثرت تمنے موسیٰ علیہ السلام سے دیکھ لیے پھر اُس کے بعد کفر کرکے گوسالہ کو معبود بنالیا یا یہ مراد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر چلے جانے کے بعد تمنے گوسالہ کو معبود بنایا حالانکہ اُسکے بعد تمکو تنبیہ

لیگئی اور تمہارا گو سالہ تمہاری آنکھوں کے سامنے جلا کر سمندر میں پھینکا گیا اور تمکو توریت دیگئی تب بھی تمکو اسکے قبول کرنے میں دل سے
انکار ہا چنانچہ فرمایا۔ **وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ**۔ اور یاد کرو جب ہمنے تمہارا عہد لیا اور تمپر کوہ طور
بلند کیا۔ ف یعنے توریت قبول کرنے کے واسطے تمسے عہد لیا اور جب تمنے توریت کے احکام دیکھکر انکار کیا تو جبرئیل نے بحکم الٰہی ایک پہاڑ اکھاڑ کر
تمہارے سروں پر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔ **خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا**۔ جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہے اسکو دل سے
گوش ہوش کے ساتھ لو اور حکم کو اچھی طرح سنو۔ ف اور اگر ایسا نہ کروگے تو یہ پہاڑ تمپر ڈال دیا جائیگا پس جب انہیں سر پر آیا دیکھا دل میں یقین ہوا کہ
نہ ماننے کی صورت میں ایسا ہی ہوگا تو لاچار ہو کر سجدہ میں گرے۔ **قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا**۔ اور کہنے لگے کہ ہمنے سنا اور نافرمان ہوئے
ف یعنے ظاہر میں تو یہ کہا کہ ہمنے سنا تاکہ یہ عذاب اٹھا دیا جاوے گویا اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیتے تھے حالانکہ وہ عالم الغیب ہے چنانچہ اسنے ظاہر
کردیا کہ انکے دل میں عصیان تھا اگرچہ ظاہر میں فرمانبرداری کا سننا بیان کرتے تھے۔ **وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ**
حالانکہ کفر کی وجہ سے انکے دلوں میں بچھڑا رچ گیا تھا۔ ف یعنے جیسے اسفنج پانی کو چوس لیتا ہے اسیطرح انکے ناپاک دلوں نے بچھڑے
کی محبت چوس لی تھی کیونکہ کفر کی شامت سے اللہ تعالیٰ نے نور توحید نہیں دیا اور بجاے اسکے بچھڑے کی محبت بھر گئی اور واضح ہو کہ
یہ حرکات ان یہودیوں کے باپ دادوں نے کیے جو اسوقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لانے سے انکار کرتے تھے اور
اپنے باپ دادوں کی تقلید پر راضی ہو کر کہتے تھے کہ ہم توریت نہ چھوڑینگے اور اپنے باپ دادوں کے قدم بقدم چلے جاوینگے پس اللہ تعالیٰ نے انکے
باپ دادوں کے کفریات یاد دلائے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ **قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ**
کہدے کہ تمہارا ایمان جس چیز کے ساتھ تمکو حکم دیتا ہے وہ بہت بدتر ہے اگر تم مومنین ہو۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے کہا یعنے جو ایمان تم لائے ہو وہ زمانہ
قدیم میں تمہارے باپ دادوں کو اور زمانہ حال میں تم لوگوں کو یہی حکم دیتا ہے کہ تم آیات الٰہی سے کفر کرو اور انبیا علیہم السلام سے مخالفت کرو
پھر سب سے بڑا کفر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانو اور قرآن کو برحق نجانو تو بتلاؤ کیسا ایمان ہے جسکے تم مدعی ہو شیخ سیوطیؒ نے لکھا یعنے تعالیٰ نے تشنیع فرمائی
کہ تم اپنے زعم میں توریت پر ایمان لائے ہو تو کیسا ایمان ہے کہ تمکو گوسالہ کی محبت اور آیات الٰہی کے انکار و قتل انبیاء علیہم السلام کا حکم دیتا ہے یعنے یہ
لوگ مومن نہیں تھے کیونکہ ایمان مقتضی نہیں کہ کوئی شخص گوسالہ پوجے یا انبیاء علیہم السلام کو قتل کرے پس حاصل یہ ہوا کہ جسطرح تمہارے
باپ دادے توریت پر ایمان کا دعوی کرکے ماننے سے انکار کرتے اور انبیا علیہم السلام کو قتل کرتے اور بچھڑا پوجتے تھے کہ ہرگز مومن نہ تھے
اسیطرح تم لوگ بھی توریت پر ہرگز ایمان نہیں لائے ہو کیونکہ اگر تم لوگ توریت پر ایمان لاتے حالانکہ توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان لانا فرض کیا گیا ہے تو وہ ہرگز مقتضی نہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے کفر کرو پس تم محض جھوٹے ہو اور تمہارے دل میں
کچھ ایمان نہیں ہے سوائے کفر کے جو کہ تمکو بری باتوں کا حکم کرتا ہے۔ اور اسی کفر کے آثار بد میں سے یہ تھا کہ دار الآخرت و جنت کو خالص یہودیوں کے
واسطے قرار دیتے اور انہیں کی دیکھا دیکھی نجران کے نصرانیوں نے بھی یہی دعوی کرنا شروع کیا کیونکہ ان دونوں مرتد قوموں میں باہم چوٹیں
چلا کرتی تھیں چنانچہ جب یہودی کوئی ایسی بات کہتے جس سے اپنا فخر نکالتے تو نصرانی بھی اسی کے مانند کہنے لگتے تھے جیسے یہ قول کہ سوائے یہود
کے جنت میں کوئی نہیں جائیگا تو نصرانی کہنے لگے کہ سوائے نصاری کے کوئی جنت میں نہیں جائیگا اور جب نصرانیوں نے اپنے یہاں
یہ کفر نکالا کہ مسیح ابن اللہ ہے تو یہودیوں نے اپنے یہاں بھی نکالا کہ عزیر ابن اللہ ہے اور انکے بے ادب دلوں کو کچھ خوف نہ آیا کہ جناب باری جل شانہ
کی شان عظمت و کبریائی میں کس طرح بے تمیزی و کفر کرتے ہیں مگر حق تعالیٰ نے ان نکما جھوٹوں کی تکذیب کے واسطے نہایت خوب کلام پاک فرمایا

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

تو کہہ اگر تمکو ملنا ہے گھر آخرت کا اللہ کے یہان الگ سوائے اور لوگون کے تو تم مرنے کی آرزو کرو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

اگر تم سچے ہو اور یہ آرزو کبھی نہ کرینگے جس واسطے آگے بھیج چکے ہین ہاتھ انکے اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگارون کو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ

اور تو دیکھے انکو سب لوگون سے زیادہ حریص جینے کی اور شریک پکڑنے والون سے بھی ایک ایک چاہتا ہے

لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ

کہ عمر پاوے ہزار برس اور کچھ اسکو سرکا نہ دیگا عذاب سے اتنا جینا اور اللہ دیکھتا ہے

بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

جو کرتے ہین

محمد بن اسحق نے بالاسناد حضرت ابن عباس رضی سے روایت کی کہ جب بے ایمان قوم یہود نے اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا باندھا کہ وعدہ توریت و موسیٰ علیہ السلام سے جنت خالص یہودیون کے واسطے ہے اور دوسرون کے واسطے نہین ہے تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کہدے کہ اگر اللہ تعالے کے یہان خالص تمھارے ہی واسطے دار الآخرت ہے بدون دوسرے لوگون کے تو تم لوگ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو ف کیونکہ جسکے واسطے دار الآخرت جنت ہو اور اُسکی نعمتین بے مثل و بے مثال ہین اور اُسکی راحت و عیش دائمی پائدار ہے تو جس شخص کے واسطے وہ قطعی خالص ہو وہ قطعاً اُسکی تمنا کریگا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مدعیون سے کہین کہ تم اپنے دعوی کے موافق دعا کرو اور مین بھی تمھاری موت کیواسطے دعا کرون اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو اسپر راضی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے معجزہ قرار دیکر اپنے علم غیب سے یہودیون کا انکار بھی بتلا دیا بقولہ تعالیٰ - وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ - اور کبھی ہرگز موت کی تمنا نہین کرینگے بوجہ ان بدکاریون کے جو اُنکے ہاتھون پہلے ہی بھیجائی ہین - ف یعنی جو کفر و بدکاریان و تحریف توریت و قتل انبیا و کفر بقرآن و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ افعال قبیحہ و ارتداد و سرکشی انکے ہاتھون سے سرزد ہوچکے ہین جو انکے حق مین موجب جہنم مین انکی جو ہے یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہین کرینگے اور یہی ہوا چنانچہ ابن عباس رضی نے بیان فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون کو فرمایا کہ تو موت کے واسطے دعا کرو کہ فریقین مین سے جو شخص جھوٹا ہو اُسپر واقع ہو تو یہودیون نے مہلت مانگی کہ اے ابو القاسم تامل فرمایئے کہ ہم اپنے کام مین غور کرلین پھر آپس مین کہا کہ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ یہ شخص پیغمبر ہے پس جمع ہوکر آئے اور اس سے انکار کیا اور کہا کہ اے محمد ہمارے واسطے ہمارا دین اور آپکے واسطے آپکا دین ہے اور ابن عباس رضی نے کہا کہ اگر یہودی لوگ تمنا کرتے تو روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا بلکہ مرجاتا تا ضحاک نے بھی ابن عباس رضی سے روایت کی کہ تمنائے موت سے یہی مراد ہے کہ موت کی دعا مانگو ابن اسحق و عبد الرزاق نے بھی ابن عباس رضی سے روایت کی کہ اگر یہود تمنائے موت کرتے تو سب مرجاتے اور ابن ابی حاتم نے بھی یہی حضرت ابن عباس رضی سے روایت کیے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ سانید صحیح ہین اور ابن جریر نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر یہودی تمنا موت کرتے تو سب مرجاتے اور جہنم مین سے اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اس حدیث کو امام احمد نے بھی مسند مین روایت کیا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ آیت کی یہی تفسیر ہے کہ یہودیون سے بطور مباہلہ کہا گیا تھا کہ آؤ بددعا کرو کہ تم مین اور اہل اسلام مین جو کوئی جھوٹا ہو وہ مرجاوے اور یہی معنے

حضرت قتادہ و ابو العالیہ و ربیع بن انسؓ سے مروی ہین مترجم کہتا ہی کہ اسکے ساتھ جب یہود یونے پہلے یہ کہدیا کہ تمکو قطعی یقین ہی کہ دار الآخرت
خالص تمھارے ہی واسطے ہی اور تم اسکو توریت مین سے اپنا ایمان بیان کرتے ہو پس اگر تمکو ایمان ہی تو تم موت کی تمنا کرو ورنہ جھوٹے ہو
پس یہ یہود کے بے ایمان ہونے کے واسطے بالکل صریح ہوگیا اور سورۂ جمعہ مین بقولہ تعالے قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ
من دون الناس فتمنوا الموت الآیۃ - بہت صریح بیان فرمایا ہی پھر جب یہودیون نے باوجود دعوی ایمان کے اس سے انکار کیا تو صریح ثابت ہوگیا
کہ جس امر کی نسبت ایمان و یقین کا دعوی کرتے ہین درحقیقت اسکا یقین نہین رکھتے ہین لہذا فرمایا - وَاللّٰهُ عَلِيمٌۢ بِالظّٰلِمِينَ -
اور اللہ تعالی تو ظالمون کو خوب جانتا ہی - ف ظالم وہ ہی جسنے اپنے نفس پر ظلم کیا مترجم کہتا ہی کہ نفس پر ظلم دو طرح پر ہوتا ہی ایک بنظر آخرت اور
دوم بنظر دنیا پس بنظر آخرت ظلم یہ ہی کہ نفس کو جنت و رضاے الٰہی سے محروم کرے یا اسکو عذاب جہنم کے واسطے پیش کرے پس اگر جنت سے
محروم کیا تو وہ اس طرح ہی کہ شرک و کفر اختیار کرے اسیواسطے فرمایا بقولہ تعالی ان الشرک لظلم عظیم - کیونکہ شرک کافر ہوکر جنت و رضاے الٰہی سے
بالکل محروم ہوجاتا ہی اور اگر اسنے شرک نہ کیا بلکہ گناہون مین مبتلا ہوا تو دو حال سے خالی نہین یا اسنے توبہ کرلی ورنہ توبہ قبول ہوئی تو جس وقت
تک اسنے فسق و فجور مین عمر گنوائی یہ زمانہ رائگان گیا تو نفس پر ایک قسم کا ظلم ہوا باوجود اس خوف کے کہ شاید توبہ قبول نہو کیونکہ توبہ تو ہر شخص
کی قبول ہوتی ہی لیکن اسکے شرائط و دلی ندامت ضرور ہی اور اگر معاذ اللہ اسکی توبہ قبول نہوئی تو ایمان کے ساتھ آخرت مین شفاعت و عفو
کی امید ہی جیسے بدون توبہ کے مرجانے کی صورت مین ہی پھر اگر تقدیر الٰہی سے اسکو شفاعت نصیب نہوئی تو بقدر گناہ کے جہنم مین رہے گا
تاکہ اس گناہ سے پاک ہو کیونکہ اللہ تعالی نے اہل ایمان کو اہل جہنم نہین رکھا بلکہ اہل جنت قرار دیا الحاصل یہودیون کے حق مین ظلم عظیم یعنے
کفر ہی کہ انھون نے اپنے نفس پر ظلم عظیم کیا کہ اسکو دائمی جہنمی کردیا - ه امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس آیت مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو معجزۂ واضحہ کے ساتھ مدینہ کے یہودیون پر غلبۂ تامہ عطا فرمایا اور انکے احبار و علماء کو صریح فضیحت کیا جس سے عوام عرب انکے دام مکر و فریب
سے چھوٹ گئے جیسے نصاری کے ایک فریق اہل نجران کو جو عیسی علیہ السلام کے بارہ مین دروغ بکتے تھے اسیطرح فضیحت فرمایا چنانچہ
آیندہ آویگا انشاء اللہ تعالی - اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ فریق یہود کو حکم دیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو کیونکہ اس سے تمھارا کچھ ضرر نہین ہی
اسواسطے کہ جب تم اس دعوی مین سچے ہو کہ توریت پر تمھارا ایمان کامل ہی اور دار الآخرت بقرب منزلت و رضوان جنت سواے ہم لوگون کے
فقط تمھارے ہی واسطے خاص ہی تو تمناے موت سے تمھارا صدق ظاہر ہوجائیگا کہ تمکو اللہ تعالے یہ بے مثال عیش عطا فرماویگا اور اگر تمنے
اس امر سے انکار کیا تو لوگون کو بخوبی ظاہر ہوجائیگا کہ تم لوگ جھوٹے ہو اور ہم سچے ہین کہ تمھاری تمناے وقت سے تم پر موت ٹوٹ پڑیگی لیکن
یہودیون نے اس سے قطعی انکار کیا کیونکہ وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ خود جھوٹے و مفتری ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچاننے کے باوجود
انکار کرتے ہین اور عہد توریت چھوڑکر توریت مین آپکے جو فضائل کاملہ موجود ہین انکو چھپاتے ہین اور غضب الٰہی کا اثر ان پر طاری ہی کہ موت سے گھبراتے
ہین لہذا اللہ تعالی نے بطور معجزہ کے انکی باطنی حالت سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالی - وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ
وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا - اور بیشک تو ان یہودیون کو زندگانی دنیا پر سب لوگون سے زیادہ حریص دیکھیگا اور ان لوگون
سے بھی زیادہ جو مشرک بنے ہین - ف مشرکون سے مراد عرب کے بت پرست و عجم کے مجوس و ہندو ہین کما رواہ ابن ابی حاتم والحاکم
کیونکہ بت پرستون کے نزدیک دار الآخرت و قیامت کوئی چیز نہین ہی تو وہ زندگانی دنیا ہی کو بہت غنیمت سمجھتے ہین اور اسکے قریب مجوسیون
کی کیفیت ہی مگر باوجود اسکے انکے دل مین مرنے کے بعد عذاب کا دغدغہ نہین ہی بخلاف یہودیون و جمیع منافقون کے کہ انکو بعد مرنے کے اپنی

بداعمالیون سے عذاب کا سخت دغدغہ ہی اسیواسطے یہ لوگ تمنا کرتے ہین کہ جب تک جیتے رہین بہت غنیمت ہی کہ عذاب سے بچے رہین کیونکہ کافر کے واسطے دنیا جنت ہی۔ **یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ** -انمین سے ہر کوئی چاہتا ہی کہ کاش وہ ہزار برس عمر دیا جاتا ف حسن بصریؒ نے فرمایا کہ منافقون مین سے ہر ایک یہ تمنا کرتا ہی کہ ہزار برس زندہ رہتا دیگر علماء نے فرمایا یعنی یہودمین ہر ایک کو ہزار برس عمر کی تمنا ہی امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی سیاق اظہر ہی اور حضرت ابن عباسؓ و مجاہد و سعید بن جبیر و ابو العالیہ نے کہا کہ مراد یہ ہی کہ ان مشرکون یعنی بت پرستون و مجوس مین سے ہر ایک چاہتا ہی کہ کاش وہ ہزار برس عمر دیا جاوے ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد درازی عمر ہی جیسے مجوس فارسی بولتا ہی کہ کاش وہ ہزار سال زیم۔ مجاہدؒ نے فرمایا کہ بدکاریون نے اُنکو دنیا کی زندگی کا لالچ دلایا۔ مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین معنی یہ ہونگے کہ یہ بت پرست وکفار ہزار دن برس کی زندگی کا لالچ کرتے ہین تو یہودی و منافق انسے بھی زیادہ زندگی کا حریص ہی کیونکہ اسکو عذاب کا بھی دغدغہ ہی تو چاہتا ہی کہ جب تک بچا رہے غنیمت ہی کہ عذاب سے چھوٹا رہے **وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ** -حالانکہ نہین ہی وہ کہ دور کر نیوالا ہو اسکو عذاب سے عمر دراز دیا جانا ف ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابو العالیہ نے فرمایا یعنے عمر دراز دیا جانا اسکو عذاب سے چھڑانے والا نہین ہی عبد الرحمٰن بن زیدؒ نے کہا یعنے اگر اسکو ابلیس کی طرح عمر طویل دیجاوے تو بھی اُسکو کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ کافر ہی ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہودیون کو بت پرستون سے بھی زیادہ زندگی کی ہوس اسوجہ سے تھی کہ بت پرست تو اپنے اعتقاد کفر مین حشر و قیامت کا یقین ہی نہین رکھتا تھا تو وہ عمر کو صرف دنیا کی لذت کیواسطے پسند کرتا تھا اور موت کے بعد عذاب سے نہین ڈرتا تھا بخلاف یہودی کے کہ اُسکو اپنی بدکاریون کی وجہ سے عذاب کا خوف ہی تو وہ بت پرستون سے بھی زیادہ زندگی پر حریص ہی۔ **وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ** -اور اللہ خوب دیکھتا ہی جو یہ کرتے ہین۔ ف پس انکی بداعمالیون کی سزا قطعی پہونچنے والی ہی (مسئلہ) موت کی تمنا کرنا۔ جواب محققین کے نزدیک اگر دنیا کی محنت و مشقت یا مصیبت کے جزع و فزع پر موت کی تمنا کرے تو ممنوع ہی اسیواسطے حدیث مین موت کی تمنا سے منع فرمایا کہ تم مین کوئی موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر بدکار ہو تو شاید اُسکو توبہ و اعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہو اور اگر نیکوکار ہی تو اُمید ہی کہ اُسکی نیکیان بڑھین (الصحیح) محققین نے کہا کہ اگر شوق آخرت مین موت کی خواہش کرے یا حفاظت ایمان کے واسطے آرزو کرے تاکہ جو نعمت ایمان اُسکو بالفعل حاصل ہی اُسکو سلامت لیجاوے ایسا نہو کہ آئندہ کسی فتنہ مین مبتلا ہو تو یہ ممنوع نہین ہی چنانچہ دعاے یوسف علیہ السلام مین فرمایا۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین الآیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات کی حدیث مین ہی۔ اللھم الرفیق الاعلی (الصحیحین) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب مبارک کی حدیث مین منجملہ دعا کے یہ کلام ہی۔ واذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون یعنے اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی خواب مین جو دعا تعلیم فرمائی اُسمین ہی (الٰہی جب تو اپنے بندون کو فتنہ مین ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے بغیر ابتلاء فتنہ کے اپنے پاس مقبوض فرمائیو" (الترمذی واحمد باسناد حسن و صحیح) اور امام ابو اسمٰعیل الازدی نے باسانید صحیحہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و ایک جماعت صحابہؓ سے روایت کیا کہ نصاراے شام و مجوسیان فارس کو فرمایا کہ تمپر جہاد کرنے ایسی قوم آئے ہین کہ جس قدر تمکو دنیاوی زندگی محبوب ہی اُس سے بڑھکر اُنکو موت محبوب ہی (فتوح الشام) اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفت مین فرمایا فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا الآیۃ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ باغیان خوارج کے مقابلہ مین بغیر خود کے دونون صفون کے درمیان پھرتے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ تو لڑنے والون کی وضع نہین ہی تو فرمایا اے فرزند تیرے باپ کو پروا نہین کہ تیرا باپ موت پر جا گرا یا موت اُسپر آپڑی اور جس صبح کو آپنے ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے شہادت پائی اُس رات کو بار بار دیکھتے اور پوچھتے

تھے کہ صبح ہوئی اور یہ کمال اشتیاق ہے۔ حذیفہ رضؓ نے موت کے وقت کہا حبیب جاء علی فاقۃ لا افلح من ندم یعنی عین آرزو
کے وقت حبیب آیا جو اسپر نادم ہوا اسکا بھلا نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو اسمٰعیل نے اسکے مثل حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا و اسنادہ صحیح
اور جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر فرماتے تھے الآن الاقی الاحبۃ محمدا وحزبہ اب وہ وقت آیا کہ میں اپنے محبوبوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپ کے یاروں سے ملونگا چنانچہ شہید ہوگئے رضی اللہ عنہ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کا موت کی دعا کرنا اور انتقال فرمانا مشہور ہے
اور اکابر رضی اللہ عنہم سے اشتیاق آخرت و تمنائے موت کی روایات بکثرت ہیں اور کیوں نہو کہ دنیا دار فانی و مقام حجاب ظلمانی ہے کہ
وہ مومن کے واسطے قیدخانہ ہے پس رحمت و مغفرت آلٰہی کے ساتھ موت نہایت محبوب ہے ان ربی غفور رحیم۔ (مسئلہ) جب حضرت
موسٰی علیہ السلام نے دیدار باری تعالیٰ کی درخواست کی تو حکم آیا کہ۔ لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ یعنی تو
مجھے نہیں دیکھیگا ولیکن پہاڑ کی طرف دیکھ پھر اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھیگا پس یہ آیت خود دلیل ہے کہ دیکھنا مانند شریک
باری تعالیٰ کے محال میں نہ تھا اگرچہ اسوقت حضرت موسٰی علیہ السلام سے اسکا تحمل ممکن نہ تھا کیونکہ جسم فانی میں اس تحمل کی طاقت نہیں ہے چنانچہ سورۂ
اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ بکثرت دلائل آوینگے اور یہاں مقصود بیان یہ ہے کہ سوائے اہل سنت کے باقی فرق اسلامیہ نے دیدار باری تعالیٰ محال
سمجھکر استدلال کیا کہ۔ لن ترانی۔ میں کلمہ لن جو نفی دائمی ہوتا ہے وارد ہوا تو یہ دلیل ہے کہ کبھی نہیں دیکھ سکتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ لن تو اس حیات
کی نفی دائمی ہے بدلیل آنکہ اس آیت میں یہودیوں کو فرمایا کہ۔ لن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیہم۔ یعنے ہرگز موت کی تمنا نہیں کرینگے بلکہ کلمہ ابدا
سے تاکید بھی مذکور ہے کہ ہرگز کبھی تمنا نہیں کرینگے حالانکہ یہ نفی فقط اسی دنیا تک دائمی ہے کیونکہ جہنم میں موت کی تمنا کرنا صریح منصوص ہے
چنانچہ فرمایا۔ یا لیتہا کانت القاضیۃ ای کاش موت آجاتی۔ اور فرمایا۔ یا مالک لیقض علینا ربک۔ یعنے جہنم کے خازن سے جسکا نام مالک ہے
درخواست کرینگے کہ ای مالک تم دعا کرو کہ تمہارا پروردگار ہمکو موت دیدے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ لن کی نفی سے یہ مراد نہیں ہوتی ہے
کہ علم آلٰہی و آخرت تک نفی ہے بلکہ دوام دہر جو محدود ہو اسکی دائمی نفی ہوتی ہے حتی کہ یہود کی تمنا دائمی حیات دنیا تک منفی ہے اور بحث
سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ توضیح کے ساتھ آویگی ف بعض اشارات عرائس میں ہے قولہ تعالیٰ۔ ولتجدنہم احرص الناس علی
حیوۃ۔ جب قلب پر غفلت و شہوت کا پردہ ڈھک جاتا ہے تو اسکی ترقی صرف مادیات تک رہتی ہے اور مادیات کا منتہٰی اسی جسم تک ہے لہذا
بقائے جسم کی حرص زیادہ ہوجاتی ہے اسیواسطے بوڑھے آدمی کی بدانجامی کے آثار میں سے حدیث شریف میں آیا کہ بوڑھاپے میں اسکو زندگی و مال کی
حرص بڑھ جاتی ہے شیخ محمد بن الفضیل نے فرمایا کہ جمیع اہل شرک و کفر زندگی دنیا پر حریص ہوتے ہیں اور یہ مرتد منافق یہود ان سب سے زیادہ حریص
تھے پس مومنین کا حال اسکے مخالف ہونا چاہیے یعنے لقائے آلٰہی و موت کا مشتاق ہو تاکہ غیب کا کشف و ظہور ہو اور مقام انس تک رسائی ملے اور وحشت
کا پردہ دور ہو اور حدیث میں ہے۔ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ۔ اور جب حضرت بلالؓ کی موت کا وقت ہوا تو انکی بیوی نے کہا کہ واحزناہ
یہ جدائی بڑی مصیبت و غم کا سامنا ہے حضرت بلالؓ نے کہا کہ اری چپ چپ۔ واطرباہ بلقاء الاحبہ۔ اب بڑی خوشی کا وقت ہے کہ اپنے محبوبوں سے
ملاقات نصیب ہوگی۔ واضح ہو کہ موت کے وقت جان نکلنا ایک تکلیف شدید ہے لیکن اہل شوق کو یہ کلفت آسان ہوجاتی ہے اور اسواسطے
اہل ایمان میں سے بہت پاکیزہ لوگوں پر سختی کی جاتی ہے کہ بالکل پاک و مطہر ہوجاویں اور یہ سختی بالکل کفارہ ہوجاوے اور چونکہ عالم سکرات اور شدید ہے
اسی واسطے حدیث میں دعا آئی ہے کہ الٰہی سکرات کے وقت اعانت فرما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ ای لوگو اگر خدا کی راہ میں شہید نہو تو بستر پر مروگے
اور قسم اس پاک کی جسکے قبضہ میں ابن ابی طالب کی جان ہے کہ سر پر ہزار تلواریں کھانا مجھے بستر پر جان دینے سے آسان ہے شیخ واسطی نے کہا کہ …

عالم سے بیداری ہی تو جو شخص اس بیداری سے محجوب ہی وہ اپنے مردہ ہونے کی خرابی سے آگاہ نہوا اور یہ مردگی کی خرابی تیرے دل مین کیا اثر کریگی
جبکہ تو موت سے ڈرتا ہی بعض محققین نے کہا کہ حیات دنیا ایک گران خواب ہی کہ جب مرکر بیدار ہوگا تو خواب مین بدکاری کی تاویل بہت پشیمانی ہی نعوذ
باللہ من ذلک۔ مترجم کہتا ہی کہ جب افعال قبیحہ کی شامت سے قلب پر غلاف ہوجاتا ہی تو ملک آخرت و نعمت حقیقی کی لذت موہوم ہوجاتی ہی
اور کدورت جسمیت غالب ہوکر دنیا کی چاہت بڑھجاتی ہی اسیواسطے عالم دنیا و اسکی مکدر مادیات اور شیطان و اُسکے ہوسات و ذریات سے
مانوس ہوجاتا ہی اور انبیاء و صالحین و آخرت و ملائکہ مقربین سے انکار و عداوت پیدا ہو جاتی ہی کیونکہ کدورات و نورانیات مین ضدیت ہی اسیواسطے
خبیث یہودیون نے حضرت جبرئیل ؑ سے عداوت پیدا کرلی اور اللہ تعالیٰ نے اُسکے عوض یہودیون کو دشمن بنایا چنانچہ فرمایا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

تو کہہ جو کوئی ہوگا دشمن جبرئیل کا سو اُسنے تو اُتارا ہی یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے سچ بتاتا اُس کلام کو جو اُسکے آگے ہے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

اور راہ دکھاتا اور خوشی سناتا ایمان والون کو جو کوئی ہوگا دشمن اللہ کا اور اُسکے فرشتون کا اور رسولون کا اور جبرئیل ؑ

وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

اور میکائیل ؑ کا تو اللہ دشمن ہے اُن کافرون کا

شیخ ابن کثیر ؒ نے لکھا کہ امام ابن جریر نے فرمایا کہ علماء تفسیر متفق ہین کہ یہ آیت یہودیون کے رد مین نازل ہوئی ہی جبکہ اُنھون نے
یہ کہا تھا کہ جبرئیل ؑ ہمارا دشمن ہی اور میکائیل ؑ ہمارا دوست ہی پھر خصوص سبب مین البتہ روایتین مختلف ہین بعض نے کہا کہ یہودیون نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے آپکی نبوت کے بارہ مین جھگڑا کیا تھا چنانچہ ابن عباس ؓ سے روایت ہی کہ یہودیون مین سے ایک گروہ نے حاضر ہوکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ سے چند سوال کرنا چاہتے ہین جنکو سوائے پیغمبر کے کوئی نہین جانتا ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو کچھ تمہارا جی چاہے مجھسے پوچھو ولیکن میرے واسطے وہ عہد دو جو حضرت یعقوب ؑ نے اپنی اولاد سے لیا تھا کہ اگر مین تم سے ٹھیک بتلادون
اور تم اُسکو پہچان لو تو مسلمان ہوجانے مین میری متابعت کروگے پس کہنے لگے کہ بیشک ہم آپ کے واسطے یہ عہد دیتے ہین پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا پوچھو تو کہنے لگے کہ ہم چار باتین پوچھتے ہین اول یہ فرمائیے کہ اسرائیل نے نزول توراۃ کے زمانہ سے پہلے کسچیز کو
اپنے اوپر حرام کیا تھا اور دوم یہ فرمائیے کہ عورت و مرد کی منی کیونکر ہوتی ہی اور اُس سے لڑکا یا لڑکی کیونکر پیدا ہوتی ہی سوم یہ فرمائیے کہ توریت
مین جس نبی امی کی صفت مذکور ہی وہ کیا صفات ہین اور یہ فرمائیے کہ ملائکہ مین سے کون اُسکا ولی ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے اللہ تعالیٰ کا
عہد لیا کہ آگاہ کرنے پر وہ لوگ متابعت کرینگے پس اُنھون نے عہد و میثاق دیا تو آپنے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم دلاتا ہون جسنے موسیٰ ؑ پر توریت
نازل فرمائی تم جانتے ہو کہ یعقوب اسرائیل کو ایک مرض شدید لاحق ہوا اور یہ بیماری دراز ہوئی پس اُنھون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے نذر کی
کہ اگر اللہ تعالیٰ اُنکو اس مرض سے صحت عطا فرماوے تو وہ ایسا کھانا و پینا جو اُنکو زیادہ مرغوب ہی اللہ تعالیٰ کے واسطے چھوڑ دینگے اور وہ اونٹ کا
گوشت اپنے کھانے مین زیادہ محبوب رکھتے اور اونٹ کا دودھ پینے مین زیادہ مرغوب رکھتے تھے پس کہنے لگے کہ واللہ ٹھیک فرمایا پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اُٹھاکر فرمایا کہ الٰہی تو اُنپر گواہ رہیو پھر آپنے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم دلاتا ہون جسکے
سوائے کوئی الوہیت والا نہین ہی جسنے موسیٰ ؑ پر توریت نازل فرمائی بھلا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا سفید ہی اور عورت کا پانی رقیق زرد ہی

پس ان دونون مین سے جو پانی بحکم الٰہی عزوجل اوپر ہوجاتا ہی بچہ اُسیکے مشابہ اور وہی ہوتا ہی یعنے اگر مرد کی منی عورت کی منی کے اوپر ہوجاتی ہی
تو بحکم الٰہی عزوجل بچہ نر ہوتا ہی اور اگر عورت کی منی مرد کی منی کے اوپر ہوجاتی ہی تو بحکم الٰہی وہ بچہ مادہ ہوجاتا ہی اور اُسیکے مشابہ ہوتا ہی جسکا غلبہ ہو کہنے لگے
کہ واللہ سچ فرمایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی تو گواہ رہیو اور فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم دلاتا ہون جسنے موسیٰ پر توریت
نازل فرمائی بھلا تم جانتے ہو کہ یہ نبی امی جو توریت مین مذکور ہی اُسکی یہ صفت ہی کہ اُسکی آنکھین سوئینگی اور دل نہین سوئیگا کہنے لگے کہ واللہ
سچ فرمایا پھر کہنے لگے کہ اب آپ یہ فرمائیے کہ ملائکہ مین سے آپکا ولی کون ہی پس اسی بات پر یا تو ہم لوگ آپ سے متفق ہونگے یا جدا ہوجائینگے
پس آپ نے فرمایا کہ میرا ولی جبرئیلؑ ہی اور اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر کبھی نہین بھیجا مگر کہ جبرئیل ہی اُسکا ولی رہا تو کہنے لگے کہ اب ہم ضرور آپ سے
جدا ہونگے اور اگر ملائکہ مین سے سوائے جبرئیلؑ کے اور کوئی آپکا ولی ہوتا تو ہم آپ کی تصدیق کرتے اور آپکے تابع ہوتے پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم جبرئیلؑ کی تصدیق کیون نہین کرتے ہو تو کہنے لگے کہ جبرئیلؑ ہمارا دشمن ہی پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قُلْ
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ - کہدے کہ جو شخص جبرئیلؑ کے واسطے دشمن ہو۔ ف تو وہ اپنی عداوت مین جل مرے اور جبرئیلؑ کا
کچھ نقصان نہین ہی - فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ - کہ جبرئیلؑ نے اس قرآن کو تیرے قلب پر بحکم الٰہی اُتارا
ف کچھ اپنی طرف سے نہین اُتارا تو یہ کلام الٰہی ہی - مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ - درحالیکہ یہ قرآن اُس کلام کی تصدیق
کرنیوالا ہی جو اُسکے سامنے موجود ہی۔ ف یعنے اگلی کتابون توریت وانجیل کی تصدیق کرتا ہی وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ
اور درحالیکہ وہ مومنون کے واسطے ہدایت وبشارت ہی۔ ف یعنے گمراہی سے ہدایت کرنے والا اور جنت کی بشارت دینے والا ہی کیونکہ
اس دنیا مین اللہ تعالیٰ نے جنت ودوزخ کی راہ ایسے طور پر رکھی ہی کہ کسی شخص کو اپنی سمجھ سے یہ مجال نہین ہی کہ جنت کی راہ دریافت کرسکے بلکہ خواہ
مخواہ بھٹکتا رہیگا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا تاکہ بھٹکنے سے بچکر ٹھیک راہ پر چل سکے کیونکہ حدیث مین ہی کہ جنت ایسی چیزون سے
گھری ہوئی ہی جو نفس پر شاق ہین اور جہنم ایسی چیزون سے گھری ہوئی ہی جو نفس کی خواہش ہین پس اگر نفس کی سمجھ پر چھوڑا جاوے
تو وہ خواہ مخواہ ایسی ہی چیزون مین گھسیگا جو اُسکو مرغوب ہین حالانکہ وہ جہنم تک پہونچاوینگی تو قرآن مجید واسطے ہدایت کے بھیجا تاکہ بھٹکنے
سے بچ جاوین پس جسنے اُسکی پیروی کی تو اُسکو مبارکباد ہی کہ وہ خواہش کو چھوڑکر عقل کی راہ پکڑ یا جسکی انتہا جنت ہی تو اُسکو بشارت
حاصل ہوئی جیسے کافرون کو جو نہین مانتے ہین مانند یہود وغیرہ کے اُنکو وعید عذاب ہی اور یہودیون پر یہ پھٹکار جو جبرئیل علیہ السلام کی عداوت پر
واقع ہوئی اسمین جبرئیلؑ ہی کی خصوصیت نہین ہی بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ - جو کوئی اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو۔
ف باین طور کہ خالق عزوجل سے انکار کرے جیسے فرقہ دہریہ ونیچریہ وغیرہ ہی یا اللہ تعالیٰ کے صفات وشرائع وغیرہ کا انکار کرے - وَمَلٰٓئِكَتِهٖ
اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کا دشمن ہو - وَرُسُلِهٖ - اور اللہ تعالےٰ کے رسولون کا دشمن ہو۔ ف خواہ وہ رسول سابق ہون
یا بالفعل ہون - وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ - اور جبرئیلؑ ومیکائیلؑ کا دشمن ہو۔ ف جیسے یہودی کمبخت کہتے تھے غرض کہ
جو ان کا دشمن ہو وہ کافر ہی - فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ تو اللہ تعالیٰ کافرون کا دشمن ہی ف پس اُنکو سزائے جہنم دیگا
اس حدیث ابن عباسؓ کو جسمین مناظرہ یہودیون کا سبب مذکور ہی ابن جریر وامام احمد ومحمد بن اسحٰق نے روایت کیا اور ابن اسحٰق کی روایت
مین اسقدر زیادہ ہی "کہ پھر یہودیون نے کہا کہ آپ ہمکو روح سے آگاہ فرمائیے" مترجم کہتا ہی یعنے روح القدس کو پوچھا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالےٰ اور اُسکے انعامات کی جو بنی اسرائیل پر کیے ہین قسم دلاتا ہون کہ بھلا تم جانتے ہو کہ وہ

جبرئیل ہے اور وہی میرے پاس وحی لاتا ہے تو کہنے لگے کہ ہان واللہ یہ تو ٹھیک ہے مگر یہ ہمارا دشمن ہے کہ وہی ہم پر قحط و خونریزی لایا اور اگر یہ ہوتا
تو ہم آپکی پیروی کر لیتے پس اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائین قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ۔ ۵- اور امام احمد نے دوسری اسناد کے ساتھ بطریق
سعید بن جبیر روایت کی جسمین یہ تصریح ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو عرق النسا کی بیماری تھی تو انھون نے اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ اپنے
مناسب پاکر اپنے اوپر حرام کر لیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ جب انھون نے سنا کہ جبرئیل وحی لاتے ہین تو کہنے لگے کہ یہی لڑائی و قتال و قحط و عذاب لاتا ہے اور اگر
میکائیل ہوتا تو البتہ ہم ایمان لاتے کہ وہ باران رحمت و فراخی و پیداوار لاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی (رواہ الترمذی والنسائی) اور اسکے مانند کہ
یہود نے کہا جبرئیل ہمارا دشمن ہے حضرت مجاہد و قاسم وغیرہ سے مروی ہے۔ اور امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور عبداللہ بن سلام نے آپکے آمد کی خبر سنی اور اُسوقت وہ اپنی زمین مین کام کر رہے تھے
وہان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین آپسے تین باتین
پوچھتا ہون جنکو سوائے پیغمبر کے کوئی نہین جانتا ہے اول یہ کہ علامات قیامت مین سے اول کون ہے دوم اہل جنت کا اول طعام کیا ہوگا سوم
کیا بات ہوتی ہے کہ بچہ اپنی مان یا باپ پر پڑتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہ تھا مگر ابھی ابھی جبرئیل نے مجھکو آگاہ کیا
عبداللہ نے کہا کہ کیا جبرئیل نے آپکو آگاہ کیا آپ نے فرمایا کہ ہان تو عبداللہ نے کہا کہ یہ تو ملائکہ مین سے یہودیون کا دشمن ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ آیات سنائین۔ قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامات مین سے پہلی علامت یہ ہے کہ ایک
آگ پیدا ہوگی جو لوگون کو مشرق سے مغرب کو ہانکے گی اور اہل جنت کا پہلا طعام جگر ماہی کا زائدہ ہے اور جب مرد کی منی عورت کی منی سے سبقت کرتی ہے
تو لڑکا مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی سبقت کرتی ہے تو اُسکے مشابہ ہوتی ہے عبداللہ نے کہا کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ پھر عبداللہ نے
عرض کیا یا رسول اللہ یہودی بہت مفتری قوم ہے اگر وہ لوگ میرے اسلام سے آگاہ ہو جائینگے تو مجھپر بہتان باندھینگے پس آپ پہلے دریافت کر لین اتنے
مین یہودی آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم مین کیسا شخص ہے کہنے لگے کہ وہ بہت بہتر ہے اور بہتر کی اولاد ہے اور ہمارا
سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہو جاوے تو کہنے لگے کہ اللہ تعالے اُسکو اس سے محفوظ رکھے
معاذ اللہ وہ کیون مسلمان ہوگا پس عبداللہ بن سلام اندر سے نکل آئے اور کہنے لگے کہ مین بیشک گواہی دیتا ہون کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
جب یہودیون نے یہ سنا تو کہنے لگے کہ یہ ہم مین بدتر شخص ہے اور بدتر کی اولاد ہے اسکا کچھ اعتبار نہین اور عیوب بیان کرنے لگے عبداللہ رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ یا رسول اللہ مین اسی بات سے خوف کرتا تھا (رواہ البخاری ومسلم) ابن جریر نے کہا یہ اُن علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہین کہ یہودیون کے مناظرہ مین
آیت نازل ہوئی اور دیگر علماء نے کہا کہ پہلے مناظرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دربارۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تھا چنانچہ شعبی نے روایت
کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مین یہودیون کے مدارس مین جاتا تھا اور تعجب کیا کرتا تھا اور مجھے اچھا معلوم ہوتا تھا کہ کس
خوبی کیساتھ توریت تصدیق قرآن کرتی ہے اور قرآن تصدیق توریت کرتا ہے ایک روز اُن یہودیون نے مجھسے کہا کہ ای ابن الخطاب آپکے ساتھیون
مین آپسے زیادہ کوئی ہمکو محبوب نہین ہے مین نے پوچھا کہ یہ کیون تو کہنے لگے کہ آپ ہمارے پاس آتے ہین اور دوسرے نہین آتے ہین مین نے کہا کہ
مین آتا ہون تو مجھکو نہایت خوش معلوم ہوتا ہے کہ توریت تصدیق قرآن کرتی ہے اور قرآن تصدیق توریت کرتا ہے اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر
اُس طرف سے ہوا تو یہود مجھسے کہنے لگے کہ اے ابن الخطاب یہ آپکے صاحب جاتے ہین آپ نے جاکر ملیے پس مین نے اُن یہودیون سے کہا کہ مین
تمکو اللہ عز و جل کی قسم دلاتا ہون جسکے سوائے کوئی معبود نہین ہے اور جسنے تمپر رعایت فرمائی اور جسنے تمسے توریت مین عہد لیا ہے بھلا تم یہ جانتے

ہو کہ یہ رسول اللہ ہین تو اُسکے جواب مین یہ لوگ خاموش ہو رہے ہین پس ان لوگون مین جو سب سے بڑا عالم تھا اُسنے یہودیون سے کہا کہ ابن الخطاب نے تمکو بہت سخت قسم دلائی ہے پس چاہیے کہ کچھ اُنکو جواب دو تو کہنے لگے آپ ہی ہم سب مین عالم و بزرگ ہین آپ ہی جواب دین تو مجھسے کہنے لگا کہ آپنے جب ہمکو ایسی سخت قسم دلائی تو ہم کہتے ہین کہ بیشک یہ رسول اللہ ہین تو مینے کہا کہ جب تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہین تو اب تم برباد ہوے کہنے لگا کہ ہم برباد نہونگے مینے کہا کہ یہ کیون جبکہ تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہین پھر پیروی و تصدیق نہین کرتے ہو ضرور تباہ ہوگے تو کہنے لگا کہ ہم اسواسطے تباہ نہونگے کہ ملائکہ مین سے بعضے ہمارے دوست ہین اور بعضے دشمن ہین اور ان پیغمبر کے ساتھ ملائکہ مین سے وہ فرشتہ ولی کیا گیا ہے جو ہمارا دشمن ہے تو مینے پوچھا کہ تمہارا کون فرشتہ دشمن اور کون دوست ہے تو کہنے لگے کہ جبرئیلؑ ہمارا دشمن ہے اور میکائیلؑ ہمارا دوست ہے اور کہنے لگے کہ جبرئیلؑ سخت دل فرشتہ ہے کہ دنیا مین تنگی و تکلیف و عذاب لاتا ہے اور میکائیلؑ نرم دل فرشتہ ہے کہ وہ رحمت و فراخی و آسانی لاتا ہے تو مینے کہا کہ پروردگار عزوجل کے نزدیک دونون کا کیا مرتبہ ہے کہنے لگے کہ ایک اُسکی داہنی طرف ہے اور دوسرا بائین طرف ہے تو مینے کہا قسم اُس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہین ہے یہ دونون فرشتے مع اُس پاک عزوجل کے جسکے نزدیک ان دونون کا مرتبہ ہے سب ہی تو اُسکے دشمن ہونگے جو انمین سے کسیکا دشمن ہو اور سب ہی تو اُسکے دوست ہونگے جو اُنکا دوست ہو اور جبرئیلؑ سے ایسا نہین ہو سکتا کہ ایسے شخص کا دوست بنے جو میکائیلؑ کا دشمن ہے اور میکائیلؑ سے یہ نہین ہو سکتا کہ ایسے شخص کا دوست بنے جو جبرئیلؑ کا دشمن ہے یہ کہکر مین اُٹھا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر یہ حال بیان کرون پس جب مین آپ کے پاس پہونچا تو آپ بنی فلان کے دروازہ سے باہر آتے تھے پس آپنے مجھسے فرمایا کہ اے ابن الخطاب ابھی چند آیات نازل ہوئین جو مین تجھکو سناؤن پس آپنے سنایا من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ الآیہ پس مین رونے لگا اور عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون کہ مین تو آپکو خبر بیان کرنے آیا تھا حالانکہ مین دیکھتا ہون کہ حضرت سمیع بصیر عزوجل نے پہلے ہی سے آپ کو آگاہ فرما دیا - (وقد رواہ ابن ابی حاتم عن الشعبی و ابن جریر و عبدالرزاق عن قتادۃ و آدم بن ابی ایاس عنہ وقد رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن عمر بن الخطابؓ) امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسمین نکتہ یہ ہے کہ جو کوئی کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس سے دشمنی فرماتا ہے چنانچہ حدیث ابو ہریرہؓ مین آیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جسنے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو اُسنے میرے ساتھ لڑائی کی مبارزت کی (البخاری) چنانچہ جب یہودیون نے حضرت جبرئیلؑ سے دشمنی کی تو اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا اور قرآن مین یہ آیات نازل فرمائین جو تمامت تک یہودیون پر لعنت ہین ابن ابی حاتم نے کہا کہ مجھسے میرے باپ ابوحاتم نے روایت کی کہ مجھسے احمد بن ابی الحواری نے روایت کی کہ مجھسے عبدالعزیز بن عمیر نے روایت کی کہ ملائکہ مین جبرئیلؑ کا نام خادم اللہ ہے احمد نے کہا کہ مینے اس حدیث کو ابو سلیمان الدارانی سے بیان کیا تو جنبش سے لرزنے لگے اور اُنکے سامنے کچھ لکھے ہوے کاغذ تھے انکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ان سب سے مجھے یہ حدیث زیادہ محبوب ہے مترجم کہتا ہے کہ ابو سلیمان دارانی و احمد بن ابی الحواری بھی صوفیین اولیاے معروفین سے علماے ثقات ہین (کما فی التقریب) اور احمد بن ابی الحواری سے صحاح مین روایات ہین اور واضح ہو کہ سبب نزول کی دونون روایات مین توفیق یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع ایک جماعت صحابہ کے آپسے پہلے آگئے تھے پھر جب آپ تشریف لائے تو اُسکے قریب سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہودیون کا مباحثہ ہوا اور یہ آیات نازل ہوئین پھر عبداللہ بن سلام اُسوقت آئے کہ جب آپ مسجد قبا سے درمیان مدینہ مین آگئے تھے چنانچہ صحیح بخاری کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ مین جو اوپر مذکور ہوئی ہے کہ آپ نے عبداللہ بن سلام کو یہ آیات سنائی تھین پھر اُسکے بعد احبار یہود مجتمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مباحثہ پیش کیا جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ کی روایت مین مذکور ہے جو سب سے پہلے گذری فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(فائدہ) ابن جریر و طبرانی نے عکرمہ سے اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی کہ جبر و میک و سراف وائل یعنے بندہ و عبد ہے اور ایل اللہ

جبرائیل و میکائیل و سرافیل و اسرائیل بمعنے عبد اللہ ہے اور جبریل مین چار قرأتین مشہور ہین اول جبرائیل بوزن سلسبیل بقراۃ حمزہ و کسائی
دوم جَبریل بروزن قندیل قراۃ ابن کثیر ہے سوم جَبرَئِل بروزن واصل چہارم باقیون کی قراۃ جِبریل بروزن منديل ہے اور میکال بوزن
مفعال قراۃ ابو عمرو اور حفص ہے اور اکثرون کی قراۃ میکائیل بوزن اسرافیل ہے اور یہ اسماء بوجہ عجمہ و معرفہ ہونے کے غیر منصرف ہین لیکن
اعتراض کیا گیا کہ جب ترکیب مین عبد اللہ کے معنے ہین تو منصرف ہونا چاہیے اور جواب یہ کہ یہ عجمی نام ہے اور عبد اللہ کی ترکیب عربی ہے (مسئلہ)
بعض نے زعم کیا کہ آیت مین ملائکہ کو رسولون سے مقدم کرنے مین ملائکہ کی فضیلت نکلتی ہے جواب نہین بلکہ رسولون سے عداوت بوجہ وحی کے ہے جو ملائکہ لاتے
ہین بحکم الٰہی عزوجل پس اسی ترتیب سے ذکر ہوا اور اگر ترتیب بطور فضیلت ہوتی تو جبریل و میکائیل سے رسول افضل ہوتے اور رسولون سے ملائکہ افضل ہوتے
حالانکہ یہ باطل ہے اور لازم آتا کہ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ پر اپنی فضیلت کی ترتیب فرمائی حالانکہ ملائکہ وغیرہ کسی مخلوق کو حضرت باری تعالیٰ عزوجل
سے کوئی ترتیب نہین ممکن ہے اور تمام تفصیل کلمۃ الحق مین ہے۔ ف۔ شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ جب خیبر کے یہودی ابن صوریا نے جو ان مین بڑا عالم مشہور تھا اور حضرت
پر غضب الٰہی نازل ہوا تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم لوگ خود بڑے عالم ہین اور آپ ہمارے پاس کچھ نہین لائے جسکی ہم پیروی کرین تو نازل ہوا قولہ تعالیٰ

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۝ أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا

اور ہمنے اُتاری تیری طرف آیتین واضح اور منکر ہونگے اُن سے مگر وہی جو بے حکم ہین کیا اور جس بار باندھین گے ایک قرار

نَبَذَهُ فَرِيقٌ مِنْهُمْ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

پھینکدینگے اُسکو ایک جماعت اُن مین بلکہ وہ اکثر یقین نہین کرتے اور جب پہونچا اُنکو رسول اللہ کی طرف سے

مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ

سچ بتاتا اُن پاس والی کو پھینکدی ایک جماعت نے کتاب پانے والون مین کتاب اللہ کی اپنی پیٹھ کے پیچھے

كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ

گویا کہ اُنکو معلوم نہین اور پیچھے لگے ہین اُس علم کے جو پڑھتے شیطان سلطنت مین سلیمان کے اور کفر نہین کیا سلیمان نے

وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ

لیکن شیطانون نے کفر کیا لوگون کو سکھاتے سحر اور اُس علم کے جو اُترا دو فرشتون پر بابل مین ہاروت

وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ

اور ماروت پر اور وہ نہ سکھلاتے کسی کو جب تک نہ کہتے کہ ہم تو ہین آزمانے کو سو تو مت کافر ہو پھر اُن سے سیکھتے

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

جس چیز سے جُدائی ڈالتے ہین مرد مین اور اُسکی عورت مین اور وہ اُس سے بگاڑ نہین سکتے کسی کا بغیر اذن اللہ کے

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ

اور سیکھتے ہین جس سے اُنکو نقصان ہو اور نفع نہین اور جان چکے ہین کہ جو کوئی اسکا خریدار ہو اُسکو آخرت مین نہین

مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا ۱۵۱

کچھ حصہ اور بہت بُری چیز ہے جس پر بیچا اپنی جان کو اگر اُنکو سمجھ ہوتی اور اگر وہ یقین لاتے

ع ۱۲

وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور تقویٰ کرتے تو ثواب اللہ کے یہان سے بہتر تھا اگر وے جانتے

امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین وہ معارف وحقائق نازل فرمائے جو اگلی کتابون مین اُتارے تھے کہ معارف واسرار الٰہی مین سے احمق یہودیون ونصرانیون نے جو کچھ اپنی سمجھ کے موافق تحریف کرڈالا تھا اُسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین محقق کیا پھر ان معارف سے علاوہ قرآن عظیم کے بلند معارف وبیان فرمائے جنسے یہود ونصاریٰ کو کچھ خبر نہ تھی لہٰذا فرمایا ۔ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ بیشک ہمنے تیری جانب آیات واضحات نازل فرمائین ۔ ف یعنے جنکی معرفت اہل ایمان کے واسطے بہت واضح ہے کہ تیری نبوت پر صریح دلیل ہین کیونکہ جو شخص امی محض ہوکر ایسی آیات لاوے جو لب لباب توریت وانجیل ہے جسکے واسطے مدت دراز تک علماے یہود ونصاریٰ کوشش کرکے فخر کرتے ہین حالانکہ ان معارف بلند تک نہین پہونچتے تو یہ اُنکے حق مین قطعی دلیل نبوت تھی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق مین معجزۂ عصا قطعی دلیل ہوگیا حالانکہ آیات قرآنی تو صالحین عرب کے واسطے بسبب اعجاز بلاغت کے وبلند معارف ہدایت کے قطعی دلیل ہوا پس اسکا کون انکار کرسکتا ہے لہٰذا فرمایا ۔ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۔ اور ان آیات کا کوئی انکار نہین کریگا سوا ایسے لوگون کے جو فاسق ہین ف یعنی طاعت الٰہی وحد ایمان سے خارج ہین محمد بن اسحٰقؒ نے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ ابن صوریا کانے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے پاس کوئی ایسی نشانی نہین لاتے جس سے ہم پہچانین کہ آپ پیغمبر آخرالزمان ہین تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مالک بن صیف یہودی نے کہا کہ آپ کے بارہ مین کوئی بھی عہد ہے توریت مین نہین لیا گیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ۔ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۔ اور کیا ہر بار جب اُنھون نے عہد باندھا تو انمین سے ایک فریق نے اُسکو توڑ دیا ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بخوبی پہچانتے تھے کما قال تعالےٰ ۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم ۔ یعنے پیغمبر آخرالزمان کو ایسے پہچانتے ہین جیسے بخوبی شناخت مین اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین ۔ بلکہ عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ اپنے بیٹے مین مجھے یہ شبہہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاید اُسکی ماں نے فجور کیا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت مین مجھے یہ بھی تردد نہین تھا (البخاری) بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ بلکہ بہتیرے انمین سے ایمان ہی نہین لاتے ہین ف حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بے ایمانون کی یہی کیفیت ہے کہ آج عہد کرتے اور کل توڑتے ہین سدیؒ نے کہا کہ اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہین مترجم کہتا ہے یعنے توریت کو قرآن کے موافق پایا تو توریت کو چھوڑ دیا پھر وہ قرآن پر بھی ایمان نہین لاتے ہین چنانچہ فرمایا ۔ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور جب اُنکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا رسول آیا کہ وہ ایسی کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو اُنکے پاس موجود ہے تو جن لوگون کو کتاب دی گئی تھی اُن مین سے ایک فریق نے کتاب الٰہی کو اپنے پیٹھون کے پیچھے ڈال دیا گویا وے جانتے ہی نہین ہین ۔ ف سدیؒ نے فرمایا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل کتاب پر آئے تو اہل کتاب نے توریت وانجیل کو قرآن مجید سے مقابلہ کیا پس قرآن سے یہ دونون کتابین موافق پڑین تو انھون نے سابق کتابون کو بھی چھوڑ دیا یعنی توریت وانجیل کے میثاق وعہود بھلا دیے اور ایسے ہوگئے کہ گویا وہ ان کتب آسمانی وانکے عہد میثاق کو جانتے ہی نہین ہین مترجم کہتا ہے کہ زیادہ تر تحریف نصرانیون مین پھیل گئی چنانچہ جو شخص انکے حالات وسوانح ایام سے واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ ان لوگون نے قسطنطین کے عہد مین

محض اتفاق رائے سے عقائد کی کتاب اور سلطنت کے قوانین بنائے اور اس سب کی بنیاد اس عقیدہ پر تھی کہ الوہیت ایک معنے ہین کہ تین
اقنوم یعنے عیسیٰ و اُنکی مان و روح القدس سے قائم ہین اور یہ اول جہالت تھی کہ جسنے بہت بڑی خرابی ڈالی ول تو یہ معنی مہمل ہین دوم اس مہمل پر
تمام قوانین جو مبنی ہوے سب مہمل ہوے سوم دین الٰہی بالکل مفقود ہوگیا اور شیطان مسلط ہوگیا اور اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالےٰ اسکی توضیح
بلیغ آئیگی رہے یہود تو انمین اگرچہ تحریف اسقدر شدید نہ تھی لیکن جو تحریف کیگئی اُسنے بنیاد بگاڑ دی کہ انھون نے خاتم النبیین صلے اللہ
علیہ وسلم کے عہود و مواثیق نکال ڈالے گویا اپنے ایمان کا سر کاٹ دیا اور اس طرح غضب الٰہی مین گرفتار ہوے کہ حق کے صریح معاند ہوگئے گویا
وہ کتاب الٰہی جانتے ہی نہین تھے - وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ - اور اُس چیز کی پیروی کرلی
جو ملک سلیمٰن پر شیاطین پڑھتے تھے - ف اور وہ سحر و جادو تھا چنانچہ آئندہ بیان مترجم سے اسکی تحقیق و توضیح اس طرح آویگی کہ ہر ذی عقل
بخوبی سمجھ جائیگا اور یہان مقصود آیت قدسی یہ ہے کہ اہل کتاب نے معارف نبوت و کتاب الٰہی کو چھوڑ کر وہ امر اختیار کیا جسکا نتیجہ آخرت مین عذاب
شدید ہے اور دنیا مین بھی سوائے شرارت یا فساد کے کوئی فائدہ نہین حتی کہ اگر اُسکے ذریعہ سے تمام دنیا مل جاتی تو بھی بمقابلہ عذاب آخرت
اتباع شیطان کے بالکل ہیچ و باطل تھی حالانکہ دنیا میں بھی بہت ہی خفیف ملا اور وہ بھی نجس و حرام طریقہ سے ملا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے
اس قوم احمق کی تشنیع فرمائی کہ اُنھون نے کتاب الٰہی کو چھوڑا اور اتباع رحمت و معالی درجات آخرت و جنت اور مکارم اخلاق و سبیل
نورانیت سے منھ موڑا اور بجائے اسکے دو چیزون کی اتباع کی اول وہ کہ جسکو شیاطین عہد ملک سلیمان پر تلاوت کرتے اور دوم وہ کہ جو بابل مین
ملکین پر نازل ہوا تھا پس اول کا بیان یہ ہے جو عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو جن و انس پر حکومت
عطا فرمائی اور یہ سلطنت اُنکی حیات تک قائم رہی لیکن درمیان مین چند روز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے لوگون کو امتحان مین ڈالا اور سلیمان
علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی اُسمین اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت عجیبہ تھی پس وہ انگوٹھی چند روز کے واسطے مفقود کیگئی تو اُنکی حکومت مین
اختلال واقع ہوا اور اس درمیان مین جن و انس کا ایک گروہ مرتد ہو کر اپنے نفس کی خواہشون مین پڑگیا اور شیاطین نے اُنکو کلمات سحر سکھلائے پھر
جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو وہی حکومت عطا فرمائی تو آپ اس قوم کی کتابون پر مطلع ہوئے اور اُن سبکو چھین کر اپنے تخت کے نیچے دفن
کرا دیا لیکن آدمیون کو یہ حال معلوم نہ تھا پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو شیاطین نے لوگون کو ان کتابون پر مطلع کیا جب اُنھون نے
کھود کر نکالین تو شیاطین نے اُنسے کہا کہ سلیمانؑ کو یہی کتاب حاصل ہوئی تھی جس سے وہ آدمیون و جنون پر حکومت کرتے تھے مترجم
کہتا ہے کہ اس بارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ثابت نہین ہوئی تو ابن عباسؓ نے ان حکایات و روایات کو بنی اسرائیل سے
حاصل کیا ہے اور بنی اسرائیل کی روایات اس بارہ مین مختلف ہین چنانچہ ابن ابی حاتم کی اسناد سے سعید بن جبیر کی روایت اسطرح وارد ہوئی کہ سلیمان
علیہ السلام کے وزیر آصف کو دیکھا گیا کہ یہ شخص جن مین سے مرد صالح تھا) اسم اعظم معلوم تھا اور یہ شخص بحکم سلیمان علیہ السلام ہر ایک تحریر لکھتا اور تخت کے نیچے دفن کرتا
تھا بعد وفات سلیمان علیہ السلام کے شیاطین نے ان تحریرات کو نکالا اور اُنکے درمیان مین جادو و کلمات کفر لکھدئیے اور لوگون سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام
اسی پر عمل کرتے تھے جب بنی اسرائیل نے وہ کلمات کفر دیکھے تو جاہلون نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تکفیر شروع کی اور بدگوئی کرنے
لگے کہ یہ شخص بذریعہ سحر کے ہمپر حاکم ہوا اور ہمکو اسطرح مجبور کر رکھا تھا اور یہودیون نے یہی سحر سیکھنا شروع کیا اور یہودیون مین برابر حضرت سلیمان
علیہ السلام کی تکفیر جاری رہی بلکہ اُنکے باپ داؤد علیہ السلام کو بھی ساحر و کافر کہا کرتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو جیسے آپ کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام و اُنکی والدہ مریم رضی اللہ عنہا سے یہودیون کی بدگوئی

والزام دور کیا اسیطرح حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام سے بھی یہودیون کا بہتان دور کیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ
لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ اور سلیمانؑ نے کبھی نہین کفر کیا ولیکن شیاطین نے کفر کیا حالانکہ
وہ لوگون کو سحر سکھلاتے تھے۔ ف اگر شیاطین سے ابلیس و اُسکی ذریات مراد ہو تو بیان بطریق مقابلہ ہے کیونکہ ابلیس تو پہلے ہی سے کافر
ملعون ہے وہ کچھ سحر سکھلانے سے کافر نہین ہوا مگر جو لوگ سلیمان علیہ السلام کی نسبت تکفیر کرتے تھے اُنکی تردید مین فرمایا کہ سلیمان نہین کافر ہوا
بلکہ شیاطین ہوے جو لوگون کو سحر تعلیم کرتے تھے اور ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سلیمان علیہ السلام جب
پخانہ جانا چاہتے یا کسی جورو کے پاس جانا چاہتے تو اپنی بی بی جرادہ کو اپنی انگوٹھی دیدیتے تھے پھر جب اللہ تعالےٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اس
بلیہ مین مبتلا کرنا چاہا جسمین مبتلا ہوئے تھے تو ایسا ہوا کہ ایک روز سلیمان علیہ السلام نے جرادہ کو اپنی انگوٹھی دی پھر سلیمانؑ کی صورت
مین ایک شیطان آیا اور جرادہ سے وہ انگوٹھی مانگ لی جب اسنے پہنی تو انس و جن اُسکے مطیع ہو گئے پھر سلیمان علیہ السلام نے آکر اپنی
انگوٹھی مانگی تو جرادہ نے کہا کہ تو سلیمانؑ نہین ہے تو جھوٹا ہے پس سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ ایک امتحان الٰہی ہے پھر شیاطین نے ان
ایام مین سحر و کفر کی کتابین لکھکر تخت سلیمانؑ کے نیچے دفن کر دین (پھر آصف کو معلوم ہوا کہ یہ سلیمان نہین ہے چنانچہ اسم اعظم و توریت کی قرات سے
وہ بھاگ کر دریا مین چھپا اور ایک مچھلی کے ذریعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ انگوٹھی پھر مل گئی اور بدستور بادشاہ رہکر ترپن برس کی عمر مین
انتقال کیا) پھر جب سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تو شیاطین نے لوگون کو یہ کتب سحر نکلوا دین حتی کہ لوگون نے سلیمان علیہ السلام کی تکفیر کرنی
شروع کی یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور یہ آیت اُتاری جس سے سلیمان علیہ السلام کی برأت ہوئی
(ابن جریر) مترجم کہتا ہے کہ ان روایات مین تردد ہے اول یہ کہ شیطان بصورت سلیمانؑ کیونکر بن سکتا ہے دوم یہ کہ اسمین یہ مذکور ہے کہ خود شیطان نے
تخت کے نیچے سحر کو دفن کیا تھا اور اوپر کی روایت مین معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے خود اُن لوگون کی کتابین دفن فرمائی تھین ہر حال
یہودیون کی روایات پر ہمکو اعتماد نہین ہے لیکن اتنا معلوم ہے کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام مین شیاطین نے لوگون کو سحر تعلیم کیا تھا اور یہ بات ممکن ہے
کہ سلیمان علیہ السلام نے اُنکو چھین کر مدفون کر دیا ہو اور امام ابن جریر نے باسناد صحیح عمران بن الحارث سے روایت کی کہ بعد شہادت حضرت علیؓ
کے ہم لوگ ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے یعنے جس زمانہ مین حضرت ابن عباسؓ طائف مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا تو آپ نے فرمایا
تو کہانسے آتا ہے اُسنے کہا کہ مین عراق سے آتا ہون آپ نے فرمایا کہ عراق مین کہانسے آتا ہے اُسنے کہا کہ مین کوفہ سے آتا ہون تو آپنے پوچھا
کہ کیا خبر ہے اُسنے کہا کہ مین لوگون کو اس حال مین چھوڑ آیا ہون کہ اُنمین یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر نکلنے والے
ہین یہ سُنکر حضرت ابن عباسؓ کے چہرے پر ملال و گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہوئے کہ پھر اس شخص سے فرمایا کہ اے بے پدر اس بارہ مین تیرا کیا دل
ہے اور تجھے یہ سمجھ نہین ہے کہ اگر ہم لوگون کو اس بات کا کچھ شعور ہوتا تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوہ عورتون کو نکاح نکرتے اور نہ اُنکی میراث
تقسیم کرتے پھر فرمایا کہ اے لوگو مین تمسے اس شیطانی وسوسہ کا بھید بیان کرون کہ شیاطین تلے اوپر زنجیر کی طرح تنک کر آسمان تک جاتے
ہین اور وہان چوری سے کان لگاتے ہین (یعنے ملائکہ کے بیانات سنتے ہین) تو کوئی اُنمین سے کلمہ حق لے بھاگتا ہے اور وہ کسی بے ایمان
شخص کے دل مین جو ولی ہونیکا مدعی ہوتا ہے ڈال دیتا ہے پس جب یہ بات اُس سے تجربہ کر لی جاتی اور سچ ہوتی ہے تو پھر شیطان اسکے ساتھ مین
ستر جھوٹ ملاتا ہے پس وہ لوگون کے دلون مین سما جاتی ہین یعنے لوگ اس شخص کی سب باتون کو اگرچہ وہ خلاف شرع ہون سچ ماننے لگتے
ہین یعنے کہنے لگتے ہین کہ اُسنے فلان بات کیسی سچ کہی تھی بیشک یہ ولی ہے اور جب یہ ولی ہے تو جو کچھ کہتا ہو وہ بھی سب سچ ہے تو عالم لوگ

جن باتون کو کہتے ہین وہی خود غلط کہتے ہونگے چنانچہ سلیمان علیہ السلام کے وقت مین اسیطرح شیاطین نے کیا تھا کہ لوگون نے ذخیرہ جمع کر لیا پھر اللہ تعالےٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اطلاع دی تو انھون نے ان کتابون کو لیکر اپنے تخت کے نیچے مدفون کر دیا پھر جب سلیمانؑ نے وفات پائی تو شیطان رہزن اٹھ کھڑا ہوا اور لوگون سے کہا کہ بھلا مین تمکو ایسا خزانہ بتلاؤن کہ جسکے مثل کبھی حاصل نہین ہوا ہے پھر تخت کے نیچے سے نکلوایا اور کہا کہ دیکھو یہ سحر ہے پھر برابر اقوام یہود ان کتابون سے نقل کرتے آئے تھے کہ یہ بھی اُسی کا بقیہ ہے جو اہل عراق باہم بیان کرتے ہین یعنے وہی شیطانی کذب ہے (رواہ ابن جریر والحاکم) اور اسیکو شیخ سیوطیؒ نے اختیار کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اہل عراق کا یہ عقیدہ بوجہ عبداللہ بن سبا یہودی کے واقع ہوا جسنے ان باتون سے روافض کو گمراہ کیا ہے کیونکہ عبداللہ بن سبا درحقیقت یہودی تھا جو ظاہر مین عبادت وغیرہ ظاہر کر کے ولی بن بیٹھا تھا اسی واسطے ابن عباسؓ نے اس آیت یعنے - واتبعوا ما تتلوا الشیاطین - سے اشارہ کیا اور اس روایت کی توضیح وہ ہے جو امام ابن کثیرؒ نے سدیؒ سے روایت کی کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام مین شیاطین اپنے معمول کے موافق آسمان تک چڑھ جاتے اور باتین سننے کے مقامات پر چوری سے بیٹھتے پس زمین مین موت و زندگی وغیرہ کے جو واقعات ہونے والے تھے اُنکے بارہ مین ملائکہ کے بیانات سنتے اور وہان سے یہ خبر لاکر اپنے تابعین کاہنون کو بتلا دیتے یعنے جو لوگ ولی ہونے کے مدعی ہوتے تھے حالانکہ درحقیقت امر آخرت سے بے ایمان ہوتے تھے اُنکے دل مین ڈالتے پس یہ مدعی اُسکو لوگون سے بیان کرتا تو لوگ ویسا ہی پاتے جیسا اُسنے بیان کیا پس عوام لوگ انپر غیب دانی کا اعتقاد کر لیتے تھے یعنے اُنکے ولی ہونے کا یقین کر لیتے تھے پھر یہ جھوٹے مدعی اس کلمۂ حق کے ساتھ ستر باتین سحر و باطل وغیرہ کی جو دین کے خلاف ہین شامل کر لیتے یعنے یہ دروغ باتین بھی شیطان انھین القا کرتا تھا پس لوگ اُن باتون کو اپنی بیاضون و کتابون مین لکھ لیتے تھے رفتہ رفتہ بنی اسرائیل مین یہ بات پھیل گئی کہ جن لوگ غیب جانتے ہین جب سلیمان علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے ان سب کتابون کو جمع کر کے ایک صندوق مین رکھکر اپنے تخت کے نیچے دفن کرا دیا اور شیاطین مین سے کسی کو یہ طاقت نہ تھی کہ تخت سلیمان علیہ السلام سے قریب ہو ورنہ جل جاتا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے منادی فرمائی کہ اگر مین نے کسیکو سُنا کہ وہ یہ بات بیان کرتا ہو کہ شیاطین علم غیب جانتے ہین تو مین اُس کی گردن مارونگا پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال فرمایا اور وہ علما بھی جاتے رہے جو سلیمان علیہ السلام کے حکم سے واقف تھے اور اُن کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے جنکو علم نہ تھا تو شیاطین نے موقع پایا اور آدمیون کی صورت بنکر لوگون کے پاس آئے اور خاصةً جاہل فرقہ کو گھیر کر اُنسے کہا کہ تم لوگ سلطنت کے امراد ہوا ور ہم تمکو ایسا خزانہ بتلادین کہ جب تک دنیا قائم ہے تم اُسکو کھاتے رہو پس اُنھون نے بہت شکر گذاری سے قبول کیا تب اُنھون نے بتلایا کہ اس تخت سلیمانی کے نیچے کھودو اور خود ایک کونے مین کھڑا رہا تو انھون نے کہا کہ تم بھی شریک ہو کر مدد کرو مگر اُسنے نمانا اور کہا کہ مین یہین رہونگا اور تمھارے سامنے موجود ہون اگر نہ نکلے تو مجھے مار ڈالنا آخر جب انھون نے وہ تمام مکان و نفیس عمارت ضائع کی تو نیچے سے یہ کتابین برآمد ہوئین پس اس شیطان نے جو انسان صورت تھا لوگون سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسیکے ذریعہ سے جن و انس و چرند و پرند پر سلطنت کرتے تھے پھر وہ غائب ہو گیا تو لوگون نے جانا کہ یہ شیطان تھا اور یہ بات لوگون مین پھیل گئی کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے اور یہ کمبخت اُنکو کافر کہنے لگے اور بنو اسرائیل نے ان کتابون کو لیکر سحر وغیرہ کفریات کی پیروی کر لی اور کتاب الٰہی عزوجل سے مُنھ موڑا یہان تک کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہودیون نے مخاصمہ کیا اور کہنے لگے کہ دیکھو یہ تو سلیمان کو انبیاء مین بیان کرتے ہین حالانکہ وہ تو ایک ساحر تھا پس اللہ تعالیٰ نے انکو رد فرمایا کہ وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر - ربیع بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم یہود نے ایک مدت تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے

توریت کے امور مین سے بہت سے اُمور پوچھے اور جب کوئی بات پوچھتے تو اللہ تعالیٰ اسکا علم تحقیق نازل فرماتا جس سے یہودی بے بہرہ تھے تو آپس مین کہنے لگے کہ بیشک یہ شخص تو ہمسے زیادہ ہمارے علوم کو جانتا ہے پھر ان لوگون نے سحر مین مخاصمہ کیا اور اللہ تعالےٰ نے یہ آیات نازل فرمائین - واتبعوا ما تتلوا الشیاطین الآیۃ - اور شیاطین نے ایک کتاب سحر و کہانت وغیرہ کی لکھکر تخت سلیمان علیہ السلام کے نیچے دفن کردی تھی اور سلیمان علیہ السلام کو اس غیب کا علم نہ تھا چنانچہ جب آپ نے انتقال فرمایا تو شیاطین نے لوگون سے یہ کتاب نکلوا کر دھوکا دیا کہ سلیمانؑ نے اسی کے ذریعہ سے لوگون پر غلبہ پایا تھا پس یہودیون نے اسکی اتباع کی اور سلیمان علیہ السلام کی تکفیر کیا کرتے تھے یہانتک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو آگاہ کیا اور اسکے مانند حضرت مجاہد و سعید بن جبیر و محمد بن اسحق سے مروی ہے اور ابن جریر نے شہر بن حوشب سے روایت کی کہ سلیمان علیہ السلام کی غیبت مین شیاطین سحر لکھا کرتے تھے چنانچہ اُنھون نے ایک کتاب لکھی جسکا عنوان یہ تھا کہ یہ اسرار علم خاص مین جنکو آصف بن برخیا نے بادشاہ سلیمان بن داؤد کے لیے تحریر کیا پھر اُسمین اس قسم کی باتین لکھین کہ جو شخص ایسا ایسا قصد رکھتا ہو اُسکو چاہیے کہ صبح کو آفتاب کی طرف مُنھ کرکے اتنی مرتبہ یہ کلمات پڑھے اور جس شخص کی یہ مراد ہو اُسکو چاہیے کہ آفتاب کی طرف پیٹھ کرکے یہ کلمات پڑھے غرضکہ اسی قسم کے کلمات کفر و باطل لکھکر تخت سلیمان علیہ السلام کے نیچے دفن کردیے پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال کیا تو ابلیس بصورت آدمی ہو کر لوگون مین کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ تم لوگ خوب یاد رکھو کہ سلیمانؑ کوئی پیغمبر نہ تھا اور تمنے کسی پیغمبر کو نہین سُنا کہ وہ بادشاہ ہوا اور اُسکی تسخیر مین جن و انس ہون اور پیغمبر کو دنیا کی پادشاہی سے کیا مطلب ہے بلکہ وہ بہت بڑا ساحر تھا جس سے اُسنے چرند و پرند و جن و انس کو مسخر کرلیا تھا پس تم اس سحر کو سلیمانؑ کے اسباب مین تلاش کرو آخر اُنکو تخت کے نیچے کھودنے کی راہ بتلائی پس جب ان لوگون نے تخت کے نیچے کھودا تو ایک کتاب نکلی پس اراکین سلطنت جو حمقا ہوتے ہین کہنے لگے کہ واللہ یہ شخص سچ کہتا تھا یہ تو بیشک جادو ہے اور اسکی وجہ سے سلیمانؑ نے ہم سبکو مطیع و مقہور کرلیا تھا پس مومنون نے کہا کہ نہین تم جھوٹے ہو بلکہ وہ پیغمبر صادق تھے ولیکن عوام یہودیون نے اسی سحر شیطانی کی اتباع کی یہانتک کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم مبعوث ہوئے تو یہودیون نے کہنا شروع کیا کہ اس پیغمبر کو دیکھو کہ حق و باطل کو ایک ہی مین ملاتا ہے اور انبیا کے بیان مین سلیمانؑ کا نام لاتا ہے حالانکہ سلیمان تو ایک جادوگر تھا جو اپنے جادو کے زور سے ہوا پر اُڑتا پھرتا تھا پس اللہ عزوجل نے یہودیون کو رد فرمایا اور یہ آیات نازل فرمائین اور اسکے مانند ابن جریر نے ابو مجلز سے اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے روایت کیا ہے اور حسن بصریؒ نے یہی فرمایا کہ جادو تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے موجود تھا لیکن اسکی اتباع صرف اسیوقت کی گئی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور مراد یہ ہے کہ سابق مین مومنین عقلا اس سحر سے نفرت کرتے تھے حتی کہ عہد سلیمان علیہ السلام کے بعد سے یہودیون نے باتباع شیاطین اُسکی تتبع و تلاش کی بعض علما نے کہا کہ اسیوجہ سے تم دیکھتے ہو کہ کمبخت یہودیون مین سحر بکثرت ہے چنانچہ ایک یہودی خبیث نے جسکا نام لبید بن اعصم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا چنانچہ صحیحین وغیرہ مین یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور اُسکا خلاصہ یہ تھا کہ اُسنے آپکی کنگھی کے بال لیکر گیارہ گرہین دیکر نر خرما کے جوف طلع مین رکھا اور بیرذی اروان سے ایک خرمے کا درخت اُگا تھا اُسکے گابھے مین رکھا اور اسکا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم پر صرف اسقدر ہوتا تھا کہ بعض اُمور جو آپ نے درحقیقت نہین کیے وہ آپکو متخیل ہوتے تھے کہ گویا آپ نے کرلیے ہین مثلاً ازواج مطہرات کے پاس نہین گئے مگر تخیل ہوتا تھا کہ گویا گئے ہین یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ ملائکہ کے آپ کو آگاہ فرمایا تو آپ نے جاکر درخت کے گابھے سے نکالا اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے گئے پس اُسکا سحر باطل ہوگیا لیکن آپ نے اُس یہودی کو کوئی سزا نہین دی اور تمام حدیث صحاح مین ہے پس یہودیون نے ایک تو اس سحر کی اتباع کی جو شیاطین نے ملک سلیمانؑ پر پڑھا تھا اور دوسرے جسکی اتباع کی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا - وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ

**بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ** - اور پیروی کی اُس چیز کی جو دونون فرشتون پر بابل مین اُتاری گئی جنکا نام ہاروت
وماروت تھا۔ اور قرطبی وغیرہ نے کہا کہ یہ معنے اس صورت مین ہین کہ۔ ما انزل مین۔ ما موصولہ ہو جسکا عطف۔ ما تتلوا الشیاطین۔ پر ہو
لیکن ٹھیک یہ ہے کہ ما نافیہ ہے اور اسکا عطف وما کفر سلیمان پر ہے تو اس صورت مین معنے یہ ہونگے کہ نہین کفر کیا سلیمان نے اور نہین اُتارا گیا جادو
ملکین پر ولیکن شیاطین کفر کرتے پھر لوگون کو سحر سکھلاتے بابل ہاروت وماروت مین اور ابن جریر نے باسناد ضعیف ابن عباسؓ وربیع بن انس
سے روایت کی کہ۔ ما انزل علی الملکین یعنے اللہ تعالےٰ نے سحر نہین اُتارا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ما نافیہ ہے اور ہاروت وماروت بدل الناس ہے
یعنے شیاطین زمین بابل مین لوگون کو یعنے ہاروت وماروت کو سحر سکھاتے تھے شیخ ابن جریر نے بھی اس تاویل کو نقل کیا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ابن ابی حاتم
نے عطیہ سے روایت کی کہ۔ ما انزل علی الملکین یعنے اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ ومیکائیلؑ پر جادو نہین اُتارا اور ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن ابزی سے
روایت کی کہ انکی قرأت مین ملکین بکسر لام تھی جسکی تفسیر داؤد وسلیمان ہے یعنے دونون بادشاہون داؤد وسلیمان پر کچھ نہین اُتارا اور ابو العالیہ نے
کہا کہ ان دونون پر سحر نہین اُتارا گیا یعنے یہ دونون ایمان وکفر سمجھاتے تھے پس سحر کفر ہے تو اس کفر سے دونون بہت منع کرتے تھے شیخ ابن جریر نے
بعد اس تاویل بیان کرنے کے اسکو رد کرنا شروع کیا اور کہا کہ ٹھیک یہی ہے کہ ما موصولہ ہے اور معنے یہ ہین کہ بابل مین ہاروت وماروت دونون
بادشاہون پر جو کچھ اُتارا گیا یہودیون نے اُسکی پیروی کی یہ اُس صورت مین کہ ملکین بکسر لام یعنے بادشاہ ہو اور اگر بفتح لام یعنے فرشتہ ہو
جیسے معروف قرأت ہے تو بیضاوی وغیرہ نے محمول کیا کہ یہ دونون بادشاہ بوجہ صلاحیت کے فرشتہ خصلت تھے اور محققین مفسرین نے انکو حقیقی فرشتہ
کے معنے مین لیا اور کہا کہ درحقیقت یہ دونون فرشتے تھے لیکن جب اُنھون نے دعویٰ کیا کہ اگر ہم لوگون مین آدمیون کی طرح سے عقل وشہوت ہوتی
تو ہم لوگ نافرمانی نکرتے پس اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے امتحاناً انکی ماہیت کو بدل دیا جیسے عصائے موسیٰ کی ماہیت بدل کر اژدہا
کردیجاتی تھی پس وہ فرشتے باعتبار ماہیت سابقہ کے تھے اور شاید بعد گزرنے دنیا کے قیامت مین پھر فرشتے کردیے جاوین یا آدمی رہین واللہ تعالےٰ
اعلم پس حاصل یہ ہوا کہ یہودیون نے اُس جادو کی بھی اتباع کی جو بابل مین دونون فرشتون ہاروت وماروت پر بغرض امتحان اُتارا گیا تھا پس فرشتون
کے حق مین تو یہ امتحان تھا کہ آدمیون کی طرح فسق وفجور مین مبتلا ہون اور آدمیون کے حق مین یہ امتحان تھا کہ دونون سے جادو نہ سیکھین۔ **وَمَا
يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ** - اور یہ دونون کسی کو بھی نہین سکھلاتے
تھے یہانتک کہ دونون اُس سے کہدیتے کہ ہم تو فتنہ ہین پس تو کفر مت کر کیونکہ اس عالم مین اللہ تعالےٰ نے بعضے اقوال وافعال مین
ایک تعلق خاص رکھا ہے جنکی مزاولت سے خرق عادات ظاہر ہوتے ہین اور جس طرح ملائکہ وشیاطین غیر محسوس ہین اسی طرح یہ تعلقات بھی
غیر محسوس ہین اور اہل سنت سلف وخلف کے نزدیک بالاجماع یہ آثار بعض صورتون مین انسانی موت تک نوبت پہونچاتے ہین اور بعض
حالتون مین صرف نظر بندی ہوتی ہے مثلاً نظر آتا ہے کہ جادوگر نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا یا ماش پھینکے اور وہ بشکل سانپ نظر آنے لگے یا ہتھکڑیان ہاتھ مین لین
اور وہ روپیہ واشرفیان نظر آتی ہین چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی اور یہ تعلقات جن وشیاطین ہین لیکن ایسے تعلقات کا جاننا بدون تعلیم کے
ناممکن ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان فرشتون کو امتحان وفتنہ قرار دیا تھا اور یہ تعلقات اُنکو بتلادیے تھے اور چونکہ ان آثار کا ظہور بعد مناسبت کے
ہوتا ہے لہذا دونون فرشتہ بتلادیتے تھے کہ اپنے قلب کو منکوس بمناسبت خبیثہ مت کر کیونکہ بعد اسکے ایمان سے محروم ہوجائیگا لیکن ان کمبختون
نے دنیا کے پیچھے ایمان کھو نا قبول کیا اور اُسکے سیکھنے پر اصرار کیا۔ **فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ
الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ** - پس ان دونون سے یہ لوگ ایسی بات سیکھتے جسکے ذریعہ سے آدمی اور اُسکی جورو مین جدائی ڈالین

خا

ف یعنے اس قسم کا جادو سیکھتے تھے جسکے ذریعے سے شوہر و زوجہ مین لڑائی کراوین اور دونون کو ضرر پہونچاوین جیسے اکثر فحش لوگ
کیا کرتے ہین اور یہ اب بھی جاری ہے اور یہ ایک لطیف بھید ہے کہ ان اقوال و افعال کے پیچھے اللہ تعالیٰ یہ اثر پیدا کرتا ہے جیسے محسوسات مین کسی
شخص کا گلا دباوے تو اللہ تعالیٰ اُسکا اثر موت پیدا کرتا ہے پس فرق صرف محسوس و غیر محسوس مین ہے ورنہ بہر صورت خالق اللہ عزوجل ہے
چنانچہ فرمایا - وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ - اور یہ لوگ اسکے ذریعہ سے کسی کو کوئی ضرر پہونچانے والے
نہین تھے مگر باجازت الٰہی ف یعنے جیسے عالم محسوسات مین اللہ تعالیٰ نے اپنی خلق کے آثار رکھے ہین اسی طرح ان غیر محسوسات مین بھی
اُسی کے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہے اگرچہ ساحر کو مانند کافر کے بوجہ کفر کے قدرت الٰہی نظر نہ آوے - وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ
لَا يَنفَعُهُمْ - اور یہ لوگ ایسی چیز سیکھتے جو انکو مضر ہوگی اور کچھ نافع نہوگی - ف کیونکہ شیاطین کی مددگاری ساحر کے ساتھ اسی صورت
مین رکھی گئی کہ ساحر و شیاطین مین مناسبت تام ہو جاوے تو ساحر نے طہارت دنیا و مکارم اخلاق و کرامت ظاہر و باطن چھوڑ کر اور ایمان بیچ کر آخرت
سے منھ موڑ کر اگر ایسی چیز حاصل کی جس سے شوہر و زوجہ مین تفریق کرے تو کمبخت برباد ہوا اور سوائے ضرر کے کچھ بھی نفع نہوا خصوص جبکہ کتاب الٰہی
چھوڑ کر یہ جہالت اختیار کی - وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ - اور خوب جان چکے تھے
کہ جسنے ایمان دیکر اس کفر کو خریدا اُسکے لیے آخرت مین کوئی حصہ نہین ہے - ف لہذا امام الحرمین نے کہا کہ سحر اُسکے ہاتھ سے ظاہر ہوگا جو بالیقین
فاسق ہو اور اُسکے ہاتھ سے جو خرق عادت ظاہر ہو وہ از قبیل سحر ہے اور امام مالکؒ و ایک جماعت نے فرمایا کہ سحر کفر و ساحر کافر ہے اور خطیب نے
کہا کہ امام احمد کے نزدیک بھی مطلقاً یہی حکم ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اُسکو حلال جانے یا اُسمین کوئی ایسا قول یا فعل اعتقاد کرتا ہے
جو کفر ہے تو کفر ہے اور حنفیہ کے نزدیک فتح القدیر مین مذکور ہے کہ سحر سیکھنے یا کرنے سے ساحر کی تکفیر کیجائے خواہ وہ اُسکے حرام ہونیکا معتقد ہو یا
نہو اور وہ قتل کیا جاوے اور مدارک مین شیخ ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ اگر ایسا سحر کرے کہ اُسمین شرط ایمان سے جو چیز لازم آتی
اُسکی تردید ہو تو کفر ہے ورنہ نہین اور خانیہ مین ہے کہ اگر ساحر اُسکو تجربہ کے واسطے عمل مین لاوے معتقد نہو تو تکفیر نہوگی رہا قتل کر دینا بالاجماع
واجب ہے یہ تو سزاے دنیاوی ہے اور آخرت کی بربادی ظاہر ہے - وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ -
اور جس چیز کے عوض انھون نے اپنے نفوس کو خریدا وہ بہت بُری ہے کاش یہ لوگ جانتے ہوتے - ف کہ بہت بُرا مبادلہ کرتے ہین
وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ - اور اگر یہ لوگ ایمان لاتے
اور تقویٰ حاصل کرتے تو بیشک اللہ تعالےٰ کی طرف سے ثواب بہت بہتر تھا کاش یہ لوگ اسکو جانتے ہوتے - ف اور حدیث ابن مسعودؓ
مین وارد ہے کہ جو شخص کسی کاہن یا ساحر کے پاس آیا یا اُسکے قول کی تصدیق کی تو اُسنے قرآن مجید سے کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
اُتارا گیا ہے (الحاکم والبزار باسناد صحیح) حدیث عمران بن حصینؓ مین ہے کہ جسنے تطیر کیا یا اپنے لیے تطیر کرایا یا کاہن کے پاس گیا یا اپنے لیے
سحر کیا یا کرایا یا گرہ باندھی یا کاہن کے پاس جا کر اُسکے قول کی تصدیق کی تو جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا اُس سے منکر ہو گیا (البزار)
صفوان بن سلیم سے مرسل روایت ہے کہ جسنے تھوڑا یا بہت سحر سیکھا تو اللہ تعالیٰ سے جدا ہونے کا آخری وقت ہے (عبدالرزاق) کاہن وہ ہے
جو ستارہ وغیرہ سے آئندہ زمانہ مین ہونے والی بات جاننے کا دعویٰ کرتا ہے پس اسکی بعض صورتین کفر ہین ورنہ حرام ہونے مین کچھ تامل نہین
اور اُسکی اجرت حرام ہے (کما فی الصحیح) اور نجوم وہ ہے جو خاص کر ستارون ہی کے ذریعے سے غیب دانی کا دعویٰ کیا جاوے اور رمل یا کنکریان
یا دیگر شعبدہ بھی اسی حکم مین ہے جبکہ اسکے ذریعہ سے غیب کا دعویٰ ہو اور اُسکی اجرت بھی حرام ہے جیسا کہ روضۂ نووی و سراج مین ہے

اور رہا حیلہ گر و شعبدہ باز جو ہاتھ کی چالاکی یا دواؤن کے ذریعہ سے کرشمہ کرتے ہین بیضاوی نے کہا اُسکو سحر کہنا مجاز ہے اور وہ مذموم نہین ہے
مترجم کہتا ہے کہ شاید بیضاوی کا یہ مطلب ہے کہ وہ سحر کے برابر مذموم نہین ہے کیونکہ امام نووی وغیرہ نے تصریح کر دی کہ یہ بھی حرام ہے اور لکھا کہ رمال کی جہالت کے
دھوکا نہ کھانا چاہیے اگرچہ بظاہر وہ اہل علم مین سے کہلاتا ہو اور یہ جو حدیث مین آیا کہ انبیاء مین سے ایک نبی خط کھینچتا تھا تو جسکا خط اُسکے موافق ہو تو ٹھیک ہے اس حدیث سے
جواز ثابت نہین ہوتا کیونکہ اُسکے خط سے موافقت معلوم ہونا محال ہے تو حدیث مین تعلیق بمحال ہوئی جیسے کہا جاوے کہ اگر فرشتہ ہو جاوے تو اُسکو پے در پے روزہ رکھنا
جائز ہے اور مترجم نے مقدمۂ عین الہدایہ کے عقائد مین یہ مسئلہ مفصل لکھا۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہودیون نے انبیاء علیہم السّلام کی کتابون توریت
و زبور کو جو خود ان مین بند کر کے بالائے طاق رکھدیا جیسے ہمارے زمانہ مین لوگ قرآن شریف و احادیث سے ایسا ہی برتاؤ کرتے ہین اور اُس شیطانی
جادو کے پیچھے پڑے جو شیاطین نے عہد سلطنت سلیمان علیہ السلام مین سکھلایا یا جو بابل کے ملکین سے سیکھا گیا جیسے ہمارے زمانہ مین لوگ عملیات
بے معلوم بلکہ شیطانی جادو سیکھا کرتے ہین قولہ تعالیٰ - ولٰکنّ الشّیاطین کفروا - محتمل ہے کہ شیاطین حقیقی مراد ہون یعنے سلیمان علیہ السّلام سحر سے
پاک تھے اور یہودیون کا دعویٰ غلط ہے بلکہ شیاطین ہی کے کفر کی یہ حرکت تھی اور محتمل ہے کہ شیاطین حقیقی مع شیطان خصلت آدمیون کے جو شیاطین
الانس کہلاتے ہین دونون مراد ہون کیونکہ جن آدمیون نے سیکھا یہ بھی لوگون کو سکھلاتے تھے اور بابل ایک مقام ہے جسکی تعیین مین اختلاف
واقع ہوا بعض نے کہا کہ مراد مغرب ہے مین کہتا ہون کہ بلاد یورپ مین جادو کے خیالات بکثرت جاری تھے بعض نے کہا کہ نصیبین اور بعض نے کہا
کہ نہاوند اور بعض نے کہا کہ کوہ دماوند اور سابق روایت ابن عباسؓ و قول ابن مسعودؓ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین کوفہ ہے اور بعض نے کہا کہ سواد عراق مین
ایک شہر ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بابل سے عراق مراد ہے کیونکہ حضرت علیؓ کا گذر بابل سے ہوا تو موذن نے اذان عصر کی اجازت چاہی تو آپ نے
اجازت نہ دی یہانتک کہ وہان سے نکل گئے تب اجازت دی اور بعد نماز کے فرمایا کہ مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ زمین
مقبرہ مین نماز پڑھون اور مجھے منع فرمایا کہ زمین بابل مین نماز پڑھون کیونکہ وہ زمین ملعونہ ہے (رواہ ابوداؤد و ابن ابی حاتم) اور
ابوداؤد نے بعد روایت کے سکوت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اُسمین نماز مکروہ ہے جیسے قوم ثمود کی بستی مین مکروہ ہے جہان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا کہ تم لوگ اس قوم معذبین کے وہان مت جاؤ الا اس حالت سے کہ تم اللہ عزوجل کے خوف سے
روتے ہوئے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی حمید ہے وہ کچھ پروا نہین کرتا ہے چنانچہ گیارھوین پارہ مین غزوۂ تبوک کی تفصیل مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ علمائے ہیئت کے نزدیک بابل کی بلندی بحر اوقیانوس یا بحر ظلمات سے ستر درجہ ہے اور بعد عرضی خط استواء سے تینتیس
درجہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم خطیب وغیرہ نے لکھا کہ بابل اسکا نام اسوجہ سے ہوا کہ نمرود ملعون نے جب ابراہیم علیہ السّلام سے خوف کھایا اور
دیکھا کہ آگ نے اُنکا ایک رویان بھی نہین جلایا تو آئندہ ابراہیم علیہ السّلام کے ساتھ تعرض کرنے سے اُسکے دل مین دہشت بیٹھ گئی اور اُسے دیکھا
کہ ایسی حالت مین لوگ خواہ مخواہ دین ابراہیمؑ کی جانب رجوع کرینگے تو فرعون کی طرح اُسنے حیلہ بازی کی کہ ایک مکان بلند بناؤ جسپر چڑھکر آسمان کے
ابراہیمؑ سے مقابلہ کرون تاکہ اس حیلہ سے لوگون کو ایک مدت غیر محدود تک دین حنیف سے روکے اور اُسنے بیابان بابل کو مکان کیواسطے
منتخب کیا اور اس لاٹ کے بلند بنانے مین ایک زمانہ دراز گذرا اگرچہ وہ کئی کوس تک بلند ہو گئی لیکن اُسکو آسمان سے کیا نسبت تھی ناگاہ
حق عزوجل نے اُسپر بجلی گرائی جسکے صدمہ سے معمارون کے کلیجے پھٹ گئے اور کوسون کے فاصلہ پر جو آبادیان واقع تھین اُنکے دماغون
مین اسقدر صدمہ پہونچا کہ زبانین بلبلانے لگین اور آئندہ مزدور مفقود ہو گئے کیونکہ ایک دوسرے کی بولی نہین سمجھتا تھا اسی سبب سے بابل اُس کا
نام ہوا اور بیان احمق یہودیون نے یہ روایت گڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی زبانون مین فرق ڈال دیا تاکہ ایسا نہو کہ یہ لوگ اس بلندی پر چڑھکر

اللہ تعالیٰ کے بھید سے واقف ہو جاوین حتی کہ اُنھون نے اسکو اپنی کتاب مین درج کر دیا بلکہ انھین کے قدم بقدم نصرانیون نے بھی اپنی کتابون
مین لکھ لیا پس ان مجسمہ فرقون کو دیکھو جنکو معرفت آلہی سے کچھ بھی حصہ نہین ہے اور نور عقلی اگر گم تھا تو باریک سمجھ بھی نہین ہے کہ فلاسفۂ
سابقین کے مانند جو اس ہی کی کوئی باریک بات کہتے بلکہ محسوس دسوتی و بھدی باتین کہتے ہین اور چونکہ زیادہ سمجھ نہین ہے اسیوجہ سے باریک
باتون سے انکار کرتے ہین اسیواسطے اس زمانہ مین ان لوگون نے عموماً یہ فتنہ پھیلایا کہ سحر کوئی چیز نہین ہے اور اس خیال مین بہت سے احمق
مبتلا ہو گئے اور عنقریب اس بارہ مین تحقیق لطیف آویگی - التفسیر قولہ وما انزل علی الملکین ببابل الخ پہلے اشارہ گذرا کہ اس کلمہ کی تفسیر میں
وجوہ اختلاف بر بنائے اعراب کلام مین ہین - اول عطف ما انزل - یا تو - ماتتلوا الشیاطین - پر ہے یا - ماکفر سلیمان - پر ہے - اور ملکین بفتح لام یعنی فرشتہ
یا بکسر لام یعنی بادشاہ ہے اور قوی وجوہ مین سے اگر عطف ماکفر سلیمان پر ہو تو یہ معنے ہوئے کہ ان لوگون نے کتاب آلہی کو بالائے طاق چھوڑ کر
اعراض کیا اور اس سحر کی اتباع کی جو عہد سلطنت سلیمان علیہ السلام مین شیاطین خفیہ طور سے لوگون کو پڑھاتے اور اُسکی صورت یہ تھی کہ شیاطین آسمان
کی بلندی پر چڑھکر ملائکہ کی باتون مین سے آیندہ واقعات سُن بھاگتے اور یہ شان آلہی عزوجل اپنی مخلوقات پر بروجہ امتحان جاری ہے ورنہ
کفر و شرک و شیطان کا وجود ہی باقی نہ رکھتا اور یہ مسئلہ مکرر توضیح گذر چکا ہے لہٰذا شیاطین بھی سُن بھاگتے اور آدمی بد باطن کے دل مین جو در واقع
متبع شیطان ہوتا ہے یہ واقعہ القا کرتے چنانچہ جب اُسکے کہنے کے موافق واقع ہوتا تو یہ لوگ اُسکی کرامت کے قائل ہو جاتے اور اس حیلہ سے
شیطان اُسکی زبان سے بہت سے باطل و کفر و شرک کے رقیہ و سحر پھیلاتا اور چونکہ عوام کو اُسکی کرامت کا اعتقاد تھا خصوص قوم یہود وغیرہ جاہل
بہت جلد ان باتون کو جو خلاف توحید و عقائد حقہ تھین قبول کر لیتے کیونکہ یہ لوگ تو کتاب آلہی عزوجل کو بالائے طاق ہی چھوڑ بیٹھے اور ذوق
توحید و علم کتاب سے پہلے ہی محروم ہو چکے تھے اور جو کوئی عالم باقی بھی رہا وہ بشدت مغلوب و مقہور کیا جاتا اسواسطے کہ ان جہال نے تو ولی کے
ذریعہ سے شیطانی وہم مین قدم رکھا تھا تو عالم کو اسواسطے دشمن بناتے کہ وہ اولیاء سے منکر ہے اور خود جہالت کفر سے ولی و شیطان مین فرق نہین کر سکتے
تھے اور خوب معلوم ہے کہ اپنی عقل سے جب آدمی ساحر و نظر بند کے کرشمہ مین متحیر ہوتا ہے تو بھلا شیطان کے کرشمہ مین جو اس آدمی کے ذریعہ سے ظاہر کرے
کیونکر امتیاز کریگا اور اللہ تعالےٰ نے مومنون کو حبل المتین کے ذریعہ سے امتیاز بتلایا تھا یعنے جانچ لو کہ وہ راہ مستقیم شریعت پر اگر مستقیم پاؤ تو وہ مرد
صالح ہے اگرچہ وہ کرشمہ نہ دکھلاوے اور اگر اس سے خارج ہو تو گمراہ ہے اگرچہ ہزار کرشمہ دکھلاوے لیکن ان جاہلون نے جب شرع قدیم سے اور کتاب
آلہی عزوجل سے منھ موڑا تو کیونکر جانین خصوص جبکہ بجائے علم توحید کے یہ عقیدہ انمین جم گیا کہ علم در حقیقت وہ علم ہے کہ کتاب آلہی و سنت پیغمبر سے باہر
ہے وہ فقط سینہ بسینہ ہے - اب غور کرو کہ اس جہالت و گمراہی کا کیونکر انسداد ہو کہ حق عزوجل و پیغمبر صادق و صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے
تو کمال اہتمام سے موکد فرمایا کہ کتاب آلہی عین ہدایت ہے اسکو مضبوط پکڑے رہو کبھی گمراہ نہو گے لیکن اُنھون نے بالکل عکس اعتقاد کیا کما قال تعالیٰ
ولما جاءہم رسول من عند اللہ مصدق لما معہم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون واتبعوا ما تتلوا الشیاطین
علی ملک سلیمان پس ان لوگون نے ہر طرح کے وساوس شیطانی سے آخر یہی کیا کہ کتاب آلہی کو چھوڑا اُسے منھ موڑا اور ایک آدمی کو اپنی پہچان سے
ولی بنا کر اُسکے وہ اقوال قبول کیے جو خلاف کتاب و سنت تھے اور وہ درحقیقت شیطانی تلاوت اس شخص کے قلب پر تھی - اور اسکا انجام
بدتر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول سے منکر ہو جاتا ہے چنانچہ یہودیون کو شیطان نے پڑھایا کہ سلیمان ساحر تھا پس اللہ تعالیٰ نے
رد فرمایا کہ ماکفر سلیمان - اور - ما انزل علی الملکین - یعنے نہ پیغمبر پر یہ سحر نازل ہوا اور نہ ملائکہ جبرئیل و میکائیل پر نازل ہوا یہ تقریر بنا بر عطف دوم ہے
اور اگر عطف اول ہو تو معنے یہ ہین کہ انھون نے کتاب آلہی عزوجل کو چھوڑ کر اُس جادو کی اتباع کی جو شیاطین نے عہد سلیمان مین لوگون کو سکھایا

اور جو اُنھون نے بابل کے ملکین ہاروت و ماروت سے سیکھا مَلِکین - اگر بکسر لام یعنی دو بادشاہ ہو چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ
وہ دو جادوگر تھے اور اگر ملکین - بفتح لام یعنے دو فرشتہ ہو تو محتمل ہے کہ اُنھین دونون بادشاہون کو بوجہ ذاتی تقویٰ و پرہیزگاری کے فرشتہ کہہ دیا
اور محتمل ہے کہ درحقیقت یہ دونون آسمانی فرشتہ ہون جو امتحان کے واسطے ماہیت انسانی مین بدل دیے گئے ہون اور یہ اللہ تعالیٰ کی
قدرت بدیہی ہے جیسے عصاے موسیٰ علیہ السلام کسی وقت اژدہا کر دیا جاتا تھا پھر بدل کر لکڑی کا عصا کر دیا جاتا تھا اور چونکہ ان دونون
فرشتون کو بابل مین ماہیت بدلنے کے بعد بادشاہت کی حالت مین رکھا گیا تھا اسیواسطے اُنکو دو بادشاہ کہا گیا اور چونکہ ماہیت بدلنے کے بعد وہ دونون
انسانی خلقت مین جادوگر کیے گئے تھے یعنے اُنکو حکم دیا گیا تھا کہ جو کوئی سیکھے اُسکو جادو سکھلاوین لیکن پہلے بہت منع کرین کہ یہ فتنہ ہے اور تو سیکھنے سے
کافر ہو جائے گا - اور یہی قول ٹھیک معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم لیکن بیضاویؒ نے کہا کہ یہ جو روایت آئی کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے
کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کے لیے سحر سکھلانے کے لیے اُتارے گئے تھے اور دونون مثل آدمی کے کر دیے گئے اور اُنمین شہوت کر دی گئی
پس اُنھون نے ایک عورت زہرہ سے تعرض کیا جنے اُنکو گناہون اور شرک پر برانگیختہ کیا اور خود اُنکی تعلیم سے آسمان پر جا کر مسخ ہو کر ستارہ
ہو گئی - رد بیضاوی نے کہا کہ یہ یہودیون کی حکایات ہین اور ظاہرا اگلون نے اسکو بطور رمز بیان کیا ہے" شیخ الاسلام زکریا نے کہا کہ رمز
سے یہ مراد ہے کہ عقل و نفس مطمئنہ دو فرشتے ہین اور زہرہ نفس امارہ ہے اور آسمان کا چڑھنا اُسکی سوت ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل سخیف ہے بلکہ شیخ
محی الدین بن عربی نے فرمایا کہ جسم انسانی مین اسکی تاویل یہ ہے کہ عقل نظری و عقل عملی دو قوت ملکیہ ہین جو نفس ناطقہ جسمانی سے متعرض ہو کر
سینہ کی چاہ تاریک مین قید ہین اور بمقتضاے طبیعت دونون نے گناہ و شرک کی جانب میل کیا لیکن نفس ناطقہ نے انکے نصیحت حاصل
کر کے مبدا اعلیٰ یعنے عقل کلی کی جانب رجوع کیا مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل معقول ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ آیت قدسی کی تفسیر ہے امام
بغوی و بیضاوی کا معتمد یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہاروت و ماروت دو آدمی متقی و پرہیزگار فرشتہ خصلت تھے جو امتحانًا جادو سکھلانے کے واسطے
متعین ہوئے اور جادو اُنکو الہام کیا گیا لیکن شیخ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ متعدد طرق سے مسند احمد و صحیح ابن حبان و سنن بیہقی وغیرہ مین مرفوع ہے
اور حضرت علی و ابن مسعود و ابن عباسؓ وغیرہم سے باسانید صحیحہ مروی ہے شیخ سیوطیؒ نے کہا مین نے اس قصہ کو علیحدہ رسالہ مین لکھا ہے اور
بیضاویؒ نے جو اسکو رمز پر محمول کیا تو شاید ان روایات پر وقوف نہین ہوا تو اسکو مستبعد خیال کیا مترجم کہتا ہے کہ بعید خیال کرنے کی وجہ یہ ہے
کہ اگر فرشتہ معصوم نہو تو انبیاء علیہم السلام پر جو کچھ وحی لاتا ہے اُس سے اعتماد اُٹھ جاوے لیکن بیضاویؒ نے اچھی طرح غور نہین کیا کیونکہ اصل قصہ کا
حاصل یہ ہے کہ ملائکہ نے بنی آدم کے گناہون پر طعن کیا اور بمقتضاے شہوت سے اُنکو معذور نہین رکھا پس اللہ تعالے نے امتحانًا انمین سے دو فرشتون کی
ماہیت بدل دی پس جب اُنکی ماہیت بدل گئی تو وہ فرشتے کے حکم مین باقی نہین رہے پس کوئی وجہ اعتراض نہین ہے مترجم کہتا ہے
کہ اس زمانہ مین جو احمق معترض ہوتے ہین وہ دو طرح معترض ہین اول یہ کہ جادو کوئی چیز نہین ہے دوم یہ کہ بابل مین تلاش کرنے سے ان
دونون فرشتون کا وجود نہین ملتا ہے اور یہ دونون امر دلیل ہین کہ اعتراض کرنے والے محض جاہل ہین چنانچہ پہلے اس بارہ مین روایات سلف
ذکر کرنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کلام آویگا اور حق اس مقام پر یہ ہے کہ جو شخص عقل و فطنت رکھتا ہو اگر سمجھ جائے تو بہتر ہے ورنہ آیات الٰہی عزوجل سے
منکر ہو کر کافر نہ بنے چنانچہ قاسم بن محمدؒ نے فرمایا کہ خواہ یہ دونون ہاروت و ماروت دو شخص ہون یا دو فرشتے ہون جو سحر کی تعلیم کرتے تھے بہرحال مین اپنے
رب عزوجل کے کلام پر ایمان لایا ہون (رواہ ابن جریرؒ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بہت سے علماے سلف کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونون درحقیقت
آسمانی دو فرشتے تھے جو زمین مین اُتارے گئے تھے - **(ذکر احادیث و آثار)** عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے

کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین مین اُتارا تو ملائکہ نے کہا کہ الٰہی تو زمین مین ایسے شخص کو خلیفہ بنادیگا جو زمین مین فساد و خونریزی کرے حالانکہ ہم لوگ تیری تسبیح کرتے ہین تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو مین جانتا ہون وہ تم نہین جانتے ہو ملائکہ نے کہا کہ بنی آدم سے ہم زیادہ مطیع ہین تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنون مین سے دو فرشتے منتخب کرو جنکو ہم زمین پر اُتارین پھر دیکھو کیسی حرکات کرتے ہین تو اُنھون نے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا پس یہ دونون زمین پر اُتارے گئے اور ایک عورت زہرہ نہایت خوبصورت انکے واسطے متمثل ہوئی پس ان دونون نے اُسکی درخواست کی تو اُسنے انکار کیا مگر ایک شرط سے کہ وہ عورت جو شرک کرتی تھی وہی کلمہ کہین لیکن دونون نے کلمہ شرک سے انکار کیا اُسنے کہا کہ پھر وصال کی بھی کوئی صورت نہین ہے پھر چند روز کے بعد ایک لڑکا ساتھ لیے ہوئے آئی تو پھر ان دونون نے اُس سے درخواست کی اُسنے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب تک کہ تم اس لڑکے کو قتل نکرو مگر ان دونون نے اُسکے قتل سے انکار کیا پھر وہ اس لڑکے کے ساتھ واپس چلی گئی پھر ایک مدت کے بعد آئی اور وہ لڑکا بھی مع شراب کے اُسکے ساتھ تھا پھر ان دونون نے اُس سے درخواست کی تو اُسنے کہا کہ نہین ہو سکتا یہانتک کہ تم شراب پیو تو ان دونون نے شراب کو آسان سمجھکر پی لیا اور نشہ کی حالت مین اس عورت سے اختلاط کیا پھر فضیحت سے خوفناک ہو کر اُس لڑکے کو قتل کر ڈالا پھر جب ہوش مین آئے تو عورت نے کہا کہ تمنے آخر اُس لڑکے کو قتل کیا اور جس سے انکار کیا تھا وہی پیش آیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونون فرشتون کو عذاب دنیا و عذاب آخرت مین مختار کیا تو ان دونون نے عذاب دنیا اختیار کر لیا (رواہ احمد و ابن حبان فی صحیحہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی سند کے سب راوی ثقات ہین سوائے موسیٰ بن جبیر کے کہ وہ البتہ مستور الحال ہے اور اس روایت مین متفرد ہے لیکن ابن مردویہ نے موسیٰ بن جبیر سے اُسکی متابعت روایت کی مترجم کہتا ہے کہ تقریب مین اسکو بھی مستور الحال لکھا ہے اور ابن جریر نے سنید بن داؤد کے طریق سے نافعؒ سے روایت کی کہ مین سفر مین ابن عمرؓ کے ساتھ تھا ایک روز رات مین مجھسے دو تین مرتبہ پوچھا کہ ستارہ حمراء نکلا یا نہین مینے کہا کہ نہین پھر جب نکل آیا تو مینے کہا کہ وہ ستارہ نکل آیا تو آپ نے فرمایا کہ لا مرحبا لہ ولا اہلا تو مینے عرض کیا کہ سبحان اللہ آپ ستارہ کے حق مین ایسا فرماتے ہین وہ اپنے رب عزوجل کا سامع و مطیع ہے ابن عمرؓ نے کہا کہ مینے تو وہی کہا ہے جو آنحضرت صلعم سے سنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ نے اپنے رب عزوجل سے عرض کیا کہ اے پروردگار تو بنی آدم کی خطاؤن پر تحمل فرماتا ہے اور اُنکو عذاب نہین فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مینے اُنکو امتحان مین مبتلا کیا ہے اور تمکو عافیت دی ہے ملائکہ نے عرض کیا کہ اگر ہم اُنکی جگہہ ہوتے تو تیری نافرمانی نکرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنون مین سے دو فرشتے اختیار کرو پس اُنھون نے بہت کوشش سے ہاروت و ماروت کو چھانٹا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت مین سنید بن داؤد صاحب تفسیر مین کلام کیا گیا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت عبد اللہ بن عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین بلکہ کعب احبار سے لی ہے چنانچہ عبد الرزاق نے اپنی تفسیر مین بجائے نافع کے سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ میرے باپ نے کعب احبار سے روایت کی کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور مین بنی آدم کے گناہون کی مذمت کی تو اُنسے کہا گیا کہ تم اپنون مین سے دو فرشتون کو چھانٹو پس اُنھون نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا اور اللہ تعالیٰ نے دونون کو حکم دیا کہ تم کچھ شرک نہ کیجیو اور نہ زنا کیجیو اور نہ شراب پیجیو اور فرمایا کہ آدمیون کے پاس مین رسول بھیجتا ہون اور میرے تمھارے درمیان مین کوئی رسول نہین ہے کعب نے کہا کہ جس دن دونون اُتارے گئے تھے واللہ اُس دن شام نہین ہونے پائی تھی کہ اُنھون نے وہ کام پورے کیے جنسے منع کیے گئے تھے (رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور اُسکی اسناد اصح و اثبت ہے اور اُسکے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہین اور نافع کی نسبت سالم خود زیادہ اثبت ہین تو معلوم ہوا کہ اس روایت کا مدار کعب احبار پر ہے جو حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور سابق مین علماے یہود مین سے بہت بڑے عالم تھے اور کعب احبار نے بلا شک اس قصہ کو کتب یہود سے نقل کیا پھر شیخ ابن کثیرؒ نے آثار نقل فرمائے چنانچہ ابن جریر نے باسناد جید حضرت علیؓ سے روایت کی

کہ زہرہ ایک خوبصورت عورت فارسی تھی جسنے ملکین ہاروت وماروت کے حضور مین اپنا مخاصمہ پیش کیا یعنے کسی معاملہ مین نالش کی پس
ان دونون نے اسکی خوبصورتی پر عاشق ہوکر وصال کی درخواست کی تو اُسنے انکار کیا مگر اس شرط سے کہ اُسکو وہ بات سکھلاوین جسکے کہنے
سے آسمان پر چڑھ سکے تو ان دونون نے اُسکو یہ کلام سکھلایا پس وہ آسمان پر چڑھی لیکن مسخ کرکے تارا کردی گئی شیخ ابن کثیرؒ
نے کہا کہ اسکے راوی تو ثقات ہین مگر یہ روایت شاذ ہے اور ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے بھی حضرت علیؓ سے ما انزل علی الملکین کی تفسیر مین
روایت کیا کہ یہ دونون آسمانی فرشتے تھے بلکہ حضرت علیؓ سے مرفوع روایت کیا زہرہ کو اللہ تعالیٰ لعنت کرے کہ اُسی نے ہاروت وماروت
دونون فرشتون کو امتحان مین ڈالا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ دونون روایتین منکر وغیر صحیح ہین واللہ تعالیٰ اعلم اور ابن جریر نے ابن مسعود وابن عباس
رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب زمین مین آدمیون کی کثرت ہوگئی اور اُنھون نے نافرمانیان کین تو ملائکہ وزمین وپہاڑون نے بددعا کی
کہ الٰہی انکو مہلت نہ دی جاوے اور غارت کیے جاوین پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو وحی فرمائی کہ مین نے تمھارے دلون سے شہوت وشیطان کو دور کیا ہے اور
آدمیون کے دلون مین شہوت وشیطان کو ڈال دیا ہے اور اگر شہوت وشیطان تمھارے دلون مین ڈالا جاتا تو تم بھی ایسا ہی کرتے پس ملائکہ
نے آپسمین باتین کین کہ اگر ہم لوگ مبتلا ہوتے تو کبھی اللہ تعالےٰ کی نافرمانی نہ کرتے پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو وحی کی کہ تم ملائکہ مین سے
اکیلا نہین بلکہ دو شخصون کو چھانٹو پس اُنھون نے ہاروت وماروت کو چھانٹا اور وہ دونون زمین مین اُتارے گئے اور یہان اہل فارس مین
سے ایک عورت خوبصورت کی صورت مین جسکو بیدخت کہتے تھے زہرہ اُتاری گئی پس یہ دونون اُسکے ساتھ مبتلاے گناہ ہوگئے اور ملائکہ کی
یہ کیفیت تھی کہ اہل ایمان کے واسطے مغفرت مانگتے تھے کما قال تعالیٰ یستغفرون للذین آمنوا الآیۃ پھر جب ہاروت وماروت سے یہ گناہ سرزد ہوا
تو اہل زمین کے واسطے عذاب سے پناہ مانگنے لگے کما قال تعالےٰ یستغفرون لمن فی الارض الا ان اللہ ہو الغفور الرحیم۔ پھر ہاروت وماروت کو
عذاب دُنیا وعذاب آخرت مین مختار کیا گیا تو اُنھون نے عذاب دنیا کو اختیار کر لیا (ابن جریر) اور اُسکی اسناد مین علی بن زید بن جدعان مین اگرچہ
کلام کیا گیا لیکن صحیح یہ کہ وہ حسن الحدیث ہے اور ترمذی نے اُسکی حدیث کو حسن کہا اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ مین حضرت عبداللہ
ابن عمرؓ کیساتھ سفر مین تھا کہ ایک رات اپنے غلام سے کہا کہ دیکھ ستارہ حمرا طلوع ہوا ہے یا نہین پھر اُسکے حق مین کہا کہ لا مرحبا ولا اہلا ولا حیاہا
اللہ اور یہی وہ عورت ہے جسنے ہاروت وماروت کو فتنہ مین ڈالا اور واقعہ یہ ہوا کہ ملائکہ نے کہا کہ اے رب کیونکر آدمیون کو مہلت دیتا ہے
جو باہم خونریزی کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے اور زمین مین فساد کرتے ہین تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے اُنکو مبتلاے محنت کیا ہے اور اگر
تمکو اس امتحان مین مبتلا کرون تو تم بھی وہی کرنے لگو جو بنی آدم کرتے ہین ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب ہم ایسا نہ کرینگے تو حکم ہوا کہ اچھا تم ملائکہ
مین سے دو شخصون کو چھانٹو پس اُنھون نے ہاروت وماروت کو چھانٹا اور اللہ تعالےٰ نے اُنکو فرمایا کہ مین تمکو زمین مین اُتارتا ہون اور عہد
لیتا ہون کہ تم میرے ساتھ شرک نہ کیجیو اور نہ زنا کیجیو اور نہ خیانت کیجیو پس یہ دونون زمین مین اُتارے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اُنپر شہوت ڈالی اور
اُنکے واسطے زہرہ بہت خوبصورت عورت کی شکل مین اُتاری گئی پس ان دونون نے عاشق ہوکر اُسکو بہکایا تو اُسنے کہا کہ میرا دین دوسرا ہے
اور وہی میرے پاس آسکتا ہے جو میرے دین پر ہو پس ان دونون نے کہا کہ تیرا کیا دین ہے تو اُسنے کہا کہ مین مجوسیہ ہون تب آپسمین کہنے لگے کہ یہ
تو شرک ہے ہم اسکو نہ کرینگے اور وہ چلی گئی پھر چند روز کے بعد ان سے متعرض ہوئی پس ان دونون نے اُس سے وصال کی درخواست کی تو اُسنے کہا کہ
مجھے تمھاری خاطر منظور ہے لیکن میرا شوہر ہے اور مین اس بات سے ڈرتی ہون کہ وہ اس بات سے آگاہ ہو جاوے پس تم مجھے ایسی بات بتاؤ
کہ جس سے مجھے آسمان پر لیجاؤ آخر ان دونون نے اُسکے دین کا اقرار کیا اور اُس سے جو چاہتے تھے وہ فعل کیا اور اُسکو آسمان پر لے گئے

لیکن ان دونون کے پر کٹ گئے اور زمین پر گرے اور زہرہ اُنسے لے لیگئی اور یہ دونون خائف ونادم ہوکر زمین پر روتے رہے اور اُس زمانہ مین ایک پیغمبر تھا جو ہر دو جمعہ کے بیچ مین دعا کیا کرتا تھا اور جمعہ کو اُسکی قبولیت ہوتی تھی تو یہ دونون کہنے لگے کہ آؤ چلکر اُس پیغمبر کے پاس درخواست کرین تاکہ وہ ہمارے لیے اللہ تعالی کی درگاہ مین توبہ مانگے پس ان لوگون نے جاکر اُس پیغمبر سے درخواست کی تو اُسنے کہا کہ اہل زمین کیونکر آسمانیون کے لیے توبہ کی دعا مانگین ان لوگون نے عرض کیا کہ ہم لوگ مبتلاے امتحان کیے گئے تھے تو پیغمبر نے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن آؤ پس جب جمعہ کے روز یہ لوگ گئے تو کہا کہ تمھارے بارہ مین مجھکو کچھ جواب نہین ملا پس یہ لوگ دوسرے جمعہ کو آئے تو فرمایا کہ تمھارے بارہ مین حکم الٰہی پہونچا کہ تم لوگ عذاب دنیا و عذاب آخرت مین سے کوئی امر اختیار کرو پس اگر دنیا مین عافیت چاہتے ہو تو آخرت مین عذاب ہوگا یا عذاب دنیا اختیار کر دو تو آخرت مین تم اللہ تعالے کے حکم پر ہوگے پس ان دونون مین سے ایک نے کہا کہ ابھی دنیا مین سے تھوڑا حصہ گذرا ہے دوسرا بولا کہ ای کمبخت پہلی بات مین مین نے تیرا کہنا مانا تھا اور اب تو میرا کہنا مان کیونکہ عذاب آخرت دائمی ہے تو اُسکے ساتھ اس عذاب دنیا کو کوئی مناسبت نہین جو ایک دن زائل ہو جائیگا دوسرا بولا کہ اگر ہم عذاب دنیا اختیار کرین تو بھی قیامت مین اللہ تعالے کے حکم پر ہین اور معلوم نہین کہ کیا حکم ہو پس دوسرا بولا کہ مجھکو قوی اُمید ہے کہ جب ہمنے آخرت کے خوف سے عذاب دنیا اختیار کیا اور اللہ تعالی خوب جانتا ہے تو ہمپر دونون عذاب جمع نہین فرمائیگا پس دونون نے عذاب دنیا اختیار کیا پس یہ دونون ایک آتشی کنوئین مین آہنین زنجیر کے ساتھ لٹکائے گئے امام ابن کثیر نے کہا کہ اس روایت کی اسناد جید ہے پس یہی صحیح ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بیان کو کعب احبار وغیرہ کی روایات اسرائیلیہ سے لیا ہے اور مرفوع حدیث ہونے سے یہ اصح واثبت ہے اور رہا یہ امر جو ان روایات مین مذکور ہے کہ زہرہ بشکل عورت حسینہ نازل کیگئی اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا تو یہ روایت نادر و غریب ہے او ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کی خوبصورتی کی وجہ سے اُسکو زہرہ سے تشبیہ دی گئی چنانچہ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ بعد آدم علیہ السلام کے جب لوگ کفر و معصیات مین مبتلا ہوئے تو ملائکہ سماوی نے جناب باری تعالے مین عرض کرنا شروع کیا کہ اے رب تعالی یہی وہ عالم ہے جسکو تو نے اپنی عبادت و طاعت کے لیے پیدا فرمایا تھا حالانکہ یہ لوگ کفر و قتل و حرام کاری و حرامخوری و چوری و شرابخوری وغیرہ مین مبتلا ہوگئے پس ملائکہ نے انپر بد دعا کرنی شروع کی تو ارشاد ہوا کہ وہ لوگ غیب مین ہین لیکن ملائکہ نے یہ عذر بھی آدمیون کی نسبت قائم نرکھا پس حکم ہوا کہ تم لوگ اپنون مین سے دو فرشتے اختیار کرو پس اُنھون نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا پس وہ دونون زمین پر اُتارے گئے اور اُن دونون مین شہوت مرکب فرمائی گئی جیسی آدمیون مین ہوتی ہے اور حکم دیا گیا کہ سواے اللہ تعالے کی عبادت کے شرک مت کیجیو اور نہ کسی نفس محترم کو قتل کیجیو اور نہ حرام مال کھائیو اور زناکاری و چوری و شرابخواری سے بھی منع کر دیا گیا پس یہ لوگ ایک مدت تک زمین مین توحید الٰہی عز وجل پر عبادت کرتے اور لوگون مین عدل و انصاف سے حکم فرماتے رہے اور یہ زمانہ حضرت ادریس علیہ السلام کا وقت تھا اور اس زمانہ مین ایک عورت نہایت خوبصورت تھی جسکی خوبصورتی کو عورتون کے درمیان ایسی فضیلت تھی جیسی زہرہ کو تمام کواکب مین ہے ایک مرتبہ یہ دونون اس عورت کے دوچار ہوئے اور اُس سے میٹھی میٹھی لبھانے والی باتین کرکے وصال کی خواہش ظاہر کی تو وہ انکار کر گئی الا اس شرط پر کہ دونون اُسکا دین قبول کرین تو ان دونون نے پوچھا کہ تیرا کیا دین ہے تو اُسنے ایک بت نکال کر کہا کہ مین اسکی پرستش کرتی ہون جب ان لوگون نے اس شرک جلی کو دیکھا تو خاموش ہوکر چندروز ضبط کیا لیکن جوش شہوت پھر ان دونون کو اُسکے پاس لے گیا لیکن اُسنے پھر اُسی شرط سابق پر اصرار کیا لیکن یہ بھی مضبوطی کے ساتھ انکار کرکے واپس آئے مگر جوش شہوت نے اُنکو نچھوڑا یہانتک کہ پھر اُسکے لبھانے کے واسطے گئے جب اُسنے دیکھا کہ یہ لوگ بہت آمادہ ہین۔

تو کہنے لگی کہ تم تین باتون مین سے ایک بات اختیار کر دیا تو اس بُت کی عبادت کر دیا اس شخص کو قتل کر دیا میرے ساتھ شراب پیو آخر ان
لوگون نے شراب خواری کو آسان سمجھکر شراب پی اور جب شراب کے نشہ مین مخمور ہوئے تو اس عورت سے زنا کیا پھر وہان ایک شخص سے ڈرے کہ
شاید انکے فجور سے لوگون کو آگاہ کرے پس اُسکو ناحق قتل کر ڈالا پھر جب نشہ سے ہوش مین آئے اور اپنی بدکرداریون سے واقف ہوئے تو چاہا کہ
آسمان کو اُڑ جاوین لیکن انکی قوت نہ پائی اور اُنکے درمیان مین روک کر دیگئی اور جب ملائکہ آسمانی نے اُنکو دیکھا کہ کیسی ناگوار معصیات مین
گرفتار ہوئے ہین تو اُنھون نے سخت تعجب کیا اور پہچانا کہ جو شخص پردۂ غیب مین ہو اُسکو خوف کم ہوتا ہے پھر اُسکے بعد اہل زمین کے واسطے
استغفار کیا کرتے تھے چنانچہ اسی افادہ کے واسطے نازل ہوا قولہ تعالےٰ۔ والملئکۃ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون لمن فی الارض۔ پھر ان دونون کو
اختیار دیا گیا کہ عذاب دنیا و آخرت مین سے ایک کو پسند کرین تو اُنھون نے عذاب دنیا کو پسند کیا پس وہ دونون بابل مین رکھے گئے کہ برابر انپر عذاب
ہوتا ہے (وقد رواہ الحاکم وصححہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ زہرہ کے بارہ مین یہ قول اغرب ہے کہ وہ حسن مین مشابہ زہرہ تھی لیکن ابن ابی حاتم نے دوسری
اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی جسمین یہی قصہ اس طرح مذکور ہے کہ فرشتون نے آدمیون کی معصیات دیکھکر جناب باری تعالیٰ مین
عرض کیا کہ یہ لوگ بہت فسق و فجور مین مبتلا ہین تو حکم ہوا کہ تم لوگ اپنون مین سے تین فرشتے اختیار کرو پس اُنھون نے تین فرشتے چھانٹے تاکہ
اُن مین آدمیون کی شہوت مرکب کی جاوے اور زمین مین توحید کے ساتھ عبادت کرین اور لوگون کے درمیان عدل کے ساتھ حکم کرین اور شرک و خونریزی
و قتل نفس محترم و زناکاری و بت پرستی وغیرہ فجور سے منع کر دیا گیا لیکن تینون فرشتون مین سے ایک فرشتے نے اپنے آپ کو اس عہد سے چھڑا لیا پس
دو فرشتے بعد ترکیب شہوت کے زمین مین اُترے پھر یہان ایک عورت ناہید نام جو اپنے وقت مین حُسن و جمال مین مشہور تھی اُنکے سامنے ہوئی اور
بیتاب ہو کر دونون نے اُس کے نفس کی خواہش کی مگر اُسنے یہ شرط لگائی کہ شراب پیو اور میرے بت کو سجدہ کرو اور میرے اس پڑوسی کے
لڑکے کو قتل کرو پس کہنے لگے ہم بت کو تو سجدہ نہین کرینگے لیکن آخر شراب پی و مستی مین عورت سے زناکاری و بُت پرستی کا ارتکاب کیا اور
فضیحت کے خوف سے اُس نفس محترم کو بھی قتل کر ڈالا حالانکہ زہرہ نے اُنسے وہ کلمات توحید و مدح سیکھ لیے تھے کہ جنسے آسمان کو اُڑ جاوے
پس وہ مسخ کر کے انگارہ کر دی گئی اور ان دونون کو سلیمان علیہ السلام نے کہلا بھیجا کہ عذاب دنیا و آخرت مین سے ایک اختیار کرو پس اُنھون نے
عذاب دنیا اختیار کیا اور آسمان و زمین کے درمیان لٹکائے گئے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت غریب منکر ہے اور عبد الرزاق نے باسناد
صحیح عبید اللہ بن عتبہ تابعی سے روایت کی کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جو اسواسطے اُتارے گئے تھے کہ لوگون مین عدل کے
ساتھ حکم کرین اور اُسکی وجہ یہ تھی کہ ملائکہ نے آدمیون کے حاکمون سے تسخر کیا یعنے اُنکو ظالم و فاسق ٹھہرایا پھر ان دونون فرشتون کے
پاس ایک عورت اپنی فریاد لائی کہ آخر اُسکے حُسن پر فریفتہ ہو کر اُسکے ساتھ فجور مین مبتلا ہوئے پھر چاہا کہ آسمان کو اُڑ جاوین و لیکن روک
دیے گئے اور عذاب دنیا و آخرت مین مختار کیے گئے آخر اُنھون نے عذاب دنیا اختیار کیا۔ ھ میمنے قتادہ سے روایت کی کہ یہ دونون سحر
سکھلاتے تھے اور اُنسے عہد لیا گیا تھا کہ کسیکو نہ سکھلاوین جب تک اُس سے یون نہ کہین کہ ہم لوگ تو فتنہ یعنے امتحان کیے گئے ہین پس
تو کفر مت کر۔ ھ۔ اور اسباط بن محمد نے سدیؒ سے روایت کی کہ ہاروت و ماروت کا قصہ یہ ہے کہ اُنھون نے اہل زمین کے احکام پر طعن
کیا تھا تو اُنسے کہا گیا کہ ہمنے بنی آدم کو دس قسم کی شہوات دی ہین کہ اُنھین کی وجہ سے نافرمانیان کرتے ہین۔ ہاروت و ماروت
نے عرض کیا کہ الٰہی اگر یہ شہوات ہم مین رکھی جاوین پھر ہم لوگ زمین مین اُتارے جاوین تو بھی ہم تیری نافرمانی نہ کرینگے تو
حکم ہوا کہ اچھا اُترو اور ہمنے تمکو یہ دسون شہوات دیدین اور جاکر لوگون مین حکم کیا کرو پس دنیاوند کے بابل مین اُتارے گئے پس ان

دونون کا دستور تھا کہ دن بھر حکم و تعلیم کرتے اور شام کو آسمان پر اُڑ جاتے پھر صبح کو زمین پر آ جاتے تھے یہانتک کہ ایک روز انکے پاس ایک
عورت نالش کی آئی جو اپنے شوہر پر فریاد کرتی تھی یہ دونون اُسکے حسن کو دیکھکر فریفتہ ہو گئے اور اس عورت کا نام عربی مین زہرہ ہے اور زبان
نبطی مین بے دخت ہے اور زبان فارسی مین ناہید ہے پس ہاروت و ماروت مین سے ایک نے کہا کہ یہ عورت تو میرے دل کو نہایت فریفتہ کرتی ہے
دوسرا بولا کہ مین خود تجھسے یہی کہنا چاہتا تھا مگر شرم سے نہین کہا پس انھون نے کہا کہ بھلا اُس سے وصال کی خواہش کرین تو دوسرے نے کہا کہ ہان لیکن
اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھوٹنے کی کیا صورت ہے تو اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے پھر جب وہ اپنے شوہر پر مقدمہ لائی تو ان دونون
نے اُس سے وصال و فجور کی درخواست کی تو وہ بولی کہ مین اسطرح نہین مانونگی جب تک کہ تم میرے شوہر پر حکم نہ دو پس ان دونون نے اُسکے
موافق اُسکے شوہر پر حکم دیدیا اور اس عورت نے ایک کھنڈرل مین اُنسے وعدہ کیا جب یہ دونون وہان جمع ہوئے تو اُسنے کہا کہ اسطرح تو
مین نہ مانونگی جب تک کہ تم دونون مجھے وہ کلمات نہ سکھلاؤ جنکے ذریعہ سے تم آسمان پر چلے جاتے اور اُتر آتے ہو پس ان دونون نے
اُسکو وہ کلمات سکھلائے پس وہ آسمان کو اُڑ گئی لیکن بتقدیر آلٰہی وہ کلمات بھول گئی جنسے اُترتے تھے تو وہین رہ گئی اور اللہ تعالیٰ نے
اُسکو مسخ کرکے کوکب زہرہ کر دیا چنانچہ عبد اللہ بن عمرؓ جب اُسکو دیکھتے تو لعنت کرتے تھے اور کہتے کہ اسی نے ہاروت و ماروت کو فتنہ مین ڈالا
تھا پھر جب رات ہوئی تو ہاروت و ماروت نے چاہا کہ آسمان پر جاوین تو اُنکو یہ قدرت حاصل نہوئی اور انھون نے جان لیا کہ ہلاک و تباہ
ہوئے اور اُنھون نے عذاب دنیا اختیار کیا اور بابل مین لٹکائے گئے اور لوگون کو اپنے کلمات سحر سکھلایا کرتے تھے - ھ - شیخ
ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے بیلی سی کے مانند طویل روایت لکھی اور آخر مین ہے کہ جب یہ دونون مایوس ہوئے تو ایک آدمی کے پاس گئے اور
کہا ہے کہ سُنا ہے کہ ملائکہ تجھکو بھلائی کے ساتھ یاد کیا کرتے ہین پس تو ہمارے واسطے سفارش کر پس اُسنے اُنسے دو روز کا وعدہ کیا اور
تیسرے روز شفاعت قبول ہوئی اور دونون فرشتون کو عذاب دنیا و عذاب آخرت مین اختیار دیا گیا پس اُنھون نے عذاب
دنیا اختیار کیا - ھ - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ہاروت و ماروت کے قصہ مین ایک جماعت تابعین مانند حضرت مجاہد و سدی
و حسن بصری و قتادہ و ابو العالیہ و زہری و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان وغیرہم سے روایات ہین اور متقدمین و
متاخرین اہل تفسیر مین سے بکثرت لوگون نے اس قصہ کو نقل کیا ہے لیکن کچھ شک نہین ہے کہ یہ تفصیل بیانات صرف
بنی اسرائیل سے سُنی ہوئی روایات ہین اور اس بارہ مین کوئی حدیث صحیح مرفوع جسپر اعتماد ہو موجود نہین ہے اور قرآن مجید مین جو مجمل حال
دربارہ ہاروت و ماروت کے مذکور ہوا وہ کچھ اُس تفصیل کو مستدعی نہین ہے پس ہم یقین کرتے ہین کہ قرآن مجید مین جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا
اور جو کچھ اُس سے مراد لی وہ سب حق ہے اور ہمارا افادہ صرف اسی قدر پر تمام ہوتا ہے کہ ان لوگون نے کتاب آلٰہی کو چھوڑ کر اُس سحر کی اتباع کی جو
بابل مین ہاروت و ماروت پر بطور امتحان نازل کیا گیا تھا حالانکہ وہ دونون اپنا فتنہ ہونا اور کفر سے پرہیز کرنا بتلاتے تھے باوجود
اسکے ان لوگون نے نہ مانا پھر شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس مقام پر ایک عجیب غریب اثر وارد ہوا ہے جس پر تنبیہ کرنا مناسب سمجھتا ہون قال الامام ابو جعفر
ابن جریر رحمہ اللہ اخبرنا الربیع بن سلیمان انا ابن وھب اخبرنی عبد الرحمٰن بن ابی الزناد حدثنی ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ انہا قالت قدمت علی
امراۃ من اہل دومۃ الجندل الخ یعنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ وفات سے قریب مین
دومۃ الجندل کے لوگون سے ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتی ہوئی آئی تاکہ امر سحر کی چند باتین دریافت کرے جنمین وہ
اتفاق سے پڑ گئی تھی ولیکن اُسنے سحر کے موافق کوئی کام نہین کیا تھا عروہ نے کہا کہ میری خالہ حضرت عائشہؓ نے مجھسے فرمایا کہ اے میری بہن کے

لڑکے جب اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو روتی تھی اور ایسی زار زار روتی تھی کہ مجھکو بھی بیرحم آتا تھا اور وہ کہتی تھی کہ
مجھے نہایت خوف ہے کہ مین برباد ہوگئی کیونکہ میرا شوہر تھا وہ کہین پردیس چلا گیا اور میرے پاس ایک بڑھیا آئی تو مین نے اُس سے اس امر
کی شکایت کی وہ کہنے لگی کہ جو مین بتلاؤن تو ویسا ہی کرے تو تیرا شوہر آجاویگا تو مین نے کہا کہ مین ضرور ایسا ہی کرونگی وہ کہنے لگی کہ اچھا
تو تیار رہ مین رات کو آؤنگی جب رات ہوئی تو وہ دو سیاہ کتے لیکر آئی اور ایک پر آپ سوار ہوئی اور کہنے لگی کہ دوسرے پر تو سوار ہوجا
پھر پلک مارنے کی دیر تھی کہ مین نے آنکھ کھولی تو اپنے آپکو بابل مین کھڑا دیکھا اور ناگاہ نظر اُٹھا کر کیا دیکھتی ہون کہ دو شخص اپنے پاؤن کے
بل لٹکے ہوئے ہین وہ مجھسے کہنے لگے کہ تو کیون آئی ہے مین نے اُس بڑھیا کے کہنے سے کہا کہ مین سحر سیکھنے آئی ہون تو کہنے لگے کہ ہم فتنہ ہین
پس تو کفر مت اختیار کر اور یہان سے اپنے گھر لوٹ جا لیکن بڑھیا کے سکھلانے سے مین نے انکار کیا اور کہا کہ مین ضرور سیکھونگی تو کہنے لگے
کہ اچھا اس تنور مین جاکر پیشاب کر جب مین گئی تو ڈر کے مارے مین نے پیشاب نہ کیا اور اُنکے پاس لوٹ آئی وہ دونون کہنے لگے کہ تو نے
یہ کام کیا مین نے جھوٹ موٹ کہدیا کہ جی ہان تو کہنے لگے کہ بھلا تو نے کیا دیکھا مین نے کہا کہ مین نے کچھ بھی نہین دیکھا تو اُنھون نے مجھسے کہا
کہ تو نے ہرگز یہ کام نہین کیا ہے اور اب بھی تو اپنے ملک کو لوٹ جا اور کفر مت اختیار کر مین نے پھر نہ مانا اور یہی کہا کہ مین سیکھونگی تو کہنے لگے
کہ پھر اسی تنور مین جاکر پیشاب کر جب مین تنور پر گئی تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور مجھکو خوف معلوم ہوا اور پھر مین ان دونون کے
پاس لوٹ گئی اور کہا کہ مین نے یہ کام کر لیا اُنھون نے کہا کہ پھر تو نے کیا دیکھا مین نے کہا کہ مین نے تو کچھ نہین دیکھا۔ وہ دونون کہنے لگے
کہ تو جھوٹی ہے تو نے یہ کام ہرگز نہین کیا اور اب بھی تو اپنے شہر کو لوٹ جا اور کفر مت اختیار کر کیونکہ تو اپنے معاملہ مین ٹھیک معلوم ہوتی ہے
پھر مین نے نہ مانا اور ان دونون سے کہا کہ مین ضرور سیکھونگی تو اُنھون نے کہا کہ اس تنور مین جاکر پیشاب کر اس مرتبہ جاکر مینے اُس تنور
مین پیشاب کر دیا پس جب ہی مین نے اُسمین پیشاب کیا تو دیکھا کہ مجھ مین سے ایک سوار مسلح نکلکر آسمان کو چلا یہانتک کہ میری نظر
سے غائب ہوگیا پھر مین اُن دونون کے پاس آئی اور کہا کہ مین نے وہ کام کر لیا اُنھون نے کہا کہ پھر تو نے کیا دیکھا مینے کہا کہ مجھکو
یہ نظر آیا کہ مجھ مین سے ایک سوار مسلح نکلکر جانب آسمان چلا اور یہانتک اونچا ہوا کہ میری نظر سے غائب ہوگیا۔ یہ سُنکر کہنے لگے کہ تو سچی ہے
اور یہ تیرا ایمان تھا جو تجھ سے نکلکر چلا گیا اور اب تو یہان سے روانہ ہو۔ پھر مین نے اُس بڑھیا سے کہا کہ واللہ مجھے تو کچھ نہین معلوم اور
نہ ان دونون نے کچھ مجھسے کہا وہ کہنے لگی کہ نہین بلکہ تجھکو سحر حاصل ہوگیا اور اب تو جس چیز کا ارادہ کریگی وہ ہوجائیگا اچھا تو یہ بالی گیہون
اسکے دانے بطور زراعت کے بودے پس مین نے اُنکو بو یا اور کہا کہ اُگو تو وہ سب اُگے اور مین نے کہا کہ بالیان نکل آوین تو ناگاہ
سب بالیان نکل آئین پھر مین نے کہا کہ تم خشک ہوجاؤ تو وہ سب خشک ہوگئے پھر مین نے کہا کہ تم پس جاؤ تو وہ سب پس گئے پھر مینے کہا
کہ روٹیان پک جاؤ تو روٹیان پک گئین پھر جب مین نے دیکھ لیا کہ مین جس چیز کو چاہتی ہون وہ ہوجاتی ہے تو مین نے اُسکو لا حاصل دیکھا اور
مجھپر ندامت طاری ہوئی کہ مین نے ایمان کھو کر اسکو پایا پھر کہنے لگی کہ اے ام المومنین واللہ مین نے کچھ نہین کیا اور نہ مین کبھی کچھ کرونگی
اس قصہ کو ابن ابی حاتم نے بھی اسیطرح یہانتک روایت کر کے اسقدر زیادہ روایت کیا کہ پھر مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم
سے اس معاملہ کو دریافت کیا حالانکہ اُسوقت بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے لیکن سب خاموش ہوگئے اور نجانا کہ اس بارہ مین اس
عورت کو کیا جواب دین لیکن ابن عباسؓ نے یا ابن عباسؓ کے پاس بیٹھنے والے کسی شخص نے ام المومنین حضرت عائشہ
ع رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کاش آپ کے والد زندہ ہوتے پیشے یہ معرفت اُنکے واسطے خاص تھی۔ ہشام کہتے ہین کہ آج اگر ہمارے پاس

وہ آتی تو ہم ضرور اُسکو کچھ فتویٰ دیدیتے - ابن ابی الزناد کہتے تھے کہ ہشامؒ فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تقویٰ و خوف الٰہی مین بدرجۂ کمال تھے اور ہمارا زمانہ یہ ہے اگر اب ایسی عورت آوے تو ہم اُسکے حق مین ضرور کوئی فتویٰ دین اور یہ بے علمی کا تکلف ہے - امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کی اسناد جید ہے اور اسی اثر سے بعض لوگون نے استدلال کیا کہ ساحر کو یہ قدرت ہو جاتی ہے کہ وہ اعیان کو بدل دے کیونکہ اُسنے بالی بوئی یہانتک کہ اُسکی روٹی پکائی اور دیگر علماء نے کہا کہ ساحر کو یہ قدرت ہرگز نہین حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ صرف تخیلات ہین مترجم کہتا ہے کہ یہی قول صحیح ہے کہ ساحرون کو قلب اعیان کی طاقت نہین ہوتی ہے کیونکہ ساحران فرعون نے کہا تھا کہ - ان لنا لاجرا ان کنا نحن الغالبین یعنی اگر ہم ہی غالب ہون تو ہمارے لیے اجرت ضرور ہو گی چنانچہ فرعون نے اسکو قبول کیا اور اسکے ساتھ یہ بھی بڑھایا کہ علاوہ اجرت و انعام کے تمکو اپنا مقرب بھی بناؤنگا پس اگر ساحرون کو قلب اعیان کی قدرت حاصل ہوتی تو وہ فرعون سے انعام کیون مانگتے بلکہ تمام جہان کے کنکر پتھرون کو لعل و جواہرات و سونا بنا لیتے حالانکہ یہ بالضرور باطل ہے - لیکن سحر محض تخیلات ہی نہین ہین اور جسطرح نفوس انسانی بلحاظ ایمان و قوت ملکیہ کے اور باعتبار انواع کفر و قوائے شیطانیہ کے مختلف باختلاف کثیرہ ہوتے ہین اسی طرح سحر کا اثر بھی ان لوگون پر مختلف واقع ہوتا ہے چنانچہ ترکیب حروف و زبانی الفاظ سے اجسام انسانی مین طرح طرح کے آثار ظاہر ہوتے ہین مثلاً امیر بیٹے گدہا اگر کسی رذیل شخص کو کہو تو اسمین وہ اثر نہین ہوتا جو کسی شریف زادے کو کہا جاوے اور اسی ر ح م ی ر - کی ترکیب مختلفہ سے آثار مختلفہ ہین - مثلاً - ر ح ی م - رحیم سخاوت مستحسن ہے اور - م ر ی ح - مریح - دوسرے معنے و اثر دیتا ہے اور جو لوگ مدارک اسرار مین کسی قدر فائق ہین اور دنیاوی افعال و اغراض مانند صوم و صلوٰۃ وغیرہ کو اور مانند کلمات تسبیح و تہلیل و تحمید و تمجید کو صرف مخیل نہین جانتے بلکہ یہ امور دار الآخرت و واقع مین حقائق جوہریہ ہین حتی کہ فضائل قراءت قرآن و نماز و صوم وغیرہ کی احادیث صحیحہ مین تصریح بلیغ موجود ہے کہ انکے حقائق حقیقیہ ہین تو یہ لوگ خوب سمجھتے ہین کہ جسطرح ان امور خیرات کے واسطے حقائق نورانیہ ملکیہ ہین اسی طرح کلمات سحر کے ساتھ حقائق شیطانیہ ہین اور جب سحر سیکھنے والے نے انکو اپنے وجود مین برغبت خود دخل دیدیا تو بالضرور قوائے ملکیہ خارج ہین جو اکتساب سے حاصل ہوتے ہین مانند ایمان وغیرہ کے بخلاف خلقی قوائے ملکیہ کے کہ انکو اذیت ہے جیسے حواس ظاہرہ مین ناک کان کو خوشبو و نفیس لطیف آواز سے فرحت ہوتی ہے اور یہ عطر جو خارج سے ہو برعکس بدبو لگانے سے زائل ہو جائے گا لیکن قوائے حواس صرف اذیت کے ساتھ ایک وقت تک زندہ رہینگے پس جن احمقون نے خیال کیا کہ سحر فقط اوہام ہین یہ ان لوگون کے وہم کا تصور ہے - پھر مجھے کچھ تردد نہونا چاہیے کہ ہر خیر و شر کے خلق و ایجاد مین کسی بندہ مخلوق کو کچھ طاقت نہین سوائے اسکے کہ مخلوق صرف ظرف ہے تو اسکے اندر بذریعہ ظاہر کلمات وغیرہ کے اللہ تعالےٰ جب چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے فافہم - ھ - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس عن قیس بن عبادؓ سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب ہاروت و ماروت کے پاس کوئی شخص سحر سیکھنے آتا تو اُسکو سخت ممانعت کرتے اور کہتے کہ ہم تو فتنۂ امتحانی ہین تو کفر مت اختیار کر اور یہ اسوجہ سے تھا کہ ان دونون کو بھلائی و برائی و کفر و ایمان کا علم حاصل تھا تو انکو معلوم تھا کہ سحر بھی کفر ہے پھر جب وہ کسی طرح نمانتا تو اُس سے کہتے کہ فلان فلان جگہ جا پھر جب وہ وہان جاتا تھا تو اُسکو شیطان نظر آتا تھا اور وہ اُسکو سحر سکھلاتا تھا پھر جب شیطان نے اُسکو سحر سکھلایا تو اُس سے ایک نور نکلکر آسمان کو چڑھتا تھا اور جب وہ اس نور کو دیکھتا تھا تو حسرت سے چلاتا تھا اور حسن بصریؒ نے بھی فرمایا کہ ہان بیشک یہ دو فرشتے سحر سکھلانے کے واسطے اُتارے گئے تھے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے بندون کے واسطے امتحان چاہا تھا پس ان دونون سے کہدیا تھا کہ کسی کو سحر نہ سکھلاوین جب تک کہ اُس سے یہ نہ کہدین کہ ہم فتنہ ہین پس تو کفر مت کر (ابن ابی حاتم) اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی ساحر یا کاہن کے پاس آیا پس جو کچھ اُسنے کہا اُسکی تصدیق کی تو جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا اُس سے کفر کیا (رواہ البزار باسناد صحیح) اور واضح ہو کہ اُس زمانہ کے

لوگ ہاروت وماروت سے ایسی چیزین سیکھتے تھے جس سے شوہر وزوجہ مین پھوٹ ڈالین اور ظاہر ہی کہ یہ حرکت شیطانی ہی چنانچہ جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا ہی پھر اپنے چھوٹے چھوٹے لشکرون کو بھیجتا ہی یعنے آدمیون کو
گمراہ کرنے کو بھیجتا ہی پھر اُسکی ذریات مین سے وہ شیطان زیادہ مرتبہ والا ہوتا ہی جو آکر اُس سے کہے کہ مینے فلان شخص کو نچھوڑا ایسا تنگ کہ اُسکے اور
اُسکی زوجہ کے درمیان تفریق کی بس گلے سے لگا کر اُسکو اپنے قریب ٹھہلاتا ہی اور کہتا ہی کہ تو بہت اچھا ہی (الصحیحین) اور اسکی وجہ یہ ہی کہ
باہمی پھوٹ سے بہت خرابیان پیدا ہوتی ہین اسیواسطے حدیث مین آیا کہ باہمی فساد ہی نیکیونکا مونڈنے والا ہی اور کلمات سحر کے ذریعے سے یہ نفاق
زیادہ جم جاتا تھا حتی کہ باذن اللہ تعالےٰ دونون مین جدائی واقع ہوجاتی تھی حتی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کسی شخص کے حق مین یہ ضرر منظور نہوتا تو ان کا سحر
کچھ کام نکرتا تھا۔ (مسئلہ) ایک جماعت سلف نے کہا کہ ساحر کافر ہوجاتا ہی اور یہ امام احمدؒ سے ایک روایت ہی اور دیگر جماعت سلف نے
کہا کہ اگر وہ کفر کا اعتقاد نکرے تو کافر نہوگا ولیکن اُسکی سزا یہ ہی کہ اُسکی گردن ماردی جاوے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان لکھا کہ ہر ساحر
مرد وعورت کو قتل کردو چنانچہ تین ساحر قتل کیے گئے (البخاری وشافعی واحمد) اور یونہی ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا پر اُنکی ایک لونڈی نے
سحر کیا تو اُنھون نے اُسکے قتل کا حکم دیا۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم سے قتل ساحر کی روایت ثابت ہی اور جندب الازدی سے روایت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساحر کی حد یہ ہی کہ تلوار سے ماردیا جاوے (رواہ الترمذی) لیکن اسمٰعیل بن مسلم ضعیف راوی ہی اور صحیح یہ ہی
کہ یہ جندب رضی اللہ عنہ کا قول ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ طبرانی نے اسکو دوسری سند سے بھی مرفوع روایت کیا اور متعدد اسانید سے روایت کیا گیا
کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک ساحر تھا جو اُسکے سامنے تماشہ کیا کرتا چنانچہ اپنے سامنے ایک لڑکا بٹھلا کر اُسکی گردن مارتا اور لوگون کو معلوم ہوتا کہ
اُسکی گردن الگ ہوگئی پھر اُسکو ایک آواز دیدیتا تو اُسکا سر اُسکے دھڑ سے لگجاتا تھا تو عوام لوگ کہنے لگتے کہ سبحان اللہ اسکو خوب کمال حاصل ہی
یہ تو مردے زندہ کرتا ہی اور وہان صالحین مہاجرین مین سے ایک بزرگ تھے جب انھون نے سُنا تو جاکر یہ تماشہ دیکھا پھر دوسرے روز اپنی
چادر مین تلوار چھپائے ہوئے گئے اور جب ساحر مردود نے یہ تماشہ کیا تو تلوار نکالکر اُسکو قتل کردیا اور فرمایا کہ اگر یہ سچا تھا تو اپنے آپ کو زندہ
کرے اور یہ آیت پڑھی۔ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ لیکن ولید بن عقبہ ایک فاجر حاکم تھا وہ غصہ ہوگیا اور اُنپر یہ الزام لگایا کہ بغیر میرے پوچھے اسکو
قتل کردیا پس اُنکو قید کیا پھر چھوڑدیا (الطبرانی ونحوہ ابو بکر الخلال) اور امام شافعیؒ نے فرمان حضرت عمرؓ وحکم حفصہ رضی اللہ عنہا کو جس مین قتل ساحر کا
حکم ہے ایسے سحر پر محمول کیا جسمین شرک ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ جملہ اقوال مین سے اقویٰ یہ ہی جو ہمارے مشائخ حنفیہ نے اختیار کیا کہ اگر ساحر اُسپر عمل کرے تو قتل
کردیا جاوے کیونکہ سحر تو کبھی کلمات خبیثہ سے خالی نہین ہوتا ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مسئلہ) امام رازی نے نقل کیا کہ معتزلہ وجود سحر سے
منکر ہین بلکہ جو شخص سحر کا قائل ہو کبھی اُسکو کافر بتلاتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی ملحدین نیچریہ کا خیال ہی اور علمائے اہل سنت کے نزدیک سحر صحیح ہی
خواہ وہ نظر بندی ہو یا اُسکی کوئی دوسری حقیقت ہو اس سے کچھ بحث نہین ہی غیر ازینکہ سحر کے واسطے ایک ماہیت ہی حتی کہ ساحر سے ہوا مین اُڑنا وغیرہ
ممکن ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ امام غزالی وغیرہ ایک جماعت صالحین نے بعض اکابر سے حکایات کی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ شیاطین اُسکو ہوا مین اُڑائے پھرتے
ہین حتی کہ اگر اُسکے قریب کوئی ایسا بزرگ گذرا جسکے سامنے خباثت نہین ٹھہر سکتے ہین تو اُسکو چھوڑ بھاگنے سے یہ شخص گر پڑے گا چنانچہ ایسی
کی حکایات معتمد ائمہ علماء سے معروف ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین عوام دہریہ ونیچریہ وغیرہ مین روحین بلانے کا شور ہی اور یہ فتنہ شیطانی
ان جاہلون کے واسطے سخت وشدید ہی اور حدیث شریف مین وارد ہوا کہ آخر زمانہ مین شیاطین بشکل انسانی آکر گمراہون کی پیروی کرنے اور
بداعتقادی کے اندر منہمک ہونے کی تاکید وتلقین کرینگے۔ اور تحقیق مقام یہ ہی کہ آدمی کی ترکیب عجیب مین اللہ تعالیٰ عزوجل نے روح وملکیہ رکھا جو نہایت

اور جسم و پیکر ہیولانی رکھا لیکن جسم محسوس تو ظاہر ہوا اور پیکر ہیولانی یہی لطیفۂ شیطانی بالکل اسی جسم کے مماثل ہے سواے اسکے کہ وہ چھونے سے
ملموس نہین ہوتا اور اگر آنکھون کے مقابل ہو تو بعینہ یہی مجسم آدمی نظر آوے گا۔ پھر موت کے بعد روح ولطیفۂ ملکی الگ ہو جاتا ہے اور رہا جسم ولطیفۂ شیطانی جو
طبقۂ زمین مین ہے انہیں سے جسم سڑ کر خراب ہو جاتا ہے۔ اب سُنو کہ حدیث مین انسانی ترکیب بلمۂ ملکی و بلمۂ شیطانی موجود ہے اور حدیث دیگر مین آیا
کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان مخلوق ہوتا ہے۔ اور حدیث مین آیا کہ جب مومن مرتا ہے تو اسکا شیطان بھی مدفون و مقید رہتا ہے کہ اسکو
حرکت و انتقال کی وسعت نہین ہوتی ہے اور کافر کا شیطان آزاد پھرتا ہے یہانتک کہ قیامت کے روز وہ بھی زنجیر مین مسلسل ہو کر داخل جہنم کیا
جائے گا۔ جب یہ امر معلوم ہوا تو جسقدر حکایات ان حمقاء ملاحدہ نے دربارہ روحون کے بیان کین اور اپنی حماقت سے انکو روح سمجھے عین مکر شیطانی مین
برباد پڑے ہین اور در حقیقت یہ وہی شیطان ہے جو انکو فلان شخص معروف کے بعینہٖ صورت مین نظر آتا ہے اور انکو عین گمراہی مین تماک تعلیم کرتا ہے لہذا ہرگز
ممکن نہین کہ کسی مومن ولی معروف کی روح کو انمین سے کوئی طلب کر سکے پس اہل ایمان کو چاہیے کہ اپنے عقائد معارف کو بحفظ الٰہی عزّ وجلّ محفوظ رکھین اور
مزید اطمینان یہ ہے کہ ہر مدعی سے اہل ایمان کے ولی معروف مین سے جو شریعت و طریقت پر کامل تھا مطالبہ کرین بشرطیکہ خود اس ولی کے فیض صحبت سے
اچھی طرح پہچانتے ہون کہ ہرگز یہ خبائث اسکے ہمزاد کو نہین بلا سکتے ہین۔ اے اہل ایمان و اسلام یہی قرآن پاک و حدیث مبارک عین معرفت بلند کمال
ارجمند ہے تم اسپر مضبوط مستقیم رہو اور ہر فتنہ سے اپنی نعمت ایمان کو محفوظ رکھو ورنہ اس سے تجاوز محض گمراہی و ضلالت ہے جو بعد موت کے صاف منکشف
ہو جائیگی اور اُسوقت سواے حسرت و وبال کے کچھ حاصل نہوگا۔ اور عجب کہ تم معجزات احادیث و آیات کو دیکھتے ہو جن مین تمھارے واسطے تمام
فتن مضلہ یعنی گمراہ کرنے والے فتنہاے عجیبہ کی جو قیامت تک مضر ایمان پیدا ہونگے تصویر کھینچ دی گئی پھر بھی تم ان فرمین وغیرہ کے دھوکے
مین پڑو۔ نعوذ باللہ من الضلال ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم (تتمہ) اہل السنۃ کے نزدیک اگرچہ سحر کی ماہیت و حقیقت موجود ہے
لیکن ساحر کو کچھ پیدا کرنے کی قدرت نہین ہے غیر ازینکہ جب ساحر سے یہ کلمات خبیثہ صادر ہوتے ہین تو اللہ تعالیٰ نے جو آثار مقدر فرمائے
ہین اُن کو پیدا کرتا ہے حتی کہ کبھی بعض اجسام مین موت پیدا ہوتی ہے لہذا قال تعالیٰ۔ ما ہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ۔ اور عورت مذکورہ
جو بابل سے سیکھ آئی اور آیت مقام و حکایات کثیرہ اس امر کی دلیل ہین کہ سحر کی حقیقت موجود ہے۔ (مسئلہ) امام رازیؒ نے زعم کیا کہ سحر سیکھنا
اس نظر سے کہ سحر و معجزہ مین فرق پہچانے قبیح نہین ہے کیونکہ معجزہ پہچاننا واجب ہے تو سحر جس سے پہچان ہو کیونکر قبیح ہوگا اور اسی پر محققین نے اتفاق کیا
ہے۔ شیخ امام ابن کثیرؒ نے اسکو قطعاً رد کر دیا کہ آیات قدسیہ و حدیث صحیحہ صریح اسکی شناخت کرتی ہین اور وہ کون محققین ہین جنھون نے سحر کی خوبی پر
اتفاق کیا ہے حالانکہ کسی ایک محقق سے بھی نص موجود نہین ہے بالجملہ مفصل رد کر دیا اور صواب کیا پھر شیخ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابو عبد اللہ
الرازی نے پھر اسکے بعد سحر کی آٹھ قسمین بیان کین مترجم کہتا ہے کہ مین انکو بنظر بعض فوائد کے مختصر بیان کرتا ہون (قسم اول) سحر کذابین
و کشدانیین ہے جو سبع سیارہ کی پرستش کرتے ہین اور انھین کی طرف سے خیر و شر کی پیدایش خیال کرتے ہین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
انھین کو مسلمان کرنے اور انھین کی تردید کرنے کے واسطے بھیجے گئے تھے اور ابن خلکان نے آفتاب ستارون وغیرہ کی تسخیر کا طریقہ اور انکی دھونی
و لباس اور پرہیز و پڑھنے کے کلمات وغیرہ مفصل نقل کیے ہین اور گمان یہ ہے کہ اُنھے صرف ان لوگون کے باطل خیالات سے پرہیز کے
واسطے ان چیزون کا بیان کر دیا ہے (قسم دوم) سحر اصحاب اوہام و تصورات تو یہ مترجم کہتا ہے کہ یہی مسمریزم ہے جو اس زمانہ مین معروف ہے
یعنے تصورات کو اسقدر قوی کرتے ہین کہ اُسکا اثر بیہوش کرنے وغیرہ مین کمزور پر واقع ہو جاتا ہے جیسا کہ اس زمانہ مین اکثر لوگ اس سے واقف
ہین شیخ نے لکھا کہ امام رازیؒ نے وہم کی تاثیر پر اس طرح دلیل قائم کی کہ اگر زمین پر پل رکھا ہو تو اُسپر سے چلنا ممکن ہے اور اگر نہر کے مانند کسی جگہ کو

ہو تو نہین ممکن ہے اور جیسے اطبانے اتفاق کیا کہ جسکو نکسیر کا مرض ہو وہ سُرخ چیزون کو نہ دیکھے اور جسکو مرگی کا مرض ہو وہ چمکتی گھومتی چیزین
نہ دیکھے اور یہ صرف اسیوجہ سے ہے کہ اُسکے ذہن مین اوہام جم جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ تحقیق دلیل جسمین اطبا و فلاسفہ بھی متفق ہین یہ ہے نزدیک
اسطرح کہ اللہ عزوجل نے اس جسم مین طبعی قوت مدبرہ رکھی ہے اور یہ بطور عادت ہے جیسے آگ مین جلانے اور پانی مین ٹھنڈا کرنے کے افعال بطور عادت
جاری ہین اور اطبا نے بیان کیا کہ طبیعت مدبرہ صرف بدن سے متعلق ہے اور اُسکو عقل سے ارتباط نہین ہے چنانچہ اگر کسی عضو مین درد یا دُکھ ہو
یا وہان کوئی زخم لگ جاوے تو طبیعت مدبرہ اُس طرف حفاظت کے لیے خون چڑھا لیجاتی ہے حالانکہ یہ عقلاً مضر ہے کیونکہ جب وہ خون چڑھا لیجاوے
تو ورم پیدا ہو جائیگا اسیواسطے جہانتک ممکن ہے درد کو تسکین دیتے ہین خصوصاً ایسے مقام پر جہان ورم ہو جانے مین خوف شدید ہے پھر جب طبیعت مذکورہ کو کسی
تصور کا عادی کیا جاوے مثلاً یہ تصور کیا کہ میرا اثر بالکل فلان شخص مین ساری ہو گیا حالانکہ اس تصور کے وقت اُسکو کسی دوسری چیز کا خیال نہ ہو
حتی کہ اپنے نفس کا بھی خیال محو ہو جاوے تو یہ تصور مؤثر نظر آتا ہے حتی کہ اگر کوئی عورت حاملہ چاند گہن سے خوفناک ہو کر اُسکے تصور مین مستغرق
ہو جاوے تو اُسکے بدن مین جو سب سے کمزور عضو ہو اُسپر اُسکا اثر واقع ہوگا اور وہ بچہ ہے چنانچہ اکثر اوقات اُسکا کوئی عضو کٹا ہوا ہوتا ہے
چنانچہ یہ استدلال بتوضیح تمام سابق مین مذکور ہوا حتی کہ اسی تصور کے ذریعہ سے سلب امراض کا عمل جاری ہے اور یہ کرامت کی دلیل نہین بلکہ
قوت تصور کی دلیل ہے اسیواسطے اکثر کافرون کو حاصل ہوتا ہے اور اسپر طب کے بہت سے قواعد مبنی ہین امام رازیؒ نے لکھا کہ اسی قاعدہ پر
نظر بد کا اثر ہے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ہان نظر بد ٹھیک ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ نظر ٹھیک ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرتی تو نظر ہی
ہوتی (الصحیح) پھر امام رازی نے کہا کہ نفس انسانی کبھی قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف ہوتی ہے پس اگر کمزور ہے تو اُسکو ایسے اسباب کی ضرورت ہوتی ہے
جیسے مسمریزم والے جمع کرتے ہین اور اگر قوی ہوتی ہے تو اُسکو کچھ حاجت نہین ہے اور اُسکی تحقیق یہ ہے کہ اگر نفس کو اس بدن سے تعلق کم رہا
اور اُسکا جذب عالم آسمانی کی جانب زیادہ ہو گیا تو گویا وہ ایک روح سماوی کے مانند ہو جاتا ہے تو اُسکا اثر ان مادیات عالم پر بخت واقع
ہوتا ہے اور اگر نفس کا تعلق اس لذات بدنیہ سے زیادہ ہے تو وہ بوجہ کمزوری کے کوئی تصرف نہین کر سکتا ہے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بیان
احوال ہے اور وہ دو قسم پر ہے کبھی تو حال صحیح باتباع سُنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و استقامت شریعت و تقویٰ ہوتا ہے اور یہ اس اُمت کے
صالحین کے واسطے کرامات ہے دوم وہ حالت جو فاسقین فاجرین خلاف شریعت کو حاصل ہوتا ہے اور یہ کرامت کی دلیل نہین بلکہ استدراج و
لعنت ہے چنانچہ دجال ملعون کے حالات و خوارق عادات بکثرت احادیث صحیحہ مین وارد ہوئے حالانکہ وہ صرف استدراج و لعنت ہے
(قسم سوم) وہ سحر ہے جو قوائے ارضیہ مانند اجنہ وغیرہ سے استعانت کرنے پر ہوتا ہے اور اسکو عوام تعویذات و تسخیرات کہتے ہین مترجم کہتا ہے
کہ یہ اجنہ و شیاطین دو قسم ہین ایک وہ جو زندہ از قسم جن موجود ہین خواہ مسلمان ہون یا کافر ہون اور اس سحر سے جو اثر پیدا ہوتا ہے وہ مسحور کے جسم پر
محسوس ہوتا ہے اور چونکہ وہ اجسام ہوائی ہین تو جب اُنکو جذب بالائی مقصود ہوتا ہے تو مسحور کبھی ہلکا ہو کر اُڑنے کے مانند ہو جاتا ہے اور کبھی جذب سفلی
کی وجہ سے بہت بھاری ہو جاتا ہے جیسے خواص ہوا مین یہ باتین معلوم ہو سکتی ہین دوم وہ ہمزاد ہین جو کافرون کی موت کے بعد زندہ
چھوڑ دیے جاتے ہین کیونکہ شیطان و اُسکی ذریات کے واسطے تا قیامت موت نہین ہے بخلاف دیگر اجنہ کے پھر یہ ہمزاد جو چھوٹے پھرتے ہین
بالکل اُسی شکل کا ہوتا ہے جس جسم کا ہمزاد ہو سوا اسکے کہ اگر اس کو ٹٹولو تو کوئی چیز نہین ہے جیسے تم آئینہ مین بعینہ یہی صورت دیکھتے ہو
مترجم کہتا ہے کہ انھین ہمزادون کی وجہ سے آجکل ایک جماعت کفار نے جو معارف حقیقیہ سے گمراہ ہین روحین بلانے کا دھوکا کھایا
اور ان لوگون کے حال پر نہایت افسوس ہے کہ راتون کو تصورات اور دنون کو خیالات مین تمام تکلیفات کے ساتھ بریاضات شدیدہ برباد کر کے

اور انھین ہمزادون کے چکر مین گمراہ ہو کر آخر بعد موت کے جہنم مین تکلیف اُٹھاوینگے اور اُسوقت حسرت سے پچھتاوینگے امامؒ نے لکھا کہ ان نفوس ارضیہ سے کرشمۂ سحر بہت جلد حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ انمین مناسبت و قرب خود موجود ہے (**قسم چہارم**) انواع تخیلات و شعبدات ہین اور یہ درحقیقت سحر نہین ہے بلکہ ہاتھون کی چالاکی ہے اور بسا اوقات اسکے ساتھ کچھ دواؤن کی ترکیب شامل ہوتی ہے لیکن ایسی چیز ہے کہ اہل فطانت اسکو آسانی سے پہچان لیتے ہین (**قسم پنجم**) ترکیبات کل وغیرہ عجائبات مین امام رازی نے کہا کہ اس قسم مین صرف خیالات صحیح اور نسبتی و ترکیبات کیمیائی جاننے کی ضرورت ہے چنانچہ اسی سے ساعتی صندوق یعنے کلاک گھڑی و علم جر ثقیل وغیرہ بنائے گئے ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی فن سحر مین داخل نہین ہے (**قسم ششم**) بعض خواص ادویہ کی ترکیب مانند مقناطیس وغیرہ کے عجائب کرشمہ لانا اور یہ بھی درحقیقت سحر نہین ہے (**قسم ہفتم**) تعلیق قلبی اور یہ اس طرح ہے کہ چالاک آدمی نے بیوقوف کمزور کو ہولناک اُمور سمجھائے کہ جن میرے تابع ہین یا مین اسم اعظم جانتا ہون حتی کہ وہ خوفناک ہو کر اُسکا مطیع ہوا پھر اُسوقت ساحر نے اپنا اثر ڈالا مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی کچھ سحر نہین ہے بلکہ وہی قسم تصوری ہے بلکہ مترجم کہتا ہے کہ بسا اوقات مرد احمق اپنے آپ کو کسی شخص کے اعتقاد مین سپرد کر دیتا ہے حتی کہ اُسکے اعتقاد کے موافق نیکی و بدی اُسپر طاری ہوتی ہے اگرچہ وہ اُسکو حماقت سے اپنے معتقد علیہ کی کرامت سمجھتا ہے حتی کہ اگر اُسکا خیالی ولی شریعت سے خارج اور ایمان سے بے بہرہ ہے تو یہ بھی اپنا ایمان کھو کر خسر الدنیا والآخرۃ ہو جاتا ہے اسیواسطے بزرگون نے نصیحت کی کہ ہر شخص کا معتقد نہوجاوے ونعوذ باللہ من الضلالۃ (**قسم ہشتم**) مکر خفی کے افعال ہین جنکو اکثر احمق سمجھتے نہین ہین امام ابن کثیرؒ نے کہا چونکہ لغت مین سحر اُسکو کہتے ہین جسکا سبب ظاہری دقیق و مخفی ہو اسی واسطے امام رازی نے ان اقسام کو سحر مین داخل کیا اور اسی لحاظ سے کفار عرب بھی قرآن مجید کو بوجہ کمال بلاغت و لطافت کے سحر کہتے تھے اور اسی تاثیر کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیان کو سحر فرمایا مترجم کہتا ہے کہ شیخ الصوفیہ امام محی الدین بن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحقیق سحر مین کلام لطیف بیان فرمایا ہے جو سورۂ طٰہٰ کی تفسیر مین تمام انشاء اللہ تعالیٰ آویگا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ قواے علوی و قواے سفلی کی ترکیب سے متعدد انواع حاصل ہوتے ہین بعض طلسم ہین و بعض حقیقی آثار سحر ہین ۔ھ ۔ مترجم کہتا ہے کہ جن لوگون نے سحر کو نہین پہچانا انھون نے صرف ترکیب ادویہ یا دست چالاکی شعبدہ کو سحر خیال کیا اور یہ بالبداہۃ باطل و خلاف مشاہدہ ہے اور اسکا باعث حمقا زمانہ مین کا موٹا خیال ہے حالانکہ مسمریزم کی کیفیت صریح مشاہدہ ہے اور عموماً اہل بنارس کے ہنود و اہل اسلام و موجودہ نصاری جانتے ہین کہ وہان آگ کی خندق مین جو لوگ کودے انکو آگ سے ایک ذرہ وقت تک کچھ ضرر نہین ہوا اور چونکہ اس معرکہ مین عموماً جسکا جی چاہے کودتا تھا تو کسی ترکیب دوائی وغیرہ کا احتمال نہین ہے۔ اور سانپ پکڑنے مین منتر معروف و متداول و متواتر ہے جسکا انکار محض بے حواس احمق کا کام ہے اور مقدمہ مین مترجم نے توضیح کامل لکھی ہے (**مسئلہ**) جو شخص سحر سیکھے و عمل مین لاوے تو شیخ ابن کثیرؒ نے کتاب الاشراف سے نقل کیا کہ بالاجماع سحر حق ہے سواے قول ابوحنیفہؒ کے کہ وہ بے حقیقت کہتے ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ نقل غلط ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ سے معتزلہ نے یہ قول نقل کیا اور یہ افترا ہے بلکہ امامؒ سے اہل السنۃ علمائے نے موافق جمہور نقل کیا کیا نہین دیکھتے ہو کہ خود شیخ نے نقل کیا کہ جو شخص سحر سیکھکر عمل مین لاوے وہ امام ابوحنیفہ و مالک و احمد کے نزدیک کافر کیا جاوے اور شافعیؒ نے کہا کہ اس سے تفصیل پوچھی جاوے پس اگر اسنے موجب کفر بیان کیا مثلاً اہل بابل کی طرح کواکب سبعہ سے تقرب اور ہر طرح کی قدرت پر تصرف بیان کیا تو وہ کافر ہے اسی طرح اگر اسکی اباحت کا اعتقاد کیا تو کافر ہے مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابو منصور ماتریدی شیخ الحنفیہ نے کہا کہ یہی معقول ہے کہ کلمات سحر و اسکے اعتقادات مین موجب کفر دیکھکر کافر ہونے کا حکم دیا جاوے ۔ رہا یہ کہ خالی سحر کرنے سے قتل کیا جاوے تو مالکؒ و احمدؒ نے کہا کہ ہان اور امام ابوحنیفہ و شافعی نے منع کیا ہان اگر کسی معین کو سحر سے قتل کیا و ثبوت ہوا تو بالاجماع قتل کیا جاوے اور کتاب الاشراف مین جمہور کے نزدیک اسکو بطریق سزاے حد کے

قرار دیا سواے قول شافعیؒ کے کہ بطور قصاص کے قتل ہو۔ اور لکھا کہ امام ابوحنیفہ و مالک و احمدؒ کے نزدیک ساحر کی توبہ قبول نہین اور شافعیؒ کے نزدیک قبول ہے۔ ساحر کافر بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مثل ساحر مسلمان کے قتل ہو اور عورت ساحرہ بغیر قتل کے محبوس کی جاوے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک لبید بن الاعصم یہودی ساحر قتل نہین کیا گیا تو کافر ساحر قتل نہوگا اور عورت مثل مرد کے ہے۔ (مسئلہ) ساحر سے اپنا سحر دور کرنے کی درخواست کی جاوے۔ امام بخاریؒ نے سعید بن المسیبؒ سے نقل کیا کہ ہان۔ اور شعبیؒ نے کہا کہ نشرہ مین مضائقہ نہین ہے لیکن حسن بصریؒ نے اُسکو مکروہ کہا۔ قرطبیؒ نے وہبؒ سے نقل کیا کہ بیری کی سات پتیان لیکر دو پتھرون کے درمیان کچل کر پانی ملایا جاوے اور اسپر آیۃ الکرسی پڑھکر مسحور کو تین گھونٹ پلاکر باقی سے نہلایا جاوے تو سحر دور ہوگا۔ قرطبیؒ نے کہا کہ جو شخص اپنی زوجہ سے بند ہو گیا اسکے واسطے یہ عمدہ علاج ہے۔ شیخؒ نے کہا کہ اس بارہ مین سب سے عمدہ علاج قرارت قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی ہے کہ آیۃ الکرسی بھی شیطان کو مطرود کرنے والی ہے۔ انتہیٰ۔ مافی تفسیر ابن کثیرؒ ملخصا۔ امام غزالیؒ نے کہا کہ سحر ایک نوع دقیق ہے جو خواص جواہر جانکر اور مطالع نجوم مین حساب لگاکر انکے موافق جسپر سحر کرنا مرکوز ہوتا ہے اسکی صورت بناکر وقت خاص کے منتظر رہتے ہین اور اسکے ساتھ چند کلمات کفر و فحش جو خلاف شرع ہین ملاکر کام کرتے ہین جن کلمات سے شیاطین سے استغاثہ ہوتا ہے اور حق عزوجل نے عادت قدرت جاری فرمائی ہے کہ ایسی حالت مین مسحور مین عجیب و غریب حالت پیدا ہوتی ہے۔ ھ۔ سحر بھی منجملہ کبائر عظیمہ کے شرک سے لاحق ہوکر حدیث مین مذکور ہوا ہے۔ (کما فی الصحیحین) اب مترجم کہتا ہے کہ ان آیات قدسیہ کی تاویل مین دو قول مذکور ہوئے۔ اول یہ کہ ہاروت و ماروت دو بادشاہ یا حاکم تھے جو بابل مین لوگون کو سحر سکھلاتے اور چونکہ تقویٰ و طہارت و علم سے متصف تھے تو فرشتہ خصلت ہونے سے ملکین کہلاے اور سحر کے کفر ہونے کو جتاکر لوگون کو اس سے منع کرتے تھے۔ قرطبیؒ و ابوالسعود و بیضاوی وغیرہم نے اسی پر جزم کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل پر نظم بلیغ کلام مین خلل ہوتا ہے باوجود اسکے یہ سوال ہے کہ پھر آخر وہ لوگ کیون سحر تعلیم کرتے تھے اور جواب ہوسکتا ہے کہ شاید انکو امتحان کا حکم الٰہی عزوجل ہو لیکن کچھ خلاف نہین کہ وہ دونون کچھ پیغمبر نہین تھے۔ تاویل دوم یہ کہ حق عزوجل نے موافق تقدیر ازل کے ہاروت و ماروت کے دعوے پر جو ملائکہ نے کیا تھا (کہ اگر ہم آدمی ہوتے تو کبھی گناہ نکرتے)۔ ان دونون کو ماہیت ملکیہ سے قلب کرکے ماہیت بشری مین کردیا حتیٰ کہ قیامت تک فرشتہ کی ماہیت سے محروم ہوکر دنیا مین اُتارے گئے اور ایک عورت زہرہ سے مبتلاے فحش ہوکر عذاب کیے گئے اور انکو اس حالت مین سحر سکھلانے کا فتنہ بنایا گیا۔ چونکہ معارف صحابہ رضی اللہ عنہم بہت بلند تھے تو انھون نے اسکو حضرت صلعم کی طرف نسبت نہین فرمایا تاکہ عوام جو اسرار الٰہیہ سے جاہل و دائرہ حواس مین مجہول ہوتے ہین بے سمجھی سے منکر نہوجاوین پھر اس بارہ مین روایات باسانید صحیحہ وارد ہین حتیٰ کہ شیخ امام حافظ ابن حجرؒ نے صحت پر جزم کیا اور شیخ زکریا انصاری نے اسی کو حق جانا کما فی الخطیب اور شیخ ابن حجر المکیؒ نے زواجر مین بہت خوب جوابات سے بیضاوی و رازی وغیرہ کو رد کردیا جو اس قصہ کو فقط یہودیون کی ساخت سمجھتے اور عقل و نقل سے بعید جانتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ جس شخص کی سمجھ اس قابل نہو اسکو چاہیے کہ یہان یون اعتقاد کرے کہ جو کچھ مراد الٰہی عزوجل ہے مین اسپر ایمان لایا اور درحقیقت عارف اسرار کے نزدیک یہان کچھ بھی استبعاد نہین بلکہ عجائب اسرار قدرت ہین از انجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جسطرح حقائق کو زندہ ظاہر اور مردہ مخفی کرتا ہے اسی طرح زندہ مین سے جسکو چاہتا ہے مثل قواے عقلی و روحی کے مخفی کردیتا ہے کہ اسپر کسی بشر کو اطلاع غیر ممکن ہے لہٰذا جن حمقاء نے تعجب کیا کہ بابل مین باوجود تلاش کے پتہ نہین ملتا ہے۔ یہ عجب حماقت ہے کہ اسکو اپنے نفس مین عقل و روح تلاش کرنے سے پتہ مل گیا کہ وہ غیر کو تلاش کرتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ زہرہ مذکورہ ظاہرا یہی ستارہ ہے کہ جب ملائکہ مذکورین کی ماہیت تبدیل کی گئی جیسے عصاے موسیٰ کی ہیئت تبدیل کی جاتی تھی اور تینون ملائکہ مین سے ایک نے عہدے سے اقالہ کیا اور دونون ہاروت ماروت اُتارے گئے تو وہ حاکم کیے گئے اسیواسطے

قرارت ملکین ہے اور دوسری قرارت ملکین بفتحے دو فرشتہ ہے اور اُنکے فتنہ کے لیے زہرہ ستارے کو قلب فرماکر بشکل ظاہری عورت کے اُتارا گیا پھر جب
دعویٰ ملکین باطل ہو چکا تو بدستور وہ زہرہ کردی گئی اور محتمل ہے کہ جیسے فرشتون کی تقلیب ہوا اسی طرح عورت کی تقلیب یہ ستارہ ہو۔ بہرصورت انمین سے
کوئی امر ایسا نہین ہے جسکی نظیر خود موجود نہو سوائے کوتاہ نظری کے یہان کچھ بھی بعید نہین ہے اور ہر ایک امر اس عالم علوی و سفلی مین عجائب حکمت و مرابط
سے منتظم و مربوط ہین بس جسنے عالم ارضی مین سے بعض اُمور محسوسہ جانکر تمام جہان کو اسی پر قیاس کیا وہ قطعی احمق ہے حالانکہ قطعًا وہ کچھ بھی یقینی حالات
ماہتاب تک نہین جانتا اور نہ اسکو ان بے شمار ستارون کی حکمت و ماہیت و آثار کا علم یا گمان ہے۔ پھر جب یہ ملکین معذب ہوئے تو ایک خاص بعید سحر کے
تعلیم کے لیے مع تفہیم فتنہ کفر کے مامور ہوئے چنانچہ جسنے تعلیم سحر تلاش کیا وہ انکو پا گیا ورنہ نہین فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (تنبیہ) اہل ایمان قطعًا
وجود روح اور پردہ جسم کے قوائے ملکیہ اور ہر مردہ کفر پر دائمی عذاب بقرار و ہر مردہ مومن پر دائمی راحت قبر وغیرہ کے معتقد حقیقی ہین تو بابل مین انکی نظر آنے
سے بعید ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے۔ جادو مین بذات خود مثل اشیاء دیگر کے کوئی تاثیر نہین بلکہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ قولہ لو انہم آمنوا واتقوا الآیہ۔
دلیل ہے کہ ساحر کی توبہ قبول ہے بلکہ ساحران فرعون کی توبہ قبول ہونا معلوم ہے اور مسلمان بھی اگر مرتد ہو گیا تو اسکی توبہ قبول ہے خطیب نے کہا کہ جسنے عدم قبول توبہ کہا
اسنے غلط کہا۔ جواب یہ کہ توبہ قبول ہے مگر ساحر کی توبہ قتل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہود وغیرہ کو انعامات یاد دلایا اور انکی حرکات کفر و
سحر و ترک توریت و ایمان آخرت پر ملامت کی مگر بجائے نفع کے۔ آن مغضوب علیہم مین غذائے نورانی مضر ہوتی گئی اور قدرت آلٰہیہ کا اعجاز ٹھیک
ہوا کہ یہ لوگ غضب علی غضب مین مبتلا ہین حتیٰ کہ رسول اللہ صلعم کے حق مین بدگوئی کرنے کے مواقع تلاش کرنے لگے اسطرح کہ عربی زبان
مین (راعنا) ایسے موقع ادب پر بولتے ہین جیسے ہم لوگ کسی بزرگ سے عرض کرتے ہین کہ "حضور ذرا میری طرف رحم کی نظر فرمادین" لیکن یہود
خبیث نے اپنی زبان مین اسکو بدگوئی کا کلمہ ٹھہرایا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہودیون پر لعنت و نکیر ڈالی در اہل ایمان کو ادب تعلیم فرمایا بقولہ تعالیٰ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور منکرون کو دُکھ کی مار ہے

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ؕ

دل نہین چاہتا اُن لوگون کا جو منکر ہین کتاب والون مین اور شرک والون مین یہ کہ اُترے تمپر کچھ نیک بات تمھارے رب سے

وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہر سے جسکو چاہے اور اللہ بڑا فضل رکھتا ہے

خطیب نے سراج المنیر مین لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حال پر توجہ دلانا چاہتے تو ادب سے لفظ۔ راعنا۔ کہا کرتے
یعنے آپ ہماری مراعات فرمایئے اور یہودی اپنی زبان مین اس۔ لفظ کو بدگوئی و حماقت کے معنے مین استعمال کیا کرتے تھے پس ان بدبختون نے
ناگوار کلمہ کہنے کا موقع پایا۔ ھ۔ اور ظاہر یہ لفظ زبان عبرانی یا سریانی مین۔ راعنا۔ بتنوین بمعنے احمق جیسا کہ صحیح بخاری مین موجود ہے کیونکہ روایت
بخاری حفاظ کے نزدیک راعنًا بتنوین محفوظ ہے مگر یہودی اسطرح زبان مروڑ کر کہتے کہ تنوین اچھی طرح ظاہر نہوتی تھی کما قال تعالیٰ۔ راعنا لیًّا
بالسنتہم وطعنًا فی الدین الآیۃ۔ خطیب نے لکھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے بعض لغت یہود پہچانتے تھے
ناگاہ اُنھون نے یہود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمہ کہتے سُنا تو غضبناک ہو کر یہودیون سے فرمایا کہ اے ملعونو اگر مین نے پھر تم سے کبھی یہ کلمہ سُنا تو
واللہ تمھاری گردن ماردونگا پس یہودی خوفناک ہو کر کہنے لگے کہ ہماری کوئی خطا نہین ہے کہ آپ سب لوگ بھی تو یہی کلمہ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کے خطاب مین استعمال کرتے ہین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ **یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا** ۔ اے
ایمان والو تم لوگ راعنا نہ کہا کرو۔ ف تاکہ یہودیون کی زبان درازی کی جڑ کٹ جاوے اور یہودیون سے قول وفعل مین مشابہت نرہے
**وَقُوْلُوا انْظُرْنَا** ۔ اور تم لوگ انظرنا کہا کرو۔ ف یعنے ہمارے حال پر نظر فرمایئے پس اس حال مین دو فائدہ ہوئے اول یہ کہ یہود سے
مشابہت نہین رہی دوم یہ کہ اللہ تعالےٰ نے مشتبہ وموہم کلمات سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پاک رکھا حالانکہ یہودی لفظ رعات
جس سے راعنا مشتق ہوتا ہے اپنے بزرگون کی شان مین بولا کرتے اور اُس سے رعایت ہی کے معنے لیتے جیسے۔ اسمع غیر مسمع۔ کہتے اور اس سے یہ مراد
لیتے کہ ہماری بات سنو درحالیکہ خدا تمکو بُری بات نہ سُناوے۔ لیکن اسکے یہ بھی معنے ہوسکتے ہین کہ سُنو حالانکہ تمکو سُننا نصیب نہو جیسے یہودی بولتے
کہ سمعنا وعصینا۔ اور اس سے مراد لیتے کہ ہمنے حکم آلٰہی سُنا اور شیطان کی نافرمانی کی لیکن اسکے یہ بھی معنے ہوسکتے ہین کہ ہمنے سُنا مگر نہ مانا تو جب کبھی
یہودی خبیث اپنے کسی شیطان سے خطاب کرتے تو اچھے معنے مراد لیتے اور جب اپنی شیطانیت کے موافق اہل حق سے خطاب کرتے تو دوسرے
معنے مراد لیتے تھے پس اللہ عزوجل نے ان سب امور سے منع فرمایا چنانچہ سورۃ النساء مین انشاء اللہ تعالےٰ آتا ہے اور یہان بھی راعنا سے منع کرکے انظرنا
کہنے کا حکم دیا اور فرمایا۔ **وَاسْمَعُوْا** ۔ یعنے تم لوگ حکم آلٰہی دل سے سُن لو۔ ف یعنے تمھارا ایمانی مقولہ صرف یہی ہو کہ سمعنا یعنے ہمنے دل سے
سُنا پس اس مین یہودیون پر تشنیع ہے جو اسکے ساتھ۔ سمعنا وعصینا۔ ملاتے یا۔ اسمع غیر مسمع۔ ملاتے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے یہودیون کی خباثت کا حال
بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ من الذین ہادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتہم وطعنا فی الدین۔ اور اسکے
بعد فرمایا۔ ولو انہم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لہم واقوم ولکن لعنہم اللہ بکفرہم الآیۃ۔ یعنی اگر یہ لوگ کہتے کہ ہمنے سُنا اور ہم فرمانبردار ہوئے
اور کہتے کہ۔ اسمع یا انظرنا۔ تو یہ امر انکے حق مین بہتر واقوم ہوتا ولیکن انکے کفر کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اُنپر لعنت فرمائی ہے۔ ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ
سمعنا کے ساتھ عصینا ملانا اور۔ اسمع۔ کے ساتھ غیر مسمع۔ ملانا ان کمبختون پر لعنت تھا پس اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو صرف سمعنا۔
کی اجازت فرمائی تاکہ یہود ملعونون سے مخالفت ہو جنکے حق مین اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ **وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ** ۔ اور ان کافرون کے
واسطے عذاب الیم مہیا ہے ف کافرین سے یہود مراد ہین امام ابن کثیرؒ نے لکھا حاصل یہ کہ اللہ تعالےٰ نے مومنون کو قول وفعل مین کافرون کے
ساتھ مشابہت رکھنے سے منع فرمایا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین قیامت کے روبرو تلوار
کیساتھ بھیجا گیا ہون تاکہ اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کیجاوے اور میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ مین رکھا گیا ہے اور جو شخص میرے حکم کی
مخالفت کرے اُسی پر ذلت وخواری ڈالی گئی ہے اور جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ اُسی قوم مین سے ہے (رواہ احمد) اور تشبہ کی روایت سنن ابی داؤد
مین بھی موجود ہے پس اس حدیث مین سخت ممانعت ہے کہ جو امور ہماری شریعت مین مشروع نہون اُنمین کسی کافر قوم کے ساتھ مشابہت کیجائے خواہ اقوال
ہون یا افعال ہون اور خواہ کھانا پینا ہو یا لباس ہو خواہ شادی کے رسوم ہون یا موت کے رسوم ہون مترجم کہتا ہے کہ امام ابن کثیرؒ نے جو امر اس
حدیث شریف سے استنباط کیا وہ مومنون کے واسطے موعظت حسنہ ہے کہ اپنی شادی وغمی وغیرہ کے رسوم مین احتیاط رکھین کہ کوئی امر ایسا نہو جو یہود
ونصاریٰ ومجوس وہنود وغیرہ اقسام کفار سے مشابہ ہو اگرچہ بظاہر اپنی رائے سے اُسکو بدعت حسنہ خیال کرتے ہون کیونکہ اگر وہ بدعت حسنہ بھی ہو
تو مشابہت کفار کی وجہ سے بدعت سیئہ ہوجائے فافہم۔ ۵۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر حضرت
عبداللہ سے عرض کیا کہ مجھے آپ کچھ وصیت فرمایئے تو آپ نے فرمایا کہ جہان قرآن مجید مین اللہ تعالےٰ نے۔ یاایہا الذین آمنوا۔ سے خطاب فرمایا
وہان تجھے چاہیے کہ کان دھر کر سُن کہ وہ یا تو کوئی امر خیر ہے جسپر عمل کرنیکا حکم دیا گیا ہے یا کسی امر بد سے منع کیا گیا ہے۔ (ابن ابی حاتم) عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ ۲۰

نے فرمایا کہ انصار رضی اللہ عنہم کی زبان تھی کہ۔ راعنا۔ کہا کرتے جب یہ مراد ہوتی کہ تم ہماری بات سُنو اور مجاہدؒ نے فرمایا یعنی تم ہم سے سُنو تم سے
سنیں ابو صخرؒ نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص پیچھے سے پکارتا تو اس لفظ سے آواز دیتا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعظیم و تکریم کے واسطے یہ لفظ غیر مناسب قرار دیکر مومنون کو اس سے منع فرمایا شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ لفظ مذکور مشتبہ تھا جیسے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور کو کرم کہنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ کرم تو مومن کا دل ہو اور جیسے غلام کو اپنا عبد کہنے سے منع فرمایا یعنے سب اللہ تعالیٰ
ہی کے عبد ہین اسیطرح راعنا وغیرہ مشتبہ الفاظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین کہنے سے منع فرمایا مترجم کہتا ہو کہ اس سے بھی وہ فائدہ
حاصل رہا جو امام ابن کثیرؒ نے نکالا کہ قوم کفار سے مشابہت بھی منع فرمائی اسیواسطے کافرون کی دلی دشمنی سے آگاہ کیا تاکہ مسلمانونکو انکی مشابہت
سے قطعی نفرت ہو جاوے بقولہ تعالیٰ۔ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا کسی طرح چاہتے نہین وہ لوگ جو منکر ہے ہین۔ مِنْ أَهْلِ
الْكِتٰبِ۔ اہل کتاب مین سے۔ وَلَا الْمُشْرِكِينَ۔ اور نہ مشرکین۔ ف عرب و مجوس وغیرہ یعنے کفار خواہ اہل کتاب
مین سے یہود و نصاریٰ ہون یا عرب و عجم کے بت پرست وغیرہ ہون کوئی نہین چاہتے ہین کہ۔ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ
مِّن رَّبِّكُمْ۔ تم پر تمہارے رب کی طرف سے خیر اُتاری جاوے ف یعنے نہین چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم پر وحی نازل فرما کر سرفراز کرے
(السیوطی) پس مشرکین عرب تو وحی کے قائل نہین تھے لیکن جہالت سے حسد کرتے کہ بنی ہاشم مین ایک پیغمبر ہو جسکی طرف سب ہاتھ
پھیلے ہون چنانچہ ابو جہل کہتا تھا کہ بنو ہاشم نے فضائل افتخارات حاصل کیے آخر ہمنے بھی کوشش کی کہ انکے برابر ہون اور پوری جد و جہد ہم
انکے ساتھ اس درجہ پر پہونچے کہ جیسے بیل کی گوئی جوڑی ہوتی ہو تو اب انھون نے دعویٰ کیا کہ ہم مین ایک پیغمبر ہو پھر ہم کہان تک برابری کر سکتے ہین
تو واللہ ہم اسکو ہرگز نہین مانینگے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ فانہم لایکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ کی تفسیر مین توضیح ہوگی۔ اور مشرکین
و کفار اہل کتاب کو یہ حسد تھا کہ آج تک اولاد ابراہیم علیہ السلام مین سے صرف اولاد اسحٰقؑ و یعقوبؑ مین نبوت چلی آئی اگرچہ وہ صرف دنیا کے ایک فرقہ
بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی اور اب اولاد اسمٰعیلؑ یعنے عرب قریش مین سے ایک عظیم الشان پیغمبر ہوا جسکی عظمت نبوت و کمالات امت کا غلغلہ
تمام امم سابقہ و کتب سالفہ سے چلا آتا ہے جسکی نبوت تمام جہان کے واسطے عام ہوگی پس حسد سے نہین چاہتے تھے کہ وہ عرب کی قوم سے ہو
وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَن يَشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسکو
چاہتا ہو مختص فرماتا ہو اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہو ف پس اُسنے اپنے فضل عظیم سے اولاد اسمٰعیلؑ مین سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ختم نبوت اور تمام جہان پر رسالت کے ساتھ مختص فرمایا۔ پس جو کوئی حسد کرے وہ جل مرے کیونکہ حق عز و جل تو مختار ہے اسکی
حکمت و مشیت مین کسی مخلوق کو دخل کی مجال نہین ہو۔ اسمین تنبیہ ہوئی کہ اہل ایمان کبھی دشمن کافر سے دلی محبت نہ رکھین یعنے قلب مین کافر کی دوستی کو
داخل نہ کرین اور نہ اسکے ساتھ قول و فعل مین مشابہت پیدا کرین کیونکہ یہ کفار بھی اسطرح اہل ایمان کے امور ایمانی مین دشمن ہین جیسے شیطان انکے
ایمان کا دشمن ہو اس دلیل سے کہ قولہ تعالیٰ۔ مایود الذین۔ مین وداد کی نفی ہو اور ود تمنائے دلی کے ساتھ محبت کو کہتے ہین تو معلوم ہوا کہ دلی
آرزو و محبت کے ساتھ یہ کفار نہین چاہتے ہین کہ مومنون کو خیر پہونچے اور خیر درحقیقت وہ ہو جو ایمان سے متعلق ہو اور وحی بھی اسکا اصول ہو کیونکہ
وحی و نبوت ہی سے ایمان و جمیع خیرات حاصل ہوتین (تنبیہ) یہان سے مستنبط ہوا کہ اہل کفر کی وساطت سے دنیا حاصل ہونا بغیر
خسارۂ ایمانی غیر ممکن ہو کیونکہ دنیا کی چیزین اُسیوقت تک خیر ہوتی ہین کہ وہ کمالات آخرت کا ذریعہ ہون مگر کفار و شیاطین ایسے دشمن ہین
تو جب کوئی شخص محض دنیا کے واسطے حاصل کرے وہ آخرت سے خرابی مین پڑیگا اگرچہ اس زمانہ مین بہت سے لوگ ہوس کرتے ہین (الفوائد)

فائدہ اول۔ خیر کے تین معنے ہین وحی و علم دین و نصرت الٰہی و بیضاوی نے کہا کہ یہان ایسے معنے عام لیے جاوین جو سبکو شامل ہون اور شیخ سیوطیؒ نے فقط وحی سے تفسیر کی کیونکہ یہی قول حضرت علیؓ و مجاہد ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ خیر یعنے اسلام مترجم کہتا ہے کہ یہ عام معنے کو شامل اور رائے بیضاوی کے واسطے دلیل ہے فائدہ دوم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین جب راعنا وغیرہ لفظ مشتبہ سے یہودیون کو جھڑک کر کافر و مستحق عذاب الیم فرمایا تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین حتیٰ کہ آپ کے کسی قول و فعل کی نسبت کوئی اہانت کا کلمہ کہے تو وہ بدبخت اپنے ایمان سے ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ بعض علمانے فرمایا کہ اُسکی توبہ قبول نہوگی بلکہ قتل کیا جاوے و بعض علمانے تفسیر فرمائی کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اگر وہ سخت نادم ہو کر جناب باری تعالےٰ مین توبہ کرے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت مین اُسکو مومن اُٹھاوے لیکن دنیا مین اُسکی توبہ یہی رکھی گئی کہ قتل کیا جاوے جیسے بنی اسرائیل کی توبہ قتل تھی مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک و اقوال و افعال و سنت مین کمال ادب لحاظ رکھے اور شاعرون کے اشعار سے پرہیز کرے کہ یہ لوگ اپنی جہالت سے بعض اشعار کو مدح خیال کرتے ہین حالانکہ وہ بے ادبی ہوتی ہے جس سے خوف کفر ہے فائدہ سوم۔ نبوت اختصاص الٰہی عزوجل ہے جو اُسنے اپنی رحمت سے ازل مین مقدر فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اسکو تقویٰ و پرہیزگاری و عبادات کا نتیجہ سمجھے تو کافر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جنکو اپنے علم ازل مین پیغمبر مقدر فرمایا اُنکو تقویٰ و عبادت مین بھی مرتبۂ نبوت عطا کیا تھا یعنے اُنکی عبادت و تقویٰ بھی اُنھین کی شان نبوت کے لائق تھا اور اُنکے ساتھ قبولیت الٰہی بھی خاص تھی اور وہ اسلام و ایمان مین نہایت اعلیٰ طبقہ ہے کہ اُسکے بعد مراتب اُمت یعنے مراتب صدیقین پھر شہدا پھر صالحین واقع ہوئے ہین اور آخری درجہ صالحین ہے جو گناہ ہو وہ البتہ محاسبۂ جہنم کے لائق ہوتا ہے بخلاف انبیا علیہم السلام کے اگر بالفرض اُنسے گناہ ہو تو وہ درجہ صدیقین کی طاعت کے برابر ہے ولیکن انبیا علیہم السلام خود گناہ سے معصوم ہین ہان اگر کوئی لغزش ہوئی تو وہ اُنکی شان کے مقابلہ مین لغزش ہے اسیوجہ سے کہا گیا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ یعنی جو امور کہ ابرار و متقین سے طاعت شمار ہوتے ہین وہ مقربین کے مرتبہ مین گویا گناہ ہین پس اس مقام کو نور یقین سے اچھی طرح سمجھ لو جسمین بہت سے مبتدعین ناسمجھی سے گمراہ ہوئے ہین کہ یہ بے ادب لوگ مدارج قرب و ادب سے جاہل رہے اور اپنی رعونت نفس سے دھوکا کھایا کہ شہدا و صدیقین بلکہ انبیا علیہم السلام سے بشریت کا مقابلہ کیا اور یہ توفیق سے محرومی ہے اسیطرح جو کوئی اپنے نفس مین متکبر ہو وہ ہمیشہ معارف سے دور محروم ہو کر خیالات و اوہام مین مشتبہ ہو جاتا ہے چنانچہ یہود و نصاریٰ کو کتب سابقہ مین تنبیہ کر دی گئی تھی کہ وہ رسول اعظم و اکمل جو خاتم النبیین اور تمام جہان پر رسالت کے لیے بھیجا جائیگا وہ کلام حق و احکام نبوت کو اپنی زبان سے ادا فرمائیگا بلکہ اُسکے ساتھ کامل فضائل بیان کیے تھے حتیٰ کہ بعض فضائل ظاہرہ سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ مقبول و مردود کرنا اُسکے اختیار مین دیا گیا یعنے اُسکا کلام عین وحی الٰہی ہوگا چنانچہ قرآن مجید مین یہی شان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے منصوص ہے پھر صاف ظاہر ہوا کہ احکام شریعت مین نسخ و تبدیل جو بمقتضائے حکمت الٰہیہ ہے بدرجۂ اولیٰ اُسکے اختیار مین ہے یعنے اُسکی زبان وحی عین شریعت ہوگی اور یہ کمال بزرگی بشان نبوت ہے لیکن بکثرت یہودی و بعضے نصرانی جو توفیق سے محروم ہوئے وہ کہنے لگے یہ کیا بات ہے کہ یہ پیغمبر اپنی اُمت کو بعض حکم دیتے ہین پھر منسوخ کر دیتے ہین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قولہ تعالےٰ

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ
جو موقوف کرتے ہین ہم کوئی آیت یا بھُلا دیتے ہین تو بھیجتے ہین اُس سے بہتر یا اُسکی برابر کیا تجھکو معلوم نہین کہ اللہ ہر چیز پر

قَدِيۡرٌ ۞ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ
قادر ہے کیا تجھکو معلوم نہین کہ اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمانون اور زمین کی اور تمکو نہین اللہ کے سوائے

## وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

کوئی حمایتی اور مددوالا-

واضح ہو کہ نسخ کے چار معنے آتے ہین اول نقل اُتارنا جیسے نسخ الکتاب یعنی ایک کتاب سے دوسری کتاب مین نقل اُتاری دوم معنی تحویل جیسے تناسخ میراث کیونکہ مورث سے تحویل ہو کر وارث کو پہونچتی ہے سوم بمعنے مٹانا و دور کرنا کقولہ تعالیٰ- فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان- یعنے جو کچھ شیطان القا کرتا ہے اُسکو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے چہارم بمعنے تبدیل چنانچہ فرمایا- واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ الآیۃ- اور یہی نسخ شرعی یہان مراد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے علم قدیم مین ایک حکم کو ایک وقت کے واسطے رکھا پھر جب دوسرا وقت آیا تو اُسکو تبدیل فرمایا اور اسمین اسرار رحمت و دقائق حکمت ہین لہذا فرمایا- مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا- یعنے اگر ہم کوئی آیت نسخ کرتے یا اُسکو بھلاتے ہین تو اُس سے بہتر یا اُسکے مثل لاتے ہین- ف ایک قراءۃ متواتر مین- ننسہا- کی جگہ- ننسأہا- آیا جسکے معنے تاخیر ہین یعنے یا ہم اُسکو مؤخر کرتے ہین- تاخیر سے مراد یہ ہے کہ اُسکی تلاوت اُٹھائی اور اُسکا حکم باقی رکھا یا لوح محفوظ سے نزول مین تاخیر دی- حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے جس آیت کو تبدیل فرمایا اسطرح کہ قراءۃ باقی رہی و تعمیل حکم کو بدل دیا جیسے قولہ تعالیٰ- لکم دینکم ولی دین- یا جیسے فرمایا- فاعفوا واصفحوا حتی یأتی اللہ بامرہ یعنے تم لوگ کافرون کی طعن و بدگوئی کو ابھی عفو کرو اور اُس سے منہ موڑو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لاوے- چنانچہ آیت جہاد سے اسکو تبدیل فرمایا یا اسکو نسیان کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کسیکو بالکل یاد نہ رہا اور یہ معجزہ عجیب تھا پس اسکی تلاوت و حکم دونون اُٹھالیے گئے یا صرف تلاوت اُٹھائی اور حکم مین تاخیر دی جیسے قولہ تعالیٰ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم- یعنی بوڑھا مرد و بوڑھی عورت اگر زنا کرین تو اُنکو سنگسار کرو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقوبت ہے اور اللہ تعالیٰ عزیز حکیم ہے- پس اسکا حکم باقی ہے اور تلاوت منسأ یعنے مؤخر ہو گئی بس خواہ تبدیل ہو یا بغیر تبدیل کے نسیان یا تاخیر ہو بہرحال اللہ عزوجل بہتر یا اُسکے برابر لاتا ہے- اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ- کیا تو جانتا نہین کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے- ف تو وہ جب چاہے ایک حکم سے بہتر حکم دے کہ جسمین کثرت ثواب و مصلحت و سہولت بہت ہو یا مشقت مین اُسکے مثل ہو اور دقائق حکمت و تکمیل نفس مین اکمل ہو جیسے سابق مین احکام توریت مین سے جہاد و حرمت شرب و چربی وغیرہ احکام کثیرہ کو انجیل مین منسوخ فرمایا اسیطرح حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن عظیم مین سے جسوقت جو حکم چاہا وہ اپنی حکمت بالغہ و مشیت کاملہ کے موافق منسوخ فرمایا کیونکہ یہ احکام تو اپنی مخلوقات مین تصرف ہے کہ جسطرح چاہا اپنی بندگی کے واسطے حکم فرمایا اور کسکی مجال ہے کہ اُسپر اعتراض کر سکے- اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ- کیا تو نے نہین جانا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے آسمانون و زمین کی سلطنت ہے- ف پس وہ اپنی حکمت و رحمت سے جسطرح چاہتا ہے اپنی مخلوقات مین تصرف فرماتا ہے اور ان حکمتون سے آگاہ ہونا بطور کمال غیر ممکن ہے مگر فی الجملہ بعض حکمتون سے آگاہ ہونے کے واسطے احمق یہود و نصرانی کچھ لیاقت نہین رکھتے ہین ہان صحابہ صالحین و ائمہ مومنین البتہ کچھ سمجھتے ہین چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے ابتدا مین سوائے اعتقاد توحید کے شرائع کثیرہ کچھ نہین رکھے کیونکہ اہل عرب تو معنے توحید و نبوت سے بالکل واقف نہ تھے تو غایت رحمت سے اول اُنکو معنے توحید سکھلائے جب وہ معرفت توحید کو سمجھ گئے اور اعتقاد اُنکے دلون مین جم گیا تو دو رکعت نماز وہ بھی ایک دو وقت مقرر فرمائی تا کہ ادب و اطمینان سے سمجھکر ادا کرین اور اسی طرح رفتہ رفتہ جمیع شرائع تعلیم فرمائے تا کہ بہت آہستگی سے بتدریج اُنکے نفوس بدرجۂ کمال پہونچے جیسے آدمی اپنے پیارے فرزند کو آہستگی کے ساتھ جمیع علوم پڑھاتا ہے حتیٰ کہ اگر یکبارگی اُسکو معانی دقیقہ کا سبق پڑھلوے تو اُسکو کچھ نہ آوے پس صاف ظاہر ہے کہ اگر جمیع شرائع یکبارگی

نازل ہوتے تو یہ کمال جاتا رہتا کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بنی اسرائیل کو بعد ایک مدت دراز کے پوری توریت دیگئی تو اُسکے قبول کرنے سے
منکر ہوئے اس سے معلوم ہوگیا کہ نسخ مین کیسے دقائق حکمت موجود ہین اور یہ جو بعض یہود و نصاریٰ نے بیہودگی سے گمان کیا تھا کہ حکم بدلنا تو تذبذب ہے
کہ کبھی ایک حکم دیا پھر ایک حکم دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ تذبذب نہین بلکہ علم الٰہی کی دلیل ہے کہ اُسنے ایک وقت کے واسطے جو حکم دیا وہ برابر اُسوقت تک ہے
اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ فلان وقت دوسرا حکم ہے پس جس زمانہ مین جو حکم تھا وہ بھی اُسوقت کے واسطے حق و باقی ہے پس نسخ و تبدیل در حقیقت
اہل ایمان کے واسطے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکمیل فرمائی حتی کہ اُنکے قلوب قوی بعض احکام کے متحمل ہوئے
مثلاً حکم تھا کہ روزانہ سوائے قدر کفایت کے باقی سب صدقہ کرین اسیطرح کافرون کے مقابلہ مین جا ہے جسقدر کثیر ہون منہ نہ موڑین
وغیرہ ذلک لیکن ظاہر ہے کہ پچھلی اُمت اس تحمل کے لائق نہ تھی تو اُنکے واسطے نہایت آسانی فرمائی کہ مال مین سے بھی جو ضرورت و استعمال سے
بالکل فاضل ہو اُسمین سے بھی فقط چالیسوان حصہ زکوٰۃ مفروض فرمائی اور کافرون کے مقابلہ سے بھی جب دو چند سے زائد ہون معذور رکھا اسی طرح
اپنی ولایت سے ہر طبقہ کے مناسب پرورش فرمائی اسیواسطے خطاب فرمایا۔ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ
وَلَا نَصِيرٍ۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے تمہارے واسطے کوئی متولی نہین اور نہ ناصر ہے۔ ف پس ہم لوگون پر اُسکی شکرگذاری واجب ہے
(مواقع نسخ و کیفیت نسخ) امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ نسخ صرف اُنھین آیات مین ہوتا ہے جو امر و نہی و حرام و مباح احکام شرعیہ
ہین یعنے اللہ تعالیٰ کی توحید و صفات مین یا اخلاق کریمہ مین نسخ نہین ہوسکتا اسی طرح قرآن مین جو اخبار سابقین ہین یا احوال آخرت ہین مانند
وعدہ ثواب و وعید عذاب کے انمین بھی نسخ غیر ممکن ہے پھر نسخ کی کیفیت اسطرح تھی کہ کبھی بالکل بھلا دیا گیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
سے روایت ہے کہ دو بھائی مسلمان ہوئے اور اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سورہ پڑھایا پس یہ دونون رات کی نماز مین اُسکی تلاوت کیا کرتے تھے ایکروز
ایسا اتفاق ہوا کہ رات مین جب دونون نماز کے واسطے کھڑے ہوئے تو اس سورہ مین سے ایک حرف بھی نہ پڑھ سکے (آخر انھون نے دوسری سورہ سے اپنی نماز پڑھی)
پھر صبح کو دونون روانہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے (اور خوفناک ہو کر) دونون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال عرض کیا
تو آپ نے فرمایا کہ درحقیقت یہ سورہ منسوخ کی گئی (بھلادی گئی ہے) (رواہ الطبرانی والبوبکر بن الانباری) قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ چاہتا بھلادیتا اور جو کچھ چاہتا تبدیل فرماتا تھا (عبدالرزاق) اور اسیکے مانند حسن بصریؒ سے روایت ہے (ابن جریر)
اور اسیکے مانند حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر فرمائی (ابن ابی حاتم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ ہم مین علی رضی اللہ عنہ
فیصلہ قضایا مین سب سے بہتر ہین اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قرأۃ مین سب سے بہتر ہین حالانکہ ابی بن کعبؓ کا یہ قول ہم چھوڑتے ہین کہ جو اُبیؓ کہا
کرتے ہین کہ مین نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اُسکو نہین چھوڑونگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا
(رواہ احمد والبخاری) اور معنے یہ ہین کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آیات ایسی سُنین جنکی تلاوت منسوخ ہوگئی لیکن
بھلائی نہین گئی ہین تو ابی بن کعبؓ اُنکے پڑھنے پر بھی آمادہ ہین اگرچہ مصحف مین داخل نہ کرین لیکن اس تبرک کے خیال سے نہین چھوڑتے
کہ مین نے اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنا تھا تو یہ امر اگرچہ ابیؓ کے واسطے مضر نہین ہے کیونکہ وہ خود ناسخ
و منسوخ کو پہچانتے ہین لیکن تابعین کے حق مین مضر ہو کہ وہ اُسکو مصحف مین سے گمان کرینگے لہذا حضرت عمرؓ نے خاصۃً تنبیہ فرمائی مترجم کہتا ہے
کہ نسیان کے طور پر نسخ ہونے کی دوسری مثالین بھی موجود ہین از انجملہ گیارھوین پارہ مین جہان اقسام منافقین کی فضیحت مذکور
ہے تو ابتدا مین منافقون کے نام بھی بیان کیے گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے بھلادیے چنانچہ وہان ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صریح روایت

آویگی اور واضح ہو کہ ناسخ ومنسوخ کے چند اقسام ہین اول یہ کہ لفظ ومعنی دونون منسوخ ہوئے چنانچہ نسیان کی مثالون مین ظاہر ہے اور نیز حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مین ہے کہ۔ کان فیما انزل عشر رضعات معلومات۔ یعنے جو اُتارا گیا اُسمین سے رضعات معلومات یعنی دس بار دودھ
پلانے سے حکم رضاعت کا ثابت ہوتا تھا کما فی الصحیحین۔ حالانکہ اسکا لفظ بھی منسوخ ہے اور معنی بھی منسوخ ہین دوم یہ کہ حکم منسوخ مگر تلاوت باقی
ہے اور اسکی بعض مثالین اوپر گذرین اور نیز قولہ تعالیٰ۔ واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم۔ یعنی جورون کی زناکاری پر مار پیٹ کر کے الگ
پڑی چھوڑنے کا حکم تھا پھر سورۂ نور کی حد زنا کی آیت نازل ہو کر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ سوم یہ کہ حکم باقی مگر تلاوت منسوخ ہوتی ہے جیسے قولہ الشیخ و
الشیخۃ اذا زنیا الآیۃ۔ اور بعض علما نے قسم اول کو جائز نہین رکھا ہے بدلیل ظاہر قولہ تعالیٰ۔ نات بخیر منہا او مثلہا۔ یعنے ویسا یا اُس سے بہتر آنا ضرور ہے
اور جواب اسکا وہی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جو اوپر گذری اور نیز بہتری کچھ اسمین منحصر نہین ہے کہ دوسری آیت ہی آوے بلکہ بندون سے
تکلیف دور کرنا جسپر اُنکی شکر گذاری ہووے بہتر ہے مترجم کہتا ہے کہ کبھی حکم بدون تعمیل کے منسوخ ہو جاتا ہے جیسے معراج مبارک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اُمت پر پچاس وقت کی نمازون کا حکم ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے اللہ عزوجل نے نسخ فرما کر صرف پانچ وقت کی رکھین امام ابن جریر
نے فرمایا کہ آیت مین اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق خبر کے اپنی عظمت سے آگاہ فرمایا لیکن اس سے یہودیون کو جھوٹا و خوار
بنانا بھی ظاہر ہے کیونکہ یہودی اس بات سے انکار کرتے تھے کہ توریت کے احکام منسوخ ہون اسیواسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے
انکار کرتے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل الٰہی سے توریت کے بعض احکام منسوخ کیے اگرچہ باقی توریت اُنپر بھی بدستور لازم رہی اور یہ
یہودیون کی محض عداوت تھی کیونکہ عقلاً کچھ بھی محال نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کو جس طرح چاہے حکم فرماوے اور اللہ تعالیٰ پر یہ واجب نہین ہے کہ ایک ہی
طرح کا حکم سب بندون پر لازم رکھے اور کیونکر کوئی شخص نسخ کا انکار کر سکتا ہے کیونکہ یہ تو یہودیون سے مدتون پہلے کتب سابقہ و شرائع سابقہ مین واقع ہو چکا کیونکہ حضرت
آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد مین لڑکا و لڑکی کا باہم نکاح کرنا جائز تھا حالانکہ بعد اسکے بھائی بہن کا نکاح منسوخ ہو گیا اور اسیطرح حضرت نوح علیہ السلام کو واسطے
بعد طوفان کے کشتی سے نکلکر جمیع حیوانات کا کھانا جائز تھا حالانکہ بعد اسکے بعض جانور منسوخ ہوئے اور اسیطرح حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُنکی اولاد
کو ایک وقت مین دو بہنون کا نکاح مین رکھنا حلال تھا حالانکہ بنی اسرائیل مین بعد نزول شریعت توریت کے ممنوع ہو گیا اور اسی طرح حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو اپنے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا لیکن یہ کام پورا کرنے سے پہلے منسوخ کر دیا گیا اور اسی طرح گوسالہ پوجنے والے بنی اسرائیل کو قتل
نفس کا حکم ہوا پھر ہنوز سب قتل نہوئے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ حکم منسوخ فرمایا اور اسی طرح بہت سی مثالین ہین جو یہودیون پر حتمی لازم ہین اور خود
انکا اقرار کرتے ہین اور اسی طرح توریت وانجیل مین حضرت خاتم النبیین کی بشارت اور اُنکی متابعت شریعت کا حکم قطعی موجود ہے پس ظاہر ہے کہ شریعت
سابقہ منسوخ ہو گئی مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام خوب وحجت قاہرہ ہے لیکن نصاریٰ سے تعجب ہے کہ یہودیون کے ساتھ ملکر کہنے لگے کہ ہان نسخ نہین ہو سکتا ہے حالانکہ
یہودیون نے انکو جاہل ملزم بنایا اس طرح کہ جب نسخ نہین ہو سکتا ہے تو انجیل و نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونون کا دعویٰ غلط ہو گا کیونکہ شریعت
انجیل ہی سے احکام توریت منسوخ ہو گئے مانند وجوب جہاد و حرمت شراب و گوشت شتر و چربی وغیرہ پس نسخ صحیح وقطعاً واقع ہوتا چلا آیا ہے
اور اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے اپنے بندون پر اپنی مشیت کے موافق جن افعال سے چاہتا ہے عبادت مقرر فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی معرفت و
توحید صفات واخبار آخرت مانند ثواب وعذاب قابل نسخ نہین ہین اور یہی اصل ہین اور انمین جمیع انبیاء علیہم السلام متفق ہین پس طریقہ عبادت
اور کھانے پینے کے حرام وحلال ہین البتہ اپنی مشیت کے موافق بندون کو مختلف طور سے بندگی کرنے کا حکم فرمایا اور یہ اپنی مخلوقات مین
تصرف بعین حکمت ہے۔ (فائدہ) مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالےٰ۔ نات بخیر منہا او مثلہا۔ مین مثل سے مراد ثواب وعبودیت ہے

اگرچہ حکمت آلہیہ مین ناسخ ومنسوخ ہر ایک سے مصلحت خاص متعلق ہے اور نظم قرآنی کی خلیت مراد نہین ہے چنانچہ بعض نے یہی ابہام کرکے دعویٰ کیا
کہ قرآن مجید کا حکم سُنت نبوت یعنے حدیث سے منسوخ نہین ہو سکتا اور یہ قول باطل ہے اور تمام اہل سُنت متفق ہین کہ آیت قرآن کا نسخ
جسطرح دوسری آیت قرآن سے ہے اسی طرح حدیث سے ہوتا ہے لیکن مالکیہ وشافعیہ وحنبلیہ کے نزدیک تو اسناد صحیح ہونا کافی ہے توضیح یہ ہے کہ قرآن مجید
تو متواتر ثابت ہے اور احادیث شریف اگر متواتر یا مشہور اسناد سے پہونچین تو بلا خلاف یقین ہوگا کہ یہ حدیث بیشک آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمائی اور چونکہ حدیث بھی وحی آلہی ہے تو اس سے بالاتفاق آیت قرآن کا نسخ جائز ہے اور اگر اسناد مشہور یا متواتر نہو بلکہ
اسکے کمتر اسناد صحیح ہو تو بھی مالکیہ وشافعیہ وحنبلیہ کے نزدیک ناسخ ہو سکتی ہے اور حنفیہ کے نزدیک نہین اور یہی بعض مالکیہ کا قول ہے
اور منہاج البیضاوی کی شرح مین لکھا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قیاس سے بھی نسخ جائز ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ مشہور اصول حنفیہ کے خلاف
ہے اور صحیح یہ تفصیل ہے کہ اگر قیاس منصوص العلت ہو جیسے قولہ تعالےٰ۔ یسئلونک عن المحیض قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض الآیۃ
سے معلوم ہوا کہ حیض مین جماع کی ممانعت اس علت سے ہے کہ یہ گندگی کی حالت ہے تو جب یہ علت قطعی معلوم ہو گئی تو ہر ایسا جماع جسمین گندگی
ہو قطعاً حرام ہوگا جیسے زوجہ کے ساتھ لواطت کرنا قطعی حرام ہے کیونکہ وطی حیض سے بھی زیادہ نجس ہے بجماع الائمہ سے بالاتفاق نسخ جائز ہے
قطعی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے کیونکہ مومنین کا اجماع شرط ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا مومن ہونا قطعی معلوم ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اولٰئک
ہم المؤمنون حقا۔ اور قولہ تعالےٰ۔ اولٰئک ہم الصادقون۔ اور قولہ تعالےٰ۔ اولٰئک ہم المفلحون۔ اور قولہ تعالےٰ۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ
اور قولہ تعالےٰ۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الآیۃ پس صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تو قطعی مومنین کا اجماع ہے
بعضون نے کہا کہ شیخ ابن حزم نے اجماع کے قطعی ہونے سے انکار کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ ابن حزم کو قطعیت سے انکار نہین ہے بلکہ شیخ مذکور کہتا ہے کہ قوم
جن کے مسلمان بھی صحابی ہین حالانکہ اجماع مین اُنکا موجود ہونا روایت نہین ہے ذکرہ الشیخ ابن حجر فی الاصابہ) لیکن شیخ ابن حزم کا قول مذکور
رد ہونے پر اجماع ہے پھر سوائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو اجماع واقع ہوئے وہ قطعی نہین ہین ف۲ واضح ہو کہ قرآن پاک عین تکمیل صفات ہے
اور یہ حقیقی شان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھی کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا دسلم کا خلق عظیم یہی قرآن ہے (کما فی الصحیح) یعنے آپ کے اخلاق کریمہ عین موافق بقرآن مجید ہین اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم درجہ بدرجہ جتنے
کہ جس قدر قرآن مجید سے توافق زیادہ ہوا اُسیقدر خصال رذیلہ زائل ہو کر اخلاق کریمہ پیدا ہوتے ہین اور یہ عین صفات قدسیہ آلہی عز وجل سے
تنویر ہے لہذا الشیخ عوارفؒ نے قولہ تعالےٰ۔ ما ننسخ من آیۃ کے اشارہ مین کہا کہ ہر مرتبہ ومقام کے لائق صفات بشریہ سے اللہ تعالیٰ بذریعہ اپنے
کلام پاک کے زائل فرما کر صفت نورانی عطا فرماتا ہے اور یہ تبدیل برابر جاری رہتی ہے یہانتک کہ کمال حاصل ہو اور چونکہ کلمات آلہیہ
غیر متناہی ہین بدلیل قولہ تعالیٰ ولو ان مافی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ یعنی اگر زمین کے کل درخت کوئی
ہون سب قلم بن جاوین اور سمندر سب دوات ہو جاوین اور ایسے سات سمندر دیگر اُسکے ساتھ شامل ہون تو بھی کلمات آلہی کم نہون ۔ھ۔ پس
عطائے معارف کی بھی کوئی انتہا نہین ہے لہذا بعض نے فرمایا کہ اہل قبولیت جنمین صلاحیت جنت دیکھی وہ بھلا جنت مین کیونکر گھبراوین کہ وہان اپنے انتہا
ترقیات نعمت مدارج معرفت بڑھتے چلے جائینگے اور یہ ترقی تو اہل سعادت کے واسطے حیات دنیا سے شروع ہوتی ہے حتی کہ ایک حالت سے
ترقی کرکے بلند حالت پر پہونچتا جاتا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی تھا مگر فرق یہ ہے کہ اُنبیون کے لیے تو اپنے منازل
مین ترقی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ابتدا حال وہ تھا کہ صدیقین کا انتہائے عروج اُسکے متصل ہوتا ہے مگر اُس عروج مین داخل۔

نہین

نہین ہوتا ہو بس آپ کے مدارج آپ کی شان نبوت مین ترقی کرتے حتی کہ معراج بھی ایک مرتبہ تھا قال تعالے - دنی فتدلی فاوحی الی عبدہ
ما اوحی - اور عالی مدارج کو اللہ تعالے ہی جانتا ہو - (عس) واضح ہو کہ ہر عارف عاقل خوب سمجھتا ہو کہ انسان اپنے مدارج نفس کی ترقیات
مین کبھی راہ نہ پاوے اگر ہدایت آلہی بشرع رسالت اُسکی دستگیری نفرماوے تو پھر آدمی کی کیا مجال ہو کہ وہ حکمت آلہیہ کے نسخ و تبدیل وغیرہ مین سوال
کرے کیونکہ جو شخص مثلاً دنیا مین شاہی اصول حکمت سے واقف ہو وہ موقع ادب مناسب سوال کرسکتا ہو حالانکہ یہ معاملات صرف انھین
حواس سے متعلق ہین جنمین سب آدمی برابر ہین پھر بھی وزیر سلطنت و بازاری کی فہم و فراست مین بڑا فرق ہو تو مدارج آخرت و تعلیم نبوت مین
جہان بادشاہ ایک بازاری کی برابر بھی حیثیت نہین رکھتا ہو کیونکر کوئی شخص سوالات کرسکتا ہو بلکہ وہان یہی راہ ادب ہو کہ اللہ تعالی
و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و رضا پر ہمہ تن اپنے آپ کو سپرد کردے لہٰذا اللہ تعالے نے اپنے خاص بندون کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور مین جس ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے سکھلایا اور اپنے دشمنون شیاطین انس و جن کے فریب و وسوسے سے نجات کا قاعدہ بتلایا کما قال تعالی

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ
کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہوچکے ہین موسیٰ سے پہلے اور جو کوئی انکار لیوے

بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ
بدلے یقین کے وہ بھولا سیدھی راہ سے دل چاہتا ہو بہت کتاب والون کا کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان

بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ
ہوئے پیچھے کافر کردین حسد کر کر اپنے اندر سے بعد اسکے کہ کھل چکا اُنپر حق

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
سو تم درگذر کرو اور خیال مین نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم البتہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ
اور کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے بھلائی وہ پاؤ گے اللہ کے پاس

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝
اللہ تمھارے کام دیکھتا ہے

امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالی نے اس آیت قدسیہ مین ایسی باتین پوچھنے سے منع فرمایا جنکا ابھی وقوع نہین ہوا ہے جیسے قولہ تعالے
یاایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسوءکم الآیۃ یعنے اے ایمان والو بکثرت اشیاء کے احکام مت پوچھو کہ اگر تمھارے لیے ظاہر کردیے
جاوینگے تو تمکو برائی پہونچا وینگے حالانکہ جس زمانہ مین قرآن نازل ہو رہا ہو اگر اسوقت پوچھو گے تو تمھارے واسطے احکام ظاہر کیے جاوینگے
۔ کیونکہ اللہ تعالی نے اشیا کو اصلی اباحت پر رکھا ہو کما قال تعالی - خلق لکم ما فی الارض جمیعا - پس ہر ایک طرح کا انتفاع مباح فرمایا باستثناء
اُن چیزون کے جنکو ممنوع کردیا اور یہ کمال رحمت سے بندون پر آسانی ہو اور پوچھنے مین یہ ضرر ہو کہ شاید وہ حرام کردی جاوے تو پھر
کوئی عذر مسموع نہوگا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ مسلمانون کے حق مین وہ مسلمان سب سے زیادہ مجرم ہو جسنے ایسی چیز کو دریافت کیا جسکی بابت کوئی
نص حرام کرنے والی نہین تھی پھر وہ اسکے پوچھنے سے حرام کردیگئی (الصحیح) اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سوال کو مکروہ و

معیوب رکھتے تھے چنانچہ صحیحین کی حدیث مما عنہ مین مروی ہے اور حدیث مغیرہ بن شعبہؓ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو باہمی قیل وقال اور بربادی مال ورکثرت سوال سے منع فرماتے تھے (الصحیحین) اور دوسری حدیث مین فرمایا کہ جب تک مین تمکو چھوڑون تم مجھے چھوڑ دینی اُسکی بابت حکم مت پوچھو کیونکہ تمسے اگلی اُمتین اسی جہت سے تباہ ہوئین کہ اپنے انبیاء سے بکثرت احکام پوچھے پھر مخالفت کی پس تمکو جب مین کسی امر کا حکم دون تو جہانتک ممکن ہے اُسکو عمل مین لاؤ اور اگر کسی بات سے منع کرون تو اُس سے باز رہو (صحیح مسلم) اور یہ حدیث آپنے اُسوقت فرمائی کہ جب لوگون کو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمپر حج فرض کیا ہے پس ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہر سال فرض کیا ہے اور اُسنے بار بار پوچھا یہانتک کہ تین بار آپ خاموش رہے پھر فرمایا کہ نہین یعنی ہر سال فرض نہین ہے اور اگر مین کہتا کہ ہان تو تم پر ہر سال فرض ہوجاتا اور اگر ہر سال فرض ہوجاتا تو تمسے ادا نہ ہوتا (الصحیح) یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے لسان شریعت عطا فرمائی ہے جیسا کہ کتب سابقہ مین آپکی صفات مین مذکور رہا ہے انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہم لوگ تو سوال سے منع کردیے گئے تھے تو ہمکو تمنا ہوتی تھی کہ عرب مین سے کوئی سمجھدار آدمی آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھے تو ہم بھی سُن لین (السنن) اور براء بن عازبؓ سے اسکے مانند روایت ہے اور کہا کہ ہمکو کوئی بات پوچھنی ہوتی تو سال گذر جاتا اور ہم بوجہ ہیبت کے نہین پوچھ سکتے تھے (ابو یعلی) اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر ایک ہیبت عظیم چھائی ہوئی تھی (کما فی الصحیحین) حتی کہ ہرقل قیصر روم کی طرف سے اور پرویز کسریٰ فارس کی طرف سے جو ایلچی آئے تھے اُنپر اسقدر رہیبت سوار ہوئی کہ کانپنے لگے اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پیغام ادا کیا (کما فی السیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بہتر قوم نہین دیکھی کہ اُنھون نے صرف بارہ مسئلے پوچھے کہ وہ سب قرآن مجید مین مذکور ہین (البزار)۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہ ہین کہ قرآن مجید کلام آلہی عزوجل قدیم ہے تو جو کچھ کلام آلہی عزوجل مین ازل سے واقع ہوا تھا وہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا پس اُنکی فضیلت کاملہ ظاہر ہے کہ اُنکے وہی سوال ہین جو کلام آلہی مین تلاوت کیے جاتے ہین پس اسکو سمجھو کہ یہ کلام ابن عباس رضی اللہ عنہ نہایت لطیف ودقیق متین ہے پس یہ کرامت تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے خاص ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے واسطے رسول ہین تو اسمین مومنین وکافرین سب شامل ہین مگر کافرون پر علاوہ مذمت کفر کے بیہودہ سوال کرنے کا بھی عیب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یسئلک اہل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من السماء فقد سألوا موسیٰ اکبر من ذٰلک فقالوا ارنا اللہ جھرۃ ۔ یعنی اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہین کہ اُنپر آسمان سے کوئی کتاب اُتار لائیے (اس بیہودہ سوال سے تعجب نہ کیجیے) انھون نے تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑھکر سوال کیا تھا کہ کہنے لگے کہ ہم کو کھُلے کھُلے اللہ تعالیٰ کو آنکھون دکھلا دیجیے ۔ ھ ۔ اور محمد بن اسحٰق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہودی رافع بن حریملہ ووہب ابن زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ آسمان سے کوئی کتاب ہمارے لیے اتار دیجیے اور یہان نہرین جاری کردیجیے تو ہم آپکو مان لین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۔ بلکہ تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسے سوال کرو جیسے موسیٰ سے قبل اسکے سوال کیا گیا تھا ف چنانچہ موسیٰ سے کہا کہ ہمارے لیے بھی انھین لوگون کے بُت کے مانند ایک خدا بنا دو اور کبھی کہا کہ ہمکو عیاناً اللہ تعالیٰ کو دکھا دو اور مانند اسکے بیہودہ سوالات کیے اسیطرح ان یہودیون نے بھی عناد وسرکشی سے معجزات عظیمہ وقطعی دلائل نبوت چھوڑ کر بیہودہ سوالات شروع کیے جیسے کفار مکہ کی بھی یہی کیفیت تھی چنانچہ مجاہد نے فرمایا کہ کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے واسطے اس کوہ صفا کو سونے کا کردیجیے تو آپ نے فرمایا کہ اچھا مگر شرط یہ ہے کہ جیسے بنی اسرائیل کے واسطے مائدہ آسمانی تھا ویسے ہی یہ سونیکا پہاڑ تمہارے واسطے ہوگا تو قریش نے اس سے انکار کیا اور روٹھ گئے

ف ابن اسحاق نے فقط یہودیون مین سے رافع بن حریملہ اور وہب بن زید کا نام لیا

سدی و قتادہؒ سے بھی اسکے مانند مروی ہی - ع - مترجم کہتا ہو کہ بنی اسرائیل نے آسمان سے طعام پختہ مانگا تھا تو یہ شرط ہوئی کہ بھیجا جائے گا لیکن اگر ناشکری سے ذخیرہ کیا گیا تو عذاب سخت دیا جائیگا پس اُنھون نے منظور کر لیا لیکن امتحان مین پورے نہ اُترے تو نافرمانی سے مسخ کرکے سور کردیے گئے جو چیخ چیخ کر مر گئے چنانچہ سورہ مائدہ مین انشاء اللہ تعالے آویگا - واضح ہو کہ قریش کو یہ سوال غالباً یہودیون وغیرہ نے سکھلایا تھا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے وہی شرط لگائی جو نزول مائدہ مین تھی اور چونکہ یہودیون سے قریش نے مائدہ والون کا انجام سُنا تھا لہذا خوفناک ہوکر نا منظور کیا علامہ بیضاویؒ وغیرہ نے لکھا کہ - ام تریدون - ام متصلہ یا منقطعہ ہی لیکن متصلہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے ہمزۂ استفہام ہو جیسے بولتے ہین اہو زید ام عمرو یعنے کیا وہ زید ہی کہ عمرو ہی پس یہان کہا گیا کہ - الم تعلم مین جو ہمزہ ہی وہی کافی ہی اور معنے یہ ہین کہ کیا نہین جانتے ہو کہ اللہ تعالے مالک قادر ہی وہی احکام جس طرح نسخ و تبدیل وغیرہ سے چاہتا ہی جاری کرتا ہی اور یہان کدکر کے رسول سے سوال کرتے ہو جیسے یہود نے موسیٰؑ سے سوال کیا - مراد یہ کہ مسلمانون کو ارشاد کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مضبوط رہین اور کافرون و مشرکون کے شبہہ ڈالنے سے سوالات مین نہ پڑین جیسے موسیٰؑ کی قوم نے شیطانی وسوسہ سے بیجا سوال کیے آخر گمراہ ہوئے پس تمھین اتنا سمجھنا کافی ہی کہ جب اللہ تعالے مالک آسمان و زمین ہی تو وہ جو کچھ نسخ و تبدیل کرے بہت خوب و عین حکمت و تمام مصلحت ہی مترجم کہتا ہی اس تقریر بیضاویؒ پر - رسولکم - سے اپنا مانا ہوا رسول مراد ہوگا کیونکہ یہ خطاب صرف مومنون کو ہوا کہ تم اپنے رسول سے بیجا سوال نکرو اور اگر یہ کافرون کو ملامت ہو جیسے تقریر ابن کثیرؒ سے ظاہر ہوا کہ کفار یہود و مشرکین قریش کی مذمت ہی تو - رسولکم - کے یہ معنے ہونگے کہ اس طبقۂ امت کے واسطے جو رسول بھیجا گیا ہی - کیونکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتے نہین تھے لیکن درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طبقۂ اُمت کے واسطے جو قیامت تک ہی رسول برحق ہین - بیضاویؒ نے حاشیہ مین کہا کہ صاحب مفتاح کے نزدیک یہان ام متصلہ نہین ہی کیونکہ اُسکے بعد مفرد ہوتا ہی علامہ عکبریؒ نے اعراب القرآن مین کہا کہ - ام - یہان منقطعہ ہے اسواسطے کہ - الم تعلم - مین جو ہمزہ ہی وہ اس موقع مین نہین ہی اسکو سیوطیؒ نے اختیار کیا کیونکہ - الم تعلم - خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی یا آپ بھی داخل ہین کیونکہ معنے یہ ہین کہ کیا تو نے نہین جانا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ملک سموات والارض ہی - ام تریدون - مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم داخل نہین ہین پس اگر متصلہ ہو تو خلاصہ یہ کہ - الم تعلم ولکن ام تریدون السوال یعنے کیا تو نہین جانتا یہ قدرت آلٰہی یا تم لوگ بیجا سوال کرتے ہو - ظاہر ہی کہ یہ تقدیر نہین بنتی ہی پس یہان ام منقطعہ بمعنے بل کے ہی یعنے یہان سے دوسرے کلام کی طرف رجوع ہی گویا فرمایا کہ نسخ و تبدیل احکام مین کچھ شبہہ نہین ہو سکتا کیونکہ کون شخص یہ بات نہین جانتا کہ آسمان و زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہی وہ جو چاہے اور جسطرح چاہے حکم کرے تو تم لوگ ایمان لانے کے لیے پوچھ گچھ نہین کرتے ہو بلکہ تمھارا ارادہ یہ ہی کہ اپنے وقت کے رسول سے بھی ایسے ہی بیہودہ سوال کرو جیسے قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیے تھے - اسمین تنبیہ ہی کہ جو شخص ایسی جہالت کرکے اپنی عاقبت برباد کرے حالانکہ وہ دلائل قطعیہ سے حق پہچان گیا وہ بدبخت و شقی ہی - وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ اور جس نے ایمان کے عوض کفر کو بدل لیا تو وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہوا - ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات نبوت و دلائل معجزات قدرت اور بات بات مین معجزات اس بات کے واسطے قطعی آیات و دلالات ہین کہ آپ بلاشبہہ پیغمبر حق و خاتم النبیین ہین تو ایمان صریح موجود ہے پھر اسکو چھوڑ کر کفر لینا و بیجا سوالات و عداوت و حسد کرنا عین گمراہی ہی اور عجب کہ یہ بدبختی زیادہ تر یہودیون مین بھی جنکے پاس باوجود علم کے آپ کی نبوت کے دلائل قطعی موجود تھے حالانکہ یہ لوگ علاوہ اپنی گمراہی کے حسد سے مومنون کو بہکاتے اور چاہتے

کہ گمراہ ہو جاوین لہذا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اُنکی شیطانیت سے متنبہ کر دیا چنانچہ فرمایا۔ **وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ** ۔ بہتیرے اہل کتاب نے دلی خواہش سے تمنا کی کہ کاش ایسا ہوتا کہ تم لوگون کو تمھارے ایمان کے بعد موڑ کر کفار کر دیتے بوجہ ایسے حسد کے جو اُنکے نفوس کی جانب سے اُبھرا ہو بعد ازانکہ اُنکو حق ظاہر ہو چکا۔ ف یعنے اللہ عزوجل کی توریت وانجیل وغیرہ کتب انبیا سابقین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل نبوت واحکام اُمت ایسی تفصیل کے ساتھ مذکور رہتے کہ یہود ونصاریٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب وکتاب یعنی قرآن مجید سے مقابلہ کیا تو امر حق بالکل کھل گیا اور کچھ بھی شبہہ باقی نرہا مگر اُنکو حسد نے جان بوجھکر انکار پر آمادہ کیا مترجم کہتا ہے کہ شاید کسی روایت مین یہ نہین مذکور ہے کہ پیغمبر آخر الزمان محض اُمی ہونگے اگرچہ آپ کی بشارت سے یہ بات ظاہر ہے کہ آپ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ہونگے لیکن یہودیون نے اپنے فہم ناقص سے موافق حضرت داؤد علیہ السلام کی بعض عبارت سے یہ نکال رکھا تھا کہ نبی اسرائیل ہی مین نبوت دائمی ہے حالانکہ یہ انکی غلط فہمی تھی اور تمام انبیا علیہم السلام نے موافق توریت کے بشارت دی تھی کہ زمین تہامہ سے پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونگے اور تہامہ بالاتفاق یہی زمین حجاز ہے جسمین مکہ ومدینہ واقع ہے اور خصوصًا ان یہودیون کو جو عرب مین رہتے تھے کچھ بھی شک نرہا کہ تہامہ سے مبعوث ہونے والے پیغمبر آخر الزمان یہی ہین ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہودیون نے جو اپنے علم پر مغرور تھے دیکھا کہ پیغمبر آخر الزمان جنکے اسقدر فضائل مذکور ہین ایک اُمی ہین جو اُنکی تمام توریت سے خبر دیتے ہین اور تمام انبیا اور اُنکی کتابون اور امتون کا بیان کرتے ہین جو اُنکو بھی نہین معلوم ہے اور توریت اُنکی تصدیق کرتی ہے تو بجاے صدق وایقان کے حسد نے اُنکو آمادہ کیا کہ جان بوجھکر انکار کرنے لگے عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہود کے عالمون مین سے حیی بن اخطب وابو یاسر کو سب سے زیادہ عرب پر حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر آخر الزمان کے اسقدر فضائل پہلی کتابون مین بیان فرمائے اُسکی خصوصیت عرب سے ہوئی حالانکہ یہ بے پڑھی قوم ہے پس یہ دونون سب سے زیادہ حسد کر کے جہانتک ممکن تھا عرب کو ایمان سے بہکاتے تھے (محمد بن اسحٰق) مترجم کہتا ہے کہ یہ دونون سخت جاہل تھے کہ جب اُنکو معلوم ہو چکا کہ پیغمبر آخر الزمان کی بعثت عرب مین واقع ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہی تقدیر الٰہی ہے پھر اس بیہودہ تدبیر سواے اپنی بربادی کے کیا فائدہ تھا ظاہر اوہی صحیح ہے جو بعض علما نے فرمایا کہ یہودی قوم مجسمہ تھے جو مسائل معرفت کو نہین سمجھتے تھے لیکن مترجم کہتا ہے کہ ظاہر ایسی یہودی ایسے ہون ورنہ جو شخص تقدیر سے منکر ہو اُسکا ایمان ہی درست نہین ہو سکتا حالانکہ قوم موسیٰ علیہ السلام مین بہت سے علماے صالحین واولیا گذرے ہین وہ کیونکر تقدیر سے منکر ہو سکتے ہین اسیطرح قوم عیسیٰ علیہ السلام مین بھی بہت سے صالحین گذرے کہ وہ بالضرور ایمان تقدیر پر قائم تھے حالانکہ بالفعل جو نام کے نصرانی ہین تقدیر سے بالکل منکر ہین پس یہی ان یہودیون کا حال تھا جو بوجہ جہالت کے کتابی الفاظ پر اپنے آپکو عالم سمجھتے اور سخت غلطی سے بیجا کوشش کرتے کہ پیغمبر آخر الزمان کی نبوت قوم عرب سے نہو اور تفسیر ابن عباسؓ سے معلوم ہوا کہ حیی بن اخطب اور اُسکا بھائی ابو یاسر انھین کا فر حاسدون مین سے تھا اور کعب بن مالکؓ نے کہا کہ ایک یہودی کعب بن الاشرف جو کہ شاعر ہے ہجو بھی کیا کرتا تھا اُسکے حق مین بھی یہ آیت نازل ہوئی ہے (ابن ابی حاتم)۔ ع۔ معالم مین اس مقام مین یون قصہ مذکور ہے کہ جب جنگ احد مین مسلمانون نے بوجہ نافرمانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شکست پائی تو یہودیون نے حضرت حذیفہ بن الیمان وعمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بہکانا شروع کیا کہ اگر تم لوگ دین حق پر ہوتے تو کیون شکست پاتے اور اگر تم ہمارے دین کیطرف رجوع کرو تو زیادہ ہدایت پاؤگے پس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ واقف ہو کہ عہد شکنی کا کیا حکم ہے تو کہنے لگے کہ عہد توڑنے کا بہت بڑا گناہ ہے پس عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مینے تو اللہ تعالیٰ سے عہد

کرلیا کہ جب تک زندہ ہون تیرے دین اسلام اور تیرے رسول حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین پھرونگا لیکن تم لوگ بدعہد ہو کہ اللہ تعالےٰ کے عہد توریت سے پھر گئے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین تو اس بات پر راضی ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیغمبر ہین اور اسلام میرا دین ہے اور قرآن میرا پیشوا ہے اور کعبہ میرا قبلہ ہے اور مومنین میرے بھائی ہین اور کفار میرے دشمن ہین پھر دونون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر یہ حال بیان کیا تب یہ آیت اتری - ودکثیر من اہل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسہم من بعد ما تبین لہم الحق - پھر اسکے بعد اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو کفار کی گستاخیون سے اعراض کا حکم فرمایا بقولہ تعالےٰ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ - پس تم لوگ عفو کرو اور درگذر کرو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لاوے - ف پس اہل ایمان نے صبر کیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ اب جہاد کرو یعنی اہل کتاب پر بھی جہاد کرو لیکن اتنی تخفیف فرمائی کہ اگر یہ لوگ مطیع ہو جاوین تو اُنسے جزیہ قبول کر لو حالانکہ مشرکین بت پرست عرب کا جزیہ قبول نہین ہوتا ہے لہذا حضرت ابن مسعودؓ وابن عباسؓ وایک جماعت سے مروی ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا بقولہ تعالےٰ - وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون - الآیۃ - لیکن ایک جماعت فقہاء ومفسرین نے یہان منسوخ کا حکم دینا تسلیم نہین کیا اور یہ حجت پیش کی کہ اللہ تعالیٰ نے عفو ودرگذر کرنے کا مطلق حکم نہین دیا بلکہ یون حکم دیا کہ عفو ودرگذر یہانتک کرو کہ حکم الٰہی آوے تو اللہ تعالےٰ نے ایک وقت تک خود ہی محدود فرمایا تھا اور اصطلاح مین اسکو نسخ نہین کہتے ہین - مترجم کہتا ہے کہ ہان حضرت ابن مسعود وابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ لوگون کی نسخ اصطلاحی مراد نہین رکھی ہے کیونکہ اُسوقت تک یہ اصطلاح ابھی نہین تھی پس ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی غرض یہ ہے غرض یہ ہے کہ جب اہل کتاب پر جہاد کرنے کا حکم آیا تو عفو ودرگذر کرنیکا حکم مرتفع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی مین مسلمانون کو اُمید دلائی ہے کہ اہل کتاب کی ایذا تمسے دور کیجائیگی حالانکہ اسکا فائدہ بھی تبلایا بقولہ تعالیٰ - ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا الآیۃ گویا اشارہ ہے کہ تمکو اپنے نفس کے اوہام دور کرنے کے واسطے ضرور بہت سی ایذا ان مشرکون واہل کتاب سے سُننا پڑے گی تاکہ تمہارا نفس مغرور نہو کہ ایمان کی وجہ سے ہمکو استحقاق نجات ہے بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کا احسان مانو کہ ہم لوگ ایمان پر ثابت قدم رہینگے اگرچہ کفار سے ہمکو ایذا پہونچے کیونکہ یہی خلوص توحید ہے کہ نفس کے واسطے کوئی کام نہو بلکہ خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے ہو حتی کہ جب اس مین کامل ہوئے یعنی خطرات نفس سے چھوٹ گئے تو اللہ تعالےٰ نے انکو ایذاے کفار سے نجات دی اور جہاد کا حکم دیکر سب کافرون کو خوار کیا - اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ف پس اسوقت اہل ایمان کے واسطے مع لغت نفس مین یہ بھی موجود تھا کہ باوجود اس حالت کے اس بات کا یقین کامل رکھین کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے ان کافرون کو خوار کرے اور بالفعل انکو چھوڑ دینا عین حکمت اور خود ہمارے واسطے مصلحت ہے کیونکہ احکام الٰہی مین حکمت ومصلحت ہین چنانچہ یہان حکم دیا کہ تم لوگ عفو کرو اور درگذر کرو اور یہی حکم دیا کہ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ - اور ٹھیک قائم رکھو نماز اور ادا کرو زکوۃ - ف پس مال سے انکے نفوس کو منقطع کیا اور ٹھیک نماز پر قائم کرنے سے وسوسہ نفس زائل کیا کیونکہ جسکے نفس مین وسوسہ ہو کہ آخرت کوئی چیز نہین ہے تو وہ بالفعل نماز مین تکلیف نہین اُٹھائیگا اسیواسطے حکم دیا کہ علاوہ فرائض کے ہر ایک طرح کی نیکی جو ممکن ہو عمل مین لاؤ - وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ - اور اپنے نفوس کے واسطے جو تم پہلے پہونچا رکھو اسکو اللہ تعالےٰ سے یہان پاؤگے - ف پس تمہارا نفس باتباع عقل کے خود خوش ہو کہ یہ اسی کے واسطے بھلائی ہے کہ اس دار فانی مین جو کچھ نیکی کر کے لیگیا وہ آرام کے ساتھ

وہان پاوے گا پس چاہیے کہ نفس محض اخلاص کے ساتھ نیکی مین سرگرم رہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ جو کچھ تم کرتے ہو البتہ اللہ تعالےٰ خوب دیکھتا ہے ف اور کوئی چیز اُسکے دیکھنے مین حائل یا مانع نہین ہوسکتی حتی کہ تمھارا دل و اُسکا ہر ذرہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہی چاہے جہان ہو حتی کہ بعض احادیث مین آیا کہ اندھیری تاریک رات مین کوہ صفا کے غار مین چیونٹی کی چال حضرت حق عزوجل کے سامنے ہی اسیواسطے بعض مشائخ نے کہا کہ دیکھو شیطان تمھاری رگون مین خون کی طرح جاری ہی تو ایسے نزدیک متصل دشمن سے کون بچ سکتا ہے سوائے اُس شخص کے جو ایسے حامی سے پناہ لے کہ وہ اس سے بھی قریب ہی اور وہ اللہ عزوجل ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ بہت نفیس کلام ہے ورنہ شیطان خود اس قدر قریب حادی اور خود انسان کا نفس بھی اُسکے وساوس قبول کرنے والا یعنے خود اپنی جان کا دشمن بنے۔ نہایت احمق ہی بلکہ آدمی اپنی جنس کے آدمیون یعنی کافرون کی جانب میلان کرتا ہی اور جنسیت کی وجہ سے اُنکا ضرر شدید ہی حتی کہ آدمی کو مجوس و ہنود سے ضرر ہی اور اس سے بڑھکر یہود و نصاری سے ضرر ہی اور اس سے بڑھکر اسلام کی شکل مین مبتدعین خوارج و روافض و شیعہ و معتزلہ وغیرہ سے ضرر ہی اور اس سے بڑھکر اہل سنت کے عملی مبتدعین سے ضرر ہی مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت مین یہ اعتقادی بدعتی یعنی خوارج و روافض و شیعہ وغیرہ نہین تھے مگر یہود و نصاری و منافقین موجود تھے اور وہ ہر طرح سے اہل ایمان کو دھوکا دیتے تھے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم مین حسن صنعت الٰہی عجیب تھی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بھی انبیاء علیہم السلام مین عجیب ہی کیونکہ باوجود اُمی ہونے کے معرفت و علم الٰہی و علم اولین و آخرین مین سب سے اکمل ہین اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم بھی جمیع امم ماضیہ سے اکمل ہین و منجملہ فتنۂ کفار کے فرمایا۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا

اور کہتے ہین ہرگز نجا دینگے جنت مین مگر جو ہونگے یہود یا نصاری یہ آرزوئین باندھ لی ہین اُنھون نے کہہ دے آو

بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ

سند اپنی اگر تم سچے ہو کیون نہین جسنے تابع کیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیکی پر ہی اُسی کو ہی مزدوری اُسکی

عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى ع ۱۳ ۱۴

اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہی اُنپر اور نہ اُنکو غم ہی اور یہود نے کہا نصاری نہین

عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ

کچھ راہ پر اور نصاری نے کہا یہود نہین کچھ راہ پر اور وہ سب پڑھتے ہین کتاب اسی طرح

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

کہی اُن لوگون نے جن پاس علم نہین اُنھین کی سی بات اب اللہ حکم کرے گا اُن مین دن قیامت کے جس بات مین

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞

جھگڑتے تھے

اللہ تعالےٰ نے تنبیہ فرمائی کہ یہود و نصاری اپنے خیالات مین مغرور ہین چنانچہ ایک گروہ یہود و نصاری نے اپنے اپنے غرور پر دعوی کیا جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى۔ اور کہتے ہین کہ جنت مین ہرگز داخل نہوگا سوائے اُسکے جو یہودی یا نصرانی ہو۔ ف یعنے یہودی تو دعوی کرنے لگے کہ جنت مین سوائے

یہودی کے کوئی داخل نہوگا اور نصرانی کہنے لگے کہ سوائے نصرانی کے کوئی داخل نہوگا حالانکہ یہ لوگ اسقدر بے عقل ہین کہ کلام کا مفہوم بھی ٹھیک
نہین سمجھتے کہ آخر اس گفتگو سے کیا لازم آتا ہے کیونکہ جب سوائے یہودی ونصرانی کے کوئی داخل جنت نہو تو انبیاء سابقین اور اُنکی اُمتین محروم
ہون غرض جب یہودیون نے کہا کہ سوائے یہودی کے کوئی بھی جنت مین نہ جائیگا معاذ اللہ لازم آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنت مین نجاوین
اور جب نصرانی نے یہ دعویٰ کیا تو اُس پر بھی یہی لازم آیا حالانکہ یہ محض دروغ وحماقت ہے لہذا فرمایا ۔ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۔ یہ تو اُنکی نفسانی
خواہشین ہین ۔ ف کوئی عقلی یا شرعی بات نہین ہے چنانچہ یہود ونصاریٰ مین سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ ۔ نحن ابناء اللہ واحباؤہ ۔ یعنے
ہم لوگ تو بمنزلہ فرزندان آلہی ومحبوبان آلہی ہین شیخ ابو العالیہؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ نشہ نفس مین مست ہو کر جناب آلہی عزوجل مین دروغ
دعوی باندھتے تھے ۔ یہی قتادہؒ وربیع بن انسؒ کا قول ہے حالانکہ ان لوگون کو چاہیے تھا کہ بغیر وحی کے جناب باری تعالیٰ مین بہتان باندھکر
عاقبت برباد نکرتے لہذا رد فرمایا بقولہ تعالے ۔ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ یعنے اے محمد
صلے اللہ علیہ وسلم ان لوگون سے کہدے کہ اپنی حجت ودلیل لاؤ اگر تم سچے ہو ۔ ف قتادہؒ نے کہا اپنے گواہ لاؤ ۔ ابو العالیہ ومجاہد
وسدی وربیع بن انسؒ نے کہا برُہان یعنے حجت ودلیل لاؤ یعنے جو دعوی کرتے ہو محض نفسانیت ہے اسپر کوئی دلیل حق موجود نہین ہے
اسیواسطے آدمی کو چاہیے کہ کسی کار ثواب یا عذاب مین اپنی رائے سے ہرگز حکم نکرے اگرچہ وہ فعل اُسکی رائے مین اچھا نظر آتا ہو جب تک کہ
اُسپر کوئی دلیل شرعی قائم نہو اسیواسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپکو اپنے دعوے سے جنتی سمجھے وہ جہنمی ہے مترجم
کہتا ہے کہ جہنمی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مومن وہ ہے جو عذاب جہنم سے خائف ہو حالانکہ یہ شخص نڈر ہو گیا اور اللہ تعالے نے نڈر کو کافر فرمایا
اسی طرح اگر ودسرے شخص کو جو مسلمان ہے کسی بدفعلی کی وجہ سے قطعی جہنمی سمجھے تو اُسکے حق مین خوف کفر ہے حتی کہ کسی زندہ کافر کو بھی قطعی جہنمی نہین
کہہ سکتے ہین کیونکہ شاید وہ ایمان لاوے ۔ غرضکہ جو امور اللہ تعالیٰ کے علم مین ہین اُنکا حکم لگانا ہرگز بیجا ہے حالانکہ یہ یہود ونصاریٰ ایسے
احمق وبیہودہ تھے کہ اپنے واسطے جنت کا حکم لگاتے تھے بلکہ دوسرون کے واسطے جہنمی ہونیکا بھی حکم لگاتے تھے کہ سوائے یہودی ونصرانی
کے جنت مین کوئی نہین جائیگا اللہ تعالے نے رد فرمایا ۔ بَلٰی ۔ کیون نہین ف یعنے جس بندے کو اللہ تعالے نے قبول کیا اور
اپنے فضل سے چاہا وہ جنت مین جاویگا پھر اُسکا مجمل کلیہ فرمایا ۔ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ ۔ ہر وہ شخص جسنے اللہ تعالیٰ کے آگے
اپنا چہرہ جھکایا ۔ ف سعید بن جبیرؒ نے کہا یعنے خالص اللہ تعالے وحدہ پر ایمان لایا ۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ ۔ درحالیکہ وہ محسن ہو ف
سعیدؒ نے فرمایا یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع مین شریعت حق پر قائم ہو ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قبولیت کے واسطے دو شرطین ہین
ایک یہ کہ خلوص ہو دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہو ۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہراً آیت قدسی عام ہے اس طرح کہ توحید خالص ہو اور کسی
پیغمبر آلہی سے انکار نہو اور کسی اعتقاد حق وحکم ضروری سے منکر نہو اور اپنے پیغمبر پر ایمان لایا ہو حتی کہ حضرت نوح وہود وابراہیم وغیرہ انبیاء علیہم السلام
کی اُمتین اپنے اپنے وقت مین جو مخلص ومومن تھے اسمین داخل ہین حتی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت مین جو ایمان والے ٹھیک تھے داخل
ہین پھر جب عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ہوئی تو جسنے عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کیا وہ کافر ہو کر خارج ہوا اسیطرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک
مین جو کوئی یہودی یا نصرانی کہ آپ پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہے ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ جو عمل تو خالص ہو مگر موافق شریعت نہو وہ قبول نہین ہے اسواسطے حدیث عائشہؓ
مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ایسا عمل کیا جسپر ہمارا حکم نہین ہے تو وہ مردود ہے ۔ صحیح مسلم ۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ ہوا کہ ہر وہ شخص جو حق تعالیٰ
عزوجل پر ان صفات قدسی پر ایمان لایا جو اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نبوت مان کر حاصل ہوئے ہین اور موافق آپ کی شریعت کے عمل کیا

تو وہ قابل جنت ہی چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۔ تو ہر ایسے شخص کے واسطے اُسکے رب عزوجل کے یہان اُسکا ثواب ہے ف لیکن سوائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے کہ اُنکے واسطے خاص بشارت دیدی گئی ہی باقی کسی شخص کو یہ سمجھنا روا نہین ہے کہ مین ایسا ہی نیکوکار ہون بلکہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ پاک مین خوف و اُمید کے ساتھ باوجود ہر طرح کے نیک کامون کے التجا و آرزو لاوے کہ حضرت ارحم الراحمین عزوجل اُسکے اعمال صالحہ کو قبول فرماوے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے نیک بندون کو جانتا ہی بلکہ بدبختون کی پہچان معلوم ہو گئی کہ یہود و نصاریٰ کیطرح مغرور و جنتی ہونے کے مدعی و نڈر رہتے ہین سو لامحالہ نیک بخت و سعید بندے دیجے نگے جو باوجود اس طرح کی نیکوکاریون کے خائف اور اُمیدوار ہون اور اپنے اعمال کی طرف نگاہ نکرین بلکہ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے سے ڈرین نہین معلوم اُسکے علم مین یہ سب عمل کس طرح واقع ہوا مگر اُسکے فضل و رحمت پر اُمیدوار ہون اور رب ارحم الراحمین فرماتا ہی۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ اور ایسے بندون پر خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے۔ ف یعنے دنیا مین جو غم و رنج کہ تقدیری ہو وہ تو پہونچے گا لیکن یہ لوگ تو اپنے سچے گھر یعنے آخرت کے غم مین پڑے رہتے ہین گویا اللہ تعالیٰ نے اسی غم کو مکافات کر دیا پھر آخرت مین نہ اُنپر خوف رکھا اور نہ کچھ غم ہی رب ارحم الراحمین اس بندہ مترجم کو مع جمیع مومنین کے انھین بندون کے ساتھ حشر فرماوے آمین یا ارحم الراحمین شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین نجران کے نصاریٰ آئے اور مدینہ کے یہودی بھی جمع ہوئے اور باہم دونون فریق نے مناظرہ کرنا شروع کیا تو یہودیون نے کہا کہ سوائے یہود کے کوئی بھی جنت مین نجائیگا اور نصاریٰ نے اسکے جواب مین کہا کہ سوائے نصرانیون کے کوئی بھی جنت مین نجائے گا پس دونون فریق مین باہم طول کلام ہوا چنانچہ ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ محسن کا اطلاق صحیح اعتقاد سے شریعت حق کے موافق خالص عمل کرنے والے کو بھی کہتے ہین اور احسان ایک مرتبہ بھی ہی یعنے اول درجہ اسلام ہے پھر اگر وہ ایمان قلبی کے ساتھ ہوا تو مومن ہے ورنہ منافق ہے پھر جب ایمان پر ثابت قدم ہوا تو مرتبہ احسان ظاہر ہوتا ہے اور اسیکو صوفیہ مرتبہ حقیقت کہتے ہین حدیث مین آیا کہ اسلام یہ ہی کہ تو گواہی ادا کرے کہ لا الٰہ الا اللہ و محمد عبدہ و رسولہ اور نماز ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور زکوٰۃ دے اور استطاعت ہو تو حج کرے اور ایمان یہ ہی کہ دل سے اللہ تعالیٰ و اُسکے فرشتون و رسولون و کتابون اور روز قیامت کی تصدیق کرے اور دل سے سچ مانے کہ بھلائی و بُرائی کی تقدیر سب اللہ ہی کی طرف سے ہی یعنے تقدیر پر ایمان لاوے اور احسان یہ ہی کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا اُسکو دیکھتا ہی پس اگر تو نہین دیکھتا تو وہ ضرور تجھے دیکھتا ہی (الصحیح والسنن) پس محتمل ہی کہ آیت مین یہی مرتبہ مراد ہو (تنبیہ) قولہ۔ فلہ اجرہ عند ربہ۔ مین ضمیرین واحد بجانب لفظ من راجع ہین کیونکہ لفظ من واحد ہی لیکن اُسکے معنے جمع ہین کیونکہ ہر شخص جسکی یہ صفت ہو سبکو شامل ہی اسیواسطے۔ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ مین اسی ضمیر کو جمع کر دیا مترجم کہتا ہی کہ گویا نکتہ بلاغت بیان یہ ہی کہ اگر۔ فلہ اجرہ۔ کی جگہ فلہم اجرہم عند ربہم۔ ہوتا تو شاید اشتباہ ہوتا کہ سب نیکون کے واسطے اللہ تعالیٰ کے یہان ایک مشترک مجموعی ثواب ہوگا پس ضمیر واحد سے تخصیص فرمائی کہ ہر ایک کے واسطے بقدر اعمال و حسن نیات کے علیحدہ علیحدہ ثواب ہوگا کیونکہ بیان توجہ اسی کی جانب تھی لیکن اسمین ایک یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ شاید آخرت مین خوف و غم بھی ہر ایک سے موافق اُسکے اعمال کے دور ہو تو حضرت حق عزوجل نے لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ مین سبکو شریک کر دیا کہ درجات اگرچہ موافق اعمال کے ہون لیکن خوف و غم دور ہونے مین سب یکسان ہین حتی کہ نیچے درجہ والے کو اونچے درجہ والون کو دیکھکر کچھ بھی غم و حسد نہوگا کیونکہ روح محل حسد نہین ہی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ف ۲۰ شیخ عرائسؒ کے بعض اشارات مین ہی کہ قولہ تعالیٰ۔ بلیٰ من اسلم وجہہ للہ۔ یہ اسوقت مستقیم ہوتا ہے کہ انعام الٰہی سے نظر اُٹھا کر منعم

عزوجل مین نیست ہو درحالیکہ اپنے معاملات مین بھی محسن ہو کہ اپنے اعمال سے نظر دور کرکے حق عزوجل کو دیکھے اس صفت سے کہ خود فانی ہو تو اُسکے واسطے بقاے حق ہے اور اُسکو نہ خوف فراق ہوگا اور نہ حجاب دیدار سے حزن وملال لاحق ہوگا مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے گردن جھکانا جمیع اعتقادات واعمال مین مسلّم ہو پس اپنے نفس کو انعام الٰہی دیکھے اور اُسمین ایمان وطاعات کا خالق اُسی کو جانے حتی کہ اپنے آپ کو درمیان سے خارج وگم پاوے تو عین صفات الٰہی عزوجل کا بقا ہو فافہم بعض نے کہا کہ محسن وہ شخص ہے کہ اپنے اعمال ووجوہ کو ریا وشرک خفی سے پاک کرے مترجم کہتا ہے کہ شروع سورہ مین شرک خفی کے وجوہ بیان ہوئے ہین ازانجملہ یہ کہ اگر زید نے چنے چبالے اور پیٹ مین درد ہوا تو اس جانب نظر دوڑانا کہ چنے چبانے سے درد ہونے لگا نظر شرک خفی ہے بلکہ فعل الٰہی عزوجل اور اُسکے حسن صنعت پر نظر کرے غایت یہ کہ درد ہونے سے نظر تنبیہ دوڑاوے کہ نفس کی خواہش مین بغیر نیت صحیح کے چنے چبانے کا مزہ حاصل کرنا میرے حق مین تادیب ہے لیکن یہ جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے اُسکے قلب پر مہر نرکھی ہو اسیطرح اگر عمرو نے بکر کو مارا تو اُسکی مار پر عین نظر قدرت رکھنا شرک خفی ہے۔ م۔

بعض نے کہا کہ اللہ تعالے کے واسطے اسلام الوجہ یہ ہے کہ اپنے مُنھ کو غیر کی بندگی سے آزاد کرے مترجم کہتا ہے یعنے اُسکا نفس جن وجوہ وجہات کی جانب اُسکو پھیرے اُسمین سواے بندگی حق عزوجل کے نفس یا غیر کی طاعت منظور نہو مثلاً نفس نے اُسکو کھانے کی طرف پھیرا تو اس طرف مُنھ کرنے مین اُسکو نفس کی خواہش ولذت پر عمل کرنا مقصود نہو بلکہ غور کرے کہ وہ کسواسطے کھاتا ہے پس اگر اُسکو نفس کی خواہش نظر آوے تو ترک کرے اور اگر یہ غرض ہو کہ اس کھانے سے کسی عبادت الٰہی کی قوت حاصل ہو تو کھاوے اور اسمین وجوہ کثیرہ ہین مثلاً ایک شخص مزدوری سے اپنی اُجرت پیدا کرکے بال بچون کو کھلاتا اور عبادات کے فرائض وواجبات ادا کرتا ہے اور باقی حالت سے تندرست ہے تو وہ ایسی غذا اور اسقدر کھاوے کہ اپنی مزدوری کے کام سے اور طاعات سے عاجز نہو جاوے اور اگر اُسنے اُس سے زیادہ مقدار کرنے مین یہ نیت کی کہ اچھی قوت سے کام کرسکے تو جائز ہے مگر ثواب نہوگا اور اگر اُسکی تندرستی مین فرق ہو اور اُسنے اچھی غذا اسی نیت سے تجویز کی تاکہ کام سے عاجز نہو یا کوئی عالم ہے کہ ضعف دماغ کے خیال سے اُسنے لطیف غذا کھائی تاکہ پڑھنے پڑھانے سے عاجز نہو تو مضائقہ نہین بلکہ ثواب پاوے گا علیٰ ہذالقیاس سونا جاگنا اُٹھنا بیٹھنا شادی بیاہ نوکری چاکری ملاقات محبت وغیرہ جمیع جہات نفس مین اس شخص نے نیت طاعت الٰہی واتباع شریعت مضمر رکھی تو اُسنے اپنے آپکو اللہ تعالے کے واسطے آزاد کرلیا اور اگر روپیہ واشرفی وغیرہ خواہشات نفس کا قصد کیا تو وہ مذموم ہے جتنے کہ حدیث شریف مین آیا۔ تعس عبد الدینار والدرهم۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ افرایت من اتخذ الٰهه هواه۔ سو جو نفس کی جہات پر چلا اُسنے نفس کو معبود بنایا اور جسنے خواہش نفس سے اپنے آپکو آزاد کیا اُسکے حق مین۔ اسلم وجهه لله۔ صادق آیا۔ م۔ قوله تعالیٰ۔ وهو محسن۔ یعنے طاعت الٰہی کو احسان کے طریقہ آداب سے بجالاتا ہے اور یہ توفیق رضاے الٰہی عزوجل ہے قوله تعالیٰ۔ لاخوف علیهم ولاهم یحزنون۔ ظاہر ہے کہ جب وہ لوگ جنت مین داخل ہوئے تو یہ جہت بھی اُنکے نفس کی نہ تھی پس وہان بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جہت حاصل ہوئی لیکن عیان ہے کہ اُس سے بڑھکر کوئی نعمت نہین شیخ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ جسنے اپنا طریقہ واپنا مُنھ واپنی مراد واپنا قصد واپنی تدبیر سب کو اللہ تعالے ہی کے واسطے کردیا تو اُسکے واسطے کوئی جہت نرہی جو اللہ تعالے کے واسطے نہو اور سواے حق عزوجل کے کہین اُسکی نظر نہوگی۔ شیخ عبد العزیزؒ مکی نے کہا کہ یہ ایسے بندۂ مخلص کا بیان ہے جو اپنے رب عزوجل کے آداب عبودیت مین تعظیم اجلال کا لحاظ رکھتا ہے اور اُسنے اپنے قلب کو اللہ تعالے ہی کی محبت کے واسطے خالص کیا کہ وہ اسمین محسن یعنے کامل ہے۔ عس۔ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ قوله تعالیٰ ولاخوف علیهم یعنے آخرت مین اُنکے واسطے کچھ خوف نہین ہے اور قوله تعالیٰ۔ ولاهم یحزنون۔ یعنے موت سے غمگین نہون گے۔ محمد بن اسحٰق نے ابن عباسؓ

سے روایت کی کہ جب نصارائے نجران مدینہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے یہ لوگ جہاد سے ڈر کر صلح کرنے آئے تھے اور آخر
جزیہ دینا منظور کیا اور علماے یہود بھی ان نصرانیون کے پاس آئے اور ان دونون فریق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی باہم مناظرہ کرنا
شروع کیا اور اُسکی نوبت یہانتک پہونچی کہ رافع بن حرملہ یہودی نے نصرانیون سے کہا کہ تم لوگ جس حالت پر ہو وہ کچھ نہین ہے اور اُسنے عیسےٰ
علیہ السلام اور انجیل سے انکار وکفر کیا اور نصارائے نجران مین سے ایک نے یہودیون سے کہا کہ تم جس حالت پر ہو یہ کچھ نہین ہے اور اُسنے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور توریت سے انکار وکفر کیا پس اسی بارہ مین اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى
عَلٰى شَيْءٍ۔ اور یہودیون نے کہا کہ نصاری کسی چیز پر نہین ہین ف یعنی نصاری کسی ایسی چیز پر نہین ہین جو کسی شمار پر ہو کیونکہ عیسےٰ
علیہ السلام وانجیل سے منکر ہوئے حالانکہ توریت مین عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے۔ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ
الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ۔ اور نصاری نے کہا یہودی کسی چیز پر نہین ہین ف یعنی ایسی چیز پر نہین ہین جسکا کچھ شمار ہو کیونکہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام وتوریت سے منکر ہوگئے حالانکہ انجیل مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود اور احکام توریت اُنپر لازم ہین باستثنار
بعض احکام کے جو انجیل مین منسوخ ہوگئے ہین۔ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ۔ حالانکہ یہ لوگ کتاب کی تلاوت کرتے ہین ف یعنے
یہودی اپنی کتاب توریت پڑھتے ہین جسمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے اور نصرانی اپنی کتاب آسمانی انجیل
پڑھتے ہین جسمین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے پھر بھی نفسانیت سے انکار وکفر کرتے ہین۔ كَذٰلِكَ قَالَ
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ۔ اسی طرح اُن لوگون نے جو نہین جانتے ہین انھین کے قول کے مثل کہا۔ ف یعنی
مشرکین عرب ومجوس جو علم نہین رکھتے ہین انھین یہود ونصاری کے مثل ہر ایک اہل دین کو کہنے لگے کہ وہ کچھ نہین ہے پس ان سب لوگون کے
احکام اپنی اپنی نفسانیت پر مبنی ہین۔ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○
پس اللہ ہی عزوجل ان لوگون مین قیامت کے روز ایسی چیز مین فیصلہ فرماویگا جسمین یہ لوگ اختلاف کرتے تھے ف یعنے یہ لوگ
دین کے بارہ مین جسقدر پھوٹ واختلاف کرین اسکا فیصلہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہی فرمائیگا جبکہ یہ لوگ راہ حق نہین لیتے ہین اگر
کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کو جھڑکی وتہدید فرمائی حالانکہ دین یہود ودین نصاری جب دونون منسوخ ہوچکے تو اب یہ سچ ہے کہ یہودی ایسی
راہ پر نہین ہین کہ جسکا کچھ شمار ہو اور علیٰ ہذا القیاس نصاری بھی ایسی راہ پر نہین ہین جو شمار کے قابل ہو جواب یہ ہے کہ ہان یہ توسچ ہے مگر ان لوگون نے
امر حق عزوجل کی پابندی نہین کی تا کہ اُسکو منسوخ جانتے ورنہ قرآن مجید پر ایمان لاتے پس ان لوگون کا تو یہی مقصود تھا کہ نفسانیت کے
ساتھ اللہ تعالےٰ کے پیغمبرون وکتابون کو جھٹلاوین حتی کہ ہر فریق چاہتا تھا کہ دوسرے کے پیغمبر وکتاب سے بالکل انکار کرے حالانکہ اگر وہ
منسوخ بھی مانتے تو بھی یہ جائز نہین ہے کہ سابق کے کسی پیغمبر یا آسمانی کتاب سے انکار کرے بلکہ یہ انکار تو کفر ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ مومنین
جمیع پیغمبرون وکتابون کو برحق مانتے ہین اور جو کوئی کسی ایک پیغمبر سے بھی منکر ہو اُسکو کافر جانتے ہین اور یہی اعتقاد خود آیات قرآنی مین
محکم ہے۔ سیوطیؒ نے لکھا کہ ان لوگون کے درمیان قیامت مین حکم الٰہی یہ ہے کہ جو حق پر ہو اُسکو جنت مین داخل کرے اور جو باطل پر
ہو اُسکو جہنم مین داخل کرے مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ دین موسیٰ علیہ السلام مین جو لوگ حق پر تھے یعنے قبل عیسیٰ علیہ السلام کے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچی اتباع پر تھے وہ جنتی ہین پھر عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے وقت جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر
ایمان لائے اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی منکر نہین ہوئے وہ حق پر ہین پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر جو لوگ آنحضرت ع ۱۴

صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور کسی پیغمبر سابق سے بھی منکر نہین ہوئے تو وہ جنتی ہین اور اسکے ماسوا سب گمراہ ہین لیکن بیضاوی وغیرہ نے
فرمایا کہ ان اختلاف کرنے والون مین چونکہ کوئی فریق بھی حق پر نہتھا تو ان مین حکم الٰہی یہی ہے کہ ہر ایک کے لائق اُسکا عذاب مقرر فرماوے اور معالم وغیرہ
مین لکھا کہ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ان جھگڑالو فریقون مین اللہ تعالےٰ کا حکم یہ ہے کہ اُنکا جھوٹ ظاہر کر کے اُنکو آگ مین داخل کرے
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ کے نزدیک یہ آیت ہر ایسے لوگون کے حق مین عام ہے جو دین کے بارہ مین اختلاف کرتے ہین پس اللہ تعالیٰ
نے اُنکے واسطے قیامت کا دن اپنے فیصلۂ عدل کے لیے مقرر فرمایا جسمین ذرہ برابر ظلم نہین ہے جیسے سورۂ حج مین فرمایا۔ ان الذین آمنوا
والذین ہادوا والصابئین والنصاریٰ والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینہم یوم القیامۃ ان اللہ علی کل شئ شہید۔ یعنے مومنین ویہود
وصابئین ونصاریٰ ومجوس ومشرکین کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماویگا۔ھ۔ (**تنبیہات**)۔ **اول**۔ اہل کتاب کی مذمت فرمائی
کہ یہ لوگ باوجود تلاوت کتاب کے اس طرح نفسانیت کے پابند ہین کہ اللہ تعالےٰ کے پیغمبرون وکتابون کو جھٹلاتے ہین اور جب اُنکے ساتھ یون
فرمایا کہ انھین کے قول کے مانند بے علم مشرکین نے بھی ہر اہل دین کو جھٹلایا تو اس سے اہل کتاب کی مذمت شدید ظاہر ہوئی کہ باوجود علم کتاب کے
ایسے ہی بے علم جاہل ہین جیسے مشرکین عرب ومجوس تھے کیونکہ یہ لوگ کتاب کے پابند نہین بلکہ نفس کے پابند ہوئے اور نفس کی پابندی مین
دونون برابر ہین۔ **تنبیہ دوم**۔ اللہ تعالےٰ نے سوائے ان لوگون کے جنکے پاس توریت یا انجیل تھی باقی سب کو لایعلمون فرمایا
یعنے بے علم ہین حالانکہ مجوس فارس کو دیکھو تو سلطنت کے قوانین وصنعت وحرفت خوب جانتے تھے اور روم کے لوگ طب ویونانی فلسفہ
وغیرہ خوب جانتے تھے باوجود اسکے جب اُنکو جاہل فرمایا تو معلوم ہوگیا کہ ان فنون کو دین سے لگاؤ نہین ہے بلکہ انکا جاننے والا بلحاظ دین کے
جاہل ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان فنون کے علم سے اس قابل نہین ہوتا کہ اُسکو علم کہا جاوے کیونکہ علم درحقیقت وہی ہے کہ جس سے اپنے آغاز و
انجام کا علم ہوا اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ اپنے خالق عزوجل کو پہچانے اور اُسکے حقوق جانے اور اپنا مخلوق وبندہ ہونا پہچان کر اپنی عبودیت کے
آداب معلوم کرے تاکہ شیطانی راہون سے ممتاز ہوا اور یہ بعطائے عقل نورانی ہے اور فنون فلسفہ وریاضیات وغیرہ سے یہ کچھ بھی نہین حاصل ہوسکتا
حتی کہ وہ عقل سے معذور ہو کر صفائے حواس ظاہری وباطنی کو جو فلسفہ کا نتیجہ ہے عقل سمجھنے لگتا ہے لہٰذا ایک جماعت کثیر علمائے حنفیہ ومالکیہ وشافعیہ
وحنبلیہ نے کتب فلسفہ پڑھنے پڑھانے کو حرام لکھا ہے اور مولانا روم علیہ الرحمۃ نے سچ فرمایا ۔ علم دین فقہ است وتفسیر وحدیث + ہر کہ خواند غیر ازین
گردد خبیث + یعنے ۔ علم دین ہے فقہ وتفسیر وحدیث + جو پڑھے اسکے سوا ہووے خبیث + اور کچھ شک نہین کہ جو لوگ فلسفہ پڑھتے اور دینی
استدلال کے نام سے اُسکو کام مین لاتے ہین اول تو ابتدائی عقائد حقہ کو ان وہمی دلائل سے کبھی ثابت نہین کرسکتے بلکہ شک ونفاق مین
گرفتار ہو کر برباد ہوجاتے ہین اور اگر کوئی ثابت قدم بھی رہا تو ان فنون کی شامت سے وہ ایسے جہل مرکب مین گرفتار ہوتا ہے کہ معانی معرفت
سے محروم ہوجاتا ہے اعاذنا اللہ عزوجل اور طلبہ مین سے جو لوگ اس فلسفہ کی شیرینی مین منہمک ہوجاتے ہین اُسکا ترک ناگوار سمجھتے ہین لیکن
اگر معارف سنت سے آگاہ ہوتے تو اُسکو عین جہالت بالبداہت سمجھتے واللہ الہادی الی سواء السبیل۔ **تنبیہ سوم**۔ فنون
صرف ونحو ومعانی وبیان وزبان عرب بدلیل اقتضا جائز ہے کیونکہ یہ آلات واسطے قرآن وحدیث کے ہین رہے وہ فنون جو معاش دنیا
کے واسطے حاصل کیے جاتے ہین مانند طب وغیرہ پس اگر دین مین مضر نہون جیسے طب تو روا ہے بلکہ اگر طبیب خالصۃً لوجہ اللہ علاج کرے تو ثواب ہے
اور اگر مضر ہو تو جائز نہین ہے جیسے رمل وغیرہ کہ حرام ہین رہا فن منطق یعنے قواعد کلیہ جنسے استدلال کا طریقہ معلوم ہو تو اُسکا جائز ہونا ظاہر ہے
لیکن متاخرین مین جو منطق رائج ہوگئی جسمین فلسفہ خلط ہوگیا وہ مکروہ ہے۔ رہے فنون ریاضی مانند جبر ومقابلہ وحساب وپیمایش

و طبیعیات جنسے ریل وکلین وغیرہ ایجاد کرنے کی مدد ہوتی ہے اور آلات جنگ بنائے جاتے ہین تو انمین بذات خود کوئی مضائقہ نہین ہے بلکہ دینی طور پر کام مین لانا ثمر ثواب ہے گویا انکی مثل لطیف غذا ہے چنانچہ پلاؤ و زردہ وغیرہ اچھا ہے لیکن اگر کسی بیمار کو کھلایا جاوے تو مہلک ہے اسی طرح ان فنون سے اگر دنیا پر بھروسہ اور اسکی آرائش مقصود ہو تو مہلک ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب - تنبیہ چہارم - حدیث مین ہے کہ سب سے بڑھکر تیرا دشمن یہی تیرا نفس ہے جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہے (الصحیح) اسیواسطے اکابر علمانے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کی راہ چلے اُسنے اپنے نفس کو معبود بناکر اپنے آپ کو اُسکا بندہ بنایا اور رہ راہ حق عزوجل سے خارج ہوگیا - یہ سچ ہے چنانچہ ان یہود و نصاریٰ کو دیکھو کہ کیونکر اپنی نفسانیت کے تابع ہوکر اللہ تعالےٰ واُسکے رسولون وکتابون سے منکر ہوئے بلکہ یہود و نصاریٰ کی دشمنی یہانتک بڑھی کہ یہودی جو اپنے غلبہ کی حالت مین بیت المقدس کو قبلہ بنائے تھے جب نصرانیون نے غلبہ پایا تو خاص وہ مقام صخرہ جو یہودیون نے قبلہ بنایا تھا ممنوع کیا اور یہانتک اُسکی ہتک کی کہ اُسمین کوڑا ڈالا غرضکہ فریقین کی جانب سے حرمات آلہی کا ہتک جاری رہا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلام قدیم مین اُسکا مفصل ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ

اور اُس سے ظالم کون جسنے منع کیا اللہ کی مسجدون مین کہ پڑھیے وہان نام اُسکا اور دوڑا اُنکے اجاڑنے کو

مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ

ایسون کو نہین پہونچتا کہ پیٹھین اُن مین مگر ڈرتے ہوئے اُنکو دنیا مین ذلت ہے اور اُنکو

فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

آخرت مین بڑی مار ہے -

واضح ہو کہ اس آیت کی شان نزول مین مفسرین کے دو قول ہین پس مترجم کو یہان تین مقام بیان کرنا چاہیے از انجملہ دو مقام تو یہی دونون قول ہین اور مقام سوم یہ کہ اب اس آیت کا حکم کیونکر ہے کیونکہ یہ امر مقدمہ مین بیان ہوگیا کہ سبب نزول سے صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ کس واقعہ پر اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا لیکن جو حکم آیت مین نازل ہوا وہ اپنے عام معنے سے قیامت تک باقی ہے پس مفسرین کے دو قول یہ ہین کہ یہ اُن رومی نصرانیون کی تفضیح ہے جنھون نے بیت المقدس کو خراب کیا یا مشرکین مکہ پر تشنیع ہے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب کو سال حدیبیہ مین خانہ کعبہ کے عمرہ سے روکا (مقام اول) اللہ تعالےٰ نے رومی نصرانیون پر تشنیع فرمائی جو اپنے آپ کو منصف کہتے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اُنکی مدد کی بخلاف یہودیون کے حتیٰ کہ اپنے زعم باطل کے موافق دعویٰ کرتے ہین کہ یہودیون نے حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کو قتل کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قتل کیا حالانکہ رومی نصرانیون نے قابو پاکر یہودیون کو قتل و اسیر کرنے کے علاوہ یہودیون کی عداوت کے بہانہ سے توریت جلائی جو کلام آلہی تھا اور بیت المقدس اُجاڑا جو قبلہ تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ - اور ایسے شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جسنے مساجد آلہی کو اس امر سے ممنوع کر دیا کہ ان مساجد مین اللہ تعالیٰ کا نام پاک یاد کیا جاوے عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ لوگ نصاریٰ ہین (ابن جریر) مجاہدؒ نے فرمایا کہ یہ نصرانی ہین یعنی رومی نصاریٰ ہین جنھون نے بیت المقدس مین کوڑا ڈالا اور یہودیون کو اُسمین نماز پڑھنے سے روکا - وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا - اور اُنھون نے مساجد آلہی کے خراب یعنے اُجاڑ کھنڈل کرنے مین کوشش کی قتادہؒ نے کہا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ نصرانیون نے بخت نصر مجوسی شاہ بابل کی مدد کی تاکہ اُسنے حملہ کرکے یہودیون کو قتل اور بیت المقدس کو خراب کیا (عبدالرزاق) اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہؒ سے روایت کی کہ ان نصرانیون کو یہود کی دشمنی نے آمادہ کیا کہ اُنھون نے بیت المقدس کی بربادی کے واسطے بخت نصر مجوسی کی مدد کی - سدیؒ نے

فرمایا کہ بیت المقدس کی بربادی مین نصرانیون نے بخت نصر مجوسی کی مدد کی یہانتک کہ اُسنے بیت المقدس کو اُجاڑ کر اُسمین گندگی و کوڑا ڈالنے کا
حکم جاری کیا اور یہ فقط اسواسطے تھا کہ یہودیون نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا- اسی کے مانند حسن بصریؒ سے روایت ہے- مترجم کہتا ہے
کہ مفصل حال حضرت یحییٰ کے بیان مین آوے گا انشاء اللہ تعالےٰ- حاصل یہ کہ ان رومی نصرانیون سے بڑھکر کوئی ظالم نہین ہے جنھون نے
بیت المقدس وغیرہ مساجد الٰہی کو اسطرح برباد کیا کہ وہان اللہ تعالیٰ کا ذکر نہو سکے اور اُسکی بربادی مین کوشش کی- اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ
لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ حالانکہ ایسے لوگون کو روا نہ تھا کہ ان مساجد مین داخل ہون سوا اس حالت
کے کہ خوف کرتے ہوئے ہون ف یعنے کمال تعظیم سے وہان خائف ہو کر قدم رکھنے کے سوائے انکو جانے کی لیاقت نہین تھی تو سخت
بدبختی و قساوت قلبی ہے کہ اسکو اُجاڑین اور کفار سے اُجڑوانے مین مدد کرین- اور بعض نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم مقدر ہے
چنانچہ کعب الاحبار نے فرمایا کہ نصاریٰ کو جو بیت المقدس پر غلبہ ہوا تو اُنھون نے بیت المقدس کو برباد کر دیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو یہ آیت نازل فرمائی پس لازم آیا کہ دُنیا مین کوئی نصرانی نہو گا مگر اُسکی یہی حالت رہیگی کہ جب وہ بیت المقدس مین
داخل ہوگا تو خوفناک داخل ہو گا- سدیؒ نے فرمایا کہ اب دیکھو کہ روے زمین پر آج کوئی نصرانی نہین ہے مگر اُسکی یہی حالت ہے کہ بیت المقدس مین
داخل ہوتے وقت اپنی موت یا جزیہ سے خوف کرتے ہین (مقام دوم) عبد الرحمٰن بن زید نے فرمایا کہ یہ تشنیع بحق مشرکین مکہ ہے جنھون نے سال حدیبیہ
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ مین عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا حتی کہ باہم صلح واقع ہوئی اور اُنسے فرمایا کہ اس بیت العتیق سے کوئی شخص
نہین روکا جاتا تھا حالانکہ آدمی اپنے بھائی یا باپ کے قاتل سے ملتا تو اُسکو بھی نہین روکتا تھا مشرکین مکہ کہنے لگے کہ ہم تو ایسے لوگون کو نہین آنے
دینگے جنھون نے بدر کے روز ہمارے باپ چچا اور بھائیون کو قتل کیا اور ابن زیدؒ نے کہا کہ مسجد الحرام کے خراب کرنے مین انکی کوشش یہ تھی
کہ اُنھون نے آبادی مسجد سے روکا کہ اُسمین عمرہ ادا نہ کیا جاوے (ابن جریر) اور عکرمہ یا سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قریش نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام مین خانہ کعبہ کے پاس نماز سے روکا تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا- ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان
یذکر فیہا اسمہ الآیۃ- (ابن ابی حاتم) امام ابن جریرؒ نے دونون قولون کی روایت کے بعد قول اول کو اختیار کیا اس دلیل سے کہ قریش نے خانہ کعبہ کی
تخریب مین کوشش نہین کی بلکہ رومی نصرانیون نے البتہ بیت المقدس خراب کرنے کی کوشش کی تھی- امام ابن کثیرؒ نے قریش کی کوشش بھی
خانہ کعبہ کے اُجاڑنے مین ثابت کر کے کہا کہ میرے نزدیک یہی قول دو مظاہر ہے اس وجہ سے کہ نصرانیون نے اگر یہودیون کو بیت المقدس مین نماز پڑھنے سے منع کیا
تو ایسے وقت منع کیا کہ یہودیون سے نصرانی زیادہ ٹھیک تھے کیونکہ اسوقت مین یہودیون سے ذکر الٰہی مقبول نہ تھا اسلیے کہ یہ لوگ تو حضرت
داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ملعون ہو چکے تھے- مترجم کہتا ہے کہ تحقیق واللہ اعلم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے ذمائم بیان کرنے کے
بعد نصرانیون کی نفسانیت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و توریت سے انکار اور بیت المقدس کی بربادی بیان فرمائی کیونکہ رومی نصرانیون کا منع کرنا
اور بیت المقدس کو خراب کرنا ظاہر و باطن دونون طرح سے تھا کیونکہ اُنھون نے یہودیون کو خالص نماز ہی سے منع کیا تھا معالم مین ہے کہ طیطوس
مین اسیانوس رومی اور اُسکے ساتھیون نے یہودیون کو قتل و قید کیا اور توریت جلائی اور بیت المقدس کو اُجاڑ دیا یعنے بیت المقدس مین سے
خاص وہ مقام جسکو صخرہ کہتے ہین اور وہ یہودیون کا قبلہ تھا اسقدر خراب کیا کہ اُسمین سور ذبح کرائے اور کوڑا و گندگی ڈالی تو اُنھون نے
ظاہر و باطن دونون طرح سے خراب کیا اور اس قابل نرکھا کہ اُسمین نام الٰہی ذکر کیا جاوے بخلاف قریش کے کہ اُنھون نے خانہ کعبہ کے عمرہ سے
درحقیقت نہین روکا بلکہ ظاہری عداوت سے روکا کیا نہین دیکھتے ہو کہ صلح سے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

مکہ خالی کر دیا کہ تین روز تک عمرہ ادا کریں مگر جس سال منع کیا تھا وہ بیشک معنوی خرابی تھی بلکہ مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم
کو نکالنا اور وہاں بتون و شرک کو پھیلانا بھی معنوی خرابی ہے اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وما لہم الا یعذبہم اللہ وہم یصدون عن المسجد الحرام
وما کانوا اولیاءہ ان اولیاءہ الا المتقون الآیۃ - اور ظاہر ہے کہ مشرکون سے کسی مسجد کی آبادی نہین ہو سکتی ہے کما قال تعالیٰ - ماکان للمشرکین ان یعمروا
مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم بالکفر الآیۃ - یعنے مشرکین جب اپنی ذات پر کفر کی شہادت دیتے ہین تو مساجد الٰہی کی آبادی اُنکی لیاقت سے
نہین ہے وقال تعالیٰ - انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر الآیۃ - یعنے مساجد الٰہی کی آبادی وہی بندہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر
ایمان لایا - ھ - پس جب اہل ایمان کو مسجد الحرام سے نکالا تو اُسکی آبادی مٹانے مین کوشش کی کیونکہ مساجد کی آبادی اُنکی ظاہری صورت درست
کرنے اور اُسکے نقش و نگار کرنے سے نہین ہوتی ہے بلکہ معرفت توحید کے ساتھ اُسمین شرع الٰہی قائم کرنے سے ہوتی ہے اور واضح ہو کہ رومی نصرانیون نے
اگرچہ غلبہ پایا لیکن اُسی نے تمام نصرانیون کو جمع کرکے اللہ تعالےٰ کی تثلیث اور عیسیٰ علیہ السلام کے بیٹا کہنے کا قول سب نصرانیون مین
شائع کیا چنانچہ آل عمران کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالےٰ آوے گا - پس جس شرک پر یہ مفسدین جمع ہو گئے تھے وہ بھی یہودیون کے
مثل یا قریب ہو گیا پھر مترجم کہتا ہے کہ بیت المقدس کے خراب کرنے والے قسطنطین یا طیطروس اُسکو ظاہری عمارت و باطنی تعمیر دونون طرح سے
خراب کر چکے اور قریش نے اگر خانہ کعبہ کی تعمیر چھوڑی تو صرف معنوی خرابی کی - رہا مساجد الٰہی سے منع کرنا تو یہ بھی نصرانیان روم کی طرف سے
صریح واقع ہوا اور قریش کی طرف سے قصداً منع نہ تھا بلکہ ضمناً منع لازم آیا پس مترجم کے نزدیک قوی وہ قول ہے جو امام ابن جریرؒ نے اختیار فرمایا کہ
آیت قدسی کا اقوی مصداق نصارائے روم ہین - (مقام سوم) - اس آیت قدسی کا حکم تمام ایسے لوگون کو شامل ہے جو مساجد الٰہی کو خراب
کرین خواہ اسطرح کہ اُسکی ظاہری عمارت بھی گراوین یا فقط اُسمین اہل ایمان کو نماز و ذکر سے روکین پس اگر کسی قبلہ سے روکین تو اللہ عزوجل نے
اُنکے حق مین اہانت مقدر فرمائی چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب نصرانیون نے بیت المقدس کے مقام صخرہ کی اہانت کی جسکو یہود نے قبلہ بنایا تھا
تو نصرانیون پر شرعی و تقدیری ذلت طاری ہوئی کہ ہمیشہ جب بیت المقدس مین داخل ہوتے ہین تو خوفناک داخل ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ
یہ بات اب بھی مشاہدہ ہے اسیطرح جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ سے روکا تو اُنپر ذلت و خواری کی چنانچہ اُنھون نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے دس برس کے واسطے صلح ٹھہرائی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فتح فرمایا چنانچہ سورۂ
انا فتحنا نازل ہوئی اور اسی رات کو ہرقل شاہ روم نے دیکھا کہ فتنہ کرنے والی اُمت کی بادشاہت ہو گئی چنانچہ چندہی روز کے بعد قریش نے بدعہدی
کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کر کے مکہ فتح کر لیا اور جب حج کا زمانہ آیا تو منادی کرادی کہ آیندہ اس بیت العتیق سے کوئی مشرک قریب نہو
امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اسی طرح جب یہود نے اللہ عزوجل کی نافرمانیان کین حتی کہ بیت المقدس مین انبیاء کے خون بہائے اور ان مردودون کی
نافرمانی سب سے بڑھکر ہوئی یعنے قریش سے بڑھکر نصرانیون کا فعل تھا اور نصرانیون سے بڑھکر یہودیون کی حرکت تھی تو اللہ عزوجل نے ہر ایک کے
واسطے مناسب عقوبت مقدر فرمائی - لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
ان لوگون کے واسطے دنیا مین خواری ہے اور انکے واسطے آخرت مین عذاب عظیم ہے - ف بعض نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
مسلمانون کو بشارت ہے کہ عنقریب سب قسم کے مشرکین بُت پرست و مجوس اور کافرین یہود و نصاریٰ سب دنیا مین بھی خوار ہونگے چنانچہ اللہ
تعالےٰ نے یہ وعدہ پورا فرمایا اور مشرکین تو مسجد الحرام سے ممنوع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کرامت کے موافق حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت مین جزیرۂ عرب سے تمام یہود و نصاریٰ کو جو اسلام نہین لائے نکال دیا یہ خانہ کعبہ و مسجد الحرام کی

بزرگی وطہارت ہے کہ اُسکے گرد نجاست کفر نہو۔ اور ایک جماعت نے تفسیر فرمائی کہ نصرانیون کی خواری بالکلیہ دنیا مین اُسوقت ہوگی جب امام مہدی علیہ السلام پیدا ہوکر جہاد کرینگے جبکہ اُنکی عمر چالیس سال کی ہوجائیگی یہ قول سدی وعکرمہ ووائل بن داؤد کا ہے۔ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ خاصۃً رومیون کی خواری اس طرح کہ یہ لوگ مطیع ہوکر جزیہ ادا کرین۔ امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ دنیاوی خواری مین ہر طرح کی خواری شامل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو شخص دنیا پر مطمئن ہوکر اسی کے مال ودولت کمانے وجمع کرنے مین مبتلا ہوجاوے وہ خود خوار کیا گیا ہے اگرچہ اُسکو چند روز کے بعد اپنا انجام بد نظر آوے امام احمدؒ نے کہا کہ اخبرنا الھیثم بن خارجۃ اخبرنا محمد بن ایوب بن میسرۃ بن حلبس سمعت ابی یحدث عن بسر بن ارطاۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاخرۃ۔ یعنی الٰہی سب کامون مین ہمارا انجام نیک کیجیو اور ہمکو خواری دنیا وعذاب آخرت سے چھڑا دیجیو۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور کسی صحاح ستہ مین نہین ہے (تنبیہ) ہر تقدیر خواہ مسجد بیت المقدس یا مسجد الحرام کسی ایک مسجد کی بے ادبی ہوئی لیکن اللہ تعالے نے مساجد اللہ اسواسطے فرمایا کہ جسنے مسجد قبلہ کی تعظیم چھوڑی اُسنے بدرجۂ اولی تمام مساجد کی تعظیم چھوڑی جیسے کسی نے ایک نیک مرد کو ایذا دی تو کہتے ہین کہ اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو نیکون کو ستادے۔ یہ زیادہ بلیغ ہے جیسے بنی اسرائیل پر حکم لکھا تھا کہ جسنے ایک کو ناحق قتل کیا گویا اُسنے کل کو قتل کیا کیونکہ نفس محترم کا احترام توڑ دیا (مسئلہ) قولہ تعالے۔ ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین۔ سے نکلتا ہے کہ مشرکون کا مسجد مین داخل ہونا جائز ہے اور یہی امام ابو حنیفہ وبخاری وغیرہم کا مذہب ہے اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال کو مسجد مین باندھا تھا درحالیکہ وہ مشرک تھا پھر تین روز کے بعد کھول دیا لیکن وہ تھوڑی دیر کے بعد نہا کر آیا اور مسلمان ہوگیا (البخاری) اور فتح مکہ مین بھی قبل داخل ہونے کے حکم بھیجدیا تھا کہ جو کوئی ابو سفیان کے گھر مین چلا جاوے یا خانۂ کعبہ مین چلا جاوے یا اپنا دروازہ بند کرلے یا ہتھیار ڈال دے تو وہ بیخوف ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خانۂ کعبہ مین مشرک کا داخل ہونا جائز ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ یہ لوگ اسطور سے خانۂ کعبہ کی تعظیم کرتے تھے امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً منع ہے کیونکہ مشرک نجس ہے شافعیؒ کے نزدیک مسجد الحرام مین کافر کا جانا منع ہے اور دیگر مساجد مین اگر کوئی حاجت ہو اور کوئی مسلمان اجازت دے تو جائز ہے۔ پھر واضح ہو کہ مساجد صرف نام الٰہی کی تعظیم سے مکرم ہین ورنہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کسی جگہ سے کوئی خصوصیت نہین ہے وہ ہر مخلوقات کے لگاؤ سے پاک ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ یہودیون کی بدکاریون سے بخت نصر مجوسی کو مسلط فرمایا کہ اُسنے یہودیون کو قتل وغارت کیا اور بیت المقدس گرا یا پھر اُسکے بعد جب رومی نصاری مسلط ہوئے تو اُنھون نے صخرۂ بیت المقدس مین بوجہ عداوت یہود کے کوڑا ڈالا اور مدت دراز تک یہی حالت رہی یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لیجاکر بیت المقدس کو فتح کیا اور جب بیت المقدس مین داخل ہوئے تو یہ حالت دیکھکر اپنی چادر بچھائی اور کوڑا بھر کر پھینکنا شروع کیا اور جب بعض مومنین نے چاہا کہ آپ کو اُس تکلیف سے بچاوین تو آپ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے ثواب کو حاصل کرو حتی کہ مسلمانون نے ملکر ایکدم مین سب صاف کردیا اور آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے واسطے جو آثار وارد ہوئے ہین ازانجملہ یہ ہے کہ دنیا ظلم وجور سے بھر جاویگی اور نصرانی اُسوقت بکثرت ہونگے اور اکثر روے زمین پر غالب ہونگے اور رومی یعنے نصارائے قوم روم ملکر مسلمانون کو گانون گانون کرکے نکال دینگے اور آخر قسطنطنیہ فتح ہوجائے گا اور سلطان مقام شام مین لڑائی مین شہید ہون گے پھر مدینۂ منورہ سے امام مہدی رضی اللہ عنہ نکلکر جہاد فرمائینگے اور اللہ تعالیٰ برابر اُنکو فتح عنایت کریگا اور یہی زمانہ خروج دجال کے واسطے مقرر ہے اگر پوچھے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمانون کی کیا کیفیت ہوگی تو مجھے تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے بلکہ جو کیفیت

سامنے موجود ہیں معجزات روایات مین مذکور ہین یعنے فسق وفجور علانیہ ہونا شراب خواری شرع کی ہتک حرمت بدعات کی کثرت اور خصائل
نیک چھوڑکر بدخصال کی شدت مسجدونکا نقش ونگار وہان دنیاوی باتین جاہلون کو پیشوا بناکر انکے احکام پر عمل کرنا طریق سُنت چھوڑکر مشرکون
کے طریقہ پر کوشش کرنا تاکہ ترقی حاصل ہوگو وہ اگرچہ مسلمانون کا دین ہے خارج ہوکر مشرکون مین شامل ہونا متبعین سنت غربا مین اسلام
باقی ہونا مان باپ کی نافرمانی دوستون سے ملاپ امانت مین خیانت دولت کا ڈول کی طرح گھومنا مزامیر کا رواج کثرت بخل خواہش نفس
کی پابندی آخرت چھوڑکر دنیا اختیار کرنا ہر شخص کا اپنی راے پر نازان ہونا جہالت کی کثرت اور مانند اسکے بہت سی علامات دیگر ہین جنکا بیان
طول ہے اور جو کچھ بیان ہوا یہ علاوہ کتب حدیث کے صرف صحاح ستہ مین موجود ہین جو تیسری صدی مین تصنیف ہوئین جس وقت ہر طرف
مسلمانون ہی کا غلبہ تھا پس یہ اہل ایمان کے واسطے عین معجزات طمانینت ہین اور حدیث مین یہ بھی آیا کہ جو ایسے وقت مین سُنت پر قائم ہو
جب یہ اُمت فاسد ہوجائیگی تو اُسکے لیے سو شہید کا ثواب ہے (السنن) اور یہ بھی حدیث مین آیا کہ فساد اُمت کے وقت سنت پر
قائم رہنے والا ایسی حالت مین ہوگا جیسے چنگاری پکڑے ہو (بعض السنن) پھر واضح ہو کہ بیت المقدس ہو یا خانۂ کعبہ ہو ہر ایک کو
اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے واسطے ایک جہت مقرر فرمایا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی جانب خصوصیت نہین ہے قال تعالیٰ

وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

اور اللہ ہی کی ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منھ کرو وہان ہی متوجہ ہے اللہ برحق اللہ گنجایش والا سب خبر رکھتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا قبلہ ہونا محبوب رکھتے تھے اور مکہ معظمہ مین کعبہ کو سامنے کرکے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے
پھر جب مدینہ مین ہجرت فرمائی تو یہ ممکن نہوا بلکہ شام کی طرف جانب صخرۂ بیت المقدس نماز پڑھنے کا حکم ہوا چنانچہ سولہ یا سترہ مہینہ تک
پڑھتے رہے اور آپ چاہتے تھے کہ قبلہ بجانب کعبۂ ابراہیم ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکو منظور فرماکر خانۂ کعبہ کی جانب تحویل فرمائی تو یہود نے طعن کیا کہ انکا
کوئی قبلہ معلوم نہین کبھی بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کبھی خانۂ کعبہ کی طرف تو یہ آیت اُتری او ریہ عکرمہؓ سے مروی ہے اور اصح قول کے موافق
واللہ اعلم بات یہ تھی کہ مدینہ مین آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کی تالیف قلوب اور نیز حجت الٰہی پوری ہونے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو حکم دیا تھا کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھین چنانچہ ایسا ہی ہوا پس ہدایت کی جگہہ انکو گمراہی نے گھیرا اور لگے طعن کرنے جیسا کہ مذکور ہوا اور
ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ سفر مین نماز نفل سواری پر جدھر وہ چلے پڑھنے کے جواز مین اُتری چنانچہ سعید بن جبیر نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نفل پڑھتے جدھر وہ متوجہ ہوتا درحالیکہ آپ مکہ سے مدینہ کو آتے تھے پھر ابن عمر نے یہ آیت پڑھی ۔ وللہ المشرق والمغرب الآیۃ ۔
اور ابن عمرؓ نے کہا کہ اسی مین یہ آیت اُتری ہے (مسلم والنسائی والترمذی وقال حدیث حسن صحیح) اور قتادہؓ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے بقولہ تعالیٰ
فول وجہک شطر المسجد الحرام الآیۃ ۔ (اخرجہ الترمذی ایضا) اور مسئلہ یہ ہے کہ سفر مین اگر اونٹ مثلاً مشرق کی طرف جاتا ہو حالانکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے
جیسا کہ ہمارے بیان سے ہے اور وہ نفل نماز ادا کرنا چاہے تو باوضو یعنے طہارت نماز کے ساتھ نیت کرے پھر اسکو مشرق کی طرف چلنے دے
اور نماز کو تمام کرے اور رکوع وسجدہ اشارہ سے کرے اور فرض نماز اس طرح نہین جائز ہے بلکہ اُترکر پڑھے اور سواری پر نفل پڑھنا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت مروی ہے اور نیز مروی ہے کہ وتر سواری پر پڑھتے تھے اسی سے صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک وتر سُنت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے
نزدیک واجب ہے پس شاید کہ سواے فریضے کے واجب و سنت سب اس طرح جائز ہو اگرچہ اسمین کلام کیا گیا ہے فتامل اور اسکا ربط ماقبل سے بعض علما
نے یون بیان کیا کہ بیت المقدس یا خانۂ کعبہ سے منع کرنے کو کافرون نے ابطال خیر و اشد اد جانا حالانکہ بیت المقدس و بیت الحرام ربع

فقط قبلہ یعنے جہت استقبال ہے کہ جس طرف ہو کر نماز پڑھین ولیکن یہ نہین ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لیے باین معنی وہ جہت ہو کہ بغیر اسکے
عبادت نہین ہو سکتی بلکہ اللہ عزوجل کا علم ہر جگہ ویسا ہی ہے جیسا بیت المقدس و کعبہ کی طرف توجہ کرنے مین ہے اور اسمین ان جاہلون کی حماقت کا
اشعار ہے اور مسلمانون پر رحمت ہے کہ ہمنے اجازت بھی دیدی اور نیز اشارہ ہے کہ نماز کے لیے وہ جگہ بھی مخصوص نہین اور یہ انعام خاص کر اس اُمت مرحومہ
کو بواسطہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے ہر جگہ جہان چاہین نماز شرائط سے ادا کرین و صحیح حدیث
مین ہے کہ - جعلت لی الارض کلہا مسجدا یعنے میرے واسطے مخصوص سوا اور انبیا کے تمام زمین مسجد قرار دیگئی (الصحیحین) یعنی جہان
جاہون نماز پڑھون اور یہ معنے نہین کہ تمام زمین کے لیے مجھپر وہی رعایت واجب ہین جو مسجد کے واسطے ہوتی ہین اور یہ خصوصیت آپکی بمقابلہ
دیگر انبیا کے ہے کیونکہ اور ون کے واسطے کوئی نہ کوئی جگہ خاص کر دیجاتی تھی خواہ وہ ہمیشہ کے واسطے یا چند روز کے واسطے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خصوصیات مین سے جو اگلی کتابون مین بھی پہچان کے نشان کے طور پر مذکور ہے یہ ہے کہ جہان انکو یا انکی اُمت کو نماز کا وقت آجائے گا
وہین ادا کر سکینگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا - وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ - اور اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے مشرق اور مغرب ہے - ف
یعنے شمال و جنوب و مشرق و مغرب جسقدر جہات ہین سب اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہین اور اُسکی ذاتی خصوصیت کسی مقام سے نہین ہے
بلکہ ہر طرف اللہ تعالےٰ کی حکمت و قدرت موجود ہے اور اگر اُسکی فرمانبرداری کے ساتھ کسی جہت توجہ ہو تو اُسی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت
پاوے جیسے اُسکی نافرمانی مین کافر و مشرک جس طرف توجہ کرتا ہے اُسی طرف غضب آلہی پاوے گا اگرچہ اُسکو معلوم نہو کیونکہ مومنین اپنے
نفس کے واسطے کسی جانب توجہ نہین کرتے خصوصا نماز مین لہذا انکو آگاہ کیا کہ جس طرف توجہ کرو اللہ تعالیٰ کی رحمت پاؤگے کیونکہ ہر جہات
مشرق و مغرب وغیرہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین - فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پس جہان کہین تم لوگ مُنھ کرو یعنے متوجہ ہو
تو وہین وجہ اللہ ہے - ف یعنے وہین قبلہ آلہی موجود ہے - یہ تفسیر امام ترمذی نے حضرت مجاہدؒ سے روایت کی - اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ -
اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے ف یعنی اُسکی رحمت و مغفرت وسیع اور اُسکا علم محیط ہے پس جدھر تم اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے توجہ
کرو اُسی طرف اللہ تعالےٰ کی جہت و قبلہ پاؤ اور وہ خوب جانتا ہے دیکھتا ہے تو وہین تمکو ثواب و رحمت عطا فرماوے گا امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ
اس آیت قدسی مین اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنھون نے ہجرت سے کعبہ کو چھوڑا تھا بشارت و تسلی
فرمائی کہ جب تمنے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہجرت کی تو جہان کہین جدھر توجہ کرو تمھارے واسطے وہی جہت قبلہ ہے اور وہی رحمت کعبہ ہے کیونکہ مکہ معظمہ
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت المقدس کی جانب نماز پڑھتے تھے تو کعبہ کو اپنے سامنے کر لیتے تھے پھر جب مکہ چھوڑا تو صرف بیت المقدس کا
استقبال باقی رہا پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اُنکی تسلی فرمائی پھر آپ نے مدینہ منورہ مین سولہ یا سترہ مہینے جانب بیت المقدس نماز
پڑھی لیکن آپ پسند کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خانۂ کعبہ کی جانب متوجہ فرمایا چنانچہ شروع پارہ دوم مین آتا ہے - ابن عباسؓ نے
کہا کہ جہانتک ہمسے بیان کیا گیا ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہل قبلہ ہی کے بارہ مین نسخ ہوا ہے (ابو عبید) اور آیت سے یہی
ثابت ہوا کہ قبلہ صرف جہت عبادت ہے یعنے اللہ تعالےٰ نے اپنی فرمانبرداری دیکھنے کے واسطے بندون کو ایک جانب متوجہ فرمایا تا کہ اُس سے
انحراف نہ کرین اور آیت مین تنبیہ کی کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی مین جدھر توجہ کرو اُسیطرف قبلہ آلہی و رحمت پاؤگے یعنے اللہ تعالیٰ کو جہت کعبہ سے
کوئی خصوصیت نہین ہے (مسئلہ) اسی مقام سے ائمہ حنفیہ نے کہا کہ خانہ کعبہ کی عمارت کو قبلہ ہونے مین کچھ دخل نہین ہے بلکہ وہ مقام ہے
خواہ عمارت ہو یا نہو حتی کہ اگر عمارت کے واسطے سجدہ کرنے کا قصد کرے تو کفر کا خوف ہے لہذا اگر عمارت کعبہ منہدم ہو جاوے معاذ اللہ تعالےٰ

توبھی قبلہ بدستور باقی ہو بلکہ ابن الزبیرؓ وغیرہ نے توڑکر خانہ کعبہ کی عمارت بنائی چنانچہ اسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہو پھر شیخؒ نے لکھا کہ عکرمہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ۔ فثم وجہ اللہ یعنے جدھر مشرق یا مغرب مین توجہ کرو اُدھر قبلہ الٰہی ہو۔ اور اسیکے مانند مجاہدؒ سے روایت ہو شیخؒ نے کہا کہ ظاہر اثر ابن عباسؓ دلالت کرتا ہو کہ یہ آیت دربارۂ نسخ قبلہ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتمؒ نے کہا کہ اسیکے مانند ابو العالیہ و حسن بصریؒ و عطا خراسانی و عکرمہ و قتادہ و سدی و زید بن اسلم سے روایت ہو کہ یہ آیت دربارۂ نسخ قبلہ ہو۔ امام ابن جریرؒ نے کہا کہ ایک جماعت دیگر کے نزدیک اس آیت کا نزول خانہ کعبہ کی طرف توجہ فرض ہونے سے پہلے واقع ہوا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو جاوے کہ نماز مین جس جانب توجہ کرین اُسی طرف وجہ اللہ پاوینگے کیونکہ کسی جگہہ کی مجال نہین کہ وہ اللہ تعالےٰ کو محیط ہو بلکہ اللہ تعالےٰ ہی کا علم جمیع اشیا کو محیط ہو پھر اسکے بعد اللہ تعالےٰ نے خانہ کعبہ کی جانب توجہ کو حتمی کر دیا۔ اور تیسری جماعت علما نے کہا کہ یہ آیت اسواسطے نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے سفر مین سواری پر نوافل پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی چاہے جس طرف توجہ ہو یعنے مثلاً قبلہ بجانب مغرب ہو اور یہ شخص بجانب مشرق جاتا ہو تو سواری پر نفل کی نیت کرے اور اشارہ سے رکوع و سجود کرتا جاوے اور اسیطرح حالت خوف مین جسطرف موقع پاوے اُسی طرف اُسکا قبلہ ہو۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ابن عمرؓ کا اونٹ جسطرف جاتا اُسی طرف نماز پڑھتے جاتے اور بیان کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اس آیت۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ کی یہی تاویل بیان کرتے تھے (رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم و ابن مردویہ) اور اصل حدیث صحیحین مین بدون تاویل آیت کے مروی ہو۔ اور ابن عمرؓ سے جب نماز خوف کا حال پوچھا جاتا تو اُسکو بیان کرنے کے بعد کہتے کہ اگر اس سے زیادہ خوف ہو تو سوار یا پیدل خواہ کعبہ کا رُخ ہو یا نہو ادا کرین۔ نافع نے کہا مجھے ایسا ہی یاد پڑتا ہے کہ اسکو ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ (مسئلہ) سواری پر نفل جائز ہو خواہ ایسا سفر ہو جسمین قصر نماز جائز ہو یا اس سے کم ہو۔ یہی قول ابی حنیفہ و مشہور قول شافعیؒ و ابو یوسف وغیرہ کا ہو اور اسمین امام مالکؒ و اُنکے اصحاب نے اختلاف کیا رہا وطن مقیم مین سواری پر نفل پڑھنا تو ابو یوسف و ابو سعید الاصطخری و ابو جعفر الطبری نے جائز مختار رکھا بلکہ امام ابو جعفر الطبری نے تو پیدل کیواسطے بھی وطن مین جائز رکھا۔ پھر امام ابن جریرؒ نے کہا کہ جماعت چہارم کے نزدیک یہ آیت ایسے لوگون کے حق مین ہے جنکو جنگل و تاریکی وغیرہ کی وجہ سے جہت قبلہ معلوم نہو اور اُنھون نے تحری سے مختلف جہات مین نماز پڑھی تو اللہ تعالےٰ نے اُنکے واسطے اجازت دیدی کہ تم سب کی نماز جائز ہو پھر عامر بن ربیعہؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین اندھیری رات مین ایک مقام پر اُترے تو آدمیون نے پتھرون کی آڑ بنا کر نماز پڑھی پھر جب صبح ہوئی تو ہمنے دیکھا کہ ہم لوگون نے قبلہ کے سوا دوسری جانب نماز پڑھی پس ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگون نے غیر قبلہ کی جانب نماز پڑھی یہ آیت نازل ہوئی (رواہ ابن جریر والترمذی وابن ابی حاتم واسنادہ ضعیف) اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کا ایک سریہ بھیجا تو ہمنے وہان رات مین سخت تاریکی کی وجہ سے قبلہ نہ پہچانا اور ہم نے غیر قبلہ کی جانب خطوط کھینچکر نماز پڑھی پھر جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ خطوط بجانب غیر قبلہ ہین پس جب ہم واپس آئے تو اُسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا مگر آپ خاموش رہے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی (ابن مردویہ و دارقطنی ورواہ ابن مردویہ عن ابن عباس ایضاً وفی الاسناد مقال) پھر ابن جریرؒ نے فرمایا کہ پانچوین جماعت علما کا یہ قول ہو کہ یہ آیت دربارۂ نجاشی بادشاہ

ف یہان نماز خوف کی بحث انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ نسا مین آویگی ۱۲ م

نجاشی

حبش کے نازل ہوئی چنانچہ اپنی اسناد کے ساتھ قتادہؒ سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی مر گیا پس تم لوگ
اُسپر نماز پڑھو یعنے مدینۂ منورہ مین غائبانہ اُسپر نماز پڑھو پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا ایسے شخص پر نماز پڑھیں جو مسلمان
نہین تھا تو نازل ہوا قولہ تعالے۔ وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ لایشترون بآیات اللہ
ثمنا قلیلا الآیۃ۔ خاتمۂ آل عمران۔ قتادہؒ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو قبلہ کی جانب نماز نہین پڑھتا تھا پس اللہ
عزوجل نے نازل فرمایا۔ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیۃ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت غریب ہے مترجم کہتا ہے کہ اس کے
راوی سب ثقات اثبات ہین لیکن تفرد کی وجہ سے بیشک غریب ہے۔ اور واضح ہو کہ نجاشی بادشاہ حبش صدق دل سے مسلمان ہو گیا تھا
حتی کہ جو صحابہؓ وہان ہجرت کر گئے تھے وہ لوگ بعد مرنے کے اُسکی قبر سے نور دیکھتے تھے اور آپسمین اسکا ذکر کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی سے
باسناد صحیح مروی ہے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو یہ کہا کہ مسلمان نہین تھا ظاہرا اس گمان سے کہا کہ اُس وقت ہجرت فرض تھی حالانکہ وہ
ہجرت کر کے مدینہ نہین آیا اور اُسکا عذر یہ ہو سکتا ہے کہ اُسکے ساتھ انتظام سلطنت متعلق تھا اور اُسکے عمائد سلطنت بھی مسلمان ہو گئے
تھے تو اُسکے ذمہ سے ہجرت کی فرضیت ساقط ہو گئی تھی بخلاف ہرقل بادشاہ روم کے کہ جب اُسکی سلطنت والے مسلمان نہین ہوئے
تو اُسپر ہجرت کرنا فرض تھا حالانکہ وہ ایلچیون کو بھیجتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو اسنے بھی اپنے
اسلام کا اقرار کیا اگرچہ ہمکو اُسکی نسبت بھی اسلام کا گمان ضرور ہوتا کیونکہ ہجرت ترک کرنے سے صرف کبیرہ گناہ لازم آوے گا لیکن ابن حبان
وغیرہ کی صحیح روایت مین وارد ہوا کہ جب مقام تبوک مین اُسنے اپنا ایلچی واپنا عریضہ بھیجا تھا اور کچھ سونا بطور نذر بھیجا تھا اور کہلا بھیجا کہ مین حضور پر
ایمان لایا ہون تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جھوٹا ہے یہ اپنی نصرانیت پر باقی ہے چنانچہ اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالے اپنے مقام پر
آوے گی رہا یہ کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ قبلہ کی جانب نماز نہین پڑھتا تھا تو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض علماء نے جواب دیا ہے
کہ اُسکو خانہ کعبہ کی جانب قبلہ کی تحویل کا حکم پہونچنے نہین پایا تھا کہ اُسنے انتقال کیا۔ اور قرطبی نے اسکو قتادہؒ سے نقل کیا ہے مترجم کہتا ہے
کہ نجاشی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا صحیح روایات صحاح سے مرفوع ثابت ہے لیکن اُن روایات مین صحابہ رضی اللہ عنہم کا سوال
کرنا و نزول آیات کا کچھ ذکر نہین ہے۔ شیخ نے لکھا کہ قرطبی نے یہان یہ مسئلہ لکھا کہ اسی سے ایک جماعت علماء کے نزدیک غائب میت پر نماز جنازہ
جائز ہے شیخ قرطبیؒ نے کہا کہ ہمارے اصحاب مالکیہ کے نزدیک یہ واقعہ بطور تشریع کے عام نہین تھا بلکہ یہ تین وجہ سے مخصوص ہے مترجم نے کہا کہ
ائمۂ حنفیہؒ کے نزدیک بھی خاص ہے۔ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نجاشی کے جنازہ سے پردہ اُٹھا دیا گیا تھا حتی کہ جب آپنے
نماز پڑھی تو وہ آپ کے سامنے موجود تھا دوم یہ کہ جب نجاشی کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا جو اُسکے جنازہ کی نماز پڑھے تو آپ نے اُسکی نماز
پڑھی اور اسکو ابوبکر بن العربی نے اختیار کیا لیکن قرطبی نے اعتراض کیا کہ یہ بات بہت بعید ہے کہ ایسے بادشاہ مسلمان کی قوم مین سے کوئی
اُسکے پاس مسلمان نہو لیکن امام ابوبکر بن العربی نے خود اسکا یہ جواب دیدیا ہے کہ شاید اُنکے نزدیک میت پر نماز مشروع نہو اور یہ جواب جید ہے
مترجم کہتا ہے کہ جید اس وجہ سے ٹھہرایا کہ یہ طریقہ نماز کا صرف اسلام مین خاص ہے اور حبش تک ہنوز یہ حکم نہین پہونچا تھا کیا نہین دیکھتے ہو کہ
اسکو نسخ قبلہ کی خبر نہ پہونچی وجہ سوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہ پر اسواسطے نماز پڑھی تاکہ دوسرے بادشاہون کی تالیف
قلب ہو واللہ تعالی اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ بہرحال نجاشی کے حق مین یہ فضیلت ظاہر ہے اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ اُسنے سلطنت دنیا کا کچھ خیال
نہ کیا پس یہ امر مشکور ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ احبار یہود نے باوجود عالم ہونے کے ایک خفیف خیرات کے پیچھے جو اُنکو عام یہود دیتے تھے

ملتی تھی اسلام لانا چھوڑ دیا باوجودیکہ اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت ہر طرح توریت سے یقینی معلوم ہوگئی تھی پھر بادشاہ نجاشی کو کس قدر فضیلت ہے کہ اُسنے سلطنت کی پروانہ کی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اُسکو یہ کرامت عطا فرمائی کہ اپنے پیغمبر خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشرف فرمایا اور بعض احادیث صحاح سے ثابت ہوا کہ آپ کی نماز سے اللہ تعالےٰ میت کی قبر مین نور عظیم نازل فرماتا ہے پس اگر دوسرے بادشاہون کو سمجھ ہوتی تو وہ اس نعمت عظمیٰ کو جان دیکر حاصل کرتے لیکن اُنھون نے دنیا لی جو مرتے ہی فنا ہوگئی نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا شیخ ابن کثیر رحؒ نے لکھا کہ بیان حدیث ابوہریرہ رضؓ مناسب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدینہ واہل شام واہل عراق کے واسطے درمیان مشرق ومغرب کے قبلہ ہے (ابن مردویہ ونحوہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قبلہ کا استقبال کرنے مین یہ شرط نہین ہے کہ ضرور ایسے طور پر کھڑا ہو کہ اگر اُس سے ایک خط کھینچا جائے تو ٹھیک خانہ کعبہ پر متصل ہو بلکہ جس جہت مین خانہ کعبہ ہے وہ جہت ٹھیک ہو مثلاً ہندوستان سے خانہ کعبہ جانب مغرب واقع ہے اور زیادہ درستی یہ کہ کسی قدر جنوب کی جانب جھک جاوے لیکن اگر کوئی شخص سیدھا مغرب کی جانب کھڑا ہو گیا تو کافی ہے بشرطیکہ استقبال قبلہ کی نیت ہو اور اہل مدینہ وعراق وشام والون کے واسطے یہی جہت ہے جو حدیث مین منصوص ہے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تو مغرب کو اپنے دائین طرف کرے اور مشرق کو بائین طرف کرے تو انکے بیچ مین قبلہ ہے جبکہ تو قبلہ کا استقبال کرے یعنے نیت استقبال ہو (الترمذی) اور یہ آپ نے اہل مدینہ اور اُنکے رُخ والون کے واسطے فرمایا وعلیٰ ہذا اہل ہند مین سے جب کسی نے شمال کو دائین اور جنوب کو بائین کیا تو انکے درمیان مین قبلہ ہے ولیکن بہتر یہ ہے کہ جہانتک ہو سکے ایسے طور پر جہت ٹھیک کرے کہ مصلے سے قبلہ تک خط مستقیم ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کابل تک اپنے زمانہ مین ملک فتح کیے اور قبلہ کی جانب محرابین بنائین پس وہ محرابین نہایت ٹھیک ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان فلسفی وہمیون کے واسطے عجیب تنبیہ ہے کہ دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم ان فنون ہیئت وریاضی وغیرہ مین عمر برباد نہین کرتے تھے بلکہ معرفت قلبی حاصل کرتے تھے جسکی کمتر شان یہ تھی کہ ٹھیک خط مستقیم پر محراب بنائی جہان بڑے بڑے مہندس حیران ہین اور علم درحقیقت یہی علم ہے جو حواس قلب ومعرفت عقل سے حاصل ہو اور یہ نہین ہے کہ جو جسم کے فانی حواس مین مرتکز ہو کہ یہ تو عنقریب اسی جسم کے ساتھ خاک ہو جائیگا اور علم معرفت جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ عین اتباع شریعت وسنت طریقت پر بغیر قیل وقال کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدم بقدم چلے اور یہی ہر سعید ازلی کو نصیب ہے ورنہ بدبخت شقی تو ہمیشہ اوہام وشکوک مین گرفتار ہو کر یقینیات سے بھاگتا ہے اور عجب کہ شیطانی اوہام پر جم جاتا ہے نعوذ باللہ من الضلال ف بعض اشارات یہ اُس مین ہے کہ قولہ تعالےٰ - فاینما تولوا فثم وجہ اللہ - یعنے جدھر مُنھ کرو وہین جہت آلٰہی واُسکا قبلہ موجود ہے - جیسے یہ توجہ اس جسم وحواس جسمانی سے ہوتی ہے اسیطرح قلب وحواس روحانی سے ہوتی ہے پس اگر قبلہ کی جانب حواس جسمانی وجسم سے متوجہ ہوا اور اسکے ساتھ ہی قلب حواس قلبی سے متوجہ ہوا تو دونون جمع ہوگئے اور کبھی فقط توجہ جسمانی ہوتی ہے اور وہ دو طرح ہے ایک یہ کہ منافق ہو اور دوم یہ کہ دنیا کی ہوسات مین غافل ہو جیسے سبحہ تسبیح دوان مین گاؤ خر - اس تری تسبیح کا کیا ہوا اثر - اور کبھی جسمانی توجہ نہین ہوتی اور دلی توجہ موجود ہوتی ہے چنانچہ اگر ایک شخص مشرق کی جانب سفر مین جاتا ہے اور سواری پر نماز نفل پڑھتا جاتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہے اگرچہ جسم ظاہر بجانب مشرق ہو اسی طرح جسنے کسی مومن صالح کی زیارت مین خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے قصد کیا تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی جانب متوجہ ہے اگرچہ کسی جانب جاتا ہو - اسی طرح اشارہ ہے کہ اسرار کی آنکھون سے جدھر دیکھو اُدھر انوار مکاشفہ موجود ہین اسی طرح ان موجودات کو اگر بطور مخلوقات ومصنوعات کے دیکھو کہ یہ چیز خوبصورت ہے اور یہ چیز بدصورت ہے تو یہ غفلت ونخوت ہے اور اگر اس نظر سے دیکھو کہ یہ کوئی چیز اپنی طاقت وقدرت مین نہین بلکہ صانع عزوجل کی صنعت ہین تو اُنہین قدرت آلٰہی عزوجل

مشاہدہ ہے اور یہ کشف عقلی ہے اور اسمے خاص لوگون کو کشف صفت کا نور بھی حاصل ہوتا ہے واضح ہو کہ ہر شہود مین موافق استعداد اور محل کے شاہد
ہوتا ہے یعنی اگر مثلاً اونٹ ہو تو اسمین تنبیہ فرمائی کہ۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ اور اگر آسمان و زمین کے عجائب قدرت دیکھو تو اُسکی
نسبت فرمایا۔ لآیات لاولی الالباب۔ اور بعض مین فرمایا۔ لآیات لقوم یعقلون۔ اور بعض مین فرمایا۔ حتی یتبین لہم انہ الحق۔ پس انسانی مشاہدہ
مین کمال مزید ہے اسیواسطے انسانی تسبیح بھی اکمل ہے اسیوجہ سے چرند و پرند جو اپنے رب عزوجل کی تسبیح کرتے ہین باوجود اسکے اجازت فرمائی کہ
انسان اُنکو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے کھاوے لہذا اگر کھانے والے نے کفر کیا تو یہ اُسکے حق مین وبال شدید ہے مگر تسبیح آلہی بروجہ کمال موجود
ہے اور یہ بھید اکثر عوام کی سمجھ سے باہر ہے اور یہی بھید تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت قبلہ بیت المقدس کے خانہ کعبہ کا قبلہ زیادہ پسند فرماتے تھے
اسیوجہ سے علمانے کہا کہ حقیقت قبلہ نامعلوم ہے اور اسی جہت سے انبیاء علیہم السلام اسی کے گرد طواف کرتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اکثر اوقات بعضے انبیاء کا طواف بیان فرمایا چنانچہ صحاح کی احادیث مین بیان آیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر کچھ بیان
آویگا پس بندہ سالک کو چاہیے جو اس دنیاے حقیر سے ہمت اُٹھا کر معالی درجات کی جانب کوشش کرے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم
شیخ نے کہا کہ جسنے نظر جسم سے دیکھا اُسکا قبلہ ظاہری ہے اور اسی حالت مین اگر ترقی کے ساتھ نظر قلبی و عقلی سے متوجہ ہوا تو اُسکا قبلہ آیات ہین
اور اگر زیادہ عروج ہے کہ روح کی آنکھ سے دیکھا تو قبلہ اُسکا صفات ہین۔ ابن منصور نے کہا کہ جہان تو توجہ کرے وہین وجہ اللہ ہے اور جہان گم ہو وہین
گم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین آیا کہ نمازی جب تک سجدہ سے متوجہ رہتا ہے تو رحمت آلہی سے مواجہہ ہوتا ہے اور جب خیالات مین پڑجاتا ہے تو
رحمت سے اعراض ہوتا ہے پھر جب متوجہ ہوجاتا ہے تو پھر توجہ پاتا ہے (کما فی السنن) بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تیری توجہ تیری
صدق نیت ہے اور اُسکی جانب راہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس سے سجدہ کے ساتھ ادھر اُدھر مائل ہونے سے حد پر قائم رہ اور ہر چیز کو اُسکی ضد کے ساتھ
باندھوے اور خود اکیلا منفرد ہوجاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے جسکے واسطے لطیف سمجھ درکار ہے واللہ تعالیٰ ہو الموفق۔ اسیواسطے
جو لوگ حد پر قائم نہین رہے وہ قبلہ نورانی سے نکلکر اوہام شیطانی مین پڑگئے اور طرح طرح کے بہتان باندھنے لگے کیونکہ یہی مقتضاے حواس
جسمی ہے جبکہ دونون عقلی سے منقطع ہوجاوین چنانچہ ان لوگون کی شک و گمراہی کے بعض اوہام کو حق عزوجل نے بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝

اور کہتے ہین اللہ رکھتا ہے اولاد وہ سب سے نرالا ہے بلکہ اُسکا مال ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین مین سب اُسکے آگے ادب سے جھکے

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

نیا نکالنے والا آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے ایک کام کو تو یہی کہتا ہے اُسکو کہ ہو وہ ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اُلوہیت ذات و صفات کا اعتقاد بندون پر فرض کیا بلکہ اگر انھون نے یہی نہ پہچانا تو اپنے خالق عزوجل کو
بالکل نہ پہچانا اور جس مخلوق نے اپنے خالق کو نہ پہچانا وہ بدتر گمراہ ہے پس اہل ایمان صحیح معرفت سے پہچانتے ہین کہ خالق عزوجل جمیع صفات
کمال سے موصوف ہے اور کسی مخلوق سے مشابہ نہین اور نہ کوئی مخلوق اُس سے مشابہ ہوسکتی ہے اور وہ جسم و جہت و شکل و صورت وغیرہ
اور ہر ایسی چیزون سے جو مخلوق ہین یا مخلوق کے تصور و خیال و قیاس و گمان و وہم مین آتی ہین سب سے پاک ہے کیونکہ جو مخلوق کے تصور اور وہم
مین آویگا وہ اس مخلوق کے اندر مخلوق ہوا اور اللہ تعالیٰ جبکہ خود مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے تو جو چیز کہ اس مخلوق کے خیال مین کی
اُسکی مخلوق ہے بدرجہ اولیٰ پاک ہے اسیواسطے اوپر تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی جہت نہین ہے بلکہ قبلہ تو اُسنے اپنے بندون کے لیے

بندگی کی جہت معین فرمائی ہے پس جو شخص اسطرح ایمان لایا وہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور جو اس راہ سے بھٹکا تو وہ اپنے تصورات پر ایمان لایا
کیونکہ جو کچھ اسکے تصور مین بندھا اُسیکو اُسنے اپنا خدا بنایا جیسے نصرانی نے تصور باندھا کہ مسیح بیٹا ہے اور انکی دیکھا دیکھی یہود گمراہون نے بھی
اپنے یہان عزیر کو بیٹا بنایا اور اُنکی باتین سُنکر عرب کے مشرکون نے ظاہر الطور طعن کے لفظ ملائکہ کو مؤنث دیکھکر کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ
کی بیٹیان ہین گویا یہود و نصاریٰ کو احمق بنایا کہ یہ لوگ اللہ کے پیغمبر بتلاتے ہین پھر کہتے ہین کہ اللہ کا بیٹا ہے تو جب بیٹا ہوسکتا ہے تو بیٹیان بھی
ہونگی تو پھر ملائکہ کو بیٹیان کہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے عرب کی ذاتی صفاے عقل ظاہر ہے اور یہود و نصاریٰ کی حماقت بھی ظاہر ہے کیونکہ یہودی
تو علاوہ عزیر کو بیٹا کہنے کے کمبخت کہا کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن تک سب مخلوقات پیدا کی جب تھک گیا تو ساتوین دن تخت عرش پر پانون
پھیلا کر لیٹا اور یہ ان ملعون کی حماقت شدید و کفر قبیح ہے غرضکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے تصور مین خدا کے معنے متصور کیے اور اُسکو خدا سمجھا کہ جسکا
بیٹا وغیرہ ہے پس انمین اور بت پرستون مین صرف یہ فرق تھا کہ بت پرست نے تو ظاہر مین وہ صورت بنائی اور یہود و نصاریٰ نے تصور مین بنائی
بلکہ عرب کے بت پرست تو اللہ تعالیٰ کو اسقدر پاک کہتے کہ اپنا وہان لگاؤ غیر ممکن جانتے تھے تو نیک بندون کی مورت بناکر اُس کے
واسطے سے رسائی سمجھتے اور یہ بھی شان الٰہی سے جہالت و کفر ہے اور یہ یہود و نصاریٰ تو اپنے ذہن مین خداے تعالیٰ کی تصویر بناتے ہین یعنی
جو صورت اُنھون نے خیال کی اُسیکو خدا سمجھے چنانچہ بعضے نصرانیون نے کہا کہ اہل اسلام کا اعتقاد بہت صاف و پاکیزہ ہے لیکن وہ لوگ جو کچھ خدا کے معنے
بیان کرتے ہین وہ میرے خیال کے باریک تصور مین بھی نہین آتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ عجب حماقت ہے کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ جو امر اُسکے دماغ مین پیدا
ہو وہ خدا ہو پس تعجب ہے کہ یہ بدیہی دلیل اُسکے سمجھ مین نہ آئی کہ جو چیز مخلوق ہے یا مخلوق کے اندر اُسکے خیال وغیرہ مین پیدا ہو یہ سب بھی تو مخلوق
ہوگی تو یہ خالق کیونکر ہوسکتی ہے اسیواسطے بعض علماے عارفین نے کہا کہ ہر تصور جو تیرے خیال مین آوے اللہ تعالیٰ اُس سے پاک ہے اور
یہان سے ثابت ہوگیا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ تمام فرقہ ہاے گمراہ صرف زبان سے خدا کا اقرار کرتے ہین اور اس لفظ کے معنے وہ لیتے ہین جو اُنھون
نے اپنے تصور مین باندھے ہین یعنی نصرانی اُسکو خدا کہتا ہے کہ جو عیسیٰ کا باپ ہے یا کہو کہ جسکا عیسیٰ بیٹا ہے اسیطرح یہودی کو سمجھو اسیطرح مشرکین عرب اُسکو خدا
سمجھتے تھے کہ جسکی مخلوقات مین لات و عزیٰ وغیرہ اپنی مرضی کے موافق اپنے پوجنے والون کو رزق و آل و اولاد دیتے پھر چاہے اللہ تعالیٰ کو آگاہ کرتے
یا نکرتے اسیطرح مجوسی سمجھتا کہ خدا وہ ایزد ہے کہ اُسکی مخلوقات مین اہرمن اُسکا دشمن حملہ کرکے تباہ کرتا ہے اور آگ کو پوجتے تھے اسیطرح بہت سی
گمراہ قومین بزرگون کی قبرون کی پرستش و تعظیم اس اعتقاد پر (شیطان) کرتے ہین کہ یہ چاہے تو ہمکو اولاد و رزق و نوکری دیدے کیونکہ جو کچھ یہ کرے گا
اللہ تعالیٰ اُسکو نہین روکیگا گویا اُسکو اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قبضہ سے باہر سمجھتے تھے جیسے بعضے جاہل اس شیطان کو خود مختار تصور کرتے
ہین اور اُنہین سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا اور زبانی لفظ کہنے سے کچھ فائدہ نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ جب نصرانی نے کہا کہ اے میرے
خدا مجھکو رزق دے اور اُسکی مراد یہ ہو کہ اے عیسیٰ کے باپ مجھکو رزق دے یا یہودی کی مراد یہ ہے کہ اے عزیر کے باپ مجھکو رزق دے تو اُسنے
اپنی خیالی تصویر کو پکارا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ اور اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ یہود و نصاریٰ کی نسبت
صاف فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لائے ہین بقولہ تعالیٰ۔ وقاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و
رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب الآیۃ۔ یعنے ان اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر جہاد کرو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لائے
آخر تک۔ ھ۔ اور یہان اُنکا مقولہ کفر نقل فرمایا۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔ اور کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے فرزند
بنایا ف چنانچہ نصرانی تو عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بہتان باندھتے اور یہودی اُنکی دیکھا دیکھی حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت

اور بعضے ملائکہ کو بیٹیان کہکر ایسا کلمہ کفر و افترا بکتے ہین جس سے آسمان و زمین تھراتے ہین کما قال تعالے۔ تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق
الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا۔ یعنے قریب ہی کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائین اور زمین پارہ پارہ ہوجائے اور پہاڑ گر پڑین اس کلمے
کہ یہ لوگ حق عزوجل کے واسطے فرزند پکارین۔ ھ۔ پس اس آیت مین یہود و نصاری و مشرکین عرب وغیرہ سب پر رد ہی جنھون نے ایسا
ناگوار کلمہ کہا۔ سُبْحٰنَهٗ۔ پاک ہی اللہ عزوجل ف ایسے افترا و کلمات کفر و بے ادبیون سے جو ان کمبختون کی زبان سے نکلتا ہے
بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ بلکہ اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف سب اُسی کی
ملک و مخلوق ہین وہی اُنکا خالق ہی اور وہی اُنکو رزق عطا فرماتا ہی اُسی نے ہر ایک کی تقدیر و اندازہ مقرر فرمایا اور سب اُسی کے قبضۂ قدرت
مین مسخر ہین اور وہی اُنمین جسطرح چاہتا ہی تصرف فرماتا ہی پس سب ہی تو اُسکے مخلوق و مملوک و بندے ہین۔ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔
سب ہی تو اُسکے لیے سر جھکائے ہین ف اور کل مخلوقات اس امر کو اچھی معرفت سے جانتی ہی سوائے انس و جن کے کہ حکمت کاملۂ آلہی
سے جو بندے مومن ہین وہ تو دیگر مخلوقات سے بھی زیادہ اس معرفت کو پہچانتے ہین لیکن جو ان مین کافر ہین اُنکے حواس سمجھتے نہین اور
یہ دائرۂ امتحان صرف موت تک ہی پھر وہ بھی پہچان جائینگے چنانچہ فرمایا۔ ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمن عبدا۔ یعنی آسمانون
و زمینون مین جو کوئی ہی سب ہی حضرت حق عزوجل کے حضور مین بندہ بنے ہوئے حاضر ہونگے۔ ھ۔ پس حضرت خالق عزوجل جبکہ وحدہ لاشریک
ہی نہ اُسکی نظیر ہی نہ شبیہ ہی نہ مثل ہی نہ مانند ہی تو پھر اُسکا فرزند کہان سے آیا۔ حدیث مین آیا کہ بدگوئی سنکر حلم فرمانے والا اللہ تعالی سے بڑھکر
کوئی نہین کہ نالائق بندے اُسکے واسطے فرزند بناتے ہین حالانکہ اللہ تعالی اُنکو رزق و عافیت دیے جاتا ہی (الصحیحین) اور یہ کلمہ جناب
باری عزوجل کی شان مین شتم یعنے دشنام ہی چنانچہ صحیحین کی حدیث ابوہریرہؓ مین مصرح ہی کیا نہین سمجھتے ہو کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کو چمار کا
خطاب دے تو بھلا یہ اُسکے حق مین خطاب ہی یا دشنام ہی پھر اس سے زیادہ غور کرو کہ بادشاہ و چمار در حقیقت دونون آدمی ہین اور یہان حضرت
باری تعالی جل شانہ اور مخلوق مین ہرگز برابری کیسی کہ مشابہت بھی نہین ہی پھر ذرا سمجھو کہ یہ کسقدر سخت کلمہ ہوا جو شان حق عزوجل سے
کسیطرح مناسبت ہی نہین رکھتا۔ قولہ کل لہ قانتون۔ سدیؒ نے کہا کہ سب اُسیکے واسطے مطیع ہین۔ مجاہدؒ نے کہا کہ بالکل مطیع ہین کہ حق عزوجل
نے جب فرمایا کہ انسان ہوجا تو وہ ہوگیا اور جسکی نسبت فرمایا کہ گدھا ہوجا وہ ہوگیا اور کافر کا سایہ سجدہ مین رہتا ہی۔ اسی کو ابن جریرؒ نے اختیار کیا
اور بعض سلف نے قانتین یعنے نماز پڑھنے والے اور عبودیت کا اقرار کرنے والے اور خالص بندے وغیرہ بیان کیا پس شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ
اس کی تحقیق یہ ہی کہ قنوت دو طرح ہوتا ہی کہ ایک شرعی طاعت ہی اور دوم تقدیری طاعت۔ مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالی نے کل مخلوقات کیواسطے اپنی
تقدیر مقرر فرمائی پس ہر مخلوق اُسی تقدیر پر اپنے اعمال کماتے ہین بعض مشائخ نے کہا کہ نافرمانی کے معنے یہ سمجھے جاتے ہین کہ زید تو چاہتا تھا کہ اُسکا
غلام یہ کام کرے مگر غلام نے اپنی قوت سے نافرمانی کرکے دوسرا کام کیا اور زید چاہتا تھا کہ اُسکا گھوڑا آہستہ دُلکی چال سے چلے مگر اُسنے نافرمانی کی اور غالب ہوکر
تیز بھاگا کہ اُسکو گرادیا پھر کیا کوئی شخص حضرت خالق عزوجل کی جناب مین کسی مخلوق کی نافرمانی مین یہ معنے سمجھتا ہی۔ ہرگز نہین ورنہ محض احمق یا کافر
ہوجائے اسیواسطے کہا گیا کہ جیسے حق طاعت جو لائق جناب باری تعالی ہو غیر ممکن ہی اس سے بڑھکر نافرمانی کرنا محال ہی بلکہ نماز و روزہ وغیرہ احکام آلہی جن بندون کی
کمائیان مین پس بندہ نمازی روزہ دار نیکوکار تو مطیع و فرمانبردار کہلاتا ہی اور جنسے فسق و فجور و بدکاریان کمائین وہ عاصی نافرمان کہلاتا ہی اور سبھون کی کمائیون کو پیدا
کرنے والا وہی عزوجل وحدہ لاشریک ہی پس سب ہی اُسکے واسطے قانتین مطیعین ہین رہا جو کچھ حکمت بالغہ آلہیہ کا بھید بیان تو اسکا تعلق ہی وہ مخلوق کے اندازۂ فہم سے
باہر ہی کیونکہ وہ علم باری تعالی عزوجل کا ظہور ہی اور علم صفت باری تعالی ہی تو مخلوق سے اُسکا ادراک کرنا محال ہی اور اُسکو مترجم نے مکرر بیان کیا ہے

پس مومن عاقل تو بنور معرفت پہچانتا ہے اور کافر جاہل صرف جدال کرتا ہے اور قبضۂ قدرت الٰہیہ سے کوئی خارج نہیں ہے۔ **بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ**
**وَالْاَرْضِ** - وہی آسمانون و زمین کا پیدا فرمانے والا ہے۔ ف اُسی نے ان سب کو عدم سے ظاہر فرمایا پس اُسی نے ان تمام اشیا کو اپنی
وحدانیت پر دلیل بنایا اور اُسی نے مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا (ابن جریر) پس جس نصرانی نے فقط اتنی بات پر کہ
عیسیٰ علیہ السّلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے فرزند ہونے کا بہتان لگایا وہ عجب جاہل ہے۔ خطیب نے لکھا کہ نصاریٰ روم کے جہاد مین ایک عالم
قید ہو گئے پس نصرانیون نے اس قیدی عالم سے مباحثہ کیا اور یہی دلیل پیش کی تو عالم ربانی نے جواب دیا کہ پھر تم لوگ حضرت آدم علیہ السّلام کی
نسبت سب سے پہلے بیٹا ہو جانیکے قائل ہو جاؤ گے کہ وہ بغیر مان باپ کے پیدا ہوئے اور ملائکہ نورانی کے حق مین اس سے بھی زیادہ کوئی کلمہ کہو گے کہ وہ مذکر و مؤنث ہونے اور
کھانے پینے و پیشاب پائخانہ و جورو بچے وغیرہ سے بھی پاک ہین اور جبرئیل نے ایک دم مین تختۂ قوم لوط اُلٹ دیا یہ جواب سُنکر ان احمقون کو شرم آئی اور خاموش ہو گئے
اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان اوہام پر ایسا کفر قبیح و شرک صریح اختیار کرنا جو عقلاً و نقلاً محال ہے سوا بدبختی کے کچھ نہین ہو سکتا ہے کیونکہ قدرت الٰہی عزوجل اس سے بہت عظیم ہے
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہزارون بغیر باپ کے پیدا فرماوے بلکہ بغیر مان باپ کے پیدا فرماوے وہ سب طرح قادر ہے۔ **وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ**
**لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ** - اور جب کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو اُسے یہی فرماتا ہے کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہے ف پس اُسکی کمال قدرت و عظمت خالقیت کے
واسطے اسباب و مادہ مخلوقاتی کی ضرورت نہین ہے اور جس جاہل نے مخلوقاتی قیاس دوڑائے وہ محض احمق ہے کہ خالق کو مخلوق پر قیاس کرتا ہے
اسیواسطے فرمایا - ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون - یعنے اللہ تعالےٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثل ایسی ہے جیسے آدم
کہ اُسکو مٹی سے پیدا کر کے فرمایا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا - م - بالجملہ اس آیت قدسی مین چار وجہ سے ایسے گمراہون کی تردید ہو گئی جو راہِ حق سے
بھٹک کر تیا سات ضلالات سے فرزند کہنے لگے کیونکہ جو نورِ حق سے محروم ہو جاتا ہے وہ تاریکی اوہام کے سوا کچھ نہین پاتا ہے تو لامحالہ اُسیقدر
سمجھے گا جہان تک ان اوہام کی رسائی ہے اسیواسطے تم تعجب سے دیکھو گے کہ صریح عقلی دلیل حق سمجھنے و ماننے مین متردد و مشکوک ہو گا اور محض وہمی
و گمانی باطل بات کو یقین کرے گا - وجوہ اربعہ یہ ہین اول - سبحانہ - یعنے جبکہ اُسکو ہر نقص سے تنزیہ و پاکی ہے تو جورو بیٹا اور جو مادی ناقص کی
حاجت و لوازم ہین سب سے پاک ہے اور دوم - بل لہ ما فی السمٰوات والارض - یعنے جو چیز آسمان و زمین مین ہے وہ سب اُسکی ملکیت و مخلوق ہے اور یہ دونون
ملکیت ہونے و اولاد ہونے مین باہم منافات ہے - اور سوم - کل لہ قانتون - یعنے ہر ایک سے جو ارادہ کیا جاوے وہ اُسکا مطیع ہے اور اُسکی
ربوبیت کا مقر ہے پس یہ اولاد ہونے کے منافی ہے اور اسی آیت سے فقہاء نے کہا کہ جو شخص اپنی اولاد کو خریدے تو اُسکی طرف سے آزاد ہو گی
خواہ وہ آزاد کرے یا نکرے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے ملکیت ثابت کر کے اولاد کی نفی کی ہے تو ثابت ہوا کہ ملکیت اولاد کے ساتھ جمع نہین ہوتی ہے
چہارم بدیع السمٰوات والارض - یعنے اللہ تعالےٰ نے ان سب چیزون کو نیا پیدا فرمایا اور بیٹا تو باپ کا ہمجنس ہم نوع و ہم صفت بلکہ جزو شخصی ہوتا ہے تنبیہ
قولہ اذا قضیٰ امرا - یعنے اذا اراد و قضاء امر - پس مراد یہ کہ جو امر علم الٰہی مین موجود ہے جب اُسکے جاری کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ کن سے موجود ہو جاتا
ہے - قولہ فیکون - جمہور کے نزدیک بالرفع یعنی فہو یکون پھر ظاہر کلام یہ ہے کہ کلمۂ کن سے خطاب ہوتا ہے اگرچہ اسکی ضرورت نہین بلکہ ارادۂ الٰہی سے
ہر چیز موجود ہو جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین وغیرہ کو چھ دن مین پیدا فرمایا حالانکہ اگر چاہتا تو فوراً موجود ہو جاتا ف اشارات عرائس
مین ہے قولہ تعالیٰ - بدیع السمٰوات والارض - اسمین بعض آیات قدرت کا بیان ہے جنہین فعل حق عزوجل کے انوار اہل تفکر کے واسطے تسکین دیتے ہین
چنانچہ فرمایا - یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا - یعنے پیدائش آسمان و زمین مین عجائب صنعت الٰہی کو دیکھکر اُس
کی حقیقت قدرت کا اقرار کرتے ہین کہ الٰہی سب عزوجل تو نے یہ باطل نہین پیدا کیا اسی سے بعض مشائخ نے کہا کہ صنع الٰہی ہر مصنوع کے واسطے صانع ہے

اور ہر مخلوق کے واسطے خالق ہے اور اُسکی صنعت کے واسطے کوئی علت نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین دو فائدے بیان فرمائے اول یہ کہ صنعت الٰہی عزوجل کی عظمت اُسکے مصنوعات سے حاصل کرے اور عین صنعت جو صفت الٰہی ہے اُسکی کنہ کے تصور مین نہ پڑے کیونکہ جو کچھ تصور مین آوے گا وہ اُسکا گڑھا ہوا بت ہوگا دوم یہ کہ اس مقام پر وسوسہ شیطانی ملا ہوا ہے جس سے بخوبی پرہیز رکھے چنانچہ خام کارون پر شیطان قابو پاکر اُنکو موجودات کی علتین تلاش کرنے مین ہمک کرتا ہے حتی کہ زمین کی علتین ڑھاتا ہوا آسمان تک لیجاتا ہے خصوص اُن لوگون کو جو فلاسفہ کی حماقتون مین پڑتے ہین کہ آسمان کی پیدائش کیونکر ہے پس وہ خود شیطان کو اپنے اوپر قابو دیتے ہین چنانچہ حدیث مین آیا کہ آدمی کے پاس شیطان آکر کہتا ہے کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ چیز کس نے بنائی یہانتک کہ کہتا ہے کہ پھر تیرے رب کو کس نے پیدا کیا تو جب یہانتک پہونچے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ۔ (الصحیحین) اور وسوسہ ڈالنے مین خود شیطان کافی ہے اور کافر و فاسق فلاسفہ وغیرہ اُسکی ذریات ہین اور واضح ہو کہ اثبات وحدانیت مین دلائل پیش کرنے کے لیے بہت لوگون نے دھوکا کھایا حتی کہ امام رازی علیہ الرحمۃ نے اپنی عمر کا ایک حصہ برباد کیا لیکن یہ خود وسوسہ شیطانی ہے کیونکہ خالق عزوجل نے انسان و اُسکی عقل و دلائل وغیرہ سب کو اثبات و ایجاد فرمایا تو جو چیز اُسکے سوا ہے وہ سب اُسی کی ایجاد و اثبات سے قائم ہے پس ممکن نہین کہ کوئی چیز اُس کا اثبات کر سکے کیونکہ اثبات تو ایک قسم کا ایجاد ہے اور یہ خالق عزوجل کی شان کے واسطے محال ہے چنانچہ مقدمہ مین بھی تحقیق کر دیا گیا اور واضح ہو کہ وحدانیت الٰہی عزوجل خود اسقدر بدیہی ظاہر ہے کہ ظہور بھی اُسی کی مخلوق ہے پھر جس اندھے کو یہ نہ سوجھا تو اُسکے واسطے دلیل قائم کرنا محض فضول ہوگا حتی کہ اُسکو معجزات انبیاء علیہم السلام کفایت نہین کر سکتے قال تعالیٰ

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِن

اور کہنے لگے جنکو علم نہین کیون نہین بات کرتا ہمسے اللہ یا ہمکو آوے کوئی آیت اسی طرح کہہ چکے ہین ان سے

قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۘ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ○

اگلے انھین کی سی بات ایک سے ہین دل اُنکے ہمنے بیان کر دین نشانیان واسطے اُن لوگون کے جنکو یقین ہے۔

مفسرین کے یہان تین اقوال ہین چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رافع بن حرملہ یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ رسول ہین تو اللہ تعالیٰ ہمسے کہدے تاکہ ہم سن لین یا کوئی ایسی نشانی آوے (محمد بن اسحٰق) مجاہدؒ نے کہا کہ یہ نصرانیون کی گفتگو تھی (ابن ابی حاتم وغیرہ) اسکو شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا کیونکہ سیاق آیات انھین یہود و نصاریٰ کے حق مین ہین۔ ابو العالیہ و ربیع بن انس و قتادہ و سدیؒ نے کہا کہ یہ کفار عرب کا قول تھا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ اور جو لوگ علم نہین رکھتے ہین اُنھون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیون نہین ہمسے کہتا یا ہمارے پاس کوئی آیت آوے یعنے اللہ تعالیٰ ہمسے کہدے کہ محمد ہمارا رسول ہے (القرطبی) یا ہمارے پاس کوئی معجزہ آوے جس سے ہم لوگ نبوت کو قطعی سمجھ لین اور یہ درحقیقت اُن لوگون کی ہٹدھرمی تھی کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نہایت کثرت کے ساتھ واقع ہوئے گویا آپکی ذات مبارک خود معجزہ تھی اور درخت و پتھر و کنکر وغیرہ صحیح باواز بلند السلام علیک یا رسول اللہ کہکر آپ کو سلام کہتے تھے اور شق القمر یعنے چاند دو ٹکڑے ہو جانا و مانند اس کے آسمانی معجزات جو آپ کو عطا ہوئے وہ بے مثل ہین کیونکہ عالم سفلی و مادی مین مانند عصائے موسیٰ وغیرہ کے کافرون کو جادو کا شبہہ بھی ہو سکتا تھا اور آسمانی چیزون مین سحر کا دخل بالکل غیر ممکن ہے چنانچہ ساحرین بلا خلاف اسکا اقرار کرتے ہین اور باوجود ان معجزات کے کافرون نے آیت مانگی یہ محض عناد و حسد تھا اور ایسے معاندین کفار کو معجزات نہین دکھلائے جاتے ہین کیونکہ رسول و ہدایت بھیجنا تو اللہ عز و جل

کی طرف سے احسان ہو حالانکہ یہ معاندین اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے پس جو لوگ ازلی کافر ہون اُنکے حق مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا - وان یروا کل آیۃ لایؤمنوا بہا یعنے اگر کل معجزات دیکھ لین تو بھی ہرگز ایمان نہین لاوینگے - اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قل انما الآیات عند اللہ - یعنے تو کہدے کہ آیات تو اللہ تعالےٰ کے اختیار مین ہین یعنے مجھے کوئی اختیار نہین ہو - وانما انا نذیر مبین - اور مین تو صاف ڈر سنانے والا ہون - یعنے ہدایت کے واسطے کافی معجزات پہونچ گئے جو اہل سعادت کو نافع ہوئے اور بدبختون پر حجت ہو گئے اب کسی آیت کی ضرورت نہین واضح ہو کہ شیخ ابن کثیرؒ و سیوطیؒ نے یہی اختیار کیا کہ اس قول مین مشرکین عرب مراد ہین اور مترجم کہتا ہو کہ قول ابن عباسؓ و مجاہدؒ بھی صحیح اسناد سے ثابت ہو پس تحقیق واللہ اعلم یہ معلوم ہوتا ہو کہ عرب نے یہ قول اس معنے مین کہا کہ یہ لوگ منشے نبوت ہی نہین جانتے تھے تو اُنکی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ ہمسے کلام کرے کہ مینے پیغمبر بھیجا ہو اور یہودی و نصرانیون کی غرض یہ تھی کہ بیشک ایک پیغمبر خاتم المرسلین مبعوث ہونگے پس اگر وہ تم ہی ہو تو اللہ تعالےٰ ہمسے کہدے تو ہم مان لین پس قول ابن عباسؓ و مجاہدؒ بھی ٹھیک ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان یہودیون و نصرانیون کو باوجود توریت و انجیل جاننے کے لایعلمون اسواسطے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا نام پاک مع حلیہ مبارک و علامات نبوت کے اسقدر توضیح کے ساتھ توریت و انجیل مین موجود تھا کہ انکی معرفت مین کچھ تردد کا مقام ہی نہ تھا لہٰذا انکو جاہل فرمایا کہ کتاب الٰہی پر عمل نکرتے یا عمداً جاہل بنتے یا آخرت سے بداعتقاد ہو کر جہالت کی باتین کرتے پس اللہ تعالےٰ نے ان سب کو ایکبار رد کر دیا اور فرمایا - کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ - اسی طرح ان لوگون کے قول کے مثل اُن لوگون نے کہا تھا جو اُن سے پہلے تھے ف یعنے اگلے انبیا کی قومون نے بھی اپنے پیغمبرون سے یون ہی سرکشی و تکبر کیا کہ اگر ہم سے اللہ تعالےٰ کہدے کہ تم رسول ہو تو ہم مانین حتیٰ کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا - لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ یعنی ہم ہرگز تیری تصدیق نہین کرینگے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ کو کھلی آنکھون دیکھین - تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ - ان لوگون کے قلوب باہم متشابہ ہین ف یعنے موجودہ کفار عرب و یہود و نصاریٰ کے دل اور ان سے پہلون کے دل باہم کفر و عناد و سرکشی مین متشابہ واقع ہوئے ہین قال تعالےٰ - کذلک ما اتی الذین من قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون - یعنی اسیطرح ان موجودہ لوگون سے پہلے والون کے پاس کوئی رسول نہین آیا مگر انکہ اُن لوگون نے بھی یہی کہا کہ ساحر ہو یا مجنون ہو - ھ پس یہ ٹیڑھے دل کسی آیت و معجزہ سے ایمان نہ لاوینگے کیونکہ جس نے انکو پیدا کیا وہ خوب جانتا ہو اسیطرح ایسے بندون کو بھی جانتا ہو جنکے قلب سلیم ہین چنانچہ فرمایا - قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ - یعنے تو آیات ایسی قوم کے واسطے ظاہر کر دین جو یقین رکھتے ہین ف یعنے صدق رسالت پر ایسے معجزات دیدیے کہ اس کے بعد کسی آیت کی ضرورت نہین ف بعض اشارات عرائس مین ہو کہ قولہ تعالےٰ - وقال الذین لایعلمون لولا یکلمنا اللہ الآیۃ - اُنھون نے قلب سلیم سے کلام اللہ کو نہ سُنا تو طبائع گمراہی سے انکے کان بہرے پڑ گئے اور نیز اُنھون نے گمان کیا کہ ہم ایسے لوگون سے ہین جو اللہ تعالےٰ کے خطاب کے لائق ہین اور مقام مشاہدہ سے جاہل تھے حالانکہ اُنھون نے اپنے گمان مین بہت خطا کی اسلیے کہ انکو درمیانی واسطہ دیکھنے کی طاقت نہوئی یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ندیکھ سکے اور نہ آپکا خطاب اُنکی سمجھ مین آیا تو جب یہ حال تھا تو حضرت ذوالجلال سے خالص خطاب کیونکر سُن سکتے تھے اور واسطیؒ نے معنے کو بزبان حق یون تقریر کیا کہ مین نے انسے کلام کیا جبکہ مینے اپنا کلام اُتارا سو نہ سمجھے اور کون سی آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ہو اور حال یہ کہ مین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ظاہر کیا قال المترجم یہ نکتہ شریف ہو اہل اسرار نے کہا کہ قرآن مجید کے معنے قدیم ہین اور وہ ان الفاظ کے پردہ مین موجود ہین پس جب لیاقت کو پہونچا تو وہ ظہور کرتے ہین اور قرآن کے ظہر و بطن کی حدیث کو بغیر تاویل کے انھین معنے پر محمول کیا اور سابق مین مترجم نے اشارہ کیا کہ شاید آثار مشہودہ کے واسطے جُدا جُدا مستعد ہین پس اہل دل کے واسطے حدیث

لہ حدیث میں ہے کہ قرآن کے واسطے ظہر و بطن و حد و مطلع ہے ۱۲

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شاہد تھے کہ آپ سے جو شاہدہ حق حاصل ہوتا تھا وہ کسی سے ممکن نہین گویا شاہد ہونے کے یے کامل تر تھے اسی واسطے حضرت عزوجل نے فرمایا - انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا - اور اس آیت کریمہ مین آیات ہین اُن لوگون کے واسطے جو خلق سمٰوات وارض مین فکر کرتے ہین فتفکر -

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ

ہمنے تجھکو بھیجا ہی ٹھیک بات لیکر خوشی　　اور ڈر سُنانے کو اور تجھسے پوچھ نہین دوزخ والون کی

جب مشیت الٰہی بعض مخلوقات کے حق مین جہنمی ہونے کے واسطے مقدر ہوئی تو اُنسے ایمان لانا کسی طرح ممکن نہین ہو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل خاتم المرسلین وافضل الخلق اجمعین کو پاوین لیکن اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی بقولہ تعالیٰ - اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا - ہمنے تجھکو حق کے ساتھ بشیر ونذیر بھیجا ف حق سے مراد قرآن ہو کقولہ تعالےٰ - بل کذبوا بالحق لما جاءہم - یعنے ان کافرون نے حق کو جھٹلایا جب انکے پاس آیا - ۵ - اور یہی ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے - اور شیخ سیوطیؒ نے یہی مراد لیا یعنے قرآن وحدیث جامع شریعت اور یہ بھی صحیح ہے گویا یہ قرآن کی تفسیر ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بشیر ہون یعنے جنت کی بشارت سُنانے والا اور دوزخ سے نذیر یعنے ڈر سُنانے والا (محمد بن اسحٰق) یعنی جو شخص ایمان لایا اُسکے حق مین جنت کی بشارت سُنانے والے ہین اور جسنے کفر کیا اُسکو عذاب جہنم کا ڈر سُنانے والے ہین - وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝ - اور تو اصحاب جہنم سے نہین پوچھا جائے گا ف یعنے جو لوگ کفر کرکے جہنمی ہوئے اُنکی پوچھ گچھ تجھسے نہوگی بلکہ خالق عزوجل خود دیکھتا پہچانتا ہو - یہ گویا بشیر ونذیر ہونے کی تاکید ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف پیغام الٰہی پہونچاوین رہا بندون کا ماننا یا نماننا تو اسکا حساب حضرت خالق عزوجل خود فرماویگا اور جنھون نے نمانا وکفر کیا کہ اُنکے واسطے قطعی جہنم ہو تو اُنکے سمجھانے کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی ہدایت مین کچھ کمی نہین فرمائی - واضح ہو کہ - لاتسئل جمہور کی قرأت ہو اور حضرت ابی ابن کعبؓ سے - ماتسئل - مروی ہو اور معنے واحد ہین لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان تسئل وارد ہوا اور اسکے معنے بھی وہی ہین اگرچہ اسمین تاکید زائد ہو یعنے جہنمیون کی پوچھ گچھ تجھسے ہرگز نہوگی کقولہ تعالیٰ - فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب یعنی تجھپر تو صرف پیغام پہونچانا ہو اور انکا محاسبہ سو وہ ہمارے ذمہ ہو - ۵ - جیسے فرمایا - لست علیہم بمصیطر - یعنی تو ان لوگون پر کچھ محافظ نہین مقرر کیا گیا ہے - ایک قرأت یہان دوسری بھی ہو وہ - لاتسأل عن اصحٰب الجحیم - یعنی بصیغہ نہی معروف یعنی تو جہنمیون کا حال مت پوچھ - گویا جہنمی لوگون کے بارہ مین آپ کو سعی وسفارش سے منع فرمایا یعنے جو لوگ یہود ونصاریٰ مین سے ایسے حالات پر تھے جنکا نمونہ اوپر مذکور ہوا ہو اُنکے بارہ مین ایمان کی دعا کرنے سے منع فرمایا اور یہان ایک عجیب روایت ہو قال عبد الرزاق اخبرنا الثوری عن موسیٰ بن عبیدۃ عن محمد بن کعب القرظی قال قال رسول اللہ - ۵ - یعنی عبدالرزاق نے اسناد مذکور کے ساتھ محمد بن کعب القرظیؒ سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکروز فرمایا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین کا کیا حال ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی - ولاتسئل عن اصحٰب الجحیم یعنی مجھسے جہنمیون کے بارہ مین کچھ مت پوچھو - پس آپنے بعد اسکے کبھی والدین کا ذکر نہ کیا یہانتک کہ وفات فرمائی (رواہ ابن جریر من طریق موسیٰ بن عبیدۃ وقال حدثنا القاسم قال حدثنا الحسین عن حجاج عن ابن جریج عن داؤد بن ابی عاصم مرسلاً) اور شک نہین کہ موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہو - قرطبی نے یہی قول ابن عباسؓ سے نقل کیا اور کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ جیسے محاورہ مین کہا کرتے ہین کہ فلان شخص کا کچھ حال مت پوچھو یعنے وہ تو تمھارے خیال سے زیادہ

بڑھی ہوئی حالت مین ہے- ابن جریر نے کہا کہ محمد بن کعب وغیرہ سے جو یہ قول مروی ہے یہ وہم ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارہ مین کوئی شک نہین ہوسکتا تھا اور قرأت وہی ہے جو جمہور صحابہ وتابعین سے ماثور ہے- شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ وجہ تو نہین ہوسکتی کیونکہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے والدین کے حق مین استغفار کا قصد کیا اُسوقت ایسا کہا ہو پھر جب آپکو معلوم ہوا تو سکوت کیا جیسا کہ صحیح کی حدیث مین ایک شخص کو فرمایا کہ ان ابی واباک فی النار- علاوہ برین وہ روایت صحاح ستہ مین نہین ہے اور قرطبی نے کہا کہ مین نے اپنی کتاب التذکرہ مین بیان کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو اتنی دیر کے واسطے زندہ فرمایا کہ وہ دونون آپ پر ایمان لائے پھر بدستور مردہ ہوگئے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ ان ابی واباک فی النار یعنی میرا اور تیرا باپ دوزخ مین ہے- تو یہ اُسوقت فرمایا تھا کہ جب تک اُنکا ایمان متحقق نہین ہوا تھا مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے اس مسئلہ مین ایک خاص رسالہ لکھا اور روایات کو مستکمل جمع کیا ہے لیکن شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ والدین کے زندہ ہوکر ایمان لانے کی روایت صحاح ستہ یا کسی معتمد کتاب مین نہین ہے اور طبقہ متاخرین کی کتابون مین آئی اور اُسکی سند بھی ضعیف ہے- مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح ملا علی قاری حنفی نے بھی اسکے مانند اعتراض کیا اور سیوطیؒ کے رسالہ کا رد لکھا- مترجم کہتا ہے کہ یہ مسئلہ کسی اصول اعتقادی یا فروع عملی سے کچھ بھی متعلق نہین ہے- ای کاش جانبین سے سکوت کیا جاتا اور یہ مقام سخت خوف وعبرت کا مقام ہے اور جب بفضل ارحم الراحمین بطفیل حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مترجم کا خاتمہ ایمان صادق پر بخیر ہو تو اس رحمت کاملہ حق عزوجل کا کچھ اندازہ ہو نہین سکتا کہ جو اس مترجم ہیچ کے ساتھ رحمت فرمائی گئی اور ہر ایک اہل ایمان کے واسطے اس نعمت ایمان کی شان غور کرنی فرض ہے کہ وہ اس ایمان کی بدولت کس مرتبہ پر ہے اور اگر ہم لوگ اسکے شکریہ مین طہارت کرکے ایک سجدہ مین اپنی تمام عمر ختم کرین تو بھی شرمندگی سے سر اس قابل نہوگا کہ اُٹھاوین سبحان اللہ عزوجل کہ ہم سے ناچیز بندون کو بطفیل اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نعمت سے سرفراز فرمایا جسکا شکر ادا کرنا غیر ممکن ہے- اللھم تمم نعمتک علینا بفضلک العظیم وانت ارحم الراحمین واللھم صل وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین- شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام احمد نے باسناد صحیح عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کی کہ اُنسے عطا بن یسار نے پوچھا کہ آپ نے بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زبان عبرانی سیکھ لی آپ مجھکو بتلائیے کہ توریت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت کیونکر ہے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ ہان واللہ جیسے قرآن مین اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفات بیان فرمائین اس سے بڑھکر توریت مین آپکی صفات اس طرح مذکور ہین کہ ای میرے نبی مین نے تجھکو شاہد ومبشر ونذیر وامیون کا حرز بھیجا اور تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے مین نے متوکل تیرا نام رکھا تو سخت زبان نہین اور نہ سخت دل ہے اور نہ بازارون مین آواز بلند کریگا اور نہ بدی کے عوض بدی دیگا بلکہ عفو ومغفرت فرماویگا اور مین اُسکو ہرگز اپنے پاس نہین بلاؤنگا یہانتک کہ ٹیڑھی راہ کو سیدھی کردون باینطور کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگین پس مین اُسکے ذریعہ سے اعین عمیا واذان صم وقلوب غلف کو کھول دونگا ؎ (رواہ البخاری والترمذی) اور بخاری نے ثابت فرمایا کہ یہ حدیث بدرجہ مشہور ہے اور فرمایا کہ اسکو عطاؒ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا- مترجم کہتا ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اعاظم علمائے یہود مین سے معروف ومشہور ہین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین تشریف لاتے ہی آپ پر بڑے شوق سے ایمان لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انسے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مین فرمایا- یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم- یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علمائے یہود ونصاری اس طرح پہچان لینگے جیسے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین پس یہ کیونکر ہو تو عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ واللہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا یعنی بوجہ صفات توریت کے مین نے فوراً پہچان لیا بلکہ بیٹے سے بڑھکر پہچانا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کیونکر ہو اعبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ یہ اسوجہ سے کہ مجھے اپنے بیٹے کے حق مین یہ بھی شک ہو سکتا ہے

؎ اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور ڈھکے دل ۱۲ منہ

کہ شاید اُسکی ماں نے دربردہ کوئی فجور کیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین کچھ بھی شبہہ نہو احضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاباش اے عبداللہ تجھکو مبارک ہو (الصحیح) واضح ہو کہ کعب احبار بھی زبردست علماء یہود مین سے تھے حتی کہ احبار اُنکا لقب ہوا یعنے جامع علماے گویا جو کچھ علماے یہود کو حاصل ہوا اُن سب کا مجموعہ انکو حاصل تھا اور یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ حافظ ابو بکر بن مردویہ نے حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو روایت کرکے عطاؒ سے روایت کیا کہ عطاؒ نے کہا کہ پھر مین کعب الاحبار کے پاس گیا اور مین نے اُنسے توریت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صفات کو دریافت کیا تو واللہ اُنھون نے حرف بحرف وہی بیان کیا جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے بیان کیا تھا سواے اتنی بات کے کہ کعب احبار نے اپنی زبان کے موافق اعینا عمومیا واذانا صمومیا وقلوبا غلوفیا۔ کہا مترجم کہتا ہے کہ اسکو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہو اور عمدہ توضیح قولہ تعالے۔ یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے آوے گا اور مین کہتا ہون کہ خبردار کوئی شخص ان اُردو وغیرہ ترجمون پر جو آجکل توریت وانجیل کے نام سے یہود ونصاری لاتے ہین ہرگز اعتماد نہ کرین کیونکہ قطعی آیات ومشاہیر روایات کے مقابلہ مین انکی تحریف وتبدیل بخوبی کُھل گئی ہو اور عنقریب معلوم ہوگا کہ ہرقل شاہ روم نے فوراً پہچانا اور تمام نصاراے شام وروم کا عالم سردار ضغاطر فوراً ایمان لایا اگرچہ نصرانیون نے اُسکو اسقدر مارا کہ وہ شہید ہوگیا اور اُسکے مانند ابن قناطر نے بھی اسی طرح ایمان کے ساتھ جان دی پھر جب لشکر اسلام نے ملک شام پر جہاد کیا تو ہزارون علما وامراے نصاری اسلام لاکر اہل اسلام کی حمایت مین آگئے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ جنکو اللہ تعالے نے قبول فرمایا ورنہ بدبخت کا کوئی علاج نہین ہو ونعوذ باللہ من الضلال۔ وقال تعالے

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ؕ

اور ہرگز راضی نہونگے تجھسے یہود اور نہ نصاری جب تک تابع نہو تو اُنکے دین کا تو کہ جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ

اور کبھی تو چلا اُنکی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھکو پہونچا تو تیرا کوئی نہین اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا

وَّلَا نَصِیْرٍ ؔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ

اور نہ مددگار وہ لوگ جن کو ہم نے دی ہے کتاب پڑھتے اس کو پڑھنے کا حق وہی لوگ ایمان لاتے

ع ۹ / ۱۴ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۟

اسکے ساتھ اور جسنے انکار کیا اس سے سو وہی لوگ ہین خسارہ والے

بعض نے لکھا کہ ان آیات مین مقصود یہ ہو کہ یہود ونصاری مین سے جو لوگ کتاب حق یعنے توریت وانجیل کی تعظیم وپابندی کرتے ہین انکو تو انجیل وتوریت ہی کی بشارت کافی ہو اور ہر ایک معجزہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھتے ہین وہ اُنکے واسطے مزید طمانینت ہو اور ماسوا اُنکے جنھون نے توریت وانجیل ہی سے مُنہ موڑا اور اپنی ہوا وہوس کی پابندی اختیار کی تو وہ اپنی خیالی بات سے نہین ہٹینگے لہذا فرمایا۔ وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔ یہود ونصاری تجھسے کبھی راضی نہونگے یہانتک کہ تو انکی ملت کی پیروی کرے۔ ف یعنے یہ معجزات وآیات جنپر ہٹ کرتے ہین کچھ اسواسطے نہین ہین کہ ان آیات ومعجزات دیکھنے کے بعد یہ لوگ راہ حق کی جانب رجوع کرینگے بلکہ اُنکا مقصود محض تعنت وعناد ہو اور یہ راہ حق کی پابندی نہین چاہتے بلکہ جو راہ اُنھون نے اپنے خیالات

کے موافق اختیار کی ہمسی کج راہ کو چاہتے ہین پس اگر اس گمراہی مین اُنکی موافقت کرے تو راضی ہونگے حالانکہ وہ عین گمراہی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلاغت کے ساتھ آگاہ فرمایا کہ آپ ایسی چیزون کی خواہش چھوڑ دیجیے جس سے یہ لوگ موافق ہو کر راضی ہو جاوین بلکہ تقیے رضاء الٰہی عزوجل کی پیروی فرمایئے اور جو پیغام رسالت آپ کو دیا گیا وہ پہونچا دیجیے (ابن جریر) لہذا فرمایا۔ **قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى** کہدے جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے۔ **ف** یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہدے کہ جس ہدایت پر اللہ تعالیٰ نے مجھکو بھیجا دہی تو حقیقی ہدایت ہے اور وہ دین اسلام ہے اور ماسوائے اسکے جو کچھ تم بیان کرتے یا سمجھتے ہو سب گمراہی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہدی اللہ تعالیٰ جمیع عقائد و شرائع کو شامل ہے اور ہو الہدیٰ سے انحصار فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ ماسوا اُسکے جو کچھ ہے سب گمراہی ہے۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ طریقہ مناظرہ حق کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمایا کہ اسی طریقہ کے ساتھ جمیع گمراہون سے مباحثہ فرماوین اور قتادہؒ نے فرمایا کہ ہمکو خبر پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت مین سے ہمیشہ ایک گروہ حق پر مقاتلہ کرتا ہوا غالب رہیگا کہ جو کوئی اُنسے مخالف ہو وہ اُنکو کچھ ضرر نہین پہونچا سکیگا یہانتک کہ حکم الٰہی عزوجل آوے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث تو صحیحین مین عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوع متصل صحیح موجود ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امر حق پر قتال کرنا دو طرح ہوتا ہے اول تلوار سے جہاد کرنا اور دوم دلائل سے جہاد کرنا پس قتادہؒ نے یہان اسکو دلائل سے جہاد کرنے پر محمول کیا۔ ترمذی وغیرہ نے بعد روایت کے ایک جماعت ائمہ سے نقل کیا کہ یہ گروہ یہی علماے حدیث کا گروہ ہے جو حدیث کے ذریعہ سے گمراہون کو رد کرتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیح کی روایت مین آخری جملہ اس طرح واقع ہوا کہ جو کوئی اس گروہ کی مددگاری نکرے تو بھی اُنکو کچھ ضرر نہوگا اور وہ برابر غالب رہینگے یہانتک کہ جب امر الٰہی عزوجل واقع ہوگا تو بھی وہ غالب ہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ امر الٰہی سے ظاہرا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ مراد ہے اور واضح ہو کہ اس سے یہ لازم نہین آتا کہ تلوار سے جہاد کرنے والا گروہ نہو بلکہ دونون فریق کو شامل ہے تو اس بشارت سے یہ معلوم ہوا کہ زمانہ امام مہدی و نزول حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک دین اسلام مین ضرور ایک فرقہ ایسا ہوگا کہ جب وہ حق اسلام کے واسطے قتال کرینگے تو برابر غالب رہینگے اور ایسا فرقہ بھی ہوگا جو حجت کے ساتھ غالب رہے اور خلاصہ یہ کہ دین اسلام مانند ملت یہود و نصاریٰ کے متغیر و محرف ہو کر خلط و خبط نہوگا کہ کالعدم ہو جاوے کیونکہ ملت یہود و نصاریٰ اسطرح متغیر و محرف ہو گئی تھی کہ کسی طرح امر حق دریافت نہین ہو سکتا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ کے آگاہ فرمایا کہ دین اسلام مین یہ بات نہوگی یعنے اگرچہ اُمت اسلامیہ بگڑ کر معاصی و بدعات مین مبتلا ہو جاوے اور تہتر فرقے ہو جاوین لیکن انمین ایک فرقہ ضرور صحیح سُنت پر ثابت قدم رہیگا اور روے زمین پر کفار و مبتدعین مین سے کوئی اُنکو مغلوب نہین کر سکتا اگرچہ سب متفق ہو جاوین تو بھی وہ مغلوب نہونگے اگرچہ فرقہائے اسلام مین سے کوئی اس فرقہ حق کا مددگار نہو اور یہ لوگ برابر باقی و غالب رہینگے یہانتک کہ حضرت مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کا زمانہ آوے کیونکہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام مین بقوت قہری تمام روے زمین کے کفار رغبتاً اسلام مین داخل کیے جاوینگے پس قتادہؒ کا مطلب یہ ہے کہ حجت الٰہی عزوجل یعنے قرآن عین معجزہ ہے تو بعد اس ہدایت کے کوئی یہودی یا نصرانی جو اسکے سوائے معجزہ طلب کرے وہ گمراہی ہوگی تو یہود و نصاریٰ پر صریح حجت قائم ہو گئی کہ تم لوگ توریت و انجیل کو چھوڑ کر اپنی اہواء کے مطیع ہو۔ اہواء۔ جمع ہوی یعنے خواہش نفس و گمان باطل اور جب ان لوگون کی ملت صرف اہواء ٹھہری تو اُسکی اتباع غیر ممکن ہے لہذا بطور فرض کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ اگر تو ان لوگون کو راضی کرنا چاہتا ہے تو یہ لوگ کسی طرح راضی نہونگے سوا اس طریقہ کے کہ تو انکی ہواء کی پیروی کرے۔ **وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ** اور اگر تو بعد اس علم کے جو تجھے حاصل ہو چکا ہے ان لوگون کے اہواء کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ

کی طرف سے تیرے واسطے کوئی ولی نہوگا اور نہ کوئی ناصر ہوگا ف یعنے بعد اس علم نبوت کے جو تجھکو حاصل ہوچکا ہی اگر بفرض محال
توان گمراہونکی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرا کوئی مددگار و ناصر نہوگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین خاتم النبیین
خالص معصوم تھے اور معصوم رکھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہی توان گمراہون کی پیروی آپ کی جانب سے غیر ممکن تھی پس یہ آپ کی امت کے
واسطے تنبیہ ہی کہ جب اُسکو امر حق کا علم حاصل ہوگیا تو وہ یہود و نصاریٰ کی طرح تابع اہواء نہو افسوس ہی کہ اسلام مین اہواء کے پابند بہت فرقے
ہوگئے جیسے خوارج کہ اُنھون نے یہودیونکی مشابہت سے خلیفہ برحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انحراف کیا اور قرآن و سنت کو چھوڑ کر اپنے خیال
وگمان کے دلائل نکالکر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین گستاخی کی حالانکہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم بالاجماع حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے فضل و کمال کے قائل تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ و اُنکا گروہ اگرچہ آپ سے لڑا لیکن اُنمین سے کوئی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات کا منکر
نہ تھا بلکہ ایک مسئلہ اجتہادی مین اختلاف کرتے تھے۔ اسیطرح خوارج کے مانند فرقۂ روافض نے اہواء نصاریٰ کی مشابہت مین حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی شان مین یہانتک غلو کیا کہ خلفاء سابقین رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے لگے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مع جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے اُنکے
فضائل و کمالات کے قائل ہین اور قرآن مجید و احادیث صحیحہ صریحہ اُنکی بزرگی پر ناطق ہین۔ کاش یہ لوگ صرف اعتقاد شیعہ تک رہتے جو حضرت علی
رضی اللہ عنہ کو جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے ہین اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کی بزرگی کے قائل ہین اور ترتیب خلافت مین کچھ مناقشہ نہین
کرتے بلکہ یون کہتے ہین کہ پہلے خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کو خلافت عطا ہوئی تاکہ بعدہ سلسلۂ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی رہے یہ قول اگرچہ خلاف
اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بدعت ہی مگر اُسقدر بدتر نہین ہی جسقدر یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلنے والون نے راہ مستقیم سے انحراف کیا اسیطرح
فرقۂ معتزلہ و جہمیہ وغیرہ نے کفار فلاسفہ کی مشابہت مین سواد اعظم سے انحراف کرکے دوسری راہ اختیار کی حالانکہ اُن سب پر واجب تھا
کہ ہری اللہ عزوجل پر ثابت قدم رہتے اور عدل پر قائم رہتے اور بہت پھونک پھونک کر قدم رکھتے کیونکہ اسی صراط المستقیم
کی حقیقت وہ پل صراط ہی جو جہنم پر قیامت مین قائم ہوگا کہ وہ بال سے زیادہ باریک ہی۔ اسیطرح دنیا مین راہ حق و عدل پر قائم رہنا
بہت باریک ہی کہ اگر ذرا بھی تجاوز کیا تو گمراہی مین قدم پڑیگا۔ (مسئلہ) آیت مین قولہ تعالیٰ۔ حتی تتبع ملتہم۔ لفظ ملت کو مفرد فرمایا حالانکہ
یہ یہود و نصاریٰ کی ملتین ہین لیکن ملتین سب وہی کفر ہین اور کفر باوجود ملتہاے مختلفہ کے ایک ہی ملت کفر ہی جسکی عقوبت دائمی جہنم ہی
جیسے کافرونکے واسطے قولہ تعالیٰ۔ لکم دینکم۔ مین ایک ہی دین فرمایا اور یون نہین فرمایا کہ۔ لکم ادیانکم۔ پس اسی مقام سے بہت فقہا نے استدلال
کیا کہ کافرون و مشرکونکی ملتین سب ایک ہی ملت ہین اور اسی سے یہ مسئلہ نکلا کہ اگر ایک خاندان مین بعضے یہودی و بعضے نصرانی اور بعضے مسلمان ہون
تو مسلمان و کفار مین باہم میراث جاری نہوگی بخلاف باقیون کے کہ اُنمین میراث جاری ہوگی اگرچہ بعض یہودی و بعض نصرانی ہون کیونکہ کفر
تو ایک ہی ملت ہی اور یہی مذہب ابو حنیفہؒ و شافعیؒ کا ہی اور امام مالکؒ نے کہا کہ کافرون مین بھی جب ملتین مختلف ہون تو باہمی توارث جاری نہوگا
اور ایک حدیث مین بھی ایسا ہی وارد ہی اور امام احمدؒ سے دو روایتین ہین ایک قول موافق قول ابی حنیفہؒ اور دوم موافق قول مالکؒ ہی (ابن کثیرؒ)
الحاصل یہود و نصاریٰ وانکے مانند جو فرقہ اپنی ہوا و ہوس کا تابع ہوجاوے اور کتاب الٰہی چھوڑے اُسکو کوئی معجزہ و کرامت کافی نہوگا اور وہ حق پر ایمان
لانے سے ہمیشہ متردد ہوگا پس اُنکے واسطے کسی معجزہ کی تدبیر مفید نہوگی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گمراہون کے منھ مانگے معجزات طلب کرنے سے دلگیر نہ
اور فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰھُمُ الْكِتٰبَ۔ ایسے بندے جنکو ہمنے کتاب عطا فرمائی۔ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔ درحالیکہ وہ اس
کتاب کو جس طرح تلاوت کا حق ہی پڑھا کرتے ہین۔ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔ تو ایسے ہی صفت والے بندے اُسپر ایمان لاتے ہین

ف اور انکو کوئی شک دامنگیر نہین ہوتا اور نہ اپنے اہوا کے پابند ہوتے ہین - واضح ہو کہ یہ آیت قدسیہ بے اعجاز بلاغت کے ساتھ خوب جامع ہے اسکا بیان یہ ہے کہ کتاب الٰہی توریت و انجیل و قرآن مجید ہے پس یہود مین سے جو لوگ توریت کو جس طرح تلاوت کا حق ہے پڑھتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید پر بدون شک و تردد کے ایمان لائے جیسے عبد اللہ بن سلام و کعب احبار وغیرہ اور اسیطرح نصاریٰ مین سے جو لوگ انجیل کو بدون تحریف و تبدیل کے حق طور پر پڑھتے تھے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جیسے بادشاہ حبش اور وہان کے علماء نصاریٰ و ضغاطر رومی وغیرہ اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم جو قرآن مجید پر ایمان لائے وہ کبھی منافقون وغیرہ کی طرح مشکوک نہین ہوئے پس یہ آیت قدسی جامع ہے اسیواسطے معمرؒ نے حضرت قتادہؓ سے روایت کی کہ یہ لوگ یہود و نصاریٰ ہین (عبد الرزاق) اور یہی عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے اور اسکو شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا - اور سعیدؒ نے حضرت قتادہؓ سے روایت کی کہ یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حق تلاوت یہ ہے کہ جب ایسی آیت پر پہونچتے ہین جسمین جنت کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ سے جنت مانگتے ہین اور جب ایسی آیت پڑھتے ہین جسمین دوزخ کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ سے عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہین (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ جن بندون کی یہ کیفیت ہو وہ احکام الٰہی پر بالضرور عامل ہونگے - م - ابو العالیہ نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ کتاب الٰہی کا حق تلاوت یہ ہے کہ اُسکے حلال کو حلال رکھے اور اسکے حرام کو حرام رکھے اور جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اُسی طرح پڑھے اور کلمات کو اپنی جگہ سے تحریف نکرے اور بے موقع اُسکی تاویل نکرے - (عبد الرزاق) اور یہی حضرت قتادہ و منصور بن المعتمر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا - اور یہی سُدیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا (ابن ابی حاتم) اور یہی حسن بصری و عکرمہ و عطاء و مجاہد و ابو رزین و ابراہیم نخعی کا قول ہے اور اسکا حاصل یہ ہے کہ جسنے قرآن مجید کی اتباع پوری کی اُسنے حق تلاوت ادا کیا چنانچہ سفیان الثوریؒ اپنی اسناد کے ساتھ عبد اللہ بن مسعودؓ سے یہی معنے روایت کئے اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ جس شخص نے قرآن کی اتباع کی تو وہ اُسکو لیجا کر باغ جنت مین اُتارے گا (قرطبی وغیرہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا حاصل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ مین سے جسنے توریت و انجیل کی سچی اتباع کی تو خواہ مخواہ موافق بشارت توریت و انجیل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیگا لہذا فرمایا - قل یا اہل الکتاب لستم علیٰ شئ حتیٰ تقیموا التوراة والانجیل - یعنے کہدے کہ اے اہل کتاب تم کسی چیز پر نہین ہو جب تک کہ توریت و انجیل پر ٹھیک قائم نہو - ھ - اور فرمایا - الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراة والانجیل - یعنے یہ مرتبہ انھین بندون کا ہے جو فرمانبرداری کرتے ہین رسول نبی امی کی جسکو اپنے پاس توریت و انجیل مین لکھا پاتے ہین - ھ - اور فرمایا - الذین اتیناہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یومنون - یعنے قرآن مجید سے پہلے ہمنے جن لوگون کو کتاب عطا فرمائی وہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہین - ھ - کیونکہ جو کتاب پر ٹھیک قائم ہے وہ کتاب کی کسی آیت سے منکر نہو گا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اُسپر ایمان لاویگا

**وَمَنْ يَكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ** ۝ اور جو کوئی اس قرآن سے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو تو ایسے ہی لوگ خوار ہونے والے ہین - ف چنانچہ فرمایا - ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ - یعنے ان گروہون مین سے جو کوئی اسکے منکر ہو تو جہنم اسکا ٹھکانا ہے - ھ - اور اس سے بڑھکر کون خواری ہوگی کہ جہنم مین دائمی برباد ہو اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُس پاک ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ اس امت مین کوئی یہودی یا نصرانی جو مجھکو سنے پھر مجھپر ایمان نہ لاوے تو سوا اسکے کچھ نہو گا کہ وہ جہنم مین جاوے (الصحیح) (تنبیہ) شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ - الذین آتیناہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ الآیۃ - کا سبب نزول اہل حبش کے نصاریٰ تھین مترجم کہتا ہے کہ معنی مین مذکور ہے کہ یہ آیت بقایائے اہل کتاب کے حق مین نازل ہوئی جنکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل مین بشارت دی تھی کہ

میرے بعد ایک پیغمبر آویگا جسکا نام احمد ہے چنانچہ قرآن مجید مین بھی مصرح ہے پس وہ لوگ اسی ایمان پر نسلاً بعد نسل چلے آئے یہانتک کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو جو لوگ انجیل کے سچے اعتقاد پر باقی تھے وہ آپ پر ایمان لائے۔ ظاہر اس اجمال کی تفصیل وہی ہے
جو شیخ سیوطیؒ نے ذکر فرمائی کہ کفار مکہ کے ایذا دینے کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ملک حبش کی جانب ہجرت فرمائی وہان
کے بادشاہ کا نجاشی لقب تھا اور اسکا نام اصحمہ تھا اور کفار مکہ نے اسکے یہان تحفے دیکر سفارش پہونچائی تاکہ بادشاہ ان لوگون کو
اپنے یہان سے نکال دے مگر اسنے نمانا بلکہ ان لوگون کو بلا کر اطمینان دلایا کہ تم لوگ یہان بے کھٹکے رہو اور ان لوگون سے حال دریافت کیا
اور مہاجرین مین حضرت جعفر بن ابی طالب یعنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی بھی تھے پس انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور
اپنے ایمان لانے کا سب حال بیان کیا تو اسنے درخواست کی کہ جو کلام الٰہی تمپر نازل ہوا ہے وہ پڑھو پس جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم تلاوت کی
جسکو سنکر بادشاہ مع ان علماء کے جو موجود تھے رونے لگے اور کہا کہ یہ کلام بالکل ویسا ہی ہے جیسا حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا اور کہا کہ بیشک
یہ وہی پیغمبر ہین جنکی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل مین دی ہے اور اسنے اپنی طرف سے چالیس آدمی واسطے تحقیق حال کے بھیجے
اور اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ مین آئے تھے پس وہ لوگ مکہ سے مدینہ مین آئے اور فوراً پہچان کر بغیر بحث جدال
کے مسلمان ہوگئے اور بادشاہ کی طرف سے بھی پیغام پہونچا کہ مین آپ پر ایمان لایا اور کاروبار ملک کی وجہ سے حاضر نہین ہو سکتا ہون
اور نیابت کے طور پر بیعت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی آیت نازل فرمائی کہ۔ الذین آتیناہم الکتاب الآیۃ۔ اور یہی نجاشی بادشاہ ہے کہ جب
اسنے انتقال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خبر غیب کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگاہ فرمایا کہ تمھارے بھائی نجاشی نے انتقال کیا تو اٹھو کہ اسکے
جنازہ کی نماز پڑھین چنانچہ میدان مین جا کر اسکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ علماء حنفیہ وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا جنازہ آپ پر کشف فرمایا تھا
چنانچہ سابق مین یہ مسئلہ مفصل بیان ہوا ہے اور حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہا سے جو حبش مین ہجرت کر گئے تھے اس بادشاہ کے فضائل مین یہ بھی
روایت ہے کہ ہم لوگون مین باہم تذکرہ ہوا کرتا تھا کہ جب یہ بادشاہ مرا برابر اسکی قبر پر ایک نور دیکھا جاتا تھا (اسنادہ صحیح) پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تنبیہ فرمائی

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مین نے تمپر کیا اور وہ کہ بڑا کیا تمکو سارے جہان پر اور بچو اسدن سے

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ

نہ کام آوے کوئی شخص کسی شخص کے ایک ذرہ اور نہ قبول ہو اسکی طرف سے بدلا اور نہ کام آوے اسکو سفارش اور

لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

نہ انکو مدد پہونچے

اکثر اہل تفسیر مانند بقاعی وغیرہ نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اول سورہ مین بنی اسرائیل کو نعمتین یاد دلائین پھر درمیان مین انکے
عیوب و بدکاریان مذکور ہو کر طول ہو گیا لہذا ایمان مکرر انعامات کو یاد دلایا۔ اور حرانیؒ سے نقل کیا کہ اس سے آخر خطاب کو اول سے التیام ہو گیا
ہے لیکن بعض علماء نے اس توجیہ کو تکلف خیال کیا۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس سے بنی اسرائیل کو اس امر کی تاکید فرمائی کہ حضرت خاتم النبیین
جلّ مع کمالات الرسول النبی الامی پر ایمان لاوین جنکی صفت اپنی کتابون مین پاتے ہین اور جنکی بابت عہد لیا گیا ہے اور یہی انعامات کثیرہ کو یاد دلا کر
پس اپنے چچیرے بھائیون عرب پر حسد مکرین کہ خاتم المرسلین کو اللہ تعالیٰ نے عرب مین سے پیدا کیا اور تکذیب و مخالفت سے باز آوین اور اللہ تعالیٰ کی

نعمتون کو یاد کرین لہذا فرمایا۔ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اے بنی اسرائیل یاد کرو میری اُن نعمتون کو جو مین نے تمپر انعام فرمائین اور اس بات کو کہ مین نے تمکو عالمین پر فضیلت دی ف یعنے تمھارے زمانہ کے عالمون پر تمکو فضیلت عطا فرمائی پس ان نعمتون کا نتیجہ یہ ہے کہ شکرگذاری کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ کیونکہ تمھارے جمیع انبیا علیہم السلام و صالحین سب ایمان لا چکے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اُسکی رضامندی کے خواہان تھے حالانکہ تم نافرمانی کرتے ہو پس یہ گمان ہرگز مت کرو کہ جو لوگ اپنے رب عزوجل کی خوشی چاہتے ہین وہ اُسکی نافرمانی کرنے والون سے راضی ہون یا سفارش کرین بلکہ قطعاً اُنکے دشمن ہو جاوینگے لہذا فرمایا۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا۔ اور ڈرو ایسے دن سے کہ کوئی نفس کسیکو ایک ذرہ کام نہ آویگا ف کیونکہ کوئی نفس خود مختار نہین ہے جبتک اللہ عزوجل نچاہے اور نیک بندے اپنے رب عزوجل کے خلاف رضا ہرگز کچھ نہین چاہینگے۔ وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ۔ اور کسی نفس سے فدیہ قبول نہوگا ف حالانکہ اُس دن فدیہ میسر ہی نہین ہے اور اگر میسر بھی ہوتا یا کسی احمق نے اعتقاد کر لیا کہ مجھے میسر ہوگا تو بھی فدیہ قبول نہوگا لیکن شیطان نے یہودیون کے دل مین جما دیا تھا کہ تم لوگ چاہو جیسے بد اعمالیان کرو تمھارے باپ دادون مین انبیاء علیہم السلام گذرے ہین وہ تمھاری سفارش کرینگے جیسے نصرانیون کے ذہن مین اس سے بھی زیادہ جمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام تم لوگون کی بدکاریون کا کفارہ ہوگئے حالانکہ یہ ایسے احمقون کے خیالات ہین جنکو معرفت الٰہی مین سے ذرہ بھی نصیب نہین ہے لہذا صریح تہدید فرمائی۔ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ اور نہ کسی نفس کو کوئی سفارش نفع کریگی اور نہ وہ مدد پہونچائے جاوینگے ف کیونکہ کفر کے ساتھ سوائے عذاب جہنم کے جنت حرام ہے تو سفارش بیکار ہے اسیواسطے دوسری آیت مین فرمایا۔ فما لنا من شافعین۔ یعنے کفار کہینگے کہ ہمارے واسطے سفارشیون مین سے بھی کوئی نہین ہے پس یہان عظمت و جبروت الٰہی عزوجل کا حکم دیا کہ کوئی سفارش کام نہ آویگی یعنے درحقیقت سفارش ہی نہوگی لیکن اگر کسی نے وہم شیطانی سے اسکو اپنے دل مین جمایا تو قطعاً وہ سفارش مردود ہے رہی نصرت و مددگاری تو خود ظاہر ہے کہ بھلا کسی بندہ کی مجال ہے کہ حکم الٰہی عزوجل یعنے کافرون کے واسطے عذاب کا حکم روکنے پر کافرون کا مددگار بنے حالانکہ تمام مخلوق اُسکے قبضہ قدرت مین مسخر ہے۔

(مسئلہ) معتزلہ اس آیت سے کہتے ہین کہ کسی نفس کو شفاعت نصیب نہوگی جواب یہ ہے کہ بیشک کوئی نفس اپنے اختیار سے شفاعت ہی نہین کر سکتا تو مفید ہی کیا ہوگی لیکن اسمین اس امر کی نفی نہین ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسیکو شفاعت کی اجازت دے تو وہ قبول نہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جو شفاعت ہے وہ رحمت اور نافع ہے رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ مکرم کو شفاعت کی اجازت فرماویگا یا نہین تو ہمکو قطعی متواترات سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اللہ تعالیٰ نے شفاعت کبریٰ و شفاعت خاصہ کا وعدہ دیا ہے اور وعدۂ الٰہی مین کبھی خلاف نہین ہوتا لہذا فرمایا۔ ولا یشفعون الا لمن ارتضی۔ یعنے سفارش نہین کرینگے مگر ایسے بندے کے واسطے جسکے حق مین اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے ھ۔ اور جب کفار کے حق مین شفاعت محض بیکار فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہ شفاعت صرف مومنین کے واسطے خاص ہے پس اگر ایسا بندہ مومن ہو جو بخشا گیا تو اُسکے حق مین یہ شفاعت عظمٰی اسکے درجات بلند ہونے کو مفید ہوگی کیونکہ حدیث مین ہے کہ جنت مین سو درجات ہین ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اتنا فرق ہے جتنا زمین و آسمان مین ہے (الصحیحین) اور اگر مومن گنہگار ہے تو اُسکی مغفرت ہو جائیگی کیونکہ اصل ایمان ہے اور یہ اعمال تابع ہین تو وہ اصل ایمان مین سچا تھا مگر اعمال مین گنہگار ہو گیا پس حق عزوجل نے اپنی رحمت سے عفو فرمایا۔ (نکتہ) چونکہ طاعت و عبادت الٰہی عزوجل کا حق ادا ہونا غیر ممکن ہے تو انبیاء علیہم السلام اُس دن نفسی نفسی کہینگے اگرچہ حکم الٰہی کی فرمانبرداری مین سب پورے ہین لیکن بخوف عظمت و جلال الٰہی عزوجل اُس دن مواخذہ کا ادب کرینگے کیونکہ بندہ کی یہ شان نہین ہے کہ اُسکی عظمت کے مقابلہ مین دلیر ہو کیونکہ وہ قادر مختار ہے جو چاہے

کرے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مغفرت کاملہ عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ - لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر پس آپ کو قطعًا مواخذہ سے بری کر دیا لہذا آپ ہی شفاعت پر قیام فرماوینگے (تنبیہ) اسلامیہ فرقہائے مبتدعین نے گمان کیا کہ پیغمبوں سے بھی گناہ ہوتے ہیں حالانکہ یہ عبارت آمیہ میں جہالت ہے ؎ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند ۔ بلکہ یہ عالی درجات کے آداب ہیں اور شان پاک خالق عزوجل کے لائق عبادت حاضر کرنا محال ہے کیونکہ بشر حادث ہے اور بشر کی عبادت حادث و حادث ہے اور حضرت القدس سبحانہ تعالیٰ تعلق حوادث سے پاک ہے پس اُسکی شان کے لائق عبادت غیر ممکن ہے اور سابق میں بھی یہ تحقیق مذکور ہوئی ہے اور قولہ تعالیٰ - ومن عصانی فانک غفور رحیم الآیۃ - کی تفسیر میں دیکھو پس بلحاظ ایسے معاصی کے جنکی سزا جہنم ہو انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں پھر واضح ہو کہ بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل کی نسل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی اولاد میں سے کافرون کو عہدے خارج فرمایا تو بنی اسرائیل کا اعتماد باوجود کفر کے باطل ہوا قال تعالیٰ

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اُسکے رب نے کئی باتون میں پھر اُسنے وہ پوری کین فرمایا میں تجھکو کردونگا سب لوگون کا پیشوا

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

بولا اور میری اولاد میں بھی کہا نہیں پہونچتا میرا قرار بے انصافون کو

اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کا شرف یاد دلایا جبکہ توحید میں ابراہیم علیہ السلام کو امام بنایا پس جو شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب منسوب ہو اُسکی نسبت جب ہی ٹھیک ہوگی کہ اُنکی توحید پر قائم ہو چنانچہ فرمایا - وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ - اور جب ابراہیم کو اُسکے رب نے چند کلمات کے ساتھ امتحان فرمایا پس ابراہیم نے اُنکو پورا کیا ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ کو جو ابراہیم علیہ السلام کی جانب نسبت ملاتے ہیں تذکیر و نصیحت سنا دیجیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو چند احکام و یکر امتحان فرمایا پس ابراہیم علیہ السلام نے اُنکو پورا کیا - قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا تو رب عزوجل نے فرمایا کہ میں تجھکو لوگون کے واسطے امام بنانے والا ہون ف اور یہ حکم تقدیر سابق ہے جو اللہ تعالےٰ نے ازل میں رکھی تھی لیکن اُسکا ظہور اس طرح ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بعد توحید کے احکام شریعت دیے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے کر چکے تو امامت کا خطاب بھیجا پس ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کا شمول چاہا - قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ - ابراہیم نے عرض کیا اور میری ذریت سے ف یعنے میری اولاد میں سے بھی امام بنائے جاوین - چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے تمام اولاد کے واسطے خطاب کو عام کیا ظاہر اغایت توحید سے اُنکے ذہن میں کفار کا خیال بھی نہو گا کہ ذریات کافر پیدا ہونگی پس اُنھون نے مطلق ذریات کے واسطے درخواست کی تو حکم تفصیلی ہوا یعنے - قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ - اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ میرا عہد تو ظالمون کو نہیں پہونچتا ف یعنے عہد امامت تیری اولاد میں سے کافرون کو نہیں پہونچیگا پس اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے جو لوگ کسی عہد آلہی سے کافر ہوئے وہ خارج ہوگئے جیسے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کیا پھر یہود و نصاریٰ دونون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا یا مشرکین عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا تو یہ سب خارج ہوگئے لہذا فرمایا - ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما الآیۃ - بخلاف اُنکے جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُنکو شامل رکھا بقولہ تعالیٰ - ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وہذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے - رہا یہ بیان کہ وہ کلمات جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے تھے کیا کلمات ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہاں تو اللہ تعالےٰ نے کلمات کا

تعلق مقصود نہین رکھا ہے بلکہ ظاہر فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے حق توحید کے ساتھ اُنکو پورا کیا خواہ وہ کوئی کلمات ہون کیونکہ اللہ تعالیٰ
جس زمانہ مین جو حکم فرماوے وہی شریعت ہے تو ان کلمات کے جاننے سے ہمارا کوئی مطلب نہین ہے کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے
شریعت تھے اور شریعت بدل جاتی ہے اور توحید نہین بدلتی ہے پس ہمکو اُس شریعت پر عمل کرنا چاہیے جو بالفعل حکم دی گئی ہے اور اُسی طرح پوری
کرنی چاہیے جسطرح ابراہیم علیہ السلام نے پوری کی لیکن علماے مفسرین نے اُن کلمات کی بھی تفتیش فرمائی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے تھے
تاکہ اُسکے ضمن مین کوئی فائدہ حاصل کرین لیکن وہ کلمات بعض تو متعلق فرائض و واجبات ہین و بعض متعلق فطرت و سنن ہین و بعض متعلق
معارف ہین لہٰذا ابن عباسؓ سے اس بارہ مین مختلف روایات ہین چنانچہ قتادہؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم
علیہ السلام کو مناسک حج تعلیم فرمائے (عبدالرزاق) اور طاؤسؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ طہارت کے دس احکام دیے از انجملہ پانچ
سر مین اور پانچ بدن مین ہین پس سر کے پانچ احکام مین مونچھون کا اچھی طرح کترنا اور کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا اور مسواک کرنا
اور بال مونڈنا یا بال ہون تو مانگ نکالنا اور بدن کے پانچ یہ ہین کہ ناخن کترنا اور زیر ناف کے بال مونڈنا اور ختنہ کرنا اور بغل کے بال اُکھاڑنا
اور پیخانہ و پیشاب کے اثر کو پانی سے دھونا (عبدالرزاق) اور اسکے مانند سعید بن المسیبؒ مجاہدؒ و شعبیؒ و نخعیؒ ابوصالحؒ سے مروی ہے (ابن ابی حاتم) اور اسکے قریب
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس خصلتین از قسم فطرت ہین مونچھین ترشنا اور داڑھی چھوڑنا اور مسواک کرنا
اور ناک مین پانی ڈالنا اور ناخن کترنا اور انگلیون کے جوڑ صاف کرنا اور بغل کے بال اُکھاڑنا اور زیر ناف کے بال مونڈنا اور پانی سے استنجا کرنا۔ راوی نے کہا کہ
دسوین بات مین بھول گیا اور شاید وہ کلی کرنا تھی (صحیح مسلم) اور حدیث ابوہریرہؓ مین ختنہ کرنا مذکور ہے (کما فی الصحیحین) اور ابن عباسؓ سے
حنش صنعانی کی روایت مین آیا کہ ختنہ و موے زہار یعنی موے زیر ناف صاف کرنا و ناخن کترنا اور مونچھین کترنا اور مسواک و غسل جمعہ و مناسک
حج مین سے طواف و سعی صفا و مروہ و رمی الجمار و افاضہ عرفات (ابن ابی حاتم) عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ احکام دین مین جو شخص
مبتلا کیا گیا سواے ابراہیم علیہ السلام کے کوئی پورا نہین اُترا (ابن کثیر) ظاہرا ابن عباسؓ نے انبیاء علیہم السلام کا استثنا کر لیا ہے۔ م عکرمہ نے
کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شرائع اسلام تیس سہام ہین از انجملہ دس کا ذکر سورۂ براۃ کی آیت التائبون العابدون الآیہ مین ہے اور دس کا ذکر
اول سورۂ قد افلح المومنون و سورۂ سال سائل بعذاب واقع مین ہے اور دس کا ذکر سورۂ احزاب قولہ تعالیٰ ان المسلمین والمسلمات الآیہ مین
ہے پس ان سبکو ابراہیم علیہ السلام نے پورا کیا اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ابراہیم الذی وفی الآیۃ۔ (الحاکم ابن جریر ابن ابی حاتم) اور
ابن عباسؓ سے آیا کہ جن کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو امتحان فرمایا یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی قوم کو چھوڑ کر
ہجرت کرین اور نمرود ملعون سے حجت توحید پر مناظرہ کرین باوجودیکہ اُسکی جانب سے آگ مین ڈالنے کا خوف تھا حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے
اس ہول عظیم کی کچھ پروا نہ کی پھر مہمانداری پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر اپنا فرزند ذبح کرنے کا حکم دیا اور ہر بات مین ابراہیم السلام نے بدون
خلاف کے اطاعت کی (ابن اسحٰق) حسن بصریؒ کہا کرتے تھے کہ واللہ حضرت ابراہیمؑ نے خوب صبر کیا کہ پہلے کواکب و شمس و قمر مین امتحان کیا
اور پہچان لیا کہ میرا رب عزوجل دائم قائم ہے پھر شرک سے بیزار ہوئے پھر آگ سے امتحان لیا تو ثابت رہے پھر وطن و قوم چھوڑ کر ملک شام مین ہجرت کا
حکم دیا تو پورے ہوے پھر ختنہ کرنے و ذبح فرزند کا حکم دیا تو پورا کیا (ابن جریر و اختصرہ عبدالرزاق) مجاہدؒ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام سے
رب عزوجل نے امتحان لیا اور فرمایا کہ مین تجھکو امام بنانا چاہتا ہون عرض کیا کہ بہت اچھا اور میری ذریات مین سے بھی امام بنایئے فرمایا کہ ظالمون
لینے کافرون کو میرا عہد نہین پہونچیگا۔ عرض کیا کہ خانۂ کعبہ کو لوگون کا مرجع بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ اسکو امن بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ مجھکو اور
مقام امن

اسمٰعیل کو اور ہماری ذریت مین سے ایک گروہ کو مسلمان بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ اہل مکہ کو ثمرات سے رزق دیجیے جو انمین سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا فرمایا کہ ہان (ابن ابی حاتم وابن جریر) سعید بن مسیبؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہین جنھے پہلے ختنہ کیا اور پہلے مہانداری کی اور پہلے ناخن کترے اور پہلے مونچھین کترین اور یہی پہلے بوڑھے ہوئے ہین پھر جب بڑھاپا دیکھا تو عرض کیا کہ یہ کیا ہی حکم ہوا کہ وقار ہی عرض کیا کہ ای رب میرا وقار بڑھا دیجیے (الموطا وغیرہ) شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ کلمات کی جو تفاسیر مذکور ہوئین شاید یہ سب ہون یا بعض ہون مگر کسی پر خاص جزم نہین ہو سکتا ہی - ابن کثیرؒ نے کہا کہ اقوی یہ ہی کہ جمیع امور مذکورہ کو شامل ہی اور آیت مین دلیل ہی کہ ابراہیم علیہ السلام کی ذریت مین ظالم کفار بھی ہونگے پس وہ لوگ اس قابل نہین ہین کہ پیشوا بنائے جاوین وبحکم قولہ تعالےٰ - وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ صاف معلوم ہوا کہ بعد ابراہیم علیہ السلام کے جو پیغمبری وکتاب آئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد مین ہوئی (فائدہ) حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین مرفوع روایت ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی برس کی عمر مین قدوم مین ختنہ کیا (الصحیحین) اور شاید قدوم یہی آلہ معروف ہو جسکے ذریعہ سے ختنہ کیا - م - رزینؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو سو برس کی عمر پائی قریش مین دستور تھا کہ قریب بلوغ ختنہ کرتے تھے اور عورتون کے ختنہ کی روایت مرفوع جو سنن ابوداؤد و رزین مین ہی اسکو ابوداؤد نے ضعیف کہا فتاوی مین ہی کہ عورتون کا ختنہ مکرمت ہی - آیات سے جو شرائع نکالے گئے اُنکو بعض علما نے تفصیل وار بیان کردیا کہ سورۂ براءۃ مین توبہ و عبادت وحمد وسیاحت ورکوع وسجود وامر معروف ونہی منکر وحفاظت حدود الٰہی ایمان ہی - سورۂ احزاب مین اسلام وایمان وقنوت وصدق وصبر وخشوع وتصدیق وروزہ وحفاظت شرمگاہ وذکر الٰہی ہین - اور سورۂ مومنون مین ایمان وخشوع نماز وپرہیز لغو وزکوٰۃ وحفاظت شرمگاہ وعہد وامانت ومحافظت نماز ہی - ابراہیم لفظ عجمی ہی اور بقول صحیح وہ آزر کے بیٹے ہین اور اُنکی پیدایش صوبۂ اہواز کے مقام سوس مین واقع ہوئی اور بعض نے حرانی کہا ولیکن اُنکے باپ اُنکو نمرود بن کنعان کی دار السلطنت بابل مین لے گئے - امام اُس شخص کو کہتے ہین جسکی اقتدا کیجاوے - بیضاویؒ نے کہا کہ آیت مین دلیل ہی کہ انبیاء علیہم السلام قبل نبوت کے بھی گناہون سے محفوظ ہوتے ہین ف۲ اشارات عرائس مین ہی کہ خاصان حق مانند ابراہیم علیہ السلام کے ازل ہی مین خطاب خاص سے سرفراز ہوتے ہین اور دنیا مین بھی اُنکا مرجع وہی ہوتا ہی اگرچہ امتحان مین ڈالے جاوین اور منجملہ امتحانات ابراہیم علیہ السلام کے ایک مقام التباس تھا کما قال تعالیٰ - کذلک نری ابراہیم ملکوت السمٰوٰت والارض - پھر اسکا انجام تمکین تھا بدلیل قولہ تعالیٰ - ولیکون من الموقنین - اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا - انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض الآیہ - بعض مشائخ نے کہا کہ امت کے واسطے یقین کامل ہونا پہلا درجہ ایمان ہی پھر اسکے بعد ولایت مین ترقی ہوتی ہی لہٰذا کہا گیا ع ہی ولایت اور صلاحیت تو دور پہلے تو مومن تو ہوا ی بے شعور - شیخ ابوعثمان نے کہا کہ امام وہ ہی جو ظاہر مین پھنسا رہے اور جو نسبت اُسکو بارگاہ عزوجل مین حاصل ہی اُسمین کچھ خلل نہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک سے ظاہر ہی اور قولہ تعالیٰ - لاینال عہدی الظالمین - صریح نص سے تبلا دیا کہ جو موہبت عظمیٰ کہ حق تعالیٰ کی طرف سے انبیا و اولیا کو حاصل ہوتی ہی وہان سبب ونسب کی جڑ کٹی ہی ورنہ ابراہیم علیہ السلام کی کل ذریات کو قبولیت حاصل ہوتی کیونکہ یہ قبولیت جن بندون کو عطا ہوئی وہ ازل ہی مین عطا ہوئی جبکہ انکی طاعت بلکہ وجود بھی نہ تھا تو سبب نسب کیونکر ہو سکتا تھا جعفر صادقؒ سے روایت ہی کہ جو شخص محبت ومشاہدہ الٰہی سے مڑکر کسی جانب التفات وسکون پاوے وہ ظالم ہو عس - بعض نے فرمایا کہ منجملہ کلمات کے یہ بھی ہین جو آیندہ آیات مین مذکور ہین کما قال تعالیٰ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

اور جب ٹھہرایا ہمنے یہ گھر کعبہ اجتماع کی جگہ لوگون کی اور پناہ اور کر رکھو جہان کھڑا ہوا ابراہیم نماز کی جگہ

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ - **وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ** - اور جب بنایا ہم نے بیت
کو لوگون کے واسطے مثابہ کردیا ف یعنے یہ نصیحت کرکہ تم یاد کرو وہ وقت جب ہمنے خانۂ کعبہ کو لوگون کے لیے مرجع بنا دیا کہ خانہ کعبہ
سے مومنون کی آرزو کبھی سیر نہین ہوتی لوٹ جاتے ہین پھر شوق سے اسکی جانب رجوع کرتے ہین اسکے مانند علی بن ابی طلحہ نے روایت کی ہے
(ابن جریر) ابن ابی حاتم نے بذریعۂ مجاہدؒ کے اسکے مانند ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ یہی ابو العالیہ وعطاء وحسن وغیرہ سے مروی ہے
اور عکرمہ وقتادہ وغیرہ نے فرمایا کہ بیت اللہ لوگون کے واسطے مثابہ یعنی جمع ہونے کی جگہ ہے اور وہ مقام امن ہے حتی کہ زمانۂ جاہلیت مین مکے
گرد جو شہر ومقامات تھے وہان کے لوگ آپسمین کشت وخون کرتے لیکن اہل مکہ سے کوئی تعرض نہین کرتا تھا اور کبھی پردیسی اکیلے باپ کو
مار کر حرم مکہ مین چلا آتا تھا پھر مقتول کا بیٹا اپنے باپ کے قاتل کو پاتا لیکن کچھ بھی جنبش نہین دیتا تھا اور اسکے مانند ایک جماعت تابعین سے روایت ہے
ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا شرف بیان کیا کہ اللہ تعالے نے اسمین یہ قدرتی آیات وشرعی آیات بھی
ہین از انجملہ یہ کہ وہ لوگون کے واسطے مرجع اشتیاق ہے حتی کہ مومنون کی روحین اسکی جانب محبت سے جھکتی ہین اور اگر ہر سال اسکا طواف کرین تو بھی
انکا دل سیر نہین ہوتا ہے چنانچہ دعاء خلیل اللہ علیہ السلام مین آیا کہ - فاجعل افئدة من الناس تهوي اليهم - ابن عباسؓ نے کہا کہ - من الناس - حرف
بعض یعنے مومنین رکھے اور کل نہین رکھے - اور اللہ تعالے نے فرمایا - فیہ آیات بینات مقام ابراہیم ومن دخله کان آمنا - یعنے بیت اللہ مین آیات بینات
مین مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی اسمین آگیا وہ مامون ہو گیا - ۵ - اس مقام کی آیت مین یہی حکم دیا - **وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى** - اور
مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ ف مقام ابراہیم کی دو تفسیرین روایت کی گئی ہین چنانچہ مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ مقام ابراہیم تمام حرم ہے
(ابن ابی حاتم) دوم مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جسپر انکے قدم کا نشان ہے چنانچہ عطاء نے کہا کہ مینے ابن عباسؓ سے سنا کہ آیت مین جو مقام ابراہیم مذکور ہے
وہ تو یہی مقام ابراہیم ہے جو مسجد الحرام مین ہے اور اس سے زیادہ تمام حج بھی مقام ابراہیم شمار ہوتا ہے پھر عطاء نے اسکی تفصیل بیان کی کہ عرفات مین وقوف کرنا
اور وہان نماز ظہر وعصر کو جمع کرنا اور مشعر الحرام ومنی ورمی الجمار وصفا ومروہ کے درمیان سعی ہے (ابن ابی حاتم) سعید بن جبیر نے کہا کہ مقام ابراہیم
ایک پتھر ہے جو اللہ تعالیٰ نے رحمت قرار دیا پس ابراہیم علیہ السلام اسپر کھڑے ہوتے اور اسمعیل علیہ السلام انکو پتھر پہونچاتے تھے - سدیؒ
نے کہا کہ نہین بلکہ اس پتھر پر بٹھلا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انکی بہو یعنے زوجۂ اسمعیل علیہ السلام نے نہلایا - شیخ ابن کثیر نے کہا کہ قرطبی نے
اسکو ضعیف کہا کیونکہ سعید بن جبیر نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو انکے پاؤن مختلف واقع ہوتے لیکن دیگر علماء نے اسی قول کو ترجیح دی ہے - ابن ابی حاتم نے
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین طواف سے فراغت فرمائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ یہی تو ہمارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے آپ نے فرمایا کہ ہان تو عرض کیا کہ پھر ہم اسکو مصلی بنا دین پس اللہ عز وجل نے نازل
فرمایا - واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی - (رواہ ابن مردویہ وغیرہ) یہ مضمون تو صحیحین کی احادیث مین ثابت ہے چنانچہ خود عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین اپنے رب عز وجل سے تین باتون مین موافق پڑا ایک تو مین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگ مقام ابراہیم کو مصلی
بنا دین پس نازل ہوا قولہ تعالے واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی - الحدیث (البخاری ومسلم وغیرہ) شیخ ابن کثیرؒ نے بعد ذکر روایات کے کہا کہ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم سے یہی مراد ہے جو مسجد الحرام مین ہے اور یہ پتھر ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام دیوار کعبہ کو اونچی کرتے تو اسی پتھر پر کھڑے ہوتے اور
اسمعیل علیہ السلام نیچے سے پتھر پہونچاتے تھے اور اس پتھر مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم بہت ظاہر تھے لیکن لوگون کے چھونے سے
اسکے نشان کچھ مٹ گئے ہین باوجود اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بہت واضح نشان موجود تھا چنانچہ حدیث انس رضی اللہ عنہ مین صحیح

(ابن وہب) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مقام ابراہیم پہلے دیوار کعبہ سے ملحق تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ مین جبکہ جمیع صحابہ متوافر موجود تھے اُسکو ہٹا کر اس مقام پر کیا جہان اب موجود ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود خلفاء راشدین مین سے ہین بلکہ دو خلیفہ سابقین مین سے جنکے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میرے بعد تم لوگ ان دونون کی اقتدا کیجیو جو میرے بعد ابوبکر و عمر ہین-ھ-اور حضرت عمرؓ ہی کے موافق اس مقام پر نماز کے واسطے قرآن مجید نازل ہوا اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کسی نے دیوار سے ہٹانے مین انکار نہین کیا-عطاء و مجاہد وغیرہ نے کہا کہ اول اسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی دیوار سے ہٹا کر یہان رکھا جہان بالفعل موجود ہے (عبد الرزاق) (**مسئلہ**) خلف المقام بعد طواف کے دو رکعت پڑھنا ائمہ حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک واجب ہین اور شافعیہ و حنبلیہ کے نزدیک مستحب ہین-**ف** بعض اشارات عرائس مین ہے کہ بیت اللہ امیدوارون کا مرجع اور خائفون کا مامن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اس مین آیت ہے جس سے خائف کو سکون ہوتا ہے اور ظالم کو جرأت نہین ہوتی اور امیدوارون کو حسن تجلی سے سکون ہوتا ہے-بعض نے کہا کہ مقام طہارت ہونے سے سکون و رحمت طاری ہوتی ہے اسیواسطے آگے فرمایا

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ

اور کہہ دیا ہمنے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو کہ پاک رکھو گھر میرا واسطے طواف والون کے اور اعتکاف والون کے

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ

اور رکوع اور سجدہ والون کے اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے رب کر اسکو شہر امن کا اور روزی دے اُسکے لوگون کو

مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

میوے جو کوئی اُن مین یقین لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اُسکو بھی فائدہ دونگا

قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ

تھوڑے دنون پھر مین اُسکو قید کر بلاؤنگا دوزخ کے عذاب مین اور بُری جگہ پہونچ ہے اور جب اُٹھانے لگا ابراہیمؑ

الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

بنیادین اس گھر کی اور اسمٰعیلؑ اے رب قبول کر ہم سے تو ہی ہے اصل سنتا جانتا

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا

اے رب اور کر ہمکو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد مین بھی ایک امت حکم بردار اپنی اور جتا ہمکو

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

دستور حج کرنے کے اور ہمکو معاف کر تو ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان

اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کی پاکی مین نشان قدرت و نشان شریعت کو جمع فرمایا کیونکہ جانور وہان بیٹ و نجاست نہین کرتے اور آدمیون مین بھی کوئی ایسا نہین گذرا اور باوجود اسکے حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ-اور ہمنے ابراہیم و اسمٰعیل کو حکم فرمایا کہ میرے بیت العتیق کو طواف کرنے والون کے لیے اور اعتکاف کرنے والون کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والون کے لیے پاک رکھو-

یعنے نجاست وگندگی مین سے کچھ بھی اسکو نہ پہونچے یہ تفسیر حسن بصریؒ ہے ۔ ابن جریج نے کہا کہ مین نے عطاؒ سے پوچھا کہ یہان عہد کے
کیا معنے ہین فرمایا کہ حکم دیا اور یہی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ محاورہ عرب مقتضی ہے کہ یہان اس سے وحی مراد ہو یعنے
ہمنے ابراہیم و اسمٰعیل کو وحی فرمائی ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ پاک رکھو یعنے بتون سے پاک رکھو ۔ مجاہد و سعید بن جبیر نے کہا کہ بتون و فحش کلام و کلمہ
کفر و بہتان اور ہر قسم کی گندگی سے پاک رکھو ۔ عبید بن عمیر و ابو العالیہ و سعید بن جبیر و مجاہد و عطا و قتادہ نے کہا کہ توحید کے ساتھ اسکو شرک سے
پاک رکھو (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر پر وحی کا حاصل یہ ہوگا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے وقت سے حکم آلٰہی چلا آتا ہے کہ بیت اللہ کو
شرک و نجاسات سے پاک رکھا جائے پھر جو شخص اسمین بت لایا اور شرک پھیلایا اُسی نے حکم آلٰہی سے مخالفت کی و سنت ابراہیم علیہ السلام سے پھر گیا
اسیواسطے حدیث مین ہے کہ مینے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ جہنم مین اپنی آنتین اوجھ کے ساتھ گھسیٹتا پھرتا ہے جیسے چکی کو گدھا گھماتا ہے اور اسی نے
پہلے سانڈ چھوڑنے کی رسم نکالی اور اسی طرح جو شخص پہلے بت لایا اسکو بھی آپ نے جہنم مین دیکھا ۔ م ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ طواف کرنے والے
تو معروف ہین لیکن سعید بن جبیر نے کہا کہ طائفین وہ لوگ ہین جو پردیس سے زیارت بیت اللہ کے لیے آوین اور عاکفین وہ لوگ جو مکہ مین
رہتے ہین ۔ اور عطا نے کہا کہ جو شخص پردیس سے آکر مکہ مین مجاور رہو وہ عاکفین مین سے ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ پھر جو شخص وہین رہتا ہو اسکا نام مجاور ہے
اور وکیع نے اپنی تفسیر مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جو شخص مسجد الحرام مین بیٹھے وہ عاکفین مین سے ہے یعنے معتکف ہے اور ثابت البنانی رحمہ اللہ نے
عبداللہ بن عبید بن عمیر سے کہا کہ مین امیر مکہ سے کہنے والا ہون کہ جو لوگ مسجد الحرام مین سوتے ہین انکو روکا جائے کیونکہ وہ احتلام سے جنب
ہوجاتے ہین اور ریاح وغیرہ سے حدث ہوجاتا ہے تو عبداللہ بن عبید نے کہا کہ ایسا مت کر اسواسطے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انکا حال
پوچھا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ عاکفین ہین (ابن ابی حاتم و عبد بن حمید باسناد صحیح) شیخ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہوا
کہ جس زمانہ مین ابن عمرؓ بالغ کوارے تھے تو مسجد نبوی مین سویا کرتے تھے (کما فی الصحیح) ابن عباسؓ نے کہا کہ جو شخص مسجد الحرام مین نماز پڑھے وہ رکع السجود
مین سے ہے لیکن اسکی اسناد ضعیف ہے ۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے بتون و انکی عبادت و شرک سے پاک رکھنے کا حکم دیا اور اسکا حاصل یہ ہے کہ بنا کعبہ
خالص توحید آلٰہی عزوجل کے واسطے ہو (**مسئلہ**) طواف افضل ہے یا وہان نماز پڑھنا جمہور علما نے کہا کہ نماز مطلقًا افضل ہے ۔ اور امام مالکؒ نے کہا کہ
جو لوگ پردیس سے آوین انکے لیے طواف افضل ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ آیت مین مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ سب کی تردید ہے کیونکہ مشرکین تو اسمین بت پرستی
کی نجاست پھیلاتے تھے اور یہ عہد ابراہیم علیہ السلام سے مخالفت تھی اور یہود و نصاریٰ نے اسکا حج نہین کیا باوجودیکہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی فضیلت جانتے ہین
مگر کچھ بھی قدر انکی جانا کہ حضرت موسیٰ وغیرہ انبیا نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے شیخ نے لکھا کہ مسجدون کے پاک رکھنے کا حکم اسی آیت سے لیا گیا ہے اور
ساتھ ہی احادیث کثیرہ بھی وارد ہین ۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے صحیحین وغیرہ سے وہ احادیث نقل کین جنسے ثابت ہوا کہ مکہ حرم محترم ہے اور اُسکا
درخت کاٹنا جائز نہین اور وہانکے وحشی جانور و صید کو بھڑکانا جائز نہین اور وہان گرا ہوا لقطہ کسیکو حلال نہین ہے کہ اٹھا دے سوائے
ایسے شخص کے جو اس غرض سے اُٹھاوے کہ شناخت کراکے مالک کو پہونچا دے ۔ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانون و زمین کے پیدا کرنے کے وقت
سے مکہ کو حرم محترم قرار دیا اور اسکے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسکو بلد الحرام کیا یعنے حکم آلٰہی پہونچا دیا پس اسمین قتال وغیرہ جائز نہین
ہے اور فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میرے واسطے صرف ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی پھر وہ بدستور
حرام ہوگیا اور آپ نے تنبیہ فرمائی کہ آئندہ اگر کوئی شخص یہان اس دلیل سے قتال کرنا چاہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہان
قتال کیا ہے تو تم لوگ اُس سے کہیو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالے نے اجازت دی تھی اور تمکو کوئی اجازت نہین ہے چنانچہ احادیث

ل تحقیق آنچہ بعدہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگی ۱۲

صحیحین مین مصرح ہی اور حدیث جابرؓ مین ہی کہ مکہ مین کسیکو ہتھیار اُٹھانا حلال نہین ہی (صحیح مسلم) لہذا فرمایا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ
رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا - اور ذکر کر جب ابراہیم نے کہا کہ ای رب اسکو امن کا شہر کردے - ف جو کوئی اسمین داخل ہو
مامون ہوجاوے - وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ - اور اسکے لوگون کو پھلون سے رزق دے - ف لیکن چونکہ اسکے
لوگون مین بعضے کافر بھی ہونگے اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالے نے متنبہ فرمایا تھا کہ ظالمون کافرون کو میرا عہد نہین پہونچیگا تو ابراہیم علیہ السلام نے
کمال ادب کے ساتھ رزق کی دعا مین بھی کافرون کو نکال ڈالا اور کہا - مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ - یعنی ایسے
شخص کو جو اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان لایا - ف یعنے مکہ کے لوگون مین سے انکو ثمرات کا رزق عطا فرما جو اللہ تعالی و روز قیامت پر
ایمان لاوین - لیکن اللہ تعالے نے رزق مین کافرون کو شامل رکھا قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى
عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ - اللہ تعالے نے فرمایا اور جسنے کفر کیا تو اسکے تھوڑے دنون تک تمتع عطا کرونگا پھر اسکو
مجبور کرکے عذاب دوزخ مین لاؤنگا - اور وہ برا مرجع ہی - ف یعنے جب ابراہیم علیہ السلام نے حسن ادب سے دعاے رزق مین کافرون کو
نکالا یعنے کافرون کے واسطے رزق کی دعا نہین فرمائی بلکہ یہی کہا کہ مومنون کو عطا کر تو گویا مومنون کے حق مین قبول فرماکر یون کہا کہ
ہان مومنون کو عطا کرونگا اور کافرون کو بھی چند روز تک انکی زندگی بھر رزق دونگا پھر ان سرکشون کو جبراً مجبور کرکے دوزخ مین ڈالونگا چنانچہ
یہ بات ظاہر ہی کہ ہر شخص موت سے لاچار ہوکر آخرت مین جاتا ہی اگرچہ زندگی مین منکر ہو پھر تنبیہ فرمائی کہ دوزخ بہت برا مرجع ہی یعنے کفار اپنی
شامت سے دنیائے فانی کو چھوڑکر جہان لوٹ جاوینگے وہ ٹھکانا بہت برا ہی - ابن عباسؓ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام ثمرات مکہ کو تو صرف مومنون ہی کے
واسطے مخصوص فرماتے تھے لیکن اللہ عزوجل نے نازل فرمایا کہ مین کافرون کو بھی کچھ رزق دونگا کیونکہ یہ نہین ہوسکتا کہ مین مخلوق کو پیدا
کرکے اسکو بے رزق چھوڑ دون لیکن یہ مدت قلیل ہوگی تو پھر اسکی سرکشی کے موافق اسکو عذاب النار کی جانب مجبور کرونگا پھر ابن عباسؓ نے
یہ آیت پڑھی - كلا نمد هؤلاء وهؤلاء من عطاء ربك وما كان عطاء ربك محظورا یعنی فریق مومنین و فریق کافرین ہر ایک کو عطاء الٰہی مین سے
مدد دینگے اور تیرے پروردگار کا عطیہ ممنوع نہین ہی - ھ - اسیواسطے حدیث مین آیا کہ بدگوئی سننے مین اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی صابر نہین ہی
کہ یہ لوگ اسکے لیے فرزند بتلاتے ہین حالانکہ وہ انکو رزق و عافیت دیتا ہی (الصحیحین) اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے ظالم کو مہلت دیتا ہی پھر جب
اسکو گرفتار فرماتا ہی تو وہ چھوٹ نہین سکتا ہی اور یہ آیت پڑھی - كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهي ظالمة ان اخذه اليم شديد - یعنے تیرے پروردگار
کی گرفت یون ہی ہی جب وہ ظالم قریات کو بحالت انکے ظلم کے گرفتار فرماتا ہی بیشک اُسکا گرفتار کرنا سخت دردناک ہی - ھ - (الصحیح) اور ثابت
ہی کہ مومن کو اسکے جان و مال مین آفات پہونچتی رہتی ہین جو اسکے گناہون کا کفارہ ہوجاوین حتی کہ وہ دنیا سے پاک نکلتا ہی اور کافر و منافق
مانند درخت صنوبر کے جب کٹتا ہی تو یکبارگی جڑ سے جاتا ہی (کما فی الصحیح) وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ -
اور ذکر کر جب ابراہیم اس بیت کی نیو یا دیوارین اٹھاتا تھا اور اسمعیل - ف کیونکہ اسمعیل علیہ السلام بھی پتھر و گارے سے مدد پہونچاتے تھے اور
جیسے نیک بندون کا قاعدہ ہوتا ہی کہ اپنے اعمال مردود ہوجانے سے ڈرتے رہتے ہین یہ دونون بزرگ پیغمبر بھی بناتے اور دعا کرتے جاتے کہ رَبَّنَا
تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ - اے رب ہمسے قبول فرما تو ہی چھا سننے والا جاننے والا ہی - ف کہ بندون کی دعائین سنتا اور انکے اخلاص
بندگی کو جانتا ہی وہیب ابن الورد جب اس آیت کو پڑھتے تو روتے اور کہتے کہ خلیل اللہ عمارت بیت اللہ اٹھاتے پھر بھی خوفناک ہین کہ شاید قبول نہو
(ابن ابی حاتم) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے مومنین صادقین کا یہی حال بیان فرمایا بقولہ - والذین یؤتون ما اتوا وقلوبهم وجلة

الآیۃ - یعنے راہ الٰہی مین صدقات دیتے حالانکہ اُنکے دل تھرتھراتے کہ ایسا نہو جو قبول نہو اور یہی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین بروایت صحیح وارد ہے - بعض مفسرین نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بنیاد اُٹھاتے تھے اور اسمٰعیل علیہ السلام یہ دعا کرتے جاتے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ دونون بنیاد اُٹھاتے اور دونون دعا کرتے تھے اور تتمہ دعا یہ ہے رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ - ہمارے رب اور ہم دونون کو اپنی خدمت کے واسطے مطیع کرے اور ہم دونون کی ذریات میں سے بھی ایک امت کو اپنے واسطے مطیع کرے اور ہمکو ہمارے مناسک کھلا اور ہمپر مغفرت سے رجوع فرما بیشک تو رجوع فرمانے والا رحیم ہے ف یہ اگرچہ دعاے اول کا تتمہ ہے لیکن درمیان مین ربنا (ہمارے رب) بڑھانے مین اپنے رب عزوجل کے ترحم کی آرزو ہے اسیواسطے دعا مین مستحب ہے کہ جتنی باتین ہون یہ اور یہ آخر تک ان سب کے بیچ مین رب عزوجل کی حمد وثنا و اپنی بندگی کا اشارہ لاوے مثلاً اے رب میرے مین بہت گنہگار ہون اپنے گنہگار ہون کا معترف ہون مجھے اپنے فضل ورحمت سے بخش دے اور اے رب میرے مین ضعیف عاجز ہون اپنی طاقت وقوت کے گمان سے بیزار ہون تیری ہی حول قوت پر بھروسا کرتا ہون تو ہی مجھے اپنی قوت سے اپنی خدمت مین قبول کرلے اور اے رب میرے مین اپنی ذات سے اس لائق نہین ہون مگر تو اپنے فضل ورحمت سے مجھے اپنے نیک بندون کے ساتھ ملا دے اور یہ طریقہ سورۂ بقرہ و سورۂ آل عمران کے آخری رکوع مین انشاء اللہ تعالے خود معلوم ہو جائیگا اور یہان مسلمین سے مطیعین مراد ہے کیونکہ اُن دونون کو ایمان نبوت حاصل تھا تو رفع درجات کے واسطے خدمات وطاعات کی دعا فرمائی اور یہ دلیل ہے کہ خالق افعال حق عزوجل ہے جیسے ایمان کو بندے کے دل مین پیدا کرنے والا بھی وہی حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور یہان اس نکتہ لطیف پر غور کرنا چاہیے کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام مین سے ایک امت مومنہ کے لیے اہتمام عجیب فرمایا کہ اُنکے واسطے اول خانہ کعبہ بنوایا اُنکے جدو پیغمبرون سے یہ دعا کرائی اور چونکہ خانہ کعبہ کو تمام مساجد پر شرف حاصل ہے تو جس امت مسلمہ کے واسطے اس بیت اعظم کو قبلہ بنایا اُسکی شرافت خود سمجھ لینا چاہیے اور یہ قیاس نہین ہے بلکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تا ظہور مبارک اپنے حق مین فرمایا ہے کہ ہمیشہ اللہ عزوجل نے مجھکو دو فریق مین سے بہتر فرقہ مین رکھا یعنے آپکا نطفۂ مبارک ہر زمانہ مین ایسی قوم مین منتقل ہوتا آیا جو اللہ تعالے کے نزدیک سب سے بہتر تھا پس حضرت اسمٰعیل و اسحٰق علیہما السلام مین سے حضرت اسمٰعیل افضل ہین چنانچہ قولہ تعالیٰ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مطلق آویگا لیکن یہ مسئلہ اسواسطے احتیاطاً کمتر ذکر کیا جاتا ہے کہ عوام لوگ دو پیغمبر کی نسبت کوتاہ نظر سے دیکھتے ہین حالانکہ کسی پیغمبر کی شان مین ذراسی بھی نقص کی نگاہ کرنا کفر ہے لہٰذا اُنپر فرض ہے کہ جب اسطرح دو پیغمبرون مین ذکر آوے تو پہلے مفضول کو کمال تعظیم نبوت کی نظر سے دیکھین گویا آفتاب کامل ہے پھر جب اُنسے افضل پیغمبر بتلایا جائے تو قدرت الٰہی کی راہ سے خوشی و تعجب کے ساتھ سبحان اللہ کہین اور عظمت حق عزوجل کے تحت مین پست ہو جاوین کہ حضرت خالق عزوجل کی شان کبریائی وہ ہے کہ جسنے اپنے بندون مین ایسے ایسے بزرگ پیدا فرمائے جنکی شان ہمارے قیاس سے باہر ہے - بالجملہ یہ امت مسلمہ ایک مدت تک اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے چلی آئی پھر وہ لوگ مشرک ہوگئے پھر اللہ عزوجل نے حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اس دعاے ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو کامل فرمایا کیونکہ اگلی آیت مین اس دعا کا تتمہ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتک الآیۃ - مخصوص بشان پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ خانہ کعبہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلد الحرام لکھا ہوا مقدر تھا جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالے کے نزدیک خاتم النبیین مکرم تھے باوجودیکہ آدم علیہ السلام کا قالب خاکی بھی ہنوز تیار نہین ہوا تھا چنانچہ حدیث صحیحین

مصرح و مشہور ہے اور دعاے ابراہیم یعنے - ربنا وابعث فیھم رسولا منھم الآیہ - مین محقق مذکور ہے لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی ابتداے شان کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مین اپنے پدر اعلیٰ حضرت ابراہیم کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسیٰ بن مریم کا
بشریٰ ہون اور جب مین پیدا ہوا میری والدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے مکانات روشن ہوگئے (ابن کثیر) مترجم کہتا ہے کہ بچپن مین جب
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت مین تھے اور آپ جنگل کی جانب مع فرزند حلیمہ یعنے رضاعی بھائی کے تشریف لے گئے
اور آپ نے برادر رضاعی کو کسی مقصد سے گھر بھیجا تو آپنے دیکھا کہ دو پرند سفید اُڑتے آتے ہین پس ایک نے کہا کہ یہ وہی ہے تو مین دوسرے نے کہا کہ
ہان پس دونون اُتر پڑے حالانکہ وہ دونون فرشتے تھے اور اُنھون نے آپکا سینہ شق کرکے اُسمین سے خط شیطان نکال ڈالا اور نور سے معمور کر دیا
اور جب برادر رضاعی آیا تو آپ کو سب طرح تندرست پایا لیکن شق الصدر کا نشان ظاہر تھا اور آپکا چہرہ کسیقدر متغیر تھا پس اُس مرد سعید نے
اپنی والدہ حلیمہ سے ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حال بیان کر دیا حضرت حلیمہ نے متردد ہوکر آپ کو ہمراہ لیکر مکہ معظمہ مین لاکر
آپکی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیا اور یہی عذر بیان کیا تو آپ کی والدہ ماجدہ کو اس بات سے کچھ بھی تعجب نہوا بلکہ فرمایا کہ ہان مین نے تو اسکی پیدائش
وقت عجب نور دیکھا کہ مجھے ملک شام کے قصور نظر آتے تھے (رواہ الدارمی) رہا یہ امر کہ شام کے قصور خاصۃً ظاہر ہونے مین کیا حکمت تھی تو
عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ یہ نکتہ بیان ہوگا اور چونکہ شیخ امام ابن کثیرؒ نے اس مقام پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا یہان رہنا بروایت بخاریؒ
بیان کیا اور بیشک اُسکا ذکر موزون ہے لہذا مترجم چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی مختصر حال ابتداے بیان کرکے اس روایت صحیح سے
مربوط کرے چونکہ مقدمہ مین اور نیز ان آیات کی تفسیر مین فی الجملہ ذکر ہوچکا ہے تو اُنکے اعادہ سے تطویل و نیز بے فائدہ ہوگا پس مختصر بیان یہ ہے کہ
بعض مورخین نے لکھا کہ قدیم زمانہ مین بابل تا بغداد بت زرخیز ملک شاہ نمرود بت پرست کی سلطنت مین تھا جو حماقت سے خدائی کا
دعوے کرتا تھا اُسکو نجومیون نے آگاہ کیا کہ امسال تیری سلطنت مین ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے تیرا زوال ہوگا لہذا نمرود نے ہر مولود کو قتل
کرنا شروع کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے یہ دیکھکر پہاڑ کے غار مین وضع حمل کے بعد چھوڑ دیا کہ آنکھون کے سامنے قتل ہونے سے
بہتر ہے کئی دن کے بعد بیتاب ہوکر وہان رونے گئین تو دیکھا کہ بچہ زندہ پڑا ہوا اُنگلیان چوستا ہے اللہ تعالیٰ نے انکو اسی طرح رزق دیا اور
دنون ایسا بڑھتے جیسا کوئی بچہ سالون بڑھتا ہے حتی کہ ایک برس کے بعد باہر آکر عجائب قدرت الٰہی مین فکر کرنے لگے پہلے تارا پھر چاند پھر سورج کو
خدا مانا لیکن ہر ایک اپنی حالت سے متغیر ہوکر ڈوب گیا تو پہچانا کہ یہ سب مخلوقات ہین اور میرا رب وہی جوان سب کا خالق ہے -
بعض نے کہا کہ نہین بلکہ انکی والدہ اُنکو غار کے اندھیرے سے نکال کر گھر لائین چونکہ پندرہ برس کے جوان معلوم ہوتے تھے تو کسی نے انکو
سال گذشتہ کی پیدائش نجانا آخر جب چالیس برس مین نبوت ہوئی تو اپنی قوم دیکھا کہ ستارے پوجتے ہین تو اُنکی فہمایش کے واسطے ایک
ستارہ کو جگمگاتا ہوا دیکھکر فرمایا کہ یہی رب ہے جب وہ صبح کو نابود ہوا تو چاند کو رب بنایا وہ بھی غروب ہوا تو کہا کہ سورج سب سے بڑا ہے پھر جب
وہ بھی ڈوبا تو حجت قائم کی کہ ایسی متغیر ڈوبنے والی چیزین کیونکر رب ہوسکتی ہین بلکہ رب وہی ہے جسنے سب کو پیدا کیا - مترجم کہتا ہے کہ انکی
قوم کثر انمین ستارہ پرست تھے چنانچہ صابئین کے بیان مین ذکر ہوچکا ہے اسیطرح یہ لوگ ستارون کے موافق بت بناکر انکا رب النوع و معبود
سمجھتے تھے اور سال مین ایک روز عید کے لیے جنگل مین جمع ہوتے اُس دن فہمایش کا موقع پاکر لوگون سے کہا کہ مین بیمار ہون جب
لوگ باہر گئے تو اُنکے بت خانہ مین گھسکر تبر سے سب چھوٹے بتون کے ہاتھ پانوٗن توڑ ڈالے اور بڑے بت کی شکل بگاڑ دی اور تبر اُسکے
کندھے پر رکھدیا جب یہ لوگ آئے اور یہ حال دیکھا تو غوغا ہوا کہ یہ کسنے کیا آخر چرچا ہوا کہ وہ جوان جسکا نام ابراہیم ہے وہی انکے عیوب بیان کیا کرتا تھا

آخر انکو پکڑ کر لے گئے تو آپ نے فرمایا بلکہ انھین مین سے بڑے بت نے کیا ہی پس تم انسے پوچھو اگر بول سکتے ہون (مطلب یہ تھا کہ اسی بت
کی شامت نے ایسا کرایا اگرچہ یہ ظاہر ہی کہ خود بت کیونکر کرتا اسیواسطے فرمایا کہ انسے پوچھو اگر بولتے ہین) کہنے لگے کہ یہ تو خوب معلوم ہی
کہ یہ بول نہین سکتے ہین فرمایا کہ پھر تم ایسی چیزون کو اپنا خدا بناتے ہو کہ جسکو بولنے کی بھی طاقت نہین اور جو اپنی ذات سے مار پیٹ
دور نہ کر سکا وہ تمکو کیا نفع وضرر پہونچاویگا یہ سنکر شرمائے اور راہ ضلالت سے نور توحید کی جانب جھکے لیکن ازلی کافرون کے قلوب پھر
ہوتی اور راہ بند ہوتی ہی پس نور نہ پایا۔ دیکھو اعلی رؤسہم۔ یعنے سر کے بل اوندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم ہمکو ہمارے باپ دادون کے
دین سے پھیرنا چاہتے ہو حضرت نے فرمایا۔ انتم وآباؤکم فی ضلال مبین۔ یعنے تم اور تمھارے باپ سب ہی کھلی گمراہی مین پڑے ہو نمرود بولا کہ اصلی
معبود مین ہون اور یہ تو میرے تابعین ہین اور مین کیا نہین کر سکتا ہون جو تمھارا خدا کر سکتا ہی حضرت نے فرمایا کہ میرا پروردگار تو زندگی و موت دیتا ہی
نمرود احمق نے دو قیدیون کو بلایا جنمین ایک بری تھا اور دوسرا پھانسی کے قابل تھا پس بے خطا کو پھانسی دیدی اور جو پھانسی کے قابل تھا اسکو چھوڑ دیا
اور کہنے لگا کہ دیکھو مین بھی زندگی و موت دے سکتا ہون حضرت نے اسکو سخت احمق دیکھکر فرمایا کہ میرا رب تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہی بھلا تو
اسکو مغرب کی طرف سے تو نکال پس یہ کافر مبہوت ہو کر رہگیا اور ابراہیم علیہ السلام نے لوگون کو دعوت توحید فرمائی مگر انھونے بجاے ایمان کے
نمرود سے بتون کا قصاص چاہا اور متفق ہوئے کہ اپنے بتون کی مدد کرو اور ابراہیم کو آگ مین جلادو کہ یہ اپنے خدا کی بہشت پر مغرور ہی پس زیر کوہ بہت بڑا
لکڑیون کا انبار جمع کر کے آگ لگائی کہ جسکا شعلہ پہاڑ تک بلند ہوتا حتی کہ پرندہ اوپر سے نہین اڑ سکتا تھا تو کسیکو اسکے قریب جانے ہی کی مجال نہین تھی
حیران ہوئے کہ ابراہیم کو اسمین کیونکر ڈالین آخر کار پہاڑ پر گوپھن لٹکا کر اسمین بٹھا کر پھینکنا چاہا یہ حال دیکھکر ملائکہ آسمانون مین تھرائے کہ الٰہی رب عزوجل
اپنے بندہ صالح ابراہیم علیہ السلام پر رحم فرما حکم ہوا کہ جاؤ جو کچھ ابراہیم مدد مانگے اسکو مدد پہونچاؤ یہ سنکر بڑی خوشی سے باری باری بڑے بڑے
ملائکہ آئے کہ حکم ہو تو ہم پانی سے یہ آگ بجھادین کسی نے کہا کہ ہوا سے یہ آگ نمرودیون پر ڈالین مگر آپ نے سکوت کیا آخر جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا
کہ آپ کیون نہین کہتے تا کہ مین یہ تختہ لوٹ دون آپنے فرمایا کہ ای جبرئیل مجھے تمھاری حاجت نہین ہی کیونکہ میرا رب عزوجل کافی ہی یہ آواز سنکر
ملائکہ آپکے کمال یقین پر تعجب کرنے لگے لیکن جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اچھا آپ اپنے رب عزوجل ہی سے مدد مانگین آپ نے فرمایا کہ
جبرئیل کیا وہ میرے حال کو نہین جانتا ہی جبرئیل نے کہا کہ کیون نہین تو فرمایا کہ پھر اسکا جاننا میرے واسطے بہت کافی ہی اتنے مین کافرون نے
آپکو پھینکا تو حضرت رب عزوجل جسکے قبضہ قدرت مین تمام کائنات مسخر ہی اسکا حکم پہونچا کہ ای آگ تو ابراہیم کے واسطے خنک خوشگوار ہو جا
پس اس نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی گود مین لے لیا اور لوہے کی زنجیر و بند سب پانی کر دئیے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس گلزار مین تخت پر
حلہ بہشتی پہنے نماز مین مشغول ہوئے کیونکہ کافرون نے آپکو برہنہ کر کے آگ مین پھینکا تھا روایت ہی کہ چالیس روز مین دھوان فرو ہوا
اور انگارے ہو گئے تو نمرود اپنے محل کے کوشک پر سیر دیکھنے چڑھا اور اسکا دل خائف تھا ناگاہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز مین مشغول
ہین یہ ہولناک منظر دیکھکر قریب تھا کہ بیہوش ہو کر گرے آخر سنبھل کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام ہین اور آواز دیکر باہر بلایا
حضرت ابراہیم علیہ السلام ان انگارون کو طے کرتے ہوئے باہر آئے نمرود خوفناک متحیر ہو کر عرصہ تک گھر سے باہر نہین نکلا اور سوچتا تھا کہ اسلام لاؤن
لیکن بدبختی سے اسکا نفس بھنچتا آخر کار ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تمھارا رب بیشک زبردست بادشاہ ہی مین اسکے واسطے قربانی کرونگا
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک تو کفر نہ چھوڑے تیری طاعت قبول نہو گی۔ روایت ہی کہ اسنے چار ہزار گائین قربانیان کین نمرود سے
پوشیدہ تھوڑے لوگ ایمان لائے ازانجملہ حضرت لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور حضرت سارہ جو انکے چچا کی بیٹی تھین

مسلمان ہو گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے نکاح کر لیا جب نمرود کو کچھ خفیہ حال معلوم ہوا تو اُسنے حکم دیا کہ تم میری بادشاہی
تباہ کروگے تم یہان سے نکل جاؤ آپ نے بحکم الٰہی عزوجل ہجرت اختیار کی اور چلتے وقت اپنے باپ سے کہا کہ میرے ساتھ چلو مین تمکو راہ راست بتلاؤنگا
ہر چند سمجھایا مگر اُسنے ازلی بدبختی سے جواب دیا کہ اے ابراہیم تو میرے بتون کی مذمت اور مجھکو بہکانے سے درگذر ورنہ مین تجھے پتھرون سے مارڈالونگا
اور میرے تیرے درمیان مدت تک جدائی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ مین تمھارے واسطے دعا کرونگا کیونکہ میرا رب مجھپر بہت مہربان ہے
اور حضرت لوط نے کہا کہ مین ایمان لایا اور اپنے رب عزوجل کی جانب ہجرت کرتا ہون اور حضرت سارہ بھی ساتھ ہوگئین حضرت ابراہیم علیہ السلام
مع سارہ کے جاتے جاتے ملک مصر مین پہونچے وہان کے بادشاہ فاسق نے سنا کہ ایک مسافر کے ساتھ نہایت حسین عورت ہے تو اُسنے اپنے آدمی
بھیجے اگر اُسوقت ظاہر کیا جاوے کہ ابراہیم علیہ السلام شوہر ہین تو شاید وہ فاسق اُنکو قتل کر کے حضرت سارہ کو طلب کرتا لہٰذا آپنے حضرت سارہ
سے کہا کہ تو میری دینی بہن ہے اور اس زمین پر سوائے میرے اور تیرے کوئی مسلمان نہین ہے پس مین ان لوگون سے یہی کہتا ہون کہ میری بہن ہے پس
وہ لوگ حضرت سارہ کو لینے کو آئے کہ یہان کا بادشاہ بلاتا ہے تاکہ حال دریافت کرے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صبر کیا اور نماز مین مشغول ہوگئے ادھر حضرت
سارہ جب اس بادشاہ کے یہان پہونچین تو اُسنے بظاہر حال دریافت کیا اور تنہا مکان مین مکر کا قصد کیا حضرت سارہ نے اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگی
کہ ناگاہ اس شاہ فاسق کو مرگی نے دبوچا جسکے صدمہ سے اُسکی آنکھین نکل آئین اُسنے اشارہ سے کہا کہ میرے حال پر رحم کر مین پھر ایسا نہین
کرونگا لیکن جب اُس حالت سے چھوٹا تو پھر تھوڑی دیر کے بعد مکر کا قصد کیا اور اگلی مرتبہ اول سے بھی زیادہ بدتر کیفیت ہوئی اور اُسنے پھر
عاجزی کی اور بعد رہائی کے پھر وہی مکر کا قصد کیا اور اس مرتبہ قریب المرگ ہوگیا اور بہت عاجزی سے جب نجات پائی تو فوراً حکم دیا کہ یہ
کوئی جنیہ ہے اور خوف سے ہاجرہ یا آجرہ نامی کنیز اُنکے حوالہ کی اور کہا کہ ہمارے ملک سے ان سب کو خارج کرد۔ کہتے ہین کہ آجرہ بھی کوئی بزرگ
زادی تھی اور فاسق مذکور اُنپر بھی قادر نہین ہوتا تھا لہٰذا اُسنے جنیہ سمجھکر دونون کو نکال دیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وہان سے واپس آئین تو جب
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام پھیرا تو ان سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مکر کافر کو مردود کیا اور یہ آجرہ خدمتگذاری کے واسطے حاصل ہوئین اور
تمام واقعہ بیان کیا اور شاہ فاسق کے سپاہیون نے حکم پہونچایا کہ تم لوگ یہان سے نکل جاؤ ورنہ قتل کیے جاؤگے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہان
سے واپس ہوکر ملک شام مین قریب فلسطین کے اُترے اور اللہ تعالےٰ نے انکی زراعت مین برکت عطا فرمائی اور گائے بکریان بکثرت ہوگئین اور انپر
مہمان نوازی فرض فرمائی اور یہین سے لوط علیہ السلام کو دیہات سدوم کی جانب روانہ کیا کہ بنیابت ابراہیم علیہ السلام کے لوط علیہ السلام
وہان پیغمبر تھے اور بعد ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو حال نمرود کا ہوا وہ اپنے موقع پر بیان ہوگا پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے ایک
روز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ مجھسے تمھاری اولاد نہین ہوئی اگر چاہو تو آجرہ کو تمھین بخش دون حضرت نے اسکو منظور کیا اور اُنسے حضرت
اسمعیل علیہ السلام پیدا ہوئے لیکن آخر مین حضرت سارہ کو رشک ہوا تو چاہا کہ اپنی نظر سے دور کرین۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو زمین مکہ مین پہونچانے کا
حکم دیا صحیح بخاری مین ابن عباس رض سے روایت ہے کہ عورتون مین سب سے پہلے پٹکا باندھا وہ مادر اسمعیل علیہ السلام ہین کہ انھونے اسواسطے پٹکا باندھا تھا
کہ سارہ رضی اللہ عنہا پر اثر حمل ظاہر نہو پھر ابراہیم علیہ السلام اُنکو اور اسمعیل علیہ السلام کو اپنے مقام شام سے لیکر چلے حالانکہ اسمعیل
علیہ السلام اُسوقت دودھ پیتے تھے پس اُنکو لاکر بیت العتیق کے پاس ایک درخت کے نیچے جو زمزم سے اوپر کو اعلائے مسجد مین تھا بٹھا دیا
یعنے اُس زمانہ مین صرف اِس درخت کا نشان تھا اور مکہ مین اندنون کوئی آدمی نہ تھا اور نہ یہان پانی تھا پس ان دونون کو وہان بٹھا کر
ایک مشک پانی اور ایک تھیلی چھوہارے کی رکھی اور منھ موڑ کر جانب شام روانہ ہوئے تو حضرت آجرہ اُنکے پیچھے چلین اور کہنے لگین کہ

ای ابراہیم آپ ہمکو کہان چھوڑے جاتے ہین کہ اس وادی مین نہ کوئی چیز ہے اور نہ کوئی مونس وغمخوار ہی آجرہ نے یہ کلمہ بار بار کہا مگر حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے کچھ جواب نہ دیا تب پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا آپ کو یہ حکم دیا ہی فرمایا کہ ہان تو آجرہ نے کہا کہ اچھا آپ تشریف لیجائیے اللہ تعالیٰ
ہمکو ضائع نہین فرماویگا جب ابراہیم علیہ السلام نکلکر ثنیۃ الوداع تک پہونچے (اور آپکو بتلا دیا گیا تھا کہ یہین بیت العتیق ہی) تو خانہ کعبہ کی طرف
منہ کرکے دعا مانگی کہ الٰہی مین نے اپنی بعض ذریات کو بے زراعت وادی مین تیرے بیت الحرام کے پاس بسایا۔ ہ پھر جانب شام فلسطین روانہ ہوگئے
اور اس بیابان بے آب مین آجرہ رضی اللہ عنہا تنہا رہتین اور جب تک اس مشک مین پانی رہا پیا کرتی تھین پھر جب پانی چک گیا تو پیاس
غالب ہوئی اور لڑکے کا دم بھی تلے اوپر ہونے لگا آجرہ نے آنکھون سے یہ حالت دیکھنا گوارا نکیا اور کوہ صفا کو سب سے نیچا پہاڑ پاکر چڑھین
اور جنگل مین دور دور نظر ڈالی مگر کوئی نظر نہ آیا پھر صفا سے اُتر کر وادی سے دامن اُٹھاکر مروہ کی جانب دوڑین جیسے مرد پریشان دوڑتا ہی
حتی کہ مروہ پر چڑھکر نظر کی تو کوئی نظر نہ آیا اور سات مرتبہ یہی حالت ہوئی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ
اسیوجہ سے لوگ ان دونون کے درمیان سعی کرتے ہین پھر جب آجرہ کوہ مروہ پر تھین تو ناگاہ ایک آواز سنی تو اپنے جی مین کہا کہ ٹھہر پھر سنین
تو وہی آواز سنی تب کہا کہ تونے آواز سنائی اگر مددگار ہی تو میری مدد کر پس ناگاہ جبرئیل علیہ السلام کو وہان دیکھا جہان چاہ زمزم ہی پس
جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی سے یا بازو سے وہ مقام کھود دیا تو آجرہ نے اُسکو بطور حوض بنانا شروع کیا اور اُسکا پانی لیکر مشکیزہ مین
بھرتی تھین حالانکہ بعد اُلیچنے کے وہ جوش کرتا تھا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالیٰ
رحم کرے کہ اگر وہ اُسکو بہتا چھوڑتین تو زمزم ایک عمیق چشمہ ہو جاتا ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر آجرہ نے پانی پیا اور اپنے فرزند کو پلایا اور
فرشتہ نے اُنسے کہا کہ تم اپنے ضائع ہونیکا خوف نکرو کہ یہان بیت اللہ ہی جسکی عمارت یہ لڑکا اور اسکا باپ بناوینگے اور اللہ تعالے اپنے بندون کو
ضائع نہین فرماتا ہی ابن عباسؓ نے کہا کہ بیت العتیق اُس زمانہ مین ٹیلہ کی طرح زمین سے بلند تھا اور جب سیل آجاتی تو اُسکے دائین بائین ہو کر
نکل جاتی تھی پھر چند روز یہی حال رہا یہانتک کہ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ یا ایک خاندان جرہم کے لوگ جانب کداء سے آکر اسفل مکہ مین
اُترے یعنے راہ مین بسیرا کیا تو اُنھون نے دیکھا کہ آنفہ پرند اُڑتے ہین تب آپسمین کہنے لگے کہ یہ پرند تو پانی کے گرد اُڑا کرتے ہین
اور ہم تو بارہا اُس وادی مین آئے اور کبھی پانی نہین پایا پس اُنھون نے ایک یا دو آدمی دوڑائے کہ ناگاہ اُنھون نے دیکھا کہ پانی کا
ایک چشمہ ہی جب اُنھون نے یہ خوشگوار پانی پایا اور دیکھا کہ پانی کے پاس آجرہ مادر اسمٰعیل ہین تو اُنسے عرض کیا کہ اگر آپ ہمین اجازت دین تو ہم بھی اس پانی کے
پاس اُترین آجرہ نے کہا کہ اچھا لیکن اس پانی مین تمہارا حق نہوگا کہنے لگے کہ یہ ہمکو منظور ہی ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے
کہ یہ اتفاقی بات تھی کہ مادر اسمٰعیل خود چاہتی تھین کہ یہان کوئی مونس ہو پھر جرہمیون نے اپنے گھر والون کو بلایا وہ سب آکر یہین اُترے
یہانتک کہ مکہ مین اُنکے چند گھر ہو گئے اور یہ لڑکا بڑا ہوا تو جوانی مین اُن سب سے انفس واعجب تھا اور اُنھین سے زبان عربی سیکھی پھر آجرہ نے
انتقال فرمایا حالانکہ جرہم نے اپنی لڑکی حضرت اسمٰعیل کو بیاہ دی تھی اسکے بعد ابراہیم علیہ السلام دیکھنے آئے (مشہور یہ کہ اٹھارہ برس کے
بعد آئے تھے) جب گھر مین پہونچے تو اسمٰعیل علیہ السلام کو نہ پایا اور اپنی بہو سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ ہمارے واسطے رزق تلاش کرنے گئے ہین
(تیر سے شکار مار لاتے تھے) پھر ابراہیم نے اس عورت سے بسر اوقات کا حال پوچھا تو اُسنے عرض کیا کہ ہم لوگ بُری طرح سختی وتکلیف مین ہین
یعنے اپنی بسر اوقات کی شکایت کی ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جب تیرا شوہر آوے تو کہیو کہ ایک بوڑھے نے سلام کہا اور یہ کہہ گیا ہی کہ اپنے دروازہ
کی چوکھٹ بدل دے پھر جب اسمٰعیل آئے تو جیسے کسیکو آہٹ مل جاتی ہی اپنی زوجہ سے پوچھا کہ کیا کوئی آیا تھا بولی کہ ہان ہمارے یہان ایسا ایسا بوڑھا آیا تھا

اور ہمسے تمھارا حال پوچھا تو ہمنے کہدیا اور ہمسے بسر اوقات کو پوچھا تو مین نے کہا کہ ہم لوگ سختی و تکلیف مین ہین اسمعیل علیہ السلام نے کہا کہ تجھے کچھ وصیت کی ہے کہنے لگی کہ ہان مجھے کہا کہ تو اپنے شوہر کو سلام کہیو اور اس سے کہیو کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دے اسمعیل ع نے کہا کہ یہ میرے باپ ہین اور مجھکو حکم دیا کہ مین تجھے جدا کر دون پس اسکو طلاق دیکر اسکے گھر والون مین بھیجدیا پھر جرہم مین سے دوسری عورت سے نکاح کیا اور ابراہیم علیہ السلام ایک مدت تک نہین آئے پھر جب اللہ تعالے نے چاہا تب آئے اور اسمعیل ع کو نہ پایا اور انکی بی بی سے اپنی بہو سے پوچھا تو اسنے کہا کہ ہمارے واسطے رزق تلاش کرنے گئے ہین فرمایا کہ تم لوگ کس حال مین ہو وہ بولی کہ ہم اچھی طرح آسایش مین ہین اور اللہ تعالے کا شکر بیان کیا آپ نے کھانے پانی کو پوچھا تو اسنے عرض کیا کہ گوشت و پانی ہماری غذا ہے آپ نے دعا کی کہ الہی انکے گوشت و پانی مین برکت دے (اور ایک روایت مین ہے کہ اسنے خدمتگذاری سے ایک پتھر پر بٹھلا کر سر دھلایا اور نہلایا) ابن عباس رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس زمانہ مین اہل مکہ کے یہان اناج نہ تھا اور اگر ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام اسمین بھی برکت کی دعا فرماتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے مکہ کے اگر کہین کوئی شخص خالی گوشت و پانی پر اکتفا کرے تو موافق نہونگے پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تیرا شوہر آوے تو اسکو سلام کہیو اور حکم دیجیو کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے پھر جب اسمعیل علیہ السلام آئے تو پوچھا کہ کیا تمھارے یہان کوئی آیا تھا زوجہ نے کہا کہ ہان ایک بزرگ نورانی صورت آئے تھے اور انکی تعریف بیان کی پھر تمھارا حال پوچھا تو مینے بیان کیا پھر ہماری بسر اوقات دریافت کی مین نے کہا کہ ہم لوگ اچھی طرح ہین اسمعیل ع نے پوچھا کہ تجھے کچھ وصیت فرمائی کہا کہ ہان وہ تمکو سلام کہہ گئے اور حکم دیگئے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ قائم رکھیو فرمایا کہ یہ میرے باپ ہین اور وہ چوکھٹ تو ہے کہ مجھے حکم دیگئے کہ تجھے اپنے نکاح مین رکھون پھر چند روز تک ابراہیم علیہ السلام نہین آئے پھر جب اللہ تعالے نے چاہا تب آئے اور اسوقت اسمعیل علیہ السلام ایک درخت کے نیچے جو زمزم کے قریب تھا اپنے تیر درست کرتے تھے پھر جب اسمعیل علیہ السلام نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور جس طرح باپ اپنے بیٹے کے ساتھ یا بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہے وہ مراسم پورے کیے پھر فرمایا کہ اے اسمعیل اللہ تعالے نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے اسمعیل نے کہا کہ آپ حکم رب عزوجل پورا فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تو میری اعانت کریگا کہا کہ جی ہان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین اس بلند ٹیلے پر بیت بناؤن پس دونون نے قواعد بیت کو اٹھانا شروع کیا پس اسمعیل علیہ السلام تو پتھر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام اسکو بناتے جاتے تھے جب عمارت اونچی ہوئی تو اسمعیل ع نے یہ پتھر لاکر رکھا اور ابراہیم ع نے اسپر کھڑے ہو کر بنانا شروع کیا اور اسمعیل ع پتھر لاتے اور دونون کہتے جاتے تھے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ یہانتک کہ اسکا دور پورا کیا۔ (رواہ عبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن جریر وغیرہم) اور بخاری کی دوسری روایت مین اسکے مانند مذکور ہے اور اسمین آیا کہ جب آجرہ نے کہا کہ تم مجھے کس پر چھوڑتے ہو تو ابراہیم نے فرمایا کہ اللہ کے بھروسے پس آجرہ نے کہا کہ مین اپنے رب عزوجل کے بھروسہ پر راضی ہون اور اس روایت مین ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو پانی ابل آیا اور اس روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کی برکت بدعاء ابراہیم علیہ السلام ہے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ روایت آئی کہ ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہو کر سرعت کے ساتھ مکہ مین ان لوگون کی زیارت کو آتے تھے پھر شام مین لوٹ جاتے تھے شیخ ابن کثیر رح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اول ہی مرتبہ بیت بنا کر اسمعیل ع و انکی والدہ کو چھوڑ گئے تھے اور شاید مراد یہ ہے کہ وہان پتھر رکھکر احاطہ کے مانند بنا گئے ہون۔ اور دوسری روایت ابن جریر مین ہے کہ حجر اسود کو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے لاکر دیا۔ اور ابن ابی حاتم نے کعب جبار سے روایت کی کہ زمین کی پیدائش سے چالیس برس پہلے اللہ تعالے نے بیت العتیق کو پانی پر خشک بھیجکے پیدا

گیا اور یہین سے زمین بچھائی گئی آور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ابن جریر و قول سدی وغیرہ مین ہی کہ ریح الخجوج نے حضرت ابراہیم کو بیت العتیق کی جگہہ بتلائی اور سدیؒ نے کہا کہ حجر اسود تو جنت سے آدم علیہ السلام ساتھ لائے تھے اور جبرئیلؑ نے ہند سے لاکر ابراہیم علیہ السلام کو سپرد کیا اور امام احمدؒ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ قواعد البیت پہلے سے موجود تھے پھر ابراہیم علیہ السلام نے اُنکو بلند کیا اور عبد الرزاق کی روایت عطاؒ مین ہی کہ اللہ تعالے نے ایک یاقوت جنت کو مقام بیت العتیق مین اُتارا جو طوفان مین اُٹھا لیا گیا۔ اور عبد الرزاق نے عطاء سے روایت کی کہ بنائے کعبہ پانچ پہاڑون ۔ حراء و طور زیتا و طور سینا و جودی و احد سے ہی اور یہ بناء آدم علیہ السلام کی تھی اور اسی پر ابراہیم علیہ السلام نے بنایا ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسناد اگرچہ صحیح ہی لیکن اسمین بعض نکارت ہی اور بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حطیم منجملہ بیت اللہ کے ہی لیکن قریش نے جب خانہ کعبہ بنایا تو تنگی خرچہ کی وجہ سے اُسکو قواعد ابراہیم سے کم کر دیا اگر تیری قوم کا زمانہ کفر سے قریب نہوتا تو مین توڑ کر بناتا اور اسکے واسطے باب شرقی و باب غربی بناتا اور اسکی چوکھٹ زمین سے برابر کرتا (رواہ مسلم وغیرہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنین متصل حجر کا استلام اسیواسطے چھوڑا کہ قواعد ابراہیم پر بیت کی بنیاد نہین ہوئی (الصحیحین)

**(ذکر بنای خانہ کعبہ)** بعد بنائے ابراہیم علیہ السلام کے ابرہہ نے ہاتھیون کا لشکر لیکر خانہ کعبہ گرانے کا قصد کیا جب قریب پہونچا تو قریش بہت پریشان ہوئے اور عبد المطلب اُسکے پاس گئے تو اُسکو عبد المطلب کی ہیبت معلوم ہوئی اور عبد المطلب نے اُس سے بیان کیا کہ اس خانہ کا ایک رب ہی وہی اُسکی حفاظت فرماتا ہی اور اُسکے پاس سے چلے آئے پھر اللہ تعالے نے طیر ابابیل کو مسلط کیا کہ اُنکی کنکریون سے ہاتھی مع لشکر ہلاک ہوگئے اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی پھر جب آپکی عمر پینتیس برس کی تھی یعنے نبوت سے پانچ برس پہلے قریش نے چاہا کہ سیل وغیرہ سے خانہ کعبہ کی بنیاد سست ہوگئی ہی اُسکو گرا کر دوبارہ بناوین۔ محمد بن اسحق نے بیان کیا کہ قریش اُسکی چھت بھی بنانا چاہتے تھے مگر اُسکے گرانے سے خوفناک تھے اور بلندی صرف قد آدم تھی تو اُسکو بلند کرنا چاہتے تھے اور اسکی وجہ یہ واقع ہوئی کہ خانہ کعبہ کے چڑھاوے کا خزانہ جوف کعبہ کے کھتّے مین رہتا تھا اُسکو بعض لوگون نے چُرا لیا اور یہ خزاعہ کے آزاد کیے ہوئے دُویک نام غلام کے پاس پایا گیا تھا پس قریش نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور لوگ کہتے ہین کہ دُویک خود چور نہ تھا بلکہ چورون نے اُسکے پاس رکھا دیا تھا ابن اسحق نے بیان کیا کہ تاجران روم مین سے ایک شخص کی کشتی مقام جدہ مین ٹوٹ گئی تو اُسکی لکڑیان پڑی ہوئی تھین اُن لکڑیون کو لیکر قریش نے چاہا کہ چھت بنا دین اور مکہ مین ایک قبطی بڑھئی رہتا تھا جسنے اُنسے وعدہ کیا کہ مین پاٹنے کا سامان درست کر دونگا لیکن کعبہ کے کھتّے مین سے روز ایک سانپ نکلکر دیوار پر بیٹھتا اور قریش اس سے خوفناک ہوتے تھے کیونکہ جو شخص اُسکے قریب جاتا وہ پھن پھیلا کر منہ پھاڑ کر دوڑتا اسیطرح چند روز گذر گئے ناگاہ وہ اپنے معمول کے موافق دیوار پر بیٹھا تھا کہ اُسپر ایک پرند ٹوٹا اور پنجہ مین دبا کر لیگیا تب قریش نے کہا کہ ہمکو امید ہی کہ اللہ تعالی ہمارے کام سے راضی ہی کیونکہ اسوقت ہمارے پاس لکڑی کا سامان بھی موجود ہی اور بڑھئی بھی مل گیا اور اللہ تعالی نے سانپ کو بھی دور کر دیا پس سب لوگ اُسکے بنانے پر متفق ہوے تو عبد اللہ بن وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم نے جاکر ایک پتھر اُکھاڑا لیکن وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر پھر اپنے مقام پر گرا تو اُسنے قریش سے کہا کہ تم لوگ اس عمارت مین سوائے پاکیزہ کمائی کے کچھ بھی داخل نکرنا حتی کہ اسمین زنا یا سود یا کسی آدمی کا ظلم سے لیا ہوا مال نہو پھر قریش نے کعبہ کے ٹکڑے بانٹ لیے پس دروازہ کی جانب بنی عبد مناف اور بنی زہرہ نے لیا اور رکن اسود سے رکن یمانی تک بنی مخزوم نے لیا اور اُنکے ساتھ چند قبائل قریش مل گئے اور پشت کعبہ واسطے بنی سہم و بنی جمح کے قرار پائی اور جانب حجر واسطے بنی عبد الدار بن قصی اور بنی اسد بن عبد العزی بن قصی اور بنی عدی بن کعب بن لوی کی قرار پائی لیکن لوگون نے

اُسکے گرانے سے خوف کیا تو ولید بن المغیرہ نے کہا کہ پہلے مین پیشقدمی کرتا ہون پس اُسنے کدال لیکر ایک پتھر گرایا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ سوائے بہتری کے ہمارا ارادہ نہین ہے پھر لوگون نے اس رات انتظار کیا کہ دیکھین کیا ہوتا ہے اگر ولید کو کچھ صدمہ پہونچا تو نہین گرائینگے ورنہ ہم جان لینگے کہ اللہ تعالے ہمارے فعل سے راضی ہے پھر صبح کو ولید بدستور اپنے کام پر پہونچا اور گرانا شروع کیا تب لوگون نے بھی گرانا شروع کیا یہانتک کہ بنیاد ابراہیم علیہ السلام تک نوبت پہونچی تب وہان ایک سبز پتھر نکلا جو دانت کی طرح آپسمین دور تک چپٹا ہوا چلا گیا تھا ابن اسحق نے کہا کہ بعض راویون نے مجھسے بیان کیا کہ جو شخص گراتا تھا اُسنے دو پتھرون کے درمیان اوزار ڈالکر جدا کرنا چاہا تو پتھر کی جنبش ہونے سے تمام مکہ ہل گیا تو لوگون نے اس بنیاد کو ویسا ہی چھوڑ دیا پھر قریش کے ہر گروہ نے اسکے بنانے کے واسطے علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کیے پھر بنایا یہانتک کہ حجر اسود تک عمارت پہونچ گئی پس حجر اسود کو اُٹھا کر رکھنے مین تمام قبائل عرب نے مخالفت کی ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ مین ہی اسکو اُٹھا کر رکھون یہانتک کہ گفتگو طویل ہوئی اور لوگ قتال کے واسطے آمادہ ہوئے حتی کہ بنو عبدالدار و بنو عدی بن کعب بن لوی نے ایک خون بھرے پیالہ مین ہاتھ ڈبوئے اور باہم موت پر معاہدہ کیا یعنے دونون لڑکر مرجائینگے اسیواسطے قریش نے انکو خونخوار کہنا شروع کیا غرضکہ چار یا پانچ روز تک قریش اسی حال پر رہے پھر مسجد مین اتفاق کرکے یہ مشورہ قرار دیا کہ جو شخص اس مسجد مین پہلے آوے وہی تم مین فیصلہ کرے اور اُسکے فیصلہ پر راضی ہو جاؤ پس صبح کو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے جب قریش نے آپکو دیکھا تو کہنے لگے کہ بیشک یہ امین ہین ہم انکے فیصلہ پر راضی ہین اور سبھون نے آپ کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک کپڑا لاؤ جب وہ لوگ لائے تو آپ نے حجر اسود کو اُٹھا کر اُس چادر مین رکھا پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ سے ایک کونہ کو پکڑلے اور سب لوگ اُٹھا کر اپنی جگہ پر لیچلو پھر جب یہ لوگ اُس مقام تک لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اُٹھا کر اپنے ہاتھ سے رکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض روایت مین ہے کہ آپ نے قریش سے فرمایا کہ تم سب قبائل ملکر مجھکو وکیل کرو بالجملہ قریش اس فیصلہ پر بہت راضی ہوئے ابن اسحق نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین خانہ کعبہ اٹھارہ ہاتھ تھا اور قباطی لباس اُسپر پہنایا جاتا تھا پھر اُسکے بعد لباس برود پہنایا گیا پھر حجاج بن یوسف نے اُسکو پہلے پہل دیباج پہنایا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ برابر اسی عمارت قریش پر باقی رہا یہانتک کہ عبداللہ بن الزبیرؓ کے زمانہ خلافت مین سنہ ساٹھ ہجری کے بعد کچھ منہدم ہوا پس ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے جسطرح اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین سنا تھا اُسیطرح موافق قواعد ابراہیمؑ کے بنایا کہ حجر حطیم کو اُسمین داخل کر لیا جسکو قریش نے بوجہ کمی نفقہ کے خارج کر دیا تھا اور اُسکا ایک دروازہ شرقی اور دوسرا غربی اسطرح بنایا کہ زمین سے ملصق ہے پھر جب عبداللہ بن الزبیرؓ نے شہادت پائی تو حجاج مذکور نے بعد حکم عبدالملک بن مروان کے اُسکو توڑکر بناء قریش کے موافق بنایا کیونکہ عبدالملک بن مروان کو یہ حدیث نہین پہونچی تھی پھر جب عبدالملک کو تحقیق ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث تحقیقا روایت فرمائی ہے تو کہنے لگا کاش مجھکو پہلے خبر پہونچتی تو جو کچھ ابن الزبیر نے برداشت کیا تھا اُسی پر چھوڑ دیتا (کما رواہ عبدالرزاق ومسلم وغیرہما) پھر اسکے بعد جب خلفائے عباسیہ مین سے مہدی و ہارون الرشید کا زمانہ ہوا تو انھون نے امام مالکؒ و دیگر علماء رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارہ مین مشورہ کیا کہ خانہ کعبہ موافق بناء ابن الزبیرؓ کے بنادین تو امام مالکؒ نے مشورہ دیا کہ ایسا مت کرو کہ آیندہ سلاطین اُسکو کھیل بنا دینگے کہ ہر ایک اُسکو توڑکر اپنی خواہش کے موافق بنانا شروع کریگا لہذا مہدی و رشید نے اُسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا (ذکرہ القاضی والنووی) ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہرا وہ برابر اسی حال پر رہیگا یہانتک کہ قیامت کے سامنے آخر زمانہ مین جب روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہیگا تو حبشہ مین سے ذوالسویقتین اُسکو بالکل منہدم کریگا جیسا کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہے ظاہرا واللہ اعلم یہ امر یاجوج و ماجوج کے خروج کرنے و ہلاک ہونے کے بعد ہوگا کیونکہ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خروج یاجوج و ماجوج کے بعد بھی خانہ کعبہ کا حج و عمرہ کیا جائیگا (صحیح البخاری) اگر کہا جاوے کہ ابراہیم و اسمٰعیل

عليهما السلام نے باوجود تحقیق ایمان و نبوت کے یہ دعا فرمائی - کہ ربنا واجعلنا مسلمین لک - تو اسکے کیا معنے ہین جواب یہ ہے کہ مسلم سے لغوی معنے مطیع و مخلص مراد لیے اور خود ہرچند مطیع و مخلص تھے لیکن تبرک کے طور پر اپنے اخلاص و طاعت کے ذیل مین اپنی ذریات مین سے ایک امت کے واسطے دعا کی بقولہ - ومن ذریتنا امة مسلمة لک یعنے ہماری ذریت مین سے بھی ایک گروہ کو اپنی طاعت کے واسطے مخلص فرما اور ابن ابی حاتم نے سلام بن ابی مطیع سے روایت کی کہ دونون پیغمبر اگرچہ مسلم تھے لیکن ادب کے ساتھ جناب باری تعالیٰ مین سلام و اخلاص پر ثابت رہنے کی دعا فرمائی - عکرمہؒ نے کہا کہ جب دونون پیغمبرون نے دعا کی کہ ہم دونون کو اپنے واسطے مسلم فرما تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ مین نے قبول کیا اور جب دعا کی کہ ہماری ذریات مین سے بھی ایک امت کو مسلمہ فرما تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ مین نے قبول کیا شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ ذریات سے عرب وغیرہ سب کا شمول مراد ہے کیونکہ ذریات ابراہیم علیہ السلام مین اولاد اسحٰق علیہ السلام بھی ہین لیکن سدیؒ سے روایت ہے کہ مراد عرب ہین شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اولاد ابراہیم جو اسحٰق علیہ السلام سے پیدا ہوئی اسکے اسلام کی نفی نہین ہے مگر اس مقام پر سیاق باولاد اسمٰعیلؑ ہے گویا اولاد اسمٰعیلؑ کے لیے دعا فرمائی اسیواسطے آئندہ آیت مین - ربنا وابعث فیهم رسولاً منهم الآیہ - مین ایک رسول معظم کا اشارہ ہے اور بالاتفاق اس سے حضرت سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین چنانچہ عنقریب بیان آتا ہے - مترجم کہتا ہے کہ تمام ذریات کے واسطے اسلام کی دعا نہین فرمائی کیونکہ قولہ تعالی لاینال عهدی الظالمین سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اشعار ہو چکا تھا کہ ذریات مین سے بعض ظالم مشرک ہونگے لہذا التجا کی کہ جملہ مین سے ایک امت کو شرک وغیرہ سے مخلص فرما کر مسلمہ کردے - واضح ہو کہ اولاد صالح بھی نعمت غیر مترقبہ ہے کیا نہین دیکھتے کہ وہ ایسے وقت کام آتی ہے کہ انسان مجبور و معذور ہو حدیث مین ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اسکا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوا تین کے ایک صدقہ جاری (مانند وقف وغیرہ کے جو برابر جاری رکھا جاوے) اور دوم علم جس سے انتفاع حاصل کیا جاوے اور سوم فرزند صالح جو اسکے لیے دعا کرتا رہے (صحیح مسلم من حدیث ابی ہریرہؓ) اگر کہا جاوے کہ قولہ ارنا مناسکنا - (ہم کو ہمارے مناسک دکھلا) سے کیا مراد ہے عطاؒ نے کہا یعنے ہمکو مناسک کا علم دیدے - مجاہدؒ نے قربانیان مراد لین - مترجم کہتا ہے کہ مجاہد نے مناسک مین ذبائح کو شامل کیا ہے یا اعمال حج سب درحقیقت اپنے ارکان کی قربانی ہین لہذا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مانند قول مجاہدؒ کے عطاؒ و قتادہ سے بھی روایت ہے اور سعید بن منصورؒ نے بسند جید روایت کی کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے مناسک دکھلانے کی دعا کی تو جبرئیل علیہ السلام آکر ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ پاس لائے اور کہا کہ قواعد اُٹھائیے پھر ہاتھ پکڑ کر صفا کو لے گئے اور کہا کہ یہ شعائر اللہ مین سے ہے پھر وہان سے مروہ پر لائے اور کہا کہ یہ شعائر اللہ مین سے ہے پھر وہان سے منا کو لے گئے جب مقام عقبہ پر پہونچے تو درخت کے قریب شیطان کو کھڑا دیکھکر فرمایا کہ تکبیر کہکر اسکو مارو پس ابراہیم علیہ السلام نے تکبیر کہکر اسکو رمی کیا پھر ابلیس ہٹ کر جمرة الوسطی کے پاس کھڑا ہوا پھر جب جبرئیلؑ و ابراہیم علیهما السلام وہان پہونچے تو ابراہیمؑ سے کہا کہ اسکو تکبیر کہکر رمی کرو پس اُنھون نے تکبیر کہکر رمی کی تو ابلیس خبیث چل دیا حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ حج مین کچھ دخل پیدا کرے مگر اُسنے قابو نہ پایا پھر جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو لیکر مشعر الحرام پر آئے اور بتلایا کہ یہ مشعر الحرام ہے پھر ابراہیم علیہ السلام کو لیکر عرفات پر آئے اور کہا کہ جو کچھ مین نے دکھلایا وہ تمنے معرفت کے ساتھ پہچانا تو ابراہیمؑ نے کہا کہ ہان - یہ کلمہ تین مرتبہ کہا (سعید بن منصور) اور اسکے مانند ابو مجلزؒ و قتادہؒ سے مروی ہے - ابو داؤد والطیالسی نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک دکھلائے گئے تو سعی صفا و مروہ کے درمیان اُنسے شیطان معارض ہوا لیکن ابراہیم علیہ السلام نے سبقت فرمائی پھر جبرئیل علیہ السلام اُنکو لیکر منیٰ مین آئے اور کہا کہ یہ لوگون کے اُترنے کی جگہ ہے پھر جب جمرة العقبہ پر پہونچے تو شیطان متعرض ہوا تو اُسکو سات کنکریون سے مارا کہ وہ چلدیا پھر ابراہیمؑ کو لیکر حضرت جبرئیلؑ جمرة الوسطی پر آئے

توپھر شیطان متعرض ہوا پس اُسکو سات کنکریون سے مارا کہ وہ چلدیا پھر اُنکو جمرۃ القصوٰی پر لائے تو پھر وہان شیطان متعرض ہوا پھر اُسکو سات کنکریون سے مارا تو بھاگ گیا پھر ابراہیم علیہ السلام کو لیکر مزدلفہ مین آئے اور کہا کہ یہ مشعر الحرام ہے پھر لیکر عرفہ مین آئے اور کہا کہ تمنے معرفت پائی یہی عرفہ ہے (الطیالسی) (**تنبیہ**) حدیث مین ہے کہ حجر اسود سفید تھا اُسکو بنی آدم کی خطاؤن نے سیاہ کیا ۔ (الصحیح) سراج مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موضع بیت کو زمین کی پیدایش سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا پس وہ پانی پر سفید تھا پھر اُسکے نیچے زمین بچھائی گئی اور جب اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو اُنکے رفع وحشت کے واسطے بیت المعمور کو جو ایک یاقوت کا ہے جسکے دو دروازہ شرقی وغربی زمرد سبز کے ہین جنت سے اُتارا اور وہ اسی مقام پر تھا جہان بیت اللہ ہے اور آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ مین نے تیرے لیے ایک بیت اُتارا ہے تو اُسکے گرد طواف کیا کر جیسے میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اُسکے پاس نماز پڑھ جیسے میرے عرش کے گرد نماز پڑھی جاتی ہے اور اُسمین حجر اسود اُتارا جو سفید تھا پھر زمانۂ جاہلیت مین حائضہ عورتون کے چھونے سے سیاہ ہو گیا پھر آدم علیہ السلام نے زمین ہند سے ایک فرشتہ کی رہبری مین پیادہ اس بیت کے حج کا قصد کیا اور وہان پہونچکر مناسک کو پورا کیا ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے ہند سے پیادہ چالیس حج ادا کیے ۔ پھر یہ بیت تا طوفان نوح علیہ السلام یونہین رہا پھر اللہ تعالےٰ نے حکم طوفان کے ساتھ اُسکو چہارم آسمان پر اُٹھا لیا اب ہر روز اسمین ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہین جنکو دوبارہ اُسمین آنے کی نوبت نہین حاصل ہوتی اور حجر اسود کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کوہ ابو قبیس مین مامون رکھا حتی کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تو اُنکو عطا کیا گیا ۔ روایت ہے کہ بعد ابراہیم علیہ السلام کے قوم عمالقہ نے عمارت کعبہ کو بنایا پھر جرہم نے پھر قریش نے اور جب قریش نے بنایا تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پتھر لانے مین شریک تھے ۔ مترجم کہتا ہے کہ آپ اپنے کاندھے پر پتھر لاتے تو آپ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب نے فرمایا کہ اے فرزند اگر تو بھی دوسرون کی طرح اپنی ازار اپنے کاندھے پر ڈال لیتا تو راحت ہوتی (قریش مین برہنگی کا لحاظ کم تھا) پس آپنے اُنکے کہنے سے ایسا ہی کیا پس ستر کھلنا تھا کہ آپ غش کھا کر گرے اور آنکھین آسمان کی طرف پتھرا گئین پس جلدی سے آپ کا بدن مبارک ڈھانکا گیا تو آپ کو ہوش آیا پھر آپکو کسی نے برہنہ نہین دیکھا (رواہ الدارمی وغیرہ) قولہ تب علینا ۔ اسی مین توبہ کی درخواست بطریق تواضع وتعلیم ہے یا بطور شکر ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے اگلے وپچھلے گناہ معاف فرمائے پھر آپ کیون اسقدر مشقت اُٹھاتے ہین تو فرمایا کہ کیا مین بندۂ شاکر نہون مترجم کہتا ہے کہ توبہ درحقیقت رجوع الٰہی عزوجل ہے یعنے اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے اپنے بندے پر توجہ فرماوے تو یہ ہر شخص کے واسطے نعمت ہے اور اسمین گناہ ہونا ضرور نہین ہے بلکہ اگر گناہ ہون تو عفو ہو جائینگے اور اگر نہون تو درجات بلند حاصل ہونگے **ف** بعض اشارات عرائس مین ہے قولہ تعالیٰ ربنا واجعلنا مسلمین لک ۔ واضح ہو کہ اسلام ظاہر وباطن بروجہ کمال یہ ہے کہ جیسے اعضاے ظاہرہ خدمت خالق عزوجل مین جھکے ہون اسیطرح حواس باطنہ بھی اُسکی جانب رجوع ہون تو ایسی حالت مین جمیع صفات بندہ تابع فرمان حق عزوجل ہو جائینگے اور ہر صفت کے واسطے حضرت خالق عزوجل کی صفات ہین مثلاً ترحم وحلم جب ہی ٹھیک ہین کہ جب بندہ کا ترحم وحلم موافق ترحم وحلم الٰہی عزوجل ہو تو کمال اسلام کا حاصل یہ ہوا کہ بندہ کی صفات خارج ہون وصفات حق عزوجل ثابت ہون تاکہ اسکو فنا سے درجۂ بقا حاصل ہو ۔ حضرت جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ظاہری اسلام یہ ہے کہ دوری ومسافت ساقط ہو جائے جس سے یاد وطاعت مین کوئی کلفت باقی نہین رہتی یعنے یہ طاعت بتکلف نہین بلکہ بمحبت وشوق ہوتی ہے ۔ شیخ فارسؒ نے کہا کہ منجملہ اسلام کے یہ ہے کہ اسباب وحیل وتدابیر سے نظر ساقط ہو اور جمیع تابع فرمان حق ہو واللہ تعالیٰ اعلم اور تتمۂ دعا یہ ہے

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اے رب ہمارے اور اُٹھا اُن مین ایک رسول اُنھین مین کا پڑھے اُن پر تیری آیتین اور سکھاوے اُنکو کتاب اور پکی باتین

وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع ۱۵ ۱۵

اور اُنکو سنوارے تو ہی ہے اصل زبردست حکمت والا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریات مین سے ایک امت مسلمہ کے ساتھ اُنکے حق مین یہ بھی دعا فرمائی کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ - یعنے ہمارے پروردگار ایک دعا اور بھی یہ ہے کہ ان ذریات مین ایک رسول اُنھین مین سے مبعوث فرمایو ف یعنے وہ رسول کسی غیر قوم مین سے نہو بلکہ اسی قوم مین سے ہو جسکی شان یہ ہو کہ - يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ - ان ذریات پر تیری آیات کو تلاوت کرے اور اُنکو کتاب و حکمت تعلیم فرماوے اور اُنکو پاکیزہ کرے ف یعنے شرک و کفر وغیرہ نجاسات جہنم سے پاک کرے اور نیز ہر ایسی ونجاست سے پاک کرے جو جنت کے لائق نہین ہے جیسے بداخلاقیان و ظلم و فسق و فجور وغیرہ بد اعمال سے پاک کرے - اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ - بیشک تو عزیز حکیم ہے - ف عزیز غالب جسکو کوئی چیز مانع نہو پس اللہ عزوجل کی جناب مین دعا کے ساتھ یہ ثنا کی تو عزیز غالب ہے کہ جو چاہے کرے تجھے کوئی چیز مانع نہین ہے پس ہم بندون کی دعا قبول کرنے مین ہمکو پورا بھروسا ہے کہ اگر تیری حکمت عالی کے ساتھ یہ دعا قابل قبولیت ہو تو ضرور قبول ہوگی کیونکہ جو تجھے تو چاہے وہ واقع ہوتا ہے کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین ہو سکتی جو تجھکو مانع ہو اسیواسطے حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جب تم لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو قبولیت کا یقین کرتے رہو کیونکہ جناب باری تعالیٰ کو کوئی چیز مانع نہین ہو سکتی ہے (الصحیح) یعنے بندہ جب کوئی دعا مانگے تو ہرگز یہ خیال نکرے کہ یہ دعا کیسی ہوگی کیونکہ باری تعالیٰ جل شانہ کی قدرت عالی مین کوئی چیز گران نہین ہے کیونکہ جو کچھ وہ چاہے فوراً ہو جاوے اور جس بندے کو چاہے جس لائق کر دے لہذا حدیث مین ہے کہ آپؐ نے جنت الفردوس کی تعریف فرمائی کہ وہ سب سے اعلیٰ ہے پھر صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو (الصحیح) کیونکہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس عطا فرمائی تو یہ اُسکے قبضۂ قدرت مین ہے اور جب اُسنے جنت الفردوس دی تو اُسکو جنت کے لائق کر دینا بھی اُسیکے اختیار مین ہے اسیواسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حمد و ثنا کی کہ اے رب تو عزیز حکیم ہے ہماری دعا قبول کرے - ابو العالیہؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے یہ دعا کی تو حکم ہوا کہ تیری دعا قبول کی گئی اور یہ آخر زمانہ مین ہوگا یہی سدیؒ و قتادہؒ سے روایت ہے - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ دعا مستجاب موافق تقدیر الٰہی عزوجل کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین واقع ہوئی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نسل ابراہیم علیہ السلام سے پیغمبر خاتم النبیین تمام عرب و عجم یعنے کل بنی آدم و جن سب کے واسطے مبعوث فرمایا حتیٰ کہ جو آپ پر ایمان نہ لاوے اُسکو جہنمی کیا کیونکہ معرفت قبولیت و پاکیزگی جنت تو آپ ہی کی تعلیم حکمت پر منحصر فرمائی پس جو شخص آپ پر ایمان نہ لایا وہ جاہل ناپاک رہا تو جنت ایسے ناپاک جاہلون کا ٹھکانا نہین ہے - عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُسوقت خاتم النبیین تھا جب جسم آدم خالی گوندھی ہوئی مٹی تھا اور مین تمکو ابتداے حال سے آگاہ کرون کہ مین اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہون اور اپنی والدہ کا خواب ہون جو اُنھون نے دیکھا تھا اور پیغمبرون کی مائین یونہین دیکھتی ہین (رواہ احمد) خواب سے مراد یہ ہے کہ آپ کی ولادت مبارک سے کچھ پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب دیکھا کہ مجھسے نور ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے مکانات روشن ہو گئے - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرا خاتم النبیین ہونا تقدیر ازل سے متحقق تھا

ربانی

جبکہ آدم علیہ السلام کا جسم خاکی تیار بھی نہین ہوا تھا پھر اس تقدیر کو اول جس شخص نے ظاہر کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہین مترجم کہتا ہی کہ ظاہراس دعا مین اگرچہ ابراہیم علیہ السلام نے صاف نام نہین لیا لیکن غالبًا اپنے امیتون کو آپ کے فضائل و شرائع سے آگاہ فرمایا تھا اور صابیہ وکشرانیہ جہان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہی وہ لوگ برابر خانۂ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے اور سال مین ماہ رمضان کا روزہ رکھتے تھے کہ یہی قبلۂ ابراہیم و قبلۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی۔ شیخ نے کہا کہ اُسوقت سے برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر انبیان نبوت مین معروف و مشہور رہا حتی کہ توریت و انجیل مین نازل کیا گیا حتی کہ نبی اسرائیل کے خاتم انبیاء یعنے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے صریح فصیح نام بیان فرمایا چنانچہ بنی اسرائیل مین کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور کہا کہ مین اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے واسطے رسول ہون درحالیکہ کتاب توریت کی جو میرے سامنے موجود ہی تصدیق کرنے والا ہون اور تمکو ایک رسول مکرم کی خوشخبری سنانے والا ہون جو میرے بعد آویگا جسکا نام مبارک احمد ہی۔ ھ۔ اور یہ امر برابر متواتر ثابت ہی اور کثیر جماعت بادشاہ حبش و قیصر روم وغیرہم نے برابر اسکی گواہی دی حتی کہ اب کسی شخص کو توریت و انجیل کے بنائے ہوئے ترجمے لاکر مجال انکار نہین باقی رہی شیخ نے لکھا کہ علما نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا ایام حمل مین یہ خواب دیکھا کہ مجھسے ایک نور ظاہر ہوا کہ جس سے مکانات شام روشن ہوگئے آپکی والدہ نے یہ خواب اپنی قوم سے بیان کیا اور وہ انمین شائع و مشہور ہوگیا علما نے کہا کہ ملک شام کی خصوصیت مین اشارہ ہی کہ ملک شام مین آپکی نبوت مستقر ہوگی۔ مترجم کہتا ہی کہ کتب سابقہ مین اس طرح مذکور ہی کہ مقام ظہور حجاز اور مقام ہجرت طیبہ ہوگا اور ملک آپ کا شام ہوگا یعنے ہر نبوت کے بعد جو سلطنت ہوتی ہی وہ ملک شام مین ہوگی۔ شیخ نے لکھا کہ اسیواسطے آخر زمانہ مین ملک شام ہی تمام اہل اسلام کا مرکز ہوگا اور وہین حضرت عیسٰی جامع مسجد دمشق کے سفید منارۂ شرقی پر نازل ہونگے اسیواسطے حدیث صحیحین مین آیا کہ میری امت مین سے برابر ایک گروہ حق پر غالب رہیگا چاہے کوئی اُنکی شرکت نکرے یا جو اُنکی مخالفت کرے وہ اُنکو کچھ بھی ضرر نہین پہونچا دیگا یہانتک کہ حکم الٰہی آوے درحالیکہ وہ اسی طرح غالب ہونگے (الصحیحین) اور وہ لوگ شام مین ہونگے (صحیح البخاری) ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ویزکیہم۔ یعنے طاعت توحید و اخلاص کے ساتھ اُنکو پاک فرماوے۔ قتادہؒ نے کہا کہ حکمت۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ حکمت جب ہی حاصل ہوتی ہی کہ علم کے ساتھ عمل کو جمع کرے۔ بالجملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دونون بیٹون اسمٰعیل و اسحق کی نسل کے واسطے ایک پیغمبر عام کی دعا فرمائی جو اُنکو تعلیم حکمت فرمالے اور یہ سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہین آتا ہی کیونکہ انبیاے بنی اسرائیل صرف نسل اسحق علیہ السلام کے واسطے مخصوص تھی و ملت ابراہیم علیہ السلام صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص ہی تو نسل ابراہیم علیہ السلام مین سے کسیکو انکار کی مجال نہین ہی اور سابق مین بشارت گذری کہ اسی پیغمبر کی جانب تمام نسل ابراہیم کے اہم پہلے ہونگے اسلئے فرمایا

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ

اور کون پسند نہ رکھے دین ابراہیم کا مگر جو بیوقوف ہوا اپنے جی سے اور ہمنے اُسکو خاص کیا دنیا مین

وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞

اور وہ آخرت مین نیک ہی جب اُسکو کہا اُسکے رب نے حکم بردار ہو بولا مین حکم مین آیا جہان کے صاحب کے

وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ

اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹون کو اور یعقوب اے بیٹو اللہ نے چن کر دیا ہی تمکو دین پھر نہ مرلو

اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۞

مگر مسلمانی پر

جب یہ بات متعین ہوئی کہ ذریات ابراہیم علیہ السلام تابع توحید ابراہیم علیہ السلام ہین اور یہ امر بھی مکرر بیان ہوچکا کہ توحید ایسی چیز نہین ہے جسمین نسخ جاری ہو تو ملت ابراہیم علیہ السلام تمام ذریات پر لازم ہے لہذا فرمایا۔ **وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ**۔ کوئی نہین کہ ملت ابراہیم سے منھ موڑے سوائے اُس شخص کے جو اپنے نفس سے سفیہ ہو۔ ف یعنے اُسنے اپنے نفس کو نہ پہچانا کہ وہ مخلوق ہے اور اللہ عزوجل اُسکا خالق ہے بلکہ اُسنے کفر و شرک کیا تو کافر و مشرک ہی ملت ابراہیم علیہ السلام سے بیزار ہوگا اور یہ قطعی انحصار ہے کہ مومن کبھی سفیہ نہین ہوتا ہے اور کافر ہمیشہ سفیہ ہوتا ہے کیونکہ اُس سے زیادہ احمق کون ہوگا جسنے اپنے خالق عزوجل کو نہ پہچانا لہذا یہود و نصاریٰ بدرجہ اولیٰ ملت ابراہیم علیہ السلام سے خارج ہین کیونکہ جس احمق نے کہا کہ مسیح ابن اللہ ہے یا عزیر ابن اللہ ہے اُسنے پروردگار تعالیٰ شانہ کو نہ پہچاننے کی حماقت ہی نہین کی بلکہ بجائے توحید کے اُسنے باری تعالیٰ کی شان مین بدگوئی کی ہے جبکہ اُسمین مخلوق کے صفات ثابت کیے چنانچہ سابق مین اسکی توضیح بیان ہوچکی ہے کہ یہ سخت بدگوئی ہے ہمین سے بعض علمائے تابعین نے استنباط کیا کہ جو شخص اپنے نفس سے جاہل نہو بلکہ اُسکو پہچانے تو وہی اپنے رب عزوجل کو پہچان لیگا۔ خطیب وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب اُسنے نفس کو مخلوق و مجبور جانا تو خالق عزوجل کو پہچانا اور جب اُسنے تمام مخلوقات کو اپنے مثل مخلوق و محتاج دیکھا تو وہ شرک سے بیزار ہوا اور اُسنے خالق عزوجل کو مشابہت مخلوق سے پاک و برتر دیکھا اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمیع صفات کمال کا اقرار کیا اور یہی معنے۔ قل ہو اللہ احد کے ہین جو عین معرفت ہے اور اُسکی توضیح بہت طوالت چاہتی ہے بالجملہ یہ بدیہی ہے کہ ملت توحید یعنے ملت ابراہیم علیہ السلام سے وہی منھ موڑیگا جو اپنے نفس سے جاہل سفیہ ہے اس سے ظاہر ہوا کہ یہود و نصاریٰ سفہاء احمق اور ملت ابراہیم سے خارج ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ یعنے ابراہیم کچھ یہودی نہین تھے اور نہ نصرانی تھے ولیکن حنیف مسلم تھے۔ اور یہان فرمایا۔ **وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا**۔ اور ہمنے ابراہیم کو دنیا مین برگزیدہ فرمایا ف یعنے نبوت اور خلت عطا فرمائی اور اُنکی ذریات مین قیامت تک نبوت دی۔ **وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ**۔ اور وہ آخرت مین صالحین سے ہے۔ ف پس یہ نعمت کمال ہے کیونکہ سفہائے یہود و نصاریٰ اپنی دنیاوی ثروت کی وجہ سے اپنے آپ کو اچھا سمجھتے ہین جیسے بہت سے مشرکون بت پرستون کو وہم ہوتا ہے پس رد کر دیا کہ نعمت وہ ہے جو آخرت مین قبولیت ہو پھر اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے صفات اسلام کو بیان فرمایا **اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ**۔ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کر جبکہ ابراہیم سے اُسکے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لا۔ ف یعنے اطاعت و فرمانبرداری کر تو ابراہیم نے صرف یہی نہین کہا کہ اچھا بلکہ نہایت خوشی سے عرض کیا۔ **قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ**۝ کہا کہ مین رب العالمین کے واسطے اسلام لایا ف یعنے سراپا مین نے اپنے آپ کو اپنے رب عزوجل کے سپرد کر دیا جو رب العالمین ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ بات امتحان ہوگئی کہ جب آگ مین ڈالے گئے تو کسی فرشتہ سے مدد نہ مانگی۔ ابوالسعود نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اسی خوبی کے ساتھ حاضر ہونے سے اُنکو مراتب عالیہ حاصل ہوے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک قولہ تعالیٰ اذ قال لہ متعلق اصطفیناہ ہے یعنے ہمنے ابراہیم کو برگزیدہ فرمایا جب وہ حکم کے موافق اس خوبی سے اسلام لایا لیکن مترجم کے نزدیک یہ صاحب کشاف وغیرہ معتزلیون کا فریب ہے کہ اُسنے اس ترکیب سے چاہا کہ یہ امر ثابت ہوجاوے کہ تقدیر سابق کوئی چیز نہین ہے بلکہ اب ایسا کرنے سے یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے حالانکہ اہل حق کے نزدیک ازل مین اُنکو نبوت و خلت کے واسطے برگزیدہ فرمایا تھا جسکا ظہور دنیا مین ہوا پس حق یہی ہے کہ آیت کے یہ معنے ہین کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان جاہلون کو نصیحت فرمائیے جو ملت ابراہیم سے منحرف ہین اور دروغ گوئی سے حجتے ہین حالانکہ

ابراہیم علیہ السلام کی یہ شان تھی کہ جب اُنسے پروردگار عزوجل نے توحید خالص کو فرمایا تو بخوشی اُنھون نے رب العالمین کے واسطے سر جھکایا پس ملت ابراہیم علیہ السلام پر وہی ہو جو اسطرح عمل کرے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے مانند یعقوب علیہ السلام کے اپنی اولاد کو یہی تاکید فرمائی یعنے نسل ابراہیم علیہ السلام مین یہ طریقہ مستمر چلا آیا چنانچہ فرمایا - وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ - اور ابراہیم نے اپنے بیٹون کو اس ملت کی وصیت فرمائی اور یعقوب نے ف پھر اسرائیل یعنے یعقوب کے بیٹے تو معلوم ہین اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹون کو وصیت فرمائی حالانکہ دو بیٹے اسمعیل و اسحق معروف ہین اور یعقوب پسر اسحق بھی بقول مشہور حضرت سارہ و ابراہیم کی حیات مین پیدا ہوئے کیونکہ بحکم قولہ تعالیٰ فبشرنا ہا باسحق ومن وراء اسحق یعقوب - یعنے ہمنے سارہ کو بشارت اسحق کی اور وراء اسحق کے یعقوب کی سنائی - پس ظاہر یہ مراد ہو کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پسر اسمعیل و اسحق کو اور اپنے پوتے یعقوب کو اس ملت توحید پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی پھر یعقوب نے اپنی وفات کے وقت اپنے بارہ بیٹون کو اسی ملت توحید کی وصیت فرمائی وصیت کا بیان یہ ہو کہ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ - اے میرے بیٹو خوب جان لو کہ اللہ تعالےٰ نے تمھارے واسطے اس دین کو چن دیا ہو پس تم کسی حالت پر انتقال نہ کیجیو سوائے اس حالت کے کہ تم مسلمان ہو ف یعنے مرتے مرتے اسی دین پر قائم رہیو اور کبھی نہ پھریو یہانتک کہ تمھاری جان نکل جائے کیونکہ جس حالت پر آدمی مرتا ہو اُسی حالت پر اُٹھایا جائیگا اور واضح ہو کہ یہ وصیت خیر ہو اور بیان تقدیر نہین ہے پس جو شخص اس طرح نصیحت کرنے مین بندونکی خیر خواہی کا قصد کرے وہ اپنے ثواب سے مستفید ہوگا اگرچہ وہ شخص جسکو نصیحت کی گئی اُسپر قائم نرہے کیونکہ تقدیر مین اگر کوئی شخص جنتی ہو تو اُسپر آخر مین جنت کے کام آسان ہوجاتے ہین بخلاف اسکے اگر دوزخی ہو تو آخر مین اُسپر دوزخ کے کام آسان ہوجاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہو کہ آدمی اہل جنت کے کام کرتا ہو یہانتک کہ اُسکے اور جنت کے درمیان فقط ایک ہاتھ کا فرق رہتا ہو پس تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہو اور اہل دوزخ کے کام کرکے جہنم مین داخل ہوتا ہو اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہو یہانتک کہ اُسمین اور دوزخ مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہو کہ اُسپر تقدیر غالب ہوتی ہو پس وہ اہل جنت کے کام کرکے جنت مین داخل ہوتا ہو (الصحیح) بالجملہ ابراہیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب و اسباط سب ہی اس ملت توحید پر قائم تھے اور برابر اسی ملت کی وصیت کرتے تھے اور یہ یہودیت و نصرانیت بعد ان انبیاء علیہم السلام کے پیدا ہوئی ہو کیونکہ یہودی بعد نزول توریت کے ایک مدت پیچھے پیدا ہوئے اور نصرانی بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہو جیسے ملت اسلامیہ مین فرقۂ خوارج و روافض وغیرہ بعد قرن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرن صحابہ رضی اللہ عنہم کے ظاہر ہوئے ہین تو یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ ہم لوگ ملت ابراہیم پر ہین بلکہ یہود کہتے کہ ابراہیم بھی یہودی تھے اور نصرانی کہتے کہ ابراہیم بھی نصرانی تھے یہ سب محض افترا و کذب ہو چنانچہ رد فرمایا

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا

کیا تم حاضر تھے جسوقت پہونچی یعقوب کو موت جب کہا اپنے بیٹون کو تم کیا پوجوگے بعد میرے بولے

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

ہم بندگی کرینگے تیرے اور تیرے باپ دادون کے رب کو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحق وہی ایک رب اور ہم اُسی کے حکم پر ہین

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْــَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

وہ ایک جماعت تھی گذر گئی اُنکا ہو جو کما گئے اور تمھارا ہو جو تم کماؤ اور تم سے پوچھ نہین اُنکے کام کی

ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب پر جو اولاد اسمعیل علیہ السلام ہین اور بنی اسرائیل پر جو اولاد یعقوب علیہ السلام ہین حجت تمام فرمائی

کر۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ کیا تم لوگ حاضر تھے جب یعقوب کی موت آئی۔ ف پھر تم کیونکر
کہتے ہو کہ یعقوب نے مرتے وقت اپنی اولاد کو یہودی ہو جانے کی وصیت فرمائی تھی تم محض جھوٹے ہو تم اُسوقت موجود نہ تھے۔ اِذْ قَالَ
لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ۔ جب یعقوب نے اپنے بیٹون سے کہا کہ میرے بعد تم کسکی عبادت کروگے قَالُوْا نَعْبُدُ
اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ۔ بیٹون نے کہا کہ ہم لوگ عبادت کرینگے تیرے پروردگار کی اور تیرے آباء کے پروردگار کی۔ ف آباء
باپ دادون کو کہتے ہین اور چچا بھی بمنزلہ باپ ہوتا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ عم الرجل صنو ابیہ۔ یعنے آدمی کا چچا اُسکے باپ کی گود کا جوڑا ہی
(کما فی الصحیح) لہذا ان لوگون نے آباء کے بیان مین کہا۔ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ۔ یعنے ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق ف کیونکہ یعقوب
علیہ السلام کے باپ اسحاق ہین اور چچا اسمٰعیل ہین اور دادا ابراہیم علیہم السلام ہین پس کہا کہ ہم لوگ اُس پروردگار کی بندگی کرینگے جو تمھارا
اور تمھارے آباء ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کا پروردگار ہی پھر تاکید فرمائی۔ اِلٰهًا وَّاحِدًا۔ یعنے ہم لوگ پروردگار وحدہ لاشریک کی عبادت
کرینگے جو تم سبکا پروردگار ہی ف پھر شبہہ ہوتا تھا کہ شاید یہ بطور تقلید ہو تو کہا کہ تقلید نہین ہی بلکہ تحقیق ہی۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ اور ہم تو اُسی
رب عزوجل کے واسطے مومن مخلص ہین۔ ف چونکہ اسوقت مین حضرت یعقوب علیہ السلام مصر مین وارد تھے جہان یوسف علیہ السلام
کو وزارت حاصل تھی لیکن سوائے بادشاہ کے اکثر قوم قبط بت پرست تھے تو گویا بنی اسرائیل نے اپنے باپ اسرائیل علیہ السلام کو اطمینان
دلایا کہ ہم لوگ برابر اسلام پر مستقیم رہینگے بالجملہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف اخلاص توحید کی وصیت کی اور یہودیت کے بارہ مین
کچھ ذکر نہین کیا حالانکہ یہودیت تو عرصہ دراز کے بعد زمانہ موسیٰ علیہ السلام سے پیدا ہوئی تو یہودیون کا یہ کہنا محض غلط ہی کہ یعقوب نے اپنے
بیٹون کو یہودی ہونے کی وصیت کی تھی۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ سیوطی نے جلالین مین یہ سبب نزول ذکر کیا لیکن اپنی کتاب لباب النقول مین
کہا کہ مین نے کسی کتاب مسند مین یہ قول نہین پایا اور بیضاوی نے بھی یہ اعتراض کیا کہ بیان استفہام انکاری نہین بنتا ہی کیونکہ اس عوجی کے واسطے
اُنکا حاضر ہونا ضروری نہ تھا کیونکہ ممکن ہی کہ خبر متصل پہونچی ہو لہذا التحقیق مقام یہ ہی کہ اوپر کی آیت مین یہ بیان تھا کہ ابراہیم نے اپنے بیٹون کو
توحید اسلام کی وصیت فرمائی اور یعقوب نے بھی یہی وصیت فرمائی۔ ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت الخ یعنے بلکہ یعقوب کی موت کے وقت تم لوگ
یعنے تمھارے باپ دادے خود حاضر تھے جب اُنھون نے اپنے بیٹون کو یہ وصیت فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہی اسلام سب انبیاء علیہم السلام کی ملت واحدہ ہی
چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون یعنے تجھسے پہلے ہمنے کوئی رسول نہین بھیجا مگر
ہم اُسکو یہی وحی بھیجتے رہے کہ کوئی الوہیت والا معبود نہین ہی سوائے میرے پس تم لوگ میری ہی عبادت کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء ہین جو علاتی اولاد ہین کہ ہمارا دین واحد ہی اور شریعتین جدا جدا (کما فی الصحیح) اگر کہا جاوے کہ موت حاضر ہونیکے وقت
یعقوب علیہ السلام نے کیونکر وصیت فرمائی جواب یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ جب کسی پیغمبر کو وفات دینا چاہتا ہی تو اُسکو دنیا مین رہنے یا آخرت مین
آنے کا اختیار دیتا ہی (کما فی الصحیح) لہذا جب یعقوب علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا تو اُسوقت اُنھون نے وصیت فرمائی (مسئلہ) اگر زید مرگیا
اور اُسکا باپ موجود نہین بلکہ اُسکا دادا موجود ہی تو وہ بجائے باپ کے میراث پاویگا چنانچہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو
آباء مین شمار کیا حالانکہ وہ یعقوب علیہ السلام کے دادا ہین اور یہی مذہب حضرت ابوبکر الصدیق و ام المومنین عائشہ و قول حسن بصری و طاؤس و عطاء و
ایک جماعت سلف و خلف کا ہی اور یہی ابو حنیفہ کا مذہب ہی اور باقی فقہاء کے نزدیک دادا اُسکے بھائیون کا شریک ہوگا اور یہ بھی ایک جماعت صحابہ و
تابعین کا قول ہی (تنبیہ) قولہ تعالیٰ۔ الٰہا واحدا۔ بدل آلٰہک ہی جیسے قولہ تعالیٰ۔ بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ۔ مین ہی پھر یہود اپنی جہالت سے دعویٰ کرتے ۱۴۰

تھے کہ یہ لوگ ہمارے باپ دادے ہین تو ہماری بداعمالیون سے ہمکو بچاوینگے پس اللہ عزوجل نے اُنکا زعم توڑدیا اور فرمایا۔ تِلْكَ اُمَّةٌ
قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت تھی کہ گذر گئی۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ ۔ جو کچھ اس امت صالحہ نے کمایا وہ اُنھین کے واسطے تھا۔ ف پس تمکو اُنکی
نیکیون سے نفع نہین ہوگا نہ اُنکی طرف نسبت لگانے سے کوئی فائدہ ہے۔ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۔ اور تمھارے واسطے خاص گروہی ہوگا
جو تمنے کمایا۔ ف پس اگر تمنے اپنے اعمال مین رضاے الٰہی عزوجل کا وسیلہ پایا ہے تو ممکن ہے کہ بحکم قولہ تعالے۔ الحقنا بہم ذریتہم الآیۃ۔ نیکان
اولیاء کے ساتھ لاحق کیے جاوین جیسے حدیث صحیح مین آیا۔ المرء مع من احب۔ آدمی اُس شخص کے ساتھ ہوگا جسکے ساتھ محبت رکھتا تھا۔
(الصحیح) یعنے ایمانی محبت جسکے ساتھ رکھتا ہو اُسکے ساتھ کردیا جاویگا اگرچہ اعمال مین اُسکے برابر نہو چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہا کرتے
تھے کہ بعد ایمان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتنی خوشی کسی چیز سے حاصل نہین ہوئی جتنی اس حدیث مبارک سے ہوئی اور فرمایا کرتے تھے
کہ مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت ہے اگرچہ میرے اعمال اُنکے مثل نہین ہین (رواہ الترمذی) لیکن یہ سب اُسوقت حاصل ہوگا
کہ اُسنے ایمان توحید مین خلاف نکیا اور یہ سب محض فضل الٰہی عزوجل ہے اور یہود و نصاریٰ نے توحید و اسلام چھوڑکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا پس یہ لوگ منقطع ہوگئے اور اس آیت مین اُن لوگون کا رد ہے جو اپنے نیک بزرگون پر تکیہ کرکے خود فسق و فجور
مین مبتلا ہوجاتے ہین اور یہ تکیہ کرنا خود قریب بکفر ہے جبکہ اپنے باپ دادون کو اپنے بچانے مین قادر سمجھنے لگتے ہین کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ان
لیس للانسان الا ماسعی۔ یعنے آدمی کے واسطے وہی ہے جو اُسنے کوشش کرکے کمایا۔ ھ۔ پھر اگر اُسنے اپنی کوشش سے اسقدر کمایا ہو جس سے
اُسکی مغفرت ہوجاوے تو البتہ اللہ تعالے نے وعدہ فرمایا کہ ان ذریات کو اُنکے آباء صالحین کے ساتھ لاحق کریگا۔ پس یہود و نصاریٰ جب کفر و شرک
مین مبتلا ہوگئے تو اس لائق نہین رہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیۃ یعنے اللہ تعالیٰ اس امر کو نہین بخشتا کہ اُسکے ساتھ شرک
کیا جاوے ھ۔ تو معلوم ہوا کہ جب یہ لائق مغفرت نہین تو لائق شفاعت و الحاق بھی نہین ہے لہٰذا ان مشرکون کو فرمایا۔ وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا
كَانُوْا يَعْمَلُونَ ۔ اور جو کچھ وہ لوگ کرتے تھے اُس سے تم لوگ نہین پوچھے جاؤگے۔ ف پس صاف معلوم ہوگیا کہ تم اُنکی نیکیون سے
نفع نہ پاؤگے اور نہ وہ تمھاری بدکاریون کے ذمہ وار ہونگے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا ساتھی ہے کما قال تعالیٰ۔ وکل انسان الزمناہ
طائرہ فی عنقہ الآیۃ۔ یعنے ہمنے ہر آدمی کے ساتھ اُسکا نامۂ اعمال لازم کردیا کہ وہ کبھی جدا نہوگا اور فرمایا۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ
یعنے کوئی گناہ اُٹھانیوالا دوسرے کے گناہ نہین اُٹھاویگا ھ۔ پس حاصل یہ نکلا کہ میدان قیامت مین اول تو اسلام و کفر مین امتیاز ہوگا
پس حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و اسباط و دیگر انبیاء علیہم السلام سب اپنے اپنے سایہ مین ہونگے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو
لواء الحمد عطا کیا جائیگا جمیع انبیاء مع آدم علیہم السلام کے اُسکے سایہ مین ہونگے پھر اُنکے بعد جو لوگ ایمان پر مرے ہین اگرچہ وہ گنہگار ہون تو بھی
انبیاء علیہم السلام کی تبعیت مین رکھے جائینگے اور جو لوگ کفر و شرک مین مبتلا ہوئے خواہ اسطرح کہ وہ اسلام ہی نہین لائے جیسے نمرود و فرعون
و اُنکی قومین یا اسلام سے نکلکر شرک و مرتد ہوگئے جیسے یہود و نصاریٰ وغیرہ تو یہ سب خارج کرکے شیطان کے ساتھ کیے جائینگے کیونکہ کافر
و مشرک کے واسطے کوئی حساب و کتاب نہین ہے اگرچہ قصاص و سزا ہو پس یہ لوگ بلا حساب کے جہنم مین بھیجے جائینگے اور جو لوگ کہ انبیاء
علیہم السلام کے تابع رہے ہین اُنمین بعضے گروہ مثل چاند و سورج کے بغیر حساب کے جنت مین بھیجے جائینگے مگر سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپ کے ایسے امتی داخل ہونگے کیونکہ حدیث مین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سب پر ممنوع کیا ہے یہانتک کہ مین داخل ہون (الصحیح) پھر دوسرا
گروہ اہل ایمان وہ ہے کہ بعد حساب کتاب کے مغفور ہو یعنے اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ مغفور ہے تو اُنکے سامنے صرف نامۂ اعمال پیش کیا جائیگا اور

حساب مین کچھ مناقشہ نہوگا پھر یہ لوگ اگرچہ اعمال کی راہ سے نیچے درجہ کے لائق ہون لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ شفاعت وا اپنے فضل کے
انکو انکے بزرگون کے ساتھ لاحق فرمائیگا رہا تیسرا گروہ جو حساب کے مناقشہ مین پڑا تو انہین سے بہتیرے بذریعہ شفاعت انبیا و صالحین
و ملائکہ کے عفو فرمائے جاوینگے اور بعضون کے گناہ بذریعہ آگ کے پاک کیے جاوینگے لیکن بہرحال یہ لوگ جنتی ہین اور دوزخی نہین ہین اور مغفرت
کے امید ہے کہ یہ بھی اپنے بزرگون کے ساتھ لاحق ہون خواہ کل یا بعض - بہرحال ایمان امین اصلی مدار ہے پس جو لوگ کہ اسلام و توحید سے
غافل ہوکر کفر و شرک مین مبتلا ہوجاتے ہین وہ جب مغفور ہی نہون تو ہرگز اپنے بزرگون کے ساتھ لاحق نہین ہوسکتے بلکہ یہ لوگ
تو صالحین سے منقطع ہوکر مشرکین و کفار مین داخل ہوگئے تو انکا پیشوا وہی انکا بزرگ ہے نعوذ باللہ من الکفر والضلال (**تنبیہ**) حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے بیٹے بقول مشہور دو ہین - اسمٰعیل و اسحٰق اور مقاتل نے مدین و مدائن کو زیادہ کیا اور بعض نے کہا آٹھ اور بعض نے کہا چودہ مگر یعقوب انکے
پوتے یعنے اسحٰق کے بیٹے ہین اور اُنکے بیٹے بارہ ہین روبیل و شمعون و لاوی و یہودا و ایشسوخور - ذبولون ذونی نفقولی لودا - آوخیر
بنیامین یوسف واللہ تعالیٰ اعلم - ف - واضح ہو اُس مین ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اسلام یعنے اپنے آپ کو تسلیم و تفویض کرنا یہانتک پورا ہوگیا تھا کہ جب
فرزند کے ذبح کا حکم دیا گیا تو اُسکو پورا کیا اور فرزند کا اسلام بھی کامل تھا کہ اپنی گردن جھکائی اور وہ اسمٰعیل علیہ السلام تھے لہذا جو شخص اقتدا کرے اُسکا
اسلام جب ہی ٹھیک ہوگا کہ غیر حق کا لگاؤ چھوڑے اور جو چیز حق سے مانع ہو اُس سے منہ موڑے اور امر قضا و قدر کے آگے سر جھکالے اور
نفس سرکش سے مقابل ہو کہ اُسکو مخالفت سے محفوظ رکھے اور خلق خدا پر شفقت کرے اور دینی بھائیون کے ساتھ صادق ہو اور اُنکے ساتھ
انصاف کا برتاؤ کرے اور کسی سے معارضہ نکرے اور نہ بدلہ لے اگرچہ حق پر ہو اگر کہا جاوے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت مین اسمٰعیل و اسحٰق
اُنکے بیٹون کے ساتھ مین اُنکے پوتے یعقوب بھی داخل تھے بلکہ یعقوب نے اپنے بیٹون کو خود اسلام کی وصیت فرمائی پھر کیا بعید تھا کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کی جدائی مین کہا کہ یا اسفٰی علی یوسف - جواب دیا گیا کہ یہ جسمانی تعلق کے لحاظ سے تھا کیونکہ اہل ایمان کی شان ہے کہ
اُنکو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہے کما قال تعالیٰ - والذین آمنوا اشد حبا للہ الآیۃ - پھر شان نبوت اس سے بہت بلند ہے کیا نہین
دیکھتے ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے دوسرے بھائی بنیامین کو گم کرنے کے بعد یہ کلمہ فرمایا تھا حالانکہ جب فرزندی مین
اُنکو شامل نہین کیا پس مقام اسرار مین یہ خاص بھید فقط یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھا ورنہ اُنکی محبت خالص اللہ عزوجل کے واسطے
کامل تھی اور اسلام مین وہ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی وصیت پر قائم تھے واللہ تعالیٰ اعلم - مترجم کہتا ہے کہ تمام مدارک آیات و تحقیق اسلام سمجھ لینے
کے بعد صاف متحقق ہوگیا کہ یہود و نصاریٰ کو معنے اسلام سے کچھ بھی حصہ نہین ہے اور بنی اسرائیل کے نسب پر مغرور ہونا عین جہالت ہے
اسیواسطے حدیث مین وارد ہوا کہ آخرت مین جسکے عمل نے کوتاہی کی اُسکا نسب کچھ کام نہ آویگا - مترجم کہتا ہے کہ اس مقام پر یہ تحقیق یاد
رکھنا چاہیے کہ خود اسلام و ایمان بھی عمل ہے پس اگر اسلام صحیح ہو تو آخر وہ جہنم سے نجات پاویگا کیونکہ اسلام و ایمان کے فقط یہ معنے نہین ہین کہ دل
مین کسی چیز کا یقین بیٹھ جاوے کیونکہ یہ تو بے اختیاری ہوتا ہے اسمین آدمی کے فعل کا کچھ دخل نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ بہت سے یہود و نصاریٰ کے دل مین
صاف بیٹھ گیا تھا کہ محمد صلعم بیشک پیغمبر ہین حالانکہ وہ کافر جہنمی رہے جبکہ اُنھون نے انکار کیا پس ایمان کے واسطے یہ ضرور ہے کہ اپنے دل مین یقین جماوے
اور امور غیبی پر ایمان لاوے اگر اُسکا نفس اُسکے ساتھ جھگڑا کرے اور شک ڈالے مگر وہ ہمیشہ اپنے نفس کو مارے اور دلی اعتقاد کو نچھوڑے اور واضح ہو کہ
یہ کیفیت بھی چند ہی روز رہتی ہے پھر جب دل منور ہوگیا تو خود ہی اُسکو حق نظر آنے لگتا ہے اور اُس روشنی مین مکر شیطان و نفس خود ہی تباہ ہوجاتا ہے
پس معلوم ہوا کہ دل کو حق پر جمانا یہی اسلام ہے اور یہ فعل قلبی بہت اعلیٰ فعل ہے بلکہ جب دل سے یقین لایا اور دل کو اسی پر جمایا تو قطعاً قصد کیا کہ کچھ فرائض وہ جیسا اسلام مین

سکو اپنے اپنے وقت پر ادا کریگا اور جسقدر ممنوعات ہین سب سے باز رہیگا تو اس نیت کے موافق اُسنے تمام شرائع اسلام ادا کرنیکا ثواب پایا اور تمام ممنوعات سے بچنے کا ثواب پایا پھر جب اُسپر کسی نماز فرض کا مثلاً وقت آیا اور اُسنے ادا کی تو دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ یا زیادہ تک ثواب پاتا رہیگا پس معلوم ہوا کہ اسلام لانا خود بھی عمل ہے حتی کہ اگر اسلام صحیح ہو لیکن شامت نفس سے بدکاریون مین مبتلا ہو کر مر اگر دل مین یقین اسلام ٹھیک رکھا تو وہ دائمی جہنمی نہوگا بلکہ خواہ عفو کیا جاوے یا بدکاریون کی سزا پاکر چھوٹے بہرحال وہ اہل جنت سے ہے کیونکہ اُسکے ساتھ عمل یقین موجود ہے برخلاف یہود و نصاریٰ دنیا نقیض کے کہ اُنمین ایمان نہین ہے تو عمل بھی نہ ادعا ہے اور تعجب ہے کہ باوجود اسکے لوگون کو اپنی گمراہی کی جانب بلاتے تھے کما قال تعالےٰ

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

اور کہتے ہین ہو جاؤ یہود یا نصاریٰ تو راہ پر آؤ تو کہہ نہین بلکہ پکڑی راہ ابراہیم کی جو ایک طرف کا اور نہ تھا شریک والون مین

معالم مین ابن عباس رضی اللہ سے روایت کی کہ یہ آیت قدسی مدینہ کے یہودیون کعب بن الاشرف و مالک بن صیف و وہب بن یہودا و ابو یاسر بن اخطب وغیرہ کے حق مین اور نصاریٰ نجران یعنے عاقب وغیرہ کے حق مین نازل ہوئی جنمین سے ہر ایک اپنی حقیقت کا دعویٰ کرتا تھا مترجم کہتا ہے کہ بات یہ واقع ہوئی کہ نجران کے نصاریٰ مدینہ مین آئے اور یہودی بھی آکر مجتمع ہوئے پس پہلے تو دونون فریق نے باہم مخاصمہ کیا حتی کہ یہودیون نے نصرانیون کی تکفیر کی و عیسیٰ علیہ السلام و انجیل سے انکار کیا اور اسکے جواب مین نصرانیون نے یہودیون کی تکفیر کی چنانچہ سابق مین مفصل مذکور ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ انکے قلوب پر شیطان و کفر مستولی تھا پس اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین دلیری کی چنانچہ محمد بن اسحٰق نے اسناد جید کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابن صوریا کے ختم جو خیبر کے یہودیونکا عالم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم لوگ جس مذہب پر ہین اُسکے سوائے کوئی ہدایت نہین ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس شیطان نے کہا کہ تم بھی اسکو مانو تو ہدایت پاؤ نصاریٰ نجران نے اسکے معارضہ مین اپنے حق مین ایسا ہی بیان کیا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا۔ یعنے ان گمراہون نے کہا کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤگے۔ ف مراد یہ ہے کہ یہودیون نے کہا کہ یہودی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤگے اور نصاریٰ نے کہا کہ نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤگے پس اللہ عزوجل نے ان دونون گمراہون کو ایک مین شامل کرکے رد کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔ کہدے کہ نہین بلکہ ملت ابراہیم کی جو حنیف تھا۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ۔ بل نتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔ اور دوسرون نے کہا کہ بل اتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا یعنے انکے قول سے انکار کیا کہ اُس سے ہدایت نہین پاؤگے بلکہ اتباع کرو ملت ابراہیم حنیف کی تو ہدایت پاؤ۔ مترجم کہتا ہے کہ یعنی زیادہ بلیغ ہے کہ اسمین زیادہ خصوصیت نہین فرمائی بلکہ تحقیق کر دیا کہ تم لوگ دعویٰ ہدایت مین جھوٹے ہو اور ہدایت وہی ہے جو حضرت عالم الغیب عزوجل نے حکم دیا کہ ملت ابراہیم کی اتباع کرو پس ہم لوگون نے اُسکی اتباع کی پس جو کوئی اُسکی اتباع کریگا وہی ہدایت پر ہوگا کیونکہ حنیف یعنے مستقیم وہمہ تن جانب حق اسی ملت ابراہیم کی صفت ہے اور خود ابراہیم علیہ السلام بھی اسی صفت پر تھے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ اور ابراہیم کچھ بھی مشرکین مین سے نہ تھا۔ ف پس شرک و کفر کبھی ملت ابراہیم مین داخل نہوگا اور یہ ان یہود و نصاریٰ پر تعریض ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دین توحید سے مرتبہ خلیل اللہ پایا اور برابر اپنے بیٹون کو اسکی وصیت فرمائی اور اُنکے بیٹے پوتون نے برابر اسکی تاکید فرمائی پس تم لوگ جو کھلے ہوئے مشرکین مین سے ہو بالکل ملت ابراہیم سے خارج ہوگئے کیونکہ وہ بالکل مشرک نہ تھے اور تم بالکل مشرک ہو۔ ابو قلابہؒ نے فرمایا کہ حنیف وہ ہے جو اول سے آخر تک سب رسولون پر ایمان لاوے ابن کثیرؒ ابو لعالیہ سے

مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین سہل ملت حنیفیہ کے ساتھ بھیجا گیا ہون (احمد وسنن) اور فرمایا کہ سہل ملت حنیفیہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے (احمد وادب المفرد للبخاری وغیرہ) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات مین وارد ہوا کہ ایمان انکے دلونمین پہاڑ سے زیادہ بھرا ہوا تھا مگر آسانی دینے والے بے تکلف لوگ تھے (کما رواہ الدارمی) اسی مقام سے کہا گیا کہ بعضے لوگ جو بوجہ وہم وغیرہ کے اپنے اوپر سختی لیتے ہین وہ نادانی سے شیطان کو اپنے اوپر قابو دیتے ہین اور اسیواسطے علمائے حقانی نے ایسے اوہام سے سخت ممانعت فرمائی ہے اور واضح ہو کہ جو شخص ابتدائے انتہا تک جمیع رسولون پر ایمان لایا اُسنے اپنے دین کو خالص اللہ تعالے کے واسطے کردیا اور معرفت سے آگاہ ہوگیا پس وہ شرک سے بیزار ہوگا لہذا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے واسطے آئندہ ایک حکم صاف مصرح نازل فرمایا جس سے تمام مشرکون وگمراہون کے وساوس سوختہ ہوگئے اور کسیکو وسوسہ لانے کی مجال نہین رہی چنانچہ یہود ونصاریٰ وغیرہ کو رد کرنے کے بعد حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور جو اُترا ہماری طرف اور جو اُتارا گیا ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور اُسکی اولاد کی طرف اور جو کچھ ملا ہے موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو کچھ سب پیغمبرون کو دیا گیا ہے اپنے رب کی طرف سے ہم انکے درمیان مین

اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

کسی پیغمبر مین بھی تفرقہ نہین کرتے ہین اور ہم تو اُسی کے حکم پر گردن جھکائے ہین

اللہ تعالے نے پہلے تو مومنون کو ملت ابراہیم کا حکم دیا اور نصرانیون ویہودیون کو اس سے خارج کردیا اور تعریض فرمائی کہ ملت حنیفیہ ابراہیم علیہ السلام سے یہ یہود ونصاریٰ کیونکر خارج نہونگے کہ یہ لوگ تو مشرک ہین حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کچھ بھی مشرک نہین تھے پھر یہودیون ونصرانیون کے خارج ہونے کی توضیح دراز کی ضرورت نہین بلکہ مومنون کو حکم دیا کہ اپنا عقیدہ حقہ جو عین ملت ابراہیم ہے ظاہر کرین تاکہ خود یہود ونصاریٰ خارج ہون اور اپنے عقیدہ حق بھی ظاہر ہوگیا پس یہ بلیغ اعجاز ہے کہ اصل مقصود یعنی ایمان مومنین کی تحقیق ہوگئی اور درمیان سے اہل باطل مثل یہود ونصاریٰ ومشرکین خود سے خارج ہوگئے اور آئندہ انمین سے جسکو راہ راست کی ہدایت وتوفیق ہو وہ خود ادراک کرے اور بالتبع اسمین بکثرت فوائد ہین چنانچہ فرمایا۔ قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔ تم کہو کہ ہم لوگ ایمان لائے اللہ تعالے کے ساتھ ف اور ایمان مجمل یہ کہ ہمنے دل سے مان لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہمارا اور سب کا رب اپنی ذات وصفات کے ساتھ حق ہے اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے بندہ ورسول حق ہین اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا سب حق ہے کیونکہ کسی شخص کا ایمان وحدانیت صحیح نہین ہوتا جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کو یقین نکرے کیونکہ حدیث ابن عباسؓ مین وفد عبدالقیس کے بارہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو چار باتون کا حکم دیا از انجملہ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ وحدہ پر ایمان لاوین پھر آخر مین فرمایا کہ یہ تمنے جانا کہ اللہ وحدہ پر ایمان کیا ہے انھون نے عرض کیا کہ اللہ ورسولہ ہی کو خوب علم ہے فرمایا کہ یہ کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ پس ثابت ہوا کہ توحید الٰہی کے یہ معنے نہین کہ اللہ تعالیٰ کو ایک کہے یعنے جیسے گنتی مین ایک دو کا شمار ہوتا ہے کیونکہ شمار وگنتی تو اللہ تعالے نے مخلوق فرمائی ہے تو اُسکی ذات پاک کو ایک کی گنتی کیونکر لاحق ہوسکتی ہے بلکہ یعنے یہ ہین کہ وہ اکیلا الوہیت والا ہے یعنے الوہیت سوائے اللہ تعالے کے کسی فرد کے واسطے نہین ہے پس جمیع صفات حق عزوجل اُسی کے لیے خالص رکھے تو لامحالہ رسول مبعوث کرنا اُسی کے افعال الوہیت سے ہے پس جسنے کسی رسول کا انکار کیا اُسنے الوہیت توحید الٰہی سے انکار کیا تو

کافر مشرک ہے اور جنے کسی مخلوق کو نفع یا ضرر پہونچانے والا مستقل جانا وہ مشرک ہو گیا جیسے یہود نے اپنے انبیاء و اولیاء کی نسبت اور نصاریٰ نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت خیال کیا لہٰذا مشرک ہوئے بلکہ یہودی بوجہ کفر عیسیٰ علیہ السلام کے اور نصاریٰ بوجہ انکار محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے الوہیت سے کافر ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس زمانہ میں جو کوئی مسلمانوں میں سے جاہلانہ اعتقاد کرے وہ خارج ہو جائیگا اگرچہ وہ کسی ولی معرفت
کی نسبت اعتقاد کرے کیونکہ ولی مقبول تو خالص بندہ حق عزوجل ہے تو وہ ایسے مشرک سے خود بیزار ہوگا جیسے عیسیٰ علیہ السلام ان مشرک
نصرانیوں سے بیزار ہیں۔ پھر بیان ایمان تفصیلی اسطرح ہے کہ اللہ تعالیٰ و ملائکہ و انبیاء و کتب و روز آخرت و جنت و دوزخ وغیرہ جمیع حقائق کا
اعتقاد کرے۔ پھر بیان بمقابلہ یہود و نصاریٰ کے بعض وہ امور ذکر فرمائے جنکے انکار سے یہ لوگ کافر و مشرک ہو کر ملت حنیفیہ سے خارج
ہو گئے تھے اور یہ تو معلوم ہو چکا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ٹھیک ایمان لایا وہ اسکی کل الوہیت پر ایمان لایا لہٰذا جب اہل اسلام کو حکم دیا کہ کہو کہ ہم
اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقین لائے تو جمیع حقائق اسمیں آگئے حتیٰ کہ تقدیر پر بھی قطعاً حق ہے اور وہی ہمارے افعال کا بھی خالق ہمارے خالق عزوجل ہے
اور یہ وہم نہو کہ آدمی تو زنا و چوری وغیرہ کرتے ہیں۔ جواب یہ کہ جب بندہ نے زناکاری کمانی چاہی تو اسکے عزم پر اللہ تعالیٰ اسمیں فعل
پیدا کر دیتا ہے جیسے بندے دعا میں آرزو کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دیدیتا ہے پھر یہ بندہ چور و زانی ہو گیا جیسے رنگریز نے کپڑا اسرخ رنگا تو وہ
رنگریز گلگون نہیں بلکہ کپڑا ارغوانی ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ خالق ہے اور مخلوق اس وصف نیک یا بد سے متصف ہوتا ہے۔ پس ہم یقین لائے
اور وسوسۂ شیطانی کو دور کیا اور دل صاف خالص جانا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ تو جمیع عقائد حقہ پر یقین لائے۔ پھر اسکے ساتھ بعض
امور جنکے انکار سے یہود و نصاریٰ کافر مشرک ہو کر خارج ہو گئے تھے بیان فرمائے کہ۔ **وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا**۔ اور یقین لائے اس چیز پر
جو ہمارے جانب نازل فرمائی گئی ف اور وہ قرآن مجید ہے اور حدیث بھی اسمیں اسوجہ سے شامل ہے کہ وہ بھی بوحی خفی نازل ہے پس ہم ایمان
لائے کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف لائے سب حق ہے۔ **وَمَآ اُنۡزِلَ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ**
**وَالۡاَسۡبَاطِ**۔ اور ساتھ ہی یقین لائے اُس چیز پر بھی جو اُتاری گئی ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و اسباط کی جانب ف اسباط جمع سبط
جسکا اطلاق اکثر پوتوں پر ہوتا ہے اور یہاں اولاد یعقوب علیہ السلام کی نسل مراد ہیں جو خود حضرت ابراہیم و اسحٰق کے پوتے پروتے بھی ہوئے۔ بہرحال یہ
لوگ اسباط کہلاتے ہیں شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے تھے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابوالعالیہ و ربیع و قتادہؒ نے
فرمایا کہ اسباط بارہ اولاد یعقوب ہیں اور ہر ایک کی اولاد میں ایک گروہ کثیر ہوا تو ہر گروہ کو سبط اور ان سبکو اسباط کہنے لگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بنا پر
حضرت یعقوب کے ہر بیٹے کی نسل کو سبط کہتے ہیں خلیلؒ نے کہا کہ بنی اسرائیل میں اسباط اسی طرح کہلاتے ہیں جیسے بنی اسمٰعیل میں قبائل عرب کہلاتے ہیں
اسکے مانند امام بخاریؒ کا قول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت میں ظاہر یہ ہے کہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی صحائف نازل ہوئی اسی طرح حضرت اسمٰعیل
و اسحٰق و یعقوب کی اولاد اور پوتوں پر بھی نزول ہوا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی ان میں انبیاء کا ہونا محتمل ہے اور قول موسیٰ علیہ السلام بھی شرح ہے
کہ۔ اذ جعل فیکم انبیاء الآیۃ یعنے نعمت الٰہی یاد کرو کہ اس نے تم میں انبیاء کیے اور محتمل ہے کہ آئندہ کے لیے ہو اور سابق میں بارہ اولاد یعقوب ہوں پھر واضح ہو
کہ اسباط بنی اسرائیل کا ذکر کیا اور قبائل بنی اسمٰعیل کا ذکر نہیں کیا تو یہ دلیل ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی جانب وحی کا نزول ہوا پھر قبائل عرب میں کوئی پیغمبر
نہیں گذرا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انمیں سے مبعوث فرمایا۔ بالجملہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر پر نازل فرمایا ہم سب پر
ایمان لائے اور انمیں سے خاص طور پر حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی تصریح فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ **وَمَآ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى وَعِيۡسٰى**۔ اور ہم اسپر بھی یقین لائے جو موسیٰ
و عیسیٰ کو دیا گیا۔ ف کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توریت دی گئی اور ساتھ میں جو کچھ وحی ہو پھر درمیان

مین داؤد علیہ السلام کو زبور عطا ہوئی لیکن کہا گیا کہ زبور صرف حمد وثنا ہے جسکو داؤد علیہ السلام خوش الحانی سے ادا کرتے تھے اسیواسطے
جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کو نماز تہجد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ جاکر سنا تو فرمایا کہ اسکو مزامیر آل داؤد
سے ایک مزمار عطا ہوا ہے۔ اور احکام تو اُسوقت بھی برابر وہی واجب تھے جو توریت مین نازل ہوئے اور برابر توریت کا حکم مستمر رہا یہانتک
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو اسوقت انجیل نازل ہوئی جسمین بعض احکام توریت منسوخ کیے گئے اور باقی احکام توریت محکم رہے
اسیواسطے نصاریٰ توریت کو عہد عتیق اور انجیل کو عہد جدید کہتے ہین اور جو احکام کہ توریت مین سے اُسوقت منسوخ ہوئے از انجملہ حرمت شراب و چربی
و گوشت شتر وغیرہ ہے کہ یہ انجیل مین حلال کر دیے گئے اور جہاد کا حکم منسوخ ہوگیا حالانکہ برابر دو ہزار برس تک بنی اسرائیل مین جاری رہا
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سلیمان بن حبیبؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمکو یہی حکم دیا کہ ہم توریت وانجیل کے حق ہونے پر ایمان لاوین اور
نہین حکم دیا کہ ہم انکے احکام پر عمل کرین۔ مترجم کہتا ہے کہ جمیع اہل اسلام اسی پر متفق ہین کہ اللہ تعالےٰ نے جو توریت وانجیل نازل فرمائی تھی وہ بیشک
کتاب الٰہی و حق ہے ولیکن جو ترجمے کہ زبان اُردو یا فارسی وغیرہ مین اسوقت ہمکو دیے جاتے ہین ہم انکی تصدیق یا تکذیب کچھ نہین کرتے
ہین کیونکہ جب یہود ونصاریٰ سے کتب الٰہی مین تحریف کرنا بدلائل قاطعہ ثبوت ہوچکا تو ہم نہین کہہ سکتے کہ کون حکم اصلی اور کون محرف ہے بلکہ
اسوقت خود یہود ونصاریٰ کو بھی یہ تحقیق نہین معلوم ہے اور ہزارون الفاظ مین جو اختلاف معنوی موجود ہے اسکی نسبت وہ لوگ کہتے ہین
کہ یہ پڑھنے والون کی غلطی ہے۔ ہم کہتے ہین کہ اچھا وہ پڑھنے والون ہی کی غلطی سہی لیکن آخر یہی نتیجہ نکلا کہ یہ امر نہین معلوم ہوسکتا کہ اصل کون
لفظ اور کیا حکم ہے پس جب ایک قوم کے پاس ایسی کتاب ہو کہ جسمین یہ معلوم نہو سکے کہ اصلی حکم کیا ہے تو یہی شریعت کا مٹنا کہلاتا ہے اور خود نصاریٰ
منتظر ہین کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ایک روح مقدس آنے والا ہے تو دیدۂ انصاف سے دیکھتے اور جانتے کہ وہ یہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع شریعت
حقہ قرآن مجید ہین۔ بہرحال ہم ایمان لاتے ہین کہ جو کچھ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوا تھا حق ہے۔ وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ
اور ایمان لاتے ہین کہ جو کچھ پیغمبرون کو اُنکے رب عزوجل کی طرف سے عطا ہوا ہے ف سب حق ہے۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مومنون کو
حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوین اور اللہ تعالےٰ کی سب کتابون اور سب رسولون کی تصدیق کرین۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ توریت وزبور وانجیل پر ایمان لاؤ لیکن قرآن مجید تم کو کافی ہے۔ (رواہ ابن ابی حاتم) خلاصہ
یہ کہ بنظر اختلاف یہود ونصاریٰ کے حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بعضے انبیا علیہم السلام کو مفصل بیان فرمایا پھر جمیع انبیا
علیہم السلام کو مجمل ذکر کیا تو ہم ان سب پر ایمان لاتے ہین۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔ ہم نہین ہے کسی ایک مین بھی تفریق نہین کرتے
خواہ کسی پیغمبر یا کتاب آسمانی کو نہین جھٹلاتے ہین۔ کیونکہ الوہیت خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پس اسنے جمیع انبیا علیہم السلام کو
کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ۔ کے ساتھ بھیجا اور احکام عملی مین البتہ اپنی حکمت ومشیت کے ساتھ ہر عہد مین اسکے موافق احکام دیے اور یہ اسکو ہر وقت
اختیار ہے۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ اور ہم سب تو اسی کے واسطے مخلص مطیع ہین ف وہ جو کچھ چاہے حکم فرماوے مثلاً شریعت
توریت مین شراب حرام تھی پھر انجیل مین مباح کی گئی پھر شریعت اسلام مین بعد ہجرت مدینہ کے ایک مدت گذرے اسکو حرام کردیا
اس آیت قدسی سے معلوم ہوا کہ اسلام ہی عین شریعت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھی کہ ہرحال مین اللہ تعالیٰ کے حکم پر گردن جھکاتا
اور جمیع انبیا و کتب پر ایمان لاتا اور ہم اسی شریعت پر ہین اور یہی اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا برخلاف مشرکین عرب کے کہ اُنھون نے صریح بت پرستی
کی اور نبوت سے انکار کیا اور برخلاف یہودیون کے کہ اُنھون نے باوجود تحریف توریت و شرک وغیرہ کے صریح فضیحت یہ کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انجیل و فرقان سے کفر کیا اور برخلاف نصرانیون کے کہ باوجود فخر کثیر تبیع و بہتان صریح و تحریف کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا بلکہ یہودی و نجرانی نصاری نے باہم ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کی تو یہ سب ملت ابراہیم علیہ السلام سے خارج ہین اور الحمد للہ کہ ہم لوگون کو جسطرح اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہم ایمان لاتے ہین کہ اللہ تعالے الوہیت و الا واحدہ لا شریک لہ ہی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے بندے و رسول ہین جو کچھ انپر نازل کیا گیا قرآن و وحی خفی سب حق ہوا ور جو کچھ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق علیہم السلام و جمیع انبیاے بنی اسرائیل و جمیع انبیا حضرت آدم سے لیکر آخر تک خواہ ہمکو انکا نام معلوم ہو یا نہ معلوم ہو سب حق ہین اور جو کچھ جس پیغمبر پر اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہو سب حق ہو ہم کسی مین تفریق نہین کرتے کہ بعض پر ایمان لاوین اور بعض سے کفر کرین یا قرآن مجید کے بعض حکم کو مانین اور بعض سے انکار کرین جیسے یہود و نصاری نے کیا ہو بلکہ ہم بغیر تفریق کے سب پر ایمان لاتے ہین اور ہم اللہ تعالی ہی کے واسطے دین کو خالص کرنے والے ہین اللہ تعالی نے اہل ایمان کو ارشاد فرمایا کہ ان یہود و نصاری کو جو باہم تکفیر کرتے ہین یہی سناؤ اور دیکھو کیا کہتے ہین

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ

پھر اگر وہ لوگ یقین لاوے اسی پر جسپر تم یقین لائے ہو تو بیشک راہ راست پر آ گئے اور اگر انھون نے منھ موڑا تو انکے سوا کچھ نہین کہ وہی پھوٹ مین پڑے ہین سو عنقریب تیری طرف

اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ۝

اللہ تعالی انکو کفایت کریگا اور وہی خوب سننے والا جاننے والا ہو ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور کون ہو جو اللہ تعالی سے بہتر ہو رنگ مین اور ہم تو اسی کے لیے عبادت توحید کرنے والے ہین

یہ خطاب بھی مومنون کو عطا ہوا اور اسمین انکی تقویت و فضیلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و معجزہ اخبار غیب ہو چنانچہ فرمایا۔ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا۔ پھر اگر انھون نے بعینہ اسی کو یقین کیا جو تمنے یقین کیا ہو تو راہ پا گئے ف یعنے اگر یہود و نصاری جو باہم ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہین اور راہ حق سے یعنے راہ مستقیم سے داہین بائین پھوٹ نکلے ہین بالکل اسی طرح مانین جیسے تمنے یقین کیا ہو تو راہ راست پر آ گئے اور ٹھیک راہ اختیار کی۔ حاصل یہ کہ اگر یہود و نصاری نے اللہ تعالے کے سب رسولون و سب کتابونکا اقرار کیا تو راہ راست پائی وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ۔ اور اگر انھون نے منھ موڑا تو یہ لوگ شقاق ہی مین پڑے ہین ف یعنے راہ مستقیم سے ایک شق مین یہودی جاتے ہین اور ایک شق دیگر مین نصرانی جاتے ہین چنانچہ حدیث معراج مین ایک روایت مین مذکور ہو کہ جب آپ روانہ ہوئے تو راہ راست کے داہین شق سے ایک شخص نے دو مرتبہ پکارا کہ اے محمد راستہ ادھر میری طرف ہو جبرئیل نے کہا کہ آپ چلے چلین اور اسکو کچھ جواب نہ دین پھر آگے بڑھکر راہ سے بائین شق مین ایک شخص نے آواز دی کہ اے محمد ادھر میری طرف راہ ہو جبرئیل نے کہا کہ آپ چلے چلین اور کسیکو جواب نہ دین پھر بڑھکر ایک عورت حسینہ جمیلہ نظر پڑی اور اُسنے متوجہ کرنا چاہا تو جبرئیل نے فرمایا کہ چلے چلیے اور اسکی طرف التفات نفرمائیے پھر جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ وہ راہ سے داہین شق والا تو یہودی تھا کہ اپنی طرف بلاتا تھا اور بائین طرف والا نصاری ہو اور یہ عورت دنیا ہو۔ رواہ الطبرانی مرسلا من طریق محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی۔ مترجم کہتا ہو کہ صحیحین کی بعض احادیث مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خط مستقیم کے داہین بائین خطوط کھینچکر فرمایا کہ مستقیم تو راہ حق ہو اور یہ کج راہیں ضلالات ہین الخ۔ ابو العالیہ نے فرمایا کہ شقاق یعنے فراق مین پڑے ہین۔ ابن عباسؓ و عطارؒ نے کہا کہ شقاق یعنے خلاف و منازعت مین ہین۔ معالم بعض نے لکھا کہ آمنوا بمثل ما آمنتم بہ مین کلمہ مثل زائد ہو اور معنے یہ ہین کہ سو فان آمنوا بما آمنتم بہ یعنے جس چیز کے ساتھ تم ایمان لائے ہو اگر اسی چیز کے ساتھ یہ لوگ ایمان لاوین تو راہ راست پاوین معالم و تبیان مین کہا کہ یہی قرات ابن عباسؓ ہو اور کمالین مین کہا کہ یہ قرات ابن مسعودؓ ہو۔ اور اسکی وجہ یہ ہو کہ مومنین کا اعتقاد دین اسلام ہو اور یہ لوگ مثل



اسلام کے کمان باونگے بلکہ بعینہ اسلام پر اعتقاد کرین۔ کشاف و بیضاوی وغیرہ نے کلمہ مثل کو بغیر تاکید کے بھی حجت تعجیز قرار دیا یعنی
اس سے ان لوگون کو عاجز ٹھہرانا منظور ہے اور حجت کی تقریر یہ ہے کہ تمام انبیاء سابقین ہوا انکی ستون سے متواتر چلا آتا ہے کہ انہوں نے توحید یہی بتائی کہ اوسی الٰہی
عزوجل کے ساتھ ایمان لاوین مع اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالیٰ کے سب رسول خواہ سابق ہون یا لاحق ہون اور سب کتابین واحکام کل برحق ہین
اور جب یہ متواتر ثابت ہوا تو یہی حق اور یہی ملت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحق و اسباط و موسیٰ و عیسیٰ ہے پس اہل اسلام قطعًا اسی ملت پر ہین پس تم لوگ
اگر اسکے مثل لاؤ تو البتہ ہدایت پر ہو حالانکہ یہ امر معلوم ہے کہ اسکا مثل نادر دہر بلکہ خود یہی ایک صراط المستقیم ہے تو یہ لوگ مثل کہان سے لاوینگے
پس جب ہی حق پر ہونگے کہ بعینہ اسلام لاوین اور اپنے دعوے وانکار سے توبہ کرین۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ حجت جمیع فرقہاے گمراہ پر ہے خواہ یہود
و نصاریٰ ہون یا عرب کے بت پرست جو اپنے آپ کو ملت ابراہیم و اسمٰعیل پر سمجھتے تھے۔ فان تولوا فانما ہم فی شقاق۔ یعنے پھر اگر بعد
اس حجت واضحہ کے عین اسلام سے منہ موڑین تو یہ لوگ راہ حق سے پھوٹ کر مخالف جہت مین پڑے ہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی
کہ ان مخالفون کی کچھ پرواہ مت کیجیو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات پر قاہر ہے اور انکا فی الحال چھوڑ دینا کچھ اسوجہ سے نہیں کہ معاذ اللہ یہ لوگ قبضۂ
قدرت باہر ہو سے باہر ہین بلکہ ارادۂ الٰہی انکے حق مین یون ہی متعلق ہے کما قال تعالیٰ۔ انما یرید اللہ ان یعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا و تزہق انفسہم
وہم کافرون یعنے اللہ تعالیٰ کی ارادت کاملہ متعلق ہے کہ ان لوگون کو اس دنیاوی زندگی مین بھی بوجہ مال و اولاد دنیاوی کے عذاب مین ڈالے
اور اسی کفر کی حالت مین انکی جانین کھینچی جاوین۔ ف۔ تو اپنے وقت تک جب تک انکو چھوڑیگا پھر آخر اپنے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے
دین حق کو سب پر غالب فرماویگا لہٰذا فرمایا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ پس عنقریب اللہ تعالیٰ تیرے لیے
انکو کفایت فرماویگا اور وہی خوب سننے جاننے والا ہے ف یعنے عنقریب تجھکو ان پر فتح و نصرت کے ساتھ غالب فرماویگا چنانچہ یہی ہوا کہ
ہجرت کے تیسرے سال مین آپ نے یہود کے فرقہ بنی نضیر کو ملک شام کی جانب نکالدیا اور آخر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے
زمانہ خلافت مین وہان بھی انپر خواری کا جزیہ باندھا گیا اور ہجرت کے پانچوین سال غزوۂ احزاب سے فراغت کے بعد آپ نے ہنوز
کمر نہیں کھولی تھی کہ آپکو بنی قریظہ پر جہاد کا حکم ہوا حتی کہ یہ مغرور لوگ مجبور ہو کر خوف کے مارے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر رہے
اور سعد رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا کہ سوائے عورتون و بچون کے سب قتل کیے جاوین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ اے سعد تونے حکم الٰہی
عزوجل کے موافق پایا۔ اور نصاراے نجران سب مطیع ہوئے چنانچہ سورۂ آل عمران مین انکا عجیب واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس آیت مین
آنحضرت صلعم کے واسطے معجزہ واضحہ ہے جیسے سورۂ آل عمران کی آیت مین قل للذین کفروا ستغلبون و تحشرون الی جہنم الآیۃ۔ مین بھی صاف معجزہ ہے
جب ان مع احمق یہودیون نے کہا تھا کہ اے محمد آپ نے قریش کے چند اوباش کو جو فن جنگ سے واقف نہیں ہین مغلوب کیا تو یہ کچھ نہیں ہے
کیونکہ کبھی ہمارا مقابلہ ہو تو معلوم ہو کہ مرد ہم ہین لوگ ہین پس آپ کو حکم ہوا کہ ان لوگون سے کہدیجیے کہ اے کافرو عنقریب تم لوگ مغلوب ہو کر جہنم کو حشور
کیے جاؤگے ف۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع علیم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض خیر خواہی سے ان لوگون کے حق مین دین و دنیا کی بہتری چاہی اور خود دنیا
محض ہیچ ہے تو دائمی حیات و نعیم جنت مین پہونچانے کی کوشش تبلیغ فرمائی حالانکہ اسکے جواب مین ان بدکارون کی طرف سے بدگوئی و عداوت کا
عوض تھا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت پاک۔ سمیع علیم۔ سے تسکین فرمائی۔ اور یہ ہر عادل نیکوکار کے واسطے مقام تسکین و مسرت ہے کہ حق عزوجل
اسکے افعال و اقوال کا سمیع علیم ہے تو رحمت سے محروم نہیں۔ اور اسکے مخالفین کے اقوال و افعال کا سمیع علیم ہے تو وہ لوگ بالضرور اپنی سزا کو پہونچینگے۔
اور یہان ایک نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہود و نصاریٰ دونون پر فتح و نصرت و غلبۂ اسلام کی بشارت دی حالانکہ نصرانیون پر غلبہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان

رضی اللہ عنہم کی خلافت مین پورا ہوگیا توان اماموں کے غلبہ کو عین آپکا غلبہ قرار دیا اسیواسطے حضرات خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم
کی خلافت بالاجماع خلافت بنوت ہی نہ خلافت سلطنت - اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین اسلامی باغیوں سے قتال کا حکم تعلیم کیا گیا (تنبیہ)
روایت ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ مین تشریف لے گئے اور تلاش کرکے صحابہ رضی اللہ عنہم پہونچے اور پہلے ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ ایک سوراخ سے داخل ہوئے اتنے مین آپ نے فرمایا کہ جو شخص پہلے آوے اسکو جنت کی بشارت دے اور ایک روایت مین ہی کہ مین نے
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اجازت دے اور اسکو جنت کی بشارت دے پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا
کہ اجازت دے اور جنت کی بشارت دے پھر عثمان آئے تو فرمایا کہ اجازت دے اور ایک بلوی پہونچیگا کہ اسپر جنت کی بشارت دے الحدیث
(الصحیح وغیرہ) اور وقت وفات شریف کے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلاکر خفیہ فرمایا اور عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا کما فی الصحیح وغیرہ - یہ سب اسی بلوہ کا
اشارہ ہی جو باغیوں نے آپ کے زمانہ خلافت مین اُٹھایا تھا حتی کہ آپ شہید ہوئے اور صحیح حدیث مین ہی کہ آپنے حضرت عثمان کو ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے
کبھی یہ خلعت خلافت پہناوے اور لوگ چاہین کہ تو اسکو اُتار دے تو مت اُتاریو (ابن السنن وغیرہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرہ وبلوہ مین اسقدر اظہار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھسے ایک عہد لیا کہ مین اسپر صابر ہون (بعض الصحاح) اور روایت پہونچی کہ جس بلا سے صحیح ہوتے شہید ہوئے ہین تو ان باغیون پر حجت قائم کی اور اُنسے قسم لی کہ تم
جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فلان وفلان وفلان بشارات جنت دی ہین - باغیوں نے ہر ایک پر اقرار کیا کہ اللّٰھم نعم - یعنی ہان بیشک واللہ صحیح ہی -
پھر یاد دلایا کہ مین آنحضرت صلعم کے ساتھ مع حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کے تھا کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی تو آپ نے اسکو ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ بس ٹھہر جا نبی
وصدیق اور دو شہید ہین تو پہاڑ ٹھہر گیا - باغیوں نے کہا کہ ہان واللہ ٹھیک ہی پس آپنے باواز بلند تکبیر کہی اور فرمایا کہ واللہ یہ لوگ مجھپر گواہی دیتے ہین کہ مین
شہید ہون (الصحیح وغیرہ) پھر بعد عشا کے خفیف خواب سے بیدار ہوکر لوگوں سے کہا کہ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی حضوری کی بشارت دیتے ہین
(باسناد صحیح) حتی کہ آخر رات شہید ہوئے تو اسوقت مصحف مجید آپکی گود مین تھا حتی کہ قطرہ خون ٹپک کر قولہ تعالیٰ فسیکفیکھم اللہ الآیۃ - پر گرا یہ کرامت شمار ہوئی
چنانچہ اہل بغاوت بعد چندے انواع محنت کے بعد مارے گئے باوجودیکہ کسی نے ظاہری قصاص نہین لیا گیا کیونکہ اہل بغاوت نے جب حضرت سیدنا علی
رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرلی تو اب گذشتہ حرکات پر اُنسے مواخذہ نہین لیاجاتا ہی - ابن ابی حاتم نے کہا کہ مجھے یونس بن عبدالاعلیٰ نے پڑھکر سنایا کہ ہمکو ابن
وہب نے خبر دی کہ مجھے زیادہ بن یونس نے فرمایا کہ نافع بن ابی نعیم نے بیان فرمایا کہ بعض خلفا نے میرے پاس مصحف عثمان رضی اللہ عنہ اس غرض سے بھیجا کہ مین
اسکی جلد کی مرمت کردون - زیاد نے کہا کہ مین نے حضرت نافع سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہین کہ عثمان رضی اللہ عنہ جبدم شہید کیے گئے یہ مصحف انکی
گود مین تھا جبکہ فسیکفیکھم اللہ الآیۃ - پر انکا خون ٹپک پڑا - تو نافع نے فرمایا کہ واللہ میری ان دونوں آنکھوں نے اس آیت پر یہ خون مبارک دیکھا لیکن
پُرانا داغ تھا - ترجمہ کتا ہی کہ حاصل تفسیر یہ ہوا کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے یکرنگ توحید کا حکم ومکرر ارشاد کیا کہ یہود ونصاریٰ وغیرہ یا تو یہی رنگ توحید
اختیار کرینگے یا اللہ تعالیٰ تمکو کفایت فرماویگا - نصرانیوں نے اصطباغ شرک قبول نہ کیا یعنے جب کوئی نصرانی ہوتا تو مختلف ملتوں مین جس فرقہ نصاریٰ
مین داخل ہوتا وہ لوگ اسکو اپنے رنگ مین اصطباغ دیتے تھے لیکن ہر ایک شرک مین اصل ہی لہٰذا مومنون نے موافق حکم آلٰہی عزوجل کے رنگ شرک
سے بالکل جدائی کرلی چنانچہ فرمایا - صِبْغَةَ اللّٰهِ - یعنے صبغنا اللہ صبغۃ - اللہ تعالیٰ نے ہمکو رنگ دیا رنگ توحید - یہ جملہ قولہ آمنا باللہ
کا مضمون ہی اور قولوا - کے تحت مین داخل ہی اسیواسطے حذف فعل واجب ہی کیونکہ ایمان توحید کا یہی حاصل متعین ہی کہ رنگ توحید کے
سوا کچھ داغ شرک نہو - اور حاصل یہ ہوا کہ تم لوگ کہدو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو رنگ توحید آلٰہی سے یکرنگ کردیا - وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
صِبْغَةً اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کون اصطباغ دینے والا ہی یعنی کوئی نہین پس نصرانیت یا یہودیت کا اصطباغ باطل و شرک و داغی ہی و نَحْنُ

[illegible]

لَہٗ عٰبِدُوْنَ - اور ہم تو اللہ تعالےٰ ہی کے لیے عبادت کرنے والے ہین ف کسی کو اسکے ساتھ شریک نہین لاتے بخلاف مشرکین
یہود ونصاریٰ وعرب کے - یہ بھی - قولوا - کے تحت مین داخل ومربوط ہے یعنے کہو کہ ہم تو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے مخلص موحد ہین -
پس صبغۃ اللہ منصوب بربنائے مفعول مطلق ہے کہ وہ جملۂ آمنا باللہ - کا حاصل ہے اور یہی قول امام سیبویہؒ کا ہے اور اسی کو زمخشریؒ نے کشاف
مین اختیار کیا اور اسکی خوبی خود ظاہر ہے لہٰذا دیگر اقوال کو مترجم نے ترک کر دیا اور امام ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن عباسؓ ومجاہدؒ نے کہا کہ صبغۃ اللہ
سے مراد فطرت الٰہی ہے یعنے دین توحید فطری کہ وہ یکرنگ صاف بدون داغ ہے - اور اسکے مانند - ابوالعالیہ وعکرمہ وابراہیم نخعی وحسن وقتادہ وضحاک
وعطیہ وربیع وسدی وغیرہم سے مروی ہے - ۵ - اور یہ تشبیہ لطیف ہے کہ جیسے کپڑے پر رنگ ہوتا ہے اسیطرح ہر ملت والے پر اسکے دین کا
رنگ ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ مؤید اسکا قولہ تعالیٰ - لباس التقوی ذٰلک خیر ذٰلک من آیات اللہ الآیہ - یعنے لباس تقوی ہی بہتر ہے اور
وہ آیات الٰہی سے ہے - ۵ - مترجم کہتا ہے کہ اسیوجہ سے لباس تقوی ہر کافر وفاسق کو نظر نہین آتا جو آیات الٰہی سے اندھے ہوتے ہین سو
مومن صادق کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور - یہ نور بعد موت کے عموماً ظہور کریگا جسکے آگے چاند سورج کی روشنی بے حقیقت ہے
اور حدیث مین لباس تقوی کی توضیح آئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ لباس التقوی کی تفسیر مین احادیث وآثار کا ذکر آویگا - اور واضح ہو کہ طفیل
بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ ذی النور کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی اسپر اسکا نور ظاہر کردے تو انکی پیشانی سے مانگ تک ظہور ہوا
کہ اندھیری رات مین انکو کسی چاندنی کی ضرورت نہ تھی لیکن طفیل رضی اللہ عنہ نے جو صادق الایمان تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شاید لوگ داغ کا شبہ کرین تو آنحضرتؐ نے
جانبین مین اشارہ کیا تو وہ دونون گیسو منیر تھا - اسیواسطے ذی النور لقب ہو گیا - معالم مین ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نصاری مین دستور ہے کہ جب انکے ہان لڑکا
پیدا ہو کر سات روز کا ہوتا ہے تو شریعت توریت کی عقیقہ وختنہ کے بجائے انکو زرد رنگ مین جسکو آب معمودیہ کہتے ہین غوطہ دیکر رنگتے ہین کہ اب نصرانی
ہو گیا پس اللہ عزوجل نے رد فرمایا کہ یہ ظاہری رنگا ہوا مقبول نہین بلکہ مقبول وہ ہے جو دین الٰہی عزوجل سے منور ہوا اور وہ اسلام ہے - ۵ -
حاصل یہ کہ اللہ تعالےٰ نے مومنون کو حکم دیا کہ تم ان خیالی دعوے والون سے کہو کہ ہمکو اللہ تعالےٰ نے ایسے رنگ سے رنگا جو مثل تمھارے رنگنے کے نہین ہے
اور وہ طہارت اسلام سے سپید رنگ ہے جیسے حضرت نوح وہود وابراہیم واسمٰعیل واسحق ویعقوب وغیرہ انبیا علیہم السلام گذرے ہین - ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے
اپنی اپنی تفسیر مین اور ضیاءؒ نے مختارہ مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ کا
پروردگار رنگ دیتا ہے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تم ایسے کلمات سے ڈرو پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تو کہدے کہ ہان میرا رب عزوجل رنگتا ہے
یہ سرخ وسفید وسیاہ وکل رنگ میرے ہی رنگنے سے ہین اور اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قولہ صبغۃ اللہ ومن احسن الآیہ نازل فرمایا - شیخ ابن کثیرؒ
نے کہا کہ ابن مردویہ نے اسکو مرفوع حدیث روایت کیا لیکن ابن ابی حاتمؒ کی روایت مین ابن عباسؓ کا قول ہے اور یہی اشبہ ہے بشرطیکہ اسناد صحیح
ہو - مترجم کہتا ہے کہ گویا اشارہ ہے کہ اسناد مین تردد ہے - بعض علمائےؒ نے کہا کہ ماء معمودیہ کی تردید تو فقط نصاریٰ سے متعلق ہوگی حالانکہ یہ کلام تو
یہود بلکہ مشرکین عرب کی بھی تردید ہے - مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو جواب ہو سکتے ہین - اول یہ کہ تردید کا ہر جملہ ضرور نہین کہ دونون سے متعلق ہو -
دوم صبغۃ اللہ سے درحقیقت رنگ مراد نہین بلکہ مقصود تشبیہ ہے یعنے تم لوگ تو اپنے رنگ مین ہو جو اللہ تعالیٰ واسکے رسولون سے مخالف ہے
حتی کہ تم مین سے نصرانیون نے ماء معمودیہ کو سچے نصرانی ہونے کی رسم نکالی ہے اور ہم لوگ اپنے اللہ تعالےٰ کے رنگ سے موحد خالص مطیع ہین تو
یہ بطور تشبیہ ہے اور اس استعارہ کی تقریر مفتاح وشرح مطول مین مفصل مذکور ہے پس ہم لوگ اُس فطرت پر ہین جسپر انبیا علیہم السلام گذرے ہین
اور تم اپنے خیالی رنگ پر مشرک ہو لہٰذا آئندہ آیت مین اُنکے اس خیال کی تردید فرمائی کہ تم اپنے خیال مین حضرت ابراہیم واسمٰعیل واسحق ویعقوب

منزل ۱

واسباط کو اپنے رنگ یہودیت یا نصرانیت پر کہتے ہو حالانکہ اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ تم جھوٹے ہو بلکہ ہر شخص پر ظاہر ہے کیونکہ یہودیت
تو بعد توریت کے اور نصرانیت بعد زمانہ عیسی علیہ السلام کے ظاہر ہوئی حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ بہت مقدم گزرے ہیں (تنبیہ)
کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالی سب رنگوں کا حقیقی خالق ہے لیکن بالاجماع اسپر رنگریز کا اطلاق کرنا روا نہیں ہے اسوجہ سے کہ بول چال میں یہ لفظ
ایک حقارت کے معنے میں پیشہ رذیل ہوگیا ہے ف شیخ الصوفیہ محقق محی الدین بن العربی رح کی نسبت کہا گیا کہ وہ ایمان فرعون کے قائل ہیں حالانکہ
درحقیقت یہ غلط فہمی ہے انھوں نے ایمان نافع میں کلام نہیں کیا جیسے کوئی کہے کہ تمام کفار قیامت میں یا موت کے وقت ایمان لاتے ہیں تب روح
نکل جاتی ہے تو یہ صحیح ہے حالانکہ وہ ایمان نافع نہیں ہے۔ بالجملہ اس گفتگو کو چھوڑ کر میں اس شیخ کے کلام کو اس مقام پر ملخص نقل کرنا چاہتا ہوں۔
شیخ رح نے کہا کہ صبغۃ اللہ کے معنے یہ ہیں کہ ہمکو اللہ تعالے نے اپنے رنگ سے رنگ دیا۔ بات یہ ہے کہ ہر اعتقاد و مذہب والے کا باطن اسکے اعتقاد
و مذہب کے موافق رنگین ہوتا ہے جیسے طریقہ اجتہاد والے کا مقلد اپنے امام کے رنگ پر رنگین ہوگا اور جیسے فلاسفہ اپنے اوہام سے
مصبوغ ہیں جنکو عقل سمجھتے ہیں۔ غرضکہ ہر فرقہ اپنے رنگ اعتقاد پر ہے اور موحدین خاصۃ اللہ تعالی ہی کے رنگ سے منور ہیں جس سے خوب رنگ نہیں ہے
یعنے درحقیقت یہی رنگ مقبول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ
فمن اصاب من ذلک النور اھتدی ومن اخطأہ ضل۔ یعنے اللہ تعالے نے خلق کو اسکی تاریکی میں پیدا فرمایا پھر انپر اپنے نور سے چھڑکا تو جس
خلق کو اس نور سے کچھ پہونچا اُسنے راہ پائی اور جو کوئی چوک گیا وہ گمراہ ہوا رواہ احمد والترمذی (المشکوۃ وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ یہی نور یہاں مراد ہے
جسکو رنگ فرمایا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہاں تک شیخ ابن العربی رح کا کلام تمام ہوا اور شیخ رکن الدین رح نے عرائس میں اسکے نور صفات کا اشارہ لیا ہے اگرچہ
یہی حاصل کلام شیخ ابن العربی رح بھی ہے۔ چنانچہ شیخ رح نے عرائس میں کہا کہ یہ رنگ صفت خاصہ ہے جسپر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حدیث میں ہے
کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ یعنے اللہ تعالے نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ ہ پس یہی لباس صورت خاصہ ہے جو رنگ فطرت سے
تعبیر کیا گیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اکابر مشائخ کے نزدیک خلقت انسانیہ جامع مظاہر صفات ہے حتی کہ صفات رحمت و غضب دونوں ہیں پس جسنے
موافق فرمان الٰہی عزوجل کے دونوں میں عمل رکھا وہ صراط مستقیم میں برنگ الٰہی عزوجل ہے اور جسنے مظہر غضب کو خالص کر لیا خواہ عمداً سرکشی ہو
جیسے یہود میں غضب پر غضب ہے یا جہالت سے ہو جیسے نصاری میں ضلالت ہے تو یہ راہ مستقیم سے خارج ہو کر گمراہ ہیں۔ اور انپر رنگ نفس ہے اور
واضح ہو کہ حدیث خلق آدم جو صحیحین میں واقع ہے اکثر علماء اسکی تاویل میں مرجع ضمیر جانب آدم ٹھہراتے ہیں یعنے اللہ تعالے نے آدم کو آدم کی صورت خاص پر
پیدا کیا۔ یعنے ایسی صورت پر پیدا کیا جو آخر آدم کی صورت ہوئی اور مشائخ اسمیں صفت خاصہ کے معنے لیتے ہیں یعنے صورت ایک صفت خاصہ ہے
جسکا رنگ ظاہر میں یہ صورت بمعنے شکل ہے اور وجہ یہ کہ آدم علیہ السلام کیواسطے کوئی صورت سابق نہیں تھی کہ جس صورت پر پیدا کیا ہو پھر مشائخ
والائمہ علماء دونوں متفق ہیں کہ یہ صورت بمعنے تصویر و شکل ہے اس سے اللہ تعالے پاک ہے کیونکہ اسکی شبیہ و مثال محال ہے پس جیسے۔ خلقت بیدی آیا ہے۔ یا قولہ تعالی
ھو السمیع البصیر۔ یا قولہ ید اللہ فوق ایدیھم الآیہ وغیرہ میں۔ ید و سمع و بصر۔ سے یہ اعضاء جسمی مراد نہیں بلکہ متاخرین علماء تاویل بعید کرتے ہیں اور متقدمین
و سلف صالحین رضی اللہ عنہم یہاں صفات حق عزوجل مراد لیتے ہیں اسیطرح صورت کا اطلاق ایک صفت خاصہ پر ہے اور مؤید اسکے واسطے دو [illegible]
روایت صحیحین بحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی سے مار پیٹ کرے تو اسکے چہرہ کو محفوظ رکھے یعنے اسکے بگاڑنے سے
اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالے نے آدم کو علی صورتہ پیدا فرمایا ہے (رواہ مسلم) یہاں ظاہر ہے کہ اگر ضمیر راجع بجانب آدم ہو اور یہی شکل مراد ہو تو
تعلیل غیر مفید ہوئی جاتی ہے اور جو تاویلیں بیان کی گئی ہیں نہایت تکلف ہیں اسیواسطے اکثر علماء نے انکو احادیث صفات متشابہ میں داخل کیا ہے اور یہ خود

مؤید کلام مشائخ ہے - بلکہ مشائخ تو خود ہی اسکو متشابہات مین داخل کرتے ہین - اور امام احمد وغیرہ کی روایت مین آیا کہ ان اللہ خلق آدم طولہ ستون ذراعا فی سبعۃ اذرع عرضا - یعنے اللہ تعالے نے آدم کو پیدا کیا اس صفت سے کہ آدم کا طول ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا - اسکو بیان سابق سے منافات نہین ہے کیونکہ یہ بھی ظہور صفت کا بیان ہے - بالجملہ مشائخ وائمہ علماء رحمہم اللہ تعالی مین درحقیقت کچھ اختلاف نہین ہے کیونکہ مشائخ بھی ہرگز نہین کہتے کہ حق تعالے عزوجل کے واسطے صورت بمعنی شکل وہیات ہے بلکہ صفت خاص ہے جسکا ظہور ان مخلوقات مین بطریق صورت ہے اور علماء رحمہم اللہ تعالے بھی صفات آلہیہ سے انکار نہین کرتے ہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حدیث کے یہ معنے "کہ اللہ تعالے نے آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا" بلا خلاف معنے صحیح ہین لیکن مشائخ رح نے اسمین معنے دقیق کا اشارہ کیا جسکا ظہور اس مظہر آدم مین بشکل وصورت ہوا ہے اور یہان سے معلوم ہوا کہ حق عزوجل نے امت محمدی کے علما کو کس شان کے ساتھ سداد وصواب پر مستقیم فرمایا ہے کہ حفظ شریعت کے ساتھ معنی حقیقت جمع ہین اور اسکی نظیر عالم آخرت مین جنت کی نعمتین ہین کہ باغ وحور وقصور واکل وشرب کی نعمتون کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ - فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین الآیۃ یعنے کسی نفس کو نہین معلوم جو اسکے لیے اسکی آنکھون کی ٹھنڈک مخفی رکھی گئی ہے - اور حدیث مین آیا کہ "ان نعمتون کو نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر خطور ہوا" اور دونون صحیح ہین - اسی طرح یہان بھی دونون معنے صحیح - بالجملہ مشائخ رح نے اللہ تعالے کی صفت خاصہ کا ظہور آدم کے ظاہر مین بروجہ صورت فرمایا - اور باطن مین رنگ قلبی ہے جسکے ظہور پر ملائکہ کے لیے سجدہ کا حکم دیا - مترجم کہتا ہے کہ تجلیات صوری سے کوئی انکار نہین کر سکتا لیکن عوام کو بہت احتیاط سے ہوش بجا رکھنا واجب ہے یعنے تجلی صوری کو بمعنی شکل نہ سمجھین بلکہ ظہور تجلی بلحاظ اس صفت خاصہ کے جسکا نام صورت ہے اور جسکا مظہر آدم مین بطریق شکل ہے اور دلیل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب عزوجل کو نہایت خوب صورت مین دیکھا" تمام حدیث جامع ترمذی مین ہے وقال حدیث حسن وفی نسخۃ صحیح - اور ابن الجوزی رح نے مسند احمد سے نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہے کما فی العلل المتناہیۃ - یہ خواب مین دیکھا تھا اور خواب انبیاء علیہم السلام تحقیق عین الوحی ہے پس معنے یہ کہ اس صفت صورت کی تجلی مین دیکھا - اور اسی طرح احوال قیامت کے متعلق حدیث مین ہے کہ حکم ہوگا کہ ہر امت اپنے پیشوا کے پیچھے روانہ ہو - حتی کہ سب چلے جاوینگے سوائے مومنین کے تو اللہ تعالی انپر تجلی فرماویگا اور کہیگا کہ تم لوگ کیون نہین اتباع کرتے جیسے لوگون نے کیا - مومنین کہینگے کہ نہین ہمارا تو یہی مقام ہے یہانتک کہ ہمارا رب عزوجل آوے پھر انپر دوبارہ تجلی فرماویگا اور بعد سوال وجواب کے فرماویگا کہ اچھا - مین تمہارا رب ہون - مومنین اس تجلی کو نہین پہچانینگے تو کہینگے کہ معاذ اللہ ہم تو اپنے رب عزوجل کے منتظر رہینگے - پھر انپر معروف تجلی فرماویگا تو مومنین سجدہ مین گر پڑینگے - ۵ - چنانچہ قولہ تعالے یوم یکشف عن ساق الآیہ - وغیرہ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی حدیث مزبور یا ترجمہ نقل ہوگا - پس اہل السنۃ جو اہل الحق اہل المعارف ہین سب اسرار تجلیات پر متفق ہین پس جیسے حضرت باری تعالی کی صفت قدس کمال کا نام صورت ہے تو اسی صفت قدس کا مظہر آدم مین ظاہر وباطن ہے پس ظاہر تو یہ شکل ہے اور اسمین مومن وکافر سب مشترک ہین اور باطن وہ رنگ فطرت ونورانی لباس ہے جو قلب پر خلعت ہے لیکن مطلع ظہور یہ مظہر صورت ظاہری نہین بلکہ باطنی ہے اسیواسطے حدیث مین آیا کہ اللہ تعالی تمہاری شکلون ومالون کو نہین دیکھتا بلکہ تمہارے دلون واعمالون کو دیکھتا ہے - ۵ - صحیح مسلم وغیرہ (شیخ نے کہا کہ یہ) دونون صفتین جنکے ساتھ اللہ تعالے نے آدم کو اختصاص بخشا تھا انکی اولاد مین میراث دیا چنانچہ اسکو انبیاء واولیاء علیہم السلام نے پایا - مترجم کہتا ہے کہ نہین کل اولیا ہین اور صرف انہین کی خصوصیت اسوجہ سے ہوئی کہ میراث آدم تو انہین کو ملیگی جو آدم کی ذریات ہون کیا نہین دیکھتے ہو کہ میراث مین دینی اتحاد شرط ہے حتی کہ کافر کی میراث بھی اسکے مومن اولاد نہین پاتے ہین چنانچہ ابو طالب کے چار بیٹے تھے طالب وعقیل وعلی وجعفر - اور جسوقت ابو طالب نے انتقال کیا تو جعفر وعلی رضی اللہ عنہما مومن تھے لہذا طالب وعقیل نے ابو طالب کی میراث پائی اور حضرت علی وجعفر نے کچھ نہین پایا اگرچہ بعد یکمدت کے عقیل بھی مسلمان ہوگئے جب

یہ معلوم ہوا تو آدم علیہ السلام کی اولاد مین جو لوگ کافر و مشرک و یہود و نصاریٰ ہو کر توحید سے خارج ہوئے تو آدم علیہ السلام سے
منقطع و میراث سے محروم ہو کر اپنے پیشوا ابلیس کے اتباع مین داخل ہوئے۔ کیا تم نے نہین دیکھا کہ نوح علیہ السلام کا پسر کافر کیونکر نکالا گیا حالانکہ
نوح علیہ السلام نے التجا کی کہ اے رب وہ میرا بیٹا ہے تو حکم ہوا کہ "انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح" یعنے وہ تیری آل مین سے نہین کیونکہ مشرک
بدکار ہے۔ اسی طرح کفار جب ذریات آدم سے خارج ہوئے تو اس میراث سے محروم ہو گئے اور فقط انبیا علیہم السلام و مومنین رحمہم اللہ تعالےٰ نے
حسب حصہ اس میراث کو پایا اور جیسے ظاہری ترکہ کی تقسیم خود حق تعالےٰ نے اپنے حکم پر رکھی ہے کہ قرآن مین حکم نازل کر دیا اسی طرح اس ترکۂ باطنی
مین خالص اپنا اختیار رکھا حتی کہ عالم کو قدرت نہین کہ اپنی اولاد کو عالم کرے اور ولی کو قدرت نہین کہ اپنی اولاد کو ولی کر دے بلکہ اکثر اوقات
دوسرون کو خلافت نصیب ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات ولی کی اولاد جاہل بدکار ہو جاتی ہے اور کافر فاجر کے نطفہ سے پیغمبر صالح خلیل اللہ پیدا ہوتا ہے
اور شان حق عز و جل ہے یہان کسی مخلوق کی مجال نہین کہ دم مارے۔ شیخ نے کہا کہ یہ بات اسطرح ہے کہ حق عز و جل نے ازل ہی مین ارواح کو پیدا فرما کر اپنے قبضۂ قدرت
مین کشف جلال و جمال سے مشرف فرمایا اور یہ عطاء نور اپنی مشیت کے موافق بوجہ استعداد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ پھر جسکو نور نہین ملا وہ یہان گمراہ ہوا چنانچہ حدیث
ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ فالقی علیہم من نورہ الحدیث (رواہ احمد والترمذی) مین بیان ہو چکا اور عجائب قدرت سے بغور دیکھو کہ باوجود مشابہت
شکل کے باطن مین باہم آسمان و زمین کا تفاوت ہے بلکہ غور کرو کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون ملعون مین مباینت ہے۔ اسیواسطے اہل الحق نے مکرر تنبیہ
کی کہ یہ شکل جسمانی و اسکے متعلق احکام کا کچھ اعتبار نہین ہے حالانکہ ایک جماعت شیعہ نے دھوکا کھایا اور فرقۂ رافضیہ کو برباد کیا۔ شیخ نے کہا کہ اسی لباس
نور سے خصائص علوم و معارف کا ظہور ہے اور یہی بندگان مخلصین رنگ توحید و فردانیت مین رداء کبریائی کے تحت مین مستور ہین کہ کسی غیر مین الوہیت کا نام
و نشان بھی ثابت نہین کرتے اور حق عز و جل ہی کی وجہ ذو الجلال مین فانی اور اسی کے کمال مین ساکن و خوش وقت ہین تو انپر رنگ صفات ظاہری
و رنگ ذات باطنی سے خلعت فطرت و توحید ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ نکلا کہ ارواح اہل سعادت کو بحکم قولہ تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم - کے ازل ہی
مین نور صفات سے منور فرمایا اور یہی رنگ حقیقت انھین اس دار دنیا مین ظاہر ہوا جیسے اہل شقاوت اس سے محروم ہو کر یہان ہر ایک اپنے
خیالی رنگ سے رنگ برنگ ہین اور اہل سعادت مین ظہور بشرف اتباع اسلام ہے گویا یہی رنگ ہے۔ حارث محاسبی نے کہا کہ جس شخص کا باطن رنگ
اخلاص و توحید سے آراستہ ہوتا ہے اسکا ظاہر پابندی شریعت و اتباع سنت کے مجاہدہ سے پیراستہ ہوتا ہے بخلاف مشرکین یہود و نصاریٰ کے کہ انکا دعوےٰ اسلام کے خلاف مین دیکھو دروغ ہے

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۙ

کہ کیا تم ہمارے ساتھ جھگڑتے ہو شان الٰہی مین حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہین اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہین اور ہم تو اسی کے لیے مخلص ہین

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ

یا تم لوگ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور اسباط یہ سب یہود یا نصاریٰ تھے تو کہدے کہ کیا تم زیادہ

اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

جانتے ہو یا اللہ تعالےٰ اور اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جسنے وہ گواہی چھپائی جو اسکے پاس اللہ تعالےٰ کیطرف سے موجود تھی اور اللہ تعالیٰ غافل نہین اس سے

ع ١٢ ١٦ ١٦ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

جو تم کرتے ہو یہ تو ایک امت تھی کہ گذر چکی اس امت کے لیے ہے جو اسنے کمایا تھا اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کمایا اور تم سے اسکا سوال نہوگا جو وہ لوگ کرتے تھے

واضح ہو کہ یہان اکثر اہل تفسیر متاخرین نے ایک سبب نزول بیان کیا ہے جسکی نسبت شیخ سیوطی نے لباب النقول مین لکھا کہ مین نے اسکو کسی کتاب

حدیث وآثار مین نہین پایا اور نہ کسی ایسی تفسیر مین دیکھا جسمین روایات اسباب نزول کے بیے اسانید لاتے ہین یعنے مانند تفسیر امام
ابن ابی حاتم وتفسیر ابن جریر وغیرہ کے - مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو اپنی تفسیر مین ذکر نہین کیا لیکن محی السنۃؒ نے معالم مین
البتہ ذکر کیا اور ابتداے معالم مین مجمل اسانید کا حوالہ دیدیا ہے تو غالبًا انھین مین سے کسی اسناد کے ساتھ پہونچی ہوگی و شیخ سیوطیؒ نے باوجود اس
قول لباب النقول کے اپنے تکملہ جلالین مین اس شان نزول کو بیان کردیا کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ یہودیون نے مسلمانون سے کہا کہ ہمکو کتاب آلہی
(توریت) تم سے اول ملی اور ہمارا قبلہ (بیت المقدس) بھی تم سے مقدم ہے اور ہمین لوگون یعنے بنی اسرائیل ہی مین انبیا ہوتے آئے ہین اور عرب
مین کوئی پیغمبر نہین ہوا پس اگر محمد صلعم پیغمبر ہوتے تو ہمین سے ہوتے - پس اللہ تعالے نے یہ آیات نازل فرمائین یعنے کیا تم اللہ تعالے کی
شان مین ہمسے جھگڑتے ہو کہ وہ کہین سواے تمھارے پیغمبر نہین کرسکتا ہے یا تمنے انبیاے سابقین ابراہیم واسمعیل آخر تک سب کو یہود یا
نصاریٰ مین سے ٹھہرایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادات صریحہ کو تمنے چھپایا اور خود ابراہیم واسمعیل وغیرہم علیہم السلام کے موحد ہونے کو
چھپاکر یہود ونصاریٰ بنایا - مترجم کہتا ہے کہ سبب نزول دو طرح کا ہوتا ہے - اول یہ کہ ظاہر آیت سے جو مفہوم ہے سبب نزول معلوم کرکے کچھ تغیر
خواہ نفس کلام یا حکم یا نوع حکم مین ہو یعنے درحقیقت تو کلام کے یہی معنے ہین جو سبب نزول معلوم ہوکر ظاہر ہے لیکن پہلے سمجھنے مین فہم خطا کرتا تھا
قسم دوم یہ کہ جو ظاہر آیات ہو وہی سبب نزول سے ظاہر ہو پس قسم اول کے واسطے تو اسناد صحیح ہونا ضرور ہے اور قسم دوم مین فی الجملہ چشم پوشی
جائز ہے اور یہان محتمل ہے کہ یہود ونصاریٰ کے سابق مخاصمہ سے جو قولہ - قالوا کونوا ہودا او نصاریٰ تہتدوا الآیۃ - سے معلوم ہوا ہے اسکے بعض
روایات مین یہ امر زائد ہو یا اسی سے مفہوم ہو لیکن معالم وغیرہ سے سبب نزول فقط یہودیون کا مقولہ مذکور ہے حالانکہ آیت مین یہود ونصاریٰ
دونون کا رد ہے - شاید یہود مدینہ کے ساتھ مین نجرانی نصاریٰ بھی یون ہی مدعی ہون - یا بطور شمول کے نصاریٰ کا مقولہ دربارۂ حضرت ابراہیم
واسمعیل وغیرہم علیہم السلام کے رد کردیا گیا - پھر جب مان لیا جاوے کہ یہی سبب نزول ہوا اور یہود نے مسلمانون سے یہ مکر باندھا تو مترجم پہلے انکے ان
کلمات کا صدق وکذب ظاہر کرتا ہے - اول انھون نے کہا کہ ہم کو توریت پہلے عطا ہوئی ہے - مین کہتا ہون کہ ہان چنانچہ خود حدیث مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ دنیا مین سب سے پیچھے ظاہر کیے گئے و آخرت مین سب سے سابق ہین بغیر ازینکہ یہود ونصاریٰ کو کتاب ہمسے پہلے دی گئی - کما فی الصحیحین وغیرہما
مگر یہودیون کو اس دعوی مین کچھ فضیلت کی وجہ نہوئی سواسطے کہ بلا خلاف یہودی ونصرانی خود ایک پیغمبر آخر الزمان کے منتظر ہین اور انکار تو انھون نے
حضرت محمد صلعم سے یہی کیا کہ وہ پیغمبر آپ نہین ہین بلکہ وہ ہم مین سے ہوگا - پھر خوب معلوم ہے کہ خود اسکے افضل ہونے کے معتقد ہین تو کھل گیا کہ اول کتاب والون
کو اسپر فضیلت کچھ نہوگی - پس یہ محض تعصب ونفسانیت کا دعوی تھا - دوم انھون نے دعوی کیا کہ ہمارا قبلہ بیت المقدس مقدم ہے - یہ محض دروغ ہے
اسواسطے کہ خانۂ کعبہ قبلۂ ابراہیم بلکہ انسے بھی قدیم ہے اور خود توریت وغیرہ مین منصوص ہے سوم یہ دعوی کہ عرب سے کوئی پیغمبر نہین ہوا - محض فریب ہے
اسواسطے کہ حضرت ہود وصالح کی قوم عرب بلکہ اس قوم کے کھنڈل تک موجود تھے اور ابن عباسؓ وغیرہ نے عرب سے دس انبیا شمار فرمائے ہین
اور یہان عرب اولاد اسمعیل علیہ السلام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور عجب کہ نصرانی بھی منکر ہین کہ قریش اولاد اسمعیل نہین ہین - مترجم کہتا ہے
کہ یہ کہتے ہوئے شرم نہ آئی کہ جسکو ذرہ برابر بھی عقل ہے وہ اس دروغ پر نفرت کریگا اسواسطے کہ عرب مین نسب ایک جزو اعظم تھا اور کروڑون عرب
وسیکڑون قبائل اپنے نسب کے شاہد موجود تھے تو اسقدر متواتر قطعی کو اجنبی آدمی کا جھٹلانا خود اسکے بدیہی دروغ کی قطعی دلیل ہے جیسے کوئی کاذب مدعی ہو
کہ عیسیٰ تو مریم کے بیٹے نہین تھے - چہارم انکا دعوی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوتے تو بنی اسرائیل مین سے ہوتے - مین کہتا ہون کہ اپنے منھ
میان مٹھو بھلا اسپر کوئی دلیل ہے کہ بنی اسرائیل کے سواے بنی اسمعیل سے ہونا غیر ممکن ہے یا اللہ تعالی پر دروغ باندھا ہے اور تمام بشارات توریت وانجیل مین ع ۱۶

تحریف کرکے بھلا دیا کہ صریح بنی اسمٰعیل سے بمقام حجاز سے ظہور ہو گا اور خانہ کعبہ سے نور حق باعلان ظاہر ہو گا۔ اسیواسطے حق عزوجل نے
ان جھوٹون کو رد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ۔ کہدے کہ کیا تم شان الٰہی مین ہمسے مخاصمہ کرتے ہو ف حالانکہ وہ رب العزۃ
قادر قوی عزیز حکیم ہے جسطرح چاہتا ہے اپنی مخلوقات مین تصرف کرتا ہے اور اسکے قبضۂ قدرت مین برابر تمام مخلوقات مسخر ہے جسکو چاہتا ہے مختار و
برگزیدہ فرماتا ہے اور جسکو چاہتا ہے نصرت و توفیق سے محروم فرما کر خوار کرتا ہے لہذا تمام بندے جب اسکی مخلوقات ہین تو سب ہی اسکے فضل
کے امیدوار ہین۔ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ۔ وہی ہمارا رب ہے اور تمھارا رب ہے ف پس ہم تم دونون اسکے بندے اور اسکے
قضا و قدر مین مسخر ہین۔ ہر ایک بندہ اسکی بندگی مین مطیع و مقہور ہے وَلَنَآ اَعْمَالُنَا۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہین ف ہم امیدوار ہین کہ
اگر اسکے فضل رحمت سے ہمارے اعمال و ہماری بندگی قبول ہو تو وہ ہمکو اپنی رحمت سے سرفراز فرماوے۔ کیونکہ اسکی خدمت پر بھروسا کرتے ہین
وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ۔ اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہین ف اور جب تم راہ حق نہین مانتے ہو تو ہم تمھارے اعمال سے بری ہین چنانچہ دوسری
آیت مین فرمایا۔ فان کذبوک فقل لی عملی ولکم عملکم انتم بریؤن مما اعمل وانا بریٔ مما تعملون۔ یعنے اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاوین تو کہدے کہ میرے واسطے
میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل ہے تم میرے عمل سے بری ہو اور مین تمھارے عمل سے بری ہون۔ ھ۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال
بیان فرمایا وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ الآیۃ۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص نے کسی ایک پیغمبر سے انکار و کفر کیا تو وہ اپنے نفس کا بندہ بنکر شرک کا مردود ہوا
پس اسکا عمل قطعاً اسی قابل ہے کہ مومن اس سے بیزار ہو کر پناہ مانگے اسیواسطے اُن لوگون کے اعمال سے پناہ مانگی۔ سمجھو کہ معاذ اللہ انکے اعمال کس قدر پر
خبیث ہین۔ اور فقط اپنے اعمال اپنے واسطے رکھے اور کہا۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ۔ اور ہم تو اللہ تعالےٰ ہی کے لیے اخلاص کرنے والے
ہین ف اُسی وحدہ لاشریک کی عبودیت کرتے ہین اور اُسکے ساتھ کسیکو شریک نہین بناتے ہین نہ اعتقاد مین اور نہ اعمال مین پھر تمنے کیونکر
زعم کیا کہ ہم لوگ ہدایت پر نہین ہو سکتے ہین سواے یہود یا نصاریٰ کے حالانکہ تم دونون توحید اخلاص نہین رکھتے بلکہ مشرک ہو پس کیا تمنے مخلوق ہو کر
اللہ تعالےٰ پر حکم لگانا شروع کیا۔ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ۔ یا تم کہتے ہو کہ ابراہیم ف بعض مفسرین نے کہا کہ یہان (اَمْ)
بمعنے (بل) ہے یعنے بلکہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابراہیم۔ ھ۔ اور حاصل یہ ہو گا کہ تم لوگ ہمسے ہی انکار نہین کرتے بلکہ ابراہیم وغیرہ علیہم السلام پر بھی
افترا باندھتے ہو۔ یا تم اخلاص توحید سے منحرف ہی نہین ہو بلکہ جان بوجھکر کتاب الٰہی مین بھی تحریف کرتے و افترا باندھتے ہو کہ ابراہیم وغیرہ علیہم السلام
یہود یا نصاریٰ تھے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ۔ اَمْ۔ معادلہ ہمزہ۔ اتحاجوننا۔ واقع ہوا یعنے کیا تم ہمسے شان الٰہی مین جھگڑا کرتے ہو یا کہتے ہو
کہ ابراہیم وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ اور اسمٰعیل و اسحق ف یعنے ابراہیم کے فرزند کلان اسمٰعیل جنکی اولاد قریش عرب و بنو تمیم ہین اور ابراہیم کے فرزند خرد
اسحق وَیَعْقُوْبَ۔ اور یعقوب ف فرزند اسحق جنکا نام اسرائیل بھی ہے جنکے بارہ بیٹے ہوئے اور ہر بیٹا مع اپنی نسل کے ایک سبط کہلاتا ہے۔
وَالْاَسْبَاطَ اور اسباط ف جمع سبط یعنے اولاد یعقوب۔ غرضکہ تم کہتے ہو کہ یہ سب پیغمبر علیہم السلام۔ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی۔ یہ سب
یہود تھے یا نصاریٰ تھے ف یعنے تم مین سے یہودی کہتے ہین کہ یہ سب یہودی تھے حتیٰ کہ کہتے ہین کہ یعقوبؑ نے اپنے بیٹون کو یہودیت کی وصیت
فرمائی تھی اور نصاریٰ کہتے ہین کہ نہین بلکہ یہ سب نصرانی تھے۔ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ۔ کہدے کیا تم دانا تر ہو یا اللہ تعالےٰ ف
ہرگز نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی دانا علیم خبیر ہے۔ اور اُسی نے ہمکو آگاہ فرمایا کہ ابراہیمؑ دین اسلام توحید پر تھا اور مرتے وقت اپنے بیٹون کو
اسی کی وصیت کی اور یعقوبؑ نے اپنے بیٹون کو سخت تاکید کی اور یہی برابر انکا دین مستمر ہے۔ پھر ایک مدت بعد جب موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ گذرا تو یہودی
ظاہر ہوئے اور انمین بھی گو وہ اسلام تو شرک پر نہین تھا پھر شرک پھیلا حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر پیغمبر بنی اسرائیل سے منکر ہو گئے کیونکہ انھون نے حکم حق پہونچایا

اور انجیل سے بعض احکام توریت منسوخ کیے تو لازم تھا کہ حکم حق پہچانتے اور ایمان لاتے مگر منکر ہو گئے حتی کہ ان کا فرون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی کفر کیا۔ رہے نصرانی تو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یہانتک بڑھے کہ انکو الوہیت مین شریک بنانے لگے اور باہمی تعصب یہودیت و نصرانیت
مین مبتلا ہو کر فسق و فجور کے مرتکب ہوئے اور دین کو بھی ایک کھیل بنایا اور تمام راہ حق و معارف توحید سے گمراہ ہو گئے۔ یہ سب تاریخ صاف مدعی ہے
تو عجب دروغ تھا کہ حضرت ابراہیم وغیرہ علیہم السلام کو یہودی یا نصرانی بتاتے تھے لہذا حق عز و جل نے تشنیع فرمائی وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ
كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ۔ اور ایسے شخص سے بڑھکر کون ظالم ہے جو ایسی گواہی چھپاوے جو اسکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے
موجود ہے۔ ف حسن بصری وغیرہ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ توریت وغیرہ مین پڑھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین پسندیدہ وہی ہے
جو دین اسلام ہے یعنے وہ خالص توحید جیسے ابراہیم علیہ السلام تھے اور پڑھتے تھے کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ہین جنکا حلیہ یہ ہے اور انکے صفات یہ ہین
اور انکی بزرگیان یہ ہین اور انکے بعد جو خلیفہ ہونگے انکے اوصاف یہ ہین اور انکی امت کے اوصاف یہ ہین چنانچہ مترجم انشاء اللہ تعالیٰ آثار
والاحادیث کو قولہ تعالیٰ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ الآیۃ کی تفسیر مین لاویگا۔ اور یہ لوگ پڑھتے تھے کہ ابراہیم و اسمٰعیل
و اسحٰق و یعقوب و اسباط خالص توحید پر تھے تو صاف معلوم ہوا کہ یہودیت و نصرانیت انکے القاب نہین تھے بلکہ مترجم کہتا ہے کہ یہودیت و نصرانیت تو بعد
حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے ان لوگون نے ایجاد کی پھر ابراہیم علیہ السلام بھلا کیونکر یہودی یا نصرانی ہوتے۔ حسن بصری نے کہا کہ یہ لوگ باوجود
اس نص صحیح و شہادت صریح کے جسپر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے اس شہادت الٰہی تعالیٰ کو چھپاتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لوگ صرف شہادت الٰہی تعالیٰ
و عہد اعلان کو فقط چھپاتے ہی نہین تھے بلکہ اسکے ساتھ مین برعکس شہادت دیتے تھے۔ چنانچہ اسلام توحید جیسے حضرت ابراہیم وغیرہم علیہم السلام تھے
انکو یہودی و نصرانی بتاتے اور صفات حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو برعکس بتلاتے تھے حالانکہ باوجود اس گناہ عظیم کے اس مکر شیطانی کو کچھ
فروغ نہین ہوا چنانچہ سابق مین یہ قصہ مفصل مذکور ہوا کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم نے یہود کو تشنیع کی کہ پہلے تم لوگ خود ہمسے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ
وسلم کے فضائل بیان کرتے تھے اب تم کو کیا ہوا کہ انکار کرتے ہو تو کہتے کہ یہ وہ پیغمبر نہین ہین بلکہ انکی شکل یہ ہوگی یعنے برعکس سیہ فام وغیرہ بیان کیا
تو انصار نے فرمایا کہ ارے کمبختو تم نے تو کبھی ایسا نہین کہا تھا کہ انکا چہرہ مثل چاند کے ہوگا حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک گویا آئین سورج رکھتی ہے
اور اب تم اسطرح دروغ بکتے ہو۔ بالجملہ یہودیون وغیرہ نے باوجود چھپانے کے برعکس اظہار کیا اور یہ سب سے بدتر ظلم ہے یعنے اپنے نفس کو تمہارے طبقہ جہنم مین ڈالا نعوذ باللہ
من ذلک (مسئلہ) حدیث مشہور وارد ہے کہ جسنے ہمارے اس دین مین ایسی بات نکالی جو اسمین سے نہین ہے تو وہ مردود ہے۔ کما فی الصحیحین۔ حتی کہ حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو دیکھا کہ مسجد مین جماعت سے بیٹھے اور ایک کہتا کہ سبحان اللہ۔ کہو تو سب لوگ شمار کر کے کہتے پھر اسی طرح الحمد للہ وغیرہ
کہتے تو آپ نے انسے فرمایا کہ ابھی تک آنحضرت صلعم کے برتن نہین ٹوٹے کہ تمنے یہ بدعت نکالی۔ انھون نے کہا کہ یا حضرت ہمنے تو اس سے سوا بہتری کے کچھ ارادہ
نہین کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بجائے اسکے اپنے گناہ شمار کر کے استغفار کرتے تو مین تمھارے واسطے ضامن ہوتا پھر آپکے اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے اور فرمایا کہ جس چیز کو مومنون نے خوب دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوب ہے اور بعض روایات مین ہے
کہ جسکو انھون نے برا جانا وہ اللہ کے نزدیک بری ہے۔ رواہ الدارمی وغیرہ۔ اس روایت مین دلالت ہے کہ جنھون نے مومنون کے لفظ سے انھین صحابہ رضی اللہ عنہم
کو مراد لیا ہے وہی صحیح ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ جب ان لوگون کو منع فرمایا تھا یہ بھی تو مومنون مین شمار تھے مگر انکی رائے کا کچھ اعتبار نہین کیا کیونکہ صحابہ
رضی اللہ عنہم تو خیر الامۃ اور اللہ تعالیٰ کی شہادت سے مومنین صادقین تھے اور دوسرون کا حال کون جانتا ہے چنانچہ اسی روایت مین مذکور ہے کہ ان لوگون کی
بابت کہا کہ میں نے انمین سے اکثر کو [illegible] لوگ خوارج کے ساتھ مقتول ہوئے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔ اور حدیث مین ہے کہ جسنے [illegible]

وہ اپنا ٹھکانا جہنم مین بناوے۔ (صحیحین وغیرہ حدیث قریب متواتر ہے) فقہا نے لکھا کہ اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ یہ بات صحیح ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ اسطرح نہین ہے تو وہ کافر ہوا (الفتاوی) حدیث مین ہے کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق مین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ مین تجھے حکم آلہی عزوجل کی کفایت نہین کرسکتا ہون چنانچہ حدیث انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر ترجمہ ہوگی۔ اور مراد یہ کہ شرک سے بیزار ہو کر خالص توحید ضرور ہے ہان بعد ایمان و اسلام کے البتہ گناہون کے لیے رحمت آلہی عزوجل سے شفاعت ہے چنانچہ سابق مین مفصل تحقیق مذکور ہوئی ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ یہ یہود و نصاریٰ کسقدر بیباک تھے جو مدعی ہوئے کہ ہمارے اکابر انبیا و صالحین علیہم السلام ہمارے واسطے کفارہ ہو گئے اور وہ ہمکو جنت مین بچا لینگے پس بغیر ڈرنے سے معارضہ واللہ تعالیٰ پر افترا اور ہر طرح کے فواحش و کبیرہ کرنے مین بے تکلف دلیر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے سخت تہدید فرمائی بقولہ تعالیٰ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ یعنے تمہارے اعمال سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی غافل نہین ہے۔ ف یعنے خوب دیکھتا سنتا و جانتا ہے تو عنقریب تمکو اسکی سزا دیگا۔ یہ تہدید شدید ہے کہ جس سے مومنون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور وہ خوف سے تھراتے ہین۔ حالانکہ یہ بیباک یہود و نصاریٰ ایسے مغرور ہو کر اپنے اکابر کو قادر مختار جانکر کفر کا اعتقاد کرتے تھے لہذا رد فرمایا تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ۔ یہ ایک امت تھی جو گذر چکی ف یعنے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و غیرہم علیہم السلام ایک گروہ خالص بندگان آلہی سبحانہ تعالیٰ سے تھا اور وہ گذر چکے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ۔ وہ انھین کے لیے ہے جو انھون نے کمایا ف پس تمکو انکے اعمال سے کچھ نہین مل سکتا۔ حتی کہ مشرکین عرب جو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام پر مغرور ہو کر اپنے آپ کو انکی راہ پر جانتے تھے اگرچہ انکا یہ دعویٰ تو نہین تھا کہ وہ ہمارے واسطے کفارہ ہین مگر سفارشی جانتے تھے تو انکو بھی تنبیہ ہو گئی کہ تم اس گذری امت سے بحث مت کرو کیونکہ انھون نے جو کچھ کیا وہ انکے ساتھ ہے وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ۔ اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کمایا ف حتی کہ یہ اعمال تمہیں جدا ہونگے۔ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور تم سے نہین پوچھا جائیگا اس فعل سے جو وہ لوگ کرتے تھے ف حتی کہ اگر کسیکا باپ مثلاً فاسق فاجر تھا اور بیٹا ایماندار صالح ہوا تو کیا وہ خوفناک رہے کہ اُسسے قیامت مین اسکے باپ کے اعمال فجور کی پرسش و گرفت ہوگی حتی کہ لڑکے کا فر چچا یا جد اعلیٰ کے کفر سے یہ بھی جہنم مین ڈالا جائیگا نہین۔ ہرگز نہین بلکہ تم جواب دینے کو مستعد ہو کہ آلہی مین تو اُسوقت موجود بھی نہین تھا جب جد اعلیٰ نے کفر کیا تو مجھے معاف فرما۔ یہ خود صاف ظاہر ہے۔ ہان۔ اب تم سمجھ دیکھو کہ بالکل اسی طرح وہ بھی تمہارے اعمال سے نہین پوچھے جاوینگے۔ کیونکہ وہ تو اسوقت موجود بھی نہین ہین جب تم ایسے فسق و فجور و کفریات کے مرتکب ہو۔ پس اصل تمہارا معاملہ حضرت باری تعالیٰ عزوجل سے ہوگا پس شیطان کا وسوسہ چھوڑ دو اور ذرا غور کرو جب تمہارے اعمال کفر و شرک مین تو بغیر حساب کے سیدھے جہنم کو بھیجے جاؤ گے۔ ارے کیا یہ نہین دیکھتے ہو کہ اگر خالی بزرگون پر مدار ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام سب کے بزرگ ہین پھر کوئی کافر بھی جہنم کو نجاتا۔ اگر بزرگون ہی پر مدار ہوتا تو حضرت نوح اپنے کافر بیٹے کو دنیا ہی مین غرق سے بچا لیتے پھر بھلا ہولناک قیامت مین کیونکر کوئی کسیکو بچا سکتا ہے ہان۔ جب بندہ اپنے رب عزوجل پر ایمان خالص رکھتا ہے یعنے اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کل انبیا و کل کتابون و آخرت کو برحق جانتا و مانتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام سے ظاہر و باطن منور ہو کر حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہو چکا لیکن کمزوری نفس و جہالت سے گناہ مین مبتلا ہو گیا تو قطعاً وہ بے حساب الٰہی جہنمی نہین تو یہ کافرون سے الگ ہوا لیکن خوفناک حیران اپنے رب ارحم الراحمین کی جناب مین امیدوار کھڑا ہوگا تو امید ہے کہ ارحم الراحمین کی رحمت خاص اسکی دستگیری فرماوے اور حضرت سرور عالم رسول اکرم حبیب مکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی شفاعت کا اشارہ ہو یا بعد آپ کے انبیا و صالحین علیہم السلام مین سے کسیکو اشارہ ہو پس الوہیت خالص مختص شان پاک حضرت خالق ذوالعظمۃ والکبریا ذوالجلال والاکرام ہے ایک ذرہ بھی کسی مین الوہیت نہین ہے جو کوئی اسمین شک کرے کافر مردود ہے اور بندگان حق مقبولان بارگاہ کبریائی حضرات انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے رب ارحم الراحمین کے سایہ رحمت مین ایسے محل عزت و مرتبہ کرامت مین مشرف ہین کہ کوئی اسکا اندازہ

نہین کرسکتا اور یہ تمام دنیا و ما فیہا جب کہ ملعونہ وخوار ہے تو مترجم کی حیرانی دیکھو کہ کس چیز سے مثال لاوے فسبحان الذی اعطاہم ما لایدرک العقول
ولا یصل الیہ الاوہام - اسی پاک جل جلالہ کے واسطے حمد بے انتہا ہے جنے انکو وہ مرتبہ عطا کیا کہ کسی عقل کو ادراک کی مجال نہین اور کسی وہم کو
وہانتک پہونچنے کی سبیل نہین ہے - اللہم رب ارحم الراحمین ادخلنی معہم برحمتک یا حی یا قیوم یا احد یا صمد یا اللہ الذی لا الٰہ الا انت بدیع السموات والارض
یا ذا الجلال والاکرام وانت علی کل شئ قدیر والحمد للہ رب العالمین (التنبیہ) ان آیات مین اللہ تعالے نے مومنون کو ذمائم
اخلاق یہود و نصاریٰ و مشرکین سے بہت کچھ بتلائے اور آیندہ بھی معلوم ہونگے اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ تم لوگ بھی ان یہود و نصاریٰ
کے قدم بقدم چلوگے یہانتک کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کے بل مین گھسے ہون تو تم بھی گھسوگے - اور ایک روایت مین ہے کہ حتی کہ
جنے انہین سے اپنی ہان سے علانیہ زنا کیا تم مین بھی وہ ہوگا جو اسیطرح کرے (السنن وغیرہ) اور حدیث سے مستنبط ہے کہ تم بھی
دنیا مین تنافس کرکے ہلاک ہوگے - پس اہل ایمان و اسلام خصوصًا علما کو لازم ہے کہ پھونک پھونک کر قدم رکھین اور وہ اختلاف و تعصب جو
یہود و نصاریٰ مین تھا چھوڑین - اور قولہ تعالیٰ - یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیۃ
مین مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے مومنو بہتیرے احبار یہود اور راہبان نصاریٰ دیکھو کہ لوگون کے اموال بطور باطل کھاتے ہین ھو
تو تنبیہ شدید ہے کہ جیسے یہ لوگ ہین تم مت ہو جیو - افسوس کہ اسلام مین بھی رشوت قاضی و مفتی کا بازار گرم ہوا اور علم
دو رنگی بنکر باطل طریقہ سے مال کھاتے ہین مین آپس مین اسقدر اختلاف کثیر کہ بسا اوقات کافرون کو اپنے
درمیان پنچ و حکم بناتے ہین - یا للعجب یہ مقام ہے کہ اہل ایمان کے رنگ گھڑے ہوتے ہین ذمائم اخلاق
گویا کرائم مین - جہالت فخر ہے - ایمان قلبی کا علم تو اللہ تعالے ہی کو ہے مگر اعمال ایسی قوم کے
مانند ہین جنکو آخرت پر یقین نہین ہے - جدال و مخاصمہ جس سے سخت ممانعت تھی وہ ہزو
نفس پرستی کی اصل ہے سے علم را بر دل زنی یارے بود + علم را بر تن زنی مارے بود +
اور حدیث شریف مین تنبیہ فرمائی کہ ارے ان یہود و نصاریٰ کے پاس کتاب ہے جو وہم
پھر کچھ بھی اس سے نفع پاتے ہین (بعض السنن) بلکہ اول ایمان خوف و امید ہے
اور دنیا سے دل اٹھاکر آخرت محبوب ہو اور کمتر یہ کہ آخرت بہتر سمجھے تو
عین ہدایت قرآن و حدیث کی قدر کرے اور نور ایمانی کی الفت
و جذب باہم خود بارہے اور تمام فرقہ اہل سنت جنکی اصل
قرآن و حدیث ہے متحد ہون بلکہ مبتدعین معتزلہ و شیعہ
وغیرہ کے ساتھ بھی عداوت کفریہ باقی نرہے
اور انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ مبارکہ
کے خاتمہ پر توضیح کیساتھ
اصول

بیان ہونگے واللہ تعالےٰ ہو الموفق للصدق والصواب - والحمد للہ رب العالمین - تم الجزء الاول ویتلوہ الثانی بفضل اللہ تعالےٰ

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ

قریب ہے کہ کہیں گے بیوقوف لوگ کا ہے پر پھر گئے مسلمان

عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

اپنے قبلہ سے جس پر تھے تو کہہ اللہ کا ہے مشرق و مغرب چلاوے جسکو چاہے

إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى

سیدھی راہ اور اسی طرح کیا ہمنے تمکو امت معتدل تا کہ تم گواہ ہو لوگوں

النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ

پر اور رسول ہو تم پر گواہ اور نہیں کیا تھا ہمنے اسکو قبلہ جسپر تو تھا مگر

عَلَيْهَآ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً

اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہیگا رسول کا اور کون پھر جائیگا الٹے پاؤں اور یہ بات بھاری ہوئی مگر ان

إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ

لوگوں پر جنکو ہدایت کی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارے ایمان کو اللہ البتہ لوگوں پر

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

شفقت والا مہربان ہے

واضح ہو کہ اہل ایمان کے قلوب کو خالص اللہ تعالیٰ کی توحید اور قولہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیہ کے تحقیق عطا کرنے کے لیے اپنی عبادت میں بیت المقدس کیطرف متوجہ کیا بعض علماء نے زعم کیا کہ ہجرت سے پہلے ہی حکم ہوا تھا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ ہجرت کے بعد حکم ہوا اور اسمیں دقیق اسرار ہیں جو علماء ربانیین کی سمجھ پر چھوڑو اور یہ دیکھو کہ جدھر منھ سوڑو اللہ تعالیٰ ہی کا قبلہ ہے دیکھو سایہ ہر طرف حق تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے اور نفل نماز میں جدھر جاوے سواری پر اشارہ سے نماز پڑھتا جاوے تاکہ کسی چیز کا پابند نہو۔ یہ حکم حق تعالےٰ نے چند روز کے واسطے دیا تھا پھر تحقیق کر دیا کہ جسطرح توریت وانجیل میں آگاہ کیا ہے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ جانب کعبہ ہوگا خانہ کعبہ کی جانب کو دائمی قبلہ ٹھہرایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے سے آگاہ کیا کہ عنقریب سفہاء جنکو معرفت حق تعالیٰ سے کچھ بہرہ نہیں ہے تمپر اعتراض کریں گے چنانچہ نازل فرمایا سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ عنقریب لوگوں میں سے سفہاء کہینگے ف سفہاء جمع ہے سفیہ کی اور سفیہ ہر ایسے جھوٹے بہتان باندھنے والے کو کہتے ہیں جو جان بوجھکر اُسکے برخلاف کہے اور قاموس وکشاف میں کہا کہ خفیف سمجھ والا تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ مراد یہاں عرب کے مشرک ہیں (الزجاج) اور مجاہد نے کہا کہ یہود کے پڑھے لکھے ہیں اور سدی رح نے کہا منافق لوگ ہیں اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ آیت ان سب لوگوں کے حق میں عام ہے۔ اور محمد بن اسحاق نے براء بن عازب رض سے روایت کی کہ لوگوں میں سے سفہاء نے اور وہ اہل کتاب ہیں یوں کہا مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا کس چیز نے مسلمانوں کو اس قبلہ سے پھیرا جسپر قائم تھے ف یعنی بیت المقدس سے پھر جانے کا کیا باعث ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری (محمد بن اسحاق)

بطریق علی بن ابی طلحہ کے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ مین آئے تو اللہ تعالے نے انکو حکم کیا کہ بیت المقدس کے رخ نماز پڑھا کرین پس یہود خوش ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اوپر دس مہینہ بیت المقدس کا استقبال کیا اور آپ قبلہ ابراہیم یعنے کعبہ کو دوست رکھتے تھے پس اللہ تعالی سے دعا کرتے اور آسمان کو نظر اٹھاتے پس اللہ تعالے نے اتارا فولوا وجوہکم شطرہ پس اس سے یہود نے شک کیا اور کہا ما ولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا پس اللہ تعالے نے اتارا قل للہ المشرق والمغرب اور فرمایا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیۃ (اسنادہ صحیح سیوطی) براء بن عازب رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کیطرف سولہ مہینہ یا سترہ مہینہ نماز پڑھی مگر آپ کو خوش آتا تھا کہ قبلہ آپکا خانہ کعبہ کی طرف ہو اور آپنے خانہ کعبہ کیطرف اول نماز عصر پڑھی پھر ایک مرد جسنے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی نکلا پس ایک مسجد والون کی طرف گذرا درحالیکہ وے لوگ جانب شام رکوع مین تھے پس اسنے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ البتہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانب مکہ نماز پڑھی پس وہ لوگ جس ہیئت پر تھے خانہ کعبہ کی جانب گھوم پڑے اور کچھ لوگ شہید ہو چکے تھے کہ جنھون نے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھی قبل اسکے کہ خانہ کعبہ کیطرف تحویل کیجاوے انکے حق مین ہم نہ جانتے تھے کہ کیا کہین تو اللہ نے اتارا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرؤف رحیم - شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس باب مین احادیث بہت آئی ہین - عالم مین ہے کہ یہ آیت یہودیون و مکہ کے مشرکون کے حق مین اتری جنھون نے بیت المقدس سے کعبہ کی طرف قبلہ کی تحویل مین طعن کیا تھا پس یہود نے مشرکین مکہ سے کہا کہ محمد اپنے امر مین متردد ہوکر اپنی پیدائش کے مقام کیطرف مشتاق ہوئے اور تمھارے شہر کی طرف توجہ کرتے ہین اور وہ تمھارے دین کیطرف پھر آنے والے ہین اور سیقول یعنی عنقریب کہینگے سین آیندہ کے حال کی خبر قبل وقوع ہے پس یہ اخبار بالغیب ہے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور من الناس موضع نصب مین السفہاء سے حال ہے اور ما بمعنی ای شئی مبتدا اور ولٰہم خبر اور یہ جملہ سیقول سے موضع نصب مین ہے اور چونکہ یہ مقولہ ان سفہاء کی زبان سے حکایت ہے لہذا ولٰہم بعینہ نقل فرمایا اگرچہ مرجع مذکور نہین ہے اور مرجع نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع مومنین ہین اور کانوا علیہا مین حذف مضاف ہے ای علی استقبالہا - یا علی اعتقادہا اور مراد اس قبلہ سے بیت المقدس ہے اور قبلہ بروزن فعلہ از مقابلہ ہے کیونکہ نمازی اسکا مقابل ہوتا ہے اور وہ نمازی کا مقابل ہوتا ہے پھر جب سفہاء نے ایسا کہا تو اللہ تعالی نے انکو رد کردیا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط کہدے کہ اللہ تعالی ہی کے لیئے مشرق و مغرب ہے ف یعنی مشرق و مغرب شمال و جنوب سب جہتین اسی کی ہین اسکی خصوصیت ذاتی کسی مقام سے نہین کہ دوسری جگہ اسکے قائم مقام نہو سکے بلکہ اعتبار اسکے حکم بجا لانے کا ہے نہ خصوص مقام کا اور روایت علی بن ابی طلحہ کی ابن عباس رض سے جو اوپر مذکور ہے دلالت کرتی ہے کہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیۃ بھی اسی کے دین اتری ہے اور ابن عمر رض سے روایت ہے کہ سواری پر نفل نماز پڑھنے مین جسطرف متوجہ ہو یہ آیت اتری ہے (اتج بصحیح) تو یہ منافی نہین اور تحقیق اسکی ترجمہ مقدمہ مین مذکور ہے يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ جسکو چاہتا ہے راہ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے ف یعنی اسکو مقصود تک پہونچا دیتا ہے - مراد یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین مین سے جنکو واصل حق فرمایا بدلیل قولہ تعالی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط اور یون ہی ہم نے تم کو امت وسط بنا دیا تاکہ تم لوگون پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہوف یعنی جیسے ہم نے تمکو راہ مستقیم کی ہدایت دیدی اسی طرح ہم نے تم کو عادل صادق کردیا - بعض نے کہا کذلک اے جسطرح ہمنے تمکو وسط الارض یعنی کعبہ کی طرف ہدایت کی اسیطرح

تمکو امت وسط بنا دیا اور اسمین اشارہ ہی کہ کعبہ کیطرف استقبال کی اجازت پہلے ہیں ابھی فرمائی ہی اور عنقریب اسکا مفصل بیان آتا ہی
بیضاوی مین ہی جیسے ہم نے تمہارا قبلہ سب قبلون سے افضل قرار دیا تمکو سب سے افضل کیا اور وسط دراصل ایسی جگہ کا نام ہی جسکی
مساحت سب طرف سے برابر ہو جیسے دائرہ مین مرکز ہوتا ہی پھر یہ لفظ اچھی خصلتون کے یے استعارہ کرلیا کیونکہ وہ بھی افراط اور
تفریط یعنے حد سے بڑھ جانے اور گھٹ جانے کے بیچ مین ہین جیسے سخاوت کہ وہ اسراف اور بخل کے بیچ مین ہی پھر یہ لفظ ہر ایسے
شخص پر اطلاق کیا گیا جو ایسی اچھی خصلتون سے متصف ہو اور یہ لفظ واحد وجمع ومذکر ومونث کے واسطے برابر ہی یعنی اسی لیے
امۃ کی جو لفظاً مونث ہی وسطاً صفت آیا انتہی پس وسط اور عدل اور انصاف الفاظ مترادفہ ہین لہذا مفسر سیوطی رح نے امۃ وسطا
کے خیارا عدولا سے تفسیر کی قال تعالے وکنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر الآیہ یعنے تم سب امتون سے
یعنے سب سے بہتر ہو اور ہین
افضل ہو اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین صریح ہی کہ وہ سب امتون سے بہتر اور نیکو کار و نیکو خصال تھے اور یہین سے کہا گیا ہے
کہ جو کوئی مثل فرقہ رافضی کے صحابہ رض کو جنکا خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب مین ہونا معروف ہی فاسق وکافر
جانے وہ مرتد کافر ہی اور یہی اصح ہی اور بیضاوی مین ہی کہ اسی سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ کا اجماع حجت ہی کیونکہ جس امر پر وہ
متفق ہوے اگر وہ باطل ہو تو اُنکے عادل ہونے مین رخنہ ہوتا ہی اور اُنکا عادل ہونا قطعی ہی پس جسپر وہ متفق ہوے وہ حق
یقینی ہی مین کہتا ہون کہ بیضاوی نے اسکو منہاج مین اچھی تحقیق سے بیان کردیا ہی قولہ لتکونوا شہداء علی الناس یعنی تاکہ تم لوگ
قیامت مین لوگون پر گواہ ہو یعنے تمکو خیار عادل اسواسطے ہم نے بنایا ہی تاکہ تم قیامت مین لوگون پر گواہ ہو اس بات کے کہ انکے
رسولون نے اُنکو پہونچا دیا جو اللہ تعالے کا پیغام تھا۔ اور امام احمد رح نے ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن نوح ع کو بلا کر کہا جائیگا کہ کیا تونے پہونچا دیا پس کہیگا کہ ہان تو اُسکی قوم بلائی جائیگی پس
اُنسے کہا جائیگا کہ کیا تمکو پہونچا دیا پس وہ لوگ کہینگے کہ ہمارے پاس کوئی ڈر سُنانے والا نہین آیا پس نوح ع سے کہا جائیگا کہ
کون تیری گواہی دیتا ہی پس کہیگا کہ محمد اور اُنکی اُمت۔ فرمایا کہ پس یہی ہی قول اللہ تعالی کا وکذلک جعلناکم امۃ وسطا۔ آپ نے فرمایا کہ
وسط وہی عدل ہی پس تم لوگ بلائے جاؤگے پس تم نوح کے واسطے گواہی دوگے پھر مین تمپر گواہ کیا جاؤنگا۔ اس حدیث کو بخاری
وترمذی وابن ماجہ ونسائی نے بھی روایت کیا اور نسائی کی روایت مین زیادہ ہی کہ پھر کہا جائیگا کہ تمنے نوح کا پیغام پہونچانا کیونکر
معلوم کیا تو تم کہوگے کہ ہمارے پاس ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیا پس اُسنے ہمکو خبر دی کہ رسولون نے البتہ پیغام حق پہونچا دیا جابر بن عبد اللہ
نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا قیامت کے دن مین اور میری امت خلائق پر مطلع ہونگی اور لوگون مین سے
کوئی ایسا نہین جو ہم سے قریب نہ آویگا اور کوئی پیغمبر جسکو اُسکی قوم نے جھٹلایا اُسکے حق مین یہی ہوگا کہ ہم اُسکے واسطے گواہی
دینگے کہ اُسنے اپنے پروردگار عز وجل کا پیغام ان لوگونکو پہونچا دیا (ابن کثیر) اور خلاصہ مضمون اُن روایات کا یہ ہے کہ اللہ تعالے
قیامت کے روز اگلون وپچھلون سب کو ایک میدان مین جمع فرمادیگا پھر ہر امت کے کافرون سے کہا جائیگا کہ تمکو ڈر سُنانے والا
نہیں پہونچا تو کہینگے ماجاءنا من بشیر ولا نذیر یعنی نہین آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری سُنانے والا اور نہ ڈر سنانے والا جیسا کہ اللہ تعالی نے
کتاب مجید مین ذکر فرمایا ہی پس ان امتون کے انبیاء علیہم السلام سے مطالبہ کیا جائیگا کہ گواہ لاؤ اور اللہ تعالے ان سب کو خوب جانتا ہی
لیکن مطلب ان کافرون پر حجت تمام کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآپکی امت کی بزرگی ظاہر فرمانا ہی پس جب انبیاء سے اس امر کے

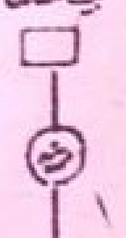
گواہ مانگے جائینگے کہ تمنے پہونچا دیا حالانکہ اللہ تعالے داناتر ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو گواہ دینگے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کی امت حاضر ہو کر گواہی دینگے تو امتون کے منکر کافر کہینگے کہ یہ لوگ ہمارے بعد آئے ہین انھون نے کہانسے جانا کہ ان رسولون نے پہونچایا ہے پس امت محمد صلعم سے یہ سوال کیا جائیگا تو یہ جواب دینگے کہ اللہ تعالی نے جو اپنی سچی کتاب اپنے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اُسکے اخبار سے ہمنے جانا ہے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی امت کا حال پوچھا جائیگا پس آپ انکی تزکیہ وعدالت کی گواہی دینگے اور یہی اللہ تعالے نے فرمایا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہولاء شہیدا الآیۃ اگر کہا جاوے کہ آیت مین علیکم شہیدا فرمایا اور لکم شہیدا نہین فرمایا حالانکہ یہ گواہی تو ان صحابہ رض کے واسطے ہے اور اُنکے اوپر نہین ہے کیونکہ مراد اللہ تعالی کی بالاتفاق یہی ہے کہ ان کافرون پر جیسا انھون نے کیا ہے سچا الزام ثابت کیا جائیگا پس گواہون کیواسطے عدالت ثابت ہوگی نہ یہ کہ گواہون پر کوئی گواہی دیجاوے تو جواب یہ ہے کہ یہان جسکے واسطے گواہی دی ہے اُسپر گواہ مثل ایک نگہبان کے ہے اسواسطے لفظ علی کے ساتھ فرمایا جسمین ایک بلندی مرتبہ وعلوشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے فرمایا واللہ علی کل شیء شہید حاوی تمہ کل شیء مین انبیاء واولیاء وملائکہ وصالحین سب ہین الرسول کا الف لام عہد کا ہے اور مراد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین- جاننا چاہیے کہ یہان سے ثابت ہے کہ گواہ عادل ہون اور گواہون کی عدالت ایسے لوگون سے لیجاوے جو ثقہ ہون اور ظاہر کلام سے نکلتا ہے کہ گواہون کی گواہی پر قاضی کچھ جرح نہ کریگا بلکہ مدعا علیہ جرح کرے تب اُنکی عدالت ثابت کیجائیگی اور یہی امام ابو حنیفہ رح کا ایک قول ہے اور قاضی اپنے علم پر فیصلہ نہ کریگا اور گواہ لانا مدعی پر واجب ہے جب مدعا علیہ منکر ہو اور گواہ کو جائز ہے کہ جو چیز خبر سے معلوم کر کے گواہی دے اگرچہ معائنہ نہ کیا ہو اور ضرور نہین کہ گواہ یہ تفصیل کرے کہ مین نے معائنہ سے گواہی دی یا خبر وغیرہ سے معلوم کر کے اور یہی اصح مذہب حنفیہ کا ہے اور جاننا چاہیے کہ یہان سے ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب عادل ہین جو شخص ان مین سے کسی پر جرح کرے ایسی جو انکی عدالت کے برخلاف ہو وہ مبتدع گمراہ ہے اور اگر انہین سے کسی نے دین کے مسائل مین اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے مسئلہ نکالا اور اسمین وہ چوک گیا اُس سے اجتہاد مین چوک ہوئی تو یہ اسکی عدالت کے لیے کچھ بھی منافی نہین ہے اور ہوسکتا ہے کہ صحابی نے ایک خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی حالانکہ وہ اپنے موقع پر نہین مگر اُسنے جسطرح جانا اسیطرح بیان کیا ہے پس یہ بالکل جرح نہین ہے مثلا بعض صحابہ نے روایت کیا کہ حج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو جاتے ہوئے بیدار کی بلندی پر چڑھتے وقت تلبیہ کہا اور آواز بلند کی پس اُسنے جیسا سُنا ویسا روایت کیا اور دوسرے صحابی نے روایت کی کہ احرام کے بعد ہی تلبیہ کہا تو یہ صحیح ہے حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ رض سب عادل ہین اور اُنکے فضائل وکمالات بہت بڑھکر ہین جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل کمالات انبیاء علیہم السلام کی نسبت بہت اعلی وافضل ہین ایسے ہی آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اس تمام امت اور اگلی تمام امتون کی نسبت بہت افضل ہین پس فرقہ رافضی وفرقہ خارجی دونون نے شیطان کی پیروی کی اور دین سے گمراہ ہوے اور ابن کثیر نے تفسیر مین ذکر فرمایا ہے کہ حاکم نے مستدرک مین اور ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ رض سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنی سلمہ مین سے ایک شخص کے جنازہ پر تشریف لائے اور مین آپ کے پہلو مین تھا پس صحابہ رض مین سے بعضون نے کہا کہ واللہ یا رسول اللہ البتہ اچھا مرد تھا اور عفیف مسلمان تھا اور اُنھون نے اُسکی ثنا کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اسی قدر بات کہہ جتنی تو جانتا ہے تو کہنے والے نے عرض کیا کہ چھپی باتون کا تو خدا ہی دانا ہے اور ہمنے تو وہی کہا جو ہمکو اُسکے حال سے ظاہر ہوا وہ یہی ہے پس نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوئی پھر بنی حارثہ مین سے ایک شخص کے جنازے پر تشریف لائے اور مین آپ کے پہلو مین تھا پس بعضے
صحابہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ یہ شخص برا آدمی تھا البتہ یہ شخص سخت دل فحش کہنے والا تھا اور اُسپر اسلام کے برخلاف باتین بیان کین تو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سے کہا کہ تو بات اتنی ہی کہ جتنی تو جانے پس کہنے والے نے عرض کیا کہ جیسی باتون کا تو خدا ہی
دانا تر ہی اور ہمنے تو وہی کہا جو ہمکو اسکے حال سے ظاہر ہوا وہ یہی ہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوئی پھر
مصعب بن ثابت راوی نے کہا کہ اس بیان پر محمد بن کعب القرظی راوی نے کہا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر
پڑھی یہ آیت وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا - حاکم نے کہا کہ صحیح الاسناد ہی اور امام احمدؒ نے
اپنے اسناد سے ابوالاسود سے روایت کی کہ کہا مین مدینہ مین آیا پس ایسے حال مین وارد ہوا کہ وہان مرض پھیلا تھا اور لوگ بہت
مرتے تھے پس مین عمر بن الخطاب کے پاس بیٹھا پھر وہان سے ایک جنازہ گذرا پس اس میت پر بھلائی کی تعریف کی گئی تو فرمایا
عمرؓ نے کہ واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گذرا پس اُسپر بُرائی بیان کی گئی تو عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوئی پس ابوالاسود نے کہا یا
امیرالمومنین کیا واجب ہوئی تو فرمایا کہ مین نے ویسا ہی کہا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان کہ چار آدمی
اُسکے لیے بھلائی کی گواہی دین اللہ تعالےٰ اسکو جنت مین داخل کریگا - کہا حضرت عمرؓ نے کہ ہم لوگون نے عرض کیا اور تین تو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اور تین بھی کہا حضرت عمرؓ نے پس ہمنے عرض کیا اور دو تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دو پھر ہم لوگون نے
ایک ہی کی گواہی دینے کو نہین پوچھا - ایسا ہی اُسکو بخاری و ترمذی و نسائی نے بھی روایت کیا ہی - اور ابن مردویہ و ابن ماجہ نے
ابوزہیر ثقفی سے اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دور نہین کہ تم جان لو اپنے
بھلون کو بُرون سے ہم لوگون نے کہا کہ کس چیز کے ساتھ یارسول اللہ تو فرمایا کہ بھلی تعریف کیے جانے اور بُری تعریف کیے جانے
سے تم لوگ زمین مین اللہ تعالےٰ کے گواہ ہو - جاننا چاہیے کہ نفاق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پھیل رہا تھا اور بعضے لوگ
فقط ڈر سے مسلمان بنے تھے اور بعضے ظاہر مین مسلمان اور دل مین درحقیقت متردد تھے کہ اگر اسلام حق ہی تو حضرت چند
روز مین غالب ہوجاوینگے پس اُسوقت وہ پکے نہ تھے منتظر تھے اور مجازاً ان لوگون پر بھی صحابی کا اطلاق آیا ہی پھر وہ زمانہ ہنوز
نہ آیا تھا کہ انکو یقین کامل حاصل ہو کہ وہ مرگئے اور تمام تحقیق اپنے مقام پر مذکور ہی پر مقام تفسیر کیطرف رجوع کرنے کا ہی قول تعالیٰ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ط

اور جس قبلہ پر تو پہلے تھا اُسی کو ہمنے قبلہ نہین بنایا مگر اسی واسطے کہ ہم جانین ہر ایسے کو جو رسول کی اتباع کرتا ہی
الیسو نسے جو اپنی ایڑی کے بل پھر جاتا ہی ف یعنی ثابت قدم مومنون کو منافقون سے امتیاز کرین اسمین دو مقام ہین مقام
اول یہ کہ القبلۃ التی کنت علیہا سے کون قبلہ مراد ہی اور مقام دوم یہ کہ الا لنعلم من یتبع الخ سے اللہ تعالےٰ کے جاننے سے کیا مراد ہی پس با
مین اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دونون کو بیان کرتا ہون (مقام اول) مفسر سیوطیؒ نے القبلۃ سے خانہ کعبہ مراد رکھا اور جعل بمعنی کثیر متعدی
بدو مفعول لیا پس مفعول اول القبلۃ اور مفعول دوم مقدر جسکی صفت التی کنت علیہا ہی یعنی الجہۃ التی کنت علیہا یعنی نہین بنایا ہمنے
قبلہ وہی جہت جسپر تو تھا اور مقصود یہ ہی کہ ہم نے ایسا نہین کیا مگر اس جاننے کے واسطے یعنی اس جاننے ہی کے واسطے ویسا کیا پس معنی یہ ہین اور نہین
کردیا ہمنے تیرے لیے قبلہ اب اُسی جہت کو جسپر تو پہلے تھا اور وہ کعبہ تھا اور یہ بنا بر اس قول کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جب مکہ مین تھے تب کعبہ کیطرف نماز پڑھتے تھے اور اسمین دوسرا قول یہ ہی کہ مکہ مین بھی صخرہ بیت المقدس کیطرف پڑھتے تھے اور اسکا بیان آتا ہی پس مفسر رح نے قول اول اختیار کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کیطرف مکہ مین پہلے پہل نماز پڑھا کرتے تھے پھر جب مدینہ مین ہجرت کرکے آئے تو سولہ یا سترہ مہینہ تک یہودیون کی تالیف قلوب کے واسطے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور ظاہر سے بھی یہی ہی کیونکہ آپ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے کما فی الصحاح اور روایۃ علی بن ابی طلحہ سے جو ابن عباس رض سے اوپر گذری یہی معلوم ہوتا ہی کہ مدینہ مین آنے کے بعد بیت المقدس کیطرف استقبال کا حکم جدید ہوا اور نیز تالفا للیہود کی وجہ بھی اسی پر شاہد ہے کیونکہ علت مذکورہ مدار حکم ہی اور وہ کعبہ مین نہ تھی کیونکہ وہان کے سب لوگ مشرک تھے اور یہی بعض نے اختیار کیا ہی اور اسپر وارد ہوتا ہی کہ نسخ دو مرتبہ واقع ہوا اول کعبہ سے بیت المقدس کیطرف پھر بیت المقدس سے بیت اللہ کیطرف فافہم ۔ اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین کہا کہ حاصل یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صخرہ بیت المقدس کیطرف استقبال کرنے کا حکم پہلے پہل ہی اسیطرح دیا گیا تھا کہ جب مکہ مین تھے تو دونون رکنون کے درمیان نماز پڑھتے کہ کعبہ آپ کے سامنے ہوتا اور آپ صخرہ بیت المقدس کا استقبال کرتے پھر جب مدینہ مین آئے تو دونون مین جمع کرنا متعذر ہوا پس اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا قال المترجم محصول یہ ہی کہ القبلہ سے مراد بیت المقدس ہی اور تقدیر عبارت یون ہی وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا قبلۃ لک الا لنعلم الخ یعنی نہین کر دیا تھا ہمنے بیت المقدس جسکی طرف تو نماز پڑھتا تھا تیرے لیے قبلہ مگر اسواسطے کہ ہم جان لین الخ یعنی اصل قبلہ تیرا تو وہی بیت اللہ ہی مگر چند روز کے واسطے جو ہمنے بیت المقدس کو تیرے لیے قبلہ کر دیا تھا تو اس جاننے کے لیے کیا تھا اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ قرآن مین جو اول نسخ ہوا وہ قبلہ ہی اور کہا ابن عباس رض نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین بیت المقدس کیطرف نماز پڑھتے اور کعبہ آپ کے سامنے ہوتا اور مدینہ مین ہجرت کرنے کے بعد بھی سولہ مہینہ ایسا ہی کرتے رہے پھر اللہ تعالےٰ نے آپ کو کعبہ کیطرف پھیر دیا اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس قول ابن عباس کے مانند جمہور مفسرین کا قول ہی قال المترجم اور وہ جو ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ نے روایت کی کہ مدینہ مین آنے کے بعد آپ کو بیت المقدس کے استقبال کا حکم دیا گیا تو اسکا جواب یہ ہی کہ خالی بیت المقدس ہی کی طرف استقبال کرنیکا بدون اسکے کہ کعبہ آپ کے سامنے ہو کیونکہ دونون کا جمع ہونا متعذر ہو گیا تھا اور مکہ مین امامت جبریل بجانب کعبہ حدیث مین بھی یہ تاویل ہو سکتی ہی کہ کعبہ سامنے تھا اور اصل استقبال بیت المقدس کا تھا اور ہجرت کے وقت جو آپ فراق کعبہ سے روئے وہ مخصوص انوار و فیوض خانہ کعبہ کی وجہ سے تھا بالجملہ ابن عباس اور جمہور مفسرین کے نزدیک ابتدا مین اور بعد ہجرت کے مدینہ مین سولہ یا سترہ مہینہ تک آپ بیت المقدس کی طرف استقبال کرتے تھے ولیکن ان علمار نے اسمین اختلاف کیا ہی کہ مکہ مین آپکو بیت المقدس کے استقبال کا حکم ہوا تھا یا آپ نے اجتہاد سے ایسا کیا تھا اسمین دو قول ہین ابن کثیر نے کہا کہ قرطبی نے اپنی تفسیر مین عکرمہ و ابو العالیہ و حسن بصری سے نقل کیا کہ بیت المقدس کی طرف توجہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے کی تھی اور مقصود یہ ہی کہ مدینہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال بیت المقدس کیطرف اسی حال پر قریب ڈیڑھ برس کے مستمر رہا اور ظاہر قول ابن عباس سے معلوم ہوتا ہی کہ مدینہ مین آپ کو حکم ہوا تھا اور اول نسخ قرآن بھی اسی پر دلالت ہی اور اسپر دو بار نسخ ہونا بھی لازم نہین آتا ہی اور شیخ ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کا استقبال کرتے ولیکن تضرع و دعا کرتے کہ کعبہ کیطرف جو قبلہ ابراہیم علیہ السلام تھا متوجہ کیے جاوین پس اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور خانہ کعبہ کیطرف جو بیت عتیق و بیت اللہ ہی توجہ کا حکم دیا پس آنحضرت



صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور لوگون کو اس سے آگاہ فرمایا اور پہلی نماز جو کعبہ کیطرف پڑھی وہ نماز عصر تھی جیسا کہ روایت صحیحین مین
پہلے گذرا اور نسائی کی روایت مین ابو سعید بن المعلی سے آیا ہو کہ وہ ظہر تھی اور کہا کہ مین اور میرے ساتھی نے اول کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہو
اور شیخ سیوطی رہ نے مقدمۂ اتقان مین اسکو مشرح بیان کیا ہو اور ابن کثیر نے فرمایا کہ اکثر مفسرین وغیرہ نے ذکر کیا کہ قبلہ کی تحویل آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر اُس حال مین نازل ہوئی کہ آپ ظہر کی دو رکعتین پڑھ چکے تھے اور یہ مسجد بنی سلمہ مین واقع ہوا اسی لیے اُسکو
مسجد القبلتین کہنے لگے اور حدیث نویلہ بنت سلم مین ہو کہ اُنکے پاس یہ خبر آئی درحالیکہ وہ ظہر کی نماز مین تھے پس پھر گئے اسطرح
کہ مرد لوگ عورتون کی جگہ ہو گئے اور عورتین مردون کی جگہ ہو گئین ذکرہ الشیخ ابو عمر بن عبد البر النمری اور اہل قبا والون کو دوسرے روز
کی نماز فجر تک خبر نہین ہوئی جیسا کہ صحیحین مین ابن عمرؓ سے روایت آئی ہو کہ اس بیچ مین کہ لوگ مسجد قبا مین صبح کی نماز مین تھے
کہ ایک آنے والا آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کو قرآن اُترا اور البتہ اُنکو حکم دیا گیا ہو کہ کعبہ کا استقبال کرین پس
سبھون نے کعبہ کا استقبال کیا اور اُنکے منہ شام کیطرف تھے پس گھوم پڑے کعبہ کیطرف۔ شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ اگلے کچھ دن پر
رات کا اطلاق مجازا واقع ہوا ہو۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمین دلیل ہو کہ ناسخ کا حکم جبھی سے لازم ہوتا ہو کہ جب سے اسکا علم حاصل ہوا اگرچہ
اُسکا نزول پہلے ہو لیا ہو کیونکہ مسجد قبا والون کو عصر و مغرب و عشاء گذشتہ کو اعادہ کرنے کا حکم نہین کیا گیا واللہ اعلم اور جب ایسا واقع
ہوا تو منافقون و یہودیون کو شک و گمراہی نے گھیرا اور جسکی اللہ تعالے نے پہلے خبر دی کہ سیقول السفہاء من الناس ما ولٰھم عن قبلتھم التی
کانوا علیہا۔ ویسا کہنے لگے جیسا کہ اوپر بیان گذرا پس قولہ تعالے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الخ کے یہ معنی ہین کہ اے محمد ہم نے
پہلے تمھارے لیے بیت المقدس کو قبلہ کیا پھر اُس سے کعبہ کی طرف پھیر دیا یہ اسی واسطے کیا تاکہ ہم معلوم کرین کہ کون تیری اتباع
کرتا اور اطاعت کرتا ہو اور جدھر تو استقبال کرے تیرے ساتھ استقبال کرتا ہو اور کون اُلٹے پانوُن دین سے پھر کر مرتد ہو جاتا ہے
(مقام دوم) یہ کہ اللہ تعالے کا علم ازلی ہو اور وہ ہر چیز کو اُسکے وقوع سے پہلے جانتا ہو پس یہان جو فرمایا الا لنعلم تاکہ ہم جان لین
اس سے کیا مراد ہو کیونکہ اللہ کا جان لینا ایسا واقع ہونے پر نہین ہو اسکا جاننا کسی چیز کی غایت نہین ہو سکتا پس اسکا جواب کئی وجہ
سے دیا گیا اول وہ جو ابن عباس سے مروی ہو کہ قولہ الا لنعلم ای الا لنمیز اہل الیقین من اہل الشک یعنے مگر اسواسطے کہ تمیز کر دین ہم ایمان والون کو
منافقون شک والون سے یعنی تاکہ ظاہر ہو جاوے تمیز مطیع کی عاصیون نافرمانون سے اور یہی ہمارے شیخ مفسر سیوطی رہ نے ذکر کیا ہو
پس یہان مجازا تمیز پر علم کا اطلاق کیا بعلاقہ سبب و مسبب کیونکہ علم سبب ہو اور تمیز مسبب ہے اور شیخ ابو حیان نے کہا کہ یہان من
کے ساتھ علم کا متعدی ہونا بھی اسی کا مؤید ہو اس واسطے کہ علم کا لفظ من سے متعدی نہین ہوتا الا اسی صورت مین کہ علم بمعنی تمیز ہو
اور بیضاوی مین ہو کہ یہ مثل قولہ تعالے لیمیز اللہ الخبیث من الطیب کے ہو اور اسی کی شاہد ہو وہ قرأت جس مین لنعلم کی جگہ لیعلم
بصیغہ غائب مجہول پڑھا گیا ہو کیونکہ بر بنائے مجہول ہونا اس امر کا شاہد ہو کہ یہ مقصود نہین کہ اسکو ایک ہی شخص معین جانے
بلکہ جانا جاوے یعنے ہر شخص جسکو جاننے کی لیاقت ہو اسکو جان لے اور یہ ظاہر ہو کہ یہ جبھی ہو گا کہ اللہ تعالے خارج مین سچے جھوٹے رہنے
والون مین اور پھوٹے ڈھل مل یقین والون مین اسطرح تمیز کر دے کہ کسی پر پوشیدہ نہ رہے۔ دوم یہ معنی ہین تاکہ جان لین ہم اسکو حادث موجود ہونے
کے ساتھ بھی اگرچہ علم ازلی واقع تھا۔ سوم لنعلم اے لنمتحن تاکہ ہم امتحان مین مبتلا کرین مترجم کہتا ہو کہ یہ غیر ظاہر توجیہ ہو۔ چہارم لنعلم ای علم ظہور
رازی نے کبیر مین فرمایا یعنے وہ علم جس سے ثواب و عذاب متعلق ہوتا ہو کیونکہ جسکا اللہ تعالے بعلم غیب عالم ہو اُس سے ثواب و عذاب

[illegible]

نہین بلکہ اسی سے متعلق ہوتا ہی جو پائے جانے کے ساتھ ہی اور معنی یہ ہوے کتاکہ جانین ہم وہ جاننا جس کے موافق عمل کرنے والا ثواب یا
عذاب کا مستحق ہوتا ہی اور اسی کی نظیر ہی قولہ تعالےٰ ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم ویعلم الصابرین ہ مترجم کہتا ہی کہ مفسر سیوطی رہنے بھی علم
ظہور سے تفسیر کی اور شاید مراد یہی معنی ہون جو رازی نے ذکر فرمائے ہین بتجم لنعلم اے لیعلم الرسول والمومنون تاکہ رسول صلعم اور مومنین
جان لین ولیکن اپنی طرف علم کی نسبت کر لی کیونکہ یہ لوگ اُسکے خاص بندے ہین تشتم لنعلم اے فعلنا فعل من یرید ان یعلم یعنے
ہمنے ایسا فعل کیا جیسا وہ شخص کرتا ہی جو جاننا چاہتا ہی پس یہ کلام بر سبیل تمثیل ہی تفسیر ابن کثیر مین ہی لیظہر حال من یتبعک ویطیعک
ممن ینقلب علی عقبیہ مرتداعن دینہ یعنے تاکہ ظاہر ہو حال اُسکا جو تیری اتباع واطاعت کرے ایسے سے جو اُلٹے پاؤن پھر جاوے
یعنے اپنے دین سے مرتد ہو جاوے وقولہ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ اور یہ محنت بیشک بڑی
ہے سوائے ان لوگون کے جنکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی ف یہ اَن مخففہ ہی در اصل انہا۔ تھا اور ضمیر راجع بجانب مدلول جملہ ماقبل ہی اے
ہذہ الفعلۃ یعنے پھیر دینا قبلہ کا بیت المقدس سے کعبہ کی طرف اور لکبیرۃ کا لام ہی ان مخففہ و نافیہ مین فرق کرتا ہی۔ اور بعض نے نافیہ لیا
اور لام بمعنے الا ہے لیکن شیخ عکبری نے رد کر دیا کہ یہ خلاف لغت و قیاس ہی اور بعضے اہل تفسیر نے اشارہ کیا کہ انہا کانت اے ان
القبلۃ یعنے الصلوۃ الیہا پس معنی یہ ہونگے کہ نماز اس قبلہ کیطرف بھی ان مرتدون پر ثقیل تھی الا انھین پر ثقیل نہ تھی جنکو اللہ سے
ہدایت کی یعنے اُنکے دلون کو تیری تصدیق کیواسطے کھول دیا کہ جو کچھ رسول لایا وہ سب حق ہی اسمین شک کو گنجائش نہین اور یقین
دے دیا کہ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہی کرتا ہی اور جو حکم چاہتا ہی دیتا ہی اسکو اختیار ہی کہ اپنے بندون کو جس امر کیواسطے چاہے مکلف کرے اور
جو چاہے نسخ کرے ہر ایک مین پوری حکمت موجود ہی بلکہ جب ایت اُترتی ہی تو انکا ایمان بڑھتا ہی چنانچہ فرمایا فاما الذین اٰمنوا فزادتہم
ایمانا بخلاف منافقون کے کہ وہ اپنے اوہام کے پابند جب کوئی امر پیدا ہوا پھر گئے اور جب آیۃ آئی منکر ہو کر گمراہ ہوے کما قال تعالیٰ واما الذین
فی قلوبہم مرض فزادتہم رجسا الی رجسہم تپس چونکہ یہ امر عظیم تھا کہ اسمین بہتیرے کچے مرتد ہو گئے لہذا اس واقعہ مین جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تصدیق واتباع مین ثابت رہے اور بلا شک وشبہہ کے جدھر اللہ تعالےٰ نے حکم کیا پھر گئے وہ سرداران صحابہ مین سے مین
اور بعضے اسطرف گئے ہین کہ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار جنکو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہی وہ وہی لوگ ہین جنھون نے دونون
قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہی اور بخاری نے اس آیہ کی تفسیر مین ابن عمر رض سے روایت کی کہ اس بیچ مین کہ لوگ مسجد قبا مین صبح کی
نماز مین تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رات قرآن اُترا ہے اور البتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کو حکم دیا گیا کہ کعبہ کا استقبال کرین پس فوراً لوگون نے کعبہ کا استقبال کیا کہ اسکی طرف سب متوجہ ہو گئے اور ترمذی و مسلم
کی ایک روایت مین ہی کہ مسجد قبا والے صحابہ رکوع مین تھے پس اسی ہیأت پر وہ کعبہ کی طرف گھوم پڑے درحالیکہ وہ رکوع
مین رہے آور یہ دلیل ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالےٰ واُسکے رسول کے فرمانبرداری واتباع مین کمال ہی ثابت قدم تھے رضی اللہ
عنہم اجمعین پھر منافقون و یہودیون نے مومنون کو شک دلانا شروع کیا تو نازل ہوا قولہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ہ اور اللہ تعالی کی شان نہین کہ تمھارے ایمان یعنی
نمازون کو ضایع فرماوے۔ اللہ تعالےٰ تو لوگون پر رؤف رحیم ہی ف معالم مین مذکور ہی کہ حیی بن اخطب یہودی اور اُسکے لوگون نے
مومنین سے شک ڈالنے کو کہا کہ تم ہمین بتلاؤ کہ تمھاری نماز بیت المقدس کیطرف کیسی تھی اگر ہدایت تھی تو تم اُس سے پھر گئے

اور اگر گمراہی بھی تو نے اللہ تعالی کا گناہ سمیٹا اور جو تم مین سے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کی حالت مین مرا ہے وہ گمراہی پر مرا پس
مومنین نے جواب دیا کہ ہدایت وہی ہے جسکا اللہ تعالے نے حکم دیا اور گمراہی وہی ہے جس سے ممانعت فرمائی پس جب یہ ایمان کا جواب پایا
تو کلبیں سے بولے کہ تمہارے پاس ان لوگون کے حق مین کیا شہادت موجود ہے جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ مین
مرے ہین اور حال یہ گذرا تھا کہ خانہ کعبہ کی طرف تحویل کا حکم آنے سے پہلے مسلمانون مین سے اسعد بن زرارہ و ابوامامہ قبیلۂ بنی النجار
سے اور براء بن معرور قبیلۂ بنی سلمہ سے اور دیگر لوگ شہید ہو چکے تھے پس اُن لوگون کے قرابتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو اللہ تعالے نے قبلۂ ابراہیم کیطرف پھیرا پس ہمارے ان بھائیون کا کیا حال ہوگا جو بیت المقدس
کیطرف نماز پڑھتے تھے اور اسی حال مین مر گئے پس اللہ تعالے نے اُتارا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم یعنے صلوٰتکم الی بیت المقدس
نہیں ہے اللہ کہ ضائع کرے تمہارا ایمان
یعنی تمہاری نماز کو جو بیت المقدس کیطرف تھے۔ اور بخاری مین براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ایک قوم نے انتقال کیا تھا جو بیت
المقدس کیطرف نماز پڑھتے تھے پس لوگون نے کہا کہ انکا حال اس معاملہ مین کیا ہوگا پس اللہ تعالی نے اُتارا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم الآیہ
بخاری کی دوسری روایت براءؓ مین ہے اور تھے کچھ لوگ کہ مر گئے تھے بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے حال پر قبل اسکے کہ کعبہ کیطرف تحویل ہو
پس ہم نہین جانتے تھے کہ انکے حق مین کیا کہین پس اترا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم الآیہ اور ترمذی نے اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا
اور صحیح کہا اور مانند اسکے امام احمد و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن حبان و طبرانی و حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے
اور قرطبی نے اپنی تفسیر مین کہا کہ علماء اس بات پر متفق ہین کہ یہ آیت ان لوگون کے حق مین اُتری جو مر گئے درحالیکہ بیت المقدس کی
طرف نماز پڑھتے تھے پس نماز کو ایمان فرمایا اس لیے کہ اسمین ایمان کی ضروریات نیت و قول و عمل سب موجود ہین اور تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ
محمد بن اسحاق نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم اے بالقبلۃ الاولی یعنے پہلے قبلہ کیطرف تمہارے ایمان کو
اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و اتباع کرنے کو دوسرے قبلہ کیطرف توجہ کرنے مین ضایع نہ کریگا بلکہ کل ثواب عطا کریگا
قولہ ان اللہ بالناس لرؤف رحیم ۵ مین مراد الناس سے خاصۂ مومنین ہین بالف لام عہد بقرینہ لرؤف رحیم پس رؤف مبالغہ از مصدر
رافت اور رحیم مبالغہ از مصدر رحمت ہے اور اول بہ نسبت ثانی کے زیادہ بلیغ ہے جیسے مصدر اسکا بہ نسبت دوسرے کے مصدر کے مبالغہ
رکھتا ہے کیونکہ رافت یعنی شدت رحمت ہے پس اگر کہا جاوے کہ پھر بلیغ سے ابلغ کیطرف ترقی ہونی مناسب تھی یعنے رحیم مقدم ہوتا تو مفسرؒ نے
مانند دیگر مفسرین کے جواب کا اشارہ کر دیا کہ فاصلہ کی رعایت سے رحیم کو موخر کیا یعنی صراط مستقیم کے مناسب لرؤف رحیم رکھا لیکن رؤف
تمام قرآن مین رحیم سے مقدم ہے لہذا باوجود اسکے انمین معنوی مناسبت بھی ہے وہ یہ ہے کہ رافت ایک خاص رحمت مین مبالغہ ہے یعنی ضرر
دور کرنے مین اور رحمت عام ہے لیکن چونکہ دفع ضرر ایک اہم امر ہے لہذا رؤف مقدم کیا گیا یہان بلکہ تمام قرآن مین اور حدیث مین رافت و
رحمت الٰہی کی ایک تمثیل بادنیٰ مناسبت بیان ہوئی ہے چنانچہ صحیح مین روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی عورتون مین سے
ایک عورت کو دیکھا جسکا بچہ اسکے پاس سے جدا ہو گیا تھا وہ عورت اپنے بچہ کو تلاش کرتی پھرتی اور قیدیوں مین سے جو کوئی بچہ پاجاتی تو
اسکو لیکر اپنے سینہ سے لگا لیتی پھر جب اس عورت نے اپنا بچہ تلاش کر پایا تو اپنے سینہ سے ملا کر بھینچ لیا اور اپنی چھاتی اسکے منہ مین دیدی پس رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا تم جان سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ مین ڈال دینے والی ہے درحالیکہ وہ قدرت رکھتی ہو کہ اسکو آگ مین نہ ڈالے
تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہین یا رسول اللہ تو فرمایا کہ پس قسم ہے اللہ کی البتہ اللہ تعالی اپنے بندون پر اس عورت کے اپنے بچہ پر مہربان ہونے سے

زیادہ مہربان ہے ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیہ ط
جو لوگ مرتد ہوئے انکے ساتھ حال یہ ہوا کہ امتحان ہونے کے وقت جبکہ چاہیے یہ تھا کہ خط تسلیم پر سر جھکاتے اور امر کو امر میں مشاہدہ کرتے
جیسے اچھے لوگوں نے کیا تھا ان مردوں کو موڑا اور مکر قدیم سے انکو اسطرف پھیر دیا کہ یہ فعل کے دیکھنے میں پڑ گئے حالانکہ اس سے ارادہ متعلق
تھا اور یہ بات اس وجہ سے تھی کہ علم قدم کے اسباب ظاہر ہو جاویں اور اُسکے علم قدیم میں یہ بات پہلے ہو چکی تھی کہ یہ لوگ گمراہی کے
سیدانون میں کفر کو لاحے ہوے خاک چھانتے پھرینگے اور بعض نے کہا کہ بیان الا لنعلم جو فرما دیا یہ خطاب لوگوں کے عقلوں کی مقدار پر
ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ آخر آیت میں اسکی علت صاف فرمائی کہ وما انت بتابع قبلتہم اور نہیں ہے تو کسی طور انکے قبلہ کا تابع ہونے والا یہ
اپنی طرف سے اپنی صنعت و حکمت کا احکام ہے یعنے مضبوطی کا اظہار ہے یعنی آخر میں اپنی صنع محکم و مضبوط کا صاف بیان کر دیا کہ جو علم آلہی ہے
اسکی تقدیر میں منضبط و جاری ہے چنانچہ ویسا ہی ضرور واقع ہو گا پس بیان جو فرمایا کہ الا لنعلم تاکہ ہم جان لیں یہ لوگوں کی سمجھ کے موافق انسے
خطاب مقصود ہے اور وہاں خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور آپ کو علم اولین و آخرین بدرجہ کمال تھا پس وہاں صاف کہہ دیا
اور بات ٹھیک یہی ہے کہ بول چال اور محاورات تمام بندوں کی تعلیم و فہمائش میں اسی طور پر واقع ہوے جن سے مانوس ہیں اور جو انکی عقلوں سے
باہر نہیں کیا نہیں دیکھتے کہ حدیث میں ہے کہ لوگوں سے انکی عقل کے موافق باتیں کرو اور صحابہ رض جو پہلے تمام عرب کے مانند جاہل تھے انکو ابتدا
میں بلند خطاب نہ کیے گئے بلکہ چندے آداب و کلام سے لائق فیض کر کے جب انوار سے پر کر دیا تو خود انکی آنکھیں ہو گئیں یعنی صفات
الٰہی کے ساتھ دیکھنے و سننے لگے اور پہلی وہی آنکھیں جاتی رہیں کیا تم نے توجہ نہیں کی کہ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے
حالات زمانہ جاہلیت کے خاص جلسہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بیان کرتے اور ہنستے یعنی کمال خوشی سے جب اپنی حالت اور
اب کی حالت میں فرق دیکھتے تھے پھولے نہ سماتے اور ہنستے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے ساتھ مسکراتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا کہ قبلہ قدیم و محل رحمت تام کی جانب متوجہ فرمایا بقولہ تعالیٰ

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ

ہم دیکھتے ہیں پھر جانا تیرا منہ　آسمان میں　سو البتہ پھیرینگے تجکو جس قبلہ کیطرف تو راضی ہوگا　اب پھیر منہ اپنا طرف

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

مسجد الحرام کے　اور جس جگہ تم ہوا کرو　پھیرو منہ اُسکی طرف　اور جن کو ملی ہے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝

کتاب　البتہ جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے انکے رب کیطرف سے　اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو کرتے ہیں

ف قرطبی رح نے کہا کہ علمائے مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت سیقول السفہاء سے پہلے اُتری ہے اور معالم میں ہے کہ یہ آیت اگرچہ تلاوت
میں پیچھے ہے مگر معنی میں پہلے ہے کیونکہ یہی شروع قصہ ہے کما قال تعالیٰ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ
البتہ ہمنے تیرے چہرہ کو آسمان میں منقلب بہت دیکھا یعنی بار بار بکثرت بطور اشتیاق کے آسمان کی جانب نظر اُٹھانا اس امید پر
کہ اب شاید وحی آوے کہ جانب قبلہ اعظم و اقدم کعبہ کے منھ کر و ہم نے اسکو بہت دیکھا لہذا ہمنے تجکو جانب قبلہ محبوب راجع فرمایا واضح
ہو کہ شیخ مفسر نے اختیار کیا کہ (قولہ قد نرے) تحقیق کے لیے ہے اور اسی کا موید ہے کہ نری بلفظ مستقبل ہے اور تبیان عکبری میں تصریح کی کہ

مراد اس سے ماضی ہو یعنی قد دا بینا اور یہ ماضی و مستقبل بلحاظ بندون کے ہو ورنہ جناب باری تعالیٰ میں سب حاضر ہو اور صاحب کشاف و بیضاوی نے کہا کہ قد نری یعنی ربما نری یعنے بکثرت ہمنے دیکھا اور کہا کہ قد واسطے تقلیل کے موضوع ہو مثل ربّ کے مگر دونون تکثیر کے لیے آتے ہین بطور استعارہ کہ لفظ کو ہر دو نقیضین مین سے ایک کے واسطے استعارہ کیا پس دفع ہوگیا اعتراض ابوحیان کا کہ مضارع کے ساتھ قد بمعنی کثرت موضوع نہین ہے خواہ مضارع سے معنی ماضی مراد ہون یا نہون حالانکہ خود کہا کہ قد بمعنی بکثرت کو سیبویہ و ابن ہشام نے ذکر کیا ہو اور اسیکو زمخشری نے اختیار کیا پھر بیان قد کو بمعنی تقلیل اس وجہ سے نہ لیا کہ جسنے ایک مرتبہ اپنی نظر آسمان کو اٹھائی اسکو یہ نہین کہتے کہ تقلب بصر و الی السماء بلکہ یہ جبھی کہتے ہین کہ بار بار ایسا کیا ہو پس کثرت کے معنی لفظ تقلب سے سمجھے گئے ہین جو تقلیب کا مطاوع ہو چنانچہ بولتے ہین کہ قلبتہ فتقلب یعنی مین نے اُسکو تقلیب کیا تو وہ منقلب ہوگیا یعنے پھیرا تو پھر گیا پس تقلیب پھیرنا اور تقلب پھرنے پر پھر جانا فی السماء آسمان مین بحذف مضاف ای فی جہتہ السماء اسلیے کہ تقلب آسمان مین نہین تھا اور معنی یہ ہین کہ البتہ ہم نے دیکھا تجھے بکثرت اپنا منہ پھیرتے ہوے یا بار بار اپنا منہ پھیرتے آسمان کیطرف واقعہ حال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ایسا کرتے تھے کہ بشوق استقبال کعبہ و بہ انتظار وحی کے شاید اب اس کا حکم آجاوے بار بار منہ بجانب آسمان اُٹھاتے گویا آپکے پاک دل مین یہ توقع پڑگئی تھی کہ اللہ پاک مجھے کعبہ کیطرف متوجہ کریگا اور یہ شوق اس وجہ سے تھا کہ وہ قبلہ ابراہیم علیہ السلام ہو جو حنیف مسلم تھے یہودی و نصرانی نہ تھے اور خانہ کعبہ سب سے مقدم قبلہ ہو اور عرب لوگون کے ایمان لانے کا زیادہ باعث ہو اور عرب ہی اس دولت لازوال سے سرفراز ہوے کیونکہ یہودی تو غضب الٰہی مین گرفتار ہوچکے تھے چنانچہ ابتداے سورہ مین گذرا پس بیت المقدس کو قبلہ کرنے مین انکا ایمان مقصود نہ تھا بلکہ اپر حجت الٰہی عزوجل سب طرح پوری کی گئی جس سے اپر غضب مکرر ہوگیا اور نصاری سفیہ جاہل گمراہ تھے لیکن انکو بیت المقدس سے ہٹ نہ تھی بلکہ جو نصاری بکثرت اسلام لائے وہ بخوشی خانہ کعبہ کیطرف راجع ہوئے چنانچہ سورۂ آل عمران مین انشاء اللہ تعالیٰ بیان آویگا الحاصل آنحضرت صلعم اصل قبلہ کے لیے حکم الٰہی عزوجل کے منتظر رہتے اور کمال شوق مین بار بار نظر اوپر اٹھاتے۔ اور اسمین آپ کے کمال ادب کا بیان ہے کہ انتظار کرتے رہے اور سوال نہ کیا لیکن تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اول جو چیز قرآن سے منسوخ ہوئی وہ قبلہ ہو اور بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی اور مدینہ کے رہنے والے بیشتر یہودی تھے پس آپکو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ بیت المقدس کا استقبال کرین پس یہودی خوش ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بضعۃ عشر یعنے دس اوپر کئی مہینے یا سترہ مہینہ بیت المقدس کیطرف نماز پڑھی حالانکہ آپ چاہتے تھے کہ میرا قبلہ وہ ہو جو قبلۂ ابراہیم ہو پس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور آسمان کیطرف نظر اُٹھاتے پس اللہ تعالے نے اُتارا قد نری تقلب وجہک فی السماء تا قولہ فولوا وجوہکم شطرہ الآیہ پس اس سے یہود نے مکاری و فریب کا دھوکا کیا اور کہا ماولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا۔ پس اللہ تعالے نے اُتارا۔ قل للہ المشرق والمغرب اور فرمایا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اور فرمایا اللہ تعالے نے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ الآیہ اور اس روایت سے ثابت ہو کہ یہ آیت پہلے اتری ہو کیونکہ ماولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا۔ مربوط باقبل یعنے سیقول السفہاء من الناس سے پس وہ سب پیچھے اتری لیکن اس صورت مین سیقول اخبار بالغیب کیونکر ہوگا جیسا کہ ہمارے مفسر سیوطیؒ وغیرہ نے پہلے بیان کیا ہو پس ترجیح یہ ہو کہ آیۃ تحویل یعنی قد نری تقلب وجہک الآیہ پہلے اتری اور اسکی عمل کے بعد ہنوز یہودیون وغیرہ نے طعن وارتیاب نہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیقول السفہاء الخ اتارا کہ وہ انکی طعن کا جواب ہوجاوے پس یہ اُس نوع کا قرآن ہوگا جو سبب واقع ہونے سے پہلے اترا ہم ادکن

[illegible]

جمہور مفسرین وغیرہ کے اقوال سے موافق ہوگا کہ آیۃ سیقول پیچھے ہے ۱۲

روایت سے یہ بھی نکلتا ہو کہ قولہ تعالی وما جعلنا القبلۃ التی الی اخرہ کے یہ معنی ہین کہ اصل قبلہ تیرا خانہ کعبہ ہو اور چند روز کے واسطے جو ہم نے
بیت المقدس کو تیرا قبلہ کیا وہ اسی واسطے تاکہ ظاہر ہو جاوے حال سچے مومنین کا کچے وجھوٹے منافقین وغیرہ سے کہ ایسے لوگ الٹے پانؤن پھر کر
مرتد ہو جاوینگے فافہم بالجملہ تکریم الہی عزوجل اپنے حبیب مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف کس شان عظمت سے ہو کہ فرمایا ہمنے بار بار تیرا تقلب دیکھا
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا پس ہم تجھے ایسے قبلہ کیطرف متوجہ کرتے ہین کہ تو اسکو پسند کرتا ہو ف دیکھو کیونکر
بے مانگے مراد عطا فرمائی اور آپکی خوشی پوری کی لنولین بنون تاکید یا تو ماخوذ از ولایت ہو بمعنی تصرف کرنا اور قابو پانا پس معنی یہ ہین کہ البتہ
قابو دلاوینگے ہم تجکو اسکی طرف استقبال کرنے کا یا ماخوذ از ولی بمعنی نزدیک ہونا اور بولتے ہین کہ ولیہ اے نزدیک ہوا اس سے اور ولیتہ ایاہ
از باب تفعیل یعنی مین نے اسکو نزدیک کر دیا پس معنی یہ ہوے کہ البتہ کر دینگے ہم تجکو کہ نزدیک ہوگا تو کعبہ سے لیکن نفس کعبہ سے نزدیکی جو نکہ
خود مقصود نہین لہذا مضاف حذف ہوگا یعنے نزدیک ہوگا تو جہت کعبہ سے اور قول مفسرؒ نحولنک از تحویل ظاہرا بیان مراد ہو ولیکن قبلۃ بتقدیر
الی قبلۃ ہوگا کیونکہ حول متعدی بمفعول ثانی بدون الی کے متضمن بمعنی تصییر ہوتا ہو اور یہان یہ مراد نہین کہ ہم تجکو قبلہ کر دینگے بلکہ ہم تجکو یعنے
تیری توجہ کو تحویل کر دینگے طرف قبلہ کے فافہم اور جسنے کہا کہ یہ ماخوذ از تولی ہو اُسنے سہو کیا فتدبر بالجملہ اسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے
بشارت ہو اور اسمین حضرت سرور عالم صلعم کی طینت طیبہ وکمال علو مرتبہ ظاہر ہے کہ حضرت صلعم کا شوق جو اس قبلہ کیطرف کو پیدا ہوا
وہ ایسا تھا کہ اللہ تعالی کی مشیت مرضیہ وحکمت کاملہ کے موافق واقع ہوا پس اللہ تعالے نے اُسکا فرض حکم دیدیا بقولہ تعالے فَوَلِّ
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس متوجہ کر دے منہ اپنا طرف مسجد حرام کے ف اسمین خود اشارہ ہو کہ یہ نماز
کی حالت مین واقع ہوا اور قریب اسکا بیان آتا ہو اور یہی اسکا قرینہ ہوا کہ حکم کو حالت نماز کے ساتھ مقید بیان نہ کیا اگرچہ مراد یہی ہو کہ حالت نماز
مین اپنا منہ کعبہ کیطرف پھیر اور یہ نہین مراد ہو کہ ہر وقت نماز وغیر نماز مین اسی طرف منہ رکھ اگرچہ اتنے پر دلیل عقلی سے بھی تخصیص ہوگی کہ
نماز وغیر نماز سب حالت مین یہ حکم مراد نہین ہو اصول الفقہ کی بحث سے یہ بات ثابت ہو گئی ہو کہ یہان قول وجہک مین صیغہ امر ایک مرتبہ
تعمیل کرنے سے پورا ہوتا ہو لیکن جیسے نماز برابر مکرر ہر روز مستمر ہوتی ہو اسی طرح استقبال قبلہ بھی ہر نماز مین دائمی مستمر حکم ہو شطر المسجد الحرام
بروایت ابن عباسؓ کے میزاب الرحمۃ ہو (ابن مردویہ) اور یہی قول عبداللہ بن عمرو بن العاص ہو (رواہ ابن ابی حاتم والحاکم) بیضاوی نے کہا
کہ شطر در اصل اسکو کہتے ہین جو شئی سے جدا ہوا پس شطر الشی وہ ہو جو اس شئی سے جدا ہو پھر شئی کیجانب مین مستعمل ہوا اگرچہ جدا نہوا اور
مین کہتا ہون کہ کئی معانی مین اسکا استعمال آیا ہو چنانچہ بعض نے نقل کیا کہ بمعنی ناحیہ وجہت آیا ہو اور بمعنی بعض مطلقا اور بمعنی نصف شئی
کما قیل فی شطر اللیل اور بولتے ہین کہ شطر الیہ اے اقبل یعنی متوجہ ہوا پھر جاننا چاہیے کہ شطر المسجد سے یہان کعبہ مراد ہو اور قرطبی نے نقل کیا
کہ اجماع ہے کہ جو شخص کعبہ کو معائنہ کرتا ہو اسپر عین کعبہ کا استقبال فرض ہو اور اجماع ہو کہ جسکی آنکھ سے کعبہ کا معائنہ نہین یعنی غائب و
دور ہو اسپر استقبال جہت کعبہ فرض ہو ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شطر سے جانب کعبہ لیا (رواہ الحاکم) اور یہی
قول ابو العالیہ ومجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وقتادہ وربیع بن انس وغیرہم اکثر علماء کا ہو مین کہتا ہون کہ مشاہدہ کرنے والے پر عین کعبہ کا
استقبال فرض ہونے پر تو ائمہ اربعہ کا اجماع ہو اور جس شخص کے پیش نظر کعبہ نہین اسمین امام ابو حنیفہ وامام احمد کا مذہب یہ ہو کہ اسپر جہت کی رعایت
فرض ہو اور زمخشری نے کشاف مین کہا کہ مسجد الحرام کہنے اور کعبہ نہ کہنے مین دلیل ہو کہ دور والے پر کعبہ کی سمت کی رعایت واجب ہو نہ عین
کعبہ کی اور شافعیہ مین اختلاف ہو چنانچہ عراقیون وقفال نے کہا کہ یہ اصابت عین کعبہ ہو اور اکثر خراسانیون نے کہا کہ جہت کعبہ ہے اور

احیاء العلوم مین اسی کو ترجیح دی اور یہی بیضاوی نے اختیار کیا اور امام مالکؒ کے نزدیک یون ہو کہ کعبہ تو اہل مسجد الحرام کا قبلہ ہے اور مسجد الحرام اہل حرم کا قبلہ ہو اور حرم قبلہ دنیا ہو اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ بیت یعنی خانۂ کعبہ اہل مسجد کا قبلہ ہو اور مسجد اہل حرم کا اور حرم میری امت کے اہل مشارق و مغارب کا قبلہ ہو۔ قرطبی نے اسکو ابن جریج کی اسناد سے حدیث ابن عباسؓ سے ذکر کیا۔ اور یہی ابن عباس کا مذہب بھی مروی ہو اور دوسرون نے کہا کہ قبلہ یہی کعبہ ہو بدلیل حدیث کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے روبرو دو رکعتین پڑھین اور کہا کہ یہی قبلہ ہو (الصحیحین)۔ قال المترجم میزاب کعبہ۔ عمر بن زیاد الکندی نے علی بن ابی طالب سے روایت کی کہ قولہ فول وجہک شطر المسجد الحرام یعنے تو اسکے سامنے متوجہ ہو (الحاکم) اور حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ مین گزرا کہ جسنے آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز پڑھکر راہ مین ایک مسجد والون کو خبر دی کہ مین نے نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کیطرف پس پھر گئے وہ لوگ جیسی ہیأت پر تھے بیت یعنے کعبہ کیطرف کو قال المترجم یعنے طرف کعبہ مراد ہو نہ عین کعبہ۔ اور ابو سعید بن المعلے سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ہم اگلے وقت مسجد کیطرف جایا کرتے پس اسمین نماز پڑھتے پس ایک روز ہم گذرے درحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے پس مین نے کہا کہ البتہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہو پس مین بیٹھ گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰہا یہانتک کہ آیت سے فارغ ہوئے پس مین نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ ہم تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اترنے سے پہلے دو رکعتین پڑھ لین تاکہ ہم ہی سب سے اول اسطرف پڑھنے والے ہو جاوین پس ہمنے پوشیدہ ہو کر دو رکعتین پڑھ لین پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور اُس دن ظہر کی نماز لوگون کو پڑھائی (رواہ النسائی و روی ابن مردویہ عن ابن عمرؓ) پھر مشہور یہ ہو کہ پہلے نماز جو حضرت صلعم کعبہ کیطرف پڑھی وہ نماز عصر ہو اسی سے اہل قبا کو خبر پہونچنے مین نماز صبح تک دیر ہوئی (خویلہ بنت مسلم سے روایت ہو کہ ہمنے ظہر یا عصر کی نماز مسجد بنی حارثہ مین بیت المقدس کیطرف پڑھنا شروع کی پس دو رکعتین پڑھی تھین کہ اتنے مین ایک شخص بیان کرنے والا آیا جسنے ہم لوگون کو کہا کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت الحرام کا استقبال کیا ہو پس ہم سب پھر پڑے حتی کہ عورتین مردون کی جگہ پر آگئین اور مرد عورتون کی جگہ پر ہوگئے پس ہمنے باقی دو رکعتین بیت الحرام کی طرف استقبال کر کے پڑھین پھر بنی حارثہ کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کے حق مین فرمایا کہ یہی ایسے لوگ ہین جو غیب پر ایمان لائے ہین۔ (ابن مردویہ) عمارۃ بن اوس سے روایت ہو کہ ہم لوگ بیت المقدس کیطرف نماز مین رکوع مین تھے کہ ایک پکارنے والے نے دروازے پر سے پکارا کہ البتہ قبلہ پھیر دیا گیا کعبہ کیطرف۔ کہا کہ پس مین گواہی دیتا ہون اپنے امام پر کہ گھوم پڑا وہ اور دیگر مرد مقتدی و لڑکے کعبہ کی جانب کو درحالیکہ یہ سب رکوع مین تھے (ابن مردویہ) بالجملہ ان روایات سے کعبہ کیطرف استقبال ثابت ہو۔ اور یہی سیوطی کی تفسیر سے ظاہر ہے پھر جاننا چاہیے کہ کعبہ کیطرف تحویل واقع ہونے کے وقت مین فی الجملہ روایات ہین چنانچہ اکثرون کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین آنے کے سترھوین مہینہ پر آدھا ماہ رجب گذرا تھا کہ دوشنبہ کے روز بعد زوال کے جنگ بدر واقع ہونے سے دو مہینے پہلے درحالیکہ آپ اپنے اصحاب کو مسجد بنی سلمہ مین ظہر کی نماز پڑھاتے تھے اور دو رکعتین پڑھ چکے تھے کہ کعبہ کیطرف تحویل کا حکم آیا پس آپ نماز ہی مین پھر گئے اور میزاب کعبہ کا استقبال کیا اسی وجہ سے یہ مسجد بنی سلمہ مسجد القبلتین کے نام سے مشہور ہوئی ہو اور بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہو کہ نماز ظہر سے پہلے حکم آیا اور بعض سے معلوم ہوتا ہو کہ ظہر و عصر کے درمیان حکم ہوا اور توجیہ یہ ہے کہ مسجد بنی سلمہ مین عین نماز مین حکم ہوا پھر آپ نے بعد نماز کے منبر پر آیات سنائین پھر نماز عصر پڑھی او کبھی عصر کو بنام ظہر بولتے ہین جیسے مغرب کو عشاء اول کہتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم پھر انکے ساتھ آپکی جمیع امت کو حکم دیا بقولہ تعالیٰ وَحَيْثُ مَا

مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۚ اور تم لوگ جہان کہین ہو تو اپنے چہرون کو مسجد الحرام کی جانب متوجہ کرو یعنی
نماز مین اور یہ خطاب امت کو ہو پس پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب مین خاص فرمایا جسمین سب پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا
اظہار ہو اور نیز آپ کی رغبت کا جو قبلۂ ابراہیم کیطرف تھی ایجاب ہو پھر خطاب کو عام کرکے فرمادیا تاکہ تصریح ہوجاوے کہ حکم عام ہو اور کعبہ کیطرف
استقبال کرنے کے حکم مین تاکید بھی ہوجاوے اور امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر آمادگی ہوجاوے کہ مرضی الٰہی عز وجل اسی مین ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم و طریقہ پر مستعدی سے چلین پس فرمادیا کہ حیث ما کنتم یعنے تم لوگ جہان کہین ہو خشکی مین یا سمندر مین اور کعبہ
سے پورب یا پچھم یا اتر یا دکھن یا کسی جہت و طرف مین ہو تم پر واجب ہو کہ کعبہ کی جہت کا استقبال کرو۔ اور اوپر بیان ہوا کہ یہی امام ابو حنیفہ
و امام احمد و اکثر شافعیہ کا مذہب ہو کہ جو لوگ خانۂ کعبہ سے دور ہون اُسکو آنکھ سے نہ دیکھتے ہون انپر عین کعبہ کا استقبال واجب نہین حتی کہ مصلے[ل]
سے خانہ کعبہ تک خط مستقیم ضرور خانہ کعبہ تک منتہی ہو بلکہ جہت کعبہ کا استقبال واجب ہو کہ جس سمت کعبہ ہو اُسی طرف استقبال کعبہ کی نیت کرے
اور اسمین وسعت ہو چنانچہ ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ما بین المشرق والمغرب قبلۃ۔ یعنے مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے
اخرجہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح اور یہ صریح ہو کہ جہت مراد ہو نہ اصابت عین کعبہ اگرچہ نیت استقبال کعبہ کی ہر حال مین ہوگی پھر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ فرمایا یہ اہل مدینہ اور تمام ان لوگون کے واسطے ہو جو خانہ کعبہ سے شمال یعنی اتر کیجانب
ہین اور ہمارے ملک ہندوستان مین ما بین شمال و جنوب کے پچھم رخ کو قبلہ ہو اور جہت کسی قدر اس صوبہ اودھ اور اسکے سیدھ والے
ملکون سے دکھن کیطرف جھکی ہوئی ہو اور عبد اللہ بن المبارک نے اہل مرو کے لیے تیاسر اختیار کیا کما رواہ الترمذی۔ شیخ رہ نے لکھا کہ اسی حکم
سے ہر نماز مین خانہ کعبہ کا استقبال فرض ہو اور اسمین سے کچھ مستثنیٰ نہین سوائے سفر کی نفلون کے سواری پر جدھر وہ جاتی ہو پڑھنا جائز
اگرچہ دل بجانب کعبہ ہو اور سوائے مسابقہ قتال کی صورت کے اور تحری سے نماز پڑھنے والے کے کیونکہ تحری مین کبھی خطا ہوتی ہو۔ مترجم
کہتا ہو کہ عین قتال مین ہمارے فقہاء حنفیہ کے نزدیک نماز نہین ہو اور واضح ہو کہ جب کسی کو قبلہ معلوم نہو تو جدھر اسکا دلی تیقن واقع ہو وہی اُسکے
لیے عین قبلہ ہو تو معلوم ہوا کہ اسکا قبلہ خاصۃً جہت کعبہ معظمہ نہین ہو بلکہ وسعت ہو بحکم قولہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ لیکن قصد تیقنی بجانب
کعبہ ہونا چاہیے فافہم (مسئلۃ) مالکیہ نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ مصلی اپنے سامنے دیکھتا ہے نہ اپنے سجدے کی جگہ کو کیونکہ اللہ
تعالے نے فرمایا فول وجہک شطر المسجد الحرام پس سامنے نظر ہونا چاہیے کہ یہی توجہ جانب مسجد الحرام ہو۔ اور اگر وہ اپنے سجدے کی جگہ نظر ڈالیگا
جیسا مذہب امام ابو حنیفہ و شافعی و احمد کا ہو تو ضرور ایک طرح کی جھکاؤ کی طرف تکلف کرنے کا محتاج ہوگا اور یہ پوری طرح کھڑے ہونے کے
منافی ہو۔ اور بعضون نے کہا کہ مصلی اپنے قیام کیحالت مین اپنے سینہ کی طرف نگاہ رکھے اور شریک بن القاضی رہ نے کہا کہ مصلی اپنے قیام کی
حالت مین اپنے سجدے کی جگہ پر نگاہ رکھے جیسا کہ جمہور نے کہا ہے اس واسطے کہ اسمین خضوع بلیغ اور خشوع زائد ہے اور اسمین ایک
حدیث بھی آئی ہو اور رہا اپنے رکوع کی حالت مین سو اپنے قدمون کی جگہ پر نگاہ رکھے اور اپنے سجدے کی حالت مین اپنی ناک
کی جگہ پر اور بیٹھنے کی حالت مین اپنی گود پر نظر رکھے (ابن کثیر) بالجملہ جب اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو خانۂ کعبہ کیطرف
متوجہ فرمایا تو وہ بشارت و امارت پوری ہوئی کہ خاتم المرسلین پہلے بیت المقدس کیطرف پھر خانہ اقدس اقدم کعبہ کی طرف متوجہ کیے
جائینگے لہذا فرمایا وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ اور البتہ جن لوگون کو کتاب
آسمانی دی گئی وہ خوب جانتے ہین کہ یہ تحویل قبلہ تو برحق ہو ف یعنے اپنے موقع پر ٹھیک ہو سدی رہ سے مروی ہو کہ اہل کتاب سے یہود

[ل] یعنی یہ کسی کا مذہب نہیں ہے کہ دور والوں پر یا جو کعبہ کو نہ دیکھتے ہوں، نیز عین کعبہ کا مشاہدہ واجب ہے کیونکہ یہ تو محال ہے بلکہ اختلاف اس میں ہے کہ خاص عین کعبہ کی جہت ایک خط مستقیم کا ٹھیک پا جانا واجب ہے یا اس کی جہت کا پس انکا یہ ہے کہ اسکی جہت پا جانا چاہیے ۱۲ م م

مراد ہین اور کتاب سے توریت مراد ہو کیونکہ توریت مین تحویل کا مفصل حال نازل ہوا تھا اور معالم مین مذکور ہو کہ یہودیون نے کہا کہ یہ تحویل قبلہ
کچھ بات نہین سوائے اسکے کہ تم اپنے دل سے نکالتے ہو پس کبھی بیت المقدس کا استقبال کرتے ہو اور کبھی خانہ کعبکا اور اگر تم ہمارے قبلہ پر
ثابت رہتے تو ہمکو امید ہوتی کہ تم وہی نبی ہو جنکا ہم انتظار کرتے ہین مترجم کہتا ہو کہ یہ خبیث لوگ اس کلام سے عرب کو دھوکا دیتے اور
مکر باندھتے تھے۔ علما نے کہا کہ اہل کتاب لفظ عام ہو جو علماے یہود و نصاری دونون کو شامل ہو اور لفظ کتاب بھی شامل توریت و انجیل ہو
اور بقول سدی رح معنی یہ ہین کہ یہود جنھون نے کعبہ کیطرف استقبال کرنے سے انکار کیا خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالی اس نبی حق یعنے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو تھوڑے ہی دنون بعد کعبہ کیطرف متوجہ فرماویگا کیونکہ انکی کتابون مین انگلے انبیا علیہم السلام سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
آپ کے امت کی نعت و صفت و خصائص کرامات و کمالات شریعت سب موجود تھے ولیکن حسد سے پوشیدہ کرتے تھے ضمیر (انہ) راجع ہو
مدلول کلام سابق کیطرف یعنی کعبہ کیطرف تحویل ہونا اور بیت المقدس کا استقبال منسوخ ہو جانا اور قولہ من ربہم صفت الحق ہو یعنی الحق
الثابت من ربہم اور شاید سدی رحنے اُسی سے نکالا کیونکہ یہ توریت مین نازل کیا گیا تھا لیکن مترجم کہتا ہے کہ اتباع توریت تو نصرانیون پر بھی فرض
ہو سوائے چند احکام مانند جہاد و حرمت شراب گوشت شتر وغیرہ کے کہ یا البتہ انجیل کے ذریعہ سے منسوخ کیے گئے اور باقی احکام توریت انپر لازم رکھے
گئے تو وہ نصرانیون پر بھی لازم ہو۔ الحاصل یہود و نصارے کے کتاب پڑھے ہوئے خوب جانتے ہین کہ پیغمبر آخر الزمان صلعم کی یہی نشانی ہے
کہ وہ کعبہ کی جانب متوجہ کیے جائینگے لیکن شیطانی حسد و عداوت سے جھوٹ افتراء باندھتے ہیں لہذا تہدید کی بقولہ تعالی وَمَا اللّٰہُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ اور اللہ تعالے کچھ بھی غافل نہین ان حرکات سے جنکو تم کرتے ہو ف اے یہودیو یا اے یہود و نصرانیو۔
اور اگر تم کو اللہ تعالے کے جاننے مین شک ہو تو بدتر جاہل ہو۔ یہ بنا بر قرأت ابن عامر و حمزہ و کسائی رح تعملون۔ بتاء فوقیہ خطاب ہو اور بعض نے
کہا کہ خطاب اہل ایمان کو بطور بشارت ہو یعنی اے مومنو تم جو کچھ تابعداری کرتے ہو اللہ تعالے خوب جانتا ہو وہ تمکو اجر عظیم عطا فرماوے گا
لیکن قوی تفسیر یہ ہو کہ یہود و نصارے کو تہدید شدید ہو جیسے دوسری قرأت یعلمون۔ بیاء تحتیہ جو قرأت جمہور مین ہو کہ جسکے یہ معنی ہوئے
کہ اللہ تعالے کچھ بھی غافل نہین ان حرکات سے جو یہ لوگ کرتے ہین پس ان منکر یہودیون و نصرانیون کے واسطے تہدید و وعید عذاب ہے
اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے پر سہو و غفلت کا وہم نہین مگر ثواب یا عذاب مین تاخیر ایک میعاد تک ہو اور نیز یہود کو جو منکر ہین دنیا و آخرت مین
عذاب دیگا پس یہ یہودیون کے حق مین سخت تہدید ہو (مسئلہ) استقبال کعبہ مین عمارت کا قصد نہ کرے کیونکہ عمارت کوئی چیز
قبلہ نہین ہو بلکہ وہ مقام قبلہ ہو خواہ عمارت پیش نظر ہو یا نہو (مسئلہ) علماے مجتہدین نے جن مسائل مین اجتہاد کیا انمین کسی جانب
غلطی کا حکم نہین ہوسکتا جیسے کسی جانب قطعی صواب کا حکم نہین ہو سکتا ہو اسی واسطے بقول امام جصاص رازی رح کے حنفیہ و شافعیہ
مالکیہ و حنبلیہ باہم ملکر ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھین اگرچہ شافعی امام رح نے مثلا خون نکلنے سے وضو نہ کیا ہو بخلاف اسکے اگر قبلہ
مخفی ہوا اور امام نے تحری سے ایکطرف قبلہ لیا او مقتدی کی تحری برعکس واقع ہوئی تو نماز باطل ہو کیونکہ یہان تحری کی جہت اسکا قطعی قبلہ ہو
مگر جبکہ اندھیری رات مین اقتدا کی او مقتدی کو اختلاف معلوم نہوا تو نماز ہو گئی اور مترجم نے عین الہدایہ مسئلۃ التحری مین مفصل بیان
کیا ہو ف بعض اشارات عرائس مین ہو کہ قولہ قد نرے تقلب وجہک فی السماء الآیۃ سے واضح ہوا کہ عالم اصغر انسانی مین خود نظائر
قبلہ حق و سماء کے بطنًا بطنٍ موجود ہین اور اسکو ارباب کمال مقام قرب مین بروجہ حال جانتے ہین جہان مقال کام نہین کرتا اور اشارات
کا مفاد سہولت فہم مسائل ہو چنانچہ مقدمہ مین گذرا پس اس مقام پر اشارت ہو کہ چشم سری کو آسمان ہویت مین عین قبلہ کی

سنہ ہویت مقام محمود خالی از ہر صفت و کیفیت جہاں بندہ کے ساتھ کوئی شے نہ ہو حتے کہ خود بھی نہ ہو ویکی حصول مشاہدہ ذات کی استعداد رکھتا ہے۔

طلب مین متوجہ دیکھا تاکہ مشاہدہ بچشم دید اور قبلۂ قربت خاص حاصل ہو اور صفت کا زوال صفت مین اور خطاب خاص کا سننا گوش خاص
مین نصیب ہو جس سے عین الجمع کا مقام سب وجہ سے تمام ہو قال المترجم خلاصہ یہ ہو کہ ستر باطن یعنے ستر السر سے یہ خواہش ہوئی کہ حضرت
ذات عزوجل اسکا قبلہ ہو اور بالعیان مشاہدہ رہے وہ اسطرح پر کہ صفت امکان صفت قدم مین مٹ جاوے تاکہ سماع ازل سے کلام
حق کا استماع نصیب ہو کیونکہ اس خطاب ازل کا سماع بصفت ازل ہو نہ بگوش امکانی اسلئے کہ وجوب کی صفت کو امکان نہین
اٹھا سکتا ہو اسلیے صفت امکان کے زوال کی خواہش کی کہ حضرت او تعالے متکلم اور سمیع وبصیر ہے پس خطاب قدیم خاص کا سننا بھی سمع
قدیم خاص سے چاہا اور اس خواہش کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرح سے مقام عین الجمع حاصل ہو جاوے۔ واضح ہو کہ یہ مقام نسبت بسرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور آپ بندہ خاص افضل الخلق بالاختصاص ہین لہذا کسی فرد بشر کو اس قرب مین ادراک کی مجال نہین ہو سکتی ہے
لیکن اولیاے امت مین سے جسنے دیدار مشاہدہ کا اطلاق کیا تو یہ مراد نہین کہ وعدۂ آخرت کے مانند عیاناً حاصل ہو بلکہ حجاب النور سے ظہور
بچشم باطن ہو چنانچہ خود شیخ رحمۃ اللہ تعالے نے قولہ واتوا بہ متشابہا۔ کے تحت مین اس مشاہدہ کو بیان کر کے کہا کہ آخرت مین جب دیدار
موعود دیکھینگے تو ویسا ہی پاوینگے جیسا کہ کشف ومشاہدہ مین دیکھ چکے تھے پھر یہان مراد تقلب سے حرکت سری اور وجہ سے ستر
مذکور اور فی السماء سے مقام ہویت جو محل حصول عین الجمع ومشاہدہ ذات ہو نظائر اشارات ہین واللہ تعالی اعلم (م) بعض مشائخ نے کہا
کہ پہلے اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا کہ تو ایسی جگہ ہو جہان تجکو حق عزوجل دیکھتا ہو یعنے قد نرے فرما دیا تاکہ ہوشیار
رہین اور جو آداب کہ حضرت حق عزوجل کے لائق ہین انھین سے آراستہ رہین چنانچہ یہی حسن آداب دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے آسمان کیجانب نظر اٹھائی اور درخواست نہ کی اور اسی نظر پر انکی مراد پوری کی گئی قولہ تعالے فلنولینک قبلۃ ترضھا اشارہ ہو کہ ہم تجکو خوش
کرینگے کہ قبلۂ حق کشف فرماوینگے تاکہ پھر خطرات نفس سے بالکلیہ نجات ہو قال المترجم کیونکہ جب توجہ بقبلۂ حق عین مرضی ہے تو پھر توجہ
بخواہش نفس کی کوئی راہ نہین رہی اور یہ اشارہ ہو کہ جس شخص نے کسی جانب توجہ کی وہ اُسکا قبلہ ہو اور اس توجہ مین جو خواہش مقصود ہو
وہی اُسکا معبود ہو اگرچہ حکم الشرک اسمین سے صرف کھلے ہوئے ظاہر سے متعلق ہوتا ہو اور تفصیل یہ کہ توجہ جسمی بجانب قبلہ کعبہ ہو حتی کہ اگر کوئی
عمداً ترک کر کے جانب بیت المقدس یا مزار ولی وغیرہ استقبال کرے تو بوجہ صاف ظہور کے تکفیر کیا جائیگا اور اگر طواف کعبہ کیطرح کہین
طواف کرے تو امام نووی وملا علی قاری وغیرہ نے مناسک مین خوف کفر کی تصریح کی ہے اور باطنی توجہ واقبال کسی چیز کی جانب دیکھا جاوے
کہ اگر وہ بحکم شریعت ورضاے حق عزوجل ہو تو رضاے حق اسکا قبلہ مقصود اور حق عزوجل معبود ہو اور اگر دنیا وغیرہ مقصود ہو تو یہ بسبب فعل
کے کبھی گناہ کبھی شرک خفی ہوگا اور اسکا اثر خرابی قلب ہو اعاذنا اللہ تعالے فافہم۔ (م) اسمین یہ بھی اشارہ ہو کہ مین قبلہ ہون جدھر تو توجہ کرے
تاکہ تیری طلب مین عالم وجود مین بلاجہت ہو جاوے یعنی تجھے معلوم ہو کہ طلب الٰہی سبحانہ تعالی کسی جہت سے متعلق نہین بلکہ خود بلا جہت
ہو جانا ہی وصال ہو اس سے اللہ تعالے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب سکھلایا تاکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تمام وکمال سواے حضرت
باری عزوجل کے امر دیگر نہو۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد پوری کرنے مین انکو آگاہ فرمایا کہ تیری مراد ہماری مراد سے
مخالف نہین واقع ہوئی اس لیے کہ ہماری مراد ہی تھی کہ ہم تجکا کعبہ کیطرف پھیر دین اور اسی پر تجھے ثابت رکھین اور پہلے سے ہمنے
اسکو تیرے لیے اور تیری امت کے لیے قبلہ کر دیا تھا تاکہ تو جان لے کہ تیری پسند ہماری پسند سے متوافق ہو قولہ تعالی فول
وجہک شطر المسجد الحرام۔ حرام بمعنی ممنوع اور مسجد الحرام اس وجہ سے کہلاتی ہو کہ اسمین قتال ممنوع ہو یا کہ ظالمون کے تعرض سے ممنوع ہے

اپنے سینہ کے مراقبہ کی طرف اپنا منہ پھیر کیونکہ وہی انوار حقائق کی مسجد ہے اور وہ وسواس و تعلقات کے غبار سے منزہ ہے اور اسی میں
قلب ہے اور وہی کعبۂ انس ہے اور اسی میں آیات بینات برکات حق عز و جل ہے۔ قال المترجم یعنے کعبۂ ابراہیم کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فیہ آیات
بینات مقام ابراہیم الآیہ۔ اسمیں کھلی نشانیاں مقام ابراہیم ہے پس اشارہ کیا کہ آیات میں میرے انوار ہیں اور آثار میں میری صفتوں کے انوار ہیں یعنے
چہرۂ ظاہر جب متوجہ کعبہ معظمہ ہو تو آیات بینات کے پردہ میں ظہور دیکھے پس ظاہری آنکھ تو ان نشانیوں سے پرنور ہے اور چشم باطن سے
صفات کا مشاہدہ حاصل ہے مترجم کہتا ہے کہ اسی دیدار سے احادیث صحاح و آثار میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق بجمال کعبہ و حزن فراق
ہجرت مذکور ہے۔ بعضے عراقیوں نے فرمایا کہ کعبہ کی طرف بدن سے متوجہ ہونے میں تو جسم و قالب ہے اور قلب مشاہدہ میں استغراق ہے کیونکہ تن کیواسطے
جیسے کعبہ کو قبلہ کر دیا ہے اسی طرح بندے کے قلب کے لیے ظہور قبلہ ہے۔ واضح ہو کہ کعبہ بنظر ظاہر ایک مکان ہے کہ مکانیت کی راہ سے اسکو التباس ہے اور باطن
میں اسکے انوار و آیات ہیں جنکا اشارہ قولہ تعالیٰ۔ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم الآیۃ۔ ہے و اہل مکاشفہ مختلف ہیں کہ کعبہ اشرف ہے یا موضع مزار
شریف و اسیطرح موضع مزار شریف افضل ہے کہ عرش اور مترجم نے خاتمہ زیارات حج عین الہدایہ میں لکھا ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اسمیں بھی آویگا
شیخ ابن العربی نے اشارہ میں کہا کہ قولہ تعالیٰ۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء۔ اے آسمان روح کے مقام جمع میں وحدت کے اندر مستغرق ہونے اور حق کے
ساتھ خلق سے محجوب ہونیکے وقت درحالیکہ وزر نبوت اور مقام دعوت خلق تجھ پر گران تھا اسلیے کہ تیرا التفات کثرت کی طرف نہ تھا اور ابتدائے
حال میں فنا کے بعد بقا حاصل ہونے پر خلق کی طرف رجوع ہونا تجھ پر مشکل تھا کہ تمکن سے پہلے حق کی طرف توجہ بہت قوی تھی۔ فلنولینک قبلۃ ترضہا
یعنے البتہ کر دینگے ہم تیرے رخ کو کہ نزدیک ہو گا قبلہ قلب ہے اس طرح کہ سینہ کھول دینگے جیسے فرمایا۔ الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک
الذی انقض ظہرک۔ پس یہ ایسا قبلہ ہے کہ تجکو پسند آویگا اسلیے کہ یہاں تفصیل کی صورت میں جمع حاصل ہے اور یہاں کی کثرت سے وحدت میں کچھ حجاب نہیں ہوتا ہے
پس تو اس قبلہ کو ضرور چاہیگا کیونکہ مشاہدہ وحدت باقی ہونیکے باوجود تو مخلوق کو حق عز و جل کی طرف ہدایت کر سکتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ فول وجہک
شطر المسجد الحرام۔ یعنے اپنے سینہ کی طرف جو کھول دیا گیا ہے اور ممنوع کیا گیا کہ اس تک نفس کے صفات ردیہ اور ہوائے نفس و شیطان نہیں پہونچ
سکتے ہیں قولہ تعالیٰ۔ وحیث ما کنتم۔ یعنے تم جہاں کہیں ہو اے ایمان والو اور مقام تحقیق حاصل کرنے والو خواہ مشرق روح میں ہو یا مغرب نفس میں ہو تو قولہ تعالیٰ
فولوا وجوہکم۔ اے اپنے منہ پھیرو اسکی جانب تاکہ اگر روح کے روشن مقام میں ہو تو تم نیک کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے منع کرنا آسان ہو اور اگر مغرب
نفس میں ہو تو اپنے حال و مقام سے ترقی کرنا اور خواہش نفسانی و شیطانی سے محجوب ہونے سے بچنا آسان ہو انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمیں سے
بعضے جلی افادات میں سے اول یہ ہے کہ بندہ کو آرزوے خیر کی خواہش میں جو قرآن یا حدیث میں منصوص معلوم ہو ادب سے جانب آسمان نظر اٹھانا کہ قبول
فرمائی جاوے جائز ہے۔ دوم قبلہ کعبہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب قبلہ ہے اور اسکا بیان فضل قولہ تعالیٰ۔ وللہ علی الناس حج البیت الآیۃ۔ میں فی الجملہ آویگا
سوم اس آیت میں قطعی دلیل ہے کہ اہل کتاب علمائے یہود اور نصاریٰ کے پاس اس امر کے قبلہ کعبہ کے تحقیقی حالات تھے کیونکہ قرآن مجید نازل ہوا تو
انمیں سے کسی نے اس سے انکار نہ کیا اور قرآن مجید ابتک برابر متواتر ہے تو گویا آج ان لوگوں سے کہا گیا کہ تمکو تو تم جان بوجھکر انکار کرتے ہو اور وہ جب
ہیں تو یہ معجزہ حجت قطعی ہو گیا کہ بشارت حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم زمانہ سابق سے متواتر موجود تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے کردی تھی کہ یہود و نصاریٰ کی ازلی بدبختی کو بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا

اور اگر تو لاوے کتاب والوں پاس ساری نشانیاں نہ چلینگے تیرے قبلہ پر اور نہ تو مانے انکا قبلہ اور نہ

بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۘ

انمیں ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ اور اگر تو چلا انکی پسند پر بعد اس علم کے جو تجکو پہنچا تو بیشک تو بھی ہوا بے انصافوں میں

ف ہر نگبخت ازلی کو ضرور عجب ہوگا کہ وا ے برحال یہود و نصاریٰ کہ کس قدر دنیا کی فریب مین مغرور ہوے کہ باوجود علم آثار نبوت حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے دنیا کو چھوڑ کر آپ کی اتباع سے جو بیشک دنیا چھوڑ کر آخرت کے درجات دائمی کی کرامات ہین منکر ہوگئے اور آخر چند روز کے بعد خواہ مخواہ ملک انکے
کے قبضہ قہر مین جان دینی پڑی امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے خبر دیتا ہو کہ یہودیون نے کیونکر کفر و عناد کیا اور اپنے علم سے برخلاف منکر ہوگئے یعنے
شان رسول صلی اللہ علیہ وسلم مین صدق نبوت و قطعی افضلیت کو پہچانکر اسکی مخالفت کرتے تھے اور اللہ تعالے اپنی سلطنت کبریائی و عظمت الوہیت کی
حکمت بالغہ تقدیری سے آگاہ فرماتا ہو کہ جن پر اسنے کفر مقدر فرمایا اگر انکے لیے ہر طرح ہزار دلیلین کوئی قائم کرے تو بھی ہرگز اتباع نہ کرینگے اور اپنی باطل
خواہش نہ چھوڑینگے جیسے فرمایا- ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یؤمنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتے یروا العذاب الالیم- یعنی وہ لوگ جنپر ٹھیک ہولیا کلمہ تیرے
پروردگار کا ہرگز ایمان نہ لاوینگے اگرچہ اُنکے پاس ہر معجزہ آوے یہانتک کہ عذاب دردناک دیکھین اسی طرح بیان فرمایا- وَلَئِنْ اَتَيْتَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ط یعنے اگر اہل کتاب کے پاس تو بالفرض کل معجزات لاوے تو بھی وہ تیرے قبلہ کی اتباع نہ کرینگے
ف مترجم کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ تو عین قبلہ حق ہو پس جب یہ یہود و نصاریٰ اسکو نہ مانین تو لامحالہ اللہ تعالی سے منہ موڑ کر دوسری
جانب اپنا خدا بناوینگے پس قطعاً کافر ہین- قولہ لئن- بلام قسم و حرف ان شرطیہ ہو اور قولہ ما تبعوا الخ جواب قسم و جزاے شرط دونون کو محتمل ہو لیکن الیمین
ہو کہ جواب ہو ز اسیوطی بیضاوی عکبری وغیرہ امراد اوتوا الکتاب سے یا تو فقط یہود ہین یا عام یہود و نصاریٰ ہین اور یہ اولی ہو کہ لفظ عام ہو اور کتاب جنس ہے
توریت و انجیل پر صادق ہوگی فافہم اور بکل آیۃ یعنے ہر معجزہ و حجت و برہان اور معنے یہ کہ کعبہ کے قبلہ برحق ہونے پر اگر تو ہر حجت و برہان لاوے
تو بھی یہ تیرے قبلہ کا اتباع نہ کرینگے پس ما تبعوا اے لا یتبعوا پس وہ ماضی بمعنی مستقبل ہو اور چونکہ لفظ ماضی تھا لہذا ما داخل ہوا اور اسی وجہ سے جواب قسم پر سے فا حذف
ہوئی اور فراء رح نے کہا کہ ان اس مقام پر بمعنی لو ہو اسی واسطے ما- اسکے جواب مین آیا اور یہ بعید ہو اسواسطے کہ ان واسطے زمانہ مستقبل کے اور لو واسطے
ماضی کے ہو- پھر ما تبعوا بلفظ ماضی اسواسطے فرمایا کہ اسکا وقوع متحقق تھا جیسے- اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ- مین ہو یعنی آگیا امر الٰہی (قیامت) پس تم
اسکو مانگنے مین جلدی مت کرو یعنے قیامت چونکہ قطعی آوے گی لہذا نہایت قرب و تحقیق وقوع سے کہدیا کہ پلک ملتے تو آتا ہو جیسے فرمایا- وما امر
الساعۃ الا کلمح البصر- قیامت کا معاملہ تو گویا پلک مارنے کا ہو- مترجم کہتا ہو کہ دار الآخرۃ کی مدت کروڑون کی بے انتہا کے مقابلہ مین یہ چند روزہ زندگی دنیا کی
پلک مارنے سے بھی بہت کم ہو جسکو عقل کا ذرہ بھی ملا وہ صاف سمجھ سکتا ہو پھر جب ما تبعوا جواب قسم ہو تو جزاے شرط کہان ہو جواب یہ کہ یہی جملہ جو جواب قسم ہو قائم
مقام جواب شرط ہوگیا اور معنی یہ ہین کہ انھون نے تیرا قبلہ کسی شبہہ کی وجہ سے نہین ترک کیا جو دلیل روشن و حجت واضح سے زائل ہو جاوے بلکہ انکی مخالفت
تیرے ساتھ محض مکابرہ و عناد ہو کیونکہ تیرے حق ہونے اور کعبہ کیطرف پھیرے جانے کو وہ لوگ اپنی کتاب سے بخوبی جانتے تھے تو انکا منکر ہونا انکی تقدیر مین غضب
الٰہی عز وجل کے حجاب ہین- پھر مراد اس خبر دینے سے یہ نہین ہو کہ تیری متابعت بالکل نہ کرینگے یعنی متابعت کی نفی بتاکید مقصود نہین بلکہ مراد یہ ہو کہ حجت و برہان
نہین بالکل تاثیر نہین کریگی اسواسطے کہ وے لوگ تو جانتے ہی ہین اور حجت واضح تو اسکو مفید ہوتی ہو جسکو کچھ شبہہ پڑگیا ہو اور انکا انکار شبہہ سے نہین بلکہ
عناد سے ہو تو معجزہ واضح انکو نہ فائدہ کریگا بلکہ وہ چیز فائدہ کریگی جو انکے مرض عناد کو زائل کردے اور یہ سواے خالق عز وجل کے کسی کے اختیار مین نہین ہو حالانکہ
اسنے تنبیہ فرمائی کہ ہمنے یہودیون کو قیامت تک غضب پر غضب مین خوار و رسوا کیا ہو نعوذ باللہ من غضبہ تعالی وقولہ تعالے وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ
قِبْلَتَهُمْ ۚ اور تو کبھی بھی انکے قبلہ کا تابع ہونے والا نہین ہو ف یہ کلام بظاہر نفی ہو اور محاورہ مین نہی تاکیدی کی جگہ بھی بولتے ہین جیسے کسی کرم سے کہو کہ
آپ مہربانی سے ایسا نہین کرینگے یعنی مت کیجیو پس یہان احتمال ہو کہ یعنی نہی ہو یعنی اللہ تعالے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے قبلہ کی اتباع سے ممانعت کردی
اور احتمال ہو کہ اپنے ظاہر پر ہو اور مقصود یہ ہو کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طمع انکے اسلام سے قطع کردی کہ یہ لوگ علم خالق عز وجل مین ایمان لانے والے

نہین

نہیں ہیں اسی طرح کافروں کی طمع بھی منقطع کر دی حتی کہ کافروں نے جان لیا کہ اس حکم کے بعد کبھی وہ ہمارے قبلہ کیطرف رجوع نہ کرینگے کیونکہ حکم استمراری ہے
بلکہ للہ ابن کثیر رح نے خوب فرمایا کہ حق عز وجل نے آگاہ فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی متابعت میں بہت مضبوط اور رشید ہیں اور جیسے وہ لوگ
اپنی باطل خواہشوں کے اوپر اڑے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت و مرضیات کے بخوبی تمام پابند ہیں اور یہ صریح اخبار
ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب حالوں میں سے کسی حال میں بھی ان کافروں کی خواہش کی پیروی نہیں کرتے تھے جیسے کافروں نے جہالت سے
وہم کیا تھا کہ ہماری خوشی کے لیے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی دائمی شان سے اہل ایمان وغیرہ سب کو
آگاہ فرمایا کہ بیت المقدس کیطرف آپکا متوجہ ہونا کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ یہود کا قبلہ ہے بلکہ یہ فقط اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری تھی وَمَا بَعْضُهُم
بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ط اور یہ بعض بھی قبلہ بعض دیگر کے تابع نہیں ف بلکہ اپنی مختلف رائے و ہوسات کے بندہ ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے
تحذیر کی اور ڈرایا ہر ایسے عالم کو جو اپنے علم سے خلاف کرے اسلیے کہ عالم پر حجت بہ نسبت غیر عالم کے زیادہ قائم ہوتی ہے لیکن آپ کی امت کے علماء آپکے
روئے مبارک کو دیکھنے والے ہیں اور سب بدل و جان آپکے تابع ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم
مِّنۢ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ یعنے بقسم اگر بعد اس علم کبیر کے جو تیرے پاس آچکا ہے تو ان گمراہوں کی
خواہشوں کی پیروی کرے تو بیشک اب تو ظالموں سے ہے ف یہ تو قطعاً معلوم ہے کہ آنحضرت پیغمبر افضل الانبیاء معصوم ہیں بھلا جب عز وجل نے آپکو محفوظ فرمایا
تو آپکے حق میں خطاب مذکور صرف یوں ہوا کہ اگر بفرض محال تو کبھی ایسا کرے لیکن آپ کی امت کے علماء البتہ جھجھک کر ہوشیار ہوے اور جناب باری
تعالیٰ میں ہر وقت التجا کرنے لگے کہ الٰہی سبحانہ تعالیٰ ہم بندوں کو طفیل اپنے حبیب معصوم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس امر سے محفوظ فرمایا جاوے کہ ہم
کسی حال میں بھی کبھی کافروں و گمراہوں کے اہواء کی پیروی کریں۔ واضح ہو کہ یہ کلام بہت بلیغ تاکید ہے جیسے ماتبعوا کا کلام بھی بلیغ ہے لیکن یہ جملہ بہ نسبت
ماتبعوا قبلتک کے کئی وجہ سے زیادہ موکد ہے انا مجملہ یہ جملہ اسمیہ ہے اور اسمیں اسم مکرر ہے پھر اظہار فرمایا کہ کفار اپنی مختلف خواہشوں کے بندے ہونے سے
باہم مختلف ہیں بقولہ تعالیٰ وما بعضهم بتابع قبلة بعض۔ اور یہ لوگ باہم بعض تابع قبلہ بعض دیگر نہیں ہیں ف کیونکہ جب نفس کے بندہ ہیں تو اختلاف لازم ہوا ہے
اسمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے تسلی ہے کہ انکا عناد کچھ حضرت صلعم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ انکی حالت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے قبلہ کی اتباع نہیں کرتے
کیونکہ یہودی تو صخرہ بیت المقدس کا استقبال کرتے اور نصاریٰ مطلع الشمس کا استقبال کرتے ہیں پس جیسے انکی آپسمیں موافقت نہیں ویسے تیرے ساتھ
موافقت کی امید نہ کرنی چاہیے کیونکہ ہر ایک اپنی خواہش نفس پر اڑا ہے اور جاننا چاہیے کہ قبلہ نصاریٰ مطلع شمس ہونے کی کشاف و بیضاوی وغیرہ مفسرین نے
تصریح کی ہے مگر بعض کتب میں ہے کہ قبلہ عیسیٰ بھی بیت المقدس تھا مترجم کہتا ہے کہ یہی بات ٹھیک ہے کیونکہ توریت میں حکم قبلہ برابر پیغمبروں پر لازم رہا اور انجیل
میں نسخ نہیں ہوا لیکن امت عیسیٰ نے اپنی اپنی رائے سے احکام نکالے ہیں لیکن شیخ ابن القیم رح نے بدائع الفوائد میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کا قبلہ کچھ اللہ تعالیٰ کی
وحی اور واقف کرانے سے نہ تھا بلکہ مشورہ و اجتہاد سے تھا پس نصاریٰ کیواسطے تو کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انجیل وغیرہ میں انکو مشرق کے استقبال کا حکم نہیں دیا اور وہ اقرار
بھی کرتے ہیں کہ مسیح کا قبلہ وہی ہے جو بنی اسرائیل کا قبلہ یعنی صخرہ ہے اور یہ قبلہ مشرق ہمارے واسطے ہمارے پیشواؤں (پوپ) نے مقرر کر دیا ہے پس وہ یہود کے
ساتھ اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا استقبال اپنے رسول پر مشروع نہیں کیا اور رہے یہود تو توریت میں صخرہ کے استقبال کا
حکم نہیں ہے بات یہ تھی کہ وہ تابوت سکینہ کیطرف نماز پڑھتے اور جہاں جاتے تابوت کو ساتھ لیجاتے اور ہر جگہ نماز نہیں پڑھتے تھے پس اسکو رکھکر اسکی طرف نماز پڑھتے پھر جب
آتے تو اسکو صخرہ پر رکھدیتے اور اسکی طرف نماز پڑھتے اور پچاس نمازیں ان پر فرض تھیں پھر جب وہ تابوت اٹھا لیا گیا تو انھوں نے اسکی جگہ کی طرف نماز پڑھنی
شروع کی مترجم کہتا ہے کہ فرعون کے عہد میں بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکم الٰہی ملا کہ اجعلوا بیوتکم قبلة الآیہ۔ چنانچہ اعراف میں منصوص ہے پس

ہمکو اس تفتیش سے کوئی فائدہ نہیں لیکن یہ معلوم ہو کہ یہ لوگ صخرۂ بیت المقدس کا استقبال کرتے تھے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قبلہ فرمایا۔ کہ ماانت
بتابع قبلتہم۔ یعنے تو انکے قبلہ کا تابع نہیں حالانکہ تم ان روایات سے انکے دو قبلہ بتلاتے ہو تو جواب یہ ہے کہ اب چونکہ دونوں باطل ہوگئے ہیں تو دونوں
یکساں ہیں لہذا ایک ہی فرمایا یا قبلہ نصاریٰ بھی در اصل وہی ہے جو بنی اسرائیل کا قبلہ تھا لہذا قبلہ واحد فرمایا اور ما بعضہم بتابع قبلۃ بعض یعنی اہم قبلہ میں وہ
آپس میں ایک دوسرے کی پیروی نہیں کرتے بلکہ خواہش نفسانی سے اپنا اپنا قبلہ بناتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ ظاہر امریم رضی اللہ عنہا نے بحکم قولہ تعالیٰ مکانا شرقیا الآیۃ
کے مشرق کی جانب مکان کر لیا تھا تو نصاریٰ نے اُسی جانب مطلع الشمس مشرق کو قبلہ بنالیا تھا کہ یہود سے مخالفت ہو کیونکہ باہم دونوں فریق میں اسوجہ سے
عداوت سخت کا باعث موجود ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ و مریم کے حق میں کوئی دشمنی نہیں چھوڑی تو دوستانِ عیسیٰ علیہ السلام انکے ضرور دشمن ہیں جیسے اہل ایمان
بھی اسپر یہودیوں کے دشمن ہیں وقولہ تعالیٰ۔ ولئن اتبعت اہواءہم الآیۃ۔ میں حرف ان شرطیہ ہے جسمیں شرط یہ ہے کہ مشکوک ممکن پر داخل ہو اور قطعی چیز پر شرط نہیں ہوتی
لیکن جاننا چاہیے کہ حرف ان کبھی ایسے جملہ پر داخل ہوتا ہے جسکے واقع ہونے کی امید ہو شک کے ساتھ جیسے۔ ان ایدک زید کان خیرا لک۔ اگر زید تیری مدد کرے
تو تیرے واسطے بہتر ہے حالانکہ زید کی مدد ممکن ہے اور کبھی ایسے جملہ پر داخل ہوتا ہے جس سے مراد محض فرض و تقدیر ہوتی ہے یعنی اگر بالفرض ایسا ہو تو ایسا ہوگا
جیسے کوئی کہے کہ آسمان قبل قیامت کے نہیں ٹوٹیگا ورنہ سب دبکر مر جاویں پھر کسی احمق نے کہا کہ شاید ٹوٹ پڑے تو جواب دینے والے نے کہا کہ اگر بالفرض ایسا ہو
تو بیشک سب دب مرینگے اور اسی طرح بیان فرمایا کہ اگر بالفرض تو انکی باطل خواہشوں کی پیروی کرے تو تو ظالمین سے ہوگا اور قولہ تعالیٰ۔ من بعد ما جاءک
من العلم۔ تاکید ہے پس درحقیقت یہ تحذیر ہے تمام لوگوں کو جو اپنے علم سے خلاف کریں بخواہش نفسانی اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو ہے اور مراد آپکی امت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اگر تم لوگ بعد اس علم کے جو تمکو وحی الٰہی سے جو اسنے اپنے رسول پر بھیجی ہے حاصل ہو چکا پھر باطل خواہشوں کی پیروی
کروگے تو تم ظالمین سے ہوگے اور حضرت کو خطاب کیا تا کہ تاکید بلیغ ہو جاوے کہ اگر بالفرض انبیا بھی ایسا کریں تو وہ بھی ایسے ہی ہیں۔ اور بیضاوی نے فرمایا کہ اسمیں
اللہ تعالیٰ نے تہدید کو بتاکید بلیغ فرمایا اوّل لام آیا جو توطیہ قسم ہے دوّم قسم مضمر سوّم حرف تحقیق یعنے انک میں انّ۔ چہارم ترکیب انّ جملہ اسمیہ پنجم خبر پر لام آیا
لمن اور ششم الظالمین پر الف لام جو استغراق کا ہے اور نیز ظالمین میں سے کر دیا کہ استغراق سے ایہام تمام انواع ظلم سے ظالم ہونے کا ہے ہفتم علم حاصل ہونے
کے بعد کہنے سے تاکید بغرض تعظیم حق معلوم اور تحریض اتباع حق و تحذیر از متابعت ہوا و تشنیع بصدور گناہ از انبیا اسیواسطے کہا گیا کہ انبیا سے گناہ صادر ہونا
محال ہے کہ وہ معصوم ہیں اور یہی قطعی حق اجماعی ہے آ۔ اذا حرف ہے اور نون اسمیں اصلی ہے اور جواب ہی میں مستعمل ہوتا ہے اور یہاں اسکا کچھ عمل نہیں کیونکہ اسکا
عمل فعل میں ہوتا ہے اور یہاں فعل نہیں ہے ذکرہ العکبری۔ واضح ہو کہ عالم سے گناہ کی شناعت آئندہ اپنے موقع پر بکثرت آویگی۔ پھر حاصل یہ معلوم ہوا
کہ یہودی و نصرانی وغیرہ کوئی عالم ہو جب اسنے دنیا کی طرف دل جمایا اور شیطان اسپر مسلط کیا گیا تو وہ کتابوں کا بوجھ لادنے والا گدھا ہوتا ہے بقولہ تعالیٰ
کمثل الحمار یحمل اسفارا حتیٰ کہ امت اسلامیہ بعد فساد کے جاہل سے بدتر عالموں کی پیروی کرنے لگی حتیٰ کہ انکی شناعت اقوال و افعال بھی اللہ تعالیٰ سے پناہ
مانگنے کی ضروری چیز ہو گئی اور معجزہ حدیث شریف صادق آیا کہ یہ لوگ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم بگڑ کر بہتر سے تہتر فرقہ ہو جاوینگے اور
احادیث و آیات میں جو کیفیات حرکات یہود و نصاریٰ کے عالموں کے منقول ہیں وہ عبرت میں حتیٰ کہ اغراض دنیا کے لالچ میں حضرت افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وسلم کی اتباع چھوڑی اور اس سے زیادہ عجب ہم لوگوں پر ہے کہ قرآن و حدیث درجوبی تمام جاننے کے بعد کسطرح مرتد کے مانند پھرے جاتے ہیں اللہم اعذنا من
الزیغ بعد الایمان وثبتنا علی دینک الحق وسنۃ نبیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسوقت کے سچے اہل کتاب
علماء یہود و نصاریٰ کا حال بیان فرمایا جنہوں نے اپنی جان دی اور آپ کی شہادت کھلم کھلا ادا کی جیسے ابن ضغاطر رومی عالم نصرانی رضی اللہ
عنہ مومن صادق ہو گئے جنکو خبیث نصرانیوں نے مار ڈالا اور جیسے عبد اللہ بن سلام یہودی زبردست عالم تھے جو فوراً ایمان لائے اور یہودیوں نے

دشمنی سے انکو چھوڑ دیا رضی اللہ عنہ پس حق تعالےٰ نے انکی مدح مین نازل فرمایا

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ

جنکو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہین اسکو جیسے پہچانتے ہین اپنے بیٹون کو اور ایک فرقہ انمین سے چھپاتے ہین

الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ع

حق کو حالانکہ وہ جانتے ہین حق وہی ہو جو تیرا رب کہے پھر تو ہو شک لانے والون مین سے

ع ۶ ۱

ف بیان اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کی جان بوجھکر ہٹ دھرمی بیان کی۔ گویا دیدہ و دانستہ اپنے پاؤن مین کلھاڑی ماری۔ یہ دلیل ہو کہ انکے دلون مین ایسی سختی آگئی تھی کہ آخرت کو سچ نہین مانتے تھے کما قال تعالےٰ۔ فطال علیہم الامد فقست قلوبہم الآیۃ۔ یعنے زمانہ دراز گذرنے سے دل سخت ہوگئے اور یہی ہراست کا حال ہوتا ہو حتی کہ مسلمانون کی کیفیت آخر یہی ہوئی جیسے حدیث شریف مین خود خبر دی گئی ہو۔ اسی طرح اہل کتاب نے باوجود صریح اخبار و بشارات کچھ نفع نہین پایا اور پیغمبر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ جن لوگون کو ہمنے کتاب سابق دی تھی وہ اسکو ایسے پہچانتے ہین جیسے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین ف الذین اسم موصول ہو جس سے مراد علماء اہل کتاب ہین خواہ عام یہود و نصاریٰ جیسا کہ بعض علماء نے کہا یا فقط علماء یہود جیسا کہ دوسرون نے کہا اور یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علماء توریت و انجیل پہچانتے ہین وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ مگر انمین سے ایک فریق چھپاتا ہو حق کو حالانکہ خوب جانتے ہین ف بعض نے زعم کیا کہ موصول سے مراد مومنین اہل کتاب ہین مثل عبداللہ بن سلام و انکے ساتھیون کے گویا کتاب انھین کو دی گئی کیونکہ اس سے بہرہ مند ہوے اور دوسرے۔ کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ مانند گدھے کے ہین کہ کتابین لادے ہون کیونکہ وہ اس سے کچھ نفع نہین پاتا ہو لیکن اس صورت مین اظہر یہ ہو گا کہ۔ من الذین اٰتیناہم الکتاب۔ تقدیر یہ ہو کیونکہ آگے منہم کی ضمیر ادھر راجع ہے فافہم اور قولہ یعرفونہ۔ اسکی ضمیر مفعول مین اختلاف ہو زمخشری و بیضاوی و بغوی وغیرہ ایک جماعت نے کہا کہ۔ یعرفونہ ای یعرفون محمدا۔ اگر
"یعنے محمد کو پہچانتے ہین"
کہا جائے کہ مرجع مذکور نہین ہو تو بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ اگرچہ سابق مین ذکر نہین مگر دلالت کلام سے مرجع متعین ہو اور نیز مرجع مین بیان کچھ التباس و تردد نہین ہو اور بعض نے جواب پایا کہ نہین بلکہ بلفظ الرسول دو مرتبہ پہلے ذکر آگیا ہو اور بیضاوی وغیرہ کی مراد یہ ہو کہ اس خاص کلام مین جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین وارد ہی پہلے مرجع نہین مذکور ہو کہا گیا کہ۔ یعرفونہ ای یعرفون نبوتہ۔ یہ مجاہد و قتادہ و ایک گروہ اہل علم سے نقل کیا گیا۔ قال
"نبوت محمد کو پہچانتے ہین"
المترجم نبوت کی طرف ضمیر مذکور بلا تاویل کیونکر راجع ہو گی اگرچہ بطریق بیان معنی صحیح ہے کہ۔ یعرفونہ ای یعرفون محمدا لکونہ نبیا حقا۔ قول سوم یہ کہ یعرفونہ ای
"یعنے محمد کا نبی برحق ہونا پہچانتے ہین"
یعرفون ما جاء بہ الرسول بانہ حق۔ چنانچہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالےٰ نے خبر دیتا ہو کہ علماء اہل کتاب جو چیز محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے اسکے صحیح ہونے کو ایسا جانتے ہین جیسے انمین سے ہر ایک اپنے بیٹے کو پہچانتا ہو اور عرب والون کا قاعدہ تھا کہ کسی چیز کے صحیح ہونے کی مثال یون ہی بیان کرتے تھے چنانچہ حدیث مین ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ساتھ ایک چھوٹا لڑکا دیکھکر پوچھا کہ یہ تیرا بیٹا ہو اسنے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ آپ اسکے شاہد رہین آپ نے فرمایا کہ آمین۔ یہ تو نہ تجھپر چھپ سکتا ہو اور نہ تو اسپر پوشیدہ ہو سکتا ہو قال المترجم شیخ ابن کثیرؒ نے مرجع عام لیا یعنے سب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے از انجملہ تحویل قبلہ بھی ہو اور بعض نے تحویل قبلہ صحیح ہونے کی طرف ضمیر پھیری اور مولف فتح البیان نے کہا کہ اسی طرف مفسرین کی ایک جماعت گئی ہو اور صاحب کشاف نے قول اول کو ترجیح دی اور میرے نزدیک یہ اخیر قول یعنے تحویل قبلہ کیطرف ضمیر راجع ہونا قول راجح ہو مترجم کہتا ہو لیکہ راجح وہی قول اول ہو چنانچہ قولہ تعالےٰ کما یعرفون ابناءہم اسپر شاہد ہو قرطبیؒ نے کہا کہ عمرؓ سے روایت کیا جاتا ہو کہ انھون نے عبداللہ بن سلام

کہا کہ بھلا تونے پہچانا محمد کو جیسا کہ تو اپنے فرزند کو پہچانتا ہو تو عبداللہ نے کہا کہ ہان بلکہ اس سے بڑھکر اور سراج وغیرہ مین نقل کیا کہ عمر بن الخطاب نے عبداللہ بن سلام سے کہا کہ یہ پہچان کیونکر تھی تو عبداللہ نے کہا کہ اے عمر البتہ مین نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا جیسے مین اپنے فرزند کو پہچانتا ہون بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا پہچان لینا اپنے بیٹے کے پہچاننے سے زیادہ بڑھکر تھا تو عمر رض نے کہا کہ یہ کیونکر تو عبداللہ نے کہا کہ اسلیئے کہ مجھے محمد صلعم مین کسی طرح کا شک ہی نہین رہا کہ یہ وہی پیغمبر ہین جنکی بشارت توریت مین ہو اور رہا میرا فرزند تو شاید کہ اسکی مان نے خیانت کی ہو تو عمر رض نے کہا کہ اے ابن سلام اللہ تعالیٰ تجھے توفیق کثیر عطا فرمائے کہ البتہ تونے تصدیق کی ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ حدیث تو صحیح بخاری وغیرہ کی روایت سے موجود ہو جس سے ظاہر ہو کہ صحابہ رض مین بھی آیت کے اسی طرح تھے اور ضمیر راجع بجانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو نہ بجانب نبوت اور نہ بجانب تحویل قبلہ ولیکن چونکہ سبب نزول پر نص نہین ہو پس یہ حدیث بمنزلہ سبب نزول کے بسبب راجح ہونے امر اول کے ہوگی اور باقی داخل نزول ہین واللہ اعلم اور مولف فتح البیان نے خلاف بلاغت قول کو مرجح ٹھہرایا پھر بھی عجب خبط کیا چنانچہ لکھا یعنے یعرفون ان القبلۃ المصروفۃ الیہا اے قبلۃ ابراہیم کما یعرفون اولادہم قال ابن سلام لقد عرفتہ حین رایتہ کما اعرف ابنی ومعرفتی بمحمد اشد۔ھ حالانکہ قول ابن سلام رضی اللہ عنہ صریح دلیل قول اول ہو۔ اور یہ تقریر خبط سے خالی نہین پھر جاننا چاہیے کہ بیٹون کی خصوصیت کی اور اولاد نہین فرمایا اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپکے زیادہ ساتھ رہتا ہو اور بہت دل کو لگا ہوتا ہو اور قولہ۔ وان فریقا منہم الخ۔ یعنے باوجود ایسے یقین کے وہ لوگ حق کو چھپاتے ہین یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو جو انکی کتاب مین ہو پوشیدہ کرتے ہین اور انکی نعت سے یہ بھی مذکور ہو کہ وہ بیت المقدس و کعبہ دونون کی طرف نماز پڑھینگے پھر یہ سخت گناہ ہو کہ جانکر چھپاتے تھے۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ حق تو تیرے رب کیطرف سے ہو پس تو شکیون مین سے مت ہوجیو ف یہ نہین کہا کہ شک مت کیجیو۔ کیونکہ آدمی کبھی شکی ہوتا ہو مگر شک نہین کرتا۔ زیادہ بلیغ یہ کہ تو شکیون کی قسم سے مت ہوجیو۔ الحق مبتدا ہے یعنے یہ ہین کہ حق یہی ہو جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے ثابت ہوا جسپر تو قائم ہو اور وہ نہین جو نافرمان کافر لوگ بکتے ہین پس تو شک کرنے والون کی قسم ہی سے نہو اور یہ شک سے پوری طہارت ہو جسپر یہ اگرچہ معنی نہی ہو ولیکن بصورت خبر ہو اور لاتمتر بصیغہ نہی اسواسطے نہ فرمایا کہ مقصود کمال طہارت ہو۔ یہ خطاب اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو مگر مومنین کو تعلیم ہو کہ انکو ثابت کرایا اور جتایا کہ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم لائے یہی حق ہو کہ پروردگار کی طرف سے ثابت ہو جس مین بالکل شک و شبہہ نہین ہو۔ اگر کہا جاوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شک نہ تھا پس ممانعت کیونکر فرمائی ہو تو جواب یہ کہ ممترین کا مصدر امترا ہو یعنی مریہ یعنے شک حاصل کرنا پس معنی یہ ہین کہ شک مت لینا تو موجود ہونا ثابت ہی نہین ہو۔ اگر کہا جاوے کہ حضرت اسکے محل ہی نہ تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم کیا تھا تو جواب یہ ہو کہ تنبیہ اور امت کو تعلیم ہو جیسا کہ بیان ہوا لہذا آیندہ امت کو خطاب ہو۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ؕ أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور ہر کسی کو ایک طرف ہو کہ منہ کرتا ہو اُس طرف سو تم سبقت جاہو نیکیون کو جس جگہ تم ہوگے کر لاویگا اللہ اکٹھا بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے

یہ آیت مضمون سابق کی تقریر و توضیح ہو کہ ہر قبلہ والا دوسرے کے قبلہ کی اتباع نہین کرتا ہو وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا اور ہر ایک کے لیے ایک جہت ہو وہ اُسی جہت کیطرف مڑنے والا ہو ف یا اُسی کا متولی ہو۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ؕ پس تم لوگ بھلائیونکی طرف سبقت حاصل کرو ف کہ نیکیان اصل مین خواہ کسی جہت اسلام سے ہون جبکہ امر توحید پر استقامت ہو اور خالی رسم کی پابندی فضول ہو کیونکہ مرجع اللہ تعالیٰ کیطرف ہو۔ أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا تم جہان کہین ہوگے اللہ تعالیٰ تم سب کو لاویگا ف اور ہر ایک کو اسکے اعمال کا نتیجہ پہونچا دیگا۔ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہو ف۔ تو اسکی توحید والوہیت پر مستقیم ہو کر عمل کرو حتی کہ جو کچھ وہ حکم کرے وہی حکم ہو بعض نے کہا کہ مقصود یہ ہو کہ قبلے کے بارہ مین جھگڑا نہ کرنا چاہیے بلکہ جو امر اسسے بڑھکر اہتمام کا ہو یعنی خیر و طاعات کیطرف جلدی کرنا وہ ہاتھ سے نجانا رہے اور اظہر یہ مراد ہو کہ ہر قوم کے لیے ایک جہت ہو جسکی طرف وہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ع

اللہ تعالیٰ کی شریعت سمجھکر منھ کرتا ہے اور جانتا ہو کہ یہ حکم الٰہی کی فرمانبرداری ہو پس کسی کو اسمین جھگڑا لائق نہین ہو پھر جب یہ امر متعین ہوا کہ سب سب توم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو قبلہ وہی ہوگا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ ہو کیونکہ آپکی رسالت اور دعوت عام ہو پس یہ کلام مانند دیل اور جیسی فمانشق ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ جو غور نظر سے دیکھے وہ اس سے نور پاوے - حاصل یہ ہو کہ ہر قبلہ والا جب یہی سمجھکر دوسرے کے قبلہ کیطرف منھ نہین کرتا کہ یہ جہت جسپر مین ہون اللہ تعالےٰ نے مشروع کردی ہو اور دوسرے کے لیے دوسری جہت مشروع کی ہو پس مرجع اسکا حکم الٰہی ہو اور اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب حق کے ساتھ بھیجا جسکو اہل کتاب بخوبی جانتے ہین تو جس قبلہ کا آپکو حکم کیا اب یہی سبکا قبلہ ہو اور غرض قبلہ سے مرضیات الٰہی وطاعات ہین تو اسمین تردد وتامل بیجا ہو - نیکیان کما وُ جدھر پاؤ - پس قولہ ولکل ای لکل امۃ - جیسا کہ مفسر نے کہا اور تنوین لکل کی عوض اضافت کے ہے اور یہ خبر واقع ہو - وجہۃ مبتدا مؤخر ہو اور یہ مصدر ہو بمعنے متوجہ الیہ یعنے جسکی طرف توجہ کیجاوے جیسے خلق بمعنی مخلوق اور بیان مراد قبلہ ہو کہ اسکی طرف توجہ کیجاتی ہو اور قیاس سے لفظ جہت مثل عدۃ وزنۃ ہو لیکن وجہۃ اپنی اصل پر آیا پس واؤ زائد نہین ہو اور یہ مصدر محذوف الزوائد ہو اسواسطے کہ فعل اسکا توجہ - یا اتجہ - اور مصدر بزوائد توجہ یا اتجاہ ہو مگر وجہۃ سے فعل مستعمل نہوا جیسے وعد سے وعد آیا ہو ذکرہ العکبری اور ضمیر ہو راجع بجانب کل امۃ ہو اور بعض نے کہا کہ جائز ہو کہ بجانب اللہ تعالیٰ راجع ہو اگرچہ لفظ مین مذکور نہین ہو یعنے اللہ تعالیٰ نے اسکو قبلہ کردیا ہو لیکن یہ تکلف ہو علاوہ ازین اوپر مذکور ہوا کہ قبلہ نصاریٰ ویہود بحکم الٰہی نہین یعنے انکہ منصوص نہین ہو اور بعض نے کہا کہ خطاب مسلمانون کو ہو اور معنی یہ ہین کہ مسلمانون مین سے ہر قوم کے واسطے ایک جہت بجانب کعبہ ہو اسے مشرق والون کی جہت بجانب کعبہ مغرب رخ اور مغرب کے مشرق رخ علیٰ ہذا شمالی وجنوبی مگر اصح یہ ہو کہ خطاب عام ہو جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا اور مولیہا اسے مولی الیہا - اور ضمیر مؤنث بجانب جہت ہو اور متعدی بنفسہ ہو اور یہ ایک مفعول ہو اور دوسرا مفعول محذوف ہو اسے وہ گروہ پھیرنے والا ہو اپنا منھ اس جہت کو اور ابن عامر کی قراءۃ مین مولاہا آیا ہو پس مُوَلّٰی بصیغہ مفعول ہو اور معنی یہ ہین کہ وہ فریق پھیرا ہوا ہو اس جہت کو خواہ بطور حق یا بطور باطل کیونکہ اکثرون نے اپنے زعم سے ایک جہت مقرر کرلی ہو جیسے نصاریٰ کہ انکا قبلہ مطلع شمس ہو مترجم کے نزدیک عیسائیون کو مصر کی طرف عافیت ملی اور وہان رہے اور وہان سے بیت المقدس بجانب مشرق ہو پس جہت وہی تھی جو پیچھے متبعون کی جہالت سے مطلع شمس ہوگئی یا حضرت مریم نے مکان شرقی لیا تھا وہ مطلع شمس پڑتا تھا تو نصرانیون نے صلیب کی طرح اسکو قبلہ بنالیا واللہ اعلم اور تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی - ولکل وجہۃ - مراد اس سے مختلف دینون والے لوگ ہین اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہو کہ ہر گروہ کے واسطے ایک قبلہ ہو جسکو انسے پسند کر رکھا ہو اور اللہ تعالےٰ کا قبلہ وہی ہو جسطرف مومنون نے توجہ کی اور شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ یہود کیواسطے ایک قبلہ ہو کہ وہ اس جہت کو اپنا منھ پھیرتے ہین اور نصرانیون کا ایک قبلہ ہو کہ وہ اسطرف اپنا منھ پھیرتے ہین اور تمکو اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبلہ کی ہدایت کی کہ وہی قبلہ ہو اور مجاہد وعطا وضحاک وربیع بن انس وسدی سے اسی کے مانند مروی ہو مترجم کہتا ہو کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ خطاب مسلمانون کو ہو اور معنی یہ ہین کہ ہر قوم نے ایک ایک جہت پسند کر رکھی ہو کہ اس طرف منھ کرتا ہو اور اللہ تعالےٰ کے نص فرمانے سے کسی نے راہ نہ پائی کیونکہ انھون نے ایک جہت نکالی اور وہی انپر لازم کی گئی جیسے یہود نے سنیچر کا دن عبادت کے لیے چھانٹا تھا لہذا جمعہ نہ پایا اگرچہ تحقیق جمعہ تھا پس تم اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے قبلہ کیطرف اللہ تعالیٰ کی نص سے ہدایت کیے گئے پس جیسے تم افضل قبلہ کیطرف ہدایت کیے گئے تمکو چاہیے کہ خیرات کی طرف سبقت کرو اور خیرات جمع خیرۃ ہو یعنے ہر چیز مین سے جو افضل ہو یعنی افضل قبلہ کے مانند ہر افضل عبادت ونیکی کی طرف سبقت کرو اگر کہا جاوے کہ الخیرات الف لام استغراق کے ساتھ ہو پس جمیع خیرات کی فرمانبرداری لوگون سے کہان ممکن ہو تو جواب یہ ہو کہ معنی یہ ہین کہ جمیع خیرات موجود ہین انکی طرف سبقت کرو خواہ سب ادا کرسکو یا نہین اور سب ادا کرنیکا حکم نہین بلکہ انکی طرف سبقت کرنیکا حکم ہو اور ابن زید نے فرمایا کہ مراد اعمال صالحہ ہین اور چونکہ سبقت کرنا

مین اشارہ ہوگیا کہ موت مقدر کم وزیادہ نہین اور فرصت کم ہے تو موت آنے سے پہلے جلدی کرو تو مناسبت مابعد خوب ظاہر ہوگئی کہ۔ اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا۔ یعنی کلام کا بیان حالت بعد موت کیطرف کھنچ گیا اور ظاہر آیت سے شافعی کی دلیل ہو کہ اول وقت نماز فریضہ ادا کرنا افضل ہو اور حق یہ ہو کہ اس سے یہ نہین نکلتا ہو فافہم یہ تو اس صورت مین کہ خطاب مسلمانون کو ہو اور اگر خطاب عام ہو جیساکہ تفسیر ابن کثیر مین مذکور ہو تو مجاہد اور حسن بصری نے فرمایا کہ ہر قوم کو حکم دیا کہ کعبہ کیطرف نماز پڑھا کرین قال المترجم یعنے اللہ تعالےٰ نے عام خطاب فرمایا کہ ہر قوم نے اپنی ایک ایک جہت مقرر کرلی اور اسی پر جا رہا انکو چاہیے کہ جو قبلہ اللہ تعالےٰ نے مقرر فرما دے اسی کی طرف سبقت کرین کہ وہ استقبال کعبہ ہو کہ ہر قبلہ سے افضل ہو اور ڈرین کہ وہ جہان کہین ہونگے اللہ تعالیٰ انکو جمع کریگا یعنے خواہ انکے اجزا مجتمع ہون یا متفرق ہون خواہ موافق ہون یا مخالف ہون سب کو حشر کرکے محشر مین جمع کریگا کیونکہ ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر پس جب ہر چیز پر قادر ہو تو موت دینے اور زندہ کرکے جمع کرنے پر بھی قادر ہو وقال ابن کثیر حضرت ابن عباسؓ وابوجعفر باقر وابن عامر نے مولا ہا پڑھا ہو اور یہ آیت شبیہ ہو قول تعالےٰ۔ لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فیما اٰتاکم فاستبقوا الخیرات الی اللہ مرجعکم جمیعا۔ یعنی ہر ایک گروہ کے واسطے تم مین سے ہمنے راہ وطریق کردیا ہو اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو تمکو ایک ہی امت کردیتا ولیکن نہ کیا تاکہ تمکو امتحان کرے اس چیز مین جو تمھارے لیے پس آئی پس سبقت کرو خیرات کی طرف۔ تم سبکے لوٹ جانے کی جگہ اللہ تعالےٰ ہی کیطرف ہو قال المترجم یہ موتفسیر ثانی ہو ف۲ عرائس البیان مین ہو کہ قولہ تعالےٰ ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ہر روح کے واسطے وجود ذات وحقیقت صفات کی طرف ایک ایک راہ ہو اور ہر ایک کا ایک ایک قبلہ ہو پس ارواح قدسیہ کا قبلہ عین العیان ہو اور ارواح جلالیہ کا قبلہ خاص صفات ہین اور ارواح غرہ کا قبلہ عین القدم ہو اور ارواح بقائیہ کا قبلہ عین الابد ہو اور ارواح شائقہ کا قبلہ انوار المشاہدہ ہو یعنے جو روحین شوق الٰہی مین بھری ہوئی ہین انکی توجہ مشاہدہ کے انوار پر ہوتی ہو جیسے بلند درجہ والون کی ارواح کی توجہ ذات یا صفات خالص پر رہتی ہو اور ارواح موالفہ کا قبلہ حسن الصفات ہو اور ارواح روحانیہ کا قبلہ غیب کے باغات ہین اور قولہ ہو مولیھا۔ یہ ارواح رحمانیہ اپنے قبلہ کیطرف قصد کرنے والی اور الوہیت اور صمدیت کے مقام کیطرف مجذوب ہین اور انمین سے ہر ایک کیواسطے ایک مطلع منبع ہو پس بعض ارواح تو والہات ہین یعنے بالکل از خود رفتہ ہین اور بعضی شائقہ ہین کہ شوق مین بھری ہوئی ہین اور بعضی عاشقہ ہین اور بعضی مونسہ ہین یعنی انس سے پر ہین اور بعضی فانیہ ہین یعنے اپنے سے فنا ہین اور بعضی باقیہ ہین یعنے فنا ہوکر بقائے قدم سے باقی ہین اور بعضی صاحیہ ہین یعنے شوق وجذب کے نشہ سے بعد فنا ہونے کے بقائے قدم سے باقی ہوکر ہوش مین ہین اگرچہ یہ ہوش پہلا نہین ہو بلکہ بقائے قدم کا ہوش ہو اور بعضی ساکرہ ہین یعنی ہنوز نشۂ عشق مین بیہوش ہین یعنی ادب الٰہی کے مقامات اور مشاہدات ومعاینات کے کشف ہونے کے خوف سے اور غیب کے علوم سے بادب ہوکر خوفناک وبیہوش ہین قال المترجم یہ ایسا ہے جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وتری الناس سکاریٰ وماھم بسکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید یعنے قیام قیامت سے تو لوگون کو دیکھیگا بیہوش حالانکہ نہین ہین وہ نشہ مین ولیکن عذاب اللہ تعالیٰ کا سخت ہو۔ اور جیسے فرمایا۔ وھم من خشیتہ ربھم مشفقون۔ اور وہ نیک بندے اپنے پروردگار کے خشم سے لرزتے ہین یعنے باوجودیکہ وہ قابل خشم کیے جانے کے نہین اور نہ انپر خشم کیا گیا مگر مقتضائے قدر وعظمت وجبروت ہو فافہم تو کہ۔ فاستبقوا الخیرات سے اعلیٰ مقام فنا بتوحید وتجرید ہو اور وہ انھین کو حاصل ہو جو طریقہ سنت پر مستقیم ہین اور قولہ۔ اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا۔ اے اہل معرفت تم سے خواص لوگ اور عوام باقیون کی روحین جو ازل مین موجود ہوکر خطاب کی گئی ہین بایں طور کہ انکو عالم صفات کی سیر میسر ہوئی ہو تو وہ اپنی مقادیر ازل کے موافق حضوری مین پہونچینگی قولہ ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر پس قادر ہو اس بات پر کہ سبقت کرنے والون اور ثابت قدم رہنے والون کی ارواح کے لیے مقام استقامت سے شرافت عطا کرے۔ اقول حاصل یہ کہ اہل استقامت کا مرجع اور قبلہ خاص ذات باری ووحدت ہو اور یہ جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ پہلے ابتدائی ایمان معرفت حاصل ہو پھر طبیعت ونفس کے تعلقات جسمی سے نکلتا جاوے اور نور مین آتا جاوے اور ہر حال مین حرمات الٰہی کا ظاہر وباطن لحاظ رکھے حتےٰ کہ کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے کہ وہی قبلہ ہو جاوے

لهذا آئندہ ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَمَا اللَّهُ

اور جس جگہ سے تو نکلے منھ کر طرف مسجد الحرام کے اور یہی تحقیق ہے تیرے رب کیطرف سے اور اللہ بے خبر

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ

نہیں تمھارے کام سے اور جہاں سے تو نکلے منھ کر طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا

منھ کرو اُسی کی طرف کہ نہ رہے لوگوں کو تم سے جھگڑنے کی جگہ مگر جو اُنمیں سے بے انصاف ہیں سو اُنسے مت

تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ

ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اسواسطے کہ پورا کروں تمپر فضل اپنا اور شاید تم راہ پاؤ جیسا بھیجا ہمنے تم میں رسول تمھیں میں کا

يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا

پڑھتا ہوا تمھارے پاس آیتیں ہماری اور تمکو سنوارتا اور سکھلاتا کتاب اور تحقیق بات اور سکھاتا تم کو جو نہ

۱۸ ع ۵ ۲ تَعْلَمُونَ ۝ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝

جانتے تھے تو یاد رکھو مجھے میں تمھیں یاد رکھونگا اور میرا شکر کرو اور ناشکری مت کرو

واضح ہو کہ پہلے حضر میں قبلہ جانب کعبہ متعین ہوا پھر اب سفر میں بھی وہی قبلہ محکم کر دیا بقولہ تعالیٰ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور جہاں سے تو نکلے اپنا منھ مسجد الحرام کی طرف متوجہ کر۔ بعض نے ذکر کیا کہ ظاہر یہ ہے کہ مِن یہاں ابتدائیہ ہے بمعنی جہاں سے اور اقرب یہ ہے کہ مِن بمعنی فی یعنے فی ای مکانٍ سافرت یعنی جونسی جگہ تو سفر میں ہو۔ قال العکبری۔ حیث یہاں شرط کے لیے نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکے ساتھ۔ ما نہیں ہے اور شرط کے لیے حیثما ہوتا ہے پس یہ متعلق ہوگا۔ فَوَلِّ کے اور مسجد الحرام خانہ کعبہ کی مسجد کا نام ہے جسکی وجہ اوپر مذکور ہو چکی۔ اور شطر بمعنی جہت ونصف وکچھ کم وغیرہ کئی معنے میں ہے اور یہاں میزاب کعبہ کیطرف منھ کرنا یعنے رخ کرنا مراد ہے اور یہ اُس مسئلہ کے منافی نہیں جو امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ مصلی اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے جیسا کہ اوپر گذرا پھر بالاتفاق استقبال کعبہ کا فرض ہے حالانکہ یہاں مسجد الحرام فرمایا تو مراد کعبہ ہے الحاصل سفر میں مثل حضر کے استقبال کعبہ فرض ہے لیکن یہ فرائض میں اجماعی ہے اور سفر میں جانور سواری پر ہر طرف نفل پڑھنا یا خوف کی حالت یا ازدحام جنگ کی حالت کا حکم اس سے باحادیث مشہورہ مستثنیٰ ہے جیسا کیا پہیان ہوا تو لہ تعالیٰ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ اور یہی تیرے رب کیطرف سے حق ہے اور اللہ تعالیٰ کچھ غافل نہیں جو کرتے ہیں یا تم کرتے ہو ف انہ کی ضمیر جانب تولی ہے جو فول کے ضمن میں مذکور ہے اور للحق میں لام تاکید ہے اور من ربک۔ یا تو حال ہے متعلق کائنا بالحق الکائن من ربک صفت واقع ہے۔ تعملون کو صیغہ خطاب سے تو معنی ہے جو تم کرتے ہو۔ اے ایمان والو پس تمکو بڑا ثواب دیگا اور بڑا ثواب ہمنے اسواسطے کہا کہ جملہ میں تاکید سخت ہے جو اس امر کا مظہر ہے کہ ثواب عظیم ہے جیسے یعملون بصیغہ غائب کی صورت میں معنی ہیں کہ وہ جو یہ منکر لوگ کرتے ہیں یعنے انکار قبلہ و طعن اور حق چھپانا وغیرہ پس انکو عذاب سخت دیگا پھر فرمایا قولہ تعالیٰ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ اور جہاں سے تو نکلے تو اپنا منھ مسجد الحرام کے رخ متوجہ کر اور تم لوگ جہاں ہو تو اپنے چہروں کو اسکی جانب پھیرو ف جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مکرر فرمایا

بلکہ تیسری مرتبہ حکم ہو پس علمائے مفسرین نے اس تکرار کی حکمت سمجھنے و بیان کرنے مین اختلاف کیا ہو اگرچہ اسپر سب کا اتفاق ہو کہ قرآن مجید مین کوئی کلمہ اس طرح مکرر نہین کہ اسکا فائدہ نہو اور بیان جو مکرر کا اطلاق کیا وہ مجازا بنظر ظاہری تکرار ہو بعض نے کہا چونکہ یہ پہلا نسخ تھا جو اسلام مین واقع ہوا جیسا کہ ابن عباس وغیرہ سے صریح مذکور ہوچکا اور یہودی وغیرہ نسخ سے جاہل تھے اور سوائے ذکی عارف کے اسکے فوائد سے کم لوگ آگاہ ہوتے ہین پس فتنہ مین پڑجاتے ہین اور شبہہ پڑجاتا ہی پس اسکو اول مرتبہ فرمایا تو بیچارے کے دل مین خیالات اوہام کا اثر پڑا اور بہتیرے شبہہ مین پڑے سوائے انکے جنکو معرفت حاصل ہوگئی تھی اور ہدایت الہی سے انکا یقین بجانب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حال خاص کے ساتھ پورا اور قلب سلیم انکو حاصل تھا پھر بیچ مین وہ امور بیان فرمائے جنسے امر دین اور امر قبلہ کی سمجھ حاصل ہوا اور اہل کتاب جو عناد سے بہکاتے تھے انکا فتنہ فرو ہوا اور ظاہر ہوجاوے کہ یہ حکم انکی تحقیقی اگلی کتابون مین مذکور تھا پھر وہی حکم مکرر سہ کرر فرمایا تاکہ پے در پے سننے سے جو خلجان ہو وہ بھی دور ہوجاوے۔ اور بیضاوی مین ہو کہ اللہ تعالے نے اس حکم کو مکرر نہین فرمایا بلکہ ہر آیت کی علت الگ الگ ہو کیونکہ اللہ تعالے نے تحویل قبلہ کی یعنی بیت المقدس سے کعبہ کیطرف پھیر دینے کی تین علتین بیان فرمائین ایک تو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پوری کرنے کو اکی تکریم کے لیے چنانچہ فرمایا۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضہا پس یہ علت اول فول وجہک شطر المسجد الحرام الی آخرہ کی جیسا کہ۔ فول کی فاء اسپر شاہد ہو اور دوم اپنی عادت پاک بطرح جاری ہونے کو کہ ہر ملت والے کو ایک طرف استقبال کرنے کا حکم دے چنانچہ فرمایا ولکل وجہۃ ہو مولیہا الخ پس مومنون کو کعبہ کیطرف اصلی استقبال کا حکم دیا اور اسپر اس بزرگ قبلہ کیطرف ہدایت کرنے کا پورا احسان رکھا اور اسکے ضمن مین نسخ کو مشروع کیا اور اسپر بکمال آسانی کی اور غیب کی خبر دی کہ اگلی کتابون مین مذکور ہو چنانچہ فرمایا۔ فاستبقوا الخیرات سوم مخالفون کی حجت دفع کرنے کو جیسا کہ۔ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ۔ سے واضح ہی ہان بات اتنی ہو کہ اول دونون جگہ علت کو مقدم کیا اور تیسری جگہ معلول کو مقدم کیا اور علت کو پیچھے بیان فرمایا جیسے بیان مین اعجاز نظم ظاہر ہو پس ان تینون علتون کے بیان کے ساتھ ہر دفعہ اسکے معلول کو بھی ساتھ بیان فرمادیا جیسے کہ ایک مدلول کے ساتھ چند دلائل ہوتے ہین اور ہر دلیل کے ساتھ اسکے مدلول کو اس غرض سے ساتھ بیان کردیتے ہین کہ سمجھنے مین خوب آوے اور ذہن مین جم جاوے باوجود اسکے بیان تو یہ بات بھی پائی گئی کہ نسخ کے ساتھ ہو اور نسخ سرسری نظر والون کے فتنہ و شبہہ مین پڑنے کی چیز ہے پس اور زیادہ لائق تھا کہ ہر علت کے بیان کے ساتھ اسکے معلول کا ذکر مکرر کیا جاوے اور بار بار اعادہ کیا جاوے تاکہ دہشت والون کی وحشت دور ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ کلام بیضاوی جو مین نے تنقیح کے ساتھ نقل کیا ہو کلام متین اچھا ہو اور اول توجیہ پس توجیہ کا جزو ہوگئی اور اسی کے قریب ہے جو ابن کثیر نے بعض سے نقل کی کہ ہر جگہ چونکہ اس کلام کو بیچ متصل یا ما بعد سے سیاق کی راہ سے ایک جدید تعلق تھا اسلیے بار بار فرمایا چنانچہ اول فرمایا قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضہا۔ تا قولہ وان الذین اوتوا الکتاب لیعلمون انہ الحق من ربہم وما اللہ بغافل عما یعملون۔ پس اس مقام پر تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش قبول کرنیکی وجہ سے ذکر فرمایا اور حکم دیا کہ جس قبلہ کیطرف توجہ کو محبوب رکھتے اور چاہتے ہو اس طرف توجہ کرو۔ اور دوم فرمایا۔ ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام وانہ للحق من ربک وما اللہ بغافل عما تعملون پس اس مقام پر ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے حق ہو اور پہلے مقام سے جو ظاہر تھا کہ وہ رسول صلعم کی مرضی کی موافقت سے تھا اسپر اور ترقی ہوگئی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند ایسی خوب ہو کہ وہ اللہ تعالے کی پسند و رضا سے موافق ہوئے کہ اللہ تعالے نے بھی اسکو ازل سے پسند کر رکھا ہو اور سوم جو ذکر فرمایا اسمین حکمت قطع حجت مخالفان ہو کہ یہود اپنے قبلہ کیطرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی حجت لاتے حالانکہ اپنی کتابون کے ذکر سے جانتے تھے کہ رسول صلعم عنقریب کعبہ کیطرف پھیرے جاوینگے جو قبلہ ابراہیم ہو اور یون ہی مشرکین عرب کی حجت قطع ہوئی کہ قبلہ یہود سے آپ قبلہ ابراہیم کی طرف متوجہ ہوئے جنکی ملت پر ہونے کے مدعی تھے اور خود مشرکین عرب اس قبلہ کی تعظیم کرتے اور انکو حضرت صلعم کا اسطرف استقبال کرنا خوش معلوم ہوا پس اس قطع حجت کی حکمت بیان کرنے کے سیاق مین حکم کو ذکر کردیا قال المترجم یہ توجیہ خوب ہو خواہ بطریق بیان بیضاوی ہو

یا اس طرز سے ہو و لیکن فرق بعض الفاظ اس سے ظاہر تھا کہ اول مین یون فرمایا۔ فول وجہک شطر المسجد الحرام اور دوم و سوم مین فرمایا۔ ومن حیث خرجت
فول وجہک الخ۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین یون توجیہ کی کہ اسکا نزول چند احوال پر ہے پس اول اس شخص کے واسطے ہے جو کعبہ کے پاس
حاضر ہوا اور دوم اسکے واسطے جو کعبہ سے اوٹ مگر مکہ مین ہو اور سوم اسکے واسطے جو مکہ سے باہر ہو۔ اور قرطبی نے کہا کہ اول اس شخص کیواسطے جو مکہ مین ہو اور دوم
اس شخص کے واسطے جو دیگر شہرون مین ہو اور سوم اس شخص کے لیے جو سفر مین نکلا ہو اور قرطبی نے اسی توجیہ کو ترجیح دی ہے قال المترجم مجھے ان دونون
توجیہون مین تامل ہے اسلیے کہ اول کا نزول بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کعبہ کے واسطے ہوا بلکہ بعض روایت کے موافق نماز کی حالت مین
ہوا جیسا کہ اوپر گذرا اور اسمین کوئی خلاف نہین کہ آپ اسوقت مدینہ منورہ مین تھے پھر یہ توجیہ کیونکر ہو سکتی ہے اور مفسر سیوطی رح نے یہ اختیار کیا کہ اول تو حکم حضر بیان کرنے کے
لیے نازل ہوئی اگرچہ حضر و سفر دونون کو شامل عام ہے ولیکن تصریح نہ تھی پس دوسری مرتبہ حکم سفر بیان کرنے کیواسطے نازل ہوئی یعنی معلوم ہو جاوے کہ حکم سفر و حضر
یکسان ہے اور اسپر ایک قرینہ لفظ خرجت موجود ہے بلکہ صریح نص ہے اور حیث بیان ظرف مکان کیلیے ہے اور تیسری مرتبہ کے نزول کو مفسر رح نے تاکید پر محمول کیا اور
تاکید کی توجیہ کمالین مین یون مذکور ہے کہ تاکید کے لیے اسوجہ سے مکرر فرمایا کہ یہ اول نسخ ہے جو اسلام مین واقع ہوا تھا جیسا کہ ابن عباس رض وغیرہ نے تصریح فرمادیا ہے
اور نسخ مظنہ فتنہ و شبہہ ہے پس سزاوار ہے کہ بار بار اسکی تاکید کیجاوے اور پے در پے اسکا ذکر کیا جاوے قال المترجم یہ توجیہ تمتہ تقریر بیضاوی ہے اور وہان جو بیان ہے
لیکن بیان خوب چسپان نہین ہے کیونکہ مفسر کا بیان ہے کہ یہ سفر کے بارہ مین اتری تاکہ حکم سفر و حضر یکسان ظاہر ہو جاوے۔ پھر ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام
وحیث ماکنتم فولوا وجوہکم شطرہ۔ کو تاکید کے لیے مکرر فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ تکرار نسخ نہین بلکہ تکرار حکم سفر ہے پس اولی میرے نزدیک یہ ہے کہ قول مفسر رح کی یہ توجیہ کیجاوے
کہ دوسری بار جو تساوی حکم سفر و حضر کیواسطے۔ ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام وانہ للحق من ربک وما اللہ بغافل عما یعملون۔ فرمایا تھا اس سے
صرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر مین بھی کعبہ کیطرف استقبال کا حکم صریح ثابت ہوتا تھا اور امت کیواسطے تصریح نہ تھی لیکن چونکہ امت والے قبلہ مین آپ کے
تابع تھے لہذا انکے واسطے بھی سفر و حضر کا حکم ضمنا یکسان ثابت تھا پھر تیسری بار تصریح کر کے اس امر کی تاکید کر دی کہ امت والے استقبال قبلہ مین حضر و سفر
دونون مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہین بلکہ بیان علت سے عظیم فائدہ ہے کما سیاتی اور میرے اس بیان سے مفسر رح پر بھی یہ وارد نہین ہوتا کہ جیسے
اُنھون نے اول کو بیان حکم حضر پر اور دوم کو بیان حکم تساوی سفر و حضر پر محمول کیا ویسے سوم کو امت والون کیلیے تصریح حکم سفر پر کیون نہین محمول کیا کما لا یخفی
پھر جاننا چاہیے کہ تمام توجیہات جو اس مقام پر مفسرین نے بیان کی ہین جنکو امام رازی نے لمبی چوڑی تقریر سے نقل کیا ہے ان سب مین یہی تین توجیہین عمدہ ہین
اور میرے نزدیک یہ سب توجیہین ایسی ہین کہ بجاے خود مکرر بیان فرمانے کی حکمت کے لیے کافی اور باہم منافی نہین ہین پس اولی یہ ہے کہ مکرر بیان کی حکمت کے لیے ان
سب کا مجموعہ ایک توجیہ بیان کیجاوے ولیکن اصل توجیہ یہ ہے جو مفسر رح نے بیان کی ہے اور اقتران معلول ببیان ہر علت و اقتضاے سیاق ماقبل و مابعد و نفع وحشت
بیان مکرر وغیرہ فوائد زوائد ہین اور اس بیان سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ اسکا نام تکرار رکھنا محض نظر سرسری مجازا ہے کیونکہ بیان تکرار نہین ہے بالجملہ آپکے ساتھ مومنون
کو عموما حضر و سفر مین برابر استقبال قبلہ کا حکم فرما کر اسکی علت سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالے لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ
ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ تاکہ تم لوگون پر جاہلون کی کوئی
حجت نرہے سواے انہین سے ایسے جاہلون کے جنھون نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے پس تم اُنسے مت ڈرو اور مجھی سے خوف رکھو اور تاکہ مین تم پر اپنی نعمت
پوری کرون اور تاکہ تم ہدایت حاصل کرو ف جاننا چاہیے کہ یہ فولوا وجوہکم کی تعلیل ہے یعنی تم لوگ جہان کہین ہو سفر و حضر مین اپنا منھ کعبہ کیطرف پھیرو تاکہ
لوگون کی حجت تم پر ثابت نہو یعنی یہودی یا مشرک کی حجت تم پر نہ چلے پس نفی اسکی ہے کہ تم پر حجت نہ چلیگی یعنی ایسی حجت نہ ہوگی جو تم پر چل سکے اور حجت جاہلانہ کی نفی نہین ہے
قال العکبری لئلا یکون لام متعلق بمحذوف ہے۔ ای فعلنا ذلک لئلا یکون۔ اور حجت اسم یکون اور للناس اسکی خبر ہے اور علیکم در اصل صفت حجت ہے چونکہ مقدم کیگئی

تو بنا بر حالیت کے منصوب ہو گئی اور یہ جائز نہیں کہ حجت کے متعلق ہو تا کہ یہ لازم نہ آوے کہ مصدر کا صلہ مصدر پر مقدم ہو گیا مترجم کہتا ہے کہ شاید مقدم
کرنے میں یہی حکمت ہے کہ موخر ہونے کی تقدیر پر متعلق حجت ہو سکتا تھا اور متعلق ہونے سے معنی فاسد کا وہم ہوتا ہے بس وہ در اصل صفت حجت ہے اور یہ حجت اس
طرح تھی کہ یہودی کہتے کہ ہمارے دین کا انکار کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کا اتباع و استقبال کرتے ہیں یعنے پس استقبال کعبہ سے یہ حجت باقی نہ رہی اور مشرکین حجت لاتے
ہیں کہ ملت ابراہیم کے مدعی ہیں اور انکے قبلہ کا یعنے کعبہ کا استقبال نہیں کرتے ہیں اور ہر عاقل اس امر کو جانتا ہے کہ ان گمراہوں کی یہ حجت درحقیقت حجت نہ تھی یعنی
ایسی دلیل نہیں جس سے حق غالب ہو کیونکہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا بحکم الٰہی اگر ہو تو اس سے یہ کیونکر لازم ہوا کہ یہودی کفریہ باتوں کی تصدیق کرے
حضرت عیسیٰ کا تحقیقی یہی قبلہ تھا حالانکہ انھیں یہود گمراہوں کی ہدایت کو آئے تھے اور علیٰ ہذا ملت ابراہیم کا اتباع ہیچ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرمانبردار
ہونے میں ہے جدھر متوجہ فرماوے اسی طرف بسر و چشم متوجہ ہو جاویں قبلہ تو اسکے حکم کی پابندی پر ہے اگر دن میں ہزار طرف متوجہ ہونے کا حکم دے تو اسلام یہ ہے
کہ فوراً اسکے حکم پر متوجہ ہو جاوے اور یہی ملت براہیم ہے قبلۂ ابراہیم کے اتباع کی اسمین کیا شرط ہے پس درحقیقت یہ حجت نہ تھی جیسا کہ مفسرؒ نے مجاز اسکی تفسیر کر کے اشارہ
کر دیا ہے لیکن چونکہ یہ لوگ اس ناسمجھی کی تقریر کو حجت کی جگہ پر لاتے تھے لہٰذا حجت فرمایا اور نیز بات یہ ہے کہ ان گمراہوں کے نزدیک تو یہ حجت ہی تھی پس انکے اعتقاد
پر بھی اسکو دور کیا تاکہ اب سمجھیں اور راہ پر آویں کہ مقصود اصلی ہدایت ہے اور شیخ ابن کثیر کی تقریر سے فی الجملہ حجت کی صورت یہ نکلتی ہے کہ للناس سے مراد اہل کتب ہیں
پس وہ لوگ اپنی کتابوں سے جانتے تھے کہ امت محمدی کی صفت سے یہ ہوگا کہ وہ کعبہ کی طرف توجہ کیا کرینگے پس جب تک یہ بات نہ ہوتی تو بسا اوقات وہ
مسلمانوں پر حجت لاتے کہ تم وہ لوگ نہیں ہو جو پیغمبر آخر الزمان کی امت ہونگے اسلیے کہ انکی تحقیقی صفت ہے کہ وہ کعبہ کیطرف توجہ کرینگے یا یوں کہ ہے محمدی ہمارے
ساتھ قبلہ میں شریک نہ ہونگے تم وہ لوگ نہیں ہو تو یہ حجت اصلی ہے اور وہ بھی منقطع ہو گئی۔ اور شیخ ابو العالیہؒ نے فرمایا کہ للناس سے مراد اہل کتاب مع مشرکین
عرب ہیں چنانچہ خانہ کعبہ کی طرف توجہ ہونے کے وقت اہل کتاب بولے کہ یہ پیغمبر اپنے باپ کے گھر اور قوم کے دین کی طرف مشتاق ہوا اور عرب والے کہنے لگے کہ ۴-
عنقریب باپ دادے دین کی طرف رجوع کرینگے جیسا کہ ہمارے قبلہ کیطرف پھرے۔ شیخ ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند مجاہد و عطاء و ضحاک و ربیع بن انس و قتادہ و
سدی سے مروی ہے قال المترجم اس تفسیر سے ظاہر ہوا کہ حجت کا اطلاق محض مجادلہ کرنے و طعن وغیرہ پر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وحاجہ قومہ یعنی ابراہیم
سے اسکی امت نے جھگڑے کی گفتگو کی۔ قال اتحاجونی فی اللہ وقد ہدان۔ بولا کیا تم مجھسے اللہ تعالیٰ میں جھگڑتے ہو حال یہ کہ اسنے مجھے راہ دی ہے۔ قال المترجم
بلکہ شاید محاجہ یعنی مجادلہ عام ہے کہ جو ہر طرح روکنے و باز رکھنے کو شامل ہو اور معالم میں مذکور ہے کہ بعض نے کہا کہ۔ الا الذین۔ استثنا منقطع ہے یعنی لکن الذین
ظلموا یجادلونکم بالباطل یعنے جو لوگ ظالم ہیں وہ تم سے باطل گفتگو کے ساتھ مجادلہ کرینگے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن۔ یعنی علم نہیں
لیکن ظن کی پیروی ہے ایسا ہی بیان کہ حجت نہیں مگر مجادلہ باطل ہے قولہ تعالیٰ۔ فلا تخشوہم واخشونی۔ یعنے انکے طعنوں سے خوف نہ کرو کیونکہ اس سے
تمکو ضرر نہیں اور مجھی سے ڈرو کہ میرے حکم کے خلاف نہ کرو اور نیز میری فرمانبرداری سے رضامندی حاصل ہونے پر میں ہی حجت و نصرت پر قادر ہوں تمکو انپر
غالب کر دونگا اور گویا یہ اشارہ ہے کہ اس قبلہ کا حج و طواف نہ حاصل ہونیکا خوف نہ کرو کیونکہ کعبہ اس وقت میں قریش کے سرکشوں کے قبضہ میں تھا پس اشارۃ
نصرت و غلبہ ہے۔ اور قولہ تعالیٰ ولاتم نعمتی علیکم ولعلکم تہتدون۔ یہ عطف ہے لئلا یکون پر یعنے میں نے تمہارے لیے استقبال کعبہ جو مشروع کیا تو اس لیے
کہ شریعت کو سب وجہ سے تمہارے لیے پورا کروں اور شاید کہ راجح صاحب کشاف کے نزدیک یہ ہے کہ مقدر پر عطف ہے گویا یوں ہے۔ واخشونی لاوفقکم
ولاتم نعمتی علیکم یعنے مجھی سے ڈرو تاکہ تمکو توفیق دوں اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کروں۔ محی السنہؒ نے سعید بن جبیر سے نقل کیا کہ مسلمان پر نعمت پوری
نہیں ہوتی الا جب ہی کہ جنت میں داخل ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تمام نعمت یہ ہے کہ اسلام پر موت آوے قال المترجم اس اثر کو ترمذیؒ نے
اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ گویا تائید ہے مقدر پر عطف ہونے کی واللہ تعالیٰ اعلم و قولہ لعلکم تہتدون۔ ای لکی تہتدوا الی ما ضلت عنہ الامم۔ یعنے تاکہ ۱۹۱

تم پاجاؤ اسکو جس سے اور راست والے بھٹکے اور وہ کعبہ کی طرف استقبال ہو۔ اور لعل اور عسی کا لفظ اللہ تعالے کی طرف سے بمعنی تحقیق ہوتا ہی اور ذکر العوعی
اور اسمین اشارہ ہو کہ لعل در اصل علت ہو قولہ تعالے کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ۔ جیسے بھیجے تم مین ایک رسول اعظم تمھین
مین سے بھیجا ف یہ تشبیہ کمال نعمت پوری کرنے مین ہو چنانچہ معالم مین مذکور ہو کہ یہ کاف تشبیہ بعض نے کہا کہ اپنے ماقبل کیطرف رجوع کرتا ہو اور بعض
یہ ہین۔ لاتم نعمتی علیکم کما ارسلنا فیکم یعنی تاکہ میں اپنی نعمت کاملہ پوری کرون جیسے مین نے تم مین رسول بھیجا۔ اور ابن جریرؒ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے دو
دعائین چاہی تھین ایک یہ کہ۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ اور دوسری یہ کہ۔ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم پس اللہ تعالے
نے یہ رسول بھیجا وہ کیسا بزرگ جسکے لیے دو پیغمبرون بزرگ نے دعا مانگی وہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور دوسری دعا کی قبولیت باین
طور کہ ابراہیم کی ذریات سے ایک گروہ کو مسلمان کردے تو فرمایا جیسے ابراہیم کی دعوت رسول بھیجنے کی پوری کی ویسی ہی ابراہیم کی دعاء دوسری پوری کرون
کہ تمکو اسکے دین کی ہدایت کرون اور تمکو مسلمان بنادون اور اپنی نعمت تمپر اسطرح پوری کردون کہ ملت حنیفیہ ابراہیم کے شرائع تمھارے لیے بیان کردون
اور مجاہد وعطاء وکلبی نے کہا کہ یہ اپنے مابعد سے متعلق ہو اور وہ قولہ تعالے۔ فاذکرونی اذکرکم۔ ہو اور معنی یہ ہین کہ۔ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم فاذکرونی الآیۃ یعنی
جیسے مین نے تم مین ایک رسول تمھین مین کا بھیجکر انعام کیا پس شکرا تم مجھے یاد کرو قال المترجم اور یہی قول ابن عباس سے ظاہر ہوتا ہو اور عنقریب بیان ہوگا
اور بغوی نے کہا کہ یہ خطاب اہل مکہ وعرب کو ہو یعنے جیسے جیسے تم مین رسول تمھین سے بھیجا اے گروہ عرب قال المترجم اور مفسرؒ کے نزدیک مختار وہ ہی جو ابن جریر
سے منقول ہوا کہ لاتم کے متعلق ہو اور کما ارسلنا میں ما مصدریہ ہو اے کارسالنا یعنے۔ لاتم نعمتی علیکم ببیان الشرائع کارسالنا فیکم الرسول۔ یعنے تاکہ تمہاری نعمت
شرائع ملت حنیفیہ بیان کرکے ویسے ہی پوری کردون جیسے مین نے تم مین رسول موصوف باین اوصاف بھیجکر نعمت پوری کی اور اولی یہ کہ نعمت کی تفسیر
بدعائے ابراہیم ہو جیسے ابن جریر نے کہا اور دعا کو نعمت سے تعبیر کیا کیونکہ جسکی دعا تھی وہ بڑی نعمت ہو اور رسولاً کی تنوین تعظیم ہو یعنے رسول معظما اور نکرہ اسوجہ سے رکھا
کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تعین مین کیونکہ مخاطبین کے علم وہی ہوے اور منکم صفت رسولاً ای کائنا منکم اور مابعد کے جمل صفت ہین یا حال ہین یعنے قولہ تعالے
یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا یعنے درحالیکہ وہ رسول معظم تمپر ہماری آیات کو تلاوت کرتا ہو ف جیسے توریت وانجیل مین اسکی صفت مذکور ہو کہ خاتم
النبیین کی زبان وحی شریعت ہوگی یا اس رسول معظم کی صفت یہ ہو کہ وہ تمپر ہماری آیات تلاوت کرتا۔ وَیُزَکِّیْکُمْ اور وہ تمکو پاک کرتا ہو ف نجاست
بت پرستی وکفر یہودیت وشرک نصرانیت سے پھر اعلے مراتب معرفت کے لیے پاک کرتا ہو وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ اور تم کو کتاب وحکمت
تعلیم کرتا ہو ف جس سے پاکیزگی ملتی ہو وہ قرآن وحدیث ہو بقول قتادہ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ؕ اور تمکو وہ چیز سکھلاتا ہو جو تم
نہین جانتے تھے ف کیونکہ معرفت حق بدون پاس تعلیم کے ملنا غیر ممکن ہو حتی کہ اگر فرض کرو کہ کسیکو آفتاب مل جاوے تو یہ ممکن ہو لیکن معرفت بدون
اسکے ملنا غیر ممکن ہو پس معرفت تمام دنیا و آخرت بلکہ ہزار بار اپنی جان سے بہتر ہو۔ جاننا چاہیے کہ ان دونون آیتون سے عرب کی فضیلت ظاہر ہو لیکن
انمین سے وہ لوگ خارج ہونگے جو مسلمان نہ ہوے بقولہ تعالے۔ لاینال عہدی الظالمین۔ بلکہ وہ لوگ غیر عرب والون سے بھی برے ہونگے اگرچہ مسلمان ہون اسلیے کہ نزول
نعمت اولاً انپر ہوا جسکو انھون نے نہ لیا اعاذنا اللہ تعالے قولہ تعالی فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ؏ تو تم یاد رکھو مجکو مین یاد رکھون
تمکو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو فَاذْکُرُوْنِیْٓ یاد کرو مجکو ف نماز سے اور تسبیح سے اور اسکے مانند باتون سے اَذْکُرْکُمْ مین تمھین یاد
رکھونگا ف بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ مین تمکو ثواب دونگا وفی الحدیث عن اللہ من ذکرنی فی نفسی ذکرتہ فی نفسی ومن ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء
خیر من ملائہ۔ اور حدیث مین اللہ تعالے عزوجل کا فرمان مذکور ہو کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ جسنے مجھے یاد کیا اپنے جی مین تو مین بھی اسکو اپنے نفس مین یاد
کرتا ہون اور جسنے مجھے ایک جماعت مین یاد کیا تو مین بھی اسکو ایک جماعت مین جو اسکی جماعت سے اچھی ہے یاد کرتا ہون (الصحیحین)

وَاشْكُرُوْا لِيْ - اور میرا شکر کرو ف یعنے شکر کرو میری نعمت کا اسطرح کہ میری فرمانبرداری کرو وَلَا تَكْفُرُوْنِ - اور میری ناشکری مت کرو
ف یعنے ناشکری نہ کرو میری اسطرح کہ نافرمانی کرو یہ تین آیتین جنکا خاتمہ یہ آیت ہے اُن لوگون کے لیے جو مقام ذکر و شکر و تفکر مین ہین خواہ
ابتدا مین ہون یا اس مقام کے انتہا مین بہت نعمت ہین چنانچہ اکابر کے بیان کو فی الجملہ مین ذکر کرتا ہون اس سے طالبان حق انشاء اللہ تعالے
نفع پاوینگے پس اول اسکی تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون - اوپر بیان ہوا کہ بعض کے نزدیک قولہ تعالے - کما ارسلنا فیکم مین کاف تشبیہ متعلق ما بعد سے
فاذکرونی ہے و قال العکبری محققین کی ایک جماعت نے کہا کہ تقدیر عبارت یون ہے - فاذکرونی کما ارسلنا - پس بنا بر این کما ارسلنا منصوب ہوگا او صفت
ذکر واقع ہوگا اے فاذکرونی ذکرا مثل ارسالی اور فاء فاذکرونی ایسے تعلق سے مانع نہوگی جیسا کہ باب شرط سے مانع نہین ہوئی ہے اور ما مصدریہ ہے
قال ابن کثیر اسمین اللہ تعالے اپنے بندگان مومنین کو وہ نعمتین یاد دلاتا ہے جو انپر انعام فرمائی ہین جنمین سے بڑی یہ نعمت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
رسول کر کے مبعوث فرمایا کہ انپر اللہ تعالی کی کھلی آیات روشن پڑھتے ہین اور پاک کرتے ہین انکو اخلاق رذیلہ او نفسون کے میل کچیل اور زمانہ جاہلیت
کے افعال سے اور انکو کفر و جہالت کے اندھیرے سے ایمان و ہدایت کی روشنی مین نکالے لاتے ہین اور سکھاتے ہین انکو کتاب کہ وہ قرآن ہے اور حکمت کہ وہ
سنت ہے اور سکھاتے ہین انکو وہ باتین جو نجانتے تھے پس زمانۂ جاہلیت مین وہ جاہل سفیہ تھے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایسے اولیاء اللہ ہوئے
کہ تمام دنیا کے لوگون سے باعتبار علم کے بہت عمیق اور باعتبار درستی قلب کے سب سے بہتر اور تکلف مین بہت قلیل یعنے بناوٹ سے کچھ نہین بلکہ اصلی حالت ایسی
ہی ہو گئی اور زبان کے بہت سچے ہوگئے چنانچہ اور جگہ اللہ تعالے نے فرمایا - ولقد منّ اللّٰہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم الآیہ - اور جن
لوگون نے اس نعمت کی قدر نہین پہچانی انکی مذمت مین فرمایا - الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللّٰہ کفرا واحلوا قومہم دار البوار جہنم یصلونہا وبئس المصیر - کیا تو نہین
دیکھتا ان لوگون کو جنھون بدل ڈالا اللہ تعالی کی نعمت کو ناشکری سے اور لا ڈالا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم مین کہ اسمین ہو پہنچینگے اور یہ جا ٹہرنے
کی بُری جگہ ہے - ابن عباس نے فرمایا کہ نعمۃ اللہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین لہذا اللہ تعالے نے مومنون کو اس نعمت کے اقرار کرنے پر ندب کیا اور ارشاد
فرمایا کہ اس نعمت کے مقابلہ مین ذکر و شکر کرین اور فرمایا - فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون - اور مجاہد نے تفسیر قولہ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم مین کہا
کہ فرماتا ہے کہ جیسے مین نے یہ کیا پس تم مجھے یاد کرو - وفی البیضاوی فاذکرونی - بالطاعۃ اذکرکم بالثواب یعنے بندے کا اللہ تعالے کو یاد کرنا بطاعت ہے اور اللہ تعالی کا
بندے کو یاد کرنا یہ ہے کہ اسکو ثواب عطا فرماوے - اور تفسیر کبیر وغیرہ مین ہے کہ ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہے مانند تسبیح و تحمید وغیرہ اذکار ماثورہ کے اور کبھی قلب سے ہوتا ہے
اور وہ فکر کرنا اللہ تعالی کی وحدانیت مین اور اسکی عجائب صنعت و دلائل قدرت مین - اور کبھی جوارح سے ہوتا ہے اور وہ مستغرق ہونا اُن کامون مین جنکا
حکم دیا گیا ہے مثل نماز وغیرہ تمام طاعات کے جنمین جوارح کو دخل ہے - اور تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ حسن بصری نے اسکی تفسیر مین کہا فاذکرونی - یاد کرو مجھے ان باتون
کے بجالانے سے جو مین نے تمپر فرض کی ہین - اذکرکم - مین یاد کرونگا تمکو وہ چیز دینے سے جو مین نے تمھارے لیے اپنے اوپر واجب کرلی ہے - اور سعید بن جبیر نے کہا کہ
فاذکرونی اذکرکم - مین مجازات کے معنی ہین اور کہا کہ - فاذکرونی - یاد کرو مجھے میری طاعت کے ساتھ یاد کرونگا مین تمکو اپنی مغفرت کے ساتھ اور ایک روایت مین ہے اپنی
رحمت کے ساتھ - اور ابن عباس سے اسکی تفسیر مین مذکور ہے کہ انھون نے بیان کیا کہ اللہ تعالی کا تمکو یاد کرنا بہت عظیم ہے بہ نسبت تمھارے اللہ تعالے کو
یاد کرنے کے مترجم کہتا ہے کہ ان اقوال سے مجازات کے معنے تو ثابت ہوتے ہین یعنے تم مجھے یاد کرو مین تمکو جزا و بدلا و ثواب دونگا مگر ہمارے مفسرین کے
نزدیک کسی قدر یہ تاویل دبی ہوئی ہے اور شاید وجہ یہ ہے کہ کثرت سے احادیث مین اللہ تعالے کا بندے کو ذکر کرنا وارد ہوا ہے اور ذکر مین جو زبان وغیرہ کی
شرط ہے وہ اُس ذکر کے لیے ہے جو بندہ کرتا ہے اور اللہ تعالے کا ذکر کرنا بندے کو وہی خوب جانتا ہے کہ وہ کیونکر ہے لہذا یہ تاویلین جو مذکور ہوئین اگرچہ تفسیر
مین ہین لیکن یہ قطع و جزم کر لینا کہ واذکرکم سے یہی مراد ہے نہین چاہیے بلکہ یہ ایمان لانا چاہیے کہ اللہ تعالے بندے کو یاد فرماتا ہے اگرچہ اسکی کیفیت نہین معلوم

ف اس سے ثابت ہوا کہ خطاب عام نہیں بلکہ مومنون کو ہے یا باعتبار نافع ہونے کے ان کی خصوصیت کر دی ۱۲ م

۲ دلیل ہے کہ خطاب مومنون کو ہے ۱۲

جیسا کہ آیات صفات میں ہے اور منجملہ احادیث کے جو اللہ تعالے کے بندے کو ذکر کرنے میں آئی ہیں ایک وہ جو مفسر رحمہ اللہ نے لکھی اور دوسری روایت
بخاری میں و مسند امام احمد وغیرہ میں قتادہ عن انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قال اللہ عز وجل یا ابن آدم ان ذکرتنی فی نفسک ذکرتک
فی نفسی وان ذکرتنی فی ملاء ذکرتک فی ملاء من الملائکۃ او قال فی ملاء خیر منہ وان دنوت منی شبرا دنوت منک ذراعا وان دنوت منی ذراعا دنوت منک باعا وان اتیتنی
تمشی اتیتک ہرولۃ۔ اور بغوی کی روایت میں عن الحسن عن انس زیادہ ہے۔ وان ہرولت اسعیت الیک وان سالتنی اعطیتک وان لم تسالنی غضبت
علیک۔ اور ایک روایت بغوی من طریق البخاری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالے۔ انا عند ظن عبدی بی وانا
معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ۔ پھر آخر تک مثل حدیث قتادہ عن انس روایت کی اور بغوی نے ابو ہریرہ سے روایت کی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقول اللہ عز وجل انا مع عبدی ما ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ اخرجہ البخاری ومسلم اور بخاری کی روایت قتادہ میں ہے کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالے بہت
قریب ہے بندہ سے اپنی رحمت کے ساتھ قال المترجم یعنے اللہ تعالے کی قربت یعنی رحمت الٰہی کی قربت ہے اور حضرت ابو موسی اشعری سے روایت ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مثال اس شخص کی جو یاد کرتا ہے اپنے پروردگار کو اور جو نہیں یاد کرتا ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ اخرجہ البخاری
ومسلم اور عبد اللہ بن بشر مازنی سے روایت ہے کہا ایک اعرابی آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کون عمل سب میں افضل ہے تو فرمایا
کہ تو دنیا چھوڑے ایسے حال میں کہ تیری زبان اللہ تعالے کی یاد سے تر ہو۔ اور ابن ابی حاتم نے مکحول سے روایت کی کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ کیا
کہتے ہیں کہ ناحق قاتل نفس اور شراب خوار و چور و زنا کار یاد کرے اللہ تعالے کو اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ فاذکرونی اذکرکم۔ تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ جب
ایسا شخص اللہ تعالے کا ذکر کرے تو اللہ تعالے اسکو اپنی لعنت سے یاد کرتا ہے یہانتک کہ یہ شخص چپ ہووے۔ قال المترجم یہ محمول ہے کہ ایسے مرتکب گناہ نے حالت
گناہ میں اللہ تعالے کا ذکر کیا تو مستوجب لعنت ہوا اور اسپر تعلق ہے کہ مثلاً شراب پینے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کرنا کفر ہے اگر عمداً ہو۔ قولہ واشکروا لی ولا
تکفرون۔ الحمد کی تفسیر میں شکر کی تفصیل گذر چکی اور فراء نے کہا شکرتک و شکرت لک۔ ایک ہی ہے اور ابن عطیہ نے کہا کہ دوم یعنے استعمال بلام افصح و شہیر
ہے اور شکر پہچاننا احسان کا اور بیان کرنا اور تفسیر ابن کثیر میں زید بن اسلم سے روایت ہے کہ موسی علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار میں تیرا شکر کیونکر کروں
تو پروردگار تعالے نے موسی کو کہا کہ تو مجھے یاد کر اور نہ بھول پس جب تو نے مجھے یاد کیا تو تو نے شکر کیا اور جب تو مجھے بھولا تو تو نے کفر کیا یعنے ناشکری کی اور حسن بصری و
ابو العالیہ و سدی و ربیع بن انس سے مروی ہے کہ فرمایا کہ البتہ اللہ تعالے یاد کرتا ہے اسکو جو اللہ تعالے کو یاد کرے اور نعمت بڑھا دیتا ہے اسپر جو اسکا شکر کرے اور عذاب دیتا ہے اسکو جو اسکے ساتھ
کفر کرے اور بعض سلف سے فی قولہ تعالے۔ اتقوا اللہ حق تقاتہ مروی ہے کہ یہ تقوی اسطرح ہے کہ اللہ تعالے کی اطاعت کرے پس اسکی نافرمانی نہ کرے اور اللہ تعالے کو یاد کرے
پھر نہ بھولے اور اسکا شکر کرے پس کفران نعمت نہ کرے۔ قال المترجم حسن بصری و ابو العالیہ وغیرہ سے جو قول روایت کیا وہ ماخوذ ہے من قولہ تعالے واذ تاذن ربکم
لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ اور ابو رجاء العطاردی سے روایت ہے کہ ہم لوگ منتظر تھے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نکلے
اس بیات سے کہ انپر خز کی ایک مطرف تھی جو ہمنے اس سے پہلے انکے بدن پر نہیں دیکھی اور نہ اسکے بعد دیکھی پس فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس شخص پر اللہ تعالے نے اپنی نعمت سے انعام کیا تو اللہ تعالے اس امر کو دوست رکھتا ہے کہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے اخرجہ الامام احمد
مترجم کہتا ہے کہ نعمت الٰہی کے اظہار کی غرض سے عمدہ پوشاک جو شرع میں مباح ہو پہننا مستحب ہے لیکن اسی وقت تک کہ اسکی محبت دل میں سما وے
اور عجب و فخر اور نہ اسکے لیے کوشش کرنی ہو بہ تکلف ورنہ روا نہیں ہے فافہم اور پوشیدہ نہیں کہ ذکر کے باب میں احادیث بہت ہیں اور حدیث صحیح
میں یہ مضمون ہے کہ بجملہ وہ شخص ہے جسنے تنہائی میں اللہ تعالے کو یاد کیا پس اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوے اور ذکر کے اقسام و انواع موافق حالات
ذکر کرنے والے کے متفاوت ہیں ف شیخ نے عوارف میں بیان کیا فی حقائق قولہ تعالے۔ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ۵ یاد کرو مجھے زبان

اسرار سے مین تمھین اسطرح یاد کرونگا کہ اپنے انوار پر کشف کرونگا اور خالص بندگی کرنے سے میرا شکر کرو اور ادراک معرفت سے میری جناب مین کفر نکرو
قال المترجم یعنے زعم نکرو کہ مین نے معرفت حاصل کی اسلیے کہ جو شخص جانے کہ مین نے پہچانا وہ جاہل ہے مجھے یاد کرو اسطرح کہ خلق سے اعراض کرو مین تمھین
یاد کرونگا اسطرح کہ درمیان سے دوری اٹھا دونگا اور شکر کرو میرا ببدل اشباح اور نہ کفر کرو مجھسے بتعذیب ارواح قال المترجم ببذل اشباح یعنے تن بدن
کو میری طاعات وعبادات مین خرچ کردو اور ارواح کو عذاب مین ڈالکر میری نعمت کی ناشکری وکفر نکرو اور یہ اس بنا پر ہے کہ تن کا پالنا روح کا ملنا ہے
پس جسنے اپنے تن کو پالا اور ناز و نعمت مین رکھا اسکو عبادات وطاعات کی مشقت مین نہ ڈالا اسنے جیون جیون تن پروری کی روز بروز روح کو تنگی
اور عذاب دیتا گیا یا یہ مراد ہے کہ جو تن پروری مین رہا اور خدا سے غافل رہا اسنے عاقبت مین اپنی روح کو عذاب مین ڈالا ولیکن اول ارجح ہے رہی یہ
بات کہ اسمین کفران نعمت کیونکر ہے تو بات یہ ہے کہ آدمی کا بدن وحیات وسیلہ طاعات وتحصیل کمالات ہے اسکے حواس کو بجاے خود رکھکر اس سے روح حکم
کمالات بتدریج ظاہر کیے جاتے ہین جیسے جیسے یہ بتدریج کامیاب ہوتا ہے ویسے ویسے روح درجہ بدرجہ اپنے کمالات سے متصف وظاہر ہوتی ہے اور
ہر چیز مین متعلقات بدن سے ایک کیفیت ہے کہ اسکا زوال ہو جب حصول ونقصان کمال روح ہے لہذا اسلام مین رہبانیت منع ہے اور نکاح سنت وکھانے پینے کے
لیے بغرض تحصیل عبادات وقوت تن کمائی کرنا بھی عبادت اور غذا اسقدر کہ بدن کو عبادت پر قوت دے ثواب اور نہ کھانا پینا اور پڑے پڑے بندہ رکھنا
جس سے حواس مختل ہون یا آدمی ہلاک ہو حرام ہے اور جسنے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وآیات کتاب مجید مین نیک نظر کی وہ ان مدارج کو خوب جانتا ہے
پس جب اسنے بدن سے یہ کام نہ لیا اور روح کو کمال تک نہ پہونچایا بلکہ برعکس کیا تو ظلم کیا حالانکہ شکر منعم واجب تھا پس ناشکری کی اور امام غزالی نے اربعین
مین ہر جزو بدن کے کام اور انکے صرف کا طریقہ مفصل بیان کیا ہے فارجع الیہ - اور نیز یاد کرو تم مجھے زمانہ غفلت مین یاد کرونگا مین تمکو اپنی رحمت نازل
کرنے کے ساتھ اور شکر کرو میرا اسطرح کہ تمہارا مقصد یہی رہے کہ اللہ تعالےٰ کی نزدیکی ورضامندی حاصل کرین اور مجسے کفر نکرو اسطرح کہ بشریت کی برائیان
عمل مین لاؤ قال المترجم زمانہ غفلت سے مراد وہ وقت ہے جسوقت عادت کے موافق انسان کو غفلت ہوتی ہے مثلاً عالم شباب جوانی یا ہر روز رات کا
وقت کہ نیند کے مزے مین غرق ہوتا ہے اور بشریت کی برائیان یہ ہین کہ بشر جو عقل وشہوت سے مرکب ہے اسمین سے شہوت کی خواہشین پوری کرے جو سراسر
گناہ ہین اور عقل کی موافقت بالکل لحاظ نہ رکھے یا اس طرح لحاظ رکھے کہ وہ شل نہ لحاظ رکھنے کی ہے فافہم اور نیز یاد کرو مجکو ساتھ دیکھنے میری یاد کے اپنے کو
ازل مین قبل اسکے کہ تم میری یاد کرو تو یاد کرونگا مین اپنے آپ کو تمھارے لیے ایسے ذکر سے جو میرے لیے لائق ہے اسلیے کہ تمکو یہ طاقت نہین ہے کہ تم مجھے میری
حقیقت ذات وصفات سے یاد کرسکو اور کیونکر حادث چیز جسمین حدوث کی صفت ہے وہ صفات قدم کو ذکر کرسکتی ہے حال یہ ہے کہ زبانین اسکی تعریف سے
گونگی ہین اور آنکھین اُسکے جمال کو پانے سے پتھرائی ہوئی ہین اور اسرار قلبی اسکی عظمت کی کنہ کو پہونچنے سے فانی ہین - اور میرا شکر یون کرو کہ شکر ادا کرنے کی
عاجزی کا اقرار کرو اور میرے ساتھ یون کفر نکرو کہ اپنے مجھے یاد کرنے کو دیکھو اسلیے کہ میرا یاد کرنا تمپر واجب ہے مگر تمہارا یہ دیکھنا کہ تمنے مجھے یاد کرلیا یہ کفر خفی ہے
واسطی نے فرمایا کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ ذکر سے اعراض کرے اور اسکو بھول جاوے اور جسکو ذکر کیا ہے اسکے ساتھ قائم ہو قال المترجم یہ مطلب نہین ہے کہ ذکر
چھوڑ دے کہ یہ تو سخت گناہ ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر دم کے ذکر کو یہ بھی نہ سمجھے کہ دریا سے قطرہ بھی ادا ہوا پس ایسے ذکر کا وجود ہی کیا ہوا لہذا حقیقت ذکر الٰہی چھوڑ
یہان جب مجاز بھی دریا سے قطرہ نہین ہے تو عاجزی کے ساتھ اس ذکر کا عذر بیان کرے اور جسکا ذکر کیا یعنے حق عز وجل پر نظر رکھے کہ اسیکا کرم امیدگاہ ہے
بعضے عراقیون نے فرمایا کہ قولہ فاذکرونی اذکرکم - ظہور ہر شان کا مظاہر مین وہی حق عز وجل کی طرف سے باعث ہوتا ہے اور یہان اسکا ذکر کرنا تجکو بھی
باعث ہے اگر وہ مجھے ذکر نہ فرماتا تو تجھے کبھی اسکے یاد کی توفیق نہ ہوتی - اور بعض نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ یاد کرو مجھے اپنی کوشش وطاقت
بھر تاکہ مین اپنے آپکو خود یاد کرنے کو تمہارے ذکر مین ملا دون پس تمہارے لیے ذکر کا ثبوت ہو اور اہل حق حقیقت ذکر اسکو کہتے ہین کہ ذکر کرنے والا

لہ یہ کلام دقیق ہے اور مرجع اسکا تحقیق حال جبر وقدر وامر بین بین ہے یعنی فی الجملہ قدرت کی طرف ہے اور یہ بہت بسط چاہتا ہے جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے ۱۲ م

ہر چیز کو سواے اسکے جسکا ذکر کرتا ہو بھول جاوے حتی کہ ذکر کو بھی تاکہ جسکا ذکر کرتا ہو اسمین مستغرق ہو پس اسکے تمام اوقات سب ہی ذکر ہو جاوین اور یہ شعر پڑھا ؎ لاالانی انساک اکثر ذکراک * ولکن بذاک یجری لسانہا یعنی نہیں ہو کہ تجھے بھول کر بہت تجھے یاد رکھتا ہون ولیکن بات یہ ہے کہ اسپر میری زبان خود بخود چلی جاتی ہو - اور بعضے بغدادیون نے فرمایا کہ ذکر ایک عذاب ہو اسلیے کہ یہ غفلت کا راندنا ہو اور جب تک غفلت نہوتو ذکر کے معنی کیا ہونگے قال المترجم مطلب یہ ہو کہ اہل غفلت کے اندر جو غفلت ہو اسکے لیے عذاب یعنے موجود ہونے اور بے جگہ چلے آنے کی سزا یہ ذکر ہو کہ جب ذکر کام مین لایا گیا تو غفلت اسکے جاری ہونے سے بھاگ گئی اور یہ مطلب نہین ہو کہ آدمی کے واسطے ذکر ایک عذاب ہو فافہم اور اہل خراسان مین سے بعضے متاخرین نے فرمایا کہ کیسے ذکر کیا جاسکتا ہو حق عز وجل ایسی عقلون کے ذکر سے جو بنائی ہوئی ہین اور ایسے اوہام جو مطبوعہ ہین اور کیسے ذکر کیا جائیگا زمانہ کے ساتھ وہ پاک و بے مانند جو زمانہ سے پہلے تھا اس شان سے جسپر وہ اب بھی ہو اسواسطے کہ حق عز وجل ہر مذکور سے پہلے ہو اور بعض نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ مجھے ہمیشہ برابر یاد کرو تاکہ میرے ساتھ تمھارے دل مطمئن ہون کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہو - الا بذکر اللہ تطمئن القلوب - یعنے آگاہ رہو کہ اللہ تعالے کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہین - اور بعضون نے کہا کہ پورا ذکر جب ہو کہ مذکور کا تجھے یاد کرنا تیرے لیے ہمیشہ یاد کرنے کے ساتھ شاہد ہو کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہو - فاذکرونی اذکرکم - قال المترجم یعنے اللہ تعالے نے جب یہ فرمایا کہ تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد کرونگا تو تیرے ہمیشہ یاد کرنے کے ساتھ گواہی حق عز وجل کی تجھے یاد کرنے کو پورا کرتی ہو اور شاید یہ معنی ہون کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد کرونگا تو تیرے دوام ذکر حق عز وجل کا تیرے ذکر کے لیے شاہد ہونا ہی تیرے ذکر کو پورا کرتا ہو یعنے تیرا ذکر اس سے ذکر ہوسکتا ہے اگرچہ خالی تیری طرف منسوب ہونے سے تو وہ کچھ بھی نہین ہو واللہ تعالے اعلم - شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ تم مجھے یاد کرو اس شان کی حیثیت سے کہ مین ہون مین تمکو یاد کرونگا اس شان کی حیثیت سے کہ مین ہون اور تم مجھے اس مقام کی راہ سے کہ تم ہو یاد نہ کرو کہ جسکا یہ نتیجہ ہو کہ تمھارا یاد کرنا مجھسے پرے ہی منقطع ہو جائیگا قال المترجم شاید مراد یہ ہو کہ یون کہو - انت کما اثنیت علی نفسک - تو ویسا ہو جیسا تو نے خود اپنا وصف بیان کیا ہو اور لا الہ الا اللہ و دیگر اذکار مرویہ ماثورہ اسی قبیل سے ہین اور اپنی رسائی عقل سے جو وصف بیان کروگے وہ کبھی اس شان بے مانند کے لائق نہوگا پس بالکل نہ پہونچیگا اور دور ہی قطع ہو جائیگا واللہ اعلم - اور بعضون نے کہا کہ تم مجھے یاد کرو میری توحید کے ساتھ مین تمھین یاد کرونگا اپنی بقاو دیدار عطا کرنے کے ساتھ اور تم مجھے یاد کرو میری بندگی کرنے سے مین تمھین یاد کرونگا درجات عطا کرنے سے اور تم مجھے یاد کرو توبہ کرنے کے ساتھ مین تمھین یاد کرونگا بخشش اور تم مجھے یاد کرو نعمت سے مین تمھین یاد کرونگا اس نعمت کے بڑھا دینے سے - اور تم مجھے یاد کرو اپنی خوشی کی حالتون مین مین تمھین یاد رکھونگا تمھاری سختی کی حالتون مین - اور بعض ون نے فرمایا کہ یاد کرنے والون کے کئی مرتبہ ہین چنانچہ ایک تو ایسے لوگ ہین کہ انھون نے اللہ تعالے کو اپنی بولتی زبانون اور عارف دلون سے یاد کیا یہانتک کہ یاد کرنے کی حلاوت انکو حاصل ہوئی اور ایک قوم وہ ہین جنھون نے اللہ تعالے کو خالص نیت کے کامون اور پسندیدہ طاعتون سے یاد کیا حتے کہ اپنے آپکو بھول گئے اسلیے کہ وے وہان پہونچ گئے جہان اُنکے دل اڑکر پہونچے اور ایک قوم وہ ہین جنھون نے اللہ تعالے کو اپنے حالات کے ساتھ ذکر کیا یہانتک کہ وہ حیا کے سمندر مین جا پڑے کیونکہ انکی نظر اس ذکر پر پڑی جو اُنکے سولے نے انکو ازل مین یاد فرمایا تھا اور انھون نے اسکے ذکر کو اپنے اوپر ابد تک باقی دیکھا پس انھون نے اپنے ذکر کے دونون طرف دو بڑے ذکر عظیم دیکھے پس شرم سے پانی پانی ہوگئے پس اپنا ذکر انکے نزدیک ہوائی ہوگیا قال المترجم اہل عرفان کے مقامات وحالات مختلف کے موافق انکے ذکر کے درجات بھی مختلف ہین کبھی زبان سے کبھی دل سے کبھی سر سے کبھی سر السر سے مطابق درجات روح کے اور اکثر اکابر نے تصریح کردی کہ بسا اوقات زبان و دل کو اس سے خبر نہین ہوتی اور بسا ذکر کہ ذاکر کو اس سے آگاہی نہین ہوتی اور یہ ایسا امر ہو کہ خاموش اپنے دل یاد سے سب پر قیاس

کرسکتا ہو ورنہ واصل تو عارف ہو گا فہم واللہ اعلم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○ وَلَا تَقُولُوا لِمَن

اے ایمان والو قوت پکڑو ثابت رہنے سے اور نماز سے بے شک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والون کے اور نہ کہو جو کوئی

يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ○

مارڈالا جاوے اللہ تعالے کی راہ مین کہ مردے ہین بلکہ وہ زندے ہین لیکن تم کو خبر نہین

جب اللہ تعالے نے ذکر وشکر کا حکم فرمایا تو بمقتضائے لطف وصبر کے خصلت استعانت کے لیے ارشاد کیا بقولہ تعالے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ - اے ایمان والو مدد چاہو صبر و نماز کے ساتھ اللہ تعالے صابرون کے ساتھ ہے ف صلوٰۃ کی طرف ہدایت کی کہ وہ جامع ذکر و شکر وصبر وخصائل خیر ہے - اور ابن کثیر نے کہا کہ اسلیے کہ بندہ یا تو نعمت کی حالت مین ہوگا پس اسپر شکر کریگا یا تنگی مین ہوگا پس اسپر صبر کریگا چنانچہ حدیث مین ہے کہ ایماندار کا حال خوب ہے کہ اللہ تعالی اسکے لیے کوئی بات جاری نہین فرماتا مگر اسمین اسکے لیے بہتری ہی ہوتی ہے پس اسکو خوشی پہونچے اور اسنے شکر کیا تو اسکو ثواب ملا اور اگر برائی پہونچی پس اسنے صبر کیا تو اسکو ثواب ملا اور اللہ تعالے نے یہ ظاہر کر دیا کہ مصائب وتکالیف برداشت کرجانے کے لیے سب سے عمدہ صبر وصلوٰۃ کا اختیار کرنا ہے جیسا کہ اوپر بھی گذرا قولہ تعالے - واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانہا لکبیرۃ الا علی الخشعین - اور حدیث مین بھی ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر نا گوار پیش آتا تو نماز کی طرف مبادرت فرماتے تھے اور صبر دو ہین ایک تو حرام اور گناہ کی چیزین ترک کرنے پر صبر کرنا اور دوسرا صبر طاعتون اور قربتون پر ہے اور یہ دوسرا ہی زیادہ ثواب کا ہے اسواسطے کہ یہی چیزین مقصود ہین اور رہا تیسرا صبر یعنے مصیبتون وسانحون پر صبر کرنا سو وہ بھی واجب ہے اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ صبر دو باب مین ہے ایک صبر کرنا اللہ تعالے کے واسطے ان امور کے ساتھ جنکو وہ پسند فرماتا ہے پس ان امور کی درستی مین توی ہے اگرچہ نفس و بدن پر یہ گران گذرے اور دوم صبر کرنا اللہ تعالے کے واسطے ان امور کے ترک مین جنکو وہ مکروہ فرماتا ہے اگرچہ نفسانی خواہشین ان امور کی طرف کھینچین پس جو شخص اسطرح دونون صبرون پر قائم ہو وہ البتہ صابرون مین سے ہے جنکا انجام سلامتی ہے انشاء اللہ تعالے اور علی بن الحسین یعنے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالے سب اگلون و پچھلون کو جمع کریگا تو ایک پکارنے والا آواز دیگا کہ صبر والے لوگ کہان ہین تاکہ وے جنت مین حساب سے پہلے داخل ہون فرمایا کہ پھر آدمیون مین سے کچھ گروہ اُٹھینگے پس فرشتے انسے ملینگے اور کہینگے کہ کہان جاتے ہو اے بنی آدم پس یہ لوگ جواب دینگے کہ جنت کو تو بولینگے کہ حساب سے پہلے ہی تو کہین گے کہ ہان تو فرشتے کہین گے کہ تم ہو کون تو جواب دینگے کہ ہم صابر لوگ ہین تو کہین گے کہ تمہارا صبر کیا تھا تو جواب دینگے کہ ہمنے اللہ تعالی کی بندگی بجالانے پر صبر کیا اور اللہ تعالی کی معصیت چھوڑنے پر صبر رہا یہانتک کہ ہمکو اللہ تعالی نے وفات دی تو فرشتے کہینگے کہ تم ایسے ہو جیسا کہتے ہو جنت مین داخل ہو یہ جنت کا مقام ایسے کام کرنے والون کا اچھا ثواب ہے قال ابن کثیر اس کلام امام زین العابدینؒ کے واسطے شاہد ہے قول اللہ تعالے کا - انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب - یعنے یہی بات ہے کہ بھرپور دیے جاوینگے صبر والے اپنی اجرت بغیر حساب کے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ صبر یہ ہے کہ جو اللہ تعالے کی طرف سے بندہ کو پہونچا مانند دکھ وغیرہ کے اسکو اللہ تعالے کے واسطے اٹھاوے اور اللہ تعالے کے پاس اپنے ثواب کی امید رکھے اور کبھی آدمی باوجود کرارے ہونے کے گھبرا جاتا ہے کہ سوائے صبر کے کوئی چارہ نہین دیکھتا - قال المترجم علماء نے کہا کہ صبر یہ ہے کہ اللہ تعالے کے واسطے اپنے نفس کو ان چیزون پر روکے رہے جو نفس پر گران گذرتی ہین خواہ وہ طاعات وعبادات کی مشقت مین ہو یا ممنوع چیزون سے نفس کی خواہشون کے روکنے مین ہو یا مرگ اعزہ واقارب تلف اموال وغیرہ مصیبتون مین ہو - اور جزع و فزع سے باز رہے - اور حدیث مین ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ایک قبر پر زاری کرتے دیکھا تو فرمایا کہ صبر کر اسنے نہ پہچانا اور کہا کہ اپنا راستہ لے کہ مجھ پر مصیبت ہو پھر جب اس سے کہا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے آپکو نہ پہچانا مین اب صبر کرتی ہون تو فرمایا کہ صبر پہلے وقت تھا یعنے اب ثواب صبر کچھ نہین ہو- اور جاننا چاہیے کہ مصیبت چاہنا مکروہ ہو کیونکہ وہ محل امتحان ہو جسمین ہر ایسے ویسے کے حق مین خوف فتنہ ہو اور حدیث مین ہو کہ ایک شخص نے دعا مین صبر مانگا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اے شخص تو اللہ تعالے سے عافیت طلب کر کہ تو نے اس سے مصیبت مانگی ہو پس آدمی ہمیشہ اللہ تعالے سے عافیت طلب کرے اور اگر مقدر سے اسکو مصیبت پہونچے تو تقدیر اللہ عزوجل جانکر اسپر مضبوطی سے صبر کرے اور تحقیق فرمایا ان اللہ مع الصابرین- پس اسمین مصیبت مین صبر کرنے والون کے لیے تسکین ہو کہ جسکے ساتھ اللہ تعالے ہو یعنے اسکے حال کے ساتھ مدد و نصرت آلٰہی شامل ہو وہ کسی سختی سے نہ گھبرائیگا اگرچہ پہاڑ کے مانند ہو اور یہ معیت یعنے مدد و نصرت آلٰہی شامل حال ہونا متقیون و نیکوکارون و صابرون کے ساتھ مخصوص ہو اور علم و قدرت سے ساتھ ہونا تو ہر نیک و بد کے حق مین عام ہو جیسے اللہ تعالے نیکون کے ساتھ علم و قدرت سے ہو کہ انکے حال سے دانا ہو ویسے ہی بدون کے حال سے بھی دانا ہو- واسال اللہ العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ لی ولسائر المسلمین- اور اس آیت مین اشارہ کیا کہ جہاد وغیرہ مین مضبوط رہین اور نیز اشارہ ہو کہ مجاہدہ عبادات خصوص نماز مین نفس کے ساتھ زیادہ سخت ہو بہ نسبت کافرون کے ساتھ لڑائی مین جہاد کرنیکے لہذا صحیح ہوا کہ کافرون کے ساتھ لڑائی جہاد اصغر ہو اور عبادات مین بھرپور قائم رہنا جہاد اکبر ہو اور نیز اسمین اشارہ ہو کہ نماز سب نیکیون سے بڑھکر ہو اور اسمین ایک خاصیت ہو کہ جو اسپر پورا قائم ہوا وہ سب نیک کامون مین پورا اتریگا اور جو اسمین کچا ہو وہ سب مین خام ہو اسی لیے جہاد مین نماز سے مضبوطی حاصل کرنیکو فرمایا و قولہ تعالے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ- اور جو شخص کہ اللہ تعالی کی راہ مین مقتول ہوا ان لوگون کو مردے مت کہو بلکہ وے زندے ہین- ف پس لمن یقتل فی سبیل اللہ متعلق قول ہو اور اموات مقولہ ہو آی ہم اموات اور ضمیر ہم راجع بجانب من باعتبار معنی ہو یعنے ہر کوئی جو اللہ تعالی کی راہ مین شہید ہو اسکو میت نہ کہو اسیواسطے میت بلفظ مفرد نہین فرمایا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ مخصوص کسی کے واسطے ہو اگرچہ فصیح تھا کما قالہ العکبری اور قولہ بل احیاء ای بل ہم احیاء جیسا کہ مفسر نے تفسیر کی اور اشارہ کیا کہ لفظ احیاء کا عطف اموات پر نہین ہو اور بل اضراب ہو لا تقولوا سے کیونکہ معنے یہ نہین ہین کہ لا تقولوا اموات بل قولوا احیاء بلکہ یہ مقصود ہو کہ انکے زندہ ہونے کو ثابت و ظاہر فرمایا جاوے یعنے شہید لوگ زندہ رہتے ہین مردہ نہین ہین انکو مردہ مت کہو اگرچہ اس سے یہ خود ثابت ہو کہ انکو زندہ کہنا بھی صحیح ہو اور عکبری نے کہا کہ قولہ بل احیاء ای بل قولوا ہم احیاء- اور یہ جید نہین ہو کیونکہ لوگون سے شہدا کو زندہ کہلانا مقصود نہین بلکہ انکے زندہ ہونے کی خبر دینا مقصود ہو قال ابن کثیر اللہ تعالے خبر دیتا ہو کہ شہید لوگ اپنی برزخ مین زندہ ہین رزق دیے جاتے ہین اور معالم مین مذکور ہو کہ بدر کے شہیدون کے حق مین اُتری اور وہ چودہ شخص تھے انمین سے چھ آدمی مہاجرین کے اور آٹھ آدمی انصار کے اور جو شخص اللہ تعالی کی راہ مین شہید ہوتا لوگ اسکو کہتے کہ فلان مرگیا اور اس سے دنیا کی نعمت و لذت جاتی رہی پس اللہ تعالے نے اُتارا و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الآیہ قال المترجم یہ سبب نزول اگر صحت کو پہونچا تو اسکے کہنے والے منافق و مشرک ہونگے جیسا کہ بعض حواشی بیضاوی مین ہو کہ یہ رد ہو مشرکون کا جو کہتے کہ محمد کے ساتھی بے فائدہ اپنے آپکو قتل کراتے اور دنیا کے عیش چھوڑ جاتے ہین ورنہ اہل ایمان دنیا کی زندگی کے واسطے ایسا نہ کہتے اور حدیث مین ہو کہ عیش کا وجود نہین مگر آخرت ہی مین اے اللہ میرے بخش دے مہاجرین و انصار کو الحدیث فی صحیح البخاری وغیرہ اور اللہ عزوجل نے صریح فرمایا- ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر یعنے صحابہ مین سے بعضے تو وہ ہین کہ اپنے نحب کو پورا کر چکے یعنے شہید ہوگئے اور بعضے وہ ہین کہ منتظر ہین- قال ابن کثیر صحیح مسلم مین آیا ہے کہ شہیدون کی روحین سبز چڑیون کے پوٹون مین جنت مین جہان چاہتی ہین کھاتی پھرتی ہین پھر ایسی قندیلون مین آجاتی ہین

جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین پس ظاہر ہوا انپر پروردگار تعالےٰ کی شان کا ظاہر ہونا اور فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو یہ شہدا بولے کہ اے ہمارے پروردگار اور ہم
کیا چاہینگے حال یہ ہو کہ تو نے ہمکو وہ دیا ہو جو اپنے مخلوق مین کسیکو نہین دیا پھر پروردگار نے اسی مانند انپر اعادہ فرمایا پس جب انھون نے دیکھا کہ ہمسے پوچھا
ہی جاتا ہو تو کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ تو ہمکو دار دنیا مین پھر لوٹا وے پس ہم تیری راہ مین لڑین یہانتک کہ دوبارہ قتل ہون یہ انکی خواہش اسوجہ سے تھی جو انھون نے
اللہ کی راہ مین شہید ہونیکا ثواب دیکھا پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہو کہ یہ تو مین نے لکھدیا ہو کہ وہ پھر دار دنیا مین لوٹائے نجاوینگے قال المترجم علماء نے کہا کہ
سبز چڑیون کے پوٹون مین ہونے سے یا تو یہ مراد ہو کہ قالب انکے سبز چڑیان ہو جاتی ہین یا یہ مراد ہو کہ وہ خود اس صورت کے بن جاتے ہین جیسے فرشتہ بصورت
آدمی ہو جاتا ہو اور میرے نزدیک حق یہ ہو کہ اسکی کیفیت و تاویل اللہ و رسول کو معلوم ہو چونکہ آدمی اسکی نظیر سے دنیا مین واقف نہین لہذا اسکی کیفیت سے
واقف نہین ہو سکتا اور یہ حق ہو اور اسپر ایمان فرض ہو اور منکر اسکا جاہل مردود ہو اور یہ شہید جسکا یہ درجہ ہو حدیث مین آیا ہو کہ جو فقط اسواسطے
لڑا کہ اللہ تعالےٰ کا کلمہ بلند ہو یعنے دنیا کا مال وغیرہ یا دلیری دکھانا وغیرہ کوئی مقصود نہو صرف یہی نیت ہو کہ اللہ تعالےٰ کا نام بلند ہو اور کفر و شرک کا
فساد دور ہو اور یہ جو اللہ تعالیٰ کا پوچھنا مذکور ہو اس سے ان لوگون کا اطمینان ہو کہ اس نعمت سے کبھی خارج نہ کیے جاوینگے اور دار محنت و الم
مین نہ ڈالے جاوینگے واللہ اعلم اور واضح ہو کہ حدیث مین ہو کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہین سواے قرض کے اعاذنا اللہ منہ اور یہ جو حدیث مین ہو کہ
جنت مین جہان چاہتے ہین کھاتے پھرتے ہین شاید یہ ان نیکون کے راہ خدا و جہاد مین اپنے نفس کو حبس کرنیکا بدلا ہو کہ یہان اسکو بجبر قید کیا مگر جو کہ
شہادت مقدر تھی شہید ہوا پس وہان وہ چھوٹا ہوا ہو اور یہی اسکے لیے مزید کرامت ہو ورنہ نیک ایمان والون کی روحین سب طائر جنت ہین چنانچہ ابن کثیرؒ
نے اصح حدیث نقل کی کہ امام احمدؒ نے امام شافعیؒ سے انھون نے امام مالکؒ سے انھون نے زہری سے انھون نے عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے انھون
نے اپنے باپ حضرت کعب بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نسمة المؤمن طائر تعلق فی شجر الجنة حتے یرجعه الله الی جسده
یوم یبعثه۔ یعنے مومن کی روح ایک طائر (پرندہ) ہو جو درخت جنت سے متعلق ہو یہانتک کہ جس دن (یعنے روز حشر) اللہ تعالےٰ مبعوث کریگا اسکو اسکے بدن مین لوٹاوے گا
قال المترجم اسناد اس حدیث کی بہت جید ہو واللہ اعلم اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس حدیث مین عام مومنون کے لیے بھی زندہ ہونے کی دلالت ہو
اگرچہ قرآن مجید مین شہیدون کو خاص کرکے انکی تکریم و بزرگی ظاہر کرنے کو ذکر فرمادیا قال المترجم انبیاء علیہم السلام بالاتفاق زندہ ہین بلکہ انکے بدن پاک
کو زمین نہین کھاسکتی ہو حالانکہ وہ قرآن مین منصوص نہین اور وہ بہ نسبت شہدا و صدیقون کے اولے ہین فافہم۔ قولہ تعالےٰ۔ وَلٰكِنْ
لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ لیکن تم نہین جانتے ہو ف وہ جس حال مین ہین اور مفسر سیوطیؒ نے لاتشعرون کو لاتعلمون سے اسواسطے تفسیر کیا کہ
شعور کا استعمال ان امور مین ہوتا ہو جو حواس سے دریافت کیے جاوین اور بیان ادراک حال کی نفی ہو جو علم کے استعمال کا مقام ہو ولیکن شعور کو
اللہ تعالےٰ نے جو اس مقام پر فرمایا اسمین اشارہ ہو کہ اہل حق و صاحب دل کے نزدیک انکی اس زندگی کا حال ایسا ظاہر ہو کہ جیسے حواس سے دریافت
کرنے کی چیز ظاہر ہوتی ہو پس یہ ادراک شعور قلبی ہو جس سے یہ لوگ بے بہرہ تھے آیا نہین دیکھتے کہ اہل حق کے عقائد مین سے یہ بات ہو کہ شہدا زندہ
ہین اور انبیاء علیہم السلام کا جسم پاک تک باقی ہو اور بیضاوی نے فرمایا کہ اسمین تنبیہ ہو کہ انکی زندگی جسم کے ساتھ کی زندگی کے مانند نہین اور نہ اس
جنس سے ہو جو حیوانات مین محسوس ہوتی ہو یعنے اسی لیے ان گمراہون کو جو مثل جانورون کے صرف حواس ظاہری کے پابند ہین اسکا شعور نہین ہوتا ہو اور
بعضے محشیون نے تنبیہ کی یہ توجیہ بیان کی کہ جب انکے لیے زندگی ایسی حالت مین ثابت کی کہ بدن سٹ گیا اور ترکیب جاتی رہی اور مزاج باطل ہوا
تو تنبیہ کی کہ انکی زندگی بدن کے ساتھ کی زندگی کے مانند نہین ہو قال المترجم میرے نزدیک تنبیہ لفظ لاتشعرون بجاے لاتعلمون کے استعمال سے ہو جیسا کہ مین نے اشارہ کیا
ع اور حاصل یہ ہو کہ چونکہ تم لوگ انکی ارواح نکل جانیکے بعد انکے بدنون کو ظاہری نظر سے دیکھتے ہو تو انپر مردہ و نیست ہو جانے کا حکم کرتے ہو حالانکہ در واقع

وہ ایسے نہیں ہیں بلکہ کامل زندگی سے زندہ ہیں جیسا کہ شہداء احد کے حق میں فرمایا۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ الآیۃ۔ یعنے اور نہ خیال کر تو اُن لوگوں کو جو قتل کیے گیے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے دیے جاتے ہیں درحالیکہ دل خوش ہیں اُس چیز سے جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے کرامت کی تا آخر آیت پس وہ لوگ زندہ ہیں ایسی زندگی سے کہ تن سے روح باہر ہوجانے کی راہ سے انکو مردہ کہا جاسکتا ہو اور حسن بصریؒ سے روایت ہو کہ شہید لوگ اللہ تعالے کے نزدیک زندہ ہیں انکے رزق انکی روحون پر پیش کیے جاتے ہیں پس انکو خوشی و فرحت پہونچتی ہو جیسے فرعون اور اسکے ساتھیون پر صبح و شام آگ پیش کیجاتی ہو پس انکو درد و تکلیف پہونچتی ہو قال المترجم فرعون و اسکے ساتھیون پر آگ پیش کیے جانے سے مقابلہ و مثال مراد نہیں بلکہ یہ دلیل کے مانند ہو کہ فرعونیون پر صبح و شام آگ کا سامنا ہونا نص قرآنی سے ثابت ہو پس اہل کرامت پر نعمت کا پیش ہونا ثابت ہے جیسے امام مالک نے قولہ۔ فما بکت علیہم السماء والارض یعنے کافر کے مرنے پر آسمان و زمین کوئی نہیں رویا اس قول آلہی سے استدلال کیا کہ اس سے ثابت ہوا کہ ایمان والے موحد کے مرنے پر آسمان و زمین روتا ہو اور البتہ حدیث صحیح سے بہ صریح ثابت ہوا ہو اور بالجملہ آیات و احادیث سے بخوبی یہ امر ثابت ہو کہ وہ لوگ بالفعل زندہ ہیں اور بعض معتزلہ وغیرہ نے جو تاویل کی کہ احیاء آئندہ یعنی قیامت میں زندہ کیے جاوینگے تو یہ تاویل مہمل و مردود ہو پھر جاننا چاہیے کہ کعب بن مالک کی مرفوع حدیث میں ہو کہ شہیدون کی روحیں سبز پرندون کے پوٹون میں ہیں اسکو امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہو اور عبدالرزاق نے اپنی مسند میں روایت کی کہ سپید پرندون کی صورت پر ہیں اور قتادہ سے روایت ہو کہ ہم لوگونکو یہ خبر پہونچی ہو کہ سپید پرندون کی صورت پر ہیں اور ابن ابی حاتم و بیہقی نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ سبز پرندون کی صورت پر ہیں قال المترجم ان روایتون میں کوئی تناقض نہیں کیونکہ مختلف حالتون پر ہیں اور اوپر گذرا کہ انکی تاویل و تحقیق علم آلہی میں ہو پھر جاننا چاہیے کہ گروہ معتزلہ کے نزدیک روح ایک عرض ہو کہ بدون بدن کے اسکا قیام نہیں جب بدن سے نکلی نیست ہوگئی اور یہ بڑی جہالت ہو بلکہ کفر ہو اگر تاویل نہ کیجاوے اور میرے گمان میں شاید معتزلہ ایسا نہ کہتے ہون بالجملہ کوئی فرقہ کہے قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اسکو رد کردیا کہ ان نصوص میں دلیل ہو کہ روحیں سب جوہر ہیں جو بذات خود قائم ہیں جسمون پر موقوف نہیں اور یہ بدن جو محسوس ہوتا ہو اس سے غیر ہیں اور بعد موت کے بھی انکو ادراک رہتا ہو یعنے دکھ درد و خوشی و نعمت جو حال انکو پہونچے اسکا ادراک ہوتا ہو اور وجہ یہ ہو کہ روح کے لیے حیات ثابت کی کہ جو عرض ہو پس اگر روح جوہر نہو اور عرض ہو تو عرض کے ساتھ عرض کا قائم ہونا لازم آویگا اور یہ باطل ہو کہ قیام العرض بالعرض کا بطلان اپنے موقع پر ثابت ہو لیا ہو قال المترجم ان عقلی دلیلون کی طرف رجوع کرنا اور ان سے تسکین ہونا ایمان بالغیب کے خلاف ہو مومن صادق کو لازم ہو کہ یون کہے کہ جو اللہ و رسول نے فرمایا حق ہو چاہے قیام عرض بالعرض باطل ہو یا نہو یعنے مدار عقلی دلیل پر نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم و سلف امت کے ثابت ہونے پر ہو پس جواب وہ ہو جو بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ روح کا ادراک باقی رہنا یہی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا مذہب ہو اور اسی پر آیات و احادیث ناطق ہیں ف۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الخ جو شخص کہ عشق کی راہ میں شوق کی تلوار سے قتل ہوا اسکو مردہ مت گمان کرو بلکہ وہ انسانی حیات کے فنا ہونے کے بعد ربانی حیات سے زندہ ہیں قال المترجم شیخ نے اس آیت سے یہ اشارہ نکالا کہ قتل سے قتل عشقی کی طرف اشارہ ہو اور جان لینا چاہیے کہ اسمین ظاہری جسم سے روح جدا ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہو پس جو شخص کہ راہ عشق میں قتل ہوا یعنے اپنی خودی سے فنا ہوگیا تو اسکو جو بقا حاصل ہوتی ہو وہ بقاے حق سے بقا ہو اور بقاء انسانی سے فنا ہو اور مراد عشق سے وہ نہیں جو یونانی حکما یا فلسفی اطبا اپنی اصطلاح میں مراد لیتے ہیں بلکہ یہ ایک ربانی چیز ہو جسکی ماہیت سے اکابر بھی بالتحقیق آگاہ نہیں ہیں چنانچہ بعض نے کہا کہ صفت آلہی ہے اور بعض نے عبارت از ذات آلہی عز و جل لی بالجملہ تحقیق نہیں اور مولوی روم علیہ الرحمہ نے بھی کہا ہے ؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب ÷ گر دلیلت باید از وے رو متاب × اور اگر الفاظ سے استدلال کیا جاوے تو شیخ کے کلام میں عشق کی راہ میں قتل ہوا آیا ہو حالانکہ قتل ہونا راہ خدا میں معلوم ہو اور مولوی روم نے کہا

؎ عشق آن بگزین کہ جملہ انبیاء ، یافتند از عشق او کار و گیا ، یعنے باضافت اور یہ دلیل مغائرت ہی اور بحر العلوم نے شرح مثنوی مین دونون قول کی
تفصیل کی ہی اور سیدھی راہ یہ ہی کہ اسمین بحث لغو ہی خود عارف اپنے عرفان سے محمود ہوتا ہی نہ خالی باتین جاننے سے فافہم لیکن یہان اتنی تنبیہ ضرور ہی
کہ محبت و عشق ان اکابر کے نزدیک قریب قریب ہین اور اقسام محبت ہم اپنے موقع پر شرح بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے اور مبتدین کو خصوصاً نہایت
واجب ہی کہ کبھی عشق الٰہی کا مدعی نہو کیونکہ مرتبہ عشق محض عرفان ہی اور عارف مدعی در واقع جاہل ہی اور شبلیؒ سے منقول ہی کہ جو شخص حق عز وجل کا
محب و عاشق ہی وہ دنیا کی ہر چیز سے تنہا و مجرد ہو جاتا ہی کہ ظاہر حال محتاج و مفلس بے نوا ہوتا ہی اور جو شخص کہ حق عز وجل کے نزدیک محبوب ہی وہ قتیل
کیا جاتا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ مخصوص ہی بقطب وقت فافہم واللہ اعلم اور محب و محبوب کا اطلاق باشتقاق کلام پاک و حدیث سرور اعظم صلے اللہ علیہ
وسلم سے ثابت ہوتا ہی کما لا یخفی اور جاننا چاہیے کہ لوگ صوفی مشرب اس مقام پر اپنے آپ کو بتکلف مخلوقات کا عاشق بتاتے اور بہتر تصور کرتے ہین
حالانکہ یہ عین گمراہی ہی مولوی رومؒ نے فرمایا ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود ، این خمار خوردن گندم بود ، اور کمال جہالت سے یہ لوگ مولوی کا کلام
؎ عشق بین گزین سر دگر زان سر ست ، عاقبت مارا بدان سر رہبر است ، دلیل لاتے ہین اور اسکے معنی سے بے خبر ہین جیسا کہ ہم اسکی تحقیق
انشاء اللہ بیان کرینگے اور یہ نہین دیکھتے کہ مولوی رومؒ علیہ الرحمۃ نے صاف کہدیا ؎ عاشق صنع خدا با فر بود ، عاشق مصنوع او کافر بود ، اور سبحان شرح متین الٰہی عاقبت
خراب ہی انکو طعن کرتے ہین کہ ؎ زان طرف کہ عشق می افزود درد ، بوحنیفہ شافعی درسے نکرد ، حالانکہ یہ بے محل ہی مراد کمال دانی ہی یہ نہین جانتے کہ بالاتفاق ان اکابر نے تصریح
کردی کہ یہ عشق جسکی تعریف ہی محض اللہ عز وجل کا فضل ہی جسکو عطا فرماوے پس شکر وہ ہو عنقریب اسکی زیادہ توضیح آویگی انشاء اللہ تعالے قال الشیخ قولہ تعالے ولکن لا تشعرون ۔ اسواسطے کہ تمکو انکی
حیات کا شعور نہین کہ تم وجود و عدم کے درمیان مین قید ہو اور وے لوگ قدم کے بقا کے ساتھ ہمیشہ کے لیے باقی ہین اور جسنے اپنے نفس کو چار مقام سے ذبح
کیا تو اسکو چار لباس حاصل ہوتے ہین جو ایسا ہی جسنے اپنے حرص کے سر کو جو اسکو دنیا کے ساتھ تھی مذبح تفرید مین کاٹ دیا اور اپنی امید کے سر کو جو اسکا پیشخانہ موجود رہنے
کے ساتھ تھی مصرع تجرید مین کاٹ دیا اور اپنے ریاست کے سر کو جو اسکو مخلوق کے ساتھ تھی بحر توحید مین کاٹ دیا اور اپنی خواہش کا سر جو اسکو دار آخرت کی
طرف تھی بفضل تحقیق مین کاٹ دیا یعنے آدمی کا مقصد حقیقی دار آخرت یعنے جنت وغیرہ نہین بلکہ رضاے حضرت خالق عز وجل ہی تو جسنے ان چار مقام سے
اپنے نفس کو ذبح کیا اسکی روح کو اللہ تعالے چار مقام مین چار لباسون سے پیراستہ کرتا ہی ایک تو اس مقام مکاشفہ مین نور معرفت کے لباس
سے آراستہ کرتا ہی اور دوم مقام مشاہدہ مین صفاے محبت کے لباس سے پیراستہ کرتا ہی اور سوم مقام قربت مین ضیاء عز وجل کے لباس سے آراستہ کرتا ہی اور چہارم
مقام مخاطبت مین کشادگی و غلبہ کے ساتھ انوار انسیت کے لباس سے آراستہ فرماتا ہی اور جب وہ شخص اس صفت پر ہو گیا تو موت کے سکرات سے اسنے نجات پائی
اور صفتون کے باقی ہونے کے ساتھ زندہ ہو گیا ۔ قال المترجم یعنے انکے زندہ ہونے کی تحقیق یہ ہی جو بیان ہوئی ۔ اور بعض نے فرمایا کہ اسواسطے وہ لوگ مقتول
فی اللہ ہین اور جو شخص مقتول فی اللہ ہو وہ بحیات الٰہی زندہ ہوتا ہی ۔ ولکن لا تشعرون ۔ اے جسنے جہاد کی طرف تدبیر کی آنکھ سے دیکھا نہ رضامندی کی
آنکھ سے تو وہ اسکو نہین جانتا ہی قال المترجم شاید مراد یہ ہی کہ جہاد کی طرف دو وجہ سے نظر ہوتی ہی ایک یہ کہ تدبیر ہی یعنے کما قال تعالے وقاتلوھم حتی
لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ ۔ یعنے جہاد کرو یہانتک کہ نہ رہے فتنہ اور ہووے دین واسطے اللہ تعالے کے ۔ پس جسکی نظر اسی پر ہی وہ اس سے شعور نہین رکھتا
اور جسکی نظر مین جہاد کے ضمن مین رضاء حق عز وجل ہی کہ محبس فراق سے قرب وصال مین آجاوین وہ اس بھید کو جانتا ہی اور اسکی طرف بھی اشارات
موجود ہین بعض ۔ پھر راہ حق مین جسنے جان و مال فدا کیا وہ مرتبہ عالی پر پہونچا لیکن یہ دعوی سے پورا نہ ہوگا بلکہ حق تعالے امتحان مین ڈالا چنانچہ فرمایا

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ

اور البتہ ہم آزماوینگے تمکو کچھ ایک ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالون و جانون و میوون کے اور خوشی سنا

؎ مذبح جگہ ذبح کرنے کی اور تفرید و اکیلا کر دینا اور مراد یہان تفرد ہے لیے اللہ تعالی کے واسطے اکیلا ہو رہنا ۱۲ م

؎ مصرع مار و پچھاڑ جگہ قتل کر دینے کی بمنزلہ مذبح کے ہے اور تجرید اکیلا ننگا کر دینا اور مراد یہان تجرد ہے مانند تفرد کے ۱۲ م

الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ

ثابت رہنے والون کو جو ایسے ہین کہ جب پہونچے انکو کچھ مصیبت کہین ہم اللہ کا مال ہین اور ہمکو اُسیطرف پھر جانا ہے ایسے لوگ ہین

عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

انھین پر شاباشین ہین انکے پروردگار کی اور مہربانی اور وہی ہین راہ پر

اس آیت مین تفسیری علوم ومقامات اور حقائق کے اشارات ہین پس اول ہم تفسیر کیطرف رجوع کرین قال تعالے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ اور البتہ ہم تمکو امتحان کرینگے کچھ خوف وبھوک سے اور ناقص کرنے مالون اور جانون وپھلون سے ف قولہ لنبلونکم معطوف ہو قولہ یا ایہا الذین آمنوا پر مگر عطف مضمون ہو اور دونون مضامین مین ربط یہ ہو کہ اول مین صبر سے قوت لینا اور دوسری مین صبر کے مقامات کا بیان ہو قال فی السراج اور لام واسطے جواب قسم کے ہو تقدیر عبارت یون ہو واللہ لنبلونکم اور مضارع بلام ونون تاکید مبنی ہو اور معنی- لنبلونکم کے لنختبرنکم ہین اور اختبار بمعنی امتحان ہین پس قول مفسر- فننظر اتصبرون ام لا؟ یعنے پھر ہم دیکھینگے کہ تم صبر کرتے ہو یا نہین" نتیجہ اس امتحان کا ہو اور بیان تاویل ضرور ہو اسواسطے کہ اللہ تعالے کوئی چیز ازل سے ابد تک ایسی نہین جسکو نجانتا ہو پس اسکا امتحان اپنے جاننے کے واسطے نہین ہو سکتا کیونکہ قبل اس کے دانا ہو پس کہا گیا کہ لنختبرنکم کے معنے یہ ہین کہ تمھارے ساتھ وہ برتاؤ کرینگے جیسا امتحان لینے والا کرتا ہو یعنے البتہ مصیبت پہونچا دینگے ہم تمکو پہونچانا ایسے شخص کا جو تمھارے حال کا امتحان لینا چاہے کہ تم بلا پر صبر کرتے ہو اور قضا پر صابر رہتے ہو کہ نہین وقال فی السراج الابتلاء اظہار المطیع من العاصی- یعنے امتحان ابتلاء سے مقصود بیان یہ ہو کہ فرمانبردار ونافرمان مین تمیز ہو جاوے ذکرہ فی المعالم اور قولہ بشیء من الخوف آہ تنوین بیان تقلیل کے واسطے ہو ای بشیء قلیل پس تقلیل جو فرمایا تو بہ نسبت اس مصیبت کے جس سے انکو بچا لیا تاکہ انپر ہلکی معلوم ہو اور انکو بتلا دیا کہ اس مصیبت مین رحمت الٰہی انسے جدا نہین ہو یا قلیل بہ نسبت اس مصیبت کے فرمایا جو انکے دشمنون کو آخرت مین ہوگی اسواسطے کہ وہ سخت درد ومصیبت ہو کہ اللہ تعالے اس سے ہم مسلمانون کو بچا وے پس جو مصیبت درد دنیاوی ہو سب اسکی نسبت بہت آسان ہو اور قبل وقوع کے انکو خبر اسلئے دیدی تاکہ نفس کو اچانک مصیبت پہونچنا سخت ناگوار نہو اور نیز یہ خیال نہو کہ رحمت الٰہی نیکوکارون سے قریب نہتی ہو پھر یہ مصیبت کیونکر پہونچی اور معالم مین ہو کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ خوف سے یہان خوف دشمن مراد ہو اور جوع سے قحط اور نقص اموال سے اموال تلف ہونے خواہ مواشی ہون یا روپیہ وغیرہ یا اور چیز خواہ مرنے سے ضائع ہون یا چوری وآگ لگ جانے وغیرہ سے وقال العکبری من الاموال صفت محذوف ہو تقدیر یون ہو نقص شیء من الاموال کیونکہ نقص مصدر متعدی بمفعول ہو اور مفعول حذف کیا گیا اور اخفش کے نزدیک روا ہو کہ من زائدہ ہو اور جائز ہو کہ نقص کی صفت ہو اے نقص شیء من الاموال اور یہ جو اموال کی تفسیر عام لی گئی اعلیٰ ہو بہ نسبت اسکے کہ اموال جمع مال یعنے گلہ شتر لیا جاوے اور قرینہ والانفس سے بھی خلاف پڑتا ہو کیونکہ مقابلہ مالی یعنے عام کا نفس سے ہو اور مفسر سیوطی رح نے نقص النفس کو عام لیا کہ خواہ بقتل ہو یا بامراض ہو یا بموت ہو اور امام ابن کثیر رح نے تفسیر مین کہا کہ نقص من الاموال ای بعض مال جاتے رہنے سے والانفس مانند دوست احباب اقارب کے مرنے کے اور مفسر کے کلام مین بموت سے مراد عام ہو اور قولہ والثمرات ‘ یے نقص ثمرات آہ ثمرات جمع ثمرہ یعنے پھل پس اگر حقیقی معنے مراد ہین تو مقصود یہ ہوگا کہ پھلون کی پیداوار مین کمی آویگی جیسا کہ رجاء بن حیوۃ رح سے مروی ہو کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا کہ درخت خرما مین ایک ہی چھوارا آویگا یا یہ مقصود ہوگا کہ پھلین گے مگر جوائح سے تباہ ہو جاوینگے اور جوائح جمع جائحہ کی وہ سماوی آفت جو پھلون کو پہونچتی ہو جس سے وہ سب خراب ہو جاتے ہین اور ثمرات بھی منجملہ مال کے ہین پس بنا بر مذکورہ اموال پر ثمرات کا عطف بطریق عطف خاص بر عام ہوگا اور بعضون نے اسی وجہ سے ثمرات کو اولاد کے معنے مین لیا اور معالم مین مذکور ہو کہ امام

شافعیؒ سے روایت ہی کہ اُنھون نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ خوف سے مراد خوف اللہ تعالے اور جوع سے مراد روزہ رمضان اور نقص اموال سے زکوۃ و صدقات اور نقص الانفس سے امراض اور نقص ثمرات سے موت اولاد مراد ہی اسواسطے کہ آدمی کی اولاد اسکے دل کا پھل ہوتی ہی پھر بغویؒ نے اپنی اسناد سے ابوسنان سے روایت کی کہ مین نے اپنے بیٹے سنان کو دفن کیا اور ابوطلحہ خولانیؒ قبر کے کنارے پر تھے پھر جب مین نے نکلنا چاہا تو انھون نے میرا ہاتھ پکڑکر نکال لیا اور فرمایا کہ کیا مین تجھے خوشخبری نہ سناؤن پس یہ خوشخبری سنائی کہ ضحاک بن عرزب نے ابوموسی رضی اللہ عنہ سے مجھسے روایت کی کہ ابوموسی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی کا فرزند مرتا ہی تو اللہ عزوجل اپنے ملائکہ سے فرماتا ہی کہ تمنے میرے بندے کا فرزند قبض کرلیا وہ عرض کرتے ہین کہ ہان پھر فرماتا ہی کہ تمنے اسکے دل کا پھل قبض کرلیا وہ عرض کرتے ہین کہ ہان پھر فرماتا ہی کہ پھر میرے بندے نے کیا کہا تو عرض کرتے ہین کہ اسنے استرجاع کیا یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور تیری حمد کی تو فرماتا ہی کہ اسکے لیے جنت مین ایک گھر بناؤ اور بیت الحمد اسکا نام رکھو (الترمذی) قال المترجم یہ قرینہ اس تفسیر کا ہی اور نیز جو شافعیؒ سے تفسیر مذکور ہوا اسپر قبل از وقوعہ کے اللہ تعالے کا خبر دینا بھی دلالت کرتا ہی ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے بعض مفسرین سے یہی تفسیر نقل کرکے کہا کہ دنی ہو نظر واللہ اعلم اور حق یہ ہی کہ تفسیر عام ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور جو شافعیؒ سے مذکور ہی وہ داخل تفسیر ہی فافہم بالجملہ یہ سب امور ایسے ہین کہ ایسی چیزون سے اللہ تعالے اپنے بندونکا امتحان فرماتا ہی پس جو نا امید و بے صبر ہوا اسپر عذاب دنیاوی یا اخروی آتا ہی اور جسنے صبر کیا وہ ثواب پاتا ہی چنانچہ فرمایا وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ - اے علی ما یصیبہم من المکروہ یعنے خوشخبری دے صابرون کو اس چیز پر جو انکو مکروہ ہو بخلاف یعنے جسکو وہ گرانی سے اُٹھاتے تھے قال التفتازانی یہ عطف ہی لنبلونکم پر مگر یہ عطف مضمون بر مضمون ہی اور معنے یہ ہین کہ ابتلا تمھارے لیے ثابت ہی اور اسی طرح بشارت تمکو ثابت ہی مگر مخصوص اسکو جسنے صبر کیا پھر صابرون کو بیان فرمایا کہ کون لوگ ہین پس کہا الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون - اور اسی لیے شیخ سیوطیؒ نے ہم الذین کی تقدیر سے اشارہ کیا کہ الذین مرفوع بمدح ہی اور صابرین کی صفت نہین ہی اور وجہ یہ ہی کہ اگر صفت قرار دیا جاوے تو بشارت مذکور ایسے صابرون کے واسطے مخصوص ہو جائیگی جو انا للہ وانا الیہ راجعون کہین حالانکہ بشارت عام صابرون کیواسطے ہی پھر قولہ بشر الذین مین کسکو حکم ہی کہ بشارت دے جواب یہ کہ بشارت دینے کا خطاب یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اور آپ کی تبعیت مین اورون کو ثابت ہوا اور یہی ارجح ہی یا مراد ہر وہ شخص ہی جو بشارت دینے کی صلاحیت رکھتا ہو - پھر مصیبت کسکو کہتے ہین جواب یہ کہ مصیبت شامل ہی ہر کسی کو جو کہ انسان کو پہونچے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو کیونکہ ابوداؤد نے اپنی مراسیل مین روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ کل ما ساء المومن فہو مصیبۃ یعنی ہر ایسی چیز جو مسلمان پر ناگوار پیش آوے وہ مصیبت ہی اور طبرانی نے ابوامامہؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کا قبالہ ٹوٹ گیا پس آپنے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ مصیبت ہی یا رسول اللہ تو فرمایا کہ جو مومن کو پہونچے اس چیز سے کہ اسکو مکروہ جانے وہ مصیبت ہی اور لفظ اذا اصابتہم مصیبۃ مین اشارہ ہی کہ مصیبت پہونچنے کے وقت ہی یون کہے اور حدیث مین بھی صحیح ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انما الصبر عند الصدمۃ الاولی - یعنے صبر وہی ہی جو صدمہ اولے کے وقت ہو اگرچہ استرجاع کا ثواب بعد اسکے بھی ملتا ہی جیسا کہ عنقریب آتا ہی قال البیضاوی صبر فقط زبان سے استرجاع کہنے پر نہین ہی بلکہ زبان و دل دونون سے ہو بایطور کہ وہ جسکے لیے پیدا کیا گیا ہی اسکو تصور کرے اور یقین کرے کہ وہ پروردگار کیطرف رجوع کرجانیوالا ہی اور اللہ تعالی نے جو اسپر نعمتین بھیجی ہین انکو یاد کرے تاکہ اسکو معلوم ہو کہ جو اسپر باقی ہین وہ صدگونہ اس چیز سے زائد ہین جو اس سے پھیر لی گئی ہی پس اسکے نفس پر یہ مصیبت آسان ہوگی اور قضا کیواسطے سر جھکا دیگا اور بعض مشایخ نے خالی زبان سے یہ لفظ کہی اور دل مین ثبوت نہین تو یہ تعلیم ہی اور معنی - انا للہ وانا الیہ راجعون کے یہ ہین کہ ہم واسطے اللہ تعالے کے ہین یعنی اُسی نے ہمکو پیدا کردیا اور ہم اسکے بندے و مملوک ہین اور ہم اُسی کی طرف پھر جانے والے ہین پس جو شخص اسکو دل سے تصدیق کریگا اسپر کوئی چیز گران نہ گذرے گی اور طبرانی و ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہی جو

اسنون مین سے کسی امت کو نہین دی گئی تھی اور وہ یہ کہ میری امت والے مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون- کہتے ہین کیا تو نے قول
یعقوب علیہ السلام کا یوسف کے گم ہوجانے کے وقت نہین سُنا کہ کہا یا اسفے علی یوسف- اور یہ روایت سعید بن جبیر سے انکا قول بھی مروی ہو قال
البیضاوی جس چیز کے ساتھ بشارت ایسے لوگون کو دی گئی وہ بیان نہین ہو محذوف ہو کیونکہ اسپر دلالت کرتا ہو قولہ تعالے- اولٓئک علیہم صلوات
من ربہم ورحمۃ واولٓئک ہم المہتدون- ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ صلوات یہان بمعنی مغفرت ہو اور ترمذیؒ نے حضرت سفیان الثوری وغیرہ سے
نقل کیا کہ صلوۃ اللہ تعالی کی طرف سے رحمت ہو- اور کشاف مین ہو کہ صلوۃ بمعنی رحمت وتعطف ہو پس بجاے رافت کے یہ لفظ رکھا گیا اور صلوۃ
ورحمت کے درمیان جمع کیا گیا جیسے رافت ورحمت ورؤف رحیم- اور معنی یہ ہین کہ انپر رافت بعد رافت ہو اور رحمت بعد رحمت ہو اور بیضاوی نے
کہا کہ صلوات کو جمع فرمایا اس تنبیہ کیواسطے کہ اسکے انواع واقسام بہت ہین اور رحمت سے مراد لطف واحسان ہو- وقال ابن کثیرؒ پس اللہ تعالے نے
جو کچھ انکو استرجاع کہتے وقت اس کا اعتقاد مضبوط رکھنے پر عطا کیا اسکی خبر دیدی اور فرمایا- اولٓئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ- یہ انپر اللہ تعالے کی طرف سے
تعریف ہو اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اسکو عذاب سے بےخوف کر دیا اور فرمایا- واولٓئک ہم المہتدون- مفسر سیوطیؒ نے اتقان مین فرمایا کہ لفظ رحمت
قرآن مجید مین چودہ معانی کے واسطے آیا ہو اور یہان مراد نعمت ہو اور یہ قول جید ہو جیسا کہ متدبر پر پوشیدہ نہین ہو اور مہتدون اے راہ یافتہ ہین طرف
حق وصواب کے- قال ابن کثیرؒ اور حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ نعمت العدلان ونعمت العلاوہ- یعنے بھلے اچھے ہین دونون عدل[5] اور بھلی
اچھی ہو علاوہ پس اولٓئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ دونون عدل ہین اور اولٓئک ہم المہتدون علاوہ ہو اور علاوہ وہ بار جو دونون گونون کے بیچ مین
بڑھتی رکھ دیا جاتا ہو پس ایسے اچھے لوگ ہین کہ اپنا ثواب دے گئے اور اسپر اسقدر بڑھتی دیا گیا قال المترجم اور اسمین اشارہ ہو کہ ثواب اسقدر زیادہ دیا گیا
کہ مثل بوجھ کے ہو اور تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ مصائب کے وقت- انا للہ وانا الیہ راجعون- کہنے کے ثواب مین بہت احادیث آئی ہین چنانچہ امام احمد نے
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک روز ابو سلمہ رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے اور کہا کہ مین نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی جس سے مین بہت خوش ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مسلمانون مین سے کسی کو کوئی مصیبت نہین پہونچی کہ وہ اس مصیبت کے
استرجاع کرے پھر کہے کہ- اللّٰھم اْجُرْنِی فِی مُصِیْبَتِی وَاخْلُفْ لِی خَیْرًا مِّنْھَا- یعنے اے میرے رب پناہ دے تو مجھے میری مصیبت مین اور میرے لیے اسکے
پیچھے تو اس سے بہتر کر دے جو مجھ سے جاتا رہا مگر کہ اللہ تعالے اُسکے ساتھ ایسا ہی کرتا ہو- کہا ام سلمہؓ نے کہ مین نے اس سے یہ حدیث حفظ کر رکھی تھی
پھر جب ابو سلمہؓ نے وفات پائی تو مین نے اس مصیبت مین استرجاع کیا اور کہا- اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا- پھر مین نے اپنے دل
کیطرف رجوع کی اور کہا کہ مجھے ابو سلمہؓ سے بہتر کہان سے ملیگا پھر جب میری عدت کے دن پورے ہوے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس
آنے کی اجازت مانگی اور مین اسوقت اپنے ایک چمڑے کو دباغت کرتی تھی پس مین نے قرظ سے اپنے ہاتھ دھو ڈالے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
(جس سے دباغت کرتے ہین)
آنے کی اجازت دی اور آپکے بیٹھنے کو ایک چمڑے کا گدا جسکے اندر لیف خرما بھرا تھا ڈالدیا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسپر بیٹھے پس آپ نے
اپنے واسطے مجھے خطبہ کیا پھر جب آپ کہہ چکے تو مین نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کیا ہو کہ آپ کیطرف رغبت نہو ولیکن مین ایسی عورت ہون
(یعنے پیغام دیا)
کہ مجھ مین سخت غیرت بھری ہو پس مجھے خوف معلوم ہوتا ہو کہ آپ مجھے کوئی ایسی[6] بات دیکھین جسکے سبب سے مجھے اللہ تعالے عذاب کرے اور مین
ایسی عورت ہون کہ سن بھی میرا آچکا اور مین عیال دار ہون تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو تو نے غیرت کا حال بیان کیا تو قریب ہو کہ اسکو اللہ تعالے
دور کر دیگا اور یہ جو سن کا ذکر کیا تو میرا سن بھی اتنا ہی پہونچا ہو جتنا تیرا ہو اور یہ جو تو نے عیال کا ذکر کیا تو تیرے عیال وہ میرے عیال ہونگے پس ام سلمہؓ نے اپنے آپکو
حضرتؐ کے سپرد کیا پس حضرتؐ نے ام سلمہؓ سے نکاح کیا پھر ام سلمہؓ نے بعد کو بیان کیا کہ مجھے اللہ تعالے نے ابو سلمہؓ سے بہتر بدلے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[5] عدل بکسر عین معنے گون اور وہ گون جو دونون طرف بیل وغیرہ پر لادنے کا دستور ہے اور علاوہ جو بیچ میں زائد رکھا جاوے ۱۲م

[6] یعنی سوتیا ڈاہ وغیرہ سے کوئی امر ایسا کر بیٹھیں جو گستاخی ہو اور اللہ تعالیٰ عتاب کرے ۱۲م

وسلم کو دیا۔ اور صحیح مسلم رح کی روایت مین ام سلمہؓ سے اس حدیث مین اختصار کے ساتھ استرجاع کا حکم یون مروی ہو کہ مین نے حضرت صلی اللہ علیہ
سنا پس شاید کہ ابو سلمہؓ سے پہلے سُنا تھا پھر خود بھی حضرت سے سنا یا پوچھ لیا ہو اور امام احمد نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین ہو کوئی مسلمان مرد یا عورت کہ کسی مصیبت مین مبتلا ہو پس اسکو یاد کرے اگرچہ اسکا زمانہ دراز گذر چکا ہو پس وہ
واسطے از سر نو استرجاع کرے مگر یہ کہ اللہ تعالے اسکو ایسا کرنے پر نئے سر سے ویسا ہی اجر دیگا جیسا کہ مصیبت پہونچنے کے روز اسکو اجر دیا تھا اور ابن ماجہ
نے اسکو اپنے سنن مین بھی بسند جید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہو اور امام احمد نے من طریق حماد بن سلمہ عن ابی سنان روایت کی کہ
ابو سنان نے کہا کہ مین نے اپنا ایک بیٹا دفن کیا اور مین ہنوز قبر کے اندر تھا کہ ابو طلحہ خولانی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے باہر نکال لیا اور مجھسے کہا کہ
کیا مین تجھے بشارت نہ دون تو مین نے کہا کہ ہان بشارت دو تو کہا کہ مجھسے حدیث بیان کی ضحاک بن عبد الرحمن بن عوزب نے ابو موسیٰؓ سے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے ملک الموت تو نے میرے بندے کا فرزند قبض کیا تو نے اسکا قرۃ العین اور اسکے
دل کا پھل قبض کیا تو ملک الموت نے عرض کیا کہ ہان تو اللہ عز وجل نے فرمایا کہ بندے نے کیا کہا تو ملک الموت نے عرض کیا کہ تیری حمد کی اور
استرجاع کیا تو اللہ عز وجل نے فرمایا کہ اسکے واسطے جنت مین ایک گھر بناؤ اور بیت الحمد اسکا نام رکھو۔ اور امام احمد نے اسکو من طریق عبد اللہ
بن المبارک روایت کیا جسمین یون ہی مذکور ہو اور ایسا ہی ترمذی نے سوید بن نصر عن ابن المبارک اسکو روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن غریب ہے
اور ابو سنان کا نام عیسی بن سنان ہو۔ اور امام بغوی نے اپنی اسناد سے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ جسکے ساتھ اللہ تعالے خیر چاہتا ہو اسکو
کچھ مصیبت دیدیتا ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ کے طریق سے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ نہین پہونچتا ہے مسلمان کو نصب[1] سے اور نہ وصب
اور نہ ہم سے اور نہ حزن سے اور نہ اذی سے اور نہ غم سے حتی کہ ایک کانٹے سے جو اسکو چبھ جاوے مگر کہ اللہ تعالے اس مصیبت کے بدلے اسکے گناہون کو
کفارہ کر دیتا ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی جسکے لمم[2] تھا پس اسنے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ آپ میرے لیے اللہ تعالے سے دعا فرمادین کہ اللہ تعالے مجھے اس سے شفا دے تو فرمایا کہ اگر تو چاہے تو مین تیرے لیے اللہ تعالے سے
دعا کرون کہ تجھے شفا دے اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور تجھپر کچھ حساب نہین تو وہ عورت بولی بلکہ مین صبر کرتی ہون اور مجھپر حساب نہو۔ اور ابو ہریرہؓ سے
مرفوعاً روایت کی کہ مومن مرد اور عورت کو برابر بلا اسکی جان و مال و اولاد مین پہونچتی رہتی ہو یہانتک کہ وہ ملتا ہو اللہ تعالے سے ایسے حال مین کہ اسپر
اسکے گناہون سے کچھ نہین ہوتا ہو۔ اور سعد بن ابی وقاصؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ مومن کا بھلا حال ہو کہ اگر اسکو بھلائی پہنچی تو اسنے اللہ تعالی کی حمد کی اور
شکر کیا اور اگر اسکو مصیبت پہنچی تو اللہ تعالے کی حمد کی اور صبر کیا پس مومن اپنی ہر بات مین اجر دیا جاتا ہو یہانتک کہ اُس لقمہ کا بھی اسکو ثواب ملتا ہو جو اپنی جورو کے منھ مین[3]
دیتا ہو۔ شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات خوف اس مقام پر سات اقسام سے ہو ایک نفس سے خوف دوم
شیطان سے سوم کفار سے چہارم موت سے پنجم فراق و قطیعت سے ششم خوف حجاب ہفتم خوف تعظیم و اجلال پس سب ان خوفون کی تفصیل اسطرح ہو کہ خوف نفس و طبیعت کی نامردی
جو بشریت کی بکر دستی سے لگی ہوئی ہو جسکو بندگی کے مقام پر بندے کے امتحان کے لیے اللہ عز وجل کا قہر ہیجان مین لاتا ہو تاکہ اسکی بشریت کی رعونتون سے اسکی محبت کی سچائی
ظاہر ہو جاوے اور بندے سے یہ خوف اسکی تمام عمر مین زائل نہین ہوتا اسلیے کہ یہ اسکے نفس کی صفت ہو اور نفس پر حجابات کا الٹ پلٹ ہوا کی وعدون و وعید کی سچائی پہچاننے کی تاخیر
کم تھا ہو اور جب ایسا نہین ہوتا ہو کہ صفت تمکین کے ساتھ یقین کے آفتاب کی روشنی مین اسکو حقیقت حال نظر آوے اور غالب اس مقام مین خطرات ہیجانی ہین اور اس خوف
نفس کی تفصیل یہ ہو کہ اسکو رزق جاتے رہنے کا ناحق خوف لگا رہتا ہو مجاہدہ سے اسکی نفرت کرنیکا خوف ہوتا ہو اور آخرت کے معاملات مین اللہ تعالے کے وعدون مین اسکے
مضطرب ہونے کا خوف ہو۔ دوم خوف جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہو وہ یہ ہو کہ یہ دشمن ایسے بندے کو جو حق کا طالب ہو اسکو دنیا ترک کرنے مین دنیا کی فقیری اور[4]

ف۱ قولہ نصب مصیبت و ہم و حزن و اذی و غم یہ سب الفاظ چھوٹے بڑے انواع دکھ درد کے معنی ہیں ہیں حتی کہ خالی دل پر فکر و تردد تک کو شامل ہیں ۱۲ م

ف۲ قولہ لمم از قسم مس جنون و صرع ۱۲ م

ف۳ یعنی اسکو کھلا دیتا ہے ۱۲ م

ف۴ یعنی اگر دنیا ترک کرکے خدا کے طالب ہوگے تو ہمیشہ کو فقیر ہو جاؤگے اور طرح طرح کے مرض اور دکھ درد پیدا ہونگے ان کو کہاں سے دوا کروگے اور مجاہدہ کروگے تو جان جوکھم ہے اور کار بند و رحم سے کچھ نہ ملے گا۔ ذلیل و خوار ہوگے ۱۲ م

راہ میں درد کا اور مجاہدہ کرنے میں تلف نفس کا اور دنیا کے بلند درجے جاتے رہنے کا خوف دلاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کے لیے امتحان ہے تاکہ انکے لیے وہ ثواب دے جو اپنے دشمن سے انکے لڑنے کا بدلا اپنے کرم سے مقرر فرمایا ہے اور انکی سچی نیتیں اپنے مقامات میں ظاہر ہوں یعنی اپنی اپنی نیت کے موافق ہر ایک کا مقام و درجہ ہو۔ اور رہا خوف کفار کا تو وہ اسطرح ہے کہ اگر لڑائی میں قتل ہووے تو صورت زایل ہو جائیگی اور زندگی منقطع ہو جائیگی اور چوٹ اٹھانے میں صورت بگڑ جائیگی اسواسطے کہ انسان اپنی زندگی کو بہت چاہتا ہے اور اپنی موت سے بھاگتا ہے پس اللہ تعالیٰ اسکو کافروں کے خوف سے امتحان لیتا ہے تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ کون شخص ملاقات الٰہی کو اپنی زندگی سے زیادہ چاہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فتمنوا الموت ان کنتم صدقین یعنی پس تمنا کرو تم موت کی اگر تم سچے ہو۔ اور رہا خوف دوزخ کا تو وہ نفس امارہ کے بے لگام ہے کہ اگر ایسا کیا تو قہر حق کی سخت گرفت میں گرفتار ہوگا اور یہ خوف لگا ہوا ہے تاکہ آداب افعال میں گستاخی نہ کرے اور برے اخلاق سے دور رہے اور عوارض بشری اور طبیعت کی پلیدی اور شہوتوں کی بندگی اور کبیرہ گناہوں میں پڑنے کی برائی سے بچے اور نیز اللہ تعالیٰ نے اسکو دوزخ کا خوف دیکر امتحان کیا اسلیے کہ دوزخ کا خوف بھی اُن پردوں میں سے ایک پردہ ہے جو بندہ اور پروردگار عزوجل کے درمیان ہیں قال المترجم اشارہ یہ ہے کہ بندہ کا خلوص اللہ تعالیٰ کے واسطے جب ہی تمام ہو کہ اسی کے واسطے عبادت کرے بلکہ ایسا ہو رہے جسمیں کوئی لگاؤ کسی قسم کا کسی چیز کیطرف نہو پس جب ایک شخص نے دوزخ کے خوف سے عبادت کی تو اسکی بندگی میں ایک داغ رہا بخلاف اسکے جسنے خالص رضاے الٰہی کے واسطے عبادت کی اور یہ مرتبہ آخر میں حاصل ہوتا ہے کیونکہ اول میں اللہ تعالیٰ واسکے رسول کی تصدیق کی کہ جو انھوں نے فرمایا ہے کہ نیکوکاروں کو جنت اور بدکاروں کو دوزخ ہے اور یہ امر واقعی ہے پھر اسکو صفات الٰہی کی تعلیم سے اصل حقیقت لا الٰہ الا اللہ معلوم ہوئی اور یہی مقام شہادت سِرّی کا ہے پس ملکوتیت کا مقام عبادت بدون خوف دوزخ ہے کیونکہ وہ شہوتوں سے بالکل پاک ہیں پس انکی عبادت وخوف بمحض جلال ذات عزوجل کے واسطے خالص ہے فافہم۔ اور رہا خوف فراق تو یہ خوف بندوں کے دلوں میں جب تک وہ دنیا میں موجود ہیں برابر لگا رہیگا قال المترجم یعنی نیک بندوں کو یہ خوف برابر رہتا ہے کہ ایسا نہو کہ کوئی امر خلاف ادب سرزد ہو جس سے وہ صراط مستقیم سے مردود کیے جاویں اور ولی و نزدیک ہونیکا مرتبہ جو انکو ایمان لانے سے حاصل ہوا ہے اس سے دور کر دیے جاویں اور یہ خوف اپنے اپنے مرتبہ پر ہے چنانچہ جو لوگ کم مایہ ہیں انکو کم خوف ہے اور جسقدر ایمان کامل اور تقرب زائد ہے اسیقدر انکو خوف بے انتہا ہے اور حدیث میں ہے کہ مزہ ایمان کا اسی نے پایا جو اسکے جاتے رہنے سے ایسا خوفناک ہے جیسے وہ شخص جو آگ سے نکالا گیا پھر آگ میں ڈالے جانے سے ڈرتا ہے اور امام بخاری کے متعلق روایت کا مضمون یہ ہے کہ بہت سلف ایسے تھے کہ اپنے اوپر یہ خوف کرتے تھے کہ ہم منافق تو نہیں ہیں اور اس باب میں ایک جماعت سلف کی حکایات ہیں اور جنید رحمہ اللہ سے حکایت ہے کہ ایک بھوکے پیاسے کتے کو روٹی پانی دیا اور روکر فرمانے لگے کہ اگر جنید کا خاتمہ بخیر ہو تو وہ اس کتے سے بہت اچھا ہوگا اور اگر خدا نخواستہ بلا ایمان دنیا سے جاوے تو وہ اس کتے سے کہیں بدتر ہوگا کہ باوجود اس نجاست کے کتے کو آگ میں نہ ڈالینگے اور حدیث میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت تھی جسنے اسی طرح بدحال کتے کو غذا دی تو وہ اپنے وقت کے پیغمبر کی زبان پر بخشی گئی اور دوسری حدیث میں ہے کہ ایک عورت جسنے ایک بلی کو بند کر کے بے دانہ پانی مار ڈالا تھا عذاب میں گرفتار ہوئی بالجملہ خوف فراق بڑا خوف ہے قال الشیخ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا امتحان ہے تاکہ مراد کی طلب کرنے میں اپنی جان تک صدقہ کرنے سے کوشش کریں اور تمام مخلوقات سے الگ ہو جاویں تاکہ بدون صفات نفسانی اور عوارض بشری کے ان کے مقام میں پہونچ جاویں۔ رہا خوف حجاب تو وہ اسطرح ہے کہ عنایت ربانی رعایت کے ساتھ اہل محبت کے اسرار کو ہیجان وحرکت میں لاتی ہے تاکہ وہ لوگ درحالیکہ اس خوف سے بھرے ہوتے ہیں اس عنایت حق عزوجل کیطرف بھاگتے ہیں کیونکہ وے جانتے ہیں کہ ہم لوگ اس بات سے حق عزوجل کی طرف سے امتحان کیے گئے ہیں۔ رہا خوف تعظیم واجلال تو مشاہدہ کے مقام پر مکاشفہ والوں کے لیے حق عزوجل کی طرف سے امتحان ہے تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ وے لوگ مقام انبساط میں صدمہ صمدیت کی حالت میں اور نعت عزت کے ساتھ

نے چنانچہ حسن بصری وغیرہ سے یہ صحیح تک تعلیق ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ پارہ یازدہم میں آوے گی ۱۲م

قہر کبریائی کی صورت مین مخلوقات سے باز رہتے ہین یا نہین اور رہا خوف جوع یعنے بھوک سو یہ ایسا ہے کہ اللہ تعالے اس سے اپنے اولیاء کا امتحان فرماتا ہے تاکہ انکو بشریت کی کدورتوں اور طبیعت کے میل کچیل سے پاک کرے اور انکے نفسانی پردون کو جلا دے جو انکے دلون کے اور اسرار آخرت کے درمیان پڑے ہین حالانکہ یہ اسرار آخرت ایسے ہین کہ ظاہری آنکھون کے دیکھنے سے پوشیدہ ہین پس یہ خوف جوع انپر لازم کر دیا تاکہ ان کی نیتون کے عنوان سے انکی رضاے الٰہی کی سچی چاہ کھل جاوے اور نیز اس رجوع کی حقیقت اس مقام پر عارفون کے نزدیک قلب کی بھوک ہے جو بعد وصال کے نہ رہنے کے وقت مشاہدہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہے پس انکو اپنے مشاہدہ کیطرف بھوکا کر دیا اور اپنے شوق کی پیاس سے انکے جگر جلا دیے تاکہ وصال کو چاہتے ہوے جبروت کے خیمون کے دروازون پر جلد آوین اور عالم ملکوت سے انوار قدم مین جل جاوین۔ اور رہا نقص اموال تو یہ نقصان اس چیز کا ہے جو اُنھون نے اپنے مالک کے ساتھ تجارت کرنے مین حاصل کیا یعنے بلند درجے اور مقامات اور حالات کیونکہ حقیقت سے عارفون کا مال یہی ہے قال المترجم فرمایا اللہ تعالے نے۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ البتہ خرید اللہ نے مومنون سے انکے مالون و جانون کو اس عوض پر کہ انکے واسطے جنت ہے اور بعض محققین نے فرمایا کہ جنت سے جو ظاہر نعمتون کا تبادر ہوتا ہے اسکے مقابلہ مین فرمایا کہ جنت مین اعلی نعمت رضاے الٰہی ہے قلت حدیث مین یہ مضمون ہے کہ آخر مین ان نعمتون کے بعد اہل جنت سے فرماویگا یعنے حق عز و جل کہ تمہارے لیے یہ نعمت ہے کہ مین تم سے راضی ہوا کبھی غصہ نہوگا اور اس سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے۔ اور قولہ الحسنی و زیادۃ۔ کی تفسیر مین متواتر اخبار و آثار سے دیدار الٰہی ثابت ہے فافہم۔ رہا نقص الانفس سو یہ نقصان نفس مطمئنہ کا ہے[1] حقیقی یقین کرنے مین مشاہدہ قربت تک پہونچ جانے سے معاملہ آخرت مین نعمت قربت کے ساتھ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نفس امارہ کا نقصان مراد ہو کہ وہ اپنی الفت کی چیزون سے ٹوٹے مین رہے اور اپنے حق مین یہ نقصان کرے کہ مولے نے جو اسپر احسانات کیے ہین انکو نہ دیکھے اور خود جس شخص مین ہے اسکو پروردگار کی طاعت مین مجاہدہ کرنے سے رنج مین ڈالے۔ اور رہا نقص ثمرات سو یہ ثمرات یعنے پھل اُن درختون کے ہین جو کرامات عالیہ اور مقامات و درجات سنیہ کے بلند درخت ہین اور یہ سب امتحانات اللہ تعالے کی طرف سے اپنے اولیاء کے حق مین اسوقت ہوتے ہین جب وہ ازلیت کے جنگل اور وحدانیت کے میدانون مین اپنے اسرار سے سیر کرتے اور مقامات طے کرتے ہین پس انکو ان امور مذکورہ سے امتحان فرمایا تاکہ مشاہدہ حق عز و جل کی طلب مین انکا سچا ارادہ ظاہر ہو جاوے اور اس سے یہ ہوتا ہے کہ سچون کے شوق کی آگ اور بھڑک اٹھتی ہے اور جذبۂ حق کی خوشبودار ہوا اور وصل کی ٹھنڈی ہلکی ہوا انکو لیے جاتی ہے پس حال یہ ہو جاتا ہے کہ وے لوگ اپنے مقصود کی طلب مین اس آگ مین جلکر فنا ہو جاتے ہین اسلیے کہ حقیقت قربت حاصل ہونے کی شرط یہ ہے کہ سابقین و مقصدین کی روحین جلال مشاہدہ کے انوار مین جل جاوین۔ قولہ تعالے وبشر الصابرین۔ یعنے بشارت دیدے صابرون کو کہ میرے امتحان مین پورے اُترنے کے بعد وے اپنے مقصود کو پا جاوینگے۔ قولہ تعالے الذین اذا اصابتہم مصیبۃ۔ یعنے ان مصیبتون مین سے جب کوئی مصیبت انکو پہونچی تو میرے قہر سے بھاگے بھی تو میرے لطف کی گود مین اور انھون نے اپنی جانون کو مجھے سونپ دیا کہ جو چاہون وہ انکے حق مین حکم دون اور یہی اللہ عز و جل نے اپنے خاص بندون سے حکایت فرمایا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خوف یہان دشمن کا خوف ہے اور جوع سے رمضان کی بھوک ہے اور نقص اموال یہ زکوۃ ہے اور نقص الانفس بیماریان ہین اور ثمرات دیگر صدقات ہین اور بشر الصابرین یعنے خوشخبری دیدے جنت کی انکے ادا کرنے پر صبر کرنے والون کو قولہ تعالے۔ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ۔ یعنے انپر مشاہدہ حق تعالے کے انوار کی برکتین ہین اور ولنے امتحان دور ہونے کی رحمت ہے قولہ تعالے۔ واولئک ہم المہتدون اور وہی راہ پائے ہوے ہین مقام انس کی طرف خالص نور قدس وصاف حجلۂ انس مین حالانکہ اس سے پہلے اس مقام سے اوٹ مین پڑے تھے عس۔ بالجملہ اللہ تعالے اپنے بندگان صالحین کو انواع مصائب مین امتحان فرماتا ہے اور یہ درحقیقت انکے قبضہ

[1] یعنی نور یقین نفس مطمئنہ کا معاملہ آخرت میں اس کا نقصان ہے کہ نفس یقین نہیں بلکہ حقیقت یقین میں کسی قدر نقصان ہوتا ہے ۱۲ م

قدرت کی قطورات ہین تاکہ صدق ظاہر ہو اور یہ عادت قدسی متوارث ہو حتی کہ حضرت ابراہیمؑ کو آزمایا کہ اپنی عمر کے اکلوتے فرزند حضرت اسمعیلؑ کو قریب بیت العتیق کے بے آب و گیاہ مقام مین ڈال جاوین اور انھون نے بھی کیا اور حضرت ہاجرہ انکی والدہ نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا تھا کہ اسمعیلؑ پیاس سے تڑپ کر جان دینے لگے اور اسوقت اس مقام متبرک کے مشاعر قدرت سے کچھ آگاہی نہ تھی تھے کہ انھون نے صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سعی کو مشکور فرما کر مشروع کر دیا اور مصیبت کو اس نعمت عظیمہ سے بدل دیا اور کل خوف دور ہو گیا اور چونکہ صحابہ انصار رضی اللہ عنہم اس حال سے واقف نہ تھے تو انھون نے بتون کے خیال سے حج مین صفا و مروہ کی سعی کو گران جانا تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ تم پر یہ شرع ایک امتہ صالحہ کی مصیبت ہولناک پر رحمت کا تمکہ شروع ہوئی ہے تعالیٰ۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا

صفا اور مروہ جو ہین نشانی ہین اللہ کی پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت کرے تو گناہ نہین اسپر کہ طواف کرے ان دونون مین

وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہے سب جانتا

جاننا چاہیے کہ خانہ کعبہ بیت عتیق ہے کہ حضرت آدمؑ نے اسکا حج کیا اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد سے لوگ برابر اسکا حج کرتے تھے اور حضرت موسیٰ نے بھی اسکا حج کیا ہے پس اسکا بیت اللہ عز و جل ہونا کبھی نہین گیا کہ بیت المقدس قبلہ ہونے کی حالت مین بھی باقی تھا بخلاف بیت المقدس کے کہ اب اسکا طواف نہین جائز ہے پس حضرت ابراہیم کے بعد جب لوگ برگشتہ ہوے تو انھون نے حج مین جاہلیت کی بہت سی باتین شامل کر دین جس سے یہ تمیز نہ رہی کہ کون اصلی مناسک ہین اور کون رسوم جاہلیت ہین از انجملہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی مسلمانون پر مشتبہ ہوا پس اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ یہ دونون شعائر اللہ سے ہین حیث قال عز و جل۔ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ البتہ صفا و مروہ تو شعائر الٰہی سے ہین

ف یعنے معالم تعظیم مین اگرچہ بت پرستون نے بجاے توحید کے یہان بت رکھے اور انکی تعظیم قرار دی پس تم لوگ بتون کو دور کر کے بدستور تعظیم الٰہی عز و جل ادا کرو فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔ پس جو کوئی حج کعبہ کرے یا عمرہ کرے تو اسپر گناہ نہین کہ ان دونون کا طواف کرے ف امام احمد نے مسند مین من طریق الزہری عن عروہ عن عائشہؓ روایت کی کہ عروہ نے کہا کہ مین نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آیا آپ دیکھتی ہین کہ اللہ نے فرمایا کہ۔ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ پس واللہ کسی پر گناہ نہین کہ ان دونون کے درمیان طواف نہ کرے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے میری بہن کے لڑکے تو نے بڑی بُری بات کہی کیونکہ اگر آیت مین یہی مراد ہوتی جو تو نے تاویل کی ہے تو یون ہوتا فلا جناح علیہ ان لا یطوف بہما۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ انصار لوگ مسلمان ہونے سے پہلے منات طاغیہ کے لیے اہلال کرتے جسکو پوجتے تھے جو کہ مشلل کے پاس رکھا تھا اور جو کوئی اسکے واسطے اہلال کرتا تھا وہ گناہ جانتا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے پس انھون نے بعد اسلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو دریافت کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ جاہلیت کے زمانہ مین صفا و مروہ دوڑنا گناہ جانتے تھے پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا ان الصفا والمروة من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون کے درمیان طواف کر کے یہی مقرر فرما دیا ہے پس کسی کو روا نہین ہے کہ ان دونون کے درمیان طواف کو چھوڑے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور زہریؒ کی ایک روایت مین ہے کہ مین نے یہ حدیث شیخ ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام سے بیان کی تو انھون نے کہا کہ البتہ یہ علم ہے کہ مین نے اسکو نہین سنا اور مین نے چند اہل علم سے سنا جو بیان کرتے تھے کہ لوگ سوا ان لوگون کے

جنکا ذکر حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہو یون کہنے کہ ان دونون پتھرون کے درمیان ہمارا طواف کرنا امر جاہلیت مین سے ہے اور دوسرون نے جو انصار مین سے تھے یون کہا کہ ہمکو تو بیت اللہ کے طواف ہی کا حکم دیا گیا ہو اور ہمکو صفا و مروہ کے درمیان طواف کا حکم نہین دیا گیا ہو پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ۔ شیخ ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث نے کہا کہ پھر شاید یہ آیت ان لوگون اور ان لوگون دونون فریق کے حق مین اُتری ہو اور امام بخاریؒ نے عاصم بن سلیمان سے روایت کی کہ مین نے انس بن مالکؓ سے صفا و مروہ کو پوچھا تو کہا کہ ہم لوگ جانتے تھے کہ یہ امر جاہلیت ہو سو جب زمانہ اسلام آیا تو ہم انکے درمیان سعی کرنے سے رُک رہے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا کہ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ۔ اور قرطبی نے اپنی تفسیر مین ابن عباس سے روایت کی کہ شیاطین تمام رات صفا و مروہ کے درمیان پھیلے رہتے اور ان دونون کے درمیان بت رکھے تھے جنکو جا کر سجدہ کرتے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونون کے بیچ مین طواف کرنے کو دریافت کیا تب یہ آیت اُتری قال المترجم شاید کہ سبب نزول اس آیت کا یہ سب سوال ہوے ہین اور مفسر سیوطیؒ نے مقدمہ مین بیان کر دیا ہو کہ ایک آیت کے سبب نزول کئی واقعے ہو سکتے ہین پس ایسی ہی آیتون مین سے یہ بھی ہو واللہ اعلم اور معالم مین ہو کہ صفا جمع صفاة مثل نواة و نوی و حصاة و حصی وغیرہ۔ وقال ابو البقا اسکا الف مبدل از واو ہے لقولہم صفوان۔ اور لغت مین اسکے معنے چکنا کرڑا پتھر اور مروة واحد ہو اسکی جمع مروات و مرو آتی ہو اور معنے اسکے نرم پتھ ہین اور بعض نے کہا ہو کہ دونون کے لغوی معنے ایک ہین اور بغوی نے کہا کہ یہان اللہ تعالے نے ان دونون لفظون سے دو پہاڑ مراد لیے ہین جو مکہ مین اس نام سے معروف ہین اسیواسطے ان پر الف لام داخل ہوا ہو اور شعائر جمع شعیرة یعنے علامت پس جو جگہ ایسی ہو جس سے اللہ تعالے کی طرف تقرب ہوتا ہو مثل دعا و نماز و قربانی وغیرہ کے وہ شعیرة ہو لہذا طواف و وقوف و قربانی کی جگہین سب شعائر اللہ ہین اور شعائر سے مراد یہان وہ مناسک ہین جنکو اللہ تعالے نے اپنی طاعت کے لیے اعلام قرار دیا ہو پس صفا و مروہ انھین مناسک مین سے ہین کہ انکا طواف کرنا طاعت و تقرب ہو اور قرطبی نے ذکر کیا کہ صفا کو مذکر فرمایا کیونکہ آدم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہو اور مروہ کو مونث کیا کہ حوا علیہا السلام کے کھڑے ہونے کا مقام ہو اور اس بیان بالا سے کچھ حاجت نہین رہی کہ تقدیر کلام مین طواف الصفا والمروة یا السعی الصفا والمروة نکالی جاوے کما قال ابو البقا فتامل اور تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ اللہ تعالے نے ظاہر فرمایا کہ صفا و مروہ کے درمیان طواف منجملہ شعائر اللہ کے ہو یعنے ان چیزون مین سے ہے جنکو اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم کے لیے مناسک حج مین مشروع کر دیا تھا اور اوپر حدیث ابن عباسؓ مین گذر چکا ہو کہ اس طواف کی اصل حضرت ہاجرہ والدہ اسمعیل علیہ السلام سے ماخوذ ہو کہ جب حضرت ابراہیم ان دونون کو یہان چھوڑ گئے اور یہان کوئی نہ تھا اور انکے پاس جو دانہ پانی تھا سب خرچ ہو گیا اور حضرت ہاجر کو اپنے فرزند کے تلف ہونیکا خوف ہوا تو وہ صفا و مروہ کے درمیان نہایت متردد و مضطر و خائف اور اللہ تعالے کی جناب مین محتاجی کے ساتھ ملتجی دوڑتی تھین یہانتک کہ اللہ تعالے نے رحم سے انکی سختی و تکلیف و غربت کو دور کیا پس جو شخص ان دونون کے بیچ مین دوڑے اسکے پیش نظر اپنی فقیری و ذلت و محتاجی اس امر کے ساتھ ہو کہ اللہ تعالے اپنے کرم سے اسکو راہ راست کی ہدایت کرے اور اسکے دل کو صلاحیت دے اور گناہ عفو کر دے اور بد خصلتین اس سے دور کر دے اور اپنی مرضی پر ثابت رکھے قال المترجم مفسرین نے کہا کہ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہو کہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا مشروع ہو مگر اختلاف اسمین ہو کہ رکن ہو یا واجب ہو یا مستحب ہو پس شافعیؒ نے کہا کہ رکن ہو یعنے ایسا واجب ہو کہ اسکے جاتے رہنے سے حج نہ ہوگا اور کسی طرح جبر نقصان نہین ہو سکتا اور دلیل انکی وہ حدیث ہو کہ جسمین آیا ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمپر یہ سعی لکھدی ہو اسکو بیہقی و امام احمد و ابن المنذر و ابن القانع و ابن سعد نے حبیبہ بنت ابی تجزاة سے روایت کیا اور طبرانی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا گیا فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمپر سعی لکھدی ہو پس سعی کرو اور مسلم وغیرہ نے عائشہؓ سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مجھے اپنی عمر کی قسم کہ نہ پورا کیا اللہ تعالے نے حج ایسے شخص کا جنے صفا و مروہ کے بیچ مین سعی نہ کی اور نہ ایسے شخص کا عمرہ کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ

[1] یعنی ان دونوں کے درمیان سعی کرنے کو ۱۲م [2] یعنی جب حج کا زمانہ حالت اسلام میں آیا ۱۲م [3] یعنی دوڑنا درمیان صفا و مروہ کے ۱۲م

اور نیز حدیث حضرت عائشہ ہو جو سبب نزول کے بیان مین گذری اور یہی مذہب مشہور امام مالک کا اور ایک روایت امام احمد سے ہو قال المترجم بعض نے
کہا کہ۔ فلا جناح پر ختم کلام اور۔ علیہ ان یطوف سے شروع ہو ذکرہ ابوالبقا پس اسمین بھی دلیل ہو کہ یہ طواف اسپر واجب ہو مگر محققین نے اس طرح
قرات پر طعن کیا ہو انھین مین سے شیخ ابن الجزری ہین اور حق یہ ہو کہ تقدیر کلام یون ہو۔ فلا جناح علیہ فی ان یطوف بہما۔ اور اس تقدیر پر اس کلام سے یہ ثابت
ہوتا ہو کہ جسنے حج یا عمرہ کیا اسپر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے مین گناہ نہین ہو یعنے وہ مختار ہو اور چونکہ بالاتفاق یہ سعی مباح نہین ہو اور نیز اللہ تعالےٰ نے
فرمایا کہ من شعائر اللہ۔ تو یہ سعی مندوب و مستحب ہوگی جیسا کہ مذہب ابن عباس رض و انس رض و ابن عمر رض کا ہو اور امام احمد و مالک سے ایک روایت مین ثوری و
شعبی و ابن سیرین سے یہی قول مذکور ہو اور بیضاوی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہو اسواسطے کہ گناہ کی نفی اس جواز پر دلالت کرتی ہو جو معنی وجوب مین
داخل ہو پس اس سے وجوب باطل نہین ہوتا ہو کیونکہ کہا جاتا ہو کہ واجب ہو حرام نہین ہو اور امام ابوحنیفہ رح سے بعضون نے استحباب کا قول نقل کیا مگر
اصح ہمارے نزدیک یہ ہو کہ امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ واجب ہو رکن نہین ہو چنانچہ اگر اسکو عمداً یا سہواً ترک کیا تو قربانی دیکر جبر نقصان ہو سکتا ہو اسلیئے
کہ آیت تو مستلزم بجز ہے اور حضرت عائشہ رض و انس رض سے جو سبب نزول مروی ہو اس سے بھی وجوب نہین ثابت ہوتا ہو ہان وہ حدیث جو شافعی رح وغیرہ
نے روایت کی دلیل وجوب ہے لیکن چونکہ خبر احاد سے ہو اس سے رکن ہونا نہین ثابت ہو سکتا ہو کیونکہ رکن تو قطعی دلیل سے ثابت ہوتا ہو پس اگر مان لیا
جاوے کہ حدیث مذکور بحسب المعنی قطعی ہو تو بحسب سند قطعی نہین جس سے رکن ہونا ثابت نہین ہوتا پس ہمنے آیت و حدیث کو جمع کرکے کہا کہ صفا و مروہ کے
درمیان طواف کرنا واجب ہو مگر ایسا واجب کہ اگر فوت ہوجاوے تو قربانی دیکر جبر نقصان کر دیا جا سکتا ہو اور حج و عمرہ تمام ہو جائیگا پس مذہب
شافعی کے معارض ہو قول اجلہ صحابہ مثل ابن عباس رض و ابن عمر و انس رض وغیرہ کا جیسا کہ ظاہر ہوا۔ پھر جاننا چاہیے کہ یہ سعی پہلے صفا سے شروع کرے
جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث طویل جابر رض مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف بیت سے فارغ ہوئے تو رکن کیطرف پھر آئے اور اسکو استلام
کیا پھر باب صفا سے نکلے اور پڑھتے جاتے تھے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پھر فرمایا کہ مین اُسی سے شروع کرونگا جس سے اللہ تعالےٰ نے شروع
کیا ہو یعنے صفا سے اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ نسائی کی روایت مین ہو۔ ابدأوا بما بدأ اللہ بہ۔ یعنے تم لوگ اس سے شروع کرو جس سے اللہ تعالےٰ نے شروع
کیا ہو قال المترجم اور مفسر سیوطی رح نے اسکو بھی دلیل وجوب مین شامل کیا شاید بایں استدلال کہ جسکا شروع کرنا واجب ہو وہ چیز بدلیل اقتضاء خود
واجب ہوگی اور بیان صفا سے شروع کرنا بدلیل صیغۂ امر جو وجوب کیواسطے ہو واجب ہوا تو طواف واجب ہو اور یہ غایت توجیہ ہو وفیہ تامل۔ اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جو صفا و مروہ کے طواف کو جاتے ہوئے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پڑھتے جاتے تھے اسمین جدید تنبیہ و اظہار تھا کہ ان دونون کی سعی بسبب
شعائر اللہ ہونے کے ہو نہ بسبب بتون کے کیونکہ پہلے ان دونون پر بت تھے جیسا کہ ابن عباس کے اثر سے ثابت ہوتا ہو پس اساف و نائلہ یہ دونون انھین
مشرکون کے نزدیک بڑے ہونگے اور شعبی رح نے کہا کہ صفا پر اساف تھا اور مروہ پر نائلہ تھی اور جاہلیت مین لوگ طواف مین انھین دونون کو چوم
جاتے تھے پس بعد اسلام کے ان دونون کے درمیان طواف کرنے سے رُکے پس یہ آیت اتری اور بعض نے ذکر کیا کہ اساف مرد کی صورت اور نائلہ
عورت کی شکل تھا اور یہ دونون قریش کے بت تھے اور انکو عمرو بن لحی نے یہان لاکر رکھا تھا اور محمد بن اسحاق نے کتاب السیر مین ذکر کیا کہ اساف و نائلہ عورت
مرد تھے اور قریش مین بہت نیک مشہور تھے ان دونون نے کعبہ کے اندر باہم زنا کیا پس مسخ کرکے پتھر کر دیے گئے پس قریش نے انکو کعبہ کے سامنے
رکھدیا تھا تاکہ لوگ انکو دیکھکر عبرت پکڑین پھر جب زمانہ دراز گذر گیا تو ذریات اولاد انکی پرستش کرنے لگے پھر دونون کو صفا و مروہ پر اٹھا لائے
اور یہان نصب کیا اور صفا و مروہ کی سعی مین انھین کو استلام کرتے تھے۔ اگر کہا جاوے کہ اس سے تو دلیل ہو۔ کہ فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔
اللہ تعالےٰ نے انکے اس خیال کو دفع کیا جو سمجھتے کہ صفا و مروہ کی رسم جاہلیت لوگ گناہ سمجھتے فرمایا کہ گناہ نہین ہو اور وجوب سعی اپنے حال پر رہا تو

جواب یہ ہے کہ ہاں یہ سبب اس حجت کے جو وجوب پر لائی جاتی ہے تاکید ہے اور رہا رکن کی دلیل سوائے اس حدیث صحیح کے اور نہیں اور ہمنے بیان کر دیا کہ اسکی سند باوجود صحت کے ظنی ہے لہذا رکن ہونا ثابت نہ ہوگا پس واجب ہونا ثابت ہوا اور بعض نے کہا کہ عدم وجوب کی دلیل آخر آیت بھی ہے فرمایا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ اور جسنے نیکی کو رغبت سے ادا کیا تو اللہ تعالے شاکر علیم ہے ف قرطبی نے ان سے استدلال ذکر کیا یعنے - ومن تطوع بالسعے بینہما - اور خیرا صفت مصدر محذوف ہے اور تطوع نفل ہوتا ہے تو وجوب نہوا اور جواب یہ ہے کہ طوع بمعنے انقیاد کے اور عرف میں تطوع وہ امر خیر کہ جسکو اپنی رغبت سے بجالاوے ایسے امور میں سے جو اسپر واجب نہیں کما ذکرہ فی الکبیر پس یا تو یہ معنی ہیں کہ فعل طاعۃ فرضا کان او نفلا یعنے طاعت کا فعل کیا خواہ فرض ہو یا نفل ہو یا یہ معنے ہیں کہ زاد علی ما فرض علیہ من حج او عمرۃ - یعنے جو اسپر حج یا عمرہ فرض ہے اسپر اور زیادہ کیا اور حج وعمرہ میں سعی مذکورہ واجب ہے پس تطوع منفی اور تقدیر کلام بلا ضرورت مسلم نہیں ہے فافہم ف۲ فی العرائس قولہ تعالے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ صفا اور مروہ دونوں مخصوص بانوار تجلی ہیں کیونکہ حضرت[1] علیہ السلام نے فرمایا - جاء اللہ من سیناء واستعلن بساعیر واشرق من جبال فاران - یعنے آیا اللہ تعالے سینا سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑوں سے - اور یہ دونوں آفتاب عزت کے اشراق سے متلبس ہیں اور جو شخص ان دونوں پر چڑھا اسکو چاہیے کہ ان دونوں میں لباس قدرت کا نور حال مشاہدہ کے نور میں مستغرق ہو کر دیکھے اور ان دونوں پر نظر ڈالکر بشریت کی کدورتوں سے پاک ہوجاوے اور صفائی معرفت کے ساتھ اسمین اچھے اخلاق ظاہر ہوں - اور نیز صفا و مروہ کے ذکر میں سرادق ملکوت اور جبروت کی طرف اشارہ ہے اسلیے کہ صفا و مروہ دونوں مکہ کے واسطے حجاب ہیں اور مکہ حجاب ہے حرم کا اور حرم حجاب ہے بیت اللہ کا اسی طرح خیمہ حضوری تک پردے ہیں - اور نیز صفا کا اونچا مقام ان عارفوں کے چڑھنے کا پہاڑ ہے جو مشاہدہ طلب کرنے کی غرض سے اپنی ارواح کو نور معرفت سے صاف کرنا چاہتے ہیں اور مروہ کا مقام ان زاہدوں کے چڑھنے کا پہاڑ ہے جو معاملہ آخرت کی طلب میں اور جزا و ثواب حاصل کرنے کے واسطے اپنے اشباح یعنے صورتوں کو نجاست کے آنسوؤں سے پاک کرنا چاہتے ہیں اور نیز صفا اشارہ ہے ازل سے اور مروہ اشارہ ہے ابد سے کیونکہ یہ دونوں شعائر اللہ تعالے سے ہیں - اور نیز صفا وہ روح ہے اور مروہ قلب ہے - اور بعض اکابر نے فرمایا کہ جو شخص حج وعمرہ کرنے میں صفا پر چڑھا اور اسکا سِرّ واسطے اللہ تعالے کے صاف نہ تھا تو شعائر حج میں سے اسپر کچھ بھی ظاہر نہوا اور جو شخص مروہ پر چڑھا اور حقائق مغیبات (عالم غیب) میں سے اسکو کچھ نظر نہ آیا اسکے لیے شعائر حق سے کچھ نہ کھلا اور بعض نے فرمایا کہ صفا حضرت حق عزوجل کے پڑوس میں پہونچنے کا مقام ہے سو جو وہاں پہونچکر مصافات حق کے واسطے خالص نہوا اسکو جان لینا چاہیے کہ حج میں اسکی کوشش برباد اور وقت ضائع ہوا - شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے کہا میں نے منصور بن عبد اللہ سے سنا کہ کہتے تھے یعنے ابو القاسم سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ابو جعفر سے سنا کہ وہ علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن جعفر (صادق علیہ السلام) روایت کرتے تھے کہ حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ صفا وہ روح ہے کیونکہ وہ مخالفتوں کی پلیدی سے صاف ہوتی ہے اور مروہ نفس ہے کیونکہ وہ اپنے مولی کی خدمت میں قائم رہنے میں مروت کا برتاؤ کرتی ہے اور فرمایا کہ صفا وہ صفائے معرفت ہے اور مروہ وہ مروت عارف ہے ف قال المترجم جاء اللہ من سیناء الی آخرہ جو حدیث کی لفظ سے نقل کیا یہ روایت اسرائیلیات ہے اور مرفوع ثابت نہیں ہے توریت یا انجیل میں ہے اور یہ اختلاف ہیں اور اسی توریت سے بشارت نبوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہے اور سیناء سے مراد کوہ طور سینا اور ساعیر کوہ شام عیسی اور فاران کوہسار مکہ ہیں چنانچہ سابق میں مفصل ذکر ہوا ہے اور کتب توریت و انجیل میں فاران سے ظہور نبوت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین صریح مذکور تھا اور یہی صفا و مروہ بھی ہیں جنکو شعائر الہی فرمایا لیکن یہود وغیرہ نے چھپایا لہذا اللہ تعالے نے فرمایا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ

جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہمنے اتارا صاف حکم اور راہ کے نشان بعد اسکے کہ ہم انکو کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب میں

[1] قولہ حضرت علیہ السلام اقول یہ سہو ہے کیونکہ بلا مخالفت یہ حدیث نہیں ہے بلکہ کتب سابقہ توریت یا انجیل میں تھا چنانچہ شروع پارہ اول میں جملہ بشارات کے گزرا ہے ۱۲ م

أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ

انکو لعنت دیتا ہے اللہ اور لعنت دیتے ہین سب لعنت دینے والے مگر جنھون نے توبہ کی اور سنوارا اور بیان کر دیا تو انکو معاف کرتا ہون

عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اور مین ہون معاف کرنے والا مہربان

شیخ ابن کثیر وغیرہ کی تفسیر مین ہو کہ جو شخص ایسی چیزون کو چھپاوے جسکو اللہ تعالے نے پیغمبرون کے ساتھ بھیجا ہو یعنی کھلی دلیلین جو مقاصد صحیحہ پر دلالت کرتی ہین اور نیک ہدایتین جو قلوب کی اصلاح کے لیے کافی ہین انکو جو شخص چھپاوے اسکے لیے یہ سخت وعید ہو کہ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ - جو لوگ ان بینات اور ہدی کو چھپاتے ہین جو ہمنے نازل فرمائین بعد ازانکہ ہمنے انکو کتاب سابق مین بیان کر دیا ایسے ہی لوگ ہین جنکو اللہ تعالے لعنت کرتا اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہین ف حق کہ فاران پہاڑون کے فضائل جو قطعًا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت عظیمہ ہین بیان نہین کرتے ہین - شیخ ابو العالیہ و ایک جماعت سلف نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق مین اتری جنھون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو چھپایا پس اہل کتاب مین یہود و نصاری دونون شامل ہین کہ صفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چھپانے مین دونون شریک ہین اگرچہ یہود اس مذمت کے زیادہ لائق ہین کیونکہ انکی کتاب مین صفت مشرح تھی اور انھون نے سوا اسکے دیگر احکام مثل آیت رجم وغیرہ کے بھی چھپائے تھے اور شاید اسی سے مفسر سیوطی رہ نے یہود کو مخصوص کیا پھر اصح یہ ہو کہ یہ آیت ہر ایسے شخص کے واسطے عام ہے جو علم حق کو چھپاوے اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہو خصوص سبب کا نہین کما تقرر فی الاصول - اور حدیث مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہو کہ جس سے کوئی علم پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت مین آگ کی لگام سے لگام دیا جائیگا اور یہ حدیث کئی طریق سے روایت کی کہ بعض کی بعض تقویت کرتا ہو اور صحیح مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہو کہ کیا تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رض نے اکثار کیا یعنے حدیثین بہت روایت کرتا ہو اور قسم ہو اللہ تعالے کی کہ اگر کتاب اللہ تعالے مین ایک آیت نہوتی تو مین کسی سے کچھ حدیث نہ بیان کرتا اور پڑھی - ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات الآیۃ - اور صحیحین مین حدیث دیگر بھی ہو پس بتقویت ظاہر ہو کہ حکم آیت عام ہو قال المترجم عام ہونے سے اگر یہ مراد ہو کہ مسلمان اگر علم کو چھپاوے تو مستحق لعنت ہوگا تو دلائل اسکے واسطے شاہد نہین اور نیز حدیث ابو ہریرہ مین یہ مذکور ہو کہ قیامت مین اسکے منہ مین آگ کی لگام دیجائیگی اور اگر یہ مراد ہو کہ مطلق مذمت مین سب شامل ہین گو نوع عذاب مین فرق ہو تو اسمین کوئی شبہہ نہین ہو - اگر کہا جاوے کہ حضرت ابو ہریرہ رض جنھون نے حدیث کتمان علم روایت کی خود بھی چھپایا ہو چنانچہ بخاری مین حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہو کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دعاء علم یاد کیے ایک تو مین نے تم مین پھیلا دیا اور رہا دوسرا پس اگر اسکو مین تم مین پھیلاؤن تو میرا نرخرا کاٹا جاوے تو جواب یہ ہو کہ نہ چھپانے کا حکم انھین علوم مین ہو جو بینات وہدی ایسے ہون کہ اللہ تعالے نے انکو لوگون کے واسطے ظاہر فرمایا ہو جیسا کہ کہا ہے کہ یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب - اور جو ایسا نہو اسکے چھپانے مین مضائقہ نہین خصوص جبکہ قتل کا خوف ہو اور یہین سے معلوم ہوا کہ اکابر شراح نے جو اس حدیث ابو ہریرہ مین دوسرے دعاء علم کی تاویل مین کہا کہ وہ فتن و مشاجرات تھے ایک تحقیق ہو کہ حذیفہ رض بھی ایسا علم رکھتے تھے اور حضرت عمر رض بھی جانتے تھے جیسا کہ کنایات سے انکی گفتگو باہمی درباب شہادت عثمان رض و ترقی فتنہ تا قیامت کی حدیث بخاری سے واضح ہو اور وہ جو بعض عوام صوفیہ نے اسکو علم حقیقت پر محمول کیا ہو ضعیف ہو کما لا یخفی اگر کہا جاوے کہ الکتاب واحد پس توریت یا انجیل ہوگی یہود و نصاری دونون کے حق مین عموم کیونکر ہو سکتا ہو تو جواب یہ ہو کہ کتاب اسم جنس ہو اور الف و لام آنے سے وہ شامل جمیع کتب کو ہوگیا اھ

ف - بیان اور بشارات توریت و انجیل و زبور وغیرہ کتب میں ہیں ۱۲

بعض نے کہا کہ مراد توریت ہے- جاننا چاہیے کہ اسمین اختلاف ہے کہ علوم دین کا ظاہر کر دینا فرض کفایہ ہے کہ بعض کے اظہار سے باقیون کے ذمہ سے
ساقط ہوگا اور کوئی نہ ظاہر کرے تو سب گنہگار ہونگے یا فرض عین ہے کہ ہر جاننے والے پر اظہار کر دینا فرض ہے اور اصح یہ ہے کہ بعض کے اظہار سے اگر کل
اسکو پا سکتے تو پوشیدہ کرنے کی وعید نرہیگی پھر جاننا چاہیے کہ اہل کتاب جنکے حق مین یہ آیت ہے بڑا چھپانا چھپایا اور کفر اختیار کیا اسی سے اللہ عزوجل نے
فرمایا- اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون- پس اللہ تعالے کی لعنت تو یہ ہے کہ انکو رحمت سے دور کر دیا اور مراد رحمت خاصۂ آخرت ہے اور جسکو چاہے
دنیا مین بھی راندے اور لاعنون کی تفسیر مین اختلاف ہے پس ابو العالیہ و ربیع بن انس وقتادہ نے کہا کہ مراد ملائکہ و مومنون ہین پس مومنون مین
مسلمان انسان و جن دونون داخل ہونگے اور بصیغہ عقلا جمع ہونا بھی اسکے مؤید ہے اور یہی قول زجاج کا ہے اور ابن عطیہ نے اسکو ترجیح دی ہے اور ابن عباس رض
سے روایت ہے کہ لاعنون سے مراد سوائے جن و انس کے سب ہین پس صیغۂ عقلاء سے جمع ہونا بسبب تغلیب ملائکہ کے ہے اور اسکے مؤید ہے وہ حدیث جو براء بن
عازب رض نے روایت کی کہ ہم لوگ ایک جنازہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ کافر کی دونون آنکھو کے بیچ مین ایک سخت
ضرب ایسی ماری جاتی ہے کہ اسکو ہر دابہ سوائے جن و انس کے سنتا ہے پس ہر دابہ جنے اسکی آواز سنی اُس کافر میت کو لعنت کرتا ہے پس یہی ہے قول اللہ تعالے کا
اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون- یعنے زمین کے دوابّ رواہ ابن ابی حاتم وابن ماجہ وابن المنذر- اور مجاہد رح نے فرمایا کہ جب زمین مین خشک سالی
ہوتی ہے تو بہائم کہتے ہین کہ یہ آدمیون کے گناہون کی وجہ سے ہے اللہ تعالے آدمیون مین کے نافرمانون پر لعنت کرے پس ان لعنت کرنے
والون کی لعنت کے یہی معنی ہین کہ اللہ تعالے سے دعا کرتے ہین کہ انپر لعنت کرے امام ابن کثیر رح نے فرمایا کہ غور سے دیکھو کہ حدیث مین آیا ہے کہ عالم کیواسطے
ہر چیز استغفار کرتی ہے یہانتک کہ چیونٹیان اپنے سوراخون مین اور مچھلیان دریاؤن مین اور پرندے ہوا مین پس یہودی و نصاری کے عالم لوگ بخلاف
علماء کے ہین کہ انپر اللہ تعالے وملائکہ ولوگون کی لعنت ہے- پھر یہ لعنت یا تو بزبان مقال ہے یا بزبان حال ہے اور شیخ ابو العالیہ سے روایت ہے کہ قیامت
کے دن ہوگی قال المترجم اصح یہ ہے کہ یہ لعنت بنابر تفسیر ابن عباس رض کے ہر ایک جاندار کی طرف سے تحقیقی ہے اگرچہ بعض کا ہمکو شعور ہے اور بعض کا نہین ہے اور اسکی
تحقیق ہم تحت تفسیر قولہ تعالے- وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ- بیان کر چکے ہین فتذکر پھر اللہ تعالے نے ان یہود و نصاری کے علم چھپانے
والون سب مین سے ایسون کو استثناء کیا جنھون نے توبہ کی پس فرمایا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ
اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سوائے ان کتاب والون کے جنھون نے توبہ کی اور اصلاح کی اور صاف
بیان کر دیا تو ایسے بندون پر مین رجوع فرماتا ہون اور مین تواب رحیم ہون ف اس استثناء مین اختلاف ہے کہ متصل ہے یا منقطع ہے جیسا کہ
شیخ ابو البقاء نے ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ استثناء متصل ہے اور مستثنی منہ وہ ضمیر ہم فی قولہ یلعنہم ہے اور بعض نے فرمایا کہ استثناء منقطع ہے اسواسطے کہ
جنھون نے چھپایا تھا وہ قبل توبہ کرنے کے لعنت کیے گئے اور استثناء فقط اس بیان کے واسطے ہے کہ توبہ کرنے والون کی توبہ قبول ہوئی اور اسواسطے
نہین ہے کہ چھپانے والون مین سے ایک قوم پر لعنت نہین کی گئی قال المترجم تحقیق یہ ہے کہ استثناء متصل ہے اور چھپانے والون مین سے جنکا انجام مردود
اور جنکا مغفور ہوگا سب علم الٰہی مین تھا فافہم اور تابوا سے مراد یہ ہے کہ انھون نے ہر کفر و شرک و بدعات سے توبہ کی جسمین سے امر حق کا چھپانا بھی ہے
کیونکہ خالی چھپانے سے توبہ کر لینے سے لعنت انپر سے نہ جائیگی جبتک کہ ایمان نہ لاوین اور ہر ایسی چیز سے توبہ نہ کرین جس سے توبہ کرنا واجب ہے
دفع لعنت کے لیے اور اسی سے فرمایا واصلحوا یعنے اپنے اعمال ظاہری و افعال باطنی نیک کیے اور جو خرابی کر ڈالی تھی اسکا تدارک کر دیا اور منجملہ مفسدات
کے کتمان حق تھا اسی سے فرمایا- وبینوا- یعنے جو انھون نے امر حق کو چھپایا تھا اسکو خوب مبالغہ سے ظاہر کر دیا تو وہ اس جزاء و ثواب کے مستحق ہوے
کہ- فاولئک اتوب علیہم- یعنے ایسے لوگون کی توبہ قبول کرتا ہون اور یہ محض صفت رحمت و توابی کا مقتضا ہے اسی لیے فرمایا- وانا التواب

الرحیم۔ اور یہ صفت مخصوص اسی امت مرحومہ نبی الرحمۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظاہر ہوئی کہ دلی ندامت و بیان سے توبہ ہو شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگلی امتوں میں سے ایسے لوگوں کی توبہ اسطرح نہیں قبول ہوتی تھی اور اس کلام میں دلالت ہے کہ جو شخص کسی بدعت یا کفر یا شرک کی دعوت کر چکا ہو اگر اسنے سچی توبہ کی اور مرد صالح ہو گیا اور پہلے کی غلطی کو ظاہر کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماویگا اور جو مرتے دم تک کافر رہے انکا انجام بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ

جو لوگ کافر ہوے اور مرگئے اسی حال میں کہ وہ کافر تھے انھیں پر ہے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی

أَجْمَعِينَ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝

رہ پڑے اوسمیں نہ ہلکا کیا جائیگا ان پر سے عذاب اور نہ انکو فرصت ملے گی

واضح ہو کہ توحید ایمان صرف ایک راہ مستقیم ہے اور ورائے توحید کے بیشمار راہیں کفر ہیں جیسے دو نقطہ کے بیچ میں خط مستقیم صرف ایک ہو سکتا ہے اور کج خطوط غیر متناہی نکلتے ہیں لیکن یہ سب کفر ہیں اسواسطے کہا گیا کہ کفر ملت واحدہ ہے۔ بالجملہ بیشمار راہیں کفر پر جو کوئی مرگیا اسکا انجام یہ ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ۔ البتہ جو لوگ کافر ہے اور اسی حالت پر مرے کہ کافر تھے ف بیضاوی نے اشارہ کیا کہ آیت میں حق چھپانے والے کافر مراد ہیں چنانچہ بیضاوی نے تفسیر میں کہا کہ اے من لم یتب من الکاتمین حتے مات۔ یعنے حق چھپانے والوں میں سے جسنے توبہ نہ کی یہاں تک کہ مرگیا۔ م۔ شاید یہ تخصیص اس نظر سے ہو گی کہ ماقبل کے ساتھ خوب منتظم ہو ورنہ کوئی وجہ تخصیص کی نہیں جیسا کہ اوروں نے کہا کہ کافر خواہ حق چھپانے سے ہوے یا اور وجہ سے اور یہی کلام مفسر سیوطیؒ سے ظاہر ہے اور یہی ارجح ہے اسلیے کہ معنی کی راہ سے شامل تر ہے اور اس شمول کے ساتھ ماقبل سے منتظم ہونا خود ظاہر ہے وقولہ وہم کفار۔ جملہ حال اور واو حالیہ ہے اور زمخشری نے کہا کہ اسکا حذف شاذ ہے۔ بالجملہ جس کسی کافر نے مرتے دم تک توبہ نہ کی أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ تو یہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ و ملائکہ و جمیع لوگوں کی لعنت ہے۔ ف یہ جملہ اسمیہ خبر ان واقع ہے اور یہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے کہ لعنت مذکور اس حالت پر مرنے والوں سے کبھی الگ نہو گی بخلاف اوپر کی آیت کے کہ اسمیں یلعنہم اللہ۔ بجملہ فعلیہ فرمایا کہ اسکی دلالت وقوع پر ہے باوجود اسکے تاکید شدید فرمائی بقولہ تعالیٰ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ۔ یہ لوگ ہمیشہ اسمیں رہینگے انسے عذاب تخفیف نہوگا اور نہ وے لوگ مہلت دیے جاوینگے ف یہاں چند مقام ہیں اول لعنت کیونکر ہے دوم سب آدمیوں میں یہ کفار خود داخل ہیں یا نہیں سوم ضمیر خالدین فیہا۔ سے اللعنۃ یا فی النار۔ اور بیان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی لعنت کرنے کے یہ معنے ہیں کہ دھتکارا اور اپنی رحمت سے دور کر دیا اور یہ سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی سے ممکن نہیں ہے اور فرشتوں و تمام لوگوں کی لعنت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یوں بد دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافر پر لعنت کرے اور شیخ ابو العالیہ و قتادہ سے روایت ہے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہو گا کہ کافر کھڑا کیا جائیگا پس اللہ تعالیٰ اسپر لعنت کریگا پھر ملائکہ لعنت کرینگے پھر سب آدمی اسپر لعنت کرینگے۔ اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ کسی خاص معین زندہ کافر پر لعنت کرنا نہیں جائز ہے اسواسطے کہ اسکا حال اسکی وفات کے وقت معلوم نہیں اور ایک جماعت علماء اسی طرف گئی ہے کہ معین زندہ کافر لعنت نہ کیا جاوے مگر مطلق کافر پر لعنت کرنا علی العموم روا ہے اسمیں کوئی خلاف نہیں ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور انکے بعد کے خلفاء و ائمہ اسلام قنوت وغیرہ میں مطلقاً کافروں پر لعنت کیا کرتے تھے اور اگر کہا جاوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معین کافروں پر نام بنام لعنت فرمائی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو وحی سے معلوم ہوتا تھا وہ اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپکو اس سے منع بھی کر دیا جیسا کہ آئندہ تفسیر قولہ لیس لک من الامر شیء میں آویگا۔ اور بعض نے کہا کہ کافر معین پر

لعنت کرنا بھی ظاہر پر عمل کرکے جائز ہو جیسا کہ اسکے ساتھ قتال کرنا جائز ہو اور اسی کو فقیہ ابوبکر بن العربی نے اختیار کیا ہو۔ اور قرطبی نے فرمایا کہ کافر پر
لعنت کرنا کفر سے زجر کرنے کے طریق پر نہیں ہو بلکہ یہ اسکے کفر کی جزا ہو اور اسکے قبیح کفر کا اظہار ہو خواہ کافر عاقل ہو یا مجنون ہو اور سلف میں سے ایک
جماعت نے فرمایا کہ کافروں میں سے جو مجنون ہوگیا یا مرگیا اسپر لعنت کرنیکا کچھ فائدہ نہیں ہو نہ بطور جزا کے اور نہ بطور زجر کے اور کہا کہ اس قول کی دلالت
یہ ہو کہ آیہ کریمہ میں اصل امر کی خبر دی ہو کہ اللہ تعالے اور ملائکہ اور سب لوگ ایسے کافروں پر لعنت کرتے ہیں اور آیت کریمہ میں لعنت کرنیکا حکم نہیں دیا ہے
شیخ ابوبکر بن العربی مالکی نے فرمایا کہ گنہگار معین پر لعنت کرنا بالاتفاق نہیں جائز ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں ایک شراب خوار کئی بار لایا گیا اور
ہر بار اسپر حد ماری جاتی تھی پس ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالے اسپر لعنت کرے کسقدر بار بار لایا جاتا ہو پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کے
مددگار نہ ہو اور حدیث صحیحین میں ہو اور بعض روایت میں ہو کہ فرمایا کہ اسکو لعنت مت کر کیونکہ وہ اللہ و اسکے رسول کو دوست رکھتا ہو اور اسی سے
بعض نے استدلال کیا کہ جو شخص اللہ و رسول کو دوست نہ رکھتا ہو مثلاً کوئی کافر کہ وہ معین ہو تو اسپر لعنت کرنا جائز ہو۔ اور قولہ والناس اجمعین۔ یعنے لوگ سبکے
سب اور یہاں یہ وہم ہوتا ہو کہ اللہ تعالے نے والناس اجمعین فرمایا حالانکہ ناس میں مسلمان و کافر سب شامل ہیں اور کافر کے دین والے کافر کو لعنت نہیں کرتے ہیں اور
نیز ناس اجمعین میں وہ کافر خود شامل ہو حالانکہ اپنے آپ کو لعنت نہیں کر سکتا ہو اور اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول آنکہ کل مراد ہیں لیکن یہ قیامت میں ہوگا
جیسا کہ ابو العالیہ و قتادہ سے اوپر گذرا دوم آنکہ الناس اجمعین سے مراد خاص وہ لوگ جنکے لعنت کرنیکا اعتبار ہو اور وہ مومنین ہیں یہ ایک روایت قتادہ
سے بھی ہو اور یہی حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہو اور اس صورت میں یہ کلمہ عام اور مراد خاص ہو اور تائید قول اول یہ ہو کہ اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا
یلعن بعضکم بعضا۔ یعنے بعضے کافر دوسروں کو لعنت کرینگے۔ اور فرمایا کہ۔ کلما دخلت امة لعنت اختها یعنے ہر بار جب ایک گروہ آگ میں داخل ہوگا
تو اپنے ساتھی گروہ پر لعنت کریگا۔ سوم آنکہ اکثر کی طرف سے لعنت ہونے پر کل کی طرف سے تغلیباً لعنت کا اطلاق ہو بوجہ اسکے کہ اکثر کا حکم اقل پر بھی
ہو گویا سبنے لعنت کی چہارم آنکہ وہ لوگ ظالموں و کافروں پر لعنت کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ظالم و کافر ہیں پس جب اسنے ظالم و کافر پر لعنت کی تو گویا
اپنے کو لعنت کی قال المترجم اولی یہ ہو کہ اجمعین تاکید مفردات ہو یعنے اللہ تعالے کی اور ملائکہ کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہو پس الناس سے مراد
اہل ایمان ہیں بنابر آنکہ الف لام عہد کا ہو اور بعض نے جواب دیا کہ لعنت کرنے سے مراد عام ہو کہ بزبان مقال ہو یا بزبان حال ہو پس بزبان
حال ہر کافر دوسرے پر بلکہ اپنے اوپر لعنت کرتا ہو اور بعض نے حق جواب کی طرف یوں اشارہ کیا کہ معنے یہ ہیں کہ ان پر اللہ تعالے و ملائکہ و
لوگوں کی سب کی لعنت ہو یعنے ایسے کافر جو کفر پر مرے ہیں وہ اس طرح لعنت کے مستحق ہیں خواہ وہ اپنے اوپر اپنی زبان سے یا
اپنے ساتھیوں پر اپنی زبان سے لعنت کریں یا نہ کریں پس یہ کلام ایسا ہو کہ گویا فرمایا کہ ان پر افراد لعنت کے تمام و کمال ہیں اور وہ قدرت
الٰہی میں واقع و متحقق ہیں فافہم۔ اور قولہ تعالے خالدین فیہا ضمیر مونث فیہا کی لعنت کی طرف راجع ہے یا نار کی طرف راجع ہو مگر اس صورت
میں اضمار قبل الذکر ہوگا جسپر لعنت ہونا دلالت کرتا ہو پس یہ تہویل و تخویف و تعظیم شان کے طور پر ہے اور قولہ تعالے ولا ہم
(ہول دہشت خوف دلانا)
ینظرون۔ یہاں ینظرون یا تو انظار سے ہے یا نظر سے ہے اور نظر یا تو بمعنے دیکھنے کے ہے یا بمعنے انتظار ہو پس شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ لاہم ینظرون
(مہلت دینا ہو)
ای لا ینظرون لیعتذروا۔ اے انکو مہلت نہ دیجائیگی تاکہ عذر کریں اور حضرت ابن عباسؓ سے اسی کے مانند روایت ہو یعنے تاخیر و مہلت نہ دیے
جاوینگے اور بعض نے فرمایا کہ لاہم ینظرون یعنے انکی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھا جائیگا اور مفسر سیوطی رحمہ نے تاویل ابن عباسؓ کو اختیار فرمایا اور انظار
بمعنے امہال لیا اور حق یہ ہو کہ کفار جو کفر پر مرے حیات دنیا ہی میں خود اپنے اوپر لعنت کرتے تھے سوا اسکے کہ انکے حواس لعنت کا ادراک نہیں کرتے ہیں۔ قیامت
میں انکی زبان ہاتھ پاؤں وغیرہ سب انپر لعنت کی گواہی دینگے حتی کہ مرتے ہی ظہور ہو جائے گا اور کفر خود امر شدید ہو اگر اللہ تعالے کی شان ارحم الراحمین تو مخلوق

عذاب سے نہین رہ سکتی اور اسکے جامع کمال صفات مین طاعت ومعصیت کو دخل نہین اور الوہیت کسی فرد مین سوائے حق تعالے کے محال قطعی
ہو لہذا اسم اعظم کی صفت سے تنبیہ فرمائی بقولہ تعالے

١٩ ع ١١ ٢ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

اور معبود تمھارا اللہ واحد ہے نہین کوئی معبود مگر وہی وہ رحمن و رحیم ہے

شان نزول شیخ سیوطی نے لکھا کہ لوگون نے عرض کیا کہ ہمارے رب عزوجل کا وصف فرمایئے تو نازل ہوا قولہ تعالے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ تمھارا آلہ واحد ہو اسکے سوائے کوئی الوہیت والا نہین وہی رحمن رحیم ہو ف اور یہی معالم مین مذکور ہو اور خطیب وغیرہ نے بھی کی پیروی کی اور سراج مین کہا کہ جب کفار قریش نے کہا کہ اے محمد وصف کرو ہمارے لیے اپنے پروردگار کو اور نسبت بیان کرو ہمارے لیے تو سورۂ اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد اور یہ آیت اتری والٰہکم آلہ واحد اور واحد وہ ہو جسکا نظیر نہو اور شریک نہو

اقول یعنے واحد سے یہان یہ مراد نہین جو معروض وحدت ہو کہ اللہ تعالے اس سے برتر ہو کہ کوئی چیز اسکو عارض ہو اور نیز وحدت وغیرہ عددی عوارض کمیات کے اوصاف ہین پس اللہ تعالے کے واحد ہونے کے وہ معنی نہین ہین جو اور چیزون کے واحد ہونے مین تصور کیے جاتے ہین کہ اس چیز کو وحدت کہے ہوے ہو جو تثنیہ وجمع کے مقابل ہوتی ہو بلکہ یہ مراد ہو کہ اسکی ذات پاک ایسی ہو کہ کوئی اسکا نظیر نہین اور اپنی صفات مین فرد ہو کہ کوئی چیز اسکے مشابہ کسی وجہ سے نہین اور اپنے افعال مین واحد ہو کہ کوئی اسکے ساتھ شریک نہین اور یہی فقہ اکبر مین امام اعظم سے مروی ہو اور شرح مثنوی مین ملا بحر العلوم نے ذکر کیا ہو اور اکابر اہل تصوف نے ایک اور معنی بیان کیے ہین جو اپنے مقام پر مذکور ہونگے۔ قال البیضاوی والٰہکم خطاب عام ہو یعنے مسلمانون وکافرون سب کیطرف خطاب ہو اور مراد یہ ہو کہ تمھاری طرف سے عبادت کیے جانے کا مستحق آلہ واحد ہو پس کافرون کے بت وغیرہ اگرچہ آلہ بنائے ہوئے تھے مگر وہ کوئی مستحق عبادت نہ تھے بلکہ بتان باطل تھے اور یہ درحقیقت آلہ کے معنے ہین کہ جو مستحق عبادت ہو اسیواسطے بیضاوی نے حرف لا سے تفسیر کی اور یہ توجیہ نہین ہو جیسا کہ بعض نے وہم کیا پس کافرون نے جو اپنے بتون وغیرہ کو آلہ قرار دیا اسمین نام رکھنے مین غلط کیا جیسے کوئی اندھے کو انکھیارا کہنے لگے اور معنی مین غلط کیا کہ غیر مستحق کو مستحق بنا لیا۔ قال العکبری الٰہ خبر ہو اور واحد اسکی صفت اور مقصود بیان صفت ہو اسواسطے کہ الٰہکم واحد مفید ہے اور فرمایا قل ہو اللہ احد اور بعض محققین نے کہا کہ واحد اور احد ایک معنی مین ہین۔ اور قولہ لا الٰہ الا ہو۔ یہ اللہ عزوجل کی وحدانیت کی تقریر ہو اور لا کے تحت مین آلہ نکرہ کی نفی سے بالکل آلہ کی نفی ہوئی الا ہو۔ استثنا سے فقط اللہ عزوجل کی الوہیت ثابت رہی پس اس سے یہ وہم بھی دفع ہو گیا کہ شاید آلہ موجود ہون اگرچہ مستحق عبادت نہون تو فرمادیا کہ کسی کا وجود ہی نہین ہو اور ابو البقا نے ذکر کیا کہ الا ہو مستثنی موضع رفع مین ہو اور لا کے موضع سے بدل ہو کیونکہ لا آلہ کا موضع یعنے لا مع اپنے معمول کے موضع ابتدا مین ہو پس مرفوع المحل ہو پس بدل بھی مرفوع المحل ہو اور اگر موضع نصب مین ہوتا تو الا الٰہ ہوتا اور یہ ایک لطیف نکتہ ہو کہ آلہ ہونے کا مقام فقط اللہ عزوجل کا ہو اور غیر اس مقام سے نفی کیا گیا ہو۔ الرحمن الرحیم۔ ان دونون پاک نامون کی تفسیر اول سورۂ فاتحہ مین گذری اور مقدمہ مین مفصل بیان ہو اور یہ دونون یا تو الٰہکم کی خبر دوم وسوم ہین یا مبتداے محذوف کی خبر ہین ای ہو الرحمن الرحیم اور یہی مفسر سیوطی نے اختیار کیا ہو اور الا ہو مین مستثنی سے صفت نہین ہوسکتے ہین اسواسطے کہ ضمیر کا وصف نہین آتا اور نہ ضمیر سے کسی کا وصف کیا جاتا ہو اور اس سے خبر بھی نہین ہوسکتی ہین اسواسطے کہ مستثنی اس مقام پر جملہ نہین ہو ذکرہ العکبری اور بیضاوی مین فرمایا کہ یہ دونون پاک نامون کا وحدانیت پر دلیل دینے کے مانند ہو کیونکہ جب اوتعالے اصول وفروع چھوٹی وبڑی سب نعمتون کا مولی ہو اور جو چیز سوائے اللہ تعالے ہو وہ یا تو نعمت ہے یا وہ ہو جسکو نعمت دی گئی تو کوئی منعم نہ ٹھہرا پس اسکے سوائے کوئی بھی مستحق عبادت نہین ہو لطیفہ حدیث مین اسما بنت یزید بن السکن سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ - اور - الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ
الْقَيُّومُ اس حدیث کو ابن ماجہ و دارمی و ابو داؤد و امام احمد و ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے اور کچھ بیان اسکا اول فاتحہ میں گذرا اور عنقریب بہ تفسیر
قولہ تعالے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ الآیۃ میں اشارہ آتا ہے۔ اور حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ سرکش دیوں پر کوئی چیز زیادہ سخت ان آیتوں سے نہیں جو سورۂ بقرہ میں ہیں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ - اسکو دیلمیؒ نے روایت کیا
پھر الوہیت خالق عز و جل اسقدر عیان ہے کہ اُسی نے دلیل و برہان کو پیدا کیا اور اُسی نے معرفت کو پیدا کیا اور اُسی سے مخلوقات کا وجود ہے چنانچہ فرمایا۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا
آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات و دن ایک دوسرے کے پیچھے بدلتے آنے میں اور کشتی جو لیکر چلتی ہے دریا میں جو

يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا
چیزیں لوگوں کے کام آویں اور جو اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس سے زمین کو اسکے مرے پیچھے اور چھٹکائے

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
اسمیں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے پھیرنے اور ابر کے پھیرنے میں جو حکم کا تابع ہے درمیان آسمان اور زمین کے ان میں نمونے ہیں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝
عقلمند لوگوں کو

اس آیت کا شان نزول بھی مفسر سیوطیؒ و معالم وغیرہ نے یہ بیان کیا کہ جب مشرکوں نے حضرت باری تعالے کے اوصاف مقدس کو سنا کہ وہ واحد فرد
لاشریک لہ الرحمن الرحیم ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے تعجب کر کے دلیل مانگی پس یہ آیت اُتری۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
آسمانوں و زمین کی پیدائش میں وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور رات و دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں وَالْفُلْكِ
الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ - اور کشتیوں میں جو لوگوں کی نافع چیزیں لیکر سمندر میں چلتی ہیں وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اور اس معاملۂ بارش میں کہ اللہ تعالے نے آسمان سے پانی اُتارا پس اس سے
زمین کو بعد مردگی کے زندہ کیا - وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ - اور زمین میں ہر قسم کے جاندار پھیلائے - وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اور ہواؤں کے
پھیرنے میں - وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ - اور بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں ف بالجملہ ان جمیع
آثار میں لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ - بیشک دلالات قدرت ہیں ایسی قوم کے واسطے جو سمجھ رکھتے ہیں ف برخلاف بے عقل کافروں کے جو اپنے
حواس جسمی کے مردگی میں بے عقل ہو کر اسیکا عقل نام رکھتے ہیں تو انکو کچھ نہیں سوجھتا اور کچھ بھی غور سے نہیں پاتے۔ بالجملہ اللہ عز و جل نے توحید
کے ذکر کے بعد اسپر واضح دلیل بیان فرمائی اور وہ آٹھ باتیں ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں اور اس خوبی کے ساتھ ہیں کہ انکے ظاہر معنے کھلی دلیلیں
ہیں کہ عوام و خواص سب بنظر انصاف سے دیکھکر وحدانیت الٰہی پر یقین کر سکتے ہیں اور خواص اسمیں جسقدر اپنی نظر عقل و علمی سے غور کرتے ہیں انکو
عجیب عجیب قدرت و کمال کے دلائل ملتے ہیں اور یہ منجملہ معجزات قرآن سے ہے اور وہ آٹھ باتیں یہ ہیں اوّل خلق السموات والارض - دوم تعاقب اللیل
والنہار سوم روانی کشتی و جہاز دریا و سمندر میں چہارم آسمان سے مینھ اوتارنا پنجم اُس سے زمین کو زندہ کرنا ششم اسمیں اسکے سبب جاندار دنیا کو
منتشر کر دینا ہفتم تصریف ریاح ہشتم تسخیر سحاب پس ان میں ہر ایک بجائے خود مثلاً پیدائش آسمان و زمین ہی ایک دلیل ایسی ہے کہ کسی عقل والے نے آجتک اسکا بدل نہ پایا

اور حقیقت اسکی کسی پر منکشف نہوئی خواہ فلاسفہ متقدمین ہون یا متاخرین سب اسکی حقیقت و ماہیت سے عاجز ہین اور کمال فلاسفہ کا انکے قول پر یہ تھا کہ موجودات کو ترتیب وجودی انواع کے ساتھ مع علت معلوم کرین مثلاً کہے کہ اول عقل اول پھر عقل دوم و فلک اول بعلت عقل اول پھر عقل سوم و فلک دوم بعلت عقل دوم اسیطرح سے عقل دہم اور فلک نہم تک پھر عقل دہم نے تمام زمین و مافیہا کو پیدا کیا۔ یہ قول ہر چند کہ انکی جہالت اور محض گمان ہے جسکو وہ تحقیق و علم جانتے ہین مگر ہماری مراد اس واہی قول نقل کرنے سے یہ ہے کہ جب کہا جاتا ہے کہ پھر عقل دہم نے گیارھوین عقل اور دسوین آسمان کو کیون نہین پیدا کیا تو کہتے ہین کہ یہ ہم نہین جان سکتے اسکو سوائے حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا اور حکمت تو اسیقدر ہے کہ جو موجودات ہین ہم اسکی ترتیب علت کو اپنی عقل سے پاوین و دریافت کرین اور یہ ہم نہین جانتے کہ ایسا کیون نہوا اور ویسا کیون نہوا۔ پھر جب کہا جاتا ہے کہ کنہ حقیقت آسمان کی کیا ہے تو کہتے ہین کہ آسمان تو دور رہا ایک گھاس کی جنس و فصل ذاتی بھی معلوم ہونا دشوار ہے۔ یہ تو حال ہے پھر بھی یہ لوگ اور انکے مانند بہت اپنے بڑھکر جاہل فرقہ ہین جو اپنے گمان پر اڑتے ہین اور حق بات جسکو اللہ تعالےٰ و اسکے رسول نے فرمایا ہے چھوڑتے ہین ایک ادنی بات یہ ہے کہ وہ اپنی حکمت کو علم قرار دیتے ہین ایسے جو باتین حکمت مین مذکور ہین وہ ضروریون ہی ہین جیسے ثابت کی گئین یا جنکو کہا گیا کہ یون نہین ہین وہ درواقع یون نہین ہین اسیطرح کہتے ہین کہ افلاطون کہتا ہے کہ جسم محض صورت جسمانیہ کا ایک جزو ہی ہیولے کوئی جزو نہین اور ارسطو والے کہتے ہین کہ جسم مرکب ہے صورت اور ہیولی دو جزو سے بس ہم یقیناً جانتے ہین کہ یا تو ہیولی نہ ہوگا جیسا کہ افلاطون کہتا ہے یا ہوگا جیسا ارسطو کہتا ہے اور یہ نہین ہو سکتا کہ نہو اور ہو بھی پس قطعاً معلوم ہوا کہ ان دونون مین سے ایک جھوٹا ہے پس حکمت کے یہ معنی کہان رہے کہ قطعی و یقینی ہے اور یون ہی ہے جیسے کہا گیا و ابو علی بن سینا نے شفا مین حکمت و علم و یقین مین کہا کہ۔ ہوانہ لیس لا کذا۔ حالانکہ یہ غلط ٹھہرا پس برادر اسلام کو فرض ہے کہ ان خیالات مین اپنی اوقات ضائع نہ کرے اور جو اللہ عزوجل اور اسکے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ثابت و صحیح الروایۃ معلوم ہوا اسپر تہ دل سے یقین کرے اور جس راہ سے اللہ عزوجل نے اپنے دلائل قدرت و کمال مین فکر کرنے کو ارشاد کیا ہے اسمین خوض کرے اور عجائب قدرت کی باریکیان و علم حق سے فیض پاکر خوش ہو چنانچہ اس آیت مین اللہ عزوجل نے دلائل توحید کو بقدر کفایت ارشاد کیا اور مدارک و بیضاوی مین ہے کہ روایت مین آیا کہ خرابی اسکی جسنے اس آیت کو پڑھا اور اسمین تفکر نہ کیا اور حدیث صحیح مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت اٹھے اور اسکو وضوء سے پہلے پڑھتے رہے بالجملہ اگر ان آٹھون وجوہ مین سے ایک پر بھی شیطانی وسوسے چھوڑ کر غور کرے تو اسکو علم ربانی حاصل ہو کہ اسکا پیدا کرنے والا وہی حق سبحانہ جامع اوصاف کمال ہے باوجود اسکے اسمین عجیب عجیب علوم سند یح ہین جو اسپر منکشف ہون انشاء اللہ تعالے۔ پھر سموات کو جمع فرمایا اور ارض کو واحد تو کہا گیا کہ اسلیئے کہ آسمان کئی طبقات ہین اور ہر طبقہ کے احکام جدا ہین لہذا جمع فرمایا اور زمین طبقہ واحدہ ہے اور رد کردیا گیا کہ زمین کے بھی وہی سات طبقے ہین چنانچہ فرمایا ومن الارض مثلہن پھر توجیہ کی گئی کہ یہ زمین کے طبقات مثل پیاز کے تہ بتہ ہین کچھ آبادی وغیرہ نہین پس مثل طبقات آسمان کے نہین ہوسکے بلکہ طبقہ واحدہ کے مانند ہوئے اور یہ بھی رد کیا گیا کہ حاکم نے من طریق ابی الضحی عن ابن عباسؓ روایت کی جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر طبقہ زمین مین آبادی ہے اور ہر طبقہ کا آدم مانند ہمارے آدم کے اور موسی مانند ہمارے موسیٰ کے اور عیسی مانند ہمارے عیسیٰ کے اور محمد مانند ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور ہمارے مغفور نے تدریب الراوی شرح تقریب النواوی مین کہا کہ مین حاکم کے اس حدیث کو صحیح کہنے سے تعجب کرتا تھا یہانتک کہ مین نے بیہقی کو دیکھا کہ انھون نے کہا کہ اسکی اسناد تو صحیح ہے ولیکن یہ اول ہی راوی پر شاذ ہے یعنے فقط ابو الضحی کا کے ابن عباس سے راوی ہین مجھے کوئی اسکا متابع نہین معلوم ہوا انتہی اور ابن المنذر وغیرہ نے اسکو دوسری وجہ سے بھی ابن عباس سے روایت کیا ہے پس ابو الضحی کی متابعت موجود ہے اصح یہ کہ نصوص قرآن و حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق عالم سے افضل و اکرم ہین اور یہ طبقات بھی منجملہ عالم کے ہین کیونکہ عالم ماسوائے ذات باری عزوجل ہے پس ہمارے نبی مانند سے مراد مشابہت ہے اس امر مین کہ اسی طرح سے اسمین انبیاء ہین جیسے ہم مین گذرے ہین اور مانند سے

مثل وکیسان مراد نہین ہو بوجہ اسکے کہ ہمنے ذکر کیا کہ قطعی نصوص سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً افضل از خلق عالم ہونا جیسا ثابت ہو ویساہی دلالت
واشارت سے بکثرت معلوم ہو اور یہان تخصیص کرنا میرے نزدیک جرأت وجہالت ہو- اور بیضاوی نے کہا کہ آسمان کو اسواسطے جمع فرمایا کہ وہ سب اجناس
مختلفہ ہین ہر آسمان دوسرے آسمان سے غیر جنس ہو اور زمین کی جنس واحد یعنے خاک ہو اور اسکے جمع کی حاجت نرہی کہ محسوسات مین اعظم مخلوق آسمان ہے
جب اسکو متعدد پیدا کر دیا جو لفظ جمع سے ظاہر ہو تو زمین سے ہزار دن ہو سکتے ہین حاجت جمع بیان کرنے کی کچھ نہین رہی- اور یہان ثابت ہوا کہ آسمان
طبقات متعدد موجود ہین محض تمہارے نظر نہین ہو جیسا کہ اسوقت کے بعض ملاحدہ سے مسموع ہوتا ہو اسلیے کہ استعمال عرب مین خلق کو معدوم ونا پید کیطرف
نسبت نہین کرتے ہین- اور مترجم نے مقدمہ مین اسکو دلیل عقلی و ریاضی سے مدلل رد کر دیا ہو اور آسمان مین جو نشانی قدرت ہین منجملہ انکے یہ ہو کہ اسکو بلا بندش و
ستون کے اپنے حال پر مخلوق کر دیا اور اسمین سورج وچاند تارے وغیرہ جڑ دیے اور زمین مین منجملہ اسکی نشانیون کے اسکا پانی اپنی جگہ سے سائل نہین ہوتا اور
سمندر سے جانب بالا باز نہین بہ جاتا ہو اور اسپر خاک بچھی ہو جسمین پہاڑ و دریا و کانین وجواہر واشجار وانمار کثیرہ ہین- اور یہان سے نکلا کہ پانی کی طرح قیامت
مین پینے کا ایک حال پر رہنا بمشیت ایزدی ہو جیسے سمندر کے پانی مین مشاہدہ ہو- قولہ واختلاف اللیل والنہار- اختلاف اس مقام پر اس محاورہ سے
ہو کہ اختلف فلانٌ فلاناً- اے خلیفہ ہوا زید عمرو کا اور اختلاف ضد اتفاق یہان نہین ہو- پس اختلاف اللیل والنہار کے معنے یہ ہوے کہ باہم ایک دوسرے کا
خلیفہ ہوتا ہو بایں طور کہ ایک جاتا ہو اور دوسرا اسکے پیچھے آتا ہو اور فرمایا اللہ تعالے نے- وہو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ- اے وہی اللہ پاک ہو جسنے کردیا
رات اور دن کو خلفۃ اے خلیفہ ہو جاتا ہو انمین سے ہر ایک بعد دوسرے کے- اور عطاء رہ نے فرمایا کہ روشنی وتاریکی اور زیادتی ونقصان مین ان دونون کا
اختلاف مراد ہو اور اس بنا پر اختلاف ضد اتفاق ہوگا- اور ابن الخطیب نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسمین تیسری وجہ یہ ہو کہ یہ دونون جیسے زمانہ مین مختلف
ہوتے ہین ویسی جگہون مین بھی مختلف ہوتے ہین کیونکہ جو شخص زمین کو گول کہتا ہو پس جو ساعت تو مقرر کرنے وہ زمین کے کسی مقام پر صبح ہوگی اور یہی ساعت
دوسرے مقام پر ظہر ہوگی اور تیسری مقام پر عصر ہوگی اور کہین مغرب اور کہین عشا ہوگی- اور یہ اسوقت ہو کہ ہمنے طول کی راہ سے بلاد مختلفہ کو لیا اور اگر عرض
کی راہ سے بلاد مختلفہ کو اعتبار کرین تو جس ملک کا عرض جانب شمال سے زیادہ ہوگا اسکی گرمی کے ایام بڑھکر ہونگے اور جاڑے کے ایام کم ہونگے پس
ملکون کے طول وعرض کی راہ سے شب وروز مین ایسے مختلف حالات ایک امر عجیب ہو- کما قالہ الکرخی اور لیل جمع لیلۃ کی ہو اور لیالی اسکی جمع الجمع ہو اور نہار جمع نہر
کی ہو اور لیل کو نہار سے مقدم کیا اسواسطے کہ وہ اقدم ہو جیسا کہ فرمایا- وآیۃ لہم اللیل نسلخ منہ النہار- یعنے نشانی ہو انکے لیے رات کھینچتے ہین ہم اس سے دن کو
اور یہ بنا بریں کہ ظلمت مقدم ہو نور پر یہی قول اصح ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ نور مقدم ہو ظلمت پر- اور اس اختلاف سے ایک فائدہ نکلتا ہو کہ یہ ہو کہ جو رات ہو وہ آیا
اپنے اگلے دن کے تابع ہو یا پچھلا دن اسکا تابع ہو پس اول قول کے موافق پچھلا دن اسکا تابع ہوگا اور دوسرے قول کے موافق اگلے دن کے تابع ہوگی پس یوم عرفہ
پہلے قول کے موافق اصل سے مستثنی ہوگا کیونکہ اپنے پیچھے والی رات کا تابع ہو اور دوسرے قول پر اصل کے موافق ہو- اور طلوع فجر سے غروب شمس تک کے درمیان
نہار ہو اور نضر بن شمیل نے کہا کہ شروع نہار کا طلوع شمس سے ہو اور اس سے پہلے نہار مین سے شمار نہین ہو اور یہی ثعلب وزجاج کا قول ہو- اور ابن الانباری
نے زمانہ کی تین قسمین کی ہین ایک محض رات کہ غروب آفتاب سے طلوع فجر تک ہو دوم محض نہار کہ طلوع آفتاب سے غروب تک ہو اور سوم مشترک درمیان لیل ونہار
کہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہو کیونکہ کچھ تاریکی رات کی رہتی ہو اور کچھ دن کی روشنی ہو جاتی ہو اور یہ اصطلاح اہل لغت کے موافق بیان ہوا اور
شرع مین روزے کیواسطے بالاتفاق نہار کا اعتبار طلوع فجر سے تا غروب آفتاب ہو اور صدقہ فطر کے واسطے اگر طلوع فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے
لڑکا پیدا ہوا تو فقہ مین اسکا کلام معروف ہو- قولہ والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس- لفظ فلک بضم اول وسکون دوم جمع ہو اور اسکے معنے بڑی
کشتیان اور اسکا مفرد وجمع ایک ہی لفظ ہو پس فرق یون بیان کیا گیا کہ اسکا واحد بروزن قفل ہو اور جمع بروزن اُسُدٌ جمع اسد بفتحتین اور اسی سے بعض نے

کہا کہ واحد فلک بھی بروزن اَسَد بفتحتین ہو اور یہ تصرف فی اللغۃ بقیاس ہو اور یہ روا نہین ہو اور محققین کے نزدیک فرق واحد و جمع مین باعتبار ضمہ
ہو یعنے جو ضمہ کہ فا کو واحد مین ہو وہ غیر ضمہ جمع ہے اور اسکی دلیل یہ ہو کہ جمع کا ضمہ اسمین بھی ہوتا ہو جسکا واحد مضموم نہین مثل اُسد و کُتب کہ واحد اسکا اَسَد
بفتحتین و کتاب ہو ذکرہ العکبری والبیضاوی- اور رضی مین ہو کہ ساکن العین ایسے الفاظ مین فرع مضموم العین کی ہو پس اصل مین فلک بضمتین ہوگا اور
یہی بعض قراءۃ مین آیا ہو اور فلک کی تانیث یا تو اسوجہ سے کہ یعنے سفینہ ہو یا بوجہ جمع ہونے کے ذکرہ البیضاوی آور بعض نے کہا کہ کبھی اسکو مذکر لاتے ہین
کما فی قولہ فی الفلک المشحون- اور کبھی مونث کما فی قولہ- والفلک التی تجری فی البحر- و قولہ حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بہم- ولیکن یہ قول وہم ہو اسلیے کہ اول
مثال مین لفظ مفرد ہو اور دوم و سوم مین جمع ہو پس تذکیر بوجہ افراد کے اور تانیث بوجہ جمع کے ہو سکتی ہو پھر نشان قدرت اسمین یہ ہو کہ کشتی باوجودیکہ گرانبار
ہوتی ہو اسباب و آدمیون وغیرہ سے پھر پانی پر روان ہوتی اور نہین ڈوبتی ہو اور یہ اللہ تعالے کی نجات سے ہو اور اسکی قدرت کاملہ کا ظہور ہو ورنہ ایک
کنکری ڈوب جاتی ہو اور مافی قولہ بما ینفع مین موصولہ ہو مصدریہ نہین ہو علی ماقیل- اور قولہ- وما انزل اللہ من السماء من ماء- پہلا من ابتدائیہ اور دوسرا بیان
موصول ہو- بغوی نے کہا کہ سماء سے مراد سحاب ہو کہ اللہ تعالے اسمین پانی پیدا کرتا ہو پھر اس سے نازل فرماتا ہو- اور بعض نے کہا کہ آسمان مراد ہو کہ اسمین پیدا
کرکے پھر سحاب مین اُتار کے پھر زمین کو نازل فرماتا ہو اور سراج مین کہا کہ ہمارے شیخ قاضی زکریا نے فرمایا کہ اخبار مین یون ہو کہ سحاب تو جنت کے پھل اور درخت
سے ہو اور مینہ عرش کے نیچے کے سمندر سے ہے مترجم کہتا ہو کہ اس بارہ مین حدیث صحیح مین کچھ نہین آیا البتہ اسرائیلی روایات ہین اور کلام اسمین پہلے گذر چکا
اور ماء سے مراد مینہ ہو کہ جو اللہ تعالے کے حکم سے عالم کی زندگی کا اور پیداوری نباتات و ارزاق کا باعث ہو- فاحیا بہ الارض بعد موتہا- موت سے مراد زمین کا خشک
ہوجانا اور مجازا اسکو موت فرمایا پس احیاء سے مراد یہ کہ زمین مین نباتات اُگائے یا اسکی ترو تازگی ہو اور یہ احتمال پر عطف ہو اور قولہ و بث فیہا من کل دابۃ
ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دابہ سے مراد ہر جاندار ہو جو روے زمین پر چلے خواہ کوئی مخلوق ہو آدمی یا جانور یا کیڑے پتنگے وغیرہ جنکی صورتین مختلف و رنگ اور
زبانین جدا جدا باوجود کثرت بےشمار کے اور باوجود اسکے کہ آدمی مثلاً ایک اصل کی طرف راجع ہین پھر بھی ہر مرد کی صورت امتیازی موجود ہو عقل مین نہایت عجیب
ہے اور یہ عطف ہے احیاء پر کیونکہ احیاء ارض اور بث الدواب دونون اسی مطر کے سبب سے ہین اور کشاف مین کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ انزل
پر عطف ہو اور شیخ ابوحیان نے فرمایا کہ انزل پر اسکا عطف صحیح نہین اور نہ احیاء پر بلکہ صواب یہ ہو کہ یہان موصول محذوف ہو اے وما بث فیہا- اور کہا کہ
اسمین ایک زیادہ فائدہ یہ ہو کہ یہ ایک مستقل نشانی ہوجاتی ہو اور موصول کا حذف کرنا کلام عرب مین شائع ہو- قولہ و تصریف الریاح والسحاب
المسخر بین السماء والارض- ریاح جمع ریح یعنے ہوا اور یہ لفظ مذکر و مونث دونون پر بولا جاتا ہو اور تصریف ریاح سے مراد اسکو اسکے چلنے کے رخ سے
بدل دینا مثل پوروائی و پچھیا و اُتری و دکھنی کر دینا جسکو عربی مین قبول و دبور و شمال و جنوب کہتے ہین اور اسی قبول بالفتح کو صبا کہتے ہین و حدیث مین ہے
کہ نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور مین مدد دیا گیا صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد ہواے دبور سے اور شمال بروزن اکرم جو اُتر کیطرف سے چلے
اور جنوب اسکے برعکس ہو اور بعض نے کہا کہ صبا و نکباء وہ کہ دو ہواؤن کے بیچ کے بیچ سے چلے اور ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ ریح یعنی ہوا اللہ تعالے کے لشکر سے
بڑے گروہ ہین اور حدیث مین ہو کہ ریح کی ہوا بتون کے ساتھ وہی کرتی ہو جو درختون کے ساتھ کرتی ہو اور ابی بن کعب سے مروی ہو کہ قرآن مین جہان ریاح
کا لفظ ہو وہ رحمت ہو اور جہان ریح ہو وہ عذاب ہو اور ہوا کو برا کہنے سے ممانعت مین احادیث وارد ہین اور سراج مین ہو کہ صبا و شمال و جنوب
مین بشارت ہو اور دبور وہی ریح عقیم ہو اور بعض نے کہا کہ ریاح آٹھ ہین چار رحمت کیواسطے وہ مبشرات و ناشرات و ذاریات و مرسلات ہین اور یہ
کلام مجید مین مذکور ہین اور چار عذاب کی ہین دو خشکی مین عقیم و صرصر اور دو تری مین عاصف و قاصف اور یہ بھی قرآن مین مذکور ہین اور ریح مین نشان یہ ہو
کہ وہ بے رنگ جسم لطیف ہو کہ نہ دکھلائی دیتا اور نہ ہاتھ مین آتا ہو اور باوجود اسکے اسمین ایسی طاقت ہو کہ بڑے بڑے پیڑ اکھاڑ ڈالتی ہو اور سنگین عمارتین

ڈھا دیتی ہے اور باوجود اسکے وہ زندگی کا سبب ہے کہ اگر ایک طرفۃ العین معدوم ہو تو ہر ذی روح مرجاوے- اور جو چیز زمین پر ہے سڑجاوے- اور لفظ ریح
مذکر و مونث دونون آتا ہے اور سحاب یعنی غیم مسخر ہو درمیان آسمان و زمین کے پس بعض نے کہا کہ مسخر ہونا یہ کہ جہان چاہا اسکو بھیجدیا اور بعض نے کہا کہ بدون
بندان کے اسکا درمیان مین جا رہنا بھی اسکا مسخر ہونا ہے- اقول تسخیر کے معنی تو معلوم ہین یہ دونون باتین اور اسکے سوائے اور اطاعت و فرمانبرداری کی جگہ
سب اسمین داخل ہین اور سحاب مین نشانی یہ ہے کہ باوجودیکہ وہ اس کثرت سے پانی کو شامل ہے کہ بڑے بڑے دریا اس سے روان ہوتے ہین پھر بھی آسمان و
زمین کے درمیان بے روک ٹوک جا رہتا اور پانی تھامے رہتا ہے اور اسمین اور طرح طرح کی نشانیان ہین جو ادنیٰ فکر سے ظاہر ہوتی ہین پس یہ سب
انواع دلائل حضرت خالق واجب قادر مختار وحدہ لا شریک لہ پر دال ہین اور حق وہ ہے جو اکابر سے منقول ہے کہ حق عز و جل ہر چیز کی دلیل ہے اور امام اعظم رح نے اشارہ
کیا کہ اگر انبیاء علیہم السلام نہ بھیجے جاتے تو کوئی شخص اس امر مین معذور نہ رکھا جاتا کہ مین نے اپنے خالق کو نہ پہچانا فتفکر قولہ لآیات لقوم یعقلون- یعنی اللہ سبحانہ
کی وحدانیت اور کمال صفات کی طرف دلالتین و نشانیان ہین ایسے شخص کے لیے جو آنکھ سے دیکھتا اور نورانی عقل سے فکر کرتا ہے جو اوہام کا پابند نہین اور
انکلون پر نہین چلتا ہے اور بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ویل ہے اُس شخص کے لیے جسنے اس آیت کو پڑھا اور اسمین فکر نہ کی- اور لفظ یہ
ہین- ویل لمن قرأ ہذہ الآیۃ فمج بہا- شیخ ولی الدین عراقی نے فرمایا کہ مجھے اس روایت پر وقوف نہین حاصل ہوا یعنے کسنے روایت کی اور کیسی روایت ہے اور ہمارے مفسر رح
نے فرمایا کہ اس لفظ سے یہ روایت نہین مروی ہوئی اور کہا کہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر اس رات اُتاری گئی آیۃ- ان فی
خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب- پھر فرمایا ویل لمن قرأہا ولم یتفکر فیہا- اے ویل ہے اس شخص کے لیے جسنے اسکو پڑھا اور
اسمین فکر نہ کی- شیخ اوزاعی رح سے پوچھا گیا کہ ان مین فکر کی حد کیا ہے تو فرمایا پڑھے اس آیت کو در حالیکہ اسکو سمجھتا جاوے- انتہی و بیضاوی نے کہا کہ اسمین علم
کلام اور اسکے جاننے والون کے حق مین اس آیت سے بزرگی نکلتی ہے- یہ تو بیضاوی رحمۃ اللہ کا اجتہاد ہے اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ آدمی اگر اپنے پروردگار سے
ہر گناہ کو لا دکر سوائے شرک کے ملے تو اس سے بہتر ہے کہ علم کلام کے ساتھ اس سے ملے- اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ علم کلام والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے
اور امام احمد سے حارث محاسبی کے حق مین اسی قسم سے مروی ہے اور ایک جماعت ائمہ سے اسکی مذمت مروی ہے شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین مع اسانید
نقل کیا کہ حافظ ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قریش کے لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد ہم چاہتے ہین کہ دعا کرو کہ
تمھارا پروردگار صفا پہاڑ کو ہمارے واسطے سونے کا کردے کہ ہم اسکے عوض گھوڑے اور ہتیار خریدین اور تمھارے ساتھ ہو کر لڑین تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ وثیقہ
عہد کرو کہ اگر مین نے پروردگار سے دعا کی اور اسنے تمھارے لیے صفا کو سونے کا کر دیا تو تم ضرور ایمان لاؤگے پس انھون نے وثیق وعدہ کیا پس آپ نے
دعا کی پس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ پروردگار عز و جل نے انکو صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیا اس شرط پر کہ اگر یہ تیرے اوپر ایمان نہ لاوینگے تو انکو ایسا عذاب
کریگا جو تمام عالم مین کسی پر نہین کیا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ نہین میرے پروردگار بلکہ تو انکو اور مجھے چھوڑ دے مین انکو روز بروز دعوت و نصیحت
کرونگا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری- ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس الآیۃ- اور ابن ابی حاتم
نے دوسری وجہ سے جعفر بن ابی المغیرہ سے اسکو روایت کیا ہے اور آخر مین اسقدر زیادہ کیا اور کیونکر وہ لوگ تجھسے صفا کا سوال کرتے ہین حالانکہ وہ یون
مین سے وہ دیکھتے ہین جو اس سے بڑھکر ہے- اور ابن ابی حاتم نے عطاء رح سے روایت کی کہ مدینے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری- والٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ
الا ہو الرحمٰن الرحیم تو کفار قریش نے مکے مین کہا کہ کیونکر سب لوگون کو الٰہ واحد کافی ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل
والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس تا قولہ لآیات لقوم یعقلون- پس اس سے وہ جانینگے کہ وہ الٰہ واحد ہے اور وہ ہر چیز کا معبود ہے اور ہر چیز کا خالق
ہے اور وکیع بن الجراح نے ابو الضحیٰ سے روایت کی کہ جب یہ آیت اتری- والٰہکم الٰہ واحد الآیۃ- تو مشرکون نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ہم کو کوئی آیت دو

ہے

پس اللہ عزوجل نے اوتارا۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار تا قولہ یعقلون۔ اور آدم بن ابی ایاس نے دوسری وجہ سے اسکو بوعبضحی روایت کیا ہو۔ قال العکبری اس آیت میں کوئی وقف نام نہیں ہو فــ شیخ نے عرائس میں ذکر کیا۔ قولہ ان فی خلق السموات والارض۔ اے آسمان و زمین کے نئی طور پر ایجاد کرنے میں نور صفات کا نور افعال میں ظہور ہو پس نور افعال کا ظہور آیات کے مقام میں ہو اور نیز آسمان اشارہ ہو روح کی طرف اور زمین اشارہ ہو قلب کی طرف۔ قولہ واختلاف اللیل والنہار۔ یعنے ان دونوں کی کمی اور زیادتی اور دونوں کے آنے اور جانے میں بقیاس طلوع آفتاب معرفت کے یعنے لیل و نہار ظاہری اشارہ و دلیل ہیں باطن کے باین طور کہ جیسے نہار اس آفتاب کے طلوع سے اور لیل اسکے غروب سے ہوتی ہو ویسے ہی معرفت کا آفتاب جب قرب کے مطلع سے نکلتا ہو تو وہ نہار حقیقی ہو اور جب مشاہدہ جاتے رہنے سے نکرت چھا جاتی ہو اور ڈوب جاتا ہو تو وہی رات ہو۔ اور نور وصل جاتے رہنے سے ہجر کی تاریکیاں چھا جانے سے رات ہو اور اہل محبت کے دلوں میں تجلی حق عزوجل کے انوار چمکنے سے اس تاریکی کا زائل ہو جانا ہی روز روشن ہو اور نیز اشارہ ہو کہ بسط اور انبساط کے دیکھنے سے اپنے حالات کو اسی پر قیاس کرو۔ مترجم کہتا ہو کہ احوال بھی تصرفات قدرت ہیں کسی ولی کے اختیاری نہیں ہیں چنانچہ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ؎ بگفت احوال ما برق جہان ہست دمے پیدا و دیگر دم نہان ست۔ والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس شیخ نے اشارہ کیا کہ فلک قلب عارف ہو اور بحر دریاے قدم وابد ہو اور بما ینفع معرفت کے موتی اور ناس مریدین ہیں اور حاصل معنی یہ ہیں کہ عارفین کا حال انکے قلوب کا قدم وابد کے سمندروں اور دریاے صفات میں جاری ہونا اور پیرنا اس غرض سے کہ ذات کے سمندر میں غوطہ لگا کر تہ سے معرفت کے موتی نکال لاویں جو مریدوں کے کام اسطرح آویں کہ آیات ملکوتیہ میں صفات جبروتیہ کو مشاہدہ کریں۔ قولہ۔ وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا۔ عارفوں کے واسطے نصیب خاص ہو اس تفکر میں جو اللہ تعالے قرب کے آسمان سے باران مشاہدہ نازل فرما کر ایسے قلوب مردہ کو جو قرب و مشاہدہ نہ پانے سے مرگئے تھے زندہ کرتا ہو۔ قولہ وبث فیہا من کل دابۃ۔ عارفوں کے قلوب کو عالم ملکوت کی سیر میں جو اپنے اپنے مقامات کی راہ سے متفرق ہیں لطائف خطاب سے سرفرازی ہوتی ہو۔ قولہ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض۔ عارفوں کو تصریف ریاح اور تسخیر سحاب میں معارف مشاہدہ خاص ہیں۔ مترجم کہتا ہو کہ کفار مردہ ان چیزوں کو بے جان خیال کرتے ہیں اور سورۃ الرعد میں انشاء اللہ بیان آویگا قولہ لآیات لقوم یعقلون۔ اے بھید کی باتیں جاننے والوں کے لیے صفات قدرت کی نشانیاں ہیں باین طور کہ انکی عقل کی آنکھیں عجیب حکمتوں سے کچھ دریافت کر جاتی ہیں لیکن کفار کچھ نہیں پہچانتے اور مخلوقات کو معبود بنا کر انکے شکر گذار و نہایت عاشق بن جاتے ہیں لہذا اللہ تعالے نے فرمایا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى

اور بعضے لوگ جو پکڑتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو انکی محبت رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ کی اور ایمان والوں کو اس سے بڑھی ہو محبت اللہ کی اور کبھی دیکھیں

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ

بے انصاف اس وقت کو جب دیکھینگے عذاب کہ زور سارا اللہ کو ہو اور اللہ کی مار سخت ہے جب الگ ہو جاویں جنکے

اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا

ساتھ ہوئے تھے اپنے ساتھ والوں سے اور دیکھیں عذاب اور ٹوٹ جاویں انکے سب طرف کے لاتے اور کہیں گے ساتھ پکڑنے والے کاشکے ہمکو

كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ

دوسری بار زندگی ہو تو ہم الگ ہو جاویں انسے جیسے یہ الگ ہو گئے ہم سے اسطرح دکھاتا ہو اللہ انکو کام انکے افسوس دلانے کو اور انکو

بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝

نکلنا نہیں آگ سے

ع ۲۰ ۴

پہلے اللہ عزوجل نے وحدانیت آلٰہی کو پھر اسپر دلیل کو ذکر فرمانے کے بعد ان لوگون کا حال بیان کیا جو شرک مین بقولہ تعالےٰ وَمِنَ النَّاسِ
مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ اور آدمیون مین سے ایسا ہی جو سوائے اللہ تعالےٰ کے انداد بناتا ہی جنکے
ساتھ اللہ تعالےٰ کے مانند محبت کرتا ہی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اور جو لوگ ایمان لائے وہ سب سے زیادہ شدید محبت اپنے اللہ
کے ساتھ رکھتے ہین ف بس کفار قابل لعنت ہین جو رب عزوجل کو چھوڑ کر مخلوقات پر فریفتہ ہین آخر قیامت مین یہ سب باطل ہوگا اور عذاب کبھی
مین پڑینگے وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ
اور اگر جانتے وہ لوگ جنھون نے شرک کیا جب عذاب دیکھین گے کہ قوت کل اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہی اور اللہ تعالےٰ شدید العذاب ہی ف تو ہرگز دنیا مین
شرک نہ کرتے کیونکہ جنکو انداد بنایا وہ محض مجبور مخلوق ہی جو قیامت مین ظاہر ہوگا - اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا
الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ جب تبرا کرینگے وہ لوگ جو پیشوا متبوع بنائے گئے تھے ایسے لوگون سے جو انکے تابع بنے تھے در حالیکہ
یہ لوگ عذاب دیکھین گے اور انمین باہمی میل کٹ جائیگا ف یہ وقت پیروی کرنے والون پر حسرت وندامت کا ہوگا وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ
اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا - اور تابعداری کرنے والے باہم کہینگے کہ کاش ہمارے لیے لوٹنا ہوتا تو ہم بھی ان لوگون سے تبرا
کر لیتے جیسے انھون نے ہمسے تبرا کیا ف یعنے تمنا کرینگے کہ کاش اب ہم دنیا مین بھیجدیے جاتے تو ہم بھی ان سردارون سے تبرا کر لیتے جیسے آج انھون نے
ہمسے کیا حالانکہ یہ لوگ جھوٹے ہین پھر اس جہنم مین گرفتار ہو کر یہی کرتے كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ
بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ - یون ہی اللہ تعالےٰ ان کافرون کو انکے اعمال شرک وکفر کو حسرتین دکھلاتا ہی اور یہ لوگ آگ سے باہر ہونیوالے نہین
ہین ف بلکہ یہ حسرت علیحدہ عذاب ہی واضح ہو کہ قولہ من دون اللہ مین دون بمعنے غیر ہے اور انداد جمع ند کی بمعنے نظیر ہی اور مفسر سیوطی رح نے اصنام یعنے بتون سے
تفسیر کی یعنی سوائے اللہ تعالےٰ کے بتون کو شریک لائے اور بیضاوی مین ہی کہ بعض نے کہا کہ انداد یعنی وہ سردار لوگ جنکی اطاعت کرتے تھے سو جیسے کہ آگے فرمایا
کہ - اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا - حالانکہ بیزاری کرنا بتون سے متصور نہین اور جو کوئی سوائے حکم آلٰہی کے کسی کی بات مانے اسنے اسکو اپنا رب بنایا
چنانچہ قولہ تعالےٰ - اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ مین بیان آویگا - اور شاید مراد عام ہی خواہ بت ہون یا ایسے لوگ ہون جنکی فرمانبرداری
خلاف حق تعالےٰ بدون حکم شرعی اختیار کی تھی بلکہ وہ چیز مراد ہی جو اللہ تعالےٰ سے مشغول کرتے اور یحبونہم سے مراد یہ ہی کہ تعظیم وخضوع مین مثل حب اللہ کے انکے
ساتھ برتاؤ کرتے ہین اور کحب اللہ مصدر مضاف بجانب مفعول ہی اور فاعل ضمیر راجع بجانب ان کافرون کے ہی اور مراد یہ ہی کہ یہ کافر ان انداد سے ویسی ہی محبت
کرتے ہین جیسے اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہین یعنے محبت وطاعت مین اللہ تعالےٰ اور انداد کو برابر رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ کحب اللہ بمعنے کحب المؤمنین لہ
یعنے بتون کو ایسا مانتے ہین جیسے مومنین اپنے رب تعالےٰ کے لیے محبت وخضوع کرتے ہین - اور بیضاوی مین ہی کہ محبت حب - بالفتح بمعنے میل قلب ہی
پھر یہ دل کے سیاہ نقطہ کیواسطے جسکو حبۃ القلب کہتے ہین مستعار لیا پھر اس سے حُب بالضم کو ماخوذ کیا کیونکہ وہ دل مین اس نقطہ تک پہونچی اور اسمین جم
بیٹھی ہی - اور بندے کی اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ کی طاعت کا ارادہ کرے اور اسکی مرضیات حاصل کرنے پر قصد رکھے
اور اللہ تعالےٰ کا بندے کے ساتھ محبت کرنے کے یہ معنی ہین کہ اسکی کرامت کا ارادہ فرمائے اور اپنی طاعت مین اسکو لگا دے اور معاصی سے
بچاوے اور حق یہ ہی کہ محبت صفت آلٰہی سبحانہ تعالےٰ ہی - اور اشد حبا بصیغہ اسم تفضیل ہے اے اشد ہین انکی انداد کو چاہنے کی بہ نسبت یا انکے اللہ تعالےٰ کو چاہنے
کی بہ نسبت کیونکہ وہ لوگ بھی اللہ تعالےٰ کے معترف تھے اور سختی کے وقت اسی کیطرف رجوع کرتے تھے اور یہی وجہ ہی کہ مسلمان انکے بہ نسبت شدید ہوگئے کیونکہ [illegible]
تعالےٰ سے عدول نہین کرتے ہین اور صحیحین مین عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ کون گناہ سب سے بڑا ہی فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالےٰ کا ند بنادے

حالانکہ اسنے تجھے پیدا کیا ہو- قولہ لو یری الذین ظلموا- مفسر سیوطیؒ نے تفسیر مین تری بنار فوقیہ قراۃ اہل شام کی اختیار کی ہو پس رویت سے آنکھ کا دیکھنا مراد ہوگا اور خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ہر مخاطب کو ہوگا اور معنے یہ ہین کہ اگر دیکھیگا تو اے محمد ان لوگونکو جنھون نے انداد بناکر اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو البتہ امر عظیم دیکھیگا- جواب لو محذوف ہو اور بعض نے کہا کہ ان القوۃ للہ جمیعا- یہی جواب ہو اے اگر دیکھے تو اے محمد ان ظالمون کو انکے عذاب دیکھنے کی حالت مین تو تو جانے کہ قوت اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اسکو جانتے تھے لیکن خطاب آپکو کیا گیا اور مراد آپ کی امت والے ہین- اور اہل مکہ کی قراۃ بیاے تحتانیہ ہو اور معنے یہ ہین کہ اگر دیکھین وہ لوگ جنھون نے ظلم کیا دنیا مین عذاب آخرت کو تو البتہ جان لین جس دم دیکھین کہ قوت واسطے اللہ تعالے ہی کے ہو سب کی سب- اور یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہو اور نحاس نے کہا کہ اہل تفسیر اسی قول پر ہین اور اس تفسیر پر بھی رویت البصر یعنے آنکھ کا دیکھنا ہو اور مبرد نے کہا کہ جو تفسیر ابو عبیدہ نے فرمائی وہ جید نہین ہو کیونکہ عذاب کی تقدیر با این طور کہ لو یری الذین ظلموا العذاب ضروری ہو پس گویا مشکوک سی بات ہو گئی حالانکہ اسکو اللہ تعالے نے واجب کیا ہو پس احسن یہ ہو کہ یری بمعنی تعلیم لیا جاوے اور تقدیر عبارت یون ہو- ولو یری الذین ظلموا ان القوۃ للہ لو یعلمون حقیقتہ قوۃ اللہ وشدۃ عذابہ- اور جواب لو محذوف ہو اے لتبینوا ضرر اتخاذہم الانداد- یعنے اگر مشرکین جان لین حقیقت مین قوت کل اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو اور اسکا عذاب شدید ہو تو انکو کھل جاوے کہ انداد یعنے شریک بنانا نہایت سخت مضر ہو- اور اذ بیان بمعنی اذا ہو اسواسطے کہ اذ موضوع ہو گذشتہ کے واسطے اور بیان مستقبلات پر داخل ہوا اس اعتبار سے کہ یہ چیزین متحقق ہونے مین ایسی یقینی ہین کہ مثل ماضی کے ہین گویا واقع ہو گئین- اور یرون- بر بناے معروف جمہور کی قراۃ ہو اور بر بناے مجہول ابن عامر کی قراۃ از ارادہ ہو اور بعضون نے ان القوۃ- مین ان مکسورہ پڑھا ہو اور قوت سے جسمی قوت مراد نہین بلکہ قدرت الٰہیہ وغلبہ مراد ہو- اور جمیع دراصل فعیل از جمع ہو اور شاید وہ اسم جمع ہو اسیواسطے کبھی مفرد اسکے پیچھے آتا ہو مثل قولہ نحن جمیع منتصر اور کبھی جمع مثل جمیع لدینا محضرون اور حال قرار دیے جانے سے اسکو نصب ہوتا ہو اور کبھی کل کے معنے بل تاکید آتا ہو اور مثل کل کے شمول پر دلالت کرتا ہو اور ایک وقت مین مجتمع ہونے پر دلالت نہین کرتا ہو- اور قولہ ان اللہ شدید العذاب- بیضاوی نے کہا کہ یا تو جملہ مستانفہ ہو یا قول بیان مضمر ہو اور بعض نے کہا کہ ماقبل پر عطف ہو اور فائدہ اسکا تہویل ہو کیونکہ اللہ تعالے کے ساتھ قوت کی خصوصیت ہونا شدت عذاب کو واجب نہین کرتا ہو اسواسطے کہ جائز ہو کہ باوجود قدرت ہونے کے اسکو ترک کرے اور عفو کردے اور جب تصریح کی کہ شدت عذاب دیگا تو خوف جم گیا- قولہ اذ تبرأ الذین اتبعوا- یہ اذ بدل ہو پہلے اذ سے یعنے اذ یرون العذاب سے- یعنے جب دیکھین گے انداد بنانے والے عذاب کو جبکہ یہ حال ہوگا کہ بیزاری کرینگے متبوع جنکو انداد بنایا تھا اپنے تابعین سے اور چونکہ متبوع لوگون کا عذاب دیکھنا اوپر مذکور نہ تھا اسیواسطے ورأوا العذاب فرمادیا کہ وہ لوگ بھی شدت عذاب کو معائنہ کرینگے- تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ بیزاری کرینگے ایسے لوگون سے ملائکہ جو انکو دار دنیا مین پوجتے تھے پس کہینگے تبرأنا الیک ما کانوا ایانا یعبدون- ہم نے تیری طرف کو بیزاری کی ان احمقون سے یہ نہ تھے ہمکو پوجتے- اور کہین گے سبحانک انت ولینا من دونہم بل کانوا یعبدون الجن اکثرہم بہم مومنون- تو پاک ہو تو ہی ہمارا مولی ہو نہ وہ لوگ بلکہ یہ لوگ تو جنون کو پوجا کرتے اور انمین اکثر ہین کہ جنون پر یقین لائے ہین- یعنے چونکہ عبادت غیر کی ایک سخت خوفناک چیز ہو پس ملائکہ باوجود عصمت کے خوف کھاوینگے اور اپنی طرف اس نسبت بطور باطل سے بھی ڈرینگے اور جنون کی طرف بات ڈال دینگے- یعنے پاک ہو تو- تو ہی ہمارا ولی ہو یہ لوگ نہین ہین بلکہ یہ لوگ تو جنون کو پوجتے تھے اور اکثر انمین کے جنون پر ایمان لائے تھے- اور جن بھی انسے بیزار ہونگے اور انکی عبادت سے انکار کرینگے چنانچہ فرمایا- ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وہم عن دعائہم غافلون واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء وکانوا بعبادتہم کافرین- اور کون بڑھا گمراہ ہو ایسے شخص سے جو پکارے غیر خدا کو ایسے کو جو قیامت تلک اسکو اجابت نہ کرسکے اور وے لوگ انکی پکار سے غافل ہین اور جب سب لوگ حشر کیے جاوینگے تو وے ان لوگون کے دشمن ہونگے اور انکی عبادت

کرنے سے انکار کرنے والے ہونگے۔ اور فرمایا۔ واتخذوا من دون اللہ آلھة لیکونوا لھم عزا کلا سیکفرون بعبادتھم ویکونون علیھم ضدا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
اپنی قوم سے کہا۔ انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا مودة بینکم فی الحیوة الدنیا ثم یوم القیامة یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا وماوٰکم النار وما لکم من
ناصرین۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولو تری اذ الظالمون موقوفون عند ربھم یرجع بعضھم الی بعض القول یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم
لکنا مومنین قال الذین استکبروا للذین استضعفوا انحن صددناکم عن الھدی بعد اذ جاءکم بل کنتم مجرمین وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل
مکر اللیل والنھار اذ تامروننا ان نکفر باللہ ونجعل لہ اندادا واسروا الندامة لما راوا العذاب وجعلنا الاغلال فی اعناق الذین کفروا ھل یجزون الا ما کانوا یعملون
تا آنکہ شیطان تک انکار کریگا کہ مین نے تمکو بلایا تمنے قبول کرلیا تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپکو ملامت کرو چنانچہ کلام مجید مین مذکور ہو اور قتادہ سے بھی
مروی ہو کہ شیاطین ہونگے کہ انسانون سے بیزاری کرینگے اور بعض نے کہا کہ مشرکین کے سردار اپنے تابعون سے بیزاری و دوری کرینگے اور حق یہ ہو کہ یہ عام
جیسا کہ شیخ ابن کثیر کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہو۔ قولہ تقطعت بھم الاسباب۔ بھم بمعنے عنھم ہو جیسا کہ تفسیر مدین ہو اور شیخ ابوالبقاء نے کہا کہ با سببیہ ہے
سبب کفر ہے یعنے انکے کفر کے سبب سے۔ اور اسباب جمع سبب ہو اور لغت مین السبب رسی کو کہتے ہین جس سے باندھکر کوئی چیز کھینچی جاوے پھر ہر چیز کو
جو دوسری چیز کو کھینچے سبب کہنے لگے پس یہان اطلاق سبب کا مجازا ہو اور معنی یہ ہین کہ ٹوٹ گئے انکے وسیلہ واسباب خلاصی کے کہ آگ سے بچانے کا
کوئی سبب نہ ملا۔ اور عطار نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے اسباب کی تفسیر مودت سے کی یعنے آپس کی دوستی اور ایسا ہی ابن ابی نجیح کی روایت
مین مجاہد سے مروی ہو۔ اور نیز ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ کہا یہ منازل ہین اور نیز کہا کہ یہ ارحام اے ناتے ہین اور بعض نے کہا کہ یہ اعمال ہین اور روایت
مودت کی اصح ہو یعنے قیامت مین کافرون وجنون وبتون سے مودت و دوستی سب منقطع ہو جاینگی۔ قولہ لو ان لنا کرة۔ کرة پہلے حال کیطرف عود کو کہتے
ہین اور لو یہان تمنا کے واسطے ہو اے بالیت لنا کرة۔ کاشکے ہمارے واسطے دنیا مین ایک دفعہ لوٹنا ہوتا اور اسی واسطے فا رجواب مین آئی کہ فرمایا فنتبرأ
منھم کما تبرؤا منا۔ یعنے ہم بیزار و دور رہتے ہین اُن لوگون اور انکی عبادت سے پس انکی طرف التفات نہ کرتے۔ بلکہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے
حالانکہ وے لوگ اسمین بھی جھوٹے ہین قال تعالے۔ ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ وانھم لکاذبون۔ اور اگر وے پھیرے جاتے تو بھی ضرور عود کرتے انھین
کامون کے کرنے پر جنسے ممانعت کی گئی اور البتہ وہ جھوٹے ہین۔ قولہ۔ کذلک یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیھم۔ اے مانند اس عذاب دکھلانے کے دکھلائیگا
انکو اللہ تعالے انکے اعمال کو حسرات انپر۔ پس یریھم ارارة ہو اے دکھلانا! اور یہ دیکھنا اگر آنکھ سے ہے تو حسرات علیھم کو نصب بنابر حال ہونے کے ہے
جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے ذکر کیا اور اگر قلبی دیکھنا ہو تو لمادة کا تیسرا مفعول ہو۔ اور معنے یہ ہین کہ انکے اعمال فاسدہ اللہ تعالے انکو دکھلائیگا پس وہ
انپر حسرتین و ندامتین ہونگی یا یہ معنی کہ اللہ تعالے انکو اعمال صالحہ جو انپر واجب کیے تھے جنکو انھون نے ترک کیا دکھلاویگا پس یہ انپر حسرت وندامت
ہوگی۔ اور حسرت اس غم کو کہتے ہین جو کسی چیز کے تدارک نہونے پر ہو اور کل اعمال کفار کوئی بھی قابل ثواب نہین ہو اگرچہ دنیا مین بعض افعال کی جزا انکو دیدی گئی
پس قابل آخرت کوئی نہین اور فرمایا اللہ تعالے نے۔ وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا۔ اور فرمایا۔ مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد
اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف الآیة۔ یعنے جن لوگون نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اعمال انکے مشابہ رنگ کے کہ جسکو تند ہوا والے دن مین ہوا کے
جھونکے اڑا دیتے ہین۔ اور فرمایا والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعة یحسبہ الظمان ماء الآیة۔ اور جو لوگ کافر ہوے اعمال انکے مثل سراب کے
ایک چٹیل میدان مین کہ پیاسا اسکو دور سے پانی خیال کرے۔ اور فرمایا۔ لا یقدرون علی شیء مما کسبوا واللہ لا یھدی القوم الکافرین۔ نہ قادر ہونگے کسی
چیز پر اسمین سے جو انھون نے کمایا اور اللہ نہین ہدایت کرتا قوم کافرین کو۔ اور قولہ وما ھم بخارجین من النار۔ جملہ اسمیہ ہو جو استمرار ودوام پر دلالت
کرتا ہو حالانکہ وہ لوگ ابھی دوزخ مین نہین ہین پس مفسر سیوطی رح نے جواب دیا کہ مراد دوام واستمرار اسوقت سے ہو کہ جب داخل ہو جاوین بقرینہ آنکہ

خروج کلی شے سے اسمین داخل ہونے کی فرع ہو پس بعض داخل ہونے کے کبھی خارج ہونگے اور در اصل یہان جملہ فعلیہ ہوا۔ے وما ہم بخارجین من النار۔ تاکہ جملہ فعلیہ
پر جملہ فعلیہ کا عطف مناسب ہو ولیکن جملہ اسمیہ کی طرف اسواسطے عدول ہوا کہ دوام واستمرار پر دلالت کرے پس اسمین دلیل واضح ہو کہ کفار ہمیشہ دوزخ
مین رہینگے اور ترکیب سے ظاہر ہو کہ یہ مخصوص کفار کیواسطے بسبب ضمیر ہم اور خبر مشتق ہونے کے جیسا کہ علم بلاغت مین مقرر ہوا فافہم ف۔ قال الشیخ
فی العرائس قولہ تعالے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللهِ أَنْدَادًا۔ انداد کا لفظ ہر ایسی شے پر واقع ہو جو بندہ کو اپنے
مالک کی خدمت سے مانع ہو از انجملہ نفس وہوی ہو کہ جب اپنے نفس وہوی (خواہش نفسانی) کے تابع ہو کر اسکے حکم پر چلنا شروع کیا اور اسد عزوجل کی خدمت سے باز رہا
تو اسکو اسد عزوجل کا ند ونظیر بنالیا نعوذ باللہ منہ چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ کیا تونے دیکھ لیا اس شخص کو جسنے
اپنا معبود بنالیا اپنے ہوی کو از انجملہ خلق ہو کہ ریاست کی خواہش سے اسکی فکر مین پڑتے ہین یعنے خلق کو اپنا مسخر بنانے کی فکر کرتے ہین تاکہ وہ لوگ
ہمکو بزرگ جانین اور ہم انکے رئیس وسردار بنین۔ اور از انجملہ دنیا وشیطان ہو کہ حصول دنیا کی فکر مین خالق سے باز رہتے ہین اور شیطان اپنے فریب
مین لاکر انکو باز رکھتا ہو پس جسکی جہت سے خدمت آلہی سے باز رہا اسکو اسنے گویا ند بنایا معاذ اللہ منہ۔ قال تعالے يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللهِ دوست
رکھتے ہین انکو مثل دوست رکھنے اسد تعالے کے اسوجہ سے کہ انکو معرفت آلہی کا مزا اور اسکی محبت کی لذت نہین حاصل ہوتی ہو اور اسکے مشاہدہ
کا نور نہین دیکھتے ہین اور اسکے وصال وقرب کے حقائق سے محروم ہین اور باوجود اسکے ان لوگون کی محبت خلق سے ایک محبت معلولہ ہے یعنے مطلب
کی محبت ہو کیونکہ اگر اپنے محبوبون سے اپنی مراد نہین پاتے تو ایسے بھاگتے ہین جیسے لڑائی مین تلوار کے سامنے بھاگنے والا ہوتا ہو قال تعالے
وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ۔ کیونکہ اہل ایمان وتوحید نے اسکا خطاب۔ الست بربکم۔ سابق ازل مین خاص کانون سے سنا ہے
اور امتحانات واقع ہونے سے پہلے اسکے جلال کو مشاہدہ کیا ہو پس انکے دلون مین خطاب اور مشاہدہ کی لذت باقی رہیگی پس امتحان کی تلخی پاکر اسکو حق
عزوجل کیطرف سے اس طرح قبول کرتے ہین کہ اپنے حظوظ نفسانی چھوڑتے اور اپنی جانین اسپر سے خیرات کرتے ہین اور اپنے محبوب کے بارہ مین اپنے
سچے وعدون کو وفا کرتے ہین اور قاسم رحمہ اسد نے فرمایا کہ معنی قولہ تعالے ومن الناس من یتخذ الآیۃ۔ کے یہ ہین کہ منجملہ ان لوگون کے جنکو بیچ مخاطبت بلیٰ
کے وقت خطاب خاص سے نکالا ہو چند قومین ایسی ہین کہ اپنی خواہشون کو انھون نے اپنا معبود بنالیا اسی کی بندگی کرتے اور اسیکو چاہتے ہین اور جو
لوگ ایمان والے ہین وہ اسد عزوجل کو ایسا چاہتے ہین کہ جتنا وہ قومین اپنی خواہشون کو چاہتی ہین اس سے کہین بڑھا ہوا ہو کیونکہ ایمان والے تو بلاء
کو اللہ تعالے کی طرف سے نعمت جانتے ہین اور انپر پے درپے بلاؤن کا آنا انکو اپنے پروردگار کی محبت سے نہین روکتا ہو بلکہ اس سے انکی محبت بڑھتی ہے
اسیواسطے فرمایا۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ اور شیخ شبلی رح نے کہا کہ جسنے اسد تعالے کی محبت کا دعوی کیا اور اسکی یاد سے ایک پلک مارتے بھولا تو وہ ٹھٹھول
اور اسد تعالے پر بہتان باندھنے والا ہو پس اسکے ساتھ وہی کیا جائیگا جو مفتری کے ساتھ کیا جائیگا۔ حضرت جعفر صادق رض نے فرمایا کہ اسد تعالے اپنی
مخلوقات پر اس امر سے مباہات کرتا ہو کہ ایمان والے اسکو اشد محبت سے چاہتے ہین اور اشارہ فرماتا ہو کہ بندگی کرنے والے جن طریقون سے بندگی کرتے
ہین ان سب مین سے محبت خاص طریقہ ہو۔ شیخ ابن عطاء نے کہا کہ مومنون نے دوست رکھا اسد تعالے کو بوجہ دوست رکھنے اسد تعالے کے اور اللہ
تعالے کی دوستی امر باقی ہو کہ کبھی زائل نہین ہو سکتی پس مومنون کی دوستی بھی بہ بقاء حب اسد تعالے باقی ہو گئی۔ قال المترجم بعض اکابر نے فرمایا کہ دوستی
حق عزوجل مومنون کے حق مین سابق ہو اور اسیواسطے فرمایا۔ یحبہم ویحبونہ۔ اے اسد تعالے انکو دوست رکھتا ہو اور وہ دوست رکھتے ہین اللہ تعالی کو یعنی
اپنے دوست رکھنے کو مقدم ذکر فرمایا اور محبت کا اطلاق متعدد معنون پر آتا ہو اور ترقی محبت اور اسکی انتہا کو عشق کہتے ہین اور اسد تعالے کا بندے کو
محبوب رکھنا نصوص مین بہت وارد ہو ولیکن اللہ تعالے پر عاشق وغیرہ الفاظ کا اطلاق منع کیا گیا ہو اور اسی طرح معشوق کا اطلاق بھی ممنوع ہو اور

یہی صحیح ہو اور ظاہر دلیل ممانعت اس امر کو مقتضی ہو کہ ایسا کہنے والا حرام کا مرتکب ہوگا اب رہا یہ امر کہ محبت آلہی یعنے بندے کو اللہ تعالے کا محبوب رکھنا اسکے معنے کیا ہین پس اکثرون کے نزدیک یہ ہین کہ اسکو اپنی مرضیات وطاعات مین رکھکر جنت مین داخل فرمائے اور ثواب جمیل عطا کرے اور بندے کا اللہ تعالے کو دوست رکھنے کے معنے یہ ہین کہ اسکے حکم سے نہ پھرے اور مان و باپ و اولاد و تمام جہان سے اسکے حکم کو ترجیح دے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنا بحکم الہی قبول کیا - اور جاننا چاہیے کہ محبت کی چار قسمین ہین محبت طبعی اور محبت حیوانی اور محبت نفسانی اور محبت ایمانی پس محبت طبعی بمقتضاے جزئیت بدن ہوتی ہو مثل باپ بیٹے و اولاد و اقارب کے باہمی محبت کے کہ وہ کبھی زائل نہین ہوتی جیتے جی بدن کے قیام کے ساتھ ہے پس جو حدیث ہے کہ تم مین سے کوئی مسلمان نہوگا جب تک مین اسکے نزدیک اسکے باپ و بیٹے اور سب لوگون سے زیادہ محبوب نہون اس سے طبعی محبت مراد نہین اور نہ طبعی محبت دور کرنیکا اسمین حکم ہو اسواسطے کہ طبعی محبت تو آدمی کے اختیاری نہین بلکہ ایمانی محبت مراد ہو کہ آپ کے فرمان کو سب پر مقدم رکھے جیسا کہ آگے آتا ہو اور محبت حیوانی جسکو محبت شہوانی بھی کہتے ہین منشا اسکا بدن کی قوت شہوانیہ ہو کہ مثل جانورون کے آدمی مین بقوت غالب ہو کر طرح طرح کی خواہشون مین مبتلا کرتی ہو اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسکو خوبصورت عورتون وغیرہ کی طرف رغبت ہوتی ہو اور کبھی اسقدر بڑھ جاتی ہو کہ مجنون و خبطی ہو جاتا ہو اور امام غزالی علیہ الرحمۃ وغیرہ نے اسکی پہچان یہ فرمائی ہو کہ ایسے شخص کی نظر اپنے محبوب کی خوبصورتی اور جسم کے سڈول ہونے پر زیادہ ہوتی ہو اور اگر ایسے شخص کا مادۂ منی جو محرک اس قوت کا ہو کم ہو جاوے یا کم کر دیا جاوے تو کمی ہو جاتی ہو اور بڑھاپے مین بالکل زائل ہو جاتا ہو اور یہ بڑی بدتر بلا ہو ایسا شخص گدھے و پلید جانورون کے مثل بلکہ انسے بدتر ہو - اور محبت نفسانی کا منشا روح دماغی ہو جو باعث حرکات ہو اور یہ بھی ہر چند کہ بدن سے متعلق ہو مگر میت کم اور ایسے شخص کی نظر اپنے معشوق کے سڈول جسم پر نہین ہوتی بلکہ اسکی صفات اخلاق پر ہوتی ہو جیسے آواز خوش اور خوش سلیقگی اگرچہ وہ صورت مین بھونڈا ہو اور اسکو اپنے معشوق کے دیکھنے سے اتنی ہی خوشی ہوتی ہو جسقدر آب روان و سبزہ زار کے دیکھنے سے ہوتی ہو اور ایسے شخص کو معشوق کے جسم ہاتھ پانوٴن و آنکھ ناک پر کچھ بھی نظر نہین ہوتی ہو اور اسکو بعضے اہل تصوف ابتداے حال مین عمل مین لاتے تھے تا کہ روح صاف ہو و لیکن شناخت حق و باطل کی اسمین اکثر شہوت پرستون سے اٹھ گئی اور انھون نے منشاے شہوت سے اسمین فرق نہین کیا اور گمراہ ہوے اور بعضے اکابر نے بیان ایک محبت روحی لکھی ہو اور یہ وہ ہی جسکی طرف حدیث صحیح مین اشارہ ہو کہ روحین ازل مین ایک جھنڈ لشکر تھین جنین وہان الفت ہوئی تھی انمین یہان الفت ہو اور جنین وہان انجان پن تھا وہ یہان بھی اجنبی ہین اور یہ تحقیق سے غریب ہو اور رہی محبت ایمانی اور وہ ایک چیز ہے کہ اسکو سواے حق عز و جل کے کوئی نہین جانتا ہان اسکا اثر جن لوگون مین پیدا ہوتا ہو وہ جانتے ہین اور اکابر مین تو یہانتک کلام ہو کہ یہ صفات حق مین سے ہو بالجملہ ابتدا اسکی یہ ہو کہ بندہ احکام شرعی و حکم خدا و رسول پر خوب ثابت ہوتا ہو پھر اس مضبوطی پر اسکا شوق بڑھتا جاتا ہو پھر جوش ہو جاتا ہو و لیکن محض خاموش رہے اور محل اسکا قلب ہو اور اس حالت سے رفتہ رفتہ ترقی کرکے وہ نور جو افمن شرح اللہ صدرہ کی تفسیر ہو تمام جوارح و اعضا مین ساری ہوتا ہو اور اسوقت مین تمام اعضا خود بخود فرمان آلہی عز و جل کے کاربند ہوتے ہین اور سن بعد رجوع کرکے وہ قرارگاہ مین قرار پکڑتا ہو تا کہ موت آوے اور یہی محبت ہو جو یہان کے مقام پر مذکور ہے اور اکابر نے اسی کی تعریف کی ہو فافہم واللہ اعلم بالصواب

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزون مین سے جو حلال ہے ستھرا اور نہ چلو قدمون پر شیطان کے وہ تمھارا دشمن ہو صریح

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

وہ تمکو برے کام اور بےحیائی ہی کا حکم کریگا اور یہ کہ جھوٹ بولو اسد تعالے پر جو تمکو معلوم نہین

واضح ہو کلوا صیغ مخاطب امر ہو واحد اسکا کل جو در اصل اُؤکل تھا پس پہلا ہمزہ وصل کا اور دوسرا فاء کلمہ ہو لیکن عرب نے فاء کلمہ کو حذف کر دیا پس ہمزہ
وصل سے استغنا حاصل ہوا کیونکہ مابعد متحرک ہو اور یہ حذف اس مقام پر قیاسی نہیں ہو اور سوائے کل وخذ کے اور کہیں نہیں ہوا ہو۔ اور حلالا مفعول
کلوا ہو پس من واسطے ابتداے غایۃ کے متعلق۔کلوا۔ سے ہوگا کما ذکرہ المحقق التفتازانی اسواسطے کہ من تبعیضیہ موضع مفعول مین ہو پس قولہ تعالی
يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ای بعض ما فی الارض حلالا طیبا۔ یعنی اے لوگو تم بعض چیز زمین سے حلال
طیب کو کھاؤ۔ عہ۔ اور مفسر سیوطیؒ نے مانند اور ون کے حلالا کو حال قرار دیا یعنی اے لوگو جو زمین مین ہو اس سے کھاؤ درحالیکہ حلال طیب ہو اور کہا کہ
من کہا کہ من واسطے تبعیض کے ہو اسواسطے کہ کل جو زمین مین ہو وہ حلال نہین ہو وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُبِينٌ۔ اور نشان قدمہاے شیطان کی پیروی مت کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہو ف وہ تمکو ہرگز راہ راست پر نہین لیجائیگا اور جب تم خلاف شرع
الٰہی تعالے کے قدم اُٹھاؤگے فورًا گمراہی مین پڑجاؤگے کیونکہ شیطان خود ملعون ہو تو تم بھی اس دشمن کے پیچھے جاتے ہو۔ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ
وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ وہ شیطان تو تمکو برابر بدی وفحش ہی کا حکم کریگا اور یہ حکم کریگا کہ تم
اللہ تعالے پر ایسی بات کہو جو تم نہین جانتے ہو ف مثلا فلان چیز حرام اور فلان حلال ہو اور یہ اللہ تعالے پر افترا ہو اور یہی خطوات شیطان کی اتباع
ہو خطوات بضم طا اور بسکون طا ر بنابر تخفیف کے ہر دو قراءۃ ہین اور خطوہ بالفتح مصدر اور بالضم وہ چیز جو ہر دو قدم کے درمیان ہو۔ اور انہ لکم مین
ان مکسورہ کی قراءۃ ابلغ ہو اسواسطے کہ جملہ خبریہ ہوتا ہو اور شیطان کے حال سے آگاہی دینا مراد ہوتا ہو بخلاف ان مفتوحہ کے کیونکہ اس صورت مین تقدیر
کلام یہ ہوگی کہ اسکی اتباع مت کرو۔ لانہ لکم عدو مبین۔ اسواسطے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہو حالانکہ اسکی اتباع مطلقا ممنوع ہو اور شیطان سے یہان
جنس مراد ہو اور واحد مراد نہین ہو۔ اور ان تقولوا۔ موضع جر مین عطف ہو بالسوء پر اور وہان تقولوا ذکرہ العکبری پھر جاننا چاہیے کہ حکم آیت تو عموما کل
کافرون ومومنون کے واسطے اتباع شیطان سے ممانعت ہو لیکن اسمین اختلاف ہو کہ یہ آیت کسکے حق مین اُتری پس بیضاوی مین ہو کہ ایک قوم کے حق
مین اُتری جنھون نے اپنے اوپر رفیع طعام ولباس حرام کر لیا تھا بدون قصد تورع کے اور یہ قول مرجوح ہو بلکہ بنابر مشہور کے ان لوگون کے حق مین وہ آیت
اُتری جو سورۂ مائدہ مین ہو یعنے یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ اور اس آیت کے باب مین راجح ومشہور قول یہ ہو کہ یہ ایک قوم کفار یعنی ثقیف
وخزاعہ وعامر بن صعصعہ وبنی مدلج کے حق مین اُتری کہ انھون نے کھیتی اور چوپاؤن مین سے مثل بحائر وسوائب کے اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا اسیلیے یہان
یا ایہا الناس سے خطاب فرمایا ذکرہ القرطبی اور مفسر سیوطیؒ نے اسکو اختیار کیا اور سوائب جمع سائبہ کی ہو جانور جو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے کہ اسپر سوار ہونا وغیرہ
حرام جانتے تھے جسکو ہندوستان مین سانڈ کہتے ہین اور ہندو چھوڑا کرتے ہین ولیکن اگر کوئی شخص عمدہ لباس اور کھانا بھی اپنے اوپر حرام کرے اور
اعتقاد کرے تو وہ بھی اسمین داخل ہو کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہو نہ خصوص سبب کا۔ اور طیب اس مقام پر مستلذ ہو جیسا کہ مفسر نے باتباع شافعی وغیرہ
اختیار کیا اور وہ ہر چیز کہ لوگ اسکو لذیذ جانین پس اس صورت مین طیبا صفت مقیدہ یا حال ہوگا اور امام مالک وغیرہ نے کہا کہ وہ حلال ہو پس گمان
کیا گیا کہ وہ حلالا کی تاکید ہوئی الا آنکہ کہا جاوے کہ طیب وہ کہ ہر شبہہ سے طاہر ہو جسکو شرع نے پاکیزہ رکھا ہو پس یہ خاص مستلذات ہی پر نہین ہو
اور مما مین من تبعیضیہ ہو یعنے بعض ما فی الارض۔ اسلیے کہ یہ قطعا معلوم ہو کہ زمین کی چیزون مین سے بعض کا کھانا مثل سنکھیا وغیرہ کے نہین جائز ہو
اگرچہ پاک ہو اور جو چیز کھانے کی ہو اسمین بھی ہر ایک کا کھانا روا نہین ہو۔ اور کلوا بصیغۂ امر فرمایا پس کہا گیا کہ امر بیان وجوب وندب واباحت سب کے
واسطے ہو سکتا ہو چنانچہ اگر بقاے زندگی کے لیے ہو تو اسقدر کھا لینا واجب ہو جس سے جان نہ نکل جاوے اور اگر مہمان کے ساتھ ہو تو اسکا ساتھ دینا
مستحب اور اسکے سوا مباح ہو اور بعض محققین نے کہا کہ سیری سے زیادہ کھانا حرام ہو اور بعض نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ زمین مین جو اعیان

اشیاء ہین جنکے بابتہ کوئی نص نہیں ہے اصل انکے حق مین حلت ہی یہانتک کہ کوئی حکم اسکے خلاف کے مقتضی ہو یعنی جب کسی دوسری دلیل سے معلوم ہو کہ فلان
چیز منسوخ ہو تب وہ اباحت سے خارج ہو جائیگی اور اکثرون نے یہ حکم قولہ تعالے۔ ہو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا۔ سے نکالا ہے اور یہ اظہر ہے نسائی
اور اس سے ثابت ہو کہ حلال کا حرام کرنا حرام بلکہ کفر ہے جیسے برعکس اور صحیح مسلم کی حدیث مین ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے
کہ ہر مال جو مین نے عطا کر دیا ہو اپنے بندون کو وہ انکے واسطے حلال ہو اور اسی حدیث مین ہو کہ اور مین نے اپنے بندون کو حنیف پیدا کیا پس شیطان
انکے پاس آیا اور انکو انکے دین سے پھیرا اور جو مین نے انکے لیے حلال کیا تھا وہ انپر حرام کر دیا۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ تعالے
یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا الآیۃ۔ حضرت صلی اللہ علیہ سلم کے پاس پڑھی گئی پس سعد بن ابی وقاص نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ
میرے لیے اللہ تعالے سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالے مجھکو مستجاب الدعوۃ کردے تو فرمایا کہ اے سعد پاک کر اپنا مطعم تو مستجاب الدعوۃ ہو جائیگا قسم
اس ذات کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہو کہ آدمی اپنے پیٹ مین حرام لقمہ ڈال لیتا ہو کہ اس سے چالیس روز تک کچھ قبول نہین کیا جاتا ہو اور جو کوئی
بندہ ایسا ہو کہ حرام وسود سے اسکا گوشت پیدا ہوا ہو تو دوزخ کی آگ اسکے واسطے اولے ہو اور عنقریب دوسری حدیث تفسیر قولہ اجیب دعوۃ الداع
اذا دعان۔ مین آئی ہو اور۔ قولہ لا تتبعوا خطوات الشیطان۔ زجاج نے کہا یعنے طرق الشیطان۔ شیطان کی راہین۔ اور ابو عبیدہ نے کہا کہ محقرات
گناہ یعنے جن گناہون کو حقیر سمجھا جاوے۔ اور مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا کہ خطوات الشیطان یعنے تزئین الشیطان یعنے ہر بُری بات جسکو آنکھون مین
زینت کے ساتھ دکھلاوے اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہو اور قتادہ وسدی نے کہا کہ جو اللہ تعالے کا گناہ ہو وہ خطوات الشیطان سے ہو۔ اور شعبی نے
کہا کہ ایک شخص نے نذر کی کہ اپنے بیٹے کو قربانی کریگا پس مسروق رض نے اُسکو فتوی دیا کہ ایک مینڈھا ذبح کرے اور فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان سے
ہو اور ابو مجلز نے کہا کہ یہ گناہون کی نذرین ہین اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ ابن مسعود رض کے پاس کھیرے اور نمک آیا پس آپنے کھانا شروع کیا اور
قوم مین سے ایک شخص الگ ہو گیا تو ابن مسعود رض نے فرمایا کہ اپنے دوست کو بھی دو تو اسنے کہا کہ میرا جی نہین چاہتا تو فرمایا کہ کیا تو روزہ دار ہو اسنے کہا کہ
نہین تو پوچھا کہ پھر تیرا کیا حال ہے اس نے کہا کہ مین نے نذر کی ہو کہ کھیرے کبھی نہ کھاؤنگا تو ابن مسعود رض نے فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان سے ہو تو کھا اور
اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے اور ابن عباس رض سے روایت ہو کہ فرمایا جو قسم یا نذر کہ غصہ مین ہو وہ خطوات شیطان سے ہو اور کفارہ اسکا کفارہ قسم ہو قال
المترجم اور شافعی رح وغیرہ نے اسکو عام لیا کہ مثل طلاق وغیرہ مین بھی جو حالت غصہ مین ہو اور ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی آیا نہین دیکھتے کہ مانند
قول ابن عباس رض بعض معاملہ مین ابن عمر رض سے بھی روایت ہو حالانکہ طلاق مین ابن عمر واقع ہو جانیکی روایت کرتے ہین پس مراد بیان وہ چیزین ہین جو منذ
معصیت وغیرہ ایسی ہون کہ کسی ایسے عقد کو زائل کرین جسمین حد اللہ عز وجل یکسان ہو فافہم۔ اور خطوات الشیطان کے بارہ مین جو اقوال مذکور ہوئے یہ سب
شامل ہونا کچھ بعید نہین ہو اور قولہ مبین۔ یعنے بین العداوۃ یعنے شیطان کھلی ہوئی عداوت والا ہو۔ اشارہ ہو کہ مبین از آبانۃ ہین۔ یعنے لازم ہو متعدی
نہین اگرچہ باب افعال ہو قال البیضاوی یعنے ظاہر العداوۃ ان لوگون کے نزدیک ہو جنکی آنکھین ہین اگرچہ جن لوگون کو گمراہ کر دیتا ہو انکے ساتھ موالاۃ ودوستی
ظاہر کرتا ہو یعنے انکو واندھے پن سے یہی بداعمالیان جو شیطان کی پیروی مین ہین اچھی معلوم ہوتی ہین تو شیطان سے دوستی سمجھتے ہین حالانکہ اُسنے دشمنی سے انکو اپنے
ساتھ جہنمی کرایا اسیواسطے اللہ تعالے نے فی قولہ اولیاؤہم الطاغوت مین اسکو کافرون کا ولی ودوست کہا ہو اور قولہ۔ انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا
علے اللہ مالا تعلمون۔ یعنے شیطان تو تمکو بدی وفحش ہی کا حکم دیتا ہو الخ یہ بیان اسکی عداوت کا ہو اور زمخشری نے یہان اشکال پیش کیا کہ امر مقتضی علو ہو
یعنے حکم دینے والا بلند مرتبہ وحاکم ہوتا ہو حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ البتہ میرے بندون پر تجھکو علو حاصل نہین ہو اور
بیضاوی نے جواب دیا کہ امر یہان استعارہ ہو یعنے انکے واسطے تزئین کرتا یعنے بدی کو سنوار کر خوبصورت دکھلاتا اور انکو بدکاری پر برانگیختہ کرتا ہو یعنی

شیطان انکے واسطے تزئین کرتا اور انکو گناہ پر آمادہ کرتا ہی پس اسکو مجازاً بامر کرنا فرمایا کہ امر کو اس معنی کے واسطے مستعار لیا اور یہ اسواسطے کہ ان لوگوں کی سفاہت بیان کیجاوے کہ اپنے دشمن کے مطیع ہوجاتے ہین گویا مامور ہین اور اسواسطے کہ ان لوگون کی تحقیر ہو کہ بندگان شیطان ہین اور بعض نے جواب دیا کہ امر کو بمعنے مجازی لینے کی کوئی حاجت نہین اسواسطے کہ امر درحقیقت طلب فعل کے واسطے ہی اور اسمین شک نہین کہ شیطان جنکو اغوا کرتا ہی اُنسے یہی فعل چاہتا ہی اقول امر فقط طلب فعل نہین ورنہ دعا بھی اسمین داخل ہوگی حالانکہ وہ قسم علیحدہ ہی پس حکومت کے طور پر طلب فعل جو اسکو اور سوء مصدر ساء یسوء ہے اسکو غمگین کیا پھر اُس چیز پر اطلاق کیا گیا کہ جسکو عقل انکار کرے کیونکہ وہ بھی عاقل کو غمناک کرتی ہی اور فحشاء وہ جو دیکھنے مین بدشکل ہو پھر ان معانی مین مستعمل ہوا جو قبیح ہون اور یہان مراد وہ چیزین ہین جنکو شرع نے قبیح بتلایا ہی اور ابن عباس سے روایت ہی کہ سوء وہ کہ جسمین سزاے حد مقرر نہین ہی اور فحشاء وہ کہ جسمین سزاے حد مقرر ہی اور ظاہر قولہ تعالے - قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن - دلالت کرتا ہی کہ فحشاء ادنے یہ ہی کہ حرام ہو اور بعض نے کہا ہر وہ چیز جس سے شرع نے نہی فرمائی وہ فحشاء مین سے ہی اگرچہ مکروہ ہو - اور قولہ - ان تقولوا عطف ہی بالسوء یعنے حکم کرتا ہی تمکو کہ کہو اللہ تعالے پر وہ چیز جو تم نہین جانتے ہو - شیخ ابن جریر نے کہا کہ مراد وہ جو انھون نے بحیرہ وسائبہ وغیرہ کو حرام کرکے مشروع قرار دیا تھا پس جو حلال وحرام بغیر علم ہو وہ سب اسمین داخل ہی بلکہ جو بلا علم شرعی ہو اسی حکم مین ہی قال البیضاوی اسمین دلیل ہی کہ ظن کا اتباع بالکل منع ہے یعنے ظن باعتبار لغت وعرف کے علم کا مقابل ہی پس مالا تعلمون مین وہ بھی داخل ہی اور چونکہ یہان اعتراض وارد ہوتا ہی کہ مجتہد کے اجتہادات بیشتر ظنی ہین حالانکہ انپر عمل کرنا قطعاً واجب ہی تو قاضی رحمہ اللہ نے اسکی دفع مین کہا جسکا حاصل یہ ہی کہ مجتہد کا اجتہاد جسکی طرف مودی ہوا اسکے طریقہ تحصیل کے درمیان ظن ہی پھر چونکہ اجتہاد مجتہد پر عمل کرنا بالاجماع واجب ہی تو یہ مظنون معلوم ہوگیا اور ظن منقلب ہوکر علم ہوگیا کذا قیل مین کہتا ہون کہ اس سے اعتراض مندفع نہین ہوتا اسلیے کہ محصول یہ ہوا کہ ظن کا اتباع سرے سے ممنوع ہی اور ظن مجتہد کی اتباع پر اجماع ہی اور یہ بات جیسی ہی تو خود دیکھتا ہی اور غایۃ توجیہ یہ کہ مظنون مجتہد اپنے طریقہ تحصیل سے مظنون تھا پھر حصول کے بعد دلیل اجماع کی دولت سے کہ اسپر عمل واجب ہی معلوم ہوا کہ وہ حکم اللہ ہی ورنہ اسپر عمل کرنا واجب نہوتا اور جو حکم اللہ تعالے ہی وہ قطعی اور علم ہی پس اتباع مجتہد اتباع علم ہی ذکرہ فی شرح المنہاج اور مین کہتا ہون کہ اسمین بھی نظر ہی اسواسطے کہ وجوب عمل سے اسکا حکم اللہ تعالے ہونا لازم نہین بلکہ اسپر عمل کرنا حکم اللہ تعالے ہی اور یہ اللہ تعالے کی طرف سے بندون پر بنظر رحمت خاص آسانی ہی کہ وہ بتحقیق حکم اللہ تعالے کے حاصل کرنے کے مکلف نہین کیے گئے جو انکے حیطہ امکان سے خارج ہی اور اللہ پوشیدہ نہین کہ ایک واقعہ مین متناقض دو اجتہاد ممکن بلکہ واقع ہین مثل الوتر واجب عند مجتہد والوتر لیس بواجب عند آخر - پس حکم اللہ تعالے لا محالہ ایک ہی کا علی ما ہو الصحیح اگرچہ اعطاء ثواب دونون پر ہی پس ظاہر ہوا کہ عمل مظنون مجتہد پر واجب ہونا اس امر کو مستلزم نہین کہ وہی حکم اللہ تعالے ہی اور نیز کسی نے نہین کہا کہ مظنون مجتہد قطعی ہی مطلقاً بلکہ مظنون مجتہد حق عمل مین قطعی ہی اگرچہ فی نفسہ ظنی ہو جاننا چاہیے کہ تعلق ظن وعلم کا اس اسناد سے ہی جو طرفین قضیہ کے درمیان ہی یعنے اسکہ یہ بات یون ہی یا یون نہین ہی نہ نفس طرف سے مگر باین طور کہ یہ عین موجود ہی یا نہین ہی اور یہ بھی وہی اسناد ہوگئی پس جواز وعدم جواز مرجع ظن وعلم کا ہی اور جواز سے مراد عام شامل فرض وواجب ومستحب ومباح ہی اور عدم جواز سے مراد عام شامل حرام ومکروہ تحریمی و مکروہ ہی پس جب کہا گیا کہ الوتر واجب تو ظن اسکے وجوب مین ہی اور جب کہا گیا کہ حکم الاجماع قطعی تو علم اسکے قطعی ہونیکا ہی پھر علم تو ہر طرح قطعی ہی اعتقاد مین بھی اور عمل مین بھی اسکے مقتضا پر - اور ظن حق اعتقاد مین ہمیشہ ظن ہی کیونکہ وہ نفس ظن ہی اور حق عمل مین کبھی باوجود اعتقاد ظن کے اسپر عمل قطعی ہوتا ہی مثل عمل بمقتضاے مظنون مجتہد کہ بحکم اجماع واجب ہی پھر آیہ کریمہ مین دلیل ہی کہ اتباع مظنون بالکل ممنوع ہی چنانچہ کافر لوگ بحیرہ وسائبہ وحرث وانعام کی نسبت ظنی حکم نکالکر شیطان کی پیروی مین گمراہ ہوے کیونکہ مثلاً سانڈ کا گوشت کھانا اور اسپر سوار ہونا حرام ہی یہ کافرون کا قول بدلیل

ظن تھا بدون کسی علم کے اور اہل ایمان جو مظنون مجتہد کی پیروی کرتے ہین وہ بدلیل ظن نہین ملکہ بدلیل اجماع ہو جو قطعا علم ہو پس کافر تو دلیل ظن کے
پیرو تھے اور اہل ایمان دلیل علم کے پیرو ہوے باوجودیکہ مظنون مجتہد فی نفسہ ظنی ہو اور چونکہ یہ حق عمل مین ہو لہذا ایسا ہونا ممکن ہو اختلاف اعتقاد
کے کہ اسمین نہین ہوسکتا اسیواسطے کہا گیا کہ قیاس و اجتہاد حق اعتقاد مین نہین جاری ہو یعنی اسکے مظنون کیطرف مودی ہو کیونکہ وہ ہر طرح ظن ہی ہو
یعنی ترتیب مقدمات کہ یہ تو علم مین بھی جاری ہو کیا تو نہین دیکھتا کہ توحید کا اثبات باوجود نتیجہ ترتیب مقدمات کے قطعی ہو اور بعینہٖ نتیجہ شکل اول
بعد ثبوت ہر دو مقدمات کے قطعی حاصل ہوتا ہو پھر جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ اتباع مظنون مجتہد کا جواب جو علامہ بیضاوی وغیرہ نے
دیا کہ مودی اجتہاد مجتہد ظن مستند بمدرک شرعی ہو پس اسکا وجوب قطعی ہو اور ظن اسکے طریق مین ہو اس سے انکی مراد یہ ہو کہ مجتہد نے اجتہاد سے
جو حکم واجب یا مستحب یا حرام نکالا ہو اسمین پیروی اسکے ظن کی اسکے اجتہاد کے موافق عمل کرنے مین نہین بلکہ پیروی حکم اجماع کی ہو کہ عمل بمقتضاے
اجتہاد مجتہد واجب ہو اور یہ حکم اجماع قطعی ہو جیسا کہ کہا کہ اسکا وجوب قطعی ہو پس جسنے یہ گمان کیا کہ یہ مظنون قطعی ہوگیا اسنے دھوکا کھایا فلیتامل

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ

اور جب انکو کہیے پیروی کرو اسکی جو نازل کیا اللہ نے کہین نہین ہم چلین گے اسپر جسپر پایا ہمنے اپنے باپ دادون کو بھلا اگرچہ

اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ۝

انکے باپ دادے نہ عقل رکھتے ہون کچھ اور نہ راہ کی خبر

نزول اس آیت کا مشرکین کے حق مین ہو جنکو حکم کیا گیا کہ ظن کو چھوڑ کر قرآن مجید و آیات الٰہی کی اتباع کرین مگر انھون نے نہ مانا اور تقلید کی طرف جھک
پڑے قال تعالے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اور جب
ان کافرون سے کہا جاوے کہ جو اللہ تعالے نے اُتارا اسکی پیروی کرو تو کہتے ہین نہین بلکہ ہمنے جسپر اپنے باپ دادون کو پایا اسکی اتباع
کرینگے علی ہذا ضمیر لہم راجع الناس کی طرف ہو جو یاایہا الناس کلوا الآیۃ- مین مذکور ہو نہ اس الناس کی طرف جو قولہ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ
انداداً الآیۃ- مین مذکور ہو جیسا کہ صاحب سراج نے وہم کیا ہو پس یہ آیت متصل بماقبل ہو اور بمقتضاے ظاہر اس صورت مین خطاب تھا ای اذا قیل لکم
ولیکن انکو مخاطب کرنے سے عدول اسواسطے کیا تاکہ دلالت ہو کہ یہ لوگ غایت حماقت سے جانورون کی طرح قابل خطاب نہین ہین گویا عاقلون کی
طرف التفات کرکے فرمایا کہ تم ذرا ان احمقون کو تو دیکھو کہ کیسا جواب دیتے ہین البیضاوی اور محمد بن اسحٰق نے عکرمہ یا سعید بن جبیر کے طریق
ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک گروہ یہود کے حق مین اتری کہ انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی طرف دعوت کی پس کہا
کہ- بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا- پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی ابن کثیرؒ اور بغوی نے کہا کہ ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو
اسلام کی دعوت کی پس رافع بن خارجہ و مالک بن عوف نے کہا کہ بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور اس تقدیر پر یہ جملہ مستانفہ
ہوگا اور لہم کی ضمیر ان غیر مذکورین سے کنایہ ہوگا- اور شاید کہ قلوب یہود و مشرکین عرب ان بعض وجوہ مین یکسان تھے یعنی باپ دادون کی اتباع
اور ناحق انھین کی تقلید پر جمنا اور حق کی طرف توجہ نہ کرنا او رمنا خا پس الکفار اذکر الناس ضمیر لہم راجع کردی اسواسطے کہ یہود بھی بعض ما احل اللہ کی تحریم اور اتباع ظن
کرتے تھے- اور قولہ بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا- بل- اضراب ہی کے لیے ہے اے لا نتبع ما انزل اللہ یعنے جو اللہ تعالے نے اتارا اسکی اتباع نہین کرینگے- اور
ایک قصہ سے نکلکر دوسرے قصہ کیطرف جانے کے واسطے نہین ہو اور مفسر سیوطیؒ نے لا کی تقدیر کرکے اسی طرف اشارہ کردیا اور الفینا یعنے وجدنا
متعدی بیک مفعول اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہو اور یہان دونون احتمال ہو پس مفعول اول آباءنا- ہو اور علیہ حال ہو یا مفعول ثانی ہے بمعنے پایا ہم

یا الفینا جو لام کلمہ ہے وہ دراصل واؤ ہے قولہ۔ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْــًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ۔ یعنے اور کیا وے لوگ باپ
دادون کی پیروی کیے جاوینگے اگرچہ انکے باپ دادا کچھ عقل نہ رکھتے ہون اور نہ راہ پاتے ہون ف واو حالیہ ہے اور ہمزہ استفہام رد و تعجب ہے ولیکن واو
سے مقدم کردیا گیا کیونکہ اسکے واسطے صدر کلام ہے۔ اے اتبعونہم ولو کانوا کذا۔ کیا انکا اتباع کرینگے حالانکہ وہ ایسے ہون اور ابو البقاء و بیضاوی وغیرہ نے
کہا کہ جواب لو محذوف ہے یہ تقدیر کیکہ واو عاطفہ ہوا۔ لو کان آباؤہم جہلۃ عن امر الدین غیر مہتدین الی الحق لاتبعوہم۔ یعنے اگر انکے باپ دادا امر دین سے
جاہل ہون حق بات کی راہ نہ پاتے ہون تو بھی انھین کی اتباع کرینگے۔ اور بیضاوی نے کہا کہ بر تقدیر واو حالیہ ہونے کے جواب کی احتیاج نہین کیونکہ
شرط جب ہی حال ہو سکتی ہے کہ معنے شرطیت کے اس سے نکال لیے جاوین و بہ جزم ابو السعود۔ اسلئے کہ مقصود اس سے تعمیم احوال ہے اور مفسر سیوطی رح
نے اتبعونہم کی تقدیر سے کفایت کردی۔ اور لا یعقلون شیئا۔ اے شیئا من امر الدین اے امر دین مین سے کوئی شئے نہین سمجھتے تھے۔ اور مطلق مراد
نہین کیونکہ وہ لوگ امور دنیا مین سے بہت کچھ جانتے تھے پس لفظ عام وارد فرمایا اور مراد خاص ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اسمین دلالت ہے کہ آیت کا نزول یہ
مشرکین ہے نہ یہود اسواسطے کہ آبار یہود حضرت موسیٰ و دیگر انبیاء کی اتباع مین بہت کچھ امور دین سے جانتے تھے تو جواب یہ کہ مراد آبار سے وہ ہین جنکو ان
کہنے والون نے پایا جیسا کہ خود ہے کہ الفینا علیہ آباؤنا اور وہ انکی پہلی پشت ہین نہ سابقین اور یہ پہلے دو چار پشت والے اہمل تھے علاوہ برین اللہ
تعالےٰ نے لا یعقلون فرمایا اے امور دین جن انکو سمجھ نہ تھی پس اگر اقوال کے شناسا ہون بھی تو کیا ہوتا ہے قال البیضاوی رح اسمین ایسے شخص کے واسطے
یعنے خواہ کتابی الحکمان جاننے ہون
تقلید کرنے سے ممانعت ہے جو نظر اور اجتہاد پر قدرت رکھتا ہو اور راہ دین مین غیر آدمی کا اتباع کرنا کسی دلیل سے یہ جان کر کہ یہ محق ہے مثل انبیا علیہم
السلام کے اتباع کرنے یا مجتہدین فی الاحکام کی اتباع کرنے کی تو یہ درحقیقت تقلید نہین بلکہ جو اللہ تعالےٰ نے اُتارا اسکی اتباع ہے فعلی ہذا تقلید یہ ہوئی کہ احکام
دین مین غیر کا قول بلا دلیل مان لینا اور یہ معنی تقلید کے ائمہ مجتہدین کی اتباع مین نہین پائے جاتے ہین مگر ان لوگون کے حق مین جو باوجود کلی یا جزوی قدرت نظر کے
نظر نہین کرتے اور تقلید کرتے پس عوام مسلمین جو کچھ قدرت نظر نہین رکھتے وہ تو بری ہین اور ماخوذ وہ ہین جو فی الجملہ قدرت نظر رکھتے ہین اور بعض مشائخ نے ٹھیک کہا
کہ عامی پر بھی واجب ہے کہ وہ کسی مفتی سے فتویٰ لیکر اسپر عمل کرے تاکہ ثواب حاصل ہو اور ہر مفتی جبکہ وہ مفتی قرار پایا ہو اسکے واسطے کافی ہے کہ وہ اسکے فتوے
کے موافق عمل کرنے مین عند اللہ تعالےٰ ماجور ہوگا اور یہی یہان مقصود ہے فافہم اگر کہا جاوے کہ کافرون نے تو یہ کہا تھا کہ ہم اسکی اتباع کرتے ہین جسپر ہمارے
باپ دادے تھے کیونکہ وہ ہم سے زیادہ علم والے اور دانا تھے اور اللہ تعالےٰ نے اسکو رد کردیا کہ انکی اتباع کیے جاوینگے اگرچہ وہ لوگ کچھ نہ جانتے اور
نہ راہ پر ہون۔ تو جواب یہ ہے کہ اللہ عز و جل نے مختصر جواب پر معنے ایسا فرمایا دیا جو ادنے غور سے سمجھ مین آسکتا ہے تاکہ یہ پورے بیوقوف سمجھ لین اور
امام رازی نے اس جواب کی تقریر کو یون بیان کیا کہ اس جواب کی تقریر کئی وجہ سے ہے اول آنکہ مقلد سے کہا جاوے کہ تو اس بات کا اقرار کرتا ہے
تفسیر کبیر
اگر کسی آدمی کی تقلید کے واسطے یہ شرط ہے کہ یہ جان لے کہ یہ شخص محق یعنے حق پر ہے یا یہ شرط نہین ہے پس اگر تو اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ ہان یہ شرط ہے تو تجھکو کسی
شخص کی تقلید جائز ہونا بعد اسی امر کے معلوم ہوگا کہ تو جان لیوے کہ یہ شخص محق ہے پھر تو نے اسکا محق ہونا کیونکر معلوم کیا۔ اگر کسی دوسری تقلید سے یہ بات معلوم کی
تو دوسری جس شخص کی تقلید کی ہے اسکا محق ہونا کیونکر معلوم کیا اگر اسکو بھی تیسرے کی تقلید سے معلوم کیا تو اسمین بھی یہی کلام ہوگا حتیٰ کہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا
بے انتہا چلا جاویگا اور بے انتہا سلسلہ ہونا باطل ہے اور اگر تو نے اسکا محق ہونا اپنی عقل سے معلوم کیا ہے تو تجھے عقل خود کافی ہے تقلید کی حاجت نہین۔ اور اگر تو نے کہا
کہ جواز تقلید کے لیے یہ شرط نہین کہ جسکی تقلید کرے اسکا محق ہونا بھی جانے تو ایسی صورت مین تو نے اسکی تقلید جائز رکھی اگرچہ وہ شخص مبطل ہو پس
تو اسکی تقلید پر خود نہین جانتا ہے کہ مین حق پر ہون یا باطل پر ہون۔ دوم آنکہ یہ جائز ہی کہنا مانا کہ یہ شخص جو پہلے زمانہ مین گذرا اس بات کا عالم تھا
لیکن ہم اگر فرض کرین کہ پہلے زمانہ کا شخص اس بات کو نجانتا تھا اور نہ اسنے اس بات مین کوئی مذہب اختیار کیا تھا تو بہر حال تجھے یہی کرنا پڑے گا

کر تو اس بات مین غور و نظر کرکے اپنا مذہب اختیار کرے پس لا محالہ غور و نظر کی طرف رجوع صحیح ٹھہرا تو ایسا ہی بیان ہو سوم انکہ اگر تو نے کسی اپنے اگلے شخص کی کسی مسئلہ مین تقلید کی تو ہم پوچھتے ہین کہ اس شخص نے اس مسئلہ کو کیونکر جانا تھا یعنے تقلید کرکے جانا تھا یا بلا تقلید پس اگر اسنے بھی تقلید کرکے جانا تھا تو وہی دور یا تسلسل لازم آویگا جو اول تقریر مین گذرا اور اگر اسنے بلا تقلید کے دلیل سے جانا تو جب تو نے اپنے اوپر اسکی تقلید واجب کرلی ہو تو تجپر بھی واجب ہوا کہ اسکو دلیل سے حاصل کرنہ تقلید سے کیونکہ اگر تو نے اسکو تقلید سے حاصل کیا بدون دلیل کے باوجودیکہ اس شخص متقدم نے اسکو دلیل سے حاصل کیا تھا نہ تقلید سے تو تو اسکا مخالف ہوا پس ثابت ہوا کہ قول تقلید ایسا ہی کہ اسکا ثبوت خود اسکی نفی کرتا ہو پس جو چیز ایسی ہو وہ باطل ہو۔ اور اللہ تعالے نے اس آیت کو اتباع خطوات شیطان سے زجر کرنے کے بعد جو ذکر فرمایا تو اسی تنبیہ کے واسطے کہ وساوس شیطان کی پیروی مین اور تقلید کی پیروی مین کچھ فرق نہین ہو اور اسمین قوی دلیل اس بات کی موجود ہو کہ نظر کرنا اور استدلال کرنا واجب ہو اور جو چیز بلا دلیل شرعی کے دل مین آوے اسپر اعتماد کبھی نہ کرے اور اسکا تابع نہو اور جو چیز کہ شخص غیر کہے اسپر بلا دلیل اعتماد نہ کرے انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہو کہ اس بات پر تو سب اہل اسلام متفق ہین کہ اعتقادات مین تقلید حرام ہے اور جو اعتقاد کہ تقلید سے ہو وہ کچھ نہین ہو پس جو شخص یہ اعتقاد کرے کہ چونکہ فلان شخص نے اعتقاد کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق تھے لہذا مین بھی اسکے اعتقاد کی تقلید پر یہ اعتقاد کرتا ہون تو یہ لغو اور وہ کافر ہو اور وہ مومن نہوگا جب تک خود یقین کرے اور جسنے کچھ تقلید کو روا رکھا ہو تو فقط مسائل فروعیہ مین روا رکھا ہو سو اسکا مآل کچھ نہین اسواسطے کہ کسی کے حق مین حسن عقیدت سے تقلید کرلینا عوام کے واسطے ہو اور جو شخص دلائل کو دیکھ سکتا ہو اسکو بلا دلیل مان لینا نہین چاہیے جیسا کہ پہلے گذرا اور اسی پر بیضاوی ؒ نے جزم کیا ہو فافہم

پھر اللہ تعالے نے ان کافرون کے واسطے ایک مثل بیان کی اور فرمایا

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ

اور مثال ان منکرون کی جیسے مثال ایک شخص کی کہ چیخ پکارتا ہے ایسی چیز کو جو سنتی نہین مگر پکارنا اور چلانا بہرے گونگے اندھے ہین

فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

سو انکو عقل نہین

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ ان لوگون کی مثل جو کافر ہے ہین۔ كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ۔ جیسے مثل اس شخص کے جو چلا کر ایسی چیز کو آواز دیتا ہو جو کچھ سنتی نہین إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً۔ سوائے پکار و ندا کے ف یعنے اسکو فقط آواز سنائی دیتی ہو سوائے اسکے کچھ نہین سمجھتا اور یہ جانورون کا سا حال ہو صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔ بہرے گونگے اندھے ہین تو یہ کچھ نہین سمجھتے ہین ف مثل الذین کفروا۔ مبتدا اور کمثل الذی ینعق۔ اسکی خبر ہو اور نعق بنون و عین مہملہ بلند آواز دینا۔ آور بما پر باء موحدہ واسطے تعدیہ کے ہے کیونکہ نعق لازمی ہو یقال نعق المؤذن بلند آواز سے بولا موذن۔ آور نعق بالغنم بلند آواز سے بکریون کو ہانکا۔ ما موصولہ ہو۔ اور مفسرین کے تفسیر آیت مین چند اقوال مین بنا بر آنکہ تشبیہ مفرد ہو یا تشبیہ مرکب کیونکہ مثل الذین کفروا کی طرف تو صرف کفار مذکور ہین اور کمثل الذی ینعق بما لا یسمع۔ کی طرف ناعق آور منعوق بہا۔ دو مذکور ہین یعنے ایک آواز سے پکارنے والا اور دوسری وہ چیز جسکو پکارتا ہو پس شیخ ابو البقا نے ذکر کیا کہ کلام مین حذف مضاف ہو تقدیر مثل داعی الذین کفروا۔ یعنے مثال بلانے والے کی ان لوگون کو جو کافر ہوے راہ راست کیطرف جیسے مثال پکارنے والے کی بکری کے گلہ کو۔ اور یہ اسواسطے مقدر کیا گیا تاکہ تشبیہ ٹھیک ہو پس دین کیطرف بلانے والا مثل ناعق کے اور کافر لوگ مثل بکریون کے ہین سیبویہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے کافرون اور انکی راہ کی طرف بلانے والے کو بکریون اور انکے پکارنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہو تو ہر دو شے مین سے ایک کو دوسرے سے

مقابلہ کردیا بدون تفصیل کے باعتماد فہم سیفی کے ۔ اور نیز سیبویہ نے کہا کہ کافرون کی تشبیہ ناعق کے ساتھ نہیں بلکہ منعوق بہا یعنے ناعق نے جس چیز کو آواز دی
ہواے ان بہائم کے ساتھ جو نہیں سمجھتے ہین اقول اس تقدیر پر ظاہر ہوتا ہے کہ تشبیہ مستقل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کرنی منظور ہے حالانکہ مقصود
استقباح حال کفار ہے اور اس سے ادلے بحسب المعنی تو یہ ہے کہ مشبہ بہ کیطرف تقدیر کیجاوے ۔ اے مثل الذین کفروا کمثل بہائم الذی ینعق ۔ پس اسمین تشبیہ
کافرون کی بہائم سے ہے اور معنے یہ ہین کہ کافر لوگ بسبب اپنی تقلید مین منہمک ہونے کے جو انکو نصیحت کی جاتی ہے اسپر کان ہی نہین دھرتے اور جو اسنے
تقریر کیجاتی ہے اسپر غور ہی نہین کرتے پس وہ اس معاملہ مین مثل چوپاؤن کے ہین کہ چرواہا انکو آواز دیتا ہے پس وہ آواز سن لیتے ہین اور اسکا مقصود نہین
جانتے اور ندا کو محسوس کرتے ہین اور معنی نہین سمجھتے ہین ۔ کذا قال البیضاوی اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قولہ تعالے ۔ مثل الذین کفروا
اے جس حال گمراہی وضلالت وجہالت مین کافر پڑے ہین انکی مثال جیسے چلنے ریوڑ و گلے چوپاؤن کے کہ چرواہا اسکو پکارتا ہے کہ راہ پر چلاوے مگر وے اسکا
کہنا نہین سمجھتے خالی اسکی آواز سنتے ہین ۔ اور ایسا ہی شیخ ابو العالیہ ومجاہد وعکرمہ وعطا و حسن بصری و قتادہ وعطاء خراسانی وربیع بن انس رحمہم اللہ سے
مروی ہے اور معنے اس تفسیر کے یہ ہین کہ یہ تمثیل ہے کہ کافر لوگ اپنے باپ دادے کے ظاہر حال کے اتباع مین بدون حقیقت حال سے واقف ہونے کے
ایسے ہین جیسے چوپائے کہ آواز سنتے ہین اور جو اس سے مقصود ہے وہ نہین سمجھتے ہین پس قول اول اور اسمین فرق یہ ہے کہ اول مین تو انکی تشبیہ بہائم سے
اس امر مین کہ جو انکو القا کیا جاتا ہے وہ نہین سمجھتے ہین اور اسمین انکی تشبیہ بہائم سے اس بات مین کہ وہ اپنے باپ دادون کی اتباع ظاہری سے
ایسے جاہل ہین جیسے بہائم ہوتے ہین ۔ اور قطرب نے کہا کہ مثال کافرون کی اپنے بتون کو پکارنے مین ایسی ہے جیسے چرواہا اپنے گلہ کو پکارتا ہے
حالانکہ وہ جانور یہی نہین جانتے کہ کہان ہین اور شیخ ابن جریرؒ نے اسکو اختیار کیا ہے اور عبد الرحمن بن زید بن اسلمؒ نے کہا کہ مثال کافرون کی اپنے
پتھر کے معبودون کو پکارنے مین ایسی ہے جیسے رات مین چیخنے والا کہ اسکی صدا خود اسکو آواز دیتی اور ایسی چیز کو آواز دیتا ہے جو نہ سنے اور جواب وہ دیتا ہے جسکی
کچھ حقیقت نہین ہے پس یہ سب چار اقوال ہوئے جنمین اول و دوم قریب المعنی ہین اور سوم و چہارم قریب المعنے ہین مگر بیضاوی نے اخیر کے
دونون قولون پر اعتراض کیا کہ خواہ تشبیہ مفرد لیجاوے یا مرکب لیجاوے اس تشبیہ کے جواز کی کوئی صورت نہین اسواسطے کہ مشبہ بہ کو مشبہ
سے وجہ تشبیہ مین اقوی ہونا واجب ہے حالانکہ کافرون کے بت تو بہ نسبت بہائم کے ناسمجھی مین بہت بڑھے ہوئے ہین پس دفع ہوگیا جو بعض نے کہا
کہ بتون کا نہ سننا کچھ مضر نہین کیونکہ تمثیل مرکب ہے اور ایسا ہی شیخ ابن کثیرؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ اولی نہین اسواسطے کہ بت کچھ نہین سمجھتے ہین اور نہ
دیکھتے اور نہ سنتے اور نہ انمین حیات ہے فافہم اور قولہ صم الخ صم مفسر سیوطیؒ نے اشارہ کیا کہ خبر مبتدا ے محذوف ہے بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ مرفوع علی
الذم ہے اور معنی یہ ہین کہ حق بات سننے سے بہرے اور حق کہنے سے گونگے اور راہ حق سے اندھے اور لا یعقلون ۔ مراد اس سے عقل دین کا جاتا رہنا یعنی
امر دین کو نہین سمجھتے ہین قال المترجم یعنی عقل نورانی نہین رکھتے بلکہ حواس رکھتے ہین جو آخرت سے بالکل بے بہرہ ہین پھر فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

اے ایمان والو کھاؤ ستھری چیزین جو روزی دین ہم نے تمکو اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسکے بندے ہو

اور بعض نے کہا کہ یہ حکم تاکید ہے قولہ تعالے ۔ یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا الآیۃ ۔ کی اور یہان مومنین کو خاص کر دیا کہ لوگون مین سے افضل
نوع ہین اور حق یہ ہے کہ سابق کی آیت مین بجائز و سوائبکے حرام جاننے والون کو اعلام حلت طیبات مقصود تھا اور اسمین ارشاد اکل حلال ہے فقولہ تعالے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

اے ایمان والو جنے جو کچھ طیبات سے تمکو دیا ہے کھاؤ اور اللہ تعالے کا شکر کرو اگر تم اسی کی بندگی کرتے ہو ۔ ف بعض نے کہا کہ اکل سے مراد بیان

نفع اُٹھانا ہواے نفع اونھین چیزون سے اٹھاؤ جو تمکو شرع مین جس طور سے حلال ہوا ور ظاہر یہ ہو کہ کھانے سے یہی عادت کے موافق کھانا مراد ہو اور
عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہو کہ آیت مین طیبات سے پاک کمائی مراد ہو خصوصیت پاک طعام کی نہین ہو اور ضحاک نے کہا کہ رزق حلال مراد ہو اور اسی کو
مشعر ہے کہ شیخ ابوالبقا نے کہا کہ کلوا کا مفعول محذوف ہو اے کلوا رزقکم - اور امام احمد و مسلم و ترمذی و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے ابوہریرہ رضی سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی طیب ہے نہین قبول کرتا مگر طیب کو اور اللہ تعالے نے حکم دیا مومنون کو جس چیز کا حکم دیا اپنے
رسولون کو چنانچہ فرمایا - یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم
پھر ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی طول سفر کرتا ہو پریشان گرد آلودہ اپنے ہاتھ آسمان کو اُٹھاتا ہو یارب یارب حالانکہ اسکا کھانا
حرام ہے اور لباس حرام ہے اور حرام کھایا پیا ہو تو کہان اسکی دعا قبول ہوگی - اور ثابت ہوا ہو کہ عبادت کے قبول ہونے کے واسطے اکل حلال و لباس حلال
شرط ہو اور کہا گیا ہو کہ غذاے حرام سے چالیس روز تک عبادت مقبول نہین ہوتی ہو اور یہ سب اس حرام مین ہو کہ کھلا ہوا ہو اور عالمگیری وغیرہ مین مذکور ہو
کہ علما نے فرمایا کہ اس زمانہ مین آدمی کو یہی واجب ہو کہ جسکو کھلا حرام دیکھے اور جان لے اس سے اجتناب کرے اور تقوی یہ ہو کہ شبہات سے بالکل پرہیز
کرے واللہ اعلم اور قولہ واشکروا للہ - اسمین اشکروا نہین فرمایا بلکہ تکلم سے جانب غیبت کیطرف التفات کیا واسطے تفخیم شان کے اور بیان امر واسطے وجوب کے ہو کیونکہ شکر اللہ
تعالی واجب ہے اور حدیث مین ہو سبحان اللہ وبحمدہ میزان کو بھر دیتی ہو پس بالتزام شکر سے یہان مراد باری شکر ہو یا مراد ہو کہ جو نعمتین اللہ عزوجل نے بندے کو کرامت فرمائی ہین سب اسکی
خدمت مین اسکے حکم کے موافق صرف کرے مثلاً آنکھ تلاوت کلام مجید مین اور پاؤن مسجد مین جانے وغیرہ مین اور مثل اسکے عبادت سفر و خصائل حسنہ وغیرہ مین اور ظاہرا یہی معنی مراد ہین اور قولہ
ان کنتم ایاہ تعبدون - مفعول کو تخصیص کے واسطے مقدم فرمایا اے عبادت کے واسطے تم اسکو مخصوص کرتے ہو جو اقرار کرتے ہو کہ وہی معبود ہو اسکے سوا کوئی نہین ہو اور بعض نے کہا اگر تم عارف ہو اللہ
تعالے اور اسکی نعمتون کے تو نعمتون پر اسکا شکر کرو - شکر الہی منجملہ حقوق ہو اور حرف شرط یہان امر مشکوک کے واسطے نہین ہو بلکہ تحریض اور برانگیختہ کرنے کیلیے
ہو جیسا کہ مقدمہ مین بیان ہوا جیسے کوئی اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہو تو اس کام کو پورا کردے پس ایسا ہی بیان ہو - اور بیہقی وغیرہ نے روایت
کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہو کہ مین اور جن و انسان ایک بناء عظیم مین ہین پیدا مین کرتا ہون اور میرا غیر عبادت کیا جاتا ہے
اور رزق مین دیتا ہون اور میرا غیر شکر کیا جاتا ہو - پھر جاننا چاہیے کہ شکر گذاری کا نفع بندون ہی کیطرف راجع ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے وعدہ فرمایا ہے کہ شکر کروگے
تو زیادہ نعمت ملیگی ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے - یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم - طیبات وہ چیزین جو سابق علم ازل مین اپنی
رضا اور خوشنودی کے ساتھ اہل ایمان کے واسطے تقسیم کردین یعنے انکی قسمت مین کردین یعنے انکی ایسی معاش جسکا تناول کرنا انکے حق مین کسی
حال مین مذموم نہین اور یہ وہ تفرس ہو جسکو ایمان دار آدمی کام مین لاتا ہو کہ وقت حاجت کے وقوع واقعہ سے پہلے نور ایمان سے فراست کے ساتھ
دریافت کرلیتا ہو قال المترجم مراد وہ نور مکاشفہ ہو جس سے اولیاء اللہ تعالے مکرم کیے گیے ہین جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوے یوسف علیہ السلام
کو مصر کی دوری سے سونگھ پایا تھا - اور نیز طیبات وہ چیزین جو مومن کو اللہ تعالے کے مرضیات کی طرف رغبت دلاوین مانند معاملات سینہ اور
اخلاق حمیدہ کے اور مالوفات نفس و متابعت شہوت ترک کرنے کے - اور نیز طیبات وہ چیزین کہ غیب سے بدون آدمیون کی کاریگری کے حاصل
ہون کیونکہ جسمین آدمیون کی کاریگری لگی وہ لگاؤ سے خالی نہین ہین قال المترجم پس میوا اور زمین و جبل وغیرہ ایسے ہی ہین بخلاف طعام اور اسکی
ترکیبی لذت کے اور نیز طیبات وہ شہوت سے نہ کھائی گئی ہون اور اُنسے نتیجہ حکمت و عبادت حاصل ہو قال المترجم یعنے غذا اگر تن پروری کے
واسطے کھائی تو کچھ نہین اور اگر غذا بغرض قوت عبادت کھائی تو وہ طیبات سے ہو - اور نیز طیبات وہ کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھائی
گئی ہون اور بدعت کے طریقہ پر نہون - اور نیز طیبات اشارہ ہو ذکر حق عزوجل کی طرف بشرطیکہ اسمین ذکر مخلوق کا میل نہو اور ایسا پاکیزہ ذکر حق

وہ غذاے روح اسطرح ہو کہ روح بقوت وجد پرواز کرے اور صفات کے باغون مین دیدار حق بوصف وصل کرے۔ اور شیخ عبد الرحمٰن سلمی رح نے فرمایا کہ طیبات رزق یہ ہو کہ بیتابی کے وقت اسقدر کھاے کہ نفس باقی رہے تاکہ اداے فرائض پورے طور پر ہو اور یہ مقدار وہی ہو کہ کسی حال مین اس کھانے کے پیچھے نقصان نہین ہوتی ہو۔ قولہ تعالےٰ واشکروا ﷲ ان کنتم ایاہ تعبدون۔ اے شکر کرو ﷲ تعالےٰ کا اپنی معرفت کے ساتھ شکو اگر تم اسکو عبادت کرتے ہو بشرط معرفت اسواسطے کہ معبود بنانا بدون معرفت صحیح نہین ہو اور یہ ﷲ تعالےٰ کی طرف سے اعزاز ہو یعنے شرط معرفت نے مخصوص اسی کی عبادت کرنے پر شکر گذاری ﷲ تعالیٰ کی طرف سے بندون کو آمادگی دلانا ہو اور معاندین کو تنبیہ ہو تاکہ جان لین کہ شکر سزاوار نہین مگر اسکو جسنے پیدا کیا اور رزق دیا اور موت دی اور زندگی دی ہو اور بیان ملا دیا عبادت کو ساتھ شکر نعمت کے واسطے تعریف منعم علیہ کے کہ اسکی نعمت کا شکریہ معرفت کے ساتھ عبادت کر کے ادا کرے۔ انتہی کلامہ رزق حلال کے ارشاد کے بعد بیان فرمادیا کہ اپنے چند ہی گنتی کی چیزین منجملہ تمام چیزون کے حرام کردی ہین پس فرمایا

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ

یہی حرام کیا ہے تم پر مردہ اور لہو اور سور کا گوشت اور جسپر نام پکارا گیا ﷲ کے سواے کا پھر جو کوئی پھنسا

غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

نہ بے حکمی کرتا ہے نہ زیادتی تو اسپر گناہ نہین ﷲ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ تمپر حرام تو یہی مردار ہو ف یعنے مردار کا کھانا کیونکہ کھانے ہی مین گفتگو ہے اور اسی طرح آیندہ چیزون مین بھی کھانا حرام ہو اور اسمین سے مچھلی وٹیڑی استثنا ہو وَالدَّمَ۔ اور خون ہو ف مراد خون مسفوح جو رگون سے نکلکر روان ہو جیسے سورۂ انعام مین مذکور ہو وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ۔ اور سور کا گوشت ف اور جب گوشت نجس ہو تو باقی اسکے سب تابع سر سے پانون تک نجس ہو اور بعض نے کہا کہ ضرورت والون کے لیے سور کے بال سے کوچی بنانا جائز ہو وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ۔ اور جس چیز کے ساتھ غیر ﷲ کا نام پکارا گیا ف یعنے سواے ﷲ تعالےٰ کے غیر کے لیے ذبح کیا گیا اور نام پکارنا اسواسطے فرمایا کہ بت پرست بتون کے نام سے پکارتے اور ذبح کیوقت بتون کا نام لیتے تھے فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ پھر جو کوئی مضطر ہو در حالیکہ باغی و عادی نہین تو اسپر گناہ نہین ہو ﷲ تعالےٰ غفور رحیم ہو ف باغی و عادی سے یا تو سلطان سے بغاوت اور مسلمانون پر عدوان یعنے رہزنی مراد ہو اور یہی امام شافعی کا قول ہو اور قیاس سے ہر بدکار مسافر مانند بھاگے ہوے غلام کے اور جو ظالمانہ مال وصول کرنے جاتا ہو وہ بھی باغی و عادی مین شامل ہین اور یا مراد باغی سے وہ کہ حلال چھوڑ کر حرام کی خواہش کرے اور عادی وہ کہ اضطرار کے وقت حد سے تجاوز کر کے پیٹ بھرے اور یہی امام ابو حنیفہ وغیرہ کا قول ہے تو ہر ایک مضطر کو ایسے وقت مین جان رکھنے کی قدر جائز ہو جبکہ خواہش حرام یا اس مقدار سے تجاوز نہ کرے اور واضح ہو کہ الْمَيْتَةَ ایک قراۃ مین منصوب ہے پس ما کافہ ہو اور حرم کا فاعل ﷲ تعالےٰ ہو اور ایک قراۃ مین بالرفع ہو پس ما بمعنے الذی ہوگا اور المیتہ خبر ان ہو والمعنے ان الذی حرم علیکم المیتۃ الے آخرہ اور ایک قراۃ مین حُرِّمَ بصیغہ مجہول ہو پس المیتۃ بالرفع ہوگا کہ ما بمعنے الذی اور المیتۃ خبر ان ہو یا ما کافہ اور المیتۃ مفعول مالم یسم فاعلہ ہو اور سواے وجہ اول کے حصر اور صورتون مین ظاہر نہین مگر ترکیب مفید قصر حرمت ما سطرہ ہوگی اور المیتۃ در اصل بتشدید یا ہے بر وزن فیعلۃ اور واو ی ہو اے میوتۃ پس تشدید کی قراۃ علی الاصل ہو اور جسنے تخفیف سے پڑھا اُسنے واو کو جو عین کلمہ ہے حذف کیا مانند سید و ہین کے کہ در اصل سید و ہین بتشدید یا ہین اور دم مین لام کلمہ یا رتھا جو بغیر علت حذف کیا گیا اور خنزیر کا نون اصلی ہو بر وزن و مانند غربیب

اور بعض نے کہا نون زائد ہو ماخوذ از خزر- اور غیر باغ منصوب علی الحال ہو اسواسطے کہ استثنا جب ہو سکتا ہو کہ الا اسکے قائم مقام ہو سکے
ذکرہ العکبری وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ کلمہ انما موضوع ہے واسطے حصر کے اے جو اسکے ساتھ مذکور ہیں انھین کے واسطے حکم ثابت کرتا ہو اور غیر سے
نفی کرتا ہو پس یہ ہوگا کہ حرام ہونا انھین چیزون مین منحصر ہے جو میتۃ و دم و لحم خنزیر و ما اہل لغیر اللہ مین مذکور ہین- پس اگر کہا جاوے کہ اور بہت چیزین
حرام ہین جو اسمین مذکور نہیں پھر حصر کیونکر ہوگا تو جواب یہ ہو کہ اصل وضع انما کی قصر قلب کے واسطے ہو پس کفار نے جوان سب چیزون کو مع دیگر اشیار
کے حلال ہونیکا اعتقاد کیا تھا تو ابلغ طور پر قصر قلب کے ساتھ انحصار کرکے رد کیا کہ جن چیزون کو تمنے حلال کر رکھا ہو انہین سے اتنی ہی چیزین حرام ہین
یا جواب یون دیا جاوے کہ حالت اختیاری پر حرمت مقصور کرنا مراد ہو گویا یون کہا گیا کہ تم پر یہی چیزین حرام کی گئی ہین جب تک کہ تم ان چیزون کی
طرف مضطر نہو- پس حاصل یہ ہو کہ حصر مطلقا مراد نہیں ہو بلکہ یا تو ان سب چیزون مین سے جنکو انھون نے حلال کر رکھا تھا یا حالت اختیار کی نسبت
کرکے قصر ہو اور خون کو بھی عرب حلال جانتے اور کھاتے تھے چنانچہ جو ضون مین جمع کر لیتے پھر اسکو بھونکر کھاتے تھے- پھر جاننا چاہیے کہ مردار وہ ہو
جس سے روح مفارقت کر گئی بدون اسکو ذکوۃ دیے ہوے یعنے شرع کے موافق بسم اللہ کہکر ذبح نہیں کی گئی پس امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر
عمداً بسم اللہ کو ترک کیا تو بوجہ مردار ہو اور امام شافعی سے مشہور ہو کہ تسمیہ ہر مومن کے دل مین ہو اگر عمداً اسنے نہ بھی پڑھا ہو تو جائز ہو بالجملہ اتفاقی
ہے کہ جس جانور کی ذکاۃ نہوئی ہو وہ مردار ہو خواہ خود بخود مر گیا یا گلا گھٹنے سے مرا یا پٹکنے سے یا اونچائی سے گر کر یا دوسرے جانور کے سینگ وغیرہ مارنے سے
یا درندے کے مار ڈالنے سے مرا ہو اور جمہور نے اس عام مین سے دریائی صید کو مخصوص کیا ہو کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا- واحل لکم صید البحر و طعامہ
چنانچہ عنقریب انشاء اللہ تعالے آویگا- اور نیز حدیث عنبر کی حضرت جابرؓ کی روایت سے صحیح مین موجود ہو اور مسند امام احمد و موطا و سنن مین ہو کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بحر کے حق مین فرمایا ہو الطہور ماءہ الحل میتتہ یعنے اسکا پانی طہور ہو اور اسکا مردار حلال ہو پس ظاہر ہوا کہ المیتۃ سے مراد بیان خشکی
کا مردار ہو یا مع دریائی مردار کے جو مشابہ اسکے ہو- اور شافعی و ابن ماجہ و دارقطنی و احمد و حاکم و ابن مردویہ نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضرت صلیؐ نے
فرمایا کہ ہمارے لیے دو میتہ اور دو خون حلال کیے گئے ہین پس دو میتہ تو ٹیڑی اور مچھلی ہین اور دو خون وہ کلیجی اور تلی ہو- اور یہ حدیث از قبیل مشہور ہو
اسیواسطے ہمارے علماے حنفیہ کے نزدیک کتاب اللہ پر اُس سے زیادتی جائز ہوئی اور نیز قولہ- احل لکم صید البحر- عام ہو کہ صید زندہ اور مردہ دونون کو
شامل ہو پس اس مخصص کے ساتھ حدیث اسکا بیان ہوکر خود آیت سے تخصیص ہوگی فافہم اگر کہا جاوے کہ جو گاے بکری مثلاً ذبح کی گئی اور اسکے پیٹ میں سے بھی
بچہ مرا نکلا تو وہ کھانا جائز ہونا چاہیے کیونکہ حدیث مین ہو کہ جنین کی ذکاۃ وہی اسکی ماں کی ذکاۃ ہو تو علما نے اسکا جواب دیا کہ یہ حدیث مشہور نہیں بلکہ
احاد ہو پس اس سے زیادتی نہیں جائز ہو- اور یہ جواب کچھ قوی نہیں اسواسطے کہ اصول مین مقرر ہو چکا ہو کہ جب عام ایک مرتبہ مشہور سے تخصیص یافتہ
ہو چکا ہو تو پھر احاد سے بھی اسکی تخصیص جائز ہوتی ہو- پھر اکثر اہل علم کے نزدیک دریائی جانور سب زندہ و مردہ کا کھانا جائز ہو اور بعض اہل علم کے نزدیک
دریائی جانور وہین سے جنکا مشابہ خشکی کے جانورون مین سے حرام ہو وہ حرام ہین اور ابن حبیب نے دریائی سور کے حق مین توقف کیا اور ابن القاسم نے کہا کہ مین
اُس سے بچتا ہون اور اسکو حرام نہین جانتا ہون او صحیح بنا بر قول بعض اہل علم کے وہ حرام ہو اور مانند اسی کے ہو ہمارے علماے حنفیہ کے نزدیک ابن کثیر
نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ میتہ جانور کا دودھ یا پرند کا انڈا جو اسکے تھنون یا پیٹ مین ہو وہ شافعی وغیرہ کے نزدیک نجس ہو کیونکہ اسکا جزو ہو اور امام مالک
کی ایک روایت مین وہ طاہر ہو مگر مجاورت سے نجس ہوا اور اسی طرح میتہ کے انفحہ مین خلاف ہو اور مشہور یہ ہو کہ وہ انکے نزدیک نجس ہو مگر خود اپنے اوپر اعتراض
وارد کیا کہ صحابہؓ نے مجوس کا پنیر کھایا ہو پس قرطبی نے اسکا یہ جواب دیا کہ یہان قلیل دودھ اسمین خلط ہو اور کثیر کے ساتھ قلیل نجاست عفو ہو- پھر دم سے
مراد دم مسفوح ہو یعنی جو جاری ہو کر روان ہو جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت مین آو دما مسفوحا- فرمایا پس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا- اگر کہا

عہ [illegible] ۱۱

جاوے کہ حدیث مشہور مین جو آیا کہ ہمارے واسطے دو خون حلال کیے گئے کلیجی اور تلی سو یہ دونون دم مسفوح نہین بلکہ سب خون کے لوتھڑے ہین پس وہ حرام مین سے سرے سے نہین ہین تو جواب یہ ہو کہ یہ تخصیص عام سے نہین بلکہ اظہار عدم حمل بر عام ہو فافہم۔ اور علما متفق ہین کہ حرام دم مسفوح ہو اور جو گوشت کے ساتھ مخلوط ہو وہ بالاجماع حرام نہین قالہ القرطبی اور حدیث مین حضرت عائشہؓ کی روایت ہو کہ ہم گوشت پکاتی تھین پس خون کی زردی ہانڈی پر چھا جاتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکو بلا انکار کے کھاتے تھے۔ پس خشکی کے مردار اور بعض دریائی مردار جو مشابہ ہو خشکی والے سے اور دم مسفوح اپنی حرام ہین اور اسیطرح اپنی سور کا گوشت حرام فرمایا پس بیان اور سورہ انعام کی آیہ مین لحم خنزیر فرمایا ہو اور ظاہر اگوشت کو مخصوص بیان فرمانا بنظر اکل کے ہو اسواسطے کہ تقدیر حرم علیکم المیتۃ انکہ حرم علیکم اکل المیتۃ پس ایسا ہی ما بعد مین اے اکل لحم الخنزیر اسلیے کہ اکل الخنزیر نہین کہا جاتا ہو مگر بجا ئے اکل لحم الخنزیر۔ رہی اسکی چربی تو وہ لحم کے حکم مین ہو یا گوشت غالب ہونے کے تابع کر دیا یا گوشت اسکو شامل ہو اور مفسرینؒ نے کہا کہ گوشت کو مخصوص اس نظر سے بیان کیا کہ معظم مقصود یہی ہو اور باقی اجزا اسکے تبع ہین اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ امت کا اجماع ہو کہ سور کی چربی مثل اسکے گوشت کے حرام ہو اور نیز فرمایا کہ امت کا اجماع ہو کہ سور کے سب اجزا سر سے پیر تک حرام ہین سوائے اسکے بالون کے کہ انکو خرازت کے کام مین لانا جائز ہو پھر ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک سور نجس العین ہو اور امام مالک سے مشہور ہو کہ وہ طاہر ہو جیسے اور حیوان اور شافعی کے اس مسئلہ مین کہ سور برتن مین منہ ڈال دے دو قول ہین جدید قول یہ ہو کہ اگر کوئی نجاست اور نہ لگی ہو تو اسکا حکم مثل کتے کے ہو کہ سات بار دھو ڈالے اور قدیم قول یہ ہو کہ ایکبار دھو ڈالنا کافی ہو اور صحیح قول جمہور ہو واللہ اعلم اور نیز حرام کر دیا اپنی وہ ذبیحہ جسپر نام غیر اللہ تعالے کا پکارا گیا ہو اور اہلال آواز بلند کرنے کو کہتے ہین اور چونکہ وہ لوگ ایسا کیا کرتے تھے جیسا کہ مفسر وغیرہ نے ذکر کیا ہو لہذا بطور واقعہ کے بیان کے فرما دیا اور مراد یہ ہو کہ جس ذبیحہ پر غیر اللہ تعالے کا نام ذکر کیا گیا ہو وہ حرام ہو پس اگر بت پرست وغیرہ نے ذبیحہ پر اپنے کسی بت کا یا لات وعزی کا یا ملائکہ یا جن وغیرہ کسی ایسے کا جسکو مانتا پوجتا ہو ذکر کیا یا مجوسی یعنے آتش پرست نے آگ کا نام ذکر کیا تو یہ اور مثل اسکے جتنے ذبیحہ ہین سب قطعا حرام ہین اور اسیطرح اللہ تعالے عز وجل کے سوائے کسی کی تقرب کی نیت سے ذبح کرنا حرام ہو چنانچہ فتاوائے عالمگیری مین بشرح مع مسائل مذکور ہو اور قرطبیؒ نے ابن عطیہ کی روایت سے حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ اُنسے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنی گڑیون کی شادی رچائی اور اسمین اونٹ ذبح کیے تو انکا گوشت کھانا کیسا ہو فرمایا کہ نہین کھایا جائیگا اسواسطے کہ وہ تصویر کے لیے ذبح ہوئے ہین اور نیز قرطبیؒ نے حضرت عائشہؓ روایت وارد کی کہ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ عجم والے اے مجوسی لوگ اپنی عیدون مین ذبح کرتے ہین پس اسمین سے مسلمانون کو ہدیہ بھیجتے ہین اسکا کھانا کیسا ہو تو فرمایا کہ جو اس دن کے واسطے ذبح کیا جائے اسمین سے مت کھاؤ ہان انکے بھیجے ہوئے پھلوں میوون کو کھاؤ اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ قولہ۔ ما اہل بہ لغیر اللہ۔ کہا کہ اے ما ذبح لغیر اللہ۔ یعنے جو غیر اللہ کے واسطے ذبح کیا گیا۔ اور بغوی نے بھی معالم مین اسکی تفسیر مین کہا اے ما ذبح للاصنام والطواغیت۔ یعنے جو جانور کہ اصنام وطواغیت کیواسطے ذبح کیا گیا اور تفسیر نیشاپوری مین ہو کہ علماء نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی ذبیحہ ذبح کیا اور اسکے ذبح کرنے مین اسکا مقصود اللہ تعالے کے سوائے کسی اور کا تقرب ہو تو وہ شخص مرتد ہو گیا اور ذبیحہ اسکا ویسا ہی حرام ہو جیسا مرتد کا ذبیحہ ہوتا ہو مترجم کہتا ہو کہ یہی ائمہ حنفیہ کی معتمد کتب الفقہ مین مصرح ہو اور صاحب الروض شافعی نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ذبح کیا تو وہ کافر ہوا اس بیان سے ہر دیندار قیاس کر سکتا ہو کہ جب سوائے اللہ تعالے عز وجل کے سید عالم واکرم الخلق صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ذبیحہ نہین جائز ہو تو واللہ کسی نبی وولی کے واسطے کبھی نہین روا ہو سکتا ہو اور جب یہ حال ہو تو جو لوگ شیخ صدو یا خبیث چیزون کے واسطے ذبح کرتے ہین وہ اپنے کافر ومرتد ہونے سے ڈرین اور یہ ذبیحہ حرام ہو اور صاحب تفسیر احمدی نے جو اس مقام پر تساہل کیا وہ سخت خطا ہو اللہ تعالے ہمکو اور انکو عفو کرے اور بخشدے اور یہ جو بعضے لوگون کو وہم ہوا کہ مہمان کے لیے ذبح کرتے ہین جواب یہ کہ اگر اسکے تقرب کے لیے

ذبح کرین تو مرتد وکافر ہین کما فی الفتاوی بلکہ یہ تو مہمان کی ضیافت کے لیے اللہ تعالے کے نام پر ذبح ہوتا ہے جیسے روز بازار مین ہزارون جانور ذبح ہو کر
فروخت ہوتے ہین خواہ بازار سے منگالو یا خود اللہ تعالے کے لیے ذبح کرکے اس سے گوشت مہیا کرو جیسے مسلمانون مین طریقہ جاری ہے کہ حج میں قربانی کرتے
ہین اور اللہ تعالے نے اسکے تقرب کے صلہ مین رحم کیا کہ جاندار کی جان اسکی قریب مین ہلاک ہوئی اور تمکو اسکا گوشت حلال کیا بلکہ قربانی مین ہر بال کے عوض
نیکی عطا فرمائی پھر جاننا چاہیے کہ مجوس واسکے مانند جو قومین کسی کتاب آسمانی کی پیروی کرنے کی طرف منسوب نہین ہین اگر وہ غائبانہ ذبح کرکے گوشت
لادین یا فروخت کرین تو اسکا کھانا حرام ہے اگر کسی مسلمان نے سامنے ذبح کرکے انکو دیدیا اور معلوم ہے تو اسکو کھا سکتے ہین اور رہے یہود و نصاریٰ جو پیروی
توریت و انجیل کیطرف منسوب ہین سوانکے ذبیحہ مین اختلاف ہے بعضے اسطرف گئے ہین کہ حلال ہے کیونکہ قولہ تعالے۔ وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم
عام ہے اور ذبیحہ مراد ہونے پر اتفاق ہے بلکہ طعام کا اطلاق پکے اور بے پکے سب کھانے پر ہوتا ہے اگرچہ ذبیحہ کے ساتھ قطعی یقین نہین ہو سکتا اور خصوص
اس زمانہ مین جبکہ علی العموم یہ معلوم ہے کہ یہ نصاریٰ مُرداری مرغی وغیرہ کھاتے ہین اور یہی انکے ذبیحہ کا دستور ہے اور امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی سب متفق
ہین کہ اگر انھون نے اسم اللہ تعالے کے سواے ذبح کیا تو حرام ہے پس اگر معلوم ہو کہ کیونکر ذبح کیا تو اس وقت مین بھی حرام ہوگا واللہ اعلم۔ اور تمام بحث
عین الہدایہ المترجم مین ہے پھر اللہ تعالے عز وجل نے حالت اضطرار و مخمصہ مین ان حرام چیزون کو بھی مشروط طور پر حلال فرما دیا چنانچہ فرمایا۔ فمن اضطر
غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ اے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فانہ فلا اثم علیہ۔ اور اضطرار یہ ہے کہ کسی شے کیطرف ایسا مجبور ہو جاوے کہ بدون اسکے چارہ
نہ پاوے پس یا تو اضطرار اس طور سے ہوگا کہ بھوک سے اپنی جان تلف ہونیکا خوف کرے یا کوئی شخص اسپر زبردستی کرے اور زبردستی پر جبھی اضطرار معتبر ہوگا
کہ وہ شخص عضو یا جان تلف کر دینے پر آمادہ ہو پس اگر اسکو دوام ہو تو جائز ہے کہ ان محرمات مین سے سیر ہو کر کھالے اور اسمین خلاف نہین اور
اگر نادر طور سے ایسا واقع ہو تو قول امام ابوحنیفہ اور ارجح قول شافعی مین کہا کہ سد رمق کھالے جس سے جان بچے الا آنکہ زبردستی کرنے والا اسکو زیادہ
کھانے پر مجبور کرے اور امام مالک نے کہا کہ سیری کی قدر بھی روا ہے اور غیر باغ ولا عاد۔ مین اختلاف ہے چنانچہ مجاہد نے کہا کہ غیر باغ ولا عاد یعنے قاطع الطریق
نہو اور نہ امام مسلمین سے باغی ہوا ہو اور نہ عدوان یعنے معصیت آلہی کے واسطے نکلا ہو تو ایسے شخص کو رخصت ہے کہ اسمین سے تناول کرے اور جو شخص
باغی ہو کر نکلا یا عادی ہے اور معصیت آلہی مین جاتا ہے تو اسکو رخصت نہین ہے اگرچہ وہ ان چیزون کی طرف مضطر ہوا اخرجہ سعید بن منصور فی سننہ عن مجاہد
اور ایسا ہی سعید بن جبیر سے مروی ہے اور یہی شافعی رح کا قول ہے جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور یہی امام احمد کا قول ہے اور ایک روایت مین سعید بن جبیر
نے اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ غیر باغ یعنے اسکو حلال جاننے والا نہو اور سدی رح نے کہا غیر باغ اے اسکے کھانے مین اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہو
اور آدم بن ایاس نے اپنی تفسیر مین عطاء خراسانی سے روایت کی کہ انھون نے کہا کہ میتہ مین سے لیکر بریان نہ کرے تاکہ خواہش سے کھانے کے لائق
ہو جاوے ورنہ اسکو پکاوے اور اسمین سے نہ کھاوے مگر ایک تھکا اور اپنے ساتھ اسمین سے اسقدر لے کہ اسکو رزق حلال تک پہونچا دے پھر جب رزق
حلال پہونچ جاوے تو اسکو پھینک دے اور یہی فرمایا کہ ولا عاد اے لا تعد وابہ الحلال اسکے ساتھ تجاوز نہ کرو حلال سے۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے
اے لا شبع منہا یعنے اس سے سیر ہو کر نہ کھاوے اور سدی رح نے عدوان کی تفسیر اس سے بیان کی اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ غیر باغ ولا عاد فرمایا
کہ غیر باغی ہو میتہ مین اور نہ عادی ہو اسکے کھانے مین۔ اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور جمہور کا ہے اور انھون نے بغی کے یہ معنی بیان کیے کہ دوسرے مضطر پر
اپنے نفس کو ترجیح دے اسطرح کہ تنہا اسکو کھا جاوے پس دوسرا مضطر مر جاوے اور لا عاد مین عدوان سے یہ مراد ہے کہ قدر حاجت سے تجاوز کرے
ع اور وہ سد رمق ہے جس سے جان بچے اور قتادہ نے کہا کہ غیر باغ اے میتہ مین یعنے اسکے کھانے مین کہ حلال سے تجاوز کرے حرام کی طرف حالانکہ اسکو
حرام نہ کھانیکی راہ نکلتی ہے۔ اور طبری نے مجاہد سے نقل کیا کہ فمن اضطر یعنے جو شخص مجبور کیا گیا اسپر بدون اپنے اختیار کے اقول یحتمل دونون وجوہ اضطرار کو ہے

یعنے بھوک نے اسکو مجبور کیا یا کسی نے اسپر زبردستی کی بقصہ آنکہ اگر نہ مانیگا تو مار ڈالونگا ولیکن اکرہ کی لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقط زبردستی سے مجبور کیا جانا مراد ہے شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اگر مضطر نے میتہ کو اور غیر کے طعام کو پایا اور یہ طعام ایسا ہو کہ اگر مضطر اسکو کھالے تو سزا نہیں اور نہ مالک طعام کے حق میں ایذا ہو تو مضطر کو بالاتفاق اکل میتہ نہیں روا ہے پھر اگر اسنے ایسی حالت میں طعام غیر کھالیا تو آیا اسپر ضمان قیمت یا مثل لازم آویگی یا نہیں تو اسمین امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک میں تاوان لازم ہوگا اور دوسری میں نہیں حکاہ القرطبی پھر سنن ابن ماجہ سے روایت پیش کی کہ عباد بن شرحبیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگون کو ایک سال مخمصہ پہونچا پس مین مدینہ مین آیا پھر وہان ایک چہار دیواری کے باغ مین جسمین کھیتی بھی تھی آیا اور مین نے اسمین سے ایک بالی توڑ کر اسکو ملکر دانہ نکالکر کھالیے اور نیز اسمین سے توڑ کر اپنی چادر مین رکھے پس کھیت والا آیا اور میرا کپڑا چھین لیا پس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مین نے آپکو اس حال سے خبر دی پس آپ نے اس شخص سے کہا کہ تونے اسکو کھانا نہ دیا جبکہ وہ بھوکا تھا اور نہ اسکو سکھلایا جبکہ وہ جاہل تھا پھر اسکو حکم دیا کہ اسنے میرا کپڑا مجھے پھیر دیا اور میرے واسطے ایک وسق طعام یا نصف کا حکم دیا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسناد اس حدیث کی صحیح قوی جید ہے اور اس حدیث کے شواہد بہت ہیں از انجملہ حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لگے ہوے پھل کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ حاجتمند نے اگر اسمین سے اپنے منھ سے کچھ لے لیا بدون اسکے کہ جھولی بھرے تو اسپر کچھ الزام نہیں ہے تا آخر حدیث اقول صحیح مسلم مین بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہے اور ایک حدیث سے ثابت ہے کہ جھوڑنا اور ڈھیلے مارنا نہیں چاہیے ہے قال المترجم علمائے حنفیہ نے اسمین تاویل کی ہے اور اسکو جائز نہیں رکھا ہے بدون اضطرار کے اور شاید بنظر اسکے کہ طباع عوام مائل بفساد و تعدی ہیں واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہیے کہ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ غیر باغ یعنے جماعت کو چھوڑنے والا نہ ہو ولا عاد یعنی مبتدع مخالف سنت نہو پس بدعتی کے واسطے ضرورت کے وقت ان چیزون مین سے تناول حلال نہیں کیا اور مسروق نے فرمایا کہ جو شخص مضطر ہوا یعنے اس حالت کو پہونچا کہ اگر میتہ یا دم یا گوشت سور نہیں کھاتا تو ہلاک ہو جائیگا مگر اسنے نہ کھایا یہانتک کہ مرگیا تو دوزخ مین داخل کیا جائیگا کیونکہ اسنے اپنے تئین آپ ہلاک کیا اور یہ قول دلالت کرتا ہے کہ مخمصہ و اضطرار کے وقت ان محرمات مین سے تناول کرنا رخصت ہی نہیں بلکہ عزیمت ہے یعنے ضرور کھالیوے۔ قال ابو الحسن الطبری رفیق الغزالی وہو الصحیح عندنا ولیکن ظاہر سیاق اسکی رخصت پر دلالت کرتا ہے وہو قول اکثر اہل العلم اور مقاتل بن حیان نے قولہ۔ فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم۔ مین کہا یعنے اسپر کچھ گناہ نہیں اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اس چیز کے حق مین جو اسنے اضطرار مین کھالیا ہے اور اسکو یہ حکم پہونچا ہو واللہ اعلم۔ کہ تین لقمہ سے زیادہ نہ کھاوے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ غفور ہے اس چیز کا کہ اسنے حرام سے کھالیا اور رحیم ہے کہ اسنے اضطرار کے وقت حرام کو حلال کر دیا ف۔ قال الشیخ فی العرائس فی حقائق قولہ تعالیٰ۔ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ جو شخص میدان حقیقت مین سیر کرنے والا ہو اس صفت کے ساتھ کہ ظہور معرفت کے وقت اسکی روح ناطقہ دریائے ازلیت مین سیر کی پھر آئی ہو اور اسکے نفس امارہ کا تن بدن عشق و محبت کی آگ مین جل گیا اور اسکو خوف ہوا کہ سطوات عظمت مین وہ تتر بتر ہو جائیگا تو مضطر ہو کر اسکو روا ہے کہ مقرات دنیاوی مین سے کچھ تناول کرے تاکہ صورت باقی رہے ناچار عارف پر واجب ہے کہ جب تک وہ مقام عبودیت اور عجز بشریت مین موجود ہے مخلوقات مین سے نیک چیزون کی طرف انس پیدا کرے بایں معنی کہ عالم شواہد سے انوار الوہیت کو اقتباس کرے قولہ۔ ان اللہ غفور۔ اہل معرفت کے واسطے حادث ہونے کی تہمت کو نور ازلیت کے پردے سے ڈھانکنے والا ہے۔ رحیم۔ رحیم ہے انکے ساتھ بایں طور خاص کہ انکو انسانیت کی تاریکیون سے نکال کر نور صمدیت مین پہونچا دیتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ

جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب اور لیتے ہیں اسپر مول تھوڑا وہ نہیں کھاتے

ف یعنی قحط سے یا بھوک کی شدت ۱۲

ف رواہ وکیع عن الاعمش عن ابی الضحیٰ عن مسروق ۱۲

فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اپنے پیٹ مین مگر آگ اور نہ بات کریگا انسے اللہ قیامت کے دن اور نہ سنواریگا انکو اور انکو دکھ کی مار ہے

یہ آیت یہود کے عالمون کے حق مین اُتری جنکو عام یہودیون نے اپنا سرگروہ مقرر کر رکھا تھا اور جو وہ کہتے تھے وہی مانتے تھے اور سالانہ اپنی کھیتی باڑی مین سے انکے واسطے کچھ مقرر کر رکھا تھا اور یون ہدایا وتحفے وکھانے بھیجتے تھے اور امید رکھتے تھے کہ جو نبی آخر الزمان ہوگا وہ ہمین مین سے ہوگا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب مین اشرف قبیلہ بنی ہاشم سے مبعوث ہوے تو ان عالمون کو خوف ہوا کہ عام یہودی جب انکے تابع ہوجاوینگے تو ہماری سرداری جاتی رہیگی اور جو ہمکو ملتا ہے کچھ نہ ملیگا پس بدباطنی سے انھون نے کتاب توریت مین سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ونعت کو بدلا کالا چنانچہ آپکا رنگ صبیح لکھا تھا اسکو کالا لکھدیا پھر اسکو اپنے تابعون پر یون ہی ظاہر کیا تو جب انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملایا تو ظاہرا فرق پایا اسی وجہ سے ایمان نہین لاتے تھے پھر اکثر کا تو یہ قول ہے کہ انھون نے اخر اصل کتاب توریت مین سے بگاڑ دیا تھا اور بعض کا قول یہ ہے کہ اسکی نقل کرتے اور اسمین بدل ڈالتے تھے اور صحیح یہ ہے کہ آخر کار انھون نے آپکے صفات کی آیتین دوسرے مقام پر اور جیبون کے ساتھ ملادین باوجود اسکے کہ نقل نسخون مین بدلی بھی تھی لہذا اللہ تعالی نے تہدید فرمائی بقولہ تعالی اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ - جو لوگ چھپاتے ہین کتاب کو جو اللہ تعالی نے اُتاری ف یہ یہود مین جو کتاب توریت کو چھپاتے ہین جسمین محمد صلعم کی صفت تھی اور اپنے ہاتھ سے جھوٹ لکھکر کہتے کہ یہ توریت ہے وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا - اور کتاب حق کے عوض قلیل مال خریدتے ہین ف یعنے چھپانے سے یہ غرض کہ انکے سفلہ جہال انکو سردار بنا کر کچھ مال دیا کرتے تو حق بیچکر یہ مال لیتے ہین کیونکہ ظاہر کرتے تو سب مسلمان ہوجاتے پھر انکو سردار نہ بناتے اور نہ کچھ نذرانہ دیتے پس انھون نے حق بیچکر کھانا شروع کیا - اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ - ایسے لوگ اپنے پیٹون مین کچھ نہین کھاتے سوائے آگ کے ف کیونکہ اس مال حرام کھانے کا یہی انجام ہے وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور قیامت کے روز اللہ تعالی انسے کلام نہین فرماویگا اور نہ انکو پاک کریگا اور انکے لیے عذاب سخت دکھ دینے والا ہے ف کلام نہ کرنا ازراہ غضب ہے اور پاک نہ کرنا گناہون کے ادناس یعنے میل کچیل سے مترجم کہتا ہے کہ اس سے نکلا کہ گنہگار مومنون کو گناہون کے میل کچیل سے پاک فرماویگا کیونکہ صفت مذمت اسی طور پر انکے حق مین پوری ہے کہ مومنین گنہگار پاک کیے جاوین - وقولہ الا النار استثناء مفرغ ہے ای وہ انپر عذاب نار واجب کیگا پس جو انھون کھایا اسکو نار کہا کیونکہ انجام کار اسکا آگ کی طرف ہے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور بعض محققین نے کہا کہ یاکلون سے مراد یوم قیامت مین ہے اور آگ کھانے سے مراد حقیقی آگ کھلانا ہے یعنے وہ لوگ اپنے اس چھپانے اور بجائے اسکے منھ سے دروغ کہکر رشوت کھانے پر قیامت مین آگ کھانے سے سزا دیے جاوینگے اسیواسطے قولہ فی بطونہم زیادہ کیا تاکہ دلالت کرے اور تاکید ہو اس امر کی کہ یہ کھانا حقیقۃ ہوگا کیونکہ کبھی مجازا بھی بولتے ہین کہ اکل فلان ارضی - فلان شخص میری زمین کھا گیا یعنے پیداوار وحاصلات اسکی ولیکن یون نہین کہتے کہ اکل فلان ارضی فی بطنہ اے فلان شخص میری زمین اپنے پیٹ مین کھا گیا اور اسی کے مثل ہے قولہ تعالی - ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا - اور حدیث صحیح مین ہے کہ - ان الذی یاکل او یشرب فی آنیۃ الذہب والفضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم - جو شخص کھاتا یا پیتا ہے سونے وچاندی کے برتن مین وہ یہی ہے کہ اپنے پیٹ مین دوزخ کی آگ بھرتا ہے یعنے قیامت مین اسکے پیٹ مین آگ بھری جاویگی -

قولہ لایکلمہم اللہ - شیخ ابن جریر نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ نہ کلام کریگا انسے ایسا کلام جو انکو خوش آوے اور نہ ایسا کلام جو رنج دے مثل قولہ تعالی اخسئوا فیہا ولا تکلمون - اور یہی ہمارے مفسر رح کے کلام سے ظاہر ہے اور بعض نے کہا کہ روز قیامت مین اللہ تعالی سب خلق سے کلام فرماویگا

کہ مومنین کو اسکے کلام سے سرور وخوشی انتہا ہوگی اور کافرون کو رنج وغم ہوگا پس بیان مراد کلام نہ کرنے سے مراد رحمت کا کلام نہ کریگا اور
اللہ تعالے کا انسے کلام نہ کرنا یہ کنایہ ہے کہ اللہ تعالے کا غضب انپر اتریگا اور اللہ تعالے انسے راضی نہوگا۔ قولہ لا یزکیھم۔ لا یطھرھم من دنس الذنوب یعنی
نفعنین میل کچیل ۔ انکو گناہون کے میل سے پاک نہ کریگا اور زجاج نے کہا کہ انکی نیکو کاری کے ساتھ تعریف نہ فرماویگا اور بعض نے کہا کہ
انکے اعمال خبیثہ کی اصلاح نہ کریگا یا انکو پاک ٹھکانے جگہ نہ دیگا۔ اور جاننا چاہیے کہ حدیث مین بعضے گناہگارون کے واسطے بھی ایسا ہی کچھ آیا ہے
چنانچہ حدیث ابوہریرہ مین تین شخص بیان ہین بوڑھا زناکار و ملک کذاب اور عامل مستکبر یعنے حاجتمند متکبر۔ پس فرق یہ ہو کہ جیسے کافر و
گنہگار دوزخ کے جانے مین شریک ہین ولیکن گنہگار نکالے جاوینگے اور کافر نہین ویسے ہی اس عتاب وغضب مین شرکت ہو کہ کافر کے
واسطے دائمی ہے اور گنہگار ایسے لوگون کے واسطے کسی حد تک موافق انکے جرم کے یہ عتاب رہیگا پھر مرتفع کر دیا جائیگا فافہم واللہ اعلم۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى

وہی ہین جنھون نے خرید کی گمراہی بدلے راہ کے اور عذاب بدلے مغفرت کے سو کیا سہار ہے اُن کو

النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ

آگ کی یہ اسواسطے کہ اللہ نے اُتاری کتاب بھی اور جنھون نے کئی راہین نکالین کتاب مین وہ

لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۱۷۶﴾

ضدمین دور پڑے ہین

واضح ہو کہ یہود کا جرم سخت تھا کہ غضب پر غضب طاری ہوا لہذا آیت مذمت کو مکرر یعنی غضب فرمایا بقولہ تعالے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ۔ انہین بدکارون نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید اف یعنے مبادلہ کر لیا جیسے خرید فروخت
مین ہوتا ہے اور یہ دنیا مین کیا وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ۔ اور عذاب کو بدلے مغفرت کے ف یعنے آخرت کے لیے مغفرت کے
بدلے عذاب لے لیا کیونکہ اگر نہ چھپاتے اور ظاہر کرتے تو مغفرت و رضوان انکے لیے موجود تھا تو اسکو چھوڑ کر عذاب لیا یعنے یا جنت کا گھر
چھوڑ کر اسکے عوض مین جہنم کا گھر لے لیا۔ حالانکہ عذاب کیونکر برداشت ہوگا معاذ اللہ منہ۔ پھر جب گھر کا مبادلہ بطور خرید واقع ہوا تو جنت مین
کچھ تعلق ہی نہ رہا جیسے بیع مین ہوتا ہے حاصل یہ کہ جہنم ہمیشہ کے لیے ہوگیا تو یہ نہایت سخت و بے انتہا شدید ہوگیا لہذا فرمایا فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ
یہ لوگ کسقدر سخت صبر کرنے والے آگ پر ہین ف یعنے تعجب ہے دیکھو کہ عذاب نار برداشت کرنے مین یہ لوگ کتنے دلیر ہین۔ حالانکہ اللہ تعالے جانتا ہے
کہ یہ لوگ خبیث بھلا دلیر کیا ہونگے ولیکن سخت احمق ہین جنکو اللہ تعالے نے مردود کر دیا ہو کہ اس عذاب شدید مین دائمی جھونکے یا ذَٰلِكَ
بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ۔ یہ پھٹکار کا عذاب شدید اسوجہ سے ہے
کہ اللہ تعالے نے کتاب (توریت) اتاری حالانکہ جن لوگون نے کتاب مین پھوٹ ڈالی ہو بیشک شقاق بعید میں ہیں ف یعنی راہ کتاب صراط المستقیم سے
پھٹ کر بہت دور ہو گئے ہین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ اشتروا الضلالۃ۔ مین خرید سے کیا مراد ہو جواب یہ کہ مراد اشترا سے یہان لے لینا اور اختیار کرنا ہے کہ
حقیقی معنی اشترا کے مراد نہین ہین اسواسطے کہ یہ چیزین اول تو اعیان نہین دوم بالھدی کی بار داخل ثمن ہے اور ثمن مشتری کے پاس ہونا چاہیے حالانکہ
انکی ملک مین ہدایت کبھی نہ تھی اور خرید مین بلاغت مزید یہ کہ جیسے بیع کے بعد تعلق نہین رہتا ہے اسی طرح اُن لوگون کو ہدایت و مغفرت وجنت سے کچھ بھی
تعلق نہین رہا اور یہ خرید بیان دنیا مین کر چکے اور دنیا کی قید اسلیے بڑھائی تاکہ یہ جملہ اور آگے والا جملہ مکرر نہون یعنے ظاہر ہو جاوے کہ اول مین لا

کرنا دنیا مین مراد ہو اور دوسرے مین عاقبت مین۔ قولہ بالمغفرۃ یعنے مغفرت اس تقدیر پر کہ نہ چھپاتے اور ایمان لاتے تو موجود تھے پس اسی مغفرت سے
بدلا کر لیا ہو اور حاصل یہ کہ وہ لوگ حق بات کو جانتے تھے ولیکن انھون نے چھپایا حالانکہ اسکے ظاہر کرنے مین ہدایت تھی اور چھپانے مین گمراہی اور عذاب ہے
قولہ فما اصبرہم علی النار سیوطیؒ نے کہا کہ پھر کس چیز نے انکو آگ پر صابر کیا ابو البقاءؒ نے کہا کہ ما موضع رفع مین ہو اور کلام تعجب ہو کہ اس سے اللہ
تعالے نے مومنون کو تعجب دلایا ہو اور اصبر مین ضمیر ہو جو ما کی طرف عائد ہو اور یہی مفسر سیوطیؒ نے ذکر کیا اور یہ قول جمہور کا ہو جن مین سے حسن بصریؒ
و مجاہدؒ بھی ہین اور معنی یہ ہین کہ متعجب ہون مخلوق ان لوگون کے حال سے جو بے پروائی سے ایسی باتین کرتے ہین جنسے عذاب دوزخ واجب ہوتا ہو
پس گویا انھون نے ان باتون کے ارتکاب مین آتش دوزخ پر صبر کرلیا۔ اگر کہا جاوے کہ ما نکرہ ہو مبتدا نہین ہوسکتا ہو تو جواب دیا گیا کہ وہ باعتبار
اصل کے تامہ ہو اور اسکی تنکیر واسطے تہویل کے قرار دی گئی پس مخصوص ہوگیا جیسے شر اہر ذاناب مین ہو اے شر عظیم اور جائز ہے کہ ما استفہامیہ
اور ما بعد خبر ہو یا موصولہ اور ما بعد صلہ اور خبر محذوف ہو اے الذی اصبرہم علی النار شئ عظیم۔ اور زجاج نے نقل کیا کہ اسکے معنی ما ابقاہم علی النار
جیسے عرب بولتے ہین ما اصبر فلانا علی الحبس اے ما ابقاہ فی الحبس۔ اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین ما اقل جزعہم من النار۔ پس آگ سے انکا کم جزع مین
ہونا ہی صبر قرار دیا اور کسائی و قطرب نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ ما ادومہم علی عمل اہل النار پس صبر سے مراد دوام عمل موجب نار ہو یعنے ہمیشہ برابر وہی
کام کرتے ہین جس سے آگ مین پڑین اور ما استفہامیہ ہونے کی صورت مین یہ معنی ہین کہ کس چیز نے انکو صبر دلایا اہل دوزخ کے کام کرنے پر اور اولی یہ ہے
کہ یون تفسیر کیجاوے کہ کس چیز نے انکو صبر دلایا ایسے کامون پر جو جزاے جہنم واجب کرتے ہین اور یہی قول ابن عباسؓ و سدیؒ و عطاءؒ و ابو عبیدہؒ کا ہو
اور مراد استفہام سے توبیخ ہو۔ قولہ ذلک بان اللہ نزل الکتاب بالحق۔ زجاجؒ نے کہا کہ ذلک الامر وہو العذاب۔ اور مفسرؒ نے آیت سابق سے
لیا اے اکل نار وغیرہ اور یہی تفسیر قول زجاج کی بھی ہوسکتی ہو اور اخفش نے کہا کہ اسم اشارہ کی خبر محذوف ہو اے ذلک معلوم لسبب ان اللہ۔ اور
الکتاب کو بعض نے کہا کہ توریت مراد ہو پس اس صورت مین فاختلفوا فیہ جو سیاق کلام کے موافق مفسرؒ نے مقدر کیا ہو اس اختلاف سے مراد یہ ہوگی
کہ کچھ توریت پر ایمان لائے اور کچھ توریت کو چھپا کر کفر کیا اور بعض نے کہا کہ باین طور کہ کچھ اپنے معنے و مراد پر رکھا اور کچھ بدل دیا اور اسمین تحریف
کردی۔ بالجملہ یہ تمہ احوال یہود بدمآل ہو اور بعض نے کہا کہ قرآن مراد ہو پس یہ دوسری وجہ انکے معذب ہونے کی ہوگی کہ توریت مین یون تحریف و کتمان کیا
اور قرآن پر ایمان نہ لائے پس اگر اختلاف کرنے والے یہود قرار دیے جاوین جیسا کہ بعض نے کہا ہو تو اختلاف یہ کہ بعض کتاب آسمانی پر ایمان لائے اور
بعض پر نہین قال المترجم یہ اس صورت پر ہوسکتا ہو کہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہو یعنے کتب آسمانی نازل شدہ مین سے بعض پر ایمان لائے اور بعض سے
کفر کیا اور الف لام عہد سے قرآن مراد لیکر اختلاف یہود کا مین یہ تھا کہ موافق توریت کے جو ہو وہ مسلم اور وگرنہ نہین مسلم رکھتے اور جو انکی خواہش نفسانی کے
موافق ہوتا جیسے بجاے رجم کے کالا منہ کرکے پھرانا اگر حکم دیا جاوے تو قبول کرین ورنہ نہین۔ اور بعض علماء نے کہا کہ اختلاف کرنے والے کفار قریش ہین
بعض نے کہا جادو ہو اور بعض نے کہا کاہنون کی سی باتین اور بعض نے کہا کہ اگلے لوگون کی داستان ہو اور اس صورت مین بیان یہود مین عالم اختلاف
کے عذاب مین دوسرون کو شامل کردیا مع ان لوگون کے جنکا بیان ہو اور یہ کمال بلاغت ہو کا فہم پھر غور کرو کہ ابتداے پارہ مین تحویل القبلہ جو حق تھا یہود
نے اسی سے بہکانے کا فتنہ برپا کیا تو اللہ تعالے نے یہودیون پر ان آیات مین غضب اتارا اور انکی بدکاریون و بدانجامی کو سخت تہدید سے ظاہر کردیا پھر اہل
حق کو اور نیز ان لوگون کو جو یہود کی جانب کان لگا کر جھکتے تھے تنبیہ فرمائی کہ قبلہ صرف ایک جہت عبادت ہو اسپر اسقدر تردد کیون ہے بلکہ اصل معرفت کی جانب توجہ کرو بقولہ تعالے

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

نیکی یہی نہین کہ منھ کرو اپنے طرف مشرق کے یا مغرب کے لیکن نیکی وہ ہو جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور فرشتون پر

وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

اور کتاب پر اور نبیوں پر اور دیوے مال اسکی محبت پر ناتے والوں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور راہ کے مسافروں کو

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ

اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور کھڑی رکھے نماز کو اور دیا کرے زکوۃ کو اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب قول کریں

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ

اور ٹھہرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور وقت لڑائی کے وہی لوگ ہیں جو سچے ہوئے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

وہی ہیں جو بچاؤ میں آئے

یہود و نصاریٰ نے گمان باندھا اور مسلمانوں کو بہکایا کہ قبلہ اصلی مدار نیکی ہے کیونکہ ان پر سختی تھی کہ ہر جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا بقولہ تعالیٰ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ - نیکی یہ نہیں کہ مشرق و مغرب کی طرف اپنے منہ پھیرا کرو ف نماز کی حالت میں ایسے منہ پھیرنے سے آدمی عارف نہیں ہو سکتا کہ یہ تو جانور بھی کر سکتا ہے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ - ولیکن نیکی ف یعنے نیکی والا چنانچہ ایک قراءۃ میں بھی البار یعنے نیکوکار وہ شخص ہے کہ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ - جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ف کہ وہ وحدہ لاشریک ہے وَالْمَلٰٓئِكَةِ - اور ملائکہ کے ساتھ ف کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے نوری مطیع ہیں گناہ نہیں کر سکتے - اور جبرئیل علیہ السلام وحی لائے وَالْكِتٰبِ اور کتاب پر ف یعنے جنس کتاب الٰہی پر تو جمیع کتب آگئیں کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہیں وَالنَّبِيّٖنَ اور پیغمبروں کے ساتھ ف باستغراق جمیع پیغمبروں پر ایمان لایا اور کسی سے بھی کفر و انکار نہ کیا اور یہ مستلزم ہے کہ تقدیر و جمیع امور آخرت پر ایمان لایا - وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى - اور مال کو باوجود محبت مال کے قرابتیوں کو دیا ف یا محبت الٰہی پر مال کو دیا اپنی قرابتیوں کو - کیونکہ کمال ایمان یہی کہ اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے محبت ہو جو سچ ہو اور دینا نہ دینا اسی کے واسطے ہو کما فی حدیث ابن ماجہ والصحیح وَالْيَتٰمٰى - اور یتیموں کو دیا ف جنکے باپ قبل بلوغ کے مر گئے ہیں وَالْمَسٰكِيْنَ اور مساکین کو دیا ف جنکے پاس کچھ نہیں یا قدر کفایت نہیں ہے اور حدیث میں ہے کہ گدا گر مسکین نہیں جسکو نوالہ دو نوالہ دیکر ٹال دیتے ہیں بلکہ وہ مسکین ہے کہ قدر کفایت عیال نہ پاوے اور سائل بھی نہ ہو اور نہ اسکے حال سے خبرداری ہو کہ خبر گیری کیجاوے - وَابْنَ السَّبِيْلِ - اور مسافر کو دیا - وَالسَّآئِلِيْنَ - اور سوال کرنے والوں کو دیا ف کہ اسکا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر آوے کما فی حدیث ابن ماجہ - وَفِي الرِّقَابِ - اور گردنیں چھڑانے میں دیا خواہ مکاتب ہوں یا کافروں کے پنجہ میں قید ہو گئے ہوں وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ - اور اپنے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی ف یعنے مفروضہ زکوۃ جیسے پہلے اخراجات نفل تھے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا - اور اپنے عہد کو ادا کرنے والے جب وہ عہد کریں ف خواہ اللہ تعالیٰ سے جیسے عہد ایمان و نذر یا لوگوں سے جیسے معروف ہیں وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ - اور ایسے ممدوح بندے کہ صبر کرنے والے ہیں محتاجی کی سختی میں وَالضَّرَّآءِ اور بیماریوں میں - وَحِيْنَ الْبَاْسِ - اور وقت سختی قتال جہاد کے ف ان حالتوں میں صابر رہتے ہیں اگرچہ سختی ہو سچے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ - ایسے بندے ہیں جو سچے نکلے اور ایسے ہی بندے ہیں جو متقین ہیں ف یعنے یہی ایمان میں سچے اور اللہ تعالیٰ کے متقی بندے ہیں - واضح ہو کہ شیخ ابوالبقاء نے ذکر کیا کہ قولہ تعالیٰ لیس البر ان تولوا - ایک قراءۃ میں برفع البر ہے بنابر آنکہ وہ اسم ہے اور ان تولوا خبر ہے اور یہ قوی کیا گیا بنظر اینکہ مصدر ان بمنزلۂ فاعل کے اور خبر بمنزلۂ مفعول کے ہے اور اصل یہ ہے کہ فاعل مقدم مفعول پر ہے اور ایک قراءۃ میں البر بنصب ہے کہ

مقدم اور ان تولوا اسم مؤخر ہے اور یہ قوی ہے بدین نظر کہ ان تولوا بہ نسبت البر کے اعرف ہے کیونکہ اسکا وصف نہین لایا جاتا اور البر کا وصف آتا ہے اور یہین سے
قولہ تعالے۔ فما کان جواب قومہ الا ان قالوا الآیہ۔ بنصب (جواب) کی قراءۃ کو قوی کہا گیا ہے اور قیل بکسر کاف وفتح بار موحدہ یعنی جہت ہے اور وہ ظرف
واقع ہے اور قولہ ولکن البر۔ لکن بتشدید نون ونصب البر اور بتخفیف نون ورفع البر دونون قرائتین ہین اور چونکہ بر مصدر ہے۔ وہ من امن باللہ الی آخرہ
نہین ہوسکتا پس تقدیر کی گئی تین وجہ سے اول وجہ یہ کہ بر بیان اسم فاعل ہے از بَرّ یَبَرّ۔ اور اصل اسکی بَرِرٌ ہے مثل فَطِنٌ۔ یعنی اور اس صورت مین بغیر تقدیر
کے قراءۃ بار بتشدید رار بمعنے نیکی کرنے والا۔ سے موافقت ہوگی اور جائز ہے کہ البر مصدر لیکر بطریق مبالغہ محمول ہو بلا تقدیر کلام۔ اور دوم یہ کہ تقدیر
یون ہے ولکن ذا البر من امن اور یہی مفسر سیوطی رح نے تقدیر کی تاکہ موافق ہو قراءۃ البار کے اور سوم یہ کہ خبر پر مضاف مقدر ہولے ولکن البر بر من امن یعنی
لیکن نیکی اس شخص کی نیکی ہے کہ جو ایمان لایا الی آخرہ۔ اور الکتاب بلفظ مفرد جائز ہے کہ جنس ہو یہ بدین نظر قوی ہے کہ وہ دراصل مصدر ہے مثل خطاب کے
اور جائز ہے کہ جمیع سے واحد پر اکتفا کیا حالانکہ جمع مراد ہے اور وجہ یہ ہے کہ فقط ایک کتاب پر ایمان لانا کافی نہین بلکہ تمام آسمانی کتابون پر ایمان واجب ہے
یعنی انکہ وہ سب حق ہین اور شاید کہ فقط قرآن مراد ہو جس سے تمام آسمانی کتابون کی تصدیق حاصل ہے اور واحد لانیکا نکتہ یہ ہوگا کہ بیان مذکور اعتقاد
مع عمل ہے اور چونکہ اور کتابین عمل کی راہ سے منسوخ ہین صرف قرآن مجید پر عمل ہے پس یہی ایک کتاب دونون باتون کے واسطے کافی ہے کہ اسپر عمل مقصود ہی ہے
اور اعتقاد حقیقت تمام کتب منزلہ بھی اس سے حاصل ہے۔ علی حبہ موضع نصب مین بنابر حالیت کے اور ضمیر راجع بمال ہے یا باسم اللہ تعالے یا بجانب
متصدق خود یا بجانب ایتاء وسیاق الکلام فیہ اور ذوی القربےٰ منصوب بفعل۔ آتی ہے۔ نہ بمصدر لیکن اگر مصدر مین ضمیر راجع بجانب متصدق ہے تو جائز ہے
کہ ذوی القربےٰ اسکا مفعول ہو اور ابن السبیل لفظ مین واحد اور وہ جنس ہے یا واحد بجائے جمع کے ہے اور فی الرقاب بحذف مضاف اے فی فک الرقاب
یا تخلیص الرقاب یعنی عتق الرقاب اور ظرف متعلق آتی سے ہے۔ قولہ والموفون۔ اسکے مرفوع ہونے کے تین وجوہ بیان ہوے ہین ایک یہ کہ من آمن پر معطوف ہے
(چھوڑانا) (آزاد کرنا)
جو بقوت المومنون ہے پس یون ہوا کہ ولکن البار المومنون والموفون۔ دوم یہ کہ وہ خبر مبتداے محذوف ہے اے وہم الموفون اور ان دونون وجہون پر الصابرین
کو نصب بتقدیر اعنی ہوگا اور معنی کی راہ سے وہ من پر معطوف ہے ولیکن بکثرت صفات سے نصب جائز ہے اور ذوی القربے پر معطوف نہین ہوسکتا تاکہ معطوف ومعطوف
علیہ مین جو صلہ کے حکم مین ہے یعنے الموفون سے فصل لازم نہ آوے اور سوم یہ کہ الموفون معطوف ہے آمن کی ضمیر پر اور طول کلام بجائے تاکید ضمیر کے ہوگیا اور
اس وجہ پر الموفون داخل صلہ ہے پس روا ہے کہ الصابرین کو نصب خواہ بتقدیر اعنی ہو یا بعطف بر ذوی القربےٰ ہو اور حین الباس ظرف متعلق الصابرین ہے
ہے۔ الکلام اس آیہ کریمہ کی تفسیر مین پس شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین ذکر کیا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انھون نے اس آیت کی تفسیر مین فرمایا
کہ معنی یہ ہین کہ نیکی یہ نہین ہے کہ تم نماز پڑھو اور عمل نہ کرو پس جبکہ یہ تحویل کی گئی مکہ سے طرف مدینہ کے یعنے وہان ہجرت واقع ہوئی اور نازل ہوے فرائض وحدود پس
حکم کیا اللہ تعالے نے فرائض کا اور اسپر عمل کیا گیا۔ اور ضحاک ومقاتل سے بھی اسیکے مانند مروی ہے اور اس تقدیر پر یہ خطاب مومنون کو ہے اور مراد یہ ہے کہ
اصلی مقصود اللہ تعالی کی فرمانبرداری اور اسکا حکم بجالانا ہے پس نیکی یہی ہے کہ اسکے فرائض وحدود پر کاربند ہو اور مشرق یا مغرب کی طرف منھ کرنا ہی نیکی
نہین ہے خصوص جبکہ بغیر حکم الٰہی ہو پس قولہ ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب۔ یعنے نیکوکاری یہی نہین ہے کہ قبلہ کیطرف منھ پھیرا جاوے اور آمین
تعریض ہے یہود ونصاری پر کہ انھون نے بیت المقدس سے خانہ کعبہ کیطرف قبلہ تحویل ہونے کے وقت بہت گفتگو کی تھی اور ہر ایک نے اپنے قبلہ پر اترانا اور اسکو
مبالغہ سے بڑھانا اور تعریفین کرنا تھا پس اللہ تعالے نے رد کردیا کہ یہ جہالت بسبب بے ایمانی کے ہے کہ یہی نیکی سمجھی حالانکہ نیکی اللہ تعالی کی فرمانبرداری ہے اور اسمین
امر پر دلالت نہین کرتا کہ یہ یہود ونصاری کے رد کے واسطے اتری ہے جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے ذکر کیا لیکن شیخ ابو العالیہ سے روایت ہے کہ انھون نے کہا کہ یہود متوجہ ہوا
کرتے بجانب مغرب اور نصاری جانب مشرق کا استقبال کرتے پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب فرماتا ہے

کہ یہ کلام ایمان کا ہے اور حقیقت اسکی عمل ہے اور حسن بصری و ربیع بن انس سے مثل اسکے مروی ہے اور یہی قول قتادہ ہے اور آمین باوجودیکہ
کہ یہ سبب نزول پر نص نہیں ہے تامل ہے کہ نصاریٰ مطلع شمس کا استقبال کرتے اور شاید مراد یہ ہو کہ ملک مصر میں انکو اس ملنے سے جہت مشرق پر
بیت المقدس کا استقبال کرتے جو آخر جہات سے مطلع شمس ہو گیا بہرحال اسکی توجیہ ہے اور یہود مغرب کا استقبال نہیں کرتے تھے کیونکہ مدینہ سے بیت المقدس
بجانب شمال ہے نہ بجانب مغرب اور غایت جواب اسکا یہ ہوسکتا ہے کہ اصل عروج یہود کا بیت المقدس کے مشرقی ملکوں میں تھا جو شاہ بخت نصر کے
غارت کرنے کے بعد برباد ہوا اور وہ لوگ عرب وغیرہ میں پریشان ہوے واللہ اعلم - ایک اور قوم نے کہا کہ یہ آیت عام ہے اہل اسلام اور یہود و
نصاریٰ سب کو شامل ہے اور اس صورت میں معنے یہ ہوے کہ نیکی اسی میں منحصر نہیں کہ کسی قبلہ کیطرف منھ کرو لکن البر من آمن باللہ والیوم
الآخر والکتاب الخ آخرہ - اور بعض تفاسیر میں ہے کہ کہا گیا کہ اسکا سبب نزول یہ ہے کہ ابوذر غفاریؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ایمان کا پس آپنے
یہ آیت پڑھی یہانتک کہ اسکو ختم کیا پھر یہی سوال کیا پھر آپنے یہی آیت پڑھی پھر یہی سوال کیا پھر یہی آیت پڑھی اور فرمایا کہ نشان ایمان یہ ہے کہ جب تک
تو نیک کام کرے تو تیرا دل اسکو محبوب رکھے اور جب تو بُرا کام کرے تو تیرا دل اسکو مبغوض رکھے اخرجہ ابن ابی حاتم اور کہا کہ ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو
صحیح کہا ہے قال المترجم بر تقدیر صحت حدیث کے ہر علم والا اس بات کو جان لیگا کہ یہ سبب نزول نہیں ہے کیونکہ سبب نزول تو آیت کے نازل ہونے
سے مقدم ہوتا ہے اور اسکی تحقیق مقدمہ میں بیان ہو چکی ہے پھر شیخ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی اسناد سے مجاہدرہ کے طریق سے حضرت ابوذرؓ سے
یہ حدیث وارد کی اور کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے اسواسطے کہ مجاہد نے ابوذرؓ کو نہیں پایا کیونکہ وہ قدیم سے مرچکے تھے ابن مردویہ کی اسناد سے قاسم
بن عبد الرحمن کے طریق سے ابوذرؓ سے روایت وارد کی کہ ایک مرد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے تو ابوذرؓ نے یہ آیت پڑھ دی
لیس البر ان تولوا وجوہکم - یہانتک کہ ختم کیا پس اس شخص نے کہا کہ میں نے بر کو آپ سے نہیں پوچھا تھا پس ابوذرؓ نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جو تونے مجھسے سوال کیا اسنے وہی حضرت صلعم سے سوال کیا پس آپنے اسکو یہی آیت پڑھ سنائی پس اسنے راضی
ہونے سے انکار کیا جیسا تونے راضی ہونے سے انکار کیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کہا کہ مومن جب نیکی کرتا ہے تو اسکو خوشی ہوتی ہے اور
اسکے ثواب کی امید رکھتا ہے اور جب بُرائی کرتا ہے تو اس سے غمگین ہوجاتا ہے اور اسکے عذاب کا خوف کرتا ہے ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت بھی منقطع ہے
بالجملہ اقرب یہ ہے کہ یہ معنی ہیں کہ نیکوکاری یہی نہیں کہ کسی طرف متوجہ ہونا اپنے نزدیک دارومدار سمجھو اور کام و عمل کچھ نہ کرو بلکہ نیکوکار وہ ہے کہ ایمان لایا
اللہ کے اور روز آخرت کے الی آخرہ مجاہد نے کہا اے ولیکن نیکوکاری وہ ہے جو اللہ عزوجل کی طاعت سے دلوں میں ثابت ہوئی اور ضحاکؒ نے کہا اے
ولیکن بر و تقوی یہ ہے کہ ادا کرو فرائض اعمال کو پورا ٹھیک جس طرح سے ادا کرنا چاہیے - اور ثوریؒ نے کہا کہ یہ سب انواع بر کو بجالاؤ اور بعض نے کہا کہ
بر سے مراد بیان ایمان و تقوی ہے - قولہ اتی المال علی حبہ - بعض نے کہا کہ ضمیر حبہ کی مرجع مفہوم متضمن کیطرف ہے اے اتی سے جو اتیان مفہوم ہے اور معنی یہ کہ وہ
مال دینے کو چاہتا ہے اور اسپر اسکا دل خوش ہوتا ہو - اور بعض نے کہا کہ مال کی طرف ہے اے اپنے مال دیا باوجود اسکے دوست رکھنے کے اے مال کے
دوست رکھنے کے باوجود اسکو دیدیا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا لن تنالوا البر حتے تنفقوا مما تحبون - اے ہرگز نہ پہونچوگے نیکی کو یہانتک کہ خرچ کرو اس
چیز سے کہ محبوب رکھتے ہو اور وجہ سابق میں باشارہ بیان ہوئی یعنے تا کہ ذوی القربے اسکا مفعول واقع ہو کیونکہ حب متعدی بیک مفعول ہوسکتا ہے
اور بعض نے کہا کہ ضمیر راجع ہے باسم اللہ سبحانہ یعنے اپنے مال ان لوگوں کو جو آیت میں مذکور ہیں خالص اللہ تعالے کی محبت میں دیا جیسے فرمایا ویطعمون الطعام
علی حبہ مسکینا الآیہ - اے کھلاتے ہیں اللہ تعالی کی محبت میں طعام کو مسکین اور یتیم و اسیر کو اور یہ حسب المعنی اقوی ہے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے
کہ انہوں نے اسکی تفسیر میں کہا کہ دیوے درحالیکہ وہ تندرست خواہشمند ہو زندگی کی امید رکھتا ہو - اور فقر سے خوف کرتا ہو اور حاکم نے ابن مسعود سے اسکو مرفوعا روایت کیا

ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ قولہ آتی المال علی حبہ اے دے ڈالا اسکو درحالیکہ وہ اس مال کو چاہتا اور اسمین رغبت رکھتا ہو اور یہی تفسیر صریح طور پر ابن مسعود و سعید بن جبیر وغیرہ سلف وخلف سے مروی ہے جیسا کہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعًا روایت ہے کہ افضل صدقہ یہ ہے کہ تو صدقہ کرے درحالیکہ تو تندرست حریص ہو امید رکھتا ہو غنا کی اور خوف کرتا ہو فقر کا۔ اور حاکم نے مستدرک مین حدیث شعبہ وثوری سے ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وآتی المال علی حبہ۔ یہ کہ تو دیوے اسکو درحالیکہ تو تندرست حریص ہو امید رکھتا ہو زندگانی کی اور خوف کرتا ہو فقیر ہوجانیکا حاکم نے کہا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ اور مین کہتا ہون کہ وکیع نے اعمش سے اور سفیان نے زبید سے اسکو ابن مسعود سے موقوفًا روایت کیا اور یہی اصح ہے اور مراد اس دینے سے صدقہ کرنا خدا کی راہ مین بغیر اسکے کہ اسپر فرض وواجب ہو یعنے خیر کی نیت سے صدقہ کرنا سوائے زکوٰۃ کے بقرینہ ذکر زکوٰۃ اور مابعد سے اور قبل فرضیت زکوٰۃ کے یہ واجب تھا اب وجوب نہین مگر عمدہ تطوع ہے اور میت کے ثواب پہونچانے مین بھی مالی خیرات کا ثواب پہونچنا بالاتفاق ہے اور اسی کے حق مین حدیث مین آیا کہ۔ اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔ بچو آگ سے اگرچہ ایک پارہ چھوارے کے سبب ہو۔ چونکہ چھوارے عرب مین بہت ہوتے تھے وہان یہ ضرب المثل تھا جیسے ہندوستان مین ایک نوالہ روٹی کے سبب۔ اور اسی کے حق مین فرمایا۔ الصدقۃ تطفئ غضب الرب۔ صدقہ کرنا پروردگار کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ اور یہ کنایہ ہے مغفرت کرنے اور رحمت متوجہ ہونے سے اور اقسام صدقہ بہت ہین اور ازانجملہ راہ خدا یعنے جہاد کے صدقہ مین اکثر تر فرمایا تھا کہ جسنے اس جیش عسرت کا سامان کردیا اسکے لیے جنت ہے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر فورًا سامان تیار کردیا اور مستحق جنت ہوئے دو وجہ سے ایک تو خود خیر ہے دوم بڑھکر یہ کہ حضرت نے صاف فرمادیا اور یہ حدیث صحاح مین ہے اور جسکے پاس مال نہو اسکو بھائی مسلمان کو طریق اسلام کی نصیحت کرنا اگر یہ بھی نجانتا ہو تو کشادہ پیشانی اس سے ملنا اور مسلمانون کی راہ سے کنکر ہٹادینا بھی صدقہ ہے اور اللہ تعالےٰ عزوجل نے چند اقسام کو یہان ذکر فرمایا اول ذوی القربیٰ یعنے قرابت والے اور ناتے والے یعنے جو شخص خیرات کرنا چاہے اسکے قرابت والے اور مراد وہ قرابت والے ہین جو حاجتمند ہون اور قید بیان نہین فرمائی اسلیے کہ یہان التباس نہ تھا ہر شخص جانتا ہے کہ صدقہ محتاج فقیر کے لیے ہے اور دیگر اقسام سے ذوی القربیٰ یعنے ناتے دار محتاجون کو مقدم فرمایا اسلیے کہ انکو دینے مین دو ثواب ہین ایک تو صدقہ اور دوسرے صلہ رحم ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دینا مسکین کو ایک صدقہ ہے اور ناتے دار محتاج کو دو ہین ایک صدقہ اور ایک صلہ رحم۔ اخرجہ ابن ابی شیبہ والامام احمد والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والحاکم والبیہقی فی سننہ من حدیث سلمان بن عامر الضبی۔ اور صحیحین مین حضرت عبداللہ بن مسعود کی بی بی زینب نام سے روایت ہے کہ اُنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بھلا میرا تصدق کرنا اپنے شوہر پر اور اُن یتیمون پر جو میری گود مین ہین میری طرف سے صدقہ سے کافی ہوگا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تیرے لیے دو اجر ہین ثواب صدقہ کا اور ثواب قرابت کا۔ اور دوسری روایت مین ہے کہ اُنھون نے کہا کہ یا رسول اللہ عبداللہ بن مسعود تنگدست آدمی ہین پس ایسا کرون پھر یہ حدیث ذکر کی اور ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت ہے کہ انھون نے سنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ناتے دار محتاج پر صدقہ کرنا سب سے افضل ہے اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا اور حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہے اور بیہقی نے اپنے سنن مین روایت کیا ہے۔ دوم الیتامیٰ جمع یتیم یعنے ناتے دار محتاجون کے بعد یتیمون کو صدقہ دینا افضل ہے جو محتاج ہون پھر اگر ناتے دار یتیم محتاج ہو تو وہ سب سے افضل ہے اور یتیم وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی ہے جسکا باپ نہو اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالےٰ نے کئی مقام پر کتاب عزیز مین یتیمون کے ساتھ احسان کرنیکا حکم دیا ہے اور یتیم وہ لوگ ہین کہ انکا کوئی کمانے والا نہین اور حال یہ ہے کہ انکے باپ دادا مرگئے اور وہ ضعیف صغیر ہین بالغ نہین کمانے کے قابل نہین ہین اور عبدالرزاق رحمہ اللہ نے کہا کہ انبأنا معمر عن جویبر عن الضحاک عن النزال بن سبرۃ عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یتم بعد حلم۔ یعنے یتیم ہونیکا حکم بعد بلوغ ہونے کے نہین ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ لڑکا یا لڑکی نابالغ جسکا باپ مرگیا اور محتاج ہو پس اسپر صدقہ اور مساکین سے افضل ہے اور

یتیم کو صدقہ دینے وخبر گیری کے فضائل مین احادیث ہین اور سلف صالحین اسکو بڑی بات جانتے تھے سوم مساکین اور یہ وہ لوگ ہین جو اپنے کھانے
و پینے و رہنے کی ضروریات مین اتنا نہ پاوین جو انکو کافی ہو پس انکو اتنا دیا جاوے کہ انکی اس حاجت کو بند کرے اور مراد یہ نہین ہو کہ جو اتنا نہ دے سکے وہ انکو
نہ دے بلکہ یہ غرض ہو کہ انکو تونگر کر دینا مقصود نہین پس جو جس سے ہو سکے انکو دے اور صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ مسکین یہ دروازون پر پھرنے والے نہین ہین جنکو چھوارا دو چھوارے لقمہ دو لقمہ دیکر پھیر دیتے ہین ولیکن مسکین وہ ہو کہ اتنا نہین پاتا
جو اسکو بے پروا کر دے اور نہ اسکے حال سے یہ چرچا جاتا ہو پس ایسے ہی شخص پر صدقہ کیا جاوے وسیاتی فی قولہ لا یسئلون الناس الحافا چہارم ابن السبیل
وہ مسافر جو راہ مین ہو اور اسکا نفقہ و خرچہ ہو چکا پس اسکو اسقدر دیا جاوے جو اسکو اسکے گھر تک پہونچا دے اور اسیطرح جو شخص کسی نیک سفر کا قصد رکھتا ہو
اسکو بھی آمد و رفت کا خرچہ دینا ثواب ہو اور اس حکم مین مہمان بھی داخل ہو جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابن السبیل
وہ مہمان ہین جو مسلمان کے یہان اترا کرتے ہین اور ایسا ہی کہا ہو مجاہد و سعید بن جبیر و ابو جعفر باقر و حسن بصری و قتادہ و ضحاک و زہری و ربیع بن انس و مقاتل
بن حیان نے ایسا ہی ذکر کیا شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اور مصارف زکوٰۃ کے آیت مین انشاء اللہ تعالے زیادہ بیان آویگا پنجم السائلین جمع سائل اے سوال
کرنے مانگنے والا اور یہ وہ لوگ ہین جنکو ضرورت نے مجبور کیا کہ سوال کرین پس بڑے ثواب کی بات ہو کہ جو کچھ ہو سکے انکو دیوے اور انکے ظاہر حال پر نظر نہ کرے
چنانچہ امام احمد و ابو داؤد نے حضرت حسین بن علی علیہما السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سائل کا حق ہو اگرچہ وہ اپنے گھوڑے پر
آوے اگر کہا جاوے کہ سوال حرام ہو تو جواب یہ ہو کہ مجملاً احادیث باب سے یہ ثابت ہوا کہ سوال حرام ہو اور اسمین بہت احادیث وارد ہین سوائے سوال ایسے
شخص سے جو صاحب سلطنت ہو یا حاجت ایسی ہو کہ اسمین سوال کرنے کے بدون چارہ نہو اسیواسطے علماء نے کہا کہ اگر بھوک مثلاً باعث سوال ہو
پس اگر ایک وقت اسکو بقدر کفایت ملجاوے تو اس سے زائد کا سوال کرنا حرام ہو جبکہ جانتا ہو کہ دوسرے وقت نہ ملنے اور مجبوری سے پھر بضرورت
سوال کر سکیگا اور حدیث مین آیا ہو کہ پھیر دو سوال کرنے والے کو کچھ دیکر اگرچہ جلی کھری ہو اور اللہ تعالے نے فرمایا واما السائل فلا تنہر۔ اور سائل کو مت جھڑک
ان ظاہر احادیث سے کہ بلفظ حق وارد ہین ثابت ہوتا ہو کہ یہ واجب ہو واللہ اسیطرح قسم ششم قولہ وفی الرقاب ؂ ان مکاتبون کو دیا جاوے
جو اپنی کتابت ادا کرنے کے واسطے اتنا نہین پاتے ہین کہ اسکو ادا کرین یا قیدیون کی گردنین کفار کے پنجہ سے آزاد کرانے کے واسطے مال خرچ کرنا چاہیے اور اللہ
تعالے نے مکاتبون کے حق مین فرمایا۔ وآتوہم من مال اللہ الذی آتاکم یعنے مال اللہ تعالے جو اسنے تمکو دیا ہو اسمین سے ان مکاتبون کو دو پس یہ بھی بصیغہ
امر ہے اور نیز ابن ابی حاتم نے فاطمہ بنت قیس صحابیہ سے روایت کی کہ اسنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مال مین سوائے زکوٰۃ کے کچھ حق ہو تو آپنے
یہ آیت پڑھی۔ وآتی المال علی حبہ الآیۃ۔ اور اس روایت کی اسناد مین ابو حمزہ میمون اعور راوی ہین اور ابن مردویہ نے بھی اسکو ابو حمزہ کی وجہ سے
فاطمہ بنت قیس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال مین حق ہو سوائے زکوٰۃ کے پھر پڑھی۔ لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق
والمغرب الآیۃ۔ تا قولہ فی الرقاب اور ابن ماجہ و ترمذی نے بھی اسکو اسی وجہ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ ابو حمزہ میمون اعور ضعیف ہین
یعنے انکی روایت قابل حجت نہین اور اسکو بجائے میمون کے سیار اور اسمٰعیل بن سالم نے بھی روایت کیا ہو اور ترمذی نے ام بجید سے روایت کی کہ مین نے کہا
یا رسول اللہ میرے دروازے پر سائل کھڑا ہوتا ہو اور مین کوئی چیز نہین پاتی ہون کہ اسکو دیدون تو فرمایا کہ اگر تو کچھ نہ پاوے سوائے جلی کھری کے
تو اسکو اسکے ہاتھ مین دیدے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح ہو واخرجہ ابو داؤد وایضاً اور موطا مین ام بجید سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھیر دو مسکین کو اگرچہ جلی کھری دیکر ہو۔ پس یہ نصوص دلالت کرتے ہین کہ مال مین حق ہو سوائے زکوٰۃ کے اور یہی شعبیؒ کا قول ہو
اور صحیح یہ ہو کہ حق کے لفظ سے وجوب ثابت نہین ہوتا ہان صیغہ امر سے ان تاکیدون کے ساتھ وجوب ظاہر ہوا اور ایسا ہی تھا ولیکن زکوٰۃ

فرض ہونے کے بعد منسوخ ہوگیا چنانچہ حدیث مین ہے کہ منسوخ کردیا زکوۃ نے ہر صدقہ کو اخرجہ الدارقطنی و البیہقی اور معنے یہ ہین کہ زکوۃ فرض ہونے سے ہر صدقہ کا واجب ہونا منسوخ ہوگیا اور بعض روایتون مین ہے کہ مال مین کوئی حق نہین سواے زکوۃ کے اور معنے اسکے بھی یہی ہین کہ حق واجب نہین ہے اور یہی ہمارے علما اور جمہور علما کا قول ہے۔ قولہ واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ۔ اے تمام کرو انکے افعال وارکان نماز کے اسکی اوقات مین رکوع وسجود وطمانینت وخشوع وغیرہ کے ساتھ شرعی پسندیدہ طور سے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قولہ۔ واتی الزکوۃ۔ اسمین احتمال ہے کہ مراد اس سے زکوۃ نفس ہواے نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کیا مثل قولہ تعالے۔ قد افلح من زکاہا وقد خاب من دسہا۔ اور جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا ہل لک الی ان تزکی۔ واہدیک الی ربک فتخشی۔ اور جیسے اللہ تعالے نے زکوۃ دینے والے مشرکون کے حق مین ویل فرمایا ہے۔ یعنی ویل ہے واسطے مشرکون کے جو کہ نہین دیتے اپنے نفس کی زکوۃ یعنے نفس کو کفر وشرک وغیرہ اخلاق خبیثہ سے پاک نہین کرتے ہین کیونکہ مشرک اس زکوۃ مفروضہ مالی کے دینے کی صلاحیت نہین رکھتے اور احتمال ہے کہ اس سے زکوۃ مالی مراد ہو جیسا سعید بن جبیر و مقاتل بن حیان کا قول ہے قولہ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا۔ یعنے وفاے عہد انکی شان ہے خواہ اللہ تعالے سے عہد ہو یا بندون سے مانند قولہ تعالے۔ یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق اور اسکے برعکس منافقون کی صفت ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ منافق کی تین نشانیان ہین جب بات بیان کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جس چیز مین امین کیا جاوے اسمین خیانت کرے اور دوسری حدیث مین ثابت ہوا کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب اقرار کرے تو اسمین غدر کرے یعنے خلاف وعدہ کرے اور جب مخاصمہ کرے تو بدزبانی کرے بعض نے کہا کہ مراد عہد سے یہ ہے کہ جو حدود اللہ تعالے نے مقرر کیے ہین اپر ٹھیک قائم رہے اور اسکی فرمانبرداری کیجاوے اور بعض نے کہا کہ نذر وغیرہ مراد ہے اور بعض نے کہا کہ وعدہ نکاح پورا کرنا اور قسم مین سچا رہنا اور امانتین ادا کرنا مراد ہے قال المترجم یہ قول اس بنا پر ہے کہ حدیث مین جو منافق کی نشانیان ہین انکے برعکس ہو بوجود معنی عہدی اور وہ ان امور مذکورہ مین ہے۔ قولہ والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس۔ نصب صابرین علی المدح ہے اور باساء سے مراد شدت فقر اور ضراء سے حالت بیماری اور حین البأس اے حال قتال یعنے دشمنان دین سے بھڑنے کے وقت لڑائی مین صبر کرنے والے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تفسیر قول ہے ابن مسعود و ابن عباسؓ وابو العالیہ و مرہ ہمدانی و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ و ربیع بن انس و سدی و مقاتل بن حیان و ابو مالک و ضحاک وغیرہم سلف وخلف کا اور بعض نے ذکر کیا کہ باساء و ضراء دو بروزن فعلاء دونون اسم ہین کہ انکا فعل نہین آیا ہے کیونکہ دونون اسم ہین نعت نہین ہین اور الصابرین منصوب علی المدح آیا اور اپنے ماقبل پر عطف نہ کیا گیا تاکہ ان شدائد مین صبر کی فضیلت ظاہر ہو شیخ ابو علی فارسی نے کہا کہ جب مدح یا ذم کے واسطے چند صفات ذکر کیجاوین اور کسی مین اعراب مخالف کردیا جاوے تو یہ تفنن ہے اور اسکو فن بیان مین قطع کہتے ہین کیونکہ مالوف مین تغیر دینا سامع کی ترغیب ذکر اور مزید اہتمام شان کی دلیل ہے اور راغبؒ نے کہا کہ صبر چونکہ ایک وجہ سے فضائل کا مبدا ہے اور ایک وجہ سے جامع فضائل ہے اسواسطے کہ کوئی فضیلت نہین باقی ہے مگر کہ صبر کا اسمین اثر بلیغ ہے پس اعراب کو متغیر کرکے اس مقصد پر تنبیہ کردی واللہ اعلم۔ اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون۔ یعنے یہ لوگ جو ان صفات کے متصف ہین کہ اقرار ایمان وعہود کو پورا کرتے ہین سچے ہین کہ کسی حالت آسانی وسختی مین نہین بھڑتے اور کسی امن وخوف مین انکے قدم نہین کانپتے ہین بسبب اسکے کہ ایمان و نور انکے دل مین پورا اثر کر گیا اور یہی لوگ متقی ہین کہ کفر وشرک اور تمام بدخصلتون کی پلیدی سے جو اللہ عزوجل کو ناپسند ہین اپنے تئین بچالیا اور مکرر اولئک لانے مین انکی شان کی بڑائی کا اظہار ہے اور ضمیر ہم فاصل لانے مین اشارہ ہے کہ تقوی انھین مین منحصر ہے اور امام واحدی نے فرمایا کہ ان اوصاف کے بیچ مین واو عاطفہ سب جگہ لانے مین اشارہ ہے کہ ابرار مین سے ہونے کے واسطے شرط ہے کہ ان سب اوصاف کا جامع ہو پس جسنے انمین سے ایک کو پورا کیا وہ بر سے موصوف ہونیکا مستحق نہین ہے بعض نے کہا کہ یہ مخصوص انبیاء علیہم السلام کے واسطے ہے غیر مین یہ اوصاف

مجتمع نہیں ہو سکتے ہیں اور یہ قول کچھ نہیں ہو بلکہ تمام مومنین کے واسطے ہو اسواسطے کہ تخصیص پر کوئی دلیل نہیں ہو اور تحقیق یہ ہو کہ ان اوصاف مین بھی مراتب ہین پس اسکے واسطے دو قسمین ہین پارۂ اعلیٰ تو انبیار علیہم السلام کے درمیان بحسب مراتب بلکہ بحسب شخص شخص مقسوم ہو کہ انتہائے درجہ کمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہی بر رجہ محبوبی اور پھر درجہ بدرجہ دیگر انبیار علیہم السلام مین ہو اور پارۂ ادنیٰ چار قسم ہو ایک قسم صدیقین کو دوسری شہداکو تیسری صالحین کو چہارم عامہ مومنین کو اور بعد انکے غیر کمال کا درجہ ہین وہ مومنین ہین جو اپنے ایمان مین ناقص ہین واللہ تعالےٰ اعلم وقال الشیخ فی العرائس لبیان الحقائق قولہ تعالےٰ۔ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا۔ اے وفا کرنے والے اس عہد کے جو انھون نے ازل مین جناب باری عزاسمہ سے کیا تھا اس طور پر وفا کرتے ہین کہ عبودیت کے مقام مین معارضہ نہین کرتے اور معرفت کے مقام مین ماسوائے حق کے سب سے منہ پھیرتے ہین قال المترجم یہ ایک عہد الٰہی کی توضیح ہو اور یہ مراد نہین ہو کہ بس یہی عہد پورا کرتے ہین۔ اور بعض نے فرمایا کہ عہد پورا کرنے سے یہ مراد ہو کہ حدود جو اللہ تعالےٰ نے مقرر کردیے ہین یعنے فرائض وواجبات ومنہیات ومحرمات کے اوپر جمے ہوے ہین اور جو موجود ہو اسپر راضی ہین اور جو نہین اسپر صابر ہین۔ قولہ والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس یعنے حقائق کے انکشاف کے وقت نفس کے معارضہ کرنے پر اسکے حملہ کے صدمات دفع کرنے مین اور مکاشفات غیبی اور ترتیبی مین خطرات لاطائل آنے کے وقت نفس کے اوپر منہ کے بل گرنے مین اور ابواب قلب پر قہر کی بجلیان اسکے رذائل دور کرنے کے لیے آنے کے وقت نفس کے ادھر اُدھر راہین ڈھونڈھنے مین تاکہ قلب کو ناشایستہ عوارض بشریت سے بھرا ہی رکھے یہ لوگ صبر کرتے ہین اور مضبوط رہتے ہین اور خطرات دفع کرنے مین جمے رہنا بھی ایسا صبر ہو کہ صادق لوگ ہی اس سے مخصوص ہین کہ امتحان کی سختیون مین وہ رضائے حق طلب کرنے پر جمے رہتے ہین

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى

اے ایمان والو حکم ہوا تم پر بدلا برابر مارڈالے گیون مین۔ صاحب کے بدلے صاحب اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ

پھر جسکو معاف ہوا اسکے بھائی کیطرف سے کچھ تو چاہیے مرضی پر چلنا موافق دستور کے اور ادا کرنا اسکو نیکی سے یہ آسانی ہوئی تمھارے رب کیطرف سے اور مہربانی

فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

پھر جو کوئی زیادتی کرے بعد اسکے تو اُسکو دکھ کی مار ہو اور تمکو قصاص مین زندگی ہو اے عقلمندو شاید تم بچتے رہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى۔ اے ایمان والو تمپر مقتولون مین قصاص لکھا گیا ف فرض کیا گیا بایں طور کہ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى۔ آزاد بمقابلہ آزاد کے اور غلام بمقابلہ غلام کے اور عورت بمقابلہ عورت کے ف اور قاتل اس جرم سے کافر نہین ہوجاتا بلکہ مقتول کا بھائی رہتا ہو چنانچہ فرمایا فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ۔ پس جسکو اپنے بھائی کے خون سے کچھ عفو کیا گیا تو بطور معروف دامنگیر ہونا اور خوبی سے ادا کرنا واجب ہو ف حتیٰ کہ اگر مقتول کے ورثہ مین سے بعض نے کچھ عفو کیا تو قصاص جاتا رہا تو دیت کے لیے وارثون کو جو مستحق ہین معروف طور سے دامنگیر ہونا ومطالبہ کرنا چاہیے اور قاتل کو ادا کرنے مین بھی جہانتک ممکن ہو خوبی سے ادا کرے اور بھائی کہکر مہربانی دلائی کہ آخر یہ قاتل جاہل پنے مقتول کا بھائی ہو تو رحم کی نظر رکھو جہانتک ممکن ہو عفو بہتر ہو۔ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ۔ یہ امر تمھارے رب کی طرف سے تخفیف ورحمت ہو ف ورنہ قصاص ہی فرض تھا فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ۔ پھر جسنے اسکے بعد حد سے تجاوز کیا ف مثلاً بعد عفو ودیت کے وارث نے قاتل کو قتل کیا۔ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ تو اسکے لیے عذاب الیم ہو ف دنیا مین قصاص اور آخرت مین جہنم ہو۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوْنَ - اور اے صاحبان عقل تمھارے لیے قصاص (مشروع کرنے) مین زندگی ہو تاکہ تم پرہیز رکھو اور قتل سے باز آؤ۔ اس آیت مین اللہ تعالے فرماتا ہو کہ اے ایمان والو تمپر قصاص کے معاملہ مین برابری ویکسان ہونا فرض کر دیا گیا کہ تمھارے مرد آزاد کے مقابلہ مین مرد آزاد قصاص ہو اور تمھارے غلام کے مقابلہ مین غلام تمھارا اور تمھاری عورت کے مقابلہ مین عورت ہو اور اسمین تجاوز نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو جیسے تم سے اگلے لوگون نے اس معاملہ مین حکم اللہ تعالے کو بدل ڈالا اور سبب نزول اس آیت کا قریظہ ونضیر دونون گروہ یہود کے واقع ہوے اور بات یہ ہوئی تھی کہ زمانہ اسلام ہونے سے کچھ پہلے بنو نضیر نے بنو قریظہ سے لڑائی کی اور انکو مقہور کر دیا پھر یہ قرار پایا تھا کہ بنو نضیر مین سے کوئی اگر بنو قریظہ مین سے کسیکو قتل کرتا تو نضیری اسکے عوض قتل نہ کیا جاتا بلکہ سَو وسق خرما اسکا فدیہ دیا جاتا اور اگر قرظی کسی نضیری کو قتل کرتا تو وہ اسکے عوض قتل کیا جاتا اور اگر اسکا فدیہ قبول کیا جاتا تو قرظی کی دیت سے دونی دیت یعنی دو سَو وسق خرما دینا پڑتا پس اللہ تعالے نے قصاص مین انصاف وبرابری کا حکم دیا گویا منع کیا کہ اس حکم مین ان مفسدون کی راہ پرمت چلو جو اللہ تعالے کے حکم کو اپنی خواہش نفسانی پر بدل ڈالتے ہین۔ ذکرہ ابن کثیر فی التفسیر۔ اور بغوی نے معالم مین ذکر کیا کہ یہ قول قتادہؒ ومقاتل بن حیان کا ہو کہ یہ واقعہ درمیان قریظہ ونضیر کے تھا۔ اور شعبی وکلبی سے مبہم نقل کیا کہ دو گروہ عرب کے درمیان ایسا واقعہ تھا اور سعید بن جبیر نے کہا کہ اوس وخزرج کے درمیان تھا۔ اور شیخ ابن کثیر کی تفسیر مین ہو کہ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے عطاء بن دینار سے سعید بن جبیرؒ سے روایت کی کہ انھون نے تفسیر قولہ تعالے - یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلٰی - مین کہا کہ یعنے جب عمداً قتل کریے تو آزاد کے بدلے آزاد سے قصاص ہو اور بات یہ تھی کہ عرب مین دو بڑے قبیلے زمانہ جاہلیت مین اسلام سے کچھ پہلے لڑے تھے پس انکے درمیان قتل وجراحات واقع تھین یہانتک کہ انھون نے غلامون اور عورتون کو بھی قتل کیا تھا پس بعض نے بعض سے بدلا نہ لیا تھا یہانتک کہ مسلمان ہوگئے اور ان دونون گروہ مین سے ایک کو دوسرے پر سامان ومال مین زیادہ دسترس تھی پس زیادہ دسترس والون نے قسم کھائی کہ ہم راضی نہونگے جب تک یہ نہو کہ ہمارے غلام کے بدلے انمین کا آزاد قتل کیا جاوے اور ہماری عورت کے بدلے انمین کا مرد قتل کیا جاوے پس انھین کے حق مین نازل ہوا الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ۔ اور یہ منسوخ ہو اسکا ناسخ قولہ تعالے النفس بالنفس الآیہ۔ ہو اور علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ سے فی قولہ تعالے۔ الانثیٰ بالانثیٰ کی تفسیر مین روایت کی کہ یہ بات یعنے عورت کا بمقابلہ عورت ہونا یون تھا کہ وے لوگ عورت کے قاتل مرد کو قصاص مین نہین قتل کرتے ولیکن مرد کو بمقابلہ مرد کے قتل کرتے تھے اور عورت سے بمقابلہ عورت کے قصاص کرتے پس اللہ تعالے نے اُتارا قولہ النفس بالنفس والعین بالعین۔ پس قتل عمد کی صورت جو آدمی انمین کے آزاد ہین وہ قصاص مین برابر قرار دیے گیے کہ قتل نفس مین انکے مرد اور عورتین برابر ہین اور ایسے ہی نفس سے کم جرم مین بھی برابر ہین یعنے مرد اگر عورت کا قاتل ہو تو قصاص مین قتل کیا جاوے اور مملوک لوگ آپسمین قتل نفس وکم از نفس مین مرد وعورت برابر قرار دیے گئے اور ایسا ہی ابو مالک تابعی جلیل سے روایت ہو کہ یہ آیت منسوخ ہے بقولہ النفس بالنفس الآیۃ سے قال المترجم اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہو کہ یہ آیت منسوخ ہو آیہ مائدہ سے وسیاتی الکلام فیہ جاننا چاہیے کہ کتب اس مقام پر بمعنے فرض ہو مین نے اول سورہ مین اسکے معانی کو ذکر کیا اور مقدمہ مین زیادہ توضیح کی ہو اور بعض نے کہا کہ کتب اشارہ اس کتاب کیطرف ہو جو لوح محفوظ مین واقع ہوئی ہو اور قصاص یعنی مساوات اور مماثلت ہو یعنے قاتل کو مقتول سے مماثل ومساوی کرنا خواہ حقیقۃً یا حکماً اور اسی سے کہا گیا کہ قتل ودیت وجراحت سب مین مساوات ہونا چاہیے پس قاتل کو بالکل اسی طرح قتل کیا جاوے جسطرح اسنے قتل کیا یعنے وصف وفعل مین مساوات ہو اور یہی قول امام مالک وشافعی کا ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بحکم حدیث نہین قصاص مگر تلوار سے،، یعنی قاتل کو قصاص مین فقط تلوار سے قتل کرینگے اگرچہ اسنے کسی چیز سے قتل کیا ہو اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہو پس مماثلت وصفاً کی یہ صورت ہو کہ مقتول مرد آزاد ہو تو قاتل مرد آزاد سے قصاص لیا جاوے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا اور عدم مماثلت وصفی اس طرح کہ دونون مین تفاوت ہو مثلاً آزاد وسے

اگر غلام کو قتل کیا تو آزاد سے قصاص نہ لیا جاوے کیونکہ حر مین زیادت ہے اور مماثلت فعلاً کی یہ صورت ہے کہ قاتل نے جو فعل مقتول کے قتل مین کیا ویسا ہی اسکے ساتھ کیا جاوے مثلاً ڈبو دیا تو قصاص مین ڈبو دیا جاوے اور اگر دو پتھرون سے کچل ڈالا تو قاتل بھی یون ہی مارا جاوے چنانچہ صحیح مین ایک یہودی نے ایک جاریہ کو اسطرح کچلا تو وہ یوہین کچلا گیا پس اگر اسطرح نہ مرگیا تو ظہر مدہ اسکی گردن کاٹ دی جاویگی یہ سب قول امام مالک و شافعی احمد کے موافق ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حجت یہ حدیث ہے کہ قصاص نہین مگر تلوار سے رواہ اسنادہ حسن اور ایک روایت امام احمد سے بھی یہی ہے پھر چونکہ اللہ تعالے نے حر کو بمقابلہ حر بیان فرمایا تو مفہوم ہوا کہ بمقابلہ عبد نہین قصاص ہوگا اور یہی مفہوم مخالف ہے جسکو شافعیہ اعتبار کرتے ہین مگر جبکہ قیاس اسکے خلاف ہو یعنے قیاس مقدم بمفہوم مخالف ہے اور اسی سے دفع ہوا کہ قوله العبد بالعبد مین مفہوم مخالف یہ تھا کہ غلام بمقابلہ آزاد مقتول کے نہ مارا جاوے حالانکہ یہ خلاف ہے اور وجہ دفع ہونے کی ظاہر ہے کہ قیاس صحیح دلالت کرتا ہے کہ جب غلام بمقابلہ غلام کے قصاص مین قتل کیا جائیگا تو آزاد کو قتل کرنے کی صورت مین بدرجۂ اولی قتل کیا جائیگا اور اسیطرح الانثی بالانثی مین مفہوم مخالف نہین معتبر ہے یعنے عورت بمقابلہ مرد کے قتل نہ کیجاوے اسوجہ سے کہ اجماع منعقد ہے کہ عورت اگر مرد کو قتل کرے تو قصاص مین قتل کیجاوے پس اس بیان سے ظاہر ہوا کہ قوله الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی ہر سہ مقابلات مین سے مفہوم مخالف سے استدلال شافعیہ فقط قوله الحر بالحر مین ہے کہ حر نہ قتل کیا جاوے بمقابلہ عبد کے اور باقی مین بسبب مخالفت قیاس و اجماع کے مفہوم مخالف معتبر نہین ہے یہ دلالت کرتا ہے کہ آزاد جو بمقابلہ غلام کے قتل نہ کیا جاوے تو فقط مفہوم مخالف سے ہے پس جسنے مفہوم مخالف کو حجت ہی نہین قرار دیا اسکے نزدیک یہ حکم ثابت نہوگا اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ آقا سوائے اپنے غلام کے اگر کسی غلام کو قتل کرے تو عمد مین قصاص ہے اور حق یہ ہے کہ یہان مفہوم مخالف سے بھی استدلال ٹھیک نہین ہے یہ نہین دیکھتے کہ **بیضاوی** نے باوجود شافعی مذہب ہونے کے کہا کہ یہ آیت نہین دلالت کرتی اس بات پر کہ آزاد بمقابلہ غلام کے قتل نہ کیا جاوے کیونکہ مفہوم مخالف تو وہین معتبر ہوتا ہے جہان تخصیص کی کوئی غرض سوائے اختصاص حکم کے ظاہر نہو اور یہان الحر بالحر مین یہی نہین کہ حر کی قصاص کے واسطے حر کی قید ہے بلکہ اسکی غرض اور ظاہر ہوتی ہے جو ہمنے بیان کردی یعنے سبب نزول دلالت کرتا ہے کہ غرض یہ ہے کہ تعدی نکرو اور آزادون مین باہم اور غلامون مین باہم مساوات ثابت کردینا مقصود ہے پس مفہوم مخالف نہین معتبر ہو سکتا ہے۔ پھر **بیضاوی** نے کہا کہ مالک و شافعی نے جو آزاد کا بمقابلہ غلام کے خواہ اسکا ہو یا غیر کا ہو قصاص مین قتل کیا جانا منع کیا ہے تو اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو قتل کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کوڑے مارے اور ایک سال کے واسطے اسکو شہر سے نکال دیا اور بغیر حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ سنت سے یہ ثابت ہے کہ قتل نہ کیا جاوے مسلمان قصاص مین کسی ذمی کو قتل کرنے سے اور نہ قتل کیا جاوے آزاد بمقابلہ غلام کے اور اس دلیل سے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نہین قصاص لیتے آزاد سے بمقابلہ غلام کے اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے روبرو تھا اور کسی سے اسکا انکار منقول نہین ہے اور اس دلیل سے کہ آقا نے اگر اپنے غلام کا مثلاً ہاتھ توڑ دیا تو آقا سے قصاص نہ لیا جائیگا پس کم از نفس مین جب قصاص نہین تو اسی قیاس پر قتل نفس مین بھی بدرجہ اولے قصاص نہین ہے

**قال المترجم** یہی مذہب جمہور کا ہے کہ آزاد سے بمقابلہ غلام کے قصاص نہین۔ جاننا چاہیے کہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ آزاد مسلمان نے مسلمان غلام کو عمداً قتل کیا پس دو صورتین ہین یا تو قاتل اسکا آقا ہے یا اجنبی ہے پس جمہور کا مذہب یہ ہے کہ آقا ہو یا اجنبی ہو کسی سے بمقابلہ غلام کے قصاص نہین لیا جائیگا اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اجنبی نے اگر قتل کیا تو قصاص لیا جائیگا۔ پھر جمہور کے قول کی دلیل جو اس آیت سے باستدلال مفہوم مخالف ہے اسکا تو حال معلوم ہو چکا کہ مفہوم مخالف سے استدلال غیر مسلم اور اگر مان لیا تو بھی یہان نہین جیسا کہ **بیضاوی** نے کہا پھر جو بیضاوی نے حدیث نقل کی کہ آقا نے اپنے غلام کو قتل کیا اور قصاص نہ لیا گیا تو یہ امام ابو حنیفہ کے قول کے مؤید ہے اور ما دون النفس پر نفس کا قیاس

مع الفارق ہی بالجملہ مجھے کوئی قوی دلیل نہیں معلوم ہوئی الا آنکہ دارقطنی نے روایت کی کہ لا یقتل حر بعبد یعنی کوئی آزاد بمقابلہ غلام کے قتل کیا جاوے
اور اس حدیث کے ثبوت مین کلام ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خود یہی مذہب مروی ہی کہ جیسا قول ابوحنیفہؒ کا ہی امام ابن کثیر وغیرہ نے نقل کیا کہ
مذہب ابوحنیفہ وانکے اصحاب کا یہ ہی کہ آزاد قتل کیا جاوے بمقابلہ غلام کے جبکہ اسکا مالک نہو اور اگر مالک نے اپنے غلام کو قتل کیا تو بالاجماع
قصاص نہیں اور اجماع خود حجت ہی اور دلیل انکی آیت سورۂ مائدہ ہی اے قولہ تعالے النفس بالنفس الآیہ۔ پس یہ عام ہی اور یہی مذہب ہے ثوری وابن ابی لیلیٰ وداؤد
کا اور یہی مروی ہی حضرت علیؓ وابن مسعودؓ وسعید بن المسیبؒ وابراہیم نخعی وقتادہ وحکمؒ سے اور یہی اقوی ہی اور بیضاوی نے اعتراض کیا کہ آیت مائدہ
تو حکایت اس امر کی ہی جو توریت مین تھا کیونکہ فرمایا وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس الآیہ پس جو قرآن مین ہی اسکا ناسخ نہیں ہوسکتا اور جواب یہ ہی
کہ جو شریعت ہم سے پہلے انبیاء کی شریعت نقل کی گئی وہ واجب ہی اور پہلے ہم تفسیر ابن کثیرؒ سے نقل کر چکے ہین کہ ابن عباسؓ وغیرہ سے صریح روایت ہی کہ الحر
بالحر کا حکم جو یہان مذکور ہی وہ سورۂ مائدہ کی آیت سے منسوخ ہی اور نیز قصاص اطراف کے واسطے یہی آیت حجت ہی پس ہمارے اوپر مشروع ہی اور نیز
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافؤ دماؤہم۔ یعنے مسلمانون مین کے خون برابر ہین اور فرض مسئلہ یہ ہی کہ غلام مسلمان کو ایک مسلمان
آزاد نے قتل کیا عمداً پس بحکم حدیث قصاص لازم ہوا فافہم جمہور کے نزدیک مسلمان نہ قتل کیا جاوے بمقابلہ کافر کے کیونکہ صحیح بخاری مین حضرت علیؓ سے
روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا یقتل مسلم بکافر۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ کوئی حدیث اور کوئی تاویل اسکے مخالف نہیں صحیح ہی اور امام ابوحنیفہؒ
نے کہا کہ النفس بالنفس عام ہی شامل ہی کافر کو بھی مگر ایسے کافر کو جسکا خون معصوم ہو یعنے شرع نے اسکو محفوظ کر دیا ہو اور وہ ذمی ہی جو مسلمانون
کے عہد مین ہے پس اگر ذمی کو عمداً ناحق قتل کیا تو قصاص مین قتل کیا جائیگا اور حدیث محمول ہے کہ جب مسلمانون نے کسی حربی
مستامن کو قتل کیا تو قتل نہ کیا جائیگا۔ اور دلیل یہ کہ قرآن کی آیت قطعیہ مین عام بھی قطعی ہی جب تک کہ کسی قطعی نص سے تخصیص نہو اور یہان تخصیص
قطعی نہیں بلکہ حدیث خبر احاد ہی تو عام مقدم ہی کیونکہ جمع کرنا غیر ممکن ہی لیکن تامل یہ کہ نفس مستامن کی تخصیص کی گئی لہذا میرے نزدیک اسمین اقوی
مذہب جمہور کا ہی واللہ اعلم۔ اس آیت سے حسن وعطا نے استدلال کیا کہ مرد بمقابلہ عورت کے قتل نہ کیا جائیگا اور بعض نے ذکر کیا کہ یہی مذہب
امام شافعی ومالک ومحمدؒ وابوثور کا ہی ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جمہور انکے برخلاف ہین بدلیل آیہ مائدہ کے اور بدلیل قولہ علیہ السلام المسلمون تتکافؤ دماؤہم
اور لیثؒ نے کہا کہ اگر مرد نے اپنی جورو کو قتل کیا تو خاصتہ جورو کے قصاص مین قتل نہ کیا جائیگا۔ مین کہتا ہون کہ صحیح یہ ہی کہ مرد سے بمقابلہ عورت کے
قصاص لیا جائیگا جیسا کہ جمہور کا مذہب ہی ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ چارون مشہور امامون اور جمہور آئمہ کا مذہب ہی کہ اگر ایک جماعت نے ایک شخص کو قتل
کیا تو اس ایک کے بدلے سب قتل کیے جاوینگے اور حضرت عمرؓ نے جبکہ ایک طفل کو سات آدمیون نے قتل کیا تھا اور قصاص مین آپنے ساتون کو قتل کیا
تو فرمایا کہ اگر تمام اہل صنعا بین اسکے قتل مین شریک ہوتے تو مین سب کو قتل کرتا اور مترجم نے اس روایت کو عینی الہدایہ مین مع طول قصہ کے بیان
کیا ہی۔ پھر صحابہ مین سے کسی نے اسکا خلاف نہیں کیا پس یہ مثل اجماع کے ہوگیا مگر امام احمد سے ایک روایت مین آیا ہی کہ ایک نفس کے عوض ایک ہی
قتل کیا جاوے جماعت نہیں قتل کی جاویگی اور ابن المنذرؒ نے کہا کہ یہی اصح ہی۔ قولہ تعالے۔ فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان
مین من شرطیہ یا موصولہ سے کون مراد ہی اسمین دو قول ہین اول آنکہ من سے مراد قاتل یا جانی ہی اور اخیہ سے مراد مقتول ہی یعنے جس قاتل مجرم کے واسطے
اسکے بھائی سے کچھ عفو کیا گیا پس مضاف مقدر ہوگا ای من دم اخیہ۔ اور یہی واحدی وسیوطیؒ نے ذکر کیا ہی اور ایک قاتل کو عفو کرنے سے سب لیکے
ستحق ہوجائینگے۔ یا اخیہ سے مراد وارث مقتول ہی اور ضمیر راجع بجانب من ہی اور اس صورت مین حذف مضاف کی ضرورت نہین اور معنی یہ ہین کہ من اخیہ ۱۲
اے من جہۃ الوارث او الولی۔ اور شیء عبارت ہی خون مقتول سے اور معنی یہ ہین کہ قاتل ومجرم جبکہ عفو کیا گیا اسکے لیے جانب وارث مقتول سے کچھ خون جو

اُسنے کیا ہو اور اس تقریر پر اعتراض کیا گیا کہ شیٔ مفعول بہ واقع ہوتا ہو حالانکہ عفی لازمی ہو اور جواب دیا گیا کہ عفی بمعنے ترک ہو چنانچہ شمس العلوم میں ہو کہ عفوت الشیٔ یعنے ترکتہ اور مفسر سیوطیؒ نے اسی طرف اشارہ کیا بقولہ بان ترک القصاص منہ یعنے عفی بیان بمعنے ترک ہو اور زمخشری نے اسکو رد کیا کہ عفا الشیٔ بمعنے ترک نہیں ثابت ہوا بلکہ اعفاہ بمعنی ترکہ آیا ہو اور بیضاوی نے بھی زمخشری کا اتباع کیا اور کہا کہ یہ ضعیف ہو۔ میں کہتا ہوں کہ ضحاکؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ فمن عفی لہ من اخیہ شیٔ اے فمن ترک لہ من اخیہ شیٔ یعنی اخذ الدیۃ بعد استحقاق الدم وذلک العفو۔ یعنے جس شخص کے لیے اسکے بھائی سے کچھ ترک کیا گیا یعنے استحقاق قصاص کے بعد اسنے دیت لی اور یہی عفو ہو۔" ذکرہ الحافظ ابن کثیر پس اس سے بڑھکر بیضاوی رح کو کیا شہادت درکار ہو اور صاحب کشاف تو معتزلی ہو حالانکہ یہ روایت منقطع اس معتزلی حنفی پر حجت صریح ہو کہ عفی بمعنے ترک ہو دکھاک بہذا شاہد فافہم۔ زمخشری نے کہا کہ شیٔ مفعول مطلق ہو اے شیٔ من العفو گویا یوں کہا گیا فمن عفی لہ عفو" یعنی کچھ عفو کیسا ہی ہو" اور مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عفو یہ ہو کہ قبول کرے دیت کو قتل عمد میں اور ایسا ہی ابو العالیہ وجابر بن زید ومجاہد وسعید بن جبیر وعطاء وحسن وقتادہ ومقاتل ابن حیان سے مروی ہو ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ اور شیٔ کی تنکیر سے بر تقدیر مفعول بہ ہونے کے یا مفعول مطلق لانے سے بہرحال یہ فائدہ حاصل ہوتا ہو کہ اگر خون مقتول میں سے کچھ عفو کیا گیا یا وارثوں میں سے بعض نے عفو کر دیا تو قاتل سے قصاص ساقط ہو جانے میں بمنزلہ عفو تام کے ہو حتی کہ باقی وارثوں کو خواہ مخواہ دیت ہی مل سکیگی۔ قولؔ دوم اکثر مفسرین سے ولیؔ مراد ہو اور اخ سے مراد قاتل ہو اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ ولی جب قصاص سے عفو کی طرف جھکا کہ دیت لیوے تو قاتل کو اختیار ہو کہ چاہے اسکو قبول کرے یا اپنے آپکو قصاص میں مقتول ہونے کو سپرد کرے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ امام مالک نے بنا بر روایت مشہور ابن القاسم کے اور امام ابو حنیفہ اور شافعی نے اور ایک قول میں امام احمدؒ نے کہا کہ ولی مقتول کو جب اسنے دیت پر عفو کیا تو بدون رضامندی قاتل کے اختیار نہیں ہو یعنے دیت پر عفو کرنا قاتل پر جب ہی لازم ہو کہ وہ قبول کرے اور باقی علماء نے کہا کہ ولی مقتول کو دیت پر عفو کر دینے کا اختیار ہو اگرچہ قاتل راضی نہو مترجم کہتا ہو کہ یہی ابو حنیفہؒ سے روایت ہو اور قولہ اداء الیہ باحسان میں ادا کرنا مطلوب پر ہی "یعنی قاتل پر" چنانچہ حاکم نے مجاہد کی طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ ادا والیہ باحسان میں کہا کہ ادا کرے مطلوب یعنی جس سے مطالبہ ہو وہ باحسان ادا کرے اور ایسا ہی سعید بن جبیر وجابر بن زید وحسن وقتادہ وعطاء خراسانی وربیع بن انس وسدی ومقاتل نے کہا ہو ذکرہ ابن کثیر۔ اور تفسیر بقول اول اظہر وارجح ہو اور حاصل معنی یہ ہیں کہ قاتلوں میں سے جس شخص کیواسطے ولی مقتول کیطرف سے یا خون مقتول سے کچھ عفو ہوا ہو دیت پر تو دیت کے طالب پر واجب ہے اتباع بمعروف یعنی سختی بہت نہ کرے اور وصول کرے اور مطلوب یعنی قاتل پر واجب ہے کہ بدون مگرے پن کے اسکو ادا کردے کیونکہ اسنے احسان کرکے اسکو قصاص سے معاف کر دیا پس اسکو یہ عوض چاہیے کہ خوبصورتی سے دیت اسکو ادا کردے۔ اگر کہا جاوے کہ بیان اتباع اور ادا مذکور ہو واجب ہونا کہاں سے ثابت ہوا تو جواب یہ ہو کہ یہ مصادر مرفوع ذکر ہوے ہیں اور جہاں مصدر مرفوع ہو وہ واجب کے واسطے ہو چنانچہ ابن عطیہؒ نے فرمایا کہ واجبات کی سبیل یہ ہو کہ مصدر کو مرفوع لایا جاوے جیسے بیان اور جیسے قولہ فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنے معاملہ طلاق میں ذکر فرمایا ہو قولہ عفی لہ میں لام سے تعدیہ ہوا کہ عفی عنہ لہ۔ یعنے مجرم سے عفو اسی کے نفع کے لیے ہو اور اس آیت میں دلیل ہو دو باتوں پر اول یہ کہ قتل عمد کرنے والا کافر نہیں ہو جاتا ہو اور فاسق مومن رہتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قاتل کو بعد قتل کرنے کے اسپر قصاص واجب ہونے کی حالت میں ایمان کا خطاب کیا اور مومن کہا حالانکہ قتل عمد وعدوان بالاجماع کبیرہ گناہوں سے ہو پس ثابت ہوا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن رہتا ہو اور نیز اللہ تعالیٰ نے قاتل اور ولی مقتول یا مقتول کے درمیان اخوۃ یعنی بھائی ہونا ثابت رکھا اور مراد اس سے ایمان کا بھائی ہونا کیونکہ ہر قاتل ومقتول ہمیشہ سگے بھائی نہیں ہوا کرتے ہیں پس اگر قاتل کا ایمان باقی نہوتا تو کیونکر بھائی ہو سکتا تھا پس ثابت ہوا کہ قاتل مومن رہتا ہو اور نیز اللہ تعالیٰ نے قاتل سے عفو کرنے کی طرف ندب کیا اور عفو کرنا مومن قاتل سے لائق ہو نہ کافر سے۔ دوم اگر قاتل سے عفو کرنا مندوب ہو کیونکہ اخیہ کا لفظ ذکر فرمایا جس میں تعطف ہو تاکہ نرم ہو جاوے اور ترس کھا کر اس احمق کو

ے ولی یعنی جو مقتول کے خون کا دعویدار ہے ان لوگوں میں سے جن کو استحقاق و ولایت حاصل ہے ۱۲م

عفو کردے ۔ جاننا چاہیے کہ عفو کرنے والے لفظ مقتول کے وارث وولی ہونگے پس جمہور کا مذہب یہ ہو کہ ہر وارث خواہ مرد ہو یا عورت ہو عفو کرسکتا ہو اور حسن
بصری وقتادہ وزہری وابن شبرمۃ ولیث واوزاعی وغیرہ ایک جماعت اسطرف گئے ہین کہ عورت نہین عفو کرسکتی ہو ذکرہ ابن کثیر قولہ ذلک تخفیف من
ربکم ورحمۃ اللہ تعالے فرماتا ہو کہ یہ جو دیت کا لینا قتل عمد مین تمھارے لیے مشروع کیا گیا یہ اللہ تعالے کی طرف سے تمپر تخفیف اور رحمت ہے بہ نسبت
اسکے جو تم سے اگلی امتون پر لازم تھا کہ یا تو قتل لازم تھا یا عفو لازم تھا چنانچہ سعید بن منصور نے روایت کی حدثنا سفیان عن عمرو بن دینار اخبرنی مجاہد عن
ابن عباسؓ فرمایا کہ بنی اسرائیل پر فرض لازم کردیا گیا تھا قصاص دربارہ مقتولون کے اور انمین عفو جائز تھا پس اللہ تعالے نے اس امت کے واسطے فرمایا کتب
علیکم القصاص فی القتلے الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیہ شئی ۔ پس عفو یہ ہو کہ قتل عمد مین دیت لینا قبول کرے اور یہ تخفیف ہے
بہ نسبت اسکے جو تمسے اگلی امتون بنی اسرائیل پر تھا فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ۔ (اسنادہ جید) اور اس حدیث کو بہتیرون نے عمرو بن دینار سے
روایت کیا اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح مین اسکو عمرو بن دینار سے روایت کیا اور ایک جماعت نے اسکو مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے اسکے
مانند روایت کیا ہو ۔ اور قتادہؒ نے کہا کہ قولہ ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ ۔ اللہ تعالے نے اس امت پر رحم کیا اور انکے واسطے دیت حلال کردی
اور ان سے پہلے کسیکے واسطے نہین حلال فرمائی تھی پس اہل توریت کے اوپر قصاص یا عفو تھا اور دیت وجرمانہ نہ تھا اور اہل انجیل پر عفو ہی تھا
کہ وہ انپر فرض کردیا گیا تھا اور اس امت کے واسطے قصاص وعفو وارش سب ہو اور اسی کے مانند سعید بن جبیر ومقاتل بن حیان اور ربیع بن انس سے
مروی ہو ہکذا ذکرہ ابن کثیر فی التفسیر اور مفسر سیوطی وغیرہ نے اسکے یہ معنے بیان کیے کہ ذلک یعنے قصاص اور عفو علی الدیۃ (الدیۃ جرمانہ) دونون مین جواز کردینا
آسانی ہو مترجم کہتا ہو کہ تینون باتین خالی عفو بدون دیت بھی ذکر کرنا چاہیے تھا خواہ تفسیراً یا روایۃً کما لایخفی قولہ فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب الیم ۔ اللہ تعالے
فرماتا ہو کہ جسنے دیت لینے یا لینا قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کرڈالا تو اسکے واسطے اللہ تعالے کی طرف سے عذاب شدید درد دینے والا ہو ایسا ہی ابن عباسؓ
ومجاہد وعکرمہ وعطاء وحسن بصریؒ وقتادہ وربیع بن انس وسدیؒ ومقاتل سے مروی ہو کہ من اعتدی سے وہ مراد ہو جو دیت لینے کے بعد قتل کرڈالے اور ابن ابی حاتم
وابن ابی شیبہ وامام احمد وابن ابی حاتم وبیہقی نے ابو شریح خزاعیؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے قتل صادر ہو گیا یعنے عمداً تو ولی
مقتول کو اختیار ہو کہ تین باتون مین سے ایک اختیار کرے یا تو قاتل سے قصاص لے یا اسکو عفو کرے اور یا اس سے دیت لے اور اگر کوئی چوتھی بات کا
قصد کرے تو اسکے دونون ہاتھ پکڑو اور جس شخص نے اسکے بعد عدوان وظلم کیا اسکے واسطے دوزخ کی آگ ہو کہ اسمین مدتون رہے گا اور قتادہ نے
حسن بصری کے واسطہ سے سمرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دیت لینے کے بعد قاتل کو قتل کیا مین اسکو
عفو نہین کرونگا یعنے اس سے دیت قبول نہ کرونگا بلکہ اسکو قتل ہی کرونگا ۔ اور عذاب الیم کی یہی تفسیر کی گئی کہ مراد یہ ہو کہ عفو نہ کیا جاوے اور اس سے
دیت قبول نہ کیجاوے بلکہ قصاص مین قتل کیا جاوے اور بعض نے کہا کہ عذاب آخرت دراز مراد ہو اور یہی اولے ہے اور حدیث ابو شریح الخزاعی
رضی اللہ عنہ اسپر دلالت کرتی ہو پس حاصل یہ ہو کہ عدوان اسطرح ہو کہ دیت لیکر پھر قاتل کو قتل کرے یا عفو کرکے پھر اسکو قصاص مین قتل
کرے اور علما نے اختلاف کیا کہ جسنے دیت کے بعد قاتل کو قتل کیا اسکا کیا حکم ہو تو شافعی ومالک وایک جماعت علما اسطرف گئے ہین کہ وہ ایسا ہی
جیسے ابتداءً قتل کیا کہ اسکے ولی کو اختیار ہو چاہے قصاص لے یا عفو کردے ۔ اور یہ ظاہر حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ سے جو اوپر بیان ہوئی خلاف ہے اور
حدیث کو ابو داؤد وابن جریر وابن المنذر وغیرہ نے قتادہ سے منقطعاً وموصولاً روایت کیا ہو اور قتادہ وعکرمہ وسدی نے کہا کہ عذاب اسکا یہ ہے
کہ البتہ قتل کیا جاوے اور حاکم وولی کو عفو کا اختیار نہوگا ۔ اور حسن بصری نے کہا کہ اسکا عذاب یہ ہو کہ دیت واپس کردے فقط اور اسکا گناہ آخرت پر
رہیگا اور یہ بنظر ظاہر آیت ہو اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اسکا امر مفوض ہے امام المسلمین پر کہ جو اسکے حق مین دیکھے وہ کرے ۔ اور یہ قول شاید بنظر

حدیث لا أعافی ہو یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ مین عفو نکرونگا تو اس سے استنباط ہوا کہ یہ امام کی راے پر ہو اور اگر حتمی ہوتا تو لا اعفو
فرماتے ولیکن حدیث ابو شریح الخزاعی مین اسکی تشریح موجود ہو فافہم اور ابو حنیفہؒ کا ظاہر مذہب یہ کہ وہ قصاص مین قتل کیا جاوے۔ قولہ
ولکم فی القصاص حیٰوۃ ابوالسعودؒ نے اپنی تفسیر مین بیان کیا کہ حکم مذکور کے محاسن کا بیان ایسی وجہ بدیع پر فرمایا کہ اسکی انتہا نہین چنانچہ قصاص
اسکی ضد یعنے حیات کا محل قرار دیا و حیات کو نکرہ فرمایا تاکہ دلالت کرے کہ اس جنس مین ایک نوع حیات کی ایسی عظیم ہو کہ اسکا وصف نہین
ہو سکتا اور بات یہ ہو کہ وہ لوگ بعوض ایک کے ایک جماعت کو قتل کرتے تھے یعنے قاتل یا اسکے بیٹے یا باپ بھائی وغیرہ کو جان تک بانٹے قتل
کرتے چلے جاتے تھے پس اینن فتنہ منتشر ہوتا تھا جیسا کہ بیان سبب نزول سے واضح ہوا پس قصاص مشروع کرنے مین ان سب کی سلامتی حاصل ہو
اور معنی یہ ہین کہ اس حکم مین جو تمہارے لیے مشروع کیا گیا بقا و حیات عظیم ہے اسواسطے کہ آدمی جب جانیگا کہ دوسرے کو ناحق قتل کرنے سے قصاص
مین وہ بھی قتل کیا جاویگا تو قتل کرنے سے باز رہیگا اور اس مہلکہ مین پڑنے سے بچ جائیگا پس یہ گویا نفوس انسانیہ کی حیات ہو اور یہ نوع جنس بلاغت سے
بلیغ و رفیع ہو کہ قصاص کو جو موت ہو باعتبار مآل کار کے حیات قرار دیا یعنے اس خوبصورتی سے بیان فرمایا کہ قصاص جو موت ہو باعتبار مآل کے لوگون کے
حق مین حیات ہو گیا بیضاوی رحمہ اللہ نے تفسیر قولہ ولکم فی القصاص حیوٰۃ مین کہا کہ یہ کلام انتہا کی فصاحت و بلاغت ہو کہ ایک شے کو اسکی
ضد کا محل قرار دیا اور قصاص کو معرفہ فرمایا اور حیوٰۃ کو نکرہ تاکہ دلالت کرے کہ اس جنس حکم مین ایک نوع حیات کی عظیم ہو اور یہ اس وجہ سے
کہ جب قاتل کو مقتول کی عوض قصاص مین قتل کیا جانا معلوم ہوگا تو وہ قتل سے باز رہیگا پس قصاص سبب ہوا دو جانون کی زندگی کا اور اسوجہ
سے کہ وہ لوگ قاتل کے سوا دوسرے کو اور واحد کے عوض ایک جماعت بیگناہ کو قتل کرتے تھے پس اینن فتنہ جوش کرتا تھا پس جب قاتل ہی سے
قصاص لیا گیا تو باقی سلامت رہے اور یہ انکی زندگی کا سبب ہوا اور بعض نے کہا کہ اس زندگی سے آخرت کی زندگی مراد ہو کیونکہ قاتل سے جب
دنیا مین قصاص لے لیا گیا تو آخرت مین اس سے مواخذہ نہوگا۔ اور یہ تفسیر دو وجہ سے اولی نہین اول آنکہ کتب علیکم مین خطاب عام یعنے قاتل وغیر قاتل سبکو
شامل ہو اور صورت مین لکم نے القصاص کا خطاب مخصوص قاتلین ہوگا جسپر کچھ شاہد نہین ہو دوم آنکہ خلاف تفسیر سلف ہو ابن کثیر نے ذکر کیا کہ
شیخ ابوالعالیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے قصاص کو حیات قرار دیا کیونکہ بہتیرے لوگون کو جو قتل کا قصد رکھتے ہون یہ خوف مانع ہوگا کہ قصاص مین مقتول
ہونگے اور ایسا ہی مجاہد اور سعید بن جبیر و ابو مالک و حسن بصری و قتادہ و ربیع بن انس و مقاتل سے مروی ہو۔ اور قولہ یا اولی الالباب مین مخصوص کامل
عقل والون کو اسواسطے خطاب فرمایا کہ قصاص کی حکمت مین تامل کر کے اسکے فوائد کو سمجھین اور اپنے اسکی حکمتین عوام کو پہونچین اور الباب جمع لب کی
یعنے خالص ہر چیز پھر اس عقل پر اطلاق کیا گیا جسمین ہوا و وہم کا میل نہو۔ ف شیخ نے عرائس مین کہا کہ جب نفوس ظلم کرین قلوب پر تو اس قصاص مین
انکو قتل کر ڈالنے مین زندگی ہو یعنے نفس امارہ مقتول ہونے سے روح مقدس زندہ ہوگی پس جب تم اس پر کاربند ہوے کہ تمنے نفس کے جرمون کی
دیت یعنی شرع کی تو مہلکات قہر سے نجات پاؤگے۔ شیخ جنید رح نے فرمایا کہ صابرین کی تین علامتین ہین جو اسکی ذات مین پہچانی جاتی ہین
اول یہ کہ جب اسکے نفس کے حظوظ موجود ہون تو اپنے آپ کو ضبط کرے دوم یہ کہ اللہ تعالے کی طاعتون مین اسوقت ضرور داخل ہو جبکہ
نفس اس سے بچھڑنے کا خواہشمند ہو اور سستی دلاوے سوم یہ کہ حکم اترنے کے وقت قلب ساکن رہے یعنے کوئی حکم الہی اسکے دل پر
گران نہو ہر حکم کے وقت طمانینت و سکون سے رہے۔ واضح ہو کہ یہ آیت قصاص نظر برغبت حیات صرف نفوس امارہ کے لیے مانع
ہو جو ناحق قتل کرنے مین دلیر ہون پس حیات کا لالچ دلون سے اٹھا دیا کہ وصیت فرض ہو اور موت مفروض تو حیات آخرت کی خواہش
بصدق تقوی چاہیے لہذا آیت وصیت کو نازل فرمایا

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

حکم ہوا تمپر جب حاضر ہو کسیکو تم میں موت اگر کچھ مال چھوڑے یہ کہ دلوا مرے ماں باپ کو اور ناتے والوں کو

بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ

دستور سے ضرور ہو پرہیزگاروں کو

كُتِبَ عَلَيْكُمْ - تمپر فرض کی گئی - إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ - جبکہ تم میں سے کسی کی موت حاضر ہوف یعنے موت کے سامان و آثار ظاہر ہوں اپنے گمان سے اگرچہ پھر نہ مرے إِنْ تَرَكَ خَيْرًا بشرطیکہ خیر چھوڑے ف یعنے مال صالح جو خیرات ثواب کا ذریعہ ہو حاصل اگر جب کبھی موت کے آثار ظاہر ہوں تو بشرطیکہ ترکہ مال بھی چھوڑتا نظر آوے اسپر فرض کیگئی ف الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ وصیت واسطے والدین و اقرباؤں کے بطور معروف ف یا بطور کہ تہائی سے زائد میں وصیت نہ کرے بلکہ صرف تہائی تک ہو اور کسی تونگر کے سخر دیکھی وصیت نہو کہ اسکے لیے زیادہ حصہ دے یا مراد یہ کہ جیسا اسوقت دستور ہو اسکے موافق معروف ہو کیونکہ آیت میراث آئندہ نازل ہوئی ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ یہ وصیت کرنا حق لازم کردیا گیا متقیوں پر ف کیونکہ جسنے شرک سے توبہ کی وہ متقی ہوا تو مسلمان ہی پر فرض ہے - اسی سے نکلتا ہے کہ مشرکوں پر پہلے ایمان ہے پھر جب ایمان لائے تو وہ مسلمان ہو گئے اب پر احکام ہیں اور یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہے سیوطیؒ نے کہا کہ وصیت کا فرض ہونا آیت میراث سے منسوخ ہو گیا یعنے قولہ تعالےٰ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ الْآية - اور ترمذیؒ نے حدیث روایت کی کہ وارث کے لیے وصیت نہیں ہے وقال ترمذی) ملن باپ اور بعضے اقربا بسبب وارث قرار پائے ہیں - اس آیت میں دو مقام ہیں اول باعتبار ترکیب نظم کے اور دوم باعتبار معنی دفعہ آیت کے بیان اول یہ ہو کہ کتب بیان بمعنی فرض ہو اور یہ فعل مجہول ہو اور مفعول مالم یسم فاعلہ اسکا الوصیۃ ہے اور کتب بصیغہ نہیں فرمایا کہ فعل اور الوصیۃ کے درمیان فصل ہو یا الوصیۃ بمعنے الایصا ہے یعنے وصیت کرنا اور یہی تاویل مذکر بیان اولیٰ ہو کیونکہ آگے فرمایا فمن بدلہ اور ضمیر مذکر اسکی طرف راجع ہے جب ایسا ہے ہو تو وہ ایجاب بمقتضائے کتاب تمپر متوجہ ہوگا پس اس تعبیر میں اشارہ ہو کہ وہ ازل میں مکتوب ہو ا ہے مفسر سیوطیؒ نے اذا کو الوصیۃ مذکورہ سے متعلق کیا اور اسکو اسمیں عامل قرار دیا اور محققین کے نزدیک جب مصدر کا معمول ظرف ہو تو مصدر پر اسکا مقدم ہونا روا ہے اور اگر اذا شرطیہ ہو تو قول الوصیۃ اسکے جواب پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ اذا اور ان دونوں شرطیہ چونکہ مستدعی جواب تھے لہذا الوصیۃ کو مؤخر کرکے ان دونوں کے جواب سے استغنا کیا گیا کیونکہ الوصیۃ جواب ہوا لیکن چونکہ الوصیۃ جواب اذا ہو پس ان کا جواب محذوف ہے - مقام دوم یعنے کلام اسکے معنے میں پس جاننا چاہیے کہ کتب علیکم یعنے فرض علیکم ہو جیسے کتب علیکم القصاص میں ہے اور بعض نے کہا کہ یعنے مستحب ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا ہر دو قول میں سے اصح یہ ہے کہ یہ حکم واجب تھا اور حضور موت سے مراد بیان موت کے اسباب علامات ظاہر ہونا مانند خوفناک بیماریوں وغیرہ کے اور یہ مراد نہیں کہ موت کے معائنہ کے وقت کیونکہ اسوقت تو وہ وصیت کرنے سے عاجز ہوگا اور قولہ ان ترک خیرا ای مالا یعنے خیر کی تفسیر مال سے کیگئی یعنے مال چھوڑا اور یہ قول ابن عباسؓ کا ہے اور یہی مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر و ابو العالیہ و عطیۃ العوفی و ضحاک و سدی و ربیع بن انس و مقاتل و قتادہ وغیرہم سے مروی ہے کما ذکرہ ابن کثیرؒ پھر علماء میں اختلاف ہے کہ مقدار کس قدر مال کی کیا ہے بعض نے واجب ہے پس زہریؒ سے روایت ہے کہ خیر ہر مال قلیل و کثیر کو کہتے ہیں پس ہر ایک میں وصیت واجب ہے اور اکثروں کا قول یہ ہے کہ خیر کا اطلاق مال کثیر ہی پر ہے پس قلیل میں وصیت واجب نہ ہوگی پھر اسمیں اختلاف ہے کہ کثیر کس مقدار سے ہے بعض نے کہا جو سات سو دینار سے زائد ہو اور بعض نے کہا ہزار دینار ہو اور بعض نے کہا جو پانچ سو دینار سے زائد ہو اور بعض نے کہا کہ ساٹھ دینار ہو اور جو زائد مال کثیر ہے اور بعض نے کہا کہ پانچ سو سے ہزار تک اور بعض نے کہا جو عیال پر بعد فضل وہ کثیر ہو کہذا قیل شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علمائے سلف میں سے بعض نے کہا کہ وصیت فضل بطریق کے مشروع ہے خواہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو اور اکثر کہتے

والون نے کہا کہ وصیت جب ہی ہو کہ جب مال جلیل چھوڑا ہو پھر مال کثیر کی مقدار مین اختلاف ہوا چنانچہ ابن ابی حاتم نے عروۃ ابن الزبیر سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا گیا کہ قریش مین سے ایک شخص مرگیا اور اسنے تین سو یا چار سو دینار چھوڑے مگر کچھ وصیت نہین کر گیا تو فرمایا کہ اسمین کچھ نہین اور اللہ تعالے نے تو یہ فرمایا ان ترک خیرا یعنے اسمین کوئی گناہ نہین ہوا کیونکہ اللہ تعالے نے تو وصیت اسوقت واجب کی کہ جب مال کثیر چھوڑا ہو - اور نیز ابن ابی حاتم نے عروۃ ابن الزبیر سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میری قوم مین سے ایک شخص کے پاس اسکی عیادت کو تشریف لے گئے پس اس شخص سے کہا گیا کہ تو وصیت کر پس حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ اللہ تعالے نے تو یہی فرمایا - ان ترک خیرا الوصیۃ اور تونے تو کچھ خفیف سا مال چھوڑا ہو پس اسکو اپنی اولاد کے واسطے رہنے دے - اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ان ترک خیرا مین کہا کہ جسنے ساٹھ دینار نہ چھوڑے اسنے خیر نہین چھوڑا یعنے اتنا مال نہین چھوڑا جسکو خیر کہین اور حاکم نے کہا کہ طاؤس نے فرمایا کہ اسنے خیر نہین چھوڑا جسنے اسّی دینار نہین چھوڑے اور قتادہ نے کہا کہ کہا جاتا تھا کہ خیر ہزار اور اس سے اوپر ہو مین کہتا ہون کہ حاصل معنی یہ ہوے کہ واجب کیا گیا تمپر وصیت کرنا جبکہ تم مین سے کسی پر موت کے اسباب ظاہر ہون بشرطیکہ اسنے مال کثیر چھوڑا ہو اے حالت یہ ہو کہ مرجانے پر مال کثیر چھوڑے تو اسپر واجب ہو وصیت کرنا واسطے والدین واقربین کے بطور معروف اور وصیت در اصل کسی شی کا حکم کرنا حیات مین خواہ بعد موت کے اور یہان مراد اس سے موت کے بعد کسی شے کا حکم کرنا اور اسمین اختلاف ہو کہ وصیت کرنا واجب ہو یا غیر واجب ولیکن اسمین سب کا اتفاق ہو کہ اگر اسپر قرضہ ہو یا کسی کی ودیعت اسکے پاس ہو یا مانند اسکے تو ادائے قرضہ و ودیعت وغیرہ حق غیر کی وصیت کردے کہ فلان کا اسکا قرضہ ادا دیا جاوے اور ودیعت پھیری جاوے اور وہ فلان فلان مال مین ہو حتی کہ مجہول چھوڑ مرنے مین ضامن ہو جائیگا اور ہمنے پہلے شیخ ابن کثیر سے نقل کیا کہ ہر دو قول مین سے اصح یہ ہو کہ وہ واجب ہو اور ظاہر سیاق اسکے واسطے شاہد ہو جیسے ظاہر لفظ کتب علیکم شاہد ہو لیکن آئندہ غیر واجب لکھا - اور اسمین اختلاف ہو کہ یہ آیت محکم ہو یا منسوخ ہو اور یہی کہ مدار اس امر کا ہو کہ وصیت واجب ہو یا مستحب ہو جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا پس ایک جماعت اس طرف گئی ہین کہ یہ محکم ہو اور کہتے ہین کہ یہ اگرچہ عام دیگر یعنے اسکے خاص ہین اور والدین سے مراد وہ ہین جو وارث نہین ہوتے مثل والدین کافرین کے اور جو حالت رقیت مین ہین یعنے کسی کے مملوک ہین اور اقربین سے سوائے وارثون کے باقی لوگ ناتے دار مراد ہین اور ابن المنذر نے کہا کہ اجماع کیا ان سب عالمون نے جنسے دین مین قول حفظ رکھا جاتا ہو وصیت ان والدین کے واسطے جو کہ میراث نہین پاتے اور ان اقربا کے واسطے جو وارث نہین ہوتے ہین مشروع ہو اور بہت سے اہل علم نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہو آیۃ مواریث سے اور اس حدیث سے کہ لا وصیۃ لوارث رواہ الترمذی اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ آیت میراث اسکی معارض نہین ہو کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وارثون کو ترکہ مین سے اسقدر سہام مفروضہ بعد وصیت کے ملین گے پس اس سے استحقاق کی نفی نہین ہوتی جو وصیت سے انکے واسطے ثابت ہوے ہون بیضاویؒ نے کہا بلکہ آیۃ میراث اس وصیت کی مزید تاکید کرتی ہو کیونکہ وہ دلالت کرتی ہو کہ وصیت مطلقاً میراث پر مقدم ہو پھر کہا کہ اور حدیث مذکور منجملہ احاد کے ہو اور اگر امت نے اسکو قبول کر کے لیا ہو تو اس سے وہ متواتر مین ملحق نہوگی یعنے یہ آیت وصیت تو قطعی ہو اور حدیث مذکور احاد سے ظنی ہو پس اس سے قطع کا نسخ نہین ہو سکتا اور اگر کوئی کہے کہ امت نے اسکو قبول کیا ہے اسکا جواب دیدیا کہ امت کے قبول کرنے سے وہ متواتر تو ہو ہی نہین سکتی متواتر سے ملحق بھی نہین ہو سکتی تاکہ قطعی کے قریب ہو کر ناسخ ہو سکے اور بیضاوی رحمہ اللہ نے منہیہ مین کہا کہ جو شخص نسخ کا قائل ہو اسکے نزدیک تعارض کی وجہ یون ہو کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ جس شخص پر موت کے اسباب ظاہر ہون اسپر واجب ہو کہ والدین اور ناتے وارون کے حصے معین کرے پس حصص کا معین کرنا اللہ تعالے نے بندون کے سپرد کر دیا تھا پھر آیۃ میراث مین اللہ تعالے نے جب حصص خود معین کر دیے تو وہ تفویض جاتی رہی پس یہ نسخ ہوگا

اسواسطے کہ ایک حکم شرعی کی انتہا پہلے کسی حکم سے ظاہر کرنا بھی نسخ ہو انتہی وقال غیرہ اسکی نظیر یہ ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کام کا وکیل کیا پھر خود اس کام کا متولی ہوا اور خود ہی کیا تو اس سے حکم وکالت کا منتہی ہو جائیگا اور وکالت ساقط ہو جائیگی قال المترجم نسخ اسکا آیت مواریث سے نصاً بقول ابن عباسؓ وغیرہ ثابت ہوا جیساکہ عنقریب ظاہر ہوگا اور حدیث مذکور کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہو اور ابو داؤد نے ابو امامہ سے روایت کیا اور راسمین ہو کہ مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حجۃ الوداع مین فرماتے تھے اور عمرو بن خارجہؓ سے ترمذی ونسائی نے روایت کی اور حضرت انسؓ سے ابن ماجہ نے روایت کی اور جابرؓ اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے دارقطنی نے روایت کی اور بعض ائمہ نے اسکی صحت کی تصریح کی اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ متن متواتر ہو اور صاحب کشف نے کہا کہ ظہور عمل مین یہ متواتر کی قوت مین ہے پس ظاہر ہوا کہ بیضاوی نے جو اس حدیث سے نسخ جائز ہونے مین کلام کیا ہو وہ فاسد ہو قال الشیخ الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ - یہ آیہ کریمہ والدین واقربین کے لیے امر بوصیت کو مشتمل ہو اور یہ وصیت دو قولون مین سے اصح قول کے موافق آیۂ میراث اُترنے سے پہلے واجب تھی پھر جب آیہ مواریث اُتری تو یہ وصیت منسوخ ہو گئی اور جو حصص میراث مقدر ہوے ہین وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ ہو گئے کہ اسکو وہ لوگ حتماً بدون وصیت کے اور بدون احسان موصی کے لینگے اسی واسطے اس حدیث مین آیا جو سنن وغیرہ مین عمرو بن خارجہ سے روایت ہو کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درحالیکہ آپ خطبہ پڑھتے تھے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہر حقدار کو اسکا حق پس نہین وصیت ہو واسطے کسی وارث کے اور امام احمد نے ابن سیرین سے روایت کی حضرت ابن عباسؓ بیٹھے پھر پڑھی سورۂ بقر یہانتک کہ پہونچے اس آیت پر ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین پس فرمایا کہ منسوخ ہو گئی یہ آیت اور ایساہی سعید بن منصور نے اسکو روایت کیا ہو اور حاکم نے اسکو مستدرک مین روایت کر کے کہا کہ بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہو - اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے فی قولہ الوصیۃ للوالدین والاقربین مین روایت کی کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ پہلے یہ تھا کہ والدین کے ساتھ کوئی اور وارث نہین ہوتا تھا مگر اقربین بطور وصیت کے پس اللہ تعالیٰ نے میراث کی آیت اُتاری پس والدین کی میراث بیان کر دی اور برقرار رکھا اقربین کی وصیت کو تہائی مال میت سے قال المترجم ابن عباسؓ سے تفسیری روایات من طریق علی بن ابی طلحہ اثبت ہو اور بخاریؒ نے اسی پر اعتماد کیا - پھر ابن کثیرؒ نے ذکر کیا اور ابن ابی حاتم نے من طریق عطاء الخراسانی عن ابن عباس روایت کی کہ قولہ الوصیۃ للوالدین والاقربین مین کہا کہ اس آیت کو منسوخ کیا اس آیت نے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عمرؓ و ابو موسیٰ و سعید بن المسیب وحسن بصری ومجاہد وعطاء وسعید بن جبیر ومحمد بن سیرین وعکرمہ وزید بن اسلم وربیع بن انس وقتادہ وسدی ومقاتل بن حیان وطاؤس وابراہیم النخعی وشریح وضحاک وزہری سے روایت ہو کہ ان بزرگون نے فرمایا کہ آیہ وصیت کی منسوخ ہو اسکو نسخ کیا ہو آیہ میراث نے قال المترجم یہ جاننا چاہیے کہ علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس سے ظاہر ہوا کہ آیہ میراث نے والدین کا حصہ مفروض کر دیا اور اقربین کے حق مین وصیت بحال خود باقی رہی پس ہماری اصطلاح متاخر کے موافق آیہ میراث اسکی مفسر یا مخصص بعض افراد ہوئی ناسخ نہین ہوئی مگر سلف کبھی ایسی صورت مین بھی نسخ کا اطلاق کرتے ہین پس روایت ابن سیرین از ابن عباسؓ اور روایت علی بن ابی طلحہ از ابن عباس مین معنی دونون متفق ہین پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ امام فخر الدین رازی سے تعجب ہو کہ کیونکر انہون نے اپنی تفسیر کبیر مین ابو مسلم اصفہانی سے نقل کیا کہ یہ آیت منسوخ نہین ہو بلکہ آیہ میراث اسکے واسطے تفسیر واقع ہوئی ہو اور معنی یہ ہین کہ کتب علیکم ما اوصی اللہ من توریث الوالدین والاقربین من قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم - اور کہا کہ یہی قول اکثر مفسرین وفقہاے معتبرین کا ہو اقول یہ واقعی عجیب بلکہ غلط ہو کیونکہ اسطرح تفسیر آیت میراث سے کسی دو ایک کا قول ہو اور وہ درحقیقت بیان وصیت ہو

جیسا کہ بیضاوی کے کلام سے واضح ہو پھر شیخ رازیؒ نے کہا کہ انہین سے بعض علماے رہ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہو ان لوگون کے حق مین جو وارث ہوتے ہین اور ثابت ہو ان لوگون کے حق مین جو وارث نہین ہوتے ہین اور یہ مذہب ابن عباس و حسن و مسروق و طاؤس و ضحاک و مسلم بن یسار و علاء بن زیاد کا ہو۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا اور مین کہتا ہون کہ یہی قول سعید بن جبیر و ربیع بن انس و قتادہ و مقاتل کا ہو و لیکن ان لوگون کے قول پر اسکو ہماری اصطلاح متاخرین مین نسخ نہین کہینگے اسواسطے کہ یہ آیہ مواریث نے فقط بعض اُن افراد کے حکم کو جنپر عموم آیہ وصایہ دال تھی رفع کیا ہو اسواسطے کہ اقربین تو اُن سب کو شامل ہو جو وارث نہین ہوتے ہین اور جو وارث ہوتے ہین پس آیہ میراث نے انمین بعض کا حکم رفع کیا جو اقربین مین سے بعینہٖ وارث ہوتے ہین اور جو نہین وارث ہوتے ہین انکے حق مین وصایت کا حکم ویسا ہی باقی رہا جیسا تھا پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ بات تو انمین بعض کے قول پر حاصل ہوسکتی ہو جو کہتے ہین کہ وصایت کا حکم ابتداے اسلام مین مستحب تھا یہانتک کہ وہ منسوخ ہوئی یعنے اس قول پر کہا جاسکتا ہو کہ آیہ میراث سے وارث ہونے والون کے حق مین منسوخ ہوئی اور غیر وارثون کے حق مین مستحب باقی رہی اور رہا جو لوگ کہتے ہین کہ وصایت کا حکم واجب تھا اور یہی سیاق آیت سے بھی ظاہر ہو تو انکے قول پر یہی متعین ہو گا کہ آیہ وصایت آیہ میراث سے منسوخ ہوگئی جیسا کہ اکثر مفسرین و فقہاے معتبرین نے فرمایا ہو اسواسطے کہ والدین اور اقربین کے واسطے جو وارث ہوتے ہین وصیت کا واجب ہونا تو بالاجماع منسوخ ہو بلکہ ممنوع ہو جیسا کہ حدیث متقدم سے ثابت ہو کہ اللہ تعالے نے عطا کیا ہر حقدار کو حق اسکا پس نہین وصیت ہو واسطے کسی وارث کے پس ثابت ہوا کہ آیۃ المیراث ایک حکم مستقل ہو اور اللہ تعالے کی طرف سے اہل فروض و عصبات کے واسطے وجوب ہو جس سے اس وصایت کا حکم بالکل رفع ہوگیا اور باقی رہے وہ اقربین جنکے واسطے میراث نہین ہو تو اُنکے لیے مستحب ہے کہ تہائی مال سے وصیت کردے جیسا کہ آیت سے بھی نکلتا ہے اور بدلیل اس حدیث کے جو صحیحین مین ابن عمرؓ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ماحق امرء مسلم لہ شئی یوصی فیہ یبیت لیلتین الا و وصیتہ مکتوبۃ عندہ۔ یعنے جس مسلم کے پاس ایسی کوئی چیز ہو جسمین وصیت کریگا تو اسکو سزاوار نہین کہ دو رات گذارے مگر اس حالت سے کہ اسکی وصیت اسکے پاس لکھی ہوئی ہو۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب سے مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تب سے مجھپر کوئی رات نہین گذری مگر اس حال مین کہ میری وصیت میرے پاس تھی "مترجم کہتا ہو کہ حدیث مین "کوئی چیز جسمین وصیت کریگا" یہ کلمہ جامع ہو کہ ودیعت و امانت وغیرہ کل کی وصیت لکھ رکھے اور معذور نہو۔ پھر اقارب کے ساتھ نکوئی و احسان کرنے مین حدیثین و آیات بہت ہین۔ قولہ بالمعروف۔ اللہ تعالے نے یہان مقدار نہین فرمائی کہ کس مقدار سے وصیت کرے بلکہ میت کی رائے پر مفوض رکھا پھر جب آیہ میراث مین خود حصص مقرر و مقدر فرمادیے تو اب یہ وصیت غیر وارثون کے حق مین مستحب ہی پس پھر اتفاق ہو کہ میت کو تہائی مال سے زائد مین وصیت کا اختیار نہین ہو اب رہا تہائی مال سو اسمین بھی اتفاق ہو کہ اگر کل تہائی کی وصیت کردی تو جائز ہو ولیکن مستحب یہ ہو کہ اس سے کم ہو بدلیل اس حدیث کے جو صحیحین مین ثابت ہوئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ابی وقاص کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس حدیث مین ہو کہ سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس مال بہت ہو اور وارث میرا کوئی نہین ہے سواے میری ایک دختر کے سو بھلا مین دو تہائی مال کی وصیت کردون آپنے فرمایا کہ نہین پھر عرض کیا کہ نصف مال کی وصیت کردون فرمایا کہ نہین پھر عرض کیا کہ تہائی مال کی وصیت کردون فرمایا کہ تہائی خیر اور تہائی بہت ہو کیونکہ تو اگر اپنے وارثون کو تونگر چھوڑ جاوے تو اس سے بہتر ہو کہ تو انکو محتاج چھوڑے کہ وہ لوگون کے سامنے ہاتھ پھیلاوین اور تو نہین خرچ کریگا کوئی نفقہ جس سے تو ثواب و رضاے حق چاہتا ہو مگر کہ تجھکو اسمین ثواب و اجر دیا جائیگا یہانتک کہ جو تو اپنی جورو کے منہ مین دیگا اسمین بھی ثواب ہو اخرجہ مالک وغیرہ و بعض اصحاب السنن ایضا اور صحیح بخاری مین ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ اگر لوگ تہائی سے کمی کرکے چوتہائی پر آتے تو بہتر تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تہائی خیر اور تہائی بہت ہو اور حضرت علیؓ سے مروی ہو کہ فرمایا کہ اگر پانچوین حصہ کی وصیت کرون تو میرے نزدیک زیادہ پسند ہو چوتہائی کی وصیت کرنے سے اور اگر چوتہائی کی وصیت کرون تو میرے نزدیک تہائی کی وصیت سے زیادہ پسند

اور جسنے تہائی کی وصیت کردی اسنے کچھ باقی نہ چھوڑا اور بعض نے کہا کہ چھٹے حصہ یا پانچوین حصہ یا چوتہائی کی وصیت کرے اور بالمعروف کا لفظ شامل ہے
کہ مقدار شرع اور حد شرع سب کو لحاظ رکھے چنانچہ ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے روایت کی کہ معروف یہ ہے کہ ظلم نہ ہو سے مفسر سیوطی رحمہ نے کہا
کہ تہائی سے نہ بڑھاوے اور غنی کو تفضیل نہ دے اور ہمارے نزدیک اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو تہائی سے جسقدر زائد ہے اسمین روا نہوگی اگر
وارثون نے اجازت نہ دی فافہم پس آیت وصیت کا حاصل یہ ہوا کہ سابق مین دینی برادری پر مہاجرین و انصار باہم وارث ہوتے اور اقربا نہین پاتے
تھے چنانچہ ابوداؤد کی حدیث زبیر بن العوام مین مصرح ہے تو اسوقت اللہ تعالے نے آیت وصیت سے والدین و اقربا کے لیے وصیت کا حکم دیا پھر آیت میراث
نازل ہوکر سوالات منسوخ ہوئی اور یہ وصیت بھی منسوخ ہوگئی لیکن جمہور علماء رحمہ کے نزدیک غیر وارثون کے حق مین تہائی سے کم وصیت مستحب ہے
جیسے میت کو کار خیر کے لئے وصیت کرنے کا اختیار ہے اور تہائی تک جائز ہے۔ واضح ہو۔ کہ موصی وصیت کرنے والا اور موصی بتشدید صاد بھی کہتے ہین اور
یہی حمزہ و کسائی کی قرارت ہے جنکے لیے وصیت ہو انکو موصی لہم۔ اور جس شخص کو اپنا قائم مقام کیا وہ وصی کہلاتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ میت جب مرگیا تو
کیا معلوم کہ جنھون نے وصیت سُنی تھی نہ کیا کرین پس اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا بقولہ تعالی

فَمَنۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؕ فَمَنْ خَافَ

پھر جو کوئی اسکو بدلے بعد اسکے کہ سن چکا تو اسکا گناہ انھین پر جنھون نے اسکو بدلا۔ بیشک اللہ ہے سنتا جانتا پھر جو کوئی ڈرا

مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع ۲۲

دلوانے والے کی طرفداری سے یا گناہ سے پھر انمین صلح کرادے تو اسپر گناہ نہین البتہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

جب وصیت کرنے والا ٹھیک وصیت کرکے مرا یا اسنے وصیت کو بطور معروف نہ کیا پھر دیکھا جاوے کہ سننے والون نے ٹھیک وصیت کو بدل
ڈالا یا سنکر وصیت کو ٹھیک کیا تو فرمایا۔ فَمَنۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ
پھر جسنے بعد سننے کے ایصاء کو بدل ڈالا تو یہ گناہ انھین پر ہے جو ایصاء کو بدلتے ہین اللہ تعالے سمیع علیم ہے یعنی موصی کا قول سنتا ہے اور بدلنے والون کو
بھی جانتا ہے تو وہ سزا دیگا خواہ گواہ نے بدلا ہو یا جسکو وصی مقرر کرگیا۔ وصیت سننے سے مراد یہ کہ جان چکا ہو حتی کہ زید نے مرتے دم بکر کو اپنا وصی مقرر کیا اور
وہ حاضر نہین ہے تو جب لوگون نے اسکو خبر دی تو وہ قبول کرنے پر وصی ہو جائیگا۔ یہ اسوقت کہ موصی نے معروف وصیت کی تھی فَمَنْ خَافَ مِنْ
مُّوْصٍ جَنَفًا پھر جسنے موصی کیطرف سے خوف کیا جنف کا یعنی نادانی سے حق سے منحرف ہونیکا۔ اَوْ اِثْمًا۔ یا گناہ کا یعنی مثلاً وہ عمداً ظلم کرتا ہو
فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ پس اسنے ان لوگون مین اصلاح کردی تو اسپر گناہ نہین ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
اللہ تعالے غفور رحیم ہے یعنی اللہ تعالے نیک نیتون کا گناہ عفو فرماتا ہے کیونکہ موصی نے مثلاً تہائی سے زائد کیا یا کسی تونگر وغیرہ کی جانب زیادتی کی تو
اس شخص وصی وغیرہ نے اصلاح کردی کہ عدل کا حکم دیا اور بعد مین وارثون کے حق تلفی نہ کی تو کار خیر کیا کہ اسپر رحمت و مغفرت پاویگا۔ حاصل یہ کہ
جب موصی کی طرف سے عمداً یا نادانی سے وصیت مین ظلم کا خوف ہو پس وصی یا گواہ نے اصلاح کردی بعد جاننے کے تو اسپر گناہ نہین ہے ورنہ وصیت کا
بدلنا حرام ہے۔ اور بدلنے والا عام ہے کہ شاہد یعنے وصیت کے وقت جو گواہ کردیے تھے انمین سے کوئی گواہ ہو یا وصی ہو اور جاننا چاہیے کہ اگر لکھدیا تو تحریر بھی کافی ہونا
کی گواہی پر تصدیق کیجائیگی۔ اور بعد ما سمعہ مین ما مصدریہ ہے اور یہی اوجہ ہے اور مفسر سیوطی رحمہ نے سمعہ کی تفسیر یعنے علم کی تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ وصی کی اسماع
صحیح ہونا اسپر موقوف نہین کہ وہ موصی کی زبان سے سنے بلکہ اسکو علم ہو جانا کافی ہے ولیکن قبول شرط ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے غائب کو وصیت کردی اور مرگیا
پھر غائب کو جب علم ہوا اور اسنے قبول کرلیا تو وصی ہو جائیگا اور اگر نہ قبول کیا تو اسکو اختیار ہے جتنی کہ قاضی کسی دوسرے مسلمین کو وصی مقرر کرے گا

پھر موصی اپنی نیت و وصیت و عدل کے موافق ثواب پاویگا۔ تبدیل مین اسکا کچھ گناہ نہین بلکہ گناہ ہو تو انھین لوگون کا جنھون نے تبدیل کیا بس یہ وعید ہر اُس شخص کے لیے جسنے وصیت حق کو جسمین کچھ ظلم و مضرت و گناہ نہین ہو تبدیل کر دیا ہی ابن عباسؓ وغیرہم جماعت سے مروی ہو قرطبیؒ نے فرمایا کہ اسمین کچھ خلاف نہین کہ اگر اسنے سور و شراب وغیرہ کے مانند کسی چیز کی وصیت کی یا کسی گناہ کے کام کی وصیت کی تو اس وصیت کا بجالانا نہین جائز ہو جیسے کہ تہائی سے زائد کی وصیت پوری کرنا نہین جائز ہو۔ قولہ جنفا او اثما۔ ابن عباس و ابو العالیہ و مجاہد و ضحاک و ربیع بن انس و سدی نے فرمایا کہ جنف یعنی خطا ہوا ے چوک جانا اور یہ شامل ہو سب طرح کی خطا کو مثلاً وہ خطا سے کسی وارث کے حصہ مین بواسطہ یا وسیلہ زیادہ کر گیا جیسے کسی چیز کے کسی وارث کے ہاتھ اسکی قیمت سے کم داموں پر بیچنے کو کہدیا یا اپنی دختر کے بیٹے کے واسطے وصیت کر دی تاکہ دختر کے حصہ مین زیادہ پہونچے یا یسی شفقت کے جبر سے بلا تکلف اثنے ایسا کیا یا اسنے عمداً اسمین گناہ کا قصد کیا۔ قولہ فاصلح بینہم۔ واضح ہو کہ فمن خاف یعنی من علم ہی اسوجہ سے کہ خوف کسی فعل کا بعد علم اس بات کے ہوتا ہو کہ یہ چیز قابل خوف ہو پس معنی یہ ہوے کہ جسنے جانا کہ موصی جنف یا اثم کریگا پس اصلاح کر دی درمیان انکے سیوطیؒ نے کہا یعنی درمیان موصی و موصی لہم کے اور بیضاوی نے موصی الیہم کی طرف راجع کی اے درمیان والدین و اہل قرابت کے اور اصلاح یہ کہ جنف و اثم کو رد کرکے شرع کے موافق ہر ایک کا حق ادا کر دیا اور یہی تفسیر ابن کثیرؒ سے ظاہر ہو چنانچہ فرمایا کہ پس وصی کو ایسی حالت مین سزاوار ہو کہ قضیہ کی اصلاح کر دے اور وصیت کو وجہ شرعی کی طرف پھیر دے تاکہ مقصود موصی و حق شرعی مین اتفاق ہو اور ایسی اصلاح و توفیق کچھ تبدیل نہین ہو اسیواسطے صریح فرمایا فلا اثم علیہ بالکل گناہ کی نفی کر دی۔ اگر کہا جاوے کہ گناہ تو بالکل ہی نہ تھا پھر کیا نکتہ ہو کہ ان اللہ غفور رحیم۔ فرمایا تو جواب یہ ہو کہ ذکر اثم کی مطابقت کیواسطے غفور ذکر فرمایا اور اس جہت سے کہ یہ تبدیل اگرچہ گناہ سے بالکل خالی ہو مگر چونکہ جنس تبدیل سے ہو جس سے گنہگار ہوتا ہو لہذا غفور ذکر فرمایا ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ وصیت مین جنف کرنا کبیرہ گناہون مین سے ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے مین نظر ہو یعنے ابن عباس کا قول ظاہر ہوتا ہو پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ احسن جو اس باب مین وارد ہوئی روایت عبد الرزاق کی ہو کہ کہا حدثنا معمر عن اشعث بن عبد اللہ عن شہر بن حوشب عن ابی ہریرة کہا ابو ہریرہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کام کرتا ہو نیکو کے ستر برس پھر جب وصیت کرتا ہو تو اپنی وصیت مین ظلم و جور کرتا ہو پس اسکا خاتمہ بدکارون کے کام پر ہوتا ہو پس دوزخ مین داخل ہوتا ہو اور آدمی کام کرتا ہو بدکارون کے ستر برس پھر جب وصیت کرتا ہو تو اپنی وصیت مین عدل کرتا ہو پس اسکا خاتمہ نیک کام پر کیا جاتا ہو پس جنت مین داخل ہوتا ہو کہا ابو ہریرہؓ نے کہ پڑھو تم اگر چاہے قولہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوہا الآیة۔ (و قد رواہ الترمذی و ابو داؤد نحوہ) اور واضح ہو کہ جنف و اثم جو وصیت وغیرہ مین سرزد ہوتا ہو تو منغضلے جسم کے اثر سے ہو جو اکثر روزہ رکھنے سے مٹ جاتا ہو اور روزہ کی نظیر فرض کو اللہ تعالے نے بیان فرمایا قولہ تعالے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا

اے ایمان والو حکم ہوا تم پر روزے کا جیسے حکم ہوا تھا تم سے پہلے اگلون پر شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ گنتی دن ہین

مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ

گنتی کے پھر جو کوئی تم مین بیمار ہو یا سفر مین ہو تو گنتی چاہیے اور دنون سے اور جنکو طاقت ہو تو بدلا چاہیے

طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

ایک فقیر کا کھانا پھر جو کوئی شوق سے کرے تو اسکو بہتر ہے اور روزہ رکھو تو تمہارا بھلا ہو اگر تم سمجھ رکھتے ہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ اے ایمان والو تمپر صیام لکھا گیا یعنے فرض کیا گیا۔ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ

قَبْلِكُمْ - جیسے ان لوگون پر فرض کیا گیا تھا جو تسے پہلے تھے ف مانند یہود و نصاریٰ کے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ - تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو ف اگرچہ یہود
و نصاریٰ کو حرص دنیا نے تباہ کیا جیسے انھون نے روزہ کا تقویٰ چھوڑا لیکن دستور الٰہی اس سے معلوم ہو چکا کہ برابر چلا آتا ہو - پس تمپر بھی بدستور یہ طاعت
آسان ہوگی - جتی کہ فرمایا - اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ - گنتی کے چند ایام ہین ف تو آسان سمجھو یہ تندرستی و وطن مین ہی فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ - پھر جو کوئی تم مین سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو ایام دیگر سے شمار ہی ف یعنے ماہ صوم کے آنے پر جو شخص مریض
ہو یا وہ ایسے سفر مین ہو جسمین نماز قصر ہوتی ہو اور روزہ رکھنے سے مشقت ہو تو اسوقت افطار کرلے اور واجب ہو شمار قضا دیگر ایام سے - ہذا قول الشافعیؒ
اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک سفر خود مشقت ہو پس روزہ نہ رکھنا جائز ہو لیکن اگر رکھ لیا تو ادا ہو گیا - ورنہ جب تندرست ہو یا وطن مین آوے تو بقدر ایام کے قضا
کرنا واجب ہو - وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ - اور جو لوگ طاقت رکھتے ہین انپر فدیہ طعام مسکین ہو ف سیوطیؒ نے کہا
یعنے جو لوگ طاقت نہین رکھتے ہین انپر ایک مسکین کا طعام فدیہ ہو خواہ مرض مہلک سے یا بڑھاپے سے طاقت نہو - یطیقون بمعنے لا یطیقون ہو - دوسرون
نے کہا اطاق بطیق بمعنے زوال طاقت ہو تو بدون لا کے یہی معنی نکل آئے پس روزہ فرض ٹھہرا یا فدیہ فرض ٹھہرا اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ جو لوگ طاقت رکھتے ہین
وہ مختار ہین کہ افطار کرین تو واجب ہو کہ طعام مسکین فدیہ دین - وعلیٰ ہذا فرض کے یہ معنے کہ روزہ یا اسکا عوض طعام کوئی فرض ہو بدلیل قولہ تعالیٰ فَمَنْ تَطَوَّعَ
خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ - پھر جو کوئی اپنے شوق سے نیکی کرے تو اسکے لیے بہتر ہو ف مثلاً طعام مسکین سے زیادہ فدیہ دے کیونکہ اسوقت اہل اسلام کو سوائے مدینہ
کے کہین مفر نہ تھا جو لوگ ہجرت کرکے آتے انکے طعام کی خبر گیری نہایت بہتر کام تھا پھر طعام مسکین ایک یوم کی غذا ہو سیوطیؒ نے کہا کہ ایک مد ہو اور مدارکؒ
مین کہا کہ نصف صاع ہو اور یہی احوط ہو اور تفصیل آیندہ آتی ہو اور بالاتفاق وہ طعام چاہیے جو اکثر اس شہر کی غذا ہو - حاصل یہ کہ باوجود طاقت کے نہ رکھے
تو طعام مسکین واجب ہو اور زیادہ دینا بہتر ہو وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ - اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے حق مین
بہتر ہو اگر تم جانتے ہو ف تو اسکو اختیار کرو - پھر قول اخیر کے موافق آیندہ یہ اختیار منسوخ ہو گیا اور روزہ رکھنا اہل طاقت پر حتمی کر دیا گیا چنانچہ آیندہ آتا ہو
صحیح مین یہ تفسیر مروی ہو - اور ابن عباسؓ نے کہا کہ سوائے حاملہ و دودھ پلائی کے کہ انکو اگر حمل و بچہ پر خوف ہو تو افطار جائز و فدیہ دین اور کہا گیا کہ افطار کرین
مگر قضا کرین (الفوائد) قولہ کتب علیکم - اگر بمعنی فرض ہو تو قول اخیر کے موافق صوم و فدیہ مین مختار رہنا کیونکر صحیح ہوا جواب یہ کہ صوم یا فدیہ فرض رہا
کیونکہ فدیہ بجائے صوم ہو - قولہ علی سفر بیضاوی مین ہو کہ حرف استعلا یعنے علی - استعارہ تمثیلیہ کے طور پر متضمن ہو کہ مسافر کی تشبیہ راکب ہو یعنے جیسے راکب
اپنے جانور پر سوار ہوتا ہو ویسا ہی یہ سفر پر ہو پس یہ مقتضی ہو کہ وقت صوم سے پہلے اسکا حدوث ہو چکا ہو پس اسمین ایما ہو کہ جسنے روزہ کے دن کے
اندر سفر کیا وہ نہین افطار کرتا ہو اور شیخ ابو البقا نے افادہ کیا کہ سفر اس مقام پر ایسا نکرہ ہو کہ اس سے سفر معین مراد ہو یعنے وہ سفر جسکے واسطے شرع
مین مسافت مقدر ہوا ہے وہ مقدار مسافت جس سے نماز کا قصر ہوتا ہو اور اسمین اختلاف مشہور ہو اور فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک زمین کی
مسافت اسقدر ہو کہ اونٹ کے سواری پر اوسط چال سے صبح سے ظہر تک چلکر منزل کر لیا کرے تو تین روز مین پہونچے پس قصر نماز کے واسطے اعتبار
اس مسافت کا ہو اور یہی باطنی مشقت کا قائم مقام ہو چنانچہ اگر ایک روز مین یا دو روز مین تیز سواری پر اتنی دور پہونچ سکتا ہو تو قصر رہتا ہو اور یہی اصح ہو
اور نماز قصر مین ان شاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس مراد سفر سے اسی مقدار مسافت کا سفر ہو قولہ فعدۃ من ایام اخر یعنے بشرط افطار یعنے جسنے مرض یا سفر کی
وجہ سے روزے افطار کیے تو اسپر واجب ہو کہ جتنے عدد روزے افطار کیے ہین اتنے روزے دوسرے دنون سے قضا کرے پس عدۃ مصدر مرفوع کی بسبیل حذف
اور اس سے نکالا گیا کہ یہ واجب ہو پھر امام شافعیؒ کے نزدیک مسافر و مریض کا افطار بشرط مشقت اور ہمارے نزدیک سفر ہی قائم مقام مشقت ہو - ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس آیت
مین اللہ تعالیٰ نے اس امت کے مومنون کو خطاب فرمایا اور حکم دیا کہ صوم رکھین اور صوم کے معنی روک رکھنا اپنے آپ کو طعام و شراب و جماع سے خالص اللہ تعالیٰ کی

فرمانبرداری کی نیت کے ساتھ نہار شرعی کے طلوع سے آفتاب غروب ہونے تک کیونکہ اسمین نفس سے طہارت وتنقیہ ہے اخلاط ردیہ اور اخلاق رذیلہ سے
اور فرمایا کہ جیسے تپر فرض کیا گیا ویسا ہی تسے اگلون پر بھی فرض کیا تھا قال المترجم یعنے آدم علیہ السلام سے تا ایندم انبیا وصالحین سب پر روزہ فرض
تھا تپر اکیلے فرض نہین ہوا بس اسمین تاکید حکم وترغیب فضل وتطییب نفس ہے چنانچہ ابن کثیر نے فرمایا تاکہ لوگ اسکے ادا کرنے مین اس سے زیادہ کوشش
کرین جیسے ان لوگون نے کی تھی چنانچہ دوسری آیت مین ترغیب دی کہ دلکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا ولو شاء الله لجعلکم امة واحدة ولکن لیبلوکم فیما آتاکم
فاستبقوا الخیرات الآیہ یعنے تقوی مین پیش قدمی کرو اسیواسطے یہان فرمایا لعلکم تتقون - پس روزہ خود تقوی وراہ تقوی ہے اسلیئے کہ روزہ رکھنے مین بدن کا
تزکیہ وطہارت ہے اور شیطان کے راستے مسدود ہوتے ہین اسی سے صحیحین مین آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہ
جوانون کے جو تم مین سے دسترسی پاوے وہ نکاح کرے اور جسکو استطاعت نہو تو اسپر روزہ رکھنا واجب ہے کہ یہ اسکے واسطے وجاء ہے اور وجاء
کہتے ہین خصی ہو جانے کو قال المترجم مفسرین نے اسمین اختلاف کیا کہ کما کتب علی الذین من قبلکم سے تشبیہ کس بات مین مراد ہے بعض نے کہا کہ فقط روزہ
فرض ہونے مین اور بعض نے کہا مقدار ووقت مین اے رمضان مہینہ بھر کے روزے - اور بعض نے کہا کہ صفت صوم یعنے کھانا پینا وغیرہ چھوڑنے مین ہے - اور یہی
اظہر ہے پھر اللہ تعالے نے روزے کی مقدار بیان فرمائی اور یہ ظاہر فرمایا کہ وہ ہر روز نہین ہے تاکہ نفوس پر شاق نہ گذرے کہ اسکے اٹھانے سے پست ہو جاوین
بلکہ ایام معدودات ہین اقول ایاما کی تنوین سے تقلیل کی پھر معدودات سے تقلیل کی تاکید کی پس یہ کمال تسہیل نفس کے واسطے ظاہر کر دی پھر یہ ابتدائے
اسلام مین تھا کہ ہر مہینہ سے تین روز صوم مین گذارتے تھے پھر ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے یہ منسوخ ہو گیا جیسا کہ اسکا بیان آتا ہے اور
اگلی امتون پر تین روز ہر مہینے سے روزے مفروض ہونا مروی ہے معاذ بن جبل وابن عباس وابن مسعود وعطاء وقتادہ وضحاک سے اور ضحاک نے کہا کہ
یہ شرع حضرت نوح ؑ سے اسوقت تک کہ صوم رمضان فرض ہوا ہے برابر چلی آئی پھر رمضان سے منسوخ ہوئی اور عباد بن منصور نے حسن بصری سے
اس آیت مین روایت کی کہ ہان واللہ روزہ ہر امت پر جو پہلے گذری ہین فرض کیا گیا جیسا کہ ہمپر فرض کیا گیا وہ ایک مہینہ کامل تھا وایام معدودات
اے عدد معلوم ہے اور سدی سے اسکے مانند مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان
کے روزے اللہ تعالے نے تسے اگلی امتون پر بھی فرض کیے تھے بطویل حدیث مین سے مختصر ہے اور ابو جعفر رازی کی روایت ابن عمر سے یون ہے کہ امم
سابقہ پر روزہ فرض کیا گیا تھا جسے کہ جب انمین سے کسی نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گیا تو اسپر کھانا پینا وجماع کرنا دوسرے روز اسیوقت تک
حرام ہو جاتا تھا ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس وابو العالیہ وعبد الرحمن بن ابی لیلی ومجاہد وسعید بن جبیر ومقاتل بن حیان وربیع بن انس وعطاء
خراسانی سے مانند اسکے مروی ہے - اور عطاء خراسانی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ کما کتب علی الذین من قبلکم سے مراد اہل کتاب ہین
اور شعبی وسدی وعطاء خراسانی سے مثل اسکے مروی ہے قال المترجم ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا کہ بعد ہجرت کے جو سب سے پہلے منسوخ ہوا وہ
امر قبلہ ہے پھر روزہ اور بخاری نے تاریخ مین اور طبرانی نے دغفل بن حنظلہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نصاری پر صوم رمضان
واجب تھا پھر انکا بادشاہ بیمار ہوا تو بولے کہ اگر اللہ تعالے نے اسکو شفا دی تو ہم دس روز بڑھا دینگے پھر انکے ایک بادشاہ نے گوشت کھایا
پس اسکے منہ مین سخت بیماری دردناک ہو گئی تو بولے کہ اگر اللہ تعالے نے اسکو شفا دی تو ہم سات روزے بڑھا دینگے پھر انپر ایک بادشاہ ہوا
پھر بولے کہ ہم ناقص ہائی سے کچھ نہ چھوڑینگے بلکہ اسکو تمام کرینگے اور اپنے روزون کو ربیع مین کرینگے پس یہ پچاس روز ہو گئے - اور بعض سیوطی نے
نے ایام معدودات سے موقت بعدد معلوم یعنے رمضان مراد لیا اور لفظ وسیاق سے یہی اظہر ہے کہ پہلے رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے
ولیکن روایات اسکے واسطے شاہد ہین کہ حتم نہ تھا بلکہ روا تھا کہ روزہ رکھین یا فدیہ دین قال ابن کثیر رح پھر اللہ تعالے نے حکم صیام

بنابر ابتداء اسلام بیان فرمایا۔ فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر۔ یعنے مریض و مسافر حالت مرض و سفر مین روزہ نرکھین کیونکہ اسمین
ان دونون پر مشقت تھی بلکہ افطار کرین اور دوسرے دنون مین قضا کرین بیضاوی نے کہا کہ یہی مذہب ابوہریرۃ اور ظاہریہ علماء کا ہے پھر ابن کثیر نے کہا اور
رہا وہ شخص جو تندرست مقیم تھا اور روزے کی طاقت رکھتا تھا وہ مخیر تھا کہ چاہے روزہ رکھے اور چاہے افطار کرے اور ہر یوم کے عوض مسکین کو کھانا دے
پس اگر اسنے ایک روزے سے زیادہ مقدار مسکین کو دی تو یہ اسکے واسطے بہتر تھا اور اگر روزہ رکھ لیا تو یہ سب سے افضل تھا کما قال تعالے۔ وعلی الذین
یطیقونہ الخ۔ یہ قول ابن مسعود و ابن عباس و مجاہد و طاؤس و مقاتل بن حیان وغیرہم علماء سلف کا ہے پھر طعام مسکین فقہاء عراق کے نزدیک
نصف صاع گیہون سے اور ایک صاع سوائے گیہون کے اور طعام سے اور فقہاء حجاز کے نزدیک ایک مُد ہے اور اول حال مین ان لوگون کو یہ رخصت دی گئی
اسلئے کہ جب وہ روزے کا حکم دیے گئے تو ان پر سخت گذرا کیونکہ وہ اسکے عادی نہ تھے اور کبھی ان کی آزمائش مین نہ آیا تھا پھر منسوخ کیا گیا اور نافع و ابن عامر
کی قرارت بروایت ذکوان فدیہ طعام مساکین یعنے باضافت فدیہ و جمع مساکین ہے اور قراءۃ ابن عامر بروایت ہشام و طعام مساکین بدون اضافت فدیہ
بجانب طعام ہے اور باقیون کی قراءۃ بغیر اضافت اور توحید لفظ مسکین ہے اور بیان دیگر قرارت یطیقونہ یطوقونہ یتطوقونہ یطوقونہ وغیرہ ہین یعنی جہد و مشقت
اور بیضاوی نے بعد ذکر ان قراوات کے فرمایا کہ ان قراتون پر ایک دوسرے معنے کو محتمل ہے اور وہ یہ کہ آیت مین رخصت ہے واسطے اس شخص کے جسکو روزہ
رکھنا تعب و جہد مین ڈالے اور وہ بوڑھے اور بڑھیان ہین چاہین افطار کرین اور فدیہ دیدین پس یہ آیت ثابت ہوگی منسوخ نہ ہوگی اور البتہ قراءۃ مشہورہ
اے یطیقونہ از اطاقت کی بھی یہ تاویل بعض نے بیان کی ہے یعنے یطیقونہ کے معنے یہ ہین کہ یصومونہ جہدہم وطاقتہم۔ یعنے روزے کو ادا کرتے ہین اپنی جہد سے اور
طاقت سے پس اس تاویل پر قراءۃ مشہورہ کے موافق بھی بوڑھون کے لیے رخصت نکلتی ہے اور معنی اس تاویل کا یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ہر ایک کو اسکی
وسع پر تکلیف دی ہے اور وسعت نام ہے کسی شے پر سہولت سے قادر ہونیکا اور طاقت اسم ہے کسی چیز پر مشقت کے ساتھ قادر ہونیکا پس مشقت کی وجہ سے
افطار کی رخصت ملی جیسے مسافر کو ملتی ہے پھر چونکہ یہ زائل ہونے کی امید نہین لہذا فدیہ اسکے بجاے مقرر ہوا بخلاف مسافر کے کہ سفر ختم ہونے پر اسکی مشقت زائل
ہوجائیگی لہذا اسکو قضا کرنیکا حکم ہوا اور بعض نے کہا کہ جائز ہے کہ یطیقونہ جو اطاقت سے باب افعال سے ہے اسکا ہمزہ واسطے سلب کے ہو پس یعنی عدم
طاقت ہوگا۔ اگر کہا جاوے کہ سوائے یطیقونہ از باب افعال کے دیگر قراوات غیر مشہورہ ہین انکے موافق قرارت نہین جائز ہے تو انکے موافق تفسیر کرنا کیونکر
جائز ہوئی تو جواب یہ ہے کہ انکے موافق تفسیر نہین کی گئی بلکہ تفسیر موافق مشہورہ کے ہے ولیکن مشہورہ قراءۃ کی تاویل مین کبھی قراءات غیر مشہورہ سے تائید
لیجاتی ہے واللہ یہ جائز ہے کہ اصح یہ خبر واحد فافہم اور صحیح یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہ حکم تندرست مقیمون کے واسطے ابتداء اسلام مین تھا جیساکہ شیخ
ابن کثیر و بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا اور یہی جمہور مفسرین و فقہاء معتبرین کا قول ہے اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قال الامام احمد حدثنا ابو النضر حدثنا
المسعودی حدثنا عمرو بن مرۃ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہا معاذ نے کہ نماز کے تین حال بدلے اور روزے کے تین حال بدلے سو
احوال نماز کے یون ہین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور وہ سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے پھر اللہ عز وجل نے
اپنا نازل فرمایا۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰہا الآیۃ۔ پس اللہ تعالے نے آپکو کعبہ کی طرف پھیرا تو یہ ایک حال ہوا پھر کہا کہ صحابہ
جمع ہوتے نماز کے لیے اور بعض انکا بعض کو نماز کی آواز دیتا یہانتک کہ ناقوس بجانے کی راے لگائی پھر ایک مرد نے انصار مین سے جسکو عبد اللہ
بن زید بن عبد ربہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے خواب دیکھا اور اگر مین کہون کہ مین سوتا نہ تھا
تو بھی سچا ہون گویا کہ سوتے اور جاگتے کے بیچ مین تھا کہ ناگاہ مین نے ایک شخص کو دیکھا جسپر دو سبز کپڑے تھے اور اسکے ہاتھ مین ناقوس تھا مین نے کہا کہ بندہ خدا
اسکو بیچتا ہے اسنے کہا کہ اسکو لیکر کیا کریگا مین نے کہا کہ جماعت نماز کے لیے بجاؤنگا اسنے کہا کہ بھلا مین تجھے بہتر نہ سکھلاؤن پس اسنے قبلہ کی طرف رخ کیا اور کہا

اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ دو دو بار یہانتک کہ اذان سے فارغ ہوا پھر ایک ساعت ٹھہرا پھر ویسا ہی کہا جیسے پہلے کہا تھا صرف اتنا فرق تھا کہ اسنے قد قامت الصلوٰۃ دو بار زیادہ کیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو بلال کو سکھلا دے پس چاہیے کہ بلال اسکے ساتھ اذان دیا کرے پس بلال ہی نے اول اسکے ساتھ اذان دی تھی) کہا معاذ نے کہ (آواز اذان سنکر جلدی) آئے عمر بن الخطاب اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے خواب میں بھی مثل اسکے آیا جیسے اس شخص کے خواب میں مگر بات اتنی ہوئی کہ اسنے مجھ پر سبقت کی پس یہ دو حال ہوے اور کہا کہ صحابہ آتے نماز کو اور حال یہ ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سے بعض ٹکڑے کو سبقت سے ادا کر چکے ہوتے تھے پس یہ کرتے تھے کہ آنے والا آدمی ایک مرد کو اشارہ کرتا یعنی کتنی ہو گئی ہے تو وہ کہہ دیتا اشارہ سے کہ ایک رکعت یا دو رکعت پس وہ اسیقدر پڑھکر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاتا تھا کہا پھر آئے معاذ پس کہا کہ میں تو جس حال پر آنحضرت صلعم کو پاؤنگا میں بھی اُسی میں شامل ہو جاؤنگا پھر جتنی نماز مجھسے پہلے ہو گئی اسکو قضا کر لیا کرونگا چنانچہ یہی ہوا کہ معاذ ایسی حالت میں آئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض نماز کی سبقت کر چکے تھے پس معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے پھر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تمام کی تو معاذ نے کھڑے ہو کر باقی نماز ادا کی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے لیے معاذ نے ایک طریقہ نکالا پس ایسا ہی تم لوگ کیا کرو پس یہ تین حال نماز کے ختم ہوے۔ رہے روزے کے احوال سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے پس ہر مہینہ میں سے تین روزہ اور عاشورا کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالے نے آپ پر صیام فرض کیے اور یہ آیت اُتاری۔ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم تا قولہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین پس یہ اختیار تھا کہ جسنے چاہا روزہ رکھا اور جسنے چاہا مسکین کو کھانا دیدیا کہ یہ اسکی طرف سے روزے کے بدلے کافی ہو جاتا تھا پھر اللہ عزوجل نے دوسری آیت اُتاری۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن تا قولہ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔ پس اللہ تعالے نے تندرست مقیم پر روزہ ہی واجب کر دیا اور افطار کرنے کی مریض و مسافر کو رخصت دیدی اور کھانا دینے کا حکم ایسے بوڑھے کیواسطے ثابت رہا جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہو پس یہ دو حال ہوے۔ اور کہا کہ صحابہ کھاتے پیتے اور جورو ن کے پاس آسکتے تھے جبتک سو نہ جاویں پھر جب سو گئے تو اس سے ممنوع ہو جاتے تھے پھر انصار میں سے ایک مرد جسکو صرمہ کہتے تھے روزے کی حالت میں کام کرتا رہا کہ یہانتک کہ شام ہوئی پس اپنی اہل خانہ کے پاس آیا اور کھانا مانگا تو اسنے کہا کچھ موجود نہیں ہے میں جاکر تلاش کرکے لاتی ہوں اور اسکو آنے میں دیر ہوئی اور صرمہ کو تھکان تھی ہی پھر عشا کی نماز پڑھکر سو گیا پس اسنے نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا یہانتک کہ صبح ہوئی پس روزہ دار اُٹھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو دیکھا اور حال یہ تھا کہ اسکو جہد شدید (انتہائی مشقت) پہونچا تھا پس اس سے فرمایا کہ کیا ہے کہ میں تجھے جہد شدید میں دیکھتا ہوں اسنے کہا یا رسول اللہ میں نے کل تمام دن کام کیا اور جسوقت آیا کرتا تھا اسوقت گھر آیا پس تھک کر میں نے اپنے تئیں ڈال دیا پس میں سو گیا پس صبح جسوقت ہوا تو روزہ دار اٹھا اور کہا کہ عمر بن الخطاب کا یہ حال ہوا کہ انھوں نے سو جانے کے بعد اپنی جورو سے مباشرت کر لی تھی اور یہی کعب بن مالک وغیرہ سے ہوا تھا پس انھوں نے آکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنا یہ حال ذکر کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم تا قولہ ثم اتموا الصیام الی اللیل۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حدیث مسعودی سے روایت کیا اور بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ عاشورا کا روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب رمضان فرض کیا گیا تو یہ ہوا کہ جو چاہے اسکا روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور بخاری نے ابن عمر و ابن مسعود سے اسکے مثل روایت کیا اور قولہ تعالے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ یہ حکم جیسا کہ معاذ نے کہا ابتدائے امر میں تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو روز کھانا دے اور ایسا ہی روایت کیا بخاری رہ نے سلمہ بن الاکوع سے کہ جب یہ آیت اُتری وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ تو جو شخص افطار کرنا چاہتا تو افطار کرتا اور فدیہ دیتا یہانتک کہ وہ آیت اُتری جو اسکے بعد ہے پس اسنے اسکو

منسوخ کردیا اور نیز روایت کی کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور سدیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین
یطیقونہ اے یتجشمونہ یعنے تکلیف اُٹھا کر ادا کرتے ہیں اور کہا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور ایک مسکین کو کھانا دے وان تصوموا خیر لکم
اور روزہ رکھنا تمہارے لیے سب سے بہتر ہے پس لوگ اسی حال پر تھے یہانتک کہ قولہ تعالیٰ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ نے اسکو منسوخ کردیا اور نیز بخاری نے عطاءؒ سے
سے روایت کی کہ علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین - کہا ابن عباس نے کہ یہ منسوخ نہیں ہے وہ بڈھا اور بڑھیا ہے جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے
ہیں پس ہر روزہ کی جگہ ایک مسکین کو کھانا دینگے رواہ غیر واحد عن ابن عباس ورواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ بنحوہ اور حافظ ابوبکر بن مردویہ نے ابن ابی لیلیٰ سے
روایت کی کہ میں رمضان میں عطاء کے پاس گیا درحالیکہ وہ کھانا کھاتے تھے پس کہا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ اُتری یہ آیت پس اسنے منسوخ کردیا پہلی آیت کو
باستثناء بوڑھے ضعیف کے کہ وہ چاہے تو افطار کرے اور بجائے ہر ایک روزہ کے ایک مسکین کو کھانا دیا کرے قال ابن کثیر پس حاصل یہ ہے کہ تندرست مقیم
کے حق میں قولہ تعالیٰ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ سے نسخ ثابت ہے پھر جو شخص بوڑھا پھوس ہے کہ روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہو تو اسکو اختیار ہے
کہ افطار کرے اور اسپر قضا واجب نہیں ہے کیونکہ اسمیں ایسی حالت نہیں آنے والی ہے کہ اس حال میں وہ قضا کرنے پر قادر ہوگا ولیکن یہ رہا کہ جب اسنے
افطار کیا تو بھلا اسپر ہر روزہ کی جگہ ایک مسکین کو کھانا دینا واجب ہے یا نہیں جبکہ وہ ایسا مالدار ہو کہ دے سکتا ہو تو اسمیں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ
اسپر کھانا دینا واجب نہیں کیونکہ اپنے سن سے اسقدر ضعیف ہے کہ روزے نہیں رکھ سکتا ہے پس اسپر فدیہ نہیں واجب ہوگا جیسے نابالغ بچہ پر واجب نہیں ہے
اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا - اللہ تعالیٰ مکلف نہیں کرتا کسی نفس کو الا اسکی وسعت بھر اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہے
اور دوسرا قول اکثر علماء کا جو صحیح ہے یہ کہ اسپر فدیہ واجب ہے یعنے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے جیسا کہ ابن عباس وغیرہ اکابر سلف نے تفسیر میں بیان کیا
اور یہ اس قراءۃ پر - وعلی الذین یطیقونہ اے یتجشمونہ جیسا کہ ابن مسعودؓ وغیرہ نے بیان فرمایا ہے اور یہی امام بخاری رح نے اختیار کیا ہے چنانچہ کہا کہ بوڑھا ضعیف
جبکہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھے تو کھانا دے چنانچہ انسؓ نے بعد بوڑھے ضعیف ہوجانے کے ایک سال یا دو سال ہر روز کے عوض مسکین کو گوشت روٹی
کھانا دیا اور روزہ افطار کیا انتہٰی یہ مذہب جسپر بخاری خود قائم ہوے اور حضرت انسؓ کا حوالہ دیا اسکو حافظ ابویعلی موصلی نے بالاسناد روایت کیا چنانچہ اپنی
مسند میں کہا حدثنا عبداللہ بن معاذ حدثنا ابی حدثنا عمران عن ایوب عن ابی تمیمہؒ - کہا کہ ضعیف ہوے انسؓ روزہ رکھنے سے پس ایک بڑا کٹھوتا ثرید کا تیار
کیا پھر تیس مسکینوں کو بلایا اور انکو کھلا دیا - قال ورواہ عبد بن حمید عن روح بن عبادۃ عن عمران وہو ابن حدیر عن ایوب بہ - ورواہ عبد ایضا من حدیث
ستۃ من اصحاب انس عن انسؓ بمعناہ - پھر حاملہ ومرضعہ عورتیں بھی اسی معنی میں بوڑھے سے ملحق ہیں کہ ان دونوں کو جب اپنی جان پر یا فرزند کی جان کا
خوف ہو تو افطار کریں ولیکن انکے حق میں علماء کے درمیان بہت اختلاف ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ دونوں افطار کریں اور فدیہ دیں اور قضا کریں
اور بعض نے کہا کہ فقط فدیہ دیں اور قضا انپر نہیں ہے اور کہا گیا کہ قضا کرنا بدون فدیہ کے واجب ہے قال المترجم یہی علماء حنفیہ کا قول ہے کہ افطار جائز ہے
مگر قضا کریں قال ابن کثیر اور کہا گیا کہ افطار کریں اور انپر فدیہ و قضا کچھ نہیں ہے قال المترجم باقی رہے یہاں چند مسئلہ ایک یہ کہ بوڑھا پھوس جب
مال نہیں رکھتا ہو تو جمہور علماء کے نزدیک اسکا کیا حکم ہے - اور دوسرا یہ کہ مال سے کسقدر مال مراد ہے آیا نصاب زکوۃ کی قدر ہو یا صدقۂ فطر کی قدر ہو یا مطلقا
ہے اور وصیت اسمیں کتنے مال سے نافذ ہوگی جبکہ اسنے خود ادا نہ کیا اور مریض اگر مرگیا تو کیا حکم ہے اور اگر چنگا ہو کر پھر قضا کرنے سے پہلے بیمار ہو کر موت
کی اور مرگیا تو کیا حکم ہے - یہ فروع مسائل بہت ہیں یہاں انکے بیان کی گنجائش نہیں مترجم کے ترجمہ فتاوی عالمگیریہ وعین الہدایہ کے مسائل صوم وغیرہا
میں سے تلاش کرو واللہ - جان لینا چاہیے کہ فقہائے عراق کا جو قول بیضاوی نے مقدار فدیہ میں نقل کیا وہی امام ابوحنیفہ وانکے اصحاب کا قول ہے ف بعض
ع اشارات عرائس بیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ - یاایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم - یہ ندا ہے ان لوگوں کو جو اہل الدین یعنی خلاصہ اہل

ایمان لائے اور ثابت ہیں اور اصل صوم جسم تو فقہ میں معروف ہے اور صوم قلب یہ کہ دونوں جہان سے بالکل اپنے آپکو روک لے جبکہ صوم سے جزاے حق
چاہتا ہے تاکہ بشریت کے میل کچیل سے پاک ہو جاوے اور مقام قربت واُنس میں پہونچ جاوے قال المترجم حاصل اسکا یہ کہ بدن کا تزکیہ وطہارت تو صوم شرعی
سے ہوتی ہے اور روح وقلب کی طہارت وتزکیہ اسطرح ہوتا ہے کہ سواے ذات باری عزوجل کے سب جہان سے منھ پھیر لے اور دنیا اور جتنی چیزیں دنیا کی ہیں
انکی محبت والفت کو بالکل جگہ نہ دے پس جب دونوں کو جمع کریگا تو اثر پیدا ہوگا ورنہ کچھ نہیں اسواسطے کہ عبادات تمام تزکیہ بدن کےواسطے مشروع ہیں
اور اسکے ساتھ اخلاق تزکیہ روح کیواسطے ہیں اور اول تو فقہ میں مذکور ہیں اور دوم احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں قولہ تعالے ایاما معدودات
اہل غفلت دنیا پر فریفتہ ہیں اور اہل دل کے نزدیک تمام دنیا ایام معدودہ ہیں خصوص عمر کہ یہ دنیا میں رہنے کے چند روز ہیں۔ چندے روزہ دار ہو کہ یہ چند
روز کی زندگی بہت جلد گذر جائیگی تاکہ تم سلطنت قدیم کی بارگاہ میں جاکر اپنا روزہ افطار کرو قال المترجم حدیث میں ہے کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہو گئی
پس جو کچھ تکلیف خاصان خدا پر ہے وہ یہی چند روز ہیں لیکن فی الحقیقۃ دنیاوی آدمی اسپر تکلیف دیکھتا ہے اور روے عین راحت میں ہیں۔ بالجملہ شہوات نفس
کی چیزیں روا نہیں ہیں قال المترجم کوئی شک نہیں کہ دنیاوی زندگی بسر کرنے کو راہ آخرت قطع کرنا سمجھے اور حدیث میں تاکید ہے کہ دنیا میں ایسا جیسے
راہ چلتا مسافر ہوتا ہے پس ہر ایک اسیطرف چلا جاتا ہے اگرچہ بہتیروں کو ہوش وخبر نہیں پس وہ بھٹکے مسافر ہیں اور بہتیرے مرض قلب یعنی کفر ونفاق میں
مردہ ہیں کہ کافروں ومنافقوں کا جنازہ انکے نفس کے ہاتھوں رواں ہے جو عالم آخرت میں جاکر دوزخ کے گڑھے میں ڈالدیا جائیگا و مرض فرقت د
غفلت اس سے کم ہے چنانچہ اسکا علاج دنیا کا ترک ہے جس سے غفلت چھائی ہے فافہم واضح ہو کہ بذل نفس ومال کو مقام انس کی طلب میں جسنے ہر مقام
میں واجبی نکیا وہ محروم رہا کہ بذل نفس وہلاک اسکا ہر مقام میں قدر واجب ہے کیونکہ حقیقت معاملہ یوں ہی قرار پایا ہے اور اسکے اسرار طویل ہیں اجمالا
ہلاک نفس بقدر محرومی ہے علی ہذا التقدیر اسمیں بھی قدر واجب ہے نہیں مگر یہ سب اسکو حضرتوں کی پیروی سے اچھا ہے اور یہی نکتہ ہے کہ نفس کی ہلاک میں
تاکید ہے مع ہذا حدیث میں نفس کا حق بھی بیان ہوا اور رہبانیۃ منع ہوئی اور پے درپے صوم وصال بغیر افطار کے اور چلہ جس سے فرائض سے عاجز ہو
سب منع ہوا اسدرجہ جائز ہوا جسقدر شرع میں معروف ہے اور علی ہذا نفس کو بالکل بے آب ودانہ قتل کرنا حرام ہوا اگرچہ قتل نفس اسمیں بالکل حاصل
ہے فتامل۔ اور واضح ہو کہ ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے روایت کی کہ فرمایا جو تم قرآن میں یا ایہا الذین آمنوا پڑھتے ہو وہ توریت میں یا ایہا المساکین ہے

فافہم بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے احکام صوم کی آیت مع احکام نازل فرمائی بقولہ تعالے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ

مہینا رمضان کا جسمیں نازل ہوا قرآن ہدایت واسطے لوگوں کے اور کھلی نشانیاں راہ کی اور فیصلہ پھر جو کوئی پاوے تم میں سے

مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ

یہ مہینا تو اسکو روزہ رکھے اور جو کوئی ہو بیمار یا سفر میں تو گنتی چاہیے اور دنوں سے اللہ چاہتا ہے تمپر آسانی

وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

اور نہیں چاہتا تمپر مشکل اور اسواسطے کہ پوری کرو گنتی اور بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو راہ بتائی اور شاید تم احسان مانو۔

قول جمہور کے موافق یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ ایاما معدودات سے اصح قول کے موافق صیام رمضان مراد ہے جیسا کہ
حدیث معاذؓ میں گذرا اور یہی قول حسن بصری وسدی وابن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسروں سے مروی ہے اور یہی مفسر سیوطیؒ نے اختیار کیا ہے اور بعض نے
کلام کیا کہ بنا بر اس آیت سابق منسوخ نہوگی کیونکہ وہی ایام باقی ہیں لیکن اسکی کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ نسخ اسکی تخییر میں ہے کہ مقیم تندرست میں سے جو چاہے

رکھے یا فدیہ دے پس یہ تخییر منسوخ ہو گئی اور اس آیت میں روزہ حتما ہو گیا چنانچہ فرمایا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ
هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔ یعنے یہ ایام معدودہ ماہ رمضان ہے
جسکی یہ شان ہے کہ اسمیں قرآن نازل کیا گیا یا یہ شان کہ وہ لوگوں کا ہادی ہے اور ہدی سے مراد دلائل واضحات اور فرقان ہے پس جو کوئی اس ماہ میں حاضر موجود ہو
اس ماہ کو روزے میں گذارے ف پس سوائے روزہ رکھنے کے اسکو اطعام کا اختیار نہیں رہا۔ حاضر سے مسافر نکل گیا اور اسکا حکم مع مریض کے آیندہ آتا ہے
اور مشہور قراءة شَهْرُ رَمَضَانَ برفع شہر ہے اور ایک قراءة میں بنصب آیا ہے اور مفسرین نے کہا کہ یہ مبتدا اور اسکا مابعد خبر ہے یا ذلکم شہر رمضان یا بعضے کتب
علیکم الصیام صیام شہر رمضان یا ایام معدودات سے بدل ہے اور یہی اخیر مرجح کلام مفسر سیوطیؒ ہے اور بیضاوی نے ذکر کیا کہ شہر ماخوذ از شہرت ہے
اور زجاج نے کہا کہ شہر نام ہے ہلال کا اور مشہور یہ کہ اُس مدت کا نام ہے جو ہلال کے ظاہر ہونے سے اسکے چھپنے تک ہے اسکو شہر اسواسطے کہتے ہیں
کہ لوگوں کے معاملات وعبادات کی حاجت سے وہ انمیں مشہور ہو گیا رمضان مصدر ہے رمض بمعنے احترق کا اے جل گیا پھر شہر اسکی طرف مضاف کیا گیا
اور علم قرار دیا گیا یعنے مجموع ورنہ اضافت شہر کی اسکی طرف مستحسن ہوتی جیسے انسان زید کی اضافت مستحسن نہیں ہے اور نیز شہر رجب شہر شعبان عرب سے
مسموع نہیں ہے اور حدیث من صام رمضان الخ بطریق حذف مضاف ہے قاله البیضاوی مجاہد نے کہا کہ رمضان ایک نام ہے اللہ تعالے کے ناموں سے
جیسے شہر رمضان بولتے ہیں ویسے شہر اللہ بولتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ مہینہ کا نام ہے (المعالم) بعضے سلف سے روایت کیا گیا کہ انھوں نے
خالی رمضان بدون شہر رمضان کہنے کو مکروہ جانا ابوہریرہؓ نے کہا کہ مت کہو رمضان کیونکہ رمضان اللہ تعالے کے ناموں میں سے ایک نام ہے بلکہ کہو
شہر رمضان (ابن ابی حاتم باسناد ضعیف) اور مجاہد ومحمد بن کعب سے اسکے مانند مروی ہوا اور حضرت ابن عباسؓ وزیدؓ بن ثابت سے رمضان کہنے کی
اجازت ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی کو نصرت دیدی کہ صحیح میں ایک باب اسی بیان کا منعقد کیا جسمیں وہ صحیح حدیثیں روایت کردیں جنمیں بعض ان
ہے چنانچہ حدیث من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ یعنی جس نے روزے میں گزارا رمضان کو ایمان واحتساب (نیک نیتی) سے بخشے جاوینگے اسکے وہ گناہ
جو اس سے پہلے کر چکا ہے (ابن کثیر) اب رہا یہ کہ اس مہینہ کا رمضان کیوں نام رکھا تو بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ پیاس سے سوختہ ہونے کی وجہ سے یقال
رمض الصائم۔ جبکہ پیاس کی شدت سے اسکا جگر جلنے لگے۔ یا لرمض الذنوب فیہ۔ بوجہ اسکے کہ اس مہینہ میں گناہ جل جاتے ہیں۔ یا موسم کی وجہ سے
کہ جب انھوں نے لغت قدیمہ کے مہینوں کے نام کو نقل کیا تو رمضان اسوقت سخت گرمی میں پڑتا تھا قال الماوردی جاہلیت میں اسکا نام ناتق تھا
لغت قدیم میں مہینوں کے نام یہ تھے۔ موتمر۔ ناجر۔ خوان۔ وبصان۔ حنین۔ ربی۔ اصم۔ عاذل۔ ناتق۔ وعل۔ ورنہ۔ برک۔ بجائے
اسکے ترتیب وار۔ محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ جمادی الاولے۔ جمادی الاخرے۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذوالقعدہ
ذوالحجہ۔ بدلے گئے اس آیت میں اللہ تعالے ماہ صیام کی فضیلت فرماتا ہے کہ حق تعالے نے مہینوں کے درمیان سے قرآن عظیم اتارنے کے واسطے اسی
مہینہ کو مخصوص فرمایا اور حدیث میں آیا ہے کہ آسمانی کتابیں اگلے انبیا پر بھی اسی مہینہ میں اُتری ہیں۔ چنانچہ امام احمد نے واثلہ بن الاسقع سے روایت
کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نازل کیے گئے صحف ابراہیم پہلی رات رمضان میں اور توریت چھ راتیں رمضان گذرنے پر اور انجیل
تیرہ راتیں رمضان گذرنے پر اور اللہ تعالے نے قرآن کو چوبیس راتیں رمضان گذرنے پر اتارا۔ اور حدیث جابر بن عبداللہ میں یوں ہے کہ زبور
بارہ راتیں رمضان گذرنے پر اور انجیل اٹھارہ راتیں رمضان گذرنے پر اور باقی ویسا ہی جیسا کہ واثلہ بن الاسقع کی حدیث میں گذرا۔ رواہ ابن مردویہ (ابن کثیر رح)
پھر کیا معنے ہیں قولہ انزل فیہ القرآن۔ اتارا گیا اس مہینہ میں قرآن۔ اور اسمیں شک نہیں کہ قرآن بیس برس تک متفرق ایام میں نازل ہوتا رہا ہے
عد شروع وحی ماہ ربیع الاول تھا تو بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اسمیں اسکے اترنے کی ابتدا ہوئی کما فی البیضاوی وغیرہ مراد یہ کہ لوح محفوظ

سے آسمان دنیا پر ماہ رمضان کی لیلۃ القدر مین اُترا اور یہی قول تابعین مین سے شعبی رحمہ اللہ کا ہی اور بعض نے کہا کہ بیئیس برس پانچیس برس تک ہر سال رمضان کی لیلۃ القدر مین لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اسقدر اترتا تھا جو تمام اس سال مین متفرق نازل ہوتا تھا بقولہ تعالیٰ۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ اور اسکو قرطبی نے مقاتل بن حیان سے حکایت کیا اور یہی قول حلیمی و ماوردی کا ہی اور قرطبی نے کہا کہ مفسرین و علما کا اجماع ہی کہ وہ ایکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزۃ مین اُترا اور شیخ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری مین کہا کہ یہی قول صحیح و معتمد ہی اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی اصح واشہر ہی اور حاکم و بیہقی وغیرہ نے اسی کو ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ قران لیلۃ القدر مین سب ایکبارگی آسمان دنیا پر اوتارا گیا اور بمواقع النجوم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اسمین سے بعض کو اثر بعض پر نازل فرماتا تھا۔ اور حاکم و بیہقی و نسائی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اُتارا گیا قرآن سب ایکبارگی آسمان دنیا پر لیلۃ القدر مین پھر اسکے بعد اُتارا گیا بیس سال مین پھر پڑھا۔ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا۔ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا (النسائی وغیرہ) پس مشرکین جب احداث کرتے کوئی شی تو اللہ تعالیٰ انکا جواب نازل فرماتا تھا (ابن ابی حاتم) اور سعید بن جبیر رح نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جدا کیا گیا قرآن لوح محفوظ سے پس رکھا گیا آسمان دنیا پر بیت العزت مین پھر جبرئیل علیہ السلام اسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لانے لگے (ابن ابی شیبہ والحاکم) قال المفسر السیوطیؒ ان سب روایتون کی اسنادین صحیح ہین اور طبرانی نے دوسری وجہ سے ابن عباس سے روایت کی کہ اُتارا گیا قرآن لیلۃ القدر مین ماہ رمضان مین آسمان دنیا پر سب ایکبارگی پھر نجما نجما اُترا قال المفسر السیوطی اسنادہ لاباس بہ۔ اور تفسیر امام ابن کثیر مین ہی کہ عطیۃ بن الاسود نے ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ میرے دل مین شک پڑ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ اور فرمایا۔ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ۔ اور فرمایا۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر حالانکہ قرآن اُتارا گیا ہی شوال مین بھی اور ذی قعدہ مین بھی اور ذی الحجہ و محرم و صفر و ربیع الاول مین بھی تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن رمضان مین لیلۃ القدر یعنے لیلۃ مبارکہ مین سب ایکبارگی اُتارا گیا پھر مہینون و ایام مین علی مواقع النجوم ترتیل سے اُتارا گیا رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ قال المفسر رواہ البیہقی ایضا فی الاسماء والصفات شیخ ابو شامہ نے کہا کہ علی مواقع النجوم اے علی مساقطہا یعنے آہستگی سے بعض کے پیچھے بعض کرکے اُتارا گیا قال المترجم اشکال بیان یہ پیش ہوا کہ سابق حدیث مین تھا کہ جو بیس راتین رمضان گذرنے پر قرآن اُترا ہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر یعنے اسکو شب قدر مین اُتارا اور صحاح کی احادیث سے ثابت ہی کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ کے طاق راتون مین ہوتی ہی اور جواب اسکا وہ ہی جو شیخ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری مین کہا کہ شب قدر اس رمضان مین تیئیس ۲۳ تاریخ بعد تھی پھر چوبیسوین تاریخ رمضان مین۔ اقرأ باسم ربک۔ نازل ہوئی اور اسپر یہ اشکال وارد ہوا کہ مشہور یون ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ربیع الاول مین ہوئی اور جواب یہ ہی کہ اول نبوت آپکی سچے خوابون و علامات خیر سے تھی تاکہ معتاد ہون پھر جاگنے مین چھ مہینے کے بعد آپ پر وحی کی گئی یہ بیہقی وغیرہ نے بیان کیا ہی کذا ذکرہ المفسر۔ والقرآن بعضون نے کہا نام ہی کلام اللہ تعالیٰ کا بمعنے مقروء جیسے کتاب بمعنی مکتوب اور بعض نے کہا مصدر ہی و منہ قولہ و قرآن الفجر ای قراءۃ نماز فجر کی اور شافعیؒ سے روایت ہی کہ قرآن اسم ہی اور مہموز نہین ورنہ وہ قراءۃ سے ماخوذ ہی بلکہ مثل توراۃ و انجیل کے اس کتاب مجید کا نام ہی ذکرہ المفسر فی الاتقان اور اکثرون کا مذہب یہ ہی کہ قرآن مشتق از قرء بمعنی جمع ہی کیونکہ اسمین سورتین و آیات و احکام و امثال کا مجموعہ ہی۔ قولہ تعالیٰ ہدی للناس الخ یہ دونون حال واقع ہین اے ہادیا للناس یعنی لوگون کو ہادی ہی اور ذکر مصدر کا بطریق مبالغہ ہی گویا عین ہدایت ہی اور بینات جمع بینۃ بمعنے واضحہ ہی قال البیضاوی یعنے اپنے اعجاز سے وہ لوگون کیواسطے ہدایت ہی اور یہ مخصوص بقرآن ہی دوسری آسمانی کتابون مین نہین پایا جاتا ہی اور بینات من الہدی والفرقان یعنے اسکے احکام و حکمتین حق کیلیے کھلی ہوئی نشانیان ہین اور حق و باطل و حرام مین تمیز دیتی ہین اور بعض نے کہا کہ اول ہدی اعتقادیات مین ہی اور دوسرا احکام عملی ہی اس راہ سے کہ اپر عمل کرنا موجب

وصول بحق ہو- قولہ تعالے فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ - اللہ عزوجل نے اس مہینہ کی بزرگی ظاہر کرکے ایک حکم حق اس مہینہ کے بابت فرمایا کہ جو تم مین سے اس مہینہ مین حاضر ہو یعنے مقیم ہو مسافر نہو اسکو چاہیے کہ روزہ رکھے بعض نے کہا مراد یہ ہو کہ جو اول شہر مین حاضر ہو وہ تمام مہینہ روزہ رکھے اگرچہ درمیان مین سفر کرے جیسا کہ علیؓ وابن عمر وابن طاؤس رضی اللہ عنہم نے تفسیر کی ہو (اخرجہ ابن جریر وابن ابی حاتم وغیرہما) پس یہ مجاز لغوی ہو کہ شہر کا اطلاق جزو پر کیا اور بیضاوی مین ہو کہ بعض نے مضاف مقدر کیا ہے فمن شہد منکم ہلال الشہر - یعنے جسنے تم مین سے چاند پایا - قال ابن کثیرؒ جو شخص کہ مقیم ہو بستی مین جبکہ ماہ رمضان آگیا اور وہ اپنے بدن سے تندرست ہو تو لامحالہ روزہ رکھے قال البیضاوی اصل اسکی یون ہو - فمن شہد منکم فیہ فلیصم فیہ یعنے جو شخص تم مین سے حاضر ہو اسکو چاہیے کہ اسمین روزہ رکھے پس بجاے ضمیر کے اسم ظاہر ذکر کیا پس اول - فیہ - کی جگہ - الشہر - کا ذکر کرنا واسطے تعظیم کے ہو اور دوسری فیہ کی جگہ ضمیر منصوب بمنزلہ مفعول بہ کے کردیا کیونکہ حقیقۃً تو ضمیر ظرف کی بدون فی کے نہین ہوتی ہو اور یہی تفسیر مختار ہو کہ جو شخص اس مہینہ کے اندر مقیم ہوگا خواہ اول مین ہو یا اوسط مین یا آخر کبھی ہو اسپر روزہ رکھنا واجب ہو جبکہ وہ تندرست ہو اور اگر درمیان مین سفر کرے تو افطار کرے اور اگر درمیان مین سفر سے آوے روزہ واجب ہو اس سے نکل آیا کہ جو امام رازیؒ نے بیان وہم پیش کیا کہ فمن شہد منکم شرط ہو اور فلیصمہ جزا ہو اور قاعدہ یہ کہ بعد شرط کے جزا ہوتی ہو تو لازم آیا کہ شہر یعنی ماہ رمضان کے بعد روزہ ہو حالانکہ یہ مقصود نہین ہو جواب یہ کہ الشہر - فی الشہر مراد ہو تو جو شخص کہ اس مہینہ کے اندر حاضر ہو اسپر روزہ واجب ہو حتی کہ چاند رات سے ہو تو اول سے یا اوسط و آخر جب ہو فافہم قال ابن کثیرؒ اور اس آیت نے منسوخ کردیا اس اباحت کو جو پہلی آیت سے ثابت ہوئی تھی کہ تندرست مقیم کو افطار کرکے بجاے اسکے مسکین کو فدیہ دینا مباح تھا پھر جب منسوخ کرکے روزہ رکھنا واجب فرمایا تو مسافر و مریض کا حکم اعادہ فرمایا بقولہ تعالے وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ - اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو دیگر ایام سے شمار واجب ہو ف یعنی جو شخص بیمار ہو کہ اُسپر روزہ شاق ہو یا شدت مرض کا خوف ہو یا مسافر ہو کہ حالت سفر مین ہو یعنے مقیم کے حکم مین بھی نہو تو اسکو روا ہو کہ افطار کرے اور جتنے دن افطار کرے اسیقدر گنتی سے اور دنون مین قضا کرلے اور یہ قضا واجب ہو اور یہ رخصت بمقتضاے رحمت ہو اسیواسطے فرمایا يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ - اللہ تعالے تمھارے ساتھ آسانی چاہتا اور تمھارے حق مین مشقت نہین چاہتا ہو ف یعنے حالت مرض و سفر مین تم کو افطار کی رخصت دی باوجودیکہ مقیم تندرست پر واجب کردیا تو اسی سے کہ اللہ تعالے کو تمپر آسانی کرنا منظور ہو اور رحمت ہو اور تمپر سختی نہین منظور ہے قال الشیخ ابن کثیرؒ سلف سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص اول ماہ مین مقیم ہو پھر اُسنے درمیان مہینہ مین سفر کیا تو اسکو عذر سفر کی وجہ سے افطار کا اختیار نہین ہو اور افطار کا اختیار اُسی مسافر کو ہو جسنے چاند دیکھا ایسی حالت مین کہ وہ مسافر تھا اور یہ قول غریب ہو اگرچہ ابن حزم نے اسکو محلے مین صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہو ولیکن اس نقل مین نظر ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ آپ ماہ رمضان مین غزوہ فتح کیواسطے نکلے اور چلتے چلتے مقام کدید مین پہونچے پھر افطار کیا اور لوگون کو افطار کرنیکا حکم کیا اخرجہ الشیخان مترجم کہتا ہو کہ اس حدیث مین دلیل ہو کہ سفر مین روزہ واجب نہین ہوتا ہو ورنہ لازم آتا ہو کہ آپنے عمداً واجب روزہ توڑ دیا حالانکہ اسپر کفارہ لازم آتا ہو پس وہ از قبیل نفل ہوتا ہو اور یہ قول علماے حنفیہ کے مؤید ہو قال ابن کثیرؒ ایک جماعت صحابہ و تابعین کا یہ مذہب ہو کہ سفر مین افطار کرنا واجب ہو - اور جمہور علما کے نزدیک اسمین تخییر ہو کوئی بات واجب نہین اور یہی قول صحیح ہو کیونکہ صحیحین مین ابو درداءؓ سے روایت ہو کہ نکلے ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان مین سخت گرمی مین یہانتک کہ یہ حال تھا کہ ہم مین سے کوئی گرمی کی شدت سے اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا تھا اور ہم مین کوئی روزہ دار نہ تھا سوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عبد اللہ بن رواحہ کے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افطار واجب نہین ہو کیونکہ اگر واجب ہوتا تو آپ افطار کرتے اور مخصوص آپ نہین بلکہ عبد اللہ بن رواحہ بھی روزے سے تھے اور علما مین سے ایک گروہ کا جنمین سے شافعیؒ بھی ہین یہ قول ہو کہ سفر مین روزہ رکھنا افطار سے

افضل ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر مین روزہ رکھا جیسا کہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا۔ اور ایک گروہ نے کہا کہ نہین بلکہ افطار کرنا افضل ہے
اسمین ایک تو رخصت الٰہی کو قبول کرنا پایا گیا اور دوسرے اس حدیث سے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہو کہ آپ سے سفر کا روزہ رکھنا
پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر افطار کر لیا تو اچھا ہو اور اگر روزہ رکھ لیا تو اسپر کچھ گناہ نہین ہو۔ اور دوسری حدیث مین ہو کہ فرمایا کہ اللہ تعالے کی اس رخصت کو جو تمھارے
واسطے رخصت دی ہو قبول کرو لہذا فرمایا وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ اور تاکہ تم شمار
پوری کرو اور تاکہ اللہ تعالے کی ہدایت کرنے پر اسکی تکبیر کرو اور تاکہ تم شکر کرو ف لتکملوا تکمیل واکمال سے دونون طرح قرات ہو۔ قال الامام رح
اور ایک گروہ علمانے کہا کہ روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونون مساوی ہین کیونکہ حضرت عائشہ کی حدیث مین ہو کہ حمزہ بن عمرو الاسلمی نے کہا یا رسول اللہ
مین بہت روزہ دار آدمی ہون بھلا مین سفر مین روزہ رکھا کرون تو فرمایا کہ اگر تیرا جی چاہے تو روزہ رکھ اور اگر تیرا جی چاہے افطار کرلے اور یہ حدیث
صحیحین مین ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر روزہ شاق ہو تو افطار کرنا افضل ہو کیونکہ جابرؓ کی حدیث مین ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جسپر
سایہ کیا گیا تھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہو صحابہ رض نے عرض کیا کہ روزہ دار ہو تو فرمایا بر سے نہین ہو سفر مین روزہ رکھنا یہ صحیحین مین ہو اور مسند امام احمد وغیرہ مین حضرت
ابن عمر و جابر وغیرہ صحابہ سے روایت ہو کہ جسنے اللہ تعالے کی رخصت قبول نہ کی اسپر جبال عرفہ کے برابر گناہ ہوگا۔ اور علمانے اسکی یہ تاویل کی ہو کہ فطر کو
(پہاڑ عرفہ ۱۲)
مکروہ رکھے تو ایسے شخص پر افطار واجب ہو اور روزہ حرام ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ اصح حنفیہ کے نزدیک یہ ہو کہ اگر سفر مین روزہ رکھ لیا تو اسکی فرض کیطرف
سے کافی ہوجائیگا واللہ اعلم۔ اب رہی یہ بات کہ قضا کرنے مین پے درپے رکھنا چاہیے ہو یا تفریق جائز ہو پس بعض علما کے نزدیک تتابع واجب ہو اور
یہ قول ضعیف ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ تتابع واجب نہین چاہے پے درپے رکھے اور چاہے متفرق قضا کرے اور یہی علماے حنفیہ کا قول ہو قال ابن کثیر رح
اور یہ قول جمہور سلف وخلف کا ہو اور دلائل شرعیہ اسی کے مثبت ہین۔ پھر قولہ تعالے یرید اللہ بکم الیسر الخ مین دلالت ہو کہ اللہ عز وجل کو مومنون پر آسانی
منظور ہو عموماً روزہ مین ہو یا غیر روزہ مین اور حدیث مین انس بن مالک سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یسروا ولا تعسروا وسکنوا
ولا تنفروا۔ (متفق علیہ) آسانی کرو سختی نہ کرو اور تسکین دو نفرت مت دلاؤ،، اور ایک روایت مین بشروا ولا تنفروا ہو اے بشارت دو نفرت مت
دلاؤ،، اور اسی سے اکثر علمانے عوام کے واسطے جو آسان ہو اور آخری درجہ شرع مین جائز ہو مختار کیا ہو تاکہ شرع پر قائم رہین ولیکن جو امر شرع مین
جائز نہین اسمین آسانی وبشارت کچھ نہین ہو چنانچہ نماز جماعت کے ترک کرنے والون کے حق مین فرمایا کہ مین نے قصد کیا کہ لکڑیان جمع کرا کے انکا گھر
پھونک دون یہ مضمون حدیث کا ہو اور شرع مین جو کچھ وارد ہو وہ آسان ہو چنانچہ سنن ومسانید مین روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ مین ملت حنفیہ سمحہ کے ساتھ بھیجا گیا ہون یعنے ملت حقہ آسان کے ساتھ بھیجا گیا ہون قولہ تعالے۔ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ بیضاوی مین ہو
کہ لام تعلیل کا اور یہ علتین ہین فعل محذوف کی جسپر ماسبق دلالت کرتا ہو لے مشروع کیا یہ سب جو ذکر کیا کہ مقیم صحیح مامور بصوم ہو اور مسافر و مریض کو
رخصت افطار ہو وجسقدر افطار کیا اسکی عدت کی رعایت قضا مین واجب ہو یہ سب اسواسطے کیا تاکہ پوری کرو عدت الی آخرہ بر سبیل لف ونشر
مرتب ہو پس لتکملوا العدۃ تو علت ہو عدد افطار کے مراعات کی یعنے تاکہ جسقدر تمنے افطار کیا اسکی تعداد پوری کرکے ماہ رمضان کی تعداد کامل
کرلو اور لتکبروا اللہ علت ہو امر بقضا وبیان کیفیت کیونکہ یہ نعمت مستوجب حمد ہو اور لعلکم تشکرون علت ہو رخصت دینے اور آسانی کرنے کی اور تکبیر
سے مراد تعظیم اللہ تعالے بحمد ہو اور ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ وہ یون تکبیر کہتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ اور ابن عباس سے
روایت ہو کہ روزہ دارون پر حق ہو کہ جب ماہ شوال کو دیکھین تو تکبیر کہین یہانتک کہ اپنے عید سے فارغ ہون کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہو ولتکبروا اللہ الخ
داؤد ظاہری نے کہا کہ تکبیر واجب ہو اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ عید اضحیٰ مین تکبیر کہے اور عید الفطر مین تکبیر نہ کہے اور جمہور کے نزدیک مستحب ہو پھر بعض علما کا

حنفیہ کے نزدیک قول امام ابوحنیفہ کے معنے یہ ہین کہ عید الفطر مین جہر سے تکبیر نہ کہے اور یہ لوگ آہستہ سے عید الفطر کی تکبیر مستحب کہتے ہین اور یہی اصح ہے
جاننا چاہیے کہ فضائل رمضان مین بہت احادیث آئی ہین باتباع امام بغوی محی السنہ صاحب معالم التنزیل مین بھی چند کا ترجمہ بیان ذکر کرتا ہون چنانچہ
ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہو کہ جب ماہ رمضان داخل ہوتا ہو تو شیاطین و سرکش جن زنجیرون سے باندھے جاتے ہین اور دروازے
دوزخ کے بند کیے جاتے ہین کہ اسکا کوئی دروازہ نہین کھلتا اور دروازے جنت کے کھول دیے جاتے ہین کہ اسکا کوئی دروازہ بند نہین ہوتا اور پکارنے والا ایک فرشتہ پکارتا ہی
پکارتا ہو کہ اے خیر چاہنے والے پیش قدمی کر اور اے شر چاہنے والے کوتاہی کر اور اللہ تعالے کے لیے آگ سے آزاد کیے ہوے ہین اور ایسا ہر رات ہوا کرتا ہو۔ اور ابوہریرہؓ سے
مرفوعاً روایت ہو کہ جسنے روزے مین گذارا رمضان کو ایمان و امید ثواب سے بخشے جاوینگے اُسکے پچھلے گناہ اور جس شخص نے قیام کیا شب قدر مین ایمان و
احتساب سے بخشے جاوینگے اُسکے پچھلے گناہ۔ اور ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث مین ہو کہ روزہ اور قرآن دونون بندے کی شفاعت کرینگے۔ اور ابوہریرہؓ سے مرفوعاً
روایت ہو کہ جسنے روزہ دار کو افطار کرایا اسکو مثل روزہ دار کے ثواب ہو مگر یہ کہ روزہ دار کے ثواب مین کچھ کمی نہوگی اخرجہ الترمذی اور ابوہریرہؓ سے مرفوعاً
روایت ہو کہ بندے کا ہر نیک کام دس گونہ سے سات سو گونہ تک بڑھایا جاتا ہو اللہ تعالے فرماتا ہو کہ سوا روزے کے کہ وہ تو میرے ہی واسطے اسنے کیا
پس مین اسکا بدلا دونگا میرے ہی واسطے اسنے اپنا طعام اور خواہش چھوڑ دی۔ روزہ دار کے لیے دو فرحت ہین ایک فرحت وقت افطار کے اور ایک فرحت
وقت ملاقات اپنے پروردگار کے۔ البتہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالے کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہو۔ کذا فی الصحاح والسنن) ف قال الشیخ
فی العرائس قولہ تعالے شہر رمضان الذی الخ جسقدر تعلقات جسم و شہوت کم ہوتے ہین اُسیقدر فرحت روح و مشاہدہ کا نور ترقی کرتا ہو۔ بعض نے فرمایا کہ
رمضان مین نزول القرآن اسواسطے ہوا کہ ظاہر ہو اسکی فضیلت و تخصیص درمیان مہینون کے اور تاکہ دن مین روزہ فرض ادا ہو اور رات مین قرآن
پڑھنے کے ساتھ قیام کیا جاوے اور واضح ہو کہ حدیث مین روزے کے ساتھ بدکاری و غیبت چھوڑنے کی تاکید ہو اور فرمایا کہ بدون اسکے اللہ تعالے کو بندے
کے بھوکے رہنے سے کچھ غرض متعلق نہین ہو یعنے روزہ دراصل دفع شہوات ہو اسیواسطے اہل الاسرار نے نکالا کہ شہوات دنیا و آخرت چھوڑ کر خلوص طاعت فضل حق
قال الشیخ قولہ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔ اس مہینہ مین جو شخص لقاء الٰہی عزوجل کا طالب ہو اسکو چاہیے کہ جن چیزون کو طبیعت و نفس خواہش کرتا ہو اُن سے
اپنے آپ کو صائم رکھے یعنے طرب ولذت نفس سے باز رہے واسطیؒ نے فرمایا کہ جو شخص تم مین سے مہینہ مین حاضر ہو اسکو چاہیے کہ روزہ رکھے پس جو شخص
حاضر ہوا اور میرے امر کو مشاہدہ کیا تو وہ اپنے تمام اوقات سے روزہ دار ہو جاوے اور جو شخص حاضر ہوا مہینہ مین بوجہ تعظیم یعنی تعظیم و جلال کے
دیدار مین تو اسکو چاہیے کہ لغو و لہو سے باز رہے اور جو شخص اپنے فعل اور روزے کو دیکھے اور اسپر نظر رکھتا ہو تو اللہ تعالے کو اسکے طعام یعنے کھانا پینا چھوڑنے
مین کوئی حاجت نہین ہو یعنے اسکی نظر اپنے کام پر ہو اللہ تعالے کی طرف نہین ہو پس اللہ تعالے کو اسکی کوئی پروا نہین ہو اور یہ ایسا ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
خبر دی کہ بہتیرے روزہ دار ہین جنکا حصہ اپنے روزے سے بھوک اور پیاس ہوتی ہے

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا
اور جب تجھسے پوچھین بندے میرے مجکو تو مین قریب ہون پہونچتا ہون پکارنے والے کی پکار کو جب مجکو پکارتا ہو تو چاہیے کہ حکم مانین میرا اور یقین لاوین

بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝

مجپر شاید نیک راہ پر آوین

ف سیوطیؒ نے لکھا کہ ایک جماعت صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آیا ہمارا پروردگار قریب ہو کہ ہم آہستہ اُس سے مناجات
کرین یا دور ہو کہ اسکو پکارین تو یہ آیت اُتری۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ۔ اور جب تجھسے پوچھین بندے میرے مجکو

تو مین قریب ہون ف یعنے قریب ہون اُنسے اپنے علم کے ساتھ پس تو انکو اس مژدہ کی خبر دیدے قال العکبری قولہ تعالے فانی قریب اے فقل لہم انی قریب یعنے اُنسے کہدے کہ مین قریب ہون اور اسکی وجہ یہ ہو کہ اذا سألک جملۂ شرط پر فانی قریب جو مترتب نہین ہوتی ہو بلکہ خبر دینا مترتب ہوتا ہو اسیواسطے ایسے لفظ کا مقدر کرنا ضروری ہو جو اخبار پر دلالت کرے اسیواسطے فقل لہم مقدر کیا اور یہ لفظ بہ نسبت فاخبرہم کے جو حضرت مفسر رح نے مقدر کیا اولی ہو اسلیے کہ فاخبرہم بانی قریب بہ باء صلہ کہنا پڑیگا بخلاف فقل لہم کے فافہم اور قرب کا استعمال اگرچہ حقیقۃ مکان مین ہوتا ہو یعنے مکان کی نزدیکی پر قربت بولتے ہین مگر جہان علم وغیرہ کی راہ سے کمال آگاہی واطلاع مقصود ہوتی ہو تو مکان کی قربت سے اسکو تشبیہ دیکر قربت کے معنی مین استعمال کرتے ہین جیسے بیان ہو کہ اللہ تعالے نے پوچھنے والون کو اس تمثیل بلیغ سے آگاہ کیا کہ انکو آہستہ مناجات کرنے پر آگاہی حق عزوجل مین تامل تھا پس یہ تمثیل ہو کہ اللہ تعالے کا علم بندون کے افعال واقوال پر کامل محیط ہو اور وہ انکے حال پر بہایت مطلع ہو جیسے وہ شخص جو اُنسے بہت قریب ہو اور حقیقت اس سے تشبیہ کامل مقصود نہین کیونکہ علم واطلاع اس مکانی قربت سے کہین زیادہ ہو چنانچہ فرمایا ونحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنے ہم اس بندے سے اسکی شہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہین اے ہمارا علم اس سے زیادہ محیط ہو ف۲ وقال الشیخ فی العرائس اے حبیب میرے اہل محبت توحید اپنے ساتھ میری نزدیکی کو تجسے دریافت کرین تو مین انکی ذات سے زیادہ انسے قریب ہون اور مین انکے دلون کے اسرار سے اپنی صفت خاص سے ملا ہوا اور مطلع ہون پس مین اپنے نفس سے انکے نفوس کے لیے انکے نفوس سے تجلی کرتا ہون اسواسطے کہ میرا ظہور علم سب کے لیے ہو اگرچہ مجھے دیکھتے وہی ہین جو خاص بندے ہین اور اس آیت مین یہ اشارہ ہو کہ اللہ تعالے بَینَ وَاَینَ سے پاک ومنزہ ہو اس لیے کہ پوچھنے والون نے بَینَ کی نزدیکی اور اَینَ کی دوری کا اشارہ کیا تھا تو اللہ تعالے نے فرمادیا کہ مین قریب ہون اپنے بندون سے بلا اَینَ وبلا بین کے أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔ پہونچتا ہون پکارنے والے کی پکار کو جب مجکو پکارتا ہے تو چاہیے کہ حکم مانین میرا اور یقین لاوین مجپر شاید کہ نیک راہ پر آوین ف یعنے پکارنے والے کی پکار کو اسطرح پہونچتا ہون کہ جو سنے مانگا ہو وہ دے دیتا ہون پس چاہیے کہ فرمانبرداری کے لیے بلانے کو بھی قبول کرین اور ایمان پر برابر قائم رہین آیت مین فلیستجیبوا جو باب استفعال سے ہو بمعنی طلب اجابت نہین بلکہ بمعنی فلیجیبوا ہو یعنے چاہیے کہ قبول کرین کیونکہ باب استفعال کو طلب کے معنی مین ہونا لازمی نہین ہو جیسے قرّ اور استقرّ ایک معنی مین ہو اور یہ آیہ اجیب دعوۃ الداع قربت مذکورۂ بالا کی تقریر ہو اور دعا کرنے والے کے لیے قبولیت کا وعدہ ہو اور چونکہ یہ لوگ مومنین تھے لمنا ولیومنوا بی سے ابتدائی ایمان لانے کا حکم دینا مراد نہین بلکہ یہ مراد ہو کہ برابر ہمیشہ میرے اوپر یقین رکھین اور لعلکم تتقون مین لعل کی بحث بیان ہو چکی حاصل یہ کہ مفسر سیوطی رح کے نزدیک اللہ تعالے کے کلام مین لعلکم بمعنی امید کے نہین جو متضمن شک ہو بلکہ بمعنی تحقیق ہو اور اکثرون کے نزدیک یعنے ذناک ہو اور بعض کے نزدیک لعل ان لوگون کی طرف ہو یعنے وہ لوگ ایسا کرنے سے امید رکھین کہ شاید راہ پر آوین ف حضرت ابن کثیر رح مین ہو کہ معاویہ بن حیدۃ القشیری رض سے روایت ہو کہ ایک اعرابی نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آیا ہمارا پروردگار قریب ہو کہ ہم اس سے مناجات کرین یا دور ہو کہ بلند آواز سے اُس سے دعا کرین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے پس اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری واذا سألک عبادی عنی الخ جب مین نے انکو یہ حکم دیا کہ مجسے دعا کرو پس انھون نے دعا کی تو مین اُسکو قبول کرونگا اخرجہ ابن ابی حاتم وابن جریر وابن مردویہ وابو الشیخ الاصبہانی اور اس سے ظاہر ہو کہ قریب وبعید کا مناجات وندا کے لیے سوال کرنے والا ایک اعرابی تھا اور حسن رحمہ اللہ سے مرسلا روایت ہو کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ہمارا پروردگار کہان ہو تو اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ اور اس جماعت کا سوال اُس طرز پر نہین ہو جو مفسر جلال الدین سیوطی رح نے ذکر کیا ہو قلت فی جامع الاصول نعمان بن بشیر سے روایت ہو کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء ہو العبادۃ اے دعا کرنا عبادت ہی پھر آپنے پڑھا۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی
سیدخلون جہنم داخرین۔ پس آپکے اصحاب نے عرض کیا کہ آیا پروردگار ہمارا قریب ہی کہ اُس سے مناجات کرین اے آہستہ دعا مانگین یا دور ہی کہ اسکو
پکارین تو یہ آیت اُتری۔ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ اخرجہ رزین اور ابن جریج نے عطا سے روایت کی کہ انکو
خبر پہونچی ہی کہ جب یہ آیت اتری۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔ یعنے کہا پروردگار تمھارے نے کہ مجھسے دعا کرو مین تمھارے لیے قبول کرونگا تو لوگون نے
کہا اگر ہم جانتے کہ کون گھڑی ہم دعا کرین تو اچھا تھا پس یہ آیت اُتری۔ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ قال
المترجم اسمین اذا دعان سے جواب یہ ہی کہ جب چاہین دعا کرین پس کلام بالا بطریق افادہ وتتمہ ہی اور حضرت ابوموسی اشعری سے روایت ہی کہ ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد مین تھے پس ہمنے یہ کرنا شروع کیا کہ جب کسی اونچائی پر چڑھتے یا اونچاؤ سے اُترتے تب ہی اپنی آوازین تکبیر کے ساتھ
بلند کرتے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قریب آکر فرمانے لگے کہ اے لوگو نرمی کرو اپنی جانون پر کہ تم کسی بہرے کو نہین پکارتے اور نہ غائب کو پکارتے ہو
بلکہ اسکو پکارتے ہو کہ وہ بڑا سننے والا اور بہت دیکھنے والا ہی البتہ تم جسکو پکارتے ہو وہ تم مین سے ہر ایک سے اسکی سواری کی گردن کی نزدیکی سے بھی
زیادہ اوس سے نزدیک ہی اے عبداللہ بن قیس مین تجھے ایسا کلمہ سکھلاؤن جو جنت کے خزانون مین سے ہی وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہی اخرجہ
الشیخان والامام احمد وغیر واحد اور حضرت انس رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے ظن کے
جو میرے ساتھ رکھتا ہی نزدیک ہون اور مین اپنے بندے کے ساتھ ہون جب وہ مجھسے دعا کرتا ہی اخرجہ الامام احمد اور یہ نزدیکی وساتھ ایسا ہی جیسے اللہ
تعالے نے حضرت موسی وہارون علیہما السلام سے فرمایا۔ واننی معکما اسمع واری۔ یعنے مین ضرور تم دونون کے ساتھ ہون سنتا ہون اور دیکھتا ہون
شیخ شبینی رح نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے تو فرمایا کہ۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اور نیز فرمایا۔ ادعونی استجب لکم۔ حالانکہ بسا
اوقات دعا کیجاتی ہی مگر نہین قبول ہوتی ہی تو اسکا جواب دیا گیا کہ اہل علم نے ان دونون آیتون کے معنی چند طرح بیان کیے ہین پس بعض نے کہا کہ دعا کے معنے
اس مقام پر طاعت ہین اور اجابت کے معنی ثواب ہین اور بعض نے کہا کہ ہر دو آیت کے معنی خاص ہین اور لفظ عام ہی پس تقدیر یون ہی کہ۔ اجیب
دعوۃ الداع ان شئت۔ جیسے کہ فرمایا فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء یا اجیب دعوۃ الداعی ان وافق القضاء یا ان کانت خیرا لہ۔ اے اگر قبولیت اسکے
لیے بہتر ہو یا ان لم یسال محالا۔ اے اگر اسنے ایسی چیز نہ مانگی جو محال ہی اور بعض نے کہا کہ آیت عام ہی اور اجیب کے معنے اسمع ہین اے مین سنتا ہون اور بعض
نے کہا کہ آیت مین اجابت ہی مذکور ہی اب رہا مراد کا دینا وہ مذکور نہین چنانچہ والد کبھی اپنے فرزند کی درخواست کو اجابت کرتا ہی پھر اوسکی مراد عطا نہین کرتا
ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ اللہ تعالے دعا کرنے والے کو خائب نہین فرماتا ہی پھر اگر یہ امر اسکے لیے مقدر ہوا تو عطا فرماتا ہی اور اگر مقدر نہ ہوا تو
اسکا ثواب اسکے لیے آخرت مین رکھ چھوڑتا ہی یا کوئی برائی اسکے سر سے دور کر دیتا ہی اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے مومن بندہ کی دعا اسیوقت قبول کرتا ہی
مگر اوسکی مراد دینے مین تاخیر فرماتا ہی کہ اسکا پھر گڑگڑانا اللہ تعالے کے نزدیک پسند ہی اور جنکو نہین چاہتا اونکی مراد دیدیتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ دعا کے لیے
آداب وشرائط ہین تو جو انکو پورا کرکے دعا کرے وہ اجابت کا سزاوار ہی اور جسنے اسمین کمی کی وہ مستحق نہین انتہی۔ ان اقوال مین سے بعضے صرف
رائے سے ہین اور بہت ضعیف ہین اور باقی اپنی جہت سے ٹھیک ہین اور شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہی کہ اللہ تعالے کسی
دعا کرنے والے کو خائب نہین کرتا اور کوئی چیز اسکو اس سے مشغول نہین کرتی بلکہ اللہ تعالے دعا کا سننے والا ہی اور وہ اللہ تعالے کے حضور مین
ضائع نہین جاتی ہی اور حضرت سلمان فارسی سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے اس سے حیا کرتا ہی کہ بندہ اسکے سامنے دونون
ہاتھ پھیلاوے کہ انمین بھلائی مانگتا ہو پھر اللہ تعالے انکو نامراد لوٹاوے اخرجہ الامام احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہی اور حضرت ابوسعید رض سے

روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ نہین ہو کوئی بندہ مسلمان جو دعا کرتا ہو اللہ تعالے سے کوئی دعا جسمین گناہ نہین اور نہ قطع رحم
مگر اللہ تعالے اُس کو اُس دعا سے تین باتون مین ایک بات ضرور عطا فرماتا ہو یا تو اُسکی مراد جلد عطا فرماتا ہو یا عاقبت کے لیے اُسکا ذخیرہ رکھ چھوڑتا ہو یا
اُسکے مثل اُسکے سر سے برائی دور کر دیتا ہو تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر ہم نے کثرت سے دعا کی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی عطا
بہت کثیر ہو اخرجہ الامام احمد اور یہ ثلاثیات امام سے ہو اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ برابر بندے کی
دعا قبول کیجاتی ہو جب تک کہ گناہ یا ناتا کاٹنے کی دعا نہ کرے تاوقتیکہ استعجال نہ کرے تو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ استعجال کیا تو فرمایا کہ یون کہے کہ مین نے
دعا مانگی اور مین نے دعا کی پر مین نہین دیکھتا کہ میری دعا قبول کیجائے تو اِس خیال پر دعا سے رُک رہتا ہو اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہو اخرجہ مسلم- اور مراد استعجال سے
عجلت ہو اور عروہؓ سے مروی ہو کہ مین نے ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا کہ اے ام المومنین عجلت کیونکر تو فرمایا کہ کہے کہ مین نے اللہ سے سوال کیا پر مجکو نہ دیا گیا اور مین نے
دعا کی پر قبول نہ کی گئی اور یہی قول سعید بن المسیبؒ سے مروی ہو اور عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ)
کہ دل حفاظت و نگہداشت کے لیے بمنزلہ برتن کے ہین ان مین سے بعضے بہ نسبت بعضون کے حفاظت و نگہداشت اور بھرے
جانے مین بڑھے ہوتے ہین سوائے لوگو جب تم اللہ تعالے سے دعا مانگو تو مانگو درحالیکہ تم قبول کیے جانے کا یقین رکھتے ہو اور جان
رکھو کہ اللہ تعالے اُس بندے کی دعا قبول نہین فرماتا جسنے غافل دل سے دعا کی اخرجہ الامام احمد ونحوہ الترمذی **قال المترجم**
چونکہ دعا بڑی چیز اور مغز عبادت ہو لہذا اُسکے متعلق مسائل ذکر کرتا ہون ومن اللہ التوفیق نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء ہو العبادۃ اے دعا ہی عبادت ہو پھر آپنے یہ آیت پڑھی- وقال ربکم ادعونی استجب لکم الآیۃ- اخرجہ ابو داؤد وصححہ
الترمذی اس آیت تمام کے یہ معنی ہین اور کہا تمھارے پروردگار نے کہ مجھسے دعا کرو مین تمھارے لیے قبول کرونگا ضرور جو لوگ تکبر کرتے ہین میری عبادت سے
وہ اوندھے منھ جہنم مین جائینگے- پس اللہ تعالے نے دعا کو عبادت فرمایا اور حدیث ترمذی مین ہو کہ جسکے لیے دعا کا دروازہ کھولا گیا اُسکے لیے رحمت کے دروازے
کھلے اور اللہ تعالے کو بندے کا عافیت طلب کرنا پسند ہو اور جو حادثہ نازل ہوا اور جو نہین نازل ہوا دونون مین دعا مفید پڑتی ہو اور قضا کو سوائے دعا کے
کوئی چیز نہین لوٹاتی ہو اور حدیث مالک وترمذی مین ذکر الٰہی کو خیر الاعمال اور درجات مین ارفع اور خدا کے نزدیک ازکی اور سونا چاندی خیرات کرنے سے
افضل اور ایسے جہاد سے جسمین کافرون کو قتل کرنا اور قتل ہونا واقع ہو افضل فرمایا ہو اور دعا کے واسطے کوئی وقت خاص نہین الا اکثر بعضے اوقات مین کوئی
فضیلت اور بڑھ جاتی ہو چنانچہ حدیث ابو داؤد مین انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اگر مین نماز صبح سے آفتاب طلوع
ہوجانے تک ایسے لوگون کے ساتھ بیٹھون جو اللہ تعالے کا ذکر کرتے ہون تو میرے نزدیک یہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ مین اولاد اسمٰعیل سے چار بردے آزاد کرون
اگر مین نماز عصر سے آفتاب غروب ہو جانے تک ایسے لوگون کے ساتھ بیٹھون جو اللہ تعالے کا ذکر کرتے ہون تو میرے نزدیک یہ بہتر ہو بہ نسبت چار بردے آزاد کرنے کے
**قال المترجم** اس سے خدا کی یاد کرنے والون کی بڑی فضیلت نکلی کہ صرف اُنکے ساتھ بیٹھنے کا یہ مرتبہ ہو اور نماز فجر کے بعد یاد الٰہی افضل ثابت ہوئی بہ نسبت
بعد عصر کے واللہ اعلم اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ ہر رات جب تہائی آخر رات باقی رہتی ہو تب اُترتا ہے
پروردگار ہمارا آسمان دنیا کی طرف پس فرماتا ہو کہ کون ہو جو مجھسے دعا کرے پس مین اُسکی دعا قبول کرون اور کون ہو جو مجھسے درخواست کرے پس مین
اُسے عطا کرون کون ہو جو مجھسے بخشش مانگے پس مین اُسے بخشدون اخرجہ اصحاب الصحاح والسنن اس حدیث مین اُترنے سے مراد رحمت والطاف پروردگار
کا اُترنا ہو اور حق یہ ہو کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے سچے رسول ہین تو جو کچھ آپ نے فرمایا سب سچ ہو ہم ایمان لائے کہ نزول پروردگار
ہر رات ہوتا ہو مگر اسکی کیفیت ہمپر مجہول اور خدا کو معلوم ہو جسمون کا سا اُترنا یا کسی مخلوق کا سا اُترنا ہرگز نہین کیونکہ اللہ تعالے کے مثل کوئی چیز نہین

کما قال تعالےٰ۔ لیس کمثلہ شیئ- لہذا واجب ہی کہ کوئی شخص نزول الٰہی کا تصور نہ باندھے اسلیے کہ جو تصور بندھیگا وہ خواہ مخواہ حادث و مخلوق چیز کے نزول پر صادق
ہوگا کہ جو اسنے دیکھا سُنا وجانا ہی اور ذات قدیم سے بالکل کسی وجہ سے بھی اپنے تصور مین آگاہ نہین ہوا ہی اور یہی مذہب سلف اور صالحین امت کا ہے
اور زیادہ قبولیت کے وقتون مین سے اخیر رات کا درمیان قریب تہائی کے اور بعضون نے کہا کہ تہائی رات جانے کے بعد رات مین جس وقت خدا سے دعا کرے
وہ بہ اقرب ہی اور فریضہ نمازون کے پیچھے اور اذان کے بعد اور اذان و اقامت کے بیچ مین عافیت دنیا و آخرت کی دعا اولیٰ ہی اور جہاد مین لڑائی شروع
ہو جانے پر اور مینہ برسنے پر اور سجدہ مین اور اسکے سوائے اور مین چنانچہ بعض آگے مذکور ہونگے۔ اور جن لوگون کی دعا زیادہ قبولیت رکھتی ہی انمین سے
ایک مظلوم کہ اسنے زبان وغیرہ سے بدلا نہ لیا ہو اور مسافر ہی اور باپ اپنی اولاد کے حق مین دعا کرے اور پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کے واسطے دعا کرے اور بندہ
مومن جب اپنے بھائی کے واسطے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہو تو ملائکہ اُسکی دعا پر آمین کہتے ہین اور کہتے ہین کہ اسکے مثل اللہ تعالےٰ تجھے بھی عطا فرما دے اور مظلوم نے اگر
ظالم پر بد دعا کی تو مظلوم نہ رہا اور اصح یہ ہی کہ دعا مین اسقدر ہاتھ اٹھانا کہ بغل ظاہر ہو مستحب ہی اور قبولیت کا یقین رکھنا واجب ہی اور واضح رہے کہ کوئی
دعا بغیر اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم پر درود بھیجے قبول نہین ہوتی بلکہ آسمان و زمین کے درمیان پڑی رہتی ہی جیسے کافرون کی پکار بھٹکتی پھرتی ہی پس اول
دعا مین اور بیچ مین اور آخر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم پر درود بھیجتا رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے واسطے دعا فرماتے تو پہلے اپنی ذات
مبارک سے شروع کرتے تھے کما صححہ الترمذی من حدیث ابی بن کعب اور دعا مین ایسا کوئی لفظ نہ کہے کہ عزم سوال مین مخل ہو مثلاً پروردگار میرے اگر تو چاہے
تو یہ عطا فرما کیونکہ اللہ تعالےٰ کو کوئی چیز مانع نہین ہو سکتی اور حدیث ترمذی مین ہی کہ ایک شخص نے صبر مانگا یعنے اوسپر کوئی بلا بتھی اور اُسنے صبر مانگا تو آپ نے
اوسکو فرمایا کہ تو عافیت مانگ کہ تو نے بلا مانگی ہی اور جامع دعا بہتر ہے اور تین مرتبہ دعا کرنا پسندیدہ اور دعا مین جلدی کرنا مکروہ اور جلدی اُسکے اثر کیطرف نگاہ رکھنا
اور ناامید ہو نا خرابی اور گناہ و قطع رحم کی دعا حرام ہی اور اللہ تعالےٰ سے دعا نہ کرنا خدا کے غضب مین پڑنا ہی اور ہر چیز ادنےٰ و اعلیٰ جسکی حاجت ہو حتیٰ کہ نمک و جوتی کا تسمہ
تک کی دعا اولیٰ ہی اور اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک جو چیز بندے سے مانگ سکتا ہی نماز کے اخیر دعا مین وہ داخل نہ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم
فرمایا ہوا طریقہ دعا کا بروایت اصحاب سنن یہ ہی کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے قال المترجم
و آخر مین بھی درود بھیجے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور آمین پر ختم کرنا مستحب ہی اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا مین چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کے ننانوے پاک نامون مین سے
خیلے یاد کرنے سے بندہ جنتی ہوتا ہی اللہ تعالےٰ کا اسم اعظم ضرور لاوے اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتون مین ہی۔ والٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمن الرحیم اور شروع سورۂ آل عمران۔ الم اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم- اخرجہ ابو داؤد و صححہ
الترمذی اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یون دعا کرتے سنا اللہم انی اسألک بانی اشہد انک انت اللہ لا الٰہ الا
انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد- تو فرمایا قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ اسنے اللہ تعالےٰ سے اسکے اسم اعظم کے ساتھ
دعا کی ایسا اسم اعظم ہی کہ جب اسکے ساتھ دعا کیجاوے تو قبول فرماتا ہی اور جب اسکے ساتھ مانگا جاوے تو عطا کرتا ہی اخرجہ ابو داؤد والترمذی اور انس رضی اللہ
عنہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے یون دعا کی۔ اللہم انی اسألک بان لک الحمد لا الٰہ الا انت المنان بدیع السموات والارض ذو الجلال والاکرام یا حی یا قیوم
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کسکے ساتھ دعا کی پس صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ و اسکا رسول دانا تر ہی تو فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی کہ جسکے قبضہ میں میری
جان ہی کہ اسنے درخواست کی اللہ تعالےٰ سے اسکے ایسے اسم اعظم کے ساتھ کہ جب اسکے ساتھ دعا کیجاتی ہی تو قبول فرماتا ہی اور جب اسکے ساتھ درخواست کیجاتی ہی
تو عطا کرتا ہی اخرجہ اصحاب السنن پھر اولےٰ وہ دعائین ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم سے مفصل مروی ہوئی ہین جنکو احادیث سے لینا چاہیے یہان انکی گنجائش
نہین ہی مگر یہ واضح رہے کہ دعا قبول ہونے کے واسطے آداب و شرطین ہین جنمین سے بعض تو اوپر کے بیان سے سمجھی جاتی ہین اور باقی مین سے بعض چیزیں دار و مدار

ہے ذکر کرنا چاہیے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اے لوگو اللہ تعالے طیب ہے پاک ہی کو قبول کرتا ہے
اور اللہ تعالے نے مومنوں کو اُسی چیز کے ساتھ حکم دیا جسکے ساتھ رسولوں کو حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا۔ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ اور
فرمایا۔ یا ایھا الذین آمنوا کلوا من الطیبات ما رزقناکم۔ پھر ذکر کیا کہ آدمی طول سفر کرتا ہے اس حال میں کہ پریشان بال گرد آلودہ ہے اپنے دونوں ہاتھ آسمان
کیطرف اٹھا کر کہتا ہے کہ اے رب اے رب حالانکہ جہاں سے کھاتا ہے حرام ہے اور جہاں سے پیتا ہے حرام ہے اور حرام کھا کر پلا ہے تو ایسے کی دعا کہاں قبول
کیجائیگی اخرجہ مسلم والترمذی اور حدیث میں آیا ہے کہ حلال کھلا ہے اور حرام کھلا ہے اور ان دونوں کے بیچ میں مشتبہات ہیں یعنے انپر دلیل حلال ہونے کی بھی کام ہوتی
ہے اور دوسری دلیل سے حرمت نکلتی ہے پس شبہہ ہیں کہ انکو بہت لوگ نہیں جانتے ہیں تو جو شخص اُنسے بچا وہ اپنا دین بچالے گیا۔ اب اس زمانہ میں ضروری بات یہ ہے
کہ برادران اسلام خواہ تاجر ہیں یا پیشہ ور یا نوکر انکو لازم ہے کہ معاملات کے مسائل سیکھیں اگر زیادہ نہیں تو اتنا ضرور کہ جس حال میں ہیں اسکے مسائل شرعی معلوم کریں
تاکہ کھلے حرام سے بچ جاویں اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ترجمہ) لوگوں پر ایسا زمانہ آویگا کہ آدمی کچھ پروا نہ کریگا
کہ اسنے کسمیں سے لیا حلال میں سے یا حرام میں سے اخرجہ البخاری والنسائی اور امام رزین کی روایت میں اسپر اسقدر زیادہ ہے کہ فرمایا کہ پس اس حالت میں اُن
لوگوں کی کوئی دعا قبول نہو گی کذا فی الجامع اور شیخ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالے نے اس آیت کریمہ کو جو دعا کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے روزے کے
حکموں کے بیچ میں ارشاد و تعلیم کے واسطے ذکر فرمایا تاکہ روزے کی مدت پوری ہونے پر بلکہ ہر روز افطار کے وقت پر دعا کرنے میں کوشش کریں یعنے وہ
قبولیت دعا کے وقتوں میں مخصوص ہے چنانچہ امام ابو داؤد طیالسیؒ نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا کہ آپ
فرماتے تھے (ترجمہ) روزہ دار کے لیے اسکے افطار کے وقت دعا مستجاب ہوتی ہے۔ پس عبد اللہ بن عمرو جب افطار کا قصد کرتے تو اپنے اہل واولاد کو بلاتے
اور دعا کرتے اور ابن ماجہ کی روایت میں دعا مستجاب کی جگہ ایسی دعا ہے کہ پھیری نہیں جاتی ہے واقع ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے امام احمد و
ترمذی ونسائی وابن ماجہ کے پاس ثابت ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں کیجاتی امام عادل کی دعا اور روزہ دار کی افطار کے وقت اور مظلوم کی
دعا۔ ف شیخ نے عرائس البیان میں حقائق واشارات میں فرمایا قولہ تعالے۔ اجیب دعوة الداع اذا دعان۔ اے مخلصوں کی دعا میں قبول کرتا ہوں
جبکہ وے غیر دل سے اسرار کی زبان سے مجھ سے دعا کرتے ہیں اگرچہ انکو یہ معلوم نہو کہ میں نے انکی دعا انکے واسطے قبول فرمائی فلیستجیبوا لی۔ پس چاہیے
کہ وے قبول کریں جب میں انکو بلاتا ہوں کہ میرے غیر سے بالکل اعراض کرکے میرے مشاہدے کے لیے حاضر ہوں اور دشمن طمع کی بات نہ سنیں لعلھم یرشدون
اے راہ پاویں مقام طمانینت کی اور حقائق تمکین کی شرط معرفت کے ساتھ اور شبلیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالے جب اپنے بندے کو اپنی قربت کی لذت
دے دیتا ہے تو اسکو اپنے واسطے برگزیدہ کر لیتا ہے اور اسکی سیاست کا خود متولی ہوتا ہے اور اپنے اخلاق سے اسکو ادب سکھلا کر باادب کر دیتا ہے اور اسکو اپنی ذات
پاک کے اوصاف میں سے تین وصف دیتا ہے ایک حیات ایسی کہ اسمیں موت نہیں ہے اور دوم قدرت کہ کسی عجز سے زائل نہیں ہو سکتی وسوم جوانشاہی میں
ملک پس یہی قول اللہ تعالے کا ہے۔ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب الآیة۔ وبعض نے فرمایا کہ یہ معنی ہیں کہ جب تجھے میرے مشتاق بندے مجھے
دریافت کریں تو انکو خبر دے کہ میں انسے ہر نزدیک چیز سے زیادہ نزدیک ہوں اور میں انکے یقین کے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتے ہیں اور شیخ
رویمؒ نے فرمایا کہ ہر روک ٹوک کو دور کر دینا قربت ہے اور حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالی کی قربت بندے سے کیونکر ہے تو فرمایا اللہ تعالے
قریب ہے نہ باجتماع یعنے اسکی قربت یوں نہیں ہوتی جیسے انسان کے تصور میں آتی ہے جیسے یکجا اور اکٹھا ہونا اور وہ بعید ہے نہ بافتراق یعنے
دوری اسکی جدا اور فاصلہ کی راہ سے جیسے مخلوق میں ہوتی ہو نہیں ہے اور فرمایا کہ قربت سے حیا پیدا ہو جاتی ہے پھر واضح ہو کہ ابتداء اسلام
میں روزہ کھول کر بعد عشاء و خواب کے کھانا پینا وغیرہ جائز نہیں رہتا تھا اللہ عز و جل تعالے نے عفو فرما کر نازل فرمایا قولہ تعالے۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ

حلال ہوا تم کو روزے کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمھاری اور تم پوشاک ہو انکی اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنی

تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ

چوری کرتے تھے سو معاف کیا تم کو اور درگذر کی تم سے پھر اب ملو اُن سے اور چاہو جو لکھدیا ہے اللہ نے تمکو

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ

اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آوے تمکو دھاری سفید جدی دھاری سیاہ سے فجر کی پھر پورا کرو روزہ

إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا

رات تک اور نہ ملو اُن سے جب اعتکاف بیٹھے ہو مسجدوں میں یہ حدیں باندھی ہیں اللہ کی سو انکے پاس نہ جاؤ

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝

اسطرح بیان کرتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے شاید وہ بچتے رہیں

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ حلال ہوا تم کو روزے کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے ف یعنے جماع کرنا تم کو روزوں کی رات میں حلال ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ - وہ پوشاک ہیں تمھاری اور تم پوشاک ہو انکی ف یہ کنایہ ہے باہم جورو مرد کے معانقہ کرنے سے یا دونوں کے ایک دوسرے کیطرف محتاج ہونے سے جیسے کہ لباس کی جانب احتیاج ہوتی ہے عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنی چوری کرتے تھے ف یعنی تم اپنے نفسوں کو روزے کی راتوں میں جماع کر کے چوراتے تھے چنانچہ عمرؓ و کعبؓ وغیرہ سے ایسا واقع ہوا تھا فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ - پس اللہ تعالے نے تم پر رجوع فرمایا و تم سے عفو کیا ف یعنے توبہ قبول کر کے عفو کیا اور رحمت کے ساتھ رجوع فرمایا تھے کہ اجازت دیدی فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ پس اب اپنی عورتوں سے مباشرت کرو اور جو اللہ تعالے نے تمھارے لیے لکھدیا اُسکو طلب کرو ف یعنے فرزند صالح وغیرہ - وَكُلُوا وَاشْرَبُوا اور کھاؤ اور پیو ف تمام رات - حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ. یہانتک کہ تم کو فجر کے سیاہ ڈورے سے سپید ڈورا ظاہر ہوجاوے ف یعنے فجر کا ذب سے فجر صادق کھل جاوے تو پھر مت کھاؤ پیو لہذا فرمایا - ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ پھر روزے کو رات تک لیجاؤ ف یعنے پھر اسوقت سپیدہ سے صوم کو کھینچ لیجاؤ رات تک تو رات داخل صوم نہیں ہے کیونکہ وہ تو پہلے سے مباح تھی عشا تک اور اگر داخل ہو تو تمام رات روزہ ہوجاوے اور یہ شروع آیت سے باطل ہے اور اگر کچھ رات تو تو بھی باطل ہے اسواسطے کہ اسکے کچھ معنی نہیں کہ کچھ رات لو اور کچھ چھوڑ دو تو معلوم ہوا کہ رات تک صوم کو لیجانا مراد ہے اور رات داخل کرنا کچھ بھی مقصود نہیں ہے پھر روزہ کھولکر رات بھر کھانا پینا جائز اور جماع حلال ہے جبکہ مسجد میں عکاف نہو چنانچہ فرمایا وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ اور عورتوں سے مباشرت نہ کرو درحالیکہ تم مسجدوں میں معتکف ہو ف تو مباشرت یعنے شہوت سے لپٹانا بھی مکروہ ہے تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ یہی اللہ تعالے کے حدود ہیں پس انکے قریب مت آؤ یونہی اللہ تعالے اپنی آیتوں کو لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وے تقوی اختیار کریں ف یعنے اللہ تعالے نے یہ مقامات حد کر دیے ہیں کہ اس حد سے تجاوز جائز نہیں ہے تو متقی کو چاہیے کہ حد کے پاس بھی نہ آوے تاکہ ایسا نہو اس سے گذر جاوے پس معصیت میں مبتلا ہو - شان نزول اور قصہ آیت کا بیان یہ ہے کہ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جب حکم روزۂ رمضان نازل ہوا تو اہل ایمان پورے رمضان

پھر عورتوں سے قربت نہیں کرتے تھے اور بعضے آدمی اپنے نفسوں کی خیانت کرتے پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری۔ علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب
علیکم وعفا عنکم الآیۃ۔ اخرجہ البخاری اور نسائی کی روایت میں ہے کہ صحابہ میں سے کوئی اگر عشا کا کھانا کھانے سے پہلے سوجاتا تو پھر اسکو حلال نہ تھا کہ اس رات اور
دوسرا دن پھر کچھ کھائے یا پیے تا آنکہ آفتاب غروب ہوجاوے یہانتک کہ یہ آیت اتری۔ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود الآیۃ
اور کہا کہ قیس بن صرمۃ الانصاری کے حق میں اتری قال الشیخ ابن کثیرؒ یہ اللہ تعالے کیطرف سے مسلمانوں کو رخصت ہے اور جو حکم ابتداے اسلام میں تھا
اسکا اٹھا دینا کیونکہ ابتدا میں یہ حکم تھا کہ جب کسی نے افطار کیا تو اسکو کھانا و پینا و جماع کرنا فقط نماز عشا تک یا قبل اسکے سونے تک حلال تھا پھر جب وقت
سوگیا یا عشا کی نماز پڑھ لی تو اسپر کھانا و پینا و جماع کرنا دوسرے دن گذرنے کے بعد رات آنے تک حرام ہوجاتا تھا یعنے اسی وقت سے روزہ شروع ہوجاتا
تھا پس صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے بہت مشقت لاحق ہوئی قال المترجم ظاہر حدیث براءؓ سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان بھر جماع حلال نہ تھا مگر بعض روایات
میں ایسا بھی مذکور ہے جیسے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے پس اس آیت رخصت و رحمت کے باعث نزول دو ہیں ایک یہ کہ بعض نے اپنے نفسوں کی خیانت
اسطرح کی کہ رات میں جماع کرلیا اور دوم یہ کہ بعض کو کھانا پانی نہ ملنے سے سخت مشقت لاحق ہوئی چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ مسلمانوں کا حال ماہ رمضان میں یہ تھا کہ جب انھوں نے نماز عشا پڑھ لی تو ان پر عورتیں اور طعام اگلی رات آنے تک حرام ہوجاتی
تھیں پھر مسلمانوں میں سے چند آدمیوں نے بعد عشا کے عورتوں و کھانے سے انتفاع حاصل کیا اور عمر بن الخطابؓ بھی انھیں چند لوگوں میں تھے
پس ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم
فالآن باشروهن الآیۃ قال المترجم عامہ آثار میں صرف بعد عشا کے عورتوں سے جماع کرلینا مذکور ہے طعام سے انتفاع مذکور نہیں اور کریبؒ نے حضرت
ابن عباس سے بلا ذکر طعام روایت کیا ہے اور یہی اظہر ہے اور کریبؒ کی روایت میں حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی سے قربت کرلینا مذکور ہے اور یہی اثر ابوہریرہؓ
میں ہے اور مرسل عبدالرحمن بن ابی لیلی میں بھی صرف حضرت عمرؓ کا ذکر ہے اور ابن جریرؒ نے اپنی سند سے کعب بن مالک سے حضرت عمر و کعب بن مالکؓ دونوں
سے ایسا واقعہ ذکر کیا ہے اور اسکی سند میں ابن لہیعہ راوی ہیں جنمیں کلام ہے مگر مجاہد و عکرمہ و قتادہ و عطا سے بھی یوں ہی مروی ہوا کہ حضرت عمرؓ جنھوں نے
مثل حضرت عمر کے کیا تھا انکے سبب سے یہ آیت اتری قال المترجم تحقیق یہ ہے کہ ایسا کرنے والے سوائے حضرت عمرؓ اور بھی تھے مگر شکایت اور اظہار انکا
حضرت عمرؓ نے کیا جسپر یہ آیت اتری فالآن اور کلوا واشربوا۔ یعنے کھانے پینے کی اباحت تاوقت سحر اترنے کا یہ سبب ہوا کہ قیس بن صرمۃ الانصاری کو
بسبب بھوک پیاس کے غش آگیا تھا چنانچہ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب آدمی روزہ دار
ہوتا اور افطار کا وقت آتا اور وہ افطار سے پہلے سوجاتا تو اس رات اور دوسرا دن کچھ نہیں کھا سکتا یہانتک کہ شام ہوجاوے اور قیس بن صرمۃ
انصاری روزے سے تھے پھر جب افطار کا وقت آیا تو اپنی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے اسنے کہا کہ نہیں ولیکن میں جاتی ہوں
تمہارے لیے کوشش کرتی ہوں اور قیس بن صرمہ نے وہ تمام دن اپنے کھیت میں کام کیا تھا پس انکی آنکھ لگ گئی پھر انکی بیوی آئی تو جب انکو دیکھا تو کہا
خیبۃ لک۔ اے تیری خرابی پھر دوسرے روز جب دوپہر کا وقت ہوا تو ان پر غشی طاری ہوئی پھر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا تو یہ آیت
اتری۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم پس صحابہؓ اس سے بہت خوش ہوئے پس اتری۔ وکلوا واشربوا۔ قال المترجم روایت بالا ترمذی
و بخاری میں یوں ہی ہے اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ پس یہ آیت اتری احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود
من الفجر پس صحابہؓ کو اس سے بہت ہی خوشی ہوئی کذا اوردہ الشیخ ابن کثیر فی التفسیر اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ظاہر مراد یہ ہے کہ آیت۔ احل لکم لیلۃ الصیام
الرفث الی نسائکم ہن لباس لکم وانتم لباس لہن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروهن وابتغوا ما کتب اللہ لکم کے بلا وکلوا واشربوا

حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود۔ بھی اُتری اور بہت خوشی۔ رفع مشقت وغیرہ کے سوائے اس وجہ سے بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قبل توبہ کے معاف کیا اور درگذر کی جو کمال نظر رحمت پر دلالت کرتا ہے اور بعض روایت میں بجائے قیس بن صرمہ کے صرمہ بن قیس مذکور ہے اور بعض میں قیس بن عمرو اور شاید صحیح قیس بن صرمہ ہے واللہ اعلم وہو قیس بن عمرو الانصاری اور رفث اس آیت میں کنایہ از جماع ہے قالہ ابن عباس و مجاہد و سعید و سالم و حسن بصری و ابراہیم وغیرہم اور لباس لکم کی تفسیر ابن عباس و مجاہد و سعید وغیرہم سے سکن لکم مذکور ہے یعنے ہن سکن لکم وانتم سکن لہن۔ اور ربیع بن انس سے یعنی ہن لحاف لکم وانتم لحاف لہن مروی ہے پس یہ جملہ گویا جماع مباح کرنیکا بیان مناسبت ہے کہ مرد و اسکی عورت دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے مخالط رہتا اور ایک سے دوسرے کا بدن چھوتا رہتا ہے اور باہم لپٹتے ہیں تو مناسب ہوا کہ رمضان کی رات میں انکو جماع کرنے کی رخصت عطا ہو آور قولہ وابتغوا ما کتب اللہ لکم من کتب یا تو بمعنی قدر ہے یقال المہر مکتوب ای مقدر پس مراد فرزند ہے و ہکذا روی عن ابی ہریرہ رضہ وابن عباس وانس وشریح التابعی و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و آخرین پس حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رمضان کی رات میں جماع کو حلال کر دیا تو تمکو چاہیے کہ جماع سے حظ نفسانی کی خواہش نکرو بلکہ جو غرض اس سے ہے کہ کسر شہوت و بقائے نسل ہو وہ چاہو۔ یا بمعنے اباح لکم ہے پس مراد یا تو جماع ہے قالہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم یا موضع حرث یعنے فرج عورت ہے اور ابن عباس سے لیلۃ القدر بھی اسکی تفسیر ابن ابی حاتم وابن جریر نے روایت کی ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ ما کتب اللہ لکم ای الرخصۃ التی کتب اللہ لکم یعنے ما احل اللہ لکم اور ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار یہ ہے کہ آیت کریمہ ان سب معنوں کو شامل ہے پس ابن عباس رض سے اختلاف روایات کا اشکال دفع ہو گیا اور قولہ تعالیٰ وکلوا واشربوا حتے یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود سے اللہ تعالیٰ نے باوجود اباحت جماع کے کھانا و پینا بھی مباح کر دیا کہ رات میں جسوقت چاہو ایسا کرو یہانتک کہ صبح کی روشنی رات کی تاریکی سے ظاہر ہو اور اسکو الخیط الابیض من الخیط الاسود۔ یعنے سپید تاگے کا سیاہ تاگے سے ظاہر ہونے کے ساتھ تعبیر فرمایا کہ اشکال دکھنچاؤ میں یہ اسکے مشابہ ہے اور من الفجر رفع التباس کے لیے فرما دیا چنانچہ پہلے من الفجر کا لفظ نازل نہوا تھا پس بعضے صحابہ خیط ابیض و خیط اسود سے سفید و سیاہ تاگا ہی سمجھے چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیہ کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود اتاری گئی اور من الفجر کا لفظ نہیں اتارا گیا پس لوگوں میں سے چند لوگ جب روزہ کا ارادہ کرتے تو باندھتا انمیں سے ایک اپنے دونوں پانوں میں سفید تاگا اور سیاہ تاگا اور برابر کھاتا رہتا یہانتک کہ اسکو ان دونوں کی رویت ظاہر ہوتی (یعنے سپید و سیاہ متمیز دکھلائی دینے لگتے) پھر بعد کو اللہ تعالیٰ نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا تو لوگوں نے جانا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد دن و رات ہے اخرجہ البخاری اور امام احمد نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب آیہ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود اتری تو قصد کر کے دو ڈورے لیے ایک سیاہ اور دوسرا سپید پس میں نے دونوں کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا پھر میں نے یہ کیا کہ انپر نگاہ کیا کرتا پھر جب مجھے سیاہ سے سفید جدا ظاہر ہوا تب میں نے اپنے آپ کو روکا (یعنے کھانے پینے سے) پھر جب صبح ہوئی تو میں اول وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو میں نے کیا تھا اُس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے ایسا کر پایا تو تیرا تکیہ بہت چوڑا ہے اسکی تو مراد یہی ہے کہ رات کی سیاہی سے دن کی سپیدی ظاہر ہو اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں کئی طور سے یہ حدیث عدی بن حاتم رض سے روایت کی گئی ہے اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان وسادک اذًا لعریض اسکے یہ معنی ہیں مراد تو خیط ابیض و اسود سے سپیدی روز و سیاہی شب ہے پس جب تو نے انکو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا تو یہ مقتضی ہے کہ تیرا تکیہ مشرق و مغرب کی چوڑان کی گنجائش رکھتا ہے اور یہ معنی خود بعض روایات بخاری میں بیان ہوئے ہیں پس روزے کیواسطے دن کا شمار سیاہی شب سے سپیدی فجر ظاہر ہونے سے ہے طلوع آفتاب سے نہیں ہے اور طلوع فجر تک کھانے کی اجازت دینے سے سحری کھانا مستحب نکلتا ہے اسواسطے کہ یہ رخصت الٰہی ہے اور رخصت کو اختیار کرنا مستحب ہے اسی سے حدیث میں سحری کی بابت تاکید آئی ہے چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے اخرجہ البخاری و مسلم اور عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے روزے اور اہل کتاب کے روزے میں فرق سحری کھانے سے ہے (یعنے ہنود وغیرہ سحری نہیں کھاتے ہیں) اخرجہ مسلم اور امام احمد کی حدیث ابو سعید رض میں تاکید ہے کہ اسکو مت چھوڑو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لو کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے صلوۃ بھیجتے ہیں سحری کھانے والوں پر۔ **قال المترجم** مراد

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انپر رحمت کرتا ہے اور فرشتے انکے لیے برکت وغیرہ کی دعا کرتے ہیں اور اس باب میں بہت حدیثیں آئی ہیں اور یہ بھی مستحب ہے کہ سحری میں آخر وقت تک تاخیر کرے حتی کہ بعض احادیث میں بیان ہے کہ صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے وقت سحری کھائی کہ بعضوں کو فجر طلوع ہوجانے کا گمان ہوا اور سحری کی اسطرح تاخیر ایک جماعت صحابہ و بہت تابعین و سلف صالحین سے مروی ہے اور صحیحین کی روایت میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال کا اذان دینا تمکو تمہاری سحری کھانے سے منع نہ کرے کہ وہ رات سے اذان کہتا ہے پس کھاؤ پیو یہانتک کہ ابن ام مکتوم کی اذان سنو اور یہ روایت بخاری کا ترجمہ ہے اور ابن ام مکتوم آنکھوں سے نابینا تھے اذان نہیں کہتے یہانتک کہ انسے کہاجاتا کہ تم نے صبح کردی تم نے صبح کردی اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک جب اذان رات سے نہیں رہا ہے تو مراد یہ ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ تہجد وسحری کے لیے اذان کہتے تھے اور ابن ام مکتوم صبح صادق ہونے پر کہتے تھے اور حدیث امام احمدؒ میں طلق بن علیؓ کی روایت سے موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر وہ نہیں ہے جو افق میں مستطیل ہوتی ہے بلکہ وہ ہے جو چوڑان میں پھیلی ہوئی سرخ ہوتی ہے اور یہ کہ مانند مسلم و ترمذی کی حدیث میں ہے آور اسی انتہاء وقت اباحت جماع و طعام وغیرہ سے استدلال[له] کیاجاتا ہے کہ روزہ کا ارادہ کرنے والا اگر صبح ہوجاوے اور وہ جنابت کی حالت میں ہو تو چاہیے کہ غسل کرے اور روزہ تمام کرے اور کچھ حرج نہیں ہے اور یہی چاروں اماموں اور جمہور علماء سلف و خلف کا مذہب ہے اور حدیث عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما میں ہے کہ ہر دو ام المومنینؓ نے فرمایا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کرتے درحالیکہ جنب ہوتے سوائے احتلام کے جماع سے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے اور حدیث ام سلمہ میں اسقدر زائد ہے کہ پھر نہ یہ روزہ کھول ڈالتے اور نہ اسکو قضا کرتے اخرجهما البخاری ومسلم واعلم ان فی مسند الامام احمد ما ینافی ذلك فانه قال حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن همام عن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال اذا نودی للصلوة صلوة الصبح واحدكم جنب فلا يصم يومئذٍ وهذا الحديث كما ترى جيد الاسناد على شرط الشيخين فمن العلماء من علل بانه مضطرب الاسناد ربما يروى مرفوعًا وربما موقوفًا على فضل بن عباس قلت وهذا ليس بعلة تقدح ومنهم من ذهب الى هذا الحديث وحكى هذا عن ابی هريرة وسالم وعطاء وهشام بن عروة وغيرهم ومنهم من فرق بين ان يصبح جنبا نائما فلا عليه لحديثي عائشة وام سلمة وبين ان يصبح جنبا مختارا فلا صوم له لحديث ابی هريرة وحكى هذا عن طاؤس وعروة والحسن ومنهم من فرق بين الصوم الفرض والنفل بان يتم في الاول ثم يقضيه وفى الثانى لا يضره ويروى هذا عن ابراهيم النخعى ومنهم من ادعى نسخ حديث ابی هريرة بحديثى عائشة وام سلمة ولكن لا تاريخ معه وكذا دعوى ابن حزم نسخه بهذه الآية بلا تاريخ بل التاريخ يدل على خلافه ومنهم من قال ان حديث ابی هريرة محمول على نفى الكمال وحديثى عائشة وام سلمة رضى الله عنهما يدلان على الجواز **وقال ابن كثير فى التفسير** وهذا المسلك اقرب الاقوال واجمعها قلت فاذا قوله فلا يصم بمعنى فلا صوم له وهذا كما تراه بعيد واقرب الاقوال عندى انما هو الثانى بعد تسليم الحديث وهو التفرقة بين ان يصبح جنبًا نائمًا وبين ان يصبح مختارا ومعنى هذا القول عندى ان من باشر فعل الجنابة باختياره حتى اصبح وهو على هذه الحالة فلا يصم يومئذٍ وحمل حديث ابی هريرة على هذا غير بعيد فمعنى قوله واحدكم جنب اى مباشر ما يكون به جنبا وهو كناية عن الجماع فليتامل فيه اور افطار میں تعجیل کرنا مستحب و مسنون ہے اور سہل بن سعد الساعدیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ لوگ بھلائی سے رہینگے جب تک افطار میں تعجیل کرینگے اخرجه الشیخان اور ترمذی کی روایت میں مرفوعًا ہے کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ بندوں میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہیں جو افطار کرنے میں زیادہ جلدی کرتے ہیں اور اس حدیث کو امام احمدؒ نے بھی روایت کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ وقت ہوجانے پر توقف بالکل نہو اور اسی سے صوم وصال مکروہ ہے اور صوم وصال یہ ہے کہ دو دن ایک میں ملاوے بیچ میں کچھ نہ کھاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوم وصال رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا کھلانے والا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور

[له] وجہ استدلال یہ ہے کہ جب جماع تا طلوع فجر حلال ہے تو جماع سے فراغت اور شروع نہار دونوں میں کچھ فاصل نہیں اور یہاں تک مباح ہے پس غایت وقت مباح پر اگر جماع سے فارغ ہوا تو شروع وقت صوم میں جنبی ہوگا پس غسل کرے اور روزہ تمام کرے ۱۲

پلانے والا ہے جو مجھے پلا دیتا ہے مین تم سا نہین ہون" اسی لیے اکثر سلف چپے در پے روزے رکھتے وہ افطار کے وقت کچھ چکھ لیتے کہ کراہت صوم وصال سے
بچین اور یہ بنظر ریاضت کرتے تھے نہ بطریق عبادت ۔ لیکن بعض احادیث مین ایک سحری سے دوسری سحری تک صوم وصال کی رخصت بھی آئی ہے اور صحیحین
مین حدیث ابوسعید خدریؓ مین بھی مذکور ہے اور قولہ تعالے ولا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد یہ رمضان وغیر رمضان سب مین مسجد مین سے اعتکاف
کی حالت مین نکلکر رات یا دن مین جورو سے قربت کرنے کی ممانعت ہے اور یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور ضحاک وقتادہ ومجاہد وہمون سے مروی ہے
کہ لوگ یہ کرتے تھے کہ اعتکاف مین مسجد سے نکلکر اگر جاتے تو جورو سے قربت کر لیتے تھے یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اعتکاف سنت موکدہ ہے اور واضح رہے
کہ مباشرت سے مراد یہان فقط جماع ہے اور ایسی باتین جو جماع پر برانگیختہ کرین مثل بوسہ لینے وغیرہ کے اور جو باتین ایسی ہون وہ منع نہین چنانچہ حضرت عائشہؓ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مین کنگھی کر دیتی تھین حالانکہ آپ اپنا سر مبارک انکی طرف کر دیتے تھے جیسا کہ حدیث صحیحین سے ثابت ہے ف ۲ قال
الشیخ فی العرائس قولہ تعالے علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم ۔ اے اپنے نفسون کی خیانت اس طرح کرتے جو کہ نفس کا مجاہدہ اور اسرار ادب اسکو تعلیم کرنا
چھوڑتے ہو اور جو نفس کی مراد ہے تم بھی اسکے ساتھ اسکی مراد پر جھپٹتے ہو اور جو نفس کہتا ہے اسکا کلام سنکر قبول کرتے ہو اور وہ اپنے کو بندگی سے نکالتا ہے
اور شہوت کی آگ مین گھسا جاتا ہے تم اسپر صبر کرتے اور خاموش رہتے ہو اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ خیانت نفس کی یہ کہ جہان وہ ٹھہرے وہان اسکا ساتھ
[یعنے جیسے جھپٹے]
دے واسطیؒ نے فرمایا کہ اعتکاف ہر نفس کا روکنا اور جوارح کو لگام دینا اور حد پر رکھنا اور وقت کو نگاہ رکھنا پھر تو جہان ہو وہین اعتکاف مین ہے اور
[دست و پا یا اعضاء ظاہری]
بعض نے فرمایا کہ برگزیدہ لوگ اپنے اسرار کے ساتھ حضرت حی القیوم کی درگاہ مین معتکف ہین کہ انپر حوادث کے جریان سے کوئی چیز اثر نہین کرتی ہے اسلیے
[جاری ہونا]
کہ وہ اپنے مشاہدہ مین مستغرق ہین حق عزوجل نے ربوبیت کے حکمون کو عبودیت کے مقام مین حدود باندھ دیا ہے تاکہ بندے انکی وجہ سے قربت کے پردے
دریدہ کرنے سے بے بس کیے جاوین اسواسطے کہ ان حدود کی ابتدا مین تو عبودیت کے اسرار ہین اور انکی انتہا مین ربوبیت کے اسرار ہین انکی وجہ سے
[پھاڑنے سے]
بندے ازلیت کے اسرار پر مطلع ہونے سے باز رکھے گئے ہین تاکہ احکام شریعت باقی رہین قال المترجم تمام اطلاع سے ایمان بالغیب وغیرہ مین خلل تھا اور
حقوق عبودیت مین فرق آتا تھا یا بوجہ اطلاع کے فنائے تمام اسطرح تھی کہ جسم جل جاتے جو کمال کامل ہونیکا آہین جیسے کوہ طور کے حق مین ہوا
اور یا یہ معنی ہین کہ عدم اطلاع اسوجہ سے متعین ہوئی کہ ہنوز احکام شریعت انپر باقی ہین قولہ تعالے ۔ وکذلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلھم یتقون ٥
اللہ عزوجل نے سر قدیم کو وصف جبروت کے ساتھ آیات وصفات مین ظاہر فرمایا تاکہ اسکے بندے اسکی عظمت وجبروت سے ڈرین اور مقام حقیقت
[قدیم کے سر کو]
کے لیے بشریت کے اوصاف چھوڑ دین

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ
اور نہ کھاؤ آپس مین ناحق ایک دوسرے کے مال اور نہ پہونچاؤ انکو حاکمون تک تاکہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگون کے مال مین سے
بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ٥ ع ۲۳
مارے گناہ کے اور تم کو معلوم ہو

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ ۔ اور نہ کھاؤ آپسمین ناحق ایک دوسرے کے مال ف یعنے بعض تمہارا بعض کا مال ناحق
طور پر نہ کھاوے ایسے طریقہ سے جو شرعاً حرام ہے مثل چوری وغصب کرنے کے وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ ۔ اور نہ پہونچاؤ انکو حاکمون تک ف
یعنے نہ ڈالو محاکمہ تک یا نہ ڈالو مالون کو بطور رشوت کے باین غرض لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ٥
تاکہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگون کے مال مین سے مارے گناہ کے اور تمکو معلوم ہو ف یعنے محاکمہ کرا کر آپسمین ایک دوسرے کا مال کھا جاؤ بحالیکہ تم متلبس بگناہ ہو

اور یہ بھی جانتے ہو کہ تم اس فعل کے مرتکب ناحق ہوئے۔ بینکم ظرف ہو لاتاکلوا کا اور معنی یہ ہین لاتاکلوا فیما بینکم اور بالباطل یعنے بالسبب الباطل مفسر سیوطیؒ نے اسکو حرام سے تفسیر فرمایا اور تدلوا مجزوم ہو بسبب معطوف ہونے کے لاتاکلوا پر یعنے لاتدلوا اور بہا مین حرف با تدلوا کا صلہ ہو اور ضمیر راجع باموال ہو یعنے نہ ڈالوان مالون کو طرف حکام کے پس یا تو مراد یہ ہو کہ نہ ڈالو انکی حکومت کو حکام پر تو مضاف محذوف ہوا ے لاتدلوا بحکومتہا یا اموال کو حکام کیطرف ڈالنے سے رشوت دینا مراد ہو اور قولہ بالاثم۔ جیسے جھوٹی گواہی اور جھوٹ قسم وغیرہ۔ تعلمون یعنے تم جانتے ہو کہ تم ناحق ایسا کرنے والے ہو کیونکہ جانکر گناہ کرنا زیادہ قبیح ہو اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ یہ ایسے شخص کے حق مین ہو کہ اُسپر مال آتا ہو مگر اُسپر گواہ نہ ہون پس وہ مال کا منکر ہو جاوے۔ اور حکام کے پاس مخاصمہ کرے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ یہ حق مجھپر آتا ہو اور جانتا ہو کہ مین اسطرح حرام کھانے والا گنہگار ہون اور ایسا ہی مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ سے مروی ہو اور اس آیت مین دلیل ہو کہ اگر قاضی نے ایسی صورت مین حکم دیدیا کہ اُسپر مال نہین آتا تو قیامت مین اسکا چھٹکارا نہ ہوگا اور وہ گناہ سے نہ بچیگا اور قاضی کے حکم دینے سے جو نفس الامر مین حرام ہو وہ حلال نہین ہوتا اور جو حلال ہو وہ حرام نہین ہوتا صرف اسکا حکم ظاہر مین ملتزم ہو اور حدیث مین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ترجمہ) آگاہ رہو مین بشر ہی ہون اور خصوم میرے پاس آتے مین تو شاید تم مین بعض آدمی اپنی حجت بیان کرنے مین بعض کی بہ نسبت زیادہ گویا ہون پس مین اُسکے واسطے حکم دیدون تو ایسے جسکے واسطے مین نے کسی مسلمان کے حق کا حکم دیدیا تو وہ ایک ٹکڑا آگ کا ہو چاہے اُسکو اپنے اوپر لادے یا چھوڑ دے اخرجہ الشیخان

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ

تجھسے پوچھتے ہین — چاند کا نیا نکلنا — تو کہہ یہ وقت ٹھہرے ہین لوگون کے واسطے اور حج کے لیے

واضح ہو کہ لوگون نے پوچھا تھا کہ اس چاند مین کیا حکمت ہو کہ پہلے باریک ظاہر ہوتا پھر بڑھکر پر نور ہو کر گھٹتا جاتا ہو حتی کہ پھر ہلال ہو جاتا ہو تو یہ آیت نازل ہوئی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ تجھسے پوچھتے ہین چاند کا نیا نکلنا ف یعنے کیون اسطرح نکلتے ہین کہ پہلے باریک پھر روز بروز بڑھتے جاتے ہین اور پھر ویسا ہی گھٹ جاتے ہین حکمت کے ساتھ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔ تو کہہ یہ وقت ٹھہرے ہین لوگون کے واسطے اور حج کے لیے ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان پوچھنے والون سے کہدیجیے کہ یہ وقت پہچاننے کا آلہ ہو یعنے اس سے لوگ اپنی کھیتی کرنے اور تجارت کرنے کے وقت اور اپنی عورتون کی عدت اور روزے و افطار کا حال معلوم کرتے ہین پس اگر یہ ہلال ایک ہی حال پر رہتا تو ان اوقات کی شناخت نہوتی۔ اہلہ جمع ہلال کی ہو جو پہلی سے تیسری تاریخ تک کے چاند کا نام ہو پھر بعد اسکے اسکو قمر کہتے ہین مگر یہان اسکو اول نام سے بیان فرمایا یہ ماخوذ ہو اَستہل الصبی سے جلّا یا لڑکا یعنے جسوقت پیدا ہوا چونکہ چاند دیکھکر بھی لوگ اکثر اپنی آواز بلند کرتے تھے لہذا ہلال نام ہوا۔ اور یسئلونک عن الاہلہ۔ مین دو احتمال ہین یا تو یہ مراد ہو کہ یسئلونک عن حقیقۃ الاہلۃ۔ یا مراد یہ کہ حکمۃ الاہلۃ۔ یعنے حقیقت ہلال پوچھی یا اسکی حکمت پوچھی تو سکاکی نے اول اختیار کیا ہو اور کہا کہ ان لوگون نے ہلال کا سبب دریافت کیا تھا مگر اللہ تعالے نے انکو اسکی حکمت بیان کرنے کے ساتھ جواب دیا اور یہ جواب باسلوب حکیم ہو باین تنبیہ کہ سوال کرنے والونکو اسکی حکمت دریافت کرنا لائق ہو نہ سبب لیکن یہ تکلف بیوجہ ہو یہ کہان سے معلوم ہوا کہ انھون نے ہلال کا سبب دریافت کیا تھا نہ عبارت سے نکلتا ہو نہ کسی خبر مین مروی ہو حالانکہ اصل یہ ہو کہ جواب مطابق سوال کے ہوتا ہو پس مراد حکمت ہلال ہو اور جواب بھی اسپر مطابق ہو اسیواسطے محققین مثل امام راغب و صاحب کشاف و بیضاوی اور مفسر سیوطیؒ وغیرہ نے اسکو اختیار کیا اور مفسر سیوطیؒ نے اتقان مین فرمایا کہ ابن جریر نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ شیخ ابو العالیہ نے فرمایا ہمکو خبر پہونچی ہو کہ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یون کہا تھا کہ یا رسول اللہ اہلہ کیون پیدا کیے گئے ہین اور یہ صریح ہو کہ انھون نے اسکی حکمت دریافت کی تھی پھر ہلال کل امور معاش و عبادات مین مفید ہو لیکن حج کو خاص کیا بوجہ اسکی خصوصیت کے

کہ اسکی ادا و قضا دونون مین وقت کی مراعات ہے احمد حاکم و عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اللہ تعالے نے اہلہ کو لوگون کے لیے مواقیت مقرر فرمایا ہے پس چاند کو دیکھکر روزہ رکھو اور دیکھکر افطار کرو پھر اگر بدلی چھا جاوے تو تیس پورے شمار کرلو وقال الحاکم صحیح یعنے اگر شعبان کی انتیسوین کو بدلی ہو اور کبھی روزہ رہے تو شعبان کے تیس دن شمار کرکے پھر رمضان کا پہلا دن گنو اور اسیطرح اگر رمضان کے آخر مین ایسا ہو تو ایسا ہی کرو ف ۔ فی العرائس قوا قل ہی مواقیت للناس والحج ۔ احوال طرح طرح کے جو ذات ابدی اور غیر سرمدی کے کشف ہونے کے وقت ظاہر ہوتے ہین یہ روحون کے مواقیت ہین کہ جب روحین اعلے مقامات پر ترتیب وار چڑھتی ہین اور عالم صفات مین انکے شوقون کی کمی وبیشی ظاہر ہوتی ہے تو یہ احوال پیدا ہوتے ہین کیونکہ اللہ تعالے قربت کے مقام کو بقدر شوق ہر ایک شائق کے کشف فرماتا ہے جو کبھی کم مثل ہلال کے اور کبھی زائد مثل قمر کے پر وہ مشاہدات سے منکشف ہوتا ہے جسکے بقدر ظہور احوال وکشف صفات کے وہ لوگ احکام عبودیت کو ربوبیت مین اور احکام ربوبیت کو عبودیت مین پہچان لیتے ہین اور جاننے کی ضرورت یہ پیش ہے کہ عارف کو بیان علم احوال وآداب کی حقیقت معلوم ہونا ضرور ہے تاکہ انوار قربت ومشاہدہ پانے کے وقت انکی قدر کے لائق آداب کا برتاؤ کرے

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا

اور نیکی یہ نہین کہ آؤ گھرون مین پشت پر سے لیکن نیکی وہی جو شخص بچتا رہے اور گھرون مین آؤ دروازون سے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اور اللہ سے ڈرتے رہو شاید تم مراد کو پہونچو

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا - یہ نیکی نہین کہ گھرون مین انکی پشت کی طرف سے داخل ہوف یعنے حالت احرام مین باین طور کہ گھرون مین نقب لگا کر اس سے آؤ جاؤ اور دروازہ چھوڑ دو اور حال یہ تھا کہ وہ لوگ ایسا کرتے تھے اور اسکو نیکی جانتے تھے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى - ولیکن نیکی والا وہ شخص ہے کہ جسنے اللہ تعالے سے اسطرح تقوی کیا کہ اللہ تعالے کے حکم سے خلاف کرنا چھوڑ دیا وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا - اور گھرون مین اُنکے دروازون سے آؤ ف یعنے احرام مین بھی جیسے غیر احرام کی حالت مین دروازون سے آتے جاتے ہو - وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - اور اللہ تعالے سے تقوی کرو تاکہ فلاح حاصل کرو ف یعنے مراد کو پہونچو آیت کریمہ کا شان نزول کئی طور پر روایت کیا گیا ہے اور مصداق اسکے سب وجوہ ہو سکتے ہین مگر اصل سبب نزول ظاہرا یہ ہے کہ جو براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت مین یعنے اسلام سے پہلے جب لوگ احرام باندھتے تو گھرون مین انکی پشت کیطرف سے آتے تھے اور دروازہ سے آنا گناہ جانتے پس اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا الآیۃ ۔ اخرجہ البخاری وکذا رواہ ابوداؤد الطیالسی براء بن عازب سے دوسری روایت ہے کہ انصار کا قاعدہ تھا کہ جب اپنے سفر حج سے مدینہ مین واپس آتے تو کوئی آنے والا اپنے گھر مین دروازہ کی طرف سے داخل نہوتا پس یہ آیت اتری اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عادت ابتداے اسلام مین بھی جاری تھی جابرؓ سے روایت ہے کہ قریش لوگ حمس کہلاتے تھے یعنے اپنے دین مین سخت ومضبوط تو یہ لوگ احرام مین اپنے دروازون سے داخل ہوتے تھے اور انصار و باقی عرب احرام مین دروازون سے نہین داخل ہوتے تھے پس ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک باغ مین تھے پس وہان سے اُسکے دروازے سے باہر نکلے اور آپکے ساتھ قطبہ بن عامر انصاری بھی نکل آئے پس لوگون نے کہا کہ قطبہ بن عامر ایک شخص تاجر ہے اور وہ آنحضرت کے ساتھ دروازے سے نکل آیا پھر لوگون نے اس سے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا تو قطبہ نے کہا کہ مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہون پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری ولیس البر بان

تاتوا البیوت من ظھورھا الآیة - اس حدیث کو ابن ابی حاتمؒ اور عوفی نے ابن عباسؓ سے بھی اسیکے مانند روایت کی اور ایسا ہی مجاہد و زہری و قتادہ
و ابراہیم نخعی و سدی و ربیع بن انس رحمہم اللہ سے مروی ہے اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت مین بعض قومون کا دستور تھا کہ جب
انمین سے کوئی سفر کا قصد کرتا اور بقصد سفر گھر سے باہر نکلتا پھر اُسکو کسی وجہ سے یہ مصلحت معلوم ہوتی کہ ٹھہر جاوے اور سفر کو چھوڑے تو
گھر مین دروازے سے نہ آتا بلکہ پشت کیطرف سے دیوار پھاند کر آتا تھا اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا یہ مذموم دستور وہ ہے جو آج کل
اسلام کے مذبذب خیالات والون مین پھیلا کر نجوم کے طور پر جانے کے دن و ساعت سفر کر کے باتراب کرتے ہین پھر گھر مین داخل نہین ہوتے ہین اگرچہ
اس روز سفر نہ کرین اور بعضے دوسرے ٹوٹکے کرتے ہین اور یہ عقائد سب معصیت اور انمین خوف شرک کفر ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری و فتاویٰ عالمگیری وغیرہ مین نظائر مذکور
ہین سراج و معالم وغیرہ مین ہے کہ محمد بن کعب نے فرمایا کہ یہ دستور تھا کہ جب کوئی اعتکاف کرتا تو گھر مین دروازہ سے داخل نہوتا پس اللہ تعالے نے یہ آیت
اُتاری اور عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ اہل مدینہ کا دستور تھا کہ جب اپنی عید سے لوٹتے تو اپنے گھرون مین پشت کی طرف سے داخل ہوتے اور اعتقاد
رکھتے کہ یہ امر نیکوکاری سے قریب ہے پس اللہ تعالے نے فرمایا ولیس البر بان تاتوا البیوت الآیۃ - اور بعض تفاسیر مین لایعنے اقوال رائے سے مذکور
ہین جنکا ذکر کرنا روا نہین ہے - قولہ تعالے واتقوا اللہ الخ یعنے تقویٰ کرو اللہ تعالے سے پس بجا لاؤ جسکا تمکو حکم کیا اور چھوڑو جس سے تمکو منع کیا تاکہ فلاح

پاؤ قیامت مین جب کھڑے ہوگے اللہ عز و جل کے سامنے پس تمکو پوری نعمت سے بدلا عطا فرماوے گا

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

اور لڑو اللہ کی راہ مین اُن لوگون سے جو تمسے لڑین اور زیادتی مت کرو اللہ نہین چاہتا زیادتی کرنے والون کو

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت کے حکم جہاد آنے پر کافرون سے بدر و احد و خندق وغیرہ مواقع پر جہاد کیا پھر ہجرت کے چھٹے سال آپنے
عمرہ کعبہ معظمہ کا قصد کیا جب مقام حدیبیہ تک پہونچے تو کفار قریش لڑنے پر آمادہ ہوے - آخر دس برس پر صلح ٹھہری اور اسسال واپس جاوین پھر سال
آئندہ مین انکے لیے تین روز مکہ خالی کر دینگے پس جب سال آئندہ مین آپنے قضاے عمرہ کا سامان فرمایا تو صحابہؓ کو خطرہ ہوا کہ شاید قریش بیوفائی کرین تو احرام
کی حالت مین مقام حرم مین ماہ حرام ذی الحجہ مین کیونکر قتال کرینگے تو آیت نازل ہوئی قولہ تعالے قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - تم قتال کرو اللہ تعالے کی راہ
مین ف اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہونے کے لیے خلوص نیت کے ساتھ - الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ - ان لوگون سے جو تمسے لڑین ف یعنے کافرون سے
وَلَا تَعْتَدُوْا - اور زیادتی مت کرو ف یعنے باین طور کہ پہل کرو قتال کرنے مین پس تم اسپر پہل مت کیجیو - اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ
اللہ تعالے پسند نہین کرتا ان لوگون کو جو تجاوز کرنے والے ہین ف اس حد سے جو انکے لیے باندھ دی - پھر واضح ہو کہ قریش نے عہد پورا کیا
اور قتال واقع نہین ہوا پھر سوال یہ کہ آیت قدسی سے یہ حکم ثابت رہا کہ کافرون سے قتال کرنے مین پہل نہ کرے خصوص حرم و احرام و ماہ حرام مین شیخ
سیوطیؒ وغیرہ نے کہا کہ ابتداے قتال کی ممانعت جو اس آیت مین ہے وہ سورۂ برارۃ کی آیت - واقتلوھم حیث ثقفتموھم الآیۃ سے منسوخ ہے یعنے کافرون کو
جہان پاؤ مارو یہانتک کہ اسلام کی طرف رجوع لاوین - یہ حکم خاصۃً عرب کے واسطے ہے جاننا چاہیے کہ اسمین کسیکا خلاف نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے مدینۂ طیبہ مین ہجرت کر کے آنے سے پہلے کافرون سے قتال کرنا آپکو ممنوع تھا بقولہ تعالے فاعف عنھم واصفح اور بقولہ واھجرھم ھجرا جمیلا
اور بقولہ لست علیھم بمصیطر اور قولہ ادفع بالتی ھی احسن اور مانند اسکے اور آیات جو مکہ مین اُتری ہین اور علما نے بیان کیا کہ باوجود ایذاء کفار کے مسلمانونکو
اُسوقت جہاد کی اجازت نہ ملی اسمین منجملہ فوائد کے ایک امتحان تھا کہ حکم الٰہی پر قائم رہین اور نیز صبر کے عادی ہون پھر جب اپنے اللہ تعالے کے حکم
سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو اسمین اتفاق ہے کہ جہاد کا حکم مدینہ مین اُترا ہے پھر بنابر بیان مفسر سیوطیؒ کے یون ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت

چھٹے سال پندرہ سو مسلمانون کے ساتھ عمرہ ادا کرنیکا قصد کیا اور محققین نے کہا کہ حج اسوقت فرض نہ تھا پس جب آپ حُدَیبِیَہ بضم حاء مہملہ وفتح دال مہملہ وسکون یاء وکسر باء موحدہ پھر یاء مفتوحہ بروزن سہیلیہ نو میل مکہ سے ایک مقام ہے پہونچے توخبر ہوئی کہ قریش لڑنے پر آمادہ ہین اور مسلمان حالت احرام مین تھے بالجملہ یہین آپ نے مسلمانون سے بیعت رضوان لی یعنے نہ بھاگینگے چاہے مرجاوین آخر انجام یہ ہوا کہ قریش نے صلح کی اور یہ قرار پایا کہ دوسرے سال آپ آوین اور عمرہ ادا کرین اور قریش تین روز کے لیے مکہ کو خالی کر دینگے اور پوری صلح کی حدیث صحیح بخاری وغیرہ سے اپنے مقام پر موقع مین مذکور ہوگی اور چند مسلمانون نے اس صلح کو مکروہ جانا انہین سے عمر بن الخطاب بھی ہین ولیکن یہی فتح کبری تھی چنانچہ بعد اسکے اللہ تعالے نے سورۂ انا فتحنا نازل فرمائی ہے بالجملہ جب دوسرے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء عمرہ کا قصد کیا تو مسلمانون کو یہ خیال ہوا کہ ایسا نہو کہ قریش اپنے وعدہ کو پورا نہ کرین اور مکہ کو خالی نہ کرین بلکہ لڑنے پر آمادہ ہون تو حالت احرام مین اُنسے قتال مکروہ ہوگا اور نیز یہ ماہ حرام ہے اور مقام لڑائی کا حرم ہے اور ان سب مین قتال مکروہ ہے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ یعنے اجازت دی اور کراہت دور کردی مگر اس شرط سے کہ جو تم سے لڑے اس سے لڑو اور خود اس حالت احرام اور ماہ حرام وحرم مین لڑنے کے واسطے پہل نہ کرو ایسا ہی معالم وغیرہ مین بھی مذکور ہے اور ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ابو العالیہ سے مذکور ہے کہ فرمایا کہ یہ اول آیت ہے جو قتال کے بارہ مین مدینہ مین اُتری پھر جب اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے اُس شخص سے جو آپ سے لڑتا اور باز رہتے اُس سے جو نہ لڑتا یہانتک کہ سورۂ براءۃ نازل ہوئی اور ایسا ہی عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا یہانتک کہ کہا کہ یہ منسوخ ہے بقولہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم۔ قال المترجم شیخ ابو العالیہ کی روایت پر اسکا شان نزول یہ نہین بنتا ہے جو مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اسوجہ سے کہ واقعہ حدیبیہ چھٹے سال ہجرت کے واقع ہوا تھا حالانکہ قبل اسکے غزوۂ بدر واُحد وغیرہ واقع ہو چکے تھے کیونکہ غزوۂ بدر دوسرے سال ہجرت مین واقع ہوا ہے اور اصح یہ ہے کہ اول آیت جو جہاد کی اجازت مین اُتری ہے وہ قولہ تعالے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر ہے اور یہ آیت قولہ تعالے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم اسی واقعہ مین اُتری ہے جیسا کہ مفسر سیوطی وغیرہ نے ذکر کیا وسیاتی وابن کثیرؒ نے کہا کہ قولہ الذین یقاتلونکم حکم جہاد نہین بلکہ یہ تو جوش دلانا اور اُن دشمنون پر اُبھارنا ہے جنکی ہمت قتال اہل اسلام ہے۔ اور علی ہذا کلام مفسر رحمہ اللہ مین بھی تامل ہوگا کہ جو اسکو منسوخ قرار دیا اور نیز اگر احرام وحرم وماہ حرم مین کراہت قتال سے اجازت تھی تو وہ حکم جہاد مستقل نہین جو منسوخ ہو فتامل۔ پھر اس آیت مین فرمایا وقاتلوا فی سبیل اللہ۔ صحیح بخاری مین حضرت ابو موسی اشعری کی روایت سے ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بعض لڑنے والا شجاعت کی راہ سے لڑتا ہے اور بعض لڑنے والا حمیت کے جوش سے لڑتا ہے اور بعض لڑنے والا لوگون کے دکھلانے کو لڑتا ہے پس ان مین سے فی سبیل اللہ کون ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسواسطے لڑے کہ اللہ تعالے ہی کا کلمہ بلند ہو تو وہ فی سبیل اللہ ہے۔ اور قولہ تعالے الذین یقاتلونکم اسمین ایک جماعت سلف نے فرمایا کہ مراد اس سے عورتون ولڑکون وبہوس بڈھون وگنجون وراہبون ومجنونون واندھون ومکفوفون وانکے مانند لوگون کے سواے لڑنے والے کافر لوگ مراد ہین اور قولہ ولا تعتدوا۔ مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ انکے ساتھ قتال مین پہل نہ کرو اور اس بنا پر یہ آیت منسوخ ہوگی جیسا کہ مفسرؒ نے خود ذکر کیا ہے اور ایک جماعت کی راے پر یہ آیت محکم ہے منسوخ نہین ہے اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ لا تعتدوا۔ مین ارتکاب مناہی بھی داخل ہے یعنے جو منع ہوا اُسکے مرتکب ہو اور صحیح مسلم مین بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرو جو اللہ تعالے کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑو جہاد کرو اور غلول مت کرو اور غدر مت کرو اور مثلہ مت کرو اور بچون کو مت قتل کرو اور صومعہ کے راہبون کو مت قتل کرو اسکو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے اور مانند اسکے ابن عباس سے مرفوعا امام احمد کے پاس اور انسؓ سے مرفوعا ابو داؤد کے پاس روایت ہے اگر کہو کہ آیت بملاحظہ قولہ تعالے۔ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم۔ کے یہ معنے کہ پھر جب ماہ حرام نکل جاوین تو مشرکون بت پرستون کو جہان پاؤ قتل کر دو یعنے خواہ حرم مین یا حرم کے باہر پس اسمین

ماہ حرام مین قتال ممنوع رہا جواب یہ کہ کافرون کے واسطے یہ میعاد عام دی گئی تھی تاکہ جنسے معاہدہ ہے وہ غدر و بدعہدی نہ کرے پہلے چپکے چپکے سلان کیا پھر
ایکبارگی اعلان جنگ دیدیا جیسے دنیاوی بدکار کرتے ہین اور واضح ہو کہ اسی حکم کی آیت اس مقام پر بھی موجود ہے اور یہ اسی بنا پر ہے کہ بہل مت کرو
فافہم۔ ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالےٰ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ اسی طرح اہل عرفان و اہل حقیقت اپنے سخت دشمن یعنے نفس کے
ساتھ قتال کرین اور اسکی بنیاد کھود ڈالین تاکہ وہ اعی سرکشی کے سب زائل ہوجاوین اور حضوری باری تعالےٰ مین انکے سینہ سلامت رہین اور ہجوم کی
پریشانی سے انکو دلجمعی حاصل ہو اور منع فرمایا کہ اسکو اپنے حال پر چھوڑنے مین نافرمانی نہ کرین کہ یہ حد سے تجاوز ہے اور اسکے حظوظ پر جیسے رسا عدوان ہے

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ
اور مارو انکو جس جگہ پاؤ اور نکال دو انکو جہان سے انھون نے تمکو نکالا اور دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہے اور نہ لڑو انسے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا
مسجد حرام پاس جب تک وہ نہ لڑین تم سے اس جگہ پھر اگر وہ لڑین تو انکو مارو یہی سزا ہے منکرون کی پھر اگر وہ باز آوین

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝
تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور لڑو انسے جب تک نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ کا پھر اگر وہ باز آوین تو زیادتی نہین مگر بے انصافون پر

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ مشرکون کو جہان پاؤ مار ڈالو ف یعنے عرب بت پرستون کو جب وے آمادہ قتال ہون
جہان پاؤ مارو۔ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ۔ اور انھون نے جہان سے تمکو نکالا تم وہان سے انکو نکالو ف یعنے مکہ سے
چنانچہ دو برس بعد انکے ساتھ ایسا ہی کیا گیا جبکہ فتح ہوا وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ اور فتنہ بہ نسبت قتل کے اشد ہے ف یعنے انکا شرک
کرنا بہ نسبت انکے قتل کیے جانے کے حرم مین و احرام کی حالت مین جسکو تم نے عظیم جانا ہے بہت بڑھا ہوا ہے وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور انسے مسجد الحرام مین مقاتلہ مت کیجیو۔ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ۔ یہانتک کہ وے لوگ تم سے خود مسجد الحرام مین قتال کرین
فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ۔ پھر اگر وے لوگ تم سے لڑائی کرین یعنے مسجد الحرام مین تو انکو مارو۔ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ۔ کافرون کی
یہی سزا ہے ف مسجد الحرام و حرم مین جہان بدکرداری کرین مارے جاوین واضح ہو کہ ایک قراءۃ مین لَا تَقْتُلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
حَتّٰى يَقْتُلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قَتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ الآیۃ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ پھر اگر یہ لوگ شرک سے باز آوین
تو اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے ف اگلے کل گناہ بخشیگا اور انپر رحمت فرماویگا۔ واضح ہو کہ جہاد اصل عبادت نہیں بلکہ مومنون کے واسطے رحمت
اور کافرون سے حفاظت ہے لہذا اعلام فرمایا۔ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ۔ اور ان بت پرستون کافرون سے
قتال کرو اس حد تک کہ فتنہ یعنے شرک نہ پایا جاوے اور دین اللہ تعالےٰ ہی کیواسطے ہوجاوے ف اور یہ عین عدل ہے کہ مخلوق اپنے خالق عزوجل
کے بندے ہوجائین جیسے خالق عزوجل سے شرک کرنا عین ظلم ہے کہ اسکے بعد کوئی نیکی معتبر نہیں ہے۔ بالجملہ بعد توحید کے قتال جہاد جائز نہیں ہے لہذا صریح
فرمایا فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ پھر اگر وہ شرک سے باز رہین تو پھر عدوان نہیں مگر انھین پر جو ظالم ہین ف
اور معلوم ہوگیا کہ وہ لوگ پھر لا آلہ الا اللہ کے ظالم نہ رہے تو انپر عدوان و ظلم و قتال نہیں ہوسکتا ہے۔ واضح ہو کہ اشد یعنی اعظم ہے کیونکہ اشد چونکہ غالب
صفت اعیان سے ہے لہذا اعظم سے تعبیر کی جو صفت معانی سے ہے۔ لا تقاتلوہم۔ بالف بقراءۃ جمہور کے موافق یہ نہی قتال ہے پس قتل سے
بطریق اولی منع ہے اور بغیر الف کے قراءۃ حمزہ و کسائی کے موافق نہی ہے نفس قتل سے۔ انتہاء یا باز رہنا تکون یعنی توجد کان تامہ ہے فان انتہوا شرط ہے

اور جملا اسکی محذوف ہو اور اسواسطے حذف کی گئی کہ قولہ فلا عدوان الا اسپر دلالت کرتا ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ اس آیت نے منسوخ کر دیا پہلی آیت کو یعنے
پہلی آیت مین اللہ تعالے نے مسلمانون کو قتال کا حکم دیا تھا اس شرط سے کہ کفار لڑائی پر اقدام کرین اور اس آیت مین انکو حکم دیا کہ کافرون پر جہاد کرین
خواہ کافر انسے لڑین یا نہ لڑین مگر مسجد الحرام یعنے تمام حرم مین انسے قتال مین خود ابتدا نہ کرین چنانچہ فرمایا۔ واقتلوہم حیث ثقفتموہم شیخ ابن جریرؒ نے
کہا کہ یہ خطاب اصحاب مہاجرین کو ہو شاید بقرینہ قولہ واخرجوہم من حیث اخرجوکم۔ ہو اسواسطے کہ انصار کو انھون نے نہین نکالا تھا اور اس صورت مین انصار
انکے حکم مین داخل ہونگے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو جوش دلانے اور آمادہ کرنے پر محمول کیا اور کہا کہ معنے یہ ہین کہ تمھاری ہمت انکے قتال پر آمادہ و بڑھی رہے جیسے
انکی ہمت تمھارے قتال پر ہو و علی ہذا آیہ اولی منسوخ نہوگی اسواسطے کہ نسخ جاری ہوتا ہو اوامر و احکام مین اور تحقیق اسکی مقدمہ مین مذکور ہو ولیکن
اکثر مفسرین کے نزدیک آیہ اولی منسوخ ہو اور یہ جو بعض نے ذکر کیا کہ آیہ قتال نے ستر آیات کو نسخ کیا اور جو ابن العربی نے کہا کہ جہان قرآن مین صفح
از کفار اور تولی و اعراض و کف اور اسکے مانند مذکور ہو وہ آیت السیف سے منسوخ ہو اور حکم قتال نے اسکو جس آیت کو منسوخ کیا ہو یہ سب مبالغہ خلاف
تحقیق ہو کیونکہ صفح وغیرہ کے احکام ایک سبب پر مبنی تھے یعنے جب تک مسلمانون مین ضعف تھا تو بسبب ضعف اور قلت کے اس سبب کے موافق صفح
وغیرہ کا حکم دیا گیا یہانتک کہ مسلمانون کو قوت حاصل ہو پس صفح کا حکم گویا اسطرح تھا فاصفح عنہم الی ان یکون الاسلام قویا یعنے اسلام قوی ہونے تک منسوخ ہو
پھر زوال سبب کے بعد وہ حکم بھی جاتا رہا اور دوسرے سبب کے موافق حکم ہوا پس یہ آیات جنکو منسوخ سمجھا ہو وہ درحقیقت منسوخ نہین ہین و قولہ۔ واخرجوہم من
حیث اخرجوکم بنا بہ قول مفسرؒ کے ایسا بروز فتح مکہ واقع ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز جو مسلمان نہوے انمین سے بعض کو قتل کیا اور بعض کو
نکال دیا۔ چونکہ جہاد مین جانون کا تلف کرنا اور لوگون کا قتل کرنا ہوتا ہو اور یہ امر ان لوگون پر جو حقیقت حال سے واقف نہون گران ہوتا ہو اور جو لوگ
حقیقت عظمت آلٰہی اور تحقیق حال سے آگاہ ہین جانتے ہین کہ شرک سب چیزون سے بدتر ہو کوئی امر دنیا مین اس سے بدتر نہین حتی کہ قتل وغیرہ اسکے
سامنے کچھ چیز نہین پس اللہ تعالے نے متنبہ کر دیا کہ حرم مین قتل کرنا بسبب تعظیم آلٰہی کے ہو ولیکن ان کافرون کی گستاخی جو حد سے بڑھی ہوئی وہان موجود ہو وہ اس
سے کہین بڑھکر ہو اسیواسطے فرمایا والفتنۃ اشد من القتل شیخ ابو العالیہ و مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و حسن و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس نے کہا کہ اللہ
تعالے فرماتا ہو کہ شرک اشد ہو قتل سے۔ پس فتنہ کی تفسیر شرک کے ساتھ یہی سلف سے مروی ہو اور اسکو مفسرؒ نے اختیار کیا اور متردد اقوال لاطائل بیان مین
بھی ترک کرتا ہون قولہ ولا تقاتلوہم عند المسجد الحرام۔ اور مراد مسجد حرام سے حرم ہو اسواسطے کہ مسجد حرام کا لفظ حرم پر اطلاق کیا جاتا ہو اور اسمین ممانعت ہے
کہ حرم مین کافرون مشرکون سے مقاتلہ مین ابتدا نہ کرو اگر وہ مقاتلہ کرین تو وہان بھی مارو۔ اور اہل علم مین اختلاف ہو کہ حرم مین قتال روا ہو یا نہین پس
ایک گروہ کا یہ قول ہو کہ یہ آیت محکم ہو اور حرم مین قتال روا نہین ہو جب تک کہ کوئی تعدی کرنے والا تعدی نہ کرے اور اگر تعدی کرے تو اسکی دفع کے واسطے مقاتلہ
کرنا روا ہو اور یہی صحیح ہو اور اسکے موید ہو وہ حدیث جو صحیحین مین مروی ہو اور معنی یہ ہین کہ حرم مین لڑنا کسی کے واسطے قبل اسکے حلال نہین ہوا تھا جب سے اللہ تعالے
نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تب سے وہ حرام ہو اور میرے واسطے ایک دن مین ایک ساعت کے واسطے حلال کیا گیا تھا پھر وہ قیامت تک کے واسطے
حرام ہو گیا ہو جیسے پہلے تھا اور دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہو سورۂ براءۃ کی آیت سے اے فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم یعنی مار ڈالو مشرکون کو جہان پاؤ
اور یہ عام ہو پس حرم مین بھی مار ڈالنا جائز ہو اور جواب یہ ہو کہ دونون آیتون مین توفیق ممکن ہو اور حدیث اسکی تفسیر واقع ہوئی پس سواے حرم کے
ہر جگہ قتل کرنا چاہیے۔ اور اعتراض کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو جو کعبہ کا پردہ پکڑے چپٹا تھا وہین قتل کرا دیا اور جواب یہ ہو
کہ یہ اسی ساعت کے اندر واقع ہوا تھا جو اللہ تعالے نے آپکے واسطے حلال کر دی تھی اور خود حدیث مین ہو کہ اگر کوئی شخص یہ حجت لاوے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسمین قتال کیا ہو پس ہمکو بھی قتال روا ہو تو اسکو کہو کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول کے واسطے اسمین قتال کرنے کی

اجازت

ایک ساعت کے واسطے اجازت دیدی تھی اور تمہارے واسطے اجازت نہین دی ہے۔ یہ حصہ حدیث صحیحین ہے۔ قولہ فان قاتلوکم فاقتلوہم کذٰلک جزاء
الکٰفرین۔ یعنے پھر وہ اگر تسے مقاتلہ کرین مسجد حرام مین اور قید مسجد حرام اے حرم کی بنا بر مفہوم غایت کے سمجھی گئی ہے۔ فاقتلوہم یعنے فقاتلوہم ایسا ہی
بعض نے کہا و لیکن یہ غیر مستحسن ہے بلکہ فاقتلوہم اپنے معنی پر ہے اور معنی یہ ہین کہ انکو قتل کرو لڑکر اور اس سے باک نہ کرو کہ حرم مین مار ڈالنا روا نہین ہے یعنی
ہمنے تمکو اجازت دیدی۔ قولہ فان انتہوا فان اللہ غفور رحیم۔ اے اگر حرم مین لڑنا چھوڑین اور اسلام کی طرف رجوع کرین تو اللہ تعالے انکے گناہ
بخشدیگا اگرچہ انھون نے اس سے پہلے مسلمانون کو قتل کیا ہو اگرچہ حرم مین قتل کیا ہو کیونکہ اللہ تعالے رجوع لانے والے کے حق مین کسی گناہ کو بڑا
نہین رکھتا ہے بخشدینے مین پھر اللہ تعالے نے قتال کفار کا حکم دیا اور فرمایا۔ وقاتلوہم حتی لاتکون فتنة یعنے انسے قتال اسوقت تک کرو کہ فتنہ نہ رہے اے
شرک نہ رہے یہ قول ابن عباس و ابوالعالیہ و مجاہد و حسن و قتادہ و ربیع و مقاتل و سدی و زید بن اسلم کا ہے۔ قولہ و یکون الدین للہ۔ اے عبادت فقط اللہ
تعالے وحدہ کی رہ جاوے کوئی غیر اسکے ساتھ پرستش نہ کیا جاوے پس اس آیت مین مسلمانون کو انتہاے جہاد تبلادی کہ انسے برابر اسوقت تک
جہاد کرو کہ شرک نہ رہے اور عبادت فقط واسطے اللہ تعالے کے ہو جیسا کہ صحیحین مین روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین حکم دیا گیا ہون
کہ لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ وہ کہین لا الٰہ الا اللہ۔ پس جب انھون نے ایسا کہا تو مجھسے اپنی جانون و مالون کو بچایا سواے اسقدر کے جو حق
اسلام ہے جیسے زکوٰۃ وغیرہ یا قصاص اور حساب انکا اللہ تعالے پر ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ یکون الدین للہ یعنے دین اللہ تعالے ہی سب پر بلند ہو جاوے اور
شاید یہ دفع اعتراض ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مشرکین سے برابر قتال کرو جب تک کہ ایمان نہ لاوین حالانکہ جزیہ لیکر انکو انکے دین پر قائم رکھنا
روا ہے اور حق جواب اسکا یہ ہے کہ یہان مشرکین سے قریش و عرب کے بت پرست مراد ہین اور عرب کے بت پرستون کے حق مین یہ حکم ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لاوین
تو قتل کیے جاوین اور جزیہ کا حکم اہل کتاب و مجوس اور سواے عرب کے بت پرستون کے حق مین ہے۔ قولہ فلا عدوان الا علی الظٰلمین۔ اے فلا تعتدوا علی
المنتہین۔ یعنے پس اعتداء نہ کرو ان لوگون پر جو باز رہے ہین اسواسطے کہ اچھا نہین کہ ظلم کیا جاوے مگر اسی پر جو ظلم کرے پس علت کو بجاے حکم کے
قائم کردیا اور جزاے ظلم کو بھی اسی کے نام سے فرمایا یعنے فلا عدوان کہا تو یہ بنا بر مشاکلت کے ہے جیسے قولہ تعالے فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ۔ یعنے جو تم پر
تعدی کرے تم اسپر تعدی کرو حالانکہ مظلوم تو عوض لیتا ہے و مثل قولہ جزاء سیئة سیئة مثلہا۔ یعنی بدکاری کی سزا اسکے مثل بدی ہے حالانکہ سزا تو عدل ہے نہ ظلم لیکن
معنے ہین کہ اگر تمنے باز رہنے والون سے تعرض کیا تو تم بھی ظالم ہوجاؤگے پس عدوان تمپر ٹوٹ پڑے گا اسواسطے کہ عدوان نہین مگر اسی پر جو ظالم ہو ف
قال فی العرائس وقاتلوہم حتی لاتکون فتنة و یکون الدین للہ۔ اشارہ مین دشمن نفس لیا کیونکہ نفس سب سے بڑا دشمن ہے لہذا اپنے نفسون کے ساتھ
اپنی اوقات کے نگاہ رکھنے پر ہمیشہ محاربہ کرو کہ تمہارے اوقات اس صفت کے ساتھ ہون کہ تمہارے حالات باطنہ طبیعت کے میل کچیل اور جبلت کی
نجاست اور بشریت کی برائیون سے پاک ہو جاوین یہانتک کہ وقوع خطرات کا فتنہ دیوان اسرار مین نہو یعنے صاف سینون مین اور سوز دلون مین
جو نور احدیت سے نورانی ہین شیطانی خطرات کا دخل نہو اور ہمت جمع ہو جانے اور پریشانی سے اجتماع ہو جانے کے بعد تمہارے اسرار مین مکاشفات قربت
کا گھر ہو جاوے اور جب نفوس منفرد ہوکر عزیز غفار کے حضور مین حاضر رہتے ہین تو انکی باطنی حقیقت پر حقائق ایمان کا غلبہ ہوتا ہے

**اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ**

حرمت کا مہینہ مقابل حرمت کے مہینے کے | اور ادب رکھنے مین بدلا ہے | پھر جسنے تمپر زیادتی کی | تم اسپر زیادتی کرو جیسے

**مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝**

اسنے زیادتی کی تمپر | اور ڈرتے رہو اللہ سے | اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگارون کے

اس آیت مین مبالغہ کے ساتھ مسلمانون کے دلون سے احرام و ماہ حرام وحرم مین قتال کی کراہت کو نکال ڈالا اول تو اسطرح کہ فتنہ شرک سب گناہون سے بدتر ہو بلکہ شرک اصل ہو اور باقی سب شاخ ہین دوم فرمایا اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ - ماہ حرام بمقابلہ ماہ حرام ہے یعنے جیسے انھون نے تمسے ماہ حرام مین قتال کیا اسی طرح تم انسے قتال کروگے رہا احرام وحرم تو فرمایا وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ اور جمیع حرمات کا قصاص ہو ف حرمات جمع حرمہ وہ چیز جسکا احترام کیا جاتا ہو یعنے ہر ایک حرمت جب ہتک کرین تو برابر بدلا لو فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ - جنسے تم پر ظلم کیا ف اسطرح کہ قتال کیا تم سے حرم مین یا بحالت احرام مین یا ماہ حرام مین فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ - تم اسپر عدوان کرو جیسے اسنے تمپر اعتداء کیا ف یعنے کافرون نے جو ظلم کیا اسکا بدلا ظلم نہین مگر اسکو بھی اعتداء کہدیا گیا کیونکہ وہ جسکا بدلا ہو چونکہ اسکے ساتھ صورت مین مشابہ ہو اسواسطے وہی اسکا لفظ مین نام لیا گیا - وَاتَّقُوا اللّٰهَ - اور اللہ تعالی سے تقوی رکھو ف حتی کہ تم پہل نکرو اور نہ عدوان مین سے زائد ہو - وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ - اور جان رکھو کہ اللہ تعالے انھین کے ساتھ ہو جو متقی ہین ف یعنے وہ متقیون ہی کو مدد و نصرت دیتا ہو مترجم کہتا ہو کہ چند معدود صحابہ رضی اللہ عنہم جو متقی تھے دیکھو ان کو لاکھون کافرون پر ہمیشہ غلبہ دیا - پھر جب پہلے بادشاہون نے طریق سنت چھوڑا اور دین بگاڑا تو سب مسلط گیا - حرم خانہ کعبہ کے گرد کچھ دور تک کی زمین حرم کہلاتی ہو - احرام عمرہ یا حج کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھ کے تلبیہ کہنا طریقہ مسنون احرام کا ہو جسسے بہت سی چیزین حرام ہوجاتی ہین یہانتک کہ عمرہ یا حج ادا کرے بعد ہی پھر حلال ہو چنانچہ فقہ مین مفصل مذکور ہو اور شہر حرام وہ شوال وذی قعدہ وذی الحجہ اور رجب ہو اور یہان حج کے اول تین مہینون مین سے کوئی مہینہ ہو مراد ہو اور معالم مین فرمایا کہ وہ ذی قعدہ تھا - ابن کثیرؒ نے تفسیر آیت مین ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس بروایت عکرمہ اور ضحاک سدی وقتادہ وربیع بن انس وعطاء وغیرہم نے کہا کہ چھٹے سال ہجرت مین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کا احرام باندھکر اسکے ادا کے واسطے چلے اور حدیبیہ مین پہونچے اور مشرکون نے آپکو مکہ مین داخل ہونے اور کعبہ معظمہ تک پہونچنے سے باز رکھا اور آپ کو مع تمام مسلمانون کے جو آپ کے ساتھ تھے روکا اور یہ ذی قعدہ کے مہینہ مین واقع ہوا اور وہ ماہ حرام ہو یہانتک کہ مشرکین سے اس قرارداد پر صلح کرلی کہ دوسرے سال مکہ مین داخل ہوکر عمرہ قضا کرینگے پھر دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مع ان مسلمانون کے جو آپ کے ساتھ تھے داخل ہوکر عمرہ قضا کیا پس یہ آیت اسی قضیہ مین اتری - الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص - اور امام احمد نے جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماہ حرام مین جہاد نہ کرتے الا یہ کہ آپ سے دشمن قتال کرتے تو جہاد کرتے پھر جب ماہ حرام آجاتا تو ٹھہر جاتے یہانتک کہ وہ گذر جاتا - یہ اسناد صحیح ہو اور جب آپ حدیبیہ مین پہونچے اور خبر دی گئی کہ قریش اور انکے ہم سوگند ایک جماعت کثیر مشرکون کی لڑنے پر تیار ہین اور آپ نے حضرت عثمان بن عفان کو بھیجا کہ مشرکون کو سمجھا دین کیونکہ وہان انکا کنبہ بہت تھا پھر اسی حال مین کہ آپ حدیبیہ مین مقیم تھے آپ نے سنا کہ عثمان قتل کیے گئے تو آپ نے باوجود اس حالت احرام کے اپنے اصحاب سے بیعت لی اور وہ ایک ہزار چار سو آدمی تھے اور ایک درخت کے نیچے بیعت لی اس بات پر کہ مشرکین سے قتال کرین اور نہ بھاگین یہانتک کہ مرجاوین پھر جب آپکو خبر پہونچی کہ عثمان نہین مقتول ہوے تو جہاد کرنے سے باز رہے اور مصالحت کیطرف میل کیا اور بیضاوی مین ہو کہ عام حدیبیہ مین مشرکون نے کچھ تیر و پتھر مسلمانون پر پھینکے و مارے تھے اور مسلمانون نے ماہ حرام مین قتال کرنا مکروہ جانا اور مشرکون کی طرف سے ہتک سمجھی پس اللہ تعالے نے اس آیت مین فرمایا - الشہر الحرام بالشہر الحرام - یعنے وہ ماہ ذی قعدہ جسمین تمنے داخل ہوکر عمرہ قضا کیا بدلے اس ماہ ذی قعدہ کے ہو جسمین انھون نے تمکو روکا تھا اور اس کا ہتک اسکے ہتک کے مقابلہ مین ہو پس تم کچھ مبالات نہ کرو اسیواسطے حجت بیان فرمائی کہ والحرمات قصاص اور حرمت کی چیزین قصاص علیحدہ

پس جب انھون نے تمھارے ماہ حرام کی حرمت کا اسطرح جنگ کیا کہ تمکو روکا پس تم بھی انکے ساتھ ایسا ہی کرو کہ بزور غلبہ کے ساتھ داخل ہو اور اگر تم سے لڑین تو انکو قتل کرو قال المترجم مجھے اسمین تاویل ہی بھلے کیو دوسرے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم موافق صلح کے داخل ہوے تھے بزور شمشیر نہین گئے تے جیسا کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہو پس تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالے نے مسلمانون کو انکے استعلام کا جواب دیا کہ اگر تمکو یہ خیال ہو کہ اس سال اگر قریش اپنا وعدہ وفا نہ کرین اور قتال کرین تو کیونکر انسے قتال کیا جاویگا حال یہ ہے کہ ماہ حرام وشہر حرام اور حالت احرام ہو تو یہ مساوات جاری ہو تمھارے انکے درمیان پس تم اسکی مبالات نہ کرو جیسا کہ مفسر نے پہلے ذکر فرمایا ہو اور قولہ فاعتدوا بمثل ما اعتدی علیکم - علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے اس قول میں نقل کی کہ یہ مکہ مین نازل ہوئی کہ جب نہ اسلام کی شوکت تھی اور نہ جہاد تھا پھر مدینہ مین آیۂ قتال نازل ہونے سے منسوخ ہو گئی اسکو ابن جریر رحمہ نے رد کر دیا اور کہا کہ یہ آیت مدنیہ ہو اور اسکو مجاہد کیطرف منسوب کیا اور بعض نے کہا کہ یہ حکم اب بھی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جاری ہو کہ جو کسی کے مال و بدن مین تعدی کرے تو اسکو روا ہو کہ وہ خود اسکے قتل پر تعدی کرے - قیل بہذا قال الشافعی وغیرہ و امام ابو حنیفہ کے نزدیک بدنی تعدی دو قسم کی ہو ایک وہ مقدار جسمین قصاص ہو اور دوم وہ کہ اسمین قصاص نہین پس غیر قصاص ساقط ہین امام المسلمین اسمین تعدی کرنے والے کو تعزیر دیگا اور فقہاے حنفیہ نے باب التعزیر مین اسکی صورتین مختلف باختلاف اشخاص اشراف و اراذل بہت بیان کی ہین - اور جنمین قصاص ہو پس وہ حاکم کے حکم پر مقصور ہو یہ شخص خود تعدی نہین کرسکتا ہو اور یہی حکم اموال مین ہو کہ تعدی کرنا نہین جائز ہو بقولہ علیہ السلام ادّ الامانة الی من ائتمنک ولا تخن من خانک رواہ الدارقطنی وغیرہ یعنے ادا کر دے امانت اسکی جسنے تیرے پاس امانت رکھی ہو اور خیانت مت کر اسکی جسنے تیری خیانت کرلی ہو اور یہی قول جمہور مالکیہ و عطاء خراسانی کا ہو - قولہ واتقوا اللہ - یعنے انتقام لینے مین اور تعدی چھوڑنے مین تقوی کرو یعنے بدلا لینے مین حد سے تجاوز نکرنا - قولہ مع المتقین - اگر کہا جاے کہ ساتھ ہونا تو لوازم اجسام سے ہو اور اللہ تعالے اس سے پاک و برتر ہو کہ وہ جسم یا جسمانیات سے ہو سبحانہ وتعالے پس کیونکر وہ متقین کے ساتھ ہو تو جواب یہ ہو کہ اللہ تعالے کی فتح و نصرت متقیون کے ساتھ ہو اور اپنی ذات پاک کو جو ذکر فرمایا تو یہ تقویت ذکر ہو - پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالے اپنے متقی بندون کے ساتھ ہو تو ظاہرا وہم کرتے کہ اب ہم کو کسی ہتھیار و سامان کی ضرورت نہین ہو کیونکہ نفس و شیطان کے وسوسہ کا موقع ہو پس اللہ تعالے نے تنبیہ کی کہ نصرت الٰہی تمہر تقوی ہو اور تقوی فداے جان و مال ہو کہ یہ دنیاوی تعلق و یہان کی زندگی محبوب نہ رہے پس اپنی جان و مال کو عقل ایمانی کے ساتھ تدبیر سے قربان کرو اور نصرت الٰہی عز وجل کے امیدوار ہو فقط

وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۖ وَاَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ

اور خرچ کرو اللہ کی راہ مین اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت مین اور نیکی کرو اللہ چاہتا ہو نیکی والون کو

وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ - اور تم راہ الٰہی مین خرچ کرو ف یعنے اسکی طاعت مین خواہ جہاد ہو یا کوئی اور ہو وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ - اور اپنے ہاتھون اپنے آپ کو ہلاکت مین نہ ڈالو ف باین طور کہ جہاد مین خرچ کرنے مین بخل کر دیا یا بالکل جہاد چھوڑ دو کیونکہ اس سے دشمن تمپر قوی ہو جائیگا - وَاَحۡسِنُوۡا - اور نیکی کرو ف یعنے نیک کام کرو جہاد مین خرچ کرنے وغیرہ سے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ - یعنے اللہ تعالے دوست رکھتا ہو نیکو کارون کو ف یعنے انکو ثواب دیتا ہو - انفاق خرچ کرنا فی سبیل اللہ - یہان مراد ہر طاعت الٰہی ہو اور حدیث مین ہو کہ جسنے خرچ کیا کچھ فی سبیل اللہ تو اللہ تعالے اسکے لیے سات سو گونہ لکھیگا - رواہ الترمذی والنسائی اس حدیث مین جہاد مراد ہو اور فی سبیل اللہ کا اطلاق جہاد پر بکثرت آیا ہو ولیکن نظر بظاہر لفظ مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسکو جہاد وغیرہ سے عام لیا اور مفسر رحمہ نے کہا بایدیکم اے بانفسکم یعنے مراد ایدی سے انفس یعنے جان ہو گویا ہاتھ ذکر کرکے کل جسم مراد لیا جیسے کہتے ہین کہ چہرہ لکھد و

یعنے اس شخص کا نام درج کرو لوگون کے اعمال کا ظہور ہاتھ سے زیادہ ہو پس اسکو ہلاکت مین ڈالنا گویا اپنے کو ہلاکت مین ڈالنا ٹھہرا۔ اور بعض نے کہا یہ معنی ہین کہ نہ ڈالو اپنے ہاتھون اپنی جانون کو ہلاکت مین پس مفعول محذوف ہوگا۔ پھر جاننا چاہیے کہ اس آیت کے سبب نزول اور معنی مین خلاف اقوال ہو ولیکن جو معنی عام لوگ اس سے سمجھتے ہین وہ مراد نہین ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو اچھی طرح ذکر کیا ہو لہذا مین نقل کرتا ہون بحذف اسانید قال ابن کثیر بخاریؒ نے حذیفہؓ سے روایت کی کہ قولہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کہا حذیفہؓ نے کہ نفقہ کے بارے مین اتری ہو اور ابن ابی حاتم نے مثل اسکے روایت کی اور کہا کہ ابن عباسؓ و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و عطاء و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی و مقاتل سے اسکے مانند مروی ہو۔ اور یزید بن ابی حبیب نے اسلم ابی عمران سے روایت کی کہ مہاجرین مین سے ایک شخص نے قسطنطنیہ مین کفار سے لڑائی کے وقت دشمن کی صف پر حملہ کیا یہانتک کہ صف کو پھاڑ دیا اور ہمارے ساتھ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے پس چند لوگون نے کہا کہ اس حملہ آور نے اپنی جان کو تہلکہ مین ڈالا پس ابو ایوبؓ نے کہا کہ ہم لوگ اس آیت کے زیادہ جاننے والے ہین ہمارے حق مین اتری ہو کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشاہد مین حاضر ہوے اور مدد کی ہمنے آپکی پھر جب اسلام پھیل گیا اور ظاہر ہوگیا تو ہم لوگ یعنے انصاری لوگ جمع ہوے اور ہمنے آپسمین کہا کہ ہمکو اللہ تعالے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے کرامت دی اور ہمکو آپ کی مددگاری کرنے کی کرامت دی یہانتک کہ اب اسلام پھیل گیا اور لوگ مسلمان بہت ہوگئے اور ہمنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل و مال و اولاد سب پر اختیار کر لیا تھا یعنے اہل و مال و اولاد کو آپ کے پیچھے چھوڑ دیا تھا کچھ پروا نہ تھی صرف آپکو ہمنے لے لیا تھا اور اب حال یہ ہو کہ لڑائی نے اپنی ہتھیار رکھدیے یعنے اب کچھ جنگ و جدال باقی نہین ہو پس ہم اپنے اہل و اولاد کی طرف رجوع کرین اور انہین کے ساتھ مین مقیم رہین پس ہمارے حق مین یہ آیت اتری وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ پس تہلکہ اہل و مال کے درمیان اقامت کرنے اور جہاد چھوڑنے مین تھا یعنے یہی مراد ہو۔ رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی وعبد بن حمید فی تفسیرہ و ابن ابی حاتم وابن جریر و ابن مردویہ والحافظ ابو یعلی فی مسندہ و ابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور حاکم نے کہا کہ شیخین کی اعلی شرط پر صحیح ہو مگر شیخین یعنے بخاری و مسلم نے اسکو روایت نہین کیا ہو اور ابو داؤد کی روایت اسطرح ہو کہ ہم لوگ قسطنطنیہ پر جہاد مین تھے اور اہل مصر پر عقبہ بن عامر سردار تھے اور اہل شام پر یزید بن فضالہ بن عبید تھے پس قسطنطنیہ پر رومیون کی ایک بڑی بھاری صف نکلی پس ہمنے بھی انکے واسطے صف بندی کی پھر مسلمانون مین سے ایک شخص نے رومیون پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صف مین گھس گیا پھر صف پھاڑ کر ہماری طرف نکلا پس لوگ چیخ کر آواز دینے لگے کہ سبحان اللہ اس نے اپنے آپ کو تہلکہ میں ڈالا پس ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے لوگو تم اس آیت کی یہ تاویل کرتے ہو جو اسکی تاویل نہین ہے اور یہ تو ہمین گروہ انصار کے حق میں اتری ہو کہ جب اللہ تعالی نے اپنے دین کو عزت دی اور اسکے مددگار بہت ہوگئے تو ہم نے آپسمین کہا کہ اب اگر ہم اپنے اموال کیطرف متوجہ ہون اور اسکی اصلاح کرین تو اچھا ہو پس اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری۔ ف۔ ایک شخص نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر مین تنہا دشمن پر حملہ کرون تو کیا مین نے اپنے آپ کو تہلکہ مین ڈالا تو براءؓ نے فرمایا کہ نہین اور اللہ تعالی نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک یعنے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو راہ الٰہی مین قتال کر تو اپنے ہی نفس کو مکلف کریگا۔ (یعنے آیت دلیل ہے کہ تنہا آپ کو مکلف فرمایا تو تنہا حملہ جائز ہوا) اور یہ آیت تو نفقہ کے بارہ مین ہے رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ۔ ولیکن تہلکہ یہ ہے کہ آدمی گناہ کرے پس وہ اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالے گا جبکہ توبہ نہ کرے (الترمذی وغیرہ) اور ابن ابی حاتم نے عبد الرحمن بن الاسود بن عبد یغوث سے روایت کی کہ انھون نے دمشق کا محاصرہ کیا پس قبیلہ از دشنوہ مین سے ایک شخص چلا اور دشمن کی طرف اکیلا لپکا تاکہ ان سے بھڑے پس مسلمانون نے اس پر اس بات کو عیب جانا اور اس کا قصہ عمرو بن العاص تک پہونچایا

پس عمرؓ نے اسکے پاس آدمی بھیجکر اسکو بلوایا اور کہا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ **ترجمہ** کہتا ہے کہ عمرو بن العاص
اسکے عام معنے لیتے تھے جنے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سردار کرکے جہاد کو بھیجا تو وہان انکو احتلام ہو گیا اور سخت سردی مین
نہانے سے رُکے اور تیمم سے نماز پڑھائی پھر مدینہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپنے پوچھا پس عمرو بن العاص نے یہی آیت پڑھکر
عرض کیا تو آپ مسکرائے اور فرمایا اے فقیہ عمرو بن العاص۔ پھر کچھ نہین فرمایا (الصحاح) اس سے معلوم ہوا کہ عمرو بن العاصؓ کا اجتہاد ٹھیک تھا
ورنہ آپ ضرور رد فرماتے فافہم۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالے وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ یہ قتال کے بارہ مین نہین ہے
یہ تو نفقہ کے بارہ مین ہے یون کہ تو اللہ کی راہ مین خرچ کرنے سے ہاتھ روک لے اور اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالے۔ اور ضحاک بن ابی جبیرۃ سے روایت
ہے کہ انصار صدقہ دیتے اور اپنے اموال مین سے خرچ کیا کرتے تھے پس انکو ایک سال قحط پہونچا تو انھون نے راہ خدا مین خرچ کرنے سے ہاتھ روکا پس
یہ آیت اُتری۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ اور حسن بصری نے کہا کہ یہ بخل ہے۔ نعمان بن بشیر سے روایت یہ ہے کہ آدمی کوئی گناہ کرے پھر
کہے کہ یہ میرے لیے بخشا نہ جائیگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔ (ابن مردویہ) یعنے
یہ ہوے کہ مغفرت سے مایوس ہونا ہلاکت ہے بلکہ توبہ کرے اور نیکوکاری بڑھاوے کیونکہ بحکم قولہ ان الحسنات یذہبن السیاٰت۔ نیکیون سے
بدیان مٹ جاتی ہین۔ اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ عبیدۃ السلمانی وحسن وابن سیرین وابو قلابہ سے اسکے مانند روایت کیا گیا ہے یعنے مانند قول
نعمان بن بشیر کے مروی ہے کہ یہ آیت ایسے شخص کے حق مین ہے کہ جسنے گناہ کیا پس اعتقاد کیا کہ میرے حق مین بخشا نہ جائیگا پس وہ اپنے ہاتھون کو تہلکہ
مین ڈال دیتا ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ تہلکہ عذاب الٰہی ہے۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر دونون نے محمد بن کعب سے
روایت کی کہ وہ قولہ تعالے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کی تفسیر مین کہتے تھے کہ قوم مجاہدین اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرتے تھے پس آدمی سامان اپنے
ساتھ لیتا جو بہ نسبت دوسرے کے توشہ مین زیادہ ہوتا وہ باقیون کو دیتا یہانتک کہ اسکے پاس کچھ نہ رہتا تو چاہتا کہ ساتھی اسکی مواسات کرے
پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ اور ایسا ہی زید بن اسلم سے اس آیت کی تفسیر مین
مروی ہے کہ کچھ لوگ جہاد کو نکلتے جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا کرتے پس یہ لوگ بدون نفقہ کے نکلتے تھے پس یا تو رہتا نہ تھا یا وہ عیال کے
تھے کہ میسر نہین تھا پس اللہ تعالے نے حکم دیا کہ جو اللہ تعالے نے رزق دیا ہے اسمین سے نفقہ لے لیا کرین اور اپنی جانون کو ہلاکت مین نہ ڈالین اور
تہلکہ یہ ہے کہ آدمی بھوک یا پیاس یا چلنے کی تکلیف سے ہلاک ہو جاوے پھر جس شخص کے پاس توشہ بڑھتی ہو تو اسکو حکم دیا کہ واحسنوا ان اللہ
یحب المحسنین پس یہ اقوال اس بارہ مین سلف سے مروی ہین ولیکن بعض اسکے سبب نزول ہین اور بعض داخل نزول ہین پس سبب نزول وہ
ہے جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ تہلکہ یہ ہے کہ مال و اولاد مین قیام کرین اور جہاد کو ترک کرین چنانچہ اس بارہ مین خاص
حدیث بھی وارد ہے کہ آخر اس امت والے جہاد چھوڑکر دنیا کی زراعت وغیرہ مین مشغول ہو جاوینگے تو اُسوقت انپر دشمن غالب ہو جائیگا پھر یہ لوگ اپنی حالت
درست کرنے پر بطریقہ اہل کفر آمادہ ہونگے اور واللہ کبھی درست نہونگے جب تک کہ اپنے دین کے طریقہ پر نہ آوین۔ کما فی حدیث ابن ماجہ وغیرہ **مترجم** کہتا ہے
کہ دیگر احادیث شاہد ہین کہ یہ اصلاح اُسی وقت ہوگی جب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پیدا ہونگے پس یہ تو سبب نزول ہے اور باقی اقوال داخل نزول
ہین۔ اسیواسطے شیخ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ یہ سب معنے جو روایت کیے گیے ہین اس آیت کی تفسیر مین معتبر ہین پس دین و دنیا کی راہ سے جو امر
آدمی کے حق مین تہلکہ ہو سکتا ہے وہ اسمین داخل ہے پس اگر آدمی لڑائی مین تنہا صف دشمن مین گھس جاوے جہان سے بچنے اور چھٹکارے کی راہ نہ ہو
نہ وہان ضرورت ہے اور نہ اس سے مومنون کیواسطے کوئی اثر پیدا ہوتا ہے جو انکو کارآمد ہو تو یہ بھی تہلکہ مین داخل ہے قال ابن کثیر اور مضمون آیت کا یہ ہے کہ حکم

و باخرچ کرنیکا اللہ تعالے کی راہ مین سب وجوہ قربات و طاعات سے خصوصا مال صرف کرنیکا دشمنون کے ساتھ قتال کرنے مین اور مال ایسی جگہ نیکو نیکو
صرف کرنیکا جس سے مسلمانون کو تقویت حاصل ہوا اور دشمن زبر ہون اور خبر دی کہ جو شخص بخل سے نہ خرچ کرنے کی عادت کرے تو یہ ہلاکت ہی پھر سب
احسان کے حکم کو عطف کیا اور وہ مقامات طاعات مین سے اعلی ہی ف قال الشیخ فی العرائس فی حقائق قولہ تعالے وانفقوا فی سبیل اللہ
ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ ـ انفاق کے تین حال ہین نفقۂ زاہدین ـ نفقۂ محبین ـ نفقۂ عارفین ـ پس نفقۂ زاہدین یہ ہی کہ تمام دنیا کو مع اوسکی
لذتون کے اہل دنیا کے واسطے چھوڑ دے کہ اس سے دنیا کے لوگ نفع اٹھاوین اور اپنے نفس کو اللہ تعالے کیواسطے ایام اللہ تعالے مین خرچ
کردے قال المترجم ایام اللہ تعالے شامل ہی جہاد وقتال کفار کو اور جہاد نفس امارہ کو مع جمیع فرائض وطاعات کے ـ یعنے اپنی جان کو براہ جہاد مین
اللہ تعالے پر خیرات کر دے اور نیز اسکی فرمانبرداری مین نفس کے ساتھ لڑائی مین اللہ تعالے کے واسطے خیرات کر دے ـ اور نفقۂ محبین یہ ہی کہ جو اسنے
حق سے پایا ہی وہ اہل حق کو دیدے یعنے طالبان راہ حق کو وہ دیدیا کرے جو اسکو حق عزوجل سے کرامت ملے اور یہ درحقیقت ایسا انفاق ہی کہ اسکے
پاس کچھ نہ جاویگا مگر اورون کو مل جاویگا اور نفقۂ عارفین یہ ہی کہ مقام فنا مین غیرت حق کو اپنے اسرار مین پاکر اپنی ارواح کو خیرات کر دے ـ یعنے جو لوگ
عارف بحق عزوجل ہین انکو حضرت حق عزوجل کے موجود ہونے پر ساتھ مین غیر کا وجود رکھنا موجب غیرت حق عزوجل جانکر اپنے آپ کو باطل و درمیان سے
فنا کرین اور درحقیقت یہ نفقہ انکی بے اختیاری مقام عرفان و فنا مین پیدا ہوتا ہی احسان کا مرتبہ اہل مشاہدہ کے مراتب سے بھی اعلی مرتبہ ہی اور اللہ تعالے نے
انکو آگاہ کر دیا کہ وہ حقیقت مشاہدہ نہ پاوینگے مگر اسی طرح سے کہ اپنی زندگانی کو خاصان حق کے واسطے خیرات کر دین اور جو شخص کہ مقام احسان سے گم ہوا
وہ مشاہدہ سے محجوب ہوا اور بطش و گرفتاری نفس مین ہلاک ہوا درحالیکہ خواہشہاے نفسانی مین متحیر اور اسکی ہوسات کے ورطہ مین غرق ہے
پھر واضح ہو کہ منجملہ مراتب طاعات کے حج و عمرہ ہے اگرچہ اسوقت تک حج فرض نہوا تھا بلکہ اداے عمرہ کے واسطے قصد تھا لہذا اصل مقصود کی خصوصیت و احکام کو مع فرضیت حج کے بانتقدیر فرضیت حج کے ارشاد فرمایا بقولہ تعالے

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ
اور پورا کرو حج و عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روکے گیے تو جو میسر ہو قربانی سے بھیجو اور نہ منڈاؤ بال سر کے جب تک
الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ
ہو نچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر پھر جو کوئی تم مین مریض ہو یا اوسکو دکھ دیا اسکے سرنے تو بدلا دیوے روزے سے یا خیرات یا
صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
ذبح کرنا پھر جب تم کو خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ لیوے عمرہ ملا کر حج کے ساتھ تو جو میسر ہو قربانی پہنچاوے پھر جسکو پیدا نہو
فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى
تو روزہ تین دن کا حج کے وقت مین اور سات دن جب پھر کر جاؤ یہ دس ہوے پورے یہ اسکو ہے جسکے گھر والے نہون ہتے
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ؏ ۲۴ ۸
پاس مسجد الحرام کے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ـ اور حج و عمرہ کو اللہ تعالے کے واسطے پورا کرو ف یعنے ادا کرو دونون کو دونون کے حقوق کے ساتھ
(۱۹۶) فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ پھر اگر تم روکے گیے ف یعنے اگر تم ان دونون کے تمام کرنے سے بوجہ دشمن وغیرہ کے روکے گئے فَمَا اسْتَيْسَرَ

مِنَ الْهَدْيِ۔ پس جو جانور ہدی سے تمہیں آسان ہو ف وہ بھیجو اونٹ، بکری ہو وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ
مَحِلَّهٗ۔ اور اپنے سر مت منڈاؤ یہاں تک کہ ہدی کا جانور اپنے مقام حل میں پہونچ جاوے ف یعنے ہدی بھیجو اور جو شخص لیجاوے اُس سے دن مقرر کرو
پھر اُس دن تم سمجھو گے کہ اُس نے وہاں ذبح کرکے مساکین پر بانٹ دی ہوگی تب تم حلق کرکے حلال ہو جاؤ اور اسکے پہلے سر مت منڈاؤ یعنے حلال ہو جاؤ جب تک
ہدی اپنے محل یعنے مقام ذبح پر پہونچکر حلال نہو محل بقول شافعی وہ مقام جہاں احصار ہوا اور روکا گیا۔ اور بقول ابو حنیفہؒ وہ حرم ہے پھر جب حصار کیوجہ سے احرام کی تکلیف
سے اسطرح نکلا کہ ہدی بھیجکر بعد محل پر ذبح ہونے کے یہاں حلق کرکے حلال ہوا تو آئندہ جس حج یا عمرہ کا احرام تھا دوسرے سال یا جب میسر ہو قضا کرے۔ اور واضح ہو کہ
احرام میں سلا کپڑا اور سر ڈھانکنا و بال توڑنا و ناخن کترانا و عورتیں و خوشبو و شکار وغیرہ سب ممنوع ہیں جیسے مردہ کی حالت ہوتی ہے فَمَنْ كَانَ
مِنْكُمْ مَّرِيْضًا۔ پھر جو کوئی تم میں سے مریض ہو ف جسکو احرام کے ممنوعات میں سے کسی امر کی ضرورت بطور دوا وغیرہ کے طاری ہوئی اَوْ بِهٖٓ اَذًى
مِّنْ رَّاْسِهٖ۔ یا اسکو ایذا سر میں ہو۔ ف مثلاً جوئیں کثرت سے پڑجاویں جسمیں کہ منڈانے کی ضرورت پڑی اور ہنوز مناسک حج یا عمرہ ادا نہیں
کیے ہیں تو ایسا کرے۔ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ۔ پس فدیہ واجب ہے روزے یا صدقہ یا قربانی سے ف
فدیہ میں ان تین چیزوں کا اختیار ہے تاکہ جو آسان ہو وہ اختیار کرے پس چاہے تین دن روزے رکھے چاہے تین صاع چھ مساکین کو ہر مسکین کو
نصف صاع دیدے اور چاہے ایک بکری قربانی کردے۔ اگر کسی شخص نے بغیر عذر کے سر منڈایا ہو تو جواب یہ کہ جسنے بغیر عذر کے سر منڈایا وہ بدرجہ اولےٰ
کفارہ ادا کرنیکا مستوجب ہوگا اور اسیطرح جسنے سوائے سر منڈانے کے اور طور پر استمتاع لیا مثلاً خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنا یا تیل لگایا خواہ
عذر سے یا بغیر عذر کے وہ بھی اسی کے حکم میں لاحق ہے پھر یہ تو اسوقت تھا کہ دشمن وغیرہ سے پورا کرنے سے روکا گیا تھا۔ اور جب احصار جاتا رہے تو فرمایا
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ پھر جب تم بیخوف ہوئے یعنے ادا کرنے میں مطمئن ہوئے تو جسنے
عمرہ سے حج تک نفع اٹھایا تو جو کچھ ہدی سے آسان ہو ف سیوطیؒ نے کہا یعنے شوال سے لیکر اداے حج ذی الحجہ تک میں عمرہ با احرام صحیح ادا کیا
پھر اسی سفر میں حج بھی کر لیا دوسرے احرام سے تو یہ تمتع ہے پس شکرانہ کی قربانی کرے جسمیں کمتر ایک بکری ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی ابو حنیفہؒ کا قول ہے
اور ساتھ ہی اگر کسی نے ایک احرام سے عمرہ مع حج ادا کیا تو یہ بھی ایک قسم تمتع ہے جسکو قران بکسر قاف کہتے ہیں اور اسمیں بھی یہی قربانی کا حکم ہے جیسا کہ
ابن الہمام نے فتح القدیر میں بیان کیا ہے یہ اسوقت کہ ہدی کی قیمت ہو اور مل سکے فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ۔ پھر جسنے ہدی نہ پائی
(خواہ دام نہ ہوں یا نہ ملے) تو واجب ہیں (دس روزے) تین روزے حج میں ف چھٹی ساتویں آٹھویں یا نویں تک لیکن چھٹی ذی الحجہ سے افضل ہے
اسواسطے کہ نویں کو عرفات میں تکان ہوگا۔ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ۔ اور سات دن جب تم لوٹ آؤ ف اپنے گھر۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ
یہ سب دس روزے پورے ہیں۔ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ
یہ سب اس شخص کے لیے جسکے اہل خانہ حاضران مسجد حرام سے نہوں اور تم اللہ تعالے سے تقوی کرو اور جانو کہ اللہ تعالے شدید العقاب ہے۔ ف چونکہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ کے قصد میں حدیبیہ کے مقام پر روکے جانے کے ذکر میں حج وعمرہ کا ذکر آیا اور کلام اسطرف منجر ہوا پس بیان حج و
عمرہ کے مسائل کو فرمادیا۔ اور مفسر رحمہ اللہ نے اس مقام پر تمام مسائل کا مبنی بنا بر قول امام شافعی کے رکھا ہے لہذا ضرور ہوا کہ مسائل ائمہ
مخصوص مذہب امام ابو حنیفہؒ ذکر کردوں کہ تفسیر کے بیان میں یہ بھی معلوم ہو جاوے ولیکن قبل اسکے وہ الفاظ جو شرعی اصطلاح میں بیان کرنا
ضرور ہے تاکہ تفسیر اچھی طرح سمجھ میں آجاوے اور مسائل بھی معلوم ہو جاویں حج دراصل یعنے قصد کرنا اور شرع میں قصد کرنا خانۂ کعبہ کا زمانہ خاص یعنے ماہہاے
حج میں واسطے اداے مناسک کے عمرہ یعنے زیارت اور شرعاً زیارت خانۂ کعبہ بطریق خاص اور عمرہ کے واسطے کسی زمانہ کی خصوصیت نہیں سال میں

جب چاہے اور جتنی مرتبہ چاہے ادا کرے اور اصح یہ ہے کہ جسپر حج فرض ہے اسپر عمر مین ایک مرتبہ عمرہ بھی واجب ہے کما فی العالمگیریۃ وغیرہا عن الجوہرۃ۔
پھر حج مین احرام کے ساتھ منیٰ جاکر صبح کو عرفات پہونچکر بعد ظہر کے ظہر وعصر ملاکر پڑھنے کے بعد عرفات مین وقوف کرے پھر بعد غروب کے واپس ہوکر مزدلفہ
مین پہونچکر مغرب وعشا ملاکر پڑھے۔ صبح کو جبل قزح مزدلفہ کے قریب وقوف کرے پھر طلوع کے بعد روانہ ہوکر جمرۃ العقبہ کی کنکریان مار کر سر منڈا کر حلال
پھر روانہ ہوکر خانہ کعبہ کا طواف وسعی کرکے پورا حلال ہوجاوے پھر منیٰ جاکر تین دن رمی الجمرات کرکے سب مناسک پورے کرے اور عمرہ صرف احرام کے
ساتھ طواف وسعی ہے ان چیزون کے تمام کرنے سے حج وعمرہ پورا ہوجاتا ہے احصار روکنا اور مصدر مجہول یعنے روکا جانا اور اسمین اختلاف ہے کہ حج مین کس
چیز کا روکنا مراد لیا گیا ہے جو تفسیر مین آویگا بالجملہ محصر وہ ہے جو خانہ کعبہ تک پہونچنے نہ پایا اور کسی چیز نے اسکو روکا۔ ہدی اسم اس چیز کا جو ہدیہ کیجاوے
اور مراد یہان جانور قربانی کا ہے اور یہ بیان ہوگا کہ کون جانور قربانی مراد ہے اور بیضاوی مین ہے کہ ہدی جمع ہدیہ مثل جدی وجدیہ وہو الاصح۔ محل بکسر حاء
مہملہ جگہ وزمانہ دونو کے واسطے بولا جاتا ہے اور مراد بیان جگہ ہے۔ تحلل۔ حلال ہونا اور احرام سے نکل جانا۔ نسک جمع نسیکہ مراد قربانی کا جانور۔ تمتع واضح ہو
کہ حج ادا کرنا تین طرح ہے ایک انفراد۔ دوم تمتع۔ سوم قران اور احرام مین یہ حکم ہے کہ سلا ہوا کپڑا نہ پہنے اور مرد سر نہ ڈھکے بال نہ منڈوالے نہ کترالے نہ انمین
بل ڈالے نہ خوشبو لگائے علیٰ ہذا ناخن وغیرہ بھی نہ کترائے نہ عورتون کے پاس جائے نہ شکار مارے اور دیگر احکام ہین جو فقہ مین مفصل مذکور ہین۔ اور
ایام حج یعنے ایام ادائے حج دس روز ذی الحجہ کے ہین اور اشہر الحج یعنے مہینہاے حج سے یہ مراد ہے کہ شوال سے حج کا احرام جائز ہے اور اگر کسی نے
سفر کرکے انھین دنون مین عمرہ کا احرام باندھکر ادا کیا تو اسنے مہینہاے حج ہی مین عمرہ ادا کیا۔ اور نوین تاریخ روزہ عرفہ ہے اور اسکا روزہ امام شافعی کے
نزدیک حاجیون کے لیے مکروہ ہے بسبب روایت ابوداود کے و امام ابوحنیفہ کے نزدیک ممانعت محمول ہے اس بات پر کہ حاجی کو وقوف عرفہ وغیرہ سے
ضعف لاحق ہو بسبب روزہ کے دسوین روز عید اضحیٰ کو بالاتفاق روزہ حرام ہے اور ایام تشریق گیارھوین بارھوین تیرھوین تاریخ ہے اور انکا روزہ
حدیث مین حرام ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور متمتع نے اگر تین روزہ تمتع کا روزہ ان ایام مین رکھنا چاہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہین جائز ہے اور مختصر
نے ذکر کیا کہ شافعی رحمہ اللہ کے دو قول مین سے بھی یہی قول اصح ہے اور قول قدیم شافعی کا یہ ہے کہ جائز ہے اور دلیل یہ کہ دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی
کہ متمتع اگر ہدی نہ پاوے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رخصت دی کہ ایام تشریق مین روزہ رکھلے اور یہی قول امام مالک واحمد و اسحق کا ہے اور
نووی شافعیؒ نے روضہ مین اسکو ترجیح دی ہے اور ایسے ہی ابن حجر نے کہا کہ آیت عام ہے کہ ایام حج مین تین روز روزہ رکھے ایام تشریق کا استثنا نہین ہے
اور یون کہنا اولےٰ ہے کہ نہی از صوم تشریق مخصوص ان لوگون کے واسطے ہے جو متمتع نہون کیونکہ اسمین خبر احاد کی تخصیص آیت قطعی سے
لازم آتی ہے اور یہ بہ نسبت اسکے عکس کے اولےٰ ہے اور ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ ہم اسکو تسلیم نہین کرتے کہ ایام تشریق ایام حج مین سے
ہین کیونکہ ایام حج فقط دسوین ذی الحجہ تک ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا واتموا الحج والعمرۃ للہ۔ اے تمام کرو حج وعمرہ کو واسطے
اللہ تعالےٰ کے اے خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے انکو پورا کرو اور ایک قراءۃ مین واقیموا الحج والعمرۃ للہ۔ آیا ہے اسیواسطے مفسر سیوطیؒ نے اس
غریب قراءۃ کو تفسیر کا مدعا بنا کر۔ اور جا بجا سمجھو تھا۔ تفسیر کی یعنے اتمام سے مراد یہ ہے کہ بیشک اللہ کا ان سے مع آداب ادا کرو اور اس سے نکلا کہ عمرہ واجب
پس جاننا چاہیے کہ حج کے بشرط استطاعت فرض ہونے مین تو امت کا اتفاق ہے مگر عمرہ کے بارہ مین دو قول ہین ایک یہ کہ واجب ہے اور استدلال
اسپر اس آیہ واحادیث سے ہے کیونکہ امر ہے اتمام عمرہ کا اور امر واسطے وجوب کے ہے اور منجملہ احادیث کے صحیح مین ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جسکے ساتھ شتر انہ قران وتمتع کی ہدی (یعنے جانور قربانی) ہو وہ اہلال کرے حج وعمرہ کے ساتھ اور نیز صحیح مین ثابت ہوا کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا کہ داخل ہوا عمرہ حج مین قیامت تک اور زید بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج وعمرہ

دونوں فریضہ ہیں تجھے مضر نہیں چاہے جس سے ابتدا کرے۔ اخرجہ الدارقطنی والحاکم۔ مترجم کہتا ہے کہ عمرہ واجب ہونیکا قول ایک جماعت صحابہؓ و تابعین سے مروی ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی و احمد و اسحٰق کا۔ اور یہی جوہرہ میں اصح قرار دیا ہے لیکن بعض نے کہا کہ ان دلیلوں سے وجوب ثابت نہیں ہوتا باوجودیکہ صحیح حدیث سے خلاف پڑتا ہے چنانچہ شافعی و عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید نے ابو صالح تابعیؒ سے اور ابن ماجہ نے طلحہ بن عبیداللہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حج تو جہاد ہے اور عمرہ تطوع ہے۔ اور ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید نے جابرؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا عمرہ واجب ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن اگر تم عمرہ ادا کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اسکو ترمذیؒ نے بھی جابرؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے پس یہ احادیث صریح ہیں کہ عمرہ واجب نہیں ہے اور یہی قول ہے بعضے صحابہ مثل عبداللہ بن مسعود و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور بعضے تابعین کا اور یہی مذہب ہے امام مالک و ابو حنیفہ وغیرہم کا لیکن مذہب حنفیہ کی کتاب الجوہرہ میں وجوب کو اصح کہا ہے اور حدیث زید بن ثابت کا جواب یہ ہے کہ وہ دونوں کو احرام سے شروع کرنے کے بعد واجب ہیں اور اسپر اتفاق ہے کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر احصار وغیرہ اسوقت ادا نہ کر سکے تو دوسرے وقت اسکی قضا واجب ہے چنانچہ حضرت صلعم نے عمرہ حدیبیہ کو قضا فرمایا اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور سراج میں نقل کیا کہ جب ہدی بھیجکر احرام عمرہ سے حلال ہو گیا تو امام شافعی کے نزدیک اسپر قضا واجب نہیں ہے۔ قلت ہذا عجیب مع قولہ بوجوب العمرۃ ابتداءً۔ اور شیخ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں قضا واجب ہونے پر اجماع نقل کیا اور یہی امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں ایام حج میں عمرہ ادا کرنے کو جرم عظیم جانتے یعنے ممنوع شدید سمجھتے تھے پس حضرت صلعم نے اس گمان کو دور کر دیا کہ تا قیامت عمرہ داخل حج ہو گیا اور حدیث اول تو قران یا تمتع کیواسطے ارشاد ہے تاکہ ثواب مزید حاصل کریں اس سے وجوب عمرہ پر استدلال کیونکر تجویز کیا جاتا ہے ورنہ قران یا تمتع واجب ہونے پر بدرجہ اولی استدلال ہو گا جبکہ ہدی موجود ہو حالانکہ یہ کسی نے نہیں کہا ہے فافہم ہاں اس حدیث سے البتہ حج و عمرہ ایک احرام سے بطور قران ادا کرنے کی افضلیت نکلی اور یہی ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور آیت کریمہ سے مراد یہ کہ بعد شروع کے دونوں کو تمام کر دیا کہ بلا خلاف بعد شروع کے واجب ہوتا ہے اور آیہ کریمہ و احادیث سب میں اس معنی پر اتفاق حاصل ہوتا ہے و سیاق آیہ کریمہ بھی اسپر شاہد ہے قال ابن کثیر۔ اللہ تعالےٰ نے احکام صیام و ذکر جہاد کے بعد مناسک کا بیان شروع فرمایا پس حج و عمرہ تمام کرنیکا حکم کیا اور ظاہر سیاق یہ ہے کہ حج و عمرہ میں شروع کر دینے کے بعد انکے جو افعال ہوتے ہیں انکو پورا ادا کرو اسیواسطے اسکے بعد فرمایا۔ فان احصرتم۔ ای اگر تم خانہ کعبہ تک پہونچنے اور انکے افعال ادا کرنے سے روکے گئے۔ اسی وجہ سے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ حج و عمرہ میں شروع کر دینا ملزم ہے خواہ کہا جاوے کہ عمرہ واجب ہے یا مستحب اور علی رضی اللہ عنہ سے۔ اتموا الحج والعمرۃ للہ۔ میں اتمام کے یہ معنی مروی ہیں کہ اپنی اہل کے گھر سے احرام باندھ لے اور یہی قول ابن عباس و سعید بن جبیرؒ و طاؤس کا ہے اور سفیان ثوری نے کہا کہ دونوں کا اتمام یہ ہے کہ اپنی اہل کے گھر سے احرام باندھکر نکلے کچھ نہ چاہتا ہو سوائے حج و عمرہ کے اور اہلال کرے میقات سے یہ نہو کہ تجارت یا کسی ضرورت سے نکلے کہ جب مکہ سے قریب ہو تو کہے لاؤ حج یا عمرہ ادا کر لوں اور اس سے حج یا عمرہ تو ہو جائیگا ولیکن اتمام یہ ہے کہ اسکے لیے نکلے کسی اور کے واسطے نہ نکلے۔ واضح ہو کہ حدیث میں مسجد بیت المقدس سے احرام کرکے بیت اللہ کا حج ادا کرنے میں مغفرت و جنت کی بشارت آئی ہے چنانچہ وکیع نے ایسا ہی کیا کما فی سنن ابی داؤد فی روایۃ۔ پھر جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم نے چار عمرے ادا کیے سب ذی قعدہ میں ایک عمرہ حدیبیہ ہجرت کے چھٹے سال دوم عمرہ قضا ساتویں سال سوم عمرہ جعرانہ آٹھویں سال چہارم عمرہ اپنے حج کے ساتھ دسویں سال پس جو اقوال اسکے خلاف ہیں مانند آنکہ اتمام عمرہ یہ کہ غیر ماہہاے حج میں ہو یا حج سے منفرد ہو کچھ نہیں ہیں اسلیے کہ بعد ہجرت کے سب عمرہ حضرت صلعم نے ذی القعدہ میں کیے سوائے عمرہ حج کے مگر آنکہ ام ہانیؓ ام معقل رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ رمضان میں تیرا عمرہ ادا کر لینا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے اور سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ یہ مخصوص حضرت ام ہانی رضہ کے واسطے تھا مترجم کہتا ہے کہ ام معقل کی حدیث ابو داؤد میں بھی ہے اشارہ ہے۔ اور سدیؒ نے آیہ اتموا الحج والعمرۃ۔ میں کہا کہ اقیموا الحج والعمرۃ۔ اور علی بن ابی طلحہ نے

ابن عباس رضؓ سے اس آیہ مین روایت کی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اسکو روا نہین کہ حلال ہوجاوے یہانتک کہ انکو پورا کرے اور حج جبکہ یوم النحر یعنے دسوین ذی الحجہ کو جمرۃ العقبہ کی کنکریان مارین اور خانہ کعبہ و صفا و مروہ کا طواف کرین پورا ہوجاتا ہی۔ اور قتادہ عن زرارہ عن ابن عباسؓ کہا کہ حج تو وقوف عرفہ ہی اور عمرہ طواف ہی قال المترجم یعنے اگر حج کرنے والا وقوف عرفہ پا گیا تو حج فوت نہوگا اگرچہ نقصان لازم آویگا اسکا جبر اسطور سے ہوگا کہ قربانی دیدے اور ایسے ہی طواف خانۂ کعبہ کے بعد عمرہ فوت نہین ہی اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہی اور تفصیل فقہ مین ہی اور علقمہؒ و ابراہیم نے واقیموا الحج والعمرۃ للہ پڑھا اور ایسا ہی بعض صحابہ سے مروی ہی اور یہ غریب ہی اور شعبیؒ نے پڑھا واتموا الحج والعمرۃُ للہ یعنے الحج کو منصوب اور العمرہ کو مرفوع پڑھا جسکے معنی یہ ہوے کہ تمام کرو حج کو اور عمرہ اللہ کے واسطے ہی کہا شعبی نے کہ عمرہ کچھ واجب نہین ہی اور صحیحین مین ایک شخص کے قصہ مین روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جعرانہ مین تھے کہ اسنے دریافت کیا کہ جسنے عمرہ کا احرام باندھا حالانکہ اسپر زعفران کا لتھڑا ہوا رنگا جبہ ہی اور خلوق ہی اسکا کیا حکم ہی تو حضرت صلعم خاموش ہو رہے پس آپ پر وحی آئی پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ پوچھنے والا کہان ہی اسنے کہا کہ یہ ہون پس فرمایا کہ جبہ اتار ڈال اور جو خوشبو تیرے لگی ہے اسکو دھو ڈال پھر جو حج مین کرتا تھا وہی عمرہ مین کر مترجم کہتا ہی یعنے احرام عمرہ مین مانند احرام حج کے احتیاط واجب ہی۔ قولہ فان احصرتم۔ ابن کثیر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ یہ آیت ہجرت کے چھٹے سال اتری جب حضرت صلعم و مکہ کے درمیان مشرک لوگ حائل ہوگئے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہ جانے دیا بس یہی عمرۂ حدیبیہ ہی جسکے بارہ مین سورۂ انا فتحنا پوری نازل ہوئی ہی۔ وقال غیرہ لغت مین حصر یعنے حبس و تضییق ای بند کرنا اور مضیق مین ڈالنا اور ابو عبیدہ و کسائی و خلیل نے کہا کہ مرض کے ساتھ اُحصر بولتے ہین اے احصرہ المرض روک دیا مرض نے اور دشمن کے ساتھ حَصَرَ ای احصرہ العدو دشمن نے روک دیا اور ابن العربی نے کہا یہی رائے اکثر اہل لغت کی ہی اور زجاج نے کہا کہ یہ سب کی۔ اور ابن فارس نے مجمل مین کہا کہ حصرہ المرض و حصرہ العدو بولتے ہین بر عکس اول اور یہ ضعیف ہی اور فراءؒ نے کہا دونون کے ایک معنی ہین اور یہی ابو عمرو الشیبانی کا قول ہی اور اسی اختلاف کیوجہ سے ائمہ فقہ مین اختلاف ہوا چنانچہ شافعیہ اور اہل مدینہ کے نزدیک حصر مخصوص بدشمن ہی اور یہی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا کہ نہین حصر مگر حصر عدو اور جسکو مرض یا درد ہوپہنچا یا راہ بھٹک گیا تو اسپر کچھ نہین اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسکے مانند ابن عمر و طاؤس و زہری و زید بن اسلم سے مروی ہی اور ائمہ حنفیہ نے کہا کہ حصر اعم ہی خواہ دشمن روکے یا مرض سے یا کوئی مانع ہو اور امام احمد نے حجاج بن عمرو الانصاری سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ جسکو شکستگی عضو پہنچے یا درد یا لنگ تو وہ حلال ہوا اور اوسپر دوسرا حج واجب ہی یعنے اسکو احرام سے حلال ہوجانا روا ہی اور اسپر حج کی قضا واجب ہی پھر عکرمہ نے جو حجاج بن عمرو الانصاری سے راوی ہین کہا کہ پھر مین نے اسکو ابو ہریرہؓ و ابن عباسؓ سے ذکر کیا یعنے اس روایت کو ذکر کیا تو دونون نے کہا کہ حجاج بن عمرو نے سچ بیان کیا ہی۔ اس حدیث کو سنن اربعہ والون نے بھی روایت کیا اور ابو داؤد کی ایک روایت مین لنگ اور شکستگی اور مرض مذکور ہی اور اسکو ابن ابی حاتم نے بھی دوسری وجہ سے روایت کیا پھر کہا کہ ابن مسعود و ابن الزبیر و علقمہ و سعید بن المسیب و عروہ و مجاہد و نخعی و عطاء و مقاتل نے کہا کہ احصار تو دشمن و مرض و شکستگی سے ہوتا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ شاید ابن عباسؓ بھی اسکے قائل ہین ولیکن سوائے دشمن کے اور چیزون کے حصر سے ہدی لازم آنے کے قائل نہین ہین واللہ اعلم۔ قولہ فما استیسر من الہدی۔ یعنے اگر تم حج و عمرہ بعد احرام کے تمام کرنے سے روکے گیے تو جو آسان ہو ہدی سے یعنے تمپر واجب ہی یا تم ذبح کرو یا بھیجو جو آسان ہو ہدی سے اور علماء مین اتفاق ہی کہ ہدی مذکور واجب ہی اور امام مالک نے علی بن ابی طالب سے روایت کی کہ وہ بکری ہی اور ابن عباس نے کہا کہ اونٹ و گائے و بھیڑ و بکری سب قسم مین سے ہدی ہوتی ہی اور ثوری نے فما استیسر من الہدی میں ابن عباس سے روایت کی کہ وہ بکری ہی اور یہی قول عطاء و مجاہد و طاؤس و ابو العالیہ و محمد باقر و عبد الرحمن بن القاسم و شعبی و نخعی و حسن و قتادہ و ضحاک و مقاتل و غیرہم کا ہی اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہی اور ابن ابی حاتم نے حضرت

عائشہ وابن عمر سے روایت کی کہ وہ ما استیسر من الہدی- مین اونٹ یا گاے کے سواے اور جنس سے ہدی جائز نہین جانتے تھے اور ایسا ہی سالم وقاسم و
عروہ وسعید بن جبیر سے بھی روایت ہو قال ابن کثیر ظاہر یہ ہو کہ ان لوگون نے قصہ حدیبیہ سے استدلال کیا ہو کیونکہ اس تحلل مین کسی سے بکری ذبح کرنا
مروی نہین ہو کیونکہ جابرؓ سے روایت ہو کہ ہمکو رسول اللہ صلعم نے حکم کیا کہ سات آدمیون کے حساب سے اونٹون وگایون مین شریک ہوجادین اور
صحیح جمہور کا قول ہو اور حضرت عائشہ سے صحیحین مین روایت آئی ہو کہ حضرت صلعم نے ایکبار دنبہ یا بکری کو ہدی بھیجا تھا اور طاؤس وعوفی نے ابن عباس سے
روایت کی کہ فما استیسر من الہدی مین اسکی فراخ دستی کے موافق ہدی ہو اگر بہت خوشحال ہو تو اونٹ ورنہ گاے ورنہ بکری اور یہی حسنؒ کا قول ہو
پس یہ ترتیب وتعدیل کی قربانی ہو- قولہ ولا تحلقوا رؤسکم حتے یبلغ الہدی محلہ- تھوڑے اہل علم اسطرف گئے ہین کہ یہ خطاب ان لوگون کو ہو جو روکے
گئے پس ہدی کا محل وہ کہ جہان اسکا ذبح کرنا حلال ہو سو مالک وشافعیؒ نے کہا کہ وہ جگہ ہو جہان روکا گیا اگرچہ خارج حرم ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے سال حدیبیہ مین حرم سے باہر حدیبیہ مین جہان روکے گئے تھے ذبح کیا تھا اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ محل اسکا حرم ہو کیونکہ اللہ تعالے نے
فرمایا ثم محلہا الی البیت العتیق- اور حنفیہ نے کہا کہ سال حدیبیہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مین ذبح کیا کیونکہ نزول آپ کا حدیبیہ کے کنارے
متصل حرم بجانب بستی مکہ تھا اور زہری نے روایت کی کہ حضرت صلعم نے حرم مین ذبح کیا تھا اور قصہ حدیبیہ جو آگے آویگا اس سے اسکی تائید
نکلتی ہو- قال ابن کثیرؒ یہ قول یعنے لا تحلقوا رؤسکم عطف فان احصرتم پر نہین ہو بلکہ واتموا الحج والعمرۃ للہ- پر عطف ہو قال المترجم پس یہ
خطاب عام ہو پھر شیخ ابن کثیرؒ کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہو کہ باستثناے محصرین ہو چنانچہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سال حدیبیہ مین خارج
حرم کے ذبح کیا اور حلق کیا جبکہ انکو کفار نے روکا تھا اور جو شخص کہ حال امن مین ہو اور حرم تک پہونچنا ممکن ہو تو اسکو سر منڈانا نہین جائز ہے
یہانتک کہ ہدی اپنے محل پر پہونچ جاوے اور اس کلام سے ظاہر ہو کہ محل اسکا حرم ہو مگر سواے اسکے جو روکا گیا ہو اور یہ کہ یہ خطاب محصر وغیر محصر
سب کو ہو اور یہی ایک جماعت اہل علم کا قول ہو پس یہان تین قول حاصل ہوے اول آنکہ خطاب محصرین کو ہو اور معنی یہ ہین کہ اگر محرم روکا جاوے اور
چاہے کہ اپنے احرام سے حلال ہو تو ہدی بھیجکر جب وہ محل احصار مین پہونچ جاوے اور ذبح کیجاوے تو حلق یا قصر کرکے حلال ہوجاوے اور یہ قول شافعیؒ کا
ہو دوم آنکہ ہدی ایک شخص کے ہاتھ بھیجے اور اسکے لیے ایکدن مقرر کردے پس جب ہدی مذکور اپنے محل یعنے حرم مین پہونچ جاوے اور غالب گمان
ہو کہ اس دن مقرر پر ذبح ہوگئی تو حلال ہوجاوے اور اسپر سر منڈانا یا بال کترانا کچھ واجب نہین بلکہ مستحب ہو اور یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہو اور
سوم یہ کہ خطاب محصرین وغیر محصرین سب کو ہو پس محصر کی ہدی کا محل وہ ہو جہان احصار ہوا خواہ حل ہو یا حرم ہو اور غیر محصر کے ہدی کا محل حرم ہو
واللہ اعلم- پھر ہدی کے ذبح سے تحلل نہین ہوتا بلکہ حلق یا قصر سے ہوتا ہو اور ظاہر قول امام ابوحنیفہ یہ ہو کہ ہدی احصار مین فقط ذبح سے تحلل
حاصل ہوتا ہو اور یہی ظاہر آیہ ہو مگر حدیبیہ کے احصار مین صحابہؓ کو حضرت صلعم نے حکم کیا کہ سر منڈاوین اور حلال ہوجاوین پس صحابہ نے تاخیر کی
کہ شاید حکم منسوخ ہو یہانتک کہ حضرت صلعم خود نکلے اور اپنا سر منڈایا پس لوگون نے بھی ایسا کیا اور بعض نے فقط بال کترائے تو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے رحم کرے سر منڈانے والون پر تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ اور بال کترانے والون پر بھی یا رسول اللہ- پس
تیسری بار مین فرمایا اور بال کترانے والون پر- ایسا ہی صحیحین سے ثابت ہوتا ہو- اور کتب فقہ مذہب حنفیہ مین بھی سر منڈانا یا بال کترانا ماخوذ ہو
قولہ- فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک- مرض سے مراد یہان وہ ہو جسپر لغت کی راہ سے مرض کا لفظ
صادق ہو اور اذی من راسہ مثل جون ودرد سر وجراحت وغیرہ تو ایسے شخص کو اجازت ہو کہ اگر سر منڈائے تو روزے یا صدقہ یا نسیکہ سے
فدیہ دے پھر ہر ایک کی تقدیر کیا ہو سو حسن وعکرمہ وغیرہ سے روایت ہو کہ روزہ دس دن اور طعام دس مساکین کا ہو اور یہ قول خلاف جمہور ہے

کہ انکے نزدیک روزے تین روز کے یا چھ مسکینون کا کھانا یا نسیکہ ہے چنانچہ بخاری و مالک و احمد وغیرہم نے کعب بن عجرہؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ حدیبیہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم سب احرام باندھے تھے اور میرے سر پر لمبے بال تھے پس جُوئین میرے منھ پر گرتین پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم میری طرف گذرے اور فرمایا کہ کیا تیرے سر کی جوئین تجھے ایذا دیتی ہین پھر اسکو حکم کیا کہ سنڈا دے کہا کعب نے کہ اتری یہ آیت فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک۔ ہذا لفظ احمد فی روایۃ۔ اور بخاری کی روایت مین ہے کہ فرمایا کیا تجھے بکری نہین مل سکتی ہے مین نے کہا کہ نہین تو فرمایا تین روز روزے رکھ یا چھ مسکینون کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع۔ کہا کعب نے کہ یہ آیت میرے حق مین خاصکر اُتری حالانکہ وہ تم سب کے واسطے عام ہے۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت مین ہے کہ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حکم کیا کہ اپنا سر سنڈا دے اور فرمایا کہ تین روز روزہ رکھ یا چھ مسکینون کو کھانا دے ہر ایک کو دو دو مُد کے قدر دے یا ایک بکری قربانی کر ان مین سے جو تو ادا کریگا تجھے کفایت کریگا ابن عبد البر نے ذکر کیا کہ علما مین یہان اختلاف نہین کہ نسک اسمین ایک بکری ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ جب آو کے ساتھ ہو تو جو ادا کرے کافی ہے و مجاہد و عکرمہ و طاؤس و نخعی و ضحاک سے اسکے مانند مروی ہے ذکرہ ابن ابی حاتم۔ اور ابن کثیر نے فرمایا کہ یہی ائمہ اربعہ و عامۂ علما کا مذہب ہے کہ اس مقام پر اسکو اختیار ہے چاہے روزے رکھے اور چاہے تین صاع صدقہ کرے چھ مسکینون پر ہر ایک کو نصف صاع دے اور نصف صاع کے دو مُد ہوتے ہین اور چاہے بکری ذبح کرکے مسکینون کو بانٹ دے۔ اور بعض تابعین سے یہان ترتیب بھی مروی ہے اور وہ بخلاف سیاق قرآن اور خلاف حدیث ہے اور یہ ترتیب تو حرم کا شکار قتل کرنے مین البتہ معروف ہے بنص قرآنی اور وہان فقہانے بھی ترتیب پر اجماع کیا ہے پھر جاننا چاہیے کہ اس فدیہ کے ادا کرنے کی جگہ مین اختلاف ہے پس عطا نے فرمایا کہ جو قربانی ہو وہ مکہ مین ہے اور جو طعام و صیام ہے پس جہان چاہے ادا کرے اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور یہی احوط ہے اور طاؤس و شافعی نے کہا کہ قربانی و طعام مکہ مین اور روزے جہان چاہے اور مجاہد و مالک نے کہا کہ ان سب کو جہان چاہے ادا کرے اور یہی ظاہر ہے اسواسطے کہ تعیین پر دلیل موجود نہین ہے۔ قولہ فاذا امنتم۔ ای امنتم الاحصار او کنتم فی حال امن وسعۃ۔ یعنے قولہ تعالے فاذا امنتم کے یہ معنے کہ پھر جب تم لوگ احصار سے امن مین ہو جاؤ یا یہ مراد کہ جب تم لوگ امن و فراخی مین ہو (البیضاوی) مراد یہ کہ ادائے مناسک پر قابو پاؤ کما قال ابن کثیر قولہ فمن تمتع۔ پس جو شخص تم مین سے متمتع ہوا عمرہ سے طرف حج کے۔ اور یہ شامل ہے قران و تمتع دونون کو باین طور کہ دونون کا احرام باندھا یا پہلے عمرہ کا احرام باندھا پھر اس سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھا اور یہی تمتع خاص ہے جو کلام فقہا مین بلفظ تمتع معروف ہے اور عام تمتع تو دونون قسمون کو شامل ہے چنانچہ صحاح کی احادیث اسپر دلالت کرتی ہین کیونکہ راویون مین سے بعض کہتا ہے کہ تمتع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرا کہتا ہے کہ قران کیا پھر اسمین اختلاف نہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو اپنے ساتھ لیا تھا۔ تو ضرور آپ احرام عمرہ سے حلال نہوے ہون یہانتک کہ حج کیا پس اسکو قران کہتے ہین۔ اور یہی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سنت و افضل ہے اور یہی مترجم کے نزدیک قوی مذہب ہے اگرچہ علماءؒ نے اختلاف کیا کہ افراد و تمتع و قران مین سے کون افضل ہے پس ہر ایک کے افضل ہونے کے تین اقوال موجود ہین ولیکن افراد باین معنی کہ خالی حج ادا کرے عمرہ نہ کرے بخیال آنکہ ایام حج مین عمرہ تمام نہین ہے یہ دلیل بہت ضعیف ہے تو قول بھی اس بنا پر ضعیف ہوگا مگر آنکہ دوسری دلیل لائی جاوے۔ اور تمتع بالعمرۃ الی الحج کے معنے یا یہ کہ عمرہ کرکے حلال ہو کر حج کا احرام باندھنے تک آسائش کی چیزون سے انتفاع حاصل کیا اور اسکو سیوطیؒ نے ذکر کیا۔ یا یہ کہ حج کا تقرب حاصل کرنے سے پہلے عمرہ کے تقرب سے انتفاع حاصل کیا اور ایک ہی سفر مین اللہ تعالے نے دونون کو عطا فرمایا اور یہی قول ائمہ حنفیہ کا ہے پس قولہ فما استیسر من الہدی۔ یعنے اسپر قربانی جو میسر آسانی سے آوے وہ واجب ہے یہ قربانی کس قسم کی ہے جواب یہ کہ معنی اول پر یہ جبر نقصان ہے کا پس خود اسمین سے نہین کھا سکتا ہے اور دوسرے معنے پر شکریہ کی قربانی ہوگی کہ خود بھی کھا سکتا ہے اور یہی قول

ابوحنیفہؒ ہو اور یہ قربانی شافعی کے نزدیک دسوین سے پہلے بھی جائز ہو اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلے نہین جائز ہو قال ابن کثیر کہ ستر اسکا
بکری ہو اور اسکو اختیار ہو کہ چاہے گاے ذبح کرے اسواسطے کہ اوزاعی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے اپنے ازواج کیطرف سے
جنھون نے تمتع کیا تھا گاے ذبح کی رواہ ابن مردویہ اور صحیح مین ازواج کیطرف سے گاے کی قربانی حجۃ الوداع مین باسانید صحیحہ ثابت ہو - اور یہ جو مروی ہی
کہ عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے لوگون کو منع کرتے تھے تو ابن کثیر نے جواب دیا کہ خود حضرت عمرؓ سے تصریح آئی ہو کہ وہ حرام یا ممنوع کرکے نہین منع
کرتے بلکہ مقصود یہ تھا کہ لوگ کثرت سے خانہ کعبہ کا قصد کرین کبھی حج کی نیت سے اور کبھی عمرہ کے واسطے کیونکہ ایام حج مین عمرہ کر لینے کے بعد خالص
عمرہ کے لیے نہین جاتے تھے اور سنن ابو داؤد وغیرہ مین باسناد صحیح حضرت عمرؓ سے ثابت ہوا کہ انھون نے قران کو سنت فرمایا بعض صحابہؓ نے گمان
کیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی راے سے تمتع منع کیا تو یہ خود انکی سمجھ ہو جبکہ حضرت عمرؓ نے اپنی مراد کو صریح بیان فرمایا ہو پس ظاہر ہوا کہ یہ جو عمرؓ سے روایت
آئی کہ ایام حج مین عمرہ تمام نہین ہو اسکے یہ معنی ہین کہ عمرہ خالص قصد کرکے ادا کرو اللہ تعالے کے واسطے اور جب حج کے ساتھ مین ادا کیا تو اسکے تابع
ہوگیا اگرچہ قران سنت ہو لیکن تنہا عمرہ کرنا بھی سنت ہو اور خالص عمرہ کے قصد سے سفر کرنا۔ اتموا الحج والعمرۃ للہ۔ کی زیادہ فرمانبرداری ہو اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً تین عمرے ہی ادا کیے ہین فتدبر - قولہ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم - تفسیر ابن کثیر مین ہو یعنے
جسنے ہدی نہ پائی تو اسکو چاہیے کہ تین روز ایام حج مین یعنے مناسک حج ادا کرنے کے دنون مین روزہ رکھے اور یہ فقط نوین تاریخ تک منحصر ہو اور
علمانے کہا کہ اولے یہ ہو کہ عرفہ یعنے نوین ذی الحجہ سے پہلے تین روز روزہ رکھ لے کیونکہ حاجیون کے واسطے عرفہ کے روزہ سے ابو داؤد کی حدیث مین ممانعت
آئی ہو اور یہی عوفی نے ابن عباس سے روایت کی اور ابن عمر و علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہو کہ ساتوین و آٹھوین و نوین اگر روزہ رکھا
تو تمام ہوا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہو اور اگر قبل عید کے روزے نہ رکھے تو ایام تشریق مین روزہ رکھنے مین دو قول ہین ایک یہ کہ ہان اور یہی
مختار شافعیہ ہو کیونکہ صحیح بخاری مین حضرت عائشہ و ابن عمرؓ کا قول روایت ہو کہ ایام تشریق مین روزہ رکھے جانے کی رخصت کسیکو نہین دی گئی
مگر اسکو جو ہدی نہ پاوے اور یہی قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہو اور یہ بسبب عموم قولہ تعالے وثلثۃ ایام فی الحج ہے اور یہی
قول عبید بن عمیر و عکرمہ و حسن و عروۃ بن الزبیر ہے اور یہی شافعی کا پہلا قول ہو اور جدید قول یہ ہو کہ ایام تشریق کا روزہ نہین جائز ہو کیونکہ
امام مسلم نے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام تشریق کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے دن ہین - اور یہی امام ابوحنیفہ کا مختار ہو اور یہی اکثر
اہل علم کا قول ہو - قولہ وسبعۃ اذا رجعتم - اسمین دو قول ہین ایک یہ کہ جب اپنے اُترنے کی جگہ لوٹ آوے تو سات روزے رکھے اور دوم یہ کہ جب
اپنے وطن کو لوٹ آوے اور بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا حجۃ الوداع مین عمرہ سے طرف حج کے
اور ہدی لی اور اسکو اپنے ساتھ روان کیا ذی الحلیفہ سے اور اہلال کیا عمرہ کا پھر اہلال کیا حج کا پھر لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع
کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ شروع کیا پھر حج کیا پس لوگون مین سے بعض تو اپنے ساتھ ہدی لائے تھے اور بعضے نہین لائے
تھے پھر جب نبی صلعم مکہ مین آئے تو لوگون سے کہا کہ جسنے تم لوگون مین سے ہدی اپنے ساتھ روان کی ہو تو وہ احرام سے جن جن چیزون سے حرام ہوگیا
ہو کسی چیز سے حلال نہوگا جبتک کہ حج سے فارغ ہو اور جو اپنے ساتھ ہدی نہین لایا ہو اسکو چاہیے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا و مروہ کا طواف کرے
اور قصر کرے پس حلال ہو جاوے پھر حج کا احرام باندھے پھر جو شخص ہدی نہ پاوے اسکو چاہیے کہ تین روز حج مین روزے رکھے اور سات روز جب اپنے
وطن کو لوٹ جاوے الی آخر الحدیث اور صحیح مسلم کی طویل حدیث جابرؓ مین بھی اسی کے مانند آیا ہو اور ایسا ہی سعید بن جبیر و ابو العالیہ و مجاہد
و عکرمہ و حسن و قتادہ و زہری و ربیع بن انس سے مروی ہو اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہو اور ابن جریر نے اسپر اجماع نقل کیا ہو اور کہا گیا کہ ابوحنیفہؒ

کے نزدیک بعد تشریق کے اگر مکہ میں قیام کرے تو ادا کرنا جائز ہے - پھر یہ سب دس روزے ہوئے تجھر قولہ تلک عشرة کاملة - اپنے ماقبل کی تاکید ہے جیسے
عرب بولتے ہیں کہ رأیت بعینی - یعنی میں نے اپنی آنکھوں دیکھا - سمعت باذنی - میں نے اپنے کانوں سنا - حالانکہ یہ کام تو آنکھ و کان ہی سے ہوتا ہے
اور ایسے ہی قولہ تعالے - ولا طائر یطیر بجناحیہ - پس فائدہ اس تاکید کا یہ ہے کہ یہ وہم نہ ہو کہ تین سفر حج میں روزہ رکھیں یا سات روز وطن میں اگر بعضہ رکھیں
(الزجاج) یا کہ عدد ختم ہونے پر دلالت کرے یہ وہم نہ ہو کہ ابھی اور کچھ باقی ہے کما فی قولہ - وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلة واتممنا ہا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلة
اور بعض نے کہا کہ کاملة سے اسکے اکمال و اتمام کا حکم ہے اسکو ابن جریر نے اختیار کیا ہے بعض نے کہا یعنے ہدی سے کافی ہیں و حسن بصری سے
روایت ہے کہ مراد یہ کہ ہدی کے بجائے کامل و پورے ہیں - قولہ ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام - یہ اس شخص کے لیے جسکے اہل حاضرین مسجد الحرام
نہوں یعنے ساکنین مکہ معظمہ نہوں اسمیں اختلاف ہے کہ یہ اشارہ کس طرف ہے پس بعض نے کہا کہ حکم کی طرف راجع ہے یعنے متمتع پر ہدی یا روزے کا
واجب ہونا یعنے ہدی یا روزے واجب ہونیکا حکم اس شخص کے لیے ہے جسکے اہل حاضری المسجد الحرام نہوں پس اگر حاضری المسجد الحرام ہونگے تو اسپر ہدی
یا صیام واجب نہونگے اگرچہ وہ تمتع کرے اور یہ شافعی وغیرہ کا قول ہے اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ معلوم ہوگا اور بعض نے کہا کہ تمتع کی طرف راجع ہے یعنے یہ
تمتع اس شخص کے واسطے ہے جسکے لوگ حاضری المسجد الحرام نہوں پس اہل حرم کے واسطے تمتع نہیں ہے - اور یہ ابو حنیفہ و مالک کا قول ہے کہ مکی کے واسطے تمتع
قران کچھ نہیں ہے اور اگر اسنے ایسا کیا تو اسپر جرمانہ کی قربانی لازم آویگی کہ ذبح کرکے فقیروں کو تقسیم کرے خود نہ کھاوے اور ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر حکم کیطرف
اشارہ نہ ہوتا تو ذلک علی من لم یکن - ہوتا یعنے یہ وجوب اس شخص پر ہے نہ آنکہ - لمن - کیونکہ یہ نفع کے واسطے ہے - ابن جریر نے کہا کہ اہل تاویل نے اجماع
کیا اس بات پر کہ اس سے مراد اہل حرم ہیں اور اس بات پر کہ اہل حرم کے واسطے تمتع نہیں ہے پھر اختلاف اسمیں کیا کہ وہ کون لوگ ہیں پس بعض نے کہا کہ
حاضر اہل حرم یعنی اہل مکہ مراد ہیں چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ اہل حرم ہیں اور قتادہ نے کہا کہ ہمسے ذکر کیا گیا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ تمہارے
لیے تمتع نہیں ہے بلکہ وہ اہل آفاق کے واسطے حلال کیا گیا ہے اور تمپر حرام کر دیا گیا ہے تم میں کا آدمی تو حرم سے اتنی دور نکل جاتا ہے کہ اسکے اور حرم کے درمیان
ایک وادی ہو جاوے پھر عمرہ کا احرام باندھتا ہے اور عبد الرزاق نے طاؤس سے روایت کی کہ تمتع اہل مکہ کے واسطے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کیواسطے
ہے جنکے اہل حاضرین حرم سے نہوں اور کہا کہ مجکو ابن عباس رضہ سے بھی مثل قول طاؤس کے روایت پہونچی ہے اور بعض نے کہا کہ مراد اہل حرم اور وہ لوگ ہیں
جو حرم و مواقیت کے درمیان رہتے ہیں یعنے مواقیت سے لیکر مکہ تک جو لوگ رہتے ہیں کسی کے واسطے تمتع و قران نہیں ہے - اور مواقیت یہ ہیں ذوالحلیفہ
وجحفہ وقرن ویلملم وذات عرق - اور انکو مواقیت اسلیے کہتے ہیں کہ بدون احرام کے ان مقامات سے تجاوز نہیں کر سکتا ہے اور یہی ابو حنیفہ
کا قول ہے اور عبد الرزاق نے عطاء سے روایت کی کہ مواقیت کے اندر رہنے والے اہل مکہ کے مانند ہیں کہ اسکے واسطے تمتع نہیں ہے اور ایسے ہی ابن المبارک
نے مکحول سے روایت کی ہے - اور قولہ حاضری المسجد الحرام دراصل حاضرین بصیغہ جمع تھا نون بسبب اضافت کے ساقط ہو گیا اور اوپر کی روایات
سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل سے مراد اپنے لوگ ہیں اور ابن جریر نے کہا کہ مراد زوجہ و اولاد جو اسکی پرورش میں ہوں باپ دادا بھائی بند وغیرہ مراد
نہیں ہیں مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل کنایہ بذات خود ہے اور سراج میں بھی اسکی پیروی کی لیکن یہ ضعیف قول ہے - اگر ایسا ہوتا تو حاضرة المسجد
الحرام ہوتا کما فی قولہ تعالے واسالہم عن القریة التی کانت حاضرة البحر - حالانکہ یہاں حاضرین ہے قف قال الشیخ فی العرائس - قولہ تعالے واتموا الحج والعمرة
للہ - حق سبحانہ و تعالے نے اہل حقیقت کے لائق اسپر یہ واجب کیا کہ درگاہ عزت تک پہونچنے کے قصدوں کو پورا کریں باین طور کہ مقام قدم کی زیارت
کو متوجہ ہونے کی حالت میں تمام حدوث سے مجرد ہو جائیں اور توحید کی پوری تحقیق کرنے میں اپنے کو فانی کرکے بقاء حق سے باقی ہونے میں تمام کائنات
سے منفرد ہو جاویں اور رہبت سے عارف ہونے کے قصد میں عبودیت کا لباس پہنیں تاکہ باطنی قبولیت ظاہری قبولیت کے ساتھ مل جاوے کیونکہ

لہ قولہ مواقیت ... حج کے ... خانہ کعبہ ... چاروں طرف ... جو شخص ... وہ میقات سے ... احرام ... حلال ...



آفاقی

انھون نے ابتداے حال مین اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب مین بسر وچشم فرمانبرداری کے ساتھ بَلٰی - جواب دیا تھا یعنے تو ہمارا پروردگار معبود حق موجود برحق ہی پس عہد پورا کرنے کے واسطے امر ظاہر کو درست کرین اور اسکے سامان مین سرگرم ہون باین طور کہ لبیک کہین یعنے ہم کمر بستہ فرمانبرداری مین جھکائے دل وجان سے حاضر ہین پس حج تو اہل تمکین کے لیے ہو اور عمرہ اہل تکوین کے واسطے ہو اور حج کو بھی پورا کرینگے کہ مناسک مین رب البیت کا مشاہدہ ہو یعنے اپنی خودی تک درمیان سے فراموش ہو اور یہ سب لِلّٰهِ یعنے خالص بہ نیت الٰہی عزوجل ہو قال المترجم حاصل یہ ہے کہ حج وعمرہ یعنے قصد وزیارت ہو اور اشارہ ہے قصد بارگاہ حق وزیارت ملک قدم اور اتمام یہ کہ دل سے تمام ماسواے حق کو ترک کرو اور اسکی عبادت ظاہری وباطنی مین تن وجان خرچ کردو تو مراد کو پہونچو لیکن جسمانی عوارض بشریت کبھی مانع ہوتے ہین اور یہ جسم تمام جانورون مین انسان کے ساتھ یکسان شریک ہے - قولہ فان احصرتم - ای اگر روکے گئے بشریت کے اوصاف جو تم مین پیدا کر دیے گیے ہین اگر انھون نے تمکو حقیقت کے بلند مقام پر چڑھنے سے روکا اور طبیعت جو امتحان مین ڈالی گئی ہے اگر اسکے امتحانی پردے تمکو مانع ہوے تو شرع وحقیقت کی راہ سے ادھر ادھر مت ڈول جاؤ بلکہ اپنے نفس کو اللہ تعالےٰ کے واسطے قربان کردو قال المترجم یعنے روح کو مقام عزت تک پہونچنے مین نفس وطبیعت جو مبتلاے امتحان ہو روکتی ہے خواہ اپنا نفس ہو اور اپنی طبیعت ہو یا غیر کا مثل کفار کے پس ظاہر اُنسے جہاد کرو اور باطن مین اپنی باطنی اخلاق مذمومہ سے تاکہ حقیقت تک پہونچو پھر اللہ تعالےٰ نے

اوقات حج وممنوعات وحسن آداب کا ارشاد فرمایا بقولہ تعالےٰ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ

حج کے کئی مہینے ہین معلوم - پھر جسنے لازم کرلیا انمین حج تو بے پردہ ہونا نہین ہونا عورت سے نہ گناہ کرنا نہ جھگڑا کرنا - حج مین

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝

اور جو کچھ تم کروگے نیکی اللہ کو معلوم ہوگی - اور خرچ راہ لیا کرو کہ خرچ راہ مین بہتر ہے گناہ سے بچنا اور مجھسے ڈرتے رہو اے عقلمندو -

اَلْحَجُّ - یعنی حج کا اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ یعنے معلومہ ہین ف یعنے شوال و ذوالقعدہ وعشرۂ ذی الحجہ ہین اور بعض نے کہا کہ ذی الحجہ بھی پورا مہینہ ہے فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ - پھر جسنے ان مہینون مین حج کو فرض کرلیا ف یعنے اپنے اوپر ان مہینون مین حج کو باین طور فرض کیا کہ حج کا احرام باندھ لیا - فَلَا رَفَثَ - تو رفث نہ ہو ف یعنے نہین جماع اسمین وَلَا فُسُوْقَ - اور فسوق نہ ہو ف یعنے معصیت نہین چاہیے اور فسوق در اصل گناہ سے بڑھکر ہے - وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ - اور جدال نہ ہو حج مین ف یعنے جدال نہین چاہیے اور ایک قراءۃ مین رفث وفسوق وجدال سب کو رفع ہے - توضیح یہ کہ ابن کثیر وابو عمرو کی قراءۃ تو فلا رفثٌ ولا فسوقٌ ولا جدال ہے پہر دو اول مرفوع اور سوم بالفتح اور ماسواے ابن کثیر وابو عمرو کے باقیون کی قراءۃ مین دونون اول کو بھی فتحہ ہے یعنے مبنی برفتحہ ہین اور ان تینون مین نفی سے مراد نہی ہے ای مت ایسا کرو وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ - اور نیکی سے جو کچھ تم کرو اسکو اللہ تعالےٰ جانتا ہے ف یعنے تمکو اسکی جزا یعنے ثواب عطا کریگا - اہل یمن بدون زاد راہ وخرچ کے حج کرنے آتے پس لوگون کو بھار ہو جاتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا قولہ تعالےٰ وَتَزَوَّدُوْا یعنے زاد راہ وتوشہ لو ف وہ چیز لیا کرو یعنے سفر کے لیے جو تمکو تمہارے مقصود کو پہونچادے پس منزل آخرت کے لیے بھی توشہ لو اسطرح کہ جو حکم دیا گیا اسپر عمل کرو اور اپنی طرف سے نفل ادا کرکے تقوی پورا کرو فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى - کیونکہ سب سے بہتر زاد راہ تو یہی تقوی ہے ف کیونکہ دائمی وطن اصلی کیلیے یہی زاد راہ ہے جس سے وطن راحت پہونچگے اور باقی منزل دنیاوی وطن تو زندگانی حباب کا خیال سامان ہے لیکن یہ سمجھ انھین کو ہوتی ہے جو عقل رکھتے ہین اور نصیحت انھین کو نافع ہوتی ہے لہذا فرمایا - وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ - اور اے صاحبان عقل تم مجھی سے تقوی رکھو ف میرے ہی نافرمانی کے

غضب سے ڈرو اور میری ہی ناخوشی سے بچو۔ اس وجہ سے کہ سوائے حق تعالے کے باقی سب ہیچ ہے۔ واضح ہو کہ حج تو چند اعمال ادا کرنیکا نام ہے لیکن ہر وقت نہیں بلکہ اسکے ایام خاص ہیں۔ وہ عرب میں زمانہ جاہلیت قدیم سے معروف ومعلوم تھے اور اسی تواتر سے وہ تمام جہان والوں کو معلوم ہوگئے۔ فلا رفث ولا فسوق۔ کے معنے۔ فلا ترفثوا ولا تفسقوا۔ یعنے رفث مت کرو اور فسوق مت کرو۔ اور لاجدال فی الحج۔ یعنے جدال مت کرو درحالیکہ تم احرام میں ہو یعنے حج سے احرام حج کی حالت مراد ہے بلکہ مطلقاً احرام میں خواہ عمرہ ہو یا حج ہو یہ چیزیں منع ہیں۔ پھر جاننا چاہیے کہ۔ الحج اشہر معلومات۔ میں یا تو تقدیر یہ ہے۔ وقت الحج اشہر معلومات۔ یا الحج حج اشہر معلومات۔ پس اول تقدیر پر وقت الحج سے یا تو وقت اداء الحج لیا جاوے یا وقت احرام الحج پس بالاتفاق اداے حج تو ان مہینوں کے سوائے اور مہینوں میں درست نہیں ہے اور احرام حج میں خلاف ہے پس شافعی رح کے نزدیک حج کا احرام بھی اور مہینوں میں سوائے ان ماہہائے معلوم کے درست نہیں کیونکہ اللہ تعالے نے ان مہینوں کو باقی سال کے مہینوں سے مخصوص کردیا اور یہی قول ابن عباس وجابر وعطا وطاؤس ومجاہد سے مروی ہے اور شافعی رح نے مسلم بن خالد کی روایت سے ابن عباس سے روایت کی کہ کسیکو نہیں چاہیے کہ حج کا احرام باندھے مگر انھیں ماہہائے حج میں کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ الحج اشہر معلومات۔ اور مسلم بن خالد الزنجی جو شافعی کے شیخ ہیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر ابن ابی حاتم وغیرہ نے دیگر وجہوں سے بھی ابن عباس سے روایت کی پس ایک دوسرے کی موید ہیں مترجم کہتا ہے کہ مسلم بن خالد الزنجی میں راجح قول یہ ہے کہ وہ ثقہ معتمد ہیں اگرچہ حفظ میں کچھ ہو۔ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابن عباس سے روایت کی کہ حج کا احرام نہ باندھے مگر حج ہی کے مہینوں میں اسواسطے کہ سنت حج سے یہ بات ہے کہ حج کے مہینوں میں حج کا احرام باندھے ابن کثیر نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور صحابی نے جب کہا کہ سنت سے یہ بات ہے تو وہ اکثروں کے نزدیک حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے اور شافعی وبیہقی نے روایت کی کہ جابر بن عبداللہ سے سوال کیا گیا کہ حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھے تو فرمایا کہ نہیں۔ اور شافعی نے جو مسلم بن خالد سے روایت کی اسکے مثل ابن مردویہ نے جابر سے مرفوعاً روایت کی اور ابن کثیر نے کہا کہ اسکے اسناد میں مضائقہ نہیں ولیکن مرفوع روایت سے جابر کا قول موقوف اصح واثبت ہے قال المترجم باوجود اس طول استدلال کے اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ سوائے ماہہائے حج کے اور مہینوں میں احرام صحیح نہیں ہے جیساکہ شافعی کا مذہب ہے بلکہ غایت یہ کہ خلاف سنت ہے جسکا مآل یہ کہ مکروہ ہوگا۔ اور بر تقدیر ثانی یعنے الحج حج اشہر معلومات۔ یہ نکلتا ہے کہ حج کا احرام بھی ان مہینوں میں بہ نسبت اور مہینوں کے اکمل ہے اگرچہ اور مہینوں میں بھی صحیح ہے اور سال کے تمام مہینوں میں حج کا احرام صحیح ہونیکا قول ابراہیم نخعی وغیرہ سے مروی ہے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ ومالک واحمد واسحق وثوری ولیث بن سعد کا ہے مگر اتنا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور مہینوں میں احرام حج کراہت کے ساتھ درست ہے اور امام مالک سے مشہور یہ ہے کہ بلا کراہت درست ہے اور قول ابوحنیفہ اصح ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یسئلونک عن الاہلة قل ہی مواقیت للناس والحج۔ پس معلوم ہوا کہ سب چاند احرام حج کے میقات ہیں اور نیز دونسک میں سے ایک حج دوسرا عمرہ ہے اور احرام عمرہ تمام سال میں درست ہے پس ایسا ہی احرام حج بھی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ احرام درست ہے اور مکروہ ہونا بدلیل ان روایات کے ہے جو مذہب شافعی کے بیان میں گذریں پس ظاہر ہوا کہ ابوحنیفہ رح کا مذہب سب دلائل کا جامع ہے۔ وایاک ان تتفوہ کما تفوہ بعض الناس بان آیة المواقیت عامة والاشہر خاصة والخاص مقدم علی العام وبان القیاس علی العمرة مصادم للنص باطل لانہ ظہر ان لا معارضة بینہما وانما الکراہیة بخلاف السنة الا تری مالکا لا یکرہہ ایضا وانما منعنا ان نتکلم مع ہذا المتفوہ بالاصول لان کلامہ ینادی بجہالتہ بہا فافہم۔ پھر یہ جو فرمایا کہ اشہر معلومات تو معلومات کے یہ معنی ہیں کہ حج تمام سال میں ایک مرتبہ جانے بوجھے مہینوں میں ہے عمرہ کے مانند نہیں ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے معلوم ہیں یا مخاطب لوگ خود جانتے ہیں کہ ان مہینوں سے تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی ہے۔ پھر بخاری رح نے فرمایا کہ ابن عمر نے کہا کہ وہ شوال و ذو القعدہ

ودس روز ذی الحجہ کے ہین اور اسکو ابن جریرؒ نے بالاسنادروایت کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہو اور حاکم نے بھی روایت کرکے کہا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہو اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی قول حضرت عمرؓ و علی و ابن مسعود و عبداللہ بن الزبیر و ابن عباس و عطاء و طاؤس و مجاہد و ابراہیم نخعی و شعبی و حسن و ابن سیرین و مکحول و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس و مقاتل سے مروی ہو اور یہی امام ابوحنیفہ و شافعی و احمد و ابو یوسف و ابو ثور کا مذہب ہے مگر شافعیؒ کے نزدیک ذی الحجہ کے نو دن و دسوین رات تک ہو اور ابن جریرؒ نے کہا کہ دو مہینے کامل اور کچھ تیسرے مہینہ پر اطلاق اشہر یعنی لفظ جمع کا تغلیب ہو باوجودیکہ تین مہینے پورے بھی نہین ہین قال المترجم بیان سے یہ فائدہ ثابت ہو گیا کہ ثلثۃ ایام فی الحج- یعنی تین روزے ایام حج یعنی نوین تک ہوجانے چاہیے ہین اور بعد دسوین کے ایام تشریق کے روزے رکھنا ایام حج مین نہونگے کما مر- اور امام مالکؒ نے اور قدیم قول مین شافعیؒ نے کہا کہ شوال و ذوالقعدہ اور پورا ذی الحجہ ہین اور یہی ابن عمرؓ سے مروی ہو چنانچہ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے باسناد صحیح اُنسے روایت کیا ہو اور یہ بعض تابعین سے بھی نقل کیا گیا ہو اور شاید مطلق بیان اُسی مقید پر محمول ہوگا ولیکن مذہب مالک یہی ہو کہ پورا ذی الحجہ بھی ایام حج مین ہو اور فائدہ خلاف کا جب ظاہر ہوتا ہو کہ مثلاً طواف حج مین تاخیر ہو گئی یعنی اُسنے دسوین ذی الحجہ کو طواف نہین کیا حتی کہ ایام حج گذر گئے- تو امام مالک کے نزدیک چونکہ پورا ذی الحجہ ماہ حج مین سے ہو اسپر تاخیر کے جرم مین قربانی لازم نہ آویگی اور امام ابوحنیفہ وغیرہ جنکے نزدیک ذی الحجہ کے دس ہی روز ہین انکے نزدیک تاخیر سے جرم کی قربانی لازم آویگی اور مالکؒ کے نزدیک آخر ذی الحجہ تک ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ مخصوص حج کے ایام مین ہو گیا ہو پس باقی ذی الحجہ مین عمرہ کرنا مکروہ ہو اور یہ معنی نہین ہین کہ دسوین رات کے بعد بھی حج کرنا صحیح ہو اور ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے طارق بن شہابؓ سے روایت کی کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حج اشہر معلومات ہین انمین عمرہ نہین ہو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہو قال المترجم اسمین یہ اشکال پیش آتا ہو کہ حضرت صلعم نے ایام حج مین عمرے ادا کیے ہین اور غایت جواب یہ ہو سکتا ہو کہ ان مہینون کو خصوصیت صرف ایام حج ہی سے ہو عمرہ کو اسمین دخل نہین ہو فتامل واللہ اعلم قولہ فمن فرض فیہن الحج ابن جریرؒ نے فرمایا کہ اس امر پر اجماع ہوا کہ فرض سے بیان ایجاب والزام مراد ہو یعنی واجب کر لیا یا لازم کر لیا ان مہینوں میں اپنے اوپر حج کو- پس یہ لازم کر لینا احرام سے ہوتا ہو پھر شافعیؒ کے نزدیک احرام باندھنا فقط نیت سے متحقق ہوجاتا ہو اور ابوحنیفہؒ نے کہا کہ تلبیہ کہنے سے یا ہدی اپنے ساتھ روان کرنے سے متحقق ہوتا ہو از تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فمن فرض فیہن الحج ای جسنے احرام باندھا حج یا عمرہ کا- اور عطاءؒ نے کہا کہ فرض سے مراد احرام ہو اور ایسا ہی ابراہیم و ضحاک وغیرہ سے مروی ہو اور ابن عباسؓ سے عکرمہ نے روایت کی کہ جسنے ان مہینون مین حج کا احرام باندھا اسکو نہین چاہیے کہ حج کا تلبیہ کہے پھر کسی مقام مین مقیم رہے اور ابن ابی حاتمؒ نے کہا کہ ابن مسعود و ابن زبیر و مجاہد و عطاء و ابراہیم و عکرمہ و ضحاک و قتادہ و سفیان و زہری و مقاتل سے اسی کے مانند مروی ہو اور طاؤس و قاسم نے کہا کہ وہ تلبیہ ہو قال المترجم- سب مذہب ابوحنیفہ کی تقویت کرتے ہین- قولہ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج- ابن عباسؓ کی روایات سے ثابت ہوتا ہو کہ رفث اپنی عورت سے جماع یا جماع کی تعریض با عورتون کے سامنے ایسا ذکر کرنا پس عورتون کے سامنے ہونا ممنوع نکلا اور ابن عمرؓ سے مروی ہو کہ جماع یا فحش بالنو بکنا اور بنابرین عورتون کی پیٹھ پیچھے بھی تعریض ممنوع ہوگی اور رفث یعنے جماع تو ابن عباسؓ و ابن عمرؓ اور ایک جماعت فقہاے تابعین سے مروی ہو اور فسوق در اصل یعنے حدود شرعی سے باہر ہوجانا اور طاعت سے نکل جانا شیخ ابن حجرؒ نے لکھا وہ معصیت سے بڑھکر ہو بلکہ کفر سے درجہ دوم ہو- لقولہ تعالے کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان- تو فسوق بعد کفر کے اور قبل عصیان کے ہو- اور ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ وہ سب معاصی ہین اور ابن عمرؓ کہتے تھے کہ حرم مین معصیتون کا مرتکب ہونا اور ابن عباسؓ نے فسوق کی تفسیر گالی گلوج سے بھی کی اور ضحاکؒ نے کہا کہ وہ برے القابؔ یاد کرنا اور ابن عباسؓ کی تفسیر معاصی کے مانند عطاء و سعید بن جبیر و مجاہد و قتادہ و ابراہیم و زہری و بہتیرے تابعین سے مروی ہو اور ابن جریرؒ نے اختیار کیا کہ فسوق اس مقام پر وہ معصیتین ہین

جسکا ارتکاب حالت احرام میں منع ہو جیسے شکار مارنا و ناخن کاٹنا و بال کترنا وغیرہ جیسا کہ ابن عمرؓ سے مروی ہو اور حق یہ ہو کہ کسی معصیت کی تخصیص ظاہر نہیں
ہوتی ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جنھوں نے جمیع معاصی سے تفسیر کی انھیں کا قول صواب ہو۔ آمد لا جدال ماخوذ ہو جدل بمعنے فتل سے اور مستعمل ہوتا ہو بمعنے
خلاف و لڑائی جھگڑا اور یہاں دو قول ہیں ایک یہ کہ لا جدال فی الحج۔ یعنے کچھ جھگڑا نہیں وقت حج میں یعنے اسکے مناسک میں کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو
واضح فرما دیا ہو یہ مجاہد و سدی سے مروی ہو اور مالک و عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے یہ مضمون مروی ہو کہ عرب کے لوگ جدا جدا موقف پر جھگڑتے اور جدال
کرتے کہ ہمارا موقف ہی موقف ابراہیم ہو پس اللہ تعالے نے اسکو قطع کر دیا کہ اپنے نبی صلعم کو مناسک سکھلا دیے اور قاسم بن محمد سے روایت ہو کہ جدال
یہ کہ ایک کہے حج کل ہوگا اور دوسرا کہے کہ آج ہو اور ابن جریرؒ نے ان سب اقوال کا مضمون لیا اور کہا کہ جدال سے مراد حج میں جھگڑا قطع کرنا اور دوسرا
قول یہ ہو کہ جدال سے مخاصمت ہو چنانچہ ابن عباس سے روایت ہو کہ فرمایا جدال یہ کہ تو اپنے ساتھی سے مخاصمت کرے یہانتک کہ اسکو غصہ آجاوے اور
ایسا ہی ابن مسعودؓ سے مروی ہو اور عطاء و ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ و سدی و ابراہیم نخعی و بکثیرے علماء تابعین نے بھی ایسا ہی کہا ہو اور عکرمہ سے روایت ہے
کہ جدال یہ کہ کسی مسلمان کو غصہ دلاوے مگر آنکہ اپنے مملوک کو عتاب کرے بدون اسکے کہ اسکو مارے پس وہ غصہ میں آجاوے تو انشاء اللہ تعالے مضائقہ
نہیں ہو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اگر مملوک کو مارے تو بھی روا ہو کیونکہ امام احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ کی حدیث اسماء بنت ابی بکرؓ میں ہو کہ ابو بکرؓ نے اپنے غلام کو
جسنے پانی کا لدا اونٹ کھو دیا تھا مارا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اور تبسم فرماتے اور کہتے کہ اس محرم کو احرام باندھے ہوے کو دیکھو کیا کرتا ہے۔
مترجم کہتا ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسواسطے اسکو مارا کہ اُسی اونٹ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زاد راہ تھا چنانچہ روایت میں اسطرف
اشارہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکرؓ کا سامان باہم ملا ہوا تھا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے گویا اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے مارا ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس قول میں ایک لطیف اشارہ ہو کہ ایسا نہ کرنا اولے ہو اور عبد بن حمید نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنا نسک پورا کیا اور مسلمان لوگ اسکی زبان اور ہاتھ سے سلامت رہے تو اسکے اگلے گناہ بخشے گئے۔ اور نقل کیا گیا کہ طبرانی
نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رفث عورتوں سے جماع کی تعریض کرنا اور فسوق تمام معاصی ہیں اور جدال یہ کہ
اپنے ساتھی سے مخاصمہ کرے۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر سند صحیح ہو تو کافی ہو۔ اور قولہ فی الحج۔ یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لانے میں شان حج کے ساتھ کمال اعتناء کا
اظہار ہو اور حکم مذکور کی توجیہ و سبب کا اشارہ ہو کیونکہ زیارت بیت معظم ان امور کے ترک کے موجب ہو۔ پھر جاننا چاہیے کہ یہاں لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج
کو نفی کے ساتھ بطور خبر بیان فرمایا حالانکہ مراد نہی ہو تو یہ مبالغہ ہو اور دلالت ہو کہ حج ایسی عظیم الشان عبادت میں ایسی قبیح باتیں گویا موجود ہی نہیں ہو سکتی
ہیں پس یہ خبر بمعنے نہی ہو اور ابن العربی رحمہ اللہ نے کہا کہ خبر بمعنی نہی نہیں پائی گئی اور نہ پائی جا سکتی ہو اسواسطے کہ ان دونوں کی حقیقت مختلف اور
وصف میں تباین ہو اور قولہ تعالے فلا رفث الخ میں رفث پائے جانے کی نفی نہیں ہو بلکہ اسکے مشروع ہونے کی نفی ہو یعنے حج میں رفث و فسوق و جدال
مشروعاً نہیں ہو کیونکہ رفث وغیرہ تو حج میں بعضے لوگوں سے پایا جاتا ہو اور اللہ تعالے نے جو خبر دی اُسکے برخلاف پایا جانا محال ہو پس نفی کا رجوع
و ہو کہ یہ چیزیں مشروع طور پر نہ پائی جاوینگی اور محسوس طور پر پائے جانے کی نفی نہیں ہو پس جو پایا گیا وہ خلاف حکم شرع پایا گیا اور کہا کہ یہ دقیقہ
علما سے چھوٹ گیا ہو قولہ وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ۔ پہلے شریعت نے بدکاری سے نہی فرما دی یا خبر دے دی کہ وہ مشروع نہیں ہو اسکے پیچھے نیک خیر
یعنے نیکو کاری پر آمادہ کر دیا تاکہ ان قبیح چیزوں کی جگہ خوب چیزوں سے بدلا کیا جاوے اور یہ گویا زیادہ بلیغ بایں معنے ہو کہ ان قبیح چیزوں سے باز رہنا خود
مستلزم خیر تھا کیونکہ رفث نہو تو کلام خوب ہوگا اور فسوق نہو تو نیکی ہو اور جدال نہیں تو وفاق ہو گا پھر فرمایا کہ جو نیکی کرو اسکی اللہ تعالے جزا دیگا پس
سوائے انکے بھی نیکی پر آمادگی دلائی اور حاصل آنکہ مطمح نظر خیر ہووے زیادہ پر زیادہ فافہم۔ وقولہ تزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ یعنے زاد راہ لیا کرو اسقدر

جو تمھارے سفر کو پورا کردے اور سب سے بھلا زادراہ تو تقوی ہی اور ظاہر یہ تھا کہ التقوی خیر الزاد کیونکہ تقوی کو خیر زاد ثابت کرنا منظور ہی ولیکن
ظاہر کے خلاف مین بلاغت ہی کیونکہ خیر الزاد التقوی کہنے کے معنے یہ ہو گئے کہ خیر زاد جسکو چاہتے ہو تقوی ہی پس فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خیر زاد اور تقوی دونو
متحد ہین اور ابن کثیر کی تفسیر مین ہی کہ ابو داؤد نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اہل یمن حج کو آتے اور زادراہ نہین لیتے اور کہتے کہ
ہم متوکل لوگ ہین تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ اور اسکو بخاریؒ و ابن حبان نے بھی روایت کیا اور نسائی و ابن ابی حاتم کی روایت
مین بجاے اہل یمن کے کچھ لوگ یعنے مبہم ہی اور اس مبہم کی تفسیر روایت ابو داؤد ہی اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ کچھ لوگ اپنے اہل سے
نکلتے انکے پاس زادراہ نہین ہوتا اور کہتے کہ ہم بیت اللہ کا حج کرتے ہین کیا وہ ہمین کھانے کو نہ دیگا پس اللہ تعالے نے فرمایا کہ زادراہ وہ چیز لیا کرو
جو تمھارے منھون کو لوگون سے باز رکھے۔ اقول ابن الجوزی نے کہا کہ ان لوگون پر ابلیس نے اپنا جال پھیلایا کہ بغیر زادراہ نکل کھڑے ہوے اور اسکو توکل
سمجھا حالانکہ یہ بڑی خطا ہی یعنے توکل تو یہ ہی کہ ہر چیز جو تدبیر حواس سے میسر آئے اس سب مین اللہ تعالے ہی کی قدرت جانے کہ اسی نے حواس دیے اور اسی
کی قدرت سے کام ہوا اور اسی کے پیدا کرنے سے یہ انجام ہوا تاکہ امتحان مین رہے اور حواس و تدبیر کو درمیان سے خارج کرے فافہم فانہ حق نفیس۔ اور
ابن جریر و ابن مردویہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ لوگون کا یہ دستور تھا کہ جب احرام باندھتے اور انکے ساتھ انکے توشے ہوتے تو انکو
پھینک دیتے اور از سر نو زادراہ مہیا کرتے پس اللہ تعالی نے اتارا تزودوا فان خیر الزاد التقوی پس اس سے منع کر دیے گئے اور حکم کیے گئے کہ آٹا و ستو
اور کعک زادراہ لین اور یہی ابن الزبیر و ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ و شعبی و نخعی و سالم بن عبداللہ و قتادہ و ربیع وغیرہ نے کہا ہی اور سعید بن جبیر سے اسکے
مانند مروی ہی اور کعک کی جگہ خشکنانج مذکور ہی اور وہ خشک نان کی تعریب اور مراد کعک ہین اور ابن عمر نے کہا کہ آدمی کے کرم مین سے یہ بات بھی ہی کہ سفر
مین اسکا زادراہ طیب یعنے حلال ہو یعنے اگر ایسا کرے تو کریم النفس ہی۔ قال اور جب لوگون کو سفر دنیا کے توشے کا حکم کیا تو آخرت کے توشہ کا بھی
ارشاد کیا فان خیر الزاد التقوی یعنے سفر آخرت مین تقوی ساتھ لو جیسے فرمایا۔ ولباس التقوی ذلک خیر۔ یعنے پہلے لباس ظاہری کے ذکر کے بعد لباس
باطنی و معنوی کی طرف ارشاد کیا کہ وہ تقوی ہی اور وہ ظاہری سے بہتر و نافع تر ہی اور عطاء خراسانی نے فان خیر الزاد التقوی مین کہا مراد زاد آخرت ہے
اور جریر بن عبداللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا کہ جو دنیا مین توشہ مہیا کریگا آخرت مین اسکو نافع ہوگا اخرجہ ابو القاسم الطبرانی
اور مقاتل نے کہا کہ جب یہ آیت۔ تزودوا۔ اتری تو فقراء المسلمین مین سے ایک نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نہین پاتے جسکو زادراہ
لین تو فرمایا کہ اتنا زادراہ مہیا کر کہ جس سے اپنے منھ کو لوگون سے باز رکھے اور سب سے اچھا جو زادراہ تم لو وہ تقوی ہی رواہ ابن ابی حاتم۔ قولہ
تعالے واتقون یا اولی الالباب اے واتقونی بحذف یاء متکلم اور بیشتر حذف ہوتی ہی مانند۔ رب اغفرلی وغیرہ کے اور الباب جمع لب بمعنی خالص ہر چیز اور مراد
وہ عقل جو خالص ہو وہم حواس و خواہش نفس کے لگاؤ سے۔ قال البیضاوی پہلے انکو تقوی پر آمادہ کیا پھر واتقونی۔ سے حکم دیا کہ مقصود اسکا فقط
اللہ تعالے ہی ہو پس ماسواے اللہ تعالے سب سے منھ پھیر لو اور ہر چند کہ تقوی تمام لوگون سے مطلوب ہی کوئی ہو لیکن چونکہ یہ بمقتضاے عقل خالص و
صافی ہوا اسواسطے خطاب خاص کر اولو الالباب کو فرمایا ہی اور یہ بلاغت کلام ہی کہ پہیلی جرگے مین سے دانا کو حکم دیا جاتا ہی پھر وہ سب لوگون کو سمجھا دیتا ہی
عرائس مین کہا قولہ الحج اشہر معلومات۔ اللہ عزوجل نے بندگی کرنے کے اوقات ظاہر کر دیے تاکہ اسکے بندے اسکی خدمتگذاری مین ملال آگین نہو
جاوین اور اپنی سستی سے اسکے عتاب و غضب مین نہ پڑ جاوین اور نیز اوقات بیان فرمائے تاکہ امتحان کی زحمت و رنج سے مشاہدۂ الرحمن کیطرف
منتقل ہونے اور دیدار ربوبیت سے کشادگی حاصل کرنے کے ساتھ بندگی کے بوجھ سے اہل معرفت کو آرام و راحت بھی حاصل ہو اور حق عزوجل نے
اپنے خالص لوگون کے لیے مسند قربت پر جگہ پانے کے واسطے صفا و وفا و طمانینت و یقین و جمع ہمت کے اوقات مقرر کر دیے تاکہ پہچان لین کہ اسکے

جناب بزرگ کی طرف قصد کرنا بن نہین پڑتا مگر انھین اوقات معلومہ مین۔ قال المترجم یعنے اہل حق کو آگاہ کر دیا کہ میری بارگاہ کا قصد ایسے حالتون و وقتون مین کرو کہ دل و وقت صاف ہو بلا کدورت اور وفاداری پر جمے ہو یعنی جو تم نے عہد کیا ہو اسکی وفاداری اور دل و جان سے میری بندگی پر مضبوط ہو اور قلب تمھارے میری یاد سے مطمئن ہون اور میری مہربانی پر تمکو یقین کامل ہو اور تمھاری ہمت سوا میرے ادھر ادھر پریشان نہو بلکہ قوی قا اور یقین کر کے دلجمعی ہو پس یہ باتین ہونگی تو ان اوقات مین قصد کرنے سے میری بارگاہ مین پہونچو گے اور یہ سب باتین آیات و احادیث سے ماخوذ ہین شیخ نصر آبادیؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے عبادات کے واسطے اوقات مقرر فرمائے ہین تاکہ بندہ انکے وقت سے پہلے انکو طہارت سے ادا کرنے کی غرض سے مستعد باسامان ہوجائے اور معرفت کے واسطے کوئی وقت مقرر نہ کیا تاکہ ایسا نہو کہ بندہ کبھی کسی حال مین مشاہدہ کے مراقبے سے اپنے باطن کو خالی چھوڑ دے۔ قولہ فان خیر الزاد التقوی۔ حق عزوجل کیطرف متوجہ ہونے کی حالت مین کسی غیر کی طرف رخ کرنے اور ملتفت ہونے سے بچے رہو کیونکہ ہر حال مین تمھارا توشہ وبھروسا وہی ہو سوا اسکے تم کسی کے محتاج نہین ہوتے ہو۔ یعنے کافرون مشرکون بدعتیون کی مراد مین غیر کی طرف محض بداعتقادی ہو جاتا ہے حالانکہ جسکو دیتا ہو وہی دیتا ہو۔ آور نیز اشارہ ہو کہ جب تمنے چاہا کہ ہم ہمیشگی کا پرپٹ میدان قطع کرین اور ازلیت کا لمبا بیابان طے کر جائین تو ملک غیب کی سیر کے واسطے اپنی عاشق روحون کے لیے نور وحدت سے توشہ لیکر قلوب کے گھوڑون پر سوار ہو جاؤ اور نور حق گم کر دینے سے ڈرو کیونکہ وصال حق جاہنے مین سب سے بھلا توشہ یہ ہو کہ اسی کے طالب اسی کے محتاج رہو۔ قولہ واتقون یا اولی الالباب یعنے اے عقل والو کیونکہ عقل نور سے تمھین خاص لوگ ہو پس جسکی عقل مین صفت عظمت آ گئی اسکا دل اس سرائے امتحان والے گھر مین یعنے دنیا مین نہین لگتا ہو اور بعض نے کہا کہ آیۃ مین خاص لوگون کو خطاب ہو کیونکہ عارف کے پاس سوا اسکی معروف کے جسکو پہچان گیا ہو اور کچھ توشہ نہین ہو اور محب کے پاس کچھ زاد راہ سوا محبوب کے نہین ہو۔ تیرا شوق دیدار رہبر ہو سارا * چلے ہم تو تو پیشوا تھا ہمارا۔ واتقون یا اولی الالباب۔ شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ ایسے ہی اہل عقل لوگون کو خطاب کیا کیونکہ انھین کو محبوب و پسند کر لیا ہو اور کہا گیا یعنے اے ٹھیک سمجھ والے لوگو میری طرف متوجہ ہو کر جو فرماتا ہون اسکو سمجھ لو اور نیز واسطیؒ نے فرمایا کہ وہ خاص لوگون مین ہین اور عموم کے لیے انکی طرف التفات نہین رکھی گئی ہو

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ

کچھ گناہ نہین تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا پھر جب طواف کو چلو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک

الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ ثُمَّ أَفِيضُوا

مشعر الحرام کے اور اسکو یاد کرو جسطرح تم کو سکھایا اور تم تھے اس سے پہلے راہ بھولے پھر طواف کو چلو

مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

جہان سے سب لوگ چلین اور گناہون کی بخشش مانگو اللہ سے اللہ ہی ہو بخشنے والا مہربان

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ۔ تمپر کچھ بھی گناہ نہین ہو ف اس بات مین کہ۔ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ۔ تم چاہو فضل یعنے رزق اپنے رب سے ف باین طور کہ حج مین تجارت کرو حالانکہ لوگون نے اسکو مکروہ جانا تھا۔ یہ درمیانی بیان ہو بعد اسکے حج کا بقیہ حکم ارشاد فرمایا بقولہ تعالے فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ۔ پھر جب تم عرفات سے روانہ ہو ف یعنے جب عرفہ کے روز عرفات مین وقوف کر کے سورج ڈوبنے کے بعد بجانب مزدلفہ روانہ ہو اور رات مین مزدلفہ مین رہو۔ صبح کی نماز اول طلوع فجر ہوتے ہی پڑھکر وقوف کرو۔ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ تو مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالے کو یاد کرو ف تکبیر و لبیک وغیرہ کے ساتھ اور حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشعر الحرام کے پاس برابر ذکر الٰہی کرتے رہے

یہانتک کہ خوب اُجالا ہوگیا رواہ مسلم پھر سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہوئے مشعر الحرام کو قزح بھی کہتے ہین وہ مزدلفہ کے آخر مین ایک پہاڑ ہے پھر اس یادآوری نعمت کا احسان انکے حق مین بیان فرمایا بقولہ تعالے وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ - اور اللہ تعالے کو یاد کرو کہ اُسنے تمکو ہدایت کی ف مناسک حج و معالم دین ٹھیک کرکے سکھلا دیے جن کو مشرکون نے بگاڑ دیا تھا - تو اس نعمت پر شکر کے ساتھ یاد کرو وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ بیشک تم اس سے پہلے البتہ گمراہون مین سے تھے ف ان کنتم یعنے انہ کنتم - غرض کہ اللہ تعالے نے تم کو ہدایت کرکے گمراہی سے نکالا - واضح ہو کہ قریش اپنے آپکو دین مین اعلی درجہ اور کعبہ کہکر مشعر الحرام سے آگے نہ جاتے اور باقی عرب سب عرفات جاتے تھے تو اللہ تعالے نے رد کر دیا کہ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ - پھر تم یعنے قریش بھی وہین سے چلو جہان سے لوگ چلین ف برابر عرفات تک جاکر وہان سے مزدلفہ کی راہ چلو - واضح ہو کہ منی سے عرفات جاتے ہوئے دوسرا راستہ ہے - پھر عرفات سے مزدلفہ آوے وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ اور اللہ تعالے سے اپنے گناہون کی بخشش مانگو اللہ تعالے غفور رحیم ہے ف شان نزول اس آیہ کا یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت مین اسلام سے پہلے عرب والے موسم حج مین تجارت خرید و فروخت کرتے اور حج بھی ادا کرتے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو اہل اسلام نے اس سے پرہیز کیا کہ کہین گناہ ہو اور حج کا ثواب نہ ملے تب یہ آیت اتری چنانچہ بخاریؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ جاہلیت مین عکاظ و مجنہ و ذو المجاز بازار مین ہوتی تھین پھر مسلمانون نے موسم حج مین تجارت کرنے سے گناہ کے خوف سے پرہیز کیا پس یہ آیت نازل ہوئی - لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج - اور ابوداود وغیرہ کی روایت مین ابن عباسؓ سے ہے کہ موسم حج کے زمانہ مین لوگ خرید و فروخت و تجارت سے پرہیز کرتے تھے اور کہتے کہ یہ یاد الٰہی کے ایام ہین پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم - اور علی بن طلحہ نے ابن عباس سے اسکے معنے یہ روایت کیے یعنے تمپر احرام سے پہلے یا احرام کے بعد خرید و فروخت مین حرج نہین ہے - پس اس آیت مین تجارت کے واسطے رخصت ہے یعنے حج کے واسطے خالص نیت کرے اور اسکے طفیل مین رزق کمانا بھی روا ہے اور ابن کثیر کی تفسیر مین ہے کہ عطاء نے روایت کی کہ ابن عباس یون پڑھا کرتے لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج - جیسا کہ بخاری نے ابن عباس سے روایت کیا اور ایسی ہی عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے - اقول مواسم الحج - کا لفظ ابن عباس نے بطور تفسیر کے پڑھا ہے اور یہ مراد نہین کہ داخل آیت ہے جیسا کہ ابوداود وغیرہ کی روایت ابن عباس سے ظاہر ہے قال ابن کثیر اور ایسی ہی تفسیر کیا ہے آیۂ کریمہ کو مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و منصور بن معتمر و قتادہ و ابراہیم و ربیع بن انس وغیرہ نے ف ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ اے ابو عبد الرحمن ہم لوگ مزدوری پیشہ ہین کہ مکہ کی طرف آج کل لوگون کو کرایہ پر سوار کرلاتے ہین اور حج کی نیت بھی کرتے ہین کچھ لوگ گمان کرتے ہین کہ ہم لوگون کا حج ہی نہین ہوتا تو آپ کے نزدیک ہمارا حج ہوتا ہے یا نہین تو فرمایا کہ کیا تم لوگ اُن آدمیون کی طرح احرام نہین باندھتے اور طواف نہین کرتے اور رمی جمار نہین کرتے ہو اُسنے کہا کہ ہان کرتے تو ہین پس فرمایا کہ تب تو حاجی ہے پھر کہا کہ ایک شخص نے نبی صلعم کے پاس آکر اسی بات کا سوال کیا تھا کہ جو تو نے مجھسے سوال کیا پس آنحضرت صلعم نے اسکو کچھ جواب نہین دیا یہانتک کہ یہ آیت اُتری - لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم - پھر آنحضرت صلعم نے اُس شخص کو بلاکر یہ آیت پڑھ سنائی اور فرمایا کہ تم لوگ حاجی ہو - اس حدیث کو امام احمد و ابوداود و عبد الرزاق نے ابن عمر سے مرفوعا اور ابن ابی حاتم نے اور ابن جریر نے دوسری وجہ سے ابن عمر سے مرفوعا روایت کیا اور ابن جریر نے مانند اسکے ابن عمر سے موقوفا روایت کی ہے اور ابن جریر نے ابو صالح سے جو حضرت عمرؓ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے روایت کی کہ مین نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا تم لوگ حج مین تجارت کیا کرتے تھے یعنے زمانہ جاہلیت مین جواب ایسا کیا کرتے تھے تو فرمایا کہ ان لوگون کی کمائی ہی نہین ہوتی تھی سوائے ایام حج مین - اقول اسمین اشارہ نکلتا ہے کہ حضرت عمرؓ بذات خود ایسا نہین کرتے تھے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ کچھ لوگ تو تجارت سے تقوی کرتے تھے اور کچھ لوگ تھے کہ تاجرون کو کہتے کہ حاجی نہین واج ہین پس آیۂ کریمہ

اول والون کے لیے رخصت ظاہر کرنے کو اور دوم والون کے رد کرنے کو نازل ہوئی ہو- اور عکاظ بضم عین مہملہ و آخر ظاء معجمہ قبیلہ قیس کا بازار تھا اور مجنۃ بفتح میم وجیم وتشدید نون قبیلۂ کنانہ کا بازار مر الظہران پر تھا- اور ذو المجاز بذال وبفتح میم وجیم و آخر زاء معجمہ ہذیل کا بازار تھا- اور فضلا یعنے رزق اپنے کمائی تو لہ تعالے- وابتغوا من فضل اللہ- اور آیت سے رخصت ثابت ہوتی ہو لیکن تجارت مین مشغول نہونا اولی ہو- اقول اور جسکے دل مین کراہت سماوے اسکو تجارت کرنا اولی ہو تاکہ نفس کو مردود کرکے حکم الٰہی پر مطیع کرے- قولہ فاذا افضتم من عرفات- محاورہ مین کہتے ہین فاض الاناء اے بہا لبریز ہوگیا کر کنارون سے کچھ بہنے لگا اور افضت الماء اے مین نے کثرت کے ساتھ پانی بہایا- پس وہ متعدی ہو اسی سے کہا گیا کہ اصل افضتم انفسکم تھا اے چلا یا تمنے اپنے آپکو پس گویا انکی کثرت سے انکو مثل پانی کے سیلان کے قرار دیا اے جب تم عرفات سے رَو کی طرح چل نکلو اور اسمین لطافت ہو قال ابن کثیر عرفات منصرف ہوا اگرچہ علم بصیغۂ مونث ہو اسواسطے کہ در اصل وہ مثل مسلمات ومومنات کے جمع عرفہ ہو پھر اس سے ایک خاص مقام کا نام رکھدیا گیا پس اسمین اصل کی رعایت کی گئی تو منصرف پڑھا گیا- اختارہ ابن جریرؒ بعض نے زعم کیا کہ در اصل اسکا واحد عرفہ نہین جیساکہ فراءؒ نے کہا اور لوگ جو عرفہ اس مقام کو بولتے ہین وہ مولدین کا لغت ہو محض عربی نہین ہو اقول یہ قابل تسلیم نہین ہو کیونکہ فصحاء عرب کے کلام مین اس مقام کا نام عرفہ واقع ہوا ہو پس مولد لغت ہونا مسلم نہین ہان یہ توجیہ ہوسکتی ہو کہ عرفہ وعرفات بمعنے واحد ہین اسواسطے کہ وہان متعدد مقامات نہین کہ ہر ایک کا نام عرفہ ہو جسکی جمع عرفات ہو اور بعض نے کہا کہ اسمین تانیث ہی نہین کیونکہ تاء ملفوظ تو علامت جمع مونث ہو اور تاء مقدر یہان بوجہ تاء مذکور کے ہو نہین سکتی اقول یہ توجیہ مناسب اسوقت ہو کہ مثل دیگر مقامات کے نامون کے عرفات بھی ایک بقعہ کا اسم مرتجل قرار دیا جاوے کما قال ابن عطیہ قال ابن کثیر اور اس مقام کو عرفات اس لیے کہتے ہین کہ عبد الرزاق نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے جبرئیلؑ کو ابراہیم علیہما السلام کے پاس بھیجا انھون نے ابراہیمؑ کو حج کرایا یہانتک کہ جب عرفات کے مقام پر آئے تو بولے کہ قد عرفت تونے ارکان حج کو خوب پہچان لیا حالانکہ قبل اسکے ایکبار یہان آئے تھے اسی سے عرفہ اسکا نام ہوا اقول دن کو بھی عرفہ بولتے ہین اور اس مقام کو بھی ولیکن عرفات بروزن جمع کہنے کے وجہ معلوم نہوئی قال ابن کثیر اور ابن المبارک نے عطاء سے روایت کی کہ جبرئیلؑ ابراہیمؑ کو مناسک حج بتلاتے جاتے اور وہ کہتے جاتے عرفتُ عرفتُ پس عرفات نام ہوا ومثل اسکے مانند ابن عباس وابن عمر وغیرہ سے مروی ہو تو پہچاننا گویا جمع واقع ہوا یعنے یہان سب عرفات پورے ہوے اور بیضاوی وغیرہ نے وجہ تسمیہ اور بھی ذکر کی ہین کہ آدم جنت سے سراندیپ مین گرے اور حوا جدہ مین اور باہم تلاش مین پڑے تو جب آدم نے حج کیا تو اسی مقام پر باہم تعارف ہوا یا اسوجہ سے کہ یہان لوگون مین باہم تعارف ہوتا ہو- وفی السراج- سدیؒ نے کہا کہ جب ابراہیمؑ نے لوگون کو حج کے واسطے منادی کی اور انھون نے تلبیہ کے ساتھ جواب دیا تو اللہ تعالے نے انکو عرفات کے مقام کی طرف نکلنے کا حکم کیا اور اس مقام کا پتہ بتلا یا گیا پھر ابراہیمؑ جب جمرہ اولی یعنے پہاڑی جہان پہلے کنکریان مارتے ہین پہونچے تو شیطان انکے سامنے ہوا کہ انکو پھیرنے لگا پس ابراہیمؑ نے اسکو کنکریان مارنی شروع کین اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے پھر ساتوین کنکری پر وہ بھاگ کر جمرۂ ثانیہ پر جا گرا پھر اسکو تکبیر کہتے ہوے کنکریان مارین تو وہ جمرۂ ثالثہ پر گرا وہان بھی کنکریان مارین جب شیطان نے دیکھا کہ میری بات نہ مانینگے تو بھاگ گیا پھر ابراہیمؑ چلکر ذو المجاز تک آئے اور نہ پہچانا تو آگے بڑھے اسی سے وہ ذو المجاز گذر جانے کا مقام کہا گیا پھر جب عرفات پہونچے تو اسکو پتہ سے ٹھیک پاکر پہچان لیا تو یہ جگہ اور یہ دن اس وجہ مذکور سے اس نام سے معروف ہوا اور جاننا چاہیے کہ عرفات وقوف کا مقام ہے کہ وہان حاجی ٹھہرتے ہین اور کھڑے ہوتے ہین اور غروب تک رہتے اور وقوف یعنے کھڑا ہونا خاصکر شرط نہین بلکہ یہان موجود ہونا شرط ہو حتی کہ اگر سوتا ہو یا راہ مین گذرتا ہوا یہان سے گذرے تو بھی وقوف مل گیا کما فی الفقہ- اور وہ عمدہ افعال حج سے ہو تا آنکہ گویا وہی رکن ہو جسنے یہ پالیا اسنے حج پایا اور جسکو نہ ملا اسکا حج جاتا رہا قال البیضاوی وغیرہ کہ آیت مین بھی وقوف عرفہ واجب ہونے کی دلیل ہو کیونکہ افاضہ یعنے عرفات سے چلنا نہین ہوسکتا

مگر اسمین وقوف کے بعد اور مناسک کا حکم دیا بقولہ ثم افیضوا اور امر واسطے وجوب کے ہو پس وقوف بھی واجب ہوا وقال ابن کثیر امام احمد و اہل سنن نے صحیح اسناد کے ساتھ عبدالرحمن بن یعمر الدیلی سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ الحج عرفات ثلثا یعنے حج یہی عرفات کا وقوف ہو اسکو تین بار فرمایا اور پھر فرمایا جسنے روز عید کے فجر طلوع ہونے سے پہلے اسکا وقوف پایا اسنے حج کو پالیا۔ اور حدیث صحیح مین ہو کہ آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع مین نماز ظہر پڑھکر عرفات مین وقوف کیا یہانتک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور اس حدیث مین فرمایا کہ جسنے وقوف عرفہ کو طلوع فجر سے پہلے پالیا اسنے حج کو پالیا۔ قولہ یعنی نماز ظہر و عصر جمع کرکے پڑھ لین اور ظہر اسواسطے کہا تاکہ معلوم ہو کہ جمع کرنا عصر کا ظہر کے ساتھ تھا برعکس نہین تھا پھر ائمہ نے اتفاق کیا ہو کہ وقوف عرفہ واجب ہو اور رہا وقت وقوف کا سو حدیث بالا مین ظہر سے مذکور ہوا اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ کا ہو اور امام احمد کے نزدیک ابتداے روز عرفہ سے یعنے اول وقت سے جائز ہو اور حجت انکی حدیث عروۃ بن مضرس طائی ہو جسمین ذکر ہو کہ عروۃ مزدلفہ مین آنحضرت صلعم سے ملے درحالیکہ آپ نماز صبح کے لیے نکلے تھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنے طے کے پہاڑ سے آتا ہون مین نے اپنی سواری کو ماندہ کر دیا اور اپنے کو تھکا مارا اور واللہ مین نے کوئی ٹیکرا و ٹیلا نہین چھوڑا مگر کہ اسپر توقف کیا بھلا میرا حج ہوجائیگا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو ہماری اس نماز مین حاضر ہوا اور ہمارے ساتھ وقوف کیا یہانتک کہ ہم چل نکلین اور حال یہ کہ وہ شخص اس سے پہلے رات یا دن مین عرفہ مین وقوف کر چکا تو اسکا حج پورا ہوا رواہ احمد و اصحاب السنن وصححہ الترمذی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی سے تنبیہ ہو کہ سواے عرفات کے کسی ٹیلہ و ٹیکرے کا کچھ اعتبار نہین ہو حتی کہ علماء نے کہا کہ اگر کسی دوسرے مقام پر وقوف کو مثل عرفات کے خیال کرے تو وقوف نہوگا ابن کثیرؒ نے کہا کہ عرفات کو مشعر الحرام و مشعر اقصیٰ و الال بھی کہتے ہین اور اُسکے درمیانی پہاڑ کو جبل الرحمۃ کہتے ہین وقال المفسر السیوطیؒ مشعر الحرام جبل قزح کو کہتے ہین اور اول ہی معروف ہو حتی کہ آیت مین عرفات سے چلنے کے بعد مشعر الحرام مزدلفہ مین ذکر الٰہی کا حکم دیا لہذا وقوف مزدلفہ بقول ابوحنیفہؒ واجب و بقول شافعی رکن ہو۔ پھر صحیح ہوا کہ عرفات تمام موقف ہو جہان چاہے کھڑا ہو سواے بطن عرنہ کے اور ابن کثیر کی تفسیر مین ہو کہ مسور بن مخرمہ سے روایت ہو کہ عرفات مین حضرت صلعم نے ہم لوگون کو خطبہ سنایا پس حمد و ثنا کے بعد کہا اما بعد اور یہ خطبہ مین آپکا دستور تھا کہ اما بعد کہا کرتے پس فرمایا کہ یہ روز حج اکبر ہوا آگاہ رہو کہ مشرک و بت پرست لوگ اس روز آفتاب غروب ہونے سے کچھ پہلے جب آفتاب پہاڑون کی چوٹیون پر ایسا نظر آتا جیسے مردون کے سر پر عمامہ ہوتے ہین یہان سے چل نکلتے تھے اور ہم یہان سے غروب آفتاب کے بعد چلتے ہین اور مشرک لوگ مزدلفہ کے مشعر الحرام سے آفتاب طلوع ہونے کے بعد جب سورج پہاڑون کی چوٹیون پر ایسا ہوتا جیسے مردون کے سر پر عمامہ ہوتے ہین چل نکلتے اور ہم وہان سے سورج نکلنے سے پہلے چلتے ہین ہماری راہ مشرکون کی راہ سے برخلاف ہو رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین قال ابن کثیر بیان سے ثابت ہوا کہ مسور بن مخرمہ نے حضرت صلعم سے سنا ہو خالی دیکھنا بلا سماع نہین ہو جیسا کہ بعض اہل حدیث نے وہم کیا ہو قال المترجم پھر یہان سے چلکر مزدلفہ مین آتے ہین اسکے انتہا پر جبل قزح یعنے مشعر الحرام ہو اور تمام مزدلفہ موقف ہو سواے بطن محسر کے وقال تعالی فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام نماز مغرب کو تاخیر کرکے مزدلفہ مین پہونچکر عشاء کے ساتھ جمع کرلیتے ہین اور صحیح مسلم کی حدیث طویل مین جابرؓ سے ہو کہ پھر حضرت صلعم برابر عرفات مین کھڑے رہے یہانتک کہ سورج کی روشنی غائب ہوئی اور زردی کچھ ظاہر ہوئی یہانتک کہ سورج کا کرہ بھی ڈوب گیا پھر آپنے اُسامہ کو اپنی سواری کی ردیف مین سوار کرلیا اور عرفات سے چلے اور قصواء کی باگ اسقدر کھینچے تھے کہ یہانتک سر مرکب رحل سے چھو جاتا تھا اور داہنے ہاتھ سے لوگون کو اشارہ کرتے جاتے کہتے ہوے کہ اے لوگو آہستگی سے آہستگی سے چلو۔ جہان کسی ٹیکرے و پہاڑی پاس آتے ذرا اسکی باگ ذرا ڈھیلی کردیتے کہ وہ چڑھ جاتی یہانتک کہ مزدلفہ مین آئے اور وہان نماز مغرب و عشا کو ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کیا ان دونون کے بیچ مین سنت نماز کچھ نہین پڑھی پھر لیٹ رہے یہانتک کہ فجر طلوع ہوئی پھر صبح کے ظاہر ہوتے ہی اذان و اقامت سے نماز صبح پڑھی پھر قصواء پر سوار ہوکر

روانہ ہوئے یہانتک کہ مشعر الحرام کے پاس آئے پس قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی اور تکبیر و تہلیل و توحید کی اور برابر کھڑے
رہے یہانتک کہ خوب اجالا ہو گیا پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے چل نکلے۔ اور اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ذکر سے مراد دعا و ثنا و تکبیر و تہلیل ہے اور سفیان
بن عیینہ سے مروی ہے کہ مزدلفہ کی نماز مغرب و عشا ہے اور صحیح قول اول ہے اور عند المشعر الحرام کے معنے یہ ہیں کہ جو میدان قریب مشعر حرام ہے اور یہ بنظر فضیلت ہے
ورنہ سوائے وادی محسر کے تمام مزدلفہ موقف ہے جیسے تمام عرفات اگرچہ سوائے بطن عرنہ کے موقف ہے مگر جبل الرحمۃ کے قریب کھڑے ہوتے ہیں اور
حضرت ابن عمرؓ نے عند المشعر الحرام میں کہا کہ یہ پہاڑ اور اسکا ارد گرد ہے اور عبد اللہ بن عمروؓ نے کہا کہ مشعر الحرام یہ پہاڑ ہے اور عبد الرزاق نے ابراہیم نخعی سے
روایت کی کہ ابن عمرؓ نے لوگوں کو قزح پر ازدحام کرتے دیکھکر فرمایا کہ کس بات پر یہ لوگ ازدحام کرتے ہیں یہاں تو سب مشعر الحرام ہے اور ابن عباسؓ و
سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و سدی و ربیع و حسن و قتادہ سے مروی ہے کہ وہ ہر دو پہاڑ کے بیچ کا مقام ہے قال ابن کثیر مشاعر معالم ظاہرہ ہیں اور مزدلفہ
کو مشعر الحرام اسلیے کہتے ہیں کہ وہ داخل حرم ہے اور اسکے وقوف میں تین قول ہیں ایک یہ کہ رکن ہے بدون اسکے حج نہیں صحیح ہے یہ قول بعض سلف و بعضے
شافعیہ مثل قفال و ابن خزیمہ کا بدلیل حدیث عروہ بن مضرس ہے دوم آنکہ وقوف مزدلفہ واجب ہے قربانی سے اسکا جبر نقصان ہو جاتا ہے یہ ایک قول
شافعی ہے اور قول یہی قول ابو حنیفہؒ ہے اور یہی ارجح ہے اور سوم آنکہ مستحب ہے اسکے ترک سے کچھ نہیں لازم آتا اور یہی شافعی کا تیسرا قول ہے اور ابن المبارک و
امام احمد نے باسناد منقطع حضرت ۖ سے روایت کی کہ عرفات سب موقف ہے سوائے میدان عرنہ کے اور مزدلفہ سب موقف ہے سوائے محسر کے
نحاج مکہ سب قربانی کی جگہیں ہیں اور یہ حدیث بسند متصل بھی روایت کی گئی ہے۔ قولہ واذکروہ کما ہدٰکم۔ بیضاوی وغیرہ میں کہا کاف تشبیہ و تمثیل
قرار دیا ہے اذکروہ کما علمکم۔ یاد کرو اسکو جیسے تمکو تعلیم فرمایا ہے۔ یا اذکروہ ذکرا حسنا کما ہدٰکم ہدایۃ حسنۃ۔ یعنے یاد کرو اسکو ذکر خوب سے جیسے اسنے
تمکو ہدایت خوب سے ہدایت کی ہے اور بعض نے کہا ذکر دوم سے مراد اُس نعمت کا شمار کرنا اور کاف تعلیل کا ہے اور اسکو مفسر سیوطیؒ نے اختیار فرمایا
اور اسکی خوبی اور چسپیدگی اس مقام پر پوشیدہ نہیں ہے قال ابن کثیر یہ اُن لوگوں کو تنبیہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جس ہدایت پر تھے کہ مشاعر حج انکو
تعلیم کیے گئے تھے اسی ہدایت کا اُنپر بھی انعام کیا اسیواسطے فرمایا۔ وان کنتم من قبلہ لمن الضالین یعنے ہدایت کے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے
اور ضمیر قبلہ کو بعض نے رسول اور بعض نے قرآن کی طرف راجع کیا ہے یعنے قبل رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا نزول قرآن کے تم بھی گمراہ تھے۔ یعنی
بھی صحیح ہیں اور قبل ہدایت کے گمراہ ہونا اسکا استلزام ہے کیونکہ قولہ ای قبل الہدی۔ اور ہدایت اسی طور پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا
قولہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ اس خطاب کی تاویل میں دو قول ہیں اول آنکہ خطاب جمیع امت کو ہے اور دوم آنکہ قریش کو ہے پس قول اول پر
یہ وجہ بیان کی گئی کہ الناس سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں اور معنے یہ ہیں کہ پھر چل نکلو تم سب لوگ جہاں سے چلا تھا ابراہیم اور اطلاق ناس کا ابراہیم
پر جو اکیلے ہیں بنظر تعظیم ہے مانند قولہ ان ابراہیم کان امۃ قانتا یعنے ابراہیمؑ کو ایک امت قرار دیا۔ اور غریب قراۃ یہاں سعید بن جبیر کی ہے کہ انھوں نے
الناسی پڑھا یعنے بھولنے والا اور مراد آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ماخوذ ہے قولہ تعالےٰ فنسی۔ یعنے آدم نے عہد بھلا دیا۔ پھر یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ
انکو عرفات سے افاضہ کا حکم ہوا اور اسپر یہ وارد ہوتا ہے کہ ثم واسطے ترتیب تراخی کے ہے اور پہلے عرفات سے مزدلفہ کا افاضہ مذکور ہو چکا تو پھر کیونکر عرفات
سے افاضہ ہوگا اور جواب یہ دیا گیا کہ ثم بمعنے واو ہے تراخی نہیں مقصود ہے یا یہ ترتیب بیان ہے نہ ترتیب عملی۔ اور دوسرا احتمال یہ کہ یہ مزدلفہ سے دوسرا افاضہ
ہے طواف کے واسطے تو ثم اپنے معنے پر ہوگا یعنے ترتیب و تراخی کے معنے بخوبی بنتے ہیں اور اسی احتمال کو ابن جریر نے ترجیح دی اور ظاہر قرآن اسکو
مقتضی ہے۔ ولیکن اسمیں ایک علت خفی ہے وہ یہ ہے کہ جاہلیت میں بھی دستور تھا کہ مزدلفہ سے طواف کو آتے تھے تو مزدلفہ سے افاضہ ابراہیم کے مثل افاضہ کے
نکت ظاہر نہیں ہے اور صحیح قول دوم ہے کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنے اے قریش تم بھی وہیں سے چلو جہاں سے اور لوگ چلے ہیں یعنے عرفات میں لوگوں کے مانند وقوف کرکے

[illegible]

وہین سے تم بھی مزدلفہ چلو- اور اسپر بھی وارد ہوتا ہے کہ ثم واسطے عطف و ترتیب و تراخی کے ہے پس اگر جزا پر عطف ہو یعنے فاذکروا اللہ پر تو لازم آتا ہے کہ مزدلفہ کے ذکر کے بعد عرفات سے افاضہ ہو حالانکہ اسکے برعکس ہے اور اگر شرط و جزا مجموع پر عطف ہو تو افاضہ عرفات کے بعد پھر افاضہ عرفات لازم آتا ہے اور جواب اسکا دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ کلام مین تقدیم و تاخیر ہے یعنے یون ہے کہ فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ثم افیضوا من حیث افاض الناس فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام- اور مترجم کہتا ہے کہ ضعف اس جواب کا ظاہر ہے اور صحیح جواب یون ہے کہ ثم یہان ذکر کرنے کی ترتیب کے لیے ہے تراخی بزمانہ کے معنے مین نہین ہے یعنے یہان دو باتین ذکر فرمانی منظور تھین ایک تو عرفات سے مزدلفہ مین آکر مشعر الحرام کے پاس یاد الٰہی کرنا اور دوسری یہ بات کہ اے قریش تم لوگ بھی سب لوگون کے ساتھ عرفات ہی سے چل کر آؤ اور دعوی جاہلیت چھوڑو کہ ہم بڑے رتبہ کے لوگ ہین پس پہلے ایک بات بیان فرمائی پھر دوسری بات فرمائی جیسے ہمارے محاورہ مین بولتے ہین کہ ایک بات تو یہ تھی پھر دوسری بات یہ ہے اور بیضاوی وغیرہ مین ایک یہ جواب مذکور ہے کہ ثم رتبہ کی راہ سے تراخی کے واسطے ہے کہ دونون افاضہ کے درمیان فرق رتبہ کا ہے کیونکہ عرفات سے لوگون کے ساتھ چلنا صواب ہے اور مزدلفہ سے افاضہ بخلاف اور لوگون کے خطا تھا فافہم اور شیخ ابن کثیر کے کلام سے اس خطاب کی تاویل کی ایک وجہ خوب ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ افیضوا کا خطاب عام طور پر ہر ایک کو ہے یعنے عرفات کے ہر ایک وقوف کرنے والے کو حکم دیا اگرچہ مصداق حکم کے قریش ہو جاتے ہین کیونکہ وہی لوگ اسکے خلاف کرتے تھے اور ثم اس صورت مین بھی بمعنی واؤ یا ترتیب بیانی ہوگا چنانچہ ابن کثیر نے کہا کہ ثم اس مقام پر خبر کے خبر پر عطف کرنے اور ذکر کے ترتیب کے لیے ہے- گویا اللہ تعالے نے عرفات مین وقوف کرنے والے کو حکم دیا کہ مزدلفہ جاوے تاکہ مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالے کو یاد کرے اور اسکو حکم دیا کہ عرفات مین اسکا وقوف کرنا جمہور لوگون کے ساتھ ہووے جیسے قریش کے سوا سب لوگ ایسا کرتے بھی تھے اور قریش کا یہ حال تھا کہ وے حرم سے نہین نکلتے بلکہ حرم کا جو حل سے ملا ہوا کنارہ ہے وہان کھڑے ہوتے اور کہتے کہ ہم اللہ والے لوگ ہین اسکے حرم کے خاص رہنے والے ہین عام لوگون کے مانند نہین ہین پس مزدلفہ سے باہر نہوتے چنانچہ بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ قریش اور جو کوئی انکے دین پر ہوتا مزدلفہ مین وقوف کرتے اور حُمس کہلاتے تھے یعنے دین پر مضبوط لوگ اور باقی سب عرب والے عرفات مین کھڑے ہوتے تھے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو حجۃ الوداع مین قریش وغیرہ اپنے گمان مین ٹھانے بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس ہمین مزدلفہ کی حد پر وقوف کرینگے لیکن اللہ تعالے نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ عرفات مین جا کر وہان وقوف کرین پھر وہان سے افاضہ کرین چنانچہ فرمایا- من حیث افاض الناس- اور ایسا ہی ابن عباسؓ و مجاہدؒ و قتادہ و سدی وغیرہم کا قول ہے اور اسیکو ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور کہا کہ اسی پر مفسرین کا اجماع ہے یعنے سلف کے علما جو لوگ احادیث و آثار سے تفسیر کرنے والے ہین سب اسپر متفق ہین اور پچھلون مین جو لوگ عقلی باتین بنانے والے یا ناقل ہین وہ مفسر نہین ہین انکا کچھ اعتبار نہین ہے قال ابن کثیر پھر بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے ایسی بات روایت کی جو مقتضی ہے کہ یہان افاضہ سے مراد مزدلفہ سے منی کی طرف رمی جمار کرنے کا افاضہ ہے اور ابن جریرؒ نے اسکو فقط ضحاک سے نقل کیا اور کہا کہ الناس سے مراد ابراہیمؑ ہین اور کہا کہ اجماع امت اگر برخلاف اسکے نہوتا تو یہی ارجح تھا- قولہ واستغفروا اللہ یعنے جنھون نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ جو طریقہ مناسک حج کا ہے اس سے برخلاف چلنے سے استغفار کرو اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر بغیر سوچے سمجھے ہے اسواسطے کہ اسلام مین تو حضرت صلعم کو حکم ہی دیدیا کہ عرفات مین وقوف کرو تو کسی قریشی نے خلاف نہین کیا اور اگر زمانۂ جاہلیت کی مخالفت مراد ہو تو وہ اسلام لانے سے سب عفو ہو گئے کیونکہ اسلام سے سب پچھلے گناہ مٹ جاتے ہین جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اسپر سب کا اتفاق ہے تو کوئی مخالفت باقی نہ تھی جس سے استغفار کا حکم قرار دیا جاوے اور صحیح یہ ہے کہ عرفات وغیرہ قبولیت کے مقامات ہین چنانچہ اہل عرفات کی مغفرت و نزول رحمت و دعا کی قبولیت مین بہت حدیثین آئی ہین اور استغفار کا حکم اسواسطے مخصوص کیا کہ وہ نقصان عبادت کو پورا کرنے والا اور مزید ثواب حاصل کرنے والا

ہوجاتا ہو اور عبادت پورے طور پر ادا ہونا متعذر ہو ہر ایک درجہ کا آدمی اپنے درجہ کی خطا میں پکڑا جاتا ہو اور ابو داؤد کی حدیث سے ثابت ہو کہ نماز کے
ختم کرنے پر کامل کم کسیکو میسر ہوتا ہو کچھ نہ کچھ نقصان رہتا ہو اسی حکمت سے سنتیں مقرر ہوئیں قال ابن کثیر بہت آیا ہو کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے
لیے اداے عبادت کے بعد استغفار کا ذکر فرماتا ہو کہ استغفار کریں اور صحیح مسلم میں ثابت ہو کہ حضرت صلعم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار
کرتے۔ اور ابن جریر نے عباس بن مرداس السلمی کی روایت سے جو حدیث آئی کہ حضرت صلعم نے عشیہ عرفہ کو اپنی امت کے واسطے استغفار فرمایا
بیان ذکر کی ہو سبحان اللہ والحمد للہ اس امت مرحومہ کے مبارک نصیب ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل علیہم السلام نے افضل الامۃ
کے لیے حجۃ الوداع میں افضل مقام میں افضل یوم جمعہ کے افضل ساعت میں استغفار فرمایا اور یہ نعمت عطیہ رب ارحم الراحمین جل شانہ ہو اسواسطے
کہ افعال سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم عین طاعت بوحی خفی ہیں خصوص یہ کرامت عظمیٰ کہ ضرور آمین یہی اعتقاد ہو پس مبارک اُس شخص کو جو آپکا امتی
رہے حتی کہ مرجاوے اللھم مولای لك الحمد والمجد والکبریاء والعظمۃ وانت ربی ذوالفضل العظیم اللھم توفنی مومنا موقنا مغفورا من
امۃ حبیبك ورسولك محمد واللھم صل وسلم علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ افضل الصلوۃ وازکاھا عدد ملائکتك ورضا
نفسك وزنۃ عرشك ابدا ابدا وانت علی کل شئ قدیر وانت مولای نعم المولیٰ ونعم المجیب سبحان اللہ والحمد للہ الذی
لا الہ الا اللہ عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ والحمد للہ رب العرش العظیم کل شئ ھالك الا وجھہ لا الہ الا اللہ ھو
ذوالجلال والاکرام۔ اور ابن مردویہ نے حدیث بخاری ذکر کی کہ شداد بن اوس سے روایت ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استغفار میں سردار
یہ ہو کہ بندہ کہے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَعُوْذُ
بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ جسنے اسکو
رات میں کہا پھر اس رات میں مرگیا تو جنت میں گیا۔ اور جسنے اسکو دن میں کہا پھر اس دن مرگیا تو جنت میں گیا رواہ البخاری وغیرہ۔ اور اسی
استغفار کے فضائل صحیحہ بہت ہیں اگر توفیق ہو تو اسپر مواظبت دائمی لازم ہو۔ اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہو کہ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
مجھے کوئی ایسی دعا سکھلائیے جسکو میں اپنی نماز میں پڑھا کروں فرمایا کہ کہا کر اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا وانہ لا یغفر الذنوب
الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم۔ رواہ البخاری ومسلم ف شیخ نے عرائس میں حقائق کو
یوں بیان کیا کہ قولہ واذکروہ کما ہدٰکم۔ حق عزوجل نے اپنی ذات پاک وصفات قدس کی معرفت سے نعمت غیر متناہی دیدی اسکو زبان عرفان سے
یاد کرو جیسے اسنے تمکو اپنی معرفت وخصائص قربت کی راہ بتائی ہو اور قول معرفت کے ساتھ یاد اسطرح کرو جیسے تمکو ہدایت کی ہو یعنے ذکر وتسبیح
تعریف باری تعالےٰ بندے کے امکان سے خارج ہو یہ بھی اسکی نعمت ہو کہ بندے کو اپنے عرفان کی طرف راہ دے ورنہ بدون اسکے محض جہالت وضلالت
ہوتی پس جہانتک جیسے عرفان وشناخت عطا ہوئی ہو ویسے وہ یاد کرے واللہ تعالےٰ اعلم۔ قولہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس جب یاد کے
انوار سے مشاہدہ حاصل ہو تو عبادات کے رسم میں عوام لوگوں کی طرح مشغول ہو تاکہ وجد میں تم بالکل فنا نہ ہوجاؤ قال المترجم یہ صحو کے بعد
نزول کا مرتبہ ہو اور یہ وہ وقت ہو کہ عارف خودبخود حکم الٰہی کی فرمانبرداری کرتا ہو جیسے اور لوگ بتکلف کرتے ہیں اسی سے حدیث عائشہؓ میں ہو
کہ خلق عظیم حضرت صلعم کا قرآن مجید تھا۔ اور چونکہ یہ عبادت بقوت حقانی بمرتبۂ مشاہدہ احسانی ہوتی ہو اسی سے کہا گیا کہ زاہد پرہیزگار کی ہزار رکعت
کو عارف باوفا کی دو رکعت سے مساوات نہیں ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ۔ یعنے تمپر جو حق معرفت اپنے خالق عزوجل کا فرض ہو اور جو حق طاعت واجب ہے
کوئی تسے ادا نہیں ہوسکتا تو اپنے خالق عزوجل سے مغفرت مانگو کہ اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا ہو یعنے تمپر حق معرفت سے پہچان کر حق طاعت واجب تھا

اسمین تنے تصور کیا تو مغفرت مانگو اللہ تعالے فرا بخشنے والا ہو رَّحِیۡمٌ تیر مہربان ہو کہ تمکو تمھارے حالات و مقامات کی طرف پہونچا دے اور ابن عطاؒ نے کہا کہ جب تم نے اپنے باطن کو میری یاد سے آباد کر لیا اور اسمین اپنی تمام کوشش کو صرف کر دیا تو بندگی کی رسوم و عبادات کے طریقون پر عوام کے مانند تم بھی رجوع ہو کر قائم ہو اور غیر حق کے ساتھ اپنے مشغول ہونے کی مغفرت چاہو کہ اللہ تعالے اپنے مطیع بندون کی تقصیر کو جو انکے طاعات ادا کرنے مین ہو جاتی ہو بخشنے والا ہو اور وہ بہت مہربان ہو کہ نافرمانون کو اپنی رحمت سے اپنے دروازے سے رد نہین کرتا ہو اور استاد ابو القاسم قشیریؒ نے فرمایا کہ اسمین اشارہ یہ ہو کہ خرقہ یا جبہ یا رنگین کپڑا وغیرہ پہنکر ظاہر مین اپنی شکل کو ممتاز کرکے اظہار مت کرو بلکہ ایسا ہو جا جیسے عوام مین سے تو بھی ایک ہو اور جب کبھی تیرے دل مین یہ خطرہ گذرے کہ تو نے کوئی امر کیا یا تیرے سبب سے یا تیرے لیے کوئی چیز کی گئی یا تجھے کوئی چیز واقع ہوئی ہو تو اللہ عزوجل سے استغفار کر اور از سر نو اپنے ایمان کی تجدید کر لے کیونکہ یہ شرک خفی تیرے دل مین بیوقوفی سے سما گیا تھا مترجم کہتا ہو کہ یہ کلام معرفت نفیس ہو جس سے اس زمانہ کے صوفی جاہلون کو نصیحت حاصل کرنا چاہیے جو سراسر دعوی باطل سے احمق جاہل بنکر برباد ہوتے ہین اور عوام مسلمانون کو بھی نصیحت لینا چاہیے جو ایسے رنگے ہوئے جانورون کے دام مین آکر دنیا حاصل کرنے کی آرزو مین آخرت بلکہ ایمان سے محروم ہو جاتے ہین حالانکہ خود انکو خبر نہین ہوتی ہو اور جب کسی مرد نیک کے دل مین رعونت کا وسوسہ آیا تو شیطان نے اسپر قابو پایا کہ وہ نیکی سے بدی مین گرا و ہلاک ہو گیا نعوذ باللہ العلی العظیم من وساوس الشیطان فَاِذَا قَضَيۡتُمۡ مَّنَاسِكَكُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا ؕ فَمِنَ

پھر جب پورے کر چکو　اپنے حج کے کام تو یاد کرو اللہ کو جیسے یاد کرتے تھے اپنے باپ دادون کو بلکہ اُس سے زیادہ یاد

النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ ۝ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا

پھر کوئی آدمی کہتا ہو　اے رب ہمارے ہمکو دنیا مین　اور اسکو آخرت مین کچھ　حصہ نہین ہے　اور کوئی انمین کہتا ہو　اے رب ہمارے

فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّمَّا كَسَبُوۡا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝

دے ہمکو دنیا مین خوبی　اور آخرت مین خوبی　اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے　یہ لوگ انھین کو ہو حصہ اپنی کمائی سے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہو

النصف

واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت والے بعد حج کے اپنے باپ دادون کے مفاخر جہل و تعلیان بیان کرتے پس حق تعالے نے فرمایا فَاِذَا قَضَيۡتُمۡ مَّنَاسِكَكُمۡ پھر جب تم لوگ اپنے مناسک پورے کر چکو ف باین طور کہ مزدلفہ سے جانب منی کو طلوع سے پہلے چلکر اول جمرۃ العقبہ کی کنکریان مار کر ذبح و حلق کے بعد دسوین ہی کو طواف کر کے منی مین آکر رہو فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ تو اللہ تعالے کا ذکر کرو ف اَللّٰهُ اَكۡبَرُ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكۡبَرُ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ وَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکبیرون سے مقام منی گونجتا تھا غرضکہ اہل ایمان کو حکم دیا کہ ہدایت کے بعد ذکر الٰہی کرین۔ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا ۔ مانند اپنے باپ دادون کے ذکر کے یا اس سے بھی اشد ذکر ف یعنے چاہیے کہ ذکر الٰہی بہ نسبت تفاخر جاہلیت کے بہت زیادہ ہو اور بھلا اتنا تو ضرور ہو جتنا باپ دادون کے تفاخر کیا کرتے تھے اور واضح ہو کہ آخر دعا ہو پھر جو قوم کا فر ہو وہ فقط دنیا چاہتی ہو تو اسکی مذمت فرمائی بقولہ فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ ۝ پس آدمیون مین سے بعض وہ ہو جو کہتا ہو کہ الٰہی ہمکو دنیا مین دے اور اسکے لیے آخرت مین کچھ بھی نصیب نہین ہو ف دنیائے فانی مین جو مقدر ہو گا دیا جائیگا۔ چنانچہ نصوص سے ثابت ہو کہ کافرون کو خیرات و صدقہ وغیرہ کے عوض دنیا مین دیدیا جاتا ہو وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اور آدمیون مین سے ایک فریق ہو جو کہتا ہو کہ الٰہی ہمکو دنیا مین خوبی دے اور آخرت مین خوبی دے اور ہمکو عذاب دوزخ سے بچاوے ف یہی مومن بندے خوب ہین۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّمَّا كَسَبُوۡا

ایسے بندون کے لیے اپنی کمائی سے حصہ ہو ف دنیا مین بھی خوبی سے رہے اور اصل حصہ آخرت پایا اور وہ کچھ دور نہین ہو۔ **وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ**۔ اور اللہ تعالے جلد حساب کرنے والا ہو۔ ف ایک حدیث مین آیا کہ حساب تو دنیاوی دن کے نصف مقدار مین پورا فرماویگا۔ اور دوسری حدیث مین آیا کہ مومن کے لیے بقدر ایک نماز فریضہ کے معلوم ہوگا۔ مناسک جمع منسک بفتح السین او کسرہا اور مراد اعمال حج ہین بلا واجب و رکن وغیرہ جیسے حدیث مین ہو خذوا عنی مناسککم۔ یعنے سیکھ لو مجھسے اپنے مناسک اے اعمال حج کو۔ اور جمہور قرا نے یہان دونون کاف ظاہر کرکے پڑھا ہو یعنے مناسککم۔ اور ابو عمرو نے دونون کو ادغام کیا حالانکہ ایسا ادغام ایک ہی کلمہ مین سوائے اس مقام اور سورۂ مدثر کے۔ قولہ ماسلککم فی سقر کے سوائے نہین ہو۔ قولہ فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم۔ ہر چند کہ ذکر آلہی ہر حال مین ہو جیسا کہ حدیث عائشہ مین آیا ہو کہ رسول صلعم ہر حال مین اللہ تعالے کو ذکر کرتے تھے (البخاری وغیرہ) پس یہان مراد اکثار و مبالغہ ہو اور یہ بھی خود منصوص ہو۔ بقولہ تعالے یا ایہا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ اے ایمان والو یاد کرو اللہ تعالے کو بہت کثرت سے یاد کرنا۔ پس مراد یہان رسم جاہلیت چھوڑنا اور اسکو نیکی سے بدلنا اور نقص عبادت کو پورا کرنا قال البیضاوی عرب کا دستور تھا کہ اپنے مناسک پورے کرنے کے بعد منٰی مین مسجد اور پہاڑ کے درمیان جو مقام ہو وہان کھڑے ہوتے اور اپنے باپ دادون کی خوبیان اور قتل و غارت و باہمی کشت و خون مین اپنی فتحمندیان زور شور سے ذکر کرتے۔ ہ خانہ کعبہ کے نزدیک کھڑے ہوکر نظم و نثر فصیح و بلیغ عبارات مین اپنے باپ دادون کے مفاخر بیان کرتے اور اس سے غرض اپنی ناموری و شہرت و دکھلانا و سنانا تھا پھر جب اللہ تعالے نے ایمان دیکر انکو ممنون کیا تو انکو حکم کیا کہ اس ذکر بیہودہ و معصیت قبیحہ کی جگہ اللہ تعالے کا ذکر تسبیح و تہلیل و تحمید و تکبیر و ثنا و تمجید سے کیا کرین اور وہ اسی جذب شوق و شور محبت و زور ادب سے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھکر ہو اسواسطے کہ وہ بربناے جہل باطل تھا اور یہ بربناے حق صریح و صدق صحیح ہو تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ جاہلیت کے لوگ موسم مین کھڑے ہوتے پھر ان مین کوئی کہتا کہ میرا باپ کھانا کھلاتا اور لوگون کا بار اٹھاتا اور لوگون کے خون کی دیت اپنے ذمہ لے لیتا غرضکہ انکو اپنے باپ دادون کی باتین فخریہ بیان کرنے کے سوائے کوئی کام نہ تھا پس اللہ تعالے نے حضرت صلعم پر نازل فرمایا۔ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ اور یہی سدی نے انس رض بن مالک سے روایت کیا اور ابی وائل و عطا ابن ابی رباح و سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و سدی و عطاء خراسانی و ربیع بن انس و حسن و قتادہ و محمد بن کعب سے بھی اسیکے مانند مروی ہو (ابن ابی حاتم) اور ایسے ہی ابن جریر نے ایک جماعت سے نقل کیا ہو تو باپ دادون کے ذکر سے ذکر آلہی کی تشبیہ صرف اسی کثرت مین ہوئی کہ جیسے زمانہ جاہلیت والون کو باپ دادون کے افتخار بیان کرنے کے سوائے کوئی کام نہ تھا تو تم کو چاہیے کہ بعد ایمان و ہدایت کے تمہارا کام سوائے یاد آلہی و اسکی حمد و ثنا کے کچھ نہ ہو بلکہ اسوقت کے جوش سے یہ جوش حق زیادہ ہو بعض سلف سے یہان ایک تشبیہ کے معنے غریب مروی ہین چنانچہ ابن جریج نے عطا سے روایت کی کہ قولہ کذکرکم آباءکم۔ مانند اپنے باپون کے ذکر کے یعنے جیسے بچہ ابا۔ امان کہا کرتا ہی کہ سوائے مان باپ کی پکار و یاد کے اسکا کچھ دھیان نہین رہتا اسی طرح تم بھی اداے مناسک کے بعد یہی لیجہ یاد آلہی عز و جل کا رکھو اور ایسا ہی ضحاک و ربیع بن انس کا قول ہو اور ابن جریر نے ابن عباس رض سے بھی اسی کے مانند روایت کیا ہو مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین اباءکم اب و ام وغیرہ ہونگے اور یہ طریقہ زبان عرب مین معروف ہو اور واضح ہو کہ بلاغت کلام مین ہر وجہ سے معنی شامل ہو سکتے ہین کیونکہ اصل مقصود تو یاد آلہی مین غرق و شدت ہو اور یہ تشبیہ انکو سمجھانے کے لیے بیان فرمائی کہ حضرت حق عز و جل کی یاد مین تمکو اتنا استغراق تو ہو جسقدر زمانۂ جاہلیت والے باپ دادون کے مفاخر بیان مین کہتے اور جیسے بچہ اپنے مجازی پرورش کرنے والے مان باپ کو یاد مین رکھتا ہو بلکہ تمکو اپنے حقیقی رب تعالے کو پہچاننے کے بعد اس سے کہین زیادہ استغراق چاہیے کیونکہ۔ الذین آمنوا اشد حبا للہ۔ مومنونکو اپنے رب عز و جل سے بہت سخت محبت ہوتی ہو۔ قولہ او اشد ذکرا۔ ابن کثیر نے

کہا کہ کلمہ (او-یا) اس مقام پر تحقیق کے واسطے ہو شک کے واسطے نہین۔ جیسے قولہ۔ فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ۔ یعنے یہودیون کے دل مثل
پتھر کے یا اس سے زیادہ سخت ہین۔ اور قولہ تعالے۔ کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ۔ یعنے کافرون سے لڑائی مین ایسے ڈرتے ہین جیسے اللہ تعالے سے یا بڑھکر اور قولہ
تعالے فارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون۔ یعنے یونس کو ہمنے ایک لاکھ یا زائد کی طرف بھیجا۔ اور قولہ تعالے۔ فکان قاب قوسین او ادنی۔ یعنے معراج مین
قرب قاب قوسین یا اس سے بھی زائد ہوا۔ اور شیخ ابو البقا نے تبیان مین کہا کہ او۔ اس مقام پر تخییر یا اباحت کے لیے ہو۔ اقول یعنے تمکو اختیار
دیا گیا کہ چاہو آباء کے ذکر کے مثل یاد کرو یا اس سے اشد شاید اشارہ کیا کہ حکم وجوب کے واسطے نہین ہو اور واضح ہو کہ اشد ذکرا۔ مین اشد کو مقدم کیا
اور ذکرا اشد۔ نہین فرمایا کہ تکرار کا وہم ہو اور فواصل کی رعایت ہو اور وہ حال قرار پاکر منصوب ہو گیا فاحفظہ اور بیان علماے تفسیر کے دقائق
متعلق بلاغت ہین جنکو مترجم نے ترک کیا جو کشاف و بیضاوی و بحر ابو حیان و تبیان عکبری و طیبی وغیرہ مین مذکور ہین اور حاصل معنی یہ کہ فاذکروا اللہ
کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا اللہ منکم لآبائکم۔ یعنے اللہ تعالے کی ایسے یاد کرنے والے ہو جاؤ جیسے اپنے باپ دادون کو یاد کرتے تھے یا اپنے آباء کو
یاد کرنے سے بڑھکر اللہ تعالے کی یاد کرنے والے ہو جاؤ یعنے تمہارے نفس کا انصاف یہی ہے کہ باطل کی کوشش والون سے تم حق کی کوشش مین بڑھے ہوئے ہو
یہی مختار عکبری و بیضاوی ہے۔ قولہ فمن الناس۔ فا تفصیل ہے یعنے نفس الامر مین ذکر کرنے والون کا مآل کار اس تفصیل سے ہے کہ بعض دنیا چاہتے ہین اور بعض خوبی
دو جہان مانگتے ہین پس اول کی مذمت کی اور اُنسے نفرت دلائی کہ ایسا نہونا چاہیے قال ابن کثیر اور سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی اعراب بیابانی
مین سے ایک قوم تھی کہ وہ موقف پر آتے اور کہتے کہ اللہ تعالے اس سال کو ایسا کر دے کہ بارش اچھی ہو اور پیداوار خوب ہو اور اس سال مین خوب اولاد ہو
پس امر آخرت سے کچھ نہین ذکر کرتے تھے پس اللہ تعالے نے ایسے لوگون کے حق مین نازل فرمایا فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا وما لہ فی الآخرۃ من
خلاق۔ اور بعد انکے دوسرے آتے یعنے مومنین اور کہتے۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پس اللہ تعالے نے انکے حق مین اتارا
اولئک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب۔ مترجم کہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جملہ اخیرہ متعلق بمومنین ہے جیسا کہ مفسر سیوطیؒ نے کہا ہے اور بیان بعض
محشین بیضاوی سے زلت واقع ہوئی کہ دونون کی متعلق قرار دیا فافہم۔ اور اس روایت سے نکلتا ہے کہ قولہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ الی آخرہ۔ بزبان مومنین
نازل ہوئی اور شاید کہ یہ انکی دعا کا مضمون ہو واللہ اعلم اور بیضاوی مین ہے کہ ما لہ فی الآخرۃ من خلاق۔ کے یا تو یہ معنے ہین کہ آخرت مین سے اسکا کچھ نصیبہ
نہین ہے کیونکہ ہمت اسکی صرف دنیا پہ مقصور ہے اور یا یہ معنے ہین کہ اسکی طلب مین آخرت کی درخواست بالکل بھی شامل نہین اقول اور یہی ظاہر اثر ابن عباس
ہے فافہم۔ اور بعض طالب دنیا کے حق مین حدیث مین ثابت ہوا کہ بندہ درم و دینار ہلاک ہوا چنانچہ ابو ہریرہؓ سے روایت بخاری مین صحیح ہے اور اپنے موقع پر
آویگی پھر جنھون نے دنیا و آخرت مانگی انھون نے دنیا کا قصد نہین کیا بلکہ خوبی دنیا کے ساتھ مین آخرت چاہی کیونکہ مومن تو پہلے ہی دنیا کے ملعون ہونے پر
ایمان لایا ہے لیکن دنیا مین آخرت کی کمائی ہے اور وہ کبھی پریشانی و محتاجی دنیا سے پراگندہ ہو جاتی ہے لہذا دنیا کی خوبی اسواسطے طلب کی کہ آخرت کا سامان
میسر ہو بیضاوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا کہ جورو نیک بخت خوبی دنیا ہے اور حور خوبی آخرت اور بد عورت عذاب النار ہے مترجم کہتا ہے کہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے یہ اثر صحیح نہین بلکہ کسی فقیہ کا قول ہے اور حسن بصری سے روایت ہے کہ حسنہ دنیا علم و عبادت ہے اور حسنہ آخرت جنت ہے۔ وقنا عذاب
النار۔ یعنے عذاب نار سے نجات دے۔ اور یہ اللہ تعالے کے اختیار مین ہے۔ اور ظاہری آثار قبولیت یہ ہین کہ بندہ کو ناپاک خواہشون گناہون سے بچاوے جن سے
عذاب دوزخ مین پڑتا ہے حدیث مین ہے کہ جہنم تو شہوات سے گھری ہوئی ہے کما فی الصحیح۔ پس جو شخص ان شہوات مین گھسا حتی کہ آخر عمر گذر گئی تو مرتے ہی جہنم مین انتہا
ہوئی نعوذ باللہ تعالے۔ جیسے جنت ایسی چیزون سے گھری ہوئی ہے جو نفس پر شاق و ناگوار ہین کما فی الصحیح۔ تو جسنے دنیا مین نفس کو مغلوب کیا اور نماز و روزہ وغیرہ
کی ناگواریان طے کر گیا تو مرتے ہی جنت پر انتہا ہوئی اللہم وفقنی لذالک وانت ربی نعم المولی ونعم النصیر پس دنیا میں ایسی توفیق نیک ملے

کر یہ اعمال نیک پورے کرسکے اور اللہ تعالےٰ اسکے لیے نیک سامان مہیا فرماتا ہو چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ- فی الدنیا حسنۃ مین حسنہ دنیا کا بیان ہر ایسی چیزون سے ہو جو آخرت کے لیے نیک مددگار ہون چنانچہ سلف کے علما تفسیر کی عبارات مین عافیت و پاک جورو ہر رزق واسع و علم نافع و عمل صالح و سواری شائستہ و ثنا جمیل متفرق مذکور ہین اور یہ سب حسنۂ دنیا مین شامل ہین اور ایسی جو چیزین کہ دنیا مین بروجہ شرعی مفید و موئد آخرت ہون داخل ہین اور حسنہ آخرت ہین سے اعلیٰ تو جنت مین داخل ہونا کہ جس سے دیدار باری تعالےٰ نصیب ہو اور اسکے توابع دیگر امور مثل آسانی حساب اور امن از فزع اکبر وغیرہ ہین رہا دوزخ سے نجات تو وہ اسکو بھی شامل ہو کہ دنیا مین اللہ تعالےٰ ایسے اسباب مہیا فرما دے کہ بندہ حرام اور مشتبہات چیزون سے اور گناہون سے بچ جاوے اور شیخ ابو عبد الرحمن القاسم نے فرمایا کہ جسکو قلب شاکر- اور- زبان ذاکر- اور تن صابر- دیا گیا وہ دنیا کی حسنہ و آخرت کے حسنہ عطا کیا گیا اور عذاب دوزخ سے بچا گیا- اسی سے حدیث مین اس دعا کی ترغیب آئی ہو چنانچہ امام احمد نے بسند صحیح روایت کی کہ قتادہؒ نے انسؓ سے دریافت کیا کہ حضرت صلعم اکثر کون دعا مانگتے تھے تو کہا کہتے تھے- اللّٰھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار- اور انسؓ کا دستور تھا کہ اسی سے دعا کیا کرتے اور جب کسی خاص بات کی دعا کرتے تو اسمین اس دعا کو شامل کرتے تھے رواہ مسلم وفی البخاری ایضاً من حدیث انسؓ امام احمدؒ نے انس بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون مین سے ایک شخص کی عیادت کی حالانکہ وہ شخص بیماری سے مثل فرخ[1] کے ہو گیا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بھلا تو اللہ تعالےٰ سے کسی عبارت سے دعا کرتا یا اس سے کچھ سوال کرتا ہو اسنے عرض کیا کہ ہان مین کہا کرتا ہون کہ اے میرے رب تعالےٰ جس چیز کی وجہ سے تو مجھے آخرت مین عقاب کرنے والا ہو اسکو مجھے دنیا ہی مین مواخذہ کرکے تمام کر دے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ تو اسکی طاقت نہین رکھتا یا کہا کہ تو اسکو برداشت نہین کرسکتا ہو بھلا تو نے یون کیون نہ کہا کہ- ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار- انسؓ نے کہا کہ پھر اسنے اس دعا کو مانگا تو اللہ تعالےٰ نے اسکو شفا عطا فرمائی اخرجہ مسلم اور شافعی نے عبد اللہ بن السائب سے روایت کی کہ اسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ رکن بنی جمح[2] اور رکن اسود کے درمیان یون دعا کرتے تھے کہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار- اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین گذرا مین رکن پر مگر آنکہ مین نے اسپر ایک فرشتہ دیکھا جو آمین کہتا ہو یعنے جب کبھی آپنے طواف کیا تو مقام رکن پر مشاہدہ فرمایا کہ فرشتہ آمین کہتا رہتا ہو- پس جب تم لوگ رکن مذکور پر گذرا کرو تو کہو- ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار مترجم کہتا ہو کہ ارشاد یہ ہوا کہ جب لوگ یہ دعا کرینگے تو فرشتہ آمین کہیگا پس اللہ تعالےٰ سے قبولیت کی امید ہو گویا وہ فرشتہ اسیواسطے مامور ہو کیونکہ فرشتہ تو وہی کرتا ہو جو حکم ہو جب آپ لے ایسے وقت مین اسی دعا کو تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دعا بہت خوب ہو- قولہ اولٰئک لھم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب- مفسر سیوطیؒ نے اشارہ و کیا کہ مما مین تبعیضیہ نہین ہو یعنے یہ معنے نہین ہین کہ بعض کمائی پاوینگے بلکہ یعنے من اجل ما کسبوا- ہو آپنے اعمال کی جہت سے آخرت مین حصہ پاوینگے اور اگر نصیبؔ کی تنکیر واسطے تعظیم کے ہو تو ایسے لوگون کے لیے بڑی بشارت ہو یعنے انکو انکے اعمال کی جہت سے نصیب عظیم ملیگا- اور وہ اسکی جزا و ثواب عظیم ہو خصوص جبکہ مما کسبوا- یعنے مما دعوا- ہو یعنے انکی دعاے مذکور کی جہت سے انکو ثواب عظیم ہو پس اس دعا کی بڑی فضیلت نکلی اور دعا کو کسب کہنا اسوجہ سے کہ وہ اعمال سے ہو اور جائز ہو کہ مما کسبوا یعنے من جنس ما کسبوا ہو یعنی اسکی جنس سے جو انھون نے کیا ہو اور وہ جنس ان اعمال کی جزا و ثواب ہو جو نافع ہونے مین انکی مثل ہو- اور سریع الحساب- یعنی باوجود بندون کی کثرت اور انکے اعمال نیک و بد کی کثرت کے بہت قلیل مقدار مین حساب کریگا چنانچہ شیخ مفسر نے بحوالہ حدیث کے دنیا کے نصف روز کی مقدار کہا اور بیضاوی وغیرہ نے ایک لمحہ کہا اور حق یہ ہو کہ سریع الحساب اگر صفت باری تعالےٰ ہو تو نصف روز کیا بلکہ لمحہ بھی بہت ہو اسکی شان اعلیٰ وارفع ہو کہ وہان اسکے حساب مین وقت کو دخل ہو اور اگر اسکے حساب کے

[1] شیخ ... بن حزم ... [illegible] ۱۲

وتوع کی طرف نظر ہو تو اسکی حکمت کی راہ سے مقدار اسکی ہونا کچھ بعید نہیں پس جب حدیث وارد ہوئی تو وہی مقدار معتمد ہوا اور ہزار برس و پچاس ہزار برس
کا دن جو دیگر آیات میں آیا ہے اس سے یہاں منافات نہیں ہے کیونکہ وہ تو دن کی مقدار ہے جسمیں نیک و بد اس دن قیامت میں عجائبات دیکھینگے
کہ نیک لوگ سایۂ رحمت میں اپنے پیغمبر کے حوض سے سیراب و مرزوق پاوینگے اور بدلوگ تمازت آفتاب و شدت عذاب میں پچتاوینگے پھر حساب کا انجام صرف
دنیاوی نصف روز میں ختم ہو کر اپنے اپنے وطن اصلی یعنی جنت یا جہنم چلے جاوینگے اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر احادیث و آیات سے تفصیل آویگی - اور
جائز ہے کہ یہ معنی ہوں کہ یاد الٰہی وغیرہ میں پیش قدمی کرو کہ حساب الٰہی سریع ہے یعنی قریب ہے کہ قیامت قائم ہو اور لوگ محاسبہ میں آویں اور معنی اول
میں وابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فرمایا کہ حساب تو قریب دو پہری تک ہو جاویگا تاکہ اسکے بندے حوروں کے ساتھ قیلولہ نصیب ہو اور
اسکے دشمنوں کو شیاطین مقرنین کے ساتھ گرفتاری ہو اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تمثیل ہے پھر جب واقع ہوگا تو عیان ہو جاویگا - اور حاکم نے مستدرک میں
سعید بن جبیر سے روایت کی کہ ایک شخص نے ابن عباس سے آکر پوچھا کہ میں نے ایک قوم کو اپنے آپکو مزدوری پر بدین شرط دیا کہ وہ مجھے اپنا بوجھ لادیں
پھر میں نے اپنی اجرت میں سے کچھ انکو وضع کر دی اس غرض پر کہ وہ مجھے اپنے ساتھ حج کرنے کی فرصت دیں تو بھلا یہ جائز ہوگا تو ابن عباس نے فرمایا
تو ان لوگوں میں سے ہے جنکے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا - اولئک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب - حاکم نے کہا کہ یہ حدیث شیخین کے
شرط پر صحیح ہے ف شیخ نے عرائس میں ذکر کیا - قولہ تعالیٰ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم یعنی مجھے یاد کرو مثل یاد اپنے محسن کے جو تمام عمر کے ہر وقت میں
یہ جانتا ہے کہ میں کسی کے نطفہ سے پیدا ہوں کیونکہ یہ ایسی یاد ہے کہ آدمی سے کبھی اپنی زندگی میں بھولتا نہیں ہے پس جو باپ دادوں کا پیدا کرنیوالا ہے
اسکی یاد بھی ایسی ہی چاہیے قال المترجم شیخ نے ذکر قلبی کی طرف اشارہ کیا اور یہ در اصل ظاہر میں بھی مراد ہے کیونکہ اہل علم میں سے کوئی اسکا قائل
نہیں کہ زبانی ذکر جو بدون دل کی نیت کے ہو کچھ مفید ہو تو حاصل یہ ہوا کہ تفسیر ظاہر میں جو مذکور ہوا وہ تفسیر ماثور و مراد ہو لیکن اسمیں اشارہ کے
معنے یہ ہیں کہ زبانی ذکر کے ساتھ ذکر قلبی اسطرح مفہوم ہو کہ جیسے آدمی اپنی پیدائش کا مجازی پیدا کرنے والا باپ یاد رکھتا ہے اس سے بڑھکر حقیقی پیدا
کرنے والے کو دل سے یاد رکھے فافہم اور نیز ایسی یاد کرو جیسے بچے اپنے باپ کو اپنے سب مقصود کے وقت یاد کرتا ہے کیونکہ وہ اپنی سب خواہشوں میں
اسکی طرف ٹھکانا بناتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میرا ٹھور ٹھکانا اسکی پاس ہے تو مرجع حقیقی کو حقیقۃً یاد رکھو پس اللہ عز و جل نے معبودیت
کی شرطیں ذکر کے وصف سے بندوں کو بتلائیں کہ معبودیت کا یہ ادب ہے قال المترجم یعنی بندہ اپنے معبود کا وہی ہے جو اسکو اتنا تو یاد رکھے
جیسے بچہ اپنے باپ کو مرجع سمجھتا ہے بلکہ اس سے بڑھکر یاد رکھے کہ بچے تو بچپن سے باپ کو جو درحقیقت اسیکے مانند مجبور بندہ ہے
ایسا سمجھتا ہے اور معبود عز و جل تو جملہ اوصاف کمال میں درحقیقت ہے اسکو اس سے بے انتہا درجہ بڑھکر سمجھنا چاہیے ولیکن کمال رحمت سے بندوں
سے اسکو قبول فرمایا کہ بچہ مذکور کے برابر تو یاد رکھیں فافہم اور نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس بات پر ملامت و جھڑکی دی کہ وہ اپنے پروردگار
کے سوائے غیر کی یاد کریں اور بعض نے فرمایا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ تیرے باپ نے جو تجھپر احسان کیا اسکی وجہ سے تو اسکو ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور اسکا ذکر
کرتا ہے حالانکہ میرا احسان تو قدیم سے بے شمار ہے پھر تو مجھے اتنا ہی یاد کر جتنا تو اپنے باپ کو یاد کرتا ہے شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ یاد تو
ایسی کرتے ہیں جیسے کوئی ایسی بات کرتا ہے جسکی اسکو عادت پڑ گئی اور لت ہو گئی ہو اور دعا ایک معمولی عادت ہو گئی تو پھر کیسے اسکی برکتیں اور
فیضان مانگتے ہیں - اور ابو یعقوب مکی سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس آیۂ کریمہ کی فرمانبرداری کے موافق کیونکر اپنے باپ کی یاد طرح اللہ عز و جل کی یاد
کرتے ہیں فرمایا کہ میں یقین جانتا ہوں کہ جب اسنے تجھے مارا تو تجھے ادب دیا کیونکہ تجھسے محبت فرماتا ہے اور جب تجھسے کچھ سلب کر لیا اور لے لیا تو میں
جانتا ہوں کہ اسنے تجھے اسکے بدلے اپنی نزدیکی عطا کی - اور تجھے یہ روا نہیں ہے کہ اسکے ساتھ بدگمانی کر کیونکہ تجھپر وہ شفیق ہے قال المترجم حدیث میں

آیا ہے کہ ایک عورت جو جہاد مین قید ہو کر آئی تھی اپنے بچہ کو ڈھونڈھتی اور جس بچہ کو پاجاتی اپنی چھاتی سے لگاتی یہانتک کہ اپنے بچہ کو پایا اور کمال شفقت سے اوسکو چھاتی سے لگایا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم بھلا ایسا خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اس بچہ کو اپنے مکان بھر آگ مین ڈالے گی لوگون نے عرض کیا کہ نہین تو فرمایا کہ اللہ تعالے اپنے بندون پر اس سے زیادہ شفیق ہے جیسے یہ اپنے بچہ پر شفقت کرتی ہے۔ پس اس حدیث سے اللہ تعالے کی شفقت پر قیاس ہو سکتا ہے کیونکہ یہ توسمجھانے کے طور پر مثل ہے فافہم اور ابن عطا نے ایک بڑا چہ یارون کو فرمایا کہ تم لوگ اپنی زبانون سے اللہ تعالے کو یاد کرو حتی کہ غیر کے ذکر سے جنبش نہ کرے اور اللہ تعالے کو اپنے دلون سے یاد کرو حتی کہ غیر کی حالت مین فکر نہ کرے اور اسکو اپنے اسرار سے یاد کرو تاکہ ستر کو اسکی یاد سے زندگی حاصل ہو اور اسکو اپنی ارواح سے یاد کرو تاکہ تمہاری روحین اسکے انوار سے تعلق پاوین اور شیخ شبلی رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے ہی کی یاد سے صالحین نمودار ہے اور اللہ تعالے ہی کی یاد سے اسکے نیک بندون نے اسکے فردوس مین کرامت کی جگہ پائی اور اسی کی یاد سے عارفون کے دل اسکے شوق مین سرشار ہو کر اسکی طرف جھک پڑے۔ قولہ ومنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ۔ دنیا کی خوبی و نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالی کی معرفت حاصل ہو اور اسکے مرضیات ڈھونڈھنے کی توفیق ملے باین طور کہ دنیا مین مشغول ہونا ترک ہو جاوے۔ قولہ وفی الآخرۃ حسنۃ۔ اور آخرت کی خوبی اور بھلائی یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل کا مشاہدہ حاصل ہو جس سے تمام نعمتین اخروی سب بھول جاوین۔ قولہ وقنا عذاب النار۔ دنیا و آخرت کی نعمتون مین دل بستہ ہو کر خواہش کی آگ مین جلکر دوری کے عذاب مین گرفتار ہونے سے بچاوے۔ اور نیز حسنہ دنیا یقین ہے اور حسنہ آخرت کشف ہے۔ اور نیز حسنہ دنیا یہ ہے کہ مولی کی مرضیات حاصل ہون اور حسنہ آخرت یہ ہے کہ دیدار حق جل جلالہ کا شکر یہ ہم پر واجب ہو یعنے ہمارا استحقاق اس لائق نہین مگر یہ انعام ہو تو شکر کرین اور نیز حسنہ دنیا یہ ہے کہ بدون غبار کدورت کے خاطر صاف کے ساتھ دوامی مراقبہ سے ذکر صاف نصیب ہو اور حسنہ آخرت یہ ہے کہ یاد سے اوٹ ہو کر جسکی یاد تھی اس سے سامنا حاصل ہو جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ حسنہ دنیا یہ ہے کہ دنیا سے منہ پھیر لینا نصیب ہو اور آخرت کا حسنہ یہ ہے کہ آخرت مین پھنس جانے سے چھوٹنا نصیب ہو اور عذاب دوزخ سے نجات یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونون کی خواہش کی آگ مین جلنے سے محفوظ فرماوے کیونکہ جو چیز رب عزوجل سے اوٹ کر کے ہمکو اپنی طرف مشغول کرنے والی ہے وہ بدبخت و منحوس ہے۔ اور واسطی رح نے کہا کہ دنیا مین حسنہ یہ ہے کہ حق عزوجل کی طرف سے جو چیز بیجا قرار دی گئی ہے اس سے دور ہونا نصیب ہو اور حسنہ آخرت یہ ہے کہ اپنے اعمال و افعال سے نظر ہٹ جاوے اور فضل و رحمت ہی کی طرف سراسر نصیب ہو یعنے باوجود طاعت خرچ کے ہمیشہ قصور دیکھے اسواسطے کہ جب حقیقی بندگی محال ہے تو پھر کس چیز پر نظر کرتا ہے۔ اور شیخ ابن عطار رح نے کہا کہ جو نصیب ہوا اسپر قناعت اور جو حکم ہو اسپر رضامندی حاصل ہو اور بعض نے کہا کہ حسنہ دنیا محبت حق ہے اور حسنہ آخرت یہ کہ اسکی نزدیکی حاصل ہو اور عذاب النار یہ کہ اپنی حضور سے دور و فراق سے مہجور کرنے کی آگ سے بچا لے اور دوزخ کی آنچ نہ لگے اور بعض نے کہا کہ حسنہ دنیا تو ذکر حق اور حسنہ آخرت اسکی قربت ہے اور یاد سے محروم ہونی یعنی عذاب النار ہے

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ

اور یاد کرو اللہ کو کئی دن گنتی کے پھر جو کوئی جلد چلا گیا دو دن مین اسپر گناہ نہین ہے اور جو کوئی رہ گیا اسپر نہین گناہ

لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

جو کوئی ڈرتا رہا اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم اسی پاس جمع ہو گے

پھر بقیہ احکام ایام منی ارشاد فرمائے بقولہ تعالے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ۔ اور گنتی کے ایام مین اللہ تعالی کی یاد کرو یعنے ان ایام تشریق کیلئے تین دن ہین جو روز بعد نحر کے تین جمرات پر کنکریان بھی مارے۔ حدیث مین ہے کہ یہ ایام کھانے پینے اور یاد الٰہی کے دن ہین فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ۔ پس جسنے جلدی کی دو دن مین یعنے ایام تشریق مین سے دوسرے دن رمی الجمار کرکے رخصت ہو گیا فَلَآ اِثْمَ

عَلَیۡہِ - تو اسپر گناہ نہین ہو - ف یہ لوٹ جانا ہو - وَمَنۡ تَاَخَّرَ - اور جسنے تاخیر کی ف یعنے تیسرے دن رمی الجمار کے بعد روانہ ہوا - فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡہِ تو اسپر بھی کچھ
گناہ نہین ہو ف بلکہ ایک دن رمی کا ثواب مزید ہو - ف فائدہ بیان یہ کہ لوگ ان دونون باتون مین مختار ہین اور تاخیر افضل ہو کیونکہ اسمین ثواب
زائد ہو پھر فرمایا - لِمَنِ اتَّقٰی - واسطے اُس شخص کے جسنے تقوی کیا ف یعنے گناہ نہ ہونا ایسے بندے کے لیے ہو جسنے تقوی سے مناسک حج ادا کیے کیونکہ
حاجی درحقیقت وہی ہو جو حج سے پہلے سب گناہ بخشانے کے لیے مطیع ہوا اور حج سے گناہان سابق بخشے جاتے ہین - برخلاف بدکاری رفث وفسوق و
جدال کے کہ یہ شخص بیباک ہو لہذا فرمایا - وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّکُمۡ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ - اور اللہ تعالے سے تقوی رکھو اور جان لو کہ تم اسی کی
طرف حشر کیے جاؤگے ف تو تمکو تمھارے افعال کی جزا دیگا - مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک قولہ لمن اتقی سے تقوی شرک مراد ہو یعنے یہ حکم مغفرت
اس شخص کے لیے ہو جو مومن ہو ورنہ کفار جو دنیاوی دعا مانگتے تھے اور آخرت سے منکر تھے انکو اس حکم سے کہ وہ گناہ نہین، کچھ نصیبہ نہین ہو حالانکہ
شبہہ ہوتا تھا کہ بعد دعاے سابق کے یہ حکم شاید عام ہو پس خاص کر دیا کہ صرف اہل ایمان کے لیے ہو - جاننا چاہیے کہ دسوین ذی الحجہ مین قربانی وطواف
کے بعد تین روز جاکر منی مین رہتے ہین اور رمی جمار کرتے اور ذکر وتکبیر کہتے ہین - پھر جاننا چاہیے کہ جمہور کے نزدیک یہ خطاب حاجیون اور غیر حاجیون سبکے
ہو چنانچہ حنفی مذہب مین بھی نماز جماعت کے بعد تکبیر واجب ہو اور منفرد کو مستحب ہو اگرچہ وہ اپنے وطن مین ہو حج مین ہو اور بعض نے کہا کہ فقط حاجیون کے
ساتھ خاص ہو - اور ذکر عام ہو توحید وتسبیح وتکبیر وغیرہ کو اور عمل تکبیر کے ساتھ باآواز بلند ہو اور لفظ اسکے ہمارے نزدیک - اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ
اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ - [illegible] - اور یہ ذکر وقت قربانی کے اور نماز جماعت کے پیچھے اور رمی جمار کے وقت اور سواے اسکے سب اوقات کو شامل ہو
اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا ہو اور یہی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عمر بن الخطابؓ سے ثابت ہوا کہ وہ منی مین اپنے قبہ مین تکبیر کہا کرتے پس انکی تکبیر پر
بازار والے تکبیر کہتے یہانتک کہ تکبیرون کی آواز سے منی گونج جاتا تھا اور اس باب مین حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ صحابہؓ سے آثار وارد ہین سیوطیؒ نے لکھا
کہ قولہ تعالے - اذکروا اللہ - یعنے رمی جمرات کے وقت ذکر الٰہی کرو مترجم کہتا ہو کہ یہ قید نہین بلکہ بنظر زیادت خصوصیت کے ہو کیونکہ ایام تشریق مین
اسی قصد سے منی جاتے ہین کہ رمی جمرات کرین تو اسوقت ضرور یہی ذکر تکبیر کرینگے - وقولہ فی ایام معدودات شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن عباسؓ نے
فرمایا کہ ایام معدودات تو ایام تشریق ہین اور ایام معلومات دس دن ذی الحجہ کے ہین - اور عکرمہ نے کہا کہ نماز ہاے فریضہ کے بعد تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر مراد ہے
قرطبی نے کہا کہ علما مین کچھ اختلاف نہین کہ اس آیت مین ایام معدودات سے ایام منی مراد ہین اسپر ابن عبدالبر وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہو ابن کثیرؒ
نے لکھا کہ عبدالرحمن بن یعمر الدیلی کی حدیث پہلے گذری کہ ایام منی کے تین روز ہین اور نُبَیشۃ الہذلی سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایام تشریق
تو کھانے پینے اور اللہ تعالے کو یاد کرنے کے دن ہین رواہ مسلم - اور مقسم نے ابن عباس سے روایت کی کہ ایام معدودات ایام تشریق چار روز ہین ایک روز
قربانی اور تین دن اسکے بعد کے اور ایسا ہی ابن عمر وابن الزبیر وابو موسی وعطا ومجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وابو مالک وابراہیم نخعی وحسن وقتادہ وزہری
اور ربیع بن انس ومالک بن انس وغیرہم سے مروی ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ وہ تین روز ہین ایک روز قربانی اور دو روز اسکے بعد کے
انمین سے جسدن چاہے ذبح کرے مگر افضل انمین سے اول روز ہو ابن کثیرؒ نے کہا کہ مشہور قول اول ہو یعنے چار روز ہین مترجم کہتا ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کا قول ایام قربانی کا بیان ہو چنانچہ آخر کلام اسپر شاہد ہو پس ایام تشریق اگرچہ یوم النحر کے بعد تین روز ہون مگر قربانی انمین سے صرف بعد کے دو ہی روز مین ہوتی ہو
اور اسیکو امام ابو حنیفہ واسکے صاحبین نے اختیار کیا ہو اور یہی ابن عمرؓ سے بھی مروی ہو اور ابن جریر نے سعید بن المسیب کے طریق سے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافۃ السہمی کو روانہ کیا کہ منی مین پھر کر پکار دین کہ ان دنون مین روزے مت رکھو کہ یہ دن کھانے پینے اور یاد الٰہی عزوجل کے ہین
اور عطا نے عائشہؓ سے روایت کی کہ نہی کی رسول صلعم نے روزے ایام تشریق سے کہا اور یہ ایام کھانے وپینے و ذکر اللہ عزوجل کے ہین اور محمد بن اسحق نے اپنی

اسناد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ وہ رسول اللہ صلعم کے بغلۂ بیضا پر سوار آئے یہانتک کہ شعب انصار پاس کھڑے ہوے اور یہ
کہتے تھے کہ اے لوگو یہ روزہ رکھنے کے دن نہین ہین یہ کھانے پینے اور ذکر اللہ تعالے کے دن ہین **قال المترجم** یہی مذہب ہو ابوحنیفہ اور انکے صاحبین کا
اور پہلے گذرا کہ جسنے تمتع کے ایام حج کے تین روزے نہ رکھے ہون وہ بھی ان ایام مین نہین ادا کرسکتا ہو خلافا للشافعیؒ - اور اس تکبیر کا شروع و
ختم کس وقت سے کب تک ہو اسمین علما کے چند اقوال ہین اول آنکہ روز عرفہ کی نماز صبح سے لیکر آخر ایام تشریق کے عصر تک ہو اور اسمین دارقطنی نے ایک حدیث
روایت کی ولیکن حدیث مرفوع ثابت نہین ہوتی ہو ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی زیادہ مشہور قول اور اسی پر عمل ہو مین کہتا ہون کہ یہی امام ابو یوسف و
امام محمد کا قول ہو پس بنابرین تکبیر جملہ تیئیس ٢٣ نمازون مین ہوئی اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ ایام النحر یعنے بارھوین کے عصر تک ہو اور یہی
قول ابوحنیفہ کا ہو پس بنابرین جملہ اٹھارہ نمازون مین تکبیر ہوئی اور بعض نے کہا کہ یوم النحر یعنے دسوین کے ظہر سے لیکر آخر ایام تشریق کی نماز صبح تک ہو
پس بنابرین پندرہ نمازون مین تکبیر ہوگی اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہو بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ منیٰ مین ان ایام مین نماز کے
پیچھے اور بچھونے پر اور خیمہ مین اور نشست گاہ مین اور رفتار کی حالت مین سب حالتون مین برابر تکبیر کہتے تھے - اور جاننا چاہیے کہ رمی جمار مین ہر کنکری
کے ساتھ تکبیر کہنا مسنون ہو اور وہ بالاتفاق سنت ہو یعنے واجب نہین ہو - قولہ فمن تعجل فی یومین - اے دوسرے روزون ہی دن مین رمی جمار کے بعد چلا آیا اور
یہ شافعیؒ کا قول ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر تیسرے روز کی فجر ہونے سے پہلے چلا آیا تو بھی روا ہو - اگر کہا جاوے کہ چلا آنا کوئی ممتد چیز نہین جو
ایک روز پہلے سے دوسرے روز تک ممتد ہوئی کہ دوسرے روز آیا یعنے گیارھوین سے بارھوین تک ممتد نہین ہوسکتا بلکہ وہ فقط بارھوین کو
واقع ہوا پس یومین کے کیا معنے ہین جواب دیا گیا کہ یہ بطریق مجاز ہو جیسے قولہ نسیا حوتہما - دونون بھولے اپنی مچھلی حالانکہ بھولنے والے فقط
یوشعؑ تھے اور یا یہ کہ نفر بمضاف ہو اے **فی ثانی یومین** - اے دوسرے دونون دن مین - قولہ ومن تاخر فلا اثم علیہ اے اگر تیسرے روز کی فجر
ہوگئی اور وہ وہین تھا تو بغیر رمی الجمار کے روانہ ہونا جائز نہین ہو پس وہ رمی جمار روز سوم کے بعد روانہ ہوا تو بھی کچھ گناہ نہین اور جاننا چاہیے کہ وقت رمی کا
کا بعد زوال کے ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیسرے روز قبل زوال کے رمی جمار کرکے چلے آنا بھی روا ہو - اور تعجیل وتاخیر دونون صورتون مین گناہ نہونے کے معنی یہ
ہین کہ دونون باتون مین اختیار دیا گیا ہو - اگر کہا جاوے کہ تاخیر کرنا تو بالاتفاق افضل ہو جواب دیا گیا کہ فاضل اور افضل کے درمیان اختیار دیا جانا
جائز ہو مثلا مسافر کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونون کا اختیار ہو اگرچہ روزہ رکھنا افضل ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۃ الفتح مین خود روزہ رکھا
تھا اور علیؓ وابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آیت کے معنے یہ ہین کہ جسنے تعجیل کی اسکے لیے بخشش ہوگئی اور جسنے تاخیر کی اسکے لیے بخشش کی گئی - اگر کہا جاوے
کہ آیت کریمہ کو اس تقسیم سے فرمانے مین کیا حکمت ہو تو جواب یہ ہو کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ دو فریق تھے بعضے تو تعجیل کرنے والے کو گنہگار سمجھتے تھے اور
بعضے تاخیر کرنے والے کو گنہگار جانتے تھے پس اللہ تعالے نے تخییر کرکے آیت مین دونون سے صریح گناہ دور فرمایا پس یہ تاخیر افضل ہونے کے منافی
نہین ہو اور قولہ لمن اتقی - اسکا مبتدا مقدر ہو جیسا کہ مفسر سیوطیؒ نے کہا اے نفی الاثم ثابت لمن اتقی یعنے گناہ نہونا ایسے شخص کے لیے جسنے تقوی
کیا رفث وغیرہ سے - یہ کلام بہ نسبت قول بعض کے کہ ذلک التخییر یا ذلک الحکم لمن اتقی - کیونکہ ظاہری حکم تو عام ہو مترجم کے نزدیک تقوی شرک
یعنے ایمان لینا چاہیے چنانچہ سابق مین مذکور ہوا کہ گناہ کی نفی اہل شرک کی کسی حالت پر نہین ہو - بالجملہ اسمین تکریم اس شخص کی ہو جس نے
حج مین تقوی کیا ہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہو کہ جسنے حج کیا اور اسمین رفث وفسوق نہ کیا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا پاک
نکل گیا جیسے اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو یہ فضیلت اسی کے واسطے ہو جسنے ظاہر و باطن ایمان کے ساتھ حج کیا ہو
ورنہ کافر و منافق جو تقوی نہین کرتا مذموم ہو چنانچہ فرمایا -

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَ

اور بعضا لوگوں ہے کہ خوش آوے تجکو بات اسکی دنیا کی زندگی مین اور گواہ پکڑتا ہے اللہ کو اپنے دل کی بات پر اور وہ سخت جھگڑالو ہے اور

اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا

جب پیٹھ پھیرے دوڑتا پھرے ملک مین کہ اسمین ویرانی کرے اور ہلاک کرے کھیتیان اور جانین اور اللہ خوش نہین رکھتا فساد کرنا اور جو

قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

کہے اسکو ڈر تو اللہ سے کھینچ لاوے اسکو غرور گناہ پر پھر بس ہے اسکو دوزخ اور بُری ہے تیاری؛

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اور آدمیون مین سے بعض وہ ہے کہ دنیاوی زندگی مین اسکی بات تجھے پسند آتی ہے ف اور آخرت مین نہین پسند آوے گی کیونکہ وہ اپنے اعتقاد سے مخالف ہے۔ وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ۔ اور وہ اپنے قلب کی بات پر اللہ تعالے کو گواہ لاتا ہے ف یعنے کہتا ہے کہ اللہ تعالے گواہ ہے کہ مین آپسے دل سے محبت رکھتا ہون اور جو زبان سے کہتا ہون وہی میرے دل مین ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۔ حالانکہ یہ شخص سخت جھگڑالو ہے ف تیرے ساتھ اور تیری پیروی کرنے والون کے ساتھ سخت خصومت رکھتا ہے اس سبب سے کہ اسکو تجھسے سخت عداوت ہے۔ واضح ہو کہ یہ شخص بنی زہرہ مین سے اخنس بن شریق منافق تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میٹھی میٹھی باتین کرتا کہتا کہ مین آپ پر ایمان لایا اور آپکا دلی دوست ہون تو آنحضرت صلعم کی مجلس مین نزدیکی پاتا پس اللہ تعالے نے اسکو اس بات مین جھٹلایا اور یہی منافق مذکور ایک رات بعضے مسلمانون کی کھیتی اور ہل چلانے کے گدھون کی طرف گذرا پس کھیتی کو جلا گیا اور گدھون کی کونچین کاٹ دین جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا وَاِذَا تَوَلّٰى۔ یعنے جب تیرے پاس سے پھر کر اپنی قوم مین لوٹ جاوے۔ سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا۔ تو ملک مین اس غرض سے چلا کہ وہان فساد پھیلاوے۔ ف یعنے یہ شخص زمین مین فساد پھیلانے والا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے پھرا تو راہ مین رات کو بوجہ عداوت کے چاہا کہ ایذاء مسلمین کے لیے فساد کرے۔ وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ۔ اور کھیتی کو اور جانورون کی نسل کو تباہ کرے ف یہ بھی منجملہ اسکے فساد کے ہے کہ کھیتی و ہل کے جانور ہلاک کر دیے یعنے کھیتی اُجاڑنا اور چوپایون کا ہلاک کرنا منجملہ اسکے فساد کے ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ اور اللہ تعالے فساد پسند نہین کرتا ہے ف یعنی اللہ تعالی فساد کرنے سے راضی نہین ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ۔ اور جب اس منافق سے کہا جاوے کہ تو اللہ تعالے سے ڈر ف یعنے اپنی بدکاری سے خوف کر۔ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ۔ تو عزت اسکو گناہ کرنے پر اُبھارے ف یعنے جاہلیت کی حمیت اسکو بدکاری پر آمادہ کرتی ہے۔ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ پس اسکو جہنم کافی ہے اور البتہ وہ بہت بُرا پالنا ہے ف مہاد پالنا جسمین بچہ پالے جاتے ہین یہ آیت عطف ہے قولہ۔ فمن الناس من یقول پر اور دونون مین مناسبت یہ ہے کہ جب بیان حج کا انجام اسطرف آیا کہ ان مناسک مین سے ذکر و دعا کا انقسام مومن و کافر کی طرف ہوا تو اسکو منافق مخلص دو قسمون کے بیان سے تمام کر دیا اور بعض نے فرمایا کہ جب حج سے آفاق مین متفرق ہونیکا ذکر آیا تو انکو حکم فرمایا کہ حج کا تقویٰ مثمر برکات تھا اور جب آفاق مین متفرق ہو کر اسوقت تک کہ اللہ عزوجل کی طرف محشور ہو اگرچہ بہت ہوگا تقویٰ کرو تو موجب فوز عظیم ہے پھر فرمایا کہ بعضے ظاہر مین پرہیزگار معلوم ہوتے ہین اور باطن مین خراب جہنمی ہین اور بعضے حقیقت مین متقی ہونے ہین اور یہ اللہ تعالے کے نزدیک محبوب ہین پس دونون قسمون کو ذکر فرمایا ایک بقولہ۔ ومن الناس من یعجبک الی آخرہ۔ اور دوم بقولہ ومن الناس من یشری نفسہ الخ۔ شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ سدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اخنس بن شریق ثقفی کے حق مین آیت اُتری کہ وہ رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور اسلام کو ظاہر کیا اور باطن مین اسکے برخلاف تھا۔ اور مذکور ہے کہ یہ منافق صورت کا اچھا اور حضرت صلعم سے میٹھی میٹھی باتین کیا کرتا تھا اور قسم کھاتا تھا کہ مین مومن اور آپ کا محب ہون اور کہتا

کہ اللہ تعالے جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت چند منافقوں کے حق میں اُتری جنھوں نے خبیبؓ و انکے ساتھیوں کے
حق میں جو رجیع میں شہید ہوئے تھے کچھ باتیں کہیں اور عیب لگایا پس اللہ تعالے نے منافقوں کی مذمت اُتاری اور خبیب اور انکے ساتھیوں کی تعریف
ومن الناس من یشری نفسہ یعنے اگلی آیت سے مدح فرمائی۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب منافقوں و سب مومنوں کے حق میں عام ہے اور یہی قول
قتادہ و مجاہد و ربیع بن انس وغیرہم کا ہے اور یہی صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ ان روایات میں اتفاق ظاہر ہے کہ اخنس مذکور و دیگر منافقین کے حق میں
ایک ہی آیت اُتری اور پھر حکم اسباب کے واسطے عام ہے چنانچہ ابن جریر نے روایت کی کہ سعید مقبری و محمد بن کعب القرظی مذاکرہ کرتے تھے پس سعید نے
کہا کہ اللہ تعالے کی بعضی اگلی کتابوں میں ہے کہ اس امت میں بعضے بندے ایسے ہونگے کہ اُنکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی اور انکے دل ایلوے سے
کڑوے ہونگے لوگوں کے دکھلانے کو صوف کا لباس پہنینگے اور دنیا کو دین پر جرأت سے اختیار کرینگے اور اللہ تعالے نے انکے حق میں کہا کہ مجھی پر جرأت
کرتے ہیں اور میرے ہی ساتھ فریب بناتے ہیں قسم ہے مجھے اپنی عزت کی کہ انپر ایسا فتنہ بھیجونگا کہ اُنمیں کا حلیم حیران رہجاوے پس محمد بن کعب نے کہا
کہ یہ کتاب اللہ یعنے قرآن مجید میں موجود ہے تو سعید نے کہا کہ قرآن میں کہاں ہے پس محمد بن کعب نے کہا۔ قولہ تعالے ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ
الدنیا الآیۃ ہے تو سعید نے کہا کہ جسکے حق میں یہ آیت اُتری ہے وہ مجھے معلوم ہے پس محمد بن کعب نے کہا کہ یہ آیت تو کبھی ایک شخص کے حق میں نازل ہوتی ہے پھر وہ
سب کے حق میں جو اس حال کا ہووے عام ہوتی ہے اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ محمد بن کعب کا قول پسندیدہ و صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ بیان سے ظاہر ہو گیا کہ
روایات سب متفق ہیں اور چونکہ تصریح سبب نزول بقول سدیؒ اخنس بن شریق ہے لہذا مفسر سیوطی وغیرہ نے اسکو اختیار کیا ہے اور یہی موافق نظم
آیت ہے اور شریق بروزن کریم ہے نص علیہ فی الکمالین۔ قولہ یعجبک قولہ اعجاب بمعنی استحسان الشیٔ یعنے کسی چیز کو مستحسن جاننا اور اسکی طرف میل کرنا
اور اسکی تعظیم کرنا اور عجب ایک حیرت ہے جو انسان کو کسی چیز سے ہو جاتی ہے اس لیے کہ وہ شیٔ ظاہر اور اسکا سبب پوشیدہ ہے پس بہ حقیقت کوئی امر نہیں بلکہ
ظہور سبب نہونے سے ہے تا آنکہ جسپر سبب ظاہر ہوا اسکے نزدیک وہ چیز عجیب نہیں جو دوسرے پر عجیب ہے۔ قولہ فی الحیوۃ الدنیا۔ یعنے دنیا میں تو اسکا
قول جو عمدہ مطابق ایمان ظاہر کرتا ہے تجھے خوش آتا ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا اسلام و ایمان دوست رکھتے تھے ظاہر ہوا کہ آخرت میں
حضرت صلعم کو پسند نہ آویگا کیونکہ کھل جائیگا کہ قول اسکا مخالف اعتقاد تھا۔ قولہ ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ۔ معنے اسکے یہ ہیں کہ جب اسنے لوگوں کے سامنے
اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا تو انکے واسطے قسم کھائی اور اللہ تعالے کو انکے لیے گواہ کیا کہ جو اسکے دل میں ہے اسکی زبان سے موافق ہے اور ابن جریرؒ نے
اسکو ابن عباس کی طرف منسوب کیا اور مجاہد سے نقل کیا اور اسکو اختیار کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ معنی صحیح ہیں اور جمہور کی قرأت میں یشہد
بضم یاء و نصب لفظ اللہ ہے۔ قولہ وہو الد الخصام۔ مفسر سیوطیؒ نے کہا شدید الخصومۃ اور سراج میں ہے کہ حسنؒ نے کہا کہ الد الخصام ای کاذب القول
اور قتادہ نے کہا یعنے بدکار و سخت دل ہے بات میں نیک بنتا ہے اور عمل میں بدکار ہے حدیث صحیح میں ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو ۴
جھوٹ بولے اور جب عہد باندھے تو غدر کرے اور جب مخاصمہ کرے تو فجور کرے اور بخاری میں عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ۔ ان ابغض الرجال
الی اللہ الالد الخصم آدمیوں میں سے سخت مبغوض آدمی اللہ تعالے کے نزدیک الد الخصم ہے یعنے جو سخت جھگڑالو ہو مجاہد نے کہا کہ حرث پیداوار زمین ہے
اور نسل ہر ایک آدمی و جانور کی نسل ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ نسل ہر جانور زمین پر چلنے والا ہے ابن کثیر نے قتادہ سے نقل کیا یعنے جب چلا یہ
منافق زمین میں فساد کرنیکو تو اللہ تعالے نے باران کو روکدیا پس حرث و نسل ہلاک ہوئے اور بعض نے کہا کہ جب زمین میں والی ہوا تو اسنے
ظالموں کے افعال کیے کہ حرث و نسل کو ہلاک کیا اور اظہر وہ ہے جو مفسر سیوطیؒ نے اختیار کیا یعنے جب یہ منافق تیرے پاس سے پھرا تو ملک میں فساد
کرنے چلا چنانچہ بعضے مسلمانوں کی کھیتی رات میں جلادی اور گدھوں کی کونچیں کاٹ دیں اور بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ بات یہی کہ اس اخنس

ابن عمی ۔ [illegible] ۱۲

مذکور اور بنی ثقیف کے درمیان کچھ خصومت تھی پس ایک رات انکی ناک لگائی پس انکی کھیتیان جلادین اور مواشی مارڈوالے۔ قولہ واللہ لایحب الفساد
اے لا یرضیٰ بہ۔ یعنے اللہ تعالے فساد سے راضی نہین ہو اور محبت درصل میل قلب ہو چونکہ اللہ تعالے کے حق مین محال تھا لہذا اسکے لازم یعنی رضامندی سے تفسیر
کیگئی اور آیت مین افادہ ہو کہ اتق اللہ سے دوسرے کو نصیحت کرنا جائز ہو اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہو کہ بڑے گناہون مین سے اللہ تعالے کے
نزدیک یہ گناہ ہو کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان سے کہے کہ اتق اللہ پس وہ جواب دے کہ تو اپنی خبر لے تو مجھے کیا نصیحت کرتا ہے۔ اور سفیانؒ سے روایت ہے
کہ کسی نے مالک بن مغول سے کہا کہ اتق اللہ پس وہ اللہ عزوجل کی تواضع کے واسطے زمین پر گر پڑے اور اپنا رخسارہ زمین پر رکھدیا۔ قولہ جہنم یعنے کافی
ہو اسکو جزاء وعقاب کے لیے۔ قولہ ولبئس المہاد یہ بطریق توہین ہو اسواسطے کہ مہاد جمع مہد کی جو آرام پانے اور سوجانے کے لیے تیار ہو اسی سے بچہ کے پالنے
کو مہد کہتے ہین اور ظاہر یہ ہو کہ مہاد اسم مفرد بچھونا ہو جو سونے اور آرام کے لیے تیار ہو اور مجاہد سے مروی ہو کہ معنی یہ ہین بہت بُری ہو وہ چیز جو
انھون نے اپنی جانون کے واسطے تیار کر رکھی ہو اور ابن عباس نے فرمایا بُری منزل ہو۔ اور اس آیت مین چند مسائل ہین اوّل علما نے کہا کہ اگر دروغ
پر اللہ تعالے کو شاہد کرے جان بوجھکر تو کافر ہو۔ دوم آنکہ الد الخصم سخت جھگڑالو آدمی اللہ تعالے کے نزدیک نہایت مبغوض ہو۔ سوم حرث ونسل کو
بلاوجہ شرعی ہلاک کرنا حرام ہو۔ چہارم شکار کرنا اگرچہ مباح ہو لیکن لہو وخواہش نفسانی سے مکروہ ہو۔ پنجم اللہ تعالے محبت کرتا ہو ولیکن محب کی
اطلاق کے سواے عاشق یا معشوق یا حبیب یا محبوب وغیرہ جو الفاظ عرف مین حقیر معنے مین استعمال پاگئے ہین انکا اطلاق جناب باری کی شان
مین حرام ہو اور یہی اصح ہو۔ فــ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا۔ اسمین مدعی اور واصل کی طرف اشارہ ہے
پس واصل تو وہ ہو کہ اللہ تعالے کی دستگیری سے کسی مقام کو پہونچ گیا پس جو کہتا ہو وہ اپنے علم کے موافق کہتا ہو اور مدعی وہ ہو کہ بیہودہ دعوی کرتا ہے
پس مدعیین مین سے بعض وہ شخص ہو کہ جب وہ اپنے مزخرفات اور طامات بیان کرتا ہو تو تجھے خوش کرتا ہو یعنے اس نظر سے کہ اللہ تعالے نے اسکو اس
رتبہ کو دین مین پہونچا دیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہین بعضے ایسے لوگ ہین کہ دقیق باتین گردھکر کہین گے اور اہل معرفت سے جو خاص احوال وکرامتین سُنی
سُنائی ہین اور باریک علوم واشارات کو ظاہر کرینگے حالانکہ وہ لوگ ضلالت کے میدان مین سرگردان ہین ان لوگون کی زبان تو انبیا علیہم السلام
کی زبان ہو یعنے حدیث وقرآن بیان کرینگے۔ اور قلوب انکے بھیڑیون کے سے ہین اسواسطے کہ اللہ تعالے نے ایمان ومعرفت کا نور انکے دلون سے سلب
کرلیا ہو۔ اب جان لینا چاہیے کہ یہ کون لوگ ہین پس یہ وہ لوگ ہین جنھون نے راہ سنت کے برخلاف بدعتونکو نکال لیا اور اپنے نفس کی خواہشون پر چلتے
ہین پس یہ لوگ اہل ہوا و اہل بدعت ایسے بدتر ہین کہ اس امت کے مومنون کو فتنہ مین ڈالتے ہین اور انکو راہ حق سے روکتے وگمراہی کی طرف
کھینچتے ہین اور راہ صواب والون پر انکار کرتے ہین آہ جو لوگ بجانب حق ارادہ کرتے ہین انکو اغوا کرتے اور فریب دیتے اور راہ سنت سے
روکتے ہین یہ لوگ البتہ جھوٹے ہین جو دعوی کرتے ہین دروغ ہین دروغ باتون سے اپنے آپ کو اولیا صدیقین کہلواتے ہین اور مخلوق کے
لوگ انکی ہیات ولباس سے دھوکا کھاتے ہین۔ راتون کی شب بیداری اور نماز مین کھڑے رہنے کے سبب سے اپنے سوجے ہوئے پانون دکھلاتے اور
اپنی آنکھین ودہن کو تباہ بناتے اور زرد چہرے ظاہر کرتے اور میٹھی باتین بناتے ہین تاکہ ان چیزون سے لوگون کے دلون کو اپنی طرف جذب کرین اور لوگونکو
ایسا معتقد بنادین کہ انکی گردنون پر اپنے قدم رکھکر چلین۔ یہ مدعیان جاہل اپنی لن ترانیون سے لوگون کے مال کھاتے اور صورتین بنا کر اتراتے
ہین اور اپنی جھوٹی کرامات بیان کرتے ہین اور خلوت مین بیٹھکر اپنے احمق مریدون کے دلون مین خواہشات دنیا ونفاق ودلیری دنیا کی کے
بیج بوتے ہین یہ لوگ اہل بدعت وہوا ہین مترجم کہتا ہے کہ اہل بدعت وہوا دو قسم کے ہین ایک وہ لوگ جو اعتقاد کی باتون مین
راہ حق واعتقاد سنت چھوڑ کر گمراہ ہوے مثل رافضی وخارجی وغیـــرہ کے بعض احادیث صحیح مین ان لوگون کی حالــت

یون مذکور ہو کر عبادت و قرآن کی تلاوت وغیرہ مین تم لوگ اپنی عبادت کو انکے مقابلہ مین ہیچ سمجھوگے مگر حال یہ ہو کہ قرآن ان لوگون کے حلق سے نیچے نہ اُتریگا اور یہ لوگ دین حق سے ایسے نکل جاوینگے جیسے کمان سے تیر نکل گیا - پس یہان سے ہر دیندار پر لازم ہو کہ شیطانی وسوسے بچنے کے لیے اللہ تعالے سے توفیق مانگے اور راہ سنت و طریق صواب سے ایک قدم باہر ہنو اور اپنی عقل و اٹکل و قیاس کا پابند ہنو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ اگر دین مین اٹکل کام کرتی تو موزہ کے اوپر مسح کرنے کے بہ نسبت تلوے کے رخ مسح کرنا اولے ہوتا دوسری قسم کے اہل بدعت وہ ہین جو فروع مسائل مین خلاف سنت چلتے ہین اور استاد ابو القاسم القشیری نے کہا کہ اسمین اشارہ ہو کہ جن اہل ظاہر کو انوار بصیرت سے ساعدت نہین حاصل ہوئی ہو وے احکام ظاہر کے ساتھ مربوط ہین انکو تو مقامات پر ایمان ہی ہنین اور خاص جملہ کی بینائی ہو یعنے اسرار سے وے بالکل بیخبر ہین تو واجب ہو کہ اسرار کو اُنسے محفوظ رکھا جاوے قال المترجم پس ظاہر کرنے والا ضرور گنہگار ہوگا اسیواسطے حدیث مین ہو کہ لوگون سے انکی سمجھ کے لائق باتین کرو پس جس شخص نے زعم کیا کہ وحدت وجود کا مسئلہ لا الٓہ الا اللہ سے ثابت ہوا اسکو اعلان کرنا واجب ہو تو اسنے غلطی کی بلکہ واجب ہو کہ لوگون کو راہ سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چلانے کی کوشش کرے اور پریشان اختلافات سے بچاوے شیخ نے ان منافقون کی مذمت مین طول کلام کیا بہانتک کہ کہا اور جب ان مفسدون سے جو دروغ دعوی باندھتے ہین کہا جاتا ہو کہ ڈرو اللہ تعالے سے اور جو تمنے دلمین چھپا رکھا ہو اسکے خلاف ظاہر کرو تو سرکشی کرتے اور تکبر و غرور دکھاتے ہین کیونکہ وہ اپنے قبائح و بد افعالیون سے اندھے ہین اور گمان یہ رکھتے ہین کہ ہم تو اللہ تعالے کی خلقت مین سب سے اشرف ہین اور جب انکو ایسے کام کا حکم کیا جاوے جو شرع مین معروف اور عمدہ ہو تو نہین بجالاتے اور اگر انکی بدفعلیون سے انکو منع کیا جاوے تو باز نہین آتے کیونکہ وہ اپنے نفس کے دام تزویر سے جاہل ہین اور گمان یہ کہ ہمین تو ہدایت پر ہین اللہ تعالے مومنون کو انکی نحوست سے بچاوے اور انکے برعکس ایسے بندون کی راہ دے جو اللہ تعالے کے نزدیک صادقین مومنین مقبول ہین

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ

اور کوئی آدمی ہو کہ بیچتا ہے اپنی جان چاہتا ہے خوشی اللہ کی اور اللہ شفقت رکھنے والا ہو بندون پر

یہ دوسرے فریق کا حال ہو یعنے جو لوگ مخلص و صادق ہین انکی یہ کیفیت ہو کہ اپنا جان و مال اللہ تعالے کی رضامندی کے لیے صرف کرتے ہین اور پھر شرمسار ہین کہ یہ لائق جناب کبریائی نہین ہو پس جملہ چار اقسام حاصل ہوے جو قولہ فمنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا و مالہ فی الآخرة من خلاق سے یہانتک مذکور ہین اول وہ کہ ظاہر و باطن دنیا ہی مین رغبت رکھتے ہین - دوم وہ کہ دنیا مین اور آخرت مین دونون مین رغبت رکھتے ہین اور دنیا مین انکی رغبت کے یہ معنی ہین کہ دنیا مین ایسی توفیق و اسباب ملتے جائین جس سے آخرت کا کام سنبھلتا جاوے ورنہ محض دنیا کے طالب و محب نہین ہین سوم وہ لوگ کہ ظاہر مین آخرت کے طالب بنتے ہین اور باطن مین دنیا کے طالب ہین اور وہ منافق ہین - چہارم وہ لوگ کہ ظاہر و باطن مین آخرت کے طالب ہین اور دنیا سے ظاہر و باطن مین بے رغبت ہین - اور یہ ایسے لوگ ہین جنکو فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ عنہما و سعید بن المسیب و ابو عثمان النہدی و عکرمہ و ایک جماعت رحمہم اللہ نے کہا کہ یہ آیۂ کریمہ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے حق مین اُتری اور بات یہ تھی کہ جب وہ مکہ مین اسلام لائے اور وہان سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو کافرون نے انکو مع مال کے ہجرت کرنے سے روکا اور کہا کہ لکر مال سے الگ ہو کر ہجرت کرنا چاہے تو جاوے پس حضرت صہیب نے مال انکو دیدیا اور اپنی جان کو خلاص کر لیا اور ہجرت کر کے چلے اور یہان مدینہ منورہ مین اللہ تعالے عزوجل نے انکے حق مین یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی تھی پھر جب

وہ مدینہ کے قریب پہونچے تو حرّہ کے کنارے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالے عنہ اور ایک جماعت صحابہ سے ملاقات ہوئی پس ان لوگون نے اُنسے کہا کہ بھلا نفع دیا بیچ نے تو صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین اور تم سب اپنی تجارت مین نفع پاوین اور اللہ تعالے تمہاری تجارت کو کبھی ٹوٹا نہ دے لیکن یہ بات کیا ہے جو تمنے فرمائی اُن لوگون نے صہیب کو آگاہ کیا کہ اللہ تعالے نے انکے حق مین یہ آیت نازل فرمائی ہے اور روایت کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صہیب کو فرمایا کہ بھلا نفع دیا بیچ نے اے صہیب پس صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کو جو مشرکون کے پنجہ مین تھی چھوڑا کر مرضیات الٰہی کے ہاتھ بیچ ڈالا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ان اللہ اشترے من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ البتہ اللہ تعالے نے خرید لین مومنون سے انکی جانین و اموال بعوض اسکے کہ انکے واسطے جنت ہے۔ اور شری بمعنی خرید و فروخت دونون آتا ہے پس خرید کے معنی یہان بعوض مرضیات الٰہی کے بن نہین سکتے لہذا بمعنے فروخت ظاہر ہے جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے تفسیر کی ہے اور شیخ ابن کثیر نے سعید بن المسیب سے روایت ذکر کی کہ صہیب رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے روانہ ہوے پس قریش کے چند نفر مشرکین نے انکا پیچھا کیا جب سامنا ہو گیا تو صہیب رض اپنی سواری پر سے اُتر پڑے اور ترکش کے تیر سب نکالے پھر کہا کہ اے گروہ قریش تمکو معلوم ہے کہ مین تم مین بڑا تیر انداز ہون اور تم واللہ مجھ تک نہین پہونچ سکوگے یہانتک کہ میرے ترکش مین جتنے تیر ہین ایک ایک مارلون پھر اپنی تلوار سے مارونگا جب تک میرے ہاتھ مین اسمین سے کچھ باقی رہیگا پھر تم جو چاہو کرنا اور اگر تم چاہو تو مین تمھین اپنے مال اور اندوختہ پر جو مکہ مین ہے راہ بتاؤن اور تم میری راہ چھوڑ دو تو بولے اچھا پھر انکو مال بتلا کر روانہ ہوے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے تو آپ نے فرمایا کہ بھلا نفع دیا بیچ نے سعیدؓ نے کہا کہ یہی آیت۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ نازل ہوئی تھی قتادہ رح نے فرمایا کہ یہ آیت سب مہاجرین و انصار کے حق مین ہے یعنے جن لوگون کی یہ تعریف فرمائی ہے وہ سب مہاجرین و انصار ہین ابن کثیر رح نے کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت ہر ایسے شخص کے حق مین اُتری جسنے اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کیا اور جب ہشام بن عامر نے ہر دو صف کے درمیان حملہ کیا اور بعض لوگون نے اسپر انکار کیا تو عمر و ابوہریرہ وغیرہ نے ان لوگون کو جواب دیکر رد کیا اور یہی آیت پڑھی۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ مترجم کہتا ہے کہ قول اول مین سبب نزول کی تصریح ہے لیکن آیت اپنے معنے مین عام ہے کہ سب کو شامل ہے اور وجہ شمول باستدلال قولہ ان اللہ اشتری الآیۃ ظاہر ہے معالم مین قصہ سریۃ رجیع مین حضرت زبیر و مقداد کے حق مین اس آیت کا نزول ذکر کیا اور بعد اسکے کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیۂ کریمہ صہیب بن سنان رومی کے حق مین نازل ہوئی ہے پس یہی اظہر ہے اور اسی پر مفسر سیوطی رح نے اعتماد کیا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ ابتدا مین صہیب رضی اللہ عنہ اسکا سبب نزول ہوے اور مراد اسمین جمیع اصحاب مہاجرین و انصار ہین جنھون نے رضاے حق سبحانہ تعالے کے لیے اپنی جان و مال قربان کیا و جمیع ہو کہ قصہ سریۃ رجیع جو معالم مین مذکور اگرچہ طویل ہے و لیکن عجائب شان کو شامل ہے لہذا مین بھی اسکو ترجمہ کرتا ہون اور بخاری نے بھی اس قصہ کو حدیث ابوہریرہؓ سے روایت کیا و لیکن مین معالم سے ترجمہ کرتا ہون۔ حضرت ابن عباس و ضحاک سے روایت ہے کہ یہ آیت سریۃ رجیع والے کے قصہ مین نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ مین آدمی بھیجا کہ ہم لوگ مسلمان ہوگئے ہین پس آپ ہمارے پاس اپنے اصحاب مین سے چند آدمی ایسے روانہ فرمایئے جو دین کے مسائل سے خوب واقف ہون تا کہ ہمکو آپکا دین سکھلاوین اور یہ انکا فریب و مکر تھا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیب بن عدی انصاری اور مرثد ابن ابی مرثد الغنوی و خالد بن بکیر و عبد اللہ بن طارق بن شہاب اور زید بن الدثنہ کو روانہ کیا اور عاصم بن ثابت بن ابی الافلح انصاری کو ان سب پر سردار کیا۔ ابوہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اکابر کو بھیجا اور انپر عاصم بن ثابت کو امیر کیا قال المترجم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مکر و فریب سے آگاہی نہ ہوئی کیونکہ قضاء الٰہی ان بزرگون کی شہادت اور عجائب واقعات پر جاری تھی۔ پس یہ لوگ چلکر مکہ و مدینہ کے درمیان بطن رجیع مین اُترے اور ان لوگون کے ساتھ عجوہ کے گدر خرما تھے جو انھون نے

راہ مین کھاتے تھے[ط] پھر ایک بڑھیا اس راہ مین گذری اور اُسنے گٹھلیان دیکھین پس مکہ مین اپنی قوم کے پاس لوٹ گئی اور کہا کہ اس راہ مین یثرب کے
لوگ محمد کے ساتھیون مین سے آئے ہین پس قوم مین سے ستر مرد نیزے لیکر سوار ہوے یہانتک کہ ان لوگون کو آکر گھیرا۔ اور ابو ہریرہ نے اپنی
حدیث مین کہا کہ انھون نے ہذیل کے ایک قبیلہ سے ذکر کیا جنکو بنو لحیان کہتے تھے پس انمین سے قریب سو مرد تیر انداز کے انکی تلاش مین متفرق ہوئے
پس وے ان لوگون کے نشان قدم پر تلاش کرتے چلے یہانتک کہ انھون نے انکا کھانا چھوارے کا پتا ایک مقام سے جہان اُترے تھے پایا تو آپسمین بولے کہ
یہ تو یثرب کے چھوارے ہین پس انھین کے نشان قدم پر چلے اور جا پہونچے پس عاصم اور انکے ساتھیون نے اسکو احساس کیا تو ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے
پس کافرون نے انکو گھیر لیا اور مرثد و خالد و عبد اللہ بن طارق کو شہید کیا اور عاصم بن ثابت نے اپنا ترکش کھولکر اسکے تیر پھیلا دیے اور اسمین
سات تیر تھے پس ہر تیر سے انھون نے مشرکون مین کے ایک بڑے مرد کو قتل کیا پھر دعا کی کہ اے پروردگار مین نے شروع دن مین تیرے دین کی حمایت کی
تو آخر دن مین میرے گوشت کی حمایت فرما پھر جب وہ خالی ہاتھ ہوے تو مشرکون نے ان پر ہجوم کیا اور آخر انکو قتل کیا اور چاہا کہ انکا سر کاٹ لیجاوین
تا کہ سُلافہ بنت سعد کے ہاتھ فروخت کرین اور عاصم نے اس عورت کے بیٹے کو احد کی لڑائی مین قتل کیا تھا اور اس عورت نے قسم کھائی تھی کہ اگر عاصم کو پاؤنگی
تو انکی کھوپری کا کاسہ بنا کر شراب پیونگی پس اللہ عز و جل نے شہد کی بڑی مکھیون کا ایک جھنڈ بھیجا جنھون نے عاصم کو گھیر لیا اور یہ لوگ انکا سر کاٹنے پر قادر
نہوے اسی سے انکو حمی الدبر کہتے ہین پس کافرون نے آپسمین کہا کہ اسکو شام تک چھوڑ دو کہ مکھیان چلی جائینگی تو ہم سر کاٹ لینگے پھر ایک سیاہ بادل آیا اور برسا
پس اللہ تعالے نے پانی کی رو بھیجی جو عاصم کو جنت کیطرف لیگئی اور یہی سیل ان کافر مقتولون مین سے پچاس کو جہنم مین لیگئی اور عاصم نے اپنی زندگی مین عہد کیا تھا کہ
کسی مشرک کو نہ چھوین اور نہ انکو کوئی مشرک کبھی چھوے اور عمر بن الخطاب کو جب یہ خبر پہونچی کہ شہد کی مکھیون نے مشرکون کو عاصم سے باز رکھا
تو کہتے کہ کیا عجیب اللہ تعالے کی حفاظت بندۂ مومن کے ساتھ ہے کہ عاصم نے نذر[ط] کی تھی کہ اسکو کبھی کوئی مشرک نہ چھوے اور نہ وہ مشرک کو چھوین پس
جیسے عاصم اپنی حیات مین باز رہے ویسے ہی اللہ تعالے نے انکو انکی وفات کے بعد بچا لیا قال المترجم بخاری کی روایت مین ہے کہ عاصم نے مشرکون کی
ذمہ داری مین جانے سے انکار کیا پھر خُبَیب بن عدی انصاری اور زید بن الدثنہ باقی رہے تو مشرکون نے انسے عہد و پیمان کیا پس یہ انکی امان مین آگئے
مگر کافرون نے غدر کیا اور انکو باندھکر لیچلے اور ایک تیسرے بھی تھے جنھون نے ہرگز مکہ جانا پسند نہ کیا آخر کافرون نے انکو قتل کر دیا اور ان دونون کو لیچلے
قال البغوی پس ان دونون کو مکہ مین لیگئے پھر خُبَیب کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹون نے خریدا تا کہ خُبَیب کو اپنے باپ حارث
بن عامر کے بدلے قتل کرین اور خبیب ہی نے حارث مذکور کو بدر کے روز قتل کیا تھا قال المترجم شرف دمیاطی نے کہا کہ جمہور اہل تاریخ کے نزدیک
حارث مردود کو خبیب بن یسار نے قتل کیا تھا اور بیان خبیب بن عدی کا ذکر ہے شاید کافرون کو مشتبہ ہو گیا ہو واللہ اعلم پس خبیب انکے پاس قید رہے
یہانتک کہ جب حرمت کے مہینے گذر گئے تب خبیب کے شہید کرنے پر کافر مجتمع ہوے اور خبیب نے حارث کے ایک بیٹے سے بال پاک کرنے کو استرہ مانگ لیا تھا اور
اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ تھا جس سے وہ غافل ہو گئی پھر عورت مذکور کو اسوقت شعور ہوا کہ وہ بچہ حضرت خبیب کے زانو پر تھا اور استرہ حضرت خبیب کے ہاتھ مین تھا
پس وہ نہایت خوفناک ہو گئی حتے کہ اثر خوف اسکے چہرے سے ظاہر ہوا اور بغوی کی روایت مین ہے کہ وہ چیخ اٹھی پس خبیب نے فرمایا کہ کیا تو ڈرتی ہے کہ مین اسکو قتل کر ڈالونگا مین ایسا
نہین کرونگا غدر کرنا ہماری شان سے نہین ہے پھر پیچھے وہ عورت کہا کرتی تھی کہ واللہ مین نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہین دیکھا اور واللہ مین نے خبیب کو ایک روز دیکھا کہ
وہ اپنے ہاتھ مین خوشۂ انگور لیے ہوے کھاتے تھے اور وہ لوہے مین جکڑے ہوے تھے اور مکہ مین اسوقت کوئی پھل نہ تھا اور یہ کچھ نہ تھا مگر ایک رزق نادر جو اللہ تعالے نے
خبیب کو روزی کیا تھا۔ پھر ان کافرون نے خبیب کو حرم سے باہر نکالا تا کہ حل مین قتل کرین اور چاہا کہ اسکو سولی دین پس خبیب نے انسے کہا کہ
مجھے اتنی مہلت دو کہ مین دو رکعت نماز پڑھ لون پس انھون نے چھوڑا پس خبیب وہ پہلے شخص ہین جنھون نے ہر مسلمان کے واسطے جو صبر سے

ؑ سفر کی راہ میں ایسی چیز کھانا مباح ہے اور بے کراہت روا ہے ۱۲ ام کلہ

ؑ یہ عاصم حضرت عمر کے بیٹے عبید اللہ کے ماموں تھے اور بخاری کی روایت میں نانا مذکور ہے اور شاید کہ جد کی نفظ سے ماموں مراد ہو۔ واللہ اعلم ۱۲

قتل کیاجاوے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ مسنون کر دیا پس دو رکعتین پڑھین پھر کہا کہ اگر ایسا ہوتا کہ تم لوگ گمان کروگے کہ یہ جو مین نے کرنا شروع کیا
بسبب جزع کے ہو تو مین اور زیادہ پڑھتا پھر کافرون پر بد دعا کی اللہم احصہم عددا واقتلہم بددا ولا تبق منہم احدا اے میرے پروردگار
انکو گن گن کر ہلاک کر دے اور انکو پریشان حال قتل کر دے اور انمین سے کوئی باقی نہ رکھ پھر انھون نے پڑھنا شروع کیا ؎ ولست ابالی حین
اقتل مسلما ۔ علی ای شق کان فی اللہ مصرعی ۔ وذلک فی ذات الالہ وان یشاء ۔ یبارک علی اوصال شلو ممزع ۔ یعنے مین جبکہ حالت
اسلام مین قتل کیا جاتا ہون تو اسکی پروا نہین کہ راہ خدا مین کس کروٹ گرون اور یہ تو باری تعالے کی شان ہو اگر وہ چاہے تو پریشان جوڑ
جوڑ مین برکت عطا فرماوے پس کافرون نے انکو زندہ سولی دی پس خبیب نے دعا کی کہ اے پروردگا میرے گرد کوئی ایسا نہین ہو جو تیرے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو میرا سلام پہونچا دے تو ہی میرا سلام انکو پہونچا دے پھر ابو سروعہ عقبہ بن الحارث کھڑا ہوا اور خبیب کو اُسنے قتل کر دیا اور کہا جاتا ہو کہ مشرکون مین
ایک شخص تھا سلامان ابو میسرہ کہلاتا تھا اسکے ساتھ ایک نیزہ تھا پس اسنے خبیب کی چھاتی کے بیچ مین رکھا تو خبیب نے اس سے کہا اتق اللہ ڈر تو
اللہ تعالے سے پس اس بات سے اس بدبخت کو اور غرور زیادہ ہوا اور اس نے نیزہ مارا کہ پار نکل گیا اور یہی مطلب اللہ عزوجل واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم
اور دوسرا سلامان مردود تھے اور رہے زید بن الدثنہ سو انکو صفوان بن امیہ نے خریدا تھا کہ اپنے باپ اُمیہ بن خلف ملعون کے قصاص مین قتل کرے پس اسکو اپنے غلام نسطاس
کے ہاتھ تنعیم کو روانہ کیا کہ وہان اپنے باپ کے بدلے قتل کرے اور وہان قریش کے چند آدمی جمع ہوے جنمین ابوسفیان حرب بھی تھا پس جب یہ قتل کیے جانے کے لیے آگے لائے
گئے تو ابوسفیان نے کہا کہ اے زید ہم تجکو اللہ تعالے کی قسم دلاتے ہین کہ بھلا تمکو اچھا معلوم ہوتا ہو کہ اسوقت یہان بجائے تمہارے محمد ہمارے قبضہ مین ہوتے اور
ہم انکو قتل کرتے اور تم اپنے لوگون مین صحیح سلامت ہوتے تو زید نے کہا کہ واللہ مجھے یہ بھی پسند نہین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت جہان ہین وہان انکو کوئی کانٹا لگے
جو انکو اذیت دے اور مین اپنے لوگون مین بیٹھا رہون تو ابوسفیان نے کہا کہ مین نے ہرگز لوگون مین کہین نہ دیکھا کہ کوئی کسیکو ایسا محبوب رکھتا ہو
جیسے محمد کے یار ہین کہ محمد کو چاہتے ہین ۔ پھر نسطاس نے حضرت زید کو شہید کر دیا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہونچی تو آپ نے اپنے اصحاب سے
کہا کہ کون شخص ایسا ہے کہ خبیب کو اس لکڑی پر سے جسپر سولی دیے ہوے لٹکے ہین اُتارے اور اسکے واسطے جنت ہو تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
بولے کہ مین ہون یا رسول اللہ اور میرے دوست مقداد بن الاسود پس دونون نکلے کہ رات مین چلا کرتے اور دن کو چھپ رہتے تھے یہانتک کہ رات مین
تنعیم کے مقام پر آئے اور دیکھا کہ وہان سولی کے گرد چالیس مشرک سو رہے ہین پس دونون نے ترکیب سے حضرت خبیب کی لاش سولی پر سے اُتاری اور
دیکھا تو تر تھی اور ... سے کچھ بھی متغیر نہین ہوا تھا حالانکہ چالیس روز سے اوپر ہو چکے تھے اور انکا ہاتھ انکے زخم پر رکھا تھا اور اسمین سے خون رستا
تھا جس کا رنگ تو خون کا رنگ تھا اور اس سے مشک کی خوشبو آتی تھی پس زبیرؓ نے انکو اپنے گھوڑے پر لا دلیا اور چل دیے پس جب کافر چونکے تو دیکھا
خبیب کی لاش نہین ہو پس قریش کو خبردار کیا پس انمین سے ستر سوار دوڑے پس جب زبیر ومقداد رضی اللہ عنہما کے پاس پہونچ گئے تو زبیرؓ نے خبیب کی
لاش کو گھوڑے سے نیچے ڈال دیا اور زمین اسکو نگل گئی اسی سے انکو بلیع الارض کہتے ہین پھر زبیرؓ نے ڈانٹا کہ اے گروہ قریش تمکو کیا چیز ہمپر جرات
دلاکر لائی ہو پھر اپنے چہرہ سے عمامہ اٹھایا اور فرمایا کہ مین ہون زبیر بن العوام اور میری ماں ہو صفیہ بنت عبد المطلب اور یہ میرا رفیق مقداد بن الاسود ہو ہمین
دونون شیران بیشہ ببر ہین اگر تم چاہو ہتھیار سے لڑو چاہو میدان مین اترو اور چاہو واپس جاؤ پس کفار قریش مکہ پھر گئے اور یہ دونون حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت کے پاس جبرئیل علیہ السلام تھے انھون نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ ملائکہ آپ کے اصحاب سے
ان دونون سے مفاخرت کرتے ہین پھر زبیر ومقداد کے حق مین نازل ہوا قولہ تعالے ۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ۔ جبکہ ان
دونون نے خبیب کو سولی پر سے اتارنے مین اپنی جانونکو اللہ تعالے کے واسطے بیچ ڈالا تھا مترجم کہتا ہو کہ شاید تردد ہو کہ اس روایت مین

سبب نزول دیگر مذکور ہو تو مترجم نے تحقیق کر دیا ہی کہ نزول آیت ہر موقع پر بطور شرافت کے مکرر سہ کرر ہوتا ہی اور جو بیان مذکور ہوا اسکے یہ معنی ہین کہ ان لوگون کے حق مین پھر یہی آیت یاد دلائی گئی اگرچہ اول صہیب بن سنان رومی کے حق مین نازل ہوئی ہی پھر یہ سب فضائل ان بزرگون کے حق مین ہین جو تمام و کمال جان و مال سے مطیع حق ہو گئے لہذا تنبیہ و تاکید فرمائی بقولہ تعالے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٢٠٨﴾

اے ایمان لانے والے داخل ہو اسلام مین پورے اور مت چلو قدمون پر شیطان کے وہ تمھارا صریح دشمن ہے

فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠٩﴾

پھر اگر ڈگنے لگو بعد اسکے کہ پہونچا تمکو صاف حکم تو جان رکھو کہ اللہ زبردست ہو حکمت والا

اس آیت کا نزول عبداللہ بن سلام رض اور انکے اصحاب کے حق مین ہوا جبکہ بعد اسلام لانے کے انھون سبت کی تعظیم کا عزم کیا اور اونٹ کا گوشت مکروہ رکھا- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ - اے ایمان لانے والو داخل ہو سلم مین ف سلم بفتح اول اور بکسر اول دونون طرح آیا ہی یعنے اسلام كَافَّةً - سب مین ہتمام ف یہ حال اسلام ہی یعنے اسلام کے تمام شرائع مین داخل ہو یعنے جو کچھ احکام اسلام تمکو دیے جاوین انھین پر مستقیم ہو بدون اختلاط یہودیت وغیرہ کے جو اپنی رائے سے ہو- وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ - اور شیطان کی راہون کی پیروی مت کرو وہ تمھارا کھلا دشمن ہی ف یعنے راہ مستقیم سے شیطان کی راہ منحرف ہی تو اسکی طرف مت جاؤ اسطرح کہ اپنے قیاسات و خواہش نفس کی پیروی کرو کیونکہ اسلام کے حق ہونے کے معجزات تمکو مل گئے پھر اس سے بہتر حق کہان ڈھونڈھتے ہو فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠٩﴾ پھر اگر معجزات و دلائل واضحہ آنے کے بعد تمنے لغزش اختیار کی تو خوب جان لو کہ اللہ تعالے غالب حکمت والا ہی ف اسکو انتقام لینے و عذاب کرنے سے کوئی چیز نہین روک سکتی ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید ان مسلمانون نے جو یہود مین سے اسلام لائے تھے ڈرے کہ کہین سنیچر کے روز تعظیم نکرنے سے ہمپر وہ عذاب نہ آوے جو زمانۂ داؤد علیہ السلام کے ایک قوم پر آیا تھا چنانچہ قولہ تعالے- فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ - مین اور سورۂ اعراف مین مذکور ہی- اسیطرح اونٹ کے گوشت مین یہ خوف آیا ہو تو اللہ تعالے نے تہدید کر کے خوف کو اس طرف الٹ دیا کہ اگر اسلام مین یہ حرکت کروگے تو خوف عذاب و نقمت ہی- بعضون نے اس آیت کے ماقبل سے ارتباط کو یون بیان کیا کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون مین تین فریق بیان فرمائے مومن و کافر و منافق پھر اسکے بعد ملت واحدہ پر ہونے کا حکم کیا اور میرے نزدیک یہ وجہ ارتباط غریب قابل نظر ہی بلکہ اسیقدر کافی ہی کہ جب کلام کا سلسلہ اس بیان تک پہونچا کہ بعضے مرضیات الٰہی کے طالب ہین اور بعضے منھ کے مومن اور دل مین منافق ہین تو اہل ایمان کو تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ اتباع حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع شرائع و احکام سب طرح ظاہر و باطن چاہیے جیسے اعتقاد ظاہر و باطن چاہیے ہی تاکہ عمل مین بھی کوئی شائبہ نفاق نرہی قال ابن کثیر اللہ تعالی اپنے مومن بندون کو جنھون نے اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہی حکم فرماتا ہی کہ جمیع شرائع اسلام کو دل سے لین پورا اسکے تمام اوامر پر عمل کرین اور تمام زواجر سے باز رہین جہانتک انکو استطاعت ہی- اور ابن عباس و طاؤس و ضحاک و عکرمہ و قتادہ و سدی و ابن زید نے قولہ ادخلوا فی السلم مین کہا یعنے اسلام مین یعنے سلم کی تفسیر اسلام ہی- اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ ادخلوا فی السلم یعنے فی الطاعۃ- یعنے فرمانبرداری مین پورے طور پر داخل ہو اور ایسا ہی ابو العالیہ و ربیع بن انس سے مروی ہی اور قولہ کافۃ- ابن عباس و مجاہد و ابو العالیہ و عکرمہ و ربیع بن انس و سدی و مقاتل و قتادہ و ضحاک نے کہا کافۃ ای جمیعا اور مجاہد نے کہا کہ کافۃ ای تمام اعمال و وجوہ خیر عمل کرو مترجم کہتا ہی کہ اگر کافۃ یعنے جمیعا ہو تو مومنون کا حال ہی یعنے اے مومنین تم سب کے سب اسلام مین داخل ہو تم مین سے کوئی خارج نہو اور دوسری تفسیر کی

سلم سے حاصل ہوگا یعنے اعمال خیر اطاعت اسلام مین سے کوئی خیر چھوٹ نہ جائے بلکہ جمیع انواع اسلام مین داخل ہو پھر سبب نزول جو مفسر سیوطی رحمہ نے ذکر کیا ہی یہی سلم مین ذکر فرمایا ہی اور بیضاوی نے اسپر جزم نہین کیا اور کچھ شیخ ابن کثیر کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہی چنانچہ کہا اور عکرمہ رح نے زعم کیا کہ کہ یہ آیت نازل ہوئی چند آدمیون کے حق مین جو یہود وغیرہ مین سے مسلمان ہوئے مثل عبداللہ بن سلام اور اسد بن عبید و ثعلبہ وغیرہم کہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ سنیچر کے روز کی تعظیم کرین اور توریت کو رات کی عبادت مین تلاوت کرین پس اللہ تعالے نے انکو حکم دیا کہ اسلام کے شعائر و شرائع پر قیام کرین اور اسمین مشغول ہوکر ماسوائے سے باز رہین قال ابن کثیر ان لوگون کے ساتھ عبداللہ بن سلام کو ذکر کرنے مین تامل ہی کیونکہ عبداللہ بن سلام کامل مومن تھے اور سنیچر کا منسوخ ہونا جانتے تھے پس علم کے باوجود مستبعد ہی کہ وہ سنیچر کی تعظیم رکھنے کی درخواست کرتے قال المترجم بالخصوص جبکہ سنیچر کو یہود نے اجتہاد سے نکالا تھا اور وہ اپنر لازم کر دیا گیا جیسا نصاری نے اتوار کو نکالا چنانچہ حدیث فضائل جمعہ اس امر پر شاہد ہی جسمین یہ مضمون ہی کہ یہود و نصاری اسمین خطا کر گئے اور اہل اسلام کو اللہ تعالے نے اسکی ہدایت کی پس عبداللہ بن سلام سے باوجود اس علم کے تعظیم شنبہ کی درخواست بعید ہی مگر ابن جریر رح نے عکرمہ سے یون ہی روایت کیا ہی جیسا کہ مذکور ہوا واللہ اعلم قال ابن کثیر اور ابن عباس نے فرمایا کہ اہل کتاب مین سے ایمان لانے والے مراد ہین کہ یہ لوگ باوجود ایمان باللہ تعالے کے توریت کے بعض امور و شرائع پر جو انپر نازل کئے گئے تھے جمے ہوئے تھے پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ ادخلوا فی السلم کافۃ یعنے داخل ہو شرائع دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین اور ان شرائع مین سے کچھ مت چھوڑو اور توریت کے ساتھ تو یہی کافی ہی کہ توریت وجو کچھ اسمین ہی وہ اللہ تعالے کا اتارا ہوا برحق ہی اسقدر ایمان رکھو قال المترجم سلم ابن کثیر و نافع و کسائی نے بفتح اول پڑھا ہی اور باقیون نے بالکسر پڑھا اور سورۂ انفال مین انھون نے بالکسر پڑھا اور ابو بکر و باقیون نے بالفتح پڑھا اور سورۂ محمد مین حمزہ و ابو بکر نے بالکسر پڑھا کذا فی المعالم وقال اللہ حذیفہ بن الیمان سے اس آیت مین تفسیر آئی ہی کہ اسلام کے آٹھ سہام ہین پس شمار کیا نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج۔ عمرہ۔ جہاد۔ امر بمعروف۔ نہی از منکر۔ اور فرمایا کہ خسارہ مین رہا جسکا حصہ نہین ہی۔ قولہ فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینات۔ یعنے تمپر واضح دلائل قائم ہو چکے کہ اسلام حق ہی پھر اگر تمنے اس سے عدول کیا تو تم سے البتہ انتقام لیا جائیگا۔ یہ وہم نہ ہو کہ ہم تو دنیا مین موجود ہین کیونکہ دنیا و آخرت سب اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین لہذا فرمایا۔ فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم جان رکھو کہ اللہ تعالے عزیز حکیم ہی معالم مین کہا کہ عزیز فی نقمتہ اسے غالب ہی انتقام لینے مین کوئی بھاگنے والا اس سے بھاگ نہین سکتا اور کوئی غلبہ والا اوسپر غالب نہین ہو سکتا اور یہی شیخ ابو العالیہ و قتادہ و ربیع بن انس سے مروی ہی ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے۔ یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ۔ اہل عقل کے واسطے نصیحت کامل ہی کہ حق تعالے کی پناہ مین کامل طرح سے داخل ہوتا کہ قضاء و قدر سے جو امور جاری ہوتے ہین انکے جاری ہونے کے وقت تمکو سکون و اسلام ہو یعنے مطیع رہو اور حق عزوجل کے تقدیری امور پر جو اسکے اختیار و قدرت کاملہ سے ظاہر ہوتے ہین تم راضی رہو اور کائنات سے منہ پھیرے رہو یعنے تمام امور مین اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرو اور کائنات کو محض غیر موثر جانو اور عالم ملکوت کے پوشیدہ امور کی طرف پہنچنے کی کوشش کرو اور انوار جبروت کے مشاہدہ کو پہونچو اور احکام الٰہی کے فرمانبردار بنو اور اللہ عزوجل کی رضامندی کی طلب مین نفس کو ذبح کرنے پر کمر باندھے رہو اور نفس امارہ کو شوق الٰہی مین فنا کرنے پر مستعد رہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ سلم یہی ہی کہ قضائے الٰہی پر راضی ہو یعنے قضائے الٰہی سے جو کچھ بندہ کے سامنے پیش آیا اسی پر دل خوشی کے ساتھ راضی ہو اگرچہ بظاہر کچھ تکلیف کیون نہو اور جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سلم یہی ہی کہ حکمون کی تعمیل کرے اور منہیات سے باز رہے اور شیخ ابو عثمان نے کہا کہ سلم یہ ہی کہ قضاء و قدر کے معاملات مین جو بندے پر جاری ہون یکسان حال پر رہے خواہ وہ اسکے نفع کے ہون یا اسکو مضر نظر آوین قولہ تعالے فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینات

الآیہ - اسمین اشارہ یہ ہو کہ جسنے حق عزوجل کو اولوہیت کی صفت سے پہچانا یعنے جان لیا کہ وہی اکیلا برحق ہو وہی معبود ہو معبود کوئی اور نہین ہو
تمام صفات کمال اسیکے واسطے ہین پھر وہ شخص قرب حق سبحانہ سے اپنے نفس کے ٹھکانون مین لوٹ پڑا تو اسنے شرک کیا اور عذاب اسکا یہی ہو
کہ حق عزوجل اسکو اپنی نزدیکی و مشاہدہ سے محروم کردے اور غیرت حق اسکو جب تک وہ زندہ ہو اپنے اسرار پر امین نہ فرماوے اگرچہ وہ بندگی کرنے میں لگا رہے

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّآ أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ ع ۱۴ ۲۵ ۹

کیا لوگ یہی انتظار رکھتے ہین کہ آوے اللہ ابر کے سائبانون مین اور فرشتے اور فیصل ہووے کام اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہین سب کام

بیان سے مستقل علیحدہ حکم وعید ہو یعنے یہ آیت اسلام سے منہ موڑنے وکفر کرنے والون کے واسطے سخت خوف کا مقام ہو خصوص یہود کہ انھون نے
زمانۂ موسیٰ علیہ السلام مین قبول توریت اور احکام توحید سے منہ موڑا یہانتک کہ جب عذاب کا سامنا ہوا تب مانے اور توبہ کی - بیان فرمایا هَلْ
يَنْظُرُونَ - نہین انتظار کرتے ہین ف وہ لوگ جنھون نے اسلام مین داخل ہونا ترک کیا ہو إِلَّآ أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللّٰهُ - مگر یہی کہ آوے
انکو امر الٰہی ف یعنے عذاب اللہ تعالے کا جیسے قولہ تعالے - اتیٰ امر اللہ الآیہ - وقولہ یاتی بعض آیات ربک الآیہ - حاصل یہ کہ جو لوگ اسلام
مین بخوبی داخل ہونے سے توقف کرتے ہین وہ کچھ انتظار نہین کرتے اور یہی راہ دیکھتے ہین کہ ابر عذاب الٰہی آوے - فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ سحاب
کے چھتہ مین ف اور یہ زیادہ خوفناک ہو کیونکہ سحاب سے بجاے باران رحمت کے عذاب برسے جیسے قوم عاد پر ہوا تھا - وَالْمَلٰٓئِكَةُ
وَقُضِيَ الْأَمْرُ - اور آوین ملائکہ و حکم ہلاک پورا کیا گیا ف واضح ہو کہ آخر یہ کل کافرون کے لیے جو کفر پر مرین لازمی ہین اسواسطے کہ چند روزہ
زندگی کے بعد آخر موت ہو تو مرتے دم تک انکار اسلام کا انجام یہی عذاب ہو اور حکم الٰہی پورا کر دیا گیا کہ ہر کافر کے ساتھ عذاب کا برتاؤ ہوگا - وَإِلَى اللّٰهِ
تُرْجَعُ الْأُمُورُ - اور اللہ تعالے ہی کی طرف کل امور کا مرجع ہو ف جو حکم اللہ تعالے نے دیدیا وہ لازمی ہو ہرگز نہین مٹ سکتا ہو ابن کثیر و
عاصم و نافع و ابو عمرو نے ترجع بصیغۂ مجہول پڑھا مشتق از رجع - اور باقیون نے اسکو بصیغۂ معروف ماخوذ از رجوع پڑھا اور بہر حال معنے یہ ہین
کہ آخرت مین مرجع سب امور کا اللہ تعالے ہی کی طرف ہو پس جزا دیگا پس اس آیت کریمہ مین تمام ایسے لوگون کو تہدید اور عذاب کا وعدہ متضمن ہو
جو اسلام مین نہین داخل ہوتے ہین - ینظرون یعنی منتظرون ہو جو لوگ درحقیقت اسلام مین داخل ہونے سے روگردان تھے انکی توہین و تہدید
بیان کرکے اُن لوگون کو تنبیہ کر دی جنکا حال اوپر کی آیت مین مذکور ہو یعنے مومنین یہود جو پورے شرائع دین محمدی پر عامل نہوے تھے اور اس سے
ظاہر ہوا کہ اس آیت مین تتمہ حال اُن لوگون کا نہین جنکا اوپر ذکر ہوا ہو کیونکہ وہان خطاب ہو اور یہان غائب ہو پس جسنے یہ زعم کیا کہ یہان خطاب
سے غیبت کیطرف التفات ہو اسنے سہو کیا ہو - قولہ الا ان یاتیہم اللہ - جاننا چاہیے کہ علما کے آیات و احادیث صفات مین دو مذہب ہین ایک مذہب
متاخرین کا جو تاویل کو واجب جانتے ہین یعنے کہتے ہین کہ ہم ان آیات کو ایسے معنی کے ساتھ تاویل کرتے ہین جو حضرت حق سبحانہ و تعالے کی
تنزیہ شان کے لائق ہین اور یہی جمہور علما و متکلمین کا قول ہو اس مذہب کے بنا پر اس آیت مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ یاتی بصیغۂ لازمی بذریعۂ
حرف تعدیہ کے متعدی ہوا ہے - یاتیہم اللہ بما وعدہم من العذاب یعنے لاوے اللہ تعالے انپر وہ چیز جو انکو وعدہ دی ہو عذاب سے اے درصورتیکہ وہ اسلام
مین نہ داخل ہون تو انکو عذاب کا جو وعدہ دیا ہو وہ لاوے اور اس صورت مین یاتی کی اسناد اللہ تعالے کی طرف حقیقی ہوگی - وجہ دوم یہ کہ یاتی کی
اسناد اللہ تعالی کی طرف مجازی ہو اور مضاف محذوف ہوا ہے یاتی امر اللہ یا یاتی عذاب اللہ - اسکی نظیر دوسرے مقام پر باظہار مضاف آئی ہے
چنانچہ فرمایا - او یاتی امر ربک - اور فرمایا - فجاءہم باسنا - پس متعین ہوا کہ ہر دو نظیر کی مطابقت کے لیے یہان بھی مراد ہو کہ یاتیہم امر اللہ - اور چونکہ - یاتیہم
امر اللہ - کے نسبت - یاتیہم اللہ - کہنا زیادہ تہویل کا موجب تھا کہ اس سے بڑا ہول سماتا تھا اس لیے مضاف حذف ہوا چنانچہ

اگر مجرم سے کہا جاوے کہ بادشاہ کا حکم آتا ہو تو اسکو اسقدر ہول نہ سماویگا جتنا اس کہنے سے سمایا کہ بادشاہ آتا ہو پھر آیت مین اور بھی تہویل فرمائی
کہ فی ظلل من الغمام - کہا یعنی عذاب الٰہی آنا ایسے وجوہ سے ہو کہ اسکا شعور بھی نہو یعنے ابر کے سائبانون مین ہو کیونکہ ابر سے امید بارش ہوتی ہی
پھر اس سے عذاب برسنا نہایت خوف وہول کا مقام ہی چنانچہ اگلے سرکش موذی کافرون مین سے قوم عاد پر ایسا واقع ہولیا ہی کہ ابر سے جہنم کی آگ
برسی چنانچہ آگے اپنے مقام پر یہ قصہ آویگا - اور ملائکہ کو اسلیے ذکر فرمایا کہ عادت الٰہی یون جاری ہی کہ اسکا حکم وعذاب وہی لاتے ہین اور یہ ملائکہ کے حق
مین شرف ہی - پھر یہ سب اس بنا پر کہ تاویل کرنا اختیار کیا جاوے جو علمائے متکلمین کی راے ہی اور یہان مفسر سیوطی رح نے اسی کو اختیار کیا ہی
اور قول دوم یہ کہ یہ آیہ منجملہ آیات صفات کے ہی یعنے ہم ایمان لاتے ہین کہ اللہ تعالے کی طرف آنے کی نسبت تحقیقی ہی اور ایسے ہی دیگر آیات مثل
وجاء ربک والملک صفا صفا - اور احادیث کثیرہ مثل نزول پروردگار وغیرہ کے آیات صفات ہین کہ اللہ تعالے کی طرف نسبت تحقیقی ہی ہم انپر
ایمان لاتے ہین اور یہ بھی ایمان لاتے ہین کہ یہ آنا اور نزول فرمانا کسی مخلوق سے مشابہ نہین اور اللہ تعالے ہر تشبیہ وتمثیل سے منزہ ہی وہ کسی
مخلوق اور کسی چیز سے مشابہ نہین اور جو امر اسکی پاک شان کی نسبت ایسا کہا جاوے یا لازم آتا تصور کیا جاوے جو اسکی شان کے لائق نہین تو اللہ
تعالے عزوجل اس سب سے منزہ ہی اور مقدمہ عین الہدایہ مین مترجم نے فقہ اکبر کا ترجمہ نقل کیا اور آئندہ اپنے موقع پر مانند سورۂ اعراف وغیرہ کے
واضح بیان آویگا - اور یہ وہم نہ کیا جاوے کہ آنا اور اترنا وغیرہ یہی معلوم ہی جو معروف ہی جواب یہ کہ بندے کا علم تو سوا دو قسم کے مخلوق اعراض وجواہر
کے حاوی نہین تو ہر موجود اسکے نزدیک یا اعراض مین سے ہوگا یا جواہر مین سے ہوگا حالانکہ ذات الٰہی عزوجل ان دونون سے پاک منزہ ہی ویسے ہی
اسکے صفات بھی سب سے منزہ ہین انکو کسی پر قیاس نہین کیا جا سکتا ہی اور یہی مذہب سفیان بن عیینہ وزہری واوزاعی ومالک وابن المبارک ولیث
بن سعد واحمد بن حنبل واسحق بن راہویہ وغیرہم کا ہی کہ ایسے نصوص آیات واحادیث کو جیسے آئی ہین ویسی ہی مانو بدون بیان کیفیت اور بلا تشبیہ
وبلا تاویل وبلا تعلیل کے یعنے کیفیت انکی مجہول ہی اور ہماری عقل ناقص مین آنے سے برتر ہی اور یہی مذہب ائمۂ سلف رضی اللہ عنہم کا ہی
اور یہ آیت کریمہ بھی ایسی ہی آیات مین سے ہی اور کلبی رح نے کہا کہ یہ منجملہ ان آیات کے ہی جو تفسیر نہین کیجاتی ہین بغوی رح نے کہا کہ اس آیت اور اسکی ہمشکل
آیتون مین اولے یہ ہی کہ آدمی اسکے ظاہر پر ایمان لاوے اور جو اسکا تحقیقی علم ہی یعنے مثلا کس کیفیت سے آویگا اسکو علم الٰہی عزوجل مین
تفویض کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالے تمام ایسی چیزون سے جو نشان حدوث ولوازم مخلوق مین سے ہین پاک ومنزہ ہی اور
ائمۂ سلف وعلمائے سنت اسی طریقہ پر گذرے ہین بعض نے کہا کہ سلف کا جو مذہب ہی وہ اسلم یعنے سلامتی کی راہ ہی اور متاخرین کا طریقہ
احکم ہی یعنے مضبوط ہی اور حق یہ ہی کہ طریقہ تاویل باضطرار ایک گونہ نافہمی کے ساتھ ہی وعدم تاویل جو طریقہ سلف ہی وہی اسلم واحکم ہی شیخ
ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے ان لوگون کو تہدید فرماتا ہی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرتے ہین اور فرماتا ہی - ہل ینظرون
الا ان یاتیہم اللہ یعنی یہی انتظار کرتے ہین کہ اللہ تعالے آوے یعنے قیامت مین اگلون پچھلون کے درمیان فیصلہ کرنے کو آوے پس ہر عمل
کرنے والے کو اسکا بدلا دیگا اگر نیکو کار ہی تو نیک بدلا اور اگر بدکار ہی تو عذاب اور اسیواسطے فرمایا وقضی الامر یعنے حکم محکم ہو چکا مترجم کہتا ہی کہ شیخ
ابن کثیر نے اس آنے کو قیامت کے روز آنے پر محمول کیا اور قولہ وقضی الامر بے شک اس سے مرتبط ہی پھر لکھا کہ یہان شیخ ابن جریر نے
حدیث الصور کو اول سے آخر تک وارد کیا اور یہ حدیث مشہور ہی اسکو بہتیرے اصحاب مسانید وغیرہم نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعا روایت
کیا ہی اور اس حدیث مین ہی کہ جب لوگ عرصات قیامت مین کھڑے کھڑے درماندہ وعاجز ہو جاوینگے تو انبیا علیہم السلام سے سفارش
چاہینگے چنانچہ آدم علیہ السلام سے شروع کرینگے ایک ایک کرکے ولیکن ہر نبی اس بارہ مین کلام کرنے سے گریز وپہلوتہی کریگا اور ہر ایک اپنا

عذر بیان کریگا یہانتک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت آویگی پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونگے تو آپ فرماوینگے کہ
ہان مین اوسکو پورا کرونگا پس آپ تشریف لاوینگے اور عرش کے نیچے اللہ تعالےٰ عزوجل کو سجدہ کرینگے اور اللہ تعالےٰ سے سفارش کرینگے کہ بندون
وخلائق کے درمیان فیصلہ کے واسطے آوے پس اللہ تعالےٰ آپ کی سفارش قبول فرماویگا اور بعد انشقاق آسمان دنیا و نزول اُن ملائکہ کے جو اسمین ہین
اور پھر دوسرے اور پھر تیسرے حتی کہ ساتوین آسمان کے انشقاق کے بعد آمد ہوگی پس اس حدیث مین کہا کہ پھر نزول فرماویگا جبار عزوجل سائبان غمام
مین اور ملائکہ اور ان ملائکہ کی تسبیح سے ایک آواز ہوگی کہتے ہونگے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والجبروت سبحان الحی الذی لا یموت
سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح سبوح قدوس سبحان ربنا الاعلی سبحان ذی السلطان والعظمۃ سبحانہ سبحانہ
ابداً ابداً مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتیان پروردگار سائبان غمام مین ایک شان الٰہی معروف ہے جو انھین الفاظ سے تعبیر کیجاتی
ہے پس ایسا ہی اس آیت مین ہے شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بیان کئی حدیثین وارد کی ہین جنمین ایک گونہ غرابت ہے چنانچہ ابن مسعودؓ
سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اگلون پچھلون کو روز معلوم کے مقام مقرر مین جمع کریگا جسمین وہ اسطرح کھڑے ہونگے کہ آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے
اور حکم فیصل کے منتظر ہونگے اور اللہ تعالیٰ ظلل من الغمام مین عرش سے کرسی کی طرف نزول فرماویگا - اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ قول
ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام الآیہ - ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب رب تبارک و تعالےٰ نزول فرماویگا تو حال یہ ہوگا کہ اُسکے اور مخلوق کے درمیان
ستر ہزار پردے ہونگے جنمین سے نور و تاریکی اور پانی ہوگا پس اس تاریکی مین پانی کی ایسی آواز ہوگی کہ دہشت سے دل ہاتھ سے جاتے رہینگے - بالجملہ یہ منجملہ
متشابہات کے ہے اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اسکی کیفیت مفوض بعلم الٰہی ہے اور اگر تاویل کیجاوے تو پہلے مذکور ہو چکی ہے - اور اگر کہا جاوے کہ تاویل
مذکور پر عذاب آنا ثابت ہوا پس یہ معنی ہوے کہ وے لوگ عذاب آنیکا انتظار کرتے ہین حالانکہ عذاب سے سب بھاگتے ہین کون انتظار کریگا تو جواب یہ ہے کہ مراد
یہ ہے کہ وے لوگ ایسے کام کر رہے ہین جو موجب نزول عذاب ہین پس گویا خود منتظر ہین -

سَلْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُم مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَن يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

پوچھ بنی اسرائیل سے کتنی کھلی نشانیان ہم نے انکو دین اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد اسکے کہ پہونچ چکی اسکو تو اللہ تعالےٰ کی مار سخت ہے

یہ آیت بھی یہودیون کو خصوصاً اور کافرون کو عموماً اسلام سے منکر ہونے پر تہدید شدید ہے بقولہ تعالےٰ سَلْ - اے محمد پوچھ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ
بنی اسرائیل سے ف یعنے انکو شرمندہ و چپ کرنے کے واسطے - كَمْ آتَيْنَاهُم مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ - کس قدر دے دین ہم نے انکو کھلی نشانیان
ف کم استفہامیہ تقریر کے واسطے ہے - اور سَلْ - کو مفعول دوم سے معلق کرتا ہے اور یہی اتینا کے دو مفعول مین سے دوسرا مفعول ہے اور یہ ممیز
ہے اسکی تمیز من آیۃ بینۃ ہے اور بینہ یعنے ظاہرہ ہوا یعنے ظاہر آیتین مانند سمندر قلزم پھاڑ دینے اور من و سلوےٰ اُتارنے کے پھر بنی اسرائیل نے ان نعمتون کو
کفر سے بدلا یعنے انکے بدلے کفر لے لیا یا نعمت کی ناشکری کی چنانچہ فرمایا - وَمَن يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ - اور جسنے بدل ڈالی نعمت اللہ تعالےٰ کی
ف یعنے وہ چیز جسکے ساتھ اسپر انعام کیا ہے مانند آیات وغیرہ کے مِن بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ - بعد ازانکہ اسکے پاس آچکی ہین ف پھر
کفر سے بدل لیا - فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ - تو اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے ف اسکے حق مین یعنے اسکو سخت عذاب
کریگا جو عام جاہلون سے بہت زیادہ ہوگا - خلاصہ یہ کہ بنو اسرائیل نے باوجود ان معجزات و نعمتون کے توریت سے منحرف ہوکر شرک و بدعت اختیار کی

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا پس اللہ تعالے نے حکم دیا کہ اُن ملعونون سے نعمتہاے الٰہی عزوجل کا شمار پوچھ کر تہدید کے ساتھ انعام کیے گئے
ہین تاکہ شرم کھا کر رجوع کرین ورنہ عذاب سخت اُٹھاوینگے۔ مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے ہم مسلمانون کو عفو و رحمت سے ہدایت پر مستقیم فرماوے کہ دیقیقت
ہم لوگون پر یہودیون سے بدرجہا انعام زائد ہی پس اہل اسلام بجاے شکر کے دنیاوی حیات و کفریات شرک و بدعت سے پرہیز کرین نعوذ باللہ تعالے
من الشرک والبدعۃ والضلال والنفاق وکل المعاصی۔ ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ سل بنی اسرائیل کم آتیناہم من آیۃ بینۃ اللہ
تعالے نے ایسے مکارون کو جو شرع و سنت کے برخلاف ہین ملامت فرمائی جنھون نے اللہ تعالے کی طرف سے حقائق آیات و نشانیون کو دیکھ لیا مگر
اللہ تعالے کا شکر ادا نہ کیا بایں طور کہ انبیا علیہم السلام و اللہ تعالے کے نیک بندون کے آداب و اعتقادات کی پابندی پر صدق و انصاف سے
رہتے پس یہ لوگ اہل استدراج ہین یعنے اللہ تعالے نے انکو انکی بد اعتقادی و نفاق کے باوجود ایسی باتین دیدین جو ظاہر مین انکے غرور کا باعث ہو
ہوگئین یعنے خرق عادت ہین جنکو ظاہر مین کرامت خیال کرتے ہین حالانکہ وہ انبیا و صالحین کے طریقہ پر نہین ہین کہ انھون نے ان باتون کے ذریعہ سے
مخلوق کا پیر بننا چاہا اور خلق کی تعظیم کو خدا کے احکام کی پابندی و دار آخرت پر اختیار کر لیا اور اسکے نیک بندون کے طریقہ سے انکار کیا اور جس
نعمت سے اللہ تعالے نے اپنے خاص بندون کو سرفراز فرمایا ہو اور جس امانت سے انکو افضل خلق قرار دیا ہو اسمین تغیر کر دیا یقین کو وہم سے بدلا اور عزیمت
چھوڑ کر سستی اختیار کی پس اللہ تعالے نے انکے دلون کو اسطرح مسخ کر دیا کہ انکے دلون کا نور بالکل جاتا رہا اور اسمین ان بندونکو بھی خوف دلایا
جو اسکی معرفت و محبت کو پہونچ گئے ہین تاکہ وے لوگ دنیا اور دنیا داردون کی طرف التفات نہ کرین اور اسکی قربت اور نزدیکی کی نعمت کو حقیقی نعمت
سمجھکر اسطرح اسکا شکر یہ ادا کرین کہ نور ربوبیت پر اپنی روحین قربان کر دین اور اپنے تن بدن کو خالص حق بندگی کے ساتھ درگاہ الٰہی مین صدقہ
کر ڈالین اگر کہا جاوے کہ نعمت سے منھ پھیرنا اور دنیا کی طرف مائل ہونا جب نافرمانی ہی تو اللہ تعالے ایسے مکارون کو ایسی نعمت و ثروت دنیا
مین عطا فرماتا ہی تو اسمین کیا حکمت ہی جواب یہ ہی کہ دنیا بمقابلہ آخرت کے ایسی ہی جیسے بادشاہی خوابگاہ راحت کے آگے پیخانہ ڈالنے کا گھورا پس جن
لوگون کے قلوب صالح اور فضل ایزدی انکے شامل حال ہو انکو آخرت کی خوشبو مل گئی انکے نزدیک اس گھورے کی بدبو نہایت سخت ہی وہ ہر دم اس سے
نجات کے خواہان ہین اور جنکے دل اندھے اور اوندھے ہین وہ اس گھورے کو نہایت آراستہ جانتے ہین اور اسکو اختیار کرتے ہین پس پروردگار عالم
عزوجل نے صالحین کو انکے اختیار و پسند پر وہ شاہی خوابگاہ دی اور مکارون کو انکی پسند پر یہ گھورا دیا مگر بہتیرے ایسے ہین کہ اس گھورے کے
ذریعہ سے فساد و آزار و تباہی خلق پر آمادہ ہونگے لہذا عالم الغیب نے بمصلحت و حکمت اسمین سے بھی انکو قلیل نصیب عطا کیا ہی پھر بیان عموماً
شیطانی وسوسہ سخت ہی کہ دنیاوی مال و متاع سے عوام کی نظر خفا کرتی ہی اور جب وہ دنیاوی مالدارون و کفار بادشاہون کو اُس آرائش دنیا و سامان
کے ساتھ دیکھتے ہین تو انکی جانب مائل ہوتے ہین پس حق عزوجل نے دنیا کی کیفیت بیان فرمائی۔

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

رجھائی گئی منکرون پر دنیا کی زندگی اور ہنستے ہین ایمان والون سے اور پرہیزگار لوگ اُنسے اوپر ہونگے دن قیامت کے

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

اور اللہ روزی دیوے جسکو چاہے بے شمار

واضح ہو کہ دنیا ایک امتحان شدید ہی اور متاع حاضر ہی اسمین سے نیک و بد دونون کو حاجت ہی حتی کہ بد یعنے کفار اسی پر بھروسا کر گئے قال تعالیٰ
زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا۔ زینت دی گئی کافرون کے لیے۔ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ حیات دنیاوی ف اسطرح رجھائی گئی کہ کافر لوگ

اسی پر فریفتہ ہو گئے۔ اور جسکے پاس دنیاوی متاع موجود ہو اوسکو اللہ تعالےٰ کے نزدیک اچھا سمجھتے ہین۔ وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا
اور یہ کفار مسخرہ پن کرتے ہین اُن لوگون سے جو ایمان لائے **ف** چنانچہ کفار مکہ اکثر مومنون مانند صہیب و عمار و بلال سے تمسخر کرتے کہ یہی اللہ تعالےٰ
کے نیک بندے ہین جنکے پاس کچھ مال و دولت نہین بلکہ فقیر و محتاج ہین **مترجم** کہتا ہو جیسے اس زمانہ کے کفار ہین کہ دنیاوی دولت پر اللہ تعالےٰ
کے نزدیک مرتبہ و مقبول ہونے کی دلیل لاتے ہین بلکہ مومنون کو وحشی قوم کہتے ہین جیسے عاقل کو مجنون بے عقل کا لیان دیا کرتا ہو وَالَّذِينَ
اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ حالانکہ جنہون نے شرک سے تقوی کیا وہ قیامت مین اُنسے بلند ہونگے۔ **ف** یہ لطیف ہو اسواسطے کہ اہل مکہ مسلمان
ہو گئے تو بھی صحابہ مہاجرین متقدمین اُنسے قیامت مین بلند درجہ ہین۔ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ اور اللہ جسکو چاہتا ہو رزق
بے حساب دیتا ہو **ف** پس ممکن ہو کہ دنیا مین کافرون کے اموال و گھر مین سب انھین مومنون کی ملک ہو جاوین آخرت مین انکے لیے نعمت بیحساب
ہو۔ اس آیت کی شان نزول مین اقوال ہین بعض نے فرمایا کہ مشرکین مکہ مثل ابوجہل وغیرہ کے حق مین اُتری جنکو دنیا وسعت کے ساتھ دی گئی تھی اسی پر
اترائے تھے اور آخرت سے انکار کرتے اور فقیر مسلمانون سے ٹھٹھے کرتے تھے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہو کہ ایمان والون سے عبد اللہ بن مسعود
و عمار بن یاسر و صہیب و بلال و خباب و انکے مانند مراد ہین اور **مفسر سیوطی** رحمہ اللہ نے اسکو اختیار کیا اور اس قول پر یہ آیت واقعہ بدر سے پہلے
اُتری جبکہ ابوجہل مردود زندہ تھا اور مسخرہ پن یا اینطور ہوگا کہ ایمان والے اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ کیسے ہین کہ اس افلاس کی حالت مین ہین اگر
پسندیدہ ہوتے تو رفعت کے ساتھ ہوتے۔ اور قتادہ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقون کے حق مین اُتری کہ دنیا کے مال مین عیش کرتے اور
فقرا مہاجرین کے اوپر مسخرہ پن سے کہتے کہ ان لوگون کو دیکھو کہ محمد انھین کے ساتھ غالب ہونے کا گمان رکھتے ہین اور عطا نے کہا کہ یہودی جو
بنی قریظہ و نضیر وغیرہ کے حق مین اتری جو فقرا مہاجرین سے کہ اپنا مال و متاع چھوڑ کر دین کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے
چلے آئے تھے ٹھٹھا کرتے پس اللہ تعالےٰ نے مومنین کو وعدہ دیا کہ بغیر لڑائی کے تمکو بنو قریظہ وغیرہ کا مال عطا فرماویگا۔ یہ سب معالم مین مذکور ہو اور
احتمال ہو کہ آیت عام ہو ان سبکو شامل ہو اسواسطے کہ جو لوگ زندگانی دنیا پر مغرور اور فقیر مسلمانون پر ٹھٹھا کرنے والے ہین وہ یہ سب لوگ تھے حتی کہ
قیامت تک کافرون کو شامل ہو۔ پھر تقدیر للذین کفروا سے معہود مراد ہین اور لام واسطے اختصاص کے ہو اور دنیا کی تزئین اگرچہ عام ہو مسلمانون
و کافرون سبکے واسطے کی گئی ہو لیکن کافرون کی تخصیص اسواسطے ہو کہ انھین کی آنکھون مین اسکا حسن رچ گیا اور انھین کے دلون مین اسکی محبت
بھر گئی یہانتک کہ اسی پر مرتے اور اُسکے ماسوا سے منہ موڑ لیا بخلاف مومنون کے کہ اُنپر اسکی زینت نے یہ اثر نہین دیا بلکہ اُسکی بد صورتی
حقیقی کو پہچان گئے۔ اور جعفیاوی ہین ہو کہ زینت دینے والا درحقیقت اللہ تعالےٰ ہے اسواسطے کہ ہر چیز کا فاعل وہی ہو اور اسی پر دلالت کرتی ہو
قراۃ بصیغہ معروف یعنے زَيَّنَ۔ اور رہا شیطان و قوت حیوانیہ و دیگر امور بہیمیہ و خواہش کی چیزین تو یہ سب بالعرض مزین ہین بالذات و درحقیقت
نہین ہین اور امام محی السنہ نے معالم مین اسکو اکثر مفسرین کا قول بیان کیا ہو اور **زجاج** نے کہا زین اے زین لہم الشیطان یعنے **شیطان** نے
انکے واسطے مزین کر دیا **قال المترجم** تزئین دنیا جو امتحان کے واسطے علی العموم قرار دی گئی ہو جیسا کہ قولہ تعالیٰ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ وغیرہ آیات سے ظاہر ہو
کسی طور پر بنا بر حقیقت کے شیطان کی طرف منسوب نہین ہو سکتی ہو اور نیز اگر تاثیر ہونا دلون مین لیا جاوے تو بھی اسکی زینت کا اثر پیدا
کرنا شیطان کی قدرت مین نہین ہو ہان اگر تلبیس کرنا اور رچا کر دکھانا بدون اثر پیدا کرنے کے مراد ہو تو شیطان کا فعل ہو سکتا ہو ولیکن ظاہر
یہ ہو کہ کافرون کے دلون مین اسکی خوبی و زینت و محبت پیدا ہو جانا مراد ہو پس **فاعل حقیقی** اسکا اللہ تعالےٰ ہی ہوگا اور حاصل یہ کہ دنیا طمع کے زیب و
زینت کر دی گئی پھر کافرون نے تلبیس ابلیس کی پابندی اختیار کی پس اللہ تعالےٰ نے تاثیر دیدی کہ انکے دلون مین رچ گئی **فافہم** **شیخ ابن کثیر** رحمہ

لے تاکہ تم کو امتحان کرے کہ تم مین سے نیک عمل ہے ۱۲ م

کہا کہ اللہ تعالے نے خبر دی کہ اُسنے کافرون کیواسطے حیات دنیا کو مزین فرمایا ہو یعنے ان لوگون کے واسطے جو اس دنیا کی زندگی پر راضی ہوے اور اسی پر اطمینان کیا اور مالون کو جمع کیا اور انکو ان مصارف مین خرچ نہ کیا جسمین صرف کرنیکا حکم دیے گیے تھے تاکہ اللہ تعالے انسے راضی ہوتا بلکہ ان لوگون پر جنھون نے دنیا سے اعراض کیا اور جو مال دنیا انکو حاصل ہوا اسکو پروردگار عزوجل کی رضامندی مین خرچ کیا تمسخر کرتے ہین قال المترجم دنیا یہ نہین ہو کہ آدمی کے پاس مال ہو اور دیگر اسباب دنیاوی ہون بلکہ دنیا یہ ہو کہ ان چیزون کی محبت اسکے دل مین براہ دنیا ہو کہ اسکو بطور معروف خرچ کرنے مین اور بحکم شرع خرچ کرنے مین اسکے دل کو دکھ ہو حتی کہ زکوٰۃ نہ دے اور خیرات نہ کرے اور بخل کے ساتھ اسکے خرچ کرے اسیواسطے حدیث مین ہو کہ تعس عبد الدینار تعس عبد الدرہم۔ یعنے بندۂ مال و زر کے حق مین خبر دی کہ وہ ہلاک ہوا کیونکہ وہ ایسا اسیر گرویدہ ہو کہ اسی کو سب کچھ سمجھتا ہو اور اگر اسکو بطور معروف رضاے حق عزوجل مین خرچ کرنا تو ایسا نہوتا بلکہ بھلائی ہوتی چنانچہ دوسری حدیث مین ہو کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح۔ یعنے مرد صالح کے واسطے مال حلال بہتر ہوتا ہو کیونکہ وہ اُسکے ذریعہ سے اپنی آخرت کو خوب درست کرتا ہو اور ابن کثیر نے تفسیر مین ذکر کیا کہ حدیث مین ہو کہ ابن آدم انفق انفق علیک۔ یعنے اے آدمی تو شرعی طور پر خرچ کر تو تجھکو دیا جائیگا اور صحیح مین ہو کہ اسماء سے فرمایا جسکا مضمون یہ ہو کہ اولاد وغیرہ کے نفقہ مین خرچ کر اور تھیلی کے منھ پر گرہ مت لگا کہ اللہ تعالے کی طرف سے بھی بندش ہو جائیگی اور صحیح مین روایت ہو کہ ہر روز صبح کو دو فرشتہ آسمان سے اُترتے ہین ایک کہتا ہو۔ اللہم اعط منفقا خلفا۔ اے اللہ ہمارے ہر خرچ کرنے والے کو خلف دے اے بجاے خرچ شدہ کے مال دیدے۔ اور دوسرا کہتا ہو۔ اللہم اعط ممسکا تلفا۔ اے پروردگار ہمارے بخیل کو تلف دے۔ اور صحیح مین ہو کہ آدمی کہتا ہو میرا مال میرا مال اور بھلا تیرا کچھ مال تیرے ملک ہو مگر جو کچھ تو نے کھا کر فنا کر دیا اور جو کچھ پہن کر پرانا کر ڈالا اور جو صدقہ دیدیا اسکو باقی رکھ لیا اور جو سوا اسکے ہو وہ جانیوالا ہو اور لوگون کے واسطے اسکو چھوڑنے والا ہو۔ اور مسند امام احمد مین روایت ہو کہ دنیا اس شخص کا گھر ہو جسکا کہین گھر نہین اور اسکا مال ہو جسکا کچھ مال نہین اور دنیا کے واسطے وہ جمع کریگا جسکو عقل نہین ہو۔ قولہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب حضرت ابن عباس سے روایت ہو کہ انھون نے اسکی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالے پر کوئی رقیب نہین اور نہ کوئی ایسا ہو کہ جو اس سے حساب لیوے اور مانند اسکے سعید بن جبیر سے مروی ہو اور بعض نے کہا کہ پروردگار کو اپنے خزانے خالی ہونیکا خوف نہین تاکہ حساب کی ضرورت پڑے اور بعض نے فرمایا کہ عطاے جزیل بدون شمار و تعداد کے دنیا و آخرت مین پس دنیا مین اللہ تعالے کسیکو دنیا اس امر کی دلیل نہین ہو کہ اس سے رضامند ہو کیونکہ اسکی عطا بلا استحقاق ہو اور ارجح یہ ہو کہ بغیر حساب یعنے بغیر تقدیر ہو یعنے بدون کوئی مقدار معین کرنے کے دیدیتا ہو اسواسطے کہ خزانہ اُسکا غیر متناہی ہو اُسکے دینے مین جسکو چاہے کوئی تقدیر نہین اور چونکہ بلا استحقاق ہو لہٰذا جسکو دیا ہو اس سے رضامند ہونے کی دلیل نہین پس کافر کو استدراج کے واسطے دیدیتا ہو اور کبھی مومن کو امتحان کے لیے عطا فرماتا ہو۔ اور آیت مین دلیل ہو کہ فقرا کو قیامت مین اغنیاء پر فوقیت ہوگی اور صحیح حدیث مین ہو کہ فرمایا۔ الا اخبرکم باہل الجنۃ۔ کیا آگاہ نہ کرون تمکو اہل جنت سے یعنے تم کو اہل جنت کے نشان بتاتا ہون سنو۔ کل ضعیف مستضعف لو اقسم علے اللہ لابرہ۔ ہر ضعیف جو لوگون کے نزدیک ضعیف شمار ہوا ہو اگر قسم کھالے اللہ تعالے پر تو اللہ تعالے اُسکی قسم مین اسکو پورا کر دے۔ الا اخبرکم باہل النار۔ کیا آگاہ نہ کرون تمکو دوزخیون سے یعنے تمکو دوزخیون کے نشان بتاتا ہون سنو۔ کل عتل جواظ مستکبر۔ یعنے ہر عتل جواظ متکبر۔ رواہ الشیخان۔ اور اسامہ بن زید سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین دروازے جنت پر کھڑا ہوا تو مین نے جنتیون مین داخل ہونے والے اکثر وہ لوگ دیکھے جو دنیا مین مسکین تھے اور تونگر لوگ روکے گئے تھے مگر دوزخیون کو دوزخ مین ڈالنے کا حکم ہو گیا اور دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو مین نے دوزخیون مین عورتین بہت دیکھین رواہ الشیخان ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ جو لوگ ان عاجزون غنا جو اپنے دیکھنے سے مجوب ہو رہے ساتھ سابق ہونی مین اندھے ہوے اور دانائی اظہار کر کے خلق کے درمیان مقبول و مغرور ہوے اور یہ حرکت واہی

۵ کسی کی چیز سے جو نفع ہو اور شاید یہ مراد ہو کہ اسی کی چیز بیکار نقصان دہ سے مثلاً راہ خیر میں خرچ نہ کرے بیکار چھوڑ رکھے ۱۲

۵ قال المترجم شاید اس کے یہ معنی ہیں کہ جس کے لیے عاقبت میں کچھ ٹھکانا نہیں ہے اس کا یہی گھر ہے اور شاید یہ معنی ہیں کہ جس کے واسطے جنت میں گھر نہیں ہے وہ دنیا میں نیکی و بندگی و صدقہ و خیرات کر کے اپنا گھر بنا لیتا ہے اور اول اظہر ہے ۱۲ م

انکی نظرون مین مزین ہوئی تو بے قدری کرتے ہین ان لوگون کی جو اہل توحید ہین- اور حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ زینت دی گئی ان لوگون کیواسطے جنھون نے انکار و کفر کیا یہ بات کہ زینت زندگانی دنیا پر بھروسا کرین یعنے دل اسپر ساکن و مطمئن ہوجاوین بطور مسافر نہون حتی کہ انھون نے دنیا کو جمع کیا اور اوسپر فخر کیا اور ٹھٹھا کرتے ہین ان لوگون سے جو ایمان لائے اور اپنے تمام امور مین اللہ تعالے پر توکل کرتے ہین-

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

تھے لوگ ایک امت پھر بھیجے اللہ تعالے نے نبی خوشی اور ڈر سنانے والے اور اتاری انکے ساتھ کتاب

بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ

سچی کہ فیصل کرے لوگون مین جس بات مین جھگڑے اور کتاب مین جھگڑا ڈالا انہین مگر وہین لوگون نے جنکو ملی تھی بعد اسکے

مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ

کہ انکو پہونچ چکی تھین آیات واضح آپس کی ضد سے پھر اب راہ دی اللہ تعالے نے ایمان والون کو اس سچی بات کی جنمین وہ جھگڑے ہین اپنے

بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

حکم سے اور اللہ چلاوے جسکو چاہے سیدھی راہ

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً- سب لوگ امت واحدہ تھے ف اس سے یہ مراد ہی کہ ایمان پر تھے پھر انھون نے باہم اختلاف کیا بایں طور کہ بعضے ایمان پر رہے اور بعضے کافر ہوگئے فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ- پس اللہ تعالے نے پیغمبرون کو بھیجا ف یعنے انکی طرف ہدایت کے لیے مُبَشِّرِيْنَ- بالجنۃ من آمن- حالانکہ خوشخبری سنانے والے ہین یعنی ہر ایسے بندے کو جو ایمان لایا جنت کے ساتھ وَمُنْذِرِيْنَ- من کفر بالنار اور ڈرانے والے ہین یعنے اس شخص کو جسنے کفر کیا دوزخ کے ساتھ- وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ- اور انکے ساتھ کتاب نازل فرمائی ف یعنے کتابین آتارین- بِالْحَقِّ- اتارنا بھی لِيَحْكُمَ- تاکہ حکم کرے ساتھ اس کتاب کے- بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لوگون مین اس امر مین جسمین انھون نے اختلاف کیا ہو ف مگر انھون نے پھر اختلاف کیا وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ- اور اسمین اختلاف نہین کیا مگر انھین لوگون نے جنکو یہ کتاب دی گئی تھی بعد ازانکہ انکے پاس کھلی حجتین آچکی ہین ف پس بجائے ہدایت کے انھون نے دلائل توحید کی کتاب لیکر اسمین پھوٹ ڈالی- بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ- بوجہ باہمی عداوت کے ف چنانچہ یہود و نصاری مین مختلف فرقون کی باہمی عداوت سے بشدت تحریفات واقع ہوئین جسکا اقرار بکثرت موجود ہی- پھر اللہ تعالے نے قرآن مجید نازل فرمایا فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ- پس اللہ تعالے نے مومنون کو ایسے ہر امر حق مین ٹھیک ہدایت کردی جسمین اہل کتاب نے اختلاف ڈالا تھا اپنے ارادہ سے ف یعنے اللہ تعالے نے اپنے ارادہ و قدرت سے مومنون کو حق ہدایت دی وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ- اور اللہ تعالے جسکو چاہتا ہی راہ مستقیم کی ہدایت فرماتا ہو ف وہ ہر چیز پر قادر ہی- واضح ہو کہ علمائے تفسیر مین اختلاف ہی کہ کان الناس امۃ واحدۃ کے کیا معنے ہین کیونکہ ایک گروہ ہونا محتمل ہو کہ ایمان پر ہون یا کفر پر ہون پس شیخ ابو العالیہ نے کعب احبار سے روایت کی کہ لوگ جسدم آدم علیہ السلام پر پیش کیے گئے اور انکی پیٹھ سے نکالے گئے اور انھون نے بندہ ہونیکا اقرار کیا تو امت واحدہ مسلمان تھے اور اس دن کے سوائے کبھی امت واحدہ نہ تھے پھر آدم علیہ السلام کے بعد مختلف ہوگئے- اور کلبی نے کہا کہ وہ نوح کے کشتی والے ہین کہ بعد نوح کے مختلف ہوگئے اور بعض نے کہا کہ عرب والے سب

دین ابراہیم پر تھے یہانتک کہ عمرو بن لحی نے انمین اختلاف ڈالا- اور بعض نے کہا کہ آیت مین کوئی ایسی چیز نہین جو دلالت کرے کہ وہ ایمان پر تھے
یا کفر پر تھے اسکے واسطے کوئی دلیل خارجی چاہیے ہے- اور بعض نے کہا کہ وفات آدمؑ کے وقت سے حضرت نوحؑ کے وقت تک کفر پر تھے بدلیل قولہ-
فبعث اللہ النبیین الی آخرہ- اور تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ شیخ ابن جریر نے فرمایا کہ حدثنا محمد بن بشار ثنا ابو داؤد اخبرنا ہمام عن قتادہ عن عکرمہ عن ابن عباس
فرمایا ابن عباس نے کہ آدمؑ و نوحؑ کے درمیان دس قرون تھے کہ سب شریعت حق پر تھے پھر انھون نے اختلاف کیا پھر اللہ تعالے نے پیغمبران
مبشرین ومنذرین کو بھیجا ابن جریر نے فرمایا کہ ایسا ہی قراءۃ عبداللہ بن مسعود مین ہے کہ- کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا فبعث اللہ الی آخرہ قال ابن کثیر
اور اس حدیث کو حاکم نے بھی من حدیث بندار محمد بن بشار- روایت کیا اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے اور ایسے ہی ابو جعفر رازی نے ابو العالیہ کے طریق سے ابی بن کعب سے
روایت کی کہ وہ پڑھا کرتے- کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین- اور عبدالرزاق نے من طریق معمر عن قتادہ روایت
کی کہ قتادہ نے قولہ- کان الناس امۃ واحدۃ- مین کہا کہ سب ہدایت پر تھے پھر انھون نے اختلاف کیا پھر اللہ تعالے نے نبیون کو بھیجا پس پہلے نبی جو
بھیجے گئے وہ نوحؑ تھے اور مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی کہا جیسا کہ پہلے ابن عباس سے مروی ہوا ہے قال المترجم اور مفسر سیوطیؒ نے بھی اسی پر اعتماد کیا کہ
امت واحدہ سے مراد یہ کہ شریعت حق و ایمان کی راہ پر تھے- اور قولہ فبعث اللہ النبیین- مین فا تعقیب ہے اور فاختلفوا مقدر ہے اے فاختلفوا
فبعث اللہ- جیسا کہ ان روایات سے اسکی تقدیر ثابت ہے اور قراءۃ ابن مسعود و ابی بن کعب سے تائید موجود ہے اور اگر فاختلفوا کی تقدیر نہو تو ظاہر
یہ ہوتا ہے کہ ملت واحدہ سے کفر مراد ہے یعنے سب کافر تھے پھر اللہ تعالے نے انبیا کو بھیجا اور تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی
کہ قولہ- کان الناس امۃ واحدۃ فرماتا ہے کہ وہ سب کافر تھے پھر اللہ تعالے نے انبیاء مبشرین ومنذرین بھیجے- شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ سے پہلا
قول جو مذکور ہوا وہ اسناد کی راہ سے اصح ہے اور معنے کی راہ سے بھی اصح ہے اسواسطے کہ لوگ سب حضرت آدم علیہ السلام کی ملت پر تھے یہانتک کہ انھون نے
بت پرستیان کرنی شروع کین پھر اللہ تعالے نے نوح علیہ السلام کو انکی طرف بھیجا پس نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے کہ اللہ تعالے نے انکو اہل زمین
کی طرف بھیجا تھا قال البیضاوی اور لفظ اختلفوا اسواسطے حذف ہوا کہ قولہ فیما اختلفوا فیہ- اسپر دلالت کرتا ہے اور امام احمد و ابن حبان نے ابو ذر سے
مرفوعاً روایت کی جسمین مذکور ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جنمین سے رسول تین سو تیرہ ہین اور قرآن مین انمین سے اٹھائیس کے نام مذکور
ہین اور ایسے ہی تعداد کعب احبار سے مروی ہے اور سراج مین انکے نام یہ لکھے ہین- آدم- ادریس- نوح- ہود- صالح- ابراہیم- اسمعیل- اسحق- یعقوب- یوسف-
لوط- موسی- ہارون- شعیب- زکریا- یحیی- عیسی- داؤد- سلیمان- الیاس- الیسع- ذوالکفل- ایوب- یونس- محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین آخر تین مین اختلاف ہے
ذوالقرنین- عزیر- لقمان- پس جملہ اٹھائیس ہین اور قرآن مجید مین باقی کا مذکور ہونا انکے ہونے کو مستلزم نہین ہے اللہ تعالے نے فرمایا- ومنہم لم نقصص علیک- یعنے
انبیاء مین سے بعضون کا قصہ تجھ سے بیان کیا گیا اور بعض کا حال تجھ سے بیان نہین کیا گیا ہے اور قولہ مبشرین ومنذرین حال ہے اور قولہ انزل معہم الکتاب زمخشری نے کشاف مین زعم کیا کہ معنے
یہ بھی ہو سکتے ہین کہ معہم یعنے مع کل واحد منہم ہو یعنے ہر ایک کے ساتھ اسکی کتاب ہو اور بیضاوی نے اسکو رد کر دیا کہ ہر ایک کے ساتھ اسکی کتاب نہ تھی بلکہ ایسے اکثر تھے کہ جنکے
ساتھ انکی مخصوص کتاب نہ تھی اور اپنے اگلون کی کتاب کی پابندی کرنے پر مامور تھے پس مراد لفظ الکتاب سے جنس کتاب ہے اور اسپر اعتراض ہوا کہ بہتیرے ایسے
ہوے کہ انکے ساتھ جنس کتاب بھی نازل نہین کیگئی ہے اور جواب دیا گیا کہ قولہ معہم حال مقدرہ ہے کتاب سے پس متعلق بمحذوف منصوب ہے اور عامل انزل ہے پس
معنے یہ ہین کہ انزل جنس الکتاب مقدرا مصاحبۃ ومقارنۃ للنبیین یعنے اللہ تعالے نے کتاب کے اتارنے مین یہ امر مقدر کر دیا کہ وہ پیغمبرون کے ساتھ ہوگی
پس ہر پیغمبر اپنے ساتھ مخصوص کتاب سے احکام شرعی لیتا تھا یا اپنے اگلے نبی کی کتاب سے لیتا تھا اور بیان سے ظاہر ہوا کہ لفظ الکتاب
بالف لام جنس صالح واحد و جمع ہے پس لفظ کتب بصیغہ جمع لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نیز مقابلہ جمع بجمع سے وہم یہ تھا کہ

تقسیم سے ہر ایک کے مقابلہ مین ایک کتاب مراد ہو حالانکہ ایسا نہین ہے اور قولہ بالحق کو مفسر سیوطی رح نے انزل کے متعلق قرار دیا اور سراج مین اسکو متلبسًا بالحق کی تقدیر سے حال قرار دیا اور قولہ لیحکم بین الناس تاکہ وہ لوگون مین حکم کرے۔ اہل تفسیر مین اقوال ہین کہ حکم کرنے والا کون ہے پس تین احتمال ہین ایک یہ کہ اللہ تعالے حکم کرے دوم آنکہ نبی سوم آنکہ کتاب حکم کرے۔ اور کتاب کے حکم کو تفتازانی رح نے ترجیح دی یعنے کہا کہ یہی مرجح ہے کہ یہ معنی لیے جاوین کہ تاکہ حکم کرے لوگون کے درمیان اور کہا کہ اللہ تعالے کی طرف ضمیر عائد کرنے مین معنے کی راہ سے تکلف ضروری ہوگا کیونکہ یہ معنے ہونگے تاکہ ظاہر کرے حکم کتاب کا لوگون مین اور نبی کی طرف راجع کرنے مین لفظی تکلف ضرور ہوگا کیونکہ لیحکموا نہین فرمایا ہے یعنے ضرور ہوا کہ کہا جاوے کہ لیحکم کل واحد من النبیین پس ضمیر ہر واحد نبی کی طرف باین تاویل راجع ہوگی اور کتاب کی طرف بدون تکلف لفظی ومعنوی کے راجع ہوسکتی ہے پس یہی ارجح ہے اور شیخ ابوحیان نے اللہ تعالے کی طرف ضمیر راجع ہونے کو ترجیح دی ہے اور یہی ظاہر ہے اور معنی یہ بیان کیے کہ اللہ تعالے نے کتاب نازل کی تاکہ فیصلہ کرے کتاب کے ساتھ لوگون کے درمیان یعنے لوگون کا اختلاف دور کرکے قول فیصل بتلاوے اور کتاب کی طرف حکم کرنے کی نسبت مجازی ہے اسواسطے کہ کتاب حکم کرنے والی درحقیقت نہین ہے جیسے قولہ۔ ہذا کتابنا ینطق بالحق۔ مین کتاب کی طرف نطق کی نسبت مجازی ہے اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے شاید اسکو اختیار کیا جبکہ کہا کہ لیحکم بہ۔ بین الناس۔ یعنے بذریعہ کتاب کے لوگون مین فیصلہ کا حکم دے۔ قولہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ۔ اسمین اختلاف نہین کیا مگر انھین لوگون نے جو یہ عطا کیے گئے یعنے اس دین یا حق مین وہی پھوٹ ڈالنے والے ہوے جنکو کتاب حکم دی گئی حاصل یہ نکلا کہ انھون نے الٹی بات کردی کہ جو چیز اسواسطے اتاری گئی تھی کہ انکے اختلاف کو زائل کرے اسکو انھون نے اختلاف مضبوط و مستحکم ہونیکا سبب کرلیا۔ من بعد ما جاءتہم البینات بغیا بینہم۔ بعد ازانکہ انکے پاس بینات آگئین یعنے حق کی کھلی دلیلین آگئین پھر بھی باہم پھوٹ ڈالی بباعث باہمی بغاوت وعداوت کے ف جیسے خوارج وروافض وغیرہ نے نفسانی مداخلت سے اجماع سلف چھوڑ دیا اور کتاب مجید مین بیجا تاویلون سے پھوٹ ڈالی۔ قولہ فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ۔ پھر جس حق مین انھون نے پھوٹ ڈالی تھی اللہ تعالے نے اپنے ارادہ سے مومنون کو اسکی ہدایت کردی اب بیان سے مومنین کی ہدایت اور انپر احسان کو بیان فرمایا اور معنے یہ ہین کہ پھر ہدایت کی اللہ تعالے نے اپنے ارادہ سے ان لوگون کو جو ایمان لائے راہ صواب کی جس چیز مین اختلاف کرنے والون نے اختلاف کیا تھا پس اختلاف کرنے والے عام ہین خواہ اگلے ہون یا پچھلے ہون چنانچہ مومنین امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے اختلاف کرنے والے گذرے یا اسوقت موجود ہین اُن سب کے اختلاف سے اللہ تعالے نے مومنون اہل السنۃ کو نجات دیکر راہ راست کی ہدایت کردی۔ اور یہ اس طور پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور کتاب قرآن نازل فرمائی اور اُنھون نے اتباع کی پس اختلاف سے نجات پائی۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے تو فرمایا کہ اختلاف کرنے والے وہی لوگ ہین جنکو کتاب دیگئی حالانکہ اوپر مذکور ہوا کہ پہلے اختلاف واقع ہوا پھر اللہ تعالے نے انبیا بھیجے تو جواب یہ ہے کہ ہان اختلاف پہلے واقع ہوا اور یہ جو فرمایا کہ جنکو کتاب دی گئی انھین نے اختلاف کیا اسکے معنی یہ ہین کہ ان اختلاف کرنے والون کے لیے جو چیز فیصلہ بھیجی گئی تھی کہ اختلاف رفع کرے اس سے انکا اختلاف زیادہ ہوگیا کہ انھون نے اسکو بھی اختلاف کا سبب کرڈالا باین طور کہ اسکی تحریف کردی اور اسکی تاویلین بیجا کرنی شروع کین اور مومنون کو اللہ تعالے نے اس سے بچایا کہ یہ لوگ کتاب مجید مین اپنی رائے سے تاویل کرنے کو کفر جانتے ہین اور حدیث وآثار سے اُسکے معانی پر اکتفا کرتے ہین لہذا وہ لوگ جو قرآن مجید مین خلاف سنت اپنی رائے وعقل سے تاویلین کرتے ہین گویا مومن نہین ہین اگر یہ وہم پیدا ہو کہ مسلمانون مین بھی فروع مسائل مین اختلاف ہے مثل حنفی وشافعی وغیرہ کے تو یہ وہم ناسمجھی کا ہے جواب یہ ہے کہ راہ توحید مین انکے درمیان کچھ اختلاف نہین ہے اور فروع مسائل اجتہادیہ مین جنکو اللہ تعالے نے اجتہاد سے لینے اور اسمین کوشش کرنے کا حکم دیا ہے اور اسپر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے پس باہم حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی کسی ایک دوسرے کو گمراہ نہین کہتے ہین بلکہ اجتہاد مین برحق جانتے ہین اور انمین اختلاف راہ توحید

کچھ نہین اور کوئی اسکا قائل نہین کہ اجتہاد امام شافعی پر حنفی کو عمل کرنا حرام ہو اور نہ شافعی کو حنفی اجتہاد پر کیونکہ یہ سب اعمال خیر ہین اور اللہ تعالے ہر عمل پر ثواب دیگا
درصورتیکہ راہ توحید پر مستقیم ہون اور یہ معلوم ہوگیا کہ راہ توحید پر بحمد اللہ سب مستقیم ہین پس اسکی مثال ایسی ہو کہ حج کے جانیکا حکم ہے دیا مگر ایک نے کہا کہ زاد راہ خرما
اور میوہ جات لیجاؤ اور دوسرے نے کہا کہ لوز بات بنالو پس لیجانے والا جو لیجاوے اسکے حق مین بہتر ہو اور ہر شخص جانتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلاً ظہر سے پہلے
کبھی دو رکعتین پڑھین اور کبھی چار رکعتین پڑھین پس اگر امام ابوحنیفہ نے کہا کہ چار سنتین ظہر سے پہلے پڑھا کرے بہت ثواب پاویگا اور امام شافعی نے کہا کہ دو رکعتین ظہر سے پہلے
پڑھے بہت ثواب پاویگا یہ دونون ٹھیک ہین اسیواسطے جو لوگ ماہر علماء ربین سے گذرے ہین وہ یہ جانتے ہین کہ اگر چار پڑھ لے تو بہت اچھا اور اگر
دو پڑھ لے تو بھی اچھا ہو اور ایسا ہی حال تمام فروعی اختلاف مین ہو البتہ اس زمانہ مین جہل بہت پھیلا جیسا کہ حدیث شریف مین پہلے سے خبر دی گئی ہو
پس جاہل مقلدون نے جھگڑا ڈلوایا ہو کہ وے آپسمین ان فروعی اختلاف پر لڑتے مرتے ہین اور یہ حرام و فسق ہو چنانچہ حنفی چار رکعت کے سواے دو رکعت
پڑھتے دیکھے تو اسپر عیب لگاوے اور کوئی دو رکعت کے سواے چار پر انکار کرتا ہو اور یہ بڑے افسوس کا مقام ہو اللہ تعالے ہم لوگون کو ایسے اختلاف و
انکار سے بچاوے اور یہ شیطان کا بڑا وسوسہ ان مسلمانون پر کام کرگیا کہ یہ لوگ بالکل دل مین غور نہین کرتے ہین کہ یہ سب اعمال خیر ہین انسے ثواب مقصود ہو
جس طرح ثواب ملنے کا طریقہ سنت ظاہر ہوجاوے اُسطرح عمل کرو اور اللہ تعالے سے ثواب کی امید کرو ثواب حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالے بشرطیکہ تم
راہ توحید پر پورے قائم رہو پس اگر غور کا مقام ہو تو یہ ہو کہ راہ توحید ہاتھ سے نجانے پاوے اور یاد رکھو کہ جس قوم نے آپسمین پھوٹ ڈالی وہ کبھی فلاح
نہ پاویگی اور ڈرو اللہ تعالی سے کہ ائتلاف باہمی جسپر اللہ تعالے نے احسان رکھا اور نعمت قرار دیا اور فرمایا الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا اسکو تم لوگ اسطرح
ناشکری کے ساتھ برباد کرتے ہو دونون اختلاف کرنے والے اس جرم مین گرفتار ہونگے - اہل اسلام وہ ہین جو راہ توحید پر قائم ہین اللہ تعالے کے ساتھ شرک
نہین کرتے ہین اور دین مین بدعتین پیدا کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہین دیتے ہین - فاصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون -
قولہ تعالے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم - حضرت عزوجل نے مومنین کو اختلاف مین ٹھیک بات کی ہدایت کی چنانچہ حدیث صحیح در باب
فضیلت جمعہ مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے - قولہ فھدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ الآیہ - مین روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ - نحن الآخرون الاولون یوم القیامۃ یعنے ہم دنیا مین پچھلے اور قیامت مین اگلے ہین - نحن اول الناس دخولا الجنۃ - ہمین سب لوگون سے پہلے
جنت مین داخل ہونگے - بید انھم اوتوا الکتاب من قبلنا واوتیناہ من بعدھم فھدانا اللہ لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ
غیر ازینکہ وہ لوگ ہمسے پہلے کتاب دیے گئے اور ہم انکے بعد دیے گئے پس اللہ تعالے نے ہمکو اپنے اذن وارادہ سے اس حق بات کی ہدایت کی جس سے
وہ خلاف راہ چلے تھے - فھذا الیوم الذی اختلفوا فیہ فھدانا اللہ لہ فالناس لنا فیہ تبع فغدا للیھود وبعد غد للنصاری
پس یہ دن یعنے روز جمعہ بھی ایسا ہو جسمین ان لوگون نے اختلاف کیا یعنے خلاف راہ چلے پس اللہ تعالے نے ہمکو اسکی ہدایت کردی پس
اور لوگ اسمین ہمارے تابع ہین کہ کل کا روز یعنے سنیچر کا روز یہود کا ہو اور پرسون یعنے اتوار کا روز نصاری کا ہو - یہ الفاظ عبدالرزاق کی روایت
کے ہین اور معنے یہ ہین کہ عید اسلام روز جمعہ ہو مگر اگلون کو جو سرکش و شریر تھے اسکی ہدایت نہوئی چنانچہ یہود نے سنیچر لیا اور نصاری نے اتوار لیا
جبکہ سکونہ ملا - اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن وہب نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے انھون نے اپنے باپ زید بن اسلم سے روایت کی کہ قولہ فھدی
اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ - پس اگلون نے روز جمعہ مین اختلاف کیا تھا کہ یہود نے سنیچر لیا اور نصاری نے اتوار لیا پھر اللہ تعالے
نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کی ہدایت کی اور انھون نے قبلہ مین اختلاف کیا تھا کہ یہود نے بیت المقدس کا استقبال کیا اور نصاری نے
مشرق کا پھر اللہ تعالے نے امت محمد صلعم کو اسکی ہدایت کی یعنے کعبہ دیا - اور انھون نے نماز مین اختلاف کیا پس بعضے رکوع کرتے سجدہ نہین کرتے

ور بعضے سجدہ کرتے اور رکوع نہین کرتے اور بعضے نماز مین باتین کرتے اور بعضے چلتے چلتے نماز پڑھتے پس اللہ تعالی نے اسمین امت محمدی کو حق بات
کی ہدایت کی اور انھون نے روزے مین اختلاف کیا پس بعضے تھوڑا دن روزہ رکھتے اور بعضے فقط بعضے کھانے سے روزہ رکھتے پس اللہ تعالے
نے امت محمدی کو اسمین حق بات کی ہدایت کی اور انھون نے ابراہیمؑ کے حق مین اختلاف کیا کہ یہود نے کہا وہ یہودی تھے اور نصرانیون نے کہا وہ نصرانی تھے
پس اللہ تعالے نے انکو حنیف مسلم قرار دیکر امت محمدی کو اسکی ہدایت کی اور عیسیٰؑ کے حق مین اختلاف کیا کہ یہود نے انکو جھٹلایا اور انکی والدہ ماجدہ پر
سخت بہتان باندھا اور نصرانیون نے انکو معبود اور خدا کا بیٹا ٹھہرایا اور اللہ عزوجل پر سخت بہتان باندھا پس اللہ تعالے نے
انکو اپنی مخلوق روح وکلمہ قرار دیکر امت محمدی کو اسکی ہدایت کی۔ اور ربیع بن انسؓ نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ قبل اختلاف کے لوگون کا یہ
حال تھا کہ وہ اکیلے پروردگار وحدہ لاشریک لہ کی خالص عبادت کرتے اور نماز قائم کرتے اور روزہ رکھتے اور شرائع اسلام ادا کرتے پس اسی راہ
توحید واسلام کی اللہ تعالے نے مومنون کو ہدایت کی پس انھون نے اس اختلاف کو جو لوگون مین پیدا ہوا تھا اپنے سے دور رکھا اور اگلے پیغمبرونکی
امتون پر گواہ ہونگے کہ ان پیغمبرون نے اپنی اپنی امت کو احکام آلہی پہونچائے ہین اور شیخ ابو العالیہؒ اس آیت کی تفسیر مین کہتے تھے کہ المخرج
من الشبہات والضلالات والفتن۔ یعنے اللہ تعالے نے مومنونکو ایسی ہدایت فرمائی کہ وہ شبہات اور گمراہیون اور فتنون سے بچ گئے۔ قولہ یہدی
من یشاء الی صراط مستقیم۔ یعنے حکمت کاملہ وحجت بالغہ کے واسطے جسکو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے اور صحیح بخاری مین حضرت عائشہؓ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات مین تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تھے تو فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ
مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ اے پروردگار ہمارے پروردگار جبرئیل ومیکائیل واسرافیل
کے پیدا کرنے والے آسمانون وزمین کے جاننے والے غیب وشہادت کے توہی حکم کرتا ہے اپنے بندون مین اس چیز مین جسمین وہ اختلاف کرتے ہین مجھے
ٹھیک راہ پر رکھیو اس چیز مین جسمین لوگون نے اختلاف ڈالا ہے حق امر مین اپنے حکم واذن سے توہی ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے ٹھیک راہ کی۔ ہ۔
اور دعاے ماثور مین ہے کہ۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ وَلَا تَجْعَلْہُ مُلْتَبِسًا
عَلَیْنَا فَنَضِلَّ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ اے اللہ تعالے پروردگار ہمارے ہمکو حق کو حق دکھلا اور اسکی پیروی نصیب کر اور باطل کو
باطل دکھلا اور اس سے پرہیز کی توفیق دے اور حق وباطل کو ہم پر ملتبس مت کردے کہ ہم گمراہ ہوجاوین اور ہمکو پرہیزگارون کا پیشوا بنا دے (ف)
ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے۔ کان الناس امۃ واحدۃ۔ لوگ سب ایک ہی امت تھے واضح ہو کہ ازل مین جب اللہ تعالے عزوجل نے
اپنی ذات پاک پہچنوانے کا انکو خطاب فرمایا کہ۔ الست بربکم۔ کیا مین تمھارا پروردگار نہین ہون۔ قالوا بلی۔ تو سب بولے کہ ہان تو بیشک ہمارا پروردگار
ہے تب سب یہ لوگ اپنے اقرار مین ایک امت تھے کہ اپنے خالق کے پروردگار ہونے کا اور اپنے اوپر اسکی عبادت واجب ولازم ہونیکا سب نے اقرار
کیا کیونکہ انھون نے اسکی عظمت برہان اور عزت وسلطان کو مشاہدہ کیا اور اسکے عجائب کلام کو سن لیا اور یہ اتفاق انکا اسوقت تھا کہ ہنوز اللہ
تعالے نے انکو بندگی وفرمانبرداری مین امتحان نہین کیا تھا پھر جب دنیا مین بھیجکر انکو بندگی کرنے کے امتحان مین ڈالا تو متفرق ہوگئے پس اہل صفا
واہل سعادت کے ساتھ توفیق ازلی نے مساعدت کی کہ وہ مشاہدہ وقربت وانوار صفا پر ثابت رہے کہ انھون نے اپنے سردار یعنے نبی
کے ساتھ اپنے اسرار سے حطام دنیا کو دور رکھا اور اسکی خدمت مین بغیر عوض مانگنے کے ثابت رہے یعنے کشف وکرامات دنیاوی کے طالب نہوے
یعنے اسکی خواہش نہ تھی کہ کشف وکرامت حاصل ہو بلکہ درجات آخرت ورضاے حق کی تلاش تھی اور راہ معرفت کے قاصد رہے پس اللہ
قصد کرنے والا ۱۲

عزوجل نے اپنی طرف سے سکون وطمانینت انکے دلون مین اُتار دی تاکہ ایمان پر ایمان بڑھ جاوے آقول سکون آلہی ایک خاص چیز ہو جو اہل خلاص کو عطا ہوتی ہو جسکا ذکر بعضی احادیث صحیحہ مین آیا ہو پس جبکہ سکینت انکو عطا ہوئی تو وہ راہ مستقیم سے کسی طرف نہین جھکے اور مشاہدہ آیات حضرت عزوجل سے دنیا کی تر و تازگی و شتہیات نفسانی کی طرف مائل نہوے اور دنیاے دنی کے بدلے انھون نے کرامت حق عزوجل کو فروخت نہ کیا وقد قال تعالے من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا یعنے مومنین مین ایسے مرد ہین کہ سچائی سے پورا کیا انھون نے وہ عہد جو اللہ تعالے سے باندھا تھا پس انہین سے بعض ایسے ہین کہ اُنے اپنے عہد کو پورا کیا یعنے شہید ہوگیا اور بعض ایسے ہین کہ منتظر ہین اور انھون نے کوئی تبدیلی نہین کی ہو اور رہے اختلاف والے جنھون نے اپنے آپ کو خوار کیا تو اللہ تعالے نے انکو انکے نفوس کی خواہشون کے اندھیرے مین ڈال دیا کہ پاک وخبیث کو نہین پہچانتے اور بد و نیک مین تمیز نہین رکھتے خیر وشر مین فرق نہین کرتے بلکہ جب وے اپنے نفس شریر کی پیروی مین پڑے ہین تو شر کو اچھا سمجھتے اور خیر سے بیزار ہین یہانتک کہ انھون نے دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیا اور عہد آلہی عزوجل کو بھول گئے حالانکہ یقین جانتے ہین کہ موت ضرور آویگی اور یہ بھی نہین ٹھیک ہو کہ آج آوے یا کل آوے مگر اپنے نفس کی خواہشون پر گرے چلے جاتے ہین اور رضاے حق عزوجل کی نعمت چھوڑ بیٹھے ہین اور ھبات کے کھڈ کی طرف جھک پڑے جو جہنم مین ختم ہوتی ہو کہ چلتے چلتے آخر بالون جہنم کے گڈھے مین جا پڑیگا۔ پھر شیخ نے اس اختلاف کو دوسرے اشارہ پر لیا یعنے جو بعض احادیث مین آیا ہو کہ حضرت حق عزوجل نے ارواح کو نور دیا کہ انہین سے بہترون کو پہونچا اور بہتیرے محروم رہے پس انہین اختلاف ہوا چنانچہ شیخ نے مع دیگر لطائف کے یون کہا کہ تمام مخلوق عدم سے وجود مین آنے کے بعد حضرت حق عزوجل کے خطاب سے مشرف ہونے کے پہلے حالت غیبت مین یکسان پڑے تھے پھر جب اللہ عزوجل نے اُنسے وہ حجاب و پردہ جو انسانیت کی کدورات کا ہو دور کر دیا اور اپنی نزدیکی کا مشاہدہ انکو کرامت کیا یعنے اپنا نور چھڑکا تو مختلف ہوے بعضے اُس نور کو پاکر واصل ہوے اور بعضے محروم ہو کر منکر ہوے پس نور پانے والے کئی گروہ مگر سب متفق ہین بعضون کو خاص مقامات حاصل ہوے تو وہ لوگ اُنھین مقامات پر بندگی کی شرطین ادا کرنے کے ساتھ ٹھہرے ہین اور بعضون کو لطائف حالات اور بعضون کو خصائص کرامات ملے اور بعضون نے خالص مشاہدہ حق جل کبریاؤہ پایا کہ وہ مقام قدم مین مقرب ہین قال المترجم اور انبیا علیہم السلام اس جملہ سے اعلی مین وہ خاص انوار اسرار سے سرفراز ہوے ہین اور باقی رہے وہ لوگ جو محروم رہے تو پہلے ہی وار مین انکو مہالک شہوات نے دبوچا کہ وہ گمراہی کے جنگلون مین مستغرق پھرنے لگے چنانچہ بعضے یہودی بن بیٹھے اور بعضے نصرانی بنے اور بعضے زندیق ہوے اور اسی تقدیر کو لکھکر قلم خشک ہوگیا یعنے قیامت تک یہی حال جاری رہیگا۔ پھر سابق امتون کا اپنے انبیا کے ساتھ مخالفت کرنا اور آیات وکھلی نشانیان آنے کے بعد انکا اختلاف کر کے گمراہ ہونا بیان فرمانے کے بعد مومنین ونبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا تاکہ اپنے مخالفون کے ساتھ دلیری کے ساتھ ثابت قدم رہین

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَ

تمکو خیال ہو کہ جنت مین چلے جاؤگے اور ابھی تم پر آئے نہین احوال اونکے جو تم سے پہلے گذر گئے پہونچی اونکو سختی اور

الضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝

تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے یہانتک کہ کہنے لگا رسول اور جو اسکے ساتھ ایمان لائے کب آویگی مدد اللہ کی۔ سن رکھو مدد اللہ کی نزدیک ہے

روایت ہو کہ مومنون کو ایک سختی پہونچی تو بعضے گھبرا گئے پس نازل ہوا قولہ تعالے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔ بلکہ تم نے گمان باندھا تھا کہ تم جنت مین داخل ہو جاؤ گے یعنے بغیر امتحان کے تمکو جنت مل جاوے یعنے ایذا پر صبر کرتے ہو یا چاہتے ہو کہ بغیر امتحان کے تم کو جنت ملے۔ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ۔ حالانکہ ابھی تک تم پر وہ مثل نہین آئی جو تمسے اگلے گذرے ہوون پر آئی

تھی ف باوجودیکہ تم سب امتون سے اشرف ہو پھر اگلون کے امتحان کا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ چھو گئی یعنے پہونچ
گئی انکو محتاجی ف جس سے فاقہ پر فاقہ گذرا وَالضَّرَّآءُ۔ اور بیماری دکھ ف تاکہ نفوس مغرور ہون کہ ہم ایمان لائے بلکہ اللہ تعالے ہی کا
احسان ہو کہ اُسنے ہدایت دی۔ وَزُلۡزِلُوۡا۔ اور وہ لوگ جھنجوڑے گئے انواع بلا سے تاکہ امتحان کیے جاوین کہ سچا یقین لائے اور ثابت قدم ہین
غرض کہ جان ومال سے پریشان دفاقہ وقتل وبیماری سے آزمائے گئے حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ۔ یہانتک
کہ اسوقت کا رسول واسکے ساتھی مومنین زبان سے کہنے لگے کہ مدد الٰہی کب آویگی ف یعنے اب تو نصرت الٰہی جلدی آجاوے کہ کلیجے منھون کو آگئے
ہین اور صبر دشوار ہوگیا ہو۔ پس اللہ تعالے کی طرف سے انکو جواب ملا اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ۔ خبردار ہو جاؤ کہ نصرت الٰہی قریب ہے ف
یعنے جلد آجاویگی مترجم کہتا ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر مثل ہجرت کے پانچوین برس غزوۂ خندق مین آئی چنانچہ سورۂ احزاب مین بتفسیر مطول
آویگی اور انکا بصحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی وقت جان لیا کہ بس اب ہم لوگون نے تمام کافرون پر غلبہ پایا چنانچہ یہی ہوا کہ بعد اسکے روز بروز کفار
مغلوب ہوتے گئے اور کبھی صحابہ کو بعد اسکے شدید مشقت نہین پیش آئی اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ آیت پہلے سے اتر چکی تھی لیکن معالم مین کہا
کہ قتادہ وسدی نے فرمایا کہ یہ آیت غزوۂ خندق مین اُتری جبکہ مسلمانون کو جہد وخوف شدید وسردی وتنگی معیشت وانواع اذیت سے بہت
کچھ لاحق ہوا جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہو وبلغت القلوب الحناجر کلیجے منھ تک پہونچ گئے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ جنگ احد کے بارہ مین اتری ہو اور عطاء
نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور آپکے اصحاب بھی آئے تو انکو تکلیف شدید پیش آئی اسواسطے کہ یہ لوگ بلا مال
چلے آئے تھے اور اپنا ملک ومال کافرون کے ہاتھ مین چھوڑ آئے اور اللہ تعالے واسکے رسول صلعم کی رضامندی کو اختیار کرلیا تھا پھر یہان یہود نے
عداوت ظاہر کی اور ایک قوم نے دل مین نفاق پوشیدہ کیا پس اللہ تعالے نے اہل ایمان کے دل مطمئن کرنے کے واسطے۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ
الآیہ کو نازل فرمایا۔ قولہ زلزلوا۔ اے دشمنون سے سخت جھنجوڑے گئے اور سخت امتحان مین پڑے گئے چنانچہ صحیح مین خباب بن الارت سے روایت ہے
کہ ہم لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہمارے لیے کیون مدد نہین چاہتے آپ ہمارے لیے کیون نہین دعا فرماتے ہین آپ اسوقت خانہ کعبہ کے
سایہ مین ٹیک دیے ہوے تھے پس اُٹھ بیٹھے اور چہرۂ مبارک پر آثار خشم نمودار ہوے اور فرمایا کہ تمسے اگلی امتون کے مسلمانون کا یہ حال تھا کہ انمین
سے ایک کے سر پر آرہ رکھا جاتا اور سیرون تک چیرڈالا جاتا پھر بھی اس سے وہ اپنے دین سے نہین پھرتا تھا اور کسی کے بدن مین لوہے کی کنگھی
گوشت وہڈی تک پہونچا کر کھینچی جاتی اور یہ امر اسکو اسکے دین سے نہین پھیرتا تھا پھر فرمایا کہ قسم ہے اللہ تعالے کی کہ وہ اس امر کو یعنے دین اسلام کو
ضرور پورا کریگا یہانتک کہ صنعاء سے حضر موت تک جانے والا جائیگا اس حال مین کہ سوائے اللہ تعالے کے کسی سے خوف نہ کرتا ہوگا ولیکن تم لوگ
جلد باز ہو (الصحاح) قال ابن کثیر مومنین کو ایسے امتحان مین سے غزوۂ خندق مین ایک پوری مشقت پیش آئی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا
ہنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۔ اس سے ظاہر ہو کہ شیخ کے نزدیک اسکا سبب نزول غزوۂ خندق ہونا ثابت نہین ہوا چنانچہ مترجم نے خود
اوپر اشارہ کیا اور یہی مفسر سیوطی رحمہ کا مختار ہو۔ قولہ حتی یقول الرسول۔ اے شدت بلاء ومحنت کا استمرار یہانتک پہونچا کہ رسول واسکے ساتھ
والے مسلمان یہ کہنے لگے آخر حتی بمعنی الی ان ہو اے الی ان یقول۔ پس اسمین انتہاء درجہ پر مشقت پہونچ جانے پر دلالت ہو اسلیے کہ رسول
بہ نسبت اورون کے زیادہ ثابت قدم وصابر ہوتے ہین پس جب رسول سے یہ قول صادر ہوا تو معلوم ہوا کہ شدت بدرجۂ غایت پہونچ گئی تھی واضح ہو
کہ حتی کا مابعد اگر مستقبل ہو پس اگر اس امر پر نظر کی گئی کہ قول مذکور بہ نسبت اپنے ماقبل کے مستقبل ہو اگرچہ فی الحال وہ زمانہ ماضی ہوگیا تو اسکو
نصب دینگے چنانچہ یہان اکثر قراء کی قراءت بدین معنی حتی یقول۔ بالنصب ہو اور اگر اس امر پر نظر کی گئی کہ وہ حال ماضی کی حکایت ہے

تو اسکو رفع دیدیا جائیگا جیسے یہان بھی ہوین معنی بالرفع قراءۃ نافع ہی قولہ۔ متیٰ نصر اللہ۔ کہان ہو مدد اللہ کی اور اسمین مدد الٰہی سے نا امیدی نہین اور نہ شک ہی جیسا کہ وہم ہوتا ہو بلکہ مدد الٰہی کے دیر ہونے کے اظہار مین مدد کی درخواست ہو یعنے اے اللہ تعالےٰ ہمکو مدد کرامت فرما کہ بہت دیر ہوگئی اور ہمارا اضطراب انتہا کو پہونچ گیا ہو بعض نے کہا کہ رسول نے جواب دیا کہ الا ان نصر اللہ قریب۔ قریب سے مراد قرب مکانی نہین کہ وہ یہان لاتو نہین بلکہ مراد قرب زمانی ہو چنانچہ مفسرنے کہا کہ قریب آتیانہ۔ اے اسکا آنا نزدیک ہو اور بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ اسمین اشارہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کی نزدیکی حاصل کرنا اور درجات کرامت کو پہونچنا اسطرح ہوتا ہو کہ خواہش نفسانی کو چھوڑے اور لذات فانی کو ترک کرے اور محنت و مشقت و ریاضت و صبر اٹھاوے اور صحیح حدیث مین ہو کہ جنت گھری ہوئی ہو مکارہ سے اور دوزخ گھری ہوئی ہو شہوات سے یعنے جو راہ خدا مین ایسی چیزین جو نفس پر گران گذرتی ہین مثل نماز روزہ وغیرہ برداشت کرے وہ داخل جنت ہوگا اور جو شہوات نفسانی اور کفر و شرک مین پڑ گیا وہ دوزخ مین جائیگا اور دوسری حدیث مین مضمون ہو کہ جبرئیل جب جنت کو دیکھنے بھیجے گئے تو انھون نے عرض کیا کہ اے پروردگار جو کوئی اسکو سُنے گا اسمین داخل ہونے کی خواہش کرکے داخل ہوگا پھر جب دوبارہ بھیجے گئے تو دیکھا کہ مکارہ سے گھیری ہوئی ہو تو عرض کیا کہ پروردگار اب خوف ہو کہ شاید کوئی داخل نہ ہوسکیگا اور ایسے ہی دوزخ کی شہوات مین اسکے برعکس مذکور ہو یعنے اول مرتبہ جاکر دیکھا تو عرض کیا کہ اے پروردگار جو سُنے گا کبھی اسمین داخل ہونیکا رخ نہ کریگا پھر دوبارہ جاکر دیکھا تو وہ شہوات نفس سے گھری ہوئی ہو پس عرض کیا کہ اے رب اسکے گرد وہ شہوات ہین کہ بہتیرے اسمین مبتلا ہونگے ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الخ۔ تم اپنے دل و جان کی نگاہبانی کرو اور مراقبہ رکھو اور نفس کے خیالات و عبادات کا اُس سے حساب لو اور درگاہ الٰہی مین عبادت و ریاضت مین پوری کوشش کرو یعنی بدون مراقبہ و محاسبہ و مجاہدہ کے مقام انس و مشاہدہ مین نہیں پہونچ سکتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے محبت مال سے اُنکو جدا کیا اور انفاق کا حکم دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو دریافت کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى

تجھسے پوچھتے ہین کیا چیز خرچ کرین تو کہہ جو چیز خرچ کرو فائدے کی سو مان باپ کو اور نزدیک ناتے والون کو اور یتیمون کو

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○

اور محتاجون کو اور راہ کے مسافر کو اور جو کروگے بھلائی وہ اللہ کو معلوم ہے

ابن المنذرؒ نے محمد بن مقاتلؒ سے روایت کی کہ عمرو بن الجموح انصاری بزرگ مالدار تھے انھون نے خرچ کا سوال کیا تو نازل ہوا قولہ تعالےٰ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ۔ تجھسے پوچھتے ہین کہ کیا خرچ کرین ف ابن کثیرؒ نے کہا یعنی کیونکر خرچ کرین سیوطیؒ نے کہا کہ یہی سوال تھا کہ کیا چیز اور کن لوگون پر خرچ کرین چنانچہ اسی کے مطابق جواب فرمایا۔ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ۔ کہدے کہ تم جو کچھ بھلائی سے خرچ کرو ف مال حلال سے خیرات کرو۔ فَلِلْوَالِدَيْنِ۔ تو وہ والدین کے لیے ہو ف یعنے خرچ کی چیز تو مال حلال چاہیے اور جنپر خرچ کیا جاوے وہ والدین ہین۔ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ اقرباؤن کے لیے ہو ف بعد اپنے نفس و اولاد کے بعد والدین پھر درجہ بدرجہ اقارب وَالْيَتٰمٰى۔ اور یتیم بچے ف جنکا باپ مرگیا ہو جب تک نابالغ ہون تب تک یتیم ہین کیونکہ حضرت علیؓ سے روایت ہو کہ بعد بلوغ کے یتیمی نہین ہو (الترمذی) اگرچہ یتیم قرابتی نہون ورنہ قرابت و یتیمی مین داخل ہونگے۔ وَالْمَسٰكِيْنَ۔ اور مساکین مین ف جو محتاج ہون یا انکو قدر کفاف نہ ملتا ہو۔ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ اور مسافرین ف کہ راہ مین خرچہ نادار ہوجانے سے محتاج ہوگئے اگرچہ وہ گھر سے مالدار ہون اور آخر مین علم نیکی کا حکم دیا بقولہ۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ اور جو کچھ تم بھلائی سے کرو تو اللہ تعالےٰ اُسکو خوب جانتا ہے

ف پس ایک ذرہ بھی ضائع نہوگا بلکہ ثواب جمیل پاؤگے پس اسمین سب وجوہ شامل ہین

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن

حکم ہوا تم پر لڑائی کا اور وہ بُری لگتی ہی تمکو اور شاید بُری لگے تم کو ایک چیز اور وہ بہتر ہو تم کو اور شاید

ع ۲۶ ۱۰ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

تمکو اچھی لگے ایک چیز اور وہ بُری ہو تم کو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہین جانتے ہو

كُتِبَ - فرض کیا گیا - عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ - تمپر قتال یعنے کافرون سے لڑنا اُنکی کفرلی وجہ سے - وَهُوَ كُرْهٌ - وہ مکروہ ہی - لَّكُمْ تمکو ف یعنے گران ہی تمکو طبیعت کی راہ سے بسبب اسکی شقت کے - وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ - اور کچھ بعید نہین کہ تم ایک چیز کو ناگوار رکھو حالانکہ وہ تمھارے حق مین بہتر ہی ف اگرچہ تمھارا نفس ناگوار رکھتا ہو - وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ - اور کچھ بعید نہین کہ تم ایک چیز کو دل سے چاہو حالانکہ یہ تمھارے حق مین بدتر ہی ف اسواسطے کہ نفس تو ایسی چیزون کی طرف میل کرتا ہی جو اسکی خواہشین ہوتی ہین حالانکہ یہ میل اسکا اسکی ہلاکت کا موجب ہی اور نفس ایسی چیزون سے نفرت کرتا اور بھاگتا ہی جو شرعی تکلیفات اسکی سعادت کے موجب ہین پس قتال مین تمھارے لیے بھلائی ہی اگرچہ تم اسکو گران جانو اسلیے کہ جہاد کرنے مین یا فتح یا غنیمت ملتی ہی یا شہادت و ثواب ملتا ہی اور اسکے چھوڑنے مین تمھارے لیے بُرائی ہی اگرچہ تمکو بھلا معلوم ہو اسلیے کہ اسمین ذلت و محتاجی و ثواب سے محرومی ہی وَاللَّهُ يَعْلَمُ - ما ہو خیر لکم - اور اللہ جانتا ہی جو تمھارے واسطے بہتر ہی - وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ - ذلک فبادروا الی ما یامرکم بہ - اور تم نہین جانتے ہو اس بات کو پس جلدی کرو - اُس چیز کی طرف جسکے بجالانے کا تمکو حکم فرماتا ہی - جہاد کرہ اسواسطے ہوا کہ اسمین اخراج مال اور مفارقت آل اولاد و وطن ہی اور نفس کو ایسے مقام پر پیش کرنا ہی جہان اسکے مرجانے کا خیال ہی یا زخمی و مجروح ہوکر سفر کی سختی و درد کی شدت مین گرفتاری کا خیال ہی اور مصدر کو بیان یا بطریق مبالغہ محمول کیا اور یا کرہ یعنے مکروہ ہی اور یہی مفسر سیوطیؒ نے اختیار کیا ہی - اگر کہا جاوے کہ یہان لازم آتا ہی کہ حکم آلہی کو مکروہ جانا اور اسکے برخلاف کو اچھا سمجھا - اور جواب دیا گیا کہ کراہت سے کراہت طبعی مراد ہی یعنے طبیعت اسکو گران جانتی ہی بسبب اسکی شقت کے اور کراہت ایمانی مراد نہین ہی کیونکہ بہت چیزون کو آدمی تصدیق دلی سے اچھا جانتا ہے حالانکہ طبیعت اُسکو گران رکھتی ہی جیسے دوائے تلخ کہ اوسکے نفع کی راہ سے اُسکو اچھا جانتا ہی اگرچہ اسکا پینا نفس پر گران ہی - تجہر جہاد بعض کے نزدیک ہر مسلمان پر فرض ہی - اور بعض نے کہا کہ جہاد نفل ہی اور آیہ مین خاص اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین اور باقی لوگ مراد نہین ہین اور یہی ثوری و اوزاعی کا مذہب نقل کیا گیا ہی اور جمہور کے نزدیک جہاد فرض کفایہ ہی یعنے اگر کچھ لوگ جہاد کرنے پر کھڑے ہو جاوین تو باقیون کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور اگر کوئی نہ کھڑا ہو تو سب گنہگار ہونگے اور جب کافر لوگ دارالاسلام پر حملہ کرین تو قریب والون پر اُنسے لڑنا اور دفع کرنا فرض ہی پھر اگر وہ لوگ کافی نہون تو اُنسے قریب والون پر بھی جانا فرض ہی علی ہذا القیاس ایک بعد دوسرے کے انتہائے ملک تک فرض ہوگا - اور بعض نے کہا کہ اگر مسلمانون کے ملک مین کافر آوین تو جہاد سب پر فرض ہی اور اگر اپنے ملک مین ہون تو فرض کفایہ ہی - قولہ واللہ یعلم - یعنے جسمین تمھاری بھلائی ہی اُسکو اللہ تعالے جانتا ہے اسی سے جہاد تمپر فرض کردیا اور بیضاوی نے کہا کہ اسمین دلیل ہی کہ احکام جو شرع مین ہین وہ مصلحت کے ساتھ ہین اگرچہ ہر ایک کی مصلحت دبستری معلوم نہو

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ

تجھے پوچھتے ہین مہینہ حرام مین لڑائی کرنی تو کہہ لڑائی اسمین بڑا گناہ ہی اور روکنا اللہ کی راہ مین اور اوسکو نہ ماننا

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا

اور مسجد حرام سے روکنا اور نکال دینا اوسکے لوگون کو وہان سے اوس سے زیادہ گناہ ہی اللہ کے ہان اور دین سے بچلانا قتل سے زیادہ ہی

يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ

اور وہ تو لگے ہی رہتے ہین تم سے لڑنے کو یہانتک کہ تم کو پھیر دین تمھارے دین سے اگر مقدور پادین اور جو کوئی پھریگا تم مین اپنے

عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ

دین سے پھر مرجاوے گا کفر پر تو ایسون کے عمل ضائع ہوے دنیا و آخرت مین اور وہ

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

جہنم والے ہین وہ اسی مین رہ پڑے

جب رسول صلعم نے اپنے سرایا مین سے اول سریۂ بھیجا اور اوسپر عبد اللہ بن جحش کو امیر مقرر کیا پس اُنھون نے مشرکین سے قتال کیا۔ ابن الحضرمی کو قتل کیا اور یہ جمادی الثانی کا آخر دن تھا اور اونپر ملتبس ہو گیا کہ رجب شروع ہو گیا پس کفار نے انکو عار دلایا کہ تم نے رجب کو حلال کر لیا ہی پس نازل ہوا قولہ تعالے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ۔ تجھے ماہ حرام کو پوچھتے ہین ف یعنے بعض احکام کو جسکا بیان یہ ہی قِتَالٍ فِيْهِ۔ یعنے ماہ حرام مین قتال کرنا کیسا ہی ف جیسے عبد اللہ بن جحش کے سریہ مین شبہہ پیدا ہوا تھا کہ اول تاریخ ماہ رجب مین قتال واقع ہوا ہی۔ اور بعد نزول آیت کے حضرت صلعم نے غنیمت کو قبول کیا اور زمخشری و ابن سیدۃ الناس نے زعم کیا کہ قتال اول رجب مین ہوا جو انکو آخر جمادی الثانی سے مشتبہ ہوا تھا۔ بالجملہ کافرون نے عار دلایا کہ تمنے ماہ رجب کو حلال کر لیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ۔ تو کہدے کہ ماہ حرام مین قتال کرنا کبیرہ ہی ف گناہ عظیم ہی لیکن کافرون کا شرک و کفر اس سے بدتر ہی چنانچہ فرمایا۔ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور راہ الٰہی سے روکنا۔ وَكُفْرٌۢ بِهٖ۔ اور اللہ تعالے سے کفر کرنا ف یعنے دین الٰہی سے انکار و محمد رسول اللہ سے کفر کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور مسجد حرام سے روکنا۔ ف جیسے مشرکون نے آنحضرت صلعم و مومنون کو عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا۔ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ۔ اور مسجد الحرام والون کو وہان سے نکالنا ف یعنے محمد صلعم و مومنون کو مکہ سے نکالنا یہ سب امور اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالے کے نزدیک بہت بڑا کبیرہ جرم و عصیان ہین یعنے کافرون کو تہدید فرمائی کہ تمنے بھول چوک سے ماہ حرام کے قتال پر عار دلایا اگرچہ وہ جرم سہی مگر اس سے بڑھکر سخت کبیرہ گناہ وہ یہ ہی کہ لوگون کو راہ الٰہی سے روکو و مسجد الحرام سے روکو اور اللہ تعالے سے کفر کرو اور جو لوگ مسجد الحرام مین عبادت کے لائق ہین یعنے رسول و صحابہ انکو وہان سے نکالو حتی کہ ہجرت کر کے مدینہ جاوین پس یہ سب امور البتہ اللہ تعالے کے نزدیک اشد کبیرہ گناہ ہین اور تم کافرون نے ان امور کو عمداً کیا ہی پس کافرون و مسلمانون کے فعل مین دو طرح سے فرق ہی اول تو سریۂ اسلام نے عمداً نہین کیا بلکہ مشتبہ ہوا تھا۔ اور کافرون کا شرک و کفر وغیرہ عمداً ہی۔ دوم قتال ماہ حرام خفیف ہی اور کافرون کے معاصی بہت شدید ہین پس جو لوگ ایسے شدید معاصی کے مرتکب ہون وہ کیونکر مسلمانون کو طعنہ دے سکتے ہین وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ اور شرک کرنا قتل سے بڑھکر کبیرہ ہی ف یعنے اے کافرو تمھارا شرک کرنا بڑا کبیرہ ہی بہ نسبت اسکے کہ تم ماہ حرام مین قتل کیے جاؤ۔ مترجم کہتا ہی کہ مومنون کو خطاب اولیٰ ہی یعنے اے مومنو تم مشتبہ مت ہو کیونکہ ماہ حرام مین کافرون کو قتل کرنے سے کافرون کا

شرک کرنا بدتر ہے حالانکہ تم نے انکو جرم پر نہیں بلکہ یونہی بر قتل کیا۔ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا
اور کفار برابر تم سے قتال کرتے رہینگے یہانتک کہ تمکو تمھارے دین سے پھیر دین اگر قابو پاوین ف یہ کفار تمھارے دین کے دشمن ہین بس تم برابر
انکو مارو اور دین پر قائم رہو اور ہرگز کافرون کے فریب مین مت آؤ۔ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰئِكَ
حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اور جو کوئی تم مین سے اپنے دین سے پھر جاوے پھر وہ مرا اس حال مین کہ کافر ہے تو اسکے اعمال مٹ گئے
دنیا و آخرت مین ف ان اعمال کا دنیا و آخرت مین کچھ شمار نہ ہوگا بلکہ وہ کافرون کے ساتھ دائمی جہنم مین رہیگا۔ وَأُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ اور ایسے ہی کفر پر مرنے والے تو دوزخی لوگ ہین وہ اسمین ہمیشہ پڑے رہینگے ف اس آیت مین چند مقام ہین از انجملہ کیا
ماہ حرام مین قتال روا ہے یا نہین اور پوچھنے والے کفار ہین یا مسلمان ہین اور مرتد کا کیا حکم ہے۔ اور ہر ایک کا بیان آتا ہے اور واضح ہو کہ یہ پہلا سریہ ہے جو
اسلام مین غنیمت و قیدی لایا ہے۔ پھر بعض علماء نے کہا کہ آیۃ محکم ہے اور ماہ حرام مین قتال نہین روا ہے الا اسی طرح کہ کافرون کے حملہ کو دفع کرے اور انکے
دفعیہ کے واسطے لڑے اور جمہور کے نزدیک۔ قولہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم اور قولہ قاتلوا المشرکین کافۃ۔ سے یہ آیت منسوخ ہے یعنے کوئی مہینہ
ہو قتال کرنا روا ہے اور زمین حرم مین البتہ نہین روا ہے خواہ مہینہ حرام ہو یا حلال ہو پھر ماہہاے حرام چار ہین ذی قعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب پس
تین سرد اور ایک فرد ہے۔ قولہ یسئلونک عن الشہر الحرام۔ پوچھنے والے اکثر مفسرین کے نزدیک اہل اسلام تھے اور بیضاوی نے اسکو ضعیف جانا اور
پسند کیا کہ پوچھنے والے مشرکین مکہ ہین کیونکہ قولہ تعالے۔ وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ۔ شاہد ہے کہ مشرکین ہی پوچھنے والے تھے تاکہ جیسی انھون نے مسلمانون پر
تعریض کی تھی ویسے ہی انپر تعریض ہو جاوے اور یہ توجیہ بطریق بلاغت ہے اور البتہ صحیح مروی ہے کہ مشرکین سوال کرتے تھے چنانچہ شیخ ابن کثیر نے
ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے جندب بن عبد اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگون کو روانہ کیا اور انپر ابو عبیدۃ بن الجراح
کو امیر مقرر کیا پھر جب ابو عبیدہ چلنے لگے تو حضرت صلعم کے فراق سے روئے پس آپ نے ابو عبیدہ کو روک لیا اور بجاے انکے عبد اللہ بن جحش کو
مقرر کیا اور انکو ایک خط لکھ دیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ پڑھین یہانتک کہ فلان مقام پر پہونچین اور فرمایا کہ اپنے ساتھیون مین سے کسیکو اپنے ساتھ
چلنے پر مجبور مت کرنا پھر جب مقام مذکور پر عبد اللہ نے خط کھولکر پڑھا تو کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور کہا کہ مین نے حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو بگوش دل سُنا و منظور کیا پھر ساتھیون سے حال بیان کیا اور انکو خط پڑھ سنایا پھر دو شخص پھر رہے اور باقی لوگ چلے پس انھون نے
ابن الحضرمی کو پایا اور اسکو قتل کر دیا اور یہ نہ جانا کہ یہ روز جمادی الاخری کا ہے یا رجب کا ہے پھر مشرکون نے مسلمانون سے کہا کہ تمنے شہر حرام مین قتل کیا
پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر الآیۃ اور سدیؒ نے ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور سات آدمی تھے انپر عبد اللہ بن جحش اسدی کو سردار کیا اور انمین عمار بن یاسر و ابو حذیفہ
بن عتبہ بن ربیعہ و سعد بن ابی وقاص و عتبہ بن غزوان سلمی اور سہیل بن بیضاء و عامر بن فہیرہ و واقد بن عبد اللہ یربوعی تھے اور ابن جحش کو
ایک خط لکھدیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ پڑھین یہانتک کہ بطن نخلہ مین اترین پھر جب بطن نخلہ مین اُترے تو خط کھولا اسمین لکھا تھا کہ تو چلا جا یہانتک
کہ بطن نخلہ مین مقام کر پس عبد اللہ بن جحش نے ساتھیون سے کہا کہ جو شخص تم مین سے موت کو چاہتا ہو وہ میرے ساتھ چلے اور وصیت کر دے
کہ مین نے وصیت کر دی اور مین حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلا جاؤنگا پھر چلے پھر ایک مقام پر سعد بن ابی وقاص و عتبہ دونون پیچھے
رہے کہ دونون کی سواری گم ہو گئی تھی اسکو ڈھونڈھتے رہ گئے اور ابن جحش چلکر بطن نخلہ مین پہونچے پھر ناگاہ وہان حکم بن کیسان و عثمان
بن عبد اللہ بن المغیرہ و نوفل بن عبد اللہ ملے پس انھون نے انمین سے دو کو قید کیا اور ابن الحضرمی کو قتل کیا اور واقد بن عبد اللہ نے اپنے تیر سے

اسکو قتل کیا تھا اور نوفل انکے ہاتھ سے نکل بھاگا اور ہاتھ نہ آیا پس یہ پہلی غنیمت تھی جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کی پھر جب وہ
لوگ مدینہ مین دو قیدی اور مال غنیمت لیکر لوٹ آئے تو اہل مکہ نے اپنے قیدیون کو فدیہ دیکر چھڑانا چاہا اور شہر حرام مین قتال کرنے پر عار دلایا اور کہے
کہ محمد کو زعم ہے کہ ہم اللہ تعالے کی اتباع کرتے ہین حالانکہ اُنھون نے ہی پہلے ماہ حرام مین تغیر کیا کہ اسمین قتال حلال کیا ہے اور ہمارے ساتھی کو ماہ رجب
مین قتل کر ڈالا پس مسلمانون نے کہا کہ ہم نے اسکو جمادی الثانی مین قتل کیا ہے اور یہ بات یہ تھی کہ وہ پہلی رات رجب اور آخر رات جمادی الثانی
کی تھی اور شہر رجب داخل ہونے پر مسلمانون نے اپنی تلوارین میان مین کر دین اور اللہ تعالے نے نازل کیا کہ اہل مکہ کو عار دیتا ہے یسئلونک عن
الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر۔ اے حلال نہین ہوا اور اے گروہ مشرکین جو تمنے کیا ہے وہ شہر حرام مین قتل کرنے سے کہین بڑھکر ہے
کہ تمنے اللہ تعالے کے ساتھ کفر کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم و انکے ساتھیون کو روکا اور مسجد الحرام کے لوگون کو مسجد الحرام سے نکالا کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم و انکے ساتھیون کو تمنے نکالا ہے۔ یہ اللہ تعالے کے نزدیک ماہ حرام مین قتل کرنے سے کہین بڑھکر ہے۔ قال ابن کثیر اور عوفی نے ابن عباس سے
روایت کی کہ بات یہ ہے کہ مشرکون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا اور ماہ حرام مین مسجد الحرام تک پہونچنے سے مانع ہوئے کہا ابن عباس نے
پس اللہ تعالے نے سال آیندہ مین ماہ حرام مین اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فتح دی پس اس واقعہ مین جب مشرکون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر عیب لگایا کہ ماہ حرام مین قتال کیا تو اللہ عز وجل نے رد فرمایا کہ۔ صد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ۔ یعنے یہ
بڑا گناہ ہے بہ نسبت ماہ حرام مین قتال کے اور یہ بات یون تھی کہ رسول اللہ صلعم نے ایک سریہ روانہ کیا پس یہ لوگ پہونچے تو ابن الحضرمی
انکو ملا اور وہ طائف سے آتا تھا اور وہ آخر رات جمادی الثانی کی اور پہلی رات رجب کی تھی اور اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا کہ یہ رات
جمادی الثانی کی ہے اور تھی وہ اول رجب کی مگر انکو معلوم نہوا پس ابن الحضرمی کو ایک نے انمین سے قتل کیا اور جو کچھ اسکے ساتھ تھا سب چھین لیا
پھر مشرکون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس آدمی بھیجا کہ آپ کو عار دلاتے تھے کہ ماہ حرام مین قتل روا رکھا ہے پس اللہ تعالے نے فرمایا یسئلونک
عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ۔ یعنے اہل مسجد الحرام کو اسمین سے نکال
دینا یہ اس سے بڑھکر ہے جو اصحاب محمد صلعم نے کیا ہے۔ والفتنۃ اشد من القتل۔ اور شرک اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ ایسا ہی عکرمہ نے ابن عباس
سے روایت کیا کہ یہ آیت سریہ عبد اللہ بن جحش اور قتل عمرو بن الحضرمی کے بارہ مین اُتری ہے اور اسکے مانند محمد بن السائب کلبی نے ابو صالح
کی طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور محمد بن اسحق بن یسار مدنی نے اپنی کتاب السیر مین روایت کی کہ انھون نے کہا کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جحش بن رباب اسدی کو ماہ رجب مین بدر اولی سے لوٹتے وقت سریہ روانہ کیا اور انکے ساتھ آٹھ آدمی مہاجرین سے
جنمین کوئی انصاری نہ تھا روانہ کیے اور عبد اللہ کو ایک خط لکھدیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ دیکھین یہانتک کہ دو روز چلے جاوین یعنے دو
منزل طے کرین پھر اسکو دیکھین پس اُسمین جو حکم کیا ہے اُسکے موافق چلے جاوین اور اپنے ساتھیون مین سے کسی پر چلنے کے واسطے زبردستی
نہ کرین اور انکے ساتھی مہاجرین تھے پھر بنی عبد شمس بن عبد مناف مین سے ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھے
اور انکے ہم قسم عبد اللہ بن جحش بن رباب اسدی تھے اور یہی قوم کے سردار کیے گئے تھے اور نیز عکاشہ بن محصن اسدی بن اسد بن خزیمہ مین
سے ایک شخص انکے ہم قسم تھے اور بنی نوفل بن عبد مناف مین سے عتبہ بن غزوان بن جابر تھے اور بنی زہرہ بن کلاب مین سے سعد بن
ابی وقاص انکے حلیف اور بنی کعب بن عدی مین سے عامر بن ربیعہ نیز انکے حلیف عنز ابن وائل سے تھے اور نیز واقد بن عبد اللہ بن
عبد مناف بن عرس بن ثعلبہ الیربوعی بنی تمیم مین سے انکے حلیف تھے اور خالد بن البکیر ایک شخص بنی سعد بن لیث مین سے انکے حلیف تھے

اور بنی حارث بن فہر مین سے سہیل بن بیضا رتھے پھر جب عبداللہ بن جحش دو روز چلے تو پھر خط کھولکر دیکھا پس اوسمین لکھا تھا کہ جب تو میرے
اس خط کو دیکھے تو چلا جا یہانتک کہ تو بطن نخلہ مین مکہ وطائف کے درمیان اترکر قریش کا انتظار دیکھتا کر اور اونکی خبرین ہمارے واسطے
معلوم کر پس جب عبداللہ نے خط دیکھا تو کہا کہ مین نے اللہ ورسول کی فرمانبرداری قبول کی پھر اپنے ساتھیون سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حکم دیا ہے کہ مین چلا جاؤن بطن نخلہ تک وہان قریش کی تاک کرون تاکہ انکی خبر لاؤن اور مجھے منع فرمایا ہے کہ مین تم مین سے کسی پر جبر واکراہ
کرون پس جو شخص تم مین سے شہادت چاہتا ہو اور اسمین رغبت رکھتا ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جسکو یہ گران گذرے اسکو لوٹ جانا چاہیے
اور مین تو حکم رسول صلعم پر چلا جاؤنگا پھر عبداللہ بن جحش چلے اور اونکے ساتھی بھی انکے ساتھ ہوے ان مین سے کوئی نہین پچھڑا پس سبھون نے
زمین حجاز کی بلندی کی راہ اختیار کی یہانتک کہ جب فرع کے اوپر معدن مین پہونچے جسکو بحران کہتے تھے تو وہان سعد بن ابی وقاص و
عتبہ بن غزوان کا اونٹ جسپر دونون باری باری سوار ہوتے تھے گم ہوگیا پس یہ دونون ڈھونڈھتے رہگئے اور عبداللہ بن جحش و باقی لوگ
آگے چلے گئے یہانتک کہ بطن نخلہ مین اترے پس وہان قریش کے اونٹ مال تجارت روغن زیتون و اُدم وغیرہ سے لدے ہوے گذرے جنمین
عمرو بن الحضرمی تھا اور اس حضرمی کا نام عبداللہ بن عباد تھا اور عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ اور اوسکا بھائی نوفل بن عبداللہ مخزومی اور
حکم بن کیسان مولاے ہشام بن المغیرہ تھے پھر جب قوم نے انکو دیکھا تو اُنسے ڈرے حالانکہ انکے قریب اترے تھے پھر عکاشہ بن محصن انپر
ظاہر ہوے اور انھون نے اپنا سر منڈایا تھا پھر جب عکاشہ کو دیکھا تو بیخوف ہوے اور کہنے لگے کہ عمار ہین تو انکی طرف سے کچھ خوف نہین
ہے اور مسلمانون نے انکے بارہ مین باہم مشاورت کی اور یہ آخر جمادی الثانی اول رجب مین تھا پس قوم نے کہا کہ اگر تمنے ان لوگون کو
اس رات چھوڑ دیا تو ضرور حرم مین داخل ہو جاوینگے اور پھر تمسے ممنوع ہونگے اور اگر تمنے انکو قتل کیا تو ماہ حرام مین قتل کرنا واقع ہوگا پس قوم کو تردد
پیش آیا اور اُنپر پیش قدمی سے گناہ کے خیال سے ڈرے پھر اپنا دل کڑا کر کے سبنے اسی بات پر اتفاق کیا کہ کافرون مین سے جسکو پاؤ قتل کرو
اور جو کچھ انکے ساتھ ہو سب چھین لو پس واقد بن عبداللہ تمیمی نے عمرو بن الحضرمی کو تیر مارا اور اسکو قتل کیا اور عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان کو
قید کر لیا اور نوفل بن عبداللہ ہاتھ سے نکل گیا ایسا کہ تلاش سے ہاتھ نہ آیا پھر عبداللہ بن جحش مع اپنے ساتھیون کے دونون قیدی اور لدے ہوے اونٹ
لیے ہوے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین مدینہ حاضر ہوے۔ محمد بن اسحق نے کہا کہ بعضے اولاد عبداللہ بن جحش نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن جحش نے اپنے ساتھیون سے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس غنیمت مین سے جو ہمنے حاصل کی ہے پانچوان حصہ ہے اور یہ بات انھون نے قبل اسکے کہی تھی کہ اللہ تعالے نے مال
غنائم سے پانچوان حصہ فرض فرمایا پس عبداللہ نے اس مال لدے ہوے مع اونٹون کے پانچوان حصہ الگ کر لیا اور باقی اپنے ساتھیون کے درمیان تقسیم کر دیا۔ ابن اسحق نے
کہا کہ پھر جب رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ مینے تمکو ماہ حرام مین قتال کرنیکا حکم نہین دیا تھا اور مال اور ہر دو قیدی کو توقف مین رکھا اور انکار
کیا کہ اسمین سے کچھ قبول نہ فرمایا پس جب رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا تو عبداللہ و انکے ساتھی نادم ہوے اور انکو گمان ہوا کہ ہمسے بڑا گناہ واقع ہوا اور دیگر مسلمانون نے انکو
انکے فعل پر ملامت کی اور قریش کے مشرک کہنے لگے کہ محمد و انکے ساتھیون نے ماہ حرام کو حلال کر دیا اور ماہ حرام مین خونریزی کی اور اسمین مال چھین لیا اور لوگون کو
قید کیا اور یہود نے اسمین بدفالی کی باتین نکالین جو اللہ تعالے نے اُلٹے انھین پر ڈالین۔ پھر جب لوگون نے اسمین زیادہ بڑھ بڑھکر باتین بنائین تو
اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير وصد عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه
اكبر عند الله والفتنة اشد من القتل۔ یعنے اگر تمنے شہر حرام مین قتل کیا ہے تو انھون نے تمکو راہ خدا سے باوجود اسکے ساتھ کفر کرنے کے روکا ہے اور
مسجد حرام سے روکا اور تمہارا وہان سے نکالا جانا حالانکہ تم اسکے اہل لائق ہو اللہ تعالے کے نزدیک تمہارے انکو قتل کرنے سے زیادہ بڑھکر ہے

اور فتنہ اشد من القتل سے یعنے وہ لوگ مسلمانوں کو انکے دین کی وجہ سے ایسے فتنہ وعذاب میں ڈالتے تھے تاکہ انکو انکے دین سے پھر کفر کی طرف پھیر دیں سب
یہ انکا فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمھارے قتل کرنے سے بڑھکر ہے۔ ولایزالون یقاتلونکم حتے یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ یعنے پھر وے لوگ اپنے بد تر
افعال پر اڑے وقائم ہیں ہنوز توبہ نہیں کی ہے اور نہ اس سے الگ ہوے ہیں۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر جب قرآن اس امر میں اترا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے
شدت وغم دور کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو قیدی اور مال غنیمت پر قبضہ کیا اور قریش نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
دونوں قیدیوں کا فدیہ بھیجا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہم تمکو یہ دونوں قیدی فدیہ لیکر نہ دینگے یہانتک کہ ہمارے دونوں ساتھی یعنے سعد بن ابی وقاص
وعتبہ بن غزوان نہ آ جاویں کیونکہ ہمکو انکے حق میں تمھاری طرف سے خیال ہے پس اگر تمنے انکو قتل کیا تو ہم تمھارے دونوں ساتھیوں کو قتل کرینگے
پھر سعد وعتبہ آ گئے تب رسول صلعم نے دونوں قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑا لیکن حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گئے اور انکا اسلام اچھا ہوا یعنے اچھے
مسلمان ہوے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے یہانتک کہ بیر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوے اور رہا عثمان بن عبداللہ تو وہ
مکہ چلا گیا اور وہاں کفر کی حالت میں مر گیا۔ **قال المترجم** ہکذا ذکرہ **ابن کثیر** اور مترجم کہتا ہے کہ ابن اسحٰق کی روایت اتم واوضح ہے ولیکن بعض بعض
مقام پر وہم سے خالی نہیں ہے اور محمد بن اسحٰق اگرچہ تحقیق یہ ہے کہ صدوق ہیں یعنے سچے آدمی ہیں انکی روایت مقبول ہے ولیکن وہم کر جاتے ہیں چنانچہ آخر یا شروع
شروع شعبان میں وہم کیا حالانکہ ثقات کی روایت میں شروع رجب اور آخر جمادی الثانی میں التباس ہوا تھا بالجملہ ان روایات سے ثابت ہوا کہ یہ
عبداللہ بن جحش میں نازل ہوا ہے اور محمد بن اسحٰق کی روایت سے پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں اس بات کے سوال سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور صحیح
یہ ہے کہ کفار قریش کے سوال پر نازل ہوئی ہے اور یہ تصریح اس قصہ کی بعض سیاق میں موجود ہے **قال ابن کثیر** اور شعیب بن حمزہ نے عن الزہری عن عروۃ
بن الزبیر اسکے مانند روایت کیا اور اسکی روایت میں یہ ہے کہ پھر کفار قریش میں سے کچھ لوگ ایلچی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے اور کہا کہ کیا
ماہ حرام میں بھی قتال حلال ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ الآیہ **قال المترجم** پس شہر حرام سے یہاں مطلق وہ مہینہ مراد ہے
جسمیں قتال پہلے حرام تھا کیونکہ قریش نے یہی سوال کیا تھا کہ کیا ماہ حرام میں قتال حلال ہے اور محتمل ہے کہ سوال میں ان کا منشا مخصوص ہو یعنے ماہ
رجب جسمیں یہ قصہ واقع ہوا اور جواب میں بھی مخصوص لیا جاوے یا عام لیا جاوے واللہ اعلم **بیضاوی** نے کہا کہ اکبر خبر ہے ان چاروں باتوں کی
جو کہ اہل قریش کے اوپر شمار کی گئی ہیں اگر کہا جاوے کہ یہ واحد ہے تو بیضاوی نے جواب دیا کہ افعل من یعنے اسم تفضیل مستعمل بمن میں واحد وجمع ومذکر ومؤنث
یکساں ہے پس جمع کے ساتھ میں وہ بمعنی جمع ہے۔ قولہ ولایزالون یقاتلونکم خطاب مومنین کو ہے اور یہیں سے اکثروں کو اشتباہ ہوا ہے کہ سوال کرنے والے
مومنین ہی ہیں حالانکہ یہ کچھ شبہہ کی وجہ نہیں ہے اسواسطے کہ یسئلونک سے خطاب کفار کو نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب
فرمایا ہے کہ سائلوں کو یہ جواب دیجئے اور مسلمانوں کو آگاہ فرمایا کہ متنبہ رہیں وہ لوگ تم سے برابر عداوت رکھینگے تا کہ تمکو تمھارے دین سے پھیر دیں
پس حتی واسطے تعلیل کے ہے اور قولہ ان استطاعوا۔ سے انکی حرکت کا استبعاد فرمایا جیسے کہتے ہیں کہ تم مجھے سمجھ لینا اگر جیت جاؤ حالانکہ یقین ہوتا ہے
کہ کبھی نہ جیتے گا پس ایذان ہے کہ وہ لوگ کبھی ایسا نہیں کر سکینگے۔ قولہ فیمت وھو کافر۔ یعنے حال کفر ہی پر مر گیا۔ اور اسی قید سے شافعیہ نے نکالا ہے کہ اگر
مسلمان ہو کر مرا تو اعمال حبط نہونگے بلکہ ثواب پاویگا جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا ہے ولیکن شمس بن خطیب شافعی نے کہا کہ مرتد ہونے سے پہلے جو اعمال اسنے کیے تھے
اور اسکا ثواب جاتا رہیگا اسکو شافعی رحمہ اللہ نے صریح فرما دیا ہے اگرچہ بعض متاخرین نے اسمیں خلاف کیا ہے انتہی کلامہ اور مبنی اس قول کا جو مفسرؒ نے
ذکر کیا یہ ہے کہ قولہ اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون۔ کا عطف جملہ شرطیہ یعنے مجموع شرط وجزا پر ہے۔ اور اگر۔ فاولئک حبطت اعمالہم۔ یعنے جملہ جزاء پر
عطف ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو اعمال کا حبط ہونا اور دائم دوزخ میں رہنا دونوں باتیں مرتد ہو کر کافر مرنے پر مترتب ہونگی پس شافعیہ جو دلیل کرتے تھے

روحانی رہیگی- پھر جاننا چاہیے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک مرتد ہونے ہی سے اعمال باطل ہوجاتے ہین خواہ وہ مسلمان ہوکر مرے یا مرتد ہی مرجاوے پان مرتد ہوکر پھر مسلمان ہونے کے بعد جو اعمال نیک کریگا اور حالت اسلام پر مریگا تو مرتد ہوکر پھر مسلمان ہونے کے بعد والے اعمال خیر کا ثواب پاویگا اور دلیل اسپر قولہ- ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ- یعنے جو کافر ہوا ایمان سے پس ضرور اسکے اعمال باطل ہوے پس اس سے ثابت ہوا کہ مرتد ہونا موجب حبط اعمال ہو اگر کہا جاوے کہ یہ آیت مطلق ہو اور جس سے شافعیہ نے دلیل پکڑی ہو وہ مقید ہو پس مطلق کو مقید پر محمول کرنا چاہیے تو جواب یہ ہو کہ مطلق کو مقید پر اُسوقت محمول کیا جاتا ہو کہ حادثہ واحد ہو اور اطلاق وتقیید دونون حکم مین ہون اور یہان اگرچہ حادثہ واحد یعنے مرتد ہوجانے کے بارہ مین دونون آیتین ہین مگر حکم مین اطلاق وتقیید نہین ہو بلکہ سبب مین ہو پس مطلق کو مقید پر محمول نہین کرسکتے ہین- اور بعض فقہانے یہ جواب دیا کہ اس آیہ سے ثابت ہوتا ہو کہ دو کلام ہین اور دونون پر دو جزا علیحدہ علیحدہ ہین یعنے مرتد ہونا اور کافر مرنا پس مرتد ہونے کی جزا حبط اعمال ہو اور کافر مرنے کی جزا خلود فی النار ہو- اور جاننا چاہیے کہ اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہو کہ اگر کسی نے حج کیا پھر وہ مرتد ہوگیا نعوذ باللہ منہ پھر مسلمان ہوا اور اسکو استطاعت اور مالداری ایسی حاصل ہو کہ حج اسپر واجب ہو تو امام شافعی کے نزدیک اسپر حج کا اعادہ واجب نہین ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہو اسواسطے کہ پہلا حج تو حبط ہوگیا اور بعد مسلمان ہونے کے عود نہ کریگا اور شافعی رح کے نزدیک چونکہ پھر مسلمان ہوگیا ہو حبط نہ ہوگا مترجم کہتا ہو جیسا کہ خطیب نے نقل کیا ہو کہ ثواب جاتا رہیگا اس بنا پر امام شافعی کے نزدیک اعادہ حج واجب ہونا چاہیے اسواسطے کہ مقصود اس سے ثواب ہی ہو فتامل- اور نیز ثمرۂ اختلاف سے یہ ہو کہ اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھی پھر مرتد ہوگیا نعوذ باللہ منہ پھر تھوڑی دیر کے بعد مسلمان ہوا اور ابھی ظہر کا وقت باقی ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ظہر کا اعادہ اُسپر واجب ہو اور شافعیہ کے نزدیک نہین واجب ہو واللہ اعلم

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ

جو لوگ ایمان لائے اور جنھون نے ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ مین وہ امیدوار ہین اللہ کی مہر کے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہو

طبرانی نے معجم کبیر مین اور ابن ابی حاتم نے جندب بن عبد اللہ سے روایت کیا اور محمد بن اسحق نے بھی اپنی روایت مین کہا کہ جب عبد اللہ بن جحش وانکے ساتھیون سے وہ الزام وغم دور ہوا جو ماہ حرام مین قتال کرنے سے پیدا ہوا تھا تب انکو ثواب کی امید ہوئی اور رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ بھلا ہم لوگ اس بات کی طمع رکھین کہ یہ لڑائی ہمارے واسطے ایک غزوہ ہوگا جسمین جہاد کرنے والون کا ثواب ہمکو ملیگا پس اللہ تعالے عزوجل نے نازل فرمایا- اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ- پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے بڑی امید مین کردیا اور ابن اسحق نے کہا کہ اس حدیث کو زہری اور یزید بن رومان نے عروہ بن الزبیر سے بھی روایت کیا ہو کذا فی تفسیر ابن کثیر اور ہجرت کے معنے یہ ہین کہ ایک جگہ چھوڑکر دوسری جگہ وطن کرلینا اور مراد یہان یہ ہو کہ دار کفر سے مدینہ منورہ مین ہجرت کرکے آئے اور یہ خاص ہجرت تھی کہ اللہ تعالے نے اسپر ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا ہو اور حدیث مین ہو کہ لاہجرۃ بعد الفتح- یعنے بعد فتح مکہ کے پھر ہجرت نہین ہو اور ظاہر امراد یہ ہو کہ وہ خاص ہجرت نہین ہو جسکا ثواب مذکور ہوا اور نہ ہر زمانہ مین جو مسلمان کسی دار الکفر سے دار الاسلام مین ہجرت کرجاوے وہ ثواب کی امید رکھے گا واللہ اعلم- اور افضل ہجرت یہ کہ اعمال بد کو چھوڑے چنانچہ صحیح کی حدیث مین ہو- اور جہاد کے معنے اپنی کوشش پھر صرف کردینا کسی کام مین اور فقہا کا اجتہاد مسائل کے نکالنے مین بھی ۹

اسی معنی مین ہو اور مراد کافرون سے لڑنا اور حدیث سے ثابت ہو کہ جہاد وہ لڑنا ہو جو اس غرض سے ہو کہ اللہ تعالے کا کلمہ اور اُسکا دین بلند ہو اور آیۃ کریمہ مین والذین ہاجروا- پر بعد موصول کو مکرر فرمایا یعنے- ان الذین آمنوا وہاجروا- نہین فرمایا تو اسمین ہجرت وجہاد کی بزرگی ظاہر فرمائی اور بیضاوی نے کہا گویا امید ثواب کے واسطے یہ دونون مستقل ہین اگرچہ ایمان ہونا ان دونون کے واسطے شرط ہو اور یرجون یعنی طمعون ہو اسے طمع رکھتے ہین اور ان صفات حمیدہ کے بعد یرجون اسواسطے فرمایا کہ دنیا مین آدمی اگرچہ تمام طور پر طاعت وفرمانبرداری کو پورا کرے مگر قطعی یقین نہین کرسکتا کہ مین جنتی ہون بوجہ ان اعمال کے خصوص جبکہ اعتبار آدمی کے خاتمہ کا ہو لیکن اگر اللہ تعالے نے کسی کو جنتی کیا تو وہ بیشک جنتی ہو جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کے جنتی ہونے کی خبر قطعی ہو اور وہ ابوبکر- عمر- عثمان- علیؓ طلحہ- زبیر- ابوعبیدہ بن الجراح- سعید بن زید بن عمرو بن نفیل- سعد ابن ابی وقاص- عبدالرحمن بن عوف ہین اور جمیع اہلبیت اور اصحاب بدر واحد وبیعۃ الرضوان بلکہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ مین مشہور وقریب متواتر احادیث صحیحہ ہین- ابن عطیہ نے کہا کہ رجا مین ہمیشہ امید کے ساتھ ایک طرح کا خوف ہوتا ہو جیسے خوف مین ہمیشہ ایک طرح کی امید لگی ہوتی ہو اور اللہ تعالے نے ان لوگون یعنے عبداللہ بن جحش وانکے ساتھیون کے حق مین اس آیت کو نازل فرمایا ولیکن عام طور پر لوگون کو شامل کر دیا ہو یہ نہین ہو کہ آیۃ کریمہ مخصوص انھین کے حق مین ہو اور قتادہ سے روایت ہو کہ اللہ تعالے نے اس آیت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیون پر اچھی تعریف فرمائی ہو اور وہ لوگ اس امت کے خیار اور برگزیدہ لوگ تھے اور لفظ رحمت کشیدہ لکھی گئی اور یہ رسم خط صحابہؓ کا گویا اشارہ ہو کہ تنگ تا سے جو آخر مین ہو نہ لکھی جاوے کیونکہ رحمت اللہ واسعۃ خصوص آخرت مین اہل قرآن کے واسطے ہے فافہم-

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ

تجھ سے پوچھتے ہین حکم شراب کا اور جوے کا تو کہہ انمین گناہ بڑا ہو اور فائدے بھی لوگون کو ہین اور انکا گناہ انکے فائدہ سے بڑا ہے

وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ

اور پوچھتے ہین تجھ سے کیا خرچ کرین تو کہہ جو افزود ہو- اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمھارے لیے حکمون کو شاید تم دھیان دھرو

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ

دنیا وآخرت مین

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ- تجھسے خمر ومیسر کو پوچھتے ہین ف کہ خمر کا اور قمار کا کیا حکم ہو قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ- تو کہدے خمر ومیسر مین گناہ کبیر ہو- وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ- اور لوگون کے لیے منافع حقیر ہے ف یعنے لوگون کو شراب خواری سے لذت ملتی ہو اور قمار سے مفت مال ملتا ہو اب خود اندازہ کرلو- وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا اور دونون کے نفع حقیر سے گناہ کبیر بڑھا ہوا ہو ف لیکن عجب شان رحمت الٰہی عزوجل اپنے پیغمبر صلعم کے اصحاب پر تھی کہ اسوقت تعلق جسمی بالکل دور نہین ہوا تھا اور شراب کی عادت تھی تو قطعاً حرام نکیا- وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ- اور تجھسے پوچھتے ہین کہ خرچ کیا کرین- قُلِ الْعَفْوَ- کہدے کہ جو بڑھتی ہوف تمھاری ذاتی ضرورت سے زائد ہو- كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ- یون ہی اللہ تعالے تمھارے لیے اپنی آیات بینات کو بیان فرماتا ہو تاکہ تم دنیا وآخرت مین غور وفکر کرو ف پس نور حکمت الٰہیہ سے حق وباطل کو امتیاز کرلو- واضح ہو کہ یہان تین چیز مین ایک شرب خمر کا دوم جوے کا سوم کیا خرچ کرین- پس تین مقام کے ساتھ اسکی تفسیر بیان کرنی چاہیے مقام اول- خمر لغت مین یعنے ستر ہے اطلاق دنیا اسی سے عورت کی اوڑھنی کو خمار کہتے ہین اور حدیث مین ہو خمروا آنیتکم- اے اپنے برتنون کو ڈھک دیا کرو پس اسی سے شراب کو

خمر کہتے ہین کہ وہ عقل کو ڈھک دیتی ہی اور بعض نے کہا کہ خمر از مخامرہ ہی یعنے مخالط ہوجاتی ہی عقل کے ساتھ اور خطبۂ عمرؓ مین ہی الخمر ما خامر العقل یعنی خمر وہ جو عقل سے مخامر ہوجاوے پھر انگور کا شیرہ جبکہ جوش مین آیا اور اشتداد ہوا اور جھاگ پھینکے تو وہ خمر ہی اور سواے آب انگور کے اور چیز سے بھی جو مخامر عقل ہو وہ خمر کے حکم مین ہی اور یہی جمہور کا مذہب ہی وہ عنقریب اسمین کلام سورۂ مائدہ کی آیۂ تحریم خمر کی تفسیر مین آویگا انشاء اللہ تعالے - اور سوال کرنے والے بیان اہل اسلام ہین اور ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ امام احمد نے ابو میسرہ کے طریق سے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے کہا کہ اے رب ہمارے ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی بھیجدے کیونکہ وہ عقل ومال کھو دیتی ہی پس یہ آیت اُتری پس عمرؓ بلائے گئے اور انکو پڑھ سنائی گئی پس اُنھون نے کہا کہ اے اللہ ہمارے ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی فرمادے پس اُتری وہ آیت جو سورۂ نساء مین ہی - یاایہا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوٰة وانتم سکاری - پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے تو آپکا منادی پکار دیتا کہ آگاہ رہو کہ نماز سے کوئی نشہ والا قریب نہو یعنے جو نشہ مین مست ہو وہ نماز کے قریب آوے پس عمرؓ بلائے گئے اور انکو یہ آیت بھی پڑھ سنائی گئی پھر اُنھون نے کہا کہ اے اللہ ہمارے ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی فرمادے پس وہ آیت اُتری جو سورۂ مائدہ مین ہی پس عمرؓ بلائے گئے اور اونکو سنائی گئی پھر جب - فہل انتم منتہون تک پہونچے تو عمرؓ نے کہا انتہینا انتہینا یعنے ہم باز رہے ہم باز رہے اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی ونسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے روایت کیا ہی حافظ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابو میسرہ کا نام عمرو بن شرحبیل ہمدانی ہی اور عمرؓ سے اونھون نے سواے اس حدیث کے اور کوئی حدیث روایت نہین کی ہی اور شیخ ابو زرعہ رازی نے کہا کہ ابو میسرہ نے عمرؓ سے نہین سُنا ولیکن علی بن المدینیؒ نے فرمایا کہ باسناد صالح صحیح ہی اور ترمذی نے بعد روایت اس حدیث کے اسکی تصحیح کی ہی - قفالؒ نے کہا کہ خمر کے حرام ہونے مین یہ ترتیب وتدریج حکمت کے ساتھ ہی کہ وہ لوگ خمر کے عادی ومالوف ہو رہے تھے پس اللہ تعالے کی کمال عنایت ہی کہ اُسنے آسانی فرمائی اور درجہ بدرجہ انکو اس سے نفرت دلائی یہانتک کہ جب نفرت نے اثر پیدا کر لیا اور وہ عادت ترک ہوئی تو حرام فرمایا **مقام دوم** میسر یعنے جوا اور اوسکو قمار بولتے ہین اور میسر اسکا نام اسواسطے رکھا گیا کہ یسر یعنے آسانی سے غیر کا مال اس پھندے سے ہاتھ آتا ہی یا اسوجہ سے کہ جوے سے ہارنے والے کا یسر جاتا رہتا ہی یعنے جو فراخی اور کشادہ دستی اسکو پہلے حاصل تھی کہ وہ ہارنے سے جاتی رہتی ہی اور یہ بھی سورۂ مائدہ کی آیت سے حرام ہوگیا مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین جو لوگون نے چٹھی ڈالنا اختیار کیا ہی یعنے زید نے مثلاً ایک گھڑی دس روپیہ کو فروخت کرنی چاہی اور دس آدمیون نے ایک ایک روپیہ جمع کرکے دس روپیہ کر دیے پھر چٹھی ڈالی جسکا نام نکل آیا وہ اس گھڑی کو لے گیا اور باقی محروم رہے اور انکا ایک ایک روپیہ مفت گیا تو یہ جوا اور حرام ہی اور ایسے ہی شرط وغیرہ کے مسائل ہین جو انشاء اللہ تعالے سورۂ مائدہ کی آیت مین جہان جوا قطعی حرام کیا گیا ہے مذکور ہونگے - پھر جاننا چاہیے کہ خمر ومیسر کے حکم سے سوال تھا یعنے - یسئلونک عن حکم الخمر والمیسر - اور ماہیت ان دونون کی معروف تھی اور انکی بابت کوئی اور حکم آیا بھی نہ تھا اور جواب بھی انکا حکم ہی - قولہ فیہما - یعنے انکی ماہیت مین نہین بلکہ انکے مرتکب ہونے مین - اثم کبیر پیدا ہوتے ہین - اور مراد اثم کبیر سے حرکات لایعنی وفحش وگالی گلوچ ہین کیونکہ اسکے مقابلہ مین تھا منافع للناس - فرمایا ہی اسیواسطے بعض صحابہ نے بعد اس آیت کے کہا کہ ہم اسمین سے اسقدر پئین گے کہ منفعت حاصل ہو اور دوسرون نے جو ترک کیا تو احتیاطاً کہ آدمی حد اعتدال سے نکل جاتا ہی پس مفاسد کے مرتکب ہونے سے بےخوف نہین ہوسکتا اور یہ لوگ زیادہ صاحب فکر تھے کہ انھون نے اس سے معلوم کرلیا کہ ظاہرا گو حرام صریح نہین مگر مرضیات الٰہی کے خلاف ہونا اس سے نکلتا ہی اور منافع جو مذکور ہوے وہ مانند فرح ولذت وسرور وبلا محنت مال حاصل کرنے وغیرہ کے سب کا مرجع تن پروری اور دنیاوی خوشی ہی جسکو آخرت سے کچھ تعلق نہین ہی اسیواسطے آخر آیت مین - لعلکم تتفکرون سے - اشارہ فرمایا کہ فکر کرنے والے فکر کرلین گے پھر سورۂ نساء کی آیت اُترنے پر بعض صحابہ نے فکر کی اور کہا کہ جو ہماری نماز کے درمیان حائل ہو اسمین کوئی بھلائی نہین پس اسکو چھوڑ دیا - اور کہا لین ہین

کہا کہ مفسر سیوطی رح نے جو منافع کی تفسیر امور مذکورہ سے بیان کی اسمین اشارہ ہو کہ اسمین شفا اور دوا کچھ نہین ہو اور حدیث مسلم اسی پر دلالت کرتی ہو کہ وہ دوا نہین بلکہ داء یعنی بیماری ہو اور حدیث ابو داؤد کہ اللہ تعالے نے تمھارے لیے شفا اس چیز مین نہین رکھی جو تمپر حرام کردی ہو۔ ھ۔ اسیواسطے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر حرام چیز سے مطلق دوا کرنا حرام ہو اور یہی اصح مذہب امام شافعی کا ہو اور سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبل تحریم کے اسمین منافع تھے پھر جب حرام کی گئی تو اسمین سے منافع سلب کر لیے گئے وقال المترجم تحقیق میرے نزدیک یہ ہو کہ اسکے منافع ان لوگون کے واسطے جو نہ حق کو پاتے ہین اور دار آخرت اور نور ایمان سے عاری ہین اب بھی موجود ہین پس زائل ہونا انھین لوگون کے ساتھ ہو جنکو نور ایمان سے بہرہ اور دار آخرت کا حصہ کیونکہ رجس یعنے پلیدی اور نظافت یعنی پاکیزگی جمع نہین ہوتی اسیواسطے حدیث مین مسلمانون کی طرف خطاب کے ساتھ آیا ہو **مقام سوم** کیا خرچ کرین پس مفسر سیوطی رح نے اسکی تفسیر مین کہا کہ مراد سوال کی یہ ہو کہ کیا مقدار ہو اور پہلے جو سوال ہی گذرا ہو اس سے مراد جنس تھی یعنے کس جنس سے خرچ کرین پس تکرار لازم نہین آتی ہو اھ اسی سے بعض نے گمان کیا کہ سوال کرنے والے بھی عمرو بن جموح ہین اور روایت یہ ہو کہ معاذ بن جبل و ثعلبہ بن غنم نے یہ سوال کیا تھا چنانچہ ابن ابی حاتم نے بسند مرسل روایت کیا اور ابن عباس سے روایت کی کہ چند صحابہ نے یہ سوال کیا تھا اور یہی اظہر ہو اور ابن کثیر نے بروایت ابن ابی حاتم ذکر کیا کہ معاذ بن جبل و ثعلبہ بن غنم آئے اور دونون نے کہا یا رسول اللہ ہمارے مملوک اور اہل ہین کہ وہ ہمارے مال سے پرورش پاتے ہین پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ اور سراج مین ہو کہ رسول اللہ صلعم نے لوگون کو صدقہ پر تحریض و ترغیب کی تھی پس انھون نے کہا کہ ہم کیا خیرات کرین تب یہ آیت اتری اور مدارک و زاہدی مین ہو کہ یعنے خرچ کرو جو قدر حاجت سے زائد ہو اور وہ مت خرچ کرو جسکی طرف تمکو حاجت ہو اور قدر حاجت سے زیادہ گھرون مین مت رکھو پس آدمی اگر کاشتکار تھا تو ایک سال کا روزینہ رکھ لیتا اور باقی خیرات کر دیتا اور اگر پیشہ ور تھا تو ایک روز کا قوت رکھ لیتا اور باقی صدقہ کر دیتا پھر زائد تصدق کرنے کا حکم ابتداء اسلام مین فرض تھا پھر آیۂ زکوۃ سے منسوخ ہوگیا انتہی اور ابن عباس سے روایت ہو کہ یہ حکم زکوۃ مفروضہ کے فرض ہونے سے پہلے تھا رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن عباس سے روایت ہو کہ قولہ یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ کہا ابن عباس رض یعنے جو تیرے اہل سے بڑھتی ہو اور ایسا ہی ابن عمر و عطاء و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ و سالم و قاسم و ربیع بن انس و غیرہم سے مروی ہو کہ عفو کے معنی انھون نے بڑھتی کے بیان کیے ہین قال ابن کثیر اور کہا گیا کہ یہ آیت منسوخ ہو آیۂ زکوۃ سے جیسا کہ علی بن ابی طلحہ و عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا ہو اور یہی قول عطاء خراسانی و سدی سے مروی ہو تا قول یہی جمہور علماء کا مذہب ہو اسواسطے کہ مال مین سوائے زکوۃ کے اور کوئی حق نہین ہو لیکن اگر اسکو نفقات تطوع پر محمول کیا جاوے تو نسخ کی کوئی وجہ نہو گی بلکہ آیت محکم ہوگی اور زکوۃ مفروضہ ہو قال ابن کثیر اور بعض نے کہا کہ یہ آیہ زکوۃ اسکا بیان ہو جیسا کہ مجاہد وغیرہ نے کہا ہو اور یہی اوجہ ہو۔ قولہ کذلک یبین اللہ۔ یعنے جیسے تمھارے لیے یہ احکام تفصیل و توضیح سے بیان کر دیے ایسے ہی تمھارے واسطے سب آیات و احکام و وعدہ و وعید بیان فرماتا ہو تاکہ تم دنیا و آخرت مین تفکر کرو۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی یعنے دنیا کے زائل اور فانی ہونے مین اور آخرت کے سامنے آنے اور باقی ہونے مین فکر کرو۔ اور ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کی کہ انھون نے سورۂ بقر کی یہ آیت۔ لعلکم تتفکرون فی الدنیا والآخرہ۔ پڑھی اور فرمایا کہ واللہ یہ آیت ایسی ہو کہ جسنے اسمین تفکر کیا البتہ جانیگا کہ دنیا دار بلا پھر دار فنا ہو اور ضرور جانیگا کہ آخرت دار جزا پھر دار بقا ہو اور ایسا ہی قتادہ و ابن جریج وغیرہ سے مروی ہو اور قتادہ سے روایت ہو کہ تم تفکر کرو تاکہ جانو کہ دار آخرت کو دار دنیا پر کیسی فضیلت ہو پس آخرت کو دنیا پر اختیار کرو قال المترجم شاید محل فکر یہ ہو کہ دنیا مین فقط معاش و عبادت کے واسطے اسیقدر رکھا جس سے لوگون کو دق کرنا نہ پڑے اور باقی سب کو دار آخرت کے واسطے خیرات کرنے کا حکم دیا کہ یہان فنا ہو یہان سامان جمع کرنا بیکار ہو اور آخرت باقی ہو وہان کے واسطے جمع کرو بایں طور کہ نفقہ کرو اور حدیث مین جابر رض سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے ایک شخص کو فرمایا کہ پہلے اپنے نفس سے شروع کر پس اسپر خرچ کر پھر اگر

بچے تو اپنے اہل پر خرچ کر پھر اگر تیرے اہل سے بچے تو تیرے قرابت کے واسطے ہو پھر اگر تیرے قرابت سے بچے تو ہکذا وہکذا یعنے ادھر ادھر خیرات کر۔ رواہ
مسلم ف۲ فی العرائس جب شراب کے ساتھ نفس خمار یعنے خلط ہو جاتا ہو تو سر قلب مین غفلت سما جاتی ہو اور وہ نفس کے حظ و لذات و خواہشون کی ادراک
سے مخمور و نشہ مین پڑ جاتا ہو اور بندگی کے درجہ سے گر پڑتا ہو اور اُسی کی تاثیر سے روح جو آئینۂ صفات ہو معائنہ آخرت سے اندھی ہو جاتی ہو اور اسپر پردہ
آجاتا ہو اور پردۂ نفس کی وجہ سے وہ وصال و مشاہدہ و مقام قرب سے محروم پڑی رہتی ہو اور شیطان و نفس جو اپنا رشتہ و رسی قلب تک لگاتا ہو ہی
میسر ہو پھر جب قلب کو اس رسی سے خواہش نفس کی طرف جھکا لیا تو نفس اسکو جیت گیا اور قلب مذکور سے ایمان و عرفان چھن گیا وہ ہاراہوا نفس کے
پنجہ مین پڑ گیا۔ قولہ تعالے قل فیہما اثم کبیر۔ یعنے شراب کی تاریکی عقل کا نور بجھاتی اور نفس امارہ کی خوشی بڑھاتی ہو پھر جب نور عقل بجھ گیا اور
جہالت کی تاریکی بلند ہوئی تو ایسا موقع پاکر نفس امارہ فساد پر آمادہ ہو کر مقام ایمان کو خراب و برباد کر دیگا اور وہ قلب ہو پھر جب قلب ہی خراب ہوگیا
اور جو چشمۂ ایمان تھا وہی برباد ہوا تو یہ قریب کفر کے ہو اور کفر انتہائی گناہ ہو کہ اس سے بڑھکر کوئی گناہ نہین ہو قال المترجم حدیث مین ہو کہ آدمی
کے بدن مین ایک مضغہ ہو اگر وہ صلاحیت پر رہا تو تمام بدن صلاحیت پر رہتا ہو اور اگر وہ بگڑا تو تمام بدن برباد ہو جاتا ہو آگاہ رہو کہ وہ قلب ہے
(صحیح البخاری) یعنے اُسکی بھلائی سے تمام بدن کے جتنے اعضا ہین سب کار خیر پر آمادہ رہتے ہین خواہ خود یا قلب مذکور کے حکم سے اور قلب کے بگڑنے سے
تمام اعضا سے گناہ سرزد ہوتے ہین پس شیخ نے شراب کی مضرت کو مشرح بیان کیا کہ وہ مفسد قلب ہو پھر قلب بگڑنے سے سب بگڑا اور قریب کفر کے نوبت
ہو گئی نعوذ باللہ منہ پھر شیخ نے اس سے بعض مسائل کا استخراج کیا اور فرمایا کہ نرد و اسکے مانند چیزون سے کھیلنا گویا بت پرستی کرنا ہو اسواسطے کہ ان چیزون میں
مشغول ہونے سے نور ایمان کو نرد و شطرنج کی تصویرون مین مشتبہ کر دینا ہوتا ہو اور خیالی صورتین فہم مین جگہ پکڑتی ہین حالانکہ خیال راست و درست مین اُمور
خیر کا تصور بلکہ اللہ عزوجل کی آیات جگہ پانی چاہیے تعجب ہو کہ ایسا کیوں کیونکہ یہ دونون جمیع خباثت کو شامل ہین یہ قول اسیواسطے فقہا و علما نے شراب کو ام الخبائث کہتے ہین
قولہ قل العفو۔ عارفین کے نزدیک عفو وہ سب چیز ہو جو اللہ تعالے عزوجل کے سوا ہو بس سوا حضرت عزوجل کے دونون جہان عفو ہین یعنے جو چیز تمکو میری طرف سے اپنی طرف کچھ بھی
مشغول کرے اُسکو میری طرف چھوڑ دو اگرچہ تمکو اسکی طرف چاہ و حاجت ہو تاکہ وہ تمہارے واسطے منجملہ اور نفائس کے میرے پاس ذخیرہ ہو بعوض اسکے کہ تمنے میرے واسطے
اسکو چھوڑا تھا پس خواص کا یہ حال ہو کہ جو چیز انکو خوش آتی ہو اسی کو اللہ تعالے کی مرضی کے واسطے خرچ کر ڈالتے ہین اور اسواسطے خرچ کر دیتے ہین کہ ہماری مراد سوا
حق کے اور کوئی چیز نہو اسواسطے کہ حق سبحانہ و تعالے اپنے نیک بندون کے احوال پر غیرت کی راہ سے اور انکے اسرار کو نگاہ رکھنے کی غرض سے کو نین یعنے دونون
جہان کی خواہش کی چیزون سے مراد نہین رہتا ہو لہذا وہ اپنی محبوب چیزین خیرات کرتے ہین اور عوام لوگ اپنی محبوب حاجت کی چیزون سے زائد اموال کو
خیرات کرتے ہین قال المترجم مراد یہ ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کل چیز خیرات کر دیتے تھے کچھ بھی دوسرے روز کے واسطے نہین رکھتے تھے جیسا کہ
صحاح احادیث مین ہو اور صحابہؓ کا یہ دستور تھا کہ کل کی حاجت کے لائق رکھ لیتے اور باقی سب خیرات کر دیتے اور ایسے ہی انکے اتباع و صالحین اور
اولیا اللہ کا قاعدہ ہو اور عوام لوگ ایسا کرتے ہین کہ مال مین سے نفیس چیزون کو خیرات نہین کرتے ہین اور جنکو زائد سمجھتے ہین خیرات کرتے ہین اور یہ قدر
مستنکر ہو۔ قولہ تعالے کذلک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون۔ اے شاید کہ تم دنیا و آخرت کے دراز میدان کو اپنے افکار کی بلند پروازی سے طے کرو تاکہ تمہارے
دلون مین ان دونون کو اس حسن انتظام سے موجود دیکھکر افعال حق کے اور اسکی صنعت قدیم کی خوبی کے انوار کھپ جاوین اور اسی نور سے تم دنیا و
آخرت مین اسکی صفات کے نور کو دیکھو تاکہ اس وسیلے سے اسکے جلال کی ذات کے مشاہدہ کو پہونچو۔ اور نیز اگر تم فکر کرو تو شاید چشم تفکر سے دنیا کی
صورت پر قہر الٰہی کا لباس دیکھو اور معلوم کرو کہ ظاہری آنکھ کے سامنے اُسکی نازگی ایسی ظاہر کر دی ہو جس سے اسکے دشمن اللہ کا فر لوگ اسپر فریفتہ ہو کر
حضرت الٰہی سے محجوب و محروم بن گئے ہین اور چشم تفکر سے آخرت کی صورت لطف الٰہی کا لباس دیکھو اور معلوم کرو کہ اس سے اپنے نیک بندون کو امتحان مین

ڈالا ہو تا کہ لذت آخرت پر انکو امتحان کرے اور ظاہر ہو جاوے کہ اسکی محبت کے دعوی مین وہ کیسے سچے ہین یہ دعوی انکی بشری رعونت سے نہین ہے

**وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۖ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ**

اور پوچھتے ہین تجھسے یتیمون کا حکم تو کہہ سنوارنا انکا بہتر ہے اور اگر خرچ ملا رکھو انکا تو تمہارے بھائی ہین اور اللہ جانتا ہو خرابی کرنے والے

**مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ**

اور درستی کرنے والے کو اور اگر چاہتا اللہ تو تم پر مشکل ڈالتا اللہ زبردست ہے تدبیر والا

**وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى** ۔ تجھسے یتیمون کو پوچھتے ہین ف یعنے یتیمون کا مال اگر ہماری غذا ہو جاوے تو آگ ہو اور اس سے احتیاط بہت دشوار ہو اگر انکو ساتھ ملاتے کھلاتے ہین تو گنہگار ہوتے ہین اور اگر یتیمون کا جو مال ہو اسکو اپنے مالون سے جدا کرتے ہین اور اکیلے انکے واسطے کھانا تیار کراتے ہین تو یہ حرج ہو ۔ **قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ** ۔ فی اموالکم بتنمیتہا و مداخلتکم ۔ **خَيْرٌ** ۔ من ترک ذلک ۔ کہدے کہ انکی اصلاح انکے مالون مین بایں طور کہ انکے بڑھانے مین کوشش و مداخلت کیجاوے یا اسکے ترک کرنے سے بہتر ہو ۔ **وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ** ۔ اے تخلطوا نفقتہم بنفقتکم یعنی اگر انکا نفقہ اپنے نفقہ مین خلط کرلو ۔ **فَاِخْوَانُكُمْ** ۔ اے فہم اخوانکم فی الدین ومن شان الاخ ان یخالط اخاہ ۔ تو وہ لوگ تمہارے دینی بھائی ہین اور بھائی کی شان سے ہو کہ اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملالے پس تمکو یہ اختیار ہو ۔ **وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ** ۔ اللہ تعالے پہچانتا ہو اس شخص کو جو بگاڑنے والا ہو انکے اموال کو خلط ملط کرنے سے اس شخص سے جو درستی کرنے والا ہو انکے اموال کی پس دونون مین سے ہر ایک کو اسکی جزا دیگا ۔ **وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ** ۔ اگر اللہ تعالے چاہتا تو تم پر تنگی کر دیتا یعنے بایں طور کہ ملالینے کو حرام کر دیتا ۔ **اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ** ۔ اللہ تعالے غالب ہو یعنے اپنے امور مین غالب ہو کوئی چیز اسکو عاجز نہین کر سکتی ۔ **حَكِيْمٌ** ۔ جو کرتا ہو اسمین حکیم ہو ف **تفسیر ابن کثیر** مین ہے کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی جب قولہ تعالے ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن اور قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا ۔ یہ آیتین اُترین تو جس شخص کی پرورش مین کوئی یتیم تھا اسنے قصد کر کے اسکا کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے الگ کر دیا پھر ایسا ہوتا کہ یتیم کے کھانے سے کچھ کھانا بچ رہتا تو اسکے واسطے رکھ چھوڑتا یہانتک کہ یتیم ہی اسکو کھاتا یا وہ بگڑجاتا پس اس امر کی تکلیف ان لوگون پر شدید معلوم ہوئی اور انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسکو ذکر کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ویسئلونک عن الیتامی الآیۃ ۔ پس اُن لوگون نے اُنکے طعام کو اپنے طعام مین خلط کر لیا ۔ ایسا ہی ابو داؤد و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و حاکم نے اسکو روایت کیا ہو اور ایسا ہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے و سدی نے ابن عباس و ابن مسعود سے روایت کیا ہی مجاہد و عطاء و شعبی و ابن ابی لیلی و قتادہ وغیرہم سلف و خلف نے اس آیت کا شان نزول بیان کیا ہو ۔ **بیضاوی** نے کہا کہ قولہ قل اصلاح لہم خیر ۔ اے تمہاری مداخلت انکی اصلاح کے واسطے یا انکے اموال کی اصلاح کے واسطے انسے کنارہ کشی کرنے سے بہتر ہو اور **ابن کثیر** نے فرمایا پس قولہ اصلاح لہم خیر ۔ یعنے انکے اموال کو علٰحدہ رکھکر انکی اصلاح مین کوشش کرنا تمہارے واسطے بہتر ہو ۔ وان تخالطوہم فاخوانکم ۔ اور اگر تمنے انکے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے مین ملالیا تو تم پر کچھ مضائقہ نہین ہو کیونکہ وہ دین مین تمہارے بھائی ہین ۔ **بیضاوی** نے کہا کہ اسمین خلط ملط کر لینے پر آمادگی دلائی یعنے تمہارے بھائی ہین تم اپنے بھائیون کی طرح انسے برتاؤ کرو کہ اپنے ساتھ میل مین رکھو اور چونکہ جملہ معطوف ہو ۔ قولہ اصلاح لہم خیر ۔ پر تو معنے یہ ہوے کہ بشرط اصلاح اگر تم انسے خلط ملط رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہین اھ اسیکا موید ہو جو ابراہیم نخعی نے حضرت عائشہ رضی سے روایت کیا کہ حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ مین مکروہ جانتی ہون کہ کوئی یتیم میری پرورش مین علٰحدہ ہو بلکہ مین اسکے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے مین ملالونگی ذکرہ ابن کثیر اور ابو عبیدہ رضہ نے کہا کہ یتیمون سے مخالطت

اسطرح ہو کہ یتیم کا مال ہو اور جسکی پرورش مین ہو اُسپر گران گذرے کہ اُسکے واسطے علیحدہ کھانا تیار کرائے اور ضرور ہووے اسکو اپنے عیال کے ساتھ ملائے پس یتیم کے مال مین اندازہ کرکے اسقدر لیوے جو اُسکے واسطے کافی جانے اور اسمین غالب گمان پر عمل کرے پس اسقدر کو لیکر اپنے عیال کے نفقہ کے ساتھ ملائے اور ایسی صورت مین کبھی کمی و زیادتی بھی واقع ہو جاتی ہو یعنے کبھی کم ہوگا اور کبھی زیادہ ہوگا پس ظاہر ہوا کہ اگر زیادتی ہوئی ہوگی تو اللہ تعالے نے اسکو معاف فرمایا ہو حالانکہ پہلی آیتون مین مال یتیم سے کچھ بھی کھانا روا نہین فرمایا تھا پس ظاہر ادہ اس سے منسوخ ہوا بوجہ حرج کے قال ابن کثیر بلکہ مال یتیم مین سے فقیر کے لیے بطور معروف کھانا بھی جائز فرمایا یا تو اس طور پر کہ جب دسترس ہو جاوے تو اسکا تاوان ادا کر دے یا مفت جیسا کہ سورۂ نسا مین انشاء اللہ تعالے اسکا بیان آویگا۔ اور بعض نے مخالطت سے مصاہرت کے معنی بیان کیے ہین اور مجھے اسکے واسطے کوئی قول مستند نہین ملا واللہ اعلم ولیکن ابو مسلم اصفہانی نے اسکو اختیار کیا اور بیضاوی نے اسکی تضعیف کی طرف اشارہ کر دیا ہو۔ پھر یتیمون کے مال کی صلاح کے یہ معنی کہ اسکو مہمل نہ چھوڑے بلکہ تجارت وغیرہ سے اسکی بڑھتی کی فکر کرے اور اسمین دلیل ہو کہ یتیم کے ولی و وصی کو یہ اختیار حاصل ہو کہ مال یتیم مین خرید فروخت سے دخل دے اور مضاربت پر دے اور اجارہ وغیرہ پر جو صورتین نفع تجارت کی ہین اُنسے تصرف کرے ولیکن کوئی احسان کسی کیساتھ مال یتیم سے ایسا نہین کرسکتا جس سے یتیم کو نقصان ہو اگرچہ وہ نقصان یسیر ہو اور ایسے ہی ہر ایسا تصرف جسمین مال یتیم مین نقصان آوے روا نہ ہوگا اور ولی و وصی ضامن ہوگا و مسائل تصرف مال یتیم کے مترجم کے ترجمہ فتاوے عالمگیری سے مشرح و مفصل مل سکتے ہین وہان رجوع کرنا چاہیے اور یہ جو کہا گیا کہ مخالطت کی صورت مین مال یتیم مین سے اسقدر نہ لیوے جسمین یہ گمان ہو کہ مال یتیم ہی مین کچھ زیادتی رہے گی بلکہ اسقدر لیوے کہ مال یتیم مین کمی رہے۔ قولہ۔ لاعنتکم۔ یعنے یہ ہوئے کہ اگر اللہ تعالے تمکو مشقت مین ڈالنا چاہتا تو مشقت مین ڈالتا ولیکن اُسنے تیسر آسانی کر دی اور گنجائش دیدی اور تمھارے حق مین یتیمون کے ساتھ میل جول جائز کر دیا ہو۔

۲۰ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

اور نکاح مین نہ لاؤ شرک والی عورتین جب تک ایمان نہ لاوین اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے ہر کسی شرک والی سے اگرچہ تم کو خوش آتی ہو اور نکاح کر دو

الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۚ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ

شرک والون کو جب تک ایمان نہ لاوین اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے کسی شرک والے سے اگرچہ تمکو خوش آتا ہو وہ لوگ بلاتے ہین

۲۷ ع ۱۱ اِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

دوزخ کی طرف اور اللہ بلاتا ہو جنت اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے اور بتاتا ہو حکم لوگون کو شاید وہ چوکس ہو جاوین

محدث دہلوی نے لکھا کہ پہلے مسلمان و کافر مین ناتا نسبت جاری تھی اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا انکا نکاح ٹوٹ گیا اور شرک یہ ہو کہ اللہ کی صفت کسی اور مین جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اسکو ہر بات معلوم ہو یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہو یا ہمارا بھلا یا بُرا کرنا اسکے اختیار مین ہے یا اللہ تعالے کی تعظیم کسی اور مین خرچ کرے مثلاً کسی کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے اسکو مختار جانکر۔ باقی یہود و نصاریٰ کی عورت سے نکاح درست ہو۔ قال المترجم اس بنا پر بہتیرے مسلمان جو تعزیہ سے منت مانگتے ہین مختار و قادر سمجھکر اور چیچک وغیرہ مین سیتلا پوجتے ہین سب شرک ہو اور علی ہذا القیاس اور چیچک مین سیتلا پوجنے وغیرہ کا مسئلہ تو فتاوائے عالمگیری کے باب تکفیر مین مصرح ہو اور شیخ دہلوی نے جو مرد یا عورت کے شرک سے نکاح ٹوٹنے کا مسئلہ ذکر کیا وہ بایں معنی ہو کہ اسلام کے بعد جب مرد یا عورت نے شرک کیا تو مرتد ہو گیا و نعوذ باللہ پھر جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ۔ کافرہ عورتون سے نکاح مت کرو۔ نکاح سے یہ عقد معروف مراد ہو وطی کرنا مراد نہین ہو پس محض عقد کرنا بھی مشرکہ عورتون سے روا نہین ہو بیانشک کہ وہ عورتین ایمان لاوین پھر شرک کرنے کا بیان اوپر معلوم ہوا پس بعض نے کہا کہ اہل کتاب یہودی

و نصرانی عورتون کو اہل شرک مین سے نہین قرار دیا ہی پس ایسی عورتین یہودیہ و نصرانیہ سے نکاح جائز ہو مترجم کہتا ہی کہ یہودیہ و نصرانیہ مین تفصیل کرنا
چاہیے کیونکہ بعض یہودی تو عزیر کو خدا کا بیٹا اور بہت فرقہ نصرانی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہین نعوذ باللہ منہ اور الوہیت کے قائل ہین چنانچہ فرمایا۔ ولقد
کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ۔ وما من الٰہ الا الٰہ واحد۔ البتہ کفر کیا ان لوگون نے جنھون نے کہا کہ اللہ تین کا تیسرا ہی حالانکہ نہین کوئی معبود مگر اللہ واحد
تو بالضرور ایسی عورتین مشرکات کافرات ٹھہرین اور فرمایا۔ ولقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم۔ اور البتہ کفر کیا جنھون نے کہا کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم
ہی اور رفاصلہ آیات مین ان کہنے والون کو مشرک قرار دیا ہی اور بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ مین نہین جانتا کہ کوئی شرک اس سے
بڑھکر ہو کہ وہ عورت یعنے نصرانیہ کہے کہ عیسیٰ میرا پروردگار ہی اور اسی بنا پر ابن عمرؓ نے مشرکہ اہل کتاب سے نکاح کرنا مکروہ جانا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ لا
تنکحوا المشرکات۔ مین الف ولام عہد کا ہی اور مراد اس سے بت پرست عورتین ہین یعنے اہل کتاب کے سوائے اور یہی قول امام احمد سے مروی
ہی چنانچہ ابن کثیر نے ابوبکر الخلال کی روایت سے ذکر کیا کہ اسحٰق بن ابراہیم اور صالح بن احمد نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا قولہ تعالےٰ۔ ولا
تنکحوا المشرکات تو فرمایا کہ مشرکات عرب جو بت پوجتی تھین۔ اور اس قول پر اس لفظ سے کتابیہ عورتین مراد ہی نہین ہین۔ اور اکثرون کے نزدیک
لفظ عام اور مراد عام ہی کوئی مشرکہ خواہ بت پرست ہو یا کتابیہ ہو سب کو شامل ہی پھر حرمت اس حد تک ہی کہ وہ مشرکہ ہو لہذا فرمایا حتےٰ
یؤمن۔ یہانتک کہ یہ عورتین اسلام لاوین ف پھر کتابیہ عورتین قولہ تعالےٰ۔ والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب الآیہ سے جو سورہ مائدہ
مین ہی خاص کی گئی ہین چنانچہ ابن کثیر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ قولہ تعالےٰ۔ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن۔ مین
ابن عباسؓ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اہل کتاب کی عورتین مستثنیٰ کر دی ہین اور ایسا ہی مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و مکحول و حسن و ضحاک و زید
بن اسلم و ربیع بن انس رحمہم کا قول مروی ہی اور ہمنے پہلے ذکر کیا کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ مشرک ہین پس مشرکات مین انکی عورتون کا شمول
صحیح ہی اور تخصیص وارد ہو سکتی ہی بالجملہ بہت سلف و خلف سے مروی ہی کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح کر لینا جائز ہی اور شیخ ابن جریر
رحمہ اللہ نے کتابیہ عورتون سے نکاح مباح ہونے پر اجماع نقل کیا ہی اور سراج مین مذکور ہی کہ حضرت عثمان نے ایک نصرانیہ عورت سے نکاح کیا جو
مسلمان ہو گئی اور طلحہ بن عبید اللہ نے ایک یہودیہ سے نکاح کیا اور حذیفہ بن الیمان نے ایک نصرانیہ سے نکاح کیا اور یہ حضرت عمر بن الخطاب کے
زمانہ مین واقع ہوا پس عمرؓ سخت غضبناک ہوے یہانتک کہ ان دونون پر حملہ کا قصد کیا پس دونون نے کہا کہ اے امیر المومنین ہم طلاق دیے
دیتے ہین اور آپ غصہ نہون تو فرمایا کہ اگر ایسی طلاق حلال ہوا کرین تو انکا نکاح حلال ہوگا ولیکن مین تم سے ان عورتون کو خواری کے طور پر جدا کر دونگا
شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اثر حضرت عمرؓ سے غریب ہی اور شیخ ابن جریر نے اسکا یہ جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے اسکو بمصلحت مکروہ رکھا تاکہ
لوگ مسلمان عورتون سے بے رغبت نہون اور سوائے اسکے اور مصلحتین ہین پھر شیخ ابن جریر نے اسکا ثبوت دوسری روایت سے پیش کیا
اور کہا کہ حدثنا ابو کریب حدثنا ابن ادریس حدثنا الصلت بن بہرام عن شقیق۔ کہا شقیق نے کہ حذیفہ نے ایک یہودیہ سے نکاح
کیا پس عمرؓ نے انکو لکھا کہ اسکی راہ چھوڑ دے یعنے طلاق دیدے پس حذیفہ نے لکھا کہ کیا آپ اسکو حرام جانتے ہین کہ مین اسکو طلاق دیدون تو فرمایا
کہ نہین مین اسکو حرام نہین جانتا ہون ولیکن مجھے خوف ہی کہ تم لوگ ان عورتون مین پڑکے مومنہ عورتون سے بے پروائیان کروگے اور اسکی اسناد صحیح ہی
اور ابن جریر نے زید بن وہب سے اپنی اسناد سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ مسلمان مرد نصرانیہ عورت سے نکاح کر سکتا ہی اور نصرانی مرد مسلمان
عورت سے نکاح نہین کر سکتا ہی اور اسکی اسناد اول سے بھی اصح ہی پس ثابت ہوا کہ کتابیہ عورتون سے نکاح کر لینا بالاجماع جائز ہی اور امام شافعی سے
ایک قول اور ایک جماعت علماء سے نقل کیا گیا ہی کہ مشرکات مین سے کسی عورت سے نکاح نہین جائز ہی خواہ کافرہ ہو یا کتابیہ ہو اور ان علماء کا استدلال

یہ ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت اس آیت سے منسوخ ہے یعنے سورۂ مائدہ کی آیت میں کتابیہ عورتیں جائز تھیں پھر اس آیہ سے اسکا جواز منسوخ ہوا اور یہ تشدد ٹھیک نہیں ہے اسواسطے کہ سورۂ بقرہ اول نازل ہوئی ہے اور سورۂ مائدہ آخر میں نازل ہوئی ہے پس یہ آیت پہلے اُتری تھی پھر سورۂ مائدہ والی آیت اُتری پس یہ آیت اس سے مخصوص ہوگی اور یہی اصح ہے واللہ اعلم اور بیان سے معلوم ہوا کہ مفسر رحمہ اللہ نے جو مشرکات کو کافرات سے تفسیر کیا تو مراد یہ ہے کہ کتابیہ کے سوائے عورتیں کافرہ مراد ہیں کیونکہ نصرانیہ اگرچہ کافرہ ہیں لقولہ تعالے ولقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم الآیہ لیکن اکثر اطلاق انپر کتابیات کا معروف ہے۔ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ۔ اور بیشک مومنہ باندی بہ نسبت مشرکہ کے بہتر ہے ف اسمین مشرکہ سے مراد حرہ مشرکہ ہے کہ مسلمان باندی مشرکہ آزادہ سے بہتر ہے پس مسلمان آزاد عورت تو بدرجۂ اولے کافرہ سے بہتر ہوگی سدی سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہ کے حق میں نازل ہوئی انکی ایک سیاہ حبشی باندی تھی اسپر ایک روز غصہ ہوئے اور اسکو طمانچہ مارا پھر اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور گناہ سے ڈرے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اسکا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکا حال کیا ہے عرض کیا کہ روزہ رکھتی ہے نماز پڑھتی ہے اچھے طور سے وضو کرتی ہے اور گواہی دیتی ہے کہ اللہ تعالے کے سوائے کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ نے فرمایا اے عبداللہ وہ تو مسلمان باندی ہے عرض کیا کہ پھر مجھے قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں اسکو آزاد کر دونگا پھر اوسکو آزاد کر کے اُس سے نکاح کر لونگا یعنے بیوی بناؤنگا پھر انھوں نے ایسا ہی کیا پس مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے انپر طعن کیا اور کہا کہ اپنی باندی سے نکاح کر لیا اور یہ لوگ چاہتے تھے کہ مشرک لوگ جو حسب میں اچھے ہیں انہیں سے نکاح کرا دیں پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ الآیہ۔ اور اسکو موکد فرمایا بقولہ تعالے۔ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ۔ اگرچہ وہ کافرہ تم کو خوش آوے ف صورت میں خوب ہو تب بھی وہ بدتر ہے اور مومنہ باندی حبشیہ بدصورت اچھی ہے۔ اسیطرح کافروں کی توہین کی بقولہ تعالے۔ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ۔ اور مشرکوں کو نکاح میں مت دو یہانتک کہ مومن ہو جاویں اور غلام مومن اچھا ہے بہ نسبت آزاد مشرک کے اگرچہ وہ تمکو بھلا معلوم ہو ف پس مشرک آزاد خوب صورت سے بھی غلام بدصورت حبشی اچھا ہے۔ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ۔ یہ لوگ کافرین وکافرات تو جہنم کی طرف بلاتے ہیں ف شرک وکفر و بدکاریوں پر بلاتے ہیں جس سے جہنم میں جاوے۔ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ۔ اور اللہ تعالے اپنے ارادہ سے جنت و مغفرت کی طرف بلاتا ہے ف رسول اللہ علیہ السلام کی پیروی کر کے جنت میں داخل ہو۔ بیان سے واضح ہوا کہ نزول قولہ ولا تنکحوا المشرکات حتے یومن۔ اسی قصہ میں ہے یعنے لوگوں نے عبداللہ بن رواحہ کے سامنے مشرکہ آزادہ کو پیش کیا تھا یعنے مشورہ دیا تھا کہ فلانہ حرہ مشرکہ سے نکاح کر لو اس باندی سے کیا نکاح کیا ہے پس اللہ تعالے نے منع فرمایا کہ جب تک وہ ایمان نہ لاوے اس سے نکاح مت کرو اور حکم عام دیا کہ کسی مشرکہ سے جب تک ایمان نہ لاوے نکاح نہیں روا ہے اور حرہ مشرکہ کے نکاح سے ممانعت کو مقدم فرمایا کہ وہی اہم تھا پھر تنبیہ فرمائی کہ جس باندی مسلمان سے نکاح کیا ہے وہ حرہ مشرکہ سے افضل ہے۔ اور واحدی وبغوی وبیضاوی وغیرہ نے وارد کیا کہ قولہ۔ لاتنکحوا المشرکات حتی یومن۔ کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثد بن ابی مرثد الغنوی کو جو بنی ہاشم کے حلیفوں میں سے تھے مکہ بھیجا کہ وہاں جو لوگ مسلمان ہیں انکو وہاں سے پوشیدہ نکال لاویں جب وہ مکہ میں گئے تو ایک عورت فاحشہ نے جسکا نام عناق تھا چاندنی رات میں پہچانا اور وہ جاہلیت کے زمانہ میں انکی دوست تھی اور خوبصورت عورت تھی وہ آئی اور آخر اسنے کہا کہ میرے ساتھ خلوت کرو گے اُنھوں نے کہا تیری خرابی ہو اسلام نے ایسی حرکت سے منع کر دیا پھر جب مدینہ میں آئے تو حضرت سے اجازت مانگی پس یہ آیت اتری۔ ولا تنکحوا المشرکات حتے یومن۔ قال المترجم یہ قصہ تو سورۂ ۱۰

وہ کی آیہ۔ قولہ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ الآیہ۔ کا سبب نزول ہی جیسا کہ حدیث ابو داؤد مین ہو اور قصہ صحیح بخاری مین موجود ہی۔ قولہ ولو اعجبتکم اے اگرچہ تمکو خوش آتی ہو بسبب اسکے کہ وہ زیادہ مالدار ہی یا بسبب اسکے کہ زیادہ خوبصورت ہی۔ اور صحیحین مین ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ عورت نکاح مین لائی جاتی ہو چار باتون کو دیکھکر مال وجمال وحسب ودین۔ پس تو دیندار عورت تلاش کرلے اور مسلم نے جابرؓ سے اسکے مثل روایت کی اور مراد یہ ہو کہ عورت جب دیندار مل جاوے تو پھر اور کسی بات کو نہ دیکھے اور اگر دین کی خراب ہو تو سب باتین لغو ہین اور مسلم نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی کہ دنیا متاع ہو اور اسکی متاع مین بہتر متاع وہ عورت ہو جو دیندار ہو پھر مشرکین سے یہان بالاجماع بت پرست داہل کفار سب مراد ہین پس اجماع ہو کہ کوئی مومنہ عورت خواہ آزادہ ہو یا باندی ہو کسی مشرک کے نکاح مین نہ بیجاوی گی خواہ مشرک اہل کتاب یہود ونصاری وغیرہم مین سے ہو یا کوئی اور قوم بت پرست وغیرہ ہووے۔ قولہ واللہ یدعوا بیضاوی نے کہا اے واولیاء اللہ۔ پس مضاف حذف کرکے مضاف الیہ اسکے مقام پر قائم کیا گیا اور اولیاء اللہ وہ مومن ہین پس مومنون کی تفخیم شان ہو اور وجہ یہ ہو کہ۔ اولئک سے اہل شرک کی طرف اشارہ ہو خواہ مشرک مرد ہون یا عورتین ہون اور اس جملہ سے مومنون کی بھلائی ثابت کرنی مقصود ہو باین طور کہ اہل شرک دوزخ کی طرف بلاتے ہین اور مومنین جنت کی طرف بلاتے ہین پس باہم نکاح بیاہ مومنون سے کرو نہ مشرکون سے۔ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ اور اللہ تعالے اپنی آیتین لوگون کے لیے بیان فرماتا ہو تاکہ وہ نصیحت پکڑین ف اور نعمت ایمان کی قدر کرین اور سورۂ احزاب قولہ تعالے ماکان لمومن ولا مومنۃ الآیہ کی تفسیر مین بعض نصیحت آوے گی۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى
تجھے پوچھتے ہین حکم حیض کا تو کہہ وہ گندگی ہو سو تم پرے رہو عورتون سے حیض کے وقت اور نزدیک نہو انسے جب تک
يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝
پاک نہ ہووین پھر جب ستھرائی کرلین تو جاؤ ان پاس جہان سے حکم دیا تمکو اللہ نے اللہ کو خوش آتے ہین توبہ کرنے والے اور خوش آتے ہین ستھرائی والے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ۔ تجھے محیض کو پوچھتے ہین ف یعنے محیض مین عورتون سے کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ محیض جاے حیض یعنے فرج یا خود حیض۔ قُلْ هُوَ أَذًى۔ کہدے کہ وہ گندگی ہو ف یعنے خون گندہ ہو یا پلیدی کی جگہہ ہو۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ پس محیض مین عورتون کو الگ رکھو ف یعنے گھر مین ساتھ کھاؤ پیو لیکن وطی چھوڑو۔ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ۔ اور قربت ہو عورتون سے ف جماع کرنے کے لیے پاس نہو۔ حَتَّى يَطْهُرْنَ۔ یہانتک کہ پاک ہوجاوین ف ایک قرات جمہور یطہرن بسکون طا ہو تو حنفیہؒ نے لیا کہ دس دن پر پاک ہوجاوین دوسری قرات یطہرن۔ بتشدید طاء وہا ہی۔ تو یکہ دس دن سے کم مین خون بند ہوکر نہادے سیوطیؒ نے مطلقاً نہانے سے تفسیر کی۔ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ۔ پھر جب یہ عورتین پاک ہوجاوین یعنے پاکی حاصل کرلین تو جہان اللہ تعالے نے حکم دیا ہو جاؤ ف یعنے فرج مین انسے وطی کرو یا مراد یہ کہ فرزند کی خواہش کرو۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ اللہ تعالے توبہ کرنے والون کو دوست رکھتا ہو اور پاکیزگی حاصل کرنے والون کو دوست رکھتا ہو ف جو حیض کی نجاست سے دور رہتے ہین۔ اس سے ظاہر ہو کہ اغلام مقعد جہان گو غلیظ ہو بدرجہ اولے حرام خبیث ہو حضرت انسؓ سے روایت ہو کہ یہود مین جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو اسکو ساتھ نہین کھلاتے اور نہ گھرون مین اسکو یکجا ساتھ رکھتے بلکہ الگ نکال دیتے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضرت صلعم سے اسکا سوال کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ویسئلونک عن المحیض الآیہ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواے

نکاح کے یعنے جماع کے اور سب باتین کرو پھر یہ خبر یہودیون کو پہونچی تو بولے کہ یہ پیغمبر نہین چاہتا ہو کہ ہمارے امرین سے کوئی چیز چھوڑے پھر اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر دونون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ذکر کیا کہ یہود نے ایسا اور ایسا کہا پھر کیا ہم حائضہ عورتون سے جماع نہ کرین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا یہانتک کہ ہم لوگون نے گمان کیا کہ حضرت صلعم کو دونون پر غصہ آیا ہو پس دونون باہر نکلے پھر اتنے ہی مین حضرت صلعم کے پاس دودھ ہدیہ آیا پس آپ نے دونون کو پیچھے آدمی بھیجکر بلوایا اور دونون کو وہ دودھ پلایا تو ہم نے جان لیا کہ دونون پر آپ غصہ نہوے تھے رواہ الامام احمد ومسلم وابوداؤد والبغوی من طریقہ اور اصل قصہ یہ ہو کہ انصار مدینہ نے ایسی باتون کو زمانہ جاہلیت مین یہودیون سے لیا تھا کیونکہ وہ لوگ اہل علم تھے پس انکی باتون کو لے لیتے تھے قال البیضاوی مروی ہو کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ حائضہ عورتون کو ساتھ نہین رکھتے تھے اور انکو ساتھ کھلاتے پلاتے تھے جیسے یہودی ومجوسی کیا کرتے تھے اور یہی حال انین برابر جاری رہا یہانتک کہ ابوالدحداح رضی اللہ عنہ اور چند صحابہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا سوال کیا پس یہ آیت نازل ہوئی - ویسئلونک عن المحیض قل ہو اذی الآیہ - پس ایسی شی ہو کہ اس سے اذیت ہوتی ہو اور وہ کنایہ ہو قذر سے بقاف وذال معجمہ فا آخر راء مہملہ یعنے گندگی پس اگر محیض کی لفظ سے حیض مراد ہو تو اسکی گندگی ظاہر ہو اور اگر ظرف یعنے جاے حیض مراد ہو تو معنی یہ ہو کہ وہ محل قذر اور گندگی کی جگہ ہو پس اسی سبب پر حکم کی تفریع کی اور فرمایا - فاعتزلوا النساء فی المحیض یعنے یہی پلیدی گندگی سبب ہو عورتون کے اعتزال کا حالت حیض مین اور اعتزال بمعنے اجتناب ہو اور کشاف مین مذکور ہو کہ جب یہ آیت اُتری تو بعض لوگون نے اعتزال سے ظاہری معنے لیے اور عورتون حائضہ کو کوٹھری سے باہر کر دیتے تھے پس دیہات کے چند آدمیون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جاڑا بڑا سخت ہو اور کپڑے تھوڑے ہین سو اگر ہم حائضہ عورت کو کپڑا دیتے ہین تو باقی گھر والے مرے جاتے ہین اور اگر گھر والون کو دیتے ہین تو حائضہ مری جاتی ہو تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کو تو یہی حکم دیا گیا ہو کہ عورتون سے جماع کرنے سے اجتناب کرو جب وہ حائضہ ہون اور حدیث صحیح مین اوپر مذکور ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر فرمادی ہو اور ابن کثیر نے کہا کہ قولہ فاعتزلوا النساء فی المحیض - یعنے فرج کیونکہ حضرت صلعم نے کہا کہ سب باتین کرو سواے جماع کے اسیواسطے اکثر علما اس طرف گئے ہین کہ حائضہ عورت سے سواے جماع کے اور سب استمتاع روا ہو اور رہا اس سے جماع کرنا تو اہل علم کے درمیان اسمین کوئی خلاف نہین ہو کہ حائض سے وطی کرنا حرام ہو اور یہ ضروریات دین مین سے معلوم ہو پس اسلام مین مثل دیگر امور [illegible] اوسط راہ مستقیم ہو کیونکہ یہود کے راہ مین افراط ہو کہ اسکو بُری طرح ترک کرتے ہین کہ کھانا پینا الگ کرنا کیسا کہ اسکو گھر سے باہر کر دیتے ہین ساتھ کبھی نہین رہتے ہین اور نصاری کی راہ مین تفریط یہانتک ہو کہ وہ لوگ حائضہ عورتون سے جماع کرتے تھے اور کچھ پروا نہین کرتے تھے پھر حرام ہونے کی علت یہی پلیدی ہونا مشعر ہو کہ دبر مین وطی کرنا حرام ہو یعنے علت منصوص موجود ہو پس حرمت مین کوئی شبہ نہین ہو اور گوہ سے بڑھکر کون پلیدی ہوگی پس معلوم ہوا کہ اس بات پر اجماع ہو کہ حالت حیض مین وطی کرنا حرام ہو اور سواے وطی کے یکجا رہنا وساتھ کھانا پینا بالاتفاق جائز ہو اور رہا یہ کہ فرج کے سوا اس سے استمتاع لینا سو یہ اکثر علما کے نزدیک روا ہو اور یہی اصح ہو اور حدیث مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہو کہ مرد کو اپنی جورو حائضہ سے سوا فرج کے سب استمتاع روا ہو قال ابن کثیر اور یہی قول ابن عباس و مجاہد وحسن و عکرمہ کا ہو اور بعض روایات مین ابن عباس سے آیا ہو کہ عورت جب حائضہ ہو تو شوہر پر واجب ہو کہ اسکے بچھونے سے الگ رہے اور یہی عبیدۃ السلمانی تابعی کا قول مروی ہو پس اگر روایت صحیح ہو تو یہ احتیاط وتنزہ پر محمول ہوتا ہو تاکہ فتنہ مین نہ پڑجاے کیونکہ صحیح مین حضرت عائشہ رض کی روایت مین بھی اشارہ ہو کہ حضرت صلعم اپنی بیویون سے حالت حیض مین سواے فرج کے استمتاع لیتے مگر عائشہ رض نے فرمایا کہ آپ جیسے اپنی خواہش پر مختار تھے ویسا تم مین کون ہو سکتا ہو یعنے ایسا کرنے پر دلیر نہونا چاہیے کیونکہ فتنہ مین پڑجانے کا خوف ہے اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی کہ مین جب حائضہ ہوتی تو بستر سے چٹائی پر اُتر آتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک نہوتی

یہانتک کہ ظاہر ہوجاتی ہیں یہ بھی تنزہ اور احتیاط پر محمول ہو اور نیز ابوداؤد نے معاذ بن جبل سے مرفوعاً روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے لیے اپنی جورو سے کیا حلال ہو درحالیکہ وہ حائضہ ہو تو فرمایا مافوق ازار حلال ہو اور اس سے تعفف کرنا افضل ہو **قال ابن کثیر** اور یہی روایت عائشہ وابن عباس وسعید بن المسیب وشریح سے ہو جیسا کہ اوپر گذرا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ازار جہانتک ہو اس مین استمتاع نہین روا ہو اور اوپر کے بدن سے روا ہو اور یہی دیگر علماء کا مذہب ہو اور ایسا ہی صحیحین مین میمونہ رضی اللہ عنہا سے اور عائشہؓ سے ثابت ہو اور امام احمد وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ نے عبداللہ بن سعد انصاری سے مثل روایت معاذ بن جبل کے روایت کیا ہو **قال المترجم** اور یہی ائمہ حنفیہ کے نزدیک مذہب ہو اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہو **مسئلہ** اگر کسی شخص نے اپنی حائضہ عورت سے وطی کی تو کیا حکم ہو جواب یہ ہو کہ اگر اُسنے حلال جانکر وطی کی تو کافر ہو اور اگر غلبہ نفس وشیطان سے وطی کی تو استغفار کرے اور اللہ تعالے سے توبہ کرے اور رہا یہ کہ اسمین کچھ کفارہ لازم آتا ہو یا نہین تو اسمین علماء کے دو قول ہین ایک یہ کہ کفارہ لازم ہوتا ہو چنانچہ امام احمد واہل سنن نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی کہ حائضہ سے وطی کر بیٹھنے والے پر دینار یا نصف دینار کفارہ ہو اور ترمذی کی روایت مین ہو کہ اگر خون سرخ ہو تو ایک دینار ہو اور اگر زرد ہو تو نصف دینار ہو اور نیز امام احمد کی ایک سے روایت مرفوع مین یہی ہو کہ اگر خون ہو تو ایک دینار ہو اور اگر خون زائل ہوچکا ہو مگر ہنوز نہائی نہو تو نصف دینار ہو اور یہی شافعی رحمہ اللہ کا قول قدیم ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ اسمین کچھ کفارہ نہین بلکہ استغفار وتوبہ کرے اور یہی ائمہ حنفیہ وجمہور کا مذہب ہو اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی اصح ہو اور یہی امام شافعی کا قول جدید ہو اور حدیث کا جواب یہ ہو کہ یہ حدیث مرفوع نہین ثابت ہوئی بلکہ قول ابن عباس کا ثابت ہوا ہو اور ائمہ حدیث مین سے بہتیرے محدثین نے اسکو صحیح بیان کیا ہو کذا ذکرہ ابن کثیر قولہ ولا تقربوھن حتی یطہرن۔ یہان قربت سے مراد جماع ہو یعنی جماع سے ممانعت ہو اور ساتھ سونے بیٹھنے کھانے پینے سے ممانعت مراد نہین ہو جیسا کہ اوپر کی احادیث سے معلوم ہوچکا اور میمونہ وعائشہ کی روایتون مین صحیح ہو کہ انھون نے فرمایا کہ ہم مین سے جبکہ کوئی حائضہ ہوتی تو ازار کس لیتی اور رسول اللہ صلعم کے بچھونے پر آپکے ساتھ ایک اوڑھنے مین شامل ہو جاتی تھی بالجملہ اس ممانعت کی انتہا بیان فرمائی بقولہ تعالے حتی یطہرن اور یطہرن مین بعض قراء نے بیک طرح سے بسکون طاء اور وہ انقطاع حیض ہو پس ممانعت تا انقطاع حیض ہوئی اور ایک قراءۃ بتشدید طاء وہاء ہو اور وہ طہارت مبالغہ ہو یعنے اغتسال سے پس ممانعت تا اغتسال ہوگی اور اسی اختلاف قراءۃ کی جہت سے علماء مین اختلاف ہوا پس ابن عباس سے مروی ہو کہ قولہ حتی یطہرن۔ ای پاک ہون خون سے قولہ فاذا تطہرن۔ ای طہارت کرین پانی سے ہکذا اخرجہ ابن ابی حاتم وایسا ہی مجاہد وعکرمہ وحسن ومقاتل ولیث بن سعد نے کہا ہو پس امام مالک وشافعی وجمہور نے کہا کہ عورت حائضہ سے جماع نہین کرسکتا یہانتک کہ وہ خون منقطع ہوکر غسل کرے کیونکہ ابن عباس کی تفسیر مین پانی سے طہارت مذکور ہو اور وہ مرفوع کے حکم مین ہو اور شیخ سیوطی رحؒ نے اس دلیل پر اعتراض کیا کہ ابن عباس کا قول مذکور تو کئی صورتون کو محتمل ہو چنانچہ پانی سے طہارت صادق ہو تمام بدن غسل کرنے پر جیسا کہ جمہور کا مذہب ہو اور نیز صادق ہو بعض اعضا کے دھونے پر جیسا کہ طاؤس ومجاہد وعکرمہ کا قول ہو کہ وضو کرلے تو اسکے وطی حلال ہو اور نیز صادق ہو خاص فرج کے دھو ڈالنے پر یعنے استنجا کرے تو بھی وطی حلال ہو جیسا کہ اوزاعی کا قول ہو پس اس سے یہ کہان سے متعین ہوگیا کہ غسل ہی کرے انتہی اور اسحق ابن راہویہ نے کہا کہ تابعین نے اجماع کیا ہو کہ جب تک غسل نہ کرے تب تک اُس سے وطی روا نہین ہو اور جواب یہ ہو کہ یہ طاؤس وعکرمہ ومجاہد اجلہ تابعین مین سے ہین کہان اُنھون نے اتفاق کیا ہو تاکہ اجماع حجت ہوا۔ کہا گیا کہ قراءۃ تخفیف محمول ہو قراءۃ تشدید پر کیونکہ اصل یہ ہو کہ ہر دو قراءۃ متوافق ہون اور قراءۃ تشدید سے بالاتفاق اغتسال مراد ہو اور جواب یہ ہو کہ حرمت کی انتہا حتی یطہرن تک ہو اور وہ انقطاع خون ہو پس اسکا مفہوم یہ ہو کہ بعد انقطاع کے حلال ہو چنانچہ ابن کثیر نے کہا کہ حائضہ عورتون سے جماع کے ساتھ قربت کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ حیض موجود ہو اور اسکا مفہوم یہ ہو کہ جب منقطع ہو تو حلال ہو پس جو لوگ مفہوم کے قائل ہین انپر حجت ہونا چاہیے فتامل اور نیز ابن عباس کی تفسیر مین جو اوپر مذکور ہوئی حتی یطہرن کے معنے یہ ہین کہ خون سے پاک ہوجاوین اور تطہرن کی دوسری تفسیر مذکور ہو پس اختلاف قراءتین اور اختلاف تفسیرین کے ساتھ اتفاق قراءتین کی تجویز نہین

ہو سکتی ہو بلکہ ہر دو قراءت بمنزلہ دو آیت کے ہو جگی جیسا کہ اصول مین قرار پایا ہو لہذا امام ابوحنیفہؒ ابو یوسف و محمد نے کہا کہ تخفیف کی قراءۃ محمول ہو طہارت
انقطاع پر پس اگر وہ اکثر ایام حیض یعنے دس دن پر طاہر ہو تو بدون غسل کے اس سے وطی جائز ہو اور تشدید کی قراءۃ محمول ہو طہارت کاملہ حاصل کرنے پر
پس اگر دس روز سے کم مین خون منقطع ہو تو اس سے قربت نہین کر سکتا یہانتک کہ وہ غسل کرے یا اُس پر وقت تحریمہ نماز کی قدر گذر جاوے پس اسمین ہر دو
قراءۃ پر عمل ہو مگر آنکہ غسل کر لینے بھر کے وقت کو غسل کے قائم مقام کیا ہو واللہ اعلم- قولہ فاذا تطہرن فاتوہن من حیث امرکم اللہ- پھر جب خوب پاک ہو جاوین
تو آؤ اُنکے قریب جہان سے حکم کیا تمکو اللہ نے- یعنے جماع کرو پس اتیان یعنے آنا کنایہ ہو جماع سے آور امرکم اللہ کے دو معنی ہین جہان امر آلہی ہو اور وہ فرج ہے
اور اس صورت مین تامل ہوگا کہ امر ظاہر نہین ہو دوم آنکہ امرکم اللہ باجتنابہ فی المحیض- ای حکم کیا تمکو اللہ نے اس سے اجتناب کرنے کا محیض مین اور وہ قبل ہے
اور یہی معنی ظاہر ہین پھر فاتوہن بصیغۂ امر ہو اور یہ امر کس معنی کر ہو اسمین اختلاف ہو چنانچہ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ امر واسطے ندب کے ہو اور اسمین ارشاد ہو کہ حیض
سے اغتسال کے بعد عورتون سے قربت کرین اور ابن حزم ظاہری نے کہا کہ ہر حیض کے بعد جماع واجب ہو بسبب اسکے کہ اللہ تعالے نے حکم کیا کہ- فاتوہن من
حیث امرکم اللہ اور یہ استناد کچھ نہین ہو اسواسطے کہ امر مذکور بعد منع کے ہو اور جو امر بعد منع کے وارد ہوتا ہو اسمین علماء کے چند اقوال ہین بعضے کہتے ہین کہ
مثل مطلق کے وہ بھی وجوب کے واسطے ہوتا ہو پس ان لوگون پر واجب ہوگا کہ بیان ابن حزم کا جواب دین کیونکہ سواے ابن حزم وغیرہ ظاہریہ کے بیان وجوب
جماع کا کسیکا مذہب نہین ہو اور بعضے کہتے ہین کہ منع کے بعد اباحت کے واسطے ہوتا ہو جیسے- فاذا حللتم فاصطادوا- مین ہو کہ احرام مین شکار کرنے سے
منع کیا پھر فرمایا کہ جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کرو حالانکہ حلت کے بعد شکار کرنا مباح ہو واجب نہین ہو اور جاننا چاہیے کہ ظاہر یہ بیان بھی وجوب کے قائل
ہین ولیکن اباحت کے لوگ قائل کہتے ہین کہ نہی کا مقدم ہونا اس امر کا قرینہ ہو کہ وہ وجوب کے واسطے نہین ہو قال ابن کثیر و فیہ نظر اور کہا- کہ جس بات پر
دلیل قائم ہوتی ہو وہ یہ ہو کہ ایسا امر اُسی حال کیطرف رد کر دیتا ہو جو نہی سے پہلے تھا پس اگر نہی سے پہلے وجوب تھا تو اس سے وجوب ہوگا جیسے قولہ تعالے
فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین- پھر جب ماہہاے حرام گذر جاوین تو مشرکین کو قتل کرو پس قبل نہی کے جہاد واجب تھا وہی ممانعت کے بعد کے
اقتلوا امر سے واجب رہا اور اگر مباح تھا تو مباح ہوگا جیسے قولہ فاذا حللتم فاصطادوا- کیونکہ شکار کرنا پہلے مباح تھا اور جیسے قولہ فاذا قضیت الصلوۃ
فانتشروا- پھر جب نماز جمعہ ادا کر لیجاوے تو متفرق ہو جاؤ- اور اس قول پر سب ادلہ جمع ہو جاتی ہین اور اس قول کو امام غزالیؒ نے حکایت کیا اور بعضے ائمہ
متاخرین نے اسکو اختیار کیا اور یہی صحیح ہو پھر قولہ من حیث امرکم اللہ- ابن عباس و مجاہد و بہتیرون نے کہا کہ مراد فرج ہو یعنے فرج مین جماع کرو اور علی بن
ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی مراد یہ ہو کہ فرج مین جماع کرو اور فرج سے اور طرف تجاوز مت کرو پس جو شخص کچھ تجاوز کریگا اُسنے حد سے گذر جانے
مین ظلم کیا اور اسی پر سیوطیؒ نے اعتماد کیا ہو قال ابن کثیر اور ابو رزین و عکرمہ و ضحاک و بہتیرون نے کہا کہ من حیث امرکم اللہ درحالیکہ طاہرہ ہون حائضہ
نہون سے قال المترجم اگر کہا جاوے کہ حضرت ابن عباس وغیرہ کی تفسیر کیونکر ٹھیک پڑیگی کیونکہ من حیث ہی- فی حیث ہوتا تو درست ہوتی اور جواب یہ ہو کہ من حیث
بمعنی فی حیث ہو جیسے قولہ تعالے اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ ای فی یوم الجمعۃ- اور قولہ ماذا خلقوا من الارض ای فی الارض پس ایسا ہی بیان ہو اور علی ہذا اسمین
دلیل ہو کہ وطی فی الدبر حرام ہو اور عنقریب اسکا بیان آتا ہو انشاء اللہ تعالے ف۲ عرائس مین ہو کہ شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ اپنے افعال سے توبہ
کرنے والون کو اور اپنے احوال سے پاک ہونے والون کو دوست رکھتا ہو حالانکہ وہ بلا علاقہ و بلا سبب کے حضرت عز وجل کے حضور مین قائم ہین- اور
جعفرؒ نے فرمایا کہ اپنے سوالات سے توبہ کرنے والون کو اور اپنے ارادون سے پاک ہونے والون کو دوست رکھتا ہو اور ابو یزیدؒ نے فرمایا کہ گناہ سے
تو ایک توبہ ہوتی ہو اور طاعت سے ہزار توبہ ہوتی ہو اور شیخ نصر آبادی نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جب فرمایا کہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین
تو تیری اچھی تعریف کی اور تیری کچھ قیمت قرار دیدی- اور جنیدؒ نے کہا کہ مین سری سقطی رحمہ اللہ کے پاس گیا اور انکو مغموم پایا پس انھونے کہا کہ بغدادیون مین سے

ایک نوجوان میرے پاس آیا اور مجھسے توبہ کی شرح پوچھی پس مین نے اُسکو جواب دیا پھر اُسنے مجھسے کہا کہ اسکی حقیقت کیا ہو مین نے کہا کہ یہ کہ تونے جس بات کی وجہ سے توبہ کی ہو اسکو نہ بھولے پس اُس نوجوان نے کہا کہ اسکی یہ حقیقت نہین ہو۔ جنید کہتے ہین کہ مین نے کہا اس نوجوان نے سچ کہا تو مرید نے کہا کہ یہ کیونکر ہو تو جنیدؒ نے کہا کہ جب آدمی حالت جفا مین ہو پس وہ توفیق سے بدلکر حال صفا مین کیا گیا تو صفا کی حالت مین اس جفا کی یاد بھی وحشت ہو

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

تمہاری عورتین تمہاری کھیتی ہین پس جاؤ اپنی کھیتی ہین جیسے چاہو | اور تقدیم کرو اپنے واسطے | اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو

مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اُس سے ملنا ہو اور خوشخبری سنا ایمان والون کو

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ۔ تمہاری عورتین تمہاری کھیتی ہین ف یعنے کھیتی کرنے کا محل ہین کہ فرزند حاصل ہون۔ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔ پس تم اپنے کھیت مین آؤ جیسے چاہو ف کھڑے بیٹھے چت پٹ وکروٹ سے۔ یہود نے مومنون سے کہا کہ جو شخص کہ اپنی جورو پشت کی طرف سے فرج مین جماع کرتا ہو تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہو پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی (رواہ مسلم) مترجم کہتا ہو کہ سنن مین بعض صحابہ سے روایت ہو کہ انصار ایک قوم تھی کہ ان مین عورتین متعزز تھین کہ سوائے چت کے وطی نہین کراتی تھین اور قوم قریش اپنی عورتون سے ہر طرح سیدھے اُلٹے تلذذ حاصل کرتے تھے پس مین نے انصار مین سے ایک عورت سے نکاح کیا پھر جب مین نے اُسکے ساتھ اُسی طرح چاہا تو اُسنے انکار کیا پھر جب آیت اُتری تو معلوم ہوا کہ قریش کا فعل جائز ہو۔ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ۔ اور تم لوگ اپنے واسطے تقدیم کرو ف نیک نیتی سے اولاد کی نیت کر لو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور اللہ تعالے سے ڈرو اور جان لو کہ تم اُس سے ملنے والے ہو اور اے رسول تو مومنون کو بشارت دیدے۔ ف اس آیۂ کریمہ مین اللہ تعالے نے بندون کو لطیف تنبیہ فرمائی کہ تمام چیزین جو آدمی کے مشتہیات ہین انہین سے بڑھکر جو عورت ہو وہ بنظر اشتہاء مذکور ایک بیقدر چیز ہو اُس سے آدمی کو شہوت رانی مقصود نہ ہونا چاہئیے بلکہ تقدیم عمل صالح کی غرض ہو مثل آنکہ فتنہ نفس شیطان سے بچنا مقصود ہو اور اولاد صالح کی غرض ہو اسواسطے کہ فتنہ بنی اسرائیل کے حق مین عورتون سے ہوا اور آدمی کی موت کے بعد اگر اسکا فرزند صالح اسکے لیے مغفرت کی دعا کرے یا اسکے نام پر خیرات کرے تو منجملہ تین باتون کے ہو جنسے انکو ثواب پہونچتا ہو جبانکہ اسکے ہاتھ پاؤن بال وغیرہ جو اعضاء طاعت تھے سب گل گئے اور مجبور بیٹھا ہو اور دوم جسکو علم سکھایا ہو اور سوم پل ومسجد وکنوان ومہمانسرائے وغیرہ کی تعمیر ہے اور اس مضمون کو کیسے لطیف کنایہ واستعارہ سے ادا کیا کہ معجزہ بلاغت ہو قال تعالے۔ نساؤکم حرث لکم۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حرث موضع الولد۔ اور بعض نے کہا کہ حرث لکم اے مزرع لکم تمہاری زراعت کرنے کی جگہ ہین اور ولد کے پیدا ہونے کی جگہ ہین بمنزلہ زمین کے اور اسمین اعادہ ہو کہ اباحت فقط فرج کی ہو پس عورت کی فرج کو مانند زمین کے اور نطفہ کو مانند تخم کے اور ولد کو مانند کھیتی کے قرار دیا تشبیہ کے ساتھ پس ایک لفظ حرث لانے سے احتمال لواطت دور ہو گیا اسواسطے کہ دُبر کا مقام موضع حرث نہین ہو سکتا بلکہ موضع فرث ہو بلکہ وہ انسان کے واسطے اسکے قوی اور مواد نسل کی کمی وضعف کی راہ سے سخت مضر ہو چنانچہ اطبا کا اتفاق اسکی مضرت پر شاہد ہو پس قولہ۔ فاتوا حرثکم انی شئتم۔ انی بمعنے کیف ہو جیسا کہ سیبویہؒ نے کہا ہو اور یہی حضرت ابن عباس سے مروی ہو پس مراد یہ ہو کہ چت پٹ کروٹ سے کھڑے بیٹھے آگے سے پیچھے سے جس کیفیت سے چاہے جماع کرے بشرطیکہ دخول اُس مقام مین ہو جو موضع حرث ہو اور یہی احادیث صحاح سے ثابت ہو چنانچہ بخاریؒ نے جابرؓ سے روایت کی کہ یہود کہتے تھے کہ اگر عورت سے اسکے پیچھے کی طرف سے جماع کیا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا پس نازل ہوا نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (اخرجہ مسلم وابوداود) اور حضرت ابن عباس سے روایت ہو کہ کچھ لوگ حمیر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آئے اور آپ سے کئی باتین پوچھین اور ان مین سے ایک شخص نے عرض کیا کہ مین عورتون کو دوست رکھتا ہون تو آپ میرے حق مین کیا حکم دیتے ہین
پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انّی شئتم۔ اسکی اسناد مین عبداللہ بن لہیعہ راوی مین کچھ کلام ہے۔ اور امام احمد نے من طریق
حنش عن ابن عباس روایت کی کہ یہ آیت چند انصار کے حق مین اُتری کہ انھون نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا پس آپنے فرمایا کہ اپنی عورت کے
پاس ہر حال پر جاوے جبکہ فرج مین دخول ہو۔ اور **ابوجعفر طحاوی** نے مشکل الحدیث مین ابوسعید خدری سے روایت کی کہ ایک آدمی نے اپنی عورت سے
پچھونڈی سے جماع کیا پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ نساؤکم حرث لکم الآیہ۔ ورواہ ابن جریر وابویعلی الموصلی ایضاً۔ امام احمد نے عبداللہ بن ثابت سے
روایت کی کہ مین حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مین آپ سے ایک مسئلہ پوچھا چاہتا ہون مگر مین شرماتا ہون حضرت حفصہ بنت
عبدالرحمن فرمانے لگین کہ اے میرے بھائی کے لڑکے مت شرما اور پوچھ تو مین نے عرض کیا کہ عورتون سے پچھونڈی کیطرف سے آنا کیسا ہے انھون نے فرمایا کہ مجھسے
حضرت ام سلمہؓ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے لوگ عورتون سے پچھونڈی کی طرف سے قربت کیا کرتے تھے اور یہودی کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی عورت سے پچھونڈی
کی طرف سے قربت کریگا تو لڑکا احول یعنے بھینگا پیدا ہوگا پھر جب مہاجرین ہجرت کرکے مدینہ مین آگئے تو انصار کی عورتون سے نکاح کیا اور اُنسے پچھونڈی
کی طرف سے قربت کرنی چاہی تو ایک عورت نے اسطرح کرنے مین فرمانبرداری کرنے سے انکار کیا اور بولی کہ تو ایسا نہین کریگا یہانتک کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلون
پس وہ ام سلمہؓ کے پاس حاضر ہوئی اور انسے یہ قصہ ذکر کیا پس ام سلمہ نے فرمایا کہ تو بیٹھ یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آوین پھر جب رسول صلعم آئے تو انصاریہ عورت شرمائی
کہ رسول صلعم سے دریافت کرے پس وہ باہر چلی گئی اور ام سلمہؓ نے حضرت صلعم سے پوچھا پس آپنے فرمایا کہ انصاریہ کو بلاؤ پس ام سلمہؓ نے اسکو بلایا پس آنحضرت صلعم نے
اسکو یہ آیت سنائی نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ سوراخ واحد مین مترجم کہتا ہے یعنے پچھونڈی سے فرج ہی مین دخول تو روا ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے
روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مین کہتا ہون کہ یہ حدیث اس طور سے روایت کی گئی کہ حماد بن ابی حنیفہ عن ابیہ عن ابن خثیم
عن یوسف بن ماہک عن حفصۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا کہ ایک عورت اُنکے پاس آئی اور کہا کہ میرا شوہر مجھسے آگے کی طرف سے اور پچھونڈی کی طرف سے نزدیکی کرتا ہے
(یعنے حفصہ بنت عمرؓ)
پس مین نے اسکو مکروہ جانا پس یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی (یعنے حضرت حفصہ نے پوچھا ہوگا) تو آپنے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہے بشرطیکہ سوراخ واحد مین ہو (یعنے جماع فقط فرج مین ہو۔ اصل الفاظ صمام واحد)۔ اور امام احمد نے سعید
بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ مین ہلاک ہوگیا آپ نے فرمایا کہ
تجھے کس چیز نے ہلاک کیا تو عرض کیا کہ مین نے گذری رات مین اپنے کجاوہ سواری کو اُلٹ دیا پس حضرت صلعم نے انکو کچھ جواب نہ دیا پس اللہ تعالےٰ نے آپ پر
وحی کی کہ نساؤکم حرث لکم الآیہ۔ آگے سے قربت کر پیچھے سے قربت کر اور بچتا رہ مقعد اور حیضہ سے۔ رواہ الترمذی ایضاً وقال حدیث حسن غریب والنسائی
وغیرہ۔ اور حافظ ابویعلی موصلی نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم کے عہد مین اپنی عورت سے اثفار کیا یعنے پچھونڈی سے
اس سے جماع کیا پس لوگون نے کہنا شروع کیا کہ فلانے شخص نے اپنی جورو سے اثفار کیا پس اللہ عزوجل نے نازل کیا۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم
انی شئتم۔ اور ابوداؤد نے مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اس آیت کے حکم مین بات یہ تھی کہ یہ گروہ انصار کا درحالیکہ بت پرست تھے
یہودیون کے پڑوس مین رہتے اور یہ اہل کتاب تھے اور انصار والے علم مین اپنے اوپر ان یہودیون کی فضیلت جانتے تھے پس بہتیری باتون مین یہودیون کی
پیروی کرلیتے تھے پھر ان یہودیون کی ایک بات یہ تھی کہ عورتون سے ایک ہی حرف پر قربت کرتے اور یہ طور عورت کے لیے زیادہ پردہ پوشی تھا پس گروہ
انصار نے اس فعل مین انھین کی اقتدا کرلی تھی اور رہا گروہ قریش تو یہ عورتون کو کھلم کھلا کشادہ کرڈالتے تھے اور سامنے کی طرف اور پچھونڈے رخ اور
چت لٹا کر سب طرح اُنسے لذت حاصل کرتے تھے پھر جب مہاجرین مدینہ مین آئے تو ان مین سے ایک شخص نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کیا
اور اس سے ایساہی کرنے چلا تو عورت نے اس حرکت پر انکار کیا اور کہا کہ ہم عورتون کے پاس تو ایک ہی طرز پر آیا جاتا تھا پس تو بھی ویساہی کر ورنہ مجھسے

ایک طرف رہ پس ان دونوں کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم یعنے چاہے سامنے سے آؤ اور چاہے پیچھو نڈے سے اور چاہے چت کرکے اور مراد اس سے وہ سوراخ ہے جو بچہ پیدا ہونے کا مقام ہے۔ ہکذا اخرجہ ابوداؤد وغیرہ روایۃ ام سلمہ اور اس حدیث کو طبرانی نے بھی محمد بن اسحق کے طریق سے روایت کیا ہو **قال المترجم** ان روایات مین اسباب نزول مختلف معلوم ہوتے ہین مگر اکثر سلف خلف (صحابہ وتابعین) سے قول یہود کی روایت مروی ہو اور انھون نے تصریح کردی کہ وہی اسکا سبب نزول ہو اسیواسطے مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسی پر اعتماد کیا ہو اور ممکن ہو کہ سعد وسبب کے بعد آیت نازل ہوئی ہو۔ پھر جاننا چاہیے کہ سلف وخلف از صحابہ وتابعین وائمہ علما سب متفق ہین کہ تفسیر اس آیت کی یہی ہو جو اوپر مذکور ہوئی اور انھون نے اجماع کیا ہے کہ عورت سے مقعد مین لواطت کرنا حرام ہو اور جن لوگون سے اسکے خلاف مروی ہو وہ صحیح وثابت نہین ہو اور قرطبی نے اپنی تفسیر مین ایک جماعت علما کی طرف عورت سے جواز لواطت کو نسبت کردیا چنین بعضے تابعین ہین اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ حکایت خلاف واقع ہو اور مترجم کو عجب ہو کہ لوگ بلا ثبوت وصحت کے کسی امام ومقتدا کی طرف کیونکر کسی قول کو نسبت کرتے ہین حالانکہ جانتے ہین کہ ٹھیک نہین ہو اور کثرت سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین عورت سے اسکی دبر یعنے مقعد مین لواطت کرنا حرام وممنوع آیا ہے چنانچہ امام احمد ونسائی وترمذی وضیا وغیرہم کی حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین ہو کہ ہم مقعد وحیض سے بچا رہے (قال الترمذی حسن) اور شافعی وابن ابی شیبہ وامام احمد ونسائی وابن ماجہ وابن المنذر وبیہقی نے خزیمہ بن ثابتؓ سے روایت کی۔ ان سائلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اتیان النساء فی ادبارہن یعنے عورتون کی دبر مین قربت کرنا کیسا ہے تو اپنے فرمایا کہ حلال ہے یا فرمایا کہ مضائقہ نہین ہو پھر جب پھر کر چلا تو اوسکو بلایا اور فرمایا کہ تونے کیونکر کہا تھا اگر یہ تیری غرض ہو کہ عورت کے دبر کی طرف سے اسکی قبل یعنی فرج مین جماع کرے تو ہان روا ہو اور اگر یہ تیری غرض ہو کہ اسکے دبر کیطرف سے اسکی دبر مین جماع کرے تو نہین روا ہو اللہ تعالے حق بات سے استحیا نہین کرتا ہے تم لوگ عورتون کی دبر مین کبھی جماع مت کیجیو۔ اور امام احمد کی ایک روایت مین خزیمہ بن ثابت سے ہے کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے کہ مرد اپنی جورو کے اسکے دبر مین وطی کرے۔ اور حسن بن عرفہ نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شرم رکھو اللہ تعالے سے اور اللہ تعالے حق بیان کرنے مین شرم نہین فرماتا ہو حلال نہین ہو کہ تم عورتون سے انکے حشوش مین وطی کرو۔ اسنادہ صحیح۔ حشوش جمع حش ہندی گوھڑ یا اور اس سے پائخانہ کا کنایہ بولا جاتا ہو اور یہان مقعد مراد ہو اور اس لفظ سے نفرت شدید دلائی۔ اور امام احمد کی ایک روایت مین لا تاتوا النساء فی اعجازہن۔ آیا ہو یعنی عورتون سے انکے چوتڑون کے بیچ مین یعنے مقعد مین جماع مت کیجیو۔ اور کریب نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے ایسے مرد کی طرف نظر نہ فرماویگا جسنے کسی مرد یا عورت سے اسکے دبر مین وطی کی اخرجہ الترمذی وابن ابی شیبہ والنسائی وابن حبان اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن غریب اور ابن حزمؒ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور نسائی نے اسکو ابن عباس سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہو۔ اور طاؤس نے ابن عباس سے روایت کی کہ ایک شخص نے ابن عباس سے پوچھا کہ عورتون کے انکی دبر مین وطی کرنا کیا حکم رکھتا ہو ابن عباس نے فرمایا کہ تو مجھسے کفر کی بات پوچھتا ہو اخرجہ عبد بن حمید واسنادہ صحیح۔ اور عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایک شخص آیا اور اسنے ابن عباس سے کہا کہ مین اپنی جورو سے اسکی دبر مین وطی کرتا تھا اور مین نے قولہ تعالے نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم سنا تھا پس مین نے گمان کیا تھا کہ یہ میرے واسطے حلال ہو تو ابن عباس نے فرمایا کہ او بیباک شہدے قولہ تعالے۔ فاتوا حرثکم انی شئتم۔ کے تو فقط یہ معنی ہین کہ کھڑے اور بیٹھے اور آگے سے اور پیچھے انکی فرجون مین جماع کرو اس سے دوسری راہ مین تجاوز مت کرو۔ اور احمد وبیہقی نے عبد اللہ ابن عمروؓ سے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جورو سے اسکی مقعد مین وطی کرتا ہو وہ لوطیہ صغری ہو اور ابو الدرداؓ نے فرمایا کہ بھلا ایسا کوئی کریگا مگر وہی جو کافر ہو اور ایسا ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوعاً روایت کیا گیا ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ اصح ہو و رواہ عبد بن حمید ایضا موقوفا۔ اور علی بن طلق سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے نہی فرمائی کہ عورتون کی دبر مین وطی کیجاوے۔ رواہ احمد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جورو کے اسکی

دبر مین وطی کرتا ہو اللہ تعالے اُسکی طرف نظر نہ فرماویگا رواہ احمد وابن ماجہ اور حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث مرفوعًا روایت ہو کہ ملعون ہو جو اپنی جورو کے اُسکے
دبر مین وطی کرے۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی۔ اور حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ مردون کا اپنی عورتون سے انکی دبر مین وطی کرنا کفر ہے رواہ النسائی اور حضرت
عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالے سے جیسا چاہیے ہو شرم رکھو۔ اللہ تعالے حق بات سے شرم نہین فرماتا ہو تم لوگ عورتون سے اپنی دبر مین وطی مت کیجیو رواہ النسائی۔ اور
علی بن طلق سے مرفوعًا روایت ہو کہ اللہ تعالے حق بات سے حیا نہین کرتا ہو تم لوگ عورتون کے چوتڑون مین وطی مت کیجیو۔ رواہ احمد اور ابن مسعودؓ سے
روایت ہو کہ محاش النساء یعنی عورتون کی مقعد حرام ہین رواہ ابوبکر الاثرم اور ثوریؒ نے روایت کی کہ ایک مرد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ
عورت کی دبر مین وطی کرنا روا ہو آپ نے فرمایا کہ تو نیچے گر پڑا اللہ تعالے تجھے نیچے گراوے ارے کیا تو نے اللہ تعالے کا قول نہین سنا اتاتون الفاحشة ما سبقکم
بہا من احد من العالمین۔ کیا تم ایسی فحش حرکت کرتے ہو جو تم سے پہلے تمام عالمون مین سے کسی نے نہین کی تھی۔ اس سے ظاہر ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اسکی تحریم کے قائل تھے اور عبد اللہ ابن مسعود وابو درداء وابوہریرہ وابن عباس وعبد اللہ بن عمرو بن العاص وحضرت عمرؓ کے اقوال اسکی تحریم مین
پہلے بیان ہو چکے ہین پھر بیان ایک روایت عبد اللہ بن عمرؓ سے موہم واقع ہوئی جس سے بعض لوگون نے جہالت سے دوسرے معنی لگائے چنانچہ
ابن جریر نے روایت کی کہ نافع نے کہا کہ مین نے ایک روز قولہ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ پڑھا تو ابن عمرؓ نے کہا کہ تو جانتا ہو کہ کس بارہ مین یہ آیت اُتری ہو
مین نے کہا کہ نہین تو کہا کہ عورتون سے انکی دبر مین وطی کرنے کے بارہ مین اُتری ہو ورواہ البخاری ایضًا اور معنی یہ ہین کہ عورت سے پچھونڈے کی طرف سے وطی کرنیکے
بارہ مین اُتری ہو کیونکہ خود انکے باپ حضرت عمرؓ نے ایسا کیا تھا اور خائف ہو کر حضرت صلعم سے پوچھنے آئے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ پچھونڈے کی طرف سے جماع
کرنا جائز ہو جبکہ مقعد سے بچتا رہے جیسا کہ اوپر گذرا اور دلیل ظاہر کہ عبد اللہ بن عمرؓ کی یہی مراد ہو وہ روایت ہو جو نسائیؒ نے بطریق زید بن اسلم روایت کی کہ عبد اللہ
ابن عمرؓ نے کہا کہ ایک شخص اپنی عورت سے پچھونڈے سے آیا پھر اسکو دل مین گناہ کا خطرہ ہوا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم الآیہ۔
اور کچھ شک نہین ہو کہ عرب اس اغلام کی شناعت اس درجہ رکھتے تھے کہ کبھی ان مین یہ خطرہ بھی نہین گزرتا تھا چنانچہ قولہ تعالے۔ اتاتون الفاحشة ما سبقکم بہا من احد من العالمین
الآیہ۔ کی تفسیر قصہ قوم لوط مین مفصل معلوم ہوگا پس قرطبیؒ کی نقل محض لغو وغلط واہی ہو۔ ابن عمر سے خود اسکے خلاف اسی طرح طریق سے مروی ہو چنانچہ
نسائی نے ابو النضر سے روایت کی کہ مین نے نافع مولائے ابن عمر سے کہا کہ تمھاری طرف نسبت کرکے یہ بات سُنی جاتی ہو کہ تم کہتے ہو کہ ابن عمرؓ نے یہ فتوی دیا کہ عورتون
سے انکی دبر مین وطی روا ہو تو نافع نے کہا کہ لوگون نے مجھپر جھوٹھ باندھا اور مین تجھسے اسکی بات بیان کرتا ہون حال یہ ہوا کہ ابن عمرؓ نے ایک روز مصحف
پڑھنا شروع کیا اور مین انکے پاس تھا یہانتک کہ اس آیت پر پہونچے نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ پھر کہا کہ اے نافع تو جانتا ہو کہ اس آیت کا قصہ
کیا ہو تو مین نے کہا نہین تو کہا کہ ہم لوگ گروہ قریش کی عورتون سے انکی پشت کی طرف سے جماع کیا کرتے تھے پھر جب ہم مدینہ مین آئے اور ہم نے انصار کی
عورتون سے نکاح کیا تو ہمنے اُنسے بھی یہی کرنا چاہا جیسا کیا کرتے تھے تو یہ عورتین اس امر کو مکروہ جانتی تھین اور بہت بڑا گناہ جانتی تھین اور انصار کی
عورتون نے یہ اعتقاد یہود کی عورتون سے لیا تھا کہ ان عورتون سے فقط پہلو پر جماع کیا جاتا تھا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم
اور یہ اسناد صحیح ہو اور اسکو حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بھی طبرانی کے طریق سے روایت کیا ہو پس صریح ہو کہ عورتون سے اغلام کرنا روا نہین ہو اور ابن کثیر کی تفسیر
مین ہو کہ ابن عمر سے بھی ثابت ہو کہ وہ عورتون سے اغلام کرنا حرام کہتے تھے اسمین کچھ شک نہین ہو اور دارمی نے اپنی مسند مین سعید ابن یسار کے طریق
سے روایت کی کہ انھون نے ابن عمر سے کہا کہ ما تقول فی الجواری تحمیض لہن۔ یعنے تم باندیون کے حق مین کیا کہتے ہو آیا اُنسے تحمیض کیجاوے تو فرمایا
کہ تحمیض کیا چیز ہو تو عرض کیا کہ دبر مین وطی کرنا تو ابن عمرؓ نے فرمایا این کیا مسلمانون مین کوئی ایسا بھی کرتا ہو ایسا ہی عبد اللہ بن صالح نے لیث سے
روایت کیا اور ایسا ہی ابن وہب وقتیبہ نے لیث سے روایت کیا ہو اور یہ اسناد صحیح ہو اور نص صریح ہو کہ دبر مین وطی کرنا عبد اللہ بن عمر حرام جانتے اور کہتے

تھے پس جو روایتین ابن عمرؓ سے ایسی آئی ہین کہ جسمین وہم و احتمال ہو معنے اُنکے یہی ہین کہ عورتون سے پیچھونڈے کی طرف سے فرج مین جماع کیا جاوے اور ابن عمرؓ صریح تحریم کے قائل تھے واضح ہو کہ ابن عباسؓ کو بھی ابن عمرؓ کے ظاہر لفظ سے یہی وہم ہوا تھا کیونکہ خبر دینے والے نے ابن عمرؓ کے قول سے اپنی فہم ناقص کے مطابق معنے سمجھ لیے اور یہی جا کر ابن عباس سے نقل کر دیے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ ناقل کی خطا ہو جیسے کہ نافعؒ کے بیان سے لوگون نے غلط معنے لگا لیے تھے جب کہ اور بصحیح معلوم ہو چکا تو یہ کچھ مضر نہین ہو۔ اور رہا یہ کہ امام مالک کی طرف نسبت کیا گیا کہ وہ اسکے جواز کے قائل تھے تو یہ بھی محض دروغ و باطل ہو اور کسی کتاب مین انکا قول نہین ہو اور نہ انکے ہزارون شاگردون مین سے کسی نے نقل کیا حالانکہ انکے شاگردون مین ایک ہزار آدمی مانند امام شافعی و امام محمد کے اجلۂ علما ہین لیکن قوم روافض نے بہتان باندھا کہ امام مالک نے اسکو کتاب السر مین بیان کیا ہو حالانکہ کتاب السر عجیب عنقا ہو کہ کوئی اسکو نہین جانتا بلکہ مذہبؒ مالکؒ کے فقہا و مشائخ اس کتاب السر سے سخت انکار کرتے ہین اور امام مالکؒ کی شان بھی اس سے پاک ہو کر انکی کوئی کتاب السر یعنے خفیہ کتاب ہو مترجم کہتا ہو کہ رافضی نے اپنے اوپر قیاس کیا جیسے وہ خفیہ شیطانی حوالہ پر اپنا عقیدہ رکھتا ہو ایسے ہی اسنے ادھر جوڑا حالانکہ اللہ تعالے نے دین اسلام کو ظاہر فرمایا بقولہ۔ لیظہرہ علی الدین کلہ الآیۃ۔ اور بعض روایات سے پتہ ملا ہو کہ روافض نے یہ دروغ تقیہ کر کے پھیلانا چاہا تھا مگر بھلا ایسے عالم پر کب چل سکتا ہو جسکے شاگردون مین سے ہزار تو عالم مجتہد ہون۔ اور حاکم و دارقطنی و خطیبؒ نے جو امام مالکؒ سے اس بارہ مین موہم روایات کین وہ محض واہی و باطل ہین جیسا کہ ذہبیؒ نے رسالہ مفردہ مین ابطال کیا ہو۔ اور معن بن عیسیٰؒ نے امام مالکؒ سے روایت کی کہ عورتون سے دبر مین وطی کرنا حرام ہو۔ اور ابو بکر بن زیاد نیشاپوری نے اسرائیل بن روح سے روایت کی کہ مین نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ عورتون سے دبر مین وطی کرنے کے بارہ مین آپ کیا کہتے ہین فرمایا کہ تم لوگ محض گنوار قوم ہو بھلا حرث کچھ اور ہوا ہو سوائے موضع زراعت کے تو کبھی فرج سے تجاوز نہ کر۔ مین نے عرض کیا کہ اے ابو عبداللہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ آپ اسکے جواز کے قائل ہین فرمایا کہ معاذ اللہ لوگون نے مجھپر دروغ باندھا ہو انھون نے مجھپر دروغ باندھا اس سے تحقیق ہوا کہ مالکؒ اسکی تحریم کے قائل ہین اور یہی قول امام ابو حنیفہ و شافعی و احمد بن حنبل اور انکے جملہ اصحاب کا ہو اور یہی قول سعید بن المسیبؒ و ابو سلمہؒ و عکرمہ و طاؤس و عطاء و سعید بن جبیر و عروۃ بن الزبیر و مجاہد و حسن و غیرہم سے مروی ہو اور ان لوگون نے اس حرکت پر سخت انکار کیا ہو اور بعضون نے ایسا کرنے والے پر کفر کا اطلاق کیا ہو اور یہی جمہور علما کا مذہب ہو۔ طحاوی نے محمد بن عبداللہ بن عبد الحکم سے حکایت کی کہ اُسنے کہا کہ مین نے شافعی سے سنا کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی تحلیل و تحریم مین کچھ ثابت نہین اور قیاس یہ ہو کہ وہ حلال ہو ذہبیؒ نے میزان مین کہا کہ طحاوی مرد ثقہ معتمد ہین لیکن محمد بن عبد الحکم نے جھوٹ کہا یا وہم ہوا ہو اور اس روایت کو خطیب بغدادی نے بھی روایت کیا اور ابو نصر الصباغ نے فرمایا کہ ربیع جو امام شافعی کے خاص شاگردون مین سے ہین قسم کھاتے تھے کہ باللہ الذی لا الٰہ الا ہو البتہ ابن عبد الحکم نے جھوٹ باندھا شافعی رحمہ اللہ پر اس بارہ مین کیونکہ شافعی نے اپنی کتابون مین سے چھ کتابون مین اسکے حرام ہونے پر تنصیص کر دی ہو قال المترجم ثابت ہوئی تفسیر آیت کی اور ثابت ہوا کہ حضرت صلعم نے سخت زجر فرمایا ہو لواطت والے پر اور اصحاب سلف و ائمۂ خلف و علماے مجتہدین اسکی حرمت شدیدہ پر متفق ہین پس بعد اسکے اگر فرض کیا جاوے کہ کوئی عالم اسکے جواز کا قائل ہو تو اُسکا قول اُسکے سر مارا جائیگا اور ہرگز اسکا اتباع کرنے والا نجات نہ پاویگا اور مین نے اس مقام پر تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے التقاط کلام کر کے اسواسطے تطویل کی کہ اس زمانہ مین خواہش نفسانی کے لوطی اور بعضے ان فرقہ رافضہ بہت فریب دیتے ہین اور عوام اپنی خواہش نفسانی کے پابندی مین انکی باتون پر کان دھر کر گمراہ ہو جاتے ہین ونعوذ باللہ من الضلال اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ قدموا لانفسکم۔ یعنے جماع کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ایسا کرے اور صحیح بخاری مین ابن عباس سے ثابت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر تم مین سے کسی نے جب اپنی عورت کے پاس جانیکا ارادہ کیا یون کہہ لیا کہ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا تو اگر ان دونون کے درمیان کوئی بچہ مقدر ہوگا تو اسکو شیطان کبھی مضرت نہ پہونچا ویگا۔ رواہ البخاری اور اسی قرینہ پر شاید بعض مفسرین نے۔ قدموا لانفسکم۔ کی تفسیر مین کہا کہ اس جماع سے اولاد صالح کی خواہش کرے واللہ اعلم ف۲ قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ نساؤکم حرث لکم الآیۃ۔ اس مین

اے اللہ بچا ہم کو شیطان سے اور دور رکھ شیطان کو اس چیز سے جو نصیب کرے تو ہم کو ۱۲

اللہ تعالے نے اپنے بندون کو مباشرت کے آداب سکھلائے کہ مطالبۂ نفس کی حالت مین کام کو صدق نیت سے شروع کرین اور تقوی کو لازم رکھین
حتی کہ ان باتون کو اپنے تمام احوال مین کبھی نہ بھولین اور انکی یہ صحبت بغرض شہوت رانی نہ ہو بلکہ اللہ تعالے کے واسطے ہو اور **واسطی**ؒ نے فرمایا کہ
اپنے جماع کرنے مین اپنی سچی نیت کو مقدم کردو اور یہ نیت کرلو کہ یہ اسواسطے ہے کہ جو تمپر حرام کیا ہے اس سے عفت حاصل ہو اسواسطے کہ بدون سچی
نیت کے شہوت کی پیروی کرنا بڑی غفلت ہے **قال المترجم** یہی حال سب باتون مین ہے مثلاً بالون مین کنگھی وغیرہ کرنا اگر
صفائی ستھرائی کی نیت سے ہے تو مسنون ہے اور ایسے ہی سرمہ لگانا وغیرہ بھی اور اگر خوبصورتی وغیرہ
کی نیت سے ہے تو اسکی مذمت ہے

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
اور نہ ٹھہراؤ اللہ کو بہت کھنڈا اپنی قسمین کھانے کا کہ سلوک نہ کرو اور پرہیزگاری اور صلح درمیان لوگون کے اور اللہ سُننا
عَلِيْمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝
جانتا ہے نہین پکڑتا تم کو اللہ تمھاری ناکارہ قسمون پر لیکن پکڑتا ہے اس کام پہ جو کرتے ہین دل تمھارے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے

**لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ** مت بناؤ اللہ کو ف یعنے اسم اللہ تعالے کے ساتھ قسم کھانے کو **عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ** نشانہ واسطے اپنی قسمون کے ف
بایطور کہ کثرت سے اللہ تعالے کے ساتھ قسمین کھاؤ کہ- **اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ** تم نکوئی نہ کروگے وتقوی نہ کروگے اور لوگون
مین اصلاح نہ کروگے ف پس ایسی باتون کے نہ کرنے پر قسم کھانا مکروہ ہے اور ایسی قسم مین اسکا توڑدینا اور کفارہ دینا مسنون ہے بخلاف اسکے اگر کسی
نیک کام کرنیکو اسکے مانند پر قسم کھائی تو یہ طاعت ہے اور بعضی کلام کے یہ ہین کہ نیکوکاری واسکے مانند جو مذکور ہوا اسکے کرنے سے باز نہ ہو جبکہ تمنے اسکے نہ کرنے پر قسم کھائی ہو
بلکہ نیکوکاری واسکے مانند کو بجالاؤ اور کفارۂ قسم دیدو اسواسطے کہ سبب نزول آیہ کا یہ تھا کہ قسم کھاکر اسکے بجالانے سے انکار واقع ہوا تھا- **وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ**
لاقوالکم- **عَلِيْمٌ** باحوالکم- اللہ تعالے سننے والا ہے تمھارے اقوال کا جاننے والا ہے تمھارے احوال کا **لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ** الکائن- **فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ**
اللہ تعالے تمکو ایسے لغو پر مواخذہ نہین فرماتا جو تمھاری قسمون مین واقع ہو ف **شیخ سیوطی**ؒ نے کہا کہ لغو قسم وہ ہے کہ زبان اسکی طرف سبقت کرجاوے بدون اسکے
کہ قسم کھانے کا قصد ہو جیسے لا واللہ- اے نہین واللہ- یا ہان واللہ پس نہ اسمین گناہ ہے اور نہ کفارہ **وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ**
ولیکن اللہ تعالے تمکو مواخذہ فرماتا ہے ایسی چیز سے جسکا تمھارے دلون نے قصد کیا ہے ف یعنے جن قسمون کو قصد کیا تمھارے دلون نے اسپر مواخذہ کریگا
جب تم حانث ہوگے قسم توڑوگے **وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ** اللہ تعالے غفور حلیم ہے ف یعنے بخشنے والا ہے اس چیز کو جو لغو سے واقع ہوا اور حلیم ہے تاخیر کردینے مین سزا وعذاب کے
اُس شخص سے جو اس عقوبت کا سزاوار ٹھہرے پھر اس آیت کے سبب نزول مین دو روایتین ہین ایک یہ کہ نعمان بن بشیرؓ نے عبداللہ بن رواحہؓ کی بہن کو طلاق
دیدی پھر رجوع اور صلح کا ارادہ کیا پس عبداللہ بن رواحہ نے قسم کھائی کہ نعمان سے کلام نہ کرونگا اور دونون مین اصلاح نہ کرونگا پس یہ آیت نازل ہوئی
ذکرہ **البیضاوی** وغیرہ ولیکن مفسر **شیخ جلال**ؒ نے ذکر کیا کہ مین اس روایت پر واقف نہین ہوا اور یہ تعریض ہے اسکے عدم ثبوت کی اور **ابن جریر** نے **ابن جریج**
سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے حق مین نازل ہوئی کہ انھون نے قسم کھائی تھی کہ اپنے خالہزاد بھائی مِسطح بن اثاثہ کو نفقہ نہ دونگا کیونکہ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے مین منافقون کے ساتھ شریک تھا اور وہ مہاجرین فقیرون مین سے تھا اسکو حضرت صدیقؓ ہی نفقہ دیتے تھے- اور مشہور
یہ ہے کہ اس بارہ مین- قولہ تعالے ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ
لکم الآیہ- نازل ہوئی ہے جیسا کہ اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالے بیان آویگا- ولیکن بعید نہین کہ یہ آیت بھی اسی بارہ مین نازل ہوئی ہو جس سے یہ حکم نکلا کہ اگر نیکوکاری وصلۂ رحم نہ کرنیکی

قسم کھاوے تو اُسکو توڑ دے اور اسکا کفارہ دیدے اور اگر قسم پر جا رہے گا تو گنہگار ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر سورۂ بقرہ مین یہ آیت بہت مدت کے بعد نازل ہوئی ہے حالانکہ یہ بعید ہے۔ **قال البیضاوی** عرضة بروزن فعلة بمعنے مفعول ہے اور اطلاق اسکا اس چیز پر آتا ہے جو کسی شی کے بیچ مین عارض و روک کر دیا جاوے اور اُس شیٔ پر بولتے ہین جو کسی شیٔ کا معرض و نشانہ بنایا جاوے پس آیت کے معنے اگر عرضة بمعنی اول لیا جاوے تو یہ ہونگے کہ اللہ تعالے کو حاجز و روک نہ بناؤ ان انواع خیر کا جنپر تمنے قسم کھائی ہے پس ایمان جو جمع یمین بمعنے قسم ہے اس سے مراد وہ چیزین ہونگی جنپر قسم کھائی ہے اور یہ اطلاق آتا ہے چنانچہ ابوہریرہؓ کی روایت مین ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من حلف علی یمین فرأی غیرها خیرا منها فلیکفر عن یمینه ولیفعل الذی هو خیر یعنے جس شخص نے قسم کھائی کسی یمین پر یعنی کسی امر پر پھر اسکے غیر کو بہتر دیکھا تو چاہیے کہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور جو امر بہتر ہے اوسکو بجا لاوے (رواہ مسلم) پس اسمین یمین کا اطلاق اس امر پر ہے جس پر قسم کھائی ہے اور اس صورت مین ان تبروا الخ یعنے ان مع صلہ کے ایمان کا عطف بیان ہوگا۔ کمالین مین کہا کہ یہی تفسیر مشہور ہے یعنے یمین جسکا رک ہو کہ نیکی کر دانخ اور روک کسطرح ہوگی کہ انکے نہ کرنے پر قسم ہو اور بر تقدیر ثانی یعنے جبکہ عرضة بمعنی نشانہ لیا جاوے تو معنے یہ ہین کہ نہ بناؤ اللہ تعالے کو نشانہ اپنی قسمون کا پس اللہ تعالے کے ساتھ کثرت سے قسمین کھا کر نام اسکی کو مبتذل کرو اسیواسطے کثرت سے قسم کھانے والے کی مذمت فرمائی بقوله ولا تطع کل حلاف مہین مت پیروی کر ہر ایسے شخص کی جو کثرت سے قسم کھانے والا خوار ہو اور اس صورت مین ان مع صلہ کے نہی مذکور کی علت ہے یعنے تمکو ممانعت کی گئی اس بات سے اس وجہ سے کہ تم نیک رہو اور متقی رہو اور لوگ تمپر اعتماد کرین کہ لوگون کے درمیان اصلاح کرو کیونکہ زیادہ قسم کھانے والا اللہ تعالے پر جرأت کرنے والا ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ قسم مین سچا متقی نہین ہوتا اور نہ لوگ اسپر اعتماد کرتے ہین پس وہ انکے درمیان اصلاح نہین کر سکتا۔ **ذکره البیضاوی** اور **شیخ ابوحیان** نے کہا کہ اس صورت مین میرے نزدیک ان تبروا علت نہین بلکہ منصوب بنزع خافض ہے۔ ای لا تجعلوا اللہ عرضة لایمانکم علی ان تبروا یعنی مت بناؤ اللہ تعالے کو نشانہ اپنی قسمون کا اس بات پر کہ تم نیکی کروگے اور تقویٰ کروگے اور لوگون مین صلاح کروگے پس نیکی و تقویٰ و اصلاح بین الناس پر قسم کھانے سے منع کر دیے گئے کہ انکا نشانہ بنا کر مبتذل نہ کرو حالانکہ یہ اوصاف جمیلہ ہین تو انکے سوا اور امور پر قسم کھانے کی صورت مین وہ بدرجۂ اولی ممنوع ہے پس حاصل یہ ہوا کہ زیادہ قسم کھانے سے اگرچہ امر خیر پر بھی ہو ممانعت ہے اور کم قسم کھانے کی ترغیب ہے اور عرب مین کم قسم کھانے پر تعریف ہوا کرتی تھی۔ **شیخ سیوطیؒ** نے وہ اختیار کیا جو سلف و خلف سے مروی ہے چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی قوله ولا تجعلوا اللہ عرضة لایمانکم کہا یعنے مت قرار دے تو نشانہ اپنی قسم کا جو یہ ہو کہ نیک بات نہ کرونگا ولیکن کفارہ دے اپنی قسم کا اور نیکوئی کر۔ اور ایسا ہی مسروق و شعبی و ابراہیم نخعی و مجاہد و طاؤس و سعید بن جبیر و عطاء و عکرمہ و مکحول و زہری و حسن و قتادہ و مقاتل بن حیان و ربیع بن انس و ضحاک و عطاء خراسانی و سدی رحمہم اللہ کا قول مروی ہے اور اسی کی مؤید ہے جو صحیحین مین حدیث ابوموسیٰ اشعریؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرها خیرا منها الا اتیت الذی هو خیر وتحللتها۔ یعنے مین قسم اللہ تعالے کی ان شاء اللہ نہین قسم کھاؤنگا کسی امر پر پھر اسکے غیر کو اس سے بہتر دیکھونگا مگر جو بہتر ہے اوسی کو بجا لاؤنگا اور قسم کو توڑ دونگا یعنے کفارہ دیدونگا **ذکره ابن کثیرؒ** اور اس باب مین احادیث بہت ہین اور بعض احادیث مین ہے کہ ایسی قسم کو ترک کرنا اسکا کفارہ ہے یعنے ایسی قسم مین یہ جرم بھی تھا کہ نیک بات کرنے پر کیون قسم کھائی تو اس جرم کا کفارہ یہی کافی ہے کہ قسم سے حلال ہو گیا اگرچہ قسم کے توڑنے کا کفارہ معمولی دینا پڑیگا واللہ اعلم۔ قوله لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ واضح ہو کہ لغو کی تفسیر مین ائمہ علما کے مختلف اقوال ہین بعض نے کہا کہ لغو قسم وہ ہے کہ قسم کھانے والا اسکا قصد نہ کرے بلکہ عادت کے موافق اسکی زبان پر بدون قصد و تاکید کے جاری ہو جاوے اور یہی ابن عباس و عائشہ و بعض علما سے روایت ہے اور یہی شافعیؒ کا قول ہے اور ابو داؤد نے عائشہؓ سے مرفوعا روایت کیا کہ قسم مین لغو یون ہے جیسے آدمی اپنے گھر مین باتون مین لا واللہ اور بلی واللہ کہا کرتا ہے پس اگر مرفوعا ثابت ہو تو اس قول کا مؤید ہے ولیکن اکثر ثقات نے حضرت عائشہ سے اسکو موقوفا یعنے قول عائشہؓ روایت کیا ہے اور عروہ رض نے کہا کہ حضرت عائشہ فرماتی تھین کہ لغو تو مزاح و ہزل ہی مین ہوا کرتا ہے کہ آدمی کہتا ہے لا واللہ اور بلی واللہ پس اسمین کفارہ نہین ہے اور کفارہ اُسی قسم مین ہے کہ اسکے قلب نے اسکو منعقد کیا کہ اسکو کریگا پھر اُسکو نہ کیا۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابن عمر کا اور دو قول مین سے ابن عباس کا ایک قول و شعبی کا

اور ایک قول عکرمہ کا و عروۃ بن الزبیر و ابوصالح اور ایک قول ضحاک کا و ابوقلابہ و زہری کا قول مروی ہے۔ پھر ابن ابی حاتم نے ایسی سند سے جو علمائے حنفیہ کے نزدیک جید ہے عروہ کے طریق سے عائشہؓ سے روایت کیا کہ حضرت عائشہؓ قولہ لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم - کی تاویل مین فرماتی تھین کہ لغو وہ ہے کہ کوئی اسپر قسم کھائے اسطرح کہ وہ اس سے سوائے سچائی کے کچھ ارادہ نہین کرتا پھر وہ اس حال کے سوائے دوسرے حال پر نکلے جسپر اسنے قسم کھائی تھی۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابوہریرہ کا اور دوسرا قول ابن عباس کا و سلیمان بن یسار اور سعید بن جبیر اور ایک قول مجاہد کا اور ایک قول ابراہیم نخعی کا اور حسنؒ و زرارۃ بن اوفیؒ کا اور ابومالک و عطاء خراسانی و بکر بن عبداللہ و ایک قول عکرمہ کا اور حبیب بن ابی ثابت و سدی و مکحول و مقاتل و طاؤس و قتادہ و ربیع بن انس و یحییٰ بن سعید و ربیعہ کا مانند اسکے مروی ہے ذکرہ ابن کثیر۔ و امام مالک نے مؤطا مین کہا کہ لغو کی تفسیر مین جو مین نے سنا ہے اسمین سے احسن یہ ہے کہ لغو وہ قسم ہے کہ کسی شی پر یقین جانکر کہ وہ ایسے ہی ہے قسم کھاجاوے پھر اسکے خلاف نکلے اور یہی علام مالک کا قول ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ و امام احمد کا ہے اور اوپر کے بیان سے تجھے معلوم ہوا کہ بہ نسبت اول قول کے یہ قول اکثر صحابہ و تابعین سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ عائشہؓ سے ہر دو قول کا مجموعہ بھی مروی ہے چنانچہ اپنے اسناد جید سے عطاء بن ابی رباح کے طریق سے عائشہؓ سے روایت کی کہ لغو یون کہنا کہ لا واللہ اور بلی واللہ ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ مین سچا ہون لیکن در واقع ایسا نہین ہوتا ہے۔ مین کہتا ہون کہ اس روایت سے بھی ائمہ ثلاثہ کے قول کی تائید نکلتی ہے واللہ اعلم اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ عبدالرزاق نے ابراہیم سے روایت کی کہ لغو یہ ہے کہ آدمی ایک چیز پر قسم کھاوے پھر اسکو بھول جاوے۔ اور زید بن اسلم نے کہا کہ لغو یہ ہے کہ آدمی کہے کہ اللہ میری آنکھین اندھی کرے اگر مین ایسا نہ کرون۔ یا مجھے میرے مال سے نکال دے اگر مین کل تیرے پاس نہ آؤن۔ اور طاؤسؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ لغو قسم یہ ہے کہ تو حالت غضب مین قسم کھاوے اور سعید بن جبیرؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ لغو قسم یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالےٰ نے حلال کیا ہے اسکو حرام کرے پس اسمین تجھپر کچھ کفارہ نہین ہے قال المترجم متعدد تفسیر ہے جو ائمہ ثلاثہ نے اختیار کی ہے واللہ اعلم اور کشاف مین ہے کہ اسکا نام قسم لغو اس وجہ سے رکھا گیا کہ لغو ایسی چیز کو کہتے ہین جو درجۂ اعتبار سے ساقط ہو خواہ کلام ہو یا اور کوئی چیز ہو پس لغو قسم وہ ہے کہ اسکا کچھ اعتبار نہین اور نہ اسسے کوئی حکم متعلق ہے۔ قولہ ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم یعنے قصد کرکے اسپر قسم کھائی پس بنابر قول شافعی کے یہ قسم لغو کا مقابل ہوگا اور مجاہد وغیرہ نے کہا کہ یہ مانند قولہ تعالےٰ ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان الآیہ۔ ہے اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس و بہتیرون نے کہا کہ یہ یون ہے کہ کسی بات پر قسم کھاوے درحالیکہ وہ جانتا ہے کہ مین جھوٹا ہون۔ اس تفسیر پر وہ ائمہ ثلاثہ کی تفسیر لغو کے مقابل ہوگا ولیکن ظاہر یہ ہے کہ بیان ابن عباسؓ کی تفسیر اخص ہے یا ایک نوع کا بیان ہے کیونکہ ایمان معقودہ مین زمانہ ماضیہ اور آیندہ دونون پر قسم ہوگی پس اگر قسم کھائی کہ واللہ مین نے گذرے جمعہ کو صلوٰۃ التسبیح پڑھی اور وہ سچا ہے تو سچا ہے اور اگر جھوٹا ہے تو یہ یمین غموس ہے اور وہ کبیرہ گناہ ہے اور یہی ابن عباس کی تفسیر ہے اور اگر قسم کھائی کہ واللہ آیندہ جمعہ کو صلوٰۃ التسبیح پڑھونگا پس اگر آیندہ جمعہ کو پڑھی تو قسم پوری ہوئی اور اگر نہ پڑھی تو حانث ہوا پس مواخذہ ہوگا اور وہ کفارہ ہے پس معلوم ہوا کہ ایمان معقودہ مین یمین غموس بھی داخل ہے پس مفسر سیوطیؒ نے جو کہا کہ اذا حنثتم یعنے جب ایمان معقودہ مین حانث ہو تو مواخذہ ہوگا بدون تفصیل کے ہے اور تفصیل یہ ہے کہ اگر زمانہ آیندہ پر کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی اور اسمین حانث ہوا تو کفارہ بالاتفاق و بالاجماع لازم آویگا اور اگر زمانہ گذشتہ پر اسطرح قسم کھائی اور سچا نہین ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مواخذہ ہوگا اور یہ مواخذہ جو یہان مذکور ہے وہ آیۂ مائدہ مین مبین ہے کہ کفارہ ہے پس یمین غموس پر کفارہ واجب ہوگا اور امام ابوحنیفہ و مالک و احمد کے نزدیک یمین غموس مین کفارہ نہین ہے اسمین سوائے توبہ و استغفار کے کوئی چارہ نہین ہے اور شیخ ابن حجر نے ابن عبدالبر وغیرہ سے نقل کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یمین غموس مین کفارہ نہین بلکہ توبہ و استغفار کرے اور امام احمد نے باسناد جید حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کی کہ پانچ چیزین ہین جنمین کفارہ نہین ہے اور انمین سے یمین غموس کو بھی شمار کیا اور امام شافعی نے جو آیۂ مائدہ کو یہان کا بیان قرار دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہان مواخذہ مطلق مذکور ہے اور یہ روز قیامت مین ہوگا اور آیۂ مائدہ مین جو مواخذہ ہے وہ دنیا مین ہے پس ایک کو دوسرے پر محمول نہین کرسکتے ہین قال المترجم علمانے تصریح کی کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے غیر کی قسم مانند باپ کی قسم یا تیرے سر کی۔

قسم باولی یا نبی کی قسم یہ سب ناجائز اور شرک ہین پس قسم اللہ تعالے یا اسکے کسی صفت کی مثل واللہ والذی نفسی بیدہ اور عزۃ اللہ یا عظمۃ اللہ کی قسم یہ روا ہی
پس اگر اسکے ساتھ کسی امر مستقبل پر قسم کھائی یعنے جو آیندہ ہونے والا ہو پھر یہ حانث ہوا تو اسپر کفارہ واجب ہوگا اور کفارہ قسم کا تین دن کے پے در پے روزے یا دس
مسکینون کا کھانا یا ایک بردہ اس تفصیل سے جو سورۂ مائدہ مین انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگی اور فقہ مین مفصل مذکور ہو اور اس کے سواے اگر اور چیز کے ساتھ قسم کھائی
مثل کعبہ کی قسم یا بیت اللہ کی قسم یا باپ کی قسم وغیرہ تو یہ قسم ہوگی اور حانث ہونے سے کفارہ لازم نہوگا اور ایسی قسم مکروہ تحریمی ہو اور اسکی ممانعت مین روایت
حدیث ہے کہ اللہ تعالے تم کو منع کرتا ہو کہ اپنے باپ دادون کی قسم کھاؤ پس جو قسم کھانا چاہے یا تو اللہ کی قسم کھاوے یا خاموش رہے رواہ الترمذی وغیرہ

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَاِنْ
جو لوگ قسم کھا رہتے ہین اپنی عورتون سے انکو فرصت ہے چار مہینے پھر اگر مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر
عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝
عزم کیا طلاق کا تو اللہ سنتا جانتا ہے

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ- جو لوگ ایلا کرتے ہین اپنی عورتون سے یعنے قسم کھا لیتے ہین کہ ان سے مجامعت نہ کرینگے تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ- انتظار چار ماہ ہو- فَاِنْ فَآءُوْ- پس اگر انھون نے رجوع کیا یعنی اس مدت مذکورہ مین رجوع کیا قسم سے طرف وطی کے فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ- تو اللہ تعالے غفور رحیم ہو یعنے بخشنے والا ہو انکو جو انھون نے قسم سے عورت کو ضرر پہونچایا ہو- وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ- اور اگر انھون نے عزم کیا طلاق پر یعنی بایں طور کہ رجوع نہ کیا- فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ- تو لامحالہ اللہ تعالے انکے قول کا سننے والا ہو- عَلِیْمٌ- یعنی عزم- انکے عزم کا جاننے والا ہے پس طلاق واقع ہو جائیگی اور یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہو اور شافعی کے نزدیک اسپر طلاق دینا واجب ہو پس بقول شافعی بعد چار ماہ کے چاہے قسم سے وطی کی طرف رجوع کرے اور بقول ابوحنیفہ رح چار ماہ گذرتے ہی طلاق بائن پڑ گئی- ہان اب دوبارہ مہر کے ساتھ چاہے برضامندی عورت کے نکاح کرے- واضح ہو کہ یہ ایلاء کا مسئلہ ہو یعنے جس مرد نے قسم کھائی کہ اپنی جورو سے وطی نہ کریگا اوسکو چار مہینہ کی مدت دی گئی اسمین انتظار کیا جائیگا پس اگر اسنے اس مدت مین رجوع کیا یعنے وطی کر لی تو قسم ٹوٹ گئی اسکا کفارہ دیدے اور جورو و مرد مین میل رہا اور اگر اس مدت مین رجوع بطور مذکور نہ کیا تو طلاق پڑ گئی اور پھر رجوع نہین کر سکتا ہو اور یہ طلاق بائن ہوگی اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہو اور امام مالک و شافعی و احمد کے نزدیک اسکو چار مہینہ گذرنے کے بعد بھی رجوع کا اختیار ہو اور مدت مذکورہ گذرنے پر طلاق نہ پڑیگی بلکہ وہ قید کیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یا تو رجوع کرے یا طلاق دیدے اور اسی اختلاف کی بنا پر ایلا کی تعریف مین اختلاف ہو پس ابوحنیفہ و سفیان ثوری و کوفیون کے نزدیک ایلا یہ ہو کہ قسم کھاوے کہ اپنی عورت سے چار مہینہ یا زیادہ وطی نہ کریگا اور یہ عطاء کا قول ہو اور مالک و شافعی و احمد نے فرمایا کہ ایلا یہ ہو کہ چار مہینہ سے زائد تک وطی نہ کرنے کی قسم کھاوے پس چار مہینہ تک وطی نہ کرنے کی قسم انکے نزدیک ایلا نہوگی اور ایک جماعت نے کہا کہ اگر قسم کھائی کہ ایک روز یا کم یا زیادہ اپنی جورو سے وطی نہ کریگا پھر چار مہینہ اس سے وطی نہ کی تو ایلا کی وجہ سے بائن ہو جائیگی اور یہی قول ابن مسعود و نخعی و ابن ابی لیلیٰ و حکم و حماد بن سلیمان و قتادہ و اسحق کا ہو اور قولہ للذین- شامل ہو آزادون و غلامون کو جیسے من نسائہم شامل ہو آزادہ عورتون و باندیون کو جبکہ کسی مرد کے نکاح مین ہون پس امام شافعی و احمد کے نزدیک انکا ایلا مثل آزاد کے ہو یعنے وہی مدت انکے لیے بھی ہو اور امام ابوحنیفہ و مالک و اسحق نے کہا کہ انکی مدت دو مہینہ یعنے نصف ہو اور یہ زہریؒ و عطاءؒ کا قول ہو اور شعبی نے کہا کہ باندی کا ایلا آزادہ کے ایلا کا نصف ہو اور اللہ تعالے نے یہ مدت اسواسطے مقرر کردی کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ایک سال و دو سال و زیادہ مدت تک ایلا کرتے اور اس سے انکی غرض یہ ہوتی کہ عورت کو تنگ کرین اور ضرر پہونچاوین تاکہ وہ مال و مہر واپس کرکے خلع لے لے- اور اس

بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ اگر چار مہینہ سے کم پر وطی نہ کرنے کی قسم کھاوے تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک ایلاء شرعی نہوگا اگرچہ اسپر لفظ ایلاء کا باعتبار معنی لغوی کیا جاوے چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہو کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آلیٰ من نسائہ شہراً یعنے رسول اللہ صلعم نے اپنی عورتوں سے ایک مہینہ ایلاء کیا۔ پس ایسی مدت کی ایلاء میں بالاتفاق اسکو اپنی قسم پوری کرنی چاہیے اور شافعی وغیرہ کے نزدیک عورت کو ایسی مدت میں بلکہ چار مہینہ تک کی مدت میں مطالبہ کا اختیار نہیں ہو اور اگر چار مہینے سے زائد پر قسم کھائی ہو تو چار مہینہ کے بعد امام شافعی وغیرہ کے نزدیک عورت کو اختیار ہو کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ وہ رجوع کرے یا طلاق دے پس اگر اسنے کچھ نہ کیا تو حاکم اسکو قید کریگا پس اگر نہ مانا تو اسکی طرف سے طلاق دیدے گا تاکہ عورت کو مضرت نہ ہو پہچے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ للذین یولون من نسائہم تربص اربعۃ اشھر۔ اے انتظار چار ماہ ہو اور نسائہم کی لفظ میں دلالت ہے کہ ایلاء مخصوص ان عورتوں سے ہو جن سے نکاح کیا ہو اور جو باندیاں مملوکہ ہوں انسے ایلاء نہیں ہوتا ہی کیونکہ انکو وطی کے لیے مطالبہ کا اختیار نہیں ہو اور یہی جمہور کا مذہب ہو آور اربعۃ اشھر اے زوج کو اس مدت میں انتظار توقف (یعنے مالک کے تحت میں آیا ہوا ہو ۱۲) کا حق حاصل ہو اور ظاہر اسکا مؤید قول امام ابوحنیفہ ہو کہ چار ماہ کے اندر ہو نہ بعد چار ماہ کے۔ قولہ فان فاؤ۔ اے رجوع کیا جس حال پر تھے اور یہ کنایہ ہو جماع سے جیسا کہ ابن عباس ومسروق وشعبی وسعید بن جبیر وغیرہم مانند ابن جریر وغیرہ نے کہا ہو اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قولہ فان فاؤ فان اللہ غفور رحیم۔ میں دلالت ہو کہ اس رجوع اور وطی سے کفارہ لازم نہ آویگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہو کہ جس شخص نے قسم کھائی کسی چیز پر پھر اور بات کو اس سے بہتر دیکھا تو جسپر قسم کھائی ہو اسکا ترک کر دینا اسکا کفارہ ہو جیسا کہ امام ابوداؤد وترمذی نے روایت کیا ہو اور یہی شافعی کا قول قدیم ہو اور جمہور علما کے نزدیک اس صورت میں اسپر کفارہ لازم آویگا کیونکہ صحیح احادیث میں وجوب کفارہ مذکور ہو اور یہی شافعی کا قول جدید ہو قال المترجم اور فان فاؤ کے فاء تعقیب سے امام شافعی ومالک واحمد نے استدلال کیا ہو کہ وہ مقتضی ہو کہ اس مدت مذکورہ کے بعد اسکو رجوع کرنے یا طلاق کا اختیار باقی ہو اور نیز قولہ وان عزموا الطلاق مشعر ہو کہ بعد مدت مذکورہ کے ہو آور نیز سمیع علیم مشعر ہو مسموع کو اور وہ طلاق کا کلام ہو کیونکہ خالی مدت کا گذرنا تو مسموع نہیں ہو اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ یہی جمہور متاخرین کا قول ہو کہ فقط مدت گذرنے سے طلاق واقع نہوگی جبتک کہ وہ طلاق نہ دے۔ اور ہم نے پہلے ذکر کیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک رجوع کرنیکا اختیار اسی مدت مذکورہ میں ہو اسکے بعد نہیں ہو بلکہ مدت گذرنے پر طلاق واقع ہو جائیگی کوئی حاجت طلاق دینے کی نہوگی آور یہ فاء جو فان فاؤ میں ہو یہ تعقیب ذکری کی فاء ہو جو ایسے جملہ پر آتی ہو جو اپنے ماقبل کا تفصیل کرنے والا ہو اور معنی یہ ہیں کہ پس تفصیل یہ ہے کہ اگر اسنے مدت کے اندر رجوع کیا تو اللہ غفور رحیم ہو اور اسی کے شاہد ہو قراۃ ابن مسعودؓ کہ انھوں نے فان فاؤ فیھن فان اللہ غفور رحیم۔ پڑھا ہو اور یہ صریح ہو کہ رجوع اس مدت مذکورہ کے اندر ہو اور سمیع علیم کے معنے یہ ہیں کہ سمیع انکے ایلاء کا اور علیم انکے قصد کا ہو اور یہی مذہب متقدمین سلف وخلف کا ہے کہ چار مہینے گذرنے پر عورت پر طلاق پڑجائیگی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ یہی حضرت عمر وعثمان وعلیؓ وابن مسعود وابن عباس وابن عمر وزید بن ثابت رضہ سے صحیح اسنادوں سے مروی ہو اور یہی قول ابن سیرین ومسروق وقاسم وسالم وحسن وابوسلمہ وقتادہ وشریح قاضی وقبیصہ بن ذویب وعطاء وابوسلمہ بن عبدالرحمن وسلیمان بن ترخان تیمی اور ابراہیم نخعی وربیع بن انس وسدی وغیرہم رحمہم اللہ کا ہو پھر اسمیں سلف وخلف کے دو قول ہیں کہ چار مہینہ گذرنے پر طلاق رجعی واقع ہوگی یا طلاق بائن واقع ہوگی پس ایک قول یہ کہ طلاق رجعی واقع ہوگی اور یہی قول سعید بن المسیب وابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام ومکحول وربیعہ وزہری ومروان بن الحکم کا ہو اور دوسرا قول یہ کہ طلاق بائنہ واقع ہوگی اور یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن مسعود وعثمان وابن عباسؓ وابن عمر وزید بن ثابت سے مروی ہو اور یہی قول عطاء وجابر بن زید ومسروق وعکرمہ وحسن وابن سیرین ومحمد بن الحنفیہ وابراہیم وقبیصہ بن ذویب وابوحنیفہ وثوری وحسن بن صالح کا ہو اور ان سب سلف وخلف نے جو چار ماہ گذرنے پر طلاق خواہ بائنہ یا رجعیہ (مطلقہ ... پھر رجوع کا اختیار ہے ...) واقع ہونے کے قائل ہیں عورت پر عدت واجب کہتے ہیں ہکذا ذکرہ الشیخ ابن کثیر پھر فئی یعنے رجوع کی تفسیر پہلے حضرت ابن عباس وغیرہم سے مذکور ہوئی کہ کنایہ جماع سے ہو اور ابن المنذر نے کہا کہ اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ فئی بیان جماع ہی

جسکو کوئی عذر ہو اور ائمہ حنفیہ نے کہا کہ اگر مریض ہو یا قید ہو تو زبان سے کہدینا کہ مین نے رجوع کیا کافی ہو بشرطیکہ مدت مذکورہ کے اندر ہو اور امام شافعی کے نزدیک
زوال عذر تک عدت مذکورہ اسکی جو روریگی پھر عذر زائل ہونے کے بعد یا جماع کرے یا طلاق دے جیسا کہ اوپر بیان ہوا - قولہ فان عزموا الطلاق - اے عزموا
الطلاق - اسواسطے کہ عزم کا تعدیہ علی سے ہوتا ہو ولیکن عزم بیان بمعنی تصمیم ہوا ہے عزموا الطلاق اسیواسطے بدون حرف کے متعدی ہوا اور اسمین اشعار
ہو کہ عدم رجوع بھی تصمیم طلاق ہو حتی کہ بعد چار ماہ گذرنے کے طالقہ ہو جائیگی فافہم پھر چونکہ سلسلۂ کلام عورت کے طلاق ہو جانے تک آگیا لہذا
بعد کو طلقہ عورت کی عدت کو کل بیان فرمایا

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ
اور طلاق پائی عورتین انتظار مین رکھین اپنے آپکو تین حیض تک اور انکو حلال نہین کہ چھپا رکھین جو پیدا کیا اللہ نے
اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا
انکے پیٹ مین اگر ایمان رکھتی ہین اللہ پر اور پچھلے دن پر اور انکے خاوندون کو پہونچتا ہو پھیر لینا انکا انہی دیر مین اگر چاہین
۲۸ ع ۷ ۱۲ اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ
صلح کرنی اور عورتون کا بھی حق ہو جیسا اون پر حق ہو موافق دستور کے اور مردون کو اون پر درجہ ہو اور اللہ زبردست ہو تدبیر والا

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ - اور طلقہ عورتین انتظار مین رکھین اپنے آپ کو ف دوسرے مرد سے نکاح کرین ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ - تین حیض
تک ف قروء جمع قرء بمعنی حیض و طہر دونون آتا ہو ابو حنیفہؒ نے دلائل اجتہادی سے نکالا کہ اس مشترک سے بیان حیض مراد ہو پس جس طہر مین طلاق دی گئی اسکے بعد
مطلقہ تین حیض تک رکی رہے پھر تیسرے حیض سے پاک ہو کر چاہے نکاح کرے شافعیؒ نے نکالا کہ طہر مراد ہو پس جس طہر مین طلاق دی گئی تین طہر تک منتظر رہے ہر حیض
کے بعد دوسرے حیض تک جو زمانہ ہو وہ طہر ہو - پھر اسی انتظار کرنیکا نام عدت ہو - یہ عدت فقط اُن عورتون مین ہو جو مدخولہ ہون جن سے شوہر نے وطی کر لی ہو
خواہ حقیقۃً وطی کی ہو یا خلوت مین رہا ہو تو احتیاطاً عدت ہو اگر زفاف سے پہلے ہی طلاق دیدی تو کچھ عدت نہین لقولہ تعالے فان لم تکونوا دخلتم بہن فما لکم علیہن من عدۃ الآیہ - یعنی
اگر تم نے اپنی عورتون سے دخول کیا ہو تو تمھارے لیے انپر کوئی عدت نہین ہو - پھر مدخولہ کی عدت قروء جب ہی ممکن ہو کہ اسکو حیض آتا ہو اور اگر وہ حیض آئے سے ہو چولادگی سن مین پکنی یعنی حیض منقطع ہو چکا تو وہ
تین ماہ تک انتظار کرے یعنے عدت بیٹھے - لقولہ تعالے واللائی یئسن من المحیض فعدتہن ثلثۃ اشہر الآیۃ - یعنے جو عورتین کہ محیض سے آئسہ ہو چکین تو انکی عدت
تین ماہ ہو - اسی طرح اگر دس گیارہ برس کی غیر بالغہ سے نکاح کیا مگر وہ وطی کے قابل ہو پھر وطی کر کے طلاق دی تو اسکی عدت بھی تین ماہ ہو اور اگر حاملہ
کو طلاق دی تو اسکی عدت یہ کہ بچہ جنے لقولہ تعالے فعدتہن ان یضعن حملہن الآیہ - چنانچہ سورۂ طلاق مین ہو حتی کہ اگر طلاق کے دوسرے روز جنی تو عدت
پوری ہو گئی - واضح ہو کہ طلاق کے بعد اسقدر مدت گزر جانا چاہیے کچھ نیت کی ضرورت نہین ہو مثلاً زید نے سفر مین دور سے عورت کو طلاق دی جسکے کہ روز طلاق سے
تین ماہ یا تین حیض کے بعد عورت کو خبر پہونچی تو عدت بھی ہو چکی - پھر یہ آزادیون کی عدت مذکور ہوئی اور باندیون کی عدت دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ یا وضع حمل ہو
جیسے باندیون کے حق مین دو ہی طلاق کے بعد حلالہ واجب ہوتا ہو حدیث مین ہو کہ باندی کی طلاق دو ہو اور اسکی عدت دو حیض ہو (الترمذی وغیرہ) پس حاصل یہ نکلا کہ
ایسی طلقات جو مدخولہ ہون و آئسہ و صغیرہ و حاملہ نہون و باندی نہون تو وہ تین قروء تک اپنے آپکو نکاح غیر سے روکے رکھین وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا
خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ - اور ان مطلقات کو حلال نہین کہ اللہ تعالے نے انکے ارحام مین جو کچھ پیدا کیا اسکو چھپا دین ف بلکہ بچہ ہو تو ظاہر کر دین اور
اسیطرح حیض کو بھی ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دین اور اس غرض سے چھپانا کہ دوسرے شوہر سے جلدی نکاح کر لین یہ انکو حلال نہین ہو - اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ - اگر وے اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لائی ہین ف تو ہرگز نہ چھپا دین کیونکہ اسمین نطفہ خلط ہو جائیگا اور خرابیان پیدا ہونگی اور اس سے معلوم ہوا

کہ کم سے کم تین روز حیض ہے اور کم سے کم پندرہ روز طہر ہے تو تینی مدتین کے حساب سے جب عورت جتلادے کہ عدت گذر گئی تو اسی کے قول پر اعتماد ہوگا کیونکہ اس بارہ مین یہی امینہ رکھی گئی ہے
پھر واضح ہو کہ سنت طریقہ طلاق یہ ہے کہ طہر مین بغیر جماع کے ایک طلاق دیدے اور چھوڑ دے کہ عدت گذر جائے تو نکاح سے خارج ہو جائیگی پھر نادم ہو کر چاہے نکاح جدید کرے اگرچہ
دو طلاق بکمرے چکا ہو اور اگر تین طلاقین پوری کر چکا تو بغیر حلالہ جائز نہین ہے جیسے ایکبارگی تینون طلاقین دینے مین حکم ہے یہی حنفیہ کا مذہب ہے پھر ایک یا دو طلاق مین جبتک عدت
نہ گذرے عورت نکاح سے خارج نہین ہوتی ہے حتی کہ شوہر چاہے رجوع کرلے لقولہ تعالے۔ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ۔ اور مطلقات کے شوہر اپنی مطلقات
کے پھیرنے مین خود ہی احق ہین ف عورت کی ناخوشی وانکار کا کچھ اعتبار نہین۔ فِي ذَٰلِكَ۔ اسی زمانہ مین ف یعنے اسی عدت کے زمانہ مین
مرد کو پھیر لینے کا البتہ مستقل اختیار ہے اور اگر عدت گذر چکی تو پھر جدید نکاح ہو سکتا ہے لیکن اس مین عورت کی رضامندی شرط ہے یہ
سب اُسی وقت ہوگا کہ طلاقین پوری تین نہو گئی ہون یا باندی کی پوری دو طلاقین نہو گئی ہون تو عدت مین شوہر ہی کو اختیار ہے کہ نکاح مین
رجوع کرلے اور جدید نکاح کی یا عورت کی رضامندی کی ضرورت نہین ہے۔ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا۔ اگر شوہرون کی مراد باہمی اصلاح ہو ف تو اپنی
مطلقہ سے رجوع کرلے۔ اس کلام سے شوہرون کو آمادہ فرمایا کہ مطلقہ سے رجوع کرنے مین انکی غرض باہمی اصلاح ہو اور یہ نیت نہو کہ عورت کو دکھ پہونچا دین
اور پھر مثلاً مہینہ دو مہینہ کے بعد طلاق دین پھر اسی طرح رجوع کرکے پھر دیر کرکے تیسری طلاق دین تاکہ اسکو ہر طلاق کے بعد عدت شمار کرتے کرتے بہت زمانہ گذرے
حتے کہ لاچار ہو کر وہ مال مہر پھیر کر خلع کرائے تو یہ حرام ہے۔ اگرچہ ظاہر مین جب شوہر رجوع کریگا تب رجوع کا حکم ٹھیک ہوگا کیونکہ دلی نیت کوئی نہین جانتا لیکن اللہ تعالے
عالم الغیب عزوجل اسکو بعد موت کے ماخوذ کریگا اور اصلاح یہی ہے کہ باہمی حقوق کا لحاظ ہو۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ اور عورتون کے لیے بھی
حقوق ویسے ہی ہین بطور معروف جیسے کہ خود عورتون پر ہین ف کہ شوہر کی اطاعت کرین وما نند اسکے لیکن اس سے شوہر و عورت مین برابری مراد نہین وَ
لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ اور مردون کے واسطے زوجات پر فضیلت درجہ بلند ہے ف حتی کہ حدیث مین ہے کہ اگر مین کسی کو دوسرے کے لیے خلق
سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے خاوند کے لیے حکم دیتا۔ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالے غالب حکمت والا ہے ف اسنے اپنی مخلوقات
مین حکمت سے حکم فرمایا ہے۔ واضح ہو کہ ابن ابی حاتم نے اسماء بنت یزید بن السکن الانصاریہ سے حدیث کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مین مجکو طلاق دی گئی اور طلاق یافتہ عورت کے واسطے کوئی عدت نہ تھی پس اللہ تعالے نے طلاق کی عدت نازل فرمائی پس اسماء بنت یزید ہی پہلی عورت ہے
جسکے حق مین طلاق کی عدت اُتری یعنے قولہ تعالے والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء الآیہ (غریب جدا) اور جاہلیت مین طلاق کی بھی کوئی حد نہ تھی چاہے ہزار
طلاق دے وہزار بار رجوع کرے پس اللہ تعالے نے طلاق وعدت کی حد مقرر کردی (م) شرع مین طلاق یعنے عقد نکاح کھول دینا پس مطلقہ وہ عورت جسکو اسکے
شوہرنے طلاق دی ہو عام اس سے کہ وہ منکوحہ خواہ نابالغہ ہو یا کہ بالغہ خواہ مدخولہ یا غیر مدخولہ جوان ہو کہ اسکو حیض آتا ہو یا حاملہ ہو کہ بسبب عارض حمل کے حیض سے بند ہو
یا بوڑھی ہو کہ بڑھیا ہو جانے سے وہ حیض وغیرہ سے مایوس ہو اور عام اس سے کہ آزاد وہ عورت ہو یا کسی کی باندی سے نکاح کیا ہو۔ پس مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے
المطلقات عام لیا جو سب کو شامل ہے تو پھر بیان مطلقات مین آزاد و منکوحہ مدخولہ جوان جسکو بلا مانع حمل حیض آتا ہو رکھی اور باقیون کی تخصیص کی پھر مدخولہ
تو بالغہ بھی ہوتی ہے اور کبھی نابالغہ قریب بلوغ بھی ہوتی ہے اور کبھی بالغہ بھی مدخولہ نہین ہوتی جبکہ بدون دخول کے اسکو طلاق دیدی ہو پھر تخصیص کا بیان اوپر گذرا
پھر ائمہ حنفیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ بھی مہر و عدت لازم ہونے کے حق مین دخول کے قائم مقام ہوگی اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ مرد و زوجہ تنہائی مین بغیر مانع و مرض وروزہ
واحرام و اجنبی وغیرہ کے جمع ہون تربص بمعنی انتظار ہے اور اکثرون کے نزدیک یتربصن خبر بمعنے امر ہے لفظ یتربصن صیغہ جمع امر مؤنث غائب ابن العربی رح نے خبر
بمعنی امر ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ دونون انواع متباین ہین ایک دوسرے کے معنے مین نہین ہو سکتے مع ہذا ایسی مطلقہ بھی پائی جاتی ہین جو بطور نافرمانی
کے انتظار نہین کرتی ہین پس خلاف خبر آلہی واقع ہونا محال ہے بلکہ یہ حکم شرعی کی خبر ہے یعنے مطلقہ کے واسطے تربص مشروع ہے پس اگر کوئی مطلقہ

ایسی پائی جاوے جو ترپس نہین کرتی ہو تو ظاہر ہوگا کہ اسنے خلاف مشروع کام کیا۔ پھر ابن عبد البرؒ نے کہا کہ علما متفق ہین کہ قرء اہل عرب کے نزدیک حیض و
طہر دونون پر بولا جاتا ہو۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سلف وخلف متاخرین علماء نے اختلاف کیا کہ بیان قروء سے کیا مراد ہو پس اسمین دو قول ہین ایک یہ کہ مراد
اطہار ہین اور مالک نے موطا مین عائشہ سے روایت کی کہ حفصہ بنت عبد الرحمن بن ابی بکر کو جب تیسرا حیض شروع ہوا تو عائشہؓ نے اسکا دوسرا نکاح کردیا
زہری نے کہا کہ مین نے اسکو عمرہ بنت عبد الرحمن سے ذکر کیا تو انھون نے کہا کہ عروہ نے سچ کہا ہو اور عائشہؓ سے اس بارہ مین لوگون نے مجادلہ کیا تھا کہ اللہ
تعالے اپنی کتاب مین فرماتا ہو کہ ثلثۃ قروء پس عائشہ نے جواب دیا کہ تمنے سچ کہا و لیکن جانتے ہو کہ اقراء سے مراد کیا ہو اس سے اطہار مراد ہین۔ مالک نے نافع
کے طریق سے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ مرد نے جب اپنی جورو کو طلاق دی پھر مطلقہ مذکورہ کو تیسرا حیض شروع ہوا تو مطلقہ مذکورہ اپنے
مرد سے بالکل بری ہوگئی اور مرد مذکور اس عورت سے بالکل بری ہوگیا قال المترجم یعنے کسی مرد نے اپنی جورو کو مسنون طور پر طہر کی حالت مین تین عدد سے کم
ایک یا دو طلاقین دین کہ پھر رجوع کر سکتا ہو پس وہ عورت عدت مین بیٹھی پس اسکو یہ طہر گذر کر حیض آیا پھر پاک ہوگئی دوسرا طہر ہوا پھر حیض دوسرا آکر پاک ہوئی
تو تیسرا طہر شروع ہوا پھر جب تیسرا حیض شروع ہوا تو تین طہر ختم ہوے اور انتظار کی مدت پوری ہوئی اور عورت مذکورہ مرد مذکور کے نکاح سے بالکل بری ہوگئی
اب وہ تیسرا حیض شروع ہوتے ہی رجوع کرنے کا مستحق نرہا لیکن چونکہ پوری تین طلاق نہین دی ہین لہذا دوسرا نکاح اس سے کر سکتا ہو یہ تخریج قول ابن عمرؓ
اور عائشہؓ کی ہو واللہ اعلم۔ مالکؒ نے کہا کہ یہی بات ہمارے نزدیک ٹھیک ہو یعنے قروء سے مراد اطہار ہین اور ایسا ہی ابن عباس و زید بن ثابت و سالم و قاسم
و عروہ و سلیمان بن یسار و ابوبکر بن عبد الرحمن و ابان بن عثمان و بقیہ فقہاء سبعہ سے مروی ہو اور یہی مذہب مالک و شافعی و ابو ثور و داؤد وغیرہم کا ہو اور
استدلال انکا بقولہ تعالے فطلقوہن لعدتہن الآیہ ہو یعنے طلاق دو عورتون کو بوقت عدت انکے۔ اور اسمین خلاف نہین کہ حکم طلاق کا وقت طہر ہو پس جب طلقوہن
لعدتہن مین وہ طہر جسمین طلاق دی گئی ہو عدت مین شمار کیا گیا اور تین طہر مین سے ایک طہر قرار دیا گیا تو معلوم ہوا کہ بعد کو دو حیض گذرنے اور تیسرے حیض شروع
ہونے پر انتظار کی میعاد ختم ہوگی اسیواسطے ان لوگون نے کہا کہ تیسرے حیض شروع ہو جانے پر اسکی عدت گذر جاویگی قال المترجم جواب دیا گیا
کہ اس صورت مین اخیر کے دو طہر کامل ہونگے اور اول طہر جسمین طلاق دی ہو اسمین سے بعض ہوگا پس عدد منصوص یعنے ثلثہ پورے نہوے بلکہ کچھ کم تین
ہونگے اور یہ خلاف نص آیت ہو اسیواسطے حضرت عائشہ پر اہل علم نے اعتراض کیا تھا اور حق یہ ہو کہ اسکا کوئی جواب قابل اعتماد نہین ہو اور بیضاوی نے اسپر
دوسری دلیل ذکر کی کہ حضرت صلعم نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تو اپنے بیٹے کو حکم دے کہ اپنی جورو سے جسکو طلاق دی ہو رجوع کر لے پھر اسکو رہنے دے یہانتک کہ
طاہر ہو پھر حائضہ ہو کر طاہر ہو پس چاہے اسکے بعد اسکو رکھے اور چاہے طلاق دے بدون اسکے کہ اس سے جماع کیا ہو۔ فتلک العدۃ التی امر اللہ تعالے ان تطلق
لہا النساء۔ پس یہ عدت ہو کہ حکم کیا اللہ تعالے نے کہ طلاق دیجاوین اسکے وقت پر عورتین اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہو مترجم کے نزدیک یہ بھی
ضعیف ہو پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قول دوم یہ ہو کہ قروء سے مراد حیض ہین اور اس قول پر عورت مطلقہ کی عدت پوری نہوگی یہانتک کہ وہ تیسرے حیض سے پاک
ہو جاوے اور بعض نے زیادہ کیا کہ اور غسل بھی کرے۔ چنانچہ حضرت ثوری نے عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ روایت کی ہو کہ ہم لوگ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس
تھے کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ میرے شوہر نے مجھے ایک طلاق یا کہا دو طلاق دین پھر میرے پاس آیا اس حال مین کہ مین نے کپڑے اُتارے اور دروازہ بند کیا تھا
(یعنے تیسرے حیض سے پاک ہوکر نہانے کے لیے) پس عمرؓ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ میری راے مین یہ اسکی جورو ہو قبل اسکے کہ اسکو نماز حلال ہو تو عبد اللہؓ
نے کہا کہ مین بھی ایسا ہی جانتا ہون قال المترجم یعنے اس سے ثابت ہوا کہ تیسرے حیض سے پاک ہو کر غسل سے پہلے تک وہ عدت مین ہوتی ہو جیسا کہ بعض نے
زیادہ کیا ہو بالجملہ تین حیض تک تو اسکی عدت اس قول پر متعین ہو قال ابن کثیر اور یہی قول حضرت ابوبکر صدیق و عمر و عثمان و علی کرم اللہ وجہہ و ابو الدرداء
و عبادہ بن الصامت و انس بن مالک و عبد اللہ بن مسعود و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و ابو موسی اشعری و عبد اللہ بن عباس و سعید بن المسیب و علقمہ

واسود وابراہیم ومجاہد وعطاء وطاؤس وسعید بن جبیر وعکرمہ ومحمد بن سیرین وحسن وقتادہ وشعبی وربیع بن انس ومقاتل بن حیان وسدی ومکحول وضحاک وعطاء خراسانی سے مروی ہو کہ ان سب نے فرمایا کہ بیان قروء سے مراد حیض ہین اور یہی مذہب ابوحنیفہؒ و انکے اصحاب کا اور یہی دو روایتون مین سے اصح روایت امام احمد بن حنبل سے ہو اور اثرمؒ نے امام احمد سے حکایت کی کہ امام احمد نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین سے بڑے بڑے اکابر کہتے ہین کہ قروء بیان حیض ہین اور یہی مذہب امام ثوری واوزاعی وابن ابی لیلیٰ وابن شبرمہ وحسن بن صالح وابوعبید واسحٰق بن راہویہ کا ہو اور اسیکا موید ہو جو ابوداؤد ونسائی نے فاطمہ بنت ابی حبیش سے روایت کیا کہ حضرت صلعم نے اس سے کہا کہ دعی الصلوٰۃ ایام اقرائک - یعنے اپنے اقراء کے دنون مین نماز چھوڑ دے یعنے حیض کے دنون مین قال ابن کثیر پس اگر یہ روایت صحیح ہو تو صریح ہوگی کہ قرء حیض ہو لیکن منذر بن المغیرہ راوی کے حق مین ابوحاتم نے کہا کہ مجہول ہو مشہور نہین ہو اور ابن حبان نے اسکو ثقات مین ذکر کیا ہو قال المترجم یہ قول اسوقت درست ہو سکتا ہو کہ قرء کا لفظ مشترک نہ لیا جاوے اور پہلے معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک مشترک ہو علاوہ برین اسمین حیض پر قرء کا اطلاق ہو اور اسکو کوئی منع نہین کرتا ہو ہان صریح وقوی دلیل اس قول کی وہ حدیث ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوری طلاق باندی کی دو طلاق ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین اسکو ابن ماجہ وبیہقی نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ ودارقطنی وحاکم نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور حاکم نے اسکی تصحیح کی اور عنقریب آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور ہدایہ وغیرہ مین جو بیان دلیل عقلی مذکور ہو کہ مقصود اس سے رحم کی پاکی نطفہ سے ظاہر ہونا اور وہ حیض سے حاصل ہو نہ طہر سے تو یہ دلیل ضعیف ہی جیسے عقلی دلیلون کا حال ہوا کرتا ہو کیونکہ طہر کے قائل لوگون کے طریق پر بھی بیچ مین دو حیض آجاتے ہین اور اگر کہا جاوے کہ کبھی حمل کی حالت مین بھی ایک دو بار خون آجاتا ہو تو جواب یہ ہو کہ وہ لوگ تیسری بار خون آنے پر انقطاع عدت کے قائل ہین فتامل - قولہ ولا یحل لہن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامہن - ما موصولہ کی تفسیر مین اختلاف ہو بعض نے کہا کہ حیض اور بعض نے کہا حمل - اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ عام مراد ہو حمل ہو یا حیض ہو اور یہ قول ابن عباس وابن عمر ومجاہد وشعبی وحکم بن عُتَیبہ وربیع بن انس وضحاک وغیرہم کا ہو اور ابن ابی حاتم نے ابن عمرؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ عورت کو حلال نہین کہ حمل چھپاوے اگر حاملہ ہو اور حلال نہین کہ حیض چھپاوے اگر حائضہ ہو - قولہ ان کن یومن باللہ والیوم الآخر - یعنے نہ چھپاوین اگر ایمان دار ہین اور یہ انکی عدت کے لیے شرط نہین ہی کیونکہ کافرہ ہون تو بھی عدت واجب ہوگی بلکہ یہ تشدید وتغلیظ ہو اور سخت تہدید ہو کہ اگر حیض یا حمل کو چھپاوینگی تو گویا مستحق اسکی ہونگی کہ انپر مومنہ کا اطلاق کیا جاوے اور مراد یہ ہو کہ چھپانے والی کا ایمان کامل نہوگا - اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہو کہ حیض سے عدت پوری ہونے یا حمل ہونے وغیرہ مین عورت ہی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ یہ بات ایسی ہے کہ عورت ہی کی طرف سے معلوم ہو سکتی ہو اور اسپر گواہ قائم کرنا غالباً متعذر ہو اسیواسطے حق بات بیان کرنا عورتون پر رکھا مگر انکو وعید وتہدید کردی کہ اپنے ایمان جاتے رہنے اور عذاب آخرت سے ڈرین اور سوائے حق بات کے کسی غرض کی وجہ سے جھوٹ نہ بولین قال المترجم مثلاً مرد نے طلاق رجعی مین دعویٰ کیا کہ مین نے اس عورت سے قبل انقضائے حیض سوم کے رجوع کیا ہو اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ تیسرا حیض ختم ہو گیا تھا تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اگر مرد نے گواہ دیے پس اگر گواہون نے یہ کہا کہ اسنے تیسرے حیض ختم سے پہلے رجوع کیا ہو تو بعض نے کہا کہ قبول ہونگے اور بعض نے کہا کہ نہین اور اگر گواہون نے یہ کہا کہ اس عورت نے اقرار کیا ہو کہ میرے اس شوہر نے مجھسے تیسرے حیض پوری ہونیسے یا عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کیا ہو تو بالاتفاق قبول ہونگے اور اسیطرح کبھی حمل عورت کو معلوم ہو مگر اسنے اس غرض سے کہ مرد رجوع نہ کر سکے چھپا ڈالا اور حیض سے اپنی عدت ختم ہو جانیکا دعویٰ کرکے دوسرے سے نکاح کرلیا اور حمل مذکور اُسکے سر ڈالا اور خرابی ڈال دی اور کبھی عورت کی عدت تین حیض سے پوری ہوگئی مگر اسنے اس غرض سے کہ نفقہ شوہر کے ذمہ ہے ظاہر نہ کیا - علیٰ ہذا القیاس اغراض فاسدہ بہت ہین جو بوجوہ مرد کے حق مین مضر ہین لہٰذا تہدید فرمائی کہ حق بات نہ چھپاوین - قولہ وبعولتہن احق بردہن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا - یعنے مطلقہ کا شوہر جسنے اسکو طلاق دی ہو اسکو پھیر لینے کا حق ہو جب تک

کہ مطلقہ مذکورہ اسکے طلاق کی عدت مین ہو جبکہ مراد اسکے پھیر لینے (رجوع کرنا) سے اصلاح وبھلائی ہو اور احق بیان فاعل کے معنی مین ہے ذکرہ البیضاوی والکشاف مین کہا
یا یہ معنی کہ اگر مرد نے رجعت کو چاہا اور عورت نے انکار کیا تو قول مرد ہی کا قبول ہوگا اور عورت کے قول پر اسکو ترجیح ہوگی پس وہ احق ہوا اور خطیب نے کہا کہ
میرے خیال مین آتا ہو کہ اسکے یہ معنی ہین کہ احق بردہن من مفارقتہن یعنی مفارقت کی بہ نسبت رجوع کرنا احق ہو اور مترجم کہتا ہو کہ نہین بلکہ احق بیان
بغیر منازعت ہو یعنے مرد ہی مستحق ہو جیساکہ سیوطی رح نے کہا اور یہ استعمال معروف شائع ہو اور ضمیر مؤنث بعولتہن اور بردہن مین مطلقات رجعیہ کی طرف راجع ہے
کیونکہ مطلقات تو ایک و دو طلاق والی اور تین طلاق والی سب کو شامل ہو اور تین طلاق والی مطلقہ سے رجعت کا اختیار نہین ہو کیونکہ وہ بائنہ ہو جاتی ہو کہ بغیر حلالہ کے نکاح جدید
مین بھی نہین آسکتی ہو پس اس صورت مین ضمیر بہ نسبت مرجع کے خاص ہوگی اور مفسر نے مقدمہ مین کہا کہ اسمین کوئی امتناع نہین جیسے کہ اگر مرجع کو بعود
ظاہر خاص کرکے ذکر فرمایا جاتا تو روا تھا اور اسی آیت سے بعض اصولیون نے استدلال کیا ہو کہ ضمیر مخصص ہو سکتی ہو کیونکہ بعولتہن احق بردہن کی ضمیر سے عموم
مطلقات کی تخصیص ان مطلقات سے ہو گئی جو رجعیہ طلاق سے مطلقہ ہون اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسکو مذکر دیا اور فرمایا کہ جب یہ آیت اتری ہو تو مطلقہ
بائنہ کا وجود ہی نہ تھا پس جو شخص اپنی جورو کو طلاق دیتا اگرچہ وہ سو طلاق دیتا تب بھی اسکو رجعت کا اختیار رہتا پھر جب اسکے بعد والی آیت اتری اور لوگ
تین ہی طلاق مین منحصر کیے گئے تو مطلقہ دو قسم کی ہو گئین ایک مطلقہ رجعیہ جنکو تین طلاق سے کم دی گئی ہون اور دوم مطلقہ بائنہ جنکو تین طلاق دی گئی ہون یا
یا بلفظ بائن کردی گئی ہون وعلی ہذا قولہ المطلقات تربصن مین مطلقات رجعیہ ہین پس ضمیر اپنے مرجع سے اخص نہ ہوئی و سیاق الکلام فیہ انشاء اللہ تعالے
اگر کہا جاوے کہ آن ارادوا اصلاحا۔ شرط ہو پس بدون ارادہ اصلاح کے رجعت جائز نہوگی اور جواب دیا گیا کہ یہ شوہرون کو آمادہ کرنے کے واسطے ہو کہ اصلاح کا قصد
کرین اور ضرر رسانی کے قصد سے رجوع کرنے سے ممانعت ہو اگرچہ رجعت صحیح ہو جائیگی ولیکن حرام کا مرتکب ہوگا کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولا تمسکوہن ضرارا لتعتدوا
یعنے مطلقہ عورتون کو ضرر پہونچانے کے لیے رجعت کرکے مت روکو تاکہ انپر تعدی کرو یعنے لاچار ہوکر خلع لے لین۔ اور علماء ظاہریہ کے نزدیک قصد اصلاح شرط صحت رجعت
ہو اور جاننا چاہیے کہ فی ذلک سے مراد یہ ہو کہ زمانہ تربص مین رجوع کا اختیار رکھتا ہو اور اگر زمانہ تربص یعنی عدت پوری ہو گئی تو عورت خود مختار ہو اور بدون نکاح جدید و
مہر جدید کے پہلے شوہر کو حلال نہین ہو سکتی بشرطیکہ اسنے تین طلاق نہ دی ہون اور اگر تین طلاق دی ہون تو بدون دوسرے مرد سے نکاح کرنے اور اسکی وطی
کے و اسکی طلاق کی عدت پوری ہو جانے کے شوہر اول پر نکاح جدید سے حلال نہوگی جیساکہ عنقریب آتا ہو انشاء اللہ تعالے پھر نکاح جدید سے بھی جواز جب ہو
کہ عورت راضی ہو ورنہ اسکو اختیار ہو اور یہ جو مذکور ہوا اسمین کچھ اختلاف نہین ہو اور اگر عدت کے اندر رجوع کیا تو رجوع کرنا زبانی بھی ہو سکتا ہو مثلاً شوہر
کہے کہ مین نے اس عورت سے رجوع کیا اور اس سے وطی کر لینے سے بھی ہو سکتا ہو اور اسپر احکام نکاح مین سے کچھ لازم نہ آویگا بلکہ وہی نکاح سابق بحالہ باقی ہو
اور اسمین بھی کچھ اختلاف نہین ہو۔ قولہ ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف۔ یعنے جیسے شوہرون کے عورتون پر حق ہین مثلاً وہ طلاق و رجعت کے مختار ہین
ویسے ہی عورتون کے شوہرون پر بھی زوجیت کے حقوق ہین اور کرخی رح نے فرمایا کہ واجب ہونے مین یکسان ہین پس عورت پر مرد کی طاعت واجب ہو تو مرد پر
عورت کو شرعی طور پر کھانا و کپڑا دینا اور خوش خلقی کے ساتھ بسر کرنا لازم ہو اور یہ نہین کہ اگر عورت نے اسکو کھانا پکا کر کھلایا تو مرد بھی اسکے لیے کھانا پکاوے
اور ابن عباس رض سے روایت ہو کہ فرمایا کہ مین پسند کرتا ہون کہ عورت کے واسطے اپنی زینت کرون جیسے اپنے واسطے عورت کا زینت کرنا پسند کرتا ہون کیونکہ اللہ
تعالے نے فرمایا ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف اسکو ابن جریر و ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہو اور مترجم کہتا ہو کہ ابن عباس کا استدلال کمال تقوی پر
مبنی ہو کیونکہ اسمین بھی حق عورت کا نہ رہنے پاوے اگرچہ یہ حقوق واجب مین سے نہین اسیواسطے مستحب کیطرف اشارہ کیا کہ مین پسند کرتا ہون ولیکن
بالمعروف سے یاد رکھنا چاہیے کہ مرد اپنی عورت کے واسطے اسیقدر زینت کرے جو شرع مین مباح ہو پس یہ روا نہین کہ مہندی لگاوے اور زنانہ آرائش
کرے اور شرع کے نزدیک خبیث صورت بناوے اگرچہ وہ اپنے نفس و شیطان کے نزدیک خوبصورت جانتا ہو اور علی ہذا عورت بھی مرد کے واسطے وہی

زینت کرسکتی ہو جو شرع مین مباح ہو نہ آنکہ مردانہ جوتا پہنے اور خلاف شرع لباس پہنے کیونکہ یہ سب حرام ہو۔ اور حدیث مین عمرو بن الاحوص سے روایت ہو کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تمہارا تمہاری عورتون پر حق ہو اور تمہاری عورتون کا تمپر حق ہو پس تمہارا حق تمہاری عورتون پر یہ ہو کہ تمہارا بچھونا ایسے شخص سے نہ روندا وین جسکو تم مکروہ جانتے ہو اور نہ اجازت دین تمہارے گھر مین آنیکی ایسے شخص کو جسکو تم مکروہ جانتے ہو اور انکا حق تم پر یہ ہو کہ انکے کھانے اور کپڑے مین انکے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ اخرجہ الترمذی وصححہ اور صحیح احادیث سے یہ حکم بھی ثابت ہو کہ حاجت معمولی جیسے مرد کو عورت کیطرف ہوتی ہو ویسی ہی عورت کو مرد کی طرف ہو یہ حق بھی عورت کا پورا کرے اور دیگر حقوق معروف ہین جو متفرق احادیث مین ہین

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

طلاق دو بار ہے پھر رکھنا موافق دستور کے یا رخصت کرنا نیکی کے ساتھ اور تمکو روا نہین کہ لے لو کچھ اپنا دیا ہوا عورتون کو

شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ

مگر جو کہ دونون ڈرین کہ نہ ٹھیک رکھین گے قاعدے اللہ کے پھر اگر تم لوگ ڈرو کہ وہ نہ ٹھیک رکھین گے قاعدے اللہ کے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ

تو نہین گناہ دونون پر جو بدلا دیکر چھوٹے عورت یہ دستور باندھے ہین اللہ کے سو انسے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کے

اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

قاعدون سے سو وہی لوگ ہین ظلم کرنے والے

شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ اس آیۂ کریمہ سے وہ مضرت دور ہوگئی جو زمانہ جاہلیت سے عورتون پر چلی آتی تھی کہ مرد کو اپنی جورو سے رجوع کر لینے کا اختیار تھا اگرچہ اسکو سو بار طلاق دے جب تک کہ وہ عدت مین ہو پس چونکہ اسمین عورتون کے حق مین مضرت تھی تو اللہ عز وجل نے شوہرون کا اختیار بند کرکے تین طلاق تک رکھا اور ایک بار اور دو بار کی طلاق تک انکو رجعت کا اختیار رہا پھر تیسری بار کی طلاق مین بالکلیہ بائن ہو جانیکا حکم دیا پس فرمایا کہ۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ طلاق دو ہو پھر بطور معروف کے رکنا واجب ہو یا خوبی سے روان کرنا ہو یعنی جس طلاق دینے کے بعد رجعت ہو سکے وہ فقط دو تک ہو اور دو طلاق دینے کے بعد اگر راضی ہو تو شرعی حقوق کے ساتھ رو کو یا خوبی سے راہ چھوڑ دو۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن مین کہا کہ باب دربیان آنکہ تین طلاق کے بعد رجوع کرنا منسوخ ہوا۔ حدثنا احمد بن محمد المروزی حدثنی علی بن حسین بن واقد عن ابیہ عن یزید النحوی عن عکرمۃ عن ابن عباس فی قولہ والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء الآیۃ کہا ابن عباس نے یہ بات تھی کہ مرد جب اپنی جورو کو طلاق دیتا تو وہ اس سے رجوع کر لینے کا اختیار رکھتا تھا اگرچہ اسکو تین بار طلاق دی ہوتی پھر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ فرمایا اور نازل کیا۔ الطلاق مرتان الآیۃ (قد رواہ النسائی بوجہ آخر) اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ حدثنا ہارون بن اسحق حدثنا عبدۃ یعنے ابن سلیمان عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ۔ کہا عروہ نے کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ (واللہ) مین نہ تجھے کبھی طلاق سے جدا کرونگا اور نہ کبھی تیرے پاس آؤنگا تو وہ بولی کہ یہ کیونکر تو کہا تجھے طلاق دونگا یہانتک کہ جب تیری عدت گذرنے کے قریب پہونچے گی تو تجھے رجوع کرونگا پس وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور یہ حال آپ سے ذکر کیا پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا الطلاق مرتان۔ (رواہ ابن جریر وعبد بن حمید وابن مردویہ والترمذی وصححہ والحاکم) حضرت عائشہ رض نے کہا کہ طلاق کے واسطے کوئی وقت معین نہ تھا کہ مرد اپنی جورو کو طلاق دیتا پھر اس سے رجوع کر لیتا تا وقتیکہ اسکی عدت نہ گزری ہوتی اور انصار مین سے ایک مرد اور اسکی جورو کے درمیان بعض وہ بات پیش آئی جو لوگونکے

درمیان پیش آیا کرتی ہے پس مرد انصاری نے کہا کہ واللہ مین تجھے ایسا کر چھوڑونگا کہ نہ تو شوہر والی رہیگی اور نہ بے شوہر والی پس اسنے یہ کرنا شروع کیا کہ اسکو طلاق دیتا یہانتک کہ جب اسکی عدت گذرنے کو پہونچتی تو اس سے رجوع کر لیتا پس ایسا چند بار کیا پس اللہ عزوجل نے اسکے حق مین نازل کیا الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان پس طلاق کو معین کر دیا کہ تین عدد مین کہ بعد تین طلاق کے پھر رجعت نہین ہے یہانتک کہ وہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے (ابن مردویہ) اور ایسا ہی قتادہؒ سے مرسلاً روایت ہے اسکو سدی وابن زیدؒ نے ذکر کیا اور ابن جریر نے بھی اسکو روایت کیا اور اختیار کیا کہ یہی اس آیۂ کریمہ کی تفسیر ہے پس قولہ الطلاق مرتان - اے عدد اس طلاق کے جسمین شوہرون کو رجعت کا اختیار ثابت ہوتا ہے دو مین **قال ابن کثیر** یعنے جب عورت کو ایک طلاق دی یا دو طلاق دین تو اسکو عورت کے بارہ مین رجوع کرنیکا اختیار باقی ہے جب تک وہ عدت مین ہے چاہے اصلاح کی نیت سے رجوع کرلے اور چاہے اسکو چھوڑ دے کہ اسکی عدت گذر جاوے پس بائنہ ہو جاویگی - اور ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ اللہ تعالے نے مرتان فرمایا اور طلقتان نہ فرمایا اسمین اشارہ ہے کہ طلاق کو چاہیے کہ ایک بعد دوسرے کے ہو نہ آنکہ دونون یکبارگی دیدے **قال البیضاوی** اسیواسطے ائمہ حنفیہ نے کہا کہ ایکبارگی دو طلاق دینا یا تین طلاق دینا بدعت ہے و انول یہی قول ابن عباس وابن مسعود و مجاہد کا ہے اور یہی اصح ہے جو صحاح احادیث سے ثابت ہے - قولہ فامساک بمعروف او تسریح باحسان - علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی جب مرد اپنی جورو کو دو طلاق دے چکا تو اسکو چاہیے کہ تیسری طلاق مین اللہ تعالے سے تقوی رکھے اور ڈرے کہ یا تو اسکو معروف طور پر رجعت کرکے روکے اور بھلائی کے ساتھ اس سے برتاؤ کرے یا نیکوئی کے ساتھ اسکی تسریح کر دے کہ اسکے حق مین کوئی کمی یا ظلم نہ کرے اور ابن ابی حاتم نے ابو رزینؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالے نے فرمایا - فامساک بمعروف او تسریح باحسان - پس تیسری طلاق کہان ہے فرمایا کہ تسریح باحسان ہے اور اس حدیث کو عبد بن حمید وامام احمد وسعید بن منصور نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ نے اسکو انس بن مالکؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے ذکرہ ابن کثیر اور **شیخ ابن عبد البر** نے کہا کہ علما نے اجماع کیا ہے کہ دو طلاق کے بعد تیسری طلاق یہی تسریح باحسان ہے اور قولہ فان طلقہا فلا تحل مین اسی طلاق کو مراد لیا ہے **مسئلہ** اگر کسی نے اپنی جورو کو ایکبارگی تین طلاق دیدین تو آیا واقع ہونگی یا ایک ہی واقع ہوگی تو جواب یہ ہے کہ جمہور علما کے نزدیک تینون طلاق واقع ہو جاوینگی اور رجعت کا اختیار نہ رہیگا ولیکن ائمہ حنفیہ نے انمین سے ان اکابر کی موافقت کی ہے جن کے نزدیک واقع ہو جاوینگی مگر بدعت ہے ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا اور بعض علما کے نزدیک ایک ہی واقع ہوگی اور بحث دراز ہے جو مترجم کے عین الہدایہ سے تلاش کرو کہ وہان کافی تحقیق موجود ہے اور مترجم کے نزدیک بیان جدید استدلال لطیف یہ کافی ہے کہ جمہور صحابہ و تابعین و فقہا نے کہا کہ تینون طلاقین واقع ہونگی اور دوسرا فرقہ قلیل کہتا ہے کہ نہین بلکہ ایک ہی واقع ہوگی - پس ہم کہتے ہین کہ اسمین شک نہین کہ شبہہ پیدا ہو گیا اور حدیث مین شبہہ سے بچنے کی تاکید بروایت صحاح موجود ہے اور یہان یہ شبہہ حرام و حلال مین دائر ہے تو حرام کے شبہہ سے بچنا واجب ہے لہذا یہی اختیار کرنا واجب ہے **وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا** - اور تمکو جو کچھ ادنکو دیا ہے تمکو حلال نہین کہ اسمین سے کچھ لے لو یعنے اگر شوہرون نے اپنی مرضی سے جورون کو طلاق دی تو مہر جو انکو دیا ہے یا جو کچھ انکو اسطرح دیا ہے کہ اس سے رجوع نہین کر سکتا ہے اسمین سے کچھ نہ لیوے بایں طور کہ انکو تنگ کرے اور ضیق مین ڈالے اور رجوع کرے بغرض ضرر رسانی تاکہ فدیہ دیکر اپنی جان چھڑا وین ایسا نہ کرے اسکو حلال نہین ہے جیسے کہ فرمایا ولا تعضلوہن لتذہبوا ببعض ما آتیتموہن - اور انکو مت روکو تاکہ جو دیا ہے اسمین سے کچھ لے جاؤ - ہ - ہان اگر عورت خوشی سے کچھ دیدے تو اوسکے لینے مین مضائقہ نہین چنانچہ فرمایا فان طبن لکم عن شیٔ منہ نفسا فکلوہ ہنیئا مریا - پھر اگر عورتین خوشدلی سے تمھارے لیے کچھ چھوڑ دین یا دین تو اوسکو خوشگواری سے کھاؤ - ہ - پھر جاننا چاہیے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک مرد نے جو کچھ اپنی جورو کو

ہبہ کیا اس سے رجوع نہین کرسکتا ہو پس زیور وغیرہ جو کچھ اسکو ہبہ کیا ہو وہ کچھ نہین لے سکتا ہو الا آنکہ دینے کے وقت گواہ کرلیے ہون کہ مین اسکو ہبہ
نہین کرتا ہون اور ایسے ہی بعد عقد کے مہر مقررہ پر اگر کچھ بڑھایا اور عورت نے قبول کیا اسی جلسہ مین تو وہ بڑھتی ثابت ہوجائیگی اور مہر مع اس زیادتی کے
ہوجائیگا۔ بالجملہ جو کچھ اسکو دیدیا ہو وہ عورت کی ملک ہوگیا اسمین سے بنا راضی کچھ نہین لے سکتا ہو اور چونکہ اٰتیتموہن فرمایا اسی سے ہمارے مفسر وغیرہ نے
خطاب مذکور شوہرون کو قرار دیا ہو کیونکہ دینے والے وہی شوہر ہین اور بعض نے خطاب مذکور حاکمون کی طرف قرار دیا کیونکہ آگے جو فرمایا
فان خفتم تو وہ قطعاً حاکمون کی طرف خطاب ہو پس اگر بیان خطاب شوہرون کو ہوگا تو نظم عبارت مین تشویش ہوگی اور تاخذوا یعنے لینے کی نسبت
حاکمون کی طرف اسوجہ سے ہو کہ وہی اسکے حکم کرنے والے ہین جبکہ نالش ہوگی ولیکن شک نہین کہ دینے کی نسبت حاکمون کی طرف بہت بعید ہو اگرچہ
بیضاوی رحمہ اللہ نے تکلف کیا ہو اور پوشیدہ نہین کہ اول خطاب شوہرون کو اور دوسرا حاکمون کو کچھ تشویش نظم نہین جبکہ صریح قرینہ موجود ہو اور یہ
بلاغت ہوتی ہو کہ ایک لفظ سے طول کلام کی ضرورت رفع ہوگئی جیسے آیت وضو مین قولہ تعالےٰ۔ وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔ مین ہو کہ اصل مقصود
یہ ہو کہ وضو اس ترتیب سے کرو کہ اول منھ پھر ہاتھ دھو پھر سر کا مسح کرو پھر پانؤن دھو پس اگر۔ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم وارجلکم۔ ہوتا تو لازم آتا کہ وامسحوا
برؤسکم قبل غسل الرجلین ہو بعد غسل الیدین۔ آتا ورنہ ترتیب ساقط ہوئی جاتی ہو لیکن اب شبہہ ہوتا ہو کہ پانؤن مسح کے تحت مین ہین پس اللہ تعالےٰ نے
ارجلکم کے ساتھ الی الکعبین ملادیا تو ترتیب بھی رہی اور مسح کا شبہہ جاتا رہا اسواسطے کہ مسح الی الساق ہو نہ الی الکعب تو لامحالہ غسل ہی مراد ہو اسی طرح
بیان دینا مہر کا شوہر سے ہو اور خفتم ان لا یقیما۔ مین یقیما کے ساتھ خوف لامحالہ اولیاء احکام کو ہو۔ بالجملہ تقریر مذکورۂ بالا سے ظاہر ہوا کہ مراد یہ ہو کہ عورت کو جو کچھ
دیا ہو اسمین سے بنا راضی عورت کچھ لینا حلال نہین ہو اور اگر وہ برضامندی کچھ دیدے تو لینا حلال ہو یہ سب اس صورت مین ہو کہ مرد نے اپنی پسند سے عورت کو
طلاق دی اور اگر جورو مرد مین نفاق پڑجاوے اور خوف کرین کہ ہم اللہ تعالےٰ کے حدود پر قائم نہ رہین گے تو مضائقہ نہین کہ عورت کچھ مال دیکر اپنی جان چھڑا دے اور مرد
اسکو لیکر خلع کردے چنانچہ فرمایا۔ اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ مگر جبکہ دونون زوجہ و شوہر خوف کرین کہ ہم حدود الٰہی پر ٹھیک نہ رہین گے ف
تو مرد لے سکتا ہو اور یہ استثناء ہو اول سے اور چونکہ استثناء سے سکوت ہوتا ہو یہ ضرور نہین کہ اِلَّا کے ماقبل جو حکم ہو اسکے برخلاف بیان ثابت ہو اسیواسطے آگے
فرمایا۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ۔ پھر اگر تمکو خوف ہو کہ یہ جورو اور مرد باہم حدود
الٰہی کو ٹھیک قائم نہ رکھین گے تو دونون پر اس مال کے بارہ مین گناہ نہین جسکے بدلے عورت نے اپنی جان چھڑائی ف یعنے عورت نے خلع لے لیا تو
اولیاء عورت نہ روکین علماء رحمہم نے کہا کہ اگر شوہر سرکش ہو تو مہر سے زائد اسکو حلال نہین بلکہ حال پر نظر کرے۔ اور اگر عورت سرکش ہو تو مہر سے زائد بھی لینا
حلال ہو۔ یہ حکم براہ تقویٰ و دیانت ہو۔ اور یہ خطاب اولیاء کو ہو اور خوف یعنے گمان غالب ہو کہ عورت اپنے شوہر کے حقوق بجا نہ لاویگی اور شوہر کو دل سے
اُتار رکھے اور اوسکے ساتھ اچھی طرح بسر کرنے پر قادر نہو تو اوسکو اختیار ہو جو شوہر نے دیا ہو اوسکو دیکر اپنی جان چھڑا دے اور اسمین حرج نہین ہو اور اگر
مرد کی طرف سے خوف ہو کہ وہ درصورت عورت کی نافرمانی کے اسپر تعدی کریگا تو حرج نہین کہ اسکو عورت سے قبول کرکے اسکو چھوڑے اور یہی خلع ہو اور اسکے جواز مین
کوئی شک نہین اور یہی جمہور کا مذہب ہو اور اگر بلا شرط خلع کے مرد نے طلاق دی تو عورت پر مال دینے کا جبر نہ کیا جائیگا کما صرح فی الفتاوی العالمگیریہ اور چونکہ
بیان خطاب حکام کو ہو یعنے امام المسلمین سلطان ووالی وحاکم وقاضی جسکو حکومت حاصل ہو اسی سے بعض علماء نے حجت پکڑی کہ خلع مین اختیار حاکم کو ہو اور یہی
قول سعید بن جبیر و حسن و ابن سیرین کا ہو اور جمہور کے نزدیک شوہر خلع دے سکتا ہو اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک خلع طلاق بائن ہو اور ابن عباس رضی سے روایت ہو کہ جمیلہ
بنت عبد اللہ عہ بن ابی ابن سلول جو کہ ثابت بن قیس کی جورو تھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ مین ثابت بن قیس پر اسکی دینداری کے
عہ نیک مین کچھ الزام نہین لگاتی ہون ولیکن وہ بدصورت ہونے کی وجہ سے میرے دل سے ایسے اترے ہین کہ مین انکے ساتھ نہین بسر کرسکتی ہون اور مجھے گوارا نہین ہو

عہ بعضوں نے بھولی پڑھا گیا ہے اور مراد یہ ہے کہ الا ان یعلم من حالہما نے انکے حال سے یہ معلوم ہو کہ حدود اللہ پر قائم نہ رہے گی (۲۰) عہ شیخ مفسر نے حاشیہ بیضاوی میں کہا کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ جمیلہ کون تھی آیا عبداللہ بن ابی منافق کی بیٹی تھی یا اسکی بہن تھی اور حفاظ حدیث نے ترجیح دی ہے کہ وہ عبداللہ منافق کی بیٹی تھی اور فتح الباری میں فرمایا کہ جس نے کہا کہ وہ عبداللہ منافق کی بیٹی تھی اور جس نے کہا کہ وہ عبداللہ کی بہن تھی اس نے بھی صحیح کہا ہے اس واسطے

کہ میں اسلام میں کفر کی بات کروں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو ثابت بن قیس کو اسکا باغ واپس کر دیگی اُسنے کہا کہ ہاں تو آپ نے ثابت بن قیس کو
فرمایا کہ تو اپنا باغ قبول کر لے اور اسکو ایک طلاق دیدے اخرجہ البخاری والنسائی وابن ماجہ وابن مردویہ والبیہقی۔ اور یہ حدیث کثرت اختلاف
الفاظ سے مروی ہو بعض میں حبیبہ بنت سہل الانصاری مذکور ہو اور بعض میں زینب وغیرہ دیگر اختلاف ہیں اور جاننا چاہیے کہ شیخ ابن کثیر نے ذکر فرمایا
کہ اگر عورت کو کوئی معقول عذر ہو تو اسکا خلع لینا اسپر وبال ہو چنانچہ ثوبانؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت نے اپنے شوہر سے
طلاق طلب کیا بدون اسکے کہ اسپر کوئی مضائقہ ہو تو ایسی عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہو اخرجہ احمد وابو داؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن جریر والحاکم والبیہقی اور بعض
احادیث صحیح میں ہو کہ خلع لینے والیاں وہی منافق عورتیں ہیں اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ بڑا گروہ سلف وخلف اس طرف گیا ہو کہ خلع جائز نہیں ہو الا اسی صورت میں
کہ بغض ونافرمانی عورت کی طرف سے ہو پس ایسی صورت میں مرد کو خلع کا بدل یعنے فدیہ قبول کرنا جائز ہو اور حجت انکی یہی آیہ کریمہ ہو اور انھوں نے کہا کہ خلع کا مشروع
ہونا ایسی ہی حالت میں ہو پس دوسری حالت میں روا نہوگا مگر جبکہ کوئی دلیل پائی جاوے حالانکہ موجود نہیں ہو۔ اور مالک واوزاعی نے تو یہانتک کہا کہ اگر عورت سے
ذرا سی چیز بھی اسکو مضرہ دیکر لی تو واجب ہوگا کہ عورت کو واپس کر دے اور خلع سے جو طلاق پڑے وہ رجعی ہوگی اور امام مالک نے کہا کہ میں نے اسی حال پر لوگوں کو
پایا ہو اور شافعی رحمہ اللہ نے اسکے خلاف یوں کہا کہ خلع جب جھگڑے کی حالت میں روا ہو تو جورو ومرد کے اتفاق ہونے کی حالت میں بدرجہ اولیٰ روا ہوگا اور یہی
سب اصحاب شافعی کہتے ہیں **قال المترجم**۔ یہ کچھ نہیں ہو اسواسطے کہ جو عورت کو دیا ہو اسمیں سے کچھ نہ لینے کا حکم موجود ہو مگر اس سے ایک حالت کا حکم صرف
مستثنیٰ ہو وہ یہ کہ عورت کی طرف سے اعراض وسرکشی واقع ہو اور تصریح موجود ہو کہ شان نزول اسکا یہی جمیلہ یا حبیبہ عورت ہو جو مذکور ہوئی شیخ ابن کثیر نے
ذکر کیا کہ شیخ ابن جریر نے فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی ثابت بن قیس بن شماس اور اسکی جورو حبیبہ بنت عبد[۱] اللہ بن ابی ابن اسلول کے حق میں پھر ابن کثیر
نے اس حدیث کے طرق واختلاف الفاظ کو بیان کیا یہانتک کہ ذکر کیا کہ ابن جریر نے روایت کی کہ ابو جریر نے عکرمہ سے پوچھا کہ خلع کی کچھ اصل واقع
ہوئی ہو تو عکرمہ نے کہا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ پہلا خلع جو اسلام میں واقع ہوا وہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ابن سلول کی بہن کے حق میں واقع ہوا کہ وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ یا رسول اللہ میرے اور اسکے یعنے اپنے شوہر کے سر کو کوئی چیز کبھی یکجا نہ کریگی میں نے ثابت بن قیس
یعنے اپنے شوہر کو چند لوگوں میں آتے دیکھا تو وہ ان سب میں کالا اور پستہ قد اور بدشکل تھا پس اسکے شوہر[۲] نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اسکو اپنا افضل مال جو
میرا ایک باغ تھا دیا ہو پس یہ مجھے میرا باغ واپس کر دے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو کیا کہتی ہو وہ بولی کہ ہاں اگر وہ چاہے تو میں کچھ اور بھی بڑھا دوں
ابن عباس نے کہا پس آنحضرت صلعم نے دونوں میں جدائی کردی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ائمہ رحمہم اللہ نے اسمیں اختلاف کیا ہو کہ بھلا یہ جائز ہو کہ مرد اپنی
جورو کو اس سے زیادہ پر خلع دے جسقدر اسکو دیا ہو یا نہیں تو جمہور اس طرف گئے ہیں کہ ہاں زیادہ پر بھی خلع جائز ہو کیونکہ فیما افتدت بہ۔ عام ہو اسمیں
کوئی مقدار معین نہیں ہو اور ابن جریر نے کثیر مولی ابن سمرہ سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جو اپنے شوہر کی نافرمان تھی پس آپنے
حکم دیا کہ وہ کیچڑ گوبر کی کوٹھری میں تین رات تک قید رکھی گئی۔ پھر صبح کو اس سے پوچھا کہ رات تو کیسے مقام پر رہی اسنے کہا کہ میں جب سے اپنے شوہر کے
پاس ہوں کبھی چین نہ پایا مگر ان راتوں میں کہ آپ نے مجھے قید رکھا تھا آپ نے اسکے شوہر کو فرمایا کہ لے اگرچہ اسکی چوٹیا کے بال ہوں۔ اور اسکو
عبد الرزاق نے بھی روایت کیا اور بخاری نے کہا کہ اجاز عثمان الخلع دون عقاص راسہا۔ یعنے اسکے سر کے بال کے ماورا پر خلع کو عثمانؓ نے جائز رکھا اور عبد الرزاق
نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے یہ قصہ روایت کیا کہ عثمانؓ نے خود ربیع بنت معوذ کے حق میں خلع کا یہ حکم دیا تھا اور معنی اسکے یہ ہیں کہ عورت کے پاس
جو کچھ قلیل وکثیر ہو وہ خلع میں لینا جائز ہو اور اسکے پاس سوائے اوسکے سر کے بال کے کچھ نہ چھوڑے۔ پس یہ مبالغہ ہو اور اس سے ثابت ہو کہ مہر سے
زائد پر بھی خلع روا ہو اور یہی ابن عمر وابن عباس ومجاہد وعکرمہ وابراہیم نخعی وقبیصہ بن ذویب وحسن بن صالح وعثمان ہی کا قول ہو اور یہی مذہب مالک

[۱] عبد اللہ کے باپ کا نام اُبی ہے اور سلول ان کی ماں کا نام ہے۔ اسی واسطے ابن سلول میں الف بڑھایا ہے جو اسپر دال ہے کہ سلول مونث ہے ۱۲ سید جعفر علی

[۲] یعنی مجمع ہو جانے کے جب حاضر آئے ۱۲

ولیث و شافعی و ابو ثور کا ہے و اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب نے کہا کہ اگر ضرر رسانی عورت کی طرف سے ہو تو جائز ہے کہ جو کچھ اسکو دیا ہے وہ لے لے اور اسپر زیادتی نہیں جائز ہے اور اگر عورت نے اسکو زیادہ دیا تو حکم قضا میں لینا جائز ہے اور اگر ضرر رسانی مرد کی طرف سے ہو تو اس سے کچھ لینا روا نہیں ہے اور اگر لیا تو قضاءً جائز ہے اور جاننا چاہیے کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء کے قصہ میں موجود ہے کہ ربیع نے کہا تھا کہ میں تجھسے خلع لیتی ہوں بعوض تمام اس چیز کے جسکی میں مالک ہوں اور امام احمد و ابو عبید و اسحٰق بن راہویہ کے نزدیک جو دیا ہے اس سے زیادہ لینا روا نہیں ہے اور یہ سعید بن المسیب و عطاء و عمرو بن شعیب و زہری و طاؤس و حسن بصری و شعبی و حماد بن سلیمان و ربیع بن انس کا قول ہے اور حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ مختلعہ سے اسقدر سے زیادہ نہ لیوے جتنا اسکو دیا ہے اور اوزاعی کہتے تھے کہ قاضی لوگ جائز نہیں رکھتے ہیں کہ عورت سے اس سے زیادہ لیوے جسقدر دیا ہے اور دلیل اس قول کی وہ حدیث ہے جو قصہ ثابت بن قیس میں ابن عباس سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو حکم دیا کہ اس سے اپنا باغ لے لے اور زیادہ نہ لیوے - پھر جاننا چاہیے کہ خلع آیا طلاق ہے یا نہیں تو ابن عباس و عثمان بن عفان و ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ (نزدیک ان کے) فسخ ہے طلاق نہیں ہے اور یہی مذہب طاؤس و عکرمہ کا ہے اور یہی قول امام احمد و اسحٰق بن راہویہ و ابو ثور و داؤد ظاہری کا ہے اور یہی شافعی کا قول قدیم ہے - اور قول اول یعنے خلع طلاق بائن ہے یہ عمرؓ و علیؓ و ابن مسعود و ابن عمر سے مروی ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و حسن و عطاء و شریح و شعبی و ابراہیم و جابر بن زید کا ہے اور یہی مذہب امام مالکؒ و ابو حنیفہؒ و انکے اصحاب و ثوری و اوزاعی و ابو عثمان کا اور یہی جدید قول شافعی کا ہے مگر حنفیہ کے نزدیک اتنی بات ہے کہ اگر خلع دینے والے نے خلع میں ایک طلاق یا دو طلاق کی نیت کی یا مطلق رکھا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی - پھر جاننا چاہیے کہ امام احمد و اسحٰق بن راہویہ کے نزدیک مختلعہ کی عدت تین قروء ہیں اگر ایسی ہو کہ اسکو حیض آتا ہو اور یہی حضرت عمرؓ و حضرت علی و ابن عمر سے مروی ہے اور یہی اکثر تابعین کا قول ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہی اکثر صحابہ وغیرہم اہل علم کا قول ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور عثمان و ابان بن عثمان و اخیر قول ابن عمر کا اور عکرمہ کا یہ ہے کہ اسکی عدت ایک حیض ہے اور ابو داؤد و ترمذی و نسائی و حاکم و ابن عباس سے ثابت بن قیس کی جورو کے قصہ میں روایت کی کہ اسکو حضرت صلعم نے حکم کیا کہ ایک حیض سے عدت پوری کرے اور ترمذی نے ربیع بنت معوذ کے خلع کے قصے میں بعد روایت کے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ ربیع بنت معوذ کو حکم کیا گیا تھا کہ ایک حیض سے اپنی عدت پوری کرے - **ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ خلع دینے والے کو روا نہیں ہے کہ مختلعہ سے عدت کے اندر بغیر اوسکی رضامندی کے رجوع کر سکے اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و جمہور علما کا ہے کیونکہ وہ مال خلع دیکر اپنی ذات کی مالک ہوگئی ہے - **مترجم** کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک رجوع جائز نہیں کیونکہ خلع انکے نزدیک طلاق بائن ہے پھر شیخؒ نے لکھا اور اس بات پر اجماع ہے کہ خلع دینے والے کو روا ہے کہ اپنی مختلعہ سے عدت کے اندر نکاح کرے **قال ابن کثیر** خلع دینے والے کو عدت میں اپنی مختلعہ پر دوسرا طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے یا نہیں - اسمیں تین قول ہیں ایک یہ کہ نہیں واقع کر سکتا ہے اسواسطے کہ اپنی ذات کی مختار اور شوہر سے بائنہ ہوگئی ہے اور یہی ابن عباس و ابن الزبیر و عکرمہ و جابر بن زید و حسن بصری و شافعی و احمد و اسحٰق و ابو ثور کا قول ہے - دوم مالکؒ نے کہا کہ اگر خلع کے پیچھے طلاق دیدی ہو تو واقع کر سکتا ہے اور اگر فقط خلع ہوا تو نہیں - سوم آنکہ ہر حال میں اسپر طلاق واقع کر سکتا ہے جب تک کہ وہ عدت میں ہے اور یہ قول امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب و ثوری و اوزاعی کا ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و طاؤس و ابراہیم و زہری و حاکم و حکم و حماد بن ابی سلیمان کا ہے قولہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا الآیۃ - اس آیت سے مالکیہ نے استدلال کیا کہ ایکبارگی تین طلاق دیدینا حرام ہے اور یہی ظاہر مذہب ائمہ حنفیہ ہے بلکہ انکے نزدیک دو طلاق ایکبارگی دینا بھی بدعت ہے کما عرفت **قال ابن کثیر** و دو سنت انکے نزدیک یہ ہے کہ طلاق ایک ایک کرکے دیوے اور اسکی تقویت کرتی ہے حدیث محمود بن لبید جو نسائی نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک نے اپنی جورو کو ایکبارگی تین طلاق دیدیں تو آپ غضبناک کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں الخ

**فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا**

پھر اگر اسکو طلاق دی تو اب حلال نہیں اوسکو وہ عورت اسکے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اسکے سوا پھر اگر وہ خاوند اسکو طلاق دے تب گناہ نہیں ان دونوں پر

أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

کہ پھر مل جاوین اگر خیال کرین کہ ٹھیک رکھیں گے قاعدے اللہ کے اور یہ دستور باندھے ہین اللہ کے بیان کرتا ہے انکو واسطے جاننے والون کے

فَإِن طَلَّقَهَا ۔ اے الزوج بعد الثنتین پھر اگر طلاق دیدی عورت کو شوہر نے ف یعنے دو طلاقون کے بعد بھی تیسری طلاق دیدی فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ ۔ تو بعد اسکے اسکو یہ عورت حلال نہین ف یعنے تیسری طلاق کے بعد حَتَّىٰ تَنكِحَ ۔ تتزوج ۔ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ یہانتک کہ تزوج کرے عورت کسی خاوند سے سوائے طلاق دہندہ کے ف اور وہ خاوند اس عورت سے وطی بھی کرے جیسا کہ اس حدیث مین ہے جسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے فَإِن طَلَّقَهَا ۔ پھر اگر طلاق دیدی عورت مذکورہ کو دوسرے خاوند نے بھی ف اور عدت گذر گئی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۔ تو ان دونون پر کچھ گناہ نہین ف یعنے عورت اور پہلے شوہر پر گناہ نہین اس بات مین کہ ۔ أَن يَتَرَاجَعَا باہم رجوع کرین ۔ إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۔ اگر دونون کو حدود الٰہی ٹھیک کرنے کا یقین ہو وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۔ یہ سب جو مذکور ہوے اللہ تعالے کے حدود ہین ف کہ انکو حد کردیا ہے کہ بیان سے تجاوز نہ کرین ۔ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۔ اللہ تعالے ان حدود کو ایسی قوم کے واسطے بیان فرماتا ہے جو جانتے ہین ف یعنے فکر و غور کرتے ہین جاننا چاہیے کہ اوپر کی آیات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرد کو ہر نکاح مین عورت پر فقط تین طلاق کا اختیار ہے پس اگر اسنے ایک طلاق دی یا دو طلاق دین تو عدت گذرنے سے پہلے رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گذر گئی اور وہ بائنہ ہوگئی پھر دونون راضی ہوے تو نکاح کر سکتا ہے لیکن جمہور علما کے نزدیک اب وہ ایک ہی طلاق کا مالک ہوگا اگر پہلے اسنے دو طلاق دی تھین اور اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب اس نکاح مین دو طلاق کا مالک ہوگا حتے کہ اگر اس نکاح دوم مین اسنے دو طلاق دین تو پھر بدون دوسرے شوہر سے نکاح کیے اسپر حلال نہوگی اور اگر اول مرتبہ ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد اسکی عدت گذر گئی اور اسنے بائنہ ہوکر دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اس سے طلاق پاکر بعد عدت کے پھر شوہر اول سے نکاح کیا تو ائمہ حنفیہ کے نزدیک ازسرنو تین طلاق کا مالک ہوگا اور مالک و شافعی و احمد کے نزدیک اسیقدر کا مالک ہوگا جو اول مین تین سے باقی رہی تھی اور ایسا چند صحابہؓ سے بھی مروی ہے ولیکن کلام ابن کثیر اس طرف مائل ہے کہ قول ابو حنیفہ اور انکے اصحاب کا قوی ہے بنظر حجت کہ شوہر دوم نے جب تین طلاق کو میٹ دیا اور اول شوہر کے واسطے نکاح جدید مین پورے تین طلاق کا مالک کردیا تو تین سے کم کو بدرجہ اولیٰ میٹ دیگا اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس اللہ تعالے نے فرمایا ۔ فان طلقها ۔ یعنے شوہر نے دو طلاق کے بعد کسی وقت مین اس عورت کو تیسری طلاق دیدی خواہ اسطرح کہ دو طلاق کے بعد ہی تیسرے طہر مین اسکو تیسری طلاق دیدی ہو یا اسطرح کہ دو طلاق کے بعد راضی ہوکر رجوع کرلیا اور چند روز گذرے پھر ناراض ہوکر اسکو ایک طلاق دی اور یا اسطرح کہ دو طلاق کے بعد عدت گذر گئی اور بائنہ ہوگئی پھر جدید نکاح کرکے بدون اسکے کہ کسی شوہر سے نکاح کیا ہو اپنے پاس رکھا پھر ناراض ہوکر ایک طلاق دیدی ان سب صورتون مین عورت مذکورہ پر تین طلاق پوری ہوگئین غرضکہ جب ایسا ہوجاوے کہ کسی طرح عورت پر اسکے خاوند کیطرف سے تین طلاقین پوری ہوجاوین اور یہ آزاد عورت ہے تو اللہ عزوجل نے اسکا حکم فرمایا کہ ۔ فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره یعنے پھر ان تین طلاق کے بعد اسپر وہ عورت حلال نہین یہانتک کہ نکاح کرے کسی اور شوہر سے سوائے اس تین طلاق دینے والے کے ۔ ف پس ظاہر مین اس حرمت کی انتہا یہ قرار دی کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور اسکا مقتضا یہ ہے کہ جب دوسرے شوہر سے نکاح کیا تب اول کیواسطے حلال ہوئی یا بین معنے کہ اگر دوسرے کے نکاح سے فارغ و خالی ہو تو اول شوہر اس سے نکاح کرسکتا ہے اگرچہ شوہر دوم نے اس سے بغیر وطی کے جدائی کرلی ہو حالانکہ حدیث مشہور مین ہے کہ دوسرے شوہر سے نکاح کے باوجود یہ بھی شرط ہے کہ دوسرے شوہر نے اس سے وطی بھی کی ہو پس بعض علما نے کہا کہ یہ اسی آیت سے نکلتا ہے بایں طور کہ لفظ نکاح دو معنی پر بولا جاتا ہے ایک تو یہی عقد معروف اور دوم بمعنی وطی پس مراد وطی ہے اور معنی یہ ہین کہ یہانتک کہ وطی کرے وہ عورت دوسرے شوہر سے سوائے اول کے اور جیسے نکاح بمعنے عقد کی نسبت عورت و مرد دونون کی طرف ہوتی ہے ویسے ہی نکاح بمعنی وطی کرنے کی نسبت بھی دونون

کی طرف ہوتی ہے جسنے کہ عورت کو بھی زانیہ کہتے ہیں جیسے مرد زانی ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دوسرے شوہر سے وطی جب ہی ہوگی کہ اس سے عقد کیا ہو ورنہ زانی ہوگا
نہ شوہر تو عقد بیان بطریق اقتضا ثابت ہے پس یہ صورت ہوگئی کہ دوسرے مرد سے عقد نکاح کرکے نکاح یعنے وطی کرے فنامل اور بعض علماء نے کہا کہ آیت میں نکاح
یعنے عقد ہے جیسا کہ مفسر سیوطیؒ نے بھی تنکح بمعنی تتزوج لیا اور شوہر دوم کی وطی کو اس حدیث سے ثابت کیا جسکو شافعی وعبدالرزاق وابن ابی شیبہ وبیہقی و
ابن ماجہ ونسائی وترمذی واحمد ومالک وبخاری ومسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رفاعہ قرظی کی جورو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ میں رفاعہ کے
پاس تھی پس اُسنے مجھے طلاق دیدی پس میری طلاق تبہ ہوئی یعنے تین طلاق دیدیں پھر مجھے عبدالرحمن بن الزبیر نے نکاح کیا اور نہیں ہے اسکے ساتھ مگر مانند کنارہ اس
کپڑے کے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ رفاعہ کے پاس لوٹ جاوے یہ نہیں ہو سکتا یہانتک کہ چکھے تو عُسیلہ اسکا اور چکھے وہ تیرا عسیلہ
مترجم کہتا ہے کہ رفاعہ بن سموال یہود بنی قریظہ میں سے تھا جسکی طرف نسبت قرظی ہے اور نام اس عورت کا تمیمہ بنت وہب تھا اور احمد ونسائی کی روایت ابن عباس میں غمیصا
یا رمیصا واقع ہوا ہے اور شاید یہ اسکا لقب ہوگا اور الزبیر بفتح زاء بروزن کبیر ہے اور کنارہ کپڑے سے اشارہ ہے کہ اسکو رجولیت نہیں اور درحقیقت اس عورت نے یہ
جھوٹ کہا تھا جیسا کہ بعض احادیث میں صحیح ہے کہ عبدالرحمن بن الزبیر اپنے دو لڑکوں کو لایا جو باپ سے بہت مشابہ تھے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ٹھیک ایسے مشابہ ہیں
جیسے کوے کا بچہ کوے سے مشابہ ہوتا ہے اور عُسیلہ تصغیر ہے عسل کی جو بمعنے شہد ہے اور بیان قلیل جماع کو عسیلہ سے کنایہ فرمایا اور طلاق تبہ انکے عرف میں تین طلاقیں ہوتی تھیں
اس حدیث کے طرق بہت ہیں اور مختصر طور پر بہت وجوہ سے روایت کی گئی ہے چنانچہ ابن جریر نے سعید بن المسیب کے طریق سے ابن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے
ایسے مرد کے حق میں جسنے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اسکو طلاق بتہ دیدی پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کیا پھر قبل دخول کے اسکو طلاق
دیدی پس آیا وہ پہلے شوہر کی طرف رجوع کر سکتی ہے فرمایا کہ نہیں یہانتک کہ چکھے وہ عورت دوسرے مرد کا عسیلہ اور چکھے دوسرا مرد اسکا عسیلہ اور اسکو امام احمدؒ نے
بھی تھوڑے اختلاف سے روایت کیا اور مانند روایت امام احمد کے نسائی وابن ماجہ نے بھی سعید بن المسیب کے طریق سے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور اسی سے
شیخ ابن کثیر نے استبعاد کیا ہے کہ فقہا کے درمیان جو یہ مشہور ہے کہ سعید بن المسیب قائل ہیں کہ دوسرے شوہر سے مجرد نکاح کرنے سے وہ شوہر اول کے واسطے
حلال ہوجاتی ہے حالانکہ سعید بن المسیب خود ابن عمرؓ سے اس مرفوع روایت کے راوی ہیں پس بعید ہے کہ جو روایت کریں اس سے بلا مستند خلاف کریں اور امام
احمد ونسائی وابن جریر نے اس حدیث کو رزین بن سلیمان الاحمری کے طریق سے ابن عمرؓ سے روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے
اپنی جورو کو تین طلاق دیں پھر اس عورت سے دوسرے مرد نے نکاح کیا پس دروازہ بند کیا اور پردہ چھوڑ دیا پھر قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی بھلا وہ اول
کے واسطے حلال ہوئی فرمایا کہ نہیں یہانتک کہ چکھے عُسیلہ اور اسی کے مانند انس بن مالک سے مروی ہے اخرجہ احمد وابن جریر اور اسی کے مانند ابوہریرہؓ سے
ابن جریر نے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے اپنی جورو کو تین طلاق دیدیں پس اسنے دوسرے مرد سے نکاح کیا جسنے قبل دخول کے
اسکو طلاق دیدی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ بھلا وہ شوہر اول کے واسطے حلال ہے تو فرمایا کہ نہیں یہانتک کہ دوسرا مرد بھی اسکے عسیلہ
سے چکھے جیسا کہ اول نے چکھا ہے اسکو ابن جریر وبخاری ومسلم ونسائی وابو داؤد نے روایت کیا۔ بالجملہ یہ حدیث مشہور و امر متعین ہے کہ دوسرا شوہر اس سے
وطی بھی کرے پھر بعد اسکے اگر وہ طلاق دے اور عدت گذر جاوے تب وہ شوہر اول کے واسطے حلال ہوگی چنانچہ فرمایا فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَا اِنْ
ظَنَّا اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ اور حرف شرط میں دو یعنے اگر دوسرا شوہر طلاق دے اس سے ارشاد ہے کہ دوسرا نکاح بھی خود مقصود ہونا چاہیے جیسے شرع میں نکاح کیا
جاتا ہے ہاں اگر دوسرے شوہر سے بھی ایسا اتفاق واقع ہو کہ وہ طلاق دیدے تو شوہر اول کے واسطے حلال ہے چاہے نکاح کرلے پس نکلا کہ دوسرا نکاح صرف حلالہ کرنے
کی غرض سے نہ ہو اسیواسطے حلالہ کرنے والے مرد اور حلالہ کرانے والے مرد دونوں پر لعنت فرمائی ہے کما رواہ ابو داؤد کیونکہ دوسرے کو فقط حلالہ کرنا مقصود تھا پس حاصل
کلام یہ ہے کہ جسنے عورت کو تین طلاق دیدیں وہ اب اس عورت سے محروم ہوا یہانتک کہ دوسرا شوہر اس سے وطی کرے اور یہ شرط ہے کہ دوسرے مرد کی وطی صحیح نکاح

صحیح ہو پس اگر دوسرے نے اس سے بدون نکاح کے زنا کیا یا بنکاح غیر صحیح وطی کی یا عورت مذکورہ کسی کی باندی تھی اُسکے مالک نے اُس سے وطی کی تو ایسی وطی
سے وہ شوہر اول کے واسطے حلال نہوگی کیونکہ یہ وطی کرنے والا اُسکا زوج صحیح نہوا اور مالک کو اپنی باندی بیشک حلال ہو لیکن وہ زوج یعنے شوہر نہین کہلاتا ہو حالانکہ
آیت مین لفظ زوج ہو پس ضرور ہو کہ حلالہ جب ہی ہوگا کہ زوج دوم اس سے وطی کرے۔ اور امام مالک نے باوجود اسکے یہ بھی شرط لگائی ہو کہ دوسرا شوہر جسنے اس سے
نکاح صحیح موافق مقصود شرع کے کیا ہو وہ بطور مباح اس سے وطی کرے پس اگر عورت احرام مین ہو یا روزہ دار یا اعتکاف مین یا حالت حیض یا نفاس مین ہو
یا مرد روزہ دار یا محرم یا معتکف ہو اور اس حالت مین وطی واقع ہوئی پھر اسنے طلاق دی تو اول شوہر کے واسطے حلال نہوگی اور اسیطرح اگر عورت یہودیہ یا
نصرانیہ تھی اور اسنے دوسرا نکاح کسی یہودی یا نصرانی سے کیا تو اسکی وطی سے عورت مذکورہ شوہر اول مسلمان کے واسطے حلال نہوگی اسواسطے کہ انکے نزدیک
کافرون کے نکاح باطل ہین لیکن جمہور کے نزدیک فقط نکاح صحیح مین دخول شرط ہو اگرچہ انزال بھی نہوا اور حسن بصری رح نے جو انزال کی شرط لگائی ہو شاید وہ اُسکو لفظ عسیلہ
سے سمجھے ہونگے تو یہ شرط کچھ نہین ہو کیونکہ امام احمد و نسائی نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ عسیلہ جماع ہے۔
پس فقط جماع کافی ہو انزال شرط نہین ہو اور کلام مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ دوسرے شوہر کا نکاح بغرض شرعی ہو یعنے جس مقصد کے واسطے شرع مین نکاح مشروع
ہے اسی طور پر ہو ہان اگر اتفاق واقع ہو کہ دوسرا بھی اُسکو طلاق دیدے تو اول کے واسطے جب ہی حلال ہوگی کہ دوسرے نے اُس سے وطی کی ہو جیسا کہ مذکور
ہوا اور اگر دوسرے شوہر نے اس عورت سے اس غرض سے نکاح کیا کہ پہلے شوہر کے لیے اسکو حلال کردے پس اگر اسنے عقد نکاح مین اسکی تصریح کردی تو جمہور
ائمہ علما کے نزدیک نکاح باطل ہو اور اگر تصریح نہ کی اور اپنے دل ہی مین رکھا تو اگر شوہر اول و دوم دونون کی نیتون مین یہ بات ہو تو بدون انکی نیت کے
ظاہر شرع مین جواز کا حکم ہوگا ولیکن شرع مین ایسے دونون آدمی مذموم و ملعون ہین اور بہت حدیثون مین ایسے لوگون کی مذمت بلکہ لعنت وارد ہو چنانچہ حضرت
ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی عورت اور گودوانے والی اور بال چننے والی اور بال جوڑ دانے والی عورتون اور حلالہ کرنیوالے
مرد اور حلالہ کرانے والے مرد اور بیاج کھانے والے آدمی اور اسکے موکل سب پر لعنت فرمائی ہو رواہ احمد والترمذی والنسائی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح
ہو اور دوسری روایت امام احمد مین ابن مسعود رض سے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعن اللہ المحلل والمحلل لہ۔ لعنت کرے اللہ تعالے حلالہ کرنے والے
اور حلالہ کرانے والے مرد پر۔ اور احتمال ہو کہ خبر ہو یعنے اللہ تعالے ایسے آدمیون پر لعنت کرتا ہو۔ اور اس باب مین بہت حدیثین مرفوع وارد ہین اور حاکم نے مستدرک
مین روایت کی کہ ایک شخص آیا حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس اور سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو تین طلاق دین پھر اس عورت سے اسکے شوہر کے بھائی
نے بدون اپنے بھائی کے حکم و مشورہ کے اس غرض سے نکاح کیا کہ اپنے بھائی کے واسطے اسکو حلال کردے پس وہ اول کے واسطے حلال ہوجائیگی تو حضرت ابن عمر
نے فرمایا کہ نہین مگر ایسا نکاح برغبت ہو ہم لوگ ایسے نکاح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین زناکاری شمار کرتے تھے **قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد**
اور حضرت عمر رض سے روایت ہو کہ فرمایا کہ میرے پاس جو حلالہ کرنے والا اور حلالہ کرانے والا لایا جائیگا مین دونون کو سنگسار کرونگا اور حضرت عثمان رض سے روایت ہو
کہ انکے پاس ایک شخص لایا گیا جسنے ایک عورت سے نکاح کیا تھا تاکہ اُسکو اُسکے اول شوہر کے واسطے حلال کردے پس عثمان رض نے دونون مین جدائی کردی اور ایسا ہی
حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن عباس اور بہتیرے صحابہ سے مروی ہو۔ فان ظنا ان یقیما حدود اللہ۔ بعض نے کہا کہ ظن یعنے غالب گمان ہو و بعض نے کہا یعنے یقین
ہو اور اعتراض کیا گیا کہ جو ہونے والا ہو اسکو سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہو اور جواب یہ ہو کہ یقین یہان بایمعنی نہین کہ یون ہی واقع ہوگا بلکہ یہ معنی
کہ قلب کو بطور خود اطمینان ہو چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا۔ لیکن صحیح غالب گمان والون کی مراد ہو کہ دل مین ایسا تیقن ہوا اور مفاد
اس قید کا یہ ہو کہ اگر دونون کو یہ ظن حاصل نہو خواہ اسکے برخلاف کا دونون کو یا ایک کو یقین ہو یا گمان ہو یا متردد ہو تو اس رجعت نکاح کا ارتکاب
روا نہین ہو اور یہ انشاء دیانت ہو اور ظاہر شرع مین حاکم کو کسی کے دل پر حکم لگانا روا نہین ہو پس ظاہر مین رجعت کا نکاح ٹھیک ہوجائے گا۔ قولہ

یبینہا لقوم یعلمون - اہل علم کو مخصوص فرمایا باوجودیکہ دعوت احکام مذکورہ عام ہے اسواسطے کہ اس سے انتفاع اہل علم ہی کو حاصل ہوگا پھر ظاہر ہے کہ اہل علم سے اہل تدبر مراد ہیں جو قدرت الٰہی واسکی حکمت کو حق جانتے ہیں پس تمام مسلمان اسمین داخل ہونگے اگرچہ وہ رسمی لکھنے پڑھنے سے جاہل ہوں پس خوشخبری ہے تمام مسلمانوں کو جو احکام الٰہی کو باثر وہ برحق و عمدہ جانتے ہیں اور اسکے مقابلہ میں اگر فلاطون کے نواد سکو ایک ناچیز بندہ جانکر ہرگز اسکے کلام کو سچ نہیں مانتے ہیں کیونکہ وہ بمقابلہ علم و حکمت الٰہی کے ہیچ ہر کوئی ہستی نہیں رکھتا ہے -

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا

اور جب طلاق دی تمنے عورتوں کو پھر پہونچین اپنی عدت تک تو رکھ لو انکو دستور سے یا رخصت کرو ان کو دستور سے اور مت بند کرو انکو ستانے کو

لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

تا ظلم کرو اور جو کوئی یہ کام کرے اس نے برا کیا اپنا اور مت ٹھہراؤ حکم اللہ کی ہنسی اور یاد کرو احسان اللہ کا جو

عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ الربع 29 14

تم پر ہے اور وہ جو اُتاری تم پر کتاب اور کام کی باتیں کہ تمکو سمجھاوے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب چیز جانتا ہے

واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد نہیں تھی چاہے ہزار طلاقیں دیتا مگر عدت سے پہلے رجوع کرتا تو رجوع ہو جاتا چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا پس اللہ تعالیٰ نے محدود کر کے حکم دیا کہ - وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ - اور جب تمنے عورتوں کو طلاق دی پھر اپنی عدت کو پہونچین ف یعنی شرعی طور پر رجعی طلاق دی پھر مطلقہ کی عدت گزرنے پر پہونچی تو تمکو دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنی فرض ہے یعنی فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ - اب انکو معروف طور پر روکو یا معروف طور پر راہ چھوڑو ف یعنی رجعت کرو تو بدون قصد ضرر کے شرعی نیک چال چلن سے رجوع کرو یا چھوڑدو کہ انکی عدت گزر جاوے اس سے مقصود یہ کہ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا - اور ان مطلقات کو ضرر پہونچانے کے واسطے مت روکو تاکہ انپر تعدی کرو ف یعنی رجعت سے ضرر و تعدی مقصود نہو کہ عورت آخر لاچار ہو کر خلع کراویگی - وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ - اور جسنے ایسا کیا ف کہ ضرر و تعدی کے قصد سے مراجعت کی جسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے - فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ - تو اس شخص نے اپنی جان پر ظلم کیا ف کیونکہ اسنے اپنی جان کو عذاب کے سامنے پیش کیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ حرکت حرام ہے اگرچہ نیت کا حال مخلوق کو معلوم نہو - وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا - اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھول مت بناؤ ف کہ انسے مخالفت کرو اور دل میں چھپاؤ - وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ - اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اور اس عظیم چیز کو جو تمپر اتاری ہے اپنی کتاب و حکمت سے درحالیکہ تمکو اُس سے نصیحت فرماتا ہے ف تمکو جہالت سے نکالکر اسلام دیا اور تمہاری تہذیب کے لیے کتاب و حکمت اتاری پس ظاہر و باطن اسکی پیروی کرو اور مخالفت سے پرہیز کرو کہ یہ نعمت کی ناشکری ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ - اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف پس لوگوں پر چھپ جانے سے مغرور مت ہو جو بیان بلوغ اجل سے باجماع علماء معنی مجازی مراد ہیں یعنی قریب ختم عدت کے پہونچنا کیونکہ آگے رجعت کا اختیار ذکر فرمایا ہے اور بالاجماع بعد انقضاء عدت کے رجعت کا اختیار نہیں ہے پس مراد آخر عدت ہے اور بعض نے کہا کہ اجل اسم زمان ہے پس اس آخر جزو زمانہ پر محمول ہوگا کہ اگر وہ فوت ہو جاوے تو رجعت ممکن نہو پس مجاز کی حاجت نہیں ہے اور یہ قول کچھ نہیں اسواسطے کہ اجل سے بالاتفاق بیان عدت کا زمانہ مراد ہے اور متعین ہے فتامل - قولہ او سرحوہن بمعروف ای رجعت نہ کر بلکہ چھوڑدو کہ عدت پوری ہونے پر وہ بائنہ ہو کر اپنی ذات کی مختار ہو جاوے اور یہی تفسیر بیان

سدی وضحاک سے منقول ہی اور اسی کو مفسر سیوطیؒ نے اختیار کیا ہی اور یہی ظاہر کلام ابن کثیرؒ ہی اور بعض نے کہا کہ قولہ فامساک بالمعروف او تسریح باحسان کو
اہتمام شان کے واسطے بیان اعادہ فرمایا ہی پس تسریح سے مراد طلاق ثالثہ ہوگا جیسا کہ ابن جریر نے جمہور سے نقل کیا ہی لیکن محققین کے نزدیک
تفسیر اول کو ترجیح ہی قولہ ولا تمسکوہن ضرارا لتعتدوا - ابن عباسؓ و مجاہد و مسروق و حسن و قتادہ و ضحاک و ربیع وغیرہم نے کہا کہ بات یہ تھی کہ مرد اپنی
جورو کو طلاق دیتا پھر جب انقضاء عدت قریب پہونچتی تو ضرر رسانی کی غرض سے اس سے رجوع کر لیتا تاکہ غیر کے پاس نہ جانے پاوے پھر اسکو ایک
طلاق دیتا پس وہ بیچاری عدت مین بیٹھتی پھر جب انقضاء عدت کے قریب پہونچتی تو رجوع کر لیتا تاکہ پھر طلاق دے کہ اسکی مدت دراز ہو جاوے پس اللہ
تعالے نے اس سے منع کیا اور پھر عذاب سے وعید کی کہ فرمایا - ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ - الشیخ مفسرؒ نے ایسا کرنے مین یہ غرض بھی بیان کی کہ عورت اس طول حبس کو
دیکھکر خلع کرالے اور مال دیکر اپنی جان چھڑاوے - قولہ لتعتدوا متعلق ضرارا ہی اسواسطے کہ ممانعت ایسے روکنے سے ہی جسمین ضرر رسانی بطور ظلم ہو ورنہ اگر
ضرر رسانی بغرض اصلاح ہو تو منع نہین ہی ذکرہ البیضاوی حاصل یہ کہ احکام الٰہی کو کھلونا مت بناؤ بلکہ جو حکم ہے وہ لازمی ہی پس مسلمانون کو
اللہ تعالے نے اس حرکت سے منع فرمایا جو زمانہ جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے کہ آدمی کہتا کہ مین نے طلاق دی یا مین نے یہ غلام آزاد کیا یا مین نے اس عورت سے
نکاح کیا پھر کہدیتا کہ مین تو ہنستا تھا اور قرطبی نے کہا کہ علما کے درمیان کسی نے اختلاف نہین کیا بلکہ سب متفق ہین کہ جسنے ہنسی مین اپنی عورت کو
طلاق دی تو طلاق اوسپر لازم ہو جائیگی اور حدیث مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتین ایسی ہین کہ انکا
جد تو جد ہی اور انکا ہزل بھی جد ہی ایک نکاح دوسری طلاق تیسری رجعت رواہ ابو داؤد والترمذی وقال حسن وابن ماجہ والحاکم وقال صحیح الاسناد - اور ابن عباسؓ کی
روایت ہی کہ ایک مرد نے اپنی جورو کو طلاق دی حالانکہ اسنے کھیل کے طور پر کیا اسکا ارادہ طلاق کا نہ تھا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - ولا تتخذوا آیات اللہ ہزوا
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہ طلاق لازم کر دی یعنے حکم دیدیا کہ طلاق واقع ہو گئی رواہ ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے مرسلاً
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے طلاق دی یا آزاد کیا یا نکاح قبول کیا یا نکاح کر دیا خواہ جد سے یا ہزل سے تو البتہ اوسپر جائز ہو گیا -
اور اسکو ابن جریر نے بھی روایت کیا ہی اور ابن مردویہ نے اس حدیث کو حسن کی طریق سے عبادۃ بن الصامتؓ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ مین آدمی کہتا کہ مین نے اپنی دختر تجھے بیاہ دی پھر کہدیتا مین تو ہنستا تھا اور اپنے غلام سے کہتا کہ مین نے تجھے آزاد کیا پھر کہدیتا کہ مین تو
ہنستا تھا پس اللہ عز وجل نے فرمایا - ولا تتخذوا آیات اللہ ہزوا - پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتین ہین کہ جو انکو کہیگا خواہ ہنسی مین یا بغیر ہنسی کے
وہ اسپر ثابت ہو جاوینگی طلاق اور آزاد کرنا اور نکاح اور ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر مین یہ حدیث روایت کی کہ ابو موسی اشعری نے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اشعری لوگون پر غضبناک ہوئے پس حضرت صلعم کے پاس ابو موسی نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اشعریون پر غضبناک ہو گئے ہین
تو فرمایا یقول احدکم قد طلقت قد راجعت لیس ہذا طلاق المسلمین طلقوا المرأۃ فی قبل عدتہا - یعنے تم مین سے کوئی کہتا ہی کہ مین نے طلاق دیدی مین نے
رجوع کر لیا یہ مسلمانون کی طلاق نہین ہی طلاق دو عورت کو اوسکے وقت عدت مین - ثم رواہ من وجہ آخر کذا فی تفسیر ابن کثیرؒ پس بیان سے معلوم ہوا
کہ احکام الٰہی کو ہزل سے کہنا و کرنا و نیز اونکو اونکے اوپر سے بدلکر کہنا و کرنا سب ممنوع ہی اور مفسرؒ نے اچھا لفظ فرمایا کہ مخالفت انکی کسی طور پر ہو ممنوع ہی - قولہ والحکمۃ - مفسرؒ نے
بیان حکمت کے احکام کتاب یعنے احکام قرآن مراد لیے اور اکثر مفسرین نے حکمت کی تفسیر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہی اور یہی شافعیؒ نے کہا ہی اور اول پارہ مین مفصل بیان ہوا

**وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۤءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ**
اور جب طلاق دی تمنے عورتون کو پھر پہونچ چکین اپنی عدت تک تو اب نہ روکو اونکو کہ نکاح کرلین اپنے خاوندون سے جب راضی ہو جاوین آپسمین موافق دستور کے
**بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝**
یہ نصیحت ملتی ہی اوسکو جو کوئی تم مین یقین رکھتا ہی اللہ پر اور پچھلے دن پر اسی مین ستھرائی زیادہ ہی تمھارے لیے اور صفائی اور اللہ جانتا ہی اور تم نہین جانتے

بعض آدمی کسی مصلحت سے زوجہ کو طلاق دیتا لیکن ایک یا دو کہ بعد عدت کے چاہے نکاح کرے جبکہ دونون راضی ہون
پس اگر راضی ہون تو عورت کے اولیار کو روکنے سے منع فرمایا بقولہ تعالے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ
اَجَلَهُنَّ - اور جب تمنے عورتون کو طلاق دی پس وے اپنی مدت پر پہونچ گئین ف یعنے عدت پوری ہو گئی اور بالکل
جدائی ہو گئی پھر یہ عورت اور طلاق دینے والا شوہر راضی ہوئے کہ نکاح جدید کرین تو اولیا کو روکنا نہین چاہیے چنانچہ
فرمایا۔ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ - تو عورتون کو اس بات سے روکو مت کہ وہ اپنے شوہرون سے نکاح کرلین ف
جنھون نے انکو طلاق دیدی تھی اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ - جبکہ مطلقات وانکے شوہران سابق باہم راضی ہون ف پس یہ ممانعت اولیا
عورت کو ہے - ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ - پس اس ممانعت کی نصیحت تم مین سے اُسی
شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لایا ہے ف کہ یہی شخص سمجھیگا اور فرمان الٰہی تعالےٰ کو مانیگا - ذٰلِكُمْ اَزْكٰى
لَكُمْ وَاَطْهَرُ - یہ بات تمھارے حق مین زیادہ ستھری و پاکیزہ ہے ف کہ اس سے زنا کا خوف دور ہو گیا کیونکہ دونون عورت و مرد مین باہم تعلق خاطر
ہے - وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ - اور اللہ تعالے جانتا ہے اور تم اسکو جانتے نہین ہو - ف کہ کہان کس صورت مین دونون کو دلی ربط
ہے اور کہان نہین ہے پس نصیحت الٰہی عزوجل مانو کہ اسمین سب طرح بہتری ہے علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت ایسے شخص کے
حق مین اتری جسنے اپنی جورو کو ایک طلاق یا دو طلاق دین پھر اسکی عدت گذر گئی پھر اس شخص کو بہتر معلوم ہوا کہ اسی عورت سے نکاح کرلے اور
عورت نے بھی چاہا اسکو مگر اس عورت کے اولیار اسکو اس امر سے مانع ہوئے پس اللہ عزوجل نے ممانعت کردی کہ عورت کو اس سے منع نہ کرین اور
ایسا ہی مسروق و ابراہیم نخعی و زہری و ضحاک نے کہا کہ ایسے معاملہ مذکورہ بالا مین اُتری ہے اور یہ قول ان علما کا اس آیت سے مراد ہونا ظاہر ہے اور
اس سے ثابت ہوا کہ طلقتم النسار سے مراد ایک یا دو طلاق تک ہے کہ اس سے عدت مین رجوع نہ کیا اور اسکی عدت گذر گئی یہانتک کہ بدون حلالہ کے
اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے اور اگر کسی نے تین طلاق دین اور عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اسنے بھی اتفاق سے طلاق دی اور
عدت گذر گئی پھر عورت نے اول شوہر سے نکاح کرنا چاہا اور ولی نے اسکو روکا تو ظاہر اس سے ممانعت کو بھی شامل ہے واللہ اعلم اور رہا سبب نزول
اس آیت کا تو بخاریؒ نے کئی طرق سے حسن بصری کے طریق سے معقل بن یسار سے روایت کی کہ معقل بن یسار کی بہن کو اسکے شوہر نے طلاق دی پس
اسکو چھوڑ دیا یہانتک کہ اسکی عدت گذر گئی پھر اسنے نکاح کا پیغام دیا پس معقل نے انکار کیا پس یہ آیت نازل ہوئی - فلا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن - اور
اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے متعدد طرق سے حسنؒ کے طریق سے معقل بن یسار سے روایت کیا ہے اور
ترمذی کے روایت کی لفظ معقل بن یسار سے یہ ہین کہ معقل بن یسار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین اپنی بہن کو مسلمانون مین سے ایک مرد
کو بیاہ دیا پس وہ اس مرد کے پاس رہی جب تک رہی پھر اس مرد نے اسکو ایک طلاق دیدی اور رجعت نہ کی یہانتک کہ اسکی عدت گذر گئی پھر اس مرد
اس عورت کی دلی خواہش کی اور اس عورت نے بھی اس مرد کی دلی خواہش کی پھر اس مرد نے بھی دیگر پیغام دینے والون کے ساتھ اپنا پیغام دیا پس معقل نے اس سے
کہا اے کمینہ و رکمینہ مین نے تجھے اس عورت سے بزرگی دی تھی اور اسکو تیرے ساتھ بیاہ دیا تھا مگر تو نے اسکو طلاق دیدی واللہ جب تک تو زندہ ہے کبھی
تیرے پاس لوٹ کر نہ جاویگی - کہا کہ پھر اللہ تعالے کو معلوم تھا کہ اس مرد کو اس عورت کی طرف حاجت ہے اور اس عورت کو اس مرد کی طرف حاجت ہے پس اللہ
تعالے نے نازل فرمایا اذا طلقتم النسار تا قولہ وانتم لا تعلمون - پھر جب معقل نے اس حکم کو سنا تو کہا کہ بسر و چشم مجھے اپنے پروردگار کی اطاعت پر رضامندی
ہے پھر اس مرد کو بلایا اور کہا کہ مین تیرے ساتھ نکاح کئے دیتا ہون اور تجھے بزرگی دیتا ہون اور ابن مردویہ کی روایت مین اتنا زیادہ ہے اور مین نے اپنی

قسم کا کفارہ دیا اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا۔ پھر نام اس عورت کا جمیل بنت یسار تھا کہ ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے اور سفیان ثوری نے ابو اسحٰق السبیعی سے روایت کی ہے کہ اسکا نام فاطمہ بنت یسار تھا اور اسکے شوہر کا نام عاصم بن عدی تھا۔ (جمیل بروزن سہیل ہو) پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہے کہ یہ آیت معقل بن یسار و اسکی بہن کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور سدی سے روایت ہے کہ جابر بن عبد اللہ و اسکی چچیری بہن کے بارہ میں اتری مگر قول اول صحیح ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ فلا تعضلوہن میں خطاب متعین ہے کہ اولیاء کو ہو ولیکن اذا طلقتم کی نسبت اولیاء کی طرف نہیں معقول ہے اور اس صورت میں خطاب منتشر ہوا جاتا ہے بعض نے توجیہ کی کہ طلاق کی نسبت اولیاء کی طرف اسوجہ سے ہوئی کہ وہی اسکا سبب واقع ہوئے تھے کہ انھوں نے نکاح کر دیا تھا جسپر طلاق مترتب ہوئی یہ توجیہ محض واہی ہے اور اولیٰ اس مقام پر یہ ہے کہ خطاب علی العموم مسلمانوں کو ہے اور معنی یہ ہیں کہ ایسا امر تمھارے درمیان نہ پایا جاوے کیونکہ جب انکے درمیان پایا گیا اور وہ رضامند رہے تو گویا اسکے کرنے والے ہو گئے اور اس توجیہ پر انتظام شرط و جزا بھی بلا تکلف محفوظ رہتا ہے اسی سے صاحب کشاف نے اسکو وجہ وجیہ کہا ہے فتدبر اور عضل یعنے حبس یعنے روکنا اور کہا گیا کہ یعنے ضیق میں ڈالنا اور منع کرنا اور یہ معنی اول کی طرف راجع ہے اور ازہری نے کہا کہ اصل میں یہ ماخوذ ہے عضلت الناقۃ سے اونٹنی کا بچہ اٹک رہا آسانی سے نہیں نکلا اور ہر بچا نزدیک ہر شکل معضل ہے اسی سے بولتے ہیں داء عضال اے ایسی بیماری کہ جسنے طبیبوں کو تھکا دیا اور جنکا ہونا دشوار پڑ گیا ہو اور ازواجہن سے وہ شوہر مراد ہیں جنھوں نے ان عورتوں کو طلاق دیدی تھی پس انکو شوہر کہنا باعتبار اسکے کہ پہلے شوہر تھے اور قولہ ذلک یوعظ بہ من کان منکم یومن باللہ والیوم الآخر یعنے اس نصیحت سے کرامت ایسے ایسے شخص کو دیجاتی ہے اور یہ تحریض و آمادہ کرنا ہے تاکہ مستعدی سے قبول کریں

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَي الْمَوْلُوْدِ

اور بچوں کی مائیں دودھ پلاویں اپنے بچوں کو دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت اور لڑکے والے پر

لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِھَا

ہے کھانا اور پہننا انکا موافق دستور کے تکلیف نہیں کسی شخص کو مگر جو اسکی گنجائش میں ہو نہ ضرر چاہے ماں اپنی اولاد کا

وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۤ وَعَلَي الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا

نہ لڑکے والا اپنی اولاد کا اور وارث پر بھی یہی ذمہ ہے پھر اگر دونوں چاہیں دودھ چھڑانا آپس کی رضا سے

وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

اور مشورت سے تو انکو نہیں گناہ اگر تم مرد چاہو کہ دودھ پلوالو اپنی اولاد کو تو تم پر نہیں گناہ

اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

جب حوالہ کر دیا جو تم نے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمھارے کام دیکھتا ہے

ہرگاہ اللہ عز و جل نے طلاق کو ذکر فرمایا تو اسکے پیچھے رضاعت کا مسئلہ و حکم بھی فرما دیا اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جورو و مرد میں ایسی حالت میں جدائی ہوتی ہے کہ دونوں کے درمیان دودھ پیتا بچہ موجود ہوتا ہے اور وہ بچہ کبھی تو دوسری دائی کا دودھ لیتا ہے اور کبھی نہیں لیتا ہے اور کبھی باپ بھی مر جاتا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ یہ حکم خاص ان عورتوں کے واسطے ہے جنکو طلاق دی گئی اور بعض نے کہا کہ حکم عام ہے ولیکن حافظ ابن حجر نے ابن بطال سے نقل کیا کہ اکثر اہل تفسیر اول ہی قول پر ہیں یعنے یہ حکم ان عورتوں کو ہے جنکو طلاق دی گئی ہو وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ اور مائیں دودھ پلاوینگی اپنی اولاد کو دو برس کامل

اس مرد کے لیے جسنے چاہا کہ رضاعت پوری کرے عف دودھ پلاوینگی یعنے انکو دودھ پلانا چاہیے - یہ خبر بمعنے امر ہی اور اسکو بصیغہ خبر اسواسطے فرمایا کہ
دلالت کرے کہ گویا امر کے موافق عمل در آمد ہوکر ایسا حال ہوگیا کہ اس سے خبر دی گئی پس یہ مبالغہ ہی آور کالین مین کہا کہ ایک صورت مین یہ امر واسطے
استحباب کے ہی آور اگر بچہ کسی دوسری عورت کی چھاتی نہ لے یا کوئی دودھ پلائی نہ ملے یا باپ فقیر ہو کہ دودھ پلائی والی کو اجرت پر نہ لے سکے تو وجوب کے واسطے
ہوگا - اور لفظ والدات فرمایا نہ مطلقات کیونکہ والدات کہنے مین اولاد کے حق مین پیار ٹپکتا ہی آور دوم اسکے برعکس ہی اور یہان مقصود پیار ہے
اسیواسطے اولادھن اپنی اولاد کو - باضافت فرمایا اور یہ عین بلاغت سے ہی کہ اپنی اولاد پر پیار آوے اگرچہ باپ ہی کے نام سے یہ اولاد ہی - قوله
حولین - اے دوسال پس لفظ کاملین اسکے بعد صفت موکدہ ہی آور قوله لمن اراد ان یتم الرضاعة - خبر مبتداء محذوف ہی اے ذلک ثابت لمن اراد
ان یتم الرضاعة - اور اس سے ثابت ہوا کہ اتمام رضاعت کے دوبرس کامل ہین یعنے ارضاع کی انتہائی مدت دوبرس ہی اور اسکے بعد رضاعت کا
کچھ اعتبار نہین ہی حتی کہ اگر اسکے بعد کسی بچہ نے کسی اجنبیہ عورت کا دودھ پیا تو وہ رضاعی مان نہوگی اور یہی قول امام شافعی و احمد و ابویوسف
و محمد کا ہی اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ رضاعت کی انتہائی مدت دوبرس چھ مہینے ہین پس علماء حنفیہ نے آیت کریمہ مین یہ تاویل کی کہ آیہ کریمہ اس امر کو
مقتضی نہین ہی کہ مطلقا رضاعت کی مدت دوسال ہی بلکہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ دودھ پلانے پر اجرت کا استحقاق دوسال تک ہی اس بنا پر کہ والدات سے
مراد مطلقات ہین اس قرینہ سے کہ - وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ - اور جسکے واسطے اولاد ہوا اسپر والدات کا کھانا
و کپڑا بطور معروف واجب ہی ف پس اس کھانے کپڑے کو جو روہونیکا نفقہ قرار دینے سے یہ اولی ہی کہ دودھ پلانے کی اجرت قرار دی جاوے کیونکہ جورو
ہونیکا نفقہ تو امر معلوم ہی تھا اور رہا یہ امر کہ زوجہ ہونے کی صورت مین مستحق اجرت ہو تو ایسی صورت مین وہ مستحق اجرت نہین ہوسکتی ہی بلکہ امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک اسکا اجرت پر لینا ہی روا نہین ہی ہان زوجہ ہونے کی ... سے اسکا نفقہ یعنے کھانا کپڑا البتہ واجب ہی ولیکن اصح قول اول ہی کہ مدت رضاعت
فقط دو ہی برس ہی اور یہی جمہور کا مذہب ہی اور اسی پر حنفیہ نے فتوی دیا ہی - اور یہی امام مالک سے ایک روایت ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ دوبرس
دو مہینہ اور تیسری روایت دوبرس تین مہینہ ہی اور زفر رح نے کہا کہ تین سال تک ہی اور یہی اوزاعی سے روایت ہی قال المترجم یہ نص صریح نہین پائی
گئی کہ امام ابوحنیفہ و مالک و زفر و اوزاعی کے نزدیک دوبرس سے زائد رضاعت بایں معنی ہو کہ اسکو دودھ پلانا روا ہی یا بایں معنی بھی ہی کہ احکام رضاعت
کے بعد دوبرس کی بھی ثابت ہوتی ہین یعنے مثلا ہندہ کا دودھ ایک لڑکے زید بن عمرو نے اور ایک لڑکی مسماۃ زینب بنت بکر نے دوبرس کی عمر کے بعد
پیا تو دونون رضاعی بھائی بہن ہونگے ولیکن فقہاء مذہب امام ابوحنیفہ کے قول پر مسائل رضاعت کی تفریع بتاثیر حکم کی ہی واللہ اعلم و ابن کثیر
نے کہا کہ اکثر اماموں کے نزدیک حرمت ثابت نہین ہوتی مگر اسی رضاعت سے جو دوبرس تک ہو پس اگر دوبرس سے اونچے عمر والے نے کسی عورت کا دودھ
پی لیا تو حرمت ثابت نہوگی اور ترمذی نے ذکر کیا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم مین سے اکثر اہل علم کا قول یہ ہی کہ رضاعت حرام نہین کرتی
مگر یہی رضاعت جو دوبرس سے ورے مین ہو اور جو دوبرس کی عمر کے بعد ہو وہ کچھ حرام نہین کرتی ہی آور بخاری کی حدیث مین ہی کہ جب ابراہیم بن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرا بیٹا مرگیا درحالیکہ وہ چھاتی سے دودھ پیتا تھا اسکے لیے جنت مین دودھ پلائی ہی اخرجه احمد ایضا
اور بات یہ تھی کہ ابراہیم بن رسول اللہ صلعم کی عمر ایک سال دس مہینہ کی تھی پس دودھ پلائی ہونے سے مراد یہ کہ اسکی رضاعت پوری
کرتی ہی چنانچہ خود بعض روایت مین مصرح ہی اور موطا وغیرہ مین ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حرام نہین کرتی ہی رضاعت
مگر وہی کہ دوبرس کے اندر ہوا اور جو دوبرس کے بعد ہو وہ کچھ نہین ہی اور جابر رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین رضاع ہی بعد فصال کے
اور نہین باقی رہتا یتیم ہونا بعد احتلام کے - اور اللہ تعالے نے فرمایا - وفصاله فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک - پس معلوم ہوا کہ فصال دوبرس کے اندر ہی

پس رضاع کا حکم بھی دو برس کے اندر مین ثابت ہوگا اور دو برس کے بعد رضاعت سے حرمت نہونے کا قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن عباس وابن مسعود وجابر وابوہریرہ وابن عمر وام سلمہ وسعید بن المسیب وعطاء وجمہور سے مروی ہو اور ابوحذیفہ کی جورو کو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سالم کو جسکو انھون نے بیٹا بنایا تھا اور وہ اُسوقت بالغ تھا دودھ پلادے پس اسی دودھ پینے کی وجہ سے وہ سالم سے پردہ نہین کرتی تھی تو یہ حکم مخصوص تھا اور اسمین ائمہ اربعہ وفقہاء سبعہ وجمہور علماء کا اتفاق ہو کہ بالغ کی رضاعت کچھ بھی حرام نہین کرتی ہو۔ پھر قولہ لمن اراد ان یتم الرضاعۃ۔ مین اشارت ہو کہ اس سے کم بھی دودھ پلانا روا ہی اور اسکی کوئی حد محدود نہین ہو بلکہ بچہ کی اصلاح پر ہو اور لفظ رضاعت بالفتح ہو اور کوفیون نے بالکسر بھی جائز رکھا ہو۔ قولہ وعلی المولود لہ۔ اے علی الذی ولد الطفل لہ۔ یعنے اس طفل کے والد پر واجب ہو۔ اور بجاے لفظ والد کے مولود لہ کہنے سے یہ فائدہ ہو کہ معلوم ہو جاوے کہ والدات نے یہ اولاد والدون کے واسطے جنی ہو اسیواسطے اولاد کی نسبت والد کی طرف ہوتی ہو نہ والدہ کی طرف۔ اور نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ والد پر اسی وجہ سے دودھ پلوانا واجب اور اسکا خرچہ برداشت کرنا لازم ہو اور اس سے یہ لازم نہین آتا ہو کہ بچہ پر والدہ کا کچھ حق نہین بلکہ والدہ کا بچہ پر بہت حق ہو اگرچہ والد کا اس سے زیادہ ہو جیسا کہ اپنے موقع پر معلوم ہوگا اور اسقدر کافی ہو کہ حدیث صحیح مین یہ مضمون ہو کہ بچہ کے لیے اسکی مان کے قدم کے نیچے جنت ہو اور پارہ الٓم بن بقرہ کے قصہ مین مان کی خدمت گذاری کی فضیلت کچھ ظاہر ہو چکی ہو فتذکر۔ اور قولہ بالمعروف اے بقدر طاقت کے بدون اسراف اور کمی کے بدرجہ اوسط جیسا کہ اس شہر والون مین دستور ہو اور اگر دونون مین اختلاف پڑے والدہ زیادہ مانگے اور والد کم دے تو حاکم کی راے پر ہو وہ فیصلہ کرے اسی دستور کے موافق چنانچہ فرمایا لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا۔ کسی نفس کو تکلیف نہین دی جاتی مگر اسیقدر کہ جو اوسکی وسعت ہو ف یہ کلام گویا اسکی تعلیل ہو والدہ مطلقہ اگر بچہ کو دودھ پلانے سے انکار کرے تو اسپر جبر نہ کیا جاویگا لیکن یہ اسوقت ہو کہ دوسری دودھ پلائی ملتی ہو اور بچہ اوسکا دودھ لیتا ہو اور باپ فقیر نہو اور اگر ایسا نہوگا تو والدہ پر حاکم جبر کریگا کہ بچہ کو دودھ پلاوے اور مفاد اسکا یہ ہوگا کہ والد کو خواہ مخواہ روا نہین ہو کہ بچہ کو اُسکی مان سے چھڑادے اور تمام مسائل اسکے ترجمۂ عالمگیری کتاب الرضاعہ والحضانہ سے تلاش کرنا چاہئین۔ قولہ لَا تُضَآرَّ۔ بفتح را مشددہ بصیغۂ نہی اصل مین لا تضارر تھا اور معروف ومجہول دونون پڑھا گیا اور مرفوع بنا بر خبر کے پڑھا گیا ہو پھر والد پر نان نفقہ جب ہو کہ وہ زندہ ہو اور اگر مرگیا ہو تو وارث قائم مقام ہو چنانچہ فرمایا وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ۔ اور وارث پر اسکے مثل ف نان نفقہ مرضعہ واجب ہو یہ معطوف ہو علی المولود لہ پر علماء نے اسکی تفسیر مین اختلاف کیا ہو پس بعض نے کہا کہ وارث سے مراد وارث الاب یعنے خود طفل مذکور ہو یعنے اگر باپ مرگیا تو اس طفل پر اسکے مال سے جو اسنے اپنے باپ سے میراث پایا ہی دودھ پلائی کا خرچہ واجب ہوگا اور یہ قول قبیصہ بن ذویب کا ہو اور یہی شافعیؒ سے مروی ہو اور مفسر جلال سیوطیؒ نے اسکو اختیار کیا ہو اور ضحاکؒ سے مروی ہو کہ انھون نے بھی وارث الاب یعنے باپ کا وارث لیا اور کہا کہ باپ کے وارث پر اس طفل کے دودھ پلائی کا خرچہ واجب ہو بشرطیکہ اس طفل کا خود کچھ مال نہو اور اگر ہوگا تو خرچہ اسی کے مال سے دلایا جاویگا اور یہ مشعر ہو کہ طفل کے بھائی وغیرہ پر یہ حکم ہو اور امام مالک نے بھی ایسا ہی کہا ہو دلیکن یہ کہا ہو کہ یہ منسوخ ہو اور آدمی پر اپنے بھائی وقرابتی ونانے والے کسی کا خرچہ لازم نہین ہو اور کہا گیا کہ معنے اسکے یہ ہین کہ علی الوارث اے وارث المولود۔ پر یعنے بچہ کے وارث پر خواہ مان ہو یا بھائی ہو یا قرابتی ہو اس بچہ کی دودھ پلائی کا خرچہ اسیطرح واجب ہو جیسا کہ بچہ کے باپ پر واجب تھا اور یہ قول حضرت عمر بن الخطابؓ اور قتادہ وسدی وحسن ومجاہد وجمہور سلف سے مروی ہو اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ وابن ابی لیلی واحمد واسحق کا ہو اگرچہ انہین باہم ایسا اختلاف ہو کہ ہر مرد وعورت پر جو میراث لے سکتا ہو ایسا خرچہ اُٹھانا واجب ہو یا فقط مردون ہی پر ہو یا ہر نانے دار پر ہو اور حنفی مسائل اسکے ترجمۂ عالمگیریہ کی کتاب الرضاعتین مذکور ہین۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہی جمہور کا قول ہو اور ابن جریر نے اسکو اپنی تفسیر مین پورا پورا بیان کیا ہو اور اسی سے حنفیہ اور حنبلیہ نے استدلال کیا کہ قرابتون مین بعض کا نفقہ بعض پر واجب ہوتا ہی اور یہی اصح ہو بعض نے اعتراض کیا کہ اس بنا پر لازم آتا ہو کہ باوجود تونگری طفل کے اقارب پر اسکا نفقہ واجب ہو جواب دیا گیا کہ یہ کچھ نہین اسواسطے کہ

حکم مذکور اس صورت مین ہے کہ طفل نفیر ہو فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اور اگر مان باپ نے
چاہا دودھ چھڑانا باہمی دونون کی رضامندی و مشورت سے تو دونون پر کچھ گناہ نہین ہے ف کیونکہ بچہ کی بہتری مین انکی شفقت کافی ہے پس دونون
بچہ کی بہتری ملحوظ رکھین۔ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ
بِالْمَعْرُوْفِ ۔ اور اگر تم چاہو کہ اپنی اولاد کو دودھ بلواؤ تو تم پر کچھ گناہ نہین ہے جبکہ تمنے جو دیا ہے بطور معروف سپرد کردو ف مفسرین نے اسکے معنے یہ بیان
کیے کہ یہ خطاب والد کو ہے یعنے اگر والد نے چاہا کہ سوا‏ے طفل کی والدہ مطلقہ کے کسی اور دائی سے دودھ بلوائے تو اسپر گناہ نہین جبکہ اجرت جسکے دینے
کا ارادہ کیا ہے بطور معروف یعنے خوشی خاطر سے سپرد کردے (ھ) اس صورت مین ضرور ہے کہ ما اتیتم کی تاویل کی جاوے اور مارادتم ایتاؤہ یعنے جسکے
دینے کا تمنے ارادہ کیا ہو اور یہ تاویل کیجاوے کہ اس اجرت کا پیشگی دینا جو لازم آتا ہے یہ اجارہ صحیح ہونے کی شرط نہین ہے کیونکہ پیشگی اجرت دینا ضروری نہین
بلکہ یہ شرط فقط اسواسطے ہے کہ دودھ پلانے والی دائی کا دل خوش رہے اور ابن کثیر نے ذکر کیا یعنے جبکہ اتفاق کرین والد و والدہ دونون اس بات پر کہ بچہ
اُسکی والدہ سے لیکر دوسری دائی کو دیا جاوے بسبب اسکے کہ والدہ کو کوئی عذر ہے یا والد کی طرف سے کوئی عذر ہو تو اسمین کوئی مضائقہ نہین بشرطیکہ گذرے
دنون کی جو کچھ اجرت اسکی والدہ کی ہے وہ اسکو اچھے طور سے اسکا والد اسکی والدہ کے سپرد کردے اور اسمین سے کچھ کمی نہ کرے اور یہ قول بہتیرے علماء سے
اسکی تفسیر میں مروی ہے اور اس صورت پر ارادتم کا خطاب مردون و عورتون یعنے باپون و ماؤن کو عام ہوگا اور لفظ مین باپون کو بسبب شرافت کے
غلبہ دیکر ارادتم بصیغہ مذکر آیا ہے اور ایسا اکثر آتا ہے اور یہ تفسیر اظہر و احسن ہے اور شیخ دہلوی نے بھی فوائد ترجمہ مین اسی پر جزم کیا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔ اور اللہ تعالے سے تقوی کرو اور جان لو کہ کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب
دیکھتا ہے ف پس ہمیشہ اسکے حکم کے موافق اعمال مین نیک نیتی سے شرع کی اتباع کرو۔ اہل سنت نے اتفاق کیا کہ اللہ تعالے
دیکھتا ہے اور دیکھنا اسکا مانند کسی اور مخلوق کے دیکھنے کے نہین اور کوئی چیز اسکے دیکھنے سے پوشیدہ نہین ہے اور دیگر فرقہ مبتدعہ اسمین تاویلین کرتے ہین اور یہ لوگ خلاف
راہ اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم اور سلف امت صحابہ و تابعین اہل سنت کے برخلاف ہین و نعوذ باللہ من الضلال پھر اللہ تعالے نے تتمہ عدت کا حکم بیان فرمایا فقال
وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا
اور جو لوگ مرجاوین تم مین اور چھوڑین اپنی عورتین وہ عورتین انتظار مین رکھین اپنے آپ کو چار مہینہ اور دس دن پھر
بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ
پھر جب پہونچ چکین اپنی عدت کو تو تم پر گناہ نہین اسمین جو وہ اپنے حق مین کرین موافق دستور کے اور اللہ کو تمہارے کام کی خبر ہے
پہلے طلاق کی وجہ سے عورت کے چھوٹ جانیکا حکم بیان فرمایا پھر ان عورتون کا حکم فرمایا جو شوہرون کی وجہ سے چھوٹ رہین پس طلاق والیون کی
عدت تو تین حیض یا تین مہینے قائم مقام حیض کے اگر حیض کے قابل نہون مقرر ہوئی اور جسکا شوہر مرجاوے اسکی عدت چار مہینے دس رات مقرر
ہوئی اور ان راتون مین دس دن بھی آگئے اسیواسطے عشرا فرمایا اور اگر خالی دن ہوتے تو عشرۃ ہوتا کیونکہ عشر لیال و عشرۃ ایام بولتے ہین
بقولہ تعالے۔ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
وَّعَشْرًا ۔ اور تم مین سے جو مرجاوین اور چھوڑین اپنے ازواج کو تو یہ عورتین اپنے آپ کو چار ماہ دس راتین روکین ف جبکہ حاملہ نہون اور اسی طرح
زوجہ اگر غیر کی باندی ہو تو اسکی عدت نصف یعنے دو مہینے پانچ راتین ہین۔ اور حاصل کلام یہ ہے کہ جو کتاب میں تم پر تلاوت ہوتی ہے اسمین متوفی مردون کی
عورتون پر عدت کا یہ حکم ہے الخ یا یہ معنی کہ جو مرین انکے بعد انکی عورتین چار ماہ دس رات انتظار کرین۔ منکم سے خطاب مخصوص انھین موجودین کو نہین ہے ع

بلکہ تمام لوگون کے واسطے یعنے مسلمانون مین سے جو مرے قیامت تک۔ ازواج جمع زوج اور عرب والے زوج کا لفظ مرد و عورت دونون پر اطلاق کرتے ہین جیسے جفت کا لفظ کہ نر و مادہ دونون پر بولا جاتا ہو کہ ہر ایک دوسرے کا جفت ہو قال ابن کثیرؒ اللہ تعالی کی طرف سے ان عورتون کے واسطے جنکے شوہر ان کو چھوڑ مرین یہ حکم ہو کہ یہ عورتین چار مہینے اور دس رات تک عدت مین رہین اور یہ حکم بالاجماع مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون قسم کے زوجات کو شامل ہو کیونکہ آیہ کریمہ عام ہو اور نیز یہ بھی دلیل کہ حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ہنوز اسکے ساتھ دخول نہین کیا تھا کہ مرگیا اور اسکے لیے کچھ مہر بھی معین نہین کیا تھا پس اس واقعہ کے جواب کے واسطے پوچھنے والے ابن مسعودؓ کے پاس ایک مہینے تک متواتر آئے آخر انھون نے فرمایا کہ مین اس مین اپنی راے یعنے اجتہاد سے کہتا ہون پس اگر ٹھیک ہوگا تو اسکی طرف سے ہو اور اگر چوک ہوئی تو میری طرف اور شیطان کیطرف سے ہو اور اللہ اور اسکا رسول دونون اس سے بری ہین پس کہا کہ اس عورت کے واسطے اسکا پورا مہر واجب ہو اور ایک روایت مین اسکو اسکا مہر مثل چاہیے بدون کمی زیادتی کے اور اس عورت پر عدت لازم ہو اور اسکو میراث بھی پہنچتی ہو پس معقل بن یسار اشجعی کھڑے ہوے اور کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپنے بروع بنت واشق کے حق مین یہی فیصلہ فرمایا تھا پس عبداللہ بن مسعود اسکو سنکر نہایت ہی خوش ہوے اور ایک روایت مین ہو کہ قبیلہ اشجع مین سے چند مرد کھڑے ہوے اور انھون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے حق مین یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ اس حدیث کو امام احمد و اہل سنن نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہی پس اس سے ثابت ہوا کہ غیر مدخولہ پر بھی عدت واجب ہو اور اس سے کوئی عورت خارج نہین مگر وہ عورت کہ حاملہ ہو کیونکہ اسکی عدت بوضع حمل ہو اگرچہ شوہر کی وفات کے بعد بہت ہی جلد حتی کہ ایک ساعت بعد وضع حمل کرے کیونکہ سورۂ طلاق مین اللہ تعالے نے حکم دیا ہو کہ واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن۔ یعنے حمل والیون کی عدت یہ ہو کہ وضع حمل کرین۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر اسکا شوہر ہنوز تختہ پر نہلایا جاتا ہو تو وضع حمل سے حلال ہو جائیگی اور ابن عباسؓ کی راے تھی کہ ایسی عورت پر واجب ہو کہ ہر دو مدت مین سے جو دراز ہو اسکے ساتھ عدت کرے یعنے اگر شوہر مرا پس اگر وضع حمل چار مہینے دس روز سے پہلے ہوا تو چار مہینے دس روز پورے کرے اور اگر بعد کو ہوا تو وضع حمل اسکی عدت ہو تاکہ دونون آیتون مین اجتماع ہو جاوے قال ابن کثیرؒ یہ اجتہاد حسن ہوا کیونکہ سبیعہ اسلمیہ کی قصہ مین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صریح موجود ہو جیسے صحیحین وغیرہ مین کئی وجہ سے روایت ہو کہ سبیعہ اسلمیہ کا شوہر سعد بن خولہ اسکو حاملہ چھوڑ کر مرگیا پھر دیر نہ گذری کہ اسکے وفات کے بعد سبیعہ اسلمیہ نے وضع حمل کیا اور ایک روایت مین ہو کہ اسکی وفات کے چند ہی راتون بعد وضع حمل کیا پھر جب اپنے نفاس سے پاک ہوئی تو اسنے منگنی چاہنے والون کے لیے اپنے آپ کو آراستہ کیا پس ابو السنابل بن بعکک اسکے پاس آئے اور کہا کہ مین تجھے دیکھتا ہون کہ تو اپنی آرائش کرتی ہو شاید تو چاہتی ہو کہ مین نکاح کرون مگر واللہ تو نکاح کرنے والی نہین یہانتک کہ تجھپر چار مہینے دس روز گذر جاوین۔ سبیعہؓ کہتی ہین کہ جب ابو السنابل نے مجھسے یون کہا تو جب شام ہوئی تو مین اوڑھ لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور مین آئی پس مین نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا تو آپ نے مجھے فتوی دیا کہ مین نے جب وضع حمل کیا تھا تب ہی سے حلال ہو گئی ہون اور مجھے آپنے حکم دیا کہ اگر مجھے مصلحت معلوم ہو تو مین نکاح کرلون۔ شیخ عبدالبر نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس پر جب حدیث سبیعہؓ سے حجت پیش کی گئی تو انھون نے اسی طرف رجوع کر لیا تھا اور کہا کہ انکا رجوع کر لینا اس دلیل سے بھی صحیح معلوم ہوتا ہو کہ انکے شاگردون نے بھی موافق حدیث سبیعہؓ کے فتوی دیا ہو جیسا کہ تمام اہل علم کا قول ہو قال ابن کثیرؒ اور نیز اس حکم مین سے ایسی زوجہ بھی مستثنی ہو جو کسی غیر کی باندی ہو کیونکہ باندی کی مدت دو مہینے پانچ راتین یعنے آزاد عورت کی عدت سے آدھی ہو اور یہی جمہور علماء کا قول ہو اور بعضے علماء جیسے محمد بن سیرین و بعضے ظاہریہ اس مقام پر زوجات آزادہ و باندیون مین فرق نہین کرتے اور دونون کی عدت برابر کہتے ہین اس دلیل سے کہ آیت کریمہ عام ہو اور نیز عدت از باب امور جبلیہ ہو جسمین پیدائشی حالت یکسان ہو سعید بن المسیب و ابو العالیہ وغیرہ نے ذکر کیا ہو کہ وفات کی عدت چار مہینے دس رات مقرر ہونے مین یہ حکمت ہو کہ شاید رحم مین حمل ہو تو اسقدر مدت کی انتظار مین حال کھل جائیگا جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث مین جو صحیحین وغیرہ

مین ہو بیان ہو کہ تم مین سے ہر آدمی کی خلقت اسکی مان کے پیٹ مین چالیس روز مجموع ہوکر نطفہ ہوتی ہو پھر اسیقدر مدت مین علقہ ہوتی ہو پھر اسیقدر مدت مین مضغہ ہوتی ہو پھر اللہ تعالے اُسکی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہو کہ اسمین روح پھونکتا ہو پس ان تین چلون کے چار مہینے ہوے اور اسکے بعد کی دس راتون مین احتیاط ہو کیونکہ بعضے مہینون مین کمی ہوتی ہو اور نیز روح آجانے کے بعد اسکی حرکت سے صاف حال کھل جاوے کیونکہ حرکت اسکے بعد ظاہر ہوگی قتادہ نے سعید بن المسیب سے روایت کی کہ مین نے پوچھا کہ دس راتون کے زیادہ ہونے مین کیا حکمت ہو تو کہا اسمین روح پھونکی جاتی ہو اور ربیع بن انس نے ابو العالیہ سے کہا کہ چار مہینون کے ساتھ دس راتین کیون ہوئین تو کہا اسلیے کہ ان مین روح پھونکی جاتی ہو رواہما ابن جریرؒ اور مہین سے امام احمد سے ایک روایت مین آیا ہو کہ وفات کی صورت مین ام ولد کی عدت مثل آزادہ منکوحہ کے ہو کیونکہ وہ بھی مثل آزادہ عورتون کے فراش ہوئی ہو اور اس وجہ سے کہ امام احمد نے روایت کی کہ عمرو بن العاص نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ہمپر مشتبہ نہ کرو ام ولد کا مالک جب مرجاوے تو اسکی عدت چار مہینے دس روز ہو۔ رواہ ابو داؤد وابن ماجہ بوجوہ اخر ایضا اور امام احمد سے مروی ہو کہ انھون نے اس حدیث سے انکار کیا اور اسمین علت یہ بیان کی گئی کہ قبیصہ بن ذویبؒ نے عمرو بن العاص سے سُنا نہین ہو قال المترجم ولیکن حاکم نے اسکو روایت کرکے صحیح کہا ہو اور دارقطنی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ یہ موقوف ہو یعنے خود عمرو بن العاص کا قول ہو مترجم کہتا ہو شاید کہ امام احمدؒ نے حدیث کے مرفوع ہونے سے انکار کیا ہو لیکن جب نص نہو تو قول صحابی کو وہ بھی حجت مانتے ہین پس حجت مین صحابی کا قول لے لیا قال ابن کثیر اور سلف مین سے ایک گروہ جنھین سعید بن المسیب ومجاہد وسعید بن جبیر وحسن وابن سیرین وابو عیاض وزہری وعمر بن عبد العزیز بھی ہین اسی طرف گئے ہین اور یہی قول اوزاعی واسحق بن راہویہ کا اور ایک روایت امام احمد سے ہو اور طاؤس وقتادہ نے کہا کہ ام ولد کا مالک جب مرجاوے تو اسکی عدت دو مہینے پانچ راتین یعنے آزادہ منکوحہ کی عدت سے نصف ہے اور امام ابو حنیفہ واُنکے اصحاب وثوری وحسن بن صالح نے کہا کہ وہ تین حیض سے اپنی عدت پوری کریگی اور یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن مسعودؓ وعطا وابراہیم نخعی کا ہو اور مالک وشافعی ومشہور قول امام احمد مین اسکی عدت ایک حیض ہو اور یہ قول ابن عمر وشعبی ومکحول ولیث وابو عبید وابو ثور کا ہو اور مالک نے کہا کہ اگر اسکی حالت یہ ہو کہ اسکو حیض نہوتا ہو تو اسکی عدت تین مہینے ہو اور شافعی نے کہا کہ جمہور کے نزدیک ایک مہینہ ہو ولیکن تین مہینہ کی عدت کا قول میرے نزدیک زیادہ پسند ہو قال المترجم اور شاید یہ اختلاف ام ولد کے حق مین ہو یعنے ایسی باندی کے حق مین ہو جو اپنے مالک کے تحت تصرف مین ہو اور اس سے حبلی ہو ورنہ ابن العربی رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ اسپر اجماع ہو کہ باندی کی عدت آزادہ منکوحہ کی عدت سے نصف ہو سوے قول اصم کے اور باجی نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ اسمین کسی نے خلاف کیا ہو سواے قول ابن سیرین کے کہ وہ باندی وآزادہ کی عدت برابر کہتے ہین مگر یہ قول اُنسے صحیح روایت سے ثابت نہین ہوتا و قال المترجم اور یہ جو توجیہ بیان کی گئی کہ اس عدت مین باندی وآزادہ کے درمیان مساوات کی وجہ یہ ہو کہ اگر حمل ہو تو اس مدت مین ظاہر ہوجاوے اور یہ امر جبلی خلقی ہو اسمین آزادہ وباندی دونون یکسان ہین تو میرے نزدیک یہ توجیہ محل تامل ہو اسواسطے کہ اگر یہی بات ہوتی تو ضرور تھا کہ جو عورت غیر مدخولہ ہو اسکی عدت کچھ نہوتی جیسے طلاق کی صورت مین نہین ہوتی ہو حالانکہ حدیث صحیح ابن مسعود مین جو اوپر گذری ہو غیر مدخولہ کے واسطے عدت وفات چار مہینہ دس رات متعین ہوئی ہو پس کیونکر قیاس مذکور معتمد ہوگا پھر رہی ام ولد کی عدت تو جمہور متاخرین کے قول وقیاس سے اعلی واولی یہ ہو جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن مسعودؓ سے مروی ہو کہ اسکی عدت تین حیض ہو کیا تجھے کافی نہین جلالت قدر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور انھین حضرت کی اتباع کی ہے ابو حنیفہؒ نے پس معتمد قول اسمین یہی قول ہو اور یہی ہمارے نزدیک مذہب ہو۔ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔ پھر جب یہ عورتین اپنی میعاد کو پہونچ جاوین تو جو کچھ اپنی جانون کے بارہ مین امر معروف شرعی سے کرین اسمین تمپر کچھ گناہ نہین ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے

خوب خبردار ہو ف یہان بلوغ اجل سے مراد انقضاء عدت ہو بلا خلاف ۔ فلا جناح علیکم مین خطاب عورت کے اولیا کو ہو یا تمام مسلمانون کو ہو اسواسطے کہ امر منکر پر روکنا عامہ مسلمانون پر واجب ہو اور بالمعروف سے مراد یہ ہو کہ خلاف شرع کوئی زینت وغیرہ حرکت نہ کرین اور اولی یہ ہو کہ شرع و دستور ملک سے خلاف نہو ۔ قال ابن کثیر فی التفسیر اس آیہ سے مستفاد ہوتا ہو کہ جس عورت کو اسکا شوہر چھوڑ مرا اسپر حداد یعنے سوگ کرنا واجب ہو اور حداد عبارت ہو آرائش ترک کرنے اور نیز زیور ولباس وغیرہ جو شوہرون کے واسطے ہوتا ہو اسکو ترک کرنے سے کیونکہ صحیحین مین حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش سے ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہین کسی عورت کو جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالے و روز قیامت پر یہ بات کہ حداد کرے کسی مردے پر تین روز سے زیادہ ۔ مگر اپنے شوہر پر کہ چار مہینے دس رات حداد کرے ۔ اور نیز صحیحین مین ام سلمہ سے روایت ہو کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ میری بیٹی کا شوہر مرگیا اور اسکی آنکھون مین بیماری ہو بھلا مین اسکے سرمہ لگا دون تو فرمایا کہ نہین پس اسنے دو یا تین بار پوچھا ہر بار آپ نے فرمایا کہ نہین پھر فرمایا کہ یہ تو چار مہینہ دس دن رات ہی ہین اور حال یہ ہو کہ زمانہ جاہلیت مین ایک تم مین کی ایک سال تک صبر کیے بیٹھی رہتی تھی ۔ پھر زینب بنت ام سلمہ نے فرمایا کہ جاہلیت مین یہ دستور تھا کہ جب کسی عورت کا خاوند مرجاتا تو وہ ایک حفش (تنگ تاریک کوٹھری ۱۲) مین گھس بیٹھتی اور بہت خراب کپڑے پہنتی اور کوئی خوشبو نہین چھوتی تھی اور نہ کوئی اور چیز یہانتک کہ اسپر ایک سال گذرتا پھر وہ اسمین سے نکلتی پس اسکو مینگنیان دی جاتی تھین پس وہ انکو اتار کر پھینکتی پھر اسکو جانور یا بکری یا پرند وغیرہ ملتا پس اس سے افتضاض کرتی پس جس سے وہ افتضاض کرتی اکثر وہ مرجاتا تھا قال ابن کثیر اور یہین سے اکثر علماء سلف اسطرف گئے ہین کہ یہ آیت ناسخ ہو اپنے مابعد والی آیت یعنے قولہ ۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول غیر اخراج الآیۃ ۔ جیسا کہ ابن عباس وغیرہ نے کہا ہو قال ابن کثیر بالجملہ عدت وفات مین حداد کرنا یعنے زینت وغیرہ ترک کرنا واجب ہو اور اسمین بھی ایک قول بالاتفاق ہو اور طلاق رجعیہ مین حداد واجب نہونا ایک قول اتفاقی ہو تاکہ مطلقہ رجعیہ کی زینت سے شوہر اسکی طرف رجوع کرے اور رہا یہ کہ طلاق بائن کی عدت مین حداد واجب ہو یا نہین سو اسمین دو قول ہین ۔ پھر جاننا چاہیے کہ عدت وفات مین سب قسم کی زوجہ پر حداد واجب ہو خواہ وہ صغیرہ ہو یا آئسہ ہو خواہ آزادہ ہو یا باندی ہو خواہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو مثلا یہودیہ یا نصرانیہ کسی مسلمان کے تحت مین ہو کیونکہ آیت عام ہو اور امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب وثوری کے نزدیک کافرہ عورت پر حداد نہین ہو اور یہی قول امام مالک کے شاگردون مین سے اشہب اور ابن نافع کا ہو اور حجت انکی قول صلی اللہ علیہ وسلم ہو کہ آپنے فرمایا کہ حلال نہین ایسی عورت کو جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالے اور روز قیامت پر کہ حداد کرے کسی میت پر تین روز سے زائد مگر اپنے شوہر پر چار مہینہ دس راتین ۔ رواہ الشیخان ۔ پس ان علما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو امر تعبدی قرار دیا ہو اور امور تعبدی مین کافرہ کو نصیب نہین ہو پھر امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب وثوری نے صغیرہ مسلمہ کو بھی اسی کے ساتھ لاحق کیا باین معنی کہ وہ بسبب صغیرہ ہونے کے مکلف نہین ہو اور نیز ابو حنیفہ وانکے اصحاب نے مسلمان باندی کو بھی اسکے ساتھ لاحق کیا کیونکہ اسکی لیاقت مین نقصان ہو والکلام فی الفقہ قولہ فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف ۔ ابن جریج نے مجاہد سے روایت کی اے نکاح حلال طیب ۔ حاصل یہ ہو کہ بعد انقضاے عدت کے اگر عورت بطور معروف نکاح حلال طیب کرلے تو تم لوگون پر کچھ گناہ نہین ہو تم مت روکو ۔ اور حسن و زہری و سدی سے بھی اسکے مانند تفسیر مروی ہو قال المترجم ائمہ حنفیہ نے اسی آیت سے بدون ولی کے عورت کے خود نکاح کرلینے کو جائز کہا ہو کیونکہ اللہ تعالے نے فعلن کی نسبت عورتون کی طرف کی ہو یعنے اپنے واسطے وہ نکاح کرلین اور ایسے ہی حتی تنکح زوجا غیرہ مین بھی نکاح کرلینے کی نسبت عورت کی طرف کی اور ایسے ہی قولہ فلا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن مین نکاح کرلینے کی نسبت عورتون کی طرف کی ہو اور جو لوگ اسطرف گئے ہین کہ بدون ولی کے نکاح نہین جائز ہو وہ اسکا یہ جواب دیتے ہین کہ فلا جناح علیکم مین خطاب اولیا کو ہو پس اگر بدون ولی کے نکاح جائز ہوتا تو وہ مخاطب نہوتا ۔ اقول یہ جواب کچھ

نہین ہو اسواسطے کہ اس تعقیبہ کی ملازمت ممنوع ہو کیونکہ اسمین کوئی لزوم نہین کہ اگر ولی کے بغیر نکاح روا ہوتا تو وہ مخاطب کیون ہوتا اسواسطے کہ روا ہو کہ خطاب کی وجہین دیگر ہون بلکہ یہی ٹھیک ہو کہ اور وجہ سے ولی کو خطاب کیا اور وجہ یہ ہو کہ اسکی تزئین و آرائش کو اور خطبہ کرنے والون کے واسطے متعرض ہونے کو لیا اوقات ولی مانع ہوتا ہو لہذا اولی کو خطاب کیا کہ اپنے ہم کفو سے جب وہ ایسا کرین تو تم مانع مت ہو اور ائمہ حنفیہ اس امر کا انکار نہین کرتے ہین کہ ولی کو اپنے حق کی حفاظت اور عورت کی بہتری کے خیال سے حق ہو پس ان حقوق کے واسطے ولی کی ولایت لینا اور نفس نکاح کے جواز مین عورت کا خود مستقل ہونا ایسا قول ہو کہ آیات واحادیث مین اس سے پوری توفیق حاصل ہوجاتی ہو بدون اسکے کہ آیت کی تخصیص اور معنی کا تغیر لازم آوے فافہم۔ منجملہ بیان احکام عدت

کے غیر کی طرف سے منگنی وغیرہ کی تصریح و تعریض ہو بقولہ تعالے

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ

اور گناہ نہین تم پر　جو پردے مین کہو　پیغام نکاح کا　عورت کو　یا چھپا رکھو　اپنے دل مین　معلوم ہو اللہ کو کہ تم البتہ انکا دھیان کروگے

وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ

لیکن وعدہ نہ کر رکھو انسے چھپ کر　مگر یہی کہ کہہ دو　ایک بات جسکا رواج ہو　اور نہ باندھو　گرہ نکاح کی　جب تک

يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

پہونچ چکے حکم اللہ کا　اپنی مدت کو　اور جان رکھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو تمھارے دل مین ہو اور اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا تحمل والا ہو

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ تم پر کچھ گناہ نہین جو عورتون کی منگنی مین تم تعریض کروف پردہ کے ساتھ ڈھکی ہوئی خواہش منگنی ظاہر کرو۔ یعنے ان عورتون سے جنکے شوہر انکو چھوڑ مرے ہین زمانہ عدت مین۔ جیسے مثلاً کہو کہ تم تو خوبصورت عورت ہو اور تم سی عورت ملتی کسکو ہو اور تمھاری طرف تو رغبت کرنے والے بہت ہین أَوْ أَكْنَنتُمْ۔ یا تم چھپا رکھو۔ فِي أَنفُسِكُمْ۔ اپنے دلون مین ف انکے قصد نکاح سے تو بھی گناہ نہین۔ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ۔ اور اللہ تعالے تو جانتا ہے کہ تم عنقریب انکو ذکر کروگے ف یعنے انکے ساتھ منگنی کا ذکر کروگے اور انسے صبر نہ کروگے پس تمھارے لیے تعریض مباح کردی ہے۔ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا۔ ولیکن تم ان عورتون سے خفیہ وعدہ مت ٹھہراؤ ف یعنے وعدہ نکاح یا وعدہ جماع کہ یہ گناہ ہو۔ إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا۔ لیکن یہ کہ تم قول معروف کہو ف جو تمکو شرع مین مباح کیا ہو اور وہی تعریض مذکور ہو تو یہ جائز ہو۔ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ۔ اور مت عزم کرو عقد نکاح کو یہانتک کہ کتاب اپنی میعاد کو پہونچ جاوے ف یعنے لکھی ہوئی عدت پوری ہوجاوے تب اسکے بعد البتہ عقد نکاح کو مضبوط کرو۔ اور قبل عدت کے عزم مت کرو۔ اور یہ وہم شیطانی نہ آوے کہ یہ امر مخفی ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ۔ اور یقین رکھو کہ جو تمھارے دلون مین ہو اللہ تعالے جانتا ہو پس اس سے ڈرتے و بچتے رہو ف کہ ایسا نہو کہ عذاب کرے اور تاخیر عذاب مین بھی دلیری مت کرو۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ اور یقین جان لو کہ اللہ تعالے غفور حلیم ہو ف وہ حلم سے تاخیر فرماتا ہو۔ صحیح یہ ہو کہ جناح لفظ عربی فصیح ہو اور معنی اسکے گناہ ہین اور کبھی بمعنی تنگی بھی مستعمل ہوتا ہو اور عرضتم از تعریض ہو جو ضد تصریح ہو بعض نے کہا کہ ماخوذ ہو از عرضت الرجل۔ اے مین نے اسکو ہدیہ دیا چنانچہ حدیث مین ہو کہ ان رکبا من المسلمین عرضوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر ثیابا بیضا۔ اے چند سواران مسلمین نے رسول اللہ صلعم و ابو بکر کو سپید کپڑے ہدیہ دیے پس تعریض کرنے والا بھی دوسرے کو ایسا کلام دیتا ہو جس سے وہ اسکی مراد سمجھ جاتا ہو اور خطبہ[1] کے معنی منگنی کرنا۔ اور آیۃ کے معنی یہ ہین کہ جن عورتون کے شوہر گذر گئے ہین

[1] خطبہ کے معنی پیام دینے کے ہین چونکہ پیام سودی ہوتا ہو اس جانب کہ منگنی اور نکاح تک نوبت پہونچے اسوجہ سے خطبہ کا ترجمہ منگنی سے کیا گیا ہو حفیظ علی گینوی عفی عنہ

اگر تم انکی عدت کے درمیان مین ان سے صریح منگنی کو نہ کہو بلکہ تعریض کرو تو تمپر گناہ نہین ہو اور ابن عباس سے تعریض کی صورت یون مروی ہو کہ اس معتدہ عورت سے یون کہے کہ مین بھی نکاح کرنیکا ارادہ رکھتا ہون۔ یعنے یون نہ کہے کہ مین تجھسے نکاح کرنا چاہتا ہون بلکہ محض اپنا ارادہ بیان کرے یا یون کہے کہ اللہ تعالے سے امیدوار ہون کہ مجھے کوئی نیک بخت عورت دیدے یا کہے کہ مجھے بھی جورو کی حاجت ہو تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ اماموں کے نزدیک اتفاق ہو کہ جو عورت اپنے شوہر کے وفات کی عدت مین ہو اس سے تعریض کرنا بدون تصریح خطبہ کے روا ہو اور یہی حکم اُس عورت کا ہو جو تین طلاق کی عدت مین ہو اور یہی وہ عورت جو تین طلاق سے کم مطلقہ ہو اور عدت مین ہو تو اختلاف نہین کہ اس سے اس کے شوہر طلاق دہندہ کے سوا دوسرے کو تعریض یا تصریح حرام ہو۔ قولہ او اکننتم۔ اکنان یعنی چھپا رکھنا اور خفیہ کرنا اسکی صورت یہ ہو کہ عورت کے وہان جاوے اور اسکو سلام کرے مگر اور کچھ کلام تعریض خواہ ہان ہو یہ چاہے بیجد ے۔ قولہ ولکن لا تواعدوھن سرا۔ علما نے لفظ سر کے معنے مین اختلاف کیا ہو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ابو مجلز و ابو الشعثا یعنے جابر بن زید و حسن بصری و ابراہیم نخعی و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس و سلیمان تیمی و مقاتل بن حیان و سدیؒ نے کہا کہ مراد زنا ہو اسکو ابن جریر نے اختیار کیا ہو اقول یعنے عدت مین انسے زنا کا پھر اسکے بعد نکاح کا باہم وعدہ نہو کذا قیل۔ پھر ابن کثیر نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لا تواعدوھن سرا۔ یعنے اس سے مت کہہ کہ مین عاشق ہون اور مجھسے عہد کر کہ میرے سوا دوسرے سے نکاح نہ کریگی اور مانند اسکے اور الفاظ یہ بیت کیے اور ایسا ہی سعید بن جبیر و شعبی و عکرمہ و ابو الضحی و ضحاک و زہری و مجاہد و ثوری سے روایت ہو کہ مراد یہ ہو کہ اس عورت سے یہ عہد پیمان نہ لیوے کہ اسکے سوا اور کسی سے نکاح نہ کریگی اقول جمہور علما اسی طرف گئے ہین کہ آیت کے یہی معنی ہین قال ابن کثیر اور ابن زید نے کہا کہ سر سے یہ مراد ہے کہ عدت مین عورت سے خفیہ نکاح کرے پھر جب وہ عدت سے حلال ہو تو اسکو ظاہر کردے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ احتمال ہے کہ آیت کریمہ ان سب معنی کو شامل ہو یعنے ان سب سے ممانعت ہو اور بعض نے ذکر کیا کہ سر یعنی جماع ہوا ہے انکی رغبت دلانے کے لیے اپنے آپ تعریف نہ کرو کہ زیادہ جماع کرنے والے ہین اور شافعیؒ نے یہی معنے لیے ہین۔ قولہ الا ان تقولوا قولا معروفا۔ یعنی وہی تعریض جو اوپر مباح فرمائی ہو جیسے کہے کہ تیری طرف رغبت کرنے والے بہت ہین اور یہی قول ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر و سدی و ثوری و ابن زید سے مروی ہو اور ابن سیرین نے کہا کہ مین نے عبیدہ سے کہا کہ اسکے کیا معنے ہین تو فرمایا کہ اس عورت کے ولی سے کہے کہ تو اسکا نکاح نکردینا یہان تک کہ مجھے آگاہ کردینا رواہ ابن ابی حاتم علما نے اجماع کیا ہو کہ عدت کے اندر نکاح صحیح نہین ہو اور جسنے عدت مین نکاح کیا ان مین تفریق کردی جائیگی یعنے دونون جدا کردیے جاوینگے پھر بعد تو اگر نکاح کرین تو جمہور کے نزدیک درست ہو اور مالکؒ کے نزدیک انکا جرم ہو کہ ہمیشہ کے واسطے جمع نہین ہوسکتے ہین اور قول جمہور اظہر ہو واللہ اعلم۔ قولہ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم۔ یعنے جو تمہارے دلون مین ہو اللہ اسکو جانتا ہو پس عورتون کی باتون مین سے جیسا کچھ تم اپنے دل مین رکھو گے وہ اللہ تعالے کو معلوم ہو پس چاہیے کہ بھلائی کو دل مین رکھو برائی کو مت رکھو ورنہ مستحق عذاب ہو گے

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى

گناہ نہین تمپر اگر طلاق دو تم عورتون کو جب تک کہ نہین ہاتھ لگایا تمنے ان کو یا نہین مقرر کیا تمنے انکے واسطے حق اور انکو خرچ دو

الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝

وسعت والے پر اسکے موافق ہو اور تنگی والے پر اُسکے موافق ہو جو خرچ دستور ہو لازم ہے نیکو کارون پر

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ تمپر کچھ گناہ نہین۔ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ۔ اگر تم عورتون منکوحہ کو طلاق دو۔ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ جب تک تمنے انکو مس نہین کیا۔ ف یعنے بغیر مس کے طلاق دو تو گناہ نہین ہو۔ اور حمزہ و کسائی کی قراءت مین مالم تماسوھن۔ جب تک تمنے انسے جماع نہ کیا ہو

خلاصہ یہ کہ عورت کو قبل جماع طلاق دینے میں گناہ نہیں۔ اَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۔ یا جب تک مہر کچھ فرض نہیں کیا ہو یعنے اسمیں بھی گناہ
نہیں کہ تمنے بدون مہر مقرر کرنے کے نکاح کیا پھر طلاق دیدی تو اس صورت میں عورت کے واسطے مہر نہ ہوگا مگر متعہ واجب ہے تو نصف مہر المثل سے زائد مقرر نہوگا
لہذا فرمایا۔ وَمَتِّعُوهُنَّ ۔ اور ایسی عورتوں کو متعہ دیدو یعنے ایسی چیز جس سے وہ منتفع ہوا کریں چنانچہ آنحضرت صلعم نے ایک عورت کو قبل ساتھ کے
طلاق دیدی تھی تو حکم دیا کہ اسکو رازقیہ کپڑوں کا ایک جوڑا دیدو۔ رواہ احمد وغیرہ پس اس صورت میں متعہ واجب ہے عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى
الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ۔ وسعت والے پر اسکی قدر ہے اور تنگدست پر اسکی قدر ہے ف ظاہر آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کی مقدار میں مرد کی حالت دیکھی
جائیگی۔ اور بعض متاخرین مشائخ نے عورت کا بھی لحاظ کیا اور تمام بحث مترجم کی عین الہدایہ میں ہے۔ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۔ متاع دو بطور معروف
متاع دینا۔ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۔ یہ حق ثابت کر دیا گیا محسنین پر ف جو سچے طور سے اللہ تعالے و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے
ہیں تو ضرور اسکی اتباع کرکے حق ادا کرینگے۔ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جناح کی نفی کی حالانکہ طلاق دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے اگرچہ یہ مباح اللہ تعالے کے
نزدیک ناگوار مباحات میں سے ہے اسیواسطے علمانے کہا کہ مراد یہاں الساحق نہیں جسکی وجہ سے آدمی کا دامن پکڑا جاوے لہذا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ
اے لاتبعة علیکم ۔ اور یہ ماخوذ ہے تبعت الرجل بحقی ۔ ای میں نے فلان شخص کا پیچھا پکڑا اپنے حق کے واسطے پس مراد یہ ہوئی کہ کچھ لازم نہیں آتا ہے تم پر ایسی حالت میں
طلاق دینے سے۔ اگر کہا جاوے کہ متعہ اکثر کے نزدیک واجب آتا ہے پس اس طلاق سے متعہ واجب ہوا تو جواب یہ ہے کہ نکاح یہ طلاق دینے سے اسکا وجوب
نہیں ہوا بلکہ اللہ عز وجل نے اسکو مستقل واجب فرمایا ہے اور مالم تمسوھن میں ما مصدریہ ظرفیہ ہونا مفسرین نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ شرطیہ ہے۔ ای ان
لم تمسوھن ۔ ولیکن اول اوجہ ہے اور معنی مدة عدم المسیس ہیں اور مس و مسیس بمعنی چھونا اور یہاں کنایہ جماع سے ہے چنانچہ ابن عباس و طاؤس و ابراہیم و
حسن بصری نے کہا کہ مس بمعنی نکاح یعنے جماع ہے۔ اور قولہ او تفرضوا لہن فریضة بیضاوی نے کہا کہ فرض بمعنی تسمیہ مہر ہے اے مہر کو متعین کرکے بیان
کردینا پس عدم فرض کے یہ معنی ہوے کہ مہر بیان نہیں ہوا پھر جاننا چاہیے کہ مطلقات چار قسم کی ہیں اول آنکہ مدخولہ مفروضة المہر کو طلاق دی گئی یعنے
اسکا مہر بیان ہو گیا اور اسکے ساتھ دخول بھی واقع ہو گیا پھر اسکو طلاق دی گئی تو ایسی مطلقہ کو اسکا پورا مہر واجب ہے اور اگر مہر ادا ہو چکا ہے تو شوہر کو
ممانعت ہے کہ اسمیں سے کچھ واپس نہیں لے سکتے ہیں دوم وہ کہ مدخولہ ہو مگر اسکا مہر بیان نہیں ہوا ہے تو اسمیں اسپر عدت واجب اور مہر مثل دینا پڑیگا
اور آگے آویگا فی قولہ فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن اجورہن ۔ اور سوم وہ کہ مدخولہ نہیں ہے مگر عقد نکاح میں اسکا مہر بیان ہو گیا ہے تو اسپر عدت نہیں مگر
نصف مہر دینا پڑیگا اور اسکا بیان اگلی آیت میں آتا ہے چہارم وہ کہ نہ مدخولہ ہے اور نہ اسکا مہر بیان ہوا ہو پس یہی اس آیہ کریمہ میں مذکور ہے پس
اسپر عدت واجب نہیں ہے اور نہ اسکے واسطے کچھ مہر ہے پس ایسی حالت میں اسکو طلاق دینا روا ہے اگرچہ اسمیں اسکی دل شکنی ہے اسیواسطے اللہ
تعالے نے اسکے لیے امتاع کا حکم دیا یعنے شوہر اسکو اپنی حالت کے لائق کچھ دیوے یعنے اگر تونگر ہے تو اپنی تونگری کے لائق اور اگر فقیر ہے یعنے اپنی لیاقت
رکھتا ہے کہ نکاح کرے اور اسکا مہر و نفقہ دے مگر زیادہ وسعت والا نہیں ہے تو وہ اپنی لیاقت کے موافق دیوے اور عکرمہ رح نے ابن عباس سے
روایت کی کہ متعہ طلاق میں اعلیٰ تو خادم ہے یعنی کوئی باندی یا غلام دیوے اور اوسط درجہ یہ ہے کہ روپیہ دیوے اور ادنیٰ یہ ہے کہ کپڑے دیوے اور علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباس سے
روایت کی کہ اگر خوشحال تونگر ہے تو اسکو خادم یا اسکے مانند دیوے اور اگر تنگدست ہے تو تین کپڑے دیوے اور شعبی رح نے کہا کہ اوسط درجہ
اسکا کرتا اور اوڑھنی اور پائجامہ و چادر ہے اور روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی علیہما السلام نے دس ہزار درم دیے اور عورت نے کہا کہ ع
متاع قلیل من حبیب مفارق ۔ یعنے محبوب جدا کردینے والے کے عوض یہ متاع قلیل ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کا قول وہ ہے جو ابن عباس
سے ادنی درجہ مذکور ہوا اور اسکو شعبی نے اوسط درجہ قرار دیا اور نیز ابو حنیفہ رح نے کہا کہ اگر جورو اور مرد میں متعہ کی بابت تنازع ہو تو مرد پر اس عورت کے

مثل عورتوں کا جو مہر ہو اسکا نصف واجب ہوگا اور وجہ اس قول کی ظاہر ہو کہ اگر اسکا مہر مسمی ہوگیا ہوتا تو اسکے لیے نصف مہر واجب ہوتا پس در صورتیکہ دونوں میں اختلاف ہوا اور مرد کی حالت ظاہر نہیں ہوتی ہو تو نصف مہر المثل کا حکم دیا جائیگا اور یہ ماخوذ جید ہو اور شافعیؒ کا جدید قول یہ ہو کہ شوہر پر کسی مقدار معلوم کے واسطے جبر نہیں کیا جائیگا مگر اسیقدر پر جسپر متعہ کا اطلاق ہوتا ہو اور مجھے پسندیدہ یہ ہو کہ اقل اسقدر لباس قرار دیا جائے جسمیں نماز جائز ہو جاتی ہو اور اسمیں اختلاف ہو کر آیا یہاں متعہ واجب ہو یا مستحب ہو اور ظاہر یہ ہو کہ واجب ہو کیونکہ امر موجود ہو اور یہی قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن عمر و حسن و سعید بن جبیر و زہری و قتادہ و ضحاک وغیرہ کا ہو اور یہی قول ابو حنیفہ کا ہو اور مالک اور ابو عبید کے نزدیک مستحب ہو اگرچہ اسپر اجماع ہو کہ جو عورت قبل جماع و تسمیہ مہر کے طلاق دی گئی وہ مہر وغیرہ کی مستحق نہیں سوائے اسکے کہ متعہ اسکو مل سکتا ہو خواہ بطور وجوب یا استحباب کے - پھر اگر ایسی عورت کسی کی باندی ہو تو جمہور کے نزدیک اسکو بھی متعہ ملنا چاہیے ہو اور اوزاعی و ثوری کے نزدیک نہیں چاہیے اسواسطے کہ وہ اسکے مالک کی ملک ہوگا اور متعہ اس اذیت کے مقابل میں مشروع ہو جو طلاق مذکورہ سے مطلقہ مذکورہ کو پہونچی اور ایسی اذیت کے مقابلہ میں مالک کو کسی مال کا استحقاق نہیں ہو - پھر جاننا چاہیے کہ آیا متعہ ایسی ہی مطلقہ کی واسطے واجب ہو جسکو قبل دخول کے طلاق دی گئی اور اسکا مہر مفروض نہیں ہوا یا ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہو پس تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہو کہ اسمیں علما کے چند اقوال ہیں اول آنکہ ہر مطلقہ کیواسطے واجب ہو اور یہ چند تابعین کا قول ہو اور ایک قول شافعی کا ہو جسکو بعضے شافعیہ نے جدید صحیح قرار دیا ہو - دوم آنکہ متعہ ہر ایسی مطلقہ کے لئے واجب ہو جو قبل دخول طلاق دی گئی اگرچہ اسکا مہر مفروض ہوگیا ہو پس اس قول ان ایسی مطلقہ کو نصف مہر اور متعہ ملیگا - اور سوم آنکہ غیر مدخولہ و غیر مفروضہ کے واسطے واجب ہو اور یہ قول ابن عمر و مجاہد کا ہو پھر جاننا چاہیے کہ متعہ میں اعتبار حال شوہر ہو نہ حال زوجہ پس اگر شوہر تنگدست ہو اور زوجہ مالدار جسکے ذاتی باندی غلام ہیں تو شوہر اسکو متعہ میں ادنی درجہ کی چیز یعنی تین کپڑے یا نقد

وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ اِلَّاۤ

اور اگر طلاق دو انکو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھیرا چکے ان کا حق تو لازم ہوا آدھا اسکا جو کچھ ٹھیرا چکے تھے مگر

اَنۡ يَّعۡفُوۡنَ اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِىۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ‌ؕ وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى‌ؕ وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ

یہ کہ درگذر کریں عورتیں یا درگذر کرے جسکے ہاتھ گرہ ہے نکاح کی اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہو پرہیزگاری سے اور نہ بھلاؤ بڑائی

بَيۡنَكُمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ‏

رکھنی آپسمیں تحقیق اللہ تعالے جو کرتے ہو سو دیکھتا ہے

وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً - اور اگر تمنے زوجات کو قبل مساس کے طلاق دی حالانکہ تم انکے واسطے مہر مفروض کر چکے ہو فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ - تو جو کچھ تم نے فرض کیا اسکا نصف ف یعنی اسکا ادا کرنا واجب ہو اگر تم نے ابھی نہ دیا ہو - اِلَّاۤ اَنۡ يَّعۡفُوۡنَ - مگر آنکہ یہ عورتیں اسکو عفو کریں ف اور چھوڑ دیں اور اگر تم تمام مہر دے چکے ہو تو نصف تمکو واپس ملنا چاہیے اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِىۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ - یا جسکے ہاتھ میں عقد نکاح ہو وہ معاف کر دے ف اور وہ شوہر ہو پس بنظر مروت وہ عورت سے کچھ واپس نہ لے تو اسکو اختیار ہے - وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى - اور تمہارا عفو کرنا تقوی سے بہت قریب ہے ف یعنے تقوی کے ساتھ زیادہ قریب یہی بات ہو کہ عفو کر دو - وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ - اور تم لوگ آپس میں تفضل و بھلائی کو مت بھلاؤ ف بلکہ چاہیے کہ آپسمیں ایک دوسرے پر تفضل رکھو اور یہ امر بنظر مروت کے مرد سے زیادہ لائق ہو - اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ - اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب دیکھتا ہو ف پس ہر ایک کو اسکی نیت و فعل کا ثواب ہو اگرچہ ذرہ برابر ہو - پھر واضح ہو کہ جب نصف مہر واجب کیا تو اس آیت میں دلالت ہو کہ متعہ ایسی مطلقہ کے لیے نہیں واجب ہو کیونکہ اول مطلقہ و یہ مطلقہ دونوں کی طلاق تو وطی سے پہلے ہو مگر فرق یہ کہ

اول کا مہر بھی مفروض نہ تھا اور اسکا مہر مفروض ہوا اور اول کے واسطے متعہ واجب کیا تھا اور بیان نصف مہر پس اگر بیان بھی سوائے نصف مہر کے
کچھ اور متعہ وغیرہ واجب ہوتا تو بیان ہوتا۔ پس قولہ فنصف ما فرضتم- یعنے جو مہر تم نے اسکے لیے بیان کیا ہو اور ٹھہرایا ہو اسکا نصف واجب ہوگا پس
خبر محذوف ہوا یعنے بجب لہن- اور مفسر سیوطی ؒ نے کہا اور برجع لکم النصف- تمکو آدھا واپس ملیگا تو اشارہ ہو کہ اگر مہر پہلے دیدیا ہو تو نصف شوہر کو واپس ہوگا
خواہ لے یا نہ لے اور اگر نہیں دیا ہو تو بقدر نصف کے دینا اسپر واجب ہوگا پھر اس حکم پر اجماع ہو کہ قبل دخول کے اگر ایسی عورت کو طلاق دیدی جسکا مہر ٹھہرایا ہو
تو اسکے واسطے نصف ہی مہر واجب ہوگا اور نیز اسپر بھی اجماع ہو کہ اگر ایسی عورت کو طلاق نہیں دی بلکہ دخول سے پہلے اسکا شوہر مرگیا اور مہر ٹھہر چکا ہو تو موت کی وجہ
وہ کامل مہر کی مستحق ہوگی اور اسکو میراث ملے گی اور اسپر عدت بھی واجب ہوگی- پھر اس بات میں اختلاف ہو کہ خلوت صحیحہ- آیا دخول کے قائم مقام ہوگی کہ اسمے
عورت پورے مہر کی مستحق ہوگی یا نہیں- اسمین دو قول ہین- اول آنکہ خلوت قائم مقام دخول ہوگی اور یہی خلفاے راشدین نے حکم دیا اور
یہی مذہب امام ابو حنیفہ و امام مالک و جمہور اہل علم کا ہو اور یہی امام شافعی کا قول قدیم تھا اور ان بزرگون کے نزدیک اس عورت پر عدت بھی واجب
ہوگی اور جدید قول مین شافعی کے نزدیک خلوت قائم مقام دخول نہوگی اور یہی حضرت ابن عباس وغیرہ چند اہل علم سے روایت ہو اور شافعی نے اسکو
اپنے شیخ مسلم بن خالد کے ذریعے سے لیث بن ابی سلیم کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ولیکن مسلم بن خالد اور لیث بن ابی سلیم دونوں ضعیف
ہین انسے حجت قائم نہین ہوسکتی ہو مترجم کہتا ہو کہ مسلم بن خالد کے حق مین صرف ضعف حفظ کا شبہہ ہو اور راجح یہ کہ ثقہ ہو اور اسی طرح لیث بن
ابی سلیم مین بھی مضائقہ نہین ہو اور ابو حنیفہ ؒ نے انسے روایت لی ہو علاوہ ازین بیہقی نے کہا کہ یہ ابن ابی طلحہ کے طریق سے بھی ابن عباس سے
مروی ہو واللہ اعلم- قولہ الا ان یعفون جمع مونث غائب ہو یعنے عفو کرین یہ مطلقہ عورتین جو مذکور ہین اور یہی جمہور تابعین سے مروی ہو اور ابن عباس نے خفیف
فرمایا یعنے ثیبہ عورت عفو کرے پس اپنا حق چھوڑ دے یعنے نصف مہر جو اسکے لیے واجب ہوا ہے نہ لیوے چھوڑ دے اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہو
کہ انھون نے صیغۂ جمع مذکر غائب قرار دیا ہو عفو کرین مرد اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہ قول شاذ ہو ایسا کسی اور سے مروی نہین ہے اور بیضاوی نے
کہا کہ صیغۂ مذکور دونون کو محتمل ہو یعنے صیغہ جمع مونث غائب و مذکر غائب دونون ہوسکتا ہو اور حق یہ ہو کہ صیغۂ جمع مذکر غائب قرار دینا ضعیف ہو
قولہ او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح- مفسر سیوطی ؒ نے ذکر کیا کہ طبرانی نے ایسی سند سے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہو عمرو بن شعیب عن ابیہ
عن جدہ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح- وہ شوہر ہو اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اسکو ابن ابی حاتم
و ابن مردویہ نے بھی ابن لہیعہ کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہو اور ابن ابی حاتم نے بسند صالح روایت کیا کہ شریح نے کہا کہ مجھسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
پوچھا کہ بیدہ عقدۃ النکاح- کون ہو مین نے کہا کہ عورت کا ولی ہو تو فرمایا کہ نہین بلکہ وہ شوہر ہے اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا کہ یہی ایک روایت ابن عباس و
جبیر بن مطعم و سعید بن المسیب و شریح و سعید بن جبیر و مجاہد و شعبی و عکرمہ و نافع و محمد بن سیرین و ضحاک و محمد بن کعب القرظی و جابر بن زید و ابو مجلز و ربیع
بن انس و ایاس بن معاویہ بن قرۃ- و مکحول و مقاتل بن حیان ہو کہ ان بزرگون نے کہا کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح وہ شوہر ہو اور یہی مذہب ابو حنیفہ ؒ و انکے
اصحاب و احمد و ثوری و ابن شبرمہ و اوزاعی کا ہو اور یہی شافعی کا قول جدید ہو اور اسکو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا ہو اور ماخذ اس قول کا یہ ہو کہ جسکے ہاتھ
مین عقدہ نکاح ہو وہ درحقیقت شوہر ہی ہو کیونکہ اسی کے ہاتھ مین اسکا عقد و ابرام اور نقض و انہدام ہو یعنے طلاق مین اسی کا اختیار ہو پس عقدۂ
نکاح مین اسی کا اختیار رہا۔ بعض کے نزدیک قولہ او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح سے ولی مراد ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ عفو ہر حال عورت ہی کیطرف
سے ہو لیکن عورت خود عفو کرے جبکہ وہ تصرف کرنے پر مجاز ہو یعنے اپنے تصرف کرنے مین خوش سلیقہ ہو بیوقوف برباد کرنے والی نہو یا اس عورت کا ولی عفو کرے
جبکہ یہ عورت بدسلیقہ بیوقوف ہو جسکو محجورہ کہتے ہین اے ممنوعہ از تصرف یعنے کاروبار مین تصرف کرنے سے ممنوع کی ہوئی ہو اور شاید کہ بعضون کی تفسیر

ابن عباس سے عورت ثیبہ کے ساتھ دلالت کرتی ہو کہ باکرہ ہونے کی صورت مین بھی ولی مجاز ہوگا اور اوپر معلوم ہوا کہ اسمین کیا خرابی ہو یعنے ولی کو اسکے مال نکے ہبہ کا کہان اختیار ہو ولیکن ولی کی تفسیر بھی ایک جماعت سے روایت ہو چنانچہ ابن ابی حاتم نے عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح - مین ابن عباس نے کہا کہ وہ عورت کا باپ یا بھائی یا ایسا شخص ہو جسکی اجازت کے بغیر وہ نکاح نہین کرسکتی تھی اور علقمہ و طاؤس و عطاء و حسن و زہری و ربیعہ و زید بن اسلم و ابراہیم نخعی وغیرہ سے بھی روایت ہو کہ وہ ولی ہو اور یہی امام مالک کا مذہب و شافعی کا قول قدیم ہو اور ماخذ اسکا یہ ہو کہ ولی ہی نے اسکو یہ مال کمادیا ہی پس اسکو اسمین تصرف کا اختیار ہو بخلاف اسکے دیگر اموال کے اور ایسا ہی عکرمہ سے صریح مروی ہو اور شریح قاضی سے بھی روایت کیا گیا لیکن شعبی نے شریح پر انکار کیا تو شریح نے اس سے رجوع کیا اور اختیار کیا کہ وہ شوہر ہو اور اسپر یہان تک یقین کیا کہ آخر وہ اسپر باہم قسم کھانے پر امادہ ہوتے تھے - قولہ و ان تعفوا اقرب للتقوی - **شیخ ابن جریر** نے فرمایا کہ بعض نے اسکو مردون و عورتون دونون کو شامل خطاب قرار دیا چنانچہ عطاء نے ابن عباس سے روایت کی کہ فرمایا دونون شوہر و زوجہ مین سے بڑھکر تقوی مین وہ شخص ہوگا جسنے عفو کیا اور ایسا ہی ایک جماعت تابعین سے مروی ہو اور مرجح یہ ہو کہ یہ خطاب مخصوص مردون کو ہو اور قراۃ بیاء تحتانیہ جو شعبی و ابو نہیک سے مروی ہو اسکے مؤید ہو اور اس صورت مین معنے یہ ہونگے کہ عورت کے حقوق کو جو اسنے اپنی سند ہی مین تمھارے ساتھ کیے ہین تمھین کو مناسب ہو کہ عفو کرو اور اسکو مہر پورا دیدو اور باہم احسان کرنے اور تفضل کرنے کو مت بھولو قولہ و لا تنسوا الفضل بینکم - سعید بن جبیر نے کہا کہ احسان کو - اور ضحاک و قتادہ و سدی و ابو وائل نے کہا کہ مراد یہ ہو کہ باہم احسان کرنے کو مہمل مت چھوڑو بلکہ اسکو آپسمین استعمال کرو ذکرہ **ابن کثیر** اور ابن مردویہ نے حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ گزندہ آویگا کہ مسلمان اپنے ہاتھ کی چیز کو دانتون پکڑیگا اور احسان و تفضل کرنا بھلا دیگا حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہو و لا تنسوا الفضل بینکم - بدکار لوگ ہونگے کہ ہر مضطر کے ہاتھ فروخت کرینگے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مضطر اور بیع غرر سے منع فرمایا ہو پس اگر تیرے پاس مال بڑھتی ہو تو اپنے بھائی مسلمان کیطرف بھی بڑھا دے اور اسکو ہلاکت مین مبتلا مت کر کیونکہ ایک مسلم دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہو اسکو غمگین نہین کرتا اور نہ اسکو محروم رکھتا ہو اور سفیان نے ابو ہارون سے روایت کی کہ مین نے عون بن عبد اللہ کو قرظی کی مجلس مین دیکھا پس عون ہم سے حدیث بیان کرتے تھے اور شدت گریہ یعنے آنسوون کے تار سے انکی ڈاڑھی سے بوندین برستی تھین اور فرماتے تھے کہ مین تونگرون کی صحبت مین بیٹھا پس اُنسے بڑھکر مین فکر کے اندوہ مین گرفتار ہوگیا جبکہ مین نے انکو خوش پوشاک و خوشبو سے معطر اور عمدہ سواری پر دیکھا اور مین فقیرون کی صحبت مین بیٹھا تو مین نے انکی وجہ سے راحت پائی اور فرمایا و لا تنسوا الفضل بینکم - جب کسی کے پاس سوال کرنے والا آوے اور اسکے پاس کچھ نہ ہووے تو اسکے واسطے دعا کرے رواہ ابن ابی حاتم

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝

خبردار رہو نمازون سے اور بیچ والی نماز سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے

**حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ** - حفاظت کرو نمازون پر ف پانچون نمازین اپنے اوقات مین ٹھیک ادا کرو یعنے خبرداری رکھو اپنی پانچون نمازون پر باین طور کہ انکو انکے وقتون پر ادا کرو - **وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى** - اور بیچ کی نماز پر ف اور وہ نماز عصر ہو اور یہی اصح ہو یا نماز صبح ہو یا نماز ظہر ہو یا مغرب یا عشا ہو اسمین یہ سب اقوال ہین اور اس نماز کو خاصکر اسواسطے ذکر فرمایا کہ اورون پر اسکو فضیلت ہی **وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ** - فی الصلوۃ - **قٰنِتِيْنَ** - اور کھڑے رہو اللہ کے واسطے نماز مین قنوت کرتے ہوے ف بعض نے کہا یعنے اطاعت کرتے ہوے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قنوت جو قرآن مین مذکور ہو وہ طاعت ہو رواہ احمد وغیرہ - وقیل ساکتین لحدیث زید بن ارقم

کنا نتکلم فی الصلوة حتی نزلت فامرنا بالسکوت ونهینا عن الکلام رواه الشیخان۔ اور بعض نے فرمایا کہ قانتین کے معنے سکوت کرتے ہوئے کیونکہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ہم لوگ نماز مین باتین کیا کرتے تھے یہانتک کہ یہ آیت اتری پس ہم لوگ حکم کئے گئے یہ کہ سکوت سے رہین اور منع کیے گئے باتین کرنے سے رواہ الشیخان۔ حافظوا از محافظت ہو اور کسی شے کی محافظت کے یہ معنی ہین کہ ہمیشہ اسکی نگہداشت کرے بس معنے یہ ہوے کہ ہمیشہ نگاہ رکھو پانچون نمازون کو جو تم پر فرض ہوئی ہین انکے سب شرائط وحدود کے ساتھ اور انکے ارکان وافعال پورے ادا کرنے کے ساتھ انکے مخصوص اوقات ہین۔ اور واضح ہو کہ ازواج واولاد کے ذکر کے درمیان مین محافظت نماز ہاے پنجگانہ کا حکم شاید اس حکمت سے ہو کہ لوگ اولاد وازواج مین مشغول ہو کر لہو مین نہ پڑ جاوین اور ادب تعلیم کیا کہ سواے حق عز وجل کے کوئی چیز ایسی نہین ہے کہ اسکے واسطے اہتمام لائق ہو پس جس چیز کو لو اسکو اللہ تعالی کے واسطے کر دو تاکہ ثواب پاؤ۔ پھر اسمین خلاف نہین کہ نماز اپنے اوقات پر افضل الاعمال ہے جیسا کہ صحیحین مین حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔ مین نے عرض کیا پھر کون تو فرمایا کہ اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنا۔ مین نے عرض کیا کہ پھر کون فرمایا کہ والدین کی خدمتگذاری کرنا۔ ابن مسعود نے کہا کہ مجھسے یہ باتین رسول اللہ صلعم نے بیان فرمائین اور اگر مین زیادہ پوچھتا تو آپ زیادہ فرماتے رواہ الشیخان اور اسمین دلالت صریح ہے کہ نماز اپنے اوقات پر ادا کرنا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے سے افضل ہے پھر ان نمازون کے اوقات فقہ کی کتابون مین اور لوگون کے درمیان معروف ہین لیکن یہان اتنی تنبیہ ضرور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عشا کی نماز تہائی رات گذرے افضل ہے بشرطیکہ جماعت مین نقصان نہو ورنہ مقتدیون کو تنگ نہ کرنا چاہیے اور عصر کی نماز اول وقت در اکثر فقہاے متاخرین کے نزدیک اوسط وقت ہے اور جو شخص کہ مغرب تک وظیفہ پڑھنے کی غرض سے وقت اخیر کر دیتا ہے وہ بڑا گنہگار ہے اور فجر کی نماز مین اوسط بعد صبح صادق کے ہو جاوے کا اور صحیح حدیث مین ہے کہ جسنے جاڑے کے وقت کی دونون نمازین پڑھین وہ جنتی ہوا یعنے جو شخص فجر وعشا کے نماز کو ادا کرتا رہتا ہے وہ جنتی ہے اور اسکے افضل نماز عصر ہے جسکی حفاظت کے واسطے اللہ تعالی نے کلام مجید مین ارشاد فرمایا باوجودیکہ پانچون نمازون کی حفاظت کے حکم مین عصر کی نماز بھی آگئی تھی ولیکن اس فضیلت کے واسطے خاص کرکے الگ تاکید فرمائی اور کہا۔ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطے۔ اور عنقریب اسکے فضائل احادیث سے بھی مختصر بیان ہونگے۔

جاننا چاہیے کہ علماے سلف وخلف سے صلوة وسطے کی تعیین مین مختلف اقوال روایت ہوے ہین اور مفسر رحمہ اللہ نے بھی اشارہ کیا ہے چنانچہ بعض اقوال ذکر کرنے کے بعد صحیح قول بیان ہوگا اور سب اقوال جو اٹھارہ بیان کیے گئے ہین ذکر کرنا فضول ہے مگر اتنے بیان کر دینا چاہیے جنکو مفسر رح نے بطور تردید ذکر کیا ہے ولیکن پہلے اس سے جاننا چاہیے کہ الصلوات پر الصلوة الوسطے عطف ہے اور الصلوات سے بالاتفاق نماز ہاے پنجگانہ مراد ہین پس الصلوة الوسطی جو اسپر عطف ہے یا تو اس سے ان نماز ہاے پنجگانہ کے سواے اور کوئی نماز مراد ہے اور دلیل یہ کہ معطوف ومعطوف علیہ مین مغایرت چاہیے اور یا انھین مین سے کوئی نماز مراد ہے پس اکثر اقوال تو اس بنا پر ہین کہ ان پانچون کے سواے اور نماز مراد ہے اور جسنے ایسا کہا ہے اسنے سخت برا کیا اور خراب جرات کی کہ محض راے سے تفسیر پر آمادہ ہوا کیونکہ ائمہ سلف وخلف کے منقول کے برخلاف تفسیر کی بلکہ صحیح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہا پس یہ امر تو قطعی ہے کہ ایسے سب اقوال مردود ہین اب رہا کلام اسمین کہ نماز ہاے پنجگانہ مین سے یہ کون نماز ہے اور عطف مذکور تو تشریف و بزرگی دینے کے واسطے خاص کرکے بیان کرنے کے لیے ہے پس ایک قول یہ ہے کہ وہ نماز صبح ہے چنانچہ مالک نے موطا مین کہا کہ مجکو یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ وابن عباسؓ سے پہونچی ہے اور ابن جریر نے اسکو ابن عباس سے اور ابن عمر سے اور جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابو امامہ وانس وابو العالیہ وعبید بن عمیر وعطاء ومجاہد وجابر بن زید وعکرمہ وربیع بن انس سے حکایت کیا ہے اور امام شافعی نے اسی پر نص کی اور کہا کہ وہ نماز صبح ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ قوموا للہ قانتین۔ یعنے کھڑے ہو اللہ تعالی کے واسطے قنوت پڑھتے ہوے اور قنوت امام شافعی کے نزدیک نماز صبح مین ہے

**قال المترجم** عنقریب معلوم ہوگا کہ ابن عباس وابن عمر سے یہ قول صحیح نہیں ثابت ہوا ہے۔ قول دوم آنکہ وہ ظہر ہے چنانچہ عروہ وزید بن ثابت سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کو اول وقت پڑھتے جو نہایت تیزی وگرمی کا وقت ہوتا تھا اور کوئی نماز ایسی نہیں پڑھتے جو آنحضرت صلعم کے
یاروں پر اس سے زیادہ سخت گذرتی پس نازل ہوا حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قانتین۔ اسکو امام احمد و
ابوداؤد نے روایت کیا اور **ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ جن لوگوں سے ایسا روایت کیا گیا کہ وہ ظہر ہے ان میں سے ابن عمر وابو سعید خدری وعائشہؓ ہیں اور
یہ قول عروہ بن الزبیر وعبد اللہ بن شداد کا ہے اور یہی ایک روایت ابو حنیفہؒ سے ہے۔ قول سوم یہ کہ وہ عصر ہے۔ ترمذی وبغوی رہ نے کہا کہ
یہی قول اکثر علمائے صحابہ وتابعین کا ہے اور ماوردی نے کہا کہ یہی جمہور تابعین کا قول ہے اور ابن عبد البر نے کہا کہ یہی اکثر اہل اثر کا قول ہے اور
ابن عطیہ نے کہا کہ یہ جمہور لوگوں کا قول ہے اور حافظ ابو محمد عبد المومن الدمیاطی نے کہا کہ اسکے بارہ میں صریح نص ہے کہ وہ عصر ہے اور کہا کہ یہی حضرت عمر بن الخطاب
وحضرت علی وابن مسعود وابو ایوب وعبد اللہ بن عمرو اور سمرۃ بن جندب وابو ہریرہ وابو سعید خدری وحفصہ وام حبیبہ وعائشہ وام سلمہ وابن عمرؓ و
ابن عباس کا قول صحیح روایتوں سے ہے اور یہی قول عبیدہ وابراہیم نخعی وزر بن حبیشؒ وسعید بن جبیر وابن سیرین وحسنؒ وقتادہ وضحاک وکلبی ومقاتل وعبید
بن مریم وغیرہم کا ہے اور یہی مذہب امام احمد بن حنبل کا ہے اور ابن المنذر نے کہا کہ صحیح ہوا ہے کہ یہی قول امام ابو حنیفہ وابو یوسف ومحمد بن الحسن کا ہے اور اسیکو
ابن حبیب مالکی نے اختیار کیا ہے اور بخاری ومسلم واصحاب سنن وغیرہ کے نزدیک متعدد طرق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت ہوا کہ ہم جانتے تھے کہ
وہ نماز فجر ہے یہانتک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم الاحزاب کے روز سنا کہ فرماتے تھے کہ **شغلونا عن صلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر**
**ملأ اللہ قبورھم واجوافھم نارا**۔ یعنے کافروں نے ہمکو نماز وسطیٰ نماز عصر سے مشغول کر لیا اللہ تعالے اُن کی قبروں و پیٹوں کو آگ سے بھرے
اور مسلم وترمذی وابن ماجہ وغیرہ نے ابن مسعودؓ سے اسکے مثل مرفوعاً روایت کیا ہے اور بزار نے اسکو باسناد صحیح حدیث جابر بن عبد اللہ سے مرفوعاً روایت کیا
اور نیز بزار نے اسکو بسند صحیح حضرت حذیفہ سے مرفوعاً روایت کیا اور مسلم نے براء بن عازبؓ سے بھی روایت کیا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ نماز عصر ہے اور امام احمد نے
سمرہ بن جندب سے مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ اور ہمکو صلوٰۃ وسطیٰ نام لیکر بتادی کہ
وہ نماز عصر ہے رواہ الترمذی ایضاً وقال حسن صحیح اور ابن جریر وغیرہ نے اسکو کئی وجوہ سے ابو ہریرہ سے روایت کیا اور ترمذی وابن حبان نے ابن مسعودؓ
سے مرفوعاً روایت کیا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ نماز عصر ہے قال الترمذی حسن صحیح۔ **شیخ ابن کثیر**ؒ نے کہا کہ یہ سب نصوص اس مسئلہ میں ہیں کہ انہیں اور کچھ
احتمال نہیں ہے اور اسیکا موکد ہے جو حدیث صحیح میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو فوت کیا نماز عصر نے گویا اسکا مال و
(یعنے جس سے نماز عصر جاتی رہی ہو)
اہل سب جدا ہوئے۔ اور نیز صحیح میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدلی کے دن عصر کی نماز میں سویرے جاؤ کیونکہ جسنے نماز عصر چھوڑ دی اسکے اعمال حبط
ہوئے۔ اور امام احمد نے ابو نضرۃ الغفاری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ وادی خمیص میں عصر کی نماز پڑھی پھر فرمایا کہ
یہ نماز تم سے اگلے لوگوں پر پیش کیگئی تھی پس انھوں نے اسکو ضائع کر دیا خبردار رہو کہ جو شخص اسکو پڑھیگا اسکو دونا ثواب ملیگا اور اسکے بعد کوئی نماز
نہیں ہے یہانتک کہ شاہد نظر آوے۔ وہکذا رواہ مسلم والنسائی ایضاً۔ پس روایات مذکورہ اصح واصرح ہیں اور باقی جو روایتیں آئی ہیں وہ یا تو اسی کی طرف
(یعنے نماز عصر)
راجع ہیں یا اقوال غیر ثابتہ ہیں۔ قولہ وقوموا للہ قانتین۔ مفسرین نے قنوت کے جو معانی بیان کر دیے ہیں وہ تو ظاہر ہیں اور شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر میں کہا اے
خاشعین ذلیلین مستکینین بین یدیہ۔ یعنے خشوع کے ساتھ اپنے آپکو ذلیل بنائے ہوئے سکون کے ساتھ اللہ تعالے کے سامنے قائم رہو حالت نماز میں۔ اور
یہ بات مستلزم ہے کہ نماز میں باتیں کرنا ترک ہو کیونکہ وہ اس معنی کے منافی ہے اسیواسطے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ابن مسعود کے سلام کا جواب
نہ دیا تو یہی اعتذار فرمایا کہ نماز میں مشغولی ہو جاتی ہے اور معاویہ بن الحکم السلمی نے جب نماز میں کلام کیا تو اس سے فرمایا کہ یہ نماز ایسی چیز ہے کہ اسمیں لوگوں کی باتوں سے

پھر روا نہین ہی بلکہ یہ لفظ تسبیح وتکبیر وذکر اللہ ہو جیسا کہ مسلم کی روایت مین ہو۔ اور زید بن ارقم سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین آدمی اپنے ساتھی سے نماز مین اپنی ضرورت کی باتین کیا کرتا تھا یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ وقوموا للہ قانتین پس ہم سکوت کا حکم کیے گئے۔ رواہ احمد والجماعۃ سوی ابن ماجہ اور **حافظ ابن حجر** نے کہا کہ قنوت کی تفسیر سکوت ہی سے صحیح ہو اور یہان ایک اشکال ہو جو **حافظ ابن کثیر** نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا ہو وہ یہ ہو کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے اور آپ ہمکو نماز مین جواب دیتے تھے قبل اسکے کہ ہم حبش مین ہجرت کر جاوین پھر جب حبش سے لوٹ کر آئے تو مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا مگر آپ نے مجھے جواب نہ دیا تو مجھے خوف ہوا کہ میرے حق مین کچھ خفگی ہو پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ مین نے تجھکو جواب نہین دیا سو اس وجہ سے نہین کہ تجھپر خفگی ہو بلکہ یہ بات تھی کہ مین نماز مین تھا اور اللہ تعالے اپنا حکم جو چاہتا ہو ظاہر کرتا ہو اور منجملہ ان باتون کے جواب حکم دیا ہو یہ ہو کہ نماز مین کلام مت کرو اور ابن مسعود وہ شخص ہین کہ قدیم مسلمان ہوے اور زمین حبش کی طرف ہجرت کی پھر وہان سے مکہ مین آئے پھر وہان سے مدینہ کو ہجرت کر آئے یعنے حضرت صلعم سے پہلے مدینہ کو ہجرت کر آئے جیسے اور اصحاب بھی ہجرت کر کے آئے تھے پس اشکال یہ ہو کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز مین کلام کرنا مکہ معظمہ مین ہی منع ہو گیا تھا اور زید بن ارقم نے اپنی حدیث مین کہا کہ ہم کلام کیا کرتے تھے یہانتک کہ آیۂ قوموا للہ قانتین اُتری پس سکوت کا حکم کیے گئے اور کلام سے منع کیے گئے اور یہ آیت بالاتفاق مدنیہ ہو تو بعضون نے یہ جواب دیا کہ زید بن ارقم کی یہ غرض ہو کہ لوگ نماز مین ایسی باتین بھی کیا کرتے تھے یعنی جنس کلام سے خبر دینا مقصود ہو اور اسکے حرام ہونے پر انھون نے اپنی سمجھ کے موافق اس آیت سے استدلال کیا اور بعضون نے کہا کہ ابن مسعود کی مراد یہ ہو کہ یہ قصہ مدینہ مین واقع ہوا وہان ہجرت کر آنے کے بعد یا یہ بات ہو کہ یہ امر دو مرتبہ مباح کیا گیا اور دو مرتبہ حرام کیا گیا جیسا کہ بعض نے اختیار کیا ہو ولیکن اول اظہر ہو **قال المترجم** عمدہ توجیہ تو دوم ہو کیونکہ ابن مسعودؓ کے کلام سے یہ بات نہین نکلتی ہو کہ مین نے حبشہ سے آتے ہی مکہ مین سلام کیا تھا اور خود **حافظ ابن کثیر** نے نقل کیا کہ ابو یعلی نے اپنی مسند مین روایت کی اخبرنا بشر بن الولید اخبرنا اسحق بن یحیی عن ابن المسیب عن ابن مسعود فرمایا کہ ہم نماز مین ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے پھر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گذرا اور مین نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا پس میرے دل مین خیال گذرا کہ شاید میرے حق مین کوئی بات نازل ہوئی ہو پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیرا تو فرمایا **وعلیک السلام ایہا المسلم** ورحمۃ اللہ البتہ اللہ تعالے عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے وہ نازل فرماتا ہو پس جب تم لوگ نماز مین ہو تو قنوت کرو اور کلام مت کرو۔ پس یہ روایت اظہر ہو کہ یہ واقعہ مدینہ مین بعد نزول آیۂ کریمہ کے واقع ہوا تھا اور معاویہ بن الحکم السلمی کی حدیث اوپر گذری وہ بھی اس امر کے موید ہو کہ منع کلام مدینہ مین ہوا ہو واللہ اعلم **ف** عرائس البیان مین مذکور ہو کہ قولہ تعالے حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی۔ محافظت یہ ہو کہ سر باطنی تو مقام غیب پر شاہد و حاضر رہے اور رب عزوجل نے جن باتون کا حکم بندہ کو دیا ہو انکی فرمانبرداری مین اسکا نفس امارہ سرکشی نہ کرے بلکہ بچھا ہوا رہے اور قلب سلیم اسکا کشف کے انوار کا نگہبان رہے اور اسکی روح نورانی درگاہ باری تعالے کے مشاہدہ اور آداب تعظیم کو ظاہر و باطن مین سنبھالے رہے پس ظاہر کا سنبھالنا تو اسطرح ہو کہ جن باتون کے بجالانے کا حکم دیا ہو اور جن امور کے کرنے سے منع کیا ہو انکے حدود جسطرح مقرر و محدود کر دیے ہین انکو انھی ارکان پر قائم رکھے اور باطن کا سنبھالنا سو وہ اسطرح ہو کہ آخرت پر نظر رکھنے سے جو بُرے خیالات اسکو مشغول کرتے ہون اور باز رکھتے ہون انکو ہمیشہ دفع کرتا رہے پھر اپنی نماز مین اسکے ارکان و رسمی باتون کے دیکھنے سے گم ہو جاوے اور دیدار حق عزوجل مین متوجہ رہے اور جسکا یہ حال ہو وہ غائب از خود ہو اور حالت و وقت کے غلبہ سے اپنی نماز کی کیفیت سے آگاہ نہین ہو اور اسپر کچھ عیب بھی نہین ہو سکتا کیونکہ وہ مقام مشاہدہ مین پہنچ گیا اور یہی نماز کا مقصود ہو اور اسکی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنے عبادت کر اللہ عزوجل کی اسطرح گویا تو اسکو دیکھتا ہو پس اگر تو اُسکو نہین دیکھتا ہو تو وہ تجکو دیکھتا ہو یہ صحاح کی حدیث مین سے ایک ٹکڑا ہو لیکن صورت احکام جاری ہوتی ہو عارف

اور صورت اسپر محفوظ ہوتی ہو اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ میری شان اسمین کیا ہو قال المترجم مراد اس کلام سے یہ ہو کہ عارف جب مشاہدہ خاص مین پہنچا
اور خودی سے غافل ہوجاتا ہو تو وہم ہوتا ہو کہ پھر ایسی حالت مین ارکان نماز کے جو فرض ہین کیونکر ادا ہو سکتے ہین تو شیخ نے اس وہم کو دفع کر دیا کہ اجسام عارف
کے صاف ہوتے ہین کدورات بشری سے چنانچہ مشہور ہو کہ ہمارے اجسام ارواح ہین اور وہ ہمہ تن قدرت حق عزوجل و کلام الٰہی کی غذا سے پرورش پاتے ہین کیونکہ وہ بقاے
حق عزوجل سے باقی ہین اور حدیث مین ہو کہ قرب نوافل مین حق عزوجل سے اسکی سماعت و بصارت وغیرہ ہو اور نورانیت ہر عضو کو اپنے موقع و کام خاص پر
صرف کرتا ہو حتیٰ کہ امور شرعی جو عارف پر ابتداے حال مین تکلیف تھی اب بے رویت اور تفکر کے اس سے خود بخود مرضیات الٰہی پر صادر ہوتے ہین جیسا کہ حدیث
عائشہؓ مین ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم یہ قرآن تھا۔ رواہ فی الصحاح پس باوجود غرق مشاہدہ ہونے اور خودی سے غافل ہونے کے ان
احکام کی صورت ظاہری اپنے ارکان کے ساتھ خوب طور سے تقدیر الٰہی و خاص لطف سے عارف پر جاری رہتی ہو تا آنکہ تکلف اور تکلیف سے ادا
کرنے والا اسقدر خوبی سے نہین ادا کر سکتا ہو اور اللہ عزوجل کی صورت ظاہری کو اسپر محفوظ رکھتا ہو کہ عارف اس بیخودی مین اسمین تغیر و تبدل نہین کر سکتا ہو
اگرچہ وہ خود یہ نہین جانتا ہو کہ مین کس حال اور کس شان مین ہون فافہم پس یہ لوگ ایسے ہین کہ اپنے باطن مین مشغول ہوکر ظاہر سے غائب ہوجاتے ہین
عوام لوگ اسکے برعکس ظاہر مین مشغول ہوکر باطن سے غائب ہوجاتے ہین پس ہر دو گروہ مین بڑا فرق ہو قال المترجم یعنے ان احکام ظاہری کو وسیلہ
رضاے حق حاصل کرنے کا اور اصلاح قلب کا جانتے ہین چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ نے بعض اکابر سے نقل وارد کی کہ اہل علم مین سے
ایک شخص ان کی بزرگی کی تعریف سنکر انکے پاس ملاقات کو گئے انھون نے مغرب کی نماز پڑھائی تو مرد عالم نے دل مین خیال کیا کہ افسوس ہو یہ تو
اچھی طرح الحمد کو بھی ادا نہین کر سکتے ہین بعد نماز کے جب بیٹھے تو مرد عالم نے پیشاب کی حاجت سے جنگل کی طرف توجہ کی وہان ایک شیر آتا تھا اسنے
انکو لتاڑا یہ اس عارف کے گوشہ مین بھاگ آئے مرد عارف نے جاکر شیر کو آواز دی کہ اے فلان ہمنے تو تجھسے کہدیا تھا کہ ہمارے مہمانون کو مت ستاؤ یہ سنکر وہ شیر جنگل کو
بھاگ گیا اور مرد عالم اپنی قضاء حاجت سے فارغ ہوکر آئے تو شیخ عارف نے فرمایا کہ آپنے اپنے ظاہر کو بنایا اور باطن سے غافل ہین ناچار شیر سے ڈرتے ہین
اور ہمنے اللہ تعالے کے واسطے ظاہر و باطن درست رکھا ہو اس سے شیر ڈرتے ہین۔ قال الشیخ پس عوام کا یہ حال ہو کہ ظاہری احکام کو آراستہ کیا کرتے ہین اور اہل معرفت کا یہ
حال ہو کہ عالم مشاہدہ مین توفیق الٰہی سے ترقی کیے ہوے ہین پس وہ رسمی احکام سے غائب ہین اور حق ذو الجلال والاکرام کے انوار مشاہدات مین غرق ہین پھر
اللہ عزوجل نے صلوٰۃ وسطیٰ کو مبہم کر دیا تاکہ تمام اوقات کی نگہداشت کرین اور مکاشفات کے اوقات کی تلاش مین سب وقتون مین امیدوار رہین قال المترجم
اور ایسے ہی مبہم فرمانے کی حکمت بعضے علماے متقدمین سے مروی ہو کہ مانند شب قدر کے اسکو بھی مبہم فرمایا حالانکہ شب قدر کے بارہ مین صحیح کچھ نازل ہوا تھا
مگر وہ اُٹھا لیا گیا اور ایسا ہی اس نماز کے بارہ مین مروی ہو چنانچہ عبد بن حمید و مسلم و ابو داؤد نے اپنی ناسخ مین و ابن جریر و بیہقی نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ پہلے نازل ہوا۔ حافظوا علی الصلوات و صلوٰۃ العصر۔ پس ہمنے اسکو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین پڑھا جب تک اللہ تعالے
نے چاہا پھر اللہ تعالے نے اسکو نسخ فرمایا اور نازل کیا۔ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ تو براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یہ وہی عصر ہو تو فرمایا کہ مین نے
تو تجھے حدیث کر دی کہ کیونکر نزول ہوا اور کیونکر اللہ تعالے نے اسکو نسخ کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ پھر جاننا چاہیے کہ اکثر علماے شافعیہ اسی طرف گئے ہین
کہ وہ عصر ہو جیسا کہ ابو حنیفہ و احمد کا قول ہو اور ماوردی نے اسکو شافعیؒ کی طرف منسوب کیا اس وجہ سے کہ انھون نے حدیث کی صحت کو اپنا مذہب
فرمایا ہو اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ماوردی کے کہنے پر اکثر شافعیہ متفق ہوے ہین واللہ اعلم

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝

پھر اگر تم کو ڈر ہو تو پیادہ پڑھ لو یا سوار پھر جس وقت چین پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جیسا تم کو سکھایا ہے جو تم نہ جانتے تھے

فَاِنْ خِفْتُمْ۔ پھر اگر تمکو خوف ہوف یعنے دشمن سے یا سیل روان سے یا درندے سے۔ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا۔ تو پڑھو پیادے یا سواری مین ف جسطرح ممکن ہو۔ رجالا جمع راجل یعنے پیادے اور رکبانا جمع راکب یعنے سوار اور فعل محذوف ہے اے فصلوا رجالا یعنے پاؤن چلتے پڑھو یا سوار پڑھو اور رکبان جمع راکب کی یعنے سوار ہے اور مراد یہ ہے کہ پڑھو جس کیفیت سے ممکن ہو خواہ قبلہ رخ ممکن ہو یا نہو اور رکوع و سجدہ کیواسطے اشارہ کرو فَاِذَآ اَمِنْتُمْ۔ پھر جب تم امن مین ہوف یعنے جب تم امن مین ہو خوف سے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ۔ تو اللہ تعالے کا ذکر کروف یعنے نماز پڑھو كَمَا عَلَّمَكُمْ۔ جیسا تمکو سکھایا ہوف یعنے اداے شرائط و ارکان کے ساتھ۔ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ جو تم جانتے نتھے ف یعنے اللہ تعالے کی تعلیم کرنے سے پہلے تم نہین جانتے تھے اس آیت کریمہ مین نماز خوف پڑھنے کی کیفیت و طریقہ کو بیان فرمایا یعنے نمازون کی محافظت کرو پس اگر خوف کی حالت مین ہو تو پیادہ و سوار پڑھ لو اور جہانتک ممکن ہے حفاظت کرو اسیواسطے کہا گیا کہ یہان راکب سے مراد عام ہے کسی سواری کا سوار ہو اگرچہ لغت مین راکب اسی سوار کو کہتے ہین جو اونٹ پر سوار ہو۔ اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ راکب اپنے دابہ یعنے جانور سواری پر نماز پڑھے اور پیدل اپنے پیرون پر نماز پڑھے یعنے پیرون پر کھڑا رہے اور نماز پڑھے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور جاننا چاہیے کہ نماز خوف دو قسم کی ہے ایک وہ کہ قتال کی حالت مین ہو اور دوم وہ ہے کہ حالت قتال نہو اگرچہ دشمن کے چھاپا مارنے وغیرہ کا خوف ہو لیکن دوسری قسم کی نماز خوف تو سورۂ نساء مین بقولہ فاذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوۃ الآیۃ۔ مین مذکور ہے اور وہان اسکا بیان انشاء اللہ آتا ہے اور پہلے قسم کی نماز خوف یہان مذکور ہے اور **بیضاوی** نے کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ تلوار چلنے کی حالت مین نماز واجب ہے اور یہی شافعی کا مذہب ہے اور ابو حنیفہ رح نے کہا کہ پیدل چلنے کی حالت مین اور تلوار چلانے کی حالت مین نماز نہین پڑھ سکتا بلکہ تاوقتیکہ ٹھہرنا ممکن نہو (ھ) اور چلپی وغیرہ نے کہا کہ حجت امام ابو حنیفہ کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم احزاب[له] مین نماز عصر مین تاخیر کردی تھی یہانتک کہ آفتاب ڈوب گیا تھا پس اگر قتال کی حالت مین روا ہوتی تو حضرت صلعم اسکو ترک نہ فرماتے (ھ) اور کمالین مین اعتراض کیا کہ اسمین نظر ہے اسواسطے کہ صحیح قول کے موافق نماز خوف بعد غزوۂ خندق کے مشروع ہوئی ہے اور یہ محمد بن اسحاق کا قول ہے (ھ) **قال المترجم** اسکا جواب عنقریب معلوم ہوگا **قال ابن کثیر** ہرگاہ اللہ عزوجل نے اپنے بندون کو نمازون کی محافظت کرنی اور اُنکے حدود پورے طور سے ادا کرنے کا حکم دیا اور تاکید شدید کی تو پھر وہ حال بھی ذکر فرما دیا کہ جسمین بندہ نماز کو کامل طور پر ادا کرنے سے مشغول ہو جاتا ہے اور وہ حالت جنگ قتال ہے پس فرمایا فان خفتم فرجالا او رکبانا یعنے اگر خوف ہو تو پڑھو جس حال پر ممکن ہو خواہ پیدل خواہ سوار خواہ قبلہ رخ ہو یا نہو اور امام مالک نے نافع کے طریق سے ابن عمر رض سے روایت کی جسمین ہے کہ ابن عمر رض نے کہا کہ پھر اگر خوف اس سے بڑھا ہوا ہو تو پڑھو پیدل اپنے قدمون پر کھڑے یا سوار خواہ قبلہ رخ ہو یا نہو۔ نافع نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ ابن عمر رض نے اسکو ذکر کیا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنے میری یاد مین یون ہی ہے کہ ابن عمر رض نے یہ بات اپنی طرف سے نہین کہی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا۔ (رواہ مسلم والبخاری) اور مسلم کی ایک روایت مین ابن عمر سے ہے کہ پھر اگر خوف اس سے بڑھا ہوا ہو تو پڑھ نماز کو سوار یا پیدل کھڑا ہوا درحالیکہ تو اشارہ کرتا ہو کذا رواہ مسلم اور مراد اشارہ سے یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ کے واسطے صرف اشارہ کرے نہ یہ کہ رکوع کرے یا سجدہ کرے اور عبداللہ بن انیس جہنی کی حدیث مین جبکہ حضرت صلعم نے انکو خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کو بھیجا اور وہ عرفات کی طرف تھا یون مذکور ہے کہ پھر جب عبداللہ رض کا سامنا خالد مذکور سے ہوا تو نماز عصر کا وقت ہو گیا اور عبداللہ کہتے ہین کہ مجھے ڈر ہوا کہ شاید اس مردود کے ساتھ الجھاؤ ہو کر نماز جاتی رہے پس مین نے نماز پڑھنی شروع کی اسطرح کہ چلا جاتا اور اشارے سے رکوع و سجدہ کرتا تھا الے آخر الحدیث اسکو امام احمد و ابو داؤد نے باسناد جید روایت کیا ہے اور یہ اللہ تعالے کی طرف سے بندون کو رخصت ہے مترجم کہتا ہے کہ حنفیہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ چلنے کی حالت مین نماز پڑھنا خود عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا فعل تھا اور یہ ثبوت نہین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم دیا تھا فافہم۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت ابن عباس سے اوپر مذکور ہوئی اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ حسن و مجاہد

[له] یوم الاحزاب ہجرت کے چوتھے سال واقع ہوئی کہ کفار قریش سے ہوئی تھی کہ تمام عرب کے قبیلے مل کر قریش کے ساتھ ہوکر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور حضرت صلعم نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے مدینہ کے گرد خندق کھود دی تھی۔ آخر کفار خسارہ اُٹھا کر کچھ جان و بہت مال تلف کرکے بھاگے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی ۱۲ م

مکحول وسدی وحاکم ومالک واوزاعی وثوری وحسن بن صالح سے مانند اسکے مروی ہے اور اسنا زیادہ ہو کہ اشارہ کرے اپنے سر سے چاہے جدھر کو متوجہ ہووے
پھر ابن ابی حاتم نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ کہا جب تلوار چلنے کی حالت ہو تو اس حالت کی نماز میں اشارہ کرے اپنے سر سے جدھر اسکا منھ ہو
پس یہی ہے قولہ تعالے فرجالا او رکبانا۔ اور حسن وقتادہ ومجاہد وسعید بن جبیر وعطاء وعطیہ وحکم وحماد بن ابی سلیمان سے مانند اسکے مروی ہے۔ پھر امام احمد نے صریح
کہا ہے کہ بعض وقت میں نماز خوف کی ایک ہی رکعت پڑھی جاتی ہے جبکہ ہر دو لشکر حملہ آور ہو کر ایک دوسرے سے مل جاویں اور اسی پر محمول ہے وہ حدیث جو مجاہد
نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباس نے کہا کہ فرض کیا اللہ تعالے نے نماز کو تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حضر میں چار رکعت اور سفر میں
دو رکعت اور خوف میں ایک رکعت رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن جریر۔ اور یہی قول ہے حسن بصری وقتادہ وضحاک وغیرہم کا اور ابن جریر نے شعبہ سے
روایت کی کہ میں نے حکمؒ وحماد وقتادہ سے تلوار چلنے کی حالت کی نماز کو پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ایک رکعت ہے اور ایسا ہی ثوریؒ نے بھی ان سے
روایت کیا ہے اور ایسا ہی ابن جریر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا کہ نماز خوف کی ایک رکعت ہے اور ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے **قال المترجم**
اس مسئلہ میں اختلاف قوی ہے اور دلیلیں دونوں طرف قوی ہیں ولیکن پھر سلامت طریقہ یہ ہے کہ جدھر صریح فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ
مرجح ہو وہ اختیار کرنا چاہیے اور یہ وہی ہے جو امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور بخاری رحمہ اللہ نے بھی قریب اسی کے اختیار کیا ہے چنانچہ مناہضہ حصون و
لقاء عدو کے وقت کی نماز کے باب میں کہا کہ شیخ اوزاعیؒ نے کہا کہ اگر فتح قریب ہوا اور اہل لشکر نماز پڑھنے پر قادر نہوے تو اشارے سے پڑھیں ہر شخص
اپنی اپنی نماز اس طرح پڑھے پھر اگر اشارہ سے پڑھنے پر بھی قادر نہوں تو نماز میں تاخیر کریں یہانتک کہ قتال کا جھگڑا اٹھے اور مامون ہوں پس سب لوگ
دو رکعتیں پڑھیں یعنے نماز قصر ادا کریں پھر اگر اسپر قادر نہوں تو ایک رکعت دو سجدے سے پڑھ لیں پھر اگر اسپر قادر نہوں تو خالی تکبیر انکو کافی نہیں ہے اور
اداے نماز میں تاخیر کر دیں یہانتک کہ بےخوف ہوں اور یہی قول مکحول کا ہے۔ اور انس بن مالکؓ نے کہا کہ مناہضہ قلعہ تستر میں میں موجود تھا فجر روشن ہونے
کے وقت اور لڑائی اسوقت تیز ہو گئی پس اہل لشکر نے نماز ادا کرنے پر قدرت نہ پائی پس ہم لوگوں نے نماز نہیں پڑھی مگر اسوقت کہ آفتاب بلند ہو گیا
تھا پس ہم لوگوں نے نماز پڑھی اور ہم لوگ حضرت ابو موسی اشعری کے ساتھ جہاد میں تھے پس قلعہ مذکور اللہ تعالے نے ہمارے نام فتح کر دیا حضرت انسؓ نے کہا کہ اور
مجھے خوش نہیں آتا اس نماز کے بدلے دنیا ومافیہا جو کچھ ہے پھر بخاریؒ نے اسپر اس حدیث سے استشہاد کیا کہ غزوۂ خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب عذر
لڑائی کے سورج ڈوبتے تک نماز عصر میں تاخیر کر دی اور نیز استشہاد کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے بعد اپنے اصحاب سے جبکہ انکو بنی قریظہ پر حملہ کرنے کا حکم
دیا ہے یوں فرمایا کہ نہ پڑھے کوئی تم میں سے نماز عصر کو مگر بنی قریظہ کے وہاں پس انہیں سے بعض کو تو راستہ میں نماز کا وقت آیا پس انھوں نے راستہ میں پڑھ لی
اور بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہی تھی کہ ہم جلد جاویں اور بعضوں کو راستہ میں نماز کا وقت آیا مگر انھوں نے نماز نہ پڑھی یہانتک کہ بنی قریظہ میں
سورج ڈوب گیا مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریق میں سے کسیکو سرزنش نہیں کی شیخ **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ اس کلام میں دلالت ہے کہ بخاریؒ
نے اسکو اختیار کیا ہے مگر جمہور اسکے برخلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز خوف کی اس صفت پر جو سورۂ نساء میں قرآن میں مذکور ہے اور احادیث میں مروی ہے
اسطرح غزوۂ خندق میں مشروع نہ تھی بلکہ اسکے بعد مشروع ہوئی ہے چنانچہ حدیث ابو سعید خدریؓ وغیرہ میں اسکی تصریح آگئی ہے اور ابن کثیر
نے کہا کہ مکحول وبخاری واوزاعی اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اسکے بعد نماز خوف کا مشروع ہونا اسکے جواز کا منافی نہیں ہے یعنے نماز خوف مشروع
ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے جو غزوۂ خندق وغیرہ میں واقع ہوا وہ اب نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ حال نادر خاص ہے پس اسمیں ایسا کرنا جیسا کہ
ہمنے بیان کیا ہے جائز ہے اس دلیل سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے زمانہ عمر بن الخطابؓ میں فتح قلعہ تستر میں ایسا کیا تھا اور وہ مشتہر ہوا اور اسپر کسی نے
انکار نہیں کیا **قال المترجم** یعنے پس یہ اجماع ہوا صحابہؓ کا کہ ایسے نادر حالت میں ایسا کرنا جائز ہے واللہ اعلم۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ
اور جو لوگ تم مین مرجاوین اور چھوڑ جاوین اپنی عورتین وصیت کردین اپنی عورتون کے لیے خرچ دینا ایک برس تک
اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ
نکال دین پھر اگر وہ نکل جاوین تو گناہ نہین تم پر جو کچھ کرین اپنے حق مین دستور کی بات
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝
اور اللہ زبردست ہے حکمت والا اور طلاق والیون کے لیے کچھ خرچ موافق دستور کے لازم ہے پرہیزگارون پر ع ۳۱ ۱۵
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تمھارے لیے اپنی آیتین تاکہ تم سمجھو

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ - اور جو لوگ تم مین سے مرتے ہین - وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا - اور ازواج چھوڑتے ہین ف انکو خود معلوم ہو کہ موت کے بعد ہماری بی بی باقی رہیگی - وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ - نصب وصیۃً کی قراءت پر یہ معنے کہ یہ لوگ اپنے ازواج کے لیے خاص وصیت کرین - وصیۃٌ بالرفع کے یہ معنے کہ ان پر اپنے ازواج متروکہ کے واسطے وصیت واجب ہے - مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ - وہ وصیت یہ ہے کہ انکو سال بھر تک کھانے پہننے کا نفع دیجیو بدون اخراج کے ف گھر سے مت نکالیو - فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ پھر اگر یہ رانڈ عورتین خود ہی نکل گئین - (بدون نکالے) تو تم پر کچھ گناہ نہین (اے وصیت والو) دربارہ اس حرکت کے جو ان عورتون نے اپنے حق مین امر معروف کی قسم سے کی اور اللہ تعالے عزیز حکیم ہے ف زمانہ جاہلیت مین بڑا عیب تھا کہ میت کی عورت سال سے پہلے نکل آوے گویا مردمیت کی بڑی ہیٹی ہوئی - پس اللہ تعالے نے لطف حکمت سے رفع فرمایا کہ اہل میت کو حکم دیا کہ تم موافق وصیت اپنے وارث کے ان عورتون کو گھر سے مت نکالیو ہان اگر خود یہ عورتین نکل جاوین تو تم پر کچھ گناہ نہین ہے تم انسے معترض ہو عورتین اس سال بھر کی مصیبت کو موت کا سا سا خیال کرتی تھین پس وہ فوراً جان مانتی بات پاکر نکل جاتین - معروف شرعی یہ کہ اپنے آپکو زینت و سنگار سے آراستہ کرتین تاکہ دوسرون سے نکاح کرین حتے کہ عدت چار ماہ دس روز گذرنے سے بھی پہلے نکاح پر آمادہ ہوتین پس وہ جاہلیت کی رسم مٹ گئی پھر اللہ تعالے نے عدت وفات کی چار ماہ دس روز مقرر کر دیے اور اللہ تعالے عزیز حکیم ہے اور واضح ہو کہ جب وصیت سال کی صورت مین عورت خود نکل گئی تو پھر متاع مین سے کچھ نہین باقی تھی اور اس پر خوشی راضی ہو جاتی تاکہ اس بلائے سخت سے نجات پاوے - پھر جب آیۃ المیراث نازل ہوئی تو وصیت متاع کا حکم منسوخ ہوا بلکہ عورت کا حصہ میراث مقرر ہوگیا - وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ - اور طلاق دی ہوئی عورتون کے واسطے متاع کھانا کپڑا بطور معروف شرعی ہے متقین پر ثابت رکھا گیا ہے - كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ - یونہی اللہ تعالے اپنی آیات کو تمھارے واسطے بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کرو ف محی السنۃ نے معالم مین فرمایا کہ یہ آیت اہل طائف مین سے ایک شخص کے حق مین اتری جسکو حکیم بن الحارث کہتے تھے وہ مدینہ مین ہجرت کرکے آیا اسکے ساتھ اسکے والدین و اولاد و جورو تھی پھر وہ مرگیا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے والدین و اولاد کو اسکی میراث دی اور اسکی جورو کو کچھ نہین دیا اور ان وارثون کو حکم کیا کہ اس عورت کو اسکے شوہر کے ترکہ سے ایک سال کامل نفقہ دین اور وفات کی عدت ابتدائے اسلام مین ایک سال تھی اور وارث پر حرام تھا کہ میت کی جورو کو سال تمام ہونے سے پہلے اسکے گھر سے نکالے اور اس سال مین اس عورت کا نفقہ و سکنیٰ اسکے شوہر کے مال سے واجب تھا جب تک کہ وہ گھر سے نہ نکلے اور جورو کیواسطے

میراث کچھ نہ تھی پھر اگر وہ عورت گھر سے نکل جاتی تو اسکا نفقہ ساقط ہو جاتا اور مرد پر واجب تھا کہ جس بات کی وصیت کر جاوے پس ایسا ہی رہا
یہانتک کہ آیت میراث اُتری پس اللہ تعالے نے ایک سال کے نفقہ کو چہارم یا آٹھواں حصہ میراث سے نسخ کیا اور ایک سال کی عدت کو چار مہینے دس
راتوں کی آیت سے منسوخ کیا اور ابن کثیر وغیرہ نے یہ نفقہ کچھ ذکر نہیں کیا پھر قولہ الذین یتوفون۔ جو لوگ مرتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وفات کے
قریب پہونچیں کیونکہ آگے۔ وصیۃ لازواجھم فرمایا ہے حالانکہ جو مر گیا اس سے وصیت کرنا ممکن نہیں ہے تو یہی معنی ہوے کہ جو مرنے کے قریب پہونچے وہ
وصیت کر جاوے مترجم کہتا ہے کہ جب کسی مرد نے عورت سے نکاح کیا تب ہی وصیت کر دے خواہ آیندہ وہ رہے یا نہ رہے اور مفسرین سلف نے
اسمین اختلاف کیا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے یا منسوخہ ہے پس جمہور اسطرف گئے ہین کہ منسوخ ہے اور ابن جریر نے مجاہدؒ سے نقل کیا کہ محکمہ ہے منسوخ نہین
ہے اور عدت وفات تو اسیقدر ہے جو سابق کی آیت مین چار مہینہ دس راتین مذکور ہوے لیکن اللہ تعالے نے اس آیت مین عورت کے واسطے
سات مہینہ بیس روز کا نفقہ وسکنی بطور وصیت قرار دیا ہے پس عورت چاہے اس وصیت پر ساکن رہے اور چاہے نکل جاوے اور ابن عطیہ و
قاضی عیاض نے نقل کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ سال بھر کی عدت منسوخ ہے اور عدت وفات چار مہینہ دس راتین ثابت ہے۔ قال ابن کثیر
اکثرون کے نزدیک یہ آیت اپنی پہلی آیت سے منسوخ ہے یعنے قولہ تربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا الآیۃ۔ چنانچہ بخاریؒ نے ابن الزبیر سے روایت
کی کہ مین نے عثمان بن عفان سے کہا کہ قولہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم کو دوسری آیت نے منسوخ کیا پس کیون آپ
اسکو لکھواتے ہین یا اسکو چھوڑتے ہین تو فرمایا کہ اے میرے بھتیجے مین اسمین سے کوئی چیز اپنی جگہ سے متغیر نہ کرونگا۔ ابن کثیر نے کہا کہ ابن الزبیر
کے اشکال کے معنے یہ ہین کہ جب اسکا حکم دوسری آیت سے یعنے چار مہینہ دس راتون والی آیت سے منسوخ ہو گیا تو باوجود زوال حکم کے اسکی
تلاوت باقی رکھنے مین کیا حکمت ہے حالانکہ بقاء تلاوت سے وہم ہوتا ہے کہ اسکا حکم باقی ہو تو عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہ امر توقیفی ہے اور مین نے
اسکو مصحف مین ایسا ہی لکھا ہوا پایا ہے کہ ناسخہ آیت کے بعد لکھی ہے پس مین نے اسکو جہان پایا ہے وہین رہنے دونگا اور ابن ابی حاتم نے
عطاء خراسانی کے طریق سے ابن عباسؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ پہلے اُس عورت کے لیے جسکا شوہر چھوڑ مرے ایک سال تک اسکے
مکان مین نفقہ وسکنی تھا پس اسکو آیۃ المواریث نے منسوخ کیا اور جورُون کے لیے چوتھائی یا آٹھوان حصہ میراث شوہر سے قرار دیا ایسا ہی
ابو موسی اشعری وابن الزبیر ومجاہد وابراہیم وعطاء وحسن وعکرمہ وقتادہ وضحاک وزید بن اسلم وسدی ومقاتل وعطاء خراسانی وربیع
بن انس سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخہ ہے اور علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ جب کوئی مرد مر جاتا اور اپنی
جورو چھوڑتا تو وہ اسی کے گھر مین ایک سال عدت پوری کرتی کہ اسکو شوہر متوفی کے مال سے نفقہ دیا جاتا پھر اسکے بعد اللہ تعالے نے۔ والذین
یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا۔ نازل فرمایا پس یہی اس عورت کی عدت ٹھہری جسکا شوہر چھوڑ مرے
لیکن اگر حاملہ ہو تو اُسکے عدت یہ ہے کہ وضع حمل کرے اور فرمایا کہ عورتون کو چوتھائی میراث ہے اگر تمھارے فرزند نہو اور اگر فرزند ہو تو تمھارے
ترکہ سے انکو آٹھوان حصہ ہے پس عورت کے لیے میراث کر دی اور وصیت ونفقہ ترک فرمایا اور بخاریؒ نے مجاہد سے روایت کی کہ قولہ والذین یتوفون
منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن الآیہ۔ مجاہدؒ نے کہا کہ یہ عدت تو عورت پر واجب ہے کہ شوہر والون کے پاس پوری کرے پھر اللہ تعالے نے
نازل فرمایا۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من
معروف۔ پس مجاہدؒ نے کہا کہ پھر اللہ تعالے نے سات مہینہ بیس راتین اور عدت کے ساتھ بطور وصیت کے کر کے سال کو پورا فرما دیا پس عورت
کو اختیار ہے چاہے اس وصیت پر رہے اور چاہے نکل جاوے اور یہی قول اللہ تعالے کا ہے غیر اخراج فان خرجن فلاجناح علیکم۔ پس جو عدت کہ

مقررہ ہو وہ جیسے ہو ویسی ہی واجب ہو قال المترجم یہ روایت مجاہد کی صریح ہو کہ وہ اس امر کے قائل نہ تھے کہ یہ آیت منسوخ ہو بلکہ حاصل کلام انکا یہ ہو کہ یتربصن
بانفسهن اربعة اشهر وعشرا مین عدت لازمہ بیان فرمائی کہ وہ شوہر کے مکان مین یعنے جہان وہ وفات شوہر کے وقت تھی رہ کر اس عدت کو پورا کرے بدون
اسکے کہ وہان سے نکل سکے پھر اس آیت مین اللہ تعالے نے شوہران متوفی کو وصیت کرنیکا حکم دیا کہ باقی سات مہینہ بیس روز کے نفقہ کی وصیت
کردین کہ عورتون کے واسطے پورا سال ہو جاوے ولیکن عورت کو اختیار ہو چاہے اس سات مہینہ بیس روز مین وصیت کے موافق اس جگہ رہے
جہان عدت مین تھی یا نہ رہے پس اگر رہے تو وصیت کے موافق اسکو نفقہ وسکنی ملے اور اگر عدت لازمہ پوری کرکے نکل جاوے تو اسکو اختیار ہے
اور نفقہ وصیت نہ ملیگا اور یہ قول مجاہد سے صحیح ثابت ہو پس ابن ابی حاتم نے جو انسے نقل کیا کہ وہ نسخ کے قائل ہین قابل اعتماد نہین ہو پھر
بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ عطا نے ابن عباس سے روایت کی کہ اس آیت نے عورت کی عدت گذارنے کو شوہر والون کے پاس منسوخ کیا پس
وہ عورت جہان چاہے اپنی عدت پوری کرے اور یہ قول اللہ تعالے کا ہو غیر اخراج - اور عطا نے کہا کہ چاہے اپنے شوہر متوفی کے لوگون کے وہان
اپنی عدت پوری کرے اور اپنی وصیت پر رہے اور چاہے وہان سے نکل جاوے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن پھر
عطا نے فرمایا کہ پھر آیہ میراث نازل ہوئی تو سکنی بھی منسوخ ہوا پس وہ عدت پوری کرے جہان چاہے اور اسکے واسطے سکنی نہین ہو پھر بخاری رح
نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے مثل ما تقدم کے روایت کیا جسپر اعتماد مجاہد وعطا کو ہو کہ یہ آیت اس امر پر نہین دلالت کرتی ہو کہ عورت پر ایک سال
عدت رکھنا واجب تھی جیسا کہ جمہور نے زعم کیا ہو تاکہ یہ چار مہینہ دس رات کی آیت سے منسوخ ہووے بلکہ اس آیت مین صرف اسیقدر ہے کہ
ازواج کے حق مین وصیت ہو کہ اپنے متوفی شوہرون کے گھر مین ایک سال رہنے کو جگہ دیجاوے اگر وہ اسکو پسند کرین اسیواسطے اللہ تعالے
نے فرمایا وصیۃ لازواجہم - اے یوصیکم اللہ بہن وصیۃ - اللہ تعالے تمکو ان عورتون کے بارہ مین وصیت فرماتا ہو مانند قولہ وصیۃ من اللہ - اور بعض
نے کہا فلیوصوا مقدر سے منصوب ہو اور یہ قراءۃ ابو عمرو ابن عامر وحمزہ وحفص کی ہو اور باقیون نے اسکو بالرفع پڑھا ہو یعنے کتب علیکم وصیۃ
ولیکن مفسر رح نے صرف علیکم مقدر کیا اور یہی ارجح ہو اسواسطے کہ تقدیر بقدر ضرورت ہو اور وہ علیکم کی تقدیر سے رفع ہوتی ہو فافہم اور اسیکو ابن جریر رح نے
اختیار کیا ہو پھر چار مہینہ دس راتون کی عدت کے بعد اگر یہ عورتین نکل جانا چاہین تو منع نہ کیجاویگی کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا فان خرجن فلا
جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن من معروف - کمالین مین کہا کہ مراد یہ ہو کہ ان عورتون کو اختیار ہو چاہے رہین اور نفقہ لیوین اور چاہین نکل جاوین
اور نفقہ چھوڑین اور یہی شافعی کا قول ہو مترجم کہتا ہو کہ اس عبارت سے سخت وہم ہوتا ہو کہ شاید شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جبکہ اس دلیل سے
نکلنے کا اختیار ہو تو زینت وغیرہ کا اختیار ہوگا کیونکہ مذکور ہو - فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن من معروف حالانکہ ایسا نہین ہو صرف بات
یہ ہو کہ شافعی رح کے نزدیک چار مہینہ دس راتین عدت مین بدون تزین وغیرہ کے پورا کرنا چاہیے مگر جہان چاہین خواہ شوہر متوفی کے مکان مین اور
جہان چاہین اور جیسا کہ عطا رح کے قول سے معلوم ہوا ہو اور وہ بنا بر اسکے ہو کہ یہ آیہ کریمہ اپنے ما تقدم کی آیت سے منسوخہ ہو اور یہی مجاہد وعطا
وابن عباس کے قول سے اور یہ بیان کر دیا کہ وجہ نسخ ظاہر نہین ہو اور شیخ حافظ ابن کثیر نے بھی اسی طرف میل کیا اور کہا کہ یہ قول تو متوجہ ہوتا ہے
اور لفظ بھی اسکو مساعد ہو اور اسیکو ایک جماعت نے اختیار کیا ہو جنمین سے شیخ ابو العباس ابن تیمیہ رح بھی ہین اور دوسرون نے اس سے انکار
کیا از انجملہ شیخ ابو عمرو بن عبد البر بھی ہین و قال المترجم وجہ رد کرنے کی اظہر نہین ہو اور کوئی شک نہین کہ یہ قول عدم نسخ کا نہایت خوب ہو
اور ابو حنیفہ رح نے کہا کہ عورت کو اختیار نہین کہ اس جگہ سے جہان وہ وفات کے وقت تھی نکل جاوے بدون عدت پوری کرنے کے ہان
اگر شوہر متوفی کے مکان سے اسکا حصہ اوسکے بسر کرنے کے لیے کفایت نہ کرے اور وارث لوگ اپنے حصہ سے اسکو نکالدین تو مضائقہ

نہین

کہ وہ دوسری جگہ منتقل کرکے عدت پوری کرے اور دوسری جگہ اسکے حق مین بجاے مکان شوہر کے ہوگی کہ اسکو وہان سے باہر ہونے کا اختیار نہوگا اسواسطے مکان شوہر یہان تحویل کرنا بمجبوری تھا پس وہان سے نہین نکل سکتی ہو اور اسپر صریح دلیل ہو جو مالکؒ نے موطا مین روایت کیا کہ فریعہ بنت مالک بن سنان جو ابو سعید خدری کی بہن تھین وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین پوچھتی ہوئی کہ مین بنی خدرہ مین اپنے لوگون مین واپس جاؤن کیونکہ انکا شوہر اپنے چند غلامون کی تلاش مین جو بھاگ گئے تھے انکے پیچھے گیا حتی کہ جب قدوم کے کنارہ پہونچا تو وہان اُن غلامون کو پایا اُن خبیثون نے اسکو قتل کر ڈالا پس فریعہ بنت مالکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنے لوگون مین بنی خدرہ مین جاوے کیونکہ میرے شوہر نے مجھے ایسے سکن مین نہین چھوڑا جسکا وہ مالک ہو اور نہ کچھ نفقہ چھوڑا ہو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان پھر جب مین واپس ہوئی تو حجرہ ہی مین تھی کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے آواز دی یا حکم کیا کہ مین بلائی گئی تو فرمایا کہ تونے کیونکر کہا پس مین نے آپ سے اپنے شوہر کا قصہ دوہرا کر بیان کیا تو آپنے فرمایا کہ اپنے گھر مین ٹھہری رہ یہانتک کہ مفروضہ مدت پوری ہو فریعہ کہتی ہین پس مین نے اسی گھر مین چار مہینہ دس راتین پوری کین۔ فریعہ کہتی ہین کہ پھر جب عثمانؓ خلیفہ تھے تو میرے پاس آدمی بھیجکر مجھسے یہ حال دریافت کیا پس مین نے انکو خبر دی تو انھون نے اسکا اتباع کیا اور اسیکی موافق فیصلہ کا حکم دیا۔ رواہ النسائی وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح۔ اور اسی حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ جس عورت کا شوہر مرجاوے اسکے لیے سکنی ثابت ہو یعنے شوہر کے مکان مین اسکو عدت پوری کرنے کی جگہ دی جاوے اور اگر شوہر کا مکان کرایہ کا ہو تو اسکا کرایہ شوہر کے مال متروکہ سے دیا جاوے اور حق یہ ہو کہ اسمین انکے واسطے کوئی دلیل نہین ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ حکم دیا کہ اس گھر سے نہ جاوے اور یہ حکم نہین ہو کہ اسکا کرایہ ترکہ شوہر پر ہو اور کیونکر ہوگا کہ اسمین تصریح موجود ہو کہ شوہر نے کچھ نفقہ نہین چھوڑا اور پہلے عطاء و ابن عباس سے ذکر ہوا کہ حق سکنی آیۂ میراث سے منسوخ ہوا ہو اور **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ عطاء وغیرہم کی مراد اگر یہ ہو کہ چار مہینہ دس راتون سے زائد کیلئے اسکے واسطے سکنی نہین تو مسلم ہو اور اگر یہ مراد ہو کہ چار مہینہ دس راتون کے واسطے بھی نہین ہو تو اسمین خلاف ہو **قال المترجم** وجہ عدم تسلیم کی کوئی بیان نہین فرمائی پھر جو کہا کہ وجوب سکنی پر استدلال حدیث فریعہ بنت مالک سے ہو تو اسکا جواب ہم دے چکے واللہ اعلم۔ اور جب اقوال مجاہد وعطاء وابو حنیفہ کو جمع کیا جاوے تو آیت کی تفسیر یہ ہوتی ہو کہ جو لوگ مرجاوین اور عورتین چھوڑین تو چار مہینہ دس راتین تو آیت سابقہ سے انکی عدت کے واسطے نفقہ وسکنی چاہیے اور سال مین سے باقی سات مہینہ بیس رات کے واسطے وصیت کر جاوین نفقہ وسکنی کے بدون اخراج کے اور اگر اس سات مہینہ بیس راتون کی مدت مین جو عدت سے زائد بطور وصیت ہو وہ عورت نہ رہے اور نکل جاوے تو مضائقہ نہین لیکن ایام عدت مین نہین نکل سکتی ہو پھر آیۂ میراث سے حق سکنی کا حکم منسوخ ہوا ہو پس اب صرف چار مہینہ دس راتین رہین جنمین وہ نہین نکل سکتی اور نفقہ وسکنی کچھ نہین بلکہ اسکے لیے حصہ میراث ہو اور رہی وصیت تو وہ نفقہ و سکنی کی تھی وہ آیت میراث سے منسوخ ہوئی اور سوا اسکی وہ حدیث ہو کہ لا وصیۃ لوارث یعنی وارث کے واسطے کچھ وصیت صحیح نہین ہو اور اس تقدیر پر سب دلائل جمع ہوجاتے ہین واللہ اعلم۔ اور بقول شافعیؒ اگر اسکے واسطے سکنی ثابت ہو حدیث لا وصیۃ لوارث مین تخصیص یا تاویل کرنی پڑیگی اسواسطے کہ سکنی کا ثبوت اسی آیہ۔ وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ سے ہوگا حالانکہ وارث کے لیے علی العموم وصیت کی نفی ہو فتامل اور اس بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ کے قول کی دلیل بلا تردد مستقیم ہو اور اسکی حاجت نہین کہ۔ فان خرجن فلا جناح علیکم کے یہ معنے لیے جاوین کہ فان خرجن بعد الحول۔ علاوہ بریں یہ تاویل کسی قدر نظم سے بیگانہ پڑتی ہو اگرچہ کمالین وحاشیہ جلبی وغیرہ مین مذکور ہو اور یہ بھی ثابت ہوا کہ منسوخ قرار دینے کی حاجت نہین اور اصل یہ ہو کہ جہان نص نہو اور توفیق ممکن ہو وہان نسخ کا قائل ہونا نہین درست ہو اگر کہا جاوے کہ جمہور کے خلاف ہو جو نسخ کے قائل ہین مین کہتا ہون کہ نہین بلکہ بہتیرے اسکے قائل ہین اور انسے روایات کے ثبوت مین تردد باقی ہو اور کم لوگ محکم ہونے کے قائل ہین جیسا کہ شیخ **ابن کثیرؒ** نے فرمایا ہو اور قول مجاہد ہو اور ایک جماعت کا قول ہو اور اس صورت مین تو وہ سوال بھی وارد نہین ہوتا کہ اگلی آیت نے پچھلی آیت کو کیونکر منسوخ کیا اگرچہ اسکا جواب یہ ہو سکتا ہو کہ اگلی تلاوت مین پیچھ

اور نزول مین پچھلی ہی ہو ولیکن بعضے علماے محققین نے کہا ہو کہ منسوخ آیتین سب مقدم اور ناسخ سب متاخر واقع ہوئی ہین ذکرہ الشیخ المفسر فی
الاتقان۔ قولہ وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین۔ اس آیت کی تفسیر مین مفسرین کے اقوال ہین اور اصل دو قول ہین بیضاوی نے کہا کہ ایک
قوم نے کہا کہ متاع سے مراد نفقہ عدت ہو یعنے مطلقات کیواسطے نفقہ عدت بطور معروف شرعی واجب ہو اور اسکو مدارک مین لیا ہو پس اس قول پر تکرار
لازم نہین آتا ہو۔ اور دوسرا قول یہ ہو کہ متاع سے مراد متعہ ہو جو مطلقہ عورتون کو دیا جاتا ہو جیسا کہ قولہ ومتعوہن علی الموسع قدرہ الآیہ مین مذکور ہوا پس
اس تقدیر پر اس آیت سے متعہ ہر مطلقہ کیواسطے واجب ہوا خواہ اسکا مہر مسمی ہوا ہو یا نہوا ہو خواہ وطی سے پہلے طلاق دی گئی ہو یا بعد اسکے اور یہی قول
سعید بن جبیر وغیرہ بعض سلف کا ہو اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہو اور۔ عبد الرحمن بن زید بن اسلمؒ فقیہ جلیل سے روایت ہو کہ جب نازل ہوا
قولہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین تو ایک شخص نے کہا کہ اگر احسان کرنا چاہونگا دونگا اور اگر نچاہونگا تو نہ دونگا پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری وللمطلقات
متاع بالمعروف حقا علی المتقین۔ ایسا ہی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا اور بعض نے کہا کہ یہ اثر ابن تابعی سے ہو اور صحیح مین خواہ مخواہ واسطہ ہوگا اسکا ذکر شرح
ولیکن عبد الرحمن بن زید عالم جلیل ہین پس اگر یا بتفسیر مین اسپر اعتماد کیا جاوے تو حاصل اسکا یہ ہوگا کہ جس عورت کا مہر نہین ٹھہرا اور قبل دخول کے اسکو طلاق دیگئی
اسکے لیے متعہ واجب ہو پس للمطلقات مین الف لام عہد کا ہوگا اور مراد وہی مطلقات ہونگی جنکا ذکر سابق کی آیت مین ہو چکا ہو پس بیان مکرر واسطے بیان
وجوب کے ہو نہ تاکید جیسا کہ بیضاوی نے زعم کیا ہو اگر کہا جاوے کہ اسمین وجوب کس حرف سے ثابت ہوتا ہو تو مترجم کہتا ہو کہ بنا بر اس اصل کے کہ وجوب
کی سبیل رفع ہو جیسے قولہ فعدۃ من ایام اخر۔ وغیرہ مین ہو اور نصب کی سبیل استحباب ہو اور وہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین۔ مین تھا اسیواسطے۔ وصیۃ
لازواجہم متاعا الی الحول مین وجوب و استحباب کا اختلاف ہوا کہ وصیۃ بالنصب اور وصیۃ بالرفع دونون طرح پڑھا گیا ہو فتدبر اور شافعیؒ کے نزدیک
ہر مطلقہ کیواسطے واجب ہو سوائے اس مطلقہ کے جسکا مہر ٹھہر گیا ہو اور قبل دخول کے اسکو طلاق دیگئی ہو کذا ذکرہ فی الکمالین اور ظاہر
مذہب شافعی کا تو یہ ہو کہ ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہو اور بیضاوی نے آیۂ سابقہ یعنے قولہ ومتعوہن علی الموسع قدرہ الآیہ مین کہا کہ اسکا مفہوم
مخالف یہ ہو کہ سوائے ایسی مطلقہ کے جسکو قبل دخول کے طلاق دی گئی اور مہر مفروض نتھا دوسری مطلقہ کے لیے متعہ واجب نہین ہو پھر اس آیہ یعنے قولہ
وللمطلقات متاع بالمعروف۔ مین ہر مطلقہ کے لیے وجوب متعہ پر دلیل پیش کی۔ کہ مطلقات عام ہو اور مطلقہ قبل دخول و فرض مہر اسکا ایک فرد ہو
پس عام کے کسی فرد کو ایک حکم سے بیان کرنا موجب اسکی تخصیص کا نہین ہوتا ہو مگر جب ہی کہ منطوق کی تخصیص مفہوم سے جائز رکھی جاوے۔ یا یہ کہا
جاوے کہ بعض عام کے ساتھ ایک حکم بیان کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ بعض دیگر اسکے برخلاف ہین اسیواسطے لازم آیا کہ ہر مطلقہ کے واسطے متعہ واجب ہو
اور مقصود بیضاوی کا یہ ہو کہ بیان عام مطلقات کے واسطے متعہ مستحب کا حکم جیسا کہ باقی ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ سے سوائے شافعیؒ کے مروی ہو درست
نہین ہو سکتا کیونکہ مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کے واسطے بالاتفاق متعہ واجب ہو پس اگر بیان استحباب لیا جاوے تو مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کی تخصیص
ہوگی حالانکہ عام کے ہر ایک فرد کو ایک حکم سے بیان کرنا اسکا مخصص نہین ہو یا تخصیص منطوق بمفہوم لازم آویگی اور یہ دونون درست نہین جیسا کہ
بیضاوی کی تقریر سے واضح ہوا پس صحیح قول شافعی ہو کہ ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہو یہ حاصل کلام بیضاوی ہو اور پوشیدہ نہین کہ سابق
کی آیہ سے خود بیضاوی نے مفہوم مخالف جو شافعیہ کے نزدیک حجت ہو اس آیہ کے برخلاف نکالا ہو پس منطوق و مفہوم مین تعارض ہو گیا فتامل
اور امام مالکؒ کے نزدیک ہر مطلقہ کے واسطے متعہ مستحب ہو سوائے مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کے اور امام ابو حنیفہ و ایک روایت کے موافق امام احمدؒ نے
کہا کہ ہر مدخولہ کے واسطے مستحب ہو اور غیر مدخولہ مفوضہ کے واسطے واجب ہو اور جبکہ مہر بیان کر دیا گیا ہو تو اسکے واسطے مشروع نہین ہو کذا ذکرہ
فی الکمالین اور مراد یہ ہو کہ غیر مدخولہ وغیر مفروضۃ المہر کے واسطے واجب ہو اور مدخولہ مین دو قسم ہین ایک وہ کہ جسکا مہر بیان کیا گیا ہو تو اسکے واسطے

مشروع نہین ہی اور دوم وہ کہ اُسکا مہر مسمی نہوا ہو تو اسکے واسطے مستحب ہی واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا قولہ وللمطلقات
متاع بالمعروف۔ اللہ تعالے نے انکے واسطے متاع کو مقرر کردیا تاکہ انکے دلون کو تسلی ہو کیونکہ انھون نے رنج فراق وصدمہ جدائی اُٹھایا ہی پس اسکا کچھ عوض
ہو جاوے تا کہ انپر دو مصیبتین نہو جاوین ایک مصیبت جدائی دوم مصیبت محرومی **قال المترجم** اور روایت ہی کہ حسن بن علی کرم اللہ وجہہ نے
ایک عورت کو طلاق دی اور دس ہزار درم اسکو متاع مین دیے پس اسنے کہا ع متاع قلیل من حبیب مفارق۔ یعنے محبوب جدا کرنے والے کے
بدلے مین یہ متاع قلیل ہی۔ اور واضح ہو کہ دنیا اہل ایمان کے نزدیک کل ایک متاع ہی پس موت خوشی سے وطن جانیکا وقت ہی

**اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا**

تونے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھرون سے اور وہ ہزارون تھے موت کے ڈر سے پھر کہا انکو اللہ نے مر جاؤ

**ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ○ وَقَاتِلُوْا**

پھر انکو زندہ کردیا اللہ تعالے تو بڑا فضل کرنے والا ہی لوگون پر ولیکن اکثر لوگ شکر نہین کرتے ہین اور لڑو

**فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○**

اللہ کی راہ مین اور جان رکھو اللہ سننے والا جاننے والا ہی۔

**اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ**۔ تونے ان لوگون کو نہین جانا جو اپنے گھرون سے نکلے تھے ف اسمین استفہام تعجب دلانے
وشوق دلانے کے لیے ہی تاکہ آگے جو مذکور ہی اسپر کان لگاوین یعنے کیا تیرا علم ان لوگون کے قصہ تک نہین پہونچا جو گھرون سے نکلے تھے **وَهُمْ اُلُوْفٌ**
اور وے ہزارون تھے ف اسمین روایات مختلف ہین چار ہزار تھے یا آٹھ ہزار یا تیس ہزار یا چالیس ہزار یا ستر ہزار تھے **حَذَرَ الْمَوْتِ**۔ موت کے خوف سے
نکل بھاگے تھے ف بنی اسرائیل مین سے ایک قوم تھی کہ انکے ملک مین وبا پھیلی پس یہ لوگ نکل بھاگے **فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا**۔ پس اللہ تعالے
نے انکے حق مین حکم دیا کہ مر جاؤ ف یعنے اللہ تعالے نے اُنسے کہا کہ مر جاؤ پس مر گئے **ثُمَّ اَحْيَاهُمْ**۔ پھر انکو زندہ کیا ف بعد آٹھ روز کے
یا زیادہ کے بسبب دعا انکے نبی حزقیل علیہ السلام کے اور حزقیل بکسر حاء مہملہ وسکون زاء معجمہ بکسر قاف وسکون یاء تحتانیہ ہے پھر یہ لوگ
ایک زمانہ دراز تک زندہ رہے اس حال مین کہ انپر موت کا اثر تھا جو کپڑا پہنتے وہ مثل کفن کے ہو جاتا اور یہ بات انکے نسل پوتون مین چلی آئی۔
**اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ**۔ اللہ تعالے لوگون پر احسان والا ہی ف اور اسی فضل مین سے ان لوگون کا زندہ کرنا
**وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ**۔ ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہین کرتے ہین ف اور وہ کافر لوگ ہین پھر انکی خبر بیان کرنے
سے مقصود یہ ہی کہ مسلمانون کو جہاد کرنے پر شجاعت دلائی اور اسیواسطے اس کلام پر عطف کردیا۔ **وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ**۔ اور لڑو اللہ
کی راہ مین ف اور مراد اللہ کی راہ مین لڑنے سے یہ ہی کہ اسکا دین بلند کرنے کی نیت سے لڑو۔ **وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ**۔
اور جان لو کہ اللہ تعالے سمیع علیم ہی ف تمھاری باتون کا سننے والا ہی اور تمھارے احوال کا جاننے والا ہی پس تمکو بدلا دیگا۔ چونکہ قصہ مذکور
تمام بنی اسرائیل مین معروف متواتر ہو گیا اور سبھون نے کتابون مین لکھا تھا لہذا ارشاد ہوا۔ کہ الم تر الی الذین الخ۔ اور اس قصہ مین نکتہ یہ کہ قضاء
الٰہی سے بھاگنا اور تقدیر سے گریز کرنا محض بے سود ہی کہ یہ لوگ وبا سے بچنے کے واسطے بھاگے تھے اور اللہ تعالے نے دم کے دم مین انکو موت دیدی اور
انکی تعداد مین اختلاف کثیر ہی جیسا کہ مفسرین نے چند اقوال بیان کیے ایسے ہی معالم وتفسیر ابن کثیر وغیرہ مین مذکور ہی ولیکن سب روایات تابعین
وغیرہ مین کوئی انمین سے حدیث مرفوع سے ثابت نہین اور اللہ تعالے نے بھی اسکو بیان نہین فرمایا کیونکہ مفاد اس قصہ کا ان لوگون کی تعداد سے متعلق

نہین بلکہ انکی حالت پر ہو اگرچہ کتنے ہی ہون ہان اتنا فرمایا کہ ہم الوف اور الوف جمع کثرت الف کی ہو اور آلاف اسکی جمع قلت ہو پس جمع
کثرت کی نظر سے جن روایات مین دس ہزار سے زیادہ مذکور ہین وہ اولے ہین جیسا کہ بغوی و قرطبی نے تنبیہ کی ہو اور قصص بھی مختلف طور پر
ہین اور مشابہ کہ اصح وہ ہو جو شیخ ابن کثیر وغیرہ نے اپنی تفسیر مین کہا کہ سلف مین سے بہتون نے ذکر فرمایا کہ یہ لوگ زمانہ بنی اسرائیل مین
ایک ضلع کے لوگ تھے انکے ملک کے اندر بیماری پھیلی اور سخت وبا مین گرفتار ہوے پس موت کے خوف سے جنگل کی طرف نکل بھاگے اور ایک کشادہ میدان
مین اُترے باوجود اسکے اس جنگل کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بھر ہوے پس اللہ عزوجل نے دو فرشتے بھیجے ایک نے جنگل کے اونچے سرے
سے اور دوسرے نے جنگل کے نیچے سرے سے انکو سخت آواز دی کہ مرجاؤ پس ایکدم سے سب کے سب اول سے آخر تک مرگئے بعد کئی روز کے
دوسرے شہر والون نے جب انکو دفن کرنا چاہا تو سخت بدبو سے دفن کرنا ممکن نہ ہوا آخر انکے گرد دیوار سے احاطہ کر دیا اور جہانتک ممکن ہوا حفاظت
کر دی کہین لکڑی کہین دیوار اور یہ لوگ سب فنا ہو کر پارہ پارہ متفرق ہو گئے پھر ایک زمانہ کے بعد انبیاے بنی اسرائیل مین سے ایک نبی جن کو
حزقیل کہتے تھے اور وہ حضرت موسیٰ کے بعد تیسرے خلیفہ تھے وہان گذرے تو اللہ تعالے سے دعا کی کہ ان لوگون کو میرے ہاتھ پر زندہ کر دے پس اللہ
تعالے نے انکی دعا کو قبول کیا اور حکم دیا کہ یون کہے کہ اے بوسیدہ ہڈیو تمکو اللہ تعالے حکم دیتا ہی کہ جمع ہو جاؤ پس ہر جسم کی ہڈیان بعض بعض جمع ہوئین پھر انکو حکم دیا تو انھون نے
آواز دی کہ اے ہڈیو تمکو اللہ تعالے حکم دیتا ہو کہ گوشت و پٹھے و کھال سے پہنائی ہوئی ہو جاؤ پس ایسا ہو گیا اور حزقیل علیہ السلام یہ قدرت الٰہی کا تماشا دیکھ رہے تھے
اور انسے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تجھے قدرت کا تماشا دکھایا جاوے پھر حکم دیا کہ حزقیل نے پکارا اے ارواح تمکو اللہ تعالے حکم دیتا ہی کہ ہر روح اپنے جسم مین
چلی جاوے جسکی وہ تعمیر کرتے تھے پس ایسا ہوا اور وہ لوگ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوے دیکھتے تھے کہ اللہ تعالے نے انکو انکے خواب دراز کے بعد زندہ کر دیا
اور کہنے جاتے تھے کہ پاک ہو تو تیرے سوائے کوئی معبود نہین ہو ابن کثیر نے کہا کہ ان لوگون کے زندہ کر دینے مین قطعی دلیل اس بات پر ظاہر تھی کہ
قیامت مین جسم سے حشر ہوگا اسی وجہ سے اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ لذو فضل علی الناس۔ اے انکو روشن دلیلین و ظاہر حجتین و باہر نشانیان دکھاتا
ہو اور سا انکو انکی بھلائی کی راہ پر چلاتا ہو ولکن اکثر الناس لا یشکرون۔ یہ پھر وہ لوگ بہتیرے کافر ہوتے ہین اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و جھگڑے
مین اللہ تعالے کا شکر نہین ادا کرتے جو اسنے انکے دین و دنیا کے نفع کے واسطے انعام فرمایا ہو اور معالم مین اس قصہ کو مختلف طور سے ذکر کیا اور ابن جریر
و ابن ابی حاتم و ابن المنذر نے اسکو ابومالک سے طولانی روایت کیا اور اسمین کچھ اوپر تیس ہزار کی تعداد مذکور ہو اور بعض روایات مین ہو کہ یہ لوگ اہل اذرعات
تھے اور بعض مین اہل داوردان ایک فرسخ واسط سے ادھر تھے اور معالم مین ہو کہ مجاہدؒ نے کہا جسدم وہ زندہ ہوے تو بولے سبحانک اللہم ربنا
وبحمدک لا الہ الا انت۔ پھر اپنی قوم والون کی طرف واپس گئے اور مدت تک زندہ رہے مگر موت کے آثار انکے چہرے پر نمایان تھے جو کپڑا پہنتے وہ مانند کفن
ہو جاتا یہانتک کہ وہ اپنی موت سے جو انکے لیے اللہ تعالے نے مقرر کی تھی مرگئے اور ابن عباس نے فرمایا کہ آج بھی انکے نالی ہو تو ان یہودیون مین وہ
بو پائی جاتی ہو اور قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے انکو موت سے بھاگنے سے منع فرمایا تھا مگر اسپر نہ جمے آخر انکو عقوبت کی موت سے مارا پھر وہ زندہ کیے
گئے تاکہ اپنی مقدر زندگانی کے دن پورے کرین اور انکی مقدر موت ہوئی ہوتی تو کبھی نہ زندہ کیے جاتے۔ اور معالم مین بعض روایت مین یہ بھی ہو کہ
انکو جہاد کا حکم دیا گیا تھا مگر موت سے بھاگے پس عقوبت مین مارے گئے اسیواسطے قولہ تعالے حذر الموت کی تفسیر مین کہا گیا کہ بخوف وبا اور کہا گیا کہ بخوف
قتل جہاد۔ اور طاعون اُس عام بیماری کو کہتے ہین کہ جس سے مری پڑ جاوے لیکن ایسی عام بیماری مین جو شخص صلاحیت کے ساتھ نیکو کار رہے اور
قضاے الٰہی پر صابر رہکر مرے وہ شہید ہو جیسا کہ حدیث سے ثابت ہو اور قولہ فقال لہم اللہ موتوا۔ مذکور ہوا کہ ایسا فرشتون نے بحکم الٰہی کہا تھا اور یہ بھی
ہو سکتا ہو کہ یہ امر تحویل ہو یعنی تعلق ارادہ الٰہی کا انکے دفعۃً مرجانے کے ساتھ اور شاید بطریق تمثیل ہو انکو ایکبارگی موت دینے کی اور اسمین شک نہین

کہ وقوع حوادث اسکے ارادہ ومشیت قدیم سے ہو قال ابن کثیر اس قصہ مین عبرت ودلیل ہو کہ قضاء وقدر سے پرہیز کرنا بے سود ہو اور اللہ تعالے
کی تقدیر سے اللہ تعالے ہی کی طرف جانا چاہیے کسی اور کی طرف راہ نہین ہو کیونکہ دیکھو یہ لوگ وبا سے بھاگے تاکہ دیر تک زندہ رہین سو انکے قصد کا
اُنکے معاملہ انکے ساتھ کیا گیا اور ایک ہی آن مین انپر اول سے آخر تک موت آگئی اور اسی قبیل سے حدیث صحیح مین ابن عباس سے ہو کہ عمر بن الخطاب
ملک شام کو چلے جب سرغ مین پہونچے تو سرداران لشکر ابو عبیدۃ بن الجراح وغیرہ انسے ملے اور آگاہ کیا کہ شام مین وبا پھیلی ہو پھر حدیث بیان کی یہانتک کہ کہا
کہ پھر اتنے مین عبد الرحمن بن عوف آئے جو بعض ضرورت سے غائب تھے اور کہا کہ میرے پاس اسکا ایک علم ہو کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا کہ جب وبا کسی سرزمین مین ہو اور تم وہین موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے قصد سے وہان سے مت نکلو اور جب تم اسکو کسی سرزمین مین سنو تو وہان مت جاؤ پس عمرؓ
نے اللہ تعالے کا شکریہ ادا کیا پھر واپس چلے آئے رواہ البخاری ومسلم واحمد اور دوسری روایت مین ہو کہ عبد الرحمن بن عوف نے جو شام مین تھے عمرؓ کو خبر
دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ وبا کی بیماری وہ ہو کہ اس سے اگلی امت والون کو عذاب دیا گیا جو تم سے پہلے تھے پس جب تم سنو کہ وہ کسی سرزمین مین
ہو تو اسمین مت داخل ہو اور جب کسی سرزمین مین واقع ہوا اور تم وہان موجود ہو تو اس سے بھاگ جانے کے قصد سے وہان سے مت نکلو پس عمرؓ
شام کے جانے سے لوٹ آئے رواہ الثلثۃ ایضا اور بیان سے ظاہر ہوا کہ جہان وبا ہو وہان سے نکلنا تو اسوجہ سے بچنا ہے کہ موت سے فرار ہے
حالانکہ وقت مقدر ہو اور یہ خلاف ایمان بتقدیر الٰہی ہو اور جہان ہو وہان جانا اسوجہ سے ممنوع ہو کہ عذاب الٰہی جہان نازل ہو اسمین گھسنا نہین چاہیے
جیسے حضرت صلعم نے تبوک مین بعضے معذب مقامات سے پانی تک نہ لیا اور جلد گذر گئے کہ وہان کی زمین مین معذب لوگ پڑے ہین اور بعض نے بیان کیا
کہ وہان نہ جانا اسلیے کہ شاید موت مقدر ہو اور گرفتار ہو جانے پر دل مین سما رہے کہ کاش یہان نہ آتے تو اچھا تھا حالانکہ یہ محض بے ایمانی کا خیال ہو اللھم
ربنا عافنا واعف عنا ووفقنا توفیق الخیر وارحمنا وانت خیر الراحمین۔ اور واضح ہو کہ وبا و طاعون مطلقا عذاب نہین ہو کیا نہین دیکھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اسمین مرنے والے صالح کو شہید فرمایا ہو اور یہ حدیث کثرت طرق سے بدرجہ شہرت ہو اور جمیع علماء اسپر متفق ہین۔ ہان اسکا نزول اکثر اُسوقت ہوتا ہے
جب قوم کفار اور بعض مسلمان گنہگار فسق وفجور مین بکثرت اظہار کرین اور ایسی صورت مین جو نیکوکار مبتلا ہو کر مرا اسکے واسطے یہ بیماری عین رحمت ہو
چنانچہ امام ابو اسمعیل الازدیؒ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے قول سے مصرح وموکد روایت کیا ہو۔ قولہ وقاتلوا فی سبیل اللہ۔ ظاہر یہ ہو کہ عطف
مضمون کا مضمون پر ہو یعنے جب قصہ بالا سے معلوم ہو گیا کہ موت سے بھاگنا آدمی کو نجات نہین دیتا ہو اور جو مقدر ہو وہ لامحالہ واقع ہونے والا ہو تو اہل اسلام
کو قتال کا حکم دیا کہ خیال کرین کہ اگر انکی موت ہی آئی ہو تو کیا خوب ہو کہ اللہ کی راہ مین شہید ہون ورنہ قتال سے کچھ نہوگا اور فتح وغنیمت و
ثواب جمیل ہر حال مین نصیب ہوگا اور یہ سب اس صورت مین کہ یہ خطاب اہل اسلام کو ہو جیسا کہ جمہور مفسرین کا قول ہو اور بعض نے لکھا کہ یہ خطاب انھین
لوگون کو ہو جو زندہ کیے گئے تھے کیونکہ بعض نے قصہ یون روایت کیا ہو کہ انکے بادشاہ نے انکو جہاد کے واسطے حکم دیا تھا مگر بخوف موت وہ بزدل ہو گئے
پس بادشاہ نے دعا کی کہ اللہ تعالے انکو کوئی نشانی انکی ذات مین دکھلاوے پس سب مرے اور پھر زندہ کیے گئے پھر انکو حکم دیا گیا کہ راہ خدا مین جہاد
کرو اور اس روایت کے ثبوت مین کلام ہو اور ابن جریر نے اسکو رد کر دیا کہ جو شخص کہتا ہو کہ خطاب اُن لوگون کو ہو جو زندہ کیے گئے تھے بے وجہ ہو اور
یہی صواب ہو اور مخالف روایات واحادیث ہو کما ستعرف اور قولہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم۔ یعنے اللہ تعالے ہو پیش قدمی کرنے والے اور ہر عذر کر کے
پچھڑنے والے کی بات سنتا اور دلی حال جانتا ہو پس اسکو اسکے موافق جزا دیگا پس اطاعت کرنے والے کے لیے وعدہ خیر اور بد اعتقاد پچھڑنے والے کے لیے
عذاب کی وعید ہو اور علیم سے اشارہ ہو کہ محض قتال کرنا موجب ثواب نہین ہو بلکہ راہ خدا مین ہو اور حدیث صحیح مین ہو کہ جو شخص قتال کرے اس نیت سے کہ اللہ تعالے
ہی کا کلمہ بلند ہو وہی راہ خدا مین جہاد کرنے والا ہو اور یہ اللہ تعالے کی نیک فہمائش اُن لوگون کو ہو جو قید نفس مین گرفتار ہو کر موت سے ڈرتے ہین ورنہ ایمان کامل والا

تو خود یقین رکھتا ہو کہ موت مقدر ہو جہاد کرنے ولڑنے سے بے وقت نہین آسکتی ہو بلکہ وہ لوگ زندگانی دنیا سے موت کے زیادہ خواہشمند ہین اور اللہ تعالے نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر- یعنے بعض نے اُنین سے اپنا عہد پورا کیا اور بعضے منتظر ہین وابن کثیرؒ نے اس مقام پر نقل کیا کہ ہمکو روایت سے ثابت ہوا کہ حامی اسلام وسیف اللہ مسلول حضرت ابو سلیمان خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اپنی موت کے وقت کہتے تھے کہ مین فلان فلان معرکہ مین حاضر ہوا اور میرا کوئی عضو نہین کہ اسمین تیر یا نیزہ یا تلوار کا زخم نہوا اور اب یہ دیکھو مین اپنے بچھونے پر اونٹ کی طرح مرتا ہون بس نامردون کی آنکھون کو نیند نہ آوے یعنے بددعا کی کہ جو لوگ بزدلی سے جہاد کرنے سے بھاگتے ہین اور خود تاسف کرتے تھے کہ مین شہید کیون نہوا پس یہ ان لوگون کا حال ہو جو اس دار ناپائدار سے بھاگتے ہین- اور جو لوگ اس دنیاے ناپائدار ہین کافرون وجانورون کی طرح پڑے ہین انکے خوف کی وجہ ظاہر ہو اور ایمان ناقص اللہم ایدنا وانت لماء ونعوذ باللہ من الضلال

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ

کون شخص ہے جو قرض دیوے اللہ کو اچھا قرض کہ وہ اوسکو دونا کر دے کتنے برابر اور اللہ تنگی کردیتا ہو

وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

اور کشائش دیتا ہو اور اسی کی طرف اُٹھ جاؤگے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ- کون ہے کہ اللہ تعالے کو قرض دیتا ہو ف بایں طور کہ اپنا مال اللہ تعالے کی راہ جہاد وغیرہ مین خرچ کرے قَرْضًا حَسَنًا- بطور قرض حسنہ ف بایں طور کہ مال کو اللہ تعالے کے واسطے خوشی دل سے خرچ کرے فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ- ایک قراءۃ مین بتشدید ضاد معجمہ از باب تفعیل یعنے تضعیف سے ہو- اَضْعَافًا كَثِيْرَةً- اللہ تعالے اوسکے لیے اس مال کو بہت گونہ فرماویگا ف کم سے کم دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ سے زیادہ تک جیسا کہ عنقریب آویگا- وَاللّٰهُ يَقْبِضُ- اور اللہ تعالے بند کرلیتا ہو ف رزق کو یعنے بندے کو امتحان مین ڈالنے کے واسطے اللہ تعالے جس سے چاہتا ہو رزق بند کر دیتا ہو- وَيَبْصُطُ- اور وسعت دیتا ہو ف رزق کو جسکے واسطے چاہتا ہو تاکہ اسکا امتحان کرے- وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ- فی الآخرۃ فیجازیکم باعمالکم- اسی کی طرف پھیرے جاؤگے آخرت مین پس جزا دیگا تمھارے کامون کے موافق- ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ جب نازل ہوا- قولہ من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ- تو ابو الدحداح انصاری نے کہا کہ یارسول اللہ کیا اللہ تعالے ہم سے قرض چاہتا ہو آپ نے فرمایا کہ ہان اے ابو الدحداح تو عرض کیا کہ یارسول اللہ اپنا ہاتھ مجھے دکھلائیے پس آپ نے اپنا ہاتھ دیدیا تو ابو الدحداح نے ہاتھ لیکر کہا کہ مین نے اپنا باغ اپنے پروردگار عزوجل کو قرض دیا اور ابو الدحداح کا ایک باغ تھا جسمین چھ سو درخت خرما تھے اور انکی جورو ام الدحداح وعیال اسمین تھے پھر ابو الدحداح وہان آئے اور آواز دی کہ اے ام الدحداح اسنے کہا کہ حاضر ہون تو کہا کہ اسمین سے نکل آ کہ مین نے اسکو اپنے پروردگار عزوجل کو قرض دیا ہو- رواہ الطبرانی والبیہقی ایضاً اور ابن مردویہ نے اسکو حضرت عمرؓ کی روایت سے مرفوعا روایت کیا اور ایک جماعت محدثین نے اس قصہ کو روایت کیا ہو- اور قرض اصل مین ہر وہ چیز ہو جسکے دینے پر آدمی بدلے کی نظر رکھے چنانچہ عرب بولتے تھے کہ اقرضہ فلان- اے اسکو ایسی چیز دے کہ اسکو بدلا دینا پڑے گا اور یہ اہل زبان کا محاورہ تھا اسی سے اللہ تعالے کو قرض دینا بطور تمثیل کے ہو یعنے کوئی نیک کام درگاہ باری تعالے مین پہونچانا جس سے ثواب ملنے کی امید ہو اسیواسطے بعض نے اسکی تفسیر مین کہا کہ وہ تسبیح وتقدیس ہو اور بعض نے کہا کہ اہل وعیال کو نفقہ دینا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ وغیرہ سلف سے مروی ہو کہ وہ اللہ تعالے کی راہ مین مال خرچ کرنا ہو اور ظاہر یہ ہے کہ یہی اس آیہ کریمہ

مین مراد ہے اور دیگر امور تو قرض کے عام معنی مین شامل ہین واللہ اعلم اور صحاح کی حدیث مین جسکو بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے موجود ہے کہ اللہ تعالے فرماویگا کہ اے فرزند آدم مین نے تجھسے پانی چاہا تو نے نہ پلایا عرض کریگا کہ مین تجھے کیونکر پلا سکتا ہون اور تو پروردگار عالمین ہے فرماویگا کہ تجھسے میرے فلان بندے نے پانی چاہا تو نے اسکو نہ پلایا اگر تو اسکو پلاتا تو اسکو تو میرے پاس پاتا۔ علما نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے نے جو ایسے خطاب فرمائے ہین وہ بندے کو انس دلانے اور رغبت دلانے اور انکے عرف کے موافق بول چال ظاہر کرنے کے طور پر ہین کیونکہ یہ امر تو ان سبکو ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کی قدرت وعظمت اس سے بالا ہے کہ کوئی اوسکو قرض دے سکے اور بندہ اور اسکا مال وجان سب اسیکی ملک ہے وہی اسکو دیتا ہے پس ہدایت وارشاد و کرامت بزرگی ہے واللہ ہو الغنی الحمید اور قولہ قرضاً حسناً مفعول مطلق ہے اے اقراضا مقرونا بالاخلاص وطیب النفس یا مفعول بہ ہے اے مقرضا حلالا طیبا۔ اور بعض نے کہا کہ قرض حسن اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرنا اور مال خرچ کرنا۔ فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ واضح ہو کہ دس گونہ سے تو کسی حال مین کم نہین ہے اور بعض نے کہا کہ سات سو گونہ سے زیادہ اور سدی نے کہا کہ اسکی تقدیر اللہ تعالے ہی جانتا ہے اور ابن ابی حاتم کی روایت کعب الاحبار سے ہے کہ اللہ تعالے کے ثواب دینے کی مقدار سوائے اللہ تعالے کے کوئی شمار نہین کر سکتا پھر پڑھی یہ آیت۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ پس جو اللہ تعالے کی طرف سے کثیر ہے وہ شمار مین نہین آسکتا ہے۔ اور ابن ابی حاتم کی حدیث ابوہریرہ مین بروایت ابوعثمان النہدی ہے کہ مین نے ابوہریرہؓ سے کہا کہ اہل بصرہ گمان کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ ایک نیکی بندہ کی اللہ تعالے ایک لاکھ گونہ بڑھاتا ہے تو کہا کہ اے ابوعثمان تو اسمین کیا تعجب کرتا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ اور فرماتا ہے کہ وما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالے ایک نیکی کو دو لاکھ گونہ بڑھاتا ہے رواہ احمد وابن المنذر ایضا اور اسکی تائید بعض احادیث مین ہے جنمین مثل احد پہاڑ وغیرہ کے بڑھانا مذکور ہے اور یہی حق ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ جب اتری آیۃ مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل الآیہ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے میرے پروردگار میری امت کے واسطے زیادہ بڑھادے پس یہ آیت اتری من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے میرے پروردگار میری امت کے لیے زیادہ فرمادے پس نازل ہوا۔ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اسکو ابن حبان نے بھی اپنی صحیح مین اور بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے اور ابن المنذر نے سفیان سے روایت کی کہ جب اترا قولہ۔ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا تو رسول اللہ صلعم نے عرض کیا کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھادے پس اترا قولہ مثل الذین ینفقون اموالہم الآیہ۔ عرض کیا کہ میری امت کے لیے بڑھادے پس اترا قولہ من ذا الذی یقرض اللہ الآیہ۔ عرض کیا کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھادے پس اترا قولہ انما یوفی الصابرون الآیہ۔ اور قولہ تعالے واللہ یقبض الآیہ اسمین تنبیہ ہے کہ رزاق اللہ عزوجل ہے بے تامل خرچ کرو مگر امر خیر مین جہان شرعا خرچ کرنا چاہیے اور تنگی رزق سے مت ڈرو کہ اللہ تعالے رزاق قدیر ہے اور حدیث مین اسماء بنت ابی بکر کو فرمایا کہ دے اور خرچ کر اور بندش مت کر کہ تجھپر بھی بندش کردی جاوے۔ کما فی الصحیح۔ ولیکن یہ جان لینا چاہیے کہ اسراف سخت مذموم ہے بے طور خرچ کرنا برا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ منجملہ اسراف کے یہ بات ہے کہ جس چیز کو جی چاہے اسکو مہیا کرے اور مقصود بیان یہ ہے کہ راہ خدا و جہاد مین خرچ کرو اور تنگی سے مت ڈرو کہ اللہ تعالے دینے والا ہے وہی کثرت سے دیتا ہے اور وہی تنگی سے دیتا ہے اور کثرت مال کسی کی بہتری کی دلیل نہین کیونکہ کافرونکو بہت دی گئی اور تنگی مال برائی کی دلیل نہین کیونکہ پیغمبرون پر طاری تھی اور حضرت عمرؓ کی حدیث صحیح مین یہ مضمون ہے کہ مینے حضرت صلعم کو فرش بوریا پر لیٹے دیکھا کہ آپ کے بدن پر اسکے نشان پڑگئے تھے مجھے رونا آیا اور مین نے کہا کہ یہ کسریٰ و قیصر اس حال مین ہین اور آپ اللہ تعالے کے رسول ہو کر اس حال مین ہین دعا

فرمایا ہے کہ اللہ تعالی وسعت دے تو آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے عمرؓ تو اس خیال میں پڑا خبردار رہو کہ انکو دنیا ہی اور ہمارے لیے آخرت ہے اور بعض روایات میں ہے کہ دنیا گھورے کے مانند ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ اگر دنیا کی حقیقت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا اور حدیث میں ہے کہ دنیا ملعون ہے ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے من ذاالذی یقرض اللہ قرضا حسنا۔ قرض حسنہ میں یہ جان بھی ہے کہ اپنی جان راہ خدا میں نثار کردے پھر بھی شرمندہ و خجل ہو کہ یہ نثار میرا نہایت حقیر ملکہ ہیچ ہے اور عوض کی امید دل سے فنا کردے ہاں اس امر پر خوش ہو اور پھولا نہ سماوے کہ حق عزوجل نے مجھسے خطاب فرمایا اللہ عزوجل نے جو انکو دیا تھا وہ قرض مانگا یہ انکے حق میں پرورش ہے تاکہ فضل پر فضل بڑھادے اور بعض نے کہا کہ مال قرض تربیت فقرا کے لیے ہے اور بعض نے فرمایا کہ قرض حسن وہ ہے کہ جسپر جزا کی طمع نہ ہو اور اسکے سبب عوض کا خواستگار نہو اور بعض نے فرمایا کہ تجھے مالک بنادیا پھر تجھ سے خرید کیا تاکہ تیرے لیے اپنے ساتھ ایک نسبت ثابت کرے پھر جو تجھسے خریدا تھا اسی میں سے قرض مانگا پھر تجھے اسپر عوض دینے کا وعدہ فرمایا بہت گونہ تواسمیں کھلا کھلا ظاہر کردیا کہ اسکی بخششوں وعطاؤں ونعمتوں کے ساتھ کسی علت کا لگاؤ نہیں ہے یعنے کسی غرض کے واسطے نہیں ہوتی ہیں قال المترجم اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ اللہ تعالے نے خرید لیا مومنوں سے انکے مالوں وجانوں کو بعوض آنکہ انکے لیے جنت ہے جسمیں رضاے حق عزوجل ہے پس قول اخیر جو شیخ نے ذکر کیا ہے جس آیت کے سمجھنے پر موقوف ہے اب سمجھ لینا چاہیے اور بات اچھی بیان فرمائی ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ

تو نے نہ دیکھی ایک جماعت بنی اسرائیل میں سے جو بعد موسے کے تھی جب بولی اپنے نبی سے کھڑا کر دے ہمارے لیے ایک بادشاہ کو کہ ہم لڑین

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا

اللہ کی راہ میں وہ بولا یہ بھی توقع ہے تم سے کہ اگر قتال تمپر فرض کیا جاے تو نہ لڑو بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم

نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَاۗىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

نہ لڑین اللہ کی راہ مین حالانکہ ہم نکالے گئے ہین اپنے گھرون اور بیٹون سے پھر جب انپر فرض ہوا قتال

تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ؁

تو پھر گئے مگر تھوڑے انمین سے اور اللہ جانتا ہے گنہگارون کو

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ تو نے دیکھا نہین ایک گروہ کہ جو۔ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ بنی اسرائیل مین سے تھا مِنْۢ بَعْدِ۔ موت مُوْسٰى۔ بعد زمانہ وفات موسی علیہ السلام کے۔ حاصل یہ کہ موسی کے بعد بنی اسرائیل مین ایک گروہ ہوا ہے تو انکے قصہ مین تعجب سے نہین دیکھتا۔ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ۔ جب انھون نے اپنے پیغمبر سے کہا ف وہ پیغمبر شمویل علیہ السلام تھے کہ۔ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ہمارے لیے ایک شاہ قائم کر جسکے ساتھ ہوکر ہم راہ الٰہی مین جہاد کرین ف یعنے اس بادشاہ کی وجہ سے ہمارا کلمہ انتظام پاوے اور اسی کیطرف مرجع ہو تو ہمکو جہاد کا موقع ملے۔ قَالَ۔ اس نبی نے اُنسے کہا هَلْ عَسَيْتُمْ۔ قراۃ الاکثر بفتح السین ونافع بالکسر اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا۔ بھلا بات ایسی ہوگی جیسی تمھارے حال سے سمجھی جاتی ہو کہ اگر قتال فرض کیا گیا تو تم نہ لڑوگے یعنی نامردی کر جاوگے۔ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَاۗىِٕنَا۔ کہنے لگے کہ ہم کو کیا چیز مانع ہوگی جو ہم نہ لڑین حالانکہ ہم لوگ اپنے دیار واولاد سے نکالے گئے ہین ف تو یہ مصیبت وغصہ

خود مقتضی ہو کہ ہم لڑینگے اور یہ سب اونکے ساتھ جالوت کافر کی قوم نے کیا تھا۔ اور معنی یہ ہین کہ جو بات کہ قتال کرنے کو مقتضی ہو اسکے ہوتے جو
ہمکو لڑائی سے روکنے والی کوئی چیز نہین ہو سکتی ہو اللہ تعالے نے فرمایا۔ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا۔ پھر جب فرض کیا گیا انپر لڑائی
وجہاد کرنا تو پھر گئے ف قتال کرنے سے اور نامردی کرگئے۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ۔ سوائے انھین سے قلیل جماعت کے ف کہ وہ مستقیم
رہے اور یہ وہی لوگ تھے جنھون نے شاہ طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا جیسا کہ عنقریب آتا ہو۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ
اور اللہ تعالے تو ظالمون کو خوب جانتا ہو ف پس انکو سزا دیگا اللہ عزوجل نے یہ دوسرا قصہ جو بنی اسرائیل مین واقع ہوا تھا عبرت کے
واسطے بیان فرمایا اور اس تمام قصہ مین اظہار ہو کہ فتح ونصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو ولیکن بندون پر یہ کرم جب ہوتا ہو کہ انکی نیتین صادق
ہون اور طاعت الٰہی مین مضبوط رہین اور کثرت دشمن پر نظر نہ کرین۔ یہ جماعت بنی اسرائیل وہ تھی جو عمالقہ سے شکست کھانے اور
خرابی اوٹھانے کے بعد باقی رہی تھی چنانچہ قصہ مین آتا ہو اور جس نبی سے اُنھون نے بادشاہ کی درخواست کی تھی اسکے نام مین اختلاف ہو
بعض نے کہا کہ وہ یوشع بن نون تھے اور بعض نے کہا کہ شمعون۔ اور صحیح وہ ہو کہ جو مجاہدؒ سے مروی ہو ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ مجاہد نے فرمایا کہ
وہ شمویلؑ تھے اور ایسا ہی محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کیا قال البغوی اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہو قال ابن کثیر
وہ شمویل بن بالی بن علقمہ بن ترخام بن الیہد بن بہرض بن علقمہ بن ماجب بن عمرصا بن عزریا بن صفیہ بن علقمہ بن ابی یاشف بن قارون
بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام ہین۔ محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ وہب بن منبہ و محمد
بن اسحاق وکلبی وغیرہم نے ذکر کیا کہ قصہ یہ ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے وفات پائی تو انکے پیچھے بنی اسرائیل مین یوشع بن نون خلیفہ ہوے کہ انہین
توریت کو قائم رکھتے اور انکو احکام الٰہی کی دعوت کرتے یہانتک کہ انھون نے وفات پائی پھر انمین کالب بن یوقنا خلیفہ ہوے انھونے بھی ایسا ہی کیا
یہانتک کہ وفات پائی پھر انکے بعد حزقیل خلیفہ ہوے یہانتک کہ انھون نے وفات پائی پھر بنی اسرائیل نے بدعتین بُری بُری ایجاد کرنی شروع کین اور اللہ
تعالے کا عہد بھول گئے یہانتک کہ بعضون نے انمین سے بت پرستی کی اور اللہ تعالے نے انکی طرف حضرت الیاس کو نبی کرکے بھیجا انھونے حکم الٰہی توحید و
توریت کی طرف بلایا اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد برابر بنی اسرائیل مین انبیا ہوتے آئے کہ انکو جدید طور پر توریت کے احکام پر چلنے کی دعوت کرین پھر
الیسع خلیفہ ہوے پھر اون ہی خلیفہ ہوتے آئے اور بنی اسرائیل کی حالت بگڑتی گئی اور ظلم وبدکاریان بڑھتی گئین اور برابر انبیا انکو بدی سے منع کرتے
اور بھلائی کا حکم کرتے تھے وقال ابن کثیر فیما ذکرہ عن ہؤلاء۔ اور بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ کوئی انسے مقابلہ نہین کرسکتا تھا جو لڑتا
تھا او سپر غالب ہوتے تھے اور بات یہ تھی کہ انکے پاس توریت تھی اور وہ تابوت تھا جو قدیم زمانہ سے تھا اور وہ اگلون سے پچھلون کو
میراث چلا آتا تھا یہانتک کہ موسیٰ علیہ السلام تک پہونچا تھا اور برابر بنی اسرائیل مین رہا یہانتک کہ جب بنی اسرائیل نے بدعتون وگناہون و نافرمانیون کی
کثرت کی اور عہد توریت بھول گئے تو اللہ تعالے نے انپر انکے دشمنون کو مسلط کیا حتی کہ بعض لڑائی مین بعضے بادشاہون نے وہ تابوت انسے چھین لیا
اور توریت بھی چھین لی اور ان مین کوئی اسکا بچانے والا نہین رہا وقال محی السنۃ فی المعالم پھر جب بنی اسرائیل مین گناہون کی کثرت ہوئی تو انکا دشمن
ظاہر ہوا اور وہ جالوت کی قوم تھی جنکو بلثاثا کہتے تھے وہ بحر روم کے کنارے درمیان مصر اور فلسطین کے رہا کرتے تھے اور یہی عمالقہ ہین پس یہ لوگ
بنی اسرائیل پر غالب ہوے اور انکے بہت ملک چھین لیے اور عورتین وبچے بہت سے قتل وقید کیے اور ان لوگون نے ان کے بادشاہون کی اولاد سے چار سو
چالیس آدمی قید کیے تھے اور ان لوگونپر جزیہ مقرر کیا اور انسے توریت چھین لی اور بنواسرائیل کو انکی طرف سے سخت تکلیف ومصیبت پہونچی وقال
ابن کثیر اور ان لوگون مین بہت تھوڑے باقی رہے اور انکے اسباط مین سے نبوت منقطع ہو گئی اور لاوی بن یعقوب جنکے پوتے پردتون مین

نبوت چلی آتی تھی کوئی نہین بچا صرف ایک عورت ایسی تھی جو اپنے شوہر سے حاملہ تھی اور اسکا شوہر مرگیا اور یہ لاوی بن یعقوب کی نسل سے تھا
قال محی السنۃ اور بنی اسرائیل مین کوئی ایسا نہ رہا کہ انکے کام سنوارتا اور نبوت جس نسل مین تھی وہ تو ہلاک ہی ہو چکے تھے مگر یہ حاملہ عورت
جو باقی تھی اسکو انھون نے ایک مکان مین بند رکھا تاکہ ایسا نہو کہ لڑکی جنے اور اسکی جگہ لڑکا بدل لے یہ دیکھکر بنی اسرائیل کو اسکی
نرینہ اولاد کی بہت رغبت ہے اور وہ عورت بھی دعا کیا کرتی تھی کہ اللہ تعالے اسکو نرینہ فرزند یعنے لڑکا عطا فرمائے پس اللہ تعالے نے
اسکی دعا سن لی اور اسکو لڑکا دیا پس عورت نے اسکا نام اشمویل رکھا یعنے - سمع اللہ دعائی - میری دعا خدا نے سن لی قال ابن کثیر
اور بعضے کہتے ہین کہ شمعون نام رکھا اور یہ بھی اسی معنے مین ہے پھر یہ بڑھا اور اچھین مین پرورش پائی اور اللہ تعالے نے اسکو اچھے طور پر پالا یہانتک
کہ جب نبوت کے سن پر پہونچا تو اللہ تعالے نے اسکو وحی کی اور حکم دیا کہ اپنی قوم کو توحید و ایمان کی طرف دعوت کرے وقال محی السنۃ جب
وہ لڑکا بڑا ہوا اور عورت مذکورہ نے اسکو سپرد کیا تاکہ بیت المقدس مین توریت پڑھے اور انکے علماء مین سے ایک عالم نے اس لڑکے کی
کفالت کی اور اسکو متبنیٰ بنایا پھر جب وہ لڑکا بالغ ہوا تو ایک روز وہ لڑکا اس عالم کے پہلو مین سوتا تھا اور شیخ مذکور اس لڑکے کے بارہ مین
کسی پر بھروسہ نہین کرتا تھا اسی حال مین جبرئیل علیہ السلام آئے اور شیخ مذکور کی آواز مین اوسکو پکارا کہ اے شمویل پس لڑکا گھبرا کر اٹھ کھڑا
ہوا اور شیخ سے کہا کہ اے باپ کیا آپنے مجھے پکارا ہے پس شیخ نے اس بات کو گران جانا کہ اس سے کہدے کہ مین نے نہین پکارا اس خیال سے کہ
شاید اسکو کچھ خوف لاحق ہو اور کہا کہ بیٹا اگر سو رہو پس لڑکا پھر اگر سو رہا پھر جبرئیل علیہ السلام نے اسکو دوبارہ پکارا پھر لڑکا بولا کہ اے باپ کیا آپنے
مجھے پکارا ہے - شیخ نے پھر کہا کہ بیٹا اگر سو رہو اگر مین تمکو پھر پکارون تو مجھے جواب مت دینا پھر تیسری بار جبرئیل علیہ السلام اسکے لیے
ظاہر ہوگئے اور کہا کہ اُٹھ اور اپنی قوم مین جا کر انکو اللہ عزوجل کی طرف بلا کیونکہ اللہ تعالے نے تجھے انمین نبی کرکے بھیجا ہے پھر جب شمویل
انمین دعوت کرنے آئے تو انھون نے شمویل کو جھٹلایا اور بولے کہ تونے خود جلدی سے ایسا دعوی کر دیا حالانکہ تجھے نبوت ابھی نہین پہونچی
اور بولے کہ اگر تو سچا ہے تو تیری نشانی یہ ہے کہ تو ہم مین ایک بادشاہ قائم کردے کہ ہم اوسکے ساتھ ہو کر اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرین اور بنی اسرائیل
کا کام اسی طرح سنورتا تھا کہ وہ لوگ اپنے بادشاہ کے حکم پر متفق ہوتے تھے اور انکے بادشاہ انکے نبی کے حکم کے مطیع ہوتے تھے پس بادشاہ ہی انکی
جماعتون کو لیکر چلتا اور نبی اسکو شرع کی بات بتلاتا جاتا اور جو بات راہ کی ہوتی اوس سے اوسکو آگاہ کرتا اور وحی الٰہی سے اوسکو خبردار کرتا رہتا
تھا - اور واضح ہو کہ عمالقہ کے بادشاہ جالوت سے بنی اسرائیل نے شکست کھائی اور صندوق وغیرہ برکات کھو بیٹھے اور وہ بہت سے گرفتار کر لیگیا
تو لہ وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا - محی السنۃ نے کہا کہ ظاہر مین کلام عام ہے اور باطن مین خاص ہے اسواسطے کہ جن لوگون نے بادشاہ کی درخواست
کی تھی وہ اپنے ملک و وطن مین موجود تھے اور نکالے تو انمین سے وہ لوگ گئے تھے جنکو قید کرکے دشمن لے گیا تھا اور معنی یہ ہین کہ جہاد مین ہم
تقصیر جب ہی کرتے تھے کہ اپنے ملکون مین آرام سے بیٹھے تھے کہ کوئی ہم پر غالب نہین ہوسکتا تھا اور اب کہ یہ نوبت پہونچ گئی ہے تو ہم ضرور اپنے
پروردگار کی فرمانبرداری کرینگے اور جہاد مین کوشش کرینگے اور اپنی آل و اولاد سے دشمنون کو روکینگے حالانکہ یہ لوگ آخر اس عہد سے
پھر گئے اور پورا قصہ آگے آتا ہے جاننا چاہیے کہ اس قصہ مین انکے پھر جانے کا حال اور جہاد کے قول پر قائم نہ رہنے کو پہلے بیان فرما دیا اور بیچ
کا قصہ رہ گیا ہے یعنے بادشاہ کی درخواست کی اور نبی نے دعا کی اور وہ مقرر ہوا اور انھون نے نہ مانا پھر نشانی پاکر اسکو بادشاہ مانا -

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ؕ قَالُوٓا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ

اور کہا انسے انکے نبی نے اللہ نے کھڑا کر دیا تمھارے لیے طالوت بادشاہ بولے کہاں ہوگی اوسکو بادشاہت

عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ

ہمپر اور ہم تو زیادہ حق دار ہین بادشاہت کے اسکی بہ نسبت اور اسکو تو کشائش مال سے بھی نہین کہا کہ اسد نے چن لیا اسکو تم پر

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

اور اسکو زیادہ کشایش دی علم مین اور جسم مین اور اسد دیتا ہے اپنی سلطنت جس شخص کو چاہے اور اسد تعالے کشایش والا ہے اور بڑا دانا ہے

جب نبی موصوف نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ انکے لیے کوئی بادشاہ بھیجا جاوے تو پروردگار نے اسکو جواب فرمایا کہ طالوت کو بھیجا وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا اور پیغمبر نے ان بنی اسرائیل سے کہا کہ اسد تعالے نے تمہارے واسطے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے ف پس تم اسکے ساتھ بیعت کرو۔ قَالُوْا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ۔ بولے کہ اسکو کہان سے ہمپر بادشاہی حاصل ہوگی حالانکہ ہم ہے زیادہ حقدار سلطنت ہم ہین ف کیونکہ وہ خاندان نبوت کی ذریات مین سے نہین اور خاندان بادشاہت کے اسباط سے بھی نہین ہے اور روایت ہے کہ وہ موچی یا چروا ہا تھا۔ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ۔ اور نہ اسکو مال کی وسعت دی گئی ف جسکے ذریعہ سے حکمرانی کرنے مین قوت ہو۔ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ پیغمبر نے اون لوگون سے کہا کہ اسد تعالے نے اسکو تمپر برگزیدہ کر لیا ہے ف یعنے بادشاہت دینے کے لیے۔ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ اور اسکے لیے علم وجسم مین فراخی دی ہے ف وہ علم وفنون حرب مین زیادہ وقوف رکھتا ہے اور جسم مین قوی ہیکل رعب دار ہے روایت ہے کہ اُسوقت مین بنو اسرائیل مین سب سے زیادہ عالم اور کامل الخلقت یہی طالوت تھا۔ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ۔ اور اسد تعالے جسکو چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے ف اسپر کچھ اعتراض نہین ہو سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اسد تعالے کا فضل وسیع ہے اور علم کمال ہے ف وہ ہر ایک بندے کی لیاقت واستحقاق کو خود جانتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اولاد اسمعیل علیہ السلام جیسے قبائل کہلاتے ہین ویسے اولاد اسرائیل یعنی اولاد یعقوب علیہ السلام اسباط کہلاتے ہین مگر یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے وہ بیٹے ہی کہلاتے ہین ان بیٹون کی اولاد بارہ فرقہ وہ سب اسباط ہین اور ان سب مین سے یہودا ابن یعقوب کی اولاد مین تو بادشاہت چلی آتی تھی اور لاوی بن یعقوب کی اولاد مین نبوت چلی آتی تھی اور مشہور قول یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی اولاد مین تھی۔ اب بیان سے اسد عزوجل نے بقیہ ماجرا قصہ مذکورہ کا بیان فرمایا قال فی المعالم وغیرہ جب ان لوگون نے شمویل علیہ السلام سے بادشاہ مانگا اور انھون نے کہا کہ ایسا تو نہو کہ تمپر جہاد فرض ہو پھر تم پھر جاؤ بولے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے ہماری تو یہ حالت ہو گئی ہے ہم ضرور لڑینگے تو شمویل علیہ السلام نے دعا کی پس اسد عزوجل نے انکو ایک عصا بھیجا اور اسکے سر مین روغن قدس بھرا ہوا تھا اور حکم آیا کہ بادشاہ ان مین سے وہ شخص ہوگا جسکا قد اس عصا کے برابر ہو اور اسکی گڑی جسمین تیل بھرا ہو دیکھے پس جب تیرے پاس کوئی مرد آوے اور گڑی مین جو تیل ہے وہ جوش کرے اور قد اسکا برابر عصا کے ہو تو وہی بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا اسکے سر مین یہ تیل ڈالدے اور اسکو انپر بادشاہ کردے اور طالوت کا نام عبرانی مین شاول تھا اور وہ بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے تھا اور دراز قد تھا اسکا سر ہر دو شانہ ہر ایک سے دراز بھاری تھے اور چمڑے کا کام کیا کرتا تھا۔ قالہ وہب بن منبہ اور بعض نے کہا چروا ہا تھا اور سدی نے کہا کہ سقا تھا کہ اپنے خچر پر دریا سے پانی لایا کرتا تھا پس اسکا خچر گم ہو گیا جسکی تلاش مین نکلا تھا اور بعض نے کہا کہ جانور کرایہ پر چلاتا تھا اور وہب بن منبہ نے کہا کہ طالوت کے باپ کے خچر گم گئے تھے اسنے طالوت کو اور ایک غلام کو تلاش کے لیے بھیجا تھا پس دونون ڈھونڈھتے ہوئے شمویل علیہ السلام کے گھر کیطرف نکلے پس غلام نے طالوت سے کہا کہ بھلا اس نبی علیہ السلام کے پاس چلین اور پوچھین شاید وہ بتادے یا ہمارے لیے دعا کردے پس دونون شمویل علیہ السلام کے پاس جاکر یہ بیان کرنے لگے پس وہ یہ بیان ہی کرتے تھے کہ ناگاہ روغن قدس نے جوش کیا اور

دو بیردی گاڑی پر لاد کر اسکو بنی اسرائیل کی طرف روانہ کردیا۔ اور محی السنۃ نے معالم میں اس قصہ کو یون بیان کیا کہ جب انھون نے تابوت چھین لیا
تو فلسطین کے ایک گانون مین جسکو ازدود کہتے تھے بڑے بت کے نیچے رکھا صبح کو اوسکو بڑے بت کے اوپر پایا پھر نیچے کرکے بڑے بت کے
پانون کیلون سے اسمین جڑ دیے صبح کو بڑے بت کے ہاتھ پانون کٹے تابوت کے نیچے پڑا پایا اور باقی بت اوندھے پڑے تھے پس اسکو بت خانہ سے
نکال کر شہر کے ناحیہ مین رکھا پس اس ناحیہ کے لوگون کو درد گلو کی بیماری نے ہلاک کرنا شروع کیا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ
بنی اسرائیل کے معبود کی برابری کوئی معبود نہین کرسکتا ہے اسکو فلان گانون مین بھیجدو اس گانون مین چوہے بیدا ہوے کہ رات کو آدمی
سو جاتا صبح کو مرا ملتا کہ چوہے نے اسکی آنتین سب کھالین ہین تو اسکو جنگل مین لیجا کر ایک جگہ دفن کیا تو جو اُس سرحد کی طرف بھی گزرتا اسکو ناسور
و قولنج ہو جاتا تب تو نہایت حیران ہوے تو ایک عورت بنی اسرائیل کی جو انکے پاس قیدیون مین تھی کہنے لگی کہ برابر تم پر یہی مصیبتین پیش آتی رہین گی جبتک
یہ تابوت تم مین رہیگا اسکو نکال باہر کرو پس اوس عورت کی راے سے دو بیردی گاڑی پر لاد کر اسکو ہانک دیا اور بیل چلدیے اور اللہ تعالے نے چار فرشتے
اسپر متعین کیے کہ اسکو بنی اسرائیل کے ملک مین لے آئے اور حسنؒ سے روایت ہے کہ تابوت فرشتون کے ساتھ آسمان مین تھا پھر جب طالوت
بادشاہ ہوا تو فرشتے اسکو لے آئے اور طالوت کے مکان مین رکھدیا قال المترجم دوسرا اختلاف کہ کیونکر آیا تو اس بیان بالا سے کچھ معلوم ہوا
یعنے تیہ سے فرشتے لائے یا عمالقہ کفار کے پاس سے دو بیردی گاڑی پر بجراست ملائکہ آیا اور اس روایت مین ہے کہ گاڑی کے پاس جو جاتا تھا مرجاتا
تھا اور محی السنۃ نے کہا کہ یہی ملائکہ کے اُٹھالانے کے معنے ہین۔ یا آسمان سے فرشتے اُتار لائے بنا بر روایت حسنؒ کے اور محی السنۃ و شیخ
ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ فرشتے اس تابوت کو آسمان و زمین کے درمیان اُٹھائے ہوے لائے یہانتک
کہ اسکو طالوت کے سامنے رکھدیا اور لوگ اسکو دیکھ رہے تھے اور اسیکو شیخ جلال مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور بغوی وغیرہؒ نے ذکر کیا کہ
ابن عباس نے فرمایا کہ مجھے پہونچا ہے کہ تابوت اور عصاے موسیٰؑ دونون بحیرۂ طبریہ مین ہین اور وہ قیامت سے پہلے نکلین گے۔ اختلاف سوم
اس تابوت مین پروردگار کی طرف سے سکینت بھی قال ابن کثیر بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ اسمین وقار و جلالت تھی۔ وروی
عبدالرزاق عن معمر عن قتادہؒ کہ سکینہ اے وقار اور ربیع نے کہا کہ رحمت اور ایسا ہی عوفی نے ابن عباس سے سکینت کے معنے روایت کیے ہین۔ اور
ابن جریج نے کہا کہ مین نے عطاء سے سکینۃ من ربکم کے معنے پوچھے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اسمین اللہ تعالے کی نشانیون سے وہ چیزین ہین کہ تم پہچانتے
ہو پس اونسے تسکین پاتے ہو اور ایسا ہی حسن بصریؒ سے مروی ہے۔ اور بعض نے کہا سکینہ ایک سونے کا طشت تھا جسمین انبیاء علیہم السلام کے دل
دھوے گئے اسکو اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا پس اسمین موسیٰ علیہ السلام نے الواح توریت کو رکھا تھا اور یہی سدیؒ نے ابو مالکؒ سے
انھون نے ابن عباس سے روایت کیا ہے وقال الثوری عن سلمہ بن کہیل عن ابی الاحوص عن علیؓ فرمایا السکینۃ لہا وجہ کوجہ الانسان ثم ہی
روح ہفافۃ۔ اور ابن جریر نے کہا کہ حدثنی المثنی حدثنا ابو داؤد حدثنا شعبۃ وحماد بن سلمۃ وابو الاحوص کلہم عن سماک عن خالد بن عرعرۃ عن
علیؓ۔ قال السکینۃ ریح خجوج ولہا راسان اور مجاہدؒ نے کہا کہ لہا جناحان وذنب۔ اور محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ سکینہ
ایک مردار بلی کا سر تھا کہ جب تابوت مین بلی کی بولی بولتا تو فتح کا یقین کرتے اور فتح ہو جاتی تھی اور عبدالرزاق نے کہا کہ مین نے بکار بن عبداللہ سے
سنا کہ مین نے وہب بن منبہ سے سنا کہ سکینہ اللہ کی طرف سے بولتی روح تھی کہ جب بنی اسرائیل کسی بات مین اختلاف کرتے تو وہ چاہتے اسکو بیان کرکے
بتلادیتی تھی۔ اور محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ وہ مشابہ بلی کے تھی اسکا سر مثل بلی کے اور دم مثل بلی کے اور دو آنکھین جن سے شعاع
نکلتی تھی اور دو بازو تھے زمرد اور زبرجد کے بنے ہوے پس جب بنی اسرائیل اسکی آواز سنتے تو فتح کا یقین کرلیتے اور جب لڑائی کو چلتے تو تابوت کو آگے

م یہ اس بیان کا مطلب ہے کہ بنی اسرائیل کا دشمن پر زور نہ چلتا تھا ۱۲

عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ

ہمپر اور ہم تو زیادہ حق دار ہین بادشاہت کے اسکی بہ نسبت اور اسکو تو کشائش مال سے بھی نہین کہا کہ اسد نے چن لیا اسکو تم پر

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور اوسکو زیادہ کشایش دی علم مین اور جسم مین اور اسد دیتا ہے اپنی سلطنت جس شخص کو چاہے اور اسد تعالے کشایش والا ہے اور خبردار ہے

جب نبی موصوف نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ انکے لیے کوئی بادشاہ بھیجا جاوے تو پروردگار نے اسکو جواب فرمایا کہ طالوت کو بھیجا
وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا اور پیغمبر نے ان بنی اسرائیل سے کہا کہ اسد تعالے نے تمہارے
واسطے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے پس تم اسکے ساتھ بیعت کرو - قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ
بِالْمُلْكِ مِنْهُ - بولے کہ اسکو کہان سے ہمپر بادشاہی حاصل ہوگی حالانکہ ہم سے زیادہ حقدار سلطنت ہم ہین ف کیونکہ وہ خاندان نبوت کی
ذریات مین سے نہین اور خاندان بادشاہت کے اسباط سے بھی نہین ہے اور روایت ہے کہ وہ موچی یا چروا ہا تھا - وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً
مِّنَ الْمَالِ - اور نہ اسکو مال کی وسعت دی گئی ف جسکے ذریعہ سے حکمرانی کرنے مین قوت ہو - قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ
پیغمبر نے اون لوگون سے کہا کہ اسد تعالے نے اسکو تمپر برگزیدہ کر لیا ہے ف یعنے بادشاہت دینے کے لیے - وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ
وَالْجِسْمِ - اور اسکے لیے علم و جسم مین فراخی دی ہے ف وہ علم و فنون حرب مین زیادہ وقوف رکھتا ہے اور جسم مین قوی ہیکل رعب دار ہے
روایت ہے کہ اُسوقت مین بنو اسرائیل مین سب سے زیادہ عالم اور کامل الخلقت یہی طالوت تھا - وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ - اور
اسد تعالے جسکو چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے ف اسپر کچھ اعتراض نہین ہو سکتا ہے - وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ - اور اسد تعالے کا فضل وسیع ہے اور
علم کمال ہے ف وہ ہر ایک بندے کی لیاقت و استحقاق کو خود جانتا ہے - جاننا چاہیے کہ اولاد اسمعیل علیہ السلام جیسے قبائل کہلاتے ہین ویسے اولاد
اسرائیل یعنی اولاد یعقوب علیہ السلام اسباط کہلاتے ہین مگر یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے وہ بیٹے ہی کہلاتے ہین ان بیٹون کی اولاد بارہ فرقہ وہ
سب اسباط ہین اور ان سب مین سے یہودا ابن یعقوب کی اولاد مین تو بادشاہت چلی آتی تھی اور لاوی بن یعقوب کی اولاد مین نبوت چلی آتی
تھی اور مشہور قول یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی اولاد مین تھی - اب بیان سے اسد عزوجل نے بقیہ ماجرا قصہ مذکورہ کا بیان فرمایا قال فی المعالم وغیرہ جب ان
لوگون نے شمویل علیہ السلام سے بادشاہ مانگا اور انھون نے کہا کہ ایسا تو نہو کہ تمپر جہاد فرض ہو پھر تم پھر جاؤ بولے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے ہماری تو یہ حالت ہو گئی ہے ہم ضرور
لڑینگے تو شمویل علیہ السلام نے دعا کی پس اسد عزوجل نے انکو ایک عصا بھیجا اور اسکے سر مین روغن قدس بھرا ہوا تھا اور حکم آیا کہ بادشاہ ان مین سے
وہ شخص ہوگا جسکا قد اس عصا کے برابر ہو اور اسکی گڑی جسمین تیل بھرا ہے دیکھے پس جب تیرے پاس کوئی مرد آوے اور گڑی مین جو تیل ہے وہ جوش کرے
اور قد اسکا برابر عصا کے ہو تو وہی بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا اسکے سر مین یہ تیل ڈالدے اور اسکو اونپر بادشاہ کردے اور طالوت کا نام عبرانی مین شاول تھا
اور وہ بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے تھا اور دراز قد تھا اسکا سر ہر دو شانہ ہر ایک سے دراز بھاری تھے اور چمڑے کا کام کیا کرتا تھا - قالہ وہب
بن منبہ اور بعض نے کہا چروا ہا تھا اور سدی نے کہا کہ سقا تھا کہ اپنے خچر پر دریا سے پانی لایا کرتا تھا پس اسکا خچر گم ہو گیا جسکی تلاش مین نکلا تھا اور بعض نے
کہا کہ جانور کرایہ پر چلاتا تھا اور وہب بن منبہ نے کہا کہ طالوت کے باپ کے خچر گم گئے تھے اسنے طالوت کو اور ایک غلام کو تلاش کے لیے بھیجا تھا
پس دونون ڈھونڈھتے ہوئے شمویل علیہ السلام کے گھر کیطرف نکلے پس غلام نے طالوت سے کہا کہ بھلا اس نبی علیہ السلام کے پاس چلین اور پوچھین شاید
وہ بتادے یا ہمارے لیے دعا کردے پس دونون شمویل علیہ السلام کے پاس جاکر یہ بیان کرنے لگے پس وہ یہ بیان ہی کرتے تھے کہ ناگاہ روغن قدس نے جوش کیا اور

دو بردی گاڑی پر لادکر اسکو بنی اسرائیل کی طرف روانہ کردیا۔ اور محی السنۃ نے معالم میں اس قصہ کو یون بیان کیا کہ جب انھون نے تابوت چھین لیا
تو فلسطین کے ایک گانون مین جسکو ازدود کہتے تھے بڑے بت کے نیچے رکھا صبح کو اوسکو بڑے بت کے اوپر پایا پھر نیچے کرکے بڑے بت کے
پانوٴن کیلون سے اسمین جڑدیے صبح کو بڑے بت کے ہاتھ پانوٴن کٹے تابوت کے نیچے پڑا پایا اور باقی بت اوندھے پڑے تھے پس اسکو بت خانہ سے
نکال کر شہر کے ناحیہ مین رکھا پس اس ناحیہ کے لوگون کو درد گلو کی بیماری نے ہلاک کرنا شروع کیا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ
بنی اسرائیل کے معبود کی برابری کوئی معبود نہین کرسکتا ہو اسکو فلان گانون مین بھیجدو اس گانون مین چوہے پیدا ہوے کہ رات کو آدمی
سوجاتا صبح کو مرا ملتا کہ چوہے نے اسکی آنتین سب کھالین ہین تو اسکو جنگل مین لیجاکر ایک جگہ دفن کیا تو جو اوس سرحد کی طرف بھی گزرتا اسکو ناسور
دق و تنبیح ہوجاتا تب تو نہایت حیران ہوے تو ایک عورت بنی اسرائیل کی جو انکے پاس قیدیون مین تھی کہنے لگی کہ برابر تم پر یہی مصیبتین پیش آتی رہین گی جبتک
یہ تابوت تم مین رہیگا اسکو نکال باہر کرو پس اوس عورت کی راے سے دو بردی گاڑی پر لادکر اسکو ہانک دیا اور بیل چلدیے اور اللہ تعالے نے چار فرشتے
اسپر متعین کیے کہ اسکو بنی اسرائیل کے ملک مین لے آئے اور حسنؒ سے روایت ہو کہ تابوت فرشتون کے ساتھ آسمان مین تھا پھر جب طالوت
بادشاہ ہوا تو فرشتے اسکو لے آئے اور طالوت کے مکان مین رکھدیا قال المترجم دوسرا اختلاف کہ کیونکر آیا تو اس بیان بالا سے کچھ معلوم ہوا
یعنے تیہؔ سے فرشتے لائے یا عمالقہ کفار کے پاس سے دو بردی گاڑی پر بحراست ملائکہ آیا اور اس روایت مین ہو کہ گاڑی کے پاس جو جاتا تھا مرجاتا
تھا اور محی السنۃ نے کہا کہ یہی ملائکہ کے اُٹھا لانے کے معنے ہین۔ یا آسمان سے فرشتے اُتار لائے بنابر روایت حسنؒ کے اور محی السنۃ و شیخ
ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ فرشتے اس تابوت کو آسمان و زمین کے درمیان اُٹھائے ہوے لائے یہانتک
کہ اسکو طالوت کے سامنے رکھدیا اور لوگ اسکو دیکھ رہے تھے اور اسکو شیخ جلال مفسرؒ نے اختیار کیا ہو اور بغوی وغیرہؒ نے ذکر کیا کہ
ابن عباس نے فرمایا کہ مجھے پہونچا ہو کہ تابوت اور عصاء موسیٰؑ دونون بحیرۂ طبریہ مین ہین اور وہ قیامت سے پہلے نکلین گے۔ اختلاف سوم
اس تابوت مین پروردگار کی طرف سے سکینت تھی قال ابن کثیر بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ اسمین وقار و جلالت تھی۔ وروی
عبدالرزاق عن معمر عن قتادہؒ کہ سکینہ اے وقار اور ربیع نے کہا کہ رحمت اور ایسا ہی عوفی نے ابن عباس سے سکینت کے معنے روایت کیے ہین اور
ابن جریج نے کہا کہ مین نے عطاء سے سکینۃ من ربکم کے معنے پوچھے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اسمین اللہ تعالے کی نشانیون سے وہ چیزین ہین کہ تم پہچانتے
ہو پس اونسے تسکین پاتے ہو اور ایسا ہی حسن بصریؒ سے مروی ہو۔ اور بعض نے کہا سکینہ ایک سونے کا طشت تھا جسمین انبیاء علیہم السلام کے دل
دھوئے گئے اسکو اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا پس اسمین موسیٰ علیہ السلام نے الواح توریت کو رکھا تھا اور یہی سدیؒ نے ابو مالکؒ سے
انھون نے ابن عباس سے روایت کیا ہو وقال الثوری عن سلمہ بن کہیل عن ابی الاحوص عن علیؓ فرمایا السکینۃ لہا وجہ کوجہ الانسان ثم ہی
روح ہفافۃ۔ اور ابن جریر نے کہا کہ حدثنی المثنی حدثنا ابو داوٴد حدثنا شعبۃ وحماد بن سلمۃ وابو الاحوص کلہم عن سماک عن خالد بن عرعرۃ عن
علیؓ۔ قال السکینۃ ریح خجوج ولہا راسان اور مجاہد نے کہا کہ لہا جناحان وذنب۔ اور محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ سکینہ
ایک مردار بلی کا سر تھا کہ جب تابوت مین بلی کی بولی بولتا تو فتح کا یقین کرتے اور فتح ہوجاتی تھی اور عبدالرزاق نے کہا کہ مین نے بکار بن عبداللہ سے
سنا کہ مین نے وہب بن منبہ سے سنا کہ سکینہ اللہ کی طرف سے بولتی روح تھی کہ جب بنی اسرائیل کسی بات مین اختلاف کرتے تو پوچھا تے اسکو بیان کرکے
بتلادیتی تھی۔ اور محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ وہ مشابہ بلی کے تھی اسکا سر مثل بلی کے اور دُم مثل بلی کے اور دو آنکھین جن سے شعاع
نکلتی تھی اور دو بازو تھے زمرد اور زبرجد کے بنے ہوے پس جب بنی اسرائیل اسکی آواز سنتے تو فتح کا یقین کرلیتے اور جب لڑائی کو چلتے تو تابوت کو آگے

ف تیہ اس میدان کا نام ہے جس میں بنی اسرائیل سرگردان رہے۔ توجہ نافرمانی حق تعالیٰ کے ۱۲

آگے رکھتے پھر جب وہ چلتا تو چلتے اور اگر ٹھہر جاتا تو ٹھہر جاتے تھے اور قتادہ وکلبی نے کہا کہ سکینہ بروزن فعیلہ ماخوذ از سکون ہو ای طمانیۃ من ربکم۔ جہان تابوت
ہوتا تھا وہان انکو طمانینت و تسکین ہوتی تھی اور حسنؒ سے روایت ہو کہ وہ ایک شی تھی کہ جسکی وجہ سے انکے دلون کو تسکین ہوتی تھی قال المترجم پوشیدہ نہین کہ
یہ متفرق اقوال و متناقض تفسیرین جو علماے اعلام کی طرف منسوب ہوگئی ہین اکثر ان مین سے غیر محفوظ ہین اور انکی اسناد صحیح نہین ہو اور جنکی اسناد
مستقیم بھی ہو کوئی تفسیر مرفوع یعنے قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہین ہو اور نہ اسکی اصل و نظیر کہین شرع اسلام و کلام پیغمبر علیہ السلام مین پائی جاتی
ہو اور نہ یہ صحیح ہو سکتا ہو کہ یہ اقوال تفسیری حکم مین مرفوع کے ہین اور نیز یہ بھی نہین ہو کہ ان علماے اعلام نے اپنی راے سے تفسیر کی ہو کیونکہ یہ گمان
بد ان اکابر کی نسبت زیبا نہین مگر آنکہ جو کچھ یہود سے سُنتے تھے کبھی اُسکو بھی نقل کر دیتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگون کو حکم دیا تھا کہ
اہل کتاب کی روایت کی تصدیق و تکذیب کچھ نہ کرین اسوجہ سے روایات اسرائیلیات بھی اسلام کے طریق سے روایت ہوگئی ہین اور شاید یہود نے عمدًا
یہ قصد کیا ہوگا کہ مختلف باتون سے اہل اسلام کے دلمین شک ڈالین ولیکن اہل ایمان واسلام امت محمدی صلعم کے اللہ و رسول کے کلام کی تصدیق کرتے ہین
اور انکو ان مختلف روایات کی چندان حاجت نہین ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مین یہ مضمون البتہ ثابت ہوا ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے
ایک مرد رات کو سورۂ کہف کی تلاوت کرتا تھا اور گھوڑا اُسکے پاس بندھا تھا پس ایک پارۂ ابر جسمین قنادیل روشن تھین اُترنے لگا اور نزدیک ہوتا اور
گھوڑا کسی قدر جولانی کرتا تھا پس صبحکو انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ یہ سکینہ ہو کہ قرآن کے واسطے نازل ہوئی تھی رواہ مسلم
اور آئندہ اپنے مقام پر تحقیق آویگی پس حاصل کلام اس آیت کی تفسیر مین یہ ہو کہ اللہ تعالے تمکو وہ تابوت دیدیگا جسمین تمھارے پروردگار کی طرف سے
تمھارے لیے سکینت ہو اور ہمارے لیے اسیقدر کافی ہو اگرچہ تابوت کی تفسیر جو ہمارے مفسرؒ نے ذکر کی ہو وہ بھی نہ مذکور ہوا اور سکینت کے معنے کے واسطے
لغت و زبان کی طرف رجوع کرنا کافی ہو ابن عطیہؒ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہو کہ اس تابوت مین بزرگ چیزین تھین جو انبیاء علیہم السلام کے
آثار و تبرکات تھین پس دلون کو انسے تسکین ہوتی اور انکے ساتھ اُنس ہوتا تھا اور قوت حاصل ہوتی تھی اور بڑی چیز تو یہ تھی کہ اسمین
توریت تھی یا دو لوح توریت کے پارۂ لوح کے تھے جو ٹوٹ جانے سے الگ ہوگئے تھے وبالجملہ قول مفسرؒ ارجح ہو واللہ اعلم۔ قولہ وبقیۃ
مما ترک آل موسیٰ وآل ہرون۔ ابن جریرؒ نے بسند جید ابن عباس سے روایت کی کہ وہ عصاے موسیٰ و ریزہاے الواح تھے اور یہی قتادہ وسدی
و ربیع و عکرمہ کا قول ہو اور اسمین اتنا زائد ہو کہ اور توریت بھی اور ابو صالح نے کہا کہ عصاے موسیٰ و عصاے ہارون علیہم السلام و دو لوح
توریت و من تھے اور بعض نے موسیٰ و ہارون کے کپڑے بھی زیادہ بیان کیے اور ابو صالح سے ایک روایت مین ہو کہ اور کلمۂ کشائش لا الٰہ الا اللہ
العلیم الکریم سبحان اللہ رب السمٰوات السبع ورب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین
بھی تھا۔ اور ان سب اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ آل موسیٰ وآل ہارون سے خود موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہی مراد ہین
اور آل کا لفظ ان دونون کی تفخیم شان کے واسطے ہو کہ مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور بعض نے آل سے ان کو مع دیگر انبیاء صاحبہ
کے جو بنی اسرائیل مین گزرے مراد لیا ہے واللہ اعلم۔ التابوت۔ صندوق۔ عمالقہ۔ اولاد عملیق بن عاد بن شداد۔ السکینۃ
جس سے سکون حاصل ہو کما لیین مین کما یعنے توریت قفیز تعات وفا و آخر زاے معجمہ پیمانہ معروف اور مفسر رحمہ اللہ
تعالےٰ نے ستر ہزار جوان بیان کیے ہین اور محی السنۃ نے اسی ہزار بیان کیے واللہ اعلم

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن
پھر جب باہر ہوا طالوت فوجین لیکر کہا کہ اللہ تمکو آزمائش فرمانیوالا ہو ایک نہر سے پھر جسنے پانی پیا اوس سے وہ مرا نہین اور جسنے

جیسا کہ آگے آتا ہے انشاءاللہ تعالےٰ ف۲ فی العرائس قولہ فلما جاوزہ ہو والذین آمنوا معہ- اے روح وعقل وملک وقلب کے تجاوز کیا اور نہر شہوت سے بچکر پار ہو گئے- قولہ قال الذین یظنون انہم ملاقوا اللہ- اے روح کے لشکری جو کہ یقین رکھتے ہین کہ شیطان پر جہاد کے بعد عیاناً کشف ہوگا- قولہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ- اے بہتیرے گروہ جو تعداد مین کم مگر اُنکے ساتھ نور یقین ہو وہ غالب ہوئے ہین بہتیرے ایسے گروہ پر جنکے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مدد نہین ہو- قولہ واللہ مع الصٰبرین- ای ایسے صابرون کے ساتھ ہو جو حق تعالےٰ کی جو مراد ہو اُسی پر ٹھہرے ہین کہ انھون نے اسکو بسر و چشم لیا اور اسی پر راضی ہین اور اسکے کرم قدیم کو دیکھتے اور حظ مشاہدۂ حق کے لیے اپنے حظوظ نفس کو چھوڑے بیٹھے ہین اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا اور اسکے چاہنے والے کے حق مین یہ مثل بیان فرمائی ہو کیونکہ دنیا شہوتونکی نہر ہو اسکو اللہ تعالےٰ نے خلائق کے درمیان جاری کر دیا ہو تاکہ بندون کا امتحان ہو جاوے اور وہ دانا تر ہو تاکہ اس سے بہتیرون کو گمراہ کرے اور بہتیرون کو راہ راست بتادے پس جس نے اس دنیا کی نہر مین سے بقدر ضرورت کے پیا تاکہ اللہ تعالےٰ کی عبادت پر قوت حاصل ہو اور پاکدامن اس سے پار ہو گیا تو وہ ایمان و یقین و عرفان والون مین سے ہو کہ اسکو مشاہدۂ رحمن تعالےٰ کی راہ مل جاویگی اور جسنے فرط حرص سے غفلت کی آنتونمین سیر ہو کر پیا تاکہ معصیت مین پڑ جاوے یعنے دنیا کا حریص ہوا اور غفلت مین پڑ کر گنہگار رہنا خواہ اوسکو دنیا ملی یا نہ ملی تو وہ راہ مستقیم سے گمراہ ہوا اور اسکا پیٹ اس سے کبھی نہ بھریگا یہانتک کہ دوزخ کی آگ مین جاوے قال المترجم اور حدیث صحیح مین ہے کہ آدمی بچہ اگر ایک جنگل بھر مال پاوے تو چاہے کہ دوسرا جنگل بھر ہو اور اگر دو جنگل بھر ہو تو چاہے کہ تیسرا جنگل ہو اور آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہین بھریگی سوائے قبر کی خاک کے اور جو شخص کہ اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع لاتا ہو اللہ تعالےٰ اسکی توبہ قبول فرماتا ہو سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی حدیث سے کہا ہے گفت چشم تنگ دنیا دار را ٭ یا قناعت پر کند یا خاک گور ٭ اور اللہ عزوجل نے اس مثل کو انکے قصہ مین بیان فرما دیا تاکہ عبرت سے نظر کرنے والا اسمین غور کرے اور اس سے انوار حاصل کرے قال المترجم حدیث مین ہو کہ نیک بخت وہ شخص ہو جو دوسرے کے حال سے اپنے لیے نصیحت حاصل کرے اور اللہ عزوجل نے حکم فرما دیا ہے کہ نیک بخت لوگ اللہ تعالےٰ کی رحمت یعنے جنت مین ہونگے

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَ

اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اوسکی فوجون کی بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہم مین جتنی مضبوطی ہے اور ٹھہرا ہمارے پانٔون

انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ

اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر پھر شکست دی انکو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا داؤد نے جالوت کو اور دی اسکو

اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ

اللہ نے سلطنت اور تدبیر اور سکھایا اسکو جو چاہا اور اگر دفع نہ کردے اللہ لوگون کو ایک کو ایک سے تو خراب ہو جاوے

الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا

ملک ولیکن اللہ فضل رکھتا ہو جہان کے لوگونپر یہ آیتین اللہ کی ہین ہم تجکو سناتے ہین

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

تحقیق اور تو بیشک رسولون مین سے ہے

۲ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ- جب یہ قلیل جماعت طالوت والی ظاہر ہوئی جالوت و اسکے لشکرون سے لڑنے کے

آگے رکھتے پھر جب وہ چلتا تو چلتے اور اگر ٹھہر جاتا تو ٹھہر جاتے تھے اور قتادہ وکلبی نے کہا کہ سکینہ بروزن فعیلہ ماخوذ از سکون ہو ای طمانینۃ من ربکم۔ جہان تابوت ہوتا تھا وہان انکو طمانینت وتسکین ہوتی تھی اور حسنؒ سے روایت ہو کہ وہ ایک شئی تھی کہ جس سے انکے دلون کو تسکین ہوتی تھی قال المترجم پوشیدہ نہین کہ یہ متفرق اقوال ومتناقض تفسیرین جو علماے اعلام کی طرف منسوب ہوئین ہین اکثر ان مین سے غیر محفوظ ہین اور انکی اسناد صحیح نہین ہو اور جنکی اسناد مستقیم بھی ہو کوئی تفسیر مرفوع یعنے قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہین ہو اور نہ اسکی اصل ونظیر کہین شرع اسلام وکلام پیغمبر علیہ السلام مین پائی جاتی ہو اور نہ یہ صحیح ہوسکتا ہو کہ یہ اقوال تفسیری حکم مین مرفوع کے ہین اور نیز یہ بھی نہین ہو کہ ان علماے اعلام نے اپنی راے سے تفسیر کی ہو کیونکہ یہ گمان بدان اکابر کی نسبت زیبا نہین مگر انکہ جو کچھ یہود سے سنتے تھے کبھی اسکو بھی نقل کر دیتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگون کو حکم دیا تھا کہ اہل کتاب کی روایت کی تصدیق وتکذیب کچھ نہ کرین اسوجہ سے روایات اسرائیلیات بھی اسلام کے طریق سے روایت ہوگئی ہین اور شاید یہود نے اسمین یہ قصد کیا ہوگا کہ مختلف باتونسے اہل اسلام کے دلمین شک ڈالین ولیکن اہل ایمان واسلام امت محمدی صلعم کے اللہ ورسول کے کلام کی تصدیق کرتے ہین اور انکو ان مختلف روایات کی چندان حاجت نہین ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مین یہ مضمون البتہ ثابت ہوا ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک مرد رات کو سورۂ کہف کی تلاوت کرتا تھا اور گھوڑا اوسکے پاس بندھا تھا پس ایک پارۂ ابر جسمین قنادیل روشن تھین اترنے لگا اور نزدیک ہوتا اور گھوڑا کسی قدر جولانی کرتا تھا پس صبحکو انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ یہ سکینہ ہو کہ قرآن کے واسطے نازل ہوئی تھی رواہ مسلم اور آیندہ اپنے مقام پر تحقیق آویگی پس حاصل کلام اس آیت کی تفسیر مین یہ ہو کہ اللہ تعالے تمکو وہ تابوت دیدیگا جسمین تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے لیے سکینت ہو اور ہمارے لیے اسیقدر کافی ہو اگرچہ تابوت کی تفسیر جو ہمارے مفسرؒ نے ذکر کی ہو وہ بھی نہ مذکور ہو اور سکینت کے معنے کے واسطے لغت وزبان کی طرف رجوع کرنا کافی ہو ابن عطیہؒ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہو کہ اس تابوت مین بزرگ چیزین تھین جو انبیاء علیہم السلام کے آثار وبقایاے تھین پس دلون کو انسے تسکین ہوتی اور انکے ساتھ انس ہوتا تھا اور قوت حاصل ہوتی تھی اور بڑی چیز تو یہ تھی کہ اسمین توریت تھی یا دو لوح توریت کے یا ریزے لوح کے تھے جو ٹوٹ جانے سے الگ ہوگئے تھے وبالجملہ قول مفسرؒ ارجح ہو واللہ اعلم۔ نوٹ وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ وآل ہرون۔ ابن جریر نے بسند جید ابن عباس سے روایت کی کہ دو عصاے موسیٰ وریزہاے الواح تھے اور یہی قتادہ وسدی وربیع وعکرمہ کا قول ہو اور اسمین اتنا زائد ہو کہ اور توریت بھی اور ابوصالح نے کہا کہ عصاے موسیٰ وعصاے ہارون علیہم السلام ودو لوح توریت ومن تھے اور بعض نے موسیٰ وہارون کے کپڑے بھی زیادہ بیان کیے اور ابوصالح سے ایک روایت مین ہو کہ اور کلمہ کشائش لا الٰہ الا اللہ العلیم الکریم سبحان اللہ رب السموات السبع ورب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین بھی تھا۔ اور ان سب اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ آل موسیٰ وآل ہارون سے خود موسیٰ وہارون علیہما السلام ہی مراد ہین اور آل کا لفظ ان دونون کی تفخیم شان کے واسطے ہو کہ مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور بعض نے آل سے ان کو مع دیگر انبیاء مابعد کے جو بنی اسرائیل مین گزرے مراد لیا ہے واللہ اعلم۔ التابوت۔ صندوق۔ عمالقہ۔ اولاد عملیق بن عاد بن شداد۔ السکینہ جس سے سکون حاصل ہو کہا لیتے ہین کہا یعنے توریت قفیز بقاف وفا وآخر زاے معجمہ پیمانہ معروف اور مفسر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار جوان بیان کیے ہین اور محی السنہ نے اسی ہزار بیان کیے واللہ اعلم

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ

پھر جب باہر ہوا طالوت فوجین لیکر کہا کہ اللہ تمکو آزمائش فرمانیوالا ہو ایک نہر سے پھر جسنے پانی پیا اوس سے وہ مرا نہین اور جسنے

جیسا کہ آگے آتا ہے انشاءاللہ تعالےٰ ف۲ فی العرائس قولہ فلما جاوزہ ہو والذین آمنوا معہ۔ اے روح وعقل وملک وقلب نے تجاوز کیا اور نہر شہوت سے بچکر پار ہوگئے۔ قولہ قال الذین یظنون انہم ملاقوا اللہ۔ اے روح کے لشکری جو کہ یقین رکھتے ہین کہ شیطان پر جہاد کے بعد عیانا کشف ہوگا۔ قولہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ اے بہتیرے گروہ جو تعداد مین کم مگر اُنکے ساتھ نور یقین ہے وہ غالب ہوتے ہین بہتیرے ایسے گروہ پر جنکے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مدد نہین ہے۔ قولہ واللہ مع الصٰبرین۔ ای ایسے صابرون کے ساتھ ہے جو حق تعالےٰ کی جو مراد ہے اُسی پر ٹھہرے ہین کہ انھون نے اسکو بسر وچشم لیا اور اسی پر راضی ہین اور اسکے کرم قدیم کو دیکھتے اور حظ مشاہدۂ حق کے لیے اپنے حظوظ نفس کو چھوڑے بیٹھے ہین اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا اور اسکے چاہنے والے کے حق مین یہ مثل بیان فرمائی ہے کیونکہ دنیا شہوتونکی نہر ہے اسکو اللہ تعالےٰ نے خلائق کے درمیان جاری کر دیا ہے تاکہ بندون کا امتحان ہوجاوے اور وہ دانا رہے تاکہ اس سے بہتیرون کو گمراہ کرے اور بہتیرون کو راہ راست بتاوے پس جس نے اس دنیا کی نہرین سے بقدر ضرورت کے پیا تاکہ اللہ تعالےٰ کی عبادت پر قوت حاصل ہو اور باکدامن اس سے پار ہوگیا تو وہ ایمان ویقین وعرفان والون مین سے ہے کہ اسکو مشاہدۂ رحمن تعالےٰ کی راہ مل جاویگی اور جسنے فرط حرص سے غفلت کی آنتونین سیر ہوکر پیا تاکہ معصیت مین پڑجاوے یعنے دنیا کا حریص ہوا اور غفلت مین پڑکر گنہگار رہنا خواہ اوسکو دنیا ملی یا نہ ملی تو وہ راہ مستقیم سے گمراہ ہوا اور اسکا پیٹ اس سے کبھی نہ بھریگا یہانتک کہ دوزخ کی آگ مین جاوے قال المترجم اور حدیث صحیح مین ہے کہ آدمی بچہ اگر ایک جنگل بھر مال پاوے تو چاہے کہ دوسرا جنگل بھر ہوا اور اگر دو جنگل بھر ہو تو چاہے کہ تیسرا جنگل ہو اور آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہین بھریگی سواے قبر کی خاک کے اور جو شخص کہ اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع لاتا ہے اللہ تعالےٰ اسکی توبہ قبول فرماتا ہے سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی حدیث سے کہا ہے گفت چشم تنگ دنیا دار را۔ یا قناعت پر کند یا خاک گور ہٖ اور اللہ عزوجل نے اس مثل کو ایک قصہ مین بیان فرما دیا تاکہ عبرت سے نظر کرنے والا اسمین غور کرے اور اس سے انوار حاصل کرے قال المترجم حدیث مین ہے کہ نیک بخت وہ شخص ہے جو دوسرے کے حال سے اپنے لیے نصیحت حاصل کرے اور اللہ عزوجل نے حکم فرما دیا ہے کہ نیک بخت لوگ اللہ تعالےٰ کی رحمت یعنے جنت مین ہونگے

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهٖ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَ

اور جب سامنے ہوے جالوت کے اور اوسکی فوجون کی بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہم مین جتنی مضبوطی ہے اور ٹھہرا ہمارے پاؤن

انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوتَ وَاٰتٰهُ

اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر پھر شکست دی انکو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا داؤد نے جالوت کو اور دی اسکو

اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ

اللہ نے سلطنت اور تدبیر اور سکھایا اسکو جو چاہا اور اگر دفع نہ کردے اللہ لوگون کو ایک کو ایک سے تو خراب ہوجاوے

الْأَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوهَا

ملک ولیکن اللہ فضل رکھتا ہے جہان کے لوگونپر یہ آیتین اللہ کی ہین ہم تجکو سناتے ہین

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

تحقیق اور تو بیشک رسولون مین سے ہے

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهٖ۔ جب یہ قلیل جماعت طالوت والی ظاہر ہوئی جالوت واسکے لشکرون سے لڑنے کے

لیے اور باہم صف بندی کی۔ قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا - تو وہ دعا مانگنے لگے کہ ہمارے رب ہم پر صبر ریز دے۔ وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا - اور ہمارے قدموں کو جما دے ف بایں طور کہ ہمارے دلوں کو جہاد کرنے پر قوی کر دے۔ وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ - اور ہمکو کافروں یعنی جالوت والوں پر مدد دے۔ فَهَزَمُوۡهُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰهِ - پس مومنوں نے کافروں کو توڑ دیا اللہ تعالے کے ارادہ سے۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوۡتَ - اور داؤد نے جالوت کافر کو مار ڈالا ف اور داؤد اسوقت طالوت کے لشکر میں تھے۔ وَاٰتٰهُ - اے داؤد اللّٰهُ الۡمُلۡكَ - فی بنی اسرائیل - وَالۡحِكۡمَةَ - النبوۃ بعد موت شمویل وطالوت ولم یجتمعا لاحد قبلہ - اور دیدیا اللہ تعالے نے داؤد کو ملک یعنی بنی اسرائیل کی بادشاہت اور دی حکمت یعنے نبوت بھی بعد موت شمویل وطالوت کے حالانکہ داؤد سے پہلے کوئی شخص پیغمبر و بادشاہ جامع نہیں ہوا۔ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ - کصنعۃ الدروع ومنطق الطیر اور جو کچھ چاہا داؤد کو سکھلا ف جیسے زرہوں کا بنانا اور پرندوں کی بولی سمجھنا۔ وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ - اور اگر اللہ تعالے کا دفع کرنا ان لوگوں کو بعض کو بعض سے نہو۔ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ - تو زمین میں فساد پھیل جاوے ف کیونکہ مشرکین غالب ہو کر جالوت والوں کی طرح مسلمانوں کو قتل کریں اور مساجد اجاڑ دیں۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ - ولیکن اللہ تعالے اہل عالم پر فضل والا ہے ف پس دور کر دیا بعض کو بعض سے۔ تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا - نقصہا - عَلَيۡكَ - یا محمد - بِالۡحَقِّ - بالصدق یعنے بیان کرتے ہیں ہم ان آیتوں کو تجھ پر اے محمد ساتھ سچائی کے۔ وَاِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ - اور بیشک تو انبیاء مرسلین سے ہے ف خاتم النبیین ہو صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش و یہود وغیرہ جو انکار کریں کفار مریں تو ملعون دائمی ہوں۔ لقول الکفار لست مرسلا یعنی کافروں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ لست مرسلا - جیسا کہ آگے آویگا یعنے تو رسول نہیں ہے پس اللہ عز وجل نے ان منکروں پر رد کر دیا اور تاکید شدید سے کہ جملہ اسمیہ اور ان تاکیدیہ اور لام تاکید وغیرہ ہے ف جسقدر مفسر رحمہ اللہ نے تفسیر میں ذکر کر دیا ہے وہ آیت کی تفسیر کے واسطے کافی وافی ہے اور بیان داؤد علیہ السلام وقتل جالوت کا قصہ ہے اور اسکے متعلق دیگر روایات ہیں جنکو ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسرائیلیات میں سے قرار دیا ہے یعنے وہ بنی اسرائیل سے مسلمانوں نے روایتیں لی ہیں پس اللہ تعالے انکی صحت کا دانا تر ہے ولیکن اہل تفسیر نے انکو ذکر کیا اور میں چاہتا ہوں کہ محی السنۃ نے معالم میں جسطرح وارد کیا ہے اسکو کسیقدر زیادت واختصار سے وارد کروں پس محی السنۃ نے معالم میں کہا کہ اہل تفسیر نے بیان کیا ہے کہ طالوت کے ساتھ جن لوگوں نے نہر کو عبور کیا تھا ان میں داؤد کا باپ ایشا تھا پس داؤد بن ایشا ہوئے اور بعض نے کہا داؤد بن زکریا بن رشوی بن ناعر بن سلمون بن یحشون بن عمی بن یارم بن حصرون بن فارض بن یہودا بن یعقوب تھے پس ایشا کے ساتھ انکے تیرہ لڑکے تھے اور داؤد ان سب میں چھوٹے تھے اور گوپھن سے پتھر مارنے کے مشاق تھے پھر جالوت کو جب یہ خبر پہونچی اور لشکر برابر ہوئے تو اسنے طالوت سے کہلا بھیجا کہ میں تنہا میدان میں آتا ہوں تو خود میرے مقابل ہو یا کسی مقابل کو بھیج اگر اسنے مجھے قتل کیا تو میری بادشاہت تمہاری ہے ورنہ تمہاری بادشاہت میری ہے پس یہ طالوت پر گراں گزرا اور اپنے لشکر میں آواز دی کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے اسکے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دوں اور آدھی بادشاہت اسکو دوں مگر جالوت کے خوف کے کسی نے جواب نہ دیا پس طالوت نے شمویل پیغمبر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ دعا کریں کہ ہم کو اسکی نشانی ملے پس انہوں نے دعا کی تو ایک شیشی روغن قدس کی نشانی آئی کہ جسکے سر پر رکھنے سے جوش کرے وہی جالوت کا قاتل ہے کسی کے سر پر جوش نہ کیا مگر دوسری مرتبہ وحی سے پسران ایشا معلوم ہوئے اور بارہ بیٹے جو تناور مثل ستون کے تھے کسی کے سر پر روغن مذکور نے جوش نہ کیا مگر داؤد علیہ السلام کے سر پر اور وہ ایک شخص کوتاہ قامت سرخ رنگ تھے اور روغن قدس انکے سر پر جوش کر کے تمام سر میں مثل تاج کے رہا اور کسی طرف نہیں بہا اور طالوت نے پوچھا کہ تم اپنے میں کوئی نشانی پاتے ہو کہ جالوت شخص کو قتل کرو۔ کہا کہ ہاں میں بکریاں چراتا ہوں الخ

کہ ہے شیر یا چیتا یا بھیڑیا اسکو پکڑ لیتا ہو اور مین اللہ تعالی کی مدد و قوت سے اسکے کلّے چیر ڈالتا ہون اور اسکے منھ سے بکری نکال لیتا ہون پھر داؤد علیہ السلام
راہ مین گذرے تو کئی پتھر اُٹھا کر اپنی جھولی مین رکھ لیے پھر جب لشکرون نے باہم صف بندی کی اور جالوت میدان مین نکل آیا اور اُس نے
مقابل طلب کیا تو داؤد اس سے لڑنے چلے اور طالوت نے انکو گھوڑا و ہتھیار وغیرہ سامان حرب دیے جب داؤد میدان مین پہونچے تو پھر
لوٹے اور طالوت کے گرد والون نے کہا کہ لڑکا ڈر گیا اور یہ اسوقت درجہ بلوغ کو بھی نہ پہونچے تھے پس طالوت نے پوچھا کہ کیا ہو تو داؤد نے کہا کہ
اگر اللہ عز و جل مجھکو مدد و فتح نہ دیگا تو یہ تمہارے ہتھیار وغیرہ میرے کام نہ آوینگے تم مجھے جیسے مین چاہتا ہون جانے دو طالوت نے کہا کہ تمہاری خوشی
پس داؤد نے جھولی ڈالی اور گوپھن لیا اور چلے اور جالوت مرد قوی ہیکل تنا ور دلیر تھا کہ تنہا لشکرون کو بھگاتا تھا مگر داؤد کو دیکھکر ہیبت ناک ہوکر
بولا کہ اے لونڈے تو لڑنے آیا ہو اور یہ ڈھیلے لیکر چلا ہو جیسے کتے کو مارنے چلتے ہین داؤد نے کہا کہ ہان اور تو کتے سے بدتر ہو اسنے کہا کہ ضرور بولا
کہ تیرا گوشت درندون کو بانٹون داؤد نے کہا بلکہ تیرا گوشت اللہ تعالے بانٹیگا پھر داؤد نے اللہ تعالے کا نام لیکر گوپھن مین پتھر رکھکر مارا تو اللہ تعالے
کی نصرت سے اسکے خود آہنی پر پڑا اور اسکا دماغ توڑ کر لشکریون مین سے تیس۳۰ مرد کو قتل کیا اور جالوت مردہ ہوکر گر پڑا اور اسکے لشکر والے
نہایت خوفناک ہوے اور طالوت و مسلمانون کے حملہ کی تاب نہ لاکر بھاگے اور داؤد نے جالوت کو کھینچکر طالوت کے سامنے ڈالدیا اور
اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کو فتح دی اور طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور لوگون نے داؤد کا ذکر زیادہ کرنا شروع کیا اور انھین کی طرف
مائل ہوے اور طالوت نے حسد کی اور بعد شمویل علیہ السلام کے ظلم و غارت کرنا شروع کیا اور داؤد ایک پہاڑ پر چلے گئے کہ وہان عبادت
مین مشغول رہتے پھر طالوت کے چالیس برس سلطنت کے بعد بادشاہت داؤد پر مقرر ہوئی اور اللہ تعالے نے انکو نبی کردیا اور انھون نے
سات برس بادشاہت کی اور بنی اسرائیل مین انسے پہلے کوئی شخص ایسا نہین ہوا کہ نبی و بادشاہ دونون ہووے چنانچہ فرمایا۔ وآتاہ اللہ
الملک والحکمۃ یعنے دونون داؤد کے واسطے جمع کردین اور فرمایا وعلمہ مما یشاء۔ اور قصہ داؤد مین فرمایا ہو وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم
یعنی حرب کی زرہ بنانی سکھلائی اور انکو زبور دی اور اسکا لحن سکھلایا اور پرندون کی بولی سمجھنی سکھلادی اور انکے قصہ مین ان شاء اللہ تعالے
آویگا قولہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین۔ اور یہ مانند قولہ تعالے ولولا دفع اللہ الناس بعضہم
ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا الآیۃ۔ اور ابن جریر نے ابن عمرؓ سے مرفوعا روایت کی کہ اللہ تعالے
ایک مسلمان صالح کی وجہ سے اوسکے پڑوسی سو گھرون پر سے بلا کو دور کرتا ہو پھر ابن عمرؓ نے پڑھا ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض
لفسدت الارض الآیۃ ورواہ احمد ایضا۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسناد ضعیف ہو کیونکہ یحیی بن سعید بن العطار الحمصی راوی بہت ضعیف ہے
اور جابر بن عبد اللہ سے مرفوعا روایت کی کہ اللہ تعالے مسلمان صالح کی وجہ سے اوسکے فرزند اور پوتے اور گھر والے و پڑوس والے کو خوش رکھتا ہے
اور یہ سب اللہ تعالے کی حفظ و امان مین رہتے ہین جب تک وہ ان مین ہو۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد مین بھی یحیی بن سعید العطار
الحمصی راوی ہین پس یہ بھی ضعیف ہو پھر ابن کثیر نے ابو بکر بن مردویہ کی روایت سے حضرت ثوبانؓ سے مرفوعا روایت کی کہ برابر تم مین
سات شخص ایسے رہین گے کہ انھین کی وجہ سے تم مدد دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے بارش کا پانی دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے
رزق دیے جاؤگے یہانتک کہ قیامت قائم ہو اور نیز ابن مردویہ نے عبادۃ بن الصامت سے مرفوعا روایت کی میری امت مین ابدال
تیس شخص رہینگے انھین کی وجہ سے تم رزق دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے بارش کا پانی دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے مدد دیے جاؤگے ۲۵۱
قتادہ نے کہا کہ مین امید کرتا ہون کہ حسن بصری انھین مین سے ہو قال المترجم بعض روایات مین چالیس اور بعض مین چار اور بعض مین

پانچ سو کی تعداد مروی ہو ولیکن قسمین الگ الگ ہین اور شوکانی نے اپنے موضوعات مین اسکو وارد کرکے اسکی تخمین کی ہو کہ
طرق اسکے بعض کے بعض معاضد اور بعض حسن ہین اور بالجملہ یہ بات حدیث سے ثابت ہو اور شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے جو
فتوح الغیب مین ابدال کی بابت تقریر کی ہو اوسکا حاصل یہ ہو کہ وے لوگ اپنے خطرات اور اختیارات سے بالکل باہر ہین اور کھانا پینا چلنا بولنا
اُٹھنا بیٹھنا سب انکا جب ہی ہوتا ہو کہ عالم غیب سے اسکا خطور انکے اندر ہو ولیکن انوار ایمان اور راہ حق انمین ظاہر ہو اور انکی صحبت موجب کمال ایمان و
مغفرت ہو واللہ تعالے اعلم ف۲ شیخ محی الدین بن العربی رح نے لکھا قولہ تعالے طالوت ملکا۔ اور یہ مرد فقیر تھا سو بنی اسرائیل نے اسکو
بادشاہت کے واسطے قبول نہ کیا اسواسطے کہ استحقاق بادشاہت وریاست کا عوام کے نزدیک یہ ہو کہ خارج کی سعادت
اسمین ہو یعنے مال ونسب ہو پس انکے نبی علیہ السلام نے انکو تنبیہ کردی کہ بادشاہت کا استحقاق دو باتون سے ہوتا ہو انمین سے ایک
سعادت روحانی ہو اور وہ علم ہو اور دوسری سعادت بدنی ہو یعنے اسکے قوی خوب درست ہون اور جسم دراز ہو چنانچہ کہا وزادہ بسطۃ فی العلم
والجسم واللہ یوتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم۔ پس وہ مال بھی دیدیتا ہو جیسے بادشاہت دیتا ہو اور جانتا ہو کہ کون اسکا استحقاق رکھتا ہو
اور اسمین کتنے مال کی ضرورت ہو اسقدر اسکو دیدیتا ہو۔ وقال لہم نبیہم ان آیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم۔ پھر بیان فرمایا کہ
ملک کے استحقاق کی ایک اور علامت ہو وہ یہ ہو کہ مخلوق اسکی اذعان پر ہو اور اسکی ہیبت ووقار لوگون کے دلون مین ہو اور لوگون کے دل اسکے
ساتھ محبت کرین اور اسکے حکم کو دل سے قبول کرین کہ اسکی فرمانبرداری اور انقیاد پہ مطیع ہون اور اسیکو عجم والے قدیم لوگ فارسی خورہ کہتے تھے اور
بادشاہان کیان کے ساتھ خورہ ہی مخصوص تھا پھر انکے بعد اسکو فر کہنے لگے چنانچہ فریدون مین فر قرار دیتے تھے اور کیکاؤس سے فرۂ ایزدی جاتا رہا تھا
پھر انھون نے اسکو کیخسرو مین پایا اور یہان اسکو تابوت کے نام سے بیان کیا یعنی جسکی طرف امور کا مرجع ہو اسواسطے تابوت بروزن فعلوت
از توب ہو ای تمھارے پاس اسکی جہت سے وہ چیز آجاویگی جو اسکی بادشاہت ثابت ہونے کے واسطے چاہیے ہو یعنی اذعان وطاعت وانقیاد
ومحبت جو اللہ دلون مین ڈالدیگا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین رعب کے ساتھ ایک مہینہ کی راہ تک فتح دیا گیا ہون
یا وہ حالت نفسانیہ اور ہیئت ہو جو اسکی صحت بادشاہت پر دلیل ہو۔ فیہ سکینۃ من ربکم۔ اے وہ چیز ہے جسکی طرف تمھارے دلونکو سکون ہو
وبقیۃ مما ترک ال موسی وال ھرون۔ یعنے جوان دونون نے اپنی اولاد مین ایک معنی چھوڑے جسکو فر کہتے ہین اور وہ ایک نور ملکوتی ہے
کہ نفس اوس سے روشن ہوجاتا ہو کیونکہ ملکوت سماوی سے مل جاتا ہو اور عالم قدرت سے اوسکے حاصل ہوجانے پر علم سیاست اور تدبیر
ملک وحکمت سے زینت حاصل ہوجاتی ہو تحملہ الملائکۃ اور یہ تمھارے پاس آسمانی فرشتون کی وساطت سے نازل ہوگا۔ اور ممکن ہو کہ
کہا جاوے وہ کوئی صندوق تھا جسمین طلسم تھا جیسے لشکرون کی فتح وفیروزی کے طلسمات ہوتے ہین بنا برآنکہ روایت کیا گیا ہے
کہ اسمین ایک صورت تھی جسکا سر آدمی اور بلی کا اور دم مانند بلی کے تھی جیسے فریدون کے وقت مین درفش کاویان تھا۔ بنھر۔
وہ طبیعت جسمانیہ کا نہر ہو فمن شرب منہ فلیس منی۔ اے جسنے اسمین سے افراط سے آسودہ ہو کر پیا وہ میرے لوگون مین سے نہین اسواسطے
کہ طبیعت کے پابند اور خواہشون کے بندے مخلوق الٰہی مین سے نہایت ذلیل وعاجز ترین انکو کہان قوت ہو کہ جالوت نفس امارہ سے قتال کرین
اور نہ وے جالوت قوم عمالقہ سے جو دشمن دین تھا قتال کرسکتے تھے اسواسطے کہ انکو حمیت وتشدد نہین ہو الا من اغترف غرفۃ بیدہ۔ اے
سوائے اسکے جسنے اسمین سے قدر ضرورت واحتیاج پر قناعت کی بدون اسکے کہ وہ شخص اسمین حریص ہو اور منہمک ہو فشربوا منہ
اوسنھ لگاکر پی گئے اور اسمین منہمک ہوگئے۔ الا قلیلا منہم۔ مگر انمین سے تھوڑے اسواسطے کہ جو لوگ ایسے ہین کہ طبیعت کی پلیدیون

سے پاک اور اسکے لگاؤ سے الگ اور اسکے میل سے صاف ہین وہ اپنے سوائے دوسرون کی بہ نسبت تھوڑے ہین قال اللہ تعالےٰ وقلیل ماہم- اور فرمایا- وقلیل من عبادی الشکور- اور یہ وہی لوگ تھے جو یقین کے ساتھ ایمان لائے تھے اور نور یقین سے جانتے تھے کہ غالب ہونا کچھ کثرت پر نہین بلکہ مدد الٰہی پر ہے پس قوت یقینی کے معائنہ پر صبر کرکے ظفر یابی مترجم کہتا ہے کہ بحمد اللہ تعالےٰ پارہ دوم کی تفسیر مع اشارات تمام ہوئی اور آئندہ پارہ سوم شروع ہوتا ہے اور واضح رہے کہ مترجم عفا اللہ عنہ کو رائے دی گئی کہ اصل تفسیر بسیط سے استفادہ حاصل کرنے والے دو قسم کے برادران اسلام ہین بعض وہ کہ جنکو فارسی اردو مین مہارت ہے اور بعض وہ ہین کہ جنکو فی الجملہ عربی زبان مین مداخلت ہے اگرچہ پورے عالم نہون پس تفسیر مین صرف گروہ اول ہی پر نظر مقصور نہونا چاہیے کہ کوئی تحقیق فقہی یا تدقیق علمی بالکل نہ لائی جاوے بلکہ عام فہم مضامین کے ساتھ مین ایسے علوم بھی درج کیے جاوین کہ جنکے استفادہ سے فی الجملہ عربی دان مسلمان انکو اردو بیان سے حاصل کرکے درجہ عالم پر پہونچ جاوے تو اس مجموعہ لطیف کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعت اول اپنے لائق مضامین سمجھ لینگے اور باقی جو انکی سمجھ سے زائد ہون انکو جماعت دوم حاصل کرلین گے لہٰذا تنبیہ کردی گئی کہ جن دقیق مضامین کو عام اہل اسلام نہ سمجھین تو تنگدل نہون کہ وہ علوم دوسری جماعت کے لیے ہین اور انسے جماعت اول بھی سمجھ سکتے ہین واللہ تعالےٰ الموفق والمعین والحمد للہ رب العالمین- تم الجزء الثانی ویتلوہ الثالث من قولہ تعالےٰ تلک الرسل

## ۲ افادۂ اصولیہ

آیات واحادیث سے احکام فقہیہ استخراج کرنے کے لیے چند امور معلوم کرنا ضرور ہین آیات وحدیث مین کبھی درواقع مخالفت نہین ممکن ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہم لوگون کو آیات قرآنیہ تو قطعی متواتر پہونچی ہین اور احادیث بروایت ثقات بطور صحیح حاصل ہوئین چنانچہ مقدمہ مین بیان ہوچکا پھر کبھی ہم کو مقدم وموخر وناسخ ومنسوخ معلوم نہونے سے ظاہر مین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیت سے جو حکم نکلتا ہے وہ حدیث مین دوسری طرح مروی ہے پس ایسی صورت مین تلاش سے جمع کرنا چاہیے اور استخراج حکم کے لیے چند اصول ہین (اول) نص آیت یا حدیث مین جو کلمہ مستعمل ہوا اگر وہ معنی معلوم کے لیے موضوع ہو تو **خاص** کہلاتا ہے جیسے زید ایک شخص خاص ہے- مرد ایک جنس خاص وعورت دیگر جنس خاص ہے اور انسان نوع خاص ہے اور یہ اصطلاح منطق کے خلاف ہے اور کبھی اصول مین یون کہتے ہین کہ انسان جنس خاص ہے اور جنس کے تحت مین مرد ایک نوع خاص وعورت دیگر نوع خاص ہے- ثلاث عدد خاص ہے (دوم) اگر کلمہ جامع وشامل جماعت ہو تو عام ہے جیسے جو چیز- یا جو شخص- وغیرہ- پھر عام سے کبھی بعض افراد کی تخصیص ہوجاتی ہے اور ضرور ہوا کہ حنفیہ علما کے نزدیک اب قطعی عام کی تخصیص بھی قطعی دلیل سے ہو پھر جب ایک مرتبہ تخصیص ہوچکی تو آئندہ ظنی رہگیا تو ظنی دلیل سے بھی تخصیص ہوسکتی ہے (سوم) کلام جس مقصود کے لیے بولا گیا اسمین نص ہے اور ظاہر جو بات اس سے نکلتی ہے وہ ظاہر ہے (چہارم) آیت وحدیث کے جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آیت وحدیث متواتر واجماع متواتر تو قطعی ہین اور حدیث مشہور سے قرآن پر بڑھانا جائز ہے- حدیث احاد صحیح اس معنی مین بدرجہ قطعی نہین کیونکہ اسناد ظنی ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین سب قطعی تھے اگر کبھی ظاہر مین یون نظر آوے کہ آیت وحدیث مین موافقت نہین ہے تو علمی اجتہاد سے دونون مین موافقت کا طریقہ سمجھو اور اگر تخصیص ہوسکے تو تخصیص کرو اور اگر نہ ہوسکے تو مقدم وموخر معلوم کرکے ناسخ منسوخ دیکھو اور متقدمین العلماء مین بعض وجوہ اصولی دیگر مذکور ہین اور ان اصول کا عملدرآمد کرنا خود آیات کی تفسیر مین موجود ہے- واللہ تعالےٰ ہو الموفق والحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردُو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مُستند تفسیر

# مواہبُ الرحمٰن

بحرُ العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ○ ۳


مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ

یہ سب رسول ہیں　بڑائی دی ہم نے　ایک کو ایک سے　کوئی ہے

مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ

کہ کلام کیا اللہ نے　اور بلند کیے بعض کے　درجے　اور دی ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو نشانیاں کھلی اور زور دیا اسکو روح پاک کے ساتھ　اور اگر چاہتا

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

۳۳ اللہ نہ لڑتے　وہ لوگ　جو کہ بعد ان نبیوں کے اُمتی تھے بعد اسکے کہ پہونچے ان کو کھلے حکم　ولیکن　ان میں　پھوٹ　پڑی

ع ۵ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۟

۱ سو کوئی ان میں یقین پر رہا　اور کوئی　منکر ہوگیا　اور اگر چاہتا اللہ تعالےٰ تو نہ لڑتے　ولیکن　اللہ تعالےٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے

تِلْكَ ۔ مبتدا الرُّسُلُ صفتہ وخبرہ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ بتخصیصہ بمنقبۃ لیست لغیرہ ۔ یعنے تلک الرسل مبتدائے موصوف ہے اور خبر اسکی ۔ فضلنا بعضہم علیٰ بعض ۔ ہے المعنے یہ رسول ہیں جنکا یہ مرتبہ ہے کہ ہمنے بعض کو بعض پر فضیلت دی ف اس طرح فضیلت دی کہ بعض کو مخصوص کیا ایسے منقبت سے جو دوسرے کے لیے نہیں ہے ۔ اور اسکا جاننا ہم غیر پیغمبر میں سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر ممکن ہے ۔ ہاں بعض خصائص بتلائے گئے ہیں چنانچہ فرمایا مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ ۔ ان میں بعض وہ کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ف جیسے موسیٰ علیہ السلام ۔ اور حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ آدم علیہ السلام بھی نبی مکلم تھے ۔ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اور ان میں سے بعض کے درجات بلند کیے ف وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ باقیوں پر آپ کے درجات بلند فرمائے بایں طور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت رسالت کو عام فرمایا اور نبوت کو آپ پر ختم فرمایا اور آپکی اُمت کو باقی سب اُمتوں پر فضیلت دی اور کثرت سے معجزات عطا کیے اور خصائص عدیدہ سے اختصاص دیا اور مترجم کہتا ہے کہ آیت کی تفسیر میں یوں کہا جاوے کہ بعض کے درجات بلند کیے اور ان عالی مراتب پیغمبروں میں سب سے بلند مرتبہ حضرت سیدنا سرور عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور ہمنے عیسیٰ پسر مریم کو بینات یعنے معجزات ظاہرہ عطا کیے ف اور باوجود ان معجزات کے کہ مردہ کو باذن اللہ زندہ کرتے وانند کوڑھی کو باذن اللہ اچھا کرتے وما نند اسکے مزید اختصاص یہ کہ ۔ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۔ اور ہمنے اسکو روح القدس یعنے جبرئیلؑ سے تائید و تقویت دی ف کہ جہاں جاتے روح القدس انکے ساتھ رہتے تھے ۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ ۔ ہدی الناس جمیعا ۔ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۔ بعد الرسل ای الامم ۔ اور اگر چاہتا اللہ تعالےٰ یعنے ہدایت دینا سب لوگوں کو چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ کہ بعد انکے ای بعد رسولوں کے تھے یعنے انکی اُمتیں باہم لڑائی نہ کرتیں یعنے اختلاف یا حقیقی لڑائی کہ عیسیٰؑ کے بعد انکی امت تین فرقے ہو کر باہم قتال کرتے حتی کہ ہر ایک فرقہ مارا گیا حالانکہ انھوں نے قتال کیا اس حالت میں کہ ۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۔ بعد اسکے کہ ان امتوں کے پاس دلائل واضحہ آچکے تھے ف پھر بھی اس طرح باہم لڑمرے کہ آپس میں اختلاف کیا اور بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا ۔ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا ولیکن انھوں نے اختلاف ہی کیا ف بسبب اسکے کہ مشیت الٰہی میں یوں ہی جاری تھا ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ ۔ پس ان میں سے بعض گروہ تو ایمان پر جما رہا ۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۔ اور ان میں سے بعض نے کفر کیا ف بعد ایمان کے جیسے نصرانی کہ بعد مسیح علیہ السلام کے کافر

ہو گئے مثل کہ جو فرقہ یہ کہتا تھا کہ مسیح رسول اور بندہ تھا اسکو سب نے ملکر قتل کیا اور جو بچا وہ غار دن و جنگلون مین گم ہو گیا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا
اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔ اور اگر اللہ تعالے کو منظور ہوتا تو نہ لڑتے ولیکن اللہ تعالے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ف یعنی
جسکو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے خوار کرتا ہے۔ کلم از تکلیم ای کلام کرنا پس کلم اللہ ای کلمہ اللہ۔ یعنے اس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا
اور اس سے صریح ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور یہی مذہب سب اہل سنت و جماعت کا ہے اور سلف و خلف سب اسپر متفق ہین اور انبیاء
علیہم السلام نے برابر اسکی خبرین دی ہین لیکن فرقۂ معتزلہ جو فلاسفہ کا جھوٹا کھانے والا ہے وہ اس سے انکار کرتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
عام ہونے کے یہ معنے ہین کہ تمام دنیا مین قیامت تک جو شخص ہے اسپر واجب ہے کہ آپ پر ایمان لاوے ورنہ کافر رہیگا اور آپ سے پہلے انبیا مین یہ تھا
کہ نبی خاصۃً ایک قوم کے واسطے مبعوث ہوتا تھا پھر واقع ہوا کہ قولہ ما اقتتل الذین سے کی تفسیر ما اختلف الذین یعنے باہمی قتال سے مراد باہمی اختلاف ہے
کیونکہ اسی اختلاف سے قتال تک نوبت پہونچتی ہے لہذا فرمایا۔ ولکن اختلفوا۔ مترجم۔ کہتا ہے کہ اگر انبیا علیہم السلام کی اُمتون مین قتال مراد ہو جو شیخ
سیوطی نے اختیار کیا تو وہ اسی طرح کہ اختلاف کرکے پھوٹ گئے اگرچہ حقیقۃً لڑائی نہوئی ہو یا اختلاف سبب قتال پیدا ہوا اگرچہ بعض اُمتون مین قتال
نہوا اور بعض مین واقع ہوا جیسے حضرت عیسیٰ کے فرقون مین ہوا اور جیسے امت اسلامیہ مین پھوٹ کے بعد خوارج و روافض وغیرہ اہل السنۃ سے
لڑمرے قولہ فمنہم من آمن یعنے ایمان پر ثابت رہا جیسے پیغمبر کے وقت مین تھا اور خوارج و روافض وغیرہ کیطرح پھوٹکر خارج نہوا اور اسمین اشارہ ہے کہ جو شخص وقت
اختلاف کے ثابت قدم رہا اسکو ثواب ایمان مکرر ہے اور حدیث مین بھی صحیح ہوا کہ جو شخص اختلاف اور فساد کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت پر ثابت رہا
اور اسکو زندہ رکھا تو اسکو سو شہید کا ثواب ہے اور اس مین صریح اہل السنۃ کا حق ہونا نکل آیا کیونکہ یہ لوگ اسی عقیدہ و اُسی طریقہ پر جمے رہے جو صحابہ رضی اللہ
عنہم کے عہد مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور ہر چند خوارج و روافض و معتزلہ و جہمیہ وغیرہ نے اوہام و شکوک ڈالے مگر یہ لوگ ثابت قدم
رہے اور آیت مین صریح دلیل ہے کہ یہ اختلاف ضرور ہی موافق مشیت الٰہی عز و جل کے اُمتیون مین واقع ہونا ضروری ہے۔ اور حدیث مشہور مین ثابت ہوا کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میری امت بھی باہم مختلف ہو جائیگی تو معلوم ہوا کہ جو مشیت الٰہی پہلی اُمتون مین تھی وہ اس امت مین بھی جاری ہے
اور اب یہ معجزہ سامنے آگیا کہ بعد آپ کے کسقدر اختلافات پھیل گئے۔ اگر وہم ہو کہ جب اختلاف موافق مشیت الٰہی ہے تو اللہ تعالے اس پھوٹ پر راضی ہے
جواب یہ کہ رضا و مشیت مین فرق ہے چنانچہ شیطان کا اور کفر کا وجود موافق مشیت ہے کیونکہ غیر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے پھر واقع ہو لیکن اللہ تعالے
کفر سے راضی نہین ہے پس اسنے ہدایت و ضلالت دونون پیدا کرکے ہر ایک کا انجام بتلا دیا کہ ہدایت پر اللہ تعالے راضی ہوگا اور کفر پر ناراض ہوگا پس
جسنے جو کچھ اختیار کیا اسی کا انجام پاویگا پس مشیت کے خلاف کچھ واقع نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اسکی مملکت مین وہی جاری ہوتا ہے جو اسکی مشیت ہو۔
یہان سے معتزلہ کا قول باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صریح آگاہ فرمایا کہ اگر چاہتا کہ وہ لوگ باہم نہ لڑین تو نہ لڑتے اور معتزلہ کہتے ہین کہ اس نے چاہا کہ
نہ لڑین مگر وہ لڑمرے اور یہ جہالت و کفر ہے ذکرہ فی المدارک پھر جاننا چاہیئے کہ تلک الرسل سے بعض نے کہا کہ یہی رسول مراد ہین جنکا قصہ سورہ
مین مذکور ہے یا جنکا علم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا پس الف لام عہد کا ہوگا اور بعض نے کہا کہ تمام رسول مراد ہین اور الف لام استغراق کا ہے
اور اسکی نظیر دوسری آیت کریمہ ہے کہ فرمایا۔ ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض وآتینا داؤد زبورا۔ اور بیضاوی نے کہا کہ آیت کریمہ اس
امر کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب متفاوت ہین اور ابن کثیر رح نے کہا کہ حدیث معراج مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیا
علیہم السلام کو مختلف آسمانون پر اپنے اپنے درجہ کے موافق متفاوت دیکھا چنانچہ پارہ پندرہ شروع معراج مین تمام تفسیر لبسط آوے گی قولہ منہم
من کلم اللہ شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کہ اُن سے کوہ طور پر کلام فرمایا اور فرمایا وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور جیسے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے شب معراج میں کلام فرمایا اور نہایت تقرب کے ساتھ کہ قاب قوسین او ادنیٰ کا وقت تھا اور معراج میں جبرئیل کا واسطہ نہ تھا کہ جبرئیل علیہ السلام وہاں تک جانے سے باز رہے تھے اور بیان سے ظاہر ہوا کہ موسیٰ سے کلام کرنے میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے میں فرق عظیم ہے اور ایسے ہی آدم علیہ السلام سے کلام کیا جیسا کہ حدیث ابوذر میں ہے جو صحیح ابن حبان وغیرہ میں مروی ہے اور ہر ادکلام کرنے سے بلا واسطہ کلام کرنا ورنہ بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے تو سب انبیا سے واقع ہوا ہے اور قولہ ورفع بعضہم درجات جمہور مفسرین کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور لفظ مبہم سے اسواسطے فرمایا کہ ذہن سوائے آپ کے اور کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے اور یہ موجب مزید رفعت ہے گویا آپ ہی اس وصف کے واسطے متعین ہیں اور کثرت سے روایات انبیاء سابقین سے مثل موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وفواضل میں مروی ہیں اور یہی کافی ہے کہ توریت وانجیل میں فضائل جلیلہ موجود ہیں اور محی السنہ نے معالم میں اور ابن کثیر رح نے تفسیر خزائن مابعد میں کہا کہ کسی نبی کو کوئی آیت نہیں دی گئی ہے مگر آنکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل اسکے دی گئی اور اس سے زیادہ دیگر آیات دی گئیں مانند شق القمر وحنین جذع آپ کے فراق میں ودرختوں وپتھروں کا سلام کرنا اور حیوان وبہائم کا کلام کرنا اور سجدہ کرنا اور آپ کی رسالت کی گواہی دینا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی جاری ہونا مثل چشمہ کے وغیر ذلک معجزات وآیات ہیں و ان میں سے ظاہر تر قرآن ہے کہ آسمان وزمین والے اسکے مانند لانے سے عاجز ہوئے پھر حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی نبی انبیاء میں سے مگر کہ دیا گیا وہ آیات سے ایسی چیز کہ ایمان لایا اسکے مثل پر آدمی اور میں جو دیا گیا ہوں تو وہ وحی خالص ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے پس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت میں میرے تابعین سب سے زائد ہوں (الحدیث فی الصحاح) پھر کشمیہنی کی روایت سے بسند جید حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فضیلت دیا گیا ہوں انبیاء پر چھ باتوں سے دیا گیا میں جوامع الکلم اور نصرت دیا گیا میں رعب سے اور حلال کی گئیں میرے لیے غنیمتیں اور کر دی گئی میرے لیے تمام زمین جگہ نماز پڑھ لینے کی اور رسول کیا گیا میں تمام مخلوق پر اور ختم کیے گئے مجھ پر نبی (الصحاح ایضا) اور کمالین میں ہے کہ ابوسعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ میں کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن خصلتوں سے اور انبیاء پر مخصوص کیے گئے ہیں وہ ساٹھ خصلتیں ہیں اور بعض نے **خازن** رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا سے افضل ہیں کیونکہ آپ کی رسالت عام ہے لقولہ تعالیٰ۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔ یعنی ہمنے تجھکو تمام سب ہی لوگوں پر رسول بنا کر بھیجا کہ انکو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہے **شیخ ابن کثیر** رح نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ مسلمانوں میں ایک شخص اور یہودیوں میں سے ایک شخص میں باہم گلغپ ہوئی پس یہودی نے اپنی قسم میں کہا کہ نہیں بلکہ قسم ہے اس ذات کی جسنے موسیٰ کو عالموں پر برگزیدہ کیا پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اونچا کر کے یہودی کے منھ پر ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ او خبیث اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہودی مذکور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان کی شکایت کی پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم مجھے انبیا پر فضیلت سے مت بیان کیا کرو کہ قیامت کے روز لوگوں کو بیہوشی طاری ہو گی پس میں پہلے افاقہ پاؤنگا پس میں موسیٰ کو عرش کے پایہ سے چمٹا پاؤنگا پس مجھے نہیں معلوم کہ آیا مجھسے پہلے افاقہ پایا ہے یا اس سے وہ بیہوشی بدلا کر دی گئی جو اسکو کوہ طور پر ہوئی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ مت فضیلت بیان کرو انبیا کے درمیان میں پس آیہ کریمہ اور اس حدیث میں کیونکر اتفاق ہے تو اسکا جواب کئی وجہ سے ہے اول آنکہ یہ امر جو آپ نے ارشاد فرمایا کہ فضیلت سے مت بیان کرو یہ پہلے اس سے تھا کہ آپکو وحی سے انبیا میں افضل ہونا معلوم ہو لیکن **شیخ ابن کثیر** رح نے اس جواب کو ناپسند کیا اور اسکی وجہ **مترجم** کے نزدیک بھی ظاہر ہے اسواسطے کہ یہود کا مغلوب ہونا اس عہد مبارک کے بعد واقع ہوا ہے اور دوم یہ کہ بر سبیل تواضع ہے جیسا کہ فرمایا کہ تم میں سے کوئی مجھکو مت کہو کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں حالانکہ

ف یعنی خود غائب یعنی شعر سے آواز دے بیمار ہوں ۱۲

آپ جانتے ہے کہ مین انبیا سے افضل ہون چنانچہ خود فرمایا ہی انا سید ولد آدم یعنے مین اولاد آدم مین سے سب کا سردار ہون سوم یہ کہ تفضیل سے ممانعت ایسی حالت مین فرمائی کہ خصومت وجدال کی حالت ہو تاکہ انبیا کے بارہ مین باہم تعصب نہو کیونکر جسنے کسی پیغمبر کے واسطے تعصب کیا اور دوسرے پیغمبر کی جناب مین کوتاہی سے نظر کی تو وہ کافر ہوجائے گا بلکہ فضیلت مین یہ امر قطعی ملحوظ رہے کہ ہر پیغمبر کو آفتاب کمال جانے پھر افضل کو اس سے اوپر آفتاب جانے۔ اسیواسطے علمائے رح نے اس مقام کو عوام کے ہاتھ مین نہین دیا کیونکہ وہ ذرا سے وسوسہ شیطانی مین کافر ہو جاوینگے اور انکو خبر بھی نہوگی مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین مولود خوان بہت اس مصیبت مین مبتلا ہوتے ہین۔ بالجملہ تعصب کی حالت مین ممانعت ہی اور اگر ایسی حالت نہو بلکہ تحقیق وسلامتی کی حالت ہو تو تفضیل مین مضائقہ نہین ہی چہارم مراد یہ کہ محض اپنی راے اور جانب داری سے فضیلت مت دو۔ ان تمام جوابون پر فضیلت دینا موافق آیت کے ثابت رہا اور پھر ابن کثیر رح نے پانچوان جواب نقل کیا کہ یہ مراد ہی کہ باہم انبیا مین تفضیل مت دو کیونکہ یہ مقام اللہ عز وجل کی طرف راجع ہی تمھارے اختیار مین نہین ہی اور تمپر تو مان لینا اور اسپر ایمان لانا ہی واجب ہی یعنے آیت کریمہ سے اتنا ثابت ہی کہ اللہ تعالے نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور وہی جانتا ہی کہ کسکو کس پر فضیلت دی ہی اور تم نہین کسی دوسرے پر تفضیل دے سکتے ہو پس حدیث مین یہی مراد ہی کہ تم مت کسی کو تفضیل دو اور اس زمانہ مین بعضے لوگ اسی جواب کو پسند کرتے ہین اور کہتے ہین کہ قرآن مین تو یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا مین سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہی اور حدیث مین لوگون کو اپنی راے سے تفضیل دینے سے ممانعت ہی پس دونون مین تعارض نہین رہا اور حاصل اسکا یہ ہی کہ لوگون کو نہین چاہیے کہ کسی نبی کو دوسرے سے افضل کہین حتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی افضل نہین کہہ سکتے ہین **قال المترجم** اس مین شک نہین کہ آیت کریمہ سے اسی قدر ثابت ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی اور کلام مجید مین صریح منصوص نہین کہ کون کس سے افضل ہی اور جب ہم حدیث کی طرف رجوع لاتے ہین تو تفضیل سے ممانعت کی حدیث ملتی ہی مگر قرآن مجید مین قولہ فضلنا مین تفضیل سے تکوین وایجاد تفضیلت مراد ہی یعنے اللہ تعالے نے انکو فضیلت کے ساتھ پیدا کیا ہی اور ہم لوگون کا تفضیل دینا اس معنے سے غیر ممکن ہی بلکہ لوگ تو فقط فضیلت کی طرف نسبت بیان کرتے ہین اور حدیث مین لا تفضلوا مین فضیلت کی طرف نسبت دینے سے منع کیا گیا ہی پھر دیگر احادیث مین صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عموم فضیلت صحیح ہوئی ہی پس ان احادیث سے ہمکو معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہین اور یہ نصوص صریح ہین اور ممانعت کی حدیث محتمل تاویل ہی لہذا ائمہ اعلام نے اتفاق احادیث کے لیے حدیث منع مین تاویل کی اور احادیث افضلیت سے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے قائل ہوے اور اجماع امت بھی اسی پر ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیا علیہم السّلام بلکہ تمام عالم سے افضل ہین **کما حکاہ الخازن رحمہ اللہ** پس ظاہر ہوا کہ اجماع امت کے برخلاف جو بعض لوگون نے کہا ہی وہ نامقبول مردود ہی اور صحیح وہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے افضل ہین لیکن بہت احتیاط سے باقی سب انبیا علیہم السّلام کو کمال ادب کے ساتھ کمال آفتاب جانتا رہے پھر باقی انبیا علیہم السلام مین بوجہ عدم نص کے ہمکو تفضیل باہمی کا علم نہین اگرچہ عند اللہ تعالے انکے مراتب مین فرق ہی اور مضائقہ نہین ہی کہ قول اجماعی پر اگرچہ کہ وہ خود حجت قطعی ہی بعض دلائل پیش کرون از انجملہ محی السنہ کی روایت بطریق کشمیہنی کہ فضلت علی الانبیاء بست ہی اگر کہا جاوے کہ شاید بعض انبیاء پر ہو تو جواب یہ ہی کہ الف لام سے معہود موجود نہین اور خلاف بلاغت ہی بلکہ استغراق کا ہی بقرینہ مدح و دیگر احادیث باب کما سیاتی علاوہ برین بعض مراد لینا خلاف ظاہر بلا دلیل ہی تو خلاف ظاہر بلا دلیل جائز نہین ہی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے فضیلت دی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیا پر اور آسمان والون پر پس لوگون نے کہا کہ یا حضرت انکو فضیلت آسمان والون پر کیونکر ہی تو فرمایا کہ اللہ تعالے نے آسمان والون کے حق مین فرمایا ومن یقل منہم انی الٰہ من

له [illegible] ۱۲

دونہ فذلک نجزیہ جہنم کذلک نجزی الظالمین۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم
من ذنبک وما تاخر الآیہ۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ انبیاء علیہم السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کیونکر ہے تو کہا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا
وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم الآیہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس پس آپ کو
جن وانس سب کی طرف رسول فرمایا ہے رواہ الدارمی اور اسکو شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر سورۂ سبا میں ذکر کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اول وہ شخص ہونگا کہ جسکے واسطے زمین شق ہوگی پس جنت کے حلوں میں سے مجھے ایک حلہ پہنایا جائے گا پھر
میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہونگا خلائق میں سے کوئی ایسا نہوگا جو اس مقام پر کھڑا ہو سوائے میرے۔ رواہ الترمذی وقال حسن صحیح اور ابی بن
کعب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہم غیر فخر یعنے جب
دن قیامت کا ہوگا تو میں سب نبیوں کا پیشوا ہونگا اور انکا خطیب ہونگا اور میں ہی شفاعت کی اجازت چاہنے والا ہونگا اور میں فخر نہیں کرتا
ہوں۔ رواہ الترمذی ہو قال حسن صحیح۔ اور انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام لوگوں میں سے اول ہونگا خروج میں
جبکہ قبروں سے اُٹھائے جاوینگے اور میں ہی انکا خطیب ہونگا جب وفد ہو پہونچینگے اور میں ہی انکا خوشخبری دینے والا ہوں گا جب ناامید ہو جاوینگے اور لواء حمد
اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے پروردگار کے نزدیک اولاد آدم میں سے اکرم ہوں اور فخر سے نہیں کہتا ہوں۔ رواہ الترمذی وحسنہ اور
جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پانچ چیزیں دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کوئی نہیں دیا گیا ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف
بھیجا جاتا تھا اور میں ہر اسود و احمر کی طرف بھیجا گیا اور میرے واسطے جہاد کی لوٹ کا مال حلال کیا گیا حالانکہ مجھ سے پہلے کسی کے واسطے حلال نہیں
کیا گیا تھا اور زمین میرے واسطے پاک و طہور کیگئی اور سجدہ گاہ کردی گئی پس کوئی شخص ہو اگر اسکو نماز کا وقت آجاوے تو جہاں ہو نماز پڑھ لے اور
نصرت دیا گیا میں دشمن پر رعب کے ساتھ ایک مہینہ کی راہ تک اور دیا گیا میں شفاعت۔ رواہ الشیخان والنسائی اور ایک روایت میں زیادہ کیا اور بھیجا
گیا میں جوامع الکلم کے ساتھ۔ اور حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضلنا علی الناس بثلث اے ہم فضیلت دیئے گئے لوگوں پر
تین باتوں میں یعنے حضرت صلعم پیغمبروں پر اور اُمت والے انکی اُمتیوں پر جعلت صفوفنا کصفوف الملائکۃ وجعلت لنا الارض کلہا مسجدا وجعلت
تربتہا لنا طہورا اذا لم نجد الماء۔ ہماری صفیں جہاد میں فرشتوں کی صفوں کے مانند کیگئیں اور ہمارے واسطے تمام زمین سجدہ گاہ کردی گئی اور ہمارے
لیے اسکی خاک ظاہر کرنے والی کردی گئی جبکہ ہم پانی نہ پاویں رواہ مسلم اور انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے
روز میں جنت کے دروازے پر آکر چاہونگا کہ دروازہ کھولا جاوے تو دربان پوچھیگا کہ کون ہے میں کہونگا کہ محمد تو وہ شخص کہیگا کہ مجھ ہی کو حکم کیا گیا تھا کہ
آپ سے پہلے کسی شخص کے واسطے دروازہ نہ کھولوں رواہ مسلم۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث لیلۃ الجن میں فرشتوں کا یہ قول روایت ہے کہ ہمنے
ہرگز کوئی بندہ اب تک نہیں دیکھا کہ جسکو ایسا دیا گیا ہو جیسا اس نبی کو دیا گیا ہے اور اس حدیث کو ترمذی نے بعد روایت کے صحیح کہا ہے۔ اور ابو سعید
خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سردار اولاد آدم ہوں قیامت کے دن اور فخر سے نہیں کہتا اور میرے ہی ہاتھ میں لواء
حمد ہوگا اور فخر سے نہیں کہتا اور کوئی نبی خواہ آدم ہوں یا انکے سوائے ہوں سب کے سب میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے اور میں پہلا وہ شخص
ہونگا جسکے واسطے زمین شق ہوگی اور فخر سے نہیں کہتا رواہ الترمذی وحسنہ۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپکا انتظار دیکھتے تھے پھر آپ نکلے جب قریب انکے پہونچے تو آپ نے سنا کہ وہ لوگ آپس میں باتیں کرتے ہیں پس
آپ نے انکی باتیں سنیں پس بعض نے کہا کہ کیا خوب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلوق میں سے ایک خلیل لیا اور ابراہیم کو خلیل بنایا پس دوسرے نے

ف یعنی عام سب لوگوں کی طرف حبش ہوں شام ہوں روم ہوں ۱۲ م

ف اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اپنی قوم کا زبان دان تا کہ آیات الٰہی ان تک پہنچا دے ۱۲

ف اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے محمد مگر تمام مخلوق کی طرف ۱۲

کہا کہ یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں ہی کہ موسیٰ سے بے واسطہ کلام کیا پس تیسرے نے کہا کہ پھر عیسیٰ تو کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں اور چوتھے نے کہا کہ
آدم کو اللہ تعالےٰ نے برگزیدہ کیا ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپر ظاہر ہوے پس سلام کیا اور فرمایا کہ مین نے تمہارا کلام سُنا اور تمہارا تعجب کرنا کہ ابراہیم
خلیل اللہ ہی اور ہان وہ ایسا ہی ہی اور موسیٰ نجی اللہ ہی اور ہان وہ ایسا ہی ہی اور عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ ہی اور ہان وہ ایسا ہی ہی اور آدم صفی اللہ ہی
اور ہان وہ ایسا ہی ہی اور آگاہ رہو تم کہ مین حبیب اللہ ہون اور فخر سے نہین کہتا اور مین ہی قیامت مین لوا رحمد اُٹھانے والا ہون اور
فخر سے نہین کہتا اور مین ہی قیامت مین اول شافع و اول شفیع ہون اور فخر سے نہین کہتا۔ اور مین ہی پہلا وہ شخص ہونگا کہ جنت کی کنڈی ہلاؤنگا
پس اللہ تعالےٰ میرے لیے اسکو کھول کر مجھے اسمین داخل کریگا اور میرے ساتھ فقراے مومنین ہونگے اور فخر سے نہین کہتا اور مین ہی اکرم الاولین و
الآخرین ہون اور فخر سے نہین کہتا رواہ الترمذی والدارمی۔ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ بھیجا گیا مین قرون بنی آدم مین سے ہر سب سے
اچھے قرن مین ایک ایک کرکے یہانتک کہ مین پیدا ہوا جس قرن سے تھا رواہ البخاری۔ اور جابر بن عبداللہ کی مرفوع روایت مین ہی کہ مین ہی سرگروہ
مرسلین ہونگا قیامت مین رواہ الدارمی۔ اور احادیث شفاعت مین ایک جملہ صالح اس مضمون کا مذکور ہی اور عمرو بن قیس کی حدیث مین ہی مرفوعا کہ مین
ایک بات کہتا ہون بدون فخر کے کہ ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ تو ہین ہی اور مین حبیب اللہ ہون اور قیامت مین میرے ہی ساتھ لوا رحمد ہوگا۔ رواہ
الدارمی۔ اور ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہی کہ ابوطالب ملک شام کو گئے اور انکے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اور اشراف قریش کے گئے پھر جب
بحیرہ راہب پر ظاہر ہوے تو وہ صومعہ سے اُترا اور جب ان لوگون نے وہان اپنے کجاوے کھولے تو وہ راہب نکلکر انکے پاس آیا حالانکہ یہ لوگ
پہلے بھی اس طرف گذرتے تھے مگر وہ کبھی انکی طرف اپنے صومعہ سے نہین نکلتا اور نہ التفات کرتا تھا پس اس حال مین کہ یہ لوگ اپنے کجاوے کھول رہے
تھے وہ راہب ان لوگون کے بیچ مین پھرتا تھا یہانتک کہ نبی صلعم کے پاس آیا اور آپکا ہاتھ پکڑکر کہنے لگا کہ یہ سید العالمین ہے یہ رسول رب العالمین ہی اللہ تعالیٰ
اسکو رحمۃ للعالمین کرکے بھیجے گا پس قریش کے بوڑھون نے کہا کہ تو نے کیونکر جانا تو بولا کہ جب تم لوگ عقبہ سے ظاہر ہوے تو کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا کہ سجدے
مین نہ ہوا اور یہ چیزین فقط نبی ہی کے واسطے سجدہ کرتی ہین اور مین اس شخص کو اسکے خاتم نبوت سے پہچانتا ہون جو اسکی غضروف کتف کے نیچے سیب کے
مانند ہی پھر لوٹ گیا اور ان لوگون کے واسطے کھانا تیار کیا اور لیکر آیا تو حضرت صلعم اونٹ چرانے گئے تھے تب اُسنے کہا کہ آدمی بھیجکر انکو بلوالو تو جب آپ آئے
تھے تو آپ پر ابر سایہ کیے ہوے تھا پس جب آپ لوگون کے پاس آئے تو دیکھا کہ لوگون نے درخت کا سایہ گھیر لیا ہی پس آپ بھی ایک طرف بیٹھ گئے اور سایہ
آپ کی طرف جھک گیا تو راہب نے کہا کہ دیکھو سایہ کو کہ اسکے اوپر جھک پڑا ہی پس اس درمیان مین کہ وہ راہب انکو کھڑا ہوا قسمین دلاتا تھا کہ اسکو روم مین
مت بیجاؤ کہ روم اسکو دیکھکر اسکی صفت سے پہچان کر اسکے قتل پر آمادہ ہونگے پس مڑ کر اُٹھایا تو دیکھا کہ سات سوار روم کے آتے ہین پس راہب
آگے بڑھکر انکے پاس گیا اور پوچھا کہ تم کیون آئے ہو تو اُنھون نے کہا کہ اس مہینہ مین وہ نبی حجازی خروج کرنے والا ہی پس ہر راستہ پر لوگ بھیجے
گئے ہین اور ہم اس راہ پر بھیجے گئے ہین تو راہب نے پوچھا کہ تمہارے پیچھے کوئی اور بھی ہی جو تم سے بہتر ہو اور دانستہ ہو تو بولے کہ ہمکو تو یہی خبر دی گئی
کہ اس راستہ پر جاؤ ہین اودھر اسکی آمد کی خبر ہی تو راہب نے کہا کہ بھلا جس امر کو اللہ تعالےٰ پورا کرنا چاہتا ہی اسکو کوئی رد کر سکتا ہی بولے کہ نہین تو
کہا کہ پھر اس سے بیعت کرو اور اسکے ساتھ رہو پھر راہب نے کہا کہ مین تمکو قسم دلاتا ہون کہ اسکا ولی کون ہی تو بولے کہ ابوطالب ہی پس راہب برابر
اسکو قسم دلاتا رہا یہانتک کہ ابوطالب نے نبی صلعم کو واپس کیا اور ابوبکر نے آپ کے ساتھ بلال کو بھیجا اور راہب نے انکو کعک و روغن زیتون زاد راہ دیا
ہکذا رواہ الترمذی وحسنہ بجاے بلال کے دوسرے غلام خدیجہ ہین پس یہ احادیث و آثار صریح ہین کہ حضرت صلعم افضل جمیع ہین پس بعض لوگون سے عجب ہے
کہ باوجود صحت اسقدر احادیث کے تفضیل دینے سے منع نکالتے ہین حالانکہ جمیع سابقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین افضل ہونے کا اطلاق

گیا اور یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر یہ مطلب ہو کہ رفع بعضہم درجات کی یہ تفسیر بالرائے ہی منصوص نہیں ہی تو جواب یہ کہ نہیں بلکہ ماثور ہی اسواسطے کہ دلائل نقلی موجود ہیں پھر رائے سے تفسیر کہاں ہی قولہ ولکن اللہ یفعل ما یرید۔ یعنے جو چاہتا ہی کرتا ہی اسپر کسکے ملک میں کوئی اعتراض نہیں ہی اور روایت ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک شخص نے تقدیر کا سوال کیا تو فرمایا کہ راہ تاریک ہی تو اس میں مت چل پھر اسنے دوبارہ سوال کیا تو فرمایا کہ گہرا سمندر ہی تو اس میں مت گھس پھر اسنے تیسری بار سوال کیا تو فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بھید ہی کہ تجھپر پوشیدہ ہی تو اسکی تفتیش مت کر **قال المترجم** اسمین اشارہ ہی کہ اہل ایمان کامل اس بھید سے غیر واقف ہوجاتے ہیں اور انکو اطمینان ہوجاتا ہی اور ابتدائی لوگون پر مخفی ہوتا ہی اور اسمین بحث کرنا عقل سے باہر ہی اور سخت گمراہی کا خوف ہی اور جو شخص کہ قدر پر ایمان نہ لایا وہ شریر بے تہ ہی اور اسپر کفر کا اطلاق کیا گیا اور یہ حدیث ابن عمر میں مصرح ہی کما رواہ مسلم وقال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض **شیخ ابوبکر فارسی صوفی** رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو دو دو ہی پیدا فرمایا ہی کہ ان میں باہم فضیلت ہی اور ان کی مقداریں باہم متفاوت ہیں یہانتک کہ رسولون کے حق میں بھی اللہ عزوجل نے فرمایا ہی کہ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض تاکہ اس سے لوگون پر مخلوق کا ناقص ہونا اور اللہ عزوجل کا کامل ہونا معلوم ہوجاوے کہ جب انبیا میں یہ کیفیت ہی تو دوسرون کا کیا ذکر ہی

**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ**

اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمکو رزق دیا ہی پہلے اس سے کہ آوے وہ دن جس میں نہ خرید فروخت ہو اور نہ دوستی اور نہ سفارش

**وَالْكٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○**

اور کفر کرنے والے وہی گنہگار بندے ہیں

**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ** ہو یوم القیامۃ الکبریٰ۔ **لَّا بَيْعٌ** فداء **فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ** صداقۃ تنفع۔ اے ایمان والو جو ہمنے تمکو رزق دیا اس سے خرچ کرو قبل اسکے کہ وہ دن آوے کہ اسمین بیع نہیں یعنی فدیہ قبول نہیں اور نہ دوستی نافع ہی ف یعنے اسمین کوئی دوستی خلاف رضائے الٰہی عزوجل کے کارآمد نہوگی۔ **وَلَا شَفَاعَةٌ** بغیر اذنہ۔ اور کوئی شفاعت نہیں ہی یعنے بدون اللہ تعالیٰ کی اجازت کے کسی سے سفارش ممکن نہوگی اور یہ دن وہ قیامت کا روز ہی۔ کوفیین و نافع و ابن عامر کی قراءۃ میں بیع و خلۃ و شفاعۃ تینون کو رفع ہی اور **ابن کثیر** و اہل بصرہ کی قراءۃ میں سب کو نصب ہی **وَالْكٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ**۔ اور اللہ تعالیٰ یا اسکے فرائض سے انکار کرنے والے یہی ظالم لوگ ہیں **ف** اسوجہ سے کہ مال الٰہی کو بے جگہ صرف کرتے ہیں اور یہی ظلم ہی کہ کسی چیز کو اسکی جگہ سے خارج رکھا جاوے معالم میں ہی کہ سدی رح نے کہا کہ مراد اس انفاق سے زکوٰۃ مفروضہ ہی یعنے نفل خیرات شامل نہیں ہی اور **زمخشری** نے کہا کہ اسپر دلیل یہ ہی کہ آخر میں اسکے ترک کرنیوالے پر وعید ہی کہ فرمایا والکافرون ہم الظالمون۔ اور اسی کو **مفسر سیوطی** رح نے اختیار کیا ہی اور معالم میں کہا کہ غیر سدی نے کہا کہ مراد انفاق بطور نفل خیرات کے ہی اور بعض نے کہا کہ مراد یہان فرض و تطوع دونون کو شامل ہی اور **قرطبی** رح نے کہا کہ اس تاویل پر جسوقت جہاد واجب ٹھہرے تو اسوقت انفاق مذکور واجب ہوگا اور جسوقت ایسا نہو اسوقت مستحب ہوگا اور اس قول کے معنے یہ ہیں کہ مثلاً کافرون نے مسلمانون کی کسی سرحد پر حملہ کیا اور وہ لوگ انکے دفع کرنے پر قادر ہیں مگر انکے پاس خرچ نہیں ہی تو قریب والون پر واجب ہوگا کہ انکو خرچ دیں فتدبر۔ اور **ابن کثیر** رح نے انفاق نفل اختیار کیا چنانچہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندونکو راہ خیر میں انفاق کا حکم دیا تاکہ اس سے اپنے پروردگار کے پاس ثواب جمع کریں اور حکم دیا کہ انکو چاہیے کہ ایسا کرنے میں جلدی کریں یعنی زندگی دنیا میں قبل اسکے کہ وہ قیامت کا روز کہ نہ اس میں بیع ہی اور نہ خلت اور نہ شفاعت **قال المفسر** یعنے نہ فداء ہی پس فداء کو بیع فرمایا اسواسطے کہ اپنی جان کے خریدنے کو مال دیکر فداء کرتے ہیں پس یہان مطلق بیع کی نفی کردی جس سے یہ بھی منفی ہوگیا یعنے کسی سے فدیہ نہیں لیا جائیگا اگرچہ زمین بھر کے

سونا لے آوے باوجودیکہ محال ہو اور علماء نے فرمایا ہو کہ نصوص دلالت کرتے ہین کہ مومنون کے درمیان خلت اور شفاعت باجازت الٰہی ثابت ہوگی پس یہان جو علی العموم نفی فرمائی ہو یہ عام مخصوص ہو اور کہا گیا کہ لا ینفعہم شفاعۃ الشافعین ۔ کافرون کو شفاعت نافع نہوگی اس سے نکلتا ہو کہ مسلمانون کو شفاعت فائدہ دیگی اور قولہ والکافرون ہم الظالمون یعنی کہا گیا کہ مبتدا اپنی خبر مین محصور ہو اور یہ قواعد بیان سے واضح ہو اسواسطے کہ ہم ضمیر منفصل تاکید ہو اور یہ نہین ہو کہ ظالمون وہی کافرون ہون یعنے اسکا عکس کلی نہین ہو یعنے یہ نہین ہو کہ جو حکم الٰہی مین گناہ کرے وہ کافر ہو تاکہ لازم آتا کہ گنہگار مسلمان بھی کافر ہین اسلیئے کہ چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہو پس جسنے حکم الٰہی کی فرمانبرداری نہ کی اسنے اپنی جان پر ظلم کیا جیسے کافر کہتے ہین کہ اپنی جان کو دوزخ مین جلاتے اور اسپر ظلم کرتے رہین بلکہ کافرون ہی کو ظالمون مین محصور کیا ہو اور اسی سے عطاءؒ سے مروی ہو کہ حمد و ثنا ہو اس پروردگار کو جسنے فرمایا کہ والکافرون ہم الظالمون اور یون نہین فرمایا والظالمون ہم الکافرون رواہ ابن ابی حاتم

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ
اللہ اسکے سواے کسی کی بندگی نہین جیتا ہو سب کا تھامنے والا نہین پکڑتی اسکو اونگھ نہ نیند اسی کا ہو جو کچھ آسمان اور زمین مین ہو

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ
کون ایسا ہو کہ سفارش کرے اسکے پاس مگر اسکے اذن سے جانتا ہو جو خلق کے روبرو ہو اور جو انکے پیچھے اور وے نہین گھیر سکتے

بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ
اسکے علم مین سے کچھ بھی مگر وہ جو چاہے گنجایش ہو اسکی کرسی مین آسمانون اور زمین کو اور نہین تھکاوٹ دیتا ان دونون کا تھامنا

وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝
اور وہی ہو اوپر سب سے بڑا

اَللّٰهُ ۔ اللہ تعالیٰ موجود ہو ۔ لَآ اِلٰهَ ۔ لا معبود بحق فی الوجود یعنے ہستی مین کوئی معبود برحق نہین ہو ف اگرچہ مشرکین اپنے زعم مین معبود باطل بناتے ہین لیکن معبود حق کوئی نہین ۔ اِلَّا هُوَ ۔ مگر وہی اللہ موجود ہو ۔ اَلْحَیُّ ۔ الدائم البقاء ہمیشگی کے بقا والا ۔ اَلْقَیُّوْمُ ۔ المبالغ فی القیام بتدبیر خلقہ ۔ اپنے مخلوق کی تدبیر کے ساتھ قیام کرنے مین بہت کامل ۔ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ ۔ نہین آتی اسپر اونگھ ۔ وَّلَا نَوْمٌ ۔ اور نہ نیند ف اللہ تعالیٰ کی شان مین یہ جسمانی عوارض کا وجود محال ہو ۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۔ اسی کے واسطے ہو جو کچھ آسمانون و زمین مین ہو ف یعنے جو کچھ ان دونون مین ہو سب اسی کا ہو باعتبار ملک و باعتبار خلق و باعتبار بندہ ہونے کے یعنے سب اسکے مخلوق مملوک بندے ہین ۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ ۔ وہ سفارشی کون ہو یعنے الا احد کوئی نہین ہو کہ ۔ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ ۔ اسکے یہان سفارش کرنے پر جرأت کرے ۔ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۔ انبیاء مگر باجازت دینے اللہ کے ف اس شخص کو سفارش کرے مین ۔ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جو انکے سامنے ہو ف یعنے مخلوق کے سامنے موجود ہو اور وہ دنیا ہو ۔ وَمَا خَلْفَهُمْ ۔ اور جو کچھ مخلوق کے پیچھے ہو ف یعنے وہ جو اور وہ آخرت سب اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو ۔ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ ۔ اور اسکے علم سے مخلوقات کچھ بھی احاطہ نہین کرتی ف یعنے نہین جانتے ہین کسی شے کو اسکی معلومات مین سے اور یہ مراد نہین کہ احاطہ نہین کر سکتے ہین اگرچہ جانتے ہون کیونکہ در واقع مخلوقات تو معلومات الٰہی مین سے کچھ نہین جانتے ۔ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۔ ان یعلمہم بہ منہا باخبار الرسل مگر وہی چیز کہ چاہا یہ کہ آگاہ کردے ف یعنے مخلوق صرف اسی چیز کو جان گئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولون کے ذریعہ سے انکو بتلائی تو جیسے بتلائی اسی قدر جانتے ہین ۔ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اسکی کرسی نے آسمانوں وزمین کو احاطہ کیا ف بعض نے اسکے یہ معنے بیان کیے کہ گھیر لیا اسکے علم نے آسمانوں وزمینوں کو۔ اور بعض نے یہ معنے بیان کیے کہ احاطہ کر لیا اسکے ملک نے ان دونوں کو اور بعض نے فرمایا کہ کرسی بعینہ مشتمل ہے ان آسمانوں وزمین کو کیونکہ حدیث میں ہے کہ نہیں ساتوں آسمان اندر کرسی کے مگر ایسے کہ جیسے سات درم مثال دیے گئے ایک ڈھال میں وَلَا يَئُودُهُ تھکاتا۔ گراں نہیں ہوتی اسکو۔ حِفْظُهُمَا ای السموات والارض آسمانوں وزمین کی حفاظت ف بلکہ نہایت آسانی سے اسکے قبضۂ قدرت میں مسخر ہیں اگرچہ کروروں پیدا کردے۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ اور وہی علی ہے ف یعنے اپنی مخلوق پر متعالی ہے ساتھ قہر کے۔ الْعَظِيمُ۔ الکبیر۔ بڑے مرتبہ والا ہے۔ ف یہ آیت کریمہ قرآن مجید کی ان آیات آیات میں سے ہے جنکے فضائل بہت ہیں اور عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ بعد تحریر تفسیر کے اسکے فضائل وعجائب لکھے جاوینگے ابن کثیر رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں دس مستقل جملہ ہیں (۱) اللہ لا الٰہ الا ہو یعنے نہیں کوئی معبود برحق وجود میں مگر وہی بلکہ مترجم کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ سوائے حق تعالیٰ کے کوئی الوہیت والا نہیں ہے۔ اور یہ اخبار ہے کہ تمام خلائق کے واسطے الٰہیت میں وہی منفرد ہے اور قولہ الحی القیوم یہ دونوں خبر ثانی وثالث ہیں کیونکہ ضمیر ہو کی صفت نہیں ہو سکتی ہے اسلیے کہ صفت کو موصوف ظاہر چاہیئے اور ضمیر موصوف نہیں ہوتی ہے یا مبتداء محذوف کی خبر قرار دی جاویں آور الحی یعنے چونکہ اسکو کہتے ہیں جو زندہ ہو اور اسکا تصور جناب باری تعالیٰ میں نہیں ہو سکتا لہٰذا اسکے لازم سے تفسیر کی گئی یعنے دائم البقاء اور بعض نے کہا کہ الحی وہ کہ امور کا متصرف ہو اور اشیاء کی تقدیر کرنے والا ہو اور ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک جماعت سے نقل کیا کہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو حی سے وصف کیا ہے ایسا ہی رکھا جاوے اور اسکو تسلیم کیا جاوے باینطور کہ وہ زندہ ہے نہ مانند زندگی مخلوقات کے بلکہ مخلوقات کو جو زندگی حاصل ہے یہ اسکی صفت حیات کا پرتو ہے اور یہ قول اسلم ہے اور القیوم یعنے نہایت مبالغہ سے قیومی کی صفت والا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں مبالغہ نہیں ہو سکتا کیونکہ مبالغہ تو ایسی چیز میں متصور ہے کہ وہاں کمی بیشی ممکن ہو جواب یہ کہ مراد یہ ہے کہ اپنی مخلوق کی تدبیر وحفاظت میں ایسے کمال سے قائم ہے کہ وہ خلق کے نزدیک مبالغہ تصور ہوتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے صفات میں فی نفسہ کوئی مبالغہ نہیں ہے یا جن چیزوں کو قائم رکھتا ہے انکی کثرت وبے شمار ہونے کی وجہ سے قیوم فرمایا ہے اور بعض نے کہا کہ قیوم وہ کہ خود بذاتہ قائم ہو اور غیر کا قائم رکھنے والا ہو اور عمرؓ وابن مسعودؓ وغیرہم سے القیام کی قراءۃ آئی ہے اور قیوم وقیام دونوں صیغۂ مبالغہ ہیں اور بعض نے ذکر کیا کہ قیوم عرب کے نزدیک زیادہ معروف ہے شاید زمانۂ اسلام سے پہلے کم معروف ہوگا اور بعد کو زیادہ معروف ہوا اور بناء صیغہ کی راہ سے بے شبہہ قیوم افصح ہے (۲) لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔ قیومیت پوری ہونے میں سے ہے کہ قیوم کو سنۃ ونوم نہو پس یہ قیوم کی تعلیل کے مانند ہے یعنے قیوم اسوجہ سے کہ اسکو اونگھ ونیند نہیں لے سکتی اور جمہور کے نزدیک سنۃ یعنے اونگھ ہے یعنے نیند سے پہلے اعضاء کا ڈھیلا پن اور آنکھوں کا بند ہو جانا پھر جب اثر اسکا باطن تک پہونچا تو نیند آجاتی ہے اور مراد یہ ہے کہ اوتعالیٰ سبحانہ پر اونگھ ونیند کچھ بھی طاری نہیں ہوتی ہے اور در اصل یہ اسکے امکان کی نفی ہے یعنے یہ ممکن ہی نہیں ہے چنانچہ حدیث میں ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ ہم میں رسول اللہ صلعم خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے پانچ کلمات سے پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل سوتا نہیں اور نہ سونا اسکے لائق ہے تا آخر حدیث رواہ مسلم۔ اور سنۃ کو نوم پر مقدم کیا کیونکہ وہ وجود میں مقدم ہوتی ہے وعلی ہذا وارد ہوتا ہے کہ جب مقدم ہی نہ طاری ہے تو اسکے بعد ہے وہ بطریق اولے نہ پایا جائیگا وامام رازی نے جواب دیا کہ مراد یہ ہے کہ اونگھ ہی اسپر طاری نہیں ہو سکتی تو نوم کہاں سے آسکتی ہے اور پوشیدہ نہیں کہ جواب ضعیف ہے اور بعض نے جواب دیا کہ یہاں نفی ابتدائی وانتہائی سب کی نفی بترتیب وجودی منظور ہے یعنے اونگھ نہ طاری ہو جو اول آتی ہے اور نیند نہ طاری ہو جو آخر آتی ہے۔ اور یہ جواب بھی کچھ نہیں اسواسطے کہ جب اول ہی نہو تو آخر کہاں سے ہوگا اور اولی جواب یہ ہے کہ لا تاخذہ میں معنے غلبہ کے ہیں جیسا کہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اسطرف اشارہ کیا ای لا تغلبہ سنۃ پس معنے یہ ہیں کہ نہ اسپر اونگھ کو کچھ قابو ہے اور نہ اونگھ سے بڑھکر نوم کو کچھ قابو ہے اسی واسطے لا نوم بتکرار حرف لا فرمایا کہ سنۃ

سے بڑھکر جو چیز زوال والی ہو اسکی بھی مستقل نفی ہے اور حاصل یہ ہو کہ اللہ عزوجل ایسا قیوم پاک ہو کہ قیومیت کمالیہ اسی کو سزاوار ہو کہ اسکی شان کے گرد کوئی
نقص غفلت نہ ذہول کچھ بھی نہیں پھٹک سکتا کہ قیومیت وتدبیر وحفظ خلق مین کچھ خلل پیدا کرے سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح - اور
آگاہ رہنا چاہیے کہ عبدالرزاق وابن جریر نے ابن عباس سے موقوفاً اور ابن جریر نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضرت صلعم منبر پر فرماتے تھے
کہ موسیٰ کے دل مین خیال آیا کہ بھلا اللہ تعالے سوتا ہو کہ نہیں تو اللہ تعالے نے ایک فرشتہ بھیجا جسنے موسیٰ کو تین رات دن جگایا پھر ظاہر مین آکر ان کو
دو پتلی شیشیان دے گیا اور حکم کر گیا کہ خبردار انکو حفاظت سے رکھنا پس موسیٰ نے نیند مین جھونکے کھانے شروع کیے قریب ہوتا کہ شیشے ٹوٹ جاوین
پھر چونک جاتے یہانتک کہ ایک بار کچھ نیند مین آ گئے کہ دونون ہاتھ لڑ گئے اور دونون شیشیان ٹوٹ گئین پس اللہ عزوجل نے ایک مثل بیان فرمائی
کہ اگر اللہ تعالیٰ سوتا تو آسمان وزمین کو کون تھامتا (اسکی اسناد ضعیف ہو اور آیندہ عشرۂ اخیر مین آویگا) شیخ ابن کثیر - رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بنی
اسرائیل کی باتین ہین اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکا ثبوت کچھ نہین ہو اور یہ صریح معلوم ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نبی اولوالعزم پر ایسی بات نہین
پوشیدہ ہو سکتی ہو اور ابن ابی حاتم نے روایت کی بنی اسرائیل نے موسیٰ سے پوچھا کہ بھلا تمھارا پروردگار سوتا ہو تو موسیٰ نے فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ
سے ایسے گستاخ کلمہ مت کہو پھر اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کو وحی کی کہ تجھسے پوچھتے ہین کہ تیرا پروردگار سوتا ہو تو دو پتلی شیشیان لے اپنے ہاتھ مین اور
شب کو قیام کر پھر انکے ٹوٹنے کو ذکر کیا قریب قریب ویسے جیسا اوپر گذرا ہو اور صحیح یہ ہو کہ یہ سب بنی اسرائیل نادانون کی باتین ہین جنکو عرفان و ایمان سے
بہرہ نہ تھا اور انبیاء علیہم السلام پر ایسی بندشین باندھا کرتے تھے واللہ تعالےٰ اعلم (۳) لہ ما فی السموات والارض اخبار ہو کہ سب کے سب اسکے
بندے ہین اور اسکی ملک ہین اور اسکے غلبۂ قدرت کے زیر حکومت ہین مانند قولہ ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمن عبداً نہین کوئی آسمان
و زمین مین مگر آنے والا ہو رحمٰن کے پاس بندہ ہو کر - اور لام لہ مین خواہ ملک کا ہو یا ایجاد کا بہرحال اسی کے مقہور یا مملوک یا مخلوق ہین اور لفظ ما مین
تغلیب غیر ذوی العقول کی ہو پس خواہ ذوی العقول ہون یا غیر ذوی العقول ہون جو کچھ ہو اسکے ملک ومخلوق وعبید ہین اور اس مین مشرکون کا رد ہو جو ستارون
یا بتون وغیرہ کو پوجتے ہین کیونکہ وہ مخلوق ہین مثل پوجنے والے کے اور عبادت کیے جانے کی لیاقت نہین رکھتے ہین (۴) من الذی یشفع عندہ
الا باذنہ کوئی نہین ایسا جو اسکے نزدیک سفارش کرے بدون اسکی اجازت کے - پس بہتیرے بت پرست جو زعم کرتے ہین کہ ما نعبدہم الا لیقربونا
الی اللہ زلفی ہم ان بتون کو اسیواسطے پوجتے ہین کہ خداے تعالے کے نزدیک ہمکو تقرب دلاوین - انکا خیال باطل ہو کیونکہ وہان بدون رضاے
حق کے کسی کو ہیبت وجلال سے بولنے کی مجال نہین اور اللہ تعالیٰ ایسے کافرون سے راضی نہین کہا جا سکے سواے کسی دوسرے کی عبادت کرین
اسلیے کہ عبادت جناب باری تعالیٰ کے واسطے خاص ہو - وقال تعالیٰ وکم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتہم شیئاً الا من بعد ان یاذن اللہ لمن
یشاء ویرضی - بہتیرے فرشتے آسمان مین ہین کہ کچھ بھی نفع نہین دے سکتی انکی سفارش مگر بعد اسکے کہ اجازت دے اللہ تعالے جس شخص کے
واسطے چاہے اور راضی ہو - اور احادیث بدرجۂ تواتر پہونچی ہین کہ اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت عطا فرمائی اور قیامت
مین اجازت ہوگی اور چونکہ وعدہ الٰہی خلاف نہین ہوتا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا یقینی ہو اور صحیح ہوا کہ آپ کی شفاعت ایسے
مسلمانون کے بھی ہوگی جو گنہگار ہین اگرچہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوے ہون اور اگرچہ بغیر توبہ کے مرگئے ہون لیکن بمشیت ورضاے الٰہی اور
وہ تقدیر ہو کہ دیکھیے کس کے واسطے مقدور ونصیب ہو اسی واسطے مسلمانون کو دعا تعلیم کیگئی کہ بعد اذان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
وسیلہ عطا کرنے کی دعا مانگین تاکہ ان پر شفاعت نزول کرے - اسیواسطے اپنے لیے دعا کرتے ہین کہ اللہ تعالے ہم گنہگار بندونکو آپکی شفاعت روزی
کرے اور حدیث صحیح مین ہو کہ وسیلہ ایک درجہ ہو جنت مین کہ وہ سواے ایک کے اور کسی کو نہین ملیگا اور حدیث مین ہو کہ حضرت صلعم نے اس

درجہ اعلیٰ کی اپنی ذات مبارک کے واسطے اُمید کی ہے اسواسطے کہ تمام فضیلت آپ ہی کو ہے اور حدیث مین ہے کہ جسنے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اسپر میری
شفاعت نازل ہوگی اور اذان کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہے اسواسطے دعائے اذان جو ماثور ہے اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ الخ اس مین
بھی مانگا ہے اور یہ جو مین نے ذکر کیا ہے تمام اہل سنت کا مذہب ہے اور فرقہ معتزلہ و خارجی وغیرہ اسکے مخالف ہین ولیکن یہ جان لینا چاہیے کہ جو شخص شرک مین
پڑا اگرچہ مسلمان کہلاتا ہو وہ مسلمان نہین رہا کیونکہ ایمان تو اعتقاد ہے اور جب نے سیتلا پوجی اور جانا کہ ایسا کرنے سے یہ میرے بچہ کو چیچک سے بچاویگی
یا مانند اسکے کسی کو اعتقاد کیا اور سوائے خدا کے کسیکو سجدہ کیا اس لائق سمجھکر تو وہ کافر ہو گیا اور یہ کھلی بات ہے اللہ تعالیٰ ہمکو اور سب مسلمانون کو
اس سے بچاوے اور ایمان کی توفیق دے (۵) یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم - اسمین ضمیر ایدیھم اور خلفھم کی تمام مخلوق کی طرف راجع ہے اگرچہ ضمیر ذوی العقول کی
ہے پس ذوی العقول کو غلبہ دیا اسواسطے کہ نیک کام کرنے کے مکلف وہی ہین پس اللہ تعالیٰ کو آگاہ جانکر گناہ سے باز رہین اور مراد یہ ہے کہ علم اسکا تمام
کائنات کو محیط ہے خواہ وہ اب موجود ہون یا ہزارون برس پہلے گذرے ہون یا آئندہ ہووین کیونکہ ماضی حاضر و مستقبل تو ہمارے اعتبار کرکے ہے اور اللہ عزوجل
کے علم مین وہ سب ایسی طرح ہین کہ ہمارے علم مین اسطرح ہونا ممکن نہین ہے اسواسطے کہ احاطہ کرکے سب طرح اور سب کیفیت سے ذرہ ذرہ
کھلا چھپا تمام و کمال وہی خوب جانتا ہے اور ہم لوگ تو اپنے ہاتھ کے بنائے پیالے کو اوندھا دین تو ہمکو اسکا پیٹ نہین معلوم ہوتا اور اوپر سے
معلوم ہوا بھی تو اسکی مٹی کا جگر نہین معلوم ہوتا اور جگر بھی توڑ کر دیکھ لیا تو ذرہ نہین معلوم ہوتا اور یہ جسکو معلوم کہا گیا یہ بھی علم نہین بلکہ یون کہنا چاہیئے
نظر آیا اور نظر ہماری کچھ چیز ہے دیکھو بھان متی وغیرہ تماشہ کرتے ہین اور سانپ الاسانپ کھلاتا ہے حالانکہ نظربندی ہے اور جادوگر کا جادو ہے اس نظر کے
اعتماد کرنے والے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے احکام نہین مانتے ہین بڑے بیوقوف ہین اور یہی حال انکی عقل کا ہے جو انکی نظر کا بیان ہوا پس آسمان و جن و
شیطان سے انکار کرنے والے اس فرقہ گمراہ کے سردار ہین اور بیوقوفون کو بہکاتے ہین کہ ہم تو عقل و نظر دوربین سے دیکھ بھال کر چلتے ہین زین لھم الشیطان
اعمالھم فصدھم عن السبیل نعوذ باللہ من الضلال اور ما بین ایدیھم کی تفسیر یا تو جو پہلے گذرا اور ما خلفھم جو آویگا یعنی دنیا و آخرت مراد ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ جو دنیا
گذری اور جو آخرت آتی ہے اور بہرحال مقصود یہ ہے کہ وہ تمام کائنات کا کامل جو پر احاطہ کرنے والا ہے اپنے علم قدیم سے اور اسپر کوئی ذرہ اور کوئی مخفی چیز خواہ کلی ہو یا
جزئی ہو کبھی پوشیدہ نہین ہوا شبہہ نہین وہ اسکو اچھی طرح جیسی وہ ہے جانتا ہے اور اس سے رد ہوا فلاسفہ وغیرہ گمراہ فرقون کا کہ جو کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جزئیات
مثل زید و عمرو و بکر وغیرہ کے مخصوص طور پر جیسے وہ ہین نہین جانتا بلکہ بطور کلی جانتا ہے اور ایسے لوگ کافر ہین اور تاویل مذکور مفید نہین ہے واللہ اعلم (۶)
ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء نہین مطلع ہوتا کوئی شخص علم الٰہی مین سے کسی چیز پر الا اسی پر جس سے اللہ عزوجل نے آگاہی دیدی اور اسپر اسکو مطلع
کر دیا پس اس تاویل پر احاطہ سے مراد اطلاع ہے اور یہ متعین ہے اسواسطے کہ احاطہ کے ساتھ تو کسی شخص کو علم ہوتا ہی نہین ہے ولیکن اللہ تعالیٰ احاطہ سے
جانتا ہے اسکے مقابلہ مین لا یحیطون فرمادیا یعنے مخلوق احاطہ سے نہین جانتے ہین اور مراد یہ ہے کہ مطلع نہین ہوتے ہین مگر اسی پر جس سے اللہ تعالیٰ نے
اطلاع دیدی پس بندون کے پاس جو اسباب علم اور جاننے کے ہین وہ بدون تاثیر الٰہی نہین کام دیتے ہین اور یہی حق ہے اور **شیخ ابن کثیر** نے فرمایا کہ
احتمال یہ بھی ہے کہ شاید یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق علم سے کوئی مطلع نہین مگر اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ نے آگاہی دیدی بذریعہ رسولون
کے انکی رسالت کی دلیل ہو (۷) وسع کرسیہ السموات والارض اسمین علماء کے اقوال مختلف ہین بعض نے کہا کہ کرسی ہی عرش ہے اور یہ فقط اللہ تعالیٰ
کی عظمت و جلالت کا تصور دلاتا ہے ورنہ درحقیقت وہ چیز کوئی معین نہین ہے چنانچہ **تفتازانی** نے کہا کہ یہ اس باب سے کہ ایک ہی حسی چیز
سے ایک معنی عقلی حقیقی پر دلالت کر دی گئی جو کہ عقل بشر سے باہر ہین اور یہی **بیضاوی** کا مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی تفسیر مین کہا کہ درحقیقت کرسی
ہے اور نہ اسپر بیٹھنے والا بلکہ یہ فقط تمثیل ہے یعنے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بندون کے ذہن مین بقدر امکان ڈال دیا اور بعض نے کہا کہ کرسیہ بمعنے

قدرت ہو یعنے اسکی قدرت ایسی عظیم ہو کہ اس سے یہ آسمان و زمین قائم رہتے ہین اور اسکی قدرت کے سامنے کچھ چیز نہین ہین اور اسی سے دیوار کی کرسی اور مکان کی کرسی کہلاتی ہو یعنے جسکے اعتماد پر دیوار و مکان قائم ہو - اور قاموس مین ہو کہ کرسی بالضم والکسر یعنے تخت اور یعنے علم اور جمع اسکی کراسی آتی ہو اور ایک جماعت سلف نے فرمایا کہ کرسی سے یہان مراد علم ہو اور اسی سے علما کو کراسی کہتے ہین اور اسی سے اس کتاب کو کراسہ کہتے ہین جس مین علم مدون ہوتا ہو - اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی قوله وسع کرسیه السموات والارض کہا ابن عباس نے علم یعنے اسکے علم مین - اور ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ اسی کے مثل خود سعید بن جبیر سے مروی ہو اور معنے سعت کے احتمال و امکان قیام ہین چنانچہ بولتے ہین ہذا یسعہ یعنے یہ اسکی گنجایش رکھتا ہو اور برداشت کرسکتا ہو اور اسکو ٹھیک رکھ سکتا ہو پس یہ قول بنا پر ایسی تاویل کے جو مناسب لغت ہو اور ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہو اور عرف مین کرسی یعنے تخت وغیرہ بیٹھنے کی چیز کو کہتے ہین اور بعض علماے سلف سے یہ قول مروی ہو کہ مراد یہان کرسی سے ایک شے معین ہو اور ابن جریر رحمہ اللہ نے ابو موسیٰ و سدی و ضحاک و مسلم البطین سے روایت کیا کہ کرسی موضع ہر دو قدم ہو اور یہ بمانند ویسے ہو جو عرش کے باب مین سلف رحمہم اللہ سے اول پارہ مین مذکور ہوا ہو اور اسپر کوئی اعتراض جو عوام وہم کرتے ہین وارد نہین ہوتا ہو اسواسطے کہ اسکی کیفیت مجہول ہو اور یہ قطعی ہو کہ کوئی شے مثل اللہ تعالے کے نہین ہو پس کرسی مانند کرسی مخلوق کے نہین ہو - اور بیٹھنا مانند بیٹھنے مخلوق کے نہین ہو اور اگر کہا جاوے کہ کرسی و بیٹھنا تو یہی ہمارے خیال مین آتا ہو جو ہم جانتے ہین تو جواب یہ ہو کہ یہ نہین بلکہ یون سمجھو کہ جیسے تم مخلوق ہین سواے دو قسم کے جواہر و اعراض کے اور نہین جانتے ہو حالانکہ قطعاً یقین کرتے ہو کہ اللہ تعالے نہ جوہر ہو نہ عرض ہو وہ سب سے پاک منزہ ہو ویسی ہی وہ چیزین جو اسکی طرف نسبت کیجاتی ہین وہ بھی اسی کے لائق ہین ایسی نہین جیسی تم خیال کرتے ہو کیونکہ تمھارا خیال تو محض مخلوق ہو وہ خالق عز و جل کہ جو تصور و خیال سے پاک ہو کیونکر تصور کرسکتا ہو اور **شیخ ابن کثیر** رح نے ذکر کیا کہ وکیع نے اپنی تفسیر مین کہا کہ حدثنا سفیان عن عمار الذہنی عن مسلم البطین عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس کہا کہ کرسی موضع القدمین ہو اور عرش ایسی شے ہو کہ کوئی اسکی قدر نہین جان سکتا ہو اور اسکو حاکم نے بھی روایت کیا اور کہا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہو - اور سدی نے ابو مالک سے روایت کی کہ کرسی زیر عرش ہو اور سدی نے کہا کہ آسمان و زمین بیچ کرسی مین ہین اور کرسی سامنے عرش کے ہو اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ ساتون آسمان و زمینین اگر پھیلائی جاوین پھر ایک دوسرے سے ملائی جاوین تو کرسی کی وسعت کو نہ پہونچینگے بلکہ ایسی ہونگی جیسے ایک چھلا کسی لق و دق میدان مین پڑا ہوتا ہو رواہ **ابن جریر و ابن ابی حاتم** اور ابن زید نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نہین ساتون آسمان درمیان کرسی کے مگر جیسے سات درم ایک ڈھال مین ڈال دیے گئے اور کہا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ نہین کرسی درمیان عرش کے مگر جیسے لوہے کا چھلا جو میدان لق و دق مین ڈال دیا گیا رواہ ابن جریر اور ابو ذر غفاری سے روایت ہو کہ انھون نے رسول اللہ صلعم سے کرسی کو دریافت کیا تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ نہین ساتون آسمان اور ساتون زمینین کرسی کے مقابلہ مین مگر ایسی جیسے ایک چھلا ایک لق و دق میدان مین پڑا ہو اور عرش کی بڑائی کرسی پر ایسی ہو جیسے اس وسیع میدان کی بڑائی بمقابلہ اس چھلے کے رواہ الحافظ ابو بکر بن مردویہ اور ظاہر ان آثار و اخبار سے یہ ہو کہ کرسی مملکت کی تصویر نہ ہو اور اسپر بیٹھنا و قیام وغیرہ مراد نہین ہو اور مقصود اس سے یہ ہو کہ اللہ عز و جل کی سلطنت و عظمت کا اعتقاد کرین کہ دنیا والون کی بادشاہت اسکے مقابلہ مین کتنی ہیچ ہو کیونکر بڑا بادشاہ جو دو تین ولایت کا حاکم ہو بہت بڑا بادشاہ خیال کرتے ہین اور بہت لوگ اس سے ڈرتے ہین حالانکہ وہ تمام زمین کا ایک جزو ہو اور تمام زمین اس جوف کا جو آسمان دنیا کے بیچ مین ہو نہایت چھوٹا جزو ہو اور تمام زمین اس سورج کے مقابلہ مین مثل مٹر کے ہو تو تمام آسمان کے مقابلہ مین ایسے چھوٹے ہوے کہ قدر بہت کم ٹھیرا اسکا پتا ہی نہیں پھر کرسی کے مقابلہ مین تو گویا معدوم ہوے پھر عرش کے مقابلہ مین تو یہ سب گویا معدوم ہین کہ انکو کوئی نسبت ہی نہین پس

دنیا مین جسکو جہالت سے شہنشاہ ہفت اقلیم فرض کرین اسکی ہستی سلطنت کی کرسی کے مقابلہ مین ذرہ کے برابر نہین ہو سکتی حتی کہ گویا معدوم ہے تو عرش باری تعالی سے کیا نسبت پھر جناب باری جل جلالہ وہی شہنشاہ ہے بلکہ یہ لفظ کسی مخلوق کے واسطے بولنا حلال نہین بلکہ حرام ہے۔ ہان بادشاہ کہنا عار ہے پھر جب بادشاہ ان نابود لوگون پر ہوتے ہو تو اسکی شان کبیر جلیل کو قیاس کرو اور یہی اللہ تعالے نے فرمایا و ما قدروا اللہ حق قدرہ یعنی قدر جانتے اللہ عزوجل کی جو اسکی قدر کا حق ہے۔ اسی سے ڈرو اسی کی فرمانبرداری کرو اور عاجزی کرو کہ اے سلطان عرش ہم لوگ گویا درحقیقت معدوم ہین ہمکو تونے کس قدرت و صنعت سے پیدا فرمایا ہم سخت عاجز ہین ہم کہان تیرے حق قدر کو جان سکتے ہین تجھی کو عظمت و کبریائی ہے تو ہی شہنشاہ ہے ہم تیرے بنائے بندے ہین سراسر تیرے احسان مین ہین۔ اللھم ربنا عافنا واعف عنا وتب علینا واھدنا وانت ارحم الراحمین۔

اور جاننا چاہیے کہ اسلام مین یہ فتنہ ان لوگون نے پھیلایا جنھون نے علم ہیأت کے زعم پر کہا کہ کرسی وہ فلک ہشتم ہے اور نوان آسمان عرش ہے اور یہ پیروی فلاسفہ یونان کی ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ وہم وگمان محض باطل ہے اور **ابن کثیر** رح نے ذکر فرمایا کہ اسکو ائمہ علماء نے رد کر دیا ہے فاستقم۔

(۴) ولا یؤدہ حفظھما۔ اور ثقیل نہین اس پر حفاظت ان دونون یعنے آسمان و زمین کی اور اکثر اہل تفسیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یؤدہ کی ضمیر اللہ تعالے کی طرف راجع ہے اور ثقیل نہین اللہ تعالے پر بلکہ آسان ہے اور زجاج رح نے کہا کہ احتمال ہے کہ ضمیر کرسی کی طرف راجع ہو یعنی کرسی پر ان آسمانون و زمین کی حفاظت جو اسکے بیچ مین ہے گران نہین اور یہ احتمال حفاظت کی نسبت کرسی کی طرف صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ بحکم الٰہی ہے (۹) وھو العلی العظیم۔ علو سے مراد کبھی مکانی بلندی ہوتی اور کبھی قدر و منزلت کی بلندی ہوتی ہے پس مکان کی راہ سے بلندی کسیکا مذہب نہین کیونکہ اللہ تعالے زمان و مکان و جہت و وضع سب سے پاک و برتر ہے اور مکان کی راہ سے بلندی کا سوائے فرقہ گمراہ مجسمہ کے جو اللہ تعالے کے واسطے جسم و جہت کے قائل ہین اللہ تعالی انکو خوار کرے اور کوئی قائل نہین ہے اور وہ لوگ کافر ہین اور اہل سنت مین سے کوئی اس بات کا قائل نہین اور بعضے بے وقوفون نے جو یہ گمان کیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے کہ اللہ تعالے عرش پر مستوی ہے وہ بھی جسم کے قائل ہین تو یہ محض باطل بہتان ہے اللہ تعالے پناہ مین رکھے بلکہ انکا اعتقاد و مطلب سب مفصل بیان کر دیا ہے فتذکر اور بعضون نے جو زعم کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بنابر روایت **ابو مطیع** کے اللہ تعالی کیواسطے جہت بالا کے قائل ہین تو یہ زعم غلط ہے امام ابو حنیفہ اس بات کے قائل ہین کہ جیسے سلف نے الرحمن علی العرش استوی ہے تاویل نہین کی بلکہ کہا کہ ہان اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے مگر اسکی کیفیت و ماہیت ہمکو نہین معلوم ہے باوجودیکہ ہم یقین جانتے ہین کہ ہر نقص سے اللہ تعالی پاک ہے اور کوئی شے اسکے مانند نہین ہے پس عرش پر مستوی ہونا ایسا نہین ہے جیسا وہم و گمان مین آتا ہے بلکہ اللہ تعالی کی ایک صفت ہے پس ابو حنیفہ بھی اسکے قائل ہین اور یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی سے دعا کیجاوے تو اسکے علو مرتبہ کی راہ سے اوپر کی جہت کیطرف دعا کیجاوے اور اسکے قائل نہین ہین کہ اللہ تعالی خود اوپر کی جہت مین ہے نعوذ باللہ منہ پس جسنے امام ابو حنیفہ کیطرف یہ گمان کیا اُسنے غلط کیا۔ بالجملہ یہان بلندی سے مراد قدر و منزلت کی بلندی ہے یعنی اللہ تعالی تمام مخلوق اور کل چیز سے بلند مرتبہ ہو بلکہ اللہ عزوجل کی بلندی و رفعت کے مقابلہ مین کسی کو کچھ بھی بلندی نہین تاکہ کچھ نسبت ہو سکے اور بعض نے کہا برتر ہے سلطنت و قہر کی راہ سے اور اسکو **مفسر سیوطی** رح نے اختیار کیا۔ اور بعض نے کہا کہ برتر ہے اس سے کہ کسی وصف بیان کرنے والے کا وصف اسکو پہونچے یعنے وصف کرنے والا تو اپنی طاقت اور علم بھر وصف کریگا اور اللہ تعالی کی ذات و صفات تک کسی کا علم پہونچے کیا مجال ہے اور تعالی ویسا ہے جیسا اسنے خود اپنا وصف فرمایا اور بندے اسی کی پیروی کرتے ہین اور اس وصف کی حقیقت کو بھی نہین پہونچتے ہین پھر خود بیچارے کہان سے وصف کرینگے اور اسی معنے کر حدیث مین آیا ہے۔ انت کما اثنیت علی نفسک تو ویسا ہے جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا ہے پھر مفسر رح نے جو تفسیر اختیار کی ظاہرا بنظر ترجیح نظیر ہے کہ اللہ تعالے نے فرعون خوار کی نسبت فرمایا ان فرعون علا فی الارض یعنے غالب بنا اور قہر کیا زمین مین۔ پس علو کے یہی معنے سلطان حقیقی عزوجل کے ساتھ لیے گئے جس کی شان تحقیق ہے

پھر جاننا چاہئے کہ میں نے تو جملہ لکھے اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے دس بیان کیے ہیں کیونکہ الحی القیوم کو میں نے اول ہی میں داخل کر دیا ہے فافہم۔ اس تمام
تفسیر سے واضح ہوا کہ یہ آیہ کریمہ بہت بڑے مسائل آلہیہ کو مشتمل ہے اور اس میں توحید و صفات باری تعالیٰ کے اعظم مسائل ہیں اسی سے اعظم آیہ قرآن
ٹھہری اور سید آیہ ٹھہری چنانچہ ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ سے پوچھا کہ کون آیت کتاب اللہ تعالیٰ میں اعظم ہے ابی نے
عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول دانا تر ہے پس کئی بار پوچھا تو آخر ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ آیۃ الکرسی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابو المنذر تجھکو علم
مبارک گوارا ہو۔ رواہ احمد و مسلم اور نیز ابی بن کعب کی حدیث میں ہے کہ ابیؓ کے ایک جرین[1] میں چھوارے تھے وہ اسکی پرداخت کرتے پس دیکھا کہ وہ کم ہوتے
ہیں تو ایک رات نگاہبانی کی تو ناگاہ ایک جانور مثل طفل بالغ کے نظر آیا پس میں نے اسکو سلام کیا اسنے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا تو انسی ہے کہ جنی
ہے بولا جنی ہوں میں نے کہا اپنا ہاتھ مجھے دکھا اسنے دیدیا تو کتّے کا سا ہاتھ اور کتے کے سے رونگٹے اسپر تھے میں نے کہا کہ جن ایسے ہی پیدا ہوئے ہیں یا
تو ہی ایسا ہے اسنے کہا کہ جن جانتے ہیں کہ ان میں مجھسے زیادہ زبردست نہیں ہے میں نے کہا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا بولا کہ مجھے خبر پہونچی
کہ تو صدقہ دینا بہت پسند کرتا ہے تو ہمنے چاہا کہ تیرے طعام سے لیجاویں تو ابیؓ نے اس سے کہا کہ کون چیز ہمکو تم لوگوں سے بچاوے بولا کہ یہ آیۃ الکرسی
پھر صبح کو ابیؓ نے حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ خبیث نے یہ بات سچ کہی۔ رواہ ابو یعلی الموصلی و الحاکم و صححہ۔ اور انسؓ کی حدیث طویل
میں جس میں آنحضرت صلعم نے اپنے صحابہ میں سے ایک سے نکاح کرنے کو پوچھا ہے آیۃ الکرسی کو چوتھائی قرآن فرمایا ہے رواہ احمد اور معنے اسکے یہ
ہیں کہ ثواب اسکا چوتھائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے اور آیۃ الکرسی کی فضیلت کے بھی بقول تحقیق یہی معنے ہیں کہ اسکے پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے
اور یہی مراد بعض قرآن کے بعض پر افضل ہونے کے ہیں کیونکہ صفات الٰہی عزوجل میں افضلیت ہے پس جس ذکر میں مذکور افضل ہو وہ افضل ہے اور
بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے زکوٰۃ رمضان یعنی صدقہ فطر کی حفاظت پر وکیل کیا پس ایک آنے والا آیا اور طعام میں سے لپ بھر بھر
سمیٹنا شروع کیا پس میں نے اسکو پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلونگا بولا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں محتاج عیال دار
ہوں اور مجھے بہت حاجت پیش آئی اب نہ آونگا ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں نے اسکو چھوڑ دیا پس صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ رات
والے تیرے قیدی کا کیا حال ہوا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسنے شدت کی محتاجی و عیال داری بیان کی میں نے رحم کرکے اسکو چھوڑ دیا آپنے
فرمایا کہ اسنے تجھسے جھوٹ کہا پھر آویگا پس میں نے حضرت صلعم کے کہنے سے یقین کیا کہ ضرور آویگا پس میں نے تاک لگائی پھر اسنے آکر طعام سمیٹنا
شروع کیا میں نے پکڑا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ صلعم کے پاس لیچلونگا اسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں محتاج عیال دار ہوں اب نہ آونگا میں نے رحم کھاکر
اسکو چھوڑ دیا۔ صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ رات تیرے قیدی کا ماجرا کیا ہوا میں نے عرض کیا کہ اسنے محتاجی و عیال داری کی شکایت
کی میں نے رحم کھاکر اسکو چھوڑ دیا فرمایا کہ اسنے تجھسے جھوٹ کہا اور پھر آویگا پس میں نے تیسری بار تاک لگائی پس اسنے آکر طعام میں سے لپ بھرنے شروع
کیے پس میں نے اسکو پکڑ لیا اور کہا کہ تجھکو رسول اللہ صلعم کے پاس لیچلونگا اور یہ تیسری بار ہے ہر بار تو کہتا ہے کہ نہ آونگا پھر آتا ہے بولا کہ مجھے چھوڑ دے میں تجھے
کچھ کلمات سکھلاؤں کہ اللہ تعالیٰ تجھکو انسے نفع دیگا میں نے کہا وہ کیا ہیں بولا کہ جب تو بچھونے پر جاوے تو آیۃ الکرسی پڑھ۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم
یہانتک کہ آیت ختم کردے تو برابر تجھپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان رہیگا اور تجھسے شیطان قریب نہوگا یہانتک کہ صبح ہو جاوے پس میں نے
اسکی راہ چھوڑ دی پھر صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ تیرے رات والے قیدی نے کیا کیا میں نے کہا یا رسول اللہ اسنے زعم کیا کہ وہ مجھے چند کلمات
ایسے سکھلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے انسے نفع دیگا تو میں نے اسکو چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہیں عرض کیا کہ مجھسے اسنے کہا کہ جب تو بچھونے پر آوے تو
آیۃ الکرسی اول سے آخر تک پڑھ اور مجھسے کہا کہ برابر تجھپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان رہیگا یہانتک کہ تو صبح کرے۔ اور صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ یہ لوگ

[1] [illegible] ۱۲ م
[2] [illegible]

نیکی کے بہت حریص تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای ابوہریرہؓ وہ تجھسے سچ بول گیا حالانکہ وہ سخت جھوٹا ہی پھر فرمایا کہ ای ابوہریرہ تو جانتا ہی کہ تین رات سے توکس سے باتیں کرتا ہی میں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان تھا رواہ البخاری والنسائی اور ابو المتوکل الناجی ابوہریرہؓ سے دوسرے سیاق سے اسکے قریب قریب روایت کیا کہ ابوہریرہؓ کے پاس صدقہ کی کوٹھری کی کنجی تھی اور اسمین چھوہارے تھے پس ایک روز جاکر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اس میں سے ایک لپ بھر چھوہارے نکل گئے ہین پھر دوسری بار ایک دن کھولا تو دیکھا کہ اس میں ایک لپ بھر نکل گئے ہین پھر تیسری بار ایک روز کھولا تو بھی دیکھا کہ اسمین سے اتنے ہی نکل گئے ہین پس ابوہریرہ نے حضرت صلعم سے اسکی شکایت کی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بھلا تو چاہتا ہی کہ اس شخص کو پکڑے میں نے عرض کیا کہ ہان فرمایا کہ جب تو دروازہ کھولے تو کہنا کہ پاک ہی وہ جسنے تجھکو محمد کے لیے مسخر کردیا پس ابوہریرہؓ نے دروازہ کھولکر کہا کہ سبحان من سخرک لمحمد تو ناگاہ وہ چور سامنے کھڑا نظر آیا پس ابوہریرہ نے کہا کہ ای خدا کے دشمن تو ہی ایسا کرنے والا ہی بولا کہ ہان مگر مجھے چھوڑ دے میں اب نہ آؤنگا میں اسکو نہ لیتا مگر جن میں سے ایک فقیر گھر والون کے واسطے لیتا تھا الی آخر الحدیث رواہ ابن مردویہ اور امام احمد و ترمذی نے ایسا ہی قصہ حضرت ابوایوبؓ کا روایت کیا اور اس میں ہی کہ جب انھون نے رسول صلعم سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اسکو یعنے غول کو دیکھنا تو کہنا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ پھر ماجرا اسکا بھی مثل قصہ ابوہریرہؓ کے روایت کیا اور ترمذی نے حدیث کو حسن غریب کہا ہی اور **ابن کثیر** رحمہ اللہ نے بعد ذکران احادیث کے کہا کہ ایسے وقائع تین ہوے یعنے ایک ابی بن کعب کے ساتھ دوسرا ابو ایوبؓ کے ساتھ تیسرا ابوہریرہؓ کے ساتھ واقع ہوا۔ پھر ایک غریب قصہ کتاب غریب ابو عبید سے نقل کیا کہ ابو عبید نے کہا حدثنا ابو معاویہ عن ابی عاصم الثقفی عن الشعبی عن عبد اللہ بن مسعودؓ کہا کہ آدمیون میں سے ایک آدمی باہر نکلا پس اسکو جنون میں سے ایک شخص ملا اور کہا کہ بھلا تو مجھسے کشتی لڑنا چاہتا ہی پھر اگر تو نے مجھے پچھاڑ لیا تو میں تجھے ایسی آیت سکھلاؤنگا کہ جب تو اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت اسکو پڑھیگا تو اس میں کوئی شیطان نہ جاوے گا پس باہم کشتی لڑے پس آدمی نے اسکو پچھاڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے نحیف الجسم دیکھتا ہون اور تیری کلائیان ہین جیسے کتے کی کلائیان ہین تو کیا تم لوگ جن ایسے ہی ہوتے ہو۔ یا تو ہی ان میں سے ایسا ہی بولا کہ میں ان سب میں زبردست ہون اور مجھسے دوبارہ کشتی لڑو پس دوبارہ بھی آدمی زادنے اسے پچھاڑ لیا تو وہ بولا کہ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کر کہ جب اسکو کوئی اپنے گھر میں جاتے وقت پڑھ لیتا ہی تو ضرور شیطان اس میں سے نکل بھاگتا ہی گدھے کی طرح سے ریکتا ہوا پس ابن مسعودؓ سے کہا گیا کہ وہ آدمی کیا عمرؓ تھے تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ کون اُمید کیا جاتا ہی کہ ہو سواے عمرؓ کے۔ اور اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ سے روایت ہی کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو سنا کہ فرماتے تھے کہ دو آیتین اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم۔ اور۔ الم اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم۔ انھین دونون مین اللہ تعالےٰ کا اسم اعظم ہی رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح اور ابوامامہ رضؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے ہر نماز فریضہ کے پیچھے آیۃ الکرسی پڑھی اسکو جنت میں داخل ہونے سے کچھ روک نہین الا یہی کہ مرجاوے رواہ النسائی وابن مردویہ وابن حبان **شیخ ابن کثیر**رحؒ نے کہا کہ اسناد اسکی برشرط بخاری ہی اور ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوع گمان کیا ہی **قال المترجم** اور ابن الجوزی یہان چوک گئے اور بہت محدثین نے ابن الجوزی پر اسکے موضوع کہنے پر گرفت کی ہی اور صحیح یہ قرار دیا ہی کہ یہ حدیث صحیح ہی اور سلف سے اسکے فضائل کے بارہ میں بہت کچھ مروی ہی اور یہ جسقدر تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے مذکور ہوا کافی ہی **ف ۲۰**

قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ اللہ لا الٰہ الا ہو۔ اپنا وصف الوہیت شروع کرکے بندون کے دلون سے اسباب عبودیت قطع کردیا اسواسطے کہ عبودیت تو جب ہی ہوتی ہی کہ ربوبیت سے آگاہی ہوجاوے اسیواسطے اول اظہار وجود مین اپنے پاک ذات کو ذکر فرمایا اور نیز اپنی ذات پاک سے اپنی وصف کے ساتھ کشف کیا **قال المترجم** یعنے لا الٰہ کے وقت شاید انکے دلون سے بالکل الوہیت کی نفی ہوجاتی حالانکہ کسی وقت بندے کے

دل سے اللہ عزوجل کا بھولنا نہیں چاہیے اسواسطے پہلے آلِہَ فرمایا کہ دلون مین اپنے تئین ثابت کردیا کہ اسکی سلطنت وکبریائی ظاہر ہے پھر غیر کی
نفی کے وقت ان کے دلون سے وہ بھول نہیں سکتا کیونکہ لا آلہ الا ہو اسکے ظہور سلطنت وعظمت کمالیہ کا بیان ہے فافہم ۔ اور نیز مخلوق کو
بذات خود اپنی طرف ملایا بلا علت تاکہ خودی مین فنا کر فرماوے ۔ توحید پر تنزیہ کو قائم کیا یعنے اسکی توحید عیب ہے کہ کسی چیز سے مانند نہیں کیونکہ جو چیز واحد کر
اسکو وحدت عارض ہے یعنے اکیلاپن جس چیز سے لگے ہو وہی واحد کہلاتی ہے بخلاف توحید باری تعالیٰ کے کہ وہ پاک منزہ ہے ہر لگاؤ سے ۔ قولہ لا الٰہ الا ہو کل
کردیا علتون کو قدس ازل سے ، ور ازل ہی کے ساتھ ازل سے کشف فرمایا ۔ یعنے مثلاً جو چیز ہو اسکا کوئی سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کی ازلیت بلا سبب
ہے کیونکہ ہو فرمایا اور ممکنات مین سے کوئی چیز ہو ہو لفانہ نہیں ہے بلکہ لعلت ہے قال المترجم مقام بہت دقیق ہے جہانتک ممکن ہے مین نے
اشارہ کیا آگے مین کچھ نہیں کہہ سکتا ہون ۔ تعالیٰ اللہ علوا کبیرا ۔ اور شیخ ابن منصور رح سے یہ آیت دریافت کیگئی تو کہا کہ لا آلہ الا اللہ ۔
دو باتون کو مقتضی ہے ایک تو ربوبیت سے علت کو زائل کیا جاوے اور اعتقاد کیا جاوے کہ حق سبحانہ تعالیٰ درک سے پاک و منزہ ہے یعنی کوئی عقل ہو
یا کچھ ہو اسکو کوئی نہیں پا سکتا ہے شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ ۔ پر اعتقاد کرنے کی سچائی یون ثابت ہے کہ صبر کرے اور اسی سے وہ ایمان پر
ثابت وجما رہیگا اور صدق ہو اور اسی سے وہ پوشیدہ وظاہر اپنے پروردگار کی بندگی مین کوشش کریگا اور خرچ کرے اپنے مال سے خالص اس کی
رضامندی چاہنے کے لیے یہانتک کہ اپنی ذات کے لیے سوائے اپنے خالق کے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرے اور تڑکے کے وقتون مین اپنے پروردگار
کی یاد مین سب فکرون سے خالی ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو بیٹھے ۔ اور استغفار کے ساتھ اسکی جناب مین اپنی محتاجی کا اظہار کرے اپنے گناہون پر نادم
ہو کر اور یہ خوف کرکے کہ کہین ایسا نہو کہ مین مہجور و مردود کردیا جاؤن ۔ اور نیز فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ کہنے والے کے ساتھ تین نورون کی احتیاج ہے ۔
نور ہدایت ۔ نور کفایت ۔ نور عنایت ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسپر نور ہدایت سے احسان کیا تو بندہ اسکے خاص بندون مین سے ہو جاتا ہے اور جب
نور کفایت اسکو عطا کیا تو وہ کبیرہ گناہون اور فحش باتون سے معصوم ہو جاتا ہے اور جب نور عنایت سے سرفراز کیا تو وہ بُرے خطرات وخیالات
سے جو دل مین آتے ہین محفوظ ہو جاتا ہے ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ لا آلہ الا اللہ کہنے والے کو چار خصلتون کی حاجت ہے تصدیق وتعظیم وحلاوت و حرمت
سو جسکو تصدیق نہو وہ تو زبانی کہنے والا ہے بدون دل کے پس وہ منافق ہے اور جس شخص کے دل مین تعظیم نہو وہ بدعتی ہے اور جس کو حلاوت نہو
وہ ریا کار ہے دکھلانے کو کام کرتا ہے اور جسکے دل مین حرمت نہو وہ فاسق ہے اور شیخ ابو الحسن النوری سے کہا گیا کہ تو لا آلہ الا اللہ کیون نہین
کہتا ہے تو کہا کہ مین اللہ ۔ کہتا ہون اور بس ۔ مین اللہ کے ساتھ اسکی ضد یعنے لا آلہ کو باقی نہین رکھتا قال المترجم یہ نہایت غلبۂ توحید ہے کہ ان کو
اللہ عزوجل کے سوائے کسی کا خیال ہی نہ تھا اور نہ کسی کا اثر انکے دل مین پڑتا تھا کہ نفی کرنے کی حاجت ہو بلکہ لا آلہ کہنے سے غیر کا تصور خواہ مخواہ آتا ہے
اسکو وہ بہت مکروہ جانتے تھے اور رہے عوام لوگ تو وہ اس تمام کلمہ کے مفہوم سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو بتکلف نکالتے ہین اور حدیث صحیح مین جو
آیا ہے کہ افضل ذکر قول لا آلہ الا اللہ ہے تو یہ عام تعلیم ہے کسی خاص کا بیان نہین ہے دیکھو اللہ عزوجل نے یون ہی فرمایا کہ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا
وغیرہ الآیہ ۔ صرف اللہ عزوجل کے ذکر کو فرمایا ہے اور فرمایا ۔ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم ۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ بعض نے
ذکر کیا ہے کہ جسنے اس کلمہ کو کہا حالانکہ اسکے دل مین رغبت یا خوف یا طمع یا سوال ہے تو وہ مشرک ہے ۔ الحی القیوم حی وہ کہ جس سے زندون کا
قیام ہے اور قیوم وہ کہ جسکی قیومیت سے مردے زندے ہو جاتے ہین اور نیز ۔ حی ۔ وہ کہ اُس سے سانسون کی آمد و رفت جاری ہے اور قیوم وہ کہ جسکے
کافی ہونے سے اشخاص کا قیام ہے اور اسکی صفات خاصہ سے ہے کہ عدم مین زندگی بخشے اور صفات عامہ سے ہے کہ خلق کو عدم سے وجود مین لایا اور قیومیت
اسکی وہ صفت ہے کہ برابر اسکے ساتھ ہمیشہ موصوف ہے اور محصل اسکا یہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے اپنی ازلیت وابدیت مین مستقل ہے اور بعض نے الحی القیوم

کے اشارہ مین کہا کہ تو اسکو اسکی قیومیت مین اپنے اوپر اور تمام عالم پر مراقب کر۔ اور بعض نے کہا کہ وہ قیوم ہی باین طور کہ برگزیدہ بندون کے اسرار پر
اپنے اذکار کو محفوظ فرماتا ہی۔ اور سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ قیوم وہ کہ اپنی مخلوق پر انکی روزی و اعمال و موت کے اوقات وغیرہ ہر چیز کے واسطے قائم ہی
اور خواص شامی رح نے فرمایا کہ جسنے اللہ کو پہچانا کہ وہ حی قیوم ہی تو اس شناخت پر اسپر واجب ہوا کہ اپنی ہر چیز کو اسی سے طلب کرے اور اپنے
کامون مین سے ہر کام کے قیام کو ترک کرے کیونکہ او تعالے خود اسکے امور کا قیوم ہی۔ لا تأخذہ سنۃ ولا نوم اس اشارہ سے اپنے ایسے
خاص بندون کو ڈراتا ہی کہ جو اسکی طرف مراقبہ رکھتے ہین اسطرح ڈراتا ہی کہ اسکے سوائے کسی غیر کی طرف ایک دم وا ایک پلک ربے تک بھی مشغول ہون
اور مریدون و طالبون کے دلون سے تشبیہ کا خیال زائل کردیا قال المترجم یعنے مراقبہ و یاد کرنے والون کو واجب ہی کہ کوئی تصور جناب باری تعالیٰ
کیواسطے اپنے دل مین نہ لاوین کیونکہ جو تصور ہوگا وہ اسکے خیال کا بنایا ہوا ہوگا اور جو یہ گڑھیگا وہ اسکے لیے بت ہوگا اللہ تعالیٰ عزوجل کسی چیز سے مشابہ
نہین ہی وہ پاک منزہ ہی اور بشری عقل خیال و غیرہ اُس تک کبھی نہین پہونچ سکتا ہی اور یہ ایک نکتہ ضروری ہی کہ اکابر طریقہ نے اسکو بتصریح وجد و جہد
منع کیا ہی فافہم اور نیز اس مین آگاہی دی کہ مظلومون کے واسطے وہ ظالمون سے انتقام لیگا اور نیز خلق کو تعلیم فرمایا کہ اسکی صفات قدیمہ سب منزہ و پاک
ہین اور ذات عظیم اسکی مقدس و برتر ہی یعنے مین مخلوقات کی صفتون سے پاک منزہ ہون۔ اور بغدادیون نے فرمایا کہ سنۃ اور نوم اسکو کہان سے لگ سکتی ہی
وہ موجود تھا اور سنۃ موجود نہ تھی اور اسنے سنہ کو خود ایجاد کیا اپنے بندون کو معمور کرنے کے واسطے اور ان کا نقص ظاہر کرنے کے لیے قال المترجم
اس کلام مین اشارہ لطیف یہ ہی کہ جو چیزین بندون کے نفع کیواسطے قرار دی جاتی ہین وہ چیزین خود بندون کا نقص ظاہر کرکے جتلاتی اور بتلاتی ہین کہ یہ لوگ
کامل نہین ہین اسواسطے کہ اس نفع کے محتاج ہین اور جو محتاج ہی وہ کامل نہین ناقص و حادث ہی له مافی السموات ومافی الارض اس کلام
بزرگ سے اپنے چنے ہوے بندون کے دلون مین سے دونون جہان و تمام عالم کی حلاوت و تروتازگی بے بنیاد کا مزہ دور کردیا ای یہ سب حوادث
میرے ہی مخلوق و ملک و مقہور ہین پس مومن کا دل جب مشاہدہ کی جگہ ہوگا کہ جب اس مین یہ فانی چیزین بالکل ناپید ہون پس موحدون کو رغبت دلائی
کہ اسباب و علتون سے اپنے آپ کو فنا کرین اسواسطے کہ انعام دینے والے کی طرف سے منہ پھیر کر نعمت کی طرف متوجہ ہو جانا یہ انعام دینے والے کے ساتھ
کفر کرنا و شرک ہی۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ اس کلام مین سفارش کرنے والے اور سفارش چاہنے والے دونون کو اپنے دریاے احسان مین
غرق کیا یعنے دونون کو منت سے زیر بار کیا کہ اسکے بار احسان مین دونون دب گئے اسواسطے کہ اپنے بندون کی خبرگیری کسی کے سپرد نہین فرمائی بلکہ
اپنی ہی طرف رکھی اور نیز اپنی ازلی عنایت سے وسیلہ کی رسیان کاٹ دین قال المترجم معنے یہ ہین کہ جب بندونکو اپنی اجازت کے سفارش کا اختیار ندیا تو گویا
خود ہی کرم فرمایا اور اشارہ کیا کہ سفارش کرے پس جسکو اجازت دی اسپر یہ کمال احسان کیا کہ اسکو اس کرامت سے سرفراز کیا اور جسپر بخشش کرکے سفارش
مان لی اسکے حق مین تو عنایت ظاہر ہی اور یہ درحقیقت ازلی عنایت ہی جس مین وسیلہ کو کچھ دخل نہین ہی فافہم او نیز اس آیت سے اپنی مخلوق کو ادب سکھلایا
تا کہ اسکی طرف انبساط نہ کرین سواے اس شخص کے جسپر سُکر و بیہوشی غالب ہوئی ہو۔ اور انبساط و راز تو پردہ عظمت کے نزدیک مقام ہیبت مین
ہوتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اس سے اپنے بندون کے دلون کو اپنے ہی طرف جذب کیا کہ اس حال مین اور آیندہ حال مین اسی کی طرف رجوع کرین اور واسطی رح
نے فرمایا ہی کہ اگر اپنی ذات کی طرف سواے اپنے اور کسیکو وسیلہ کرتا تو کام اسکا اس علت کا معلول ہوتا اور جسنے اسکے اخلاص و محبت و رضامندی سے اپنے
آپکو آراستہ کیا تو توسل اسکی صفات سے ہی اور منصور رح نے کہا کہ پھر کون سفارشی ہو سکتا ہی ایسے شخص کی طرف جسکے ساتھ کسی اور کو گنجایش نہین
سواے اسکے اور کوئی دوسرا اسکا حاجب نہین ہو سکتا ہی۔ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ای وہ خطرات جو انکے روبرو ہین اور وہ لغزشین
جو انکی پیٹھ پیچھے ہین جانتا ہی اور نیز جو مقامات انکے روبرو ہین اور جو احوال انکے پیٹھ پیچھے ہین جانتا ہی۔ اور نیز اسرار افعال جو ارادہ الٰہی سے مقرون ہین

جنکے ساتھ انکو امتحان کیا ہو وہ قبل انکے ایجاد کرنے کے اُنسے جانتا ہو اور علم ازلیات کے اسرار جو مقام عبودیت مین انکے معائنہ ہو جانے کے بعد ہوے
ہین وہ بھی ان سے جانتا ہو۔ اور ابو القاسم رح نے کہا کہ جو انکے سامنے اور جو پیچھے ہو سب جانتا ہو اسواسطے کہ اسکے علم سے کوئی معلوم باہر نہین اور
اس پر کوئی موجود و معدوم لگا پشا نہین ہو۔ ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء علم قدم کو ان لوگون سے محجوب پوشیدہ کر دیا جنکو عدم
سے پیدا کیا ہو گراسی قدر کہ اہل دل بندون کو غیوب کے معائنہ سے ظاہر کر دیا۔ کرسی عرش دونون مخلوقات حادثہ کے بیے قبلہ ہین حالانکہ رحمٰن کے
واسطے کوئی جہت نہین ہو اور کائنات کے ساتھ اللہ تعالے کا مشابہ ہونا سوائے ان لوگون کے کوئی نہین جانتا جنھون نے کشف سے دیکھ لیا ہو
اور بعض نے فرمایا کہ کرسی و عرش کا ذکر قدرت عظیمہ کا اظہار ہو اور یہ دونون ذات باری عز اسمہ کے واسطے محل نہین ہین اور شیخ ابو القاسم قشیری رح
نے فرمایا کہ جو چیز مخلوق ہو اسکو اللہ عز وجل کی صفات پاک جلال قدرت مین کہان گنجایش ہو خواہ عرش ہو یا کرسی ہو خواہ جنی ہو یا انسی ہو اور بعض نے
فرمایا کہ کرسی کے درمیان مین آسمان و زمین مثل ایک ذرہ کے ہین۔ ولا یؤدہ حفظہما وهو العلی العظیم یعنے اسکو اس خلقت کی نگہداشت
باوجود اس خلقت کے وسیع و کبیر ہونے کے کچھ گرانی نہین دیتی ہو اور نیز یہ دونون اسکی عظمت کے مقابلہ مین رائی برابر بھی نہین ہین کیونکہ یہ اسکی بادشاہت
اور سلطنت مین ایک ذرہ سے بھی کم ہین اور نیز آسمان و زمین بسبب اسکے قائم ہین اور اسکی صنعت کے واسطے کوئی علت نہین ہو اور نہ اسکے فعل کے
واسطے کوئی ہتھیار ہو اسی سے ظاہر ہوئی اور اسی سے ان چیزون کا قیام ہو

لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ

زبردستی نہین دین کی بات مین کھل چکی ہو صلاحیت اور گمراہی اب جو کوئی منکر ہو طاغوت سے اور ایمان لاوے اللہ پر اُسنے

اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

پکڑی پکڑ مضبوط جو ٹوٹنے والی نہین اور اللہ تعالے سننے والا جاننے والا ہو

لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ۔ دین مین داخل ہونے پر زبردستی نہین۔ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ۔ گمراہی سے ہدایت متمیز ہو چکی ف
یعنے آیات بینات سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان تو ہدایت ہو اور کفر کرنا گمراہی ہو سیوطی رح نے کہا کہ یہ آیت انصار مین سے ایسے شخص کے حق مین نازل ہوئی کہ
اسکے کئی فرزند تھے اور اسنے چاہا کہ انکو اسلام لانے پر زبردستی مجبور کرے فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ پس جو کوئی طاغوت سے منکر ہو۔
ف یعنے شیطان یا بت سے بیزار ہو جاوے۔ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ اور اللہ تعالی پر یقین لاوے ف جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا
فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی۔ تو اسنے عقد محکم کو مضبوط پکڑ لیا ف اور یہ عقد محکم کچھ کمزور نہین بلکہ۔ لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ اس کے
واسطے شکست نہین ہو ف حتی کہ وہ قرب الٰہی مین داخل جنت ہو جایگا۔ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اور اللہ تعالی سمیع علیم ہو ف زبانی
ایمان کو سنتا ہو اور دلی اعتقاد کو بھی جانتا ہو لہذا منافق اسنے بتلا دیا۔ اہل علم نے اسمین اختلاف کیا کہ آیت منسوخ ہو یا نہین۔ قول اول آنکہ یہ آیت منسوخ
ہو اسواسطے کہ اسمین اکراہ کی نفی ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم نے اہل عرب کو دین اسلام پر اکراہ کیا اور انسے لڑے یہانتک کہ وہ اسلام لائے اور سوائے اسلام
کے جزیہ وغیرہ لینے پر انسے راضی نہوے پس ناسخ اسکا قولہ تعالے یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین الآیۃ۔ اور قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا قاتلوا
الذین یلونکم من الکفار۔ اور اظہر یہ ہو کہ ناسخ یہ ہو قولہ تعالی ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونہم او یسلمون اسمین دو ہی باتون مین حصر ہو کہ ان سے قتال
کرو یا وہ اسلام لاوین اور بعض نے تاویل کی کہ اسلام سے گردن جھکانا مراد ہو خواہ جزیہ دیکر یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہکر و لیکن خفیہ کے طور پر یہ تاویل نہین
ہو سکتی کہ جمع درمیان حقیقت و مجاز ہو اسواسطے کہ گردن جھکانا تو لغوی حقیقت ہو اور معنے شرعی اسکی نسبت مجاز ہین اور معنے شرعی حقیقت شرعی

ہیں اور بغوی اسکی نسبت مجاز میں ظاہر اور کہا گیا کہ اکثر مفسرین اسی طرف گئے ہیں کہ آیت منسوخ ہے اور جاننا چاہیئے کہ اہل عرب کے واسطے ایک خصوصیت تھی کہ حضرت صلعم نے انسے جزیہ قبول نہیں کیا تھی کہ عرب کے اہل کتاب بھی وہاں رہکر جزیہ منظور نہ تھا تا آنکہ عمرؓ نے یہود خیبر کو نکال دیا اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے کہ مشرکین عرب سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہیں ہے قول دوم یہ کہ یہ آیت خاصۃً اہل کتاب کے حق میں ہے کہ اگر وہ جزیہ دے کر اپنے دین پر رہیں تو انپر اکراہ نہو گا اور اکراہ انھیں لوگوں پر ہے جو بت پرست ہیں اور یہ شعبی و حسن و قتادہ و ضحاک کا قول ہے قول سوم آنکہ یہ خاصۃ انصار کے حق میں ہے اور سوائے اسکے دیگر اقوال ہیں کہ اعتماد سے خارج ہیں اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علماء نے ذکر کیا کہ سبب نزول اس آیہ کا ایک قوم انصار کے حق میں ہے اگرچہ اسکا حکم عام ہے پھر ابن جریر کی اسناد سے ابن عباس سے روایت کی کہ انصار میں سے بعضی عورت ہوتی کہ اسکا بچہ نہ جیتا پس وہ اپنے اوپر یہ عہد کرتی کہ اگر جیتا رہیگا تو میں اسکو یہودی دین میں کر دونگی پھر جب بنو نضیر جلا وطن کیے گئے تو ان میں انصار کے ایسے بیٹے بھی تھے پس انصار نے کہا کہ ہم اپنے بیٹوں کو نہ چھوڑینگے یعنے جانے نہ دینگے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ رواہ ابوداؤد والنسائی و ابن ابی حاتم و ابن حبان فی صحیحہ اور ایسا ہی مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و حسن بصری و غیرہم نے ذکر کیا کہ یہ آیت اسی بارہ میں اتری ہے **قال المترجم** انصاری عورت کا یہ عہد کرنا قبل اسلام کے تھا چنانچہ اسی قصہ کے بعض طرق میں ابن عباسؓ سے یہ زیادت مروی ہے کہ انصار نے کہا کہ ہمنے اپنے بیٹوں کو یہود کے دین میں اسواسطے کر دیا تھا کہ ہماری رائے میں انکا دین ہمارے دین یعنے بت پرستی سے افضل تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے ہمکو اسلام دیا تو ہم ان لڑکوں پر اسلام کے واسطے اکراہ کریں پھر جب یہ آیت اتری تو حضرت صلعم نے ان لڑکوں کو مختار کیا اور اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا واللہ اعلم پھر ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحٰق کی روایت حضرت ابن عباس سے ذکر کی کہ قولہ لا اکراہ فی الدین۔ نازل ہوا ایک شخص انصاری کے حق میں جو بنی سالم بن عوف میں سے تھا اسکو حصینی کہتے تھے اور اسکے دو لڑکے نصرانی تھے اور وہ خود مرد مسلمان تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا میں ان کو دین اسلام لانے پر مجبور نہ کروں کیونکہ وہ دونوں سوائے نصرانیت کے اور کچھ نہیں مانتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن جریر اور سدی نے مانند اسکے روایت کی اور اسقدر زیادہ روایت کیا کہ یہ دونوں لڑکے ان تاجروں کے ہاتھ پر نصرانی ہوئے تھے جو شام سے منقی کی بھرتی کرتے تھے پس ان دونوں نے ان تاجروں کے ساتھ جانے کا قصد کیا تو انکے باپ نے چاہا کہ ان دونوں کو اکراہ کرے اور رسول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ انکے پیچھے آدمی روانہ فرمادیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر ابن ابی حاتم کی روایت سے اسبق کی نقل کی کہ میں عمر بن الخطاب کا مملوک اور نصرانی دین میں تھا پس عمرؓ مجھپر اسلام پیش کرتے اور میں انکار کرتا تو فرماتے۔ لا اکراہ فی الدین۔ اور فرماتے کہ اے اسبق اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم مسلمانوں کے بعض کاموں میں تجھسے کچھ مدد لیتے۔ پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علماء میں سے ایک بڑا گروہ اس طرف گیا ہے کہ یہ آیت محمول ہے اہل کتاب کے حق میں اور جو انکے دین میں داخل ہو قبل اسلام لانے کے جبکہ وہ لوگ جزیہ دینا قبول کریں پھر دیگر علماء سے اسکے منسوخ ہونے کا قول نقل کیا بعد اسکے تفرقہ کے جو ہمنے اوپر ذکر کی ہے اور کہا کہ صحیح میں مروی ہے کہ پروردگار کی عجب قدرت ہے کہ ایک قوم زنجیروں میں باندھکر جنت کی طرف کھینچی جاتی ہیں یعنے وہ قیدی جو جہاد میں گرفتار کر کے طوق و زنجیروں و بیڑیوں میں جکڑکے اسلام کے ملک میں لائے جاتے ہیں پھر اس کے بعد وہ مسلمان ہو جاتے ہیں اور انکے اعمال درست ہو جاتے ہیں اور انکے قلوب صالح ہو جاتے ہیں پس اہل جنت میں سے ہو جاتے ہیں امام احمد نے حدیث روایت کی کہ حدثنا یحییٰ عن حمید عن انسؓ کہ رسول اللہ صلعم نے ایک مرد کو کہا کہ تو مسلمان ہو جا اسنے عرض کیا کہ میں اپنے کو کارہ یعنے کراہت کرنے والا پاتا ہوں تو فرمایا کہ مسلمان ہو جا اگرچہ تو کارہ ہو یہ حدیث ثلاثی صحیح ہے ولیکن اس باب سے نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام پر اکراہ نہیں فرمایا بلکہ اسکو دعوت اسلام کی اسنے خبر دی کہ میرا نفس اسکو قبول نہیں کرتا ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیک نیتی دیدے گا

مسلمان تو ہو جاہیں اس مین اکراہ نہین ہی - قولہ قد تبین الرشد من الغی - ای تمیز ہو گیا ایک دوسرے سے اور غی اصل مین بمعنے جہل ہی مگر جہل کا اطلاق اعتقاد
مین ہی اور غی کا اطلاق اعمال مین ہی - قولہ فمن یکفر بالطاغوت - طاغوت بروزن فعلوت از طغیان بمعنے حد سے بڑھ جانا ہی اسکا عین و لام مقلوب کیا گیا
اور جوہری نے کہا کہ طاغوت بمعنے کاہن و جادوگر و شیطان و ہر وہ کہ گمراہی کا سردار ہو اور ہر وہ چیز کہ جسکی پرستش کی جاوے سوا اللہ عزوجل کے
اور یہ لفظ کبھی واحد ہوتا ہی مثل قولہ تعالے یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ - ای بالطاغوت - اور اس صورت مین جمع اس کی
طواغیت آتی ہی اور کبھی طاغوت جمع بولا جاتا ہی مثل قولہ تعالے اولیاءہم الطاغوت - اور ابن کثیر رح نے عمر رض سے روایت ذکر کی جس مین ہی کہ عمر رض نے
فرمایا کہ جبت تو جادو ہی اور طاغوت شیطان ہی رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم اور ابن کثیر رح نے کہا کہ طاغوت کی تفسیر شیطان سے بہت قوی ہی
کیونکہ یہ شامل ہی ہر برائی کو جو اہل جاہلیت کرتے تھے مانند بت پرستی و بتون سے مدد کی خواستگاری وغیرہ قال المترجم یہ اشارہ ہی کہ مراد ہر ایسی
چیز کا ترک کرنا کہ وہ گمراہی کا سر ہی اور اس ایک لفظ مین سب کا ترک آگیا - قولہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی مفسرین نے اس باب مین تو اتفاق کیا ہی
کہ یہ باب تشبیہ سے ہی یعنے جو امر کہ دلیل سے معلوم ہی اسکو ایسی چیز سے جو حواس سے محسوس ہی تشبیہ دی مراد اس سے ایمان ہی کہ جس کے حق مین درحقیقت
ٹوٹنا نہین ہے اور یہی ابن کثیر رح نے مجاہد سے نقل کیا اور سدی رح نے کہا کہ وہ اسلام ہی اور ہمارے نزدیک یہ دونو واحد مین دونون تفسیر مین
کچھ فرق نہین ہی اور مفسرین شافعیہ یہان اسوجہ سے ساکت رہے کہ انکے نزدیک ایمان و اسلام مین فرق ہی حالانکہ یہ مقام تو خود صریح ہی کہ اسلام سے
مراد وہی ایمان ہی ورنہ ظاہری معنے اسلام کے بمعنے گردن جھکانا ظاہر ہی کہ وہ عروہ وثقی نہین ہی فتدبر اور ایسی ہی جسنے کہا کہ لا الہ الا اللہ ہی تو اس سے
بھی وہی مراد ہی اور ایسے ہی جسنے کہا کہ وہ اعتقاد حق ہی اس سے بھی یہی مراد ہی فافہم - اور ابن کثیر رح نے روایت محمد بن قیس بن عباد کو ذکر کیا کہ مین
مسجد مین تھا کہ ایک شخص آیا جسکے چہرہ پر اثر خشوع ظاہر تھا پس اسنے دو رکعت نماز پڑھی اور اس مین اختصار کیا پس لوگون نے کہا کہ یہ شخص اہل جنت مین سے
ہی پھر جب وہ نکلا تو مین اسکے پیچھے ہو گیا یہانتک کہ وہ اپنے گھر مین داخل ہوا پس مین اسکے ساتھ گیا اور مین نے باتین کرنی شروع کین جب وہ مانوس
ہوے تو مین نے کہا کہ جب آپ مسجد مین داخل ہوے تھے تو لوگون نے ایسا ایسا کہا تھا تو فرمایا کہ سبحان اللہ کسی کو وہ بات نہین کہنی چاہیئے جس کو
وہ نہین جانتا ہی اور مین تجھسے بات کہون کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ایک خواب دیکھا اور اسکو حضرت صلعم سے بیان کیا مین نے
دیکھا کہ گویا مین ایک سبز باغ مین ہون پھر ابن عون راوی نے کہا کہ انھون نے اسکی سبزی و کشادگی کو بیان کیا پھر کہا کہ اسکے بیچ مین ایک لوہے کا
ستون تھا کہ نیچے کا سرا تو زمین مین اور اونچا سرا آسمان مین تھا اور اسکی اونچائی پر ایک عروہ تھا تو مجھسے کہا گیا کہ تو اسپر چڑھ جا مین نے کہا کہ مین
نہین چڑھ سکتا ہون پھر ایک خادم نے آکر پیچھے سے میرے کپڑے اٹھا دیئے اور کہا کہ چڑھ تو مین چڑھ گیا یہانتک کہ مین نے وہ عروہ جا پکڑا پس مجھسے
کہا گیا کہ اسکو مضبوط پکڑے رہ پھر مین جاگ گیا اس حال مین کہ وہ عروہ مین مضبوط پکڑے تھا پس مین نے آکر رسول اللہ صلعم سے اسکو بیان کیا تو
آپ نے فرمایا کہ وہ باغ تو باغ اسلام ہی اور وہ ستون عمود اسلام ہی اور وہ عروہ یہی عروہ وثقی اسلام کا ہی اور تو اسلام پر مضبوط رہیگا یہانتک کہ مر جاوے
پھر کہا کہ یہ شخص عبد اللہ بن سلام تھے رواہ احمد والبخاری ومسلم وغیرہ ف ۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی قد تبین الرشد من الغی - یعنے خلق سے
جو چیز پوشیدہ تھی کہ وہ علم ازل مین جاری ہو چکی ہی یعنے سعادت و شقاوت وہ یہان کھل گئی ہی کہ مقبول بندون و مردود بندون دونون سے سعادت و
شقاوت کی نشانی ظاہر ہوتی ہی کیونکہ نیکون کی پیشانی سے انوار معرفت کے چراغ چمکتے ہین اور مردودون کی پیشانی پر بدکاری کی اندھیری و سیاہی
برستی ہی - قولہ فمن یکفر بالطاغوت - طاغوت یہ بھی ہی کہ اپنی طاعت کو دیکھے کہ اسنے بندگی کی اور اسکے بدلے کی امید رکھے پس جس شخص نے اس بات سے
کفر کیا یعنے اپنی طاعت کو کچھ نہ دیکھا اور اللہ تعالے کے کرم پر بھروسا کیا تو وہ ان لوگون مین سے ہی جنکو مشاہدہ عطا ہوا ہی اور طاغوت کا لفظ

اور شیٔ گمراہ کرنے والی یعنے حق عزوجل سے روکنے والی جو چیز ہو خواہ دنیا ہو یا نفس ہو یا شیطان ہو یا اور کوئی چیز ہو وہ طاغوت ہے اور بعض نے فرمایا کہ ہر شخص کا طاغوت اسکا نفس امارہ ہے اور شیخ ابو عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ جسنے سب چیز سے بیزاری نہ کی تو اسکا ایمان اللہ عزوجل کے ساتھ صحیح نہوا قولہ ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی۔ ای جسنے اپنی جان و طاقت و قوت سے اپنے خالق کی طرف توجہ کر لی تو اللہ تعالیٰ کو اپنا حافظ و وکیل پا گیا۔ اور بعض نے کہا کہ عروۃ الوثقی توفیق الٰہی ہے کہ نیکو کاریوں مین سبقت کرنے کے بارہ مین مقدر ہو چکی ہے اور انجام بخیر ہونے مین لکھی گئی ہے اور بعض نے کہا کہ عروۃ الوثقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بعض نے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور بعض نے کہا کہ سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ قولہ لا انفصام لہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل معرفت کے واسطے امیدواری ہے یعنے جس شخص نے میری رسّی کو مضبوط پکڑ لیا تو وہ دونون جہان مین مراد کو پہونچ گیا اور دونون منزل مین بھلا رہا اور جو حوادث پیش آوین وہ اسکی نیک بختی مین کچھ خلل نہین کر سکتے ہین اسواسطے کہ وہ عنایت کی گود مین کفایت کے ساتھ محفوظ کیا گیا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۥ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ

اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والونکا نکالتا ہے انکو اندھیرون سے اوجالے مین اور وہ لوگ جو منکر ہین انکے رفیق ہین شیطان

ع ۳۴ ۲ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

نکالتے ہین انکو اوجالے سے اندھیرون مین وہی ہین لوگ دوزخ والے وے اُسی مین رہ پڑے

اَللّٰهُ وَلِيُّ۔ ناصر یا محب الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندون کا ناصر ہے جو ایمان لائے ف یا انکا محب ہے۔ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ انکو تاریکیون سے نور کی طرف نکالتا ہے ف ولی بروزن فعیل بمعنے فاعل لے نامر الذین آمنوا پر مفسر نے پسند کیا اور بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا محبہم یا متولی امورہم۔ اور مآل واحد ہے اور اگر کہا جاوے کہ جو لوگ ایمان لائے وہ تو ظلمات سے نور کی طرف نکل چکے ہین اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے انکو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے پس لازم آتا ہے کہ بعد ایمان کے بھی وہ ظلمات مین تھے پھر انکو نور کی طرف نکالتا ہے اور یہ کیونکر ہوگا خصوص جبکہ واقدی وغیرہ کی روایت کے موافق قرآن مین بھی ہر جگہ ظلمات سے مراد کفر ہے اور نور سے مراد ایمان ہے سوائے سورۂ انعام کے کہ وہان رات و دن مراد ہے تو جواب یہ ہے کہ آمنوا سے مراد وہ لوگ ہین جنکے ایمان دینے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے اور اسکے علم قدیم مین ثابت ہوا ہے کہ وہ ایمان لاوینگے ذکرہ البیضاوی اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ظلمات سے وہ شبہات مراد ہین جو کفر کی طرف پہونچاتے ہین پس جو لوگ ایمان لائے انکو اللہ تعالیٰ ایسے شبہات سے نکال دیتا ہے اور نور یعنے کھلی راہ ایمان کی طرف لاتا ہے کہ انکے شبہات دور ہو جاتے ہین تو معنے يخرجهم کے یہ ہین کہ اپنی توفیق و ہدایت انکو دیتا ہے کہ وے کفر و شبہہ سے نکل جاتے ہین پھر جاننا چاہیے کہ يخرجهم کو بمعنے حال یا استقبال لینے سے یہ شبہہ پڑتا ہے اور اگر اسکے یہ معنے لئے جاوین کہ مومنون کے ساتھ اسکی شان یہ ہے کہ انکو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے تو شاید اس جواب کی ضرورت نہو کیونکہ جو لوگ ایمان لے آئے ہین انپر بھی یہ صادق ہے کہ انکے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کی وہی شان واقع ہوئی کہ انکو ظلمات سے نور کی طرف نکال دیا پھر ظلمات کو جمع فرمایا کیونکہ کفر کی راہین بہت ہین اگرچہ حکم سبکا ایک ہی ہے کہ کافر ہمیشہ دوزخ مین رہے اور نور کو واحد کیونکہ راہ مستقیم واحد ہے اور وہ توحید باری تعالیٰ ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ۔ جو لوگ کافر ہوئے انکے اولیاء طاغوت ہین کہ انکو نور سے تاریکیون مین نکالتے ہین ف طاغوت کا لفظ مفرد و جمع دونون پر اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے اور مونث و مذکر دونون طرح آتا ہے چنانچہ یہان مذکر ہے اور دوسری جگہ فرمایا۔ والذین اجتنبوا الطاغوت ان

یعبدو ہا پس ضمیر مؤنث راجع ہوئی اور سراج مین مقاتل سے نقل کیا کہ طاغوت یہان کعب بن الاشرف وحیی بن خطب در باقی وہ لوگ ہین جو گمراہی کے مدّ معو تھے ۔ اگر کہا جاوے کہ کافرون کو نور سے ظلمات کی طرف کیونکر نکالتے ہین حالانکہ کافر کبھی نور مین نہ تھا پس چار وجہ سے اسکا جواب دیا گیا اول آنکہ یہ بطریق مقابلہ ہو کہ اوپر مومنون کے بیان مین ظلمات سے نور کی طرف اخراج تھا یہان نور سے ظلمات کی طرف فرمایا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول نقل کیا کہ انی ترکت ملة قوم لا یومنون باللہ ۔ اے مین نے چھوڑی ملت ایسی قوم کی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لاتے ہین حالانکہ یوسف علیہ السلام کبھی کافرون کے ملت مین نہ تھے اور عرب بے سلوکی پر بولتے ہین کہ اخرجتنی من مالک ۔ یعنے تو نے مجھے اپنے مال سے باہر کر دیا حالانکہ وہ کبھی اسکے مال مین داخل نہ تھا دوم آنکہ ان یہود کے حق مین ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان رکھتے تھے اور بعد بعثت کے ان طاغوت کی پیروی مین کافر ہو گئے پس نور سے ظلمات کی طرف نکلے ۔ سوم آنکہ سراج مین ذکر کیا کہ طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک قوم کے حق مین نازل ہوئی جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ سے کفر کیا پس نور سے ظلمات کی طرف نکلے چہارم آنکہ نور وہ فطرت الٰہی ہو جسپر بندہ پیدا ہوتا ہو اس سے طاغوت نے ظلمات کفر کی طرف نکالا ۔ اور حق جواب اول ہو جو تنا اول ور **بیضاوی** نے ذکر کیا کہ ایک قوم مرتد کے حق مین نازل ہوئی ہو واللہ اعلم ۔ پھر اگر کہا جاوے کہ طاغوت کی طرف اخراج کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہو کہ طاغوت بھی اس امر پر قادر ہین اور جواب اسکا **بیضاوی** وغیرہ نے یہ دیا کہ یہ باعتبار آنکہ سبب ظاہری ہوے ہین اور درحقیقت اسمین قدرت وارادہ باری تعالیٰ مؤثر ہو اور سورہ سبا و فاطر وغیرہ مین توضیح آویگی ۔ **أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ** ۔ ایسے ہی کافر لوگ جہنم کے لوگ ہین وے جہنم مین ہمیشہ رہینگے **ف** اور کبھی وہان سے جنت کے قابل نہون گے **ف** قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور مومنونکو تاریکی عدم سے نکالکر انوار قدم کو کشف فرمایا اور ان کو امتحان کے اندھیرے سے مشاہدہ بیان کی طرف لایا اور نیز انکو عبودیت نفس کی تاریکی سے ربوبیت کے جمال کی طرف لایا اور نیز انکو اس لذت سے جو انھونے مقامات و درجات مین پائی تھی نکالکر مشاہدۂ ذات و صفات مین لایا اور نیز بشریت کی کدورت اور تاریکی سے انکو شفقت کے پانی سے پاک کرکے نور ابدیت مین لایا **اور ابن عطار** نے فرمایا کہ انکو انکی صفتون سے اپنی صفت کے ساتھ مستغنی کر دیتا ہو پس انکی صفتین حضرت عزت عزوجل کی صفت کے تحت مین مندرج ہو جاتی ہین جیسے انکے وجود بے بنیاد بھی اللہ عزوجل کے وجود ازلی و ابدی و واجبی و قدیم کے تحت مین مندرج ہو جاتے ہین اور انکے حقوق اسکے ذکر حق کے تحت مین ہو جاتے ہین پس ایسا بندہ عارف حق عزوجل کے ساتھ حق کیواسطے حق عزوجل کی معیت مین قائم ہوتا ہو ۔ اور نیز **ابن عطار** نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے اپنی جان کو قربان کر دینا اور خیرات کر دینا جبکہ ایمان کے حکم کے موافق ہو تو ہدایت کا نشان ہو اور جو کام کہ اللہ عزوجل نے لینے دیتے ہوے ایمان کے موافق اسپر فرض کیا ہو اسپر قائم ہونا نشان اس امر کا ہو کہ اسکو توفیق الٰہی حاصل ہوئی ہو اور جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو اس سے باز رہنا نشان اس امر کا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو معصوم کر لیا ہے یعنے گناہ سے بچا لیا ہو پس اس طور سے تاریکیان اس بندے سے دور کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اسکو ایمان کے نور سے منور کر دیا کہ اسکو ولایت حاصل ہو چنانچہ فرمایا اللہ ولی الذین آمنوا الآیۃ ۔ اور **واسطی** نے کہا کہ اللہ تعالیٰ انکو انکے نفوس کی تاریکیون سے نکال لیتا ہو کہ نفوس مین تصدیق و تقویٰ و خواہش رضائے الٰہی وغیرہ نور صفات آجاتی ہین اور ہر وہ چیز حاصل ہوتی ہو جو ازل مین انکے واسطے مقدر ہو گئی تھی اور نیز فرمایا کہ مومنون کو انکے نفوس کی تاریکیون سے نکالکر رضا و صدق و محبت وغیرہ کے نورون کی طرف جو اسکے واسطے ازل سے مقدر ہو گئی ہین لاتا ہو قولہ تعالیٰ والذین کفروا اولیاؤہم الطاغوت ۔ جو لوگ ایسے ہین کہ جنھون نے اپنے اندر عجائب قدرت الٰہی اور اسکی صنعت حکیم کے آثار دیکھکر چھپایا اور جو ان کے

دونوں میں عقل کی چمکیں ظاہر ہوتی تھیں انکو پوشیدہ کر دیا اور بجائے اسکے شہوتوں کی لذت میں او رغفلت کے پردوں میں جا پڑے تو ایسے لوگوں کے متولی وہ طاغوت ہیں اور خیالی باطل تصویروں پر مغرور کرنے میں شیطان انکا متولی ہے پس یہ طاغوت ان لوگوں کو عقلوں کے نور سے نکال کر جہالت و حماقت کے اندھیرے میں ڈالتے ہیں ۔ قولہ اولٰئک اصحاب النار ۔ اے ایسے لوگ ہیں کہ دیدار حق عزوجل سے ہمیشہ محجوب و دور ہو کر جہنم میں ہیں ۔ خالدون ۔ ہمیشہ پڑے رہنے والے ہیں انکے واسطے تا ابد کبھی وصول و رہائی کی گنجائش نہیں ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ

تو نے نہ دیکھا وہ شخص جو جھگڑا ابراہیم سے اسکے رب کے بارہ میں واسطہ یہ کہ دی تھی اللہ نے اسکو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو

يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا

جلاتا ہے اور مارتا ہے بولا کہ میں ہوں جلاتا اور مارتا کہا ابراہیم نے اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق کی طرف سے

مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

پھر بھلا تو اسکو لے آ مغرب کی طرف سے تب حیران رہ گیا وہ کافر اور اللہ نہیں راہ دیتا ہے بے انصاف لوگوں کو

بعض مفسرین نے بیان فرمایا کہ یہ آیت اپنی پہلی آیہ کی تنویر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو حجت غالب کی ہدایت کی اور نمرود اس ضلالت و ذلت سے اپنے شیطانی خیالات کی وجہ سے تاریکی کفر میں گیا ۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ ۔ بلفظ استفہام ہے اور معنے تعجب دلانے کے ہے اور حجت اُس دلیل کو کہتے ہیں جس سے خصم پر غلبہ ہو اور استعمال لغت میں ایسے کلام پر بھی آتا ہے جو ناحق جھگڑا ہو اور یہاں یہی مراد ہے اسیواسطے مفسرین نے حاول سے تفسیر کی کہ جدال محض جھگڑا کرنے کی بات ہے اور فی ربہ ای فی وجود ربہ یا فی شان ربہ اور معنے یہ ہیں کہ تو نے اس شخص کو دیکھا نہیں جسنے ابراہیم سے اسکے رب کی شان میں جدال کیا تھا ف اور یہ شخص جدال کرنے والا بابل کا بادشاہ نمرود بضم نون و آخر دال ہے اور نسب اسکا نمرود بن کنعان بن کوس بن سام بن نوح ہے اور یہ مجاہد وغیرہ کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ نمرود بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ہے کذا ذکرہ ابن کثیر پھر ذکر کیا کہ مجاہد نے کہا کہ دنیا کے مشارق و مغارب کے مالک چار شخص ہوئے دو مومن اور دو کافر پس دونوں مومن تو سلیمان و ذوالقرنین ہیں اور دونوں کافر نمرود و بخت نصر ہیں قال المترجم اسمیں تامل ہے واللہ اعلم بات یہی کہ اسنے انکار کیا تھا کہ میرے سوائے کوئی یہاں پروردگار نہیں ہے جیساکہ اسکے بعد فرعون نے اپنے لوگوں سے کہا تھا کہ ما علمت لکم من الٰہ غیری ۔ مجھے تمہارے لیے میرے سوائے کوئی پروردگار نہیں معلوم ہوا ۔ پھر نمرود کو اس طغیان و کفر غلیظ و معاندت شدید پر اسی بات نے آمادہ کیا تھا کہ اسنے تجبر و تکبر کیا اور اسکی بادشاہت کی مدت دراز ہو گئی بیان کیا جاتا ہے کہ چار سو برس بادشاہ رہا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۔ ای لان آتاہ الملک ۔ (ب) اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بادشاہ کیا ف یعنے بادشاہت دینے کا نتیجہ اسنے یہ کیا کہ غرور و سرکشی و حد سے تجاوز کیا اور اس انعام نے اسکو اس محاجت پر آمادہ کیا یا محاجت کی اس جہت سے کہ اسکو ملک دیا ای اسکے شکریہ میں اور یہ بطریق عکس ہے جیسے کہتے ہیں کہ تو نے مجھے دشمنی کی اسی سے کہ میں نے تجھ سے احسان کیا اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ جب ابراہیم نے کہا تھا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا و مارتا ہے ف یہ سنکر اس احمق نمرود نے کہا کہ ۔ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ۔ میں بھی زندہ کرتا و مارتا ہوں ف پس ایک قیدی کو پھانسی کا حکم تھا بلا کر چھوڑ دیا اور ایک بیگناہ کو قتل کر دیا جب ابراہیم علیہ السلام نے اسکو اسقدر احمق دیکھا ۔ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا

**مِنَ الْمَغْرِبِ** ابراہیم ؑ نے کہا کہ اچھا پھر اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے لاتا ہی پس تو اسکو مغرب سے نکال ف تاکہ تیری الوہیت معلوم ہو
**فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ** ۔ پس مبہوت ہو کر رہگیا یہ مردود جسنے کفر کیا تھا ف اور کچھ جواب نہ دے سکا **وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ**
**الظّٰلِمِيْنَ** ۔ اور اللہ تعالیٰ ظالمون کو ہدایت نہین دیتا ہی ف کہ وہ راستی و سچائی پر آویں اور اسکو سمجھیں اور حجت لاوین ۔ **اور شیخ ابن**
**کثیر** رحؒ نے فرمایا او بات یہ ہوئی کہ اسنے ابراہیم علیہ السلام سے چاہا کہ جس اپنے پروردگار کی طرف تم بلاتے ہو اسکے ہونے پر کیا دلیل ہو تو ابراہیم نے فرمایا کہ ربی
الذی یحیی ویمیت یعنی میرے پروردگار کے وجود پر ان چیزوں کا پایا جانا دلیل ہو کہ یہ چیزیں مشاہدہ ہوتی ہین بعد ازانکہ نہ تھین اور ہو کر پھر معدوم ہو جاتی
ہین پس یہ دلیل ہو کہ ایک فاعل مختار موجود ہو کیونکہ یہ چیزین خود نہین حادث ہوئی ہین بلکہ انکا ایجاد کرنیوالا ایسا ضرور ہو کہ اسنے جب چاہا ایجاد کیا اور
جب چاہا معدوم کیا لامحالہ مختار ہی پس وہی میرا رب ہو جسکی عبادت کی طرف بلاتا ہون کہ فقط اسی کی عبادت کرو شریک مت ٹھہراؤ تو نمرود نے کہا انا احیی
وامیت ۔ قتادہ و محمد بن اسحاق و سدی وغیرہم بہتون نے یہ معنے بیان کیے کہ اسنے یہ جواب دیا کہ مین زندہ کرتا اور مارتا ہون اسطرح کہ میرے پاس دو شخص
ایسے لائے جاتے ہین جو مستحق قتل ہین پھر مین ایک کے قتل کا حکم دیتا ہون اور دوسرے کو چھوڑتا ہون عفو کر دیتا ہون پس وہ نہین قتل کیا جاتا
اور یہی زندہ کرنے اور مارنے کے معنے ہین **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ یہ ظاہر ہو کہ اسکی یہ مراد نہ تھی واللہ اعلم کیونکہ یہ قول ابراہیم کا جواب نہین ہو
اور نہ اسکے معنے مین ہو کیونکہ نمرود تو خالق کے وجود سے منکر تھا بلکہ اسکی مراد یہ ہو کہ یہ مرتبہ اسنے اپنے واسطے عناد و مکابرہ کے طور پر دعوی کیا
او وہم مین ڈالا کہ یہ تو مین ہی کرتا ہون یعنے جو زندہ و پیدا ہوتا ہی وہ میرے حکم سے ہوتا ہی اور جو مرتا ہی وہ میرے حکم سے مرتا ہو اسواسطے جب اسنے یہ
مکابرہ کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ ۔ فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب ۔ یعنے فارتعزیر کے ساتھ فرمایا کہ جب تو ایسا ہو کہ جیسا
تو دعوی کرتا ہو کہ تو ہی پیدا کرتا اور تو ہی موت دیتا ہو تو جو شخص زندہ کرتا و مارتا ہو وہی مخلوق کے وجود مین متصرف ہو لہذا اسکے اختیار مین مخلوق کی ذات
و تسخیر کواکب و حرکات ہین پس یہ شمس جو ہر روز مشرق سے نکلتا ہو اور مغرب میں ڈوبتا ہو اگر تو ہی متصرف وجود ہو تو اسکو مغرب سے تو بھلا نکال دے
پس نمرود نے جانا کہ اس سے مین عاجز ہون اور یہان مکابرہ بھی نہین چل سکتا ہو تب مبہوت ہو گیا یعنی چپ ہو گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا اور
حجت اسپر قائم ہو گئی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے واللہ لایہدی القوم الظالمین ۔ یعنی کافرون کو اللہ تعالیٰ حجت نہین الہام فرماتا ہی بلکہ انکی حجت
پروردگار کے نزدیک مٹی ہوئی ہو **قال المترجم** یہ تقریر شیخ رحمہ اللہ کی مستحسن ہے اور جماعت مفسرین نے جو احیا و اماتت کے معنے موافق تقریر
**شیخ جلال الدین سیوطی** رحمۃ اللہ کے بیان کر کے نمرود کی عبادت پر محمول کیا ہو وہ مستبعد ہو کیونکہ ایسی عبادت کے ساتھ اتنی بڑی سلطنت
کیونکر رکھ سکتا ہو اور نیز یہ لازم آتا ہو کہ حضرت ابراہیم ؑ نے اول حجت کو چھوڑ کر دوسری حجت واضح کی طرف انتقال کیا اور **شیخ ابن کثیر** کی تحریر
پر یہ بھی لازم نہین آتا اور ۔ قولہ فان اللہ من غار کا ربط بھی خوب چسپان ہو اور خود **شیخ ابن کثیر** رحؒ نے فرمایا کہ آیۂ کریمہ کے یہ معنے لینا بہت
اچھے ہین بہ نسبت اسکے جسکو بہتیرے منطقیون نے ذکر کیا ہو کہ ابراہیم علیہ السلام نے اول مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کی طرف انتقال کیا اس وجہ سے کہ دوسری
دلیل بہ نسبت اول کے زیادہ واضح تھی حالانکہ ایسا نہین ہو جیسا ان لوگون نے کہا بلکہ مقام اول تو مقام دوم کے واسطے مثل مقدمہ
کے ہے اور قول نمرود کا اول و دوم دونون سے باطل ہوا وللہ الحمد والمنۃ ۔ اور سدی رحؒ نے ذکر کیا کہ ابراہیم و نمرود کے درمیان یہ مناظرہ اس وقت
واقع ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام آگ سے سلامت نکل آئے تھے اور کبھی اس سے پہلے نمرود کے پاس یکجا نہین ہوئے تھے مگر اسی روز پس دونون کے درمیان
یہ مناظرہ واقع ہوا اور عبدالرزاق نے عن معمر عن زید بن اسلم روایت کی کہ قحط مین نمرود کے پاس اناج تھا اور لوگ ہر روز اسکے پاس اناج کے واسطے
جایا کرتے پس ابراہیم بھی ان لوگون مین آئے تھے جو اناج کے لیے اسکے پاس بھیجے گئے تھے پس ابراہیم سے اسنے یہ مناظرہ کیا اور ابراہیم کو کچھ اناج

دیجے

نہ دیا جیسے لوگوں کو دیا پس جب نکلے تو انکے پاس کچھ اناج نہ تھا پس جب گھر کے قریب پہونچے تو ایک تودہ ریگ پر جاکر اپنی گونوں میں ریگ بھرلی اور سوچ لیا کہ میری گھروالی میرے جانے پر اسکو دیکھکر تسکین پاویگی اور میں ذرا بے فکر بیٹھ سکونگا پس جب گھر میں داخل ہوے تو گونیں رکھ دیں اور خود تکیہ دیکر سو رہے پس انکی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا اٹھیں تو دونوں گونوں کو عمدہ گیہوں سے بھرا پایا اور کھانا تیار کیا پھر جب ابراہیم اُٹھے تو دیکھا کہ تیار کھانا موجود ہے پوچھا کہ یہ تجھے کہاں سے ملا انہنے جواب دیا کہ تم جو لائے تھے اسی میں سے میں نے لیا ہے تو حضرت ابراہیم سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس نمرود مغرور کی طرف اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتہ بھیجا انہنے نمرود کو ایمان لانے کا حکم کیا مگر اس نے انکار کیا پھر دوبارہ اسکو ایمان کی دعوت کی مگر انہنے انکار کیا پھر تیسری بار اسکو ایمان کی دعوت کی مگر اسنے انکار کیا پس کہا کہ تو اپنے لشکروں کو جمع کر اور میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں پس نمرود نے اپنے لشکر جمع کرکے طلوع آفتاب کے وقت روانہ کیے اور اللہ عزوجل نے انپر ایک جھنڈ مچھروں کا بھیجا کہ انکے گچھے سے آفتاب کا گرد انہیں دکھلائی دیتا تھا اور اللہ تعالےٰ نے مچھروں کو انپر مسلط کردیا کہ مچھروں نے ان سب کا خون پی لیا اور گوشت کھا گئے اور خالی ہڈیاں چھوڑ دیں اور ان میں سے ایک مچھر اس نمرود کی ناک میں گھس گیا اور وہاں چپٹے رہا کہ اسکے سر میں جوتے پڑا کرتے تھے تب تسکین ہوتی تھی یہانتک کہ جب تک جیا اس عذاب میں گرفتار رہا آخرکار مرگیا اور یہ حالت اسکی چارسو برس تک رہی ہکذا ذکرہ ابن کثیر اور محی السنہ نے ذکر کیا ہے کہ چارسو برس تک اس سے پہلے وہ اپنے آپ کو خدا کہلایا کیا پس اللہ تعالےٰ نے اسی قدر مدت اسکو اس ذلت میں گرفتار رکھا اور اس حال میں وہ ایسے شخص سے نہایت راضی تھا اور بڑا مہربان جانتا تھا جو اسکے سر پر دو تھپڑ مارے اور اسی نے نہایت بلند منارہ بنایا تھا تاکہ آسمان والوں سے قتال کرے اور اللہ تعالےٰ نے اسکو ڈھا دیا جیسا کہ سورۂ غافر میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ قصہ بیان کرونگا قولہ فبہت الذی کفر۔ بہت بصیغۂ معروف ومجہول جبکہ آگے زبان نہ چلے اور متحیر ہو کر چپ ہو جاوے اور الذی کفر فرمایا الذی حاج تاکہ اشعار ہو۔ کہ ایسی محاجت بھی کفر ہے۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ

یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر اور گرپڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلاوے گا اسکو اللہ تعالےٰ اسکے مرگئے

مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ

پیچھے پس موت دے رکھا اللہ نے اسکو سوبرس پھر اسکو اٹھایا فرمایا تو کتنی دیر رہا بولا میں رہا ایک دن یا دن سے

يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ

کچھ کم فرمایا نہیں بلکہ تو رہا سوبرس سو دیکھ اپنے کھانے و پینے کو کہ بگڑا نہیں ہے

وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ

اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھکو ہم کیا چاہیں نمونہ لوگوں کے لیے اور دیکھ ہڈیوں کو کہ کیونکر ہم ان کو ابھارتے ہیں۔ پھر

نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

انپر گوشت پہناتے ہیں پھر جب اسپر کھل گیا بولا کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے

او رایت۔ کالذی مر۔ یا دیکھا تو نے اس شخص کو جو گذرا تھا۔ علیٰ قریۃ۔ ہی بیت المقدس راکبا علیٰ حمار ومعہ سلۃ تین وقدح عصیر وہو عزیر۔ ایک شہر پر وہ بیت المقدس ہے پس گذرا یہ شخص اس شہر پر درحالیکہ سوار تھا اپنے گدھے پر اور اسکے ساتھ

ایک ٹوکری انجیر کی اور ایک پیالہ شیرہ انگور کا تھا اور یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام تھے جب بیت المقدس کیطرف ہو کر گذرے تو دیکھا کہ وَهِيَ
خَاوِيَةٌ۔ ساقطۃ۔ وہ گرا پڑا تھا۔ عَلٰى عُرُوْشِهَا۔ سقوفہا لما خربہا بخت نصر۔ اپنی چھتوں پر یعنے چھت گری پھر دیواریں یعنے
بالکل برباد تھا۔ اور یہ اسوجہ سے تھا کہ بخت نصر نے اس شہر کو اجاڑ کر کھنڈل کر دیا تھا۔ قَالَ اَنّٰى۔ کیف۔ يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بولا
کیونکر اور کس کیفیت سے اسکو زندہ آباد کریگا اللہ تعالیٰ۔ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اسکے اجاڑ ہونے کے بعد ف یعنے اب بھلا کس طرح آباد ہو گا۔
یہ جو کہا تھا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بزرگی خیال کر کے کہا کہ اسکی شان بزرگ ہے کہ پھر یہ آباد ہو گا۔ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ۔ والبثہ مِائَةَ
عَامٍ۔ پس موت دیدی اسکو اللہ تعالیٰ نے اور ٹھہرا دیا سو برس تک یعنے وہیں پڑے رہے۔ ثُمَّ بَعَثَهٗ۔ پھر اس کو زندہ کیا تاکہ یہ کیفیت
اسکو دکھلا دے۔ قَالَ۔ تعالیٰ لہ اللہ تعالیٰ نے عزیر سے فرمایا۔ كَمْ لَبِثْتَ۔ مکثت ہہنا۔ کتنی مدت ٹھہرا تو اس مقام پر۔ قَالَ
لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ۔ عرض کیا کہ ایک دن یا کچھ کم۔ لانہ نام اول النہار فقبض واحیی عند الغروب فظن انہ یوم النوم کیونکہ وہ دن
چڑھتے میں سوئے تھے پس انکی روح قبض کر لی گئی اور غروب آفتاب کے وقت جلائے گئے تو انکو گمان ہوا کہ یہ وہی دن ہے جس میں میں سویا تھا۔
قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ۔ فرمایا بلکہ تو سو برس ٹھہرا رہا ف اب قدرت کا تماشا دیکھ۔ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ
شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ۔ لم یتغیر بطول الزمان۔ پس اپنے کھانے و پانی کو دیکھ کہ وہ بگڑا نہیں یعنے باوجودیکہ اس قدر زمانہ دراز
ہو گیا۔ اور لم یتسنہ میں جو ہا ہے بعض نے کہا کہ اصلی ہے اور بعض نے کہا کہ سکتہ کے واسطے بڑھائی گئی ہے اور فعل سانیت سے ہے اور حمزہ وکسائی
کی قراءۃ میں یہ ہا حذف ہو حالت وصل میں۔ حاصل یہ کہ انجیر و شیرہ انگور بگڑنے کی چیز اس سو برس میں نہیں بگڑی یہ بھی تیرے واسطے دلیل قدرت ہے
وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ۔ اور اپنی سواری کا گدھا دیکھ۔ کیف ہو فراہ میتا و عظامہ بیض تلوح کہ وہ کس حال میں ہے دیکھا تو مردار پڑا ہے اور
اسکی ہڈیاں بے گوشت کی سپید چمکتی ہیں۔ یہ سب ہمنے تیرے واسطے نشان قدرت کیا تاکہ تم دیکھ لو۔ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً۔ بالبعث
لِّلنَّاسِ۔ تاکہ ہم تجھکو بناویں نشانی حشر میں اٹھائے جانے کی لوگوں کے واسطے یعنے تجھکو دیکھکر لوگ یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے
مردے کو زندہ فرماوے کیونکہ عزیر علیہ السلام کو سو برس بعد زندہ کر دیا پھر عزیر علیہ السلام کو فرمایا۔ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ۔ من حمارک اپنے گدھے
کی ہڈیوں کو دیکھ۔ كَيْفَ نُنْشِزُهَا۔ نحییہا کہ کیونکر ہم ان ہڈیوں کو زندہ کرتے ہیں ف تاکہ تو آنکھوں دیکھے ننشزہا بضم نون و
سکون نون دوم و کسر شین معجمہ و ضم راے مہملہ ہے اور اسی سے حشر و نشر ہوتے ہیں۔ اور اہل کوفہ کی قراءۃ میں بضم نون و آخرہا معجمہ آیا ہے یعنے انکی
ہڈیوں کو ہم حرکت دیتے اور انکو اٹھاتے ملاتے ہیں۔ ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا۔ پھر کیونکر ہم ان ہڈیوں کو گوشت پہناتے ہیں فنظر الیہا
وقد ترکبت وکسیت لحما ونفخ فیہ الروح ونہق۔ پس عزیر نے اسکو دیکھا اور حال یہ گذرا کہ دیکھتے دیکھتے ہی وہ ایک دوسرے سے ملائی
گئیں اور ان پر گوشت چڑھایا گیا اور روح پھونکی گئی اور وہ گدھا رینگ اٹھا۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ۔ ذلک بالمشاہدۃ پھر جب کھل گیا اسپر یہ
معاملہ ف مشاہدہ کر لینے سے۔ قَالَ اَعْلَمُ۔ علم مشاہدۃ کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں آنکھوں دیکھا جانتا کہ۔ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور حمزہ اور کسائی کی قراءۃ میں اعلم بصیغہ امر ہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزیر کو امر یعنے
دیکھکر جان لے کہ اللہ تعالیٰ میں سب قدرت ہے قریہ یعنے انکا کیونکہ گانون و شہر جس طرح بیوت یا اہل قریہ ہوتا ہے اور خاویہ از خوی مع اصل یعنے
خلو ہے اسی سے بھوکھ کو خوی کہتے ہیں کہ پیٹ خالی ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ ماخوذ از خوی البیت ہے یعنے سقط البیت۔ اور ابن عباس نے فرمایا کہ خاویہ
ای خراب یعنے کھنڈل۔ اور سدی نے کہا کہ خاویہ علی عروشہا۔ ای چھت پہلے گری پھر اسپر دیواریں گریں اور اسکو ابن جریر نے اختیار کیا اور ظاہر

یہ ہو کہ یہ محاورہ ایسا ہو جیسے ہم کہتے ہیں کہ چھت کے بل گر پڑا پس دیواروں کا گرنا ضرور نہیں جیسے ثابت رہنا ضرور نہیں پس ارجح تفسیر حضرت ابن عباسؓ ہے
واللہ اعلم پھر جاننا چاہیئے کہ قریہ کی تفسیر میں اختلاف ہو اور وہب و عکرمہ و ربیع بن انس و قتادہ نے کہا کہ وہ بیت المقدس ہو جس کو بخت نصر بادشاہ
بابل نے خراب کر ڈالا تھا اور یہی مشہور اور راجح ہو اور کمالین میں کہا کہ حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام کی پیدائش سے چار سو برس
پہلے جب بنی اسرائیل نے شعیا کو قتل کیا تو اس عذاب میں بخت نصر انپر غالب کیا گیا جسنے بنی اسرائیل کو بالکل برباد کر دیا اور اس میں اختلاف ہو کہ
یہ گذرنے والا کون شخص تھا پس وہب بن منبہ و عبداللہ بن عبید سے روایت ہو کہ وہ ارمیا بن خلقیا رتھے اور یہ خضر علیہ السلام کا نام ہو اور بعض نے کہا
خرقیل بن بوار تھے اور مجاہد سے روایت ہو کہ وہ ایک شخص بنی اسرائیل میں تھا اور مشہور یہ ہو کہ وہ عزیر علیہ السلام تھے اور یہی ابن ابی حاتم نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا اور ابن جریر نے اسکو ناجیہ بن کعب سے روایت کیا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابن عباس و حسن و
قتادہ و سدی و سلیمان بن بریدہ کا ہو **ذکرہ ابن کثیرؒ** اور یہی ارجح ہو۔ اور رہی یہ بات کہ یہ کہاں تھے کیونکہ بخت نصر نے جب بنی اسرائیل پر حملہ کیا
تو لڑائی میں کثرت سے بنی اسرائیل مارے گئے پھر اسنے بلاد زمین مقدسہ کے بنی اسرائیل جمع کر کے تین حصہ کیے ایک حصہ کو قتل کر دیا اور ایک
حصہ کو باندی غلام بنایا اور ستر ہزار لڑکے لیکر اپنے سرداروں میں بانٹ دیے اور ایک تہائی کو یہاں بسا دیا تھا پس شاید یہ ان لوگوں میں سے ہوں
جو بسائے گئے تھے اور شاید کہ بابل سے چھوٹ آئے ہوں اور معالم میں وہب بن منبہ کی روایت میں ارمیا کو گذرنے والا قرار دینے کی تقریر پر بیان
کیا ہو کہ وہ جنگلوں کے جانوروں میں جا ملے تھے واللہ اعلم۔ بہرحال آیہ کریمہ کا مطلب ان تفاسیر میں سے کسی پر موقوف نہیں ہو وہ خود ظاہر ہو
اگرچہ ان تفسیروں میں سے کوئی معلوم ہو یہ تفاسیر تو صرف زوائد توضیح کے واسطے ہیں **قال ابن کثیر** مشہور یہ ہو کہ وہ قریہ بیت المقدس کی طرف
گذرے بعد تخریب بخت نصر کے اور اسکے لوگوں کے قتل ہو جانے کے اور بیت المقدس کی حالت یہ تھی کہ وہ خراب پڑا تھا اس میں کوئی نہ تھا وقولہ
علی عروشہا یعنی اسکی چھتیں گری پڑی تھیں اور اسپر دیواریں منہدم تھیں تو کہا کہ انّیٰ یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا۔ اور یہ اسوجہ سے کہا تھا کہ وہ شدت سے
برباد تھا تو مستبعد جانا کہ اب کیونکر یہ اصلی حالت پر آویگا **قال المترجم** اور **بیضاوی** نے کہا کہ یہ قول انکا اس اقرار کے طور پر تھا کہ زندہ کرنے
کے طریق سے مجھے آگاہی نہیں ہو۔ اور ابو السعود نے کہا کہ اسکی خرابی پر افسوس اور اسکی عمارت کے شوق کے طور پر مع اشعار یاس کے کہا تھا اور شیخ
مفسرؒ نے اختیار کیا کہ یہ قدرت الٰہی کے استعظام کے طور پر تھا یعنے اسکی قدرت عظیم ہو کہ ایسے خراب شدہ کو بھی زندہ کر دیگا پس اللہ تعالیٰ نے انکو
اس سے بھی بڑھکر دکھلایا کہ جسکا بیان آگے موجود ہو اور اس تقریر پر قولہ اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر بنہایت مربوط ہو یعنے یہ قدرت اس سے بڑھکر
دیکھکر کہا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہو اور اب تو مجھے مشاہدہ ہو گیا **وفی تفسیر ابن کثیرؒ** وغیرہ جب انھوں نے ایسا کہا تو اللہ
تعالیٰ نے انکو سو برس کے لیے موت دیدی بایں طور کہ وہ ایک گدھے پر سوار گذرے تھے اس مقام پر اس سے اُتر کر گدھے کو باندھ دیا اور انکے ساتھ
ٹوکری میں انجیر و انگور تھے اور پینے کے لیے شیرہ انگور تھا یہ سب رکھدیا اور خود سو رہے پس سوتے میں انکی روح قبض کر لیگئی اور یہ دن چڑھتے ہوئے
واقع ہوا پھر شہر مذکور انکے موت کے ستر برس بعد بدستور آباد ہو گیا بایں طور کہ بخت نصر مر گیا اور بنی اسرائیل اسکے پنجہ سے چھوٹ کر پھر شام میں آئے
اور بیت المقدس آباد کیا اور معالم وغیرہ کی روایت میں ہو کہ عزیر علیہ السلام جہاں پڑے تھے اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آنکھوں پر پردہ
کر دیا کہ کسی نے انکو نہیں دیکھا یہانتک کہ سو برس پورے ہوئے پس جب اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت
کیا گیا ہو کہ پہلے انکے بدن سے دونوں آنکھیں زندہ کر دیں تا کہ اپنے میں قدرت الٰہی کو مشاہدہ کریں کہ باقی تمام بدن کیونکر زندہ ہوتا ہو پھر جب پورے
زندہ ہو کر ٹھیک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بواسطہ فرشتہ کے عزیر کو کہا کہ کم لبثت۔ تو عزیر نے جواب دیا کہ لبثت یوماً او بعض یوم کیونکہ وہ چڑھتے

دن مین سوئے تھے اور جب زندہ کیئے گئے ہین تو آفتاب ڈوبنے سے پہلے آخر دن تھا اس سے اُنھون نے یہ گمان کر کے کہ وہی دن ہی کہا کہ او بعض یوم۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ بل لبثت مائۃ عام۔ اور حکم دیا کہ اپنے کھانے کو دیکھ کہ وہ متغیر نہین ہوا۔ اور انکے ساتھ انجیر و انگور و اس کا شیرہ تھا۔ عزیر نے دیکھا تو اس مین سے کچھ متغیر نہین ہوا اور حکم دیا کہ وانظر الیٰ حمارک یعنی اپنے گدھے کو دیکھ کہ اللہ عزوجل اسکو کس کیفیت سے زندہ فرماتا ہی اور سدی وغیرہ نے فرمایا کہ گدھے کی ہڈیان اِدھر اُدھر متفرق ہوگئی تھین پس اُنھون نے دیکھا تو سپید سپید چمکتی تھین پس اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی اُسنے تمام ہڈیان اس مقام سے جمع کردین پھر حکم الٰہی سے ہر ہڈی اپنے مقام پر لگی اور ہڈیون کا گدھا کھڑا ہوگیا کہ اسپر گوشت نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر گوشت پٹھے رگین کھال چڑھو جانے کا حکم دیا پھر اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جسنے اسکے نتھنون مین روح پھونکی کہ وہ بولتا زندہ جانور ہوگیا پھر جو فرمایا ہی کہ ہم تجھکو لوگون کے واسطے اس بات کی نشانی کردین کہ حشر کے واسطے زندہ ہونا برحق ہی تو اسطرح کہ عزیر علیہ السلام زندہ ہوکر اسی سن وسال پر روانہ ہوے جس سن پر مرے تھے اور شہر مین پہونچے تو انکے بیٹے پوتے بڈھے ہوگئے تھے اور اُنھون نے علامات سے انکو پہچانا و معالم مین یہ قصہ دراز نقل کیا ہی ظاہر روایت اسرائیلیات سے ہی واللہ اعلم۔ ف۲۰ فی العرائس قولہ تعالےٰ۔ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا۔ عزیر علیہ السلام مشاہدہ کی خواہش مین پڑے تا کہ اس مشاہدہ کے نور مین اس مقدور کے اندر قادر عزوجل کو مشاہدہ کرین اور نیز انکا تعجب کرنا قدرت مین کچھ بنظر شک نہین تھا ولیکن یہ خاطر کا نمون تھا کہ ان کو مقام ایمان سے مقام مشاہدہ حال کی طرف لے گیا کہ بربان ظاہر ہو۔ اور نیز اُنھون نے نقل کیا تا کہ معرفت حاصل کرین یعنی اپنے درجہ حاصلہ سے زائد مقام مین ترقی کرین **قال المترجم** اس کلام سے ظاہر ہوتا ہی کہ مراتب انبیاء علیہم السلام مین بھی ہر نبی اپنے مرتبۂ خاص کے درجون مین ترقی کرتا ہی اور ابتداے اس منزلت کے تمام درجہ اسکو حاصل نہین ہوتے ہین اور یہی قول تحقیق معلوم ہوتا ہی اور اسی پر متفرع ہوتا ہی کہ مثلاً نوح علیہ السلام کو دعوت قوم کا حکم دیا گیا تھا کہ اپنی قوم کو ایمان کی طرف دعوت کرین اور وہ لوگ انکو ایذا دیتے تھے اور ایمان نہین لاتے تھے ضرور حضرت نوح کو ملال ہوتا تھا پھر آخر کار انکو حکم دیا کہ انہ لن یومن من قومک الا من قد آمن فلا تبتئس بما کانوا یعملون پس جب مقدر تھا کہ کوئی اور ایمان ہی نہ لائیگا۔ تو دعوت کرنے کا کیا فائدہ تھا پس جواب یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے مدارج پورے ہونے کے واسطے تھا فافہم اور عزیر و ابراہیم علیہما السلام دونون کے سوالون مین فرق یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام تو مقام تمکین مین تھے تو اللہ تعالےٰ نے ان کو دوسری چیز مین قدرت کا مشاہدہ دیا اور عزیر علیہ السلام محل تلوین مین تھے پس انکو انکی ذات مین مشاہدہ قدرت دیا تا کہ انکا قلب نور صفات مین ملکر فعل قدیم کی حقیقت تک پہونچے اور محل تمکین مین استوار ہو۔ اور نیز خلیل علیہ السلام کا مقام تو مقام انبساط تھا اور مقام عزیر علیہ السلام کا مقام تحیر تھا پس خلیل علیہ السلام نے انبساط کر کے درخواست کی کہ انکو آیات کے لباس مین صفات کا مشاہدہ نصیب کیا جاوے پس ان کو دوسری چیز مین انکی درخواست دکھلائی گئی کیونکہ وہ خود تو انوار قدرت سے بھرے ہوے تھے اور اپنے حال پر اور زیادہ چاہتے تھے اور عزیز علیہ السلام کا تعجب کرنا اسوجہ سے تھا کہ وہ اسرار ربوبیت مین نہایت متحیر ہوگئے تھے یعنے انکا قدم مقام تحیر مین جما ہوا تھا پس اللہ تعالےٰ نے ان کو ادب سکھلانے کیواسطے ان کی ذات مین نشانیان دکھلاوین اور خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ ایسا نہین ہوا کیونکہ انبساط کے مقام والے لوگون سے مواخذہ نہین ہوتا ہے۔ اور نیز خلیلؑ کا سوال تو مشاہدہ کے درخواست مین ہی اور عزیر علیہ السلام کا حال یہ ہی کہ اُنھون نے کمال قدرت مین متحیر ہو کر تعجب کیا اور نشانی طلب کی تا کہ وحدانیت کو اپنے دل مین اللہ تعالےٰ کی قدرت سے مضبوط کرلین۔ اور نیز خلیل علیہ السلام کا مقام تو صفات کی تجلیان ایکسہ ہو جانے کا مقام ہی اور عزیر علیہ السلام کا جو مقام ہی وہ افعال کی تجلیات ایک ہو جانے کا مقام ہی پس صفات کی تجلی حضرت خلیل کے دل کو ملی کیونکہ فرمایا ولکن لیطمئن قلبی اور افعال کی تجلی حضرت عزیر کی صورت کو پہونچی تا کہ انکے واسطے علم کا حاصل ہونا حضرت قادر ذوالجلال

کی قدرت سے ہو کیونکہ کہا اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر۔ اور نیز خلیل علیہ السلام کو اختصاص دیا گیا تھا تجلی صرف کے ساتھ بدون اسکے کہ انکی ذات مین آیات دکھلائی جاوین پس اسکی حاجت نہوئی کہ وہ مار ڈالے جاوین پھر زندہ کیے جاوین اسواسطے کہ حق عزوجل کی تجلی صرف تو امین بلا واسطہ آیات کے ہوتی تھی ولیکن اسکے محتاج تھے کہ حق کی تجلی کو اپنے غیر مین دیکھین پس انکو دو منزلت سے اختصاص ہو جاوے یعنے تجلی صرف سے اور تجلی التباس سے لہذا غیر مین انکو تجلی دی گئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کے واسطے شاہدہ خاص نہ تھا پس اسکے محتاج ہوئے کہ اسکو اپنی ذات وغیرہ مین دیکھین تاکہ انکے واسطے ہر دو مقام کی تجلی حاصل ہو جاوے اگرچہ وہ تجلی صرف ویسی نہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوئی چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت عزیر نے جب اپنی ذاتی واقعہ کی تجلی کو شاہدہ کر لیا تو انسے کہا گیا کہ فانظر الی طعامک شرابک۔ اور یہ شاہدہ انکی اپنے غیر مین ہے۔ اور نیز حضرت خلیل علیہ السلام تو کشف معانیات کے مقام مین زندہ ہونے کی حالت ہی مین پہونچ گئے تھے پھر انکے واسطے ملکوت اشیاء کو کشف کیا گیا تاکہ نشانیون و آیات مین سے نور شاہدہ حق کو حاصل کرین اور اسکی احتیاج نہوئی کہ انکی روح انکے حواس سے غائب ہووے تب معائنہ صرف کو دیکھین کیونکہ وہ حال صحو مین تھے اور عزیر علیہ السلام اسوقت مین مقام معائنہ کو نہین پہونچے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکو صورت سے غائب کر دیا باین طور کہ موت دیدی پس جب اس رُوک سے نجات دیدی تو حالت غیبت مین انکو شاہدہ حق دکھلایا کیونکہ وہ حالت سکر مین تھے پھر جب وہ موت سے بیدار ہوے تو حالت صحو مین بھی وہی دیکھا جو حالت سکر مین دیکھا تھا ولیکن جو کچھ حالت سکر و حالت غیبت مین دیکھا تھا وہ شاہدہ روحی تھا اور جو حالت صحو مین دیکھا وہ شاہدہ عیان تھا۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو مردہ کا زندہ کرنا دوسری چیز مین دکھلایا گیا اور عزیر علیہ السلام کو انکی ذات مین دکھلایا اسوجہ سے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سوال مین تلطف کیا تھا اور کہا کہ ارنی۔ پس غیر چیز مین انکو دکھلایا گیا اور عزیر علیہ السلام نے قدرت مین تعجب کیا تو یہ نہین دیکھتا کہ عزیر کے قصہ کو ایمان پر ختم کیا کہ فرمایا اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر۔ اور خلیل علیہ السلام کے قصہ کو عزت و حکمت پر ختم کیا چنانچہ فرمایا واعلم ان اللہ عزیز حکیم۔ اسواسطے کہ خلیل نے اظہار حکمت و شاہدہ عزت کا سوال کیا تھا اور عزیر نے قدرت سے تعجب کیا تھا پس ہر ایک کو اپنے سوال کے موافق جواب دیا گیا **قال المترجم** یہ قول اخیر اگرچہ درست ہے ولیکن اس سے کوئی خلاف حکمت مذکورہ بالا و اقوال مذکورہ بالا سے نہین ہوتا کیونکہ درخواست ہر ایک کی اپنے مرتبہ پر تھی در قصہ خلیل سے مراد یہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰي وَلٰكِنْ

اور جب کہا ابراہیم نے اے رب دکھا مجکو کیونکر جلاویگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہین کیا بولا کیون نہین ولیکن

لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰي كُلِّ جَبَلٍ

اسواسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو فرمایا تو پکڑ چار جانور پرندون سے پھر انکو ہلا اپنے ساتھ پھر ڈال اوپر ہر پہاڑ کے

مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ۳۵ ع ۳ ۴

ان مین سے ایک ایک ٹکڑا پھر انکو پکار آوینگے تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے

وَ۔ اذکر۔ اور نصیحت بیان کر۔ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى۔ جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب مجھے دکھلادے کہ کس کیفیت سے تو مردے زندے فرماتا ہو۔ قَالَ۔ تعالیٰ لہ۔ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو فرمایا کیا تو ایمان نہین لایا ف یعنے میرے قادر ہونے پر ایمان نہین لایا کہ مین جب چاہون مردہ زندہ کرون۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ تو سب بات جانتا ہے پھر اس کو ابراہیم سے کیون پوچھا۔ جواب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ابراہیم کو اسپر ایمان ہے پھر اسواسطے پوچھا کہ ابراہیم اس سوال کا جواب دین تاکہ سننے

والون کو معلوم ہو جاوے کہ ابراہیم کی اس درخواست سے کیا غرض ہے - قَالَ بَلٰی - امنت سؤ وَلٰکِنْ - سائنک - لِیَطْمَئِنَّ - لیکن قَلْبِیْ
بالمعاینۃ المضمومۃ الی الاستدلال - ابراہیم نے کہا کہ کیون نہین - مین تو ایمان لایا ہون ولیکن مین نے تجھسے درخواست کی تاکہ سکون ہو میرے
دل کو یعنے استدلال کے ساتھ معاینہ ملایا جاوے تو جیسے دلیل توحید پر ایمان لایا تھا آنکھون دیکھ لون - قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ
فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ - فرمایا کہ پھر چار پرندون سے لیکر انکو اپنی جانب مائل کر یعنے ہلالے - واقطعھن و اخلط لحمھن و ریشھن پھر ہلانے
کے بعد انکو ذبح کرکے پارہ پارہ کردے اور ان کے گوشتون و پرون کو باہم مخلوط کردے - ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا - پھر انمین
سے ایک جزو پہاڑ پر رکھدے ف یعنے اپنے وطن کے پہاڑون مین سے ہر پہاڑ پر اس مخلوط سے ایک جزو رکھدے - ثُمَّ ادْعُهُنَّ
ایک - پھر ان کو - اپنے پاس بُلا - يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا - سرعت - جلدی تیرے پاس آجاوینگے - وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
لایعجزہ شئ اور جان لے کہ اللہ تعالے ایسا غالب ہے کہ اسکو کوئی چیز عاجز نہین کرتی - حَكِيْمٌ - فی صنعہ - اپنی صنعت مین بڑا دانا کاریگر
روایت ہے کہ ابراہیم ع نے ایک مور - ایک کرگس اور ایک کوا - اور ایک مرغ لیا - اور ان سب کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو مذکور ہوا اور انکے سر اپنے
پاس رکھ لیے پھر انکو پکارا پس انکے اجزا اڑے بعض اجزا بعض کی طرف یہانتک کہ ہر ایک کا دھڑ پورا ہوا پھر اپنے سر کی طرف دوڑ کر اس مین
مل گیا اور جیسا تھا ویسا جانور انکے پاس کھڑا ہوا اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ علما نے اسکے کئی سبب بیان کیے ہین کہ ابراہیم ع نے یہ
سوال کیون کیا تھا یعنے دل سے تو یقین تھا اسکے ساتھ ظاہری مشاہدہ کا سوال کیون کیا تھا پس منجملہ ان اسباب کے یہ کہ جب انھون نے
نمرود سے کہا کہ میرا پروردگار جلاتا اور مارتا ہے تو چاہا کہ مجھے علم یقین کے ساتھ عین الیقین بھی حاصل ہو اور مین اسکو مشاہدہ بھی کرون - قال المترجم
معالم مین ذکر کیا کہ حسن و قتادہ و عطار خراسانی و ضحاک و ابن جریج نے کہا کہ سبب اس سوال کا یہ ہوا تھا کہ وہ ایک مردار جانور کی طرف ہوکر
گذرے جو سمندر کے کنارے پڑا تھا اسکو دیکھا کہ خشکی و تری کے جانورون نے اسکو پارہ پارہ کر دیا تھا جب دریا چڑھتا تو اسکی مچھلیان اس
جانور کا گوشت کھاتین اور جب اُتر جاتا تو خشکی کے جانور کھاتے جب وہ ہٹ جاتے تو ہوا کے پرند شکاری نوچتے کھاتے اور اس کے
ٹکڑے بوٹیان سمندر و ہوا مین ادھر ادھر خاک ہو کر اڑتی تھین یہ دیکھکر ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار مین جانتا ہون کہ تو اسکو
جمع فرماویگا اور مجھے دکھلاوے کہ کیسے زندہ کریگا قال المترجم اور یہ سوال حضرت ابراہیم کی طرف سے شک نہ تھا اور ابن جریر رح نے
چند لوگون سے نقل کیا کہ انھون نے قدرت الٰہی مین شک کرکے ایسا سوال کیا تھا اور استدلال انکا اس حدیث سے ہے جو صحیحین وغیرہ مین ہے کہ
حضرت صلعم نے فرمایا کہ نحن احق بالشک من ابراہیم اذ قال رب ارنی کیف تحی الموتی یعنے ہم احق ہین شک کرنے کو ابراہیم کی بہ نسبت جبکہ کہا
تھا کہ رب ارنی کیف تحی الموتی اور نیز ابن عباس رض کے قول سے ہے کہ قرآن مین کوئی آیت میرے نزدیک اس سے زیادہ امید کی نہین ہے اور کہا
کہ اولم تؤمن کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے بلی سے رضامندی فرمائی اور کہا کہ بس یہ ایسی چیزون کے واسطے ہے کہ جو نفس پر عارض ہوتی ہے اور اس سے
شیطان وسوسہ ڈالتا ہے رواہ ابن ابی حاتم والحاکم وصححہ وابن جریر وعبدالرزاق سا اور ابن جریر نے بعد حکایت اس قول کے اسی کو ترجیح دی ہے اور
شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس قول پر طعن کیا اور فرمایا کہ حدیث مین شک سے بلا خلاف وہ معنے مراد نہین ہین جو بعضے ایسے لوگ سمجھتے ہین جنکے
پاس کچھ علم نہین ہے - مترجم کہتا ہے کہ - شیخ ابن عطیہ رح نے فرمایا کہ اس گروہ کا قول میرے نزدیک مردود ہے اور کہا کہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم
جو اوپر مذکور ہوا اسکے یہ معنے ہین کہ اگر وہ شک کرنے والے ہوتے تو ہمکو شک کرنے مین انسے بڑھا ہونا چاہیئے تھا اور ابن عباس کے قول کے معنے یہ ہین
کہ اس مین ابراہیم نے ادلال کے طور پر کہا تھا اور کہا کہ اسپر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کبائر سے اور ایسے صغیرہ گناہون سے جس مین رذالت ہووے

معصوم ہیں اور محی السنہ نے بعد ذکر حدیث کے کہا کہ اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شک نہیں کیا اور
نہ ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور **شیخ ابو سلیمان خطابی** نے فرمایا کہ قولہ نحن احق
بالشک من ابراہیم ۔ میں اپنے اوپر شک کرنیکا اقرار نہیں اور نہ ابراہیم پر شک کرنیکا اقرار ہے بلکہ دونوں سے شک کرنے کے نفی ہے کہ حضرت صلعم فرماتے ہیں کہ
جب ہمنے اسمیں شک نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے تو ابراہیم اولیٰ ہیں کہ شک نہ کریں اور آنحضرت صلعم نے ایسا بر سبیل تواضع و کسر نفسی کے فرمایا ہے جیسے
یہ فرمایا کہ لو لبثت فی السجن طول ما لبث یوسف لاجبت الداعی ۔ یعنی اگر اتنے زمانہ دراز تک میں قید خانہ میں پڑا رہتا جتنے دنوں یوسف پڑے رہے تو بادشاہی
بلانے والے کا بلانا بغیر تاخیر کے مان لیتا اور بالاجماع انبیاء علیہم السلام کبیرہ گناہ سے معصوم ہیں ۔ اور **قرطبی** رح نے قول ابن عطیہ کی تائید کی اور کہا کہ
انبیاء علیہم السلام پر ایسا شک نہیں رہتا ہے پس حدیث میں شک کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ یہ شک تو کفر ہے اور ادنیٰ مومن خالص اس میں شک نہیں کرتا ہے
کجا انبیاء علیہم السلام کہ وہ سب تو متفق ہیں کہ حشر ہونا برحق ہے **قال المترجم** تعجب ان لوگوں سے ہے جو حضرت ابراہیم سے شک قرار دیتے ہیں اور
حدیث میں شک کے بھی معنے ظاہری لیتے ہیں کیونکہ خود آیت میں موجود ہے کہ ۔ اولم تومن ۔ اور ایمان بمعنے یقین ہے اور بلیٰ سے عدم یقین کے نفی ہوئی
پس یقین ثابت ہوا اور ظاہر ہوا کہ حضرت ابراہیم کو یقین کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور خود ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا
کہ اولم تومن تو خود اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اسکا یقین کامل ہے صرف اسواسطے فرمایا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ یقین ہے اور زیادہ چاہتا ہے کیونکہ
ابراہیم نے جواب دیا کہ ہاں مجھے قطعی یقین ہے ولیکن مشاہدہ مانگتا ہوں اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ یقین ایمانی تو استدلال سے ہوتا ہے اور مشاہدہ
آنکھوں سے ہے پس لیطمئن قلبی میں جو اطمینان چاہا ہے وہ آنکھوں دیکھنے کے شوق سے تسکین چاہی ورنہ یقین کے ساتھ تو اطمینان قلب ہوتا ہے جیسے فرمایا
وقلبہ مطمئن بالایمان ۔ اور توضیح یہ ہے کہ یقین ایمانی کے ساتھ قلب کا مطمئن ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ قلب کو اور وجہ سے اضطراب ہو
لیکن اور وجہ سے اضطراب ہونے سے ایمان قلبی کا اطمینان نہیں جاتا ہے پس قلب انکا ایمان سے مطمئن تھا اور ظاہری شوق کی وجہ سے مضطرب
تھا اور قولہ فخذ اربعۃ من الطیر **بیضاوی** رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ پرندے کی خصوصیت اسوجہ سے تھی کہ وہ انسان سے قریب تر ہے اور خواص حیوان کا
جامع ہے اور چار کی تعداد میں اشارہ ہے چار عنصر کی طرف جنسے انسان وغیرہ کے اجسام مرکب ہوتے ہیں ۔ اور رہا یہ کہ کون کون پرندے تھے تو ابن عباس کی
روایت وہ ہے جو مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اخرجہ ابن ابی حاتم اور مجاہد وغیرہ کے قول میں بجائے کرگس کے کبوتر مذکور ہے اور بعض اقوال دیگر ہیں اور **شیخ
ابن کثیر** رح نے فرمایا کہ مفسرین اسمیں مختلف ہیں مگر اسکے تعیین میں کوئی فائدہ متعلق نہیں کیونکہ اگر اہم ہوتا تو کلام مجید میں خود بیان ہوتا اور
**بیضاوی** نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے کہ نفس کو اگر دائمی زندگی کے ساتھ زندہ رکھنا چاہیے تو یوں ہوگا کہ شہوات و زخارف کو جو طاؤس کی صفت ہے
ہلاک کرے اور صولت کو جو مرغ کی صفت ہے مارے اور خست و پلیدی نفس اور امید دراز جو کوے کی صفت ہے زائل کرے اور خواہش نفسانی میں جلد گرنا
اور رسائی چاہنا جو کبوتر کی صفت ہے دور کرے تب وہ ہمیشہ کی زندگی سے زندہ ہوگا ۔ اور الطیر جمع طائر ہے مثل تجر و تاجر یا اسم جمع ہے مثل رکب و
راکب قولہ فصرھن الیک ۔ یہ لفظ صارہ یصورہ اور صارہ یصیرہ دونوں سے پڑھا گیا اور لفظ مشترک ہے بمعنے مائل کرنا اور قطع کرنا اور بعض نے کہا کہ بالکسر
بمعنے قطع کرنا اور بالضم بمعنے مائل کرنا ۔ اور بعض نے کہا کہ بالضم تو دونوں معنوں میں مشترک ہے اور بالکسر فقط بمعنے قطع کرنا ۔ اور ابن عباس رض سے اس کے
معنے قطع کرنے کے مروی ہیں اور **ابن کثیر** رح نے ایک جماعت تابعین سے یہی معنے نقل کیے ہیں **قال ابن کثیر** رح پھر ان علماء نے ذکر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام
نے چار چڑیاں لیں اور انکو ذبح کیا پھر انکو کاٹ ڈالا اور انکے پر بال نوچ ڈالے اور خوب انکو پارہ پارہ قیمہ کیا اور سب کو ایک دوسرے میں مخلوط کر دیا پھر اس مخلوط کے
ٹکڑے کیے اور ہر پہاڑ پر ایک ایک ٹکڑا رکھا پس بعض نے کہا کہ چار پہاڑ تھے اور بعض نے کہا کہ سات تھے اور اس میں اتفاق ہے کہ ہر پہاڑ سے مراد تمام

روے زمین کے پہاڑ نہین بلکہ اُسی زمین کے پہاڑ مراد ہین جہان حضرت ابراہیم رہتے تھے اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ ان پرندون کے سر اپنے ہاتھ مین رکھے
پھر اللہ عزوجل نے ابراہیم کو حکم دیا کہ ان چڑیون کو پکار پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ویسے ہی انھون نے پکارا اور دیکھتے تھے کہ پر اڑ کر پر سے اور
خون اڑ کر خون سے اور گوشت گوشت سے اور کل جز ایک پرند کے بعض اجزا بعض سے ملتے تھے یہان تک کہ ہر پرند علیحدہ تیار ہو گیا اور وہ حضرت
ابراہیم کی طرف پیرون پیرون دوڑتے چلے تاکہ جس دیکھنے کا سوال کیا تھا وہ پورے طور پر حاصل ہو پس ہر پرند ان کے پاس اپنا سر لینے آیا جو
حضرت ابراہیم کے ہاتھ مین تھا پس اگر اسکے سوائے دوسرے کا سر دیتے تھے تو اسکے لینے سے انکار کرتا تھا اور جب اسی کا سر اسکو دیتے تو باقی جسم
سے مرکب ہو جاتا اور یہ اللہ عزوجل کی قدرت تھی اور اسکو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضہ سے روایت کیا ہو اور **معالم و بیضاوی** وغیرہ مین مذکور
ہو کہ اس قصہ مین خلیل علیہ السلام کی فضیلت و حسن ادب سوال کرنے مین ظاہر ہو کہ جو مانگا تھا وہ انکو فی الحال دیا اور عزیر علیہ السلام کو سو برس کی
موت کے بعد دیا واللہ اعلم مترجم کہتا ہو کہ یہ محل تامل ہو[1] شیخ نے عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالیٰ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تومن
قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی۔ جاننا چاہیے کہ اللہ عزوجل نے خلیل علیہ السلام کو انکے ظاہر و باطن مین طرح طرح کی بلیات سے امتحان کیا پس ظاہر کا امتحان
تو وہ تھا کہ اپنی کتاب مجید مین اسکی خبر دی کہ آگ مین ڈالے گئے[2] اور کفار کے ہاتھ سے عذاب دیے گئے اور نیز انکو انکے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کے حکم
سے امتحان کیا اور مانند اسکے اور ظاہری امتحانات تھے۔ اور رہے باطن کے امتحانات تو جو اللہ تعالیٰ نے خبر دی انکے اضطراب قلب کی کہ محض
ربوبیت کے ادراک کرنے مین دل مضطرب تھا کبھی کہتے کہ ہذا ربی اور کبھی کہتے کہ ارنی کیف تحی الموتیٰ کیونکہ وہ اپنے خاطر سے خالص یقین ثابت کرنا
چاہتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے جو امتحانات خلیل علیہ السلام سے کیے ان سب کی خبر اپنی کتاب مجید کی ایک آیت مین دیدی کہ فرمایا واذ ابتلیٰ ابراہیم ربہ
بکلمات فاتمہن۔ اور مقصود حق سبحانہ وتعالیٰ کا اس سے یہ ہوتا ہی کہ اپنے انبیاء و اولیاء کے باطن کو انکے نفسون کے خطرات سے پاکیزہ کرے تاکہ انکے
باطن اس بشریت کے میل و خطرات شیطانیہ سے بالکل پاک ہو جاوین اور خاص بندون کا امتحان اکثر یون ہی ہوتا ہو جیسے ابراہیم و موسیٰ و عزیر و
محمد صلی اللہ علیہم وسلم اور اللہ عزوجل نے ان سب کا احوال اپنی کتاب مجید مین ذکر فرمایا ہو چنانچہ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ فان کنت فی
شک مما انزلنا الیک۔ اگرچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین شک نہین کرتا اور نہین پوچھتا اور خود حضرت صلعم نے فرمایا کہ انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی
کل یوم سبعین مرۃ۔ میرے دل پر ایک قسم کا پردہ سا ہو جاتا ہو اور مین اللہ تعالیٰ سے ستر دفعہ ہر روز استغفار کرتا ہون اور ایسا ہی ابتلا خاص بندون کا
ہوتا ہو اسواسطے کہ پروردگار پھر پروردگار ہو اور بندہ تو بندہ ہی ہو **قال المترجم** حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے اپنے پروردگار کو
نہایت عمدہ صورت مین دیکھا فرمایا کہ اے محمد کس بات مین مرصا مرصی کرتے ہین گروہ آسمان کے مین نے عرض کیا کہ اے پروردگار تو ہی دانا تر ہو پس اپنی
ہتھیلی میرے دونون مونڈھون کے درمیان رکھی پس مین نے اسکی ٹھنڈک اپنی دونون چھاتیون مین پائی پس جو آسمان و زمین مین تھا سب
مین نے جان لیا اور پڑھی یہ آیت وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ رواہ الدارمی والبیہقی واحمد والترمذی
وحسنہ ہو وابن الجوزی فی العلل۔ قال الشیخ اور نیز حضرت خلیل کا سوال کچھ اضطراب شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ زیادت وقت چاہتے تھے۔ فخذ اربعۃ
من الطیر فصرہن الیک۔ اس سے ان چڑیون کی طرف بھی اشارہ ہو جو باطن کے اندر جسم کے پنجرے مین ہین اور وہ چار چڑیان جو فضاء غیب مین
اڑنے والی ہین اول عقل دوم قلب سوم نفس مطمئنہ چہارم روح پس پرند عقل کو محبت کی چھری سے ملکوت کے دروازہ پر ذبح کردے اور پرند
قلب کو شوق کی چھری سے جبروت کی درگاہ مین اور پرند نفس کو عشق کے چھرے سے فردانیت کے میدان مین اور پرند روح کو عاجزی کی چھری سے
اسرار وحدانیت کے بڑے جنگل مین ذبح کردے۔ ثم اجعل علیٰ کل جبل منہن جزءا۔ بموافق اشارہ کے عقل کو تو عظمت باری تعالیٰ کے پہاڑ پر ڈالدے

[1] محل تامل اس وجہ سے ہو کہ اس سے فضیلت حضرت ابراہیم کی حضرت عزیر علیہ السلام پر ثابت ہوتی ہو حالانکہ درجہ نبوت و رسالت مین سب انبیاء برابر ہین ۱۲ [2] مثلاً مین گھر بار سے نکال دیا جانا اور مصر مین حضرت سارہ کو بھی جانیکا خوف ہونا وغیرہ [3] مراد صفت خاص ہے ۱۲ منہ

تاکہ اسپر سلطنت ربوبیت کے انوار پے درپے ہجوم کرین اور قلب کو کبریائی کے پہاڑون پر ڈال دے تاکہ قدس کی روشنی سے اسکو لباس ملے اور نفس کو عزت کے پہاڑ پر ڈالدے تاکہ نور عظمت کا لباس پہنے اور عبودیت بجالانے مین کچھ منازعت نہ کرے اور روح کو جمال ازل کے پہاڑ پر ڈال دے کہ اسکو نور النور اور نور العزاور قدس القدس کا لباس ملے پھر جب یہ سب تیرے سینہ کے چراگاہ مین مجتمع ہوجاوینگے تو لاہوتیہ کی آنکھون اور ملکوتیہ کے نور سے مطمئن ہوگا اور بعض اکابر نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ خلیل علیہ السلام نے یہ چاہا کہ علم الیقین اور عین الیقین دونون جمع ہوجاوین پس جواب ملا کہ اولم تؤمن اور ایمان غیب پر علم الیقین ہی تو عرض کیا کہ ہان مین علم غیب پر ثابت ہون ولیکن مشاہدہ غیب چاہتا ہون حضرت جعفر صادق رضہ سے قولہ لیطمئن قلبی کے معنے مین روایت ہو کہ مراد یہ ہو کہ تاکہ میرے ساتھیون کے دل مطمئن ہون **قال المترجم** ابن عطیہ رحمہ نے اس پر استدلال یون پیش کیا کہ آیت مین کیف موجود ہو اور کیف ہمیشہ ایسی چیز کے حال سے سوال ہوتا ہو جو سائل و مسئول دونون کے نزدیک موجود متقرر ہو جیسے کیف علم زید پس علم زید تو معلوم و مقرر ہو صرف اس علم کی کیفیت سے سوال ہو اور ایسے ہی جب کہا کہ کیف انت تو مخاطب کے وجود مین شک نہین بلکہ اسکا حال دریافت کیا جاتا ہو علی ہذا کیف تحیی الموتی پس مردہ کا زندہ کرنا تو معلوم ہو فقط سوال یہ ہو کہ وہ کیونکر ہوتا ہو مجھے دکھلادے اور بیان سے مجھے معلوم ہوا کہ شک مذکور اپنے معنے پر نہین ہو بلکہ یہ معنے ہین کہ میرے خیال مین اور قیاس مین نہین سماتا ہو اگرچہ مین یقین رکھتا ہون کہ ضرور زندہ کریگا اور یہ کچھ مخصوص احیاء موتی کے ساتھ نہین بلکہ عذاب قبر کی بھی یہی کیفیت ہو فافہم واللہ اعلم بالصواب و رسل بن عبد اللہ نے فرمایا کہ آنکھ پر جو پردہ ہو اسکے کھولنے کا سوال کیا تاکہ نور یقین پر اور یقین بڑھ جاوے اور اپنے حال مین تمکن زائد ہوجاوے کیا تو نہین دیکھتا ہو کہ لفظ شک کا جواب انھون نے کیسے بلی کے ساتھ دیا یعنے کچھ بھی شک نہین ہو اور بعض نے فرمایا کہ جب سکون کیا بندے نے اپنے پروردگار کی طرف اور اسکی طرف مطمئن ہوا تو اللہ تعالے اسپر کرامات ظاہر فرماتا ہو کہ اس مین سے چھوٹی سی چھوٹی کرامت مردہ کو زندہ کرنا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کو کہا کہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ

مثال ان لوگون کی جو خرچ کرتے ہین اپنے مال اللہ تعالے کی راہ مین ایسی جیسے ایک دانہ ہو کہ اوگین اس سے سات بالیان کہ ہر

سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

بالی مین سو سو دانہ ہین اور اللہ بڑھاتا ہو جسکے لیے چاہے اور اللہ کشایش والا بڑا دانا ہو

مَثَلُ۔ صفۃ نفقات۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ای طاعتہ۔ یعنے ان لوگون کے نفقات کی مثل وصفت جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو اللہ تعالے کی راہ مین یعنے اللہ کی فرمانبرداری مین ایسی مثل ہو۔ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ جیسے ایک دانہ نے سات بالیان اُگائین ہر بالی مین سو دانہ ہین **ف** پس ایسے ہی ان لوگون کے نفقات بھی سات سوگونہ بڑھائے جاتے ہین وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ اکثر من ذلک۔ اللہ تعالے بڑھاتا ہو جسکے لیے چاہے اس سے بھی زیادہ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ۔ فضلہ۔ اور اللہ تعالے واسع ہو یعنے اپنے فضل مین۔ عَلِيْمٌ ۝ بمن یستحق المضاعفۃ جاننے والا ہو یعنے اس شخص کو جو ایسا ہو کہ بڑھتی دینے کا مستحق ہو **ف** اس آیہ کریمہ مین اللہ تعالے نے ان لوگون کی مثالین بیان کین جو اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کرتے ہین پھر پوشیدہ کرکے خرچ کرنا اچھا ہو لیکن اگر اسکے ظاہر کرنے مین لوگون کو رغبت ہوتی ہو تو اس نیت سے ظاہر کرنا بھی اچھا ہو پھر جو خرچہ امر خیر مین ہو حتی کہ اپنی جان پر خرچ کرے یا اہل و عیال پر خرچ کرے اسکو ایک کی دس گونہ نیکی تو متعین ہو کیونکہ وہ حسنہ ہو اور ہر حسنہ دس گونہ ہو چنانچہ حدیث مین ہو کہ جسنے اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کیا اسکے لیے سات گونہ لکھے جاوین گے۔

اور جسنے اپنی جان پر یا اہل و عیال پر خرچ کیا یا کسی مریض کی عیادت کی تو ہر نیکی دس گونہ ہوگی رواہ احمد اسی سے مکحول رح نے آیت مین کہا کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے اور سات سو گونہ ثواب خرچہ جہاد کا حدیث ابن مسعود مین ہے رواہ احمد و مسلم والنسائی والحاکم والبیہقی اور حدیث خریم بن فاتک مین ہے رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم وصححہ والبیہقی - اور حدیث انس مین ہے اخرجہ البخاری فی التاریخ اور حدیث ابو عبیدہ مین ہے رواہ احمد اور حدیث عمران بن حصین و علی بن ابی طالب وابو الدرداء وابوہریرہ وابو امامہ وابن عمر و جابر مین ہے رواہ ابن ماجہ وابن ابی حاتم ولیکن یہ وجہ تخصیص کی نہین ہوسکتی ہے اسواسطے کہ ان احادیث مین خرچہ جہاد کے ثواب کو سات سو گونہ فرمایا ہے تو بے شک خرچہ جہاد ضرور سات سو گونہ ہوگا لیکن لازم نہین کہ دیگر خرچہ اسقدر نہو چنانچہ بریدہؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ حج کا خرچہ مثل خرچۂ جہاد کے سات سو گونہ ہے رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی فی المعجم الاوسط والبیہقی فی سننہ - اور شاید اسی سے ابن عباسؓ سے آیت کی تفسیر مین فی سبیل اللہ سے جہاد و حج مروی ہے یعنے انھین دو کو بیان فرمایا ہے - اور حق یہ ہے کہ ان احادیث کے معنے یہ ہین کہ اگر جہاد یا حج مین خرچہ کیا تو ابتداءً سات سو گونہ متعین ہے اور آگے اللہ تعالے زیادہ دے چنانچہ قولہ فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ کی تفسیر مین گذرا ہے اور بعض احادیث مین سات لاکھ و دو کرور وغیرہ تک مذکور ہے کما فی حدیث الطبرانی وغیرہ جیسے دیگر اعمال خیر مین دس گونہ ابتداءً متعین ہے اور آگے اللہ تعالی جس قدر دے حتی کہ سات سو گونہ یا زیادہ چنانچہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ مومن کے ہر عمل خیر کی نیکی بڑھائی جاتی ہے دس گونہ سے سات سو گونہ تک اللہ تعالے فرماتا ہے سواے روزے کے کہ وہ میرے واسطے ہے اور مین ہی اسکے بدلے کو پورا دونگا الحدیث اور بعض روایت مین سات سو گونہ تک آگے جہانتک اللہ تعالے چاہے اس حدیث کو اصحاب ستہ نے روایت کیا ہے پس آیت مین مطلقا راہ خدا مین خرچہ مراد لیا جاسکتا ہے کیونکہ آیت مین تمثیل ثواب کے بڑھنے کی ہے **قال ابن کثیرؒ** یہ مثل ہے کہ اللہ تعالے نے ثواب بڑھنے کے بارہ مین ایسے شخص کے لیے بیان کی ہے جسنے اللہ تعالی کی راہ مین اسکی مرضی چاہنے کے لیے خرچ کیا پس بیان ہے کہ نیکی بڑھتی ہے دس گونہ سے سات سو گونہ تک اور فی سبیل اللہ کی تفسیر مین سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ مراد طاعۃ اللہ ہے ای اللہ تعالی کی فرمانبرداری و طاعت و بندگی مین خرچ کیا ہو **قال المترجم** اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور ابن عباسؓ کی تفسیر بھی قوی ہے فافہم - اور انبتت ای اگایا اس دانہ نے اور اگلانے والا در حقیقت اللہ تعالے ہے دانہ کی طرف نسبت مجازی ہے ولیکن اشارہ فرمایا کہ ایسا مرغوب نفقہ و خرچہ ہے کہ قابل اطمینان ہے گویا خود بخود سات سو گونہ ہو جاتا ہے اور یہ کمال کرم کا اظہار ہے فتدبر اور قولہ واللہ یضاعف لمن یشاء - مین بڑھانے کو مفسر وغیرہ نے سات سو گونہ سے زیادہ بڑھانا مراد لیا تاکہ تکرار لازم نہ آوے اور سابق پر بیان ہوا کہ سات سو گونہ سے بے انتہا تک اللہ عز و جل کے کرم مین ہے اور ابوداؤد نے معاذؓ سے مرفوعا روایت کی کہ نماز روزہ و ذکر کا ثواب اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کرنے پر سات سو گونہ بڑھتی ہے و ابن کثیرؒ نے حافظ ابن مردویہ کی روایت ذکر کی کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ جب قولہ تعالی مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ الآیۃ - اتری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھادے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا قولہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ پروردگار میری امت کے لئے بڑھادے تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب - اور اس حدیث کو ابو حاتم وابن حبان نے اپنی صحیح مین بھی روایت کیا ہے اور بندے کے عمل مین جیسا اخلاص ہو ویسا ہی اللہ تعالے اسکے نفقہ کے ثواب مین بڑھاتا ہے

**الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ**

جو لوگ خرچ کرتے ہین اپنے مال اللہ تعالے کی راہ مین پھر نہین پیچھے لگاتے جو خرچ کیا ہے احسان اور نہ اذیت تو انھین کے واسطے

**أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ** ربع

ہے ثواب انکا انکے پروردگار کے پاس اور نہین خوف ہے انپر اور نہ وہ غمگین ہونگے بات بھلی کہنی

وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ○

اور مغفرت بہتر ہے ایسے صدقہ سے جسکے پیچھے لگی ہو اذیت اور اللہ تعالے بے پرواہ تحمل والا

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - جو لوگ راہ الٰہی مین یعنے اس کی طاعت مین اپنے اموال خرچ کرتے ہین
ف پھر اسکو ستاتے نہین یعنے خالص طاعت رکھتے ہین - ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَنًّا - پھر اسکے پیچھے احسان جتانا نہین لگاتے
ف اس شخص پر جسپر خرچ کیا ہو مثلاً یون کہین کہ مین نے اسپر احسان کیا اور مین نے اسکے شکستہ حال کو درست کر دیا - وَّلَآ اَذًى
اور نہ اذیت دیتے ہین ف جسپر خرچ کیا ہو باین طور کہ یہ حال ایسے شخص سے بیان کرے جسکا واقف ہونا وہ نہین چاہتا تھا اور مانند اسکے اور اعمال
جس سے اسکو ایذا پہونچے بلکہ اس سے پاک کرکے نیت فقط طاعت رکھتے ہین تو - لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ - تو ان کے
خرچ کا ثواب انکے رب کے یہان ہے - وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور انپر خوف نہین اور نہ وہ غمگین ہون ف
یعنے آخرت مین خوف و غم نہوگا اور یہ خرچ کسی طرح برباد نہوگا - قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ - قول معروف کہدینا ف کہ مثلاً اس وقت مجھے ممکن
نہین ہے وَّمَغْفِرَةٌ - اور سائل کے واسطے مغفرت کی دعا کر دینا - خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى - ایسے صدقہ دینے سے بہتر ہے
جسکے پیچھے ایذا دہی لگی ہو - وَاللّٰهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالے غنی ہے - ف وہ محتاج کی حاجت خود پوری کرنے والا ہے تو موذی کی ضرورت نہین ہے
حَلِيْمٌ وہ حلیم ہے ف کہ موذی کو عذاب نہین کرتا - معالم مین فرمایا کہ کلبی رح نے کہا کہ یہ آیت عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف کے
حق مین نازل ہوئی کہ عبدالرحمن چار ہزار درم لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلعم یہ صدقہ ہے اور میرے پاس آٹھ ہزار درم تھے پس مین نے اس مین سے
چار ہزار درم اپنے اور عیال کیواسطے رکھ لیے اور یہ چار ہزار درم مین نے اپنے پروردگار کو قرض دیے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو تو نے اپنے لیے رکھا ہے اسمین اور جو
تو نے صدقہ دیا ہے دونون مین اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماوے اور عثمان رض نے مسلمانون کو تبوک کے جہاد مین سامان کر دیا ایک ہزار اونٹ مع جھولون و پالانون کے
دیے پس ان دونون کے حق مین یہ آیت اتری اور عبدالرحمن بن سمرہ نے کہا کہ عثمان بن عفان لشکر تبوک کے واسطے ایک ہزار اشرفیان لائے
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین رکھدین پس مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس مین اپنا مبارک ہاتھ ڈال کر لوٹ پوٹ کرتے اور
فرماتے تھے کہ نہین ضرر کریگا عثمان کو کوئی عمل جو اسنے اس دن کے بعد کیا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی / ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے
اور دوسری روایت بھی عبدالرحمن بن سمرہ سے ترمذی نے روایت کی اور اس مین دو ہزار اشرفیان مذکور ہین اور حدیث حسن ہے اور
دونون روایتون کے بعد مذکور ہے کہ حضرت صلعم نے دو مرتبہ فرمایا کہ عثمان بن عفان کو آج کے بعد کوئی عمل مضر نہوگا اور یہ روایت اصح ہے اور حدیث صحیح
مین مذکور رہا ہے کہ عثمان نے جیش عسرت یعنے لشکر تبوک کا سامان کر دیا اور غازی کے واسطے صحیح احادیث بہت وارد ہین اور علی ہذا عثمان رض کے
واسطے اس عمل خیر مین بہت ہی بڑا ثواب ہوا کیونکہ وہ خود بھی اس جہاد مین شریک تھے اور ابن ماجہ و ابن ابی حاتم وغیرہ نے جو عمران بن حصین اور
حضرت علی ابن ابی طالب و ابو الدردا و ابو ہریرہ و ابو امامہ و ابن عمر و جابر رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایت کی ہے اس مین ہے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالے کی راہ مین خرچہ بھیجدیا اور خود اپنے گھر مین ٹھہرا رہا اسکے واسطے ہر درم کے عوض قیامت مین سات سو
درم ہونگے اور جس نے خود جہاد کیا اللہ تعالے کی راہ مین اور راہ جہاد مین خرچ کیا تو اسکے لیے ہر درم کے عوض مین سات لاکھ درم ہون گے
پھر یہ آیت پڑھی واللہ یضاعف لمن یشاء - پس قیاس کرنا چاہیے کہ حضرت عثمان رض کے واسطے کتنا ثواب ہوا کہ اللہ تعالے اسکا علیم ہے بالجملہ حکم
آیت کا عام ہے اور اللہ تعالے ایسے لوگون کی مدح فرماتا ہے جنھون نے اللہ تعالے کی طاعت مین خرچ کیا خواہ جہاد ہو یا حج ہو یا خیرات

وصدقہ ہو کر دی قیامت مین خائف نہو نگے اور نہ انکو کچھ اندوہ ہوگا۔ قولہ ثم لا یتبعون ما انفقوا الخ ثم اس مقام پر رتبہ کے تراخی کے واسطے ہو اپنے منت
واذیت چھوڑنا خود خرچ کرنے سے بہتر ہی (کشاف ومدارک) اور بعض نے تجویز کیا کہ ثم تراخی زمانے کے واسطے ہو سکتا ہی بنظر غالب کیونکہ اکثر یہی ہو سکتا
ہے کہ انفاق کے عرصہ کے بعد احسان رکھنا اور اذیت دینا ہوتا ہی اور منت واحسان رکھنا کبیرہ گناہ ہی چنانچہ حضرت ابو ذر رضؓ سے روایت ہی کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے شخص ہین کہ اللہ تعالے اُن سے قیامت مین کلام نہ کریگا اور نہ انکی طرف نظر کریگا اور نہ انکو پاک کریگا اور
انکے واسطے عذاب الیم ہو ایک وہ کہ جو اسنے دیا اسکا اس شخص پر احسان جتلاتا ہی جسکو دیا ہی دوم وہ کہ اپنی ازار ٹخنون سے نیچے لٹکاتا ہی سوم وہ کہ جھوٹی قسم
سے اپنے مال کا رواج دیتا ہی۔ اخرجہ مسلم۔ اور ابو دردا رضؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہ داخل ہوگا جنت مین عاق اور نہ دائمی شراب خوار
اور نہ منّان اور نہ تقدیر کو جھٹلانے والا۔ رواہ احمد وابن مردویہ وابن ماجہ۔ اور ابن عمر رضؓ سے مرفوعا روایت ہی کہ تین قسم کے شخصون کی طرف اللہ
نظر نہ فرماوے گا قیامت کے روز اول ایک وہ کہ اپنے والدین کا عاق یعنے نافرمان ہی دوم ہمیشہ کا شراب خوار سوم جو دیا اسپر احسان رکھنے والا رواہ
ابن حبان والحاکم وابن مردویہ والنسائی ورواہ النسائی عن ابن عباس ایضا وابن ابی حاتم ونحوہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ **قال المترجم** اگر
دریافت کیا جاوے کہ جس نے صدقہ دیا پھر جسکو دیا ہی اسپر احسان رکھا یا ایسی کوئی بات کی جس سے اسکو اذیت پہونچی تو بھلا صدقہ کا ثواب ملے گا
اور اس پر احسان رکھنے یا اذیت دینے کا کبیرہ گناہ الگ ہوگا یا صدقہ بھی باطل ہوا تو جواب یہ ہی کہ بعض علما نے کہا کہ صدقہ کا ثواب
ملے گا اور اس پر گناہ کبیرہ الگ ہوگا اور مابعد کی آیت مین آتا ہی فانظر۔ قولہ قول معروف الخ ضحاک رحؒ نے کہا قول معروف یہ کہ سائل کو
اچھا جواب دیدے مثلا کہدے کہ بھائی اللہ تمپر رحم کرے اور تمکو رزق عطا فرماوے اور سائل کو جھڑکے نہین اور نہ اس سے ایسی بات
کہے جو اس پر گران گذرے اور عمرو بن دینار سے مرسلاً روایت ہی کہ ہمکو پہونچا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی صدقہ اللہ تعالے کے
نزدیک بھلی بات سے زیادہ پسند نہین ہی کیا تو نے نہین سُنا قول باللہ تعالے۔ قول معروف ومغفرۃ الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح مسلم کی حدیث مین
ثابت ہوا ہی کہ اچھا کلمہ کہنا صدقہ ہی اور معروف مین سے یہ بات بھی ہی کہ اپنے بھائی سے بہ خندہ پیشانی ملے۔ قولہ ومغفرۃ۔ ای سائل اگر الحاح کرے اور آزار جاوے
تو اس سے درگذرے اگرچہ گران گذرے اسکو **بیضاوی** وغیرہ نے ذکر کیا اور **مفسر سیوطی** رحؒ نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ اچھے کلمہ سے سوال کرنے والے
سے عذر کر دینے پر اللہ تعالے کی طرف سے مغفرت حاصل ہونا بہتر ہی اور بعض نے کہا کہ یہ سائل کی طرف سے ہی یعنے سائل کی طرف سے عفو اس طور کہ
اس سے عذر کر دیا **وقال المترجم**۔ وظاہر یہ کہ جو بعض نے کہا کہ ایسی بات کہنا جو مغفرت کی طرف پہونچا دے بہتر ہی اور اظہر یہ ہی کہ سائل کو دعا دینا کہ اللہ
تعالے ہماری تمہاری مغفرت کرے اور تکالیف رفع کرے فافہم۔ قولہ واللہ غنی حلیم۔ یعنے اللہ تعالے اپنے بندون کے رزق دینے مین صدقہ دینے
والون سے بے پروا ہی کہ جس طور سے انکو رزق دینا منظور ہو وہ دوسرے حیلہ سے انکو عطا فرماویگا اور یہ تو صدقہ دینے والون پر کرامت تھی کہ سائل اسکے
پاس آیا اسنے دیکر ثواب کثیر کمایا پس یہ نعمت ہی کہ اسکا شکر یہ واجب ہی اور یہ سب مضامین اخبار واحادیث مین ثابت ہین پھر جاننا چاہیئے کہ متاخرین
فقہا نے لکھا ہی کہ جو لوگ مسجد مین سوال کرنے کو جمع ہوتے ہین اور نمازیون کو ٹوکتے ہین وہ مستحق نہین کہ دیے جاوین۔ اور ان کے حکم مین وہ لوگ
بھی شامل کیے جو اسکو پیشہ اختیار کرلین کیونکہ مسجد جگہ نماز و دعا و سوال از حق تعالی ہی اور نمازی جس سے سوال کیا اگرچہ مکان پر دیکھتا ہو تو یہان سوال کرنے مین
اسکے دل کو تشویش ہوگی اور صیانت مسجد بھی کہ وہان بندون سے سوال نہ کیا جاوے واللہ اعلم اور حدیث مین ثابت ہی کہ سائل کا حق ہی اگرچہ گھوڑے پر سوار
ہو کر آوے (رواہ ابن ماجہ) پس سائل کی ظاہری صورت پر نظر نہ کرے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ

اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنے صدقون کو احسان رکھکر اور ساذیت دیکر جیسے وہ جو خرچ کرتا ہی اپنا مال لوگون کے دکھانے کو

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ

اور نہیں یقین رکھتا ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر سو اسکی مثال جیسے صاف پتھر کہ اس پر مٹی پڑی ہو پھر اس پر برسا زور کا مینہ

فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ

تو اسکو چھوڑ رکھا بالکل سخت کچھ ہاتھ نہیں لگتی ان کو اپنی کمائی اور اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا ہو منکر لوگون کو

شیخ دہلوی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ اوپر خیرات کرنے کی بھلائی سے مثال دی کہ جیسے ایک دانہ بویا اور سات بالیان نکلین اور ہر بالی مین سو سو دانہ ہین تو سات سو ملے ایک دانہ کی خیرات پر اور بیان فرمایا کہ اس مین نیت شرط ہو کہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو جس مین اپنے بھی بہتری کی نیت ہو اور اگر دکھاوے کی نیت سے خرچ کیا تو جیسے پتھر پر دانہ بویا اسپر تھوڑی سی مٹی تھی پھر زور کا مینہ برسا وہ مٹی سب بہ گئی صاف چٹیل پتھر رہ گیا اب اس مین سے بھلا کیا اگیگا یہین سے بعض علمائے کہا ہو کہ اس کا ثواب جاتا رہا جس نے احسان رکھا یا ستایا اور اس پر گناہ بھی نہیں ہوا اور بعض نے کہا کہ اسکو صدقہ کا ثواب ملے گا ولیکن بڑھتی ثواب جو بغیر ہی جاتا رہا اور اس پر احسان رکھنے و ستانے کا گناہ رہا اور کرمی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی اوجہ ہو اور بعض نے کہا کہ اسکو اپنے صدقہ کا کچھ ثواب نہ ملے گا اور اسپر احسان رکھنے و اذیت دینے کا گناہ ہو گا قولہ تعالیٰ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى اے ایمان والو مت مٹاؤ اپنے صدقات کو منت رکھنے و اذیت دینے سے ف یعنے ثواب صدقات مت مٹاؤ کیونکہ جب ثواب کچھ نہ رہا تو گویا صدقہ ہی نہیں دیا تھا۔ اور مراد مجموع من و اذی سے ابطال نہیں بلکہ اگر ان مین سے کوئی ہو گا خواہ منت یا اذیت تو ثواب باطل ہو جائیگا پس ایسا مٹانا مت مٹاؤ۔ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ۔ جیسے وہ شخص کہ اپنا مال لوگون کے دکھلانے کو خرچ کرتا ہو ف بغیر نیت ثواب کے۔ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور وہ اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا ہو ف تو اسکا صدقہ کرنا آخرت مین رایگان ہو کچھ ثواب نہیں بلکہ یہی ریاکاری دنیاوی ہو۔ پس حاصل یہ ہو گا کہ تم ایسا فعل نہ کرو جیسے منافق کرتا ہو اور یہ ظاہر ہو کہ منافق کا فعل تو سراسر نفاق ہو کہ وہ لوگون کے دکھلانے کو کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان ہی نہیں لایا ہو بخلاف مومنون کے کہ یہ ریاکاری کے واسطے اس حال پر صدقہ نہیں دیتے بلکہ من و اذی کی ممانعت کر دی کہ یہ بھی اعمال کفر و نفاق سے ہو اکو مت کرو اسی سے بعض علمائے کہا ہو مومن نے اگر منت و اذیت کی تو بالکل ثواب باطل نہو گا کما ذکرناہ اسوجہ سے کہ کالذی اسکی قید ہو اور باطل کرو مثل باطل کرنے منافق کے فافہم۔ قولہ رئاء الناس الخ۔ یعنے یہ ہین کہ وہ اپنا مال لوگون کے دکھلانے کو خرچ کرتا ہو تاکہ وہ لوگ تعریف و توصیف کریں کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا و ثواب آخرت کیواسطے خرچ نہیں کرتا ہو وہ اللہ تعالیٰ و آخرت پر ایمان ہی نہیں لایا ہو پھر اس منافق کے صدقہ دینے کی مثال فرمائی۔ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا۔ پس اس ریاکار کی مثل جیسے پتھر سخت پر مٹی ہو پس اسکو زور کا مینہ پہونچا تو اسکو سخت پتھر کر چھوڑا ف یعنے وہی پتھر رہ گیا اور مٹی و دانہ سب بہ گیا پھر کہان سے اگیگا۔ اسی طرح ظاہر مین وہ صدقہ دینے والا معلوم ہوتا تھا لیکن بے ایمانی سے کچھ نہ رہا جو آخرت مین کام آوے۔ پس اللہ تعالیٰ نے منافق کی مثال ایسے پتھر سے دی کہ جسپر کچھ مٹی ہو کہ گمان کرنے والا گمان کر سکتا ہو کہ اسپر کھیتی ہو جائیگی حالانکہ پانی پڑ کر وہ بالکل چٹیل میدان رہ گیا کہ اسپر کچھ بھی نہیں لگیگا اور صلد بالکل صاف جسپر غبار تک نہو خشک کھر کھرا یعنے ایسی حالت قیامت مین اس منافق کی ہوگی کہ اسکے پاس اعمال خیر مین سے کچھ بھی نہ ہو گا۔ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا۔ جو کچھ کمایا اس مین سے کچھ بھی نہ پاوینگے ف یہ جملہ مستانفہ ہو گویا کہا گیا کہ پھر ایسے منافقون کا کیا حال ہوگا تو فرمایا کہ لا یقدرون علی شیء مما کسبوا یعنے کچھ بھی وہان انکے ہاتھ نہو گا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ جن لوگون کی

نسبت علم الٰہی مین یہ ثابت ہو کہ وہ کافر رہینگے انکو راہ راست نہین ملتی ہو ف اس مین غرض یہ ہو کہ منت رکھنا اور ایذا دینا اور ریا کاری یہ سب کافرون
کی خصلتون مین سے ہین اور حدیث مین ثابت ہوا ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ مین شرک سے بے پرواہون جو ایسا کام کرے کہ اس مین میرے ساتھ
شریک کرے تو اسکو اسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہون یعنی وہ اور اسکا عمل دونون میری درگاہ سے متروک ہین اور محی السنہ نے مرفوعًا روایت کیا کہ
بڑا خوف مجھکو تمپر شرک اصغر سے ہو عرض کیا کہ شرک اصغر کیا ہو فرمایا کہ ریا ہو ریاکار آدمیون سے قیامت مین کہا جائیگا جسوقت کہ لوگون کو ان کے
اعمال کا ثواب ملیگا کہ ای ریاکارو تم ان لوگون کے پاس جاؤ جنکو تم دنیا مین دکھلانے کو کام کرتے تھے سو انکے پاس دیکھو تمکو کچھ بھلائی ملتی ہے۔
**قال المترجم** اسکی مذمت مین دیگر احادیث بھی وارد ہین۔ ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ۔ قول معروف
یہ ہو کہ جسوقت اپنے بھائی مسلمان کی طرف سے کوئی ایسی بات دیکھے جو اسکو غضب مین لاوے تو اسکے حق مین انصاف کرے اور مغفرہ یعنی جبکہ تو اس پر
قدرت پاتا ہو اس وقت اسکو عفو کرے اور معنے یہ ہین کہ قول معروف ومغفرت بہتر ہو اس سے کہ تو اسکو کچھ دیوے اور اسکو ایذا پہونچادے اور
نیز پھیر دینا سائل کو اچھی بات کہکر اور عیب مین اسکی پردہ پوشی کر دینا اس سے بہتر ہو کہ تو اسکو دیوے اور احسان رکھے یا یہ معنے ہین کہ دینے کا
وعدہ کرنا اس سے بہتر ہو کہ دیکر احسان رکھے اور اذیت پہونچاوے قولہ تعالیٰ لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی۔ من کی جبلت یہ ہو کہ بشر اپنے کو بھلائی
مین بڑا جانے اور حادث ممکن اپنے جی مین حضرت کبریا و قدیم پر غرور رکھے اور اذی کی جبلت یہ ہو کہ جو عطا مانگی گئی اس مین نقصان و کمی کرے اور نیز
من یہ ہو کہ صنعت کو یاد رکھے اور قدیم کو بھول جاوے اسواسطے کہ جو شخص کسی کو کچھ دیکر اسپر احسان رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ کو بھولا اور اس کو اپنا نفس یاد
رہا اور یہ ایک نوع کا شرک ہو **قال المترجم**۔ توضیح یہ ہو کہ احسان کہنے والے نے جب دوسرے پر احسان رکھا تو یہی سمجھا کہ مینے اسکے ساتھ یہ کیا اور
ہم ایسے ہین کیونکہ اگر وہ یہ سمجھتا کہ اللہ تعالےٰ نے اسکے ساتھ احسان کیا کہ مجھسے دلوایا تو وہ کبھی احسان نہ رکھتا بلکہ جناب باری مین شکر یہ ادا کرتا کہ پروردگار تیرا
بھی احسان ہو کہ تونے میرا ہاتھ اونچا رکھا اور نیچا نہین کیا اور یہ احسان ہو کہ تونے اسکو دیا اور میرے ہاتھ سے دلوا کر مجھے ثواب جمیل عنایت فرمایا مگر
وہ بیوقوفی سے اسکے برعکس سمجھا کہ مین نے دیا اور میرا اسپر احسان ہو پس اللہ تعالیٰ کو بھولا اور اپنے کو یاد رکھا اور سمجھا کہ مین ایسا کرنے پر قادر ہون اور
یہ ایک قسم کا شرک ظاہر ہو فافہم۔ اور اذی یا مین طور کہ فقیرون کی طرف طعنہ اسوجہ پر کہ انکی تعظیم ہو اور فقیرون پر اپنا شرف ہو حضرت سری سقطی رح
نے فرمایا کہ جسنے اپنے اعمال سے اپنے کو آراستہ کیا اسکی نیکیان سب بدیان ہین کیونکہ اسنے ان اعمال کی کچھ قیمت سمجھی اور انکا عوض چاہا **قال المترجم**
توضیح یہ ہو کہ جسنے اپنے اعمال کو ایسا سمجھا کہ مجھے ان نیک اعمال سے زینت ہو تو اسنے اپنے اعمال پر نظر رکھی اور خود ہی انکے عمدہ ہونے کا زعم کیا حالانکہ
اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور ثواب عطا کرے اور ان مین ظاہر و باطن ہزارون خرابیان ہین انکو عفو کرے تو فقط اسکے جناب مین کچھ اسکے حکم کی تعمیل
ہوے پھر اس مین احسان اللہ تعالےٰ کا ہو یا اس بندے کا یہ بندہ کس بات پر اپنی خوبی ظاہر کرتا ہو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی قدرت دی اسی کی توفیق و
قدرت پر اسنے کیا اسکو اس مین کیا فخر و خوبی ہوئی بلکہ ہزار جان سے اسپر واجب ہو کہ شکر یہ ادا کرے اور ہرگز نہین ادا کر سکتا ہو تو عاجزی کرے اور یہی
اسکی بندگی ہوگی پھر ایک شکریہ کی تو یہ کیفیت ہو عبادت کہان سے اسنے پوری کرلی بلکہ عبادت ادا ہونا محال ہو اور یہ حکم کی فرمانبرداری بھی نہین پوری
ہوتی چنانچہ اپنے موقع پر یہ بحث مفصل آوے گی۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ کیونکر منت رکھتے ہو ایسی چیز سے جسکو خود ناچیز وحقیر سمجھتے ہو اور شیخ
جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم آگاہ کیے گئے کہ جس شخص کے واسطے اسکے صدقہ کا ثواب خالص ہوگا یہ وہی شخص ہو جو اپنے صدقہ کرنے پر
کچھ احسان نہین رکھتا ہو اور جسکو صدقہ دیا ہو اسکو ایذا نہین پہونچاتا ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ

اور مثال انکی جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو رضامندیان چاہنے کے لیے اللہ کی اور اپنا دل ثابت کرکے جیسے

جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ

ایک باغ ہو بلندی پر کہ پہونچا اسکو خوب مینھ تو لایا وہ دونے پھل پھر اگر اسکو نہ پہونچا مینھ تو اوس بھی بہت ہے اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

جو تم کرتے ہو دیکھتا ہی

مَثَلُ الَّذِيْنَ ۔ مثل ان لوگون کی ف یعنے مثل انکے صدقہ کی جو صدقہ دیتے ہین ۔ اَمْوَالَهُمُ ۔ اپنے اموال کو ف جو اللہ تعالےٰ مالک حقیقی نے دنیا مین انکے نام کردیے ہین ۔ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ مرضیات الٰہی چاہنے کو اور اپنے نفوس سے دلجمعی کرکے ف یعنے جو بندے کہ دلجمعی سے مرضیات الٰہی چاہتے کہ راہ حق مین اپنے اموال خرچ کرتے ہین تو انکے نفقہ کی مثل یہ ہو کہ کمثل جنة بربوة ۔ جیسے بلندی پر ایک باغ ہو ف زمین ریگستان وادی نہین ہو ۔ تو وہ زمین خوشگوار ہو ۔ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۔ اس باغ کو خوب مینھ پہونچا تو وہ دوچند پھل لایا ف جیسے دوسری زمین مین پھل آوین اس سے دونے آئے ۔ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۔ اور اگر بہت مینھ نہ پہونچا تو خفیف مینھ ف یعنے بلندی کی وجہ سے کافی ہوگیا اور خوب پھل آئے معنے یہ ہین کہ اس مین پھل آتے ہین اور زیادہ ہوتے ہین خواہ مینھ زیادہ ہو یا کم ہو بس ایسے ہی اشخاص مذکورۂ بالا کے صدقات ہین کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھتے ہین خواہ تھوڑے ہون یا بہت ہون ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔ اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ خوب دیکھتا ہی ف پس تمکو جزا و ثواب دیگا تمھارے عمل پر اللہ تعالےٰ نے یہ مثال اُن لوگون کے نفقہ کی بیان فرمائی جو خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے بدون احسان رکھنے اور اذیت دینے کے خرچ کرتے ہین اور جاننا چاہیئے کہ زکوٰة فرض ہونے کے بعد اور کوئی خرچ واجب نہین رہا بنا بر قول جمہور کے پھر یہ مثال جن لوگون کے نفقہ کی ہو وہ لوگ ہین جو مسلمان ہون اور اللہ تعالےٰ و روز قیامت پر ایمان رکھتے ہون اور حلال مال سے خرچ کرین اور خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے پھر جسکو دین اسپر کچھ احسان نہ رکھین اور نہ کوئی ایسی بات کرین جس سے اسکو اذیت پہونچی پس فرمایا ۔ ومثل الذین ینفقون اموالہم ابتغاء مرضات اللہ مرضات مصدر رضی یرضی مرضاة ۔ ای چاہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ ہم سے راضی ہو ۔ قولہ وتثبیتاً من انفسہم ۔ مفسرین نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہی اگرچہ مآل واحد ہو اور حاصل مرجع یہ ہو کہ من انفسہم مین مِنْ تبعیضیہ ہی یا ابتدائیہ پس بعض نے کہا کہ تبعیضیہ ہو اور نفس سے مال کے خرچ کرنے کے تبعیض بایں معنے درست ہی کہ مال گویا اسکا ایک جزو ہوتا ہی لہذا جو شخص مال سے سخی ہوتا ہو وہ جان سے شجاع و دلیر ہوتا ہی اور اسکے معنے یہ ہین کہ مال کو دوست رکھنے کے باوجود کرم کی خصلت مین بے تکلف دیدیتا ہی اور یہ معنے نہین کہ آدمی اسراف و فضول خرچی کرتا ہو کہ اس مین دلیری نہونا بعید نہین ہو پس ریاضت نفس اس سے ظاہر ہی اور شاید یہی مراد ہو جو مجاہد و حسن سے روایت ہی اے یثبتون ان یضعوا صدقاتہم ۔ یعنے صدقات کے دینے مین مضبوطی سے ثابت قدمی اختیار کرتے ہین اور بعض نے کہا کہ من ابتدائیہ ہو پس یہ صفت تثبیتاً کی واقع ہوا اور متعلق محذوف ہی پھر اس محذوف کے بارہ مین مختلف اقوال ہین مع اختلاف معنے تثبیت کے پس کہا گیا کہ معنے یہ ہین کہ احتساباً کائناً من انفسہم یعنے امید ثواب اور بعض نے کہا کہ تصدیقاً و یقیناً من انفسہم اور یہ ابن عباس کی طرف منسوب ہی اور بعض نے کہا کہ تحقیقاً بتداً من انفسہم ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ تثبیتاً من انفسہم ای تصدیقاً و یقیناً اور ایسا ہی ابو صالح و قتادہ و ابن زید نے کہا ہی اور حق یہ ہی کہ من ابتدائیہ کی صورت کے سب اقوال یعنے واحد ہین اور مراد یہ ہی کہ ان کے دلون کو یقین کامل ہی اور تحقیق جانتے ہین کہ اللہ تعالےٰ انکو اس کام پر ثواب جمیل عطا فرمادیگا اس تحقیق و یقین و قطعی امید ثواب پر خرچ کرتے ہین اور یہ تحقیق و

قطع واضطراب ناشی ہوا ہو انکے دلون سے اور یہی اجود ہو اور اسکو **ابن جریر** رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہو اور یہی مختار مفسر ہو اور قول حسن کے یہ معنے بنا بر آنکہ
**بغوی** رح نے ذکر کیے ہین یعنے یہ کہ حسن رح نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین جب کوئی صدقہ کا قصد کرتا تو ٹھہر کر غور کرتا اور تثبیت کرتا پس اگر وہ اللہ تعالےٰ
کے واسطے ہوتا تو اسکو پورا کر دیتا یعنے دیدیتا اور اگر اس مین شک کا میل ہوتا تو روک دیتا **قال البغوی** وعلی ہذا تثبیت کے معنے تثبت کے ہون گے
جیسے قولہ تبتل الیہ تبتیلا مین ہین **قال المترجم** یہ خلوص سے کام کرنے کا طریقہ سلف صالحین کا ہو فتدبر۔ قولہ کمثل جنۃ بربوۃ۔ **مبرد و فراء** رح نے کہا کہ اگر
بستان مین نخل ہو تو وہ جنت ہو اور اگر کرم یعنے درخت انگور ہون تو فردوس ہو اور بعض نے ذکر کیا کہ جس زمین مین درختان سرسبز و شاداب گنجان و گھنے
ہون وہ جنت ہو اور ان درختون کو بھی بولتے ہین اور یہان دونون کو محتمل ہو اور شاید دوسرے معنے اولیٰ ہون بقرینۂ قولہ بربوۃ اور ربوہ بحرکات ثلثہ
ہو ولیکن فتحہ وضمہ قراءات مشہورہ ہین وکسرہ ابن عباس رض کی طرف منسوب ہو اور سورۂ مومنین مین فتح راء بالاتفاق ہو واللہ اعلم اور معنے اس کے
زمین مستوی جو خفیف بلند ہو یہ جمہور کی تفسیر ہو اور ابن عباس و ضحاک نے کہا کہ زمین برابر جو کچھ اونچی ہو اور اس مین نہرین جاری ہون **ذکرہ ابن کثیر**
اور یہی معالم مین اختیار کی گئی ہو اور کہا کہ پس ایسی زمین کے باغ مین پانی نہین چڑھتا ہو کہ ڈوب جاوے اور نہ وہ پانی سے زیادہ دور ہوتی ہو
پس ربوہ کا باغ اختیار کیا کہ اسکے درخت وپیداوار عمدہ و پاکیزہ ہوتے ہین اور ابن عطیہ کے قول مین ہو کہ ربوہ ماخوذ ہو ربو سے یعنے زائد ہونا پس گویا
ربوہ مین پھلون کی پیداوار بہت ہوتی ہو اور بعض نے کہا کہ ربوہ وہ زمین مستوی جس کی مٹی نہایت عمدہ ہو اور پاکیزہ ایسی ہو کہ جب اس پر پانی
پڑے تو پھول جاوے اور قوت پکڑے اور اسکی پیداوار خوب ہو اور یہ قسم زمین کی نہایت عمدہ ہوتی ہو قولہ اصابہا وابل فآتت اکلہا ضعفین پہلے
گذرا ہو کہ وابل سخت مینھ کو کہتے ہین اور یہان مقصود شدت سے متعلق نہین بلکہ بھر دل پانی پڑا اور آتت بمعنے اعطت ہو مانند قولہ تعالےٰ توتی
اکلہا کل حین باذن ربہا۔ ای دیتا ہو وہ ہر وقت پر اپنا میوہ اپنے پروردگار کے حکم سے پس یہان بھی دینے کی نسبت باغ کی طرف اسی معنے کر ہو کہ
دیتا ہو اپنے پروردگار کے حکم سے اور اضافت بوجہ اختصاص ہو مثل باب الدار وجل الفرس و ضعفین ای دوچند پس یہ دونا ہونا یا تو خود اسی کے
اعتبار سے ہو پس ضرور ہو کہ یون کہا جاوے کہ کبھی بدون وابل کے جتنا پھلتا تھا اس سے وابل کی وجہ سے دونا پھلا اور اظہر یہ ہو کہ غیر کے
قیاس پر ہو ای جس قدر اور باغون مین پھل آتے تھے اس سے دوچند اس مین آئے پس دوچندگی کی وجہ مجموع ربوہ و وابل ہوے یعنے
زمین مستوی بلند پر ہونا اور اسکو وابل کا پہونچنا موجب اسکے دوچند پھلون کا ہوا اور بہرحال ضعف سے مراد مثل ہوا کہ ضعفین دو مثل لیا گیا
اور بعض نے کہا کہ ضعف الشئ ایک اسکے برابر اور اتنا ہی اور ہونا ہو پس ایک ضعف دوچند ہو اور ضعفین چار چند ہوا اور **شیخ**
**ابوحیان** نے کہا کہ ضعفین واسطے تکثیر کے ہو ای ضعفا بعد ضعف یعنے ضعف پر ضعف بمعنے اضعاف کثیرہ اسواسطے کہ نفقہ فقط ایک ہی
مانند بڑھایا نہین جاتا ہو بلکہ دس سے سات سو سے جہانتک اللہ تعالےٰ چاہے اور نصب اسکا بنا بر حالیت کے ہو ای مضاعفا **ذکرہ فی السراج**
قولہ فان لم یصبہا وابل فطل۔ یعنے اگر اسکو وابل نہ پہونچا تو طل کافی ہو اور اس کو طش کہتے ہین یعنے ضعیف خفیف مینھ اور
**بغوی** رح نے کہا کہ وہ ہمیشہ ہوتا ہو پس یہی اوس ہوئی اور سدی رح نے کہا کہ وہ ندی ہو یعنے اوس اور ضحاک نے کہا کہ وہ رذاذ ہو ای نرم مینھ
**ذکرہ ابن کثیر**۔ پھر اختلاف ہو کہ تقدیر یہان کیا ہو کیونکہ فطل مین فا جواب شرط ہو پس طل جملہ ہو اور تقدیر ضرور ہو پس یا تو مبتدا مقدر ہو یا فعل مضمر
یا خبر محذوف ہو پس **زجاج** نے کہا کہ فالذی یصیبہا طل بتقدیر مبتدا اور بعض نے کہا فیصیبہا طل بحذف فعل اور مبرد وغیرہ نے
اختیار کیا کہ فطل یکفیہا۔ خبر مقدر ہو اور **ابن کثیر** رح نے معنے آیت کے یون بیان کیے ای باغ اس ربوہ پر کبھی محل نہین رہتا کہ اگر اسکو وابل نہ
پہونچا تو طل ہی سہی اور کوئی ہو بہرحال اسکے واسطے کافی ہو کیونکہ جب طل اسکو دوام پہونچی تو وہ وابل کا کام دے گی ایسے ہی مومن کا نفقہ

ہوکہ کبھی برباد نہین جاتا بلکہ اللہ تعالےٰ اسکو قبول کرتا اور زیادہ کرتا اور بڑھاتا ہو ہر ایک کے حسب حال اسی واسطے فرمایا واللہ بما تعملون بصیر۔ اے
بندون کے اعمال مین سے اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہو اور **بغوی**رح نے کہا کہ یہ مثل اللہ تعالیٰ نے مومن مخلص کے نفقہ کی بیان فرمائی کہ جیسے یہ باغ
ہر حال مین پھلتا ہو کبھی خالی نہین جاتا ہو خواہ بارش قلیل ہو یا کثیر ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ مومن مخلص کے صدقہ کو جو احسان نہین رکھتا اور ریا نہین کرتا بڑھا دیتا ہو
ہمیشہ بڑھاتا ہو خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہو اور **بیضاوی**رح نے کہا کہ یہ بھی ہو سکتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جوان
مخلصون کا حال ہو اسکی تمثیل ہو ایسے باغ سے جو زمین بلند پر ہو اور جو انکے نفقات قلیل و کثیر کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ان لوگون کے مرتبہ کے موافق
بڑھتے ہین اسکی تمثیل ہو وابل وطل سے **قال المترجم** اور یہ تجویز بھی درست ہو اور حدیث صحیح مین اسطرف اشارہ ہو کہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے
اصحاب کو برا مت کہو کہ اگر تم مین سے کوئی شخص آسمان و زمین کے درمیان کے خالی جگہ بھر کے سونا خرچ کریگا اور بعض روایت مین اُحُد پہاڑ کے
برابر سونا خرچ کریگا تو وہ انکے ایک مُد سو خیرات کرنے کے برابر بلکہ نصف مُد کے برابر بھی نہ پہونچے گا۔

**اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ**
بھلا خوش لگتا ہو تم مین کسی کو یہ کہ ہووے اس کا ایک باغ کھجور اور انگور کا بہتی ہون اسکے نیچے ندیان اسکو
**فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاۗءُ ښ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ**
وہان حاصل سب طرح کا میوہ اور اسکو بڑھاپا پہونچ گیا اور اسکی اولاد ہین ضعیف تب پڑا اس باغ مین بگولا جسمین
**نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ**
٢٦٦ ع ٣٦ ٤
آگ تھی تو وہ جل گیا یون ہی سمجھاتا ہے اللہ تمکو آیتین شاید تم دھیان کرو

**اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ** ۔ایحب۔ کیا پسند کرتا ہو تم مین کوئی کہ۔ **اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ** ۔بستان۔ **مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ**
**مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ** ۔اسکے واسطے ایک باغ ہو خرما و انگور کا جسکے نیچے نہرین جاری ہین۔ **لَهٗ فِيْهَا** ۔ثمر۔ **مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ** و
قد۔ **اَصَابَهُ الْكِبَرُ** ۔فضعف من الکسب۔ **وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاۗءُ** ۔اولاد صغار لا یقدرون علیہ۔ اور اس شخص کے لیے حاصل ہین
اس باغ مین (پھل) ہر قسم کے پھلون سے اور (حال یہ کہ) پہونچ گیا ہو اسکو بڑھاپا (پس وہ کمائی سے سست ہو گیا) اور حال یہ کہ اسکی اولاد ضعیف
ہین (چھوٹے چھوٹے بچہ ہین کہ کمائی کرنے کی قدرت نہین رکھتے ہین) **فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ** ۔ریح شدیدۃ۔ سخت ہوا۔ **فِيْهِ نَارٌ** ۔
**فَاحْتَرَقَتْ** ۔ففقدہ احوج ما کان الیہا وبقی ہو واولادہ عجزۃ متحیرین لا حیلۃ لہم پھر اس باغ کو سخت آندھی کا صدمہ پہونچا جس مین آگ ہو
پس وہ باغ جل گیا یعنے پس اس شخص نے گم کیا اس باغ کو جو وقت مین وہ اس باغ کی طرف بہت ہی محتاج تھا اور رہ گیا وہ اور اسکی اولاد سب کی
سب عاجز و متحیر کہ انکے لیے کوئی حیلہ نہین ہو جس سے تن پروری کرین و ہذا تمثیل لنفقۃ المان و المرائی فی ذہابہا و عدم نفعہا احوج ما یکون الیہا فی الآخرۃ
والاستفہام بمعنے النفی اور یہ تمثیل ہو ایسے شخص کے صدقہ کی جو احسان رکھتا اور جو لوگون کے دکھلانے کو دیتا تھا اس بات مین مثال
دی کہ وہ صدقہ جاتا رہیگا اور کچھ نفع نہ دیگا ایسے وقت مین کہ منت نہندہ و ریاکار اس صدقہ کے ثواب کا بہت ہی محتاج ہوگا یعنے
آخرت و قیامت مین جب اسکے ثواب کا سخت محتاج ہوگا اسوقت نظر آویگا کہ وہ صدقہ بوجہ احسان رکھنے یا ریاکاری کے کچھ کام کا نہین
ہو۔ اور استفہام یہان بمعنے نفی ہو یعنے ایسا کوئی نہین پسند کریگا کہ اسکا باغ ایسے وقت جل کر خاک ہو جاوے وعن ابن عباس ہو رجل
عمل بالطاعات ثم بعث لہ الشیطان فعمل بالمعاصی حتی اغرق اعمالہ۔ اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہو کہ یہ آیت ایسے شخص کے حق مین ہو جسنے

ابتدا مین بہت عبادتین کین پھر اسکے واسطے شیطان اٹھایا گیا پس شخص مذکور نے گناہ کیے یہانتک کہ سب اپنی عبادتین ڈبودین - كَذٰلِكَ
لکھا ہین تکم یادکر - جیسے تمہارے لیے نصیحت مذکورۂ بالاکو بیان کیا اسی طرح - يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ - اللہ تعالے تمہارے لیے اپنی
آیات نصیحت بیان کرتا ہے - لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ - فتعتبرون - تاکہ تم تفکر کرو پس عبرت حاصل کرو ف یہ آیت متصل ہے بقولہ یا ایہا الذین
آمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی - یعنے منت رکھنے اور ستانے سے اپنے نفقات کو جو ثواب کثیر لائے اور بھلے پھولے ہین باطل
مت کرو - قال ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الآیۃ - کیا تم مین کوئی اسکو پسند کرتا ہے کہ اسکا ایک باغ نہایت خوب ہو وہ اسکے بڑھاپے اور چھوٹی چھوٹی اولاد
کے وقت جلکر خاک ہوجاوے جسوقت اسکو نہایت حاجت اس باغ کی ہو یعنے ایسا کوئی تم مین سے نہین پسند کرتا ہے پس اس تمثیل کی دو جہتین
ہین ایک تو یہ کہ مومنون کو منع کردیا کہ ایسے نہ بنین جیسے اس مثل والے کا حال مذکور ہوا اب رہا یہ کہ یہ مثل کہان کہان صادق ہے تو جاننا چاہیے
کہ کمال بلاغت ہے کہ مثل مذکور منافق وفاسق وکافر سب پر صادق ہے اسواسطے کہ دنیاوی مال ومتاع سے بھرے پھر صدقہ دیا لیکن نام کے واسطے
پس آخرت مین کچھ نہین ہے اور فاسق مسلمانون کو آخرت مین زیادہ رنج ہوگا کیونکہ انہین کے واسطے آخرت مین ثواب جمع رہتا ہے لہذا اہل السنۃ وغیرہ
مفسرین نے اسکو احسان رکھنے والے وایذا دینے والے کی خیرات کی مثل اور منافق کے نفقہ کی مثل قرار دیا اور یہی سیاق کلام سے زیادہ مربوط ہے اور
شامل ایسے شخص کو بھی ہے کہ جسنے ابتدا مین اعمال خیر کرکے اپنے واسطے آخرت مین باغ لگایا اور پھر اسنے تونگری کے فتنہ مین گرفتار ہوکر ایسے گناہ
کیے کہ سب باغ جلادیا اور یہی معنے ہین اس روایت کے جو بخاری رح نے عبید بن عمیر سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رض نے ایک روز اپنے اصحاب
سے کہا کہ تم کیسے شخص کے حق مین جانتے ہو کہ یہ آیت اتری ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الآیۃ - تو بولے کہ اللہ دانا تر ہے پس عمر رض غصہ ہوے کہ
یہان موقع یہ ہے کہ کہو ہم جانتے ہین یا نہین جانتے ہین تو ابن عباس رض نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین میرے دل مین اس آیت کے بارہ مین کچھ بات ہے
عمر رض نے کہا کہ اے بھتیجے وہ بیان کر اور تو اپنے آپکو چھوٹا اور حقیر مت قرار دے تو عرض کیا کہ یہ مثل ہے عمل کی تو عمر رض نے کہا کہ کس عمل کی ابن عباس رض نے
کہا کہ مرد تونگر نے اللہ تعالے کی طاعات کین پھر اللہ تعالی نے اسکے واسطے شیطان کو برانگیختہ کردیا پس اسنے گناہ کیے یہانتک کہ اپنے اعمال سب
ڈبو دیے رواہ البخاری وتفرد بہ اور اس مین یہ دلیل نہین ہے کہ آیۂ کریمہ کی یہی تفسیر ہے اور سابق مین جو اسکے معنے مذکور ہوے وہ نہین ہین بلکہ یہ فائدہ نکالا گیا ہے
چنانچہ خود ابن عباس رض سے عوفی نے روایت کیا کہ اللہ تعالے نے یہ خوب مثل بیان فرمائی اور اللہ تعالی کی سب مثلین خوب ہین تو کہا ایود احدکم
ان تکون لہ جنۃ الآیۃ - فرماتا ہے کہ اسکے بڑھاپے مین اسکے ہری بھری زمین بستان ہو اور اسکو بڑھاپا پہونچا اور اسکی اولاد وذریۃ سب چھوٹے
ہین پس باعصار نے جس مین آگ ہے آکر یہ باغ جلادیا پھر نہ اسکو قوت ہے کہ ایسا باغ جماوے اور نہ اسکی نسل کے پاس کچھ مال ہے کہ پیر مرد کی خبرگیری
کرین ایسے ہی قیامت مین کافر کا حال ہوگا کہ نہ اسکے پاس کچھ بھلائی ہوگی اور نہ قوت ہوگی کہ بھلائی جمع کرے اور نہ اسنے کچھ خیرات بھیجا ہے کہ
ہے جو اسکو مل جاوے جیسے اس مثل والے کو اسکی اولاد سے کچھ نہ ملا اور ثواب ایسے وقت نہ دار رہے کہ وہ بہت محتاج ہے جیسے مثل والا اپنے
باغ سے اپنے بڑھاپے اور اولاد ضعیف ہونے کے وقت جب زیادہ حاجت تھی محروم ہوا - رواہ ابن ابی حاتم اور حاکم نے مستدرک مین روایت
کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین کہا کرتے تھے کہ اے پروردگار میرا رزق میرے بڑھاپے اور میری عمر منقضی ہونے کے وقت بڑھا دے
اور بیضاوی نے فرمایا کہ یہ تمثیل ایسے شخص کے حال کی ہے جسنے ایسے کام کیے جو نیک معلوم ہوتے ہین اور ان کامون کے ساتھ ایسے
کام بھی ملائے جو نیک کامون کو مٹانے والے ہین مانند احسان رکھنے اور ایذا دینے وغیرہ کے تو قیامت مین جب ان کی طرف اسکو سخت
حاجت ہوگی تو سب کو مٹا ہوا پاکر حسرت وافسوس کھاویگا اور کتنا مشابہ ہے ایسے شخصون کے حال سے حال اس شخص کا جس نے اپنے

دل سے عالم ملکوت کی طرف جولانی کی اور اپنی فکر سے عالم جبروت کی طرف ترقی کی پھر الٹے پاؤن لوٹ کر لوگون سے مکاری کرنے لگا اور حق عزوجل کے سواے دیگر چیزون کی طرف ملتفت ہوگیا اور اپنی تمام کوشش اسنے خاک کردی پھر جاننا چاہیے کہ نخیل اسم جمع ہو واحد اسکا نخلہ۔ یا نخیل جمع نخل کی ہو اسم جنس ہو اور اعناب جمع عنب جو اسم جنس ہو اور واحد اسکا عنبہ ہو اور اسکو عرب والے کرم کہتے ہین اور حدیث مین منع آیا ہو اور فرمایا کہ کرم قلب مومن ہو۔ اور باغ مذکور مین تمام قسم کے میوہ جات تھے مگر نخیل و اعناب کو انکے اشرف ہونے کی وجہ سے مخصوص ذکر کیا کیونکہ لہ فیہا من کل الثمرات۔ فرمایا ہو۔ آور اعصار ہواے گرم تند جو زمین سے آسمان کی طرف مانند ستون کے بہتی ہو اس مین آگ ہوتی ہو ذکرہ البخاری وغیرہ اور یہ لفظ مذکر ہو برخلاف دیگر اسمار ہواکے کہ وہ مؤنث ہین ذکرہ ابن الانباری وغیرہ اور جاننا چاہیے کہ آیہ کریمہ مین حسن استقصار کہ یعنے جو معنے قصد کیے گئے اسکے ساتھ اسکے سب اوصاف ثمانیہ ذکر کرنے کے بعد اسکے سب عوارض و لوازم اس طرح ذکر کردیے گئے کہ پھر اگر کوئی اس معنے کو لے تو اس سے زیادہ اسکو اس مین کلام کی گنجایش نہ ملے چنانچہ آیہ کریمہ مین اگر لفظ جنت پر اقتصار ہوتا تو کافی تھا مگر اسکی تفسیر کردی کہ من نخیل و اعناب کیونکہ ایسے باغ والے کو خوب ملتا ہو پھر زیادہ کردیا۔ تجری من تحتہا الانہار کہ اسکا وصف پورا کردیا پھر دو وصف کے بعد قولہ۔ لہ فیہا من کل الثمرات۔ سے اوصاف کی تکمیل کردی پس جو کچھ باغون مین ہوا کرتا ہو سب فرمادیا تاکہ اسکے خراب ہوجانے پر کمال افسوس ہو پھر اسکے مالک کی وصف۔ ن کہا کہ۔ اصابہ الکبر پھر اسکا استقصار کیا اس معنے کی راہ سے جس سے باغ کی خرابی مین زیادہ غم ہو پس فرمایا۔ ولہ ذریۃ۔ اور اسی پر اکتفا نہین بلکہ وصف کردیا۔ ضعفاء پھر اس باغ کی استیصال کو ایسی سرعت سے ہلاکت کے ساتھ ذکر کیا فاصابہا اعصار۔ اور اسی پر اقتصار نہ کیا کہ جلد تباہ ہونا شاید اس سے نہو فرمایا۔ فیہ نار۔ اور اسی پر اکتفا نہ فرمایا کہ شاید آگ سست ہو کہ رطوبت درختان و انہار سے زیادہ موثر نہوئی ہو تو صنعت احتراس کے ساتھ فرمادیا۔ فاحترقت۔ ای تو آگ سے جلی کہ اسنے خواہ مخواہ جلادیا قال المفسر یہ نہایت بلیغ عمدہ استقصار ہو اور بہت پورا و کامل ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ

اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزین اپنی کمائی میں سے اور اس سے جو ہمنے نکالا تمہارے لیے زمین مین سے

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا

اور قصد مت کرو گندہ ناکارہ اس مین سے کہ اسکو خرچ کرو اور تم آپ وہ نہین لوگے مگر آنکہ آنکھین موند لو اسکے بارہ مین اور جان رکھو

أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ○

یہ کہ اللہ تعالے بے پروا ہو خوبیون والا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا۔ زکوا۔ اے ایمان والو خرچ کرو یعنے زکوۃ دو۔ مِن طَيِّبَاتِ۔ جیاد۔ عمدہ کھرے۔ مَا كَسَبْتُمْ من المال کھرے عمدہ مال سے جو تمنے کمایا ہو۔ وَمِن۔ طیبات۔ مَّا أَخْرَجْنَا لَكُم۔ اور کھری اس چیز سے کہ نکالی ہم نے تمہارے لیے۔ مِّنَ الْأَرْضِ من الحبوب و الثمار۔ زمین سے یعنے اناج و پھلون کو۔ وَلَا تَيَمَّمُوا۔ لتقصدوا۔ اور مت قصد کرو۔ الْخَبِيثَ۔ الردی۔ ناکارہ کو۔ مِنْهُ۔ ای من المذکور۔ تُنفِقُونَ۔ فی الزکوۃ۔ یعنے اس مذکور کمائی و پیداوار مین سے ناکارہ کا قصد مت کرو کہ اسکو خیرات کرنے لگو۔ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ۔ ای الخبیث لو اعطیتموہ فی حقوقکم۔ حالانکہ تم خود نہین لینے والے ہو اسکو یعنے خبیث کو کہ اگر دے جاؤ تم اپنے حقوق مین۔ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ۔ بالتساہل و غض البصر فکیف یؤدون منہ حق اللہ۔ مگر یون کہ

لے لگے کہ اس روی سے اغماض کر دیتے یا بن طور کہ تساہل کر کے لیلو اور چشم پوشی کرو پس جب یہ حال ہے تو تم ردی سے اللہ تعالیٰ کا حق کیونکر ادا کرتے ہو۔ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عن نفقاتکم حَمِيْدٌ۔ محمود علی کل حال اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی یعنے بے پروا ہے تمہارے نفقات سے اور حمید یعنے محمود ہے ہر حال مین ف مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختلاف کیا کہ یہان کیسا خرچ مراد ہے آیا انفاق واجب یعنے زکوٰۃ مراد ہے یا خیرات مستحب ہے یا واجب و مستحب دونون کو شامل ہے پس مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا کہ نفقہ واجب مراد ہے اور وہ زکوٰۃ ہے اسواسطے کہ جمہور کے نزدیک زکوٰۃ کے بعد اور کوئی نفقہ واجب نہین رہا اور فرض پر واجب کا اطلاق آتا ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قولہ انفقوا۔ بصیغہ امر اسواسطے کہ امر واسطے وجوب کے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ مفروضہ کے حق مین نازل ہوئی اور یہی ایک جماعت سلف سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ صدقہ مستحب مراد ہے اور امر استحباب کے لیے ہے کیونکہ ابن عباس رض نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارزان طعام خریدکر خیرات کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور اکثرون کے نزدیک فرض و مستحب سب کو شامل ہے اور یہی ظاہر آیہ کریمہ ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے باسناد ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ کے براء بن عازب سے روایت ذکر کی کہ براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت انصار کے حق مین اتری انکا دستور تھا کہ جب خرما توڑنے کے دن آتے تو اپنے باغون سے گدر خرمے لاکر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اسطوانہ کے درمیان رسی مین لٹکا دیتے تھے پس اسکو فقراء مہاجرین کھاتے تھے پس بعض ان مین سے گدر عمدہ خوشون کے ساتھ حشف یعنے جو ناکارہ ہو گیا تھا لاکر لٹکاتا اور سمجھتا کہ یہ جائز ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق مین جسنے ایسا کیا یہ آیت نازل فرمائی ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون۔ رواہ ابن ماجہ وابن مردویہ والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین اور ابن ابی حاتم نے براء رض سے روایت کی کہ یہ آیت ہم لوگون کے حق مین نازل ہوئی ہم لوگ خرما کے باغ رکھتے تھے پس ہم مین سے ہر ایک اپنی وسعت کے موافق قلیل و کثیر لاتا تھا پس ہم مین سے آدمی خرما کی گودہ لاتا اور اسکو مسجد مین لٹکا دیتا اور اہل صفہ مہاجرین کیواسطے کچھ طعام نہ تھا پس ان مین سے جب کسیکو بھوک لگتی تو آکر اپنے عصا سے گودہ کو مارکر اسمین سے گدر و پکے چھوہارے گراکر کھا لیتا اور بعضے لوگون کو خیرات کی رغبت نہ تھی تو وہ ایسی گودہ لاتا کہ اسمین حشف و شیص ہوتے اور ایسی گودھا لاتا کہ وہ چوٹ کھائے ہوتے تھے اور اسکو لٹکا دیتا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ۔ کہا براء رض نے یعنے اگر تم مین سے کسیکو ایسا ہدیہ بھیجا جاوے جیسا تمنے دیا ہے تو اسکو نہ لیگا الا اغماض کرکے اور حیا کرکے کہ پھیرنے مین بھیجنے والے کو رنج ہوگا۔ پھر اسکے بعد ہم لوگون کا دستور تھا کہ آدمی اپنے پاس کی چیز مین سے جو سب سے اچھی ہوتی تھی لاتا تھا رواہ الترمذی عن البراء رض وقال حسن غریب اور ابن ابی حاتم نے سہل بن حنیف سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوہارے کی دو قسم سے لیک جعرور اور ایک حبیق سے منع فرما دیا تھا اور لوگون کا دستور تھا کہ اپنے پھلون مین سے ناکارہ کو قصد کرکے انکو صدقہ مین نکالتے تھے پس نازل ہوا۔ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون الآیہ۔ ورواہ ابوداؤد اور دوسری وجہ سے روایت کی اس مین یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرور و حبیق کو صدقہ مین لینے سے منع کر دیا۔ رواہ النسائی ایضاً مترجم کہتا ہے کہ ظاہراً یہ زکوٰۃ مین لینے سے ممانعت ہے۔ اور عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان کی کمائی سے خبیث نہین ہوتی ہے ولیکن وہ ناکارہ چھوہارے کو اور کھوٹے کم مال درم کو اور جس مین کچھ خیر نہین ہے صدقہ نہ کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ ہین کہ مومن اپنے دین کی پابندی سے حلال کماتا ہے انکی خبیث کمائی اسوجہ سے نہین ہوتی ہے اور احسن ان روایات مین حدیث ابن ابی حاتم و ترمذی ہے اور ترمذی نے اپنی سنن مین اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صدقہ نفل کو بھی شامل ہے حضرت علی رض سے طیبات کی تفسیر مین سونا چاندی مذکور ہے اور ابن عباس رض نے کہا کہ طیبات کس چیز سے جو اللہ تعالے

نے نصیب کیا انکو ان عمدہ مالون مین سے جو تمہون نے کمائے ہین اور یہ درحقیقت کسب کی تفسیر ہے اور ایسی ہی مجاہدؒ سے تجارت مذکور ہے یعنی کمائی کی
تفسیر ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفسیر البتہ طیبات کی ہے اور یہی سدی سے روایت ہے اور ظاہر مراد اس سے نفیس و جید ہے اسواسطے کہ عرب کے
نزدیک یہی جید ہے اور قرینہ اسپر لفظ خبیث ہے کہ مراد اس سے ردی ہے اور یہی مفسرینؒ نے اختیار کیا اور ابن عباسؓ سے صریح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
مومنون کو حکم کیا کہ مال سے اجود و اطیب و انفس کو خیرات کرین اور انکو مال رذیل و ردی سے منع کیا اور یہی خبیث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ طیب ہے نہیں قبول
کرتا مگر طیب کو اور بعض نے اسکی تفسیر مین حلال ذکر کیا طیبات ای حلالات اور یہ ناقص تفسیر ہے اسواسطے کہ طیبات دونون امور کو شامل ہے کہ حلال بھی ہو
اور جید یعنے عمدہ بھی ہو بمقابلہ خبیث کے فافہم اور کسب تمام شامل ہے ہر ایسی وجہ کو جو شرعا روا ہے مثل تجارت و حرفہ وغیرہ مگر انکہ تجارات و حرفتون مین سے
جو روا نہین انکی کمائی روا نہو اور جو نہین سود ہین انکی کمائی بھی خبیث ہے پس آیت مین دلیل ہے کہ اپنی مشقت سے کمانا مباح ہے اور اسکی دو قسمین ہین ایک طیب
اور ایک خبیث پس جب مثلاً علمی کتابون کی یا اناج کی یا کپڑے کی تجارت کرے اور جو شرائط ہر ایک قسم کی خرید و فروخت کی ہین انکو لحاظ رکھے تو کمائی حلال ہے
اگر اس زمانہ مین بہت لوگ تجارت کرتے ہین اور شرائط سے بالکل واقف نہین ہین اور انکی ناواقفی سے ناحق حلال کا حرام ہو جاتا ہے اور البتہ ترجمہ
فتاوائے عالمگیری دعین الہدایہ جلد سوم کتاب البیع مین مفصل مذکور ہین واللہ الموفق اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو آدمی
کھاوے اس مین اطیب وہ ہے جو اپنی کمائی سے کھاوے اور آدمی کا فرزند اسکا کسب ہے- اور نیز فرمایا کہ ہرگز نہ کھایا آدمی نے کوئی طعام بہتر اس سے کہ اپنے
ہاتھ کی کمائی سے کھاوے اور داؤد علیہ السلام نہین کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کی کمائی سے رواہ البخاری وغیرہ- اور جاننا چاہیے کہ زکوٰۃ مفروضہ سونے چاندی دینار
و جنگل چرائی کے پلے ہوئے جانور و اموال تجارت مین ایک سال گذر جانے پر ادا کرنی واجب ہوتی ہے اور حدیث مین ہے کہ جو چیز بیچ کے واسطے مہیا ہوتی
تھی اس مین سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے- قولہ تعالیٰ- ومما اخرجنا لکم من الارض- پس مما ای من طیبات ما- ولیکن مضاف بقرینہ ماسبق کے حذف
ہوا- اور علی کرم اللہ وجہہ وسدی سے روایت ہے ای من ثمار والزروع التی انبتھا لکم من الارض- یعنے پھلون و کھیتون سے جو تمہارے لیے زمین
سے اگائی ہین اور ظاہر آیت یہ ہے کہ پھل و اناج و کھان کی پیداوار نمک و لوہا و سونا و چاندی وغیرہ سب کو شامل ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور
یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے حتیٰ کہ فواکہ و ساگ پات و ککڑی و کھیرا وغیرہ جو کچھ زمین سے پیدا ہوتا ہے انھون نے سب مین عشر یعنے دسوان حصہ
نکلنا واجب کہا ہے اور یہ اقوی ہے اور تفصیل اسکی فقہ مین ہے اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ اہل علم سب متفق ہین کہ نخیل و کروم مین اور جو اناج کہ
آدمی غذا وغیرہ کرتا ہے اس مین دسوان حصہ واجب ہے اگر وہ آسمان کے مینہ سے یا ایسی نہر کے پانی سے جو قدرتی رواں ہے سینچا گیا ہو اور اگر چرس یا ڈھینکلی سے
سینچا گیا تو بیسوان حصہ واجب ہوگا پھر ابن عمرؓ کی مرفوع روایت من طریق البخاریؒ ذکر کی پھر کہا کہ سوائے مذکورہ بالا کے اور چیزون مین اہل علم
نے اختلاف کیا ہے پس ایک قوم نے کہا کہ اور چیزون مین عشر نہین ہے اور یہی ابن ابی لیلی و شافعی کا قول ہے اور زہری و اوزاعی و مالک نے کہا کہ زیتون
مین عشر واجب ہے اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ہر ساگ و سبزی یعنے ترکاری مین عشر واجب ہے جیسے پھلون مین واجب ہے سوائے گھاس و جلانے کی
لکڑی کے- قولہ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ یعنے مت قصد کرو مال مین سے ردی کا خیرات کرنے کے حال مین
حالانکہ اگر تمکو دیا جاوے تو تم نہ لو مگر اسی طور کہ چشم پوشی کرو اور ابن کثیرؒ نے عن البراء بن عازب رضؓ روایت کیا یعنے اگر تم مین سے کسی کا دوسرے پر
مال ہو اور اسنے ایسا مال ردی دیا تو نہ لیگا الا آنکہ جان لے کہ اسنے میرے حق مین کم دیا ہے رواہ ابن جریر و علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ
فرماتا ہے کہ اگر تم مین سے کسی کا دوسرے پر حق ہو پھر وہ تمہارے حق واجب سے گھٹا ہوا لایا تو تم اسکو جید کے حساب سے نہ لوگے یہان تک کہ اس کو
ناقص کرو پس کیونکر تم میرے واسطے پسند کرتے ہو ایسی بات جو اپنے واسطے نہین پسند کرتے ہو اور میرا حق تم پر تمہارے مالون مین سے اطیب

وانفس مین سے ہی روا ابن ابی حاتم وابن جریر اور یہی بہتون کا قول ہی اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہی قال فی العالم یہ حکم اسوقت ہی کہ جب کل مال یا بعض
مال جید نفیس ہو اور اگر کل مال ردی ہو تو ردی دینے مین مضائقہ نہین ہی فافہم واللہ اعلم ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین
آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم- دکھلانے سنانے سے پاک جو معاملات اپنے بدنون سے کمائے ہین ان کو اپنی ارواح کے واسطے صدقہ
کرو قال المترجم یہان سے ثابت ہوا کہ ارواح کو کمالات حاصل ہونے کا واسطہ یہ جسم ظاہری ہی بشرطیکہ تمام اعضا وارکان انسانی
حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتے ہون اور یہین سے حل ہوا کہ زندگی دراز مرد صالح کے واسطے بہت خوب ہی اور یہین سے نکلا کہ نفس کے مجاہدہ مین
کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے زیادہ ثواب ہی اور اسی پر دلالت کرتی ہی وہ حدیث کہ دو شخصون کے درمیان حضرت صلعم نے بھائی چارہ کر دیا تھا
ان مین سے ایک شہید ہو گیا اور دوسرا چند روز کے بعد مرا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ پیچھے جو مرا ہی اسکے اعمال اور شہید ہونے والے کے اعمال
مین آسمان کے ستارون کی کثرت سے فرق ہی اور اصل حدیث ابوداؤد مین ہی

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ
شیطان وعدہ دیتا ہی تمکو محتاجی کا اور حکم کرتا ہی بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہی تمکو اپنی بخشش کا اور فضل کا

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ
اور اللہ کشایش والا ہی دانا- دیتا ہی سمجھ جس شخص کو چاہے اور جس کو دی گئی سمجھ اس کو

اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ
مل گئی بہت بھلائی اور وہی سمجھین گے جن کو عقل ہی اور جو خرچ کروگے کچھ خیرات

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝
کروگے یا نذر مانوگے کوئی نذر سو اللہ تعالے اسکو جانتا ہی اور گنہگارون کا کوئی مددگار نہین

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ- یخوفکم بہ ان تصدقتم فتحتاجوا- یعنے شیطان تمکو خوف دلاتا ہی کہ اگر خیرات کرو تو محتاج ہو جاؤگے تا کہ تم ہاتھ روک
لو- وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ- البخل ومنع الزکوٰۃ- اور شیطان تمکو بخل کرنے کا اور زکوٰۃ نہ دینے کا حکم کرتا ہی یعنے تمہارے دلون مین وسوسہ
ڈالتا ہی- وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ- علی الانفاق مَّغْفِرَةً مِّنْهُ- لذنوبکم- وَفَضْلًا- رزقا خلفا منہ- اور اللہ تعالیٰ وعدہ دیتا ہی تم کو
خیرات کرنے پر اپنی طرف سے مغفرت کا یعنے تمہارے گناہون کی مغفرت کا اور فضل کا یعنے ایسے رزق کا جو خرچ کیے ہوے کے قائم
مقام عطا کرے گا- وَاللّٰهُ وَاسِعٌ- فضلہ- عَلِيْمٌ- بالمنفق اور اللہ تعالے کی شان یہ کہ وسیع ہی فضل اسکا- اور وہ خوب جانتا ہی خرچ
کرنے والے کو- يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ- العلم النافع المؤدی الی العمل جسکو چاہے عطا فرماتا ہی حکمت یعنے ایسے علم کو جو نفع کرنیوالا ہو
اور عمل کرنے کی توفیق تک پہونچا دے یعنے ایسا علم جو قلب کے واسطے نفع دے اور اسکے موافق عمل کرنا نصیب ہو- وَمَنْ يُّؤْتَ
الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا- اور جسکو حکمت ملی وہ خیر کثیر عطا کیا گیا- لمصیرہ الی السعادۃ الابدیۃ- یعنے خیر کثیر اس واسطے
ملی کہ یہ شخص سعادت ابدی کو پہونچ گیا- وَمَا يَذَّكَّرُ فیہ ادغام التا، فی الاصل فی الذال- ای یتعظ یعنے یذکر در اصل یتذکر تھا تا کو دال کرکے
بعد حذف حرکت کے ادغام کر دیا- اور معنے یہ ہین کہ اور نصیحت کوئی حاصل نہین کرتا- اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ- اصحاب العقول مگر وہی
جو عقل والے لوگ ہین- وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ- ادیتم من زکوٰۃ او صدقۃ- یعنے اور جو کچھ ادا کیا تم نے زکوٰۃ یا صدقہ

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ - نوقسم ہو - یا جو کچھ تمنے نذر کمانیے بھرتمنے اس نذر کو وفا کیا تو یہ رائگان نہین ہی بلکہ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ مجازیکم علیہ
اللہ تعالی اسکو خوب جانتا ہی پس تمکو اسپر جزا و ثواب دیگا - وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ - بمنع الزکوۃ والنذر او بوضع الانفاق فی غیر محلہ من معاصی
اللہ تعالے مِنْ اَنْصَارٍ - مانعین لہم من عذابہ - یعنے لوگون کے لیے جو ظلم کرنے والے ہین بایں طور کہ باز رکھین زکوۃ دینے اور نذر
اداکرنے سے یابایں طور کہ خرچ کرین اللہ تعالے کی نافرمانیون مین ایسے مقام پر جو محل خرچ کرنے کا نہین ہین تو ایسے ظالمون کے لیے کوئی مددگار
نہین جو مانع ہون اور بچاوین انکو عذاب آتی سے ف اس آیۂ کریمہ مین اللہ عزوجل نے بھلائیون کے واسطے حکمت و علم وافر بیان فرمایا ہی اور
حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جیسے تمہاری روزیان تقسیم کی ہین ویسے تمہارے درمیان
اخلاق تقسیم کیے ہین - اور اللہ تعالی دنیا ہر دیتا جسکو چاہتا ہی مگر دین نہین دیتا ہی مگر اسی شخص کو جسکو دوست رکھتا ہی پس جسکو اللہ تعالے نے دین دیا
اسکو دوست کرلیا اور قسم اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ بندہ مسلمان نہین ہوتا یہانتک کہ مسلمان ہو اسکا دل اور زبان اور مومن نہین ہوتا
یہانتک کہ اس کا پڑوسی اسکے بوائق سے امن مین ہو تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکے بوائق کیا ہین فرمایا کہ اسکا کھوٹ اور ظلم پھر فرمایا کہ
جو کوئی بندہ مال کو حرام طریقہ سے کماتا ہی تو کبھی نہین ہوتا کہ اس مین سے خرچ کرے کہ اسکو اس مین برکت ملے اور نہین ہوتا کہ صدقہ دے کہ وہ قبول ہو اور
نہین چھوڑتا اپنے پیچھے مگر کہ وہ اسکے واسطے دوزخ کی طرف زادراہ ہوگا - اللہ تعالے نہین میٹ دیتا برائی سے برائی کو ولیکن میٹتا ہی برائی کو بھلائی
سے - البتہ جو چیز خود خبیث ہی وہ خبیث کو نہین میٹتی ہی رواہ الامام احمد - اور اس آیت مین فرمایا - الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء - حضرت
ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی مین ایک پٹا شیطان کا ہی اور ایک پٹا فرشتہ کا ہی پس شیطان کا پٹا یہ ہی کہ اسکو برائی کا وعدہ دیتا ہی
اور حق کو جھٹلاتا ہی اور فرشتہ کا پٹا یہ ہی کہ اسکو بھلائی کا وعدہ دیتا ہی اور حق کی تصدیق کراتا ہی پس جو وعدہ خیر اور تصدیق حق کو پاوے تو جان لے
کہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی اور اللہ تعالے کے لیے اسپر حمد ادا کرے اور جو دوسری بات پاوے تو شیطان سے پناہ مانگے پھر پڑھی آیۂ
قولہ تعالے الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم والترمذی والنسائی وابن مردویہ پھر ابن کثیر نے
فرمایا کہ معنے قولہ یعدکم الفقر یعنے خوف دلاتا ہی تمکو فقیر ہونے کا تاکہ روک لو جو تمہارے ہاتھ مین ہی اور اسکو رضاے الٰہی مین خرچ نہ کرو اور قولہ یامرکم بالفحشاء
ای باوجود اسکے کہ تمکو فقیری کا خوف دلاکر خرچ کرنے سے روکتا ہی مگر تمکو گناہون اور حرام باتون اور مخالفت حق عزوجل کا حکم کرتا ہی یعنے خصلت فحش کا
حکم دیتا ہی ای گناہون کا اور ان مین خرچ کرنیکا حکم دیتا ہی مترجم - کہتا ہی کہ یہ بات بدیہی شاہدہ ہی کہ ہزارون مالدار ہین کہ انکو ہوس بخل ہی اور راہ خیر مین
خرچ کرنے سے نہایت منکر ہوتے ہین لیکن شادی بیاہ و ناچ رنگ بہت سے جو شادی چندہ و دعوتون مین بکثرت خرچ کرتے ہین پس ہم لوگون کے واسطے
یہ مقام عبرت ہی - اور غور کرنا چاہیے کہ زمانہ مین کہانتک اسوقت شیطان کا وسوسہ پھیل گیا - قولہ واللہ یعدکم مغفرۃ - مغفرت الٰہی بندے کے واسطے یہ ہی کہ دنیا
مین اسکی پردہ پوشی کرے اور آخرت مین اس سے درگذر فرماوے اور فضل یہ ہی کہ جو خرچ گیا ہی اس سے افضل عطا کرے پس دنیا مین رزق مین
وسعت دے اور آخرت مین ثواب جمیل عطا فرماوے - واللہ واسع علیم - یعنے فضل اسکا وسیع ہی بشر کے قیاس سے باہر ہی اور حدیث مین ہی کہ ہر روز صبح کو
دو فرشتے اُترتے ہین ایک کہتا ہی کہ اے ہمارے پروردگار خرچ کرنے والے بندہ کو جو خرچ کیا ہی اسکی جگہ اور دے اور دوسرا کہتا ہی کہ اے ہمارے پروردگار
بخیل کو تلف دے اور یہ حدیث صحیحین مین ہی - قولہ یوتی الحکمۃ من یشاء شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت
کی کہ حکمت سے مراد قرآن کی معرفت ہی یعنے قرآن کے ناسخ و منسوخ و محکم و متشابہ و مقدم و موخر و حلال و حرام و امثال کا جاننا اور جویبر نے ابن عباس سے
مرفوعا روایت کی کہ وہ قرآن ہی یعنے حکمت کی تفسیر قرآن مجید ہی - اور مجاہد نے کہا کہ بات مین راہ صواب پانا - اور نیز مجاہدؒ سے لیث بن ابی سلیم نے

روایت کی کہ وہ نبوت نہیں ولیکن علم فقہ و قرآن ہے **قال المترجم** یہ قول دقیق و باریک و صحیح ہے اور یہی کشف و دقائق ہیں جو اکابر راسخین کو حاصل ہوتے ہیں اور **غزالی** رحمہ اللہ نے اسکو مفصل بیان کیا ہے - اور شیخ ابوالعالیہ نے کہا کہ حکمت خشیۃ اللہ ہے یعنی محبت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے خوف ہونا اور ابن مردویہ نے ابن مسعود سے مرفوع روایت کی کہ حکمت کی چوٹی خشیۃ اللہ ہے اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ فہم ہے اور ابومالک نے کہا کہ سنت ہے اور زید بن اسلم نے کہا کہ عقل ہے اور امام مالک نے کہا میرے دل میں آتا ہے کہ حکمت اللہ تعالےٰ کی دین میں سمجھ ہے اور وہ ایک ایسا امر ہے کہ اسکو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت و فضل سے دلون میں داخل کرتا ہے اور اسکے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ تو ایک آدمی ایسا پاتا ہے کہ وہ دنیا کے معاملہ میں عاقل ہے گر دین میں نا سمجھ ہو اور دوسرے کو پاتا ہے کہ وہ دنیا کے معاملہ میں ضعیف ہوتا ہے اور اپنے دین کے معاملہ میں دانا ہوتا ہے پس اللہ تعالےٰ اسکو دین کی سمجھ دیتا ہے اور دنیا سے اسکو محروم کر دیتا ہے پس معلوم ہوا کہ حکمت اللہ تعالےٰ کی دین میں دانائی ہے پس یہ انبیاء علیہم السلام کی اتباع سے اہل ایمان کو ایک حصہ مل جاتا ہے **قال المترجم** جب تو غور سے مل کرے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ امام مالک کا یہ قول نہایت نفیس ہے اور حکمت کی تفاسیر جو ان اکابر سے مروی ہیں وہ سب قریب ایک دوسرے کی گردن سے گردن ملی ہوئی ہیں مآل سب کا یہی ہے جو امام مالک رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے اور مالک سے علم کی تفسیر بھی یون ہی مروی ہے کہ وہ ایک نور ہے جسکو اللہ تعالےٰ دل میں رکھ دیتا ہے اور یہ نہایت عمدہ قول ہے ولیکن اسکو عالم ہی سمجھیگا اور یہان بھی حکمت کی تفسیر کا یہی حال ہے و قولہ تعالےٰ وما یذکر الا اولوا الالباب **شیخ ابن کثیر**رح نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ خطاب کو اور اس کلام کے معنے کو وہی حاصل کرینگے جنکو عقل حاصل ہے **قال المترجم** عاقل سمجھیگا کہ عقل یہان یہ عقل جو ہی نہیں ہے جس پر عوام غرہ کرتے ہیں اور ہر ایک عاقل مشہور ہے ہرگز نہیں بلکہ عقل وہ ہے کہ جسکو اکابر عقل کلی اور عقل ایمانی وغیرہ عبارات سے تعبیر کرتے ہیں اور اسکے حواس بھی اور ہین جیسے اس عقل حواسی کے حواس ظاہرہ و باطنہ ہیں اور یہ موقع توضیح و تطویل کلام کا نہیں ہے یہان مترجم اسی پر انحصار کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمکو اور تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جمیع امور میں یعنے اخلاق نفس و افعال قلب و اعمال جوارح سب میں عطا فرماوے تو یہ پردہ خود بخود اٹھ جائیگا اور بعد اسکے زبانی باتیں کچھ مفید نہیں ہیں - اور جاننا چاہیے کہ جو لوگ اس حکمت کو جو آیت میں مذکور ہے علم ہیأت و افلاک پر محمول کرتے ہیں اگر شاعرانہ کلام کے طور پر کہتے ہیں تو حرام و کبیرہ گناہ میں کوئی شک نہیں اور اگر عمداً ہے تو کفر ہونا اقوی ہے اور نہایت سخت برائی تو یہ ہے کہ اسکو حکمت فلسفہ یعنے یونانیوں کی فلسفی باتوں پر محمول کرتے ہیں اور یہ کفر خبیث ہے نعوذ باللہ منہ - قولہ وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ - مفسر رحمہ اللہ نے نفقہ سے فرض یا نفل یعنے زکوۃ یا صدقہ مراد لیا ہے اور یہی ظاہر کلام **شیخ ابن کثیر**رح وغیرہ ہے اور **زمخشری** نے حق و باطل کی تعمیم کی ہے اسلئے یہ حکم کلی ہے کہ تم کوئی نفقہ کرو اور کسی طور پر خرچ کرو خواہ طاعت میں یا معصیت میں اور علیٰ ہذا تم کوئی نذر کرو خواہ نذر جائز ہو یا وہ نذر گناہ ہو سب کو اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور **مفسر سیوطی**رح نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے بقولہ او بوضع الانفاق فی غیر محلہ - اور یہ اولیٰ ہے یا ین معنے کہ کلام اول وجہ پر تو وعدہ خیر ہوگا فقط اور اس صورت میں وعدہ و وعید دونون ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ جب جانتا ہے تو راہ خیر میں خرچ کرنے والون کو ثواب عطا فرمادیگا اور راہ شر میں خرچ کرنے والون کو عذاب دے گا اور وہ لوگ ظالم ہونگے کہ انھون نے ایک شے کو اسکے موقع سے ہٹا کر غیر موقع میں رکھا اور ایسے ظالمین کے لیے مددگار نہیں ہیں کہ عذاب الٰہی سے بچا لیں اگر کہا جاوے کہ فان اللہ یعلمہ میں ضمیر واحد ہے حالانکہ مرجع دو چیزیں ہیں ایک نفقہ دوم نذر تو جواب یہ ہے کہ عطف یہان او کے ساتھ ہے اس میں دونون امر جائز ہوتے ہیں کہ ضمیر واحد آوے کما فی قولہ من یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا - یا ضمیر تثنیہ آوے مثل قولہ ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولیٰ بہما - اور بعض نے کہا کہ دو یا کئی چیزون کے بعد جب ضمیر واحد راجع ہو تو تاویل مذکور راجع ہوتی ہے پس فان اللہ یعلمہ اے فان اللہ

لم اللہ کور اور ابن عطیہؒ نے اسی پر جزم کیا اور قرطبیؒ نے اسکو ترجیح دی۔ اور بیان سے ثابت ہوا کہ نذر کرنا شروع ہوا اور یہی قول جمہور ہو اور صحیح حدیث مین آیا ہو کہ نذر کرنا قضاے الٰہی کو مانع نہیں ہوتا ہو درا صل حدیث صحیح مسلم مین ہو اور مراد یہ ہو کہ نذر کرکے آدمی یہ اعتقاد نہ کرے کہ اب میرے مقصود کے موافق ہی واقع ہوگا یا تقدیر کچھ بدل جاتی ہو بلکہ تقدیر الٰہی کے موافق واقع ہوگا اور یہ نذر کرنا بھی اسکے حق مین مقدر تھا لیکن جو نذر کی ہو اسکا وفا کرنا واجب ہو اور یہ اسوقت ہو کہ کار خیر کی نذر کی ہو پس اگر کسی نے نذر کی کہ اگر ایسا ہوگا تو مین شیخ صدو کا بکرا چڑھاؤنگا یا فقیر کو روٹی دونگا یا سیتلا پر دونا دونگا یا تعزیہ رکھونگا تو یہ نذر حرام و معصیت ہو اور ہرگز اسکو پورا نہ کرے ورنہ گناہ کبیرہ مین داخل ہو اور اگر خیر کی نذر کی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہ رزق حلال عطا فرماوے گا تو مین چار رکعت نفل پڑھونگا یا روزہ رکھونگا یا صدقہ دونگا تو یہ روا ہو اور وفا کرنا واجب ہو اور اگر کسی نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ رزق حرام دے گا یا یہ سود کا روپیہ وصول کرادے گا یا فلان عورت اجنبی حرام طور پر ملجائے گی یا مانند اسکے کوئی امر کہا تو ایسا شخص کافر ہوگا عاذنا اللہ و جمیع المومنین۔ اور ظالمین کی تفسیر مین جو مفسر رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ کہا کہ ظالم بایں طور مراد ہین کہ بے جگہ خرچ کرنے سے اپنے اوپر ظلم کرین تو اس سے ثابت ہوا کہ بے جگہ خرچ کرنا گناہ شدید ہو یعنے اُسکا ایسا کرنے والا دوزخ مین جائیگا اگر اس نے توبہ نہ کی کیونکہ یہ وعید عذاب کی ہو اور بے جگہ خرچ کرنے کی صورتین بے شمار ہین از انجملہ چند ذکر کی جاتی ہین شاید اللہ تعالیٰ اس سے اہل ایمان کو سمجھ عطا کرے اور جو کرتا ہو وہ باز رہے شادی بیاہ مین خلاف شرع رسمون مین خرچ کرنا۔ اسراف کرنا۔ تفاخر و تکبر کی وجہ سے باریک کپڑا بد وضع پہننا کفن مین بڑھانا بے ضرورت و خلاف شرع بے ضرورت اشتہار سے لذائذ کھانا کل مال صدقہ کرنا کہ اہل و عیال کو محتاج پریشان کرے اور مسجد کے فرش مین ناجائز تکلف کرنا اور بے ضرورت کثرت سے چراغ و شمعین روشن کرنا اور مقابر مین چراغ جلانا اور چادر چڑھانا چالیس روز قبر کے پاس لوگون کو بسانے کے لیے دینا۔ قبر پر قبہ بنانا اور گچ کرنا یہ سب خرچ ناجائز ہین کما فی الفقہ ف قال الشیخ فی عرائس البیان قولہ تعالیٰ الشیطان یعدکم الفقر۔ یعنے تمکو وعدہ دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی بخشش کی اُمید قطع کرو قال المترجم یعنے جب یہ وسوسہ دلایا کہ تم راہ خیر مین خرچ کرنے سے فقیر ہو جاؤگے تو گویا مایوس کیا کہ اللہ تعالیٰ کے انعام بے انتہا سے تمکو ثواب نہ ملیگا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندون کو نفیس الطاف کا جن سے بندون کی دنیا و آخرت مین راحت ہو وعدہ فرمایا ہو اس مین شیطان شک دلاتا ہو اور دلون سے حلاوت اُٹھاتا ہو اور نیز شیطان تمکو جناب باری تعالیٰ کی شان مین طرح طرح کی بدگمانیان دلاتا ہو اور یہ داؤ اسی شخص پر چلتا ہو جو حق عزوجل سے کمتر عرفان رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کی سلطنت عظیم و کبریا جلیل سے نادان ہو اسواسطے کہ شیطان کا فریب و وسوسہ ڈالنا بندے کے دل مین اللہ تعالیٰ کی طرف سے شک پیدا کرتا اور جانتے اپنے بندون سے وعدہ فرمایا ہو اس مین تردد ہوتا ہو اور متواتر شیطان کے وسوسون سے وہ متحیر ہو جاتا ہو یہان تک کہ بدگمانی کر بیٹھتا ہو کیا تو نہین دیکھتا ہو کہ نور ایمان نہونے سے یہودی کیسے شیطان کے قابو مین آئے کہ کہنے لگے ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء۔ ان مردودون کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہو اور ہم تونگر ہین اور یہ شیطان کا سخت وسوسہ تھا کہ ان کو تسویل مین ڈال دیا کہ جو پاس ہو اس کو حفاظت سے رکھو اور نہونے سے خوف کرو اور خوب جمع کرو اور زکوٰۃ و خیرات کچھ مت دو ہاتھ روک لو اور ان کو کثرت سے گمراہی پر آمادہ کیا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کروگے تو جو کچھ تم کو ملتا ہو یہ کچھ نہ ملیگا محض محتاج ہو جاؤگے پھر کہان سے پاؤگے اور قناعت سے بھگایا اور کفایت جس سے آدمی تونگر ہوتا ہو ہٹایا اور فریب مین ڈال دیا کہ ہر روز بڑھنے کی خواہش کرو قال المترجم انجام یہ ہوا کہ ان کا تمام مال اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جو فقیر ہوکر ان کے پیچھے ہجرت کرکے چلے آئے تھے بدون لڑائی و قتال کے دلوا دیا اور انکو ہلاک کردیا و بامر کم یا لفحشاء۔ شیطان تمکو فحشاء کا حکم دیتا ہو یعنے بخل کرنے کا اور اللہ عزوجل کی جناب مین بدگمانی کرنے کا اور دنیا سے محبت رکھنے کا اور موت سے بغض رکھنے کا

[illegible]

اور زمین و مکانات کے تعمیر کرنے کا اور ہر روز زیادتی چاہنے کا اور فقیری اور فقیرون سے بغض رکھنے کا اور زکوٰۃ نہ دینے کا اور حج و جہاد وغیرہ جو باتین اللہ
تعالےٰ نے اُس پر فرض کی ہین اُنسے باز رہنے کا حکم کرتا ہی اور رئیس بننے کی محبت دلاتا ہی اور اسکو آنکھون مین آراستہ کر دکھاتا ہی اور بہت سے افعال ناشائستہ
کو نظر مین رچاتا ہی جیسے یہ کہ زنا کرنے کے لیے خوبصورت عورتون سے نظر اُڑاؤ اور تاک لگاؤ اور شراب پینے سے تقویت ہوتی ہی اور باجے سننے سے
کانون کو فرحت ہی اور روگ اسکو مقبول جانتے ہین کہ حضرت کبریا رب العزت ذوالجلال والاکرام کی ممانعت برحق ہی یہ عقل و سمجھ اسکی ادنیٰ مخلوق ہی
اور شیطان انکو تکبر کرنا سکھلاتا ہی اور ضعیفون و مسکینون پر جبر کرنا بتاتا ہی اور جور و ظلم و عناد و بے انصافی کو ان کی نظر مین زینت دیتا ہی اور اپنے مالون
کی حفاظت کے واسطے منتین کر سواے خداے تعالےٰ کے دوسرون کو پروردگار بناتے ہین اور ایسے ہی اور بیہودہ فاحش ہین جن کا حکم کرتا ہی۔
واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا - اللہ تعالےٰ کی مغفرت یہ ہی کہ تمام فحش و بُری باتون اور بخیلی کے میل کچیل سے دلون کو پاک کردیتا ہی اور
دنیا و مافیہا کی محبت سے بچا لیتا ہی اور فضل اسکا یہ ہی کہ اپنا شاہدہ عنایت کرتا ہی اور اپنی درگاہ مین تقرب دیتا ہی اور اپنی معرفت و توحید
سے سرفراز کرتا ہی اور اسرار کشف کردیتا ہی یہ خاص انھین بندون کے لیے ہی جنکو اپنی خدمت و خطاب خصائص مناجات و محبت کے واسطے
برگزیدہ فرمایا ہی اور نیز مغفرت یہ کہ یقین کو کشف کر کے نفس کو طمانینت و تسکین دیتا ہی اور فضل یہ کہ حکم ازلی پر رضامندی حاصل ہوتی ہی اور
نیز مغفرت یہ ہی کہ ماسواے حق کے جو عالم مخلوق ہی اس سے بے پروائی ہوتی ہی اور فضل یہ کہ وصال ملتا ہی۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ الشیطان یعدکم
الفقر یعنے بھلا دیتا ہی تمام اس فضل کو جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسکو ملا اور اسکا عادی ہو رہا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یعدکم الفقراے کفایت سے
زیادہ طلب کرنے پر آمادہ کرتا ہی پس یہ شخص اسی کا گویا بندہ اور اسی کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہی۔ اقول جیسے حدیث مین آیا کہ تباہ ہوا روپیہ و اشرفی کا بندہ
ہو۔ اور بعض نے کہا کہ فقر سے مراد حرص ہی اور اللہ وعدہ دیتا ہی قناعت کا۔ اور **شیخ ابو عثمان** رح نے فرمایا کہ دنیا ترک کرنے اور اس سے
منھ پھیرنے پر شیطان تمکو فقیر ہو جانیکا وعدہ و خوف دلاتا ہی اور اللہ تعالےٰ تمکو اسپر اپنی مغفرت و فضل کا وعدہ فرماتا ہی **قال المترجم** یہ کلام پاکیزہ ہی
اور تمام مقصود ان اکلام سے یہی ہی کہ دنیا کی کسی چیز پر محبت و اعتماد نہ کرین اور راہ خدا مین اپنی جان دین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین عجیب طور
سے یہ وعدہ پورا فرمایا۔ کہ انھون نے دنیا سے درحقیقت اعراض کیا مگر دنیا ان کے واسطے مال و متاع و حشمت و شوکت سے پھٹ پڑی اور وہ
ویسے ہی بے پروا تھے اور وجہ یہی ہی کہ دنیا سے انکو اعراض تھا اور راہ خدا مین جان دینا عین مقصود تھا پس کثرت جہاد سے دنیاوی سامان سب
نہایت کثرت سے موجود تھا اگرچہ انکی توجہ اس طرف بالکل نہ تھی اور حضرت محمد بن علی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیطان تمکو وعدہ دیتا ہی فقیر ہو جانیکا بسبب
اسکے کہ وہ خود محتاج ہی اور حکم کرتا ہی تمکو فحشا کا تاکہ اسکا اُجڑا ہوا گھر ہے کیونکہ یہی اسکے گھر کی آبادی ہی اور اللہ تعالےٰ تمکو مغفرت کا وعدہ دیتا ہی اور
اس سے تمہاری آخرت آباد ہی اور اللہ تعالےٰ وعدہ دیتا ہی اپنے فضل کا اور وہ یہ ہی کہ سواے جناب باری تعالےٰ کے سب سے استغنا ہی اور
بعض مشائخ نے فرمایا کہ قولہ الشیطان یعدکم الفقر۔ یہ خوف دلانا شیطان کا موحدین کو ہی کافرون کو نہین ہی کیونکہ کافر تو اس سے بدتر حال مین اسکے
تابع ہین پھر شیطان پہلے اسکو محتاجی سے ڈراتا ہی پھر جب وہ محتاجی سے ڈرا تو اسکو معصیت کی طرف بلاتا ہی یعنے ایسا کرو گے تو محتاجی نہ ہوگی
پھر جب آدمی نے معصیت کو حلال کرلیا تو اسکو نفاق کی طرف بلاتا ہی پھر جب اسنے نفاق کو حلال کرلیا تو اسکو کفر کی طرف بلاتا ہی مگر فقر سے وہی
ڈرجاتا ہی جو قسمت کو بھول گیا اور قسمت کو نہین بھولتا جسنے یہ جان لیا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے ازل مین جس شخص کے واسطے جو چاہا ہی وہ رزق
تقسیم کردیا ہی اس مین کمی بیشی نہین ہوسکتی ہی اور گناہون کی جڑ یہ ہی کہ آدمی اپنی خواہشون کی آگ روشن کرے اور نفاق کی جڑ یہ ہی کہ مخلوق کے لیے
اپنے کو آراستہ کرے اور کفر کی جڑ یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کی تقدیر مین جھگڑا کرے اور **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقر یہ ہی کہ جو چیز جس وجہ سے بنہ

یعنی چاہیے اسکے سوائے دوسری وجہ پر یوے اور جہان اسکے خرچ کا موقع ہو اسکے سوائے دوسری جگہ صرف کرے **قال المترجم** اس قول پر آیت
کے معنے یہ ہوے کہ شیطان تمکو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ جہان خرچ کرنا چاہیے وہان مت خرچ کرو اور جہان نہین خرچ کرنا چاہیے وہان خرچ کرو اور درحقیقت
بہتیرے لوگ ایسے نظر آتے ہین کہ راہ خیر مین خرچ کرنے کی حالت مین محتاج ہین اور بیجا صرف کرنے کے وقت مالدار ہین بھلا کسیکو دیکھا گیا کہ اس نے
خیرات کرنے کے واسطے قرض لیا ہو اور ایسے بہت ہین جنھون نے شادی بیاہ اور طعام اموات کی دھوم کے واسطے ہزارون قرض لیے فافہم
قولہ تعالےٰ یوتی الحکمۃ من یشاء منجملہ حکمت کے یہ ہے کہ باطن قلوب کے انوار سے نفس کے عیوب جو نہایت پوشیدہ و باریک ہین انکو دریافت کرکے
ترک کرے اور حکمت ایک ادب الٰہی ہے جو خلقت انسانی کی تہذیب کرتی ہے اور نیز حکمت یہ ہے کہ اخلاق الٰہی کی معرفت حاصل ہو اور نفس کے عیوب
اور شیطانی باریک باتین جانکر انکو ترک کرے اور علم شرعی کے ذریعہ سے عالم فرق کرلیتا ہے کہ یہ تو نفس کا وسوسہ اور شیطان کا بہکاوا ہے اور یہ فرشتہ کی
خاصیت جو انسان مین ہے اسکا ارشاد اور عقل کی ہدایت اور قلب کے نور سے بصیرت ہے اور منجملہ حکمت کے امور ذیل ہین یعنی جب حکمت حاصل ہوتی ہے تو یہ امور
حاصل ہوتے ہین۔ الہام حق اور نطق روح اور رموز اسرار اور اقسام خطاب حق اور مخلوق کے اقوال کی شناخت اور باطن کی بیماریون کا علاج اور وسوسہ کا
دفع کرنا اور مخلوق کے احوال مقامات کی شناخت۔ مکاشفات و مشاہدات مرتبہ ہونا۔ اور معرفت کی منزلین دریافت کرلینا اور توحید کے درجہ جان
لینا اور دیگر امور جو ان حقائق کے ساتھ متعلق ہین مثلاً ریا کی بہت باریکیان جو ظاہری علم سے معلوم نہین ہوتی ہین اور نفس کے شکوک و بڑے خطرے اور
علم لدنی تک پہونچنا و خاص خاص کرامتین و فراست پا جانا اور غیب کو غیب سے دیکھنا اور حق عزوجل کے ساتھ مخاطبت و مکالمہ اپنے خلوتون کے
اسرار مین اور مناجاتون کے انوار مین **قال المترجم** یہ اعلیٰ مقامات جنکی طرف شیخ رحمہ اللہ نے یہان اشارہ فرمایا اور بہت خوب اشارہ کیا ہے اور حکمت
ایک امر الٰہی جو شریعت و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع وجوہ سے پورے طور پر بجالانے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بندے کو حاصل
ہوتی ہے جیسا کہ امام مالک نے تصریح کی اور ایک جماعت سلف نے اشارہ کیا ہے اور یہی حق ہے فافہم پھر شیخ نے فرمایا کہ پھر جس کو یہ درجات دیدیے
جاتے ہین اسی کو انبیاء اور رسولون کی خلافت ملتی ہے اور ملائکہ کرام کے درجہ پر ہوتا ہے اور یہ منزلت تمام منازل اولیاء مین سے اعلیٰ درجہ کی ہے اور
اللہ تعالےٰ کے خاص بندون کے مقامات مین سے نہایت اونچا مرتبہ ہے اور دنیا و آخرت کی خیر یہی ہے یعنے سب سے عمدہ بھلائی ہے **قال المترجم**
بعض کا بڑے تصریح کردی کہ انبیاء علیہم السلام مین سے ہر ایک نبی کے قلب کے موافق افراد بشر کو جنکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ہے حکمت ملتی ہے
پس اس امت مین ایک خاص حکمت جو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہے وہ ایک ہی شخص کو عطا ہوگی اور باقی کو حکمتین ملین گی جو دیگر
انبیاء علیہم السلام کے قلب سے موافق ہونگے یعنے گویا وہ پرتو انکے قلب کا ہوگا اور بسا اوقات یہ ہوگا کہ ادنیٰ درجہ کی نبوت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت موافق
ہوگی اور بعید اس قول کا جو مشہور ہے کہ علماء اس امت کے مثل انبیاء بنی اسرائیل ہین یہی ہے اور حاشا کہ یہ معنے نہین ہین کہ ما و شما جتنے پڑھے لکھے پھرتے
ہین یہ انبیاء بنی اسرائیل کے مساوی ہین استغفر اللہ تعالےٰ پھر بھی جو لوگ اہل حکمت ہین اور اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے حکمت عطا کی ہے وہ درجہ
نبوت مین ان لوگون مین سے ادنیٰ نبی کے برابر بھی نہین ہین قال الشیخ اور نیز حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے خطاب مین رمز کو پاکر اس سے حق عزوجل
کی مراد دریافت کرنی پھر جو دریافت کیا ہے اسکو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے بجالاوے اور نیز حکمت یہ ہے کہ اعضاء ظاہرہ جنکو جوارح کہتے ہین نیچا کردے
اور خطرات کو دور کردے اور تقدیری بجلیان جو پیش آوین ان مین ٹھہرا ہوا ساکن رہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ حکمت وہ چیز ہے جو اشارات الٰہی خصائص
کلام سے روح ناطقہ کو حق سبحانہ تعالےٰ کی طرف سے حاصل ہو جاوے اور حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی آیات و مصنوعات مین اللہ تعالےٰ کے افعال
کی معرفت حاصل ہو **قال المترجم** جس طرح احکام قضا و قدر جاری ہین ان مین احتمالات ہوتے ہین حتیٰ کہ وہ لوگ جو مثل جانورون کے ہین انکو تدبیر کہتے ہین

۱ے مراتب مخلوقات کے جیسے اپنے اپنے مرتبہ پر بنا ہوتا ہے اور یہ بلکہ خاص دانائی ہے جو خاص لوگوں کو ملتی ہے ۱۲۔

۲ے یعنی عارف ان مقامات کو جانتا ہے اسی واسطے مرید کو اس کے درجہ کے موافق تعلیم کرتا ہے اور احادیث میں ہر شخص کے واسطے متفرق تعلیم کا یہی بھید ہے ۱۲ م

اور جو اُن سے کسی قدر اونچے مگر اُنہیں کے بھائی بندہیں بندہ کی قدرت سے کہتے ہیں یہ احتمالات غلط سب اُسوقت دور ہونگے جب وہ ان شواہد میں دیکھے گا کہ صرف حضرت حق عزوجل کی قدرت جاری ہو فافہم۔ اور سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حکمت اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ[1] خاصہ قدیمہ میں سے ہو اور اس کو کوئی نہیں پاسکتا ہو مگر اسی شرط سے کہ استقامت شریعت وسنت حاصل ہو اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہو کہ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو مقام حکمت کی طرف ہدایت کرے تو اسکی روح کو اس صفت کا لباس پہنا دیتا ہو حتیٰ کہ وہ روح ربانیہ صمدانیہ ہوجاتی ہو اور غائب امور کو اپنی فراست سے ادراک کرلیتی ہو اور حقائق اشیا یعنے چیزوں کی ماہیتیں اسی صفت خاص سے دریافت[2] ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں جس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچائی ہو یوں فرمایا ہو۔ لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی کنت سمعه الذی یسمع بی وبصره الذی یبصر بی ولسانه الذی ینطق بی وقلبه الذی یعقل بی۔ **مترجم** کہتا ہو کہ ان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہو اور اصل حدیث یوں ہو کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہو کہ من عادیٰ ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی من اداء ما افترضت علیه ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سالنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه الحدیث رواه البخاری یعنے جسنے میرے کسی ولی کو دشمن رکھا میں نے اسکو اپنے ساتھ لڑائی کا اشتہار دیدیا اور نہیں تقرب چاہا بندے نے میری طرف کسی چیز کے ساتھ جو مجھے زیادہ پسند ہو اس سے کہ ادا کرے وہ چیز جو میں نے اس پر فرض کردی ہو اور برابر میرا بندہ میری طرف نوافل سے تقرب چاہتا ہو یہانتک کہ میں اسکو محبوب کرلیتا ہوں پھر جب میں نے اسکو محبوب کرلیا تو میں ہوجاتا ہوں اسکے کان جنسے وہ سنتا ہو اور اسکی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہو اور اسکے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہو اور اسکے پاؤں جس سے وہ چلتا ہو اور اگر وہ مجھے مانگتا ہو تو میں اسکو عطا کرتا ہوں اور اگر مجھسے پناہ چاہتا ہو تو اسکو پناہ دیتا ہوں تا آخر حدیث اسکو بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہو اور معنے اسکے یہ ہیں کہ جو شخص اللہ عزوجل پر سچا ایمان لایا وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو پس جو اسکا دشمن ہو وہ خدا کا دشمن ہو اور فرائض وواجبات کا ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں نزدیکی حاصل ہوتی ہو اور اسپر نوافل بڑھانا زیادہ افضل ہو اور کافی ہیں وہ سنتیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت اور آج کے روز معروف ہیں اور انکے ادا کرنیکا نتیجہ یہ فرمایا کہ اسکے کان آنکھ ہاتھ و پاؤں سب کے افعال بقدرت الٰہی صادر ہوتے ہیں اور سب اعضا مذکور امر الٰہی پر چلتے ہیں اور یہ مرتبہ ابدال کا ہو جیسا کہ قطب الوقت **سید عبدالقادر جیلانی** علیہ الرحمہ نے فتوح الغیب میں تحریر فرمایا ہو فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال الشیخ پھر جب تمام وجود اُسکا اپنے خالق کی رویت میں مستغرق ہوا تو وہ قدرت حق سبحانہ تعالیٰ میں ہو **قال المترجم** شیخ رحمہ اللہ نے بیان اشارہ پر اکتفا کیا اور مراد یہ ہو کہ ابدال اپنے اختیار و حرکات وسکنات سے خارج ہوتا ہو اسکے اعضا وجوارح سب اسی خاطر پر حرکت وکام کرتے ہیں جو غیب سے اسپر وارد ہوتا ہو بعد وہ خود تو فنا ہوتا ہو اور بقاء حق عزوجل کے ساتھ باقی ہوتا ہو اور یہی اتحاد کے معنے ہیں پس غیب پر مطلع ہونا درحقیقت شان حضرت حی القیوم کی ہو اور یہ شخص بیچ میں پردہ ہو جسکو عوام سمجھتے ہیں کہ عارف سے زبان لے لی جاتی ہو وہ کچھ دہان بھید نہیں کہہ سکتا ہو حالانکہ وہ خود ہی فنا ہو مولوی روم فرماتے ہیں ؎ جملہ معشوق است وعاشق پردہٗ + زندہ معشوق است وعاشق مردہٗ اور ابدال وغیرہ کا اسکی حرکات وسکنات وعادات کے موافق افعال ادا کرنے سے بڑا ہو اور تحقیق وہ ہو جو میں نے اکابر طریقہ سے نقل کیا واللہ تعالیٰ اعلم اور بعض اکابر نے فرمایا کہ حکمت شاہد کرنا حق عزوجل کو تمام احوال پر ہو اور بعض نے فرمایا کہ حکمت یہ ہو کہ اپنے سر باطنی کو ورود الہام کے واسطے سب چیزوں سے مجرد کردینا اور **شیخ ابو عثمان** نے فرمایا کہ حکمت ایک نور ہو جو الہام ووسواس کے درمیان فرق کردیتا ہو یعنے اس نور سے تمیز ہوجاتی ہو کہ یہ الہام ربانی ہو یا وسواس شیطانی ہو اور **شیخ ابو عبدالرحمٰن** نے کہا کہ میں نے **شیخ منصور بن عبداللہ** سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے **کتانی** سے

[1] یعنی جو اسکی ذات کے واسطے صفات قدیمہ مثل علم وحکم وغیرہ کے ہیں نہ صفات اضافیہ وتشبیہ وغیرہ ۱۲

[2] قال المترجم اور جو امور علم الٰہی کے واسطے مخصوص ہیں وہ اسکو حاصل نہیں ہوتے۔ الا جتنا کہ اللہ تعالیٰ چاہے جیسا کہ اشارہ سے تعلیم واحکام اجتہادی کے جز مخصوص علم الٰہی میں ہیں فافہم ۱۲ م

[3] جب بندہ نوافل کے ذریعہ سے میری قربت حاصل کرتا ہے تو مجھ سے ایسا قرب حاصل ہو جاتا ہے کہ میں اس کے کان، آنکھ، زبان اور قلب ہو جاتا ہوں یعنے اس سے جس قدر افعال سرزد ہوتے ہیں وہ میری ہی مرضی کے موافق صادر ہوتے ہیں ۱۲ مصحح

سُنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسولون کو بھیجا کہ اسکی مخلوق مین سے جو نہایت نفیس ہین انکو نصیحت کرین اور کتاب کو ان لوگون کے دلون کی تنبیہ کے لیے نازل فرمایا اور حکمت کو اسواسطے اُتارا کہ انکی روحین اِس سے سکون پاوین اور رسول تو اللہ تعالےٰ کے حکم کی طرف بلاتا ہو اور کتاب اسکے احکام کی طرف بلاتی ہو اور حکمت اسکے فضل کی طرف اشارہ کرتی ہو۔ اور **شیخ قاسم** رحؒ نے فرمایا کہ حکمت یہ ہو کہ حق عزوجل کی طرف سے جو دل مین آنے والی بات ہو وہ تجھپر حکم چلاوے اور تیرے نفس کی خواہش تجھپر حکم نہ چلاوے **قال المترجم** یعنے جب بندہ حکم آلٰہی کی پابندی پر چلے اور نفس کی خواہش پر نہ چلے تو اسکو حکمت حاصل ہوگئی واللہ اعلم اور **شیخ جنید** رحؒ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ایک قوم کو حکمت کے ساتھ زندگی دی اور حکمت ہی کی وجہ سے انکی بوجھ کی اور فرمایا کہ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ اور **شیخ عبداللہ بن المبارک** نے فرمایا کہ حکمت خشیۃ اللہ تعالیٰ ہو یعنے خوف الٰہی جس کے ساتھ اُمید و محبت لگی ہو **قال المترجم** یہی قول شیخ ابوالعالیہ و مطر الوراق سے مروی ہو اور شیخ ابوالعالیہ نے کہا کہ حکمت خشیۃ اللہ ہو اسواسطے کہ خشیۃ اللہ سب حکمت کی چوٹی ہو اور ابن مردویہ نے ابن مسعودؓ سے مرفوعًا روایت کیا کہ حکمت کا سر یہ ہو کہ خشیۃ اللہ ہو **قال الشیخ** اور بعض نے فرمایا کہ حکمت یہ ہو کہ قول اسکا صیب ہو اور اسکے ساتھ اُسکے افعال بھی باخلاص صحیح ہون۔ **قال المترجم** مانند اسکے ابن ابی نجیح نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ صواب بات کہے **قال الشیخ** اور بعض اکابر سے کہا گیا کہ تمھین کب سے حکمت نے اثر کیا ہو فرمایا کہ جب سے مجھین حکمت شروع ہوئی تب سے مین اپنے آپ کو بہت حقیر جانتا ہون اور بعض نے فرمایا کہ حکمت اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہو اور حکما امین اللہ تعالےٰ کی طرف سے ذمہ دار کیے گئے ہین انکو انکے پروردگار نے حکم کیا ہو کہ اللہ تعالےٰ کے خزانہ کو اسکے بندون پر خرچ کرو۔ اور بعض نے فرمایا کہ حکمت وہ نور فطنت ہو اور **شیخ معروف کرخی** رحؒ نے فرمایا کہ جس کا علم اچھا ہوتا ہے اسکے دل مین حکمت نازل ہوتی ہو **قال المترجم** یعنے جسکا علم محض اللہ تعالےٰ کے واسطے ہوتا ہو اور وہ اللہ عزوجل کی معرفت کے واسطے علم سیکھتا اور رکھتا ہو اور اسپر اسکے موافق عمل کرتا ہو آخر اسپر حکمت نازل ہوتی ہو اور حدیث مین ابن عباسؓ کے واسطے حضرت صلعم نے حکمت عطا ہونے کی دعا فرمائی ہو فافہم اور **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکمت تمام علوم شرعی کا مجمع ہو اور اصل اسکی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ پس آیات تو فرض ہین یعنے کتاب اللہ تعالیٰ اور حکمت وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو **قال المترجم** یہ قول بہت ہی اچھا ہو اور کوئی شک نہین کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انوار ربانی ہین اور جو کچھ چاہیے سب ان مین موجود ہو ولیکن کمال حسرت ہو کہ بہتیرے آدمی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تفکر و تدبر نہین حاصل کرتے ہین بلکہ جدال و بحث مین اوقات ضائع کرتے ہین پس یہ عدم توفیق ہو اے میرے پروردگار اہل ایمان و اسلام کو توفیق عطا کر دے اور ہم سب کو بخشدے ربی اسالک العافیۃ فی الدارین۔ اور حضرت سہل رحمہ اللہ نے اپنے مشائخ کے واسطے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن مجید ایک حکمت اللہ تعالےٰ کی اسکے بندون کے بیچ مین موجود ہو پس جس نے قرآن سیکھا اور اسپر عمل کیا پس گویا نبوت اسکے دونون کندھون کے بیچ مین درج کی گئی سوائے وحی کے کہ اسکے پاس نہین آتی ہو پس اس سے انبیا کے حساب کے مانند حساب لیا جائیگا سوائے اسکے کہ رسالت پہونچانے کا اس سے حساب نہوگا۔ **قال المترجم** **شیخ ابن کثیر** رحؒ نے اسکے مانند وکیع بن الجراح کی تفسیر سے عبداللہ بن عمرو کا قول نقل کیا اور کہا کہ بعض احادیث مین ایسا آیا ہو اور معنے اسکے صحیح ہین کیونکہ ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ نہین حسد مگر دو باتون مین ایک یہ کہ کسی آدمی کو اللہ تعالےٰ نے مال دیا پھر اسکو توفیق سے مسلط کر دیا کہ وہ اس مال کو اللہ تعالےٰ کی راہ مین خرچ کرتا ہو اور دوم یہ کہ کسی آدمی کو اللہ تعالےٰ نے حکمت دی پس وہ اسکے موافق عمل کرتا اور اسکو سکھلاتا ہے رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ۔ قال الشیخ اور نیز سہل رحمہ اللہ نے اپنے مشائخ کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن حکمت ہو جس نے قرآن کو اپنے بڑھاپے مین سیکھا تو قرآن اسکے گوشت و خون مین مخلوط ہوگیا اور آگاہ رہو کہ دو زخ

کی آگ ایسے دل کو نہین چھوئیگی جسنے قرآن کو بھر لیا ہو اور نہ ایسے بدن کو جسنے قرآن کی حرام چیزون سے پرہیز کیا اور جس چیز کو قرآن نے حلال کہا ہو اس کو حلال جانا اور جس کو حرام کہا ہو اسکو حرام جانا اور قرآن کے حکم پر ایمان لایا اور قرآن کے تشابہ پر رک گیا یعنے مان لیا اور خوض نہین کیا - اور قرآن مین کوئی بدعت نہین نکالی - ھ - اور بعض مشائخ نے کہا کہ حکمت چار چیزین ہین علم وحلم وعقل ومعرفت اور شیخ ابو بکر الوراق رح نے فرمایا کہ حکمت جس کے پاس ہو اسکو کبھی فاقہ نہین ہو اللہ تعالی نے فرمایا ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا - قال المترجم لیث بن ابی سلیم نے مجاہد سے روایت کی کہ حکمت کچھ نبوت نہین ولیکن وہ علم وفقہ یعنے دین کی سمجھ اور قرآن ہی اور ضحاک نے ابن عباس سے مرفوعا روایت کی کہ وہ قرآن یعنے قرآن کی تفسیر جاننا ابن عباس رض نے فرمایا اس لیے کہ قرآن کو نیکوکار وفاسق سب پڑھتے ہین رواہ ابن مردویہ قال المترجم حکمت کی تفسیر مین ائمہ علماء ومشائخ کبار کے اقوال اگرچہ مختلف معلوم ہوتے ہین مگر درحقیقت ان مین اختلاف نہین ہو اگر اللہ تعالی حکمت دیدے اور حکمت کی سمجھ عطا فرماوے تو ظاہر ہو جاوے کہ ان سب کا مآل واحد ہو اور جس قدر اقوال نقل کیے ہین سب صحیح ہین اور ہر درجہ کے لائق اس مقام کی حالت ہی فافہم - قال الشیخ قولہ تعالے وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ - اپنے اولیاء کو بشارت وخوشخبری دیتا ہو کہ انکو ثواب عظیم وجزائے جمیل ملیگی اور انکو آمادہ فرماتا ہو کہ اپنی جان ومال کو اسپر قربان کرین اور انکو ادب سکھلاتا ہو کہ الہامی خطرات کو دل سے بوتین اور زبان سے بھی کہین اور اپنے اولیاء کو ڈراتا ہو کہ اوتعالے عزوجل انکے دلی خیالون وپوشیدہ بھیدون پر مطلع ہی اور وہ قبول نہین فرماتا مگر وہی جو اخلاص سے ہو اور جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالے ہر دو فریق نیکوکار وبدکار کو بدلا دیگا پس نیکوکار کو اسکی نیکیون کا اور بدکار کو اس کی بدیون کا بدلا دے گا - اور واسطی رح نے فرمایا کہ اس سے ایک قوم کی طرف اشارہ فرمایا کہ انکو انکے مال واولاد کچھ نفع نہ دین گے یعنے اللہ تعالے اپنے علم قدیم سے ایسون کو جانتا ہو جن کا خاتمہ بخیر کیا جائیگا قال المترجم پس اس آیہ کریمہ مین وعدہ ووعید دونون ہین

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ

اگر ظاہر کرکے دو خیرات کو توکیا اچھی بات ہی اور اگر چھپاؤ اور فقیرون کو بھی پہنچاؤ تو وہ بہتر ہی تمھارے لیے

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

اور جھاڑ دے گا تم سے کچھ تمھارے گناہون سے اور اللہ تعالے جو تم کرتے ہو اس سے خبردار ہی

اِنْ تُبْدُوا - تظہروا - الصَّدَقٰتِ - النوافل - یعنے اگر تم نفل صدقون کو ظاہر کرو تو - فَنِعِمَّا هِيَ - ای نعم شیئا ابداؤہا یا اچھی چیز ہی یعنے اظہار اسکا بہتر ہی - وَاِنْ تُخْفُوْهَا - تسروہا - اور اگر پوشیدہ دو صدقات کو - وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ - من ابدائہا وایتائہا الاغنیاء - اور صدقات فقیرون کو دیدو تو وہ تمھارے لیے بہتر ہی یعنے تمھارے لیے صدقات کے ظاہر کرنے اور تونگرون کو دینے سے بہتر ہی اور یہ صدقہ نفل مین حکم ہو - اما صدقۃ الفرض فالافضل اظہارہا لیقتدی بہ ولئلا یتہم وایتاؤہا الفقراء متعین - یعنے اما صدقہ فرض یعنے زکوۃ تو افضل یہ ہو کہ اسکو ظاہر کرکے دیوے تاکہ اور لوگ اسکی اقتدا کرین اور تاکہ وہ متہم نہ کیا جاوے کہ زکوۃ دیتا ہی یا نہین دیتا ہو - اور صدقہ فرض تو فقیرون ہی کو دینا متعین ہو اسی واسطے بعضے کہا کہ یہ آیت صدقہ نفل مین ہی وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ - بالیاء وبالنون مجزوما بالعطف علے محل فہو ومرفوعا علے الاستیناف - یعنے ابن عامر وحفص کی قراءۃ بیاء تحتانیہ ہو اور باقیون کی قراءۃ بنون ہی اور اخیر جزم کے ساتھ قراءۃ حمزہ ونافع وکسائی کی ہی بسبب اسکے کہ فہو کے محل پر عطف ہی پس جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہو اور آخر رفع کے ساتھ باقیون کی قراءۃ ہی بنابر آنکہ جملہ مستانفہ شروع ہوا ہو - مِّنْ - بعض سَيِّاٰتِكُمْ - بقراءت اول معنے یہ کہ اللہ تعالے تمھارے

گناہ بخشے (حمزہ وغیرہ) یاوہ بخشے گا (باقیہ) اور بقراءۃ دوم یہ معنے کہ ہم تمہارے گناہ بخشینگے (حمزہ وغیرہ) یاہم بخشینگے (باقیہ)۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ یعلم باطنہ کظاہرہ ولایخفی علیہ شئ منہ۔ اور اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے یعنے تمہارے کامون کے باطنی حال کا دانا ہے جیسے ظاہر کا دانا ہے اور اس مین سے اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہے۔ف ابن ابی حاتم نے بسند حسن حضرت عامر الشعبی تابعی سے روایت کی کہ آیۂ کریمہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے حق مین نازل ہوئی پس عمرؓ نے اپنا نصف مال لاکر حضرت صلعم کو دیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے کہا کہ تو نے اپنے لوگون کے واسطے کیا چھوڑا ہے عرض کیا کہ نصف مال مین نے انکے واسطے چھوڑ دیا ہے اور ابوبکر اپنا کل مال اس طرح لائے کہ قریب تھا کہ ان کو اپنے آپ بھی خبر نہو یہانتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خفیہ لاکر دیدیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اپنے پیچھے اپنی اہل کے واسطے کیا چھوڑا ہے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ واسکے رسول کا وعدہ پس عمرؓ رونے لگے اور کہا کہ ای ابوبکر تمپر میرے مان باپ فدا ہون واللہ ہم لوگون نے کسی امر خیر مین تمپر سبقت نہین چاہی مگر تم اسمین ہم سب سے آگے ہی نکلے۔ اور یہ حدیث دوسری وجہ سے بھی عمرؓ سے مروی ہوئی ہے کذا ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ یہ آیت اس حکم مین عام ہے کہ صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل ہو اسکا پوشیدہ دینا افضل ہے اقول یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے لیکن ابن جریر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ تطوع کو علانیہ کی بہ نسبت پوشیدہ دینا افضل قرار دیا کہا جاتا ہے کہ ستر گونہ افضل ہے اور صدقہ فریضہ کو علانیہ دینا افضل قرار دیا کہا جاتا ہے کہ پچیس گونہ افضل ہے قال المترجم۔ یہان سے معلوم ہوا کہ مفسر سیوطی رح نے آیت کو صدقہ نفل کے ساتھ اسی وجہ سے مخصوص کیا ہے کہ صدقہ فریضہ یعنے زکوٰۃ مین اظہار افضل ہے اور بعض نے ذکر کیا کہ جمہور مفسرین اس طرف گئے ہین کہ آیۂ مذکورہ صدقہ نفل کے حق مین ہے اور معالم مین ذکر کیا کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ مفروضہ کے حق مین ہے اور رسول اللہ صلعم کے وقت مین اسکو خفیہ دینا افضل تھا اور رہا ہمارے زمانہ مین اسکو ظاہر کر کے دینا افضل ہے تاکہ اس کی طرف بدگمانی نہو۔ قال المترجم ظاہر کلام شیخ ابن کثیر دلالت کرتا ہے کہ آیت عام ہے خواہ صدقہ فرض ہو یا نفل ہو جیسا کہ اوپر کی آیت مین بھی عام لیا ہے اور اس صورت مین گویا اس آیت سے ایک نوع کی تفصیل اس اجمال کی ہوگی جو آیت سابقہ مین ہے اور اسی کی مؤید یہ بات ہے کہ جملہ مین واو عاطفہ درمیان مین نہین ہے بلکہ ان تبدوا الصدقات بلا حرف عطف فرمایا ہے فافہم۔ پھر قولہ نعما ہے۔ دراصل نعم ما ہے۔ یہ ادغام اسکے کیسا ہے۔ اور یہ مخصوص بالمدح ہے ولیکن مفسرؒ نے مضاف مقدر کیا ای ابداء چنانچہ کہا ابداؤہا۔ تاکہ جزا کا ارتباط شرط کے ساتھ بخوبی ہو جاوے اور اسی پر دلالت کرتا ہے مذکر آنا ضمیر فھو خیر لکم کا ای فاخفاء ہا خیر لکم۔ پس ابداؤ ہا نے مین گویا تطابق نظیرین بھی ہوگا اور معنے یہ ہین کہ اظہار بھی بہتر اور اگر اخفا ہو تو اس سے بہتر ہے کیونکہ خیر افعل التفضیل کے معنے مین ہے اور حاصل یہ کہ دونون مین سے ہر ایک مقبول ہے جبکہ نیت صادقہ ہو کیونکہ ریاکاری کی مذمت تو پہلے ظاہر ہو چکی ہے پس یہان اظہار کو جو خوب فرمایا تو اسی طور سے کہ بغرض ریاکاری نہو اور یہ ضرور نہین کہ جو اظہار ہو وہ بطور ریا ہو۔ اور مفسرؒ نے جو کہا وابتائہا الاغنیاء۔ تو بنظر قولہ وتؤتوہا الفقراء۔ یعنے چھپا کر فقیرون کو دینا بہتر ہے بہ نسبت اظہار کرنے وتونگرون کے دینے کے اور یہ اسوجہ سے کہ سوائے زکوٰۃ کے صدقہ نفل مین خصوصیت فقیرون کی نہین ہے جیسے کہ زکوٰۃ مین خصوصیت ہے کہ فقیرون ہی کو دیا جاوے مگر آنکہ ادا کرنے والے کو شناخت نہوئی ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تکلف ظاہر ہے۔ اور اگر آیت قدسی فرائض ونوافل کو عام رکھی جاوے تو اسکی حاجت نہین ہے فافہم۔ اور محی السنہ نے باسناد مالک رحمہ اللہ ابوسعید خدری وابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہین کہ اللہ تعالےٰ انکو اپنے سایہ مین لیگا جس دن سوائے اسکے سایہ کے کوئی سایہ نہوگا۔ حاکم عادل اور وہ جوان کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت مین نشو ونما پائے۔ اور وہ مرد کہ جب مسجد سے نکلا تو دل اسکا مسجد مین لگا رہا کہ کب اس مین لوٹ آوے اور دو مرد کہ باہم اللہ تعالےٰ کے ہی واسطے

اکٹھا ہوے اور متفرق ہوے یعنے انکا ملنا وجدا ہونا اللہ تعالے ہی کے واسطے تھا۔ اور وہ شخص کہ اسنے تنہائی مین اللہ تعالے کو یاد کیا کہ آنسو جاری ہوے۔ اور وہ مرد کہ اسکو ایسی عورت نے جو منصب والی وجمال والی ہو بلایا پس اسنے جواب دیدیا کہ مین اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہون۔ اور وہ شخص کہ اسنے کوئی صدقہ دیا کہ اسکا بایان ہاتھ نہین جانتا کہ اسکے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہی قال المترجم یہ حدیث صحیحین مین موجود ہی اور نیز حدیث مین ہی کہ پوشیدہ صدقہ دینا پروردگار کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہی اور اس باب مین احادیث مرفوع بہت ہین جنسے ظاہر ہی کہ پوشیدہ صدقہ دینا مطلقاً افضل ہی اور یہی ائمۂ حنفیہ کا مختار ہی اور بعض نے قول شافعی کو زکوٰۃ مین اختیار کیا ف۲ شیخ نے عوارف مین ذکر کیا قولہ تعالے ان تبدوا الصدقات فنعما ہی۔ اگر دینا مقام یقین سے بصفت تمکین ہو اور اگر دینا اس طرح ہو کہ وہ شخص محق ہو مطالعہ نفس سے بصفت اخلاص تو اظہار اچھا ہی یعنے جو شخص مقام تمکین مین ثابت قدم ہی اور اسکو نفس وغیرہ کے خطرات اور نیز طرح طرح کے تغیر حالات سے اگرچہ خیر ہون کچھ جنبش نہین ہوتی ہی اور وہ مقام عرفان مین ثابت قدم ہی کہ ہر چیز بہر فعل سکا اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی اور یقین اسکو کامل حاصل ہی وہ اگر اظہار کرے تو خوب ہی اور اگر نفس مطلع ہو تو وہ اسکے وساوس اور بجیدگی مین حق کی جانب قائم رہے اور اخلاص کی خاص صفتین پوری رہین اور جو باتین موٹی موٹی اخلاص کے خلاف ہین اور جو باریک خفیہ امور خلاف اخلاص ہین ان سے برطرف رہے تو اظہار خوب ہی قال الشیخ اور نیز اگر تونے صدقہ دینے کا اعلان اس غرض سے کیا کہ مریدون کو اس مین گرفتار کردے اور انکے اسرار باطنی کو جوش دلادے کہ ہماری بحث کی شرطون سے اپنی دین ہمپر صدقہ کرین تو یہ خوب بات ہی اسواسطے کہ مقام تمکین کے اوپر جمے ہوے شخص کا جو معاملہ ہوتا ہی وہ معرفت طلب کرنے والون کے لیے پیشوا ہو جاتا ہی اور اگر ایسا کیا کہ جو تونے کیا اسکو اپنے نفس سے اور مخلوق کی التفات کرنے سے اور طبیعت کے عوض چاہنے سے چھپا ڈالا تو وہ بہت بہتر ہی اسواسطے کہ اپنے افعال پر نظر ڈالنے اور بدلے کی طمع رکھنے سے باطن کو پاک کھنا ان خطرات کو خوب دور کرتا ہی جن مین ریا کا میل ہی اور اس کا یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ تمام احوال مین نفس کا منھ بھرا رہتا ہی قال المترجم یعنے باطن کو ایسے امر کا متوقع ہی نہ رکھے کہ نفس وہان تصرف کرکے باریک ریا کا میل ملا ہوا خطرہ پیدا کرسکے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ

تیرا ذمہ نہین انکو راہ پر لانا ولیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو چاہے اور مال جو خرچ کروگے سو اپنے واسطے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ

اور جب تک نہ خرچ کروگے مگر اللہ تعالے کی خوشی چاہنے کو اور جو خرچ کروگے خیرات وہ پوری ملے گی تمکو

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اور تمھارا حق کم نہین کیا جاویگا۔

لما منع النبی صلعم من التصدق علی المشرکین لیسلموا نزل۔ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ۔ ای الناس الی الدخول فی الاسلام وانما علیک البلاغ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال صدقات مشرکون کو دینے سے منع کیا تاکہ وہ لوگ اسلام لادین تو نازل ہوا نہین ہی تجھپر راہ دینا انکا یعنے لوگون کا اسلام مین داخل ہونا تیرے اختیار مین نہین اور تجھپر تو فقط یہی ہی کہ حکم پہونچادے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ہدایتہ۔ ولیکن اللہ تعالے جس کی ہدایت چاہے اسکو اسلام مین داخل ہونے کی ہدایت فرماتا ہی۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ۔ مال فَلِاَنْفُسِكُمْ۔ اور تم لوگ جو کچھ خیر یعنے مال صدقہ کروگے وہ تمھارے لیے ہی کیونکہ اسکا ثواب تمھین کو ملے گا۔ وَمَا تُنْفِقُوْنَ

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ اے ثوابہ لا غیرہ من اغراض الدنیا۔ اور تم نہین صدقہ کروگے مگر وجہ اللہ کی خواہش سے یعنے ثواب الٰہی کے لیے ف
یعنے فقط ثواب الٰہی کے واسطے نہ اور کسی غرض دنیاوی کے لیے اور یہ خبر بمعنے نہی ہے ای لا تنفقوا ست خرچ کرو مگر اسیواسطے۔ وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ۔ جزاؤہ۔ اور تم جو کچھ مال خرچ کروپورا ادا کیا جائیگا تمکو ف یعنے بعینہ وہی نہین بلکہ اسکا ثواب پورا ملے گا وَاَنْتُمْ
لَا تُظْلَمُوْنَ۔ لا تنقصون منہ شیئا۔ اور تم کچھ ظلم نہین کیے جاؤگے ف یعنے تمھارے حق مین اس مین سے کچھ بھی کم نہوگا ابن عباس رض سے
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے تھے کہ صدقہ نہ دیا جاوے مگر اہل اسلام ہی کو یہانتک کہ یہ آیت اتری لیس علیک ہداہم الآیہ پھر اسکے بعد حکم دیتے تھے کہ
جس مین والا سوال کرے اسکو دو رواہ ابن ابی حاتم اور نسائی نے ابن عباس سے روایت کی کہ کانوا یکرہون ان یرضخوا لانسابہم من المشرکین فسالوا فرخص لہم
فنزلت ہذہ الآیہ۔ یعنے اہل اسلام کراہت کرتے کہ رزق دین قرابتی مشرکین کو پس انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا پس آپ نے
اجازت دی تب یہ آیت نازل ہوئی قال المترجم اجازت دینے کے معنے یہ ہین کہ آپ نے انکو یا اجازت دیدی کہ ہان اگر انکو دو تو روا ہے
کیونکہ حاکم و نسائی کی روایت مین توضیح ہے کہ مسلمانون مین سے چند لوگون کی قرابت یہود مین تھی اور رضاعت کا تعلق تھا اور قبل اسلام کے یہ لوگ ان کو
نفقہ دیتے تھے پھر جب اسلام آیا تو انھون نے کراہت کی پس یہ آیت نازل ہوئی اور محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ پہلے
ذمی فقیرون کو صدقہ دیا کرتے تھے پھر جب فقرا مسلمین بہت ہو گئے تو رسول اللہ صلعم نے مشرکون کو صدقہ دینے سے ممانعت کردی تاکہ
ان لوگون کو محتاجی اس بات پر آمادہ کرے کہ دین اسلام مین داخل ہون پس نازل ہوا قولہ لیس علیک ہداہم الآیہ۔ ہدایت سے مراد ہدایت بیانی
نہین ہے کیونکہ ہدایت بیانی تو حضرت صلعم پر واجب تھی بلکہ مراد یہان ہدایت توفیقی ہے پس لیس علیک یعنی لیس بواجب علیک توفیق ہداہم یعنے
تجھپر یہ واجب نہین ہے کہ تو انکو راہ پر پہونچا دے قال البیضاوی یہ صریح ہے کہ ہدایت توفیقی اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار مین ہے اور یہ اسی کی مشیت
سے ہے کہ ایک قوم کو دیتا ہے اور دوسری قوم کو نہین دیتا ہے اور یہی مذہب اہل سنت کا ہے کما قال ولکن اللہ یہدی من یشاء۔ اور قولہ وما
تنفقوا من خیر فلانفسکم۔ اس مین ما شرطیہ ہے اسی سے نون حذف ہوا اشار الیہ فی المعالم اور خیر سے مراد مال ہے اور تفسیر قولہ ان ترک خیرا الوصیۃ
للوالدین والاقربین۔ مین گذر چکا ہے۔ قولہ وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ۔ یہان وجہ اللہ یا جسکے سے مراد ثواب اللہ تعالیٰ ہے اور یہ استعمال جسکے
ملنے مین شائع ہے جیسے بولتے ہین انفقت کذا علی وجہ الخیر۔ وجہ خیر پر مین نے اس قدر صرف کیا اور نفی بمعنے نہی ہے و معنے یہ ہین کہ لا تنفقوا لغرض
الا لمسند الغرض۔ یعنے کسی غرض سے خرچ مت کرو سوائے اس نیت یعنے ثواب کے۔ اور حسن بصری رح نے کہا کہ مومن کا خرچ کرنا خیرات
کا اپنے ہی ذات کے واسطے ہوتا ہے اور مومن جب صدقہ کرتا ہے تو نہین صدقہ کرتا مگر اسی واسطے کہ رضا و ثواب الٰہی حاصل ہو اور عطاء
خراسانی نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ جب تو نے لوجہ اللہ دیدیا تو تجھپر یہ نہین کہ اسکے اعمال کیسے ہین قال ابن کثیر اور یہ معنے پسندیدہ ہین
قال المترجم علی ہذا یہ جملہ حال واقع ہوا یعنے جو تم خرچ کروگے وہ اپنے ہی واسطے درحالیکہ تم خرچ نہین کروگے مگر اسی غرض سے کہ تمکو ثواب آئی
ملے اور اسکو بیضاوی نے مختار رکھا ہے اور نفی بمعنے نہی لینا تکلف و ضعف سے خالی نہین ہے قال ابن کثیر اور حاصل اسکا یہ ہے کہ صدقہ دینے
والے نے جب لوجہ اللہ صدقہ دیدیا تو اسکا ثواب ثابت ہوگیا اور اس پر یہ نہوگا کہ نفس الامر مین کیسے شخص کو پہونچا وہ نیکوکار ہے یا بدکار ہے بلکہ
وہ اپنی نیت و قصد پر ثواب پاویگا اور تتمہ آیت کریمہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ فرمایا وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون۔ اور حدیث
ابو ہریرہ رض بھی اسی پر دال ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین آج رات کچھ صدقہ کرونگا پس صدقہ لیکر نکلا اور ایک زانیہ یعنے فاحشہ عورت کے
ہاتھ مین دیدیا۔ صبح کو لوگون نے باتین کرنی شروع کین کہ زانیہ کو صدقہ دیا گیا جب صدقہ دینے والے کو معلوم ہوا تو اس نے کہا اللہ تعالےٰ

کی حمد کی اور کہا کہ آج رات پھر صدقہ دونگا پس اس رات ایک تونگر کے ہاتھ رکھا صبح کو لوگون نے کہا تونگر کو صدقہ دیا گیا اس شخص نے کہا کہ پروردگار میرے تجھی کو حمد ہے آج رات مین پھر صدقہ دونگا پس نکلا ایک چور کے ہاتھ مین رکھا صبح لوگون نے باتین کین کہ رات ایک چور کو صدقہ دیا گیا اس شخص نے کہا کہ پروردگار میرے تجھی کو حمد ہے زانیہ و تونگر و چور کے صدقہ دلوانے پر پھر اسکے پاس کہلایا گیا کہ تیرا صدقہ جسقدر تو نے دیا سب قبول ہوا یعنے اسوقت کے پیغمبر کے ذریعہ سے بتلایا گیا پس زانیہ کا تو شاید یہ ہو کہ اس مال صدقہ کی وجہ سے زنا سے عفیفہ ہو جاوے اور رہا تونگر تو شاید نصیحت حاصل کرے اور جو اللہ تعالی نے اسکو دیا ہے اسمین سے خیرات کرے اور چور شاید اس صدقہ کی وجہ سے چوری سے باز رہے۔ رواہ البخاری و مسلم۔ اس شخص نے علانیہ لوگون کو صدقہ نہین دیا تھا پس غایت اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر صدقہ دینے کے بعد ظاہر ہو کہ وہ شخص جسکو صدقہ دیا ہے وہ فاجر یا تونگر تھا تو اسکو اپنی نیت پر ثواب ملیگا اور یہ اس مین نہین مذکور ہے کہ ابتداءً ایسے لوگون کو صدقہ دینا روا ہے اور حدیث مین ثابت ہے کہ۔ لا یاکل طعامک الا تقی۔ یعنے چاہیے کہ تیرا طعام وہی کھاوے جو پرہیزگار ہو **قال المترجم** حق یہ ہے کہ مخلوق الہی رزق دیے جانے مین مساوی ہے پس اگر کوئی کافر یا فاجر بھوکون مرتا ہو تو اسکو صدقہ دینا موجب ثواب ہے اور جبکہ ایسی حالت نہو تو صدقہ کیواسطے مراتب ہین یعنے مثلاً ایک آدمی کا کھانا ایک شخص صدقہ دینا چاہتا ہے تو اولی یہ ہے کہ کنبہ والون سے محتاج کو دے اور اگر ایک متقی دوسرا فاجر ہو تو متقی کو ترجیح دے کہ اس مین زیادہ فضل ہے اور اگر فاجر کو دیدیا تو ضائع نہوگا علی ہذا القیاس محلہ مین بھی مسلمان متقی بہ نسبت مسلمان فاجر کے اولی ہے اور مسلمان فاجر بہ نسبت کافر کے صدقہ دینے مین اولی ہے فافہم پھر یہ سب اس صدقہ کی بابت ہے جو نفل ہو اور جو صدقہ فرض و واجب ہے مثل زکوۃ و صدقہ فطر وغیرہ کے تو زکوۃ مین علمانے بالاتفاق کہا ہے کہ مستحق اسکے مسلمان فقیر ہین اور گویا بھید یہ ہے کہ وہ مسلمان تونگرون ہی سے لیا جاتا اور انھین کے فقیرون کو دیا جاتا ہے اسیواسطے ہر مقام کی زکوۃ کو وہان سے دوسرے مقام و شہر کے محتاجون کے لیے بیجانا مکروہ کہا گیا ہے اور رہا صدقہ فطر تو جمہور علما اسکو مثل زکوۃ کے قرار دیتے ہین اور امام ابو حنیفہؒ نے جائز رکھا ہے کہ ذمی فقیرون کو دیا جاوے اور ذمیون سے وہ کافر مراد ہین جو مسلمانون کی ذمہ داری مین مسلمانون کے مطیع ہو کر رہتے ہین پھر یہ سب تقریر اس بنا پر سابق ہے کہ قولہ وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ حال واقع ہے اور مفسرؒ نے باتباع معالم وغیرہ کے اسکو خبر بمعنے نہی قرار دیا ہے اور اس صورت مین یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب بمعنے نہی ہوا تو جملہ انشائیہ ہوا اور ما قبل اسکا جملہ خبریہ ہے پس خبر پر انشا کا عطف لازم آتا ہے اور یہ ممنوع ہے اور جواب ہو سکتا ہے کہ جملہ سابقہ بھی بتاویل انشا قرار دیا جاوے ای انفقوا ما ینفع لانفسکم **ذکرہ فی بعض حواشی البیضاوی** اور اولی یہ ہے کہ یہ معنے لیے جاوین ای لیس نفقتکم الا لابتغاء وجہہ فما لکم ان تکونوا کارہین۔ یعنے نہین ہے تمہارا نفقہ دینا مگر بخواہش ثواب الہی پھر تم اسمین کیون کراہت کرتے ہو فافہم واللہ اعلم ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی لیس علیک ہدیہم۔ آپس کے عمل در آمد اور ایک دوسرے کی سفارش کرنے سے اسباب ہدایت کو الگ قطع کر لیا تا کہ اہل ولایت کے دلون پر خیال نہ رہے اور اسکا سرانجام اپنی ہی ذات پاک کی طرف رکھا کہ مین ہی انکا ہادی ہون قولہ تعالی وما تنفقوا من خیر فلانفسکم۔ مجاہدہ و ریاضت بھی خیر ہے پس اسکا نتیجہ جو تمنے اپنے بدنون سے اٹھایا اسکی جزا تمہارے واسطے ہے اور تمنے اپنے قلوب کو جو جدائی کے رنج کھینچے ہین اور انکو شوق کی آگ سے جلایا ہے اسکی جزا جو کچھ ہے وہ میرے ہی علم مین ہے اور یہ ویسا ہی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کے بارہ مین اللہ تعالی عز و جل سے قول قدسی نقل فرمایا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ آدمی کا ہر کام تو اسکے واسطے ہے سوائے روزے کے کہ وہ میرے واسطے ہے اور مین ہی اسکا بدلا دونگا اور شیخ کا یہ منشے ہین کہ تمہارے اعمال کی جزا تمہارے واسطے ہے اور میرے واسطے میرا فضل کرنا کہ تمام فضل میری ہی طرف سے ہوگا اور یہ فضل مین تمپر اپنی طرف سے نازل کرونگا کچھ تمہارے افعال و اعمال پر نہوگا اسواسطے کہ فضل کرنا میرا خاصہ ہے اسمین بندے کی بندگی کو کچھ دخل نہین ہے **قال المترجم** جاننا چاہیے کہ حدیث مین ہے کہ تم مین سے کوئی اپنے عمل سے جنت مین داخل نہوگا حتی کہ آپ نے اپنی ذات مقدس کے حق مین بھی یہی فرمایا اور اللہ تعالی نے جزائے اعمال مقرر فرمائی ہے تو کلام شیخ سے یہ نکتہ نکلا کہ جنت ایک فضل باری تعالی ہے پس جب بندہ مقبول ہوا اور فضل باری تعالی کے قابل ہوا تو جزائے اعمال

تو اسکی ذات کے واسطے ہی اور فضل باری تعالےٰ ہی پس اعمال وہ نشان مقبولیت ہیں اور رضاے الٰہی اسی مقبولیت پر ہی اور اسی واسطے آیا ہی کہ جنت رضاے الٰہی ہی اور اہل سنت نے اتفاق کیا ہی کہ اعمال بندے کی سعادت کی دلیل ہیں اور جنت وغیرہ نعمتیں سب فضل الٰہی پر موقوف ہیں اعمال پر نہیں ہیں اسواسطے کہ جو نعمتیں انسان کو زندگی میں عطا ہوئی ہیں یہ عبادت انکا عوض بھی نہیں ہو سکتی ہو کجا کہ وہ اسپر اور بدلے کا مستحق ہو پس حاصل یہ ہی کہ جو اہل سعادت ہیں انپر اعمال خیر آسان ہیں اور اہل شقاوت پر اعمال شر آسان ہیں کل میسر لما خلق لہ ہر ایک پر وہ آسان کیا گیا جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہی اور جنت وغیرہ فضل رب ہی فتفکر

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ

دینا ہی ان مفلسوں کو جو اٹک رہے ہیں اللہ تعالےٰ کی راہ میں نہیں استطاعت پاتے ہیں کہ چل کھڑے ہوں ملک میں سمجھے ان کو

الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ

بے خبر آدمی تونگر انکے نہ مانگنے کی وجہ سے تو پہچانتا ہے ان کو ان کی صورت سے نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

ع ۳۷ ۵

جو تم خرچ کروگے کام کی چیز سو اللہ تعالےٰ اسکو خوب جاننے والا ہی

لِلْفُقَرَآءِ - یہ مبتداے محذوف کی خبر ہی ای الصدقات للفقراء اور مترجم کہتا ہی کہ ترجمہ آیت میں جو لفظ مقدر ہوا یعنے دینا چاہیے فقراء کو یہ زیادہ موزوں ہی - الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - ای احبسوا انفسهم علی الجهاد ونزلت فی اهل الصفة وهم اربعمائة من المهاجرین ارصدوا لتعلیم القرآن والخروج مع السرایا - یعنے جنھوں نے روک رکھا ہی اپنی جانوں کو جہاد کرنے پر - اور نازل ہوئی یہ آیت اہل صفہ کے حق میں اور وہ چار سو آدمی مہاجرین میں سے تھے اسی واسطے مستعد تھے کہ قرآن کی تعلیم کریں اور جن لشکروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ فرماویں انکے ساتھ جاویں - لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ - سفرا - للتجارة والمعاش لشغلهم عنه بالجهاد - ملک میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ف یعنے واسطے تجارت کرنے اور کمانے کے اس وجہ سے کہ جہاد کرنے میں مشغول ہو کر اس سفر سے منہ موڑے ہیں اور تعفف رکھتے ہیں حتی کہ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ بحالهم - اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ - تعففهم عن السوال ترکہ جو ان کے حال سے واقف نہیں وہ انکو تونگر خیال کرتا ہی بوجہ تعفف کے ف یعنے بسبب اسکے کہ مانگنے سے عفت کرتے ہیں اور سوال کرنا ترک کر دیا ہے تَعْرِفُهُمْ - یا مخاطب - بِسِيْمٰهُمْ - علامتهم من التواضع واثر الجهد یعنے اے مخاطب کچھ دار تو انکو ان کی علامت سے پہچان سکتا ہی کہ تواضع سے رہتے ہیں اور مشقت اٹھانے کا اثر نیز ظاہر ہی - لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ - شیئا فیلحفون - اِلْحَافًا - ای لا سوال لهم اصلا فلا یقع منهم الحاف وهو الالحاح - یعنے نہیں سوال کرتے لوگوں سے کچھ تاکہ الحاف کریں الحاف کرکے یعنے انکی طرف سے بالکل سوال ہی واقع نہیں ہوتا پس انسے الحاف بھی نہیں واقع ہوتا ہی اور الحاف یعنے الحاح ہی یعنے کسی سے سوال نہیں کرتے تو الحاح بھی نہیں کرتے - وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ - فیجازیکم علیه - اور جو کچھ تم مال سے صدقہ کرو تو اللہ تعالےٰ اسکا علیم ہی ف پس تمکو اس خیرات کرنے پر جزا و ثواب عطا کریگا - قولہ للفقراء کے لام کے تعلق میں ایک قول تو مفسر نے ذکر کر دیا کہ خبر مبتدا محذوف ہی ای الصدقات ثابت للفقراء - اور بعض نے کہا کہ للفقراء الذین صفتهم کذا حق واجب یعنے جن فقراء کی صفت مذکور ہی انکے لیے تمہیر حق واجب ہی پس مبتدا مؤخر محذوف ہی پھر اس میں چند اقوال ہیں کہ ان فقراء سے کون لوگ مراد ہیں پس سعید بن جبیر سے

روایت ہی کہ وہ قوم کہ انکو راہ خدا مین ایسے زخم پہونچے تھے کہ وہ لنجے ہوگئے پس مسلمانون کے اموال مین انکا حق قرار دیا اور قولہ لایستطیعون ضربا
فی الارض اسکا مؤید ہی اور احصار بھی اپنے معنے پر ہوگا اسواسطے کہ احصر العدو کی طرح احصر المرض بھی درست ہی بنا بر قول بعض محققین کے
وخصوص بحقیقت شرعی جیسا کہ قولہ فان احصرتم فما استیسر من الہدی کی تفسیر مین مذکور ہوا۔ اور مجاہدؒ سے روایت ہی کہ مہاجرین قریش جو مدینہ
مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اس روایت مین قریش کی قید اتفاقی ہی اور مراد وہ معنے ہین جو ابن المنذر نے ابن عباسؓ سے
روایت کیے کہ وہ مہاجرین ہین جو اپنا مال متاع چھوڑ کر اللہ تعالے ورسول کی طرف ہجرت کرکے چلے آئے اور مدینہ منورہ مین رہتے تھے انکے
واسطے کوئی ایسا سبب نہ تھا کہ اس سے اپنے آپ کو بے پروا کر سکین اور سفر بھی نہین کر سکتے تھے کہ کچھ کما دین اور چار سو کی تعداد جو مذکور ہوئی یہ انتہائی
تعداد تھی اور بسا اوقات وہ اس سے کم ہوجاتے تھے اور قاضی عیاض وغیرہ نے ایک سو بیش اور کم وبیش تعداد بھی نقل کی ہی ان لوگون کے رشتہ دار
بھی مدینہ مین نہ تھے اور نہ کہین انکے رہنے کا ٹھکانا تھا پس صفہ مسجد مین رہتے تھے اور یہ اشارہ وہ تھا جو مسجد کے مقابل مین شمال کی طرف
تھا جدھر پہلے قبلہ تھا یعنے بیت المقدس کی طرف جب تک نماز پڑھتے تھے اور یہ لوگ قرآن سیکھتے سکھلاتے تھے اور عبادات مین اپنی تمام
اوقات صرف کرتے اور حضرت صلعم جو سریہ بھیجتے یعنے چھوٹا لشکر جس مین خود نجاتے تھے یہ لوگ اس لشکر مین جایا کرتے تھے اور یہی اصحاب صفہ
مشہور ہین اور مختلف قبائل کے لوگ تھے اور حضرت ابوہریرہؓ دوسی انہی مین سے ہین اور اس روایت پر احصروا بمعنے احبسوا ہوگا اے
بجس ہوگئے یعنے پابند کیے گئے اور چونکہ انکو صرف محتاجی کی وجہ سے ایسی پابندی تھی پس مراد یہ ہی کہ احبسوا انفسہم ای اپنے جانون کو انھون
اللہ تعالے کی راہ مین پابند کردیا بایں طور کہ گھر بار چھوڑ کر ایمان کے واسطے فقیر ہوگئے اور مفسرؒ نے جو کہا کہ اُرصِدوا لتعلیم القرآن ای اَعِدّوا یعنے
مہیا کردیے گئے تھے کقولہ تعالے واعدوا لہم ما استطعتم من رباط الخیل۔ اس مین گویا احصروا فی سبیل اللہ کی توجیہ دیگر سوائے محتاجی کی طرف
اشارہ کیا اور [illegible] لایستطیعون ضربا فی الارض کی توجیہ بھی ہوسکتی ہی اگرچہ استطاعت نہونیکا اصل سبب انکی محتاجی تھی اور ضرب چند
معنے مین آتا ہی ازانجملہ زمین مین سفر کرنا اور اس صورت مین بدون فی کے مستعمل نہین ہی اور متعدی بھی نہین ہوتا ہی اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ جو کوئی بدون
فی۔ کے یہ معنے لیوے یا سوائے زمین خشکی کے لیوے وہ جاہل اور اسکا خیال غلط ہی جیسے قصہ موسیٰ علیہ السلام مین قولہ فاضرب بعصاک البحر کے
یہ معنے لینا کہ اپنا عصا لیکر دریا مین چل یہ معنے تحریف وغلط ہین کیونکہ دریا مین چلنے کو ضرب نہین کہتے اور نیز فی البحر ہونا واجب تھا۔ کقولہ تعالے واذا
ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ الآیۃ اور مثل قولہ تعالے وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ الآیۃ۔ اور یہی
معنے کہ زمین مین نہین چل سکتے یہان مراد ہین پس بنا بر قول سعید بن جبیر کے سفر نہین کر سکتے واسطے جہاد کے نہ واسطے تجارت وغیرہ کے اور بقول
ابن عباسؓ سفر نہین کر سکتے واسطے تجارت ومعیشت کے کما ذکرہ المفسرؒ پھر جاننا چاہیے کہ حکم آیت کا عام ہی خواہ قول سعید بن جبیر لیا جاوے
یا ابن عباسؓ کا قول لیا جاوے یعنے جو فقیر اس صفت کا ہو اسکو صدقہ دینا چاہیے پس آیۂ کریمہ سے آمادگی دلائی کہ ایسے فقیرون پر خرچ کرنا بہت
ثواب ہی۔ اور انپر شفقت دلانے اور ترس کرنے کو فرمایا یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف۔ اور تعفف بروزن تفعل از عفت بمعنے ترک وتنزہ ہی
اور وزن تفعل بناء مبالغہ ہی یعنے انکے کمال درجہ سوال کو ترک کرنے کی وجہ سے جو شخص کہ انکے حال سے آگاہ نہین ہی انکو تونگر جانتا ہے اور
مسند احمد مین حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت ہی کہ مسکین یہ دروازون پر پھیرے کرنیوالا نہین جسکو ایک چھوارا یا دو چھوارے دینا یا ایک لقمہ
یا دو لقمہ یا اکلہ یا دو اکلہ دینا پھیر دیتا ہی ولیکن مسکین وہ ہی جو اسقدر نہین پاتا کہ اسکو بے پروا کرے اور اسکے حال سے آگاہی نہین ہوتی کہ اسکو صدقہ دیا جاوے
اور لوگون سے کچھ سوال نہین کرتا ہی رواہ البخاری ومسلم ایضاً۔ اور قولہ تعرفہم بسیماہم یعنے تعرفہم بکونہم فقراء بسیماہم۔ تو ای مومن عاقل اُن کا فقیر ہونا انکی

علامت سے پہچان سکتا ہے۔ اور سیما مقصور ممدود بمعنے علامت ہے اور مراد سیمان تواضع وانکسار ہے اور بعض نے کہا کہ کپڑوں کی شکستگی و بھوک سے رنگ کی زردی اور بدن کا ضعف وغیرہ جو علامات فقر و فاقہ کے ہیں اور اولی یہ ہے کہ لباس و حال و مقال کو عام لیا جاوے اور سنن کی حدیث میں ہے کہ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ ثم قرأ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ یعنے مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے پھر آپ نے پڑھ دیا قولہ تعالےٰ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ اور حاصل یہ ہے کہ وہ لوگ سوال سے تو بہت عفیف ہیں پس سوال کرنے سے تو انکا فقر نہیں پہچانا جاتا ہے ہاں انکی سیما سے البتہ تو انکو پہچان لیگا اور یہ شناخت اسکو ہوگی جو مومن منور بنور الٰہی ہے پس جاہل سے ایک لطیف تعریض کا فرق و مناقضہ ہے۔ قولہ تعالےٰ لا یسئلون الناس الحافا۔ بعض نے ذکر کیا کہ الحاف ماخوذ از لحاف ہے جیسے لحاف سے سب طرف ڈھک جاتا ہے ایسے ہی سوال لحاف بھی سب وجوہ کو حاوی ہوتا ہے اور مفسرؒ وغیرہ نے ذکر کیا کہ وہ مصدر باب افعال ہے بمعنے مبالغہ کے ساتھ سوال کرنا جسکو ہندی میں کہتے ہیں کہ یہ فقیر تو ہٹ کر کے لپٹ گیا۔ اور عربی میں کہتے ہیں اَلْحَفَ عَلَیَّ۔ اور یہی معنے الحاح کے ہیں پس اَلْحَفَ عَلَیَّ وَاَلَحَّ عَلَیَّ اور اَحْفٰی بالسؤال سب ایک معنے میں ہیں۔ اور معنے یہ ہیں کہ وہ لوگ بالکل سوال ہی نہیں کرتے کہ اس میں الحاف واقع ہو جیسے عرب بولتے ہیں کہ لا یرجی خیرہ۔ اس شخص کی بھلائی حاصل ہونے کی امید ہی نہیں یعنے اسکے پاس بھلائی ہی نہیں کہ اسکے حصول کی امید ہو اور یہی معنے ابن جریرؒ نے بیان کیے اور یہی قول زجاج کا ہے اور جمہور مفسرین نے یہی معنے لیے ہیں اور سعد الدین تفتازانی نے حاشیۂ کشاف میں اسپر اعتراض کیا کہ یہ جب صحیح ہے کہ منفی کی قید اسکے ساتھ بطریق غالب لازم ہو یعنے غالب اوقات میں منفی کے ساتھ اس قید کا پایا جانا منوجہ ہوتا ہو تاکہ نفی مقید سے نفی مطلق بھی لازم آوے اور یہاں ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ سوال کے ساتھ الحاف کچھ غالبًا لازم نہیں ہے۔

قال المترجم۔ اور یہ اعتراض کچھ نہیں ہے کیونکہ یہ تقریر نفی عقلی ثابت ہونے کے واسطے مشروط ہوگی اور یہ مفہوم عرفی ہے کیا تو نہیں دیکھتا لا یرجی خیرہ میں اس شخص کے واسطے خیر لازم ہونا ضرور نہیں ہے علاوہ بریں نفی مقید کے ساتھ نفی مطلق کا انحصار اسی امر مذکورہ میں مسلم نہیں شاید کہ بقرینہ نفی مقید سے مطلق کی نفی ہو اور محققین مفسرین نے اس مقام پر نفی مطلق کی توجیہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان فقیروں کے واسطے تعفف کی صفت ثابت فرمائی ہے کہ کبھی ان سے چند نہیں پھر فقط سوال کرنا اس صفت کے منافی ٹھہرتا ہے اور نیز فرمایا کہ جاہل ان کو تونگر خیال کرتا ہے تو یہ جب ہی ہے کہ انسے سوال بالکل صادر نہیں ہوتا پس یہ قرینہ صریح ہے کہ سوال لحاف کی نفی بقید مع مطلق ہے پھر مفسر رحمہ اللہ تعالےٰ نے جو الحاف کو مصدر فعل محذوف قرار دیا یہ پسندیدہ ہے کہ مادہ اعتراض ہی جل گیا۔ ای لا یسئلون الناس سوالا یلحفون الحافا۔ یعنے لوگوں سے سوال ہی نہیں کرتے تاکہ ان سے الحاف صادر ہووے پس نفی در اصل سوال پر وارد ہے اور اسپر عطف سے مقید کی بھی نفی ہوگئی۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اگرچہ وہ سوال کرتے ہیں تو تلطف سے کرتے ہیں اور الحاح نہیں کرتے ہیں اقول یہ تفسیر ضعیف ہے۔ وقال ابن کثیرؒ قولہ لا یسئلون الناس الحافا۔ ای سوال کرنے میں الحاح نہیں کرتے ہیں اور لوگوں کو اس چیز کی تکلیف نہیں دیتے جس کے وہ فی الحال محتاج نہیں ہیں کیونکہ جس نے سوال کیا در حالیکہ اسکے پاس ایسی چیز موجود ہے جس سے وہ سوال کرنے سے بے پروا ہو سکتا ہے تو اسنے مانگنے میں الحاف کیا۔

قال المترجم اس تقریر سے واضح ہے کہ نفی فقط الحاف کی ہے اور سوال کی نفی نہیں ہے اور غایۃ توجیہ اسکی یہ ہے کہ شرع میں فقیر کا تعفف یہ ہے کہ بدون حاجت شدیدہ کے سوال نہ کرے اگرچہ اسپر تکلیف ہو پس اگر تعفف کی صفت انکے واسطے لازمی ثابت کی تو اس سے اسی قدر معلوم ہوا کہ بدون حاجت شدیدہ کے سوال نہیں کرتے ہیں اور اس سے مطلق سوال کی نفی نہیں سمجھی گئی پس الحاف میں سوال کی نفی نہیں بلکہ الحاف کی نفی ہے اور معنے الحاف کے شرعًا وہ ہیں جو شیخؒ نے بیان کیے کہ جب اسکے پاس اس قدر موجود ہو کہ اسکو بے پروا کر سکے تو اس وقت

سوال کرنا الحاف ہو۔ اگر کہا جاوے کہ جاہل کا انکو تونگر خیال کرنا بسبب انکے عدم سوال ہی کے تھا اور جب سوال پایا گیا تو کیونکر ایسا ہوگا جواب یہ ہو کہ تکلیف سے اوقات بسر کر لینا اور سوال نہ کرنا جاہل کے غنی تصور کرنے کے واسطے کافی ہو یعنے باوجود تنگی کے جب انھون نے سوال نہ کیا تو جاہل بے فراست کو یہی معلوم ہوا کہ یہ بے پروا ہین حالانکہ وہ اس تکلیف مین تھے اسی واسطے فرمایا کہ تعرفہم بسیماہم یعنے اہل فراست اپنے نور ایمان سے تاڑ لیتا ہی اور جاہل نہین جان سکتا ہو پھر جو ہمنے ذکر کیا ہو وہ احادیث سے ثابت ہو چنانچہ بخاری و مسلم و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن جریر و امام احمد وغیرہ کی حدیث ابوہریرہؓ مین ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ مسکین یہ دربدر پھرنے والا نہین کہ اسکو نوالہ دو نوالے دے کر پھیر دیتے ہین بلکہ مسکین وہی ہو جو اپنے گھر مین تعفف کرنے والا ہو لوگون سے کچھ سوال نہین کرتا اگرچہ اسکو حاجت ہو اور پڑھو تمہارا جی چاہے قولہ تعالے لا یسألون الناس الحافاً۔ اور یہ لفظ ابن جریر کی روایت کے ہین۔ اور امام احمد نے ابو سعیدؓ سے روایت کی کہ میری مان نے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا کہ آپ سے مانگون پس مین آکر حضور مین بیٹھ گیا۔ پس آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جو بندہ استغنا چاہتا ہو اللہ تعالے اسکو بے پروا کر دیتا ہو اور جو عفت مانگتا ہو اللہ تعالے اسکو عفیف کر دیتا ہو اور جو کفایت چاہتا ہو اللہ تعالے اسکو کفایت دیتا ہو اور جس شخص نے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایک اوقیہ کی قیمت ہو تو اسنے الحاف کیا پس مین نے دل مین کہا کہ میری یاقوتہ اونٹنی ایک اوقیہ سے اچھی ہو پس مین لوٹ آیا اور سوال نہ کیا۔ رواہ ابوداود والنسائی ایضاً مترجم کہتا ہو کہ اس حدیث مین معجزہ ہو اور ابو سعید خدریؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایک اوقیہ کی قیمت ہو تو وہ ملحف ہو اور اوقیہ چالیس درم وزن ہو۔ رواہ ابن ابی حاتم ونحوہ احمد اور طبرانی کی روایت ابوذرؓ مین چالیس درم کی تصریح ہو اور ایسے ہی ابوبکر بن مردویہ کی روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مین صریح ہو کہ جسنے سوال کیا درحالیکہ اسکے واسطے چالیس درم ہین تو وہ ملحف ہو قال المترجم پوشیدہ نہ رہے کہ سوال کرنے کی مذمت مین بہت حدیثین وارد ہین ماسوائے ایسی صورت کے کہ آدمی کو بدون سوال کے کوئی چارہ نہو یا جس سے سوال کرتا ہو وہ صاحب سلطنت ہو تو البتہ روا ہو اور روایت ثابت ہو کہ حضرت صلعم نے سوال نہ کرنے پر بیعت لی تھی اور اسکا اثر یہانتک تھا کہ اگر کسی سوار کا کوڑا گر جاتا تو خود اتر کر اٹھا لیتا تھا دوسرے سے نہین طلب کرتا تھا اور صحیح ہوا کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اگر مرد محتاج قصد کرکے جنگل سے ایک لکڑی کا گٹھا لاوے اور اسکو فروخت کرکے کچھ خیرات کرے اور باقی اپنے صرف مین لاوے تو اس سے بہتر ہو کہ دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلاوے وہ دے یا نہ دے اور اصل حدیث بخاری وغیرہ مین ہو اور صاحب سلطنت سے بھی اسوقت روا ہو کہ جس طور پر شرع نے سوال کی اجازت دی ہو اسی طور پر ہو مال جمع کرنے وغیرہ کی غرض سے نہو اور روایت ابوسعیدؓ وغیرہ جو اوپر مذکور ہوئی ہین اس امر پر شاہد ہین اور بدون اجازت شرعی کے سوال کرنا مذموم ہونے پر اتفاق ہو اور ایسے سوال کرنے والے کے حق مین عذاب کی وعید مروی ہین جب یہ معلوم ہو گیا تو شیخ ابن کثیر وغیرہ کی تائید تفسیر مین جو احادیث مروی ہین وہ نفس سوال سے زائد یعنے الحاف کی مقدار ظاہر کرتی ہین یعنے انکہ نفس سوال مذموم ہو اور اگر سوال ایسی حالت مین ہو کہ ایک اوقیہ کی قیمت کا مالک ہو تو نہایت مذموم بدرجۂ الحاف ہو پس ظاہر ہوا کہ ان احادیث سے تفسیر جمہور مفسرین کی تقویت ہوتی ہو بلکہ حدیث ابوہریرہؓ بروایت ابن جریر اس معنے مین گویا نص ہو اسیواسطے مفسرینؒ نے قول جمہور کو ارجح قرار دیا ہو واللہ تعالے اعلم ف۲۰ عوارف مین کہا کہ قولہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ۔ اس مین ایسے لوگ بھی شامل ہین جنھون نے اللہ عزوجل کی مجلس مراقبہ مین اپنے نفسون کو روک رکھا ہو کہ سوائے اللہ عزوجل کے کسی اور کی طرف مائل نہین ہونے دیتے ہین وہ اللہ تعالے ہی کی طرف نظر رکھتے ہین اور اللہ تعالے نے حکم تقدیر جاری ہونے سے جو ارادہ فرمایا وہ اسپر راضی ہین اور اللہ تعالی کے امتحان و محنت مین صبر کرتے اور ثابت قدم رہتے ہین اور اپنے

نفسون سے بچاہتے ہین اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے حساب لیتے ہین اور اس دنیاے ناپائدار کے واسطے اپنے عہدوپیمانون کو جو ازل مین باندھے تھے نہین توڑتے ہین پھر یہ لوگ جنکا یہ وصف بیان ہوا ہے۔ کہ اپنے نفوس کو غیر اللہ تعالےٰ کی طرف تعرض کرنے سے مصئون رکھتے ہین اللہ تعالےٰ نے انکو رمز واشارہ وسوال سے بیان کیا اسوجہ سے کہ انکے احوال پر غیرت فرمائی اور انکے اسرار کو مصئون رکھا اور انکی فقیری کو رعایت حقیقی محتاجی کے فرمایا اور یہ این معنے کہ شفقت وتکلیف اٹھاتے ہین اس طرح کہ رات ودن اپنی جانون ومالون کو اہل دنیا کی خدمت مین صرف کرتے ہین قال تعالےٰ لا یستطیعون ضربا فی الارض یعنے اپنی معاش وحوائج ضروری تلاش کرنے کے واسطے اپنی مجالس ومراقبہ سے جدا نہین ہوتے ہین اس جہت سے کہ انپر حال کا ندسہ ہو اور ذکر الٰہی انپر غالب ہو اور اپنے مولیٰ کے مشاہدہ مین مستغرق ہین اور محبت انپر شدت سے اور عشق کثرت سے طاری ہو کہ انکو کمائی مین مشغول کی استطاعت ہی نہین رہی جیسے مجذوب ہوتے ہین اسواسطے کہ توکل کی درستی اور رضا کی خوبی اور سب کچھ اللہ تعالےٰ ہی کو سونپ دینے کی حقیقت انپر اپنا زور باندھے ہو اور وے اپنے تمام سب کام اللہ تعالےٰ ہی کے سپرد کر چکے اور اپنی استطاعت سے خارج ہو چکے ہین قولہ یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف۔ اسواسطے کہ وے دنیا دارون کے پاس نرم باتون سے تملق نہین کرتے اور اپنی شکستگی ظاہر نہین کرتے ہین اس خیال سے کہ انکو اپنے احوال سے ڈر رہتا ہے باوجودیکہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف شدت سے محتاج ہوتے ہین پھر انکے حال سے ناواقف کو جاہل فرمایا اسواسطے کہ عالم انکو نور علم ومعرفت سے پہچان لیتا ہے۔ قال تعالےٰ تعرفہم بسیماہم۔ یعنے انکے چہرون سے مشاہدہ حق عزوجل کی بشارت برستی ہے اور ان کے دلون مین سے نور معرفت کی خوشی کا اثر کھلتا ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل نے انکے چہرون پر صفات کریمہ کی روشنی کا نقاب ڈالا ہے اور انکی پیشانیون کو جمال کا لباس پہنایا ہے۔ ای تو انکو ان صفات سے پہچان لیگا اسواسطے کہ وے پرہیزگار وحق عزوجل کے محبتی لائق لوگ ہین کہ دنیا کی لذت وزینت رضوی کی نظر سے وہ خلق کی طرف کبھی نہین جھکتے ہین بلکہ وہ اہل محبت ہین کہ طرح طرح کی بلاؤن مین مبتلا کیے جاتے ہین اور وے اللہ تعالےٰ کے لیے اللہ تعالےٰ ہی مین صبر کیے ہوے ثواب کے امیدوار ہین **قال المترجم** حدیث صحیح مین یہ مضمون آیا ہے کہ سخت بلا انبیا علیہم السلام کو دیجاتی ہے پھر درجہ بدرجہ فضیلت مین اترتے ہوؤن کو دی جاتی ہے اور نیز حدیث صحیح مین ہے کہ مومن کی مثال جیسے دھان کا درخت کہ جھوکون سے جنبش کھاتا ہے اور انجام پختہ ہو کر پھل لاتا ہے اور منافق کی مثال جیسے کھجور کا درخت کہ کبھی اسکو جھوکا نہین پہونچتا اور آخر کار جڑ سے گر جاتا ہے اور تاریخ مین مذکور ہے کہ فرعون مردود کے چارسو برس کبھی سر مین درد بھی نہین ہوا۔ اور جاننا چاہیے کہ اہل حال ومقام عالی ان بلاؤن کو شربت کی طرح پی جاتے ہین اسلیے جو اسکا لطف ہے وہ لذت سے کم نہین ہے۔ قولہ تعالےٰ لا یسئلون الناس الحافا۔ یعنے اہل دنیا کی طرف نہین پھیل پڑتے۔ اور مخلوق سے اپنے نفس کے حظوظ نہین چاہتے ہین ہان جو لوگ برادران ایمان اور اللہ تعالےٰ کی خدمت مین سرگرم ہین انپر مہربانی کی راہ سے بانہ بچھاتے اور نرم ہو جاتے ہین تاکہ لطف ومہربانی کرین اور طبیعت کی پسندیدہ چیزون وخواہشون سے منھ موڑنے کے لیے اہل حق کی ہواداری کرتے ہین انکی خوبی وبھلائی ومردانگی کا کیا کہنا اور رحمانپر رحمت وفضل ہے اسکا کیا پوچھنا۔ یہ لوگ عین تلوین سے عین تمکین کے محتاج ہین یعنے تلوین سے تمکین مین ہو جاوین۔ اور اپنے بوجھ کے بھاری ہونے کی وجہ سے یہ استطاعت نہین رکھتے کہ حیرت کے مقام سے دیدار منت وکشف قربت کی طرف صفت دائمی بقا کی زمین مین جاوین اور نہ حدوث کی شکلون سے اگر اسرار ہویت قدیمہ مین جا سکتے ہین **قال المترجم** یعنے مقام حیرت مین انپر عظمت کا بار اسقدر گران ہے کہ وہان سے آگے مقام پر جانے کی استطاعت نہین ہے اور اگلا مقام وہ منت وکشف قربت ہے اور یہ مقامات سب اللہ تعالےٰ کے ہمیشہ باقی ہونے کی جو صفت ہے اسکے پرتوے زندہ واس مین فنا ہونے والون کے ہین پس یہ سفر اس زمین مین ہے ولیکن جان لینا چاہیے کہ کم فہمی سے یہ گمان نہ کیا جاوے کہ صفات حدوث زائل ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس مین قدم یعنے حضرت حق

عزوجل کی صفات آجاوین تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا - یہ محال ہے بلکہ مراد یہ ہو کہ آثاران حدوث کی صفات کے مٹ جاوین پس ان کا مٹنا وہی وصول بحق عزوجل ہے اور اس سے حادث اپنے حدوث سے خارج نہیں ہوتا ہان اسکی بقا بسبب اسکے کہ رحمت حق سے پیوستہ ہی بقا رحق عزوجل کے سایہ مین دائمی ہے جیسے روح کی بقا ہر شخص کے واسطے بعد موت وفنا کے یکسان ہے - بعض اکابر نے فرمایا کہ احصروا فی سبیل اللہ - وہ لوگ ہین کہ انہی ہمتون سے اللہ تعالےٰ کے ساتھ ٹھہرے کہ اسکی جناب سے دوسرے کی طرف رجوع نہین کرتے ہین آور بعض نے فرمایا کہ لا یستطیعون ضربا فی الارض ای اپنی روزی طلب کرنے کے واسطے حرکت نہین کر سکتے ہین - آور محمد بن الفضل رح نے اس آیت مین کہا کہ ان کو ان کی بلند ہمتی اس بات سے روکتی ہے کہ اپنی حاجتون کو سوائے اپنے مولیٰ کے کسی اور کی طرف لاوین - اور ابن عطاء رح نے کہا کہ یحسبہم الجاہل اغنیاء ای گمان کرتا ہے جو انکے حال سے جاہل ہے کہ وہ ظاہر تونگر ہین اور حال یہ ہے کہ وہ ظاہر مین اللہ تعالےٰ کی طرف سخت محتاج ہین پس تونگری انکے باطن مین ہے - آور بعض نے فرمایا کہ تعرفہم بسیماہم سا ہی انکے دلون کی پاکیزگی وخوبی اور انکے حال کی خوبی وانکے چہرون کی بشاشت وانکے اسرار کے نور سے یعنے ان علامتون سے پہچانتا ہے - اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ایسے لوگون کو جو خدم کی طرف محتاج ہین وصف کیا کہ محتاجی کا سوال اسی کی طرف رکھتے ہین اور اسی سے ملتجی ہوتے ہین - اور تعریف کردی کہ وہ لوگ راضی وقانع ہین انکو کچھ استطاعت نہین مگر اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ اور اسی سے اور انکو اپنی طاقت وقوت سے کچھ نہین ہے اور اللہ تعالےٰ نے انکے دلون کے سوائے حق عزوجل کے اورکی طرف تسکین پانا بالکل دور کردیا ہے اور جو مسکین ہوتے ہین وہ دنیاوی سببون کی طرف رجوع کرتے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - لمساکین یعملون فی البحر یعنے موسیٰ وخضر علیہما السلام کے قصہ مین کشتی کو کہا کہ یہ کشتی چند مسکینون کی تھی جو دریا مین کام کیا کرتے تھے پس ان مسکینون کو اسباب کی طرف پھیرا کہ اس سے سکون پاتے ہین اور اور یہین سے بعض نے فرمایا ہے کہ فقیری تو عزت ہے اور مسکینی ذلت ہے یعنے دونون ایک دوسرے کی ضد ہین ایک نہین ہین اور شیخ عمرو المکی نے کہا کہ جنے کسی چیز کو دوست رکھا تو اسکے ساتھ بخل کرتا ہے اور جنے کسی چیز کو دوست رکھا اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور شیخ نصرآبادی نے فرمایا کہ فقیر کو لائق ہے کہ اسکے واسطے قناعت ہو وعفت ہو پس قناعت کی ازار پہنے اور عفت کی چادر اوڑھے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قناعت ایسا مال ہے جو کبھی فنا نہین ہوتا پس جب فقیر اس صفت کے ساتھ ہوا تو وہ بھی اس حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق ہوا کہ فقیر لوگ تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے قال المترجم یہ مضمون صحیح حدیث مین آیا ہے اور معنے یہ ہین کہ تمام لوگ جو جنت مین جانے والے ہین اگرچہ وہ سب نیکوکار اور جنتی ہین مگر جو لوگ ان مین سے دنیا مین فقیر تھے وہ پہلے جنت مین داخل ہوجاوینگے پھر اسکے پانچ سو برس کے بعد وہ لوگ داخل ہونگے جو دنیا مین تونگر صالح مومن بندگان حق عزوجل تھے اور یہ امر انکے حق مین کچھ سزا نہین ہے بلکہ جنت مین ان کے جانے کا وقت معہود یہی ہے ہان فقیرون کے حق مین کرامت ہے فلیتذکر - اور حضرت ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ تعرفہم بسیماہم - یعنے تو ان کے چہرون سے ان کو پہچان لیگا کہ وے اپنی محتاجی پر خوش ہین اور بلا ومحنت انپر نازل ہونے کے وقت اپنے حال پر مستقیم وثابت ہین اور شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جب انکی زبان اس سلطان حقیقی سے مانگنے سے گونگی ہین جس کی سلطنت بے انتہا ہے تو بھلا وہ اور کسی سے کیا سوال کرینگے - اور جنید رح سے دریافت کیا گیا کہ بھلا فقیر کب تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہونے کا مستحق ہوتا ہے تو فرمایا کہ جب اس فقیر مین یہ صفتین ہون کہ دل سے اسکا معاملہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہو اور اپنے سب حال مین خواہ اللہ تعالےٰ اسکو دیوے یا نہ دیوے دل سے اللہ تعالےٰ سے موافق ہو اور اس فقیری کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنے اوپر نعمت شمار کرے اور اسکے زائل ہوجانے سے ایسا ہی خوفناک ہو جیسے تونگر اپنی تونگری جانے سے خوفناک ہوتا ہے اور صابر رہے اور ثواب کا امیدوار رہے اور اللہ تعالےٰ نے جو اسکے واسطے

فقیری کو پسند فرمایا ہو اسپر مسرور رہے اور اپنے دین کو بچائے رکھے اپنی فقیری کو چھپائے رکھے ظاہر مین یاس کے بدلے استغنا ظاہر کرے اور اپنی محتاجی مین اپنے پروردگار کے ساتھ مستغنی رہے جیسے اللہ تعالے نے فرمایا۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ پس جب اس صفت کا فقیر ہو تو وہ تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہوگا اور موقف کی شفقت اس سے کفایت کردی جاے گی یعنے میدان قیامت مین لوگ قبل حساب کے کھڑے رکھے جاوینگے تو یہ شخص اس مصیبت سے بری کیا جائے گا۔ **قال المترجم** اس معنے مین کچھ لوگ بلاحساب جنت مین داخل ہون گے اور حدیث صحیح مین انکا بیان یون آیا ہو کہ نہ دوا کرتے ہین اور نہ رقیہ اور نہ چاہتے ہین کہ رقیہ کیا جاوے اور اپنے پروردگار پر بھروسا اور توکل کرتے ہین پس شاید یہ لوگ ان فقیرون سے بھی افضل ہون یا انھین مین سے ہون واللہ تعالے اعلم۔

**اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ**

جو لوگ خرچ کرتے ہین اپنے مال راہ خدا مین رات اور دن چھپے اور کھلے تو ان کے لیے ہی مزدوری انکی انکے رب کے پاس

**وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○**

اور نہین ڈر ہو انپر اور نہ وہ لوگ غم کھاوینگے

**تفسیر ابن کثیر** مین ہو کہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس چار درم تھے پس انھون نے ایک درم رات کو اور ایک درم دن کو اور ایک درم پوشیدہ اور ایک درم علانیہ خیرات کیے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن ابی حاتم وکذا رواہ ابن جریر من طریق عبدالوہاب بن مجاہد اور یہ عبدالوہاب روایت حدیث مین ضعیف ہین انکی روایت معتبر نہین ہو ولیکن ابن مردویہ نے اسکو دوسری وجہ سے ابن عباس رض سے روایت کیا ہو کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق مین نازل ہوئی ہو اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ مجاہد رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے حق مین اُتری کہ انکے پاس چار درم تھے اور سوائے اسکے اور درم بھی نہ تھے پس انھون نے ایک درم رات کو اور ایک درم دن کو اور ایک درم پوشیدہ اور ایک درم علانیہ خیرات کیا۔ اور ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب نازل ہوا قولہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ تو عبدالرحمن بن عوف نے بہت سے دینار اصحاب صفہ کو بھیجے اور علی بن ابی طالب رض نے آدھی رات مین ایک وسق چھوہارے بھیجے پس اللہ تعالے نے ان دونون کے حق مین نازل فرمایا۔ **اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ**۔ پس نہار سے علانیہ تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا صدقہ مراد ہو اور لیل سر سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صدقہ مراد ہو **قال ابن کثیر** رح اور ابن شہاب نے ابن عباس رض سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کی کہ یہ وہ لوگ ہین جو اللہ تعالے کی راہ مین گھوڑون کو چارہ دیتے ہین رواہ ابن ابی حاتم۔ اور ایسا ہی ابو امامہ ومکحول وسعید بن المسیب سے مروی ہو اقول ومحی السنہ نے ان لوگون کے ساتھ ابوالدرداء رض اور اوزاعی رح کو بھی زیادہ کیا اور بعض نے سعید بن المسیب سے یہ قول نقل کیا کہ یہ آیت عبدالرحمن بن عوف وعثمان بن عفان کے حق مین اُتری کہ انھون نے جیش عسرت یعنے لشکر تبوک کو سامان سے آراستہ کرنے مین خرچ کیا تھا اور قتادہ رح سے روایت ہو کہ یہ وہ لوگ ہین جو شرعی طریقون مین جو اللہ تعالی نے انپر واجب کیے ہین خرچ کرتے ہین بایں طور کہ نہ اس مین اسراف کرتے ہین اور نہ بخل اور نہ فساد۔ اور **شیخ ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ غریب ملیکی نے مرفوعًا حضرت صلعم سے روایت کی کہ یہ آیت اصحاب خیل کے حق مین نازل ہوئی یعنے جو لوگ اللہ تعالے کی راہ مین گھوڑون کو دانہ چارہ دیتے ہین **قال المترجم** ان روایات مین باہم کچھ

اختلاف نہین ہو اسواسطے کہ آیت کا ایک سبب نزول ہوتا ہو اور ایک عام حکم ہوتا ہو اور حکم کے تحت مین بہت صورتین داخل ہوجاتی ہین جبکہ حکم عام ہو پس سلف کی عادت تھی کہ احکام مین یہی کہدیا کرتے تھے کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی یعنے یہ آیت اس حکم کو بھی شامل ہو اور مقدمہ مین یہ بحث گذری ہو پس وقائع مذکورۂ بالا سب اس آیت کے حکم مین داخل ہین اور سب مصداق اسی ثواب کے ہین جو آیت مین وعدہ فرمایا گیا ہو **قال ابن کثیر** اللہ عزوجل نے ایسے لوگون کی مدح فرمائی یعنے ثواب کا وعدہ دیا ہو جو اسکی راہ مین اسکی رضامندی کے واسطے تمام اوقات رات و دن مین اور تمام احوال پوشیدہ و علانیہ سے خرچ کرتے ہین پس وقائع مذکورہ سب اس مین داخل ہین یہانتک کہ آدمی جو نفقہ اپنی جورو کو دیتا ہے وہ بھی اس مین داخل ہو چنانچہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سعد بن ابی وقاص کی بیماری مین انکی عیادت کی تو طویل حدیث مین یہ بھی فرمایا کہ تو جو نفقہ ایسا دے گا کہ اس سے تیری خواہش رضائے پروردگار ہو تو ضرور تیرے لیے درجہ مرتبہ بڑھایا جائے گا یہانتک کہ اس نفقہ پر بھی جو تو اپنی جورو کے منھ مین دیگا اور ابو مسعودؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان نے جب اپنی اہل کو ثواب کی نیت سے نفقہ دیا تو اسکے واسطے صدقہ ہوگا رواہ احمد و الشیخان (بدری صحابی جلیل) - اور محی السنہ نے معالم مین حدیث بخاری کو حضرت ابوہریرہؓ سے مسند کیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کوئی گھوڑا اللہ تعالےٰ کی راہ مین باندھا اللہ تعالےٰ پر ایمان کے ساتھ اور اسکے وعدہ کی تصدیق کے ساتھ تو اس گھوڑے کا سیر ہوکر کھانا پینا اور لید و پیشاب سب قیامت مین اسکے پلہ میزان مین ہوگا - اور مراد یہ ہو کہ اس گھوڑے کا لڑنے مین ہی ثواب نہین بلکہ بندھے ہوے کھانے پینے اور لید و پیشاب کرتے رہنے مین بھی ثواب ہو اور بعید اسکا اول پارہ کے بعض مقام مین مین نے مشرح کردیا ہو اور آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ آویگا - قولہ فلہم اجرہم - فار سببیہ اور جملہ خبر موصول مبتدا کا ہو اور صلہ مین تقدیم لیل کی نہار پر بنابر اصل ہونے اور سر کے علانیہ پر باعتبار فضل کے اور اشارہ ہو کہ صدقہ سر افضل ہو اگر کہا جاوے کہ سابق مین لہم اجرہم اور یہان فلہم اجرہم کیون ہو جواب یہ ہو کہ وہان موصول متضمن معنے شرط کو نہین ہو اور یہان متضمن معنے شرط کو ہو گویا یون کہ جسنے ایسا کیا اسکے واسطے چنین و چنان ہو ای من فعل کذا فلہ کذا - اور بعض نے فار عطف ہونا تجویز کیا اور خبر محذوف ہو اور یہین سے وعلانیہ پر وقف جائز رکھا ہو والاول اصح **فـ** شیخ نے عرائس البیان مین بیان کیا کہ قولہ الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا و علانیہ **شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ وقت دو ہین اور حال دو ہین پس وقت تو رات و دن ہین اور حال سر و علانیہ ہین پس جب اسنے رات و دن اسرا و علانیہ سب چارون مین خرچ کیا تو جو اسپر واجب تھا اسنے پورا کیا اسواسطے کہ محب اپنے محبوب سے بچا کر کوئی چیز جمع کرنا نہین چاہتا ہو اور اس کی رضامندی چاہنے سے کسی حال مین نہین بیٹھ رہتا ہو اور **شیخ عبد العزیز مکی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت مین لیل و نہار و سر و علانیہ چار باتین مذکور ہین سو رات کی تاریکی مین اس غرض سے کہ لینے والے کو شرمندگی نہو اور نہار مین یعنے روز روشن مین اسواسطے کہ اپنے اور لینے والے کے درمیان حیا و کو منفکود کرے گویا کہ یہ اسکا دینے والا نہین ہو اور سر مین یعنے پوشیدہ اسواسطے کہ صفا و اخلاص ہو اور علانیہ اس نیت سے کہ لوگ اس راہ خیر کو اختیار کرین اور اس مین پیروی کرین **قال المترجم** یہانتک بیان نفقہ و خیرات و خرچ کرنے اور اسپر بہت گونہ ثواب اللہ کی طرف سے حاصل کرنے کا تھا اور بڑھانے کے دو طریق لوگون مین اور بھی ہین ایک بیاج اور دوم بیع پس اللہ تعالےٰ نے بیع کو حلال اور بیاج کو حرام فرمایا -

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

جو لوگ　کھاتے ہین　بیاج　نہ اٹھینگے قیامت کو مگر جیسے　اٹھتا ہو وہ شخص　جسکے حواس کھو دیے　جن نے　لپٹ کے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ

یہ اسواسطے کہ انھون نے کہا کہ　بیع کرنا　مانند بیاج کے ہو اور اللہ نے حلال کیا بیع کو　اور حرام کیا　بیاج کو　پھر جس کو پہونچی

مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ

نصیحت اسکے پروردگار کی اور وہ باز آیا تو اسکا ہی جو گذر چکا اور اسکا حکم اللہ کی طرف ہی اور جو کوئی پھر کرے وہی ہین

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

دوزخ کے لوگ وے اسی مین رہ پڑے

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا - ای یاخذونہ وہو الزیادۃ فی المعاملۃ بالنقود والمطعومات فی القدر او الاجل - جو لوگ سود کھاتے ہین - ف یعنے لیتے ہین اور سود اس زیادتی کو کہتے ہین جو مقدار یا مدت مین نقود و مطعومات کے معاملہ مین ہجاوے یہ شافعی کا قول ہی اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک مقداری بجنس جو بیچین برجنسی یا ادھار کرنا چنانچہ آیندہ توضیح آویگی - پس جو لوگ بیاج لیتے ہین - لَا يَقُوْمُوْنَ - من قبورہم - اِلَّا - قیاما - كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ - یصرعہ - الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ - الجنون بہم تعلق بیقومون وہ نہین اٹھینگے یعنے اپنی قبرون سے مگر اٹھنا ایسا جیسے اٹھتا ہو وہ شخص جسکو مخبط کرتا ہی یعنے پچھاڑ دیتا ہی اسکو شیطان مس سے یعنے جنون سے جو انکو پہونچا ہی ذٰلِكَ - الذی نزل بہم - یہ جو انکے ساتھ نازل ہوا ہی بِاَنَّهُمْ - بسبب انہم - قَالُوْٓا - بسبب اسکے کہ کہتے ہین وہ لوگ - اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا - فی الجواز - بیع تو بیاج کی مثل ہی یعنے جواز مین بیع ایسی ہی جیسے بیاج - وہذا من عکس التشبیہ مبالغۃ - حالانکہ مراد یہ لیتے ہین کہ بیاج ایسا جائز ہی جیسے بیع حلال ہی لیکن الٹا کہا کہ بیاج مثل بیع کے حلال ہی - اور یہ مبالغہ کے لیے الٹی تشبیہ ہی گویا کہا کہ بیاج حلال ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہی اور شبہہ ہو تو بیع مین ہو لیکن بیع بھی مثل بیاج کے حلال ہی - فقال تعالیٰ ردا علیہم - وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا - پس اللہ تعالیٰ نے انپر رد کرنے کو فرمایا - کہ حال یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا بیاج کو - فَمَنْ جَآءَهٗ - بلغہ مَوْعِظَةٌ - وعظ - مِّنْ رَّبِّهٖ - من جہۃ - فَانْتَهٰى - عن اکلہ فَلَهٗ مَا سَلَفَ - قبل النہی ای لا یسترد منہ - پھر جس شخص کے پاس آگئی نصیحت اسکے رب عز وجل کی طرف سے پس وہ باز رہا یعنے بیاج کھانے سے باز رہا تو جو کچھ گزر چکا وہ اسکے ہے ف یعنے وہ بیاج اس سے واپس نہ لیا جائیگا جو حکم الٰہی پہونچنے سے پہلے وہ لیکر ہضم کر چکا ہی - وَاَمْرُهٗٓ - فی العفو عنہ - اِلَى اللّٰهِ - اور حکم اسکا یعنے اس سے عفو فرمانیکا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار مین ہی ف یعنے وہ کریم رحیم ہی تو ضرور الحمد عفو کرے وَمَنْ عَادَ - الی اکلہ مشبہا لہ بالبیع فی الحل - اور جو شخص پھر اف یعنے بیاج کھانے کی طرف پھرا یعنی طرح کہ حلال ہونے مین اس کو بیع کے ساتھ تشبیہ دیکر کھایا کیا - فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ - تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہین وہ ہمیشہ دوزخ مین رہ پڑے ف اس سے نکل آیا کہ اگر کسی فاسق نے حلال سمجھکر نہین کھایا بلکہ بیاج کو بیاج سمجھکر کھایا تو کافر دائمی دوزخی نہوگا بلکہ مرتکب گناہ کبیرہ ہی واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان نیکوکارون کا ذکر فرما کر جو صدقہ و زکوۃ سے تمام احوال و اوقات مین حاجتمندون و قرابت دارون کو اپنا مال دے کر ثواب عظیم و رضاے حق حاصل کرتے ہین اب ان بدکارون کو بیان کیا جو باطل و شبہات سے لوگون کا مال لیکر کھاتے اور جمع کرتے ہین اور اپنی دنیا و آخرت خراب کرتے ہین یعنی اوپر کی آیات سے اس آیت کی مناسبت بروجہ تضاد ہو یعنے اوپر والون کے ضد لوگون کا حال اس مین بیان فرمایا کیونکہ صدقہ و زکوۃ تو اپنا مال کم کر دینا اللہ تعالیٰ کے ثواب و رضا کے واسطے بحکم شرعی ہی اور سود یہ کہ اپنے مال پر اور زیادتی چاہنا برخلاف حکم شرعی کے پس دونون گویا ایک دوسرے سے ضد مین آورد ہوا کا رسم خط واو سے مانند صلوٰۃ کے ان لوگون کی زبان کے موافق ہی جو پھر ایا الف بھر اما تنبیہ او کبھی پڑھتے ہین اور آخر مین الف زائد بتشبیہ واو جمع ہی اور بعض نے کہا کہ ربو او ساکن زبان اہل حیرہ کی ہی جنسے اہل حجاز نے خط سیکھا ہی

پس انھوں نے اسکا خط اپنی زبان کے موافق سکھلایا ہو بالجملہ لغت مین ربوا بمعنے زیادت ہو کیسے ہی زیادت ہو لیکن شرع مین زیادت بطور خاص ہو اور زمانہ جاہلیت مین اکثروں واقع ہوتا تھا کہ ایک نے دوسرے سے قرض کسی مدت معلوم کے واسطے لیا اور جب میعاد پوری ہوئی تو قرضخواہ نے کہا کہ تو ادا کرتا ہی یا ربوا دیتا ہی پس اگر ادا نہ کیا تو مال قرض مین ایک مقدار معلوم بڑھادے اور پھر اسکے ادا کرنے کی ایک مدت مقرر کرے اور علما کا اتفاق ہو کہ شرع مین بیاج لینا قطعًا حرام ہو اور اسکا حلال جاننے والا کافر ہو وقد قال تعالےٰ الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ معلوم ہوچکا کہ بیاج لینا ہی بالاتفاق حرام ہو اور وہی آیت کریمہ سے مراد ہو اور اللہ تعالےٰ نے بجائے یاخذون کے یاکلون فرمایا کیونکہ مال کا سب سے بڑا نفع یہی ہو اسکو کھانے پینے مین لاتے ہین اور سنت نے اسکو صاف بتلادیا کہ مراد بیاج لینا ہو اور کھانے کے معنے بھی اس سے انتفاع حاصل کرنا کسی طور سے ہو نہ فقط منہ سے کھالینا اور لایقومون ای لا یقومون من قبورہم یوم القیامۃ۔ اپنی قبروں سے قیامت کے روز نہین اٹھین گے مگر اسی طرح جیسے صرع والا یعنی مرگی والا اپنی مرگی کی حالت مین اٹھتا ہو اور یہ بدترین اٹھنے کی تصویر ہو پھر قیاس کر کہ انکے عذاب کا حال تو بدرجۂ اولیٰ نہایت خراب طور پر سخت ہوگا اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ بیاج خورہ قیامت کے روز مجنون مخنوق اٹھیگا رواہ ابن ابی حاتم اور کہا کہ ابن مالک وسعید بن جبیر وسدی وربیع بن انس و قتادہ ومقاتل بن حبان سے اسکے مانند مروی ہو اور اٹھنے کی تفسیر بروز قیامت اٹھنے کی ان بزرگوں کے سوائے عکرمہ وحسن ومجاہد وضحاک و ابن زید سے بھی مروی ہو اور ابن مسعود رض سے یہ قراءۃ آئی ہو کہ وہ پڑھا کرتے۔ الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس یوم القیامۃ رواہ ابن ابی حاتم اور ابن عباس سے روایت ہو کہ یہ اسوقت ہوگا کہ جب وہ اپنی قبر سے اٹھایا جائیگا۔ اور سمرہ بن جندب کی حدیث طویل آنحضرت صلعم کے خواب کی اس مین ہو کہ پھر ایک نہر پر آئے جو سرخ مثل خون کے تھی اور نہر مین ایک شخص پیرتا تھا اور اسکے کنارے ایک شخص بہت سے پتھر لے بیٹھا تھا جب وہ پیرنے والا کنارے آتا تو منہ پھیلاتا اور یہ شخص اسکے منہ مین ایک پتھر دیتا اور اسکی تاویل مین کہا کہ یہ سود خورہ تھا یہ حدیث بخاری مین ہو اور کثرت سے احادیث اسکی مذمت اور عذاب ووعید مین وارد ہین اور جابر رض سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے بیاج کھانے والے اور اسکے کھلانے اور لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت فرمائی رواہ مسلم اور عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ربوا کے تہتر دروازے ہین ان سب مین سے خفیف ایسا ہو جیسے کسی نے اپنی ماں سے جماع کیا رواہ البیہقی والحاکم وصححہ۔ بالجملہ اتفاق ہو کہ مراد یاکلون الربوا سے عام ہر وہ شخص ہو جو ربوا کا معاملہ کرے پس لیوے و دیوے اور لایقومون سے قیامت کے روز اٹھنے کی تفسیر جمہور سے مروی ہو اور خبط اصل مین ٹاپ چال کو کہتے ہین جو ٹھیک نہ چلے اور مس بمعنے جنون اور ممسوس بمعنے مجنون اور اصل مین مس ہاتھ سے چھونے کو کہتے ہین پھر مجنون کو ممسوس اسواسطے کہتے ہین کہ شیطان اسکو مس کرجاتا ہو قالہ الفرا اور من المس متعلق یقومون کے ساتھ ہو اور معنے یہ ہین کہ لایقومون من المس الذی بہم الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان یعنے جنون کی وجہ سے وہ نہین اٹھین گے مگر ایسی حالت مین جیسے وہ اٹھتا ہو جسکو صرع ہو اور بعض نے کہا متعلق یقوم سے ہو ای کما یقوم المصروع من جنونہ۔ اور شیخ ابوحیان نے فرمایا کہ یتخبط کے متعلق ہو ای یتخبطہ من المس بعضے مفسرین نے زعم کیا کہ اس امر کو شیطان کی طرف نسبت کرنا بنابر زعم اہل عرب کے ہو کہ شیطان خبط کردیتا ہو آدمی کو پس وہ مرگی مین ہوجاتا ہو اور معنے یہ ہین کہ ویسے اٹھیگا جیسے تم لوگ اپنے زعم مین شیطان کے متخبط کا اٹھنا دیکھتے ہو اور در اصل اہل عرب کا یہ زعم صحیح نہین ہو شیطان کا مسلک آدمی کے اندر نہین ہو اور وہ کچھ مس نہین کرسکتا اور تحقیق یہ ہو کہ ان مفسرین کا یہ زعم غلط ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے استعاذہ کیا کہ شیطان متخبط کردے رواہ النسائی وغیرہ اور صحیح حدیث مین ہو کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو شیطان مس

اور بعض روایات میں ہے اعانت کرنے والا [illegible] ۱۲ منہ

کرتاہو پس وہ جیتاہو سوائے مریم اور اسکے فرزند عیسیٰ علیہ السلام کے رواہ البخاری۔ بالجملہ عرصات قیامت مین سودخورہ کی یہ علامت ہوگی کہ قبر سے ایسے اٹھیگا جیسے مصروع اٹھتا ہو۔ قولہ ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنے یہ حال عذاب ان لوگون کا اس سبب سے ہوگا کہ انھون نے کہا کہ بیع مانند ربوا کے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ قیاس یہ تھا کہ یون کہا جاتا کہ انما الربوا مثل البیع یعنے ربوا مانند بیع کے حلال ہو مگر تشبیہ کو عکس کردیا اس مین کیا حکمت ہو تو اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ بطریق مبالغہ ہو یعنے ربوا کی طرف ایسے جھکے ہوئے اور اسکو حلال جانتے تھے کہ گویا یہ نوبت پہونچی کہ بیع کا حلال ہونا اسپر قیاس کرتے تھے اسلیئے کہ مشبہ بہ کو شبہ سے اقوی ہونا چاہیئے پس عکس قیاس بغرض مبالغہ ہو اور **شیخ ابن کثیرؒ** وغیرہ نے اسکو پسند نہین کیا چنانچہ فرمایا کہ قولہ ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا۔ یعنے یہ جزا انکو اسواسطے دی گئی کہ انھون نے اللہ تعالیٰ کے احکام شرعی پر اعتراض کیا اور یہ قیاس ربوا کا بیع پر نہین ہو اسواسطے کہ مشرک لوگ اصل بیع کے مشروع ہونے کا جسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن مین شروع فرمایا ہو اقرار نہین کرتے تھے اور اگر قیاس کے طور پر ہوتا تو یون ہوتا۔ انما الربوا مثل البیع۔ مگر انھون نے تو یون کہا ہو کہ انما البیع مثل الربوا پس مراد انکی اعتراض ہو کہ بیع بھی تو ربوا کی نظیر ہو پھر بیع کیون حلال ہوئی اور ربوا کیون حرام ہوا پس قولہ تعالیٰ۔ واحل اللہ البیع وحرم الربوا مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ انپر رد ہو یعنے اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہو وہ بہتر کو بدتر سے جانتا ہو جو بہتر تھا یعنے بیع وہ حلال کردی اور جو بدتر تھا یعنے ربوا وہ حرام کردیا اور دوم یہ کہ یہ تتمہ اعتراض ہو یعنے بیع تو مثل ربوا کے ہو کیون بیع کو حلال کیا اور ربوا کو حرام کیا ہو **قال المترجم** سیاق مؤید قول جمہور ہو کہ انھون نے عکس قیاس بغرض مبالغہ کیا اور قولہ احل اللہ البیع وحرم الربوا انکے قیاس کا ابطال ہو کیونکہ وہ معارض نص ہو۔ اگر کہا جاوے کہ اس صورت مین آیہ سے ثابت ہوگا کہ بیع مطلقاً حلال ہو اور جواب یہ ہو کہ یہان شافعیؒ کے دو قول ہین ایک یہ کہ آیہ مجمل ہو اور سنت اسکی مبین ہو اور دوم یہ کہ ہان آیت عام ہو اور سنت سے اسکی تخصیص ہوگئی ہو اور **ماوردی** نے کہا کہ یہی قول شافعی وانکے اصحاب کے نزدیک صحیح ہو اور اگر کہا جاوے کہ ربوا یعنے زیادت ہو اور کوئی بیع ایسی نہین کہ اس مین کچھ زیادت نہو تو اسکی حاجت پڑی کہ بیان کیا جاوے کہ کون حرام اور کون حلال ہو پس آیہ مجمل ہوئی اور جواب یہ ہو کہ بیع منقول شرعی ہو پس وہ اپنے عموم پر محمول ہوگی جب تک کہ کوئی دلیل تخصیص کی قائم نہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بیوع سے منع کردیا جنکو جاہلیت والے اپنی عادت کے موافق آپس مین کرتے تھے اور جائز کو بیان نہین کیا کہ فلان وفلان بیوع جائز ہین تو دلالت ہوئی کہ آیہ تمام بیوع کی اباحت کو شامل ہو سوائے ان کے جو مخصوص ہون اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص کو بیان فرمایا ہو اور یہی قول ہمارے نزدیک ہو یعنے اگرچہ جن صورتون کی جواز وناجواز مین اختلاف پڑے تو آیت سے استدلال ہوسکتا ہو کہ یہ صورت عموم آیت سے جائز ہو اور تخصیص کی دلیل نہین پائی جاتی ہو فتامل۔ معالم مین کہا کہ تجارت کے طریق سے زیادتی کا طلب کرنا فی الجملہ حرام نہین ہو حرام وہی زیادتی ہو جو مال مخصوصہ مین مخصوص صفت سے ہو جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ہو پھر اپنی اسناد سے بواسطہ شافعیؒ کے عبادہ بن الصامتؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو بعوض سونے کے اور درم چاندی بعوض درم چاندی کے اور گیہون کو بعوض گیہون کے اور جو کو بعوض جو کے اور چھوہارے کو بعوض چھوہارے کے اور نمک کو بعوض نمک کے نہ فروخت کرو مگر برابر برابر عین بعوض عین کے ہاتھون ہاتھ ولیکن سونے کو بعوض چاندی کے اور چاندی کو بعوض سونے کے اور گیہون کو بدلے جو کے اور جو کو بدلے گیہون کے اور چھوہارے کو بدلے نمک کے اور نمک کو بدلے چھوہارے کے ہاتھون ہاتھ جس کیفیت سے چاہو زیادہ ہو یا کم ہو فروخت کرو **قال المترجم** اور ترمذی نے اسکو عبادہ بن الصامت سے مرفوعاً روایت کیا کہ فروخت کرو سونے کو بعوض سونے کے مثل بمثل۔ اور چاندی کو چاندی سے مثل بمثل اور چھوہارے کو چھوہارے سے مثل بمثل اور گیہون کو گیہون سے مثل بمثل اور

نمک کو نمک سے مثل بمثل اور جو کو جو سے مثل بمثل پھر جسنے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اسنے بیاج کا معاملہ کیا اور فروخت کرو سونے کو بعوض چاندی کے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ اور گیہون کو چھوہارے سے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ اور جو کو چھوہارے سے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ **قال الترمذی** حدیث حسن صحیح اور کہا کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہے انکے نزدیک یون ہی جائز ہے کہ گیہون بعوض گیہون کے مثل بمثل بیچا جاوے اگرچہ ایک کھرا اور دوسرا کھوٹا ہو اور جو بعوض جو کے مثل بمثل بیچا جاوے پھر جب اصناف مختلف ہون تو باہم بڑھتی بیچنا روا ہے۔ بشرطیکہ ہاتھون ہاتھ لین دین ہو اور اس مین سے کوئی اُدھار نہو۔ اور یہ قول اکثر اہل علم صحابہ وغیرہم کا ہے اور بعض اہل علم نے گیہون بعوض جو کے زیادتی سے بیچنا مکروہ جانا بلکہ برابر برابر چاہیئے ہے اور یہی قول امام مالکؒ کا ہے اور اول اصح ہے۔ اور **شیخ دہلوی**ؒ نے لمعات مین کہا کہ باب ربوا مین یہی حدیث اصل ہے کہ حضرت صلعم نے چھ چیزون کو ذکر کیا اور باقی کو قیاس پر چھوڑا پس مجتہدین نے باقی کے قیاس کے لیے علت کو استنباط کیا سو ہمارے نزدیک مقدار و جنس علت ہے اور یہی اشہر قول احمد رحمہ اللہ ہے اور شافعی کے نزدیک طعم و ثمنیتؒ اور مالک کے نزدیک طعم و ادخار علت ہے **قال المترجم** اور توضیح اسکی بنا بر قول عالم کے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ چیزون کو منصوص کر دیا اور عامہ اہل علم کا قول ہے کہ ان چھ چیزون مین ربوا کا حکم ثابت ہونا انکے بعض اوصاف کی وجہ سے ہے پس یہ اوصاف جن چیزون مین پائے جاوینگے ان مین بھی ربوا ثابت ہوگا۔ رہا یہ امر کہ یہ اوصاف کیا ہین تو اس مین اختلاف ہے بعض لوگ اس طرف گئے کہ وہ صرف ایک بات ہے جو ان سب مین ہے یعنے نفع پس ان لوگون نے تمام اموال مین ربوا ثابت کیا اور یہ قول کچھ نہین ہے اسواسطے کہ جو و گیہون مین نفع کی علت موجود ہے چاہیئے کہ تفاضل ربوا ہو جاوے حالانکہ ہاتھون ہاتھ جائز ہے جیسا کہ حدیث بالا مین منصوص ہے۔ اور اکثرون کے نزدیک درم و دینار مین تو ربوا ایک وصف سے اور باقی چار چیزون مین دوسری وصف سے ثابت ہوتا ہے پھر ان لوگون نے باہم اس وصف کی تعیین مین اختلاف کیا پس اکثرون مین سے ایک قوم نے کہا کہ درم و دینار مین تو علت وزن ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ و احمد و دوسرون کا ہے پس ان لوگون نے جتنی چیزین وزنی ہین مانند لوہا و تانبا و پیتل و روئی وغیرہ کے سب مین ربوا ثابت کیا یعنے ایک جنس کی ہون تو برابر ہی برابر ہاتھون ہاتھ روا ہے اور تفاضل نہین روا ہے اور یہ جان لینا چاہیے کہ جو مال ایسے ہین کہ انمین ربوا ثابت ہوتا ہے انکا کھرا و کھوٹا یکسان ہے یعنے یہ نہین ہو سکتا کہ کھرے لوہے کو جو ایک سیر ہو دیکر کھوٹے لوہے کو دو سیر لیا جاوے بلکہ چاہیے برابر لیوے یا چھوڑ دے اور اس قاعدے مین علما کا اتفاق ہے پس ان چیزون مین ربوا ثابت ہوگا اگرچہ یہ کھانے کی نہو وین اور ہم نے تفسیر آیت مین پہلے ذکر کر دیا ہے کہ یاکلون الربوا ای بیاج کھاتے ہین اس سے مراد منہ سے کھا لینا نہین بلکہ ہمارے عرف کے موافق بیاج لینا مراد ہے۔ اور باقی چار چیزون مین امام ابو حنیفہؒ وغیرہ مذکورین کے نزدیک علت کیل یعنے پیمانہ ہے پس ان چیزون کے مانند جو چیزین پیمانہ سے فروخت ہوتی ہون خواہ وہ کھانے کی ہون یا نہون سب مین ربوا ثابت ہوگا جیسے گچ و چونا وغیرہ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو چیزین حضرت رسول اللہ صلعم کے وقت مین پیمانہ سے فروخت ہوتی تھین مثل گیہون و جو و چھوہارے و نمک وغیرہ کے اب گرچہ وزن سے بکنے لگی ہین تو وہ کیلی ہی شمار ہونگی و ہوالاصح یہ سب قول نقدین مین اور باقی چار چیزون مین علت وزن و پیمانہ اور جنس کہنے والون کا تھا جن مین امام ابو حنیفہ و عامہ علمائے حنفیہ ہین۔ اور ایک قوم نے کہا کہ نقدین مین وصف مذکور نقدیت ہے اور یہ قول مالک و شافعی کا ہے اور باقی چار چیزون مین شافعی کے نزدیک طعم علت ہے پس جتنی چیزین کھانے کی ہین ان مین شافعیؒ کے نزدیک ربوا ثابت ہوگا مانند چاول و میوہ و ساگ و دوائیان وغیرہ کے پس جملہ اموال ربوا ان کے نزدیک ثمن و مطعوم ہین **کذا قال البغوی** اور ایک جماعت کا قول ہے کہ باقی چار چیزون مین ربوا کی علت طعم مع کیل یا وزن ہے پس کھانے کی جس چیز مین وزن و کیل نہو اس مین ربوا ثابت نہوگا اور یہ قول سعید بن المسیب کا ہے اور یہی شافعی کا قول قدیم ہے **تم قال البغوی** اور ربوا دو قسم سے ہے ایک بڑھتی سے اور دوم اودھارے پس

اگر ایسے مال کو جس مین ربوا ہوتا ہو اسکے جنس کے ساتھ بیچا مثلاً روپیون کو روپیون سے یا اشرفیون کو اشرفیون سے یا وہ کھانے کی ہو مثلاً گیہون کو گیہون سے بیچا تو اس مین دونون قسم ربوا کی ثابت ہون گی یہانتک کہ روا نہین ہو مگر اسی طرح کہ پہلا اگر روپیہ دیتا ہو وہ دوسرے روپیہ کے برابر ہون اگر وزنی ہین تو وزن مین اور کیلی ہین تو کیل مین برابر ہون **قال المترجم** اور یہ معتبر نہوگا کہ کھوٹے کو کھرے سے زائد دیا جاوے اس واسطے کہ ہمنے پہلے بیان کردیا کہ اموال ربوا کا کھرا کھوٹا یکسان ہو اُدھار نہین بلکہ اسی مجلس مین نقد بین دین ہوجاوے اور اگر مال ربوا کو غیر جنس سے فروخت کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر دوسری چیز ایسی ہو کہ وصف ربوا مین اسکے موافق ہی نہین ہو مثلاً کھانے کی چیز کو درم یا دینار سے خریدا تو اس مین ربوا کا کچھ احتمال نہین ہو یہ ایسا ہو جیسے غیر مال ربوا سے فروخت کیا اور اگر ایسی چیز سے بیچا جو وصف مین اسکے موافق ہو مثلاً درم کو دینار سے یا گیہون کو جو سے فروخت کیا یا ایک مطعوم کو دوسرے مطعوم سے فروخت کیا جو اسکے غیر جنس ہو تو اس مین زیادتی کا ربوا ثابت نہوگا حتی کہ باہم ایک دوسرے سے وزن مین زائد اور جزاف سے کھانے کی چیز یعنی اٹکل سے تخمینے اسکی ڈھیری کو اسکی ڈھیری سے فروخت کرنا روا ہو لیکن اودھار کا ربوا اس مین ثابت ہوگا پس ضرور ہے کہ ہر دو جنس بعینہ ہون اور اسی مجلس مین دونون کا قبضہ ہوجاوے اور یہ سب باہم بیع کرنے کی صورت مین ربوا ہو اور باقی رہین اور صورتین جو ربوا ہوتی ہین چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو قرض دیا اس شرط سے کہ اس سے افضل ادا کرے یا اس سے زائد ادا کرے تو یہ ایسا قرض ہو کہ نفع لایا اور جو قرض ایسا ہو کہ وہ نفع لاوے تو وہ بیاج ہو **ہکذا ذکرہ الائمۃ من الحنفیۃ والشافعیۃ** اور مسائل ربوا کے بہت ہین وہ فقہ کی کتابون مین مذکور ہین ولیکن **مترجم** ضعیف کا مقصود یہ ہو کہ یہان بعض وجوہ ذکر کردے شاید اللہ تعالے اس سے نفع دے پس جاننا چاہیے کہ ائمۂ علمانے ذکر کیا ہو کہ قرض دینے والا قرضدار سے اگر کوئی نفع ایسا لیوے جسکا منشا یہی قرض پیش آیا ہو تو سود اور حرام ہو جیسے حاکم و قاضی و کوئی اہل کار اگر کسی شخص سے ایسا نفع حاصل کرے جسکا منشا اسکی حکومت یا قضا یا کارپردازی پیش آئی ہو تو وہ رشوت ہوتی ہو حتی کہ اگر وہ دعوت کرے تو روا ہو کہ احتیاطاً نہ قبول کرے اور اگر قبول کرے تو ایسی دعوت کو جو معمول کے موافق ہو جیسے وہ پہلے کیا کرتا تھا اور اگر اس مین کوئی تکلف زائد ہو تو بھی قبول کرنا روا نہین ہو اور اگر زمیندار نے آسامی کو اناج دیا تخم ریزی کے واسطے اور ٹھہرا لیا کہ فصل پر ہمکو مثلاً چالیس سیر کے حساب سے دیوے تو یہ بیاج ہو ہان اگر اسوقت اسکے ہاتھ اناج کو اودھار اس نرخ سے جو بازار مین ہو فروخت کیا بدون اس کے کہ بھاؤ مین کچھ بھی کمی ہو پھر قرار دیا کہ بعد وصول اس روپیہ کے اسی روپیہ سے تم ہمکو فصل پر جو اناج پیدا ہو وہ جس بھاؤ سے بازار مین بکے دیدو تو مضائقہ نہین ہو لیکن اُس اناج مین جو شرائط سلم کے ہونے چاہیے ہین وہ معتبر ہونگے بنابر آنکہ یہ سلم صحیح ہو ورنہ اصح یہی ہو کہ یہ صرف وعدہ ہے اور اولی یہ کہ اسکے ہاتھ اودھار فروخت کردے اور فصل پر اُس سے اپنا روپیہ لے لے اور اودھار کے دام ادا کرنے کا وقت مقرر کرے یون نہ کہے کہ پیداوار کی بکری سے دام ہونگا ورنہ بیع جائز نہوگی اور یہ مسائل ترجمۂ فتاوائے عالمگیری سے یاد کرلینے چاہئین - اور اگر کسی نے دوسرے سے روپیہ وغیرہ قرض لیا اور اپنا باغ یا زمین اسکے پاس رہن کی تو شرع مین رہن فقط مضبوطی ہو پس اگر مرتہن نے قبضہ کیا تو حاصلات اس مرہون کی راہن کی ہو اور اگر قرضہ مین شرط تھی کہ ادائے قرضہ تک اسکی حاصلات مرتہن کی ہو تو یہ بیاج ہو اور اس مین کسی کا خلاف نہین ہو اور جاننا چاہیے کہ **ابوداؤد** رحمہ اللہ نے بسند جید حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ جب یہ آیت - الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس - نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مخابرہ کو نہ چھوڑے وہ اللہ تعالے واس کے رسول سے لڑائی پر اعلان دے - اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک مین روایت کرکے کہا کہ صحیح علی شرط مسلم رح اور مخابرہ یہ ہو کہ زمین کو کھیتی کے واسطے دے بعض پیداوار اس زمین پر یعنی اس زمین کی پیداوار مین سے نصف یا تہائی وغیرہ جزو مشترک نہین کہتے بلکہ پچاس من یا چالیس من

وغیرہ کوئی مقدار معلوم شرط کرتے تھے اور یہ بیاج کے حکم مین ہے کیونکہ یہ کیا معلوم کہ زمین مین کسقدر پیدا ہوگا شاید کہ کچھ بھی پیدا نہو۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے حدیث کو عام ظاہر لیکر مزارعت کو ممنوع کہا ہے اور یہی حدیث انکے واسطے حجت ظاہر ہے کیونکہ اس مین مطلقاً ممانعت ہے کوئی قید حصّہ بٹائی کی نہین ہے اور صاحبینؒ یعنی امام ابو یوسف و محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ بھی اسکو جائز رکھتے ہین اور نہایت توجیہ ان کی طرف سے یہ ہو سکتی ہے کہ حدیث شریف مین ایسے مخابرہ سے ممانعت ہے جس مین حصہ مشترک نہو مانند بٹائی وغیرہ کے بلکہ سو بیگہ مین کی شرط ہو کیونکہ پیداوار زمین غیر معلوم ہے فافہم۔ پس کتب فقہ مین جو مسائل باب مزارعت مین مذکور ہین وہ بربنائے قول صاحبین ہین اور امام ابو حنیفہؒ کا جو نام لیا گیا ہے وہ اس معنے کر کہ اگر وہ جائز فرماتے ہوتے تو ان کا قیاس قول یہان یہ ہوتا فاحفظہ۔ اور ایسے ہی مزابنہ بھی حرام ہے اور وہ اس طرح کہ خرما کے درخت پر جو خرمے لگے ہین ان کو سوکھے چھوہارون سے خرید کیا مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ مین تمکو چار من چھوارے یہ جو میرے پاس ہین دیتا ہون بدلے تمہارے اس درخت کے چھوہارون کے جو اسپر لگے ہین بطور بیع کے پس بکر نے یہ چھوہارے لے لیے اور درخت مذکور زید کو دیدیا کہ اسکے پھل سب لے لے پھر جب خالی ہوجاوے تو بکر کو واپس دے تو یہ بیع حرام ہے اور ایسے ہی محاقلہ بھی حرام ہے کہ زید نے مثلاً دس من گیہون بکر کو دیے کہ بکر اپنا گیہون کا تیار کھیت اسکو دے بطور بیع کے پس اس کھیت مین جو کچھ گیہون نکلین جو بالون مین موجود ہین سب زید کے ہونگے تو یہ بھی حرام ہے اسواسطے کہ درخت کے چھوہارے یا کھیت کے گیہون نہین معلوم کہ برابر برابر نکلین یا کم و بیش ہون اور شبہہ بیاج بھی بیاج ہوتا ہے جیسا کہ فقہا نے اجماع کیا ہے اور بعضے متاخرین فقہا نے کہا کہ کھیت جب تیار کھڑا ہے اور کاٹنے کے قابل ہے تو اس طرح کی بیع مین مضائقہ نہین اسلیے کہ کھیت مین بھوسا اور گیہون دونون ہین پس گیہون بمقابلہ گیہون کے اور باقی بمقابلہ بھوسے کے ہون گے اور **مترجم** کہتا ہے کہ اسپر فتوی نہین ہے اور یہ قول کچھ نہین ہے اور صحیح یہی ہے کہ ایسی بیع بھی حرام ہے **شیخ ابن کثیر**ؒ نے فرمایا کہ یہ صورتین اور جو اور ایسی ہی صورتین ہون سب اسواسطے حرام ہوئی ہین کہ ربا کا مادہ بالکل نیست ہو اسواسطے کہ خشک ہونے سے پہلے دونون چیزون کی برابری معلوم نہین ہو سکتی ہے اور اسیواسطے فقہا نے کہا ہے کہ جہان برابری معلوم نہو وہان سود والے مالون مین ایسا قرار دیا جاتا ہے کہ جیسے درحقیقت زیادتی ہے اسی سے ایسی سب چیزین حرام ہین اور یہ سود کا باب ایک مشکل باب ہے نہین دیکھتے کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تمنا رہ گئی کہ تین باب یعنے دادا کی میراث اور کلالہ کی میراث اور ربوا کے بعض ابواب مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے واسطے کوئی حد مقرر کی ہوتی کہ ہم اس حد تک رہتے اور تجاوز کا گمان نہوتا **قال المترجم** اور وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ آیت ربوا بیع روایتون کے موافق سب سے آخر اتری ہے کہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند ہی روز دنیا مین رہے اور وفات پائی تو یہی حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ مجھے تمنا رہ گئی کہ آپ سے اسکی تفصیل بروجہ محدود معلوم نہوئی اور شریعت اس امر پر شاہد ہے کہ حرام کی طرف جو چیز وسیلہ ہو وہ بھی حرام ہے جیسے کہ واجب جس چیز کے بدون تمام نہین ہوتا وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے اور صحیحین مین نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور ان دونون کے بیچ مین امور مشتبہات ہین پس جسنے شبہات سے پرہیز کیا وہ اپنے دین اور آبرو کو بچالے گیا اور جو شبہات مین پڑگیا وہ خطرہ مین پڑا جیسے وہ چرواہا کہ سبزہ زار کے گرد چراتا ہے قریب ہے کہ سبزہ زار مین چلا جاوے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ گناہ وہ ہے کہ دل مین دغدغہ دے اور نفس کو اس مین تردد ہو اور مکروہ جانے کہ لوگ اسپر مطلع ہون اور ایک روایت مین ہے کہ فتوی لے اپنے دل سے اور اگرچہ لوگون نے تجھکو فتوی دیا ہو۔ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا کہ اس مین سود کھاوینگے تو عرض کیا گیا کہ سب سود بیاج کھاوینگے فرمایا کہ ان مین سے جو نہ کھاویگا اسکو بیاج کا غبار پہونچ جاویگا۔ رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ پھر **شیخ ابن کثیر**ؒ نے ذکر کیا کہ حرام چیزون تک پہونچانے والے وسیلون کے حرام کرنے کے قبیل سے جو امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ جب سورہ بقرہ کے

لہ صاحبین سے مراد امام ابو یوسف اور امام محمد اور طرفین سے مراد امام ابو حنیفہ اور امام محمد اور شیخین سے مراد امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف ۱۲ م ۲ؐ یعنے جو نہ کھاویگا اسکو غبار لگ جاوے گا غرض کچھ نہ کچھ داغ سب مین ہو گا ۱۲ م

آخر آیتین جو بیاج حرام ہونے کے بارہ مین ہین نازل ہوئین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلکر مسجد مین تشریف لائے اور لوگون کو پڑھ سنائین پھر شراب کی تجارت حرام کردی ورواہ البخاری والجماعۃ اور بعض علمانے اسکے معنے مین کہا کہ ربوا اور اسکے وسائل کو حرام کیا تو شراب کو اور جو امور تجارت وغیرہ کے ایسے ہین کہ انسے شراب خواری مین پڑجانے کا اشتباہ ہو حرام کردیا اور یہ ویسے ہی ہو جیسے حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہودیون پر اللہ تعالے لعنت کرے کہ انپر چربی حرام کی گئی تھی انھون نے اسکو پگھلایا پھر اسکو فروخت کیا اور اسکے دام کھائے۔ قولہ ومن عاد فاولٓئک اصحاب النار۔ بعض علمانے کہا کہ عود یا بین طور کہ بیاج کھایا اور بعض نے کہا کہ عود ایسی قول ہین کہ انما البیع مثل الربوا۔ پس دوسرے قول پر تو قولہ۔ ہم فیہا خالدون بلا تاویل درست ہی اسواسطے کہ جو شخص بیاج کو مثل بیع کے قرار دے وہ کافر ہو اور کافرون کی سزا یہی ہو کہ ہمیشہ دوزخ مین رہین اور قول اول پر بیاج کھانے سے یہ مراد ہو کہ حلال جانکر کھایا جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے قید لگائی ہو اسوجہ سے کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا اہل سنت کے نزدیک دائمی دوزخی نہین ہو پس چونکہ دائمی دوزخی ہونے کی وعید فرمائی ہو لہذا معلوم ہوا کہ مراد ایسا بیاج کھانے والا ہو جو اسکو حلال جانکر کھاوے یا بیاج کو بیع کے مثل بتلاوے

یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ

مٹاتا ہو اللہ بیاج کو اور بڑھاتا ہو خیرات کو　اور اللہ نہین چاہتا کسی ناشکرے گنہگار کو　البتہ جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ

ایمان لائے اور کام کیے نیک　اور قائم رکھا انھون نے نماز کو اور دی انھون نے زکوۃ تو انکے لیے ہو انکا ثواب

عِنْدَ رَبِّھِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

انکے پروردگار کے پاس۔ اور نہین خوف ہو اُن پر　اور نہ وہ غمگین ہون گے

یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا ینقصہ ویذہب برکتہ۔ اللہ تعالے بیاج کو ناقص کرتا اور اسکی برکت دور کرتا ہو۔ وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ یزیدہا وینمیہا ویضاعف ثوابہا۔ اور صدقات کو بڑھاتا ہو اور بڑھا دیتا ہو اور اسکے ثواب کو بہت گونہ کرتا ہو۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ بتحلیل الربوا۔ اور اللہ دوست نہین رکھتا ہر ایسے شخص کو جو کفار ہو بایں طور کہ حلال کرے بیاج کو۔ اَثِیْمٍ۔ فاجر باکلہ الربوا ای یعاقبہ۔ اور فاجر ہو بایں طور کہ اسنے بیاج کھایا جیسے کفار اس طرح ہو کہ انسے بیاج کو حلال جانا۔ اور لا یحب کے معنے یہ ہین کہ اسکو عذاب کریگا جیسے مومنون کو یحب فرمایا تو معنے یہ کہ انکو ثواب دیگا۔ اللہ عزوجل اس آیہ کریمہ مین خبر دیتا ہو کہ یمحق اللہ الربوا ای یذہبہ اور دور کردیتا ہو اسکو یا تو بایں طور کہ بیاج والے کے ہاتھ سے بالکل دور کردیتا ہو یا بایں طور کہ اس کو اس مال کی برکت سے محروم کردیتا ہو پس وہ مال سے انتفاع نہین پاتا ہو بلکہ دنیا مین اسکو اپنے مال سے محروم رکھتا ہو اور قیامت مین اسکو اس مال پر عذاب کرتا ہو اور نظیر اسکی قولہ تعالے۔ وما اتیتم ۲-
من ربوا لیربو فی اموال الناس فلا یربو عند اللہ الآیۃ۔ اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ربوا اگرچہ بہت ہوجاوے مگر انجام کار اسکا قلت کی طرف ہوجاتا ہو اور اس حدیث کو امام احمد نے ابن مسعود سے مرفوعا یعنے قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہو اور ایسے ہی ابن ماجہ نے بھی دوسری وجہ سے ابن مسعودؓ سے مرفوعا روایت کیا۔ اور بنا بریں قولہ یمحق اللہ الربوا۔ مین اخبار ہو کہ سود خورہ جو مال بڑھانا چاہتا ہو اسکے ساتھ اسکے خبیث اعتقاد کے برعکس معاملہ کیا جاتا ہو اور یہ ایسا ہو جیسے امام احمد نے فروخ سے جو عثمان کے آزاد کیے ہوے غلام تھے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک روز اپنی خلافت مین مسجد سے نکلکر آئے تو دیکھا کہ اناج کا ڈھیر لگا یا گیا ہو فرمایا کہ یہ اناج کیسا ہو تو لوگون نے کہا کہ ہمارے واسطے لایا گیا ہو فرمایا کہ اللہ تعالے برکت دے اس مین اور اسکے لانے والے مین تو عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین اسکے لانے والے نے احتکار کیا تھا

فرمایا کہ کسنے انکار کیا تھا بولے کہ فروخ نے جو عثمان کے آزاد کیے ہوے ہین اور فلان شخص نے جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا ہی پس عمرؓ نے دونون کو بلوایا اور فرمایا
کہ تمکو کس بات نے انکار پر آمادہ کیا تھا کہ تمنے مسلمانون کے طعام کو انکار کیا تو دونون نے عرض کیا کہ ای امیر المومنین ہم اپنے مالون سے خریدتے
اور بیچتے ہین تو عمرؓ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہی کہ آپ فرماتے تھے کہ جسنے مسلمانون پر انکے طعام کو احتکار کیا تو اللہ تعالے اس کو
ماریگا افلاس کی یا جذام کی۔ اور ابن ماجہ کی روایت مین ہی کہ افلاس کی اور جذام کی پس فروخ نے یہ سنکر کہا کہ مین اللہ تعالے سے عہد کرتا ہون
اور تم سے عہد کرتا ہون کہ مین اب کبھی طعام مین ایسا نہ کرونگا اور رہا دوسرا شخص جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا تھا اسکا قول یہ رہا کہ ہم اپنے مالون سے
خریدتے اور بیچتے ہین ابو یحییٰ راوی اس حدیث کے کہتے ہین کہ واللہ مین نے دوسرے کو جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا تھا دیکھا کہ مجذوم ہوگیا تھا۔ قال المترجم
جذام و کوڑھ سے بیمار
بالاتفاق مشاہدہ ہورہا ہی کہ ہر سود خورہ دنیا مین اپنے مال سے محروم رہتا ہی اور نہایت خبیث طور سے زندگی بسر کرکے مرجاتا ہی اور آخر کو وہ مال برباد ہوجاتا
ہی بخلاف ان نیکو کارون کے مال کے جو اپنے مالون کو حلال طور سے کماتے اور اسکی زکوٰۃ دیتے رہتے ہین کہ اللہ تعالے اسکو دنیا و آخرت
مین خوب بڑھاتا ہی۔ اور معالم مین قولہ تعالے یمحق اللہ الربوا کی تفسیر مین مذکور ہی کہ اللہ تعالے اس مال کو جس مین بیاج شامل ہوا ہی ہلاک کردیتا ہی اور
اسکی برکت دور کردیتا ہی اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ یمحق اللہ الربوا یعنے سود خورہ سے قبول نہین کرتا نہ صدقہ اور نہ جہاد اور نہ
حج اور نہ صلہ رحم۔ یعنے کوئی خیر کا خرچ اس سے قبول نہین کرتا ہی وقال المترجم اور بیان کیا گیا ہی کہ سود کا کھانا و کپڑا سود خورہ کی نماز و روزہ کو
بھی کھودیتا ہی کہ اس سے وہ بھی قبول نہین ہوتا ہی واللہ اعلم۔ وقال تعالے ویربی الصدقات تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ یربی بضم یا و تخفیف
ازاربا یربی یعنے باب افعال سے پڑھا گیا یعنے انکو اسکو بڑھاتا ہی اور بڑھا دیتا یعنے نمو دیتا ہی اور ایک قرأۃ مین بتشدید با و موحدہ از تربیہ
یعنے باب تفعیل سے آیا ہی جیسا کہ بخاری نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایک چھوہارے کے برابر
پاک کمائی سے صدقہ دیا اور حال یہ ہی کہ اللہ تعالے قبول نہین کرتا مگر پاک ہی کو تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو اپنے داہنے ہاتھ مین قبول فرماتا ہی پھر
اسکو تربیت فرماتا ہی اس شخص صدقہ دینے والے کے لیے جیسے تم مین سے کوئی اپنا گھوڑے کا بچہ پالتا ہی یہانتک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔
ورواہ مسلم والبیہقی والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم واحمد وابن جریر اور بروایت امام احمد کی جو ابو ہریرہ و عائشہؓ سے ہی اسمین یہ بھی ہی کہ یہانتک
کہ وہ چھوہارا یا لقمہ اللہ تعالے کی پرورش مین مثل احد پہاڑ کے ہوجاتا ہی اور ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہی قال المترجم۔ اللہ تعالیٰ کا داہنے
ہاتھ مین لینا کنایہ اسکے فضل سے ہی اور اولی یہ ہی کہ اسکی تاویل نہ کیجاوے باوجود یقین اس امر کے کہ اللہ عزوجل ایسے ہاتھ وغیرہ سے جو کسی مخلوق کے
ہین پاک اور منزہ ہی۔ قولہ تعالے واللہ لایحب کل کفار اثیم یعنے نہین دوست رکھتا ہی دل کے کفور کو اور قول و فعل کے اثیم کو۔ اور دوست رکھنے
مراد اسکا لازم ہی ای اسکو عذاب دیتا ہی اور اس صفت کے ساتھ اس آیہ کریمہ کا خاتمہ بایں مناسبت ہی کہ سود خورہ اس قسمت پر راضی نہوا جو اللہ
تعالے نے اسکے واسطے حلال سے مقدر کیا تھا اور مباح کمائی کی راہ پر اکتفا نہ کیا پس اسنے طرح طرح کی خبیث کمائیون سے لوگون کے
مالون کو باطل وجہ پر کھانا شروع کیا پس اسنے نعمت حق سے کفران کیا اور افعال خبیثہ سے فاجر گنہگار رہا پھر اسکے بعد اللہ تعالے نے عادات
قرآن کے موافق ان لوگون کے ثواب کو ذکر فرمایا جو ایمان لائے اور نیک کام کیے بقولہ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت الآیۃ۔ پس ظاہر یہ ہی
کہ علی العموم اہل ایمان مراد ہین اور مدارک مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ مراد وہ لوگ ہین جو ربوا کے حرام ہونے پر ایمان لائے یعنے اور جو لوگ کہ اس امر پر ایمان لائے
کہ ربوا حرام ہی اور انھون نے نیک کام کیے الخ۔ اور اولی یہ ہی کہ الذین آمنوا سے عام مراد رکھی جاوے کیونکہ اسمین مومنین کے حق مین صریح نالمہی
اور ربوا کے حرام ہونے کا اعتقاد کل مومنین کو خود حاصل ہی اور صلوٰۃ و زکوٰۃ کو بخصوص بیان فرمایا کہ اگرچہ صالحات مین یہ بھی شامل ہین تو

صلوٰۃ کو اس وجہ سے کہ وہ افضل صالحات ہے اور زکوٰۃ کو اس وجہ سے کہ سیاق در باب مال ہے اور زکوٰۃ اخراج مال کا بتمناے رضاے حق عز وجل ہے۔ اگر کہا جاوے کہ آیہ کریمہ مین ثواب مذکور جو بمنزلہ اس قول کے ہے لہم الجنۃ عند ربہم یہ ثواب بعد ایمان کے ان اعمال صالحہ کے ہونے کے ساتھ مذکور ہے یعنے ایمان لائے اور نیک کام کیے و نماز و زکوٰۃ ادا کی انکے واسطے جنت ہے حالانکہ اگر کوئی شخص بالغ ہوا اور حالیکہ وہ اللہ تعالے پر ایمان لایا اور ہنوز کسی نماز کا وقت یا زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت نہ گذرا تھا کہ وہ مرگیا تو بالاتفاق وہ اہل ثواب مین سے ہے اور ایسے ہی ایک شخص ایمان لایا اور ایمان کی خوشی مین اسکو شادی مرگ ہوگئی کوئی نماز و روزہ وغیرہ نہین کرنے پایا تو وہ اہل ثواب مین سے ہے پس ثابت ہوا کہ ثواب حاصل ہونا اعمال کے پائے جانے پر موقوف نہین ہے پھر جو ایمان کے ساتھ اعمال مذکور ہین انکے ذکر مین کیا حکمت ہے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ان نیک خصلتون کو اسواسطے نہین ذکر کیا ہے کہ ثواب کا استحقاق انپر مشروط ہے بلکہ اس بیان کے واسطے کہ ان افعال حمیدہ کو بھی ثواب و رضاے الٰہی حاصل کرنے مین دخل ہے یعنے آنکہ یہ علامات ثواب کے ہین بالجملہ اس سے بیان ان کی اطاعت کا ہے اور یہ غرض نہین کہ ثواب اس پر مشروط ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا سود اگر تم یقین والے ہو پھر

لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ

اگر نہین کرتے تو خبردار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمکو پہونچتے ہین اصل

اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ

مال تمھارے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر اور اگر ایک شخص ہو تنگی والا تو فرصت دینی چاہیے جب تک کشایش پاوے

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ

اور اگر خیرات کرو تو تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم کو سمجھ ہو اور ڈرتے رہو اس دن سے جس مین الٹے پھر جاؤ گے

اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

اللہ کے پاس پھر پورا ملے گا ہر شخص کو جو اسنے کمایا ہے اور ان پر کچھ ظلم نہین کیا جائے گا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا۔ اترکوا۔ مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ صادقین فی ایمانکم فان من شان المؤمنین امتثال امر اللہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور مابقی بیاج کو چھوڑو اگر تم مومن ہو ف یعنے اگر تم اپنے ایمان مین سچے ہو کیونکہ مومن کی شان سے یہ بات ہے کہ حکم الٰہی کا بجالانے والا ہو۔ نزلت لما طالب بعض الصحابۃ بعد النہی ربوا کان لہ قبل۔ روایت ہے کہ بعضے صحابہ نے ربوا سے ممانعت ہوجانے کے بعد اپنا کچھ سود جو ممانعت سے پہلے کا چڑھا تھا طلب کیا تب یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ بیاج چھوڑ دو۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا۔ ما امرتم بہ پھر اگر تم نہ کروگے ف یہ کام جسکا تمکو حکم کیا گیا ہے۔ فَاْذَنُوْا اعلموا۔ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لکم فیہ تہدید شدید لہم ولما نزلت قالوا لا یدا لنا بحربہ تو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے ساتھ اپنی لڑائی کا اشتہار لو ف اس مین انکو تہدید شدید ہے اور جب یہ آیت اتری تو بولے کہ ہمکو اللہ تعالے سے لڑنے کی طاقت نہین ہے۔ وَاِنْ تُبْتُمْ رجعتم عنہ اور اگر تمنے توبہ کی یعنے تمنے اس سے رجوع کیا اور بات مان لی۔ فَلَكُمْ رُءُوْسُ۔ اصول۔ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ

بزیادۃ سود **وَلَا تُظۡلَمُونَ** ـ بنقص تو تمھارے لیے راس المال یعنی اصل مال ہے تم ظلم کرو اور نہ ظلم کیے جاؤ ف یعنے نہ تم کسی پر ظلم کرو زیادہ لینے مین کہ وہ سود ہے
اور نہ تم پر ظلم کیا جائیگا کہ تمکو اپنے اصل مال سے خواہ مخواہ کمی یعنی لائی جائیگی ـ **وَاِنۡ كَانَ** ـ وقع غریم **ذُوۡ عُسۡرَةٍ** ـ اور اگر واقع ہوا قرضدار تنگدست یعنی اصل
مال لینے مین بھی اگر بالفعل قرضدار تنگدست ہے حکم دیا کہ ـ **فَنَظِرَةٌ** ـ له ای علیکم تاخیرہ **اِلٰی مَیۡسَرَةٍ** ـ بفتح السین و ضمھا ای وقت یسرہ ـ پس
انتظار ہے یعنے اس قرضدار مذکور کے لیے تمپر تاخیر دینا واجب ہے تا میسرہ یعنے تا وقت اسکی آسانی و کشائش کے یعنے اسکی فراخی و دسترس تک انتظار کرکے
وہلت دو ـ اور لفظ میسرہ ظرف زمان ہے اکثرون کی قراءۃ مین بفتح سین مہملہ اور نافع کی قراءۃ مین بضم سین ہے مانند مقبرہ بفتح با موحدہ و مقبرہ بضم با موحدہ
**وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا** ـ بالتشدید علی ادغام التاء فی الاصل فی الصاد و بالتخفیف علی حذفھا ای تتصدقوا علی المعسر بالابراء ـ اکثرون کی قراءۃ
مین تصدقوا بتشدید صاد و دال ہے بنا بر ینکہ اصل مین تتصدقوا تھا تا کو صاد کرکے بعد حذف حرکت کے صاد مین ادغام کر دیا اور عاصم کی
قراءۃ مین بلا تشدید صاد کے بنا بر ینکہ تا کو حذف کر دیا اور معنے یہ ہین کہ صدقہ کر دینا تمھارا تنگدست پر اصل مال بھی باین طور کہ اسکو اپنے
اصلی قرضہ سے بھی بری کردو تو یہ ـ **خَيۡرٌ لَّكُمۡ** ـ تمھارے لیے بہتر ہے ـ **اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ** ـ انہ خیر فافعلوہ ـ اگر تم جانتے ہو
ف اس بات کو کہ تنگدست کو بری کرنا بہتر ہے تو ایسا کرو ـ وفی الحدیث من انظر معسرا او وضع عنه اظله الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله رواہ مسلم
اور حدیث مین آیا ہے کہ جسنے تاخیر و مہلت دی اپنے قرضدار تنگدست کو یا اُتار دیا اسکے ذمہ سے (معاف کر دیا) تو اللہ تعالےٰ اسکو اپنے سایہ مین
لے لیگا اس روز کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے سایہ کے سایہ ہی نہو گا رواہ مسلم فی صحیحہ ـ **وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ** ـ بالبناء
للمفعول تردون وللفاعل تصیرون ـ یعنے اکثرون کی قراءۃ بصیغہ مجہول ہے بمعنے تردون یعنے پھیرے جاؤگے اور ابو عمرو کی قراءۃ بصیغہ
معروف ہے بمعنے پھر جاوگے ـ **فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ** ـ ھو یوم القیامہ ـ اور ڈرو ایسے دن کو کہ جس مین پھیرے جاؤگے یا لوٹ جاؤگے
اللہ تعالےٰ کی طرف اور وہ قیامت کا روز ہے ـ **ثُمَّ تُوَفّٰى** ـ فیہ ـ **كُلُّ نَفۡسٍ** ـ جزاء **مَّا كَسَبَتۡ** ـ عملت من خیر و شر ـ پھر پورا
دیا جائیگا اس دن ہر نفس جزا اس چیز کی جو اسنے کمایا ہے ـ یعنے دنیا مین عمل کیا ہے بھلائی و برائی سے ف پس نیکی کرو اور بدی سے
بچو ـ **وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ** ـ بنقص حسنۃ او زیادۃ سیئۃ ـ اور یہ لوگ کچھ ظلم نہ کیے جاوینگے ف باین طور کہ کوئی نیکی کم کیجاوے ع ۹۶ ٢
یا کوئی بدی بڑھائی جاوے ـ معالم مین مذکور ہے کہ سدی رح نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی عباس بن عبد المطلب رض و خالد بن الولید کے حق مین اور
زمانۂ جاہلیت مین دونون شریک تھے کہ بنی عمرو بن عمیر کے لوگون کو قبیلہ ثقیف مین سود پر قرض دیتے پھر اسلام کا زمانہ ہو گیا اور ان دونون کا
سود کا مال بہت پڑا تھا پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ـ اور **شیخ ابن کثیر** رح نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ زید بن اسلم و ابن
جریج و مقاتل بن حیان و سدی رحمھم اللہ نے ذکر کیا کہ یہ سیاق نازل ہوا قبیلہ ثقیف کے بنی عمرو بن عمیر اور مخزوم کے بنی مغیرہ کے حق مین کہ
ان دونون فریق کے درمیان زمانۂ جاہلیت مین سود جاری تھا پھر جب اسلام آیا اور جب لوگ بعد فتح مکہ کے مسلمان ہو گئے تو ثقیف والون
نے مطالبہ کیا کہ اپنا سود لیوین اور بنو مغیرہ نے کہا کہ ہم لوگ زمانۂ اسلام مین اسلام کی کمائی سے سود نہ دینگے پس عتاب بن اسید رض
نے جو حضرت صلعم کی طرف سے مکۂ معظمہ مین نائب تھے اس معاملہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا پس یہ آیت نازل ہوئی پس اس کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ بھیجا ـ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و
رسولہ ـ پس ان لوگون نے کہا کہ ہم اللہ تعالےٰ سے توبہ کرتے ہین اور جو کچھ سود کا مال باقی ہے سب چھوڑتے ہین اور ہمکو اللہ تعالےٰ سے لڑنے
کی طاقت نہین ہے **قال المترجم** اور معالم مین بھی اسکے مانند مقاتل بن حیان سے مذکور ہے اور بنو عمرو بن عمیر بن عوف الثقفی کے چار بھائی بنام ع

مسعود وعبد یالیل وحبیب وربیعہ بیان کیے اور ذکر کیا کہ انھون نے بنومغیرہ قبیلہ مخزوم سے اپنا سود طلب کیا اور وہ بڑا بھاری مال تھا اور انھون نے انکار کیا کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو مسلمانون سے دور کیا ہی ہم زمانہ اسلام مین نہین دینگے اور ہر دو فریق نے عتاب بن اسید کے پاس نالش کی جو مکہ مین حضرت صلعم کی طرف سے نائب تھے پھر باقی قصہ ذکر کیا اور شاید یہی باعث ہوا ہو کہ حضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے خطبہ مین فرمایا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے سب سود جو کچھ ہون وہ موضوع مین یعنے گرا دیے گئے و دور رکے گئے ہین اور پہلا سود زمانہ جاہلیت کا جس کو مین اپنون کا مال سود دور کرتا ہون وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہی کہ وہ سب کا سب گرا دیا گیا ہی الحدیث۔ بالجملہ معنے آیت کے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ اپنے ایمان والے بندون کو حکم فرماتا ہی کہ اس سے ڈرین اور اسی کا تقویٰ کرین اور انکو منع فرماتا ہی ہر ایسی چیز سے جو انکو اللہ تعالیٰ کے غضب قریب کرے اور اسکی رضامندی سے دور رکھے پس قولہ۔ اتقوا اللہ ای خوف کرو اللہ تعالےٰ سے اور اپنے افعال پر اسکو حاضر و ناظر جانو اور قولہ وذروا ما بقی من الربوا۔ ای چھوڑ دو تمام وہ مال سود جو ممانعت سے پہلے تمھارے کچھ لینے کے بعد باقی رہ گئے ہین اور وہ تمھارے اصل مال پر زیادتی و سود ہین اب ممانعت کے بعد ہرگز اس بڑھتی کے مالون کو مت لو۔ قولہ ان کنتم مؤمنین۔ ای یقین رکھتے ہو جو تمھارے واسطے مشروع کیا ہی کہ بیع حلال ہی اور ربوا حرام ہی وغیر ذالک۔ اور یہان حرف ان شرطیہ مین تامل کیا گیا کہ یہ شک کے واسطے مستعمل ہوتا ہی حالانکہ یہ لوگ مؤمنین تھے اور انکو کچھ شک تھا تو معالم مین کہا کہ ان بمعنے اذ ہی ای جبکہ تم مومن ہو اور ابن عطیہؒ نے اسکو پسند نہ کیا کیونکہ لغت مین اسکا نشان نہین ہی اور مفسرؒ نے ان کو اپنے معنے پر لیا اور مؤمنین کو بمعنے صادقین فی الایمان لیا ہی ای اگر تم اپنے ایمان مین سچے ہو تو باقی سود چھوڑ دو کیونکہ سود کو اللہ تعالےٰ نے حرام کیا ہی اور سچائی والے کی پہچان یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور مترجم کے نزدیک اولیٰ یہ ہی کہ ان یہان جوش دلانے اور آمادہ کرنے کے واسطے لیا جاوے جیسے کوئی اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر ہمارے بیٹے ہو تو یہ کام تو کر لاؤ اور وجہ یہ ہی کہ ان لوگون کو اگرچہ سود کا حرام ہونا معلوم تھا مگر آیندہ کے واسطے سمجھے تھے بدین قرینہ کہ فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتہیٰ فلہ ما سلف۔ اور ما سلف مین وہ باقی رہا ہوا سود بھی سمجھے تھے پس انکو تنبیہ کردی اور تہدید اسواسطے کہ مخاصمت اسکے مطالبہ مین ہو چکی تھی۔ واللہ اعلم۔ اسیواسطے فرمایا۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ اس مین انکو تہدید کردی اور حکم عام ہی پس ہر ایسے شخص کے واسطے سخت و شدید تہدید ہو گئی جو بعد ممانعت کے سود خواری کو برتتے جاتا ہی اور برابر سود کھائے جاتا ہی اور ایک قراءۃ مین فاذنوا بمد وکسر ذال معجمہ بروزن آمنوا بھی پڑھا گیا اور معنے اسکے یہ ہونگے کہ اعلموا بالحرب۔ ای آگاہ کرو غیر کو اللہ و رسول کی لڑائی سے اپنے ساتھ۔ اور مشہور قراءۃ بفتح ذال معجمہ وقصر ہمزہ ہی اور معنے اسکے یہ ہین کہ تم جانو اور یقین کرو اور ایسا ہی ابن عباس سے روایت ہی کہ قولہ۔ فاذنوا بحرب ای استیقنوا بحرب اور نیز ابن عباسؓ سے روایت ہوا کہ بیاج کھانے والے سے کہا جائیگا قیامت کے روز کہ لڑائی کے واسطے اپنے ہتھیار اٹھا پھر ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ یعنے پھر جو شخص سود خواری پر اڑا رہے اس سے الگ نہو تو مسلمانون کے سردار کو واجب ہی کہ اس سے توبہ کراوے پھر اگر وہ توبہ کرکے الگ ہوا تو خیر ورنہ اسکی گردن مار دے۔ اور **حسن بصری وابن سیرین** رحمہما اللہ تعالےٰ سے روایت ہی کہ دونون نے فرمایا تھا کہ واللہ یہ صیارفہ[ف] لوگ ضرور بیاج کھانے والے ہین اور انھون نے آگاہی لی اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول سے لڑائی کی اور اگر لوگون پر کوئی امام عادل ہوتا تو انسے توبہ کراتا پھر اگر توبہ کرتے تو خیر ورنہ انکو قتل کرتا رواہ ابن ابی حاتم اور ربیع بن انس سے روایت ہی کہ اللہ تعالےٰ نے سود کھانے والے کو قتل کی وعید فرمائی ہی رواہ ابن جریر اور ان اقوال مین توفیق اصلح ہی کہ اللہ تعالےٰ سے لڑائی یون ہی کہ اللہ تعالےٰ ان کو آگ مین ڈال دیگا اور رسول اللہ صلی اللہ

ف یعنی اُس وقت میں بعضے لوگ ناجائز طور پر صرافی کرتے تھے یعنی سونا چاندی و روپیہ واشرفی کے بیع کرنے میں بیاج کا برتاؤ کرتے تھے ۱۲ م

علیہ وسلم سے لڑائی یہ ہے کہ ان پر تلوار چلائی جاوے اور یہی ان علماء بیان کا قول ہے جنھون نے معانی قرآن مین باعتبار لغت و محاورۂ زبان کے گفتگو کی ہے مثل ابو عبیدہ و زجاج وغیرہم کے اور اسی سے امام رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرین تو ظاہر آیت کا مقتضا یہ ہے کہ ان لڑائی کیجاوے۔ بالجملہ اس مین کسی کا خلاف نہین ہے کہ بیاج کھانا کبیرہ گناہ ہے۔ اور ہندوستان مین جو بہتیرے جاہل لوگ کہتے ہین کہ انگریزون وہندؤن سے بیاج لینا جائز ہے یہ محض جہالت ہے عوام بھائی مسلمانون کو اس پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیئے ہرگز جائز نہین ہے اور جو لوگ ایسا کہتے ہین وہ کمبخت اپنی عاقبت خراب کرتے ہین۔ قولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون۔ یعنے اور اگر تمنے باقی سود مانگنے اور اسکے ارتکاب سے توبہ کی تو تمھارے واسطے تمھارے اصل مال واجب ہین تم خود ظلم نہ کرو اور بڑھتی مت مانگو اور تمپر بھی ظلم نہوگا کہ اصل مال نہ دیا جاوے پس اللہ عزوجل نے وہ تمام سود جو لوگون نے ممانعت سے پہلے لیے تھے انکے واسطے روا رکھے تھے یہ نہین حکم دیا کہ پہلے جس نے جو سود لیا ہے اگر وہ اصل مال کے برابر پہونچ گیا تو اب اصل مال مین سے کچھ نہین چاہیئے وہ وضع ہوگیا جیسے کہ اب شرع مین حکم ہے کہ اگر مرتہن نے مال رہن سے کچھ حاصلات وصول کی اور وہ مال قرض کے برابر اسکو مل گئی تو قرضہ ادا ہوگیا اور راہن کو رہن واپس کرے اور وہ قرضہ سے بری ہوا اور اس سے دلیل نکلتی ہے کہ اسلام سے پہلے جو احکام گذر چکے وہ ثابت ہین مانند اسکے کہ ایک کافر مسلمان ہوا اور حالت کفر مین اسنے بیاج سے مال جمع کیا ہے تو امید ہے کہ وہ عفو ہوگا۔ اور منجملہ ظلم کے یہ ہے کہ قرضخواہ اپنے قرضدار مفلس کو تنگ کرے بغرض انتفاع اور یہ بھی ظلم ہے کہ قرضدار کو دسترس ہو اور وہ مال ادا نہ کرے اسیواسطے حدیث صحیح مین ہے کہ دسترس والے کا قرض ادا کرنے مین دریغ کرنا ظلم ہے اور معالم مین مذکور ہے کہ جب یہ آیت اتری تو سود چاہنے والون نے کہا کہ ہم توبہ کرتے ہین ہمکو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے لڑنے کی طاقت کہان ہے پس سود چھوڑا اور اصل مال کے طالب ہوے تب قرضدارون نے کہا کہ ہم تنگدست ہین ہمکو حاصلات آنے تک مہلت دو مگر انھون نے نہ مانا تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ فان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ۔ اور بعض قراءۃ مین ذا عسرۃ۔ اور بعض قراءۃ مین۔ فان کان معسرًا بھی آیا ہے پس کان ناقصہ ہے۔ ای فان کان ہذا المطلوب او المدیون ذا عسرۃ او معسرًا۔ اور بنابر مشہور قراءۃ کے اوجہ ہے کہ کان تامہ ہے بمعنے وقع یا حصل کے۔ یعنے اگر قرضدار تنگدست ہو تو آسانی تک مہلت ہے پھر جمہور کے نزدیک یہ آیت عام ہے ہر قرضدار کے واسطے کہ جب وہ تنگدست ہو تو اسکو مہلت دیجاوے اور یہ تاخیر واجب ہے کیونکہ نظرۃ۔ مرفوع ہے اور رفع کی سبیل وجوب ہے **کما ذکرہ المفسر فی الاتقان** اور سراج مین مذکور ہے کہ آیت مین دلیل ہے کہ اگر قرضخواہ نے قرضدار پر نالش کی اور اسنے کہا کہ مین تنگدست ہون تو قید نہین کیا جائیگا رہا یہ کہ اسکا دعوی کہ مین تنگدست ہون اس مین گواہ کی ضرورت ہے یا نہین تو اس مین دو صورتین مین دیکھا جاوے کہ اگر یہ قرضہ کسی چیز کا عوض ہے مثلاً کوئی چیز فروخت کی جسکے دام ہین یا کچھ نقد دیا ہے جسکا عوض اسی کی مثل چاہیئے ہے تو اپنی تنگدستی کے دعوے پر گواہ لاوے اور اگر یہ قرضہ اسپر بغیر عوض چڑھا ہے مثلاً ضمانت کا مال ہے یا کسی کی چیز تلف کردی ہے یا مال مہر ہے تو قسم سے اسکا قول ہی قبول ہوگا اور قرضخواہ پر گواہ دینا چاہیئے کہ اس قرضدار پاس مال ہے یہ تنگدست نہین ہے پھر یہ سب اس صورت مین ہے کہ حاکم کے یہان نالش ہو ورنہ بہت ثواب تو یہ ہے کہ قرضخواہ خود اسکو مہلت دیدے جبکہ وہ تنگدستی کا عذر کرتا ہو اور اس بارہ مین بہت سی صحیح حدیثین آئی ہین ازانجملہ ایک مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اور امام احمد نے بریدہ سے روایت کی کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جسنے تنگدست کو مہلت دی اسکے لیے ہر روز اپنے قرضہ کے برابر مال صدقہ کا ثواب ہے الحدیث اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ ابو قتادہ کا ایک شخص پر قرضہ تھا اسکے تقاضا کو آتے اور وہ چھپ جاتا ایک روز آئے تو ایک لڑکا نکلا اس سے پوچھا اسنے کہا کہ ہان وہ گھر مین خربزہ کھاتا ہے پس آواز دی کہ او فلان شخص نکل آ کہ مجھے خبر مل گئی کہ تو موجود ہے پس وہ نکل آیا۔

له شریعت اسلامی نے ہر رکن میں بے شمار مصلحتیں ودیعت رکھی ہیں۔ سود کے تمام مفاسد سے قطع نظر کر کے اگر صرف ایک جزئیہ کو لیا جاوے کہ سود خوار قسی القلب ہو جاتا ہے تو جس قدر اس کی برائی کی جاوے وہ کم ہے۔ سود خور سے زیادہ دنیا میں قسی القلب کوئی نہ ملے گا۔

تو فرمایا کہ تو مجھسے کیون منھ چھپاتا ہو اسنے کہا کہ مین تنگدست ہون میرے پاس کچھ نہین ہو فرمایا کہ قسم ہو کہ تو تنگدست ہو اسنے کہا کہ ہان واللہ مین تنگدست ہون تو ابو قتادہؓ رونے لگے اور مشک منگوا کر اسکو دیدیا پھر کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہو کہ جسنے اپنے قرضدار کو مہلت دی یا اس کے ذمہ سے محکر دیا تو قیامت کے روز وہ عرش کے سایہ مین ہوگا رواہ احمد و مسلم اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان احادیث کے جمع کرنے مین طول دیا ہی اور اللہ تعالےٰ جسکو توفیق دے اسکے لیے اسی قدر کافی ہو اور یہ سب ثواب عظیم تو فقط اتنی بات کا ہو کہ قرضدار کو مہلت دیدے پھر اس سے بڑھکر ثواب و رضاء حق عزوجل کی طرف ہدایت و ارشاد کیا بقولہ تعالےٰ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ یعنے اگر تم اپنے قرضدار کو بعض یا کل مال صدقہ دیدو تو مہلت دینے سے بھی بڑھکر بہتر ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے بندون کو نصیحت کی اور یاد دلایا اور چونکایا کہ دنیا اور اس کا مال سب فنا ہونے والا ہو اور آخرت سامنے چلی آئی ہو اور قیامت کا ہولناک دن سامنے ہو اور اس کی طرف ہر دم چلے جا رہے ہو اس مین ہر بھلے برے کام کا حساب ہو اور ثواب اللہ تعالےٰ کا نہایت خوب اور عذاب اسکا نہایت سخت ہو قال تعالےٰ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون۔ یعنے ڈرو اس ہولناک دن سے یعنے قیامت سے جس مین لوٹائے جاؤگے خواہ مخواہ اللہ تعالےٰ کیطرف پھر پورا پورا دیا جائیگا ہر نفس کو بدلا اسکا جو اسنے بھلا یا برا کمایا ہو اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ یعنے یہ نہوگا کہ کوئی نیکی گھٹا دی جاوے اور اس کا ثواب نہ ملے یا کوئی بدی ناحق بڑھا دی جاوے کہ اسکا عذاب دیا جاوے اور یہ جو صحیح حدیث مین مضمون ہو کہ بعضے گنہگار مسلمانون سے جو ایمان مین پکے مضبوط تھے پہاڑ برابر گناہ اتار کر ایسے کافر بدکارون پر رکھے جاوینگے جو اللہ عزوجل کی شان مین نہایت گستاخ باتین کہتے تھے مانند اس کے کہ اسکا بیٹا بتاتے اور اسکی آیات سے ٹھٹھول کرتے تھے تو یہ مضمون برحق ہو اور یہ درحقیقت دونون کے اعمال کی جزا ہو جو جس کا مستحق تھا اس کو وہ پہونچ گیا اور کسی پر ظلم نہین ہوا۔ جاننا چاہیئے کہ صحیح روایات سے ثابت ہوا ہو کہ تمام قرآن مین آخر آیہ جو اتری وہ یہی قولہ تعالیٰ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون۔ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نازل ہونے کے بعد نو راتین زندہ رہے پھر ربیع الاول مین دوشنبہ کے روز دن چڑھے اس دار فانی سے رحلت فرما ہوے رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور آخر آیہ ہونا تو نسائی و ابن جریر وغیرہم نے باسانید صحیحہ روایت کیا ہو ف۲ عرائس البیان مین شیخ نے ذکر کیا کہ قولہ تعالےٰ وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ۔ لوگون کو ادب سکھلایا کہ اپنے ناداروں سے وہ برتاؤ کرو جو اللہ عزوجل نے ایسے بندون سے اپنے کرم و رحمت سے برتاؤ کرتا ہو جنکے پاس سامان طاعت کچھ نہین اور معصیت سے شکستہ حال ہین اور یہ اللہ عزوجل کی کمال شفقت ہو جو اسکو بندون کے حال پر ہو کیونکہ قرضخواہون کو حکم دیدیا کہ قرضدارون کو اپنے مجازی حقوق مین مہلت دو تاخیر دین اور اس مین اشارہ کیا کہ اللہ عزوجل حقیقی حقوق مین جو بندون پر واجب ہین اور انکے ادا کرنے مین بندون نے قصور کیا ہو عفو فرمائیگا اور در گزر کرے گا **قال المترجم** یعنے جن لوگون نے قرضدار کو قرضہ سے بالکل بری کر دیا اور اسکو ہبہ کر دیا وہ امیدوار ہین کہ او تعالےٰ انکے اوپر اپنے حقوق واجبہ جن مین قصور ہوا ہی عفو فرماوے اور ہبہ کرے اور ابن عباسؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ جسنے قرضدار کو اسکی کشایش حاصل ہونے تک مہلت دی اللہ تعالی اس کو اس کے گناہون مین توبہ تک مہلت دیگا رواہ الطبرانی۔ اور حق یہ ہو کہ اللہ عزوجل کی طرف سے بالکل عفو ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ اور حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے بندون مین سے ایک بندہ قیامت مین اللہ عزوجل کے پاس آویگا اور اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ تو نے دنیا مین میرے واسطے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ اے پروردگار مین نے دنیا مین ذرہ برابر بھی تیرے واسطے کوئی کام نہین کیا جس سے مجھے تیری حضور مین امید لگانے کا موقع ہو یہی بات اُس بندہ سے تین بار مکرر کہی جائیگی اور وہ یہی جواب دے گا آخیر

بار مین عرض کریگا کہ ای پروردگار تونے مجھے اپنے فضل سے بڑھتی مال دیا تھا اور مین لوگون کے ساتھ خرید فروخت کیا کرتا تھا اور میری عادت
تھی کہ درگذر کیا کرتا تھا پس جو شخص آسودہ حال ہوتا اُسپر آسانی کرتا اور جو تنگدست ہوتا اسکو مہلت دیتا تھا پس اللہ عزوجل فرماوے گا کہ مین یا دہ
سزاوار ہون کہ آسانی دون بس تو جنت مین داخل ہو رواہ ابو یعلی الموصلی والبخاری و مسلم و ابن ماجہ اور امام مسلم رحمہ نے اپنی صحیح مین اسکی روایت
عقبہ بن عامرؓ اور ابو مسعود بدریؓ سے بھی بیان کی اور امام احمد نے بھی اسکو روایت کیا ہی قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیۃ ای
فیصلہ ہونے کے دن کہ وہ روز قیامت ہی حیا و خجالت کے مقام مین ایسے مالک ذوالجلال والاکرام کے سامنے کھڑے ہونے سے خوف کرو
جو استدراج والون کو اپنے مشاہدہ سے محروم فرما کر جہنم مین بھیجدے گا اور جو خاص بندے اسکے اولیاء ہین انکو اس امر پر عتاب کریگا کہ برے
خطرے و اشارات تمہارے دلون مین کیون آئے - اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عوام کے واسطے اس آیت سے ترہیب ہی اور خواص
کے واسطے قولہ وایای فاتقون سے ترہیب ہی یعنے مجھی سے ڈرو اور کسی چیز سے مت ڈرو - اور بعض اکابر نے فرمایا کہ جس شخص کو قرآن مجید کے
نصائح و پند سے اثر نہوا تو اسکو قرآن کے سوا اور کسی چیز سے کچھ بھی حاصل نہوگا - اور اس سے بڑھکر کون نصیحت ہی جس سے
اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کو خبر دی ہی کہ اسکی طرف رجوع لاوین پھر جو شخص ایسے خوف و خجالت کے مقام پر ٹھہرنے سے نہین پگھلا
اور ایسی حاضری پر اپنے حال کو دیکھکر نہ رویا اُس مین اور کون نصیحت اثر کریگی اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ جو وقت گذر گیا اگرچہ اس مین
نیکی ہی کیون نگی ہو کچھ قابل اعتماد نہین ہی اور جو آگے آتا ہی اس سے بچاؤ کی دعا کرتے رہنا ضرور ہی کہ آگے آنے والے وقت سے بیخوفی نہین ہی
یہی معنے ہین کہ مرد ایمان دار ہمیشہ خوف و امید مین اللہ تعالیٰ سے عاجزی کرتا ہی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ
اے ایمان والو جس وقت معاملہ کرو ادھار کا کسی وعدہ مقررہ تک تو اسکو لکھو اور چاہیے کہ لکھدے تمھارے درمیان
كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ
کوئی لکھنے والا انصاف سے اور نہ انکار کرے لکھنے والا اس سے کہ لکھدے جیسا سکھلایا اسکو اللہ نے سو وہ لکھدے اور چاہیئے بتادے اسکو جس پر
الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ
حق دینا آیا ہو اور چاہیے کہ ڈرے اللہ سے جو اسکا رب ہی اور ناقص نہ کرے اس مین سے کچھ پھر اگر وہ شخص جس پر حق دینا آیا ہی بے عقل ہو یا
ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ
ضعیف ہو یا آپ نہین بتا سکتا ہو تو بتادے اسکا اختیار والا انصاف سے اور گواہ کرلو دو گواہ
مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ
اپنے مردون مین سے پھر اگر نہون دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین جنکو پسند کرتے ہو گواہون مین سے
أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا
کہ اگر بھول جاوے ایک عورت تو یاد دلاوے اسکو وہ دوسری عورت اور نہ انکار کرین گواہ لوگ جب
دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ
بلائے جاوین اور کاہلی نہ کرو اسکو لکھنے سے چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا ہو اسکے وعدہ تک یہ بات خوب انصاف ہی

لہ گنہگار جو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول پر ایمان نہیں لائے مگر اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں ان کو سرخرو کر دیا ہے اور عاقبت میں وے سخت عذاب میں پڑیں گے مثلاً دنیا میں ظاہر میں سرسبز ہو ہے اور باطن میں گمراہ ہے ۱۲ سہ ترہیب ایسا خوف دلانا کہ درصورت حکم کے موافق نہ ہونے کے اس کا مستوجب ہوگا ۱۲ م

عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

اللہ تعالے کے نزدیک اور درست رہتی ہے گواہی اور لگتی ہے کہ تمکو شبہ نہ پڑے مگر ایسی صورت میں کہ سودا ہو روبرو کا

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَ

پھیر بدل کرتے ہو آپس میں تو گناہ نہیں تمپر کہ نہ لکھو اس کو اور گواہ کرلو جب آپس میں سودا کرو اور

لَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ

نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ کی بات ہو تمہارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سکھاتا ہو تمکو

اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اللہ تعالے اور اللہ تعالے سب چیزسے واقف ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ ۔ تعاملتم ۔ ای ایمان والو جب تم باہم معاملہ کرو ۔ بِدَيْنٍ ۔ کسلم وقرض دین اور ادھار مانند بیع سلم اور قرض کے ۔ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ معلوم ۔ ایک میعاد معلوم تک ۔ فَاكْتُبُوْهُ ۔ تو اسکو لکھو یعنے بدین غرض کہ وثوق رہے اور جھگڑا دور رہے ۔ وَلْيَكْتُبْ ۔ کتاب الدین اور چاہیے لکھدے ادھار کی تحریر ۔ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۔ بالحق فی کتابتہ لایزید فی المال والاجل ولا ینقص ۔ تمہارے درمیان ایک کاتب بعدل یعنے اپنے لکھنے میں حق پر رہے کہ مال ومدت میں نہ بڑھاوے اور نہ گھٹادے ۔ وَلَا يَاْبَ ۔ یمتنع ۔ كَاتِبٌ ۔ من ۔ اَنْ يَّكْتُبَ ۔ اذا دعی الیہا ۔ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ۔ ای فضلہ بالکتابۃ فلا یبخل بہا ۔ فَلْيَكْتُبْ ۔ تاکید ۔ اور کاتب انکار نہ کرے اس سے کہ لکھدے جب لکھنے کو بلایا جاوے جیسے اللہ تعالے نے لکھنا اسکو سکھلادیا یعنے اپنے فضل سے اسکو لکھنا سکھلادیا ہو پس وہ لکھدے بخل نہ کرے ۔ وَلْيُمْلِلِ ۔ علی الکاتب ۔ اور بتاتا جاوے کاتب کو الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ ۔ وہ شخص جسپر حق دینا آیا ہو ۔ الدین لانہ المشہود علیہ فیقر لیعلم ما علیہ ۔ یعنے جس پر قرضہ دینا آیا ہو اس واسطے کہ یہی وہ شخص ہو جسپر گواہی ہوگی پس وہ اقرار کرتا جاوے تاکہ معلوم ہو کہ اسپر کیا واجب ہوا ہو ۔ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۔ فی املائہ ۔ اور کاتب کو لکھوانے میں اللہ تعالے سے تقویٰ رکھے وَلَا يَبْخَسْ ۔ ینقص ۔ مِنْهُ ۔ ای الحق ۔ شَيْـــًٔـا ۔ اور حق میں سے کچھ بھی کمی نہ کرے ۔ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا ۔ مبذرا ۔ اَوْ ضَعِيْفًا ۔ عن الاملاء لصغر او کبر ۔ پھر اگر وہ شخص جس پر حق آیا ہو سفیہ ہو یعنے فضول خرچ ہو یا ضعیف ہو لکھوانے سے بسبب بچہ ہونے کے یا بسبب بہت بوڑھے ہونے کے ۔ اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ ۔ لخرس او جہل باللغۃ او نحو ذلک ۔ یعنے یا وہ استطاعت نہیں رکھتا کہ لکھوائے اس سبب سے کہ مثلاً گونگا ہو یا زبان نہیں جانتا یا مانند اسکے کوئی سبب ہو تو ۔ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۔ متولی امرہ من والد ووصی وقیم ومترجم قرضدار کا ولی اسکو عدل کے ساتھ لکھوائے ف ولی سے مراد بیان فقہ کی اصلاح نہیں بلکہ لغوی معنے ہیں یعنے وہ شخص جو اسکے کام کا متولی ہو مثلاً بچہ ہو یا فضول برباد کرنے والا ہو تو اسکا باپ لکھوائے یا بہت بوڑھا یا یتیم ہو تو وصی لکھوائے یا گونگا ہو تو باپ یا وصی یا قیم لکھوائے یا زبان نہیں جانتا تو مترجم لکھوائے ۔ وَاسْتَشْهِدُوْا ۔ اشہدوا علی الدین اور گواہ کرلو قرضہ پر شَهِيْدَيْنِ ۔ شاہدین ۔ دو گواہ ۔ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۔ ای بالغی المسلمین الاحرار اپنے مسلمانوں بالغ آزاد مردوں میں سے ۔ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا ۔ ای الشاہدان پھر اگر نہوں دونوں گواہ رَجُلَيْنِ ۔ دو مرد یعنے دو مرد نہوں تو ۔ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ ۔ یشہدون ۔ گواہ ہو جاویں ایک مرد اور دو عورتیں ۔ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ

الشُّهَدَآءِ-لدینہ وعدالتہ یعنے گواہون مین سے پسند کرو بجہت دین دار اور عادل ہونے کے-وتعدد النساء لاجل-اَنْ تَضِلَّ تنسی
اِحْدٰىهُمَا-الشہادۃ لنقص عقلہن وضبطہن-اور عورتون کا متعدد ہونا بوجہ اسکے کہ بھول جاوے دونون مین سے ایک عورت،،
گواہی کو بسبب اسکے کہ عورتین عقل مین اور یاد رکھنے مین ناقص ہوتی ہین-فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى-تو ایک کو دوسری
عورت یاد دلادے-تذکر-بالتخفیف والتشدید-یعنے ابن کثیر وابو عمرو نے بسکون ذال وتخفیف کاف پڑھا اور باقیون نے بفتح ذال
وتشدید کاف پڑھا ہے اور حمزہ رح نے برفع را پڑھا اور باقیون نے بنصب پڑھا-حاصل یہ کہ دونون عورتون کو اسواسطے ایک مرد کی جگہ قائم کیا
گیا ہے کہ عورتون کی عقل وحفظ مین نقصان ہوتا ہے پس یاد رکھنے والی عورت دوسری بھول جانے والی کو یاد دلاویگی وجملۃ الاذکار محل العلۃ ما وریاد
دلانے کا جملہ ہی درحقیقت محل علت ہے یعنے اس علت سے دو عورتین ٹھہرائی گئین کہ یاد دلادے ایک عورت دوسری کو اگر وہ بھول جاوے
لیکن ظاہر مین-ان تضل علت ہے چنانچہ کہا لاجل ان تضل اسوجہ سے کہ یاد دلانے کا سبب یہی ضلال یعنے بھول جانا ہوتا ہے پس ضلال کو بجائے اذکار
کے قرار دیا گیا-اور حمزہ رحمہ اللہ کی قراءۃ مین بکسر ان یعنے ان شرطیہ ہے اور تذکر مرفوع ہے پس یہ جملہ مستانفہ شرط وجواب ہے یعنے اگر ایک بھولے گی تو
دوسری عورت اسکو یاد دلاویگی-وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا-زائدۃ-دُعُوْا-الی تحمل الشہادۃ واداءہا-اور گواہ انکار نہ کرین
جب کبھی بلائے جاوین یعنے گواہ ہونے کے لیے یا گواہی ادا کرنے کے لیے جب بلائے جاوین تو انکار نہ کرین یعنے اگر لائق گواہی کے لوگون کو
بلایا جاوے کہ تم لوگ اس امر کے گواہ رہو یا جس امر کے گواہ ہوئے تھے وہ گواہی ادا کرنے کو بلائے جاوین تو انکار نہ کرین-وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا
تملوا مِن-اَنْ تَكْتُبُوْهُ-ای ما شہدتم علیہ من الحق لکثرۃ وقوع ذلک-اور تم لوگ ملال آگین نہو جیو اس بات سے کہ تم اسکو لکھو یعنے اس چیز کو
جسپر تم گواہ ہوئے اور یہ ملال بوجہ اسکے کہ ایسا کثرت سے واقع ہوتا ہے یعنے اسکی کثرت وقوع کی وجہ سے تمھین ملال نہو کہ اسکو لکھو-صَغِيْرًا
کان-اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ-اسکی میعاد آنے تک صغیر ہو یا کبیر قلیل ہو یا کثیر-ذٰلِكُمْ-ای الکتب بہ-لکنہا-اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ
اعدل-بہت عدل ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک-وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ-ای اعون علی اقامتہا لانہ یذکرہا-اور بہت مددگار ہے گواہی کے
قائم کرنے پر کیونکہ یہ تحریر اس گواہی کو یاد دلاوے گی-وَاَدْنٰٓى-اقرب الی-اَلَّا تَرْتَابُوْٓا-تشکوا فی قدر الحق والاجل اور زیادہ نزدیک ہے
اس امر سے کہ تم لوگ شک مین نہ پڑو یعنے اودھار کی مقدار اور میعاد مین تم کو باہم شک ہو کر جھگڑا نہو کیونکہ عمداً جھگڑا کرنا تو مسلمان کی شان
نہین ہے-لہذا انکو یہ لکھ لینا ارشاد فرمایا تا کہ شیطان تم مین جھگڑے کا موقع نہ پاوے-پس ہر چھوٹے وبڑے معاملہ مین جب اودھار ہو حق کی مقدار
وقرض کی میعاد ٹھیک ٹھیک-لکھکر گواہ کر لو-اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ-تقع-تِجَارَةً حَاضِرَةً-اور عاصم کی قراءۃ مین تجارۃً حاضرۃً-
بنصب ہے یعنے الا ان یکون التجارۃ-تجارۃً حاضرۃً-تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ-تقبضونہا ولا اجل فیہا-مگر اس صورت مین جا ہو نہ لکھو کہ تجارت
حاضرہ ہو کہ اسکو وصول کر و ہاتھون ہاتھ-اور اسکے ادا کی کوئی مدت نہو-فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ-فی-اَلَّا تَكْتُبُوْهَا
والمراد بہا المتجر فیہ-پس یہ تمپر گناہ نہین-اس بات مین-کہ نہ لکھو اسکو اس سے مراد وہ چیز ہے جس مین تجارت واقع ہووے اسلیے کہ خود تجارت تو
مصدر یا فعل ہے اسکا لکھنا نہین ہو سکتا لیکن اس صورت مین یہ مناقشہ ہو سکتا ہے کہ باوجود لین دین کے بائع یا مشتری دعویٰ کرے کہ مین نے
نہین بیچا یا مین نے نہین خریدا لہذا فرمایا-وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ-علیہ فانہ ادفع للاختلاف-اور جب تمنے باہم مبایعت کر لی
تو اسپر گواہ کر لو یعنے اسواسطے کہ اس سے اختلاف خوب دفع رہتا ہے شیخ سیوطی رح نے کہا کہ یہ حکم اور اگلا حکم دونون استحباب کے ہین
یعنے لکھنا اور گواہ کر لینا مستحب ہے واجب نہین ہے-وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ-صاحب الحق ومن علیہ بتحریف او امتناع

من الشہادۃ او الکتابۃ - لا یضار بین معروف و مجہول دونون احتمال ہین معروف یعنے ضرر نہ دیوے اور مجہول یعنے ضرر نہ دیا جاوے پس اگر معروف ہو تو لا یضار اصل مین لا یضارر بصیغہ معروف بکسر را اول ہو اور معنے یہ ہین کہ نہ ضرر دیوے کاتب اور نہ گواہ اس شخص کو جسکا قرضہ چاہیئے اور نہ اسکو جس پر قرضہ ہو باین طور ضرر نہ دے کہ لکھنے مین یا گواہی دینے مین تحریف کر دے یا باین طور کہ لکھنے سے انکار کرے یا گواہی ادا کرنے سے انکار کرے اور اگر لا یضار در اصل بفتح را اول بصیغہ مجہول ہو تو معنے یہ ہونگے کہ نہ ضرر دیا جاوے کاتب اور نہ گواہ یعنے نہ ضرر دیوے ان دونون کو وہ شخص جسکا حق چاہیئے ہو باین طور کہ ان دونون سے لکھنے مین اور گواہی ادا کرنے مین وہ بات کہے جو لائق نہین ہو یعنے ایسی بات لکھنے کو کہے جو لکھنے کے لائق نہین ہو یا گواہ سے ایسی گواہی ادا کرنے کو کہے جو ادا کرنے کے لائق نہین ہو - وَاِنْ تَفْعَلُوْا - ما نہیتم عنہ اور اگر تمنے وہ بات کی جس سے منع کیے گئے ہو - فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ - خروج عن الطاعۃ لاحق - بِكُمْ - تو یہ فسوق ہو یعنے طاعت سے خروج ہو جو تم کو لاحق ہو - وَاتَّقُوا اللّٰهَ - فی امرہ و نہیہ - اور ڈرو اللہ سے باین طور کہ اسکے حکم بجا لاؤ اور جس سے منع کیا ہو اس سے باز رہو - وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ - مصالح امورکم حالانکہ سکھلاتا ہو تمکو اللہ تعالےٰ یعنے تمہارے کامون کی بھلی راہین جس سے تمہارے کار دنیا و آخرت درست ہون ف یہ آیت کریمہ قرآن مجید مین سب سے طویل آیت ہو اور سعید بن المسیب سے روایت ہو کہ انکو خبر پہونچی کہ عرش کے ساتھ سب سے قریب زمانہ کی جدا ہوئی آیۃ الدین ہو رواہ ابن جریر اور ظاہر یہ ہو کہ یہ قربت اضافی ہو اور معتمد یہ ہو کہ سب سے آخر نازل ہونے والی آیۃ قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ ہو اور سب سے آخر نازل ہونے والی اور آیتین بھی مروی ہوئی ہین اور مفسر نے اتقان مین اسکو مفصل مع توفیق نقل کیا ہو اور واضح ہو کہ اس آیت سے ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کے دلون کو متفق رکھنے مین اہتمام مزید کا اشارہ فرمایا کیونکہ جب شیطان ایک دوسرے کے دل مین شک و نفاق ڈالے و باہم جھگڑا ہو تو پھوٹ ہو جاویگی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اگرچہ باہم ایک دل تھے لیکن بھول چوک سب کے ساتھ لگی ہو پس ممکن تھا کہ قرضخواہ یا قرضدار اپنی بات سے بوجہ بھول کے انکار کر جاوے اور ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ جب آیۃ الدین اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے اپنی بات سے انکار کیا وہ آدم علیہ السلام ہین اللہ تعالےٰ نے جب آدم کو پیدا کیا تو انکی پشت کو مسح فرمایا پس قیامت تک جو بشر پیدا ہونے والے تھے انکو نکالا اور آدم پر انکی ذریات پیش کی گئی پس آدم نے ان مین ایک مرد کو دیکھا جو جمال مین بارونق تھا پس عرض کیا کہ اے پروردگار یہ کون ہو حکم ہوا کہ تیرا بیٹا داؤد ہو عرض کیا کہ پروردگارا اسکی عمر کیا ہو فرمایا کہ ساٹھ برس ہو عرض کیا کہ پروردگار اسکی عمر بڑھا دے فرمایا کہ نہین مگر یہ کہ تیری عمر مین سے بڑھا دون اور آدم کی عمر ایک ہزار برس مقرر ہوئی تھی پس آدم نے اپنی عمر سے چالیس برس بڑھائے پس آدم پر اسکا ایک نوشتہ لکھا گیا اور اسپر فرشتے گواہ کیے گئے پھر جب آدم کی وفات کا وقت پہونچا اور موت کے فرشتے آئے تو آدم نے کہا کہ میری عمر کے چالیس برس باقی رہے ہین تو کہا گیا کہ تونے اپنی عمر سے چالیس برس اپنے بیٹے داؤد کو دیے ہین آدم نے کہا کہ مین نے تو ایسا نہین کیا ہو پس اللہ تعالےٰ نے آدم پر وہ تحریر ظاہر کی اور فرشتون کی اسپر گواہی واقع ہوئی - رواہ الامام احمد اور دوسری سند سے اس روایت مین اتنا زیادہ ہو کہ پھر اللہ تعالےٰ نے داؤد کے لیے سو برس اور آدم کے لیے ہزار برس پورے کر دیے قال ابن کثیر - اور الیاہی ابن ابی حاتم نے اسکو روایت کیا اور یہ ضرور ایک غریب حدیث ہو اور اسکا ایک راوی جو علی بن زید بن جدعان ہو اسکی احادیث مین نکارت ہوتی ہو اور حاکم نے اسکو کئی طریقون سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہو واللہ اعلم - اب یہان سے اس مداینت کا حال شروع ہوا جو لوگون مین واقع ہوتی ہو پس فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ - تداین بروزن تفاعل باہم دین کا لین دین کرنا اور دین عرب کے نزدیک وہ عوض ہو جو غائب ہو اور عین وہ ہو جو حاضر ہو یعنے روبرو ہو پس اللہ تعالےٰ نے سود کا لین دین حرام کرنے کے بعد سلم اور قرض کا لین دین جائز فرمایا

یعنے ایک طرف سے نقد دیا جاوے اور دوسری طرف سے ادھار ہو اور اس طریق سے بھی مقصود حاصل ہو اسواسطے بعض علمانے فرمایا کہ کوئی منفعت
و لذت ایسی نہیں جو حرام طریقہ سے حاصل ہوئی مگر آنکہ اللہ عزوجل نے اسکی مثل لذت و منفعت حاصل کرنیکا حلال طریقہ شروع فرمایا ہے اور
ابن عباس رضی نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے نے سود کو حرام فرمایا تو سلم کو مباح کر دیا اور بخاری وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ مین گواہی دیتا ہون
کہ بیع سلم جسکے ساتھ میعاد مذکور ہو اللہ تعالے نے اسکو حلال کیا ہے اور یہ آیت پڑھدی۔ اور بیع سلم یہ ہے کہ نقد روپیہ اسوقت دیدیا اور
دوسرے سے وہ مال جسکے عوض یہ روپیہ دیا ہے ایک میعاد معلوم پر لینا شرائط کے ساتھ ٹھہرا لیا اور اسکے تمام شرائط ترجمہ فتاوے عالمگیری کی
کتاب البیوع باب السلم سے تلاش کرلینی چاہئیں اگر کہا جاوے کہ تداین از باب تفاعل ہے اور حقیقت اسکی یہ ہے کہ دونون طرف سے ہو یعنے دونون
مین سے ہر ایک کی طرف سے دین[1] کا لین دین ہو یعنے مثلاً زید نے عمرو سے سو روپیہ کے کھرے گیہون باوصاف جید فی روپیہ ایک من کے حساب سے
بمیعاد وعدہ خریدے کہ تین مہینہ گذرنے پر چوتھے مہینہ کی پہلی تاریخ کو ادا کرے تو تداین کی لفظ کا مقتضا یہ ہے کہ روپیہ بھی ابھی نہ دے قرض رکھے جیسے
گیہون دوسرے کے ذمہ قرضہ ہین اور یہی بیع دین بعوض دین ہے اور یہ بالاتفاق باطل ہے تو جواب یہ ہے کہ تداینتم بمعنے تعاملتم ہے یعنے تمنے باہم معاملہ
کیا اور اسکو تداینتم سے اسواسطے تعبیر فرمایا کہ اس مین فی الجملہ دین ہونیکا اشعار ہو اور تقدیر کلام یہ ہے کہ اذا تعاملتم بمعاملۃ فیہا دین یعنے جب تم نے
باہم ایسا معاملہ کیا جس مین قرضہ ہے اور کہا لین مین ہے کہ عرب والے بولتے ہین کہ داینتہ یعنے مین نے اس سے مداینت کی جبکہ ادھار معاملہ کیا ہو
خواہ دینا ادھار رکھا ہو مثلاً کسی سے کوئی چیز قرض خریدی اور دس روز مین دینے کا وعدہ کیا یا لینا ادھار کیا ہو مثلاً دس روپیہ دیے اور چیز لینا
ایک مہینہ کے وعدہ پر ٹھہرا۔ اور یہ ایسا ہی جیسے بایعتہ بولتے ہین یعنے مین نے اس سے مبایعت کی خواہ اسنے تیرے ہاتھ بیچا ہو یا تو نے اسکے ہاتھ
فروخت کیا ہو۔ اگر کہا جاوے کہ پھر اس صورت مین اذا تداینتم الی اجل مسمی کافی تھا بدین کا لفظ کیون زیادہ ہوا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس واسطے
ذکر ہوا تاکہ فاکتبوہ کا مرجع ہو کیونکہ درصورت اسکے نہونے کے فاکتبوا الدین کہنا واجب ہوتا اور اس مین وہ حسن نہ تھا جو فاکتبوہ بمرجع ضمیر مین ہے
اور نیز تاکہ یہ وہم نہو کہ داین نے بطور مکافات اور بدلے کے اسکو دیا ہے اور نیز اس مین خوب ظاہر ہوگیا کہ دین کی دو قسمین ہین ایک دین موجل[2] اور دوسرا
دین حال **قال المترجم** جاننا چاہیے کہ دین و قرض مین یہی فرق ہے کہ دین تو ہر ایسا ادھار ہے جس مین میعاد ہو اور قرض وہ ہے جس مین میعاد نہو پس
مال معین[3] کے بدلے مال دین کو فروخت کرنا سلم ہے اور مال دین کے بدلے مال عین فروخت کرنا ادھار کہلاتا ہے لیکن ان دونون مین مدت ہوتی ہے
اور قرض مین مدت نہین ہوتی ہے پس ابن عباس رضی سے اگرچہ روایت ہے کہ یہ آیت بیع سلم کے حق مین اتری ہے لیکن بالاتفاق سلم و ادھار دونون
قسمون کو شامل ہے اور رہا قرض تو نیشاپوری شافعی نے اپنی تفسیر مین تصریح کردی کہ قرض اس مین شامل نہین چنانچہ کہا کہ بیع عین بعوض دین کے
اور اسکے برعکس جو سلم کہلاتی ہے دونون اس آیت کے تحت مین داخل ہین اور رہا قرض تو وہ اس مین داخل نہین ہے اور وہ دین نہین ہے اسواسطے
کہ دین مین تو مدت جائز ہوتی ہے اور قرض مین مدت نہین جائز ہے انتہی کلامہ اور یہ جو نیشاپوری نے ذکر کیا ہے یہی امام ابو حنیفہ و امام شافعی کا مذہب
ہے جیسا کہ فریقین کی معتبر کتابون سے ظاہر ہوتا ہے پس مفسر رحمہ اللہ نے جو دین کی تفسیر مین (کسلم و قرض) کہا ہے خلاف مذہب شافعیہ کہا ہے اور
اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ شاید سلم کا عکس مراد لیا ہو کہ سلم تو بیع دین بعوض عین ہے اور عکس اسکا بیع عین بعوض دین ہے اسی کو برسبیل مسامحہ قرض کہدیا
ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شاید مفسر رحمہ اللہ نے یہان اپنے اجتہاد سے قرض یعنے اصطلاحی کو داخل آیہ کریمہ لیا ہو جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے اور
اس مین مضائقہ نہین کیونکہ مفسر رحمہ اللہ کا بھی بدرجہ اجتہاد ہونا مسلم ہے اور استدلال اسپر اس حدیث مرفوع سے ہے جو ابو رافع رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہان ایک مہمان آیا پس آپ نے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ مین آپ کے واسطے اس سے

[1] دین بالفتح بمعنے قرضہ ادھار جو کہ عین نہو بلکہ ذمہ ثابت ہو۔ ۱۲ م
[2] دین موجل وہ قرضہ جس کے واسطے مدت ہو اور دین حال وہ ہے جس کی میعاد نہ ہو بلکہ فی الحال واجب لازم ہو ۱۲ م

رجب کا چاند دیکھے جانے کی مدت کے وعدے پر آٹا قرض لاؤن تو یہودی مذکور نے کہا کہ مین نہین دیتا ہون مگر اس شرط سے کہ میرے لیے رہن دیکر مضبوطی
کردین پس مین نبی صلعم کے پاس آیا اور آپ کو اسکے قول کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ ارے مین تو امین آسمان والون کا اور امین زمین والون کا ہون مجھ
ہنوز مین آپ کے پاس سے نہین نکلا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی - لا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم الآیۃ - رواہ البزار و ابو یعلی کما ذکرہ المفسر
**فی الاتقان** اور اصل اسکی صحیح مین موجود ہی پس اس حدیث سے ثابت ہو کہ آپ نے آٹا قرض مانگا اور اسکی مدت مقرر کی اور اگر یہ روا نہوتا تو آپ ہرگز
نہین کرتے اور نیز بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا بصیغہ جزم کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عطا رح نے کہا کہ قرض مین اگر مدت لگائی جاوے تو جائز ہی اور نیز
قوی استدلال اسی آیہ مذکورہ کے عموم سے ہو کہ اس مین سے قرض کی تخصیص نہین ہو فافہم - اگر کہا جاوے کہ کلمہ اذا مفید عموم نہین حالانکہ آیت سے مراد
عموم ہی یعنی کلما تداینتم ہونا پس کلما کیون نہین آیا تو جواب دیا گیا کہ اذا اگرچہ مقتضی عموم نہین مگر وہ عموم سے مانع نہین ہی اور یہان دلیل قائم ہوئی
کہ امر کتابت بوجہ عموم ہو **ذکرہ فی السراج** پھر قولہ الی اجل مسمی یعنی مسمی یعنی نام رکھی گئی ای مدت بیان کردی گئی اور مراد اس سے معلوم ہی یعنی
مدت معلومہ ہو کہ اسکا اول و آخر ٹھیک طور سے معلوم ہو جس مین جھگڑا نہو سکے اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص بیع سلم
ٹھہراوے چھوہارے لینے مین تو پیمانہ معلوم مین مدت معلومہ تک کے ساتھ ٹھہراوے اور یہی قول جمہور کا ہی اور نیز علما کا قول ہو کہ اگر ادھار کوئی
چیز فروخت کی تو دام دینے کی مدت معلوم مقرر ہو ورنہ بیع فاسد ہی پس انھون نے معلوم ہونے مین یہ شرط کی کہ دنون و مہینون و سال سے
اول و آخر ٹھیک طور پر بیان کر کے مدت مقرر کرے اور یون نہین جائز ہی کہ کھیتی کاٹی جانے یا روندے جانے یا حاجیون کا قافلہ آنے یا ہوا چلنے
یا پانی برسنے کی مدت مقرر کرے یعنی تجھے دام جب دونگا کہ جب ہوا چلے اور ایسی ہی سلم مین بھی یہ نہین جائز ہو اور امام مالک رح نے اسکو جائز رکھا ہی
اور بعضے متاخرین نے فرق کیا ہی کہ اگر ایسی مدت ہو جو فی الجملہ بھی معلوم نہین جیسے جب آندھی آویگی تب دونگا یا جب ٹیڑیان گرینگی تب دونگا تو
یہ باطل ہی اور جو فی الجملہ معلوم ہو مثلاً کھیتی کاٹی جانا یا عطار کا ملنا یا حاجیون کا قافلہ آنا تو فاسد ہی اور تمام کلام کتاب البیوع ترجمہ عالمگیری سے
تلاش کرو - پھر قولہ فاکتبوہ کی ضمیر راجع بجانب دین ہی اور گویا کہ اس مین دخل مدت کو ضروری ہی اسیواسطے آگے تجارۃ حاضرۃ مین کتابت کو نہین فرمایا
قائل پھر اس مین اختلاف ہی کہ یہ لکھنا و تحریر کرنا واجب ہی یا مستحب ہی پس جمہور کے نزدیک یہ امر واسطے استحباب کے ہی چنانچہ اگر تحریر ترک کی تو مضائقہ
نہین ہی اور بعض نے کہا کہ واجب ہی اور ظاہر صیغہ امر بھی اسپر دلالت کرتا ہی اور یہی قول عطار و شعبی و ابن جریج و نخعی کا ہی اور اسی کو **شیخ ابن جریر
طبری** نے اختیار کیا ہی اور **ابن کثیر** نے فرمایا کہ یہ امر فقط ارشاد ہی واجب نہین جیسا بعض نے کہا ہی **ابن جریج** نے فرمایا کہ جو قرض یا ادھار معاملہ
کرے اسکو چاہیے کہ لکھے اور جو بیع کا معاملہ کرے اسکو چاہیے کہ گواہ کرے اور قتادہ رح نے فرمایا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ ابو سلیمان مرعشی ایک شخص تھا کہ
جسنے کعب رض کی صحبت سے فیض پایا تھا پس کعب نے ایک روز اپنے شاگردون سے فرمایا کہ بھلا تم کوئی ایسا مظلوم جانتے ہو جسنے اپنے پروردگار سے
دعا مانگی مگر قبول نہوئی تو شاگردون نے عرض کیا کہ یہ کیونکر ہوگا فرمایا کہ ایک شخص نے ایک مدت کے وعدے پر بیع کی مگر نہ گواہ کیے اور نہ تحریر کی
پھر جب اسکا مال ادا کیے جانے کا وقت آیا تو جسپر آتا تھا وہ انکار کر گیا پس حقدار نے دعا کی مگر قبول نہوئی کیونکہ اسنے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی -
**قال المترجم** اور اس معنے مین حدیث مرفوع موجود ہی - اور یہ قول دلالت کرتا ہی کہ اپنے حق کی حفاظت مین تحریر واجب ہی اور ابو سعید و شعبی و ربیع بن انس و حسن رح
و ابن جریج و ابن زید وغیرہم نے فرمایا کہ یہ پہلے واجب تھا پھر منسوخ ہوا بقولہ تعالی فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ - اور اس پر وہ
حدیث بھی دلیل ہو جس مین پہلے اگلون کی شرع نقل کی گئی اور ہماری شرع مین مقرر ہوئی اور اس مین دکھلایا کہ گواہ نہ کرنے پر انکار نہین
کیا گیا اور حدیث یہ ہو کہ ابو ہریرہ رض نے بیان کیا کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے ذکر فرمایا کہ ایک مرد نے بنی اسرائیل میں سے دوسرے شخص

نبی اسرائیل سے درخواست کی کہ مجھے ہزار دینار قرض دے وہ بولا کہ اچھا گواہون کو لا کہ مین انکو گواہ کرون اسنے کہا کہ کفی باللہ شہیدا یعنے اللہ تعالے ہمپر کافی شاہد ہو اسنے کہا کہ کفیل کو لا کہ مین اسکو کفیل کرون اسنے کہا کہ کفی باللہ کفیلا۔ یعنے اللہ تعالی کافی کفیل ہو وہ بولا کہ تو نے سچ کہا پس اسکو ایک مدت معلومہ کے وعدے پر ہزار دینار قرض دیدیے پس قرض لینے والا دریا کا سفر کر گیا اور جہان گیا وہان اپنا کام پورا کیا پھر سواری ڈھونڈھی کہ سوار ہو کر دریا سے اپنے وطن کو آوے تا کہ جو میعاد قرار دی تھی اسپر قرضخواہ کو قرض پہونچا دے مگر اسکو جہاز وغیرہ سواری نہ ملی حتی کہ وہ بہت ہی مضطرب ہوا اور ہر طرح کوشش کی مگر سواری نہ پائی پس اسنے ایک لکڑی لیکر اسکو اندر سے سوراخ کیا اور اس مین ہزار دینار و خط بنام قرضخواہ بند کر کے اس لکڑی کا منھ مضبوط بند کر دیا پھر اسکو سمندر پر لایا اور دعا مانگی کہ میرے پروردگار تو خوب جانتا ہو کہ مجھ بندے نے فلان بندے سے ہزار دینار قرض مانگے اسنے مجھسے کفیل مانگا مین نے کہا کہ اللہ تعالے کافی کفیل ہو اور وہ اسپر راضی ہو گیا اور اسنے مجھسے گواہ چاہے مین نے کہا کہ اللہ تعالے کافی گواہ حاضر و ناظر ہو اور وہ اسپر راضی ہو گیا اور اب مین نے ہر چند کوشش کی کہ کوئی سواری پاؤن کہ اس سے یہ دینار قرض کے اس شخص کو پہونچاؤن جسنے مجھے دیئے تھے مگر مجھے سواری نہ ملی اب مین نے انکو تیری ودیعت مین دیا پھر لکڑی کو دریا مین ڈال دیا حتی کہ وہ دریا مین ڈوب گیا پھر خود لوٹ گیا اور وہ اسی فکر مین تھا کہ سواری جہاز وغیرہ ملے کہ اپنے شہر کو جاؤن پھر وہ شخص جسنے قرض دیا تھا دیکھنے آیا تھا کہ شاید جہاز آیا ہو کہ اسکا مال لایا ہو ناگاہ اسکو وہ لکڑی ملی جس مین مال تھا وہ اسکو اپنے گھر جلانے کے کام کے واسطے اٹھا لایا جب اسکو توڑا تو اس مین مال و خط پایا پھر وہ شخص آیا جس نے قرض لیا تھا پس ہزار دینار اسکے پاس لایا اور کہا کہ واللہ مین برابر اس سے پہلے جہاز ڈھونڈھتا رہا تا کہ تیرا مال تجھکو پہونچاؤن مگر اس سے پہلے مجھے جہاز ہی نہ ملا تب قرضخواہ نے کہا کہ بھلا تو نے میرے پاس کچھ بھیجا ہی وہ بولا کہ مین تجھسے کہتا جاتا ہون کہ مین جس مین آیا ہون اس سے پہلے مجھے جہاز ہی نہین ملا ہو وہ بولا کہ اللہ عز وجل نے تیری طرف سے مجھکو وہ مال ادا کر دیا جو تو نے لکڑی مین کر کے بھیجا تھا پس تو اپنے یہ ہزار دینار مسلم لیکر اپنے گھر جا۔ رواہ احمد باسنادہ پھر ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہو اور بخاری رحمہ اللہ نے اسکو سات جگہ طرق صحیحہ سے معلقا بصیغہ جزم روایت کیا ہو قولہ تعالے ولیکتب بینکم کاتب بالعدل۔ یعنے چاہیے کہ لکھے تمہارے درمیان ایک کاتب بانصاف و حق طور پر۔ یعنے کاتب اپنی تحریر مین گھٹاوے بڑھاوے نہین اور کسی کی طرف نہ جھکے اور اسیقدر لکھے جسپر دونون نے اتفاق کیا ہو اور یہ حکم اگرچہ ظاہر مین کاتب کو ہو مگر در حقیقت ہر دو معاملہ مداینت کرنے والون کو حکم ہو کہ ایسا کاتب چاہئین جو فقیہ متدین ہو تا کہ اسکی تحریر پر اعتماد ہو اور شرع مین اس کی تحریر پر اعتبار ہو۔ قال المترجم اس مین بطور وجوب یا استحباب کے حفاظت و وثوق کی غرض سے تحریر کرنے کا حکم دیا گیا ہو پھر اگر کہا جاوے کہ یہان تو یہ حکم ہو اور صحیحین کی حدیث مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ امی امت ہین نہ لکھتے ہین اور نہ حساب جانتے ہین پھر حدیث و آیت مین توفیق کیونکر ہوگی تو شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ جواب یہ ہو کہ دین اپنی ذات کی راہ سے اسکا محتاج نہین ہو کہ اس مین کتابت کی کچھ بھی ضرورت ہو اسواسطے کہ قرآن مجید کو اللہ عز وجل نے سہل فرمایا اور اسکا یاد کرنا لوگون پر آسان کر دیا اور حدیثین یعنے سنن نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یونہی حفظ مین اور یہ چیزین جنکے لکھنے کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہو وہ لوگون مین واقع ہوتی ہین قال المترجم مسلم و نسائی نے حدیث بالا کو کتاب الصوم مین اخراج کیا ہو اور تمام حدیث کا مضمون یہ ہو کہ ہم امت امی ہین نہین لکھتے اور نہ حساب جانتے ہین مہینہ اتنا بھی ہوتا ہو اور اتنا بھی ہوتا ہو یعنے انتیس دن کا اور تیس دن کا۔ پس بعض علما نے کہا کہ دنون کا حساب نہین لگاتے ہین۔ بلحاظ حساب نجوم کے کہ چاند کی تاریخ معلوم کرین اسی سے بعض نے زعم کیا کہ اگر کوئی شخص حساب جانتا ہو تو نجوم کی تاریخ ہلال پر روزہ رکھ سکتا ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ قول غلط اور سخت مہمل ہو اور ملا علی قاری رح نے شرح شرح نخبۃ الفکر مین اس قول پر سخت تشنیع کی ہو اور کہا ہو

کر نجوم کی تاریخ پر روزہ رکھنا ہرگز روا نہیں ہے اور حدیث مین ثابت ہوا کہ جو رمال و نجومی کے پاس گیا اسے محمد صلعم کی نافرمانی کی اور وہ قریب بکفر ہی اور ایک جماعت علما نے اسکی تکفیر کی ہو قولہ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ۔ جاننا چاہیے کہ لا یاب صیغہ نہی ہو از ابی یابی اذا امتنع اور صلہ اسکا من سے آتا ہو یولتے ہین کہ ابی من ذلک پس معنے یہ کہ لا یاب کاتب من الکتابۃ جیسا کہ مفسر رح نے مقدر کیا ہو اور مراد یہ ہو کہ جب کاتب سے لکھنے کو کہا جاوے تب وہ انکار نہ کرے کیونکہ انکار اسیوقت متحقق ہوتا ہو جبکہ کسی سے کہا جاوے اور وہ انکار کرے اور کاتب اسم نکرہ تحت مین نفی کے ہو پس وہ عموم کو مفید ہو یعنے کوئی کاتب انکار نہ کرے جب اس سے درخواست کیجاوے بشرطیکہ وہ اس کتابت کو جانتا ہو اور اگر وہ خالی لکھنا جانتا ہو اور سلامتیت کی تحریر نہین جانتا ہو تو وہ گویا کاتب ہی نہیں ہو اور شیخ ابن کثیر رح نے عدم ضرر کی بھی شرط لگائی چنانچہ کہا کہ معنے یہ ہین کہ انکار نہ کرے وہ شخص جو اس کتابت سے واقف ہو جبکہ اس سے معاملہ دین کرنے والے درخواست کرین اور کاتب مذکور کو ضرر بھی نہ پہونچتا ہو پس جیسے اللہ تعالے نے اسپر فضل کیا کہ جو چیز نہیں جانتا تھا وہ سکھلا دی ویسے ہی وہ ان لوگون پر شکریہ الٰہی مین احسان و صدقہ کرے جو کتابت نہین جانتے ہین یا اچھی طرح نہین لکھ سکتے ہین پس چاہیے کہ لکھدے اور حدیث مین یہ مضمون ہو کہ منجملہ صدقہ کے یہ بات کہ اعانت کرے **قال المترجم** عدم ضرر کی قید اس آیت کے آخر جملہ سے ماخوذ ہو یعنے قولہ لا یضار کاتب سے اور مجاہد و عطا رح نے کہا کہ کاتب پر لکھدینا واجب ہو اور بعض نے ذکر کیا کہ جو علما اس تحریر کو واجب کہتے ہین انھون نے کاتب پر بھی واجب کہا ہو کہ جب وہ لکھنے کو بلایا جاوے اور اسکے سوا دوسرا کاتب موجود نہو تو اس پر لکھدینا واجب ہو اور جمہور کے نزدیک جیسے یہ لکھوانا دونون معاملہ کرنے والون پر مستحب ہو ویسے ہی کاتب پر بھی مستحب ہو ۔ قولہ تعالے ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ۔ املال و املا ہر دو لغت یعنے واحد ہین اول زبان اہل حجاز ہو اور دوم زبان بنی تمیم اور املا یہ ہو کہ خود بتلاتا جاوے اور دوسرا لکھتا جاوے اور مراد یہ نہین ہو کہ جو الفاظ یہ بولتا ہو وہی بعینہ کاتب لکھدے اگرچہ بے ترتیب و نامربوط طور پر ہون بلکہ غرض یہ ہو کہ جو اسکا اقرار ہو وہ کاتب کو بتلاوے اور املا کرنے کا حکم اس شخص کو جسپر حق واجب ہوا ہو اسواسطے دیا گیا کہ اسکے ذمہ قرضہ ثابت ہونے کی گواہی تو اسی کے اقرار پر ہوگی پس وہی اقرار کرتا جاوے و بتلاتا جاوے کہ بعد تحریر کے گواہ اسکے اقرار پر اسکے ذمہ ثبوت قرضہ کے گواہ رہین لہذا قولہ ولیتق اللہ سے اسکو کاتب پر املا کرنے مین تقوی اور اللہ تعالے سے ڈرنے کا حکم کیا پس وہ پورے حق یا تھوڑے حق کسی سے منکر نہو جاوے اور اس مین مبالغہ فرمایا کہ اسم و صفت دونون کو جمع کیا یعنے اللہ اور ربہ دونون سے تقوی کرنے کی تاکید کی اگرچہ ایک ہی نام پاک کافی ہو مگر مبالغہ فرمایا ہو اور حق یعنے قرضہ کی بابت بھی تاکید سے مبالغہ فرمایا کہ لا یبخس منہ شیئا ۔ ای لا ینقص منہ شیئا ۔ یعنے حق مذکور کے تمام و کمال اقرار کرنے مین بحالت املا کچھ کمی نہ کرے اور بخس یعنے نقص ۔ کم کرنا ۔ اور یہ تفسیر بنا بر اختیار مفسر رح ہو اور بعض نے کہا کہ یہ ممانعت کاتب کو ہو یعنے کاتب کو چاہیے کہ قرضدار نے جو اس پر املا کیا ہو اس مین کچھ کمی نہ کرے ۔ اور پوشیدہ نہین جو مفسر رح نے اختیار کی ہو وہی اسح ہو کیونکہ کمی کرنے کا احتمال تو اسی شخص کی طرف سے ہے جسپر حق واجب ہوا ہو اور اگر یہ کاتب کو ممانعت ہوتی تو فقط کمی کرنے سے ممانعت پر انحصار نہوتا کیونکہ کاتب سے تو زیادہ کردینے کا بھی احتمال ہو جیسے کم کردینے کا احتمال ہو فافہم ۔ قولہ تعالے فان کان الذی علیہ الحق سفیہا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ہو ۔ سفیہ وہ شخص ہو کہ اچھی طرح تصرف کرنے مین اسکی رائے کام نہ دیتی ہو پس اس سے لینا و دینا خوب نہین بنتا ہو یہ تشبیہ ثوب سفیہ ہو ای وہ کپڑا جس کی بناوٹ جھری ہووے یعنے جیسے یہ کپڑا اپنی بناوٹ مین ضعیف و غیر مضبوط ہوتا ہو ایسے ہی اس شخص کی رائے مضبوط نہین ہوتی ہو اور عرب والے لفظ سفہ کو کبھی عقل کے ضعف پر اور کبھی بدن کے ضعف پر اطلاق کرتے ہین بالجملہ سفیہ وہ ہو جو بیجا اپنا مال برباد کرنے اور پھینکنے والا ہو خواہ اسوجہ سے کہ تصرف کرنے کا طریق نہین جانتا ہو یا اسوجہ سے کہ باوجود جاننے کے خبث بربادی کرنے کی عادت ہو اور بعض نے کہا کہ سفیہ سے مراد یہ ہو جو املا نجانتا

ہو۔ قولہ ضعیفا ماخوذ از ضعف اور وہ عقل و بدن دونون کے ساتھ بولا جاتا ہی مگر اہل لغت نے کہا کہ بدن کے ساتھ ضعف بضم ضاد معجمہ ہی اور عقل ورائے کے ساتھ بفتح ضاد معجمہ ہی اور مراد یہ کہ لکھوانے سے ضعیف ہو یعنے مضمون اقراری نہ بتلا سکتا ہو یا تو بسبب صغر سنی و بچپن کے اور یا بسبب کبر سنی و بڑھاپے کے جبکہ ایسی حالت پہونچ گئی کہ اسکی عقل مین خلل آگیا ہی اور شیخ ابن کثیر وغیرہ کے کلام سے ظاہر ہی کہ ضعف یا باعتبار بدن کے اور وہ لڑکا ہی اور یا باعتبار عقل کے اور وہ مجنون یا معتوہ ہی ولیکن مجنون سے اسکی تفسیر کسی قدر تامل کے قابل ہی اس واسطے کہ وہ عقل جاتی رہنا کہلاتا ہی اور یہان فقط ضعف مذکور ہی ہان معتوہ سے البتہ مناسب ہی۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تفسیر بالرائے ہو گئی تو کہا جائے گا کہ ہرگز نہین نعوذ باللہ منہ یہ تو باعتبار اطلاق و استعمال لغت کے کلام ہی جو ہر ایک جانتا ہی اور عبدالرزاق کی روایت ابن عباس رضہ اول پارہ مین گذر چکی اور عنقریب آتی ہی انشاء اللہ تعالیٰ کہ تفسیر لا یعذر احد بجہالتہ یعنے اہل عرب ان الفاظ کے معانی جانتے ہین ان مین سے کوئی معذور نہین ہی فافہم اور قولہ لا یستطیع ان یمل ہو یعنے استطاعت لکھوانے کی وہ خود نہین رکھتا ہی اور استطاعت کے معنے یہ ہین کہ سب چیزین جو ایک کام کے انجام پہونچنے مین درکار ہین سب درستی سے موجود ہون پھر اگر کوئی نقص ہو تو استطاعت نہو گی پس اگر گونگا ہو یا زبان نہ جانتا ہو یا قید مین پڑا ہو یا ایسی طرح غائب ہو کہ کاتب کے پاس نہ پہونچ سکتا ہو یا اسکو معلوم ہی نہو کہ مجھپر کیا ہی یا جیسا چاہیئے ویسے ادا نہ کر سکتا ہو تو ان سب کو عدیم الاستطاعۃ مین شمار کیا جائیگا انکا اقرار صحیح نہین ہی تو ضرور ہوا کہ کوئی اور شخص انکے قائم مقام ہو لہذا فرمایا۔ فلیملل ولیہ بالعدل۔ پس مراد ولی سے وہی شخص ہی جو انکے قائم مقام ہووے اور ولایت شرعی جو نکاح وغیرہ مین ہوتی ہی وہ مخصوص مراد نہین ہی اور ترجمہ تفسیر مین اسکی توضیح سے کفایت ہو گئی اور قرطبی نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ جو شخص سفیہ ہو پس اگر وہ مجبور کر دیا گیا ہو تو اسکا تصرف اس حالت مین بالاجماع فاسد ہی اس سے کوئی حکم واثر نہین ثابت ہوتا ہی اور اگر وہ مجبور نہین ہی تو اس مین اختلاف ہی انتہیٰ کلامہ اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بالغ آزاد پر حجر نہین ہوتا ہی اور صاحبین کا اس مین خلاف ہے اور حجر کے یہ معنے ہین کہ قاضی وحاکم نے اعلان کیا کہ یہ شخص اپنے تصرفات کے قابل نہین لہذا ممنوع کر دیا گیا ہی اور یہ کلام ترجمہ عالمگیری کے اس باب سے مفصل دریافت کرنا چاہیئے واللہ الموفق۔ قولہ تعالیٰ واستشہدوا شہیدین من رجالکم۔ استشہاد بمعنے گواہی چاہنا و اطلاق شہیدین کا اس حالت مین قبل اسکے کہ وہ گواہ ہون مجازاً ہی یا یہ معنے کہ وہ ہو جاوینگے اور من رجالکم کی قید سے عورتین بالاتفاق خارج ہوئین اور نابالغ بھی خارج ہوے خواہ اسوجہ سے کہ انکو رجال نہین کہتے ہین بلکہ صبیان ہین یا آنکہ وہ شاہد نہین ہو سکتے ہین اور رجال کی اضافت ضمیر خطاب کی طرف ہونے سے کفار خارج ہوے اور رہے بالغ غلام تو ان مین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ جب وہ مسلمان ہون تو رجال مسلمین مین سے ہین اور یہ قول ابن سیرین و شریح و عثمان بتی اور احمد بن حنبل و اسحٰق و ابو ثور کا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ غلامون کی گواہی تمام نہین ہی پس اسکی گواہی نہین جائز ہی اور یہ قول امام ابو حنیفہ و شافعی و مالک و جمہور علما کا ہی اور وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ غلام مین رقیق ہونے کا ایک نقص ہی۔ پھر امام ابو حنیفہ رح نے یہ جائز رکھا ہی کہ کفار کی گواہی ان مین باہم ایک کی گواہی دوسرے پر روا ہی اور مسلمان پر کافر کی گواہی قبول نہو گی۔ رہے یہان دو مقام ایک یہ کہ فلیملل ولیہ بالعدل۔ سے ثابت ہوتا ہی کہ اقرار کرنے مین نیابت جاری ہوتی ہی اور اسکے جواز مین اختلاف ہی اور یہ بحث دراز بھی یہان ذکر کے قابل نہین اور دوم یہ کہ یہ اشہاد یعنے گواہ کر لینا واجب ہی یا مندوب ہی تو اس مین اختلاف ہی پس بعض نے کہا کہ واجب ہی بدین دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے بیع مین کہا کہ واشہدوا اذا تبایعتم۔ اور امر واسطے وجوب کے ہی پس ایسا ہی استشہدوا شہیدین۔ مین بھی اشہاد واجب ہی اور یہ بعضے صحابہ و تابعین کا مذہب ہی اور ابن جریر رح نے اسی کو ترجیح دی ہی اور امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی و ابو یوسف و محمد وغیرہم کے نزدیک مندوب ہی اور واجب کہنے والون کی دلیل کچھ حجت نہین ہو سکتی کیونکہ جو بیع مین اشہاد واجب کہا ہو اگر اس پر حجت ہو سکے تو ہو اور ابو حنیفہ و انکے اصحاب

توضیح مین بھی واجب ہونے کے قائل نہین ہین فتامل - قولہ تعالیٰ فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشہداء - یعنے اسکے یہ بیان کیے گئے ہین کہ پس اگر وہ لوگ گواہ دو مرد نہون یعنے دو مردون کے گواہ کر لینے کا قصد نہ کیا گیا اگرچہ موجود بھی ہون تو ایک مرد اور دو عورتین گواہ کرلی جاوین - اور مفسر رح نے جو لفظ یشہدون بصیغہ مجہول مقدر کیا اس مین مرد کی جانب کو بصیغہ مذکر لانے مین غلبہ دیا کیونکہ عورتین اگرچہ دو ہین مگر وہ ایک مرد ہی کے برابر ہین اور مرد کو عورت پر فضیلت جنسی حاصل ہی ولیکن بصیغہ جمع لانا باعتبار عدد کے بنظر لفظی ہی - اور بعضے مفسرین نے فرجل وامرأتان ای فلیشہد رجل وامرأتان مقدر کیا اور یہ بھی رہا ہی - پھر معنے مذکورہ سے ظاہر ہوا کہ - فان لم یکونا رجلین سے یہ مراد نہین ہی کہ ایک مرد و دو عورتون کو گواہ کرنا اسوقت روا ہی کہ جب دو مرد نہ ملین بلکہ دو مرد کے ہوتے ہوئے بھی اگر چاہے تو ایک مرد و دو عورتون کو گواہ کر سکتا ہی اور یہی ظاہر کلام ہی - پھر ابن کثیر وغیرہ نے کہا کہ یہ صرف انھین معاملات مین ہوگا جو مالی ہون یعنے اموال کا معاملہ ہو یا اس سے مال مقصود ہو قال المترجم تفصیل اسکی یہ ہو کہ فقہا نے اجماع کیا ہو کہ مالون کے مقدمات مین یہ جائز ہو کہ مردون کے ساتھ ہو کر عورتین گواہی دین حتی کہ مال کا مقدمہ یا جس سے مال مقصود ہووے ایک مرد و دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہو جائیگا اور اس مین بھی اتفاق ہو کہ حدود و قصاص یعنے سزاؤن کے مقدمات مین عورتون کی گواہی نہین جائز ہو نہ تنہا اور نہ مردون کے ساتھ مین - پھر ان دونون قسم کے سوا دیگر صورتون مین اختلاف ہو پس ایک جماعت کے نزدیک مردون کے ساتھ مین عورتون کی گواہی جائز ہو اور یہی سفیان ثوری و ابو حنیفہ و انکے اصحاب کا قول ہو اور ایک جماعت کے نزدیک بدون دو مردون کے ثبوت نہین ہو سکتا اور شافعی کے نزدیک جو باتین ایسی ہین کہ غالبا انپر عورتون ہی کو اطلاع ہوتی ہو مثل ولادت ورضاعت اور ثیبہ ہونا اور باکرہ ہونا وغیرہ تو ایسے امور ایک مرد و دو عورتون کی گواہی سے اور خالی چار عورتون کی گواہی سے بھی ثابت ہوتے ہین اور قولہ ممن ترضون سائی کائنون ممن ترضون - اور رضامندی باعتبار انکے دیندار اور پرہیزگار ہونے کے ہی اور اس مین دلیل ہو کہ گواہون مین عادل ہونا شرط ہو اور جو گواہ مستور الحال ہو یعنے اسکا حال پوشیدہ ہو معلوم نہو کہ عادل ہی یا نہین ہی تو جس نے اس کی گواہی کو رد کیا اسنے اسی آیت سے استدلال کیا کہ اس مین دلالت ہی کہ گواہ کا عادل و پسندیدہ ہونا چاہیئے بخلاف مستور کے اور یہ دلیل کچھ نہین ہو اور امام ابو حنیفہ نے ظاہری عدالت پر بھی اکتفا کیا ہی اور سراج مین مذکور ہو کہ گواہی قبول ہونے کے واسطے سات شرطین ہین اسلام آزادی عقل - بالغ ہونا - عادل ہونا ایسے فعل کرنے والا نہو جن مین اگرچہ گناہ نہین مگر خلاف تہذیب ہین جیسے بازار مین کھاتے ہوئے جانا وغیرہ اور ساتوین شرط یہ کہ تہمت سے بچا ہوا ہو اور جب ان مین سے کوئی شرط مفقود ہو تو گواہی صحیح نہو گی - اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ شافعی رح نے تمام قرآن مین جہان گواہ مذکور ہین سب مین عادل ہونے کی شرط اسی آیت سے ثابت کی اور جہان جہان مطلق مذکور ہین سب کو اسی مقید پر محمول کیا قال المترجم اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک جہان عدالت شرط نہین وہان مطلق ہو جیسے نکاح وغیرہ مین ہو کہ وہان اللہ تعالیٰ کے نزدیک گواہ ہو خواہ غلام ہو یا فاسق ہو مگر قاضی کے نزدیک فاسق و غلام کی گواہی سے ثبوت نہو گا - اور الحمد للہ کہ مین نے ترجمہ فتاوے عالمگیری مین ائمہ حنفیہ کے طور پر کتاب الشہادة مین پوری تفصیل سے فراغت پائی اسکی حاجت نہین کہ اس طویل بحث کو یہان ذکر کرون فتاوائے مذکور سے خوب سیراب ہونا چاہیئے کہ اس سے بڑھکر بیان کرنا متصور نہین ہی - باقی رہا یہ مسئلہ کہ ایک مرد گواہ اور مدعی کی قسم پر مدعی کے واسطے حکم ہو سکتا ہی یا نہین تو مالک رح و شافعی رح کے نزدیک ہو سکتا ہو اور ابو حنیفہ رح وانکے اصحاب کے نزدیک نہین ہو سکتا ہی اور جب یہ معلوم ہو گیا تو دو عورتون و مدعی کی قسم پر حکم ہونے مین بھی ایسا ہی اختلاف ہو کیونکہ یہ اسی پر مبنی ہو - پھر ایک مرد کے قائم مقام دو عورتین گواہی کے بارہ مین اسوجہ سے قرار پائین کہ عورت کی عقل ناقص ہوتی ہو چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث ابو ہریرہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصریح ہو کہ عورت کا نقصان عقل یہ ہو کہ دو عورتون

کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہو اور یہی وجہ خود آیت سے ثابت ہو قال تعالے ان تضل احدٰہما فتذکر احدٰہما الاخریٰ - ابو عبیدہ نے کہا کہ تضل کے معنے نسی ہین یعنے بھول جاوے وہ عورت - اور گواہی بھول جانے کے یہ معنے ہین کہ گواہی مین سے کسی جز کی جگہ کوئی اور جز بھول کر بیان کرے اور یہ آیت اگرچہ اس امر کی علت ہو کہ عورتون مین سے دو عدد بجاے مردون کے ایک عدد کے اسوجہ سے لیے گئے کہ ایک بھولے تو دوسری جسکو یاد ہو وہ اسکو یاد دلاوے مگر اس مین اشارہ ہو کہ عورتین عقل کی ناقص ہوتی ہین بات کو ضبط نہین رکھتی ہین اور اسیوجہ سے کہ عورتین قواے انسانی مین پوری نہین ہوتی ہین آجتک کوئی عورت پیغمبر نہین ہوئی اور اب تو خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت نہین بلکہ قیامت اور صالحین کے واسطے جنت و نعمت ہو اگر کہا جاوے کہ صحیح حدیث مین ہو کہ مردون مین تو بہت لوگ کامل ہوے مگر عورتون مین کوئی کامل نہین ہوئی سواے مریم بنت عمران و آسیہ امراۃ فرعون اور عائشہ بنت ابی بکر کے اور عائشہ کی فضیلت عورتون پر ایسی ہو جیسے طعام ثرید کی فضیلت تمام کھانون پر ہوتی ہو تو جواب یہ ہو کہ یہ افضلیت تمام عورتون پر ہو اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کیواسطے بھی عورتون کی طرف اضافت کرکے فرمایا - یعنے سیدۃ نساء اہل الجنۃ فاطمۃ - سب جنتی عورتون کی سردار حضرت فاطمہ ہین اور ایک جماعت ائمۂ علما کے نزدیک حضرت فاطمہ کو فضل کلی تمام عورتون پر حاصل ہو فتامل فیہ - اور آیۂ کریمہ مین تضل اور تذکر کا فاعل مبہم رکھا گیا کیونکہ دونون عورتون مین سے ہر ایک پر یہ دونون وصف جاری ہوسکتے ہین یعنے اگر وہ بھولے تو یہ یاد دلاوے اور یہ بھولے تو وہ یاد دلاوے اور یہ بھی ہوسکتا ہو کہ کوئی بات وہ بھولے یہ یاد دلاوے اور کوئی یہ بھولے وہ یاد دلاوے بالجملہ گواہی کی بات ان دونون کے حفظ و نگاہ رکھنے سے پوری رہیگی اور بعض علمانے فتذکر احدٰہما الاخریٰ کے یہ معنے بیان کیے فتجعلہا ذکرًا یعنے ایک عورت دوسری کے ساتھ ملکر مذکر کر دیگی اور تذکیر یعنے مذکر کر دینا لیا اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفسیر بھی بدعتی تفسیر ہو اور جمہور مفسرین نے اسکو رد کر دیا ہو تاآنکہ کہا گیا کہ خلاف معقول و منقول ہو - قولہ ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا - بعض نے کہا اسکے معنے یہ ہین کہ جب گواہ ہونے کیواسطے بلائے جاوین تو انپر قبول کرنا واجب ہو یہ قول قتادہ و ربیع بن انس کا ہو اور یہ مانند قولہ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب - ہو اور اس صورت مین انکو شہدا کہنا باعتبار آیندہ حال کے مجاز ہو اور یہان سے نکلتا ہو کہ گواہی اٹھانا فرض کفایہ ہو اور بعض نے کہا کہ یہی جمہور کا مذہب ہو اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ جب گواہی ادا کرنے کے لیے بلائے جاوین تو آوین اور اس صورت مین انپر شہداء کا اطلاق حقیقی ہو پس اگر گواہی کے واسطے وہی متعین ہو تو اسپر قبول کرنا واجب ہو ورنہ فرض کفایہ ہو یعنے مثلاً دو ہی مرد گواہ ہوے ہین یا چار گواہ مین سے دو ہی موجود ہین اور باقی دو یا زیادہ ہون وہ غائب ہین یا مر گئے ہین تو چونکہ دو سے کم مقدار نہین لہذا ان دونون موجودین پر قبول کرنا واجب ہو - اور مجاہد و ابو مجلز و بہتیرون نے کہا کہ جب کوئی گواہ ہونے کو بلایا جاوے تو اسکو اختیار ہو قبول کرے یا نہ قبول کرے اور جب گواہ ہوگیا پھر ادا کرنے کو بلایا گیا تو قبول کرنا واجب ہو مترجم کہتا ہو کہ شاید مراد یہ کہ جب گواہ ہونے کو بلایا جاوے حالانکہ وہان دوسرے لوگ قابل گواہی موجود ہین یا اسکو عذر ہو تو اسکو اختیار ہو اور ابن عباس و حسن بصری سے روایت ہو کہ یہ حکم عام ہو خواہ گواہ ہونے کو بلایا جاوے یا گواہی ادا کرنے کو بلایا جاوے انکار نہ کرے ذکرہ ابن کثیرؒ اور حدیث صحیح مسلم مین ہو کہ گواہون مین سے بہتر وہ ہو جو گواہی ادا کردے قبل اسکے کہ اس سے پوچھا جاوے - اقول معنے یہ ہین کہ بسا اوقات آدمی کو دریافت نہین ہوتا کہ گواہ کون ہو مثلاً زید کے باپ نے خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا تو زید کو معلوم نہین کہ اسوقت کون گواہ تھا پس خوبی ایمان سے یہ ہو کہ گواہ خود اس حق و عدل کو پھیلانے مین مستعد ہو جاوے اور اس کا منتظر نہو کہ جب پتہ ملے اور بلایا جاوے تب لاچاری سے جاوے - اور صحیحین مین یہ جو روایت ہو کہ بدتر گواہ وہ ہین جو گواہی دیتے ہین اور استشہاد نہین کرتے ہین تو - اُن گواہون کے حق مین ہو جو جھوٹے ہوتے ہین کیونکہ معنے عدم استشہاد کے یہ ہین کہ گواہی جو ادا کی ہو اسکے شاہد نہ تھے یعنے حاضر و گواہ نہین تھے اور جھوٹی گواہی سخت کبیرہ گناہ ہو جسکا درجہ شرک و نافرمانی والدین کے بعد ہو جیساکہ صحیحین کی حدیث سے ثابت ہو نعوذ باللہ منہ =

قولہ تعالے ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ - یہ خطاب ہی مومنین کو یا باہم معاملہ کرنے والون کو یا گواہون کو ولیکن اولی یہ ہی کہ باہم معاملہ کرنے والون کو خطاب ہی اسی پر دلالت کرتا ہی کلام مابعد یعنے ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا - پس چونکہ کثرت سے معاملات ادہار واقع ہونے سے شاید تحریر مین سستی کرتے لہذا منع کیا اور صغیرا او کبیرا سے مبالغہ کیا ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت ہو لکھنے مین سستی نہ کرین اور مدارک مین فرمایا کہ صغیر و کبیر سے تعبیر فرمانے مین دلیل ہی کہ سلم ٹھہرانا کپڑون مین روا ہی کیونکہ جو چیز گزون سے ناپی جاتی ہی اسکو صغیر و کبیر حقیقتا بولتے ہین بخلاف قلیل و کثیر کے کہ کیلی و وزنی چیزون کے ساتھ بولا جاتا ہی اور سلم یہ ہی کہ کسی کو نقد ہزار روپیہ یکم و بیش دیا کہ کم سے کم ایک مہینہ کے بعد فی روپیہ دو من کے حساب سے ایسے ایسے گیہون یا ایسے ایسے کپڑے و تھان ادا کرے قولہ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ الخ لفظ اقسط صیغہ اسم تفضیل سیبویہ رحمہ اللہ کے نزدیک بنا بر قیاسی ہی از قسط بالکسر یعنے عدل نہ از قسوط جو بمعنے جور و ظلم آتا ہی اور ابو حیان رح نے کہا کہ ابن السکیت نے کتاب الاضداد مین ابوعبیدہ سے نقل کیا کہ قسط بوزن نصر ماضی بمعنے جور اور بمعنے عدل دونون آتا ہی مگر اقسط بالالف فقط بمعنے عدل ہی قولہ الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونہا بینکم استثنا منقطع ہی ای لکن وقت تجارتکم بالحاضرۃ تاخذونہا یدا بید - اور عکبری رح نے کہا کہ استثنا متصل ہی پھر واضح ہو کہ جو چیز فروخت کیجاوے وہ مال عین یعنے متعین حاضر ہو مثلا قلمدان خریدا تو وہ سامنے متعین ہو حتی کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تجھسے ایک روپیہ کو ایک قلمدان خریدا تو بیع فاسد ہی کیونکہ وہ قلمدان معلوم نہین ہی بخلاف روپیہ کے کہ اسکو سامنے حاضر کرنا ضرور نہین بلکہ وہ تو ہمیشہ دین یعنے غیر معین ہوتا ہی حتی کہ جو روپیہ چاہے دیدے جبکہ روپیہ کا چلن معلوم ہو پس کل مبیع کا معین ہونا ضرور ہی سوائے بیع سلم کے کہ اس مین ایسے طور سے گیہون وغیرہ کو صفت کر کے بیان کرتے ہین کہ وہ بائع کے ذمہ بطور متعین ہی چلی ہو یا مانگی لے لیتے ہین - پھر تجارت حاضرہ عام ہی کہ بیع کے وقت معاملہ بعین ہو یا بدین ہو لیکن تدیرونہا بینکم - ہی تاخذونہا یدا بید - یعنے بائع اپنے دام لے لے اور مشتری مبیع لے لے اور باہمی قبضہ ہو جاوے اگرچہ ثمن و مبیع بالاعتبار ہون یعنے مثلا گھوڑے کو گاے کے عوض فروخت کیا تو ہر ایک مبیع و ثمن ہو سکتا ہی مثلا کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گھوڑا بعوض اس گاے کے بیچا یہ مفید ہی کہ گھوڑا مبیع اور گاے ثمن ہی اور اگر برعکس بولا جاوے یعنے گاے بعوض گھوڑے کے فروخت کی تو برعکس ہو جائیگا فافہم اور جاننا چاہیے کہ ممکن ہی کہ اس بیع مین ثمن ابتدا مین دین ہو پھر عین ہو جاوے مثلا کہا کہ مین نے یہ گھوڑا جو متعین ہی تیرے ہاتھ بعوض ایسے ایسے کپڑے کے فروخت کیا اور اس کپڑے کے تمام وصف اس طور پر بیان کر دے کہ کسی طرح کی جہالت نہ رہے اور مشتری نے قبول کیا اور بیع ہو گئی اور جدا ہونے سے پہلے مشتری نے یہ کپڑا جو ٹھہرا ہی بائع کو حاضر کیا پس دین تھا اور قبل جدا ہونے کے عین ہو گیا پھر بائع نے منظور کیا اور دونون نے اپنی اپنی چیز جو خریدی ہی قبضہ کر لیا تو ایسی مبایعت مین جو ہاتھون ہاتھ ہو کتبہ لکھنے کی ضرورت نہین ہی چنانچہ فرمایا - فلیس علیکم جناح ان لا تکتبوہا اور اس مین نہ لکھنے کی رخصت دی گئی دو وجہ سے ایک یہ کہ اگر کتبہ کا حکم ہو تو کسی قدر گرانی ہو گی کیونکہ قلیل و کثیر کثرت سے واقع ہوتا ہی بہ نسبت بیع مدائنت کے اور دوم یہ کہ جب ہر ایک نے اپنے حق پر اسی مجلس مین قبضہ کر لیا تو انکار کا احتمال ضعیف رہا پس کتبہ کی حاجت نہین ہی ولیکن یہ احتمال باقی ہی کہ بائع مثلا انکار کرے کہ مین نے فروخت نہین کی ہی اسواسطے فرمایا - واشہدوا اذا تبایعتم - یعنے مبایعت پر گواہ کر لو وہ کافی ہین اور یہ اس بنا پر کہ مراد یہی تجارت حاضرہ ہو پس استثنا کے بعد استثنا ہو گا - اور اصح یہ ہی کہ یہ حکم تخصیص کے بعد تعمیم ہی ہر مبایعت کے واسطے یعنے جو بیع واقع ہو خواہ ہاتھون ہاتھ ہو یا ادہار ہو اس بیع واقع ہونے پر گواہ کر لو یعنے اگر بائع و مشتری مین ایجاب و قبول تمام ہوا اور بیع واقع ہوئی اسکے گواہ کر لو پھر اگر بیع نقد ہاتھون ہاتھ ہو تو اس مین صرف گواہی کافی ہی کتبہ کی ضرورت نہین کیونکہ ہر ایک نے اپنے حق پر قبضہ کر لیا اور اگر بیع ادہار ہو تو اس گواہی کے بعد ادہار مال کی غرض سے کتبہ کی ضرورت بھی ہی سعید بن جبیر رض سے مروی ہی کہ قولہ تعالے واشہدوا اذا تبایعتم - یعنے اپنے

حق پر گواہ کرو خواہ اس مین میعاد ہو یا نہو ہر حال مین اپنے حق پر گواہ کر لو (رواہ ابن ابی حاتم) اور جابر بن زید و مجاہد و عطاء و ضحاک سے اسکے مانند مروی ہو اور حسن و ابن جریج و شعبی نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہو بقولہ فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ۔ اور جمہور کے نزدیک منسوخ نہین بلکہ یہ امر واسطے استحباب کے ہو اور واجب نہین ہو اور اسکی دلیل حدیث خزیمہ بن ثابت انصاری ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خرید ا اور اسکو اپنے پیچھے پیچھے بلایا کہ گھر پہ اسکو اسکے گھوڑے کے دام ادا کرین پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیز چلے اور اعرابی آہستہ آہستہ رینگتا آتا تھا پس راہ مین لوگون نے اعرابی کو ٹوکنا شروع کیا اور اس سے گھوڑے کو چکاتے اور انکو یہ معلوم نہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو خرید لیا ہی یہانتک کہ بعض نے اعرابی کو کچھ دام اس سے بڑھکر کہے جتنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خریدا تھا پس اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی کہ اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنے والے ہین تو خرید لے ورنہ مین نے اسکو بیچا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کی آواز سنی تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ بھلا کیا مین نے تجھسے خرید انہین ہو اعرابی نے کہا کہ مین نے واللہ تمہارے ہاتھ نہین بیچا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہین بلکہ میرے اور تیرے درمیان ایجاب قبول پورا ہو چکا ہی پس لوگون نے جمع ہونا شروع کیا اور وہ اعرابی اسیطرح گفتگو کو دہراتا تھا پس اعرابی نے یہ کہنا شروع کیا کہ آپ کوئی گواہ لاوین جو گواہی دے کہ مین نے اسکو آپ کے ہاتھ بیچا ہی پس مسلمانون مین سے جو آتا جاتا وہ اعرابی سے کہتا کہ خرابی ہو تیری کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے سچ بات کے کبھی ابد نہین فرماتے ہین یہانتک کہ خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا سنا اور اعرابی کا بھی کہنا سنا کہ کہتا تھا کہ کوئی گواہ لایئے جو گواہی دے کہ مین نے اسکو آپ کے ہاتھ بیچا ہی تو خزیمہ رض نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تو نے اسکو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کیا ہی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کے طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو کیونکر گواہی دیتا ہی خزیمہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ آپکی تصدیق کر کے مین گواہی دیتا ہون کہ بیشک اللہ تعالے نے آپ کو اپنا سچا امین پیغمبر بھیجا ہی تو کیا ہمارے بیع معاملات مین آپ سے سوائے سچ کے کچھ شبہہ ہو سکتا ہی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو مرد کی گواہی سے برابر قرار دیا۔ رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی اور حدیث مین دلیل ہو کہ گواہی دینی ایسے طور پر جائز ہو کہ گواہ کو بدلیل شرعی یقین ہو کہ یہ امر ایسا ہو اگرچہ اسنے معاینہ نہین کیا الحاصل جمہور کے نزدیک گواہ کر لینا مستحب ہو واجب نہین ہو لیکن شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ احتیاط یہ ہو کہ گواہ کرے کیونکہ ابو موسی رض نے مرفوعا روایت کی کہ تین شخص اللہ تعالے سے دعا کرتے ہین اور وہ قبول نہین ہوتی ہو ایک وہ مرد کہ اسکی عورت بدخلق ہو مگر اس نے طلاق ندی دوم وہ مرد کہ جسکے پاس یتیم کا مال رکھا تھا اسنے یتیم کے بالغ ہونے سے پہلے اسکو دیدیا (یعنے طفل نے ضائع کیا مگر اسکو تاوان دینا پڑا) سوم وہ کہ جسنے دوسرے کو قرض دیا اور اسپر گواہ نہین کیے رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد۔ اور معنے اس حدیث کے یہ ہین کہ اگر ان لوگون کو ایذا پہونچی شلا بدخلق عورت نے شرارت کی اور شوہر کو ایذا پہونچائی یا یتیم نے بالغ ہو کر دیت وصول لینے سے انکار کیا اور اسکو دوبارہ مال دینا پڑا یا قرضدار منکر ہو گیا اور اسکا مال جاتا رہا پس ان لوگون نے ظلم کرنے والے پر بددعا کی تو قبول نہو گی کیونکہ اللہ تعالی کے حکم کے خلاف کیا اور یہ مطلب نہین ہو کہ جو شخص ایسا کرے اسکی کوئی دعا ہی قبول نہو گی۔ فاحفظ۔ قولہ تعالے ولا یضار کاتب ولا شہید۔ بعض نے فرمایا کہ معنے اسکے یہ ہین کہ ضرر نہ دے کاتب اور نہ شاہد بایں طور کہ کاتب کو جو املا کیا گیا ہو اسکے برخلاف لکھے یا گواہ نے جو سنا ہو اسکے برخلاف گواہی دے یا بالکل چھپا ڈالے اور یہ قول حسن و قتادہ وغیرہ کا ہو اور اس صورت مین لا یضار بصیغہ معروف ہو اور یہ جان لینا چاہیئے کہ گواہ کی لکھی ہوئی گواہی حجت نہین ہو کیونکہ خط سے خط مشابہ ہوتا ہو بالجملہ یہ بات شرح مین متعین ہو کہ اگر مدعی نے نالش کی اور نوشتہ پیش کیا اور اس پر گواہون کی گواہی لکھی ہو اور گواہ نے حاضر ہو کر انکار کیا کہ مین نہین جانتا یا بدل کر گواہی دے کہ جو مضمون اس تحریر مین ہو وہ نہین بلکہ یون واقع ہوا تھا تو محکمہ قضا مین

اسکی گواہی لکھنے پر کوئی حجت نہین بلکہ جو زبان سے کہتا ہو وہ معتبر ہو اور اگر اسنے گواہی نہدی اگرچہ اسکا نام لکھا ہو تبھی کوئی حجت نہین بالجملہ جب تک اب گواہی زبان سے ادا نہ کرے تب تک کوئی فائدہ نہوگا فاحفظ - اور بعض نے فرمایا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ کاتب کو ضرر نہ پہونچایا جاوے اور گواہ کو ضرر پہونچایا جاوے چنانچہ مقسم نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لایضار کاتب ولاشہید یعنے مثلاً آدمی آوے اور کاتب و شاہد کو لکھنے اور گواہ ہونے کے واسطے بلاوے اور وہ کہین کہ ہم اسوقت اپنی ضرورت سے معذور ہین تو وہ کہے کہ تمکو حکم دیا گیا ہو کہ جب بلائے جاؤ تو قبول کرو تو اس نے تنگ کیا اور ضرر پہونچایا پس اسکو روا نہین ہو کہ کاتب و شاہد کو ضرر پہونچاوے (رواہ ابن ابی حاتم) اور عکرمہ و مجاہد و طاؤس و سعید بن جبیر و ضحاک و عطیہ و مقاتل بن حیان و ربیع بن انس و سدی رحمہم اللہ سے اسکے مانند مروی ہو **قال المترجم** اس صورت مین لایضار بصیغہ مجہول ہو اور کاتب سے وہ شخص مراد ہو جو لکھنا جانتا ہو اور شاہد سے مراد وہ شخص ہو جو گواہ ہو سکتا ہو کیونکہ ہنوز وہ گواہ نہین ہوا ہو اور موید اس کی ہو قراۃ ابن مسعود لایضارّ بفتح راء اول - قولہ تعالےٰ وان تفعلوا فانہ فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ بکل شیء علیم - یہ جملے نصیحت کے موکد و مقید ہین اور یہ آخر آیۃ الدین ہو اور اللہ عزوجل نے اس مین اموال کے بارہ مین احتیاط کرنے پر آمادہ فرمایا کیونکہ وہ معاش و معاد کی درستی کا وسیلہ ہوتے ہین - کما قال ولا تؤتوا السفہاء اموالکم الآیۃ اور **شعرانی** رحمہ اللہ نے لواقح مین حضرت سفیان الثوری کے حالات مین نقل کیا کہ درم و دینار کی حفاظت فرماتے اور کہتے کہ پہلے ایک زمانہ تھا اور آج کل اسکو محفوظ رکھے تاکہ اپنا دین فروخت نہ کرے یعنے آخر ضرورت و محتاجی مین لوگون کے واسطے صاف توحید و سنت کی بات نہین کہیگا بلکہ انکے راضی کرنے کو بدعت وغیرہ سے مداہنت کریگا جیسے اکثر فقیرون پیرون عالمون مین بکثرت معروف ہو - قفال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی پر دلالت کرتا ہو یہ امر بھی کہ قرآن مجید کے احکام اکثر اختصار پر جاری ہین اور اس آیۂ کریمہ مین بسط ہو کیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ - پھر فرمایا ولیکتب بینکم کاتب بالعدل پھر تیسری بار فرمایا - ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ - پس یہ مانند تکرار قولہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل - ہو اسواسطے کہ عدل وہی جو اللہ تعالےٰ نے تعلیم فرمایا پھر چوتھی بار فرمایا - فلیکتب اور یہ اعادہ امر اول کا ہو پھر پانچوین بار فرمایا - ولیملل الذی علیہ الحق - حالانکہ قولہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ہی کنایہ ولیملل الذی علیہ الحق - کی طرف موجود ہو اسواسطے کہ عدل سے لکھنے والا وہی لکھے گا جو اسپر املا کیا جاوے پھر چھٹی بار فرمایا - ولیتق اللہ ربہ - اور یہ تاکید ہو پھر ساتوین بار فرمایا - ولا یبخس منہ شیئا اور یہ گویا - قولہ ولیتق اللہ ربہ - سے مستفاد ہو پھر آٹھوین بار فرمایا - ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ - یہ بھی ماسبق کی تاکید ہو پھر نوین بار فرمایا - ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ وادنی ان لا ترتابوا - پس یہ فوائد ان تاکیدات سابقہ کے ذکر فرمائے اور اس سب مین دلالت ہو کہ مال حلال کو محفوظ رکھنے کی وصیت ہو کہ وہ تلف نہو جاوے کیونکہ اس سے انسان کو قدرت ہوتی ہو کہ راہ خدا مین خرچ کرے اور سودخواری و دین فروشی وغیرہ بد باطنی جو اللہ تعالےٰ کے غضب نازل ہونے کی چیزین ہین ان سے اپنے آپکو بچاوے اور پرہیزگاری پر قائم رہے پھر قولہ واتقوا اللہ سے آخر تک اس حکم کی تعمیل پر تاکید فرمائی اور ان تینون جملون مین (اسم اللہ) کو مکرر اعادہ فرمایا اس لیے کہ ہر ایک جملہ مستقل ہو کیونکہ جملۂ اول تو تقوی پر آمادگی ہو اور دوم اپنے انعام کا وعدہ ہو اور سوم مین اثبات شان ہو اور نیز نام پاک لانے مین بندون کے دلون مین تعظیم خوب آتی ہو ذکرہ فی السراج - پھر یہ سب اسوقت کو معاملہ اپنے وطن حضر مین واقع ہو اور اگر سفر ہو تو فرمایا

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

اور اگر تم سفر مین ہو اور نہ پاؤ لکھنے والا تو گرو چیزین قبضہ کی ہوئین پھر اگر اعتبار کرے ایک

بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن

دوسرے کا تو چاہیئے کہ پورا کرے جسپر اعتبار کیا گیا اپنے اعتبار کو اور ڈرتا رہے اللہ کو اپنے رب سے اور نہ چھپاؤ گواہی کو اور جسنے ۳۹ ع ۲

يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ○

چھپایا گواہی کو تو گنا ہگار ہے اُسکا دل اور اللہ تعالےٰ جو تم کرتے ہو اسکو خوب جانتا ہے

وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ - ای مسافرین وتداینتم - اور اگر تم لوگ سفر پر ہو یعنے مسافر ہو اور تمنے باہم ادھار معاملہ کیا - وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا - اور تمنے لکھنے والا نہ پایا - ف کیونکہ سفر مین اکثر یہی اتفاق ہوتا ہے اور اگر کاتب ملا تو گواہ نہین ملتے ہین تو حکم دیا کہ فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ - تو تم رہن مقبوضہ لے لو اکثر قرأ کی قراءۃ تو فرہان بروزن کتاب ہے اور ابو عمرو وابن کثیر - کی قراءۃ مین فرہن بضم را مہملہ وضمہ ہا ہے بروزن سقم ہے اور دونون مین سے ہر ایک جمع رہن ہے اور رہن بروزن صرف ہے اور رہن بمعنے مرہون ہے یعنے وہ چیز جو رہن کی گئی اور رہن لغت مین بمعنے مضبوطی ہے یعنے اس سے اپنی مضبوطی کر لو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک رہن بدون قبضہ کے تمام نہین ہے پھر آیت سے نکلتا تھا کہ رہن فقط سفر مین ہے لیکن احادیث سے طریقہ سنت رسول اللہ صلعم ظاہر ہوا کہ حضر مین کاتب موجود ہوتے ہوے بھی رہن جائز ہے پس آیہ کریمہ مین جو قید مذکور ہے یعنے سفر اور کاتب کا نہونا تو اسواسطے کہ توثق ومضبوطی کی حاجت اس حالت مذکورہ مین بہ نسبت حضر کے اشد ہے اور مقبوضہ کی قید لے یہ فائدہ دیا کہ رہن مین قبضہ شرط ہے وہ خواہ مرتہن خود قبضہ کرے یا اسکا وکیل قبضہ کرے کافی ہے پھر سب ایسی حالت مین کہ آدمی جسکو ادھار دیتا ہے اسکی طرف سے بے اطمینانی یا شبہہ ہو اور پوری پوری امانت داری پر وثوق نہو - فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا - پھر اگر بعض تمہارا بعض کو امین جانے یعنے ادھار دینے والا مدیون کو معتبر سمجھے حتی کہ اسنے رہن نہ لیا - فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ - المدائن - أَمَانَتَهُ - دینہ - تو چاہیئے کہ ادا کرے وہ شخص جو موتمن قرار دیا گیا ہے یعنے جس نے قرضہ اپنے ذمہ لیا ہے امانت اسکی یعنے دائن کا قرضہ ادا کردے - وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ - اور اس قرضہ کے ادا کر دینے مین اللہ تعالیٰ سے جو اسکا رب ہے تقویٰ رکھے - وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ - اذا دعیتم لاقامتہا - مت چھپاؤ گواہی کو یعنے جبکہ تم بلائے جاؤ گواہی قائم کرنے کو یعنے ٹھیک ادا کرنے کو - وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ - اور جسنے گواہی کو چھپایا تو اس کا دل گنہگار ہے ف خاص کرکے دل کو ذکر کیا اسواسطے کہ شہادت کا محل وہی ہے اور اسواسطے کہ جب قلب گنہگار ہوا تو قلب کے سوا جو اعضا ہین وہ قلب کے تابع ہونگے پس اسکو گنہگارون کے مثل عذاب کیا جائیگا - وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ - لا یخفی علیہ شیٔ منہ - اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے یعنے جو تم کرتے ہو اس مین سے کچھ بھی اللہ تعالےٰ پر پوشیدہ نہین ہے ف تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ مین ہے کہ قولہ تعالےٰ وان کنتم علی سفر یعنے مسافر ہو اور تمنے کسی مدت معلوم کے واسطے ادھار کا معاملہ کیا - ولم تجدوا کاتبا - اور تمنے کوئی کاتب نہ پایا جو تمہارے واسطے لکھے اور ابن عباس نے کہا یا تمنے کاتب کو پایا مگر کاغذ نہ پایا یا دوات نہ پائی یا قلم نہین ہے - فرہان مقبوضۃ - چاہیئے کہ تحریر کے بدلے مرہون مقبوض ہو جو حقدار کے قبضہ مین رہے اور ابن عباس رضؓ نے اشارہ کیا کہ رہن کا حکم بحالت عذر ہے خواہ کوئی ہو پھر منجملہ حالات عذر کے سفر پر تنصیص کر دی اور مانند سفر کے جو عذر ہو وہ اسی کے ساتھ ملحق ہے اور مجاہد وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ رہن فقط سفر مین مشروع ہے حضر مین نہین ہے اور جمہور کے نزدیک حضر وسفر دونون مین جائز ہے اور صحیحین مین حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے وفات پائی اور حال یہ کہ آپکی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس وسق جو کے عوض رہن تھی جو آپ نے اپنے اہل وعیال کی روزی کے واسطے لیے تھے اور ایک روایت مین ہے کہ مدینہ کے یہود مین سے ایک یہودی کے پاس رہن تھی اور شافعی کی روایت مین ابو الشحم یہودی کے پاس رہن تھی اور اس حدیث سے نکلتا ہے کہ اناج کا قرض بھی جائز ہے فافہم

اور اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہی پھر جمہور کے نزدیک رہن کا رکن فقط ایجاب و قبول ہی اگر ایک نے رہن رکھا اور دوسرے نے
قبول کیا تو رہن منعقد ہو گیا ولیکن ابھی لازم نہین ہوا یعنے چاہے رہن نہ دے پس لازم جب ہوتا ہی کہ مرہون پر مرتہن کا قبضہ ہو جاوے یہی مذہب
جمہور ہی۔ اور اب راہن کو اختیار نہین رہا کہ بغیر اجازت مرتہن کے مال مرہون کو اسکے قبضہ سے نکال سکے۔ اور امام مالک کے نزدیک قبضہ شرط نہین ہی
اور لفظ مقبوضہ مین خاص مرتہن کی تخصیص نہین بلکہ کسی طرح مقبوضہ ہو جاوے لہذا استدلال کیا گیا کہ مرتہن قبضہ کرے یا اسکا وکیل تو بھی روا ہی
کیونکہ مقبوضہ ہو گیا۔ قولہ فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ۔ ابی حاتم نے باسناد جید حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت کیا کہ اس آیت
نے اپنے ماقبل کو منسوخ کر دیا و رواہ البخاری فی التاریخ وابو داؤد وغیرہم اور یہی شعبی رح و حسن رح سے مروی ہی اور حق یہ ہی کہ یہ باب نسخ سے نہین ہی
بلکہ اعتماد کرنے کی صورت کا حکم ہی اور یہی قول جمہور کا ہی یعنے جسکو قرض و ادھار دیتا ہی اسکی امانت کی وجہ سے رہن لینے سے بے پروا ہو
پس اسنے رہن نہ لیا تو مؤتمن یعنے مدیون امانت کو ادا کر دے یعنے قرضہ و دین کو ادا کرے اور اسکو امانت اسواسطے کہا کہ اس نے رہن چھوڑ کر
اسکو مرد امین سمجھکر دیدیا تھا تو گویا امانت تھی۔ قولہ ولیتق اللہ ربہ۔ اس مین مبالغات ہین کہ ایک تو بصیغۂ امر فرمایا جو ظاہر وجوب کے واسطے ہی اور
اللہ و رب ہر دو اسم پاک کو جمع کیا اور ادا دین کے حکم کے پیچھے اسکو ذکر فرمایا ہی۔ قولہ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ۔ اگر کہا جاوے کہ فانہ آثم نہین
فرمایا بلکہ قلبہ زیادہ فرمایا اس مین کیا فائدہ ہی حالانکہ فقط قلب گنہگار نہین ہی جواب یہ کہ گواہی کو پوشیدہ کرنا یہ ہی کہ اسکو دل مین چھپا رکھے اور اسکو
زبان سے نہ کہے پس چونکہ گواہی چھپانا مقترن بقلب تھا تو قلب کی طرف اسناد کیا گیا کیونکہ وہی گواہی چھپانے کا محل ہی اور زبان سے
تو فقط فعل کا نمونا پایا گیا حالانکہ بدون ارادہ قلب کے وہ متحرک نہین ہوتی ہی جبکہ فعل اختیاری ہو اور فعل کی اسناد اس عضو کی طرف جس سے
اس فعل کا انجام ہوتا ہی بہت بلیغ ہی کیا تو یہ نہین دیکھتا کہ جب تاکید سے بیان کرنا منظور ہوتا ہی تو یون بولتے ہین کہ یہ تو میری آنکھون دیکھی بات
ہی اور یہ تو میرے کانون سنی بات ہی اسکو تو میرا دل جانتا ہی حالانکہ خوب معلوم ہی کہ دیکھنا سوائے آنکھ کے یا سننا سوائے کان کے یا جاننا
سوائے دل کے نہین ہوا کرتا ہی پس مقصود مبالغہ بتاکید ہوتا ہی اور نیز قلب کی طرف نسبت اسوجہ سے بھی کہ قلب رئیس الاعضا ہی اور ایسا
مضغہ ہی کہ اگر وہ درست ہوا تو تمام بدن درست ہوتا ہی اور اگر وہ بگڑا تو تمام بدن کے اعضاء بد حرکتین کرتے ہین جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث
مین ہی پس گویا آثم قلبہ سے کہا گیا گناہ اسکی جڑ مین بیٹھ گیا اور جو جگہ اس مین عمدہ تھی وہان کا مالک ہوا اور نیز قلبہ اسواسطے فرمایا تاکہ یہ گمان نہو کہ گواہی
چھپانا انھین گناہون مین سے ہی جو فقط زبان سے متعلق ہین بلکہ بہت بدتر گناہ ہی کہ دل تک بگڑ جاتا ہی اور نیز اسواسطے تاکہ معلوم ہو کہ قلب تو معدن
ہی اور زبان فقط اس امر کو ترجمہ کر کے ظاہر کرتی ہی جو دل مین ہوتا ہی اور نیز اسواسطے کہ دل کے جو افعال ہین وہ افعال جوارح سے بڑھکر ہین کیونکہ دل جڑ
ہی اور باقی اسکی شاخین ہین۔ یہ نہین دیکھتے کہ ایمان و کفر جو اصل ہی وہ قلب سے ہی اور اس مین اشعار ہوا کہ کتمان شہادت بڑا گناہ ہی اور ابن عباس
وغیرہ سے روایت ہی کہ جھوٹی گواہی تو کبیرہ گناہون مین سے بدتر گناہ ہی اور گواہی چھپانا اس کے مثل ہی ف ۲۰ ع اس مین ہی کہ اہل حق
کی کرامات و انعامات سے دل مکدر نہ کرے اور نہ چھپاوے کہ یہ اسکی قساوت مین داخل ہی **قال المترجم** حضرت ذوالنون مصری و
بعض اجلۂ تابعین سے صحیح ہوا کہ انھون نے فرمایا کہ صالحین کے ذکر سے اللہ تعالی کی رحمت نازل ہوتی ہی اور ایسا ہی حضرت سفیان ثوری و جنید
بغدادی رح سے صحیح ہوا ہی اور جاننا چاہیے کہ یہ آیت کریمہ تصریحا ثابت ہی کہ انسان سے اسکے قلب کے اعمال پر مواخذہ ہو گا جبکہ قصد دل مین جماوے

**لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ**

اللہ ہی کا ہی جو کچھ آسمانون مین — اور جو کچھ زمین مین ہی — اور اگر تم کھولو — جو بات تمھارے جی مین ہی یا اسکو چھپاؤ — حساب کریگا تم سے

بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ پھر بخشدے گا جسکو چاہے اور عذاب دیگا جسکو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - اللہ تعالےٰ ہی کے ملک مخلوق ہو جو کچھ آسمانون و زمین مین ہو ف جنکو تم دیکھتے ہو اور باقی جہان کہین ہو وہ کل اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہو اگرچہ تم نہ دیکھتے ہو پس ہر حال مین ظاہر و باطن تمکو ہوش چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ سے تقوی رکھو - وَاِنْ تُبْدُوْا - تظہروا - اور سا گر تم ظاہر کرو اسکو - مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ - من السوء والعزم علیہ - جو تمھارے جی مین ہو ف یعنے بدی اور اس پر قصد مصمم خواہ ظاہر کرو - اَوْ تُخْفُوْهُ - تسرہ - یا اسکو چھپاؤ - يُحَاسِبْكُمْ - یخبرکم - بِهِ اللّٰهُ - یوم القیامۃ تمکو اس سے آگاہ فرماویگا اللہ تعالےٰ بروز قیامت پھر حساب لیگا یا درگذر فرماویگا - فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ - پھر جسکے لیے چاہے مغفرت فرماوے گا - ف پوشیدہ کرکے درگزر فرما دے گا - وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو چاہے عذاب دے گا ف اور وہی خوب جانتا ہو کہ کس بندہ کا دل کس لائق ہو جمہور قراء کے نزدیک یغفر اور یعذب ہر دو فعل کو جزم ہو بایں طور کہ جواب شرط یعنے یحاسبکم پر عطف ہین اور ابن عامر و عاصم کے قرارت مین رفع ہے بنا بر آنکہ جملہ مستانفہ ہو اور فہو مبتدار محذوف ہے وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - اور اللہ تعالیٰ مین سب قدرت ہو ف جسکو چاہے بخشے و جسکو چاہے عذاب کرے جاننا چاہیئے کہ اس آیۂ کریمہ کے معنے باعتبار زبان عربیہ کے یہ ہین کہ جن امور پر حساب ہوگا ان مین جو بندون نے اپنے دل مین پوشیدہ رکھے ہین یا ظاہر کردیے ہین اللہ تعالےٰ قیامت مین ان سب کا حساب لیگا پھر جسکو چاہیگا بخشدیگا اور جسکو چاہیگا عذاب کریگا اور اللہ تعالےٰ دانا ہو ہر چیز پر قادر ہو - یہ تو معنے آیت کے بنظم عربیہ ہین - اور اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ دل کے تصورات و خیالات و وساوس پر بھی حساب ہوگا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے میری اُمت سے انکا دلی وسوسہ مرفوع کردیا ہو اور نیز حدیث سے ثابت ہو کہ جو کوئی حساب مین پڑ جائے گا وہ ضرور عذاب کیا جائیگا اور عفو کا حساب یہ ہو کہ بندہ گنہگار کو اسکا نامۂ اعمال دکھلایا گیا پھر درگذر کی گئی - تو اب ضرور ہوا کہ آیت قدسی کے معنے حل ہون لہٰذا یہان علما کے پانچ اقوال ہین اول آنکہ یہ حکم ان لوگون کے حق مین مخصوص ہو جو گواہی چھپاوین پس گواہی چھپانے والا حساب لیا جائیگا خواہ اس نے لوگون پر ظاہر کردیا ہو کہ مین نے گواہی چھپائی ہو یا ظاہر نہ کیا ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ علیم ہو اور ایسا کچھ ابن عباس و عکرمہ و شعبی و مجاہدؒ سے بھی روایت کیا گیا ہو اور یہ روایات صحیح نہین ہین - قول دوم آنکہ ما موصولہ سے مراد وہ امور ہین جو دل مین یقین ہونا چاہیئے تھے لیکن اس مین یقین و شک کے درمیان خلجان ہوا یہ قول مجاہدؒ کا ہو - قول سوم آنکہ یہ عذاب فقط کافرون و منافقون کے ساتھ مخصوص ہو اسکو ابن جریرؒ نے چند لوگون سے حکایت کیا ہو اور ان تینون اقوال پر اعتراض کیا گیا کہ آیت عام ہو کہ جو کوئی ہو یا جو کچھ دل مین ہو پس تخصیص بلا مخصص ہو بعض نے جواب دیا کہ آیت سے پہلے جو گواہی چھپانے کی ممانعت مذکور ہوئی ہو وہ مخصص ہو اور رد کردیا گیا کہ یہ تخصیص خلاف معقول و منقول ہو کما لا یخفی - قول چہارم یہ کہ آیت تو عام ہو یعنے علی العموم جو چیز جس کسی کے دل مین خطور کرے گی بطریق ممنوع تو اللہ تعالیٰ قیامت مین اس سے حساب کریگا پھر جسکو چاہے بخشے گا اور جسکو چاہے عذاب کریگا لیکن یہ آیت منسوخ ہو یہ قول ابن مسعود و عائشہ و ابوہریرہ و شعبی و عطاء و محمد بن سیرین و محمد بن کعب و موسیٰ بن عبیدہ کا ہو اور یہی ابن عباسؓ سے باسناد صحیح مروی ہو اور یہی ایک جماعت صحابہ و تابعین سے ثابت ہوا ہو اور اسی کو بہت سے مفسرین نے صحیح کہا ہو کیونکہ بخاری و بیہقی نے مروان اصفر سے روایت کی کہ اسنے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ الآیہ - کو اسکے مابعد کی آیت نے نسخ کیا ہو اور ایسے مانند حضرت علیؓ سے مروی ہو اخرجہ عبد بن حمید والترمذی

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہو کہ جب قولہ تعالیٰ للہ ما فی السموات وما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء الآیہ۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر یہ امر بہت دشوار ہوا پس وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم لوگ ایسے اعمال بجالانے کا حکم کیے گئے تھے جنکی ہمکو طاقت تھی نماز و روزہ و جہاد و صدقہ وغیرہ اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی اور ہم اسکی طاقت نہیں رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ وہ کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے دونوں کتاب والوں یہود و نصاریٰ نے کہا تھا کہ سمعنا وعصینا۔ نہیں بلکہ یوں کہو کہ سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ یعنے ہمنے سنا اور ہمنے اطاعت کی اے پروردگار ہم تیری ہی بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف ہمارا ٹھکانا ہو پس جب قوم نے اسکو وردِ زبان کیا اور یہ انکی زبانوں پر عاجزی کے ساتھ رواں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسی کے نشان پر پیچھے پیچھے نازل فرمایا آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون الآیہ پھر جب ان لوگوں نے ایسا کیا تب اللہ عزوجل نے اسکو منسوخ فرمایا اور اتارا۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا تا آخر۔ رواہ احمد ومسلم وابوداؤد فی ناسخہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم

اور حضرت ابن عباس سے مانند اسکے مرفوعاً روایت کیا گیا ہو اور اس قدر زائد ہو کہ پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا یعنے کہو اور اللہ عزوجل نے فرمایا میں نے ایسا ہی کر دیا۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا۔ فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ۔ فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا۔ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ رواہ احمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر والحاکم والبیہقی۔ اور **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے طرق واحادیث کے مختلف الفاظ کو فرداً فرداً جمع کیا ہو میں نے بخوف تطویل مزید ترک کیا اور حاصل امر کو بیان کر دیا اور بہت مفسرین وعلماء اس قول کی طرف گئے ہیں کہ یہ آیت اپنے مابعد سے منسوخ کیا اور کمالین میں کہا کہ روایت بخاری میں اسکے نسخ کی تصریح موجود ہو اور مسلم وغیرہ کی روایت میں جو ہمنے اوپر ذکر کی وہیں نسخ کی تصریح موجود ہے پھر میں کہتا ہوں کہ اس قول پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہو وہ یہ ہو کہ قول محقق یہ قرار پایا کہ نسخ طاری ہوتا ہے امر ونہی کے احکام پر جیسا کہ مفسر نے مقدمہ اتقان میں بیان کیا ہو اور آیت جملہ خبریہ ہو اسپر نسخ کیونکر ہو سکتا ہو اور جواب یہ دیا گیا کہ نسخ کبھی اخبار میں بھی ہوتا ہو جبکہ خبر کسی حکم کو متضمن ہو اور ایک جماعت علماء نے تجویز کیا ہو کہ خبر مستقبل یعنے ایسی خبر میں جو آئندہ واقع ہوگی نسخ ہو سکتا ہے کیونکہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا محو کرنا مقدر کیا ہو اور یہی **بیضاوی** کا قول ہو۔ اور بیہقی نے فرمایا کہ نسخ یہاں یعنے تخصیص وتبیین ہو۔ کیونکہ آیت اولیٰ تو عموم کے مورد پر وارد ہوئی اسلئے بعد والی آیت نے بیان کیا کہ مخفی میں وہ چیز بھی ہو جسپر مواخذہ نہ ہوگا۔ اور یہ وہ ہو جو نفس میں وسوسہ پیدا ہوں جنکو آدمی دفع نہیں کر سکتا ہو **قال المترجم** پس اس صورت میں آیہ اولیٰ محکم باقی رہی منسوخ نہیں ہوئی اور چونکہ **مفسر سیوطی** رح کے نزدیک اصطلاحی نسخ مخصوص با امر ونہی ہو اور اخبار میں نسخ نہیں جاری ہوتا ہو لہذا یہاں بھی یہ اختیار کیا کہ آیہ اولیٰ منسوخ نہیں ہو بلکہ اسکو محکم قرار دیا اور یہی قول محکم ہو اور علی بن ابی طلحہ رحمہ نے جو ابن عباس سے تفسیر روایت کرنے والوں میں سب سے اثبت ہیں اور ماخذین پر بخاری رحمہ اللہ نے باب تفسیر میں اعتماد کیا ہو انھوں نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ قولہ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی ولیکن یہ بات ہو کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے روز خلائق کو جمع کرے گا تو فرماوے گا کہ میں تمکو خبر دیتا ہوں ایسی چیزوں کی جو تمنے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں جنپر میرے ملائکہ کو اطلاع نہیں ہوئی پھر مومنوں کو تو خبر دیدے گا پھر ان کو بخشدے گا جو ان کے نفسوں نے دل ہی دل میں باتیں کی تھیں اور یہی ہو قولہ یحاسبکم بہ اللہ۔ ای یخبرکم۔ یعنے خبر دے گا تمکو اور فرمایا فیغفر لمن یشاء اور رہے منافق وشک والے لوگ پس جو انھوں نے تکذیب کو چھپا رکھا تھا اسکی انکو خبر دیدے گا اور یہی فرمایا ویعذب من یشاء اور فرمایا ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم۔

یعنے جو بات کو چھپایا تھا اور

یعنے شک ونفاق کو- اور عوفی وضحاک رح نے بھی ابن عباس سے قریب اسکے روایت کیا ہی اور ابن جریر نے مجاہد وضحاک رح سے بھی اسکے مانند روایت کیا ہی اور حسن بصری رح سے روایت ہی کہ کہا کہ یہ آیت محکم ہی منسوخ نہین ہوئی اور ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہی اور یہ حجت پیش کی کہ محاسبہ سے یعنے محاسبہ واقع ہونے سے یہ لازم نہین آتا ہی کہ اسپر عقاب بھی ضرور ہو بلکہ اللہ تعالے کبھی محاسبہ کرکے بخشدیگا اور کبھی محاسبہ کرکے عذاب کریگا- چنانچہ صفوان بن محرز سے روایت ہی کہ اس درمیان مین کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر کے ساتھ طواف کرتے تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ آپ نے نجوے کے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے سنا کہ کیا فرماتے تھے عبداللہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ بندہ مومن اپنے پروردگار عزوجل سے قریب ہوگا یہان تک کہ اسکو اپنے سایہ رحمت مین لے لیگا- پھر اس سے اسکے گناہون کا اقرار کرائیگا فرمائیگا کہ تو جانتا ہی کہ تو نے یہ کیا وہ عرض کریگا ہان ای پروردگار میرے جانتا ہون- مکرر اقرار کریگا یہانتک کہ جتنا منظور ہوا اللہ تعالی وہان تک اقرار کرائیگا پھر فرمادیگا کہ مین نے دنیا مین اسکو تیرے حق مین چھپایا اور آج تیرے واسطے بخشتا ہون پھر اسکی نیکیون کا صحیفہ نوشتہ اسکے دائین ہاتھ مین دیدیگا اور رہے کفار ومنافقین تو انکے حق مین پکارنے والا مجمع خلائق مین پکار دیگا- کہ ہولاء الذین کذبوا علے ربہم الا لعنۃ اللہ علے الظالمین یعنے یہی لوگ ہین جو جھوٹ بولے اپنے پروردگار پر گواہ رہو کہ ان ظالمون پر اللہ تعالے کی لعنت و پھٹکار ہی رواہ ابن جریر اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین طرق متعددہ سے مروی ہی اور ثابت ہوا کہ آنکھ وہاتھ پاؤن وغیرہ کی طرح قلب سے بھی زنا وغیرہ کے اعمال صادر ہوتے ہین پھر مرد کا یا عورت کا اندام جو چھپا رہتا ہی اسکی تصدیق کرتا ہی یا تکذیب کرتا ہی یعنے اگر وہ مرتکب ہوگیا تو تصدیق ہوگئی اور اگر نہ کیا تو تکذیب کی چنانچہ حدیث صحیح مین مصرح موجود ہی اور اسی واسطے بعض ظن کو گناہ قرار دیا کہ فرمایا ان بعض الظن اثم- یعنے بعض بدگمانی گناہ ہے- اور مترجم کے نزدیک تحقیق یہ ہی کہ افعال دو قسم ہین اول وہ افعال جو فقط دل ہی سے صادر ہوتے ہین جیسے یقین توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ- اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم دل مین رکھنا- پس ایسے افعال جب ہی افعال ہوتے ہین کہ دل ان کو قصد کرے کیونکہ کبھی خود بخود یہ امور دل مین پڑجاتے ہین جیسے علماء یہود و ہرقل بادشاہ روم وغیرہ کے دل مین یہ بات قطعا سماگئی تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک سچے رسول ہین اور وہی پیغمبر ہین جنکی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ نے سنائی تھی لیکن یہ انکے دل کا فعل نہین تھا بلکہ ایسے دلائل و آثار موجود تھے کہ خود بخود انکے دلون مین یہ بات پڑتی تھی جیسے کوئی شخص اپنے دشمن کی طرف سے دل ہی دل مین یہ سمجھتا ہی کہ وہ نیک ہی مگر ظاہر مین عداوت سے وہ اسکے خلاف کرتا ہی اسی طرح یہ یہود ونصاری دل ہی دل مین معجزات نبوت دیکھکر ناچار تھے کہ انکے دلون مین یہی سماتا تھا کہ بیشک یہ شخص پیغمبر برحق ہی لیکن یہ انکے دل کا فعل نہین تھا بلکہ فعل یہ تھا کہ دل سے دشمنی کرنے والے اندر سے نفرت و انکار کرتے تو یہی انکا کفر ہوا- اب غور کرو کہ اگر کسی مومن کے دل مین وسوسہ پڑا کہ قیامت کیونکر ہوگی یا مانند اسکے تو یہ دل کا فعل نہین ہی پھر اگر اسنے اسکو دل مین جمالیا تو یہ اسکا فعل ہی پس محاسبہ ہوگا اور اگر اسنے اسکو رد کردیا تو یہ بھی اسکا فعل ہی اور اسپر ثواب عظیم پاویگا کیونکہ اسنے ایمان جمایا اور شک وکفر نکال پھینکا- اسی طرح اگر کسی مرد صالح کی طرف سے بدی و بدگمانی آگئی اور اسنے نکال پھینکی تو کچھ گناہ نہین بلکہ ثواب ہوا اور اگر اسنے خود بدگمانی کی تو یہ فعل معصیت ہی کما قال تعالے ان بعض الظن اثم اور حدیث مین ہی کہ بعضے لوگون نے شکایت کی ہمارے دل مین بعضی ایسی بات آتی ہی کہ اسکو زبان سے نکالنا نہایت ہی گران ہوتا ہی یعنے ہم اسکو ایسا مکروہ و ناگوار سمجھتے ہین کہ زبان سے کہہ نہین سکتے ہین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو خالص ایمان ہی کما رواہ مسلم وغیرہ اسکی یہی وجہ ہی کہ ناگوار وسوسہ شیطان سے آتا تھا وہ انکے دل کا فعل نہین تھا پھر جب انھون نے اسکو ناگوار جانا تو یہ انکا فعل ہی تو یہ عین ایمان ہوا- قسم دوم وہ افعال جو کسی عضو بدنی سے صادر ہوتے ہین تو ایسے فعل مین سے ہر ایک کے ساتھ نیت قلبی ضرور متعلق ہوتی ہی پھر یہ نیت دو طرح ہی ایک تو اسکے صادر ہونے کی نیت- اور دوم

اس فعل کے نتیجہ کی نیت پس نتیجہ سے یہ غرض کہ زید نے بکر کو روپیہ دیا اس غرض سے کہ میرا نام مشہور ہو یا کوئی اغراض نیک ہو تو یہ اسی نیت پر دائر ہے دوم
اس فعل کے صادر کرنے کی نیت مثلاً زنا تو یہ فعل درحقیقت شرمگاہ سے پورا ہوتا ہے پھر اگر کسی کے دل مین آیا کہ وہ زنا کرے لیکن اُسنے اس قصد کو دور
کیا تو ثواب پایا اور اگر اُسنے اس قصد کو دل مین جمایا اور عمر بھر اس قصد کو کبھی پورا نہین کرنے پایا تو بھی عزم بدنیتی کا گناہ کمایا اور اگر کبھی پورا کر لیا تو بدنیتی و
بدکاری دونون کا گناہ کمایا پھر کبھی آدمی کی مراد ایک فعل سے اچھی ہوتی ہے اگرچہ وہ فعل ناگوار ہو تو ظاہر شرع مین ایسا ہی فعل دیکھا جائیگا اور نیت پر اللہ تعالیٰ
کے نزدیک باطن مین مدار ہوگا اور حدیث مین ہے کہ اس اُمت کیلئے وہ معاف ہے جو جی مین وسوسہ آوے اور حدیث مین ہے کہ جسنے بدی کا قصد کیا پھر بخوف الٰہی
عزوجل اسکو چھوڑ دیا و مٹایا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جائیگی اور اگر اس بدی کو پورا کیا تو اسکے نامۂ اعمال مین بدی لکھی جائیگی اور اگر نیکی کا قصد کیا تو نیکی لکھی
جائیگی پھر اگر اسکو پورا کیا و عمل مین لایا تو دس نیکیان لکھی جائینگی کما فی صحیح مسلم وغیرہ فافہم المترجم اور تفاسیر مین ہے کہ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
حساب فرمائیگا مگر مومنون سے مواخذہ اسی قدر ہوگا جو صادر ہو واقع کیا ہو اور باقی عفو ہوگا اور چونکہ اس آیت کریمہ مین فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء مبہم
تھا آگے کی آیت کریمہ سے صاف کر دیا کہ حساب ہوگا مگر مواخذہ اسی قدر پر ہوگا جو وسعت مین تھا اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے اس چیز کو درگذر قرار دیا جو انکے نفسون مین وسوسہ پیدا ہون جب تک کہ انکو زبان سے نہ نکالے یا اُنپر
عمل نہ کرے رواہ اصحاب الستہ۔ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا
قصد کرے تو اسپر اسکو مت لکھو پھر اگر وہ عمل مین لاوے تو اسکو اسپر ایک بدی لکھو اور جب وہ بھلائی کا قصد کرے اور ہنوز نہین بجا لایا ہے تو اسپر ایک
نیکی لکھو پھر اگر اسکو بجا لاوے تو دس نیکیان لکھو رواہ البخاری و مسلم اور ایک روایت مین نیکی کے بجا لانے کی صورت مین دس گونہ سے سات سو گونہ تک
لکھنے کا حکم مذکور ہے رواہ مسلم منفرداً اور عبدالرزاق کی روایت مین اس حدیث قدسی مین بایں طور ہے اور جب اس نے اپنے نفس سے یہ بات
کی کہ بدی کو کرے تو مین اسکو یہ وسوسہ بخشتا ہون جب تک اس بدی کو نہین کیا پھر جب اسکو کر گذرا تو اسکے اوپر اسکو ایک مثل لکھتا ہون اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ کہتے ہین کہ پروردگار یہ بندہ تیرا بدی کو کرنا چاہتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ اسکو خوب دیکھتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے
ملائکہ اسکو دیکھتے رہو کہ اگر اسکو کرے تو اسپر اسکی مثل ایک ہی بدی لکھو اور اگر اسکو چھوڑ دے اور باز رہے تو اسکے نام ایک نیکی لکھو اس نے میرے ہی
خیال سے اس بدی کو چھوڑا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین جسکا اسلام اچھا ہوا تو جو نیکی وہ کرتا ہے اسکے واسطے دس گونہ
سے سات سو گونہ تک لکھی جاتی ہے اور ہر برائی جو اس سے سرزد ہوتی ہے وہ ایک ہی لکھی جاتی ہے یہان تک کہ اللہ عزوجل سے ملتا ہے رواہ مسلم
اور ابن عباس کی مرفوع روایت اسی حدیث قدسی مین دس گونہ سے سات سو گونہ سے اضعاف کثیرہ تک ثواب مذکور ہے اور یہ بھی صحیح مسلم مین
ہے اور پہلے معلوم ہو گیا ہے کہ عرب اضعاف کثیرہ وغیرہ کا اطلاق بمعنے بیشمار کیا کرتے ہین اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ
مین سے چند لوگ آئے اور عرض کی کہ ہم لوگ اپنے نفسون مین ایسی بعض بات پاتے ہین کہ ہر کوئی ہم مین سے اسکو زبان سے نکالنا بہت بڑا
جانتا فرمایا کہ تمنے ایسا پایا ہے اُنھون نے کہا کہ ہان یا رسول اللہ تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سے
وسوسہ کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ صریح ایمان ہے رواہ مسلم۔ اور معنے یہ ہین کہ نفس مین وسوسہ آیا اور شیطان نے واہیات خیال جو جناب باری عزوجل کی
شان کے لائق نہین ہے وہ دل مین ڈالا اور بندے نے دل مین سمجھا کہ یہ بڑی بُری بات ہے کہ زبان سے نکالنے کے قابل نہین ہے تو یہ اسکے ایمان کا مقتضا ہے اسواسطے
آپنے فرمایا کہ یہ تو عین ایمان ہے فافہم ف۔ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ للہ ما فی السموات و ما فی الارض۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ملکوت کو مسخر فرمائے ہین اور
اسی کے واسطے غیب عالمین کے اسرار ہین۔ شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ ہر دو جہان کا پیدا کرنیوالا وہی پاک خالق ہے جس نے بدون کسی چیز کے

اور بدون کسی مثال کے انکو اس خوبی و حکمت سے پیدا کر دیا ہے پس جو شخص ان دونون مین مشغول ہو گیا تو یہ دونون اپنی طرف اسکو مشغول کر کے اللہ تعالیٰ سے جدا کر دیتے ہین اور جو شخص کہ اللہ عزوجل خالق کی طرف جھک پڑا اور ان دونون کو ترک کر دیا تو اسکو اللہ تعالے ان دونون کا مالک بنا دیتا ہے اور **علی بن سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم۔ یعنے باطنی اعمال اور دل کے افعال کو ظاہر کرو او تخفوہ۔ یا احوال کو چھپاؤ یحاسبکم بہ اللہ۔ یعنے عارف کو اسکے احوال کے موافق درجہ و قربت عطا فرماویگا اور زاہد کو اسکے افعال و اعمال پر ثواب عنایت ہوگا۔ واللہ اعلم۔

**اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۔ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَ**

مانا رسول نے جو کچھ اترا اسکو اسکے رب کی طرف سے اور مسلمانون نے ہرایک نے مانا اللہ کو اور اسکے فرشتون کو اور اس کی کتابون کو اور

**رُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ**

رسولون کو ہم جدا نہین کرتے کسی کو اسکے رسولون مین۔ اور بولے ہمنے سنا اور اطاعت کی تیری بخشش چاہی اے رب ہمارے اور تیرے ہی طرف ٹھکانا ہے

اٰمَنَ۔ صدق۔ الرَّسُوْلُ محمد بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ من القرآن وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ تصدیق کی رسول نے (محمد نے) اس کلام کی جو اسکے رب کی طرف سے اسپر اتارا گیا (قرآن) اور مومنون نے ف بھی اسکی تصدیق کی رسول سے مراد محمد صلعم ہین کیونکہ الرسول کا الف لام عہد کا ہے اور بما انزل مین ما موصولہ سے قرآن مراد ہے۔ كُلٌّ۔ ای کلہم۔ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ بالجمع والافراد۔ حمزہ و کسائی کی قراۃ مین کتابہ مفرد آیا ہے اور باقیون کی قرات مین بصیغہ جمع آیا ہے۔ وَرُسُلِهٖ۔ رسول و مومنین سب ایمان لائے اللہ تعالے پر و اسکے ملائکہ و کتابون (یا کتاب) پر و اسکے رسولون پر۔ یقولون۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ فنؤمن ببعض ونکفر ببعض کما فعل الیہود والنصاری کہتے ہین کہ ہم اسکے رسولون مین سے کسی کے درمیان تفریق نہین کرتے ف باین طور کہ بعض رسول پر ایمان لاوین اور بعض سے کفر کرین جیسے یہود و نصاری نے کیا ہے۔ وَقَالُوْا سَمِعْنَا۔ ما امرتنا بہ سماع قبول۔ کہتے ہین کہ ہمنے سنا ف یعنے جس کے کرنے کا تو نے ہمکو حکم کیا ہے اسکو قبولیت کا سننا ہمنے سنا ہے وَاَطَعْنَا۔ اور ہمنے اس کی اطاعت کی ف نافرمانی نہین کرتے ہین۔ نسئلک۔ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا۔ ہم درخواست کرتے ہین تجھسے تیری بخشش کی اے ہمارے پروردگار۔ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ المرجع بالبعث تیرے ہی طرف کو لوٹ جانے کا ٹھکانا ہے ف بعد موت و بعث حشر کے۔ **زجاج** رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالی عزوجل نے اس سورت مین فرض صلوۃ و صوم و زکوۃ ذکر کیا اور احکام حج و جہاد کو بیان کیا اور حکم حیض و طلاق و ایلاء کو ذکر فرمایا و انبیاء کے قصص بیان فرمائے اور سود کا حکم بیان کیا پھر اسکے پیچھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پھر تمام مومنین کی تصدیق ذکر فرمائی چنانچہ فرمایا۔ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون۔ اور پہلے معلوم ہو گیا کہ اسکے پہلے جو آیت ہے اسکے نازل ہونے اور مومنون کی تصدیق اور اطاعت کرنے پر اور ہمہ تن اپنے آپکو جناب باری عزوجل کی قدرت مین تسلیم کرنے پر یہ اسکے حق مین بطرح نازل فرمائی گئی ہے جیسا کہ احادیث مذکورۂ بالا سے واضح ہے اور تصدیق کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بقطع و معلوم تھا تو مومنون کے حق مین اس مین بھی بڑی مدح ہے کہ رسول اللہ صلعم کی تصدیق کو انکے ساتھ فرمادیا۔ قولہ کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ۔ اس مین کل یعنے کل واحد۔ یعنے ہر فرد ایمان لایا اللہ تعالی پر اس طرح کہ وہ وحدہ لاشریک ہے اسی مین الوہیت و صمدیت ہے۔ اور ملائکہ وغیرہ پر ایمان یہ کہ انکو سچ ماننا پس ملائکہ کا سچ ماننا یہ کہ وہ اللہ تعالے کی نورانی مخلوق ہین وہان سوچ کی طرح مذکر یا مونث کا تصور نہین ہے اور وہ اللہ تعالے کی نافرمانی نہین کر سکتے بلکہ جو حکم ہو وہ ویسا ہی ٹھیک پورا کرتے ہین اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص ملائکہ پر ایمان نہ لاوے وہ کافر ہے اور تمام امت سابقین و لاحقین نے اتفاق کیا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالی کی مخلوق ہین اور احادیث و اخبار اس مین مانند متواتر کے ہین اور آیات صریح متواتر موجود ہین پس اہل ایمان کو اس زمانہ کے بعض فاجرون کے قول پر

اعتماد نہ کرنا چاہیے جو وجود ملائکہ سے منکر ہین کیونکہ یہ کفر ہے اور ملائکہ کو رسل پر مقدم آنا کچھ فضیلت کے لیے نہین بلکہ وہ اللہ تعالےٰ و رسل کے درمیان کتابون کے اتارنے مین واسطہ ہوتے ہین تو ترتیب سے پہلے ملائکہ کو پھر کتابون کو پھر رسولون کو بیان فرمایا اور تم جانتے ہو کہ کسی کے نزدیک کتابون سے ملائکہ کی فضیلت مقصود نہین ہے اور کتابون پر ایمان کے یہ معنے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے جب کبھی جس پیغمبر کو کوئی صحیفہ یا کتاب نازل فرمائی یا وحی فرمائی سب حق ہین چنانچہ توریت و انجیل بھی حق ہے اور اسوقت مین انکا عمل منسوخ ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ حق نہون۔ رسولون پر ایمان لانے کے یہ معنے کہ اللہ تعالےٰ نے جب کبھی کہین کسی اُمت پر جو رسول و نبی بھیجا وہ سب بے شک اللہ تعالےٰ کے رسول تھے اور ہم کسی سے منکر نہین ہین لہٰذا مدح فرمائی بقولہ تعالےٰ لانفرق بین احد من رسلہ۔ بخلاف یہود کے کہ حضرت محمد و عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کافر ہو گئے یا جیسے نصرانی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوے قولہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ اس مین مدح ہے کہ ان لوگون نے سمعنا واطعنا کہا اور مثل بنی اسرائیل کے سمعنا وعصینا نہین کہا اور قولہ غفرانک ای اغفر غفرانک۔ یہ سیبویہ و زجاج وغیرہ کا قول ہے اور یہی اولیٰ ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام۔ نسالک غفرانک۔ ہے اور یہی بغوی نے اختیار کیا ہے۔ اور المصیر کی تفسیر ابن عباس سے مرجع و مآب۔ مروی ہے اور جابر سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی آیہ۔ آمن الرسول بما انزل الیہ۔ تا قولہ والیک المصیر۔ تو جبرئیل نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی اور آپ کی اُمت کی اچھی تعریف کی ہے پس آپ درخواست کیجیے آپ کی درخواست اللہ تعالےٰ پوری کریگا۔ یعنے لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا کا سوال کیجیے رواہ ابن جریر ف ۲۰ نے المرادُ مِنْ قولہ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن تمام نفسانی لگاؤ اور شیطانی خطرون سے پاکیزہ فرما دیا تھا۔ پس جو کچھ جبروت کے صفات انپر منکشف کیے گئے انکو حضرت نے محض صدق اخلاص سے قبول کیا۔ قولہ والمومنون کل آمن باللہ۔ جاننا چاہیے کہ مومنون دو قسم کے ہین اول قسم وہ لوگ ہین جو عارفین صادقین شاہدین مقربین مخلصین محسنین راضیین متوکلین ہین ان مین کے ہر ایک نے نبی صلعم کی ہدایت مین مشاہدہ کیا اور اگر ایسا نہوتا تو وہ لوگ اپنی جان و تن کو راہ حق مین قربان نہ کرتے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد اور ان مومنون کے مشاہدہ مین فرق یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے واسطے شاہد خالص اور مشاہدہ صرف تھا جو آپ ہی کے واسطے مخصوص ہے اس مین خطرات کی آمیزش بالکل نہ تھی اور ان مومنون کو مشاہدہ یقین اس طور پر تھا کہ اس مین تجلی کا مشاہدہ کسی لباس مین ہوتا تھا اور یہ لوگ وسواس سے خلاص نہ تھے بلکہ وسواس کے امتحان مین پڑے تھے **قال المترجم** صحاح احادیث و اخبار مین ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی تمام جان و اولاد و مال سے زیادہ آنحضرت صلعم کو چاہتے تھے یہان تک کہ اپنی اولاد و خویش و اقارب کو آپ پر قربان کرتے تھے اور صحیح ہے کہ کوئی مومن نہین ہوتا جب تک آنحضرت صلعم اسکی جان و مال سب سے زیادہ محبوب نہو جاوین اور اسی استغراق محبت مین لاکھون اپنے شہید ہوتے تھے اور اقارب کے قتل ہونے سے کچھ پروا نہوتی تھی اور مومنون مین قسم دوم وہ لوگ کہ علم و عقل اور اللہ تعالیٰ کی آیات بینات پر ایمان لائے ہین اور یہ لوگ اپنی ایمان کی خطرات

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اللہ تعالےٰ تکلیف نہین دیتا کسی شخص کو مگر جو اسکی گنجایش ہے اسی کے لیے ہے جو اسنے کمایا اور اسکے اوپر ہے جو کما اے رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو اگر ہم بھولین یا چوکین

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہمپر بوجھ بھاری جیسا تونے ڈالا تھا ان بندون پر جو ہم سے پہلے تھے اور رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہمسے جس کی ہمکو طاقت نہین

ع ۸ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

اور درگذر کر ہم سے اور بخش دے ہمکو اور رحم کر ہمپر تو ہی ہمارا مالک ہے سو تو ہماری مدد کر اس قوم پر جو کافر ہین

جب وہ آیت نازل ہوئی جو اس سے پہلے ہے تو مومنون نے وسوسہ کی بے اختیاری ظاہر کی پھر عرض کیا کہ ایسا امتحان نہو جو ہماری طاقت کے

ماہر تو ہم عالم ہم عذاب مین پڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا کہ تم لوگ ایمان لاؤ و سر جھکاؤ اور اپنے آپ کو اپنے رب عز وجل کے حوالہ کرو کہ وہی رحم فرمانے والا ہو جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے قلوب کو بالکل رب عز وجل کے سپرد کیا تو اللہ تعالے نے قولہ آمن الرسول الآیۃ سے انکی مدح فرمائی اور وسوسہ کے محاسبہ پر مواخذہ دور فرمایا یعنے اگرچہ حساب ہو مگر مواخذہ نہوگا اسلئے نازل فرمایا۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ تعالے نے کسی نفس کو مکلف نہین فرمایا مگر اسکی وسعت بھر ف یعنے جتنی اسکی سمائی و قابو ہو۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ۔ من الخیر ای ثوابہ۔ ہر نفس کے واسطے اسکی کمائی ہو ف یعنے جو نیکی کمائی اسکا ثواب ہو۔ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ من الشر ای وزرہ۔ یعنی اور ہر نفس پر ہو جو اسنے کمائی ف یعنے ہر ایک بدی جو اسنے کمائی تو اس بدی کا گناہ و وبال خود اسی پر ہو کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ مین پکڑا جائیگا اور نہ بغیر کیے ہوے جرم مین ماخوذ ہوگا پھر حکم دیا کہ تم لوگ یون کہو کہ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا۔ بالعقاب۔ اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ ترکنا الصواب لاعن عمد کما اخذت بہ من قبلنا وقد رفع اللہ ذلک عن ہذہ الامۃ کما ورد فی الحدیث۔ ای ہمارے رب ہمکو گرفتار نہ کیجیو (عذاب مین) اگر ہم بھولین یا چوکین یعنے بیشک راہ عمداً نہین بلکہ چوک کر چھوڑین یعنی اگر ہم بھول جاوین یا چوک جاوین تو ہمکو عذاب مین نہ پکڑ جیسے اسکی وجہ سے تونے ہم سے اگلون کو گرفتار کیا اور حال یہ کہ اللہ تعالے نے اس امت مرحومہ سے بھول چوک کا مواخذہ دور کر دیا ہو جیساکہ حدیث مین آگیا ہو پس اب اسکی درخواست کرنا اللہ تعالے کی نعمت کا اقرار ہو کیونکہ نعمت تو پہلے سے حاصل تھی حدیث مین ہو کہ اللہ تعالے نے اسکو قبول فرمایا۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا۔ امرا یثقل علینا حملہ۔ ای ہمارے رب اور ہمپر مت ڈالیو اصر۔ یعنے ایسا امر ثقیل جس کا اٹھانا ہمپر بھاری ہو جاوے۔ كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ جیسے امر ثقیل تونے ان لوگون پر ڈالا تھا جو ہمسے پہلے تھے ف یعنے بنی اسرائیل من قتل النفس فی التوبۃ واخراج ربع المال فی الزکوٰۃ وقرض موضع النجاسۃ۔ اگلون سے مراد بنی اسرائیل ہین کہ انپر یون حکم تھا کہ انکے گنہگار کی توبہ یہ تھی کہ اپنے آپکو قتل کراوے اور زکوٰۃ یہ تھی کہ تمام مال کا چوتھائی دے اور نجاست دھونے سے نہین پاک قرار دیجاتی بلکہ اسطرح کہ اتنا کپڑا کاٹ ڈالے۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ۔ قوۃ لَنَا بِهٖ۔ من التکالیف والبلاء۔ ای ہمارے رب اور ہم سے ایسی چیزین نہ اٹھوائیو جسکی ہمکو طاقت یعنے قوت نہین ہو ف مانند تکالیف و بلیات کے۔ حدیث مین ہو کہ اللہ تعالے نے اس کو قبول فرمایا۔ حدیث مین ہو کہ اللہ تعالے میری امت پر ایسی قوم مسلط نہین فرماویگا جو انکو قتل کرنا و نیست کرنا مباح جانے اور انکو قحط عام و غرق مین ہلاک نہین فرماویگا۔ وَاعْفُ عَنَّا۔ امح ذنوبنا۔ اور ہمارے گناہون کو محو کردے۔ وَاغْفِرْ لَنَا۔ اور ہمکو بخشدے۔ وَارْحَمْنَا۔ اور ہمپر رحم کردے ف یعنے مغفرت سے بڑھکر رحمت عطا فرما۔ اَنْتَ مَوْلٰىنَا۔ سیدنا و متولی امورنا۔ تو ہی ہمارا مالک اور ہمارے کامون کا متولی ہو۔ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ باقامۃ الحجۃ والغلبۃ فی قتالہم فان من شان المولی ان ینصر موالیہ علی الاعداء۔ پس ہمکو کافرون پر مددگاری دے بایں طور کہ ہماری حجت انپر قائم ہو اور انسے لڑائی کرنے مین ہمکو ان پر غلبہ ہو کیونکہ مالک کی شان ہو کہ اپنے اولیاء بندون کی مددگاری کرے دشمنون پر اور حدیث مین ہو کہ اللہ تعالے نے اسکو منظور فرمایا۔ واضح ہو کہ تکلیف ہر حکم الٰہی ایسی چیز کے ساتھ جس مین مشقت و کلفت ہو اور حکم سے مراد مخصوص امر ہی نہین بلکہ بمعنے طلب ہو جو نہی کو شامل ہو اسلیے کہ بہت سی منہیات بھی خلاف خواہش نفس ہونے کے وجہ سے نفس پر شاق ہین اور اس مین اتفاق ہو کہ مدار تکلیف کا بلوغ ہو اور یہ جو بعض علماء سے روایت ہوا ہو کہ دس برس کے سن ہونے پر اگر نماز ادا نہ کی تو اسکی قضا واجب ہو جیساکہ سنن ترمذی مین ہو تو یا احتیاط و تشدد ہو اور رہا اسلام تو وہ بھی جمیع علماء کے نزدیک تمام فروع اعمال کیلئے بطور شرط ہو اور اسپر اتفاق ہو کہ بدون اسلام کے ان اعمال کا ادا کرنا درست نہین ہو پس کافر کا نماز روزہ ادا کرنا صحیح نہ ہوگا۔

اور دیگر شروط مثل آزادی وغیرہ کے تو یہ اعمال مین متفرق طور پر کسی مین شرط ہین اور کسی مین نہین مثلاً علمائے حنفیہ کے نزدیک جمعہ ادا کرنا آزاد مرد پر واجب ہی مملوک و عورت پر نہین ہی- اور امر بالمعروف کرنا جس صورت مین کہ واجب ہو تو آزاد و مملوک سب پر واجب ہی علی ہذا القیاس وسع یعنے طاقت یعنے جہانتک آدمی کو گنجایش ہی اور ضیق نہین ہو پس قولہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا- کے یہ معنے ہوے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر آدمی کو اسکی وسعت ہی بھر مکلف فرمایا ہی اور اسی حصر سے کہا گیا کہ حرج یعنے جس مین انسان پر ضیق و تنگی ہو وہ شرع مین اللہ تعالیٰ نے دور کیا ہی لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ضیق و تنگی وہ معتبر ہی جو شرع نے قبول کی اور نظیر اسکی موجود ہی نہ وہ کہ جو آدمی کے نفس امارہ نے اپنی خراب خواہش کے موافق قرار دی ہو مثلاً ایک شخص کی ٹانگ مین پھوڑا ہی کہ وہ کھڑا نہین ہو سکتا ہی تو اس سے فرضیت قیام بحالت نماز ساقط ہی اور یہ نہین کہ ایک شخص موٹا کٹا زبردستی اپنے آپکو کھڑے ہونے مین ضیق و حرج قرار دے کہ وہ مقبول نہین ہی اور اسکا جاننا فقیہ مجتہد کی فہم پر ہی اسی واسطے امام محمد رح نے ملک رے مین پہونچکر حرج دیکھکر کنڈے جلانا جائز کہا ہی- اور اس بیان سے ظاہر ہوا کہ منہاج الوصول الی علم الاصول مین **بیضاوی** نے اور دوسرون نے اپنی اپنی تصانیف مین جو یہان یہ اشکال پیش کیا ہی کہ ابو جہل و ابو لہب وغیرہ کے مانند جن کافرون کو ایمان لانے کا مکلف کیا گیا تھا حالانکہ علم الٰہی مین قرار پایا تھا کہ وے ہرگز ایمان نہ لاوینگے تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوئی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ مین تکلیف مالا یطاق کی نفی فرمائی ہی تو یہ اشکال وارد ہی نہین ہوتا اسواسطے کہ تکلیف مذکور ہی- تو فروعی اعمال سے مکلف کیا جانا مراد ہی اور یہ اصل ایمان مین گفتگو ہی اور شافعیہ پر شاید یہ اعتراض وارد ہوگا کہ انکے نزدیک اسلام اور فروع اعمال مثل نماز و روزہ وغیرہ سے مکلف ہونا یکسان ہی اور البتہ تکلیف مالا یطاق سے مکلف ہونا جائز قرار دیا گیا ہی بدلیل قولہ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ- اور بدلیل قولہ ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ- کیونکہ اس مین تکلیف مالا یطاق سے خلاصی کی درخواست ہی اگر جائز نہوتی تو درخواست کے کچھ معنے نہوتے- اور **بیضاوی** وغیرہ نے یہ جواب ذکر کیا کہ ابو لہب وغیرہ کو ایمان لانے کی تکلیف دینا قبل اس امر سے آگاہ کرنے کے تھا کہ وہ ایمان نہ لاوینگے اور بعد اعلام اس امر مذکور کے انکا تکلیف دینا نہین ہی چنانچہ فرمایا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون- اور **مترجم** کہتا ہی کہ یہ جواب ضعیف ہی کیونکہ یہ تو اسکا جواب ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو کیون اسلام کی دعوت فرمائی اسلیے کہ وے ایمان لانے والے نہ تھے پس اسکا جواب اس سے عمدہ یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی ہدایت کرنے مین اپنے واسطے ثواب کے بڑے بڑے درجے حاصل کرتے تھے اور اسکا جواب نہین کہ اللہ تعالےٰ نے عام دعوت کیون فرمائی انکو کیونکہ ایمان لاؤ سب کو عام خطاب ہی پس اگر یہ کہا جاوے کہ خطاب عام تھا اور مراد خاص تھی تو یہ ٹھیک نہین ہی کیونکہ دعوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہی اور عام ہی مراد ہین اور اس صورت مین لازم آتا ہی کہ علم الٰہی مین انکا ایمان نہ لانا بھی تھا اور پھر ایمان لانے کا حکم بھی کیے گئے پس اشکال مندفع نہین ہوا ہان **مترجم** کے جواب سے دفع ہو چکا- جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یعنے احکام الٰہی پہونچانے مین اللہ تعالےٰ نے دو معنے رکھے اول کافرون پر حجت اگرچہ ایمان نہ لاوین- دوم مراتب رسالت جو کافرون سے ایذا اٹھانے مین ہین تو یہ ہر صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے حاصل تھی قولہ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت تقدیم خبر سے دلالت انحصار ہی اور لہا مین لام واسطے نفع کے اور علیہا مین علی واسطے ضرر کے ہی اور یہ قرینہ ہی کہ ما کسبت سے مراد خیر اور اکتسبت سے شر ہی اور صاحب کشاف وغیرہ نے کہا کہ کسب فقط خیر ہی کے ساتھ بولا جاتا ہی- اور اکتساب فقط شر کے واسطے بولا جاتا ہی- اگر کہا جاوے کہ خیر کی تخصیص کسب کے ساتھ اور شر کی تخصیص اکتساب کے ساتھ کیون ہوئی تو جواب دیا گیا کہ اکتساب مین احتمال ہی اسی مبالغہ و کوشش سے کام کو بجا لانا پس انفعال ہی چونکہ خواہش نفس پر جو شہوتین ہین اور نفس خود انکا حکم کرتا اور انکی طرف کھینچتا ہی تو انکے پورا کرنے مین زیادہ خواہش و کوشش ہوتی ہی پس اسکے واسطے اکتساب قرار دیا گیا اور امور خیر مین یہ بات نہین ہوتی ہی لہذا انکے واسطے کسب ہی رہا اور بعض تقدیر لہا ما کسبت نفس کے

واسطے وہ چیز جواسنے کمائی ہے۔ اس سے عین مکسوب مراد نہین ہو بلکہ انکا ثواب مراد ہو اور ایسے ہی ما اکتسبت - مین عین شر مراد نہین بلکہ اسکا گناہ و عذاب مراد ہو قولہ ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا یعنے اگر نسیان وخطاء سے کوئی امر بد ہمسے صادر ہو تو اسکے گناہ مین ہمکو ماخوذ نہ فرما اور اکثر مفسرین وغیرہ نے اس دعاء سے اشکال پیش کیا ہو کہ خطاء و نسیان تو دونون معفو ہین پھر یہ دعا تحصیل حاصل ہوگی اور اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول آنکہ استدعاء ان سب اسباب پر مواخذہ نہونیکی ہو جو خطاء و نسیان کی طرف مودی ہوتے ہین نفس خطاء و نسیان پر مواخذہ نہونے کی درخواست نہین ہو کہ وہ تو عفو کیے گئے ہین اور دوم آنکہ نفس خطاء و نسیان پر مواخذہ نہونے کی درخواست ہو اور مقصود یہ ہو کہ برابر ایسا ہی رہے و سوم آنکہ یہ بطریق شکر ہو چہارم آنکہ خطاء و نسیان معاف ہونے کا علم حاصل ہونے سے پہلے تھا ذکرہ فی الکمالین اور اس مین نظر ہو اس واسطے کہ یہ حکم اللہ تعالےٰ نے دیا ہو کہ قولہ ربنا لاتؤاخذنا الی آخرہ اور علم آلہی مین مواخذہ نہ ہونا معلوم تھا قال قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مین کچھ اختلاف نہین کہ خطاء و نسیان کا گناہ تو اٹھا دیا گیا ہو مگر اس مین اختلاف ہو کہ خطاء و نسیان سے جو بات پائی گئی پھر جو احکام ایسی بات سے متعلق ہوتے ہین وہ آیا اس سے متعلق ہونگے یا نہین تو اس مین اختلاف ہو اور صحیح یہ ہو کہ مختلف وقائع سے حکم مختلف ہو پس تاوان و قرضے و فریضہ نماز مین ایسی چیزین تو خطاء و نسیان سے بالاتفاق ساقط نہین ہوتی ہین اور اگر خطاء سے کسی کو قتل کیا یا خطاء سے کلمۂ کفر بولا تو یہ امور بالاتفاق ساقط ہین چنانچہ قصاص لازم نہ آوے گا اور مرتد ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور تیسری قسم مین اختلاف ہو مثلاً کسی نے رمضان مین بھولے سے کھا لیا چنانچہ مالکؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ گیا اور قضا لازم ہو اور جمہور کے نزدیک کچھ نہین ہو وعلیٰ ہذا اگر خطاء سے طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائیگی - اگر جاننا چاہیئے کہ ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اٹھا دیا میری امت سے خطاء و نسیان کو اور اس چیز کو جسپر وہ زبردستی کیے جاوین رواہ ابن ماجہ و ابن المنذر وابن حبان فی صحیحہ والطبرانی والدارقطنی والحاکم والبیہقی الخ اور معنے حدیث کے یہ ہین کہ اگر خطاء سے یعنے چوک کر یا بھولے سے کوئی کام کرین یا زبردستی اُن سے کرایا جاوے تو اللہ تعالےٰ نے اسکا گناہ انکے ذمہ سے دور کر دیا اور یہ حدیث بہت طرق سے روایت کی گئی ہو اگرچہ اسناد مین مقال ہو مگر بعض کی بعض سے تقویت ہوتی ہو اور وہ فرو حسن لغیرہ ہو اور حدیث صحیح قد فضلت والی اسکی شاہد موجود ہو اور ان آیات کے فضائل صحاح مین بہت مذکور ہین چنانچہ ابو مسعودؓ سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورۂ بقر کی آخر کی دو آیتین رات مین پڑھین تو اسکو کافی ہین رواہ الشیخان واہل السنن اور حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہو کہ سورۂ بقرہ کی آخر آیتین مجھکو خزانۂ زیر عرش سے دی گئین ہین مجھسے پہلے کسی نبی کو نہین دی گئین اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی والبیہقی بسند صحیح اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے انکے فضائل کو دراز کلام سے بیان فرمایا ہو اور اسی قدر کافی ہو جو ہمنے ذکر کیا - ف فی عرائس البیان قولہ تعالےٰ لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا - اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء کے نفوس کو حق عبودیت کی تکلیف نہین دیتا مگر اسی قدر کہ جس کی انکو طاقت ہو کیونکہ حقیقت عبودیت اٹھانے مین انکو ضعف ہو اور قصور ظاہر ہے اسواسطے کہ ربوبیت کے حقوق مین سے ایک یہ بھی ہو کہ پہلے تکبیر و تعظیم و اجلال سے ادا کرین اسی مین بدن و جانین سب پگھل جاوین اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلوق کے واسطے اپنی معرفت مین سے فقط اسی قدر ظاہر فرمایا ہو جس قدر سے ان کی زندگی ہو اور اپنے پروردگار سے جاہل ہونے کی حسرت مین مر نہ جاوین اور اگر انکو یہ یقین ہو جاوے کہ حقیقت عبودیت سے وہ کسقدر دور ہین اور شرف ربوبیت سے کسقدر جدا پڑے ہین تو اس حسرت و غم مین مر جاوین - قولہ تعالےٰ لہا ما کسبت - یعنے دنیا مین جو رنج و درد انکی ارواح نے اٹھایا ہو اسکا نیک بدلا انکو ملیگا کہ امتحان مین پورے اترے قولہ وعلیہا ما اکتسبت - نفس نے جو خطرات پیدا کرکے گناہ کمائے ہین تو اللہ تعالےٰ نفوس کو دنیا مین یہ بدلا دیدیتا ہو کہ مجاہدات و ریاضات مین نفس پگھلایا جاتا ہو اور ارواح کو آخرت مین یہ بدلا ہو کہ انکو مشاہدہ خالص عطا ہوگا - قولہ تعالےٰ ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا یعنے ہمکو بسبب ہمارے

مجبوب نہ فرما اگرہم تجھے بھولین اور یاد فراموش کرین - قولہ او اخطانا - یعنے یا بین طور خطا کرین کہ تیرے سوا ے کسی غیر کی طرف التفات کرین - قولہ واعف عنا - اگرہم تیری پاک ذات کی معرفت کم رکھتے ہین تو ہمکو عفو کردے - قولہ واغفر لنا - تیری عبادت مین جو ہمسے تقصیر ہوئی ہو وہ بخشدے - قولہ وارحمنا ہمپر یہ رحم کردے کہ محض اپنے فضل سے ہمکو اپنا وصل ومشاہدہ دیدے اور **شیخ ابن عطاؒ** نے فرمایا کہ لا تواخذنا - معصیت کے وقت ہمسے مواخذہ مت فرما اور قیامت مین ہماری پردہ پوشی فرمادے اور قیامت والون کے روبرو ہمکو فضیحت نہ فرما - قولہ فانصرنا علی القوم الکافرین - اہل مکاشفہ و اہل مشاہدہ مین سے جو لوگ امتحان مین پڑتے ہین یہ انکی مناجات ہو یعنے ہم تیری معرفت کے قیدی اور تیری محبت مین ضعیف ہین سو تو ہی ہمپر رحم کرکہ اپنی عظمت کی تجلی فرما کہ کشف ربوبیت اور مقام عبودیت مین ہم تیرے ہی طرف سے تیرے ہی ساتھ تقویت پاوین اور ہمکو فتح ونصرت دے اپنی معرفت کے ورحقائق الہام کے لشکرون سے جو الوہیت سے ثابت ہون قوم کافرین پر اے طبیعت کے اوباشون پر تاکہ تیری معرفت کے میدانون مین تیری معرفت کی تائید سے وہ شکست کھا کر بھاگین اور تیری خالص بندگی کرتے اور تیری درگاہ کا مشاہدہ طلب کرنے مین ہم ان اوباشون کی تشویش سے راحت پاوین **قال المترجم** یعنے نفس وطبیعت کے بند سے بیچ مین خلل ڈالتے ہین انپر ہمکو اسطرح مدد دے کہ الہام کے لشکر معرفت ربوبیت کی ہمکو عنایت ہون -

## سورۃ آل عمران مدنیۃ وھی مائتا آیۃ

یعنے سورۂ آل عمران مدنیہ ہو اور وہ دو سو آیات ہین اور اس قول مین اتفاق ہو - **شیخ ابن کثیرؒ** نے کہا کہ اسکی صحت ظاہر ہو اسواسطے کہ اول سے تراسی آیات تک وفد نجران کے حق مین نازل ہوئین جو ہجرت کے نوین سال مدینہ مین آ گئے تھے تو یہ ضرور مدینہ مین واقع ہوا ہو -

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالے کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے - شروع

**الٓمٓ** ۲ - اللہ اعلم بمرادہ بذلک - بسم اللہ الرحمن الرحیم - **الٓمٓ** - اللہ تعالے ہی خوب جانتا ہو کہ اس سے اوتعالے کی کیا مراد ہو **ف** - قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے الم الف سے اشارہ ہو کہ فردانیت الٰہی پاک مقدس ہو اور ممتنع ہو کہ کوئی حدوث اسکے قدم سے ملتصق ہو یعنے حادث ومخلوق چیزین جو کوئی ہون کسی کو اس سے التصاق ووصل نہین ہو جیسے الف کو ابتدا کسی سے میل نہین ہوتا اور تمام حروف اسکی طرف ملتے ہین اور لام اشارہ ہو اسکے لطائف غیب کی طرف اور میم اشارہ ہو اسکے ملکوت کے غرائب کی طرف جو خلائق کی آنکھون سے پوشیدہ ہین باوجودیکہ اس کے اولیاء انبیا کی آنکھون کو قوت حاصل ہو - اور نیز الف سے اوتعالی کی اولیت کیطرف اشارہ ہو اور لام سے اسکے جلال وجمال کی طرف اشارہ ہو اور میم سے اسکی محبت کی طرف جو اسکو اپنے اولیاء وانبیاء کے ساتھ ازل مین تھی طریقۂ الٰہی جاری ہو کہ اپنے خواص محبوبون کو رموز واشارات سے خطاب فرماتا ہو مثلاً حروف مقطعہ کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے اپنے انبیاء واولیاء کے واسطے رموز ہین بغرض انکی تشریف وتعظیم کے یعنے وہ تمام خلق سے بزرگ ہین انکا خطاب بھی خاص ہو اور جو شخص جتنا اللہ تعالے کی جناب مین زیادہ قربت رکھتا ہو اسکے ساتھ اشارہ بھی بہت دقیق ہوتا ہو اور رمز بھی نہایت باریک ہوتی ہو کیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اللہ تعالے نے اپنے کلیم یعنے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلام پاک اچھی عبارات مین سُنایا اور اپنے حبیب یعنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت جمیل اشارات مین سُنایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین جوامع الکلم عطا کیا گیا ہون یعنے میرے کلمات بہت سے معانی کو جامع ہوتے ہین اور کلام بہت مختصر ہوتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ عبارات تو عام کے واسطے ہین اور اشارات خاص بندون کے لیے ہین اور بعض نے کہا کہ الف مین یہ اشارہ ہو کہ او تعالے ہر حال مین تیرے واسطے کافی ہو اور لام سے یہ اشارہ ہو کہ پوشیدہ بھید وستر مین اس کا لطف خاص تیرے ساتھ پوشیدہ ہو اور میم سے اشارہ ہو کہ اولیا کی درخواستون کے ساتھ تقدیر متعلق ہو وہ جس طرح جاری ہوئی ہو اسی طرح

انکی درخواست پوری ہوگی وہ اسی تقدیر پر راضی ہین اور عالم مین کوئی ذرہ حرکت نہین کرتا اور کوئی امر ظاہر نہین ہوتا بدون اسکی تقدیر کے اور یہ لوگ اس پر دل سے راضی ہین اور ان حروف مین سے ہر حرف سے ایک اسم کی طرف اشارہ ہی اور اسم سے نعل کی طرف اشارہ ہی اور فعل سے صفت کی طرف اشارہ ہی اور صفت سے ذات کیطرف اشارہ ہی پھر جب عارفون کے دلون مین ان معانی رموز کا القا ہوا تو وہ اسماء و افعال و صفات کے درجون پر پہونچ جاتے ہین یہانتک کہ بارگاہ کبریائی تک انکی رسائی ہوجاتی ہی پس حق عزوجل کی طرف سے حق عزوجل ہی کے واسطے ان پر معلومات سر بستہ کا کشف ہوتا ہی پس وہ لوگ ایسے علوم مجملہ جان لیتے ہین جو ملکوت کی کتاب مین نہین ہین۔ اور بعض نے فرمایا کہ الف تو احدیت کا ہی اور لام لطف کا ہی اور میم ملک کا ہی اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حرفون کو سبب متصل بخلق قرار دیا اور انکی شکل کو انکے لیے اپنی جانب سے سبب متصل قرار دیا اور وہ شکل ایک بھید اللہ تعالےٰ کا ہی کہ اسکو سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کوئی نہین جانتا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

اللہ اسکے سوائے کسی کی بندگی نہین جیتا ہر سب کا تھامنے والا اتاری تجھپر کتاب تحقیق ثابت کرتی اگلی کتاب کو اور

اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

اتاری تھی توراۃ اورانجیل اس سے پہلے لوگون کی ہدایت کو اور اتارا انصاف البتہ جو لوگ

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

منکر ہین اللہ کی آیتون سے انکو سخت عذاب ہی اور اللہ زبردست ہی بدلا لینے والا

نَزَّلَ عَلَيْكَ - یا محمد - اَلْكِتٰبَ - القرآن ملتبسا - بِالْحَقِّ - بالصدق فی اخبارہ - یعنے کتاب سے مراد قرآن ہی اور بالحق حال واقع ہی یا تنزیلا ملتبسا بالحق یعنے صفت مفعول مطلق کی ہی اور بالحق کے معنے یہ ہین کہ کتاب جو خبر دیتی ہی اس مین سچی ای اگلے حالات و غیب کی باتین بیان کرنے مین سچی ہی - بَيْنَ يَدَيْهِ قبلہ من الکتب - یعنے اس کتاب قرآن سے پہلے کی جو کتابین ہین کیونکہ وہی اب اسکے سامنے موجود ہین - مِنْ قَبْلُ - ای قبل تنزیلہ - یعنے قبل کا مضاف الیہ محذوف منوی ہی اور معنے قبل اسکے آتارے جانے کے - هُدًى - حال یعنے ہادیین من الضلالۃ یعنے توریت وانجیل نے حال واقع ہی ای درحالیکہ وہ دونون ہدایت کرنے والی تھین گمراہی سے - لِّلنَّاسِ - ممن تبعہما یعنے واسطے ان لوگون کے جنھون نے ان دونون کتابون کی پیروی کی یعنے کل لوگ مراد نہین ہین - وعبر فیہما بانزل و فی القرآن بنزل المقتضی للتکریر لانہما انزلا دفعۃ واحدۃ بخلافہ - اور تعبیر کیا ان دونون کتابون کے حق مین انزل کی لفظ کے ساتھ اور قرآن مین نزل کے ساتھ جو کہ تکریر کو مقتضی ہے - یہ اس وجہ سے کہ وہ دونون تو ایک دفعہ ہی اتار دی گئین بخلاف قرآن کے کہ وہ نجم نجم کرکے بحسب ضرورت بار بار دنیا مین تھوڑا تھوڑا اتارا گیا - وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ - بمعنے الکتب الفارقۃ بین الحق والباطل و ذکرہ بعد ذکر الثلثۃ لیعم ما عداہا - یعنے فرقان کے معنے ایسی کتابین جو حق و باطل کے درمیان فرق و تمیز کرنے والی ہین اور تینون کتابون کے ذکر کے بعد اسکا ذکر کرنا اسواسطے ہی تاکہ ان تین کتابون کے سوائے اورون کو بھی شامل ہو جاوے ای زبور وغیرہ کو بھی پس یہ خاص کے بعد عام کا ذکر ہو - بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - القرآن وغیرہ یعنے قرآن وغیرہ سے - عَزِيْزٌ - غالب علی امرہ فلا یمنعہ شیٔ من انجاز وعدہ و وعیدہ - یعنے ایسا غالب زبردست ہی کہ اپنے امور پر سب طرح توانا ہی پس اسکو اپنے وعدے و وعید پورا کر دینے سے کوئی چیز مانع نہین ہوسکتی ہی - ذُو انْتِقَامٍ - عقوبۃ شدیدۃ ممن عصاہ لا یقدر علی مثلہا احد - یعنے سخت عذاب الٰہی ہر ایسے بندے کو جو اسکی نافرمانی کرے اور ایسی عقوبت کر سکتا ہی جیسی کوئی نہین کر سکتا ہی حدیث مین ہی کہ سورۂ بقرہ کے - قولہ لا الہ الا -

ھوالحی القیوم ۔اور آل عمران کے ۔ قولہ اللہ لا الہ الا ھوالحی القیوم ۔ اور سورہ طٰہٰ کے قولہ وعنت الوجوہ للحی القیوم ۔ ان تین آیتون مین اللہ تعالےٰ کا اسم اعظم ہی اور بندنیجی نے اکثر علماء سے نقل کیا کہ اسم اعظم اللہ ہی ۔ اور معالم وغیرہ مین مذکور ہی کہ ربیع بن انس وغیرہ نے فرمایا نزول اس آیت کا نصاری نجران کے ایلچیون کے حق مین ہوا اور وہ ساٹھ سوار تھے کہ ہجرت کے نوین سال مین رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور ان مین چودہ آدمی انکے اشراف مین سے تھے اور ان چودہ مین سے تین آدمی ایسے تھے کہ انھین کی طرف انکے امور کا مرجع تھا ایک عاقب دوسرا سکا نام عبدالمسیح تھا دوم ایہم اور سوم ابو حارثہ بن علقمہ پس یہ سب عصر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مین داخل ہوے اور حرث بن کعب انکے پیچھے کہتے تھے کہ ہمنے ایسے ایلچی نہین دیکھے انکی نماز کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مین نماز کو کھڑے ہو گئے پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو کہ مشرق کیطرف نماز پڑھین پھر عبدالمسیح و ایہم نے گفتگو کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون سے فرمایا کہ تم ایمان لاؤ تو بولے کہ ہم آپ سے پہلے ایمان لاچکے ہین فرمایا کہ تم جھوٹے ہو تمکو اسلام سے تین چیزین روکتی ہین ایک تو تم اللہ تعالےٰ کا بیٹا بتلاتے ہو اور دوسرے صلیب کو پوجتے ہو اور تیسرے سور کھاتے ہو تو بولے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا نہین تو اسکا باپ کون ہی اور سبھون نے عیسیٰ کے بارہ مین جھگڑا کیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ بھلا تم یہ نہین جانتے ہو کہ جو بیٹا ہوتا ہی وہ ضرور اپنے باپ کا مشابہ ہوتا ہی بولے ہان کیون نہین جانتے ہین فرمایا کہ بھلا تم یہ نہین جانتے ہو کہ ہمارا پروردگار حی لایموت ہی یعنے ایسا زندہ ہی کہ کبھی اسکو موت و فنا نہین ہی اور عیسیٰ کسی وقت فنا ہونے والے ہین بولے کہ ہان جانتے کیون نہین ہین ۔ فرمایا کہ بھلا تم یہ نہین جانتے ہو کہ ہمارا پروردگار قیوم ہر شئے کی حفاظت فرماتا اور اسکو رزق دیتا ہی بولے کہ ہان تو فرمایا کہ بھلا عیسیٰ بھی ان مین سے کسی بات کا مالک ہی بولے کہ نہین ۔ فرمایا کہ بھلا تم یہ نہین جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہین نہ زمین مین اور نہ آسمان مین بولے کہ ہان جانتے کیون نہین ہین ۔ فرمایا کہ پھر بھلا عیسیٰ بھی اس مین سے کچھ جانتا ہی مگر اسی قدر کہ جتنا اللہ تعالےٰ نے اسکو سکھلا دیا ہی بولے کہ نہین جانتا ہی تب آپ نے فرمایا کہ پھر ہمارے پروردگار نے عیسیٰ کو اسکی مان کے پیٹ مین جیسے چاہا ویسے بنا دیا ۔ اور ہمارا پروردگار نہ کھاتا ہی نہ پیتا ہی بولے کہ ہان کہ ہان وہ ایسا ہی ہی ۔ فرمایا کہ بھلا تم نہین جانتے ہو کہ عیسیٰ کو اسکی مان نے اپنے پیٹ مین رکھا جیسے اور عورتین حمل رکھا کرتی ہین پھر اسکو جنی جیسے عورتین جنا کرتی ہین پھر عیسیٰ کو غذا دیتی رہی ویسے ہی جیسے آدمی کے بچون کو ملا کرتی ہی پھر وہ اپنے آپ کو کھاتے پیتے اور پیخانہ پیشاب وغیرہ کو جاتے رہے تو بولے کہ ہان ایسا ہی ہی تب آپ نے فرمایا کہ پھر جس کی یہ حالت ہی وہ ویسا کیونکر ہوگا جیسا تمنے زعم باندھا ہی پس یہ لوگ چپ ہو گئے پھر اللہ تعالےٰ نے ابتداے سورہ آل عمران کو کچھ اوپر اسی آیتون تک نازل فرمایا ۔ قولہ نزل علیک الکتاب یہان نزل ز تنزیل ہی جس مین دلالت ہی کہ مکرر نازل فرمایا اور قرآن مجید ایسا ہی ہی کہ ایک مرتبہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر پورا نازل ہوا پھر وہان سے دنیا مین تیئیس برس مین نجم نجم کرکے بجسب وقعات نازل ہوا یہانتک کہ سب سے آخر آیت قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ ۔ یعنی کہ حضرت صلعم کی وفات سے نو روز پہلے نازل ہوئی ہی اور اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے حق مین اگر انزال فرمایا مثل قولہ ھو الذی انزل علیک الکتاب یا الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب یا بالحق انزلناہ ۔ تو یہان لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایکبارگی نزول مراد ہی اور اگر تنزیل فرمایا تو تنجیم مراد ہی اور اسپر اعتراض کیا گیا بقولہ وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ ۔ اور ایسے ہی قولہ والذین یومنون بما انزل الیک اور جواب دیا گیا قاعدۂ مذکورہ کلیہ نہین ہی بلکہ اکثریہ ہی ۔ قولہ ھدی للناس ۔ حال ہی یعنے ہادی ہین اور تثنیہ نفرمایا کیونکہ ھدی مصدر ہی اور للناس سے عام مراد لینا بشرطیکہ ہم لوگ شرائع سابقہ غیر منسوخہ کے پابند ہون یا ان دونون کے زمانہ والے خاص مراد لینا سب تکلف ہی کیونکہ ہر دو صورت تخصیص ضرور ہی کیونکہ ہادی اسی کے لیے جو انکا متبع ہو جیسے شیخ سیوطی رح نے کہا ہی ارجح یہ ہی کہ ہادی ہونا ان کی صفت قرار دی جاوے

یعنے فی نفسہ وہ ہادی ہین فلیتامل - قولہ وانزل الفرقان - یہ لفظ مصدر ہو مثل غفران وکفران کے اور معنے اسکے اسم فاعل کے ای فارق بین الحق والباطل
ہین اور قتادہ وربیع بن انس رحمہ نے فرمایا کہ فرقان یہان قرآن ہو اور اسکا ذکر اگرچہ پہلے ہوچکا ہو مگر مکرر ایسی صفت سے ذکر کیا جس مین اسکی تعظیم و
شرف وفضیلت کا بیان ہو کہ وہ معجزہ ایسا ہو کہ حق وباطل مین فرق کرتا ہو **وقال السیوطی** اور یہی سلف سے تفسیر آئی ہو اخرجہ ابن جریر عن قتادہ
وربیع بن انس اور بعض نے کہا کہ چوتھی کتاب یعنے زبور مراد ہو اور **زمخشری** نے کہا کہ یہی ظاہر ہو اور **شیخ ابن جریر** رحہ نے فرمایا کہ یہان مصدر
مراد ہو یعنے ایسی کتابین اتارین جو حق وباطل مین امتیاز بتلانی والی ہین اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہو - قولہ ان الذین کفروا - بعض نے کہا کہ ان کا فر دان سے
وفد نجران والے نصاری مراد ہین جنھون نے قرآن ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا - اور پوشیدہ نہین کہ لفظ عام ہو اور وہ ہر ایک ایسے شخص کو
شامل ہو جسنے آیات اللہ تعالے سے کفر کیا اگرچہ نزول اسکا وفد نجران کے حق مین ہوا - قولہ ذو انتقام - نقمت عقوبت مجرم ہو اور معنے اس صفت
صفت کے ہین کہ ایسا سخت عقوبت کرنے والا ہو کہ کوئی اسکے مثل عقوبت پر قادر نہین ہو کیونکہ تنکیر برائے تعظیم ہو **ف** ۲۰ فی العرائس قولہ تعالیٰ
الحی القیوم حی ایسا ہو کہ سمند وہم کتنا ہی بلند پرواز ہو مگر اسکی حیات کو قیاس بھی نہین کرسکتا ہو اور عاقلون کی تیزی وباریک بینی کتنی ہی خوض کرے
کبھی اسکی ذات پاک کی سرمدیت کو نہین پاسکتی ہو - اور نیز وہ ایسا حی ہو کہ اسکی حیات سے عالم قائم ہو اور اسی کے نور سے روح آدم منور ہو اور ایسا قیوم
کہ اسی کی بقا سے اہل فنا قائم ہین اور اسی کی قیومیت کے قہر مین اہل بقا فنا ہوتے ہین - اور نیز - قیوم وہ مقدس ہو جو علائق سے پاک اور
مبرا ہو اور روح خلائق پر رحمت کرنے اور مخلوق کی حفاظت کرنے مین وہ بے علاقہ قائم ہو اور بعض نے فرمایا کہ الحی وہ ہو کہ جسکی حیات کی ابتدا نہین
ہو اور القیوم وہ ہو کہ جسکے بقا کی انتہا نہین ہو اور **کتانی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ الحی درحقیقت وہ ذات پاک ہو جس سے ہر زندہ کی زندگی ہو
اور جو زندہ کہ اسکے ساتھ زندہ نہو وہ مردہ ہو اور بعض نے فرمایا کہ القیوم وہ ہو جسنے اپنی ذات سے علل کو زائل کردیا خواہ بزوال ہو یا بعبارت ہو یا باشارت
ہو سب طرح زائل کردیا پس کوئی چیز اسکی کنہ ومعرفت کو نہین پہونچتی ہو قولہ تعالیٰ ان الذین کفروا بآیات اللہ یعنے جو لوگ ایسے ہین کہ شواہد ربوبیت سے
یقین حاصل کرکے مشاہدۂ حق سے سرفراز نہین ہوے بلکہ محجوب ہوے ہین - لہم عذاب شدید - انکے واسطے محرومی ہو اس امر سے کہ اہل ہدایت کے
مقامات کو پہونچین - اور **شیخ ابو سعید خراز** نے فرمایا کہ وہ لوگ اس بات سے منکر ہوے کہ اللہ تعالے نے اپنے خاص بندون کو کرامات دی
ہین تو انکے واسطے عذاب شدید یہ ہو کہ حق عزوجل نے انکو کرامت سے دور کردیا **واللہ عزیز** یعنی اپنے بندون مین سے جسپر چاہتا ہو اظہار کرامات
کرکے انکو بزرگی وغلبہ دیتا ہو **ذو انتقام** - ایسے شخصون سے بدلا لیگا جو اس بات سے انکار کرتے ہین یعنے اپنے اولیا کو عزت وتوقیر سے
سرفراز فرماتا ہو اور دشمنون سے جو اسکے ایتون پر انکار کرتے ہین انتقام لیگا - اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عزیز ذو انتقام ہو یعنے کوئی اسکے
ارادہ کے مخالفت نہین کرسکتا ہو اور کوئی ایسا نہین کہ اللہ تعالے کی عقوبت سے مقابلہ کرسکے **قال المترجم** یہی علمائے تفسیر کا قول ہو اور
یہی ظاہر کلام ہو اور یہ بمقابلہ کفر حقیقی ہو اور سابق بمقابلہ مجازی فتامل -

**إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي**

اللہ ہے نہین پوشیدہ اسپر کوئی چیز زمین مین اور نہ آسمان مین وہی ہو کہ تمہارا نقشہ بناتا ہو

**الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝**

مان کے پیٹ مین جس طرح چاہتا ہو نہین کوئی معبود مگر وہی وہ زبردست ہو حکمت والا

**إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ** كائن **فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ** لعلمه بما يقع في العالم من كلي وجزئي وخصهما بالذكر

لان الحس لا یتجاوز ہما۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہیں جو زمین اور وہ جو آسمان میں ہے ف کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے جو عالم میں واقع ہو خواہ کلی ہو یا جزئی ہو اور خاص کرکے آسمان و زمین کو اس لیے ذکر کیا کہ حواس ان دونوں سے تجاوز نہیں کرتے ورنہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ماسوا بھی کل چیزوں سے آگاہ ہے۔ **هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ** من ذکورۃ وانوثۃ وبیاض وسواد وغیر ذلک وہی تمکو ارحام میں صورت بناتا ہے جیسے چاہتا ہے ف خواہ نر یا مادہ خواہ کالا یا گورا وغیرہ **لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ** فی ملکہ۔ **الْحَكِيمُ** فی صنعہ اسکے سوائے کوئی الوہیت والا نہیں ہے وہی غالب ہے اپنی بادشاہت میں اور حکیم ہے اپنی صنعت میں ف

یہ جملہ مستانفہ ہے اس میں اللہ عزوجل کی وسعت علم و احاطہ معلومات کا بیان ہے کہ فرمایا لا یخفی علیہ شیء۔ یعنے کوئی شے اسپر پوشیدہ نہیں ہے پس ہر چیز کی حالت وصفت وغیرہ بھی شے ہیں وہ بھی کوئی پوشیدہ نہیں اسواسطے کہ نکرہ تحت نفی سے عموم نفی ہے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے فقط زمین و آسمان ہی کو فرمایا تو جواب یہ ہے کہ حس انھیں دونوں تک رہتا ہے انسے تجاوز نہیں کرتا اسواسطے ان جاہلان وفد نجران کی فہمائش کو ایسا فرما دیا اور مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں چاہے کہیں ہو اور کسی وجہ پر ہو اور رد کی تقریر یہ ہے کہ نصاریٰ نے زعم کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام رب ہے حالانکہ عیسیٰؑ پر بہتیری چیزیں پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں اور عیسیٰؑ نے اگر بعض امور غیب کی خبر دی کہ تونے اپنے گھر میں یہ کھایا ہے یا یہ ذخیرہ کیا ہے تو یہ الوہیت پر نہیں دلالت کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت و معجزہ کے اسکو ان امور سے آگاہ فرما دیا تاکہ اسکی رسالت تمام ہو۔ اور زمین کو آسمان پر اسواسطے مقدم کیا کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کیطرف ترقی ہے اور نیز حس بھی یوں ہی چلتا ہے اور مقصود بھی یہ ہے کہ زمین میں جو ہے وہ اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ہو سکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے حی ہونے پر گویا دلیل ہے جیسے مابعد اسکے قیوم ہونے پر دلیل ہے اور اس کلام سے یونانیوں و فلسفیوں کا قطعاً رد ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بحیثیت جزئی نہیں جان سکتا ہے بلکہ بحیثیت کلی جانتا ہے اور یہ درحقیقت جزئی کے علم کی نفی ہے اور یہ کفر صریح ہے اور جزئی وہ ہے کہ تصور اسکا شرکت سے مانع ہو مثل زید وغیرہ کے اور کلی وہ ہے کہ اسکا تصور شرکت سے مانع نہو اگرچہ خارج میں وہ ایک ہی پر صادق آوے قولہ ہو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء **بیضاوی** نے کہا کہ گویا قیوم ہونے پر دلیل ہے اور وفد نجران پر رد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت وہ قائل ہیں اور انکار نہیں کر سکتے ہیں کہ وہ رحم مادر میں مصور ہوا اور اسی طرح پیدا ہوا جیسے بندے پیدا ہوتے ہیں پھر وہ کیونکر الٰہ ہو سکتا ہے جسکا یہ حال ہے اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ہے کہ ارحام میں تمہارے مختلف صورتیں شکل و طبیعت و رنگ میں پیدا کرتا ہے اور عیسیٰ بھی ایک بندہ رحم میں پیدا ہوا پس وہ بھی مخلوق بندہ ہے اور حضرت ابن عباس و ابن مسعود و چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً و موقوفاً روایت ہے کہ نطفہ جب رحم میں پڑتا ہے تو چالیس روز رحم میں رہکر جما خون ہوتا ہے پھر چالیس روز میں تھکا ہوتا ہے پھر چالیس روز میں جب مخلوق ہونے کو ہوتا ہے تو ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اسکی صورت بناتا ہے پس فرشتہ اپنی دونوں انگلیوں میں مٹی لیکر آتا ہے پس اس سے مضغہ کو خلط کر دیتا ہے پھر گوندھ کر اسکی صورت بناتا ہے جیسا حکم ہوتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ یہ نر ہوگا یا مادہ۔ یہ شقی ہوگا یا سعید اور اسکا رزق کیا اور اسکی عمر کیا ہے اور کیا اثر اور کیا مصائب ہیں پس جو حکم ہوتا ہے وہی فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر جب مرتا ہے تو یہ بدن اسی مقام پر دفن کیا جاتا ہے جہاں سے مٹی لی گئی تھی۔ اور یہ مضمون احادیث صحاح و سنن میں بھی موجود ہے اور معنے حدیث کے یہ ہیں کہ ازل میں جو کچھ ہر ایک بندے کے حق میں مقدر ہو گیا ہے وہ اس وقت اسکے مخلوق ہونے کی حالت میں تجدید کر دیا جاتا ہے

اور حضرت ابراہیم بن ادہم وغیرہ اکابر سے اس مقام پر عبرت انگیز اقوال مذکور ہیں بخوف تطویل میں نہیں لایا اور ہر مومن خود اس سے عبرت حاصل کر سکتا ہے **ف ۲** قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ ان اللہ لا یخفی علیہ شیء فی الارض ولا فی السماء۔ اس سے نیک بندوں کو امید ہے اور بندوں کو خوف ہے کیونکہ زمین میں جو اسکے اولیا کے سینوں میں ہے اور آسمان میں جو اسکے برگزیدہ فرشتوں کے دلوں میں ہے وہ کوئی اسپر پوشیدہ نہیں ہیں پس اس میں نیک بندوں کو تسلی ہے کہ وہ انکے احوال سے آگاہ ہے اور امتحان و رنج برداشت کرنے میں جو ان کو تکلیفیں پہونچتی ہیں ان کو جزا و حسن

ثواب عطا کریگا - یہ تو بہ نسبت نیک بندون کے ہو اور بہ نسبت بدون کے یہ ہو کہ اللہ عزوجل پر کیونکر کوئی چیز پوشیدہ ہوگی جسکو جسنے پیدا کیا ہو پس تمام مخلوقات کے ہر ذرہ سے وہ آگاہ ہو اور یہ تو بدیہی بات تھی لیکن یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نافرمان کافر بندون کو تخویف ہو ان کو ڈراتا ہو کہ ان کے دلون مین جو کچھ کفر کی نجاست اور میل ہو وہ سب جانتا ہو اور انکی بدفعلیون کی ان کو جزا دیگا - اور جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو خبردار رہ کہ اللہ عزوجل تیرے قلب پر مطلع ہو تیرے قلب مین خبردار سوائے اپنی کوئی چیز نہ دیکھے کہ تجھپر غضب کرے اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہین تو تم اپنی ہمتون کو بھی دیکھو کہ وہ نفسانی خواہشون و شبہات سے خالی رہین کیونکہ اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہو - قولہ تعالےٰ - ہوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء - یعنے وہی ہو کہ تمکو ارحام مین اپنی قدرت کے نور کا لباس پہناتا ہو اور مشاہدہ کے حسن سے تمکو زینت دیتا ہو تاکہ دیکھنے والا جب تمھاری صورتون پر نظر کرے تو اللہ تعالےٰ کے حسن ابداع اور اظہار جلال ربوبیت کو تمھارے چہرون سے ادراک کرکے نہایت مسرور ہو جیسے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلیم علیہ السلام کے حق مین فرمایا کہ القیت علیک محبۃ منی قال المترجم حاصل یہ ہو کہ ارحام مین جو تصویر مخلوق ہوتی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی حسن قدرت کا لباس پہنے ہو عارف کی نظر مین وہ نور قدرت ظاہر ہوتا ہو اور یہ کچھ آدمی پر موقوف نہین ہر درخت و چرند و پرند سب مین ہو لیکن آدمی مین ان سب سے زیادہ ہو فافہم - اور نیز وہی پاک پروردگار ہو کہ تمکو تمھاری مان کے پیٹون ہی مین ہدایت کی استعداد پر پیدا کر دیتا ہو - اور محمد بن علی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نور و تاریکی مین سے جسپر چاہتا ہو تمکو تمھاری مان کے پیٹون مین کر دیتا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے خلق کو تاریکی مین پیدا کیا اور اپنے نور سے انپر چھڑکا پس جسکو اس نور سے پہونچا اسنے تو ہدایت پائی ہو اور جو چوکا وہی گمراہ ہے -

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ

وہی ہو جسنے اُتاری تجھپر کتاب اس مین بعض آیتین پکی ہین وہ جڑ ہین کتاب کی اور دوسری

مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ

ہین کئی طرف ملتی سو جنکے دل پھرے ہوئے ہین وہ پیچھے لگتے ہین اس بات کے جو کتاب مین سے متشابہ ہو گمراہی ڈھونڈھنے کو

وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ

اور انکے کل بٹھلانے کو اور ان کی کل کوئی نہین جانتا سوائے اللہ کے اور جو لوگ مضبوط علم والے ہین کہتے ہین کہ ہم اس پر یقین لائے

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہو اور سمجھائے وہ ہی سمجھتے ہین جنکو عقل ہو

وقف لازم
وقف منزل

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ - واضحات الدلالۃ - هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ اصلہ المعتمد علیہ فی الاحکام - وہی اللہ تعالےٰ جسنے تجھپر کتاب اُتاری جس مین سے آیات محکمات ہین یعنے انکے معنے واضح ہین - یہ آیات ام الکتاب ہین یعنے اصل کتاب جنپر احکام شرعی کا مدار ہو - وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ - لایفہم معانیہا کاوائل السور - اور دیگر آیات متشابہات ہین یعنے انکے معانی بندون کی سمجھ مین نہین سماتے جیسے سورتون کے ابتدائی حروف متشابہ ہین کہ آپس مین ایک دوسرے سے مشابہ پڑتے ہین کہ انکے معانی فہم مین نہین آتے ہین - فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ میل عن الحق - فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ - طلب - الْفِتْنَةِ - بجاہلہم لوقوعہم فی الشبہات واللبس - پھر جن لوگون کے دلون مین -

یعنی

زیغ ہو یعنے حق سے موڑ ہو تو پیچھے پڑتے ہین اس کلام کے جو کتاب مین سے متشابہ ہو- بغرض فتنہ کے یعنے اپنے جاہلون کو شبہہ مین ڈالنے کے لیے- وَ ابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ- اور اسکی تاویل ڈھونڈھنے کے لیے وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وحدہ حالانکہ متشابہ کی تاویل کوئی جانتا نہین- سواے اللہ تعالیٰ کے یعنے فقط اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے- وَالرّٰسِخُوْنَ- الثابتون المتمکنون- فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ- ای المتشابہ انہ من عند اللہ ولا نعلم معناہ اور علم کے مضبوط لوگ کہتے ہین کہ ہم اسپر ایمان لائے- ف یعنے متشابہ پر ایمان لائے کہ متشابہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ٹھیک کلام ہے اور ہم اسکے معانے نہین جانتے ہین- كُلٌّ- من المحکم والمتشابہ- مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا- ہر ایک محکم و متشابہ ہمارے رب تعالےٰ کی طرف سے حق ہے- وَمَا يَذَّكَّرُ- ای يتعظ- اور نہین نصیحت پکڑتے ہین- اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ- اصحاب العقول مگر عقل والے ف محکم از احکام بمعنے اتقان ہے اور متشابہ از تشابہ بمعنے آنکہ بعض مشتبہ بعض یا معانی باہم مشتبہ ہین یعنے احتمال ہے کہ یہ معنے ہین یا وہ معنے ہین- پس اس مقام پر اللہ عز و جل نے آیات قرآن مجید کی دو قسمین فرمائین ایک محکم اور دوم متشابہ- اور ایک آیہ مین کل کتاب کو محکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا- الر کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت الآیۃ- اور علما کا اتفاق ہے کہ یہان احکمت سے مراد اسکے مفردات کلمات نہین فصاحت واسکی ترکیب کا اتقان ہے اور معنے یہ ہین کہ کتاب ایسی ہے کہ اسکے الفاظ رکیک نہین اور اسکے معانی مین کوئی بگاڑ نہین ہے اور حاصل یہ ہے کہ اس مین کوئی عیب نہین ہے اور دوسری آیت مین کل کو متشابہ فرمایا کہ کتابا متشابہا مثانی تقشعر منہ جلود الذین الآیۃ- اور یہان بھی علماے اتفاق کیا ہے کہ تشابہ سے مراد بعض آیات کا بعض سے خوبی نظم و صدق معنے مین مشابہ ہونا پس ان دونون آیات مین جو معنے لیے گئے ہین انکے اعتبار سے صلاحیت ہے کہ کتاب کی دو قسمین باین معنے کی جاوین جو یہان مذکور ہین کہ محکمات سے واضحات الدلالۃ اور متشابہات سے غیر مفہوم المعانی مراد ہے اور واضحات الدلالۃ سے یہ غرض ہے کہ ان آیتون کی عبارات ایسی محکم ہین کہ ان مین کوئی اجمال و اشتباہ معنے کی راہ سے نہین ہے پس علماے حنفیہ نے جو اصول مین اصطلاح پر تقسیم کی ہے ان مین سے نص و ظاہر و مفسر و محکم یہ چارون اس مین داخل ہین اور یہان سے ظاہر ہوا کہ اصطلاح مین جو محکم ہے اُس سے یہ محکمات اعم ہین اور محکمات سے یہان اصطلاحی معنے محکم کے مراد نہین ہین- بلکہ مطلق واضح الدلالۃ مراد ہے اور ایسے ہی متشابہات سے بھی اصطلاحی معنے مراد نہین بلکہ یہ معنے کہ انکے معانی نہ سمجھے جاوین خواہ اسوجہ سے کہ ان مین بہت سے معانی کا احتمال ہے یا اسوجہ سے کہ انکے معنے ہی سمجھ مین نہین آتے ہین پس اس مین مجمل و ماؤل اور جنکے معنے معلوم ہی نہین ہوتے مثل الم والرا وغیرہ کے سب داخل ہین اور یہ معنے جو مفسر رحمہ اللہ نے محکم و متشابہ کے یہان ذکر کیے ہین یہی ارجح الاقوال ہے اور یہی مراد ہے جو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ محکمات تو قرآن کے ناسخ و حلال و حرام و حدود و احکام ہین اور جنکا حکم دیا جاوے اور جنپر عمل کیا جاوے اور نیز ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ محکمات قولہ تعالےٰ قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا- اور اسکے بعد کی آیتین ہین اور قولہ وقضیٰ ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ- اسکے بعد کی تین آیتون تک ہین رواہ ابن ابی حاتم- اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ متشابہات سے منسوخ و مقدم و مؤخر و امثال و اقسام اور جنپر ایمان لایا جاوے اور عمل نہ کیا جاوے مراد ہین- اور سلف سے محکم و متشابہ کے بارہ مین اور بھی اقوال آئے ہین اور علما مین بھی اختلاف ہے اور مفسر رحمہ اللہ نے اتقان مین انکو بسط سے ذکر کیا ہے مین نے بخوف تطویل ترک کیا- قولہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ- یہان سے ان لوگون کی مذمت ہے جو متشابہات کی تاویل کے درپے ہوتے ہین اور اس مین دو قول ہین کہ مذمت کس معنے پر ہے پس جو لوگ فی العلم پر وقف کرتے ہین اور اس امر کے قائل ہین کہ متشابہات کی تاویل کو اللہ تعالےٰ اور راسخین فی العلم جانتے ہین وہ کلام کے معنے یہ بیان کرتے ہین کہ ابتغاء الفتنۃ- قید ہے یعنے متشابہ کی تاویل کے درپے اس نیت سے ہوتے ہین کہ لوگون کو فتنہ مین ڈالین حالانکہ اسکی تاویل سواے اللہ تعالیٰ و راسخین فی العلم کے کوئی نہین جانتا ہے اور جو لوگ الا اللہ پر وقف

کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ متشابہ کی تاویل کو اللہ عزوجل نے اپنے ہی واسطے رکھا ہی اسکو سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہی پھر باوجود اسکے
جو لوگ اسکے درپے ہوتے ہین وہ لوگ ہین کہ انکے دلون مین کجی ہی کہ یہ کجی انکو اس بات پر آمادہ کرتی ہی کہ اسکی تاویل کے درپے ہون اور لوگون کو
فتنہ مین ڈالین اور جمہور حنفیہ سے یہی قول ثابت ہوا ہی کہ متشابہ کی تاویل کو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہی اور شافعیہ اس امر
کے قائل ہین کہ راسخون فی العلم جانتے ہین ولیکن محقق مفسر رحمہ اللہ نے قول حنفیہؒ اختیار کیا کہ سوائے خدائے تعالے کے اسکی تاویل
کوئی نہین جانتا ہی چنانچہ - وحدہ - کا لفظ اسی اشعار کے لیے بڑھایا ہی اور یہی قول اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور انکے بعد کے علما کا ہے کہ
وقف الا اللہ پر ہو اور عبدالرزاق نے بسند صحیح حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ وہ یون پڑھا کرتے تھے وما یعلم تاویلہ الا اللہ ویقول الراسخون
فی العلم آمنا بہ - اور یہ صریح دلالت کرتا ہی کہ واو استیناف کا ہی اور بعض سلف نے لفظ علم پر وقف کیا اور یہی مجاہد وضحاک رحؒ سے منقول ہے
اور یہی ابن عباسؓ سے ایک روایت ہی اور **نووی** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہی اصح ہی کیونکہ یہ بعید بات ہی کہ اللہ تعالے
بندون کو ایسے کلام سے خطاب کرے کہ مخلوق مین سے کسی کو اسکے سمجھنے کی راہ نہو اور **ابن الحاجب** نے کہا کہ یہی مختار ہی **مترجم**
کہتا ہی کہ یہ عجیب ہی اسواسطے کہ جہمیہ فرقہ نے یہی کج بحثی کی کہ ضرور ہم اس کلام متشابہ کو سمجھ سکتے ہین پھر کیونکر **امام نووی و ابن**
**الحاجب** نے اصح و مختار کہا - **ابن السمعانی** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسکو مختار کہنا بھونڈی بات ہی اور **امام الحرمین** پہلے تو اس طرف
مائل ہوے کہ تاویل کو علمائے راسخین جانتے ہین پھر اس سے رجوع کیا اور کہا کہ ہمکو پسند تو یہی بات ہی کہ سلف کی اتباع کرین کیونکہ
وہ لوگ انکے معانی سے تعرض نہین کرتے تھے اور **شیخ ابن الصلاح** نے کہا کہ اُمت کے صدر و سادات ایسے مذہب پر گذرے
ہین اور اسی کو ائمۂ فقہاء و حدیث نے اختیار کیا ہی (الکمالین) اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو
ایسے لوگون کو جو پیچھے لگتے ہین قرآن مین سے متشابہ کے تو یہی لوگ ہین جنکا نام رکھا ہی اللہ عزوجل نے پس تم حذر کرو (رواہ البخاری و
احمد والترمذی وغیرہم) اور ابوامامہ نے حضرت صلعم سے قولہ تعالے فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ مین روایت کی
کہ وہ خوارج ہین اور قولہ تعالے وتسود وجوہ - مین فرمایا کہ وہ خوارج ہین (رواہ احمد وابن مردویہ من غیر وجہ) اور **ابن کثیر** رحؒ نے
فرمایا کہ اس حدیث کا کمتر مرتبہ یہ ہی کہ موقوف از کلام صحابی ہو اور اسکے معنے صحیح ہین اسواسطے کہ پہلے بدعت جو اسلام مین واقع ہوئی وہ
خوارج کا فتنہ تھا اور شروع فتنہ انکا بسبب دنیا کے تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے غنائم تقسیم کیے تو ان پلیدون کے سردار
ذوالخویصرہ نے جاکر حضرت صلعم سے کہا کہ آپ انصاف سے تقسیم کیجیے آپ نے انصاف نہین کیا پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے
اگر انصاف نہ کیا تو خسران ہی اگر مین انصاف نہ کرون تو کون انصاف کریگا افسوس ہی کہ اللہ تعالے مجھکو اہل زمین پر امین قرار دیتا ہے
اور تم مجھے امین نہین رکھتے ہو پھر جب یہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا تو عمر بن الخطابؓ نے اور ایک روایت مین خالد بن الولیدؓ نے اس کے قتل کرنے کی
اجازت مانگی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے کہ اسکی جنس مین سے ایک ایسی قوم نکلنے والی ہی کہ تم مین کا آدمی اپنی نماز کو ان کی
نمازون کے مقابلہ مین اور اپنی تلاوت کو انکی تلاوت کے مقابلہ مین حقیر جانے گا حالانکہ وے لوگ دین مین سے ایسے نکل جاوینگے جیسے تیر
کمان سے نکل جاتا ہی سو تم انکو جہان پاؤ قتل کر ڈالو کیونکہ انکے قتل کرنے مین انکے قاتل کو ثواب عظیم ہوگا پھر ان لوگون کا ظہور زمانۂ خلافت حضرت
امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ مین ہوا اور آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے نہروان مین انکو قتل کیا - ولیکن ان لوگون کی بالکل جڑ نہین کٹی اور
متفرق طور پر یہ لوگ جابجا رہے اور فتنہ انگیز تاویلین کرتے رہے اور ابن جریر نے حکایت کیا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءۃ یہ تھی

مگر ان تاویلہ الا عند اللہ والراسخون فی العلم الآیہ۔ اور ایسا ہی ابی بن کعبؓ سے حکایت کیا اور ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض سلف نے والراسخون فی العلم پر وقف کیا اور بہت سے مفسرین و اہل اصول نے اسی کا اتباع کیا اور ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مین بھی ان راسخین مین سے ہون جو متشابہ کی تاویل جانتے ہین اور مجاہدؒ سے بھی روایت ہی کہ راسخین فی العلم اسکی تاویل جانتے ہین اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے ابن عباس کے لیے دعا کی کہ اللہم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل۔ الٰہی اسکو سمجھ دیدے دین مین اور اسکو تاویل سکھلاوے **قال المترجم** تحقیق میرے نزدیک وہ ہی جو بعض علمائے محققین نے تحریر کیا ہی کہ تاویل اگر بمعنے حقیقت شے ومایؤول الیہ الامر لیا جاوے تو وقف الا اللہ پر واجب ہی کیونکہ حقائق امور ان کی کنہ کو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہی اور اسی معنے پر ہی قولہ ہل ینظرون الا تاویلہ۔ یہ لوگ کچھ انتظار نہین کرتے سوائے اس کی تاویل کے یعنے حقیقت عذاب آجاوے۔ اور امور معاد اسی قسم سے ہین مثلاً جنت کی عیش و راحت و حور و قصور و کھانا پینا وغیرہ اور روایت عبدالرزاق بطریق طاؤس از ابن عباس بایں معنے ہی اور اگر تاویل بمعنے تعبیر و تفسیر بدرجۂ رسوخ علم لیا جاوے تو وقف فی العلم پر درست ہی اور بایں معنے اسکی تاویل کو راسخین فی العلم جانتے ہین اور روایت مجاہد از ابن عباس بایں معنے ہی پس تاویل کے دو معنے ہوے ایک علم حقیقت و مآل کار اور دوم تفسیر پھر تاویل کے معنے اول خاص الخاص ہین جنکو سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا اور معنے دوم عام ہین لہذا ابن عباسؓ سے دونون قسم کی روایتین موجود ہین۔ اور عبدالرزاق نے بسند صحیح حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ تفسیر چار طرح پر ہی ایک وہ کہ کوئی اس کی فہم مین معذور نہین رکھا جائیگا یعنے سب سمجھ سکتے ہین۔ دوم وہ کہ عرب اسکو اپنی زبان مین پہچانتے ہین مثلاً خاص محاورہ۔ اور سوم وہ کہ راسخین فی العلم اس کو جانتے ہین اور چہارم وہ کہ سوائے خدائے تعالے کے اسکو کوئی نہین جانتا ہی (اسنادہ صحیح) اگر کہا جاوے کہ متشابہ کے معانے جب کوئی نہین جانتا ہی تو اسکے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہی تو جواب یہ ہی کہ مقصود اس سے مومنون کی مضبوطی کا امتحان ہی کہ وہ متشابہ پر اگر ٹھہر جاتے اور ایمان لاتے ہین اور کہتے ہین کل من عند ربنا۔ اور اسی پر اللہ عزوجل نے ان کی ثنا کی جیسے تاویل کے درپے ہونے والون کی مذمت کی ہی اور اعتراض مذاہب حشویہ و مرجیہ کو ہمنے ابتداے سورۂ بقرہ مین نقل کرکے رد کر دیا ہی فلیراجع اور عبید اللہ بن یزید رحمہ اللہ سے مجھون نے حضرت انسؓ وابو امامہ وابو الدرداء رضی اللہ عنہم کو پایا ہی روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا گیا کہ راسخین فی العلم کون ہین فرمایا کہ جس کی قسم پوری اور زبان سچی اور دل ٹھیک مستقیم ہو اور جسکا پیٹ عفیف ہو اور شرمگاہ عفیف ہو تو یہ شخص راسخین فی العلم مین سے ہی **قال المترجم** ظاہر کلام مقتضی ہی کہ یہ ادنیٰ مرتبہ ہی **ف۲** قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے منہ ایات محکمات۔ جاننا چاہیئے کہ محکمات وہ آیات ہین جو اس حال سے متبدل نہین ہوتی ہین جیسے ازل مین تھین اور یہ وہ آیتین ہین کہ مومنون کو ان کے احکام پر عمل کرنا ضرور ہی کیونکہ وہ خلق کی اصلاح اور ان کے ایمان ثابت رکھنے مین ایسی ہین جیسے مریضون کے حق مین دوا ہوتی ہی۔ اور ابو عثمان نے فرمایا کہ آیات محکمات وہ فاتحۃ الکتاب ہی کہ نہین جائز ہوتی ہی نماز بدون اسکے اور **شیخ محمد بن الفضل** رحؒ نے فرمایا کہ وہ سورۂ اخلاص ہی کیونکہ اس مین سوائے توحید کے اور کچھ نہین ہی۔ قولہ ہن ام الکتاب۔ یعنے کتاب الٰہی کے حکمون کا مدار ہین اور تمام معاملات کی جڑ ہین اور اہل دین کے دلون مین ایمان کا درخت جمنے کی جگہ ہین بایں طور کہ ان سے روز بروز ترقی ہوتی ہی اور جو خطاب الٰہی ہین انکے نور چمن لینے سے ارواح کو بہجت ہوتی ہی۔ قولہ واخر متشابہات۔ شواہد و آیات کے آئینہ مین ظہور اوصاف ذات و صفات کے التباس ہین۔ قولہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ الآیہ۔ جو لوگ حقیقت و معرفت کو نہین پہونچے اور اپنے آپ کو عارفون کی باتین جان کر عارف بنائے ہین وہ متشابہات مین اس غرض سے خوض کرتے ہین۔

کہ توحید کو طلب کرین حالانکہ اس حرکت مین وہ توحید سے کوسون دور پڑتے ہین کیونکہ وہ لوگ وہم والے ہین اور جو وہم والا ہوتا ہی وہ حادث چیز کی
حقیقت تو معلوم نہین کر سکتا پھر وجود حق عزوجل کو کیونکر پہچان سکتا ہی پس جب وہ متشابہ کے علوم حاصل کرنے کے درپے ہوتا ہی تو ان کی حقیقت
کو تو سمجھتا نہین بلکہ فتنہ مین پڑجاتا ہی اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالے کی نعمتون مین فکر کرو اور اللہ تعالے
کی ذات مین فکر مت کرو اور جو شخص کہ حقائق الیقین کے سمندرون سے پار نہین ہوا اور آئینۂ تحقیق مین نہین دیکھا ہی اور اس نے متشابہات
مین خوض کیا تو وہ اپنے ایمان کے مرتبہ سے بھی گرجاتا ہی اسواسطے کہ یہ تو اہل عقل کا مقام ہی جو ہر چیز مین حق عزوجل کو دیکھتے ہین چنانچہ بعض
اہل معانی کا مقولہ ہی کہ مین نے کسی شے پر نظر نہین کی مگر آنکہ اس مین اللہ تعالے کو دیکھا۔ اور جاننا چاہیئے کہ یہ جو بیان ہوا کہ یہ حق عزوجل کی تجلی کا
ظہور اس آئینۂ حادث مین ہی اور یہ معنے نہین ہین کہ حق تعالے جل جلالہ ان اشیا مین ہی اس واسطے کہ وہ تعالے تو حلول کی شکلون سے
پاک برتر ہی **قال المترجم** یہان شیخ نے صریح فرمادیا اور اس سے ان لوگون کو تنبیہ ہونا چاہیئے جو ہر چیز کو خدا کہتے ہین نعوذ باللہ منہ۔
قولہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ یہان حضرت عزوجل نے اپنی ذات پاک کو خاص کردیا کہ وہی اسرار متشابہات کے علم حقیقی کا دانا ہی کیونکہ جبروت
کی ہیبات ملکوت مین گنجی ہوئی و مندرج ہی باین صفت کہ اسکی تجلی نے حقیقت توحید و تفرید والون کے واسطے ظہور فرمایا پھر اللہ تعالے نے اپنے
خاص بندون کی طرف بھی اُس کے علم کا ایک شمہ منسوب کیا کہ وہ بھی فی الجملہ جانتے ہین یعنے حقیقت مکاشفہ مین التباس ہی کے
پھر ان کو علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہی۔ قولہ یقولون آمنا بہ۔ یعنے ایمان مشاہدہ و حقیقت علم و مکاشفہ کے عرفان پر ہم ایمان لائے ہین اور
راسخین فی العلم وہ لوگ ہین جن کو علوم لدنیہ کے اسرار اور معلومات آخرت کے عجائب کشف کردیے گئے جو ظاہری حواس سے باہر اور
تیز راسخ وہ عالم ربانی ہی جسنے اپنے خلق کو اللہ عزوجل کے خلق پر بنایا ہی یعنے جن اخلاق و عادات کے واسطے اللہ تعالے نے ہدایت فرمائی اور
ان کو پسند فرمایا ہی انھین کو اس شخص نے اختیار کیا ہی اور یہ توفیق و رحمت الٰہی ہی اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راسخین فی العلم وہ لوگ ہین
جنکی ارواح نے غیب الغیب کے سر السر مین مضبوطی سے مقام پایا ہی پس حضرت عزت جل جلالہ نے انکو بتلا دیا کہ جو کچھ دیا اسکو اللہ تعالے ہی
خوب جانتا ہی اور ان لوگون نے دریاے علم مین کچھ کے ساتھ زیادتی کی خواہش سے خوض کیا تو اُن کو پوشیدہ خزانون سے ہر حرف کے تحت
مین فہم دی گئی اور خطاب کے لطائف و عجائب عطا ہوے کہ وہ حکیم ہوے کہ انکی ہر بات تمام حکمت ہی۔ اور **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم مین
رسوخ یہ ہی کہ اللہ تعالے زیادہ ظہور و نور اپنی طرف سے دیدیتا ہی جیسے فرمایا کہ قل رب زدنی علما۔ تو کہہ کہ اے پروردگار میرے مجھے علم زیادہ دیدے
اور کہا کہ راسخ فی العلم جسکو علوم مکاشفہ حاصل ہین وہ عالم ربانی نورانی ہی اور علو کے احکام چار ہین ایک وحی دوم تجلی سوم عندی چہارم لدنی۔
اور بعض اکابر نے کہا کہ راسخ فی العلم وہ شخص ہی کہ خطاب سے جو مراد ہی اسکے محل و مقام پر مطلع کردیا جاوے۔ استاد رحمہ اللہ نے اہل یقین و اہل زیغ کا
حال اس طرح بیان کیا کہ جو لوگ انوار بصائر سے تائید دیے گئے ہین وہ اپنی جانون کے آفتاب سے روشن ہین اور جن لوگون پر شک کا پردہ
ڈالدیا گیا اور لطائف تحقیق سے محروم کیے گئے ہین تو وہم و گمان ان کو گھیرتے ہین اور وہ تلبیس مین ہلاک ہوتے پھرتے ہین پس ان کی طرف
سے انکار پر انکار ہی بڑھتا جاتا ہی اور شک پر نفرت بڑھتی جاتی ہی اور فرمایا کہ جس نے اللہ عزوجل کی طرف سے تاویل کا علم پایا اس کا ایمان
بدون احتمال کے ہوتا ہی اور اسکی خاطر مین صفائی ہوتی ہی بلکہ صریح ظہور و صاف یقین سے ہوتا ہی **قال المترجم** خلاصہ یہ کہ علم ازلی مین
جو رحیم اپنے تمام و کمال حال سے واقف تھین یہان شریعت کی اتباع سے آخر ان کو وہ حال منکشف ہوگیا اور اسی واسطے
وہ لوگ صدق و ثبات کی دعا کرتے ہین۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ

اے رب ہمارے دل نہ پھیر جب ہمکو ہدایت دے چکا اور دے ہمکو اپنے ہان سے مہربانی توہی ہو

الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝ ع ۸ ۹

بہت دینے والا اے رب ہمارے تو جمع کرنے والا ہی لوگون کو ایک دن جس مین شبہہ نہین بیشک اللہ خلاف نہین کرتا وعدہ

وایضا یقولون اذا راؤمن یتبعہ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا۔ تملہا عن الحق باتباع تاویلہ الذی لا یلیق بنا کما زغت قلوب اولئک یہ اہل ایمان وراسخین فی العلم جب دیکھتے ہین کہ کوئی متشابہ کے درپے ہوتا ہی تو کہتے ہین۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا اے ہمارے رب نہ موڑیو ہمارے دلون کو حق سے باین طور کہ ہم درپے ہون ایسی تاویل کے جو ہمارے لائق نہین ہی جیسے کہ تونے موڑ دیا گمراہون کے دلون کو۔ بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ارشدتنا الیہ۔ بعد اسکے کہ تونے ہمکو ارشاد وہدایت دیدی اس کی طرف۔ وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً۔ اور عطا کر ہمکو اپنے پاس سے وہ رحمت ونعمت یعنے یون کہ ثابت رکھ تو ہمکو حق پر۔ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔ توہی تو عطا فرمانے والا ہی۔ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ۔ تجمعہم۔ لِيَوْمٍ۔ فی یوم۔ لَا رَيْبَ۔ شک۔ فِيهِ۔ ہو یوم القیامۃ فتجازیہم باعمالہم کما وعدت بذلک۔ ہمارے رب تو جمع کرے گا لوگون کو ایک دن مین کہ جس مین کچھ شک نہین۔ وہ قیامت کا روز ہی پس لوگون کو انکے اعمال کا بدلا دے گا جیسا کہ تونے اسکا وعدہ فرمایا ہو۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ اللہ تعالے وعدہ خلاف نہین فرماتا ہی

ف پس وعدہ قیامت وثواب جنت سب ٹھیک ہی۔ فیہ التفات عن الخطاب ویحتمل ان یکون من کلامہ تعالے والغرض من الدعاء بذلک بیان ان ہمہم امر الآخرۃ ولذلک سالوا الثبات علی الہدایۃ لینالوا ثوابہا۔ روی الشیخان عن عائشۃ قالت تلا رسول اللہ صلعم ہذہ۔ ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات الی آخرہا وقال فاذا رایت الذین یتبعون ما تشابہ منہ فاولئک الذین سمی اللہ تعالے فاحذروہم۔ وروی الطبرانی فی الکبیر عن ابی مالک الاشعری انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما اخاف علی امتی الا من ثلث خلال وذکر منہا ان یفتح لہم الکتاب فیاخذہ المومن یبتغی تاویلہ ولیس یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب الحدیث کلام مین التفات ہی خطاب سے یعنے انک لا تخلف المیعاد کی جگہ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ کہا اور احتمال ہو کہ یہ اللہ عز وجل نے فرمایا کہ وہ تعالے خلاف میعاد نہین فرماتا ہی۔ اور ایسی دعا کرنے سے غرض یہ ہو کہ ظاہر ہو کہ تمام ہمت ان مومنون کی فقط امر آخرت ہو اور اسی واسطے ان لوگون نے ہدایت پر قائم رہنے کی درخواست کی تاکہ آخرت کا ثواب پاوین اور بخاری ومسلم رحمہما اللہ تعالے نے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کی کہ پڑھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات الآیۃ اور فرمایا کہ جب دیکھو ایسے لوگون کو جو پیچھے پڑتے ہین ایسے کلام کے جو کتاب مین سے متشابہ ہو تو یہی لوگ ہین جنکا نام رکھا ہو اللہ تعالے پس اُن سے حذر کرو۔ اور طبرانی رحمہ اللہ تعالے نے معجم کبیر مین ابو مالک اشعری رضہ سے روایت کی کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہین خوف کرتا ہون مین اپنی اُمت پر مگر تین باتون سے اور انھین باتون مین سے ایک یہ بیان کی کہ ان کے سامنے کتاب اللہ تعالے کھولی جاوے پس مومن اسکو لیکر تاویل تلاش کرنے لگے حالانکہ اسکی تاویل کوئی نہین جانتا سوائے اللہ تعالے کے اور جو لوگ کہ راسخین فی العلم ہین وہ کہتے ہین آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ف ابن کیسان نے کہا کہ ان لوگون کی درخواست یہ تھی کہ زیغ مین نہ پڑین یعنے ایسا نہو کہ ان کے دل زائغ ہو جاوین بمانند

قولہ تعالےٰ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم الآیۃ۔ پھر جب کج ہوے تو کج کردیا اللہ تعالےٰ نے انکے دلون کو۔ یہ نصرانیون کی مذمت ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام سے توحید
پائی تھی پھر شرک کرکے کج ہوے تو اللہ تعالےٰ نے انکے دل ٹیڑھے کردیے کہ اب سچی بات کو قبول نہین کرتے ہین۔ پس مومنون نے ایسی
کجی سے پناہ مانگی۔ گویا جب انھون نے سُنا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ۔ تو دعا کرنے لگے کہ ربنا لاتزغ
قلوبنا باتباع المتشابہ۔ اور اس مین دلیل ہو کہ ازاغت اور ہدایت دونون اللہ تعالےٰ کے خلق سے ہو اور یہی اہل سنت کا مذہب ہو اور حدیث
مین ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت رکھیو پھر پڑھی یہ آیت ربنا لاتزغ قلوبنا بعد
اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و اصل اسکی صحیحین مین ہو۔ اور وہاب وہ ہو کہ تفضل کے ساتھ عطا کرے
اور اس مین صریح دلیل ہو کہ اللہ تعالےٰ پر کچھ واجب نہین ہو وہ فضل سے دیتا ہو اور اشعار ہو کہ وہ ہر چیز اپنے فضل سے دیتا ہو کسی چھوٹی یا بڑی
چیز کی خصوصیت نہین ہو۔ اور ظاہر آیہ سے ثابت ہوتا ہو کہ متشابہات کی تاویل جاننے کے درپے ہونا زیغ ہو خود اس سے پناہ مانگنی چاہیے ہو۔
اور حدیث مین حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی کتاب ایک باب و ایک حرف پر اُترتی تھی اور یہ قرآن
سات حرف پر اُترا زاجر و آمر اور حلال و حرام اور محکم و متشابہ اور امثال پس اُسکے حلال کو حلال جانو اور اسکے حرام کیے ہوے کو حرام جانو اور
اسکے امر کی فرمانبرداری کرو اور جس سے منع کیا اس سے باز رہو اور اسکے امثال سے عبرت حاصل کرو اور اسکے محکم پر عمل کرو اور اس کے
متشابہ پر ایمان لاؤ اور کہو کہ آمنا بہ کل من عند ربنا یعنے یقین مانا کہ سب ہمارے رب عز و جل کی طرف سے ہو۔ اخرجہ ابن جریر والحاکم وصححہ اور ابوہریرہؓ
سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا اور قرآن مین مراء کفر ہو جو تمکو معلوم ہو اس پر عمل کرو اور
جو اس مین تمکو نہ معلوم ہو اسکو اسکے جاننے والے کی طرف چھوڑو۔ اخرجہ ابن جریر وابن المنذر و اسنادہ صحیح۔ اور ایک حدیث مین ہو کہ جو
اسکے متشابہ مین ہو اسپر ایمان لاؤ۔ اخرجہ نصر المقدسی عن ابن عمرؓ اور صحیحین وغیرہ کی حدیث عائشہؓ پہلے مذکور ہوئی اور سلیمان بن یسار
سے روایت ہو کہ ایک مرد جسکو ضبیع کہتے تھے مدینہ مین آیا اور اسنے متشابہ القرآن کو پوچھنا شروع کیا پس عمرؓ کو خبر ہوئی تو آپ نے خرما کی چھڑیان
منگوا کر رکھین اور اسکو بلوایا اور فرمایا کہ تو کون ہو اسنے کہا کہ مین ضبیع ہون پس فرمایا کہ اور مین اللہ تعالےٰ کا بندہ عمر ہون یہ کہکر ایک
چھڑی ہاتھ مین لی اور اسکو مارا یہانتک کہ اسکا سر خون آلودہ ہوگیا تو بولا کہ اے امیر المومنین بس آپ کو اسی قدر کافی ہو میرے سر مین سے وہ بات دُور
ہوگئی جو مین پہلے پاتا تھا۔ اخرجہ الدارمی ونصر المقدسی واخرجہ ابن عساکر عن انسؓ وقد اخرجہ جماعۃ۔ اور اس قصہ مین ہو کہ حضرت عمرؓ نے اہل بصرہ کو
لکھ بھیجا کہ ضبیع کو ساتھ نہ بیٹھنے دین اور نہ اسکے پاس بیٹھین۔ اور طبرانی نے معجم کبیر مین ابو مالک اشعری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت پر کچھ خوف نہین مگر تین باتون کا ایک یہ کہ انکے پاس مال بہت ہو جاوے پس باہم حسد کرین اور لڑ مرین۔ دوم یہ کہ ان کے
لیے کتاب کھولی جاوے پس مومن اسکو لیکر اسکی تاویل کرنا شروع کرے حالانکہ نہین جانتا کوئی اس کی تاویل کو سواے اللہ تعالےٰ کے و
الراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ الآیہ۔ سوم یہ کہ اپنے علم کو دیکھین اور اسکو ضائع کرین اور انکی کچھ پروا نہ کیجائے گی۔ قال ابن کثیر غریب جدًا قولہ
ان اللہ لایخلف المیعاد۔ میعاد بروزن مفعال بمعنے مصدر ہو ذکرہ العکبری اور معنے یہ ہین کہ گویا جب اُنھون نے اپنے پروردگار سے کجی
سے پناہ کی درخواست کی اور چاہا کہ انکو اپنے فضل سے رحمت عظمیٰ دیکر ہدایت پر رکھے تو دعا مین یہ بھی کہا کہ ربنا انک جامع الناس الخ یعنے اس
سوال سے ہماری غرض کچھ خوبی دنیاوی نہین ہو کہ وہ تو گذر نے والی ہو بلکہ بڑی غرض آخرت ہو کہ تو عاقبت مین لوگون کو جمع کرنے والا ہو
اور تیرا وعدہ حق ہو پس جو یہان زائغ ہوا وہ وہان ہمیشہ عذاب مین پڑا رہے گا اور جس کو یہان ہدایت و رحمت ملی ہے وہ وہان

ہمیشہ کرامت وسعادت مین رہیگا۔ اور جاننا چاہیئے کہ معتزلہ نے اس آیت سے دلیل پکڑی کہ فاسق جو بغیر توبہ کے مرا ہی اور اسکے حق مین عذاب
کی وعید ہی تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ خلاف وعید نہوگا اور وہ ضرور عذاب پاوے گا اور وعید عذاب بھی وعدہ مین داخل ہی چنانچہ اللہ
تعالےٰ نے فرمایا کہ قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا۔ یعنے جنت والے دوزخ والون سے یون کہین گے کہ ہم سے جو کچھ ہمارے
رب نے وعدہ فرمایا تھا وہ ہمنے پایا پس تم کو جو کچھ تمھارے رب تعالےٰ نے وعدہ دیا تھا وہ تمنے بھی پالیا یعنے عذاب جہنم پس عذاب وعید کو بھی وعدہ
کہا گیا اور جواب دیا گیا کہ فاسق کے حق مین عذاب کی وعید ہی اور دیگر دلائل سے تم بھی قائل ہو کہ یہ وعید عذاب اس پر مطلقاً نہین ہوگا بلکہ اسوقت
ہوگا کہ اسنے توبہ نہ کی ہو پس تم بھی تخصیص کے قائل ہوا اسی طرح ہمنے احادیث سے ثابت کیا کہ فاسق کو وہان عذاب جب ہوگا کہ شفاعت وغیرہ
سے اسکو عفو نہ کیا جاوے اور یہ مضمون احادیث مین بدرجہ متواتر پہونچا ہی۔ اور اگر ہم مان بھی لین تو ہم کہتے ہین کہ یہان وعدہ مین خلاف نہ کرنا فرمایا
اور وعدہ کا استعمال امر خیر مین ہی یعنے جو بھلائی کا وعدہ فرمایا ہو اس مین خلاف نہوگا اور رہا برائی کا وعدہ تو اسکو وعید کہتے ہین اور یہ جو تم نے کہا کہ
وعید بھی وعدہ مین داخل ہی تو ہم کہتے ہین کہ یہ حقیقت نہین ہی اور رہا آیت مین اطلاق تو وہ کھسیانے وشرمانے کے طور پر ہی جیسے فرمایا فبشرہم بعذاب
الیم۔ ان کو خوشخبری دے عذاب دردناک کی یہ بطور تحکم ہی اور ایسے ہی دوزخی کو کہا کہ ذق انک انت العزیز الکریم۔ چکھ اس عذاب کو تو تو بہت
عزیز وبزرگ ہی۔ علامہ **واحدی** نے بسیط مین ذکر کر جائز ہی کہ اس آیۂ کریمہ مین میعاد کا لفظ مومنون کے وعدہ پر محمول کیا جاوے
بقرینۂ لایخلف کے اس واسطے کہ بیان مدح کا ہی اور مدح اسی مین ہی کہ وعدہ خیر مین خلاف نہو اور رہا عذاب وتکلیف دہی کے
وعدہ مین خلاف کرنا تو یہ عرب کے نزدیک خود تعریف ہی چنانچہ کہا ؏ اذا وعد السراء انجز وعده + وان وعد
الضراء فالعفو مانعه۔ یعنے وہ ایسا بزرگ خصلت ہی کہ جب بھلائی کا وعدہ کرتا ہی تو اپنا وعدہ پورا کردیتا ہی اور جب برائی کا وعدہ
خوف دلاتا ہی تو اسکا عفو اس وعید کے پورے کرنے سے اسکو روکتا ہی اور نیز دوسرے نے کہا ؏ وانی وان اوعدته او وعدته لمخلف
ایعادی ومنجز موعدی + اور مین ایسا ہون کہ مین نے اگرچہ اسکو ایعاد کیا یعنے عذاب سے وعید کیا یا اسکو وعدہ دیا پر مین اپنے ایعاد
یعنے وعید سزا کو خلاف کرنے والا ہون اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہون۔ پس معلوم ہوا کہ وعدہ خیر پورا کرنا مدح ہی اور وعید مین خلاف کرنا مدح
ہی اور بعین سے اشاعرہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کا خلف وعید مین روا ہی لیکن ہمارے نزدیک جواب صحیح نقط اول ہی اور حق یہ کہ وعدہ ووعید
کسی مین خلاف نہین ہوگا **ف**۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا۔ یعنے ہمارے دلون کو کج مت کر باین طور کہ تیری
ہدایت سے برگشتہ ہون قولہ وہب لنا من لدنک رحمۃ۔ رحمت سے مراد علم خاص ومعرفت تامہ ہی قولہ انک انت الوہاب ایسا کچھ
ہبہ کیا کہ اسکا شکر شمار مین نہین اسکتا ہی اور **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قوم نے اللہ تعالی کی طرف تفرع کرنے اور اس کے سامنے مسکنت
ظاہر کرنے کے لیے اسکی طرف رجوع کیا اور **جعفر** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے دلون کو اپنی طرف سے کج نہ فرما بعد ازانکہ تو نے ہمکو اپنی طرف راہ دی
ہی اور قولہ من لدنک رحمۃ۔ یعنے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق اپنی خدمتگزاری پر ہمکو ثابت قدم کردے۔ انک انت الوہاب۔ یعنے
تو اپنے بندون کو اپنے فضل سے وہ کچھ نعمتین عطا فرماتا ہی جس کے وے کچھ بھی مستحق نہین ہین یعنے ان کو کوئی استحقاق ذاتی نہین ہی۔ اور
استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جتنا انکا قرب بڑھتا گیا اتنا ہی انکا ادب بڑھتا گیا اور دوری سے پناہ مانگنا رعایت ادب ہی اور بعض نے
کہا کہ جب خوبی سے استعانت چاہنے مین وہ سچے ہوے تو اُن کو انوار کفایت سے مدد دی گئی۔ قولہ ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب
فیہ۔ یعنے او تعالےٰ اہل حقیقت حق وشریعت صدق کو مقام قربت مین جمع کرنے والا ہی پس مومنین تو کرامت مین ہین اور

موقنین مقام مشاہدہ مین اور محبین مقام وصل مین اور عارفین مقام انس مین ہین - اور ہر گروہ تیرے حضور مین اپنے انتہائی مقصد و نیت کے موافق پہونچ جائے گا یعنے دنیا مین مقامات و حالات و مکاشفات و مشاہدات کے مقامون مین سے جو گروہ جس حال پر تھا اسی کے موافق تیری جناب مین اس کی رسائی ہوگی جیسے اہل باطل و کفر و ضلالت اپنے اپنے درجہ کے موافق ملعون و مطرود ہونگے - اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج کے روز تو اللہ تعالیٰ نے دوستون کو نزدیکی حاصل کرنے کے مقام مین رکھا ہی یعنے اپنے اپنے مقدور سے کوشش کرین اور کل کے روز یعنے قیامت مین سبھون کو ثواب و عذاب کے محل مین جمع کرے گا - آج کے روز تو اسرار کو اکٹھا کر دیا کہ جلال و جمال کا مکاشفہ چاہین اور کل کے روز ہر حال کے موافق ہول و امن مشاہدہ کرنے اور رنج و خوشی اُٹھانے کے مقام مین بے پردہ جمع فرما دیگا قولہ تعالےٰ ان اللہ لا یخلف المیعاد یعنے جو کچھ اپنے انبیاء و اولیاء مومنین سے وعدہ کیا ہی کہ انکو فلاح و مشاہدہ کی نعمت تک پہونچاویگا اس مین خلاف نہین فرماتا ہی اور نیز اللہ تعالیٰ کا وعدہ خلاف ہو نہین سکتا ہی کیونکہ علم الٰہی قدیم ہی پس وہ منزہ و پاک ہی کہ کوئی فعل اس کا ایسے علم سے ہو جو جدید پیدا ہو بلکہ سب اسکے علم قدیم مین مقرر ہو چکا ہی تو وہی ہو گا جیسے دنیا مین وہی ہوتا ہی اور **شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دنیا مین بھی اسکی میعاد کے خلاف نہین ہوتا ہی چنانچہ جو کچھ اسنے اپنے علم ازلی کے موافق سعادت یا شقاوت کا وعدہ مقرر فرمایا ہی وہ ضرور ہوتا ہی پس کوئی زاہد تو خلاف زہد نہین کرتا اور کوئی فاسق اپنے فسق سے نہین چوکتا اور **واسطی** رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اسکی جزا و عوض دیدیگا اور بندگان خاص کو قرب دیدار کے مقام خاص مین اُتار دیگا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَ

جو لوگ منکر رہے ہرگز کام نہ آوینگے ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور

أُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

وہی ہین ایندھن دوزخ کے جیسے دستور فرعون والون کا اور جو لوگ ان سے پہلے تھے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

جھٹلایا انھون نے ہماری آیتون کو پھر گرفتار کیا اللہ نے انکو انکے گناہون پر اور اللہ کی مار سخت ہی۔

**لَن تُغْنِيَ** - تدفع - **عَنْهُمْ** - یعنے دفع نہ کرینگے - **مِّنَ اللَّهِ** ای من عذابہ - یعنے عذاب اللہ سے - **وَقُودُ النَّارِ** بفتح الواو و مایوقد بہ - یعنے وقود بفتح واو وہ چیز جس سے آگ روشن کیجاوے - دابہم - **كَدَأْبِ** - کعادۃ - یعنے کداب خبر مبتداء محذوف ہی ای داہم حاصل کداب اور داب کے معنے عادت - **مِن قَبْلِهِمْ** - من الامم کعاد و ثمود - یعنے فرعون والون سے اگلی امتین مانند عاد اور ثمود کے - **فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ** - اہلکہم - یعنے انکو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا - **بِذُنُوبِهِمْ** - والجملۃ مفسرۃ لما قبلہا یا ہو بسببہ ای بسبب ان کے گناہون کے اور جملہ کذبوا بآیاتنا الے آخرہ - یہ اپنے ماقبل کا مفسر ہی یعنے انکا داب کیا تھا اور کیا انکے ساتھ کیا گیا اسی واسطے حروف عطف نہین ہی - ف اللہ عز و جل نے اس کتاب مجید کے ایمان لانے والون اور زیغ سے پناہ مانگنے والون کا اچھا حال و وعدہ ثواب ذکر فرمانے کے بعد ان لوگون کا حال خراب بیان فرمایا جو کافر و منکر ہوے جیسے وفد نجران نے انکار کیا اور بعض نے فرمایا کہ ان الذین کفروا سے وفد نجران ہی مراد ہے - مگر اولیٰ یہ ہی کہ تمام کفار مراد ہین اور عذاب مذکور کی وعید انکے حق مین جب ہی ہوگی کہ کفر ہی پر مر گئے ہون اور کفر مین کسی لکن ایمان کا کفر ہو داخل ہی پس اگر کوئی شخص ہی کہ اللہ تعالیٰ کو واحد جانتا ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہین

مانتا ہو وہ کافر ہو اور وہ واقعی اللہ تعالےٰ کی توحید نہیں جانتا ہو کیونکہ معتبر وہ توحید ہو جو رسول اللہ صلعم کے فرمانے سے ثابت ہو اور ایسے ہی اگر قرآن سے منکر ہو تو کافر ہو۔ قولہ من اللہ شیئا۔ مبرد نے کہا کہ من براے ابتداے غایۃ ہو بحذف مضاف ای من عذاب اللہ ابو حیان نے کہا کہ یہی ارجح ہو۔ واولئک ہم وقود النار۔ ضمیر منفصل مفید حصر یا قصر ہو یعنے یہی ایندھن ہونگے یا انکے حق مین ایندھن ہی ہونا واجب ہو اگر کہا جاوے کہ بعضے گنہگار مومنین بھی دوزخ مین جاوینگے تو حصر ان مین کیونکر ہوا جواب یہ ہو کہ گنہگار مومن ایندھن نہون گے بلکہ ان کو تکلیف و عذاب پہونچے گا اور ایسے ہوجاوینگے جیسے کہ جھانوان یا کوئلہ ہوتا ہو اور ایندھن فقط کفار ہونگے۔ اور ان کے اموال و اولاد کام نہ آوینگے یہ کمال عذاب ہو اسواسطے کہ جس چیز سے اسکو بھروسا تھا وہ دور کردی پھر اسپر اور اسباب الم دینے والے مجتمع ہوئے پس قولہ لن تغنی عنہم اموالہم ولا اولادہم سے بھروسا توڑا کیونکہ سختی کے وقت آدمی اپنے مال و اولاد کی طرف بھروسا کر کے دوڑتا ہو پس اللہ تعالےٰ نے ظاہر فرمایا کہ روز قیامت کی صفت اس دنیا سے خلاف ہو پس جبکہ مال و اولاد جو بہت نزدیک کے وسیلہ نفع تھے اسکو نافع نہوئے تو اور چیزین بدرجہ اولیٰ نفع نہ دینگی پھر اس پر یہ کمال کہ وقود النار ہونگے اور یہ انتہا کا عذاب ہو کہ ان مین آگ اس طرح لگے گی جیسے ایندھن کی سوکھی لکڑی مین لگتی ہو نعوذ باللہ منہ۔ قولہ کداب آل فرعون۔ یہ جملہ یا تو مستانفہ ہو خبر مبتدا محذوف ای دابہم کداب آل فرعون مع موسیٰ۔ یعنے وفد نجران کافرون کی یا مطلق کافرون کی عادت انکار آیات حق تعالےٰ وکفر برسول صلعم مین ویسی ہی ہو جیسے فرعون والون کی عادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی اور بعض نے کہا کہ متصل بماقبل ہو ای لن تغنی عنہم کما لم تغن عن آل فرعون یا توقد النار بہم کما توقد بآل فرعون۔ اور اول قول جمہور محققین ہو اور داب بمعنے حال و عادت و شان ہو اور ابن عباس رضہ سے روایت ہو کہ کداب آل فرعون ای کصنیع آل فرعون اور ایسا ہی عکرمہ و مجاہد و ابو مالک و ضحاک و غیرہم سے مروی ہو اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ البتہ جن لوگون نے کفر کیا کچھ نہین دفع و نفع کرینگے ان سے ان کے اموال و اولاد وقت طاری ہونے عذاب و انتقام کے مثل آل فرعون و اگلے کافرون کے گرفتار کرلیا یعنے ان کو نہ نفع دیا ان کو انکے مالون و اولاد نے۔ قولہ فاخذہم اللہ بذنوبہم۔ یہان فاخذناہم نہین فرمایا۔ بلکہ بجاے اسم ضمیر کے اسم ظاہر فرمایا بغرض ہول دلانے کے اور ایسے ہی قولہ واللہ شدید العقاب۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○

کہدے منکرون کو کہ جلدی — تم مغلوب ہوگے اور ہانکے جاؤگے دوزخ کو اور کیا برا بستر ہو — دوزخ •

ونزل لما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہود بالاسلام فی مرجعہ من بدر فقالوا لہ لا یغرنک ان قتلت نفرا من قریش اغمارا لا یعرفون القتال جبکہ بدر کی لڑائی جہاد سے لوٹنے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام لانے کا حکم کیا تو بولے کہ آپ کو غرور مین نہ ڈالے یہ بات کہ آپ نے قریش مین سے چند ناتجربہ کارون کو جو لڑائی نہین جانتے تھے قتل کر ڈالا ہو تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ قُلْ۔ یا محمد۔ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ من الیہود۔ کہدے اے محمد ان لوگون سے جو کافر ہین یعنے یہودیون سے کافرون کو کہ۔ سَتُغْلَبُوْنَ۔ تم لوگ دنیا مین لوگ عنقریب مغلوب کیے جاؤگے۔ تغلبون بالتاء والیاء فی الدنیا بالقتل والاسر وضرب الجزیۃ وقد وقع ذلک۔ اکثر قرار کے قراۃ مین ستغلبون بتاء خطاب ہو یعنے تم لوگ مغلوب کیے جاؤگے اور حمزہ و کسائی کی قراۃ مین بیا غیبت ہو یعنے یہ کافر لوگ مغلوب کیے جاوینگے اور معنے یہ کہ عنقریب دنیا مین قتل و قید و جزیہ باندھے جانے سے مقہور کیے جاؤگے اور یہ معجزہ قرآنی ہو کہ ان خاص لوگون کا انجام بیان کردیا پھر ایسا ہی واقع ہوا پس ایک تو یہ کہ حکم دیا کہ انکو آگاہ کردے کہ دنیا مین تم عنقریب مغلوب و خوار ہوگے۔ دوم۔ وَتُحْشَرُوْنَ۔ بالوجہین فی الآخرۃ اور محشور کیے جاؤگے یعنے آخرت مین۔ اِلٰى جَهَنَّمَ۔ فتدخلونہا۔ جہنم کی طرف ف پھر خالی یہی نہوگا بلکہ جہنم مین داخل کیے جاؤگے۔ ایک قراۃ یحشرون بیاء

تحفیہ لعینہٖ غائب ہی۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ الفراش ہی۔ اور بُرا بچھونا ہی دوزخ۔ ف محی السنہ نے معالم مین و ابن کثیرؒ نے اپنی
تفسیر مین بروایت محمد بن اسحاق ذکر کیا کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی مین اپنی قلیل جماعت کے سامان سے کفار قریش کو باوجود تنگی
کثرت و سامان کے شکست دیکر قتل و قید کی مصیبت پہونچائی پھر وہان سے مدینہ کو لوٹے تو یہودیون کو بازار بنی قینقاع مین جمع کیا اور فرمایا کہ ای
گروہ یہود تم مسلمان ہو جاؤ قبل اسکے کہ تمکو بھی ویسی ہی مصیبت پہونچے جیسی قریش کو پہونچی تو بولے کہ ای محمد آپ کو یہ بات اپنے جی مین غرور نہ
دلاوے کہ آپ نے قریش کے چند آدمی مار ڈالے جو لڑائی مین ناتجربہ کار تھے لڑائی کا ڈھنگ نہین جانتے تھے اور واللہ اگر تم ہم سے قتال
کرو تو جانو کہ البتہ مرد ہم ہین اور تم ہم ایسون سے کبھی نہین بھڑے پس اللہ تعالےٰ نے اسی بارہ مین نازل فرمایا قل للذین کفروا ستغلبون۔ تا قولہ
لعبرۃ لاولی الابصار۔ اسکو محمد بن اسحاق نے ابن عباسؓ اور عاصم بن عمر و رحمہ اللہ سے روایت کیا ہی وقد اخرجہ ابوداؤد ایضاً اغمار جمع غمر ہرایسے
مرد کو کہتے ہین جس نے امور کا تجربہ حاصل نہ کیا ہو۔ اور ستغلبون مین ان کافرون کے مغلوب ہو جانے کا وعدہ ہی اور اللہ عز وجل نے یہ وعدہ
پورا کر دیا کہ قریظہ کو حضرت صلعم نے قتل کر ڈالا اور بنی نضیر کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا اور خیبر کو فتح کر کے وہان کے یہودیون پر جزیہ مقرر کیا
اور یہ خبر غیب ہی اور دلائل نبوت مین سے ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ اس مین یہ بھی معجزہ ہی کہ یہ لوگ ایمان نہ لاوینگے کیونکہ فرمایا وتحشرون الی
جہنم۔ اور یہ صریح اعجاز ہی کسی کے حق مین انکے انجام باطنی آیندہ کی خبر دینا جو اسی طرح واقع ہوا اور واضح ہو کہ جنگ بدر مین اللہ تعالےٰ نے
مومنون و کافرون سب کو اپنی قدرت کاملہ دکھلادی تاکہ شیطان کو وسوسہ کا موقع نہ رہے اور اس مین عجائب معجزات تھے پھر آیندہ مومنون کو کافرون
کے ساتھ امتحان مین چھوڑ دیا لیکن اندھے یہودیون نے کچھ نہ دیکھا لہذا اللہ تعالےٰ نے اہل سعادت کو اس واقعہ کی قدرتون سے آگاہ کیا۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ
ابھی ہو چکا ہی تمکو ایک نمونہ دو فوجون مین جو بھڑی تھین ایک فوج لڑتی اللہ کی راہ مین اور دوسری کافر تھی
يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
یہ انکو دیکھتے اپنے دو بار صریح آنکھون سے اور اللہ زور دیتا ہی اپنی مدد کا جسکو چاہے اس واقعہ مین البتہ
لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝
عبرت ہی جن کی آنکھین ہین

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ۔ عبرۃ وذکر الفعل للفصل۔ فِيْ فِئَتَيْنِ۔ فرقتین۔ الْتَقَتَا۔ یوم بدر للقتال۔ تمہارے لیے آیت گزر چکی
ایسے دو فریق مین جو باہم مقابل ہوئے تھے ف آیت یعنے عبرت اور مقابلہ سے بدر کا قتال مراد ہی یعنے بدر کے روز کفار و مومنین کے مقابلہ
مین تمکو عبرت و نصیحت ہی۔ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ای طاعتہ وہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وکانوا ثلثمائۃ وثلثۃ عشر رجلا معہم
فرسان وستۃ اذرع وثمانیۃ سیوف واکثرہم رجالۃ۔ ایک فرقہ تو اللہ تعالےٰ کی راہ مین قتال کرتا تھا ف یعنے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری
مین اور اس فرقہ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہین۔ اور تعداد ان کی تین سو تیرہ مرد تھے ستتر مہاجرین
کے اور دو سو چھتیس ۲۳۶ انصار کے) اور انکے ساتھ دو گھوڑے تھے (ایک مقداد بن عمرو کا اور دوسرا مرثد بن ابی مرثد کا) اور چھ زرہین
اور آٹھ تلوارین تھین اور اکثر ان مین سے پیدل تھے وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ۔ اور فرقہ دوم کافر تھا ف جو شیطان و بت کی راہ مین
لڑتا تھا۔ يَرَوْنَهُمْ۔ بالتاء والیاء ای الکفار۔ یعنے نافع کی قراءۃ مین بتاء فوقانیہ ہی یعنے تم انکو دیکھتے تھے اور باقیون کی قراءۃ مین بیاء تحتیہ

ہو یعنے دیکھتے تھے ایمان والے کافرون کو۔ مِّثْلَيْهِمْ۔ ای المسلمین ای اکثر منہم وکانوا الفا۔ رَأْيَ الْعَيْنِ۔ ای رویۃ ظاہرۃ معاینۃ وقد نصرہم اللہ تعالیٰ مع قلتہم اس فرقۂ کافرہ کو تم لوگ (یا مسلمان لوگ) دو چند مسلمانون کا آنکھون دیکھتے تھے ف دو چند سے گنتی مراد نہین۔ بلکہ کثرت مراد ہے پھر باوجود کثرت کفار کے اور قلت مومنین کے اللہ تعالیٰ نے مومنون کو فتح دی اور شیطانیون کو خوار و مخذول کیا۔ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ۔ یقوی۔ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ۔ المذکور لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ۔ لذوی البصائر افلا تعتبرون بذلک فتومنون۔ اس واقعہ مین جو مذکور ہوا البتہ صاحبان بصیرت کے لیے عبرت ہے ف پھر تم اس سے عبرت نہین لیتے کہ ایمان لے آؤ۔ سو واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ۔ قد کان لکم آیۃ۔ اس خطاب مین بعضے مفسرین نے کہا کہ خطاب یہود کو ہے اور یہ ماقبل سے متصل ہے اور یہ بھی منجملہ اس بیان کے ہے جس کے کہنے کا حکم ہے یعنے اے یہود جو تم سے کہا گیا کہ عنقریب مغلوب ہو گے اس پر تمہارے لیے نشانی اس واقعہ مین حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا عزت دینے والا اور اپنے رسول کی مدد کرنے والا اور اپنے کلمہ کو بلند کرنے والا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب تمام کفار کو عام ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہے اور یہ حضرت ابن مسعود و حسن سے مروی ہے اور اسی کی مؤید ہے قراۃ ترونہم بتاء خطاب اور ان دونون قول پر یہ جملہ مستانفہ غیر مرتبط بما قبل ہو گا اور آیۃ کی تنکیر برائے تعظیم ہے اے آیۃ عظیمۃ یعنے تمہارے لیے بہت بڑی عبرت کی نشانی تھی۔ قولہ فی فئتین۔ اس مین خلاف نہین کہ ہر دو فرقہ سے مراد بدر کے لڑنے والے ہین۔ یعنے مومنین و کافرین قریش قولہ فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ۔ ای فرقۂ اسلام اور یہ مہاجرین و انصار تھے اور مہاجرین کے نشان بردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور انصار کے نشان بردار سعد بن عبادہؓ تھے اور صرف ستر اونٹ سواری کے تھے۔ قولہ واخری کافرۃ۔ اور دوسرا فرقہ کفار قریش تھا اور وہ ساڑھے نو سو آدمی پورے ہتھیار بند تھے اور ان سب کا سردار عتبہ بن ربیعہ تھا اور انکے لشکر مین سو گھوڑے تھے اور بنی مخزوم پر ابو جہل ملعون سردار تھا اور یہ واقعۂ بدر پہلا جہاد ہے جو بعد ہجرت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور عنقریب مین مختصر نقل کرونگا قولہ یرونہم مثلیہم رای العین۔ اسکی تفسیر مین دو قول ہین اول آنکہ یرون کا فاعل کافرین ہین اور ضمیر راجع بجانب مومنین ہے یرون المشرکون المومنین مثلیہم فی العدد رای اعینہم۔ یعنے مومنون کو مشرکین تعداد مین اپنے سے دو چند دیکھتے اور آنکھون سے اُن کو نظر آتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دیدار مین اسلام کی فتح و نصرت کا سبب کر دیا اور اسکو قراءۃ بتاء فوقیہ مساعد نہین الا آنکہ خطاب دل مین کافران مکہ کو ہووے اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ اس تفسیر پر اشکال کوئی نہین مگر ایک اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ مشرکون نے عمیر بن سعد کو اس لڑائی سے پہلے جاسوسی کے واسطے بھیجا تھا اس نے مشرکون کو خبر دی کہ وہ تین سو سے کچھ اوپر یا کچھ کم ہونگے اور ایسا ہی تھا کہ مسلمان تین سو سے کچھ اوپر تھے جواب یہ ہے کہ ہان اول مین کافرون کو بھی خبر پہونچی تھی پھر جب لڑائی واقع ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانون کو ایک ہزار سردار فرشتون سے مدد دی قال المترجم وعلیٰ ہذا مثلیہم مین دو احتمال ہین کہ مشرکین مسلمانون کو اپنے دو مثل یا مسلمانون کے دو مثل دیکھتے تھے قول دوم اور یہی قول جمہور مفسرین ہے یہ ہے کہ یرون کا فاعل مومنین ہین اور ضمیر راجع بجانب کفار ہے اور معنے یہ ہین کہ مسلمان لوگ کافرون کو اپنے سے دو چند دیکھتے تھے آنکھون دیکھنا اور باوجود اسکے اللہ تعالیٰ نے ان کو کافرون پر فتح دی اور اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس صورت مین کفار کا اپنے سے دو چند ہونا چاہیئے وجواب دیا گیا کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ مومنین بروز بدر تین سو تیرہ ۳۱۳ تھے اور کفار چھ سو چھبیس تھے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو رد کر دیا کہ شاید یہ قول اس آیۂ کریمہ کے ظاہر سے ماخوذ کیا گیا ہے ولیکن اہل تواریخ و سیر کے خلاف ہے اور جمہور کے نزدیک معروف یہ ہے کہ مشرکین نو سو اور ہزار کے درمیان تھے جیسا کہ محمد بن اسحٰق نے یزید بن رومان کے واسطہ سے

عروہ بن الزبیرؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عبد اسود سے قریش کی تعداد پوچھی تو بولا کہ بہت ہیں آپ نے فرمایا کہ کتنے اونٹ
ہر روز ذبح کرتے ہیں بولا کسی روز نو اور کسی روز دس- تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ نو سو اور ہزار کے درمیان ہیں اور ہر تقدیر پر وہ
مسلمانون کے سہ چند تھے پس اشکال مذکور پیش آتا ہی کہ دو چند کیونکر فرمایا ہی **شیخ ابن جریرؒ** نے اسکا یہ جواب دیا کہ تثلیم سے مراد اکثر ہی اور
خصوص دو چند ہی مراد نہیں ہین اور یہ قول صحیح ہی چنانچہ یون بولتے ہین کہ میرے پاس ہزار درہم ہین اور ابھی مجھے اسکے دو چند چاہیے ہین حالانکہ وہ سہ چند کا
محتاج ہوتا ہی **ابن کثیرؒ** نے فرمایا کہ اس توجیہ پر یہ اشکال تو نہین رہا لیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہی اور وہ دونون قولون پر وارد ہی باین طور کہ
اللہ تعالٰے نے قصہ بدر میں فرمایا کہ واذ یریکموہم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینہم لیقضی اللہ امرا کان مفعولا یعنے جبکہ دکھلاتا تھا تمہین ان کافرون کو
جسدم بھڑ گئے تھے تم تمہاری آنکھون مین قلیل اور تمکو تھوڑا دکھلاتا تھا کافرون کی آنکھ مین تاکہ پورا کردے اللہ تعالیٰ اس امر کو جو مقدر کر دیا تھا- اس
آیت سے صاف ظاہر ہی کہ ہر گروہ دوسرے فریق کو قلیل دیکھتا تھا- جواب یہ ہی کہ یہ ایک حالت مین تھا اور وہ دوسری حالت مین تھا چنانچہ سدی رحمہ اللہ نے
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ تعالٰے قد کان لکم آیۃ فی فئتین الآیۃ- فرمایا کہ یہ بدر کے روز تھا اور ہمنے مشرکون کی طرف جو نظر کی تو ہمنے
دیکھا کہ وہ ہمسے کئی گونہ زائد ہین پھر آخر جو ہمنے انپر نظر ڈالی تو ہمنے یہ بھی نہ دیکھا کہ وہ ہمسے ایک آدمی بھی زیادہ ہین اور یہی ہی قولہ تعالٰے واذ یریکموہم
اذ التقیتم فی اعینکم قلیلا الآیۃ- اور ابو اسحٰق نے عن ابی عبیدہ عن عبد اللہ بن مسعود رضہ روایت کی کہ مشرکین ہماری آنکھون مین قلیل کر دیے
گئے تھے یہانتک کہ مین نے اپنے پہلو کے ایک آدمی سے کہا کہ تو دیکھتا ہی ستر ہونگے اسنے کہا کہ نہین سو دکھلائی دیتے ہین پھر ہمنے ان مین سے ایک شخص کو
قید کیا تھا اس سے پوچھا کہ تم لوگ کتنے تھے اسنے کہا کہ ہم ہزار تھے پس جب دونون فریق مین سے ہر ایک نے دوسرے فریق کو معائنہ کیا تو مسلمانون
نے مشرکون کو اپنے سے دو چند دیکھا یعنے کئی گونہ زیادہ دیکھا تاکہ اللہ تعالٰے پر توکل کرین اور متوجہ ہون اور اعانت کے خواستگار ہون اور
اسوقت مشرکون نے مومنون کو بھی ایسا ہی دیکھا تاکہ انکو خوف و رعب و جزع و ہلع لاحق ہو اور پھر جب دونون صفین ملاقی ہوئین تو اللہ تعالیٰ نے
مومنون کو مشرکون کی آنکھون مین اور مشرکون کو مومنون کی نظر مین قلیل دکھلایا تاکہ ہر دو فریق مین سے ہر ایک دوسرے پر پیش قدمی کرے اور
جو اللہ تعالٰے نے مقدر کیا ہی وہ پورا ہو- اور **محی السنہ** نے معالم مین کہا کہ اصح یہ ہی کہ مومنین دیکھتے تھے مشرکون کو اپنی تعداد سے دو چند
کیونکہ اللہ تعالٰے نے مشرکون کو انکی آنکھون مین قلیل کر دیا تھا یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ تھا کہ ان کو مشرکین دو چند ہی نظر آتے تھے حالانکہ وہ
سہ چند تھے پھر اللہ تعالٰے نے سورہ انفال مین جو فرمایا ہی کہ انکو تمہاری آنکھون مین قلیل کر دیا اس سے مراد یہی ہی کہ سہ چند ہونے کے باوجود دو چند ہی
دکھلایا پس آیۃ اور عبرت اس مین دو طرح سے متحقق ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالٰے نے مشرکون کو جو کثیر تعداد مین تھے مسلمانون کی آنکھ مین قلیل کر کے
صرف دو چند دکھلایا اور دوم یہ کہ اس دو چند سے بھی زیادہ تعداد والون پر مومنون کی قلیل جماعت کو فتح دی پس دونون آیتین یعنے یہان کی
آیت کریمہ اور سورہ انفال کی آیۃ کریمہ دونون متوافق اٹھتے ہین اسکی حاجت نہین کہ دو حالت پر محمول کیجاوین اگرچہ دو حالت پر محمول کرنا بھی ممکن
ہو واللہ تعالٰے اعلم بالصواب- **مترجم کہتا ہی** کہ آیندہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ قصہ سورہ انفال مین مفصل آوے گا اگرچہ مختصر حال اس سے
بھی کھل گیا کہ ایک قلیل بے سامان جماعت کو کثیر با قوت و سامان لشکر پر فتح و نصرت ایسے عجیب طریقہ سے عنایت فرمائی کہ کافرون کے سردار مارے
گئے اور بہت سے قید ہوئے لیکن مسلمانون نے انکو فدیہ کا مال لیکر چھوڑنا چاہا تو کہا گیا کہ اس شرط پر فدیہ لیکر چھوڑو کہ آیندہ سال مین اسی قدر تم مین
سے شہید ہونگے اسکو مسلمانون نے شوق شہادت مین قبول کیا لہذا دوسرے سال مین جنگ احد مین مسلمانون مین سے اسی قدر شہید ہوے
اور کافرون نے غلبہ پایا اور جو کچھ اللہ تعالٰے نے مقرر کیا تھا وہ پورا ہوا- ف۲۰ فی العرائس قولہ تعالیٰ واللہ یؤید بنصرہ من یشاء- واضح ہو کہ

سابق مین ذکر بیان ہوا کہ جہاد مین سے افضل ہو کہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرکے اسکو مغلوب رکھے لہٰذا شیخ نے اشارہ مین کہا۔ یعنے جسکو چاہتا ہی اپنے خاص بندون مین سے اسکی تائید فرماتا ہی یہانتک کہ اپنے نفس کے ساتھ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق جہاد کرتا ہی بعض نے فرمایا کہ اپنے بندون مین سے جس کو چاہتا ہی اسکو یہ توفیق دیتا ہی کہ وہ طریقۂ سنت کو مضبوط پکڑ لیتا ہی اور بدعت کو بالکل ترک کر دیتا ہی **قال المترجم** اس اشارہ کی وجہ ظاہر ہی اس واسطے کہ بڑا جہاد تو اپنے نفس کے ساتھ ہی پس جو شخص کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تائید پاتا ہی وہ سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ ظاہر و باطن مین اعمال جوارح و افعال قلب کے ساتھ مضبوط پکڑتا ہی اور طریقہ بدعت کو اگرچہ کیسا ہی اچھا نظر آوے بالکل ترک کرتا ہی کیونکہ اچھائی و برائی سب اللہ تعالےٰ و اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے معلوم ہوتی ہی آدمی اگر اپنی رائے پر کام کرے تو سخت گمراہ ہی اسکو ہرگز نہین چاہیئے کہ دین مین رائے لگادے کہ یہ طریقہ اچھا ہی اور یہ طریقہ برا ہی اور جاننا چاہیئے کہ سنت سے مراد وہ طریقہ ہی جس کو حضرت صلعم نے خود کیا یا فرمایا یا کرتے دیکھکر ممانعت نہین فرمائی یا کسی صحابی نے ایسا فعل مسنون قرار دیا جس مین اجتہاد کو دخل نہین تو یہ سب سنت طریقہ ہی اور جو فعل بطرز سنت ہی اگرچہ وہ مباح ہو جب اسکو سنت کی نیت سے ادا کرے گا مستحق ثواب ہوگا اور اسکے قلب کو ایک نور اس کام کی لیاقت کے موافق ضرور حاصل ہوگا اور بدعت وہ کام یا کلام ہی جو دین مین نیا نکالا گیا جس پر کلام اللہ تعالےٰ و سنت رسول اللہ صلعم و اجماع امت و قیاس مجتہد کوئی شاہد نہین ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ ہر بدعت گمراہی ہی اور ہر گمراہی دوزخ مین ہی پس جو بدعت ہی وہ کبھی خوب نہین اگرچہ ہزارون کتابین پڑھا ہوا بڑے جبہ و دستار کے ساتھ بیٹھکر اس کے عمدہ ہونے کا فتویٰ دے اور حدیث مین ہی کہ ہر بدعت پر عمل کرنے سے اللہ تعالےٰ اسکے مثل سنت کو اٹھا لیتا ہی یعنے بدعتی کے ذمہ دو گناہ ہوتے ہین ایک تو بدعت کرنے کا گناہ اور دوسرا یہ کہ اسکے مثل سنت جاتی رہتی ہی۔ اور نیز سب سے بڑھکر یہ ہی کہ اس بدعتی نے جس کو یہ بدعت بتلائی یا اگر علم والا ہی کہ جاہل اسکی پیروی کرتے ہین تو اسکو دیکھکر جس نے ایسا ہی کیا اسکا سب گناہ اسی بدعت نکالنے والے کے نامۂ اعمال مین برابر قیامت تک لکھا جاویگا لہٰذا فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالےٰ نے احتیاط کی ہی کہ جو جائز شرعی ایسا ہو کہ وہ بدعت کی طرف پہونچادے اسکے منع کا فتویٰ دیا جاوے چنانچہ مجلس میلاد شریف اگرچہ متاخرین جماعت علمائے جائز سمجھتی تھی تو مع طریقۂ ادب و لیکن اسوقت مین جس طرز سے یہ ہوتا ہی کہ فاسق پڑھنے والے ہار پھول سے شعرخوانی کے ساتھ پر تکلف مجلس مین بہت ایسی بیہودہ باتون کے ساتھ جمع ہو کر پڑھتے ہین تو یہ بالاتفاق ممنوع ہے اور اسکو مستحب کہنے والے بھی دیکھتے تو سخت منع کرتے اور عجب یہ کہ نفس کی خوشی پر چلنے کا نام ان جاہلون نے محبت رکھا حالانکہ درود پڑھنے سے بھاگتے ہین اور جو حقیقت مین محبت رکھتا ہی وہ ہزاران ہزار درود اپنے دل سے ایک طرف باوضو متوجہ ہو کر پڑھیگا اور اس درود شریف کے فضائل جیسے کچھ بلند ہین **مترجم** اسکو کیا بیان کرے ایک یہی بات ہی کہ اسکے پڑھنے کا حکم اللہ عزوجل نے دیا ہی کہ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما یعنے اے ایمان والو درود بھیجو میرے رسول پر اور سلام بھیجو اس پر جیسا چاہیئے ہی۔ اور صحیح حدیث مین ہی کہ جس نے مجھپر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالےٰ اسپر دس مرتبہ درود بھیجتا ہی۔ غور کرو کہ اسکے کیا فضائل ہین **مترجم** اسکے فضائل پورے لکھنے سے عاجز ہی اب اے اہل ایمان امید ہی کہ تم آپس مین ایک دوسرے کو درود کی نصیحت کرو اور خود تہ دل سے درود بھیجتے رہو مگر اسکی توفیق نہ پاویگا الا وہی شخص جو جنت مین بڑے درجہ والا ہو اور اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ہو والسلام و بیان غزوۂ بدر کا جو سورۂ انفال مین انشاء اللہ تعالےٰ مطولاً آویگا یہان مختصر یون ہی کہ بدر ایک مقام کا نام ہی جو بنام بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ مشہور ہی۔ جو وہان اترا تھا یا بنام بدر بن الحارث جسنے بدر کا کنوان تیار کیا واللہ اعلم اور یہ ہجرت کے دوسرے سال ہوا اور یہ غزوہ بقصد قتال نہ تھا بلکہ کفار کا قافلہ شام سے

آتا تھا اور حضرت صلعم نے مسلمانون کو کہا کہ اس قافلہ کو روکو اللہ تعالےٰ سے اپنے لوگون کے لیے دعا فرمائی کہ ای پروردگار یہ لوگ پیدل ہین ان کو سوار کر دے اور یہ لوگ بھوکے ہین ان کو سیر کر دے ننگے ہین کپڑا دے فقیر ہین تونگر کر دے اور اصحاب سے فرمایا کہ چلو اور قافلہ کی خبر پہلے سنگالی لی تھی اور اس قافلہ کا سردار ابوسفیان بن حرب تھا جو اس وقت کافر تھا اور اس نے بدر مین پہونچکر خبر پاکر راہ چھوڑ دی اور بحر قلزم کے کنارہ ہوکر جلد روانہ ہوا اور ایک شخص کو مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ ای اہل مکہ تم لوگ جلد پہونچو اور قافلہ بچاؤ وہان کے ایک ہزار سوار سلح سردار و اشراف قریش روانہ ہوے اور حضرت صلعم بدر مین اس کنارہ تھے اور وہ لوگ اُس کنارے اور ابوسفیان مع قافلہ کے بچکر ساحل کی طرف نکل گیا اور مکہ سے پھر روانہ ہوکر کفار کے لشکر مین آملا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے شکایت کی کہ ہم لڑائی کے سامان پر نہین آئے پھر حضرت صلعم نے ان کو تسکین دی اور فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھسے وعدہ فرمایا ہو قافلہ کا یا کفار پر فتح کا کہ ان دونون مین سے ایک چیز عطا فرماویگا۔ اور میدان بدر مین پھر کر اصحاب ابوجہل و غیرہ کافرون کے مقتل کی جگہین بتلائین اور اللہ عزوجل نے ملائکہ کو مدد کے واسطے نازل فرمایا اور یہ نظر بعالم اسباب و اجراے صورت احکام ہو ورنہ اوتعالیٰ قادر ہو کہ تمام کافرون کو بغیر قتال ہلاک کر دے اور چاہے سب کو دین کی ہدایت دیدے لیکن وہ جاہل ہین جو اس مین استبعاد کرتا ہو اور ملحد ہو جو اس سے انکار کرتا ہو اور لشکر کفار سے انکا سردار عتبہ بن ربیعہ و ولید بن عتبہ و شیبہ تین آدمی نکلے اور مقابل طلب کیے اور لشکر اسلام سے عبیدۃ بن الحارث و علی بن ابی طالب و حمزۃ بن عبدالمطلب نکلے پس علی کرم اللہ وجہہ نے ولید کو حمزہ نے عتبہ کو قتل کیا اور شیبہ بھی قتل ہوا اور عبیدہ بن الحارث کو زخم پہونچا کہ غزوہ بدر سے لوٹتے وقت اسی زخم سے شہید ہوے پھر قتال گرم ہوا اور ابوجہل ملعون کو معوذ و معاذ دونون بھائیون نے زخمی کر کے گرا دیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی سنگریزہ و ریگ لیکر کفار کی طرف پھینک دی اور فرمایا شاہت الوجوہ خوار ہون کافرون کے منھ اسوقت حکیم بن حزام وغیرہ جو کافرون مین تھے روایت کرتے ہین کہ یکایک یہ کیفیت ہوئی کہ کافرون مین سے کوئی نہ بچا مگر کہ اسکی آنکھون اور ناک و منھ مین وہ سنگریزے و ریگ بھری اور کافرون نے بھاگنا شروع کیا اور ملائکہ کے گھوڑون کی ٹاپین اور ضرب کی آوازین اور آسمان مین گونج و جھنکار کی آوازین کافرون پر ہیبت ناک ہوگئین پس مارے گئے جو مارے گئے اور قید ہوے جو قید ہوے اور باقی بھاگ گئے اور اس جہاد مین جو عجائب معجزات و غرائب واقع ہوے ہین انشاء اللہ تعالےٰ قصۂ غزوۂ بدر کی تفسیر مین بیان ہونگے اور یہان بطور نمونہ مذکور ہوا ہی یہان تو مراد اس بیان سے یہ ہو کہ ان لوگون نے قافلہ کا مال نہ ڈھونڈھا اور آخرت چاہی پس اللہ تعالےٰ نے مالامال کر دیا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ

رجھایا ہو لوگون کو مردون کی محبت پر عورتین اور بیٹے اور ڈھیر جڑے ہوے

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج

سونے کے اور چاندی کے اور گھوڑے پلے ہوے اور مواشی اور کھیتی یہ برتنا ہو دنیا کی زندگی مین

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

اور اللہ پاس ہو اچھا ٹھکانا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ۔ ما تشتهیه الانفس و تدعوا الیه زینة اللہ تعالےٰ ابتلاء او الشیطان۔ لوگون کے لیے زینت دی گئین شہوات ف جمع شہوت بمعنے خواہش کرنا اور مراد وہ چیزین ہین کہ لوگون کے جی ان کی خواہش کرتے ہین اور

ان چیزون کی طرف بلاتے و رغبت دلاتے ہین - اور زینت اگر ان چیزون کو اللہ تعالےٰ نے دی ہو تو یہ امتحان مین ڈالنے کے لیے ہو یا شیطان نے رچائی ہو اور ان چیزون کا بیان یہ ہو کہ - مِنَ النِّسَآءِ - عورتین ف کہ انکی طرف مردون کو نفسانی رغبت ہو - وَالْبَنِیْنَ - اور بیٹے ف کہ ہر شخص چاہتا ہو کہ اسکا لڑکا ہو بخلاف بیٹیون کے کہ انسے نفرت کرتے ہین - وَالْقَنَاطِیْرِ - الاموال الکثیرۃ - الْمُقَنْطَرَۃِ - المجتمعۃ - اور ڈھیر یعنی کثیر اموال جمع کیے ہوے - مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ - سونے و چاندی کے - وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ - الحسان - اور داغ دیے ہوے گھوڑے یعنے خوبصورت جنپر نشان دیتے ہین - وَالْاَنْعَامِ - ای الابل والبقر والغنم - اور انعام یعنے اونٹ وگائے وبکری - وَالْحَرْثِ - الزرع - اور کھیتی - ذٰلِکَ - المذکور یہ سب جو ذکر کیا گیا - مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا - تمتع بہ فیھا ثم یفنی - متاع زندگانی دنیا ہین یعنے انکے ساتھ دنیا مین نفع اٹھایا جائیگا پھر فنا ہو نگے - وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ - المرجع وھو الجنۃ فینبغی الرغبۃ فیہ دون غیرہ اور اللہ تعالےٰ کے یہان حسن مآب یعنے خوب مرجع ہو اور وہ مرجع جنت ہو پس اسی کی رغبت چاہیے نہ اور چیز کی واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ - زین للناس یعنے رچائی گئی لوگون کے لیے زینت سے اگر زینت پیدا کرنا مراد ہو تو زینت دینے والا اللہ تعالیٰ ہو کیونکہ وہی خالق اشیا ہو اور اگر رچانا مراد ہو تو زینت دینے والا شیطان بھی ہو سکتا ہو اگرچہ خلق اسکا بدون حکم الٰہی پورا نہوگا لیکن چونکہ شیطان ہی فریب دینے والا ہو تو اسکی طرف نسبت کردی جیسے قولہ تعالےٰ - وزین لھم الشیطان اعمالھم - یعنے شیطان نے انکو انکے اعمال اچھے دکھلائے اور حسن رح سے یہی قول مروی ہو اور یہی ایک طائفہ معتزلہ کا قول ہو اور بعض معتزلہ نے فرق کیا ہو کہ جو ان مین سے بطور مباح ہو اسکا زینت دہندہ اللہ تعالیٰ ہو اور جو بطور ناجائز ہو اسکا مزین شیطان ہو مگر معتزلہ اپنی گمراہی کے طور پر شیطان کو مزین یعنے خود قادر کہتے ہین اور اہل سنت کے نزدیک سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی خالق نہین ہو امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رض سے حکایت کیا کہ اس آیت کے نازل ہونے پر کہا کہ الٰہی جب تو نے زینت دیدی تو ہم بندے تیرے بے صبر ہوتے ہین اور عنقریب آگے کی آیت کے سبب نزول مین آتا ہو اور تزئین اللہ تعالیٰ کی وجہ ابتلا و امتحان ہو کہ اس نے محبوب کر دیا اور شہوات سے مشتہیات مراد ہین اور انکو بلفظ مصدر تعبیر فرمایا بغرض مبالغہ اور اس مین اشارہ ہو کہ بعض لوگ اسکی محبت مین ایسے منہمک ہوے کہ اسکی خواہش کی بھی محبت کرنے لگے جیسے قولہ احببت حب الخیر - یعنے خیر کی محبت کو مین نے دوست رکھا - اگر کہا جاوے کہ شہوت نفس مذموم ہین تو جواب یہ ہو کہ وہ دو قسم ہو ایک کاذبہ مثل قولہ اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشہوات اور دوم صادقہ مثل قولہ فیھا ما تشتھیہ الانفس الآیہ چنانچہ کرخی رح نے اسکو ذکر کیا ہے اور یہان محبت مذموم مراد ہو بقولہ تعالےٰ - حب الشہوات الآیہ - اور شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین کہا کہ جن چیزون کو لوگون کے واسطے اللہ تعالےٰ نے اس زندگانی دنیا مین مزین کیا ہو انکی خبر دیتا ہو کہ وہ نساء و بنین وغیرہ انواع ہین پس عورتون سے شروع کیا کہ انکے سبب سے فتنہ شدید ہوتا ہو چنانچہ صحیح مین حضرت صلعم سے یہ مضمون ثابت ہو کہ مجھے اپنے بعد جو امت کے مردون پر خوف ہو فتنون کا ان مین سے زیادہ ضرر پہونچانیوالا فتنہ عورتون کا ہو - اور جان لینا چاہیے کہ اگر عورتون سے مقصود یہ ہو کہ زنا وغیرہ سے بچے رہین اور اولاد مسلمان حاصل ہون تو یہ امر برا نہین ہو بلکہ مندوب و مستحب ہو جیسا کہ صحیح احادیث مین عورتون سے نکاح کرنے کی ترغیب و استکثار نساء آیا ہو اور یہ کہ اس امت مین بہتر وہ ہو کہ اس کی عورتین زیادہ ہون اور نیز حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا متاع ہو اور اسکی متاع مین بہتر نیک پارسا عورت ہو کہ جب اسکو دیکھے تو اسکو خوشی ہو اور جب حکم کرے تو اسکی فرمانبرداری کرے اور جب کہین غائب ہو تو عورت مذکورہ اس مرد کے لیے اسکے مال مین اور اپنی ذات کے حق مین حفاظت رکھے اور دوسری حدیث مین ہو کہ محبوب کردی گئی ہین میری طرف عورتین اور خوشبو اور میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین کی گئی ہو اور عائشہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کو کوئی چیز عورتون سے زیادہ محبوب نہ تھی - اور اسی طرح اولاد کا بھی حال ہو کہ کبھی تو تفاخر کے واسطے

ہوتی ہو تو وہ اسی مین داخل ہو اور کبھی اس سے یہ نیت ہوتی ہو کہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بہت ایسے لوگ ہون جو اللہ تعالے وحدہ لاشریک لہ کی پرستش کرین چنانچہ حدیث مین حکم ہی کہ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامۃ۔ یعنے تم لوگ ایسی عورتون سے نکاح کرو جو شفقت کرنے والیان اور اولاد جننے والیان ہین نہ بانجھ ہون کیونکہ مین قیامت کے روز دیگر اُمتون پر تمھاری کثرت سے ذریعہ سے زیادتی لینے والا ہون اور ایسے ہی دوستی مال بغرض فخر و خیلاء و تکبر و شیخی و تحمیر فقیران تو مکروہ مذموم ہی اور کبھی اس نیت سے ہوتا ہی کہ نفقہ خیرات و مبرات و وجوہ طاعات و تو پسندیدہ شرعی ہی **قال المترجم** توضیح اس کلام کی یہ ہی کہ اگر اسنے ان متاع دنیا مین سے کسی چیز کو خود اس چیز کو یا اُسکے وسیلے یا تعلق سے انھین متاع دنیاوی مین سے کسی چیز کو دوست رکھا تو یہ مذموم اور خلاف شان مومن ہی اور اگر اس چیز کے وسیلے یا تعلق سے آخرت و رضائے الٰہی کی کسی چیز کو دوست رکھا تو درحقیقت یہ دوستی امر آخرت و رضائے حق عزوجل کی ہی اور محمود ہی پھر آیا اس امر آخرت کی دوستی کی وجہ سے بالغرض اس متاع دنیاوی کو دوست رکھے تو اسکو اکثر محققین نے منع کیا ہی اور فرمایا کہ اچھا سمجھ سکتا ہی اور اسکو احتیاط کے ساتھ خرچ کر سکتا ہی۔ محبوب نہین رکھ سکتا ہی اور شاید تحقیق یہ ہی کہ مضائقہ نہین ہی لیکن اسکی تحصیل کی ہوس مین پڑنا حرام ہی قولہ والقناطیر المقنطرۃ۔ قناطیر جمع قنطار ہی اور ابوہریرہ رضہ سے مرفوعًا روایت ہی کہ قنطار بارہ ہزار اوقیہ ہی رواہ احمد و ابن ماجہ و رواہ ابن جریر عن ابی ہریرہ موقوفًا وکذا رواہ وکیع وہو الاصح وہکذا رواہ ابن ابی جریر عن معاذ بن جبل و ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالیٰ و القناطیر المقنطرۃ۔ دریافت کیا گیا تو فرمایا دو ہزار اوقیہ ایک قنطار ہی رواہ الحاکم و صححہ اور ابن ابی حاتم کی روایت مین ہزار دینار مذکور ہین و ہکذا رواہ الطبرانی مثلہ سوا اور ابن مردویہ نے انس رضہ سے بسند صحیح ایک لاکھ دینار روایت کیے اور ابو سعید رضہ سے روایت ہی کہ قنطار بیل کے کھال بھر سونا ہی رواہ ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے ابی بن کعب سے مرفوعًا روایت کی کہ قنطار بارہ سو اوقیہ ہی اور یہی قول معاذ بن جبل و ابن عمر و ابوہریرہ رضہ و ایک جماعت علما کا ہی اور ابن عطیہ نے کہا کہ یہی اصح قول ہی اور صحیح یہ ہی کہ مراد مال کثیر ہی جیسا کہ ضحاک رحہ سے روایت ہی اور عوفی نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ وہ بارہ سو دینار ہی اور یہی ابن جریر نے حسن بصری رحہ وغیرہ سے مرسل روایت کی اور قولہ والخیل المسومۃ عطف ہی الذہب و الفضۃ پر بہ علیہ العکبری اور خیل رج کہ اسم جمع ہی مثل رہط و قوم کے جسکا واحد اس لفظ سے نہین ہی اور مسومۃ کی تفسیر مین ابن عباس سے روایت ہی کہ وہ چرنے والے پوری خلقت کے خوبصورت ہین اور یہی قول مجاہد و سعید بن جبیر و سدی و ربیع بن انس ہی اور اسی کو مفسرین نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ داغ دیے ہوے اور علامت لگائے ہوے اسواسطے کہ یہ جہاد کے لیے رکھے ہین اور مکحول نے کہا کہ تسویم وہ حسن ہی ای غرہ و تحجیل اور یہ قریب تفسیر ابن عباس ہی اور **شیخ ابن کثیر** رحہ نے اپنی تفسیر مین کہا کہ خیل کی محبت تین قسم سے ہی ایک یہ کہ مالک نے اسکو اللہ تعالے کی راہ مین باندھ دیا یعنے جب خود یا کسی مومن کو جہاد کے واسطے ضرورت ہو تو اس پر سوار ہو کر جہاد کرے تو یہ لوگ بہت ثواب پاوینگے اور دوم یہ کہ فخر کے واسطے باندھ لیا تو یہ اپنے مالک پر گناہ و وبال ہی اور سوم یہ کہ تعفف کے واسطے و اسکی نسل لینے کے واسطے باندھا اور جو حق اللہ تعالے کا ہی وہ بھی فراموش نہین کیا تو یہ اپنے مالک کے حق مین پردہ ہی قولہ ذلک متاع الحیوۃ الدنیا۔ یعنے دنیا ہی مین اس سے تمتع ہی پھر فنا ہو جاوین گے اور اس مین دنیا سے زہد و بے رغبتی دلائی اور آخرت کی ترغیب دی ہی اور فرمایا۔ واللہ عندہ حسن المآب۔ اور اس مین اشارہ ہی کہ جس کو اللہ تعالے نے حلال طور سے دنیا دیدی ہی اس کو چاہیئے کہ دنیا کو ایسے طور پر خرچ کرے جس مین اسکی آخرت کی بہبودی ہو کیونکہ وہی دائمی ٹھکانا اور پائدار ہی ف۲۰ **قال الشیخ فی العرائس** قولہ تعالے زین للناس حب الشہوات الآیۃ۔ اللہ تعالے نے لوگون کو ان چیزون مین مبتلا کیا تاکہ صادق و کاذب مین تمیز ہو جاوے پس صادق وہ ہی جس نے ان شہوات کو چھوڑ دیا اور کاذب وہ ہی جو ان کی طلب کرنے مین مشغول ہو گیا۔ بعض اکابر نے فرمایا

کہ جو شخص ان چیزون مین مشغول ہوا تو یہ اسکو راہ حق سے قطع کردینگی اور جسنے ان چیزون سے منھ پھیرا تو اسکو عوض مین سلامتی دکھائی جاویگی اور خالق کی طرف اسکے لیے راستہ کھول دیا جائیگا۔ قال المترجم ان چیزون سے اعراض و منھ پھیرنے کے یہ معنے ہین کہ انکی محبت چھوڑدے اگرچہ ضرورت کے واسطے ان کو حاصل کرے اور یہ معنے نہین ہین کہ ان سے بالکل منقطع ہوجاوے۔ اور عطار نے ابوبکر بن حفص سے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت اتری زین للناس حب الشہوات الآیۃ تو مین نے کہا کہ اب اے رب میرے جسدم کہ تونے ان کو ہمارے لیے زینت دیدی تو یہ آیت اتری قل اؤنبئکم بخیر من ذٰلکم الآیۃ۔ یعنے یہ آیت جو اسکے مابعد مین مذکور ہی (رواہ ابن جریر)۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

تو کہہ مین بتاؤن تمکو اس سے بہتر پرہیزگارون کو اپنے رب کے یہان باغ ہین جاری

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ

انکے نیچے ندیان ہمیشہ رہے ان مین اور عورتین ستھری اور رضامندی اللہ کی اور اللہ کی نگاہ مین

بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

ہین بندے وہ جو کہتے ہین اے رب ہمارے ہم یقین لائے ہین سو بخش ہمکو گناہ ہمارے اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝

وہ محنت اٹھانے والے اور سچے اور بندگی مین لگے رہنے والے اور خرچ کرنے والے اور گناہ کی بخشش مانگنے والے پچھلی راتون کو

قُلْ - یا محمد لقومک - کہدے ای محمد اپنی قوم والون کو - اَؤُنَبِّئُكُمْ - اخبرکم - کیا مین تمھین خبر دون - بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ - المذکور من الشہوات ایسی چیز سے جو ان شہوات مذکورۂ بالا سے بہتر ہی - لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا - الشرک - جنھون نے پرہیز کیا یعنے شرک تو انکے لیے - عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ - انکے پروردگار کے یہان باغات ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین ف ان مین داخل کیے جاوینگے - خٰلِدِيْنَ - ای مقدرین الخلود - فِيْهَا - اذا دخلوہا در حالیکہ خلود انکے لیے مقدر کیا گیا ہی اسی جنات مین یعنے جب سے کہ داخل ہونگے اسوقت سے دوام ہوگا - وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ - من الحیض وغیرہ مما یستقذر اور بیبیان مطہرہ ہین یعنے خوب طاہر و پاک ہین حیض وغیرہ ایسی چیزون سے جو پلید و گھنونی سمجھی جاتی ہین - وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ - اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے رضوان ہی ف اکثر قرا رحمہم اللہ تعالےٰ کی قراءۃ مین رضوان بکسر اول ہی اور ابوبکر و عاصم کی قراءۃ مین بضم اول ہی اور دونون لغتین معروف ہین اور تنوین اسکی کثرت کے لیے ہی یعنے رضائے کثیر ہی - وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ - عالم اور اللہ تعالےٰ بصیر یعنے عالم ہی - بِالْعِبَادِ - فیجازی کلا منہم بعملہ - اپنے بندون کا ف پس ہر ایک کو ان مین سے اسکے کام کے موافق جزا دیگا پھر لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا - کی صفت و توضیح مزید فرمائی بقولہ تعالےٰ - اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ - ایسے بندے ہین جو کہتے ہین کہ - رَبَّنَآ - ای رب ہمارے - اِنَّنَآ اٰمَنَّا - صدقنا بک و برسولک - یعنے تیری تصدیق کی اور تیرے رسول کی تصدیق کی ف ایمان دراصل یہی تصدیق ہی چنانچہ اسی پر متفرع فرمایا قولہ تعالےٰ - فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا - اب ہمارے گناہ بخشدے ف کہ بندہ ہر وقت خطاوار ہی - وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ - اور ہمکو عذاب جہنم سے بچاوے ف کیونکہ تونے اپنی رحمت سے مومنین مغفورین کے لیے عذاب جہنم نہین رکھا ہی حاصل آنکہ یہ بندے اس طرح الحاح کرتے اور عذاب سے نجات مانگتے ہین - ان بندون کے دیگر صفات بھی ہین جن کو

بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ ۔ اَلصّٰبِرِیْنَ ۔ علی الطاعۃ وعن المعصیۃ ۔ یہ بندے صبر کرنے والے ہیں ف صبر سے یہ مراد ہے کہ طاعت و بندگی کی محنت پر
صابر رہتے ہیں جیسے جاڑے میں وضو کرتے ہیں اور گناہ سے صبر کرنے والے جیسے عورت مالدار و جمال والی نے زنا کرنے کو بلایا اور اس نے
کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کما فی الحدیث ۔ اَلصّٰدِقِیْنَ ۔ فی الایمان ۔ یہ لوگ سچے ہیں ایمان میں وَالْقٰنِتِیْنَ
المطیعین للہ ۔ اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں ف کیونکہ قنوت جہاں قرآن میں ہے بمعنے طاعت ہے وَالْمُنْفِقِیْنَ
المتصدقین ۔ اور یہ لوگ صدقے دیتے ہیں وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ ۔ اللہ بان یقولوا اللھم اغفر لنا ۔ اور یہ لوگ کہ استغفار کرنے والے ہیں اللہ
تعالیٰ سے باین طور کہ کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے ہمکو بخشدے اور ایسے اوقات میں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں چنانچہ فرمایا ۔ بِالْاَسْحَارِ ۔
اواخر اللیل خصت بالذکر لانہا وقت الغفلۃ ولذۃ النوم ۔ یعنے یہ لوگ سحروں کے اوقات میں مغفرت مانگتے ہیں ف اسحار سے
جو سحر کی جمع ہے آخر اوقات رات کے مراد ہیں اور خاص کر کے استغفار کے لیے یہ اوقات ذکر کیے گئے اس لیے کہ یہ یاد سے غافل ہونے
اور نیند کی لذت کے وقت ہیں ۔ مترجم کہتا ہے کہ جب حق عزوجل نے شہوات نساء و اولاد و قناطیر ذہب و فضہ وغیرہ کو لوگوں کے لیے
زینت دنیا بیان فرمایا لیکن اس میں مومنین کے ساتھ کفار شریک ہیں اگرچہ مومنین کی نیت دیگر ہے اور کفار کی نیت الگ ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا
تب اس تمام سے جسکی زینت کا اثر انکے دل میں نہایت محبوب آیا تھا توڑ دیا اور فرمایا ۔ قل اؤنبئکم ۔ کہدے وہ چیز کہ اس سے بہتر ہے وہ تمہیں
بتادوں پس یہ حسن اسلوب بیان ہے اور مفسر رحمہ اللہ نے قل یا محمد لقومک سے اشارہ کیا کہ اس امر کی تصدیق کرنے والے سزاوار
کرامت ہیں اور خطاب علی العموم سب کو ہے اور کم خطاب سے مخصوص لوگ مراد نہیں ہیں ۔ اور اتقوا ای انھوں نے تقویٰ کیا اور مفعول
اسکا مفسر رحمہ اللہ نے الشرک مقدر کیا ای شرک کو قطعاً چھوڑا اور اس سے بیزار ہوے اور یہ تقویٰ کا ادنیٰ مرتبہ ہے کیونکہ جو شخص شرک سے
بیزار ہوا ۔ وہ کفر سے مخالف ہوا اور یہاں دو ہی فریق میں انحصار ہے یا شرک ہے یا غیر شرک یعنے مومن ہے اور اسی طرح دو ہی ٹھکانے میں انحصار
ہے اگر مشرک ہو تو اسکا ٹھکانا جہنم ہے اور اگر غیر مشرک ہو تو اسکا ٹھکانا جنت ہے اگرچہ وہ کیسا ہی گنہگار ہو وہ جنت میں ضرور جاوے گا اگرچہ
پہلے پہل گناہ کا میل کچیل صاف کرنے کے لیے دھکا جاوے اور مشرک البتہ جہنم ہی کو جاویگا اور کہیں اسکا ٹھکانا نہیں ہے ۔ کما قال اللہ تعالیٰ ان اللہ
لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ۔ البتہ اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا ہے کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے اور بخشتا ہے سوائے شرک کے
سب کچھ جسکے واسطے چاہے یعنے بندہ اگر موحد ہے اور مشرک بندۂ شیطان نہیں ہے تو چاہے اسکو پہلے پہل سب گناہ معاف کر دے گا یا کچھ سزا دیکر
اسکو بخشے گا اور جنت میں داخل کرے گا پس معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے شرک سے تقویٰ کیا انکے لیے پروردگار کے یہاں جنت ہے پس جسنے
شرک چھوڑا اور گناہ بھی چھوڑے اور سب حکم بجا لایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسکو بخشا تو اسکے لیے پہلے ہی پہل جنت ہے اور اس کی
فرمانبرداری و صلاحیت کے موافق درجے ہیں اور اگر کسی نے شرک تو قطعاً چھوڑا اگر کمبختی کا مارا گناہوں میں پھنسا تو اگر بغیر سزا کے بخشا گیا تو وہ
بھی پہلے ہی پہل جنت میں جاوے گا اور درجے پانے کی بھی امید قطع نہیں ہے لیکن اس نے خود درجات کا سامان نہیں بنایا ہے اور
اگر بخشا نہ گیا اور کچھ عذاب بھگتنا پڑا تو یہ عذاب اٹھا کر پھر نکالا جاویگا اور جنت میں جاوے گا پس معلوم ہوا کہ تقویٰ کے سبب درجے ہیں اور
ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک سے بیزار ہوا اور اگر یہ بھی نہ ہو تو کافر ہوا اور شرک سے بیزار ہونے سے میری مراد یہ ہے کہ شرک کو اور شرک کی باتوں کو
اور شرک کے کاموں کو دل سے مردود و ملعون جانے کیونکہ اگر دل سے کچھ برا نہیں جانتا اگرچہ کرتا نہیں ہے تو بھی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
مشرک ہے کیونکہ شرک تو ایمان کا ضد ہے پس ایمان اگر دل میں ہے اگرچہ وہ ظاہر کے نماز روزہ سے فاسق ہو تو وہ مسلمان رہے گا یہی حال

شرک کا پیدا ظلم۔ خالدین فیہا۔ یعنے درحالیکہ جنت مین ان کو ہمیشگی ہو مفسر رحمہ اللہ نے حال مقدرہ قرار دیا یعنے انکے حق مین ہمیشہ رہنا اس وقت سے
مقدر ہو کیونکہ داخل ہونے کے وقت خلود کہان ہو پس مراد یہی ہو کہ داخل ہونے کے وقت سے ان کے لیے خلود مقدر کر دیا گیا ہو جیسا کہ حدیث مین ہو
کر پکارا جائے گا کہ اے اہل جنت تمکو خلود یعنے ہمیشگی ہو کبھی موت نہ آوے گی اور اے اہل دوزخ تمکو ہمیشگی ہو اور کبھی موت نہ آوے گی۔ پس جو
جنت والا کہ پہلے پہل داخل ہوگا اسکو اسی وقت سے خلود مقدر ہو اور جو بعد عذاب کے اور گناہون کا بھگتان بھگتنے کے داخل ہوگا اسکو اسی وقت
سے خلود ہوگا پس معنے یہ ہین کہ جب اس مین داخل ہوگا تو اسی حال مین کہ اسکے لیے ہمیشگی قرار دی گئی ہوگی۔ قولہ وازواج مطہرۃ بصیغہ مبالغہ
فرمایا جیسے سورۂ بقرہ مین۔ لہم فیہا ازواج مطہرۃ۔ فرمایا ہو اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر روایت
کی کہ حیض و پاخانہ و رینٹ وتھوک سے پاک ہونگی رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ اور ابن کثیرؒ نے تفسیر مین کہا کہ اس کی اسناد مین ربیعؒ ہین اور
ابن حبان نے فرمایا کہ ربیعؒ کی روایت سے جو حدیث ہو اس سے احتجاج روا نہین ہو اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ مین نے ابن کثیرؒ کی تاریخ مین دیکھا کہ
اس مین شیخ موصوف نے لکھا ہو کہ یہ حدیث حسن ہو بہر حال حدیث اچھی ہو اور معنے اسکے یہ ہین کہ جو چیزین ایسی ہین کہ آدمی اُن سے کراہت کرتا ہو خواہ ظاہر
مین ہون یا باطن مین ہون ان سب سے یہ عورتین پاک ہونگی چاہے وہ ان کی دنیا کی بیبیان ہون یا حورین ہون کیونکہ دنیا کی نجاسات ونگاڑ سے وہان
پاکیزگی ہوگی۔ اور جس ملحد نے بلادلیل ایسے مخلوق کے وہان ہونے سے انکار کیا اسکا قول کفر ہو وہ بے وجہ اللہ تعالے واسکے رسول صلعم کے کلام
کو نہین مانتا خالی اپنے نجس وہم سے رد کرتا ہو قاتلہ اللہ تعالے۔ کیا وہ جنت کے وجود سے منکر ہو اور کیا خداے تعالے کو ایسے مقام پیدا کرنے
اور ایسی خلقت پیدا کرنے پر قادر نہین جانتا۔ یہ نہین بتاتا کہ ایسا کیون نہین ہو سکتا ہو ظاہراً وہ اپنی خواہش نفسانی کا پابند ہو واللہ تعالے
اعلم۔ قولہ ورضوان من اللہ۔ سورۂ مائدہ مین رضوان کا لفظ باتفاق قراء سبعہ بالکسر ہو اور باقی مین بکسر اول و بالضم دونون قراءۃ آئی ہو اور اکثر
مفسرین نے اسکی تنوین کو تکثیر کے لیے قرار دیا اے رضوان کثیر ہو اور اولی یہ ہو کہ یہ معنے ہو کہ ایسا رضوان کہ اسکی بزرگی وعظمت وقدر کو
اللہ تعالے ہی خوب جانتا ہو اور انھون نے تنوین کو تکثیر قرار دیا بقولہ تعالے ورضوان من اللہ اکبر۔ یعنے اللہ تعالے کی طرف سے رضوان بہت
کبیر ہو اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اہل جنت کو خطاب فرماوے گا کہ اے اہل جنت
عرض کرین گے کہ اے پروردگار لبیک وسعدیک الخیر کلہ فی یدیک۔ پھر فرماویگا کہ بھلا تم راضی ہوے۔ عرض کرین گے کہ ہم کیون نہ راضی ہون اور
حال یہ ہو کہ تو نے ہمکو وہ کچھ دیا ہو کہ اپنے مخلوق مین سے کسی کو نہین دیا۔ فرمایگا کہ بھلا تمکو اس سے افضل چیز عطا کرون۔ عرض کرین گے کہ پروردگار
اس سے افضل کیا ہو۔ فرماویگا کہ تمپر اپنا رضوان اتار دیتا ہون کہ اسکے بعد پھر کبھی تمپر خشمناک نہون گا اخرجہ البخاری ومسلم۔ قولہ یقولون ربنا اننا
آمنا فاغفر لنا ذنوبنا۔ فا ر فاغفر تفریع ہو اور مرتب ہو آمنا پر اور مراد آمنا سے تصدیق قلبی بوحدانیت اللہ عزوجل وبتصدیق رسالت رسول
صلے اللہ علیہ وسلم ہو کیونکہ عصمت کا کوئی قائل نہین کہ آمنا سے گناہ بھی نہین ہوتا ہو پس اس مین صریح دلیل ہو کہ مجرد ایمان سے مغفرت کا
سزاوار ہوتا ہو چنانچہ آمنا پر فاغفر لنا کی تفریع کی اور اس سے رد ہوگیا فرقہ معتزلہ کا جو کہتا ہو کہ مجرد ایمان سے مستحق مغفرت نہین تاوقتیکہ اوامر ونواہی کا پابند
نہو اور جواب دیتے ہین کہ یہ آمنا والے صابرین وصادقین یعنی اعمال سے محمود اور بیگناہ ہین یہ جواب مردود ہو کیونکہ صریح فاغفر لنا ذنوبنا۔ موجود ہو
اور اس مجموع موجود پر تفریع نہین ہو فافہم۔ قولہ الصادقین۔ پہلے سورۂ بقرہ مین صابرین وغیرہم کی تفسیر گذر چکی ہو اور قتادہؒ سے روایت ہے کہ
یہ وہ لوگ ہین کہ ان کی نیتین سچی ہین اور دل مضبوط ہین اور زبانین دل سے موافق ہین پھر وہ ظاہر وباطن راستباز ہین اور صابرین و
اسکے بعد والے الفاظ مین واو عطف آنے مین دلالت ہو کہ ہر ایک صفت سے موصوف ہونا مستقل طور سے معتبر ہے۔ قولہ والمستغفرین

له یعنے پیہم ہوتے ہین کہ حضور ہم حاضر خدمت ہین ۱۲

بالاسحار مستغفرین یعنے طالب مغفرت اور بعض نے کہا کہ نماز گزار اور بعض نے کہا کہ مستغفرین بالاسحار وہ ہین جو نماز صبح مین حاضر ہوتے ہین اور انس بن مالک رضہ سے روایت ہی کہ ہمکو حکم دیا جاتا تھا کہ جب ہم رات مین نماز پڑھین تو آخر سحر مین ستر مرتبہ استغفار کرین۔ رواہ ابن مردویہ۔ اور حسن بصری رح سے روایت ہی کہ وے لوگ اول شب مین نماز پڑھتے رہتے یہانتک کہ جب سحر ہونے کو ہوتی تو دعاء استغفار شروع کرتے پس وہ ان کا دن تھا اور یہ انکی رات ہی۔ اور عبد اللہ بن عمر رضہ رات مین نماز پڑھتے پھر نافع سے پوچھتے کیا سحر کا وقت ہوا تو جب نافع کہتے کہ اب ہان ہوا تو دعاء استغفار کرنا شروع کرتے یہانتک کہ صبح ہو جاتی رواہ ابن ابی حاتم۔ اور زجاج رح نے کہا کہ سحر رات ڈھلے سے طلوع فجر تک کا وقت ہی اور بعض نے کہا کہ اخیر تہائی رات سے طلوع فجر تک ہی اور اثر ابن عمر اسی کا شاہد ہی۔ اور سعید جریری سے روایت ہی کہ ہمکو خبر پہونچی ہی کہ داؤد علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ رات مین کون وقت افضل ہی۔ کہا کہ ای داؤد مجھے نہین معلوم مگر اتنا جانتا ہون کہ سحر کے وقت عرش جنبش کرتا ہے اور **ابن کثیر** رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ صحیحین وغیرہ مسانید وسنن مین بطریق و بوجوہ متعددہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالے ہر رات مین آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہی جبکہ تہائی رات اخیر باقی رہتی ہی پس فرماتا ہی کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ مین اسکو عطا کرون۔ ہی کوئی دعا کرنے والا کہ اسکی دعا قبول کردن ہی کوئی مغفرت مانگنے والا کہ اسکو بخش دون الحدیث۔ اور **حافظ الحدیث ابو الحسن دارقطنی** رح نے اس حدیث مین ایک رسالہ علیحدہ تالیف کیا اور متعدد طرق سے اسکو روایت کیا ہے۔ **قال المترجم** اس اخیر رات کے بارہ مین احادیث مین کمال فضیلت بیان ہی اور اکابر علماء نے بہت کچھ نصیحت کی ہی اور وقت ہی کہ مین نہایت عمدہ ایک حدیث نقل کردن وہ یہ ہی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے پروردگار کی طرف سے ایک آنے والا آیا۔ اور ایک روایت مین یون ہی کہ آج کی رات میرے پاس میرا پروردگار عزوجل نہایت عمدہ صورت مین آیا اور فرمایا کہ اے محمد مین نے عرض کیا لبیک ربی وسعدیک۔ ای میرے مولی پروردگار مین تیری خدمت وحضوری مین حاضر ہون۔ فرمایا کہ تو جانتا ہی کہ کس بات مین ملاء اعلی یعنے فرشتے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہین مین نے عرض کیا کہ ای پروردگار نہین مین جانتا ہون پھر اپنا ید القدس دونون کتف کے درمیان رکھا حتی کہ مین نے اسکی ٹھنڈک کو اپنے دونون ثدیین مین پایا پس جو کچھ آسمان وزمین مین ہی سب مین نے جان لیا پھر فرمایا کہ ای محمد اب تو جانتا ہی کہ ملاء اعلی کس بات مین ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہین۔ مین نے عرض کیا کہ ہان درجات مین اور کفارات مین اور نماز جماعت کی طرف قدم اٹھانے مین اور سردی کے دنون مین پورا وضو کرنے مین اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے مین اور جس نے ان باتون پر محافظت رکھی وہ بھلائی پر جیا اور بھلائی پر مرا اور گناہون کے بارہ مین ایسا ہوگا جیسے اس دن تھا جس دن اسکو اسکی ماں جنی تھی۔ پھر فرمایا کہ ای محمد مین نے عرض کیا کہ لبیک وسعدیک۔ فرمایا کہ جب تو نماز پڑھے تو یہ کہہ کہ اللھم انی اسالک فعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین واذا اردت بعبادک الفتنة فاقبضنی الیک غیر مفتون۔ ای پاک رب میرے مین تجھسے مانگتا ہون توفیق نیکیان کرنے کی اور برائیان چھوڑنے کی اور مسکینون کو دوست رکھنے کی اور جب تو اپنے بندون کے ساتھ فتنہ چاہے تو مجھے اپنے پاس قبض کرے درحالیکہ اس فتنہ مین نہ پڑے پایا ہون اور فرمایا کہ درجات یہ ہین کہ ہر مسلمان پر جان پہچان ہو یا نہو سلام کو افشا کرے اور کھانا کھلاوے اور رات مین نماز پڑھے درحالیکہ لوگ سوتے ہوتے ہین اخرجہ الترمذی وقال حسن۔ اور بعض نسخون مین ہی کہ حدیث حسن **مترجم** کہتا ہی کہ عجیب متبرک حدیث شریف ہی اس سے مومنون کو بہت نفع ملتا ہی اور ملحد وبدعتی وجن کے دل مین شک نفاق ہی وہ اپنے نفس کی پلیدی مین پڑے جھگڑین۔ اس حدیث کو دارمی ودارقطنی وبیہقی وحاکم واحمد وغیرہ نے متعدد طرق سے چند دیگر صحابہ سے بھی روایت کیا اور امام بیہقی ودارقطنی کو وہم ہوا کہ اس کے سب اسانید

ضعیف ہین حالانکہ ایسا نہین ہو ترمذی رحمہ اللہ نے اسکو حسن فرمایا اور ان طرق کثیرہ سے بھی حسن لغیرہ ہونا ظاہر ہو اور **شیخ ابن الجوزی**
رحمہ اللہ نے اس حدیث کے سب طرق جمع کرنے اور کلام کرنے کے بعد فرمایا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اسکو باسناد حسن روایت کیا ہو پھر اس سند کو بیان
کیا پس جبکہ ایک سند خود حسن ہو اور اسکے ساتھ اس قدر اسانید و طرق کثیرہ موجود ہین پس حسن لذاتہ و حسن لغیرہ دونون جمع ہین اب اسکی صحت مین کیا
شک ہو خصوص جبکہ **ابن الجوزی** سا نقاد محدث اسکو حسن کہتا ہو رحمہ اللہ تعالے **ف۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی قل اؤنبئکم
بخیر من ذلکم الآیۃ ۔ واضح ہو کہ باغہاے جنات ظاہر مین جو نصوص مین منصوص ہین اور باطن مین ان کے نظائر کمالات ہین چنانچہ جس نے
تقوی کیا تو ہر ایک کو اپنے اپنے تقوے کے موافق اللہ تعالے کی نزدیکی مین درجے ہین پس اگر وہ اتنا ہی ہو کہ اس نے دنیا سے اور دنیا کی شتمیات
سے تقوی کیا تو اسکو جنۃ الیقین ہو اور اگر اسکے ساتھ اس نے آخرت سے بھی تقوی کیا تو اس کے لیے جنت کا مکاشفہ ہو اور اگر وہ نفس سے
متقی رہا تو اسکے لیے جنت مشاہدہ ہو جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ۔ اور بعض نے فرمایا کہ جسنے
جنت کی امید سے کام کیا تو اسکی انتہائی رسائی وہی ہو جو اسکی انتہائی مراد ہو یعنے جنت مین داخل ہوگا اور جس شخص نے اللہ تعالے کی رضامندی
کے لیے کام کیا تو اسکے لیے رضوان اللہ تعالے ہو اور اللہ تعالے نے فرمایا ورضوان من اللہ اکبر یعنے رضامندی اللہ تعالے کی بہت بڑی
نعمت ہو ۔ قولہ تعالے واللہ بصیر بالعباد ۔ اللہ تعالے دیکھتا ہو کہ بندگان خاص کی روحین عالم ملکوت مین مشتاق ہین کہ اللہ تعالے کی
نزدیکی مین پہونچین اسی طرح ہر بندہ مومن کا حال ہو پس دیدار جلال ازلی وجمال ابدی کی طلب مین جس قدر انھون نے رنج ومحنت
کھینچا ہو ہر ایک کو اسکی محنت کے موافق تسکین و مرتبہ عطا ہوتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ بصیر بالعباد یعنی عاملون کی نیت وارادہ کا دانا ہے ۔
قولہ تعالے الصابرین والصادقین والقانتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار ۔ یہان صابرین سے کس چیز سے صبر کرنے والون کی طرف اشارہ
ہے اور علی ہذا القیاس ما بعد کے اوصاف مین بھی تو صابرین یعنے تمام نفسانی وجسمانی خواہشون سے اللہ تعالے کے واسطے صبر کرنیوالے
اور صادقین یعنے اللہ تعالے کے ساتھ جو انکا معاملہ ہو اس مین سچے ہین ۔ اور قانتین یعنے رضامندی کے ساتھ اللہ تعالے کے مطیع ۔
اور منفقین یعنے اللہ تعالے کے ساتھ اللہ تعالے ہی کے واسطے اپنی جانین ومال قربان وخرچ کرنے والے ہین ۔ اور مستغفرین یعنے
غیر خدا کی طرف التفات کرنے سے استغفار کرنے والے ہین ۔ درگاہ الٰہی مین مناجات کے وقتون مین خطرات سے استغفار مانگنے والے ۔ اور بعض
نے فرمایا کہ یہ اشارہ ہو کہ مقصود کی سچائی پر صبر کرنے والے ۔ اور اپنے اقرارون مین سچے ۔ اور اللہ تعالے نے جو حدود مقرر کیے ہین ان حدون پر
قائم ہو کر فرمانبرداری کرنے والے ۔ اور سلطان توحید کے غلبہ کے وقت اپنے اعمال واحوال سے استغفار کرنے والے ہین یعنے ہدایت و
عنایت سب تیری ہی قدرت والوہیت ہو اور ہم اور ہمارے اعمال کچھ چیز نہین ہین اور بعض اکابر نے فرمایا کہ صبر کرنے والے وہ لوگ
ہین جو طلب الٰہی عزوجل مین ثابت رہے اور تکان سے نہین گھبرائے اور ہر خوشی وراحت کو چھوڑ دیا انھون نے بلاؤن پر صبر کیا اور شکوی چھوڑ دیا
یہانتک کہ وہ مر گئے اور دنیا وآخرت کی کسی چیز نے انکو حق عزوجل سے قطع نہین کیا اور صادقین وہ ہین جو طلب حق عزوجل مین سچے ہین پس
انھون نے قصد کیا پھر وہ مقام پر پہونچے پھر صادق ہوے جب مشاہدہ کیا پھر صادق رہے یہانتک کہ پاگئے پھر صادق رہے یہان تک کہ
انھون نے اپنے کو گم کر دیا پس انکے قصدون مین ترتیب ہو پہلے قصد پھر ورود پھر شہود پھر وجود پھر خمود ۔ اور قانتین وہ لوگ ہین کہ جنھون نے
درگاہ الٰہی کو لازم پکڑا اور ہمیشہ بندگی کا شربت پیا اور ماسواے اللہ تعالے کے کسی کو نہ لیا اور راہ حق کے ساتھ چلنے والون مین سے کسی سے
بغض نہ کیا یعنے کسی مسلمان سے بغض نہین رکھا یہانتک کہ نزدیکی کے مرتبہ کو حاصل کیا ۔ اور منفقین وہ لوگ ہین کہ انھون نے نیک کام

بجالانے و بندگی کرنے مین اپنے جانین خرچ کرو ین پھر اپنی وسعت کے موافق مال خرچ کرڈالا پھر سچے احوال کے ساتھ اپنے وارن کو خیرات کردیا پھر انھون نے اپنے سب حظوظ کو جو دنیا دی یا اُخروی اس وقت یا آئندہ زمانہ مین ملنے والے تھے خیرات کرڈالے اوراس صدمات واندوہ کے عوض مین ان کو قرب وصال دیا گیا اور استغفار کرنے والے جب ان سب باتون سے جو انھون نے کی ہین ہوشیار ہوے تو انھون نے اسحار کے وقت جبکہ نور قلب سے منور ہوا سب سے توبہ و استغفار کیا باین معنے کہ یہ سب کچھ نہین کیا اور جیسا حق ہے وہ ہرگز کچھ بھی ادا نہوا اور شیخ ابو عمرو المکی رح نے کہا کہ صبر یہ نہین ہے کہ اختیار کو اللہ تعالےٰ پر چھوڑ دیا بلکہ صبر وہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی تقدیر مین ثابت رہے اور اسکی بلاؤن کو مرحبا کہکر رغبت سے قبول کرے اور شیخ عمرو رح نے فرمایا کہ جس شخص نے دیدار جنت پر صبر کیا تو اسکو بلا کے دیکھنے پر بھی ویسی ہی لذت ہونی چاہیئے جیسے منتون کے دیکھنے سے ہوتی ہے اسواسطے کہ یہ دونون باتین ایک ہی آنکھ سے دیکھتا ہے اور حضرت جعفر رح نے فرمایا کہ صبر وہ ہے کہ جس مین تو اپنے حال پر محفوظ ہو اور تصبر یعنے تکلف کے ساتھ صبر کرنا اور اپنے آپ کو صابر بنانا یون ہے کہ اس مین تو اپنے حال و عجز کے جانب متردد ہو - اور شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ صابرین وہی لوگ ہین جنھون نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی بندگی مین اسکی توفیق کو دیکھتے ہوے صبر کیا اور صادقین وہ لوگ ہین کہ سچا و پورا کیا انھون نے جو اللہ تعالےٰ سے عہد باندھا تھا بصدق قدیم و اعتماد صحیح و ایسے سر کے ساتھ جسمین کچھ میل و لگاؤ کسی چیز کا نہین ہے اور قانتین وہ لوگ ہین کہ انھون نے اللہ تعالےٰ کی اطاعت ظاہر و باطن خفیہ و علانیہ یکسان کی - اور مستغفرین بالاسحار وہ لوگ ہین جنکے پہلو انکے بسترون سے دور رہتے ہین یعنے رات مین اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہین اور بسترون پر پڑے سوتے نہین ہین قال المترجم قول شیخ ابن عطا رح کا بہت عمدہ و نہایت لطیف ہے فافہم - اور بعض نے کہا کہ صابرین وہ ہین جو اللہ تعالےٰ کی معیت سے اللہ تعالےٰ کی قضاء تقدیری کے معاملات مین صبر کرتے ہین اور صادقین وہ لوگ ہین جو اللہ تعالےٰ کی توحید و محبت کے قول مین سچے ہین اور قانتین وہ لوگ ہین کہ آسانی و تکلیف مین اسی کی طرف رجوع لاتے ہین اور منفقین وہ ہین کہ ماسواے حق عزوجل کے سب خرچ کرڈالتے ہین اور مستغفرین بالاسحار وہ ہین جو اپنے افعال و اقوال و احوال سے استغفار کرتے ہین اور ابن عطا نے فرمایا کہ صابرین وہ ہین کہ جو انکو حکم دیا گیا اسکی بجاآوری مین صبر کرتے ہین اور صادقین وہ ہین کہ جو انھون نے ازل مین عہد باندھا تھا اور اقرار کیا تھا اسکو پورا کیا یعنے حضرت باری عزوجل کی توحید کے قائل ہوے ہین اور قانتین وہ ہین کہ عبادات کی سب قسمون پر وہ قائم و مضبوط ہین - اور منفقین وہ ہین کہ اپنے بدنون و جانون کو اپنے مولی کی رضامندی مین صدقہ کرتے ہین اور مستغفرین بالاسحار وہ لوگ ہین جو کسی حال مین اپنے مولی عزوجل کی خدمتگذاری سے نہین تھکتے ہین - اور نیز ابن عطا رح نے فرمایا کہ صابرین وہ ہین جنھون نے اپنے آپ کو مکاشفات کے مطالعہ پر روکا ہے اور صادقین وہ ہین جو اللہ تعالےٰ کی محبت مین سچے ہین - اور قانتین وہ ہین جنھون نے اپنی جانون کو اپنے مولی کی خدمتگذاری پر باندھ رکھا ہے اور مستغفرین بالاسحار وہ ہین جو ہمیشہ دروازے پر پڑے ہین اس انتظار مین کہ کیا انکو اجازت دیجاتی ہے - اور نیز فرمایا کہ صبر تو اہل محبت کا مقام ہے اور صدق عارفون کا مقام ہے اور قنوت عابدون کا مقام ہے اور خرچ کرنا مریدون کا مقام ہے اور استغفار گنہگارون کا مقام ہے -

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

گواہی دی اللہ نے کہ کسی کی بندگی نہین سواے اسکے اور فرشتون نے اور علم والون نے وہی حاکم انصاف کا کسی کو بندگی نہین

النصف

هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

سواے اسکے زبردست ہے حکمت والا

شَهِدَ اللّٰهُ۔ بین لخلقہ بالدلائل وانزال الآیات۔ اللہ تعالے کا گواہی دینا ہے ف یعنے اسنے ظاہر کر دیا مخلوق کے واسطے باین طور کہ دلائل قائم
کیے اور آیتین اتارین کہ۔ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ۔ لامعبود بحق فی الوجود۔ اِلَّا هُوَ۔ کوئی معبود برحق موجود نہین ہے مگر وہی ایک اللہ تعالے وشہد
بذلک۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ۔ بالاقرار۔ اور گواہی دی اسکے ساتھ ملائکہ نے باقرار کیونکہ تھوڑا معائنہ موجود ہے۔ وَاُولُوا الْعِلْمِ۔ من الانبیاء والمؤمنین۔
بالاعتقاد واللفظ۔ اور علم والون نے یعنے انبیاء و مومنین نے اعتقاد کے ساتھ اور زبان سے کہنے کے ساتھ۔ قَآئِمًا۔ بتدبیر مصنوعاتہ ونصبہ
علی الحال والعامل فیہا معنی الجملۃ ای تفرد۔ بِالْقِسْطِ۔ بالعدل۔ درحالیکہ قائم ہے متفرد وہ اپنے مخلوقات کی تدبیر مین عدل کے ساتھ ف پس یہ
حال واقع ہے اور عامل معنوی ہے یعنے جملہ بالا سے جو معنے نکلتے ہین ای تفرد پھر توحید الوہیت کو مکرر فرمایا بقولہ تعالے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ۔
فی ملکہ۔ الْحَكِيْمُ۔ فی صنعہ کوئی الوہیت والا نہین مگر وہی وہ غالب ہے اپنی سلطنت مین پختہ کاردانا ہے اپنی صنعت مین ف معالم السنۃ
مین کہا کہ یہ آیہ وفد نجران کے حق مین نازل ہوئی اور کلبی رح نے کہا کہ شام کے احبار مین سے دو حبر آئے اور جب انھون نے مدینہ منورہ کو
دیکھا تو کہا کہ یہ شہر بہت مشابہ ہے اس شہر سے جو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا پھر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے تو آپ کو صفت
سے پہچان کر کہا کہ آپ محمد ہین۔ فرمایا کہ ہان۔ بولے کہ آپ احمد ہین فرمایا کہ مین محمد و احمد دونون نام رکھتا ہون بولے کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے
ہین اگر آپ نے ہمکو اسکی خبر دیدی تو ہم ایمان لا دینگے آپ نے فرمایا کہ اچھا۔ بولے کہ ہمکو خبر دیجیے کہ اللہ عزوجل کی کتاب مین کون سب سے بڑی
گواہی ہے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی پس دونون آدمی مسلمان ہوگئے۔ اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے ارواح کو اجسام سے
چار ہزار برس پہلے پیدا کیا اور ارواح سے چار ہزار برس پہلے رزق پیدا کیے پس اپنی ذات کے واسطے خود شہادت دی قبل اسکے کہ خلق کو پیدا کرے
اس حال مین کہ اوتعالے عزوجل ہی تھا اور آسمان و زمین و خشکی و تری کچھ نہ تھی پس فرمایا شهد الله انه لا اله الا هو۔ اور اللہ تعالے کی شہادت
کے معنے کیا ہین اس مین کئی قول مروی ہین ایک وہ کہ مفسر نے اختیار کیا کہ شهد الله یعنے بین الله ہے یعنے اللہ تعالے نے ظاہر کر دیا اور
زجاج نے کہا کہ شاہد وہ کہ ایک چیز کو جانکر اسکو بیان کرتا ہے پس اللہ تعالی نے جو پیدا کیا اس سے ہمکو اپنی وحدانیت پر راہ دی وظاہر کر دی اور
بیضاوی رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے اسکو ظہور وکشف مین گواہ کی گواہی سے تشبیہ دی یعنے اللہ تعالے کی الوہیت اس درجہ ظاہر ہے کہ جیسے گواہ اپنی
آنکھون دیکھی چیز بدیقینی گواہی دیتا ہے۔ اور اس صورت مین شک نہین کہ شہد بمعنے مجازی لیا گیا اور معالم مین ہے کہ مجاہد رح نے کہا کہ شهد الله یعنے حکم الله
ہے اور یہ بھی مجاز ہے حالانکہ ملائکہ و مومنین سے شہادت حقیقی ہے پس ضرور ہوا کہ شہادت سے کوئی معنے ایسے عام لیے جاوین جو ان سب کو
شامل ہون اور اس صورت مین عموم مجاز ہوگا اور مفسر رحمہ اللہ نے عموم مجاز سے گریز کرنے کے واسطے والملائکہ پر شہد مقدر کیا ای وشهد الملائكة پس
اول شہد مذکور یعنے مجازی ہے اور دوم شہد مقدر یعنے حقیقی ہے واللہ اعلم۔ قولہ تعالے واولوا العلم۔ بعض نے کہا کہ اولوا العلم انبیاء ہین اور بعض
نے کہا کہ مہاجرین وانصار ہین اور بعض نے کہا کہ اہل کتاب یعنے یہود و نصاری مین سے ایمان لانے والے لوگ ہین اور سدی و کلبی رح نے کہا کہ سب
ایمان والے مراد ہین خواہ انبیاء ہون یا انکی امت ہون اور یہی مفسر نے اختیار کیا اور یہی اوجہ ہے اسواسطے کہ وجہ تخصیص ظاہر نہین ہے اور بیان اولوا العلم
سے مراد وہ علماء ہین جو کتاب اللہ تعالے وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہون اور یہ ان کے واسطے بڑی فضیلت ہے ولیکن ضرور ہے کہ
اس طرح کے عالم پر اثر علم ظاہر ہو اور دین پر مستقیم ہو نے دنیا کی ہوس سے نہ پڑھا ہو واللہ اعلم اور یہ جو کہا گیا کہ اولوا العلم سے وہ علماء مراد ہین جو دلائل و
حجتون سے اللہ تعالے کی توحید ثابت کرتے ہین اور اس مین علم اصول دین یعنے علم کلام کی بزرگی ثابت ہو۔ تو یہ جہالت ہے اور صحیح وہی ہے کہ علماے
ربانی ای فقہاے دین وعلماے محدثین مراد ہین اور علم کلام خود مذموم ہے چنانچہ امام احمد وامام ابو یوسف وغیرہ علماء سے اسکی مذمت مصرح

مروی ہی۔ اور بعض اکابر نے یہان ایک نکتہ لکھا کہ شہادت الٰہی اپنی ذات پاک کی توحید کے واسطے وہی اصل ہی لہٰذا قولہ انہ لا الٰہ الا ہو کو اپنی شہادت کے
ساتھ فرمایا اور ملائکہ او اولوا العلم کی شہادت اقراری و تصدیقی قرار دی فافہم۔ اور دوم قولہ لا الٰہ الا ہو مکرر فرمایا بغرض مزید اعتناء و اشعار بآنکہ اسکی تکرار افضل ہی
اور **جعفر صادق**۔ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اول تو وصف و توحید ہی اور دوم رسم و تعلیم ہی یعنی تو لا الٰہ الا ہو العزیز الحکیم۔ پس حاصل یہ ہوا کہ اول
توحید کی شہادت دیکر ثابت فرمایا پھر منکرین مانند وفد نجران وغیرہ کو اسپر ایمان لانے کا حکم دیا کہ گویا حکم اور اسکی دلیل کو جمع فرما دیا۔ اور زبیر
بن العوام رض سے روایت ہی کہ مین نے نبی صلی اللہ وسلم سے سُنا درحالیکہ وہ عرفہ مین تھے کہ یہ آیت پڑھتے شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم
قائما بالقسط لا الٰہ الا ہو العزیز الحکیم۔ اور مین بھی اسپر شاہد ہون اے پروردگار میرے رواہ احمد و ابن ابی حاتم۔ اور **محی السنہ** نے
اپنی اسناد سے **غالب قطان** سے روایت کی کہ مین کوفہ مین تجارت کو آیا تو **اعمش** رح کے قریب اُترا انکے یہان آیا جایا کرتا۔ ایک رات جب
مین نے بصرہ سے جانیکا قصد کیا تو مین نے دیکھا کہ اعمش کھڑے تہجد پڑھتے ہین پس وہ پہونچے اس آیہ تک شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ الآیۃ۔
پھر اعمش نے کہا کہ مین بھی گواہی دیتا ہون اس گواہی کے ساتھ جسکی اللہ عز وجل نے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی اور اسکو ودیعت رکھتا ہون وہ
میرے واسطے اللہ عز وجل کے پاس ہی ان الدین عند اللہ الاسلام اور اسکو اعمش نے کئی بار کہا تو مین نے جی مین کہا کہ انھون نے ضرور اس بارہ مین
کچھ سُنا ہی پس مین نے صبح کی نماز اعمش رح کے ساتھ پڑھی اور اُن سے وداع ہونا چاہا پھر مین نے اُنسے کہا کہ مین نے آپکو سُنا کہ آپ یہ آیہ پڑھتے اور
دہراتے تھے آپ نے اس مین کیا سُنا ہی تو مجھسے فرمایا کہ تجھے کیا وہ خبر نہین پہونچی جو اسکے بارہ مین ہی مین نے کہا کہ مین آپ کے پاس
دو برس سے ہون آپ نے مجھسے اسکے بارہ مین کچھ بیان نہین کیا تو فرمایا کہ واللہ تجھے سال بھر تک نہ بیان کرون گا پس مین نے انکے دروازہ پر
یہ روز لکھ دیا اور مین ایک سال تک ٹھیرا رہا پھر جب سال گذر گیا تو مین نے کہا کہ اے ابو محمد سال بھر تو گذر گیا فرمایا کہ مجھسے ابو وائل نے عبد اللہ بن عمر سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا پڑھنے والا قیامت کے روز لایا جائیگا پس اللہ تعالے فرماوے گا کہ میرے اس بندہ
کے واسطے میرے پاس ایک عہد ہی اور مین عہد وفا کرنے کا سزاوار ہون میرے اس بندے کو جنت مین داخل کرو۔ **سراج المنیر**۔ مین کہا کہ
اس حدیث کو **طبرانی و بیہقی** رح نے بسند ضعیف روایت کیا اور **مترجم** کہتا ہی کہ **شیخ ابن کثیر** نے اسکو اپنی تفسیر مین بروایت
**طبرانی** نقل کیا اور کچھ کلام نہین کیا واللہ اعلم۔ **ف** عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالے شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو والملائکۃ واولوا العلم الآیۃ۔ اللہ تعم
اپنی ذات و صفات پاک کا عالم و دانا جیسا چاہیئے ویسا ہی پس اسنے اپنی ذات پاک کی توحید کے واسطے گواہی دیدی پہلے اس سے کہ قبل اور
بعد اور خلق موجود ہووے پس اللہ تعالے کی اپنی ذات پاک سے آگاہ ہونے کے مقابل مین جہل کا نام ہی نہین اور اسکے اپنی ذات پاک کی معرفت
کے مقابلہ مین ناشناخت ہی نہین اور اسکے اپنی ذات سے گواہی دینے کے مقابلہ مین کوئی عاجزی و وحشت ہی نہین ہی بلکہ او تعالیٰ عز وجل
نے اپنی ذات پاک کو خود ہی وصف فرمایا اور اپنی ذات پاک کا خود ہی شکر کیا اسواسطے کہ خلق کو اسکی معرفت کے اور اسکی ذات پاک کے
علم کی کوئی راہ نہین ہی پس او تعالے نے اپنی پاک ذات پر خود ہی ثنا و صفت بیان فرمائی کیونکہ اللہ عز وجل کو معلوم ہی کہ میری مخلوق تو میرے
وجود پاک کی معرفت سے عاجز ہی پس عالم موجود ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی گواہی دینی اپنی ذات پاک کے واسطے اس سے مراد یہ ہی کہ
بندون کو تعلیم ہو اور یہ انپر خاص مہربانی و لطف ہی ورنہ او تعالے پاک منزہ ہی خلق کے وجود سے بے پرواہ ہی فان اللہ لغنی عن العالمین۔
پس اللہ تعالے عز وجل کا اپنی ذات کے واسطے شہادت دینا یہ تو حقیقت ہی اور مخلوق کا اسکی شہادت دینا رسم ہی اور حقیقت کا ظہور حقیقت
سے ہوا اور وہ حقیقت ہی کی طرف عود کرے گی اور رسم کا ظہور رسم سے ہوا اور وہ رسم ہی کی طرف عود کرے گی اس واسطے کہ او تعالے نے

قدیم ہو اور باقی جو کچھ ہو سب حادث ہو اور قدیم تو حدوث سے از راہ علم ورسم وحقیقت سب طرح وسب وجہ سے منفرد ہو حدوث کو قدم سے ان وجوہ مین کسی طرح کا لگاؤ بھی نہین ہو پھر اللہ تعالے نے ملائکہ کو پیدا کیا اور اپنی قدرت کے نور سے ایک ذرہ انکے لیے کشف کیا پس انھون نے نور قدم سے ایک نور چمن پایا جس کی روشنی مین انھون نے اللہ عزوجل کے افعال قدیمہ کے آثار کو دیکھا پس گواہی دی کہ وہ پاک ذات قدیم موجود ہو اور اسکی وحدانیت دائمی وسرمدی ہونے کی گواہی دی اور یہ اُنکے عبودیت مین رسم تھی کچھ ربوبیت مین سے حقیقت نہ تھی پس اللہ تعالے اُن سے امور رسم پر راضی ہوا اور حقیقت ووصف سے عاجز نہین کیے گئے پھر اللہ تعالے نے انبیا واولیا کو پیدا کیا اور بیس لاکھ برس ان کے اجسام پیدا کرنے سے پہلے ان کی ارواح مین اپنے جمال ذات کے انوار کو ظاہر فرمایا پس انھون نے اسکے نور سے اسکے جمال جلال کو دیکھا یعنے تجلی جمالی سے انھون نے تجلی جلالی کی راہ پائی اور اسکی عظمت کی کُنہ اور جبروت کی کبریائی کو دیکھکر حیران رہ گئے اور اسکی ذات پاک جل جلالہ کی ثنا ووصفت وشکر کرنے سے عاجز رہ گئے تب اللہ تعالے نے ان کو باین طور خطاب فرمایا کہ اپنی ذات پاک ان پہچنوائی اور فرمایا کہ الست بربکم قالوا بلی شہدنا کیا مین تمھارا پروردگار نہین ہون بولے کہ تو ضرور ہمارا پروردگار ہو ہم اسکے گواہ ہوئے پس اُنھون نے مقام خطاب مین اقرار کرنے کے بعد گواہی دی پس ان کی گواہی بطریق رسم تعلیم ہو اور یہ حقیقت طرز قدیم نہین ہو پھر ملائکہ کی گواہی مین اور بنی آدم مین سے اہل علم کی گواہی مین فرق یہ ہو کہ ملائکہ نے تو از راہ یقین کے گواہی دی اور اولوا العلم نے از راہ مشاہدہ گواہی دی - اور نیز ملائکہ کی گواہی تو دیدار افعال سے ہو اور علما کی گواہی دیدار صفات سے ہو - اور نیز ملائکہ کی گواہی تو عظمت الٰہی عزوجل دیکھنے سے ہو اور علما کی گواہی بسبب دیدار جمال کے ہو اسوجہ سے ملائکہ کے دیدار سے خوف پیدا ہوتا ہو یعنے وہ لوگ خوفناک ہوتے ہین اور علما کے دیدار سے انکو امید پیدا ہوتی ہو پھر جاننا چاہیے کہ علما کی گواہی باہم متفاوت ہو پس بعض کی گواہی تو مقامات سے ہو اور بعض کی گواہی حالات سے ہو اور بعض کی گواہی مکاشفات سے ہو اور بعض کی گواہی مشاہدات سے ہو اور جو لوگ کہ اہل علم مین سے خاص ہین وہ لوگ اسی کے لیے شہادت ہائے ازلی قدم ادا کرتے ہین یعنے قدم ان کو علم سے حاصل ہوتا ہو اور وحدانیت کے جمال سے نور توحید انکو ظاہر ہو جاتا ہو پس انکی گواہی تو شہادت حق مین مستغرق ہو اسواسطے کہ وہ دیدار قدم سے محو ہورہے ہین - اور **سہل بن عبداللہ** رح سے اس آیت مین دریافت کیا گیا تو کہا کہ حق عزوجل نے بذات خود اپنے مشاہدہ ذات پاک کی گواہی دی اور اپنی مخلوق مین سے جسکو چاہا اسکو اسکے پیدا کرنے سے پہلے گواہ کر لیا اور اس گواہی کا نفع انھین مخلوق کی طرف راجع ہوا پس اس مین تنبیہ ہو کہ او تعالے ہر مخلوق کے وجود سے پہلے اسکے موجود ہونے کا دانا ہو اور کوئی اسکے حکم سے تجاوز نہین کر سکتا ہو - اور **شیخ ابن عطا** رح نے قول شہد اللہ کے رمز مین ذکر فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے ہم بندون کو بذات خود اپنی ذات پاک کی طرف پاک نامون سے راہ بتائی اور اس مین اسکے پروردگار ہونے کا اظہار ہو اور اسکے صفات ثابت ہونے کا بیان ہو پس ہم عاجزون کے لیے اسنے اپنے کلام وناموں مین گواہ ورہبر کر دیا اور یہ اسی واسطے کیا کہ اللہ تعالے نے اپنی ذات پاک کی توحید فرمائی اور اسکے ساتھ کوئی نہ تھا اور گواہ اسپر اسی کی توحید تھی اور ہو نہین سکتا کہ حقیقت کی راہ سے اسپر کوئی گواہ ہو سکے سواے اسکی ذات پاک کے کیونکہ وہی شاہد ہو اور اسکے ساتھ کوئی شاہد نہین پھر اس نے اپنے مخلوق کو اپنی گواہی کی طرف بلایا پس مخلوق مین سے جسکی گواہی اسکی گواہی کے موافق پڑی اس نے توحید مین سے اپنا حصہ پایا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہوا - اور **ابن عطا** رح نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنی ذات پاک کے واسطے گواہی دی کہ وہ فرد وصمد وہمیشہ سے ہمیشہ رہنے والا ہو پھر خلق کو پیدا کیا پھر انکو اس کلمہ کی پرستش وعبادت مین مشغول کیا سو مخلوق اسکی عبادت حقیقی کی تاب نہین رکھتے ہین - اسواسطے کہ اللہ تعالے کی گواہی اپنی ذات پاک کے واسطے تو حقیقی ہو اور ان لوگون کی گواہی اسکے ساتھ رسمی ہو پھر حقیقت ورسم کہین برابر

ہو سکتے ہین اور ابو عبداللہ قرشی نے قولہ شہد اللہ کے اشارہ مین فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تعلیم ولطف وارشاد اپنے بندون کو ہے یہانتک کہ انھون نے اللہ تعالےٰ کے واسطے اسکی گواہی اداکردی اور اگر انکو اس بات کی تعلیم نہ فرماتا تو وے لوگ ہلاک ہوجاتے جیساکہ معارضہ کیوقت ابلیس ملعون ہلاک ہوا ہو اور بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی گواہی اپنی ذات کے واسطے جس چیز کے ساتھ گواہی دی ہو وہ سچی گواہی ہو اور حال یہ ہو کہ گواہی سوائے سچون کے اور کسی سے قبول نہین ہوتی ہو پس ظاہر ہوا کہ توحید کی لیاقت سوائے سچون کے اور کسی کو نہین ہو اور ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز اپنے مصاحب لوگون سے کہا کہ گذری رات مین صبح تک مین اس کوشش مین رہا کہ لا الٰہ الا اللہ کہون مگر مجھے اس پر قدرت نہوئی تو پوچھا گیا کہ یہ کیون۔ شیخ نے کہا کہ مجھے ایک کلمہ یاد آگیا جو مین نے اپنے بچپن مین کہا تھا اسکی وحشت میرے سامنے آگئی اس نے مجھکو ایسا کہنے سے منع کردیا اور مجھے تعجب ہوتا ہو ایسے شخص سے جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا ہو حالانکہ وہ اپنی صفات مین سے کسی صفت سے متصف ہے اور **شیخ شبلی** رحمہ نے کہا کہ مین نے جب کبھی اللہ کہا تو ضرور اپنی حرکت پر استغفار کرلیا اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہو شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو پھر مخلوق مین سے کون شخص اسکے لیے یہ گواہی دے سکتا ہو مگر یان چونکہ حکم دیا گیا ہو لہذا زبان سے کہہ دیتے ہین یا حکم سے علاوہ بطور غفلت کے بھی کہہ دیتے ہین **قال المترجم** مراد یہ ہو کہ بندون کو شہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ کہنے کا حکم دیا گیا پس بایزید رحمہ اللہ و شبلی سب اسکو کہین گے اور اُمید ہو کہ اللہ تعالےٰ قبول فرماوے اب رہا یہ امر کہ جیسی چاہیئے ہو ویسی شہادت اداکرو تو یہ سب لوگ سخت نادم و کمال مجبور ہین کہتے نہین اور کہتے ہین کہ کہہ نہین سکتے اور کہتے ہین تو استغفار کرتے ہین اس حال مین پڑے ہین واللہ اعلم۔ اور **ابن عطاء** نے فرمایا کہ پہلے پہل جو حقائق بتا رہین اللہ تعالےٰ کی محبت مین متصف ہوئے تو سوائے حق عزوجل کے سب چیزون سے فانی ہوئے یہان تک کہ اللہ عزوجل کے ساتھ باقی رہے **قال المترجم** اس کلام کے معنے یہ ہین کہ لا الٰہ الا اللہ کے معنے مین جب ان لوگون نے اللہ عزوجل کے وجود کی گواہی دی تو اسکے وجود کے سامنے اسکے ماسوائے کل چیزون سے حتی کہ اپنی جان سے بھی فنا ہوگئے پس وجود باری عزوجل کے ساتھ باقی رہے اور یہ اقرار صادق ہو واللہ تعالےٰ اعلم اور **شیخ شبلی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینے کے دس حرف ہین چھ ظاہر ہین اور چار باطن ہین پس ظاہر کے حروف مین سے اول ذکر الٰہی بلا ریاء کے۔ دوم ادائے حکم بلا عیب وبدون تقصیر کے سوم نفس کا روکنا حرام چیزون سے چہارم مومنون کو نصیحت کرنا یعنے جو بھلائی اپنے واسطے چاہتا ہو وہ انکے واسطے بھی چاہے پنجم گناہون سے بھاگنا ششم نفس سے دشمنی کرنا۔ اور رہے وہ جو کہ باطن مین ہین سو ایمان و معرفت بقلب ہو اور نیت وخشوع ہو اور فکر کرنا اور توفیق پر نظر رکھکر مضبوط مستقیم رہنا پس جس شخص نے یہ سب باتین اداکین اسنے البتہ اللہ تعالےٰ کے واسطے گواہی اداکی۔ اور **شیخ شبلی** رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ فقط اللہ کیون کہتے ہین لا الٰہ الا اللہ کیون نہین کہتے ہین بولے کہ قول ایک آفتاب ہو کہ اسکا گم ہونا اسکے ثبوت سے مغلوب ہوتا ہو پھر جب گم ہونا ہی محال ہو تو کس سے مغلوب ہونے کی حاجت رہی۔ **قال المترجم** شاید یہ اشارہ ہو کہ وجود باری تعالےٰ عزوجل ازلی ابدی قدیم ہو اسپر عدم محال ہو تو اثبات وجود کی حاجت کیا ہو کیونکہ اثبات ایسی چیز کا کرتے ہین کہ جسکے اثبات سے اسکی نفی نہ رہے اور یہان نفی بالکل محال ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ۔ پھر **شیخ شبلی** رحمہ نے کہا کہ اور بھلا نفی ایسی ہی چیز کی تو کی گئی ہو جسکا ہونا محال ہو اور بھلا اثبات ایسی ہی شے کا تو کیا گیا ہو جس کا گم ہونا محال ہے **قال المترجم** شاید مراد یہ ہو کہ کلمۂ توحید مین نفی آلہہ کی ہو اور وہ خود مستحیل الوجود ہو اور اللہ تعالےٰ کا اثبات ہو حالانکہ وہ ایسا ہو کہ عدم اسکی شان مین محال ہو فافہم۔ اور **مزنی** رحمہ اللہ نے کہا کہ **شیخ ابن منصور** رحمہ مکہ مین داخل ہوئے پس اُنسے سوال کیا گیا کہ چیونٹی اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہو اور توحید کیا ہو پس انھون نے

اس باب مین کلام کیا یہانتک کہ ہم توحید کو بھول گئے اور بعضے کہا کہ یہ حق عزوجل کے ساتھ لائق ہی باین حیثیت کہ لست وامر سے اسکے ساتھ راضی ہوا اور یہ وصف درحقیقت سے اسکے ساتھ لائق نہین ہو جیسے کہ وہ ہمارے شکر سے بمقابلہ اپنی نعمتون کے راضی ہوا حالانکہ ہمارا شکر اسکی نعمتون کے مقابلہ مین کہان ہو اور کہا کہ جب تک تو اشارہ کرتا ہی تب تک موحد نہین ہی یہانتک کہ حق عزوجل تیرے اشارے پر غالب ہو باین طور کہ اشارہ کو تجھے فنا کرے پس نہ اشارہ ہو اور نہ اشارہ کرنے والا اور شیخ ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو اپنے پروردگار کی رضامندی چاہتا ہو اور اپنے مال سے بخل کرتا ہو اور اسکی طاعت کرنے سے عاجز ہوتا ہو ایسا ہرگز نہین ہو سکتا پس اللہ تعالے کی گواہی دینے والا درحقیقت وہ شخص ہو جو اپنی روح ونفس اور قلب کی چیز سے اللہ تعالی کی رضامندی مین بخل نہین کرتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ شہد اللہ یعنے علم اللہ ہی کیونکہ اوسکو کمال علم سے اپنا علم کامل ہو اور شہادت تو ایسی ہی خبر دینے کو کہتے ہین جو دانشگی سے ہو اور اسلام کے اصول وفروع ہین وہ سب ایک جڑ سے اُگے ہین اور وہ وحدانیت ہی- اور قولہ اولوا العلم- کے معنے مین کہا گیا کہ علما تین قسم کے ہین ایک وہ کہ اللہ تعالے کے اوامر و احکام کا جاننے والا ہو اور وہ علماے شریعت ہین اور دوم جو اسکے اوصاف وصفات کا دانا ہو اور وہ علماے سنت ہین اور سوم عالم باللہ وباسمائہ اور یہ علماے ربانی ہین- قولہ ہو العزیز الحکیم- عزیز وہ ہی کہ اسکے قدیم ہونے کی کنہ تمام مخلوق کے مطالعہ سے ممتنع ہو یعنے کوئی مخلوق اسکی کنہ کو ہرگز نہ پہونچ سکے اور نیز عزیز وہ ہی کہ اسکا وصف کوئی بیان نہ کر سکے مگر بطور رسم کے جس طرح اس نے اپنے آپ کو وصف فرمایا- اور حکیم وہ ہو کہ اسنے اپنی ذات کے واسطے حقیقی گواہی دی اور بندون کے واسطے اسی کی رسم مقرر کردی- اور نیز حکیم وہ ہی کہ اس نے مخلوق کو اپنی ذات سے محجوب کیا کہ اسکو دیکھ نہین سکتے ہین کیونکہ ان کے دلون مین اسکی توحید کی رسم حاصل ہوئی ہو اور یہ رسم توحید جو بندون کو حاصل ہوئی وہ خیال کے لگاؤ سے ہو اور حقیقت توحید جو اسکے جلال وعظمت سے ظاہر ہوتی ہو وہ اسکے برخلاف ہی جو انکے دلون مین خطور کرتی ہو اور بعض نے کہا کہ عزیز وہ ہو کہ جو ایسا زبردست غالب صاحب منعت ہو کہ اس تک کسی موحد کی توحید اور کسی وصف کرنے والے کا وصف نہین پہونچتا ہی الا اسی طور پر کہ انکو حکم دیا گیا ہو وہ حکم کی فرمانبرداری پر توحید کرتے اور وصف کرتے ہین اور حکیم ہو اس چیز مین جسکی اپنے واسطے گواہی فرمائی ہی-

**قال المترجم** مراد یہ ہو کہ توحید وتمجید وتحمید کا حکم بندون کو دیا گیا ہو باین معنے وہ اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرتے ہین اور قبول ہوتی ہی ورنہ درحقیقت یہ لوگ اسکا وصف وحمد وتوحید کچھ ادا نہین کر سکتے ہین صرف اسکی شہادت کی رسم ادا کرتے ہین یعنے اصل معنے وہ چیز تو وہی خود جانتا ہے اور یہ لوگ نقش ورسم کے طور پر شاہد ہین اور وہ محض کرم وفضل سے اسی کو بندون سے قبول فرماتا ہی-

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ

دین تو اللہ کے یہان یہی اسلام ہی اور نہین پھوٹ ڈالی ان لوگون نے جنکو کتاب دی گئی تھی مگر بعد اسکے کہ پہونچ چکا

الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

انکو علم بہ آپس مین ایک دوسرے کی ضد سے اور جو منکر ہوا اللہ کی آیتون سے تو اللہ جلد حساب لینے والا ہی

إِنَّ الدِّينَ- المرضی- عِندَ اللَّهِ- ہو- الْإِسْلَامُ- ای الشرع المبعوث بہ الرسل المبنی علی التوحید- وفی قراءۃ بفتح ان بدل من انہ بدل اشتمال- دین ایسا کہ اللہ تعالے کے نزدیک پسندیدہ ہو وہ اسلام ہی ہی یعنے وہ شرع کہ جسکے ساتھ رسول بھیجے گئے کہ وہ توحید پر مبنی ہو- اور کسائی کی قراءۃ میں ان بالفتح ہی پس یہ جملہ انہ لا الہ الا ہو سے بدل اشتمال ہی یعنے اللہ تعالے وملائکہ واہل علم نے گواہی دی کہ لا الہ الا اللہ یعنے دین مرضی فقط اسلام ہی تو یہ بالفتح قراءۃ کی صورت مین انہ لا الہ الا ہو- کا کل یا جزو نہین بلکہ ملابس ہی پس بدل اشتمال ہی

اور اگر دین کی تفسیر ایمان سے یا متضمن با یمان کیجاوے تو بدل الکل ہو گا پھر جمیع اُمتون مین یہی معروف تھا کہ اللہ تعالے کے یہان دین فقط توحید ہے
وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ - ای الیہود والنصاری فی الدین بان آمن بعض وکفر بعض - إِلَّا مِن بَعْدِ
مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ - بالتوحید - بَغْيًا - من الکافرین بَيْنَهُمْ - یعنے یہود و نصاری نے نہین اختلاف کیا
دین مین بایں طور کہ بعض توحید پر رہے اور بعض کافر ہو گئے مگر بعد اسکے کہ پہونچ گیا تھا انکو علم توحید اسوجہ سے کہ کافرون نے باہم ضد کر لی
یعنے جو توحید پر رہے وہ تو بیچارے راہ پر تھے اور بغاوت کافرون ہی کی طرف سے ہوئی بطلب دنیا و مال و جاہ نہ اسوجہ سے کہ انکو علم نہین پہونچا تھا
اور توحید سے آگاہ نہ تھے اسوجہ سے شبہہ مین تھے۔ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ - ای المجازاۃ لہ - اور
جس نے آیات الٰہی کے ساتھ کفر کیا تو اللہ تعالے جلد حساب کرنے والا ہے یعنے کافر و باغی کو جلد اسکے کفر کا بدلا دینے والا ہے کیونکہ دینا روز چند ہے اور
اور جو مزا اسکی قیامت قائم ہوئی۔ زجاج نے کہا کہ دین تمام اس چیز کا نام ہے جسکے ساتھ اللہ تعالے نے اپنی خلق کو متعبد کیا اور اسکے قائم رکھنے کا
حکم دیا۔ اور اسلام بمعنے دخول فی السلم ای بندگی و فرمانبرداری کرنا اور جمہور علماء کے نزدیک اسلام یہان بمعنے ایمان ہے اگرچہ اصل لغت مین دونون
متغائر ہین اور اختلاف حنفیہ و شافعیہ کا بایں طور کہ اسلام و ایمان بمعنے واحد ہے عند الحنفیہ اور متغائر ہے عند الشافعیہ - یہ اختلاف محض لفظی ہے
اصل معنے مین کچھ اختلاف نہین کیونکہ اسلام شرعی بالاتفاق یہی ہے جسکو اللہ تعالے نے بیان فرمایا اور اسی پر انبیاء سابقین علیہم السلام کو
بھیجا اور یہی ابراہیم علیہ السلام نے کہا اسلمت لرب العالمین اور اسی کی وصیت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹون کو فرمائی تھی
اور یہ بمعنے ایمان ہے اور رہا اسلام بمعنے انقیاد تو وہ کسی کے نزدیک مرادف ایمان نہین ہے اور ضحاک سے روایت ہے کہ نہین بھیجا اللہ تعالیٰ نے
کسی رسول کو مگر باسلام - اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا - ورضیت لکم الاسلام دینا - مین نے تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا - پھر ان الدین اگر بکسر ان
پڑھا گیا جیسے کہ جمہور کی قراءت ہے تو یہ جملہ مستانفہ ہے اور اگر بالفتح پڑھا گیا تو کشاف وغیرہ مین ہے کہ وہ انہ لا الٰہ آہ کا بدل ہے مفسر رح نے اسی کی
تبعیت کی اور شیخ ابو حیان نے کہا کہ یہ ضعیف ہے اسواسطے کہ بدل و مبدل منہ کے درمیان فصل باجنبی لازم آتا ہے اور کہا کہ صواب یہ ہے
کہ وہ الحکیم کا معمول بحذف جار ہے ای العزیز الحکیم بان الدین عند اللہ الاسلام اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس رض نے اول انہ بکسر پڑھا
اور ان الدین بالفتح پڑھا ہے اور بیضاوی مین ہے کہ اس قراءۃ پر معنے بایں طور ہین کہ شہد کا فعل اس ان الدین پر واقع ہے اور ان دونون کے درمیان
جملہ معترضہ ہے یعنے گواہی دیتا ہے اللہ تعالیٰ یہ کہ دین پسندیدہ اللہ تعالے کے یہان اسلام ہے اور درمیان مین جملہ معترضہ کا فائدہ تعظیم شہادت ہے
تامل - قولہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب الآیہ - اسمین خبر دی کہ یہود و نصاری کا اختلاف محض بغی کی وجہ سے تھا بعد ازانکہ ان کو معلوم ہو گیا کہ اسلام
مین داخل ہونا واجب ہے اسوجہ سے کہ ان کی کتابون مین جو انکے انبیاء پر نازل ہوئین اس کی پسندیدگی و حقیت اللہ تعالے کے نزدیک متقرر ہے
اور اخفش رح نے کہا کہ کلام مین تقدیم و تاخیر ہے و معنے یہ ہین کہ نہین اختلاف کیا ان لوگون نے جو دیے گئے کتاب یعنی بنی اسرائیل نے بوجہ آپس کی
بغاوت و ضد کے الا بعد ازانکہ انکو علم حاصل ہو چکا تھا - اور جو عنوان کہ آیۃ کریمہ مین ہے بتقدیم و تاخیر اس مین ان لوگون کی تقبیح زیادہ ہے اس لیے کہ
کتاب الٰہی حاصل ہونے کے بعد اختلاف کرنا یہی قبیح ہے پھر الا من بعد ما جاءہم العلم - سے اور زیادہ قبح ظاہر ہوا کیونکہ بعد علم کے اختلاف بدتر قبیح ہے
پھر قولہ بغیا بینہم مین تیسری زیادتی قباحت ہے کہ وہ محل حصر مین ہے اور الکتاب توریت و انجیل وغیرہ ہے اور لام اس مین جنس کے واسطے ہے پھر
ان مین اختلاف واقع ہونے سے مراد کون اختلاف ہے تو بعض نے کہا کہ اختلاف توحید ہے بایں طور کہ بعض توحید پر رہے اور بعض مشرک ہوے
اور ان لوگون نے راہ راست کو جھگڑے مین چھوڑ دیا اور دوسرے مقام پر فرمایا فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ - یعنے ٥٦٨

پھر اللہ تعالےٰ نے مومنین اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ارادہ سے اس حق کی ہدایت کی جس میں اہل کتاب نے اختلاف ڈالا تھا۔ اور بعض نے کہا باین طور کہ نصاریٰ نے تین خدا کا اعتقاد کیا۔ تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ اور یہود نے عزیر کو خدا کا بیٹا بنایا نعوذ باللہ من کفر ہولاء۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ نبوت اگر ہوتی تو ہم مستحق تھے نہ قریش کہ وہ تو بے پڑھے امی لوگ ہیں اور بعض نے کہا کہ اختلاف اسلام میں ہے کہ اگلے اہل کتاب میں سے بعض نے کہا کہ وہ حق ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص بعرب ہے اور بعض نے مطلقًا اسکی نفی کی۔ اور جو پہلے ذکر کیا گیا وہی اصح ہے اور مابعد کے اقوال سب اسی کی طرف راجع ہو سکتے ہیں اور قول اول کی مؤید یہ بات بھی ہے کہ آیۂ کریمہ وفد نجران کے قصہ میں ہے اور وہ توحید کے قائل نہ تھے باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اور انجیل میں توحید کی تعلیم ہے اور آیات مابعد بھی اسی کی مؤید ہیں ف ۲

**قال الشیخ فی العرائس** قولہ تعالےٰ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اسلام یہ ہے کہ جو حق عزوجل کی مراد ہے اسپر راضی ہو اور جو اسکی قضا و قدر پہنچے اسپر ایک حال رہے باین طور کہ سر باطنی مستقیم رہے اور ظاہر میں اضطراب پیدا نہ کرے اور محنت و بلا کے نازل ہونے کے وقت اپنے آپ میں ایک لذت پاوے اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دین وہ ہے جو تیرے واسطے سالم ہو بدعتوں اور گمراہوں اور خواہش نفسانی سے اور تو اس میں سالم رہا ریاکاری و شہوت خفیہ اور لوگوں کی طرف نظر رکھنے اور اپنی عبادت کو بزرگ سمجھنے سے **قال المترجم** یعنے دین وہ راہ ہے کہ جو اللہ تعالےٰ واسکے رسول نے بتلائی بدون اسکے کہ اس میں کوئی بدعت یا گمراہی یا ہوائے نفسانی کی بات نکالی جاوے خواہ اعتقادات میں جیسے خوارج و روافض و معتزلہ وغیرہ فرقے ہیں اور خواہ عملیات میں ہو جیسے مثلاً عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ میں نفلیں پڑھنا اور ان باتوں کی تعداد بہت کثیر ہو گئی ہے اگر کوئی شخص بیان کرنا چاہے تو شاید متعذر ہے کیونکہ ہر فرقہ نے اپنی خواہش سے ہزاروں باتیں ایجاد کی ہیں اور طول سے بیان کرنے میں کچھ فائدہ بھی نہیں کیونکہ بدعتوں سے بچنا تو اس طرح ہے کہ جو حکم اللہ تعالےٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہے پس اسی پر عمل کرے اور اسی کا اعتقاد رکھے اور ماسوائے اسکے کل باتوں سے پرہیز کرے خواہ ایسی ہوں کہ کسی نے اسکو نکالا اور اسپر بہتوں نے عمل کیا اور کرتے چلے جاتے ہیں اور خواہ ایسی ہوں کہ کوئی اب نکالے۔ اللّٰھم رب احفظ الاسلام من شر البدعۃ ووفق اھلہ للسنۃ انت علی کل شیٔ قدیر۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسلام کے دین پر وہ شخص ہے جو خلق کی طرف نظر رکھنے سے سلامت ہو اور شہوات نفسانی سے اسکا دل سلامت ہو اور اسکے دل کے خطروں سے اسکی روح سلامت ہو **قال المترجم**۔ یہ بیان اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے کہ آپ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ و زبان سے مسلمان لوگ سلامت رہیں۔ اور مہاجر وہ ہے جسنے گناہوں کو چھوڑ دیا اور نیز حدیث میں ہے کہ مجاہد وہ ہے جسنے اپنے نفس سے جہاد کیا اور حدیث میں ہے کہ دین نصیحت یعنے خیرخواہی ہے

**قال الشیخ** اور بعض نے فرمایا کہ اسلام کے چار رکن ہیں تواضع۔ اُلفت۔ غصہ پی جانا۔ صبر کرنا۔ جب یہ چاروں پورے ہوے تو ان سے اور چار کمالات حاصل ہوتے ہیں تواضع سے توکل اور اُلفت سے تسلیم۔ اور غصہ پی جانے سے تفویض۔ اور صبر سے رضا۔ **قال المترجم** حدیث میں ہے کہ جسنے اللہ تعالےٰ کے واسطے تواضع کی اپنے آپ کو نیچا کیا تو اللہ تعالےٰ اسکو بلند کر دیتا ہے رواہ البیہقی وغیرہ اور توکل کے یہ معنے ہیں کہ جو کام کرے اسپر بھروسا اللہ تعالےٰ پر ہو یہ نہ سمجھے کہ اگر ایسا کرتا تو یہ ہوتا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اسپر یہ مصیبت کیوں آتی کیونکہ یہ سمجھنا حماقت ہے اور یہ معنے نہیں ہیں کہ آدمی ہاتھ پاؤں توڑ کے بیٹھ جاوے بلکہ محنت و کام کرے مولوی روم علیہ الرحمۃ کہتے ہیں ؎ کسب کن پس بر جبار کن یعنے کام و کمائی کرنا چاہیے لیکن یہ سمجھنا نہ چاہیئے کہ میرے کام ہی سے ملیگا بلکہ یہ سمجھے کہ دینے والا اللہ تعالےٰ ہے اور یہی اُلفت تو ایک عجیب چیز ہے وہ اسلام میں ایک شرخ کھلاے عزوجل کہ وہی اصل ہے اور اسی کو محبت کہتے ہیں کہ بندہ سوائے خدا کے اپنے

آپ سے بھی محبت نہیں رکھتا تو زن و فرزند و مال و متاع وغیرہ کا کیا مرتبہ ہے اور اللہ تعالےٰ کی محبت وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے کہ من
اطاع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اسکی خبر دیتا ہے اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی مومن اس وقت تک نہوگا جب تک کہ ایسا نہو جاوے کہ مین
اسکے نزدیک اسکے ماں و باپ و سب لوگون سے محبوب نہو جاؤن رواہ البخاری و مسلم وغیرہما اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ شان تھی کہ اگر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے والا انکا باپ ہوتا یا بیٹا یا آپ کے مقابلہ مین لڑنے آتا تو اسکو قتل کرنے پر آمادہ ہوجاتے تھے اور آپ کیواسطے
سینہ سپر ہوجاتے تھے پھر آپ ہی کی محبت سے آپ پر جتنے ایمان لانے والے تھے ایک دوسرے کو اپنی جان کے برابر چاہتا تھا اور یہ
اول احسان و نعمت اللہ تعالےٰ کی تھی چنانچہ فرمایا الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ تمھارے دلون مین الفت ڈال دی کہ تمنے اسکی
نعمت سے صبح کی درحالیکہ تم بھائی بھائی ہو۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مضمون فرمایا کہ اگر تو خزانہاے زمین خرچ کرتا تو بھی ان کے
دلون مین باہم یہ الفت نہ ڈال سکتا۔ اور حضرت صلعم نماز مین جب کندھے ملا کر کھڑا ہونے کا حکم دیتے تو فرماتے کہ پھوٹمت ورنہ اللہ تعالےٰ
تمھارے دلون مین پھوٹ ڈال دیگا اور یہ حدیث صحیحین مین ہے اور اللہ تعالےٰ نے کافرون کی مذمت مین کہا ہے کہ قلوبہم شتی یعنے وے ظاہر مین ملے
ہین اور دل انکے آپس سے پھوٹے ہین اور حضرت امام مہدی آخرالزمان رضی اللہ عنہ کے لوگون کی صفت مین آیا ہے کہ تیس برس تک کسی دو
مسلمانون مین پھوٹ نہوگی اور امام **غزالی** وغیرہ اکابر نے جماعت نماز جمعہ و عید وغیرہ کے نکات و اشارات مین ایک نکتہ الفت باہمی
بھی بیان کیا ہے اور اس باب مین احادیث و آثار و اقوال کثرت سے ہین پھر افسوس اس زمانہ مین کہ مسلمان دنیا کی باتون مین اور دین کی باتون
مین بلکہ ناحق بے واسطہ ایک دوسرے کے بدخواہ ہین اگرچہ راہ چھوڑ دین اور چاہے کسی کے ساتھ نیکی کرین یا نہ کرین دل سے اسکے خیرخواہ ہون تو
اللہ تعالےٰ کے نزدیک انکا عذر ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ تم مین سے کوئی مومن نہین جب تک کہ اپنے بھائی کے واسطے وہی نہ چاہے جو اپنے
واسطے چاہتا ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم یعنے اللہ تعالےٰ نہین بدل ڈالتا جو حال کسی قوم کا ہوتا ہے
یہانتک کہ وہی لوگ بدل ڈالتے ہین جو انکے دلون مین تھا۔ یعنے اپنی نیتین و عادتین خراب کردیتے ہین تب اللہ تعالیٰ انکی حالت بدل دیتا ہے
بہرحال مین اسکے فضائل کہانتک بیان کرون خود سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام مین یہ بڑا رکن ہے جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا حالانکہ ناواقف آدمی کو اس
کلام شیخ سے تعجب ہوا ہوگا کہ ارکان اسلام تو حدیث مین مذکور ہین اور شیخ نے یہ کیسے ارکان بیان کیے ہین۔ اور تسلیم سے یہ مراد ہے کہ جو امر آلٰہی خواہ ہلکا
یا بھاری تقدیر سے پیش آوے یا اسکے احکام کی بجاآوری مین پیش آوے اسکو اچھی طرح مان لے اور تفویض یہ ہے کہ ہر طرح اپنے آپ کو اور اپنے
کام کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کرے اور غصہ پی جانے کی تفسیر انشاء اللہ تعالےٰ والکاظمین الغیظ الآیہ کی تفسیر مین آوے گی۔ قال الشیخ اور حضرت
جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب بندہ کا اسلام اس طرح ہو کہ وہ نعمتون کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے پہچانے اور اسی پر توکل کرے اور
اسکے حکمون کو تسلیم کرے تو مسلمان ہے اور اگر ایسا نہو تو وہ حقیقت اسلام پر نہین ہے بلکہ نام کا مسلمان ہے

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ
پھر اگر تجھسے جھگڑین تو کہہ کہ مین نے تابع کیا اپنا منھ اللہ کے حکم پر اور جو کوئی میرے پیچھے ہے اور کہہ دے ان لوگون کو جو کتاب دیے گئے اور بے پڑھون کو کہ تم بھی
فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۞ ع ۱۱/۲ ۱۰
تابع ہوتے ہو سو اگر تابع ہوے تو راہ پر آئے اور اگر وے لوگ منھ موڑین تو تیرا ذمہ یہی ہے پہونچا دینا اور اللہ کی نگاہ مین ہین سب بندے
فَاِنْ حَآجُّوْكَ۔ خاصمک الکفار یا محمد فی الدین پھر اگر جھگڑین تجھسے کافر لوگ اے محمد دین اسلام مین یعنے مثلاً نصرانی کہین کہ دین تو

نصرانیت ہو اور یہود کہیں کہ نہیں دین تو دین یہودیت ہو اور یہ نہ مانیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دین فقط دین اسلام ہو۔ فَقُلْ ۔ لہم۔ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ ۔ انقدت لہ اللہ۔ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۔ وخص الوجہ بالذکر لشرفہ فغیرہ اولی تو کہدے ان جھگڑنے والوں کو کہ تابع کر دیا میں نے اپنا منہ واسطے اللہ کے یعنے میں مطیع ہوا اللہ تعالیٰ کے واسطے۔ یعنی خود اور وہ شخص جس نے میری اتباع کی واضح ہو کہ خاص کر کے منہ کو ذکر کیا اس وجہ سے کہ منہ اشرف ہو تو منہ کے سوائے جو کچھ بدن رہا وہ بدرجۂ اولی تابع ہوگا اسلام اس میں بمعنے انقیاد ہو اور حاصل تعبیر بوجہ سے ذات سے ہے پس معنے یہ کہ اخلصت نفسی للہ وحدہ۔ میں نے خالص کر دیا اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے لیے (البیضاوی والمدارک) اور فراء نے کہا کہ اخلصت عملی للہ وحدہ یعنے میرے سب کام خالص اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے واسطے ہیں ذکرہ فی المعالم۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۔ الیہود والنصاری۔ وَالْاُمِّيّٖنَ ۔ مشرکی العرب۔ اور اے محمد تو ان یہود و نصاری اور بے پڑھوں یعنے عرب سے کہدے۔ کہ ءَاَسْلَمْتُمْ ۔ کیا تم اسلام لاتے ہو یعنے اسلام لاؤ جیسے قولہ فہل انتم منتہون۔ میں یہ معنے ہیں۔ کہ انتہوا تم باز رہو۔ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۔ من الضلال پھر اگر یہ لوگ اسلام لائے تو راہ پائی گمراہی سے وَاِنْ تَوَلَّوْا ۔ عن الاسلام اور اگر انھوں نے اسلام لانے سے منہ موڑا تو پروا نہ کر۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۔ التبلیغ للرسالۃ۔ تجھ پر تو یہی واجب ہو کہ رسالت الٰہی کو پہونچا دے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۔ فیجازیہم باعمالہم اور اللہ دانا ہو اپنے بندوں کے اعمال کا پس وہ انکو انکے کاموں کی سزا دیگا جیسے چاہے دنیا و آخرت میں یا فقط آخرت میں۔ اور یہ حکم قبل اسکے تھا کہ جہاد کا حکم دیا جاوے واضح ہو کہ قولہ فان حاجوک یہاں بمعنے حجت نہیں یعنے ایسی دلیل جس سے صدق ظاہر کر کے مغلوب کیا جاوے اسواسطے کہ اہل کتاب وغیرہ پر صدق رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حجتیں بکثرت خود قائم ہو چکی ہیں اور آیات واضح و ظاہر کثرت سے موجود ہیں پس مراد ان کی خصومت و عناد ہو اسی واسطے جملہ مفسرین نے بمعنے خاصموک لیا ہو اور اس میں اشارہ ہو کہ یہ لوگ شدید الخصومۃ ہیں۔ قولہ ومن اتبعن۔ اصل میں من اتبعنی تھا یاء متکلم حذف ہوئی جیسے یارب اور فاتقون اور فارہبون۔ میں حذف ہوئی ہو۔ اور عطف اسکا اسلمت کے فاعل پر ہو اور وہ ضمیر متصل ہو لیکن چونکہ بیچ میں فصل آگیا ہو لہذا متصل کو بدون منفصل کرنے کے عطف مستحسن ہوا۔ قولہ ءاسلمتم۔ ابن جریر وغیرہ نے کہا کہ استفہام تقریری متضمن امر ہے۔ اور زجاج نے کہا کہ استفہام تہدید ہو اور معنے یہ ہیں کہ حجتیں و براہین جو کچھ چاہئیں تھیں سب حاصل ہو چکیں جو مقتضی ہیں کہ لامحالہ اسلام حاصل ہو۔ فہل اسلمتم کما اسلمت ام انتم بعد علی الکفر پھر کیا تم ایمان لائے ہو جیسے میں ایمان لایا ہوں یا ابھی تک کافر ہو۔ اور اس استفہام میں ان کو عار دلائی کہ بے وقوف و بے انصاف ہو کیونکہ منصف آدمی کو جب حق ظاہر ہوا یا تو وہ اسکے قبول و یقین کرنے سے نہیں رکتا ہو ذکرہ البیضاوی وغیرہ قولہ فان اسلموا فقد اہتدوا محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اہل کتاب کو پڑھ سنایا تو بولے کہ ہم اسلام لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے یہود تم گواہی دیتے ہو کہ عزیر بندہ اللہ تعالیٰ کا اور اسکا رسول ہو بولے معاذ اللہ وہ بندہ نہیں ہو اور نصاری سے کہا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ عیسیٰ بندہ اللہ تعالیٰ کا اور اسکا رسول ہو بولے کہ معاذ اللہ وہ بندہ نہیں ہو پس اللہ عزوجل نے فرمایا۔ فان تولوا فانما علیک البلاغ۔ فان تولوا۔ کی جزا محذوف ہو ای لم یضرک تو تجھے کچھ ضرر نہیں دے سکتے ہیں فانما علیک البلاغ کیونکہ تجھ پر یہی تھا کہ تبلیغ کر دے اور رہی ہدایت تو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہو اور اس آیۂ کریمہ کو بعض نے کہا کہ محکمہ ہو اور مراد اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہو کہ آپکو یہ غم لاحق نہو کہ باوجود آیات و حجتوں کے یہ کوئی ایمان نہیں لاتے ہیں۔ اور بعض نے فرمایا کہ منسوخ ہو اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ

جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سے اور مار ڈالتے ہیں نبیوں کو ناحق اور مار ڈالتے ہیں ان لوگوں کو

يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

جو بات کہتے ہیں انصاف کرنے کی لوگوں میں سے سو انکو خوشخبری سنادے دکھوالی مار کی یہی وہ لوگ ہیں

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ زوَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝

جنکے سب کام مٹ گئے دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں انکا ہو مددگاروں میں سے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ ۔ حمزہ رحمہ اللہ کی قراءۃ میں یقاتلون ہو ۔ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ ۔ بالعدل مِنَ النَّاسِ ۔ اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کا عذاب الیم بیان فرمایا کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ آیات الٰہی سے انکار کرتے اور قتل کرتے ہیں (یا قتال کرتے ہیں) نبیوں کو ناحق اور ایسے لوگوں کو قتل کرڈالتے ہیں جو انکو عدل کا حکم کرتے ہیں یعنے نصیحت کرتے ہیں ف تو انکو عذاب الیم کی خبر دیدے ۔ وہم الیہود ۔ روی انہم قتلوا ثلثۃ واربعین نبیا فنہاہم مائۃ وسبعون من عبادہم فقتلوہم فی یومہم ۔ اور یہ قاتل لوگ یہودی ظالم ہیں ۔ روایت ہو کہ انھوں نے ایک وقت تینتالیس نبیوں کو قتل کیا پس قاتلوں کو بنی اسرائیل میں سے ایک سو ستر آدمیوں نے جو عابد خدا پرست تھے اس فعل سے منع کیا تو انکو بھی اسی روز قتل کرڈالا پس اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر شدید ہو ۔ فَبَشِّرْهُم ۔ اعلمہم پس ان بدکاروں کو خوشخبری دیدے یعنے ان کو آگاہ کردے ۔ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۔ مولم ۔ بعذاب دردوہندہ ۔ یعنے انکے واسطے دوزخ و عذاب الیم ہو ۔ اگر کہا جاوے بشارت تو خوشخبری کو کہتے ہیں اور عذاب الیم میں رنج ہو نہ خوشخبری تو جواب دیا کہ ان پلیدوں کے حق میں تہکم کے طور پر خوشخبری کہی گئی قال المترجم گویا انکا گناہ ایسا سخت ہو کہ یہ عذاب الیم اس کی مکافات انکے حق میں خوشخبری ہو ۔ اگر کہا جاوے کہ ان کی خبر ہو اسپر فا کیونکر داخل ہو حالانکہ ان زید قائم نہیں بولتے ہیں تو جواب دیا کہ فا داخل ہوئی اس وجہ سے کہ موصول یعنے الذین جو ان کا اسم ہو وہ مشابہ بشرط ہو گویا کہا گیا ان الذین یکفرون فمن کفر فبشرہم ۔ یعنے البتہ جو لوگ کفر کرتے ہیں سو جو ان میں سے کفر کرے اسکو عذاب الیم کی بشارت دے ۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۔ ما عملوہ من خیر کصدقۃ وصلۃ رحم ۔ ایسے ہی بدکار لوگ ہیں کہ انکے اعمال مٹ گئے یعنے نیکی مانند صدقہ و صلہ رحم کے جو کچھ کی تھی مٹ گئی ۔ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۔ دنیا میں بھی مٹی اور آخرت میں بھی ۔ فلا اعتداد بہا لعدم شرطہا یعنے انکی نیکی کا کچھ شمار نہیں کیونکہ جس شرط سے ہونی چاہیئے تھی وہ معدوم ہو یعنے بغیر ایمان و اسلام کے نیکی محض بادہوائی ہو ۔ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۔ مانعین لہم من العذاب عذاب سے بچانے والا کوئی انکا مددگار نہیں ہو ف اللہ عزوجل نے اس آیت میں اہل کتاب کی مذمت فرمائی کہ انھوں نے سخت گناہوں کا ارتکاب کیا اور حق سے تکبر کیا کیونکہ اللہ تعالےٰ کی شرع پہونچانیوالے انبیاء کو اس بات پر کہ انھوں نے حق بات پہونچائی تھی قتل کیا اور جنھوں نے اس میں انصاف کرنے کو کہا یا ان مومنوں کو بھی قتل کیا اور یہ انتہا کا تکبر ہو چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبر یہ ہو کہ بطر کرے حق کو اور خوار سمجھے لوگوں کو یعنے حق سے اتراوے اور لوگوں کو ذلیل سمجھے ۔ قولہ ویقتلون النبیین بغیر حق ۔ یہ یہودی خاصۃً ہیں کہ انھوں نے انبیا کو قتل کیا اور نبی کو قتل کرنا بہرحال ناحق ہو پس بغیر حق کے قید سے جو حال مؤکدہ ہو اشارہ ہو کہ وے بھی جانتے تھے کہ ناحق قتل کرتے ہیں تاہم خواہش نفس سے قتل کیا اور یہ کمال شناعت ہو ۔ اور محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا کہ ابن جریج نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء پر وحی آیا کرتی تھی اور کتاب نہیں نازل ہوتی تھی یعنے سوائے موسیٰ و داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کے دیگر انبیاء جو بنی اسرائیل میں کثرت سے گذرے ہیں (وہ ایک وقت میں بہت بہت ہر سبط اور ہر فرقہ کی ہدایت کے واسطے شہروں شہروں میں پچاس پچاس اور سو سو و زیادہ

تعداد مین ہوتے تھے انپر صرف وحی آتی تھی - اور کتاب نہین اتاری جاتی تھی پس ہر ایک اپنی قوم کو نصیحت کرتا تھا پس وہ لوگ ان کو جھوٹا بتاتے اور قتل کرڈالتے پھر قوم والون مین سے جنھون نے ان کی تصدیق کی اور مانا تھا وہ لوگ کھڑے ہوتے اور عدل کرنے کی نصیحت کرتے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے یعنے بھلائی کرنے کو کہتے اور برائی کرنے سے منع کرتے اور اپنی قوم کو سمجھاتے تو ان کو بھی قتل کرڈالتے تھے اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب کس شخص کو ہوگا تو فرمایا کہ اس شخص کو جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا ایسے شخص کو قتل کیا جس نے شرعی حکم بجالانے کو کہا اور جو شرع مین منع ہی اس سے باز رہنے کا حکم دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی یہ آیت ان الذین یکفرون بآیات اللہ تا قولہ وما لہم من ناصرین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای ابو عبیدہ جان لے کہ بنی اسرائیل نے ایک روز دن چڑھتے وقت ایک دم سے تینتالیس ۴۳ نبی قتل کرڈالے پس بنی اسرائیل مین سے ایک سو ستر آدمی مومن کھڑے ہوے اور انھون نے ان لوگون کو جنھون نے انبیاء مذکورین کو قتل کیا تھا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیا تو اسی روز کے آخر وقت مین قاتلون نے انکو بھی قتل کرڈالا پس اللہ عزوجل نے انھین قاتلون کو اس آیۂ کریمہ مین ذکر کیا ہی رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر - اور شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین کہا کہ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ بنی اسرائیل نے تین سو انبیاء کو چڑھتے دن مین قتل کیا اور آخر روز انکی کھیتی فروخت کرنے کا بازار لگایا رواہ ابن ابی حاتم واضح ہو کہ مفسر سیوطی رح نے فقط تینتالیس ذکر کیے تو بات یہ کہ ہر شہر والون نے اپنے انبیاء کو قتل کیا تو کسی شہر مین تینتالیس ۴۳ ہونگے اور ملاکر تین سو اور کم وبیش ہو سکتے ہین - قولہ تعالے اولٰئک الذین حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ یعنے جو نیکی کے فعل انھون نے کیے وہ سب باطل ہو گئے کیونکہ وہ مسلمان نہین بلکہ کفار اگر کوئی کام ایسا کرتے ہین جس سے اسلام کے ساتھ کرنے مین ثواب جمیل آخرت کا بھی موعود ہی تو کافر کو اسکا بدلا بحیثیت حق عزوجل اسی دنیا مین دیدیا جاتا ہی بخلاف ان قاتل انبیاء کافرون کے کہ دنیا مین بھی انکے اعمال باطل کردیے پھر آخرت کا کیا ذکر ہی بلکہ انکے ساتھ وہ معاملہ کیا گیا جو سخت بدکارون کے ساتھ ہوتا ہی کہ دنیا مین ملعون کیے گئے اور انپر خواری وعذاب اترا اور آخرت مین اصلی عذاب ہوگا - اور حضرت ابن عباس رضؓ سے بسند صحیح روایت ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو بارہ حواریون کے ساتھ بھیجا وہ لوگون کو جہان اور سب تعلیم کرتے وہان یہ بھی منع فرماتے تھے کہ سگے بھائی کی لڑکی سے نکاح مت کرو اور وہان جو بادشاہ تھا اسکے بھائی کی ایک لڑکی تھی جس پر وہ بادشاہ نہایت فریفتہ تھا پس بادشاہ مذکور نے اسکو چاہا اور ہر روز اسکی خاطرداری مین جو اسکی فرمائش ہوتی تھی سب پوری کرنا شروع کین پھر اس لڑکی کی مان نے اس سے کہدیا کہ اب جب تجھسے پوچھے کہ تجکو کیا ضرورت ہی تو کہنا کہ یحییٰ بن زکریا کو قتل کرو یہی میری حاجت ہی پس اُس لڑکی نے موافق تعلیم اپنی مان کے بادشاہ سے حضرت یحییٰ کے قتل کرنے کی نسبت کہا تو بادشاہ نے اسکو جواب دیا کہ اس بات کے سواے اور جو کچھ تم کہو وہ کرون اس عورت نے کہا کہ مین تو یہی مانگتی ہون اور کچھ نہین چاہتی ہون پھر جب نہایت اصرار ہوا تو اس بادشاہ مردود نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا وہ ایک طشت مین ذبح کیے گئے مترجم کہتا ہی کہ یہودیون کی دلیریان بدکاریان آخر کار نفس کی شہوت پرستی مین بہت بڑھ گئین اور اول ہی سے انکی سرکشی پر شریعت سخت ہو گئی تھی اور یہ قتل انبیاء علیہم السلام بہت سخت ہی لہذا حدیث مین وارد ہی کہ اللہ تعالیٰ کے یہان سخت عذاب اس شخص پر ہوگا جسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا یا اسکو کسی پیغمبر نے جہاد مین قتل کیا ہو کما فی الصحیح - لہذا یہود پر غضب پر غضب آیا - اور آخر کار ظاہر ہو گیا چنانچہ جب اُس بادشاہ مردود نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تو ان کے خون کا ایک قطرہ چھٹک گیا وہ برابر جوش مارتا تھا یہانتک کہ اللہ تعالے نے بخت نصر بادشاہ بابل کو جو کافر تھا مسلط کیا پس ایک بڑھیا نے اسکو اس معاملہ کی نمائش کی پس بخت نصر کے دل مین ڈالدیا گیا کہ وہ برابر قتل کرے یہانتک کہ اس خون کا جوش تھم جاوے پس اسنے

ایک دن میں ایک قسم اور ایک دین کے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کرڈالے تب وہ خون جوش کھانے سے تھم رہا قال المترجم ہکذا رویٰ باسناد صحیح اور اللہ عزوجل نے باوجود اس عذاب کے آخرت میں سخت عذاب کا وعدہ مقرر فرمایا ہی اور اس میں اشارہ ہی کہ حاکم کو ظالم کا ہاتھ روکنا سب پر لازم ہی اور حدیث صحیح میں اسپر بڑے ثواب کا وعدہ ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کیونکر حکم الٰہی میں نافرمان ہونے سے سب ماخوذ ہوتے ہیں اور ظاہر ہوا کہ قتل پیغمبر کفر ہی جس پر سخت عذاب ہی اگر کہا جاوے کہ فبشرہم بعذاب الیم میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ان کو یہ بات سنادیں حالانکہ مدت دراز گذری کہ یہ قاتلان انبیاء مرکھپ گئے تھے پھر کیونکر انکو سنایا جائیگا۔ تو جواب دو وجہ سے ہی اول آنکہ انکی اولاد و اتباع جو باقی زمانہ حضرت صلعم میں موجود تھی انکو سنانے کا حکم ہی جو کہ اپنے باپ دادون کی خوبی کے ثناخوان تھے اور حاصل یہ کہ ان موجودین کو عبرت لائی اور دوم یہ کہ جو حضرت صلعم کے وقت میں موجود تھے انکے دل بھی اپنے باپ دادون کے دلون پر تھے کہ انھون نے ابتدا میں دھوکے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنون کے قتل کا قصد کیا تھا لیکن اللہ عزوجل نے حضرت صلعم کو محفوظ فرمادیا تھا اور ان مردودان کا مکر انھیں پر لوٹایا اور اصل قصہ صحاح میں ہی۔ اور اس سے قتل نبی کا مسئلہ تو منصوص معلوم ہوا پھر جان لینا چاہیئے کہ نبی کو گالی دینا و سب وشتم کرنا تو امت نے اتفاق کیا ہی کہ اگر حالت کفر میں کیا تو اسلام لانے پر معاف ہوگا کیونکہ اس حالت میں وہ اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخ تھا وہ معاف ہوا تو یہ بھی معاف ہوگا اور اگر اسلام لانے کے بعد اسنے ایسا کیا تو مذہب یہ ہی کہ قتل کیا جاوے اور توبہ نہیں ہی اور بعضے محققین مالکیہ وغیرہ کے بیان سے ثابت ہوتا ہی کہ معنے اسکے یہ ہین کہ اس سے توبہ لیجائیگی اگر اسنے توبہ کرلی تو اسکے واسطے عاقبت میں بہتری کی امید ہی لیکن وہ توبہ کرے یا نہ کرے بہرحال وہ قتل کیا جائیگا بجرم مذکور اور یہ خاص حکم بیان ہوا ہی اور ہوشیار رہنا چاہیئے کہ جو شخص حکم شرعی میں نصیحت کرے حتی کہ مارے بھی تو مومنون کو اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یہ واجب ہی کہ اسکے سامنے سر جھکالین اور کچھ نہ کہین اس میں وہ اللہ و رسول کے محبوب ہونگے اور اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم کے نزدیک بڑی عزت ہوگی یہان دنیا میں شیطان کے ورغلانے میں نہ آوین کہ اسنے ہمکو ذلیل کیا کیونکہ یہ ذلت نہیں ہی اور اگر جواب دہی کی تو البتہ ذلت ہی اور سمجھانے والے کا قصور نہیں ہی کیونکہ یہ دین اسی نصیحت پر ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

تونے نہیں دیکھا ان لوگون کو جو دیے گئے ہین کچھ ایک حصہ کتاب سے بلائے جاتے ہین کتاب الٰہی کی طرف تاکہ حکم کرے ان مین پھر

يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا

ہٹ رہتے ہین بعضے ان مین کے تغافل کرکے یہ اسواسطے کہ وے کہتے ہین کہ ہمکو ہرگز نہ لگیگی آگ مگر کئی دن

مَّعْدُودَاتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ

گنتی کے اور بہکے ہین اپنے دین مین اپنی تراشی باتون پر پھر کیسا ہوگا جب ہم ان کو جمع کرینگے

لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

ایک دن جس مین شبہہ نہین اور پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کیا اور انپر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔

أَلَمْ تَرَ۔ نظر۔ تو نے آنکھون نہیں دیکھا۔ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا۔ خطاً۔ مِّنَ الْكِتَابِ۔ التوراۃ یعنے لوگون کو تونے دیکھا جنکو کتاب توریت سے ایک حصہ دیا گیا ہے۔ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ۔ درحالیکہ بلائے جاتے ہین اللہ تعالےٰ کی کتاب کی طرف تاکہ انکے درمیان فیصلہ فرماوے ف توانپر واجب تھا کہ کتاب کے حکم کو مانین لیکن یا دھر نہین ٢٨

گئے پھر جب بلائے گئے تو بھی بشکل ادھر آئے اور ثابت قدم نہ رہے۔ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ پھر ان میں سے ایک فریق پیٹھ پھیر کر جانا چاہتا ہے درحالیکہ وہ اسکا حکم ماننے سے اعراض کرنے والے ہیں۔ نزل فی الیہود زنا منہم اثنان فتحاکموا الی النبی صلعم فحکم علیہما بالرجم فابوا فجئ بالتوراۃ فوجد فیہا فرجما فغضبوا۔ یہ آیت نازل ہوئی یہود کے حق میں کہ ان میں سے ایک مرد وایک عورت نے زنا کیا تھا پس یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حکم کے لیے بھیجا پس آپ نے رجم کا حکم دیا تو انکار کر گئے پس توریت لائی گئی پس اس میں رجم کرنے کا حکم پایا گیا پس دونون زناکار رجم کیے گئے تو یہود غصہ مین چلے گئے۔ ذٰلِكَ۔ التولی والاعراض۔ یہ منھ پھیرنا اور اعراض کرنا بِاَنَّهُمْ قَالُوْا۔ ای بسبب قولہم۔ بسبب انکی ان باتون کے ہے جو کہتے ہیں کہ۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ اربعین یوما مدۃ عبادۃ اباءہم العجل ثم تزول عنہم ہمکو آگ نہیں چھوے گی مگر گنتی کے چند روز۔ یعنے چالیس روز تک جتنے دن انکے باپ دادون نے گوسالہ پوجا ہی پھر اسکے یہ عذاب دور ہو جائیگا۔ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ۔ متعلق بقولہ۔ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ من قولہم ذٰلک۔ اور ان کو مغرور کر دیا انکے اس قول نے جو افترا باندھتے ہیں کہ ہم جاہے کچھ کرین مگر ہم کو آگ تو چالیس ہی روز چھوئیگی زیادہ نہیں لگیگی حالانکہ اسپر اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نہیں یہ محض افترا ہے۔ فَكَيْفَ۔ حالہم۔ ای پھر کیسا ہوگا انکا حال۔ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ۔ ای فی یوم۔ لَّا رَيْبَ فِيْهِ۔ ہو یوم القیامۃ۔ ایسے دن میں کہ کچھ شک نہیں اسکے آنے میں وہ روز قیامت ہے۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ۔ من اہل الکتاب وغیرہم جزاء۔ مَّا كَسَبَتْ۔ عملت من خیر وشر۔ اور ہر نفس کوئی ہو خواہ اہل کتاب میں سے ہو یا اور کوئی ہو اسکو پوری دی جائیگی جزاء۔ اس چیز کی جو اسنے کمائی خواہ بھلائی و برائی۔ وَهُمْ۔ ای الناس۔ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ بنقص حسنۃ او زیادۃ سیئۃ۔ اور لوگ ظلم نہ کیے جاوینگے بایں طور کہ نیکی میں کوئی کمی نہ کیجائیگی اور برائی میں کچھ بڑھایا نجائیگا۔ حاصل مذمت یہ ہے کہ ان لوگون کو جو کتاب دی گئی اسکے موافق حکم کیے جانے پر جب بلائے جاتے ہیں تو باوجود علم کے اس سے منھ موڑتے ہیں۔ اور بعض نے کتاب اللہ سے قرآن مجید مراد لیا اور لیحکم کا فاعل داعی قرار دیا جو یدعون سے مفہوم ہے ای یدعون الی القرآن لیحکم الداعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنے بلائے جاتے ہیں قرآن کی طرف تاکہ محمد صلعم انکے درمیان حکم کرین۔ اور ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اللہ عزوجل نے قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان میں حکم قرار دیا پس قرآن نے یہود و نصاریٰ پر گناہ ثابت کیا کہ وہ ہدایت پر نہیں ہیں پس یہود و نصاریٰ نے اعراض کیا اور منھ موڑ گئے۔ قَالَ الْمُتَرْجِمُ اور اس صورت میں۔ الذین اوتوا نصیبا من الکتاب۔ سے جملہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ مراد ہون گے ولیکن اول ارجح ہے کہ کتاب اللہ سے توریت مراد ہے اور محی السنۃ نے معالم میں کہا کہ سعید بن جبیر و عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہود کے بیت مدراس میں گئے وہان چند یہود جمع تھے اور آپ نے انکو توحید اللہ عزوجل کی طرف بلایا تو نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے کہا کہ آپ کس دین پر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تو بولے کہ وہ تو یہودی تھے پس آپ نے فرمایا کہ اچھا توریت لاؤ کہ وہ ہمارے تمہارے درمیان حکم ہے پس اس سے منھ موڑ گئے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری اور کلبی رح نے ابو صالح کے طریق سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ خیبر کے یہود میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا اور توریت میں ان دونون کی نسبت رجم کا حکم ثابت تھا اور یہود نے آیۃ الرجم کو اپنے ہاتھ کے لکھے احکام میں بدل ڈالا تھا کہ رذیل پر رجم جاری کرتے اور شریف کو منھ کالا کر کے شہر میں گدھے پر سوار پھراتے اور کوڑے لگاتے تھے پس انھون نے ان دونون زناکارون پر بھی رجم کرنا مکروہ جانا کیونکہ دونون شریف تھے پس ان دونون کو آنحضرت صلعم کے پاس لائے کہ آپ حکم کر دیجئے بدین امید کہ آپ کے پاس کچھ آسانی ہوگی پس آپ نے ان دونون پر رجم کا حکم دیا تو یہود میں سے

نعمان بن اوفی اور عدی بن عمرو نے کہا کہ اے محمد آپ نے ہمپر ظلم کیا ان دونون پر رجم نہین آتا ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرے تمہارے درمیان توریت ہے۔ بولے کہ ہان یہ انصاف ہی۔ آپ نے فرمایا کہ تم مین کون شخص توریت کا بڑا عالم ہی۔ بولے کہ عبد اللہ بن صوریا پس اس کو فدک سے بھیجکر بلوایا پس حضرت صلعم نے پارۂ توریت جس مین آیۃ الرجم آئی تھی منگوایا اور ابن صوریا کانے سے کہا کہ پڑھ اس نے پڑھنا شروع کیا جب آیۃ الرجم پر پہونچا تو اس پر تھیلی رکھ لی اور آگے پڑھ گیا پس عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ چھوڑ گیا اور خود اٹھکر اسکا ہاتھ وہان سے اٹھا کر آیۃ پڑھدی کہ محصن محصنہ اگر دونون زنا کرین اور انپر گواہ قائم ہون تو دونون رجم کیے جاوین اور اگر یہ عورت پیٹ سے ہو تو انتظار کیا جاوے یہانتک کہ جو اسکے پیٹ مین ہی وہ پیدا ہو جاوے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو زنا کاران یہود پر حکم دیا کہ وہ رجم کیے گئے پس یہود غصہ ہوکر پھر گئے **قال المترجم** دو باتین یہان جان لینا چاہیے ایک یہ کہ خیبر اس وقت مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کر لیا تھا اور یہود کو جزیہ پر وہان بسایا تھا۔ دوم یہ کہ جب ان لوگون نے حضرت صلعم کے پاس مرافعہ کیا تھا تو جو حکم ہی وہ جاری کرنا ضرور ہوا اور یہود کو یہ بھی اختیار نہ رہا کہ جو حق حکم آپ نے دیا تھا اسکو نہ مانین اور یہ حدود مین ہی۔ قولہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودات اکثر مفسرین نے لکھا کہ ایام معدودات سے وہ لوگ کہتے کہ چالیس روز تک جتنی مدت انکے باپ دادون نے گوسالہ پوجا تھا۔ آگ مین رہینگے اور لن تمسنا سے اشارہ ہی کہ وہ بھی بہت خفیف چھو جانے کے مانند عذاب ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ یعقوب علیہ السلام سے وعدہ کر دیا ہی کہ انکی اولاد کو دوزخ مین نہ ڈالے گا مگر قسم پوری کرنے کو یعنے اللہ تعالے نے کہا۔ ان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا یعنے اللہ تعالے نے ختم کر دیا کہ ہر ایک اس مین جاوے گا۔ اگرچہ نیکون کو کچھ تکلیف نہوگی۔ اور **شیخ ابن کثیر**رح نے ذکر کیا کہ انھون نے یہ دعوی گڑھا تھا کہ فقط سات روز عذاب کیے جاوینگے ہر ہزار سال دنیا کے عوض ایک روز عذاب مین رہین گے۔ قولہ وغرہم فی دینہم ما کانوا یفترون مفسر رحمہ اللہ نے فی دینہم کو یفترون کے متعلق کیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہی اور سراج مین اسپر اعتراض کیا کہ ماقبل موصول کا تعلق اس کے مابعد سے نہین ہو سکتا ہی بس وغرہم سے متعلق ہی پس کوئی تقدیم و تاخیر نہین ہی۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ

تو کہہ اے میرے اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جسکو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے اور عزت دیوے

مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ

جسکو چاہے اور ذلت دیوے جسکو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب بھلائی بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے تو لے آوے رات کو

فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ

دن مین اور تو لے آوے دن کو رات مین اور تو نکالے جیتا مردے سے اور تو نکالے مردہ

مِنَ الْحَيِّ ۫ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

جیتے سے اور تو رزق دیوے جس کو چاہے بے شمار

جب رسول اللہ صلعم نے اپنی امت کو ملک فارس و روم کا وعدہ دیا تو منافقون نے کہا کہ ہیہات یہ تو محال بات ہی تب نازل ہوا قُلِ اللّٰهُمَّ کہہ یا اللہ۔ تُؤْتِي۔ تعطی۔ تو ہی عطا کرتا ہی۔ الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ۔ من خلقک سلطنت جس کو تو چاہتا ہی اپنے مخلوق مین سے۔ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔ اور نکال لیتا ہی سلطنت جس مخلوق سے چاہتا ہی۔ وَتُعِزُّ

مَنْ تَشَآءُ - بالتاء - اور تو ہی عزت دے جسکو چاہے بسبب سلطنت دینے کے - وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ - بنزعه منه - اور تو ہی ذلت دے جسکو چاہے بسبب سلطنت اس سے چھین لینے کے - بِيَدِكَ - بقدرتك - الْخَيْرُ - اى والشر - تیرے ہی قدرت مین ہو خیر یعنے اور شر بھی - یعنے یہ مطلب نہین ہو کہ خیر ہی تیری قدرت مین ہو بلکہ خیر و شر سب اسی کی قدرت مین ہو اور فقط خیر ہی کو اسواسطے فرمایا کہ ذکر یہان خیر و بھلائی ہی کا ہو یا مین معنے کہ مسلمانون کو سلطنت دینے کی دعا ہو - اور بعض نے کہا کہ خیر و شر باہم ضد ہین پس ایک کو ذکر کرنا کافی ہوا کہ دوسرا خود سمجھا جاتا ہو - تُولِجُ - تدخل - الَّيْلَ فِي النَّهَارِ - داخل کرتا ہو رات کو دن مین - وَتُولِجُ النَّهَارَ - تدخله فِي الَّيْلِ - فیزید کل منهما بما نقص من الآخر - داخل کرتا ہو نہار کو لیل مین - پس ان دونون مین سے ہر ایک اسی قدر بڑھ جاتا ہو جس قدر دوسرے مین سے گھٹتا ہے - وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ - اور نکالتا ہو زندہ کو مردہ سے - کالانسان والطائر من النطفة والبيضة جیسے انسان کو نطفہ سے اور پرند کو انڈے سے نکالتا ہو - وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ - کالنطفة والبيضة - مِنَ الْحَيِّ - اور نکالتا ہو مردہ کو (مانند نطفہ و انڈے کے) زندہ سے - وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ - اى رزقا واسعا - اور رزق دیتا ہو جسکو چاہے بے حساب یعنے بہت فراخی کے ساتھ جسکی تعداد و مقدار خلق کو نہین معلوم اگرچہ اللہ تعالے کو معلوم ہو **محی السنہ** نے معالم مین ذکر کیا کہ قتادہ نے فرمایا کہ ہمسے بیان کیا گیا - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ بادشاہت فارس و روم کی آپ کی اُمت مین کردی جاوے - پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور مفسر **جلال الدین** رحمہ اللہ تعالے نے جو ذکر کیا ہو یہ **ابن جریر** رح نے قتادہ رح سے روایت کیا ہو اور معالم مین کہا کہ ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب رسول اللہ صلعم نے مکہ فتح کیا تو اپنی امت کو ملک فارس و روم کا وعدہ دیا تو منافقون و یہود نے کہا کہ یہ بڑی دُور کی باتین ہین بھلا محمدؐ کو کہان سے فارس و روم کی بادشاہت ملیگی حالانکہ وہ لوگ بڑے زبردست و قوی ہین کیا محمدؐ کو مکہ و مدینہ کافی نہوا یہانتک کہ انھون نے سلطنت فارس و روم کی طمع کی پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور **بیہقی** وغیرہ نے روایت کی کہ جب قریش و گروہ عرب کے پندرہ ہزار جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے جسکو غزوہ احزاب کہتے ہین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرد مدینہ کے خندق کھودی اور ہر دس آدمیون کے واسطے چالیس ہاتھ زمین قطع کردی اور لوگون نے کھودنا شروع کیا پس اس مین ایک بڑا پتھر اڑگیا جس مین کدال کام نہین کرتی تھی پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے سلمان کو آپ کے پاس خبر کو بھیجا آپ مسجد مین تھک کر سو گئے تھے پس آپ آئے اور وضو کرکے کدال ہاتھ مین لیکر اس پر مارا پس ایک چوٹ سے وہ ٹوٹا اور اس مین سے ایک بجلی چمکی کہ مدینہ کے دونون کنارے روشن ہوگئے گویا اُس مین چراغ تھا کہ اندھیری رات مین چمکا پس آپ نے تکبیر کہی اور مومنون نے تکبیر کہی پس آپ نے فرمایا کہ اس سے میرے واسطے حیرہ کے مکانات روشن ہوے گویا وہ کتے کے دانت ہین پھر دوسری دفعہ مارا اور ایسی ہی برق چمکی تو فرمایا کہ اس سے میرے لیے روم کے سُرخ مکانات روشن ہوے پھر تیسری دفعہ مارا اور ایسی ہی برق چمکی تو فرمایا کہ اس سے میرے لیے مکانات صنعاء کے روشن ہوے اور مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ میری اُمت ان سب پر غالب ہوگی پس تم لوگ خوشخبری لو پھر منافقون نے کہا کہ اے مومنین کیا تم اپنے نبی صلعم سے تعجب نہین کرتے کہ تمکو باطل وعدہ دیتے ہین اور خبر دیتے ہین کہ انھون نے یثرب سے حیرہ کے مکانات دیکھے اور ان سکو تم فتح کروگے حالانکہ تم لوگ خوف سے خندق کھودتے ہو **قال المترجم** یہ منافق ظاہری اسباب مین پڑکر خوار ہوے اور اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو زمانہ خلافت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مین پورا کیا بلکہ اس سے بہت زیادہ ملک صرف چھ برس مین فتح کردیے جسکی نظیر آج تک دنیا کی تواریخ مین موجود نہین ہو قولہ قل اللهم - نضر بن شمیل رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہو کہ جسنے اللهم کے ساتھ دعا کی اسنے اللہ تعالے سے اسکے تمام پاک نامون کے ساتھ دعا کی - قولہ مالک الملک - اى

جنس ملک کا مالک علی الاطلاق ہو پس اس مین ایسا تصرف کرتا ہو جیسے وہ لوگ جنکو مالک کردیا ہو مملوک مین تصرف کرتے ہین اور یہ نداء ثانی ہو ای یا مالک الملک کذا فی المدارک و المعالم اور بعض نے کہا کہ ملک سے مراد نبوت ہو اور بعض نے کہا کہ غلبہ اور بعض نے کہا کہ مال اور بندے اور ظاہر اس سب کو شامل ہو کیونکہ ملک کا لفظ شامل ہو اور بعض نے کہا کہ ملک سموات و ارض مراد ہو اور بعض نے کہا کہ ملک قناعت مراد ہو اور معالم مین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کتب مین فرمایا کہ مین ہی شہنشاہ ہون مین ہی بادشاہون کا مالک ہون بادشاہون کے دل میرے ہاتھ مین ہین اگر بندون نے میری اطاعت کی تو بادشاہون کو انپر رحمت کردیتا ہون اور اگر نافرمانی کی تو بادشاہون کو انپر عذاب کردیتا ہون پس تم لوگ بادشاہون کی بدگوئی مین نہ پڑو بلکہ میری طرف رجوع لاؤ مین ان لوگون کو تمپر مہربان کردونگا۔ پس قولہ تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء سے مراد ملک کے عام معنے سے بعض نوع ہین اور بنابر شان نزول کے ظاہر سلطنت و زمین مراد ہو۔ اور ایسے ہی قولہ و تعز من تشاء و تذل من تشاء مین بھی عزت و ذلت تمام ان امور کو شامل ہو جو شرع مین عزت و ذلت قرار دیے گئے تاآنکہ عام مسلمانون کے ساتھ نماز جماعت مین شریک ہونا عزت ہو اور اس سے عار کرنا ذلت ہو اور شان نزول پر عزت بملک اور ذلت بنزع ملک مراد ہو اور یہ دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمائی [1] اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اس آیہ مین ہو قل اللھم مالک الملک۔ تا قولہ بغیر حساب۔ اور معاذ رضہ سے روایت ہو کہ انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مجھپر قرضہ ہو تو آپ نے معاذ رضہ کو تعلیم کیا کہ یہ آیت پڑھیں پھر دعا کرین کہ ای رحمٰن الدنیا والآخرۃ ای رحیم الدنیا والآخرۃ تو ہی دیتا ہو دنیا و آخرت مین سے جس کو چاہتا ہو اور منع کرتا ہو جسکو چاہے رحم کر مجھپر ایسی رحمت کہ مین تیری رحمت سے تیرے سوائے ہر کسی کی رحمت سے بے پروا ہو جاؤن ای اللہ میرے مجھے تونگر کردے محتاجی سے اور مجھسے قرضہ ادا کردے رواہ ابن ابی الدنیا و الطبرانی۔ اور حضرت انس رضہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا مین تجھے ایسی دعا نہ سکھلاؤن کہ تو اس سے دعا مانگے اگر تجھپر کوہ احد کے برابر قرضہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو تجھسے ادا کردے پھر اوپر کی روایت کے موافق ذکر کیا۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر بسند جید۔ قولہ بیدک الخیر **محی السنہ** نے معالم مین کہا کہ اصل مین بیدک الخیر والشر تھا پس شر حذف کیا گیا کہ وہ ضد خیر ہو جیسے قولہ سرابیل تقیکم الحر مین ہو ای الحر والبرد۔ پس ایک کے ذکر سے اسکی ضد سے کفایت ہوئی۔ اور بعض نے کہا کہ خیر کو بوجہ مقام دعا ہونے کے مخصوص کیا اور **کشاف و بیضاوی** مین ہو کہ خیر کو ذکر کیا نہ شر کو اس وجہ سے کہ شر اس راہ سے کہ وہ قضاء حق عز و جل ہو متضمن خیر ہو پس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو سب خیر ہو اور حق یہ ہو کہ مقام دعا مین خیر پر اقتصار ہو اور اگر گفتگو پر مدار ہو تو جو مفسر رح نے اختیار کیا وہ ارجح ہو اور جنکے اعتقاد مین فساد ہو وہ سمجھتے ہین کہ شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہین ہو حالانکہ اس آیہ مین انکے ہاتھ کوئی دلیل نہین ہو۔ قولہ تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی یعنے انسان و طائر کو نطفہ و بیضہ سے و برعکس۔ اور ایسا ہی مجاہد رح نے تفسیر کیا ہو اور مفسر رح نے کالانسان یعنے کاف زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ یہ بطور مثال کے ہو اور **تفسیر ابن کثیر** مین ہو ای نکالتا ہو کھیتی کو دانہ سے اور دانہ کو کھیتی سے اور درخت خرما کو اسکی گٹھلی سے اور گٹھلی کو خرما سے اور مرغی کو انڈے سے اور انڈے کو مرغی سے اور مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے اور اسی طور پر تمام اشیا جاری ہین۔ کمالین مین کہا کہ اخیر صورت کو ابن ابی حاتم نے حضرت عمر رضہ سے روایت کیا ہو اور معالم مین کہا کہ **حسن و عطا** رح نے فرمایا کہ یعنے تو نکالتا ہو مومن کو کافر سے اور نکالتا ہو کافر کو مومن سے پس مومن تو قلب و باطن کا زندہ ہو۔ اور کافر باطن و قلب کا مردہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا او من کان میتا فاحییناہ الآیۃ۔ بھلا وہ شخص کہ مردہ تھا پھر ہمنے اسکو زندہ کردیا الی آخرہ۔ اور عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہو کہ خالدہ

[1] بیان یعنی جن اہل بیان نے آیت سے منع
[illegible] ملا الآیۃ تؤتی الملک من تشاء
[illegible] من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء
میں تشاء کو حذف کیا وہ بطور
من سوال الامر وافتی
کما المفسر رح وافتی
الدین ۱۲ [illegible]

بنت الاسود بن عبد یغوث آئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ نے فرمایا کہ یہ کون عورت ہی کہا گیا کہ خالدہ بنت الاسود ہی تو فرمایا کہ پاک ہی وہ خالق جو نکالتا ہی زندہ کو مردہ سے اور حال یہ تھا کہ یہ عورت صالحہ تھی اور اسکا باپ کافر تھا رواہ عبدالرزاق ابن سعد ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ **مترجم** کہتا ہی کہ بعضے اکابر نے یہان یہ اشارہ نکالا کہ جو شخص ایسا پابند سنت ہو کہ اسکے تمام افعال موافق حکم اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول کے ہون اور راشداً حبّاً للہ ہو کہ اپنے نفس کی خواہشون اور شیطانی پیروی سے خارج ہوجاوے اور موافق حدیث حضرت ابن مسعود کے جسکو **بیہقی** رح نے روایت کیا ہی استعداد موت قبل موت کے پیدا کرلی ہو یعنی فنا ہوگیا تو وہ باقی ببقاء حق عزوجل ہی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یخرج الحی من المیت پس جو شخص کراس حیات فانی مین مردہ ہوا وہ زندہ جاوید نکلا اور جو شخص اسکے برعکس کافر مشرک بدعتی بدکار ہی وہ اپنے آپکو دنیا مین چند روز زندہ سمجھتا ہی مگر جب مرا تو مردہ ہی اور قول حسن و عطاء رح گویا اس بیان کی اصل ہی فافہم **ف ۲** عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالےٰ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء۔ اللہ عزوجل نے اپنی ذات پاک کو خاص کیا اور ملک بوحیثیت سے اپنی ہی کی وہ مالک ملک و ملکوت و جبروت ہی۔ اور ملک اسکا قدیم ہی اور وہ اس صفت کے ساتھ ازل مین موصوف ہی اور یہ وصف اسکے لیے تا ابد ہمیشہ ثابت و باقی ہی اور وہی اس صفت مین منفرد ہی پھر ملک کے ساتھ جو اسکی صفات مین سے ہی اپنے بندون مین سے انبیاء و اولیاء کو جسکو چاہا خاص کیا۔ پس انبیاء کو جس ملک سے خاص کیا وہ اصطفاء اور اجتباء و خلافت و خلت و محبت و تکلیم و آیات و معجزات و منہاج و رسالت و نبوت ہی پھران امور مذکورہ کے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام مین سے جو مخصوص کیے گئے ہین وہ آدم اور شیث و ادریس و نوح۔ ہود و صالح و ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب۔ یوسف علیہم السلام لوط شعیب حزقیل۔ خضر موسیٰ۔ ہارون۔ یوشع و کالب۔ ایوب۔ داؤد۔ سلیمان۔ زکریا یحییٰ۔ عیسیٰ۔ اور سید المرسلین محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہین۔ پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسولون کو لباس سلطنت پہنایا کہ انسے نشانیان و معجزے ظاہر ہوے اور انھون نے ملک نبوت و رسالت کی عزت و غلبہ سے روے زمین کے سرکشون کو مقہور و مطیع کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی مین مقدر ہوچکا اور اس کرامت سے کافرون کو محروم رکھا جو اللہ تعالیٰ کے مقہور ہین اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا کہ لاینال عھدی الظالمین۔ یہ تو بیان اس ملک کا ہی جس سے انبیاء علیہم السلام کو خاص کیا ہی اب رہا وہ ملک کہ جس سے اولیاء کو مخصوص فرمایا ہی سو وہ چار قسمین ہین۔ قسم اول کرامات اور نشانیان جیسے قلب ہیت مٹی کو سونا کرنا۔ اور زمین کو طے کردینا یعنے فاصلہ دراز ذرا دیر مین طے کرنا اور دعا قبول ہونا اور یہ سب امور ان اولیاء کے ساتھ مخصوص ہین جنکو اہل معاملہ کہتے ہین۔ قسم دوم جو کہ اول سے اشرف ہی وہ خصوصیت ایسے امور سے ہی جنکو مقامات کہتے ہین مثل زہد یعنے تارک دنیا ہونا اور پرہیزگاری اور سوائے حق عزوجل کے سب سے تقوی کرنا اور صبر و شکر و توکل و رضا و تسلیم و تفویض و تقویم و صدق و اخلاص و احسان و استقامت و طمانینت۔ اور یہ سب مقامات ان اولیاء کے لیے ہین جنکو اہل درجات کہتے ہین قسم سوم اور وہ دوم سے بھی اشرف ہی وہ خاص امور ہین جد و بجوی۔ مراقبہ۔ حیاء۔ خوف اور رجاء۔ محبت۔ شوق عشق سکر۔ صحو۔ اور یہ سب امور ان لوگون کے لیے ہوتے ہین جنکو اہل حالات کہتے ہین۔ اور قسم چہارم جو کہ سوم سے بھی اشرف ہی وہ کشف۔ مشاہدہ۔ معرفت۔ توحید۔ تفرید۔ فناء۔ بقاء۔ ہی اور یہ ان اولیاء کے واسطے ہی جنکو اہل معاینہ کہتے ہین پس یہ سب احوال جنکو ہمنے ذکر کیا ہی ملک ولایت کی اصل وجڑ ہین سو جو شخص انسے مخصوص ہوا وہ تو ملک ازل و ابد کے اعلیٰ درجہ کو پہونچ گیا اور جو ان سب سے محروم ہوا وہ حصۂ دنیا و آخرت سے گر گیا۔ اللہ تعالےٰ ان احوال مذکورہ سے اپنے اولیاء کو مخصوص معزز فرماتا ہی پس وہ لوگ فراست سے تمام دلون کے مالک ہوجاتے ہین یعنے ہر شخص کے دل کو اسکی صلاحیت کی قدر و اندازہ پر جان لیتے ہین قولہ و تنزع الملک ممن تشاء۔ سلطنت و ملک بندگی اور شناخت ربوبیت کو نکال لیتا ہی جس سے چاہتا ہی یعنے جسکو استعداد معرفت کی نہین ہی قولہ و تعز من تشاء باشارہ عزت باقیہ بذریعہ انس اور شوق

قولہ تذل من تشاء یعنے حقائق سے نادان کرکے جسکو چاہتا ہو ذلیل کرتا ہو اور **شیخ ابو عثمان** رح نے فرمایا کہ سلطنت حقیقی تو ایمان ہی اور بسا اوقات یہ ایمان آدمی پاس مانگی چیز کے مانند ہوتا ہو اور بسا اوقات ایمان اچھا ہوتا ہو کہ اس سے نہیں لیا جاتا ہو پس جو شخص کہ دین و شریعت کے فرائض وواجبات وسنتون پر قائم ہوا اسکو ملک ملا۔ اور وتنزع الملک ممن تشاء ہدایت و توفیق شریعت پر چلنے کی چھین لیجاتی ہو قولہ بیدک الخیر یعنے تو ہی قادر ہو ہر بات پر جسکو تو چاہے اور جس طرح چاہے۔ اور **شیخ محمد بن علی** رح نے فرمایا کہ ملک اصل معرفت ہو یعنے اللہ تعالے کی ذات وصفات کا عارف ہونا بکشف ومشاہدہ ومعائنہ اور بعض اکابر نے ملک سے معنے روے زمین کے ملک ومال واسباب کے لیے ہین چنانچہ **حسین** رح نے کہا کہ قولہ توتی الملک من تشاء یعنے تو جسکو چاہے ملک دے پس ملک وسلطنت مین اسکو مشغول کردے۔ اور قولہ وتنزع الملک ممن تشاء ای جس سے چاہے ملک چھین لے یعنے جنکو تو نے اپنے واسطے برگزیدہ کیا انکو ملک مین مشغول ہونے سے الگ کردیا پس ان مین ملک کے اسباب کچھ اثر نہین کرتے ہین کیونکہ وہ اسرار مالک مین مشغول ہین اور قولہ وتعز من تشاء یعنے اپنی عزت اسپر ظاہر کرکے اسکو عزیز کرتا ہو اور قولہ وتذل من تشاء یعنے اس کو جسم کے رسوم مین پھنسا کر ذلیل کرتا ہو۔ اور **شیخ واسطی** رح نے کہا کہ بڑی خوشخبری اسکو ہو جسکو اللہ تعالے نے اسکے قلب واعضا کا مالک بنادیا کہ وہ ان دونون کی برائیون سے بچا رہا۔ اور **شیخ شبلی** رح نے کہا کہ ملک یہ ہو کہ عالم کے خالق کے ساتھ ہوکر تمام عالم سے بے پروا ہو وے قولہ تعالے تولج اللیل فی النہار۔ ارواح کے نور مین نفس کی اندھیریان تو ہی نے داخل کی ہین۔ اور نیز طبیعت کی اندھیریان قلوب کی صفائی مین فنا کی ہین اور نیز حدوث کے پردے نور صمدیت کی روشنی قدیم ظاہر ہونے پر پھاڑ دیے **قال المترجم** حدوث سواے ذات وصفات باری تعالے کے جو کچھ تو پیدا ہین یعنے تمام مخلوق کہ جب انکو عرفان حاصل ہوا اور نور قدیم کی روشنی ان مین چمکی تو انکا حدوث شکستہ ہوگیا اگرچہ وہ ویسے ہی حادث رہے مگر آثار حدوث کے خود انکو ظاہر نہوئے **کذا حققہ الجامی فی بحر العلوم**۔ اور نیز جب جبروت کے انوار ظاہر ہوے تو ملکوت کا قوام منقطع گیا اور یہ صنع خالق عز وجل ہی۔ قولہ تعالے وتولج النہار فی اللیل۔ اشارہ یہ ہو کہ حضرت عز وجل کی صنعت ہو کہ جو لوگ اپنی طبیعت کی پرورش مین پڑے ہین اور برابر پے درپے اسکی تاریکیان بڑھاتے ہین ان مین انکے سر باطن کے انوار زائل ہوتے جاتے ہین اور نیز تولج النہار فی اللیل مین اشارہ ہو کہ آفتاب معرفت جو روشن تھا جبکہ اس شخص نے وہ باتین کین جو اسکے مرتبہ کے لائق نہین اور وہ اس مرتبہ پر منکر یعنے منع کہلاتی ہین مثلاً قبلہ کی طرف تھوکا یا پاؤن پھیلائے تو اس سے آفتاب معرفت مین گہن لگ جاتا ہو اور یہ اسوقت بھی ہوتا ہو جب اہل معاملہ سے کوئی فتور اور سستی واقع ہوئی اور اسکی تاریکی چڑھی تو نور معرفت مین پوشیدگی ہوگئی قولہ تعالی وتخرج الحی من المیت اشارہ ہو کہ نور حق کا مشاہدہ نصیب کرکے ایسے دلون سے جو فتور مین پڑکر مردہ ہوگئے تھے معرفت کے درخت جماتا ہو اور اشارہ ہو کہ عارف کامل کا بدن جب کہ سلطان توحید کے غلبہ سے بوجھ نہین اٹھا سکتا ہو کیونکہ دونون مین سخت تفاوت ہو تو انکی روح پاک اس تن سے نکال لی جاتی ہو اور کشادہ میدان سرمدی مین رکھی جاتی ہو کہ وہان طلب مشاہدہ کے واسطے جولانی کرتی ہو۔ اور احتمال ہو کہ یہ معنے ہون کہ عارف کی روح کو ان مقامات بلند تک رسائی دیجاتی ہو واللہ اعلم اور قول معروف اجسادنا ارواحنا ہمارے جسم ہماری روح ہین بعض شراح مثنوی نے اسی معنے پر محمول کیا ہو اور حق یہ ہو کہ درحقیقت ان کے اجسام اصل خلقت مین دیگر اجسام سے خلاف ہوتے ہین لیکن یہ نہین کہ وہ روح کے مرتبہ کو پہونچ جاتے ہین جیساکہ بعض نادانون نے وہم کیا ہو اسواسطے کہ عرفان سے انقلاب ماہیت نہین ہوتا ہو جسم جسم رہتا ہو اور روح روح اور ممکن ممکن کوئی اس مین سے بدل نہین جاتا ہو ہان ظہور آثار ہو اسی واسطے انکے جسم مین نقصان ہونا کچھ مضر نہین ہو جیساکہ **سلہ باف تبریزی** رحمہ اللہ کی حکایت جو مولوی روم نے نقل کی ہو اس پر شاہد ہو واللہ اعلم بالصواب۔ **قال الشیخ** اور نیز اشارہ ہو کہ عارف صادق کو عامی غافل سے پیدا کرتا ہو جیسے کافر سے مومن پیدا ہوا۔

یا کافر مومن ہوگیا کہ یہ مردگی سے زندگی ہے قولہ ویخرج المیت من الحی یعنی ولی سے جو زندہ بمعرفت دیدار مشاہدہ حق عزوجل ہے عامی اندھا مردہ پیدا کرتا ہے اور
نیز جب دلوں میں قہر کی حرارت سے معرفت کے چشمے خشک ہوجاتے ہیں تو ان میں سے بجائے توحید کے شکر کے شرک کا کڑوا اندرائن کا پھل نکلتا
ہے اور بجائے یقین کے شک پیدا ہوتا ہے اور اس میں غفلت کے درخت باردر ہوتے ہیں اور ان میں دنیاوی غم واندوہ و محنت کے پتے نکلتے ہیں
اور صفائی معاملہ کا پانی خشک ہوجانے سے اس میں سے یقین و حب الٰہی اور توحید کے خوشبودار پھول خشک ہوکر جل جاتے ہیں نعوذ باللہ منہ۔
بعض مشائخ نے اسکے اشارہ میں کہا کہ جو کوئی دنیا میں اپنے نفس سے مردہ ہوا اور ایمان حق کے ساتھ زندہ ہوا وہ جب جسم سے نکلا تو زندہ جاوید ہے
اور جنت میں ہمیشہ حیات ہے اور جو کوئی ایسا جسم کی کدورت میں اپنے آپ کو زندہ سمجھتا تھا اور حیات ایمان سے محروم رہا وہ مردہ نکلا یا اشارہ
بھی لطیف ہے۔ لہذا مردگان کفر سے محبت کرنے کو منع فرمایا بقولہ تعالےٰ۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ

نہ پکڑیں مسلمان کافروں کو اپنا دوست سوائے مسلمانوں کے اور جو کرے ایسا وہ اللہ کا

مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

کوئی نہیں مگر یہ کہ تم بچنا چاہو کافروں سے بچاؤ اور ڈر دلاتا ہے تمکو اللہ اپنے سے اور اللہ ہی تک پہونچنا ہے

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مومنین کافروں کو اپنا ولی دوست نہ بناویں مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ غیر مومنین سے
ف یعنے مومنوں کے سوائے کافروں سے موالات نہ کریں وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ۔ اور جسنے ایسا کیا یعنے کافروں سے موالات کی فَلَيْسَ
مِنَ۔ دین۔ اللّٰهِ۔ فِيْ شَيْءٍ تو نہیں وہ دین الٰہی سے کسی شے میں یعنے دین میں کسی شمار میں نہیں ہے۔ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ
تُقٰىةً۔ ای تخافوا مخافۃ فلکم موالاتہم باللسان دون القلب ہذا قبل عزۃ الاسلام ویجری فی بلد لیس قویا فیہا۔ مگر جبکہ خوف کرو ان سے تو تمکو
روا ہے کہ ان سے زبانی موالات رکھو بدون دل کی دوستی کے اور یہ حکم تقیہ کا پہلے تھا جب تک کہ اسلام کو عزت نہیں حاصل ہوئی اور
اور اب بھی ایسے ملک میں جاری ہے جس میں اسلام قوی نہو۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ۔ یخوفکم۔ ڈراتا ہے تمکو اللہ۔ نَفْسَهٗ۔ اپنی ذات پاک سے
وان یغضب علیکم ان والیتموہم۔ یعنے یہ تحذیر یعنی ڈراتا ہے کہ غضب کرے تم پر اگر کافروں سے سوائے غرض تقیہ کے دوستی کروگے۔ وَاِلَى اللّٰهِ
الْمَصِيْرُ۔ المرجع فیجازیکم۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھر جانے کا ٹھکانا ہے ف پس تمکو جزا دے گا جیسا کروگے۔ اس آیہ میں اللہ تعالےٰ
نے کافروں کی موالات سے منع فرمایا جیسے دیگر آیات میں منع کیا ہے چنانچہ فرمایا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم الآیۃ اور قولہ من یتولہم منکم فانہ منہم الآیۃ
اور قولہ لا تجد قوما یؤمنون باللہ الآیۃ۔ وقولہ لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء الآیۃ۔ اور قولہ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الآیۃ
اور یہاں فرمایا لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین۔ ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء۔ محی السنۃ نے معالم میں کہا کہ
حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہودیوں میں سے حجاج بن عمرو اور ابن ابی الحقیق وقیس بن زید نے انصار میں سے چند نفر سے رازداری کی دوستی
پیدا کی تاکہ گھل ملکر ان کو ان کے دین میں بہکاویں پس ان انصاریوں سے دیگر انصار مثل رفاعہ بن المنذر وعبداللہ بن جبیر وسعد بن خیثمہ
وغیرہ نے کہا کہ تم ان یہودیوں سے پرہیز کرو ایسا نہو کہ تمکو تمہارے دین سے فتنہ میں ڈالیں مگر ان لوگوں نے نہ مانا ان سے ملے گئے پس
اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی کہ وے لوگ
کفار مکہ سے دوستی ظاہر کرتے تھے **قال المترجم** صحیح طور پر ثابت ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہ پورے مومن تھے وہ مطلب کے واسطے کفار مکہ

سے دوستی کا اظہار کرتے تھے۔ اور **کلبی** رح نے ابوصالح کے طریق سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ عبداللہ بن ابی منافق واسکے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی کہ وے یہود و مشرکون سے محبت رکھتے اور انکو خبرین پہونچاتے اور اُمید رکھتے کہ ان کو مسلمانون پر فتح ملیگی پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرما کر مومنون کو منع کر دیا کہ ایسا فعل وہ نہ کرین **قال المترجم شیخ ابن کثیر** وغیرہ کسی نے یہ کوئی قصہ نقل نہین کیا واللہ اعلم بالجملہ آیۂ کریمہ کا مطلب ظاہر ہی کہ کافرون سے موالات مت کرو اور جو کوئی موالات کرے گا وہ اللہ تعالےٰ سے جدا کیا گیا ہی اور اللہ تعالےٰ اس سے بری ہی اور مفسر وغیرہ نے کہا کہ لیس من دین اللہ۔ اور بعض نے کہا کہ لیس من ولایۃ اللہ۔ اور یہ سب معانی متقارب ہین پھر اللہ تعالےٰ نے اس مین سے ایک صورت تقیہ کی استثناء فرمائی۔ اور معالم مین کہا کہ معنے آیہ کے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ نے کفار کے ساتھ موالات کرنے اور ان سے مداہنت کرنے اور ان کے ساتھ باہم رازداری کرنے سے منع کر دیا الا اس صورت مین کہ کفار غالب ہون یا مومن کسی قوم کفار مین ہو کہ ان کی طرف سے خوف کرتا ہو تو ان سے زبان سے مدارات کرے درحالیکہ اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تاکہ اپنے نفس سے ضرر دفع کرے بدون اسکے کہ کسی خون حرام کو یا مال حرام کو حلال کرے اور بدون اسکے کہ مسلمان کے ملک کے پردہ کی باتین ان سے ظاہر کرے۔ اور تقیہ فقط اسی طور پر ہی کہ اسکو قتل کا خوف ہو اور تقیہ کی صورت مین اسکی نیت و دل مطمئن، سلامت ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ پھر ایسی حالت مین بھی تقیہ کرنا رخصت ہی ای جائز و مباح ہی اور اگر اسنے صبر کیا یہانتک کہ اسلام ظاہر رکھا اور قتل کیا گیا تو اسکو بہت بڑا ثواب ملے گا **قال المترجم** - آیت مین یہ دلیل نہین ہی کہ کافرون سے خوف ہونے کے ساتھ مین موالات جائز ہی جیسا کہ بعض نے زعم کیا بلکہ جواز درحقیقت مدارات کا ہی بنابرآنکہ اکراہ امر دیگر ہی اور آیہ مین دو طریق ہین اور دونون کا مآل واحد ہی اول آنکہ استثناء از عام ہی ای لا تتخذ المومن الکافر ولیا بشیٔ الا بالتقیہ پس استثناء سے موالات بتقیہ ثابت ہوئی اور وہ ظاہری ہی نہ باطنی۔ اور دوم یہ کہ آیۂ کریمہ اس قول کے قوت مین ہی لا تتخذوہم اولیاء ولکن تتقوا منہم تقاۃ۔ پس ان کے ساتھ موالات کرنے سے منع کیا اور انسے تقیہ کو جائز رکھا اور یہ خود اسوقت ہی کہ خوف ہو فافہم اگر کہا جاوے کہ **مفسر جلال** رحمہ اللہ نے فلکم موالاتہم کہا ہی تو جواب یہ ہی کہ فلکم موالاتہم باللسان دون القلب۔ کہا یعنے یہان معنے موالات بتقیہ ہین فافہم۔ اور مدارک مین اظہار موالات سے تفسیر کی اور یہی مراد ہی پھر رہا یہ کلام کہ آیا تقیہ بزبان و بعمل دونون ہی یا فقط بزبان ہی تو ابن عباس رض سے روایت ہی کہ تقیہ فقط زبان ہی سے ہے اور حالانکہ قلب مطمئن بایمان ہو اور ابوالعالیہ سے روایت ہی کہ تقیہ بزبان ہی اور عمل نہین ہی وہ بھی بغرض دفع ضرر اور یہی ایک جماعت سے مذکور ہی پس تقیہ کر کے کسی کا قتل کرنا حرام مال کا حلال کرنا روا نہین ہی اور رہا یہ کہ تقیہ اب بھی جائز ہی یا اب نہین جائز ہی پس سلف مین سے ایک قوم نے کہا کہ اعزاز اسلام کے بعد اب تقیہ روا نہین ہی اور عبد بن حمید و بخاری نے حسن رح سے روایت کی کہ تقیہ تا قیامت جائز ہی اور بخاری رح نے ابوالدرداء رض سے نقل کیا کہ انھون نے فرمایا کہ ہم بہت لوگون سے خندہ پیشانی سے بولتے ہین حالانکہ ہمارے دل ان کو لعنت کرتے ہین اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور یہی ہمارے نزدیک مذہب ہی اور یحییٰ البکاء سے روایت ہی کہ مین نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے زمانۂ حجاج بن یوسف ظالم مین جس نے سعید رحمہ اللہ کو آخر قتل کیا ہی کہا کہ حسن رحمہ اللہ کہتے ہین کہ تم کو روا ہی کہ زبان سے تقیہ کرو اور دل مطمئن بایمان رہے تو سعید رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل اسلام کے درمیان مین تقیہ نہین تقیہ تو اہل حرب ہی مین روا ہی۔ اور جاننا چاہیئے کہ موالات کفار مین فتنہ و فساد کبیر ہی وہو الثابت من الکتاب

**ف ۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء۔ اے عارف مومن کو جاہل کافر کی مصاحبت نہین چاہیئے اور نہ مخلص یعنے اخلاص والے کو ریاکار منافق کی اور نہ سچے ایمان والے کو فریب باندھنے والے کی اور نہ مومن کو

بشرع منکر کی اور جو لوگ اہل حق ہین انکو اہل باطل کی محبت نہین روا ہو تاکہ ان لوگون کے ساتھ بغض کر کے حقیقت عبودیت کے مقام کو پہونچین - قولہ ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شئ - ای اللہ تعالے کی طرف سے اہل محبت و اہل قربت و اہل معرفت کا درجہ نہ پاویگا - قولہ تعالے ویحذرکم اللہ نفسہ اپنے خالص بندون کو اپنی جناب مین واصل ہونے سے الگ کر دیے جانے کے خوف سے ڈرایا کہ اگر اسکے دشمنون سے محبت کرینگے تو وصال سے مہجور ہونگے - اور اس تخویف سے مقام شفقت مین اپنے خاص دوستون کی پرورش کرتا ہو اور اسپر نقاب غیرت ڈالدی کہ سوا اسکے انکو کوئی نہ دیکھے یعنے وہ اور کسی سے نہ ملین نہ محبت کرین **قال المترجم** کسی قوم سے تشبہ کرنا بھی ویسا ہی ہو پس جسنے کسی قوم سے تشبہ کیا یعنے اپنے کو انکے مشابہ بنایا تو انھین مین سے ہو پس اگر اصول اعتقاد مین مشابہ کیا تو قطعاً کافر ہو اور اگر اعمال کفر مین مشابہ کیا مثلاً بت کو سجدہ کیا تو بھی ایسا ہی ہو اور اگر فروع و عادات مین کیا مثلاً لباس مین بایمن طور کہ یکایک کوئی انجان دیکھے تو اسپر اس قوم کا شبہہ کرے جسکا لباس ہو تو وہ حرام ہو قریب بکفر اور اگر ان کی عیدون و خوشیون مین شریک ہوا مثلاً ہندؤن کی ہولی مین یا دیوالی مین ان کی شل خوشی کی تو بھی ایسا ہی ہو اور اگر نوروز کی تعظیم سے مجوس کو ہدیہ بھیجا تو کافر ہو اور بلا تعظیم بھیجا تو حرام ہو اور حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم حدیث حسن ہو یعنے جس کسی نے کسی قوم سے تشبہ کیا وہ انھین مین سے ہو اور واضح ہو کہ اللہ تعالے ظاہر و باطن کو جانتا ہے لہذا فرمایا -

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

تو کہہ اگر تم چھپاؤگے اپنے جی کی بات یا ظاہر کروگے وہ اللہ کو معلوم ہوگی اور اسکو معلوم ہو جو کچھ ہو آسمان اور زمین مین

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَمَا عَمِلَتْ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہو جس دن پاویگا ہر شخص جو کیا ہو نیکی سے اپنے روبرو اور جو کیا ہو

مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ

برائی سے آرزو کرے گا کہ مجھ مین اور اس مین فرق ہوتا دور کا اور اسعد ڈراتا ہو تمکو اپنے سے اور اللہ

رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ع

شفقت والا ہو بندون پر

معانقه ع ۱۰ / ۱۱

قُلْ - اے محمد کہدے ان لوگون سے کہ - اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ - قلوبکم من موالاتہم - اگر تم چھپاؤ جو تمھارے سینون مین ہو - یعنے جو تمھارے قلوب مین ہو کافرون کے موالات وغیرہ - اَوْ تُبْدُوْهُ - تظہروہ - یا اس بات کو ظاہر کرو - خواہ زبان سے یا افعال و برتاؤ سے - حاصل یہ کہ جو کچھ تمھارے دلون مین ہو خواہ چھپاؤ یا ظاہر کرو - يَعْلَمْهُ اللّٰهُ - اسکو اللہ تعالے خوب جانتا ہو - وہو يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - اور وہ خوب جانتا ہو جو آسمانون و زمین مین ہو ف یہ کلام مستانفہ ہو - وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - ومنہ تعذیب من والاہم اور اللہ تعالے ہر چیز پر قادر ہو ف اور منجملہ ہر شئے کے عذاب دینا اس شخص کو جس نے کافرون سے موالات کی ہو اسپر بھی قادر ہو - واذکر - يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا - بیان کر دے جس دن پاویگا ہر نفس جو کچھ اسنے نیکی سے عمل کیا ہو سامنے حاضر ف پس نہایت فرحت ہوگی - وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ - مبتدا خبرہ - تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا - غایۃ فی نہایۃ البعد فلا یصل الیہا - اور جو کچھ بدی سے عمل مین لایا ہے تو تمنا کرے گا کہ کاش اس بدی مین اور اسکے درمیان مین فاصلہ دراز ہوتا ف یعنے نہایت دوری بے انتہا ہوتی تاکہ اسکو بدی نہ

سو بختی۔ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ۔ اور اللہ تعالیٰ تمکو اپنی ذات سے ڈراتا ہے ف مکرر بغرض تاکید فرمایا اور **بیضاوی** نے کہا کہ تاکید
اور یاد دہانی کے واسطے مکرر فرمایا اور **تفتازانی** رح نے کہا کہ احسن یہ قول ہو کہ اول مین تو موالات کفار سے منع فرمایا اور یہان نیک کام
کرنے اور بدکام سے بچنے پر آمادہ کرنے کو فرمایا۔ وَاللّٰہُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے بندون پر بہت مہربان ہے ف
اور حسن رح نے کہا کہ یہ بھی اسکی رافت ہو کہ اپنے بندون کو اپنے نفس سے تحذیر دلائی۔ اور نفس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہو اور بعض نے کہا کہ
مشاکلت کے طور پر جائز ہو جیسے قولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک۔ اور حق یہ کہ نفس بمعنے وجود وذات آتا ہو پس جائز ہو اور مفسر رح نے اتقان مین طول کلام
کیا ہو فلیراجع ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ واللہ رؤف بالعباد۔ اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندون وفرمانبردارون پر بہت شفقت
رکھتا ہو کہ ان کو غافلون وجاہلون کی نظر سے چھپا دیا اور اہل توحید ومعرفت کی مصاحبت مین ان کو بزرگی دی اور ان کے واسطے شریعت وحقیقت کا
مقام عنایت کیا ہو حتی کہ وہ بھی اسی گھاٹ پر آتے ہین جہان انبیا ورسول علیہم السلام وارد ہوتے ہین اور مقربین کے چشمۂ شیرین سے آب صفا
پیتے ہین اور لباس فاخرہ کہ دین کا بنا ہوا ہو پہنتے ہین اور **شیخ ابو عثمان** رح سے دریافت کیا گیا کہ قولہ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء
کے کیا معنے ہین تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی بدعتی کی طرف کچھ بھی کشادہ پیشانی نہو۔ نہ کنبے کے لحاظ سے اور نہ نسب کے پاس سے
اور جب کبھی اس سے ملاقات ہو تو منہ کی کراہت کے ساتھ ملے اور اگر اس سے خوشدلی وکشادہ پیشانی سے ملا اور کنبے ونسب کا پاس کیا تو اسنے
ایسی چیز سے محبت کی جسکو اللہ تعالےٰ مبغوض رکھتا ہو پس وہ اللہ تعالےٰ کا ولی نہین ہو سکتا۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے اولیا سے موالات کرتا اور اس کے
دشمنون سے عداوت کرتا ہے اور **ابن عطا** رح نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ یحذرکم اللہ نفسہ انھین کو تحذیر فرماتا ہو جو عارف ہین اور **واسطی** رح نے
فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمکو تحذیر کرتا ہو کہ کسی طاعت کے بجالانے کا دعویٰ کرو اسواسطے کہ اس مین ربوبیت کا جذب ہو اور نیز تنبیہ کی کہ کوئی شخص اس بات سے
بے خوف نہو جاوے کہ اسکے ساتھ وہ معاملہ کیا جاوے جو ابلیس کے ساتھ کیا گیا کہ اسکو ظاہر مین معصوم کر دیا تھا حالانکہ درحقیقت وہ لعنت مین تھا اور علم
سابق مین اسکے واسطے وہ تھا جو آخر ظاہر ہوا تا آنکہ ناگاہ اسکو گرفتار کرکے اسکی علت ظاہر کر دی جو اسکے نفس مین پیدا ہوئی تھی اور یہ خطاب بڑے
اکابر کو ہو اور رہے چھوٹے مرتبہ والے تو انکا خطاب قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔ ہو۔ اور قولہ اتقوا اللہ ما استطعتم ہو اور **حضرت جعفر**
نے فرمایا کہ قولہ یحذرکم اللہ نفسہ۔ یہ خطاب اکابر کو ہو اور قولہ واللہ رؤف بالعباد۔ خطاب چھوٹے درجہ والون کو ہو اور **ابن عطا** رح نے
کہا کہ حذر کر تو اسکی سطوت وعذاب کی سخت گیری سے کیونکہ وہ عزیز قہار ہو اور اگر اپنی روح کو اس پر صدقہ کرے تو بھی جان رکھ کہ تو تصور کرنیوالا
ہے اور تو نے کچھ نہ کیا۔ اور **واسطی** رح نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمکو تحذیر فرماتا ہو کہ ثابت کرو تم اسکی ذات کو اپنے نفوس کے ساتھ اور
اسکی صفات قدیمہ کو اپنے احوال مخلوقہ کے ساتھ اور اس سے کہ بھول جاؤ تم ازلیت کو آخریت سے اور ربوبیت کو عبودیت سے اسواسطے کہ
اصل تو اصل ہو اور عبودیت تو ربوبیت سے ظاہر ہوئی ہو اور **شیخ ابراہیم خواص** نے فرمایا کہ قلب مین حذر پیدا ہونے کی علامت یہ ہو کہ ہمیشہ
مراقبہ ہو اور مراقبہ کی علامت یہ ہو کہ جو احوال نازل ہون ان کو تفقد کرتا رہے۔ اور **جعفر** رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمکو تحذیر فرماتا ہو کہ تو اپنے
نفس کو صالح سمجھے اسواسطے کہ صلاحیت جس شخص کے لیے علم ازلی مین ہو چکی ہو وہ موت کے وقت ظاہر ہوگی اور **استاد رحمہ اللہ** نے
فرمایا کہ قولہ یحذرکم اللہ نفسہ سے اشارہ تو عارفون کے لیے ہو اور واللہ رؤف بالعباد۔ مشتاقون کے لیے ہو کیونکہ وہ لوگ تو ایسے ہین کہ سختی کو
جھیلین گے اور یہ لوگ ایسے ہین کہ انپر تخفیف وسہولت رکھی جاتی ہو۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے ان کو یحذرکم اللہ نفسہ سے فنا کو یا پھر
واللہ رؤف بالعباد سے انکو زندہ کرکے ہمیشہ کے واسطے باقی رکھا اور **ابن عطا** رح نے کہا کہ رأفت تو مومن وکافر ونیکوکار وفاجر سب کو

شامل ہی اور رحمت مخصوص ان مومنون کے واسطے ہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہین اور انکے سوا ے اور بندون کو نہین پہونچی اور یہ
بمانند قول ابراہیم علیہ السلام ہی کہ کہا وارزق اہلہ من الثمرات من آمن منہم باللہ۔ اور کہا کہ جسنے کفر کیا تو حال یہ ہو کہ سوا ے حق عزوجل کے آسمانون زمینون
مین کوئی اس کا رازق نہین ہی اور اللہ تعالے کی ربوبیت مین یہ بات جاری ہو چکی ہو کہ اولیاء و اعداء دونون قسم کے بندون کو تحذیر فرما دے پس
اعدا یعنے کافرون و مشرکون کو تو اپنے افعال قدیمہ سے تحذیر کی ہو جن سے جو انسے صادر ہوا مثل عقوبت دوزخ وغیرہ کے کیونکہ وہ افعال صفات
کے درمیان مین قہر بالواسطہ ہی اعدا اولیا اور مومنین کو اپنی خاص ذات وصفات سے تحذیر کی پس صفات سے مومنون کی تحذیر یون ہو کہ ان کو اپنے
نوال و کرامت سے محروم و مہجور کر دیا اور اپنے اولیاء کو اپنی ذات کی عزت سے تحذیر کی اور مومنین کے طبقات متفرق ہین پس اصل توحید مین تو سب کے
سب متفق ہین اور منازل و مقامات کی راہ سے ان مین فرق ہی یعنے بعض کسی مقام مین ہین اور بعض دیگر کسی مقام دیگر مین ہین اگرچہ یہ لازم نہین کہ ہر ہر
فرد کا مقام الگ ہو پس تائبین کو سلطنت سے تحذیر کی اور خائفین و جلین کو بطور سطوات عظمت سے تحذیر کی اور محبین و مشتاقین کو عزت و
جبار ہونے سے تحذیر کی۔ اور عارفون و موحدون کو کبریائی دائمی سے تحذیر کی پھر ان صنفون مذکورہ کے سوا اہل انبساط و اہل بسط اور اہل رجا
سب کو تحذیر دی جاتی ہی اسواسطے کہ توحید کے درجون مین ان سے سوء ادب ساقط ہی اور جناب باری عزوجل کی توحید کے سامنے سب برابر ہین۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
ترجمہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تمکو چاہے اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝
مہربان ہو ترجمہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر وہ ہٹ رہین تو اللہ نہین چاہتا منکرون کو

ونزل لما قالوا ما نعبد الاصنام الا حبا لله لیقربونا الیہ۔ قُلْ۔ لہم یا محمد۔ جب مشرکین نے کہا کہ ہم بتون کو نہین پوجتے مگر اللہ تعالے کی
محبت کے واسطے تاکہ ہمکو اللہ تعالے کے یہان نزدیک کر دین تو نازل ہوا۔ قل یعنے کہہ اے محمد صلعم ان لوگون سے کہ اِنْ كُنْتُمْ
تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ اگر تم اللہ تعالے سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ بمعنے انہ یثیبکم۔ اللہ تعالے
تمکو دوست رکھیگا یعنے ثواب دیگا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ اور تمہارے گناہ بخشے گا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ۔ لمن اتبعنی ما سلف منہ
قبل ذلک۔ اور اللہ بخشنے والا ہی یعنے میری پیروی کرنے والے کو وہ سب گناہ جو اس سے قبل اسکے صادر ہوے ہین بخشنے والا ہی۔ رَّحِيْمٌ
بہ ایسے شخص پر مہربان ہی قُلْ۔ لہم کہدے اُن سے کہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ۔ فیما یامرکم بہ من التوحید۔ اطاعت کرو اللہ تعالے
کی اور رسول کی ہر ایک امر توحید مین جسکا تمکو حکم کرتا ہی فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اعرضوا عن الطاعۃ پھر اگر طاعت سے منھ موڑ گئے تو کافر ہین۔
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔ تو اللہ تعالے کافرون کو دوست نہین رکھتا۔ فیہ اقامۃ الظاہر مقام المضمر ای لا یحبہم والمعنی
انہ یعاقبہم۔ اس جملہ مین ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو فرمایا کیونکہ لا یحبہم کافی تھا اور معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے کافرون کو عذاب کرے گا ف۔
بعض نے کہا کہ یہ آیت یہود و نصارے کے حق مین نازل ہوئی کہ انھون نے کہا۔ کہ نحن ابناء اللہ واحباؤہ۔ یعنے ہم لوگ اللہ تعالے کے فرزند
اور اسکے محبوب ہین تعالے اللہ عما یشرکون۔ حالانکہ وے خواہ بندے ہین اللہ تعالے کے مگر جو ایمان لاوین۔ اور معالم مین ہی کہ ضحاک نے ابن عباس رض
سے روایت کی کہ قریش کے لوگ مسجد الحرام مین تھے وہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا کر کھڑے ہوے دیکھا کہ قریش بتون کو سجدہ کرتے ہین اور
ان بدنماؤں کے انڈے لٹکائے تھے و دیگر زینت سے آراستہ کیا تھا پس آپ نے فرمایا کہ واللہ اے گروہ قریش تمنے اپنے باپ ابراہیم و اسمعیل

کی ملت سے مخالفت کی ہے پس قریش نے کہا کہ ہم تو ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے پوجتے ہین تاکہ اللہ کے نزدیک ہمارا مرتبہ بڑھادین پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ الآیۃ اور ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے حسن بصری رح سے روایت کی کہ چند قومون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین کہا کہ اے محمد ہم اپنے پروردگار سے محبت رکھتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ حسن بصری رح وغیرہ علماے سلف نے کہا کہ ایک قوم نے زعم کیا کہ وے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے انکو اس آیۂ کریمہ سے امتحان کیا۔ قال ابن کثیر اور یہ آیت کریمہ ہر ایسے شخص پر سچے و جھوٹے ہونے کا حکم دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوی کرے پس اگر وہ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہین تو قطعًا جھوٹا ہے اور سچا جب ہے کہ شرع محمدی و دین نبوی کی اتباع تمام اقوال و افعال مین کرے حتی کہ تجاوز نہ کرے چنانچہ صحیح مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ جس نے ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہین ہے تو وہ کام مردود ہے اسی واسطے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور محبت لغت مین میل کرنا نفس کا کسی چیز کی طرف بسبب کسی کمال کے جو اس مین ادراک کیا ہے پس بندہ نے جب جان لیا کہ کمال حقیقی فقط اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور جو کچھ کمال اپنے مین یا غیر مین دیکھا اسکو جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی کے دین سے ہے تو اسکی محبت کسی سے نہوگی سواے اللہ تعالیٰ کے یا اللہ تعالیٰ کیواسطے اور یہ مقتضی ہے کہ بندہ اسی کی بندگی کا ارادہ کرے اور جو فرماوے اسکو بجالاوے پس اللہ تعالیٰ کی محبت کرنے سے یہ لازم آیا کہ اسکی اطاعت کرے یہ تو بندے کا اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنا ہوا اور رہا اللہ تعالیٰ کا بندے کو دوست رکھنا تو لغوی معنے صادق نہین کیونکہ میل کرنا نفس کا پاک پروردگار کی شان مین نہین کہہ سکتے اور نہین صحیح ہے پس لازم معنے سے تفسیر ہے یعنے اللہ تعالیٰ کا بندے کو دوست رکھنا یہ کہ اس کی طاعت پر ثواب دے اسی واسطے فرمایا ویغفر لکم ذنوبکم۔ اور مدارک مین ہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ کی محبت رکھنا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کو سب باتون پر اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کا بندے کی محبت کرنا یہ کہ اس سے راضی ہو اور ثواب دے پس معنے آیہ کے یہ ہین کہ کہدے اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعوے مین سچے ہو تو اسکے رسول کے احکام کے تابع ہو تاکہ اللہ تعالیٰ تمکو چاہے کیونکہ طاعت اللہ تعالیٰ کی بواسطہ اسکے رسول صلعم کے معلوم ہوگی پس رسول کی اتباع تو اس دعوی کو لازم ہے اسی واسطے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو لازمہ محبت الٰہی عزوجل ہے اسکے یہی معنے ہین کہ رسول اللہ صلعم کے احکام اور فرمان سب بسر و چشم قبول کرے کہ یہ۔ اللہ تعالیٰ کی عین محبت ہے اسی واسطے فرمایا کہ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ۔ یعنے جسنے رسول کی اطاعت کی اسنے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور حضرت عائشہ رض سے مرفوعًا روایت ہے کہ شرک تو اس سے زیادہ پوشیدہ ہے جیسے کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی چلتی ہو اور ادنیٰ شرک یہ ہے کہ تو محبت رکھے کسی شئے پر جور سے اور بغض رکھے کسی پر عدول سے اور بھلا دین کچھ ہے سواے اسکے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے محبت ہو اور اللہ تعالیٰ کیواسطے بغض ہو رواہ ابونعیم فی الحلیۃ والحاکم و ابن ابی حاتم اور شیخ ابن کثیر رح نے جملہ اخیرہ بروایت ابن ابی حاتم مع اسناد نقل کرکے کہا کہ اس کا راوی جو عبدالاعلیٰ ہے اس کو ابوزرعہ نے کہا کہ منکر الحدیث ہے اور خطیب نے سراج المنیر مین کہا کہ حسن بصری رح سے روایت ہے کہ ایک قوم نے رسول اللہ صلعم کے عہد مین زعم کیا کہ وے لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کے قول کی تصدیق ان کے کامون سے ہو پس جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوی کرے اور اسکی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرے وہ بڑا جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید اسکو جھوٹا بتلاتی ہے اور جب تو ایسے لوگون کو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوی کرتے اور ذکر کرتے ہین اور ان مین سے ہر ایک کی یہ شان ہے کہ گانے بجانے سے یاد کرتا اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہاتھ پر ہاتھ مارتا اور چیختا اور بیہوش ہو جاتا ہے تو شک نہین

کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہین پہچانتا اور یہی نہین جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کیا ہی اور اسکا حال و چیخنا و نعرہ مارنا اور بیہوشی فقط اسوجہ سے ہو کہ اسنے اپنے نفس خبیث و خیال پلید مین ایک خوبصورت شکل کا تصور باندھا اور اسکو کچھ سمجھ لیا حالانکہ یہ محض تصور شیطانی ہی اور اللہ تعالیٰ پاک عزوجل برتر ہی کہ کسی تصور مین آوے پھر احمقون کی ایک جماعت کو دیکھو کہ جہالت سے اسکے گرد تعظیم کو جمع ہوتے ہین نعوذ باللہ منہ **مترجم** کہتا ہی کہ **خطیب** رحمہ اللہ نے شایدیہ جاہل صوفیون کا ذکر کیا ہی اور فتاوائے عالمگیری مین بھی دو مقام پر ایک کتاب الشہادات اور دوم صوفیون کو وصیت کے مسئلہ مین جاہل صوفیون کا ایسا ہی کچھ حال ذکر کیا ہی اور ان لوگون کی شہادت کو رد کیا اور **علامہ نسفی**ؒ نے بھی اپنے رسالہ مین بہت فرقے بیان کیے اور سب کا رد کیا اور آخر مین لکھا کہ خاکسار بے تن پرور متبع سنت مخلوق پر شفقت کرنے والے دن کے روزہ دار رات کے تہجد گذار جنکا قول و فعل و کھانا پینا بیٹھنا اٹھنا سب سنت کے موافق ہو وہ فرقہ البتہ صوفی ہی اور ان کی تعظیم و مصاحبت مین دنیا سے آدمی کو بیزاری و آخرت کی یاد ہوتی ہی اور ایسے بزرگان امت ہر زمانہ مین موجود ہوتے ہین واللہ اعلم۔ اور محبت کے بارہ مین جو احادیث و مقامات ہین وہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ تحقیق سے بیان ہونگی اور ملاک امر پہلے پارہ مین مذکور ہو چکا ہی فتذکر۔ اور جان لینا چاہیئے کہ سخت بے ادب وہ لوگ ہین جو جناب رسالت مآب سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک مین اشعار بے ادبانہ کہتے یا ان کو گاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہ نعت ہی اور ہمکو حضرت نبی صلعم سے عشق ہی۔ یہ ہرگز روا نہین ہی مولانا روم فرماتے ہین کہ ؎ بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد + بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد + ای اہل ایمان ذرا غور کرو اور ہر ایک دوسرے کو نصیحت کرو اور اس سے باز رہو ہمیشہ ادب سے نام لو اور درود پڑھو آہستہ اطمینان سے آپ کا ذکر آوے تو یہی تعریف کرو واتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ قولہ واللہ غفور رحیم۔ مفسر رحمہ اللہ نے اشارہ کیا کہ اسلام سے اگلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہین۔ قولہ قل اطیعوا اللہ والرسول ۔ مفسر رحمہ اللہ نے امر توحید مین اطاعت کی تفسیر کی کہ وہ جامع امور اعتقاد وغیرہ ہی اور نیز کفار کی اطاعت اولاً اعتقاد توحید مین ہی قولہ فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین یعنے اگر وہ اطاعت سے ذکر مین عصیان کرین تو اللہ تعالیٰ کافرون منکرون کو نہین دوست رکھتا یعنے عذاب کرتا ہی اور کافرون کے نام رکھکر ان کی فضیحت کی اور حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوع ہی کہ میری کل امت جنت مین داخل ہوگی مگر جسنے انکار کیا۔ لوگون نے عرض کیا کہ انکار کون کرتا ہی فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت مین داخل ہوا اور جسنے میری نافرمانی کی اسنے انکار کیا۔ رواہ البخاری اور جابر بن عبداللہ رضہ کی حدیث مین ملائکہ کے آنے و باہم گفتگو کرنے کے قصہ مین ہی کہ جسنے اطاعت کی محمد صلعم کی اسنے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جسنے محمدؐ کی نافرمانی کی اسنے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اخرجہ البخاری ف۲۰ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنے ان لوگون سے کہدے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوی کرتے ہو اور تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو میری پیروی کرین تو محبین کا سردار ہون اور صدیقین کا سرتاج ہون اور رسولون کا پیشوا ہون اور طالبان حق کا امام مصطفیٰ ہون تاکہ مین تمکو دکھلا دون کہ اس راہ مین ایسی ایسی چیزین چھپی ہلاک کرنے والی ہین اور ایسی ایسی چیزین اس راہ مین نجات دینے والی تمھاری نظر سے پوشیدہ ہین اور تمکو مشاہدہ کے احکام و نزدیکی حاصل کرنے کے اسرار بتا دون اور اچھے کام کرنے اور عمدہ بندگی کرنے کی ہدایت کرون اور ادب سے چلنے کی اچھی صورتین سکھلا دون اور عمدہ اخلاق بتا دون کہ وہ تمھاری راہ مین کام آوین کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کے آثار مجھپر کشف کردیے گئے اور اس کی نزدیکی کے انوار مجھمین بھرے ہوے ہین اور میری پیروی درحقیقت شکر محبت محبوب ہی اور جب تمنے میری پیروی کرکے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے تمھاری محبت و معرفت در زیادہ کردے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور فرمایا۔ لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر کروگے مین تمکو اور زیادہ دونگا۔ محبت کی حقیقت عارفون و محبون کے

نزدیک یہ ہی کہ دل آتش شوق سے کباب ہو جاوے اور روح عشق کی لذت سے ماہی بے آب کی طرح تڑپے اور حواس روحی دریاے اُنس مین ڈوب جاوین
اور نفس کو پاک پانی سے طہارت حاصل ہو اور عین الکل ہے فقط محبوب ہی کو دیکھے اور دونون جہان سے اپنے عین الکل کو بند کرلے اور سر باطنی
غیب الغیب مین سیر کرے اور محبوب کے جو اخلاق ہین اُن سے آراستہ ہو (یعنی انکو خو کرلے) اور یہی اصل محبت ہی۔ اور محبت کی شاخ یہ ہی کہ محبوب جن باتون سے
راضی ہوان سب کو محب بجا لاوے اور اسکی بلاؤن کو پسند کرے برا نہ جانے اور جو اس کی قضا و قدر ہی اسکو تسلیم کرے اور ان سب مین یہ شرط ہی
کہ پورا وفا کرے اور سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت و متابعت پر قائم رہے اب رہا بیان اسکا کہ محبت کرنے کے آداب کیا ہین تو
اہل محبت کے آداب یہ ہین کہ محبت کرنے والا تمام خواہشون و لذتون سے بالکل الگ ہو جاوے اور نیکیان کرنے مین جلدی کرے اور خلوتون تنہائیون
اور مراقبات مین ساکن اور ٹھہرا رہے اور صفات باری کے انوار پر نظر کرکے ان کی خوشبوئین سونگھے اور مناجات کرنے مین گڑگڑا وے اور نوافل و
عبادات ادا کرنا شروع کرے یہانتک کہ قرب نوافل کا جو مرتبہ ہی وہ حاصل ہو کہ صفات حق عزوجل سے متصف ہو جاوے اور خلق مین اُسکے نور سے
روشن ہو اور یہ مضمون صحیح حدیث سے ثابت ہوا ہی کہ برابر بندہ مجھسے نوافل عبادات سے نزدیکی ڈھونڈھتا ہی یہانتک کہ مین اسکے کان و ناک و ہاتھ
ہو جاتا ہون **قال المترجم** اصل حدیث تو صحیح بخاری مین ہی اور یہ مضمون اس مین سے ایک ٹکڑے کا خلاصہ ہی اور صوفیون کے طور پر مین نے
اسکے معانی پہلے بیان کر دیے ہین کہ مراد یہ ہی کہ جتنے اسکے اعضاء ظاہری و باطنی ہین سب اللہ تعالےٰ کے حکم کے موافق کام کرتے ہین اور اس شخص کے
اختیار مین نہین رہتے ہین بلکہ یہ خود ہی اپنے ارادہ و خواہشون سے خالی ہوتا ہی اور تحقیق اسکی اول پارہ مین گذری ہی اور مختصر یہ ہی کہ ایمان کا نور
محبت قلب مین اور پھر وہان سے تمام بدن کے رگ و ریشہ مین ساری ہوتا ہی حتیٰ کہ وہ باطن کی آنکھ سے بالکل نور ہی نور دیکھتا ہی پھر جب اس پر مضبوط رہا
اور اللہ تعالےٰ نے اسکا رتبہ بلند کیا تو اصل تو نور کا معدن اسکا قلب ہو جاتا ہی اور قلب مین سواے ان خطرات کے جو قضاء و قدر کے موافق ہین
اور کچھ نہین آتے اور اعضاء سب اسی کے موافق کام کرتے ہین اور دل اپنا حکم چلاتا ہی اور دل پر رب تعالےٰ حاکم ہی پس اسکا سونا بیٹھنا اٹھنا کھانا پینا
وغیرہ ایسے سب کام بھی ثواب ہین اور جو وہ کہتا ہی وہی ہوتا ہی ولیکن وہ کچھ نہین کہتا ہی سواے اسکے جو کہ موافق قضاء و قدر کے اسکے دل مین آوے
پس جاہل لوگ جو ایسے بزرگون کو گھیرتے ہین اور دُنیا کی ناپاک خواہشین ان سے مانگتے ہین اور انھین کے ہاتھ مین سب کچھ جانتے ہین
یہ گویا کافر و بیوقوف ہین کاش اگر انکے پاس بیٹھکر انوار و قرب و منزلت حاصل کرتے تو خاص بندون مین ہو جاتے ولکن اللہ یفعل ما یشاء۔ اور
محبت خالص نہین ہوتی مگر بعد از انکہ روح ناطقہ اپنے سر باطنی کی آنکھ سے حق عزوجل کو اسکے حسن قدم و صفت جمال پر مشاہدہ نہ کرے اور
نعمتون کا دینے والا تو وہی ہی مگر اس صفت کے مشاہدہ سے محبت خالص نہین ہوتی کیونکہ جو محبت کہ نعمتون کے دیکھنے سے پیدا ہوئی ہی وہ
اسی سبب سے لگی ہوئی ہی خالص نہین ہی اور حقیقی خالص محبت وہی ہی جس مین محب کی طرف سے علت و سبب کا لگاؤ نہو اور محبوب کی طرف
کوئی شرط نہین ہی اور **شیخ ابو عمرو بن عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محبت الٰہی کا اثر یہ ہی کہ ہمیشہ اسکے دل مین خشیۃ اللہ ٹھہرا رہے اور اللہ تعالےٰ کی معرفت ہو
اور ہمیشہ قلب اسکے ساتھ مشغول ہو اور برابر قلب اسکی یاد مین قائم ہو اور ہمیشہ اس سے اُنس پاوے۔ اور **محمد بن حنیف** نے
فرمایا کہ محبت یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی ہر دم چاہنے مین اس سے موافق رہے۔ اور بعض نے کہا کہ جمال کی خوبیان و لطائف ظاہر ہونے کے
وقت دل موافق ہونے کو محبت کہتے ہین۔ اور **شیخ عارف ابو یزید بسطامی** قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مین نے اللہ تعالےٰ سے محبت
کی اور اسکو محبوب رکھا یہانتک کہ مین نے اپنی جان و نفس کو مبغوض کر لیا پھر مین نے دنیا کو دشمن سمجھا تا کہ اسکی بندگی کو محبوب کیا اور مین نے
سب چیزین جو سواے حق عزوجل کے ہین چھوڑ دین تو اللہ تعالےٰ سے واصل ہوا اور مین نے خالق عزوجل کو اختیار کیا تو میری

ف: محمد بن حنیف [illegible] ہی کی محبت یہی تھی کہ اپنی جان [illegible] کی بھی [illegible] اسکی بندگی کو [illegible] جانتا ہی [illegible] ان کو بھی جان کا [illegible]

خدمت مین تمام مخلوق مشغول ہو گئی۔ اور بعض بزرگون نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی محبت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے تمام اقوال و افعال و آداب و احوال مین سواے ان باتون کے جو حضرت صلعم کے ساتھ مخصوص تھین کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ملایا ہے **قال المترجم** یہ قول بہت مشابہ بفقہ ہے اور یہی قول ہے کہ جسپر تمام اعتماد کرین اور فائدہ اُٹھاوین اور یہی جڑ ہے کہ اس سے تمام قول جو شیخ نے ذکر کیے ہین حاصل ہونگے اور اسی کا نتیجہ ہوتا ہے جو آگے شیخ رحمہ اللہ بیان کرتے ہین کہ **انطاکی**۔ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ محبت کا نشان کیا ہے تو فرمایا کہ محبت والا اس حال مین ہو جاتا ہے کہ قلیل عبادت کرتا ہے یعنے فرائض و واجبات تمام سنن و آداب کے ساتھ نہایت خوبصورتی سے ادا کر دیتا ہے اور تہجد کو پورا کرتا ہے پھر اس سے زیادہ نوافل مین کمی کرتا ہے اور ہمیشہ تفکر مین مشغول رہتا ہے جس کی تعریف کتاب و سنت مین موجود ہے اور تنہائی بہت پسند کرتا ہے اور ظاہر مین خاموش رہتا ہے جسکا حکم حدیث مین ہے جب نظر کرتا ہے تو کچھ دیکھتا نہین اور جب پکارا جاوے تو سُنتا نہین اور جب اسکو کوئی مصیبت پہونچائی جاوے تو غمگین نہین ہوتا اور جب وہ کسی کو مصیبت پہونچاوے تو خوش نہین ہوتا اور کسی شخص سے ڈرتا نہین اور کسی شخص سے اُمید نہین رکھتا ہے۔ **شیخ یحییٰ بن معاذ** رح سے پوچھا گیا کہ محبت کی حقیقت کیا ہے تو فرمایا کہ نہ نیکی سے بڑھے اور نہ جفا سے گھٹے۔ **قال المترجم**۔ یعنے اگر اسکو بھلائی پہونچے تو یہ نہین کہ اسکی محبت زیادہ ہو جاوے اور اگر اسکو بُرائی پہونچے تو یہ نہین کہ اسکی محبت گھٹ جاوے خلاصہ یہ کہ اسکی محبت انعام پر نہین ہے اور یہی خالص محبت ہے اور اگر انعام پر ہو تو خالص نہین ہے اور یہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور **جعفر**۔ رحمہ اللہ نے قولہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کے اشارہ مین کہا کہ اللہ عزوجل نے صدیقین کے اسرار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین مقید کر دیا تاکہ صدیقین جو اُمت مین سب سے بڑے مرتبہ والے ہین یہ جان لین کہ انکے احوال اگرچہ بہت بلند ہین اور انکے مراتب اگرچہ بہت اونچے ہین پر وہ لوگ ہرگز یہ قدرت نہین رکھتے کہ پیروی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرمو تجاوز کر سکین اور نہ ان کا یہ مرتبہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ تک پہونچین **قال المترجم شیخ جلیل عماد بن کثیر** رحمہ اللہ نے تفسیر قولہ فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین مین خوب کہا کہ اس مین دلالت ہے کہ نبی صلعم کے طریقہ کی مخالفت کرنا کفر ہے اور جو ایسا ہے اللہ تعالےٰ اسکو محبوب نہین رکھتا اگرچہ وہ دعوی کرے اور اپنے نزدیک زعم کرے کہ وہ اللہ تعالےٰ کا محب مقرب ہے جب تک کہ رسول الثقلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرے جس کی یہ شان ہے کہ اگر انبیا ہوتے بلکہ رسول ہوتے بلکہ رسولون مین سے جو اولوالعزم رسول ہین مثل موسیٰ علیہ السلام کے ہین وہ ہوتے اور آپ کا زمانہ پاتے تو ان کو ہرگز کوئی گنجایش نہوتی اور کوئی عذر انکا اللہ تعالےٰ کے نزدیک قبول نہوتا سواے اسکے کہ وے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرین اور آپ جس دین کو لائے اور حکم دیتے ہین اس مین داخل ہون چنانچہ تفسیر قولہ تعالےٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیہ مین اسکی تقریر ہم بیان کرین گے انشاء اللہ تعالےٰ۔ انتہی کلامہ پھر جاننا چاہیئے کہ کیا اچھا حال ان پاک لوگون کا ہے جنھون نے آپ کو پایا وے عجب آنکھین تھین جنھون نے آپ کے قدم دیکھے وے عجب سر تھے جو پاک پروردگار عزوجل کے واسطے آپ پر نثار ہوے وے تمام اولاد آدم اگلے پچھلون سے بہتر تھے سواے انبیا و رسولون کے ان کے پیچھے والے لوگون مین کوئی کتنا ہی بڑا قطب غوث کیون نہو ان مین سے ادنی شخص کے سامنے ایسا ہے جیسے بڑے عالم کے سامنے مکتب کا لڑکا جیسا کہ دلائل شریعت سے ثابت ہے اور یہ تو اللہ عزوجل جلالہ کی تقدیر و خلقت ہے فرمایا کہ ان ربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لہم الخیرۃ۔ تیرا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا اور چھانٹ لیتا ہے ان لوگون کو تو کچھ بھی اختیار نہین ہے۔ پس یہ اللہ تعالےٰ کا فضل تھا کہ اس نے ازل مین آپ کی کل اُمت کو پھر اُمت مین سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھانٹ لیا اور چُن لیا اور وہ آپ کے اصحاب بنائے گئے صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور **شیخ ابن عطا** رحمہ اللہ نے قولہ تعالےٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ مین کہا کہ اس مین حکم دیا نور

ادنیٰ طلب کرنے کا اس شخص کو جو نور اعلیٰ سے اندھا ہے اور مین کہتا ہون کہ کوئی شخص نور اعلیٰ کو نہین پہونچ سکتا ہے جس نے نور ادنیٰ سے اس کی راہ
نہ حاصل کی اور جسنے نور ادنیٰ والے کے آداب کو مضبوط نہ پکڑا اور نہ اسکی راہ کی پیروی کی اسکو نور اعلیٰ کی طرف راہ نہین وہ دونون نورون سے اندھا
رہا اور شیطانی لباس غرور پہنکر گمراہ ہوا **قال المترجم** یہ فہمائش کے طور پر بیان ہے ورنہ او تعالےٰ عزوجل کی شان بہت پاک و بلند ہے
کہ نور اعلیٰ کہی جاوے اور کسی کو اُس سے ادنیٰ و اعلیٰ کی نسبت نہین ہے اور شیخ نے محبت کو نور اعلیٰ اور متابعت کو نور ادنیٰ سے مثال دی اس سے
مقصود فہمائش ہے کیونکہ نہایت ناچاری ہے کہ سمجھانے کی صورت مین اگر مثال دی جاوے تو سوائے مخلوق کے اور تو کوئی چیز ملتی نہین ہے آخر
اسی سے مثال دی جاتی ہے اور تنبیہ کر دی جاتی ہے کہ یہ فہمائش کے طور پر ہے فافہم - اور **شیخ ابو یعقوب سوسی** رح نے فرمایا کہ محبت کی حقیقت
یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے اپنا حصہ بھول جاوے اور اسکی طرف اپنی حاجتین فراموش کرے **قال المترجم** یہ مطلب ہے کہ صرف حق عزوجل کی
خواہش ہو اور خودی والی حاجات سب فراموش ہون کیونکہ اپنی حاجات یاد رہنے کی صورت مین یہ لگاؤ ہو گا فافہم **شیخ واسطی** رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ وہ محبت صحیح نہین کہ اسکے سر باطنی پر اغراض کا اثر ہو اور اسکے قلب پر شواہد کا خطرہ موجود ہو بلکہ صحیح محبت یہ ہے کہ محبوب کے
مشاہدہ مین ایسا ڈوبا ہو کہ سب بھول جاوے اور اسی سے اسکے ساتھ خود فنا ہو **قال المترجم** فنا کے یہ معنے ہین کہ اپنے نفس کو اور اپنے
ارادون کو اور اپنے خطرون کو زائل کرے اور ایسا ہو جاوے جیسے مردہ بدست زندہ اور عنقریب اس کی تحقیق **فتوح الغیب** سے بیان ہو چکی ہے
فافہم - اور **ابن منصور** رح نے فرمایا کہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے محبوب کے ساتھ اس طرح قائم ہو کہ اپنے اوصاف کا جامہ اُتار دے اور
محبوب کی مرضی اوصاف کا جامہ پہن لے اور **شیخ ابو عبد الرحمٰن** نے فرمایا کہ مین نے **شیخ نصر آبادی** رحمہ اللہ سے سُنا کہ ایک محبت
تو ایسی ہے کہ خون بہانے کے موجب ہے اور ایک محبت ایسی ہے کہ جس کی تلوار سے قتل ہونے کے موجب ہے اور یہ اول سے بڑھکر ہے **قال المترجم**-
توضیح اس قول کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا- ولیعلمن اللہ الذین صدقوا منکم ولیعلمن الکاذبین محبت مین سچے و جھوٹے معلوم و متمیز ہونا چاہیئے
پس وہ امتحان کیے گئے کہ جہاد کرین کہ بتون کے محب کیسے اور اللہ عزوجل کے محب کیسے ہین اور مقصود لائق یہ کہ نفس جو اپنی ذات کی طرف
محبت سے کھینچتا ہے وہ درمیان سے رفع ہو کہ قتل ہو جاوے کہ اسی معنے کر **شیخ شبلی** سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ جس سے محبت کرتا ہے اس کو
قتل کرتا ہے کہ اسکے نفس پر اسکے حق مین غیرت ہوتی ہے اور جو اللہ تعالےٰ کو دوست رکھتا ہے فقیر ہوتا ہے اور ابو الدرداء رض نے روایت کی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے قولہ تعالےٰ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الآیۃ - مین فرمایا کہ نیکو کاری پر اور تقویٰ پر اور تواضع پر اور نفس کی
ذلت پر میری اتباع کرو **مترجم** کہتا ہے کہ تفسیر مین بھی یہ قول ابو الدرداء رض سے مذکور ہے واللہ اعلم - اور **شیخ عمرو بن عثمان مکی** سے محبت کو
پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت کی اصل دلون مین تواضع ہے ان لطیف معانی سے جنکو محبوب سے معاینہ کرتا ہے بر شرط تعلق اور **سہل**
**بن عبد اللہ** سے سوال کیا گیا کہ محب کی علامت کیا ہے تو فرمایا کہ ہمیشہ اسکی زبان تو محبوب کی یاد مین ہو اور دل اسی پر فریفتہ ہو اور اسی
سے مانوس ہو اور اسی سے مسرور ہو اور اسی کی حمد و شکر کرے اور اعضا سب ایسے کامون مین مشغول رہین جنکو محبوب پسند کرتا ہے اور استاد
رحمہ اللہ نے کہا کہ محبت صفاے احوال کی طرف اشارہ کرتی ہے اور محبت واجب کرتی ہے کہ سر باطنی کے ساتھ محبوب کی جناب مین معتکف ہو
اور محاورہ مین بولتے ہین کہ **حب البعیر** جبکہ اونٹ بیٹھ گیا اور کتنا ہی مارا جاوے جگہ سے نہین ہلتا ہے اور حب مین دو حرف ہین حاء و باء پس
حاء اشارہ بروح ہے اور باء اشارہ جانب بدن ہے اور جو محب ہوتا ہے وہ اپنے محبوب سے کوئی چیز نہین رکھ چھوڑتا نہ قلب اور نہ بدن -
**مترجم** کہتا ہے یعنے سب کو اسپر قربان کر دیتا ہے (عس) واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے راہ مستقیم دیکھنے کے جو انوار تو طیہ کے طور پر ضروری تھے

له یعنی فنا سے نفس نہین ہو ... ۱۲ م

نہایت بلاغت و حُسن اسلوب سے بیان فرمائے کیونکہ وفد نجران کے نصاریٰ میں تاویل بیجا کا عیب تھا کہ اُمور متعلقہ قدرت الٰہی کو اپنی فہم میں احاطہ کر لینا چاہتے اور عظمت و جلال الٰہی سے بے خبر کج دل تھے اور عیسیٰ علیہ السلام سے محبت بیجا طور سے رکھتے تھے اور ارسال رسل و انزال کتب اور اُمور تقدیر و تمام قدرت حق و اصل اسلام و جزائے معاد و فنائے دنیا کے اعتقاد سے گویا خالی تھے اور فرقہ یہود میں باوجود اس کے طمع دنیا اور قساوت قلب و غرور ناکارہ بھی تھا اور مشرکین عرب دین اسلام ہی سے واقف نہ تھے ان کا ڈھنگ مثل فرعون کے تھا پس اللہ عزوجل نے یہاں تک ان سب اُمور کو بیان فرما کر آگے بندوں و رسولوں کی اصطفائیت اور پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کو بیان فرمایا کہ اس سے اہل انصاف کے سب شبہہ رفع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کو متضمن ہو سوائے ایسے لوگوں کے جو محض حسد و بغاوت سے نہ مانیں جیسے یہود پھر ان کی مذمت بیان ہوئی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا

اللہ نے پسند کر لیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان سے کہ اولاد تھی ایک

مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

دوسرے کی اور اللہ سنتا جانتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىٓ۔ اختار۔ اللہ تعالیٰ نے پسند کیا چھانٹ لیا اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ یعنی انفسہما یعنے خود ابراہیم و عمران کو عَلَى الْعٰلَمِيْنَ بجعل الانبیاء من نسلہم۔ یعنے سارے جہان سے ان کو چھانٹا بایں معنے کہ انھیں کی نسل سے انبیاء کیے۔ بَعْضُهَا مِنْۢ۔ ولد بَعْضٍ۔ منہم یعنے بعض اس ذریۃ کے تھے اولاد بعض ان میں سے حاصل آنکہ یہ نسل میں ایک دوسرے کی اولاد تھے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کی بات سنتا اور ہر ایک کی نیت جانتا ہے۔ **ف** اصطفا از صفوۃ یعنے خالص ہر چیز سے اور مراد چھانٹ لینا پس انکو نبوت کے واسطے چھانٹا تمام عالموں سے اور معنے یہ کہ ہر ایک اپنے زمانہ کے اہل عالم سے افضل تھا **کما قالہ الزجاج** اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی العموم سب سے افضل ہیں۔ اور بعض جاہلوں نے اعتقاد کیا کہ آدم ابو البشر تھے نبی نہیں تھے اور یہ زعم باطل بلکہ کفر ہے اور یہی آیت کریمہ ان پر حجت ہے اور صحیح ابن حبان کی حدیث ابو ذر میں ہے کہ وہ نبی مکلم تھے یعنے ایسے نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے کلام فرمایا تھا۔ اور عمر آدم علیہ السلام کی نو سو ساٹھ برس ہوئی کیونکہ چالیس برس انھوں نے داؤد علیہ السلام کو دیے تھے جنکی عمر فقط ساٹھ برس کی تھی اور بعض اخبار میں آیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے انکار کیا کہ چالیس برس دیے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے حجت تمام کرنے کے بعد آدم علیہ السلام کے ہزار برس اور داؤد علیہ السلام کے سو برس پورے کر دیے رواہ احمد من حدیث علی بن زید بن جدعان عن یوسف بن مہران عن ابن عباس مرفوعا اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور احادیث علی بن زید بن جدعان میں نکارت ہے و رواہ الحاکم من حدیث الحارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ بنحوہ مرفوعا و من حدیث داؤد بن ابی ہند عن الشعبی عنہ و من طریق محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عنہ و من حدیث ہشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابی صالح عنہ۔ پس حدیث نازل از درجہ حسن نہوگی واللہ اعلم۔ اور نوح نبی معروف ہیں اور یہ نام محققین کے نزدیک عجمی ہے اور بعض نے کہا کہ کثرت نوحہ کے سبب نوح کہلائے اور عمر ان کی ساڑھے نو سو برس کی ہوئی اور ابن الجوزی نے ابو سلیمان دمشقی سے نقل کیا کہ نام ان کا سکن ہے اور وہ نسل ادریس علیہ السلام سے ہیں کہ نوح بن الملک بن متوشلخ بن اخنوخ یعنے ادریس ہیں۔ قولہ آل ابراہیم و آل عمران بعض نے کہا کہ خود ابراہیم و خود عمران کو اور بعض نے ان کی اولاد کو مراد لیا اور مفسر نے اول کو اختیار کیا ہے اور عمر ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو ستر

برس کی تھی اور ان سے دو شاخین ایک انکے فرزند اسحٰق علیہ السلام سے کہ ان مین ملک و نبوت تا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام رہی اور دوم از فرزند اسمٰعیل کہ
وہ نبی تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شاخ مین افضل الانبیاء و خاتم النبیین ہوے۔ اور عمران دو ہین ایک والد موسیٰ و ہارون اور وہ عمران بن
یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب ہین اور دوم مریم علیہا السلام کے والد عمران بن ماثان از نسل یہودا بن یعقوب علیہم السلام ہین اور محمد بن
اسحٰق نے کہا کہ وہ عمران بن یاشم بن میشا بن خرقیا بن ابراہیم بن غرایا بن ناوش بن آجز بن یہودا بن ناذم بن سقاسط بن ایشا بن ایاز بن رخیعم
بن سلیمان بن داؤد علیہ السلام پس عیسیٰ علیہ السلام بھی از اولاد ابراہیم ہین **ذکرہ ابن کثیر** رحمہ اور ان دونون عمران کے درمیان
ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہی اور مابعد کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہی کہ عمران بن ماثان یعنے والد مریم مراد ہین اور یہ توطیہ ذکر عیسیٰ علیہ السلام ہی۔
قولہ ذریۃ بعضہا من بعض۔ مفسرین رح نے بعض از نسل بعض لیا اور قتادہ سے روایت ہی کہ توحید و اخلاص نیت و عمل مین یعنے ایمان و تقوی کی راہ سے
باہم ایک سے دوسرے پیدا ہوے ہین اس قول پر دین و نسل دونون جمع ہو سکتے ہین اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ وہ مومنین از آل ابراہیم و
آل عمران و آل یاسین و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اخرجہ ابن جریر اور نصب اسکو بنابر آنکہ بدل از آدم علیہ السلام یا نوح ہی **کما فی التبیان للعکبری**
اور ذریہ مین واحد و جمع و مذکر و مؤنث یکسان ہی۔ یا بدل از آل ابراہیم و آل عمران ہی **کما قال الزمخشری** قولہ واللہ سمیع علیم جانتا ہے جو
برگزیدہ کرنے کے لائق ہی اور سنتا ہی قول عورت عمران کا اور جانتا ہی اسکی نیت کو جیسا کہ آگے کی آیت مین آتا ہی پس یہ فاصلہ نہایت
موزون واقع ہوا ہی اگرچہ سب فواصل نہایت خوب ہین **ف ۲ قال الشیخ فی العرائس**۔ قولہ تعالیٰ ان اللہ اصطفیٰ آدم و
نوحا الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ازل الازل مین علم صفات اور کشف جمال ذات سے برگزیدہ کیا پھر جب آدم
کی روح پیدا کرنی چاہی تو اپنے جمال سے اپنے جلال کی طرف اور اپنے جلال سے جمال کی طرف نظر فرمائی پس دونون نظر کے درمیان روح آدم ظاہر
ہوئی پس اسکو صفت خاص کے ساتھ پیدا کیا اور اسکے قلب مین روح پھونکی وہ علم صفات ہی بفعل خاص جو متعلق بذات ہی اور نیز اسکی
صورت کو بھی بصفت خاص پیدا کیا اور اس مین روح اول بعد روح ثانی پھونکی چنانچہ اسکی روح کا وصف فرمایا ونفخت فیہ من روحی اور اسکی
صورت کا وصف فرمایا کہ خلقت بیدی۔ پس وہ ان صفات کی وجہ سے ملائکہ کرام بررہ سے سبقت لے گئے یعنے افضل فرشتون سے افضل
ہوے اور آدم کو اپنی خلافت کی خلعت پہنائی اور اسی تخصیص کی وجہ سے ملائکہ کو آدم کے سجدے کا حکم دیا اور یہ آدم کے حق مین فرشتون کے اکابر پر
کرامت و تشریف و تفضیل تھی۔ اور فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ اور فرمایا۔ اسجدوا لآدم۔ صفات ازلی مین حدوث کو کچھ اثر نہین ہوتا
ہے بلکہ آدم کے واسطے برگزیدگی اس صفت سے سابق ہو چکی تھی یعنے آدم علیہ السلام کچھ اسوجہ سے برگزیدہ نہین ہوے کہ انھون نے طاعت الٰہی
عزوجل مین خوب قیام کیا کیونکہ طاعت تو بعد پیدایش کے حادث ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ازل سے برگزیدہ کرکے پیدا فرمایا۔ اور نیز اللہ تعالیٰ
نے ان بزرگ بندون کو اپنے خلق سے اپنے واسطے برگزیدہ کیا کہ انسے خطاب واقع ہو اور نقاب جمال و جلال ان کو کشف کیا جاوے کیونکہ ان مین
یہ استعداد تھی کہ امانت کے بوجھ اٹھاوین اور ازل کے ناپیدا کنار دریا مین غوطہ لگاوین اور وحدانیت کے وسیع میدان مین چلین اور اسکی محبت
مین پرواز کرین تاکہ اسکی احدیت و جمال سرمدی کشف ہو۔ اور نوح و آل ابراہیم مین اشارہ یہ ہی کہ برگزیدہ کرنا محبت ازلی ہی یہان دنیا
کے نسب سے جو پیدا ہو گئے ہین اس نسب کی بنیاد پر نہین ہی جیسا کہ استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آدم اور ان کی تمام ذریت ایک طبقہ پر متفق ہین
اور برگزیدہ کیے جانے کی خصوصیت از جانب پروردگار عزوجل ہی کسی نسب و سبب سے نہین ہی **قال المترجم** یہ کلام محقق ہی یہین سے معلوم ہوا کہ
افرقہ گمراہ و بعضے جاہلون نے جو زعم کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت حقہ کے مستحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد تھی یہان کی بے وقوفی

ہو اس مین نسب کو دخل نہین ہی اور نہ دیگر قرب و منزلت مین اس نسب کو دخل ہی اور اہل البیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی کرامت ذاتی و طہارت نسبی مین سرفراز ہین اگرچہ درجۂ نبوت نہین ہی اور محققین اہل السنۃ اہل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ مسئلہ بہت واضح ہی اور مشکل فقط مبتدعین و جہال پر پیش آئی ہو ہداہم اللہ تعالےٰ ۔ اور **فارس** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے انکو لوگون پر نبوت کے لیے چنا اور رسالت کے لیے خاص کر لیا پس یہ انبیاء علیہم السلام جو اسکے مخلوق کی طرف بھیجے گئے تو اللہ تعالےٰ کے اولیاء و مطیع بندون کے لیے رحمت ہین اور اسکے دشمنون کافرون پر حجت ہین کیونکہ یہ لوگ بندون کو اللہ کی طرف حکمت و موعظت کے ساتھ بلاتے ہین اور اطاعت کرنے والون کو بڑے ثواب سے خوشخبری دیتے اور نافرمانون کو دردناک عذاب سے ڈراتے ہین تاکہ رسولون کے بعد بندون کی کوئی حجت اللہ تعالےٰ پر باقی نہ رہے کما قال لئلا یکون للناس علے اللہ حجۃ بعد الرسل سوا سطے کہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت دیدیتا چنانچہ فرمایا ولو شاء لہدٰکم اجمعین ۔ اور **واسطی** رح نے فرمایا کہ ان بندون کو ہدایت ازلی کے لیے برگزیدہ کیا اور اپنی نزدیکی کے واسطے انکو بنایا اور اپنی محبت کے لیے مقدس کر دیا۔ اور نیز کہا کہ آدم کو ازل مین قبل وجود آدم کے برگزیدہ کیا وہ اپنے مخلوق کو جانتا ہی کہ آدم کی نافرمانی کرنا اسکے برگزیدہ ہونے مین کچھ موثر نہوگی اس واسطے کہ برگزیدہ ہونا تو علم ازلی مین سابق ہو چکا تھا باوجودیکہ حق عزوجل کو معلوم تھا کہ جو آدم سے ظاہر ہوگا ۔ اور نیز کہا کہ اللہ تعالےٰ نے انبیاء کو اپنے مشاہدہ کے لیے اور اپنی درگاہ مین نزدیکی دینے کے لیے برگزیدہ کیا اور مومنون کو مطالعہ و تہذیب کے لیے چھانٹ لیا اور ان مین سے علماء کو اپنے خطاب کی ترتیب و فہم کے واسطے برگزیدہ کیا ۔ اور **نصر آبادی** نے فرمایا کہ ۔ جب تو نے آدم پر آدم کی صفت سے نظر ڈالی تو دیکھا کہ فرماتا ہی وعصیٰ آدم ربہ ۔ نافرمانی کی آدم نے اپنے پروردگار کی ۔ اور جب تو نے آدم پر بصفت حق عزوجل نظر ڈالی تو دیکھا کہ فرماتا ہی ۔ ان اللہ اصطفیٰ آدم پھر نافرمانی کرنا برگزیدہ ہونے مین کیا اثر کر سکتا ہی ۔ اور **واسطی** رح نے کہا کہ برگزیدہ کرنا تو حق عزوجل کے ساتھ قائم ہی اور معصیت ہونا بشریت کا اظہار ہی اور توبہ عجیب چیز ہی کہ آدم نے خود ہی اپنے نفس کی طرف ندامت سے رجوع کیا۔

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ

جب بولی جورو عمران کی اے رب مین نے تیرے نذر کیا جو کچھ میرے پیٹ مین ہی آزاد سو تو مجھسے قبول کر توہی

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ؕ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ

اصل سننے والا جاننے والا ہی پھر جب اسکو جنی بولی کہ اے رب مین نے لڑکی جنی اور اللہ کو بہتر معلوم ہی جو کچھ جنی

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ

اور بیٹا نہو جیسے وہ بیٹی اور مین نے اسکا نام رکھا مریم اور مین تیری پناہ مین دیتی ہون اسکو اور اس کی اولاد کو

الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○

شیطان مردود سے

اذکر ۔ اِذْ قَالَتِ ۔ یعنے ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکر ہی کما قال محمد بن زید ۔ اور **ابو عمرو** نے کہا کہ زائدہ ہی اور **زجاج** نے کہا کہ اصطفیٰ سے متعلق ہی اور بعض نے کہا کہ سمیع علیم کے متعلق ہی ۔ امْرَأَتُ عِمْرَانَ ۔ حنہ لما اسنت واشتاقت للولد فدعت اللہ واحست بالحمل یا رَبِّ ۔ یعنے عمران کی جورو نے جسکا نام حنہ تھا جبکہ وہ بڑے سن کی ہو گئی اور فرزند کی مشتاق ہوئی پس اللہ سے دعا کی اور حمل محسوس ہوا تو کہنے لگی اے رب میرے ۔ إِنِّي نَذَرْتُ ۔ ان اجعل ۔ لَكَ مَا فِي بَطْنِي ۔ مین نے نذر کی کہ قرار دیدون تیرے واسطے

جو کچھ میرے پیٹ مین ہی یعنے بچہ - اور بعض نے کہا کہ - لک ای لعبادتک - تیری پرستش کے لیے - مُحَرَّرًا - عتیقا خالصا من شواغل الدنیا لخدمة بیتک المقدس - درحالیکہ وہ بچہ آزاد کیا ہوا ہو دنیا کے شغل سے خالص ہو تیرے بیت المقدس کی خدمت کے لیے - فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ - للدعاء - پس تو میری جانب سے قبول کرے - تو ہی سمیع ہی یعنے دعا کا سُننے والا - علیم ہی یعنے نیت کا جاننے والا ہی - وہلک عمران وہی حامل پھر عمران نے وفات پائی اس حال مین کہ حنہ پیٹ سے تھین - فَلَمَّا وَضَعَتْهَا - ولدتها جارية وکانت تتوجوان یکون غلاما اذ لم یکن یحرر الا الغلمان پھر جب جنی اسکو لڑکی اور حال یہ کہ اسکو اُمید لگی تھی کہ لڑکا ہو گا کیونکہ لڑکے ہی محرر کیے جاتے تھے - کیونکہ لڑکی بوجہ حیض وغیرہ کے بیت المقدس کی خادمہ نہین ہو سکتی ہی - قَالَتْ - معتذرة - يا - رَبِّ - بولی عذر کرتی ہوئی کہ اے رب میرے - إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ - مین تو اس پیٹ مین دختر جنی ہون - ف اب مین کیونکر نذر پوری کرون وَاللَّهُ أَعْلَمُ - اے عالم - یعنے اسم تفضیل بمعنے فاعل ہی - بِمَا وَضَعَتْ - اور اللہ تعالےٰ جانتا ہی جو وہ جنی - جملہ اعتراض من کلامه تعالیٰ وفی قراءة بضم التاء - یہ جملہ معترضہ از کلام باری تعالےٰ ہو اور یہی قراءۃ جمہور ہی اور ابن عامر و شعبہ کی قراءۃ وضعت بصیغہ متکلم ہی پس منجملہ کلام حنہ سے ہو گا جو اپنے دل کی تسکین کے لیے کہا ہی - وَلَيْسَ الذَّكَرُ - الذی طلبت - كَالْأُنْثَىٰ - التی وہبت یعنے لام عہد کا ہی یعنے نہین مذکر وہ کہ حنہ نے مانگا تھا - محرر کرنے کو مانند اس مؤنث کے جو اسکو دی گئی یعنے لڑکا و لڑکی برابر نہین ہی - اور مفسر ح نے کہا لانه یقصد للخدمة وہی لا تصلح لہا لضعفہا وعورتہا وما یعتریہا من الحیض ونحوه کیونکہ مذکر تو خدمت مسجد کے لیے مقصود ہوتا ہی اور مؤنث اس خدمت کے لیے لائق نہین کیونکہ اسکی خلقت ضعیف ہوتی ہی اور پردہ دار ہوتی ہی اور اس پر حیض وغیرہ طاری ہوتا ہی اور بعض نے لام اول جنس کے لیے اور ثانی عہد کے لیے قرار دیا تو معنے یہ ہونگے کہ لڑکا اس لڑکی کی برابری نہین کر سکتا یعنے لڑکون سے یہ لڑکی اچھی - وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ - اور مین نے مریم اسکا نام رکھا - وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا - اولادہا - اور مین تیری پناہ مین دیتی ہون اس لڑکی کو اور اسکی اولاد کو - مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - المطرود شیطان رجیم یعنے مطرود سے - ف یعنے شیطان کے شر سے اسکو و اسکی اولاد کو تیری پناہ مین دیتی ہون - وفی الحدیث ما من مولود یولد الا مسه الشیطان حین یولد فیستهل صارخا الا مریم وابنہا رواہ الشیخان - اور حدیث مین ہی کہ نہین کوئی مولود جو پیدا ہوتا ہی مگر آنکہ چھو لیتا ہی اسکو شیطان جس دم پیدا ہوتا ہی پس وہ چیخ کر روتا ہی سوائے مریم و اسکے فرزند کے رواہ البخاری و مسلم - ف یہان سے اللہ عزوجل نے اس گذشتہ حال کی خبر دی جو مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش مین واقع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان دونون بندون کو پیدا کیا ہی پس مریم بنت عمران بن ماثان ہین اور یہ عمران وہ نہین جو موسیٰ علیہ السلام کے باپ تھے اگرچہ اتفاق سے مریم کے بھائی کا نام بھی ہارون تھا - جیسا کہ قولہ یا اخت ہارون ما کان ابوک الآیۃ سے معلوم ہوتا ہی اور اسی آیت کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالےٰ آوے گا - قولہ اذ قالت امرأة عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبل منی - یہ عمران کی جورو حضرت مریم کی مان ہین نام انکا حنہ بنت فاقوذ ہی اور انکی بہن ایشا بنت فاقوذ حضرت زکریا کی جورو تھین اسی سے عیسیٰ و یحیٰی دونون خالہ زاد بھائی ہین اور زکریا تو نبی تھے مگر عمران نبی نہ تھے ولیکن اللہ تعالےٰ کی طرف سے خاندان کرامت مین سے تھے اور محمد بن اسحٰق وغیرہ نے روایت کیا ہی کہ حنہ بنت فاقوذ بانجھ تھین ایک روز انھون نے ایک پرند کو دیکھا کہ اپنے بچہ کو دانہ بھراتا ہی تو ان کو بھی بچہ کی خواہش ہوئی پس اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ مجھے فرزند عطا ہو اور اللہ تعالیٰ نے انکی دعا قبول کی اور وہ حاملہ ہوئین پس جب حمل متحقق ہوا تو اللہ تعالےٰ سے نذر مانی کہ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا - یعنے خالص فارغ خدمت بیت المقدس کے واسطے نذر کیا کہ اسکا مجاور رہے پس جو پیٹ مین تھا وہ محرر کیا

اور یہ نہ جانا کہ لڑکا ہی یا لڑکی ہی پس شوہر نے اس سے کہا کہ تیری خرابی تو نے کیا کیا بھلا اگر تیرے پیٹ مین لڑکی ہو کہ اسکی لیاقت نہین رکھتی۔ پس دونون کو ملال ہوگیا اور محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہی کہ جب کوئی لڑکا محرر کیا جاتا تو وہ کنیسہ مین رہتا اور وہان کے کام کرتا جھاڑو دیتا اور خدمت کرتا اور وہان سے کہین نہ جاتا یہانتک کہ وہ بالغ ہوتا پھر اسکو اختیار دیا جاتا کہ چاہے وہین رہے یا جہان اسکا جی چاہے جاوے پھر اگر بعد اسکے اگر اس سے نکلنا چاہتا تو اسکو ایسا کرنے کا اختیار نہ تھا اور انکے انبیاء و علماء مین سے کوئی ایسا نہ تھا کہ اسکی نسل مین سے بیت المقدس کے واسطے محرر نہوا اور فقط لڑکے ہی محرر ہوتے تھے اور لڑکیان اسکی لیاقت نہین رکھتی تھین کیونکہ لڑکیون کو حیض وغیرہ پلیدی پہونچتی ہی۔ اور ذکر کیا گیا ہی کہ ان کے عہد مین ایسی نذر نرینہ اولاد کے حق مین جائز تھی۔ اور نذر شرع مین اس امر کو کہتے ہین جو آدمی اپنے اوپر واجب کر لے پس اگر کسی گناہ و ناجائز محل کو اپنے اوپر واجب کیا تو وہ نذر ہی نہین یا اسکا ادا کرنا روا نہین ہی اور اگر ایسے امر کی نذر کی جو شرع مین جائز ہی تو نذر سے اس کا ادا کرنا واجب ہی۔ اور محررًا کہ آزاد اور تحریر آزاد خالص کرنا میل سے اسی سے غلام آزاد کیے ہوے کو محرر کہتے ہین اور ہماری شریعت مین اولاد کو اس طرح محرر کرنا روا نہین ہی اور ان کی شریعت مین جاری تھا لہذا مریم کی والدہ نے نذر کی کہ۔ نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ اور نذر کرنا قضاء مقدر کو دور نہین کرتا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مین صریح ہی اور اس نظر سے تسمیہ خیر و ثواب ظاہر ہوتا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے مریم کی والدہ کا نام نہین ذکر فرمایا بلکہ امرأة عمران کہا اور مریم کا نام صریح ذکر کیا ہی اسی طرح حضرت ابراہیم کی جورو کا نام نہین ذکر کیا اس مین کیا بات ہے تو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سواے مریم کے کسی کا نام نہین ذکر فرمایا کیونکہ بدون ضرورت کے عورتون کے نام لینا خلاف اخلاق ہی خصوص ایسے کلام بلیغ مین جو جامع فنون فصاحت و بلاغت ہی سوا مریم کا نام تو بعض علماء نے ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہی کہ چونکہ مرد کریم و شریف کسی مجلس مین اپنی جورو کا نام نہین لیتا اور ذکر کرنا پسند نہین کرتا ہی بلکہ غضبناک ہو جاتا ہی اور کفار نصاری نے حضرت مریم علیہا السلام کی نسبت ایسی بات کہی کہ اسکے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون۔ پس اللہ عز و جل نے ان لوگون کے رفع وہم کو مصرح مریم کا نام ذکر کیا اور بیان فرمایا کہ جیسے مرد سب اللہ تعالیٰ کے غلام و مخلوق بندے ہین ویسے ہی مریم بھی عورتون کے مانند اللہ تعالیٰ کی مخلوق بندی لونڈی ہی۔ قولہ فلما وضعتھا۔ اسی ولدتھا جاریۃ اور ضمیر ہا کی ما موصولہ کی طرف ہی جو ما فی بطنی مین ہی اور ضمیر مونث برعایت معنے ہی کیونکہ ما فی بطنہا تو علم الٰہی مین مؤنث تھی یا اس تاویل پر کہ ما موصولہ سے نفس فی بطنی یا نسمۃ فی بطنی ضرور مراد ہی پس وضعتھا کی ضمیر نفس یا نسمہ کی طرف راجع ہی۔ قولہ قالت رب انی وضعتھا انثی۔ اگر کہا جاوے کہ انثی حال واقع ہی ضمیر منصوب سے پس کلام گویا یہ ہوا کہ رب انی وضعت الانثی انثی۔ تو جواب دیا گیا کہ بنابر تاویل نفس یا نسمہ کے صحت ظاہر ہی کہ یہ معنے ہوے وضعت تلک النسمۃ انثی۔ یا تلک النفس انثی۔ اور بنابر رعایت معنوی کے چونکہ حال و ذی الحال بالذات واحد ہوتے ہین لہذا ذو الحال کو بھی برعایت حال کے مؤنث فرمایا۔ قولہ وانی سمیتہا مریم ان کی زبان مین مریم کے معنے عابدہ ہین پس غرض بیان سے درخواست ہی کہ اسکو ہم باسمی کردے اسکو اس ادب سے بیان کیا۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ اسم اور مسمی اور تسمیہ سب امور جداگانہ ہین۔ قولہ وانی اعیذہا بک و ذریتہا من الشیطان الرجیم۔ اے مین نے اس لڑکی کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مین دیا شیطان مردود کے شر سے اور اسکی ذریت کو (اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہین) اللہ تعالیٰ کی پناہ مین دیا شیطان کے شر سے اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی یہ دعا قبول کی جیسا کہ ابو ہریرہ سے مرفوعًا روایت ہی کہ کوئی مولود نہین مگر آنکہ شیطان اسکو مس کرتا ہی جبکہ وہ پیدا ہوتا ہی پس چیخ کر روتا ہی اسکی مس سے سواے مریم اور اسکے فرزند کے پھر ابو ہریرہ نے کہا کہ پڑھو تمہارا جی چاہے وانی اعیذہا بک و ذریتہا من الشیطان الرجیم۔ اخرجہ البخاری و مسلم من حدیث عبد الرزاق و من حدیث ابن جریج بنحوہ اھ حدیث قیس عن الاعمش عن ابی صالح

عن ابی ہریرۃ مین آیت کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مذکور ہے۔ اور بیان اشکال وارد کیا گیا جس کا حاصل یہ ہو کہ حضرت مریم کی
والدہ نے وضع ونام رکھنے کے بعد اس طرح پناہ کی دعا کی پس اس سے یہ لازم نہین آتا کہ مریم کی ولادت کے وقت طعن شیطان واقع ہوا ہو پس آیۂ کریمہ
کی تلاوی حدیث سے نہین ہوتی ہو ذکرہ اجمل فی حاشیتہ۔ اور جواب ممکن ہو کہ مس شیطان بچون کے واسطے اوقات مختلفہ مین واقع ہو یعنی
وقت ولادت کے اور بعد اسکے اور مریم علیہا السلام کے حق مین شاید کہ بتقدیر الٰہی یا اول ہی سے واقع نہوا اگرچہ ان کی مان نے پیچھے دعا کی ہو اور یہی
امر باعث برین دعا ہوا ہو اور شاید کہ بعد اس دعا کے جملہ مس شیطان سے پناہ ہو گئی ہو اگرچہ وقت ولادت کے نخس شیطان ہوا ہو اور عیسیٰ علیہ السلام
مین وقت ولادت بھی نہین ہوا کہ دعا قبل سے مقبول ہو گئی تھی چنانچہ بخاری کی دوسری روایت ابوہریرہؓ مین مرفوعاً ہو کہ ہر بنی آدم کے دونون
پہلو مین شیطان اپنی دو انگلیون سے مارتا ہو جس دم وہ پیدا ہوتا ہو سوائے عیسیٰ بن مریم کے کہ مارنے گیا تھا مگر اسنے حجاب مین مارا یعنے جس
جھلی کے اندر بچہ ہوتا ہو پس اس حدیث مین فقط عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو اور **زمخشری** وغیرہ معتزلہ نے اس حدیث سے اس وہم پر انکار کیا
کہ مس شیطان بمعنے اغواء وبہکانا یہ بدون سن تمیز وبلوغ کے نہین ہوتا ہو پس وقت ولادت کے اغواء کے کچھ معنے نہین ہین۔ اور **بیضاوی**
نے یہ جواب دیا کہ مس شیطان سے طمع اغواء مراد ہو یعنے ہر مولود کے پیدا ہونے پر شیطان کو اسکے اغواء کی طمع ہوتی ہو اور یہ جواب بنا بر فاسد بر فاسد ہو
گویا **بیضاوی** رحمہ اللہ نے مان لیا کہ **زمخشری** کا یہ دعویٰ ٹھیک ہو کہ شیطان کا چھونا بمعنے اغواء ہو اور **طیبی** رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ عیسیٰ اور ان کی مان کی
خصوصیت اس فضیلت مین سوائے دیگر انبیاء کے اس وجہ سے ہو سکتی ہو کہ روا ہو کہ شیطان دیگر انبیاء کو مس کرے باوجودیکہ وہ لوگ اغواء سے
معصوم ہین اور پوشیدہ نہین کہ یہ جواب بھی مانند جواب **بیضاوی** کے بنا بر فاسد بر فاسد ہو یہ کہان سے معلوم ہوا کہ مس کے معنے اغواء ہین
بلکہ مس کے یہی معنے ظاہری یعنے چھونا ہین چنانچہ علامہ **تفتازانی** رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ روا ہو کہ شیطان بچہ کو وقت اس کی ولادت کے
چھوے اس طرح کہ وہ چیخے جیسے کہ دیکھا وسنا جاتا ہو اور یہ مس بقصد اغواء نہین ہو تا کہ یہ کہا جاوے کہ مولود کی ولادت کے وقت یہ متصور نہین ہو
اور یہی کلام تحقیق ہو۔ پھر رہا یہ امر کہ سوائے مریم وعیسیٰ علیہ السلام کے جو کلیہ سے مستثنیٰ ہین باقی سب کے حق مین یہ حکم عام ہو حتیٰ کہ دیگر انبیاء
علیہم السلام پر عیسیٰ ومریم کو اس امر جزوی مین فضیلت ہو یا بعد اس استثناء کے بھی کلیہ مین سے تخصیص ہو پس اول تو ظاہر حدیث ہو ولیکن اسپر
وارد ہوتا ہو کہ مفصل قصہ ولادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین آپ کا رونا وغیرہ مذکور نہین الا آنکہ کہا جاوے کہ مس شیطان کے واسطے رونا
بطور لازم نہین ہو پس جائز ہو کہ مس شیطان ہوا اور رونا واقع نہوا ہو اور رد کیا گیا کہ۔ فیستہل صارخا من مسہ۔ کی تفریع وتعلیل اسوقت درست
نہین ہو سکتی اور نہ اسکے مس کا کوئی نتیجہ ہو جو مذکور ہو سوائے اسکے۔ فافہم اور عینی نے **عیاض** رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ تمام انبیاء اس امر مین
عیسیٰ علیہ السلام کے شریک ہین پس کلیہ مذکورہ سے ماسوائے انبیاء کے دیگر بنی آدم باقی مراد ہونگے اور دعاء مادر مریم کا اثر اظہر بحق مریم ہوگا۔
اس واسطے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو نبوت کی وجہ سے اس سے بچے ہوئے تھے اگرچہ مادر مریم کو معلوم نہ تھا جبکہ انھون نے دعا کی کہ مریم کے
بطن سے بنی پیدا ہوگا جو مس شیطان سے محفوظ ہو گا مثل انبیاء کے کہ محفوظ ہوتے ہین اور **قرطبی** رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی قول مجاہد رحمہ اللہ کا ہو **مترجم** کہتا ہو کہ یہی
احق واصح ہو پھر اگر یہی ثابت ہو کہ یہ امر مخصوص بحضرت عیسیٰ ومریم تھا تو اس مین دلیل ہوگی کہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے دیگر افراد بنی آدم مین
بعض مین کوئی ایسی ادنیٰ سی بات فضیلت کی ہوتی ہو جو انبیاء علیہم السلام مین نہین ہوتی ہو اگرچہ فضل کلی انبیاء علیہم السلام کو ہو کیونکہ مریم
کچھ نبی نہ تھین اور ان کو یہ فضیلت جزوی تھی تمل اور قولہ انی سمیتہا مریم مین دلیل ہو کہ پیدا ہونے کے روز نام رکھنا شرع
سابق بھی تھی جیسے ہماری شرع مین ہو چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا کہ رات میرا بیٹا پیدا ہوا مین نے اپنے جد اعلیٰ کے نام پر اسکا نام
کا بے

نام ابراہیم رکھا رواہ البخاری ومسلم اور نیز ایک نے کہا کہ رات میرا فرزند پیدا ہوا مین اسکا کیا نام رکھون آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ عبد الرحمٰن نام رکھ رواہ البخاری پس سمرہ بن جندبؓ سے جو روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکا اپنے عقیقہ مین رہن رہتا ہو اس کے پیدا ہونے کے ساتوین دن اس کی طرف سے ذبح کیا جاوے اور اسکا نام رکھا جاوے اور اسکا سر منڈایا جاوے رواہ احمد واہل السنن وصححہ الترمذی پس اس روایت کے یہ معنے لیے جاوین کہ اس کی طرف سے ذبح کیا جاوے اور اسکا جو نام ہو لیا جاوے یعنے یون کہا جاوے کہ مین اپنے فلانے فرزند کی طرف سے اللہ تعالےٰ کے واسطے قربانی کرتا ہون تو سب روایتون مین موافقت ظاہر ہی یا یہ مراد ہو کہ تاخیر تا روز ہفتم جائز ہو فافہم واللہ اعلم **ف۲ قال الشیخ فی العرائس** قولہ تعالےٰ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ **مترجم** کہتا ہو کہ حُر بمعنے آزاد ہو مقابل رقیق بمعنے بندہ وغلام وبردہ جیسے حریت مقابل رقیت ہو قال الشیخ قولہ محررا ای حرا از رق نفس یعنے اپنے نفس کا بندہ ہونے سے آزاد اور مس شیطان سے پاک اور ماسواے حق عزوجل کے سب سے صاف فقط اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے مخصوص۔ اور اسی کی محبت مین اخلاص والا اور اس کی بندگی مین سچا۔ اور نیز تیری خدمت مین مشغول تیرے مشاہدہ کے مقام مین آزاد تاکہ تیرے ہی واسطے خالص ہو اور حظ ربوبیت کو پورا کرے۔ اور نیز۔ آزاد تیری بندگی مین تیری ہی محبت کے ساتھ کہ جنت ودوزخ کی مشغولی سے الگ ہو تاکہ تیری عبادت تیرے ہی لیے ادا کرے تیرے سواے ہر چیز کی طرف التفات کرنے سے الگ ہو اور نیز مادر مریم کے اسرار باطن نے یقین کیا تھا کہ لڑکی ہوگی اگرچہ خود نفس عقل سے اسکو معلوم نہین کیا تھا کیونکہ اسکو سواے حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہو پس کہا کہ مین نے تیرے واسطے اسکو آزاد کردیا کیونکہ وہ تیرے کلمہ عیسیٰ علیہ السلام کے وجود کی جگہ ہو اور سزاوار نہین کہ جو آزادے حامل ہو وہ خود آزاد نہو بلکہ اسکو بھی آزاد ہی ہونا چاہیئے ہو۔ اور ہمارے استادؒ نے فرمایا کہ حُر وہ ہو جو مخلوقات مین سے کسی کے رق مین نہو اس کو حق عزوجل نے اپنے حکم ازلی سابق مین قرار دیا ہو کہ وہ تمام وجہ سے تمام احوال مین ہر طرح کی شغولی سے آزاد ہو۔ اور **جعفرؒ** نے فرمایا کہ محررا۔ ای آزاد از دنیا واہل دنیا۔ اور **محمد ابن علیؒ** نے قولہ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ کی تفسیر مین کہا ای تیرا بندہ خالص ہو اور جو تیرے واسطے خالص ہو گا وہ تیرے ماسواے سب سے آزاد ہو گا۔ **سہل بن عبد اللہؒ** سے محررا۔ کے معنے پوچھے گئے تو فرمایا کہ وہ شخص جو اپنے نفس کے ارادہ اور خواہش کی پیروی سے فارغ وآزاد ہو۔

**فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○**

پھر قبول کیا اسکو اسکے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اسکو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتا اُس پاس زکریا حجرے مین پاتا اُس پاس کچھ رزق بولا ای مریم کہان سے آیا تجھکو یہ بولی یہ اللہ کے پاس سے ہو اللہ تعالےٰ رزق دیتا ہو جسکو چاہے بے قیاس

**تَقَبَّلَهَا رَبُّهَا**۔ ای قبل مریم من امہا پس مریم کو اس کی ماں سے اُسکے رب نے قبول کیا **بِقَبُولٍ حَسَنٍ** اچھی قبولیت کے ساتھ۔ **وَّ أَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا**۔ انشاہا بخلق حسن فکانت تنبت فی الیوم کما ینبت المولود فی العام واتت بہا امہا الاحبار سدنۃ بیت المقدس فقالت دونکم ہذہ النذیرۃ فتنافسوا فیہا لانہا بنت امامہم فقال زکریا انا احق بہا لان خالتہا عندی فقالوا لاحتی تقترع فانطلقوا وہم تسعۃ وعشرون الی نہر الاردن والقوا اقلامہم علی ان من ثبت قلمہ فی الماء وصعد فہو اولی بہا فثبت قلم زکریا فاخذہا وبنی لہا غرفۃ فی المسجد

بسلم لا یصعد الیها غیرہ وکان یاتیہا باکلہا وشربہا ودہنہا فیجد عندہا فاکہۃ الشتاء فی الصیف وفاکہۃ الصیف فی الشتاء کما قال اللہ تعالےٰ وَكَفَّلَهَا
زَكَرِيَّا ۔ ضمہا الیہ وفی قراءۃ بالتشدید ونصب زکریاء ممدوداً ومقصوراً والفاعل اللہ تعالےٰ ۔ اور بڑھایا اسکو اچھی پیدایش سے پس مریم بڑھتی
ایک دن مین جیسے بچہ ایک سال مین بڑھتا ہے اور لائی مریم کو اسکی ماں ان احبار کے پاس جو بیت المقدس کے مجاور تھے اور بولی کہ لو تم لوگ اس
نذر کی ہوئی لڑکی کو پس سبھون نے اس مین رغبت کی کیونکہ وہ ان کے امام کی لڑکی تھی پس زکریا نے کہا کہ مین اسکا زیادہ حقدار ہون کیونکہ اسکی
خالہ میرے پاس ہے تو بولے کہ نہین بلکہ ہم سب قرعہ ڈالین پس چلے یہ لوگ نہر اردن کی طرف اور سب انتیس ۲۹ آدمی تھے اور سبھون نے اپنا اپنا
قلم اس مین ڈالا اس شرط سے کہ جس کا قلم ٹھہر جاوے پانی مین اور چڑھے تو وہ اسکے پرورش کے لیے اولیٰ ہے پس زکریا کا قلم ٹھہر گیا پس زکریا نے اسکو
لے لیا اور مسجد مین اسکے لیے ایک غرفہ بنایا سیڑھی پر سے جانے کا کہ مریم کے پاس اس سیڑھی پر سے چڑھکر سواے زکریا کے کوئی نہین جاتا تھا
اور زکریا مریم کے پاس مریم کا کھانا پانی اور تیل لاتے تھے پس زکریا نے مریم کے پاس جاڑون کے میوے گرمیون مین پائے اور گرمیون کے میوے
جاڑون مین پائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قصہ بیان فرمایا ہے اور کفلہا بدون تشدید فاء یعنے کفالت سے صیغہ ماضی معروف ہے اور وہ لغت
مین بمعنے ضم ہوا یعنی ملایا زکریا نے مریم کو اپنی پرورش مین ۔ اور کوفیون کی قراءۃ مین تکفیل سے بتشدید فاء ماضی معروف ہے اور زکریا کو اعراب
نصب ہے اور زکریا بمد وبقصر دونون طرح ہے پس جس نے بمد پڑھا اسنے نصب ظاہر کیا ہے زکریاء بنصب ہمزہ پڑھا اور جس نے بقصر پڑھا تو زکریا
محل نصب مین رکھا اور تکفیل کا فاعل اللہ تعالےٰ ہے یعنے کفیل کر دیا اللہ تعالیٰ نے مریم کا زکریا کو اور اللہ تعالےٰ نے زکریا کو اس لڑکی
مریم کے بارہ مین بعض کرامات دکھلائین تاکہ سبھون کو پہلے سے تعظیم رہے اور جب عیسیٰ بے باپ پیدا ہون تو کوئی انکار نہ کرے اور منجملہ
کرامات کے فرمایا ۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۔ ہر بار جب زکریا اس لڑکی کے پاس محراب
مین آتا تو اسکے پاس رزق پاتا ف جاڑون مین گرمی کا میوہ اور گرمی مین جاڑے کا ۔ محراب سے مراد غرفہ ہے اور وہ اشرف المجالس ہے گویا وہ
بیت المقدس کے اشرف مقام مین بنا تھا پھر زکریا نے یہ عجائب دیکھکر پوچھا ۔ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى ۔ من این لک ہذا ۔ کہا اے مریم کہان سے
آیا یہ تیرے پے ۔ قَالَتْ ۔ وہی صغیرۃ ۔ مریم کہنے لگی حالانکہ چھوٹی تھی هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۔ یاتینی بہ من الجنۃ ۔ یہ اللہ تعالےٰ کے
یہان سے ہے وہ دیدیتا ہے مجھے اس کو جنت مین سے إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ رزقاً واسعاً بلا تبعۃ ۔ اور اللہ جسکو
چاہے رزق بے حساب دے یعنے فراخ روزی بدون مشقت کے عطا کرے یہ قصہ ذو جہات ہے اور روایتین کئی راہ پر ہین اور حدیث مین
صحابہ سے صریح کوئی روایت نہین ہان تابعین سے البتہ روایات ہین اور ظاہر یہ ہے کہ وہ کتب اخبار بنی اسرائیل سے ماخوذ ہین واللہ اعلم اور آیۃ کریمہ
کے معنے واضح ہین ان قصص وروایات پر موقوف نہین ہین جیسا کہ ترجمہ آیۃ کریمہ سے ظاہر ہین ۔ اور رہین روایات تو ان مین اختلاف بچند
وجوہ ہے اول کہ آنکہ قبول پروردگار کے معنے کیا ہین آیا یہ ہین کہ اسکو خدمت بیت المقدس کے واسطے قبول کیا تھا جیسے نذر کا لڑکا مقبول ہوتا تھا
یا قبولیت آخرت باعتبار صلاحیت کے ہے ۔ اور دوم انبات حسن آیا بروجہ خاص ہے یا خوبی خلقت باعتبار عموم کے ہے ۔ اور کفالت زکریا آیا بقصہ
مذکورہ ہے یا بسبب یتیم ہونے کے بلامنازعت ہے اور تکفل مسجد بیت المقدس مین ہے یا اپنے گھر مین ہو اور سوم محراب سے محراب یا گوشہ
مسجد ہے یا جاے عبادت مریم ہے اور قول مریم آیا حالت مہد یا صغر سنی مین ہے یا حالت تمیز مین ہے اور یہ سب وجہین مروی ہوئی ہین اور
مفسر رحمہ اللہ نے ان سب مین سے اول ہی اول کو لیا ہے یعنے قبول براے خدمت بیت المقدس و انبات بروجہ خاص و کفالت زکریا بقصہ
مذکورہ اور تکفل در مسجد ۔ اور محراب غرفہ مسجد ۔ و قول مریم بحالت صغر سنی ۔ لہذا مین قصہ کو نقل کرتا ہون اور اختلافات کا بیان آگے

ہوگا ولیکن پہلے تفسیر کلام کے متعلق امور ذکر ہونا چاہیئے۔ تقبل یعنے قبول مصدر ہے مانند ولوغ و وزوغ کے اور یہی تین مصدر آئے ہین اور تفعل یہان یعنے تکلف نہین جو اسکی اصل ہے بلکہ یعنے فعل ہے ای اس لڑکی کو نذر مین قبول کیا اور راضی ہوا اور بعض نے کہا کہ تقبل یعنے تکفل ہے ای اسکی کفالت اچھی طرح کرادی حالانکہ وہ بے باپ کی یتیم تھی کیونکہ عمران اسکو پیٹ مین چھوڑ کر مرگئے تھے۔ انبتہا نباتا حسنا۔ نبات مصدر ہے پس یا تو تقدیر کلام یون ہے فانبتہا فنبتت نباتا حسنا۔ اور یا مفعول مطلق بر غیر فعل ہے کیونکہ فعل انبات ہے جیسے تقبلہا بقبول مین بھی ایسا ہی کہا گیا کہ تقبلہا قبولا کے معنے مین ہے اور یہ جائز جیسے تکلمت کلاما اور جویبر نے ضحاک کے طریق سے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ قولہ فتقبلہا ربہا بقبول حسن یعنے اسکو نیکون کی راہ چلایا اور قولہ وانبتہا نباتا حسنا۔ یعنے اس کی خلقت پوری کردی بدون زیادت و نقصان کے اور معنے انبات اگانا۔ نبات اگنا۔ عام یعنے سال۔ احبار جمع حبر عالم دین یہود یعنے مطلق عالم۔ سدنہ جمع سادن یعنے خادم۔ نذیرہ یعنے منذورہ تنافس رغبت باہمی مراد ہے۔ امام پیشوا اور عمران ان مین عالم باعمل معروف تھے اور اسپر اتفاق ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ اقتراع قرعہ ڈالنا۔ غرفہ بضم اونچا مکان کوٹھری کے طور کا جسپر سیڑھی بغیر نہ چڑھ سکین۔ تعب تکلیف و مشقت۔ پھر جاننا چاہیئے کہ جو قصہ مفسرین نے بیان کیا ہے یہی ابن جریر نے عکرمہ و قتادہ و سدی سے روایت کیا ہے اور اس قصہ مین یہ ہے کہ ان لوگون نے تین بار اپنے قلم ڈالے اور ہر بار زکریا کا قلم ٹھہر گیا اور اوپر آگیا اور محمد بن اسحاق کی روایت مین ہے گویا وہ خشک مٹی پر ہے پس صعد کے معنے یہ ہین کہ نہر مین قلم پھینکنے سے یکایک تو سب پانی مین غائب ہوے پھر زکریا کا قلم اوپر ٹھہر گیا اور باقیون کے قلم اوپر آکر بہنے لگے واللہ اعلم۔ اور بعض نے کہا کہ زکریا کا قلم چڑھاو کی طرف چلا اور اورون کے قلم بہاو کی طرف بہے اور بعض نے کہا کہ یہ قلم توریت لکھنے کے تھے پھر زکریا نے لیکر مریم کو غرفہ مسجد مین رکھا اور محمد بن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اپنے گھر مین مریم کی خالہ کے پاس رکھا اور بعضون نے کہا کہ اول مین مریم کو اسکی خالہ پاس رکھا پھر جب بڑی ہوئی تو غرفہ مسجد مین رکھا اور اسکا دروازہ وسط مین تھا بدون سیڑھی کے وہان چڑھنا ممکن نہ تھا پس دروازہ اسکا مقفل رہتا سوائے زکریا کے کوئی وہان نہین جاتا اور ربیع انس سے روایت ہے کہ جب زکریا مریم کے پاس سے نکلتے تو سات دروازے مقفل کرتے رواہ ابن جریر اور معالم مین محمد بن اسحاق کی روایات سے نقل کیا کہ زکریا نے ضعیف ہوکر کفالت مریم کی یوسف بن یعقوب کو جو بنی اسرائیل مین سے ایک شخص بڑھئی تھا اور مریم کا چچازاد بھائی تھا سپرد کی اور اسنے مسجد مین رکھا اور یہ زمانہ قحط کا تھا کہ یوسف مذکور کو سخت تردد ہوا پس مریم نے کہا کہ اللہ تعالےٰ پر بھروسا کر چنانچہ مریم کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے اسکی کمائی مین ترقی کردی اور خود مریم کو رزق وسیع ملتا تھا۔ واللہ اعلم۔ اور مین اس مقام پر تفسیر ابن کثیر کو نقل کرتا ہون کہ اس پر لوگون کا اعتماد ہے اور بعض خلاف کو بھی نقل کرون گا۔ اللہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے مریم کو اس کی مان سے نذر قبول فرمایا اور اسکو اچھا اگانا اگایا یعنے اسکی شکل ملیح اور منظر خوش بنایا (اور مروی ہے کہ مریم بنی اسرائیل مین نہایت خوبصورت عورت تھین) اور اسکے پے قبولیت کے جو سامان ہین سب مہیا کردیے اور اپنے صالحین بندون کے ساتھ کردیا کہ ان سے علم و بھلائی و دین سیکھتی۔ اسی واسطے فرمایا سو کفلہا زکریا۔ (بتشدید فا، و نصب زکریا بنابر مفعولیت ای زکریا کو اسکا کفیل بنادیا) اور بعض نے کہا کہ مضاف مقدر ہے ای کفل مصالحہا زکریا یا اسکی مصلحتون اور اچھے کامون کے واسطے زکریا کو کفیل کردیا کیونکہ صرف بدن مریم کی کفالت کے کچھ معنے نہین ہوسکتے ہین) اور ابن اسحق نے کہا کہ یہ کفالت کرادینا اسی وجہ سے تھی کہ وہ یتیم تھی اور دوسرون نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کو قحط پہونچا تھا اس وجہ سے زکریا نے مریم کی کفالت کرلی اور ان دونون قولون مین کوئی منافات نہین ہے اور مصحف ابی بن کعب سے اکفلہا کی قراءۃ موافق معنے کفل بتشدید فا روایت ہے اور اللہ عزوجل نے زکریا کو اسکا کفیل اسی واسطے مقدر کیا کہ مریم کو سعادت حاصل ہو کہ

زکریا سے علم نافع وعمل صالح حاصل کرے کیونکہ وہ اسکے خالہ کا شوہر تھا جیسا کہ محمد ابن اسحاق نے کہا ہی اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے روایت کیا ہی اور بعض نے کہا کہ مریم کی بہن کا شوہر تھا جیسا کہ صحیح مین قصہ معراج مین ہی کہ وہان آپ کو یحیٰی و عیسیٰ ملے سو ھما ابنا الخالۃ - اور کبھی یہ محاورہ اس معنے پر بھی بولا جاتا ہی جو ابن اسحاق نے ذکر کیا ہی یعنے بیٹے خالہ زاد بھائی - اور بنا برین وہ اپنی خالہ کی پرورش مین رہی اور صحیح مین ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء مین حمزہ رضی اللہ عنہ کی دختر کے حق مین حکم دیا کہ وہ اپنی خالہ کی پرورش مین رہے جو جعفر بن ابی طالب کی جورو تھی اور فرمایا کہ خالہ بمنزلہ مان کے ہی [له صحیح مین ہی کہ زکریا علیہ السلام بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے اور یہ دلیل ہی کہ جو پیشہ روا ہی اسکا کرنا مستحب ہی اور یہ زکریا ابن آذن بن مسلم بن صدوق از اولاد سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہین کما ذکرہ فی المعالم] اور بعض نے نقل کیا کہ ابن عباس و ابن مسعود و چند صحابہ و دیگر رضی اللہ عنہم و مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ مریم ان لوگون کے امام کی بیٹی تھی پس سبھون نے اس مین رغبت کی کہ کون اسکی کفالت کرے گا پس اقلام سے قرعہ ڈالا اور زکریا نے جو کہا کہ مین اس کی خالہ کا شوہر ہون اس کا زیادہ حقدار ہون تو نہ مانا کہ اگر یہی بات ہوتی تو وہ اپنی مان کے پاس رہنے کی زیادہ حقدار تھی پھر قرعہ بھی زکریا کے نام نکلا اور زکریا نے اس کی کفالت کی -

**قال ابن کثیر** رح پھر اللہ تعالیٰ نے مریم کی سرداری و بزرگی کی اسکی محل عبادت مین خبر دی چنانچہ فرمایا کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا - اور کمالین مین کہا کہ بعض نے محراب سے مسجد مراد لی کیونکہ انکی مسجدون کا نام محراب ہوتا تھا اور مفسر رحمہ اللہ نے غرفہ مراد لیا **قال ابن کثیر** رح اور مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و ابو الشعثا و ابراہیم نخعی و ضحاک و قتادہ و ربیع بن انس و عطیہ العوفی و سدی نے - وجد عندہا رزقا - مین کہا کہ جاڑون کے میوے گرمیون مین اور گرمیون کے میوے جاڑون مین پائے اور مجاہد سے روایت ہی کہ رزق سے مراد علم ہی یا کہا کہ صحیفہ جس مین علم ہو تا رواہ ابن ابی حاتم و لیکن اول واضح ہی - اور اس قصہ مین بہت سے دلالات اس امر کے موجود ہین کہ اولیا کی کرامت حق ہی اور احادیث مین اسکے نظائر کثرت سے موجود ہین - سراج المنیر مین مذکور ہی کہ اس مین کرامت اولیا حق ہونے کی کیسی بڑی قطعی دلیل موجود ہی اور یہ کچھ معجزہ زکریا علیہ السلام کا نہین تھا جیسا کہ ایک جماعت نے گمان کیا ہی اور یہ گمان صریح جہالت ہی اس واسطے کہ زکریا پر خود حال مشتبہ تھا چنانچہ مریم سے پوچھا کہ یہ تمکو کہان سے آیا اور اگر معجزہ ہوتا تو دعوی ہوتا اور یہ یقین جانتے کیونکہ نبی کی یہی شان ہی اور نیز - ہنالک دعا زکریا ربہ - کے کیا معنے کیونکہ یہی دیکھکر تو انھون نے اپنی دعا کرنے کی راہ پائی اور خود کرامات اولیا پر دلالات دیگر بھی صریح ہین جیسے قصہ اصحاب کہف کہ کئی سو برس بے کھانے پینے کے غار مین زندہ سوتے رہے اور قصہ آصف بن برخیا کہ نظر پھرنے سے پہلے تخت بلقیس لے آئے اور عمر بن الخطاب رض نے منبر مدینہ پر اپنا لشکر جو نہاوند فارس مین تھا دیکھا اور آواز دی یا ساریۃ الجبل اور ساریہ سردار لشکر نے یہ آواز وہان سُنی حالانکہ درمیان مین ایک مہینہ کی راہ کا فاصلہ تھا اور خالد بن الولید نے زہر ہلاہل پی لیا اور کچھ ضرر نہوا اور دیگر اخبار کثیرہ موجود ہین اور **مترجم** کہتا ہی کہ **ابن حجر** رح وغیرہ نے بعض صحابہ رض کا حال اسماء الرجال مین لکھا کہ بعد موت کے جنازہ مین سے اٹھکر گفتگو کی ہی اور انکار اس کا سوائے بد اعتقاد جاہل کے کوئی نہین کر سکتا و **خطیب** رح نے سراج مین خوب کہا کہ بد اعتقادون و خواہش پرستون نے جو اس سے انکار کیا تو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیئے اس واسطے کہ انھون نے اپنے آپ مین اسکا مشاہدہ نہین پایا اور نہ اپنے کسی پیشوا کو سُنا جنکی نسبت گمان کرتے ہین کہ وے کچھ تھے پس انھون نے اولیاء اللہ صاحبان کرامت کو جہال صوفی کہنا شروع کیا اور انکے حق مین زبان درازیان کین بھلا ان کو کیا خبر ہی کہ صفاء عقیدت و پاکیزگی سر قلب در ظہور انوار حق و خطور اسرار صفا و محبت کیا چیز ہی لیکن تعجب تو بعضے اہل سنت سے ہی کہ اس سے دریافت کیا گیا کہ روایت ہے کہ ابراہیم بن ادہم کو جو ثقات معتبرہ رواۃ حدیث مین سے مشہور معروف شخص ہی لوگون نے آٹھوین ذی الحجہ کو بصرہ مین دیکھا تھا اور اسی روز

له اور خود ہو کر کمانا بطور چمڑے سرلنے وغیرہ ممنوع و مکروہ پیشہ پر یہ حکم نہیں ہو اور ایسے ہی آلات لہو ڈھول سارنگی بنانا فروخت کرنا وغیرہ حرام ۔ سلہ جابہن زیدہ

انکار حج مین کہ مین شریک ہونا معلوم ہوا تو کہا کہ جو ایسا جائز ہونے کا اعتقاد کرے وہ کافر ہے پھر **خطیب شافعی** رح نے کہا کہ حق وہ ہے جو امام **نسفی حنفی** رح نے کہا ہے کہ جب ان سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ عادت کے خلاف ہونا بطریق کرامت کے اہل اللہ تعالی سے اہل سنت کے نزدیک جائز ہے اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے **حافظ ابو یعلی الموصلی** رح کی اسناد سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چند روز ایسے رہے کہ آپ نے کھانا نہیں پایا یہانتک کہ آپ پر یہ گران گذرا پس اپنی ازواج مطہرات کے گھرون مین گئے اور ان مین سے کسی کے پاس کچھ نہ پایا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی پاک بیٹی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے پیاری بیٹی تیرے پاس کچھ ہے کہ مین کھاؤن بولی کہ اے باپ میری جان آپ پر قربان میرے پاس کچھ نہین ہے پھر جب آپ ہان سے نکلے تو فاطمہ کی ایک پڑوسن عورت نے دو روٹیان اور ایک ٹکڑا گوشت کا بھیجا حضرت سیدہ نے لیکر اسکو ایک طباق مین رکھا اور کہا کہ واللہ مین اس طعام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے بہ نسبت اپنے اور اپنے پاس والون کے اختیار کرونگی حالانکہ یہ سب بھی کھانے سے سیر ہونے کے محتاج تھے پھر حسن یا حسین علیہما السلام مین سے کسی کو رسول اللہ صلعم کے پاس بھیجا پس آپ واپس آئے تو حضرت سیدہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالے نے میرے پاس کچھ بھیجدیا ہے وہ مین نے آپ ہی کے واسطے رکھ چھوڑا آپ نے فرمایا کہ لے آ تب وہ لائین اور ڈھکنا کھولا تو دیکھا کہ وہ تمام کھانے سے بھرا ہے یہ دیکھکر حضرت سیدہ حیران رہین اور سمجھین کہ یہ اللہ تعالے نے میرے واسطے برکت دیدی پس اللہ تعالے کی حمد کی اور رسول اللہ صلعم پر درود بھیجا اور حضرت صلعم کے آگے پیش کیا پس جب آپ نے دیکھا تو اللہ تعالی کی حمد کی اور فرمایا کہ اے بیٹی یہ تجھکو کہان سے آیا۔ سیدہ علیہا السلام نے عرض کیا کہ اے بابا یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہے۔ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔ آنحضرت صلعم نے سنکر کہا کہ الحمد للہ کہ اسنے تجھے بنی اسرائیل کی سردار لڑکی کے مانند کیا ہے کہ اسکو جب کوئی پوچھتا کہ یہ رزق تجھے کہان سے آیا تو کہتی کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہے اللہ جسکو چاہے رزق بے حساب دے پھر رسول اللہ صلعم نے بھیجکر علی کرم اللہ وجہہ کو بلوایا پھر حضرت صلعم نے اور علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام نے اور حضرت صلعم کے تمام ازواج نے و اہل بیت نے کھایا حتی کہ سب سیر ہو گئے اور وہ کھانا جیسا تھا ویسا ہی رہا پس حضرت سیدہ نے تمام پڑوسیون کو بانٹ دیا اور اللہ تعالے نے اس مین برکت و خیر کثیر دیدی (اسنادہ حسن)

**ف ۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے فتقبلہا ربہا بقبول حسن مریم کو اللہ تعالے کا مقبول فرمانا یہ ہے کہ اسکو اپنی بندگی کے لیے خالص کر لیا اور اسکو اپنی آیت وکرامت کا محل قرار دیا یعنے حضرت عیسی جو اللہ تعالے کا بندہ رسول اور اللہ تعالے کی آیتون مین سے ایک آیت تھا جیسے رسول ہوا کرتے ہین اس کی پیدائش کا محل قرار دیا اور مریم کو اپنے برگزیدہ بندون کی گود مین پرورش کرایا اور اپنی بڑی آیتون مین سے اسکے واسطے وہ کچھ کشف کیا کہ اسکے مقابلہ مین اسکے زمانہ والے سوائے انبیا کے کوئی نہ تھے اور انبیا بھی تعجب کرتے تھے اور ظاہر مین اسکے لیے تعلیم کو روح القدس بھیجدیا تاکہ اسکو حسن ادب سکھلاوے اور مریم مین اپنے مخلوق مین سے ایک وہ خاص بھید رکھا جو طہر قدس تھے تاکہ مریم کے واسطے وہ آخرت کا ذخیرہ ہو اور **جعفر** رح نے فرمایا کہ اس کو قبول کیا ایسا کہ انبیا علیہم السلام نے باوجود اپنی بلندی قدر کے اس کی شان سے جو اس کو اللہ تعالی کے نزدیک حاصل ہوئی تعجب کیا کیا تو یہ نہین دیکھتا کہ زکریا علیہ السلام نے اس سے کہا۔ انی لک ہذا قالت ہو من عند اللہ۔ اے اسی پاک پروردگار کے پاس سے ہے جسنے مجھے مقبول کیا ہے اور **واسطی** رح نے کہا کہ بقبول حسن سے یہ مراد ہے کہ اسکو محفوظ کر دیا۔ قولہ تعالے وانبتہا نباتا حسنا۔ یعنے درخت ربوبیت کے سایہ مین قدرت کے پانی سے سینچکر اس کو پرورش کر دیا کہ اس مین نبوت کا پھل آیا تاکہ اس پھل سے خلق کی زندگی ہو کیونکہ وہ پھل یعنے عیسی علیہ السلام جناب باری عزوجل کی طرف سے روح مخلوق تھی۔ اور بعض نے کہا کہ شریعت مین احسان اس کی طرف رکھا اور حقیقت مین اس کو حفظ فرمایا اور اگایا۔ اور ابن

عطا ئے کیا اگیا جچی نبات وہ ہو کہ اسکا پھل مانند عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے ہو- اور استاد نے فرمایا کہ اسکو قبول حسن سے مقبول کیا اس اسکو اس مرتبہ سے بڑھکر پہونچا دیا جس قدر اس کی مان نے تمنا کی تھی- اور بعض نے کہا کہ قبول حسن یہ ہو کہ اس کو عصمت کے ساتھ پرورش کیا تا آنکہ وہ کہتی تھی کہ اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا- اور نیز کہا کہ حسن قبول کے اشارات سے یہ بھی ہو کہ وہ محراب ہی مین پائی جاتی تھی یعنے ہمیشہ نماز مین رہتی تھی- قولہ تعالےٰ کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا- اللہ تعالےٰ اسکو اس خلوت مین جنت سے روزی دیتا تھا یہ اسکی خدمت وبندگی وعفت کا عوض تھا اور اسکے حق مین کرامت تھی تاکہ دنیا کی مشغولی مین نہ پڑے اور حقیقت توکل یہی ہو کہ اس مین کسی مخلوق کی طرف التفات نہو اگرچہ مخلوق نبی مرسل کیون نہو- اور استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ جب زکریا اس کے پاس کھانا لیجاتے تو اسکے پاس رزق موجود پاتے تاکہ جاننے والے جان جاوین کہ اللہ سبحانہ اپنے اولیا کی مشغولی اپنے سوائے دوسرے کی طرف نہین ڈالتا ہو اور نیز فرمایا کہ جس نے اولیاء اللہ مین سے کسی کی خدمت کی تو وہ ولی کی رغبت ہو نہ آنکہ اسپر شفقت ہو کہ اللہ تعالےٰ کے ولی کی خدمت کرے اور فرمایا کہ اس مین اشارہ ہو کہ جو فقیرون کی خدمت کرتا ہو وہ اپنے واسطے ہو نہ آنکہ فقرا اسکے مخلوق کی گرانی مین ہین- قولہ تعالےٰ انی لک ہذا- یعنے تو نے کس کار خیر کے بدلے یہ پایا ہو- قالت ہو من عند اللہ یعنے مین نے اسکو خالص بفضل الٰہی پایا ہو اس مین کسی کام کی مشقت وکسی امر خیر کی محنت کو دخل نہین ہو **قال المترجم** یہی مذہب ہو اور یہی صحیح ہو اللہ تعالےٰ کے احسانات وانعامات بندون پر کچھ ان کے اعمال وافعال پر نہین ہین مگر آنکہ نیک کام اللہ تعالےٰ کی رضامندی وبندے کی قبولیت کا باعث ہوتے ہین جیسے بدکام وفسق وفجور اللہ تعالےٰ کی ناراضی کا سبب پڑجاتے ہین بدون اسکے کہ مال ومتاع ودیگر امور کے لیے انکو کچھ دخل ہو کیونکہ کثرت سے بدکار کھاتے پیتے ہین اور نیکوکار مفلس محتاج ہین مگر نیکوکارون کو منزلت وکرامت ہو اور بدکارون کو خواری وذلت اگرچہ آنکھون سے نظر نہ آوے مگر عقل والون کو سوجھتا ہو اور حدیث صحیح مین قصہ مذکور ہو جس کا خلاصہ یہ ہو کہ تین مسافر ایک غار مین چھپ گئے اور شدت بارش وآندھی وزلزلہ سے ایک ٹکڑا پہاڑ کا اس غار کے منھ پر گرا اور راستہ بند ہو گیا اور شدت دبی تھی آخر ہر ایک نے اپنے اپنے عمل صالح کے وسیلہ سے دعا مانگی اور ہر ایک کی دعا پر قبولیت کا اثر ظاہر ہوا اور وہ آفت دور ہو گئی- **قال الشیخ** اور نیز حضرت زکریا کو خوف تھا کہ یہ منزلت کچھ حیلہ ہائے شیطانی سے نہو لیس مریم سے اسکے حال کی تفتیش کی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ صدق حقیقت ہو کہ یہ کہان سے تجھے ملا تو مریم نے کہا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی خاص کرامات مین سے ہو جو اسنے مجھے یہ فرمائی ہین اس مین شیطانی حیلہ کو کچھ دخل نہین ہو اور استاد رح نے کہا کہ زکریا کو مریم کے حق مین اس منزلت ومرتبہ کا یقین نہ تھا اور خوف تھا کہ ایسا نہو کوئی دوسرا فرصت پاکر اسکی کفالت کا تعاہد کرتا ہو **قال المترجم** صحیح تفسیر وہ ہو جو سابق مین ائمہ تابعین سے بیان ہوئی ہو اور رجان لینا چاہیئے کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے موضح القرآن مین قولہ تعالےٰ فتقبلہا ربہا بقبول حسن مین لکھا کہ مریم کی مان نے خواب دیکھا کہ اگرچہ یہ لڑکی ہو اللہ تعالےٰ نے یہی نماز مین قبول کی اسکو مسجد مین لیجا تب وہ لے گئی مسجد کے بزرگون نے پہلے کہا کہ لڑکی کا رکھنا دستور نہین پھر جب اسکا جواب سُنا تو قبول کیا اور حضرت زکریا کی عورت اسکی خالہ تھی وہی اسکو اپنے گھر رکھنے لگی اسکے واسطے مسجد مین الگ حجرہ بنایا- دن کو یہ وہان عبادت کرتین رات کو حضرت زکریا اپنے ساتھ لیجاتے- پھر مریم سے یہ کرامت دیکھی کہ بے موسم کا میوہ خدا کے یہان سے انکے پاس آتا ہو تب حضرت زکریا جو ساری عمر اولاد سے نا اُمید تھے اب اُمیدوار ہوئے کہ شاید بے موسم کا میوہ مجھکو بھی ملے تب اسی جگہ اولاد کی دعا کی چنانچہ فرمایا-

١٢ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ

وہین دعا کی　زکریا نے　اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھکو اپنے پاس سے　بچہ　پاکیزہ　بیشک تو سننے والا ہو

الدُّعَآءِ ○ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ

دعا | پھر اسکو آواز دی | فرشتون نے جب | وہ کھڑا تھا | نماز مین حجرے کے اندر | کہ اللہ تجھکو خوشخبری | دیتا ہے یحییٰ کی | جو گواہی دے گا

بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

اللہ کے ایک حکم کی | اور سردار ہوگا اور عورت پاس نہ جاوے گا اور نبی ہوگا نیکون مین سے

هُنَالِكَ ای لما رای زکریا ذلک و علم ان القادر علی الاتیان بالشئ فی غیر حینہ قادر علی الاتیان بالولد علی الکبر و کان اھل بیتہ انقرضوا - جب زکریا نے ایسا دیکھا اور جانا کہ جو خالق عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ چیز کو اسکے غیر وقت مین لاوے تو وہ ضرور قادر ہے کہ بڑھاپے مین لڑکا دیوے اور حال یہ تھا کہ زکریا کی جورو کا سن سن ایاس کو پہونچ گیا تھا دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ - لما دخل المحراب للصلوۃ فی جوف اللیل - زکریا نے اپنے رب تعالےٰ سے دعا مانگی یعنے درمیان رات مین جب نماز کے لیے محراب مین داخل ہوے - قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ من عندک - ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً - ولدا صالحا - کہا کہ اے رب مجھے عطا کردے اپنی قدرت سے ذریت طیبہ یعنے فرزند صالح اور مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ یہ لفظ منے مین واحد و جمع اور مذکر و مؤنث کے واسطے یکسان ہے پس طیبۃً صفت مؤنث باعتبار لفظ کے ہے اور دعا ان کی محض فرزند کی تھی خواہ لڑکی ہو یا لڑکا اور لفظ کے منے دونون کو شامل ہین - اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ مجیب تو بے شک دعا سُننے والا - یعنے قبول فرمانے والا ہے - فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ - جبرئیلؑ پس زکریا کو ملائکہ نے پکارا یعنے جبرئیلؑ نے یہان ملائکہ جمع کی تفسیر فقط واحد جبرئیلؑ سے کی اسواسطے کہ وہی فقط رسول پروردگار تھے طرف انبیا کے باستقلال - اور اسی کی مؤید ہے قراءۃ ابن مسعودؓ فناداہ جبرئیلؑ پس یا تو بمنزلہ اسکے ہے کہ ان ابراہیم کان امۃ - تھے ابراہیم ایک اُمت حالانکہ واحد تھے - یا الملائکہ مین الف لام جنس ہے جیسے فلان یرکب الخیل - فلانا گھوڑون پر سوار ہوتا ہے حالانکہ تمام گھوڑون پر سوار ہونا مراد نہین ہے یا یہ منے کہ سردار جب کہنے والا ہو تو جمع سے کہہ سکتا ہے مثلاً کوئی کہے کہ میرے سپاہی تجھکو پتا بتادین گے حالانکہ ایک سپاہی بتلاوے گا والاول وجہ یا جبرئیلؑ رئیس ملائکہ ہین مع اتباع بھیجے گئے واللہ اعلم - وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ - المسجد - درحالیکہ زکریا کھڑا ہوا محراب مین نماز پڑھتا تھا - یعنے مسجد مین اَنَّ اللّٰهَ - ای بان اللہ یعنے بحذف حرف صلہ یہی قراءۃ جمہور ہے وفی قراءۃ بالکسر بتقدیر القول - ابن عامر و نافع و حمزہ کی قرات مین ان بالکسر ہے پس قول مقدر ہے ای قالوا - اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ - مثقلا و مخففا - یعنے اکثر کی قراءۃ تو بتشدید شین از تبشیر ہے اور حمزہ و کسائی کی قراءۃ مین یَبْشُرُ بروزن ینصر ہے اور حمزہ نے تمام قرآن من تخفیف پڑھا سواے قولہ فبم تبشرون کے کہ وہان تشدید شین پر اتفاق ہے - بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ - کائنۃ - مِّنَ اللّٰهِ ای بعیسی انہ روح اللہ وسمی کلمۃ لانہ خلق بکلمۃ کن - یعنے جب زکریا محراب من نماز پڑھتا تھا تو اسی حالت مین جبرئیلؑ نے آواز دی بایں طور کہ اللہ تعالےٰ تجھے بشارت دیتا ہے یحییٰ کی درحالیکہ وہ تصدیق کرنے والا ہوگا کلمۃ اللہ کی وہ عیسےٰ علیہ السلام ہے اور تصدیق یہ کہ وہ روح اللہ ہے اور عیسیٰ کو کلمۃ کہا گیا اسواسطے کہ بدون باپ کے فقط کلمہ کن سے پیدا کیے گئے جیسا کہ ایک آیت مین صریح مذکور ہے جو انشاءاللہ تعالےٰ آگے آوے گی - وَسَيِّدًا - متبوعا - اور یحییٰ سید ہوگا یعنے لوگ اس کی پیروی کرین گے - وَّحَصُوْرًا - منوعا عن النساء اور سخت باز رکھنے والا اپنے آپ کو عورتون سے وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ - اور صالحین انبیاء مین سے ہوگا - روی انہ لم یعمل خطیئۃ ولم یہم بہا روایت ہے کہ یحییٰ نے کوئی خطا نہین کی اور نہ خطا کا قصد کیا رواہ ابن عساکر عن معاذؓ یہ قصہ مستقل ہے مگر درمیان قصہ مریم مین اسوجہ سے آیا کہ اس سے مربوط ہے کیونکہ وقوع اس کا یون ہوا کہ زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے

پاس غیر موسم کے پھل دیکھے اور فرزند کی طمع کی قال تعالے ہنالک دعا زکریا ربہ - اور ہنالک اصل مین ظرف مکان ہی اور بعض نے کہا کہ اصل ظرف
ظرف زمان ہی مگر استعمال اسکا دونون کے واسطے ہوتا ہی اور لام برائے دلالت بعد - اور کاف خطاب ہی اور بیان اگر ظرف مکان مراد ہی تو
معنے یہ کہ اسی مقام مین اور اگر ظرف زمان مراد ہی تو اسی وقت اور ظاہر یہ ہی کہ جو مفسر رح نے کہا ہی جس وقت زکریا نے یہ دیکھا کہ مریم کو اللہ تعالے
نے غیر موسم کا میوہ دیا ہی پس ظرف زمان ہوگا اگرچہ مستعار ہو اور دعا زکریا بمعنے ارادالدعا ہوگا بقرینہ قولہ وہو قائم یصلی فی المحراب اور جو تفسیر
موضح القرآن سے مذکور ہوئی اس بنا پر اس تکلف کی حاجت نہ ہوگی فتامل - اور طبرانی وبیہقی رح نے ابن عمر رض سے مرفوعا روایت کی
کہ بچو ان مذابح سے یعنے محرابون سے - اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین موسیٰ جہنی رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ برابر میری
امت بھلائی پر رہیگی جب تک مسجدون مین مذابح نہ بناوین مثل مذابح نصاریٰ کے اور اسکی کراہت ایک جماعت صحابہ سے مروی ہے -
ذکرہ فی فتح البیان - اور علمائے حنفیہ مین سے اکثر محققین کے نزدیک محراب مین نماز مکروہ ہی اور اگر امام محراب مین ہو اور قوم مسجد مین ہون
تو نماز صحیح نہین ہی - اور محراب یہ کہ اگلا دروازہ جانب قبلہ کھلا ہو گویا محراب مسجد سے باہر چبوترہ ہی - بخلاف ہماری مساجد کے محرابون کے کہ یہ بند
اور داخل ہوتی ہین - قولہ ان اللہ یبشرک بیحیی - ای بولادۃ یحیی اور قتادہ وغیرہ نے کہا کہ یحیی اس وجہ سے نام ہوا کہ اللہ تعالے نے
اسکو ایمان سے زندہ کیا ذکرہ ابن کثیر اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکا دل طاعت سے زندہ کیا کہ حضرت یحیی ع نے کبھی معصیت کا
قصد بھی نہین کیا - بعض نے کہا کہ اگلی کتابون مین ان کا نام حنا تھا - ذکرہ القرطبی و بعض نے کہا یوحنا تھا - قولہ مصدقا بکلمۃ من اللہ یعنی
کلمہ من اللہ کی تصدیق کرنے والا - ربیع بن انس نے کہا کہ یحیی ع نے اول عیسیٰ کی تصدیق کی - اور ابن جریج نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یحیی و عیسیٰ
برادران خالہ زاد تھے اور یحیی علیہ السلام کی ماں حضرت مریم سے کہتی تھین کہ مین پاتی ہون کہ جو میرے پیٹ مین ہی وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو
تیرے پیٹ مین ہی پس یہی حضرت یحیی کی تصدیق عیسیٰ ہی اور یحیی حضرت عیسیٰ سے چھ مہینہ بڑے تھے پھر حضرت عیسیٰ کے اٹھائے جانے
سے پہلے حضرت یحیی مقتول ہوئے ذکرہ ابن کثیر رح وغیرہ - قولہ سیدا وحصورا - ابو العالیہ و ربیع و قتادہ و سعید وغیرہ نے کہا کہ سید بمعنی
حلیم ہی اور قتادہ نے کہا کہ علم و عبادات مین سردار اور ابن عباس و ضحاک و ثوری نے کہا کہ سید بمعنے حلیم متقی - اور بعض نے کہا فقیہ عالم -
اور بعض نے کہا کہ شریف اور مجاہد نے کہا کہ جو اللہ تعالے کے نزدیک بزرگ قدر ہو - اور حصور کی تفسیر مین مختلف قول ہین اور ابن ابی
حاتم نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوعا و موقوفا روایت کی کہ اللہ تعالے کے مخلوق مین سے کوئی نہین کہ گناہ کے ساتھ اس سے نہ ملے
سوائے یحیی بن زکریا کے پھر پڑھا سیدا وحصورا - پھر زمین مین سے کوئی شے لی اور کہا کہ حصور وہ ہی جس کا آلہ تناسل اس کے مانند ہو اور
یحیی بن سعید القطان نے اپنے کلمہ کی انگلی کی پور سے اشارہ کیا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ موقوف کی سند بہ نسبت مرفوع کے اچھی ہی اور اسکو
ابن مردویہ نے ابوہریرہ رض سے روایت کیا اور - ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہی اور اس تقدیر پر معنے ممنوع النساء کے یہ ہین کہ عورت
کے پاس جانے کی قدرت ہی نہ تھی اور یہ سعید بن المسیب وغیرہ سے مروی ہی اور اسپر یہ وارد ہوتا ہی کہ مقام یہان مدح کا ہی پس اگر عدم قدرت
کی وجہ سے یہ بات ہوتی تو مدح کچھ نہ تھی کیونکہ مدح کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر جبھی ہوتی ہی کہ کرنے یا نہ کرنے والا اسکے برخلاف پر قادر ہو ورنہ
عصمت بی بی از بے چادری کی مثل ہروف ہی و فرمایا اللہ تعالے لا یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا الآیۃ - یعنے جو نہین کیا اسکے ساتھ تعریف
چاہتے ہین پس ارجح یہ ہی کہ وہ قادر تھے مگر بوجہ زہد و ورع اپنے آپ کو اس سے باز رکھتے تھے اور قاموس مین ہی کہ حصور وہ ہی کہ عورتون کے
پاس نہ جاوے حالانکہ وہ اسپر قدرت رکھتا ہو یا وہ کہ عورتون کی خواہش نہ کرے اور انکی نزدیکی نہ کرے اور نیز حصور بدین معنے اسوجہ سے

بھی اولی ہو کہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ کسی آفت کا لاحق ہونا بھی مقدور رہتا ہو اور اسی قول کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ حصور کے منوع سے تفسیر کی یعنے فعول مبالغہ فاعل ہو نہایت باندھ رکھنے والا اپنے آپکو عورتون سے اور یہ جب ہی صادق ہو گا کہ اسکا مقتضی قائم ہو یعنے قدرت تمام موجود ہو اور اگر قدرت ہی نہو تو وہ حاصر ہی نہوگا حصور کہان سے ہو سکتا ہو اور اسی سے اصحاب شافعی رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہو کہ ترک نکاح افضل ہو اور حق یہ ہو کہ اس سے حجت نہین ہو سکتی ہو اور کلام اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالے آوے گا۔ قولہ ونبیا من الصالحین۔ ای ناشیا من الصالحین۔ کیونکہ نسل انبیا سے تھے یا از جملہ صالحین تھے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ھنالک دعا زکریا ربہ۔ جب زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس جاتے تو انکے پاس طرح طرح کے میوے پاتے یہ دیکھکر انھون نے جانا کہ یہ اللہ تعالے کے نفائس کرامات سے ہین پس زکریا کی غیرت نبوت بھی جنبش مین آئی اور وہین خلوت مین ٹھہر گئے اور اللہ تعالے سے فرزند کی دعا کی پس اللہ تعالے نے اسکو منظور فرمایا قال المترجم یہان سے معلوم ہوا کہ فرزند صالح کی دعا کرنا روا ہو۔ اور نیز حضرت زکریا نے حضرت مریم کو دیکھا اور ان مین نور عیسی علیہ السلام ادراک کیا جو مریم مین چمکتا تھا اور اللہ تعالے کے نزدیک حضرت مریم کی کرامات کو دیکھا پس عیسی علیہ السلام کے مانند ایک فرزند کی درخواست کی اور اللہ تعالے سے زبان اضطرار کے ساتھ مناجات کی اور یحیی کو جو نور کی قندیل تھے طلب کیا پس اللہ تعالے نے بوڑھے نبی کی دعا قبول کی اور اسکی غیرت پر ترس کھاکر اسکو بیٹا دیا اور اسکی کرامت ظاہر کی اور یہ انبیا و اولیا و اہل معرفت کے واسطے حسن ادب ہو کہ جب وے لوگ اللہ تعالی کیطرف کسی امر کی مراد مانگنے کے محتاج ہون تو خلق سے خلوت مین ہو کر صدق واخلاص کے گوشہ مین اپنی مراد مانگین تاکہ دنیا کے شغل اور مخلوق سے ایک طرف ہونے سے مناجات مین اخلاص ہو اور دعا قبول ہو جاوے اسواسطے کہ جو شخص خلوت و مراقبہ مین اپنے مولی کے دروازے پر پڑ جاتا ہو تو غیرت کے اسرار اور معرفت کے انوار سے بڑے بڑے بزرگ حالات وروشن مقامات اسکو کشف کر دیے جاتے ہین قولہ تعالے قال رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ۔ زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالے سے ایسے شخص کی درخواست کی جو اللہ تعالے کی بندگی مین ان کی اعانت کرے اور اللہ تعالے کی رسالت ادا کرنے اور امت کو نصیحت کرنے مین انکا خلیفہ ہووے قال المترجم حضرت یحیی علیہ السلام کی شان یہی تھی جو مذکور ہوئی اگرچہ زکریا علیہ السلام کی زندگی مین طاعت الہی کی مدد ان کو یحیی علیہ السلام سے نہ ملی ہو مگر ثواب آخروی کی مدد ان کی دعا سے ضرور ہو گی اور نصیحت امت تو ان سے واقع ہوئی اگرچہ وہ نبوت مین عیسی علیہ السلام کے تابع تھے فافہم۔ اور نیز ایسا شخص مانگا جو عالم ربوبیت وعبودیت کی سیر مین انکا مشاور ہو اور کشف حقیقت اور عشق ومحبت مین اللہ تعالے کی طرف سے انکا مونس ہو اور طیبۃ سے یہ مراد ہو کہ ہر دو جہان کے ساتھ مشغول ہونے سے پاک ہو اور اپنے ارادہ سے الگ اور اپنی خواہشون سے پاکیزہ ہو پھر چونکہ اللہ تعالے کو اس کی نیت کی سچائی معلوم تھی تو اس کو فی الفور اسکی مراد عطا فرمائی تاکہ اسکے واسطے معجزہ وکرامت ہو اور اس مین اشارہ ہو کہ جسنے اللہ تعالے سے کوئی ایسی چیز مانگی جو اس کی بندگی مین اس کی مددگار ہو اور اللہ تعالے کی رضامندی حاصل ہونیکا سبب ہو تو اسکی دعا کی قبولیت فی الفور ظاہر ہوتی ہو قال المترجم یہ حال اکابر اہل دل ہو قولہ تعالے فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب۔ یعنے حق سے مناجات کرنے کے محل مین جو کہ نماز ہی کیونکہ اس مین عصمت حق ہو اور اس مین نزول وحی ہو جو شخص نماز مین بشرط تفرید وخلوص نیت داخل ہو اسکو اللہ تعالے خصائص خطاب الہام فرماتا ہو۔ اور محراب ایسی جگہ ہو کہ درگاہ حق کے مراقبہ کرنے والے اسکو لازم پکڑتے ہین اس غرض سے کہ اسرار حق کی خوشبوئین ان کے سر باطنی کو پہونچین اور نور توحید ان کو ظاہر ہو اور درگاہ باری تعالے کا جمال مشاہدہ ہو۔ اور محراب ایسی جگہ کہ اس مین انس حاصل ہوتا ہو اور سر باطنی کی صفائی ہوتی ہو اور جوارح ظاہری شائستہ ہوتے ہین اور یقین کو روشنی ملتی ہو اور نزدیکی کا سبب ہو اور عبادت کا مزہ ملتا ہو اور روح کو راحت اس وجہ سے ملتی ہو کہ صحبت خلق سے یکسوئی

[illegible]

اور جناب باری کی درگاہ تک رسائی ہوتی ہے- اور محراب ایسی جگہ ہے کہ عابدون کا ٹھکانا اور زاہدون کا مقام اور متوکلون کا ملجا- اور مشتاقون کی مجلس اور راضی برضا رہنے والون کی مسند اور محبون کا باغ اور مریدون کا تخت اور عاشقون کا گلزار اور اہل انس کا کعبہ اور اہل ایمان کا حرم اور توبہ کرنے والون کا مقام سعادت اور موحدون کی قبدگاہ اور شطحیات[لہ] بکنے والون کی پردہ پوش ہے جب اللہ تعالے چاہتا ہے کہ اپنے خاص بندون مین سے کسی کو اپنی خاص معرفت عطا کرے تو ضرور اسکو محراب مین آنے کی توفیق دیدیتا ہے اور **ابن عطا** رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون مین سے کسی بندے پر کوئی حال روشن نہین کشف کیا مگر اسی طرح کہ اسکو اپنے حکمون کے بجالانے کی توفیق دی اور اسنے خلوص کے ساتھ بندگی ادا کی اور محراب مین برابر راتین گزارین اور **شیخ ابو عثمان** نے کہا کہ محراب ہر نیکی کا دروازہ ہے اور قبولیت کی جگہ ہے اور انبساط کا راستہ یہین سے ملتا ہے اور مناجات کا یہی ٹھکانا ہے اور محراب سے منھ موڑنا تیرے منھ پر دروازہ خیر بند ہونے کا سبب ہو جاتا ہے اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا فنادتہ الملائکۃ وہو قائم یصلی فی المحراب **مترجم** کہتا ہے یعنے ملائکہ نے جب ہی یہ خوشخبری سُنائی کہ وہ محراب مین متوجہ نماز تھے پس معلوم ہوا کہ یہی خیر کے دروازہ کھلنے کی جگہ ہے فافہم واللہ اعلم- اور بعض نے کہا کہ جو شخص خدمت گزاری کو لازم کر لیتا ہے اس پر خدمت کے آداب کھلتے ہین اور آداب حاصل ہونے سے قربت کی منزل طے ہو کر مقام اُنس تک رسائی ہوجاتی ہے- قولہ تعالے ان اللہ یبشرک بیحیی- اللہ تعالے نے یحییٰ نام فرمایا کیونکہ جو ان کو محبت کی نظر سے دیکھتا اسکو انکے جمال نبوت مین حق عزوجل کا مشاہدہ ملتا پس فتور کی موت سے اسکا دل زندہ ہو جاتا تھا- اور بعض نے کہا کہ ان کے سبب سے ان کی ماں کا بانجھ پن زندہ کیا گیا **قال المترجم** یہ حضرت ابن عباس سے روایت کیا گیا ہے جیسا کہ سراج المنیر ومعالم وغیرہ مین مذکور ہے اور بعض نے کہا کہ ان کے سبب سے اس شخص کا دل زندہ ہوتا تھا جو ان پر ایمان لایا- قولہ تعالے وسیدا وحصورا- سید وہ ہے جس پر عزت وہیبت حق کا نور غالب ہو گیا اور حصور وہ ہے جو ازلی عصمت کی وجہ سے تمام شہوتون سے معصوم ہو گیا **قال المترجم** حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے کہ ہیبت حق عزوجل ان پر اس قدر غالب تھی کہ دن رات روتے اور لباس اوڑھ کر جنگلون مین رہا کرتے تھے اور گویا سید کے معنے جو شیخ نے ذکر کیے ہین اسی سے ماخوذ ہین واللہ تعالے اعلم- اور نیز سید وہ ہے کہ اسکو اس کی خودی سے الگ کر کے خلعت نور احدیت پہنایا گیا اور لباس فردانیت دیا گیا ہو اور بہائے حق عزوجل سے اسکو تاج دیا گیا ہو تاکہ وہ سزاوار اسکا ہو کہ اس سے تمام خلق زندہ کی جاوے اور اسی کے حکم کے تابع ہو کر اپنی سرکشی سے باز آوین اور حصور وہ ہے جو تقلید کے لگاؤ سے پاک ہو اور دونون جہان کی طرف التفات نہ کرے اور بعض نے کہا کہ سید اس وجہ سے کہا کہ انھون نے اپنی ذات کے واسطے کوئی مقام نہ چاہا اور نہ اپنی کوئی قدر سمجھی- اور **شیخ جعفر بن محمد** نے فرمایا کہ سید وہ ہے جسنے اپنے رب کو پہچانا اور اس کے ماسوائے سب سے انکار کیا اور حصور وہ ہے جو مالک ہو اور مملوک نہو اور کہا کہ سید وہ ہے جس نے اپنے اخلاق سے اپنے زمانہ والون کو سیدھا کر دیا اور حصور وہ ہے جس نے اپنے بانی کو عورتون سے روک دیا اور حضرت یحییٰ کا نام حصور اس وجہ سے رکھا گیا کہ ان کے دل مین عظمت سماگئی تھی اور **ابن عطا** رح نے فرمایا کہ سید وہ ہے جسکا تخلق بحقیقت حق عزوجل ہو اور حصور وہ ہے جو ہر دو جہان سے پاک ہو- اور **جعفر** رح نے فرمایا کہ سید وہ ہے جو مخلوق سے وصف مین اور حال مین اور خلق مین بالکل جدا ہو اور **نصر آبادی** نے فرمایا کہ سید وہ ہے جس نے اپنے لگاؤ کو اپنے مولیٰ کے ساتھ ٹھیک کر لیا ہو اور **شیخ جنید** رح نے فرمایا کہ سید وہ ہے جسنے اپنے پروردگار کے عوض مین ہر دو جہان کو خیرات کر دیا ہو اور **ابن منصور** رح نے کہا کہ سید وہ ہے جس نے بشریت کے اوصاف سے اپنے آپ کو خالی کر دیا ہو اور ربوبیت کے اوصاف کو ظاہر کیا ہو **قال المترجم** یعنے اخلاق ذمیمہ چھوڑ کر اخلاق حمیدہ اختیار کیے ہون-

[لہ] شطحیات وہ کلمات ہیں جو اول غلبۂ حال میں خلاف شرع زبان سے نکلتے ہیں ۱۲ م

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ

بولا اے رب کہان سے ہوگا مجھکو لڑکا اور مجھپر آچکا بڑھاپا اور عورت میری بانجھ ہو فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہو جو چاہے

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ

بولا اے رب مجھکو دے کچھ نشانی فرمایا کہ نشانی تیری یہ کہ نہ بات کرے تو لوگون سے تین روز مگر اشارہ سے اور یاد کر اپنے

رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝ ع ۱۱/۱۲

رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور صبح

قَالَ رَبِّ اَنّٰى - کیف - يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ - ولد بولا اے رب کس کیفیت سے فرزند ہوگا - وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ - ای بلغت نہایۃ السن مائۃ وعشرین سنۃ - حالانکہ مین پہونچ گیا انتہا کے سن کو ف ایک سو بیس برس کا ہو چکا - وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ - بلغت ثمان وتسعین سنۃ اور میری عورت بانجھ ہو ف اور اٹھانوے برس کی بھی ہوگئی - قَالَ - الامر - كَذٰلِكَ - من خلق اللہ غلاما منکما فرمایا بات ایسی ہی ہوگی ف یعنے اللہ تعالے تم دونون سے لڑکا پیدا کرے گا - اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ - لا یعجزہ عنہ شئ ولاظہار ہذہ القدرۃ العظیمۃ الہمہ اللہ السوال لیجاب بہا - اللہ کرتا ہو جو چاہتا ہو ف نہین عاجز کرسکتی اُسکو ایسا کرنے سے کوئی چیز - اور اس بڑی قدرت کے اظہار ہی کے لیے اللہ تعالے نے زکریا کے دل مین الہام کیا اس سوال کرنے کا تاکہ اسکا جواب دیا جاوے - ولما تاقت نفسہ الی سرعۃ المبشر قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً - ای علامۃ علی حمل امراتی - اور جب حضرت زکریا کے دل کو بہت شوق اٹھا کہ جسکی بشارت دی گئی ہو وہ جلد ہو تو کہا کہ اے پروردگار قرار دے میرے لیے کوئی نشانی ۔ یعنے نشانی میری جورو کے حاملہ ہونے پر ہو - قَالَ اٰيَتُكَ - علیہ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ - ای تمنع من کلامہم بخلاف ذکر اللہ تعالے - فرمایا تجھکو نشانی اس بات پر یہ کہ نہ بات کرے لوگون سے ف یعنے باز رہو لوگون سے کلام کرنے سے بخلاف ذکر یاد الٰہی کے - ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ - ای بلیالیہا تین روز تک ف مراد یہ کہ تین رات دن پس سورۂ مریم کی آیت جو ثلث لیال سویا فرمایا ہے اس سے کچھ اختلاف نہین ہو کیونکہ وہان بھی تین رات سے تین دن مع راتین مراد ہین الغرض نشانی یہ کہ تین رات دن تک لوگون سے بات نہ کرسکے - اِلَّا رَمْزًا - اشارۃ مگر اشارہ سے ف اگر ضرورت داعی ہو تو سر یا ہاتھ آنکھ وغیرہ کے اشارہ سے بتلادے - وَسَبِّحْ - صل - اور تسبیح کر یعنے نماز پڑھ - بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ - اواخر النہار واوائلہ - دن کے اواخر مین اور اوائل مین - ف عشی کہتے ہین چاشت سے شام تک کے وقتون کو وہ دن کے آخر اوقات ہین اور اوائل کے اوقات طلوع فجر سے چاشت تک ہین - قولہ تعالے قال رب انی یکون لی غلام - یہ عرض حضرت زکریا علیہ السلام کی جناب باری تعالے مین ہو اور معالم مین کلبی اور ایک جماعت کا قول بیان کیا کہ خطاب حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہو یعنے جبرئیل کو کہا کہ یارب یعنے اے میرے سردار - اور یہ نہایت مستبعد وخبط ہو اور باعث اس تا بیا تکلف کا یہ واقع ہوا کہ بشارت حضرت زکریا کو بواسطۂ ملائکہ پہونچی تھی کما قال فنادتہ الملائکۃ وہو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک الآیۃ حالانکہ اس سے یہ کوئی ضرور نہین کہ اب خطاب ملائکہ سے ہو بلکہ ملائکہ کا جواب دینا تو موافق حکم الٰہی اور طریقہ عادت کے ہو کہ اللہ تعالے کی طرف سے جواب بواسطہ ملائکہ ملتا ہو اور انکے معنے بعض نے یہ بیے کہ کب ہوگا اس بنا پر کہ بعد دعا کے بشارت کے وقت تک چالیس برس اور بعض نے کہا بیس برس کا وقفہ گذر گیا تھا اور یہ ثابت نہین ہو صحیح یہی ہو کہ انی بمعنے کیف ہو - اگر کہا جاوے کہ پہلے اُنھون نے ذریۂ طیبہ کی دعا کی پھر بشارت دیے جانے پر کیون مستبعد جانا یعنے دعا کرنا دو حال سے خالی نہین یا تو یہ سمجھکر تھا کہ ایسا ہو نہین سکتا پھر دعا کی یا یہ سمجھکر کہ ہو سکتا ہے مگر اول شق

باطل ہو اسواسطے کہ محال سمجھنا انکار قدرت ہو اور نیز پیغمبر کی شان نہین کہ ایسی دعا کرے جسکو ایسا سمجھتا ہو اور دوسری شق صحیح ہے تب یہ سوال ہوتا ہے کہ
اب پھر کیون کہا کہ انی یکون لی غلام حالانکہ بشارت ہی مل چکی تھی پھر کیا وعدۂ الٰہی یا اسکی قدرت مین شک تھا۔ تو جواب اسکا معالم مین عکرمہ اور سدی
کے قول سے یہ نقل کیا کہ زکریا علیہ السلام نے جب ملائکہ سے آواز سنی تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا کہ اے زکریا تمنے جو آواز سنی ہو وہ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نہین ہی بلکہ شیطانی آواز ہو اور اگر وہ اللہ تعالے کی طرف سے ہوتی تو تجھکو وحی کیجاتی جیسے اور کی وحی کیجاتی ہو پس زکریا علیہ السلام نے
دفع وسواس کے واسطے یہ دعا کی۔ اور دوسرا جواب حضرت حسن رح کے قول سے یہ نقل کیا کہ انکو وعدۂ الٰہی مین شک نہ تھا بلکہ یہ سوال انکا بطریق استفہام کیفیت ہو
یعنے یہ کس کیفیت سے ہوگا آیا اس طرح ہوگا کہ مجھکو اور میری جورو کو جوان کردیا جائیگا یا اسی بڑھاپے پر ہوگا یا مجھے کوئی دوسری جورو ملیگی جو بانجھ نہو اور
مفسر جلال رحمہ اللہ نے تیسرے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ بطریق استعظام قدرت و تعجب ہو یعنے کیا بڑی یہ قدرت و عجیب ہو اور جواب چہارم
یہ ذکر کیا گیا کہ یہ استبعاد بطریق عادت کے ہو یعنے قدرت الٰہی بڑی ہو اور ضرور واقع ہوگا مگر عادت کی راہ سے بہت بعید ہو کہ بھوس بڈھے اور مایوس
بڑھیا سے لڑکا پیدا ہو پس جواب دیا گیا کہ ہان ایسا ہی ہوگا اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت اعلیٰ واجل ہو وہ مخلوق بندون کے وہم و قیاس سب سے
باہر ہو وہ جو چاہتا ہو کرتا ہو قولہ اٰیتک ان لا تکلم الناس مفسرین نے اس مین اختلاف کیا ہو کہ لوگون سے کلام نہ کرنا آیا اس طور پر تھا کہ کلام ہی نہین
کرسکتے تھے یا اس طور پر تھا کہ کلام کرسکتے تھے مگر حکم کی وجہ سے باز رہے پس معالم مین ہو کہ اکثر مفسرین نے کہا کہ زکریا کی زبان بند کردی گئی تھی اسطرح
کہ لوگون سے کلام نہین کرسکتے تھے اور یاد الٰہی کرسکتے تھے۔ اگر کہا جاوے کہ کیون تین روز تک اسطرح زبان بند کی گئی تو جواب دیا گیا کہ اس لیے
بند ہوئی کہ اس مدت مذکورہ مین وہ خالص یاد الٰہی کے واسطے ہون انکی زبان کسی اور بات مین مشغول نہو تاکہ حق نعمت و شکر فی الجملہ ادا کرین
کہ نعمت بہت بڑی تھی پس کہا گیا کہ تیرے لیے نشانی یہ ہو کہ تیری زبان بند کیجاوے سواے ذکر و شکر کے سب کلام سے اور یہ اچھا جواب ظاہر ہو کیونکہ
عمدگی جواب کی یہ ہو جو سوال ہی سے نکلتا ہو اور اسی سے ٹپکتا ہو تاکہ دل مین خوب جمے۔ اور قتادہ سے روایت ہو کہ ان کی زبان بند کردی گئی
تھی بوجہ سزا کے کیونکہ انھون نے بالمشافہہ ملائکہ کی بشارت کے بعد ایسا سوال زبان سے نکالا۔ اور بعض مفسرین نے یہ اختیار کیا کہ زبان
بند نہین ہوئی تھی بلکہ حکم کی وجہ سے باز رہے تھے اور یہی محی السنہ نے معالم مین اختیار کیا ہو چنانچہ کہا کہ تو باز رہے کلام الناس سے اور بالکلیہ اللہ
تعالے کی عبادت پر جھک پڑے اور یہ نہین تھا کہ بولنے سے ان کی زبان بند کردی گئی بلکہ بات کرنے سے منع کردیے گئے تھے حالانکہ وہ اچھے
خاصے بول سکتے تھے جیسے کہ سورۂ مریم مین فرمایا۔ ان لا تکلم الناس ثلث لیال سویا یعنے درحالیکہ تو سوی و تندرست ہو بدون اس کے کہ زبان بند
ہوجاوے پس اللہ تعالے نے انکو اپنی یاد کا حکم دیا اور لوگون سے کلام کرنے سے منع کردیا **قال المترجم** اور اسپر یہ وارد ہوتا ہو کہ پابندی حکم سے
انکے واسطے نشانی کیا ظاہر ہوگی اس واسطے کہ اس کا کوئی وقت معین نہین ہو اور احسن تفسیر وہ ہو جو **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی کہ لا تستطیع
النطق مع انک سوی صحیح۔ یعنے تجھکو استطاعت بولنے کی نہوگی باوجودیکہ تو تندرست صحیح ہوگا پس حاصل یہ ہو کہ اللہ تعالے نے زکریا کے
واسطے یہ نشانی مقرر کی کہ جب تو ذکر الٰہی و تسبیح پر قدرت کے باوجود لوگون سے تین روز تک کلام کی استطاعت نہ رکھے باوجودیکہ تندرست ہو تو یہی علامت
ہو کہ تیرا نطفہ قرار پایا ہو اور یحییٰ علیہ السلام تیرا فرزند ہوگا۔ قولہ وسبح بالعشی والابکار **واحدی** نے ذکر کیا کہ عشی جمع عشیہ ہو اور ظاہر کلام اکثر
یہ ہو کہ وہ واحد ہو اور چاشت سے غروب تک کا وقت ہو اور بعض نے کہا کہ زوال سے غروب تک اور یہی اظہر ہو واللہ اعلم پھر تسبیح سے مراد یا تو
اللہ تعالے کو پاکی کے ساتھ یاد کرنا یا نماز مراد ہو اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہو کیونکہ **نسائی** رحمہ اللہ نے روایت کی ہو کہ ان کی شریعت
مین دو ہی نمازین تھین ایک نماز قبل آفتاب طلوع ہونے کے اور دوسری قبل آفتاب غروب ہونے کے یعنے فجر و عصر۔ اور اسی سے عشی و ابکار کی تخصیص

کی وجہ بھی ظاہر ہو گئی اور حسن رحمہ اللہ سے آیت کی تفسیر میں یہ روایت ہی کہ ان تین روز روزے رکھے اور نماز پڑھی پھر روزے کو لوگوں سے کلام نہ کرنے سے تعبیر فرمایا اس واسطے کہ وہ لوگ جب روزہ رکھتے تھے تو بات نہیں کرتے تھے **ف ۲** عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے قال رب اجعل لی آیۃ جب اللہ عزوجل نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام کا وعدہ دیا تو زکریا نے اللہ تعالے سے اس کے ظہور کے وقت کا نشان پوچھا اور اسکو اللہ تعالے کے وعدہ میں کچھ شک نہ تھا ولیکن اسکی غرض یہ تھی کہ دل کو طمانیت ہو تاکہ اللہ تعالے کی نعمت و موہبت ظاہر ہونے کے وقت تک جو اسباب ادب کے ہیں انکو مہیا کرے اللہ تعالے کی نعمت کا شکر کرے کہ اسکی طرف متوجہ ہو جاوے تاکہ ہمیشہ اللہ تعالے کی نعمتیں اترتی رہیں۔ قولہ تعالی قال آیتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا۔ اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی زبان کو غیر کے ساتھ باتیں کرنے اور گفتگو کرنے سے بند کر دیا تاکہ خلق کے اژدحام سے وذکرے انکا حال وعمل پاک رہے اور اس میں ادب یہ کہ جس نے اللہ تعالے سے کوئی چیز اسکے غیب کے معانی سے طلب کی یا اسکا معجزہ وکرامت دیکھنا چاہا تو اسکی زبان فضول باتوں پر نہ حرکت کرے اور اسکے دل میں وسواس کا خطرہ نہ پیدا ہو تاکہ اسکا ظاہر و باطن مشغول بحق ہو اسواسطے کہ تفرق جب ظاہر میں واقع ہوا تو اس سے باطن میں تشویش ہوتی ہے اور دل جمعی نہیں رہتی ہے اور آنحضرت کو یعنے زکریا علیہ السلام کو رمز کی اجازت دیدی تاکہ اس سے انکے دل کا تنگ ہونا دور ہو اور جو لوگ انکے تابع ان کے پاس آویں ان سے تنگی دفع ہو اور رمز تو انبیا کی طرف سے اولیا کے واسطے ہوتی ہے اور اولیا کی طرف سے خاص مریدوں کے لیے ہوتی ہے اور رمز کی حقیقت یہ ہے کہ سر باطنی دوسرے سر باطنی پر مشتمل ہو اور ایک نفس کا دوسرے نفس پر اظہار ہو اور ایک خاطر دوسری خاطر کو آگاہ کرے باین طور کہ خطاب کرنے والے میں اور جس کو خطاب کیا ہے اس میں جو سلسلہ ملا ہوا ہے اسکو جنبش ہو۔ قولہ تعالے واذکر ربک کثیرا۔ بہت یاد الٰہی اس مقام پر یہ ہے کہ اپنی ہمت کو خطرات سے خالی کرے اور مناجات میں باطن کو تمام تصدیعوں و فکروں سے پاک کرے اور مشاہدات میں اسکی روح کو جمع ہو اللہ تعالے نے اپنے اہل محبت وارادت کو اس تمام بیان سے ادب سکھلایا جو حضرت زکریا ان کی دعا کے قبول ہونے کی خبر دی یہ بیان تک کہ جب وہ لوگ کسی غیب کی بات کا کشف چاہیں اور اپنی دعا کا قبول ہونا چاہیں تو مخلوق اور ماسوا کے ساتھ باتیں کرنے سے ایک طرف رہیں اور جو کچھ لایعنی بات ہو سب کو ترک کریں اور اپنی بالوں پر خاموشی کی مہر لگاویں ہاں ماہ الٰہی کے ساتھ اسکو تازہ رکھیں اور اس مناجات میں جس میں کشف مقصود کا ارادہ ہو بہت یاد کریں

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ تعالے نے تجھکو برگزیدہ کر دیا اور تجھکو ستھرا کر دیا اور تجھکو برگزیدہ کر دیا سب جہان کی عورتوں پر اے مریم بندگی ادا کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے

وَاذْكُرْ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ ای جبرئیل۔ اور یاد کر جبکہ کہا ملائکہ نے یعنے جبرئیل نے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ۔ اختار ک اللہ۔ اللہ نے تجھکو برگزیدہ کر دیا۔ وَطَهَّرَكِ۔ من مسیس الرجال۔ اور پاک کر دیا تجھکو مردوں کے چھونے سے۔ یعنے کوئی مرد نہیں چھوے گا۔ اور رہا یہ امر کہ حیض سے بھی پاک تھیں تو یہ ثابت نہیں ہوا ہو بلکہ یہ ثابت ہوا ہو کہ حضرت عیسیٰ سے حاملہ ہونے سے پہلے انکا ایک حیض ہو چکا تھا وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۔ ای اہل زمانک۔ اور تیرے زمانہ والی تمام جہان کی عورتوں پر تجھکو برگزیدہ کیا۔ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ۔ اطیعیہ۔ ای مریم تو اللہ تعالے کی اطاعت کر۔ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ ای صلی مع المصلین۔ اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر ف یعنے نماز پڑھ نماز پڑھنے والوں کے ساتھ میں ف واذ

قالت الملائکۃ۔ یہ عطف ہے قولہ واذ قالت امرأۃ عمران پر اور درمیان میں قصہ زکریا و یحیٰی بسبب مناسبت کے فاصل آگیا تھا جس سے مقصود ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ جیسے عیسیٰ میں بے باپ کے ہے ویسی ہی یحیٰی میں بوڑھے وبڑھیا بانجھ سے ہے۔ اور ظرف اذ منصوب بفعل مقدر اذکر ہے اور معنے یہ ہیں کہ یاد کر جبکہ ملائکہ نے بالمشافہ مریم سے کلام کر کے کہا۔ اور یہ تربیت روحانی بڑے ہونے پر ہے جو بعد حالت صغر کی تربیت جسمانی کے واقع ہوئی ہے۔ قولہ ان اللہ اصطفاک۔ بعض نے کہا کہ برگزیدہ کرنا وہ ہے جو پہلے واقع ہوا کہ مریم علیہا السلام کی ماں سے ان کو نذر میں قبول فرمایا حالانکہ ان سے پہلے کسی لڑکی کو نذر میں قبول نہیں کیا گیا تھا اور انکو حضرت زکریا کی گود میں پالا اور جنت سے ان کو رزق عطا کیا قولہ وطہرک۔ یہاں طہارت یا تو شرک و کفر سے مراد ہے یا گناہوں سے یا مردوں کے مس کرنے سے جیسا کہ مفسر رح نے کہا یا حیض وغیرہ سے جیسا کہ **کشاف وبیضاوی** رح نے جزم کیا کہ وہ حیض سے پاک تھیں اور سورۂ مریم میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تحقیق آویگی۔ قولہ واصطفاک علےٰ نساء العالمین بعض نے فرمایا کہ پہلے اصطفائیت تو ان کی ماں سے قبولیت بروجہ حسن وغیرہ تھی اور دوسری اصطفائیت جو یہاں مذکور ہے یہ ملائکہ کا کلام بالمشافہ سنانے وغیرہ سے ہے کیونکہ اور کسی کے واسطے یہ واقع نہیں ہوا اور یہیں سے بعض نے زعم کیا کہ مریم علیہا السلام نبیہ ہیں اور اصح یہ ہے کہ وہ نبیہ نہیں ہیں بلکہ۔ **بیضاوی** رح نے تو اسپر اجماع کا دعوی کیا ہے کہ کوئی عورت کبھی نبی نہیں ہوئی بدلیل قولہ تعالیٰ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم الآیۃ۔ اور نہیں بھیجے ہمنے تجھ سے پہلے مگر مرد ہی کہ ہم ان کی طرف وحی نازل کرتے رہے۔ اگر کہا جاوے کہ کلام ملائکہ سے کلام جبرئیل مراد ہے اور یہ نبوت کی دلیل ہے تو جواب دیا گیا بچند وجوہ اول آنکہ یہ وحی نہ تھی بلکہ کرامت تھی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو ملائکہ نے خطاب کیا تھا چنانچہ قولہ تعالیٰ فبشرناہا باسحٰق الآیۃ۔ اسپر دلالت کرتا ہے پس اگر نبوت ہی کی دلیل ہو تو حضرت سارہ کی نبوت کا بھی قائل ہونا چاہیے اور یہ کسی نے نہیں کہا ہے۔ دوم آنکہ بعض نے کہا یہ زکریا علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ سوم آنکہ ارہاص تھا یعنے عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی بنیاد بطریق خوارق عادات کے مبعوث ہونے سے پہلے قائم کی گئی فافہم۔ اور اس میں خلاف نہیں کہ وہ افضل نساء العالمین ہیں پھر اس میں اختلاف ہے عالمین سے وہ عالم مراد ہیں جو اسوقت موجود تھے یا وہ بھی جو قیامت تک ہوں سب مراد ہیں پس **زجاج** وغیرہ سے یہ قول دوم مذکور ہے اور اکثروں کے نزدیک یہ ہے کہ وہ فقط اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل ہیں اور یہی اصح ہے اور ترمذی و بخاری و مسلم وغیرہم نے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ فرماتے تھے خیر نسائہا خدیجہ بنت خویلد و خیر نسائہا مریم بنت عمران۔ اور یہ لفظ ترمذی کے ہیں یعنے اپنے وقت کی عورتوں سے خدیجہ بنت خویلد بہتر ہیں اور اپنے زمانہ کی عورتوں میں سے مریم بنت عمران بہتر ہیں۔ اور ابو موسیٰ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مردوں میں بہتیرے کامل ہوے اور عورتوں میں سے نہیں کامل ہوئیں سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ زن فرعون کے اور فضیلت عائشہ رض کی عورتوں پر ایسی ہے جیسے فضیلت ثرید کی کھانوں پر ہوتی ہے رواہ الشیخان عورتوں سے وغیرہما اور اس باب میں بہت سی احادیث ہیں جن سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل تھیں نہ آنکہ تمام عالم کی عورتوں سے افضل تھیں اور یہ امر کسی عورت کے واسطے نہیں ثابت ہوا کہ وہ تمام عالم کی عورتوں سے افضل ہو سوائے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ ایک جماعت علمائے محققین اس طرف گئی ہے اور **شیخ مفسر جلال** رحمہ اللہ نے اپنے فتاوے میں لکھا کہ اصح مذہب یہ ہے کہ فاطمہ رض افضل ہیں عائشہ رض سے اور بعضے اس طرف گئے ہیں کہ دونوں برابر ہیں اور بعض نے توقف کیا ہے اور جب امام مالک رحمہ اللہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ فاطمہ رض جگر پارۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں حضرت صلعم کے جگر پارہ پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا ہوں اور **امام سبکی** رح نے کہا کہ میرے نزدیک مختار اور میرے دین داروں کا مختار یہی ہے کہ فاطمہ افضل ہیں اور ان کے بعد

ان کی والدہ خدیجہ بنت خویلد پھر عائشہ رضی اللہ عنہن **کذا ذکرہ الشیخ عبد الحق**۔ اور کہا کہ حق یہ ہے کہ فضیلت کی حیثیتیں مختلف ہیں ولیکن شرف ذات اور پاکی طینت وطہارت جوہر کی راہ سے کوئی بھی حضرت فاطمہؓ کے برابر نہیں پہونچتا ہے **مترجم** کہتا ہے کہ شرافت نسب پاکی جوہر تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طبقہ بطبقہ بہترین نسب میں ہوتے آئے یہان تک کہ دنیا مین تشریف لائے جیسا کہ اس حدیث سے جو مین نے تفسیر آیہ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض میں ذکر کی ہے ظاہر ہے اور آپ کا سید اولاد آدم ہونا بھی واضح ہے اور حضرت سیدہ فاطمہؓ پارہ ذات شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہین پس انکو بھی یہ دونوں باتین حاصل ہین رہا افضل ہونا باعتبار مدارج ثواب کے بھی تو اس مین احادیث مشترک واقع ہوئی ہین چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا افضل زنان عالمین خدیجہ وفاطمہ ومریم وآسیہ زن فرعون ہین۔ رواہ الحاکم وصححہ اور انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا بس کر افضل جاننے مین زنان عالمین سے مریم بنت عمران وخدیجہ بنت خویلد وفاطمہ بنت محمد وآسیہ زن فرعون رواہ الترمذی وصححہ اور ابن مردویہ کی روایت مین خیر نساء العالمین چار ہین مریم بنت عمران وآسیہ زن فرعون وخدیجہ بنت خویلد وفاطمہ بنت محمد آیا ہے ولیکن ترمذی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انھون نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو خبر دی کہ وہ سیدہ نساء اہل الجنۃ ہین سوائے مریم بنت عمران کے۔ اور ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عورتین اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہین مریم بنت عمران وآسیہ بنت مزاحم وخدیجہ بنت خویلد وفاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سب مین افضل فاطمہ ہین۔ اور یہ حدیث بھی حدیث ترمذی سے اسناد مین کم نہین بلکہ اسکے مقابلہ مین حدیث ترمذی معارض ہونے کی صلاحیت نہین رکھتی ہے اور اگر معارض مان لی جاوے تو حدیث عائشہؓ جو صحیحین مین مروی ہے اور اس مین ہے کہ کیا تو راضی نہین کہ تو زنان اہل جنت کی سردار ہو۔ سالم از معارضہ ہے اور اس مین کوئی استثنا نہین ہے اور ظاہر لفظ مفید استغراق وشمول تمام افراد زنان اہل جنت ہے پس حضرت فاطمہ تمام عالم کی عورتون کی علی الاطلاق سردار ہین اور بعضے علما سید ہونے اور خیر ہونے مین فرق کرتے ہین اور ظاہر یہ ہے کہ سیادت مطلقہ بہ نسبت معنے خیر کے بھی عام ہے واللہ اعلم بالجملہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور اصح یہی ہے جو مذکور ہوا جیسا کہ شیخ مفسر نے کہا ہے وانتصب ہمارواہ الطبرانی خیر نساء العالمین مریم بنت عمران ثم خدیجۃ بنت خویلد ثم فاطمۃ بنت محمد ثم آسیۃ امرأۃ فرعون والکلام فیہ طویل لا یسعہ المقام۔ قولہ یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین۔ خشوع کے ساتھ بندگی کرنا قنوت ہے چنانچہ ابو سعیدؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ہر حرف قرآن مین جس مین قنوت مذکور ہے وہ بمعنے طاعت ہے رواہ ابن ابی حاتم اور مجاہدؒ نے کہا کہ مریم علیہا السلام اس قدر کھڑی رہتی تھین کہ ان کے ٹخنے ورم کر گئے اور قنوت تو نماز مین رکوع کی درازی ہے۔ اور **اوزاعی**ؒ نے کہا کہ مریم اپنی نماز پڑھنے کی جگہ مین اللہ تعالے کے حکم کی فرمانبرداری کے واسطے اس قدر رکوع وسجود وقیام مین قائم رہین کہ انکے پیرون مین خون اُتر آیا اور پیپ جاری ہوا۔ اور حدیث مین آیا ہے کہ افضل الصلوۃ طول القنوت۔ اور علما نے اختلاف کیا ہے کہ قنوت کے کیا معنے ہین بعض نے کہا کہ قیام مراد ہے اور بعض نے کہا کہ سجدہ مراد ہے لیکن آیۂ کریمہ میں آخر معنے نہین بن سکتے ہین اور شاید کہ قنوت سے محض خشوع مراد ہو والاول الظہر۔ اگر کہا جائے گا کہ سجود کو رکوع پر مقدم کرنے مین کیا بھید ہے جواب دیا گیا کہ شاید ان کی شریعت مین ایسا ہی ہو اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ رکوع سب شرائع مین سجود سے پہلے تھا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ سجود کی تقدیم مین رکوع پر اسکے افضل ہونے کا اشعار ہے۔ یا اس وجہ سے کہ ان کی نماز مین ترتیب نہ تھی باوجودیکہ واو خالی جمع کے واسطے ہے بدون دلالت ترتیب کے اور شاید یہ ہے کہ اول تو کثرت سجود کا حکم ہے پھر نمازیون کے ساتھ مین جماعت کا حکم ہے اور راکعین کے ساتھ رکوع کرنے سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت سے نماز ادا کرے اور بعض نے کہا کہ راکعین کے مانند ادا کرے اگرچہ تنہا ہو **ف۔** فی الوکس قولہ تعالے واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک

یعنی باین طور تجھکو برگزیدہ کیا کہ اپنا کلمہ تجھ مین القا کیا اور نیز تجھکو فرشتون کی دیدار و ان کے ساتھ خطاب کرنے سے برگزیدہ کیا اور نیز تجھکو کرامات آئیتون سے برگزیدہ کیا حتی کہ ملائکہ تیرے لیے جنت سے رزق لائے - قولہ وطہرک - ای مردون کے چھونے سے تجھکو پاک رکھا اور نیز بشریت کی نجاسات سے پاک رکھا - اور نیز تیرے سر باطن کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے غافل ہوکر زکریا کی پرورش کی طرف التفات کرنے سے بچایا یعنی تو نے دل سے اپنا پرورش کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی کو سمجھا - قولہ واصطفاک علے نساء العالمین - پہلا برگزیدہ کرنا تو مرتبہ کی بزرگی کے لیے ہی اور دوسرا برگزیدہ کرنا حقیقی عصمت ہی چنانچہ علی نساء العالمین سے اسپر اشارہ موجود ہی اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصطفا کو مکرر لانے مین یہ اشارہ ہی کہ اول اصطفا تو کرامت و منزلت و بلندی حال کے واسطے ہی اور دوسرا اصطفا یہ کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بدون اسکے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ ہووے حاملہ ہوئین - قولہ یا مریم اقنتی لربک - یعنے اپنے مولی کی بندگی مین ٹھیک قائم رہ - قولہ واسجدی - یعنے میرے ہی واسطے خالص سجدہ کر قولہ وارکعی مع الراکعین یعنے میرے اولیا و انبیا اور خاص اہل محبت کے ساتھ جو دل نرم ہوکر میری طرف جھک پڑے ہین تو بھی اسی طرح میری درگاہ مین بندگی کر تا کہ تجھکو اہل جماعت کی برکت نصیب ہو اسواسطے کہ اولیا کی صحبت سے بندگی مین استحکام ہوتا ہی اور بشریت کی بت پرستی سے بندہ چھوٹ جاتا ہی - واللہ تعالےٰ اعلم -

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ

یہ خبرین غیب کی ہین ہم بھیجتے ہین تجھکو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم

اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝

کہ کون پالے مریم کو اور نہ تو تھا ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے

ذٰلِكَ - المذکور من امر زکریا و مریم - یہ جو زکریا و مریم کا حال مذکور ہوا - مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ - اخبار ما غاب عنک - اخبار غیب سے ہی ف انباء جمع نبا بمعنے خبر - اور غیب مصدر سے جو چیز غائب ہو وہ مراد ہی اور حاصل آنکہ اخبار اس چیز کے ہین جو تجھسے غائب ہی کیونکہ حضرت صلعم سے بہت پہلے کا یہ واقعہ ہی - نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ - یا محمد ہم تجھکو وحی کرتے ہین ای محمد - وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ - فی الماء یقترعون لیظہر لہم - اَيُّهُمْ يَكْفُلُ - یربی - مَرْيَمَ - تو انکے پاس نہین تھا جبکہ ڈالتے تھے وہ لوگ یعنے احبار بیت المقدس اپنے قلمون کو پانی مین ف یعنے نہر اردن مین درحالیکہ قرعہ ڈالتے تھے تاکہ ظاہر ہو جاوے ان کو کہ ان مین سے کون شخص پرورش کرے گا مریم کو ۔ اور کفل دراصل بمعنے ملا لینا اسی سے اول ہین - کفلہا زکریا بھی بدون تشدید پڑھنا مرجح قرار دیا گیا ہے - وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ - فی کفالتہا فتعرف ذلک فتخبر بہ وانما عرفتہ من جہۃ الوحی - اور تو ان کے پاس نہین تھا جبکہ وے جھگڑتے تھے ف یعنے مریم کی کفالت مین یعنے ہر ایک اسکی کفالت مین رغبت کرتا تھا اس وجہ سے کہ ان کے امام نماز کی بیٹی تھی اور حاصل یہ کہ تو اس وقت موجود نہ تھا تاکہ تو نے اسکو دیکھ لیا پھر اسکی خبر دی ہو بلکہ بات یہی ہو کہ تو نے اسکو اللہ تعالےٰ کی وحی کرنے ہی سے معلوم کیا ہو ف قولہ نوحیہ الیک - ای نوحی الغیب الیک - اور یہ احسن ہو بہ نسبت اسکے کہ ذلک کی طرف راجع ہو اور ابو السعود نے کہا کہ صیغۂ مضارع سے بیان ہو کہ وحی ہنوز منقطع نہین ہوئی ہو اور لغت مین وحی کے معنے پوشیدگی سے آگاہ کرنا اور ابن فارس نے کہا کہ وحی بمعنے اشارہ و کنایت و رسالت اور ہر چیز دوسرے کی طرف القا کرنا تاکہ وہ جان لیوے - اور شرع مین وحی دو طرح پر ہو ایک بواسطۂ ملک اور دوم بطور الہام اور اول کو جلی کہتے ہین اور دوم کو خفی اور اقسام وحی از جانب الٰہی مطلقاً نو قسم پر ہے جیسا کہ فتح الباری مین مفصل -

بیان کیا ہو قولہ ماکنت لدیہم۔ اگر کہا جاوے کہ اسکی نفی کرنے مین کیا حکمت ہو حالانکہ یہ تو معلوم تھا کہ آپ کا زمانہ ان لوگون سے بہت پیچھے ہو تو
جواب یہ ہو کہ اس سے مراد یہ ہو کہ موجود یہود وغیرہ نے آپ کی وحی و نبوت سے انکار کیا سو اگر یہ انکار صحیح ہوتا تو آپ کو ان اخبار غیب کے معلوم
ہونے کا کیا طریقہ تھا سوائے دو باتون کے کہ یا تو آپ اس وقت کا حال دیکھے ہوے ہوتے سو یہ تو کوئی دعویٰ نہین کرسکتا اور وہی اسکے
مدعی نہ تھے دوم یہ کہ توریت وغیرہ والون سے سُنا ہو سو وے خود تسلیم کرتے تھے کہ حضرت توریت نہین پڑھتے اور نہ ان لوگون سے خلا ملا رکھتے
تھے پس ثابت ہوا کہ وہ محض وحی الٰہی کی خبر ہو۔ قولہ اذ یلقون اقلامہم ایہم یکفل مریم۔ **ابن کثیر**۔ رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مین قول عکرمہ بلسناد
ابن جریرؒ ذکر کیا کہ مریم کی والدہ مریم کو ایک کپڑے مین لپیٹ کر بنی الکاہن کے پاس جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی
اولاد سے تھے لائین اور یہ لوگ ان دنون مین کعبہ کے دربانون کے مانند بیت المقدس کے دربان تھے اور اُن سے کہا کہ تم اس منذورہ کو لینے
تمسکی ہوئی لڑکی کو کہ مین نے اسکو محرر کردیا ہو اور یہ لڑکی ہو اور کنیسہ مین حائض عورت نہین جاتی اور مین اسکو اپنے گھر مین نہین لیجاؤن گی وہ بولے
کہ یہ ہمارے امام کی دختر ہو اور عمران رحمہ اللہ نماز مین انکی امامت کیا کرتے تھے اور یہ اسکی دختر ہو جو صاحب قربان تھا پس زکریا علیہ السلام نے
کہا کہ یہ مجھے دیدو کہ اسکی خالہ میرے تحت مین ہو بولے کہ ہمارا جی اسپر راضی نہین ہوتا یہ تو ہمارے امام کی دختر ہو پس اسی پر انھون نے اپنے قلمون سے
قرعہ ڈالا جنسے توریت لکھتے تھے پس قرعہ زکریا کے نام نکلا اور نیز عکرمہ و سدی و قتادہ و ربیع بن انس وغیرہم نے بیان کیا اور بعض کا بیان دوسرے
کے بیان مین داخل ہوا ہو یہ کہ یہ لوگ نہر اردن کے اوپر گئے اور وہان اس شرط سے قرعہ ڈالا کہ نہر مذکور مین اپنے قلم ڈالین پس پانی کے بہاؤ مین جس کا
قلم ٹھہر جاوے وہی اسکا کفیل ہو پس اس شرط پر انھون نے قلم ڈالے پس سب قلم تو پانی مین بہ گئے سوائے قلم زکریا کے کہ وہ ٹھہرا رہا اور بعض نے
کہا کہ وہ چڑھاؤ کی طرف پانی کو پھاڑتا ہوا چلا اور باوجود اسکے زکریا علیہ السلام انکے بزرگ و سید و عالم و امام و نبی تھے صلوات اللہ وسلامہ علیہ
مترجم کہتا ہو کہ شاید بیان قصہ مین بہت اختصار ہوا ہو واللہ اعلم۔ اور ظاہر یہ ہو کہ بنابر تفسیر مذکور کے تقدیر عبارت یون ہو وماکنت لدیہم اذ یختصمون
ایہم یکفل مریم وماکنت لدیہم اذ یلقون اقلامہم۔ اسواسطے کہ خصومت مقدم از القار اقلام ہو اور کمالین مین کہا کہ ایہم یکفل مریم کا تعلق محذوف کو
جس پر یلقون اقلامہم دلالت کرتا ہو جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے لینظر ایہم زائد کیا ہو **وہکذا ذکر فی السراج**۔ اور اس آیہ سے قرعہ کا جواز
معلوم ہوا بدون اسکے کہ حرام کا حلال یا بالعکس ہووے بلکہ محض ترجیح اُمور مساویہ کے بدون قرعہ کے بھی یہ امر جائز ہو جو قرعہ سے نکلا ہے
جیسا کہ تفسیر عکرمیؒ مین بھی اشارہ ہو کہ قرعہ فقط تطییب خاطر کے واسطے ہو اور ایسا ہی حدیث مین ہو کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کو جاتے تو
جائز ہو کہ جس جورو کو جی چاہے لیجاتے لیکن انکی تطییب خاطر کے واسطے قرعہ ڈال دیتے کہ جسکے نام نکلے وہ جاوے اور اس زمانہ مین جو بعضے لوگ
خرید و فروخت مین قرعہ جائز سمجھتے ہین باینطور کہ مثلاً ایک شخص نے ایک گھڑی فروخت کرنی چاہی اور دو دو روپیہ دس آدمیون سے جمع کیے بیس روپیہ مالک کو
دیدیے پھر ان دسون نے چٹھی ڈالی جسکے نام نکلے وہ گھڑی دو روپیہ مین لیگیا اور باقی سب محروم رہے یہ تو حرام ہو اور بیع ہرگز روا نہین ہو اور ایسا قرعہ جائز نہین ہو۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
جب کہا فرشتون نے ای مریم تجھکو اللہ بشارت دیتا ہو ایک اپنے حکم کی جسکا نام مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا
وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝
مرتبہ والا دنیا مین اور آخرت مین اور نزدیک والون مین اللہ کا اور باتین کریگا لوگون سے جب مان کی گود مین ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیکبختون مین ہو

واذکر اذ قالت الملائکۃ ای جبرئیل۔ اور بیان کر جبکہ ملائکہ نے کہا یعنے جبرئیل نے ف پس ملائکہ جمع سے جبرئیل مکرم علیہ السلام

مراد مین یا جبرئیل مع اپنے ساتھیون کے کہ جنکا افسر جبرئیل تھے جنھون نے بشارت دی - یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ
اے مریم بیشک اللہ تجھکو بشارت دیتا ہے بکلمۃ کائنۃ منہ - ای مریم تجھکو اللہ تعالے بشارت دیتا ہو اپنی طرف سے ایک کلمہ کی ف وحاصل مراد فرزند ہو یعنے فرزند کی بشارت
دیتا ہو - اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ - اسکا نام مسیح عیسی ابن مریم ہو ف جو کلمۂ کن سے پیدا کیا جاویگا یعنے بغیر باپ کے
مریم کو خطاب کیا باین طور کہ نسبت دی عیسی کو مریم کی طرف اس تنبیہ کے واسطے کہ مریم علیہا السلام جنے گی - اسکو بدون باپ کے اسواسطے
کہ لوگون کی عادت یہی ہو کہ انکو انکے باپون کی طرف منسوب کرتے ہین - وَجِیْهًا - ذا جاہ - درحالیکہ وہ لڑکا صاحب جاہ ہوگا - فِی الدُّنْیَا
بالنبوۃ - دنیا مین ف اس طرح کہ اسکو نبوت سے وجاہت ہوگی - وَالْاٰخِرَةِ - بالشفاعۃ والدرجات العلی - اور آخرت مین ف
باین طور کہ اپنی اُمت کے مومنین کے واسطے شفاعت کریگا اور بڑے درجون والا ہوگا - وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ - عند اللہ - اور اللہ تعالے
کے یہان نزدیکی والون مین سے ہوگا - وَیُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا - ای طفلا قبل وقت الکلام - اور وہ لوگون سے باتین
کریگا مہد مین یعنے طفولیت مین اور جوانی آخر مین ف مہد در اصل بچون کا گہوارہ دیا پالنا کہلاتا ہو اور مراد اس سے یہ ہو کہ بچپن مین ایسے وقت
سے پہلے باتین کریگا کہ بچہ باتین کرنے لگتا ہو - وَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ - اور وہ صالحین مین سے ہوگا ف بکلمۃ منہ - ای من اللہ تعالیٰ
اور عیسی علیہ السلام کو کلمہ سے تعبیر کیا جیسا کہ فرمایا ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون - پس کلمہ کن سے
پیدا ہوئے اور اشارہ ہو کہ سخت نادان ہین جنکو عیسی علیہ السلام کے بے باپ پیدا ہونے پر تعجب ہو اور ناچار شیطان ان کو آمادہ کرتا ہے کہ
کلمہ کفر کا اعتقاد کرین حالانکہ قدرت الٰہی عز و جل سے وہ ایک کلمہ کن سے پیدا ہوا جیسے آدم علیہ السلام اور یہ تفسیر قولہ مصدقا بکلمۃ من اللہ ہو جیسا کہ
جمہور نے ذکر کیا ہو کہ بکلمۃ من اللہ سے مراد عیسی علیہ السلام ہین اسمہ المسیح عیسی ابن مریم مسیح یا تو معرب ہو یا اصل عربی ہو پس اگر معرب ہو تو اصل
اسکی مشیحا عبرانی ہو اور معنے اسکے مبارک اور یہ مانند صدیق و فاروق وغیرہ کے ایک لقب شریف ہو اور عیسی علیہ السلام کا کلام بچپن کا خود مذکور
ہو کہ - جعلنی مبارکا اینما کنت الآیۃ - اور اگر اصل عربی ہو تو اس واسطے مسیح کا لقب ہوا کہ وہ سیاح رہے لیکن آپ مقیم نہین ہوئے ماخوذ از قولہم
مسح الارض جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہو اور بعض نے کہا اس وجہ سے مسیح نام ہو کہ انھون نے جس آفت زدہ کو مسح کیا اور چھوا وہ اللہ تعالے
کے حکم سے اچھا ہو گیا پس مسیح مشہور ہوئے کہ جس سے عوام مین انکے زمانہ کے بڑے بڑے نامی طبیبون سے امتیاز ہوا کہ وے دوا کرتے اور حضرت مسیح
علیہ السلام فقط چھونے سے بحکم الٰہی چنگا کرتے تھے و علی ہذا فعیل بمعنے فاعل ہو اور بعض نے کہا کہ ممسوح القدمین تھے یعنے پاؤن بھرے
ہوئے تھے خالی نہ تھے یا ممسوح جبرئیل ع تھے و بعض اقوال دیگر ہین پس فعیل بمعنے مفعول ہو اور دجال کو جو مسیح کہتے ہین تو وہ بزبان عربی باین معنے
کہ اسکی ایک آنکھ ممسوح ہوگی یعنے کانی ہوگی - اور رہا عیسی تو بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ مشتق از عیس ہو یعنے سپیدی کہ جس پر سُرخی ہو
اور یہ تکلف ہو در اصل یہ علم ہو اور اصل مین الشیوع بالشیوع تھا اسکا معرب عیسی ہو جیسا کہ کشاف وغیرہ مین ہو اور ابن مریم نسبت ہو یعنے
صفت ہو پس اگر کہا جاوے کہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم مین نام تو فقط عیسی ہو اور مسیح لقب ہو اور ابن مریم صفت ہو تو جواب یہ ہو کہ اسم اپنے
مسمے کے واسطے علامت ہوتا ہو کہ جس سے پہچانا جاوے اور غیر سے ممتاز ہو پس گویا کہا گیا کہ جس سے وہ معروف و ممتاز ہوگا وہ مجموعہ امور ثلثہ
ہو - اور اگر کہا جاوے کہ ابن مریم فرمایا حالانکہ ظاہر یہ تھا کہ ابنک ہوتا جواب یہ کہ اس مین اشارہ ہو کہ وہ اس کنیت کے ساتھ جو مشتمل بر اضافت ہو
مشہور ہوگا اور ایماءً اس ہو کہ اس کا باپ نہوگا سلام اللہ تعالے علیہ - قولہ وجیہا حال مقدرۃ از کلمہ ہو اور کلمہ اگرچہ نکرہ ہو لیکن نکرہ موصوفہ ہو
اگر کہا جاوے ضمیر کلمہ کی مذکر کیون آئی تو جواب دیا گیا کہ اسکا مسمّی مذکر ہو کذا فی السراج قولہ ویکلم الناس فی المہد و کہلا لفظ کہلا عطف ہو

له مشیحا التشدید ... عبرانی ہے ... معرب ... مسیح ... ۱۲ م له آثار سے ... ۱۲ م

عطف فی المهد پر ہے ان دونون حالتون مین لوگون سے نبیون کی باتین کریگا اور اسکی حالت بچپن اور کہولت مین کہ جس مین عقل مستحکم ہوتی ہے اور اسی وقت انبیا
مبعوث ہوتے ہین کچھ فرق نہوگا اور کہل وہ سن ہے جو شباب اور شیخوخت کے درمیان ہو اور عیسیٰ علیہ السلام بعد کہولت کے سن پر پہونچنے کے اٹھائے
گئے ہین اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ کہولت سے پہلے اُٹھائے گئے ہین اور شباب کا سن باقی تھا اور اس تقدیر پر کہولت مین ان کا لوگون سے
کلام کرنا ہنوز واقع نہین ہوا پس مراد یہ ہے کہ قریب قیامت کے زمانہ مہدی علیہ السلام مین دجال کے قتل کو جب اُتارے جاوینگے تب کلام کرینگے
اور اسی سے کہا گیا ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا نص قطعی سے ثابت ہے پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مختلف احوال جو ایک دوسرے
کے منافی ہین ذکر فرما کر ارشاد کیا کہ وہ بڑے بیوقوف ہین جو ایسے شخص کی نسبت جس مین ایسے تغیر پائے جاتے ہین اُلوہیت کا اعتقاد کرتے ہین
حالانکہ اُلوہیت سے اس سے کوئی نسبت ہی نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ حالت کہولت مین اس کی باتین کرنے کی بشارت سے کیا حکمت ہے حالانکہ
اس مین سب لوگ یکسان ہین تو جواب دیا گیا کہ مقصود یہ بیان ہے کہ اسکے بچپن اور کہولت کی حالت یکسان ہے۔ اور نیز بشارت ہے کہ وہ سن کہولت تک باقی
رہیگا۔ اگر کہا جاوے کہ بچپن مین کلام کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھا تو جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ اور کئی بچے اس سن مین بولے ہین چنانچہ
ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مہد مین کلام نہین کیا مگر عیسیٰ نے اور یوسف کی گواہی دینے والے بچے نے اور جریج کی گواہی والے نے اور ماشطہ
فرعون کے پسر نے اور خفاجی نے ذکر کیا کہ **جلال سیوطی** رحمہ اللہ نے اُن سب کو جنھون نے مہد مین یعنے بچپن مین کلام کیا ہے نظم مین جمع
کیا ہے۔ تکلم فی المهد النبی محمد + ویحیی وعیسیٰ والخلیل ومریم + ومبری جریج ثم شاهد یوسف + وطفل لذی
الاخدود یرویه مسلم + وطفل علیه مر بالامة التی + یقال لها تزنی ولا تتکلم + وماشطه فی عهد
فرعون طفلها + وفی زمن الهادی المبارك یختم + اور ابن عباس سے روایت ہے کہ عیسیٰ نے ایک ساعت بچپن مین کلام کیا تھا پھر نہین
کلام کیا یہانتک کہ بولنے کے سن تک پہونچے اور جو کلام کیا تھا وہ یہ تھا کہ جب ان کی والدہ حضرت مریم کو گانون والون نے بہتان لگایا تب
ان کی برأت کے واسطے بولے۔ انی عبد اللہ آتانی الکتاب الآیۃ۔ اور جو لڑکے کہ نظم جلال مین مذکور ہین سب کے واسطے ایک قصہ ہے کہ اس کا
یہان ذکر کرنا طول ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ سب اس تفسیر مین اپنے اپنے موقع پر آجاوینگے از انجملہ دوم وسوم وپنجم ونیز چہارم ونہم ویازدہم کی روایات
اس وقت تک گذر چکی ہین ان کو یاد کرنا چاہیئے اور باقی انشاء اللہ تعالےٰ آگے آوینگی۔ پھر ذکر کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تیس برس کے سن پر نبی
ہوے اور رسالت پر ڈھائی برس اور بعض نے کہا تین برس رہے پھر اللہ تعالےٰ نے اٹھا لیا۔ قولہ تعالےٰ ومن الصالحین۔ یہ حال ہے کلمہ سے یا اس کی
ضمیر سے جو یکلم مین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ وجیہا فی الدنیا کی تفسیر کی گئی نبوت سے اور یہ منصب بہ نسبت صالح کے بہت بلند ہے بلکہ جتنی صفتین اوپر
مذکور ہوئی ہین سب صالح ہونے سے بڑھکر ہین پھر آخر مین انکی صفات کو صالح ہونے پر کیون ختم کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ کوئی آدمی صالح نہین ہوتا جبتک
کہ وہ اصلح راہ پر اور اکمل طریقہ پر ہمیشہ اپنے سب حال مین قائم نہو اور یہ افعال قلوب و افعال جوارح کے سب مراتب دین و دنیا کو شامل ہے
اسی واسطے سلیمان علیہ السلام نے بعد نبوت کے کہا۔ ادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین پس جب عیسیٰ علیہ السلام کے صفات شمار کیے
گئے تو اسکے پیچھے اس وصف کو جو بہت بلند درجات پر دلالت کرتا ہے بیان کر دیا۔ اور تحقیق یہ ہے کہ صلاح کے واسطے خصوص و عموم ہے پس عموم صلاح
تو ہر ایک مومن تک کو شامل ہے اور خصوص صالح نہایت اعلیٰ مرتبہ ہے کہ وہ نبوت مین متعدد مقام رکھتا ہے۔ وقد مرّ منا فی مواضع فی مواهب الرحمٰن
سنن کہا کہ قولہ تعالےٰ واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ۔ اللہ تعالےٰ نے مریم کو پہلے سے بشارت دیدی تاکہ ملامت کرنے
والون کی لغو گفتگو و بہتان مین حضرت مریم علیہا السلام کا قدم مضبوط رہے اور اپنی منزلت کو معلوم کرے تاکہ لوگون کی باتون سے

درجۂ یقین سے نہ گرے۔ قولہ وجیہا فی الدنیا والآخرۃ۔ یعنے دنیا مین تو انوار ربوبیت کے لباس سے آراستہ ہوگا اور آخرت مین جمال مشاہدہ کے لباس سے آراستہ ہوگا۔ اور اللہ تعالے نے عیسیٰ علیہ السلام کو ہیبت کا لباس دیدیا تھا تاکہ مومن و کافر ہر فریق کی آنکھ مین بزرگ نظر آوے قولہ ویکلم الناس فی المھد وکھلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مہد مین لوگون سے کلام کیا تاکہ اپنی نبوت ورسالت پر اور اپنی ماں کی طہارت پر خود شاہد ہو اور کہلاً کلام کرنا اسکی انبساط و حالت اتحاد سے ہے پس اول کا کلام کرنا تو نبوت سے ہے اور دوسرا کلام کرنا بعد بالکل فنا ہونے کے ظہور خالص قدرت باری وحدہ لاشریک لہ سے ہے۔ یعنے ایسا وقت تھا کہ حضرت عیسیٰ خود بالکل فنا تھے اور بقا فقط ذات باری وحدہ لاشریک لہ کو تھی چنانچہ یہ مثل تصویر کے پنجۂ قدرت مین تھے جو حکم ہوتا تھا اور جس طرح حرکت دلائی جاتی تھی وہی ان سے صادر ہوتا تھا اور انکا فعل خود ان کے قول کا شاہد تھا چنانچہ مردہ کو زندہ کرنا اور مادرزاد اندھے کو آنکھین دینا اور کوڑھی کو چنگا کر دینا یہ سب ظہور افعال الٰہی عزوجل تھا جو بندہ خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھون ہوتا تھا اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام خودی سے فنا تھے اور اپنے ارادون سے خالی تھے اور یہ صرف تصرف ذات ہے اور اعلیٰ اس سے تصرف در غیر ہے بایں وجہ کہ اثر عمدہ ہو بخلاف زندگان عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انپر اثر موت ظاہر ہوتا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذ بن عفراء کا ہاتھ کہ کٹ گیا تھا اپنے دست مبارک سے جوڑ دیا کہ وہ ان کی موت تک نہایت پر قوت رہا جبکہ انھون نے ابوجہل کو قتل کیا تو ابوجہل کے بیٹے نے ان کو تلوار کا ہاتھ مارا کہ ان کا ہاتھ شانہ سے الگ ہوگیا اور ایک تسمہ سے لٹکتا رہا آخر انھون نے اسکو الگ کر دیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ڈھونڈتے آئے آپ نے اسکو جما دیا کہ اسی وقت اچھا ہوگیا۔ اور اسی طرح ایک صحابی کی آنکھ تیر کے صدمہ سے نکل پڑی تھی اسکو پکڑ اپنے لب مبارک کے لعاب سے اندر کر دیا کہ اسی وقت اچھی ہوگئی اور تادم مرگ اسکی روشنی نہایت تیز تھی۔ **ہذا توضیح ماذکرہ الشیخ**۔ ابتدا مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملتبس بزبان عبودیت تھے اور انتہائی مرتبہ پر ملتبس بصفات ربوبیت ہوئے یعنے خودی سے فنا ہوئے کہ ان مین صفات باری تعالے واسکی ارادت نے ظہور فرمایا۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ مہد مین کلام کرنا تو عیسیٰ کے واسطے معجزہ تھا اور حالت کہولت مین اپنے پروردگار کی طرف لوگون کو بلانے کا کلام کرتے تھے۔ اور بعض نے فرمایا کہ مہد مین کلام کرنا تو بچپن کی حالت تھی اور کہولت کی حالت مین اسوقت کلام کرینگے جب کہ آسمان سے اُتارے جاوینگے تاکہ ان کے دونون طرف کے کلام مین معجزہ ہو۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بچپن مین اسواسطے ان سے کلام صادر ہوا کہ مخالفون اور بہتان باندھنے والون کا کلام رد ہو کہ انھون نے ایسے وقت مین اپنی ماں کی گواہی دی اور اپنی رسالت کا دعویٰ کیا کہ جسوقت مین بچے بولنے سے عاجز ہوتے ہین کہاں کہ ایسی باتین کرین اور کہولت مین اسوقت کلام کرینگے کہ شباب کی تیزی اور بڑھاپے کا ضعف کچھ نہوگا۔

**قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ**

بولی اے رب کہان سے ہوگا مجھکو لڑکا اور مجھکو ہاتھ نہین لگایا کسی آدمی نے کہا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے

**اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○**

جب حکم کرتا ہے ایک کام کو تو یہی کہتا ہے اسکو کہ ہو پس وہ ہوجاتا ہے۔

**قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى**۔ کیف۔ **يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ** مریم نے کہا کہ اے میرے رب کہان سے فرزند ہوگا۔ **وَلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ**۔ بتزوج ولا غیرہ۔ مریم بولی کہ عادت اللہ تو جفت سے فرزند کو پیدا فرماتا ہے حالانکہ مجھے کسی بشر نے نہین چھوا نہ تو نکاح کرنے سے اور نہ بغیر نکاح کے یعنے نہ میرا کوئی شوہر اور نہ مین نے زنا کیا۔ **قَالَ**۔ الامر۔ **كَذٰلِكِ**۔ من خلق ولد منک بلا اب۔ یعنے بات

ایسی ہی ہوائی تجھسے ایک بچہ پیدا ہوگا بدون باپ کے۔ اَللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ۔ اللہ تعالے جو کچھ چاہتا ہی پیدا کردیتا ہی۔ اِذَا قَضٰی
اَمْرًا۔ ای اراد خلقہ۔ یعنے جب ارادہ کرتا ہی اسکے پیدا کردینے کا۔ فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ۔ تو اس سے فقط یہی کہتا ہی کہ تو ہوجا۔
فَیَکُوْنُ۔ ای فہو یکون۔ ف پس وہ ہوجاتا ہی ف قولہ قالت رب انی یکون لی ولد۔ یعنے مریم علیہا السلام نے اپنی مناجات
مین جناب باری مین عرض کیا کہ میرے لڑکا کہان سے ہوگا یا کیونکر ہوگا یہ دونون محاورہ انی کے ترجمہ کے ہماری زبان و محاورہ مین مستعمل
ہین پس رب کا خطاب حضرت باری تعالے عزوجل کی جناب مین مناجات ہی اور بعض نے کہا کہ خطاب جبرئیل علیہ السلام کو ہی یعنے یا سیدی
ای میرے سردار اور زمخشری رحؒ نے کشاف مین انکار کیا اور کہا یہ تفسیر بدعت ہی اور در حقیقت یہ قابل انکار ہی۔ اور لفظ بشر نکرہ تحت سیاق
نفی ہی اسی سے مفسرین نے لکھا کہ مطلقا نفی ہوئی کہ کسی بشر نے نہین چھوا اور مراد مساس سے رسیدگی ہی بطور کنایہ کے حاصل یہ کہ مجھسے لڑکا کیونکر
پیدا ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے مساس نہین کیا ہی۔ اس تقریر پر یہ شبہہ پیدا ہوتا ہی کہ حضرت مریم سے جب جبرئیلؑ نے یہ خبر دی تو انھون نے
کیونکر کہا کہ انی یکون لی ولد۔ کیا انکو قدرت مین شک تھا تو جواب دیا گیا کہ انھون نے یہ تعجب سے کہا اسواسطے کہ [illegible] نہین جاری تھی کہ بچہ
بدون باپ کے پیدا ہو پس اللہ تعالے کی قدرت کا استعظام ہی جیسے کہتے ہین کہ دیکھئے کیونکر ہوتا ہی یہ تو عجب معاملہ ہوگا حالانکہ ہونے کا یقین ہوتا ہی
اور بعض نے کہا کہ بچہ پیدا ہونیکا تو یقین تھا مگر اسکی کیفیت سے سوال کیا کہ کس طور پر ہوگا آیا اس طرح کہ مین نکاح کرون گی یا بدون بشر کے
بچہ ہوگا اور یہ جواب ضعیف ہی۔ اگر کہا جاوے کہ حضرت مریم نے کیون بعید جانا اس واسطے کہ آیندہ شاید بشر سے مساس واقع ہو بایطور
کہ نکاح کرین تو اسکے جواب کی طرف شیخ ابن کثیر رحؒ نے اپنی تقریر مین اشارہ کیا چنانچہ اس کلام کی تفسیر مین کہا کہ مریم علیہا السلام
جناب باری تعالے مین عرض کرتی ہین کہ یہ لڑکا مجھسے کیونکر پیدا ہوگا حالانکہ مین شوہر والی نہین ہون اور نہ میرا عزم ہی کہ مین نکاح کرون اور
نہ مین حاشا للہ بدکار ہون مترجم کہتا ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ جبرئیلؑ علیہ السلام نے وقت بشارت کے اسکے وجود کی خبر دی تھی تب حضرت
مریم نے استبعاد کیا لیکن قصۂ نفخ روح عیسیٰ بوجہ دیگر بیان ہی اسی واسطے شیخ نے اسکے جواب کی طرف اشارہ کیا فافہم۔ قولہ قال کذلک۔
قال کا فاعل اگر حضرت رب العزت عزوجل ہی تو مراد یہ کہ بواسطہ ملائکہ فرمایا اور محتمل ہی کہ قال کا فاعل جبرئیلؑ ہون یعنے جبرئیلؑ نے از جانب
الٰہی عزوجل یہ جواب دیا کہ کذلک یعنے الامر کذلک۔ بات یون ہی ہوگی کہ تجھسے بدون مساس بشر کے لڑکا پیدا ہوگا اور مریم علیہا السلام کا استبعاد
دور کیا کہ اللہ یخلق ما یشاء اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون۔ یعنے قدرت اللہ تعالے بہت بڑی ہی مخلوق کتنا ہی بزرگ و بڑا ہو جو ہر ایک
کی عقل سے باہر ہو وہ پیدا کردیتا ہی جو چاہے پھر اسکے پیدا کردینے مین کچھ قیاس کو مجال نہین وہ تو ایسی قدرت ہی کہ جب کسی امر کے پیدا کرنے کا
ارادہ فرمایا تو فرمایا کہ ہو وہ ہوگیا قال ابن کثیرؒ ای فورا ہوجاتا ہی ادھر حکم ہوا ادھر ہوگیا کچھ تاخیر و مہلت نہین ہوتی مانند قولہ وما امرنا
الا واحدۃ کلمح بالبصر۔ ای ہم تو ایک ہی مرتبہ حکم فرماتے ہین جس مین دوبارہ کی تکرار نہین پس یہ شے جلد ہوجاتی ہی جیسے پلک مارنے
کی دیر ہوتی ہی قال المترجم علمائے تصریح کردی ہی کہ اللہ تعالے کا مخلوق فرمانا کچھ لفظ کن پر نہین ہی بلکہ یہ ایک تفہیم اس مضمون کے
واسطے ہی کہ بندے جس طرح ایک ادنی سی چیز کے لیے مثلاً لکھنے کے لیے قلم کاغذ دوات وغیرہ مہیا کرتے تب لکھتے ہین حاشا کہ جناب باری
کے پیدا کرنے مین جو واقعی تخلیق ہی یہ وہم و قیاس نہین بلکہ اسکا ارادہ ہی خلق ہی بدون مہلت و درنگ کے اور بدون اسکے کہ کوئی چیز
اسکو مانع ہوسکے اور رہا نظام خلقت کہ ہر چیز ایک طرز خاص سے پیدا ہوتی ہی تو یہ حکمت خاص ہی اور مدارج ہر چیز کے بلا مہلت وجود مین
آجاتے ہین اور اللہ عزوجل نے اسکو ختم نہین فرمایا بلکہ ناقۂ صالحؑ مع بچہ فوراً پہاڑ شق ہوکر نکلے اور فوراً بچہ بھی اپنی مان کے برابر ہوگیا

اور مانند اسکے دیگر آیات و معجزات جو انبیا علیہم السلام کو عطا ہوے آیات بینین کہ اللہ تعالے ہر چیز پر ہر طرح قادر مختار قوی و قہار ہر جیسا کہ آیندہ قصص انبیا مین یہ سب بیان مفصل انشاء اللہ تعالے آوے گا پس جس نے غور کی نظر سے دیکھا وہ کبھی شیطان کے دام فریب مین گرفتار نہین کہ تدابیر اصل ہو تقدیر کچھ نہین اس واسطے کہ جیسے تقدیر ہر چیز کے خلق مین جاری ہو ویسے ہی اپنے اندازہ و حکمت پر ہر چیز کا وجود ہوتا ہو اور یہ بیان جزوی فائدہ ہو پھر آیت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے پس بیان فرمایا کہ کذلک اللہ یخلق ما یشاء - اور حضرت زکریا کو خطاب ہوا کہ کذلک اللہ یفعل ما یشاء - وہان فعل فرمایا اور یہان صریح خلق فرمایا تاکہ کسی بیہودہ کو شبہہ نہ رہے اور جان لے کہ یہ خلق بقدرت قادر ہو کسی مادہ و سبب پر نہین ہو اور اسی کو مؤکد کردیا کہ اذا قضیٰ امرا فانما یقول لہ کن فیکون - اور حضرت یحییٰ کی پیدائش مین تو بھلا یہ بھی تھا کہ ایک بڈھا ضعیف اور ایک بڈھیا ضعیف جو عمر بھر بانجھ رہی موجود تھی اگرچہ ان سے اولاد پیدا ہونا ایک امر نادر ہو اور یہ فعل قدرت عجیب عظیم ہو مگر یہان نہایت نادر و اعظم قدرت ہو کہ ایک باکرہ عورت سے بدون مساس بشر کے لڑکا پیدا کردیا لہذا یہان خلق صریح سے تعبیر فرمایا کہ وہ فعل سے خاص ہو کیونکہ اختراع کو شامل ہو پھر قضا در اصل بمعنے احکام ہو اسے مضبوط و محکم کرنا اور یہان بمعنے ارادہ ہے -

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ

اور سکھاوے گا اسکو کتاب اور کام کی باتین اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف

اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ

کہ مین آیا ہون تم پاس نشانی لیکر تمھارے رب سے کہ مین بناتا ہون تمھارے لیے مٹی سے پرند کی صورت

فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى

پھر اس مین پھونک مارتا ہون سو وہ ہوجاوے اُڑتا پرند اللہ کے حکم سے اور چنگا کرتا ہون جو اندھا پیدا ہوا اور کوڑھی اور جلاتا ہون مردے

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اللہ کے حکم سے اور بتا دیتا ہون تمکو جو کھا کر آؤ اور جو کچھ رکھ آؤ گھرون مین اس مین تمکو پوری

لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

نشانی ہو اگر تم یقین رکھتے ہو

وَيُعَلِّمُهُ - بالنون والیاء - یعنے اکثر کی قراءۃ بنون یعنے بصیغہ جمع متکلم ہو یعنے ہم اسکو سکھلاوینگے اور نافع و عاصم کی قراءۃ بیاء تحتیہ ہے یعنے اللہ تعالے اسکو تعلیم فرماوے گا - الْكِتٰبَ - الخط - لکھنا - یعنے لکھنا سکھاویگا - وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ - اور حکمت و توریت و انجیل سکھلاوے گا ف یعنے بغیر درس مکتب کے - وَرَسُوْلًا - بجعلہ رسولا - اور ہم اسکو رسول بناوینگے یا اللہ تعالے اسکو رسول بناوے گا - اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ - فی الصبا او بعد البلوغ - بجانب بنی اسرائیل کے خواہ طفولیت مین یا بعد بلوغ کے قال السیوطیؒ نفخ جبرئیل فی جیب درعھا فحملت وکان من امرہا ما ذکر فی سورۃ مریم فلما بعثہ اللہ الی بنی اسرائیل قال لہم انی رسول اللہ الیکم - پھر یہ ہوا کہ اس بشارت کے بعد جبرئیلؑ نے حضرت مریم کی درع کے چاک مین پھونکا پس وہ حاملہ ہوگئی اور اسکا قصہ وہ ہوا جو سورہ مریم مین مذکور ہو پھر جب اللہ تعالے نے حضرت عیسی کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا تو عیسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مین اللہ تعالے کا رسول ہون

ایلچی بن کر تمہارے پاس آیا ہون - اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ - ای بایں طور کہ البتہ لایا ہون تمہارے پاس - بِاٰیَۃٍ - علامۃ علی صدق نبوتی اپنی سچائی کی
اَنِّیْ - ای ہی بانی وفی قراءۃ بالکسر استینافا - بافتح اکثر کی قراءۃ ہے اور نافع کی قراءۃ مین بالکسر یعنے اِن مکسورہ ہے بنا بر آنکہ جملہ مستانفہ ہے - اَخْلُقُ
اصور - لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ - مین تصویر بناتا ہون تمہارے لیے مٹی سے اور خلق کی تفسیر ایجاد نہین جائز ہے کیونکہ وہ مخصوص بخالق عزوجل ہے
کَہَیْئَۃِ الطَّیْرِ - مثل صورتہ - مثل صورت پرند کے ف حاصل یہ کہ مین تم کو معجزہ دکھلاتا ہون کہ تمہارے روبرو پرند کی شکل صورت
بناتا ہون - فَاَنْفُخُ فِیْہِ - پھر پھونکون گا مین اس شکل ہیأۃ الطیر مین یعنے اس تصویر مین جو مٹی سے مانند ہیأت پرند کے بنائی ہے -
اس مین پھونک دونگا - فَیَکُوْنُ طَیْرًا - وفی قراءۃ نافع طائرا - بِاِذْنِ اللّٰہِ - بارادتہ تو وہ اللہ تعالٰے کے ارادہ سے پرند
طائر ہو جائے گا قال السیوطیؒ فخلق لہم الخفاش لانہ اکمل الطیر خلقا فکان یطیر وہم ینظرونہ فاذا غاب عن اعینہم سقط میتا پھر بنی اسرائیل کو چمگادڑ
بنا کر دکھایا کیونکہ چمگادڑ کی خلقت پرندون مین کامل تر ہے کیونکہ اسکی پستان و دانت و کان بھی ہوتے ہین پس وہ اڑا اور لوگ اسکو دیکھتے تھے
پھر جب ان کی آنکھون سے غائب ہوا تو وہ مردہ ہو کر گر پڑا - وَاُبْرِئُ - اشفی - الْاَکْمَہَ - الذی ولد اعمی - اور شفا دیتا ہون مین اکمہ کو یعنے
اس شخص کو جو اندھا پیدا ہوا ہو - وَالْاَبْرَصَ - وخصا لانہما داءا اعیا الاطباء وکان بعثہ فی زمن الطب فابرأ فی یوم خمسین الفا بالدعاء
بشرط الایمان - اور اندھے مادرزاد کو اور برص والے کو اچھا کرتا ہون ف اور انھین اکمہ و ابرص کو خاص کر کے اسلیے ذکر کیا کہ یہ دونون بیماریان
ایسی ہین کہ انھون نے طبیبون کو تھکا دیا اور نہین اچھے ہوتے ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام کی بعثت ایسے زمانہ مین ہوئی کہ طب کا بہت زور تھا
پھر حضرت عیسیؑ نے ایک روز مین پچاس ہزار کو فقط دعا سے اس شرط سے اچھا کیا کہ اللہ عزوجل پر بتوحید شرعی ایمان لاوین - وَاُحْیِ الْمَوْتٰی
بِاِذْنِ اللّٰہِ - بارادتہ کررہ لدفع توہم الالوہیۃ فیہ فاحیا عازر صدیقا لہ وابن العجوز وابنۃ العاشر فعاشوا وولد لہم وسام بن نوح ومات
فی الحال - اور زندہ کرتا ہون مردے کو بارادہ الٰہی عزوجل ف یہان بھی عیسی نے باذن اللہ - مکرر فرمایا تاکہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ عیسی
علیہ السلام مین خود الوہیت تھی پھر عیسیؑ نے زندہ کیا عازر کو جو انکا دوست اور بڑھیا کے بیٹے کو اور عشر وصول کرنے والے کی دختر کو پھر یہ لوگ
زندہ رہے اور ان کے اولاد ہوئی اور سام بن نوح کو زندہ کیا اور وہ فی الحال پھر مر گیا - وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ
تخبئون فِیْ بُیُوْتِکُمْ - مما لم اعاینہ فکان یخبر الشخص بما اکل وبما یاکل بعد - اور تم کو آگاہ کرتا ہون جو تم کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھرون
مین ف یعنے ایسی چیزین جنکو مینے آنکھون نہین دیکھا ہے پس وہ آدمی کو خبر دیتے تھے جو اسنے کھایا اور جو بعد کو کھائے گا - اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً
لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (اس تمام معجزات مذکورہ مین تمہارے لیے نشان صدق ہے اگر تم مومن ہو) ف اللہ تعالٰے نے
باقی بشارت کی خبر دی جو ملائکہ نے مریم علیہا السلام کو دی تھی اور یہ فقط مریم کے دل کی خوشی کے واسطے ذکر کیا کہ حضرت مریم کے دل کو جو ملامت کا
خوف تھا کہ بلا شوہر جننے پر لوگ طعن و تشنیع کرینگے اسکو دفع کر دیا کہ وہ ایسا اور ایسا ہوگا اور محققین کے نزدیک خواہ قراءۃ بیا ہو یا نون ہو یہ کلام مستانف ہے یعنی
یہان کلام شروع ہوا ہے - الکتاب - مصدر بمعنے نوشتن یعنی لکھنا مراد ہے چنانچہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کتاب خط بقلم ہے اور عیسیؑ کا خط بہت اچھا تھا اور یہی مفسرین نے اختیار کیا ہے
اور بعض نے کہا کہ کتاب یعنے مکتوب اسی معروف معنے مین ہے اور الف لام جنس کا ہے اور اتاری ہوئی کتابین پھر توریت و انجیل کو جو ذکر کیا تو ان کی فضیلت کی وجہ سے
ہے اور حکمت سے مراد علم باعمل ہے اور اسی کے قریب ہے جنے کہا کہ حکمت سے تہذیب اخلاق مراد ہے بلکہ غور سے یہ دونون واحد مین - ورسولا الی بنی اسرائیل
منصوب بفعل مقدر ہے اور اکثر نے یعلمہ کے قرینہ سے یجعلہ مقدر کیا اور یہ احسن ہے پھر حدیث طویل ابوذر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ اول پیغمبر بنی اسرائیل کے
موسیٰ علیہ السلام اور آخر کے عیسی علیہ السلام تھے اور سراج منیر مین کہا کہ اول تو یوسف علیہ السلام تھے اور آخر عیسی علیہ السلام تھے

لیکن بنی اسرائیل کا نام اولاد یعقوب علیہ السلام مین اکثر کے قول پر انکے پوتون پر ہی پس صحیح وہی ہی جو حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ مین آیا ہی
خاتم سا اور بنی اسرائیل کی خصوصیت اسوجہ سے تھی کہ نبوت عیسیٰ کی فقط بنی اسرائیل کے لیے مخصوص تھی او اس سے رد ہوگیا اس شخص کا جو
زعم کرے کہ وہ سوائے بنی اسرائیل کے اورون کی طرف بھی رسول تھے اور صحیح حدیث مین بھی یہ مضمون آیا ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ منجملہ ان امور کے
جن سے مجھکو دیگر انبیا پر فضیلت ہی ایک یہ ہی کہ میری رسالت عام ہی اور دیگر انبیا کا حال یہ تھا کہ وہ مخصوص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے
اور یہ بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار امر حق ہی کچھ بیان اپنے فضائل کا نہین ہی کیونکہ فضائل اس سے اعلیٰ وارفع ہین کہ
آپ کو بیان کی حاجت ہووے ۔ قولہ انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر مفسرین نے اخلق کے معنے اصور کے بیان کیے اس واسطے کہ ایجاد
کردینے سے اسکی تفسیر جائز نہین کیونکہ ابداع وایجاد کے معنے پر خلق کی قدرت کسی بندے کو نہین وہ فقط اللہ عزوجل ہی کے واسطے خاص ہی
اور اسپر دلیل یہ ہی کہ کہیئۃ الطیر فرمایا یعنے مخلوق کرون گا مانند ہیأت پرندے کے اور اسکی ہیأت کے مانند وہی صورت ہی نہ زندہ پرند اور نیز
فانفخ فیہ آگے فرمایا یعنے اس تصویر بنانے کے بعد اس مین نفخ کرون گا تب وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے اُڑتا پرند ہوگا اور باذن اللہ قید
فرمائی جس مین صریح دلیل ہی کہ تصویر بنانے اور پھونکنے کے بعد بھی جب ہی وہ پرند ہوگا کہ ارادہ الٰہی عزوجل متعلق ہو ورنہ یہ قدرت بھی نہین ہی
پس تنبیہ ہی کہ زندہ کرنا از جانب خالق عزوجل ہی لیکن چونکہ یہ ارادہ معلوم تھا اسی واسطے باذن اللہ فرمایا پھر طیر اسم جنس ہی جو واحد
تثنیہ و جمع سب پر واقع ہوتا ہی اور یہی اکثر کی قراءت ہی اور سراج مین کہا کہ یہ قراءت بنظر آنکہ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سے پرند بنائے اور
نافع کی قراءۃ مین طائر بلفظ واحد ہی تو بدین نظر کہ باوجود پرند کثیر ہونے کے ان کی نوع واحد تھی چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے
فقط ایک طائر بنایا اور وہ چمگادڑ ہی یعنے ایک قسم کا پرند جو چمگادڑ ہی بنایا اگرچہ اس قسم کے کئی فرد بنائے جو مختلف وقتون مین لوگون کو معجزہ کے
طور پر دکھلائے ۔ اور اس مین اختلاف ہی کہ فقط چمگادڑ ہی کیون بنایا تھا ۔ تو بعض نے کہا اسوجہ سے کہ اس مین عجائب صنعت ہی کہ اس کے
دانت و کان ہوتے ہین اور اسکی مادہ کی چھاتی ہوتی ہی اور اسکو حیض آتا ہی پس چونکہ خلق انسان کا معجزہ نہین دیا گیا تھا بلکہ پرند کا دیا گیا تو پرندون
سے ایسا لیا جو اکثر قوی مین انسان کے مانند ہو اور بعض نے کہا اس وجہ سے کہ بنی اسرائیل نے بطور تعنت کے یہی مانگا کہ چمگادڑ بناؤ اور شاید
یہ بشہرت جالینوس وغیرہ ان مشہور طبیبون کے ہو جو اس وقت مین موجود تھے بوجہ اسکے کہ اس مین عجائب مذکورہ موجود ہین اور نیز وہ بغیر پرون
کے اُڑتا ہی اور حیوانون کے طور پر اسکی اولاد ہوتی ہی باوجودیکہ پرندہ ہی لیکن پرندون کی طرح انڈے نہین دیتا اور دن کی روشنی مین اور رات
کی تاریکی مین نہین دیکھتا بلکہ صرف دو ساعت ایک بعد غروب کے اور دوم بعد طلوع کے کچھ دیر دیکھتا ہی اور انسان کی طرح ہنستا ہی پھر عیسیٰ
علیہ السلام ایسا ہی کرتے تھے کہ مٹی کی صورت چمگادڑ کی بناتے پھر اس مین پھونکتے کہ وہ آنکھون کے سامنے باذن اللہ عزوجل اڑجاتا جو اس
بات پر دلالت کرتا کہ جسکے نام کو پھونک کر عیسیٰ علیہ السلام اسکو زندہ کرتا ہی اسی پاک عزوجل نے اسکو رسول کیا ہی اور وہب بن منبہ نے
کہا کہ وہ اُڑتا رہتا جب تک اسکو لوگ دیکھتے پھر جب ان کی نظر سے غائب ہوتا تو مردہ ہو کر گر پڑتا تا کہ اللہ تعالیٰ کے فعل مین
اور اس کے مخلوق کے فعل مین تمیز ہو اور جان لیا جاوے کہ تمام حمد وکمال سب اللہ عزوجل ہی کو ہی ۔ قولہ وابرئ الاکمہ و
الابرص **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ بعض نے کہا اکمہ وہ ہی جسکو دن مین نہین دکھلائی دیتا اور رات مین
دکھلائی دیتا ہو اور بعض نے اس کے برعکس کہا اور بعض نے کہا رتوندھی والا اور بعض نے کہا کہ اکمہ وہ ہی جو مادرزاد اندھا ہو اور
یہی ٹھیک ہی کیونکہ اسکے اچھا کرنے مین معجزہ پورا ہی ابو عبیدہ نے کہا کہ اکمہ وہ ہی جو اپنی مان کے پیٹ سے اندھا پیدا ہو اور

**ابن فارس** نے کہا کہ کمہ وہ اندھاپن ہی جو انسان کا پیدائشی ہوتا ہو اور کبھی کہ عارض ہو جاتا ہو چنانچہ بولتے ہین قد کمہ یعنے اندھا ہو گیا حالانکہ نہ تھا اور برص کھال کی سپیدی ایک مشہور مرض ہو اور ان الفاظ مین معنے اسم تفضیل ملحوظ نہین ہین مگر انکا اصل مین جو یہ نام رکھا گیا تو یہ نظر معنے مذکور تھا جیسے الیسر اس شخص کو کہتے ہین جو یسین ہو حالانکہ وہ اپنے داہنے ہاتھ سے بھی کام کرتا ہو مگر چونکہ غلبہ اس کے کام کا بائین ہاتھ سے ہوتا ہو لہذا الیسر کہتے ہین عرب کے لوگ جس قدر برص سے نفرت کرتے ہین ویسا اور عیب سے نفرت نہین کرتے ہین پھر جاننا چاہئیے کہ عیسی علیہ السلام اکثر بیماریان دعا سے اچھی کرتے تھے ولیکن اللہ تعالےٰ نے یہان صرف ابراء اکمہ وابرص کو ذکر فرما کر اشارہ فرمایا کہ معجزہ انکا ان دونون سے ظاہر تھا کیونکہ یہ دونون بیماریان ایسی ہین کہ اطبا انسے تھک گئے ہین پھر جو مدعی دعوی کرتے ہین کہ برص دوا سے اچھا ہو جاتا ہو تو یہ دعوی کلیہ باطل ہو اسواسطے کہ مراد برص سے وہ ہو جو بسبب عدم حرارت غریزی کافیہ ہضم جلدی وغیرہ کے باعتبار پیدائش کے ہو اور وہ کسی طرح بھی دوا سے اچھا نہین ہو سکتا جیسے مادرزاد اندھا نہین اچھا ہو سکتا ہو پھر اگر کہا جاوے کہ یہ کس قرینہ سے معلوم ہوا کہ برص سے ایسا برص مراد ہو تو جواب یہ ہو کہ مقام مین بیان ایسے امراض کا ہو جنکی نسبت اظہار اس امر کے مقر ہین کہ وہ لاعلاج ہو جیسے کور مادرزاد پس یہ صریح ہو کہ برص سے وہی برص مراد ہو جسکے لاعلاج ہونے کے اطبا معترف ہین پھر بعض مفسرین نے کہا کہ ابراء اکمہ وابرص کے ساتھ باذن اللہ کے قید نہین فرمائی کیونکہ باقیون کی بہ نسبت یعنے خلق طائر اور احیار موتی کی بہ نسبت انکے اچھا کرنے مین بہت غرابت نہین ہو اور **مترجم** کہتا ہو کہ باذن اللہ تعالےٰ قید درواقع معتبر ہو اور کلام بیان اسکو محتمل ہو کہ لفظ مین بھی یہ قید ہو پھر کوئی وجہ نہین کہ یہ رکیک توجیہ بیان کیجاوے پھر لفظ مین اس قید کے ہونے کا بیان یہ ہو کہ نظم کلام یون ہو وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ پس محتمل ہو کہ ابراء و احیار ہر دو باذن الٰہی ہون اور اگر کہا جاوے کہ اولےٰ یہ ہو کہ باذن اللہ طرف متعلق باقرب ہو یعنے احی الفعل سے متعلق ہو تو جواب یہ ہو کہ یہ جواز کے منافی نہین ہان یہ توجیہ لائق ہو کہ احیار موتی مین اور خلق طیر مین الوہیت کا توہم ہوتا تھا لہذا باذن اللہ سے دفع کیا گیا بخلاف ابراء اکمہ وابرص کے کہ ان مین یہ وہم نہین ہوتا ہو اور عیسی علیہ السلام ان کو دعا سے اس شرط پر کہ مریض اچھا ہو جاوے تو ایمان لاوے چنگا کرتے تھے۔ قولہ واحی الموتی باذن اللہ۔ موتی جمع میت کی ہو اور حضرت عیسی علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا گیا تھا کہ باذن اللہ تعالےٰ مردہ کو زندہ کرتے تھے اور بعض نے فرمایا کہ زندہ کرنے مین ان کی دعا باسم پاک یاحی یاقیوم۔ ہوتی تھی اور شاید یہ استنباط اس بنا پر ہو کہ عیسی علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے اسم اعظم سے دعا کر کے زندہ کرتے تھے اور پہلے گذر چکا ہو کہ حدیث صحیح مین ہو کہ اللہ تعالےٰ کا اسم اعظم قولہ تعالےٰ اللہ لاالٰہ الا ہو الحی القیوم۔ آیۃ الکرسی مین اور الم اللہ لاالٰہ الا ہو الحی القیوم شروع آل عمران مین ہو اور بعض روایت مین الٰھکم الٰہ واحد لاالٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم۔ مین اور بعض روایت مین ایک اور آیت وعنت الوجوہ للحی القیوم مین وارد ہو۔ بالجملہ ان کی زبان مین الحی القیوم کے مثل جو نام پاک تھا اس سے دعا کرتے تھے پھر بعض نے ذکر کیا ہو کہ انجیل مین مردے زندہ کرنے کے متعدد قصے مذکور ہین ولیکن **مترجم** کے نزدیک چونکہ حدیث صحیح مین وارد ہو کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو پس ان قصص پر بوجہ اسکے کہ تحریف کا احتمال قوی ہو کچھ اعتماد نہین ہو سکتا ہو لہذا آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا گیا تو ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے چار شخصون کو زندہ کیا جیسا کہ **مفسر جلال** رحؒ نے ذکر کیا ہو اور معالم وغیرہ مین ہر ایک کا قصہ یون مذکور ہو کہ (۱) عازر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوست تھا جب قریب مرنے کے پہونچا تو اسکی بہن نے حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کا دوست عازر مرتا ہو اور درمیان مین تین روز کی راہ کی دوری تھی پس حضرت عیسی علیہ السلام مع اپنے ساتھیون کے تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ تین روز ہوئے مر چکا ہو پس اسکی بہن سے فرمایا کہ میرے ساتھ اس کی قبر پر چل سو وہ ساتھ گئی پس آپ نے دعا فرمائی تو وہ زندہ ہو کر قبر سے

له یعنی اکثر کام کرنے کی قوت اسکو داہنے ہاتھ سے حاصل ہو ۱۲ م سه یعنی کافی حرارت غریزی جو اسکو رنگ طبعی پر لاوے وہ پیدائشی معدوم ہو ۱۲ م

نکلا اور جیتا رہا یہان تک کہ اسکی اولاد ہوئی اور (۲) بڑھیا کا بیٹا تو یہ ایک شخص تھا کہ اسکو تابوت پر مردہ لیے ہوے جاتے تھے اور پیچھے پیچھے
ایک بڑھیا بھی چلی جاتی تھی جسکا یہ اکلوتا بیٹا تھا ناگاہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے گذرے پس آپ نے اللہ تعالےٰ سے دعا فرمائی تو
وہ اپنے تابوت پر اُٹھ بیٹھا اور لوگون کے کاندھون سے اُتر پڑا اور اپنا تابوت خود اُٹھائے گیا۔ اور اپنے لوگون مین شامل ہوا اور یہ بھی یہان تک
زندہ رہا کہ اس کی اولاد ہوئی اور (۳) عاشر کی دختر تو یہ شخص عشر وخراج وصول کیا کرتا تھا ناگاہ اسکی لڑکی مرگئی دوسرے روز حضرت عیسیٰ
علیہ السلام نے باذن اللہ تعالےٰ اسکو زندہ کیا اور یہ بھی اتنا جیتی رہی کہ اولاد ہوئی۔ اور سام بن نوح علیہ السلام کا یہ قصہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام ان کی قبر پر آئے اور اسم اعظم الٰہی عزوجل سے زندہ کیا پس وہ قبر سے نکلے اور حال یہ تھا کہ قیامت کے خوف سے انکا آدھا سر سپید
ہو گیا تھا اگرچہ اس زمانہ مین لوگ اسطرح بڑھے نہین ہوتے تھے کہ سر سپید ہو جاوے اور قبر سے نکلکر بولے کہ کیا قیامت قائم ہوئی تو عیسیٰ علیہ السلام
نے فرمایا کہ نہین بلکہ مین نے اللہ تعالےٰ سے دعا کر کے تم کو زندہ کیا ہے پھر سام سے فرمایا کہ اب مرجاؤ تو سام نے کہا کہ اچھا مگر اس شرط سے
کہ اللہ تعالےٰ مجھکو موت کی سکرات وسختی سے امن دیدے پس عیسیٰ السلام نے دعا کی اور قبول ہوئی پس وہ اسی وقت مرگئے **قال المترجم**
شاید سام بن نوح علیہ السلام کا زندہ کرنا لوگون کو یقین دلانا اس امر کا تھا کہ قیامت برحق ہے اور لوگ ضرور اسی قبر سے اُٹھین گے جہان
دفن ہوے ہین اور قیامت بڑی ہولناک چیز ہے اور موت کی سختی نہایت سخت ہے اللہ تعالےٰ اس سے پناہ عطا فرماوے اور یہ کل مضامین کلام مجید
مین تلاوت کیے جاتے ہین اور اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزات عطا فرمائے تھے جس سے اس وقت کے اطبا وعلم طبعی
جاننے والے سخت عاجز ہوے تا آنکہ جالینوس نے اقرار کیا کہ آپ طبیب روحانی ہین لیکن ہدایت وایمان رحمت الٰہی ہے جسکو چاہے عطا کرے اور
ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزے عطا کیے جس سے جادوگر سخت عاجز ہوے کیونکہ اس وقت جادو کا زور تھا اور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو وہ معجزات عطا ہوے جنھون نے اس وقت کے فصحاؑ وبلغا کو عاجز کیا مع ہذا کثرت سے معجزات تھے جن کو جامع معجزات جمیع انبیا علیہم السلام
کہنا چاہیے اس واسطے کہ شلا شق القمر کا معجزہ اہل عقل کے نزدیک عصاے موسیٰ سے کہین بڑھا ہوا ہے اور موت سے زندہ ہونا تو اتنی بات
ہے کہ ایک صحابی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد موت کے تابوت سے اُٹھ بیٹھے اور گفتگو کی اور پھر مردہ ہو کر لیٹ رہے جیسا کہ تقریب التہذیب
مین بھی مختصر طور پر مذکور ہے۔ قولہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین۔ کمالین مین ذکر کیا کہ یون روایت ہے
کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کیے تو بنی اسرائیل کے کمبخت بولے کہ یہ تو جادو ہے ہمکو کوئی نشانی اپنی نبوت کی دکھلا دیجیے جس مین
غیب کی خبر ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتلانا شروع کیا کہ تو نے یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہے حضرت عمار بن یاسر رضہ وقتادہ رحؒ سے روایت ہے
کہ جب بنی اسرائیل نے درخواست کی تھی کہ پروردگار ہمارے لیے آپ کی دعا سے آسمان سے کھانے کا خوان نازل فرمایا کرے تو آپ نے
عہد لیا تھا کہ کھالو اور جمع نہ کرنا انھون نے اقرار کیا پھر کھاتے اور رکھ چھوڑتے اور چوری چوری بدعہدی کرتے تھے پھر حضرت عیسیٰ نے بتلانا شروع
کیا کہ اے فلان تو نے یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہے تا آنکہ اللہ تعالےٰ نے ان کمبختون کو سور کر دیا۔ اور معالم مین سدی رحؒ سے لایا کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام مکتب مین لڑکون سے بتلا دیا کرتے کہ تمھارے باپ نے یہ کیا اور یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہے اور تیرے لیے فقط اتنا رکھا ہے تو لڑکا
اپنے گھر مین اسی چیز کی ضد کرتا جو چھپا کر رکھی گئی تھی اور روتا یہان تک کہ ان کو دینا پڑتی پھر آخر ان کے ماں باپ نے پوچھنا شروع کیا کہ تم کو کون
بتلا دیتا ہے بولے کہ ہم سے عیسیٰ کہدیتے ہین تو بنی اسرائیل نے لڑکون کو منع کر دیا کہ اس جادوگر کے ساتھ مت کھیلا کرو اور ان کو الگ جمع کیا پھر
عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی لڑکون کو ڈھونڈھتے ہوے آئے تو انکے مادرون نے کہا کہ یہان نہین ہین۔ آپ نے فرمایا کہ پھر یہان کون ہے۔

ہے کہ یہاں تو سور ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی ہو گئے پھر جب ان لوگوں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حقیقت میں سور ہیں تب تو یہ قصہ بنی اسرائیل میں پھیلا اور انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا اور حضرت عیسیٰ کی والدہ اس سے خوفناک ہوئیں اور ان کو گدھے پر سوار کر کے مصر کو لے بھاگیں **مترجم** کہتا ہے کہ یہ قصہ شاید واقع ہوا ہو لیکن آیۂ کریمہ کی تفسیر میں ظاہر نہیں ہے کیونکہ یہ اظہار تو اپنے رسول ہونے کی سچائی پر معجزات سے ہے اور بچپن کے ساتھ کھیل نہیں ہے چنانچہ فرمایا ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین - یعنے اگر تصدیق کرنے والے ہو تو اس میں تمہارے لیے نشان کافی موجود ہے اور اگر تعنت و عناد ہے تو کتنی ہی آیتیں دی جاویں فائدہ نہ دینگی **ف** فی العرائس قولہ تعالیٰ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ - حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ذات سے مخلوق و حادث تھے اور خالق عزوجل پروردگار نے ان کو پیدا کر کے انبیاء و رسولوں کے مانند ہدایت دی اور انھوں نے اپنے آپ کو ایسے پسندیدہ اوصاف سے آراستہ کیا جو اللہ عزوجل نے پسند فرمائی ہیں جیسے رحم و کرم وغیرہ کہ اوصاف باری تعالیٰ عزوجل ہیں پس عیسیٰ علیہ السلام اُن اوصاف سے جو حدوث و امکان کے لئے ذاتی اوصاف تھے بالکل خارج ہو کر ایسے اوصاف سے متصف ہوئے جو حضرت رب العزت جل جلالہ کے اوصاف ہیں لیکن نہ اس طرح کہ ان اوصاف پاک نے حضرت عیسیٰ میں حلول کیا ہو کیونکہ وہ تعالیٰ شانہ جو رو ولڑکے و حلول و جگہ و ظرف اور مخلوق کے ساتھ مختلط ہونے وغیرہ ایسے سب اُمور سے جو لائق شان حق سبحانہ و تعالیٰ نہیں ہیں بالکل پاک منزہ ہے بلکہ یہ ظہور قدرت عظیمہ کاملہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے جو اپنی خودی سے بالکل فنا تھے پس اللہ عزوجل نے ان سے قدرت کے حقائق ظاہر فرمائے - اور میں اس آیت کی تفسیر میں اس سے بلند کلام نہیں لکھتا ہوں باوجودیکہ اہل معرفت نے مجھ سے پہلے یہ معنے بیان کر دیے ہیں لیکن اپنی اپنی عبارت ہے سو جیسے میں نے تفسیر قرآن شروع کی ہے تو ضرور ہے کہ اپنی عبارت سے مضمون ادا کروں اور بعض نے فرمایا کہ جس پر صفات ربوبیت کا ظہور رہا اور وہ اپنے حدوثی اوصاف سے جو اسکے مخلوق و ممکن ہونے کے ساتھ متعلق تھے بالکل غائب ہو گیا حتی کہ اپنی خودی سے بھی غائب ہو گیا تو اسکے ذریعہ سے ہر چیز زندہ کی جاتی ہے پھر اس آیۂ کریمہ سے ہر ایسے شخص کے دعوے باطل کر دیے جو یہ کہتا ہے کہ بندۂ مقبول سے خود معجزے ظاہر ہوتے ہیں پروردگار سے نہیں ہوتے ہیں اور یہ باطل ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت میں معجزہ پیدا کرنے پر قادر ہے لیکن اسکی مشیت و مرضی ہے جس شخص پر چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے پس اعجاز تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے لیکن یہ لوگ ظاہر میں اس کرامت سے سرفراز ہوتے ہیں کہ بردۂ صورت و ہیأت میں ان لوگوں سے اسکا ظہور ہوتا ہے **مترجم** کہتا ہے کہ جسنے اس معنے کو بہت زیادہ توحید میں اولیاء اللہ سے نفع پاوے گا اور اسوقت میں بکثرت وہ لوگ ہیں جو ایمان و کفر کو خلط کرتے اور شیطان کے جنگل میں گرفتار ہو جاتے ہیں - پھر عیسیٰ علیہ السلام سے باقی ارشاد ہدایت اس طرح ہوا جیسے حق تعالیٰ نے فرمایا -

**وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ**

اور تصدیق بتاتا ہوں توریت کو جو مجھ سے پہلے کی ہے اور اسواسطے کہ حلال کر دوں تم کو بعضی چیز جو حرام تھی تم پر اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانی

**مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ**

لیکر تمہارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اسکو بندگی کرو یہ سیدھی راہ ہے -

**وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ** - یعنی اور میں تمہارے پاس (بنی اسرائیل) اس شان سے آیا ہوں (رسول ہو کر) کہ جو کچھ مجھ سے پہلے موجود ہے اسکی تصدیق کرنے والا ہوں **ف** پہلے موجود سے پہلے والی کتاب مراد ہے بقرینہ - قولہ **مِنَ التَّوْرَاةِ** - یعنے توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں **ف** کہ وہ پہلے سے موجود تھی اور اس وقت بھی اس پر عمل موجود تھا سوائے بعض احکام کے جو انجیل سے

منسوخ کردیے گئے چنانچہ فرمایا ۔ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ فیما فاحل لهم من السمك والطیر مالا صیصة له وقیل احل الجمیع
فبعض بمعنے کل اور تاکہ حلال کردون تمھارے لیے بعض وہ چیز کہ تمپر حرام کی گئی ف یعنے حرام کی گئی تمپر اس توریت مین پس عیسیٰ علیہ السلام
نے انکے لیے مچھلی اور پرند مین سے وہ بعض حلال کردین جنکے خار وچنگل شکار نہوا اور بعض علماء نے فرمایا کہ نہین بلکہ سب جو ان پر اس قسم سے
حرام کی گئی تھین حلال کردین پس بعض بھی کل ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ نہین بلکہ بعض بمعنے تھوڑا اس واسطے کہ زنا وغیرہ بدستور حرام رہا ۔ پھر یہ سب
نسخ کرکے حلال کرنا بطور نبوت ہے لہذا فرمایا ۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور مین لایا ہون تمھارے پاس معجزہ تمھارے رب کیطرف
سے ف پس مجھے رسول مانو ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۔ فیما امرتکم بہ من توحید اللہ وطاعتہ پس تم لوگ اللہ تعالیٰ سے تقوی کرو
میری فرمانبرداری کرو ف ہر ایسی چیز مین جسکا مین نے تمکو حکم کیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لاؤ اور اسی کی بندگی کرو ۔ اِنَّ اللّٰهَ
رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اللہ تعالیٰ میرا و تمھارا رب ہے سو اسکی بندگی کرو ۔ هٰذَا صِرَاطٌ ۔ طریق ۔ مُّسْتَقِيْمٌ ۔ یہ جس کا مین
تمکو حکم دیتا ہون صراط یعنے راہ مستقیم ہے ف پھر بنی اسرائیل نے عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اس پر ایمان نہ لائے ۔ جیسا کہ آگے کی آیت
اس پر دلالت کرتی ہے اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار نوسو پچتر برس کا فرق ہے ۔ قولہ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم
جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت مین بعض طعام بنی اسرائیل پر حرام فرمائے تھے چنانچہ قولہ وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر الآیۃ ۔ دلالت
کرتا ہے اور یہ تحریم بطور سزا کے ان کی سرکشی کا بدلا تھا چنانچہ قولہ فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم اس پر دلالت کرتا ہے ۔
پس شرع موسیٰ علیہ السلام کے موافق بنی اسرائیل پر کل جو چیزین حرام کی گئی تھین وہ دو طرح کی تھین ایک وہ کہ جو بطور ارشاد وہدایت کے ان کی اصلاح
حال ومآل کے طور پر حرام ہوئین جیسے زنا وچوری وسور کا گوشت وغیرہ ۔ اور دوم وہ کہ بطور سزائے ظلم کے ان پر حرام ہوئین جیسے چربی کا کھانا
اور اوجھ کی بتلی چربی ومچھلیان واونٹ کا گوشت وغیرہ پس عیسیٰ علیہ السلام نے کل محرمات مین سے بعض کو حلال کیا چنانچہ مچھلی و پرندمین سے
اسکو حلال کیا جسکے صیصہ نہو اور صیصہ سے مراد مخلب ہے یعنے وہ پرند جن کے مخلب نہو حلال کیے اور صیصۃ الدیک مرغ کا خار اور نیز انکے
جن کو حلال کیا تھا اونٹ کا گوشت بھی تھا اور اس مین اختلاف ہے کہ سنیچر کو کوئی کام نہ کرنا جو شرع موسیٰ علیہ السلام مین تھا آیا اس کو حلال
کیا یا نہین اس مین دو قول ہین بیضاوی نے کہا کہ اس مین صریح دلیل موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت نے شرع موسیٰ علیہ السلام
کو منسوخ کردیا ۔ اور قول ربیع بن انس رح بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ جو شرع حضرت عیسیٰ لائے تھے وہ اس شرع سے نرم تھی جو موسیٰ
لائے تھے کہ ان کی شرع مین بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت وچربی حرام تھی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل سے حلال کی گئی اور مچھلی
مین سے چند چیزین اور پرندون مین سے چند چیزین اور دیگر چیزین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین حلال ہوئین جو ان پر پہلے بحکم
توریت حرام تھین ۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس مین دلالت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بعض شریعت توریت کو منسوخ کیا اور کل کو
منسوخ نہین کیا اور صحیح قول یہی ہے ۔ اور سراج مین کہا کہ اگر اسپر یہ شک کیا جاوے کہ جب شرع عیسیٰ ناسخ شرع موسیٰ ہوئی تو مصدقا لما بین یدی
من التوراۃ کیونکر صادق ہو گا تو ۔ بیضاوی وغیرہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ توریت کی تصدیق کرنے مین اور بعض احکام توریت کے
نسخ مین کچھ منافات نہین ہے جیسے قرآن نے سب شرائع سابقہ کو منسوخ کیا حالانکہ سب کی تصدیق فرماتا ہے یعنے قرآن بتلاتا ہے کہ شریعت موسیٰ
اپنے وقت پر اور شریعت عیسیٰ اپنے وقت پر بلکہ حضرت آدم سے لیکر کل شرائع اپنے اپنے وقت پر سچ تھین اور سب انبیا برحق تھے ۔ بلکہ
قرآن کے ناسخ ومنسوخ دونون کی تصدیق باہم موجود ہے اگرچہ ایک دوسرے کا ناسخ ہے اور وجہ یہ ہے کہ نسخ تو در حقیقت یہ ہے کہ کسی حکم کی مدت

بیان کردی کہ یہ حکم اس مدت تک کے واسطے تھا پس توریت مین جو احکام مذکور ہین ان کی تصدیق کی اور اپنی شریعت مین بیان کیا کہ فلان وفلان حکم اس مدت تک کے واسطے تھا اب منسوخ ہوگیا۔ **شیخ ابن کثیر** نے فرمایا کہ وہب بن منبہ سے روایت کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام شرع موسیٰ علیہ السلام پر تھے اور روز سنیچر کی تعظیم پر قرار رکھتے اور بیت المقدس کا استقبال کرتے تھے اور انھون نے بنی اسرائیل سے کہا کہ مین نے تمکو توریت کے خلاف ایک حرف کی طرف بھی نہین بلایا الا یہی کہ بعض جو تمپر حرام کیا گیا ہو اس کو تم پر حلال کرون اور تمھارے ذمہ سے گناہ دور کرون **قال المترجم** اس روایت سے ظاہر ہوتا ہو کہ شریعت موسوی علیہ السلام جو بطریق ارشاد تھی سب بحالہ باقی رہی صرف وہ شبہات دور ہوے اور حلال ہوے جو بنی اسرائیل پر بوجہ ظلم کے حرام کیے گئے تھے اور یہ تحریم اللہ تعالے ہی کی طرف سے تھی اور بعض مفسرین نے اس تقدیر پر قولہ لاحل لکم بعض الذی حرم علیکم کے یہ معنے لیے ہین کہ حلال کردون بعض وہ چیز جو تمپر حرام کی گئی باین طور کہ تمھارے علما نے اسکو حرام کیا ہو چنانچہ کمالین مین کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہ باطل احکام جن کو احبار نے اختراع کر لیا تھا ان کو دور کر دیا۔ ولیکن پوشیدہ نہین کہ احبار کے اپنی طرف سے اختراعی احکام پر حرم علیکم کا اطلاق بعید ہو اس واسطے کہ حلال کرنا وحرام کرنا بحکم الٰہی ہو اس مین کسی کی تحریم وتحلیل نہین صحیح ہو ہان بعض وہ چیزین حلال کردین جس مین وہ جھگڑتے اور خطا کرتے تھے پس ان سے پردہ دور کر دیا اور صاف بیان کر دیا کہ یہ چیزین حلال ہین جیساکہ دوسری آیت مین فرمایا کہ۔ ولابین لکم بعض الذی تختلفون فیہ۔ یعنے تاکہ صاف ظاہر کردون حکم بعض اس چیز کا جس مین تم آپس مین اختلاف کرتے ہو۔ یہ تو بیان ہوا مگر محققین نے **تصریح** کردی ہو کہ صحیح یہی ہو کہ شرع عیسیٰ علیہ السلام ناسخ بعض شرع توریت تھی اور کمالین مین کہا کہ یہی صواب ہے۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ بعض ما حرم علیکم بمعنے کل ما حرم علیکم ہو یعنے کل جو ان پر حرام کیے گئے تھے سب منسوخ کیے۔ اور ابو عبیدہ سے بھی نقل کیا گیا کہ جائز ہو کہ بعض بمعنے کل ہو اور اس قول پر تین وجہ سے اعتراض ہو اول آنکہ **قرطبی** رح نے فرمایا کہ محققین اہل لغت کے نزدیک بعض بمعنے کل یا جزو بمعنے کل نہین ہوتا ہو اور حق یہ ہو کہ حقیقۃً نہین ہوتا مگر مجازاً قرینہ کے ساتھ شامل ہوتا ہو دوم آنکہ بعض کو بمعنے کل لینا بلا ضرورت خلاف ظاہر تاویل ہو سوم آنکہ توریت سے جو ان پر حرام ہوا تھا از انجملہ چوری وقتل ناحق وغیرہ بھی تھا وہ اس کل مین داخل نہین کیونکہ قطعاً عیسیٰ علیہ السلام نے اسکو حلال نہین فرمایا اور اگر کل سے وہ کل مراد ہین جو بنی اسرائیل پر بوجہ سرکشی وظلم کے حرام ہوے تھے تو یہ تکلف بیفائدہ ہو اسلیے کہ یہ کل جو ان پر ظلم سے حرام ہوے تھے مطلق محرمات سے بعض ہین پس صادق ہو کہ بعض ما حرم علیہم کو حلال کیا کما فہم سو جئتکم بآیۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ہذا صراط مستقیم۔ **بیضاوی** مین ہو کہ جئتکم بآیۃ سے دوسری آیۃ مراد ہو اور وہ قولہ ان اللہ ربی وربکم ہو یعنے مین ایک اور بڑی آیت لایا ہون جو اللہ تعالے نے مجھے الہام فرمائی اور وہ قولہ ان اللہ ربی وربکم ہو کیونکہ یہ آیت دعوت حق مجمع علیہا سب رسولون کی ہو اور اسی سے نبی اور ساحر مین فرق ہوتا ہو اور درصورتیکہ ان اللہ بفتح ان پڑھا جاوے جیساکہ ایک قراءۃ ہے تو یہ معنے ہونگے کہ جئتکم بآیۃ علی ان اللہ ربی وربکم اور ما ان دونون تقدیرون پر قولہ فاتقوا اللہ واطیعون۔ جملہ معترضہ ہو اس وجہ سے بیچ مین آیا کہ یہی مقصود تمام ہو پھر **بیضاوی** نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول پہلے قد جئتکم بآیۃ من ربکم کی تکرار ہو اور یعنے مین تمھارے پاس آیت ایک بعد دوسری کے لایا جیساکہ مذکور ہوئین پس اول یعنے قد جئتکم بآیۃ من ربکم۔ تو تمہید حجت کے واسطے ہو اور یہ پیچھے وجئتکم بآیۃ من ربکم اس حجت کو حکم سے ملانے کے لیے ہو اسی واسطے اس پر مرتب کرنے کو فا کے ساتھ قولہ فاتقوا اللہ واطیعون۔ فرمایا اے ہرگاہ کہ مین تمھارے پاس آیات ظاہرہ ومعجزات باہرہ لایا تو تم اللہ تعالے کے حکم سے خلاف کرنے مین ڈرو اور مین تم کو جدھر بلاتا ہون میری اطاعت کرو۔ اگر کہا جاوے

کہ اس تقریر پر آیات و معجزات متعدد ہین مایہ من ربکم یعنے واحد آیۃ کیون فرمایا تو جواب یہ ہے کہ یہ آیات اگرچہ افراد متعدد ہین لیکن حضرت عیسیٰؑ کے صدق رسالت پر دلیل ہونے کے حق مین ایک ہی جنس ہین۔ لہذا بوحدت جنسی ذکر فرمایا۔ پھر **بیضاوی** رح نے کہا کہ اسکو فرما کر دعوت شرع کی اور قول مجمل سے اسکی طرف یون اشارہ کیا کہ ان اللہ ربی وربکم۔ یہ اعتقاد حق کے ساتھ قوت نظری کو کامل کرنے کا اشارہ ہے اور توحید اس مین انتہا مرتبہ ہے اور یہی مراد و مقصود ہے پھر قولہ فاعبدوہ سے قوت عملی کو کامل کرنے کا اشارہ کیا کیونکہ یہ قوت اسی طرح کامل ہوتی ہے کہ اللہ تعالے کے حکمون کو بجا لا کر اور منہیات سے بازرہ کر اس کی طاعت و عبادت پوری کرے۔ پھر بیان فرمایا کہ راہ راست جس کی خوبی و بھلائی پر شہادت پائی گئی ہے وہ یہی ان دونون امر کا جمع کرنا ہے یعنے اعتقاد حق توحید حاصل کرے اور اللہ تعالے کے اوامر و نواہی کا پابند ہو۔ اور نظیر اسکی قولہ علیہ السلام قل آمنت باللہ ثم استقم۔ ہے یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھکو اسلام مین ایسا حکم فرماوین کہ آپ کے بعد کسی سے مین نہ پوچھون تو فرمایا کہ قل آمنت باللہ ثم استقم۔ یعنے کہہ ایمان لایا مین اللہ تعالے پر جیسے محمد رسول اللہ صلعم نے بتلایا ان کو سچا جان کر پھر تو اسپر مستقیم رہ یعنے راستی سے ثابت رہ باین طور کہ اوامر و نواہی کی پابندی کو پورا کر اس حدیث کو امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

پھر جب معلوم کیا عیسی نے بنی اسرائیل سے کفر بولا کون ہو کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ مین کہا حواریون نے ہم ہین مدد کرنے والے اللہ کے

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا نصف

ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا اے رب ہمنے یقین کیا جو تو نے اتارا اور ہم تابع ہوے رسول کے سو لکھ لے ہمکو

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

ماننے والون مین

فلما احس عیسی۔ علم پھر جب عیسی نے احساس کیا ف یعنے جانا منھم الکفر۔ بنی اسرائیل کی طرف سے کفر یعنے بنی اسرائیل نے اس طرح کھلم کھلا کفر کیا کہ عیسی علیہ السلام نے کفر محسوس کیا حتی کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسی علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا۔ قال من انصاری اعوانی ذاہبا الی اللہ۔ لانصر دینہ۔ تو عیسی نے کہا کہ کون میرا انصار ہے درحالیکہ اللہ تعالے کی طرف جانے والا ہون تاکہ اسکے دین کی مدد کرون ف یعنے مین جانے والا ہون طرف اللہ تعالے کے تاکہ اسکے دین کی نصرت و مدد کرون پس کون میرا شریک و مددگار ہے قال الحواریون نحن انصار اللہ اعوان دینہ وہم اصفیاء عیسی اول من آمن بہ وکانوا اثنی عشر من الحور وہو البیاض الخالص وقیل کانوا قصارین یحورون الثیاب ای یبیضونہا حواریون نے جواب دیا کہ ہم ہین انصار الٰہی ف یعنے ہم اللہ کے دین کے مددگار ہین اور یہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے برگزیدہ لوگ وہ تھے جو پہلے پہل حضرت عیسی پر ایمان لائے تھے اور یہ بارہ شخص تھے اور یہ لفظ ماخوذ از حور ہے جسکے معنے خالص سپیدی کے ہین اور بعض نے کہا کہ یہ لوگ دھوبی تھے کہ کپڑون کی تحویر کیا کرتے یعنے تبییض یعنے سپید کیا کرتے تھے اور حواریون نے یہ بھی کہا کہ۔ آمنا باللہ صدقنا ہم نے تصدیق کی اللہ تعالے کی۔ واشہد۔ یا عیسی۔ بانا مسلمون اور حضرت عیسی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ گواہ رہین کہ ہم مسلمان ہین ف یعنے دلی یقین کا اور مومن ہونے کو اللہ تعالے جانتا ہے اور آپ گواہ رہین کہ ہم فرمانبردار ہین۔ ربنا آمنا بما انزلت۔ من الانجیل اے رب ہم ایمان لائے جو تو نے اتاری یعنے ہم انجیل پر ایمان

لائے جو تونے نازل فرمائی ہے۔ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ عیسیٰ۔ اور ہم رسول کے تبع ہوئے ف عیسیٰ علیہ السلام کے۔ فَاكْتُبْنَا
مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ لک بالوحدانیۃ ولرسولک بالصدق۔ پس ہمکو گواہوں میں لکھدے ف یعنے ان گواہی دینے والون کے ساتھ
مین جو تیرے واسطے وحدانیت کی اور تیرے رسول کے لیے سچائی کی گواہی دیتے ہین ــ قولہ فلما احس عیسیٰ منہم الکفر احساس اصل مین کوئی چیز حواس
سے پاجانے کو کہتے ہین یعنے حاسہ اسکو دریافت کرے اور مراد یہان ایسا علم یقینی ہے جس مین کوئی شبہہ نہین جیسے اسکو حواس سے ادراک کیا
اسی واسطے مفسرین نے علم سے تفسیر کی اور ابو عبیدہ نے کہا کہ احس بمعنے عرف ہے یعنے ایسا ظاہر معلوم کیا جیسے حواس سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر کہا جاوے
کہ بنی اسرائیل تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان ہی نہین لائے تھے انکا کفر تو معلوم ہی تھا تو جواب یہ ہے کہ معنے یہ ہین کہ جب عیسیٰ علیہ السلام
نے خوب معلوم کر لیا کہ یہ کفر پر اصرار کر کے مستمر رہین گے یعنے برابر کفر پر ہٹ کیے رہین گے۔ اور بعض نے کہا کہ احساس کفر کے یہ معنے ہین کہ
اُنھون نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا اور یہ کفر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اُن سے کلمہ کفر سنکر کانون سے احساس کر کے جان لیا پس اس علم کو
احساس کہنے کی یہ وجہ ہے کہ بذریعہ حس سمع کے حاصل ہوا۔ قولہ من انصاری الی اللہ بعض نے کہا کہ ملتجیا الی اللہ بقرینہ مابعد کہ حواریون نے اللہ تم
کی طرف التجا کی ہے یا ذاہبا الی اللہ جیسا کہ مفسر نے کہا۔ اور بعض کے نزدیک الی یہان بمعنے مع ہے یا بمعنے فی یا لام ہے ذکرہ البیضاوی وغیرہ قولہ
قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ یہ جواب دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے من انصاری الی اللہ سے مددگاران دین الٰہی دریافت کیے
تھے تاکہ جواب مطابق سوال ہو جیسا کہ اصل ہے اسی واسطے مفسر رحمہ اللہ نے من انصاری ذاہبا الی اللہ لانصر دینہ۔ کو مخارج قرار دیا اور حوارین کے
معنے مین اختلاف کیا گیا۔ شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ بعضے کہتے ہین کہ وہ صیاد تھے یعنے مچھلی کا شکار کھیلتے تھے اور معالم وغیرہ مین یہ قصہ
اس طرح مذکور ہے کہ سدی رحمہ اللہ نے کہا جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پاس رسول کر کے بھیجا اور انھون نے نہ مانا اور نکالا تو
عیسیٰ مع اپنی والدہ کے نکلکر زمین کے ملکون مین پھرنے لگے اتفاق سے ایک شہر مین ایک مرد نیکبخت کے یہان اُترے جس نے ان کی مہمانداری اور
خدمتگاری مین دریغ نہین کیا اور اس شہر کا حاکم ایک مرد ظالم جابر تھا۔ ایک روز وہ شخص جس کے مہمان تھے مغموم اپنے گھر آیا اور حضرت مریم اسکی
جورو کے پاس بیٹھی تھین آپ نے اس سے فرمایا کہ آج تیرا خاوند غمگین کیون ہے وہ بولی کہ یہ نہ پوچھیے آپ نے فرمایا تو بیان کر شاید اللہ تعالیٰ تیری
مصیبت دور کردے سامنے عرض کیا کہ ہمارا حاکم ایسا ظالم ہے کہ ہم مین ہر شخص پر دورہ مین ایک روز مقرر کرتا ہے کہ اسکو اور اس کے لشکر کو کھانا
کھلاوین اور شراب پلاوین اگر کوئی نہین کرتا ہے تو اسکو سزا دیتا ہے اور ہمارے پاس اتنی گنجائش نہین ہے۔ حضرت مریم نے فرمایا کہ اپنے شوہر سے
کہہ تو غم مت کر اب مین اپنے بیٹے سے کہتی ہون وہ دعا کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو آسان فرماوے گا پھر مریم نے حضرت عیسیٰ سے یہ
معاملہ بیان کیا حضرت عیسیٰ نے فرمایا اماں جان اگر مین ایسا کرونگا تو اس مین شر ہوگا۔ فرمایا کہ جو کچھ ہو تو اسکی پروا مت کر پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا
کی اسکے گھر مین گھڑون کا پانی نفیس شوربا ہوگیا اور مشکون کا پانی عمدہ شراب ہوگئی یعنے سب سامان مہیا ہوگیا اور بادشاہ کو اسنے دعوت کھلا دی جب
بادشاہ نے شراب پی تو بولا کہ یہ شراب کہان سے آئی بولا کہ فلان مقام کی ہے بادشاہ نے کہا کہ مین بھی وہین سے منگواتا ہون وہ ایسی نہین ہوتی ہے
بولا کہ ہان زمینون مین کچھ فرق ہوگا لیکن بادشاہ کو اس اختلاط سے شبہہ ہوا اور اس نے تشدد کیا تب ناچار اس نے کہا کہ قصہ یہ ہے اور یہ اس مہمان
لڑکے کی دعا کا اثر ہے بادشاہ نے بلوایا اور اس بادشاہ کا بہت پیارا ولیعہد لڑکا کچھ دن پہلے مرچکا تھا اسکے بارہ مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا کہ مین دعا نہین کرونگا کیونکہ اسکے زندہ ہونے مین شر و فساد برپا ہوگا اور خیر نہین ہے بادشاہ بولا کہ آپ پر کچھ الزام نہین
آپ نے فرمایا کہ اچھا تو مجھے اور میری مان کو چھوڑ دینا جہان چاہین چلے جاوین بولا کہ اچھا پس آپ نے دعا کی اور وہ لڑکا زندہ ہوگیا

جب اسکے سلطنت والون نے دیکھا کہ یہ خبیث زندہ ہوا تو سخت غمناک ہوے کہ اس بادشاہ نے اپنی زندگی مین ہمکو ایسا کچھ تباہ کیا اب اسکا بیٹا ولیعہد ہوکر ہمکو تباہ کرتا رہے گا آخر اُنھون نے ہتھیار اُٹھائے اور لڑنے لگے - وہان تو یہ قتال پھیلا ادر ادھر حضرت عیسیٰ مع اپنی والدہ کے چلدیے راہ مین حواریون پر گذرے یہ لوگ مچھلی کا شکار کرتے تھے فرمایا کہ تم لوگ کیا کرتے ہو بولے کہ مچھلیان پکڑتے ہین فرمایا کہ میرے ساتھ کیون نہین چلتے کہ لوگون کو شکار کرو یعنے بنی اسرائیل کو بولے کہ تم کون ہو آپ نے فرمایا کہ مین اللہ عزوجل کا بندہ واسکا رسول برحق عیسیٰ ابن مریم ہون اور کون اللہ کی راہ کی طرف جانے مین میرا مددگار ہوتا ہی پس یہ لوگ ساتھ ہوے اور بولے کہ آمنا باللہ واشہد بانا مسلمون - یعنی جب قیامت مین پیغمبر اپنی اُمت کے حق مین گواہی دینگے کہ یہ ایمان لائے اور وہ نہین لائے تب آپ ہمارے حق مین ایمان لانے کی گواہی دیجیے پھر اس پر ہی اکتفا نہین کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی گر گرائے کہ ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول - اے پروردگار ہمنے تیری اُتاری اس کتاب انجیل کی تصدیق کی اور تیرے اس رسول عیسیٰ ابن مریم کی تابعداری کی فاکتبنا مع الشاہدین - پس تو ہمکو بھی شاہدین مین لکھ لے یعنے انبیا علیہم السلام کے ساتھ مین اس معنے کرکے لکھ لے کہ ہم بھی ان کی طرح ان کی پیروی سے یہ گواہی دیتے ہین کہ لا الٰہ الا اللہ - اور عیسیٰ بندۂ خدا و اس کا رسول برحق ہی اور بعض مفسرین نے کہا کہ شاہدین سے مراد اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے شہداء علی الناس فرمایا ہی - جیسا کہ شروع پارۂ سیقول مین گذرا - اگر کہا جاوے کہ یہ تو تفسیر بالرائے معلوم ہوتی ہی تو جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ منقول روایت موجود ہی قال ابن ابی حاتم حدثنا ابوسعید الاشج حدثنا وکیع حدثنا اسرائیل عن سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ فاکتبنا مع الشاہدین قال مع امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنے ابن عباس رضؓ نے شاہدین کے معنے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیے اور **شیخ ابن کثیر** رحؒ نے اس روایت کی بابت کہا کہ یہ اسناد جید ہی یعنے اسناد صحیح ہی یہ قصہ تو حواریین کا سدیؒ کی روایت سے معالم وغیرہ مین مذکور ہی اگر کہا جاوے کہ یہ لوگ مچھلی کا شکار کرتے تھے ان کو حواریین کیون کہا تو جواب یہ ہی کہ یہ لوگ بہت سپید پوش تھے ان کے لباس کی سپیدی سے حواریین کہا گیا ہے اور یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نور نبوت و رسالت کے فیض سے وہ قوم خاص جس کی طرف بھیجے گئے تھے اپنی حرکتون سے محروم رہی یعنے بنی اسرائیل کمبخت ایمان نہ لائے اور یہ غیر لوگ حواریین مچھلی کا شکار کھیلنے والے اس نعمت سے سرفراز ہوے اور اس مین عنقریب گفتگو آتی ہی **ابن کثیر** رحؒ نے فرمایا کہ بعض نے کہا وہ لوگ قصار تھے یعنے دھوبی تھے جیسا کہ مظہر رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا - اب اس مین گفتگو ہی کہ وہ لوگ در اصل دھوبی تھے یا پیشہ کرنے لگے سو **شیخ دہلوی** - رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دھوبیون سے کہا کہ تم کپڑے دھویا کرتے ہو مین تمکو دل دھونا سکھلادون ان مین سے دو شخص ہدایت پاکر ان کے ساتھ ہوے پھر باقی جو لوگ تابع ہوتے گئے وہ بھی اسی خطاب سے حواری کہلائے - لیکن یہ نام گویا تبرکا ہی **بیضاوی** نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص ساتھیون و یارون کا نام حواری اس وجہ سے ہوا کہ ان کی نیتین خالص اور عقیدت شستہ تھی یعنے کسی طرح کا میل نہ تھا جیسے خالص سپید دھویا کپڑا ہوتا ہی اور مانند اس کے ضحاک سے معالم مین مذکور ہی اور کمالین مین مذکور ہی کہ ان کے یار بھوکے پیاسے ہوتے تو عرض کرتے کہ یا روح اللہ ہم بھوکے ہین پس آپ زمین پر ہاتھ مارتے اور وہان سے پانی نکلتا اسکو یہ لوگ پیتے پھر بولے کہ ہم سے افضل کون ہی آپ نے فرمایا کہ جو آپ ہاتھ پاؤن کی محنت سے کماکر کھاوے پس ان لوگون نے اُجرت پر دھونا شروع کیا رفتہ رفتہ دھوبی و حواری کہلانے لگے - ان دونون روایتون مین توفیق ممکن ہی کہ شاید پہلے دولون دھوبیون کی وجہ سے سب نے یہی پیشہ اختیار کرلیا ہو - اور شاید کہ باقی دس آدمی حمائد و ملوک ہون جن سے عیسیٰ علیہ السلام نے ستر پوشی ہونے کے لیے مدد چاہی جیسا کہ **بیضاوی** مین بعض کا قول مذکور ہی اور معالم مین مذکور ہی کہ **حسن** رحمہ اللہ نے فرمایا یہ لوگ

دھوبی تھے انکا نام حواری اس وجہ سے پڑا کہ یحورون الثیاب یعنی سپید کرتے تھے یعنی کپڑے سپید کیا کرتے تھے اور یہی روایت مفسرؒ نے ذکر کی ہے اور معالم میں
کہا کہ **عطا**ؒ نے فرمایا کہ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کو متفرق پیشہ والون کے سپرد کیا آخر مین حواریون کے سپرد کیا یہ لوگ کپڑون کا میل چھانٹتے
اور رنگتے تھے پس جو شخص ان مین سے سردار تھا اسکو سپرد کیا تاکہ یہ کام سیکھین پھر اس شخص کے پاس بہت سے کپڑے جمع ہو گئے اور اسکو سفر
کی ضرورت پیش آئی اسنے کہا کہ اے عیسیٰ تم اس حرفت کو سیکھ چکے ہو مجھے سفر کو جانا ضرور ہے دس روز تک نہین آسکتا ہون اور یہ کپڑے مختلف
رنگ سے رنگے جاوینگے مین نے ہر کپڑے پر اسی رنگ کا ڈورا جس رنگ کا رنگا جائے گا باندھ دیا ہے تم میرے آنے تک اسکو رنگ کر تیار
رکھنا پھر وہ چلا گیا اور حضرت عیسیٰؑ نے ناند مین ایک ہی رنگ بنایا اور سب کپڑے اس مین ڈال دیے اور کہا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے جیسا مین
چاہتا ہون ویسے ہی ہوجاؤ پھر وہ حواری آیا اور ہنوز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ناند سے کپڑے نہین نکالے تھے اسنے پوچھا کہ کپڑے تیار ہوگئے فرمایا کہ
مین فارغ ہوگیا بولا کہ کہان ہین فرمایا کہ اس ناند مین ہین بولا کہ سب فرمایا کہ ہان وہ بولا کہ تم نے سب کپڑے خراب کیے وہ تو مختلف رنگ کے
چاہیئے تھے پھر اٹھکر وہان کھڑے ہوے اسنے دیکھا تو افسوس کیا پھر حضرت عیسیٰؑ نے اسی مین سے ایک زرد ایک سرخ ایک سبز غرضکہ انھین سب
رنگون کے نکالنا شروع کیے جیسے وہ چاہتا تھا پس وہ حواری سخت متعجب ہوا اور سمجھا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اس نے لوگون کو
جو اسکے ساتھی تھے بلایا اور دکھلایا پھر وہ اور اسکے ساتھی سب ایمان لائے اور وہی حواری ہین اور **کلبی و عکرمہ** نے فرمایا کہ حوارین
برگزیدہ لوگ ہوتے ہین اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصفیا تھے اور بارہ آدمی تھے اور **روح ابن ابی القاسم** نے کہا کہ مین نے
قتادہؒ سے پوچھا کہ حوارین کون ہین فرمایا کہ وہ لوگ جو خلیفہ ہونے کی لیاقت رکھتے ہون اور نیز قتادہ سے روایت ہے کہ حوارین وزیر ہین
اور **حسن**ؒ نے کہا کہ حواریون بمعنے انصار ہین یعنے مددگار - اور **شیخ ابن کثیر**ؒ نے بعد ذکر اختلاف کے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ حواری
مددگار کو کہتے ہین جیساکہ صحیحین مین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بروز احزاب لوگون کو آواز دی یعنے بدین غرض کہ یہ کام کون قبول کرے گا پس زبیر
بن العوامؓ نے آپ کی آواز پر قبول و فرمانبرداری کا جواب دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے آواز دی پھر زبیرؓ نے جواب دیا تب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے واسطے حواری ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے اور معالم مین ہے کہ سفیان نے کہا کہ حواری مددگار ہے اور معمر نے قتادہ سے
روایت کی کہ حوارین سب قریش مین سے ہین وہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حمزہ و جعفر و ابو عبیدہ بن الجراح و عثمان بن مظعون و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد
بن ابی وقاص و طلحہ بن عبیداللہ و زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم اجمعین ہین - بعد اس مین اختلاف ہے کہ یہ حوارین عیسیٰ علیہ السلام آیا بنی اسرائیل
مین سے تھے یا غیر قوم تھے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ غیر قوم سے تھے اور بنی اسرائیل مین بجمعیت کم انہون نے ایمان لائے چنانچہ اب تک یہی حال ہے فافہم اور شیخؒ نے عرائس البیان
مین کہا کہ قول تعالےٰ - ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاہدین - ان حواریون نے اپنے قلب کی آنکھون سے غیب کے حقائق معائنہ
کیے پس کہا ربنا آمنا - اور **ابن عطا**ؒ نے فرمایا اے ہم ایمان لائے ان علوم غیب پر جن سے تو نے اپنے برگزیدہ بندون کے دل منور کیے ہین اور
یعنے تیرے رسول کی ان چیزون مین جو اسنے تیرے اوامر و نواہی ظاہر فرمائے ہین اتباع کی اس امید پر کہ اسکی فرمانبرداری ہمکو تیری محبت تک
پہونچاوے پس تو ہمکو شاہدین کے ساتھ لکھ لے یعنے ایسے شخصون کے ساتھ جو تیری حضوری رکھتے ہین اور تیرے ساتھ تیرے سوا کسی کی حضوری نہین رکھتے ہین

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ○

۵ ع ۱۳
۱۳

اور فریب کیا ان کافرون نے اور داؤ کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے

**ومکروا** - اے کفار بنی اسرائیل - اذ وکلوا بہ من یقتلہ غیلۃ - یعنے کفار بنی اسرائیل نے فریب کیا کیونکہ حضرت عیسیٰ کے واسطے ایک ایسے

شخص کو مقرر کیا جو ان کو فریب مین دھوکے سے قتل کرڈالے۔ وَمَكَرَ اللّٰهُ بهم بان القى شبه عيسى على من قصد قتله فقتلوه ورفع عيسىٰ۔ اور مکر کیا اللہ تعالے نے ان کے ساتھ اس طور کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس شخص پر ڈال دی جسنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا قصد کیا تھا پس کافرون نے اسی کو قتل کرڈالا اور حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالے نے آسمان پر اٹھالیا۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ اعلمهم به یعنے اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ مکر کا دانا ہے۔ واضح ہو کہ مکر در اصل اس حیلہ کو کہتے ہین جس سے دوسرے کو بہکا کر ایسی جگہ لیجاوے جہان اسکو مضرت پہونچے یا ایسی حالت مین ڈالے جو اسکو ضرر پہونچاوے اور یہ معنے کفار بنی اسرائیل کی طرف نسبت کیے گئے کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع حواریون کے بنی اسرائیل مین واپس آئے اور کھلے کھلے ان کو دین الٰہی کی طرف بلانا شروع کیا تو ان لوگون نے ایک شخص کو مقرر کیا کہ وہ فریب سے مگر جب موقع پاوے تو حضرت عیسیٰ کو قتل کرڈالے اور معالم مین بروایت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس نقل کیا کہ حضرت عیسیٰ کو دیکھکر ایک گروہ یہود نے ساحر و زنا کار اور ان کی والدہ کو بھی اسی تہمت سے گالیان دینی شروع کین جب حضرت عیسیٰ نے اسکو سنا تو بد دعا کی کہ اللہ تعالے نے ان کو مسخ کر کے سور کردیا یہ دیکھکر یہود ڈرے اور انھون نے خفیہ ایک شخص کو مقرر کیا کہ ظاہر مین مل جاوے اور موقع پاکر قتل کرے پس یہ انکا مکر تھا اور رہا قولہ مکر اللہ تو اللہ تعالے کی طرف مکر کی نسبت اس معنے کر کے جو مذکور ہوئے ہین نہین ہوسکتی ہے کیونکہ وہ عیب ہے اور اللہ تعالے قطعًا جو چاہے وہ کرے اسی واسطے زجاج نے کہا کہ مکر اللہ کے معنے یہ ہین کہ جازاهم على مكرهم یعنے مکر کرنے والون کو ان کے مکر پر سزا و بدلا دیا پس جزا کو بنام ابتدا بیان کیا گیا یعنے چونکہ بدلا مساوی مقرر ہے لہذا جزا و فعل دونون گویا برابر ہین اور فعل مکر تھا پس جزا کو بھی اسی نام سے بیان کیا گیا اور فراءؒ وغیرہ نے کہا کہ مکر اللہ تعالے استدراج ہے یعنے بندے کو جو کفر و سرکشی کرتا ہے ڈھیل دینا اور ایسی راہ جانے دینا کہ وہ اپنے گمان کے برخلاف ہلاکت مین پڑجاوے چنانچہ فرمایا۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ یعنے استدراج دینگے ہم ان کو ایسی راہ سے کہ وہ جانتے نہین اور ڈھیل دینگے اون کو البتہ ہمارا کید باریک مضبوط ہے۔ ح۔ اور اسی معنے کر کے اللہ يستهزئ بهم ويمدهم فى طغيانهم يعمهون ہے پس اللہ تعالے کی طرف اسکی نسبت بطریق مشاکلت و مقابلہ ہے اور اس مین صنعت ازدواج ہے اور مفسر جلالؒ نے یہان مکر اللہ تعالے کی یہ صورت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی شباہت اسی شخص پر ڈال دی جو فریب سے ان کے قتل کا بیڑا اٹھا کر آیا تھا پس وہ خود قتل کیا گیا اور حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا اور ابن جریرؒ نے سدی سے روایت کی کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ کو اور انکے ساتھ انیس آدمیون کو ایک مکان مین محصور کیا پھر حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تم مین سے کون شخص میری صورت لیتا ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور اسکو جنت ملے گی پھر ان مین سے ایک شخص اسکو قبول کیا اور عیسیٰ آسمان کو اٹھائے گئے یہی فرمایا۔ ومکروا ومکر اللہ۔ اور کمالین مین مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ بارہ آدمی ایک گھر مین مجتمع تھے ان مین سے ایک شخص منافق ہو گیا اور اس نے یہود کو خبر پہونچائی پھر یہود کی دوڑ آگئی پھر اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰ کو اٹھالیا اور انکی شباہت اسی شخص پر ڈالدی جو منافق ہوا تھا پس وہ پکڑا گیا اور قتل و سولی دیا گیا اس گمان پر کہ وہی عیسیٰ ہے اور نسائیؒ و ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰ کو اٹھا لینا چاہا تو وہ اپنے ساتھیون کے پاس آئے اور مکان مین بارہ آدمی تھے پس فرمایا کہ تم مین ایک شخص ایسا بھی ہے جو مجھسے منکر ہو جائے گا بعد اسکے کہ وہ مسلمان ہوا ہے پھر فرمایا کہ تم مین کون ایسا ہے کہ اسپر میری شباہت ڈالی جاوے اور وہ مقتول ہو اور اسکے لیے جنت ہو گی پس ایک نوجوان جو سب سے کم سن تھا اٹھ کھڑا ہوا کہ مین ہون آپنے اس سے فرمایا کہ تو بیٹھ پھر وہی کلام اعادہ کیا پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا آپ نے فرمایا کہ تو بیٹھ پھر تیسری بار اعادہ کیا اور وہی نوجوان کھڑا ہوا تب کہا ابن عباس نے کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد وہ مقتول ہوا اور یہودیون کی دوڑ آگئی اور وہ جوان گرفتار ہو گیا لیکن

مفسر رحمہ اللہ نے جو روایت اختیار کی براہ معنے پسندیدہ ہو کہ حضرت عیسیٰ کے قتل کرنے والے پر ہی آپ کی شباہت ڈالدی کہ وہی مقتول ہو گیا جو قاتل
ہونا چاہتا تھا اور وہی مکر کے ضرر میں مبتلا جو مکر سے ضرر پہونچانا چاہتا تھا اور قولہ واللہ خیر الماکرین ۔ مفسر رحمہ اللہ نے کہا ۔ اعلم ہے ۔ ای ماکرون سے
زیادہ دانا بحال مکر ہو اور **بیضاوی** نے کہا یعنے سب مکر کرنے والون سے اپنی قدرت میں زیادہ قوی ہو کر کرنے مین اور سب سے زیادہ
قادر ہو ضرر پہونچانے مین اس راہ سے کہ ان کو گمان بھی نہو ۔ اور پوشیدہ نہین کہ اس تفسیر سے وہم ہوتا ہو کہ مخلوق کو بھی قدرت مکر ہو اگرچہ اللہ تعالے
اقدر ہو حالانکہ مخلوق کی طرف نسبت فعل مکر کی ازراہ کسب ہو اور خالق اسکا اللہ عزوجل ہو جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہو پس اولیٰ تفسیر
**شیخ جلال** رحمہ ہو فافہم اور **شیخ الحافظ عماد بن کثیر** نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ بنی اسرائیل نے اس زمانہ کے بادشاہ کے یہان لگائی
بجھائی کی اور وہ کافر تھا کہ یہان ایک مرد پیدا ہوا ہو وہ لوگون کو گمراہ کرتا ہو اور بادشاہ کی فرمانبرداری سے بہکاتا ہو اور رعایا کو فساد پر آمادہ کرتا ہو اور
باپ بیٹے کے درمیان نفاق ڈالتا ہو اور وہ زنا سے پیدا ہوا ہو اور ایسی ہی جھوٹی تہمتین و بہتان ان خبیثون نے باندھے یہان تک کہ وہ بادشاہ
برافروختہ ہوا اور آدمی بھیجا کہ اسکو پکڑ کر توہین و عذاب کے ساتھ سولی دیدے پھر جب ان لوگون نے گھر گھیرا اور اپنے گمان مین کچھ چکے کہ ہم نے پکڑ لیا تو
اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس گھر کے موکھلے سے آسمان کو اٹھا لیا اور اسکی شباہت ایک شخص پر ڈالدی جو عیسیٰ علیہ السلام کے
ساتھ اس مکان مین تھا پھر جب یہ لوگ داخل ہوے تو انھون نے اندھیری رات مین اسکو عیسیٰ تصور کیا اور پکڑ کر اہانت کے ساتھ سولی دیدی اور
یہی انکے ساتھ اللہ تعالے کا مکر تھا کہ اپنے نبی کو نجات دیدی اور ان کافرون کو انکی گمراہی مین بھٹکتا چھوڑ دیا اور حق کے عناد و دشمنی مین ان کے
دلون کو تسکین دیدی اور ہمیشہ یہ عناد انکے ساتھ کر دیا اور اسکا نتیجہ انکو یہ ملا کہ ایسی ذلت و خواری انکے سر پر داغ دی کہ قیامت تک نہ چھوٹین گے

**ف ۲** فی العرائس قولہ تعالے ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین ۔ یعنے اللہ عزوجل کے سابق مکر سے جو ازل مین انکی قسمت مین لکھ گیا تھا حق کے مشاہدہ سے
گر گئے اور انھون نے اللہ تعالے کے نبی و اولیا کے ساتھ اپنے نفس کی تدبیر سے حیلہ انگیزی شروع کی پس ان کا مکر کچھ اور نہ تھا وہی مکر تھا جو حق عزوجل
نے انہی ازل سے جاری کر دیا تھا حالانکہ وہ خود نہین جانتے تھے کہ ہم فریب کھائے ہوئے اور مکر مین گرفتار ہین **قال المترجم** یہ قول پسندیدہ ہو اور
اللہ تعالے نے فرمایا ۔ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون ۔ نڈر نہین ہوتے اللہ تعالے کے مکر سے مگر وہی قوم جو ٹوٹے مین پڑے ہین فافہم
**محمد بن علی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انھون نے اپنی جانون کو ایسے حال مین ڈالا کہ وہ مکر ہو پس اللہ تعالے نے انکا مکر انکو اچھا دکھلایا حالانکہ درحقیقت
یہ اللہ تعالے کا مکر ان کے ساتھ تھا کیونکہ اللہ تعالے نے انکی آنکھون مین اسکو زینت دیدی کیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالے فرماتا ہو ۔ افمن زین لہ سوء
عملہ فرآہ حسنا ۔ کیا وہ شخص جسکی آنکھ مین زینت دیا گیا اسکا برا کام پس اسنے اسکو اچھا سمجھا ،، یعنے وہ بدتر ہو بعض اہل حقیقت سے دریافت
کیا گیا کہ اللہ تعالے کی طرف مکر کی نسبت کیونکر ہو سکتی پس انھون نے بلند آواز سے اسکو ڈانٹا اور فرمایا کہ حضرت باری عزوجل کی صنعت مین کوئی
علت نہین پھر لون پڑھنا شروع کیا ؎ ویقبح من سواک الفعل عندی + وتفعلہ فیحسن منک ذاکا + یعنے ایک ہی فعل ہو کر
جب اسکو دوسرا کرتا ہو تو میرے نزدیک قبیح ہوتا ہو مثلاً قتل ۔ اور تو جب اس کو کرتا ہو تو وہی تیری طرف سے بھلا معلوم ہوتا ہے ؎
فدیتک قد جبلت علی سواکا + فنفسی لا تنازعنی سواکا + یعنی تجھپر قربان ہون مین تو تیری محبت ہی پر پیدا ہوا ہون + پس میری
جان تو تیرے سوائے دوسرے کے لیے مجھسے نہین جھگڑتی ہو ؎ احبک لا ببعضی بل بکلی + وان لم یبق حبک لی حراکا + مین تجھی کو
چاہتا ہون اپنے تھوڑے ٹکڑے سے نہین بلکہ اپنی کل جان و مال سے + اگرچہ باقی نہین رکھی تیری محبت نے مجھمین کچھ جنبش ۔ یعنے مین جو کل سے تیری محبت کا
دعوی کرتا ہون تو کیونکر دعوی کرتا ہون ہان یہ سچ ٹھیرو ہو اگرچہ تیری محبت مین اپنی خودی سے مین بالکل خارج ہون تو بھی ہو مین کچھ نہین ہوان ۔

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ

جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ مین تجھکو بھرلون گا اور اٹھالون گا اپنی طرف اور پاک کردون گا کافرون سے اور رکھون گا تیرے

اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا

تابعون کو اونچا منکرون سے قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہو تمھارا پھرنا پھر فیصلہ کردون گا تم مین جس

كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ○ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَ

بات مین تم جھگڑتے ہو سو وہ جو کافر ہوے ان کو عذاب کرون گا سخت عذاب دنیا مین اور

الْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ○ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيهِمْ

آخرت مین اور کوئی نہین انکا مددگار اور وہ جو یقین لاے اور عمل نیک کیے سوان کو پوری دون گا

أُجُورَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ ○ ذٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ

ان کی مزدوریان اور اللہ کو خوش نہین آتے بے انصاف اور یہ پڑھ سناتے ہین ہم تجھکو آیتین اور مذکور تحقیق

اذکر۔ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ ۔ فالبشک بیان کرو جب اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ مین تجھے قبض کرنے والا ہون۔ کیونکہ توفی بمعنے قبض کرلینا چنانچہ بولتے ہین کہ توفیت منہ دراہمی۔ یعنے مین نے اس سے اپنے روپیہ قبض کرلیے یا بمعنے مستوفی ہی اور معنے اس کے کشاف مین یون مذکور ہین کہ مین تیری زندگی جو مقدر ہی تجھے پوری بھردون گا اور حاصل یہ کہ مین تجھے ان کافرون سے محفوظ رکھون گا وہ تجھکو قتل نہین کرسکتے اور تیری موت مین اس مدت تک تاخیر کردون گا جو مین نے تیرے لئے مقدر کردی ہی تاکہ تو اپنی موت سے مرے انکے ہاتھون قتل نہو گا۔ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ من الدنیا من غیر موت۔ اور تجھکو اٹھالون گا اپنی طرف دنیا سے بدون موت کے۔ وَمُطَهِّرُكَ بعدک مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ اور تجھے دور کرلینے والا ہون کافرون کے بدتر پڑوس سے وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ صدقوا نبوتک من المسلمین والنصاری۔ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ بک وہم الیہود یعلونہم بالحجۃ والسیف۔ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور کرنے والا ہون ان لوگون کو جنھون نے تیری تصدیق کی ہی (مسلمان ونصاری) کو فوق ان لوگون جنھون نے تجھسے کفر کیا ہی (یہود ہیں) قیامت تک ف یعنے اونچا رکھون گا ان لوگون پر جو کافر ہوے تیرے ساتھ اور یہ کافر ہونے والے یہود ہین اور اونچا رکھنا اس طور پر ہو کہ حجت ودلیل سے اور تلوار سے بھی ان پر غالب رہین گے چنانچہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین کہا کہ دیکھ لو کہ دنیا مین اب کوئی بادشاہ یہودی نہین نظر آتا اور قاضی بیضاوی نے کہا کہ اس وقت نہین سنا گیا کہ یہودی کبھی نصاری پر غالب ہوے ہون۔ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ من امر الدین پھر میرے ہی طرف تم سب کا ٹھکانا ہی پس مین تمھارے درمیان فیصلہ کرون گا جس مین تم جھگڑتے ہو ف یعنے جس امر دین مین تم جھگڑتے تھے۔ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا ۔ بالقتل والسبی۔ پھر جن لوگون نے کفر کیا تو ان کو عذاب شدید کرون گا دنیا مین بھی ف دنیا مین تو عذاب اس طرح کہ جہاد اسلام مین قتل وقید ہون گے وَالْآخِرَةِ ۔ بالنار۔ اور آخرت مین بھی اس طرح کہ دوزخ مین ڈالون گا۔ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۔ مانعین منہ۔ اس عذاب سے ان کے لیے کوئی مانع نہو گا۔ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

**فَيُوَفِّيهِمْ** - بالیاء والنون - حفص رح کی قراءۃ مین بصیغۂ غائب بیاء ہے اور سائر قراء کی قراءۃ مین بصیغۂ جمع متکلم بنون بطریق تعظیم ہے اور فاعل اللہ تعالے ہے **أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ** - ای ثوابہم - اور جو لوگ ایمان لائے و نیک کام کیے تو اللہ تعالی ان کو بھرپور دے گا یعنی ہم انکو بھرپور دینگے انکے ثواب اور اللہ تعالے ظالمون کو محبوب نہین رکھتا ف اور ظالمون کو دوست نہ رکھنا یہی ہے کہ ان کو عذاب کرے گا - روی ان اللہ ارسل الیہ سحابۃ فرفعتہ فتعلقت بہ امہ وبکت فقال لہا ان القیامۃ تجمعنا وکان ذلک لیلۃ القدر ببیت المقدس ولہ ثلث وثلثون سنۃ وعاشت امہ بعدہ ست سنین وروی الشیخان حدیثا انہ ینزل قرب الساعۃ ویحکم بشریعۃ نبینا صلے اللہ علیہ وسلم ویقتل الدجال والخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیۃ وفی حدیث مسلم انہ یمکث سبع سنین وفی حدیث ابی داؤد الطیالسی اربعین سنۃ ویتوفی ویصلی علیہ فیحتمل ان المراد مجموع لبثہ فی الارض قبل الرفع وبعدہ - روایت کیا گیا کہ اللہ تعالے نے حضرت عیسی کی طرف ایک بادل بھیجا پس بادل نظر آتا تھا پس اسنے عیسیٰ کو اٹھا لیا پس مریم علیہا السلام ان کو پکڑ کر لٹک گئیں اور رونے لگیں پس اپنی مان سے فرمایا کہ قیامت مین ہم تم دونون اکٹھا ہون گے اور یہ واقعہ بیت المقدس مین شب قدر رمضان مین واقع ہوا اور اس وقت عمر حضرت عیسی کی تینتیس برس کی تھی اور اس کے بعد ان کی مان چھ برس زندہ رہین اور بخاری و مسلم نے روایت کی یہ حدیث کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے اترینگے اور ہمارے نبی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق لوگون مین حکم کرینگے اور دجال کو مار ڈالینگے اور سورون کو قتل کرین گے اور صلیب جسکو نصرانی پوجتے ہین سب توڑ ڈالین گے اور جزیہ اٹھا دینگے یعنے سوائے ایمان کے کسی شخص سے جزیہ وغیرہ قبول نہ کرینگے اور مسلم کی حدیث مین ہے کہ وہ سات برس جیتے رہینگے اور ابوداؤد طیالسی کی حدیث مین ہے کہ چالیس برس جیتے رہین گے پھر مرینگے اور مومنین ان کے جنازے کی نماز پڑھین گے پس دونون حدیثون مین توفیق اس طرح ہے کہ احتمال ہے کہ ابوداؤد طیالسی کی حدیث مین وہ پوری مدت بیان ہو جو ان کی دنیا مین رہنے کی ہوئی یعنے اٹھائے جانے سے پہلے کی تینتیس برس اور پھر اتارے جانے کے سات برس سب ملا کر چالیس برس مذکور ہوے ہون - **قال المترجم** مفسر نے جو روایت یہان بیان کی ہے سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ عیسی تینتیس برس کے سن مین اٹھائے گئے ان کو اللہ تعالے نے رمضان کی شب قدر مین بیت المقدس سے اٹھایا اور تیرہ برس کے سن مین ان کی مان ان سے حاملہ ہوئین اور سکندر یونانی کے ملک بابل پر غالب ہونے کے پینسٹھ برس پیچھے حضرت عیسیٰ پیدا ہوے پھر ان کے اٹھائے جانے کے بعد چھ برس ان کی مان زندہ رہین اور کمالین مین کہا کہ سب سے مشہور یہی قول ہے کہ تینتیس برس کے سن مین عیسیٰ اٹھائے گئے اور بعض نے چونتیس برس کے ہین اور سعید بن المسیب سے علی بن زید کی روایت سے مرسلا مذکور ہے کہ وہ اسی برس زندہ رہے لیکن یہ راوی ضعیف ہے **قال المترجم** وہ علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہے اور معالم مین سن ولادت ورفع وغیرہ کو اہل تواریخ کی طرف منسوب کیا ہے اور معالم مین ان کی رسالت ونبوت قبل چالیس برس کے سن کے ہوئی اور معالم مین **حسین بن الفضل** رح سے نقل کیا کہ ان سے پوچھا گیا کہ عیسیٰ کا آسمان سے اترنا انکو قرآن سے ملتا ہے فرمایا کہ ہان اللہ تعالے نے فرمایا ویکلم الناس فی المہد وکہلا - حالانکہ وہ دنیا مین کہل کے سن تک نہین پہونچے بلکہ معنے اسکے یہی ہین کہ آسمان سے اترنے کے بعد سن کہولت مین لوگون سے کلام کرین گے **قال المترجم** سراج المنیر مین کہا کہ اس آیت سے دلیل جب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ تیس برس سے پہلے سن شباب مین اٹھائے گئے ہون ورنہ تین برس نبوت رہی اور تینتیس برس کے سن مین اٹھائے جانے کی روایت پر تو سن کہولت ہو گیا اسلیے کہ وہ تیس سے چالیس تک ہے **قال المترجم** یہ سب اقوال روایات خلاف تحقیق ہین اور حق یہ ہے کہ نبوت چالیس برس سے پہلے نہین ہوتی ہے چنانچہ مواہب مین کہا کہ نبوت کا وصف تو جب ہی ہوتا ہے کہ جو اس سے موصوف ہو وہ چالیس برس سن کا ہو جاوے

کیونکہ یہی کمال کا سن ہو اور اسی سن پر رسول مبعوث ہوتے ہین اور **زرقانی** رح نے اسکی شرح مین کہا کہ اس کلام سے جو حصر نکلتا ہو اسکا فائدہ یہ ہو کہ وہ
سب انبیا کو شامل ہو حتی کہ عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کو بھی شامل ہو کہ وہ بھی چالیس برس سے کم مین نبی نہین ہوے ہین کیونکہ زاد المعاد **حافظ ابن قیم**
رحمہ اللہ مین ہو کہ یہ جو لوگ بیان کرتے ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس کے سن مین اُٹھائے گئے ہین اس کے واسطے کوئی ایسا اثر بھی نہین معلوم ہوتا کہ
جو متصل ہو اور اسکو لینا چاہیے ہو اور **شامی** رح نے کہا کہ بات یہی ہو جو اُنھون نے فرمائی اس واسطے کہ یہ جو روایتین بیان کی جاتی ہین
یہ تو نصاریٰ سے لی ہوئی باتین ہین اور رہا احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین یہ صریح مذکور ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اُٹھائے گئے ہین تو
ایک سو بیس برس کے تھے اور کمالین مین شیخ ابن حجر کے اصابہ سے نقل کیا کہ مستدرک حاکم مین ابن عمر کی روایت سے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا مین
ایک سو بیس برس تک رہے اور **زرقانی** نے شرح مواھب مین کہا کہ **حافظ جلال الدین سیوطی** رح نے بحکمہ تفسیر جلالی اور شرح نقایہ وغیرہ اپنی
کتابون مین یقین کیا ہو کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اُٹھائے گئے تو تینتیس برس کے تھے اور بعد اُترنے کے سات برس تک دنیا مین زندہ رہینگے
اور برابر مین تعجب کیا کرتا تھا کہ **شیخ جلال الدین حافظ** احادیث و آثار و منقح جامع منقول و معقول اس سے غافل رہا یہانتک
کہ مین نے انکی کتاب مرقاۃ الصعود مین دیکھا کہ اُنھون نے اس قول سے رجوع کیا ہے **قال المترجم** پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو
بیس برس کے سن مین اُٹھائے گئے ہین اور یہی **شیخ جلال مفسر** رح کا بھی قول ہو اگرچہ یہان اُنھون نے مشہور کے موافق لکھدیا ہو یا اسکی تصنیف
کے وقت اسی کے معتقد ہونگے واللہ اعلم اور نیز بروایت تفسیر مین جو مذکور ہو کہ رمضان کی شب قدر مین اُٹھائے گئے اس پر بھی یہ اعتراض کیا گیا ہو
کہ یہ تو اسی امت مرحومہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہو اسوقت شب قدر کہان تھی اور جواب دیا گیا کہ جو ثواب و فضیلت اب ہو اس سے کچھ حال پر
موجود ہونا منع نہین ہے **وقال المترجم** میرے نزدیک حل یہ ہو کہ یون کہا جاوے کہ یہ بیان وقت کا ہو اگرچہ اس وقت مین وہ شب قدر نہ ہو
کیونکہ ماہ رمضان و اسکی تاریخین تو اسوقت بھی موجود تھین پس یہ ایسا ہو کہ گویا کہا جاوے کہ عید کے روز ایسا ہوا حالانکہ مراد یہ کہ اول تاریخ شوال
فلان مین ہوا کہ اب وہ عید ہو پس گویا چوبیس رمضان جو طاق شمار مین رات کی تھی اُٹھائے گئے و مانند اسکے اگرچہ تعین تاریخ نہین واللہ اعلم۔
اور شاید کہ بنا بر اس قول کے ہو کہ شب قدر تاریخ معین ہو فی نفسہ اور طاق تاریخون مین ابہام کر دیا گیا ہو بلکہ یہ قول بنظر دلائل قوی ہو فافہم۔
**ذٰلِکَ**۔ المذکور من امر عیسیٰ۔ یہ حال عیسیٰ جو ذکر کیا ہو۔ **نَتْلُوْهُ**۔ نقصہ۔ **عَلَیْکَ**۔ یا محمد۔ ہم بیان کرتے ہین تجھپر اے محمد۔ **مِنَ
الْاٰیٰتِ** سو حالیکہ وہ آیات سے ہو۔ **وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ** المحکم ای القرآن۔ اور ذکر محکم یعنے قرآن مین سے ہو۔ **ف** واضح ہو کہ حدیث
بخاری و مسلم مین نزول عیسیٰ کا ذکر صریح وارد ہوا ہو اور مضمون وہی ہو جو مفسر **جلال** رح نے ذکر کیا اور **بغوی** رح نے بھی اپنی اسناد سے
حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا اور بہت طرق سے مروی ہو اور ابو داؤد طیالسی کی حدیث مین چالیس برس زندہ رہنا پھر مرنا اور
مسلمانون کا انپر نماز پڑھنا مروی ہو اور امام احمد نے اسکو بسند صحیح حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا **کما ذکرہ ابن حجر فی الاصابۃ** اور **ابن کثیر** رح
نے کہا کہ قولہ تعالیٰ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ کی ضمیر بہ راجع بجانب عیسیٰ علیہ السلام ہو جیسا کہ تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔
اور یہ اسی وقت کہ آسمان سے دنیا مین قبل روز قیامت کے نازل ہونگے پس سب مسلمان ہون گے کیونکہ وہ جزیہ اُٹھا دین گے اور سوائے **اسلام**
کے کچھ قبول نہ کرین گے **اور حسن بصری** رح نے مرسلاً روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام نہین مرے اور وہ قیامت سے پہلے
تمہاری طرف لوٹنے والے ہین پس ان وجوہ مذکورہ کی وجہ سے مفسرین رحمہم اللہ نے قولہ تعالیٰ انی متوفیک مین تاویل کی کیونکہ صحیح یہی ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے ان کو بدون وفات کے دنیا سے اٹھا لیا ہو جیسا کہ اکثر مفسرین نے اسکو ترجیح دی اور اسی کو ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اختیار

کیا ہی بنظر دلائل مذکورۂ بالا کے اور کہا کہ توفی ان کی یہی انکا اٹھا لینا ہی پس محمد بن اسحاق نے جو وہب بن منبہ سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ نے دن چڑھتے کی تین گھڑی انکو موت دی پھر اٹھایا اور ابن اسحق نے کہا کہ نصاریٰ زعم کرتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے سات گھڑی ان کو وفات دی اور ادریس نے وہب سے روایت کی کہ تین روز موت دیکر پھر زندہ کر کے اُٹھا لیا۔ یہ سب روایات نصرانیون سے ہین اور انپر اعتماد نہین ہی صحیح یہی ہی کہ بدون موت کے اٹھا لئے گئے ہین اب آیت مین تاویل بیان کرنی چاہیئے پس قتادہ وغیرہ نے کہا کہ اس مین تقدیم و تاخیر ہی یعنی انی رافعک الی و متوفیک پہلے اُٹھا لیا ہی پھر قریب قیامت کے نازل ہونے کے بعد وفات ہوگی اور **ابوالبقاء عبد اللہ بن حسین عکبری** نے کہا کہ واو مطلق جمع کے واسطے ہوتا ہی اس مین کوئی ترتیب کے معنے ملحوظ نہین ہوتے ہین تو کچھ اسکی حاجت نہین ہی کہ تقدیم و تاخیر کہی جاوے بلکہ جیسے نظم موجود ہی اسکے بھی یہی معنے ہو سکتے ہین **ذکرہ فی اعراب القرآن** پس بخاری مین جو علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس سے مذکور ہی کہ متوفیک یعنے ممیتک ہی ای مین تجھے موت دینے والا ہون اسکے بھی یہی معنے ہین کہ تیری موت کے وقت پر بعد آسمان سے نزول کے موت دونگا اور اب تجھے اٹھائے لیتا ہون اور بعض کا یہ مذہب ہی کہ پہلے وہ ایک مرتبہ دنیا مین مر کر پھر اٹھائے گئے پھر آخر زمانہ مین اتر کر چالیس برس بعد مرین گے اور دفن ہون گے۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث مسلم مین تو سات ہی برس ٹھہرنا مذکور ہی تو جواب یہ ہی کہ ٹھہرنا کسی حال خاص پر مذکور ہی نہ کہ انکی زندگی اسی قدر ہوگی کیونکہ اسپر نص نہین ہی۔ اور **مطر الوراق** سے روایت ہی کہ انی متوفیک یعنی دنیا مین تجھے وفات دونگا اور یہ وفات موت نہین ہی اور ربیع بن انس رض نے حسن رح سے روایت کی کہ انی متوفیک یعنے خواب کی موت دونگا اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کو خواب مین اٹھا لیا ہی **شیخ ابن کثیر** رح نے فرمایا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک وفات سے یہان یہی نوم و خواب مراد ہی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہو الذی یتوفاکم باللیل الآیۃ یعنے وہی پاک پروردگار ہی کہ وفات دیدیتا ہی تمکو رات مین اور نیز فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا الآیۃ۔ اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات مین جب تہجد کے واسطے خواب سے اُٹھتے تو یون فرماتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا بڑی حدیث ہی یعنے سب ثنا و صفت پاکیزہ اسی اللہ پاک کو ہی جسنے ہمکو موت دیکر پھر جلایا۔ اور خواب کو موت کہنا بہت شائع ہی یا توفی یعنے قبض لیا جاوے ماخوذ از توفیت مالی یعنی مین نے اپنا مال قبض کیا اور اسی کو کشاف کے مانند مفسرین رح اور **بیضاوی** نے اختیار کیا ہی اور چونکہ قبض کر لینا دو طرح سے ہو سکتا ہی ایک موت اور دوم برفع تو مفسرین نے۔ قابضک من الدنیا من غیر موت۔ سے مراد ظاہر کردی کہ اٹھا لینے کے ساتھ قبض کرنا مراد ہی اور **شیخ ابو بکر واسطی** نے جو معروف مشائخ مین سے ہین کہا کہ انی متوفیک ای مین تجھکو تیری خواہشون اور حظوظ نفس سے موت دینے والا ہون و رافعک الی ای اپنے قرب کے مقام مین تیرا درجہ بلند کرنے والا ہون۔ اور معالم مین قتادہ کی روایت مین ہی کہ قتادہ نے کہا ہم سے بیان کیا گیا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو اٹھا لیا اور اسکو بازو دیے اور حلۂ نور پہنایا اور تمام لذتین کھانے پینے کی ان سے قطع کردین اور وہ ملائکہ کے ساتھ عرش کے گرد اڑتے ہین اور وہ انسی ملکی ارضی سمائی تھے اور **قاضی** نے کہا یا یہ معنے ہین کہ مین تجھے موت دینے والا ہون ان خواہشون سے جو عالم ملکوت کی طرف عروج کرنے سے روکتی ہین۔ یہ سب روایتین متقارب ہین بلکہ قول **واسطی** رح داخل روایت قتادہ ہی پھر بعض نے جو قول **واسطی** پر طعن کیا کہ یہ تفسیر نہین بلکہ تحریف ہی تو طعن کرنیوالے کی نادانی ہی اور حق یہ ہی کہ تفسیر بر وجہ معلوم ہوتی ہی جیسا کہ اثر عبد الرزاق مین ابن عباس رض سے مذکور ہی اور یہ بطریق اشارت ہی اور سوق کلام اسی کے واسطے نہین تھا تاکہ تفسیر ہو اور کوئی مانع نہین کہ اس مین یہ اشارہ بھی موجود ہو پس یہ نادانی ہی کہ اگر تفسیر نہین تو تحریف کیون متعین ہوئی عفاہ اللہ فقد اخطأ و عصمنی اللہ وایاہ والمومنین من الخطاء والزلل۔ قولہ و رافعک الی۔ اس مقام پر ظاہر شبہہ ہوتا ہی کہ آیۃ سے جہت ثابت ہوتی ہی حالانکہ اللہ تعالےٰ کے واسطے کوئی جگہ نہین ہی جس کی طرف بلند کرلینے والا ہے کیونکہ

او تعالیٰ جگہ وجہت سے پاک ہو - اور نہ جگہ اسکی شان سے ہو ہان علم اسکا ہر جگہ ہر چیز کو حاوی ہی پس **بیضاوی** رحمہ اللہ نے اسکو دفع
کیا کہ رافعک الی سے مراد الیٰ محل کرامتی ومقر ملائکتی ہو یعنے ایسے مقام پر جہان میری کرامت ہو اور میرے ملائکہ رہتے ہین - قولہ وجاعل الذین اتبعوک
فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ مفسرین کو یہان یہ اشکال پیش آیا کہ اللہ تعالےٰ نے قیامت تک حضرت عیسیٰ کی اتباع کرنے والون کو فوقیت دی
حالانکہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتباع عیسیٰ پر غالب ہوئی ہو پس بعض مفسرین نے ضمیر خطاب اتبعوک بجانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم راجع
کی و مؤید اسکی حدیث مرفوع نعمان بن بشیر ہو کہ برابر میری اُمت کا ایک گروہ حق پر ہو کر غالب رہین گے ان کے مخالف سے انکو پروا نہوگی
یہانتک کہ امر اللہ آوے پھر نعمان بن بشیر نے کہا کہ جو کہے کہ مین رسول اللہ صلعم پر ایسی بات کہتا ہون جو آپ نے نہین فرمائی تو اسکی تصدیق کتاب اللہ
مین موجود ہو وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ - اس حدیث کو ابن عساکر و ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور ابن عساکر نے معویہ
سے مانند اسکے روایت کیا ہو اور دوسرون نے اسکو رد کر دیا کہ اس مین تفکیک ضمائر لازم آتی ہو اور یہ بلاغت مین عیب ہو بلکہ صحیح یہ ہو کہ ضمیر راجع بجانب عیسیٰ ہو
اور اتباع عیسیٰ وہ ہین جو انکے اوپر ایمان لائے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے رسول برحق اور اسکے بندے تھے اور جو توحید کا دین وہ لائے وہ برحق ہو اور
یہ صفت جیسی حضرت عیسیٰ کے خالص حواریون مین تھی ویسے ہی اہل اسلام اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بھی ہو پس یہ بھی اتباع عیسیٰ ہین بلکہ
درحقیقت یہی متبعین عیسیٰ ہوے اور نصرانی جہان کے تابع ہونے کا دعویٰ کرتے ہین وہ صورت کے متبع ہین حقیقت کے متبع نہین ہین -
لیکن چونکہ قولہ الذین اتبعوک صیغۂ عموم ہو وہ حقیقی اتباع کو اور صورت ونام کی اتباع کو بھی اگرچہ درحقیقت کافر ہون شامل ہو لہذا اللہ تعالےٰ
نے وار دنیا مین صورت ونام کی اتباع کو بھی اہل کفر پر غالب کیا اور الذین کفروا بصیغۂ عموم ہو لہذا کافرون کے سب فرقہ ان کے زیردست ہوگے
خواہ وے بالکل کسی دین الٰہی کے قائل نہون مانند بت پرستون وغیرہ کے یا مانند یہود کے کسی دین مخالف دین عیسیٰ کے قائل ہون سواے دین
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ بعد بن توعین دین عیسیٰ علیہ السلام ہو بلکہ عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کی بشارت دی اور انجیل مین اُن کے
پیرون کو اتباع دین محمد صلعم کا حکم ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود انکو اس باب مین بہت تاکید کی ہو اور اگر زندہ ہوتے تو خود اسی دین کی پیروی کرتے اور
قیامت کے قریب جب اُترینگے تو اسی شریعت کے موافق حکم کرینگے پس حاصل یہ ہو کہ قبل بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع عیسیٰ سب ملتون پر اور
خصوص کفار یہود پر غالب رہے اگرچہ وہ آخر مین نام کے متبع رہ گئے تھے چنانچہ **ابن کثیر** رح نے تحقیق فرمایا کہ حضرت علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ
نے آسمان پر اٹھالیا تو جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے وہ متفرق فرقے ہوگئے بعضے تو اپنے ایمان پر قائم رہے کہ توحید الٰہی کو مانا اور حضرت عیسیٰ
کی نسبت یہی اعتقاد رکھا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے بندے اور اسکی بندی مریم کے پسر رسول اللہ برحق ہین پس یہ فرقہ تو حق پر رہا اور بعض نے
غلو کر کے عیسیٰ کو بجائے بندہ خدا کے فرزند خدا سمجھا اور بعض نے انھین کو خدا سمجھا اور بعض نے کہا کہ وہ تین خدا مین سے ایک ہو اور اللہ تعالیٰ نے
قرآن مجید مین ان کافر فرقون مین سے ہر ایک کا قول ذکر فرما کر رد کر دیا ہو پھر قریب تین سو برس تک یہ لوگ اسی اختلاف پر رہے جب قسطنطین
فلسفی بادشاہ یونان انکے دین مین داخل ہوا خواہ فساد کرنے کو یا جہالت سے بہرحال اسنے دین مسیح کو بدل ڈالا اور تحریف کر دی اور کچھ
بڑھایا کچھ گھٹایا اور اسکے قوانین بنالئے انکا نام **امانت کبریٰ** رکھا حالانکہ درحقیقت وہ بڑی بھاری خیانت تھی اور اپنے زمانہ مین سور
حلال ٹھہرائے اور نصرانیون کے لیے مشرق کی طرف کو قبلہ مقرر کیا اور انکے روزون مین دس روزے اور بڑھائے بوجہ اس کے کہ وہ کسی گناہ کا
مرتکب ہوا تھا اسکا کفارہ گمان کرتے تھے یہانتک کہ دین مسیح ایسا بدل گیا کہ وہ دین قسطنطین ہوگیا و لیکن اس نے کنیسہ و صومعہ و معابد وغیرہ کوئی
بارہ ہزار سے زیادہ بنوائے اور شہر قسطنطنیہ اپنے نام پر آباد کیا اور اسکے بعد اُسکے جانشین بادشاہ بھی ایسے ہی ہوتے آئے اور ان سب

حال ہین وہ کفار یہود جنھون نے ہتک بہتان وعیب وشنام وقتل عیسی علیہ السلام مین اپنے گمان مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا تھا ہمیشہ
غالب رہے اور یہ یہود مردود برابر خوار وذلیل ہوے پھر جب اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور لوگون نے رسول عربی
خاتم المرسلین سید اولاد آدم وسردار نبیین کا دین قبول کیا تو یہ مومنین ایسے تھے کہ اللہ تعالے اور اسکے ملائکہ وکتابون ورسولون پر پورے حق طور پر
ایمان رکھتے تھے پس یہی لوگ ہر نبی کے واسطے اولی ہوے بہ نسبت ان لوگون کے جو اس نبی کی اُمت ہونے کا دعوی کرتے تھے حالانکہ
اسکے دین وملت کو بدل کر تحریف کر چکے تھے۔ پس وہ لوگ تو اس نبی کے پیرو فقط نام کے تھے درحقیقت اس نبی کے متبع اہل اسلام ہوے
اور اگر فرض کیا جاوے کہ انھون نے اپنے نبی کی شریعت کو نہین بدلا تب بھی حضرت محمد صلعم کے مبعوث ہونے پر سب انبیا علیہم السلام کی شریعتین
منسوخ ہوئین اگرچہ اصل دین توحید سب کی تعلیم تھی وہ باقی رہا اور شریعت محمد صلعم کو اللہ تعالے نے مقرر فرمایا اور اسی شریعت کی پابندی کا
حضرت عیسی علیہ السلام نے حکم دیا انجیل مین حکم ہے اور اُسی کے تبع وہی درحقیقت اتباع عیسی ٹھہرے پس وہ قیامت تک غالب
رہین گے جب تک کہ اپنے ایمان وتوحید پر قائم اور شریعت پر ثابت رہین فافہم واللہ اعلم۔ قولہ فاما الذین کفروا الخ۔ یہ تفصیل اس اجمال کی ہے
جو مرجعکم کی ضمیر مین ہے اس واسطے کہ مرجع اس ضمیر کا حضرت عیسی علیہ السلام ہین اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے اور وہ لوگ جنھون نے اُن سے
کفر کیا کما ذکرہ فی السراج اگر کہا جاوے کہ ان پر ایمان لانے والے حاضر وغائب سب ہین اور ضمیر فقط مخاطب کی ہے تو جواب یہ ہے کہ اس مین
مخاطبین کو غائبون پر غلبہ دیا بوجہ اسکے کہ حضرت عیسی واس وقت کے مومن وکافر مخاطب موجود تھے اسی واسطے تفصیل مین الذین بعموم فرمایا یعنی
جو لوگ کافر ہوے خواہ موجود ہین یا غائب ہین ان کو عذاب شدید دنیا وآخرت مین ہوگا اور ایسے ہی ایمان والون کو بھی الذین سے تعمیم فرمایا۔ اگر کہا جاوے کہ حکم کا
ترتب تو اس وقت ہے کہ اللہ تعالی کی طرف رجوع ہو کیونکہ ثم الی مرجعکم۔ فرمایا ہے اور یہ قیامت مین ہوگا پھر اسکی تفصیل مین فی الدنیا والآخرۃ۔ کیونکر فرمایا تو
جواب یہ ہے کہ الی مرجعکم سے مخصوص عاقبت کا مرجع مراد نہین ہے بلکہ علی العموم مراد ہے کیونکہ دنیا وآخرت سب مین ہر ایک کا مرجع اللہ تعالی ہی کی طرف ہے فافہم ف۔
قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک الآیۃ اس مین علاوہ تفسیر ظاہری کے اشارات خفیہ ہین ازانجملہ یہ کہ اللہ تعالی نے حضرت
عیسی علیہ السلام کی صورت ظاہری جسم مین روح قدسی کو پھونکا تھا اور اس روح قدسی کو اس صورت ظاہری مین نبوت اور عبودیت کے انوار سے اور مشاہدہ کی تجلی سے
تربیت فرمایا اور کامل کیا پھر جب حضرت عیسی ان مقامات مین کامل ہوے جو اللہ عزوجل کے برگزیدہ انبیا واولیا کو حاصل ہوتے ہین تب خطاب فرمایا کہ انی متوفیک یعنی مین
تجھکو تیرے اُن رسوم ونشانات سے جو حدوث کے تجھ مین ہین فات دیکر اپنے قدم وبقاء دائمی کے ساتھ باقی رکھونگا اور اپنی صفات کمال یعنے ربوبیت کے آثار تجھ مین ظاہر
فرماؤنگا اور بشر ہونے کے میل کچیل سے تجھے پاک کرونگا قال المترجم اس کلام مین اشارہ ہے کہ یہ جسم اس روح کے واسطے کمالات کی ترقی کا سبب ہے ہرگز
کوئی شخص اپنی نادانی سے یہ خیال نہ کرے کہ نفس کشی کے یہ معنے ہین کہ اس بدن کو گلا دے اس طور پر کہ حواس مین خلل آ دے کیونکہ یہ سخت مذموم ہے
بلکہ احدیث مین جوگی ورہبان ہو جانے سے ممانعت ہے جیسے کہ اسکو خلاف طریقہ سنت وصلحا راست داولیا اکرام کے پاس عیب سخت وبہائم کی
خصلت ہے اور جن صحابہ نے دائمی روزے کا اور کبھی نہ سونے ونہ عورت پاس جانے کا ایسے ایسے قصد کیے تھے سخت جھڑکی سے ممانعت
فرمائی اور فرمایا ان لنفسک علیک حقا الحدیث یعنے تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور خبر جب تک دل خوشی ہو عبادت کرے اور جب
تن بے حال ہو تو عبادت سے باز رہے یہ حکم حدیث زینب رضی اللہ عنہا مین صحیح مروی ہے واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ انی متوفیک۔ تجھے تجھکو
وفات دینے والا اور اپنی طرف اُٹھانے والا اور تیرے ارادون وخواہشون سے۔ تجھکو پاک کرنے والا ہون اور یہ اس طرح ہوا کہ ازلی صفات
کے آثار اسپر ظاہر ہوے۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ اشارہ یہ ہے کہ مین تجھکو تیرے حظوظ نفسانی سے وفات دینے والا ہون یعنے حظ نفس سے

ع ۱۴ پچھتر آیات وکوعات سات

مردہ کرنے والا اور تیرے جسم کو اپنی کرامت کے مقام مین اٹھانے والا اور تیرے سر باطن کو غیرون کے دیکھنے اور ثواب پر نظر رکھنے سب سے بالکل پاک کرنے والا ہون واضح ہو کہ جب عارف بندہ خالص توحید کے مقام پر پہونچ گیا تو عارف ہی کے وجود سے جمال حق کا آفتاب اپنی شعاعین پھیلاتا ہی کو تمام مخلوقات آسمان و زمین اسکی اطاعت کرتے ہین خواہ خوشی خاطر سے یا جبر و اکراہ سے **قال المترجم**۔ یہ کلام جید و دقیق ہے یہان ہوشیار رہین کیا نہین دیکھتے کہ اونٹ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو سوائے انبیا علیہم السلام کے عالم مین سے خبر برگزیدہ آپ کی وزارت کے لیئے پیدا ہوئے تھے اس امر کے خواستگار ہوئے کہ ہم بھی سجدہ کرین مگر آپ نے تعلیم خاص توحید کے نور سے یہ پردہ ان کا دور کیا مع ہذا پردہ اختفا و نقاب خفا نہایت مبالغہ پر تھا یہان سے علو مرتبہ صحابہ رض ظاہر ہی شیخ فرماتے ہین نور جسنے جلال حق عزوجل کو کسی پیرایہ و واسطہ مین دیکھا اور خود اسکا حال یہ ہو کہ تحقیق معرفت کی حقیقت پر نہین پہونچا ہی تو اسی واسطے و پیرایہ مین گرفتار ہو کر شبہی ہو جاتا ہی یعنے حضرت حق عزوجل کی جناب مین تشبیہ کا قائل ہو جاتا ہی اور یہ ضلالت و کفر ہی۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ○

عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی بنایا اسکو مٹی سے پھر کہا اسکو کہ ہو جا وہ ہو گیا

الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ○

حق بات ہو تیرے رب کی طرف سے سو تو مت ہو نا شک کرنے والون مین سے

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ شانہ الغریب یعنے عیسی کی شان غریب۔ اللہ تعالے کے نزدیک جیسے آدم کی شان غریب ہی **ف** پس غریب کی قید اسوجہ سے بیان کی کہ عرب کے نزدیک مثل اسی واقعہ کے ساتھ کہتے ہین جس مین کوئی غرابت ہو جیسے عیسی بدون باپ کے پیدا ہوئے اور یہ ہم لوگون کی نظر مین غریب ہی جیسے شان آدم علیہ السلام کی غریب ہی اس بات مین کہ آدم بدون مان و باپ کے پیدا ہوئے اگر کہا جاوے کہ عیسی تو بدون باپ کے ہوئے اور آدم بدون مان و باپ کے ہوئے یہ تشبیہ کیونکر ہی تو بعض نے جواب دیا کہ مثال مین پوری شارکت نہین ہوتی جیسے مثل بکسر اول و سکون دوم مین ہوتی ہی پس یہان بدون باپ کے خلاف عادت پیدا ہونے مین دونون مانند ہین اور مفسر رحمہ اللہ نے **کرخی** رح کے مثل یون جواب دیا کہ آدم کا بدون مان باپ کے پایا جانا غریب سے بھی بڑھکر اغرب ہی پس یہ تشبیہ غریب کی اغرب کے ساتھ ہی تاکہ جھگڑا کرنے والا بالکل بند ہو جاوے اور دل مین خوب جمے کیونکہ جھگڑنے والا تو اسی مین پڑا تھا کہ عیسی آدمی ہوتے تو بھلا بدون باپ کے کیسے ہوتے۔ **خَلَقَهُ**۔ ای آدم ای قالبہ۔ **مِن تُرَابٍ**۔ اللہ تعالے نے پیدا کیا آدم کو یعنے اس کے قالب کو خاک سے **ف** ضمیر منصوب راجع آدم علیہ السلام کی طرف ہی اور یہ ارجح ہی بہ نسبت اسکے کہ عیسی علیہ السلام کی طرف راجع ہو جیسا کہ معالم مین راجع کیا ہی اور یہان یہ شبہہ پڑتا تھا کہ بعد کو کن فیکون کہا پس خلق کے بعد پھر تکوین کیسے ہوگی تو مفسر رح نے ای قالبہ کہکر اشارہ کیا کہ یہان خلق سے آدم کا قالب پیدا کرنا مراد ہی اور اسپر لفظ من تراب۔ دلیل ہی کیونکہ مٹی سے قالب ہی ہوتا ہی پس اول مین آدم کا قالب مٹی سے بنایا۔ **ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن** بشرًا۔ یعنے پھر کہا اسکو کہ ہو جا بشر۔ **ف**۔ یعنے قالب پیدا کر کے پھر اسکو روح والا بشر ہونیکا حکم دیا پس تکوین کا مفعول بشر ہی اور خلق کا مفعول قالب ہی **اور معالم و بیضاوی** وغیرہ مین تجویز کیا کہ ثم یہان خلق کی ترتیب نہین بلکہ خبر کی ترتیب ہی یعنے ہمنے اسکو پیدا کیا پھر تم یہ جان لو کہ ہم نے اسکو یہی کہا تھا کہ ہو جا۔ **فَيَكُونُ**۔ فکان۔ پس وہ ہو گیا **ف** و کذلک عیسی و قال لہ کن من غیر اب فکان۔ اور حاصل یہ کہ ایسے ہی عیسی بھی کہ اس سے فرمایا ہو جا بدون باپ کے وہ فورًا ہو گیا۔ **مترجم**

له ارج بہ نظر اس جواب کے کہ وہ شخص سے ابھی تکوین کے کیا بعض نسخون مین اسکا دیا گیا ہے ۱۲ م

کمنا ہو کہ یہ خطاب کس کو فرمایا جواب یا گیا کہ اُسکو جو علم الٰہی مین تھا فافہم اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ - عیسیٰ کا معاملہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے
ف الحق مرفوع ہو بنا بر آنکہ خبر ہتدا محذوف ہو اور وہ ہتدا امر عیسیٰ ہو یعنے امر عیسیٰ الحق من ربک - اور بعض نے کہا نظم عبارت یون ہے
الحق کائن من ربک - فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ - الشاکین فیہ - پس تو اس خبر مین شک کرنے والون مین سے نہو حیوف حضرت
ابن عباس رضؓ سے روایت ہو کہ ملک نجران کے نصاریٰ کا ایک گروہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ کیا بات ہو کہ
آپ ہمارے صاحب کو بُری طرح یاد کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ کس کو - عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ کو آپ اللہ تعالیٰ کا بندہ کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ
ہان وہ تو اللہ تعالیٰ کا بندہ و رسول اور اسکا کلمہ ہو کہ مریم کی طرف القا کیا گیا - بولے کہ بھلا کوئی آدمی آپ نے دیکھا یا سُنا کہ بدون باپ کے
پیدا ہوا ہو اور رنجیدہ ہو کر آپ کے پاس سے اُٹھ آئے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جب وہ لوگ آپکے
پاس آوین تب آپ انکو یہ آیت سُناوین - ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیۃ - اور یہ قصہ بہت وجوہ سے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے
روایت کیا گیا اور اسکی اصل صحیحین مین موجود ہو - اور یہ جواب تمثیل کے طور پر ہو اور اسی سے بعض علما نے استدلال کیا ہو کہ شرعی مسائل مین فقیہ مجتہد کا
قیاس جائز ہو کیونکہ قیاس اسی کا نام ہو کہ فرع کو اصل کی طرف پھیر اجاوے بسبب ایک قسم کی مشابہت کے جو اس فرع کو اصل کے ساتھ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے خلق عیسیٰ کو خلق آدم کی طرف نوع شبہ کی وجہ سے پھیرا کذا فی المعالم - اور یہ جان لینا چاہیے کہ قیاس بمقابلہ نص نہین جائز ہو چنانچہ پاؤن پر
موزہ کا مسح کرنا صریح حدیث مین ہو تو کوئی شخص قیاس سے موزہ کے تلوے مین نہین مسح کر سکتا اور یاد رکھنا چاہیے کہ نوع شبہ اور علت جامعہ کا
نکالنا مجتہد عالم کا کام ہو ہر شخص کا قیاس کرنا گمراہی ہو اور نیز قیاس کے یہ معنے ہین کہ یہ صورت بھی اسی اصل مین مندرج ہو جس پر قیاس کیا جیسے
حدیث مین ہو کہ کل مسکر حرام - ہر نشیلی چیز حرام ہو تو افیون و بھنگ وغیرہ کو اسی کلیہ مین داخل کرتے ہین اگرچہ بوجہ تخدیر یا تفتیر کے حرمت ہو بنا بر آنکہ
کل مخدر و مفتر حرام بھی حدیث سے ثابت ہوتا ہو اور غرض میری تمثیل و اندراج کی توضیح ہو اور قیاس خود مثبت نہین بلکہ مظہر ہو و تمام بحث اصول
مین ہو - قولہ فلا تکن من الممترین - اگر کہا جاوے کہ رسول اللہ صلعم کو یہ خطاب کیونکر ہو اس لیے کہ آنحضرت صلعم کو امر عیسیٰ علیہ السلام مین ہرگز کچھ بھی
شک نہ تھا تو جواب دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ یہ خطاب ہر ایسے شخص کو ہو جو مخاطب ہو سکتا ہو یعنے اے مخاطب تو اس معاملہ مین شک کرنیوالون
کے ساتھ نہ ہو پس یہ بلیغ ہو بہ نسبت اسکے کہ تو شک مت کر فافہم - اور بات یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ مین بوجہ نصرانیون کے شرک و کفر کے
جو انھون نے عام زبردستی سے پھیلایا تھا حتیٰ کہ جن علماے انجیل نے اُس سے انکار کیا انکو شاہ قسطنطین رومی نے قتل کر ڈالا اور جو لوگ بچے وہ بھی
جنگلون و پہاڑون مین بھاگ گئے اور باقی سب نے محضر پر دستخط کیے کہ وہ خدا کا بیٹا یا خدا ہو پھر جب عوام مین یہ غلغلہ پھیل گیا تھا تو دوسری ملت والون نے
نصرانیون کی باتون پر کچھ اعتماد نہ کیا اور امر عیسیٰ مین بالکل ہی شک کرنے لگے کہ آیا بغیر باپ کے اسکا وجود بھی تھا کہ نہین تھا حتیٰ کہ تم دیکھو کہ ایک جماعت
نصرانیون نے یہود کے ساتھ ہو کر حضرت مریم کی نسبت یوسف نجار سے سلسلہ لگایا - اعوذ باللہ من الکفر والبہتان - اللہ جھوٹون کا منہ کالا کرکے
خوار ملعون کرے - بالجملہ عوام کو نصرانیون کی افراط و تفریط سے بہت شک و غصہ پڑ گیا تھا چنانچہ انجیل مین بھی آیا ہو کہ عیسیٰ کی نسبت ایک بزرگ
خاتم النبیین پیغمبر عظیم الشان آویگا وہ جھوڑا دیگا پس یہی ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت برا ہوسی غلو کا بہتان ان کا زدن مشرکون کی طرف سے
جاری رہا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی اور تمام امر حق ظاہر کرکے عام حکم دیا کہ اب کوئی بھی شک
کرنے والون مین سے نہو اسی واسطے بعد وثوق کے فرمایا فمن حاجک فیہ الآیہ - حتیٰ کہ شک کرنے والون سے مباہلہ کا حکم دیا چنانچہ مفصل بیان آتا ہے
اور وجہ دوم یہ کہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہو لیکن مقصود غیر ہین یا تو آنحضرت صلعم مراد نہین ہین بلکہ اور لوگ مراد ہین جیسے قولہ یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء -

ہین ہے کہ منادی آنحضرت صلعم کو کیا اور خطاب جمع کا خطاب مومنون کو ہے اور معالم وسراج ہین آیا جواب پر قطع کیا اور **بیضاوی** نے دوسری
صورت بھی تجویز کی کہ آنحضرت صلعم کو زیادہ ثابت وجم جانے پر آمادہ کیا اور فی ہذہ ہر جہ معالم مین کہا ہے خاتم آنحضرت صلعم کی شان اس مین شک
کرنے سے پاک اور بہت بلند ہے بلکہ آپ کی اُمت والے ہمین شک کرتے ہین چنانچہ حکایت ہے کہ جہاد مین ایک عالم قید ہو کر کفار روم کے
ہاتھ پڑے انھون نے اہل روم سے کہا کہ تم کیون عیسیٰ کو پوجتے ہو۔ بولے کہ اسکا کوئی باپ نہین پس وہ خدا کا بیٹا ہے (نعوذ باللہ من ہذا الکفر) تو فرمایا
کہ آدمی بات ہے تو آدم علیہ السلام بڑھکر ہین کہ ان کی پیدائش مین ماں وباپ کوئی نہین۔ بولے کہ وہ مردون کو زندہ کرتا تھا۔ فرمایا کہ تو
حزقیل اولیٰ ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فقط چار مردے زندہ کیے اور حزقیل نے آٹھ ہزار آدمی جو ایک دم سے مرے ہوے تھے زندہ کیے چنانچہ
یہ قصہ گذرا الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت الآیہ پھر بولے کہ وہ اندھے وکوڑھی اچھے کرتے تھے فرمایا کہ تو جرجیس اولیٰ ہین کہ وہ
پکائے وجلائے گئے پھر صحیح سالم اُٹھ کھڑے ہوے ذکرہ فی السراج۔ ف عرائس البیان مین ذکر کیا۔ قولہ تعالےٰ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم
اللہ عزوجل نے پاک روحون کو ربوبیت کے کان سے پیدا کر دیا اور ان پر نور مشاہدہ سے لباس پہنایا پس یہ سب جواہر ایک ہی کان
کے ہین اگرچہ ان کے مقامات مین اور بشری صورت مین فرق ہے سو آدم کی روح تو ملکوت مین سے ہے یعنے اس کان مین سے ہے جس سے
فرشتون کی پیدائش ہے جس دم آدم پیدا ہوے تو ان کی ذریات مین جو انبیاء وصدیقین وصالحین ہوے اور ہونگے سب اسی دم پیدا ہو گئے تھے
پھر اللہ تعالےٰ نے جو کچھ آدم کی روح کے ساتھ کیا کہ انکو جناب عزت عزوجل مین نزدیکی کا مرتبہ دیا اور کرامت ومشاہدہ وعلم ومکاشفہ عطا کیا اور حال
تفرید وتوحید سے سرفراز کیا یہ سب پہلے ذکر فرمایا ہے اب ذکر فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی نزدیکی کے مرتبون مین آدم کی روح کے
مانند ہے کہ جو خصوصیات آدم کو عطا ہوئین ویسے ہی عیسیٰ کو عطا ہوئین سو آدم کے حق مین فرمایا کہ ونفخت فیہ من روحی یعنی مین نے اپنی
روح سے اُس مین پھونکا یعنے اپنی جانب سے روح پھونکی اور ایسا ہی عیسیٰ کے حق مین فرمایا ہے کہ روح منہ لیکن آدم علیہ السلام کو یہ شرافت
ہے کہ آدم کی صورت پیدا کرنے کو اپنی طرف اضافت دیکر تشریف دی چنانچہ فرمایا خلقت بیدی یعنی مین نے اپنے ہاتھون اسکو بنایا اور نیز کہ ملائک
سے اسکا سجدہ کرایا اس منزلت مین آدم کو تمام مخلوق پر بزرگی حاصل ہے اور یہ جو فرمایا۔ خلقہ من تراب۔ تو اسکا فائدہ یہ ہے کہ جاہل لوگ جو کسی وجہ پر
ترقی کیے ہوے نہین ہین وہ ربوبیت مین بیہودہ گمان بد نہ پیدا کرین اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم وعیسیٰ علیہما السلام
کو پاکی روح کے ساتھ مخصوص کیا کہ یہ دونون ایک پشت سے دوسری پشت مین پلٹا کھاتے ہوے نہین آئے اور آدم کو یہ فضیلت دی کہ اپنے
دست قدرت سے پیدا کیا اور اس مین وہ سب سے منفرد ہین اور یہ دونون بزرگ اگرچہ بڑی شان والے ہین لیکن حادث ہونے اور مخلوق ہونے کی
صفت ان دونون کو قطعاً لازم ہے یعنے یہ دونون مخلوق ہین چنانچہ فرمایا۔ ثم قال لہ کن فیکون۔ پھر اسکو کہا کہ ہو جا وہ ہو گیا۔ قولہ تعالےٰ
فلا تکن من الممترین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو معزز فرمایا کہ مین نے تجھ پر اپنا خاص کلام
نازل کیا ہے وحی قلبی ہے اور تجھے اس عالی مرتبہ پر سرفراز کیا کہ آج تک کسی پیغمبر کو یہ اتصال قرب نصیب نہین ہوا چنانچہ ہر پیغمبر کو کتاب لکھی ہوئی بھیجی بخلاف
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے قلب زبان پاک کو کلام وحی وشریعت کر دیا اور آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو کافرون و
مشرکون کے بہتان سے نکال لیا اور بعض اکابر نے فرمایا کہ قولہ الحق من ربک۔ یعنے یہ بات تیرے پروردگار کی طرف سے حق وثابت ہے کہ مخلوقات
مین سے کوئی چیز ظاہر نہ فرماوے مگر اسی طرح کہ اسکو لفظ کن کے تحت مین مقہور وذلیل کر کے لاوے یعنے اس سے فرماوے کہ تو ہو جا وہ عاجز ومقہور
وذلیل ہو کر فوراً ہو جاوے پس تو کسی طرح شک مین نہ پڑنا البتہ اللہ تعالےٰ ہی اپنے اسماء وصفات مین متفرد ہے اسکے بندون ومخلوق مین سے کوئی بھی

اور تعالیٰ کے ساتھ اسکی کسی صفت میں بھی تنازع نہیں کر سکتا ہے - اور استاد رحمۃ اللہ نے کہا کہ قولہ الحق من ربک یعنے حق تیرے پروردگار کیطرف سے ہے اے محمد سو تو ہرگز شک نہ کرنا اس بات میں کہ پیدا و ایجاد کرنے میں کوئی بھی اسکے مثل نہیں ہے اور اسکی مخلوق کے لیے سبب ثابت کرنے میں کسی کی قدرت اسکے برابر نہیں ہے پس جو موجودات کہ پردۂ عدم سے وجود میں آئی ہیں اُنکی ابتداء ظہور بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور اسی کی طرف عود کرین گی۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَ

پھر جو تجھسے اس بات میں جھگڑے بعد اسکے کہ ہو چکا تجھکو علم پس تو کہہ آؤ بلاوین ہم اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور

نِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝

اپنی عورتین اور تمھاری عورتین اور اپنی جان اور تمھاری جان پھر دعا کرین اور لعنت ڈالین اللہ کی جھوٹون پر

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

یہی ہے بیان تحقیق اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ ہی ہے زبردست حکمت والا

ع ۹ ۱۴ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ۝

پھر اگر تم موڑین تو اللہ کو معلوم ہین فسادی لوگ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ - جادلک من النصاری پھر نصاری مین سے جسنے تجھسے دربارۂ عیسیٰ کے جدال کیا - مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ - بعد ازانکہ تیرے پاس یہ علم وحی آچکا ف تجھکو علم قطعی ہو گیا یعنے عیسیٰ کا علم تجھکو آگیا - یعنے وحی قطعی الٰہی اور بیضاوی وغیرہ نے کہا یعنے وہ دلیلین واضح آگئین جو موجب علم ہین - لیکن نصرانی تجھسے جھگڑا کرین - فَقُلْ - لہم - تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ - نجمعہم - تو ان نصرانیون سے کہدے کہ آؤ بلالین ہم اپنے بیٹون و تمھارے بیٹون کو اور اپنی عورتون و تمھاری عورتون کو اور اپنی ذاتی قرابت اور تمھاری ذاتی قرابت کو ف پس بلا کر ان سب کو ہم جمع کرین - ثُمَّ نَبْتَهِلْ - نتضرع فی الدعاء - پھر سب جمع ہو کر دعا کرنے مین بہت تضرع کرین اور گڑگڑاوین فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ - پس جھوٹون کے اوپر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرین ف بان نقول اللھم العن الکاذب فی شان عیسیٰ - یعنے اس طرح کہ آؤ ہم تم جمع ہو کر صدق دل سے دعا کرین کہ ہم مین یا تم مین سے جو فریق جھوٹا ہو اس پر لعنت الٰہی نازل ہو - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابتہال سے دعا کرنا اس طرح کہ کندھون کے برابر پہونچے ہاتھ اٹھا کر عاجزانہ دعا کرے - رواہ الحاکم و بیہقی ) پھر واضح ہو کہ نصاریٰ نجران نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مین ہٹ دھرمی سے جھگڑا کیا تھا - شیخ مفسر نے لکھا - وقد دعا صلی اللہ علیہ وسلم وفد نجران لذلک لما حاجوہ فیہ فقالوا حتی ننظر فی امرنا ثم نأتیک فقال ذو رأیہم لقد عرفتم نبوته وانه ما باھل قوم نبیا الا ھلکوا فوادعوا الرجل وانصرفوا فاتوہ وقد خرج ومعه الحسن والحسین وفاطمة وعلی رضی اللہ عنھم وقال لھم اذا دعوت فأمنوا فابوا ان یلاعنوا وصالحوہ علی الجزیة رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ وروی ابو داود انھم صالحوہ علی الفی حلة النصف فی صفر والبقیة فی رجب وثلثین درعا وثلثین فرسا وثلثین بعیرا وثلثین من کل صنف من اصناف السلاح وروی احمد فی مسندہ عن ابن عباس رض قال لو خرج الذین یباھلونه لرجعوا

لا یجدون اهلاً ولا مالاً ۔ وفی روایۃ لو خرجوا لاحترقوا یعنے جب وفد نجران نے حضرت عیسیٰ کے معاملہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا تو حضرت صلعم نے انکو مباہلہ کے لیے بلایا تو بولے کہ اچھا اتنی مہلت دیجیے کہ ہم اپنے معاملہ مین غور کرلین پھر ہم آپ کے پاس آوینگے پھر جو شخص ان مین سے سردار تھا جس کی رائے پر چلتے تھے اس نے کہا کہ تم نے محمدؐ کی نبوت کو جان لیا اور تم خوب جانتے ہو کہ جس کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ کیا وہ قوم ضرور ہلاک ہوئی پس اس پیغمبر سے صلح کرلو اور اپنے ملک کو لوٹ چلو پس یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے درحالیکہ آپ اسی وقت ان جھوٹون سے مباہلہ کرنے کے لیے باہر نکلے تھے اور آپ کے ساتھ حسن وحسین و فاطمہ و علی رضی اللہ عنہم تھے اور آپ نے ان عزیزون سے فرمایا کہ جب مین دعا کرون تو تم لوگ آمین کہنا پس وفد نجران نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور اسپر صلح کرلی کہ ہم جزیہ دینگے اس قصہ کو ابو نعیم رحؒ نے دلائل النبوۃ مین روایت کیا ہے اور ابوداؤدؒ نے روایت کی کہ ان لوگون نے صلح کرلی اس بات پر کہ ہم سال مین دو ہزار حلہ دینگے جس مین سے نصف یعنے ایک ہزار کو ماہ صفر مین ادا کرینگے اور باقی کو رجب مین ادا کرینگے اور تیسؔ زرہین اور تیسؔ گھوڑے اور تیسؔ اونٹ اور تیسؔ ہر قسم کے ہتھیار دینگے اور امام احمدؒ نے اپنی مسند مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر وہ لوگ جو حضرت صلعم کے ساتھ مباہلہ کا قصد رکھتے تھے باہر نکلتے تو بیشک ضرور نیست کو یے جاتے کہ پھر کبھی عیال و مال کی طرف لوٹ کر نجاتے اور ایک روایت مین ہو کہ اگر نکلتے تو جل جاتے ۔ اِنَّ هٰذَا ۔ المذکور ۔ لَهُوَ الْقَصَصُ ۔ الخبر ۔ الْحَقُّ ۔ الذی لاشک فیہ عیسیٰ کے بارہ مین یہ بیان مذکور بے شک بیان حق ہو جس مین کچھ شک نہین ہو ف کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب خالق عزوجل نے اپنے بندہ عیسیٰ کا حال بیان کیا ہو ۔ وَمَا مِنْ ۔ زائدۃ ۔ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۔ کوئی فرد بھی آلہ نہین ہو ۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ ۔ فی ملکہ ۔ الْحَكِيْمُ ۔ فی صنعہ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے ملک مین غالب ہو اور اپنی صنع مین حکیم ہے ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا ۔ اعرضوا عن الایمان ۔ پھر اگر یہ مشرکین نصرانی منھ موڑین یعنے ایمان لانا جس کے لیے ان کو کہا گیا ہو اس سے منھ موڑین تو اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے گا کیونکہ فسادی ہین ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۔ فیجازیہم ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے مفسدون کو ف اس سے مراد یہ کہ ان کو انکے فساد کی سزا دے گا اور مبہم چھوڑنے مین ہول وخوف زیادہ ہو جیسے زبردست کہے کہ بھلا ہمکو معلوم ہے ہم سمجھ لین گے ۔ ضمیر کے بجاے اسم ظاہر فرمایا تو یہ ان کو فضیحت کرنے کے لیے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ لوگ مفسد ہین اور سزا ان کو اسی جرم پر ملی اور مراد فساد سے کفر و نالائق باتین زبان سے نکالنا اور لوگون کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکنا اور حکم الٰہی اور شریعت حق کو چھوڑنا اور بہکانا وغیرہ ایسے امور ہین جو معرفت الٰہی سے باز رکھتے ہین جاننا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدون باپ پیدا ہونے مین فرزندی کا دعویٰ سخت بیجا ہو کیونکہ آدم علیہ السلام تو بدون ماں و باپ کے پیدا ہوے اصل مین یہ قدرت الٰہی ہے کہ آدمؑ کی پیدائش مین مذکر و مؤنث دونون نہین ہین اور حوا کی پیدائش مین مؤنث نہین اور عیسیٰ کی پیدائش مین مذکر نہین ۔ جیسے باقی مخلوق کو مذکر و مؤنث سے پیدا کیا پس عیسیٰ کی پیدائش ایک نشان قدرت تھا کہ حق عزوجل کی معرفت و کمال ایمان حاصل ہوتا جیسا کہ سورۂ مریم مین فرمایا ۔ ونجعلہ آیۃ للناس ۔ تاکہ ہم اسکو لوگون کے واسطے نشانی قرار دین مگر وہ ایک گروہ کے واسطے گمراہی ہوئی اور برابر اس پر بڑھتے رہے یہانتک کہ پیغمبر برحق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مین مجادلہ کیا اور آخر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ مباہلہ بہ نوبت آئی اور عنقریب بیان آویگا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت عمدہ طریقہ سے ان گمراہون کو فہمایش فرمائی ہو ۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس مباہلہ کا اور اس سے پہلے کے اول سورہ سے یہانتک کی آیات کا سبب نزول ملک نجران کے نصرانیون کا آنا واقع ہوا ۔

مترجم اس قصہ کو مختصر سیاق سے جامع اس طرح بیان کرتا ہے کہ بیہقی رحمہ اللہ نے حاکم کے طریق سے یونس بن بکیر عن سلمہ بن عبد یسوع عن
ابیہ عن جدہ روایت کیا کہ یونس نے جو پہلے نصرانی تھے پھر مسلمان ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے طٰسٓ سلیمان نازل ہونے سے پہلے اہل نجران کو
خط لکھا۔ باسم الٰہ ابراہیم و اسحٰق و یعقوب ۔ از جانب محمد نبی و رسول اللہ کے اسقف نجران و اہل نجران کو معلوم ہو کہ مین حمد کرتا ہون اس
اللہ پاک کی جو ابراہیم و اسحٰق و یعقوب کا پروردگار ہے اما بعد پھر مین تمکو بلاتا ہون اس بات کی طرف کہ تم بندون کی پرستش چھوڑکر اللہ عز و جل
کی بندگی کرو اور بندون کی ولایت سے نکلکر اللہ تعالے کو اپنا والی بناؤ پھر اگر تم اس بات سے نافرمانی کرو تو جزیہ دینا قبول کرو اور اگر اس سے
بھی انکار ہو تو مین نے تمکو لڑائی کا اشتہار دیا اور سلام ہو اسپر جو اللہ کا فرمانبردار ہو پھر جب یہ خط اس اسقف کے پاس پہونچا و پڑھکر بہت
گھبرایا اور سخت لرزان ہو کر اہل نجران مین سے ایک شخص شرجیل بن وداعہ نامی کے پاس آدمی بھیجکر بلوایا اور یہ شخص ہمدان مین سے نہایت
عقیل گنا جاتا کہ جب کوئی مشکل پیش آتی تو اس سے پہلے کوئی اور یاد نہین کیا جاتا تھا پس اسقف نے رسول اللہ صلعم کا خط اسکو دیا اس نے
پڑھا تو اسقف نے پوچھا کہ اے ابو مریم تیری کیا رائے ہے شرجیل نے کہا کہ آپ کو معلوم ہو کہ اللہ تعالے نے ابراہیم کو اسمٰعیل ع کی ذریت مین نبوت
کا وعدہ دیا ہے سو اس سے بعید نہین ہو سکتے کہ شاید یہ وہی نبی ہو۔ نبوت کے کام مین میری کچھ رائے نہین ہے ہان اگر دنیا کے کامون مین
کوئی بات ہوتی تو مین اپنی رائے ظاہر کرتا اور اس مین کوشش کرتا۔ اسقف نے یہ سنکر کہا کہ اچھا ایک طرف بیٹھ۔ وہ ایک طرف جاکر بیٹھ گیا پھر
اسقف نے اہل نجران مین سے ایک شخص عبد اللہ نامی کو جو حمیر کے ذی اصبح مین سے تھا بلا کر خط پڑھا کر رائے پوچھی اس نے بھی شرجیل کے مانند
کلام کیا۔ اسکو بھی اسقف نے ایک طرف بٹھالا۔ پھر اسقف نے اہل نجران مین سے جبار بن قیض نامی کو جو بنی حارث بن کعب مین سے ایک
شخص بنی حماس کا تھا بلایا اسنے بھی بعد مضمون خط جاننے کے ویسی ہی رائے دی جیسے شرجیل و عبد اللہ نے رائے دی تھی اسکو بھی اسقف نے
ایک طرف بٹھالا پس جب سب کی رائے ایک ہی قول پر متفق ہوئی تو اسقف نے حکم دیا کہ ناقوس بجایا جاوے اور صوامع مین نیران و مسوح
پڑھائی جاوین اور یہی ان کا دستور تھا کہ جب دن مین ان کو کوئی گھبراہٹ پیش آتی تو ایسا کرتے اور رات مین ناقوس بجاتے اور آگ
بلند کرتے تھے پس ناقوس کی آواز اور مسوح کے بلند ہونے پر تمام اس وادی کے اوپر و نیچے والے لوگ مجتمع ہوگئے کہ ایک سے دوسرے کو
خبر پہونچے اور اس وادی کا لنباؤ تیز رفتار سوار کی ایک روزہ راہ تھی اور تہتر گاؤن اس مین آباد تھے جن مین ایک لاکھ بیس ہزار مردان جنگ آور
رہتے تھے علاوہ عورتون بچون بڈھون کے پھر اسقف نے رسول اللہ صلعم کا خط ان کو پڑھکر سنایا پس جو لوگ ان مین سے صاحب رائے و دانشمند
تھے سب متفق ہوئے کہ شرجیل بن وداعہ ہمدانی اور عبد اللہ بن شرجیل اصبحی و جبار بن قیض حارثی کو روانہ کرین کہ وہ رسول اللہ صلعم کی خبر
لاوین مترجم کہتا ہے کہ ابن اسحٰق رحمہ اللہ کی روایت مین ہے کہ نصاری نجران کے ایلچی کا گروہ ساٹھ سوارون کا تھا جن مین سے چودہ شخص انکے
اشراف مین سے تھے کہ مآل کار انھین کی طرف تھا اور وہ عاقب بنام عبد المسیح اور سید بنام ایہم اور ابو حارثہ بن علقمہ برادر بکر بن وائل اور اویس
بن الحرث و زید و قیس و یزید و اسکے دونون فرزند خویلد و عمرو و خالد و عبد اللہ و محسن تھے اور ان چودہ اشراف کا مآل بھی تین آدمیون کی طرف
تھا ایک عاقب یعنے عبد المسیح کہ وہ سردار قوم تھا اور اسی کی رائے پر چلتے اور اسی کا مشورہ مانتے اور دانشمند جانتے تھے۔ دوسرا سید
یعنے ایہم کہ وہ ان کا عالم پیشوا تھا اور درحقیقت وہ ایک مرد عربی از قبیلۂ بنی بکر بن وائل تھا لیکن وہ نصرانی ہوگیا اور روم نے اس کی
بڑی تعظیم و تکریم کی اور اسکے کنیسہ بنادیے اور اسکی بہت خدمت کرتے کیونکہ دین مین اسکی مضبوطی سے واقف تھے اور وہ اپنے علم سے
اپنی پرانی کتابون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف تھا مگر اپنی دنیا کی تعظیم و مرتبہ دیکھکر نصرانیت پر اڑا رہا پھر روایت بیہقی مین ہے

کہ یہ جماعت نصرانیان نجران کی جبکہ مدینہ کے قریب پہونچے تب انھون نے سفر کے کپڑے اُتار ڈالے اور تکلف کے لباس پہنکر دامن جھاڑتے اور سونے کی انگوٹھیان پہنے روانہ ہوکر رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور سلام کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا اور وے لوگ دن مین بہت دیر تک منتظر رہے کہ ہمسے کچھ کلام فرماوین مگر آپ نے کلام نہ کیا پھر وے لوگ چلے اور حضرت عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف کو تلاش کیا ان دونون سے کچھ شناسائی تھی پس ان دونون کو مہاجرین وانصار کی ایک جماعت مین پایا اور ان سے کہا کہ تمھارے نبی صلعم نے ہمکو خط لکھا اس پر ہم آئے ہوکر حاضر ہوے ہم نے سلام کیا انھون نے جواب نہ دیا اور ہم دیر تک منتظر رہے ہمسے کلام بھی نہ کیا اب تم دونون کی کیا رائے ہے کیا ہم لوٹ جاوین۔ ان دونون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو ان مین موجود تھے کہا کہ ای ابوالحسن آپ کی کیا رائے انکے حق مین ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان و عبدالرحمن بن عوف کو جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے حلے اور سونے کی انگوٹھیان اُتار کر اپنے سفری کپڑے پہنکر جاوین۔ انھون نے ایسا ہی کیا اور جاکر حضرت صلعم کو سلام کیا۔ آپ نے انکو جواب دیا پھر فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جسنے مجھکو برحق رسول کر کے بھیجا ہے کہ یہ لوگ پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تو اس حال مین تھے کہ ابلیس انکے ساتھ تھا مترجم کہتا ہے کہ محمد بن اسحٰق نے محمد بن جعفر بن الزبیر سے روایت کی کہ یہ لوگ مدینہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس اسوقت حاضر ہوے کہ آپ نے عصر کی نماز ادا کی تھی اور یہ لوگ بنی حارث بن کعب کی وضع مین چادرہاے حبری و حلہاے حبری پہنے ہوے زینت کے ساتھ تھے اور جو شخص اصحاب رسول اللہ صلعم سے ان کو دیکھتا کہتا کہ ہمنے ایسے ایلچی نہین دیکھے اور مسجد نبوی صلعم مین ان کے نماز کا وقت آیا تو نماز کو کھڑے ہوگئے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو پڑھیں پھر انھون نے مشرق کی طرف نماز پڑھی پھر رسول اللہ صلعم سے ان لوگون مین سے حارثہ بن علقمہ اور عاقب عبدالمسیح اور سید یعنے ایہم نے گفتگو کی اور یہ لوگ نصرانیت مین بادشاہ کے دین پر تھے باوجودیکہ ان مین یہ اختلاف تھا کہ کوئی مسیح علیہ السلام کو اللہ اور کوئی اللہ کا بیٹا اور کوئی اسکو تین مین سے ایک کہتا تھا پاک ہے اللہ عزوجل انکی ایسی کفر یہ باتون سے۔ **بیہقی** رحمہ کی روایت مین ہے کہ نجران لوگون سے اور حضرت صلعم سے برابر سوال و جواب رہے اور **مترجم** کہتا ہے کہ حاکم و ابن مردویہ و دلائل مین ابونعیم رحمہ نے جابر رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت کی یعنے عاقب عبدالمسیح و ایہم کو تو بولے کہ ہم تو اے محمد اسلام لاچکے ہین آپ نے فرمایا کہ تم دونون نے جھوٹ کہا۔ اگر تم چاہو تو مین بتادون کہ تمکو کون چیز اسلام لانے سے روکتی ہے۔ بولے کہ اچھا بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ صلیب پوجنا تمھارے دل مین رچ گیا اور شراب پینا اور سور کا گوشت کھانا۔ **بیہقی** رحمہ کی روایت مین ہے کہ آخران لوگون نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہین عیسیٰ کے حق مین اور ہم لوگ اپنی قوم مین لوٹ جانا چاہتے ہین اور ہم نصرانی ہین ہمکو بھلا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جو عیسیٰ کے حق مین کہتے ہین وہ ہم بھی سُن جاوین اگر آپ نبی ہین تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس بارہ مین میرے پاس وحی کی خبر موجود نہین ہے تم ٹھہرو تو جو کچھ میرا پروردگار نازل فرمائے وہ مین تمکو عیسیٰ کے بارہ مین سُنادون پھر دوسرے روز صبح کو وہ لوگ حاضر ہوے اور حال یہ کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ تا قولہ فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین پس انھون نے ایسا اقرار کرنے سے انکار کیا **مترجم** کہتا ہے اور روایت حاکم و ابن مردویہ و ابونعیم مین ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اگر تم اقرار نہین کرتے ہو تو ملاعنہ کرو یعنے مباہلہ کرو پس انھون نے وعدہ کیا کہ اچھا کل صبح کو مباہلہ کرین پھر دوسرے روز صبح کو رسول اللہ صلعم چلے اور حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فاطمہ رضہ و حسن رضہ و حسین رضہ کو ساتھ لیا اور گروہ نجران کو کہلا بھیجا پس انھون نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور حضرت صلعم کے واسطے اقرار کیا پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جس نے مجھکو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر وے مباہلہ کرتے تو البتہ میدان انپر آگ برساتا۔ اور جابر رضہ نے فرمایا کہ انھین لوگون کے حق مین یہ آیت اتری۔ قل تعالوا ندع

ابناءنا الآیہ۔ اور جابرؓ نے فرمایا کہ انفسنا۔ تو رسول اللہ صلعم و علی ہیں اور ابناءنا حسن و حسین ہیں اور نساءنا فاطمہ ہیں۔ قال الحاکم صحیح الاسناد اور حاکم نے اسکو دوسری وجہ سے جابرؓ سے روایت کر کے صحیح کہا والاصح انہ مرسل عن الشعبی کذا قال ابن کثیر اور سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہو کہ جب قولہ تعالیٰ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم الآیہ اتری تو رسول اللہ صلعم نے علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ پاک میرے یہ میرے اہل ہیں رواہ مسلم والترمذی وابن المنذر والحاکم والبیہقی۔ اور جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ قل تعالوا ندع ابناءنا الآیہ میں حضرت صلعم ابوبکرؓ و ان کی اولاد کو اور عمرؓ و ان کی اولاد کو اور عثمانؓ و ان کی اولاد کو اور علیؓ و ان کی اولاد کو لائے تھے رواہ ابن عساکر **مترجم** کہتا ہو بہر حال نصاریٰ آپ کے مقابلہ میں مباہلہ کو نہ آئے پس ابن اسحٰق کی روایت میں ہو کہ انھون نے رات کو باہم مشورہ کیا اور عاقب سے کہا کہ اے عبدالمسیح تمھین سب مین صاحب رائے ہو تمھاری کیا رائے ہو وہ بولا کہ واللہ اے گروہ نصاریٰ تمنے پہچان لیا کہ محمد نبی مرسل ہین اور تمھارے صاحب یعنے عیسے علیہ السلام کے بارہ مین انھون نے سب ٹھیک حال بیان کر دیا جس سے حق و باطل جدا ہو گیا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ کسی قوم نے کسی نبی سے کبھی مباہلہ نہین کیا کہ اس قوم کا چھوٹا یا بڑا بچ رہا ہو سو اگر تمنے ایسا کیا تو تمھاری جڑ کٹ جائے گی پھر اگر تمکو اسی پر ہٹ ہو کہ اپنے دین ہی پر رہو اور وہی کہے جاؤ جو عیسیٰ کے بارہ مین کہتے ہو تو محمدؐ سے رخصت ہو کر اپنے ملک کو واپس چلو۔ اور **بیہقیؒ** کی روایت مین یون ہو کہ شرحبیل نے باقی دونون سے کہا کہ ہم تم سب جانتے ہین کہ ہمارے ملک کے لوگ بلندی و پستی کے اگر سب مجتمع ہون تو یہ سب میری ہی رائے پر چلینگے اور میرا حال یہ ہو کہ مین واللہ ایک بڑا بھاری امر دیکھتا ہون یعنے مباہلہ کرنا اور قسم اللہ پاک کی کہ اگر یہ شخص نبی ہوا تو ہم لوگ عرب مین سے پہلے وہ لوگ ٹھہرے جنھون نے اس کا کہنا رد کیا اور یہ بات انکے اور انکے ساتھیون کے دلون سے نہ جائیگی اور ساتھ ان کے پڑوس مین ہین ہم کو ضرور مصیبت پہونچے گی پھر اگر نبی مرسل ہین اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو روئے زمین پر نصرانی کا ایک بال یا ناخن بھی نظر نہ آوے گا سب ہلاک ہو نگے اور ایک روایت مین ہو کہ عبدالمسیح نے کہا کہ واللہ مین ایسے چہرے دیکھتا ہون کہ اگر دے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے کی دعا کرین گے تو وہ قبول ہو گی تب یہ دونون ساتھی بولے کہ پھر کیا رائے ہو اے ابو مریم۔ تب کہا کہ میری رائے یہ ہو کہ مین انھین کو اس صلح مین حکم قرار دون کیونکہ مین دیکھتا ہون کہ وہ ایسا مرد ہو کہ حد سے تجاوز کر کے کبھی حکم نہین فرماتا تب دونون راضی ہوے کہ اچھا پھر تیری ہی رائے پر چلنا چاہیئے پس شرحبیل نے رسول اللہ صلعم سے ملاقات کی اور کہا کہ مین آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے سے ایک بات بہتر دیکھتا ہون آپ نے فرمایا وہ کیا بات ہو عرض کیا کہ آج کا دن اور رات صبح تک مین نے آپ کو حکم کیا جو کچھ آپ ہمارے بیچ مین حکم کرین وہ جائز ہو پس آپ نے فرمایا کہ شاید تیرے پیچھے اور کوئی ہو جو تجھپر ملامت کرے تو شرحبیل نے کہا کہ آپ میرے دونون ساتھیون سے دریافت کرین۔ آپ نے دریافت کیا تو وہ بولے کہ شرحبیل ہم مین ایسا شخص ہو کہ ہمارا سارا ملک سوائے اس کی رائے کے کسی پر نہین چلتا ہو پس رسول اللہ صلعم لوٹ آئے اور مباہلہ نہین کیا پھر دوسرے روز وہ لوگ آئے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو یہ صلحنامہ تحریر کر دیا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ چیز ہو کہ لکھدیا اسکو نبی محمد رسول اللہ نے اہل نجران کو کہ وہ حکم تھا ہر پھل و سونے و چاندی و دودھیا و سیاہ و رقیق مین اس سب کو ان کے واسطے اس شرط پر چھوڑا کہ وہ لوگ دو ہزار حلہ دین ہر رجب مین ایک ہزار اور ہر صفر مین ایک ہزار حلہ پھر باقی شرطون و سیاق کو بیان کیا **مترجم** کہتا ہو کہ محمد بن اسحاق کی روایت مین ہو کہ پھر انھون نے درخواست کی کہ آپ اپنے اصحاب مین سے ایک شخص کو جسکو آپ پسند کرین ہمارے ساتھ بھیجدین جو ہمارے درمیان ان اموال مین جن مین ہم باہم اختلاف و جھگڑا کرتے ہین فیصل حکم کرے کیونکہ تم ہمارے نزدیک پسندیدہ ہو۔ اور صحیح بخاری مین حذیفہؓ سے روایت ہو کہ عاقب اور سید جو دو صاحبان نجران بارادۂ مباہلہ حضرت صلعم کے پاس آئے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو ہرگز

یعنی عبدالمسیح اور شرحبیل۔

۴ [illegible]

ایسا مت کر قسم ہو اللہ پاک کی کہ اگر وہ نبی ہو اور ہم نے اس سے مباہلہ کیا تو نہ ہم بچین گے اور نہ ہمارے بعد والے پس دونون نے رسول اللہ صلعم سے
عرض کیا کہ جو آپ نے ہم سے چاہا یعنے جزیہ وہ ہم دینگے اور آپ ہمارے ساتھ ایک مرد امین روانہ کرین اور نہ بھیجیے مگر مرد امین ہی تو آپ نے فرمایا کہ
مین تمھارے ساتھ مرد امین پورا امین بھیجون گا پس اس امارت کے واسطے رسول اللہ صلعم کے اصحاب سب سامنے منتظر ہوے پھر آپ نے فرمایا کہ اے
ابوعبیدہ بن الجراح تو اٹھ پھر جب ابوعبیدہؓ اُٹھے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ اس اُمت کا امین ہو رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ وقد
رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ من حدیث ابن مسعودؓ بنحوہ۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ ابوجہل مردود نے کہا کہ اگر مین محمدؐ کو کعبہ کے پاس نماز
پڑھتے دیکھون گا تو اسکی گردن روندون گا۔ کہا ابن عباسؓ نے کہ اگر وہ خبیث ملعون ایسا کرتا تو آنکھون دیکھتے اس کو فرشتے عذاب مین پکڑ لیتے
اور اگر ایسا ہوتا کہ یہود موت کی تمنا کرتے تو مرتے اور دوزخ کے اپنے اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اگر وہ لوگ (نصرانی) نکلتے جو حضرت صلعم سے مباہلہ
کرنا چاہتے تھے تو لوٹتے اس حال مین کہ اپنا مال واہل کچھ نہ پاتے رواہ احمد وقد رواہ البخاری والترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن صحیح
**مترجم** کہتا ہو کہ شاید یہ عذاب ان پر فقط نکلنے سے پڑتا بدون مباہلہ کے ورنہ مباہلہ کی صورت مین وے خود جل جاتے پھر لوٹنا کیسا اور شاید کہ
یہ مجاز ہو اور یہی اصح ہو واللہ اعلم۔ اب یہان چند مقام اور باقی رہے اول آنکہ مباہلہ تو دو ہی شخص کے درمیان تھا پھر بیٹون اور عورتون کو کیون ساتھ
ملایا تو مدارک مین کہا کہ اس لیے ملایا کہ اس سے پوری دلالت ظاہر ہوتی ہو کہ کہنے والا اور دعوی کرنے والا اپنی سچائی پر کمال یقین و مضبوطی رکھتا ہو کہ
اسنے جرأت کرکے اپنے عزیزون و جگر کے ٹکڑون کو پیش کیا اور خالی اپنی ہی جان پر اقتصار نہین کیا اور نیز دوسری طرف جھٹلانے والے کے
جھوٹے ہونے پر کمال یقین ہو پس وہ بھی ہلاک ہو تو اپنے پیارون و عزیزون سمیت ہلاک ہو اگر مباہلہ پورا کرے اور عزیزون مین سے بھی بیٹون و عورتون کو
مخصوص کیا کیونکہ یہی آدمی کو زیادہ عزیز اور اسکے دل سے لگے ہوتے ہین اور پھر ابناء و نساء کو مقدم کیا پھر انفسنا وانفسکم مؤخر کہا اس مین تنبیہ ہو کہ
ان کی قرب و منزلت زیادہ ہو۔ وقال بعضھم اس مین دلیل ہو کہ دخترون کے بیٹے بھی بیٹے کہلاتے ہین کیونکہ نبی صلعم نے حضرت حسنؓ وحسین
رضی اللہ عنہم کو ابناء قرار دیا جیسا کہ حدیث جابرؓ سے صریح واضح ہوا قال فی المدارک اور اس آیت کے واقعہ مین دلیل واضح موجود ہو کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے کیونکہ کسی موافق یا مخالف نے نہین روایت کیا کہ گروہ نجران نے اس مباہلہ کو منظور کیا تھا **مترجم** کہتا ہو کہ
اس مین یہ بھی صریح ہو کہ نصاریٰ فقط اپنے گمان پر حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا وغیرہ کلمات کفر سے یاد کرتے ہین اور اس گمان کو دین ایمان سمجھے
ہین نعوذ باللہ منہ۔ پھر **مترجم** کہتا ہو کہ اگر کہا جاوے کہ ابناءنا اور ایسے ہی نساءنا صیغہاے جمع ہین حالانکہ معلوم ہوا کہ ابناء مین فقط حسن
وحسینؓ دو تھے اور نساء مین فقط حضرت فاطمہؓ اکیلی تھین اور **بیہقیؒ** کی روایت مین دلالت موجود ہو کہ آپ نے فقط حضرت فاطمہ کو لیا
حالانکہ اس وقت آپکے نکاح مین نو بیبیان موجود تھین تو جواب اسکا دو طور سے ہو اول آنکہ جانب مخالف یعنے نجرانیون کے پاس تو ابناء
و نساء جمع موجود تھے لہذا بمقابلہ ان کے اس طرف بھی وہی صیغہ فرمایا اگرچہ مصداق جمع موجود نہون اسواسطے کہ مقصود تو یہی ہو کہ جس قدر ہون
سب کو شامل مباہلہ کیا جاوے اور یہ مراد نہین ہو کہ جمع موجود کیجاوے۔ اور دوم یہ کہ جس روایت مین حضرت سیدہؓ و حضرت علیؓ و حسنینؓ کا
ذکر ہو اس سے مراد یہ ہو کہ ان پاک جانون کو آپ نے ضرور لیا اور اس سے یہ نفی نہین کہ اور کو نہین لیا ہو جیسا کہ روایت ابن عساکر کی جو اوپر مذکور
ہوئی اسپر دلالت کرتی ہو لیکن اول اصح ہو اور اسی پر جمہور علما ثابت ہین اس واسطے کہ عرب مین اہل قرابت کا اعتبار تھا اب باقی رہا یہ کہ
مباہلہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی روا ہو یا نہین تو جملؒ نے اپنے حاشیہ مین لکھا کہ **شیخ شیرازی علامہ دوانی** رحمہ اللہ کے سامنے
یہ بحث پیش آئی پس انھون نے ایک رسالہ لکھا اور اسکی شرطین جو کتاب مجید و حدیث و آثار سے اور امامون کے کلام سے پائی جاتی دکھلی

تحقیق اس مین جمع کیں اور حاصل اسکا یہ ہو کہ اب مباہلہ نہین جائز ہو مگر کسی ایسے ہی امر مہم مین جو شرعی ہو اور اس مین اشتباہ و عناد کیا گیا ہو اور وہ بدون
مباہلہ کے دفع نہوتا ہو تو روا ہو بشرطیکہ مباہلہ سے پہلے حجت پوری پوری قائم کر دے اور شبہہ دور کرنے مین کوشش کرے اور پہلے نصیحت اور
ڈراوا دلاوے پھر اگر وہ نفع نہ کرے اور یہی ضرورت پیش آوے کہ مباہلہ کیا جاوے تو روا ہی اور **مترجم** کہتا ہی کہ **حافظ ابن القیم** رح کا
بھی یہی قول معلوم ہوتا ہی کیونکہ انھون نے صفات حق عز وجل کو ظاہری معانی پر رکھنے اور اسکی مراد کو حق عز وجل کے سپرد کرنے کی حقیقت پر بدون
تاویل مع تحریف کے اپنے علمائے زمانہ سے خانہ کعبہ کے رکن و مقام کے درمیان مباہلہ کرنے کو بلایا مگر کسی نے قبول نہ کیا اور حق اس مسئلہ مین قول اکابر
اہل اللہ تعالے ہی اور اسی کے قریب قول عدم تاویل کا ہی اور سب سے اخس قول تاویل ہی اگرچہ متاخرین نے اسکو محکم و مضبوط قرار دیا و لیکن وہ
مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہی اور **مترجم** کو تعجب ہی کہ کیونکر بندے یہ جرأت کرتے ہین کہ حق عز وجل کی صفات پاک برتر کو اپنی سمجھ کے موافق
کریں فاستقم واسعہ ہو العلی الکبیر۔ **ف۲** عرائس البیان مین اشارہ ذکر کیا کہ قولہ تعالے فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم الآیۃ۔ جو شخص کہ جھوٹے
مدعیون مین سے تجھے جھوٹے جھگڑون و باتون سے ایذا پہونچاوے تو ان پر ظلم و انبساط کی بد دعا کر تاکہ وے سب تیری بد دعا سے
ہلاک ہو جاوین کیونکہ مین نے تجھکو تمام انبیا مین سے اس امر مین مخصوص کر دیا ہی کہ مقام محمود تیرا ہی ہی اور سجدہ مین تیری ہی دعا قبول ہے اور
جعفر صادق رض نے فرمایا کہ اس مین اشارہ ہی کہ مدعی لوگ یعنے جو حق عز وجل کی جناب تک نہین پہونچے اور مقبول بارگاہ نہین ہوئے ہین وے اہل حقیقت
اور عارفان حق عز وجل کے مقابلہ مین دعوے بلند کہتے ہین تاکہ جھوٹے دعوے ان کے تحقیق کے انوار روشن ہونے پر جب باطل
ہون تو وے فضیحت و رسوا ہو جاوین۔ **قال المترجم** یہ امر خواہ دنیا مین واقع ہو جاوے یا آخرت مین ہو (عس) پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالے
نے حضرت عیسی علیہ السلام کے بارہ مین تمام شبہات ملحدین کے رد کر دیے اور آخر ان کو مباہلہ کے لیے بلایا کہ اگر سچے ہو تو آؤ مع قرابتیون کے
مباہلہ کرو پھر اگر تم کو اپنے کذب سے خوف ہی تو جہالت سے باز آؤ اور دین حق و راہ مستقیم اختیار کرو جس مین اللہ تعالے کی جناب مین بدگوئی و
گستاخی نہین ہی لہذا فرمایا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ

تو کہہ ای کتاب والو آؤ ایک بات پر جو ہمارے تمھارے درمیان سیدھی ہی کہ بندگی نہ کرین مگر اللہ کو اور نہ شریک

بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا

ٹھہراوین اسکے ساتھ کوئی چیز اور نہ بناوے کوئی ہم مین کا دوسرے کو رب سوائے اللہ کے پھر اگر وہ نہ قبول کرین تو کہو کہ تم

اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○

شاہد رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہین

**قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ** الیہود والنصاری کہدے ای محمد کہ ای اہل کتاب (یہود و نصاری) یعنے ہر دو فریق یہود و نصاری کو بقول
راجح ارشاد فرمایا کہ۔ **تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ** مصدر بمعنے مستوا امرنا۔ **بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ**۔ (سواء بفتح اول مصدر بمعنے
اسم فاعل ہی اور معنے اسکے عدل ہین جیسے کہ ابن مسعودؓ کی قراءۃ ہی) حاصل آنکہ آؤ ایسے کلمہ کی طرف کہ مستوی ہو حکم اس کا
درمیان ہمارے تمھارے یعنے آنکہ ہم تم اس کلمہ مین یکسان ہین یہی۔ **أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ**۔ وہ کلمہ یہ ہی کہ ہم تم
نہ پوجین مگر اللہ تعالے ہی کو فقط وحدہ لا شریک اعتقاد کرکے کیونکہ نصاری نے یہ کلمہ عدل توحید چھوڑ کر حضرت عیسی ع کو

بلکہ صلیب کو پوجنا شروع کیا تھا حالانکہ ان کو توحید کرنا فرض عین تھا بس ارشاد کیا کہ ایک کلمۂ عدل جو ہم مین تم مین برابر ہی اسی کو اختیار کرین اور اسکی تفسیر یہ ہی کہ اول تو اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک کے سوائے کسی کی پرستش نہ کرین۔ دوم وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناوین ف جیسے کہ نصاری شریک کرتے کہ بیٹا و باپ و روح القدس کہتے حالانکہ دین توحید سب رسولون کی دعوت ہی چنانچہ فرمایا۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون۔ یعنے نہین بھیجا ہمنے تجھسے پہلے کوئی رسول مگر اسکو ہم اسکو وحی کرتے کہ کوئی معبود حقیقی نہین مگر مین سو میری ہی بندگی کرو اور قطعی فرمایا کہ شرک سے کبھی مغفرت نہوگی۔ سوم یہ کہ وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ کما اتخذتم الاحبار والرہبان۔ اور بعض ہمارے بعض کو رب نہ بناوین سوائے اللہ تعالےٰ کے ف جیسے یہود نے احبار کو اور نصاری نے رہبان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے رب بنالیا تھا۔ اور۔ ابن جریج نے تفسیر کی کہ کوئی ہم مین سے دوسرے کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے مین نہ کرے چنانچہ فرمایا اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ یعنے یہود و نصاری نے اپنے عالمون و درویشون کو اپنے رب بنالیے سوائے خدا کے۔ اور اس آیت مین ان لوگون کی توہین ہے جنھون نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا اور عزیرؑ مین ربوبیت سمجھی حالانکہ وہ تم مین سے بعض بشر ہین اور اسی جنس سے ہین اور نیز۔ ان لوگون کی تذلیل ہی جنھون نے حکم خدا اور رسول کو چھوڑ کر اپنے عالمون و درویشون کو اس طرح ماننا شروع کیا کہ جو وہ حلال کرین اسکو حلال مانین اور جو حرام کرین اسکو حرام مانین اور اسکا خیال نہین کہ شرع مین اللہ تعالیٰ نے کیا مقرر کیا ہی چنانچہ عدیؓ بن حاتمؓ نے جب حضرت صلعم سے پوچھا کہ یارسول اللہ ہم لوگ ان کو پوجتے نہ تھے تو آپ نے فرمایا کیا یہ نہ تھا کہ جسکو وہ حلال کرتے اسکو تم حلال جانتے اور جسکو حرام کرتے اسکو حرام جانتے نہین کا قول لیتے تو عرض کیا کہ ہان یہ تو تھا بس فرمایا کہ یہی تو رب بنانا ہوا۔ رواہ الترمذی وحسنہ۔ (البیضاوی والمدارک وغیرہما) فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اعرضوا عن التوحید پھر اگر انھون نے نہ مانا ف توحید سے کنھ موڑا فَقُوْلُوا انتم لہم۔ تو تم ان سے کہو کہ۔ اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ موحدون۔ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہین یعنے توحید اللہ تعالےٰ کے معتقد اور اسی کے موافق عمل کرتے ہین اور بیضاوی نے کہا کہ غور کرو کہ اس قصہ مین اللہ تعالیٰ نے راہ بتلانے مین کیا مبالغہ فرمایا کہ پہلے تو عیسیٰ کا حال بیان کیا اور جو مختلف تغیرات ان پر طاری ہوے وہ بتلائے کہ وہ الوہیت سے بالکل خلاف و ضد ہین اسی سے سمجھ لینا تھا کہ عیسیٰ مین کچھ الوہیت نہین پھر قولہ۔ ان مثل عیسے عند اللہ کمثل آدم الآیۃ۔ سے صریح انکا اشتباہ دور کردیا کہ باپ نہونے سے الوہیت نہین ہو جاتی ہی پھر جب انکا عناد و ہٹ دور نہوا تو ایک اعجاز کے ساتھ ان کو مباہلہ کی طرف بلایا پھر جب وہ اس سے بھاگے اور کچھ تھوڑے سے تابع ہوے کہ شاید نبی سچا ہی ہم جزیہ دینگے تو پھر لیسی راہ سے ارشاد کیا کہ وہ ملزم ٹھہرے یعنے ایسے کلمہ کی طرف بلایا کہ عیسیٰ و انجیل و سب رسول و کتابین اسپر متفق ہین پھر جب آیات و نذر نے ان مین کچھ اثر نہ کیا تو ان سے اعراض فرما کر حکم دیا کہ فقولوا اشہدوا بانا مسلمون یعنے اے کافرو تم ہمارے حق مین توحید کے گواہ رہو ابن کثیرؒ کی تفسیر مین فقولوا اشہدوا بانا مسلمون کی تفسیر خلاف جمہور یون مذکور ہو کہ اشہدوا اتم علے استمرارکم علے الاسلام الذی شرعہ اللہ لکم۔ یعنے تم گواہی دو کہ ہم برابر اپنے اس اسلام قائم رہینگے جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لیے شروع فرمایا ہی۔ ولیکن قول جمہور اولی ہی۔ پھر قتادہؒ سے روایت ہی کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم نے یہود مدینہ کو کلمہ سواء کی طرف بلایا اور ابن جریج سے روایت ہی کہ مجھے خبر پہونچی کہ رسول صلعم نے یہود مدینہ کو جو حکم اس آیۃ مین ہے اسکی طرف بلایا انھون نے انکار کیا پھر آپ نے ان پر جہاد کیا یہانتک کہ انھون نے جزیہ کا اقرار کیا رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم کا خط کافرون کی طرف یہ تھا کہ تعالوا الی کلمۃ سواء الآیۃ رواہ الطبرانی اور بخاری مین ابن عباسؓ کی روایت ابو سفیان مین ہے کہ

پھر ہرقل شاہ روم نے رسول اللہ صلعم کا خط منگوایا اس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل عظیم الروم کو معلوم ہو کہ سلام اس شخص پر جس نے راہ راست کی پیروی کی اما بعد میں تجھکو اسلام کی دعوت کرتا ہوں تو اسلام لا سلامت رہے گا تجھکو اللہ تعالے دوہرا ثواب دے گا اور اگر تو نے منہ موڑا تو تجھپر سب اریسیین کا گناہ ہوگا اور اے اہل کتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لانعبد الا اللہ تا قولہ بانا مسلمون **مترجم** کہتا ہو کہ اس حدیث کی پوری روایت میں صریح مذکور ہو کہ یہ خط فتح مکہ سے پہلے آپ نے ہرقل کو لکھا تھا اور ابو سفیان اس وقت تک مسلمان نہ تھے بلکہ بطور تجارت کے ملک شام کو گئے تھے ان کو ہرقل نے دریافت حال کے لیے بلایا تھا اور اس حدیث کو مسلم ونسائی نے بھی روایت کیا پس ثابت ہوا کہ فتح مکہ سے پہلے یہ آیت اتری جو آپ نے خط میں لکھی ہو **قال ابن کثیر** اور محمد بن اسحق وغیرہ نے یہ ذکر کیا کہ شروع سورۂ آل عمران سے کچھ اوپر اسی آیتیں وفد نجران کے حق میں اتری ہیں جنھوں نے جزیہ قبول کیا اور زہری رح نے کہا کہ نجرانیوں کا پہلا گروہ ہی جنھوں نے جزیہ ادا کیا اور (یعنی آیۃ نجران) اس میں اتفاق ہو کہ جزیہ کی آیۃ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی ہو تب یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ فتح مکہ سے پہلے اس آیہ کے خط میں لکھنے کے کیا معنے ہیں **شیخ ابن کثیر** رح نے فرمایا کہ اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول آنکہ احتمال ہو کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو ایکبار حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے اور دوسری بعد فتح مکہ کے۔ دوم آنکہ احتمال ہو کہ سورۂ آل عمران شروع سے یہانتک وفد نجران کے حق میں اتری ہو اور یہ آیت اس سے پہلے نازل ہو چکی ہو اور رہا قول ابن اسحق کا کہ کچھ اوپر اسی آیتیں وفد نجران کے معاملہ میں اتری ہیں یہ قول محفوظ نہو کیونکہ حدیث ابو سفیان کی اس پر دلالت کرتی ہو اور وہ ایسے ثقات سے روایت ہو کہ انکے حفظ کے مقابلہ میں ابن اسحق کا حفظ نہیں ہو۔ سوم آنکہ احتمال ہو کہ وفد نجران کا آنا قبل واقعہ حدیبیہ کے ہوا اور جو کچھ انھوں نے مال دنیا قبول کیا وہ بطور جزیہ نہو بلکہ دب جانے اور صلح کرنے کے طور پر ہو پھر اسکے بعد جزیہ کی آیۃ بھی اسی کے موافق نازل ہوئی ہو جیسا کہ عبد اللہ بن جحش رح نے اپنی اول سریہ میں مال غنیمت یوں تقسیم کیا کہ پانچواں حصہ للہ ولرسولہ نکالا اور باقی چار حصے مسلمانوں کو تقسیم کیے اور یہ واقعہ بدر سے پہلے ہوا پھر جب غنیمت کی تقسیم کا حکم نازل ہوا وہ اسی کے موافق تھا۔ چہارم آنکہ رسول اللہ صلعم نے جب ہرقل کو خط لکھا ہو تب تک یہ آیت نازل نہوئی ہو پھر اسکے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسی کے موافق تھی جیسے حضرت صلعم نے اپنے خط میں لکھوایا تھا اور ایسا بعض صحابہ کی زبان پر ہوا ہو جیسا کہ عمر بن الخطاب رض نے عورتوں کے پردہ کے بارہ میں کہا اور بدر کے قیدیوں کے بارہ میں کہا اور منافقوں کے جنازے پر نماز نہ پڑھنے کے بارہ میں حضرت سے کہا ویسا ہی قرآن نازل ہوا اور قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے اور قولہ عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الآیۃ۔ یہی نظم زبان عمر رض کے موافق نازل ہوا ہو **مترجم** کہتا ہو کہ ان جوابات میں سے اقوی جواب دوم وسوم ہو واللہ تعالے اعلم۔ **ف ۲** اشارات عرائس البیان میں ہو کہ قولہ تعالے قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔ یہ کلمہ مستوی ادا کرنا خالص ایمان ہو یوں کہ قدم کو حدوث سے مفرد کرے **قال المترجم** یعنی جانے کہ اللہ عزوجل پاک ذات قدیم ہو وہ سواے اپنی ذات جامع صفات کمال کے کسی چیز دائم سے کسی وجہ میں درواقع مانند نہیں اور جو کچھ اسکے سواے ہو سب اسکا محتاج ہو اور سب اسی کی ملک مخلوق و بندہ ہو وہ ہر طرح اسکا مختار ہو اگر یہ عقل حاصل ہو تو یہ بھی سمجھ میں آجاوے کہ اعدام کو وجود سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو اسی کی شان ہو کبھی فرماتا ہو۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ ولا الملائکۃ المقربون۔ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مسیح اس بات پر ذرا بھی منھ موڑ سکے کہ وہ اللہ تعالے کا بندہ ہو اور نہ یہ مجال ملائکہ مقربین کی ہو۔ اور کبھی فرماتا ہو۔ ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ یعنے کس کو دم مارنے کی مجال ہو سکتی ہو اگر اللہ عزوجل ارادہ کرے کہ مسیح اور اس کی ماں کو اور جو زمین میں موجود ہو سب کو ہلاک کر دے۔ لہ الحمد فی الاولے والآخرۃ یہ جزوی اشارہ ہو کہ حدوث کو قدم سے مفرد کرنے کے معنے یوں سمجھو واللہ الموفق۔ پس قدم کو حدوث سے مفرد کرے اور بندگی سے

ساتھ حق عزوجل کو ظاہر کرے یعنے حق عزوجل ہی کے وجود کا قائل ہو اور یہ قول بندگی کے ساتھ ہو اور بشری دعوے بالکل چھوڑ دے **قال المترجم**
گویا مراد یہ ہو کہ حق عزوجل کی جناب مین رسائی کے واسطے عقل جزوی اور مین اور تم سب بیجا دعوے ہین اس کی جناب مین اسی کے
ساتھ رسائی ڈھونڈھیے فافہم واللہ اعلم اور اپنے نفس کو تمام مخلوق کی طرف التفات کرنے سے اٹھالے اور محبت حق عزوجل سے آراستہ ہو
**قال المترجم** یعنے مخلوق کوئی ہوس سے بنظر اس مخلوق کی ذات وصفات کے الفت نہ رکھے ہان اگر اللہ تعالےٰ کے واسطے اس سے محبت رکھے
تو یہ مین محبت الٰہی ہی کیونکہ یہ بھی منجملہ الفت بصفات باری ہی جو ثمرۂ عبادت ہی کیونکہ اللہ عزوجل کی بندگی کرنا عین محبت ہی جیساکہ قولہ فاتبعونی
یحببکم اللہ۔ کی تفسیر مین گذرا وہی یہان فرمایا۔ قولہ ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا۔ پس ہم اپنی خواہش وارادہ کی پیروی نہ کرین در
دنیا اور اس کی خواہش کے تابع نہون اور حق عزوجل کے سوائے دوسرے کی طرف دکھلانے سنانے کے ساتھ التفات نہ کرین۔ **قال المترجم**۔
یعنے خداوند تعالےٰ کی کوئی عبادت ایسے طور سے نہ کرین کہ دوسرے کسی کو دکھلانا سنانا منظور ہو کیونکہ حدیث مین ریا کو بھی شرک شمار
فرمایا ہی۔ قولہ تعالےٰ ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ۔ اشارہ ہی کہ کسی کی مدح کرنے سے خوش نہو اور اگر کوئی تیری پاکیزگی بیان کرے
تو اس سے مسرور نہو اور نہ کسی سے عطاوخدمت کی توقع رکھے اور نہ کسی پر سردار ہونے کی خواہش کرے۔ **قال المترجم** اسواسطے
کہ مدح درحقیقت پاک پروردگار تعالےٰ کو ہی جسنے خدمت لی اور بندگی مین رکھا بندے نے اپنے مولےٰ کی خدمت گذاری ہی ادا نہین کی اور اگر
ادا ہوئی بھی تو دوسرے سے عطاوخدمت وریاست کی توقع کیون ہی کیا اسی کے واسطے ایسا کیا ہی کیا اسی کو رب بنایا ہی نعوذ باللہ منہ شیخ نے
فرمایا اور **شیخ واسطی** رح نے قولہ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔ کے اشارہ مین کہا کہ یہ اس طرح ہی کہ حضرت حق عزوجل کی صمدیت کو
لحاظ کرنے کے وقت اپنی ذلت وبندگی ظاہر کرے۔ اور **ابن عطا** رح نے فرمایا کہ توحید کو اپنے سر باطن مین تامتر محقق کرنا۔ اور **شیخ**
**ابو عثمان** رح نے قولہ ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا۔ کے اشارہ مین کہا کہ اس مین حق عزوجل نے تجھکو بندگی کرنے کا طریقہ بتلا دیا اور دو
یون کہ تو عبادت مین مشغول ہونے کے وقت اپنے سر باطنی سے اپنے معبود برحق کے سوائے کسی کو لحاظ مین نہ رکھے اور اپنے امور مین سے
کسی کام مین تو سوائے حق کے غیر کی طرف ملتجی اور مشغول نہوتا تاکہ تو اس غیر کو اپنا رب بنانے والا نہوجاوے **قال المترجم** یعنے عبادت جب
کرے تو بڑا یا چھوٹا کوئی امر اس عبادت مین تیرے لحاظ مین نہو صرف خالص حق عزوجل ہی کے واسطے بندگی کر یہان تک کہ عبادت کا مزہ بھی
باعث نہونے پاوے اور حتی کہ شیطان کی مخالفت بھی باعث نہونے پاوے اور یہان بہت باریک مقامات ہین کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے
سمجھ مین آتے ہین کیونکہ یہ امر منع نہین ہی کہ درحقیقت خالص اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے بندگی کی اور یہ بھی حاصل ہوا کہ اس سے شیطان
ذلیل وخوار ہوا پس یہ تو مستحب بات ہوئی لیکن اسکی تمیز دشوار ہی اور بڑی پہچان یہ ہی کہ اول اسکو یہ خیال نہو پھر جب لحاظ کرے، تو اس پر ظاہر
ہو مگر لحاظ کرنا اس طرح نہو کہ اپنی عبادت کو دیکھے کیونکہ اس سے خود خراب ہو جائے گا بلکہ بنظر توفیق الٰہی دیکھے کہ اس نے مجھسے یہ خدمت
لی حالانکہ مین اس لائق نہ تھا اور اسکی پہچان یہ ہی کہ وہ فوراً اللہ تعالےٰ کی ثنا وصفت مین دل سے مشغول ہو جاوے یہ توضیح اس امر کی ہی کہ
حضرت عمرؓ نے خطبہ پڑھتے مین۔ یا ساریۃ الجبل کہا اور ساریہؓ نے نہاوند مین آپ کی یہ آواز سنی پس مراد یہ نہین ہی کہ کوئی امر خیال مین نہو اور
بخاریؒ کی روایت مین ہی کہ عمرؓ نے کہا کہ مین نماز مین لشکر جہاد کا انتظام خیال کر جاتا ہون اور خطبہ بھی نماز ہی اور تحقیق اس مقام کی بہت
بسط چاہتی ہی یہان اسی قدر غرض ہی کہ لحاظ سے مراد یہ ہی کہ باعث نماز کا یا کسی عبادت کا شوق یا باعث کوئی امر غیر سوائے حق عزوجل کے نہو اور
یہ مراد نہین ہی کہ کوئی خیال نہ آوے اگرچہ خیالات کی تحقیق بیان کرنا اس وقت گنجایش نہین ہی۔ اور اسی طرح اپنے امور مین غیر کی طرف

تصرف

مشغول ہونے کے بھی یہی معنے ہین کہ اس کام کے سرانجام کا ایک سبب مستقل اس غیر کو سمجھے یہ منع ہے بلکہ فقط ایک حیلہ خیال کرے پس یہان دو طرف بُرے ہین ایک یہ کہ غیر کی طرف اس کام مین مشغول ہو جاوے دوم آنکہ بالکل ایک طرز انتظام کا سلسلہ ہی ترک کردے جس سے حکمت الٰہی عزوجل کا چھوڑنا لازم آتا ہے بلکہ پسندیدہ بات انکے درمیان مین ہے الحاصل یہ مراد نہین ہے کہ کمائی وغیرہ سب چھوڑدے اور کوئی کام نہ کرے اس مقام کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ بہتیرے آدمی بزرگون کے بیان کو سمجھتے نہین اور غلط فہمی کرجاتے ہین (عس) پھر یہود و نصاریٰ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ مین گمراہ ہوے اسی طرح ابراہیم کے بارہ مین غلطی کرتے اور اپنے نفس کی پیروی کرتے تھے قال تعالےٰ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ ۚ
اے کتاب والو کیون جھگڑتے ہو ابراہیم کے بارہ مین حالانکہ نہین اُتری توریت اور انجیل مگر ابراہیم کے پیچھے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم
کیا تمکو عقل نہین ہے سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات مین تمکو خبر تھی اب کیون جھگڑتے ہو ایسی بات مین

بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ
جسکا تمکو علم نہین اور اللہ جانتا ہے اور تم نہین جانتے ہو ابراہیم نہین تھا یہودی اور نہ نصرانی ولیکن تھا

حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○
حق کی طرف حکم کا فرمانبردار اور وہ شرک کرنے والون مین سے نہ تھا۔

اس آیت کا شان نزول جیسا کہ ابن جریرؒ و محمد بن اسحاق وغیرہ ایک جماعت سلف نے روایت کیا ہے یہ ہے کہ نجران کے نصاریٰ اور مدینہ کے یہود ہر دو فریق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوے پھر آپس مین جھگڑنے لگے یہود نے کہا کہ ابراہیم یہودی تھے اور ان کے دین پر ہم ہین اور نصاریٰ نے کہا کہ نہین بلکہ ابراہیمؑ نصرانی تھے اور انکے دین پر ہم ہین پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ**۔ تخاصمون۔ **فِي إِبْرَاهِيمَ**۔ بزعمکم انہ علی دینکم۔ اے اہل کتاب تم لوگ حضرت ابراہیمؑ کے بارہ مین کیون محاجہ کرتے ہو۔ ف کہتے ہو کہ ابراہیم کا وہ دین تھا جو ہمارا دین ہے۔ محاجہ بمعنے حجت لانا اور یہان لغوی استعمال پر جھگڑنے کے معنے مین ہے اور ابراہیم مین جھگڑنے کے یہ معنے کہ باین زعم کہ ابراہیم تمہارے دین پر تھا اور یہ صریح باطل ہے بدلیل قولہ تعالےٰ **وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ**۔ بزمن طویل وبعد نزولہما حدثت الیہودیۃ والنصرانیۃ **أَفَلَا تَعْقِلُونَ**۔ بطلان قولکم۔ حالانکہ توریت و انجیل کا نزول نہین ہوا مگر بعد زمانہ ابراہیمؑ کے پھر کیا تم کو سمجھ نہین ہے ف توریت کا نزول تو بعد ابراہیمؑ کے بہت زمانہ کے ہوا کیونکہ ابراہیمؑ کے ہزار برس کے قریب گذرنے پر موسیٰؑ ہوے اور توریت اُتری پھر موسیٰؑ کے بعد دو ہزار برس کے قریب گذرنے پر عیسیٰؑ ہوے اور انجیل اُتری پھر ان دونون کتابون کے اُترنے پر یہودیت یا نصرانیت پیدا ہوئی ہے پھر کیا تم سمجھتے نہین کہ تمہارا قول باطل ہے۔ حاصل یہ کہ یہودیت تو بعد توریت اُترنے کے ہوئی اور نصرانیت بعد انجیل اُترنے کے ہوئی اور یہ دونون حضرت ابراہیمؑ سے بہت پیچھے اُتری ہین پھر تم جو کہتے ہو کہ ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی تھے تو کیسی ناسمجھی کی بات کہتے ہو کیا تمکو عقل نہین ہے۔ **هَا** حرف تنبیہ ہے اور مراد یہ کہ غفلت سے ہوشیار ہوکر سنو **أَنتُمْ**۔ یا۔ **هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ**۔ من امر موسیٰ وعیسیٰ۔ **فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ**۔ تم اے جھگڑالو لوگو تم نے جھگڑا کیا ایسی چیز مین جس کا تم کو علم ہے (امر موسیٰؑ و عیسیٰؑ مین) پھر تم ایسی چیز مین کیون

جھگڑتے ہو جسکا تم کو کچھ علم نہین ہو ف وہ ابراہیم علیہ السلام کا حال ہو شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ نے شان ابراہیمؑ مین بدون
موجودگی علم کے جھگڑا کیا اسکو اللہ تعالے نے رد کیا اور اگر اس امر مین جھگڑتے جسکا علم انکے ہاتھ مین موجود تھا تو یہ کچھ معنے رکھتا تھا پس علم سے
مراد وحی و خبر الٰہی ہو اور یہ قول پسندیدہ ہو اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس آیہ مین ہر ایسے شخص پر انکار ہو جو بلا علم کے حجت کرے مترجم
کہتا ہو بلکہ اشارہ ہو کہ بحث و جھگڑا بالکل ترک کرے اگرچہ حق پر ہو مگر بضرورت چنانچہ حدیث مین ثابت ہوا کہ جس نے جھگڑا چھوڑ دیا
اگرچہ وہ حق پر ہو تو مین اسکے واسطے ضامن ہون کہ اللہ عزوجل اسکو جنت کی سیرگاہ مین ایک مکان عطا کرے گا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ اشارہ کہان سے
نکلا تو کہتا ہون کہ فرمایا۔ حاججتم فیما لکم بہ علم۔ یعنے جسکا تمکو علم تھا اس مین تم جھگڑے اور لڑپڑے تو معلوم ہوا کہ وہ بھی خوب حرکت نہ تھی ہان بوجہ
احسن البتہ جائز کر دیا گیا ہو چنانچہ فرمایا۔ وجادلہم بالتی ہی احسن۔ اور معنے اسکے انشاء اللہ تعالے اس کی تفسیر مین آوین گے۔ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ۔ شانہ۔ یعنے اللہ تعالے جو عالم الغیب ہو وہی جانتا ہو کہ حال ابراہیمؑ کا کیا تھا۔ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم لوگ جانتے
نہین ہو ف اس سے نکلا کہ یہودیون کی روایات اکثر جہالات ہین پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو یہود و نصاریٰ وغیرہ کے بہتان سے پاک
کیا بقولہ تعالے۔ مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا۔ مائلا عن الادیان کلہا الی الدین القیم۔ ابراہیمؑ
نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی تھا بلکہ حنیف تھا ف یعنے سب دینون سے منھ موڑ کر دین قیم اور صراط مستقیم کی طرف جھکنے والا تھا مُّسْلِمًا۔
موحدا مسلم یعنے موحد تھا پس یہ اعتراض نہین ہوتا کہ ملت اسلام بھی بعد قرآن نازل ہونے کے ہوئی ہو پھر ابراہیمؑ کیسے مسلم ہوے اور
حاصل جواب یہ ہو کہ مسلم کے لغوی معنے مراد ہین یعنے مطیع و منقاد الٰہی بروجہ توحید اور قبلہ انکا خانہ کعبہ تھا اور دیگر شرائع مین موافقت بملت
اسلامیہ تھی اور مترجم کہتا ہو کہ اعتراض سرے سے مردود ہو یہ کہان سے معلوم ہوا کہ ملت اسلامیہ بعد نزول قرآن کے ہوئی بلکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی ملت موافق ملت ابراہیم علیہ السلام ہو پس مسلم سے مراد یہی ہو کہ ابراہیم علیہ السلام ملت اسلامیہ پر تھے اور ملت اسلام
یہ ہو کہ اللہ تعالے کی توحید کرے اور صراط مستقیم پر چلے اور اسی ملت کو قرآن نے ثابت فرمایا اور امت محمد صلعم اسی ملت پر ہو جس کا اصل اصول
توحید ہو جو شرک کی ضد ہو جیسے یہودیت و نصرانیت مین شرک ہو۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور ابراہیم علیہ السلام مشرکون مین سے
نہ تھا ف یہ تعریض ہو یہود پر کہ عزیرؑ کو بیٹا کہنا یہودیت ٹھرائی اور نصاریٰ پر کہ مسیح کو بیٹا کہنا وغیرہ نصرانیت ٹھرائی پھر مدعی ہین کہ مقبول
رب جلیل حضرت ابراہیم خلیلؑ ہماری ملت پر تھا نعوذ باللہ منہ۔ اور اس مین مشرکین قریش کا رد ہو کہ اپنے آپ کو ملت ابراہیمؑ پر جانتے
تھے اور بت پرستی وغیرہ شرک مین لتھڑے پڑے تھے ف ۲ فی العرائس قولہ تعالے ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ یہود کی طرح تشبیہ سے لگے نہ تھے یعنے ذرّہ شبہہ نہین تھے جیسے یہود گمراہ ہین کہ جناب باری تعالے کی شان مین
جسم کے قائل ہین اور نیز حضرت خلیلؑ کچھ شنویہ نہین تھے جیسے نصرانی ہین کہ صلیب وغیرہ کی پرستش کرتے اور عیسیٰؑ کے اندر الوہیت وغیرہ
کے قائل ہین۔ اس سب سے حضرت خلیلؑ پاک بری تھے ہان حضرت خلیلؑ حنیف تھے کہ خالق عزوجل کے دیدار مین تمام مخلوق سے منھ موڑے
تھے اور نیز مسلم تھے کہ اللہ عزوجل کے ارادۂ غالب بزرگ سے جو احکام قضا و قدر کے اجرا جاری ہوتے تھے سب مین سر جھکائے مطیع تھے اور استاد
رحمہ اللہ نے کہا کہ حنیف وہ ہو جو حق پر مستقیم ہو یعنے ٹھیک طور پر صراط مستقیم پر قائم ہو۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط وَاللّٰهُ وَلِيُّ
لوگون مین زیادہ مناسبت ابراہیمؑ سے ان لوگون کو تھی جو انکے ساتھ تھے اور اس نبی کو اور ایمان والون کو اور اللہ والی ہو

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ

مسلمانون کا دل آرزو ہی ایک گروہ اہل کتاب کو کہ تمکو کسی طرح راہ بھلادین اور نہین گمراہ کرتے

اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

مگر اپنی ہی جانون کو اور سمجھتے نہین ہین

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ - احقہم - بِاِبْرٰهِيْمَ - ابراہیمؑ کے ساتھ زیادہ حقدار آدمیون مین سے اور بیضاوی نے کہا ای ابراہیمؑ کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھنے والے اور قربت رکھنے والے یہ یہود یا نصاری وغیرہ مرتد بت پرست نہین بلکہ - لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فی زمانہ - وہ لوگ ہین جنھون نے حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ مین ان کی پیروی کی ف یعنے انکی اُمت والے کما قال البیضاوی وَھٰذَا النَّبِيُّ - محمد لموافقتہ فی اکثر شرعہ - اور یہ نبی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین ف بسبب اس کے کہ آپ ابراہیمؑ سے اکثر شرع مین موافقت رکھتے ہین یعنے مستقل شرع آنحضرت صلعم کو ایسی عطا ہوئی کہ شرع ابراہیمؑ سے اکثر باتون مین موافق ہی کذا فی البیضاوی اور آنحضرت صلعم کو الگ کرکے بسبب آپ کی تعظیم وتشریف کے ذکر فرمایا - وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - من امتہ ثم الذین ینبغی ان یقولوا نحن علے دینہ لا انتم - اور وہ لوگ بھی جو ایمان لائے ہین اس نبی پر یعنے محمد صلعم کی اُمت والے پس ان لوگون کو تو سزاوار ہی کہ کہین کہ ہم دین ابراہیمؑ پر ہین اور تم جھوٹے مدعیون کو یہ نہین پہونچتا ہی - وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ - ناصرہم وحافظہم - اور اللہ تعالے اپنے مومنون کا ولی ہی یعنے ناصر وحافظ ہی ف اللہ تعالے کے ولی ہونے کے معنے یہ ہین کہ وہ مومنون کا ناصر اور حافظ ہی اور حسن بصریؒ نے کہا کہ ہر مومن جگہ رایا گذرنے کو باقی ہی ابراہیمؑ کا ولی ہی یعنے انکے ساتھ نزدیکی واختصاص رکھتا ہی اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر نبی کے واسطے انبیا مین سے ولی ہوتے ہین اور ان مین سے میرا ولی میرا دادا میرے پروردگار کا خلیلؑ ہی پھر یہ آیت پڑھی رواہ الترمذی والحاکم وصححہ ابن جریر والبزار فی المسند وعبد بن حمید وسعید بن منصور وابن ابی حاتم ووکیع فی تفسیرہ بسند جید - اور حکم بن مینار سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای گروہ قریش جان رکھو کہ نبی سے نزدیکی واختصاص والے وہی لوگ ہوتے ہین جو متقی ہون سو تم بھی اسی کی راہ ہو جاؤ اور دیکھ رکھو ایسا نہو کہ لوگ جب مجھسے ملین قیامت مین تو اپنے نیک اعمال لیے ہوے اور تم ملو تو دنیا لادے ہوے پس مین تم سے منھ پھیر لون پھر آپ نے پڑھی یہ آیت ان اولی الناس بابراہیم الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم - پھر جب مدینہ کے یہودیون نے حضرت معاذ وحذیفہ وعمار وغیرہم رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کی طرف بلایا تو نازل ہوا قولہ تعالے - وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ اہل کتاب مین سے ایک گروہ نے چاہا کہ کاش تم کو بہکاتے ف بعض نے کہا کہ یہود بنی نضیر وقریظہ وبنی قینقاع مراد ہین کہ انھون نے ایک جماعت مسلمانون کو اپنے دین کی طرف بلایا تھا - اور لو بمعنے ان مصدریہ کے بتاویل مصدر ہو کر ودت کا مفعول ہی اور یہی صحیح ہی غرض کہ یہ گمراہ لوگ تمنا کرتے ہین کہ تم کو گمراہ کرین وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ - لان اثم اضلالہم علیہم والمؤمنون لا یطیعونہم فیہ - وَمَا يَشْعُرُوْنَ - بذلک - حالانکہ نہین گمراہ کرتے مگر اپنی ہی جانون کو مگر سمجھتے نہین ہین ف اس وجہ سے کہ ان کے گمراہی چاہنے کا گناہ انھین پر ہی اور مومنین اس بہکاوے مین انکی اطاعت نہ کرینگے اس مین مومنون کے ثابت قدم ہونے کا بیان ہی لا یعلمون نہین فرمایا بلکہ لا یشعرون کہا بوجہ اسکے کہ یہ بات ایسی ظاہر ہی کہ گویا حواس سے ادراک ہو سکتی ہی مگر یہ سخت احمق ہین کہ اسکو بھی نہین سمجھتے ہین ف ۲ فے المواہب قولہ ان اولی الناس بابراہیم الآیہ یعنے خلیل علیہ السلام کے قدم بقدم اختصاص والے وہ لوگ ہین جنھون نے ان کی پیروی

کی باین طور کہ ہر دو جہان سے محو ہو گئے اور ملکوت کی شکلون سے کوئی حظ نہین اٹھایا بلکہ نفس کو اس سے روک دیا کیونکہ خلیل علیہ السلام
جب مردان پاکیزہ کی حد تک پہونچے تو ملکوت کی تجلیات پاکیزہ سے اپنی آنکھ بند کر لی اور کہا کہ انی بری مما تشرکون انی وجہت وجہی للذی
فطر السموات والارض یعنی اس تمام چیزون سے بیزار ہون جن کو تم لوگ حضرت باری تعالیٰ کی ذات پاک مین شریک بناتے ہو مین نے
اپنا منھ محض اس ذات پاک کی طرف پھیرا جس نے آسمانون و زمینون کو پیدا کیا ہی۔ **مترجم** کہتا ہی کہ حاصل یہ کہ درجہ صفات سے بھی ترقی کرکے
محض ذات مجرد کی طرف رہے اور یہی اصلی توحید ہی۔ قولہ تعالےٰ وہذا النبی۔ مراد اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین یعنے محمد صلعم اپنے دادا خلیل اللہ
علیہ السلام کی متابعت و اختصاص کے واسطے اولی ہین کیونکہ یہی اسکی محبت کا خلاصہ اور حقیقت خطرت کا لب لباب ہین۔ قولہ والذین
آمنوا یعنے اور وہ لوگ جنھون نے کمال الیقین حاصل کیا اور آخرت کے مقامات معائنہ کر لیے اور ابرار کرام کے درجے مشاہدہ کیے ہین۔ قولہ
واللہ ولی المومنین یعنے قہر کی آفتون سے ان کو بچانے والا اور عصمت و کرامت کے مقام مین انکا داخل کرنے والا ہی حضرت جعفر صادق ؑ
نے فرمایا کہ۔ للذین اتبعوہ۔ وہ ہین جنھون نے شرائع ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی اور ہذا النبی یعنے یہ نبی صلعم اولی اسوجہ سے ہوے کہ
حال ابراہیم علیہ السلام کا حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تھا اور شرع ابراہیم بھی شرع نبی صلعم سے قریب تھی اور یہ دیگر انبیاء علیہم السلام و
دیگر شرائع مین نہین ہی **مترجم** کہتا ہی کہ حاصل یہ کہ شریعت مین بھی مناسبت تھی اور حال و حقیقت مین بھی مناسبت تھی اور اس مین اشارہ ہے
کہ درجات حقیقت کا انکشاف و ترقی مطابق افعال و اعمال شریعت کے ہی جیسا کہ **امام غزالی** وغیرہ اہل تحقیق نے بیان کیا ہی اور شریعت
حنیفیہ حضرت مصطفیٰ صلعم کو ملی اسی واسطے اولیاے امت محمدی کو وہ مقامات منکشف ہوے جو انبیاے بنی اسرائیل کو ملتے تھے اگرچہ نفس نبوت
مین ان کو فضیلت تھی اور یہ علاوہ اولو العزم رسولون کے ہی فافہم واللہ اعلم۔ قولہ والذین آمنوا۔ اور اہل ایمان امت محمدی بھی اولے
بابراہیم علیہ السلام اس وجہ سے ہین کہ انکا حال بھی حضرت ابراہیم کے حال سے قریب ہی۔ قولہ واللہ ولی المومنین یعنے اللہ مومنون کا ولی ہی
اس بات مین کہ انکو حضرت خلیل علیہ السلام کے مقام مین پہونچا کر بزرگی عطا فرماوے گا اس واسطے کہ قربت اس سے بدرجہ محبت ہی چنانچہ فرمایا
یحبہم و یحبونہ۔ مومنین محبت کرتے ہین اللہ پاک سے اور او تعالےٰ اپنے کرم سے ان سے محبت کرتا ہی **قال المترجم** مقام خلیل علیہ السلام
تک پہونچنے سے مراد یہ ہی کہ درجہ قرب ولایت کا محاذی درجہ قرب نبوت خلیل علیہ السلام کے ہو جاوے اور وہ ولایت ابراہیمی ہی اور
یہ مراد نہین ہی کہ ان کے برابر ہو جاوین کیونکہ یہ محال ہی اور اسی طرح جہان کہین مقام محمدی مین پہونچنا لکھا جاوے اس سے بھی یہی مراد ہی
کہ آپ کے قدم پر ولی ہوا اور وہ سب سے اعلیٰ ہی اسکو یاد رکھنا چاہیئے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کی تنبیہ فرمائی بقولہ تعالےٰ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ○ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ

ای کتاب والو کیون منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور تم قائل ہو ای کتاب والو کیون ملاتے ہو

الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ ع ۴ ۱۵

صحیح مین غلط کو اور چھپاتے ہو سچی بات حالانکہ تم جانتے ہو

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ۔ القرآن المشتمل علی نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے اہل کتاب تم آیات الٰہی
سے کیون منکر ہوتے ہو **ف** یعنے قرآن سے جس مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت پاکیزہ موجود ہی کیون منکر ہو وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ
تعلمون انہ حق۔ حالانکہ تم گواہ ہو کہ یہ حق ہی **ف** دیگر مفسرین نے کہا کہ آیات اللہ سے وہ امور مراد ہین جو ان کی کتابون

توریت وانجیل مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہین اور وانتم تشہدون کے یہ معنے کہ جو تمھاری کتابون مین ایسے دلائل موجود ہین تم ان کے شاہد ہو۔ حاصل آنکہ باوجودیکہ ان پر شاہد ہو اور اپنی کتابون مین پاتے اور تصدیق کرتے ہو پھر کیون انکار کرتے ہو۔ اور ابن جریج سے روایت ہو کہ قولہ انتم تشہدون یعنے تم شہادت دیتے ہو اس بات پر کہ اللہ تعالے کے نزدیک دین یہی اسلام قبول ہو اور کوئی دین نہین ہو

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تَلۡبِسُونَ - تخلطون - ٱلۡحَقَّ بِٱلۡبَٰطِلِ - بالتحریف والتزویر - وَتَكۡتُمُونَ ٱلۡحَقَّ اے نعت محمد صلعم وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ - انہ حق - ای اہل کتاب تم کیون خلط کرتے ہو حق کو باطل سے باین طور کہ حق کو تحریف کرتے ہو (بگاڑ دیتا) اور اس مین دروغ ملاتے ہو اور حق کو یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت کو چھپاتے ہو حالانکہ تم اُن کو حق جانتے ہو ف اور ربیع بن انس رح سے روایت ہو کہ کیون خلط کرتے ہو اسلام کو یہودیت ونصرانیت کے ساتھ حالانکہ جانتے ہو کہ اللہ تعالے سوائے اسلام کے کسی سے کوئی دین قبول نہ کرے گا۔ اور چھپاتے ہو حق کو ای محمد صلعم کی صفت کو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ حق ہو اور قتادہ رح نے کہا کہ حالانکہ تم توریت وانجیل مین اپنے پاس لکھا پاتے ہو قال المترجم یہ تفاسیر متقارب ہین۔

وَقَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ ءَامِنُواْ بِٱلَّذِيٓ أُنزِلَ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَجۡهَ ٱلنَّهَارِ

اور کہا ایک گروہ نے کتاب والون مین سے کہ مان لو جو کچھ اُتارا گیا مسلمانون پر چڑھتے دن مین

وَٱكۡفُرُوٓاْ ءَاخِرَهُۥ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُونَ ○ وَلَا تُؤۡمِنُوٓاْ إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمۡ قُلۡ إِنَّ ٱلۡهُدَىٰ

اور منکر ہو جاؤ اسی دن کے آخر وقت شاید مسلمان بھی پھر جاوین اور یقین نہ کرو مگر اسی کا جو چلے تمھارے دین پر تو کہہ ہدایت وہی جو

هُدَى ٱللَّهِ أَن يُؤۡتَىٰٓ أَحَدٞ مِّثۡلَ مَآ أُوتِيتُمۡ أَوۡ يُحَآجُّوكُمۡ عِندَ رَبِّكُمۡ قُلۡ إِنَّ ٱلۡفَضۡلَ

اللہ تعالے ہدایت کرے اسواسطے کہ کسی کو دیا گیا ہو جیساکہ تمکو دیا گیا یا مقابلہ کیا تمسے تمھارے رب کے آگے تو کہہ بڑائی

بِيَدِ ٱللَّهِ يُؤۡتِيهِ مَن يَشَآءُ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ ○ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ وَٱللَّهُ

اللہ کے ہاتھ مین ہو دیتا ہو جسکو چاہے اور اسد فضل کی گنجائش والا دانا ہو خاص کرتا ہو اپنی مہر سے جسکو چاہے اور اللہ کا

ذُو ٱلۡفَضۡلِ ٱلۡعَظِيمِ ○

فضل بڑا ہو

وَقَالَت طَّآئِفَةٞ مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ - الیہود بعضہم - اور اہل کتاب مین سے ایک گروہ نے کہا ف یعنے بعض یہود نے بعض سے کہا کہ - ءَامِنُواْ بِٱلَّذِيٓ أُنزِلَ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ - ای القرآن - وَجۡهَ ٱلنَّهَارِ - اولہ - تم چڑھتے دن مین اس قرآن پر ایمان لاؤ جو ایمان لانے والون پر اُتارا گیا ہو ف مگر دلی تصدیق سے ایمان نہ لاؤ بلکہ بہکانے کے لیے ایسا کرو کہ اول وقت جاکر قرآن پر ایمان لاؤ - وَٱكۡفُرُوٓاْ - بہ - ءَاخِرَهُۥ - اور کفر کرو قرآن سے آخر دن مین - لَعَلَّهُمۡ - ای المومنین - يَرۡجِعُونَ - عن دینہم اذ یقولون مارجع ہولاء عنہ بعد دخولہم فیہ وہم اولو علم الا لعلمہم ببطلانہ - شاید یہ لوگ پھر جاوین ف یعنے اپنے دین اسلام سے کیونکہ دل مین کہینگے کہ یہ لوگ دین اسلام مین داخل ہونے کے بعد پھر گئے تو اسی وجہ سے کہ اُنھون نے جھوٹا جانا کیونکہ یہ لوگ اہل علم ہین - وقالوا ایضا وَلَا تُؤۡمِنُوٓاْ - تصدقوا - إِلَّا لِمَن - اللام زائدۃ - تَبِعَ - وافق - دِينَكُمۡ - اور یہ بھی اُنھون نے آپسمین کہا اور نہ ایمان لائیو یعنے تصدیق نہ کرنا مگر اس شخص کی جو موافق ہوا تمھارے دین سے یعنے درحقیقت اس نبی یا قرآن پر دل سے یقین نہ لائیو بلکہ تم تو اسی کو سچ مانیو

جو تمہارے دین سے موافق ہو قال تعالےٰ قُلْ - لہم یا محمد - اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ - الذی ہو الاسلام وما عداہ ضلال - کہدے انکو
اے محمد البتہ ہدایت تو وہی جو اللہ کی ہدایت ہو کہ وہ دین اسلام ہو اور جو کچھ اسکے سواے ہو وہ گمراہی ہی - اَنْ - اے بان - یُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ
مَآ اُوْتِيْتُمْ - من الکتاب و الحکمۃ یعنے تم لوگ کسی کے واسطے اقرار نہ کیجیو کہ جو تم کو عطا ہوا ہی اسکے مثل کسی کو بھی عطا ہوگا یعنے فضائل حکمت و
کتاب تمہارے مثل کسی کو عطا نہوگی سواے ایسے شخص کے جو تمہارے تابع دیہودی ہو جاوے - اَوْ - ان یُّحَآجُّوْكُمْ - اے المومنون
یغلبوکم - عِنْدَ رَبِّكُمْ - یوم القیامۃ لانکم اصح دینا - یا یہ بھی سچ نہ مانیو کہ مومنین غالب ہون گے تم پر تمہارے پروردگار کے حضور مین
قیامت کے روز - ف کیونکہ تم لوگ تو دین کے معاملہ مین سب سے ٹھیک ہو ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین - ءَاَنْ یُّؤْتٰى بہمزہ استفہام
توبیخی ہو اور معنے یہ ہین کہ کیا کسی اور کو اسکے مثل دیے جانے کا یا قیامت مین مومنون کے تم پر غالب ہونے کا تم اقرار کرو گے (یعنے ہرگز
نہین) اللہ تعالےٰ نے یہود مردود کا دعویٰ رد کر دیا بقولہ تعالےٰ - قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ - فمن این لکم
انہ لا یوتی احد مثل ما اوتیتم - تو کہدے کہ سب فضل تو اللہ تعالےٰ ہی کے ہاتھ مین ہی جسکو چاہتا ہی دیتا ہی - ف پھر تم کمان سے کہتے ہو
کہ جیسا تم دیے گئے ہو ویسا کوئی نہین دیا جائیگا - وَاللّٰهُ وَاسِعٌ - کثیر الفضل - عَلِيْمٌ - بمن ہو اہلہ - اللہ تعالےٰ کا فضل بے انتہا ہی
وہ داناہی کہ فضل کا مستحق کون ہی - وہ اپنے علم سے مستحق بندہ کو عطا فرماتا ہی - يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ - وہ اپنی رحمت نبوت سے جسکو چاہتا ہی مختص فرماتا ہی اور اللہ تعالےٰ فضل عظیم والا ہی - ف حضرت
ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ چند پڑھے لکھے یہود عبد اللہ بن الصیف وعدی بن زید وحرث بن عوف نے آپس مین کہا کہ آؤ ہم یہ کرین کہ اول
وقت تو قرآن پر ایمان لاوین کہ صبح کی نماز ان کے ساتھ پڑھین اور آخر وقت اس سے انکار کرین کہ اپنے قبلہ کی طرف اپنی نماز پڑھین تاکہ مسلمانون پر
ان کے دین مین شبہہ پڑجاوے شاید وہ بھی اپنے دین سے پھر جاوین پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت تا قولہ واسع علیم - نازل فرمائی اور اسی کے
مانند مجاہد وغیرہ ایک جماعت سلف سے مروی ہی اور بات یہ تھی کہ اسلام سے پہلے عرب والے یہودیون کو علم والا جانتے تھے اور علمی
معاملات مین ان پر اعتماد کرتے تھے پس چند یہودیون نے جو انکے درمیان علم والے مشہور تھے یہ تدبیر نکالی کہ لاؤ شروع دن مین اسلام ظاہر کرین
اور مسلمانون کے ساتھ صبح کی نماز پڑھین پھر آخر وقت پھر جاوین اور اپنے قبلہ کی طرف نماز پڑھین تاکہ اہل اسلام کو شبہہ پڑجاوے کہ یہ لوگ اہل کتاب ہین
اور ہم سے زیادہ جانتے ہین یہ لوگ اسلام مین داخل ہو کر اسی سبب سے پھر گئے کہ انھون نے اس دین مین عیب گمراہی دیکھی پس شاید وہ بھی
پھر جاوین اور خصوصًا وہ یہودی جو مسلمان ہوے تھے پس اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس مکر سے مطلع کر دیا حالانکہ
اللہ عزوجل نے مومنون کے دلون کو ثبات و نور دیا تھا وہ ایسے بلید اندھون کے شیطانی مکر سے کیا پھرتے مگر ان اندھون کو معلوم نہ تھا -
انھون نے شیطانی الہام سے یہ تدبیر نکالی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے خبر دیدی کہ قالت طائفۃ من اہل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا
وجہ النہار واکفروا آخرہ لعلہم یرجعون - پس یہ قول انکا آپس مین تھا - اور اس کے مابعد کا کلام بھی انھین یہود کا ہی سواے جملۂ معترضہ کے
اور اس مین اہل اعراب و تفسیر کے اقوال متعدد ہین جنکو جمل رحمہ اللہ نے حاشیہ جلالین مین بسط و تفصیل سے ذکر کیا ہی اور سورہ مین یہ آیت مشکل
قرار دی گئی ہے حالانکہ معانی ظاہر ہور مآل اقوال کا گویا یکسان ہی ازانجملہ چند اقوال مین بیان ذکر کرتا ہون اول بنا بر قول مفسرؒ کے قولہ ولا تومنوا
الا لمن تبع دینکم قل ان الہدی ہدی اللہ ان یوتی احد مثل ما اوتیتم او یحاجوکم عند ربکم - کی تقدیر یون ہی - ولا تومنوا بان یوتی احد مثل ما اوتیتم
او ان یحاجوکم عند ربکم الا لمن تبع دینکم قل ان الہدی ہدی اللہ اعتراض یعنی (ولا تومنوا) بمعنے (ولا تقروا) یا (ولا تصدقوا) ہی اور (ان یوتی)

بتقدیر (بان یوتی) متعلق (لا تومنوا) کے ہی اور (احد) مستثنی منہ ہی اور (الا لمن) حرف استثنار کے ساتھ مستثنی ہی اور حاصل معنے یہ ہین کہ ان
یہود نے آپس مین یہ بھی کہا کہ خبردار دل سے تصدیق نہ کرنا یہ کہ کسی کو دیا گیا مثل اسکے جو تمکو دیا گیا یا یہ کہ مسلمان لوگ پروردگار کے سامنے تم پر
یکی دلیل قائم کر کے غالب ہو جاوینگے سواے اس شخص کے جو تمھارے ساتھ تمھارے دین کا موافق ہو کہ وہ تو البتہ تمھارے مثل دیا گیا ہوگا ۔
حاصل یہ کہ قرآن پر دل سے ایمان نہ لانا کیونکہ تمکو توریت دی گئی اسکے مثل کسی نبی کو نہین ملی مگر انھین انبیا کو جو بعد موسیٰ کے توریت پر چلتے رہے
اور اب بھی جو یہودی ہو جاوے دیا جاوے ۔ اور تمکو یہ بھی خوف نہو کہ مسلمان تمپر حجت قائم کرین گے کہ توریت مین قرآن پر ایمان لانے کا حکم تھا
کیونکہ تم تو قرآن سے افضل پر قائم ہو وہ کچھ حجت نہین لا سکتے ہین پھر اللہ تعالے نے اس مکر کو ظاہر کر دیا اور ان کی ان باتون کو رد کیا جیسا کہ تفسیر سے
ظاہر ہوا یہ تو شیخ جلال الدین رح نے اختیار کیا اور امام ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین کہا کہ قولہ تعالے ۔ ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم یعنی
مطمئن نہو اور ظاہر نہ کرو اپنا بھید کسی پر سواے اس شخص کے جو تمھارے دین کا تابع و موافق ہو اور ظاہر نہ کرو وہ چیز جو تمھارے ہاتھ مین ہی مسلمانون پر کہ
وے آخرت مین پروردگار کے حضور مین تمپر حجت قائم کرین ۔ اللہ تعالے نے رد کر دیا کہ قل ان الهدی هدی الله یعنے وہی پاک پروردگار مومنون کے
دلون کو ہدایت کرتا ہی پوری ہدایت کر جاتے اپنے بندے و رسول محمد صلعم پر آیات بینات و دلائل واضحات و حجج قطعیہ اتارین اس پر تم ایمان
لاتے ہین اگرچہ ای یہودیو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و قرآن کی تصدیق کو جو تم نے اگلے انبیا سے پائی ہی چھپاتے رہو ۔ پس قولہ تعالے ان
یوتی احد مثل ما اوتیتم او یحاجوکم عند ربکم کے معنے یہ ہین کہ یہود کہتے کہ ظاہر مت کرو وہ بشارات محمدی جو تمھارے پاس ہین مسلمانون کو کہ وے
سیکھین اور اسلام پر مضبوط ہون اور تمسے ممتاز ہو جاوین کیونکہ انکا ایمان اسپر خوب مضبوط ہوگا یا پروردگار کے سامنے تمپر اسی کے ساتھ حجت قائم
کرین گے جو تمھارے ہاتھون مین ہی پس تمپر حجت قائم ہو جاوے گی ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ تقریر اس آیت کی تفسیر مین خوض کے قابل ہی اور مانند
جلال رح کے اخفش رح نے کہا کہ معنے یہ ہین ۔ ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم ولا تومنوا ان یوتی احد مثل ما اوتیتم ولا تصدقوا ان یحاجوکم ۔ یعنے
ایمان نہ لاؤ مگر اسی پیغمبر کے واسطے جو تمھارے دین یہودیت اور کتاب توریت کا تابع ہو اور ایمان نہ لاؤ یہ کہ کوئی دیا گیا ویسا جیسا کہ تم دیے
گئے ہو اور تصدیق نہ کرو یہ کہ مسلمان تمپر پروردگار کے سامنے حجت قائم کرینگے اور بعض نے کہا لا تومنوا ای لا تظهروا ایمانکم بان یوتی احد مثل ما اوتیتم ای
اسروا تصدیقکم بان المسلمین قد اوتوا من کتاب الله مثل ما اوتیتم ولا تفشوه الا لمن تبع دینکم ۔ یعنے مت ظاہر کرو بات باین طور کہ کوئی دیا گیا مثل
اسکے جو تم دیے گئے یعنے اس تصدیق کو جو درحقیقت تمھارے دل مین ہی کہ مسلمانون کو بھی اللہ تعالے کی طرف سے کتاب ویسی ہی ملی جیسے
تمکو توریت ملی ہی اسکو چھپاؤ اور ظاہر نکرو مگر اسی شخص کو جو تمھارے دین کا تابع ہو مترجم ۔ کہتا ہی کہ اس قدر مین کفایت ہی دیگر وجوہ کے ذکر سے
بیکار تطویل نہین چاہتا ہون قولہ یختص برحمتہ من یشاء ۔ رحمت سے مراد نبوت ہی اور اس مین دلیل ہی کہ نبوت کسی استحقاق پر نہین ہے بلکہ
اللہ تعالے کا فضل ہی اسنے جسکو چاہا اپنے علم قدیم سے ازل مین اسکو اختصاص دیدیا اور یہین سے کہا گیا ہی کہ مجاہدہ و عبادت و ریاضت
و تمام محنت و کوشش و تقوی و پرہیزگاری سب کرامت و ولایت و مدارج وغیرہ نعمتون کا پھل دیتی ہی سواے نبوت کے کہ وہ روز ازل مین
اللہ تعالی نے جنکے واسطے مختص کر دی تھی انھین کو ملی پس اس اختصاص کے مقابلہ مین کسی متقی و عابد و عارف کا مرتبہ نہین پہونچ سکتا ہے
ف اشارات کے ذکر سے پہلے اتنا جان لینا چاہیے کہ اشارات کچھ انھین خطابون پر موقوف نہین کہ جو مومنین کو ہین بلکہ آدمی اپنی بول چال
مین غیر سے اسکے مطلب کی باتین کرتا ہو حالانکہ اس کلام مین ایسے اشارات بول جاتا ہی جس سے اس کا کوئی ہمراز اپنے مطلب کو
سمجھ لیتا ہی اگرچہ اس مطلب کو اس مقصد سے جسکے واسطے سیاق کلام تھا کوئی ربط نہو جب یہ معلوم ہو گیا تو جاننا چاہیے کہ عرائس البیان

مین لکھا کہ قولہ تعالے ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ بعض یہود نے بعض سے اپنے خاص مقصد کے واسطے کہا تھا جیسا کہ تفسیر سے واضح
ہو چکا اور شیخ رح نے اس سے اشارہ یہ نکالا کہ راز کی بات ایسے ہی شخص سے ہونی چاہیئے جو ہمراز ہو چنانچہ کہا کہ کسی کی مصاحبت فقط انھین
لوگون سے رکھو جو اللہ والے عارف لوگ ہون جنکا حال یہ ہو کہ اپنے احوال کو دنیا والون کے سامنے ظاہر نہین کرتے ہین اور اہل حقیقت کی باتون کو
لوگون سے نہین بیان کرتے ہین کہ جس سے وہ لوگ ان باتون سے انکار کرین حتی کہ انکے قتل پر آمادہ ہوجاوین **قال المترجم** حدیث مین حکم ہو
کہ لوگون سے انکی عقل کے موافق باتین کرو رواہ مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا اور بعض نے کہا کہ اس مین یہ اشارہ ہو کہ مصاحبت فقط ایسے ہی
لوگون سے رکھو جو احوال طریقہ مین تمھارے ساتھ یکسان ہون **قال المترجم** قلوب بندون کے جازلی صالح ہین وجوہ متعددہ پر ہین جیسے کہ
حدیث مین اشارات ہین کہ قلب عمرؓ کو قلب نوح ؑ سے تشبیہ دی اور قلب ابو بکرؓ کو قلب ابراہیم علیہ السلام سے اور یہ کھلی بات ہو کہ
ان انبیاء علیہم السلام کی شریعت مین تفاوت تھا وصحابہؓ بھی اپنے مجاہدہ وریاضت اعمال مین مختلف تھے اگرچہ توحید واتباع سنت مین یکسان
تھے چنانچہ حدیث اصحابیؓ کالنجوم سے ظاہر ہو اور اسی کی مؤید دوسری روایت ہو جس مین ہر ایک کے ساتھ نور خاص ہونا مذکور ہو پس مقصود
اس اشارہ کا یہ ہو کہ مصاحبت ان لوگون کی بہت خوب ہو جنکا طرز واحد ہو فتامل اور **مرتعش** رح نے اس مین یہ اشارہ بیان کیا کہ راز حق کو فاش
نہ کرے مگر ایسے ہی لوگون سے جو اہل حق ہون اور **شیخ ابو بکر بن طاہر** نے فرمایا کہ ایسے شخص سے کرامات ظاہر ہونے کی تصدیق کرو
جس سے کھلی کھلی یہ بات نہ دیکھی گئی ہو کہ وہ ظاہری شریعت پر خوب اچھی طرح چلتا ہو اور ریاضت کرتا ہو اور اللہ تعالے واسکے رسول کی
فرمانبرداری کرتا ہو **مترجم** کہتا ہو کہ یہ اشارہ نہایت واضح ہو کیونکہ قولہ ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم منصوص ہو اور یہ امر تمام اہل ایمان کو نصیحت کامل ہو
کہ کشف وکرامت جو لوگون نے ولایت کی دلیل سمجھی ہو یہ پہلی غلطی ہو کیونکہ عوام کو استدراج وکرامت مین فرق ظاہر نہوگا اور فرق کی کسوٹی صرف
شریعت وسنت ہو کہ اگر متقی کے ہاتھ سے ظاہر ہو تو کرامت ہو ورنہ استدراج ہو اور یاد رکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اعلیٰ درجہ کے اولیا تھے کہ
اللہ تعالیٰ نے اُن دلیون کی تعریف کی اور کوئی ولی قیامت تک ایک ادنیٰ صحابی کے برابر نہین پہونچ سکتا اور کیونکر پہونچے گا کہ آفتاب سالت
ان آنکھون سے دیکھ ہی نہین سکتا ہان خواب وغیرہ مین چاہے حاصل ہو پھر انکا یہ حال تھا کہ نہ کچھ کشف وکرامت کی تلاش
کسب یہ سے تھی فقط انکی معاش لیکن خیر کشف کرامت ہی پہچان سہی اُس مین۔ پتا لگاؤ کہ یہ عجیب بات جو تم نے دیکھی بھلا یہ کرامت ہو یا شیطانی
استدراج ہو۔ اسکو جان رکھو کہ اگر وہ شخص طریقہ سنت پر راہ شریعت کا پابند ہو تو جو عجیب بات تم نے اس سے دیکھی سُنی وہ کرامت ہو اور اگر وہ
شرع کا پابند نہین تو یہ شیطانی استدراج سمجھو کیونکہ اللہ عزوجل نے یہی شریعت وطریقہ سنت کو بیچ مین پہچان فرمایا ہو پس جو شخص درواقع
تابع شیطان ہو اور ظاہر مین مسلمان بنا ہو وہ شریعت پر چلنے والا کبھی نہوگا اس سے جو بات عجیب سرزد ہو وہ شیطانی استدراج ہو اگر
ایسے شخص کے مرید ہوے تو تمھارا انجام کار بخیر نہوگا اگرچہ ابھی تمکو دنیا کی لالچ مین اسکا ضرر ظاہر نہو کیونکہ قلب کو اُسکے قلب سے تعلق ہونے سے
بسبب سکے کہ تم خود مرید ہو کر مغلوب بنے ہو وہی انعکاس ہوگا اور وہ قلب شیطانی ہو تو تمھارا انجام شیطانی ہوگا اور ایسے ہی اگر اللہ تعالے کی محبت
والے اور راہ سنت پر جان قربان کرنے والے سے الفت رکھو گے تو تمھارا قلب اگر درست نہین تو بھی درست ہو جاوے گا کیونکہ حضرت سرور عالم
صلے اللہ علیہ سلم سے اسکو بھی محبت ہو اور یہ محبت عین ایمان ہو برخلاف اسکے کہ جو راہ سنت وشریعت سے مخالف ہو کر دعوی محبت کرتا ہو وہ جھوٹا ہو اور
شیطانی محبت مین مکار بنا ہوا ہو پس متعلم کو خورسے سمجھو۔ قولہ تعالے یختص برحمتہ من یشاء۔ رحمت سے مراد یہان نبوت وولایت ہو پس اللہ عزوجل
اپنی خلق مین سے چھانٹ کر جسکو چاہتا ہو اختصاص دیتا ہو کچھ عبادت ومجاہدہ وریاضت پر موقوف نہین کیونکہ اس کی سابق عنایت ازلی

له یہ [illegible] ۱۲

تو مجاہدہ کرنے والے اور مجاہدہ دونون سے پہلے ہو چکی ہو اور شاہد و برہان و وجود و علت اسوقت کچھ بھی نہ تھی یعنے اللہ عزوجل نے جو قادر مختار ہو جس کو چاہا
اسکے وجود سے پہلے بدون کسی علت و سبب کے نبوت و ولایت کے واسطے مختص فرمایا ہو پس جو شخص نور مشاہدہ سے روشن ہو لیا اور اسکے
سر باطنی کے کان خصائص خطاب سے بھر گئے اور اسکی روح منور ہو چکی اسکو کب اپنی جان کی طرف اور اپنے معاملہ کی طرف اور اپنے مجاہدہ
کی طرف نظر ہوتی ہو کیونکہ جازلی فیض سے چھن لیا گیا وہ مراد ہو گیا یعنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارادہ متعلق ہو کہ خود بخود وہ مرضیات الٰہی سے
سرفراز ہو اور اسی طرف سے وہ کھینچا جاتا ہو اگرچہ ظاہر مین سخت ذلیل ہو اور اسی طرف سے وہ محبوب ہو اگرچہ کچھ تجاوز بھی کرے **قال المترجم** مثال
اسکی حال امام **عبداللہ بن مبارک** جامع فضائل کہ انکی نسبت نقاد محدثین لکھتے ہین کہ ان مین خصال خیر سب جمع تھے یہ بڑا مرتبہ ہو ابتدائے
حال مین راہ شرع سے تجاوز کرتے تھے ایک رات باغ مین مجلس شراب مہیا کر کے آخر وقت سو گئے خواب دیکھا کہ درخت پر ایک پرند پڑھتا ہے۔
الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔ یعنے کیا وہ وقت نہین آیا ایمان والون کے لیے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد مین پگھل جاوین۔
یہ کشش ارادہ ازلی کا ظہور ہوا اسی وقت بیدار ہو کر سب دور کیا اور آخر ایسے جامع کمال صاحب تقوی عابد زاہد عارف غازی ثقہ مجاہد محدث ہو گئے
کہ آج تک انکا نام پاک موجب برکت ہو ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء شیخ نے فرمایا کہ اختصاص اصلی تین معنے رکھتا ہو اول یہ کہ غیب ملکوت کا مکاشفہ ہو
دوم انکہ جبروت کا مشاہدہ ہو اور سوم یہ کہ مدارج معرفت و توحید پر پہونچ جاوے اور یہ اختصاص سوم سب سے اعلیٰ و اجل ہو اسواسطے کہ اس مین
محو و انبساط و اتحاد و انانیت و فردانیت و حریت اور اتصاف بربوبیت سب موجود ہو اور یہی حقائق تمکین و تحقیق توحید کی جڑ ہو اور **شیخ**
**ابو عثمان** رح نے فرمایا کہ بات مین ڈھیل چھوڑ دی تا کہ امیدوالے کی امید لگی رہے اور خوف والے کو ڈر لگا رہے **قال المترجم** شیخ نے خود اشارے
سے بات کہی یعنے یختص صیغہ مضارع مین گنجایش آیندہ کی ہو اور من یشاء مین خوف ہو کیونکہ صیغہ مضارع پر جو امید لگاوے وہ ڈرتا بھی رہے کہ شاید
وہ اس مشیت مین نہ آوے یہ معنے اس کلام کے ہین فافہم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ زائل کر دیا علتون کو عطایا سے اور توڑ دیا نفوس کو مجاہدات
سے پس کاٹ دیا نفوس کو شواہد و موارد سے **قال المترجم** یعنے جب اختصاص کرنا اپنی مشیت پر مقرر فرمایا تو صریح بتلا دیا کہ اللہ عزوجل کا
کام کسی علت و سبب کے تابع نہین ہو ورنہ یون ہوتا کہ اختصاص کرنا اس علت و اس سبب پر ہوتا ہو اور یہ نعمت دینا اس علت کے ساتھ ہوتی ہو
اور یہین سے نکلا کہ کوئی نفس اور کوئی شخص اپنے کسی فعل پر نظر نہ کرے کیونکہ اسکے مجاہدہ و ریاضت و عبادت کے سبب سے کچھ نہین ہو سکتا اس لیے
کہ افعال الٰہی بلا علت و سبب ہین لیس یہ نکلا کہ اللہ عزوجل سے اسکی کبریائی و عظمت و بے نیازی سے امید و خوف رکھے اپنی طرف یا کسی کی طرف کسی
امر کو شاہد نہین قرار دے سکتا اور کسی امر پر نظر نہین رکھ سکتا ہو فافہم واللہ اعلم۔ اور حضرت **سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسکو جناب باری تعالیٰ
سے ہدایت ملی اور اسکی درگاہ مین نزدیکی پائی وہ اسنے اپنے پروردگار عزوجل کی طرف سے پائی اپنی ذاتی لیاقت سے اسکو کچھ نہین ملا ہو **قال المترجم**
یہ اشارہ ظاہر ہو اور مستحسن کلام ہو۔ اور **واسطی** رح نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی عطا و بخشش سے سبب و علت کا نام دور ہو جو صفات اسنے ظاہر فرمائے ہین
اور جو امور پوشیدہ رکھے ہین وہ کسی علت و سبب سے نہین ہین اور ہر نفس کو توڑ دیا کہ وہ اپنے مجاہدہ پر کبھی نظر نہ رکھے اور جو شخص توحید کے درجہ پر پہونچا وہ بھلا
کیونکر نیک کامون کے وسیلہ سے یہ قول سننے کے بعد کہ یختص برحمتہ من یشاء۔ توسل ڈھونڈھے گا بلکہ یقین کرے گا کہ اللہ عزوجل کی طرف
شواہد و موارد و عوائد و فوائد سے کوئی راہ نہین ملتی ہو۔ اور **شیخ ابن عطاء** رح نے فرمایا کہ خبردار ہو جا کہ اللہ عزوجل کی طرف عوائد و
فوائد سے کوئی راہ نہین ملتی ہے۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء۔ یہ ہو کہ تو بدون اپنے ہو اور قیام تیرا اسی کی
ذات و صفات کا قیام ہو اور نیز فرمایا کہ جسکے واسطے کئی احوال سے تجلی ہوے وہ ایسا نہین جسکے واسطے ایک حال سے تجلی ہوئی اسلیے ہی

یختص برحمتہ من یشاء ہی - اور نیز فرمایا کہ جب بندون نے برہان کا مشاہدہ کیا اور فرقان کا معائنہ کیا تو اپنی صفات سے حضرت باری تعالے عزوجل کی طرف ہوگئے اور اپنے افعال سے بیزار ہوکر اسی کے فعل کی طرف ہو رہے اور انکو تسکین اس حکم کی طرف ہوئی جو اس نے فرما دیا ہی - کہ ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون - یعنے جن لوگون کے واسطے ہماری طرف سے نیکوئی سابق ہوگئی ہی وہ دوزخ سے دور ہین اور **شیخ ابو سعید خراز** نے فرمایا کہ رحمت یہان یہ ہی کہ سماع کے معانی کو حقیقی کانون سے سنے دیکھے اور اسی کو حق عزوجل نے اپنے بزرگ بندون کے واسطے مخصوص کر دیا ہی اور **فارس** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رحمت ہدایت و خدمت و مشاہدہ و ولایت و نبوت و رسالت ہی اور اگر اللہ تعالے ان لوگون کو اس چیز کے ساتھ خاص نہ فرماتا جسکے ساتھ مخصوص کیا تو انپر موافقت کے آثار مین سے کچھ بھی ظاہر نہوتا - اور **شیخ ابو سعید خراز** نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندون مین سے کچھ لوگ چھانٹ کر انکو ولایت والا بنایا ہی چنانچہ فرمایا یختص برحمتہ من یشاء - پس بندہ ضعیف کے بڑے نصیب ہین کہ اسکے مالک نے اسکے لیے یہ بڑے درجے رکھ چھوڑے ہین اور **شیخ ابن عطاء** رحمہ سے سوال کیا گیا کہ کس چیز نے عابدون کو عبادت سے سست کر دیا - فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء نے **مترجم** کہتا ہی کہ سوال کرنے والے کی مراد یہ تھی کہ عبادت والا عبادت کو دیکھتا ہی اور اسکی خوبیان اسکے نفس کو بھلی معلوم ہوتی ہین اس حیثیت سے کہ وہ اس کو بجا لاتا ہی کہ اپنے کو عابدون کے درجہ پر شمار کرتا ہی سو اس فریب نفس سے وہ کیونکر چھوٹا اور کیونکر اس کے نفس کی امنگ بیٹھ گئی اس پر **شیخ ابن عطاء** رحمہ نے جواب دیا کہ اس قول پاک یختص برحمتہ من یشاء نے درحقیقت ہر ایک کے نفس کی امنگ بٹھال دی اگرچہ کوئی بندہ جس کو پردۂ غفلت ہو ہنوز اپنی امنگ مین گرفتار رہے - اور کلام شیخ کے یہ معنے نہین ہین کہ عابدون نے جب اس آیہ کریمہ کو سنا تب سے عبادت چھوڑ دی کیونکہ ایسا وہی شخص کرے گا جو ارادۂ ازلی مین خاص نہین کیا گیا چنانچہ حدیث مین اشارہ ہی کہ ہر شخص پر وہ آسان ہی جس کے واسطے وہ پیدا ہوا ہی اور حاصل اسکا یہ ہی کہ بندۂ خاص تمام عبادت کرتا ہی اور پھر سخت شرمندہ ہوتا ہی اگرچہ جب توفیق الٰہی کی طرف نظر ڈالتا ہی کہ اس نے مجھے یہ خدمت دی تو خوش ہو کر دل سکا پانی پانی ہو جاتا اور شکر کا سجدہ بجا لاتا ہی پس مکر اسکی عبادات کے ثواب مین ترقی ہی مگر وہ ویسا ہی شرم سے سرنگون ہی اچھا کہا ہے زینہار از آب شمشیرت کہ شیران را از آن + تشنہ لب کشتی و گردن را در آب انداختی + پھر جو شخص کہ مشیت ازلی مین خاص نہین ہوا وہ عبادت بھی نہین کرتا اور اگر کرتا ہی تو اسکو دیکھتا ہی اپنے نفس کا کمال سمجھتا ہی اپنے کو عابد جانتا ہی دوسرون کو حقیر و فاسق سمجھتا ہی اور یہ بڑا عیب ہی - نعوذ باللہ منہ قال الشیخ اور بعض نے فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء - مین اشارہ ہی کہ یون رحمت فرماتا ہی کہ بندہ پر جو نعمتین فرمائی ہین ان کے پہچاننے کی توفیق دیتا ہی اور ان کے شکر پر قائم ہونے کی توفیق دیتا ہی **مترجم** کہتا ہی کہ بڑی پوری نعمت ایمان ہی اور اولی نعمت جامعہ اس کا وجود ہی پس کوئی بندہ ایسا نہین کہ جس پر پوری نعمت نہو اور شکر اس نعمت کا یہ ہی کہ تمام وجود کو بندگی حضرت حق عزوجل مین صرف کرے یہین سے کہا گیا کہ عجب ہی کہ کون عابد اپنی عبادت کا بدلا چاہے کیونکہ اس سے تو شکر ہی ادا نہوا پھر بدلا کیسا اور عبادت کیسی فافہم اور حضرت استاد رحمہ اللہ نے رحمت کے معنے نعمت لیے ہین چنانچہ فرمایا کہ مختص فرماتا ہی اپنی نعمت سے جسکو چاہے سو ایک قوم کو تو ارزاق[لہ] سے مخصوص کیا اور کسی قوم کو نعمت اخلاق دیدی اور کسی قوم کو نعمت عبادت دیدی اور کسی کو اپنی جناب مین ارادت دیدی کہ سوائے اس کے دوسرے کو نہین چاہتے اور کسی قوم کو ظاہر کی توفیق دیدی اور کسی قوم کو باطن کی تحقیق دیدی اور کسی قوم کو عطا اپنا یار دی اور کسی کو تو اپنے اسرار دی اور اللہ تعالی فرماتا ہی کہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا الآیہ یعنی اگر تم اللہ تعالے کی نعمتین شمار کرو تو پورا نہین گن سکتے ہو **قال المترجم** مترجم کہتا ہے اللہ عزوجل نے اپنی رحمت و کرم غیر متناہی سے وہی جانتا ہی کہ کس کثرت سے نعمتین فرمائی ہین مگر آخر وہ ناچیز بندہ ہی اس سے کسی کا شکر کچھ بھی ادا نہوا وہ کیا کسی دوسرے کو

لہ یعنی صرف رزق ظاہری دیدی ۱۲

ادا ے شکر کا طریقہ بتاوے اللھم لک الحمد فاغفرلی ؎ اگر خشم گیری بقدر گناہ + بدوزخ فرست وترازو مخواہ + یہی اُمید ہو کہ رحمت اسکی بہت وسیع ہی پھر کہتا ہون کہ حدیث مین آیا ہو کہ الحمد للہ بلۂ ترازو کو بھر لیتا ہی - اور حدیث مین آیا کہ دو کلمہ زبان پر ہلکے اور پلۂ ترازو مین بھاری اور جناب باری عزوجل کو محبوب ہین - سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم برادران اسلام سے اُمید ہو کہ زبان سے یون شکر ادا کرین اور تمام بدن کا شکر وہ ہی جسکے واسطے وہ پیدا ہوے ہین مثلاً پیشانی کا شکر سجدہ ہو علی ہٰذا القیاس شرع شریف وسنت سنیہ مین سب موجود ہو خود ادا کرین اور میرے لیے مغفرت کی دعا کرین والسلام - قال الشیخ بعض نے کہا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء - جب بندون نے سُن لیا تو جان گئے کہ وسیلہ پیدا کرنے سے کچھ بدل نہین سکتا اور یہ معاملہ تو وہی ہو جو ابتداے ازل مین اور مشیت حضرت عزت جل جلالہ مین مقرر ہو چکا ہی - اور بعض نے کہا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء - یعنے بندے پر جو اسرار کشف فرماتا ہی اور جو انوار معرفت القا کرتا ہو اسکی بھرے جس کو چاہتا ہی اختصاص دیتا ہو مترجم کہتا ہی کہ کشف کے اسرار مین بہت باریکیان ہین اور اس سے وہی سالم رہتا ہی جو شرع وتقوی مین کامل ہو اسکو مین پہلے مفصل لکھ چکا -

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ

اور بعضے اہل کتاب مین وہ ہین کہ اگر تو ان پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تجھکو ادا کرین اور بعضے ان مین وہ ہین کہ اگر تو ان پاس امانت رکھے ایک اشرفی

لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا

ادا نہ کرینگے تجھکو مگر جب تک تو اسکے سر پر کھڑا ہو یہ اسواسطے کہ اُنھون نے کہہ رکھا ہو کہ نہین ہم پر

فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ؀ بَلٰي مَنْ اَوْفٰى

جاہلون کے حق کا گناہ اور باندھتے ہین اللہ پر جھوٹ حالانکہ جانتے ہین کہ جو کوئی پورا کرے

بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ؀

اپنا قرار اور پرہیزگاری کرے تو اللہ پرہیزگارون سے راضی ہی -

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ - ای بمال کثیر يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ - اور اہل کتاب مین سے بعض وہ ہو کہ اگر تو اسکو امین بناوے ایک قنطار کا (یعنے مال کثیر کا) تو وہ تجھے ادا کردے - لامانتہ کعبداللہ بن سلام اودعہ رجل الفا ومائتی اوقیۃ ذھبا فادّاھا الیہ - جیسے عبداللہ بن سلام عالم یہود وحافظ توریت جو آنحضرت صلعم پر ایمان لے آئے تھے ایک مرد قریشی نے ایک ہزار دو سو اوقیہ سونا امانت رکھنے کو دیا پس قریشی نے اسکو جب مانگا تو ابن سلام رضؓ نے ادا کر دیا - اور یہین سے بعض سلف سے مروی ہو کہ قنطار کی تعداد بارہ سو اوقیہ سونا ہو اور اسی کو محققین نے ترجیح دی ہی - وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ - لخیانتہ - اور اہل کتاب مین سے بعض وہ ہو کہ اگر اس کو ایک دینار امانت دے تو وہ تجھے ادا نہ کرے ف کیونکہ وہ خائن ہی - اور دینار کی وجہ تسمیہ مین ابن ابی حاتم نے مالک بن دینار سے روایت کی کہ دینار نام اسواسطے ہے کہ وہ دین ونار ہے یعنے جو اسکو حق طور سے لے اور حق طور پر خرچ کرے تو وہ دین ہو یعنے ثواب ہو اور جو اسکو ناحق لے اسکے لیے آگ ہو اور اکثر اہل لغت کہتے کہ وہ دین آرا کا معرب ہی الحاصل جو اہل کتاب مین سے بے ایمان ہو وہ ایک دینار بھی امانت مین خیانت کرے اور ادا نہ کرے - اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا - لا تفارقہ فمتی فارقتہ انکرہ ککعب بن الاشرف استودعہ قریشی دینارا فجحدہ - مگر اس وقت تک

کہ تو اسکے سرپر کھڑا رہے ف اس سے الگ نہین ہوا پھر جب تو اُس سے جدا ہوا تب ہی انکار کرگیا جیسے کعب بن الاشرف یہودی کہ اسکو قریشی نے
ایک دینار امانت رکھنے کو دیا وہ اُس سے منکر ہوگیا - اور مدارک مین بجاے کعب بن الاشرف کے فنحاص بن عازوراء نام لکھا ایسی ہی بیضاوی
وغیرہ مین ہی بالجملہ مفسرؒ نے کاف مثال سے اشارہ کیا کہ شان نزول خاص ان لوگون کے حق مین نہین ہو بلکہ مراد یہ ہو کہ اہل کتاب مین بعضے امانت دار
دنیا کی چیزون مین ہین وہ دین مین بھی امین ہین اور بعضے دنیا کے خائن وہ دین کے بھی خائن ہین اور قنطار و دینار سے مراد کثیر و قلیل ہو پس کثیر کا امین قلیل
مین بدرجۂ اولیٰ امین ہو اور قلیل کا خائن کثیر مین ضرور خائن ہوگا - اور عکرمہؒ سے روایت ہو کہ اہل کتاب دو فریق یہود و نصاریٰ کا حال بیان
کیا پس ادا کرنے والے تو نصاریٰ ہین کہ ان مین امانت اکثر ہو اور نہ ادا کرنے والے یہود ہین کہ ان مین خیانت اکثر ہو اور شیخ ابن کثیرؒ نے یہان
حدیث بخاری کو مناسب جانا جو ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہو جسکا خلاصہ یہ ہو کہ سابق زمانہ مین ایک بنی اسرائیل کو دوسرے بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے
شاہد و کفیل ہونے پر ہزار اشرفیان ایک وقت معلوم تک کے واسطے قرض دین اور قرضدار سمندر کا سفر کرگیا وقت معہود پر اسکو جہاز نہ ملا اس نے
ایک لکڑی مین سوراخ کرکے اللہ تعالےٰ سے دعا کرکے اشرفیان مع خط اس مین رکھکر منھ بند کرکے دریا مین ڈالدی پس اس لکڑی کو قرضخواہ مذکور ایندھن
کے واسطے دریا کنارے سے اُٹھا لایا اندر سے تمام مال مع خط پایا جب قرضدار کو جہاز ملا وہ اپنے دیس مین آیا تو مال قرض لاکر عذر کیا پس
قرضخواہ نے کہا کہ مجھے تیرا خط مع مال کے لکڑی سے مل گیا مین نے بھر پایا - مترجم کہتا ہو اس روایت سے بعض اہل کتاب کا
امانت دار ہونا ثابت ہوتا ہو مگر یہان تھوڑی مناسبت ہو اور مثال مناسب تر وہی جو مفسرؒ نے ذکر کی بقرینہ قول مابعد - ذٰلِكَ
ای ترک الاداء اور یہ امر مذکور یعنے ادا نہ کرنا جس پر قولہ لا یؤدہ الیک دلالت کرتا ہو - بِاَنَّهُمْ قَالُوْا - بسبب قولہم یعنے بسبب انکے اس قول کے
ہو کہ - لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ - ای العرب - سَبِيْلٌ - ای اثم لاستحلالہم ظلم من خالف دینہم و نسبوہ الیہ تعالےٰ ہم پر عرب
والون کے حق مین ظلم کرنے مین کوئی گناہ نہین ہو ف کیونکہ جو ان کے دین کا مخالف ہو اسپر ظلم کرنا حلال رکھتے تھے - اور قتادہ و سدی سے
یہ معنے مروی ہین کہ یہودی کہتے کہ ہمپر اس مال کی کوئی راہ نہین جو ہمنے عرب سے پایا اور اسکو اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت کرتے کہ اس نے ہمکو ایسا
حکم دیا ہو اور بعض نے کہا کہ یہود نے قریش سے مال خریدا پھر قریش کے یہ لوگ بیچنے والے مسلمان ہوگئے اور اُنھون نے دامون کا تقاضا کیا تو بولے کہ
تمھارا ہمپر کچھ حق نہین ہو کیونکہ تمنے اپنا دین ترک کیا اسوقت کے دین پر نہین ہو اور دعویٰ کیا کہ ہمنے اسکو اپنی کتاب مین پایا ہو - اور یہ محض بہتان
تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ان پر رد کردیا - وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ - فی نسبتہ ذلک الیہ - وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ - انہم کاذبون
اور کہتے ہین اللہ تعالےٰ پر بہتان یعنے اس بات کی نسبت کرنے مین اور حال یہ کہ وہ لوگ جانتے ہین کہ وے جھوٹے ہین - یعنے
جان بوجھکر اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھتے ہین اور یہ زیادہ بدتر ہو اور ابو صعصعہ نے روایت کی کہ ابن عباسؓ سے ایک شخص نے سوال کیا
کہ ہمکو جہاد مین مرغی بکری وغیرہ ایسا مال ایسے کافرون سے ملتا ہو جو ہماری ذمہ داری مین ہو چکے ہین یعنے جزیہ قبول کرکے ہمارے ذمہ ہوگئے
ہین تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پھر تم کیا کہتے ہو وہ بولا کہ ہم یہی کہتے ہین کہ ہمپر اس مین کچھ مضائقہ نہین ہو تو فرمایا کہ یہ تو ویسی ہی بات ہو جیسے
اہل کتاب کہتے تھے کہ لیس علینا فی الامیین سبیل جان رکھو کہ جب اُنھون نے جزیہ دیا تو ان کے مال تمکو حلال نہین ہین الا اسی طور پر کہ
وہ خوشی خاطر سے تمکو دین رواہ عبد الرزاق - اور یہان سے نکلا کہ اگر حربی کافر ہوتے تو البتہ انکا مال لینا حلال تھا جیسے ان کا قتل حلال کیا گیا
بشرطیکہ انکو امان نہ دی گئی ہو اور یہی ائمۂ حنفیہ کا مذہب ہو اور دلیل اسکی فقہ مین ہو اور سعید بن جبیر سے مرسلاً روایت ہو کہ جب اہل کتاب نے
کہا کہ لیس علینا فی الامیین سبیل تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمنان خدا جھوٹے ہین کوئی شے زمانۂ جاہلیت کی کیون نہو وہ سب

میرے قدمون کے نیچے روندی ہوئی ہو سواے امانت کے کہ اگر زمانہ جاہلیت مین کسی نے دوسرے کے پاس امانت رکھی تو وہ ضرور ادا کرنی ہوگی خواہ نیکو کار کی ہو یا فاجر کی ہو رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی اور سراج مین کہا کہ امانت یہان قرضہ واُدھار کو بھی شامل ہو کیونکہ مراد اس سے وہ حق مالی ہو جو حق طور پر لازم آیا ہو۔ غرضکہ اہل کتاب بہتان باندھتے ہین کہ اللہ تعالے نے ہمکو عرب اُمیون کا مال حلال کر دیا ہو اور ہمپر گناہ کی کوئی کلام نہین ہو۔ بَلٰی۔ علیہم فیہم سبیل۔ اللہ تعالے نے فرمایا کیون نہین ف یعنے اُن پر امیین کی راہ ضرور ہو۔ مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ۔ الذی عاہدہ اللہ علیہ او بعہد اللہ علیہ من اداء الامانۃ وغیرہ جس نے پورا کیا اپنا عہد وہ کہ جو اللہ تعالے نے اسپر مقرر کیا یعنے ادا امانت وغیرہ یا جس نے پورا کیا عہد اللہ تعالے کا جو اسپر لازم ہو یعنے ادا امانت وغیرہ۔ وَاتَّقٰی۔ اللہ بترک المعاصی و عمل الصالحات۔ اور تقویٰ کیا اللہ تعالے سے بایں طور کہ نافرمانیون کو چھوڑا اور نیک کام کیے۔ یا بقول بعض جس نے شرک سے تقویٰ کیا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ تو اللہ تعالے متقیون کو محبوب رکھتا ہو ف فیہ وضع الظاہر موضع المضمر ای یحبہم یعنے یحبہم۔ بجاے یحبہم کے یحب المتقین فرمایا انکی شان و توقیر کے واسطے اور انکو دوست رکھنے کے معنے یہ ہین کہ انکو ثواب جمیل عطا فرماویگا۔ اگر کہا جاوے کہ فان اللہ پر فا کیون داخل ہوئی تو جواب یہ کہ من موصولہ متضمن معنے شرط ہو۔ اگر کہا جاوے کہ جزا مین ضمیر کہان ہو جو موصول شرط کی طرف راجع ہو حالانکہ واجب ہو تو جواب دیا گیا کہ عموم متقین کا ضمیر کے قائم مقام ہو۔ اور بعض نے کہا کہ جزا محذوف ہو ای فلیس ہو من الکاذبین۔ وہ جھوٹون مین نہین ہو اور اس واسطے حذف ہوا کہ جو مذکور ہو وہ محذوف پر دلالت کرتا ہو۔ ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ بلی من اوفی بعہدہ واتقی۔ جاننا چاہیئے کہ عہد تین ہین ایک عہد ازل جو ارواح پر انکشاف ہونے کے ساتھ ہوا دوم عہد قلب کہ اسرار کے ساتھ ربوبیت کے اوصاف اسکے سر باطنی مین ہوتے ہین اور یہ حق عزوجل کی طرف سے اپنے خطاب کا القا ہوتا ہو بقدر اسکے کہ جتنا عارف کو مرتبہ عبودیت مین سے توفیق خاص کے ساتھ عطا ہوا ہو سوم عہد جو عارف کو بعد مرتبہ تمکین کے اور عارف باللہ ہونے کے ہوتا ہو اور یہ عہد اسکے عقل کے ساتھ بواسطہ قرآن مجید و سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتا ہو جو کہ عین ادب ہو پس اس واسطے اس ادب کا عہد لیا جاتا ہو کہ وہ اپنی تمام عمر مین اس ادب کتاب و سنت پر واجب ہو کہ مواظبت کرے مترجم کہتا ہو کہ اسیواسطے حکایت ہو کہ شیخ عارف کامل سید جیلانی رح نے ابن منصور رح کے حق مین انا الحق کہنے کی بابت کہا کہ اگر مین موجود ہوتا تو اسکو اس گمراہی سے انشاء اللہ تعالے نکال لیتا پس مراد گمراہی سے ترک ادب ہوگی واللہ اعلم۔ قال الشیخ پھر جس کی روح نے عہد ازل پایا اور پورا کیا وہ شرک سے بچا اور توحید کے بھید کو پہونچ گیا۔ اور جسکے قلب نے اپنا عہد پورا کیا کہ الہام خاص کو جو القاء خاص سے ایک خاص طور کے کانون مین پہونچا ہو پایا اور قضا و قدر کے احکام جاری ہونے مین ثابت قدم ساکن رہا وہ حقیقت رضا کے مقام کو پہونچا اور اسنے ہلاکت کے طبقہ سے نجات پائی۔ اور جسکی عقل نے احکام حق کے ساتھ عہد پورا کیا بایں طور کہ ظاہر و باطن اُن وسائل کا یعنے ہر امر و نہی کا پابند رہا وہ مقام عبودیت مین حسن ادب کے درجہ کو پہونچ گیا اور ایسا ہی شخص مریدون کا مرشد اور عارفون کا پیشرو ہوتا ہو۔ قولہ واتقی یعنے جسنے نفس کے خطرون سے اور شہوت کی جھلیون سے اپنے آپ کو بچایا تو اللہ تعالے اسکو حقیقت محبت کے مقام پر پہونچاتا ہو اور حضرت استاد رح نے فرمایا کہ جو عہد کا وفا کرنے والا ہو وہ وصال کا مرتبہ پانے کا ستوجب اور کرامت دیے جانے کے لائق اور رحمت کا مستحق ہو اور جو شخص خیانت کرتا ہو وہ ایسا ہو کہ اللہ تعالے کے غضب مین گرفتار ہو اور خواری کے لائق اور خجالت کے لیے نشانہ ہو نعوذ باللہ من ذلک اور عہد کا وفا کرنا یہ ہو کہ ماسواے حق عزوجل سے قطع و الگ ہو کر حق کے ساتھ ہووے۔ اور حضرت جعفر رح نے فرمایا کہ قولہ من اوفی۔ جسنے پورا کیا وہ عہد جو اسپر میثاق ازل مین جاری ہوا تھا اور تقویٰ کیا اور پاک رکھا اس عہد میثاق کو جو حق ہو اس سے کہ کسی باطل کا میل اس سے لگے اسیواسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اصدق کلمة تکلمت بها العرب کلمة لبید ع الا کل شی ما خلا الله باطل۔ مترجم کہتا ہی ترمذیؒ کی روایت کا ترجمہ یہ ہو کہ بہت سچا کلمہ جو شاعر کی زبان سے نکلا وہ کلمہ لبید شاعر ہی ع جو خدا کے سوا ہی باطل ہی۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور جسنے عہد کو پورا کیا وہ محب ہی اور اللہ تعالیٰ متقیون کو دوست رکھتا ہی **قال المترجم** تمام شعر لبید شاعر کا جو حضرت سے کچھ پہلے تھا یہ ہی ع الا کل شیٔ ما خلا الله باطل وکل نعیم لا محالة زائل۔ لیکن حدیث مین صرف اول مصرع مذکور ہی اور شاید یہ اشارہ ہی کہ دوسرا مصرعہ کلیۃً صحیح نہین ہی کیونکہ نعمت جنت ہر نعمت زائل ہونے والی ہو" ورضائے حق عزوجل باقی و دائمی ہی نہ زائل فتامل۔

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ

جو لوگ خرید کرتے ہین بدلے اللہ کے عہد کے اور اپنی قسمون کے تھوڑا مول۔ وہی ہین کہ انکے لے کچھ حصہ نہین ہی

فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ

آخرت مین اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کریگا انکی طرف قیامت کے دن اور نہ سنوارے گا ان کو

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اور ان کو دکھ کی مار ہو۔

ونزل فی الیهود لما بدلوا نعت النبی صلعم وعهد الله الیهم فی التوراة او فیمن حلف کاذبا فی دعوی او بیع سلعة۔ نزول اس آیت کا یا تو یہود کے حق مین ہوا کیونکہ انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو جو توریت مین تھی بدل ڈالا اور اللہ تعالےٰ نے جو عہد ان سے توریت مین لیا تھا اسکو تبدیل کیا یا ایسے شخص کے حق مین ہوا جس نے نالشی دعوی پر یا مال اسباب بیچنے پر جھوٹی قسم کھائی۔ اور عکرمہؒ سے روایت ہی کہ یہود کے عالمون سرداروں کے حق مین نزول ہوا اِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ ۔ یستبدلون۔ جو لوگ بدل لیتے ہین۔ اور بعض نے کہا کہ خریدار کچھ دیتا ہی اور کچھ لیتا ہی پس ایک کی طرف سے جو دیا ثمن اور جو لیا وہ مبیع ہی ایسے ہی دوسرے کی طرف سے ہی پس جو مبیع تھا وہ اس کی طرف سے ثمن اور جو ثمن تھا وہ مبیع ہی پس ہر ایک دیا و لیا دوسرے کے واسطے ثمن ہی یہ معنے خرید کے ہین اور حق یہ ہی کہ عہد و قسم کے مقابلہ مین یہان خرید بمعنے حقیقی نہین ہی پس مراد وہی ہی جو مفسرؒ نے ذکر کی یعنے جسنے تبدیل کر لیا۔ بِعَهْدِ اللَّهِ ۔ الیهم بالایمان بالنبی صلعم واداء الامانة وَأَيْمَانِهِمْ حلفهم به تعالےٰ کاذبا۔ بعوض عہد خدا کے جو ان سے لیا تھا بایں طور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین اور امانت ادا کرین یعنے توریت مین عہد لیا تھا کہ پیغمبر آخرالزمان پر ایمان لاوین اور آپ کی صفت و پہچان انکے پاس امانت رکھی گئی تھی کہ اسکو لوگون کو ادا کردین۔ باوجودیکہ کل امانت کو ادا کرین اور ایمانہم عطف ہی عہد اللہ پر یعنے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اپنی جھوٹی قسمون کے بدلے۔ اگر کہا جاوے کہ بر تقدیریکہ شان نزول اسکا یہود مین تو جھوٹی قسمون کے عوض خرید نا کیونکر ہی تو جواب یہ ہی کہ انھون نے عہد کے ساتھ قسم کھائی تھی کہ لتؤمنن به ولتنصرنه یعنے قسم خدا کی ہم اس پیغمبر آخرالزمان پر ضرور ایمان لاوینگے اور ضرور اسکی مدد کرینگے پھر عہد توڑ کر بدل لیا اور قسم توڑ کر عوض لیا۔ ثَمَنًا قَلِيلًا ۔ من الدنیا۔ مال دنیا مین سے تھوڑا۔ اور شاید کہ من بیانیہ ہو یعنے ثمن قلیل یہی دنیا ہی کیونکہ متاع دنیا قلیل فرمائی گئی ہی پس جو لوگ بدکار بد عہد ایسے ہین۔ أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ ۔ نصیب۔ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ انکے لیے کچھ نصیب نہین ہے آخرت مین۔ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ ۔ غضبا علیهم۔ اور اللہ تعالےٰ ان سے کلام نہ فرماویگا یعنے انپر غضب کی وجہ سے ف یعنے ان سے اللہ تعالےٰ کا کلام نہ کرنا انپر غضب کی راہ سے ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ کنایہ ہی کہ لیغضب علیهم انپر غضب کریگا۔ اور یہ تاویل معتزلہ کی ہی کہ وہ لوگ خدائے تعالیٰ کے

کلام کرنے کے قائل نہین ہین۔ تمام انبیا و آیات صریحہ کے برخلاف تاویلین کرتے ہین ایسی تاویل صحیح نہین ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ان سے ایسا کلام نہ فرماوے گا کہ جس سے انکو خوشی ہو اور یہ تاویل درست ہے۔ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ یرحمہم اور ان پر رحم نہ فرماوے گا قیامت کے روز۔ اور یہ محاورہ ہے کہ بولتے ہین کہ ذرا ہم پر بھی نظر کیجئے یعنے رحم کیجیے اور اولی یون ہے کہ لا ینظر الیہم رحمۃ یعنے ان پر رحمت کی نظر نہ فرماوے گا پس خلاف نہین کہ اللہ تعالے ناظر ہے۔ وَلَا يُزَكِّيهِمْ۔ یطہرہم۔ اور ان کی تطہیر نہ کرے گا اور مدارک مین کہا کہ ان پر ثنا نہ فرماوے گا کہ تم نے خوب کیا تم جنت مین جاؤ بلکہ مذمت فرماویگا کہ دوزخ مین گھسو تم بدکار نافرمان ہو۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ مولم۔ اور ان کے لیے عذاب الیم ہے یعنے مولم ہے ف یعنے الم سے الیم تھا یعنے مولم از ایلام یعنے دکھ دینے والا ہے ف عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے بازار مین اپنا اسباب رکھا اور قسم کھائی کہ واللہ مجھے اسکے عوض اسقدر ملتا تھا حالانکہ اسقدر اسکو ملتا نہ تھا مگر جھوٹ قسم کھائی تاکہ مسلمانون مین سے کسی مرد کو اس فریب مین ڈالے پس یہ آیت اتری۔ ان الذین یشترون بعہد اللہ الآیۃ۔ رواہ البخاری وغیرہ اس روایت مین سبب نزول صریح نہین ہے بایں معنے کہ اس واقعہ کے بعد اسکے حق مین یہ آیت اتری ہان یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت کے نزول مین یہ صورت مذکورہ بھی داخل ہے اور یہ خود ظاہر ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے کوئی قسم کھائی حالانکہ وہ اس قسم مین فاجر ہے تاکہ اس سے کسی مرد مسلمان کا مال تراش لیجاے تو اللہ تعالے سے ایسے حال مین ملے گا کہ اللہ تعالے اسپر غضبناک ہوگا پس اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ہی معاملہ مین واللہ ایسا واقع ہوا کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین مشترک تھی یعنے اسپر قبضہ اس یہودی کا تھا پھر وہ میرے حق ہونے سے انکار کر گیا تب مین اس کو رسول اللہ صلعم کے پاس لایا پس مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تیرے پاس گواہ ہین مین نے کہا کہ نہین تب یہودی سے فرمایا کہ تو قسم کھا پس مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو قسم کھا جائیگا یعنے بدکار بیباک بے ایمان ہے اسکو قسم کھاتے کیا دیر لگتی ہے یہ قسم کھا جائے گا پس میرا مال لے جائیگا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم الآیۃ۔ اخرجہ البخاری ومسلم واحمد وغیرہ اور اس باب مین اور جھوٹی قسم کے گناہ و عذاب مین بہت صحیح حدیثین وارد ہین اور یہ بھی آیا ہے کہ جھوٹی قسم سے آباد شہر ویران ہو جاتے ہین بھر ادے یہ قول ہے کہ آیت کریمہ عام ہے سب کو شامل ہے اور اس مین وہ امور بھی داخل ہین جنکا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے اور تمام عہد و میثاق جو رسولون کی طرف سے لیے جاتے ہین اور جنکو آدمی اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے وہ بھی شامل ہین ان ہر ایک کا وفا کرنا لازم ہے ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا الآیۃ۔ جو شخص اس دنیا کی ترو تازگی پر جھکا اور اسکو درگاہ الٰہی باری تعالے کے مشاہدہ کے مقابلہ مین اختیار کیا اور ظاہر مین مقرب بندون کی سی عبادت دکھلائی اور باطن مین اسکو لوگون کا پیشوا بننے کے حصہ سے فروخت کر ڈالا تو وہ دیدار باری تعالے سے محجوب ہوا اور حق عزوجل کے خطاب سے دنیا و آخرت مین محروم رہا

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ

اور ان مین سے ایک فریق ایسے لوگ ہین کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہین کتاب تاکہ تم اسکو کتاب الٰہی مین سے خیال کرو حالانکہ وہ کتاب

الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

مین سے نہین اور کہتے ہین وہ اللہ کے یہان سے حالانکہ وہ اللہ کے یہان سے نہین اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہین حالانکہ وہ جانتے ہین

وَإِنَّ مِنْهُمْ۔ اہل الکتاب اور ان مین سے ف یعنے اہل کتاب مین سے۔ اور جو صفتین آگے بیان ہوئی ہین اُن سے ظاہر ہے کہ مراد اہل کتاب سے یہود ہین ولیکن اولی یہ ہے کہ عام رکھا جاوے و کلام مفسرؒ بھی اسی طرف مشیر ہے یعنے اہل کتاب مین سے خواہ یہود ہون یا نصارےٰ

ہون - لَفَرِيقًا طائفۃ ککعب بن الاشرف ایک ٹکڑا ہی جیسے کعب بن الاشرف عالم یہودی و اُسکے مانند لوگ جنکا حال یہ ہو کہ - يَلْوُنَ -
اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ - ای یعطفونہا بقراءتہ عن المنزل الی ما حرفوہ من نعت النبی صلعم ونحوہ کہ کتاب کی قرارۃ کے ساتھ موڑتے ہین
نازل کردہ شدہ سے اسکی طرف کہ جو انھون نے تحریف کی ہو نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم و اسکے مانند آیۃ الرجم وغیرہ کے - اور تحریف بمعنے
تقلیب ای لوٹ پوٹ کر دینا اسکی ٹھیک وجہ سے پس تحریف کرنے والا بھی اپنے پاس کے بنائے کلام سے راہ صواب سے زبان کو پیچیدہ کرتا ہی
و الالسنۃ جمع لسان ہی بنا بر آنکہ لسان مذکر ہی ورنہ مؤنث ہوتی تو السن آتا اور قرار دتے کما کہ مین نے عرب سے سوائے مذکر کے اسکو مؤنث نہین
سُنا اور کبھی کلام کو بھی لسان کہکر تعبیر کرتے ہین - الحاصل اس طرح اپنی تحریف کو بنا کر پڑھتے ہین لِتَحْسَبُوْهُ - ای المحرف مِنَ الْكِتٰبِ -
الذی انزل اللہ تعالی تاکہ خیال کرو تم اسکو یعنے تحریف کیے ہوے کو اس کتاب مین سے جس کو اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہی -
وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ - حالانکہ وہ کتاب الٰہی مین سے نہین ہی ف پس فریب دیتے ہین - وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ
عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ - اور کہتے ہین کہ یہ لکھا ہوا اللہ تعالے کی طرف سے ہی حالانکہ وہ اللہ تعالی کیطرف سے نہین ہی
وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ - انہم کاذبون - اور اللہ تعالی پر جھوٹ باندھتے ہین حالانکہ جانتے ہین اس بات کو کہ
وے جھوٹے ہین ف جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے یلوون السنتہم بالکتاب - دو وجہ کو محتمل ہی اول آنکہ مروڑتے زبان کو پس مائل کرتے منزل
الٰہی سے طرف اپنی محرف کے دوم آنکہ عطف کرتے اور پھیرتے طرف شبہہ کتاب کے اور فرق دونون وجہ مین یہ ہی کہ اول وجہ مین تحریف
حقیقی ہی یعنے جو اللہ تعالے نے نازل کیا اس نص کو چھوڑتے اور جو تبدیل کیا ہی اسکو پڑھتے تھے اور دوم صورت مین تحریف معنوی ہی یعنے نص
کے ساتھ اس طرز سے زبان کو پیچیدہ کرتے کہ اس سے جو مراد صحیح ہی اسکے برخلاف کچھ اور وہم ہوتا اور مترجم - کہتا ہی کہ وجہ اول مین السنتہم بمعنے کلامہم
لینا زیادہ واضح ہی اور حاصل یہ کہ اپنے محرف کلام کو اس طرح زبان مروڑ کر پڑھتے کہ تم خیال کرو کہ وہ کتاب ہی جو اللہ تعالی نے اتاری ہی - اور وجہ دوم بالسنتہم
اپنے حقیقی معنے پر اولی ہی اور مفسر رحمہ اللہ کا ظاہر کلام اسکو مشعر ہی کہ وہ لفظی تبدیل نہ تھی بلکہ عطف زبان تھی جس سے تاویل و مراد مین فرق و تحریف
ہو جاتی تھی اور یہ قول مجاہد و شعبی و حسن و قتادہ و ربیع بن انس کا ہی کہ یلوون السنتہم بالکتاب ای تحریف کرتے تھے اسکو ہکذا ذکر ابن کثیر رح
بسند المعنی - اور کہا کہ ایسا ہی بخاری رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انہم یحرفون و یزیلون و لیس احد من خلق اللہ یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ لکنہم
یحرفونہ یتاولونہ علی غیر تاویلہ - و حاصل آنکہ مخلوق خدائے تعالے مین سے کسی کو یہ مجال نہین ہی کہ اللہ تعالے کی کسی کتاب مین سے کوئی
لفظ مہمل کر دے لیکن یہ لوگ جو تحریف کرتے تھے تو جو اسکی تاویل ہی اسکے سوائے دوسری تاویل کرتے تھے - اور وہب بن منبہ نے فرمایا کہ
توریت و انجیل کو جیسا اللہ تعالے نے اتارا ویسے ہی تھین ان مین سے کوئی حرف متغیر نہین ہوا لیکن یہود و نصاری تحریف و تاویل سے
گمراہ ہوتے تھے یعنے معنے بدلتے تھے اور دیگر کتابین اپنی طرف سے نقل لیتے و لکھتے تھے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی حالانکہ وہ
اللہ تعالے کی طرف سے نہ تھی اور رہی وہ کتابین جو اللہ تعالے کی طرف سے تھین تو وہ محفوظ تھین ان مین کچھ تحویل نہ تھی رواہ ابن ابی حاتم
اور شیخ ابن کثیر رح نے اس روایت کے معنے مین تنقید کی کہ وہب رح کے کلام مین اگر کتب سے وہ کتب مراد ہین جو یہود و نصاری کے پاس
موجود تھین اور ہین تو اس مین کوئی شک نہین ہی کہ ان مین تبدیل و تحریف و زیادتی و کمی بہت کچھ ہی اور یہ اصل زبان مین نہین جن مین نازل
ہوئی تھین بلکہ ان لوگون نے اسکو ترجمہ کیا پھر یہ ترجمے جو مشاہدہ ہین خواہ زبان عربی مین یا اور زبانون مین تو ان مین بہت چوک غلطی
بھول ہی اور بہت کچھ بڑھایا ہوا اور بہت کچھ گھٹایا ہوا و فاش وہم ہی اور یہ ایسا ہی جیسے اپنی سمجھ کے موافق کسی مضمون کو ادا کر دیا پھر

پھر ان یہود و نصاریٰ کی سمجھ کا یہ حال ہو کہ ان مین سے بہتون کی بلکہ اکثر ون کی بلکہ سب کی سمجھ بہت خراب ہو انھون نے جو کچھ حکم جیسا کچھ مذکور تھا وہی نہین ترجمہ کیا بلکہ اسکو اپنی ناقص سمجھ کی کسوٹی پر رکھا اور اس سمجھ پر جو معنے خیال کیے وہ ترجمہ کر دیے - پھر وہبؒ کی مراد یہ ہو کہ وہ کتب جو اللہ تعالےٰ کی اُتاری ہوئی تھین وہ جیسی تھین واقعی ویسی ہی ہین **مترجم** کہتا ہو یہ قول **شیخ ابن کثیرؒ** کا نہایت محقق ہو اور میرے نزدیک یہی صحیح ہو اور اسی پر ائمہ تحقیق کا مدار ہونا چاہیے اور حاصل اس تحقیق کا یہ ہو کہ علماے یہود نے مثلاً توریت کی تفسیر کی اور جو آیات اس مین بتاویل صحیح تھین انکو اپنی راے ناقص پر دوسرے معنے پر اُتارا اور آخر جو کتابین اپنے قلم سے اپنے طور پر لکھین اُن مین یقین کر کے وہی معنے بجاے اس آیت کے درج کیے جسکے معنے سمجھنے مین واقعی خطا کی ہو اور اسی پر انکا مدار ہوا پس اصل کتاب الٰہی تو محفوظ تھی ولیکن جو ان کے درمیان ہاتھون ہاتھ متداول رہی وہ تحریف و تبدیل و زیادت و نقصان سے اور خطاے فاحش و وہم سے بھر گئی جس سے ہرگز یہ معلوم نہین ہوتا کہ اصل حکم الٰہی کیا تھا - اور اللہ تعالےٰ کا احسان ہو کہ قرآن مجید مین اہل تفسیر نے اصل کے ساتھ اپنی راے لکھی ہو ورنہ اگر اہل اسلام بھی عالمون کو اسی طرح ماننے لگتے کہ جو وہ کہین وہی ٹھیک ہو اور جس کو حلال کہین حلال اور جسکو حرام کہین وہ حرام ہو تو اس مین بھی ویسی ہی تحریف ہو جاتی پس تمام حمد جناب باری تعالےٰ کو ہو کہ اسنے مسلمانون کو کتاب و سُنت کی پیروی کی توفیق دی اور کسی عالم کو یہ مجال نہین ہو کہ مضمون کلام مجید کو الگ تحریر کرے اور روا نہین ہو کہ کوئی مسلمان اس کو قبول کرے ورنہ اسوقت علی الخصوص ایسے فرقے پیدا ہوے ہین کہ وہ کلام مجید کے معنے مین نہایت غلط و بیجا تحریف کرتے ہین اور اپنی ناقص سمجھ پر شرم نہین کھاتے ہین بخلاف اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے کہ معنے بدلتے اور جان بوجھکر دنیا وغیرہ کی ہوس سے ایسا کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا - ویقولون علی اللہ الکذب وہم یعلمون - **ابن کثیرؒ** نے تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالےٰ یہود کے ایک فریق کی خبر فرماتا ہو کہ کلمات کو انکی جگہ اور موقع سے تحریف کرتے اور کلام الٰہی کو بدل ڈالتے اور اسکی مراد سے ہٹا دیتے تاکہ جاہل اس وہم مین پڑ جاوین کہ یہ کتاب اللہ ہو اور اسکو اللہ تعالےٰ کی طرف صریح نسبت کرتے حالانکہ وہ اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھا ہوتا تھا اور یہ لوگ جانتے بھی تھے کہ انھون نے اس سب مین اللہ تعالےٰ پر جھوٹ اور افترا باندھا ہو - **مترجم** کہتا ہو کہ اگر کہا جاوے کہ قولہ وما ہو من الکتاب - سے معلوم ہو چکا کہ یہ محرف یا شبہ محرف نہین ہو کتاب سے پھر آگے کیون فرمایا - ویقولون ہو من عند اللہ وما ہو من عند اللہ - تو **بیضاوی** وغیرہ نے جواب دیا کہ یہ اول کی تاکید ہو باین معنے کہ اس سے انپر تشنیع کامل ہو اور اس امر کا بیان ہو کہ وہ لوگ اسکو تصریحاً زعم کرتے تھے نہ تعریضاً اور معنے یہ ہین کہ لیس ہو بنازل من عند اللہ یعنے ہرگز یہ محرف اللہ تعالیٰ کیطرف سے نازل نہین ہو **مترجم** کہتا ہو کہ اس معنے سے معتزلہ کا اعتراض بھی دفع ہو گیا کہ معتزلہ نے اس آیہ سے دلیل پکڑی کہ بندہ اپنے کامون کا خالق ہے کیونکہ لی اللسان بتحریف وکذب جو یہود کا فریق کرتا تھا اگر یہ فعل اللہ تعالےٰ کا پیدا کیا ہوتا تو اس فریق کا یہ کہنا صحیح ہوتا کہ ہو من عند اللہ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا کہ وما ہو من عند اللہ - پس معلوم ہوا کہ یہ فعل اللہ تعالےٰ کا مخلوق نہین بلکہ یہود کا پیدا کیا ہو اور جواب اس کا یہ ہو کہ ما ہو من عند اللہ کے تو یہ معنے ہین کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کتاب نہین ہو اور اس سے یہ نہین لازم آتا کہ بندے کے کسب پر اسکو اللہ تعالےٰ نے پیدا نہین فرمایا - کیونکہ یہ عام ہو اور نازل نہ فرمانا خاص ہو پس خاص کی نفی سے عام کی نفی نہین ہوتی ہو حاصل یہ کہ یہود نے جو تحریف کا فعل کیا یا وہ اللہ تعالےٰ کی تاثیر سے پیدا ہوا اور یہ نہین ہو کہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کر کے اسکو نازل کیا اور یہ صاف ظاہر ہو فافہم -

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ

کسی بشر کا کام نہین کہ اللہ تعالےٰ اسکو کتاب دیوے اور حکم اور پیغمبری پھر وہ لوگون سے کہے کہ

ف اور [illegible] ۱۲

كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ

تم میرے بندے ہو اللہ کو چھوڑ کر ولیکن تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کرتے تم سکھلاتے کتاب کو اور

تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم

جیسے تھے تم پڑھتے اور نہیں کہہ سکتا تمکو کہ تم بنالو فرشتوں کو اور نبیوں کو رب کیا تم کو کفر سکھلاوے گا

بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ ع

بعد اسکے کہ تم مسلمان ہو چکو

ونزل لما قال نصاری نجران ان عیسی امرہم ان یتخذوہ ربا ولما طلب بعض المسلمین السجود لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ **مترجم** کہتا ہے کہ حکم نظم قرآن مجید کا ظاہر ہے خواہ سبب نزول معلوم ہو یا نہو لیکن سبب نزول سے ایک بصارت زیادہ ہو جاتی ہے پھر جاننا چاہیئے کہ مفسرین نے اس آیہ کے سبب نزول میں دو قول نقل کیے اور معلوم نہیں کہ اصل سبب کون امر واقع ہوا یا دونوں واقع ہوے یا دونوں باتیں اسکے حکم میں داخل ہیں واللہ اعلم بہر حال محمد بن اسحق رح نے عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ او سعید بن جبیر عن ابن عباس رض روایت کی کہ جب یہود کے علما اور نجران کے نصاری جمع ہوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور آپ نے انکو اسلام کی دعوت کی تو ابو رافع قرظی یہودی نے کہا کہ ای محمد کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اس طرح پوجیں جیسے عیسیٰ کو نصاری پوجتے ہیں پس اہل نجران میں سے ایک شخص نے جس کو رئیس کہتے تھے کہا کہ این ای محمد کیا آپ ہم سے یہ چاہتے ہیں اور اسی کی طرف ہمکو بلاتے ہیں یا ایسا ہی کچھ کہا۔ تو حضرت صلعم نے جواب دیا کہ معاذ اللہ خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ ہم سواے اللہ تعالے کے کسی کو پوجیں یا ہم غیر اللہ کی عبادت کا حکم کریں مجھے اللہ تعالے نے اسواسطے نہیں بھیجا اور نہ اسکا حکم کیا یا ایسا ہی کچھ حضرت صلعم نے جواب دیا پس اللہ تعالے نے اسی معاملہ میں نازل فرمایا۔ قولہ ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب تا قولہ تعالے اذ انتم مسلمون یعنے بعد ازانکہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ **کذا ذکرہ ابن کثیر**۔ اور معالم میں اسکو عطار کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ مقاتل و ضحاک نے فرمایا کہ یہ آیت نصاری نجران کی رد میں نازل ہوئی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ عیسیٰ نے ہمکو حکم دیا ہے کہ ہم اسکو رب بنادیں۔ یہی قول مفسرین نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ منقول ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر سلام کرتے ہیں جیسے ہمارا بعض بعض پر سلام کرتا ہے بھلا ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں آپ نے فرمایا کہ معاذ اللہ نہیں چاہیئے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے فقط اللہ تعالے ہی کو سجدہ کرے ولیکن تم اپنے نبی کی تعظیم تکریم کرو اور حق دار کا حق پہچانو۔ **ذکرہ محی السنۃ والبیضاوی** وغیرہما۔ **مَا كَانَ** ۔ ینبغی یعنی کان بمعنے ینبغی ہے یعنے نہیں لائق ہے۔ **لِبَشَرٍ** ۔ کسی بشر کو یعنے کسی کو نہیں پہونچتا اور کسی کو روا نہیں ہے کیونکہ بشر ہونا اس امر کے منافی ہے کہ وہ رب ہو پھر کیونکر بشر ہو کر کہہ سکتا ہے کہ تم مجھے رب بناؤ اور میری عبادت کرو اور بشر بھی کیسا کہ جاہل نہیں بلکہ فرمایا۔ **أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ** ۔ اللہ تعالے نے اسکو علم کتاب الٰہی دیا اور فقط علم ہی نہیں بلکہ فرمایا۔ **وَالْحُكْمَ** ۔ ای الفہم للشریعۃ۔ یعنے شریعت کی سمجھ بھی اسکو دیدی اور یہ ایک نور حضرت حق عزوجل کی طرف سے ہوتا ہے جیسا کہ تفسیر اسکی سابق میں گذری ہے پھر علم و سمجھ ہی نہیں بلکہ خلعت جلیلۂ نبوت و عہد و پیمان سے سرفراز کیا ہوا چنانچہ فرمایا۔ **وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ** ۔ اور نبوت دی پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالے کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ کیونکہ اس بڑی منزلت سے نبی کو اپنا بندہ ہونا اور رب کا محتاج بندہ ہونا اور حضرت حق عزوجل کا پاک کامل پروردگار جامع جمیع صفات کمال ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے پھر وہ کیونکر کہے گا کہ اللہ تعالے کو جو مستحق عبادت معبود ہے چھوڑ کر میری بندگی کرو۔

وَلٰکِنْ یَقُوْلُ۔ ولیکن یہ بشر کہیگا کہ۔ کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ۔ تم ربانی ہوجاؤ یعنے علماے عاملین منسوب الی الرب بزیادۃ الالف والنون تفخیما۔ یعنے ربانیین جمع ربانی ہی اور معنے اسکے علمائے عاملین ہی اور یہ منسوب ہی رب کی طرف اور اس مین تفخیم یعنے بھاری بھرکم ہونے کے واسطے الف ونون بڑھادیا گیا جیسے بھاری گردن والے کو رقبانی اور بھری ڈاڑھی والے کو لحیانی کہتے ہین ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور یہ قول سیبویہؒ کا ہی اور حضرت ابن عباسؓ وابورزین اور بہتیرے علماے ربانی سلف سے کونوا ربانیین کے یہ معنے مذکور ہین ای حکماء علماء حلماء ہوجاؤ۔ یعنے اس حکمت کو حاصل کرو جو اللہ عزوجل نے اپنے پیغمبرون کو عطا کی ہی اور اس سمجھ کے جاننے والے ہوجاؤ جو علم نبوت سے حاصل ہوتی ہے اور عقل کلی اور عقل سلیم حاصل کرو اور حسن بصری۔ اور بہتیرے تابعین نے فرمایا کہ فقہاء ہوجاؤ اور فقہ بھی ایسی ہی سمجھ کو کہتے ہین اگرچہ مرتبہ اول اعلیٰ تر ہی اور قول دوم ادنیٰ کو بھی شامل ہی اسی واسطے یہ قول بھی ابن عباس وسعید بن جبیر وقتادہ وعطاء وعطیہ وربیع سے مروی ہی۔ اور ایسا شخص بڑا پرہیزگار وعابد ہوگا اسی واسطے اہل عبادت واہل تقوی کے معنے بھی حسنؒ سے مروی ہین اور بعض نے کہا کہ ربانی وہ شخص جو لوگون کو تربیت کرے اس طرح کہ پہلے چھوٹے علم سکھاوے پھر بڑے جیسے حضرت رب تبارک وتعالے بندون کو آسانی کے ساتھ تعلیم فرماتا ہی اور روایت ہی کہ جب حضرت ابن عباسؓ کا انتقال ہوا تو محمد ابن الحنفیہ فرزند حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آج اس امت کا ربانی انتقال کر گیا اور ابو عبیدہؒ نے کہا کہ میرا گمان ہی کہ یہ لفظ عبرانی یا سریانی ہی بہرحال یہ نصاری پر رد ہی کہ انھون نے حضرت عیسیٰؑ پر افترا باندھا ایسی بات کا جو وہ نہین کہہ سکتے اور نہ انھون نے کہی ہی اور جو کچھ انھون نے کہا اسکو چھپایا اور یہ ان اہل کتاب کا دستور ہی چنانچہ پہلے اللہ تعالےٰ پر افترا باندھنا مذکور ہوا اور یہان اللہ تعالےٰ کے رسولون پر افترا باندھنا مذکور ہی کہ انھون نے کہا ہمکو رب بناؤ حالانکہ انھون نے ایسی تعلیم نہین کی بلکہ برعکس کہا کہ کونوا ربانیین تم اللہ والے ہوجاؤ۔ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ۔ بالتخفیف والتشدید۔ تعلمون بتخفیف از علم قراءۃ ابن کثیر وابو عمرو ونافع کی ہی یعنے انکا بسبب تمھارے جاننے کے کتاب کو اور تشدید کے ساتھ از تعلیم باقیون کی قراءۃ ہی بحذف مفعول ای تعلمون الناس الکتاب۔ یعنے بسبب تمھارے سکھلانے کے لوگون کو کتاب الٰہی۔ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔ ای بسبب ذلک فان فائدتہ ان تعملوا۔ اور بسبب امر مذکور کے یعنے اپنے عالم یا معلم اور مدارس ہونے کے ربانی ہوجاؤ کیونکہ فائدہ اسکا یہی کہ عمل کرو اور درس سے مراد کتاب کو پڑھنا اور اسکے الفاظ کو حفظ رکھنا ہی اسی وجہ سے مکیؒ نے اول مین تشدید کی قراءۃ کو راجح کہا ہی کہ پڑھانا اور پڑھنا دونون آگیا اور اس مین دلیل ہی کہ جاننا علم حق کا اور سکھنا سکھلانا جس سے اس پر عامل ہوتا ہی اور اسی پر کاربند ہوتا ہی اسی سے ربانی ہوتا ہی پس جو شخص اس قصد سے نہ حاصل کرے بلکہ نام آوری وغیرہ مقصود ہو اس نے اپنے کو برباد کیا اور وبال مین پڑا اور اسی سے حدیث مین پناہ مانگنا مذکور ہی اللھم ربی اعوذبک فاغفرلی ووفقنی۔ وَلَا یَاْمُرَکُمْ۔ بالرفع استیناف ای اللہ والنصب عطفا علے یقول ای البشر اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا۔ یعنے یامر برفع قراءۃ ابن کثیر اور ابو عمرو ونافع۔ رحمہم اللہ کی منجملہ قرارت مشہورہ کے ہی پس جملہ مستانفہ ہوگا اور فاعل اسکا حضرت حق عزوجل ہی المعنے اور نہین حکم دیتا ہی تمکو اللہ تعالے یہ کہ ملائکہ ونبیون کو پروردگار بناؤ۔ اور ابن عامر وکوفیون کی قراءۃ مین یامر بنصب ہی بنابر آنکہ ثم یقول پر عطف ہی پس فاعل اسکا بھی وہی بشر ہی اور لا کا بڑھانا بغرض تاکید معنے نفی ہوگا المعنے یہ کہ اور نہین روا ہی کسی بشر کو جسکو اللہ تعالے صفات مذکورہ سے موصوف کرے وحی کرے پھر حکم دے وہ لوگون کو کہ میرے بندے ہو اللہ کو چھوڑ کر اور حکم دے یہ کہ ملائکہ ونبیون کو رب بناؤ۔ یا یون کہا جاوے کہ نہ یہ حکم کریگا کہ اپنے ہم جنسون کو پروردگار بناؤ جیسے صابئیہ نے ملائکہ کو رب بنایا اور یہود نے عزیرؑ کو اور نصاری نے عیسیٰؑ کو اور صابئیہ مین اختلاف ہی

بعض نے کہا کہ ایک قوم ہی جو ملائکہ کی عبادت کرتے ہین اور بعض نے کہا کہ فرقہ از یہود یا نصاری ہی اور بعض نے کہا کہ فرقہ از مجوس ہی اور اسی بنا پر
باب زکوٰۃ مین اختلاف ہی اور یہ مسئلہ فقہ مین ہی۔ اَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۔ لا ینبغی لہ ہذا۔ کیا وہ تمکو مسلمان ہو جانے
کے بعد کفر کرنے کا حکم کرے گا۔ یہ اسکو لائق ہی نہین ہی۔ یعنے استفہام باین معنے ہی کہ اسکو ایسا کرنا سزاوار نہین ہی اور **بیضاوی** نے کہا
کہ اس مین دلالت ہی کہ یہ خطاب مسلمانون کو ہی اور انھین نے حضرت صلعم سے اجازت چاہی تھی کہ آپکو سجدہ کیا کرین **مترجم**۔ کہتا ہی کہ حدیث مین ایک
کہ دروازہ مسجد پر اونٹ نے آپکو سجدہ کیا آپ مسجد مین تھے یہ دیکھکر بعض صحابہ نے عرض کیا کہ جانور آپکو سجدہ کرتے ہین ہم زیادہ مستحق ہین کہ سجدہ
کرین آپ نے انکو منع کیا کہ اللہ عزوجل ہی کو سجدہ کرو اور میری تکریم کرو جیسا کہ اصل حدیث مین مصرح ہی واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان
مین لکھا کہ قولہ ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب الآیۃ۔ جس شخص کو اللہ تعالے نے اپنی درگاہ کی نزدیکی اور مشاہدہ دینے کے ساتھ مخصوص فرمایا
اسکو یہ سزا نہین ہو کہ اسکا دل اس طرف جھکے کہ مخلوق کے نزدیک رئیس بنے اور چاہے کہ یہ لوگ میری حرمت کرین اور یہ نہین کہ حضرت حق عزوجل
کے جلال عظمت کے سامنے اپنی بھی کچھ قدر و قیمت خیال کرے اسواسطے کہ جو شخص درجۂ توحید کو پہونچ گیا وہ اپنے نفس کا کچھ بھی وزن نہین
سمجھتا کیونکہ اسکو عظمت و جلال حق کی تجلی ظاہر ہو جاتی ہی اس تجلی پر وہ اپنے آپکو ناپید و معدوم جانتا ہی بلکہ جانتا ہی نہین پھر وہ اس بات پر
ہمیشہ خجل و شرمندہ رہتا ہی کہ حق عزوجل کے وجود پاک کے سامنے اسکا بھی کچھ وجود ہو پس اللہ عزوجل سے حیا کرکے چاہتا ہی کہ فنا ہو جاوے
لیکن جبکہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالے کی نعمتین دیکھتا ہی کہ جمال کشف فرمایا اور قرب وصال عطا اور جلال عزت و کبریا و عظمت و قہر و لطف سے
سرفراز کیا تو مخلوق پر انکے حال پر افسوس کرکے مہربان ہوتا ہی اور انکو بھی اللہ عزوجل کی بندگی اور اسکی مرضیات طلب کرنے کی طرف بلاتا ہی اور
یہی ہین معنے قولہ تعالے ولکن کونوا ربانیین۔ یہ حکم ہی حضرت حق عزوجل کی طرف سے اپنے انبیاء اولیاء کو یعنے تم لوگ میری صفت سے موصوف
ہو جاؤ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تخلقوا باخلاق الرحمن یعنے حضرت حق عزوجل کے اخلاق سے اپنے آپکو آراستہ کرو۔ اور یہ وصف ایسے
شخص کا ہی جسکو اللہ تعالے نے جمال ازلی و جلال ابدی کے پاک نور کا لباس پہنایا ہی اور یہ لباس اسکو پہلے اس سے پہنایا کہ وہ مٹی کا بشر موجود ہو پس
وہ صبح قدم ہی کے نور سے اُسی وقت منور ہو گیا تھا کہ جب اشباح و اجسام عدم مین تھے پھر جب اللہ تعالے نے ارواح کو ان شکلون مین
بسایا اور اس اندھیرے مین داخل کیا تو انکو خطاب انبساط سے مخاطب کیا یعنے ایسے خطاب سے کہ جس سے انکا خوف ذرا کم ہو پس فرمایا کہ
تم لوگ پانی و مٹی کی طرف اپنی نسبتین مت لگاؤ بلکہ اللہ تعالے کی طرف نسبت لگاؤ یعنے اپنی خواہش نفسانی کے پابند مت ہو تا کہ اس سے
اپنے جسم کو جو پانی مٹی کا پتلا ہی قوی کرو اور حیوان کہلاؤ بلکہ ایسے کام کرو جس سے تمہارا منسوب ہونا حضرت حق عزوجل کی طرف درست ہو اور
یہ اس طرح کہ اللہ عزوجل کی نعمت سے آراستہ ہو اور مکاشفہ و مشاہدہ حاصل کرو اور اوتعالے کی صفات کاملہ سے متصف ہو اور حضرت عزوجل
کی درگاہ مین پہونچکر وہین سے تربیت حاصل کرو۔ پھر جاننا چاہیئے کہ وجود ان لوگون کا اللہ تعالے کے فعل خاص ذاتی قدمی سے ہی اور
یہ لوگ ویسے نہین ہین جنکا وجود بامر کن ہوا کیونکہ امر تو عوام کے واسطے ہی اور فعل ان لوگون کے واسطے ہی جو خاص ہین اور ساتھ ہی یہ بھی
جان رکھنا چاہیئے کہ اوتعالے شانہ شکل سے اور شبہہ سے اور خیال و اوہام و کسی کی سمجھ مین آنے اور خود سمجھ سے اور نیز جزو یا کسی کا جزو ہونے
یا کل یا کسی کا کل ہونے سے اور بعض ہونے سے اور ہر صورت و شکل و زمانہ و مکان سے ان سب باتون سے پاک برتر ہی قولہ تعالی بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم
تدرسون۔ یعنے خاصکر کے تمکو علم لدنی اور علم کتاب و سنت اور علم شریعت عطا ہوا ہی اسکی وجہ سے تمپر لازم ہی کہ اس شکل انسانیت سے اور اوصاف
بشریت سے باہر ہو جاؤ۔ اور **شیخ جعفر صادق** نے قولہ کونوا ربانیین مین کہا کہ دل کے کانون سے سننے والے اور غیب کی آنکھون سے

دیکھنے والے ہوجاؤ اور بعض نے فرمایا کہ کونوا ربانیین سے اللہ والے عالم اور اللہ کے بندون سے حلم کرنے والے ہوجاؤ۔ **مترجم** کہتا ہی کہ یہ قول ابن عباسؓ وغیرہم کا ہی جیسا کہ مذکور ہوا اور **شیخ ابن عطا** نے کہا کہ تم لوگ اپنی پہلی تربیت کو معائنہ کرو تاکہ ان سب آفتون سے چھوٹ جاؤ اور نیز فرمایا کہ ان نیکون کو اس خطاب سے نکال لیا جاو رون سے بندگی کا خطاب کیا ہی۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے کہا کہ تم اپنی تربیت کی اوقات اور تقدیر کو جو آدم علیہ السلام سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھی معائنہ کرو پس آدم کی طرف نسبت لگانا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فخر کرنا اس ذات پاک کی طرف نسبت نہین ہی جسنے تمکو ازل مین مقدس کیا ہی۔ اور نیز کہا کہ قولہ کونوا ربانیین۔ اے تم لوگ مانند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہوجاؤ کہ جب انپر وہ امور طاری ہوتے تھے جن سے آدمی گھبراتے ہین تو انکے دل پر کچھ اثر نہین کرتے چنانچہ انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے روز کہا کہ یا رسول اللہ یہ اصرار والحاح آپ کچھ کم کر دیجئے کہ اللہ تعالے نے جو آپ سے وعدہ فرمایا ہی اسکو پورا کردے گا۔ اور نیز **واسطی** نے اس آیت مین کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو استسلام کا حکم دیا[له] اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کا حکم دیا چنانچہ فرمایا فاعلم[عله]۔ پس استسلام تو یہ ہی کہ بندگی کا اظہار کرے اور علم وہ ہی کہ اسکے وسیلہ سے ازلیت وابدیت تک رسائی ہوتی ہی اسی واسطے انکو قولہ کونوا ربانیین سے خطاب کیا۔ اور **شیخ جنید** رحمہ اللہ نے کہا کہ حق تعالے نے انکو خلق سے ایک بارگی صریح الگ کرکے نکالا اور حق عزوجل کی طرف انکو اشارہ سے جذب کیا پھر اگر تجھکو منظور ہو کہ تجھے معلوم ہوجاوے کہ خلق کے مقامات وبواطن عالم حقیقت مین کیونکر ہین تو تجھکو لازم ہی کہ انکے اخلاق مین کہ کیونکر متصرف ہین نظر ڈال پس تو ہر ایک شخص کو اپنی خاص شخصی حالت پر الگ پاویگا پس جو بات اسکی سیرت سے موافق ہوگی اسی کا یقین کرے گا پھر دیکھنا چاہیئے کہ دل کا ربط کس سے ہی پس سر باطنی کا حال کھل جائیگا کیونکہ اس ربط وارتباط کا منشا وہی مصدر اول ہی پس اگر نار ربط کا ناہی اسکو خوش آتا ہی اور جو اس پر پیش آوے اس سے ناخوش ہوجاتا ہی تو اسکی باطنی حقیقت کھل گئی کہ وہ اللہ تعالی کی ربوبیت مین جھگڑا کرتا ہی اور اسکی بندگی مین متردد ہی اگرچہ اس کو خود اس کا شعور نہو۔ اور بعضے عراقیون نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے انکو آدم سے باہر کیا تاکہ اس پانی مٹی پر فخر کرنا چھوڑین اور اللہ تعالے کی بندگی سے نسبت پیدا کرین۔ اور **شیخ شبلی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بندگی کرنے کا خطاب جوان کو فرمایا ہی اس سے انکو خارج کیا پس جسنے استحقاق علم حاصل کیا وہ علم ربانیت کا مستحق ہی اور ربانی وہ ہی جو سوائے رب تعالے کے اور کسی سے علوم نہین لیتا اور نیز علم کے ظاہر ہونے مین اللہ تعالے ہی کی طرف رجوع فرماتا ہی۔ اور **واسطی** رحمہ اللہ نے اس آیت مین کہا کہ قولہ کونوا ربانیین۔ اگر تو فرزند انسل چاہتا ہو تو تیرے لیے اس سے بہتر وعمدہ ہے کہ تو فرزند آب وگل ہو اور افعال واحصا ووعدہ کا بیٹا بنے۔ اور **شیخ سہل** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ربانی وہ ہی جو عالم باللہ تعالی اور عالم بامر اللہ تعالی ہو اور اسکو علوم لدنی مین سے وہ کچھ کشف کیا گیا ہو اور نیز فرمایا کہ ربانی وہ ہی جو اپنے پروردگار کے مقابلہ مین کسی حال کو اختیار نہین کرتا۔ اور **جریری** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کونوا ربانیین کے یہ معنے ہین کہ اللہ تعالے سے سننے والے اور اللہ تعالے کے ساتھ بولنے والے ہوجاؤ **قال المترجم** یعنے سماعت اور سننا تمہارا تم سے نہو بلکہ خدائے تعالے سے ہو اور بولنا تمہارا بھی اللہ تعالے کے ساتھ ہو جب اسکا حکم ہو تو تمہاری طرف سے نطق صادر ہو۔ اور **فضل بن العباس الشکلی** نے فرمایا کہ قولہ کونوا ربانیین یعنی مانند ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ہو کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو جسقدر اسرار باطنی تھے سب مضطرب ہوگئے اور آپکی وفات سے انکو اضطراب پہونچا مگر سر ابی بکر رضی اللہ عنہ اس مین مستقل رہا چنانچہ ابوبکرؓ نے کہا کہ۔ من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ یعنے جو شخص تم مین سے محمدؐ کو پوجتا تھا تو وہ البتہ مضطرب ہو کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کیا اور جو شخص کہ اللہ عزوجل کو پوجتا تھا تو اللہ تعالے زندہ ہی وہ کبھی نہین مریگا۔ حاصل یہ کہ آخر یہ اضطراب کیون ہی کیونکہ آنحضرت صلعم نے اللہ عزوجل کی طرف راہ دیدی پس اللہ تعالے زندہ ہی وہ کبھی نہین مریگا

[له] اشارہ بقولہ تعالے اذ قال لہ ربہ اسلم ۱۲ منہ [عله] اشارہ بقولہ تعالے فاعلم انہ لا الہ الا ہو ۱۲ منہ

اور محمد صلعم کو کوئی نہین پوچھتا تھا کہ اس لیے یہ اضطراب ہوا- **قاسم** رح نے فرمایا کہ کونوا ربانیین- یعنے آراستہ باخلاق حق ہو اور حلم والے عالم ہوجاؤ
اور بعض نے فرمایا کہ- ربانی وہ ہی جو اپنے نفس کو اللہ تعالےٰ کی یاد مین بھولا اور اپنی اوقات کو اسکے اوقات مین بھولا اور اپنی عمر و رزق کو اسکی صفات مین
بھولا پھر اسکی صفات نے اس شخص کو اسکی ذات پاک کی طرف جذب کیا اور اسکی ذات نے اسکو مالک صفات کیا بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہے
جس سے اسکے نفس کا سایہ اٹھ گیا اور وہ سایہ وجود کے تحت مین زندہ رہا اور بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہی جو اپنے وجود سے گم ہوا اور اپنے شہود سے
محو ہوا اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہی جس مین قدم کی تقادیر موثر نہون- اور حاصل اسکا یہ ہی کہ تقدیر مین جو کچھ جس کے واسطے لکھا گیا ہی اس کے واقع
ہونے سے اس مین کچھ تغیر نہو بلکہ انکو خوبی کے ساتھ برداشت کرے اگرچہ اس سے کتنے ہی مخالف ہون- اور بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہی کہ کوئی محنت
اسکو نفرت نہ دلاوے اور کوئی نعمت اسکو جنبش دیکر اپنی طرف نہ لاوے پس وہ تقادیر قضا و قدر کے ساتھ اگرچہ مختلف ہون ایک حال پر رہتا ہی
اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہی جو کسی امر کے اسپر وارد ہونے سے اثر پذیر نہو پھر اگر کوئی شخص اپنے یا کسی کے قلب کی رقت نے یا کسی
امر کے ہجوم کی اشمالت نے یا کسی امر نے جس مین اسکو خطرات پیدا ہوے ہین اسکے دل کو اپنی طرف پھیرا تو وہ ربانی نہین ہی- اور بعض نے
فرمایا کہ ربانی وہ ہی جو حوادث یعنے واقعات مین سے کسی واقعہ کے ہونے پر زبان سے اور دل سے کچھ پروا نہ کرے اگرچہ وہ شرع مین سے کسی چیز کے
کرنے مین تقصیر نہ کرے- اور بعض نے کہا کہ قولہ بما کنتم تدرسون- یعنے جو کچھ تمنے درس پایا ہی یہ کہ میرے احسان تمپر پے در پے ہوے اور میری نعمت تمپر
برابر بڑھی- اور بعض نے کہا کہ قولہ بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون- یعنے میری آیات و نعمتین اور جو کچھ مین نے تمھارے امور کی تولیت و
پرداخت فرمائی ہی- قولہ تعالےٰ ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا- وہ تمپر احسان نہین رکھتے کہ تم کو انھون نے تعلیم دیا ہی خواہ ان کی
پاکیزگی بیان کردیا بھٹکتے پھرو- وے لوگ اپنے دلون سے کبھی اپنے درجون کی طرف اور اپنی تمکین کی طرف التفات نہین کرتے ہین اور
جانتے ہین کہ وے لوگ بھی دیوان الوہیت مین اور ربوبیت مین ایسے ہی ہین جیسے ہر شے مین ہر شے ہوتی ہی اور وے لوگ اللہ عزوجل کی
عظمت کے مقابلہ مین تمام مخلوق کو مع اسکے جو کچھ اس مین ہی اور جو لوگ اس مین ہین مثل ایک ذرہ کے بمقابلہ آسمان و زمین کے خیال کرتے ہین
اور اپنے ذاتی امور کے واسطے اللہ تعالےٰ کے حکم کے درمیان کچھ تعرض نہین کرتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ حق عزوجل کا حکم تمام امور پر غالب ہی
اور وے لوگ بھی اور مخلوق کے مانند اللہ تعالےٰ کے حکم کے مامور ہین- قولہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون- یہ لوگ بزرگ جو خلق کی طرف آتے ہین
تو اسی واسطے آتے ہین کہ اپنے اسرار باطنی کو تمام مخلوق و حوادث سے اللہ تعالےٰ کی خالص عبودیت مین پاک و مہذب کرین اور ان مخلوق
کو اسرار حقیقت اور انوار شریعت اور اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور اسکی صفات کی پاکیزگی اور اسکے بقاء جمال و جلال کی عزت کی خبر دیتے
ہین اور انکو حکم دیتے ہین کہ حبل اللہ المتین- کو مضبوط پکڑلین اور یقین کے ساتھ خالص ایمان رکھین- اور **شیخ ابن عطاء** رح نے کہا کہ وہ
لوگ بسبب اسکے کہ اللہ تعالےٰ کے منظور نظر ہین اسکے خطاب کا موقع قرار دیے گئے ہین مگر ان کے ہاتھ مین نفع و ضرر مین سے کچھ نہین ہی پھر بھلا
جو لوگ انکے سواے ہین انکی کیا کیفیت رہی کہ انکے ہاتھون مین کچھ بھی اختیار نفع و ضرر نہو گا **قال المترجم** یہ قول جو شیخ ابن عطاء سے شیخ نے
نقل فرمایا یہ تو بلا خلاف سب سلف کا قول ہی اور علماء و فقہاء مجتہدین اس مین کوئی مختلف نہین ہی ولیکن مین دیکھتا ہون کہ اس زمانہ کے وہ لوگ
جو دین و ایمان اور اسرار باطن سے بالکل بے خبر ہین اس بات مین تامل کرتے رہین اور یہ خود اپنے ایمان مین نقصان ڈالتے ہین اور ان بزرگون کی
شان مین کمی کرتے ہین جیسا کہ اس مقام کے سر خفی سے جو سابق مین مذکور ہوا ہی مرد فطین پر خود ظاہر ہو گا واللہ الموفق- اور **واسطی** رح نے
اس آیت مین فرمایا کہ تم لوگ اپنے اسرار باطنی سے انکی تعظیم کو اپنے دلون مین مت لاؤ اور نہ یہ کہ ان کے معانی مین کفر لاؤ اور جان لو کہ یہ ایسی

نہین

رب ہست ہو جنسے عبودیت کو پیدا کیا ہو مترجم کہتا ہو کہ شاید مراد یہ ہو کہ ان بزرگون کی تعظیم اگر تم اپنی خاطر مین لاؤگے اور اسکا تصور باندھوگے تو وہ قریب اس تعظیم کے ہوگا جو اللہ تعالےٰ عزوجل کی عظمت کو دل مین لاتے ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ کی اصلی عظمت تو کچھ بھی نہین سماتی ہو یہ عظمت جو تصور ہوتی ہو یہ بھی صرف وخالص نہین ہوسکتی کیونکہ مادہ کثیف انسانی موجود ہو پس عظمت تصوری بھی نقصان کے ساتھ ہوتی ہو اور بعد حضرت عزوجل کے ان انبیاء علیہم السّلام کی تعظیم خیال مین خطور کرتی ہو اور یہ چونکہ اپنی اصل مین بھی ناقص ہو اور اس سر بالطبع مشوب سے اسکا تصور آسکتا ہو جیسا چاہیئے تو وہ قریب قریب عظمت الٰہی عزوجل کے گمان مین ہوجاتا ہو اور یہ منع ہو اگرچہ بعد از خدا بزرگ تو ئی- یہ قول درست ہو پھر یہ وہم ہوتا تھا- کہ جب ایسی تعظیم نہ آئی تو کیا کفر آوے نعوذ باللہ منہ اسکو دفع کردیا کہ کفر تو ان کے معانی کا انکار ہو پس ہرگز انکار نہ کرے اور پورا اقرار کرے ہان صرف ملاحظہ عظمت وتصور مین کلام ہو فافہم شیخ نے کہا کہ **ابن عطاء** رح نے فرمایا کہ خبردار تو ہرگز کسی مخلوق کو ملاحظت کر درحالیکہ تجھکو حق عزوجل کی طرف ملاحظہ کی راہ ملتی ہو فرمایا اللہ تعالیٰ نے سولایامرکم ان تتخذوا الملائکۃ الآیۃ- اور **واسطی** رح نے اس آیت مین کہا کہ انکو اللہ تعالےٰ نے اپنے مخاطبات کا محل اور اپنے معاملات کا مقام قرار دیا پھر قولہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون- یعنے کیا تم کو حکم کریگا کہ حق عزوجل سے پردہ ودوری مین پڑجاؤ بعد ازانکہ تم نے حق عزوجل کا معائنہ پالیا ہو یا یہ حکم کرے گا کہ تم سے طرق حق عزوجل سے دور ہوجاؤ- اور بعض نے کہا کہ بھلا تمکو حکم کریگا ایسے شخص کی طرف توسل چاہنے کا کہ اس کا خود ہی کوئی وسیلہ سوائے حق عزوجل کے نہین ہو- اور بعض نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ بھلا تم کو حکم دے گا کہ شکلون کا مطالعہ کرو اور حادث چیز کو خود اسی کے شل کیطرف نسبت لگاؤ پیدا کرنے کا حکم دے گا بعد ازانکہ انکے اسرار مین توحید کے انوار چمک چکے ہین اور دلون مین تفرید کے آفتاب چمکے ہین-

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ

اور جب لیا اللہ نے قرار نبیون کا کہ جو کچھ مین نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تم پاس کوئی رسول

مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ

کہ سچ بتاوے تمہارے پاس والے کو تو اسپر ایمان لاؤگے اور اسکی مدد کروگے فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر لیا میرا

اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ فَمَنْ

ذمہ بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب شاہد رہو اور مین بھی تمہارے ساتھ شاہد ہون پھر

تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

جو کوئی پھر جاوے اسکے بعد تو وہی لوگ بے حکم چلنے والے ہین

و- اذکر اذ- حین- یعنے یہ عطف قصہ کا قصہ پر ہو اور اذ ظرف جو آگے کے جملہ کی طرف مضاف ہو اسکو نصب بفعل محذوف اذکر ہو ای یاد کر یعنے بیان کروے باین طور کہ یاددہانی ونصیحت ہو اور اذ بمعنے حین ہو اور ظاہر اوجہ یہ ہو کہ یہ عہد لینا ازل مین ہو اجبکہ تحقیقی زمانہ کا وجود نہ تھا اور حین بھی اگرچہ زمانہ کے واسطے ہو مگر معنے اسکے جس دم کے آتے ہین پس تحقیقی زمانہ ہونا لازم نہین اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ واللہ لا اشرب حینا تو فقہ مین چھ مہینہ کی مدت بھی لی گئی ولیکن ادنیٰ تامل سے یہ عقدہ حل ہوجائیگا اور بیان بمانند قولہ ہل اتی علی الانسان حین من الدہر یعنے انسان پر ایک وقت دہر گزرا کہ وہ کچھ بھی نہ تھا (ھ) سمجھنا چاہیئے اور یہ بنابر آنکہ عہد مذکور ازل مین لیا گیا جیسا کہ **محی السنۃ** نے کہا ہو کہ یہ عہد اسدم لیا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کی پشت سے انکی ذریات کو نکالا ہو اور **امام رازی** نے کبیر مین کہا کہ یہ میثاق

وہ ہی جو انکی عقلون مین مستقر ہوا اُن دلائل سے جو دال ہین کہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری واجب ہی اور قول اول صحیح ہی- **اَخَذَ اللّٰهُ**
**مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ** - عہدہم - میثاق بمعنے عہد ہو- **لَمَآ** - بفتح اللام للابتدا ر وتوکید بمعنے القسم الذی فی اخذ المیثاق وکسر ہا متعلقۃ باخذ و
ما موصولۃ علی الوجہین ای للذی- **اٰتَيْتُكُمْ** - ایاہ وفی قراءۃ آتیناکم یعنے لما مین دو قراءۃ ہین ایک قراءۃ بفتح لام اور یہی اکثر کی قراءۃ ہی
بنا بر ینکہ لام ابتدا ہی جسکو لام توطیہ قسم بھی کہتے ہین پس اس سے تاکید اس منے قسم کی ہی جو میثاق لینے سے مفہوم ہین اس واسطے کہ عہد
لینا قسم ہی اور دوسری قراءۃ بعض کی بکسر لام ہی پس تعلق اخذ ہی اور ہر دو صورت پر ما صولہ ہی ای البتہ وہ چیز یا بسبب اس چیز کے جو مین نے
تمکو دی اور مفسر رحہ نے ایاہ بڑھا کر اشارہ کیا کہ صلہ مین ضمیر منصوب جو راجع بجانب موصول ہی بسبب فضلہ ہونے کے روا ہی کہ محذوف ہو اور نافع کی
قراءۃ مین اتیناکم بصیغۂ جمع بروجہ تعظیم ہی ای آتیناکموہ جسکو ہم نے تمکو دیا اور قولہ- **مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ** - بیان اس موصول کا
یا ضمیر صلہ کا ہی اور کتاب شامل ہی ہر مکتوب کو جو اللہ تعالےٰ نے انپر نازل فرمایا خواہ کتاب ہو یا صحیفہ ہو اور حکمت اس کتاب کی فقہ یا نور خاص ہی
جیسا کہ اوپر گذرا (المعنی) اور نصیحت کردے جسدم کہ اللہ تعالےٰ نے نبیون کا عہد لیا قسمیہ بذریعہ اس چیز کے جو مین نے (یا ہمنے) تم کو کتاب وحکمت
سے دی ہی- **ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ** من الکتاب والحکمۃ وہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر آوے تمھارے پاس
ایسا رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمھارے پاس ہوف یعنے کتاب وحکمت کی اور وہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین
چنانچہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وابن عباس رض سے روایت ہی کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کو انبیا مین سے نہین بھیجا مگر آنکہ اس سے عہد
لیا کہ جب مین محمد صلعم کو مبعوث فرماؤن اور تو اس وقت زندہ ہو تو- **لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ** - البتہ محمد صلعم پر ایمان لائیو اور ضرور
اس کی مدد کیجیو اور ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ اپنی اُمت سے یہ عہد لیوے کہ جب محمد صلعم مبعوث ہون اور تم لوگ اس وقت زندہ ہو تو ضرور
اُن پر ایمان لاؤ اور ان کی مددگاری کرو- اسی واسطے مفسر رحہ نے کہا- جواب القسم- ان ادرکتموہ وامہم تبع لہم فی ذلک- یعنے قولہ تعالےٰ لتومنن بہ الخ-
جواب قسم ہی یعنے پیغمبرون کو کتاب دیکر قسم لی کہ جب پیغمبر آوے تو ضرور اسپر ایمان لائیو اسکی نصرت کیجیو (بشرطیکہ تم اسکا زمانہ پاؤ) رہا یہ کہ انکی اُمت کو
یہ حکم کیونکر ہی تو جواب دیدیا کہ ان کی اُمت اس حکم مین بدرجۂ اولی ان کی تابع ہی کیونکہ جس نبی کو یہ حکم ہی کہ محمد صلعم پر بشرط زندہ ہونے کے ایمان
لاوے تو اس کی اُمت تو ضرور ہی اس حکم کی مامور ہو- اور تفسیر رسول کی صفت جو مصدق لما معکم- فرمائی ہی یہ ایضاح حال واقعی ہی کہ یہ رسول
ایسا ہوگا کہ اگلے رسول کی رسالت وکتاب وحکمت کی تصدیق فرماوے گا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ میثاق خاصکر محمد صلعم کے واسطے ہوا تھا جیسا کہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس رض کی تفسیر سے ظاہر ہی اور یہی قتادہ رح وسدی رح کا قول ہی اور **شیخ ابن کثیر** رحہ نے تفسیر مین کہا کہ طاؤس و
حسن بصری وقتادہ رحہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے انبیا علیہم السلام سے عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرین- پھر **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ یہ اسکے
منافی نہین ہی جو ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہی بلکہ اسکو مستلزم ومقتضی ہی اسی واسطے طاؤس سے مانند تفسیر حضرت علی و
ابن عباس رض کے بھی مروی ہی رواہ عبد الرزاق **مترجم** کہتا ہی کہ توضیح یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے ہر پیغمبر و اسکی امت کو اپنے مابعد کے آنے والے پیغمبر پر
ایمان لانے کا حکم دیا اور سب سے مابعد خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو آپ کے لیے جمیع انبیا علیہم السلام سے عہد لیا گیا تھا- اور حاصل
یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے عہد لیا کہ پہلے نبی دوسرے نبی کے لائے ہوئے پر ایمان لاوے جو کہ پہلے کی تصدیق کرنے والا ہوگا بشرطیکہ پہلا اس کا زمانہ
پاوے پس ایمان لاوے ومدد کرے اور اگر نہ پاوے تو اپنی اُمت کو حکم کر جاوے کہ اگر وہ پاوین تو اسکی مدد کرین اور اسپر ایمان لاوین اور اس سب کی
علت غائی یہ ہی کہ اسی سلسلہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور مددگاری تمام جہان پر لازم آجاوے کیونکہ ہر امت مین رسول گزر چکا پس

نبیین

مقصود اس عہد کے خاص نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین ابن کثیر نے کہا کہ پس مراد رسولؐ سے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہین ۔
صلوات اللہ علیہم اور وہی امام اعظم ہین کہ اگر وہ کسی زمانہ مین پائے جاتے تو انھین کی فرمانبرداری واجب ہوتی اور وہی کل انبیاء علیہم السلام پر مقدم
ہوتے حتی کہ اگر سب سے پہلے آپ کا ظہور ہوتا تو اسکے بعد کوئی پیغمبر نہو سکتا اور آپ کی خبر بھی سب امتون پر پہونچتی ۔ اسی واسطے شب معراج مین
جب بیت المقدس مین سب انبیا کے ساتھ مجتمع ہوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب کے امام ہوے اور بعض احادیث مین صحیح ہوا کہ
آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰؑ وعیسیٰؑ زندہ ہوتے تو انکو کوئی گنجایش نہوتی سوائے اسکے کہ میری پیروی کرین اور حدیث جابرؓ مین مرفوعا ہی کہ واللہ
اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کچھ حلال نہوتا مگر یہی کہ میری پیروی کرے ۔ (رواہ ابو یعلی بسند جید) اگر کہا جاوے کہ ایک نبی کی مددگاری دوسرے کو
کیا ہی تو جواب یہ ہی کہ اسکی شریعت پر چلنے کی دوسرون کو ہدایت کرے جیسے یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ تھے یا اسکے ساتھ ہوکر کافرون سے
جہاد بھی کرے جیسے موسیٰؑ کے ساتھ ہارون تھے ۔ جاننا چاہیے کہ کسائی نے کہا کہ ہوسکتا ہی کہ شاید یہ معنے ہون کہ اذ اخذ اللہ میثاق الذین مع
النبیین ۔ یعنے ان لوگون سے اقرار لیا جو انبیا علیہم السلام کے ساتھ تھے اور اسی کے مؤید ہی قراۃ ابن مسعودؓ واذ اخذ اللہ میثاق الذین
اوتوا الکتاب ۔ مگر پوشیدہ نہین کہ متواتر قراۃ ومشہور تفسیر کے مقابلہ مین یہ نہین ہوسکتی پس صحیح وہی اول ہی اور دیگر احتمالات بے وجہ ہین ۔
قَالَ ۔ تعالے لہم ۔ اللہ تعالے نے ان انبیاء علیہم السلام سے کہا کہ ءَاَقْرَرْتُمْ ۔ بذلک ۔ کیا تمنے اسکا اقرار کیا ۔ اور یہ استفہام تقریری ہی
یعنے اُن سے صاف اقرار کرانے کو ہی اور اللہ تعالے دانا تر ہی وَاَخَذْتُمْ ۔ قبلتم ۔ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ۔ عہدی اور تم نے
قبول کر لیا اس بات پر میرا عہد یعنے کہو کہ ہان بسر وچشم قبول ہی فـ اخذ سے یہان قبول مراد ہی کیونکہ ابتدا مین انھون نے اللہ تعالے سے
عہد نہین لیا اور نہ وہ لے سکتے تھے پس التباس نہین اور مراد یہی متعین ہی کہ تم نے قبول کیا اور اشعار ہی کہ قبول نہایت گرفت سے ہی اور
گویا اشارہ ہی کہ انبیا علیہم السلام کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وتصدیق کی تمنا تھی ۔ اور اصر لغت مین بمعنے ثقیل بوجھ ہے
اس سے عہد کا نام رکھا گیا کیونکہ اسکے تحمل مین بھی ایک پورا بار ہوتا ہی یا شد وبندش سخت ہوتی ہی پس مراد اس سے عہد ہی یہی
ابن عباس ومجاہد وربیع وقتادہ وسدیؒ نے کہا ہی ذکرہ ابن کثیرؒ الحاصل انبیا علیہم السلام نے بسر وچشم قبول کیا بقولہ تعالے
قَالُوْا اَقْرَرْنَا ۔ بولے کہ ہم نے اقرار کیا ۔ قَالَ فَاشْهَدُوْا ۔ علی انفسکم واتباعکم بذلک پس اللہ تعالے نے فرمایا کہ (جب
تمنے اقرار کیا) تو شاہد رہو اپنے اوپر اور اپنے پیروی کرنے والون پر اس عہد کے ۔ وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ علیکم وعلیہم ۔
اور مین بھی تمپر اور تمھارے تابعین پر شاہد ہون ۔ فَمَنْ تَوَلّٰى ۔ اعرض ۔ بَعْدَ ذٰلِكَ ۔ المیثاق پھر جس نے منھ موڑا بعد اس
عہد اقراری کے ۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ تو ایسے ہی منھ موڑنے والے وہی فاسق ہین یعنے تمرد اور طاعت سے باہر
ہونے والے اور کفر مین ڈوبنے والے ہین یہان سے ظاہر ہوا کہ نبوت ورسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نبی نے انکار نہین کیا بلکہ
سب نے تصدیق کی ہی کیونکہ حاشا کہ وہ عہد توڑین پھر فاسق وہ لوگ البتہ ہوے جو آنحضرت صلعم کے وقت مین آپ پر ایمان نہ لائے
اور ان پر کفر کا عذاب بھی نہایت سخت ہوگا جیسے ایمان لانے مین ان کو دونا ثواب تھا جیساکہ حدیث صحیح مین ثابت ہوا ہی ف شیخ
نے موائد الاحسان مین ذکر کیا کہ قولہ تعالے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ ۔ اللہ تعالے نے ایسے علم مجہول کے خصائص خطاب کا جو
حقائق اسرار ربوبیت کی خبر دیتا ہی نبیون وصدیقون کے ساتھ بواسطۂ الہام فرشتہ کے اور بغیر واسطہ مذکور کے عہد لیا اور وہ تعلق
مخلوقات سے منفرد ہی بلکہ حق عز وجل بفضل خاص اسکو نازل فرماتا ہی اور اس کے انوار کو ان لوگون کی ارواح کی آنکھون مین ظاہر

فرمایا ہو تاکہ اسکی تصدیق کرین اور جان لین کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہی اور یقین و معاملہ سے اسکی مدد کرتے ہین اور منجملہ قرآن مجید کے رموز سے ہی
اور ہر کتاب الٰہی مین ایسی۔ مترجم کہتا ہو اور یہ باشارہ جو ظاہر کتاب سے نکلتا ہو وہ یہ ہو کہ اللہ عزوجل نے چاہا کہ اگلے پچھلے تمام انبیاء اولیاء و برگزیدہ
لوگون کو اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ مقامات دکھلاوے۔ اور ان لوگونکو دریافت ہو ان سب سے آپ کی تخصیص ظاہر فرماوے
تاکہ سب کے سب اسپر ایمان لاوین اور اسکو پہچانین کیونکہ جس نے حبیب اللہ تعالےٰ کو پہچانا اس نے حق کو پہچان لیا اور جو اسپر ایمان لایا وہ دائرۂ
محبت و حقیقی قربت مین پہونچ گیا فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جسنے
مجھکو پہچانا اسنے حق عزوجل کو پہچانا۔ مترجم۔ کہتا ہو کہ یہ روایت ان الفاظ سے اہل حدیث کے نزدیک پہچانی نہین گئی اور صحیح حدیث مین ہے
کہ من رانی فقد رای الحق۔ جسنے مجھکو دیکھا اسنے سچ دیکھا اور اہل تصوف اسکے معنے یون کہتے ہین کہ جسنے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا اور دلیل
اس کی وہ بیان کی جو شیخ نے کہی ہو کہ اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لباس عبودیت تھا اور آپ کے چہرۂ پاک سے جمال مشاہدہ
حق کا نور کمال ظاہر ہوتا تھا۔ اور انبیاء علیہم السلام سے اپنے حبیب کے واسطے عہد لینے مین اشارہ یہ ہو کہ وہ لوگ آنحضرت صلعم پر غیرت نہ کرین اس
واسطے کہ عاشقون کا دستور ہو کہ ایک دوسرے پر غیرت کھاتے ہین اور غیرت کھانا عشق کے لوازم مین سے ہو اور یہ حق سبحانہ کی صفت ہو پس تو ذرا
ملاحظہ کر شان موسیٰ علیہ السلام اور انکی غیرت حضرت سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ شب معراج مین رونے لگے کہ یہ جوان میرے بعد
مبعوث ہوا جہان کا سردار ہو اور اس میثاق سے مقصود یہ ہو کہ اسرار باطنی انبیاء علیہم السلام کے صفات بشری سے محفوظ رہین۔ قولہ تعالےٰ
فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین۔ اللہ تعالےٰ انکو ڈراتا ہو کہ وہ ان کے حال پر خوب مطلع ہو تاکہ اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور
اسکی نصرت و مدد مین ثابت ہون اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدرجۂ انتہا تشریف ہو پھر بیان
فرمایا کہ جس کا سر باطنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بجھ گیا اور جسکا قلب آپکے نور سنت سے اندھا رہا اور جس کا ظاہر حال آپکے
طریقہ و شریعت سے آپ کے معجزات و بزرگیان ظاہر ہونے کے بعد پھر رہا وہ نبوت و رسالت کے درجہ سے گرجاوے گا اسی واسطے بڑی تہدید
فرمائی اور ڈرایا۔ کہ فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلعم کا عہد ان انبیاء علیہم السلام
سے لیا جو زمانہ سابق مین گذر چکے ہین چنانچہ فرمایا۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ۔ پس اس سے بڑھکر کون بزرگی ہوگی کہ اللہ تعالےٰ
نے اس کا عہد ان لوگون سے لیا جو اس سے پہلے تھے پھر ان پہلے والون کو حکم دیا کہ اسکے واسطے اس عہد کے شاہد ہون اور
ضامن ہوا کہ اللہ تعالےٰ بھی انکے ساتھ شاہد ہو اگر وہ عہد کے پورے ہین تو ان کی بھلائی پر شاہد ہی اور اگر حاشا کہ وہ عہد مین پورے
نہون لیکن بالفرض اس صورت مین انکی برائی پر شاہد ہو اور ایسا اسواسطے کیا تاکہ اگلون پچھلون مین سے کسی کو جو آپ سے پہلے ہوے لاعلمی نہ
رہے بلکہ اس پر حجت ہوجاوے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا اور اسپر ایمان لانے کا حکم دیا ہو کہ اسپر خود مع اتباع کے ایمان
لاوین باین طور کہ اتباع کو حکم کردین تاکہ بعد اسکے کسی کو حضرت صلعم کی مخالفت مین حجت نہ رہے

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ

اب کچھ اور ڈھونڈھتے ہین سوا دین اللہ کے اور اسی کے حکم مین ہی جو کوئی آسمان و زمین مین ہی خوشی سے یا زور سے اور اسی کی طرف

يُرْجَعُونَ ۝ قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ

پھر جاوینگے تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر جو کچھ اترا ہمپر اور جو کچھ اترا ابراھیم اور اسمٰعیل و اسحٰق پر

لہ اذ اخذ اللہ میثاق کا بھید حضرت صلعم کی فضیلت ترمذی وغیرہ سے ثابت ہوتا ۱۲

ربع

وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ص لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ

اور یعقوب پر اور اسکی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیون کو اپنے رب کی طرف سے ہم الگ نہین کرتے ہین

اَحَدٍ مِّنْهُمْ ز وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

کسی کو اور ہم اسی کے حکم پر ہین

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یہ عطف ہی جملہ سابق یعنی فمن تولّٰی پر اور ہمزہ بیچ مین انکار کے ہی یا اسکا عطف محذوف پر ہی ای ایتولون فغیر دین اللہ یبغون سا اور اصل یہ کہ یبغون غیر دین اللہ پس مفعول کو اسواسطے مقدم کیا کہ مقصود اسی کا انکار ہی - یَبْغُوْنَ - بالیاء اے المتولون عاقبا - یعنے ابو عمرو و عاصم و یعقوب کی قراءۃ مین یبغون بیاے تحتانیہ بصیغۂ غائب ہی اور فاعل اسکا متولون - یعنے منھ موڑنے والے ہین اور باقیون کی قراءۃ مین بتاء خطاب ہی پس قل لہم مقدر ہی ای کہدے ان لوگون سے و**مترجم** کہتا ہی کہ معالم وغیرہ مین مذکور ہی کہ اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا مقدمہ پیش کیا اور اختلاف انکا دین ابراہیم مین تھا اور ہر فریق دعوی کرتا تھا کہ ہم اولے بابراہیم ہین پس رسول صلعم نے فرمایا کہ ہر دو فریق دین ابراہیم سے بری ہوے کہ ہم آپ کے فیصلہ پر راضی نہین ہوتے اور آپ کا دین نہین لیتے ہین پس یہ آیت نازل ہوئی - یہ روایت اگر ثابت ہو تو قراءۃ خطاب کی ترجیح ہوجاتی ہی - وَلَهٗٓ اَسْلَمَ انقاد - مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا - بلا اباء - یعنے طوع کے معنے طاعت و خوشدلی سے بدون انکار کے - وَّكَرْهًا بالسیف ومعاینۃ ما یلجئ الیہ - یعنے کرہ یون کہ تلوار سے تابع ہوے اور ایسی چیز دیکھکر تابع ہوے کہ جو خواہ مخواہ انقیاد کی طرف ناچار کرے جیسے بنی اسرائیل پر توریت کے لینے سے انکار کے وقت پہاڑ اٹھایا گیا - اور طوع اس انقیاد کو کہتے ہین جو سہولت سے ہو پس کہا گیا کہ طوعا اس طرح کہ دلائل وحدانیت پر نظر کرکے اور حجت کی پیروی کرکے خوشی خاطر تابع ہوے اور کرہا - اس طرح کہ تلوار کے زور سے یا اور ایسی چیز معاینہ کرنے سے جس سے ناچار اسلام کی طرف آنا پڑے جیسے ان کے اوپر پہاڑ بلند کیا جاتا اور فرعون و قبطیون کا ڈوبنے لگنا اور موت کا وقت جان کندنی کا ہونا (المعنی) کیا بھلا دین الٰہی کے سوا کوئی دین چاہتے ہین حالانکہ اسی کے لیے انقیاد کیا ہر شخص نے جو آسمانون و زمین مین ہی خواہ طوعا یا کرہا **مترجم** کہتا ہی کہ اسلم مین تاویل کی وجہ یہ ہی کہ زمین والون مین سے بہتیرے کافر ہین اسلام نہین لائے پس اسلام سے مراد انقیاد ہی یعنے حکم تقدیر کے تابع و مقہور ہین اور اسی معنے پر ہی قولہ ولله یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرہا الآیہ - اور قولہ ولله یسجد ما فی السموات وما فی الارض الآیۃ پس جو مومن ہین وہ اپنے دل سے مسلمان ہی جیسے ظاہر مین تابع ہی اور کافر اگرچہ مسلم اس معنے کر نہین لیکن مسلم بمعنے مستسلم ہی کہ وہ چاہے یا نہ چاہے ضرور اس تسخیر و قہر و سلطان پروردگار کے تابع ہین جسکا روک ٹوک کچھ ہو نہین سکتا اور یہی معنے ہین جو کلام **بیضاوی** سے ظاہر ہین کہ طوع بمعنے اختیار ہی پس یہ اسلام تو ملائکہ و مومنین کی طرف سے ہی اور کرہ بمعنے تسخیر ہی مانند کافرون کے کہ وہ اس امر کی قدرت نہین رکھتے کہ جو ان پر حکم جاری کیا گیا اس سے اپنے آپکو باز رکھین پھر نصب طوعا و کرہا بنا بر حالیت کے ہی ای طائعین و مختارین اور کارہا ای مسخرین - اور مجاہد نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ طوعا و کرہا - فرمایا کہ اسوقت جب کہ لوگون سے میثاق لیا گیا رواہ وکیع - اور عطاء بن ابی رباح نے مرسلا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرہا - مین روایت کیا کہ سموات مین تو ملائکہ اسلام لانے والے ہین اور زمین مین وہ لوگ ہین جو اسلام پر پیدا ہوے اور کرہا - وہ ہین جو دیگر اقوام سے طوقون و زنجیرون مین قید کرکے جنت کی طرف کھینچے جاتے ہین حالانکہ وہ کراہیت کرتے ہین - رواہ الطبرانی اور **شیخ ابن کثیر** رح نے کہا کہ اس حدیث مین غرابت ہی اور بعض نے جو اسکو ضعیف کہا تو یہ وہم ہی اسواسطے کہ ارسال سے ضعف ہمارے نزدیک مسلم نہین ہی اور اس حدیث کا شاہد دوسری وجہ سے

بھی مروی ہوا اور صحیح کی حدیث مین ہی کہ تیرے پروردگار نے ایسی قوم سے عجب کیا کہ جو طوق و زنجیرون مین باندھکر جنت کی طرف کھینچے جاتے ہین- قال المترجم معنے اسکے یہ ہین کہ جہاد مین بعض قوم کافر قید کرکے ملک اسلام مین لائے جاتے ہین اور یہان مسلمان ہو جاتے ہین اور ان کا اسلام اچھا ہوتا ہی کہ جنت مین داخل ہوتے ہین- اور حضرت انس رض سے اس آیت مین مرفوعاً روایت ہی کہ ملائکہ نے آسمان مین اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور انصار و گروہ عبدالقیس نے زمین مین اسکی اطاعت کی رواہ الدیلمی- اور قتادہ سے روایت ہی کہ مؤمن نے تو بطوع رغبت اسلام اختیار کیا پس اس سے قبول کیا گیا اور اسکو نفع دیا اور رہا کافر تو وہ اسلام لایا جبکہ اسنے پاس اللہ تعالیٰ کو دیکھا پس اس سے قبول نہوا چنانچہ فرمایا- فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا بأسنا الآیہ- اور حضرت انس رض سے مرفوعاً روایت ہی کہ سواری کا جانور و غلام و باندی اور لڑکا لڑکی جو بدخلق ہوا سکے کان مین یہ آیت- افغیر دین اللہ یبغون آخر تک پڑھو- رواہ الطبرانی فی الاوسط- اور یونس بن عبید سے روایت ہی کہ کہا جو شخص کسی سرکش جانور پر سوار ہوا گر اسکے کان مین افغیر دین اللہ الآیہ- پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ سیدھا ہو جائے گا (رواہ ابن السنی) وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ- اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف (تم پھیرے جاؤگے) یا یہ لوگ پھیرے جاوینگے- بالتاء والیاء والہمزۃ للانکار- یعنے ترجعون بتاء خطاب اکثرون کی قرأت ہی یعنے تم لوگ آمدہ بیاء تحتانیہ حفص رح کی قرأت ہی اور افغیر دین اللہ ہمزہ انکار ہی یعنے سوائے دین اللہ کے اور کوئی دین نہین طلب کرنا چاہیئے- قُلْ- لہم یا محمد- کہدے ان سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم- اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا- ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کتاب پر جو ہم پر اتاری گئی ف اس مین آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ لوگون کو خبر دین کہ آپ مع اپنے تابعین مومنین کے اللہ تعالیٰ و اسکی کتابون و اسکے رسولون پر ایمان لائے ہین اور جیسا کہ اسنے حکم دیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرین اسی طرح تصدیق کرتے ہین پس اللہ تعالیٰ کی کتابون و رسولون پر ایمان لانے کے یہ معنے ہین کہ اسکی تصدیق کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کتابین برحق اتاری ہین اور یہ رسول سچے تھے اور پہلے سب سے اس چیز کو ذکر کیا جو آپ پر نازل کیا گیا یعنے قرآن پر اس وجہ سے کہ اسی سے آپ کو اور رسولون اور کتابون کا حال معلوم ہوا ہی- اور قل مین ضمیر واحد ہی کیونکہ کہنے والے فقط آنحضرت صلعم ہین اور مابعد مین علینا وغیرہ بصیغہ جمع فرمایا کیونکہ قرآن جیسا کہ آنحضرت صلعم پر نازل ہی ویسے ہی آپ کی پیروی کرنے والون پر آپ کے پہونچانے سے ہی اور وہ ایمان لائے کہ اگرچہ وحی پہونچنے مین فقط آپ ہی پر اتری لیکن یہان وہی ایمان لانے کی حیثیت مقصود ہی یا صیغہ جمع اس وجہ سے کہ آپ کو حکم دیا کہ بادشاہون کے مانند اپنی ذات شریف سے خبر دین اور یہ آنحضرت صلعم کے واسطے تعظیم و اجلال ہی- اگر کہا جاوے کہ یہان تو آیت مین انزال کا تعدیہ علی سے آیا اور یہی آیۂ کریمہ سورۂ بقرہ مین ہی وہان انزل الینا بحرف الی تعدیہ ہی تو مفسرین نے اسکے جواب مین تکلف کیا چنانچہ بعض نے کہا کہ یہان تو خطاب حضرت صلعم کو ہی اور آپ کو وہ ملاء اعلیٰ سے بلا واسطہ کسی بشر کے پہونچا پس علی کے ساتھ جو علو پر دلالت کرتا ہی لانا مناسب ٹھہرا اور وہان خطاب امت کو ہی جنکو بواسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہونچا پس الی سے لانا جو مختص باتصال ہی مناسب ہوا زمخشری رح نے کشاف مین اسکو رد کر دیا کہ یہ تکلف و تعسف ہی کیا یہ نہین دیکھتے کہ شروع سورۂ بقرہ مین بما انزل الیک فرمایا اور نیز قولہ انزلنا الیک الکتاب فرمایا- حالانکہ خطاب مخصوص بحضرت صلعم ہی اور اسی سورہ مین اوپر فرمایا آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النہار- حالانکہ مومنون پر نزول بواسطہ ہی اور صحیح جواب یہ ہی کہ وحی جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی ہی اس مین دو اعتبار ہین ایک تو رسول تک منتہی و واصل ہونا دوم جانب اعلیٰ سے نازل ہونا پس سورۂ بقرہ مین باعتبار اول کے تعدیہ بالی آیا اور یہان باعتبار دوم کے علی سے تعدیہ ہوا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ- جو ابراہیم کے بڑے لڑکے تھے اور عرب والے انھین کی اولاد ہین- وَاِسْحٰقَ-

ویعقوب

دوسرے لڑکے جنکے فرزند۔ وَیَعْقُوْبَ ہین جنکو اسرائیل کہتے تھے اور ان کے بارہ بیٹے تھے اور صحیح یہ ہی کہ ان بیٹون کی اولاد کو اسباط کہتے تھے جیسے عرب مین قبائل کا لفظ بولتے ہین چنانچہ فرمایا۔ وَالْاَسْبَاطِ۔ اولادہ۔ مفسر نے اسباط کو بیٹے اولاد یعقوب لیا اور ظاہراً یہ لفظ موہم ہی کہ حضرت کے بیٹے بھی اسباط تھے حالانکہ ایسا نہین جیسا کہ بیان ہوا۔ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی۔ یعنے توریت وَعِیْسٰی یعنے انجیل۔ وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ۔ یہ سب انبیا کو شامل ہی۔ المعنی) اور ہم ایمان لائے ہین اس کلام کتاب وصحیفہ پر جو اُتارا گیا ابراہیم پر و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب پر اور اسباط پر اور جو کچھ دیا گیا موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیا علیہم السلام کو سب پر۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔ بالتصدیق والتکذیب۔ اور ہم لوگ نبیون مین فرق نہین کرتے کہ بعض کو سچا بتلاوین اور بعض کو جھٹلاوین۔ ف نبیون مین فرق نہ کرنے کے یہی معنے ہین کہ ہم یہ نہین کرتے ہین کہ کسی کی تصدیق کرین اور کسی کی تکذیب کرین جیسے یہود و نصاریٰ کرتے ہین بلکہ ہم تصدیق کرتے ہین کہ سب انبیا اللہ تعالےٰ کے بندے و رسول اور سچے ہین اور یہ معنے نہین کہ ہم ان ہی آپس مین کچھ فرق نہین کرتے اور سب کو یکسان جانتے ہین تا کہ لازم آوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل کیون کہتے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ بعض علما نے کہا کہ انبیا مین باہم تفضیل نہین ہی پس آیت سے انکا قول درست ثابت ہوتا ہی مین کہتا ہون کہ ہرگز نہین اس واسطے کہ قولہ تعالےٰ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض۔ تو اس بات پر نص ہی کہ بعضے رسول بعض دیگر سے افضل ہین پس یہ تو واجب ہی کہ تمام رسول جن مین ہم فرق نہین کرتے ہین ان مین یہ اعتقاد رکھین کہ بعض ان مین سے بعض سے افضل ہین پس فرق نہ کرنا فضیلت کی راہ سے نہین ہی بلکہ تصدیق و تکذیب کی راہ سے ہی اور بعض علما سے جو عدم تفضیل کا قول نقل کیا گیا ان کی مراد یہ ہی کہ ہمکو نہین معلوم ہی کہ کون کس سے افضل ہی اگرچہ یہ یقین ہی کہ بعض افضل از بعض ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اسی آیۂ تفضیل کی تفسیر مین اس ضعیف نے بیان کر دیا کہ یہ بات بھی کلیۃً صحیح نہین ہی بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے دیگر انبیا کے حق مین ہی کیونکہ ہمکو معلوم نہونا اسی وجہ سے کہ کوئی نص و دلیل شرعی تفضیلی نہین پائی جاتی ہی اور مین نے وہان براہین و دلائل شرعی نقل کر دیے ہین جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے افضل ہونے کی حجت ہین فاحفظہ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ مخلصون فی العبادۃ اور ہم لوگ تو اللہ تعالےٰ کے لیے مسلم ہین یعنے اعتقاد و عبادت مین مخلص ہین ف مسلمان ہونے سے یہان بقرینۂ آمنا باللہ۔ وغیرہ کی عبادت مین اخلاص والے ہونا مراد ہی ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ افغیر دین اللہ یبغون۔ تمام مرادون کی جڑ میری بندگی ہی پھر وہ لوگ کہان سے صفائی عیش چاہتے ہین حال تو یہ ہی کہ میری درگاہ کی نزدیکی مین عارفون کو عجیب خنکی ملتی ہی اور میرے وصل سے الطاف حاصل ہوتے ہین مشاہدۂ قدس کی حلاوت حاصل ہوتی ہی یہ وہی پاتے ہین جو موحد ہین اور میری عنایت کی راہ مین صدیقون کو درجات کرامت عطا ہوتے ہین لیکن جو شخص اپنے نفس کی خواہشون مین بڑا وہ میری عبودیت سے منحرف ہی اور جو میری عبادت سے کج ہوا وہ میری وحدانیت و فردانیت کے دیدار سے دور پڑا ہی اور جو میری بندگی و ربوبیت کے دیدار سے دور پڑا وہ منجملہ ہوا پرستون کے ہی جو خواہش کے تاریک گڑھون مین گرتے اور عناد و جفا کے جنگلون مین ہلاک ہوتے پھرتے ہین اور جس نے سوائے الوہیت و ازلیت کے دیگر حقائق کو اپنے پیش نظر رکھا وہ باطل پر حق کا دھوکا اٹھا کر گمراہی مین تباہ ہوا اور شیطان کی غلطیون مین پڑ کر برباد گیا ایسا شخص جب ٹھہرا تو عناد کی منزل مین اور جب چلا تو نفس کی اوندھی راہ مین اور آخر اپنے سر پر بلا کی خاک ڈال کر مر گیا اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے سوائے وحدانیت کے کسی چیز کو مضبوط پکڑا یا بلکہ سوائے واحد عز و جل کے کسی کو لیا تو وہ چشم حقیقت سے مردود ہی۔ قولہ تعالےٰ ولہ اسلم من فی السموات والارض جب حضرت عز و جل نے اپنی ذات

لہ رسالت و نبوت سے اور نفس نبوت و رسالت و نبوت ہو زیر بحث ہے رتبہ رسالت و نبوت میں تم کوئی تفریق نہیں کرتے نفس رسالت و نبوت میں سب انبیا و رسل کو برابر سمجھتے ایمان لاتے ہیں بعض کو بعض پر فضیلت ہے [illegible]

پاک کو اپنی کبریائی کے آئینہ وجود مین بصفت جبروت ظاہر فرمایا تو قہراً و جبراً جو کچھ ہو سب نے اسکا انقیاد کیا کیونکہ سلطان وحدانیت کا ظاہر ہونا خود مقتضی ہی کہ وجوہ خلائق پر ہیبت و اجلال سے عرق انفعال ظاہر ہو پس عارفون نے اپنی ارواح تصدق کر کے بطوع و رغبت اسکا انقیاد کیا کیونکہ انھون نے حسن جمال قدم سے اسکو معائنہ کیا اور جاہلون نے اپنی جانین زبردستی دے کر انقیاد کیا کیونکہ انھون نے اُسکے غلبہ و قہاریت کی عظمت دیکھ لی - اور نیز بعض کو اپنے کشف جمال سے مسخر کر لیا کہ وے لوگ اسکے مشاہدہ سے بطوع و رغبت فرمانبردار ہوگئے اور بعض کو اپنی عظمت اپنے فعل و صنعت کے پیرایہ مین دکھلا کر عاجز کیا - کہ وے اسکے نور کبریائی کے ظاہر ہونے پر بمجبوری مطیع ہوے پس اسنے ایک قوم کو اس طرح بزرگ کیا کہ ان کے اسرار باطنی پر انوار تجلی کو پھیلا دیا کہ وہ اسکی قضا و قدر کے جاری ہونے مین برغبت خاطر تابعدار ہوے اور ایک قوم کو اس طرح ذلیل کیا کہ ان کے ظاہر حال پر ہیبت قہر کو بھیجدیا کہ وہ اس کی گرفت کے وقت اسکی جباریت کے قبضہ مین بمجبوری ذلیل ہوے اور حسینؒ نے فرمایا کہ ہر ایک کو اسکا ٹھکانا ایک خاص اطلاع کے ساتھ دکھلایا پس جس نے اسکی ذات پاک کو مطالعہ کیا وہ بخوشی خاطر مطیع ہوا اور جس نے ہیبت کو دیکھا وہ بمجبوری زیر حکومت ذلیل ہوا - قولہ تعالے قل آمنا باللہ یعنے جنے اسکی تصدیق کر لی بھلا اسلئے کہ جنے اسکو چشم اسرار سے دیکھ لیا اور حقائق انوار کو معائنہ کیا اور نیز آمنا باللہ یعنے اسی کی توفیق سے جنے اسکی تصدیق کی اور اسپر ایمان لائے کچھ ہماری کوشش و سعی سے یہ نہین ہوا ہو - قولہ وما انزل علینا الآیۃ - محبت کی شرطیہ بھی ہی کہ حبیب کے ایلچی جو کچھ اسکے پاس سے لائے اسکو دل سے قبول کرے اور اس مین کچھ فرق نہین کہ وہ ایلچی خوشخبری سُناوے یا ڈر سُناوے جبکہ یقینی ہی کہ وہ محبوب کا بھیجا ہوا ہی اور یہ جان رکھنا چاہیئے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہی وہ اپنے سر باطنی کی آنکھ سے عالم ملکوت کو معائنہ کر لیتا ہی اور اُمور حقہ کو دیکھ لیتا ہی مانند جنت و دوزخ و ملائکہ و انبیاء و اولیاء و عرش و کرسی و لوح و قلم و انوار درگاہ باری تعالیٰ وغیرہ پھر جب یہ چیزین جو اسکی آنکھ سے غائب تھین اپنے دیکھ لین تو پھر کیون نہین ان پر ایمان لاوے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسرار کی خبر اپنے انبیاء و اولیاء کی زبان پر دیدی ہو اور اگر اسپر دلیل چاہتے ہو تو دلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو کہ حارثہ کو فرمایا اے حارثہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہو سو تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہو حارثہ نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو دنیا سے منقطع کیا پس مین نے اپنی راتون کو جگایا اور دنون کو پیاسا رکھا اور گویا مین اب اپنے پروردگار کے عرش کو کھلا ہوا دیکھتا ہون اور گویا مین اہل جنت کو دیکھتا ہون کہ جنت مین ایک دوسرے کی زیارت کرتے مین اور دوزخ والون کو دیکھتا ہون کہ باہم گریہ وزاری کرتے ہین پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ تجھے ایمان مبارک ہو تو اسکو لازم پکڑ - ابن عطاؒ نے قولہ قل آمنا باللہ کے معنے مین کہا کہ جنے اسکی تصدیق کی اور اسکے ساتھ راہ صدق پر قائم ہوے کیونکہ وہی پروردگار ہی جس نے ہم پر ایمان لکھا اور ہم کو اس نعمت خاص سے مخصوص کیا یہ سب اپنے علم قدیم کے موافق قبل اسکے کہ ہماری پیدائش ہو پس ہم اسپر ایمان لائے یہ فضل اسنے ہمپر سابق علم مین فرمایا ہو قال المترجم حاصل یہ کہ ہم اسی کی توفیق ازلی پر ایمان لائے اور اسکی تقدیر کے مؤمن ہین یا یہ مراد ہو کہ اسکا علم سابق ہی ہمارے ایمان کا سبب واقع ہوا بہر حال مطلب اس سے ایمان بتقدیر الٰہی ہی

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ كَيْفَ

اور جو کوئی اسلام کے سوائے کوئی دین ڈھونڈھے وہ کبھی اس سے قبول نہوگا اور وہ آخرت مین خسارہ والون مین ہی کیسے

يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ

اللہ تعالیٰ ہدایت دے ایسی قوم کو جو منکر ہوے ایمان کے بعد اور گواہی دے چکے کہ یہ رسول برحق ہے اور آچکین انکے پاس دلیلین

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ

١٨١ اور اللہ تعالے راہ نہین دیتا ہے ظالم قوم کو ایسے لوگ ؛ جن کا بدلا یہ ہے کہ اُن پر لعنت ہے اللہ تعالے کی

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ
اور ملائکہ کی اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ اس میں رہے کبھی ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ لوگ
يُنْظَرُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
مہلت پاوینگے سوائے ایسوں کے جنھوں نے اسکے بعد توبہ کرلی اور کام سنوارا تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے

نزل فیمن ارتد ولحق بالکفار۔ یعنے یہ آیت ایسے شخص کے حق میں نازل ہوئی جو مرتد ہو گیا یعنے اسلام سے پھر گیا اور کافروں سے جا ملا تھا۔
وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۔ اور جو کوئی اسلام کے سوائے کوئی دین چاہے وہ اس سے قبول
نہوگا ف حتی کہ اگر اسلام کی نماز و روزہ پر قائم ہو مگر دل میں یہودیت یا نصرانیت کی خواہش رکھتا ہو وہ بھی کافر ہے۔ معالم وغیرہ میں مذکور ہے کہ
وہ بارہ آدمی تھے جو اسلام سے مرتد ہو کر مدینے سے نکلکر مکہ میں کافروں سے جا ملے انھیں میں حرث بن سوید انصاری تھا۔ اور بعض نے
فقط حرث بن سوید کو کہا ہے چنانچہ آگے آتا ہے بالجملہ مفسر کا کلام خوب ہے کہ انھوں نے مبہم رکھا پھر اس میں خلاف نہیں کہ اب حکم عام ہے جو مرتد یا جو کوئی
سوائے اسلام کے کوئی دین چاہے گا اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور حاصل یہ کہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اسلام ہی ہے اور اسی سے علماء
حنفیہ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ ایمان و اسلام ایک ہی ہے کیونکہ اگر ایمان غیر اسلام ہوتا تو مقبول نہوتا۔ اور شافعیہ وغیرہ چونکہ دونوں میں فرق کے قائل
ع ۱۷ ہیں لہٰذا **بیضاوی** رح نے جواب دیا کہ اس آیہ سے یہ لازم آتا ہے کہ جو دین مغائر اسلام ہو وہ قبول نہوگا اور یہ لازم نہیں آتا کہ جو کچھ مغائر اسلام ہو
خواہ دین ہو یا کوئی اور چیز ہو کچھ مقبول نہوگا حاصل یہ کہ دین تو ایک وضع الٰہی ہے جو وہ تصدیق و اعمال صالحہ دونوں کو شامل ہے اور یہی دین یہاں اسلام کیونکہ اسکے
بیان میں واقع ہوا ہے پس اسلام سے بھی یہی مراد ہوگا تاکہ سیاق درمیان میں خلاف لازم نہ آوے اور نیز یہ جواب دیا کہ شاید دین سے اعمال صالحہ مراد ہوں تو یہی اسلام سے
مراد ہوگی اور ایمان اعمال نہیں ہیں الیٰ آخرہ یہ سب جواب ضعیف ہیں اسکی تحقیق ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ اور **شیخ ابن کثیر** رح نے یہاں حدیث ابوہریرہ مرفوع ذکر کی
جس میں ہے کہ قیامت میں اعمال نماز و روزہ وغیرہ آوینگے اللہ تعالیٰ ہر ایک سے فرمادیگا تو بھلائی پر ہے پھر اسلام آوے گا اور عرض کرے گا کہ اے
پروردگار تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تو بھلائی پر ہے آج کے روز میں تیرے ہی ساتھ مواخذہ کرونگا اور تیرے ساتھ عطا
کرونگا پھر یہ آیت پڑھی رواہ احمد والطبرانی پھر جب کسی سے سوائے اسلام کے قبول نہوا تو وہ دنیا کا گھاٹا ہوا وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ بمعنی الی النار المؤبدۃ علیہ۔ اور وہ آخرت میں خاسرین میں سے ہے ف اس واسطے کہ انجام کار اسکے پھر جانے کا ٹھکانا وہ آگ ہے
جو اس پر ہمیشہ لگی رہے گی اور خاسر کے معنے خسران میں پڑنے والا كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ ۔ ای لا یہدی اللہ۔ اس استفہام کے معنے انکار
کے ہیں (المعنی) نہیں ہدایت کرے گا اللہ تعالیٰ ۔ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا ۔ ای وشہادتہم ۔ اَنَّ
الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۔ الحجج الظاہرۃ علی صدق النبی صلعم ایسی قوم کو جو کافر ہوئی بعد اپنے ایمان لانے
کے بعد اپنی شہادت دینے کے یہ کہ محمد رسول برحق ہے اور حال یہ کہ آچکیں انکے پاس بینات ای ظاہر حجتیں آنحضرت صلعم کے سچے ہونے پر۔
مترجم کہتا ہے کہ استفہام منکر ہے بمعنے انکار لینے پر۔ **بیضاوی** رح وغیرہ نے اعتراض کیا کہ اس سے لازم آویگا کہ مرتد کی توبہ قبول نہو حالانکہ بالاتفاق
مقبول ہے اور یہ کچھ نہیں کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ فرمایا کہ انصار میں سے ایک شخص اسلام لایا (یعنے حرث بن سوید) پھر وہ مرتد ہو کر مشرکوں
سے جا ملا (یعنے کفار مکہ سے) پھر وہ نادم ہوا اور واسطے اپنی قوم کو کہلا بھیجا کہ تم رسول اللہ صلعم سے سوال کرو کہ بھلا میری توبہ بھی ہو سکتی ہے
پس یہ آیت نازل ہوئی کیف یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم تا قولہ فان اللہ غفور رحیم۔ پھر اس کی قوم نے (اسکے بھائی جلاس بن سوید نے)

اسکے پاس یہ آیت بھیجدی وہ فوراً اگر مسلمان ہوگیا (پھر اچھا مسلمان رہا) رواہ ابن جریر وہکذا رواہ النسائی والحاکم وابن حبان وقال الحاکم صحیح
الاسناد اور ایسا ہی مجاہد نے تفسیر کیا ہی پس مرتد کی توبہ مقبول ہی پھر کیونکر استفہام بمعنے انکار ہوگا اور جواب دیا گیا کہ اس انکار سے آگے استثناء
ہی یعنی الا الذین تابوا اس سے مرتد کی توبہ قبول ہونے کا حکم نکلا۔ لیکن اولیٰ یہ ہی کہ جو **بیضاوی** رح وغیرہ نے اختیار کیا کہ یہ بطور استبعاد یا تعجب کے
ہی یعنے بعید سمجھو کہ اللہ تعالےٰ ایسی قوم کو ہدایت کرے یا تعجب کرو کہ اللہ ایسی قوم کو ہدایت کرے کیونکہ جو شخص بعد ظہور حق کے کجی کی طرف جھکا وہ
گمراہی مین ڈوبا ہوا رشد سے دور پڑا ہی پھر مفسر رح نے وشھدوا کی تفسیر وشہادتہم کے ساتھ کرنے مین اشارہ کیا کہ شھدوا کا عطف کفروا پر نہین کیونکہ ظاہر
یہ ہوتا ہی کہ جو قید معطوف علیہ مین ہی وہی معطوف مین ہو اور یہان بعد ایمانہم کی قید ہی حالانکہ شھدوا کے ساتھ یہ قید نہین ہو سکتی کیونکہ شہادت
مذکورہ یا تو قبل ایمان کے یا ساتھ ایمان کے ہوگی نہ بعد ایمان کے۔ اگر کہا جاوے کہ شھدوا بمعنے شہادتہم کس قرینہ سے ہی گو عطف مذکور نہ بنتا
ہو تو جواب یہ کہ ایمانہم مین ایک معنے فعل کے ظاہر ہین ای بعد ان آمنوا اسی پر شھدوا کا عطف ہی او بعد ان شھدوا پس بمعنے شہادتہم ہوا۔
وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ الکافرین۔ اور اللہ تعالےٰ قوم ظالمین کو ہدایت نہین فرماتا ف ظالمین سے مراد کافرین
ہین کیونکہ کفر سب سے بدتر ظلم ہی اور یہان قرینہ کفروا وغیرہ موجود ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہان ظلم سے کفر مراد ہی کیونکہ کفر کرنا اللہ تعالےٰ کے
ساتھ ظلم ہی کیونکہ رکھنا عبادت کا غیر محل مین ہی اور یہ عین ظلم ہی وقال تعالےٰ ان الشرک لظلم عظیم۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ
عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ ایسے بدکارون کی سزا یہ ہی کہ ان پر اللہ تعالےٰ و ملائکہ و سب لوگون کی
لعنت ہی ف یہ جہنم سے زائد سزا ہی اگر کہا جاوے کہ مرتد کے حق مین یہ کافر سے بھی زیادہ وعید ہی تو کہا جاوے گا کہ ہان اسواسطے کہ مرتد پر
حق ظاہر ہوا پھر وہ عناد و تمرد سے پھر گیا بخلاف اسکے جو کفر ہی پر ہی اور **بیضاوی** رح نے کہا کہ منطوق کلام دلالت کرتا ہی کہ ایسے مرتدون پر لعنت
کرنا جائز ہی اور اسکا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہی کہ انکے سواے اور کافرون پر لعنت نہین جائز ہی **مترجم** کہتا ہی کہ یہ اشارہ ایک اعتراض کی طرف ہی کہ
جو شافعیہ پر وارد ہوتا ہی یہ کہ تم لوگ مفہوم کے قائل ہو یعنے جب ایسے ہی لوگون پر لعنت کی قید فرمائی تو مفہوم ہوا کہ ان کے غیرون پر نہین حالانکہ
اس مین اتفاق ہی کہ مطلق طور پر کافرون پر لعنت کرنا روا ہی اور جواب یہ ہی کہ غیرون پر نہین لعنت کیجاوے اسکے یہ معنے ہین کہ معین کافر جب تک وہ
کفر پر نہ مرے تب تک اسپر لعنت نہین فلیتامل اور حنفیہ پر یہ اعتراض ہی وارد نہین ہوتا ہی پھر یہ کیا بات کہ مرتدون پر روا ہی اور کافرون پر نہین
تو بیضاوی نے کہا کہ شاید دونون مین فرق یہ ہی کہ مرتد لوگ گویا اسی کفر پر پیدایشی داغ دیے ہوے اور ہدایت سے ممنوع اور رحمت سے
مایوس ہین بخلاف اور کافرون کے فتامل فیہ۔ اگر کہا جاوے کہ والناس الف لام استغراق کے ساتھ ہر فرد کو شامل حتی کہ خود اس مرتد کو بھی شامل ہی
اور اجمعین اس پر تاکید موجود ہی پھر مرتد اپنے آپ کو کیونکر لعنت کرے گا اسکا جواب دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ الف لام عہد کا ہی اور مراد الناس سے
مومنین ہین کیونکہ حقیقت وہی آدمی ہین اور اطلاق اسکا اشراف پر مقصوداً اور ارذال پر مقصوداً ہوتا ہی کما فی قولہ تعالےٰ۔ آمنوا کما آمن
الناس ای اصحاب محمد صلعم دوم آنکہ یہان مراد عام ہی اور کافر مرتد بھی اپنے کو لعنت کرتا ہی کیونکہ وہ منکر حق کو لعنت کرتا ہی حالانکہ خود منکر حق ہے
اور نہین پہچانتا اور حق یہ ہی کہ یہ جواب عوام کو سمجھانے کے واسطے ہی اور بھید اسکا علماے ربانی پر واضح ہوتا ہی واللہ الموفق اور لعنت عذاب
جہنم ہی تو یہ لوگ جہنم مین ہونگے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔ ای اللعنۃ او النار المدلول بہا علیہا۔ یعنے فیہا کی ضمیر یا تو لعنت کی طرف راجع ہی
جو لفظ مین مذکور ہی اور درست ہی لیکن باعتبار معنے کے اولیٰ یہ ہی کہ نار کی طرف راجع ہو کہ وہ بھی مونث ہی (المعنی) ہمیشہ دوزخ مین رہینگے
اور یہ اگرچہ لفظاً مذکور نہین مگر لعنت سے اسپر دلالت موجود ہی کیونکہ انجام لعنت کیے ہوے کا دوزخ ہی اور **بیضاوی** وغیرہ نے

عقوبت کی طرف بھی راجع ہونا بعین وجہ مذکور جائز رکھا ہے۔ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ یعلمون سان ظالمون
کبھی عذاب تخفیف نہ کیا جائیگا اور نہ کبھی مہلت دیے جاوینگے ف مشتق از انظار یعنے امہال پھر یہ عذاب لعنت ان تمام مرتدون و کافرون کا انجام
ہے جو کفر و شرک پر مرے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا۔ علیہم۔ سوائے ان لوگون کے جنھون نے ایسا کرنے کے بعد
توبہ کی اور اصلاح کی یعنے شرع کے موافق انھون نے اپنے کامون کو درست کر لیا۔ یا یہ معنے ہین کہ اصلاح کیا اس چیز کو جسکو تم جونے سے
بگاڑا تھا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ تو اللہ تعالے غفور رحیم ہے اگر کہا جاوے کہ ظاہر دلالت کرتا ہے کہ خالی توبہ کافی نہین بلکہ اسکے
ساتھ عمل نیک ہونا چاہیئے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک مطلق توبہ مذکور ہے تو جواب یہ ہے کہ احکام اسلام جاری ہونے کے واسطے کافی ہے اور رہا واقعی
مغفرت ہونا تو عمل صالح ضرور ہے۔ اور حق جواب یہ ہے کہ حنفیہ کے کلام مین توبہ سے مراد مرتد کی توبہ ہے اور وہ اسی طرح ہے کہ زبان سے کہے اور نیک کام
کرے یا یہ جواب ہے کہ اصلحوا کے واسطے مفعول مقدر نہین بلکہ اصلاح مین داخل ہوا جیسے اَصْبَحَ وَاَمْسٰی وغیرہ ہین اور یہ جواب جید ہے جو زہ البیضاوی
پھر واضح ہو کہ قولہ تعالے۔ فان اللہ غفور رحیم۔ اللہ تعالے کی تعریف ہے اسکو ارتباط جملہ اولی سے جو متضمن معنے شرط ہے کیونکر ہے تو جواب دیا گیا کہ جزاء یہ ہے
کہ جس نے توبہ و عمل صالح کیا تو اسنے مغفرت و رحمت مانگی جو اسکو ملے گی کیونکہ اللہ تعالی غفور لہم انکے واسطے غفور ہے اور رحیم بہم۔ ان کے واسطے بھی
مہربان ہے ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ اشارہ ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ ربوبیت کو بغیر عبودیت
کے مشاہدہ کرے یعنے بدون توحید و بندگی کے درجۂ قربت حاصل کرنا چاہے اسکے لیے صدیقین و مقربین کے مقامات عطا نہون گے اور نیز
یہ اشارہ ہے کہ تمام حقائق کی جڑ کا مناط اسلام سے ہے یعنے جو کچھ حق عز و جل کی مراد ہے اسپر گردن جھکائے رکھے اور اس مین یہ اشارہ نکلا کہ جو شخص
کہ حق عز و جل کی بلاء نازل ہونے پر صبر نہ کرے اور مصیبتین نازل ہونے کے وقت سوائے اللہ تعالے کے کسی دوسرے کی طرف جزع و فزع
کرے اس سے معاملات و مجاہدات مین سے کچھ قبول نہوگا یعنے کوئی عمل اور کوئی مجاہدہ و ریاضت اسکی قبول نہوگی اور بعض نے کہا کہ جو شخص سوائے
اعتصام کے یعنے اللہ تعالے کی رحمت پر بھروسا کرنے کے اور کسی چیز سے توسل ڈھونڈھے اسکا خسارہ اسکے نفع سے بڑھا ہوا ہے۔ اور قاسم نے
فرمایا کہ جو شخص سوائے انقیاد کے کوئی اور راستہ ڈھونڈھے وہ حقیقی بندگی سے کسی درجہ کو نہین پہونچا قال المترجم اس بنا پر ہے کہ بندہ ہونا ہی
درجۂ کمال ہے اور اسکو مین سابق مین تحقیق کر چکا یہی کافی ہے کہ اللہ عز و جل نے اکرم الاولین والآخرین و سید الخلائق اجمعین صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ فرمایا
اور حضرت عیسی کا قول نقل کیا کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیۃ جس کی اللہ عز و جل نے تعریف کی وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین
بعضے جاہلون کو اللہ تعالے توفیق و ہدایت دے کہ نادانی سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بندہ کہنا عیب شمار کرتے ہین
اللہ اللہ اہل اسلام اب راہ حق مین ایسے نادان ہوگئے کہ الٹی راہ چلتے ہین۔ م۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسنے اپنے اعمال کو سنت کے
ساتھ مقید نہ کیا یعنے یہ قصد مصمم نہ کیا کہ مین سنت طریقہ پر چلونگا تو اسکا کوئی عمل مقبول نہوگا۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا یہ
تفویض ہے یعنے جسنے اپنے آپکو اور اپنے تمام کامون کو اپنے مولی کے سپرد نہین کیا اسکے اعمال مین سے کوئی چیز قبول نہوگی۔ قولہ تعالے کیف
یہدی اللہ قوما کفروا الآیۃ۔ یعنے جسکو اللہ تعالے نے معرفت کی استعداد سے برخلاف پیدا کیا اور سابق ازل مین اسپر کفر کا حکم فرما دیا ہے اس کو مشاہدہ
ایمان و یقین کی ہدایت نہین دیتا ہے اسواسطے کہ استعداد تو لوازم معرفت سے ہے اور جسکو طریقت کی استعداد نہین دی گئی انکے دل مین انوار تجلی
نہین کرتے ہین۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جسکو حکم ازل نے دور کر دیا اسکو صدق عمل کہان نزدیک کر سکتا ہے اور اللہ تعالے اپنے حکم مین غالب ہے
قولہ تعالے اولئک جزاؤہم ان علیہم لعنۃ اللہ الآیۃ۔ یعنے ان کو پردہ مکر مین ڈالا اور ان کے احوال کا خاتمہ استدراج پر کرکے مطرود کر دیا اور یہ انتہا

درجہ کی پھٹکار ہو۔ خالدین فیہا انکو کوئی راہ نہین کہ اسکے وجہ جلال وقدرت کمال کی طرف جاوین بس ان کی گمراہی پر گمراہی بڑھتی گئی اور وے ہمیشہ محرومی سے کبھی مشاہدۂ عالی کی طرف نہ پہونچین گے۔ قولہ الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا یہ ایسے لوگ ہین کہ مشیت ازلی مین ان کے واسطے خوبی ایمان قرار پائی ہو ولیکن اللہ عزوجل کے امتحان سے فتنہ وخواہشون مین پڑ گئے تھے پھر عنایت ازلی کے انوار نے انکو پایا پس نفس کے قید ظلم اور شیطانی زنجیرون سے ان کو چھڑا لیا اور ان کی باطنی آنکھین برق عنایت کی روشنی سے ٹھنڈی ہو گئین تاکہ اُنھون نے نظر توفیق پائی اور اپنے اعمال کو بہت خبیث دیکھا پس اللہ عزوجل کی طرف گڑگڑائے اور پناہ مانگی اور پروردگار عزوجل سے شرمائے اور ان کے چھوٹ جانے کی توفیق چاہی کیونکہ انکو اللہ عزوجل کی قسمت سابق نظر پڑی جو اسنے عنایت ورعایت وکفایت وہدایت کے ساتھ ان لوگون کے حق مین ازل سے جاری فرمائی تھی برخلاف ان کے جو ازلی مردود ہین وہ ہزار بار ایمان کے بعد کفر مین جاوین گے بقولہ تعالےٰ۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۝

جو لوگ منکر ہوے مان کر پھر بڑھتے رہے انکار مین ہرگز قبول نہوگی انکی توبہ اور وہی ہین راہ بھولے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا

جو لوگ منکر ہوے اور مر گئے منکر ہی تو ہرگز قبول نہوگا ایسے کسی سے زمین بھر کر سونا

وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝ ۹ ع ۱۱ ۱۰

اگرچہ بدلہ دیوے یہ کچھ انکو دکھ کی مار ہو اور کوئی نہین اُن کا مددگار

یہود کے حق مین اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا یعنی۔ بَعْدَ إِيمَانِهِمْ بموسیٰ۔ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا بمحمد۔ لَن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ۔ اذا غرغروا وماتوا کفارا۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ۔ جن لوگون نے کفر کیا۔ (یعنے عیسیٰ کے ساتھ) بعد ان کے ایمان لانے کے (ای موسیٰ پر) پھر بڑھا دیا کفر کو (یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کر کے) ہرگز قبول نکیجائیگی انکی توبہ (یعنے جسدم کہ انکو غرغرا لگ گیا اور کافر مر گئے) اور ایسے ہی لوگ یہی گمراہ ہین ف مترجم کہتا ہو کہ اس آیت مین مفسرین کے اقوال ہین پس قتادہ وعطاء خراسانی اور حسن رح نے کہا کہ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے حق مین نازل ہوئی ہو کہ اُنھون نے توریت وانجیل مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت پا کر آپ پر ایمان لانے کے بعد جب آپ کی بعثت ہوئی تو آپ سے کفر کیا پھر ازدیاد کفر اسطرح کہ اسی پر اٹے رہے کیونکہ کفر پر اصرار کرنا کفر مین ازدیاد ہو اور شیخ ابن جریر رح نے زیادت کفر بسبب ان اعمال کے قرار دیا جو انھون نے بعد کو کمائے اور آیت کو مخصوص یہود کے حق مین قرار دیا۔ مترجم کہتا ہو اگر مخصوص یہود کے حق مین ہو تو جو تفسیر مطہری رح نے زیادت کفر کی ذکر کی وہ اولیٰ ہو واللہ اعلم اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو وعید وتہدید فرمائی ہو جو ایمان کے بعد کافر ہوا پھر اسنے اس کفر کو بڑھایا اس طرح کہ موت کے وقت تک اسی پر مستمر رہا تو اسکی توبہ وقت کماتے قبول نہوگی چنانچہ فرمایا ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الاٰن الآیۃ یعنی ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین ہو جو برائی کرتے رہین یہانتک کہ جب انمین سے کسی کو موت حاضر ہوئی تو بولا مین اب توبہ کرتا ہون۔ تمت۔ مترجم کہتا ہو کہ یہان اشکال یہ ہو کہ لن تقبل توبتہم سے صریح ثابت ہوتا ہو کہ ایسے شخص کافر یا مرتد کی توبہ قبول نہین ہو حالانکہ اسپر علما کا اتفاق ہو کہ توبہ مرتد کی اگرچہ مکرر سہ کرر کافر ہوا ہو قبول ہو پس مفسرین وغیرہ نے تو یہ جواب دیا کہ توبہ سے اسوقت کی توبہ مراد ہو کہ جب مرنے لگا اور اسکو غرغرہ لگ گیا جسکو عام لوگ گھر لگ گیا بولتے ہین پس بالاتفاق ایسے وقت کی توبہ قبول نہین چنانچہ حدیث صحیح مین ہو کہ بندہ کی توبہ قبول ہوتی ہو جب تک کہ اسکو گھرا نہین لگا۔ اور نحاس رح نے اس جواب کو عمدہ کہا ہے

اور یہی قول حسن ؒ و قتادہ و عطا و سدی ؒ سے مروی ہے۔ اور اسی کے مانند مجاہد سے مروی ہے کہ انکی توبہ قبول نہوگی جبکہ وہ کفر پر مرگئے **مترجم** کہتا ہے
کہ اسپر وارد ہوتا ہے جو **بزار** رحمہ اللہ نے اسکا شان نزول روایت کیا کہ حدثنا محمد بن عبد اللہ بن بزیع حدثنا یزید بن زریع حدثنا داؤد بن
ابی ہند عن عکرمہ عن ابن عباس ؓ کہ ایک قوم اسلام لائی پھر وہ مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی پھر مرتد ہوگئی پھر انھون نے اپنی قوم والون کو کہلا بھیجا
کہ ان لوگون کے واسطے توبہ دریافت کرین پس قوم والون نے رسول اللہ صلعم سے اسکو ذکر کیا تب یہ آیت اتری ان الذین کفروا بعد
ایمانہم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتہم - **شیخ ابن کثیر** ؒ نے کہا کہ اسکی اسناد جید صحیح ہے - پس یہ صریح ہے کہ مرغرغرہ کے وقت نہیں بلکہ پہلے
انھون نے توبہ کا سوال کیا تھا - اور ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ یہ وہ لوگ ہین جو مرتد ہوگئے اور انھون نے قصد کیا کہ اپنا حال چھپانے کے
واسطے توبہ ظاہر کرین اور دلون مین کفر پوشیدہ رکھین **مترجم** کہتا ہے کہ حاصل اسکا یہ ہے کہ یہان جو توبہ قبول نہونا فرمایا ہے یہ ایک خاص قوم کے
واسطے ہے جنکے سرائر و ضمائر مین کفر پنہان تھا اور ظاہری توبہ کرنا چاہتے تھے پس اللہ تعالیٰ دانا تر ہے اسنے اصل حال کے موافق ان کی توبہ قبول
نہونے کا حکم بھیجدیا - اور اگر وہ لوگ درحقیقت توبہ کرنا چاہتے تو قبول ہوتی - پھر اسوقت مین اگر کوئی مرتد توبہ کرے تو ظاہر کے موافق اس کی توبہ
قبول ہوگی اور اسکے باطن کا اللہ تعالیٰ دانا تر ہے اور یہ کلام مع روایت شان نزول کے جو اوپر مروی ہوئی ہے کلام جید ہے فافہم - اور **شیخ**
**ابو العالیہ** ؒ سے اسکی تاویل یون مروی ہے کہ یہ ایسی قوم کے حق مین ہے جنھون نے حالت شرک مین بداعمالیان کین پھر ان اعمال سے
توبہ کرنی چاہی اور شرک سے توبہ نکی تو انکی توبہ مقبول نہین - اور **شیخ ابن جریر** ؒ نے کہا کہ کفر پر کفر بڑھانے کے ساتھ اللہ تعالیٰ توبہ نہین قبول کرتا
ہے جب تک وہ اپنے کفر پر قائم ہے **مترجم** کہتا ہے کہ شاید اسکے وہی معنے ہین جو **شیخ ابو العالیہ** ؒ کے کلام کے ہین اور **بیضاوی** ؒ
نے ذکر کیا کہ قولہ لن تقبل توبتہم یعنی جیسے ہے کہ وے توبہ ہی نہین کرینگے پس انکی توبہ نہ کرنے کو نہ قبول کرنے سے تعبیر کیا اور انکا حال یوس از رحمت کی
صورت مین ظاہر کیا - اور یہی وجہ ہے کہ فا داخل نہین ہوئی ای فلن تقبل نہین فرمایا ہے **مترجم** کہتا ہے کہ مبنی اسکا اس بھید پر ہے کہ کفر بعد
ایمان کے پھر اسپر زیادہ کفر سے دل پر مہر ہوجاتی ہے کہ توبہ کی یا بچی توبہ کی توفیق نہین ہوتی ہے اور نظیر اسکی وہ حدیث ہے کہ جس نے تین جمعہ
چھوڑے اللہ تعالیٰ اسکے دل پر مہر کر دیتا ہے - اور نیز وہ حدیث ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ گناہ سے نقطہ سیاہ دل پر پیدا ہوتا ہے پھر وہ ہوا دے
بڑھتے بڑھتے تمام دل کو گھیر لیتا ہے پھر اس مین توبہ کی توفیق نہین سماتی ہے اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہے - بالجملہ اسپر اتفاق ہے کہ کافر مرتد اگرچہ
کفر پر کفر بڑھاتا جاوے کرے اسکی توبہ بدلیل دیگر آیات واحادیث مقبول ہے پس یہ آیت ضرور ماؤل ہے اور میرے نزدیک عمدہ تاویل اس مین قول
ابن عباس ؓ مع روایت شان نزول ہے واللہ اعلم - ولیکن تاویل مفسر وغیرہ بنظر آنکہ تفسیر قطعی کی قطعی امر سے اولیٰ ہوتی ہے ارجح ہے فافہم اور
قولہ ہم الضالون کے معنے ہین کہ تمام مصداق ضال کا یہی لوگ ہین کہ کفر پر مرگئے یا بمعنی آنکہ ضلال پر جمے رہنے والے ہین کما ذکرہ **البیضاوی**
اسواسطے کہ وہ تو اول ہی سے کفر پر ضال تھے ـ **اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ**
**مِّلْءُ الْاَرْضِ** ـ مقدار بابمہار ـ **ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ** ـ مولم **وَّمَا لَهُمْ**
**مِّنْ نّٰصِرِیْنَ** ـ مانعین منہ ـ جن لوگون نے کفر کیا اور مرے درحالیکہ وہ کفار ہین تو نہ قبول کیا جائے گا کسی ایک سے بھر زمین سونا یعنے
اس قدر مقدار کثیر جو زمین کو بھر دے اگرچہ فدیہ دے اسکو وہ ایسون کے لیے عذاب مولم ہے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہین جو ان کو عذاب
سے چھڑاوے - واضح ہو کہ یہان فلن یقبل پر فا داخل ہوئی اور یہ ضرور ہے حالانکہ اکثر کے نزدیک نہین جائز ہے تو اس سبب سے کہ الذین مشابہ
بشرط ہے اور ایذان ہے کہ نہ قبول ہونے کا سبب یہی کفر پر مرنا واقع ہوا ہے **مترجم** کہتا ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ آیت حارث بن سوید کے

ان ساتھیون کے حق مین اتری جو کفر پر مر گئے تھے اور بعض نے کہا کہ علی العموم جو کافر اپنے کفر پر مر گیا اسکے حق مین ہی خواہ مشرک بت پرست ہو یا یہودی
یا نصرانی یا کوئی اور قسم کا کافر ہو۔ اس مین شک نہین کہ حکم آیت کا عام ہی۔ اور فلن یقبل یہان بفا ہی اور اوپر کی آیت مین بدون فا کے ہی
پس اول یہ سوال ہی کہ دونون مین کیا فرق ہی اور دوم یہ سوال ہی کہ خبران پر فا نہین آتی ہی یہان کیونکر آئی ہی پس اول کا جواب یہ ہی کہ یہان
مقصود بیان سببیت ہی کہ اگر ایسا ہوا تو ایسا ہوگا بخلاف آیت اول کے اور دوم کا جواب ہی کہ الذین مین معنے شرط پائے جاتے ہین پس فا
داخل کر کے شرط و جزا ہونے کا اعلان فرمایا اور اگر فا نہوتی تو یہ ایذان نہوتا اور ان کی خبر پر وہان فا نہین جائز ہی جہان یہ معنے نہون فافہم
اور ملأ۔ بالکسرہ وہ مقدار ہی جو کسی شے کو پر کر دے اور ملأ۔ بالفتح مصدر بمعنے بھر دینا اور حاصل یہ ہی زمین کے مشرق سے مغرب تک
بھر کے سونا اگر عذاب سے اپنی جان چھڑانے کے واسطے دے تو بھی قبول نہوگا اور زمین کی خصوصیت تقریب فہم کے واسطے ہی کیونکہ آدمی
اسی زمین کا ساکن ہی اور سونا اس وجہ سے کہ اسکو بہت عزیز چیز سمجھتے ہین حالانکہ اگر زمین کیا بلکہ آسمان اور تمام ظرف مخلوق الٰہی بھر کر
سونا یا جواہرات کوئی چیز دیوے تو بھی قبول نہوگا شیخ ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ جو شخص کفر پر مرا ہو تو پھر اس سے کوئی چیز کبھی مقبول
نہوگی اگرچہ اسنے بھر زمین سونا ایسے کام مین اپنی زندگی مین خرچ کیا ہو جسکو وہ طاعت قربت جانتا تھا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا گیا کہ عبد اللہ بن جدعان کا کیا حال ہوگا کہ وہ آپ کی بعثت سے پہلے تھا اور مسافرون کی مہمانداری کرتا اور گرانبارون کے بوجھ
ہلکے کرتا اور محتاجون کو کھانا دیتا۔ بھلا اسکو کچھ نفع ہوگا فرمایا کہ نہین اسلیئے کہ اسنے عمر مین کبھی ایک بار یہ نہ کہا کہ میرے پروردگار قیامت مین میری
خطائین بخشدے یعنے روز جزا کا قائل نہ تھا۔ ایسے ہی ان کافرون کا حال اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر انھون نے بھر زمین سونا خرچ کیا تو قبول
نہوگا چنانچہ فرمایا۔ لایقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة یعنے بالکل فدیہ کی نفی کر دی اور اس سے صریح اسی آیت کے مانند فرمایا
ان الذین کفروا لو ان لهم ما فی الارض جمیعا ومثله معه لیفتدوا به من عذاب یوم القیامة ما تقبل منهم ولهم عذاب الیم یعنے جو لوگ کافر ہے اگر فرض
کیا جاوے کہ انکے واسطے وہ تمام سب ہو جو زمین مین ہی اور نیز اسکے برابر اور بھی ہو تا کہ وہ اسکو اپنا فدیہ دیکر عذاب روز قیامت سے چھوٹنا چاہین تو انسے
ہرگز قبول نہوگا اور انکو عذاب دردناک ہوگا۔ وہی یہان فرمایا۔ ان الذین کفروا وماتوا وهم کفار فلن یقبل من احدهم ملء الارض ذهبا ولو افتدی به پس فدیہ ولو افتدی
به کا عطف اول پر ہی اور اس عطف سے دلالت ہی کہ ملء الارض ذهبا۔ اور۔ ولو افتدی به۔ دو چیزین ہین اسواسطے کہ معطوف علیہ و معطوف مین مغائرت
ہوتی ہی بیضاوی رح نے فرمایا کہ یا مراد یہ ہی کہ ولو افتدی به سای ولو افتدی بمثله۔ اور مثل کا لفظ اکثر حذف ہوتا ہی کیونکہ ہر دو مثل ایک ہی شے کے حکم مین
ہوتے ہین قال ابن کثیر اسکا مقتضی یہ ہوا کہ جو کفر پر مرا ہو اسکو عذاب الٰہی سے کوئی چیز نہ چھڑاویگی پھر اولئک لهم عذاب الیم مبالغہ ہی انکے مایوس کرنے مین
کہ جو کفر پر مرا اسکے ساتھ عفو نہوگا پھر کافر اوہام مین سے یہ وہم بھی تھا کہ شاید کوئی ناصر و مددگار و شفیع ہو اسکی بھی نفی فرمائی کہ وما لهم من ناصرین بیضاوی
نے فرمایا کہ من اسواسطے زیادہ ہوا کہ کوئی ناصر نہوگا باستغراق ہر ہر فرد کی نفی ہی اور اس آیہ کریمہ سے متعلق یہ حدیث ہی کہ انس بن مالک رض نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے روایت کی کہ اللہ عز و جل قیامت مین دوزخیون مین ایک شخص سے جو سب سے آسان عذاب ہوگا فرماویگا کہ اگر تیرے پاس زمین و ما فیہا سب ہوتا تو اسکو
اپنا فدیہ دیتا وہ عرض کریگا کہ ہان ضرور تب فرماویگا کہ مین نے تو تجھسے اس سے بہت آسان مانگا تھا درحالیکہ تو پشت آدم مین تھا یہ کہ تو میرے ساتھ شرک مت کرنا
پھر تو نے نمانا مگر یہی کہ شرک کیا رواہ مسلم والبخاری و عنه ایضا ایک دوزخی لایا جائیگا اس سے اللہ عز و جل فرماویگا کہ تو نے اپنا ٹھکانا کیسا پایا وہ عرض کریگا کہ اے پروردگار
بہت بُری جگہ ہی فرمادیگا کہ تو زمین بھر سونا دیکر اپنے کو چھڑانا چاہتا ہی وہ عرض کریگا ہان اے پروردگار اسکو فرماویگا تو جھوٹا ہی مین نے تو تجھسے بہت آسان اس
سے چاہا تھا وہ اٰلہ الا اللہ کہ تو نے نکیا پھر وہ دوزخ مین بھیجا جائیگا رواہ احمد۔ تم الجزء الثالث ویتلوه الرابع من لن تنالوا۔